اتر پردیش اردو اکادمی

سلسلۂ مطبوعات ۲۷۸

سلسلۂ ابوالکلام آزاد صدی تقریبات

(۱۰)

الہلال

(۳)

(جلد پنجم، جلد ششم (البلاغ) و جلد ہفتم)

ابوالکلام آزاد

اتر پردیش اردو اکادمی

لکھنؤ

پیش لفظ

جون ۱۹۸۷ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلس انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابو الکلام آزاد کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِ فہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلس انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلس انتظامیہ نے اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں کے عکس کی طباعت واشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ ـــــ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرہ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ وماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہوگی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایئے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئرپورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیبِ خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہوگی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۱۹۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو اکادمی کی مجلس عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

الہلال (۳)

جلد پنجم، جلد ششم (البلاغ) و جلد ہفتم

پہلا ایڈیشن ۱۹۸۸

تعداد ۱۰۰۰

ہاف ٹون نگیٹو احمد حسین انصاری
گراف آرٹ بلاکس، گورکھپور

قیمت

(مکمل سیٹ تین حصوں میں)

چھ سو روپے

AL - HILAL edited by Abul Kalam 'Azad' (Part III)
Price (complete set in 3 parts) : Rs. 600.00

رام کرشن ورما، سکریٹری اترپردیش اردو اکادمی نے میسرس وجیتا آفیسٹ پرنٹرس ۲۵۴۵، جٹواڑہ، دریا گنج، نئی دہلی
سے چھپوا کر بلہرہ ہاؤس، قیصر باغ لکھنؤ سے شائع کیا

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جا رہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

جلد اوّل	۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳ شمارے
جلد دوم	۸ جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵ جون ۱۹۱۳ء	۲۴ شمارے
جلد سوم	۲ جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴ دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵ شمارے
جلد چہارم	۷ جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴ جون ۱۹۱۴ء	۲۱ شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸ شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱ شمارے
جلد ہفتم	۱۰ جون ۱۹۲۷ء	تا	۹ دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴ شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کر لیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہو جائے۔ مجلدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ـــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ـــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ـــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نیگیٹو سے طبع ہوا ہے: تصویریں ہاف ٹون نیگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہو جائے۔
- متن میں اور صفحات کے تسلسل میں بھی، کئی جگہ غلطیاں نظر آتی ہیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم نقل مطابق اصل کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی۔ اسے اکادمی نے مرتب کر کے متعلقہ جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جا رہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ مورد الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اترپردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنس نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پراسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ یہ جلوہ گری "ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے" کے ذیل میں آ جاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے انداز قد کی بہر حال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم دہنر اور سیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بار ہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ تو مل گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ ہوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۵ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کر لی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا۔ قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبرد زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں۔ بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ——— اور اعجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور اعانت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرو اسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آنے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کر دے۔ ماں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا مسعود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرو اسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرو اسٹیٹ کرا لیا جاتا تاکہ اس کی نیگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرو اسٹیٹ کرا لیا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور اصل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہر چند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہم عفو اور درگزر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، ان میں سب سے پہلے جناب مصطفیٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ لکھنؤ کے شمارے رہ کر ان کی فوٹو کاپیاں نکلوائیں۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریہ انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا۔ یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلس انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید اظہر مسعود رضوی، پبلی کیشن آفیسر اور جناب رام کرشن در، سکریٹری اکادمی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھایا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدق دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں اتنا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساس فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت نو میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اترپردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

مضامین وتصاویر کی فہرست
الہلال
جلد پنجم
یکم جولائی ۱۹۱۴ء تا ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء

فہرست مضامین

فہرست تصاویر

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

تار کا پتہ
"الہلال کلکتہ"
ٹیلیفون نمبر ٦٤٨

Telegraphic Address,
"Alhilal Calcutta"
Telephone, No. 648

قیمت
سالانہ ٨ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ١٢ آنہ

مقام اشاعت
٧-١ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

جلد ٥ — کلکتہ: چہارشنبہ ٦ شعبان رجب ١٣٢٢ ہجری — نمبر ١

Calcutta. Wednesday, July, 1. 1914

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

14 MC Leod Street

CALCUTTA

Yearly Subscription Rs 8

Half yearly „ 4-12

الہلال

مدیر مسئول و رئیس تحریر

احمد المکنیٰ بابی الکلام آزاد الدہلوی

مقام اشاعت

۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۸ — روپیہ

ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱ | کلکتہ چہار شنبہ ۶ شعبان ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵

Calcutta: Wednesday, July, 1. 1914.

Said Halim

پرنس سعید حلیم پاشا صدر اعظم دولۃ علیۂ عثمانیہ

جنگی وزارت نے امۃ و حکومت کی عالمگیر ہلاکت و بربادی کے بعد، اپنے حسن تدبر اور دوت، نظم و ادارہ سے ترقی و اصلاح کا ایک محیر العقول دور شروع کیا، اور جنگ طرابلس و بلقان کے بعد بھی باب عالی کی قوت کو اس حالت میں قائم رکھا کہ یونان کو ایک نئی بحری جنگ کیلیے تہدید کرسکے -

و نادى المنادي بشعارها في جو السماء بين الخافقين: " اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله " صارخاً بالشهادتين !

هذا كان شان الاسلام و المسلمين و الامر على ذلك ، حتى عمل الشيطان مكائده عليهم ، و القى باسهم بينهم ، و افشى فيهم فتنة الشبهات و الشهوات ، و زينت لهم التقاليد و العادات و المبتدعات - ودب الفساد الاجتماعى فى جسم الامه ، و عم الظلم و الطغيان و الفتنه - و فسد الاخلاق ، و ضعف النفوس ، و تقاعست الهمم ، و خرت العزائم ، و طبع القلوب بالتعبد و التذلل ، و الخضوع و الخشوع - حتى لا امر بمعروف و لا نهي عن منكر ، و لا تعاون على بر ، و لا تناصر على رفع ضر - فتمزق شمل المسلمين ، و اضاعو السياسة و الدين ، و ردوا الامة اسفل سافلين ، فخسروا الدنيا و الاخرة : ذالك هو الخسران المبين (۲۲ : ۱۱)

اما خسرانهم للدنيا ، فان معظم شعوبهم و بلادهم قد استولى عليها الكفرة الفجرة ، و ما بقى منها في ايديهم قد اوغلت سلطة الكفر في احشائه ، وهي تهدده بسلب دمائه - واما خسرانهم الاخرة ، فبما ابتدع حما ميرهم في الدين ، اتبعوا غير سبيل المسلمين الاولين ، فقد وعد الله بنصر الحق و ما هم منصورين ، وكتب الغلب لحزبه و ما هم بغالبين ، و نراهم قد غلب عليهم الذل ، و لله العزة و لرسوله و للمومنين (۶۳ : ۸)

ان دين الله العظيم ، و شريعة رسوله الكريم ، شانه يعلو عن ان يكون مهباً للاهواء ، او مثاراً لاختلاف الاصول و الارا ، او الة لسلطان الرؤساء ، فهو حنيفية السمحة ليلها كنهارها ، و ظاهرها كباطنها - و قال سبحانه و تعالى في كتابه الميمون : ان الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً لست منهم فى شي ، انما امرهم الى الله ، ثم ينبئهم بما كانوا يعملون (۶ : ۱۵۹)

مضى زمن النبي صلى الله عليه وسلم ، و الصحابة رضوان الله عليهم ، و اهل الاسلام على عايذ من الاستقامة في دينهم - و هم متعاضدون متناصرون ، متحابون متعاشرون - و لم يكن للناس من الفراغ ما يخلو فيه مع عقولهم ، ليبتلوها بالبحث في بيان عقائد هم ، و ما كان من اختلاف قليل رد الى السنة و الكتاب : اولائك الذين هداهم الله و اولائك هم اولو الالباب (۲۹ : ۱۷)

كان الامر على ذلك ، و لكن خلف من بعدهم خلف اضاعو الصلوات و اتبعو الشهوات (۱۹ : ۶۰) ففرقوا بين المومنين ، و مزقوا شمل المسلمين ، و صاروا شيعاً كل شيعة تعادى الاخرى لمخالفتها اياها في المذهب ، و معاديتها فيما احدثت من المشرب - يتنابزون و يتلاعنون ، و يزعمون في ذلك انهم بحبل الله مستمسكون - فقالوا سني و شيعي ، وعربي و عجمي ، وهندي وتركي ، وهذا خارجي يلعن اميرالمومنين ، و هذا شيعي يلعن الخلفاء الراشدين - و السني يكفر الشيعي و يقول انهم الفاسقون ، و الشيعي يقتل السني و يقول انهم الكافرون - و الامم الطامعة من ورائهم يقول انكم مسودون و مستعبدون : الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً ، و كل حزب بما لديهم فرحون (۳۰ : ۳۲) و يحسبون انهم على شي الا انهم هم الخاسرون (۷ : ۱۷۷)

* * *

و قد طفق المسلمون يشعرون في هذه الايام بانهم ما فقدوا مجد سلفهم الصالحين ، و تلك السعادت التى كانت لابائهم الاولين ، الا لانهم لم يهتدوا بالقرآن ، و لم ياخذوه بقوة و ايقان - و ان الامة فى مرض ، و الدول في حرض ، فاذا لم تبادر بالعلاج ، تم فساد المزاج -

اما ذالك الشعور الطفيف الذي لاح بارقة فى آفاق العالم الاسلامى ، فان هو الا اعدادا طبيعيا للانتقال الى طور اخر مصيره مجهول لعامتهم ، و مرتاب فيه عند خاصتهم ، لا يدرون اكون ذلك دراء ناجعاً تعقبه السعادة و الهناء ، ام داء عضال ينتهى الى موت زؤام ؟ فمنهم اليائس يزيد فى الافساد ، و منهم الراجي يدعو الى سبيل الرشاد - يستوى في ذلك جميع البلاد الاسلاميه ، حرة كانت او مستعمره ، محتلة كانت او مستقله -

و اما اهل الرجاء (و نحن منهم) فانهم يعرفون ما يحتج به اهل اليأس و لا ينكرونه و لهم نظر اخر ابعد ، و رأى اسد و ارشد ، يويدونه بايات الكتاب المجيد - و يستدلون عليه بوعد الله العليم الشهيد : و هو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا و ينشر رحمته و هو الولي الحميد (۴۲ : ۲۸)

فهذه الدعوة الاصلاحية القرانية التى دعانا اليها المصلحون المرشدون ، و هى التي يدعو اليها " الهلال " من اول نشوه و لو كرهها الجامدون الجاهلون ، و المتفرنجون المفسدون -

و قد بلغ الهلال الثالثة من عمره في هذا الشهر و هو دائب على صادق الجهد ، الذي يعتقد بها فلاح الملة و نجاح الامه - متبعاً سنن الحق بعلمه وايقانه بان الحق احق ان يتبع ، و ان يصغى له و يستمع - و الباطل اجدر بالدثور ، و اقتلاع الجذور : والله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور (۲ : ۲۵۷)

اللهم انقذني من عالم الشقاء ، و اجعلني من اخوان الصفاء ، و اصحاب الوفاء ، و سكان السماء ، مع الصديقين و الشهداء ، انت الله الذي لا اله الا انت فاطر الاشياء ، و نور الارض و السماء ، اعطني فيضا من العلوم الالاهيه ، و هذب نفسي بانوار الحكمة النبوية ! وارني الحق حقا و الهمني اتباعه ، وارني الباطل باطلا و احرمني اعتقاده ! !

اللهم ايد دينك القويم بالعلماء العاملين ، و اكشف ببركتهم جهل الجاهلين ، و ارفع بجميل سعيهم غفلة الغافلين وهب لمرشديها وجداناً صادقاً ، و علما نافعا ، و قلبا صافيا ، و لسانا بالحق ناطقا - يجاهدون فى سبيل الله و لا يخافون لومة لائم ! انك انت السميع مجيب - و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين - و الحامد لله الحمد .

بسم الله الرحمن الرحيم

فاتحة السنة الثالثة

المجلد الخامس

الحمد لله الذي رضي لنا الاسلام ديناً و نصب لنا الدلالة على صحته برهانا مبينا - و وعد من قام باحكامه و حفظ حدوده اجراً حسيما - و ذخر لمن و افاه به ثواباً جزيلاً و فوزاً عظيما - و فرض علينا الانقياد له و لاحكامه - و التمسك بدعائمه و اركانه - والاعتصام بعراه و اسبابه - فهو دينه الذي ارتضاه لنفسه ' و لانبيائه و رسله ' و ملائكة قدسه ' و لجميع مخلوقاته ' فبه اهتدى المهتدون - و اليه دعا الانبياء و المرسلون : افغير دين الله يبغون ؟ و له اسلم من في السماوات و الارض طوعا و كرها و اليه ترجعون (۳ : ۸۳) فلا يقبل من احد دينا سواه من الاولين و الاخرين : و من يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه و هو في الاخرة من الخاسرين (۳ : ۸۵) و حكم سبحانه بانه احسن الاديان و لا احسن من حكمه و لا اصدق منه قيلا : و من احسن دينا ممن اسلم وجهه لله و هو محسن و اتبع ملة ابراهيم حنيفا و اتخذ الله ابراهيم خليلا (۴ : ۱۲۴) -

فسبحان من جعل دين الاسلام عصمة لمن لجاء اليه - و جنة لمن استمسك به و عض بالنواجذ عليه - فهو حرمه الذي من دخله كان من الامنين - و حصنه الذي من لاذ اليه كان من الفائزين - و من انقطع دونه كان من الهالكين : فمن اهتدى فانما يهتدي لنفسه ' و من ضل فقل انما انا من المنذرين (۲۷ : ۹۲)

و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ' شهادة اشهد بها مع الشاهدين - و اتحملها عن الجاحدين !

و اشهد ان محمدا عبده المصطفى ' و نبيه المرتضى ' و رسوله الصادق المصدوق الذي لا ينطق عن الهوى ' ان هو الا وحي يوحى (۵۳ : ۴) ارسله كافة للناس بشيرا و نذيرا ' و داعياً الى الله باذنه و سراجاً منيرا (۳۳ : ۴۶) فهدى به من الضلالة ' و بصر به من العمى ' و ارشد به من الغي ' و فتح به اعيناً عميا ' و اذاناً صما ' و قلوباً غلفا - فبلغ الرسالة ' و ادى الامانة ' و نصح الامة ' و جاهد في الله حق جهاده ' و عبد ربه حتى اتاه اليقين - فصلى الله عليه و على آله الطيبين الطاهرين - و اصحابه المهتدين - و اتباعه الصادقين - و علمائه العاملين - و جميع الشهداء و الاولياء و الصالحين - صلوة و سلاماً دائمة بدوام السماوات و الارضين !!

* * *

(و بعد) فان الله جل ثناءه ' و تقدست اسماءه ' بعث محمداً صلى الله عليه و سلم على فترة من الرسل ' و طموس من السبل - و استوجب اهل الارض ان يحل بهم العقاب - و نظر الله سبحانه اليهم ' فمقتهم عربهم و عجمهم الا بقايا من اهل الكتاب (۱) و استند كل امة الى ظلم ارائهم ' و حكموا على الله باباطيلهم و اهوائهم - و ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس (۳۰ : ۴۱) - من جميع الشعوب و الاجناس - و ملاءت الارض بشرك المشركين ' و ضلالة المضلين ' و ظلم الظالمين ' و غواية الضالين ' و قيادة الغاوين ' و سياسة المستبدين - و اصبحت الدماء مسفوكة ' و الاعراض مهتوكة ' و القوى منهوكة ' و الاموال مسلوبة و منهوبة - و العدل ممقوتاً و العدوان مرموقا - حتى انت الارض من جور الظالمين - و استغاثت السماء من طغيان الكافرين - و سمع رب العزة انين المظلومين و بكاء الباكين : و اوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين (۱۴ : ۱۳)

فخلق الله سبحانه بمحمد (صلى الله عليه وسلم) صبح الايمان - و طلع شمس الهداية من مشرق العرفان - و ملاء الافاق نوراً و ابتهاجا - و دخل الناس في دين الله افواجا - انزل عليه كتابا ' احتج على صحة العقائد في الانفس و الافاق - و بين فوائد ما دعا اليه من العبادة و مكارم الاخلاق - و اشار الى مصالح الناس فيما شرعه من الاحكام و السنن - و نبه على مفاسد ما حرمه عليهم من المنكرات و الفواحش ظهر منها و ما بطن - و جعل النظر و الفكر اساس الدين - و قضى على الوثنية التي اذلت البشر و استعبدتهم الملوك المستبدين ' و رؤساء الروحانيين ' و امراء الظالمين - و قرر حرية الوجدان و الاجتهاد - في جميع الاعمال و الاعتقاد - و جاء بالبينات و الهدى - فنهى عن التقليد و اتباع الهوى - و عظم شان الفكر و العقل ' و جعله هو المخاطب بفهم النقل - فامتاز دينه على سائر الاديان ' و بطلت دعوة الشيطان ' و تلاشت عبدة الاوثان ' و ذل المثلثة عبدة الصلبان ' و تقطعت الامة الظالمة في الارض كتقطع السراب في القيعان - حتى رسخ دين الله بالرسوخ و الاعتلاء ' بحيث صار اصلها ثابت و فرعها في السماء (۱۴ : ۲۴)

(۱) الحديث خرجه مسلم عن عياض بن حمار -

الهـــلال

۶ - شعبـان - ۱۳۳۲ هجري

خطبـات و مواعـــظ

(۱)

ان الحـــکم الا للـــه

ان الحکم الا لله (۱۲: ۴۰)	فالحکم لله العلي الکبیر!
افحکم الجاهلیة یبغون ؟	(۴۰ : ۱۲)
و من احسن من الله	و هو خیر الحـاکمین
حکمـا لقـوم یوقنـون	(۱۳ : ۱۰۹)
(۵ : ۵۳)	الا ' له الحکم ' و هو
و له الحکم و الیه ترجعون !	اسرع الحـاسبین !
(۲۸ : ۷۰)	(۶ : ۶۲)

لوگ دنیا میں سیکڑوں قوتوں کے محکوم هیں - ماں باپ کے محکوم هیں ' دوست و احباب کے محکوم هیں ' استاد اور مرشد کے محکوم هیں ' امیروں ' حاکموں اور پادشاهوں کے محکوم هیں ' اگرچہ وہ دنیا میں بغیر کسي زنجیر اور بیڑي کے آے تھے ' مگر دنیا نے انکے پانوں میں بہت سي بیڑیاں ڈال دي هیں

لیکن مومن و مسلم هستي وہ هے جو صرف ایک هي کی محکوم هے - اسکے گلے میں محکومي کي ایک بوجھل زنجیر ضرور هے پر مختلف سمتوں میں کھینچنے والي بہت سي هلکي زنجیریں نہیں هیں - وہ ماں باپ کي اطاعت اور فرماں برداري کرتا هے ' کیونکه اسکے ایک هي حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا هے - وہ دوستوں سے محبت رکھتا هے ' کیونکه اسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھہ سچے برتاؤ کي تلقین کي گئي هے - وہ اپنے سے هر بزرگ اور هر بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا هے ' کیونکه اسکے ادب آموز حقیقي نے اسے ایسا هي بتلایا هے - وہ پادشاهوں اور حاکموں کا حکم بھي مانتا هے ' کیونکه حاکموں کے ایسے حکموں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا هے جو اسکے حاکم حقیقي کے حکموں کے خلاف نہوں - وہ دنیا کے ایسے پادشاهوں کي اطاعت بھی کرتا هے جو اسکي آسماني پادشاهت کي اطاعت کرتے هیں کیونکه اسے تعلیم دي گئي هے که وہ همیشه ایسا هي کرے - لیکن یه سب کچھه جو وہ کرتا هے ' تو اسلیے نہیں کرتا که ان سب کے اندر کوئي حکم ملتا اور انکو جھکنے کي جگه سمجھتا هے ' بلکه صرف اسلیے که طاعت ایک هي کیلیے هے ' اور حکم صرف ایک هي کا هے - جب اس ایک هي حکم دینے والے نے ان سب باتونکا حکم دیدیا ' تو ضرور هے که خدا کیلیے ان سب بندوں کو بھي مانا جاے ' اور اللہ کي اطاعت کي خاطر وہ اسکے بندوں کا بھي مطیع هوجاے !

* * *

پس فی الحقیقت دنیا میں هر انسان کیلیے بے شمار حاکم اور بہت سي جھکانے والي قوتیں هیں - لیکن مومن کیلیے صرف ایک هي هے - اسکے سوا کوئي نہیں - وہ صرف اسی کے آگے جھکتا هے ' اور صرف اسي کو مانتا هے - اسکي اطاعت کا حق ایک هی کو هے ' اسکي پیشاني کے جھکنے کی چوکھٹ ایک هي هے ' اور اسکے دل کي خریداري کیلیے بھي ایک هي خریدار هے - وہ اگر دنیا میں کسي دوسري هستي کي اطاعت کرتا بھي هے تو صرف اسي ایک کیلیے ' اسلیے اسکي بہت سي اطاعتیں بھي اس ایک هي اطاعت میں شامل هو جاتي هیں :

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
هرجا کنیم سجده بدان آستان رسد !

حضرت یوسف (علیه السلام) نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پوچھا تھا ؟

ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار ؟ (۱۲ : ۳۹)	بہت سے معبود بنالینا بہتر هے یا ایک هي قہار و مقتدر خدا کو پوجنا ؟

یہي وہ خلاصۂ ایمان و اسلام هے ' جسکي هر مومن و مسلم کو قرآن کریم نے تعلیم دي هے که :

ان الحکم الا لله ' امر الا تعبـدوا الا ایاه !	" تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جسکی حکومت هو - اس نے همیں حکم دیا هے که اسکے سوا اور کسی کو نه پوجیں اور نه کسي کو اپنا معبود بنائیں "

یہی " دین قیم " هے جسکی پیروي کا حکم دیا گیا :

ذالک الدین القیم ' و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۲ : ۴۰)

* * *

حدیث صحیح هے که فرمایا :

لا طاعة لمخلـوق فی معصیة الخـالق ! (بخاري و مسلم)	جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی هو ' اسمیں کسي بندے کي فرماں برداري نه کرو !

اسلام نے یه کہکر فی الحقیقت ان تمام ما سوی اللہ اطاعتوں اور فرماں برداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد و حر کامل کردیا جیکی زنجیروں سے تمام انسانوں کے پانوں بوجھل هو رهے تھے ' اور اس ایک هي جملہ میں انساني اطاعت اور پیروي کی حقیقت اس وسعت اور احاطہ کے ساتھہ سمجھا دي که اسکے بعد اور کچھہ باقی نه رها - یہي هے جو اسلامي زندگي کا دستور العمل هے ' اور یہي هے جو مومن کے تمام اعمال و اعتقادات کی ایک مکمل تصویر هے - اس تعلیم الہي نے بتلادیا هے که جتنی اطاعتیں ' جتنی فرماں برداریاں ' جتنی وفاداریاں ' اور جسقدر بھي تسلیم و اعتراف هے ' صرف اسی وقت تک کیلیے هے ' جب تک که بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات نه جاتی هو ' اور دنیا والوں کے وفادار بندے سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نه هوتی هو - لیکن اگر کبھی ایسي صورت پیش آجاے که اللہ اور اسکے بندوں کے حکام میں مقابلہ آ پڑے ' تو پھر تمام طاعتوں کا خاتمه ' تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست ' تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع ' اور تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام هے - اس وقت نه تو حاکم حاکم هے نه پادشاہ پادشاہ ' نه باپ باپ هے نه بھائي بھائي - سب کے آگے تمرد ' سب کے ساتھہ انکار سب کے سامنے سرکشي ' سب کے ساتھہ بغاوت - پہلے جسقدر نرمی تھي ' اتنی هی اب سختی چاهیے ! پہلے جسقدر اعتراف تھا ایسا هی اب تمرد چاهیے - پہلے جسقدر فرماں برداري تھی ' اتنی هی اب نافرماني مطلوب هے - پہلے جسقدر جھکاؤ تھا ' اتنا هی اب غرور هو - کیونکه رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے - رشته دراصل ایک هی تھا اور یه سب رشتے اسی ایک رشتے کی خاطر تھے - حکم ایک هي کا تھا اور یه سب اطاعتیں اسي ایک کی اطاعت کیلیے تھیں - جب

ادبیات

آثار علمیۂ خطبیہ

مرزا غالب مرحوم کی ایک غیر مطبوعہ غزل (۱)

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں * میں دشت غم میں آہوے صیاد دیدہ ہوں
ہوں دردمند، جبر ہو یا اختیار ہو * گہ نالۂ کشیدہ گہ اشک چکیدہ ہوں
جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں ہوا دہن * از بسکہ تلخی غم ہجراں چشیدہ ہوں
نے سبحہ سے علاقہ نہ ساغر سے واسطہ * میں معرض مثال میں دست بریدہ ہوں
ہوں خاکسار پر نہ کسی سے ہے مجھکو لاگ * نے دانۂ فتادہ ہوں نے دام چیدہ ہوں
جو چاہیے نہیں وہ میری قدر و منزلت * میں یوسف بقیمت اول خریدہ ہوں
ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے مری جگہ * ہوں میں کلام نغز ولے ناشنیدہ ہوں
اہل ورع کے حلقہ میں ہر چند ہوں ذلیل * پر عاصیوں کے زمرہ میں میں برگزیدہ ہوں

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح (اسد)
ڈرتا ہوں آئینہ سے کہ مردم گزیدہ ہوں

التجائے پروانہ

وہ زمانہ بھی ہے تجھکو یاد، اے شمع حرم؟ * سوز کے سایہ میں تیرے جبکہ آسودہ تھے ہم؟
اب مگر تجھہ میں نہیں ہے وہ گداز سیل غم؟ * یا ہمیں میں درد آسا آگئی ہے خوے رم؟
دیدۂ خونناب کی وہ دجلہ باری کیا ہوئی؟
کیا ہوئی راتوں کی بیصبری آہ و زاری کیا ہوئی

تو وہی ہے، اور ترے شعلہ کی رعنائی وہی * عارض روشن کی تیری محفل آرائی وہی
تیرے جلوہ میں نہاں ہے سوز فرمائی وہی * ذرہ افزائی وہی حسن تپش زائی وہی
در خور آہنگ سوزش بال پروانہ نہیں
ورنہ یہ تیری ضیا تو اب بھی بیگانہ نہیں

ہائے وہ دن، جب ترا شعلہ ادھر تھا برق کوش * اور ادھر تھا وقف سوزش خرمن صد صبر و ہوش
طور پرور تھا ادھر گر جلوۂ خورشید جوش * رشک موسیٰ تھا ادھر ہر ذرۂ آئینہ پوش
وہ ہجوم نازکی ہر لحظ جلوہ تازیاں!
اور وہ انبوہ نیاز عشق کی جانبازیاں!

سینہ جوشش گاہ سیل وسعت آمال تھا * ولولوں کی موج سے ہر قلب مالا مال تھا
نہ سکون نکہت و دولت جو دور از حال تھا * کارگاہ صد تپش آسودہ زیر بال تھا
سوز نغمہ سے غرض معمور تھا ہستی کا ساز
دل مثال آئینہ تھا گریہ بردار گداز

* * *

تجھکو کیا، اک ہم نہیں تو اور پروانے بہت * حسن تیرا چاہیے، مجھہ سے ہیں دیوانے بہت
لطف ساقی ہو تو ساغر اور پیمانے بہت * پردہ داری ہو ترے شب کی تو افسانے بہت
ہر پتنگے میں کہاں لیکن وہ شعلہ باریاں؟
خاک میں اب بھی لگن کے ہونگی کچھہ چنگاریاں!

(نیاز فتحپوری)

(۱) اسکی اصلی سرخی " آثار ادبیۂ خطبیہ " ہے لیکن اسکا بلاک اس وقت طیار نہ تھا - آثار علمیۂ خطبیہ کا دیدیا گیا -

ہمارے اسلاف کرام کی یہ تعریف کی گئی تھی کہ :

اشداء علی الکفار ' رحماء بینہم ! — کافروں کے لیے نہایت سخت ہیں پر آپسمیں نہایت رحم والے اور مہربان !

پر ہم نے اپنی تمام خوبیاں گنوا دیں ' اور دنیا کی مغضوب قوموں کی تمام برائیاں سیکھہ لیں - ہم اپنوں کے آگے سرکش ہوگئے اور غیروں کے سامنے ذلت سے جھکنے لگے - ہم نے اپنے پروردگار کے آگے دست سوال نہیں بڑھایا لیکن بندوں کے دستر خوان کے گرے ہوے ٹکڑے چننے لگے - ہم نے شہنشاہ ارض و سما کی خداوندی سے نافرمانی کی مگر زمین کے چند جزیروں کے مالکوں کو اپنا خداوند سمجھہ لیا - ہم پورے دن میں ایک بار بھی خدا کا نام ہیبت اور خوف کے ساتھہ نہیں لیتے ' پر سیکڑوں مرتبہ اپنے غیر مسلم حاکموں کے تصور سے لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں !

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم ' الذی خلقک فسواک فعدلک ' فی ای صورۃ ما شاء رکبک ' کلا ' بل تکذبون بالدین ' و ان علیکم لحافظین ' کراماً کاتبین ' یعلمون ما تفعلون - ان الابرار لفی نعیم ' و ان الفجار لفی جحیم ' یصلونہا یوم الدین ' و ما ہم عنہا بغائبین ' و ما ادراک ما یوم الدین ؟ ثم ما ادراک ما یوم الدین ؟ یوم لا تملک نفس لنفس شیأ ' و الامر یومئذ للہ ! (۸۲ : ۶)

اے سرکش انسان ! کس چیز نے تجھے اپنے مہربان اور محبت کرنے والے پروردگار کی جناب میں گستاخ کر دیا ہے ؟ وہ کہ اس نے تجھے پیدا کیا ' تیری ساخت درست کی ' تیری خلقت کو اعتدال بخشا ' اور جس صورت میں چاہا تیری شکل کی ترکیب کی ' پھر یہ کس کی وفاداری ہے جس نے تجھے اس سے باغی بنا دیا ہے ؟ نہیں ' اصل یہ ہے کہ تمہیں اسکی حکومت کا یقین ہی نہیں ' حالانکہ تم پر اسکی طرف سے ایسے بزرگ نگرانکار متعین ہیں ' جو تمہارے اعمال کا ہر آن احتساب کرتے رہتے ہیں ' اور تمہارا کوئی فعل بھی انکی نظر سے مخفی نہیں - یاد رکھو کہ ہم نے ناکامی اور کامیابی کی ایک تقسیم کردی ہے - خدا کے اطاعت گذار بندے عزت و مراد اور فتح و کامرانی کے عیش و نشاط میں رہینگے ' اور بدکار و نا فرمان خدا کی پادشاہی کے دن نامرادی و ہلاکت کے عذاب میں مبتلا ہونگے ' جس سے کبھی نکل نہ سکیں گے - یہ خدا کی پادشاہی کا دن کیا ہے ؟ وہ دن جسمیں کوئی کسی کے لیے کچھہ نہ کر سکے گا اور صرف خدا ہی کی اس دن حکومت ہوگی !

اس سے پہلے کہ خدا کی پادشاہی کا دن نزدیک آے ' کیا بہتر نہیں کہ اسکے لیے ہم اپنے تئیں طیار کرلیں ؟ تاکہ جب اس کا مقدس دن آے تو ہم یہ کہکر نکال نہ دیے جائیں کہ تم نے غیروں کی حکومت کے آگے خدا کی حکومت کو بھلا دیا تھا ' جاؤ کہ آج خدا کی پادشاہت میں بھی تم بالکل بھلا دیے گئے ہو ! لا بشری یومئذ للمجرمین :

و قیل الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ہذا ' و ماواکم النار و ما لکم من ناصرین - ذالکم بانکم اتخذتم آیات اللہ ہزواً و غرتکم الحیاۃ الدنیا ' فالیوم لا یخرجون منہا و لا ہم یستعتبون ! (۴۵ : ۳۳)

اور اس وقت ان سب سے کہا جائیگا کہ جس طرح تم نے اس دن کی حکومت الہی کو بھلا دیا تھا ' آج ہم بھی تم کو بھلا دینگے - تمہارا ٹھکانا آگ کے شعلے ہیں اور کوئی نہیں جو تمہارا مدد گار ہو - یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائی ' اور دنیا کی زندگی اور اسکے کاموں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا - پس آج نہ تو عذاب سے تم نکالے جاؤگے ' اور نہ ہی تمہیں اسکا موقع ملے گا کہ توبہ و استغفار کرکے خدا کو منالو - کیونکہ اسکا وقت تم نے کھو دیا !

* * *

آج خدا کی حکومت اور انسانی پادشاہتوں میں ایک سخت جنگ برپا ہے - شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے - اسکے گھرانے کی وراثت اسکے پوجنے والوں میں تقسیم کردی گئی ہے ' اور " دجال " کی فوج ہر طرف پھیل گئی ہے - یہ شیطانی پادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کردیں - انکی دہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ایک ساحرانہ جنت ہے ' اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم بھڑک رہی ہے - جو فرزند آدم خدا کی پادشاہت سے انکار کرتا ہے ' یہ دجال کفر و ظلمت اسپر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھولدیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقت خدا کی لعنت اور پھٹکار کی جہنم ہے : لابثین فیہا احقاباً لا یذوقون فیہا برداً و لا شراباً (۷۸ : ۲۳) اور جو خدا کی پادشاہت کا اقرار کرتے ہیں ' انکو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ : حرقوہ و انصروا آلہتکم (۲۱ : ۶۸) مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راستی باری کے پرستاروں کیلیے وہ جہنم جہنم نہیں ہے - عدن و راحتوں کی ایک جنۃ النعیم ہے کیونکہ انکے لسان ایمان و ایقان کی صدا یہ ہے کہ :

فاقض ما انت قاض ! انما تقضی ہذہ الحیاۃ الدنیا ! انا امنا بربنا ' لیغفرلنا خطایانا (۲۰ : ۷۵)

اے دنیوی سزاؤں کی طاقت پر مغرور ہونے والے پادشاہ ! تو جو کچھہ کرنے والا ہے کرگذر ! تو صرف دنیا کی اس زندگی اور گوشت اور خون کے جسم ہی پر حکم چلا سکتا ہے بس چلا دیکھہ ! ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لاچکے ہیں تاکہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے - تیری دنیاوی سزائیں ہمیں اس کی راہ سے باز نہیں رکھہ سکتیں !

جبکہ یہ سب کچھہ ہورہا ہے ' اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے ہی میں نہیں بلکہ اسکے ہر گوشے میں آج بھی مقابلہ جاری ہے ' تو بتلاؤ ' پرستاران دین حنیفی ان دجاجلۂ کفر و شیطنت اور اس حکومت و امر الہی میں سے کس کا ساتھہ دینگے ؟ کیا ان کو اس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھہ سلگاتی آتی ہے ؟ لیکن کیا انکو معلوم نہیں کہ انکا مورث اعلی کون تھا ؟ دین حنیف کے اولین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی ' اور آسے آگ میں ڈالنے کیلیے شعلے بھڑکاے گئے ' پر اسکی نظر میں علانیت کے وہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے : فلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراہیم ! (۲۱ : ۶۹)

کیا انکے دلمیں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہوگئی ہے جسکے فریب باطل سے یہ جنود شیطانی انسانی روح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے ؟ اگر ایسا ہے تو کیا انہیں خبر نہیں کہ مصر کا پادشاہ حکومت الہی کا منکر ہوکر اپنی عظیم الشان کاخوں اور بڑی بڑی نہروں سے اور اس ملک سے جس پر اسے " رب اعلی " ہونے کا گھمنڈ تھا ' کتنے دن متمتع ہوسکا ؟

ان فرعون علا فی الارض و جعل اہلہا شیعاً یستضعف طائفۃ منہم ' یذبح ابناءہم و یستحی نساءہم ' انہ کان من

فرعون ارض مصر میں بہت ہی بڑھ چڑھہ نکلا تھا - اس نے ملک کے باشندوں میں تفریق کرکے الگ الگ گروہ قرار دے دیے - ان میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو اسنے کمزور اور بے بس

اِنکے ماننے میں اُس سے انکار' اور اِنکی وفاداری میں اُس سے بغاوت ہونے لگی' تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا' اُسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا' اور جسکے ہاتھہ نے ملایا تھا' اسی کے ہاتھہ نے الگ بھی کر دیا کہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق !

سرور کائنات اور سید المرسلین (صلعم) سے بڑھکر مسلمانوں کا کون آقا ہوسکتا ہے؟ لیکن خود اُس نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی' تو فرمایا کہ والطاعة فی معروف (۱) میری اطاعت تم پر اُسی وقت تک کیلیے واجب ہے' جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں - جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معروف کے ساتھہ مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون پادشاہ' کونسی حکومت' کون سے پیشوا' کون سے رہنما' اور کونسی قوتیں ایسی ہوسکتی ہیں' جنکی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لیے باقی رہے؟

آدم کی اولاد دو کی محکوم نہیں ہوسکتی - وہ ایک سے ملیگی' دوسرے کو چھوڑیگی - ایک سے جوڑیگی' دوسرے سے کٹیگی - پھر خدا را مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کس کو چھوڑیگا اور کس سے ملیگا؟ ایک ملک کے دو پادشاہ نہیں ہوسکتے - ایک باقی رہیگا - ایک کو چھوڑنا پڑیگا - پھر مجھے بتلاؤ کہ مومن کی اقلیم دل کس کی پادشاہت قبول کریگی؟ کیا وہ اس سے ملیگا جسکی حالت یہ ہے کہ:

و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل؟ (۲ : ۲۵)

خدا نے جسکو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اُسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں!

کیا اُسکی پادشاہت قبول کریگا جسکی حالت کی تصویر یہ ہے؟

و یفسدون فی الارض' اولائك هم الخاسرون ! (۲ : ۲۵)

وہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور انجام کار وہی ناکام و نامراد رہینگے!

اور کیا اُسکی پادشاہت سے گردن موڑ لیگا جو پکارتا ہے کہ:

یا ایها الانسان ! ما غرک بربک الکریم ! (۸۲ : ۶)

اے غافل انسان! کیا ہے جسکے گھمنڈ نے تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا سے سرکش بنا دیا ہے؟

مگر آہ' یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا' فاحیاکم' ثم یمیتکم' ثم یحییکم' ثم الیہ ترجعون ! (۲ : ۲)

تم اُس شہنشاہ حقیقی کی حکومت سے کیونکر انکار کروگے جس نے تمہیں اُس وقت زندہ کیا جبکہ تم مردہ تھے - وہ تم پر پھر موت طاری کریگا - اسکے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا' پھر تم سب اُسی کے پاس بلا لیے جاؤ گے!

دنیا اور اسکی پادشاہیاں فانی ہیں - انکے جبروت و جلال کو ایک دن مٹنا ہے - خداے منتقم و قہار کے بھیجے ہوے فرشتہ ہاے عذاب انقلاب و تغیرات کے حربے لیکر اُترنے والے ہیں - اُنکے قلعے مسمار ہوجائینگے - انکی تلواریں کند ہوجائینگی' انکی فوجیں ہلاک ہونگی' انکی توپیں انکو پناہ نہ دینگی - انکے خزانے انکے کام نہ آئینگے - انکی طاقتیں نیست و نابود کردی جائینگی - انکا تاج غرور انکے سر سے اُتر جائیگا - انکا تخت جلال و عظمت واژگوں نظر آئیگا:

و یوم تشقق السماء بالغمام و نزل الملائکة تنزیلا - الملك یومئذ للرحمن و کان یوما علی الکافرین عسیرا (۲۵ : ۲۸)

اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے ٹکڑے پھٹ جائیگا' اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق جوق اُتارے جائینگے - اس دن کسی کی پادشاہت باقی نہ رہیگی - صرف خداے رحمن ہی کی حکومت ہوگی' اور یاد رکھو کہ وہ دن کافروں کیلیے بہت ہی سخت دن ہوگا!!

پھر اُس دن جبکہ رب الافواج اپنے ہزاراں ہزار قدوسیوں کے ساتھہ نمودار ہوگا اور ملکوت السماوات والارض کا نقیب پکاریگا:

لمن الملك الیوم؟ للہ الواحد القہار ! (۴۰ : ۱۶)

آج کے دن کس کی پادشاہی ہے؟ کسی کی نہیں' صرف خداے واحد و قہار کی!!

تو اس وقت کیا عالم ہوگا اُن انسانوں کا' جنھوں نے پادشاہ ارض و سماء کو چھوڑ کر مٹی کے تودوں کو اپنا پادشاہ بنا لیا ہے' اور انکے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں؟ آہ اُس دن وہ کہاں جائینگے جنھوں نے انسانوں سے صلح کرنے کیلیے خدا سے جنگ کی' اور اپنے اُس ایک ہی آقا کو ہمیشہ اپنے سے روٹھا ہوا رکھا؟ وہ پکارینگے پر جواب نہ دیا جائیگا - وہ فریاد کرینگے پرسنی نہ جائیگی - وہ توبہ کرینگے پر قبول نہ ہوگی - وہ نادم ہونگے پر ندامت کام نہ دیگی!

اے انسان! اُس دن کیلیے تجھہ پر افسوس ہے! ویل یومئذ للمکذبین (۸۶ : ۱۵)

وقیل ادعوا شرکاءکم فلم یستجیبوا لہم !

انسے کہا جائیگا کہ اب اپنے اُن خداوندوں اور حاکموں کو پکارو جنکو تم خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح اُنسے ڈرتے تھے - وہ پکارینگے' پر کچھہ جواب نہ پائینگے!

پس وہ معلم الہی' وہ داعی ربانی' وہ مبشر و منذر' وہ رحمة للعالمین' وہ محبوب رب العالمین' وہ سلطان کونین' آگے بڑھیگا' اور حضور خداوندی میں عرض کریگا:

وقال الرسول: یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجورا ! (۴۵ : ۳۲)

اے پروردگار! افسوس ہے کہ میری اُمت نے قرآن کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا - اسی کا یہ نتیجہ ہے جو وہ آج بھگت رہے ہیں!

اللہم صل وسلم علیہ وعلی الہ وصحبہ و اتباعہ الی یوم الدین!

* * *

پس سفر سے پہلے زاد راہ کی فکر کرلو' اور طوفان سے پہلے کشتی بنا لو - کیونکہ سفر نزدیک ہے' اور طوفان کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں: جنکے پاس زاد راہ نہوگا وہ بھوکے مرینگے' اور جنکے پاس کشتی نہوگی وہ سیلاب میں غرق ہوجائینگے - جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع غبار آلود ہوا اور دن کی روشنی بدلیوں میں چھپ گئی' تو تم سمجھتے ہو کہ برق و باراں کا وقت آگیا - پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ دنیا کی امن و سلامتی کا مطلع غبار آلود ہو رہا ہے' دین الہی کی روشنی ظلمت کفر و طغیان میں چھپ رہی ہے' مگر تم یقین نہیں کرتے کہ موسم بدلنے والا ہے' اور طیار نہیں ہوتے کہ انسانی پادشاہتوں سے کٹ کر خدا کی پادشاہت کے مطیع ہو جاؤ؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے تخت جلال کی منادی پھر بلند ہو' اور اسکی زمین صرف اسی کیلیے ہو جاے' حتی لا تکون فتنة و یکون الدین للہ (۲ : ۱۸۹)؟

\+ \+ \+

آہ! ہم بہت سوچکے اور غفلت و سرشاری کی انتہا ہوچکی - ہم نے اپنے خالق سے ہمیشہ غرور کیا لیکن مخلوقوں کے سامنے کبھی بھی فروتنی سے نہ شرماے - ہمارا وصف یہ بتلایا گیا تھا کہ:

اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین ! (۵ : ۵۷)

مومنوں کے ساتھہ نہایت عاجز و نرم مگر کافروں کے مقابلے میں نہایت مغرور و سخت -

---

(تصحیح) پہلے فارم کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عربی فاتحۂ جلد خامس میں کئی غلطیاں رہگئی ہیں - دوسرے صفحہ - سطر ۳۲ میں " یستوی فی ذلك جمیع البلاد " ہے - حالانکہ " جمیع " کا لفظ اوپر کی سطر کیلیے پروف میں لکھا تھا گیا جو یہاں دیدیا گیا - اصلی عبارت یوں ہے: تستوی فی ذالك البلاد الا سلامیہ -

مقالات

باب التفسير : قسم علمي

اختلاف الوان

صفحة من علم الحيوان

(۲)

هم نے گذشته نمبر میں قرآن کریم کي وہ آیتیں جمع کردي تهیں جن میں رنگوں کے اختلاف و ظهور کی طرف اشارہ کیا ہے - اور آخر میں حسب ذیل نتائج اخذ کیے تهے :

(۱) قرآن کریم کي آیات سے واضح ہوتا ہے که مثل آور بے شمار مظاهر خلقت کے رنگوں کا اختلاف بهی خدا کي قدرت کي ایک بہت بڑي نشاني ہے -

(۲) اختلاف الوان کے اندر قدرت الهي کی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ هیں جنکو صاحبان عقل و فکر هي سمجهه سکتے هیں -

(۳) اختلاف الوان ایک قانون ہے جو هر نوع میں جاري و ساري ہے - پس یه کیسے هوسکتا ہے که ایک ایسا عام ظهور مصالح و اسرار پر مبني نهو' جبکه قدرت الهیه کا کوئي فعل حکمت سے خالي نهیں ؟

اسکے بعد هم نے لکها تها که شارحین علم کي تحقیقات اس بارے میں معلوم کرني چاهیے که وہ اختلاف الوان کو کس نظر سے دیکهتے هیں ؟

آج هم صرف حیوانات کی رنگتوں کے اختلاف پر نظر ڈالینگے -

(اختلاف الوان اور علم الحیوان)

یه مسئله علم الحیات (بایوا لواجي) اور علم الحیوانات (زوا لواجي) کا مشترک موضوع ہے -

جسقدر تحقیقات اس وقت تک هوئي هیں وہ گو ایک مرتب صورت میں مدون کردي گئي هیں' تاهم انهیں ابتدائي درجه سے آگے بڑهنے کا موقع نهیں ملا ہے' کیونکه مقاصد و علل کا بہت کم حصه سامنے آیا ہے اور بہت بڑا میدان ابهي باقي ہے -

علماے "وظائف الاعضا" (فزي یوا لوجي) کے ایک گروہ کي تحقیقات یه ہے که حیوانات میں اختلاف الوان محض فزي یوا لوجیکل اسباب سے پیدا هوا ہے' اور اسمیں قدرت کے کسی ارادے اور قصد یا تقدیر و تخمین کو دخل نهیں ہے (فزي یوا لوجي کا صحیح ترجمه "علم وظائف الاعضا" ہے - "فزي یوا لوجیکل اسباب" یعنے وہ اسباب و موثرات جنکا تعلق علم وظائف الاعضا سے ہے) پس هم پہلے انکي تحقیقات کا خلاصه درج کرتے هیں :

(فزي یوا لوجیکل اسباب)

"مادي اشیاء خواہ وہ حیوانات هوں یا نباتات و جمادات" انکے لیے اکثر حالتوں میں رنگ لازمي ہے حیوانات اور نباتات ایک طرف رہے جمادات میں بهي بمشکل کوئي ایسي مثال ملیگي جسکا پانی اور بعض خاص غازوں (گیس) کي طرح کوئي خاص رنگ نه هو - چونکه تمام حیوانات اور نباتات کے جسم جمادات سے مرکب هیں' اسلیے طبیعي طور پر انکے جسموں میں ان جمادات کے رنگوں کا موجود هونا ضروري ہے - البته هماري آنکهوں کو صرف وهي رنگ نظر آتا ہے جو جسم کی بالائي سطح سے قریب هوتا ہے - مگر جب کسی جسم کي تشریح کي جاتي ہے تو اسمیں ان تمام جمادات کے رنگ یا انکے آثار نظر آجاتے هیں جنسے انکا قوام مرکب هوتا ہے -

علم الحیات کی اصطلاح میں حیوانات کی ایک قسم پروٹوزوا (Protozoa) (۱) یا حیوانات اولی ہے - جس قسم کے حیوانات پر اس اصطلاح کا اطلاق هوتا ہے انکی نسبت ایک اهم سوال یه ہے که کیا در حقیقت وہ سلسلۂ حیوانات کا اولین حلقه هیں یا ان سے پہلے بهی کوئی اور کڑی هونی چاهیے ؟ قطعی جواب تو اسکا کوئی نهیں دیا گیا اور غالباً دیا بهی نهیں جا سکتا - البته به معلومات موجودہ یه مسلم ہے که اس وقت تک جسقدر حیوانات دریافت هوے هیں' ان سب میں بسیط ترین اور اولین حیوان یهی هیں -

ان حیوانات کے جسم سے ایک خاص قسم کا لیس دار مادہ نکلتا ہے - اس مادہ سے جب بالو کے ذرہ ملتے هیں تو فوراً چپک جاتے هیں اور ان سے ایک خول (کیس) سا تیار هوجاتا ہے - عموماً اس خول کا رنگ حیوان کے جسم کا رنگ سمجها جاتا ہے - غور کرو که اسمیں رنگ کس شے کا هوگا ؟ ظاهر ہے که بالو کے علاوہ اور کسي شے کا نهیں هوسکتا -

حیوانات کے ظاهري اعضاء کی طرح اندروني اعضاء کے رنگ بهی مختلف هوتے هیں - مثلاً جگر کا رنگ اور ہے آنتوں کا اور' دل کا رنگ ایک ہے اور گردہ کا دوسرا - وهلم جرا - مگر ظاهري اعضاء کي طرح انکے رنگوں کا اختلاف بهي فزیا لوجیکل اسباب هي کا نتیجه ہے - چنانچه انکي کیمیاوي تشریح کے نتائج اسکي تشفي بخش شهادت دیتے هیں" انتهی

(تحقیق مزید)

یہاں تک علم وظائف الاعضا کي اس جماعت کے بیان کا خلاصه تها جو کهتي ہے که اختلاف الوان محض حیوانات کی جسماني ترکیب کا ایک اتفاقي نتیجه ہے - اسمیں فطرۃ کے کسي خاص ارادہ اور مقصد کو دخل نهیں -

لیکن اگر اس تحقیق کو تسلیم کرلیا جائے تو اسکے معني یه هونگے که قرآن کریم کا اختلاف الوان کو قدرت الهی کي ایک نشاني قرار دینا اور بار بار " ان في ذالك لايات لقوم يتفكرون " ' " ان في ذالك لايات للعالمين " اور " ان في ذالك لذكرى لاولى الالباب " کهنا (نعوذ بالله) بالکل باطل ہے' کیونکه نشاني وهی چیز

---

(۱) " پروٹوزوا " کا مادہ ترکیب دو یوناني لفظ (Protos) اور (Zoa) هیں جنکے معني پہلی الترتیب " ابتدائی " اور " حیوان " هیں - عربی میں پروٹوزوا کا ترجمه "حیوانات اولی" هوا ہے جو اس اصطلاح کے ٹهیک لفظي معنی هیں -

المفسدین - و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین - و نمکن لهم فی الارض و نری فرعون و هامان و جنودهما منهم ما کانوا یحذرون - (۲۸ : ۳)

سمجھہ رکھا تھا کہ انکے فرزندوں کو قتل کرنا اور انکے اعراض و ناموس کو برباد کرنا - اسمیں شک نہیں کہ وہ زمین کے مفسدوں میں سے بڑا ہی مفسد تھا - لیکن با ایں ہمہ ہمارا فیصلہ یہ تھا کہ جو قوم اس کے ملک میں سب سے زیادہ کمزور سمجھی گئی تھی، اسی پر احسان کریں، اسی قوم کے لوگوں کو وہاں کی سرداری و ریاست بخشیں، انہی کو وہاں کی سلطنت کا وارث بنائیں، اور انہی کی حکومت کو تمام ملک میں قائم کرا دیں - اس سے ہمارا مقصد یہ تھا فرعون و ہامان اور اسکے لشکر کو جس ضعیف قوم کی طرف سے بغاوت و خروج کا کھٹکا لگا رہتا تھا، اسی کے ہاتھوں انکے ظلم و استبداد کا نتیجہ انکے آگے آئے !

* * *

مسلمانو ! کیا متاع آخرة بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کی خواہش ہے ؟ کیا اللہ کی حکومت سے باغی رہکر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے ؟ کیا نقد حیات ابدی بیچکر معیشت چند روزہ کا سامان کررہے ہو ؟ کیا تمہیں یقین نہیں کہ :

ما هذه الحياة الدنيا الا لهو و لعب، و ان الدار الاخرة لهی الحيوان (۲۹ :)

یہ دنیا کی زندگی (جو تعلق الہی سے خالی ہے) اسکے سوا اور کیا ہے کہ فانی خواہشوں کے بہلانے کا ایک کھیل ہے ؟ اصلی زندگی تو آخرة ہی کی زندگی ہے جسکے لیے اس زندگی کو طیار کرنا چاہیے -

اگر تم صرف دنیا ہی کے طالب ہو، جب بھی اپنے خدا کو نہ چھوڑو - کیونکہ وہ دنیا و آخرت دونوں بخشنے کیلیے طیار ہے - تم کیوں صرف ایک ہی پر قناعت کرتے ہو ؟

و من کان یرید ثواب الدنیا فعند اللہ ثواب الدنیا و الاخرة (۴ : ۱۳۳)

اور جو شخص دنیا کی بہتری کا طالب ہے، اس سے کہدو کہ صرف دنیا ہی کیلیے کیوں ہلاک ہوتا ہے ؟ حالانکہ خدا تو دنیا اور آخرة دونوں کی بہتری دیسکتا ہے - وہ خدا کے پاس آئے اور آخرة کے ساتھہ دنیا کو بھی لے !

مسلمانو ! پکارنے والا پکار رہا ہے کہ اب بھی خدائے قدوس کی سرکشی و نافرمانی سے باز آجاؤ، اور پادشاہ ارض و سما کو اپنے سے روٹھا ہوا نہ چھوڑو، جسکے روٹھنے کے بعد زمین و آسمان کی کوئی ہستی بھی تم سے من نہیں سکتی ! اس سے بغاوت نکرو، بلکہ دنیا کی تمام طاقتوں سے باغی ہوکر صرف اسی کے وفادار ہو جاؤ !

پھر کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے ؟ فہل من مستمع ؟ آسمانی پادشاہت کے ملائکۂ مکرمین اور قدوسیان مقربین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ہوے اس راستباز روح کو ڈھونڈھ رہے ہیں جو مخلوق کی پادشاہت چھوڑکر خالق کی حکومت میں بسنا چاہتی ہے - کون ہے جو اس پاک مسکن کا طالب ہو، اور پاکباز روحوں کی طرح پکار اٹھے کہ :

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم، فآمنا - ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفر عنا سیاتنا و توفنا مع الابرار - ربنا و آتنا ما وعدتنا علی رسلک و لا تخزنا یوم القیامة، انک لا تخلف المیعاد ! ! (۳ : ۱۹۰)

اے ہمارے حقیقی پادشاہ ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو تیری پادشاہت کی آواز دے رہا تھا - اے ہمارے ایک ہی پادشاہ ! ہم نے تیری پادشاہت قبول کی پس ہمارے گناہ معاف کر ! ہمارے عیوب پر پردہ ڈال ! اپنے نیک بندوں کی معیت میں ہمارا خاتمہ کر ! تو نے اپنے منادی کرنے والوں کی زبانی ہم سے جو وعدے کیے تھے، وہ پورے کر ! اور ابدی آخری پادشاہت میں ہمیں ذلیل و خوار نکر کہ تو اپنے وعدوں سے کبھی ٹلتا نہیں ! !

زمیندار کی اپیل

گذشتہ ہفتہ کی اشاعت میں قارئین کرام یہ خبر پڑھچکے ہیں کہ " زمیندار پریس " لاهور کی اپیل کا فیصلہ ہوگیا - ضمانت اور ضبطی، دونوں کی اپیلیں نا منظور ہوئیں -

اس خبر کو سنکر نہ تو ہمیں افسوس ہوا اور نہ تعجب - ہم نے اسکو سنا اور بالکل اسی سنجیدگی اور اطمینان کے ساتھہ سنا جس طرح ایک عامة الورود اور متوقع واقعہ کی خبر کو سننا چاہیے - تعجب ہمیشہ اس واقعہ پر ہوتا ہے جو توقع کے خلاف ہو، اور شکایت اسی وقت آتی ہے جب امید آگے جا چکی ہو - لیکن جبکہ توقع پیدا ہی نہ ہوئی تو تعجب کس بات پر کیا جاے ؟ اور جہاں امید نے قدم نہیں رکھا وہاں اسکے جانے کا صدمہ کیوں ہو ؟ نظائر و نتائج کا وافر ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے، اور وہ اس درس حقیقت کیلیے کافی ہے کہ بحالت موجودہ ہمیں کیا توقعات رکھنی چاہییں ؟ ہندوستان اپنی سیر حیات اور دوران بقاؤ ممات کی جس منزل سے گذر رہا ہے، وہ دنیا میں ہمیشہ قوموں اور ملکوں کو پیش آچکی ہے، اور ہمارا معاملہ کیا نہیں ہے - اس منزل کے سوانح تاریخ میں بھی پڑھے جاسکتے ہیں جبکہ وہ گذشتہ حکایتیں سناتی ہے اور موجودہ عہد کے واقعات میں بھی دیکھا جاسکتا ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں پیش آرہے ہیں - یہ منزل پہلی ہے جہاں پہنچکر آیندہ منزلوں کیلیے طیار ہونا چاہیے - پہلی منزل ہی کے مشاہدات سے کہ ہمت ہوکر منزل مقصود کو گریز نہیں کرنا چاہیے

اس منزل میں پہنچکر توقعات کا پیمانہ الٹ دیا جاتا ہے اور امیدیں یکسر منقلب ہوجاتی ہیں - یہاں جسقدر بھی ناکامی و مایوسی اور ضبط و مسمار ہو، عین متوقع اور بالکل امیدوں کے مطابق ہے، اور جب کبھی حق و حقیقت کی صورت نظر آجاے، بالکل خلاف توقع اور محض غیر مترقبہ ہے - پہلی صورت کو پوری سنجیدگی کے ساتھہ جھیلنا چاہیے، مگر دوسری حالت پر تعجب و حیرت کرنا چاہیے !

پس اگر تم دیکھو کہ کلکتہ ہائی کورٹ میں رسالہ مظالم مسدریہ کا مقدمہ ناکام رہا تو تم کو بالکل متعجب نہ ہونا چاہیے کیونکہ دراصل ایسا ہی ہونا چاہیے تھا - لیکن جب تم چیف جسٹس کی اس راے کو پڑھو جو پریس ایکٹ کے متعلق دی گئی ہے، تو سخت تعجب کرو کیونکہ یہ بالکل توقع کے خلاف ہے !

اسی طرح اگر نرمل کانت کلکتہ ہائی کورٹ سے رہائی پاگیا تو یہ بالکل خلاف توقع ہے - لیکن اگر زمیندار کی اپیل چیف کورٹ لاهور میں نا منظور کردی گئی تو یہ بالکل ٹھیک ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ اسپر تعجب کیا جاے کیونکہ ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا :

و ما تخفی صدورهم اکبر، قد بینا لکم الایات ان کنتم مومنین !

پس ہمیں زمیندار کی اپیل کے خارج ہونے پر ذرا بھی تعجب نہیں ہے اور نہ اس سے ہماری تاسف انگیز معلومات میں کوئی اضافہ ہوا ہے - جب پریس ایکٹ کے تسلط و احاطۂ مستبدانہ کے آگے کلکتہ ہائی کورٹ کی شاندار عدالتی روایات بھی کچھہ کام نہ دیسکیں، اور وہ جماعت جس نے گورنمنٹ ہند کے ایک کرور روپیہ سے زیادہ قیمت کے مقدمات کو انصاف اور حقیقت کے آگے کوئی چیز نہ سمجھا تھا، بالکل مجبور ہوگئی کہ پریس ایکٹ کے ایک محض بے قیمت عمل کے آگے اپنی بے بسی کا اعتراف کرے، تو پھر ظاہر ہے کہ اور عدالتوں سے کیا امید ہوسکتی ہے ؟

البتہ نہایت ضروری ہے کہ واقعات مقدمہ پر تفصیل و بسط سے نظر ڈالی جاے، کیونکہ وہ بہت ہی عجیب ہیں، اور کامیابی و ناکامی سے قطع نظر، جس طریقہ سے اثبات جرم کا کام لیا گیا ہے، اسکا اثر نہایت وسیع اور محدوش ہے - ہم انشاء اللہ تفصیلی نظر ڈالنے سے باز نہیں رہینگے -

جب حیوانات اُن حصوں میں رهنے لگے تو قانون مُطابقة نے جس طرح انکي تمام جسماني حالت اور قوی کو انکے وسط (گرد و پیش) کے مطابق بنا دیا، اسي طرح ضرور تھا که انکي رنگت بھي انکے وسط کے مطابق هوتي - کیونکه قانون مطابقة هر جسماني انفعال پر موثر هے -

چنانچه تحقیقات سے نظر آتا هے که ایسا هي هوا - حیوانات کي ایک بہت بڑي تعداد کے متعلق ثابت هوچکا هے که انکے جسم کي رنگت بعینه ویسي هے، جیسي رنگت انکے گرد و پیش کے درختوں، پھولوں، پتوں، پتھر اور زمین کي هے - یا اُن طبیعي موجودات کي هے جنسے وہ خطه گھرا هوا هے - علماء نشوؤ ارتقاء نے اس حالت کو ایک خاص مرثر طبیعي تسلیم کیا هے - وہ کہتے هیں که یه "مماثلت وسط" هے - یعني گرد و پیش کے مطابق حیوانات کے جسم کے رنگ کا بھي هونا -

مثلاً شیر نیستان میں رهتا هے - اسکا اصلي وطن وهی هے گو وہ کسي غار کے اندر یا دریا کے کنارے بھی لیٹا هوا نظر آجاے - پس اسی لیے اسکی کھال کے بالوں کا رنگ دهاري دار، خاکی، یا مٹیالا هوتا هے -

بعض شیر ایسے هیں جو ریگستان میں رهتے هیں - ریت کی رنگت تمھیں معلوم هے - پس انکے جسم کی رنگت بھی گرد آلود، زردي مائل، اور بالکل ریت کی سی هوتی هے !

قطب شمالي کی دب کی رنگت دیکھی گئی هے که بالکل سفید هوتي هے، کیونکه اسکے وطن کی زمین همیشه برف سے سفید رهتی هے - اسی طرح بے شمار پرند هیں جو درختوں میں آشیانے بناتے هیں، اور انکی رنگت بالکل ان پتوں کی سی هوتی هے جو ان درختوں کي شاخوں میں لگتے هیں -

یه مماثلت خواۂ حیوانات اولی (Protozoa) کے لیس دار جسم کے ساتھه خارجي اجزاء ارضیه کے ملجانے کا نتیجه هو جیسا که علماء وظائف الاعضا کا قول اوپر گذرچکا هے، یا کسي مخفي قانون طبیعي کا نتیجه هو جیسا که بحمد الله همارا اعتقاد هے، مگر بهرحال قانون نشو و ارتقا کے علما تسلیم کرتے هیں که اسکے اندر بعض بیش بہا منافع اور حکمتیں نظر آتي هیں !

از انجمله ایک حکمت جس تک فہم انساني دسترس پاسکی یه هے که یه مماثلت حیوانات کي زندگي کے بقا اور دشمنوں سے حفظ کا ایک بہت بڑا وسیله هے - یه اگر نه هوتي تو هزارها حیوانات دنیا سے نابود هوجاتے - اس مماثلت کي وجه سے وہ اپنے دشمنوں اور اپنے سے قوي تر حیوانات کي نظروں سے پوشیدہ هوجاتے هیں - کیونکه انکي رنگت اور انکے گرد و پیش کے اشیا کي رنگت ایک هي هے، اسلیے انکے دشمن کي نظریں انکے وجود کو ارد گرد کي چیزوں سے الگ کرکے نهیں دیکھه سکتیں اور وہ انکے حملے سے محفوظ رهجاتے هیں - گویا رنگت انکے لیے ایک بہترین کمین گاہ کا کام دیتي هے !

برفستان کے اندر ان جانوروں کو دیکھه لینا کسقدر مشکل هے جنکي رنگت کي سفیدي اور برف کي سفیدي میں کچھه فرق نهیں ؟ ریگستان کے اندر ان جانوروں کو کیونکر دور سے پہنچانا جاسکتا هے جو ریت کے کسي ٹیلي کے ساتھه لگ کر لیٹ گئے هیں، اور انکي کھال بالکل اسي رنگ کي هے، جو رنگت که ریت کي هوتي هے ؟

اسکا صحیح اندازہ ان لوگوں کو هوسکتا هے جو شکار کے شائق هیں اور بسا اوقات جنگلوں میں سانپ کي نکلي هوئي دم کو ایک خوشنما اور رنگین پته سمجھه کر پکڑ لیا هے، حالانکه وہ اس رنگت والي جلد کا سانپ تھا، جس رنگت کے پتوں اور گھانس سے جنگل کا وہ ٹکڑا بھرا هوا هے !

یه دنیا تنازع للبقا (Struggle for Exeslence) کا میدان کارزار هے، اور هر حیوان اپنے دشمنوں کي بڑي بڑي صفیں اپنے سامنے دیکھتا هے جو اسکے قرب و جوار هي میں پھیلي هوئي هیں، یا اس فضا میں اڑتي پھرتي هیں جو اسکے اوپر پھیلا هوا هے - پس غور کرو که اگر ان حیوانات کي رنگت اس زمین اور وسط کے مطابق نه هوتي جسمیں وہ رهتے هیں، تو انکے لیے اپنے گھروں سے نکلکر تلاش غذا میں پھرنا اور زندہ رهنا کسقدر مشکل هو جاتا ؟ لیکن قدرت الهیه اور حکمت ربانیه نے انکي رنگت کو انکے وسط کي رنگت کے مثل بناکر انهیں دشمنوں کی نظروں سے آڑ میں کردیا - وہ نکلتے هیں، زمین پر پھرتے هیں، ایک درخت سے اڑکر دوسرے درخت پر جاتے هیں، مگر انکے دشمن اکثر اوقات پہچان نهیں سکتے - وہ کبھي درخت کي شاخ یا متي کے ٹیلے کے ساتھه لگ کر چھپ جاتے هیں، اور انکا رنگ ان چیزوں کے ساتھه ملکر دشمنوں کي نظروں کو دھوکا دیدیتا هے: ان في ذالك لایات لقوم یتفکرون !

یه مماثلت کیونکر پیدا هوتي هے ؟

اگر ایک طبیعیانه مذاق رکھنے والا قدرت کي نوازش و مهرباني کے علاوہ کسي دوسرے جواب کا بھي طالب هو تو اسکا جواب یه که ان حیوانات میں پہلے وہ تمام رنگ پیدا هوے جنهیں علم وظائف الاعضاء کے قاعدہ سے پیدا هونا چاهیے تھا، مگر بعد کو انتخاب طبیعي کا عمل شروع هوا جسکے معني یه هیں که فطرة صرف قوي، موافق، مناسب، موزوں، اور صحیح و سالم چیزوں هي کو باقي رهنے دیتي هے اور نشو و نما کیلیے چھانٹ لیتی هے - باقی معدوم و نابود هوجاتے هیں - پس یه انتخاب جب نافذ هوا تو صرف وهي رنگ رهگئے جو انکے وسط و محیط کے مناسب تھے، اور بقیه رنگ بہت سے اعضاء کي طرح ناپید هوگئے -

(انتخاب جنسي)

اس سے بھي بڑھکر اختلاف الوان کے مصالح و اسرار کا سراغ اس نظریه سے لگتا هے جسے انتخاب جنسي (Sexual Selection) کہتے هیں -

خواہ اسباب کچھه هوں، مگر واقعه یه هے که هر قسم کے حیوانات کي خاص خاص اور الگ الگ غذائیں هیں - علم وظائف الاعضاء کي رو سے جسم پر جن چیزوں کا اثر پڑتا هے، انمیں ایک بہت بڑي شے غذا بھي هے - غذا کا اثر رنگ پر بھي پڑتا هے جو بقدر استعداد طبیعي کم و بیش هوتا رهتا هے -

چنانچه دیکھا گیا هے که حیوانات کي غذاؤں کے رنگ اگر روشن هیں تو خود انکے جسم کے رنگ بھي روشن هیں - اگر غذا کا رنگ تاریک هے تو خود انکا رنگ بھي تاریک هے -

مثلاً طوطا زیادہ تر پھل کھاتا هے، اسلیے اسکا قیام پھل والے درختوں میں رهتا هے - درختوں کے رنگ عموماً روشن هوتے هیں اسلیے اسکا رنگ بھی روشن هے - یا بعض قسم کي مکھیاں هیں جو اصطبلوں میں رهتي هیں - چونکه وہ نجاست پر زندگي بسر کرتي هیں جسکا رنگ تاریک هوتا هے، اسلیے خود انکا رنگ بھي تاریک هو جاتا هے -

ایک عرصے کے استعمال سے جانوروں کو اپني غذاؤں کے رنگ سے ایک خاص قسم کي موانست و الفت پیدا هو جاتي هے، اسلیے جب ان کي تناسلي خواهش میں حرکت هوتي هے تو وہ دوسري جنس کے انهیں افراد کی طرف بالطبع زیادہ مائل هوتے هیں جنمیں

هوسکتي هے جسکے اندر خلقت قدرت و فطرة کے اسرار و حکم اور معارف و مصالح پوشیده هوں ' لیکن اگر وہ محض حیوانات کے جسماني حالات کا ایک ایسا نتیجه هے جسمیں فطرة کے کسي خاص مقصد اور غرض کو دخل نهیں ' تو اسکے وجود و حکمت کي نشاني کیونکر هوسکتی هے ؟

به حیثیت مسلمان هونے کے هم اس تحقیق پر قانع نهیں هوسکتے ' کیونکه همارا اعتقاد یه هے که " ربنا ! ما خلقت هذا باطلا ! " خدایا ! تونے اس عالم کائنات کي کوئي چیز بهي بغیر کسي مقصد و مصلحت کے نهیں بنائي هے - اور هم کو بتلایا گیا هے که : وما خلقنا السماء و الا رض و ما بینهما لاعبین (۲۰ : ۱۶)

پس هماري تشفي صرف وهي علم کرسکتا هے ' جو قدرت کے اسرار خلقت کو هم پر منکشف کردے - هماري کتاب هدایت نے هم کو ایسي هي تحقیقات کا عادي بنایا هے ' اور همارا معیار علم به حیثیت حامل قران هونے کے اس بارے میں حاملین علم سے بهت ارفع و اعلی هے - فتعالی الله عما یقولون : مالهم بذلك من علم ان هم الا یظنون ! (۴۵ ۳۰) بل هم فی شك یلعبون ! (۴۴ : ۹)

(قانون مقـایسه)

خود علماے حیوانات و علم الحیات هي نے همیں یه بتلایا هے که جاندار چیزوں کي بالیدگي ایک عام قانون کے ماتحت هوتي هے جسکو " موازنه " یا " مقایسه " کہسکتے هیں - یعنے مختلف اشیا کو باهم قیاس میں لانا اور انکا موازنه کرنا - یه قانون جسطرح حیوانات کے قد' حجم' اور اندروني ساخت میں نافذ هے' بالکل اسیطرح رنگ میں بهي جاري هے - چنانچه جب هم مختلف اللون حیوانات کو غور سے دیکهتے هیں ' تو انکي رنگا رنگي اسي قانون کے ماتحت نظر آتی هے -

اگر ایک جانور کے دهنے بازو پر کوئي خاص رنگین خط یا گل هے تو ضرور هے که دوسرے بازو پر بهي بعینه ' اسي جگه ' ویسا هي رنگ هوگا ' کیونکه دونوں بازوؤں کا خمیر ایک هي قسم اور ایک هي مقدار کے مادے سے بنا هے -

شیر اور چیتے کے جسم کو دیکهو - مور کے پروں کا مطالعه کرو - کس نظام و ترتیب اور تناسب و تقابل کے ساتهه ایک بهتر سے بهتر نقاش کي طرح نقاشي کی گئي جس سے زیاده متناسب اور با قاعده نقش و نگار هو نهیں سکتے - مختلف قسم کے هوائي پرندوں پر نظر ڈالو اور ان چهوٹی چهوٹي تتلیوں کو دیکهو جو شام کو اڑتي هوئي دیواروں پر آکر بیٹهه جاتی هیں ! انکے پروں میں نقش و نگار رنگین کا نمود کیسا باقاعده ' ایسا منظم ' کیسا مرتب ' کس درجه با اصول هے ؟ ایک معمولي نقاش چند لکیریں بهي کهینچتا هے تو کسی نه کسی تصویر و نقش کے مقصد اپنے کو سامنے رکهتا هے - پهر کیا قدرت کي انتی بڑي نقاشي محض ایک بے قصد و مقصد اتفاق اور ترکیب جسمي هي کا نتیجه هے اور کوئی غرض اور کوئي حکمت اسمیں پوشیده نهیں ؟ هل عندکم من علم فتخرجوه لنا ؟ (۶:۱۴۸) فما لکم کیف تحکمون ؟ (۱۰:۴۵) و یجعلون لله ما یکرهون ؟ (۱۶:۶۲)

علماے حیوانات قانون مقایسه کو رنگوں میں ایک باقاعده موثر قانون تسلیم کرتے هیں اور کهتے هیں که اگر شیر کے خطوط میں ایک محسوس تسویه اور نظام محفوظ هوتا هے' تو اسکي وجه صرف یهي قانون هے جسکے سبب سے اسکے دونوں پہلوؤں میں مماثلت و مشارات نظر آتي هے -

بیشک' بعض مثالیں ایسي بهي ملینگي جهاں یه قانون بظاهر غیر موثر نظر آئیگا ' لیکن جب زیاده دقت نظر سے کام لیا جائیگا تو معلوم هو جائیگا که در اصل وهاں بهي یه قانون محفوظ هے مگر کسي غیــر طبیعي سبب سے (مثـلاً مختلف قسموں کے باهمي اختلاط سے' یا گرد و پیش کے بعض موثرات خارجیه سے' یا بعض عوارض او ۔۔ے توارث وغیره سے) یه حالت پیدا هوگئي هے -

(مماثلت وسط)

پس هم تلاش و جستجو میں آگے بڑهتے هیں ' اور علم الحیوانات کي بلند تر تحقیقات و معلومات کو ڈهونڈهتے هیں - همارے سامنے محققین فائزین کا ایک گروہ آتا هے جس نے اسرار الوان کا غائر تر نظر سے مطالعه کیا هے' اور اسے محض فزیالوجیکل موثرات کا نتیجۂ بے قصد سمجهه لینے پر هماري طرح قانع نهیں هے - اس بارے میں همیں سب سے زیاده مشهور معلم' چارلس ڈارون کا ممنون هونا چاهیے جس نے اپنے سفر امریکه کے جمع کرده جانوروں کے متعلق تحقیقات کرتے هوے اس موضوع کي طرف اشاره کیا' اسکے بعد بعض حکماء حال هیں جو علم الحیوانات کي تحقیق طلب راهوں میں تلاش منزل مقصود کیلیے تگ و دو کر رهے هیں -

قانون نشو و ارتقا یا ڈارون ازم کا ایک بنیادي مسئله (Feleslogy) هے جس کا ترجمه " قانون مطابقة " کیا گیا هے' اور " تاثرات وسط " سے بهي اسے تعبیر کرتے هیں - الهلال جلد ۳ نمبر ۲۴ میں ڈاکٹر رسل ویلس پر مضمون لکهتے هوے هم اس قانون کي تشریح کرچکے هیں -

مختصر لفظوں میں اسکا خلاصه یه هے که حیوانات پر انکے گرد و پیش اور مولد و موطن کے تمام حالات کا اثر پڑتا هے اور رفته رفته انکے اعضا اور جسم میں تغیرات پیدا کردیتا هے - جس قسم کي آب و هوا میں رهتے هیں' جس طرح کا مکان انهیں ملتا هے' جیسی غذا انکے اندر جاتي هے ' اسي کے مطابق انکے اندر جسمي تغیرات بهي هوتے رهتے هیں' اور اسي کے مناسب انکے جسم کي هر شے هو جاتي هے - گرد و پیش کے حالات کو عربي میں " وسط " کهتے هیں جو انگریزي کے لفظ (Middle) کا ترجمه هے - اسي اصطلاح کو هم نے بهي اختیار کیا هے -

اسي قانون مطابقة سے اختلاف الوان کے ایک بهت بڑے بهید کا سراغ لگتا هے -

علماے حیوانات کي تحقیق ابهي هم لکهه چکے هیں که اشیا کا رنگ ان اجزاء کے رنگ کا نتیجه هوتا هے جنسے وہ ترکیب پاتے هیں - مثلاً پته سبز هوتا هے اسلیے که اسمیں کلوروفیل (Chlorophyll) هوتا هے جو سبز هے - خون سرخ هوتا هے کیونکه وہ بے شمار چهوٹے چهوٹے کریات دمویه سے مرکب هے اور انکا رنگ سرخ هے (۱)

پس صرف نباتات و جمادات کو پیش نظر رکهو اور غور کرو که کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں عالم نباتات و جمادات کي جسقدر پیدا وار هیں ' انکي رنگت ان اجزاء کي وجه سے ایک خاص قسم کي هوگئي هے جنکي ان حصوں میں قدرت نے کثرت و فراوانی رکهی هے - اور اسیلیے هر حصۂ زمین میں کسی خاص رنگت کا غلبه و احاطه هے -

(۱) " کریات دمویه " سے مراد وہ بے شمار چهوٹے چهوٹے کرے هیں جو خون میں پائے جاتے هیں اور خوردبین سے نظر آتے هیں - ترکی کے بعض مترجمین " حبیبات خورده بینی " کی اصطلاح سے بهي انهیں موسوم کرتے هیں - علماے تشریح نے دریافت کیا هے که خون کے ایک ایک قطره میں کئی کئی کرور کریات دمویه هوتے هیں !!

یه صحیح هے که ان میں سے بعضوں کي مشابهت بہت هي رهمي هے مگر اسکے مقابله میں بعض کي مشابهت حیرت انگیز طور پر نہایت نمایاں بهي هے اور یقیناً دقت نظر کے ساتهه تفتیش کي متحمل هوسکتي هے - مثلاً بي آرکڈ (Bee Orchid) جسکا اصطلاحي نام افرس ایپیفرا (Aphrys Apifera) هے' کیا هے؟ ایک چهوٹا سا اعلی درجه کا رنگین بهونرا هے - بازو' سر' مونچهیں (Antinnea) روئیں دار جسم' سبهي کچهه اسمیں موجود هے - اسي طرح نام نهاد فلائي ارکڈ (Fly Orchid) کا' جسکا اصطلاحي نام (Aceras Anthropphoria) هے' عام اثر بہت هي تعجب انگیز هے - پهولوں کي قطاریں سبز پتلیوں کي ...فیں معلوم هوتي هیں - البته وه بهت هي عجیب و غریب فلائي ارکڈ جسکو آفرس میو سیفرا (Ophrys Muoifera) کہتے هیں' اسمیں' اس قسم کي مشابهت چنداں قوي نہیں هے - تاهم ایک قوي' تخیل اپني ساحرانه طاقت سے اگر چاهے تو اسکے پروں' مونچهوں' اور آگے کي طرف نکلے هوے سر کو بلا سکتا هے - اسکے پروں کا زیریں حصه ایک پتلي کے مانند هے جو شب خوابي کے کپڑے پہنے هوئي هے' اور اسکے سینه پر ایک پٹکا بندها هے!

ان مثالوں میں مشابهت کا اصلي سبب انکي کلیوں کي نچلي پنکهڑوں (Labellum) کي خاص قطع هے -

مسلمه طور پر آرکڈ کي کسي صنف کا شمار بہت مخصوص و ممتاز پهولوں میں نہیں کیا جاتا' حالانکه انکے حیرت انگیز تغیرات اگر تمامتر نہیں تو زیادہ تر کیڑوں کي مداخلت کا نتیجه هیں - ان میں سے اکثر پهولوں کي تلقیح (۱) (Pollination) محض کیڑوں

---

(۱) قدرت نے حیوانات کو نر اور ماده' دو صنفوں میں تقسیم کیا هے - موجوده علماء نباتات کا یه خیال هے که یه تقسیم حیوانات کي طرح نباتات میں بهي جاري هے - چنانچه جب پهولوں کو خورد بیني آلات سے دیکها جاتا هے تو ایک هي قسم کے پهولوں میں ایسے اجزا نظر آتے هیں جو اپني ساخت اور وظائف طبیعي میں ایک دوسرے سے مختلف هوتے هیں - ان مختلف اجزا کے اندر مختلف نوعیت کے مادے هوتے هیں - جب یه مادے باهم ملتے هیں تو پهل یا بیج پیدا هوتا هے - یهي پهول کي ولادت هے -

انگریزي میں اس اختلاط و امتزاج کو Pollination کہتے هیں -

نباتات میں نر اور ماده کي تقسیم کوئي نیا نظریه نہیں هے - عربوں کو آج سے بہت قبل - یعني عین عهد جهل و بدویت میں بهي اس کا علم تها اگرچه اسکا دائره صرف کهجور تک محدود تها - اسکو وه اپني اصطلاح میں "تابیر" کہتے تهے -

یهي شے هے جس سے جناب رسالت پناه (صلعم) نے مدینه والوں کو منع فرمایا تها' مگر جب اس سال پهل نہیں آئے تو پهر اجازت دیدي اور فرمایا که انتم اعلم بامور دنیاکم -

تابیر کا دوسرا نام تلقیح هے -

تلقیح کا ماده "لقح" هے' لقح کا استعمال محاورات عرب میں مختلف طور پر هوتا هے - لقح اونٹ اور اونٹني کے اجتماع تناسلي کو کہتے هیں - یهي لقح کهجوروں کي تابیر کے لیے بهي استعمال کیا جاتا هے - اسي کا ایک مشتق یعني "لاقح" اس هواء کے لیے بهي بولا جاتا هے جسکے چلے بغیر بادل نہیں برستے - آخر الذکر محاوره قرآن حکیم میں بهي استعمال کیا گیا هے - سوره حجر میں خدا تعالی نے اپنے احسانات کے سلسله میں جہاں زمین کي روئیدگي اور آسمان کي بارش کا ذکر کیا هے' وهاں فرمایا: و ارسلنا الریاح لواقح فارسلنا من السماء ماء

کي آمد پر موقوف رهتي هے - چنانچه جب تک کیوپڈ کے (یوناني علم الاصنام میں عشق کا دیوتا هے - الهلال) یه پردار پیامبر نہیں آتے اسوقت تک وه اس قابل نہیں هوتے که ان میں ایک بیج بهي پیدا هو -

نچلي پنکهڑي کے ایک نباتاتي پلیٹ فارم پر یه کیڑے آکر اترتے هیں' اور رس (Nectar) کے لیے پهول کا کونه کونه تلاش کرتے وقت اس پر کهڑے رهتے هیں - چونکه آرکڈ کو ان کیڑوں سے شدید تعلق هے' اسلیے همیں تسلیم کرلینا چاهیے که هر موقع پر نچلي پنکهڑي کي مخصوص قطع کا مقصد کم و بیش انهي مهمانوں کیلیے سہولت پیدا کرنا هوگا جنکي ضیافت زیر بحث پهول خاص طور پر کیا کرتے هیں -

برے آرکڈ کے تمام خاندان کي شکلوں میں بیحد اختلاف هے اس کے مطالعه سے معلوم هوتا هے که هر شکل ایک خاص قسم کے کیڑے کو اپني طرف کهینچنے یا اسے سنبهالے رکهنے کے لیے بنائي گئي هے -

بہت سے لوگ کنیري طائر کیـنري (canary bird flower) یا زحاف کیـنري (canary creeper) سے واقف هونگے - اس کو اصطلاح میں (Tropolum canariense) (۱) کہتے هیں - یہاں هم دیکهتے هیں که اسکي کلیونکي غیر معمولي شکل صرف کیڑے هي کي آمد کے لیے هے - معلوم هوتا هے که اس قسم کے پردوں کي کلیاں خاص طور پر ایک لنبي زبان والے کیڑے کي حاجت روائي کے لیے بنائي گئي هیں جو پهول پر نہیں بیٹهتا - صرف اسکے سامنے اپنے جلد جلد حرکت کرنے والے پروں پر معلق رهتا هے - اسي حالت میں وه اپني زبان نکالتا هے اور پهول کي "مهمیز" میں (یعني پهول کا وه حصه جو مهمیز کے کانٹے کي طرح ابهرا هوا هوتا هے) چبهو دیتا هے' اسوقت اس کا سر پهول کے اندام نہاني (۲) (Pistil) یا عضو رجولیت (Stamer) پر هوتا هے' اور پهلي صورت میں ماده تولید جمع کرتا هے اور دوسري صورت میں ماده تولید نکالتا هے -

---

[بقیه حاشیه پہلے کالم کا]

تلقیح کا لفظ ابتداً نباتات میں سے صرف کهجور کے لیے استعمال جاتا تها' مگر جب سے عربي نباتات کي تذکیر و تانیث کا نظریه رائج هوا هے' اسوقت سے یه لفظ توسعاً (Pullination) کي جگه بهي استعمال کیا جاتا هے - مده -

---

(۱) (Tropalolum) ایک قسم کي بیل هے جو جنوب امریکه میں هوتي هے - اسکي بہت سي قسمیں هیں - ایک کا ذکر مضمون میں آیا هے - جنوب امریکه میں اس بیل کي کاشت بهي هوتي هے - اسکے پهولوں کے متعلق مشہور هے که وه بہت بے قاعده هوتے هیں - "کینري برڈ فلاور" اور "کینري کریپر" اسکے انگریزي نام هیں -

(۲) گذشته حاشیه میں هم لکهه آئے هیں که ایک هي قسم کے پهولوں میں بلکه بسا اوقات ایک هي پهول میں دو ایسے جزء هوتے هیں جنکي شکل اور فرائض طبیعي مختلف هوتے هیں اور اسي بنا پر علماء نباتات نے درختوں میں نر اور ماده کي تقسیم کي هے -

جو جزء یا عضو نر کے فرائض ادا کرتا هے اسے (Staman) اور جو ماده کے فرائض ادا کرتا هے اسے (Pistil) کہتے هیں -

مثلاً گلاب کا پهول لیجیے اور اسکے درمیاني حصه کو بغور دیکهیے جہاں آپکو بہت سے زیرے مجتمع نظر آئینگے - یهي مقام هے جہاں اعضاء تذکیر و تانیث هوتے هیں - یه زیرے نہایت هي

مذاكرۂ علميه

اسي عذاؤں کے رنگ زیادہ نمایاں ہوتے ہیں - یہی شے ہے جسکو انتخاب جنسی کہتے ہیں - پس جس طرح قانون ارتقا کا انتخاب طبیعي ایک مدت مدید کے بعد پوري نوع کي نوع میں انقلاب پیدا کردیتا ہے، اسیطرح انتخاب جنسي بھی انواع کے رنگ پر حیرت انگیز تغیرات طاري کر دیتا ہے -

بہت سے جانور ایسے ہیں جنکے رنگ عام طور پر تو معمولي حالت میں رہتے ہیں، مگر جب انکے توالد و تناسل کا موسم آتا ہے اور نر اور مادے کي یک جائی ضروري ہوتي ہے تو رنگوں میں ایک دلفریب چمک دمک اور ایک خاص رونق و حسن پیدا ہوجاتا ہے - حیوانات کي بعض انواع یعنی کبوتر، فاختہ، مور، ایسي ہیں جو اتحاد تناسلي سے پہلے اپني مادہ کو اپنے طرف مائل کرنے کے لیے مستانہ رقص و تواجد کرتے (یعنی ناچتے) اور اپنے پروں کے دلفریب رنگوں کي ایک خاص انداز سے نمایش کرتے ہیں - اسکی وجہ سے انکے اندر دلفریبي و رعنائي کي کشش پیدا ہوجاتي ہے جو بے اختیار مادہ کو اپني طرف کھینچتي ہے اور جذبۂ طبیعی کیلیے اختلاف الوان ایک بہت بڑا معین خارجي ہوجاتا ہے !

غرضکہ حیوانات کي جنسي خواہش پر رنگوں کا اثر پڑتا ہے، اور زیادہ تر وہي رنگ موثر ہوتے ہیں جو محبوب و دلفریب، نظر افروز اور دلپسند ہوتے ہیں - اس سے ثابت ہوا کہ حیوانات کي نسل کي افزایش و حفاظت کیلیے قانون انتخاب جنسي اپنا کام کرتا رہتا ہے اور حیوانات کي رنگت ایک بہت بڑے مقصد حیات کو پورا کرتي ہے !

(خلاصۂ مباحث)

ہم نے بہت اختصار و ایجاز سے کام لیا کیونکہ ابھي اختلاف الوان کا بہت بڑا میدان یعنے عالم نباتات کي بحث باقي ہے امید ہے کہ مندرجۂ ذیل امور قارئین کرام کے سامنے آ گئے ہونگے :

(١) اختلاف الوان کے متعلق شارحین و حاملین علم نے جو کچھہ تحقیق کیا ہے، اسمیں ابھي تحقیقات مزید کي بہت بڑي گنجایش باقی ہے - تاہم موجودہ تحقیقات سے بھي ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف الوان کے اندر حکمت الہیہ نے بعض عجیب و غریب اسرار و مصالح رکھے ہیں، اور آگے چلکر نہیں معلوم اور کسقدر اسرار منکشف ہوں ؟ قرآن حکیم اسي لیے انہیں حکمت الهي کي نشاني کہتا ہے -

(٢) قرآن حکیم نے اس زمانے میں جبکہ انسان کي معلومات محدود تھی، اسرار خلقت کے چہرے پر نقاب پڑا تھا، اور اسکے مخاطب وہ لوگ تھے جو علم و حکمت سے بالکل نا آشنا تھے، اختلاف الوان کو الله کي قدرت و حکمت کي نشاني قرار دیا اور فرمایا کہ اسمیں صاحبان عقل و فکر کیلیے بڑے بڑے اسرار و بصائر ہیں - آج علم الحیوان اور علم الحیات کي تحقیقات اسکي تصدیق کرتي ہے اور انسان نے صدیوں کي تحقیق و تفتیش کے بعد چند مصالح کا سراغ لگایا ہے - یہ خدا کے کاموں کي انساني تحقیق ہے اور وہ خدا کے کلمات کا مجموعہ ہے - پھر کیا یہ اسي کا "قول" نہیں جسکے "فعل" کے اسرار و مقاصد کي تحقیقات کي جا رہي ہے ؟

لا تبدیل - " لکلمات الله " ولا تبدیل " لخلق الله " !

صحیفۂ فطرت کا ایک دلچسپ صفحہ

عالم نباتات اور حیوانات

مختلف الجنس اشیاء میں حیرت انگیز مشابہت

(مقتبس از سائنٹیفک امریکن)

دنیا کی جن اشیاء میں کوئي حقیقي تعلق نہیں ہے، انکي شکل یا ساخت میں مشابہت کا سراغ لگانا ایک دلچسپ علمي مشغلہ ہے - چاہے ابتداء میں یہ کام ایک طفلانہ حرکت معلوم ہو، مگر اس حیثیت سے اسکے مفید ہونے میں تو کسي کو کلام نہیں ہوسکتا کہ اس سے تخیل کو تحریک ہوتي ہے اور نفس کو تحقیق کي ایک ایسي راہ اپنے سامنے نظر آجاتی ہے جو بہت سے اہم اکتشافات تک پہنچا دیسکتي ہے -

اس مشغلہ کا تعلق خاص کر کم سن طلبہ کي تربیت سے ہے، کیونکہ ایک درجہ کے لڑکوں کے اندر فہم آمیز مطالعہ سے دلچسپي پیدا کرنے میں جو دقتیں پیش آتي ہیں، انہیں وہ لوگ فوراً تسلیم کرلینگے جنہیں مدرس کي حیثیت سے کوئي تجربہ حاصل ہے - بالفاظ دیگر انکے لیے ایک ایسي شے کي ضرورت ہے جو نفس کي کل کو چلائے، اور یہ خدمت اس مشغلہ سے بخوبي انجام پاسکتي ہے -

مثلاً ممکن ہے کہ ایک پھول یا کیڑے کے صرف دیکھنے سے یہ مقصد حاصل نہ ہو لیکن اگر ہم اس پھول یا کیڑے اور کسي دوسري مانوس و مالوف شے میں کوئي ایسي مشابہت بتلا سکیں جس سے تعجب اور حیرت پیدا ہو یا بے اختیار ہنسي آ جاے، تو صرف اسي ایک ابتدائي نقطہ سے چلکر اور مختلف درمیاني مراحل سے گذرکر، ہم بڑے بڑے سوالات ساخت طبیعي، رشتہ باہمي، گرد و پیش کے حالات کے ساتھہ مطابقت، وغیرہ وغیرہ تک طالبعلم کو لیجاسکتے ہیں - اور اسکے اندر ایک ایسي دلچسپي پیدا کرسکتے ہیں جو خشک علمي مباحث میں ہر دماغ کو نہیں ہوسکتي !

مثال کے طور پر آرکڈ (Orchid) (١) نامي پھول کو لیجیے - اسکي چند قسموں کے عام نام ایسے ہیں جنسے خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حیوانات کے بعض اعضاء سے مشابہت رکھتے ہیں - آرکڈ کي قسمیں یہ ہیں :

مین آرکڈ (Man Orchid) -
اسپائڈر آرکڈ (Spider Orchid) -
لیزرڈ آرکڈ (Lazard orchid) -
منکی آرکڈ (Mankey Orchid) -

(١) Orchid ایک درخت ہے جسکا دوسرا نام Apnrys ہے - اسکي بہت سي قسمیں ہیں جن میں سے بعض مشہور اور دلچسپ اقسام کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے -

یہ درخت زیادہ تر ان ممالک میں ہوتا ہے جو بحر میڈیٹرین کے کنارہ پر واقع ہیں - ان کي پیدایش کا موسم فصل بہار اور آغاز گرما کا زمانہ ہوتا ہے -

مطبوعات جدیدہ

رباعیـــات عمـــر الخیـــام

ایک نیا امریکن ایـــڈیشن

(۲)

ان رباعیوں کے کي تعداد اختلاف نے یه مسئلۂ پیدا کردیا که اصلي رباعیوں کي تعداد کتني هے ؟ اور یه جو زیادہ سے زیادہ تعداد تک رباعیاں موجود هیں ' یه سب کی سب عمر خیام هي کی هیں یا نہیں ؟

مستشرقین عمر یيین کا عرصه تک یہی خیال رها که جسقدر زیادہ رباعیاں نکلتي آتي هیں ' وہ سب کي سب عمر خیام هي کي هیں ' اور جن نسخوں میں تعداد کم هے ' وہ یا تو ناقص هیں یا کسی شخص نے اپنے مذاق کے مطابق اصل دیوان رباعیـات کا انتخاب کرلیا هے - چنانچه جب کبھي کسي زیادہ تعداد والے نسخه کي ان میں سے کسي کو اطلاع ملي تو وہ اس درجه خوش هوا ' گویا علوم و حکمت قدما کا کوئي گم شدہ ذخیرہ هاتھه آگیا هے ' یا برباد شدہ مدرسۂ اسکندریه کے کتب خانے کا سراغ ملگیا هے !

غالباً سب سے پہلے مستشرق بزرگ و شهیر ' پرو فیسر والنتین زرکو فسکي (Valentin Zhukovski) نے اس غلطي کو محسوس کیا ' اور ایک محققانه رساله عمر خیام پر لکھکر ثابت کیا که نئي تعداد رباعیات منسوبۂ خیام کي الحاقي هے ' اور بعد کو کسي غلط فہمي کي وجه سے خیام کی جانب منسوب هوگئي هے -

حکیم عمر الخیام (۱)

یه رساله سنه ۱۸۹۷ء میں " المظفریه " کے رسائل کے ساتھه سینٹ پیٹرز برگ سے چھپ کر شائع هوا - اس وقت سے یورپ اور امریکه کے عمر یيین و خیامیین کے حلقه میں الحاقي رباعیات کی تحقیق و تجسس کي ایک نئي کاوش پیدا هوگئي هے -

پرو فیسر زرکوفسکي نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ۸۲ رباعیاں پیش کي هیں جو مختلف معروف و متداول نسخوں میں خیام کي طرف منسوب هیں ' حالانکه خیام سے انہیں کوئي تعلق نہیں - وہ در اصل شیخ عطار ' خواجه حافظ ' مولانائے روم ' شیخ عبد الله انصاري ' اور انوري وغیرہ متوسطین شعراے ایران کي هیں -

اس مضمون کو پڑھکر مستشرقین فرنگ نے الحاقي رباعیات کی تلاش شروع کردي - پروفیسر براؤن نے ۴۲ رباعیوں کا اور ثبوت بہم پہنچایا هے - انکے بیان کے مطابق اسوقت تک کل ۱۰۱ رباعیاں الحاقي ثابت هوچکي هیں - (ان نئي الحاقي رباعیوں کي تفصیل کیلیے پروفیسر براؤن کي تاریخ ادبیات ایران : Literary History of Persia, باب ۱۲ - صفحه ۲۴۶ سے ۲۵۹ تک دیکھیے)

اسمیں شک نہیں که پروفیسر والنتین زرکوفسکي کي تلاش و جستجو قابل تحسین هے ' لیکن افسوس که مستشرقین کے بعض دیگر مباحث خیامیه کي طرح یه بحث همارے لیے چنداں قیمتي نہیں هوسکتي ' اور نه اس بارے میں پروفیسر مذکور کی تحقیقات کے هم محتاج تھے -

اگر وہ مشرق کے کسي ایسے شخص کي اعانت بہم پہنچا لیتے جو فارسي شاعري کا تھوڑا سا بھي ذوق رکھتا هے اور عام تذکروں اور دیوانوں کا مطالعه کرچکا هے ' تو اس مشکل کی قیمت چند منٹوں کي نظر سے زیادہ نه نکلتي اور بغیر کسي زحمت و تلاش کے اس سوال کا حل ملجاتا - بلکه جس حد تک وہ حل کرسکے هیں ' اس سے کہیں زیادہ وسیع و تشفي بخش هوتا -

اصل یه هے که الحاقي کلام کا سوال صرف خیام هي تک محدود نہیں هے بلکه ایک حد تک عام هے - الحاقي منسوبات کي عام بلا سے شاید هي کوئي مشہور شاعر بچا هو - اس درجه سے بھي نظر بلند کرکے دیکھیے اور عام طبقۂ مشاهیر و اعاظم مصنفین متقدمین و متوسطین کو دیکھیے تو هر علم و فن کے ارباب کمال ایسي مصیبت سے دو چار نظر آئیں گے - آج کتني هي تصنیفات هیں جو امام ابو حنیفه ' جابر طرطوسي ' ابن قتیبه ' امام غزالی ابو معشر فلکی ' فخر الدین رازي بوعلی سینا ' معلم ثاني ' ابن عربی محقق طوسی وغیرہ سے منسوب هیں جنکي مصنفات هر عهد اور هر حصۂ عالم میں معروف و متداول رهیں ' لیکن نظر دقت سے دیکھا جاے تو از سر تا پا الحاقي هیں !

ناصر خسرو ' فردوسي ' خواجه حافظ ' جلال الدین رومی ' حکیم سنائی ' سب کے دیوانوں کا یہي حال هے - لیکن جن لوگوں کو ایک ادنی ذوق بھي فارسي شاعري اور مختلف اعصار ادب و علوم کے متعلق حاصل هے ' اور هر شاعر کے انداز مخصوص اور افکار مختصه کے متعلق نظر و بصیرة رکھتے هیں ' وہ بغیر کسي زحمت و کاوش کے اول نظر اندازہ کرلیتے هیں که کس قدر کلام اصلي هے اور کس قدر بعد کو اغلاط رواة و کاتبین اور سهو و الحاق ناقلین یا بعض دسائس و اغراض شخصیه و ذمیمه سے ملادیا گیا هے ؟

علی الخصوص عمر خیام کے متعلق تو یه مسئله کچھه بھي دشوار نه تھا - اسکا انداز بیان و نظم ایک خاص طرز کا هے - وہ اپنے افکار شعریه و حکمیه میں بعض ایسي خصوصیات رکھتا هے جو چند رباعیوں کے مطالعه کے بعد هي نمایاں هوجاتي هیں اور کسي دوسرے کا کلام سمجھنے کا دھوکا نہیں دیسکتا -

(۱) مصور ین یورپ نے ابتک عمر خیام کي جسقدر تصویریں کھینچي هیں ' ان سب میں مسٹر گلبرٹ جیمس کے قلم صنیع کا عموماً زیادہ اعتراف کیاگیا هے جس نے کئي سال ایک ایراني فیلسوف کے تصور میں بسر کرڈالے - یه تصویر اسي تصویر کو پیش نظر رکھکر منشي رحمت الله صاحب رعد نے " سوانح نظام الملک سلجوقی " کیلیے بنائي تھي - جو فی الحقیقت هندوستان میں سنگي طباعت و مصوري کے ایک کہنه مشق ماهر هیں -

ترایپولم نامی ایک پھول ھے جو سبز پتیوں کے ایک بیرونی لفافہ میں رھتا ھے - اس لفافے کو اصطلاح میں (Calyx) (۱) کہتے ھیں - اس کا رنگ چمکدار اور اسکی شکل اسطرح لمبی ھوتی ھے کہ مہمیز کا کانٹا سا معلوم ھوتا ھے - اسی کا زیریں تنگ حصہ رس کا مخزن ھے - اسمیں کبھی کبھی اس قدر کثرت سے رس ھوتا ھے کہ از خود اُبلکے پیڑے تک آجاتا ھے - اسی " مہمیز " سے طائر کینڈی کا سر اور گردن بنتا ھے - رھی دم تو وہ پھیلی ھوئی پنکھڑیوں سے پیدا ھو جاتی ھے - اسکی شکل ھو بہو ایک جاندار مخلوق کی سی ھوتی ھے - جب وہ کلی کی حالت میں ھوتا ھے تو معلوم ھوتا ھے کہ ایک چڑیا بیٹھی ھے !

(گرم صمانک کا Birth worth)

(Aristolochia gigas) نامی ایک اور پھول ھے جس کی ناشگفتہ کلی راج ھنس سے مشابہت کا ایک دلچسپ نمونہ پیش کرتی ھے - یہ اور اسکے ساتھ کی اور قسمیں گرم مکانوں (۱) (Hot house) میں ملینگی .... یہ تمام عجیب و غریب پھول جو اعجوبگی میں آرکڈ کے حریف ھیں' ان دو پروالی مکھیوں کو اپنی طرف کھینچتے اور پھر انکو گرفتار کرنے کے لیے بنائے گئے ھیں جو نجاست اور مردار کھاتی ھیں' اور اسے دوسری بہتر سے بہتر غذا پر ترجیح دیتی ھیں - انکی بدبو اور زردی نعفن کی طرف

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ کا]

باریک خطوط یا ریشوں میں قائم ھوتے ھیں - ان زیروں اور ریشوں کے اجتماع سے ایک نیزہ سا بنگیا ھے جسکے سرے پر ایک بھرا ھوا مشکیزہ ھے - اسکا وسط نیزہ کے سرے پر ھے' اور دونوں گوشوں میں سے ایک گوشہ ایک طرف کو زیادہ مائل ھے - یہی وہ عضو ھے جو فرائض رجولیت ادا کرتا ھے - اس مشکیزہ نما زیرے میں زرد رنگ کا ایک غبار سا ھوتا ھے جسکو انگریزی میں (Pollen) اور عربی میں " طلع " کہتے ھیں - خود اس مشکیزہ نما زیرہ کا اصطلاحی نام (Anther) ھے - عربی میں کبھی تو بعینہ یہی الفاظ استعمال کرتے ھیں اور کبھی اسے " مخزن الطلع " سے بھی تعبیر کرتے ھیں -

لیکن کبھی ریشے اور زیرے کی اجتماعی صورت یہ ھوتی ھے کہ ایک نیزہ ھے جسکے سرے پر ایک دھانہ سا پیدا ھوگیا ھے' اور وہ بالکل کھلا ھوا ھے - یہ عضو فرائض نسائیت ادا کرتا ھے - اسی واسطے ھم نے اس کا ترجمہ رحم کیا ھے - انگریزی میں اس عضو کو (Pistal) اور اس دھانہ کو اسٹیگما (Stigma) کہتے ھیں - یہی وہ حصہ ھے جو مادۂ تولید کو لیکے اندر پہنچاتا ھے - اسٹیگما ایک ریشہ پر قائم ھوتا ھے اور اندر سے کھوکلا ھوتا ھے - اسلیے عربی میں اسے " قناۃ " کہتے ھیں - انگریزی میں اس کا نام (Style) ھے - اسکے بعد ایک تھیلی سی ھوتی ھے جسمیں بیج پیدا ھوتے ھیں اور ابتدائی پرورش پاتے ھیں اسے (ovary) کہتے ھیں - عربی میں اسکا ترجمہ " مبیض " کیا گیا ھے - اسٹیگما میں ھر وقت ایک لیسدار مادہ رھتا ھے - مادہ تولید جب اُس میں داخل ھوتا ھے تو اس لیسدار مادہ کے ساتھ مل کے " قناۃ " کے راستہ سے " مبیض " تک پہنچ جاتا ھے -

(۱) یعنی وہ غلاف یا لفافہ جسمیں کلی کھلنے سے پہلے ملفوف ھوتی ھے' اور جو کھلنے کے بعد بھی اکثر باقی رھتی ھے - اسکو انگریزی میں (calyx) کہتے ھیں اور عربی میں " کمامہ " اکمام اسکی جمع ھے -

خیال کو مدرجہ کرتی ھے جس سے انسان کو سخت نفرت پیدا ھو جاتی ھے -

اس پھول کی مختلف قسموں کی ساخت میں ایک گونہ اختلاف ھے' تاھم ان کی مشابہت کے اصلی مناظر یہ ھیں :

(۱) ایک ترغیب دینے والا رقبہ (۲) وہ چیز جو ایک حلق یا ڈیوڑھی کی طرف رھنمائی کرتی ھے (۳) وہ راہ جو ایک اندرونی کمرہ یا قید خانہ میں لیجاتی ھے -

راج ھنس سے " اے - بی گاس " نامی مکھیوں کی مشابہت ھمیں مذکورہ بالا تشریح کے سمجھنے کے قابل بنا دیتی ھے - راج ھنس (یعنی وہ کلی جو راج ھنس معلوم ھوتی ھے) کا جسم پھیلکے ترغیب دینے والا رقبہ بنجاتا ھے - یہ ایک وسیع کشادگی ھے جو ۲۶ انچ لمبی اور ۱۱ انچ چوڑی ھوتی ھے - تمام سطح پر خون نما ارغوانی رنگ کی رگوں کا جال پھیلا ھوا ھے - اور اسپر اس قسم کے بالوں کی صفیں بچھی ھیں جنکی نوکیں اندر کی طرف مائل ھیں -

جو مکھی اس ترغیب دینے والے رقبہ پر بیٹھتی ھے' اسے پھول کی بدبو کلی کی گردن میں جانے کی ترغیب دیتی ھے - یہ گردن ایک عجیب طلسم ھے - وہ آنے وقت تو مکھی کو بے تکلف آنے دیتا ھے اور بال جانے میں سہولت پیدا کردیتے ھیں' مگر جب باھر نکلنا چاھتی ھے تو وھی بال روک لیتے ھیں اور مجبوراً اندر کے کمرہ میں جو راج ھنس کی گردن کے نیچے ھوتا ھے' گھستی چلی جاتی ھے - یہاں اسے اصلی یا صنعتی اعضاء سے ملنا پڑتا ھے -

اس کمرہ میں مکھیاں قید ھوجاتی ھیں - ان میں سے جو مکھیاں دوسرے پھولوں سے آتی ھیں وہ اپنے ھمراہ مادۂ تولید بھی لاتی ھیں - اسطرح اندام نہانی (Pistil) کی تلقیح وجود میں آ جاتی ھے -

اعضاء تناسل جب بلوغ کو پہنچتے ھیں تو ان مفید مکھیوں کے جسم پھر مادۂ تولید سے آلودہ ھوجاتے ھیں' اور جب تک پھول پژمردہ اور اسکے حلق کے بال خشک نہیں ھو جاتے' اسوقت تک انہیں اس قید سے رھائی نہیں ملتی - [البقیۃ تتلی]

(مسئلۂ قیام الهـــلال)

براے خدا و رسول الهلال کے بند کرنیکے خیال کو بالکل ترک کردیں - خدا کے لیے قوم کی حالت پر رحم کریں - اگر یہ رسالہ بند ھوگیا' تو یقین جانیے کہ قوم پھر مردہ کی مردہ ھو جائیگی - میرا ایمان ھے کہ اس رسالہ جیسا مفید کوئی رسالہ یا اخبار ھندوستان میں نہیں نکلا اور نہ ھے - اگر آپکے دل میں قومی درد ھے تو ضرور اسکی اشاعت بدستور جاری رکھئیگا - اگر اسکی آمدنی سے ضروریات پوری نہیں ھوتیں تو کیوں نہیں اسکی قیمت بڑھا دی جاتی ؟ یا تو آپ چندہ قبول کریں یا اسکی قیمت بڑھائیں -

آپکا دلی تابعدار - عبد الغنی - از لاھور

حضرۃ المحترم - آپکے اخبار الهلال کی مالی حالت کے ضعف نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا - ارادہ تو یہی تھا کہ البـــلاغ بیروت یا العدل قسطنطنیہ کو اپنے نام جاری کراتا' مگر اب التماس کرتا ھوں کہ جون کا پہلا پرچہ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں -

نیـــاز منــد

عبد العزیز - عربک پروفیسر مشن کالج - پشاور

مفصلہ ذیل تین اصحاب کے نام الهــلال جاری فرمائیں -

خریدار نمبر ۲۱۰۲ از سری نگر کشمیر

مدارس اسلامیہ

۱۰ مئی کا جلسۂ دہلی

(از جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب)

(۲)

(۲) اب جلسہ کے واقعات سنیے :

(الف) سب سے پہلے پریسیڈنٹ کے انتخاب کا مسئلہ ہے - جلسہ ہی میں جناب پریسیڈنٹ صاحب سے صدارت کیلیے استفسار کیا گیا اور انہوں نے مہربانی فرماکر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی - پھر ان کے نام کی تحریک و تائید کی گئی - اس وقت کسی بزرگ نے کھڑے ہوکر اختلاف نہیں کیا - چونکہ یہ جلسہ ندوۃ العلماء کے متعلق تھا اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا کہ کسی عالم کا انتخاب کیا جائے - میں بالکل یقین دلاتا ہوں کہ پریسیڈنٹ صاحب کے خیالات کے متعلق کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ کیا ہیں ' نہ اس لحاظ سے ان کا انتخاب کیا گیا تھا - خدا کے فضل سے جناب پریسیڈنٹ صاحب اس وقت ہم میں موجود ہیں - ان سے دریافت کرلیا جائے کہ کس کس نے ان سے جلسے سے پہلے کیا کیا کہا تھا ' اور انہیں کیا کیا ہدایت کی تھی ؟ بہرحال ان کا انتخاب کیا گیا - گو اور اچھے اچھے علماء بھی جلسہ میں تشریف رکھتے تھے ' لیکن قومی جلسوں کے قواعد و ضوابط کے متعلق (تحریک صدارت کرنے والوں کی ناقص راے میں) جناب پریسیڈنٹ صاحب کو گروہ علماء میں نسبۃً زیادہ واقفیت معلوم ہوتی تھی - فرض کرلیجیے کہ اگر ان کا انتخاب نہ ہوتا ' تو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جس بزرگ کو دوسرے اصحاب اس جلسہ کی صدارت کیلیے پیش کرتے تو کیا اس قسم کے اعتراضات سے ان کا اسم گرامی محفوظ رہسکتا تھا - مثلاً اگر کسی تعلیم یافتہ شخص کو اہل جلسہ پیش کرتے تو سب سے پہلے اسکی نسبت بھی یہ اعتراض نہیں کیا جاتا ؟ کم سے کم مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ صدر انجمن صاحب جلسہ سے بہتر ایسے جلسہ کو زیر انتظام رکھہ سکتے ' جیسا کہ ۱۰ مئی کا جلسہ تھا -

(ب) اس کے بعد میرے خطوط پیش کرنے کا واقعہ ہے - میں نے جلسہ میں وہ خطوط اور مضامین پیش کیے تھے جو اس کی موافقت و مخالفت میں میرے پاس آئے تھے - جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کسی ایک خط کو بھی نہیں چھوڑا تھا - مجھے معلوم تھا کہ جلسہ کی موافقت کے خطوط زیادہ ہیں اور اسیطرح مختلف شہروں کی انجمنوں نے جو کارروائیاں اپنے اپنے جلسوں کی بھیجی تھیں وہ بھی جلسہ کی موافقت میں زیادہ تھیں - اگر میں ان تمام کو پڑھتا تو کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ جلسہ کا صرف ہوتا اور مجھے معلوم تھا کہ جلسہ کو تھکا دینے والی طوالت ہو جائیگی - اس لیے میں نے یہ کہکر کہ " یہ خطوط جلسہ کی موافقت میں میرے پاس آے ہیں لیکن ان کے پڑھنے میں آپ صاحبوں کا وقت ضایع ہوگا - اس لیے ان موافق اور مخالف خطوط کو میں میز پر رکھے دیتا ہوں ' جس صاحب کا دل چاہے انہیں دیکھہ لے " پھر میں نے کاغذات میز پر رکھدیے - کسی صاحب نے اتنی تکلیف نہیں فرمائی کہ انہیں دیکھتے نہ کسی شخص نے مجھہ سے خواہش کی کہ انہیں پڑھنا چاہیے - لیکن کیا تو یہ کیا کہ جلسہ کے بعد یہ اعتراض کرنے لگے کہ ان خطوط کو جو ندوہ کی موافقت میں زیادہ تھے نہیں پڑھا گیا - اب بھی وہ سب فایل میں موجود ہیں - جن صاحب کا دل چاہے انہیں پڑھکر اپنا اطمینان فرمالیں ' اور دیکھہ لیں کہ موافقت کا حصہ ان میں زیادہ ہے یا مخالفت کا ؟

(ج) جلسہ کی بد نظمی کا بوجھہ بھی جلسہ کرنیوالوں کی گردن پر ڈالنا ایک تسلیم شدہ بات سمجھی گئی ہے - مگر واقعات کبھی چھپانے سے نہیں چھپ سکتے اصل واقعہ یہ ہے کہ اس جلسہ کو برہم کرنے کا قدرتی طور پر بعض اصحاب کے دلوں میں خیال تھا اور انکی دلی خواہش تھی کہ اس جلسہ میں کوئی کارروائی نہ ہوسکے - اس کے ثبوت میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے بولنے کے لیے جو صاحب کھڑے ہوے تھے وہ ندوہ کے ایک معزز رکن تھے ' اور پیہم جو کوشش اس فریق کی طرف سے بولنے کی ہوئی وہ بھی کسی شخص پر پوشیدہ نہیں ہے - یہانتک کہ اسٹرایک کا رزولیوشن جو سراسر اس گروہ کے لیے مفید تھا ' اسپر کم سے کم دو گھنٹہ تک جھگڑا کیا گیا - بالآخر پیش کرنیوالے نے اسے واپس لے لیا - اس کے علاوہ ہر ایک شخص بولنے کے لیے کھڑا ہوتا تھا ' اور جب آسے روکا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ ہمیں بولنے سے روکا جاتا ہے - لیکن بولنے کی یہ حالت تھی کہ صرف اسٹرائک کے رزولیوشن کے دو گھنٹے لیلیے تھے ' اور آخر میں وہ واپس لے لیا گیا تھا - جبکہ نہیں واپس نہ لینے کی صورتمیں اور کتنی دیر لگتی - صاحبان ندوہ میں سے بعض اصحاب نے علی الاعلان یہ کہا کہ جلسہ کو جلد ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ' حالانکہ ہم ایک مہینہ تک بحث کیے جائینگے تھہ شاید اس وقت کو بڑھا کر انہوں نے ایک سال یا قیامت تک کی ایک موٹی سی قید بھی لگادی تھی - (مجھے الفاظ و مضمون ٹھیک یاد نہیں) -

ایک طرف یہ حالت تھی دوسری طرف لوگ ان بحثوں سے تنگ آگئے تھے اور ان مقرروں کی تقریروں میں آخر کار مداخلت کرنے لگے تھے - ایک اور گروہ تھا ' جو اس وجہ سے کچھہ خوش نہ تھا کہ ابھی تک ان میں سے بعض مقرروں کو صدر انجمن صاحب نے بولنے کی اجازت نہیں دی تھی - اس گروہ کے بعض اصحاب بھی جلسہ کی بدنظمی کے ایک حد تک ذمہ دار تھے - اب ان واقعات کو پیش نظر رکھکر فیصلہ کرلیا جائے کہ کون کس حد تک جلسہ کی بدنظمی کا بوجھہ اٹھا سکتا ہے

ایک بزرگ رکن ندوہ نے جو درویش و عالم بھی ہیں ' مجھہ سے خود فرمایا کہ بس اب ہماری رائے تو یہ ہے کہ اس جلسہ کو ختم کردیجیے ' کیونکہ گڑبڑ ہو رہی ہے - میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ کو جلسہ میں بیٹھنے سے تکلیف ہو تو آپ مکان جاکر آرام فرمائیں ' یہ جلسہ ایسا نہ ہوگا کہ ختم ہوجا - کیا یہ واقعات نہیں تھے ؟ اور کیا ان سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ دراصل جلسہ کو کون بدنظمی کا شکار بنا رہا تھا ' اور جلسہ بغیر مقصد کے ختم کرنے کا کون خواہش مند تھا ؟ اس کے بعد یہ بھی سنیے کہ جب پریسیڈنٹ صاحب نے کمیٹی کے انتخاب کے رزولیوشن پیش ہوتے وقت یہ فرمایا کہ میں مخالف اور موافق پانچ پانچ حضرات کو بولنے کی اجازت دوں گا ' اس کے بعد ووٹ لے لونگا - تو اس کی بھی مخالفت کی گئی - مگر جب پانچ پانچ حضرات دونوں طرف کے اپنی اپنی تقریریں ختم کرچکے اور پریسیڈنٹ صاحب راے لینے کے لیے آمادہ ہوے ' تو ارکان ندوہ میں سے اکثر حضرات اسی وقت جلسہ میں سے تشریف لیگئے -

(د) صدر انجمن صاحب پر یہ غلط الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے لکھنؤ کے کسی نواب زادہ کو جلسہ سے علیحدہ کرنیکا حکم دیا - حالانکہ اسکی کچھہ بھی اصلیت نہیں ہے -

(ہ) یہ کہا جاتا ہے کہ جلسہ میں بہت سے اصحاب سکھالے ہوئے تھے - اس کے متعلق گذارش ہے [illegible] ذریعہ سے آپ

تصوف و اخلاق سعدی اور عطار' دونوں لکھتے هیں - رزم و جنگ فردوسی اور نظامی' دونوں نے لکھا هے - خمریات اور جام و صراحی حافظ کی طرح سب کے هانهه میں هے - تغزل اور راز و نیاز عشق سے سعدی کی طرح خسرو اور نظیری کی طرح عرفی کی کائنات شعر بھی معمور هے' لیکن اس سے کیا هوتا هے ؟ گو ان سب کا لباس اور شکل و صورت ایک هو لیکن ادائیں تو خاص خاص هیں جو کسی طرح صاحبان نظر سے چهپ نہیں سکتیں :

من انداز قدت را می شناسم !

میں تو کہتا هوں که اُس شخص کیلیے فارسی شاعری کے ذوق و مطالعه کا دعوا حرام هے جسمیں اتنی ادا شناسی بھی نہو که صرف کلام سنکر ایک شاعر کو اسکے دوسرے هم رنگ و هم فکر شاعر سے تمیز کرلے :

هر که خواهد میان دهن' در سخن بیند مرا !

علاوہ بریں جو رباعیات عمر خیام کے نام سے منسوب کی گئی هیں' انکا بڑا حصه فارسی کے تذکروں اور دیوانوں میں دیگر شعرا کے نام سے موجود هے جسکے لیے کسی بڑے علمی تجسس کی ضرورت نہیں - تذکرہ دولت شاہ' مراۃ الخیال' آتشکدہ' مجمع الفصحا' واله داغستانی' اس درجه کی مشہور کتابیں هیں که معمولی درجه کے فارسی دانوں نے بھی انھیں ضرور دیکھا هوگا - ان میں وہ رباعیات دوسروں کے کلام میں هر شخص دیکھه سکتا هے - شیخ بو علی سینا کی یه رباعی همارے یہاں بچه بچه کی زبان پر هے :

در دهر چو یک منی و آن هم کافر
پس در همه دهر یک مسلمان نبود

لیکن بعض نسخوں میں اسے عمر خیام کے نام سے لکھدیا هے - همارے یورپین محققوں کو یه ثابت کرنے کیلیے بڑی هی جانکاہ محنتیں گوارا کرنی پڑیں که یه رباعی خیام کی نہیں بلکه شیخ کی هے !

اسی طرح شیخ جامی کی لوائح' لمعات' شرح ابن فرض وغیرہ رسائل میں جو رباعیات وحدۃ الوجود وغیرہ کے معانی بکثرت درج کی گئی هیں' انکو بھی بعض ناقلین نے خیام کی طرف منسوب کردیا - پروفیسر ژوکفسکی نے انکی تحقیقات میں کئی سال بسر کردیے اور سینٹ پیٹرز برگ کے کتب خانے کی ایک ایک کتاب دیکھه ڈالی' حالانکه شیخ جامی کے یه رسائل نہایت عام اور کثیر الاشاعۃ هیں' اور بمشکل کوئی فارسی داں شخص ایسا هوگا جس نے انھیں نه پڑھا هو !

شیخ جامی کے بعد سب سے زیادہ التباس شیخ الاسلام انصاری کی بعض رباعیات میں هوا هے - شیخ کی مناجاتوں کا عام انداز یه هے که وہ پہلے نثر مسجع میں ایک دعا مانگتے هیں یا رحمت و ذات الہید سے مخاطبه کرتے هیں - اسکے بعد ایک قطعه یا رباعی مناسب مقام ایراد کرکے دوسرا مخاطبه شروع کرتے هیں - یه رباعیات اکثر خود انهی کی هوتی هیں - کہیں کہیں دوسروں کی بھی لے لیتے هیں - سوز و گداز' والہانه طلب و سوال' عاشقانه شکوہ و شکایت' اور عارفانه و حکیمانه حکم و مقابله' شیخ الاسلام کی نظم و نثر کی خصوصیات هیں مگر یہی باتیں ایک دوسرے فلسفیانه رنگ میں خیام کے هاں بھی هوتی هیں - عوام کو اسمیں دھوکا هوا اور شیخ کی بہت سی رباعیاں خیام کے نام سے نسخوں میں لکھدیں - رباعیات خیام کا جو نسخه آجکل ایران اور هندوستان میں رائج هے' اسمیں بھی شیخ کی متعدد رباعیات ملگئی هیں -

(ایک نئی دریافت)

یہاں تک تو هم نے اُن الحاقی رباعیات کے متعلق لکھا هے جنکی تعداد ایک سو سے متجاوز هے اور جنکا بڑا حصه پروفیسر والانتین ژوکفسکی نے تحقیق کیا هے' مگر اب هم مستشرقین یورپ کی تحقیقات سے الگ هوکر خود نظر ڈالنا چاهتے هیں - خیام کی مسلمه رباعیات میں سے جنکو تمام ناقدین و محققین و عمریین نے خیام کے مخصوص نوادر فکر و شعر میں سے شمار کیا هے' ایک رباعی یه هے :

من بندۂ عاصیم' رضاے تو کجاست ؟
تاریک دلم' نور و صفاے تو کجاست ؟
ما را تو بهشت اگر بطاعت بخشی
آن بیع بود' لطف و عطاے تو کجاست ؟

اکثر تذکرہ نویسوں نے بھی اس رباعی کو خیام کے ترجمه میں لکھا هے اور حقیقت یه هے که ایک نہایت هی بلند ترین مقام عبودیۃ و تذلل و اعتراف هے جو بہتر سے بہتر طریقے' اور موثر سے موثر انداز میں شاعر نے اسمیں بیان کیا هے - اسکا حقیقی لطف صرف انهی صاحبان حال و کیفیت کو حاصل هو سکتا هے جو اس مقام تک پہنچ چکے هیں -

قران حکیم میں برادران یوسف (علی نبینا و علیه السلام) کا عزیز مصر سے یه کہنا اسی نکته کی طرف اشارہ هے :

جئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الكيل' و تصدق علينا' ان الله يجزي المتصدقين !

هم ایک ناقص پونجی لیکر تیرے سامنے حاضر هوے هیں' لیکن تو آسکے نقص اور کمی کو نه دیکھه بلکه اپنے لطف و کرم پر نظر رکھکر همیں بھرپور غله دیدے - یه خرید و فروخت اور برابر کا معاوضه نہیں هے' تجھسے بطور صدقه و عطیه کے طلبگار هیں - خدا صدقه دینے والوں کو اسکا بدله ضرور هی دیتا هے ! " بدریوزہ گری آمدہ ایم نه به تجارت"

و قال المتنبی :

وهبت علی مقـــدار كفي زماننـــا
و نفسي علی مقـــدار كفك يطلب !

لیکن خیام کے مطالعه کرنے والے تعجب سے سنینگے که یه رباعی خیام کی نہیں هے بلکه عارف مشہور و جلیل سلطان ابو سعید ابو الخیر قدس الله سرہ کی هے !

سلطان ابو سعید کا کلام نظم غالبا ایک جگه جمع نہیں کیا گیا - صرف تـذکروں میں چنـد رباعیات مل جاتی هیں - ان مشہور رباعیات میں یه رباعی نہیں هے - اسی لیے کسی شخص کو اسکی نسبت شبه پیدا نہیں هوا - لیکن شیخ کے حالات و مقامات میں ایک نہایت ضخیم کتاب انکے پوتے شیخ محمد بن المنور بن ابو سعید نے لکھی هے جسکا نام " اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید " هے - اسکا مطالعه کرتے هوے یکایک اس رباعی پر میری نظر پڑگئی - اسکے مصنف نے تصریح کردی هے که ایک خاص وجدانی حالت میں یه دو بیتی شیخ کی زبان پر جاری هوئی تھی -

اگر مزید تلاش کی جاے تو عجب نہیں که اسی طرح الحاقی رباعیات کے متعلق غیر متوقع معلومات جمع هوجاے -

(نیا امریکن ایـڈیشن)

اس تفصیل سے مقصود یه تها که نئے امریکن ایڈیشن کی منتخبه رباعیات کی مقدار پر نظر ڈالی جاے - بیان کیا گیا هے که اسمیں ۴۱۸ رباعیوں کا ترجمه دیا گیا هے -

اس سے معلوم هوتا هے که اس ایڈیشن کے مولفین کے نزدیک اصلی مقدار اتنی هی هے - مگر هم کو یقین هے که اسمیں ایک بڑی تعداد الحاقی رباعیات کی هوگی - کیونکه اگر سر گور اوسلی کے نسخے کی تمام رباعیات اصلی تسلیم کرلی جائیں' جب بھی اتنی تعداد اصلی رباعیات کی ثابت نہیں هوتی

بہر حال همیں تکمیل و اشاعت کا انتظار کرنا چاهیے - مطالعه کے بعد صحیح راے قائم کی جاسکے گی -

کنیڈا میں هندوستانیوں کی حالت زار

کنیڈا میں هندوستانیوں کے رهنے کے [illegible] -

" تم لوگ همارے ملک میں حاکم بننے کیلیے آئے هو - هم تمهارے یہاں قلی بننے کیلیے جاتے هیں - اسپر بهي تم همیں آنے کی اجازت نہیں دیتے ؟ "

[گردت سنگھ]

سردار [illegible] سنگھ جو کنیڈا کے نو آباد هندوستانیوں کے ایک با اثر لیڈر هیں :

اُن چار جانباز هندوستانی عورتوں میں سے ایک عورت جو جابرانه قانون کا مقابله کرنے کیلیے کنیڈا میں داخل هوگئی هیں !

بهر زمین که رسیدیم آسماں پیدا ست !

کنیڈا میں جو جهاز نوآباد هندوستانیوں کو لیکر سردار گردت سنگھ گئے تهے اور جو بالآخر ظلم اور جنسیت قومی کے تعصب سے شکست کها کر غالباً واپس آجانے والا هے ' اسکے ساحل کنیڈا تک پہنچنے سے بیشتر مندرجه ذیل مراسلت مشهور اهل قلم سیته نهال سنگھ نے گریفک لندن کو بهیجی تهي ' جو تازه ولایت کی ڈاک میں آیا هے :

" کنیڈا میں هندوستانیوں کی نو آبادي کا مسئله سخت خطرے کی حالت میں نظر آتا هے - ۳۷۵ هندوستانی ایک جاپانی جهاز میں کولمبیا روانه هوگئے هیں - هندوستان کے ایشیائیوں نے یه جهاز جاپان کے ایشیائیوں سے کرایه پر لیا هے ' اور دونوں یکساں طور پر کنیڈا سے اپنے حقوق کے داد خواه هیں !

هندوستانی نہایت استقلال و جوش اور جاں نثاری کے ولولوں کے ساتهه روانه هوے هیں ' اور اس بات پر تلے هوے هیں که برطانی رعایا هونیکی حیثیت سے اپنے حقوق حاصل کرینگے - انکا مقصود ایک عملی آزمایش کے ذریعه اس سوال کو حل کرنا هے که آیا سلطنت برطانیه کا ایک جز هونے کے لحاظ سے انهیں کنیڈا میں رهنے کا حق حاصل هے یا نہیں ؟

ان هندوستانیوں میں زیاده تعداد اُن سپاهي پیشه سکهوں کی هے جو زمانۂ حال کی انگریزی لڑائیوں میں ایک تاریخی افتخار حاصل کرچکے هیں - وه تاج انگلستان کے لیے هندوستان کے اندر اور هندوستان سے باهر (مثلاً سرحد افغانستان ' تبت ' چین سمالی لینڈ) میں لڑچکے هیں اور بارها اپنا خون بهاچکے هیں - ان لوگوں میں شاید هي کوئی شخص ایسا هوگا جسکو یه دعوا نه هوگا که اسکے قریب اور محبوب رشته داروں میں سے کوئی نه کوئی سر فروش اس سلطنت کے لیے اپنا خون بہا چکا هے ' جسکے تاج سلطنت کا سب سے زیاده قیمتی نگینه هندوستان هے - بهر حال اس بحث کو چهوڑ دو که سکهوں کے حقوق ایک وفادار برطانی سپاهی هونے کی حیثیت سے خاص نوعیت رکهتے هیں - عام قومي اور قانونی لحاظ سے دیکهو ' جب بهی یه ایک نہایت هي افسوسناک اور ناقابل تحمل منظر هے - هندوستان هی کے باشندے هیں جنهوں نے محنت و مزدوری کرکے ان نو آبادیوں کو یورپ کی دار الحکومتوں کا هم سر بنا دیا هے ' لیکن آج نہایت بے دردي کے ساتهه ان پر اسکا دروازه بند کیا جا رها هے - بظاهر ایسے پر فریب قواعد وضع ایسے گئے هیں جنسے معلوم هوتا هے که یه دروازه چند رکاوٹوں کے ساتهه اندک کهلا هے ' مگر فی الحقیقت وه پوري طرح بند کردیا گیا هے - مثلاً ایک طرف یه قاعده رکها هے که نو آباد هندوستانی کلمبیا میں ایک هی سمت پر نه آئے ' دوسری طرف حکم دیدیا گیا هے که اگر وه کسی جگهه جهاز بدلے تو اسکو آگے بڑهنے کی اجازت نه دي جاے - اسکا صاف مطلب یہي هوا که کوئی هندوستانی نه [illegible] جاے - یه قانون یہاں تک سخت کردیا گیا هے که نو آباد هندوستانیوں کی بی بیاں بهی اپنے شوهر کے پاس جانے سے روک دي گئی هیں - یه ایک ایسي کهلي وحشت هے جسے اسکی حالت پر چهوڑ دینا کوئی انسان گوارا نه کریگا !

جو هندوستانی بیشتر سے وهاں موجود هیں ' ان پر بهی نوکریوں کا دروازه بند کردیا گیا هے - ساتهه هي ایک طرف حکام نے هندوستانیوں کی بیبیوں کو ان

مظلوم هندوستانیوں [illegible] کا ایک منظر ! کنیڈا کے حکام صیغۂ مهاجرة نے نو آباد هندوستانیوں کو یہاں مقید کردیا هے !

حضرات چاهیں اس امر کو تحقیق فرمالیں که جو صاحب باهر سے بلائے هوے تشریف لاے تھے' ان میں سے کسي صاحب سے بھی هم لوگوں نے کچھه فرمایش کی تھی ؟ دهلی میں جو پانچسو کے قریب ٹکٹ تقسیم کیے گئے تھے' کیا ان کے بانٹنے هم لوگوں نے کسی آدمی کو کچھه سمجھانے کے لئے بھیجا تھا ؟ کیا مدرسه طبیه کے طلباء سے هماري کمیٹی کے کسی شخص نے کچھه فرمایش کی تھی ؟ بیشک کمیٹی کے سب ممبر ایک خیال کے تھے اور ان کے اکثر احباب ان کے هم خیال تھے اخبارات میں کافی مضامین نکل چکے تھے - دهلی کے بہت سے پڑھے لکھے حضرات ان مضامین کو پڑھ پڑھکر اپنی اپنی رائیں قائم کرچکے تھے - ایسي حالت میں اکثر اصحاب کا اصلاح ندوه پر اتفاق تھا - جس کی ضرورت کو ندوه کے انصاف پسند حضرات نے خود بھی تسلیم کرلیا تھا اور ۱۰ - مئی کے جلسه میں اس کا باقاعده اعلان بھی هوچکا تھا - ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھکر دهلی کے جلسه کی عام راے کے متعلق صرف یہی صحیح قیاس هوسکتا هے که وه اصلاح ندوه کے موید تھے اور کسی سے سبق لینے کے محتاج نه تھے -

(و) یه تو بار بار لکھا جاتا هے که جلسه میں مدرسه طبیه کے طلبه موجود تھے' لیکن کسی منصف مزاج نے یه نہیں لکھا که مدرسه امینیه کے اور بعض دیگر اسلامی مدارس کے طلبه بھی جلسه میں اچھی تعداد میں موجود تھے' جو بغیر ٹکٹ کے آگئے تھے' اور جنھیں جلسه میں شریک هونے سے کسی نے بھي نہیں روکا تھا - ایک طرف کسي طالب العلم کو داخل هونے سے منتظمین نہیں روکتے تھے- اور دوسري طرف وه یه دیکھه رهے تھے که حامیان ندوه میں سے بعض اصحاب ایک ایک ٹکٹ کو بار بار استعمال کررهے هیں' اور ان لوگوں کو داخل کر رهے هیں جنھیں وه کسی نه کسی خاص غرض سے داخل کرنا چاهتے تھے - کیا کوئی شخص کہه سکتا هے که منتظمین نے رواداري کے برتاؤ کے سوا کچھه بھی ان امور پر توجه کی -

(ز) یه بھی اعتراض کیا جاتا هے که رزولیوشن زبردستی پاس کرلیے گئے حالانکه اکثر حاضرین جلسه ان کے خلاف تھے - یه اعتراض اور اسی قسم کے بعض دوسرے اعتراضات حقیقت میں اس قابل هیں که ان کا کوئي جواب نه دیا جاے تو زیاده بہتر هے- اگر یه بات سمجھه میں آسکتی هے که جلسه خلاف هو اور کوئي رزولیوشن پاس کرلیا جاے' تو اعتراض بھی سمجھه میں آسکتا هے - واقعه یه هے که جب موافقت کے لیے هاتھه اٹھانے کو کہا گیا تو تقریباً سب نے هاتھه اٹھاے' لیکن جب مخالفت کے لیے هاتھه اٹھانے گئے تو [illegible] کے سوا کوئي ایسا هاتھه هوا میں [illegible] جلسه میں سیکڑوں آدمی تھے اور وه اس امر کی [illegible] دے سکتے هیں - ان سے دریافت کرلیا جاے [illegible] هوگا -

([illegible] جلسه)

میں مختصر طور پر جلسه کے حالات [illegible] کے بعد اس جلسه کے نتائج پر بحث [illegible] جس کا وعده میں نے اپنے اس مضمون کے ابتدائی حصه میں کیا تھا -

میں اس جلسه کا [illegible] کی [illegible] سے جو انصاف پسند هیں [illegible] کی طرف قدم بڑھایا هے [illegible] ابھی حد [illegible] اعلام کیا [illegible] ۱۴ جون [illegible] انھوں نے اپنی انتظامی کمیٹی کے جلسه کو بلایا هے [illegible] جسب ذیل امور [illegible] هیں جن [illegible] اصلاح سے تعلق رکھتے هیں -

(۱) (الف) منظوري کارروائی جلسه هاے انتظامیه گذشته -

(ب) حساب [illegible] دار العلوم و ندوة العلماء پیش هوگا -

(۲) جن مدرسین کي نسبت مہتمم صاحب دارالعلوم نے اپني رپورٹ شائع شده میں لکھا هے که انہوں نے طلبه کي اسٹرائیک میں حصه لیا هے' ان کا معامله بعرض تصفیه پیش هوگا-

(۳) جن طلبه نے اسٹرائیک کي تھي انکي وه درخواستیں پیش هوں گي جن میں انہوں نے اپنے قصور کي معافی چاهي هے' میں نے (ناظم صاحب نے) تا تصفیه جلسه انتظامیه ان کو دارالعلوم اور دار الاقامة دونوں سے مستفیض هونیکا عارضي حکم دیا هے -

(۴) سالانه ندوة العلماء کے طلب کرنے کي جلد سے جلد ضرورت هے' لہذا اس کے لئے تاریخ اور مقام کا تعین کیا جائیگا -

(۵) مراسله ریاست بھوپال و رامپور مشعرالتواء امداد تعدادي ۵۰۰ روپیه سالانه بلا تعین مدت (پیش هوگا)

(٦) یه میر مفتي عبد الله صاحب اور قاضي تلمیذ حسین صاحب کي رخصت کے متعلق هے)

(۷) ماسٹر دین محمد صاحب کے متعلق هے)

(۸) (فقیهه اول کي جگه کے انتظام کے متعلق هے)

(۹) انتخاب ممبران مجلس هاے دار العلوم و مال و کونسل نظامت و فهرست انتخاب اراکین نامزد شده (جو منسلک هے)

(۱۰) تجویز متعلق نگراني بورڈنگ هاؤس -

(۱۱) معامله جلسه دهلي منعقده ۱۰ مئي سنه ۱۹۱۴ ومراسله مولوي ثناء الله صاحب پریسیڈنٹ جلسه دهلي بابت اطلاع تقرر کمیٹي براے اصلاح ندوه -

(۱۲) دیگر ضروري امور جو اس وقت تک هنگامي طور پیش آجائیں یا ضروري تحریرات -

اس ایجنڈا سے صاف معلوم هوتا هے که ارکان ندوه اپنے فرائض کے ادا کرنیکے کا اهتمام کر رهے هیں جو امید هے که پورے هوں گے - اگر وه پورے هوگئے تو جسقدر انھیں خوسی هوگي اسیقدر هندوستان کے ان تمام مسلمانوں کو بھی هوگی جو ندوه کے ساتھه دل چسپی رکھتے هیں -

اس کے علاوه ناظم صاحب ندوه نے اعلان کردیا هے که هم قواعد و ضوابط کو درست کرنا چاهتے هیں اور اس غرض کے لیے وه تمام مسلمانوں کو دعوت دے رهے هیں - پس ۱۰ - مئي کي منتخب شده کمیٹي بھي اپنے خیالات کو ان حضرات کي خدمت میں پیش کرے گي ' اور یہی اس کا فرض هے - ان تمام باتوں کا جو نتیجه هوگا ' امید هے که بہتر هوگا اور ۱۰ - مئي کے جلسه کي غرض کسي نه کسي طرح پوري هوجائیگي - کیونکه معزز ارکان ندوه میں چند حضرات خاص طور پر معامله فهمي میں ممتاز هیں - وه اچھي طرح جانتے هیں که هٹ اور ضد سے ندوه کو نقصان پہونچنے کا اندیشه هے ' اور صحیح مطالبات کو قبول کرنا ندوه کي فلاح اور بہبود کا باعث هوگا - دوسري صورت میں قوم کے ایک حصه کي دل چسپي ندوه کے ساتھه ساقط هوجانیکا خوف هے - بس مجھے امید هے که خدا نے چاها تو تمام معاملات درست هوجائیں گے ' اور آخرکار سب ملکر ندوه کے ایسے هي خادم بن جائیں گے - جیسے کے پہلے تھے' اور رافعات کو متفق هوکر بالکل بھلا دیں گے -

بہت سے ایسے اعتراضات میں نے چھوڑ دیے هیں جو گو صحیح نہیں مگر میں انھیں مہتم بالشان نہیں سمجھتا هوں - نیز میں نے ایسے واقعات بھي ترک کردیے جن کا اس وقت ذکر کرنا مصلحت کے خلاف هے اور جو مزاحمین میں پھر ناگوار بحث کا باعث هوجائیں گے - اگر معاندانه اشخاص ایسی بحثوں کو چھیڑیں گے تو میں واقعات کو ظاهر کرنے کے لئے حسب ضرورت مجبور هونگا -

محمد اجمل

میرے خیال میں جو خریدار اس وقت هیں انهی کو بذریعه الهـــلال اطلاع دیکر قیمت ڈیوڑھی یا دوگنی کردینے کی خبر دینی چاهیے - میں امید رکھتا هوں که جتنے خریدار اس وقت الهـــلال کے موجود هیں وہ انشاء الله تعالی بڑی خوشی اور رضا و رغبت کے ساتھه اضافه کو منظور کرکے قیمت ادا کرینگے -

میری عرض کرنے کی کچھه ضرورت نه تهی ' جن جن اشخاص نے الهـــلال دیکھا هوگا وہ جانتے هونگے ' اور آپ بهی اچهی طرح واقف هیں - بے شک دعوۃ دینی اپنی پہلی منزل سے گذر چکی هے مگر اسکا قیام و استحکام صرف اسی صورت میں ممکن هے که تعلیمات برابر جاری رهیں اور ترغیب و تحریص کا سلسله نه ٹوٹے - خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے الهـــلال کو قائم و بر قرار رکھے اور اوسکے دلی ارادوں کو کامیاب فرماوے -

محمد زمان ' معرفت محمد ابراهیم ' ٹھیکه دار
از کلو - ایس - ایس - برما

افسوس مسئله الهـــلال پر خریداران الهـــلال نے پوری توجه نه کی ' اگر ایک ایک خریدار بناتے تب بهی مسئله الهلال کی بابت آپ کو نمبر ۱۹ و نمبر ۲۰ میں درج کرنا نه پڑتا - خدا تعالی اس چراغ کو قائم رکھیگا - میرے نام الهـــلال کی قیمت بجاے آٹھه روپیه کے بارہ روپیه درج کی جاوے - دوسرا پرچه زیادتی چنده کا وی - پی - روانه فرمایں ایک خریدار پہلے دیچکا هوں - دوسرے کا پته درج ذیل هے -

فصل الهی از کلو - ایس - ایس - برما

الهـــلال کی نسبت میری راے یه هے که یه پرچه ملک کیواسطے رحمت الهی هے ' اسکی کسیطرح کی کمزوری ملک کے واسطے سب سے بڑی مصیبت هوگی ' لهذا اگر آپ اسکی قیمت میں اضافه کردیں تو میں نہایت خوش هونگا تا که مالی کمزوری باقی نه رهے - دو خریدار جدید پیش کرتا هوں -

محمد یونس بقی عنه - از ملیح آباد - لکھنؤ

روزانه الهـــلال

چونکه ابهی شائع نہیں هوا هے ' اسلیے بذریعه هفته وار مشتهر کیا جاتا هے که امبرائیڈری یعنی سوزنی کام کے کل دو پلنگ پوش ' میز پوش ' خوان پوش ' پردے ' کامدار چوغے ' کرتے ' علی پارچات ' شال ' الوان ' چادریں ' لوئیاں ' نقاشی مینا کاری کا سامان ' مشک ' زعفران ' سلاجیت ' ممیرہ - جدوار ' زیرہ ' گل بنفشه وغیرہ وغیرہ هم سے طلب کریں - فهرست مفت ارسال کی جاتی هے - (دی کشمیر کواپریٹیو سوسائٹی - سری نگر - کشمیر

دیـــوان وحشـــت

(یعنی مجموعۂ کلام اردو و فارسی جناب مولوی رضا علی صاحب - وحشت)

یه دیوان فصاحت و بلاغت کی کان هے ' جسمیں قدیم و جدید شاعری کی بہترین مثالیں موجود هیں ' جسکی زبان کی نسبت شاهدِ عصر متفق هیں که دهلی اور لکھنؤ کی زبان کا عمده نمونه هے ' اور جو قریب قریب کل اصناف سخن پر محتوی هے - اسکا شائع هونا شعر و شاعری بلکه یوں کہنا چاهیے که اردو ادب کی دنیا میں ایک اهم واقعه خیال کیا گیا هے - حسن معانی کے ساتھه ساتھه سلاست بیان ' چستی بندش اور پسندیدگی الفاظ نے ایک طلسم شگرف باندها هے که جسکو دیکھکر بے ساخته صدائے سخن سے بے اختیار تحسین و آفرین کی صدا بلند کی هے

مولانا حالی فرماتے هیں ...... "آئنده کیا عجب که دونوں زبانوں میں ایسے دلکش دیوان کے شائع هونے کی بہت هی کم امید هے ...... آپ قدماء اهل کمال کی یادگار اور ان کا نام زنده کرنے والے هیں -" قیمت ایک روپیه -

المشتهر

عبد الرحمن ' اثر - نمبر ۱۶ - کڑاله روڈ - ڈاکخانه بالیگنج - کلکته

تاریخ حیات اسلامیہ

مسئلـــہ قیـــام الهـــلال

الهلال نمبر ۱۲ کا مضمون بعنوان " مسئلہ قیام الهلال کا آخري فیصلہ " پڑھکر ایسا صدمہ هوا کہ اسکا اظہار احاطۂ تحریر سے باهر ہے - نہیں معلوم کونسا جادو اس مضمون میں تھا کہ پڑھتے هی دل هاتھہ سے جاتا رها اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا - مولانا ! سچ سچ عرض کررها هوں کہ اول تا آخر ایک ایک لفظ مکرر سہ کرر پڑھا ' اور غور کرتا رها اور کرتا هوں کہ نہ معلوم هم عاجزوں کیلیے کونسا انقلاب اور کیا حشر هونے والا ہے ؟

جناب نے فرمایا ہے کہ " الهـلال نے خدا سے مہلت مانگي تھي کہ اپنے سامنے اپنے بعض مقاصد کو دیکھہ لے " اور " اب دیکھتا هوں کہ الهلال اپنا پہلا کام پورا کرچکا ہے اور اپنے بعض مقاصد اپنے سامنے دیکھہ رہا ہے " لیکن مولانا ! خود اپنے هي ضمیر سے فیصلہ طلب کیجیے کہ کیا " بعض مقاصد " هي کے پورا کردینے سے کام انجام پاسکتا ہے ؟ اگر نہیں تو پھر کیا هم گم گشتگان ضلالت کو نیم بسمل چھوڑنے هي کے لیے الهلال جاري کیا گیا تھا ؟ اگر ایسا تھا (خدا نہ کرے کہ ایسا هو) تو بہتر تھا کہ اس کام کا بیڑا هي نہ اٹھایا جاتا - نہ کہاں کا انصاف اور قانون ہے کہ ادھورا چھوڑ کر اعراض کیا جاے -

---

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۹ کا)

[illegible] ممانعت کردي ' دوسري طرف یہ رپورٹ عام طرحسے پھیلادي گئي کہ هندو (هندوستانیوں کو کنیڈا میں هندو کہا جاتا ہے خواہ وہ مسلمان هي کیوں نہ هوں - جس طرح عرب هر باشندہ هند کو هندو [illegible]) بالطبع [illegible] هیں - اور انکي اخلاقي و معاشرتي حالت کسی متمدن [illegible] نہیں هو سکتي !

[illegible] جماعت جو کنیڈا [illegible] جہاز پر روانہ [illegible] ہے ' [illegible] ہے کہ کنیڈا کي گورنمنٹ [illegible] هندوستانی [illegible] کو روک رهي ہے ؟

[illegible] جو هندوستان سے روانہ هوا ہے [illegible] کوئی کاریگر نہیں ' [illegible] - [illegible] معمولی ملازم نہیں [illegible] نہیں کہا جاسکتا کہ هندوستان [illegible] جاتے هیں -

اس [illegible] کے بعد همیں [illegible] ہے [illegible] جو اسقدر سختي کي جاتی ہے ' [illegible] بھي دخل ہے - [illegible] جنگلوں اور جاپانیوں سے بگڑے هوے [illegible] انکے ساتھہ بھي چینیوں اور جاپانیوں کي طرح سلوک کیا گیا [illegible] اس بات کا خیال کیا نہیں کیا گیا کہ هندوستانی برطانوي رعایا هیں -

سلطنت کے نقطہ خیال سے هر خیر خواہ برطانیہ اس واقعہ کو افسوس کي نظروں سے دیکھیگا - اگر کنیڈا نے یہ اشتعال انگیز طریقہ قائم رکھا تو بہت ممکن ہے کہ هندوستان میں سخت بے چیني اور اضطراب پھیل جاے " (نہال سنگھ)

میں نہایت عاجزي سے گذارش کرتا هوں کہ " مسئلۂ قیام الهلال کے آخري فیصلہ " کا فیصلہ جلدي سنا دیجیے تاکہ انتشار و تردد رفع هو جواب نہایت شاق گذر رہا ہے - اگر فیصلہ موافق هوا تو فبہا ' اور اگر نفي میں هوا تو پھر بہ تعمیل آپکے اس بقول کے کہ " ایک قطعی فیصلہ کرنے میں میرے ساتھہ هو جائیں " یہ احقر بھي آپکا ساتھہ دینے سے گریز نہیں کریگا - انشاء اللہ تعالی - الحمد للہ میں بھي پہلي منزل پوري کرچکا هوں اور میرے سامنے بھي دوسري منزلیں کھول دي گئي هیں - میں بھي انکے طے کرنے کے لیے کمر بستہ هوجاؤنگا - ناظرین الهلال بھي اپنی پہلي منزلیں ختم کرچکے هونگے اور دوسري کے طے کرنے کیلیے تیار هونگے ' اگر وہ خدا نخواستہ اپني آیندہ منزلیں طے کرنے کے لیے تیار نہیں هیں تو انا للہ و انا الیہ راجعون -

آخر میں ناظرین الهـلال سے درخواست ہے کہ ۱۲ روپیہ سالانہ قیمت دینے پر تیار هوجائیں - اگر وہ رضامند نہیں هیں تو ایک پیسہ کا کارڈ ڈالکر خریداري سے سبکدوش هوجائیں - اگر کوئي ایسا خط وصول نہ هو تو ۱۲ - روپیہ پر رضامند سمجھہ لیا جاے اور آیندہ ۱۲ روپیہ سالانہ قیمت مقرر کردي جاے -

تین خریداروں کي فہرست منسلک عریضہ هذا ہے -

احمد علي خریدار نمبر ۳۸۶۲ - از بھٹنڈا -

آپکے اخبار کے مضامین نے جو اثر میرے دل پر کیا ہے اسکا حال مجھے هي معلوم ہے - آپکا اخبار بے علموں کیلیے ایک ایسا مقدس دربعہ علم ہے ' جس سے بہت دین اسلام کی حقیقي اور روحاني معلومات حاصل هوتي هیں - خداوند کریم آپکو جزاے خیر دے - ایسے اخبار کیلیے قیام و عدم قیام کا سوال پیدا هونا هم مسلمانوں کیلیے حیف ہے - میرا تو یہ خیال ہے کہ هر مسلم کے هاتھہ میں یہ پرچہ هونا چاهیے - فی الحال تین اصحاب کے نام اخبار روانہ کیجیے آیندہ بھي انشاء اللہ کوشش کرونگا - وما توفیقي الا باللہ -

براے خدا الهلال کے بند کرنیکا هرگز ارادہ بلکہ وهم بھي نہ فرمائیں اللہ مددگار ہے فقط والسلام -

عزیز الدین - خریدار نمبر ۳۹۹۳ از لاهور

آج اتفاق سے ایک بزرگ سے الهلال کا پرچہ نمبر ۲۰ اور ۱۹ جو ایک ساتھہ شائع هوا ہے ' چند مدت کے لیے دیکھنے کو ملگیا - الهلال کي توسیع اشاعت کیلیے اهل دل حضرات جان و دل سے کوشاں هیں - خاکسار ایک غریب طالب العلم ہے ' عربي پڑھتا ہے ' اتني اوقات نہیں جو آٹھہ روپیہ گھر سے دیکر الهلال کا خریدار بن جاؤں - کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میرے اس عریضہ کو اپنے پرچہ کے کسي گوشہ میں جگہہ دیدیں ؟ بہت ممکن ہے کہ میري عرضي سرف قبولیت کو پہونچ جاے ' اور کوئی صاحب دل حضرت ایک سال کے لیے الهلال میرے نام آپکو قیمت بھیجکر جاري کرادیں -

خاکسار سید محمد منصور احمد

مقام اورین - ڈاکخانہ کجرہ - ضلع مونگیر

الهـــلال :

ادارۂ الهلال کا آغاز اشاعت سے یہ طریقہ رہا ہے کہ توسیع اشاعت اور اعانت طلبا وغیرہ کي غرض سے بھي کسي پر بار ڈالنا پسند نہیں کیا گیا اور پہلے سال پانچ سو پرچے طلبا کو نصف قیمت پر ' اور سو کے قریب مفت ' اور اسي طرح دوسرے سال چھہ روپیہ قیمت پر کئي سو پرچے جاري کردیے -

یہ پہلي درخواست ہے جسکا جواب ادارۂ الهلال نے خود نہیں دیا بلکہ قارئین کرام کے آگے بغرض جواب پیش کیا ہے -

حکمت بالغـة ! حکمت بالغة !

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چریا کوتي نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ھے - مولوي صاحب کا مقصود یہ ھے کہ قرآن مجید کے کلام الہي ھونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیے گئے ھیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جاے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغـہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ھو چکي ھے -

پہلی جلد کے چار حصے ھیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ھے جو الاتقان فی علوم القرآن علامہ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ھے - دوسرے حصہ میں نزول قرآن کی بحث ھے ' اس میں ثابت کیا گیا ھے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ھوا تھا وہ بعینہ اسی مصحف کا جو ھمارے پاس ھے موجود ھے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' ... مسئلہ ... الہامي ، کا مسئلہ ھے - تیسرے حصہ میں قرآن کے معنی و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ھیں - جن میں ... سے علمی مضامین پر معرکۃ الارا بحثیں ھیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ھوتی ھے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ھیں ' جو پوری ھو چکی ھیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ھیں ' اور فلسفۂ جدید جو نئے اعتراضات قرآن مجید پر اسلام پر کرتا ھے ان پر تفصیلي بحث کی گئی ھے -

دوسري جلد - ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ھے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ھے - آنحضرت صلعم کی نبوت پر بحث کرتے ھوے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ھے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ھے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوري ھوئي ھیں ' اور اب تک پوري ھوتي جاتي ھیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ھے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ھو چکي ھیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوری طور سے ثابت ھوتي ھے -

تیسري جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ھے کہ آنحضرت صلعم امي تھے' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہي ھونے کی یوقتاي دلیلیں لکھی ھیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ھر طرف سے مذھب اسلام پر نکتہ چیني ھو رھي ھے ' ایک عمدہ ھادي اور رھبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ھے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ھوا ھے - تعداد صفحات ھر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائي چھپائي و کاغذ عمدہ ھے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمـــیٰ ! نعمت عظمـــیٰ !

امام عبد الوھاب شعراني کا نام نامي ھمیشہ اسلامي دنیا میں مشہور رھا ھے - آپ دسویں صدي ھجری کے مشہور ولي ھیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایسک مشہور تذکرہ آپ کي تصنیف ھے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ھیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ھو' اور عادت و اخلاق درست ھوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رھے - یہ لا جواب کتاب عربي زبان میں تھي - ھمارے محترم دوست مولوي سید عبدالغني صاحب وارثي نے جو اعلی درجہ کے ادیب ھیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکھتے ھیں اس کتـاب کا ترجمہ نعمت عظمیٰ کے نام سے کیا ھے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتي اضافہ ھوا ھے - تعداد صفحات ھر دو جلد (۷۲۹) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاھیــــر الاسلام ! مشاھیــــر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوي عبد الغفور خان صاحب رامپوري' جس میں پہلی صدي ھجري کے اواسط ایام سے ساتویں صدي ھجري کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مؤرخین محدثین زھاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنین وغیرہ ھر قسم کے اکابر و اھال ... مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیودي سیلن) کے

" اھل اسلام کي تاریخ معاشرتي و علمي کي واقفیت کے واسطے اھل علم ھمیشہ سے بہت ھي قدر کي نگاھوں " سے دیکھتے آئے ھیں "

یہ کتاب اصل عربي سے ترجمہ کي گئي ھے' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزي ترجمہ کو بھي پیش نظر رکھا ھے' جسے موسیودي سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیـہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دیني کے متعلق کثیر التعداد حواشي اضافہ کئے ھیں - اس تقریب سے اس میں کئي ھزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھي شامل ھوگیا ھے - علاوہ برین فاضل مترجم نے انگریزي مترجم موسیودي سیلن کے وہ قیمتي نوٹ بھي اُردو ترجمہ میں ضم کرتے ھیں جن کي وجہ سے کتاب اصل عربي سے بھي زیادہ مفید ھوگئي ھے - موسیودي سیلن نے اپنے انگریزي ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ھیں مشاھیر الاسلام کی پہلی جلد کي ابتدا میں ان کا اُردو ترجمہ بھي شامل کر دیا گیا ھے - اس کتاب کي دو جلدیں نہایت اھتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوائي گئي ھیں' باقي زیر طبع ھیں - قیمت ھر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنی حسان الہند مولانا میر غلام علي آزاد بلگرامي کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

(۵) قسر اللغات - یعنی عربي و فارسی کے کئي ھزار متداول الفاظ کی لغت بزبان اردو صفحات (۱۲۴۹) قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(۶) فعان ایران - یعنی اردو ترجمہ کتاب اسٹرینگلنگ آف پرشیا - مصنفۂ مسٹر مارگن شوسٹر سابق وزیر خزانـہ دولت ایران صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ تصاویر عکسي قسم اعلی - جلد نہایت خوبصورت اور عمدہ ھے قیمت صرف ۵ روپیہ -

(۷) داستان ترکتازان ھند - کل سلاطین دھلي اور ھندوستان کي ایک جامع اور مفصل تاریخ ۵ جلد کامل صفحات (۲۶۵۶) کاغذ و چھپائي نہایت اعلی قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ

(۹) الفاروق - علامہ شبلي کي مشہور کتاب قیمت ۳ روپیہ -

(۱۰) آثار الصنادید - سرسید کي مشہور تاریخ دھلي کانپور کا مشہور اڈیشن با تصویر قیمت ۳ روپیہ -

(۱۱) قواعد العروض - مولانا غـلام حسین قدر بلگرامی کي مشہور کتاب علم عروض کے متعلق عربی و فارسي میں بھي کوئي ایسي جامع کتاب موجود نہیں - نہایت خوشخط کاغذ اعلی صفحات ۴۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(۱۲) جنگل میں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف روڈیارڈ کپلنگ کي کتاب کا اُردو ترجمہ از مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے - قیمت سابق ۴ روپیہ - قیمت حال ۲ روپیہ -

(۱۳) علم اصول قانون - مصنفۂ سر ڈبلیو - ایچ - ریٹگن - ایل - ایل - ڈي کا اُردو ترجمہ جو نظام الدین حسن خان صاحب بي - اے - بي - ایل - سابق جج ھائیکورٹ حیدر آباد اور مولوي ظفر علي خانصاحب بي - اے کي نظر ثاني کے بعد شائع ھوا ھے - مترجمہ مسٹر مانک شاہ دین شاہ شاھي جج دولت آصفیہ - آخر میں اصطلاحات کا فرھنگ انگریزي و اُردو شامل ھے کل تعداد صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

(۱۴) میڈیکل جیورس پروڈنس - حضرت مولانا سید علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب یہ کتاب وکیلوں - بیرسٹروں اور عہدہ داران پولیس و عدالت کے لئے نہایت مفید و کارآمد ھے - تعداد صفحات ۳۸۰ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۵) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم بزبان اُردو - مسئلہ جہاد کے متعلق ایک عالمانہ اور نہایت مفصل کتاب صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

(۱۶) شرح دیوان اُردو غالب - تصنیف مولوي علی حیدر طبا طبائي - یہ شرح نہایت قیمتي معلومات کا ذخیرہ ھے - غالب کے کلام کو عمدہ طریقـہ سے حل کیا گیا ھے صفحات ۳۴۸ مطبوعـہ حیدر آباد قیمت ۲ روپیہ -

(۱۷) تیسیر البـاري - یعنی اُردو ترجمہ صحیح بخاري بین السطور حامل المتن صفحات تقریباً (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکايتوں سے پريشان هيں تو اسکي دو گولياں رات کو سوتے وقت نگل جائيے صبح کو دست خلاصه هوگا ' اور کام کاج کهانے پينے نہانے ميں هرج اور نقصان نه هوگا کهانے ميں بدمزه بهي نهيں هے -

قيمت سوله گوليوں کی ايک ڈبيه ۵ آنه محصول ڈاک ايک ڈبيه سے چار ڈبيه تک ۵ آنه

يه
دو دوائيں
هميشه
اپنے
پاس
رکهيں

درد سر رياح کی دوا

جب کبهي آپکو درد سرکي تکليف هو يا رياح کے درد ميں چهٹ پٹاتے هوں تو اسکے ايک ٹکيه نگلنے هي سے پل ميں آپکے پهاڑ ايسے درد کو پاني کرديگي -

قيمت باره ٹکيونکي ايک شيشي ۶ آنه محصول ڈاک ايک سے پانچ شيشي تک ۵ آنه -

نوٹ — يه دونوں دوائياں ايک ساتهه منگانے سے خرچ ايک هي کا پريگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا
موہنی کسم تیل
سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تيل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اسکے ليے بهت سے قسم کے تيل اور چکني اشيا موجود هيں اور جب تهذيب و شايستگي ابتدائی حالت ميں تهي تو تيل - چربي - مسکه - گهی اور چکني اشيا کا استعمال ضرورت کے ليے کافي سمجها جاتا تها مگر تهذيب کی ترقي نے جب سب چيزوں کي کانٹ چهانٹ کي تو تيلوں کو پهولوں يا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنايا گيا اور ايک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - ليکن سائينس کي ترقي نے آج کل کے زمانه ميں محض نمود اور نمايش کو نکما ثابت کرديا هے اور عالم متمدن نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جوياں هے بنابريں هم نے سالها سال کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے ديسي و ولايتي تيلوں جانچکر " موهني کسم تيل " تيار کيا هے اسميں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لي هے بلکه موجوده سائنٹيفک تحقيقات سے بهي جسکے بغير آج مهذب دنيا کا کوئي کام چل نهيں سکتا - يه تيل خالص نباتاتي تيل پر تيار کيا گيا هے اور اپني نفاست اور خوشبو کے دير پا هونے ميں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب گهنے اگتے هيں - جڑيں مضبوط هوجاتي هيں اور قبل از وقت بال سفيد نهيں هوتے درد سر' نزله ' چکر' اور دماغي کمزوريوں کے ليے از بس مفيد هے اسکي خوشبو نهايت خوشگوار و دل آويز هوتي هے نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے قيمت في شيشي ۱۰ آنه علاوه محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

هندوستان ميں نه معلوم کتنے آدمي بخار ميں مرجايا کرتے هيں' اسکا بڑا سبب يه بهي هے که ان مقامات ميں نه تو دوا خانے هيں اور نه ڈاکٹر' اور نه کوئي حکيم' اور مفيد پٹنٹ دوا ارزاں قيمت پر گهر بيٹهے بلا طبي مشوره کے ميسر آسکتي هے - همنے خلق الله کي ضروريات کا خيال کرکے اس عرق کو سالها سال کي کوشش اور صرف کثير کے بعد ايجاد کيا هے' اور فروخت کرنے کے قبل بذريعه اشتهارات عام طور پر هزارها شيشياں مفت تقسيم کردي هيں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانيں اسکي بدولت بچي هيں اور هم

دعوے کے ساتهه کهه سکتے هيں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار يعني پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهرکر آنے والا بخار - اور وه بخار' جسميں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو' يا وه بخار' جسميں متلي اور قے بهي آتي هو - سردي سے هو يا گرمي سے - جنگلي بخار هو - يا بخار ميں درد سر بهي هو - کالا بخار - يا آسامي هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه گلٹياں بهي هوگئي هوں - اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے' اگر شفا پانے کے بعد بهي استعمال کيجاے تو بهوک بڑه جاتي هے' اور تمام اعضا ميں خون صالح پيدا هونے کي وجه سے ايک قسم کا جوش اور بدن ميں چستي و چالاکي آجاتي هے' نيز اسکي سابق تندرستي ازسرنو آجاتي هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پير ٹوٹتے هوں' بدن ميں سستي اور طبيعت ميں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دير سے هضم هوتا هو - تو يه تمام شکايتيں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هوجاتي هيں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هيں -

قيمت بڑي بوتل - ايک روپيه - چار آنه
" چهوٹي بوتل باره آنه

پرچه ترکيب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے
تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي هے

المشتهــــر وَنهرو بهرا ئٹر
ايم - ايس - عبد الغني کيمسٹ ۲۲ و ۷۳
کولو ٹوله اسٹريٹ - کلکته

[6]

S. C. MITRA & Co

بہترین طلائی اور عمدہ تیاری

ہندوستان کا بے نظیر

کارخانہ

ہاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک بنانے والے

کارخانے کی خصوصیات

(۱) وقت مقررہ پر ہر چیز کو تیار کرنا (۲) کم قیمت

ہر قسم اور ہر طرح کی خواہش کی پوری طرح تعمیل کرنا۔

المشتہر ایس سی مترا اینڈ کو نمبر ۱۲ نارکل بگان لین کلکتہ

12, NARIKEL BAGAN LANE.

CALCUTTA.

جہان اسلام

جہان اسلام کے پرچے
دفتر الہلال سے ۳ آنہ کا
ٹکٹ بھیجکر منگوائیں -

منیجر

الہلال کي ششماهی مجلدات قیمت میں تخفیف

الہلال کي شش ماهي مجلدیں مرتب و مجلد هونے کے بعد آٹھ روپیہ میں فروخت هوتي تهیں لیکن اب اس خیال سے کہ نفع عام هو' اسکي قیمت صرف پانچ روپیہ کردي گئي ہے -

الہلال کي دوسري اور تیسري جلد مکمل موجود ہے - جلد نہایت خوبصورت ولایتي کپڑے کي - پشتہ پر سنہري حرفوں میں الہلال منقش - پانچ سو صفحوں سے زیادہ کي ایک ضخیم کتاب جسمیں سو سے زیادہ هاف ٹون تصویریں بھي هیں - کاغذ اور چھپائي کي خوبی محتاج بیان نہیں اور مطالب کے متعلق ملک کا عام فیصلہ بس کرتا ہے - ان سب خوبیوں پر پانچ روپیہ کچھہ ایسي زیادہ قیمت نہیں ہے - بہت کم جلدیں باقي رهگئي هیں -

(منیجر)

شہبال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبي - سیاسي - علمی اور سائنٹفک مضامین سے پر ہے - گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر هوتے هیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائي اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکونکے انقلاب کا زندہ تصویر دیکھنا منظور هو تو شہبال ضرور منگائیے - ملنے کا پتہ :

پوسٹ آفس فوخ بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳
استامبول - Constantinople

ایک سنیاسی مہاتما کے دو نادر عطیئہ

حبوب مقوي — جن اشخاص کي قوی زائل هوگئے هوں وہ اس دوائي کا استعمال کریں - اس سے ضعف خواہ اعصابي هو یا دماغي یا کسي اور وجہ سے بالکل نیست نابود هو جاتا ہے - دماغ میں سرور ونشاط پیدا کرتي ہے - تمام دلي دماغي اور اعصابي کمزوریوں کو زائل کر کے انساني ڈھانچہ میں معجز نما تغیر پیدا کرتی ہے قیمت ۵۰ گولي صرف پانچ روپیہ -

منجن دندان — دانتوں کو موتیوں کیطرح آبدار بناتا ہے - امراض دندان کا قلع قمع کرتا ہے - هلتے دانتوں کو مضبوط کرتا ہے - دانت نکلتے وقت بچے کے مسوڑھوں پر ملا جاوے تو بچہ دانت نہایت آساني سے نکالتا ہے - منہہ کو معطر کرتا ہے - قیمت ایک ڈبیہ صرف ۸ آنہ -

تریاق طحال — تپ تلي کیلیے اس سے بہتر شاید هی کوئي دوائي هوگي - تپ تلي کو بیخ و بن سے نابود کر کے بتدریج جگر اور قوی کي اصلاح کرتا ہے - قیمت في شیشي ۱ روپیہ ۴ آنہ -

ملنے کا پتہ - جي - ایم - قادري اینڈ کو - شفاخانہ حمیدیہ منڈیالہ ضلع گجرات پنجاب

جہان اسلام

یہ ایک ہفتہ وار رسالہ عربي ترکی اور اردو - تین زبانوںمیں استنبول سے شایع هوتا ہے - مذهبي سیاسي اور ادبي معاملات پر بحث کرتا ہے - چندہ سالانہ ۸ روپیہ هندوستاني اور ترکوں سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنیکے لیے ایک ایسے اخبار کي سخت ضرورت ہے اور اگر اسکے توسیع اشاعت میں کوشش کي گئي تو ممکن ہے کہ یہ اخبار اس کمي کو پورا کرے -

ملنے کا پتہ ادارۃ الجریدہ فی المطبعۃ العثمانیہ چنبرلي طاش
نمبرو صندوق البوستہ ۱۷۳ - استامبول
Constantinople

اڈیٹر الہلال کي راے

(نقل از الہلال نمبر ۱۸ جلد ۴ صفحہ ۱۵ [۳۶۱]

میں همیشہ کلکتہ کے یوروپین فرم جیمس مرے کے یہاں سے عینک لیتا هوں - اس مرتبہ مجھے ضرورت هوئي تو میسرز - ایم ان - احمد - اینڈ سنز [نمبر ۱/۱۵ ریپن اسٹریٹ کلکتہ] سے فرمایش کي - چنانچہ دو مختلف قسم کي عینکیں بنا کر انہوں نے دي هیں ' اور میں اعتراف کرتا هوں کہ وہ هر طرح بہتر اور عمدہ هیں اور یوروپین کارخانوں سے مستغني کردیتي ہے - مزید بر آں مقابلۃ قیمت میں بھي ارزاں هیں ' کام بھي جلد اور وعدہ کے مطابق هوتا ہے -

[ابو الکلام آزاد ۲ مئي سنہ ۱۹۱۴]

صرف اپني عمر اور دور و نزدیک کي بینائي کي کیفیت تحریر فرمانے پر همارے لائق و تجربہ کار ڈاکٹرونکي تجویز سے اصلي پتھر کی عینک بذریعہ وي - پي ارسال خدمت کي جائیگي - اسپر بھي اگر آپکے موافق نہ آئے تو بلا اجرت بدل دي جائیگي -

عینک نکل کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ سے ۵ روپیہ تک -
عینک رولڈ گولڈ کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۶ روپیہ سے ۱۲ روپیہ تک
عینک اسپشل رولڈ گولڈ کماني مثل اصلي سونے کے ' ناک چوڑي خوبصورت حلقہ اور شاخیں نہایت عمدہ اور دبیز مع اصلي پتھر کے قیمت ۱۵ روپیہ محصول وغیرہ ۶ آنہ -

ایم - ان - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑي - نمبر ۱/۱۵ ریپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلي - کلکتہ

هندوستاني دوا خانہ دهلي

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کي سرپرستی میں یوناني اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبي کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور هوچکا ہے - صدها دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بني هوئی هیں) حاذق الملک کے خانداني مجربات (جو صرف اسي کارخانہ سے مل سکتے هیں) عالي شان کار و بار ' صفائي ' ستھرا پن ' ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف هوگا کہ :

هندوستانی دوا خانہ تمام هندوستان میں ایک هی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت (خط کا پتہ)

منیجر هندوستانی دوا خانہ دهلي

AL-HILAL.
Proprietor & Chief Editor,
Abul Kalam Azad
14, McLeod Street.
CALCUTTA
Yearly Subscription Rs. 8
Half yearly 4-14

الہلال

مدیر مسئول و رئیس تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸
سالانہ — ۸ — روپیہ
ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۲ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۳۲ هجري — جلد ۵
Calcutta: Wednesday, July, 8. 1914.

شذرات

حادثۂ کرانچی

کرانچي کي بائسکوپ کمپني کے مقدمے کے متعلق پچھلے هفتے هم نے کچهه نہیں لکها - باوجودیکه همیں معلوم هوچکا تها که مجسٹریٹ نے مقدمه خارج کردیا هے -

اسکا سبب یه تها که تفصیل صحیح کے منتظر تهے اور اُن وجوه کو معلوم کرنا چاهتے تهے جنکي بنا پر مقدمه خارج کیا گیا هے -

جس تار میں مقدمے کے خارج کیے جانے کي خبر دي گئي تهي ' اسی میں میر محمد ایوب صاحب بیرسٹرایٹ لا کرانچي کا یه بیان بهي نقل کیا تها که "اس فلم کو (حضرة) پیغمبر اسلام (صلی الله علیه وسلم) سے کوئي تعلق نہیں" نیز ظاهر کیا تها که انهوں نے یه راے فلم کے دیکهنے کے بعد قائم کي هے -

مجسٹریٹ شہر نے خود جاکر اس فلم کو دیکها اور اسکے بعد مدعي سے کہا که مقدمه اُتها لے - اُس نے انکار کیا اور مقدمه خارج کردیا گیا -

اس تار کے پڑهنے سے یه خیال پیدا هوتا تها که بہت ممکن هے ' اس معاملے میں عام مسلمانوں کو کچهه غلط فهمي هوگئي هو' اور انهوں نے عربي لباس میں تصویریں دیکهکر بجاے خود یه نتیجه نکال لیا هو که پیغمبر اسلام (صلی الله علیه وسلم) کو اس عالم میں دکهلایا گیا هے -

یه بهي بالکل سچ هے که مراکش ' مصر' سوڈان ' اور بلاد عرب کے بعض امرا و رؤساء کے متعلق فرانس میں صدها حکایتیں تصنیف کي گئي هیں اور ان میں مسلمانوں کي بدویت' خونریزي' ظلم و سفاکي' نفس پرستی ' اور حرم کي فرضي زندگي' کے مکروه واقعات دکهلائے گئے هیں - بعض حکایتوں میں آخري نتائج کسی قدر تحسین نما هوتے هیں - مثلاً ایسي حکایتیں جن میں انکي شجاعت ' دوست نوازي ' وفاے عهد ' اور مهمان پرستی کے مناظر بهي آتے هیں' تاهم چونکه مسلمانوں کے متعلق صدها غلط بیانیوں کا اعتقاد عام طور پر راسخ هوگیا هے - اسلیے ان میں بهي کثرت ازدواج ' شدت و افراط طلاق ' اور حرم کي مکروه و وحشیانه عیش پرستي کا تذکره ضرور هي آجاتا هے -

کئي سال هوے ' ایک باهر کي کمپنی بمبئی میں آئي تهی - میں نے اسکا چهپا هوا پروگرام دیکها تها جسکی سرخی "مولائی حفیظ کا انصاف" تهی - پڑهنے سے معلوم هوا که ایک مراکشي امیر اور ایک فرانسیسی جنرل کی بیوي کا قصه هے - مراکشي امیر مولائی حفیظ سلطان مراکش کے هاں اسے دیکهکر عاشق هوجاتا هے اور صحرائی بدؤں کی ایک جماعت بهیجکر گرفتار کرلیتا هے - فرانسیسی جنرل اپني حکومت سے طالب اعانت هوتا هے مگر وه کچهه نہیں کرسکتی' اور بڑي تلاش و جستجو کے بعد بهی مفقود الخبر عورت کا پته نہیں لگتا - آخر وه سلطان کے پاس جاتا هے اور اسکے تخت کا پایه پکڑکے روتا هے - سلطان متاثر هوکر وعده کرتا هے اور بادیه نشین قبائل کے ایک شیخ کو بلاتا هے - شیخ جاتا هے اور ایک پرانے کهنڈر کے غار نما تهه خانے سے عورت کو نکالکر رها کردیتا هے -

اسکے بعد مراکشي امیر گرفتار هوتا هے اور سلطان کے آگے مقدمه پیش کیا جاتا هے - وه حکم دیتا هے که ایک خونخوار شیر کے پنجرے میں زنده ڈالدیا جاے -

اس حکایت میں بظاهر تو یه معلوم هوتا هے که ایک مسلمان سلطان کے انصاف ' مساوات ' اور عدالت میں عدم امتیاز مسلم و مسیحي کا نمونه پیش کیا گیا هے - لیکن در حقیقت اس سے ایک طرف تو مسلمان امرا کي وحشت و نفس پرستي دکهلانا مقصود هے دوسري طرف انصاف کے پردے میں مولاے عبد الحفیظ کی خونخواري اور درندگي ' که مجرم کو زنده شیر کے آگے ڈالدیا !

میں اس فلم کو دیکهنے کیلیے گیا - میرے ساتهه ایک پارسي شخص تها - جب مراکشي امیر کے حرم کے وحشیانه مناظر آتے تو وه هنسنے لگا - میں نے کہا که واقعات میں جو جزئیات دکهلاے گئے هیں وه عقلاً مستبعد هیں' اور کوئي مسلمان ایسا نہیں کرسکتا - اُس نے کہا : " اس حکایت کا مصنف مسلمانوں کا دوست هے - ایک مسلمان بادشاه کا انصاف دکها رها هے - وه اس سے بہتر نہیں تراش سکتا" میں نے کہا که اگر تمہارا عقیده یه هے تو جس غرض سے حکایت لکهي گئي تهی وه حاصل هوگئي !

غرض اسمیں شک نہیں که اس بارے میں غلط فهمي بهي هوسکتي تهي' اور میر محمد ایوب صاحب کی شہادت اسکی توثیق میں بیان کی گئي تهي -

مگر دوسري طرف مسلمانوں کي درخواست تهی ' جسمیں نہایت وثوق کے ساتهه دعوا کیا گیا تها اور پروگرام کی نقل شامل کردي تهی - سینما میٹوگراف کا قاعده هے که هر منظر سے پہلے ایک صفحه ساده سامنے آتا هے جسپر اسکے متعلق مختصر حالات لکهے هوے هیں - صدها آدمي جو تماشا گاه میں برافروخته هوئے تهے' اُن میں کوئي نه کوئي تو ضرور انگریزي جانتا هوگا اور اُس نے پڑها هوگا که کیا لکها هے ؟

ایسي حالت میں یه مان لینا بهی مشکل تها که دعوا سرے سے ایک جاهلانه حماقت کا نتیجه هے اور اُسکي کوئي اصلیت نہیں -

SEWING MACHINES
BALLERS WINDERS
THE ADARSHA KNITTING Co
Importers Manufacturers
General Merchant & Commission Agent
CALCUTTA

نلو کا پلسہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ هندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رهیں اور ملک کي ترقی میں حصہ نہ لیں لهذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگي جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجي تیار هوگي جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنـي هر قسم کے کاتے هوے اون جو ضروري هوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم هوا - آپکے روانہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ هي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت هیں -

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودهري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کي چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي هوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماهواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي هوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا هوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم هوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھي کام کررهی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتی مشین منگا کر هر شخص کو مفید هونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا هوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

چند مستند اخبارات هند کی راے

—*—

بنگالی — موزہ جو کہ نمبر ۲۰ کالج اسٹریٹ کے کمپني نے بنائے هیں اور جو سودیشي میلہ میں نمایش کے واسطے بھیجے گئے نہایت عمدہ هیں اور بناوٹ بھی اچھي ہے - محنت بھی بہت کم ہے اور ولایتی چیزونسے سر مو فرق نہیں -

انڈین ڈیلي نیوز — ادرشہ نیٹنگ کمپنی کا موزہ نہایت عمدہ ہے -

حبل المتین — اس کمپني نے ثابت کردیا کہ ایک شخص اس مشین کے ذریعہ سے تین روپیہ روزانہ پیدا کرسکتا ہے -

اس کمپني کي پوري حالت آپکے سامنے موجود ہے اگر آپ ایسا موقعہ چھوڑ دیں تو اس سے بڑھکر افسوس اور کیا هوسکتا ہے -

برنچ سول کورٹ روڈ سنگالیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

عام طور پر ایسا باور کرنے کے وجوہ پائے جاتے ہیں یا نہیں ؟ تو اسکا فیصلہ کرانچی کے مسلمان ہی بہتر کرسکتے ہیں - باہر کے لوگوں کیلیے بہت مشکل ہے کہ وہ تمام وجوہ و دلائل کا اندازہ کرسکیں - لیکن اب جبکہ وہ خود انکار کرتا ہے اور بقول سندھ گزٹ کے " تعلیم یافتہ " مسلمانوں کی اعانت اسکے ساتھہ ہے' تو کم از کم یہ بتلانا اسکا فرض ہے کہ " دی پرافٹ " سے خود اس نے کیا سمجھا تھا ؟ اور کس نبی " کا قصہ دکھلا رہا تھا ؟ اگر وہ صحیح جواب نہیں دیسکتا تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ مقدمہ کس بنا پر خارج کردیا گیا ؟

کامزید ... ایک آرو تار چھپا ہے' اسمیں لکھا ہے کہ میر محمد ایوب صاحب اب مسلمانوں کے ساتھہ اعتراض میں شریک ہوگئے ہیں اور آیندہ اعتراضی جلسہ میں حصہ لینگے - یہ اگر سچ ہے تو اس معاملے میں انکی راے کا اضطراب و اختلاف بالکل نا قابل فہم ہے - سمجھہ میں نہیں آتا کہ جبکہ انکی شہادت مسٹر کرین فیلڈ کیلیے اسقدر مفید ہوئی ہے' تو ہم کس قسم کا فائدہ حاصل کریں ؟

موجودہ حالت یہ بیان کی گئی ہے کہ کلکٹر کرانچی نے فلم کی ضبطی کا وعدہ کیا ہے' گو قانوناً اسکے دکھانے کیلیے پیکچر پیلس کو پوری آزادی ملگئی ہے -

لیکن ہمارے خیال میں مسلمانان کرانچی کو صرف وعدوں ہی پر مطمئن نہ ہو جانا چاہیے' بلکہ کوشش کرنی چاہیے کہ ایک قطعی فیصلہ حاصل کریں - اگر انکی کوشش بے سود نکلی تو باہر کے مسلمان انکی اعانت کیلیے ہر وقت طیار ہیں -

---

بابو گنگا پرشاد ورما

آنریبل راے بہادر بابو گنگا پرشاد ورما کی وفات ہندوستان کی ان ضائعات عظیمہ میں سے ہے' جنکے ماتم میں ملک کے ہر فرد کو حصہ لینا چاہیے -

وہ ہندوستان کے اُن مخصوص افراد عالیہ میں سے تھے جنھوں نے اپنی زندگی کے ہر عمل کو سچی خدمت اور بے لوث ملک پرستی کا نمونہ بنایا تھا' اور جنکا وجود اس صداقت کی ایک زندہ شہادت تھی کہ سچائی کے ساتھہ کام کرنے والے کیونکر اپنے لیے راہ عمل و رفعت پیدا کرتے ہیں' اور کس طرح اُن مدارج کو استحقاق و اہلیت کے ساتھہ طے کرتے ہیں' جنھیں بغیر حق و فضیلت کے حاصل کرنے کیلیے نادان انسان مضطرب رہتا ہے ؟

انکی زندگی کی ابتدا ایک ایسے بے شان و حیثیت طالب العلم کی زندگی سے ہوتی ہے' جو میٹریکولیشن کے امتحان میں ناکام رہچکا تھا - اسکے بعد انھوں نے " ہندوستانی " نکالا' اور صوبجات متحدہ کے ایک اردو اخبار نویس کی زندگی سے پبلک میں آئے -

اس واقعہ پر پورے تیس سال گذر چکے ہیں - ایک قرن تک یہ بے حقیقت ابتدا مختلف راستوں سے اپنے شاندار انتہائی مقصود کی طرف بڑھتی رہی -

لیکن آج ہم " ہندوستانی " کے ایڈیٹر اور ایک میٹرک فیل ہندوستانی کی وفات پر ماتم نہیں کر رہے ہیں' بلکہ ہمارے سامنے تیس سال کی ایک شاندار عملی زندگی کے فقدان کا دلخراش ماتم ہے' جو اولو العزمیوں اور فضائل و محاسن سے معمور تھی - وہ اردو کے بہترین ملکی اخبار کے ایڈیٹر تھے - ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے سرگرم رکن تھے - ہندوستان کے ایک اہم ترین صوبے کے پولیٹکل اور تعلیمی رہنما تھے' جس نے تیس سال تک ملک کی مصیبتوں کو کم کرنے کے جد و جہد میں بڑے آدمیوں کی طرح حصہ لیا' اور اپنی قابلیت' دانشمندی' فہم و تدبر' اصابت راے' اعتدال فکر' عزم و ثبات' سچی خدمت' اور بے لوث محنت کا ایسا ذخیرہ فراہم کردیا' جو بجا طور پر ہندوستان کی جدید سیاسی و عملی زندگی کی ایک پر فخر سوانح عمری ہوسکتا ہے !

ملک کی ہر بہتر اور مفید تحریک کیلیے انھوں نے اپنی زندگی کو وقف کردیا تھا - وہ ایک ایسی زندگی رکھتے تھے' جو کسی وقت بھی محنت سے خالی نہ تھی -

پچیس تیس برس سے ہمارے ملک میں ملکی کاموں کی زندگی بسر کرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے اور اسمیں مقبولیت و مرجعیت اور جلب توجہ حکام و حکومت کی بعض ایسی کششیں ہیں' جنکی وجہ سے ہر شخص اس زندگی کے خواب دیکھنے لگتا ہے -

مگر بابو گنگا پرشاد ہندوستان کے ان مخصوص لوگوں میں سے تھے جنکا وجود اس خواب کی سچی تعبیر تھی' اور بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں جنکے لیے ملکی خدمت کا خواب' خواب پریشاں کی جگہ ایک رویاء صادقہ ثابت ہوا ہے !

اسمیں شک نہیں کہ انکا احسان صوبجات متحدہ پر اور علی الخصوص لکھنؤ پر سب سے زیادہ ہے' مگر فی الحقیقت وہ تمام ہندوستان کے خادم تھے' اور ہمیں چاہیے کہ انکی زندگی کی عزت کو صوبوں کی تقسیم سے بالا تر سمجھیں - بلا شبہ انھوں نے لکھنؤ کو اپنی بے نظیر دانشمندی اور محنت و جانفشانی سے بہت شاندار بنا دیا' لیکن وہ جو کچھہ لکھتے پڑھتے رہے' اسمیں تمام ہندوستان کے شاندار بننے کا بھی بیج موجود ہے' اور وہ اس سے کم نمایاں نہیں ہے جسقدر لکھنؤ میونسپلٹی کے کاموں میں نظر آتا ہے - وہ تیس سال تک ایک ایسے عمدہ اخبار کو مرتب کرتے رہے جسکی نسبت ہمیشہ ہمارا خیال یہ رہا کہ وہ اردو کا بہترین اخبار ہے - جسقدر صحیح سیاسی تعلیم اور خالص معلومات وہ اپنے پڑھنے والوں کیلیے فراہم کرتا رہا' شاید ہی کوئی اور اخبار ایسا کرسکا ہو - انکی وفات اردو پریس کیلیے خاصۃً ایک حادثۂ شدیدہ ہے -

ہندو مسلمانوں کے اتحاد سے متعلق انکے خیالات نہایت قیمتی تھے' اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے' ہم وثوق کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے کبھی بھی حملہ آورانہ قومیت کا وہ افسوس ناک رویہ اختیار نہیں کیا' جو بعض ہندو اور مسلمان لیڈر اختیار کرتے ہیں - وہ ہمیشہ پنجاب کے اُن ہندو اخبارات کو ناپسند کیا کرتے تھے جنکی پالیسی کی موجودگی متحدہ ہند کے تصور کے ساتھہ کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتی - خود مجھسے انھوں نے بارہا کہا کہ ایسے لوگوں اور اخبارات سے بڑھکر ملک کا کوئی دشمن نہیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ ہندو -

پچھلے دنوں جب میں رامپور سے دہلی جا رہا تھا تو امروہہ کے اسٹیشن پر انسے سرسری ملاقات ہوئی - افسوس کہ یہی آخری ملاقات تھی - ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے عملی کام کی نسبت عرصے سے میرے بعض خاص خیالات ہیں - اس ملاقات میں سرسری طور پر انکا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ اپنے صوبے میں سب سے پہلے اس کی آزمایش شروع کردیں - انھوں نے پوری مستعدی کے ساتھہ اس سے اتفاق کیا تھا اور کہا تھا کہ خاص اسی کام کیلیے ایک مرتبہ لکھنؤ آؤ اور صوبے کے بعض دیگر لیڈر بھی شریک صحبت کیے جائیں تو غور و مشورہ کے بعد کام شروع کیا جاے -

اخبار " ہندوستانی " کو قائم رکھنا انکی اولین یادگار ہے - اسکے بعد صوبے کے ارباب راے کو غور کرنا چاہیے کہ زیادہ مفید اور موزوں صورت میں اور کونسی یادگار ہوسکتی ہے ؟ ہمیں امید ہے کہ اگر فنڈ کھولا گیا تو بلا استثنا ہندو مسلمان' سب شریک ہونگے -

هم نے کرانچي کے بعض باخبر اور موثق اشخاص کو تار دیا - اسکے جواب میں جو تحریر آئي ' وہ مراسلات کے صیغه میں درج کردي گئي ہے - اسکے مطالعه سے اس مشکل کا اصلي حل منکشف هوجا تا ہے -

اس اثنا میں جو مراسلة مسٹر محمد علي نے لي تهي ' وہ بهي معزز معاصر " کامریڈ " نے شائع کردي ہے ' اور علی الخصوص اسکا وہ حصه قابل غور ہے جسمیں میر ایوب صاحب کا آخري تار درج ہے -

ان تمام بیانات کے پڑهنے سے معلوم هوتا ہے که جو پروگرام شائع کیا گیا تها ' اسمیں حسب قاعده صرف فلم کا نام دیا تها اور لکها تها که " عظیم " کا واقعه دکهلایا جائیگا - کوئي تصریح نه تهي که اس واقعه کا تعلق کس شخص سے ہے ' اور کس نے عظیم کي بیوي کے ساتهه وحشیانه سلوک کیا تها ؟ لیکن جب تماشه دکهلایا گیا تو اسمیں " دي پرافٹ " (النبي) کا لفظ موجود تها ' اور صدها آدمیوں نے اسے اپني آنکهوں سے دیکها - خود میر محمد ایوب (جنکا اضطراب حال اور متضاد و متبائن طرز شهادت اس بارے میں نهایت افسوس ناک ہے) " کامریڈ " کو لکهتے هیں که " تماشے میں پرافٹ کا لفظ دکهلایا گیا تها "

معزز مراسله نگار کرانچي وثوق کے ساتهه اپني چشم دید شهادت پیش کرتے هیں که تماشے کے پورے هال میں " دي پرافٹ " کے معنی " عرب کے نبي " هي کے سمجهے گئے ' تمام یوروپین اور پارسي شرکاء نے ایسا هي یقین کیا ' اور مختلف مناظر کو دیکهکر باواز بلند ایسے جملے کہے جن میں " پیغمبر عرب " کي طرف اشارہ کیا گیا تها - تماشے کا " پرافٹ " بالکل عربي لباس میں تها ' اونٹ پر سوار تها ' معجزات دکهلا رها تها ' اور لوگوں کو مخاطب کرکے ملکوں کے فتح ' قوموں کي تسخیر ' مال غنیمت کے حصول ' اور پادشاهت کے قیام کي بشارت دیتا تها - سب سے زیاده یه که " خوني جهاد " کا حکم بهي اسکے احکام خاص میں سے دکهلا یا گیا تها ' اور لوگوں کو لونڈي غلام بنا لینا اسکا دائمي مشغله تها - یه دونوں چیزیں اس تصویر کے نمایاں خال و خط هیں جو عموماً یورپ کے سوانح نویس اور علی الخصوص مشنري مصنف پیغمبر اسلام (صلے الله علیه وسلم) کي اپنے ذهنوں میں بناتے هیں - ان تمام حالات کي موجودگی میں قدرتي طور پر هر شخص وهي نتیجه نکالیگا جو عام مسلمانان کرانچي نے نکالا ' اور کوئي وجه نهیں که ایسا نتیجه نه نکالا جاتا - اگر " دي پرافٹ " سے مقصود کوئي اور شخص تها ' تو فلم میں اسکي تشریح کردیني چاهیے تهي - تشریح کسي طرح کي نهیں کي گئي - ایک عرب کو مشهور عربي خصائص کے ساتهه پیش کیا گیا ' اور وہ تمام باتیں اسکے ساتهه دکهلائي گئیں جو معاندین شیاطین اسلام کے باني کي نسبت بیان کیا کرتے هیں - پهر کها گیا که یه ایک " نبي " کا قصه ہے - ایسي حالت میں سوائے ان عجیب الخلقت عقلوں کے جو شاید کرانچي کے بعض تعلیم یافته مسلمانوں کو دي گئي هو ' دنیا بهر کي عقلیں تو یهي سمجهیں گي که باني اسلام پیغمبر عرب کا قصه دکهلایا جا رها ہے ؟

رها میر محمد ایوب بیرسٹرایٹ لا کي شهادت کا بیان تو همیں افسوس کے ساتهه کهنا پڑتا ہے که میر صاحب نے کرانچي سے باهر کے مسلمانوں کو پهلي مرتبه اپني نسبت معلومات دیتے هوے کوئي مناسب حالت اختیار نهیں کي ' اور بهتر تها که وہ مسئله کي اهمیت اور نتائج کو پوري طرح محسوس کرکے ایک اصلي راہ اعتدال اختیار کرتے - انهوں نے پیکچر پیلس کے منیجر کي وکالت کا بار لا حاصل اپنے سر لے لیا ' حالانکه بغیر اس نا مناسب پوزیشن کے وہ اصلي حقیقت کو غلط فهمیوں سے الگ کرسکتے تهے - وہ کهتے هیں که " جب انهوں نے یه فلم دیکهي تو خیال کیا که ان بهت سے احمقانه فلموں میں سے ہے جو فرانس میں مراکش کي زندگي دکهلانے کیلیے تیار کي گئي هیں ' اور جنهیں فرانس کے لوگ اپنے اخلاقي اور مذهبي معیار کے مطابق سمجهکر بنایا کرتے هیں "

لیکن ساتهه هي وہ اپنے اس تار میں جو کامریڈ کو بهیجا ہے ' صاف صاف یه بهي تسلیم کرتے هیں که " فلم کے مناظر میں " دي پرافٹ " (النبي) کا لفظ دکهلا یا گیا تها "

یقیناً جس وقت فلم کے مناظر کي نسبت انهیں " مراکشي زندگي " کي تفسیر و توجیه کا خیال هوا تها ' اسي وقت " دي پرافٹ " کا لفظ بهي انکي نظر سے گذرا هوگا -

پهر یه کیسي عجیب بات ہے که فلم کے پورے مناظر میں کهیں بهي " مراکش " کا نام نهیں آیا ہے ' تاهم میر صاحب نے اپنے ذهني قیاس اور خیالي توجیه کي بنا پر سمجهه لیا که یه مراکش کي وہ تصویر ہے جو " فرانسیسی معیار اخلاق و مذهب " کے مطابق بنائی گئی ہے ' لیکن " دي پرافٹ " کا لفظ بے شمار اشارات و قرائن کے ساتهه خود فلم کے اندر دکهلایا جا رها تها ' اسکو دیکهکر اور پڑهکر بهي کیا مسٹر محمد هاشم یه رائے قائم نهیں کرسکتے تهے که یه پیغمبر عرب کا قصه ہے ؟ ان هذا لشی عجاب !

میر محمد ایوب صاحب کا بغیر کسي تصریح و تحریر کے " مراکشي زندگي " کي توجیه کرا لینا تو قطعاً معقول ہے - کیونکه وہ (بقول مقامي اینگلو انڈین معاصر کے) ایک " تعلیم یافته " اور " انگلینڈ ریٹرن " جنٹلمین هیں ' مگر دوسرے زیاده عام مسلمانوں کا " دي پرافٹ " کے لفظ کي موجودگي ' عربي زندگي ' عربی لباس ' اور نبوت کے اظهارات اور معجزات کے ادعا کے معائنه کے بعد بهی " پیغمبر عرب و اسلام " سمجهنا اور یقین کرنا معقول نهیں هوسکتا - کیونکه بدقسمتی سے وہ ایسي قابلیتیں حاصل کرنے سے محروم رهے هیں ' جو ایک مسلمان کو باوجود مسلمان هونے کے اسلام کے " خطرناک مذهبی جوش و هیجان " سے غیر متاثر بنا دیتے هیں !

ساء ما یحکمون !

اس سے همارا مقصود یه نهیں ہے که هم میر صاحب کے بیانات کو سر تا سر غلط سمجهتے هیں ' یا همارا خیال ہے که کرانچي پیکچر پیلس میں جو فلم " عظیم " کي دکهلائي گئي ' وہ یقیناً پیغمبر اسلام (علیه الصلوۃ والسلام) هي کے متعلق تهي - بلکه هم صرف یه ظاهر کرنا چاهتے هیں که میر صاحب نے اپني رائے ظاهر کرنے میں نهایت نادانشمندانه بے احتیاطي کی ' اور غیر مسلم معاصرین کو بغیر کسي قصور کے مسلمانوں پر هنسنے کا موقعه دیا - اگر انکي رائے میں فلم کا پیغمبر اسلام کے متعلق هونا قطعي الثبوت نه تها ' تو وہ پوري آزادي کے ساتهه رائے دیتے ' لیکن ساتهه هي " دي پرافٹ " کے لفظ کي تصریح اور دیگر قرائن و اشارات کے مجموعی اثر کو نظر انداز بهي نه کرتے - انکے لیے معتدل راہ عمل یه تهي که وہ ایک طرف تو مسلمانوں کو سمجهاتے که واقعه کي اصلیت میں غلط فهمي اور اشتباه کي گنجایش نظر آتي ہے ' اسلیے صبر و تحقیق سے کام لیں ' اور وہ خود هي صبر سے کام لے رهے تهے - دوسري طرف حکام کو توجه دلاتے که نبي کے لفظ کا هونا ایک نهایت وزني شهادت اس بات کیلیے ہے که دیکهنے والوں کا انتقال ذهني پیغمبر اسلام کے طرف هو - ایسي حالت میں یه فلم یقیناً توهین آمیز ہے اور دفعه (۲۹۸) تعزیرات هند اور دفعه ۱۲ پریس ایکٹ تک پهنچ جاتي ہے - گرین فیلڈ اس بات کیلیے ذمه دار ہے که وہ بتلاے که " نبي " کے لفظ سے اسکا مقصود کیا ہے ؟ گو وہ اس فلم کا مخترع نهیں ' لیکن قانوناً اسکي تمام ذمه داري اسی کے سر ہے کیونکه وہ اس فلم کو دکهلا رها ہے -

رها اس امر کا قطعي فیصله که في الحقیقت گرین فیلڈ نے اس فلم کو پیغمبر اسلام کا قصه سمجهکر دانسته دکهلا یا یا نهیں ' اور

لیکن اگر اُس مقام کے مسلمانوں کي حالت ایسي نہیں ہے که روپیه کا انتظام هو سکے یا کوئي انجمن اور جماعت کارکن موجود نہیں ہے که پورا انتظام کر سکے ' تو اس صورت میں همیں اطلاع دیني چاهیے که کم از کم اسقدر انتظام وهاں کے مسلمانوں سے ممکن ہے - باقي کا انتظام جماعت خود کرلیگی -

اگر کسي وجه سے ایسی حالت ہے که کچهه بهي انتظام ممکن نہیں مگر وهاں کام کي ضرورت بهي شدید ہے ' تو یه تیسري صورت ہے - اس صورت میں بهي متوکلاً علی الله هم اعلان کرتے هیں که هم سے بلا توقف خط و کتابت کي جاے - انشاء الله تمام مصارف اپنے ذمے لیکر حسب ضرورت دعاة و سیاحین کا انتظام کردیا جایگا -

(۸) " حزب الله " کیلیے کوئي فنڈ قائم نہیں کیا گیا ہے اور نه اسکے شرکاء سے ابتک کوئی رقم دائمي یا یکمشت طلب کي گئي ہے - دنیا پہلے روپیه مانگتی ہے - پهر کام کرتي ہے - لیکن همارے نزدیک ترتیب برعکس هوني چاهیے - همارا اعتقاد یه ہے که جس طرح روپیه کاموں کیلیے سب سے زیادہ ضروري چیز ہے ' اسي طرح اسکا وجود بہتر سے بہتر کاموں کیلیے سخت و شدید مہلکات و موانع میں سے بهي ہے - هم ابتدا سے اس کام کو آجکل کي انجمنوں اور مجلسوں کے عام قواعد و رسوم سے بالکل الگ هو کر کر رہے هیں ' اور همارے پیش نظر اپنے گذشته اور بهلاے هوے نمونے هیں :

لب تشنگي ز راہ دگر بردہ ایم ما !

(۹) هم مختصراً یه بهي بتلادینا چاهتے هیں که ان دعاة و سیاحین کا کام کیا هوگا ؟ کیونکه ابتک اسکا کوئي نمونه قوم کے سامنے نہیں آیا ہے - بہت ممکن ہے که وہ " وعظ " و " تعلیم " اور " تبلیغ و دعوة " کے نام سے کسي غلطي میں پڑجاے -

یه محض وعظ فروشي کي بساط تجارت بچهانے والا کوئي گروہ نہوگا جو چند دنوں کیلیے ایک دکاندارانه دورہ کرکے آگے بڑهجاتے هیں ' بلکه جماعة دعاة و سیاحین سے مقصود ایسے ارباب صدق و خلوص هیں ' جو انشاء الله تعالے اپنے کاموں اور اپني سچي اور راست بازانه زندگي میں قوم کیلیے ایک نمونه ثابت هونگے - وہ مجاهدین فی سبیل الله کا گروہ ہے جس نے اپني تمام بہتر سے بہتر اور اعلی سے اعلی دنیوي امیدوں اور توقعات و تعلقات سے کنارہ کش هوکر اور لذائذ و نعائم حیات کي امنگوں اور خواهشوں سے دل کو صاف کرکے ' اپني پوري زندگي خدمت دین و ملت کیلیے وقف کردي ہے ' اور الله اور اسکے ملائکۂ مقربین کو اپني قرباني اور جاں فروشي کے عہد و میثاق کا گواہ قرار دیا ہے - وہ نه تو دنیا کے طالب هوسکتے هیں اور نه دنیوي عز و جاہ کے خواستگار ' نه آرام و راحت کے متلاشي هوسکتے هیں ' نه عمدہ بستروں اور لذیذ و قیمتي غذاوں کے آرزومند ' کیونکه اِن تمام چیزوں کو وہ اپنے پیچهے چهوڑ آے هیں - اگر ان چیزوں کے طالب هوتے تو خود بخود انهیں کیوں چهوڑ دیتے ؟ وہ الله کي رضا اور اسکے کلمۂ حق کي خدمت کي راہ میں سیر و سیاحت کرینگے ' اور تمام دقتیں اور مصیبتیں جو اس راہ میں پیش آئینگي ' انهیں خوشي خوشي برداشت کرینگے - کیونکه یہي وہ کانٹے هیں جنکي تلاش میں انهوں نے پهولوں کو چهوڑا ہے ' اور یہي وہ درد و بیقراري ہے جسکی محبت میں انهوں نے آرام و راحت کي زندگي کو اُسکے دشمنوں کي طرح ٹهکرا دیا ہے -

وہ فقیروں کي طرح نکلینگے - دیوانوں کي طرح آوارہ گردي کرینگے - اور جهاں کہیں ٹهرینگے ' خاکساروں کي طرح ٹهرینگے - نه تو وہ کسي سے نذر و نیاز لینگے اور نه کسي پر ایک پیسه کا بار ڈالینگے - ضرورت کے مطابق انکے کام هونگے - وہ قرآن کریم کا درس دینگے ' حدیث نبوي کي تعلیمات بیان کرینگے ' عام دیني مسائل و معتقدات سے لوگوں کو باخبر کرینگے ' تعلیم یافته اصحاب کے مذهبي شکوک اور موجودہ عهد کے اعتقادات و اعمال العادیه کي اصلاح کرینگے - عام مجلسوں میں ' انجمنوں میں ' مسجدوں میں ایک واعظ کي طرح جاینگے - ذکر میلاد کي مجلسوں میں مولود پڑهینگے ' اور هر موقعه پر لوگوں کو الله اور اسکي مرضات کي طرف بلائینگے - مساجد کي جماعت و جمعه کا صحیح و شرعي انتظام اور اس سے هر طرح کے فوائد و نتائج حاصل کرنا انکا ایک بہت بڑا کام هوگا -

صرف انهي کاموں تک انکي همت ختم نهو جائیگي - بلکه ضرورت پڑیگي تو وہ بیماروں کے شب باش تیمار دار ' ضعیفوں کیلیے بلا عذر خادم ' مسجدوں کیلیے بلا تنخواہ کے خطیب و موذن ' بچوں کے لیے مفت کے معلم ' غرضکه هر حال میں مسلمانوں کے خادم اور مخدوم ' دونوں هونگے ' اور هر خدمت کو انجام دینے کیلیے مستعد رهینگے -

یه تو انکے کاموں کي ایک مختصر سي تفصیل تهي - جامع لفظوں میں انکا مقصد یوں بیان کیا جاسکتا ہے که " مسلمانوں کے دیني اعتقادات و اعمال کي اصلاح و درستگی ' اور اُنهیں اعتقاداً و عملاً ایک سچا مسلمان ' راسخ الاعتقاد مومن ' اور اولوالعزم و بلند ارادہ مجاهد في سبیل الله بنا دینے کي سعی کرنا ' اور مسلمانوں کے عام طبقات کے اندر وہ تمام معلومات ضروریه وعظ و بیان سے پیدا کردینا ' جو ایک عالم و صاحب فضل شخص کو از رہے علم و کتاب حاصل هیں "

اسکے لیے ضروري ہے که ایسے لوگ مختلف مقامات میں رهجائیں ' اور عرصے تک کیلیے اس طرح مقیم هوجائیں ' گویا وهی انکا اور وهیں انکو آخر تک بسنا اور زندگي گذارنا ہے - سلف صالحین کے داعیوں کا یہی اسوۂ حسنه همارے سامنے ہے - محض ادعائی واعظوں کی چند روزہ گشتوں اور دوروں سے نه تو کبهي کوئي اثر پیدا هوا ہے - اور نه کسی گروہ کے اندر اس سے کوئي تبدیلی پیدا هوئي - تبدیلي تعلیم سے پیدا نهیں هوتی بلکه ان چیزوں سے حاصل هوتي ہے جسکے لیے بجاے شاندار تعلیمی دورے کے انبیاء کرام علیهم السلام کے ظهور و قیام کو الله نے ضروري قرار دیا تها -

پس وہ اپنے تمام تعلقات و محبوبات سے بے پروا هوکر خدمت اسلام و مسلمین کے رشتے کو ترجیح دینگے ' اور ایک روزي لیکر سالها سال تک کیلیے مقیم هوجائینگے ' تا آنکه انکی خدمات کے قابل اطمینان نتائج پیدا هوجائیں اور مزید قیام کی ضرورت باقی نه رہے -

انکا طریق درس قرآن و سنت و عموم تعلیم و تبلیغ انهی اصولوں کے ماتحت هوگا جو دعوة الهلال کے اصل الاصول هیں -

فقیر ابو الکلام - کان الله له -

اطلاع

عرب کمپني سے اطلاع ملي ہے که جدہ (پہلوان) آگبوٹ ۲۱ جولائي کو حجاج لیکر جدہ جانیوالا ہے

نرخ بتفصیل ذیل ہے :

ڈیک ۶۰ روپیه - چهٹوي ۹۰ روپیه - سکنڈ سلون فلور ۱۰۰ روپیه - فرسٹ سلون فلور ۱۲۰ روپیه - سکنڈ کلاس ۱۴۰ روپیه - فرسٹ کلاس ۲۰۰ روپیه - مگر ڈیک کا ٹکٹ ۴۰ روپیه کو بک رها ہے

محافظ حجاج بمبئی

مسئلہ قیام الہلال

"مسئلہ قیام الہلال" کا ابتک میں کوئی قطعی فیصلہ نہ کرسکا - مینے لکھا تھا کہ پہلی جولائی تک فیصلے کو ملتوی رکھا جاتا ہے - آج ۶ جولائی ہے لیکن میرا تذبذب بدستور باقی ہے -

ایک طرف اُن کاموں کو دیکھتا ہوں جنکا وقت ہاتھہ سے نکلا جا رہا ہے اور الہلال کی گرفتاری مہلت نہیں دیتی کہ انکے لیے کامل وقت صرف کروں - "حزب اللہ" کے متعلق تمام ابتدائی مراحل طے ہوچکے ہیں، کام شروع ہوچکا ہے، اور آیندہ کاموں کے اجراء کیلیے ضرورت ہے کہ کم از کم چھہ سات ماہ کلکتہ سے باہر رہا کروں اور تمام کاموں سے الگ ہوکر صرف اسی کیلیے وقف ہو جاؤں - لیکن اگر ایسا کروں تو الہلال کو کس پر چھوڑوں ؟

دوسری طرف الہلال کی بقا ضرورت کا سوال ہے - سچی بات یہ ہے کہ خود میری طبیعت بھی گوارا نہیں کرتی کہ اسے بند کردیا جاے -

اگر اسی طرح جاری رکھا جاے، تو سب سے پہلا سوال مالی مسئلہ کا سامنے آتا ہے - اس دو سال کے اندر جسقدر مجھہ سے ہوسکا خاموشی کے ساتھہ روپیہ لٹاتا رہا - خداے علیم ہی بہتر جانتا ہے کہ کس طرح اب تک کام چلا ہے اور کس قدر مالی قربانیوں کے بعد اسکا ایک نمبر نکالا گیا ہے ؟ اب اقلاً اتنا تو ہو جانا چاہیے کہ جمع و خرچ برابر ہوجاے، یا آیندہ نقصان بھی ہو تو جزئی ہو -

میری طبیعت کسی طرح منظور نہیں کرتی کہ قیمت بڑھائی جاے یا احباب پر کوئی آور مالی بار ڈالا جاے - حتی کہ کبھی یہ اسکی بھی خواہش نہ کی کہ جو مستطیع شائقین اور طلبا تک الہلال کو پہنچاے کیلیے کوئی اعانتی فنڈ قائم کیا جاے - ہمیشہ خود ہی صدہا پرچے مفت، صدہا نصف قیمت پر، اور اسکے بعد چھہ روپیہ پر جاری کرتا رہا - اسکی وجہ سے مالی نقصان اور زیادہ وسیع ہوگیا ہے -

میں نے توسیع اشاعت کی خواہش کی کہ ہر طرح موزوں اور آسان تھی - میں سچے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ احباب کرام نے اس بارے میں پوری طرح کوشش کی، اور جسقدر سعی وہ اپنے اپنے حلقے میں کرسکتے تھے، اس سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا - لیکن مسئلہ یہ ہے کہ نقصانات اسقدر زیادہ ہیں کہ ایک معین و محدود زمانے کی سعی سعی تلافی کر نہیں سکتی - دو ہزار نئے خریداروں کا جلد پیدا ہو جانا آسان نہیں ہے - نتیجہ یہ نکلا کہ اب تک مطلوبہ تعداد کے مقابلے میں رفتار اشاعت بہت ہی کم رہی - میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ چھہ سات سو خریدار نئے فراہم کیے گئے ہونگے -

بہر حال اکثر مراسلات میں زور دیا گیا ہے کہ چار ہفتے تک اور نتائج کا انتظار کیا جاے اور فیصلے میں جلدی نہ کی جاے - میں اسکی تعمیل کرتا ہوں اور مزید انتظار اور غور و فکر کیلیے آمادہ ہوں - لیکن یہ قطعی اور بالکل ناگزیر ہے کہ اگست کے پہلے ہفتے تک آخری فیصلہ ہو جاے - میرے دوستوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آج نہیں، تین ہفتے کے بعد سہی، لیکن ایک قطعی فیصلہ بہر حال ناگزیر ہے -

اعلان

جماعۃ حزب اللہ

"الا ان حزب اللہ ہم الغالبون !"

۱۳۳۱ ہجری

(۱) "حزب اللہ" کے مختلف مدارج اور جماعتوں میں سے ایک جماعت "السائحون العابدون" کی ہے - جنکا کام یہ ہے کہ تبلیغ و ہدایت اور نشر و اشاعت تعلیم قرآن و سنت کیلیے ہمیشہ سفر و گردش میں رہیں، اور جس جگہ زیادہ ضرورت دیکھیں، وہاں ایک روز سے لیکر سالہا سال تک کیلیے اس طرح مقیم ہوجائیں کہ :

نشستہ ایم کہ از ما غبار بر خیزد !

(۲) جو چند طالبان حق اس جماعت میں منتخب ہوے ہیں، انہوں نے اپنی سیاحت شروع کردی ہے -

(۳) یہ سیاحت ہندوستان اور بیرون ہند، دونوں کیلیے ہے، لیکن ہندوستان کو مقدم رکھا گیا ہے، اور اسی سے کام شروع کیا گیا ہے -

(۴) کن مقامات میں تبلیغ و تعلیم اور احتساب و دعوت کی زیادہ ضرورت ہے ؟ اور کن مقامات میں کس قسم کی ضرورتیں مقدم ہیں ؟ اسکی نسبت صحیح معلومات حاصل کرنے کیلیے "حزب اللہ" کے مفتشین سال گذشتہ اور سال رواں میں تحقیقات کرچکے ہیں - صرف دو صوبوں کے متعلق رپورٹ کی تکمیل باقی ہے - تاہم اس اطلاع کے ذریعہ عام اعلان کیا جاتا ہے کہ مختلف مقامات کے باخبر مسلمان اپنی مقامی معلومات کی بنا پر بھی ہمیں اطلاع دیکر دعاۃ و سیاحین طلب فرما سکتے ہیں -

(۵) جن شہروں، قصبوں، اور دیہاتوں میں مسلمانوں کی مذہبی حالت افسوس ناک ہو، اعمال دینیہ کی پابندی بالکل مفقود ہو، رسم و رواج، بدعات و زوائد، فتنہ و فساد کا نسبتاً زیادہ ظہور ہو، عام اخوت و ہمدردی، مصائب اسلامی کا احساس، جماعتی کاموں کا شوق ناپید ہو، تو ایسے مقامات میں سب سے پہلے دعاۃ کو جانا اور قیام کرنا چاہیے - پس ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح کے مقامات کے لوگ ہمیں فوراً اطلاع دیں، اور حسب ضرورت ایک یا دو "داعی" طلب کریں -

(۶) اسکے علاوہ جن مقامات کے مسلمان اپنے یہاں قرآن کریم کا باقاعدہ درس جاری کرانا چاہتے ہوں، مواعظ و خطبات صحیحہ و صادقہ کے آرزو مند ہوں، مجالس میلاد اور عام تقریبات میں سچے اور حقیقی اسلامی مواعظ کو سننا چاہتے ہوں، وہ بھی ہمیں فوراً اطلاع دیں - بحمد اللہ سال بھر کی سعی کے بعد ہم طیار ہیں کہ اپنے پیش نظر معیار سے نسبتاً اقرب اشخاص بھیج سکیں -

(۷) دعاۃ و سیاحین کے طلب کرنے کے دو طریقے میں :

پہلی صورت یہ ہے کہ جن مقامات کے مسلمان انہیں طلب کریں، اقلاً انکے ضروری مصارف کا انتظام خود کرلیں، اور ایسا کرنا کچھہ مشکل نہیں ہے - صرف ایک محلے کے مسلمان بھی جمع ہو کر چاہیں تو کرسکتے ہیں - اکثر مقامات پر اسلامی انجمنیں قائم ہیں، اور وہ اتنا روپیہ فراہم کرسکتی ہیں جو ایک یا دو شخص کی ضروریات کیلیے کافی ہو -

میں ظاهر هونگي : فقال صلی الله علیه وسلم : لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق ' لا یضرهم من خذلهم ' حتی یاتي امر الله وهم غالبون - (مسلم ' ترمذي ' ابن ماجه ' بروایت ثوبان)

وکم من فئة قلیلـة غلبت فئة کثیرة باذن الله والله مع الصابرین ! (۲ : ۲۵)

اور کتنني هی چهوٹي جماعتیں هیں جو الله کي نصرة پا کر بڑي بڑي جماعتوں پر غالب آگئیں اور الله همیشه صبر کرنے والوں کے ساتهه ہے !

* * *

اسکے بعد تیسري جلد شروع هوئي - اسکے فاتحۂ آغاز میں بیان کیاگیا تها که حق و صداقت کا ظهور ایک قانون روحاني اور سنة الهی کے ماتحت هوتا هے جو اپني غیر متغیر حقیقت کے ساتهه اُس وقت سے کام کررها هے ' جس وقت سے که انسان کیلیے هدایت و ضلالت کي راهیں کهولي گئي هیں - علی الخصوص امة مرحومه کی هدایت و احیاء کیلیے اُس نصرة فرماے حق و عدالة کے کاروبار عجیب و غریب رهے هیں - وه همیشه قیام حق و خذلان باطل کیلیے اپنے چند بندوں کو چن لیا کرتا هے اور انکے دلوں کو حق و هدایت کیلیے کهولدیتا هے - وه گو بظاهر حقیر و ضعیف هوتے هیں لیکن به باطن الله کي روح قاهره انکے اندر کام کرتي هے ' اور نصرة غیبی کے ملائکۂ مسومه انکے ساتهه ساتهه چلتے هیں - خدا انکے تمام کاموں کو اپنا کام بنا لیتا هے اور انکي تمام انساني قوتوں کي جگه اپنی الهي قوتیں رکهدیتا هے - انکی هر اواز حق و صداقت کي اواز هوتی هے ' اور انکا هر قدم جو اٹهتا هے ' دست الهي کی رهنمائی میں اٹهتا هے - وه چونکه ان بندوں کے ذریعه هدایت امة و قیام حق و عدالة کا کام لینا چاهتا هے ' اسلیے انکے کاموں میں کچهه اس طرح کي قوت فاتحانه و مسخرانه رکهدیتا هے که وه شهنشاهوں کي طرح حکم کرتے اور صاحبان تخت و تاج کي طرح بے خوف و هراس کام کرتے هیں ' اور کوئي انساني قوت نهیں هوتي جو انهیں نقصان پہنچا سکے ' یا انکے اُن کاموں میں مانع هوسکے جنکو مشیت الهي نے انکے هاتهوں انجام دینا قرار دے لیا هے - وه جب بولتے هیں تو انکي اواز میں صداے حق کي روح بولتي هے جو انساني دلوں کو مسخر اور ارواح متمرده کو مفتوح کرلیتي هے - اور جب نظر اٹهاتے هیں تو انکي انکهوں سے نورِ الهي کے شعلے چمکتے هیں جسکی خیره کن روشني کے مقابلے کي کوئي نظر تاب نهیں لاسکتی - انکي تعلیمات و بیانات کا ایک حرف بهي خدا رائگاں هونے نهیں دیتا ' اور هر لفظ جو صادق نیتوں اور الهي ارادوں کے ساتهه انکي زبان سے نکلتا هے ' ایک روحانی امانت هوتي هے جو مومنین مخلصین اور مسلمین قانتین کے دلوں میں محفوظ و مصئوں کردي جاتي هے !

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا ' تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا ' و ابشروا بالجنة التي کنتم توعدون - نحن اولیائکم في الحیاة الدنیا وفي الاخرة ' ولکم فیها ما تشتهي انفسکم ولکم ما تدعون ' نزلا من غفور رحیم - ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله وعمل صالحاً وقال انني من المسلمین ! (۴۱ : ۳۱)

"جن لوگوں نے اقرار کیا که صرف الله هی همارا پروردگار هے اور پهر اپنے کاموں کے اندر اِس اعتقاد کا ثبوت دیکر درجۂ استقامت حاصل کرلیا ' سو الله کي طرف سے انپر طمانیة اور سکینة کے فرشتے نازل هونگے اور انکو مطمئن کر دینگے که نه تو کسي طرح کا خوف اپنے دلوں میں لاؤ اور نه غمگین هو ! اور اس جنت کي زندگي کي نعمتوں میں رهو جسکا تم ایسے استقامت والے مومنوں سے وعده کیا گیا تها - دنیا کي زندگي میں بهي هم تمهارے مددگار هیں اور آخرة میں بهی - تم کو طاقت و اختیار بخشدیا گیا - جس چیز کو تمهارا جي چاهے تمهارے لیے مهیا هے ' اور جو چیز تم الله سے مانگوگے تمهیں ملجائیگي - یه درجه تمهیں خداے غفور الرحیم کے طرف سے مرحمت هوا هے - اور اس سے بڑهکر اور کس شخص کي بات هو سکتي هے جو لوگوں کو خدا کے نام کی دعوة دے ' نیز اعمال صالحه انجام دے ' اور اسکا دعوا صرف اتنا هی هو که میں مسلمانوں میں سے ایک مسلم هوں ؟ "

پس انکا وجود سرتا سر ایک تائید الهی اور نصرة غیبي هوتا هے جو عام حالات و خیالات سے بالکل متضاد و متخالف حقیقتوں کے ساتهه ظاهر هوتا هے ' اور فتح صداقت و غلبۂ حقانیت کے نئے نئے سامانوں اور بندو بستوں کے ساتهه کام کرتا هے - تا انکه مشیت الهي پوری هوتی هے ' حق و صداقت کي روشني کفر و ضلالت کي تاریکي پر غالب آتی هے ' " یوم الله " کي عظمت "ایام ابلیسیه" کے کارخانوں کو درهم و برهم کردیتی هے ' اور شیطان اور اسکے مظاهر خبیثیه کي جگه خداے رحمان کي دعوه کي فتح مندي دو پهر کے سورج کی طرح عالم آشکارا هو جاتی هے :

یومئـــذ یفرح المومنون بنصر الله ینصر من یشـاء وهو العـــزیز الحکیـم - وعد اللـــه ' لا یخلف وعده ' ولکن اکثر الناس لا یعلمون - یعلمون ظاهراً من الحیاة الدنیا وهم عن الاخرة هـــم غافلون ! (۳۰ : ۴)

وه دن هوگا که الله کي مدد و نصرت کے ظهور سے ایمان والوں کیلیے خوشی اور راحت هوگي - وه جس کي چاهتا هے مدد کرتا هے - وه عزیز و رحیم هے - یقین رکهو که یه الله کا وعده هے - اور الله اپنے وعده کے خلاف کبهي بهي نهیں کرتا - البته بهت سے لوگ هیں جو اس حقیقت کو نهیں سمجهتے - یه وه لوگ هیں که انکا علم دنیا کي ظاهري زندگي تک محدود هے - اور اخرة سے بالکل غافل هو گئے هیں !

* * *

آخري فاتحۂ جلد جدید ' گذشته جنوري کے مقالات افتتاحیه تهے جو غالباً تین نمبروں میں مسلسل نکلے - اب وقت آگیا تها که اس دعا کو دهرایا جاتا جو الهـــلال نے اپنا سفر شروع کرتے وقت علانیه مانگي تهي ' اور اس لطف الهي اور توفیق رباني کے عجائب و خوارق اشکارا کیے جاتے که کیونکر اُس نے الهلال کے " بعض مقاصد " کو ڈیڑه سال کي اقل قلیل مدت کے اندر تکمیل و بلوغ تک پہنچا دیا ' اور کس طرح اسکي غیبي نصرت و تائید نے اُن تمام مهیب اور طاقتور قوتوں کے استیلا و تسلط سے هر موقعه پر اسکي حفاظت کي ' جو اسکي هستي کو بالکل نیست و نابود کردینا چاهتي تهیں ؟ وه کلمۂ حق کا ایک بیج تها جسے ایک نهایت درمانده و مسکین هاتهه نے محنتوں اور مشقتوں کي راتیں جاگ کر اور بے چیني و اضطراب کے دن کاٹ کر اس امتحان زار صداقت میں تن تنها بویا تها ' اور نهیں جانتا تها که هلاکتوں اور بربادیوں کے طوفان اسکے منتظر هیں ' یا فتح و مراد کے فرشتے اسپر اترنے والے هیں ؟ تاهم جبکه اسکا هاتهه زمین پر دانه پهینک رها تها ' تو اسکي نظریں آسمان پر لگي تهیں - اور جبکه وه زمین سے اپنا معامله شروع کر رها تها ' تو اسکا اصلي رشته آسمان والے سے تها - قبل اسکے که زمین بیج کو قبول کرے ' اس نے دعا مانگی تاکه وه آسمانوں میں قبول کرلیا جاے :

و اذا سالک عبادي عني فانـي قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان ' فلیستجیبـوا لـي و لیومنوا بي ' لعلهـم یر شدون (۲ : ۱۸۲)

اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے سوال کریں تو انهیں کهدو که میں تو انسے بالکل هي قریب هوں - جب کوئي بنده میرے سامنے آتا اور دعا مانگتا هے تو میں هر دعا مانگنے والے کي دعا کو سنتا اور قبول کرتا هوں - دیکهو ! تمهارے ساتهه میرا سلوک کیسا لطف و محبت کا

الهلال

۱۳ - شعبان - ۱۳۳۲ هجري

فاتحة السنة الثالثة

هذا بيان للناس

وهدي و رحمة لقوم يوقنون !

فيضي گماں مبر که غم دل نهفته ماند
اسرار عشق انچه تواں گفت گفته ایم !

الهلال' یا دعوة دینیهٔ الاهیه " امر بالمعروف و نهي عن المنكر" كي زندگي کے تیسرے سال کا یه عهد ابتدائي هے - چار جلدیں مکمل هوچکیں اور اس رسالے سے پانچویں جلد کا آغاز هے :

فالحمد لله فی البدایة و الانتهاء ' و الشکر له في الضراء و السراء ' و نسأل الله ان یرزقنا ' کمال الحسنی ' و سعادة العقبی ' و خیر الاخرة و الاولی !

میں نے اس سفر کو جس دعاء مقدس سے شروع کیا تها ' اور اسکي هر شش ماهي منزل کے وصول پر جس دعاء کو همیشه دهراتا رها ' وهي دعا آج بهی رفیق کار و مونس راه و ملجاء آمال هے :

رب ادخلني مدخل صدق	اے پروردگار ! اس سفر میں جو
و اخرجني مخرج صدق '	میں نے شروع کیا هے ' ایک بهتر
وجعلني من لدنک سلطانا	مقام تک پهنچائیو ' اور دشمنوں کے
نصيرا ! (۱۷ : ۷)	هجوم سے نکالیو تو فتح و مراد کے

ساتهه نکالیو ' گو میں ضعیف و ناتوان هوں مگر تو اپني توفیق و نصرة سے کارزار حق و باطل میں مجهے غلبهٔ و فتح عطا فرما !

(فواتح سنین و مجلدات جدیده)

آغاز اشاعت الهلال سے اس عاجز کا طریقه یه رها هے که هر نئي جلد کا آغاز ایک مبسوط و مفصل فاتحة الکتاب سے هوتا هے جو نئي جلد کیلیے مثل دیباچه یا مقدمه کے هوتا هے ' اور ادبیات عربیه کے خطبات حکمیه کے طرز پر لکها جاتا هے - اردو میں اس طرز کے فواتح سنین و مجلدات کی تحریر منجمله الهلال کي مخصوصات و اولیات کے هے -

یه فواتح سنین فی الحقیقت الهلال کے تمام مقالات و مصول میں اپنے مطالب و مقاصد کے لحاظ سے ایک خاص اهمیت رکهتے هیں ' اور اسکے تمام مقاصد کا لب لباب اور اسکے تمام جهاد لساني و قلمی کا خلاصهٔ امور و حاصل معتقدات هیں - اگر ایک طالب حق و بصیرة الهلال کي تمام جلدوں کو نظر انداز کردے ' اور صرف ان فواتح مجلدات هي کو نظر و تفکر کے ساتهه ایک بار پڑهلے ' تو میں سمجهتا هوں که اسکے لیے بس کرتا هے - کیونکه کار و بار دعوة و اصلاح کے قیام و ظهور' هدایة الاهیه کے اعلان و نتائج

قوانین ربانیه کے اثرات و نفاذ ' اور ناموس نصرة حق و خذلان باطل کے عجائب و خوارق متذکرهٔ قران حکیم کے متعلق جو معنویات و معارف ان میں بیان کیے گئے هیں ' اگر گوش حق نیوش باز اور دیدهٔ بصیرة وا هو تو ان میں سے هر بیان موعظة و حکمت کا ایک دفتر درس اور تصفیهٔ قلوب و تنویر افکار کیلیے ایک صحیفهٔ هدایت هے :

فیضي گماں مبر که غم دل نهفته ماند
اسرار عشق انچه تواں گفت ' گفته ایم !

اور ایسا کهنا خود میرے لیے کسي فضیلت و ادعا کا موجب نہیں هوسکتا - کیونکه ان میں جو کچهه لکها گیا هے ' وه یکسر قران حکیم سے ماخوذ هے ' اور اسي کے ارشادات کي حرف بحرف ترجماني هے - پس اگر دلوں کے ایقان و بصیرة کیلیے اسمیں هدایت نہیں هے تو پهر دنیا میں اور کونسي آواز هے جو انسانوں کو پکاریگي ؟ کونسا هاتهه هے جو گمراهوں کو تهامے گا ؟ اور کون هے جو تاریکي سے نکالکر روشني میں پهنچایگا ؟ و من لم یجعل الله له نورا فماله من نور :

لقد جاء کم من الله نور	بیشک تمهارے پاس الله کي طرف سے
و کتاب مبین - یهدي	روشني اور هر بات کو بیان کرنے والي
به الله من اتبع رضوانه	کتاب آئي - الله اسکے ذریعه سلامتي کے
سبل السلام و یخرجهم	راستے اس شخص پر کهول دیتا هے جو
من الظلمات الي النور	اسکي رضا چاهتا هے اور ' پهر اسے هر
و یهدیهم الي صراط	طرح کي تاریکي سے نکالکر روشني
مستقیم (۵ : ۱۸)	میں لاتا اور صراط مستقیم پر چلاتا هے !

ان في ذالک لذکری لمن کان له قلب او القي السمع و هو شهید ! (۵۰ : ۳۷)

* * *

اس سلسلے میں سب سے پہلے الهلال کي اولین جلد پر نظر پڑتي هے جسکا مقالهٔ افتتاحیه چند ارادوں کے اظهار و اعلان کے بعد حضرة باري (عز اسمه) میں ایک خاص دعا مانگتے هوے ختم کردیا گیا تها ' اور فی الحقیقت اس مختصر سي دعاء کے دس باره جملوں کے اندر هي الهلال کے کاموں کی پوري تاریخ پوشیده هے -

* * *

اسکے بعد جنوري سنه ۱۹۱۳ میں دوسري جلد شروع هوئي - یه وقت وه تها که ایک شش ماهي کے اندر هي اندر الهلال کي دعوت هندوستان کے مشرق و مغرب تک پهنچ چکي تهي ' اور اعلاء کلمه ' و رفع ذکر ' و رجوع قلوب ' و اجتماع اناس ' و سلطان تبلیغ ' و نفوذ دعوة کا ایک ایسا مافوق العادہ ظهور ارباب حق کیلیے بشارت فرما اور معاندین و منکرین کیلیے حسرت افزا تها ' جو دعوة و انقلاب کي تاریخ میں همیشه تعجب و تحیر کے ساتهه یاد کیا جائیگا : و ما جعله الله الا بشری لکم و لتطمئن قلوبکم به ' و ما النصر الا من عند الله العزیز الحکیم ' لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتهم فینقلبوا خائبین ! (۳ : ۱۲۲)

پس اس جلد کا آغاز دعوة امر بالمعروف و نهي عن المنکر کي تاریخ سے هوا ' اور اس سلسلهٔ الهي کے بقاؤ قیام پر توجه دلائي گئي جو حفظ کلمهٔ حق ' و دفع منکرات ' و احیاء امة ' و هدایت عموم اناس کیلیے تاریخ اسلام میں همیشه اپني دائمي زندگي کا ثبوت دیتا رها هے ' اور جسکي پیشین گوئي زبان وحي نے روز اول هي سے کردي تهي - جب که فرمایا که امة مرحومه کي حیات ایماني و بقاے معنوي کیلیے همیشه ایک طائفهٔ مهتدین اور گروه مومنین صالحین باقي رهیگا - اسکي بهت بڑي علامت یه هوگي که باوجود قلت تعداد و فقدان اسباب و ضعف ظاهري کے ' وه جیوش ضلالت اور سلطان کفر و فساد پر فتح پائیگا ' اور اسکے مخالفین و منکرین کی تمام کوششیں رائگاں جائینگي جو اسکي مقاومت

مقالات

علــوم القــرآن

یعنی مسلمانوں نے قران مجید کے متعلق کون کون علوم ایجاد کیے اور ان پر کتنی کتابیں لکھیں ؟

(٤)

مباحث باقیه متعلق الفاظ القران

از مولانا السید سلیمان الزیدي پروفیسر عربي پونا کالج

علوم القران کے عنوان سے ایک سلسلۂ مقالات اس جلد کے ابتدائي نمبروں میں شروع ہوا تھا جسکا آخري نمبر ۲۵ فروري کي اشاعت میں نکلا تها - ان نمبروں میں قران حکیم کے متعلق ۲۰ علوم کا تذکرہ هوچکا هے - لخري عنوان الفاظ القران تها - اسکا بقیه حصه آج سے پهر شروع کیا جاتا هے -

(۲۱ — هجــا ء القــرآن)

عجائب قدرت الهي کا ایک نمونه یه هے که دنیا میں تقریباً ۵۰۰۰ زبانیں بولي جاتي هیں جو باوجود اختلاف شدید ' حروف هجاء کي آواز میں (باستثنائے چند حروف) بالکل متحد و مشترک هیں - لیکن یهه اتحاد و اشتراک انکے الفاظ کے اتحاد و اشتراک پر ذرا بهي موثر نہیں هے - زیادہ سے زیادہ ۳۲ یا ۳۳ حروف هیں جو کم و بیش دنیا کي پانچ هزار زبانوں کے لیے همیشه جدید اور غیر مشترک الفاظ کا ذخیرہ فراهم رکهتے هیں !

عربي زبان تمام السنۂ سامیه سے زیادہ حروف رکهتي هے - عبري جو باعتبار ادبیات و علوم تمام سامي زبانوں میں سب سے زیادہ قدیم هے ' اوسکي بنیاد صرف ان ۲۲ حروف پر هے :

اب ج د - (گ) ه و ز - ح ط ي - ک ل م ن - س ع ف (پ) ص - ق رش ت -

انکا مجموعه ابجد - هوز - حطي - کلمن - سعفص - قرشت - هے - عربي زبان میں ٦ حرف زیادہ هیں : ث خ ذ - ض ظ غ - جنکا مجموعه ثخذ اور ضظغ هے -

اس تفصیل سے تم نے سمجهه لیا هوگا که عربي زبان میں حروف هجاء کي به تبعیت عبري ترتیب کیا تهي ؟ یعني در اصل اسطرح تهي :

اب ج د ' ه و ز ' ح ط ي ' ک ل م ن ' س ع ف ص ' ق ر ش ' ت ث خ ذ ' ض ظ غ -

بعد از اسلام سب سے اول جس چیز کو عربي زبان حیطۂ تحریر میں لائي ' وہ قران مجید هے - کسي چیز کو لکهنے کے لیے حروف هجا کي ترتیب و تحسین کوئي ضروري شے نہیں ' لیکن اوسکے پڑهنے کے لیے یقیناً سب سے اول حروف هجاء کي ' اور پهر اوسکو بحسن و صحت پڑهسکنے کے لیے حروف هجاء کي ترتیب صحیح و آسان کي ضرورت هوتی هے - چنانچه سب سے پہلے مسلمانوں نے حروف هجاء کو آسان ترین و بهترین ترتیب میں مبدل کیا ' اور تمام هم شکل و متحد الصورت حروف کو یکجا کردیا - مثلاً :

ا ' ب ت ث ' ج ح خ ' د ذ ' ر ز ' س ش ' ص ض ' ط ظ ' ع غ ف ق ' ک ' ل ' م ' ن ' ه ' و ' ي -

حروف هجاء کے تلفظ کي ایک اور مصیبت تهي - عبري میں که السنه سامیه کي مهذب ترین شاخ تهي ' تلفظ کي صورت یه تهی -

الف - بیتهه ' گیمل ' دالهه ' هے ' واو ' زین ' حیتهه ' طیتهه ' یود ' کاف ' لامید ' میم ' نن ' سمن ' عین ' فے ' صدخ ' قف ' رش ' شن ' تاو -

قران مجید کے لیے حروف هجاء کي تهذیب و ترتیب میں اس اختلاف تلفظ کو بهي دفع کیا گیا اور حتي الامکان ایک متحد و متساوي الصوت تلفظ وضع کیا گیا مثلاً الف ' بے ' تے - الخ - یا الف ' با ' تا ' ثا ' الخ -

الغرض یه مباحث ایسے تهے جو مسئله تدوین علوم قرانیه میں سب سے اول بحث و ترتیب کے لائق تهے ' چنانچه دوسري اور تیسري صدي کے علمانے ان مباحث پر بهی منفرد و مخصوص کتابیں لکهیں جنکا نام عموماً " هجاء المصحف " هے - ابن ندیم جو چوتهي صدي کا مصنف هے ' اوس نے اس موضوع پر متعدد تصنیفات کا ذکر کیا هے ' جیسے : هجاء المصحف یحیی بن حارث ' هجاء المصحف ابن شیب ' هجاء المصحف احمد بن ابراهیم الوراق - وغیر ذالک -

(۲۲ — النقــط و الشــکل في القــران)

عربي زبان میں ابتداءاً حروف هجا میں نقطے نہیں هوتے تهے اسلیے اکثر اهل عجم کي نظر میں حروف باهم متشابه معلوم هوتے تهے اور وہ صحیح نہیں پڑہ سکتے تهے - حجاج بن یوسف ثقفي کے تمام اوراق عمل میں سیاهي کے سوا اور کچهه نہیں ' تاهم اگر ان میں کچهه اُجالا هے تو یهي هے که اوس نے قران کو اس مشکل سے نجات دي -

چنانچه چند علما کي مدد سے اوس نے نقطے ایجاد کرائے - اس پر بهي غلطي رفع نهوئي تو قران کے الفاظ پر شکل یعني زبر ' زیر اور پیش لگائے - اکثر عربي کتابوں میں تم نے " اعجام " اور حروف " معجم " پڑها هوگا - اسکے اصلي معني یه هیں که " لفظ عربي کو عجمي بنانا " چونکه یه نقطے عجمیوں کي خاطر ایجاد کیے گئے تهے ' اسلیے حروف هجاء پر نقطے لگانا گویا " اعجام " هونا تها - یعني عربي لفظ کو عجمي بنانا تها -

چونکه یه علامات بالکل نئي تهیں اسلیے ان کے قواعد و اصول کیلیے مستقل تصنیفات کي ضرورت تهي - علماے اسلام نے یه ضرورت بهي باحسن وجوہ پوري کي اور حسب ذیل کتابیں یادگار چهوڑیں :

کتاب النقط و الشکل خلیل بن احمد (واضع علم عروض) المتوفي سنه ۱۷۰ ھ - کتاب النقط و الشکل محمد بن عیسی ' کتاب النقط و الشکل یحیي بن مبارک یزیدي النحوي المتوفي سنه ۲۰۲ ھ - کتاب النقط و الشکل ابو حاتم سجستاني المتوفي سنه ۲۴۸ ھ (یه کتاب جداول و دوائر پر مشتمل هے) کتاب النقط و الشکل ابن قتیبه دینوري المتوفي سنه ۲۷۶ ھ

ھے ؟ پس چاھیے کہ تم بھی میري سنو اور مجھپر سچا ایمان لاؤ - کچھہ عجب نہیں کہ ھدایت و ارشاد کا دروازہ تم پر کھل جاے "

اور بیشتر اسکے کہ اس نے باھر رد و قبول ' فتح و شکست ' اور موت و حیات کا فیصلہ ھو ' اس نے خود اپنے اندر ھی اسکا فیصلہ کرلیا - اُس نے دعا مانگي کہ اگر اسکي امۃ مرحومہ اور اسکے کلمۃ الحق کي خدمت کي کوئي حقیقي طلب اسکے اندر موجود ھے ' اور نیت کے خلوص اور ارادے کي سچائي کا ایک ادنی حصہ بھي اسے ملا ھے تو اسکو مہلت دي جاے ' اور غیبي نصرتوں کا دروازہ اسپر کھل جاے - لیکن اگر ایسا نہیں ھے تو پھر اسکے ساتھہ وھي کیا جاے جسکا ھر تجم باطل اور اعلان فساد مستحق ھے : لاتستوي الحسنۃ و لا السئیۃ (۴۱ : ۳۴) -

ان اللہ سیبطلــہ ' ان اللــہ لا یصلــح عمل المفسدین (۱۰ : ۸۱)	اللہ تعالے کا قانون ھے کہ وہ بہت جلد جھوٹے کاموں کو باطل کردیگا - اللہ کبھي مفسدوں کے کاموں کو کامیاب ھونے نہیں دیتا !

پس اُسکي دعا قبول ھوئي : فستجاب لہ ربہ (۱۲ : ۳۴) اور اُسے مہلت بھی دي گئي اور نصرت بھی مرحمت ھوئي - اسکے " بعض مقاصد " تکمیل کو پہنچے ' اور انکی تکمیل کی راہ میں کوئی طاقت مانع نہ ھوسکی : و یحق اللہ الحق بکلماتہ و لو کرہ المجرمون - (۱۰ : ۸۲)

ضرور تھا کہ یہ دعا دھرائي جاتي اور اسکے نتائج سے جو فیصلہ حق و باطل کا کیا ھے وہ عالم آشکارا ھوتا - چنانچہ یہی اعادۂ صحیحہ اور تکرار حقیقت تھی جس سے گذشتہ فاتحۃ الکتاب شروع ھوا -

اسکے ساتھہ ھي " قانون نصرۃ حق و خذلان باطل " کے متعلق قرانِ حکیم کي تصریحات اور انکے بعض مخصوص معارف بیان کیے گئے تھے ' اور اُن علائم و آثار کي توضیح کي بھي جو دعوۃ الی الحق کیلیے خدا کي بتلائی ھوئي نشانیاں ھیں - پھر " کلمۂ طیبہ " اور " کلمۂ خبیثہ " کے دو درختوں کا حال لکھا تھا جو زمین میں یکساں اسباب و عزائم کے ساتھہ بوئے گئے ' پر ایک نے اپني شاخوں میں فتح و مراد کا پھل پایا اور دوسرے نے اپنے اوپر ھلاکت اور خسران کی آندھیاں چلتي ھوئي دیکھیں ! و مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ' ما لہا من قرار (۱۴ : ۲۶) کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ ' اصلہا ثابت و فرعہا في السماء (۱۴ : ۲۵)

* * *

پھر ان تمام بیانات سے بھي بڑھکر ایک امر اھم و عظیم تھا جسکو واضح و مبین کردینا بہت ضروري تھا - پس تیسرے نمبر میں اس سوال پر بحث کي گئی کہ یہ سب کچھہ جو ھوا اور ھو رھا ھے ' اور یہ تمام اظہارات و تصریحات جو بہتوں کي نظروں میں ما فوق العادہ قوتوں کا ادعا اور غیر معمولي مدارج کا اعلان ھے ' آغاز کارسے کیے جا رھے ھیں ' تو انکا مقصود حقیقي کیا ھے ' اور اُن تمام کامیابیوں کي نضیلت کس کو پہنچتي ھے ؟

چنانچہ اچھي طرح واضح کردیا تھا کہ نہ تو یہ کوئي غیر معمولي دعوا ھے اور نہ مخفي طاقتوں اور روحاني خوارق کے ظہور کا کوئي اعلان ھے - بلکہ ایک نہایت ھي عام اور معمولي بات ھے - اتني معمولي بات کہ ھمیشہ اسکي حقیقت کو تمام انسانوں نے تسلیم کیا ھے - اور اب بھی ھر زبان سے کہلوا دي جاسکتي ھے اور ھر شخص ایک عام بات کي طرح اسے کہتا اور مانتا ھے - تم میں سے کون ھے جسکا یہ اعتقاد نہیں ھے کہ سچي اور نیک بات ھمیشہ کامیاب ھوتی ھے اور حق جس زبان سے نکلے ' فتح و مراد کو اپنا منتظر پائیگا ؟ پھر اگر ایسا ھي ھوا تو یہ کوئي ایسي نئي بات نہیں ھے جسپر تعجب کیا جاے اور اسے ایک ما فوق العادہ دعوا سمجھا جاے - اسمیں نہ تو سچ بولنے والے کیلیے کوئي فضیلت ھے ' اور نہ یہ داعي حق کي غیر معمولي بزرگي و کمال کا کوئي ثبوت ھے - کیونکہ سچ خود ھي اپنا راستہ پیدا کرتا ھے اور دعوا حق خود ھي اپنے خواص دکھلاتي ھے - عام اس سے کہ اسکا بولنے والا کون ھے اور کتني فضیلت رکھتا ھے ؟

ایک مومن روح کا اعتقاد تو یہ ھونا چاھیے کہ خدا اگر چاھے تو اپني سچـائي کیلیے پتھر کے ٹکڑوں اور جلانے کي لکڑیوں سے بھي وہ کام لیلیے جو بڑے بڑے انسان نہیں کرسکتے - پھر اگر ایک عاجز و قصورمند ھستي کے ھاتھوں اسکا کوئي کام انجام پاگیا تو یہ کونسي عجیب بات ھے ؟ اگر ایمان مر نہ گیا ھو اور دلوں نے اعتقاد الہي کھو نہ دیا ھو تو نہ صرف ھر مسلمان کو اسے مان ھی لینا چاھیے ' بلکہ خود کرکے قوۃ حق و صداقت کے معجزوں کو آزمانا چاھیے - اور دیکھہ لینا چاھیے کہ خداے ناصر و قیوم انکے ساتھہ کیا کرتا ھے ؟

ایمان و حقانیت تو وہ چیز ھے کہ اسکي پکار بلند کرنے والے کو حق پہنچتا ھے کہ تمام دنیا کو اپنے آگے مسخر اور تمام طاقتوں کو اپنے آگے سربسجود بتلاے - وہ اگر ایسا دعوا کرے تو اسمیں رائی برابر بھي غرور نہ ھوگا - بلکہ ایک ایسي بات ھوگي جیسے کوئي دن کو دن اور رات کو رات کہے - یا یہ کہے کہ دو اور دو چار ھوتے ھیں اور جب پاني برستا ھے تو اناج پیدا ھوتا ھے - کیونکہ وہ مومن ھے اور صرف مومن ھي کو ساري عزتیں ' ساري فتح مندیاں ' اور ھر طرح کي عظمتیں اور رفعتیں پہنچتي ھیں :

و للہ العــزۃ و لرسولہ و للمومنین - و لکــن المنـافقین لا یعلمــون (۶۳ : ۸)	عزۃ صرف اللہ کیلیے ھے ' اسکے رسول کیلیے ھے ' اور مومنوں کیلیے - مگر افسوس کہ جو لوگ منافق ھیں وہ اس حقیقت سے بے خبر ھیں !

(فاتحۃ السنۃ الثالثہ)

ان تمام فواتح سنین میں دعوۃ الهـلال کي کامیابیوں کا ذکر کرتے ھوے مناسب نہ سمجھا گیا کہ کامیابي کے اُن حالات و حوادث پر بھي تفصیل کے ساتھہ نظر ڈالي جاے جن سے اس دعوۃ الاھیۃ کي مدت دو سالہ معمور ھے ' اور واضح کیا جاے کہ یہ کامیابي کن کن راھوں اور کن کن صورتوں میں نمودار ھوئي ؟ کیونکہ اول تو یہ موضوع نہایت اطناب طلب تھا - ثانیاً الهـلال کے کاموں کے نتائج و سوانح اسقدر روشن اور آشکارا تھے کہ محض سرسري اشارہ اور اجمالي تذکرہ کردینا ھي انکے لیے کافي تھا -

لیکن آج پانچویں جلد کو شروع کرتے ھوے مناسب معلوم ھوتا ھے کہ اس موضوع پر بھي ایک اجمالي نظر ڈالي جاے اور کاروبار دعوت کے تمام دیگر پہلؤں سے قطع نظر کرکے صرف اسکي کامیابي اور تکمیل مقاصد کے واقعات کو بحث و نظر کیلیے مخصوص کرلیا جاے - تقریباً تین جلدوں سے برابر دعوۃ الهلال کي کامیابی اور مخالفین منکرین اور معاندین مفسدین کے عدم تسلط و استیلا ' و خذلان اعمال ' و خسران آمال کا ذکر کیا جا رھا ھے - پس ضروري ھے کہ الهلال کی مخالفت و معاندت کی تاریخ و سوانح پر بھي ایک بار نظر ڈال لي جاے - عجب نہیں کہ ضمناً اسمیں بہت سے ایسے مواعظ و بصائر حوالہ قلم ھوں جو شاید کسي مستقل عنوان کے ساتھہ بمشکل تحریر میں آتے -

لیکن قبل اسکے کہ اصل بیان شروع ھو ' ایک مختصر تمہید ضروري ھے - اور اسلیے یہ مضمون تین نمبروں میں ختم ھوگا - مگر اس کا ھر ٹکڑا بجاے خود مستقل ھوگا -

و الحمد للہ رب العالمین -

مذاکرۂ علمیہ

صحیفۂ فطرت کا ایک دلچسپ صفحہ

عالم نباتات اور حیوانات

مختلف الجنس اشیاء میں حیرت انگیز مشابہت

(۲)

پہولوں کي مشابہت کی جتني صورتیں ہیں' ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز (Schuberati (1) grandiflora) نامي پہول کي مشابہت ہے - اسے دور سے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہربان شکل اور کہن سال آدمي آپکو دیکھہ رہا ہے !° ہر انساني خط رخال کي شبیہ نہایت مکمل طور پر اسمیں موجود ہے اور ہو بہو ایک انسان کا چہرہ بنگیا ہے - اسکي ہر شاخ میں متعدد پہول ہوتے ہیں' اور شاخ خم کہا کر عرض میں دہنے سے بائیں طرف چلی جاتي ہے - اسلیے ہر شاخ میں بجاے ایک چہرے کے مسلسل کئي چہرے پیدا ہوگئے ہیں !

آرکڈ کي طرح یہاں بہي مادہ تولید کے ذرات ملکر چہوٹے چہوٹے ڈلے بنجاتے ہیں جنہیں مناسب قد کے کیڑے توڑ کے مادہ کو دوسرے پہولون تک لیجاتے ہیں - اس درخت کے پہول میں جو رس ہوتا ہے اسی کي تلاش میں کیڑے آتے ہیں' اور عضو رجولیت کے کالم (ستون) پر بیٹھہ جاتے ہیں - بیٹھتے ہي انکے پیر ان طویل اور عمیق شگافوں میں چلے جاتے ہیں جو اسکے تمسخر انگیز چہرے کے ہر طرف پیدا ہوگئے ہیں - جب کیڑا بہاگنا چاہتا ہے تو اسکے پیر اوپر کي طرف جا کے سیاہ قرصوں (یعني چہرہ کي آنکہوں) کے ایک تنگ سوراخ میں پہنس جاتے ہیں' اور وہ اپنے پانوں نکالنے کیلیے سخت جد و جہد کرنے لگتا ہے - اس کشمکش میں آنکہوں کے قرص مع مادۂ تولید کي دونوں ڈلیوں کے ٹوٹ جاتے ہیں اور اسطرح عروس گل کے حاملہ ہو جانے کا سامان پیدا ہو جاتا ہے !

(۱) Schubertia ایک درخت ہے جو جنوبي امریکہ میں ہوتا ہے - اسکے پتے پیچ و خم دار ہوتے ہیں - پتیوں کي سطح پر بکثرت باریک بال ہوتے ہیں اور توڑا جاے تو اندر سے دودہ کي طرح سفید عرق نکلتا ہے - اسکي مختلف قسمیں ہیں جنمیں سے ایک مشہور قسم Schu. Grandiflora ہے -

جب کبھي کوئي بڑا اور طاقتور کیڑا پہنستا ہے تو یہ تدبیر پوري طرح انجام پاتي ہے' لیکن اگر چہوٹا اور کمزور کیڑا گرفتار ہوا تو پہر وہ نہیں نکل سکتا - وہیں مرکے رہجاتا ہے' اور وہ مقصد (یعنے تلقیح) فوت ہوجاتا ہے جسکے لیے یہ تدبیریں کي گئي تہیں - اسي لیے ان پہولوں کو " ظالم" یا " صیاد" (Pinching trop) پہول بہي کہتے ہیں جو اپنے عشق و محبت کي کامجوئیوں میں اسقدر جلاد اور خونریز ہیں !

جب کوئي طاقتور کیڑا مادہ تولید نکالکے لیجاتا ہے تو اس مادہ میں ایک ایسي حرکت پیدا ہوتي ہے جسکی وجہ سے انکے پہیلے ہوے اجزا سمٹکے مختصر ہو جاتے ہیں - اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جب کیڑا دوسرے پہول پر جا کے بیٹھتا ہے تو اسکے رحم میں یہ مادہ بآساني داخل ہو جاتا ہے - ان پہولوں کے قرب و جوار میں بکثرت بھڑیں اور دوسرے قسم کے کیڑے ملینگے جنکے پیروں میں مادۂ تولید کي ڈلیاں یا ان آنکہوں کے ٹکڑے لگے ہونگے جن سے یہ مادۂ تولید نکالا گیا ہے -

(Acarus calmus) (۱) کے کہلنے کا طریقہ بہي عجیب وغریب ہے - اسوقت اسکے پہولوں کا تختہ حیرت انگیز طور پر ایک گول صف کے مشابہ ہوجاتا ہے !

اس پہول کا تعلق (Orantiaceal) کي قسم سے ہے - یہ در اصل مشرقي ایشیا کا پہول ہے مگر اب دوسرے ملکوں میں بہي ہونے لگا ہے' اور جنوبي روس میں تو اسکا مربہ بہي بنایا جاتا ہے - وہیں سے اسکي جڑیں آتي ہیں - ان جڑوں سے ایک قسم کا خوشبودار' معرف' مقوي' مگر تلخ عرق نکلتا ہے جو بعض شربتوں میں طبي طور پر ملایا جاتا ہے -

تلقیح نفس (یعني از خود تلقیح کا ہونا اور کسي دوسرے پہول کے مادہ تولید کا عدم شمول جسکو اصطلاح میں Self-pollination کہتے ہیں) یا ازدواج نفس (یعني نر اور مادہ الگ الگ نہ ہوں - خود ہي نر بہي ہو اور مادہ بہي جسے اصطلاح میں Autogamy کہتے ہیں) ہمارے سوال کے دائرہ سے خارج ہے کیونکہ ہر پہول کا رحم مرکز مادۂ تولید کے نکلنے سے پہلے ہي مرجہا جاتا ہے - ہاں یہ صحیح ہے کہ تختہ کے بالائي پہولوں کے رحم میں نیچے کے پہولوں کے عضو رجولیت سے مادہ تولید نکالا جاسکتا ہے' مگر یہ اسیوقت تک بار آور ہو سکتا ہے جب تک کہ اسمیں کیڑوں کي اعانت شریک نہ ہو -

لڑکے نہایت شوق سے اس پہول کے بہچے ہوے جبڑوں کو

(۱) Acarus یعني ایکرس ایک قسم کا درخت ہے جسکي مختلف قسمیں ہیں - ان اقسام میں سب سے زیادہ دلچسپ قسم Acarus Calmus ہے جسکا ذکر مضمون میں آیا ہے - ایکیرس انگلستان میں زیادہ تر ساحلي اور مرطوب مقامات میں ہوتا ہے - انگلستان کے علاوہ ہندوستان اور شمال امریکہ کے سرد حصوں میں بہی پایا جاتا ہے -

(۲۳ — اجزاء القــرآن)

هر كتاب تفصيل فوائد اور تسهيل مطالب كي غرض سے مختلف ابواب و فصول پر منقسم هوتي هے - صحف الهيه بهي اس اصول سے مستثنى نهيں - تورات مختلف پرق (فرق) يعني منازل ' اور مختلف اصحاح يعني سورز پر منقسم هے - قرآن مجيد كي اصلي تقسيم معنوي تو سورتوں پر هے ' ليكن لوگوں نے تلاوت كي آساني كے ليے مختلف اجزاء پر اوسكو منقسم كرديا هے - ان تقسيمات كا مدعى صرف الفاظ و عبارات كي متساوي تقسيم هے ' تاكه پڑهنے والوں اور حواله دينے والوں كو سهولت و آساني هو -

قرون اولى كے عباد و زهاد على العموم قران كي كامل تلاوت ايك هفته ميں ختم كرديتے تهے - اس مناسبت سے قرآن كي سب سے پہلي لفظي تقسيم يه هوئي كه سات ٹكڑوں پر منقسم كيا گيا جن ميں سے هر ايك كو " حزب " (ٹكڑا) يا " منزل " كهتے هيں كه تلاوت قران كا مسافر هر روز وهاں اپنے سفر الى الله كي ايك منزل ختم كرتا هے -

تلاوت كا اس سے زياده سهل طريقه يه هے كه هر مهينے ميں ايك بار ختم كيا جاے - اس بنا پر لوگوں نے قران كو تيس روز كے حساب سے برابر برابر تيس حصوں پر تقسيم كرديا ' جن كا نام " پاره " يا " جزء " هے -

پهر هر پاره دو برابر حصوں ميں منقسم هوتا هے - جنكو " نصف " كهتے هيں - نصف كے بهي دو ٹكڑے هيں جن ميں سے هر ايك كا ايك ايك " ربع " هے - ليكن اصطلاحاً ايك ٹكڑے كو ربع ' دو ٹكڑے كو نصف ' تين ٹكڑے كو ثلث ' اور چاروں ٹكڑوں كو ملاكر ايك " پاره " كهتے هيں -

قران مجيد كے ان مختلف اجزا و اقسام كي تعيين كه كهاں سے شروع هوتے هيں ؟ كهاں ختم هوتے هيں ؟ كهاں تك نصف هے ؟ كهاں ربع هے ؟ كهاں ثلث هے ؟ محتاج تاليف و ترتيب تهي ' اسليے دوسري اور تيسري صدي كے علماے نحو و ادب نے اس احتياج سے بهي قران كريم كو مستغني كرديا - اجزاء القران ابوبكر بن عياش الموجود سنه ۱۲۷ ح (يه كتاب ۳۰ پاروں كي تقسيم ميں هے) اجزاء القران حميد بن قيس الهلالي ' اسباع القران (۷ منازل كي تفصيل) حمزه زيات المتوفى سنه ۱۵۶ - اجزاء القران سليمان بن عيسى ' اجزاء القران كسائي نحوي المتوفى سنه ۱۸۸ ' اجزاء القرآن ابو عمر الدوري الموجود سنه ۲۰۲ -

(۲۴ — مقطوع القران و موصوله)

كسي ايسي كتاب كے ليے جو متنوع المعاني اور مختلف المطالب هو ' اوس كو پڑهتے وقت نهايت ضروري هے كه عبارت كا توڑ جوڑ اور ختم و شروع اپنے نقره پر كيا جاے ' جس سے عبارت بے ربط اور معني مختلط نهوں ' اسي كا نام قطع و وصل هے - قران مجيد كي تلاوت كے ليے بلكه صحيح طور مطالب سمجهنے كے ليے نهايت ضروري هے كه قران مجيد كي مقطوعات و موصولات سے واقفيت هو - حسب ذيل كتابيں اسي واقفيت كا ذريعه هيں مقطوع القران و موصوله عبد الله عامر يحصبي قاري شام المتوفى سنه ۱۱۸ ' مقطوع القرآن و موصوله حمزه بن حبيب الزيات قاري بصره المتوفى سنه ۱۵۶ ' مقطوع القران و موصوله علي بن حمزه كسائي قاري كوفه المتوفى سنه ۱۸۸ -

(۲۵ — عدد آي القران)

جسطرح عام كتابوں كي هر فصل و باب كي تركيب فقروں سے هوتي هے - اسي طرح قران مجيد كي هر صورة آيتوں سے مركب هوتي هے - " آية " عربي ميں (اور أوة عبري ميں) لغه ' نشان وعلامت ' كے مرادف هے ' اور اصطلاحاً عبري ميں تورات كے ايك حرف كو بهي أوة كهتے هيں كه وه اپنے مدلول عليه كے ليے صرف ايك قسم كا نشان اور علامت هے - ليكن عربي كي اصطلاح اس سے زياده وسيع قرار دي گئي هے ' اور وه قرآن كے پورے ايك نقره پر حاوي هے -

آيت يا نقره كسكو كهتے هيں ؟ كسي كلام مسلسل كے اوس مختصر ٹكڑے كو جو اداے مطلب اور تفهيم معني ميں مستقل هو - اس تعريف كي رو سے ممكن هے كه كلام كا ايك ٹكڑا جسكو هم اداے مطلب كے ليے مستقل سمجهتے هوں ' تم نه سمجهتے هو ' پس يه بالكل ممكن هے كه اگر ايك فريق كے نزديك سوره فاتحه كے سات ٹكڑے هوں يعني سات آيتيں ' تو دوسروں كے هاں چهه هوں يا آٹهه ' اسي پر پورے قرآن مجيد كي تمام آيات كي تعداد كو قياس كر لو -

قران مجيد كے تحفظ و صحت كي اخير حد يهه هے كه مسلمانوں نے اس كے ايك ايك حرف ' ايك ايك لفظ ' اور ايك ايك آيت كا شمار كر ليا هے - حروف اور الفاظ كي تعداد ميں تو زيادت و نقص نهيں هو سكتي ' ليكن بڑهانے تفصيل ما موق ' آيات كي تعداد ميں اختلاف راے ممكن هے ' چنانچه " علم عدد آي القرآن " كا موضوع يهي مسئله هے -

علم القرأة كي تفصيل ميں اوپر گذر كر چكا هے كه مدون قران كے ليے قرون اولى ميں ۵ مشهور اسكول (درسگاه) تهے : مكه معظمه ' مدينه مباركه ' بصره ' كوفه ' شام - ان ميں سے هر اسكول نے اپني تحقيق و راے كے مطابق آيات قرانيه كي تعداد و شمار پر مستقل رسائل ترتيب دے هيں -

مكه معظمه

كتاب العدد عطاء بن يسار الفقيه ' كتاب العدد مزاني ' كتاب حروف القرآن خلف البزاز -

مـديـنـه مباركـه

كتاب العدد نافع قاري مدينه المتوفى سنه ۱۶۹ ' كتاب العدد عيسى المدني ' كتاب العدد اسماعيل بن ابي كثير القاري -

كــوفــه

كتاب العدد حمزة الزيات قاري كوفه المتوفى سنه ۱۵۶ ' كتاب العدد خلف النحوي الكوفي ' كتاب العدد محمد بن عيسى الكوفي ' كتاب العدد علي بن حمزه الكسائي النحوي قاري كوفه المتوفى سنه ۱۸۹ ھ -

بصــره

كتاب العدد ابن معاذ ' كتاب العدد عاصم الجحدري ' كتاب العدد حسن بن حسن بصري ' عدد اي القرآن محمد بن مستنير قطرب المتوفي سنه ۲۰۶ -

شــام

كتاب العدد يحيى بن حارث الذماري ' كتاب العدد خالد بن معدان ' كتاب اختلاف العدد وكيع الفقيه -

يه قدما كي تصنيفات هيں ' متاخرين ميں موصلي (نام نهيں معلوم) كي ذات الرشد ' اور ابو معشر عبد الكريم بن عبد الصمد الطبري المتوفى سنه ۴۷۸ كي تعداد الاي القران وغيره اسي فن كي كتابيں هيں -

[الباقي يأتي]

هندوستان میں ایک بڑا کیڑا هوتا ہے جسے " سانپ " (Attacus attas) کہتے هیں - اسے یه لقب اسلیے ملا ہے که اسکے اگلے پر کے سرے ایسے نظر آتے هیں جیسے ایک پر غضب کوبرا (ایک قسم کے زهردار سانپ) کا سر ہے جو کسي تصویر کے خانے میں دکھایا گیا ہے !

اس خاندان کے دوسرے کیڑوں کے اگلے پروں پر بھي بہت سے خوشنما اور تعجب انگیز صفیں هوتي هیں - چنانچه اس ڈروپنگ برڈ (Drooping bird مرجھانیوالي کلي) کو دیکھیے جو " چاند " نامي کیڑے کے اگلے پروں پر نظر آتي ہے - یه ر اسي قسم کے اور نمونے جو تتلیوں اور کیڑوں کے پروں پر هوتے هیں ' گونه گوں وضعوں اور طرح طرح کے نمونوں کا ایک ایسا ذخیرہ جمع کردیتے هیں جن سے مصور بہت فائدہ اٹھا سکتے هیں - جب انہیں نئي نئي وضعوں کے القا و الہام کي ضرورت هوتي ہے تو فطرة کي یه مصنوعات عجیبه و غریبه انکے سامنے نمونه کیلیے آ جاتي هیں - اگر یورپ کي بہت سي صنعتوں اور نقش و نگار کے کاموں کے اصل کا سراغ لگایا جاے تو یقیناً انهي کیڑوں کے پر نکلینگے - کشمیر اور هندوستان کي مشہور شالوں کے نمونوں میں (cethocia) نامي جنس کے نقش و نگار تتلیوں هي کے رنگ هیں جنکي نقل اتاري گئی ہے -

(مـــرقـــع)

اس مضمون کے ساتھه اُن پھولوں اور کیڑوں کا ایک مرقع بھي دیا جاتا ہے جنکا ذکر گذشته اور آج کے نمبر میں آیا ہے - بائیں جانب سے به ترتیب دیکھتے آئیے - تصویریں دو کالم میں کردي گئي هیں - پہلے کالم کو ختم کر کے دوسرے کالم کو شروع کیجیے گا :

(۱) " سانپ " نامی هندوستاني کیڑا جو کوبرے کا سر معلوم هوتا ہے -

(۲) یه " موت کے آوارہ گرد کیڑے " کي تصویر ہے ' جسکے جسم پر انسان کي کھوپریوں کي متقاطع هڈیوں کی شکل هوتي ہے -

(۳) یه " مرجھانے والي کلي " ہے ' جو " چاند " نامی کیڑے کے اگلے پروں پر نظر آتي ہے -

(۴) وہ تتلي جس کے پروں پر انگریزي کے (80) هندسه کی شکل هوتی ہے -

(۵) یه گل ترو پیولم ہے - اسکي شکل هو بهو ایک نہایت عمدہ لقا کبوتر کي سي هوتي ہے - اس پھول کي دو تصویریں دي گئي هیں - ایک تصویر پوري طرح کھلے هوے پھول کي ہے - اسي لیے اسمیں مشابہت بہت واضح ہے - دوسري تصویر ایک نیم شگفته کلي کي ہے ' اسلیے زیادہ نمایاں نہیں ہے -

(۶) اولین نظر میں یه معلوم هوتا ہے که بہت سي انساني کھوپریاں هیں ' جو یکے بعد دیگرے رکھدي گئي هیں ' مگر در حقیقت یه وہ پھلیاں هیں جنمیں اسنیپ ڈراگن Snap-dragon نامي درخت کے بیج هوتے هیں -

(۷) یه ایکرس کیلمس نامي درخت کے پھول کی تصویر ہے جس کا ذکر گذشته نمبر میں کیا گیا ہے -

(۸) یه اس پھول کي تصویر ہے جو ایک پیر مرد کے مشابه هوتا ہے - اس کا ذکر اس نمبر کے گذشته حصه میں آیا ہے -

(۹) Aristolochia کا ذکر اس مضمون کے گذشته نمبر میں آیا ہے - یه اسی کي کلي ہے - اس کلي کو اگر ایک رخ سے دیکھیے تو معلوم هوتا ہے که راج هنس کے چہرہ کا ایک غیر مکمل خاکه ہے -

بريد فرنگ

اقتـراعـیـات

حقوق پرستـــان انگلستان کے تازہ ترین سوانح و حوادث

اقتراعية (یعني عورتوں کے سیاسي حقوق کے تحریک) دراصل حق انتخاب کا مطالبه ہے - یه اس صنف کي طرف سے کیا گیا ہے - جسے تورات مقدس کي روایت کے بموجب محض مرد کے دل بہلانے کے لیے پیدا کیا گیا تھا - لیکن اس دل بہلانے والے کھلونے کے مطالبات نے اب ایسي خطرناک صورت اختیار کرلي ہے که سارا انگلستان درد و اضطراب سے چیخ اٹھا ہے ' اور جیسا که مقامي اینگلو انڈین معاصر کے مراسله نگار لندن نے لکھا ہے " انکا وجود انگلستان کے لیے ایک سخت ترین اجتماعي خطرہ هوتا جاتا ہے جسکي برباد کن ترقي کي رفتار بہت هي تیز ہے - اس اجتماعي خطرہ کا اگر جلد تدارک نه کیا گیا تو مسٹر ڈوایل کا یه اعلان عملاً سامنے آجائیگا که " لوگ قانون کو اپنے هاتھوں میں لے لینگے ' اور ان عورتوں کو خود سزا دینگے جو مردوں کو سزا دینے میں اب بالکل ناقابل برداشت هوگئي هیں " -

اقتراعیه کي دراز دستیوں کا دائرہ اسقدر وسیع هوگیا ہے که ایک ادنی پولیسمین سے لیکر شاہ عہد تک ' اور گولف اور ٹینس کلبوں کے خیموں سے لیکر مصنوعات نفسیه کي گیلریوں اور مقدس مذهبی مقامات و اثار تک انکي دست درازي سے محفوظ نہیں !

(پولیسمین)

وہ لال پگڑي والی طاقت جسکے کمر کے چھوٹے سے ڈنڈے کي ایک معمولي جنبش هزارها هندوستاني مردوں کے بھرے مجمع کو منتشر کر دیتي ہے ' انگلستان میں خوبصورت هیئت اور رعب انگیز قیمتي وردي کے اندر بہت با قاعدہ ہے - تاهم گرفتاري کا قصد ایک طرف رها ' اگر محض بچانے کے خیال سے بھي کوئي پولیسمین ان عورتوں کو پکڑتا ہے تو بقول مراسله نگار انگلشمین " اس حفاظت کا صله اسے ایک زنانه ایڑي کے بوٹ کي ٹھوکر کي شکل مین ملتا ہے " !

یه کسي نازک اندام کي لا ابالانه ٹھوکر نہیں هوتي که " ضرب حبیب ضبیب " کا لطف آئے ' بلکه ایک ایسي عورت کی جس نے اچھي طرح اس عجیب اسلحه کے استعمال کي مشق کرلي ہے ' اور جو وزن میں ۹ اسٹون (۱) سے بھي کہیں زیادہ ہے ! وہ اسقدر زور سے بے محابا اور اسطرح تاک کے با اصول ٹھوکر مارتي ہے که جنگ پیشه سپاهي حیرت سے مبہوت رهجاتا ہے !

هندوستان میں پولیس کے کسي غیر قانونی حکم کي بھي نافرماني کم از کم ۲۴ گھنٹه حوالات میں رکھنے کے لیے کافی هوتي ہے - ممکن ہے که آپ انگلستان کو بھي اسي پر قیاس کرلیں ' اور کہیں که چونکه اس نے اداے فرائض حکومت میں مداخلت کي ہے اسلیے دفعه (۲۲۴) عاید کي جاتي ہے اور بقید دو سال قید کي مستحق ہے - مگر یه قیاس صحیح نہوگا - گوري رنگت کي پولیس گوري آبادي کیلیے هم سیاہ رو وحشیوں کا سا قانون نہیں رکھه سکتي - انگلستان کا ضابطه فوجداری ایسے موقع پر پولیسمین کو

(۱) ایک اسٹون ۱۴ - پونڈ کا هوتا ہے -

چٹکی سے نوچتے هیں' جسکا نام (Antirrhinum) (۱) نہایت هي مناسب اور موزوں ہے -

لارڈ اویبري اس پھول کو ایک ایسے مضبوط صندوق سے تشبیه دیتے هیں جسکي کنجي صرف بھونرے هي (Humble bee) کے پاس ہے ' کیونکہ چھوٹے چھوٹے کیڑے تاج (Corolla) (۲) کی بند پنکھڑیوں میں سے اپنا راستہ نکالنے میں کامیاب نہیں هوسکتے -

اس پھول کي تلقیح کے لیے ایک بڑي زبان والی مکھي کي ضرورت هوتي ہے - اسکا عضو نسائی ایک قسم کي زیر زمین راہ ہے جسمیں سے هوکے کیڑا رس تک پہنچسکتا ہے اور جو بالکل اسکے کنارے میں هوتا ہے - اس راہ کے سرے پر اسکي چھت کي طرف دبے هوے مادہ تولید میں ملفوف اینتھر هوتے هیں - پھول کے امتحان سے صاف نظر آتا ہے که اگر کیڑے اندر جا سکتے تو وہ ان مرکز هاے مادہ تولید کو مس کیے بغیر اس تک پہنچ جاتے -

بڑي مکھي سے یہ راہ بالکل بھر جاتي ہے ' اسلیے جب وہ باهر نکلتي ہے تو خود بخود اسکي روئیں دار پیٹھه کے ساتھه مادہ تولید کے ذرات بھي لگ کے چلے آتے هیں -

یہ واقعات هیں جن سے اس پھول کے ان بھکے هوے جبڑوں کے حالات کي تشریح هوتي ہے جو اپنے کھلنے کے لیے شہ زور کیڑوں کو همیشہ صلاے زور آزمائي دیتا رهتا ہے -

اس پھول کا سب سے زیادہ دلچسپ حصہ ایپسیول ہے (۳)

اس مضمون کا یہ مقصد نہیں که اس میں تمام تعجب انگیز مشابہتوں کي ایک مکمل فہرست پیش کي جائے - اگر ایسا کیا جاے تو اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھنے والے مصنف کا بوجھه هم اپنے سر لے لینگے حالانکہ اسکے لیے بالکل طیار نہیں هیں - همارا مقصود صرف یہ ہے که چند دلچسپ صورتوں کا اجمالي تذکرہ کردیں اور اسپر توجه دلائیں که اس موضوع سے تعلیم میں کیونکر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ؟ پڑھنے والے اپنے تخیل اور مشاهدہ کي قوت سے کام لینگے تو انہیں اس موضوع کے متعلق قریباً بے پایاں سلسلوں کے دریافت کرنے میں کوئی دقت نہ هوگي -

(عالم حیوانات)

اب تک تو نباتات کا ذکر تھا - اب هم حیوانات کو لیتے هیں -

کیڑوں کے پر جس قسم کے نقش و نگار کے نمونے پیش کرتے هیں' اگر انکو جمع کیا جائے تو انمیں بہت سي مختلف صنعتوں اور تصویروں کا سراغ ملیگا - هم نے اپنے مضمون کے ساتھه صرف ایک دو پروں کي تصویر دي ہے - غالبا ان تصویروں میں سب سے زیادہ تعجب انگیز نشان وہ ہے جو بالکل رومن اعداد کا عدد ۸۰ - یعنے 80 لکھا هوا دکھائي دیتا ہے - اور جو جنوبي امریکه کي تتلي (Catagramma) نامي کے پچھلے پروں پر هوتا ہے - بے شک یہ عدد اس جنس کي تمام انواع میں پوري طرح واضح نہیں ہے' مگر عموماً پچھلے پر کي اندروني سطح پر 80 یا 88 کا نشان ضرور هوتا ہے - اسیواسطے جو لوگ برازیل میں ان تتلیوں کو پکڑتے هیں' وہ انہیں " ایٹتي ایٹ " (اٹھاسی) کہتے هیں -

وہ کیڑے جو موت کا سر (Death's Head) کہلاتے هیں' انکے سینے کے نقش و نگار بھي ایک نہایت دل نشیں منظر ہے - کیونکہ وہ انساني کھوپریوں اور انکي متقاطع هڈیوں کي نہایت عمدہ نقل هوتي هیں' اور انہیں دیکھکے جرمن سواروں کے مشہور رسالے کا نشان یاد آجاتا ہے !

جرمني اور پولینڈ میں (جہاں یہ کیڑے کثرت سے هوتے هیں) انکو (Death's head phantom " موت کے سر کي تصویر" یا (Wandering death bird) یعنی " موت کے آوارہ گرد کیڑے " کہتے هیں - وهاں کے جاهل کسانوں کا عقیدہ ہے که وہ بہت هي منحوس اور بد اثر هیں !

---

(۱) یہ ایک قسم کا درخت ہے جسکي ۱۴ قسمیں هیں - اسکا اصلي وطن بحر میڈیٹرینین ہے مگر بسا اوقات کالیفورنیا میں بھي نظر آجاتا ہے -

(۲) " کارولا " پھول کا وہ حصہ ہے جو کلی کے اندر اور باہر اور حصہ کے گرد هوتا ہے - اسکا وجود عموماً محض دو تین پتیوں هي سے عبارت هوتا ہے جو تکمیل نشو کے بعد بڑي هوجاتي ہے - یہ پتیاں بالائي غلاف (کمامہ) کي پتیوں سے زیادہ خوشنما اور پر رونق هوتي هیں - انگریزي میں انکو (Corolla) کہتے هیں جو ایک لاطیني نژاد لفظ ہے - لغت میں اسکے معني تاج کے هیں - اسي لیے هم نے بھی تاج هي ترجمه کیا -

(۳) وہ ایک تھیلی ہے جسمیں بیج رهتے هیں - عربي میں اسکو " خریط " کہتے هیں -

تھي اور کچھه زمين پر کھنچي چلي جاتي تھي - انھي کے ساتھه ساتھه ليڈي بلوم فيلڈ اور انکي همشير بھي باھر نکل آئيں -

بيان کيا جاتا ھے کہ اس واقعه پر شاہ يا ملکه نے چنداں توجه نه کي - دربار اس طرح اپني حالت پر رہا' گويا کچھه ہوا ھي نہيں - چنانچه جو لوگ پيچھے تھے جب انھوں نے مس بلوم فيلڈ کو مع اپني والدہ اور همشيرہ کے اسطرح جاتے ديکھا تو وہ سمجھے کہ يه بے ھوش ھوگئي ھے -

يه بيانات ھيں جو شائع کيے گئے ھيں ' ليکن اصلي واقعه اب اسقدر مختلف اور مخفي ھوگيا ھے کہ کچھه نہيں کھلتا ' صورت حال کيا پيش آئي تھي ؟

(ايک تاريخي کليسا)

يه دن انگلستان کے ليے ايک منحوس و نامبارک دن تھا ' کيونکه ايک طرف تو دربار کي اسطرح توھين ھوئي - دوسري طرف وہ اپنے ايک نہايت تاريخي و ديني سرمايه سے محروم ھوگيا -

اقترامي عورتوں نے ڈربي شائر کے مشھور اور تاريخي گرجے ميں آگ لگا دي - ريورينڈ جان وھائيٹيکر اسکے ريکٹر (ايک مذھبي عہدہ ھے) بلائے گئے - ڈربي کا آگ بجھانے والا انجن بھي آيا ' مگر کيا حاصل ؟ چھت گر چکي تھي ' شعلے ھوا ميں بلند ھو ھو کے گاؤں بھر ميں آتشزدگي کا اعلان کر رھے تھے - آفتاب طلوع ھوا تو لوگوں نے اس عظيم الشان تاريخي کليسا کي سوختہ اور برھنه ديواريں ديکھيں - مشھور طبيعي چارلس ڈارون ' اسکے چچا کي ياد گاريں ' اور انکے علاوہ اور جسقدر آثار عتيقه اس کليسا ميں موجود تھے ' سب کے سب جلکر خاک سياہ ھو گئے - وہ پرانا خوشنما پردہ جو اس کليسا کے آثار محفوظه ميں ايک نہايت ممتاز يادگار تھي ' وہ قديم کتابيں جنکو اھل شائر نہايت تقديس و احترام کي نظر سے ديکھتے تھے اور جو پڑھنے کے ڈيسک ميں رکھي رھتي تھيں ' وہ اسکي عظيم الشان ' محکم ' خوبصورت عمارت جسکو ديکھنے کيليے سياح آتے تھے ' آہ ! سب برباد ھوگئے ! عورت ' نازک ' حسين ' دلربا ' محبت طلب عورت نے سب برباد کر ديا ! کليسا کي عمارت نارمن طرز تعمير کي ايک خاص ياد گار تھي - اگرچه اس عہد کي بني ھوئي چيزوں ميں سے صرف ايک جنوبي دروازہ ھي باقي رھگيا تھا ' مگر وہ بھي کچھه کم با عظمت نه تھا - اس دروازہ کے متعلق اثريين (آرکيا لوجسٹس) کا اندازہ تھا کہ وہ سنه ۱۱۵۰ ع کا بنا ھوا ھے -

مگر اس تذکرہ سے کيا حاصل ؟ "عورت" اب بربادي و ھلاکت کي ديبي بنگئي ھے - وہ سب کچھه جلاديگي ! سب کچھه برباد کرديگي !

(گيلري)

تصاوير کے عجائب خانوں اور گيلريوں پر تو اتنے حملے ھو چکے ھيں کہ اب معمولي حملوں کا تذکرہ کوئي خاص دلچسپي نہيں رکھتا - ليکن ھم جس واقعه کا ذکر کرنا چاھتے ھيں وہ اس عام حکم سے مستثني ھے - کيونکه اسکے ساتھه ايک خط بھي ملا ھے جو اقتراعيات کے جذبات و حيات کا ايک عبرت انگيز آئينه ھے -

بونڈ اسٹريٹ ميں مصنوعات نفيسه کي ايک گيلري ھے جو "ڈور گيلري" کہلاتي ھے - ھفته کي ڈاک ميں ايک کم سن اور حسين عورت اپنے گون ميں ايک کلھاڑي چھپائے ھوے آئي ' اور نظر بچا کے دو تصويروں کو کلھاڑي سے کھرچ ڈالا - ان دونوں تصويروں ميں سے ايک کا نام "مجروح عشق" تھا - يه بارٹولوزي نامي مشھور مصور کي کندہ کاري (انگريوينگ) کا نمونه تھي ' اور بالاخر اسي حسن کے ھاتھوں مجروح ھوئي جو دنيا ميں عشق کا حريف قديم ھے !

دوسري گريڈ کيسلي وينس کي تصوير تھي - اس پر آبي رنگ (واٹر کلر) تھا - يه تصوير جان شيپلينڈ کے زور قلم کا نتيجه تھي اور سو پونڈ ميں خريدي گئي تھي - گيلري کے نگراں و مھتمم کو کسي طرح اسکا علم ھوگيا - اس نے اپنے حسين مجرم کو پکڑ لينا چاھا - ليکن يہاں حسن کا ظہور ويسا نرم و لطيف نه تھا جيسا کہ ابتک رھا ھے - عورت کے پوري طرح گرفت ميں آنے سے پہلے ايک نہايت سخت کشمکش ھوئي ' حتى کہ غريب گيلري کا مھتمم زخمي ھوگيا !

جسکا تو قاتل ھو اسکے واسطے
کونسي لذت ھے خنجر سے لذيذ !

يه عورت مارلو اسٹريٹ کے مجسٹريٹ کي عدالت ميں حاضر کي گئي - گواھي ميں زخمي مھتمم نے تفصيل کے ساتھه بيان کيا کہ کيونکر اس نے گيلري کے جنوبي و مغربي حصے ميں شيشه ٹوٹنے کي آواز سني ' اور جب وہ آيا تو اس نے ديکھا کہ ايک ھاتھه کلھاڑي ليے شيپلينڈ کي تصوير کے پاس متحرک ھے - پھر آتے آتے ديکھکے کس طرح عورت نے کلھاڑي اس پر بھي اٹھائي مگر اس نے نہايت ھشياري سے کام ليا اور فوراً ٹوٹ پڑنے کے بدلے دريافت کيا کہ اس نے يه حرکت کيوں کي ؟ جسکے جواب ميں عورت نے کہا کہ بس يہي ايک راسته ھے جو ھمارے واسطے اب باقي رھگيا ھے -

اس نے کہا کہ دوسري تصوير بھي خراب ھوگئي ھے -

اسکے بعد ايک خط اسي گيلري ميں پڑا ملا جسکا مضمون يه تھا :

" اگر تم ان حرکتوں کو روکنا چاھتے ھو تو ھمارا انصاف کرو - ھم اپنے مطالبه سے دست بردار ھونے سے پہلے اپني جان ديدينے کے ليے تيار ھيں - ھم تمام دروازوں کو کھٹکھٹا چکے ھيں ' اور ھر جگہه سے مايوس ھوکے ادھر آئے ھيں - بيشک ھم گذشته زمانے ميں بہت ھي زن نما تھے مگر ھمارا وہ دور ختم ھوگيا - اب ھم مردوں سے بھي بہتر جنگ کے ليے تيار ھيں - تم ھمکو قتل کرنے کا حکم ديسکتے ھو ' ليکن ھمارے مرنے سے ھماري تحريک مردہ نہيں ھوسکتي - اگر ھم ميں سے ايک مرجائيگي تو اسکي جگہه دس بہنيں اور پيدا ھوجائينگي - ميں (يعني کاتبۂ خط) بھي جنگ ميں شريک ھوگئي ھوں "

(خانقاہ ويسٹ منسٹر)

ليکن ان سب ميں بربادي کي شديد ترين کوشش وہ تھي جو حال ميں کي گئي ھے - خانقاہ ويسٹ منسٹر اپني اھميت و عظمت کے لحاظ سے انگلستان کي سب سے بڑي خانقاہ ھے - يہي جگہه ھے جہاں کے کليسا ميں شاہ انگلستان کي تاجپوشي ھوتي ھے -

اس ميں ايک بمب کا گولا رکھا گيا تاکہ اسکي عمارت کا خاتمه کردے - حسن اتفاق سے اسکي ساخت نامکمل رھگئي تھي ' اسليے وہ ناقص طور پر پھٹا ' اور خانقاہ کي بہترين اشياء مثلاً سکون کا پتھر ' تاجپوشي کي کرسي ' شاہ ايڈورڈ کنفيسر کا چيپل وغيرہ ' بچ گئے - ورنه يه تمام عظيم الشان يادگاريں دھواں بنکر اڑ جاتيں ' اور اس عظيم الشان عمارت کے بہترين حصے بھي گر کر ريزہ ريزہ ھو جاتے !

حق نہیں دیتا که اپنی حفاظت کے لیے اس حمله آور عورت کو ترکی به ترکی جواب دے !

(مجسٹریٹ)

مجسٹریٹ جو هندوستان میں اپنے زیر انتظام شهر کا پادشاه هوتا هے ' اور بغیر کسی تامل کے مچھلی بازار کانپور کے ایک نہتے مجمع پر مسلسل ۱۰ منٹ تک ۴۰۰ کارتوسوں کی بارش کراسکتا هے ' اسکی رفعت یه عورتیں اتنی بھی تو نہیں کرتیں جتنی هندوستان کے کسی بڑے شهر میں پولیس کے جمعدار یا داروغه کی هوتی هے !

" نیلی هال " اور " کربس رز " دو اقتراعیه عورتیں هیں جنکا چالان چند اقتراعی سازشوں کے سلسلے میں پولیس نے کردیا تھا - جب پیشی کا دن آیا تو مسٹر پال ٹیلر نامی مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر کی گئیں - ابھی مسٹر بادکن وکیل استغاثه نے کھڑے هوکے مجسٹریٹ کو مخاطب هی کیا تھا که " نیلی هال " نے پولیس کے جبریه کھانا کھلانے کا افسانه چھیڑ دیا - مسٹر ٹیلر سر جھکائے سنا کیے - تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے سر اٹھایا هی تھا که هال چیخ اٹھی :

" تم کو اچھی معلوم هے که هم پر کیا کیا ظلم کیے گئے هیں (یعنی کس طرح بجبر کھانا کھلایا گیا هے ؟) اسلیے اگر تم غیرت مند هوگے تو هم سے آنکھیں چار نه کرسکوگے " !

اسکے جواب میں مسٹر ٹیلر نے کہا : " قصور معاف - یه خود کرده مصائب هیں "

اس پر هال برهم هو کے بول اٹھی : " اس کا مزه تم نہیں جانتے - کیونکه تم پر کبھی پڑی هی نہیں "

" رز " نے بھی اپنی سهیلی کی تائید کی ' اور نہایت بے باکی سے ظاهر کیا که اسے مجسٹریٹ کا چہره دیکھکے خوف آتا هے - گویا مجسٹریٹ آدمی نہیں هے - ایک مرانگستر (عجیب الخلقت جانور) هے - اس پر مسٹر ٹیلر نے ایک زهر خند هنسی کے ساتھه کہا :

" تم نہیں چاهتیں که میں تمهیں برابر دیکھتا رهوں ؟ کیوں ؟ ایسا هی هے نا ' نا چاهتی هو ؟ بولو ! "

هال اور برهم هوگئی - جهلا کے بولی :

" اگر تمهیں دن بھر میں تین بار زبردستی کھانا کھلایا جاتا تو تم اسطرح نه هنستے "

اب مجسٹریٹ صاحب بھی ذرا هلے اور کسی قدر غضب آلود سنجیدگی کے ساتھه کہا :

" میں ابھی تم پر هنستا هوں پھر کیا تم مجھے بھی الزام دیتی هو ؟ بولو ! "

اتنا سننا تھا که " هال " اور " رز " دونوں آگ بگولا هوگئیں ' اور کئی دفعه زور زور سے چلائیں " مسٹر بادکن اسے (یعنی غریب مجسٹریٹ کو) روکو "

مسز نیلی هال پولیس کے قبضے میں - کشمکش ' مقابله ' اور بالاخر شکست !

اسکے بعد اس عجیب الخلقت مقدمے کی کارروائی شروع هوئی - اثناء شهادت میں دونوں نے کئی بار کہا :

" هم نہیں چاهتے که همارا مقدمه چلایا جاے - همکو یوں هی سزا دیدو "

مگر مقدمه کی کارروائی هوتی رهی - ایک پولیس کا گواه پیش هوا - اسکے بعد مقدمه آینده کے لیے ملتوی کردیا گیا - جب " هال " اور " رز " باهر لائی گئیں تو دونوں بہت زور سے چلائیں :

" خیر ' کچھه پروا نہیں - هم لوگ برابر لڑتے رهینگے ! لڑتے رهینگے !! لڑتے رهینگے !!!

(شاه اور ملکه)

ان واقعات کا ذکر هم نے اس خیال سے کیا که وفاکیش اور اطاعت بردار هندوستان کی همت کے لیے یہی واقعات لرزه انداز و دهشت انگیز هیں ' ورنه جس جماعت کا اسوقت ذکر هو رها هے ' وه تو خود وزیر اعظم مسٹر ایسکوینهه کو بر سر مجلس بارها ذلیل و رسوا کرچکی هے ' اور پھر اتنا هی اسکے طائر جرات کا سدرة المنتهی نہیں هے - وه اس عرش عظمت و جلال تک بھی پرواز کرچکی هے ' جو انگلستان کی دنیا میں احترام و اجلال کی آخرین منزل هے !!

پادشاه کے ساتھه گستاخانه جرات کی ابتدا تو اس سر زور شاهانه اقدام سے هوتی هے جو ایک اقتراعیه نے گھڑ دوڑ کے میدان میں دکھلایا تھا ' اور شاهی گھوڑے کو پکڑنے کی لا حاصل کوشش میں اپنی جان تک گنوا دی تھی ' مگر اسکے بعد ایک دوسرا واقعه پیش آیا جسکے متعلق انگریزوں کا خیال هے که " وه مهذب دنیا کی نظروں میں انگریز عورت کی گستاخی اور بد تہذیبی کا ایک شرمناک ترین منظر هے " - شاید ایسا هی هو !

ڈرائنگ روم کا شاهی دربار تھا - شاه اور ملکه رونق افروز تھے اور درباری باری باری سے گذر رهے تھے - کوئی گیاره بجنے والے تھے که لیڈی ڈارن شینڈ اپنی همشیره مسز والٹرویڈ کی طرف سے مراسم دربار ادا کرکے هٹیں ' اور انکے بعد لیڈی بلوم فیلڈ مع اپنی دونوں لڑکیوں کے آگے بڑھیں -

لیڈی بلوم فیلڈ شاه کے حضور آداب بجا لاچکی تھیں اور ملکه کے لیے جھکنے والی هی تھیں که یکایک ایک شیریں اور پر از نغمه و موسیقیت آواز بلند هوئی ' اور تمام دربار حیرت زده هوگیا :

" یور مجیسٹیز ! خدا کے واسطے !! .... "

لیڈی بلوم فیلڈ نے مڑکے دیکھا تو انکی لڑکی گھٹنوں کے بل بیٹھی هوئی هے ' اور دونوں هاتھه شاه اور ملکه کے آگے پھیلا ہوے هے !

یه منظر دیکھکے وه گھبراهٹ میں پیچھے مڑی - اتنے میں اسکی دوسری لڑکی نے بڑھکے اپنی بہن کا هاتھه پکڑلیا - جب تک سر ڈیی - ڈاسن بھی آ گئے جو لارڈ چمبرلین کے ساتھه شاه کے بائیں جانب کھڑے تھے - ان دونوں نے چند دیگر اشخاص کی مدد سے مس بلوم فیلڈ کو اسطرح باهر نکالا که کچھه تو لوگوں کے هاتھه میں

هـــوائی ریـــل

(ایک گھنٹه میں ۳۰۰ میـــل کی رفتـــار)

ایک عظیم الشان اختراع

قوۃ دفع کے نتائج عجیبه

فرانس کے ایک مشہور مخترع و موجد نے ایک ایسی ریل طیار کی هے جو موجودہ صدی کا سب سے بڑا محیر العقول معجزۂ علم سمجھی جائیگی - فاصلے کی تکالیف کو دور کرنے اور وقت کی طاقت کو مغلوب کرنے والے آلوں میں کوئی بھی اس ریل کا مقابله نہیں کرسکتا - یه ایک معلق هوا پر چلنے والی ریل هے جو فی منٹ ۵ میل تک مسافت طے کریگی -

عام ریلوں کی طرح اسمیں ستیم سے مـــدد نہیں لی گئی هے - جس طرح یورپ میں ستیم کی جگهه برقی طاقت سے اب بکثرت کام لینے لگے هیں اور اس کو هر جگهه قدرت کی سب سے بڑی طاقت تسلیم کرتے هیں' اسی طرح هوائی ریل میں بھی برق هی کا دست اعجاز کام کرتا هے -

اس ریلوے کا نام (Lavitated Railway) هے - اسکا موجد ایک فرانسیسی هے جسکا پورا نام عمائل بیشیل (Emile Bachelet) هے - بیشیل ۲۲ سال تک امریکا کے سرکاری محکمۂ تعمیرات میں ملازم رهچکا هے -

(۲۲ - سالـه جهاد علمی)

بیشیل کو ایک بار خیال هوا که اگر هم نقل کو اسطرح اپنے اختیـار میں کرنا چاهیں که وہ وسط هوا میں بغیر کسی محسوس سہارے کے معلق رهے تو ایسا کیونکر کرسکتے هیں؟ اس خیال میں وہ ۲۲ سال تک غلطاں و پیچاں رها - گو اسکی جد و جہد سخت عرق ریز و جانفشاں' اور اسکے مقابلے میں نتائج همیشه مایوس کن اور همت شکن رهے' تاهم اس نے ابھی دهی سررشتۂ صبر و استقلال هاتهه سے نه دیا اور اپنی کوششوں کو برابر جاری رکھا - یہاں تک که بالآخر وهی هوا جو هر مستقل اور مسلسل کوشش کے لیے وعدہ کیا گیا هے' یعنی فرانسیسی اخبارات نے اسکی کامیابی کا اعلان ایک غلغله انداز مضمون کے ذریعه کردیا!

(ایجـــاد کی روح)

قدرت نے مقناطیس میں قوت دفـع و جذب' دونوں رکھی هیں جنکو [illegible] میں علی الترتیب (Attraction) اور (Repulsion) [illegible] هیں -

یعنی جس طرح مقناطیس اپنی کشش کی طاقت سے کسی [illegible] اپنی طرف کھینچ سکتا هے' اسی طرح اسے پیچھے بھی هٹا سکتا هے -

انسان نے مقناطیس کی قوت [illegible] معلوم کرلیا اور اس سے [illegible] بھی اٹھایا - چنانچه قطب نما اسی کا صدقه هے جسکی برکت [illegible] طوفان خیز اور ناپیدا کنار سمندروں کے قلب کو چیرتے هوے جہاز گزر جاتے هیں - لیکن اسکی قوت دافعه عرصے تک مخفی رهی - بعضوں کو علم هوا بھی تو بیشیل سے پہلے کسیکو اس سے فائدہ اٹھانیکی توفیق نه ملی -

بیشیل پہلا شخص هے جس نے اس معطل قوت کی طرف توجه کی' اور ۲۲ ساله شب هاے انتظار اور روز هاے امید پر ماتم کرنے کے بعد وہ آج تمام عالم سے خراج تحسین لے رها هے! - فنعم اجر العاملین!

(ریل کا نظام)

بیشیل کی ریل میں نه تو انجن هوتا هے اور نه معمولی پہیے هیں' نه دندانه دار پہیوں کا کوئی مربوط و باهم وابسته سلسله هے اور نه وہ احتکاک (رگڑ) جو بیجان جسم میں حرکت پیدا کردیتی هے -

پھر یه ریل کیونکر چلتی هے؟

گاڑی ایک پٹری پر رکھی رهتی هے - اس پٹری میں خم هوتے هیں جنمیں مقناطیس کی قوت دافعه بھری هوتی هے - جب چلانا مقصود هوتا هے تو ایک بٹن کو دبا دیتے هیں' جسکے بعد قوت دافعه کی رو گاڑی میں ساری هوجاتی هے اور گاڑی اسکے دهکے سے هوا میں بلند هوجاتی هے - گاڑی کے هوا میں بلند هونے کے بعد قوت دافعه کا کام ختم هوجاتا هے -

لیکن صرف گاڑی کے اچھل جانے سے نه تو اصلی مقصد پورا هوسکتا هے' اور نه اسکے لیے یه ایجاد کسی قابل تحسین اعجوبگی یا ندرت کی مستحق هے - اسلیے درحقیقت ایجاد کا اصلی کمال اسکے بعد سے شروع هوتا هے -

موجد نے یه انتظام کیا هے که گاڑی کے هوا میں بلند هونے کے بعد ایک [illegible] برقی رو ملحق هے جسکے سہارے پر وہ تھمی رهتی هے' لیکن دیکھنے والا کو نه سہارا نظر نہیں آتا -

لیکن برقی رو بھی صرف معلق رکھ سکتی هے [illegible] آگے بڑھنے کا سوال [illegible] باقی رهتا هے -

اسکے لیے موجد نے [illegible] هوے [illegible] پیدا رکھے هیں [illegible] مقناطیس سے [illegible] گاڑی کی رفتار جب [illegible] قوت کی طالب هوتی هے تو فوراً ان میں قوت پہنچائی جاتی هے' اور اس قوت کی مدد سے گاڑی برابر آگے بڑھتی رهتی هے -

(هوائی ریل کا نمونه)

لندن کے عین وسطی حصه میں ایک [illegible] عمارت کے اندر هوائی ریل کا نمونه [illegible] [illegible]

ادبیات

اسوہ حسنہ

هجرة نبوي (صلیٰ الله علیه و سلم)

جب کہ آمادۂ خوں ہوگئے کفار قریش ' * لاجرم سرور عالم نے کیا عزم سفر

کوئی نوکر تھا ' نہ خادم ' نہ برادر ' نہ عزیز ' * گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور!

اِک فقط حضرت بوبکرؓ تھے ہمراہ رکاب * اُن کی اخلاص شعاري تھي جو منظور نظر

رات بھر چلتے تھے ' دن کو کہیں چھپ رہتے تھے * کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئي آمادۂ شر

چونکہ سو اونٹ کا انعام تھا قاتل کے لیے ' * آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالب زر

انھي لوگوں میں سراقہ خلف جعشم تھے * جن کو فاروق [۱] نے کرے کے پنہاے تھے گھر

تین دن رات رہے ثور کی غاروں میں نہاں * تھا جہاں عقرب و افعي کي حکومت کا اثر

بیم جان ' خوف عدو ' ترک غذا ' سختی راہ ' * اِن مصایب میں ہوئي اب شب ہجرت سی سحر

* * *

ہاں مدینے میں ہوا غل کہ رسول آتے ہیں * راہ میں آنکھ بچھانے لگے ارباب نظر

لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آکر اشعار * نغمہ ہاے "طلع البدر" سے گونج اٹھے گھر

ماں کی آغوش میں بچے بھي مچل جانے لگے ' * نازنینان حرم بھي نکل آئیں باہر!

آل نجار [۲] چلے شہر سے ہوکر تیار * زرہ و جوشن و چار آیینۂ و تیغ و سپر!

* * *

دفعتاً کوکبۂ شاہ رسل آ پہنچا * غل ہوا: صل علی خیر اناس و بشر

جلوۂ طلعت اقدس جو ہوا عکس فگن * دفعتاً تار شعاعي تھا ہر اِک تار بصر

طور سے حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی: * آج ایک اور جھلک سي مجھے آتی ہے نظر!

* * *

سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے * میہمان ہوے ہیں کس اوج نشیں کے سرور؟

سبھی کہتے تھے یہ خدمت یہ دل حاضر ہے ' * آنکھیں کہتي نہیں کہ در اور بھی طیار ہیں گھر!

* * *

ہاں مبارک تجھے اے خاک [illegible] * آج سے تو بھی ہوئي خاک حرم کی ہمسر!

صل یا رب ' علی خیر نبی و رسول!

صل یا رب ' علی افضل جن و بشر!

[۱] جب [illegible] مسلم ہوا اور [illegible] کے مالوسات اور مومنین کے [illegible] میں ہات آئے تو حضرت عمر نے [illegible] دیکھا تھا - کیونکہ وہ بہت جامہ زیب تھے -

[۲] [illegible] کا خاندان آنحضرت سے ننھالی رشتہ رکھتا تھا -

مراسلات

اعلان از جانب خدام کعبہ

میں حسب الحکم جناب خادم الخدام صاحب به اجلاس ارکان اصلیه یه درخواست کرتا هوں. که جو جو برادران ملت امسال حج بیت الله شریف کو اپنے اپنے اخراجات سے تشریف لیجانیوالے هیں - وہ براہ کرم انجمن کے دفتر کو جسقدر جلد ممکن هو اطلاع دیں که وہ کس وقت روانه هونیوالے هیں؟ یہاں یه تجویز زیر عمل هے که اُن حضرات کا جو انجمن میں داخل هوچکے هیں ایک منتخب وفد بدیں غرض ترتیب دیا جائے که وہ دوران سفر کے کل حالات و ضروریات پر حسب منشاء انجمن خدام کعبه ایک ایسي تحقیقات فرمائے جو انجمن کو آئندہ خدمات کے لیے مشیر راہ کا کام دے - نیز جناب شریف مکه اور افیسران دولت عثمانیه سے تبادلۂ خیالات کرکے صاف صاف بتلائے که حجاج و زوار کو کس کس قسم کي تکالیف و ضروریات سے سابقه پڑتا هے' اور اُنکے دفع کرنے اور آسانیاں بہم پہنچانے کے کیا ذریعے او ر وسائل هوسکتے هیں؟ اس وفد کي ترتیب کے متعلق بہتر صورت یه هوسکتي هے که جب جانیوالے حضرات کے نام معلوم هوجائیں تو اُن میں سے چند پرجوش' جفاکش' هر معامله پر غائر نظر ڈالنے اور هر معامله کي حقیقت دریافت کرنیوالے حضرات کا انتخاب عمل میں لایا جائے' اور اُنکو پہلے دهلي تشریف لانے اور باهم مشورہ کرنے کي تکلیف دي جائے - یا اگر یه ممکن نہو تو وقت روانگي مقرر کي جائے تاکه بمبئي میں اس وفد کي ترتیب اور انتخاب ممکن هوسکے -

میں حسب الحکم ارکان اصلیه به تعمیل فقرہ نمبر ۵ روئداد مذکور الصدر ۲۶ جون سنه ۱۹۱۴ ع کو بمبئي بدیں غرض حاضر هوگیا هوں که حجاج و زوار کے واسطے دوران ایام قیام بمبئي میں خرید ٹکٹ وجاے قیام و روانگي وغیرہ میں انجمن کي جانب سے مع دیگر شیدائیوں کے اپني خدمت بجا لاؤں - انجمن خدام کعبه کي جانب سے گورنمنٹ بمبئي حج کمیٹي کي خدمت میں ایک مراسله بدیں استدعا بهیجدیا گیا هے که انجمن کي خدمات سے فائدہ اُٹھایا جائے - پس امیدوار هوں که جانے والے حضرات جس قدر جلد ممکن هوسکے اپنے اپنے ارادوں سے دفتر کو مطلع فرماویں -

شوکت علي بي - اے - معتمد انجمن خدام کعبه
جمعیت اصلیه دهلي

(بمبئي کا پته :- نمبر ۱۳ اسپلینڈ روڈ - مکان انریبل سر فاضل بهائي کریم بهائي - بمبئي)

اپیل برائے وظائف

هماري قوم کو ابهي پورے طور سے معلوم نہیں هے که علیگڈہ کالج میں صدها طلبا نے جو اعلی تعلیم حاصل کي هے ان میں بہت بڑي تعداد ایسے طلبا کي هے جنکو اگر کالج اور کانفرنس سے مالي مدد نه دي جاتي تو وہ علم کي نعمت سے قطعاً محروم رہ جاتے - انجمن "القرض" اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو جسقدر آمدني قوم کے روشنضمیر اصحاب کي فیاضي کي بدولت هوتي رهي هے اسکا بڑا حصه قوم کے هونہار غریب طلبا کي امدادمیں صرف هوتا رہا هے' جسکا نتیجه یه هے که ملک کے تمام صوبجات میں قومي کالج کي تعلیم اور تربیت یافته نه صرف نظر آتے هیں بلکه با اثر اور با وقعت مدارج پر ممتاز هیں -

سر سید علیه الرحمة اور نواب محسن الملک مرحوم کے زمانه میں وظائف کیلیے خاص چندہ هوتا تھا' اور اس کا فنڈ علحدہ رهتا تھا - لیکن اسکے بعد جب کانفرنس کے کام میں وسعت هوئي اور اسکي آمدني میں اضافه هوا تو اسي میں سے وظائف کے لئے بڑا حصه صرف هوتا رہا - لیکن سنه ۱۹۱۱ ع میں مسلم یونیورسٹي کیوجه سے کانفرنس کیلیے چندہ قطعاً وصول نہیں کیا گیا' اور سنه ۱۲ و ۱۹۱۳ ع میں جنگ بلقان اور عام قومي انتشار کے سبب سے کانفرنس کي آمدني بہت کم هوئي - با وجود اسکے وظائف کي تعداد اور مقدار میں کمي نہیں کیگئي' اور پچھلے سال تک تقریباً ایک هزار روپیه ماهوار وظائف پر صرف هوتا رہا - لیکن گذشته تین سالوں میں چونکه آمدني نہیں هوئي اسلیے یه خرچ اس رقم میں سے کیا گیا' جو گذشته چهه سال میں پس انداز کي گئي تھي - مگر اب سب خرچ هوچکي هے' اور اب نه کانفرنس فنڈ میں گنجایش هے' اور نه وظائف فنڈ میں' اور حالت یه هے که کالج میں داخله کا وقت قریب آنے کي وجه سے درخواستوں پر درخواستیں طلباء کي چلي آرهي هیں' اور ان میں بہت سے ایسے هیں جن کي اگر مدد نه کي جاے تو ان کو تعلیم ترک کرنا پڑیگي - میں عرصه سے ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹي کي توجه اسطرف مبذول کررہا هوں اور رؤسا کي خدمت میں عرضداشتیں بهیج رہا هوں لیکن اسوقت تک کچهه نتیجه بر آمد نہیں هوا -

ممکن هے که کسي کو یه خیال هو که یه مدد صرف ایک کالج کے لیے جاتي هے' اور مسلمانوں کي تعلیمي ضرورتیں سب جگه یکساں هیں - اگر کسیکا ایسا خیال هو تو وہ قابل اصلاح هے' کیونکه علیگڈہ کالج میں طلبه علیگڈہ خاص کے تعلیم نہیں پاتے بلکه جو مدد دي جاتي هے وہ هندوستان کے کل صوبجات کے مستحق طلبه کو دي جاتي هے - علاوہ اسکے یه خوب سمجهه لینا چاهیے که تمام صوبجات کے هونہار طلبه کي خواهش هوتي هے که وہ علیگڈہ کالج میں تعلیم پاویں - لیکن اگر ان کي مدد نه کي جاوے تو ان میں سے بہت سے ناکام رهتے هیں - اسلیے اس کالج کے غریب طلبا کي مدد کرنا في الحقیقت کل ملک کے مسلمانوں کي تعلیم میں مدد کرنا هے - آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اس کالج کے طلبه کي مدد اسي وجه سے کرتي که یه دار العلوم مرکزي هے' اور اسکے ذریعه سے کل صوبجات کے هونہار مسلمانوں کي مدد هوسکتي هے - علاوہ ازیں کانفرنس کے وظائف صرف کالج تک محدود نہیں هیں بلکه یه وظائف تمامي صوبجات میں اور مختلف کالجوں میں دیے جاتے هیں - اسوقت علاوہ علیگڈہ کے لاهور' بریلي' میرٹھه' لکھنؤ' اله آباد' کلکته' پونا بمبئي' ناگپور' جے پور - وغیرہ میں یه وظائف دیے جاتے هیں' بلکه بعض طالبعلموں کو انگلستان کي تعلیم کے لیے بهي وظیفه دیا جاتا هے - ماسواء اسکے وظائف کسي خاص تعلیم کے لیے مخصوص نہیں هیں' بلکه آرٹ کي تعلیم انجنیري' ڈاکٹري' ٹریننگ وغیرہ کے لیے هر قسم کي مدد دي جاتي هے - ان وجوہ سے کانفرنس کے وظائف کو مقامي وظیفه خیال کرنا بالکل غلط هے -

پس اب یه اپیل قوم سے کي جاتي هے' اور استدعا هے که وظائف فنڈ کے لیے جو جس سے هوسکے وہ جلد عطا کرے - اس مصرف سے بہتر هماري قوم میں اور مقاصد بہت کم هو سکتے هیں - بیسیوں درخواستیں رکھي هوئي هیں اور انکي منظوري کا انحصار اسي پر هے که وظائف فنڈ میں کچهه روپیه وصول هو -

(آفتاب احمد آنریري جائنٹ سکریٹري آل انڈیا
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس)

دباتے هیں تو فوراً گاڑیاں الیومینیم کے تاروں سے علحدہ هرکر هوا میں معلق هوجاتي هیں - اس کے بعد الۂ دافع (پرروپیلر) کے ذریعہ حرکت کہاتے هي تیر کیطرح اس تیزي سے دوڑنے لگتي هیں نه انساني نظر ان کا پیچھا نہیں کرسکتي -

(شرح رفتار)

اس قسم کي ریل گاڑیوں میں نه تو خود گاڑیاں کوئي وزن رکھتي هیں ' نه سڑک کوئي مقاومت (Resistance) کرتي هے ' اور نه پہیوں اور انکي رگڑ کا جھگڑا هے - اسلیے یه کہنا بالکل بجا هوگا که رفتار کي سرعت کا دار ومدار صرف هوا کي مقاومت پر هے - جہاں هوا کا فشار اور دباؤ Pressure باتصادم کم هوگا ' رهاں یقیناً اسکي رفتار بهی زیاده هوگي ' اور جہاں یه دونوں یا ان میں سے کوئي ایک زیاده هوگي ' اسي کے تناسب سے رفتار میں بهی کمی هوتی جائیگی -

خیر ' یه تو اصولی بحث تهی - سوال یه هے که اسوقت تک اسکی رفتار کا اوسط کیا رها هے ؟ اسوقت تک جسقدر تجربے هوچکے هیں انکی بنا پر موجد کا اندازہ یه هے که اس ریل کی شرح رفتار ۳ سو میل فی گھنٹه هوگی !

(مراسلات اور مسافر)

موجد نے اسوقت تک جو نمونه پیش کیا هے ' وہ صرف نامه بري کے لیے موزوں هے - چنانچه خود موجد کو بهی اس کا اعتراف هے - وہ اس ریل کو صرف ڈاک کے لیجانے کے لیے پیش کرتا هے ' البته اسکا دعوی هے که یه نظام اصلاً مسافروں کے لیے جانے سے بهی عاجز نہیں هے - اسمیں کسیقدر اضافه و ترمیم کي ضرورت هوگي - اسکے نزدیک جن گاڑیوں پر مسافروں کو لیجانا هو ' ان میں ایک پٹري کے بدلے دو پٹریاں اور سوالے نائد کے بدلے آلۂ محرک Motor اور هوائي دافع Aerial propellor لگانا چاهیے -

(پیرس سے سینٹ پیٹرزبرگ دس گھنٹوں میں)

هوائي ریل کے ذریعه پیرس سے پیٹرز برگ میں (جن کا باهمي فاصله ۳۰۰۰ میل هے) صرف - ۱۰ گھنٹے کے اندر جاسکتے هیں - اسي طرح هوائي ریل لنڈن سے برلن تک ۵ گھنٹوں میں پہنچ جائیگي - پلائي مرتبه سے ایک خط کا جواب تین گھنٹه کے اندر آسکیگا !

(هوائی ریل کا مستقبل)

اس کا موجد اس بات کا مدعي هے که اگر پرروپیلر مضبوط هو اور برقي طاقت کافي پیمانه پر طیار هوسکے ' تو هوائی ریل کے ذریعه في گھنٹه ۶۰۰ میل تک جا سکتے هیں ' یعني اسکی رفتار ایک منٹ میں ۱۰ میل هوگی - اس کا خرچ بهي بہت کم هوگا - یعني ۳۰۰ میل تک آدہ سیر وزن لے جانے میں صرف ۲ پیسه خرچ هوتا هے -

(تین تصویریں)

اس مضمون کے ساتهه تین تصویریں دي گئي هیں :

(۱) پہلي تصویر میں اس ریل کے داخلي آلات دکھلائے گئے هیں - ماسٹر کیتهه الدرٹن نامی ایک بچه بٹھا دیا گیا هے - کیونکه ابهي ریل اسقدر چهوٹی هے که بڑے آدمي کي اسمیں گنجایش نہیں -

(۲) دوسري تصویر " گریفک " لنڈن کے نامه نگار نے بنائي هے ' اس سے ریل کي بیروني شکل کا جو مثل سگار کے گاؤ دم هے ' اندازہ کیا جا سکتا هے - اگر ریل لنڈن میں جاري هوئي تو اسکي صورت ایسي هوگي -

(۳) تیسري پیرس کے رساله " السٹریشن " سے نقل کي گئي هے جو اس ریل کے نمونے کي آصلي تصویر هے ' اور خود موجد نے شائع کي هے -

(مسئله قیام الهلال)

آج الهلال مورخه ۱۳ و ۲۰ ماه مئي سنه ۱۹۱۴ ع کا ڈبل پرچه ملا - پہلے هی صفحه پر شذرات کے ضمن میں جو نوٹ مسئله قیام الهلال کي نسبت تها ' اُسے پڑھکر از حد بیقرار هوں ' مگر کیا کروں مجبور هوں - آپ کسي کو اس کار خیر میں حصه لینے کا موقعه دیتے هي نہیں -

آپنے جو دو هزار نئے خریداروں کے واسطے لکھا هے تو اول تو یه تعداد اگر برابر کوشش کیجاے جب بهی کہیں عرصه میں جا کر پوري هوگي ' کیونکه حق و صداقت کے جویاں صادق اور سچے دل والے لوگ بہت کم هونگے - اور اگر خریدار هو بهي جائیں ' تو یه معلوم نہیں که وہ دائمي خریدار هیں یا عارضي ؟

میرے خیال میں جو خریدار اس وقت هیں اُنهي کو بذریعه الهلال اطلاع دیکر قیمت ڈیوڑهي یا دوگنی کردینے کي خبر دیدیني چاهیے - میں اُمید رکھتا هوں که جتنے خریدار اس وقت الهـــلال کے موجود هیں وہ انشاء الله تعالی بڑي خوشي اور رضا و رغبت کے ساتهه اضافۂ قیمت کو منظور کرکے قیمت ادا کردینگے -

میري عرض کرنے کي کچهه ضرورت نه تهی ' جن جن اشخاص نے الهـــلال دیکھا هوگا وہ جانتے هونگے ' اور آپ بهي اچهي طرح واقف هیں - بے شک دعوۃ دینی اپني پہلی منزل سے گذر چکی هے - لیکن اسکا قیام و استحکام صرف اسي صورت میں ممکن هے که تعلیمات برابر جاري رهیں اور ترغیب وتحریص کا سلسله نه ٹوٹے - خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے الهلال کو قائم و برقرار رکھے اور اوسکے دلي ارادوں کو کامیاب فرماوے -

محمد زمان ' معرفت محمد ابراهیم ' ٹهیکه دار
از کلو - ایس - ایس - برما

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیہ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ، و مضامین و عناوین سیاسیۃ و دینیہ کا مصور و مرقع مجموعہ ہے۔ اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں۔ اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے۔ اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی سے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں۔ اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و وسیع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے۔

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر و مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا۔

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اسے ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں۔ بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور قصبے و شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور موہبت و رحمت خاص ہے۔

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نادرہ غریبہ، سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و افضل مجموعہ اور کوئی نہیں۔ وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں۔ وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے۔

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے۔ فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے۔ ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے۔ تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں۔ تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے۔

(۹) با این ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے۔ ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے۔

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی۔

تاریخ حیات اسلامیہ

مسئلــهٔ قیــام الهــلال

اردو پریس اور کم ازکم اسلامی پریس میں صرف الهلال هي کو یه خاص شرف حاصل تها که اسکے مالک و اڈیٹر نے خدا کا نام لیکر بغیر اپیلیں شایع کرنے اور بغیر طویل و عریض اشتهاري مضامین چهپوانے کے چپ چاپ اور یک بیک ایک نهایت سخت کڑے وقت میں :

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

الهلال جاري کر دیا اور اس مسخرانه نوٹ کے ساتهه جاري کر دیا که هندوستان کي اخباري دنیا میں اسکي نظیر ملني مشکل هے - مگر هماري بد بختي هے که تهوڑے عرصه سے الهلال میں بهي اس قسم کے مضامین نکلنا شروع هوگئے هیں جنسے معلوم هوتا هے که اسکي مالي حالت قابل اطمینان نهیں - حقیقت یه هے که الهلال کے مضامین " صدا بصحرا " کے ناظرین الهلال کے دل هلا دیے هیں' اور اس سلسله میں اڈیٹر صاحب کے آخري نوٹ نے جو الهلال کي ۱۳ اور ۲۰ - مئي کي یکجائي اشاعتوں میں شایع هوا هے ' دلوں پر اور بهي بجلي گرا دي هے - معلوم نهیں مولانا ناظرین الهلال کي اس محبت و الفت کا امتحان کرنا چاهتے هیں جو ان کو اپنے پیارے الهلال سے هے ' یا کوئي اور ایسي بات پیدا هوگئي هے که اب الهلال کي خدمت سے کناره کشي اختیار کرنا چاهتے هیں - بهرحال کچهه بهي هو مولانا کے اس خیال اور عذر سے توکم ازکم مجهے اتفاق نهیں که " پهلی منزل آپ طے کر چکے هیں ' احیاے ملت اور دعوت دیني کے اعلان و اشاعت کا احساس اب اپنی ابتدائی منزلوں سے گزر چکا هے .. .. اور الهلال کي دعوت نے اپنا پهلا کام پورا کر دیا هے "

میں نهیں جانتا الهلال سا اخبار هو ' اور پهر اسکي کمي اشاعت کي شکایت اور رونا هو؟ اگر ایسا هے تو پهر صاف ظاهر هے که الهلال کا یه دعوا (که اس نے پهلي منزل اپنے کام کي ختم کرلي هے اور اب اسے دوسرے زیاده ضروري کاموں کي طرف جانا هے) بالکل غلط اور سراسر بے بنیاد هے- اگر قوم میں ابهي تک الهلال جیسے اخبار کو زنده رکهنے کي ضرورت کا احساس پیدا نهیں هوا ' تو میں کهونگا که الهلال نے ابهي پهلي منزل کیا معنی پهلي منزل کا پهلا میل بهي طے نهیں کیا - " صدا بصحرا " جیسے زبردست مضامین شایع هوں' اور پهر دو هزار جدید خریدار مهیا نه هوں ؟

مسلمانوں کي سیاسي' ادبي' اور مذهبي زندگي میں انقلاب پیدا کرنے والے الهلال کي زندگي کا فیصله آینده جولائي اور اخیر جون میں کیا جایگا - دیکهیے اس دن هماري قسمت کا کیا فیصله هوتا هے ؟ لیکن میں قوم سے بالعموم اور ناظرین الهلال سے بالخصوص اپیل کرتا هوں که اس فیصله کي اهمیت کا وه خدا را بر وقت اندازه لگا لیں - اگرچه اڈیٹر صاحب نے اسقدر وعده فرمایا هے که وه ایک بار اور عام مشوره کرکے اپني راه اختیار کرینگے - لیکن اس سے بڑهکر شرمناک بات اور کیا هو سکتي هے که آینده جولائي تک مطلوبه تعداد جدید خریداران کي پوري نه هو؟ اس مشوره کي ضرورت هي پیش نهیں آئیگي اگر موجوده ناظرین الهلال تهوڑي سی کوشش اور توجه سے بهي کام لیں گے- خاکسار اس سلسلے میں چار خریدار الهلال کي نذر کرتا هے' اور اڈیٹر صاحب سے میري درخواست هے که آینده جولائي سے وه میرے نام ایک پرچے کي جگه جو اسوقت جاري هے' ۵ پرچے الهلال کے بهیجا کریں - امید هے که دیگر اصحاب بهي اس طرف فوراً توجه فرمائینگے ' اور مسئلۂ قیام الهلال جو اسوقت بے انتها تشویش اور پریشاني کا موجب هو رها هے خود بخود حل هو جائیگا - ورنه خدا نخواسته اگر الهلال بند هو گیا تو اس سے جو نقصان عظیم قوم کو برداشت کرنا پڑیگا ' اسکي تلافي کسي طرح ممکن نه هوگی-

الهلال اگر بوجه کمي اشاعت اور زیادتي اخراجات کے مزید مالي قربانیوں کا متحمل نهیں رها هے تو قوم کا فرض هے که وه اس باره میں الهلال کو هر طرح امداد دے اور هر ممکن کوشش الهلال کو زنده رکهنے کي جاے -

مقبــول از کشمیر

[6]

مسلمان مستورات کی دینی، اخلاقی، مذہبی حالت سنوارنیکا بہترین ذریعہ

نہایت عمدہ خوبصورت ایکہزار صفحہ سے زیادہ کی کتاب بہشتی زیور قیمت ۲ روپیہ ساڑھے ۱۰ آنہ محصول ۷ آنہ -

جسکو ہندوستان کے مشہور و معروف مقدس عالم دین حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرفعلی صاحب تھانوی نے خاص مستورات کی تعلیم کے لیے تصنیف فرماکر عورتوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کا ایک معتبر نصاب مہیا فرما دیا ہے - یہ کتاب قرآن مجید و صحاح ستہ (احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) و فقہ حنفی کا اردو میں لب لباب ہے - اور تمام اہل اسلام خصوصاً حنفیوں کیلیے بے حد مفید و نافع کتاب ہے - اسکے مطالعہ سے معمولی استعداد کے مرد و عورت اردو کے عالم دین بن سکتے ہیں - اور ہر قسم کے مسائل شرعیہ اور دینوی امور سے واقف ہو سکتے ہیں - اس نصاب کی تکمیل کیلیے زیادہ عمر اور زیادہ وقت کی ضرورت نہیں - اردو پڑھی ہوئی عورتیں اور تعلیم یافتہ مرد بلا مدد استاد اسکو بہت اچھی طرح پڑھ سکتے ہیں - اور جو لڑکیاں یا بچے اردو خواں نہیں وہ تھوڑے عرصہ میں اسکے حصہ اول سے ابجد پڑھکر اردو خواں بن سکتے ہیں - اور باقی حصوں کے پڑھنے پر قادر ہو سکتے ہیں - لڑکیوں اور بچوں کے لیے قرآن مجید کے ساتھہ اسکی بھی تعلیم جاری کر دی جاتی ہے' اور قرآن مجید کے ساتھہ ساتھہ یہ کتاب ختم ہو جاتی ہے (چنانچہ اکثر مکاتب و مدارس اسلامیہ میں یہی طرز جاری ہے) - اس کتاب کو اسقدر قبولیت حاصل ہوئی ہے کہ اسوقت تک بار بار چھپکر ساٹھہ ستر ہزار سے زیادہ شائع ہو چکی ہے - دہلی' لکھنؤ' کانپور' سہارنپور مراد آباد وغیرہ میں گھر گھر یہ کتاب موجود ہے - انکے علاوہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں صدہا جلدیں اس کتاب کی پہنچ چکی ہیں' اور بعض جگہہ مسجد کے اماموں کے پاس رکھی گئی ہے کہ نماز کے بعد اہل محلہ کو سنا دیا کریں - اس کتاب کے دس حصے ہیں اور ہر حصے کے ۹۶ صفحات ہیں اور ساڑھے ۳ آنہ قیمت -

حصہ اول الف با تا - خط لکھنے کا طریقہ - عقائد ضروریہ - مسائل وضو غسل وغیرہ -

حصہ دویم حیض و نفاس کے احکام نماز کے مفصل مسائل و ترکیب

حصہ سویم روزہ' زکوۃ' قربانی' حج' منت' وغیرہ کے احکام -

حصہ چہارم طلاق' نکاح' مہر' ولی عدت وغیرہ -

حصہ پنجم معاملات' حقوق معاشرت زوجین' قواعد تجوید و قرات -

حصہ ششم اصلاح و تردید رسوم مروجہ شادی غمی میلاد عرس چہلم دسواں وغیرہ -

حصہ ہفتم اصلاح باطن تہذیب اخلاق ذکر قیامت جنت و نار -

حصہ ہشتم نیک بی بیوں کی حکایتیں و سیرت و اخلاق نبوی -

حصہ نہم ضروری اور مفید علاج معالجہ تمام امراض عورتوں اور بچوں کا -

حصہ دہم دنیاوی ہدایتیں اور ضروری باتیں حساب وغیرہ و قواعد ڈاک -

گیارھواں حصہ بہشتی گوہر ہے جسمیں خاص مردوں کے مسائل معالجات اور مجرب نسخے مذکور ہیں - اسکی قیمت ساڑھے ۷ آنہ - اور صفحات ۱۷۴ ہیں - پورے گیارہ حصوں کی قیمت ۲ روپیہ ساڑھے ۱۰ آنہ اور محصول ۷ آنہ ہے - لیکن پوری کتاب کے خریداروں کو صرف ۳ روپیہ کا ویلو روانہ ہوگا' اور تقویم شرعی و بہترین جہیز مفت نذر ہوگا -

بہترین جہیز - رخصت کے وقت بیٹی کو نصیحت حضرت مولانا کا پسند فرمایا ہوا رسالہ قیمت دو پیسہ -

تقویم شرعی - یعنی بطرز جدید اسلامی جنتری سنہ ۱۳۳۲ھ جسکو حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے مضامین سے عزت بخشی ہے - دیندار حضرات کا خیال ہے کہ آجتک ایسی جنتری مرتب نہیں ہوئی قیمت ڈیرہ آنہ -

راقم

فقیر اصغر حسین ہاشمی - دارالعلوم مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور

پبلک کی دلچسپی و فائدہ رسانی

کا سامان بہم پہنچانا اور خالص ہمدردی کی سپرٹ میں ملک و قوم کی سچی خدمت بجا لانا اخبار " ہمدرد " کا اس کے یوم اجراء سے مقصد رہا ہے' اور اس مقصد کو زیادہ وسعت و سہولت کے ساتھہ انجام دینے اور ہر حیثیت و درجہ کے آدمیوں تک پہنچنے کی خاطر ہمدرد نے بجاے عربی ٹائپ کے یکم جولائی سنہ ۱۹۱۴ سے مقبول عام خط نستعلیق اختیار کیا ہے' جسمیں وہ بجلی کی طاقت سے چلنے والی لیتھوگراف مشینوں پر اعلی درجہ کے اہتمام سے چھاپا جاتا - اس تبدیلی رسم الخط کے باعث مضمون میں دگنی گنجایش پیدا ہوگئی ہے' اور ہندوستان و ممالک غیر کی ضروری تاربرقیاں - سبق آموز والیں اور دلچسپ و مفید علم مضامین زیادہ مقدار میں جلد سے جلد شائع کرنیکا موقعہ بہم پہنچا ہے - اس کے ساتھہ ہی قیمت بھی پہلے کی نسبت بقدر نصف گھٹا دی گئی ہے' اور اب زیادہ استطاعت نہ رکھنے والے اصحاب بھی مقامی ایجنسیوں سے روزانہ " ہمدرد " ایک پیسہ فی پرچہ کے حساب سے خرید سکتے ہیں' اور ۱۲ روپیہ سالانہ - ۶ روپیہ ۸ آنہ ششماہی اور ۳ روپیہ ۶ آنہ سہ ماہی - چندہ معہ محصول ڈاک پر براہ راست دفتر سے منگا سکتے ہیں - آپ اپنے ہاں کی ایجنسی سے ایک پرچہ خرید کر' یا دفتر سے نمونہ منگاکر دیکھیں -

المشتہر

منیجر اخبار " ہمدرد " کوچۂ چیلاں دہلی

Printed & Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. & Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

جہان اسلام

جہان اسلام کے پرچے دفتر الہلال سے ۳ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر منگوائیں -

منیجر

الہلال کی ششماہی مجلدات

قیمت میں تخفیف

الہلال کی شش ماہی مجلدیں مرتب و مجلد ہونے کے بعد آٹھ روپیہ میں فروخت ہوتی تھیں لیکن اب اس خیال سے کہ نفع عام ہو، اسکی قیمت صرف پانچ روپیہ کردی گئی ہے -

الہلال کی دوسری اور تیسری جلد مکمل موجود ہے - جلد نہایت خوبصورت ولایتی کپڑے کی - پشتہ پر سنہری حرفوں میں الہلال منقش - پانچ سو صفحوں سے زیادہ کی ایک ضخیم کتاب جسمیں سو سے زیادہ ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں - کاغذ اور چھپائی کی خوبی محتاج بیان نہیں اور مطالب کے متعلق ملک کا عام فیصلہ بس کرتا ہے - ان سب خوبیوں پر پانچ روپیہ کچھ ایسی زیادہ قیمت نہیں ہے - بہت کم جلدیں باقی رہگئی ہیں -

(منیجر)

جہان اسلام

یہ ایک ہفتہ وار رسالہ عربی ترکی اور اردو - تین زبانوں میں استانبول سے شایع ہوتا ہے - مذہبی سیاسی اور ادبی معاملات پر بحث کرتا ہے - چندہ سالانہ ۸ روپیہ ہندوستانی اور ترکوں سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنیکے لیے ایک ایسے اخبار کی سخت ضرورت ہے اور اگر اسکے توسیع اشاعت میں کوشش کی گئی تو ممکن ہے کہ یہ اخبار اس امی کو پورا کرے -

ملنے کا پتہ ادارۃ الجریدہ فی المطبعۃ العثمانیہ چنبرلی طاش نمبرہ صندوق البوستہ ۱۷۳ - استانبول

Constantinople

اڈیٹر الہلال کی راے

(نقل از الہلال نمبر ۱۸ جلد ۴ صفحہ ۱۵ [۳۶۱]

میں ہمیشہ کلکتہ کے یوروپین فرم جیمس مرے کے یہاں سے عینک لیتا ہوں - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئی تو میسرز - ایم ان - احمد - اینڈ سنز [نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹریٹ کلکتہ] سے فرمایش کی - چنانچہ دو مختلف قسم کی عینکیں بنا کر انہوں نے دی ہیں، اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں اور یوروپین کارخانوں سے مستغنی کردیتی ہے، مزید برآں مقابلۃً قیمت میں بھی ارزاں ہیں، کام بھی جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

[ابو الکلام آزاد ۲ مئی سنہ ۱۹۱۴]

صرف اپنی عمر اور دور و نزدیک کی بینائی کی کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لائق و تجربہ کار ڈاکٹروں کی تجویز سے اصلی پتھر کی عینک بذریعہ وی - پی ارسال خدمت کی جائیگی - اسپر بھی اگر آپکے موافق نہ آئے تو بلا اجرت بدل دی جائیگی -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ سے ۵ روپیہ تک -
عینک رولڈ گولڈ کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت ۹ روپیہ سے ۱۲ روپیہ تک
عینک اسپشل رولڈ گولڈ کمانی مثل اصلی سونے کے، ناک چوڑی خوبصورت حلقہ اور شاخیں نہایت عمدہ اور دبیز مع اصلی پتھر کے قیمت ۱۵ - روپیہ محصول وغیرہ ۶ آنہ -

ایم - ان - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑی - نمبر ۱/۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی - کلکتہ

شہبال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبی - سیاسی - علمی اور سائنٹفک مضامین سے پر ہے، گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر ہوتے ہیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائی اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکونکے انقلاب کا زندہ تصویر دیکھنا منظور ہو تو شہبال ضرور منگائیے - ملنے کا پتہ:

پوسٹ آفس فرخ بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳

استامبول - Constantinople

ایک سنیاسی مہاتما کے دو نادر عطیئے

حبوب مقوی — جن اشخاص کی قوی زائل ہوگئے ہوں وہ اس دوائی کا استعمال کریں - اس سے ضعف خواہ اعصابی ہو یا دماغی یا کسی اور وجہ سے بالکل نیست نابود ہو جاتا ہے - دماغ میں سرور و نشاط پیدا کرتی ہے - تمام دلی دماغی اور اعصابی کمزوریوں کو زائل کرکے انسانی ڈھانچہ میں معجز نما تغیر پیدا کرتی ہے قیمت ۵۰ گولی صرف پانچ روپیہ -

منجن دندان — دانتوں کو موتیوں کیطرح آبدار بناتا ہے - امراض دندان کا قلع قمع کرتا ہے - ہلتے دانتوں کو مضبوط کرتا ہے - دانت نکلتے وقت بچے کے مسوڑھوں پر ملا جاوے تو بچہ دانت نہایت آسانی سے نکالتا ہے - منہہ کو معطر کرتا ہے - قیمت ایک ڈبیہ صرف ۸ آنہ -

تریاق طحال — تپ تلی کیلیے اس سے بہتر شاید ہی کوئی دوائی ہوگی - تپ تلی کو بیخ و بن سے نابود کرکے بتدریج جگر اور تلی کی اصلاح کرتا ہے - قیمت فی شیشی ۱ روپیہ ۴ آنہ -

ملنے کا پتہ - جی - ایم - قادری اینڈ کو - شفاخانہ حمیدیہ منڈیالہ ضلع گجرات پنجاب

ہندوستانی دوا خانہ دہلی

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - صدہا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالی شان کار و بار، صفائی، ستھرا پن، ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ:

ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت! (خط کا پتہ)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دہلی

— Telephone No 648.
AL-HILAL
Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad
14 Mcleod Street,
CALCUTTA.
Yearly Subscription, Rs. 8
Half yearly „ Rs. 4-12

الہلال

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکته
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانه — ۸ — روپیه
ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنه

نمبر ۳ | کلکته: چهار شنبه ۲۰ شعبان ۱۳۳۲ هجري | جلد ۵

Calcutta: Wednesday July, 15. 1914.

الاسبوع

البانیا کي حالت روز بروز ابتر هوتي جاتی هے اور ایسا هونا طبیعي هے - کیونکه یورپ جس قسم کي حکومت پر البانیوں کو مجبور کررها هے وه انکے ملکی اور ملي مصالح اور حیات و جذبات کے لیے قاتل هے -

درزو کے تار سے معلوم هوتا هے که اس بد بخت شهر پر ایک رات بهي امن و سکون کي نهیں گذرتي - گویا اس کے لیے غروب آفتاب جنگ کا اعلان هے' اور جب رات زیاده آجاتي هے تو آتشیں اسلحے اپنے تماشے دکهانے لگتے هیں !

یورپ کے پاس سب سے زیاده کامیاب هتیار جهوٹ هے' اور اسلام کے مقابله میں جب کبهي اسے میدان جنگ میں شکست هوتي هے تو وه اس شکست کا انتقام ٹیلی گراموں' سفارت خانوں' اور اخبارات کے دفتروں میں لے لیتا هے !

البانی مسلمان جو تعداد میں ۹۵ فیصدي هیں' چاهتے هیں که انکا پادشاه مسلمان هو - یه مطالبه جزیره نماے بلقان کي دوسري قوموں کي طرف سے تو ایک جائز مطالبه تها ' چنانچه اسي بناء پر انگلستان نے یونان اور روس نے بلغاریا کو ٹرکي کی غلامي کے بارے سبکدوش کردیا ' مگر اب جبکه یهي مطالبه مسلمان البانیوں کي طرف سے کیا گیا هے تو یه بغاوت اور سرکشي هے جسکے لیے دهمکي دي گئي هے که اس کا نتیجه سلب خود مختاري اور بین القومي احتلال هوگا ! ویل للمطففین !

لیکن شاید ضمیر کي ملامت (اگر ضمیر یورپ میں اسلامي معاملات کے لیے زنده سمجها جاسکتا هو) اور اس دهمکي کي نامعقولیت نے اس پر قائم رهنے نه دیا - اسلیے اب ایک نو تصنیف نغمه خبروں کے اُس گراموفون میں بهرا گیا هے جسکي کنجي انگلستان کے هاتهه میں هے -

ریوٹر اطلاع دیتا هے که " درزو میں ایک اجتماع هوا جسمیں تمام اطراف و اکناف البانیا کے ۴۰ قائمقام موجود تهے - موجوده حالت پر ایک سرگرم مباحثه کیا گیا - گو اس کارروائی کا کوئي نتیجه ابهي تک نهیں نکلا هے' تاهم یه امر خاص طور پر قابل لحاظ هے که شهزاده ویڈ کي حکومت کے بقاء و استحکام کے لیے مسلمانوں اور عیسائیوں میں پورا اتفاق تها " سبحانک هذا بهتان عظیم !

شهزاده ویڈ کو رومانیا سے کیا کیا امیدیں نه تهیں ؟ مگر شاید وه وقت قریب آگیا هے جبکه امیدوں کا پردهٔ فریب چاک هوجایگا - درزو کي تازه ترین خبروں سے معلوم هوتا هے که البانیا کے امن و نظام کے لیے رومانیا سے فوجي اعانت ملنے کی کچهه امید نهیں -

اسلیے' بعض مشیران کار یه راے دیرہے هیں که بین الملي فوج کے لیے کوشش کرني چاهیے -

---

حال میں سینٹ پیٹر سبرگ میں ایک موتمر اسلامي منعقد هوئي تهي' جسمیں یوروپین اور ایشیائي روس کے ۴۰ سے زائد مبعوث (وکلا) شریک هوے - اس موتمر کا اصل مقصد یه تها که وه تمام کوششیں جو اسوقت منتشر و متفرق طور پر مسلمانان روس کي دیني وغیر دیني مصالح کي حفاظت میں مصروف کار هیں' ان سب میں ایک مرکزیت اور تنظیم پیدا کردي جاے -

مسئله تعلیم کے متعلق اس موتمر نے یه راے قائم کي که جب تک عورتوں میں تعلیم کي اشاعت نه هوگي اسوقت تک نئي اسلامي نسل کوئي صحیح و مطلوب ترقي نهیں کرسکتي -

---

بالاخر السٹر نے اپنے صوبے کي علحده گورنمنٹ کا اعلان کرکے السٹر پارلیمنٹ قائم کرهي لي - اس گورنمنٹ نے اپنا مطمح نظر یه قرار دیا هے که ملک میں قانون ' امن ' اور انتظام کي حفاظت کي جاے' ساتهه هي آئرش پارلیمنٹ میں السٹر کے بجبر شامل کرنے کے خلاف جنگ کي جاے ' مگر اسطرح که شاه برطانیه کے ساتهه کوئي اعلان بغاوت نهو -

جب سے یه خبر شایع هوئي هے' اسوقت سے انگلستان میں ایک هنگامهٔ قلم و زبان برپا هے - مختلف جماعتوں کے اخبارات میں اسکے متعلق: اهمیت و حقارت ' اعتراض و جواب ' الزام و حمایت ' اور تحسین و تقبیح سے لبریز مضامین شائع هو رهے هیں -

---

سر ایڈورڈ کارسن نے فدا کاران السٹر کي فوجي قواعد دیکهتے هوے ایک پر جوش تقریر کي اور کها :

" بظاهر صلح کي کوئي امید معلوم نهیں هوتي ' لیکن بهر حال اگر عزت کي صلح ناممکن هوئي تو پهر عزت کي جنگ کی جاےگي "

بیلي میدا میں مسٹر والٹر لوانگ نے لوگوں سے کها :
" حکومت اب تمهاري حکومت نهیں رهي - اسکے خلاف اپنے لیڈر سر ایڈورڈ کارسن کي پیروي کرلو "

جهاز کوماگا ٹا کے متعلق آخري فیصله هوگیا - اسے واپس آنا پڑیگا - عدالت اٹاوا کے نزدیک هندوستانیوں کے اخراج کے متعلق حکومت کے قواعد بالکل جائز اور عین عدل و انصاف هیں !

کوما گاٹا کے مظلوم مسافروں نے درخواست کي که انهیں واپسي کیلیے مدد دي جاے - اسکے جواب میں گورنمنٹ نے لکها که مدد نهیں دي جاسکتي ' تا که تمهاري حیراني اوروں کے لیے وسیلهٔ عبرت هو !

سچ یه هے که جو ملک عزت سے محروم هوگیا هو اسکا وجود صرف عبرت هي کیلیے کار آمد هو سکتا هے -

مشاہیر اسلام رعایتی قیمت پر

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲) حضرت بابا فرید شکر گنج ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳) حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۴) حضرت خواجہ حافظ شیرازی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۵) حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۶) حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۸) حضرت سرمد شہید ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۰) حضرت عبد اللہ بن عمر ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۲] حضرت خواجہ حسن بصری ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۴] حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۱۵) حضرت شیخ سنوسی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۷) حضرت امام بخاری ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۴ آنہ رعایتی ۶ پیسہ (۱۹) شمس العلما آزاد دہلوی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۰) نواب محسن الملک مرحوم ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۲) آنریبل سرسید مرحوم ۵ رعایتی ۲ آنہ (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۲۴) حضرت شہباز رحمۃ اللہ علیہ ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۵) حضرت سلطان عبد الحمید خان غازی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۶) حضرت شبلی رحمۃ اللہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۷] نرش معظم ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۸] حضرت ابو سعید ابو الخیر ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۹] حضرت مخدوم صابر الدین ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۰] حضرت ابو نجیب سہروردی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۳۲] حضرت امام غزالی ۶ آنہ رعایتی ۲ آنہ ۲ پیسہ [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۳۴] حضرت امام حنبل ۴ آنہ رعایتی ۶ پیسہ [۳۵] حضرت امام شافعی ۹ آنہ رعایتی ۱۰ پیسہ [۳۶] حضرت امام جنید ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۳۸) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳۹) حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۴۰) غازی عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ - سب مشاہیر اسلام قریباً دو ہزار صفحہ کی قیمت یکجا خرید کرنیسے صرف ۲ روپیہ ۸ آنہ (۴۰) رندگان پنجاب کے اولیائے کرام کے حالات ۱۲ آنہ رعایتی ۶ آنہ (۴۱) آئینہ خود شناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب خدا بینی کا رہبر ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ آنہ رعایتی ۶ آنہ [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۶ آنہ رعایتی ۳ آنہ - کتب ذیل کی قیمت میں کوئی رعایت نہیں - [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیہ ۸ آنہ [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحہ کی تصوف کی لاجواب کتاب ۹ روپیہ ۷ آنہ [۴۶] ہشت بہشت اردو خواجگان چشت اہل بہشت کے مشہور حکیموں کے باتصویر حالات زندگی معہ انکی سینہ بہ سینہ اور صدری مجربات کے جو کئی سال کی محنت کے بعد جمع کئے گئے ہیں - اب دوسرا ایڈیشن طبع ہوا ہے اور جن خریداران نے جن نسخوں کی تصدیق کی ہے انکے نام بھی لکھدئے ہیں - علم طب کی لاجواب کتاب ہے اسکی اصلی قیمت چھ روپیہ ہے اور رعایتی ۳ روپیہ ۸ آنہ [۴۸] الجریان اس نامراد مرض کی تفصیل تشریح اور علاج ۴ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۴۹] صابون سازی کا رسالہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ - (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایک روپیہ [۵۱] اصلی کیمیا گری یہ کتاب سونے کی کان ہے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسہ - جستہ بنانے کے طریقے درج ہیں قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ یا (Plan) ہے جو ایک مسلمان انجنیر نے مرقعہ کی پیمائش سے بنایا ہے - نہایت دلفریب متبرک اور روغنی معہ رول دکھیرا یا اِلم رنگوں سے طبع شدہ قیمت ایک روپیہ - علاوہ محصول ڈاک -

ملنے کا پتہ — منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

ہز مجسٹی امیر صاحب افغانستان کے ڈاکٹر نبی بخش خان کی مجرب ادویات

جواہر نور العین بیس روپیہ ماشہ والا خالص ممیرا بھی جواہر نور العین کا مقابلہ نہیں کرسکتا - اور دیگر سرمہ جات تو اسکے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے - اس کی ایک ہی سلائی سے ۵ منٹ میں نظر دوگنی ' دھند اور شبکوری دور ' اور ککرے چند روز میں ' اور پھولہ ' ناخونہ ' پڑبال ' موتیابند ' ضعف بصارت عینک کی عادت اور ہر قسم کا اندھا پن بشرطیکہ آنکھ پھوٹی نہ ہو ایک ماہ میں رفع ہوکر نظر بحال ہوجاتی ہے - اور آنکھ بنوانے اور عینک لگانے کی ضرورت نہیں رہتی ' قیمت فی ماشہ درجہ خاص ۱۰ روپیہ - درجہ اعلیٰ ۴ روپیہ - درجہ اول ۲ روپیہ -

حبوب شباب آور دنیا بھر کی طاقتور دواؤں سے اعلیٰ اور افضل ' مولد خون اور معرک اور مقوی اعصاب ہیں - ناطاقتی اور پیر و جوان کی ہر قسم کی کمزوری بہت جلد رفع کرکے اعلیٰ درجہ کا لطف شباب دکھاتی ہیں - قیمت ۲ روپیہ نمونہ ایک روپیہ -

طلسم شفا ہر قسم کا اندرونی اور بیرونی درد اور سانپ اور بچھو اور دیوانہ کتے کے کاٹنے سے زخم کا درد چلد لمحہ میں دور ' اور بدہضمی ' قئے ' اسہال ' منہ اور ' زبان ' حلق اور مسوڑوں کی ورم اور زخم اور جلدی اور امراض ' مثلاً چنبل ' داد ' خارش ' پتی اچھلنا ' خناق ' سرکان ' دانت کی درد ' گنٹھیا اور نقرس وغیرہ کیلئے ازحد مفید ہے - قیمت ۲ روپیہ نمونہ ایک روپیہ -

حسن افروز ایک ہفتہ میں سیاہ فام کو گلفام بناکر اور چہرہ کی چھایاں اور سیاہ داغ دور کرکے چاند سا مکھڑا بناتا ہے - قیمت فی شیشی ۲ روپیہ نمونہ ایک روپیہ -

تریاق سگ دیوانہ اس کے استعمال سے دیوانہ کتے کے کاٹے ہوئے مریض کے پیشاب کے راستہ مچھر کے برابر دیوانہ کتے کے بچے خارج ہوکر زہر کا اثر زائل ' اور مریض تندرست ہوجاتا ہے - قیمت فی شیشی ۱۰ روپیہ نمونہ ۳ روپیہ -

طلائے مہاسہ چہرہ کے کیلوں کی ورم ' درد اور سرخی رفع ' اور پکنا اور پھوٹنا مسدود کرکے انہیں تحلیل کرتا ہے - قیمت فی شیشی ایک روپیہ - حبوب مہاسہ ان کے استعمال سے چہرہ پر کیلوں کا نکلنا موقوف ہوجاتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ -

اکسیر ہیضہ ہیضہ ایک ایسی ادنےٰ مرض نہیں ہے کہ ہر ایک حکیم اور ڈاکٹر کامیابی کے ساتھ اِنکا علاج کرسکے - لہذا ایک واحد دوا اس کے علاج کیلئے کافی نہیں ہوا کرتی - اسکے ۳ درجہ ہوتے ہیں - ہر درجہ کی علامات اور علاج مختلف ہے - پس جس کے پاس اکسیر ہیضہ نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ موجود نہ ہوں وہ خواہ کیسا ہی قابل اور مسلمہ ڈاکٹر کیوں نہ ہو اس مرض کا علاج درستی سے نہیں کرسکیگا - لہذا وبا کے دنوں میں ہر سہ قسم کی اکسیر ہیضہ تیار رکھنی چاہئے - قیمت ہر سہ شیشی ۳ روپیہ -

پتہ :— منیجر شفاخانہ نسیم صحت دہلی دروازہ لاہور

در جنوں بیکار نتواں زیستن
آتشم تیزست و داماں می زنم!

یه بالکل سچ هے اور یهي میرے دل کا اصلي زخم هے - لیکن افسوس که وه یه کہتے هوے اپني اور اپنے گرد و پیش کي حالت بهول گئے - میں صرف اس حالت پر توجه دلا دینا انکے جواب کیلیے کافي سمجهتا هوں -

اس قسم کے تمام کاموں کیلیے اولین شے تقسیم عمل هے - یعنے متعدد اشخاص اور جماعتوں کا موجود رهنا جن میں سے هر شخص یا جماعت کام کے ایک ایک حصے کو اپنے ذمے لیلیے ' اور ان سب کي مجموعي مساعي و اعمال سے تکمیل مقصد ظہور میں آے -

پس صورت یه هوني چاهیے که ایک جماعت تو همیشه صرف تحریک و دعوت اور تنبه و ایقاظ کے کاموں میں مشغول رهے' تاکه بیداري قائم اور غفلت کا استیلاء مقهور و مخذول رهے - دوسري جماعت اس تحریک کے نتائج سے کام لے ' اور جو استعداد پیدا هوتي جاے اسے ضائع نهونے دے -

هماري اصلي بدبختي یهي هے که اس قسم کے کام کرنے والے نا پید هیں اور کوئي حقیقي تقسیم عمل هو نهیں سکتي - میں دو سال تک اسي چیز کي تلاش میں رها که کسي طرح دونوں کاموں کو ایک هي وقت میں انجام دیا جاسکے مگر اپني مجبوري سے کامیاب نهوا -

* * *

اب میرے سامنے صرف دو هي راهیں هیں - پہلي راه یه هے که محض تحریک و قیام دعوۃ هي کے کام میں مشغول رهوں ' اور اسکے علاوه جو دیني' علمي ' ادبي ' سیاسي' اور عام اصلاح و ترقي کی شاخوں میں الهلال کام کر رها هے یا کر سکتا هے ' اس پر قناعت کرلوں - یه میدان بهي کام کرنے والے کیلیے کچهه کم قدر و قیمت نهیں رکهتا اور بجاے خود ایک بڑي سے بڑي خدمت هے - مگر کیا کروں' دل همت طلب صرف اتنے پر قناعت نهیں کرتا - میں دیکهه رها هوں که وقت کم اور فرصت مفقود هے - آمادگیاں ضائع جا رهي هیں ' اور استعداد بغیر جمعیت افکار و عمل کے بهٹک رهی هے - بیج ڈالا جاچکا هے مگر کوئي نهیں جو آبپاشي کا سامان کرے - کس دل سے گوارا کروں که ایسا دیکهوں اور آنکهیں بند کرلوں ' اور اپنے تمام بهترین عزائم کو سپرد خاک کردوں ؟

پهر یه بهي هے که هماري حالت اوروں کي سي نهیں هے - اب وقت اسکا نهیں رها که آهسته آهسته ایک ایک منزل کو طے کیا جاے - اب تو معرکۂ جنگ درپیش هے - هر سپاهي جو کچهه کرسکتا هے کرے' اور صرف اپنے ایک هي فرض پر قناعت نه کرلے -

پس خواه کچهه هي کیوں نهو ' میں نے تو روز اول جو فیصله کرلیا هے اور جسکے اندر اس قادر قیوم نے میرے دل کا اصلي سکهه اور میري روح کي حقیقي لذت رکهدي هے' اُسے ترک نهیں کرسکتا - ممکن هے که میں اپني قوت اور اپنے بس سے تن تنها زیاده کام کرنے کی طلب میں پوري طرح کامیاب نهوں ' لیکن وه ناکامي جو تلاش کے بعد هو' اس سے بهتر هے که ناکامي کے خوف سے تلاش هي نه کي جاے - کامیابي محض اشخاص و تعینات سے وابسته نهیں هے - وه که حقیقي یقین کي آواز صرف اسي کے منهه سے نکلتي هے ' کهه رها هے که صادق نیتوں کے لیے ناکامي نهیں هوسکتي - مجهے کامیابي نهو' مگر یه تو طے شده هے که میرے مقصد کو طلب و جستجو کي هر منزل میں فتح مندي اور کامیابي هي هوگی : ربنا علیك توکلنا والیك انبنا والیك المصیر! ربنا لا تجعلنا فتنة للذین کفروا ' و اغفرلنا ربنا ' انك انت العزیز الحکیم !! (۶۰ : ۵) ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین ! (۲ : ۱۸۲)

* * *

رهي دوسري صورت یعنے اپنے ارادوں اور طلب و اضطراب کے مطابق "دوسري منزل" کے جن کاموں کو شروع کرچکا هوں' انهیں تکمیل تک پهنچانے میں لگ جاؤں اور اسکے سوا چاره بهي نهیں' تو حقیقت یه هے که متضاد سمتوں کي کشمکش و کشاکش سے میں عاجز آگیا هوں - ایک هي وقت میں تن تنها اعلان و دعوت کے کاموں اور خدمات علمیه و ادبیه کو بهي قائم رکهنا ' نیز دوسري منزل کے کاموں کو بهي کرنا بهت دشوار هے - جو کام اب درپیش هیں انکے لیے پورے وقت کے صرف کردینے کي ضرورت هے ' اور اکثر اوقات کلکته سے باهر رهنے کي اور ایسے کاموں سے گهر جانے کی جن میں شغل تحریر و کتابت و ترتیب و تدوین رسائل کي مهلت نهیں ملسکتي -

میں دو سال تک اس فکر میں رها که اقلاً اتنا هي انتظام هو جاے که الهلال جاري رهے ' اور اگر پورا وقت نهیں نکال سکتا تو اور کاموں کیلیے نصف وقت تو نکال سکوں - لیکن تجربے سے ثابت هوا که ایسا هونا بحالت موجوده آسان نهیں - پس اگر اُن کاموں میں مصروف هوتا هوں تو الهلال کا مسئله سامنے آ جاتا هے ' اور حیران رهجاتا هوں که کیا کروں ؟

* * *

الهلال کي ترتیب اور دائمي مشغولیت کیلیے جس طرح ایک پوري جانکاه اور دماغ باش زندگي چاهیے ' اسکا اندازه میرے دوستوں کو نهیں هے :

بحرام سوے کلبۂ احزان من شبے
تا بنگري که عشق تو با ما چه میکند ؟

ایک پرچه الهلال کا اٹها کر دیکهیے اور اسکے تمام ابواب پر نظر ڈالیے - اگر اسقدر مواد محض نقل هی کیا جاے - جب بهي اسکے لیے ایک دو آدمي کافی نهیں هوسکتے - چه جائیکه دماغ کا به یک وقت ان سب کو مدون کرنا اور تمام شرائط و خصائص کے تحفظ کے ساتهه لکهنا - پهر انکی ترتیب و نگراني اور نظر عمومی و نظم مجموعي -

بلا شبه مجهے بعض حضرات سے مدد بهي ملتي هے جسکے لیے میں انکا ممنون هوں ' لیکن وه مدد ایسي نهیں هے جو الهلال کو به حیثیت الهلال میري عدم موجودگي میں قائم رکهے -

* * *

یه کشمکش هے جسمیں گرفتار هوں ' اور اسي کے طرف میں نے اشاره کیا تها - افسوس هے که بعض حضرات نے اسپر غور نهیں فرمایا اور متعجب هوکر پوچهنے لگے که الهلال کو بند کردینے کا خیال کیوں پیدا هوا هے' اور " پهلي منزل " سے مقصود کیا هے ؟ حالانکه مقصود تو صاف تها اور حالات بالکل غیر پیچیده -

* * *

یه دوسري منزل " جماعة حزب الله " کي تکمیل هے -

" حزب الله " کے اعلان کو ایک سال هو گیا - اس عرصے میں جو ابتدائي مراحل اسکے متعلق ضروري تهے ' رفته رفته طے هوتے رهے ' اور متعدد اهم الامور مراتب کي انجام دهي کي حق سبحانه نے توفیق دي - ایک بڑا کام کلکته میں کسی مرکزي درس گاه اور " دارالجماعه " کي تعمیر و تاسیس تهي' سو الحمد لله که اسکے متعلق بهي تمام انتظامات تکمیل کو پهنچگئے هیں اور انشاء الله پهلي رمضان المبارک کو اسکا بنیادي پتهر نصب کردیا جائیگا : الذي انزل فیه القران -

اب اسکے بعد جو کام هیں ' انکے لیے ضرورت هے که کچهه عرصے تک کیلیے اپنا پورا وقت صرف کروں' اور یکسوئی کے ساتهه اسکي تکمیل کیلیے وقف هو جاوں-

یهي " دوسري منزل " هے جسمیں اب کسي طرح توقف نه هونا

شذرات

مسئلۂ قیام الهلال

" پہلی منزل "

مسئلۂ قیام الہلال کو پیش کرتے ہوے اس عاجز نے لکھا تھا کہ " دعوت الہلال اپنی پہلی منزل سے گذر چکی ہے" بعض احباب کرام کو اسکے سمجھنے میں غلطی ہوئی - حالانکہ " صدا بہ صحرا " کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا تھا ' اسمیں ایک حد تک اِسکی تصریح کردی گئی تھی -

میں تفصیل کےساتھہ نہیں لکھہ سکتا - مختصر یہ ہے کہ الہلال متعدد حیثیتیں رکھتا ہے - ازانجملہ ایک حیثیت دعوۃ و تحریک کی ہے - تحریک کے لیے پہلی منزل یہ ہے کہ دلوں کی غفلت دور کی جاے' عام احساس و بیداری پیدا ہو جاے ' اور جن مقاصد کیلیے پکارا جا رہا ہے وہ ہزاروں دلوں میں اپنا گھر بنا لیں

جب ایسا ہو جاے تو دعوت اپنی " پہلی منزل " سے گذر گئی - اسکے بعد اس سے سخت تر اور مہم تر منزلوں کی طرف بڑھنا چاہیے - استعداد و قبول مثل تخم ریزی کے ہے - اسکے بعد آبپاشی کی فکر کیجیے - تا کہ کھیت پوری طرح نشو و نما پاے' اور فصل آے تو کاٹنے کے لیے ہر شاخ اپنا ذخیرہ پیش کر سکے -

* * *

اِس آبپاشی کی مختلف صورتیں ہیں اور اسی کو میں " دوسری منزل" قرار دیتا ہوں -

الہلال بہ حیثیت داعی الی الحق ہونے کے اسلیے آیا تھا تا کہ سنۃ مقدسۂ حریہ اسلامیہ کا احیاء کرے' اور اسلام کی تعلیمات حقہ کو انکی اصلی وسعت اور محیط کل صورت میں پیش کرے - نیز بتلاے کہ تعلیم الہی محض چند احکام وضو و طہارت ہی سے عبارت نہیں ہے جیسا کہ بد بختی سے سمجھا جا رہا ہے' بلکہ وہ ایک نظام اجتماعی و مدنیۃ صالحہ کا نام ہے' جو انسانوں کے فلاح و نجاح کے لیے سنن الہیہ کے ماتحت ہر قسم کی اعلی ترین ہدایات اپنے اندر رکھتی ہے' اور اس نے مقام انسانیت کو اسقدر ارفع و اعلی کر دیا ہے کہ دنیا کی کوئی دوسری الہامی و حکمی تعلیم اسکی نظیر پیش نہیں کرسکتی - وہ اصلاح عالم اور نظام کائنات کا ایک قانون ہے جو تمام مخلوقات و موجودات پر حاوی ہے' اور جب کبھی کسی گروہ یا ملک نے رفعت و عظمت حاصل کی ہے تو اسی نظام کے ماتحت آکر' گو اس نے اسلام کی حقیقت نہ پہچانی ہو اور طرح طرح کے مختلف ناموں سے اُسے تعبیر کیا ہو:

فاقم وجهك للدين حنيفا ' فطرة الله التي فطر الناس عليها - لا تبديل لخلق الله' ذلك الدين القيم' و لكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠:٢٩)

* * *

چنانچہ اس نے اپنی آواز بلند کی اور تمام مخالف و مفسد قوتوں کے خلاف اعلان جہاد کردیا - اس راہ میں سب سے بڑا بت وہ ہیبت اور مرعوبیت تھی' جو کفر و ارباب کفر اور انکے خلفاء مضلین کی مسلمانوں کے دلوں پر چھا گئی تھی' جسکو بعض منافقین مفسدین اور ملحدین مارقین نے اپنی ابلیسانہ مساعی سے اور زیادہ محکم و جا گرفتہ کردیا تھا' اور جسکی وجہ سے اس پوری نصف صدی کے اندر کسی مسلمان کی زبان اُن کلمات الہیہ کی دعوۃ و احیاء کیلیے نہ کھل سکی جو مذہب اسلام کی اصل اساس و بنیاد نظام ہیں ' اور جن سے کتاب و سنت کے تمام اوراق و صحائف بھرے ہوے ہیں' اور سلف صالحین نے اپنی بڑی بڑی معا[illegible] کی دعوت اور پکار میں بسر کردی ہیں -

پس سب سے پہلے اس نے اسی طاغوت اعظم اور ابلیس شرک و کفر مجسم کو اپنی بے پردہ دعوۃ کا نشانہ بنایا ' اور اتباع اسوۂ مقدسۂ ابراهیمی کی روح سے معمور ہوکر علانیہ پکار اٹھا :

تا لله لا كيدن اصنامكم بعد ان تولوا مدبرين (٢١ : ٥٨)

افتعبدون من دون الله ما لا ينفعكم شيئاً ولا يضركم ؟ اف لكم ولما تعبدون من دون الله افلا تعقلون ؟ (٢١ : ٦٧).

کیا تم خداکو چھوڑ کر ایسے (لوگوں) کی غلامی کرتے ہو جو نہ تو تم کو کچھہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان ؟ تف ہے تم پر اور تمہارے اُن خداوندوں پر جنھیں خدا کو چھوڑ کر تم پوجنے لگے ہو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایسی سچی بات بھی تمہاری عقلوں میں نہیں سماتی ؟ "

* * *

الحمد لله کہ ضلالت و افساد کے بہت سے چھوٹے چھوٹے بت دو نیم ہوکر گرچکے ہیں ' " طاغوت اعظم " کی ہیبت و مرعوبیت کی جگہہ ہزارہا قلوب مومنین مخلصین میں خداے ابراهیم و محمد (علیهما الصلواۃ و السلام) کی عظمت حقیقی اور عبودیۃ صادقہ جا گزیں ہو چکی ہے' اور احساس و افکار کے انقلاب عام کا ایک ایسا عدیم النظیر اور محیر العقول منظر سامنے ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا !

پس اتباع اسوۂ ابراهیمی و محمدی (علیهما الصلوۃ و السلام) و اطاعت اوامر اسلامیہ ' و جوش خدمت کلمۂ اسلام و مسلمین ' و دفع بدعات و زوائد ' اور تبلیغ دین الخالص کتاب الله و سنۃ رسولہ کی جو دعوۃ شروع کی گئی تھی ' الحمد لله کہ وہ عام طور پر " قبول " کرلی گئی ہے - اسی قبولیت کو میں " پہلی منزل" سے تعبیر کرتا ہوں -

اب دوسری منزلیں اسکے بعد کی ہیں - ازانجملہ یہ کہ اس استعداد کو فوراً ایک ایسی منظم و نافذ صورت میں منتقل کردیا جاے کہ اعمال و افعال میں اسکا ظہور پوری قوت و تأثر کے ساتھہ نمایاں ہو جاے ' اور یہ جو تبدیلی مختلف گوشوں اور افراد میں پھیلی ہوئی اور متفرق ہے ' اسے یکجا و مجتمع کرکے ایسی جماعتیں پیدا کی جائیں جو قولاً و عملاً دعوۃ اسلامیہ کی حامل ہوں' اور سلف صالح و مسلمین اولین کے فراموش کردہ طریقوں کے مطابق چلکر ایک عام تبدیلی مسلمانوں کے دینی معتقدات و اعمال میں نافذ و ساری کر دیں -

* * *

ہر کام کیلیے دعوت ضروری ہے' اور اسلیے اعلان و اظہار بھی ضروری - لیکن اعلان و اظہار کا عہد ختم ہو گیا - اب خاموشی و گمنامی کا دور حقیقی شروع ہونا چاہیے - آگ جب تک نہیں ملی تھی' اُسکی طلب میں شور و ہنگامہ تھا - پر جب ملگئی تو اب جلنے اور سوز و تپش کی لذت حاصل کرنے کے سوا اور کوئی مشغلہ نہ ہونا چاہیے :

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد !

الحمد لله کہ یہ عاجز شور و ہنگامہ کے عین عروج میں بھی سکوت و خاموشی کے اعمال کی لذت سے بے خبر نہ رہا' البتہ ضرورت جس استغراق و استہلاک کی ہے' اسکی مہلت بوجہ مشغولیت الہلال نہ ملسکی -

* * *

اکثر حضرات اس امر پر زور دیتے ہیں کہ دعوۃ و تحریک کے قیام کیلیے ضروری ہے کہ اُسکا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک واقعی صداقت ہے جسے اسکے صحیح و اصلی موقعہ پر رہ دھرا رہے ہیں - اگر الفاظ بدل دیے جائیں تو انکا مقصود زیادہ واضح ہو جایگا - آگ کے شعلے مطلوب ہیں تو سلگا کر چھوڑ نہ دینا چاہیے - ہر وقت اسے ہوا پہنچانے اور پنکھا جھلتے رہنے کا بھی بندوبست کرنا ضروری ہے :

الهلال

۲۰ - شعبـــان - ۱۳۳۲ هجـــري

بسلسلـــۂ فاتحـــۃ السنـــۃ الثـــالثـــه

اولیــــاء اللــــه و اولیـــاء الشیطــــان

اصحـــاب النـــار و اصحـــاب الجنۃ

تفسیـــر القـــرآن کا ایـــک باب

قران حکیم کے تدبر و مطالعه سے معلوم هوتا هے که حق و باطل ' ایمان و کفر' نور و ظلمت ' تعلق علوي و رشتۂ سفلی' اور اعمال صالحه و کاروبار مفسده و سیئه کے اختلاف کے اعتبار سے دو بالکل متضاد اور باهمدگر مخالف گروه دنیا میں همیشه سے هوتے چلے آے هیں' اور جب کبهی حق و باطل کا معرکه گرم هوتا هے تو انهیں دو جماعتوں کی قطاریں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا هوتي هیں - قران حکیم نے مختلف ناموں سے ان دونوں جماعتوں کا ذکر کیا هے اور جابجا انکے اثار و علائم او ر خواص و اعمال کی تشریح کی هے -

مثلاً ۳۲ سے زیاده مقامات میں ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا هے جس نے اپنے دلوں کو حق کے قبول کیلیے مستعد کرلیا هے اور جو اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے الله اور اسکی صداقت کو چاهنے والی اور پیار کرنے والی هے' اور اسلیے الله نے بهی اسے اپنا دوست اور ساتهي بنا لیا هے -

اس جماعت کو " اولیاء الله" کے لقب سے پکارا گیا هے - یعنے وه خدا کے دوست هیں اور اسکے چاهنے والوں کے گروه میں داخل هیں - چنانچه سوره بقر میں فرمایا :

الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظـلمات الی النور (۲ : ۲۵۷)	الله تعالی مومنوں کا ولي (دوست) هے- وه انهیں تاریکي سے نکال کر روشني میں لاتا هے -

آل عمران میں کہا :

و اللــه ولی المـــومنین (۳ : ۶۸)	اور الله مومنوں کا " ولي " یعني دوست هے -

سورۂ جاثیه میں متقین کہا :

والله ولی المتقیـــن -	الله متقي انسانوں کا ولي هے -

سورۂ اعراف میں صالحین کہا :

وهو یتولی الصالحین (۷ : ۱۹۵)	الله صالح انسانوں کا دوست هے -

اولیاء الله کی پہچان -

سورۂ جمعه میں اس گروه کیلیے ایک آزمایش بتلائي جسمیں پڑکر معلوم هو جایگا که کون اولیاء الله میں سے هے اور کون اولیاء الشیطان میں سے ؟

قل یا ایها الذین هادوا ان زعمتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین (۶۲ : ۶)	اے پیغمبر یهودیوں سے کہدو که اگر تم کو اسی بات کا دعوا هے که تمام بندوں میں سے صرف تــم هي الله کے ولي اور دوست هو' تو اسکي آزمایش یه هے که خــدا کي راه میں موت کي آرزو کرو - اگر تم سچے هوگے تو ضرور ایسا هي کروگے -

اس آیۃ سے ثابت هوا که الله کے دوستوں کی سب سے بڑي پہچان یه هے که جب انهیں جان دینے اور زندگي او ر اسکي لذتوں سے دست بردار هوجانے کي دعوت دي جاتی هے تو وه لبیک کہتے هوے اسطرح دوڑتے هیں 'گویا بهوکوں کو غذا کي اور پیاسوں کو پاني کي پکار سنائي دي - پر جو جهوٹے هیں اور الله کي ولایت سے محروم ' وه انکار کر دیتے هیں اور یه انکے جهوٹے هونے کی مهر هے جو خود انهوں نے اپنے اوپر لگا دي :

ولا یتمنونه ابدا بما قدمت ایدیهم والله علیم بالظالمین !	اور یه الله اور اسکي صداقت کي دوستي کا جهوٹا دم بهرنے والے کبهی بهي موت کی تمنا کرنے والے نهیں - کیونکه انهوں نے ایسے کام کیے هیں جو انهیں موت کے تصور سے ڈراتے هیں اور زندگي کي مهلت کو غنیمت سمجهے هوے هیں -

موت کي تمنا سے مقصود هرگز یه نهیں هے که کوئي آدمی موت کو پکارے اور اسکے لیے التجا کرے - الله کا مقصود اس سے یه تها که سچے اور جهوٹے کي پہچان کیلیے ایک کسوٹي دیدے - پس فرمایا که اگر خدا کے دوست هو تو موت کي تمنا کرو - یعنے اسکے لیے اور اسکے کلمۂ حق کیلیے ایسے کاموں میں پڑو جن میں جان دینے ' اپنا خون بهانے ' اپنے جسم کو طرح طرح کی مهلک مشقتوں میں ڈالنے ' اور زندگي کے عیش و نشاط سے محروم هونے کی ضرورت هے - اسکے بعد پهر خود هي فیصله کیا که یه کام اولیاء الله کا هے - اولیاء الشیطان کبهي بهي ایسا نهیں کرینگے - کیونکه یه موت کے نام سے ڈرتے اور کانپتے هیں' اور زندگی کے عشق میں پاگل هو گئے هیں :

قل ان الموت الذي تفرون منه ' فانه ملاقیکم ' ثم تردون الی عالم الغیب والشهادة ' فینبئکم بما کنتم تعملـــون ! (۶۲ : ۸)	انسے کہدو که اے نفس پرستو ! جس موت سے که تم اسقدر بهاگتے هو' وه کچهه تمهیں چهوڑ نه دیگي- ایک دن ضرور هي آئیگي - پهر تم اسی خدا کے طرف لوٹاے جاؤ گے جو پوشیده اور ظاهر سب کچهه جانتا هے -

لاخوف علیهم ولا هم یحزنون

سورۂ یونس میں انکي ایک بهت بڑي علامت یه بتلائي که انکے لیے خوف اور غم نه تو دنیا میں هوتا هے اور نه آخرة میں :

الا ' ان " اولیاء الله " لا خوف علیهم ولا هـم یحزنون - الذین آمنوا و کانوا یتقون - لهم البشری فی الحیاة الدنیا و فی الاخرہ' لا تبدیل لکلمات الله' ذالك هو الفوز العظیـم! (۱۰ : ۶۲)	یاد رکهو که " اولیاء الله " پر نه تو کسي طرح کا ڈر اور خوف طاري هوگا اور نه وه غمگین هونگے - یه وه لوگ هیں که الله پر سچے دلوں کی طرح ایمان لاے اور اپنے اعمال میں اسکا خوف پیدا کیا - پس انکے لیے دنیا کی زندگی میں بهي خوشخبري هے اور آخرة میں بهي - یه الله کا قانون هے' اور الله کے کلمـات میں ذرا بهي تبدیلي نهیں هوتي - انسان کیلیے یهي سب سے بڑی کامیابي هے !

دارالسلام

سورۂ انعام میں اُن ارباب حق کا ذکر کیا جنکے دلوں کو خدا نے اسلام کیلیے کهولدیا هے : فمن یرد الله ان یهدیه ' یشرح صدره للاسلام- اور جو اُن لوگوں کے مقابلے میں هیں جنکے دل فشار کفر و ضلالت سے

چاهیے - نہیں کہہ سکتا کہ کیونکر یہ تمام کام انجام پالینگے ؟ بجز اسکے کہ اللہ تعالی کوئي ایسا سامان مہیا کردے جس سے ایک طرف الهلال کي صداے دعوت و خدمات علمیه و ادبیه کا سلسله بهي قائم رہے - دوسري طرف اسکا وجود " دوسري منزل " کي تکمیل و اعمال میں بهي مانع نہو !

ربنا اتنا من لدنك رحمة و هئي لنا من امرنا رشدا ! (۱۸ : ۱۰) ربنا لا تزغ قلوبنا بعــد اذ هــديتنا ' و هب لنا من لدنك رحمه ' انــك انت الوهاب ! ربنا انك جامع النــاس ليوم لا ريب فيه ' ان الله لا يخلف الميعاد (۳ : ۸) ربنا انــك اتيت فرعون و ملاه زينــة و اموالا في الحياة الدنيا - ربنا ليضلوا عن سبيلــك ' ربنا اطمس على اموالهم ' و اشدد على قلوبهم ' فلا يومنوا حتى يروا العذاب الا ليم ! (۱۰ : ۸۸)

مشهــد اکبـر

مواعيــد باطلــه کا خاتمــه

مسجد کانپور کی تعمیر جدید کا نقشه پیش کردیا گیا

متولیان مسجد جواب دہی

الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المومنين' ايبتغون عند هم العزة ؟ فان العزة لله جميعا - (۴ : ۱۳۶)

هز ایکسلنسي لارڈ هارڈنگ کے فیصلے کے بعد مسجد مچهلي بازار کانپور کي از سر نو تعمیر کا مسئله چهیڑ دیا گیا تها - هز آنر سر جیمس مسٹن نے کانپور میں متولیان مسجد سے ملاقات کرکے بعض رقوم کا اعلان کیا تها اور کہا تها کہ تیس چالیس هزار روپیه صرف کرکے از سر نو مسجد کي تعمیر کي جاے - بعض متولیوں نے کہا کہ هم بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے کچهہ نہیں کہہ سکتے - اسپر انهوں نے " مسلمانوں " کے لفظ کي تعریف دریافت فرمالي اور کہا کہ کیا تمام دنیا کے " مسلمانوں " سے راے لي جائیگي ؟

جواب میں کہاگیا کہ اگر ممکن هو تو ایسا بهي کیا جاسکتا هے -

اسکے بعد بالکل خاموشي رهي اور کچهہ معلوم نہ هوا کہ کیا هو رها هے ؟ بعض اصحاب سے هم نے تحقیق کیا تو معلوم هوا کہ ابهي کوئي فیصله نہیں هوا - همیں یقین تها کہ مسجد مچهلي بازار کے متولي حادثۂ گذشته کے بعد اسقدر جلد خود راے اور شتر بے مہار نہ هو جائینگے کہ ایک ایسے اهم معامله کے متعلق جسکي قیمت میں مسلمانوں کا خون ' بیواوں کي آهیں ' اور یتیم بچوں کے اشک هاے حسرت دیے جا چکے هیں ' بغیر مسلمانوں کے علم و حصول راے کے آخري فیصله کر دینگے -

لیکن اسي اثنا میں برتهه ڈے کي فہرست خطابات شائع هوئي اور کانپور کے دو مسلمانوں کو " خــان بہادر " اور " خانصاحب " کا خطاب دیا گیا - بظاهر یہ ایک بے تعلق بات تهي اسلیے هم نے زیادہ توجه نہ کي - صــله همیشه پچهلي خدمتوں کا ملتا هے نہ کہ مستقبل خدمات کا - اور ایسے مزدور جنهیں پوري ایک شش ماهي کے بعد کام کي اجرت ملي هو' بهر حال رحم کے مستحق هیں - انهیں چهوڑ هي دینا بهتر هے -

مگر هم ایران کے ایک صائب الراے حکیم کا قول بهول گئے تهے :

که مزدور خوش دل کند کار بیش !

۷ جولائي کي صبح کو ڈپٹي محمد علي " خان بہادر " اور عنایت حسین " خانصاحب " کلکٹر صاحب کے هاں گئے - وهاں سے واپس آکر مسجد کے چار متولیوں کو جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر مجید احمد اور بساطي بازار کا مشہور " کریم احمد " هے ' اپنے ساتهه لیا - اِن لوگوں کے پاس مجوزہ تعمیر مسجد کا ایک سادہ نقشه تها ' نیز کلکٹر کے نام ایک درخواست تهي - درخواست میں لکها تها کہ " بحضور ' فیض گنجور ' غریب پرور ' خداوند بندگان " وغیرہ و غیرہ من التعبد والتــذلل والخرافــات - آستاں بوسي وباریابي کے بعد نقشه اور درخواست پیش کي گئي اور اُسي وقت " منظور کر کے " بغیر حق ادخال میونسپل بورڈ واپس بهي کردي گئي : يخادعون الله والذين امنوا ' وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون ' (۲ : ۸)

مسئلۂ مسجد کانپور کا آغاز جس قوت و استیلا و عظمت و نفوذ کے ساتهه هوا تها ' اور جس طرح مسلمانوں کے اجتماع عام اور قوۃ دیني نے مقامي حکومت کے استیلاء کو شکست فاحش دي تهی ' افسوس کہ اسي طرح اسکا خاتمه بهي کمال غفلت و نادانی اور لغزش و تزلزل پر هوا - لیے دیکے اب تمام امیدیں صرف مسجد کي مستقبل حالت پروهگئي تهیں اور چونکہ علانیه وعدہ کیا گیا تها کہ سڑک کي تعمیر کے وقت میونسپل بورڈ میں بہتر تجاویز منظور هو جائینگي ' اسلیے مسلمان خاموش تهے اور سمجهتے تهے کہ اس مرتبه متولیان مسجد اپني گذشته سنۃ نفاق کی تجدید نہ کرینگے ' اور انهیں غافل رکهکر ملت فروشی کا سودا نہ چکا دینگے - مگر افسوس کہ انکي غفلت سے پورا پورا فائدہ اٹها یا گیا ' اور نفاق کا درخت وهی پهل لایا جو بهر حال اُسے لانا تها -

تاهم متولیان مسجد اور انکے خداوند ان نعمت کو هم مطلع کردیتے هیں کہ اُنهوں نے مسلمانوں کی غفلت کو جسقدر مفید مطلب سمجهه لیا هے ' خوش قسمتی سے ابهي اسدرجه نہیں هے - سمندر کي سطح کو ساکن دیکهکر مغرور نہ هو جانا چاهیے - بہت ممکن هے کہ اسکي تہہ میں لہریں چهپي هوئي هوں - وہ اگر ساکن و پر امن هونا جانتا هے تو هیجان و تلاطم بهی اسکے خواص میں داخل هیں - یہ کسي طرح ممکن نہیں کہ اُس مسجد کي قسمت کا فیصله چار متولیوں کے هاتهوں میں چهوڑ دیا جاے جسکے لیے هم اپنا خون بہا چکے هیں ' اور جسکے دهبے ابتک مسجد کي دیوار پر باقي هیں کو اُنکے محو کر دینے کی غرض سے جدید تعمیر کیلیے فیاضانه اصرار کیا جا رها هے - مسجد خدا کي هے اور علی الخصوص مسجد کانپور تو تمام مسلمانوں کا مسئله بنگئي هے - اسکے لیے انهوں نے اپني جانیں دي هیں ' روپیه لٹا یا هے ' خطرات میں پڑے هیں ' اور مہینوں آگ کے انگاروں پر لوٹے هیں - بساطي بازار کے چند دکانداروں کو خان بہادر اور خانصاحب اپنے همراہ لیجاکر نقشے منظور کراتے هیں تو کرا لیں - مسلمان ایک منٹ کیلیے بهی انهیں کوئي وقعت نہیں دیسکتے - وہ کبهی اپني رضا و خاموشي سے موقع نہ دینگے کہ بغیر عام اعلان و منظوري کے مسجد کي عمارت میں ایک رائي برا بر بهي تبدیلي هو ' اور اس بارے میں انتہائی جد و جہد جو وہ کر سکتے هیں ضرور کرینگے -

هم اِس مضمون کے ذریعه متولیوں کو توجه دلاتے هیں کہ وہ اس وقت تک کي تمام کارروائي فوراً شائع کر دیں اور بتلائیں کہ انهوں نے کس قسم کا نقشه پیش کیا هے ' اور کیا طے پایا هے ؟ هم کبهي بهي اس مسئله کو غفلت میں گم هو جانے کیلیے نہیں چهوڑ سکتے -

هم کو مسجد کی نئي تعمیر اسطرح منظور نہیں - نہ هم اسکي شاندار عمارت بنانے کیلیے صوبجات متحدہ کي " فیاض " گورنمنٹ کو زحمت دینا چاهتے هیں - همیں همارے افلاس و فقر پر چهوڑ دیا جاے - هم مسجد کو اُسکي موجودہ حالت پر رهنے دینگے ' اور شرعاً بهي وهاں کسی بڑي مسجد کی ضرورت نہیں هے جسکے لیے غیر مسلم ارباب فیض کی اعانت منظور کي جاے -

اکتفا کرونگا - امید ہے کہ عنقریب بسلسلۂ " باب التفسیر " ایک مستقل مضمون اس موضوع پر لکھہ سکوں -

ما وجدنا علیہ آباءنا

ازانجملہ اس جماعت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ جب کبھی اولیاء اللہ اسے برائیوں اور معصیتوں سے روکتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ :

وجدنا علیہ اباءنا و اللہ امرنا بہا ' قل : ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ؟ (۷ : ۲۷)

ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا اور اسی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے - اسکے جواب میں ان گمراہوں سے کہدو کہ خدا نے کبھی بھی اپنے بندوں کو برائیوں اور فواحش کا حکم نہیں دیا - کیا تم اللہ کی نسبت وہ باتیں کہتے ہو جنھیں نہیں جانتے ؟

خسران عاقبت

اولیاء الشیطان کی ایک بہت بڑی علامت یہ بھی ہے کہ کامیابی و فلاح انہیں نصیب نہوگی اور عاقبت کار گھاٹے ٹوٹے ھی میں رھینگے :

و من یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسراناً مبیناً - یعدھم و یمنیھم و ما یعدھم الشیطان الا غرورا (۴ : ۱۱۸)

" اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنایا تو یقیناً بڑے ھی سخت گھاٹے ٹوٹے میں پڑا - شیطان اپنے دوستوں اور پجاریوں سے طرح طرح کے وعدے کرتا اور بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے ' لیکن جان رکھو کہ شیطان جو کچھہ وعدے کرتا ہے اس میں دھوکے اور فریب کے سوا کچھہ نہیں ہے "

تخویف شیطانی !

شیطان اپنے ولیوں اور پجاریوں کے ذریعہ اللہ کے ولیوں اور پرستاروں کو ہمیشہ ڈراتا اور دھمکاتا رھتا ہے - مگر مومنوں کیلیے کوئی خوف نہیں :

انما ذالکم الشیطان یخوف اولیاءہ ' فلا تخافوھم و خافون ان کنتم مومنین ! (۳ : ۱۷۵)

" بیشک ' یہ شیطان تھا جسکا قاعدہ ہے کہ اللہ کے دوستوں کو اپنے دوستوں کی جماعت کا ڈراؤ دکھلاتا ہے - مگر اے مسلمانو ! تم اس سے ذرا بھی نہ ڈرنا - اگر تم سچے مسلمان ہو تو بس ہماری ھی حکومت کا خوف کرو ! "

یخرجونہم من النور الی الظلمات

ایک بہت بڑا فرق حالت یہ بھی ہے کہ " اولیاء اللہ " ایسے عہد میں ہوتے ہیں جبکہ حق اور سچائی معدوم ' مگر باطل اور فساد عام ہوتا ہے ' اور گمراہی کی تاریکی اس طرح پھیل جاتی ہے کہ کوئی گوشہ بھی پوری طرح روشن و منور نہیں ہوتا - ایسی ھی سوسائٹی اور اسی طرح کے گرد و پیش میں وہ پرورش پاتے ہیں ' اور انہی خیالات و اعتقادات کو آنکھیں کھولکر ہر طرف دیکھتے ہیں - انکے سامنے جو کچھہ ہوتا ہے وہ بھی یکسر گمراہی ہوتی ہے ' انکے کان جو کچھہ سنتے ہیں اسمیں بھی ضلالت ھی کی صدا آتی ہے ' اور دماغ و فکر جو کچھہ سونچتا ہے اسکا سامان بھی سرتا سر گمراہی و باطل ھی کے واسطے سے میسر آتا ہے !

لیکن جبکہ وہ اس طرح چاروں طرف کی پھیلی ہوئی اندھیاری میں گھرے ہوتے ہیں تو یکایک خدا کا ہاتھہ چمکتا ہے ' اور انہیں گمراہی سے نکالکر حق و ہدایت کے اجالے میں لے آتا ہے - انکی ہدایت کی مثال بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی معذور آدمی اندھیری رات میں ٹھوکروں سے قریب اور غاروں کے کنارے کھڑا ہو اور اندھوں کی طرح دیکھنے اور چلنے سے معذور ہوگیا ہو - اتنے میں ایک واقف راہ اور با خبر ہاتھہ ظاہر ہو کر اسکا ہاتھہ تھام لے ' اور ٹھوکروں سے بچاتے ہوے اور گڑھوں اور غاروں سے نگرانی کرتے ہوے ایک سیدھے اور محفوظ شاہراہ سے منزل مقصود تک پہنچا دے - یا یوں سمجھنا چاہیے کہ جبکہ گمراہی اور باطل پرستی کی رات

آنکھوں کو اندھا اور بصارت کو بے فائدہ کردیتی ہے ' تو اس وقت خدا تعالی اپنے دوستوں کیلیے ہدایت کا سورج چمکا دیتا ہے ' اور انکے دلوں کا اسکی روشنی کے اخذ و انعکاس کیلیے انشراح کردیتا ہے !

لیکن جو لوگ قواے الہیہ کی جگہہ قواے شیطانیہ کو اپنا مولی اور آقا بناتے ہیں ' اور شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کے جرگے میں شامل ہوجاتے ہیں ' سو انکی حالت ان لوگوں سے بالکل برعکس ہوتی ہے - پہلی جماعت تاریکی سے نکل کر روشنی میں آتی ہے - پر یہ جماعت روشنی سے نکال کر تاریکی میں ڈالی جاتی ہے - پہلی جماعت کی اصلی اور ابتدائی حالت تاریک رہی ہے مگر اللہ انہیں سعادت و ہدایت کی نورانیت میں نکال لاتا ہے - دوسری جماعت کے لیے ابتدا میں تو ہدایت و سعادت موجود ہوتی ہے لیکن بعد کو شیطان سعادت سے نکالکر شقاوت میں دھکیل دیتا ہے - چنانچہ سورۂ بقر کی آیۂ کریمہ اوپر گذر چکی ہے - اسکے لفظوں پر غور کرو :

اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور ' والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت ' یخرجونہم من النور الی الظلمات -

اللہ مومنوں کا دوست اور ولی ہے - وہ انہیں تاریکی سے نکالکر روشنی میں لاتا ہے - مگر جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی ' انکے دوست طاغوت ہیں جو انہیں اللہ کی روشنی سے نکالکر شیطان کی اندھیاری میں ڈالتے ہیں !

اولیاء اللہ کی نسبت کہا کہ یخرجہم من الظلمات الی النور - اور اولیاء الشیطان کیلیے کہا : یخرجونہم من النور الی الظلمات -

و یحسبون انہم مہتدون

ایک علامات انکی یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے زعم باطل میں اپنے تئیں حق و ہدایت پر سمجھتے ہیں - اسکا انہیں بڑا دعوا ہوتا ہے - اور بڑا ھی گھمنڈ ' حالانکہ وہ ہدایت سے اسقدر دور ہوتے ہیں جسقدر باوجود اتصال کے روشنی سے تاریکی :

انہم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ و یحسبون انہم مہتدون (۷ : ۲۹)

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانی قوتوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے - باایں ہمہ اس زعم باطل میں گرفتار ہیں کہ وہی راہ ہدایت پر ہیں !

وحی شیطانی

شیاطین ہمیشہ اپنے اولیاء پر وحی کرتے رہتے ہیں تاکہ خدا کے دوستوں سے شیطانی الہامات کے مطابق بحث و جدل کرسکیں اور انہیں اللہ کی پادشاہت سے نکالکر شیطانی حکومتوں میں داخل ہونے کی ترغیب دیں :

و ان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم لیجادلوکم ' و ان اطعتموھم انکم لمشرکون ! (۶ : ۱۲۱)

اور شیاطین اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں ' تاکہ وہ تمہارے ساتھہ شیطانی القا کے بموجب بحث و جدل کریں - لیکن اگر تم نے انکی باتوں کی اطاعت کرلی تو جان رکھو کہ پھر تمہارا شمار بھی مشرکوں میں ہوگا !

(حزب اللہ و حزب الشیطان)

قرآن کریم ان دو جماعتوں کو ایک دوسری اصطلاح سے بھی موسوم کرتا ہے - سورۂ مائدہ میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ اللہ اور اسکی شریعت کے مقابلے میں یہود و نصاری کو اپنا ولی بنائیں :

لا تتخذوا الیہود و النصاری اولیاء - اسکے بعد فرمایا ہے کہ اگر لوگ اللہ کی دوستی کی راہ چھوڑ کر الگ ہوجائیں ' تو اسلام کے کاموں کا کچھہ بھی نقصان نہ ہوگا - خدا ایک دوسری جماعت سچے مومنوں اور اپنے دوستوں کی پیدا کردیگا ' جنکی ولایت الہی اور محبت ربانی یہاں تک بڑھی ہوگی کہ وہ اللہ کے چاہنے والے ہونگے اور اللہ انسے پیار کریگا : یحبہم و یحبونہ - پھر کہا کہ :

اسقدر تنگ هوگئے هیں که اب انکا انشراح روحاني هو نهیں سکتا :
و من یرد ان یضله' یجعل صدره ضیقاً حرجاً - اسکے بعد اول الذکر جماعت کے لیے بشارت دي :

لهم دار السلام عند ربهم و هو "ولیهم" بما کانوا یعملون (۶ : ۱۲۷)	انکے پروردگار کے پاس انکے لیے امن اور سلامتي کا گهر هے اور انکے نیک عملوں کے صلے میں وهي انکا " ولي " هے !

قال انني من المسلمین

سورہ حم سجدہ میں ان مومنین کاملین کا حال بیان کیا ہے جنھوں نے پہلے مقام عبودیۃ و اعتراف ربوبیت حاصل کیا - پھر مقام استقامت و ثبات عمل و ایمان تک مرتفع هوے : ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا - انکي نسبت فرمایا که : تتنزل علیهم الملائکة الاتخافوا و لا تحزنوا ' وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون - یعني ایسے صاحبان استقامت و کاملین پر نزول ملائکه هوتا هے ' جو طمانیة و سکینة اور بے خوفي و بے غمي کا مقام انپر طاري کردیتے هیں اور جس نعمة جنت کا وعدہ کیا گیا هے اسکي انهیں بشارت دیتے هیں اور کہتے هیں که :

نحن " اولیاؤکم " في الحیاۃ الدنیا و في الاخرہ ' و لکم فیها ما تشتهي انفسکم و لکم فیها ما تدعون - نزلاً من غفور رحیم - و من احسن قولاً ممن دعا الی الله و عمل صالحاً و قال انني من المسلمین !! (۴۱ : ۳۰)	هم تمهارے مددگار هیں دنیا میں بهي اور آخرۃ میں بهي - اور تمهیں اس حیاۃ بہشتي میں هر طرح کا اختیار اور حکم بخشدیا گیا هے - جس چیز کو تمهارا جي چاهے تمهارے لیے مهیا هے' اور جو نعمت الله سے مانگو گے تمهیں عطا هوگي - یه مقام تمهیں خداے غفور الرحیم

کي طرف سے عطا هوا هے - اور ظاهر هے که اُس شخص سے بڑهکر اور کس کي بات هو سکتي هے جو الله کي طرف لوگوں کو دعوۃ دے اور اعمال صالحه اختیار کرے - نیز کہے که میں مسلم هوں ؟

اولیاء الشیطان

لیکن اس جماعت کے مقابلے میں ایک دوسري جماعت هے جو اپنے خواص و اعمال میں بالکل اسکي ضد اور مخالف واقع هوئي هے - قران کریم اسے " اولیاء الشیطان " سے تعبیر کرتا هے - قران کي اصطلاح میں وہ تمام قوتیں جو تعلق الهی اور رشتۂ حق و صداقت کے مخالف هیں ' شیطاني قوت هیں' اور ان میں هر قوت اور هر عملِ شیطان لعین کا ایک مظهر خبیث هے - پس جو لوگ حق و عدالة کی راہ روشن سے هٹکر اعمال باطله کي تاریکي میں گم هوگئے هیں اور الله کا رشته انکے هاتهوں میں نهیں هے' وہ خواہ کسي حال اور کسي شکل میں هوں' لیکن درحقیقت شیطان کے ولي' اسکے پرستار' اسکی نسل کے چاکر' اور اسکي پادشاهت کے غلام هیں -

یهی وہ شیطان کي ولایت اور پرستش هے جسکے متعلق بنی ادم سے ربوبیة الاهیه نے عهد لیا تها :

الم اعهد الیکم یا بنی ادم ان لا تعبدوا الشیطان انه لکم عدو مبین - و ان اعبدوني ' هذا صراط مستقیم ؟ (۳۶ : ۵۹)	اے اولاد آدم ! کیا همنے تمهیں تاکید نهیں کردي تهي که شیطان کي پوجا نه کرنا - وہ تمهارا کهلا دشمن هے ؟ اور یه که صرف هماري هي بندگی کرنا یهي انسان کیلیے سیدها راسته هے ؟

چنانچه سورہ اعراف میں صاف صاف اسکي تصریح کی :

فریقاً هدی ' و فریقاً حق علیهم الضلالة ' انهم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون الله و یحسبون	خدانے دو فرقوں میں سعادت و شقاوت کو تقسیم کردیا - اُسنے ایک جماعت کو هدایت دي هے اور ایک فریق هے که گمراهي اسپر چها گئي هے - یه وہ لوگ

انهم مهتدون ! (۷ : ۲۸)	هیں (یعني دوسري جماعت کے گمراہ)

که انهوں نے خدا کو چهوڑ کر شیطانوں کو اپنا ولي بنا لیا هے' اور با ایں همه اس زعم باطل میں گرفتار هیں که وهي راست پر چل رهے هیں -

اسي سورۃ میں اس سے کچهه پہلے ایمان و مومنین کے مقابلے میں "اولیاء الشیطان" کا ذکر کیا هے -

انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون (۷ : ۲۷)	هم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کا ولی یعني آشناء و همدم بنادیا هے جو ایمان سے محروم هیں -

معرکۂ قتال و جدال

پس اس آیة سے صاف صاف همارا استدلال واضح هوگیا - یعنے دو فرقے هیں جن میں سے ایک کو خدا نے اولیاء الله کے نام سے پکارا ' اور دوسرے کي نسبت تصریح کي که اُس نے شیطان کو اپنا ولي بنا لیا هے -

سورۂ کہف میں شیطان کا ذکر کرکے فرمایا :

افتتخذونه وذریته اولیاء من دوني وهم لکم عدو بئس للظالمین بدلا ؟ (۱۸ : ۵۱)	کیا تم هم کو چهوڑ کر شیطان کو اور اسکي نسل کو اپنا ولی بناتے هو حالانکه وہ تمهارا دشمن هے ؟ ظالموں کیلیے یه کیا هي برا بدله هے که وہ

خدا کي جگه نسل شیطاني کے ماتحت آگئے !

معرکۂ قتال و جدال

پس ایک طرف تو " اولیاء الله " هیں' اور دوسري طرف " اولیاء الشیطان " - " اولیاء الشیطان " کے بهی مثل اولیاء الله کے مختلف مدارج و مراتب هیں - آخري مرتبه درجه " کفر " هے اور اسکا سب سے بڑا اضل و اشقی گروہ " الکافرین " کا هوتا هے - یه دونوں جماعتیں همیشه ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا رهتي هیں اور باهم معرکۂ جنگ و قتال گرم رهتا هے :

الذین آمنوا یقاتلون في سبیل الله ' والذین کفروا یقاتلون في سبیل الطاغوت - (۴ : ۷۵)	پس جو لوگ مومن اور الله کے ولی هیں' وہ تو الله کي راہ میں لڑتے هیں مگر جن لوگوں نے " کفر" اختیار کیا وہ " طاغوت " کي راہ میں لڑنے کیلیے نکلتے هیں !

طاغوت

" طاغوت " سے مراد بهي قوۃ ابلیسي و شیطاني اور اسکے مختلف مظاهر هیں - خواہ وہ پتهر کے بت هوں یا بولنے والے انسان - اسي لیے سورۂ بقر کی آیۃ کریمه میں اولیاء الله کا ذکر کرکے اولیاء الشیطان کی نسبت فرمایا که والذین کفروا ' اولیاؤهم الطاغوت (۲ : ۲۵۷) جن لوگوں نے حق سے انکار کیا' انکا دوست اور ولي خدا نهیں هے - طاغوت هیں -

حکم قتال

غرضکه پهلي جماعت الله کي راہ میں اپنے تئیں قرباں کرنے کے لیے نکلتي هے ' اور دوسري جماعت شیطان کي راہ میں جنگ و قتال کرنے کے لیے -

فقاتلوا اولیاء الشیطان ' ان کید الشیطان کان ضعیفا - (۴ : ۷۵)	" پس اولیاء الشیطان کو قتل کرو تاکه دنیا ظلم و فساد سے نجات پاے اور صرف الله کیلیے هوجاے - شیطان کے مکر و فریب

خواہ کتنے هي مهیب اور ڈراونے نظر آئیں' تاهم یقین کرو که اولیاء الله کے مقابلے میں بالکل کمزور و ضعیف هیں "

اگر اُن تمام آیتوں کو جمع کیا جاے جن میں ان متضاد و متخالف دو جماعتوں کے خواص و اعمال کا اور انکي پہچان کي نشانیوں کا ذکر کیا گیا هے تو مضمون اسقدر بڑهجاے' که اصل مطلب کي گذارش کي نهیں معلوم کتنی اشاعتوں کے بعد نوبت آے - پس میں نهایت اختصار سے کام لونگا اور صرف اشارات موجزہ پر

حـادثـه اليـمه بحـريـه

ايمپريس اف ائر لينڈ کا ماتم !

حفظ ما تقدم کی ايک نئی تجويز

آينده جهاز کا هر تخته بجاے خود ايک جهاز هوگا !

جهاز ايمپريس کي مهيب تباهي کے حالات اخبارات ميں شائع هوچکے هيں - ليکن هم منتظر تهے که ولايت کي ڈاک ميں جزئيات حادثه کے متعلق پوري تفصيل اور مصور رسائل ميں ضروري مناظر آجائيں تو الهلال کيليے مضمون ترتيب ديں -

ولايت کي گذشته ڈاک ميں اسکے متعلق نهايت مفصل اور دلچسپ مواد آگيا هے -

موجوده فن مصوري کي ايک شاخ واقعات و حوادث کي تعدد مرسومه و مصوره هے - يعني کسي واقعه کے تمام حالات و جزئيات سامنے رکهکر اسکي تصوير بنانا ' اور اسکے ذريعه اُن دقيق و مشکل جزئيات واقعه کو ذهن نشين کر دينا جو محض عبارت و بيان سے ذهن نشين نهيں هوسکتيں -

قديم زمانے کے مصور خيالي قصص و حکايات کيليے تصويريں بناتے تهے - انکا مقصود بهي يهي تها - ليکن اب يه فن اسقدر ترقي کرگيا هے که چهوٹے چهوٹے واقعات اور معمولي حوادث بهي بڑے بڑے مصور صفحات و مرقعات کے ذريعه سمجهاے جاتے هيں - اور ايک ايک واقعه کے متعلق دس دس تصويريں بنائي جاتي هيں تاکه اسکا هر حصه نظروں کے سامنے آجاے -

جهاز " ايمپريس " کے حادثے کے متعلق بهي يورپ کے مصور رسائل نے بے شمار تصويريں شائع کي هيں اور اُن ميں هر تصوير کسي نه کسي اهم اور پر از معلومات پهلو کو واضح کرتي هے - اگر ايک سو صفحے حادثه کي تفصيل بيان کرنے ميں سياه کر دیے جائيں ' جب بهي اسقدر صحيح اور تشفي بخش معلومات حاصل نهونگي جسقدر ان تصويروں ميں سے ايک چهوٹي سی تصوير بتلاديسکتي هے - هم چند تصويريں شائع کرتے هيں -

(تفصل حادثه)

مگر پهلے حادثه کي اصلي صورت ذهن نشين کر ليني چاهيے - حادثه دو جهازوں ميں تصادم سے هوا - دونوں کے کپتان زنده بچ گئے جو موجود هيں اور اپني اپني بريت کي کوشش کر رهے هيں - اسليے دونوں کے بيانات ميں اختلاف هے اور ايک دوسرے کو ملزم قرار ديتے هيں - صحيح واقعه کا معلوم کرنا مشکل هوگيا هے - هم نے کوشش کي هے که دونوں بيانات کے متفق عليه حصے کو اختيار کريں -

جهاز ايمپريس آف ائرليند مقام کيوبک (استريليا) سے ۱۴۶۷ مسافر ليکر لورپول کي طرف روانه هوا - ۱۸۰ - ميل راسته طے کيا تها که شب کے وقت کهر کي زيادتي کي وجه سے اسے رک جانا پڑا - يه مقام جهاں وه رکا ' فادر پوئنٹ Father point (۱) سے زياده دور نه تها -

ليکن اسي اثناء ميں دوسرے کا ايک جهاز سامنے سے آرها تها جس کا نام " اسٹوارسٹيڈ " هے - ايمپريس کے کپتان کا بيان هے که اس نے دو ميل کے فاصلے سے اسے ديکها ' اور لاسلکي (بے تارکي خبر رساني) کے ذريعه اپنے وجود سے مطلع کيا -

ايمپرس کا خيال تها که اسٹوارسٹيڈ دهنے هوکر نکل جائيگا - اسٹوارسٹيڈ کهتا هے که ميں نے اس اطلاع پر عمل کيا ليکن خود ايمپريس سامنے آگيا - بهر حال جب دونوں جهاز قريب هوے تو غالباً دونوں نے ايک دوسرے کو کترا کر نکل جانے کي کوشش کي - ليکن کهر بهت زياده تها اور انجن پوري قوت مبں تهے - ايمپريس نے اسٹوارسٹيڈ کو اپنے دهنے چهوڑنے کي کوشش کي اور اسليے (بقول خود) جهاز کا رخ اور زياده بائيں جانب کرديا - اسٹوارسٹڈ بجاے اسکے که دهني جانب هوکر نکلجاتا ' سيدها بڑهتا چلا آيا ' اور عين اُس وقت جبکه ايمپريس دهني طرف مڑنے کي وجه سے اسٹوارسٹيڈ کے سامنے عرض ميں آگيا تها ' بخط مستقيم بڑهکر اسکے درمياني حصے کے سامنے پهنچ گيا -

يهي موقعه اس وقت تک حادثه کا اصلي وقت سمجها گيا هے - دونوں جهاز ٹکراے - مگر بالمقابل هوکر نهيں ٹکراے - کيونکه اسٹوارسٹيڈ سيدها آرها تها اور ايمپريس اُسکے عرض ميں آگيا تها - اگر دونوں کو انسان فرض کرليں جو ليٹے هوے تهے ' تو صورت حادثه يوں هوگي که اسٹوارسٹيڈ کے سر کي ايمپريس کے سينے سے ٹکر لگي ' اور پچهلي جانب کي ديوار کا تخته انڈے کے چهلکے کي طرح ٹوٹ کر الگ هوگيا !

(لاسلکي)

جس وقت يه حادثه هوا ايمپريس لاسلکي تار (بے تاري خبر رساني) کے مرکزي اسٹيشن سے بهت قريب تها - حادثے کے ساتهه هي اس نے اپني مصيبت کي اطلاع دي ' اور فوراً دو دخاني کشتياں اعانت کيليے روانه هوگئيں - ان ميں سے ايک کا نام ليڈي ايولين اور دوسرے کا نام يوريکا تها -

---

(۱) فادر پوينٹ دریاے سينٹ لارنس کے ايک لاسلکي (بے تارکي خبر رساني) کے اسٹيشن کا نام هے - يهاں هر وقت متعدد چهوٹے اسٹيمر موجود رهتے هيں -

اس صفحه کي چار تصويروں ميں دهني جانب کي پهلی تصوير جهاز اسٹوارسٹيڈ کي اور دوسري ايمپريس کي هے -
بائيں جانب ميں پهلي ليڈي ايولين اور دوسري يوريکا کي هے -

انما وليكم الله و رسوله و الذين آمنوا ' الذين يقيمون الصلوة و يوتون الزكــواة و هم راكعون - و من يتول الله والذين امنوا فان "حزب الله" هم هم الغالبون (۵ : ۶۱)

" مسلمانو ! تمھارا دوست اللــه اور اُسکا رسول ھے ' اور وہ مومن جو ایمان لاچکے ھیں ' جو صلوۃ الہی کو دنیا میں قائم کرتے ھیں ' جو خدا کي راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ھیں' اور جو ھر وقت الله اور اسکے حکموں کے آگے جھکے رھتے ھیں - پس جو شخص الله ' اسکے رسول ' اور مومنوں کا دوست و ولي ھوکر رھیگا " حزب الله " وہ میں سے ھے ' اور یقین کرو کہ " حزب الله " ھی کے لوگ غالب ھونے والے ھیں ! "

اس آیۃ کریمہ سے معلوم ھوا کہ جو لوگ الله کے ولي اور اسکے دوست ھیں ' انکا ایک نام لسان الله الحکیم میں " حزب الله " بھي ھے - " حزب " کہتے ھیں گروہ اور جماعت کو - حزب الله سے مقصود وہ لوگ ھوے جو الله کي جماعت ھیں -

چنانچہ سورۂ حشر میں فرمایا کہ جو لوگ الله کی محبت کي راہ میں دنیا کے تمام رشتوں کي کچھہ پروا نہ کریں ' حتی کہ ماں باپ اور عزیز و اقربا کي محبت اور دامنگیري کو بھي ھیچ سمجھیں ' اور خدا کي پکار جب انکے کانوں میں پڑ جاے تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر اسی کي طرف دوڑ جائیں ' تو ایسے لوگ " حزب الله " ھیں :

اولائك " حزب الله " الا ان حــزب الله هــم المفلحون - (۵۸ : ۲۲)

یہی لوگ " حزب الله " ھیں - سن رکھو کہ یقیناً " حزب الله " ھي کے افراد فلاح پانے والے ھیں !

جس طرح اولیاء الله کا ایک نام یا لقب دوجہ " حزب الله " ھے - اسي طرح " اولیــاء الشیطــان " کا بھي دوســرا نام " حزب الشیطان " ھے :

استحوذ علیهم الشیطان فانسا هم ذکــر اللــه ' اولائــك " حــزب الشــیطــان ' الا ان " حــزب الشـیـطـان " هـــم الـخـاســـرون ' (۵۸ : ۱۹)

شیطان اور اسکي قوتیں ان پر مسلط ھوگئي ھیں - پس انھوں نے خدا کے ذکر اور رشتے کو فراموش کردیا ھے - یہي لوگ " حزب الشیطان " ھیں - اور جان رکھو کہ حزب الشیطان کیلیے آخر کار نقصان اور خسران ھي ھے !

(اصحاب النار و اصحاب الجنه)

اور یہي وہ دو جمــاعتیں ھیں جنکــو صدھا مقــامات میں " اصحاب النار " اور " اصحاب الجنۃ " کے لقب سے بھي یاد کیا گیا ھے ' اور انکے اعمال و خواص کي جابجا توضیح کي ھے - چنانچہ سورۂ بقر والي آیۃ کو ایک بار اور پڑھو اور اسکے بقیہ ٹکڑے کے الفاظ پر غور کرو :

و الذین کفروا اولیاء هم الطاغــوت ' یخرجونهم من النور الی الظلمات ' اولائك " اصحاب النار " هم فیهــا خالــدون ! (۲ : ۲۵۸)

اور جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی' سو انکے اولیاء طاغوت ھیں جو اُنھیں نور و ھدایت سے نکال کر ظلمات ضلالت میں مبتــلا کرتے ھیں - یــہ لوگ " اصحاب النــــار " ھیں اور ھمیشہ دوزخي عذابوں میں رھینگے -

اس آیۃ کریمہ سے معلوم ھوا کہ جن لوگوں کے اولیا و سردار " طاغوت " ھوں (اور " طاغوت " سے مراد بھي شیطان اور اسکے خلفاؤ مظاھر ھي ھیں) تو ایسے لوگ " اصحاب النار " ھیں' کیونکہ انکي زندگي ھمیشہ آگ میں جلتے رھنے کي اور سوختني ھوگي - روح کي راحت اور دل کا سکھہ اُنھیں نصیب نہ ھوگا -

اس سے پہلے ایک آیۃ گذر چکي ھے جسمیں " اولیاء الله " کي نسبت فرمایا کہ : تتنزل علیهم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا ' وابشروا بالجنۃ التي کنتم توعدون

اس آیۃ کریمہ میں خاص طور پر اولیاء الله کو " جنت " کي بشارت دي گئی ھے - پس فی الحقیقت وھي " اصحاب الجنۃ " بھي ھیں - کیونکہ انکي حیات دنیوي و دیني ' جسمي و روحي ' ظاھري و معنوي ' ھر حال اور عہد و دور میں کامیابیوں ' فتح مندیوں ' آرام و راحت ' نعائم و لذائذ ' اور عیش و نشاط کی زندگي ھوگي !

اعمــال و خصــائص

سورۂ یونس میں " اصحاب الجنۃ " اور " اصحاب النار " کي تعریف پوري وضاحت کے ساتھہ بتلا دي ھے ' اور یہ بھي واضح کردیا ھے کہ دونوں جماعتوں کے اعمال کیسے ھوتے ھیں ؟ اور کن نتائج کي بنا پر ایک کو جنت والونکي اور ایک کو نار والوں کی زندگي ملتی ھے ؟

الذین احسنوا الحسنی و زیادۃ و لا یــرھــق وجوھــہم قتــر و لا ذلۃ ' اولائك " اصحاب الجنۃ " هــم فیهــا خالـــدون - (۱۰ :)

" اور جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اور بھلائي کے کام کیے ' انھیں نیک کاموں کے بدلے میں ویسي ھي بھلائي اور فلاح ملیگي ' بلکہ انکے حق سے بھي زیادہ ملیگي - انکو کبھي بھي ناکامي کا غم ' شکست کی رسوائي ' اور نامرادي و تذلل کي ذلت پیش نہ آئیگي - یہي لوگ " اصحاب الجنۃ " ھیں جو ھمیشہ بہشتي زندگي میں رھینگے "

اسکے بعد دوسرے گروہ کی حالت بتلائي :

والذین کسبوا السیئات ' جزاء سیئۃ مثلها و ترھقهم ذلۃ ' ما لهــم من الله من عاصم ' کانما اغشیت وجوھهم قطعاً من اللیل مظلماً ' اولائك " اصحاب النار " هم فیها خالدون ! (۱۰ :)

اور جن لوگوں نے دنیا کے کاموں میں برائي حاصل کي اور بدي کا راستــہ اختیار کیا ' تو یہ ظاھر ھے کہ فطرۃ الہي برائي کا بدلہ ویسي ھي برائي سے دیگي - ذلت اور نامرادي سے انکے چھرے ایسے کالے پڑ جائینگے گویا رات کي چادر ظلمت کا ایک ٹکڑہ پھاڑ کر انکے چھروں پر ڈالدیا گیا ھے - الله کے اس عذاب سے انھیں کوئی نہیں بچا سکتا - یہی لوگ " اصحاب النار " ھیں جنکے لیے ھمیشہ دوزخي زندگي ھوگي "

ان دو آیتوں کي اگر اپنے مذاق کے مطابق تفسیر کروں تو ایک مستقل کتاب ھوجاے - اسلامی تعلیم کي حقیقت اور قرآن حکیم کے اصول درس حقائق و معارف کا ایک بحر ذخار ھے جو ان دو چار جملوں کے اندر بند کردیا گیا ھے : ختامه مسك ' و في ذلــك فلیتنافس المتنافسون !

ثواب و عذاب کي حقیقت ' نتائج افعال اور مکافات عمل کے فطري اور طبیعي اصول کي تشریح ' مذھب و اخلاق کي اساسات اصلیہ اور امتیازات عملیہ ' قانون تعالی و تسفل بشري کے مبادي حقائق ' اصحاب جنۃ و ارباب نار کي قدرتي تقسیم ' فطرۃ کا قانون عمل بالمثل ' اور انسان کیلیے راہ سعادت و ھدایت کي کلي اور اصولي تعلیم ' غرضکہ شریعت و اخلاق اور حکمت و تعلیم کي کوئي اصولي بحث ایسي نہیں ھے جو ان دو آیتوں پر متفرع نہوتي ھو ' اور انکي طرف ایک واضح و بین اشارہ ان میں نہ کردیا گیا ھو - تا وقتیکہ تفسیر القران کي تحریر و ترزیع کا مستقل انتظام نہو ' ضمنی طور پر یہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں (۱)

(۱) یہاں کا حاشیہ ایک مستقل مضمون کي صورت میں زیر عنوان مقالات درج ھے -

ایک نئــی اسکیــم

جہاز ایمپریس کی تباهي کے اسباب حسب ذیل تھے :

(۱) تقابل کي حالت میں متقابل جہازوں کي غلط فہمي اورکہر کی شدت کي وجه سے معائنه کی مشکلات -

(۲) جہاز کے تختوں کے توٹ جانے کي حالت میں جہاز کي بالکل بے بسی -

(۳) اس قسم کے اسباب کا نه هونا جنکي وجه سے تهوڑے عرصے کے اندر بڑي تعداد مسافروں اور اسباب و سامان کي بچائي جاسکے -

(۴) حوادث کے وقت محض اُن چهوٹي چهوٹي کشتیوں پر اعتماد جنھیں نه تو بڑي تعداد میں جہاز رکهه سکتا هے اور نه بڑي تعداد مسافروں کي اُن میں آسکتي هے -

(۵) انجن کے توٹ جانے کے بعد کسي دوسرے وسیله کا باقي نه رهنا جو جہاز کو غرق هونے سے بچا سکے -

ان اسباب میں آخري اسباب کو سب سے زیادہ دخل تها - اگر غفلت اور غلط فہمي کي وجه سے تصادم هوگیا تها' تو محض تصادم هي سے اتني بڑي انساني تعداد هلاک نہیں هو سکتي تهي - تصادم کے بعد صدها انسان زنده جہاز میں موجود تھے - اگر ایسے اسباب مہیا هوتے جو جہاز کو انجن توٹنے کے بعد بهي کهینچکر لاسکتے یا مسافروں کو جہاز سے الگ کرلیتے' تو حادثه کوئي بڑا نقصان نه پہنچا سکتا -

ان تمام اسباب پر غور کرکے بعض مخترعین بحریه نے ایک نئي اسکیم نکالي هے ' جسکے مطابق آینده جہاز بنائے جائینگے' اور اُن تمام خطرات کا انسداد هو جائیگا جو اسطرح کے حوادث کے وقت موجب هلاکت و بربادي هوتے هیں -

فن آلات بحریه و جہاز راني کے مشہور ماهر فن ' مستر فرانک تي - بولین Frank T. Bullen نے اس اسکیم کو پسند کیا هے -

اس اسکیم کا ما حصل یه هے که جہاز کي بالائي سطح کے تمام حصے آینده سے ایسے بنائے جائیں' جو جہاز سے الگ هونے کی صورت میں ایک بہت بڑے تیرنے والا تختے کا کام دیں' اور جڑے هونے کی صورت میں معمولي ڈیک هوں - انکي وجه سے نه تو جہاز میں کوئي نئي چیز بڑهاني پڑیگي اور نه کوئي نیا آله لگانا پڑیگا - جس طرح اب جہاز کي بالائی سطح پر تختے هوتے هیں ' ویسے هي تختے اس وقت بهي رهینگے - لیکن انکي تعداد تو بر تو زیاده هوگي ' اور جہاز کے هر حصے کو (جو اسطرح کا تخته بن سکتا هے) تیرنے والا تخته بنا دیا جائیگا -

جہاز کی بالائي سطح کے تمام حصے' سب سے اوپر کی نشست کی جگه' ڈائیننگ هال ' ڈرائینگ روم' بال روم' اور اسي طرح تمام بڑے بڑے مکانوں کی چھتیں ' سب ایسے تختوں سے بنائي جائیں گي جو هر وقت اپني جگه سے الگ هوسکیں' اور مستقل حالت میں ایک بہت بڑے تیرنے والے کشتي نما تختے کي صورت اختیار کرلیں - علی الخصوص جہاز کي چهت صرف انهي سے پاٹي جائیگي -

تصویر نمبر ۲ کسي واقعي جہاز کي تصویر نہیں هے بلکه یه فرض کرکے که اسکیم کے مطابق ایک جہاز بنگیا هے اور وہ حادثه میں مبتلا هوگیا هے' دکھلایا گیا هے که کیونکر اس اسکیم کي بدولت اسے بچایا جاسکتا هے' اور کس طرح جہاز کے تیرنے والے تختے دریا میں ڈالے جارهے هیں ؟

(۱) یه جہاز کا تیرنے والا تخته نمبر [۱] هے - جہاز کے توٹنے کے بعد یه پاني میں تیرنے لگتا هے - اسکے اوپر آهني جالیاں هیں -

(۲) یه تیرنے والا تخته نمبر [۲] هے - یه اس طرح بنایا گیا هے که جس رخ هوا چلتي هے اس طرف کو نکلا هوا هے - چند ڈهیلی جالیوں کے ذریعه اسے جہاز سے وابسته کردیا گیا هے - جالیاں اسلیے بنائي گئي هیں تا که تیرنے میں سہولت هو - عموماً هر تیرنے والے تختے میں مستول ' بادبان ' متحرک ڈانڈے ' اور پاني کے حوض تیار رهتے هیں تا که جہاز سے الگ هوکر معاً دریا میں تیرنا شروع کردیں -

(۳) یه جہاز کي پوري دیوار هے جو طول میں چلي گئي هے مگر دراصل تیرنے والے تختوں کا مجموعه هے - ان تختوںکی مجموعي طاقت سے زخمی جہاز کهینچ کر لایا جاسکتا هے - اگر یه تختے هوتے تو ایمپریس انجن کے بیکار هونے سے ڈوب نه جاتا - ان میں سے هر تختے کا طول ۱۰ - فٹ اور عرض ۴۰ - فٹ هے - اس حساب سے تمام تختوں کا مجموعي رقبه ۲۴ - هزار مربع فیٹ هوا - اتني بڑي قوت یقیناً جہاز کهینچ کر لیجا سکتي هے -

(۴) جہاز سے ڈاک کے تھیلے اور سامان خورونوش وغیرہ اتارا جا رها هے -

(۵) یه وہ جهولے هیں جنمیں بیٹھکر مسافر ان تختوں پر چلے آئینگے - دکھلایا هے که مسافر جهولوں میں بیٹھے هوے اتر رهے هیں -

(۶) مستول کا باد بان -

(۷) ملاحوں سے بهري هوئي کشتیاں جو تیرنے والے تختوں کو کهینچنے کیلیے اُتر رهے هیں -

(۸) یه ایک خاص قسم کا تخته هے جسکے اندر کاگ بهرا هوا هے تاکه پاني میں کسي طرح ڈوب نه سکے -

(۹) اُتارنے سے پہلے تیرنے والے تختے کي حالت -

(۱۰) یه وہ پٹریاں هیں جہاں سے تختے اٹھائے جاتے هیں -

(۱۱) ایک تخته اتارا جاچکا هے - دوسرا اتارنے کیلیے تیار کیا جا رها هے -

(۱۲) اس تختے کو اُتارنے کیلیے بالکل تیار کرچکے هیں -

(۱۳) اگر کشتیوں کي سي صورت نه بنائي جاے تو تختے کي صورت ایسی هوگي -

لیکن ان دونوں کشتیونکا پہنچنا کچھہ مفید نہ هوا - تصادم نے ایمپریس کو بالکل برباد کردیا تھا - جہاز کا ایک تہائي حصہ توٹ گیا تھا جسکي وجہ سے ڈوبنے میں بہت کم وقفہ لگا - صرف چار کشتیاں اُتاري جاسکیں جن میں ۴۴۴ آدمي سوار هوگئے اور بچ گئے - باقي ۱۰۲۳ انسانوں کو چند لمحوں کے اندر' خشکی سے صرف ۱۸۰ میل کے فاصلے پر' نئي دنیا کے تمام سامانوں اور بندوبستوں کے ساتھہ' بالاخر قعر سمندر کا گوشہ نصیب هوا !!

(حادثـہ کا اثـر)

تـکرانے کے ساتھہ هي ایمپریس کے پچھلے حصے کي دیوار بالکل توٹ گئي - یہ وہ حصہ تھا جسکے اندر انجن کا گھر تھا' اور اسکے بعد هي مسافروں کے داخلي کمرے (کیبن) تھے - حادثہ رات کے وقت هوا - تمام لوگ بے خبر بستروں پر لیٹے تھے - تـکر کا اثر سب سے پہلے انجن پر هوا' اسکے سامنے کا تختہ توٹ کر الگ هوگیا' اور پانی کے سیلاب نے اندر پہنچکر انجن کو بیکار کردیا - بحري سفر میں مغرور انسان کا سب سے زیادہ اعتماد دھویں اور بھاپ کے اس بت هي پر هوتا هے - سب سے پہلے قدرت نے اسي دیوتے کو بیکار کردیا !

اسکے ساتھہ هي وہ حصہ پھٹا جو جہاز کے داخلي کمروں کے بالمقابل تھا - انکے اندر کے تمام مسافر یا تو اندر هي مرگئے یا پانی کے سیلاب میں غرق هوکر بہہ گئے !

تصـــویـر نمبر [۱]

اس تصویر میں حادثہ کي صورت دکھلائي گئي هے - تصویر میں نمبر دیدیے هیں - انکی تشریح حسب ذیل هے :

(۱) مقام کیوبک جہانسے ایمپرس روانہ هوا -

(۲) ریموسکی - یہ وہ جگہ هے جہاں ایمپرس کي تباهي کے بعد بقیہ ۴۴۴ مسافر اُتارے گئے -

(۳) لیڈي ایویلن لا سلکي کے ذریعہ خبر پاکر اعانت کیلیے جا رہا هے !

(۴) دریاے سینٹ لارنس -

(۵) اس خط کے ذریعہ وہ راستہ بتلایا هے جس سے ایمپرس گذرا -

(۶) ایوریکا جو اعانت کے لیے روانہ هوا -

[اب نمبر ۷ سے لیکر نمبر ۹ تک ایمپرس کا وہ حصہ دکھلایا هے جو تصادم سے توٹ گیا تھا -].

(۷) ان تمام کمروں میں جتنے مسافر تھے یا تو اپنے بستروں هي پر مرگئے یا ڈوب گئے - سیکڑوں کو تو اٹھنے اور حادثے کو سمجھنے کا موقعہ هي نہیں ملا -

(۸) اس حصے میں جو سوراخ هوا' زیادہ تر اسي راہ سے سمندر کو اندر جانے کا موقع ملا -

(۹) یہاں سب سے پہلے ٹکر لگي اور انجن میں پاني بھر گیا -

(۱۰) اس خط کے ذریعہ وہ راہ دکھلائي هے جسپر سے گذرکر استوارستید جہاز ایمپرس سے متصادم هوا اور پھر پیچھے هٹا -

(۱۱) استوارستید پیچھے هت رہا هے (ایمپرس کا بیان هے کہ ٹکر لگنے کے ساتھہ هي اُس نے استوارستید کو لا سلکي کے ذریعہ کہا کہ پیچھے نہ هٹے اور اسي طرح ایمپرس سے لگا هوا آگے بڑھتا جاے - اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر معاً پیچھے هت گیا تو ایمپرس کا جسقدر حصہ توٹ گیا هے' وهاں سے فوراً پاني بھرنا شروع هوجائیگا اور بچنے کے لیے مہلت نہ ملیگي - اگر تصادم کے بعد اسي طرح دونوں جہاز ملے رهے تو شکستہ تختے کچھہ عرصے تک نہیں گرینگے اور کچھہ مہلت درستگي یا بچاؤ کي مل رهیگي -

استوارستید کا بیان هے کہ بیشک مجھسے ایسا چاها گیا تھا مگر میں قوانین طبیعة کے آگے مجبور تھا - ٹکر کے بعد هي جہاز خود بخود پوري طاقت سے پیچھے هٹا' اور میں نے هرچند روکنا چاها مگر کامیابي نہوئي - یہ جواب بالکل صحیح هے - استوارستید کا کپتان طبیعة کي [illegible] دفع' کیونکر روک سکتا تھا ؟

بہر حال تحقیقات هو رهي هے - لارڈ میرسٹن کي زیر ریاست کمیشن مصروف تفتیش هے - ممکن هے کہ کمیشن کا فیصلہ اس اختلاف بیان کا تصفیہ کرے -)

مذاكرۂ علميه

ريڈيم اور اسكے اثرات

(از جناب مولوي محمد عبد الله صاحب وكيل
سكريٹري انجمن اصلاح تمدن - نانديڑ - دكن)

عجائب زار كائنات جن معجزۂ نما اشيا سے معمور هے' انميں ايک عجيب شے ريڈيم بهي هے جو ايم - كوري آف پيرس (M. Curie of Paris) نے اپنے مرنے سے آٹهه سال پيشتر سنه ۱۸۹۸ع ميں دريافت كيا تها - ريڈيم خالص سونے سے تين هزار مرتبه زياده وزني هے' اوسكا رنگ معمولي تيبل سالٹ (نمک) كے مانند هے - ابتک صرف چند اونس ريڈيم زمين سے نكالا اور صاف كيا گيا هے -

چند دن هوے امريكه كے رساله ميكليورس ميگزين (Macluras Magzine) نے وه گفتگو شائع كي تهي' جو مسٹر كيليو لينڈ مونٹ (Mr. Clevelrss moffet) اور ايم - كوري اور اوسكے ليبوريٹري اسسٹنٹ مسٹر ايم - ڈين (M. Danve) ميں هوئي تهي - رساله مذكوره سے اوسكا ترجمه درج ذيل كيا جاتا هے - يقين هے كه ناظرين كرام كي دلچسپي كا موجب هوگا :

" مسٹر موفٹ " جب ايم - كوري سے ملے تو آنهوں نے اس موقع سے فائده آٹها كر آسكے مددگار مسٹر ڈين سے چند ابتدائي سوالات ريڈيم كے متعلق كيے - مسٹر موفٹ اگرچه ريڈيم كے تمام حالات كا مطالعه كرچكے تهے' با اين همه يه سوالات اسليے ليے كه وه ريڈيم كے حالات ايسي زبان سے سننا چاهتے تهے جو آسكے متعلق نهايت صحيح ترين معلومات بيان كرنيكا حق ركهتي هے -

مسٹر موفٹ — كيا يه سچ هے كه ريڈيم سے حرارت اور روشني هميشه اور مسلسل پيدا هوتي رهتي هے اور يه كه وه ايک بے اندازه قوت كا منبع هے ؟

مسٹر ڈين — هاں يه بالكل سچ هے كه صاف شده ريڈيم بغير كسي مضر اثر كے پيدا كيے' هماري ايجاد كرده خوشنما آلات كے ذريعه روشني اور حرارت دونوں پيدا كرتا هے -

مسٹر موفٹ — كيا يه روشني چمكتي هوئي هوتي هے ؟

ايم ڈين — هاں يه روشني بالكل چمكتي هوئي هوتي هے - ايم - كوري آپكو اسكي روشني بتلائينگے -

مسٹر موفٹ — كيا دوسرا شخص اسكو نهيں بتلا سكتا ؟

ايم - ڈين — اسكے متعلق اگرچه بهت سے نظريے قائم كئے گيے هيں ليكن آنكے ذريعه بتلانا كسيقدر مشكل هے -

ايم - ڈين نے مسٹر موفٹ سے ريڈيم كي چند اور تاثيرات كا ذكر كيا جو نهايت هي عجيب هيں - علاوه روشني اور حرارت كے اس عجيب دهات سے تين قسم كي نا معلوم شعاعيں بهي نكلتي رهتي هيں' اور جس سرعت كے ساتهه روشني حركت كرتي هے' اوسي سرعت سے يهه بهي حركت كرتي هيں - اگر ان شعاعونكو خاص طريقے سے استعمال كيا جاے تو حسب ذيل اثار پيدا كرتے هيں :

ان شعاعونكے اثار مفيد اور مضر دو قسم كے هوتے هيں -

مفيد آثار :

(۱) زندگي كو قوت بخشتا هے -

(۲) ايسے جراثيم كو هلاک كرتا هے جو زندگي كے ليے خطرناک هيں - كسي درد كا خصوصاً خوفناک (Lupus) كا نهايت عمده علاج هيں -

مضر آثار :

(۱) جسم ميں نا قابل محسوس درد پيدا كرتا هے -

(۲) زندگي كو فنا كرديتا هے -

دوسرے دن مسٹر موفٹ نے ديكها كه ايم - كوري ايک چهوٹے سے چيني كے برتن پر جهكے هوے هيں جسميں سات سو پونڈ ريڈيم آهسته آهسته گهولا جا رها هے - مسٹر موفٹ كے دريافت كرنے پر اونهوں نے كها كه ريڈيم كو غليظ دهاتوں سے پاک كركے خالص ريڈيم اسي طرح حاصل كيا جاتا هے - ليبوريٹريوں دار التجارب يا معمل ميں ماهرين كي آزمايش كيليے ريڈيم كي انتهائي صفائي اور اسميں بلور كي سي چمک پيدا كرنے ميں سخت احتياط كي ضرورت هے' كيونكه آسكے ضائع هوجانے كا خوف هر وقت دامنگير رهتا هے - چنانچه اسي بے احتياطي كي وجه سے چند هفته پيشتر مجهه سے ۱½ گرين ريڈيم ضائع هوچكا هے - يه ضائع شده ريڈيم ايک چهوٹي سی نلكي ميں ركها هوا تها - يه نلكي ايک دوسري نلكي ميں ڈالكر اسميں سوراخ كرديا گيا تها - ان دونوں نلكيوں كو ايک برقي انگيٹهي پر ركهكر گرم كرنا شروع كيا - جب دو هزار درجه تک حرارت پهونچ گئي تو يكايک دونوں نلكياں ٹوٹ گئيں اور يه گراں بها شے ضائع هوگئي - بظاهر ميري غفلت كے سواء اس حادثه كا اور كوئي سبب معلوم نهيں هوتا -

مسٹر موفٹ نے پهر دريافت كيا كه جب ريڈيم ميں صلابت آجاتي هے تو كيا وه اپني شكل بدلديتا هے ؟ ايم - كوري نے جواب ديا كه نهيں' اسوقت بهي اسكي شكل بلور كے سفيد ٹكڑے كے مانند هوتي هے' اور سفيد سفوف ميں صاف كرنے كے بعد معمولي نمک كي طرح معلوم هوتا هے - ريڈيم كے چند ٹكڑے يهاں پڑے هيں - آنكے ديكهنے سے تم پر واضح هوجائيگا -

اب پروفيسر كوري نے ريڈيم كي شعاعوں كے آثار دكهلانے كے ليے ميز كے خانے سے شيشه كي ايک چهوٹي نلكي نكالي جسكے اندر سفيد سفوف تها' نلكي ديا سلائي سے زياده موٹي نه تهي - اس كے دونوں طرف مهريں لگي تهيں اور اسپر سيسے كي ايک ته چڑهي هوئي تهي - سيسه نلكي پر اس غرض سے چڑهايا گيا تها كه جب كوئي شخص نلكي كو پكڑے تو ان مضر شعاعوں سے محفوظ رهے جو هر وقت نلكي سے نكلتي رهتي هيں - سيسه مضر شعاعوں كو روكديتا هے - پروفيسر نے كها كه نلكي كے اندر ريڈيم ايک مضطرب حالت ميں رهتا هے اور اسكي حرارت ۵,۰۰,۰۰۰ درجه هوتي هے - اگر ميں اسكو تمهارے هاتهه يا جسم كے كسي دوسرے حصے پر ركهدوں تو تم اس حرارت سے واقف هوجاؤگے -

مسٹر موفٹ — مجهے تو كچهه حرارت محسوس نهيں هوتي -

پروفيسر — بے شک' ابهي محسوس نهيں هوگي اور جب كه ريڈيم كو ميں نے پہلے بار چهوا تها تو مجهے بهي محسوس نهيں هوئي تهي -

مقالات

بـاب الـتـفسيـــر :

بعض مبـــاحث مهـمه

(حاشيه متعلق مقـالــهٔ افـتـتـاحيـه)

اس هفته کے مقالهٔ افتتاحیه میں دو آیتیں ایسي آگئي هیں جن پر مستقل عنوان سے نظر ڈالني تھي - لیکن اسکي ابھي الهلال میں گنجایش نهیں - حاشیے میں کسی قدر تفصیل کی گئی مگر حاشیه اسقدر بڑھگیا که ایک مستقل مضمون کی طوالت پیدا هوگئي - خیال هوا که اسے ایک مستقل مضمون کي طرح باب التفسیر کے تحت میں دیدیا جاے - قارئین کرام پہلے ملاحظه فرمالیں نه مقالهٔ افتتاحیه کے صفحه ۴ کالم ۲ سطر آخري میں نمبر (۱) دیا گیا هے - اسي کے متعلق یه حاشیه هے -

(۱) الذین احسنو الحسنی و زیادة ' ولا یرهق وجوههم قتر ولا ذله ' اولائك اصحاب الجنة هم فیها خالدون (۱۰ : ۲۳)

اِس آیة میں " ولا یرهق وجوههم قتر " کا لفظ آیا هے " قتر " کے معنی تاریک غبار کے هیں - چهرے کی سیاهی اور دهویں کے معنوں میں بھی بولتے هیں - کم کرنے کے معني میں بھی آتا هے - " ذلة " خضوع و انکسار اور انتها درجه کی عاجزي اور اپنے تئیں حقیر کرنے کو کهتے هیں - پس آیة کا لفظی ترجمه یه هوا که جو لوگ اصحاب الجنة هیں " انکے چهروں پر سیاهي اور ذلت کبھي نه چھائیگي " حاصل مطلب یه هے که کبھي انکي حالت ایسي نهوگي جو رسوائي ' حقارت ' مایوسي ' اور شکستگي کی هو - هر طرح کي انساني اور قومي ذلتیں اسمیں داخل هیں - سب سے بڑي ذلت محکومي و غلامي هے جو کبھي الله اپنے دوستوں اور مومنوں کیلیے پسند نهیں کرسکتا بشرطیکه اسکے سچے مومن هوں -

دوسري آیة میں " اصحاب النـار " کیلیے فرمایا که " ترهقهم ذلة " اور کها که " کانما اغشیت وجوههم قطعاً من اللیل مظلما " - " قطع " بفـتح الطاء " قطعه " کی جمع هے - ایک قرأت میں بسکون طاء بھي آیا هے - " قطع " کے معني ایک ٹکڑے اور حصے کے هیں - اسلیے اس آیة میں " قطعاً من اللیل " کا ترجمه " رات کا ایک ٹکڑا " هوگا (قال ابن السکیت : القطع طائفة من اللیل) اسي لیے هم نے ترجمه میں " رات کی چادر ظلمت کا ایک ٹکڑا " لکھا هے - (دیکھو ترجمهٔ آیت مقالهٔ افتتاحیه میں) مقصود یه هے که انکے چهرے شدت ذلت و ناکامي اور شکست و مایوسي سے ایسے کالے کلوٹے هو جائینگے ' گویا رات کي اندھیاري انکے منهه پر چھا گئي هے !

اس تشبیه کي اصل یه هے که قرآن حکیم نے هر جگه ایمان کو " روشني و نور " اور ضلالت و کفر کو " تاریکي و ظلمت " قرار دیا هے ! لقـد جائکم من الله نور و کتاب مبین (۵ : ۱۸) الله نور السماوات والارض (۲۴ : ۳۵) و من لـم یجعل الله لـه نوراً فماله من نور (۲۴ : ۴۰) هو الذي ینزل علی عبده آیات بینات لیخرجکم من الظلمات الی النور (۵۷ : ۹) الحمد لله الذي خلق السماوات و الارض و جعل الظلمات و النور (۶ : ۱)

اس آیة میں اصحاب النار کی نسبت کها که انکے چهرے تاریک هونگے - یه ٹھیک ٹھیک اُس حالت ایماني و اسلامي کي ضد هے جو دوسري جگه مومنوں کیلیے فرمائي هے - یعني انکے ایمان و اعمـال حسنه کي روشني و نورانیت کی شمع انکے سامنے روشن رهیگی :

یوم لایخزي الله النبي والذین آمنـوا معه ' ونورهـم یسعی بیـن ایدیهـم و بایمانهـم : یـقـولـــون ربـنــا ! اتـمـــم لنــا نــورنــا ! (۶۶ : ۸)	وه عاقبت کار اور ظهور نتائج کا وقت که خدا اس دن اپنے نبي کو اور اُن لوگوں کو جو اسکے ساتهه ایمان لائے هیں ' کبھي شرمنده و رسوا نه کریگا - انکا نور انکے آگے اور انکے دهنے طرف ساتهه ساتهه چلےگا ' اور وه الله سے التجا کرینگے که اے پروردگار ! همارے اس نور کو کامل کردے اور آخر تک قائم رکهه !

اسي طرح سورهٔ حدید میں ایمان و کفر اور مومنین و منافقین کی تقسیم کرکے نور و ظلمت هي کی مثال دي هے :

یـوم تـری المومنین والـمومنـــات یسعی نورهم بایدیهم و بایمانهم ' بشـــراکـم الـیـوم ! (۵۷ : ۱۲)	اُس دن تم مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکھوگے که انکا نور انکے آگے آگے اور انکے ساتهه ساتهه چل رها هوگا ' اور انسے کها جائیگا که آجکے دن تمهارے لیے فتح و مراد کي بشارت هے !

لیکن منافقین و مضلین اس " نور " سے محروم هونگے اور نهایت حسرت کے ساتهه مومنوں کی حالت دیکھینگے - اسکي مثال یوں فرمائي :

یـوم یقول المنافقون والـمـنافقـات لـلـذین آمنوا : انظرونا نقتبس من نورکم ! قیل ارجعوا ورائـکم فالتمسوا نـــوراً (۵۷ : ۱۳)	اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کهینگي که ذرا همارا انتظار کرو که هم بھي تمهارے اس نور سے کچهه روشني حاصل کرلیں - مگر انسے کها جائیگا که ایسا نهیں هوسکتا - آگے مت بڑهو - پیچھے هٹو اور کوئي اور روشني تلاش کرلو -

اندلس کے ایک شاعر نے اپنے نقاب پوش خلیفه کو مخاطب کرکے اس آیت کو نظم کر دیا تها :

انظرونا نقتبس من نورکم
ان هذا نور رب العالمین !

بهرحال اس " نور " سے مراد وه الهي روشني هے جو " اولیاء الله " اور " اصحاب الجنة " کو اپنے اعمال صالحه کے نتائج سے حاصل هوتي هے اور انکے تمام اعمال و افعال کو ضلالت کي تاریکي سے پاک کر دیتي هے - اسکا ساتهه ساتهه چلنا اس طرف اشاره هے که جس آدمي کے ساتهه اندهیري رات میں روشني هو ' اور وه اسکے ساتهه اس طرح کردي جاے که جهاں جاے ایک مشعل راه دکهلاتي اسکے آگے آگے هو ' تو وه کبھي ٹھوکر نهیں کهائیگا اور نه کبھي بھٹکےگا - اسي طرح سچے مومنوں اور الله کے پرستاروں کیلیے هدایت و سعادت کي ایک مشعل روشن هو جاتي هے ' جو همیشه انکے ساتهه رهتي هے ' اور جهاں جائیں انکے ساتهه ساتهه حرکت کرتي هے - نه تو کبھي اُنپر تاریکي چھا سکتي هے ' اور نه انکے لیے ٹھوکر اور گمراهي هے -

[بقیه مضمون کے لیے صفحه ۱۷ ملاحظه هو]

باب الصحة و تدبیر المنزل

خطرناک مکھی !

ان الله لا یستحیي ان یضرب مثلا ما بعوضة (۲ : ۲۴)

حال میں مکھیوں کے متعلق ڈاکٹر اڈورڈ راس کي تحقیقات نے علمي و طبي حلقوں کو اس موضوع پر خاص توجه دلائي ہے - ڈاکٹر موصوف مشہور سر رونا لڈ راس کے بھائي ہیں اور علم الجراثیم (بکٹریولوجي) کے مسایل کي تکمیل و تحقیق سے خاص دلچسپي رکھتے ہیں -

ایک مختصر سا مضمون انکا "گریفک" میں نکلا ہے جسمیں عام پبلک کي واقفیت کیلیے سرسري طور پر اپني تحقیقات کي طرف اشارہ کیا ہے - ہم اسکا خلاصه مع ایک دلچسپ تصویر کے شائع کرتے ہیں - (الهلال)

(تندرستي کا جہاد)

سائنس کے تجارب سے یه بات ثابت ہوگئی ہے که گھر کي معمولي مکھیاں سخت خطرناک چیزیں ہیں - یہي ہوائي سیّاح ہیں جو ایک شخص کي بیماري دوسرے تک لیجاتي ہیں ' اور اسلیے اسقدر حقیر نہیں ہیں جسقدر که عام طور پر سمجھا جاتا ہے - ہر گھر کیلیے جسمیں صحت اور تندرستي کي قیمت محسوس کي جاتي ہو ' ضروري ہے که انکي تعداد کم کرنے کیلیے ایک سخت جہاد شروع کردے ' تاکه وہ بیماریاں جو ایک جگه سے دوسري جگه منتقل ہوتي ہیں ' کم ہوجائیں اور کچھه دنوں کے بعد بالکل معدوم -

(هلاک کرنے کي کوشش)

ایک طریقه ان بیماري پھیلانے والي مکھیوں کے کم کرنے کا یه ہے که اُنھیں هلاک کردیا جاے ' اور اسي لیے " مکھي مار " کاغذ کا استعمال بہت سے مقامات میں ' خاصکر امریکه کے شہروں میں شروع ہوگیا ہے - لیکن تجربه سے معلوم ہوتا ہے که یه چنداں مفید نہیں - اسطرح کے وسائل سے مکھیاں اتني تعداد میں هلاک نہیں ہو سکتیں ' جس سے انکي مہیب تعداد میں کوئي بڑي کمي واقع ہوسکے - گھراؤ مکھیوں کے بچے گرمي کے موسم میں بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوجاتے ہیں ' اور انکي هلاکت اور پیدایش کا مقابله کرنے سے پیدائش کي تعداد ہر حال میں زیادہ ہي رہتي ہے -

پس دراصل مارنے کي کوشش کي جگه اس بات کي سعي کرني چاهیے که کسي طرح انکي پیدایش کو کم کیا جاے - کسي

بیماري کے علاج سے پیشتر اس بیماري کے نه ہونیکي تدبیر هي کیوں نه کي جاے؟ سب سے بہتر طریقه اس کا یه ہے که صفائي کا بہت زیادہ لحاظ رکھا جاے - صفائي سے یه فائدہ ہوگا که کیڑے آپ هي آپ دور ہو جائینگے اور بیماریاں جو اُنکے ساتھه آتي ہیں بالکل غائب ہوجائینگي - یه طریقه پناما اور نہر سویس کے کنارے مچھروں کے دفعیه کے لیے برتا گیا ' اور نہایت کامیاب ثابت ہوا -

(موطن و مولد)

گھراؤ مکھیاں میلي اور گندي جگھوں میں انڈے دیتي ہیں - موسم گرما میں ایک مادہ مکھي قریب ڈیڑھه سو انڈے سڑے ہوئے پتوں یا مکان کے کوڑے کرکٹ یا غلیظ راستوں میں دیتي ہے - ان انڈوں سے کچھه دنوں کے بعد بے شمار چھوٹے چھوٹے کرم پیدا ہوجاتے ہیں - پانچ دن گذرنے کے بعد انکي شکل چنے کے مانند گول ہوجاتي ہے - دسویں دن دو پاؤں اور جسم پر مکمل طور پر نکل آتے ہیں - اسي کا نام مکھي ہے -

نیلے پیٹ والے مکھي بھي اسي طرح انڈے دیتي ہے - مگر فرق صرف اسقدر ہے که وہ زیادہ تر سڑے ہوئے گوشت میں انڈا دیتي ہے -

(جراثیم)

گھراؤ مکھي اور چھوٹي مکھي اپنے پاؤنکو مریض مقامات میں آلودہ کرکے بیماري کے کیڑے اپنے ساتھه لے لیتي ہے اور غذا کي تلاش میں اڑتي ہے - بیماري کے کیڑے بکثرت اسکے پاؤں میں لپٹے ہوتے ہیں ' اور اسکي ڈنک بھي مہلک جراثیم کي ایک پوري آبادي ہوتي ہے - پھر وہ دودھه کے جگ میں ' چاے کي پیالي میں ' روٹي کے ٹکڑے پر اور ہرطرح کي غذاؤں اور انساني جسم و اعضا پر آکر بیٹھتي ہے اور بغیر قصد کے صدھا مہلک کیڑوں کو پھیلا دیتي ہے جو فوراً اپنا کام شروع کردیتے ہیں - بعض مکھیاں کیڑے کو نگل لیتي ہیں - وہ اُس کے اندر جاکر اور بڑھتے ہیں اور اسکے بعد جب مکھي بیٹھتي ہے تو وہي کیڑے نکل کر جمع ہو جاتے ہیں !

(ان الله یحب المتطهرین)

ہم لوگ تھوڑي سی توجه بھي باقاعدگي کے ساتھه اس طرف کریں ' تو بربادیوں کي اس بہت بڑي فوج سے نجات پاسکتے ہیں - ہم لوگوں کو چاهیے که اپنے رہنے کے تمام مقامات کو ہر طرحکي کثافت اور میلے پن سے پاک کردیں - اگر ہم نے ایسا کردیا تو اسکے یه معني ہونگے که اپنے دشمنوں کو بیخ و بنیاد سے نیست و نابود کردیا - کیونکه اصلي سوال پیدایش کا ہے ' اور مکھي صرف کثافت اور غلاظت هي میں انڈے دیتي ہے - ہر گرد آلود اور میلي جگه کم سے کم ہفته میں ایک بار ضرور هي صاف کر دیني چاهیے -

حال میں اخبارات نے مکھیونکے خلاف اعلان جنگ کیا ہے - نیز حفظان صحت کے معلموں کے ڈاکٹر اُن کے دور کرنے کي تدابیر محنت کے ساتھه ڈھونڈ رہے ہیں - لیکن جب تک لوگوں کو خود صفائي کي طرف توجه نہوگي ' یه کوششیں کچھه مفید نہیں ہو سکتیں -

یہ کہکر پرروفیسر نے اپني قمیص اُتاري اور اپنا بازو مجھے دکھلایا جسمیں زخم کي وجہ سے ابھي تک سرخي اور گہرا داغ موجود تھا -

اسي سلسلہ میں انہوں نے اپنے دوست پرروفیسر بیکرل (Pro. Becquerel) کا تجربہ بیان کیا کہ وہ لندن کے سفر میں اپنے تجارب دکھلانے کے لیے ریڈیم کی ایک نلکي اپني واسکٹ کي جیب میں رکھکے لیگئے - اثناے سفر میں تو انہیں کچھہ تکلیف نہیں ھوئي - لیکن دو ھفتہ کے بعد پرروفیسر نے دیکھا کہ جیب کے نیچے کي جلد سرخ ھوگئي ھے اور جھڑ رھي ھے - آخر کار اس جگہہ ایک گہرا اور تکلیف دہ زخم ھو گیا جو کئي ھفتہ تک اچھا نہ ھوا - ریڈیم کے ان زخموں میں یہ ایک عجیب خاصیت پائي جاتي ھے کہ شعاعوں کے اثر کرنے کے بعد وہ ایک عرصہ تک بالکل نظر نہیں آتے !

مسٹر موفٹ نے ایم - کورے سے دریافت کیا کہ کیا اسوقت بھي ریڈیم حرارت اور روشني پیدا کرتا ھے ؟

ایم - کوري — بے شک' روشني اور حرارت دونوں پیدا کرتا ھے - روشني کے تجربہ کے لیے میں تمھیں ایک تاریک کوٹھري میں لیجاؤنگا اور وھاں اُسکی روشني دکھاؤنگا - حرارت کے متعلق جو دریافت کرنا چاھتے ھو تو تھرمامیٹر کے ذریعہ تم معلوم کر سکوگے کہ بہ نسبت اطراف کي ھوا کے ریڈیم کي نلکي ڈیرہ درجہ زیادہ گرم ھے !

مسٹر موفٹ — کیا یہ نلکي ھمیشہ اتني ھي گرم رھیگي ؟

ایم - کوري — جہانتک مجھے علم ھے یہ ھمیشہ گرم رھیگي - اب میں اس نلکي کو یونہی رکھہ دیتا ھوں اور تم دیکھوگے کہ منجمد ریڈیم خود بخود رقیق ھوتا چلا جالیگا -

مسٹر موفٹ — یہ ھمیشہ رقیق ھوتا رھتا ھے ؟

ایم کوري — میں اپني تجربہ کے بناء پر کہہ سکتا ھوں کہ یہ ھمیشہ ھوتا ھے -

اسکے بعد پرروفیسر ایم - کوري مجھے ایک تاریک حجرہ میں لئے گئے ' اور میں نے نلکي سے نہایت صفائی کے ساتھہ روشني نکلتے دیکھي - یہ روشني اتني چمکتي ھوئي تھي کہ ایک مطبوعہ کتاب بآساني پڑھي جاسکتي تھي - پرروفیسر نے کہا کہ $\frac{1}{10}$ گرام ریڈیم پندرہ مربع انچ سطح زمین کو روشن کردیتا ھے جو پڑھنے کے لیے بالکل کافي ھے - اسي طرح ایک کیلوگرام (۲٫۲) پونڈ ریڈیم میں تیس مربع فیٹ رقبہ کا حجرہ روشن ھوجاتا ھے - یہ روشني اور زیادہ چمکنے لگے اگر سلفائڈ اف زنک کے پردے ریڈیم کے نزدیک رکھے جائیں - لیکن اس قسم کي روشني کے پیدا کرنے کے لیے بہت صرف ھوتا ھے - کسي آبادي میں اگر ریڈیم کي روشني کیجاے ' تو وہ آبادي فالج اور دوسري اعصابي امراض میں مبتلا ھو جائیگي - اور اسي وجہ سے آیندہ ایک زمانے تک ریڈیم کي روشني صرف تجربہ گاھوں کے عجائبات ھی میں رھیگي -

کچھہ دیر تاریک حجرہ میں ٹھیرنے کے بعد ایم - کوري نے ریڈیم کي نلکي دبیز کاغذ میں لپیٹ کر مسٹر موفٹ کے ھاتھہ میں دیدي اور کہا کہ آنکھیں بند کر کے اس نلکي کو اپني پلکوں پر رکھو اور زور سے دباؤ - مسٹر موفٹ نے انکے کہنے پر عمل کیا اور اُنکو آنکھہ کے بیروني حصے میں وسیع روشني کا اثر محسوس ھونے لگا - ایم - کوري نے اُنکو یقین دلایا کہ یہ روشني آنکھہ کے بیروني جانب نہیں بلکہ اندروني حصہ میں ھے - پرروفیسر نے مسٹر موفٹ کو ھدایت کي کہ ریڈیم کي نلکي کو زیادہ عرصہ تک پلکوں پر نرکھیے ' کیونکہ اوسکا نتیجہ یہہ ھوگا کہ یا تو بصارت کو سخت صدمہ پہنچیگا یا بصارت بالکل جاتي رھیگي - دوسرا تجربہ ریڈیم کو پیشاني پر رکھکر کیا گیا - اس مقام پر بھي باوجود آنکھیں بند ھونیکي مدھم روشني کا اثر نظر آنے لگا - شعاعوں نے سر کي ھڈیوں میں سے نفوذ کرکے آنکھہ کے ڈھیلے پر اپنا اثر ڈالاتھا -

ریڈیم کي شعاعیں ابتک امراض چشم میں استعمال کي گئي ھیں ' اور موتیا بن کي تشخیص کا نہایت عمدہ ذریعہ ثابت ھوئي ھیں' ان سے معلوم ھو جاتا ھے کہ رٹینا (Retina) بے نقص ھے یا نہیں' اور عمل جراحي کہاں تک کامیاب ھو گا ؟

موتیا بن کي وجہ سے اگر کسي شخص کي بصارت جاتي رھي ھے اور وہ ریڈیم کي روشني میں دیکھہ سکتا ھے' تو اُسکي بصارت واپس ھوسکتي ھے - اگر ریڈیم کی روشني میں بھي نہیں دیکھہ سکتا تو بصارت کي واپسي کي اُمید نہیں -

ابتک زمین سے بہت کم ریڈیم نکلا ھے' اور ایم - کوري کو زمین کے اندر زیادہ مقدار میں ریڈیم موجود ھونیکے متعلق شک ھے - اُنکا بیان ھے کہ قرب و جوار کي کانوں میں ریڈیم اتني کم مقدار میں پایا جاتا ھے کہ کئی سو مربع گز چٹانوں میں کہیں کہیں اوسکے آثار پاے جاتے ھیں -

کان سے ریڈیم نکالنے کي اُجرت بھی اُسکے نکالے جانے میں مانع ھے -

الہــــلال :

ریڈیم کے متعلق الہلال کي دوسري جلد میں ایک مفصل مضمون نکل چکا ھے' جسمیں بتلایا ھے کہ کیونکر ڈاکٹر ایم کوري اپنے انکشافات میں کامیاب ھوا ؟ قارئین کرام اسپر بھي ایک نظر ڈال لیں -

---

عالم اسلامی

جدید عثمانی کارخانہ ھاے صناعی

جدہ میں آب شور کو شیریں بنانے کا کارخانہ

جدہ سے سرزمین حجاز کی سرحد شروع هوتی ہے ' جہاں آب شیریں ھمیشہ سے ناپید ہے - مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ (زاد اللہ شرفہما) میں چند کنوؤں اور نہر زبیدہ کے سوا اور کوئی منبع آب نہیں - جدہ اگرچہ ساحلی مقام ہے لیکن سمندر کا نمکین پانی پینے کے کام میں نہیں آسکتا -

دولۃ عثمانیہ نے سرزمین حجاز کی ترقی و اقتصاد پر از سرے نو توجہ شروع کردی ہے - اس سلسلے میں ایک قابل ذکر شے سمندر کے پانی کو میٹھا پانی بنانے کا دخانی کارخانہ ہے جو نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہوا ہے - اور اب بغیر صرف و مشقت کے صدھا گیلن میٹھا پانی ھر شخص حاصل کر لے سکتا ہے -

یہ تینوں تصویریں اسی کارخانے کی ھیں - پہلی تصویر کارخانے کے ایک خاص حصہ کو نمایاں کرتی ہے ' جہاں پانی لینے والوں کا هجوم ہے - دوسری تصویر کارخانے کے آلات اور مشینری کا نمونہ دکھلاتی ہے ' جہاں سمندر کے پانی سے نمک نکال لیا جاتا ہے ' اور چند لمحوں کے اندر پانی میٹھا ھو جاتا ہے

تیسری تصویر صناعی آب شیریں کا مرکزی حوض ہے جہاں ھر وقت پانی موجود رہتا ہے ' اور اھل شہر میں تقسیم هوتا ہے -

[بقیہ مقالات صفحہ ١٦]

پس اس آیۃ میں " اصحاب النار " کی نسبت جو یہ کہا ہے کہ انکے چہروں پر تاریکی چھا جائیگی ' تو یہ ٹھیک ٹھیک " اصحاب الجنۃ " کی اس حالت کے مقابلے میں ہے جو پچھلی آیتوں میں بیان کی گئی ہے : نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم !

آیۃ متذکرۂ متن کے متعلق ایک اور نکتہ بھی قابل درس و فہم ہے جسپر توجہ دلاے بغیر نہیں رھسکتا - فرمایا کہ " للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ " جن لوگوں نے نیکی اور بھلائی کے کام کیے ' انہیں ویسا ھی نیک اجر بھی ملیگا - نیز اس سے بھی کچھہ زیادہ - یعنی جسقدر عمدہ کام کیے ھیں انکے مطابق تو نتائج حاصل ھی ھونگے ' لیکن اسکے علاوہ بطور لطف و مرحمت کے بھی بہت کچھہ عطا کیا جائیگا -

اس آیۃ کریمہ میں نیکی کے بدلے نیکی کی مقدار سے کہیں زیادہ معاوضہ ملنے کی بشارت دی ہے ' لیکن دوسری آیت میں جب برائی اور بد عملی کا ذکر کیا ہے تو وھاں صرف اسیقدر ہے : " والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ مثلھا - جن لوگوں نے برائی حاصل کی تو جیسی برائی کی ' ویسا ھی اسکا بدلہ بھی پالینگے -

یہاں " زیادۃ " نہیں کہا بلکہ " مثلھا " کا لفظ کہا - جس سے ثابت ہوا کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے مقدار سے زیادہ ملیگا ' پر بدی کیلیے اتنی ھی سزا ہوگی جتنی کہ بدی کی گئی ہے - اسی قسم کی ہوگی جس قسم کی وہ بدی تھی -

اللہ کی عدالۃ حقہ کا یہی اصول لطف و مرحمت ہے - وہ نیکی کے معاوضہ میں فیاض و رحیم ہے لیکن بدی کی سزا دینے میں صرف عادل - اگر ثواب کی طرح عذاب میں بھی یہ " زیادتی " کا اصول عمل میں آتا ' تو نہیں معلوم اس معصیت سرائے عالم کا کیا حال ہوتا ؟ شاید ایک ھستی بھی زمین پر باقی نہ رہتی - کما قال سبحانہ :

ولو یواخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ ولکن یوخرھم الی اجل مسمی (١٦ : ٦٣)	اور اگر اللہ انسانوں کو انکے ظلم و گناہ پر پورا پورا پکڑتا اور سزا دیتا تو زمین پر ایک حیوان بھی باقی نہ رہتا اور اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں سب کے سب برباد و ھلاک هوجاتے - لیکن

وہ عفو و درگذر سے کام لیتا ہے اور انکے معاملے کو چھوڑ دیتا ہے - یہاں تک کہ انکے کاموں کے قدرتی نتائج کے ظہور کا وقت آجاے اور وھی سزا انکے لیے بس کرتی ہے !

قران حکیم میں دوسری جگہ اسے کھول کر بالکل واضح کر دیا ہے :

من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ' و من جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا - (٦ : ١٦٠)	جو شخص نیکی اور بھلائی کے ساتھہ ھمارے سامنے آئیگا تو اسکا بدلہ دس گنا زیادہ ملیگا - اور جو بدی لیکر آئیگا تو اسکے لیے کچھہ زیادتی نہوگی ' بلکہ

ٹھیک ٹھیک اتنی ھی سزا پالیگا جتنی کہ اس نے بدی کی ہے !

اسی طرح سورۂ نمل اور سورۂ قصص میں کہا : من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا (٢٧ : ٨٩ و ٢٨ : ٨٤)

کاش " البصائر " نکلتا اور مباحث کلام اللہ کیلیے کافی میدان بحث و نظر ھاتھہ آتا - اسطرح ضمناً نہ ترجمے بھر کر لکھا جاسکتا ہے ' اور نہ کوئی مرتب اور منظم سلسلہ شروع هوسکتا ہے -

هم لوگوں میں سے هر شخص مکھي کے مقابلے میں حصه لے سکتا ہے - کیونکه هم سے هر شخص خواہ وہ کتنا هي غریب هو' اپنے گھروں کو مکھیوں سے پاک رکھه سکتا ہے- هفتے میں ایک بار صبح کے وقت اپنے گھر کو اچھي طرح دیکھه لو که صفائی اور چیزوں کي ترتیب کا کیا حال ہے ؟ سب سے پہلے باورچي خانے سے معائنه شروع کیا جاے - برتن رکھنے کي جگھوں کو دیکھیں' مودي خانه کھلوائیں' جنس اور اشیا کے ظروف کا تجسس کریں - تفتیش اس بات کي هوني چاهیے که هر گوشه صاف ہے یا نہیں ؟ اسکے بعد خصوصیت کے ساتھه گھر کے ان تمام موقعوں کو بذات خاص دیکھنا چاهیے جو کوڑا کرکٹ پھینکنے اور کثافت جمع هونے کي جگھیں هیں - هماري زندگي کي سلامتي کا رشته گھر کے انہیں ادنے اور حقیر گوشوں کے هاتھه میں ہے - اگر انکو جلد جلد صاف کرنے کا انتظام کرلیا گیا تو پھر اس معرکے میں فتح هي فتح ہے - چاء کي پتیاں اور بچا هوا کھانا پھینک دینا مکھیوں کو انڈہ دینے کیلیے بلانا ہے - اسکي بڑي احتیاط رکھني چاهیے -

(غطــو الانا ء !)

ایک بہت بڑا اصولي نکته یه ہے که کھانے کي هر چیز هر حال میں ڈھانپ کے اور بند کرکے رکھني چاهیے - انهیں کھلا چھوڑ دینا هي اسکا سبب هوتا ہے که مکھي آکر بیٹھے اور اپنے پانوں کے لپٹے هوے قاتل کیڑوں کو ڈالدے !

(زندگي کا مسئله)

صفائي کا مسئله زندگی کا مسئله ہے' اور اس شخص سے بڑھکر کوئي احمق نہیں جو اپني زندگی نوکروں کے اعتماد پر چھوڑ دے -

جنگي جهازوں کا قاعدہ ہے که هر اتوار کي صبح کو کپتان اور دیگر افسر جهاز کے گوشے گوشے کو صفائي کیلیے دیکھتے هیں - هم لوگوں کو بھي چاهیے که اپنے گھر کے کپتان بن جائیں' اور اسي طرح هفته میں چند گھنٹے زندگي اور صحت کیلیے صرف کریں -

یه بھي ضروري ہے که هم اپنے همسایونکو مکھیوں کي خطرناک حالت سے اچھي طرح مطلع کردیں اور ان سے التجا کریں که وہ بھی همارے مقابلے میں شریک هوں - اسطرح ایک مجموعی طاقت مکھیوں کے دفعیه میں سرگرم جهاد هوني چاهیے - بچوں کو بھي اسکے متعلق ابتدا سے تعلیم دینا نہایت ضروري ہے' اور ان صدها تعلیموں سے یقیناً مقدم جو اسکولوں کے اندر دي جاتي هیں -

اگر هم لوگ اپنے گھر کو پاک و صاف رکھیں تو همارے بچوں کی صحت اچھي رهیگي' گرمي میں جو بیماریاں بکثرت هوتی هیں بالکل نه هونگي' ٹائیفوڈ کم هوجائیگا' ڈاکٹر کا بل بھي کم آیا کریگا' گھر کا هر فرد چین اور سکھه کی زندگی بسر کریگا - خدا اور اسکے بندے' دونوں کی خدمت صرف تندرست آدمی هي کرسکتا ہے - پس آؤ' هملوگ اسي کے مطابق عمل کریں !

(مـــلاحظـــات)

آج جبکه علوم کي انتهائي ترقیات و کشفیات سے یه نتیجه اخذ کیا گیا ہے که مکھیوں سے غذا کو بچانا چاهیے' اور سخت تاکید کي جا رهي ہے که غذا کو ڈھانپ کر رکھا کرو' تو اُن احادیث نبویه کو بھي یاد کرلینا چاهیے جن میں نہایت اصرار سے تاکید کي گئي ہے که کوئي چیز کھانے کي کھلي نه رکھو -

اس قسم کي احادیث بکثرت وارد هیں' اور عموماً کتب حدیث کے ابواب اطعمه و آداب اکل و شرب میں درج کي گئي هیں ؛ بعض کتابوں میں " تغطیة الاوانی " کا مستقل باب رکھا گیا ہے اور اسکے تحت میں اس قسم کي تمام حدیثیں جمع کردي هیں - ان سب پر نظر ڈالنے کیلیے بہترین کتاب جمع الجوامع ہے - امام غزالي نے بھي احیاء میں ذکر کیا ہے - هم صرف بخاري و مسلم کي ایک متفق علیه حدیث یہاں نقل کردیتے هیں :

جاء رجــل من الانصار باناء من لبن الی النبي صلی الله علیه و سلم - فقـــال الا خمـــرتــه و لـــو ان تعـــرض علیــه عـــوداً -	آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں ایک شخص برتن میں دودہ لایا - آپنے دیکھکر فرمایا که تونے اسے ڈھانکا نہیں - کسي تنکے هي سے سهي - لیکن ڈھانک دینا ضروري ہے !

اسکے علاوہ متعدد حدیثوں میں " غطو الاناء " (یعنی برتنوں کو ڈھنکا هوا رکھو) بھي آیا ہے -

اس سے همارا مقصود اُس مسلک کو اختیار کرنا نہیں ہے' جو آجکل کے بعض مصنفین و اهل قلم حضرات کا هر نئي تحقیق کو کسي قدیمي تعلیم سے تطبیق دینے کا ہے - اکثر صورتوں میں ایسي کوششیں محض بے معني و لغو هوتي هیں - هم صرف یه دکھلانا چاهتے هیں که احادیث نبویه میں مفید تعلیمات کا بہت بڑا حکیمانه ذخیرہ موجود ہے -

(مــــرقـــع)

اس مضمون کے ساتھه ایک تصویر بھي دي گئي ہے' جسمیں دکھلایا ہے که مکھي کیونکر انڈے دیتي ہے اور مهلک کیڑے کس طرح اسکو اپني قاتل سیاحت و نفوذ کا مرکب بناتے هیں ؟ تصویر میں جابجا نمبر دیدیے هیں - یہاں انکي تشریح کردي جاتي ہے - تصویر سامنے رکھه لیجیے :

(۱) مکھي کے انڈے اپني اصلي مقدار میں -
(۲) مکھي کے بچے انڈوں سے نکل رہے هیں -
(۳) مکھي کے بچے -
(۴) انڈے اصلي حالت سے بہت بڑا کرکے دکھلاے هیں -
(۵) مکھی کے پانوں جن میں بیماري کے خورد بیني کیڑے (میکروب) لپٹ جاتے هیں - دونوں جانب پرونکے نیچے اُسکی ٹانگیں دکھائي دیتي هیں - ٹانگونکے سروں پر × کا نشان بنا دیا ہے- اسي طرح سامنے کي چار ٹانگوں کے سروں پر بھي یهي نشان ہے - نیز منه کے سامنے بھی نشان دیا ہے - یه تمام مقامات خورد بیني کیڑوں کے جمع هونے کے هیں -
(۶) یه بیماري کے خورد بیني کیڑوں کي صورت ہے - انکے اصلي جسم کو کئي سو مرتبه بڑا کرکے دکھلایا ہے -
(۷) مکھي کي زبان - اصل سے بدرجها بڑي کرکے دکھلائي ہے -
(۸) مکھي کي زبان کا وہ حصه جو خورد بیني کیڑوں کو جمع کرتا ہے -
(۹) خورد بیني کیڑے لپٹے هوے هیں -
(۱۰) مکھي کا پانوں - اصل سے بدرجها بڑا کرکے دکھلایا ہے

کیسا سمجھتا هوں اور وہ کونسي بعض خوبیاں هیں جو مجهے نظر آتی هیں؟ مختصراً عرض کرونگا - یہ ایک نہایت ضروری مبحث هے - ضرورت تهي کہ اسپر تفصیلي نظر ڈالی جاتي اور مشرح لکھاجاتا - مگر با وجود اختصار ملحوظ رکھنے کے تحریر طویل هوئی جاتي هے' اور یہ بهی چاهتا هوں کہ جلد سے جلد وہ شائع هوجاے - پس مختصر اشارات عرض کرونگا -

اسلام اور اسلامیونکو خداے کریم و رحیم نے منجملہ بیشمار نعمات و عطاے دیني و دنیوي کے ایک نعمت غیر مترقبہ قران کریم عطا فرمائی هے جو همارے تمام امراض روحاني و جسماني کي ایک هي دوا و علاج هے' اور هماري روزانہ زندگی کا ایک هي قابل تعظیم دستورالعمل هے - هماري هر ضرورت خواہ وہ دیني هو خواہ دنیوی' اُسي کے زیر حکم هوني چاهیئے -

مگر صد حسرت و افســوس هماری غفلتوں اور گمراهیوں پر! اس زریں و متبرک اصول کو جب سے هم فراموش کر بیٹھے هیں' کونسي تباهي هے جو نازل نہیں هوئي' اور کونسا حادثہ هے جو همپر نہیں گذرا؟ فن طبابت میں تشخیص مرض دشوار هے اور جب مرض کی تشخیص صحیح هوجاے تو پھر ازالۂ سبب مرض مشکل نہیں رهجاتا - الهلال کي پہلی اور قابل تعظیم خصوصیت یہي هے کہ اُسنے سب سے اول سبب اصلي کي تشخیص کی - اور بلاشبہ الهـلال هي وہ مصلح اعظم و اول هے جسنے اخباری اجسام میں قران کریم کي روح پھونکدی اور گم کشتگان بادیہ ضلالت کو صراط مستقیم بنا دی - یعنی مدتوں کي سوئی هوئي قوتونکو چند ماہ کے اندر بیدار کردیا' اور یہي اُسکا وہ مسلک محبوب هے جسپر همیں هزار جان سے نثار هونا چاهیے -

دوسری خصوصیت اُسکي امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا وعظ هے - یعنی وہ برائیوں سے بچنے اور بهلائیوں کے اختیار کرنے کي تعلیم و تلقین کرتا هے - یہي وہ تعلیم هے جو همارا لباس کار هو تو تمام روگ دور هو جائیں -

تیسری خصوصیت اُسکي راہ حق و صداقت میں مجاهدہ و بے نظیر استقلال و ثبات هے - میں بلا خوف تردد کہہ سکتا هوں کہ اگر اس عصیاں آباد هند میں ایک متنفس بهی اُسکے مطابق آواز بلند کرنیوالا باقی نہ رهے' اور تمام دنیا کي حاکم و قاهر قوتیں اُسکي دشمن هو جائیں' پھر بهی اُسکے پاے ثبات و استقلال کو فضل الهی سے جنش نہوگي: و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

ان تین عظیم و جلیل خصوصیتوں کے بعد بیشمار خصوصیات اور بهی هیں جو هر هفتہ نئے نئے انداز و اسلوبوں کے ساتھہ جلوہ آرا هوتی هیں -

پھر اُنکا طرز نو و جدید' اُسکی رزم و بزم' اُسکی متانت و ظرافت' اُسکی انشاپردازی و بلاغت' همدردي انام' خدمات اسلام' واقفیت عامہ' تبحر علمي' علوم و فنون' بصائر و حکم' با قاعدہ و منظم اشاعت' تقسیم ابواب و فصول' تسمیہ عناوین وغیرہ وغیرہ بے شمار خصائص هیں کہ هر صفت کو تمام مطبوعات میں عدیم النظیر و بیمثال پا تا هوں -

اگر مفصل لکھا جاے تو الهلال کي هر هر خوبي بجاے خود ایک مبحث هے - مختصر یہ کہ وہ امۃ مرحومہ کیلیے چودھویں صدی کی ایک قابل صد فخر و نازش نعمت هے - اُسکي خوبیاں اور فضایل گنانے سے بہ کہیں زیادہ بہتر هے کہ جنهوں نے ابتک نہ دیکھا هو دیکھیں' اور پڑھیں' سوچیں' اور سمجھیں -

الهلال کے قیام کے مسئلہ کا اختیار آپکو نہیں' مشتاقان و شیفتگان هلال کو هے - اگر وہ مالي دقتوں سے بند کیا جاتا هو تو جان نثاران هلال کو ایثار مال سے نہ روکیے - ایک طرف تو آپ کي غیور طبیعت کی یہ سختی کہ قبول خدمات سے انکار شدید' اور دوسري طرف اُسکے بند کردینے کي تنبیہ و تہدید!

هم بهی منهہ میں زبان رکھتے هیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا هے؟

خریدار نمبر ۴۰۷۳

تاریخ حیات اسلامیہ

خصـــایـص مقدسه الهـــلال

طرز دگراں و داع کردی ! * طرز دگر اختـراع کـردي !

آپ جیسے بلند نظراور مستقل خیال بزرگ کیخدمت میں دفعةً کچهه عرض کرنیکي جرات کرنا شاید نتیجه خیز نہیں هوسکتا - جب سے که صدا بصحرا کے عنوان سے الہلال میں مضمون شایع هوا هے ' میں مضطرب رها هوں اور سخت متفکر - چاهتا رها که کچهه عرض کروں ' مگر مانع گذارش یه فکر رهي که عرض کروں تو کیا عرض کروں ؟ ابتک جسقدر مکاتیب اس بارے میں شیفتگان و دلدادگان هلال کے شائع هوچکے هیں ' اُنمیں صاحبان همت و حیثیت کیا کیا کچهه نه کرچکے ' اوراب کیا باقي رهگیا هے جسکے عرض کرنے کے لیے میں اپنے قلب کو مضطر پاتا هوں ؟

هلال کا هر نمبر جب نظر افروز جشم نظارہ گیاں هوتا هے تو اپنے ساتهه کچهه جملے ' کچهه الفاظ ایسے بهي رکهتا هے جسکے خیال سے قلب کا کچهه عجیب حال هوجاتا هے - خصوصاً نمبر ٢١ دیکهنے کے بعد عرض حال کیلیے مجبور هوگیا هوں -

میں ایک نہایت ناچیز حیثیت رکهتا هوں - الحمد لله که خداے کریم نے جمع مال کی فکر سے مجهے آزاد رکها هے - الهلال عرصه سے باالتزام دیکهتا هوں ' مگر کسي خریدار سے مانگ کر - الهلال کے پهونچنے کا دن جب آتا هے تو خریدار صاحب کے مکان پر جاتاهوں اور اکثر ایسا هوتا هے که یا تو وه نہیں ملتے یا پرچه نہیں ملتا هے - ادهر شوق و اشتیاق کا یه تقاضا ' اودهر بے بضاعتي کا یه حال که میں بقیمت اُسے خرید نہیں سکتا ! بالاخر جنوري سنه ١٤ع سے ادارۂ الهلال نے مجهے اطلاع دي که تمهارا چندہ وصول هوگیا - آینده پرچه پهونچے گا - اب خریداران الهلال کي آستاں بوسي موقوف هوئي اور ڈاکخانه کي حاضري مقرر هوگئي :

خود هي چلکر نه بلا لائیں گر آنے میں هے دیرا

پرچه پهونچنے میں جب کبهی ایک روز کي دیر هوجاتي هے توعرض نہیں کیا جا سکتا که وه انتظار کسدرجه شدید هوتا هے ؟ اور اگر دو پرچے ایک ساتهه آنے کا حال معلوم هو تو دوسرا هفته بڑي هي دقت سے ختم هوتا هے -

پس جس محبوب و مطلوب کي تلاش میں کوچه گردي کرني پڑتي هو ' جس حسن مجسم کا یکروزہ فراق بهي بیتاب کردیتا هو ' جس محبب رنگیں ادا کي چند روزہ جدائي آنکهونکو انتظار کا روگ لگا دیتي هو - یعني جس شاهد مقصود کي چند لمحوں یا چند دنوں کي مفارقت بهي برهم زن متاع هوش و خرد هو ' خدارا ' انداز کیجیے که اُسکے فراق دایمي کا خیال دل و دماغ پر کیا کیا بجلیاں نه گراتا هوگا ؟ پهر یه حالت میري هي نہیں هے بلکه خریداران الهلال کے بیشتر حصے کا بعینه یهي حال هے :

هم هوے تم هوے که میر هوے
انہیں زلفونکے سب اسیر هوے

مشاهدات کی بنا پر کہنا پڑتا هے که الهـــلال ایک هي مقبول انام اور محبوب خواص و عوام پرچه هے اور لوگ اُسے حرز جاں بنا کر رکهتے هیں - میں نے اُسکا کوئی ورق ناکارہ هوتے نہیں دیکها - کوئي حصه ناقابل حالت میں نہیں پایا - هاں یه اکثر دیکها هے که شوقین طبع اور نفاست پسند لوگ نہایت خوشنما و بیش قیمت جلد بندي کراکے اپنے کتب خانے میں ایک ممتاز اضافه کرلیا کرتے هیں - موجودہ عالم اسلامي کی هر چهپنے والي شے میں جو شرف و قبولیت عامه اسکو حاصل هے ' وه عدیم النظیر و بدیع المثال کہا جا سکتا هے - هر بات کي کوئي وجه ضرور هوا کرتي هے - محبت کسي شے کي بلحاظ اُسکی خوبیونکے هوتی هے - ارباب بصیرت و اصحاب قابلیت کا فرض تها که الهـلال کو نقد نظر سے دیکهتے تاکه بدفعةً واحدةً اُسکے خصایص و فضایل سامنے آجاتے ' اور اُسکی وه خوبیاں جو اُسے وحید الوجود و عدیم المثال بنائے هوے هیں ' عام هوجاتیں - میں الهلال کو اپني ناچیز اور ناقص خیال میں

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکايتوں سے پريشان هيں تو اسکي دو گوليان رات کو سوتے وقت نگل جائيے صبح کو دست خلاصه هوگا ' اور کام کاج کهانے پينے نهانے ميں هرج اور نقصان نه هوگا کهانے ميں بدمزه بهي نهيں هے -

قيمت سوله گوليوں کی ايک ڈبيه ۵ آنه محصول ڈاک ايک ڈبيه سے چار ڈبيه تک ۵ آنه

يه
دو دوائيں
هميشه
اپنے
پاس
رکهيں

درد سر رياح کی دوا

جب کبهي آپکو درد سر کي تکليف هو يا رياح کے درد ميں چهٹ پٹاتے هوں تو اسکے ايک ٹکيه نگلنے هي سے پل ميں آپکے پهاڑ ايسے درد کو پاني کرديگي -

قيمت باره ٹکيونکي ايک شيشي ۶ آنه محصول ڈاک ايک سے پانچ شيشي تک ۵ آنه -

نوٹ — يه دونوں دوائياں ايک ساتهه منگانے سے خرچ ايک هي کا پڑيگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

دعوے کے ساتهه کهه سکتے هيں که همارے عرق کے استعمال ے هر قسم کا بخار يعني پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهر کر آنے والا بخار - اور وه بخار' جسميں ورم جگر اور طحال بهي لحق هو' يا وه بخار' جسميں متلي اور قے بهي آتي هو - سردي سے هو يا گرمي سے - جنگلي بخار هو - يا بخار ميں درد سر بهي هو - کالا بخار - يا آسامي هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه گلٹياں بهي هوگئی هوں - اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے' اگر شفا پانے کے بعد بهي استعمال کيجاے تو بهوک بڑه جاتي هے' اور تمام اعضا ميں خون صالح پيدا هونے کي وجه سے ايک قسم کا جوش اور بدن ميں چستي و چالاکي آجاتي هے' نيز اسکي سابق تندرستي ازسرنو آجاتي هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پير ٹوٹتے هوں' بدن ميں سستي اور طبيعت ميں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دير سے هضم هوتا هو - تو يه تمام شکايتيں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هو جاتي هيں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هو جاتے هيں -

قيمت بڑي بوتل - ايک روپيه - چار آنه
چهوٹي بوتل باره - آنه

پرچه ترکيب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے
تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي هے

المشتهر ويرويرا ائٹر

ايچ - ايس - عبد الغني کهتسک - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹوله اسٹريٹ - کلکته

[6]

S. C. MITRA & CO.

بہترین طریقہ اور عمدہ تیاری

ہندوستانی فرد

کارخانہ

ہاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک کے واسطے

[illegible]

کارخانے کی خصوصیات

[illegible] کم قیمت

[illegible] کی پوری طرح تعمیل کرنا -

اگر آپ [illegible]

نمونہ اور نرخ [illegible]

المشتہر ایس سی مترا اینڈ کو نمبر ۱۲ آرکل باگان لین کلکتہ

ARIKEL BAGAN LANE

CALCUTTA.

مسیحا کا موہنی کسم تیل

سر کے بالوں کے لیے

نہایت مفید اور خوشبودار

تيل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اسکے ليے بہت سے قسم کے تيل اور چکني اشيا موجود هيں اور جب تہذيب و شايستگي ابتدائي حالت ميں تهي تو تيل - چربي ' مسکه - گهي اور چکني اشيا کا استعمال ضرورت کے ليے کافي سمجها جاتا تها مگر تہذيب کي ترقي نے جب سب چيزوں کي کانٹ چهانٹ کي تو تيلوں کو پهولوں يا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بناياگيا اور ايک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - ليکن سائينس کي ترقي نے آج کل کے زمانه ميں محض نمود اور نمايش کو نکما ثابت کرديا هے اور عالم متمدن نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جوياں هے بنابريں هم نے سالها سال کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے ديسي و ولايتي تيلوں جانچکر " موهني کسم تيل " تيار کيا هے اسميں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لي هے بلکه موجوده سائنٹيفک تحقيقات سے بهي جسکے بغير آج مهذب دنيا کا کوئي کام چل نهيں سکتا - يه تيل خالص نباتاتي تيل پر تيار کياگيا هے اور اپني نفاست اور خوشبو کے ديرپا هونے ميں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب گهنے اگتے هيں - جڑيں مضبوط هوجاتي هيں اور قبل از وقت بال سفيد نهيں هوتے درد سر' نزله' چکر' - اور دماغي کمزوري کے ليے از بس مفيد هے اسکي خوشبو نهايت خوشگوار و دل آويز هوتي هے نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے قيمت في شيشي ۱۰ آنه علاوه محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر اکسیر دافع بخار ہر قسم

هندوستان ميں نه معلوم کتنے آدمي بخار ميں مرجايا کرتے هيں' اسکا بڑا سبب يه بهي هے که ان مقامات ميں نه تو دوا خانے هيں اور نه ڈاکٹر' اور نه کوئي حکيم اور مفيد پيٹنٹ دوا ارزاں قيمت پر گهر بيٹهے بلا طبي مشوره کے ميسر آسکتي هے - همنے خلق الله کي ضروريات کا خيال کرکے اس عرق کو سالها سال کي کوشش اور صرف کثير کے بعد ايجاد کيا هے' اور فروخت کرنے کے قبل بذريعه اشتهارات عام طور پر هزارها شيشياں مفت تقسيم کردي هيں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانيں اسکي بدولت بچي هيں اور هم

Printed & Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. & Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین — القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

تار کا پتہ
"الہلال کلکتہ"
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

Telegraphic Address,
"Alhilal Calcutta"
Telephone, No. 648

مقام اشاعت
۷ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

جلد ۵

کلکتہ : چہار شنبہ ۲۷ - شعبان ۱۳۳۲ ھجری

Calcutta : Wednesday, July, 22 1914.

نمبر ۳

مولانی مراکش کو فرانسیسی قنصل دنیا کا نقشہ دکھلا رہا ہے
کہ اب کس قدر حصہ اسلام کے زیر اثر باقی رہگیا ہے ؟

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)

" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲٦]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی

مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسمع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هی اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین من مذهبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد فی سبیل اللہ مخلص هوگئے هیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور خطے شہر هیں جن میں ایک نئی مذهبی بیداری پیدا هوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور موهبت و رحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و هدایت ' مزلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اکمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چھ مہینے میں ایک جلد مکمل هوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں سب سے عمدہ و مزید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رهی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زیادہ هاف ٹون تصویریں بھی هیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر اسی کثرت کتاب میں هوتی هیں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں همہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ هو جائیگی

Telegraphic Address - "Alhilal" Calcutta
— Telephone No 648
AL-HILAL
Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad
14 Mcleod Street,
CALCUTTA
Yearly Subscription, Rs 8
Half yearly .. Rs 4 12

الهلال

مقصد وحید
الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکته
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانه — ۸ — روپیه
ششماهی — ۴ — ۱۲ — آنه

جلد ۵
نمبر ۴
کلکته: چهار شنبه ۲۷ شعبان ۱۳۳۲ هجري
Calcutta: Wednesday July, 22. 1914.

مسئلــه قیـام الهـلال

اس مسئله کا اب ایک قطعي اور آخري فیصله کرهي دینا چاهیے - تذبذب میرے لیے بهي تکلیف ده هے اور احباب کرام کیلیے بهي -

اس وقت تک جسقدر خطوط اور مضامین اس مسئله کے متعلق آے هیں اور جن میں سے بهت تهوڑے خطوط شائع کیے جا سکے' ان کا خلاصه مندرجۂ ذیل تجاریز هیں :

(۱) الهلال هفته وار کو بند کردیا جاے اور اسکي جگهه الهلال ماهوار یا المنار ایک ضخیم ترین ماهوار رسالے کي صورت میں شایع هو-

(۲) دو هزار نئے خریداروں کے فراهم هونے کیلیے مدت بڑها دي جاے (اسکي تعمیل کي جاچکی)

(۳) لوگوں سے قیمت کے علاوه بهی مالي اعانت کی جاے (جزاکم الله تعالیٰ)

(۴) الهلال پریس کو ایک مشترکه کمپنی بنادیا جاے اور دس دس بیس بیس روپیه کے اسهام قرار دیے جائیں - اول تو الهلال جس قسم کا کام کر رها هے کمپنی کی صورت میں ممکن نهیں - پهر میں اور لوگوں کے روپیه کی توجهه اٹهانے کیلیے اپنے تئیں طیار بهي نهیں کرسکتا - آدمي ملینگے نهیں - پس بحالت موجوده کمپنیوں کے خواب کو بهلا دینا هی بهتر هے '

(۵) الهلال کي قیمت بڑها دي جاے ([illegible] کی راے هے' لیکن غیر مستطیع خریداروں کیلیے بعض نے سبب کی واقفیت مصارف ایک اردو ایڈیشن نکالنے کی راے دیدي هیں حالانکه محض کاغذ کے اختلاف سے مصارف میں کچهه کمی نهیں هوسکتی' اور بعض ایک اعانتی فنڈ کهولنے کی)

(آخري فیصله)

میں نے بهت غور کیا اور تمام پهلوؤں پر نظر ڈالي اگر الهلال کو آینده جاري رکها جاے تو حسب ذیل دفعات ناگزیر هیں :

(۱) زمانه جانتا هے که باوجود اشد شدید نقصانات کے قیمت بڑهانے کا میں ابتدا سے سخت مخالف رها هوں - اسي لیے دو هزار نئے خریداروں کي تجویز کی گئی تهي - اسکے لیے احباب کرام نے جو مخلصانه اور بلا شائبۂ ریا و مزد خدمات انجام دیں' انکے لیے نهایت شکر گذار هوں - لیکن تجربه سے ثابت هوا که ایک محدود زمانه اسکے لیے کافی نهیں هے - ابتک کل سات یا آٹهه سو نئے خریدار هوسکے هیں - پس اب فی الحقیقت اضافۂ قیمت کے سوا چاره نهیں رها - یهی آخري تدبیر هے - میں اپنے عقیدے میں پهلي منزل طے کرچکا اور دعوة الهلال کا کام پورا هوگیا هے - پس مجبور نهیں هوں که مزید مالی قربانیونکا اسے مستحق سمجهوں - اگر ایسا نه هوتا میں پورے یقین کے ساتهه کهتا هوں که اسي حالت میں کئي سال تک اور کسی نه کسی طرح الهلال کو جاري رکهتا

بهر حال اب ناگزیر هے که آینده سے ۱۲ - روپیه سالانه قیمت قرار دي جاے - [illegible] الهلال اسقدر ارزاں هے که اس سے زیاده ممکن نهیں - اسی کا [illegible] تعداد [illegible] سے نکلتا هے [illegible] ماهوار هے لیکن سالانه قیمت ۱۰ روپیه علاوه محصول رکهي گئی هے - یه اضافه عارضی هوگا - یعنی صرف اس وقت تک کیلیے جب تک که الهلال کی اشاعت [illegible] هو جاے - اگر اسکی اشاعت معلومه حد تک پهنچ گئی تو پهر بدستور ۸ - روپیه [illegible] بهی [illegible] قیمت کردی جائیگی -

(۲) یه تو [illegible] حل تها' مگر اصلی مسئله باقی رهگیا هے - یعني دوسرے [illegible] علی الخصوص " حزب الله " کیلیے فرصت کا [illegible] طرح اب ابهی اس طلب سے باز نهیں آسکتا -

سر دست اسکا صرف یهی علاج هے که حتی الامکان ایڈیٹوریل اسٹاف کو وسیع کرنے کی ایک اور کوشش کروں - اور ساتهه هی احباب کرام سے سال میں ایک ماه کی فرصت بهی حاصل کروں -

ایک ماه کی فرصت سے مقصود یه هے که آینده الهلال کا سال اشاعت گیاره مهینے کا قرار پاے - نومبر میں اسکي جلد ختم

لیــڈي هارڈنــگ
جنکي وفات پچهلے هفتے ایک
افسوسناک واقعه هے -

6

SEWING MACHINES

BALLERS & WINDERS

AUTO KNITTING

THE ADARSHA KNITTING Co

Importers Manufacturers

General Merchant & Commission Agent

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستي میں

— :*: —

یہ کمپني نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کي ترقي میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپني امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپني آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل نٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئي بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کي مشین دیگي ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپني ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگي جس سے موزہ اور گنجي دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپني ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجي تیار ھوگي جس سے روزانہ ۲۵روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپني ھر قسم کے کاتے ھوے اون جو ضروري ھوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم ھوا - اچھے روا نہ کیا اور اسي دن روپے بھی مل گئے ا پھر لطف یہ کہ ساتھہ ھي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں -

— :*: —

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کي چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ھوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ھوں -

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ھوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ھوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھي کام کرو رھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتی مشین منگا کر ھر شخص کو مفید ھونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ھوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

چند مستند اخبارات ھند کی راے

— * —

بنگالي — موزہ جو کہ نمبر ۲۰ کالج اسٹریٹ کے کمپني نے بنائے ھیں اور جو سودیشي میلہ میں نمایش کے واسطے بھیجے گئے نہایت عمدہ ھیں اور بناوٹ بھی اچھي ہے - محنت بھی بہت کم ہے اور ولایتي چیزونسے سر مو فرق نہیں -

انڈین ڈیلي نیوز — ادرشہ نیٹنگ کمپنی کا موزہ نہایت عمدہ ہے -

حبل المتین — اس کمپنی نے ثابت کردیا کہ ایک شخص اس مشین کے ذریعہ سے تین روپیہ روزانہ پیدا کرسکتا ہے -

اس کمپني کي پوري حالت آپکے سامنے موجود ہے اگر آپ ایسا موقعہ چھوڑ دیں تو اس سے بڑھکر افسوس اور کیا ھوسکتا ہے -

برنچ سول کورٹ روڈ سنگاپیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

دارالعلوم کے مکان میں آگ لگا دینے یا لکھنو سے اپنے وطن و مکان کو چھوڑ کر ھجرت کر جاتے' یا ندوہ کو ایک مردہ لاش بناکر گومتی میں غرق کردالتے؟ پھر یہ کیا عقل کی تضحیک اور سمجھہ کا تمسخر ہے جو بے تامل کیا جا رہا ہے' اور کسی کو خیال نہیں آتا کہ دنیا کو بھی اتنا ھی عقلمند سمجھے جتنا اپنے تئیں سمجھنے کے حسن ظن میں مبتلا ہے؟

کسی کام کے مرجانے کے یہ معنی ھیں کہ اسکی ھستی کا اعتراف مفقود ھوجاے' اور زندگی کے معنی یہ ھیں کہ اسکے وجود کا احساس و اعتراف عام طور پر ھونے لگے - تمام باتیں اسی کا نتیجہ ھوتی ھیں - پس سر انٹونی کے الزام بغاوت کے بعد حالت اس درجہ افسوس ناک تھی، کہ ندوہ کا وجود کالعدم ھو گیا تھا اور لوگوں نے بھی اُسے اُسکی قسمت پر چھوڑ دیا تھا - اسکے بعد مالی حیثیت سے سب سے پہلی اعانت ریاست بھوپال نے کی' اس کے اعلان کے ساتھہ ھی لوگوں کو معلوم ھوا کہ ندوہ پھر اٹھہ سکتا ہے اور کام کر سکتا ہے - بند ٹوٹا تو سب طرح کے اسباب جمع ھوگئے اور مالی حالت رفتہ رفتہ درست ھوگئی -

بہر حال یہ بحث فضول ہے - اس سے کوئی فائدہ نہیں - اصلی مسئلہ ندوہ کے حال و مستقبل کا ہے - اگر کچھہ لوگ ایسے ھیں جنھوں نے ندوہ کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ھیں تو چشم ما روشن دل ما شاد - لیکن اسکے صرف یہی معنی ھوے چاھئیں کہ وہ اب بھی اسکے خادم بنیں نہ کہ مالک' اور پرانی باتوں کو بھلا کر اصلاح کیلیے آمادہ ھوجائیں -

اصلی ضروری بات جو اس مضمون میں لکھی گئی ہے وہ ریاست بھوپال کے ماھوار عطیہ کے التوا کی شکایت ہے -

اول تو مجھے نہایت رنج کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ میرے عزیز دوست نے غالباً ناواقفیت کی وجہ سے اس واقعہ کی تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ لفظوں میں کی ہے - یعنے "التوا" کو "بندش" اور "روک دیدے" سے تعبیر کیا ہے -

حالانکہ یہ بالکل غلط اور صریح اتہام ہے - نہ تو ریاست بھوپال نے "ندوہ کا رزق" بند کیا ہے اور نہ عطیہ کو بالکل روکدینا چاھا ہے - جو ریاست اس وقت بلا مبالغہ اپنے محاصل کا بڑا حصہ مسلمانوں کی عام خدمت دین و علم میں صرف کررھی ھو' اسکے متعلق ایسا خیال کرنا معصیت سے کم نہیں -

البتہ ریاست نے دیکھا کہ ندوۃ العلما کی حالت روز بروز خراب ھو رھی ہے - قوم کا ایک بڑا حصہ اصلاح کا طالب ہے - خود ارکان ندوہ کا ایک حصہ برسوں سے اصلاح اصلاح چیخ رہا ہے اور کوئی نہیں سنتا' حتی کہ بقول خواجہ غلام صادق خاں بہادر "اصلاح کے طرف سے مایوس ھوکر لوگ بیٹھہ رہے ھیں" پس اُس نے قانون' اخلاق' اور شریعت کی تعلیمات حقہ کے ٹھیک ٹھیک مطابق' ایک سچی اور راست باز اسلامی ریاست ھونے کی حیثیت سے اپنی اعانت کو "تا اصلاح" ملتوی کردیا - اور یہ ایک ایسا اعلی و اشرف عمل اسلامی و شرعی ہے' جسکو فی الحقیقت ریاست بھوپال کا سب سے بڑا کار نامہ سمجھنا چاھیے' اور انتہائی جد و جہد کرنی چاھیے کہ تمام دیگر ریاستیں اور تمام مسلمان امرا اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں - نیز تمام قوم بھی اُسکی پیروی و تقلید کیلیے اٹھہ کھڑی ھو - تاکہ افساد شکست کھاے اور اصلاح کو فتح ھو - اور تاکہ اعانت افساد و تضعیف اصلاح کی معصیت سے ارباب دول نجات پائیں -

میں علانیہ اعلان کرتا ھوں کہ تمام ھندوستان میں جس شخص کو ریاست بھوپال کے اس اشرف و اعلی عمل شرعی و اسلامی پر اعتراض ھو' وہ بے معنی و ظاھر فریب بیانات کو چھوڑ کر دلیلوں اور احکام و حقائق کی روشنی میں آے' اور ثابت کرے کہ کس دلیل شرعی' کس دلیل اخلاقی' کس دلیل قانونی کی بنا پر ریاست بھوپال کا یہ فعل مستحسن نہیں ہے؟ اور کیوں ایک ایسے کام کی اعانت روک نہ دی جاے جسکا درست و صحیح ھونا مختلف فیہ ھوگیا ھو' اور ایک بہت بڑی جماعت مسلمانوں کی (جن میں ھر طبقہ کے معتمدین ملت شریک ھوں) دلائل و واقعات کی بنا پر اُسے مفسد بتلا رھی ھو' اور جسکو ایک خود مختار اور بے قاعدہ جماعت (جو سرے سے ندوہ کی رکن و عضو ھی نہ رھی ھو) چلا رھی ھو' اور پھر سب سے آخر یہ کہ ایک عظیم الشان اجتماع اسلامی کمال صلح و صلاح اور عفو و تسامح کے ساتھہ اُس سے طالب اصلاح ھوتا ھو مگر وہ اسکی کچھہ پروا نہ کرتی ھو؟ ایک مدت' ایک دقیقہ' ایک عشر دقیقہ کیلیے بھی کیوں اُسے روپیہ دیا جاے' اور کیوں تمام اعانتوں کو روک کر مجبور نہ کیا جاے کہ اصلاح کو اسکے صحیح اور حقیقی طریقوں سے وہ منظور کرے؟

یا للعجب! جس قوم کی اصلاح طلبی کی حکام ندوہ کو ذرا بھی پروا نہ ھو' وھی قوم اسکے لیے مجبور بھی کی جاے کہ ندوہ کو روپیہ دیتی رہے؟ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين! (۲:۱۰۹)

بہت سی باتیں ھیں کہ لوگ ھاے واے کرنے کیلیے کہدیتے ھیں' اور اس حد تک رھیں تو سننے میں اچھی بھی معلوم ھوتی ھیں لیکن حقیقت اسے اتنی ھی دور ھوتی ہے جتنی کہ ندوہ کے صدر مقام سے مسٹر قدوائی کی موجودہ قیام گاہ لندن - میرے بے خبر اور مبتلاے سوء فہم دوست نے بھی اسی طرح کی چند باتیں لکھدی ھیں اور انکو پڑھکر تعجب ھوتا ہے کہ ایک صاحب فہم و راے آدمی کیونکر ایسی باتیں لکھہ سکتا ہے؟ مثلاً وہ لکھتے ھیں کہ سر انٹونی میکڈانل نے ندوہ کی اعانتیں رکوادی تھیں - بیگم صاحبہ نے بھی روک دیں - گویا انکے خیال میں گورنمنٹ کا ندوہ کو باغی سمجھکر مخالف ھونا اور ریاست بھوپال کا بغرض اصلاح اعانت کو ملتوی کردینا دونوں ایک ہے! ويقذفون بالغيب من مكان بعيد! (۳۴ : ۵۳)

یا مثلاً بڑے ھی سوز و گداز کے متوکلانہ و عارفانہ لہجہ میں لکھتے ھیں کہ اگر ریاست بھوپال نے اعانت بند کردی ہے تو خیر' اسلام کے کاموں کا اللہ مالک ہے!

میں تسلیم کرتا ھوں کہ میرے دوست جنگ بلقان کے موقعہ پر اور مصائب اسلامی کے گذشتہ قریبی عہد میں اظہار عظمت اسلامی و نصرت الہی کے بہت سے موثر جملے دل سے لکھتے رہے ھیں' اور میں نے انھیں بہت پسند کیا ہے' لیکن براہ کرم انکے مواقع استعمال کے متعلق ذرا سمجھہ سے کام لیں' اور اس حقیقت کے ماننے سے انکار نہ کریں کہ ایک ھی جملہ ھر جگہ مزہ نہیں دیسکتا - کجا اصلاح کی غرض سے اعانت کا ملتوی کرنا اور کجا شان توکل و استغناء اسلامی کا اظہار! کل کو اگر ایک شخص کسی مسجد کے امام کی تنخواہ اسلیے بند کردیگا کہ وہ ٹھیک نماز نہیں پڑھاتا اور مسجد کو اس نے برباد کردیا ہے' تو غالباً میرے دوست اس پیش امام کو بھی یہی صلاح دینگے کہ تم اخبارات میں چھپوادو: "میری تنخواہ اگر بند کی گئی ہے تو بند ھوجاے' خیر' اسلام کا بھی خدا مالک ہے - وہ تنخواہ بند کردینے سے ھلاک نہیں ھو جائیگا"

هوجائیگي اور دسمبر میں کوئی نمبر (بغیر اشد ضرورت یا کسی اهم مسئلہ کے پیش آجانے کے) شائع نہوگا - پہلی جنوري سے نئي جلد شروع هوگی -

یہ ایک مہینہ میں کلکتہ سے باهر بسر کیا کرونگا اور الهلال کے طرف سے فارغ البال رهونگا - مصر کے بعض پرچے ایسا هي کرتے هیں - الهلال قاهرہ نے اپنا سال دس ماہ کا رکھا ہے -

لیکن یہ ایک ماہ کي تعطیل بھی خریداران الهلال سے بالکل رائگاں نہیں مانگی جاتی - اگر الهلال کے چار پرچے انھیں نہیں ملینگے تو اسکے معاوضے میں ان سے کہیں بہتر و اعلی چیزیں پیش کی جائینگی - یعنی جنوري کے پہلے هفتہ میں کوئی ضخیم اور مفید کتاب (جو غالباً تفسیر القرآن کے مستقل اور مبسوط سلسلے کی ایک ضخیم جلد هوگی) نذر کی جائیگی - یا جنوري کا نمبر غیر معمولی ضخامت و مضامین کے ساتھہ نکلیگا ' اور اس طرح ایک ماہ کی کمی پوری هو جائیگی -

اخوان کرام کو اس پر بھی نظر رکھنی چاھیے کہ اس عاجز کا اور انکا معاملہ کوئي تاجرانہ اور دکانداراتہ معاملہ نہیں ہے کہ قیمت اور جنس کا سوال سامنے آے - ایک خدمت دینی ہے جسمیں وہ میرے معاون هیں ' اور حتی المقدور میں ان سے انتظام دینا چاهتا هوں - اگر ایک مہینے کی فرصت اسے چاھتا هوں تو وہ بھي اپنے ذاتي آرام و آسائش کیلیے نہیں ' بلکہ ویسي هي کاموں کیلیے جیسا کہ الهلال ہے - پس اگر انھوں نے یہ فرصت عطا فرما دي تو یہ بالکل اسی طرح کي اعانۃ حق و عمل ہوگی ' جس طرح کی اعانت الهلال کے کاموں میں [illegible] هیں -

آرام و راحت کا سوال میرے لیے بالکل غیر موثر ہے - میرا حال تو اس قیدي کي طرح هوگیا ہے جو بیس سال تک قید خانے میں رہا تھا اور جب رہا کیا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے پھر قید خانے میں بھیجدو - قید کی محنت و مشقت کا اس طرح عادي هوگیا هوں کہ اب آزادي کی زندگی مجھے تکلیف دیتی ہے -

اگر میں بیکار رهکر آرام اٹھانا چاهوں بھي ' جب بھي نہیں اٹھا سکتا - اسکی بارها آزمائش کرچکا هوں جبکہ ڈاکٹروں نے اپنی حاکمانہ نصائح کي کثرت و تواتر سے مجھے مجبور کرکر دیا ہے -

میرا آرام اور چین کام کرنے میں ہے - کام سے الگ هونے میں نہیں ہے - میں دن بھر مزدوروں کی طرح کاموں میں دوبا رهنے کا لذت شناس هوں ' اور راتوں کو سونے کی جگہ چراغ کے آگے بیٹھے رهنے کا عاشق - خواہ الهلال کو مرتب کروں ' خواہ اور کسي شکل میں مشغول کار رهوں - لیکن هر حال میں مقصود کام هي ہے - اطبا کي نصیحتوں کو بارها سن چکا هوں ' مگر ابھي بھی ان کے احکام میں جي نہ لگا :

لو یسمعون کما سمعت کلامہا
خروا لعزۃ سجداً و رکوعا !

(مشـــورہ)

پس احباب کرام سے ملتجي هوں کہ میں نے آخري فیصلے سے پہلے مشورے کا وعدہ کیا تھا ' چنانچہ اسیکے مطابق اپنے آخري فیصلہ کو آج پیش کردیا ہے - اگست کي پہلي تک چاهتا هوں کہ انقطاعي فیصلہ هو جاے - پس براہ کرم وہ ان سطور کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور مجھے اطلاع دیں کہ اس پر انھیں کوئي اعتراض تو نہیں ہے ؟ اطلاع دینے کی آسان صورت یہ ہے کہ جن بزرگوں کو اختلاف هو ' وہ اس نمبر کو ملاحظہ فرماتے هي ایک کارڈ لکھکر مطلع فرمادیں - جو متفق هیں انکی خاموشي انکے اتفاق کی ترجمان هوگی - خط لکھنے کی ضرورت نہیں : وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیماً حکیما -

مسئلۂ اصلاح و بقاء ندوہ

اور ریاست بھوپال ' ادامہا اللہ بالعز و الاقبال !

اولئک ینادون من مکان بعید (٤١ : ٤٥)

میرے عزیز و اعز دوست مسٹر مشیر حسین قدوائي کي ایک تحریر روزانہ معاصر زمیندار میں شائع هوئي ہے جسمیں انھوں نے ندوۃ العلماء کے مختلف عہدوں کي تاریخ بیان کي ہے ' اسکے اصلی خدمت کرنے والوں کے نام گنائے هیں ' اسکے مقاصد کي تشریح کی ہے ' اور اسي طرح کي بہت سی باتیں لکھي هیں - ان میں بعض باتیں مشتبہ هیں ' بعض اغلاط آمیز هیں ' بعض میں بیجا حسن ظن یا سوء ظن کام کررها ہے - بعض باتیں انکي دائرۂ معلومات و رائے سے خارج هیں - مثلاً مسئلۂ اصلاح و تجدید ' و جمع علوم و حکمت و اعمال دینیہ ' تربیت علمی و دینی کہ بنیاد مقاصد ندوہ هیں - اسلیے وہ صحیح رائے قائم کرنے سے معذور هیں -

کچھہ حصہ اسپر مشتمل ہے کہ ندوہ سے گورنمنٹ کي بدظنی کے دور هونے اور سرکاري اعانت ملنے کا اصلي سبب خود مسٹر موصوف تھے ' چنانچہ تمام واقعات کو وہ بصیغۂ جمع متکلم تعبیر کرتے هیں - مثلاً " هم نے مولانا شبلی کو پیش پیش کیا " " هم نے اس وقت یہی مناسب سمجھا " " هم نے یہ حالت دیکھی " مجھے اسکے مان لینے میں کچھہ عذر نہیں ' کیونکہ اس سے مسئلۂ اصلاح و بقاء ندوہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' و رجہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کبھي بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ گورنمنٹ کے تعلقات محض مولانا شبلي کی وجہ سے اچھے هوے - البتہ میرے دوست کو یہ مشکل ضرور پیش آئیگی کہ اس " صیغۂ متکلم " کے حصہ دار خود ندوہ کے اندر اور بھي بہت سے حضرات موجود هیں ' اور بعینہ اسی طرح ' اسي بے پروائي کے ساتھہ ' ایسے هی بیان واقعہ کے لب و لہجے میں ' وہ بھي غریب ندوہ کی هر بات کو بصیغۂ متکلم بیان کرتے آئے هیں - میرے دوست ان لوگوں سے اپنے " جمع متکلم " کے معاملے کو صاف کرلیں - میں انھیں مطلع کیے دیتا هوں کہ اس مقدمے میں بڑي بڑي مشکلات پیش آئینگی -

رهي خود میري معلومات تو وہ یہ ہے کہ مسٹر مشیر حسین کو واقعي ابتدا سے ندوہ کے ساتھہ خاص دلچسپي رهی ہے اور جیسا کہ انکا قاعدہ ہے برابر اسکے لیے لکھتے پڑھتے رہے هیں - اس بات کو بلا تامل مان لینا چاهیے -

انھوں نے یہ بھي لکھا ہے کہ ندوہ کا ابتدائي دور ایسا تھا اور ویسا تھا ' اور پھر جب سر انٹوني میکڈانل مخالف هوگیا تو صرف فلاں فلاں اشخاص هي اسکے " ساتھہ " رہے -

یہ پڑھکر مجھے اپنے عزیز دوست کی غلط فہمي پر نہایت افسوس هوا - اور بھي بعض لوگوں سے بارها ایسا سن چکا هوں - لیکن کوئي مجھے یہ نہیں بتلاتا کہ ندوہ کے ابتدائي دوروں میں سب کچھہ هوا مگر " کام " کتنا هوا اور کیا هوا ؟

رها سر انٹوني میکڈانل کا دور ' تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ ندوہ کے " ساتھہ دینے " کا مطلب ان بزرگوں نے کیا سمجھا ہے ؟ ندوہ تباہ هوگیا تھا - دار العلوم میں خاک اور رهي تھي - ایک پیسہ کہیں سے آتا نہ تھا - تحویل کا یہ حال تھا کہ کل کا خدا حافظ - لوگ بھي چپ تھے اور بحال خود غرق - ایک متنفس بھي نہ تھا کہ اٹھے اور نڈر هوکر قوم کو متوجہ کرے - جنکا تعلق ندوہ سے تھا وہ سب کے سب خاموشي کے ساتھہ اپنی مجبوریوں میں پڑے تھے - اگر اسي کا نام ساتھہ دینا ہے تو شاید ساتھہ نہ دینے اور چھوڑ دینے کا مطلب میرے دوست کے ذهن میں یہ هوگا کہ

الہلال

۲۷ - شعبان ۱۳۳۲ ہجری

بسلسلۂ فاتحۃ السنۃ الثالثہ

اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان

اصحاب الجنۃ و اصحاب النار

اصحاب المشئمہ و اصحاب المیمنہ

(بقیہ - اصحاب الجنۃ)

گذشتہ مضمون کے آخر میں " اصحاب الجنہ " اور " اصحاب النار " کی تقسیم کرتے ہوے سورۂ یونس کی ایک آیۃ درج کی تھی :

للذین احسنوا الحسنی و زیادہ ' ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلہ ' اولئک " اصحاب الجنۃ " ھم فیھا خالدون - (۱۰ :)	جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اور بھلائی کے کام کیے ' انھیں ویسی ھی بھلائی اور فلاح بھی ملیگی - بلکہ انکے استحقاق سے کہیں زیادہ بدلہ ملیگا - یہی لوگ " اصحاب الجنہ " ھیں جو ھمیشہ بہشتی زندگی میں رھینگے !

اسکے بعد ایک دوسرے گروہ کا حال بیان کیا جو اس گروہ کے مقابلے میں بالکل اسکی ضد واقع ہوا ہے ۔

والذین کسبوا السیئات ' جزاء سیئۃ بمثلھا و ترھقھم ذلہ ' ما لھم من اللہ من عاصم - کانما اغشیت وجوھھم قطعاً من اللیل مظلما ' اولئک " اصحاب النار " ھم فیھا خالدون ' (۱۰ :)	اور جن لوگوں نے برائیوں کا اکتساب کیا تو یہ ظاہر ہے کہ برائی کا نتیجہ بھی ویسی ھی برائی ہے جیسی کہ کی گئی - انکے چہرے ذلت اور نامرادی کی پھٹکار سے ایسے کالے ہو جائینگے گویا رات کی چادر ظلمت کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر انکے چہروں پر ڈالدیا ہے ! اللہ کے اس عذاب سے انھیں کوئی نہیں بچا سکتا - یہی لوگ " اصحاب النار " ھیں جو ھمیشہ دوزخی زندگی میں رھینگے ! "

ان آیات کے درج کرنے سے مقصود یہ تھا کہ " اصحاب الجنہ " اور " اصحاب النار " کی کھلی کھلی تقسیم کرکے انکے کاموں اور کاموں کے نتائج کو صاف صاف بتلا دیا ہے - بس یہ دو آیتیں ہماری بحث و استدلال کی اصل و اساس ھیں - انسے واضح ہوگیا کہ دونوں گروہ بالمقابل اور بالضد واقع ہوے ھیں - ایک کیلیے کامیابی ' نعم و مراد ' اور فوز و فلاح ہے اور ذلت و رسوائی سے ھمیشہ محفوظ ہے - دوسرے کے لیے شرمندگی ' خجالت ' ناکامی اور ھمیشہ آگ میں سوکھی لکڑی اور خشک پتوں کی طرح جلنے کا عذاب الیم ہے !

دونوں جماعتوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ " اصحاب الجنۃ " ھمیشہ کامیاب و فتحمند ہونگے اور اصحاب النار کے حصے میں ھمیشہ عاقبت کار اور انجام امور کا خسران و نقصان آئیگا :

لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنہ ' اصحاب الجنۃ ھم الفائزون - (۵۹ : ۲۰)	اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار اپنے کاموں اور انکے نتیجوں میں ایک طرح نہیں ہوسکتے - اصحاب الجنۃ ھی کامیاب ہونے والے ھیں !

موقع تفصیل کا نہیں - تقریباً ۸۰ مقامات پر " اصحاب النار " اور " اصحاب الجنہ " کے اعمال و علائم اور آثار و نتائج بہ تفصیل بیان کیے گئے ھیں - پھر ان جماعتوں کے بھی مختلف مدارج ھیں اور اسی بنا پر " اصحاب النار " کو " اصحاب الجحیم " اور " اصحاب السعیر " بھی کہا گیا ہے - مگر میں بحث کو طول نہ دونگا -

تمام آیتوں کے جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نفوس مومنہ و صالحہ جو " اعتقاد حق " اور " عمل صالح " کے ساتھہ متصف ھیں ' اور جنھوں نے اللہ کے رشتے اور تعلق کے آگے تمام باطل اور خبیث قوتوں کے رشتوں کو توڑ ڈالا ہے ' اور اسکی بخشی ہوئی قوتوں کو اسی کے بتلائے ہوے صالح اور صحیح کاموں میں خرچ کرتے ھیں ' سو ایسے تمام لوگ اصحاب الجنہ میں داخل ھیں : ھم فیھا خالدون ھمیشہ ھر طرح کی کامیابیاں اور خوبیاں انھی کیلیے ھیں - لیکن جو لوگ اعتقاد حق اور عمل صالح سے محروم ھیں ' اور اللہ کے تاج و تخت قدوس سے باغی ہوگئے ھیں ' خواہ کسی بھیس اور کیسی ھی زرق برق میں ہوں ' لیکن وہ سب کے سب " اصحاب النار " میں داخل ھیں - انکے تمام کاموں کیلیے آگ کی تپش اور سوختنی کے سوا اور کچھہ نہیں ہے - جنگل کی سوکھی لکڑی اور درختوں کے خشک پتے جس طرح بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جلتے ھیں - ٹھیک ٹھیک اسی طرح وہ بھی جلینگے '

(اصحاب المیمنہ و اصحاب المشئمہ)

پھر ایک اور تقسیم بھی ہے جو ان دو جماعتوں کے متعلق قرآن حکیم میں نظر آتی ہے - بعض خاص حالات و خصائص کی بنا پر انھیں " اصحاب المیمنہ " اور " اصحاب المشئمہ " کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہے ' یعنی دھنی جانب کی جماعت اور بائیں جانب کا گروہ :

فاصحاب المیمنہ ' ما اصحاب المیمنہ ' و اصحاب المشئمہ ما اصحاب المشئمہ و السابقون السابقون - اولئک المقربون - فی جنات النعیم - (۵۶ : ۸)	اصحاب المیمنہ ' اور اصحاب المیمنہ کے مدارج کیا کہنا ! کیسے ھی عالی مرتبہ ھیں ' اور اصحاب المشئمہ ' اور اصحاب المشئمہ کی بدبختیوں کو کیا پوچھنا کہ انکی کوئی حد و انتہا ھی نہیں ! اور پھر سابقون السابقون کہ بارگاہ الہی سے وھی مقرب بندے ھیں !

یہاں تین جماعتوں کا ذکر کیا ہے - پہلی دو جماعتیں " اصحاب المیمنہ " اور " اصحاب المشئمہ " ھیں - اور تیسری " السابقون السابقون " - چنانچہ اس سے پہلے فرمایا ہے کہ : و کنتم ازواجا ثلاثہ -

" سابقون السابقون " سے وھی لوگ مراد ھیں جنکی نسبت سورۂ انبیاء میں فرمایا ہے : ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون - لیکن اس جماعت کا حال میں

مسئلہ اسلامیہ کانپور

مسجد مچھلی بازار

مسجد کے متنازع فیہ حصے کے نقشہ کی دو صورتیں ھیں - ایک وہ جسکے متعلق جناب مولانا عبد الباري کا بیان ھے کہ پلے وھی صورت فیصلہ کیلیے پیش کی تھی' اور جسپر پچھلے دنوں الهلال میں کافي بحث ھو چکی ھے - یعنے اوپر چھجہ نکالکر نیچے ایک سہ درہ سا بنا دیا جاے اور مسجد کا زینہ وھیں رکھا جاے - مولانا عبد الباري صاحب کا اس سے مقصد یہ تھا کہ سیڑھی کے ھونے کي وجہ سے عام مرور کی صورت قائم نہ رھیگي - اور مقدس حصے کا یک گونہ تحفظ ھو جایگا -

بار بار وعدہ کیا گیا تھا کہ سڑک کي تعمیر کے وقت اسکا لحاظ رکھا جایگا' اور اگر ھماری یاد غلطی نہیں کرتی تو خود سر علی امام اور سر بیلي قائم مقام لفٹنٹ گورنر کا وعدہ اس بارے میں بہ تصریح نقل کیا جاتا تھا -

دوسري صورت یہ ھے کہ کرسی کا تمام حصہ فٹ پاتھہ میں شامل کر دیا جاے اور زمین کی مسجد مکمل طور پر شامل نہ ھو جاے -

اصولاً اس مسئلہ کا تعلق میونسپل بورڈ سے ھے' نہ کہ حکام سے -

ھم کو نہایت صحیح اور موثق ذریعہ سے جو اطلاعات ملي ھیں انکا خلاصہ یہ ھے :

مسجد مچھلي بازار کی تولیت پلے صرف منشی کریم احمد یا کسی اور شخص سے متعلق تھی' لیکن جب قصہ بڑھا تو اور آدمی بڑھاے گئے اور کل بارہ متولی قرار پاے - شیخ احمد الله اور مولوي عبد القادر صاحب سبحاني کا اسي وقت تقرر ھوا تھا -

لیکن ھز ایکسلنسي کے فیصلہ کے بعد متولیوں نے دیکھا کہ سخت کشمکش میں جان پڑگئی ھے - ایک طرف مسلمانوں کے آگے جوابدھی ھے - دوسري طرف " حضور' فیض گنجور' غریب پرور " وغیرہ وغیرہ ھیں - کون اس مصیبت میں پڑے ؟ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مستعفی ھونا شروع ھوگئے' اور بارہ متولیوں میں سے صرف پانچ آدمی باقی رھگئے : مولوي عبد القادر سبحانی' شیخ عبد الرحیم' منشي مجید احمد' منشی کریم احمد (متولی قدیم و مشہور - ھداہ الله تعالی) اور ایک اور صاحب -

سخت اصرار اور تعجیل اس بارے میں ھونے لگي - بالآخر مسجد اور سڑک کے تعلقات کے متعلق با قاعدہ اور بے قاعدہ جلسے شروع ھوے - مولوي عبد القادر سبحاني اور شیخ عبد الرحیم نے یہ راے دي کہ نقشہ ایسا بنایا جاے جسمیں زینہ مسجد کے مقدس حصے پر تعمیر ھو اور اسے حسب قاعدہ میونسپل بورڈ میں پیش کیا جاے - لیکن مجید احمد سکریٹري کو اصرار تھا کہ ایک سادہ نقشہ کلکٹر صاحب کے سپرد کردیا اور انھیں کے لطف و کرم اور " غریب پروري " پر سب کچھہ چھوڑ دینا چاھیے - یقیناً یہ اِس شخص کے نفس کا خود ساختہ خیال نہوگا' بلکہ اُن کی طرف سے القا کیا گیا ھوگا جنسے مسلمانوں نے ھمیشہ پناہ مانگي ھے :

الذی یوسوس في صدور الناس' من الجنة و الناس !

کریم احمد متولي بھي ابتدا میں اس خیال کا مخالف تھا مگر بعد کو ساتھہ ھوگیا : اولیاؤ بعضھم اولیاء بعض (۵ : ۵۴)

۲ - جولائی کو آخري جلسہ ھوا - اس میں غالباً شیخ عبد الرحیم صاحب نے بھي راے بدلدي (قطعي طور پر ھمیں نہیں بتلایا گیا ھے) اور اس طرح چار متولیوں نے ملکر " حضور' فیض گنجور' غریب پرور " کی خدمت میں پیش کرنے کیلیے سادہ نقشہ منظور کرلیا - ڈپٹی محمد علي " خان بہادر " اور عنایت حسین " خان صاحب " رھنماے طریقت ھوے' اور ۸ - کي صبح کو کلکٹر صاحب کے بنگلہ کی جبھہ سائي چاروں متولیوں کو نصیب ھوگئی :

از بخت شکر دارم و از روزگار ھم !

افسوس کہ اِن تمام نتائج کا الزام سب سے پلے ان لوگوں پر عائد ھوتا ھے جنھوں نے ایک ایسے اھم معاملے کو صرف چار آدمیوں کے ھاتھوں میں چھوڑ دیا' اور ایسے آدمیوں کے ھاتھوں میں جنکا تجربہ اچھی طرح پلے ھوچکا ھے -

ھم نے شخصي طور پر ھمیشہ کانپور سے حالات دریافت کیے مگر کبھي بھي کوئي ایسی اطلاع نہیں دي گئي جس سے معلوم ھوتا کہ بہت جلد فیصلہ ھوجانے والا ھے -

کانپور کے معززین سے کیا شکایت کي جاے کہ انھوں نے معاملہ کو کوئی با وقعت کمیٹی بنا کر اپنے ھاتھوں میں نہیں لیا' کیونکہ وہ بیچارے تو ایسے سہمے ھوے اور اپني اپني فکر میں پڑے ھیں کہ کوئی ذمہ داري کا کام کر ھی نہیں سکتے - البتہ تمام مسلمانان ھند کا مطالبہ اُن اصحاب سے ھے جنھوں نے اس مسئلہ میں خود پڑکر اپني ذمہ داري پر فیصلہ کرایا تھا اور مسلمانوں کو ھمیشہ سمجھاتا تھا کہ اسی نہ کسي طرح اس فیصلہ پر خاموش ھورھیں - یعنی سر راجہ صاحب محمود آباد' مولانا عبد الباري فرنگي محلي' اور مسٹر مظہر الحق بیرسٹرایٹ لا -

ھم ان بزرگوں کو توجہ دلاتے ھیں کہ کم از کم آیندہ کیلیے تو اس معاملہ کو اپنے ھاتھوں میں لے لیں یا ایک معتمد کمیٹي بنا کر اسکے سپرد کردیں - شہداء کانپور کے پس ماندوں کي اعانت وغیرہ بھي اسي کمیٹی کے متعلق ھوجائیگی - نیز اُس روپیہ کي بھي وھی امین بنا دي جائیگی جسکا بوجھہ ابتک تنہا صرف مسٹر مظہر الحق ھي کے سر ھے - مجھے معلوم ھے کہ اگر وہ انگلستان نہ چلے گئے ھوتے تو تمام روپیے کو باسم " بیت المال ملي " ایک کمیٹی کے سپرد کر دیتے -

یہاں تک لکھہ چکے تھے کہ ایک اشتہار ملا جو الهلال کی گذشتہ تحریر کے رد میں شیخ مجید احمد نے شائع کیا ھے - اسمیں لکھا ھے کہ جو کارروائي کي گئي وہ سر راجہ صاحب' مسٹر محمد علي ایڈیٹر کامریڈ' اور مولوي فضل الرحمن صاحب وکیل کے مشورہ سے کي گئي' اور نقشہ میونسپل بورڈ میں بھي پیش ھوگا -

ھم اشتہار دینے والوں کو مطلع کرتے ھیں کہ ھم نے جو کچھہ لکھا ھے' وہ ایسے موثق اور معتبر ذرائع سے معلومات حاصل کرکے لکھا ھے جس سے زیادہ قابل اعتماد ذریعہ بحالت موجودہ معاملات کانپور کیلیے نہیں ھوسکتا - جن بزرگوں کي نسبت اشتہار میں لکھا ھے کہ وہ شریک کار ھیں' جب تک انسے دریافت نہ کرلیں. کچھہ نہیں کہہ سکتے - اب ھم اس معاملہ کو آخر تک پہنچائینگے اور جو کچھہ اصلیت ھوگي بہت جلد منکشف ھوجائیگي - متولیوں کو چاھیے کہ بہت جلد اپني کارروائیوں کي رپورٹ شائع کردیں -

آیندہ نمبر میں زیادہ تفصیل سے بحث کي جائیگي -

(مسٹر محمد علی کا جواب)

مسٹر محمد علي کا جواب آگیا - لکھتے ھیں کہ " مجید احمد نے اشتہار میں جو کچھہ لکھا ھے بالکل غلط اور گمراہکن ھے - کریم آیا تھا مگر ھر ایک امر میں میري راے کے خلاف کیا گیا " مفصل آئندہ -

دعوة خدا کي پادشاهت اور اسکا کلمهٔ علیا هوتا هے' پس وہ خدا کے حکموں کو بیان کرنے اور اسکے پاک اور مقدس اوامر کے ترجمان هونے هیں - اولیاء الشیطان کي چیخ پکار اور جد و جهد کا مقصد شیطاني حکومت هوتا هے' پس وہ شیطان کے احکام مفسدہ کي اشاعت کرتے اور اسکے اوامر خبیثه کے سفیر هوتے هیں - اسی لیے اولیاء الله کي دعوة دنیا کي اصلاح و فلاح اور قیام انسانیة کامله و مدنیة صحیحه کا سرچشمه هے' اور اولیاء الشیطان کي دعوة شر و فساد' عدوان و طغیان' معاصي و فسوق' اور تخریب انسانیة و مدنیة مفسدہ و ردیه کا منبع !

اب دیکهو که الله کے احکام کیا هیں اور شیطان کیا حکم دیتا هے ؟

الله کا حکم یه هے :

ان الـلـه یـامـر بـالعـدل والاحسان و ایتاء ذي القربی و ینهی عن الفحشاء و المنکر (۱۶ : ۱۵۳)

الله حکم دیتا هے که عدل کرو اور تمام نیک باتوں اور هر طرح کي راست بازیوں کو اختیار کرو' اور اسي طرح روکتا هے که هر طرح کے فواحش اور ظلم و معصیت سے بچو!

لیکن شیطان کا حکم اس کے بالکل متضاد و مخالف هے- چنانچه فرمایا :

لا تتبعـوا خطوات الشـیطان فـانه یـامر بالفحشاء و المنکر (۲۴ : ۲۱)

شیطاني وسوسوں کي پیروي مت کرو کیونکه وہ فواحش اور ظلم و عصیان کے کرنے کا حکم دیتا هے -

پس الله کا دوست اور ولي وهي هوسکتا هے جو اسکے حکم کا پیرو اور داعي هو' اور اسي طرح شیطان کا ولی وہ هے جو اسکے حکموں کي منادي کرے - الله کا حکم یه هے که " یـامر بـالعدل والاحسان " اسلیے اولیاء الله کي پهچان بهي یهي هے که وہ " آمر بالمعروف و نا هي عن المنکر" هوتے هیں - کیونکه وہ الله کے دوست' اسکے سفیر' اور اسکي حکومت کے خلیفه هیں' اور سفیر وهي هے جو اپنے پادشاہ کے حکموں کا ترجمان هو - یهي سبب هے که امر بالمعروف اور نهي عن المنکر پر جا بجا زور دیا گیا' اور اسے مومنوں کے تمام اعمال حسنهٔ کي بنیاد اور اساس بتلایا :

الذین ان مکنا هم في الارض اقـامو الصلوة و اتـوا الزکواة و امروا بـالمعروف و نهوا عـن المنکر' و الی الـلـه عاقبـة الامــور (۲۲ : ۵۴)

" وہ مسلمان که اگر هم انهیں دنیا میں قائم کردیں تو انکا کام یه هوگا که صلواة الهي کو قائم کرینگے' الله کي راہ میں اپنا مال خرچ کرینگے' اور امر بالمعروف اور نهي عن المنکر انکي دعوت هوگي' اور تمام کاموں کا انجام الله هی کے هاتهه میں هے "

[ایـک اهـم آیـه]

اور یهي سبب هے که سورهٔ اعراف میں جهاں یهود و نصارا کو خاص طور پر اسلام کي دعوة دي هے' وهاں حضرة ختم المرسلین کي دعوة کے اهم اور نمایاں کام یه بتلاے هیں :

الـذین یتبعون النبـي الامي الـذي یجدونه مکتوباً عند هــم في التــورات و الانجیــل : یامرهــم بالمعروف وینها هم عن المنکر' ویحل لهم الطیبــات ویحــرم الخبائث' ویضع عنهم اصرهم و الاغـلال التي کانت علیهم' فالـذین امنوا به و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذي انزل معـه' فاولئـك هــم المفلحون (۷ : ۱۵۶)

وہ لوگ که انهوں نے الله کے رسول و نبي امي کي پیروي کي' جنکي بشارت انکے پاس تورات و انجیل میں لکهـي هـوئي مـوجـود هے - وہ رسـول اچهے کاموں کا حکم دیتا هے اور برائیوں سے روکتا هے - پاک چیزوں کو انکے لیے حلال کرتا اور خبائث کو انپر حرام کرتا هے - اور سخت حکموں کے جو بوجهه انکے سروں پر تهے انسے رهائي بخشتا' اور غلامي و استبداد اور تقلید اشخاص کے جو پهندے (۱) انکے گلوں میں پڑے تهے' انسے نجات دیتا هے - پس جو لوگ اسپر ایمان لاے' اسکي حمایت کي' اور اسکی نصرت کي راہ میں نکلے' اور جو نور صداقت اسکے ساتهه بهیجا گیا هے (یعنے قران و اسلام) اسکي متابعت کي' تو یهي لوگ هیں جو هر طرح کي فلاح اور فتح و کامیابي پائیں گے "

یه آیهٔ کریمه تمام تعلیمات اسلامیه کا ایک جامع و مانع خلاصه هے جو خود قران حکیم نے پیش کردیا هے - اور دین الهی و شریعهٔ فطریه کا کوئي رکن ایسا نهیں هے جو اس کے اندر بیان نه کردیا گیا هو - اسمیں داعي اسلام کا اولین کام امر بالمعروف و نهي عن المنکر فرمایا - کیونکه اسکي دعوة الله کي طرف هے اور الله کا حکم یهي هے -

[امـر بـالـمـنـکر]

لیکن شیطان ایک قوة خبیثه هے جو سعادت عالم کي دشمن اور هدایت انساني کو روکنے والي هے - پس وہ اپنے گهرانے کو اور اپني نسل کے چاکروں کو حکم دیتي هے که اولیاء الله کي منادي کي مخالفت کریں اور عدل و احسان کي جگه ظلم و عدوان کی طرف لوگوں کو بلائیں : فانه یامر بالفحشاء والمنکر - اسلیے جو لوگ شیطاني حکموں کے سامنے گر جاتے هیں اور الله کو چهوڑ کر اسکي سفارت و خلافت اختیار کرلیتے هیں' انکا کام امر بالمعروف کي جگه امر بالمنکر اور نهي عن المنکر کی جگه امر بالمنکر هوتا هے - یعنے اولیاء الله تو نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے هیں' لیکن وہ برائیوں کا حکم دیتے اور نیکیوں سے روکتے هیں - قران کریم نے صاف صاف لفظوں میں اسکي تصریح کر دي هے :

المنافقون و المنافقات بعضهم من بعض: یامرون بالمنـکر و ینهون عــن المعــروف و یقبضــون ایـدیهـم' نسـو الـلـه فنسیهم' ان المنـافقین هم الفاسقون - (۹ : ۶۸)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک هي قسم کي هیں - برائي کا حکم دیں' نیکیوں سے روکیں' اور الله کي راہ میں خرچ کرنے کا وقت آے تو مٹهیاں بهینچ لیں - حقیقت یه هے که انهوں نے الله کو بهلایا - نتیجه یه نکلا که الله نے بهي انهیں بهلا دیا - کچهه شک نهیں که یه منافق هي هیں جو سخت فاسق هیں !

حالانکه مومنوں کا حال یه هے :

والمومنــون والمومنـات بعضهــم اولیــاء بعض : یامــرون بـالمعــروف و ینهــون عــن المـنـکر و یقیمون الصـلاة و یوتون الـزکواة و یطـیعون الله و رسوله - اولائک سیرحمهم الله - ان الله عزیز حکیم -

برخلاف منافقوں کے مومن مرد اور مومن عورتوں کا حال یه هے که نیک کاموں میں ایک کا ساتهي ایک هے - نیکي کا حکم دیتے هیں' برائي سے روکتے هیں' صلوة الهی کو قائم کرتے هیں' الله کي راہ میں مال خرچ کرتے هیں' غرضکه الله اور اسکے رسول کے حکم پر چلتے هیں - یهي لوگ هیں که انپر عنقریب الله رحم کریگا - کچهه شک نهیں که الله عزیز و حکیم هے -

پهلي آیهٔ میں " منافق" کا لفظ فرمایا - نفاق ایمان کے مقابلے میں اور کفر اسلام کے مقابلے میں قران کي اصطلاح هے - پس یه ان لوگوں کا حال هے جو مومنوں کے ضد و مخالف هیں' اور مومنوں کا دوسرا نام " اولیاء الله " هے -

فرمایا که " نسو الله فنسیهم" انهوں نے الله کو بهلادیا هے اسلیے وہ بهي بهلا دیے گئے -

یہاں نہیں لکھونگا (١) مقصود صرف پہلی دو جماعتیں ھیں۔ ان جماعتوں کے اعمال و خصائص کی تشریح یہاں تو نہیں کی کی گئی - لیکن سورۂ بلد میں صاف صاف بتلا دیا ھے :

وما ادراك ما العقبة ؟ فك رقبة او اطعام فی يوم ذي مسغبة ' يتيماً ذا مقربة ' او مسكيناً ذا متربة ' ثم كان من الذين آمنوا و تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة ' اولائك " اصحاب الميمنة " (٩٠ : ١٢)

" تم سمجھے کہ ھم نے جو یہاں " عقبه " کا لفظ کہا ھے سو اس سے کیا مقصود ھے ؟ " عقبه " سے مراد یہ ھے کہ انسان کی گردن کو غلامی کے پھندے سے چھڑا دینا ' بھوکوں کو کھانا کھلانا ' اور یتیم کی (علی الخصوص جبکہ اپنے قریبی لوگوں میں سے ھو) اور محتاج و مسکین کی مدد کرنا - پس جو انسان کہ اپنی بڑائی کا مدعی ھے ' اسے چاھیے تھا کہ اس آزمایشی گھاٹی کی منزل سے گذرتا اور اسکے علاوہ اس جماعة کے لوگوں میں سے ھوتا جو اللہ پر ایمان لاے ھیں اور ایک دوسرے کو صبر و برداشت کی اور باھم مرحمت کی وصیت کرتے ھیں۔ یہی لوگ " اصحاب المیمنه " ھیں "

اسکے بعد دوسرے گروہ کے کاموں اور نتائج کی تعریف بیان کی :

والذين كفروا بآياتنا ' هم " اصحاب المشئمة " عليهم نار مؤصدة (٩٠ : ١٧)

مگر جن لوگوں نے ھماری نشانیوں کو ' ھماری تعلیمات کو ' ھمارے احکام کو ' اور ھماری بھیجی ھوئی ھدایت کو ' قول سے اور عمل سے جھٹلایا ' تو وہ لوگ " اصحاب المشئمه " ھیں -

ان آیات سے پہلے انسان کی خلقت کے ضعف اور پھر نفس و ھوی کی ابلیسانہ گمراھی کا ذکر کرکے غافل انسانوں کو ملامت کی ھے اور کہا ھے کہ خدا نے انسان کے آگے ھدایت و ضلالت ' دونوں راھیں کھولدی ھیں - آنے دیکھنے ' سونچنے ' امتیاز کرنے کیلیے عقل و تمیز بھی دیدی ھے - پس باوجود اسکے یہ کیسی شقاوت ھے کہ ھدایت کی راہ چھوڑکر ضلالت کا راستہ اختیار کیا جاے ' اور اللہ کی آیات و بصائر سے بالکل آنکھیں بند کرلی جائیں ؟ اسکے بعد فرمایا ھے کہ اس گمراہ انسان کو دیکھو جو بڑے بڑے دعوے اور گھمنڈ کی باتیں کرتا ھے ' پر آزمایش کی اس گھاٹی تک کو طے نہ کرسکا ھے جو انسان کی ھدایت کی پہلی منزل ھے - یہاں اصلی لفظ " عقبه " کا آیا ھے - اسکے معنی دشوار گذار کام یا گھاٹی کے ھیں - چونکہ " اصحاب المیمنه " کے کاموں میں دشوار اور مشکل امتحانات ھیں اسلیے انھیں " عقبه " (٢) کے لفظ سے تعبیر کیا ھے -

اس آیة سے معلوم ھوا کہ " اصحاب المیمنه " کے کاموں کے دو درجے ھیں - پہلا درجہ جو اس سفر میں بطور آزمایش کی ایک گھاٹی (عقبه) کے ھے ' وہ یہ ھے کہ بندگان الہی کو غلامی و محکومی سے نکالنے کیلیے سعی کرنا ' اور انکی گردنوں کو انسانوں کے تسلط و حکومت کے بوجھ سے آزاد کرانا - نیز اپنے مال کو مسکینوں ' محتاجوں ' اور یتیموں کیلیے خرچ کرنا ' اور بھوکوں کو افلاس و فقر کے زمانے میں کھانا کھلانا ھے - جب اس منزل سے گذر جائیں تو اسکے بعد دوسری منزل آتی ھے - جسے تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة سے تعبیر کیا ھے - اور یہی مقام ھے جسے سورۂ عصر میں و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر کہا ھے - تمام وہ فضائل و اعمال جنکے لیے صرف قوی ' و تحمل مصائب ' و نظارۂ آلام ' و ثبات و استقامت کی ضرورت ھے ' مفہوم " صبر " میں داخل ھیں۔ " مرحمه " سے مقصود تمام اعمال حسنہ و فاضلہ ھیں - والقصة بطولها -

" اصحاب المشئمه " ان دونوں مقاموں سے محروم ھوتے ھیں یہی انکی علامت ھے -

(اصحاب الیمین و اصحاب الشمال)

" اصحاب المیمنه " کو " اصحاب الیمین " بھی کہا ھے اور " اصحاب المشئمه " کو " اصحاب الشمال " کے نام سے بھی موسوم کیا ھے - دونوں کا مفہوم ایک ھی ھے - چنانچہ سورۂ واقعہ میں اصحاب المیمنه اور اصحاب المشئمه کا ذکر آگے چلکر یوں کیا گیا :

و اصحاب اليمين ' ما اصحاب اليمين ! في سدر مخضود ' و طلح منضود ' و ظل ممدود ' و ماء مسكوب ' و فاكهة كثيرة ' لا مقطوعة و لا ممنوعة (٥٦ :) کہ اصحاب الیمین کے لیے باغ و بہار کی دائمی خوشیاں اور نظارے ھیں - جو نہ تو کبھی روکے جاسکیں گے اور نہ کبھی انکا سلسلہ ٹوٹیگا -

پھر کہا کہ : اصحاب الشمال ' ما اصحاب الشمال ! في سموم و حميم ' و ظل من يحموم ' لا بارد و لا كريم ' انهم كانوا قبل ذالك مترفين - الخ - (٥٦ :) یعنی اصحاب الشمال وہ ھیں کہ انکے لیے تپش و سوزش اور کھولتے ھوے پانی کی سی گرمی ھے - یہ وہ لوگ ھیں کہ پہلے بڑے آسودہ حال تھے ' مگر پاداش عمل میں انکا یہ حال ھوگیا -

پہلی آیة میں لا مقطوعة و لا ممنوعة اور دوسرے میں انهم كانوا من قبل ذالك مترفين قابل غور ھے -

(دعوة الى الله و دعوة الى الشيطان)

ایک اھم موضوع بحث ان دونوں جماعتوں کے خصائص و اعمال ' آثار و نتائج ' اور عوائد و عواقب کا ھے - چونکہ یہ دونوں جماعتیں باھم ایک دوسرے کی ضد ھیں اسلیے انکے تمام کام بھی ایک دوسرے سے بالکل متضاد و مخالف واقع ھوے ھیں -

قرآن حکیم نے اس کثرت سے انکے متضاد و متبائن خصائص و اعمال کا جابجا ذکر کیا ھے کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جاے تو اقلاً سو آیتیں ضرور ھوجائیں ' اور انسان کے اعمال ھدایت و ضلالت کے متعلق عجیب عجیب اسرار و معارف منکشف ھوں - مگر چونکہ اس مضمون میں یہ تمام تذکرہ ضمناً و تبعاً ھے نہ کہ اصلاً ' اسلیے صرف سرسری نظر سے کام لے رھا ھوں اور انھی امور کی طرف اشارہ کرتا ھوں جنسے آگے چلکر اصل موضوع کے فہم و درس میں مدد ملیگی - شاید ایک مستقل مضمون " اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان " کے عنوان سے بسلسلۂ باب التفسیر لکھکر اپنے تمام خیالات کو بہت جلد یکجا کرسکوں -

از آنجملہ ایک سب سے بڑا نمایاں اور بنیادی اختلاف جو ان دونوں جماعتوں کے کاموں میں ھوتا ھے اور جسکو قرآن کریم نے انکا امتیازی نشان قرار دیا ھے ' یہ ھے کہ یہ دونوں جماعتیں دنیا کو اپنے اپنے دوستوں اور معبودوں کی طرف بلاتی اور دعوت دیتی ھیں - " اولیاء اللہ " اللہ کے دوست اور ساتھی ھیں ' اسلیے وہ اپنی تمام قوتوں کو اللہ کی پکار بلند کرنے اور اسکی طرف انسانوں کو بلانے میں صرف کر دیتے ھیں - پر اولیاء الشیطان قواے شیطانیہ کے پجاری اور والہ و شیفتہ ھوتے ھیں ' اسلیے انکا جہاد خدا کی جگہ شیطان کی راہ میں ھوتا ھے اور اسی کی طرف خدا کے بندوں کو دعوة دیتے اور پکارتے ھیں - اولیاء اللہ اور اصحاب الجنة کا مقصد

---

(١) سورۂ واقعہ کی مستقل تفسیر مرتب ھے اور متعدد اھم مطالب و مقاصد پر مشتمل - بسلسلۂ باب التفسیر شائع ھوگی - نیز بصورت رسالہ -

مدارس اسلامیہ

باز گو از نجد و از یاران نجد

دستور العمل ندوۃ العلما کی بے نتیجہ ترمیم

عام راے کے اظہار اور اصلاح ندوہ کا اصلی وقت

حضرات ندوہ کی جانب سے ایک دستور العمل اخبارات میں بعرض حصول آرا شائع کیا گیا ہے - برسوں سے ندوۃ العلما کی منتظمہ کمیٹی ترمیم ترمیم کہہ رہی تھی - خدا خدا کرکے اب کہیں اس نے مسودہ کی تدوین سے فراغت پالی - اگر ندوہ کوئی ضروری شے ہے اور اگر اسے زندہ رہنا چاہیے تو فی الحقیقت اصلی نقطۂ کار یہی ہے جو ہمارے سامنے آیا ہے - یعنی مسئلۂ اصلاح دستور العمل و مسئلہ نظام و قواعد -

لیکن قبل اسکے کہ دستور العمل پر نظر ڈالی جاے ' ایک مرتبہ اُن مفاسد کو مجملاً دہرا لینا چاہیے جنکی اصلاح مطلوب ہے اور جسکے دفع کرنے کیلیے نیا دستور العمل بنایا جا رہا ہے - جب تک لوگوں کے سامنے وہ امور صاف صاف طور پر نہ آجائینگے ' وہ دستور العمل کے متعلق کوئی صحیح راے قائم نہیں کرسکتے -

(مفاسد کار)

ندوہ کے مفاسد اصولاً دو قسموں میں بیان کیے جاسکتے ہیں :

(١) دستور العمل اور قانون اساسی (کانسٹی ٹیوشن) کا اصول قوانین عامہ مجالس کے لحاظ سے انتہائی حد تک بے قاعدہ ' بے اصول ' غیر منظم ' اور یکسر مستبدانہ ہونا ' جو ایک لمحہ کیلیے بھی کسی جماعتی اور اسلامی و شرعی کام کا دستور العمل نہیں ہوسکتا - اسکی اکثر دفعات شریعۂ حقہ اسلامیہ کی صریح مخالف ہیں - کیونکہ اصول مقدس شوری امۃ کو (کہ بغیر اسکے کوئی جماعتی کام اسلامی نہیں ہوسکتا) بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے -

مثلاً دستور العمل میں ایک مجلس علاوہ مجلس انتظامیہ کے " مجلس خاص " کے نام سے بڑھائی گئی ' اور کانسٹی ٹیوشن کا تغیر و تبدل ' منیجنگ ممبروں کا انتخاب ' صیغۂ مال کے حسابات کی جانچ ' اور اسی طرح کے تمام اہم اور بنیادی امور اسکے ہاتھ میں دیدیے گئے - لیکن اسکے نظام کا یہ حال ہے کہ کوئی وقت اور کوئی زمانہ معین اسکے لیے ضروری نہیں " حسب تحریک ارکان یا ناظم یا نائب ناظم جب ضرورت پیش آے منعقد ہوسکتا ہے " (دفعہ ٢٨)

اس عجیب الخواص " مجلس خاص " کے قائم کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ندوہ کی تمام ہستی بیکار ہو گئی - نہ تو ارکان انتظامی کچھہ چیز رہے - نہ شوری و اکثریت کی کوئی حقیقت باقی رہی - جب ناظم یا نائب ناظم چاہے ' چند آدمیوں کو اکٹھا کرکے اپنے حسب منشا نئے ممبر بنا لے ' یا قواعد منسوخ کرڈالے ' یا حسابات کے متعلق موافق و مخالف رزلیوشن پاس کرلے - چنانچہ بارہا ایسا ہی ہوا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ندوہ چند اشخاص کے زیر تسلط آگیا ہے - جب چاہتے ہیں مجلس خاص منعقد کرکے بغیر اطلاع ممبران انتظامیہ و حصول راے ' پندرہ پندرہ شخص ممبر بنا لیتے ہیں ' تا کہ اپنے مذاق کی اکثریت پیدا کر کے مخالف کو شکست دیدیں -

جمہوری اور جماعتی کاموں کا کبھی بھی یہ منشا نہیں ہوا ہے کہ تعداد کے لحاظ سے کل افراد قوم کو کسی کام میں شریک کرلیا جائے - عملاً بھی یہ ناممکن ہے - جمہوریت اور شوری سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ حتی الامکان ایسے قوانین وضع کیے جائیں جنکی وجہ سے کسی ایک شخص یا چند آدمیوں کو تسلط و تغلب کا موقع نہ ملے ' اور راے زیادہ سے زیادہ ممکن الاجتماع افراد میں بٹ جاے - ان افراد میں پہلا گروہ وہ ہوتا ہے جو شریک کار ہوتا ہے - دوسرا وہ وسیع تر گروہ جو پہلے گروہ کو منتخب کرتا ہے - اسی طرح معاملہ بہت سے آدمیوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے ' شخصیت الہی میں گم ہوجاتی ہے ' اور علی سبیل الاستبدال تمام افراد قوم و جماعت اسمیں شریک ہوجاتے ہیں یا ہوسکتے ہیں -

یہی معنی اصول شوری اور اجتماع حل و عقد کے ہیں اور اسی اصول پر آج تمام دنیا کے مشترکہ اور مجلسی کام ہورہے ہیں - کوئی چھوٹی سے چھوٹی مجلس بھی ایسی بمشکل ملیگی جو اپنے تئیں " شخص " کی جگہ " مجلس " کہتی ہو ' اور پھر " مجلس خاص " کی طرح ایک خود مختارانہ کمیٹی بھی اس نے بنا لی ہو -

یا مثلاً سکریٹری کی معزولی کا حق عام مسلمانوں کی جگہ ایک خود ساز جماعت انتظامیہ کے ہاتھہ میں دیدینا جو مسلمانوں کا حق دینی و شرعی ہے - اور جبکہ وہ خلیفۂ وقت کو معزول کرسکتے ہیں تو کسی انجمن کے سکریٹری کو بھی معزول کرسکتے ہیں بشرطیکہ شرائط عزل بیان کردیں - ندوہ کا اصلی دستور العمل جسپر سالہا سال تک عمل ہوتا رہا ' اسمیں بھی حق عزل جلسۂ عام کو دیا گیا تھا - جلسۂ عام میں ہر شخص شریک ہوسکتا ہے ' اور اضافی کثرت و عمومیت اسے حاصل ہوتی ہے ' اسلیے اطلاق عام راے کا اسی پر کیا جائیگا -

یا مثلاً منیجنگ کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب عام ممبروں کی راے لیکر ہونا چاہیے - جو لوگ کسی مجلس کی تمام ہستی اپنے دست اقتدار میں لیتے ہیں ' قانوناً و شرعاً و اخلاقاً ' انہیں مسلمانوں کے وسیع گروہ کی جانب ہی سے منتخب ہونا چاہیے - اسمیں مصلحت یہ ہے کہ خاص خاص شخصوں اور معدود جماعتوں کو اپنا غلبہ پیدا کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ہر شخص اپنے تئیں منتخب کراکے ندوہ کے کام میں حصہ لے سکے - قدیم دستور العمل میں ایسا ہی تھا لیکن نئے دستور العمل سے یہ دفعہ نکال دی گئی -

اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جلسۂ انتظامیہ کوئی شے نہ رہا - اسکو " جلسہ " کہنا مجلسی و مشترکہ کاموں کی حقیقت کو مشتبہ کرنا ہے - وہ چند آدمیوں کی ایک بے قاعدہ بھیڑ ہوگئی جسے آپس کے مبادلۂ انتخاب سے اکٹھا کرلیا گیا ہے - جن مسلمانوں کی جانب سے نیابت کا اُسے دعوا ہوتا ہے ' انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ کون ہمارا مختار کل ہوا ہے ؟ کب ہوا ہے ؟ اور کب اسکے پنجے سے چھٹکارا نصیب ہوگا ؟

یا مثلاً ندوہ کسی خاص صوبے یا شہر کی مخصوص انجمن نہ تھی - تمام مسلمانان ہند کیلیے کام کرنا چاہتی تھی ' پس ضرور تھا کہ تمام صوبوں سے اسمیں ممبر لیے جاتے اور اس طرح صحیح انتخابی اصول کی تعمیل کے ساتھہ عام دلچسپی اور واقفیت بھی مسلمانوں کو ہوتی ' مگر اسکا کچھہ لحاظ نہیں رکھا گیا اور تمام کاموں کو صرف چند ہاتھوں کے ذریعہ انجام دیے کی باسم مجلس ایک نئی مثال مشئوم قائم کی گئی -

غرضکہ اسی طرح کے مفاسد سے موجودہ دستور العمل لبریز ہے ' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جب تک یہ پتھر راہ سے نہ ہٹے ' کوئی اصلاح نہیں ہوسکتی - یہی ندوہ کی ریڑھہ کا اصلی مرض ہے اسی نے اُسے تمام مقاصد دینی و تعلیمی کے حصول سے یک لخت محروم کردیا ہے اور کام ہو نہیں سکتا - خواہ انسانوں کی جگہ آسمان سے فرشتے بھی اتر آئیں لیکن ایسے دستور العملوں کی موجودگی میں وہ کچھہ نہ کرسکینگے -

طبیعت کی اگر کسی شے کی مفسد ہو تو وہ اپنے تئیں کبھی بھی صالح نہیں بنا سکتی - انجمنوں کیلیے انکا کانسٹی ٹیوشن بمنزلۂ طبیعت و فطرۃ کے ہے جب یہ قائم ہوگئے تو پھر جبلت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی - پس سب سے پہلا سوال بنیاد کا ہے نہ کہ در و دیوار کا -

[نسیان ذکر الہی]

الله اور اسکے ذکر کو بھلانا ایک حقیقی شیطانی عمل ہے - هر جگہ قرآن حکیم میں نسیان و ذهول کو شیطان کی طرف نسبت دی ہے - حضرۃ موسی علیه السلام اپنے بحری معلم کی تلاش میں جب نکلے اور دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پر مچھلی بھول آے تو انکے ساتھی نے کہا : وما انسانیه الا الشیطان (١٨ : ٦٤) شیطان نے مجھپر نسیان طاري کردیا - حضرت یوسف علیه السلام نے اپنے قید خانے کے ساتھی سے کہا تھا کہ " اذکرني عند ربک " عزیز مصر سے میرا ذکر کردینا - اگر وہ عزیز مصر سے ذکر کردیتا تو عجب نہیں کہ حضرۃ یوسف کو جلد رهائی ملجاتی - لیکن شیطان نے بھلا دیا اور اُسے یاد نہ رہا : فانساہ الشیطان ذکر ربـــه فلبث فی السجن بضع سنین (١٢ : ٤٢) شیطان نے اسپر نسیان طاري کردیا اور وہ اپنے آقا سے حضرۃ یوسف کا تذکرہ کرنا بھول گیا -

اسی طرح سورہ انعام میں فرمایا : و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (٦ ; ٦٤)

اصل یہ ہے کہ نیکی کا سر چشمہ الله کی یاد اور اسکا ذکر ہے - قوۃ شیطاني اس ذکر کو بھلا دیتی ہے اور هر کام جو نیک اور صالح ہوتا ہے اسکے لیے نسیان و ذهول طاري هوجاتا ہے - گذشتہ صحبت میں " حزب الشیطان " کا ذکر آچکا ہے جو اولیاء الشیطان کی جماعت کا نام ہے - اسکا ذکر کرتے ہوے خدا نے فرمایا کہ " استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله - اولائک حزب الشیطان - (شیطان انپر مسلط هوگیا ہے - پس انہوں نے خدا کے ذکر کو بھلا دیا ہے - یہي لوگ حزب الشیطان هیں) - آیۃ بالا میں بھی " نسیان شیطانی " کا ذکر دیا ہے اور اس آیۃ میں بھي حزب الشیطان کیلیے " نسیان ذکر " کي طرف اشارہ کیا ہے - اس سے واضح ہوتا ہے کہ جن منافقین و منافقات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ بھی حزب الشیطان ہے : اولائک هم الخاسرون !

[عود الی المقصود]

غرضکہ اولیاء الشیطان اور حزب ابلیس کا کام دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ امر بالمعروف والعدل کے مقابلے میں امر بالمنکر و الافساد کریں اور نہي عن المنکر کي جگہ امر بالمنکر کیلیے پکاریں :

هل یستوي هو و من یامر بالعدل و هو علی صـــراط مستقیـــم ؟ (١٦ : ٧٦)	(پھر) کیا ایسا شخص اور وہ مومن مخلص اپنے کاموں میں برابر هوسکتے هیں جو دنیا کو عدل کا حکم دیتا ہے اور خود بھی صراط مستقیم پر چل رہا ہے ؟

اور چونکہ دونوں جماعتوں کی تعلیم اور دعوۃ ایک دوسرے کے ضد اور مخالفت میں ہوتی ہے ' پس هر اعلان صداقت و دعوۃ الی الله کے موقعہ پر دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا هوجاتی هیں - ایک صف کے هاتھ میں امر بالعدل والمعروف کا علم صلح و اصلاح ہوتا ہے - دوسري صف کے ہاتھ مکر و فساد اور فواحش و منکرات کا جھنڈا ہوتا ہے - ایک سے امر بالمعروف و دعوۃ الی الله کي صدا اٹھتی ہے - دوسرے سے امر بالمنکر و دعوۃ الی الشیطان کي منادی بلند هوتی ہے - ایک الله کي راہ میں اپنا خون بہاتا اور حق کیلیے جہاد کرتا ہے - دوسرا شیطان کی راہ میں لڑتا اور ظلم کیلیے قتال کرتا ہے :

الذین آمنـــوا یقاتـــلون فی سبیل الله ' و الذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت (٤ : ٧٥)	مومن الله کی راہ میں قتال کرتے هیں اور صاحبان کفر شیطان اور اسکے خلفا و مظاهر کي راہ میں -

پس مومن اور الله کا ولی وهي ہے جو شیطان کے ولیوں کو قتل کرے ' اور انکے فساد و طغیان سے ارض الهي کو پاک کردے ' کیونکہ اسکے ایک هي آقا اور خداوند نے حکم دیا ہے :

فقاتلوا " اولیاء الشیطان " ان کیــد الشـــیطان کان ضــعیـــفا ! (٤ : ٧٥)	شیطان کے دوستوں اور پجاریوں کو قتل کرو - شیطان کے مکر و فساد خواہ کتني هی قوي اور مهیب نظر آئیں لیکن الله کے ولیوں کے سامنے بالکل هي ضعیف و بے طاقت هیں !

اور ایسا کرنا قتل و خونریزي نہیں بلکہ عین صلح و اصلاح اور امن و نظام ہے - کیونکہ فساد و ظلم کے روکنے کیلیے جو شخص خون بہاتا ہے ' وہ دنیا کا حقیقی مصلح اور محسن ہے - کیونکہ اُس نے ایک جماعت کا خون بہا کر تمام عالم کو زندگي بخشدي - اور جو شخص ظلم و فساد کو زندگي بخشتا ہے وهي دنیا کا دشمن اور انسانیت کا عدو ہے ' کیونکہ چند انسانوں کي خاطر تمام انسانوں سے دشمنی کررہا ہے :

و لکم في القصاص حیاۃ یـــا اولی الالـــبـــاب ! (٢ : ١٩٣)	اور قتل کے بدلے قتل کرنے میں اے صاحبان عقل ' تمهارے لیے زندگي ہے - کیونکہ ایک کو قتل کرکے اسکے شر و ظلم سے تم نے تمام دنیا کو نجات دلادي !

نیز فرمایا کہ :

و قاتلوهم حتي لا تــکون فتنـــة و یکون الدین لله (٨ : ٣٩)	اور اولیاء الشیطان کو قتل کرو یہاں تک کہ دنیا میں فتنہ و فساد باقي نہ رہے اور دین صرف الله هي کا قائم هو جاے -

اولیاء الشیطان کا بھي کام یہي ہوتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کو قتل کرتے هیں جو عدل و معروف کا وعظ کرتے اور اسکي منادي بلند کرتے هیں : و یقتلون الذین یامرون بالقسط (٣ : ٢١) یعني وہ ان لوگوں کو قتل کرتے هیں جو عدل و انصاف کا حکم دیتے هیں - پس ضرور ہے کہ داعیان حق و عدل کے هاتھوں وہ بھي قتل کیے جائیں :

فمن اعتـدی علیـــکم فاعتـــدوا علیه بمثـــل ما اعتدی علیکم ! (٢ : ١٩٤)	جو تم پر زیادتی کرے ' تم بھي اسي طرح اور اسي قدر اسپر زیادتي کرو تا کہ ظلم و عدوان الله کے بندوں کو نیست و نابود نہ کردے -

(اولیاء الله سے مقصود)

لیکن واضح رہے کہ " اولیاء الله " سے قرآن کریم کا مقصود کوئی خاص مصطلحہ جماعت " اولیاء الله " کي نہیں ہے ' بلکہ هر مومن صادق جس نے شیطاني قوی سے اپنے تئیں الگ کرلیا ہے اور الله اور اسکے رسول کے احکام کي اطاعت کرتا ہے ' وہ الله کے اولیاء اور دوستوں میں شامل هوجاتا ہے - ایسے هي لوگوں کا اِن آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے -

البتہ اولیاء الله کے مقامات و مدارج کے خاص خاص حالات ضرور هیں ' اور کتاب و سنت سے ایسے مقامات کا پتہ چلتا ہے جو ایمان الهي اور ذهاب الی الله کے انتہائي مراتب هیں - احادیث صحیحہ علی الخصوص صحیح بخاري کے کتاب التواضع کی حدیث " ولي " میں اسکي طرف اشارہ کیا گیا ہے - نیز حضرۃ فاروق رضي الله عنه کو " محدث " فرمانا اسي کے ایک مرتبۂ اعلی کي صراحت تھي لیکن اسکی تشریح کا یہاں موقعہ نہیں - اولیـاء الله کے مدارج اس مشہور آیۃ شریفہ میں بیان کردیے گئے هیں کہ : و من یطع الله و الرسول فاولائک مــع الــذین انعم الله علیهـم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین - وحسن اولائك رفیقا -

(۲) دوسرا سرچشمۂ مفاسد ایسی طبائع کا سوال ہے جو قواعد کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں' اور یہ مرض پہلے سے بھی زیادہ مہلک ہے - کیونکہ صحیح و صالح کاموں کیلیے جس درجہ صحیح و صالح قانون کی ضرورت ہے' اتنی ہی ایسے صالح و صحیح العمل لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو قانون کی پابندی کریں اور انکا دماغ کسی با قاعدہ کام کے کرنے سے انکار نہ کرے - اگر ایسا نہ ہو تو پھر قانون بیکار ہے اور قواعد کی حقیقت محض بے سود - آپ بہتر سے بہتر قانون بناکر کاغذ پر لکھ لیں' لیکن وہ صرف کاغذ ہی تک رہیگا اگر اسپر عمل نہ کیا گیا - یہی نکتہ ہے جسکی طرف قرآن حکیم نے اشارہ کیا جبکہ آغاز قرآن میں فرمایا :

ذالک الکتاب لاریب فیہ ' ھدی للمتقین - الخ (۲ : ۲)	قرآن کریم بلا شک و شبہہ خدا کی کتاب ہے - ان لوگوں کو ہدایت بخشنے والی ہے جو متقی ہیں اور احکام الہیہ پر عمل

کرتے ہیں - مثلاً ایمان بالغیب و قیام صلوۃ و ایتاء زکوۃ -

فرمایا کہ قرآن " ھدی للمتقین " ہے - متقی روحوں کو ہدایت دینے والا ہے - یہ نہیں فرمایا کہ " ھدی للمضلین و الکافرین " ہے - یعنے گمراہوں اور کافروں کو ہدایت دینے والا ہے حالانکہ ہدایت کی ضرورت تو گمراہوں کو ہوتی ہے نہ کہ انکو جو متقی ہیں ؟ نسخہ بیمار کو چاہیے نہ کہ تندرست کو ؟

لیکن حقیقت اسکی یہی ہے کہ کتاب الہی ایک قانون ہے قانون اسی کام کو درست کرسکتا ہے جو قانون کے مطابق کیا جاے اور اسکی تعلیمات عمل و نفاذ میں آئیں - لیکن اگر ایک شخص قانون کی پروا نہیں کرتا اور اسپر عمل کرنے کیلیے طیار نہیں تو ایسے شخص کیلیے وہ قانون اسی طرح بیکار ہے جیسا اس بیمار کیلیے دوا جو طبیب سے نسخہ لیکر اسے استعمال نہیں کرتا ' اور ہرے طریقہ کے مطابق پرہیز کرنے کیلیے مستعد نہیں

متقی وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور ڈرتا وہی ہے جو اللہ کے احکام کو مانتا اور اسپر عمل کرتا ہے - پس فرمایا کہ قران کے قانون الہی اور نسخۂ شفا ہونے میں تو کوئی شک نہیں - البتہ یہ قانون اسی کیلیے قانون ہے جو اسپر عمل کرے ' اور یہ نسخہ اسی کیلیے وسیلۂ شفا ہے جو اسے استعمال کرے : یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمات الی النور و یھدیھم الی صراط مستقیم (۵ : ۱۸)

ورنہ اکثر اوقات تو گمراہوں کیلیے قانون کی موجودگی اور زیادہ موجب گمراہی ہو جاتی ہے - کیونکہ قانون سے انہیں عناد ہو جاتا ہے' اور اور زیادہ اسکی مخالفت کرنا چاہتے ہیں : یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین ! (۲ : ۲٦)

پس ندوہ کے موجودہ مفاسد میں اعتقاد اور عمل ' قول و فعل' قلب و اعضاء ' قانون و نفاذ' دونوں قسم کے مفاسد موجود ہیں - اسکا دل اور جسم دونوں بیمار ہیں - اول تو اسکے پاس کوئی صحیح قانون ہی نہیں ہے جو بمنزلۂ اعتقاد کے ہے اور جسپر اعضا و جوارح کے تمام اعمال مرتب ہوتے ہیں - پھر جیسا کچھ بھی ناقص و بے قاعدہ قانون موجود ہے' ستم پر ستم یہ کہ اسپر بھی عمل نہیں ہوتا - و للہ در ما قال :

لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا ؟

پس اسکی بیماری نہ صرف قانون کی ہے ' بلکہ قانون کے عمل و نفاذ کی بھی ہے - اگر ہم دیکھتے کہ جیسا کچھ بھی قانون موجود ہے' اسکے مطابق ندوہ میں کام ہو رہا ہے تو ہمارا ماتم صرف اسی قدر ہوتا کہ قانون کی ترمیم یا تجدید کردیں - ایک بہتر قانون بنا کر یا خود اسی لوگوں سے بنوا کر ندوہ کے سپرد کردیں اور پھر فارغ البال ہو کر بیٹھ رہیں - لیکن بلا شدید سے اشد ہے' اور مصیبت وسیع سے وسیع تر - دستور العمل کی درستگی کے بعد اسکے نفاذ و عمل کا مسئلہ سامنے آتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ نہ

صرف فروعات و جزئیات ہی میں بلکہ یکسر بنیادی اور اساسی امور میں ندوہ کا مسلمہ دستور العمل بالکل بے اثر اور قطعاً بیکار ہے - کبھی بھی اس کو پورا نہ ہوئی کہ اقلاً اسکی موٹی موٹی دفعات اور اصولی نظم و قواعد ہی کی پیروی کرلی جاے' اور کم سے کم اس مجلس کی بنیاد اور اساس تو باقاعدہ ہوجاے -

بلا شبہہ مسلمانوں کے دوسرے مجالس کاموں میں بھی بے قاعدگیاں اور خلاف ورزیاں دیکھائی دیتی ہیں - پونا کی مسلم لیگ سے لیکر علی گدہ کالج کے عظیم الشان ٹرسٹیوں تک کا یہی حال ہے - شاید ہی کوئی انجمن ایسی نکلے جسمیں ٹھیک ٹھیک قواعد وضوابط کی پیروی کی جا رہی ہے اور کوئی بات قابل اعتراض نہ ہوتی ہو - لیکن بے قاعدگیوں کی بھی قسمیں ہیں اور قانونی خلاف ورزیاں بھی یکساں نہیں ہوتیں - ایک بے قاعدگی جزئی اور فروعی امور میں ہوتی ہے - ایک اصولی اور اساسی امور میں -

ایک بے قاعدگی یہ ہے کہ کام اصلاً تو با قاعدہ بنیادوں پر قائم ہوچکا ہے - اساسی دفعات عمل میں آچکی ہیں اور اسدرجہ محکم ہوچکی ہیں کہ ان میں کوئی ایک فرد واحد یا کوئی محدود جماعت تغیر و تبدل نہیں کرسکتی - لیکن اسکے طریق کار و عمل میں بعض فرعی دفعات نظر انداز کردی جاتی ہیں' یا چند اشخاص اپنی کسی خاص غرض کو حاصل کرنے کیلیے چند مخصوص قواعد کے عمل میں مانع ہونے لگتے ہیں - یا عمل کراتے بھی ہیں تو انکی اصلی حقیقت پیدا نہیں ہونے دیتے وغیرہ وغیرہ -

لیکن ایک بے قاعدگی یہ ہے کہ سرے سے کام کی بنیادی دفعات ہی پر عمل نہیں کیا گیا ہے - جن قواعد کی بنا پر اس کام کی بنیاد رکھی گئی ہے' اور جنکے عمل میں لانے کے بعد وہ ایک انجمن اور ایک باقاعدہ مجلس بنتی ہے' سرے سے انہی کو یک قلم چھوڑ دیا ہے - نہ صرف فروعات بلکہ اصول مفقود ہیں - نہ محض طریق عمل ہی غلط ہے بلکہ عمل کیا ہی نہیں گیا ہے - سالہا سال گذر گئے لیکن ایک نظیر بھی نہیں پائی جاتی جو کہ اصولی دفعات کے عمل و نفاذ کا یقین دلاے !

ان دونوں قسم کی بے قاعدگیوں اور خلاف ورزیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' گو بے قاعدگی دونوں ہیں - ایک شخص فرض نماز پڑھتا ہے ' سنت چھوڑ دیتا ہے - ایک کو فرض رکعتیں ادا کرنے کی بھی توفیق نہیں :

یزید سلیم والاعز ابن حاتم !

بلا شبہہ پہلی قسم کی بے قاعدگی عام ہے اور بد قسمتی سے اکثر کاموں میں پائی جاتی ہے جسے دور کرنا چاہیے - لیکن ندوہ کی بے قاعدگی دوسری قسم کی بے قاعدگیوں میں سے ہے' اور اسلیے اسکی حالت مجالس و انجمن کی عام بے قاعدگیوں سے بالکل مختلف ہے :

وشتان ما بین خل و خمر !

یہ کہنا کہ یہ بے قاعدگی فلاں نے کیوں دور نہ کی اور فلاں پر اسکا الزام زیادہ ہے' بالکل بے معنی ہے - سوال مفاسد کا ہے - اگر اسکا وجود ہے تو جب اور جس وقت اور جن لوگوں کو مہلت ملے انکی اصلاح کرنی چاہیے - خواہ کسی عہد میں پیدا ہوئی ہوں اور خواہ زید انکا پرورش کنندہ ہو یا عمر ؟

ہم آیندہ نمبر میں ایسی بے قاعدگیوں کی چند مثالیں بھی پیش کرینگے تاکہ لوگوں کو صحیح راے قائم کرنے میں مدد ملے - اور سمجھ سکیں کہ اصلاح ندوہ کے مسئلہ میں اصلی بل کیا پڑ گیا ہے ؟

اسکے بعد اس دستور العمل پر نظر ڈالینگے جو شائع کیا گیا ہے' اور بتلاینگے کہ وہ کس بنا پر محض بیکار ہے اور بعض اصولی امور میں تو پہلے سے بھی بدتر ہے - ندوہ کے اصل مفاسد میں سے کسی ایک فساد کی بھی اس سے اصلاح نہیں ہوسکتی - اسکے بعد مسلمان راے قائم کریں کہ ندوہ کی موت و حیات صرف انہی کے ہاتھ میں ہے

مکتـــوب استـانه علیـــه

(از دائرۂ مقدسۂ مشیخت اسلامیۂ کبری زاد الله شرفها)

(شیـــخ الاســـلام فیلی پائن)

حضرة الشیخ محمد رجیه الجیلاني (جنکا تذکرہ ایک سے زیادہ مرتبه الهلال میں هو چکا هے اور جو گذشته دسمبر میں براہ هند فلي پائن گئے تهے) حال میں انکا ایک خط آیا هے جس سے معلوم هوتا هے که فیلي پائن کی آب و هوا انکے سخت ناموافق هوئي اور مجبوراً بغرض علاج قسطنطنیه واپس آنا پڑا - چنانچه تحریــر فرماتے هیں :

اے استاذ حکیم ! السلام علیک و رحمة الله و برکاته !

و بعد ' در جزائر فیلي پائن دو ماہ و نیم قیام کردہ بودم - مرض مزمن ــــ که در اواخر قیام آثار پر خطرہ اش ظهور یافته بود ــــ عاجز مسکین را بدار الخلافة مجبور عودت کرد -

لاکن لله مزید المنه که الان ان خطر زائل ' و صحت بدو رۂ ضعف و نقاهت داخل شد - ان وقت که از جزائر حرکت کردم ' مشغول بالنفس بودم ' و بجانب اشرف حضرة عالي عریضۂ جوابیه نتوانستم تقدیم کنم - اما انچه نوشته بودند بوضوع انجامید ' و اکثرے از مطالب مهمه را........................تحریر نمودم - و الان بالمشافه یک صحبتی مفصلی میسر آمد.....................

در روز مفارقت از فیلي پائن جریدۂ یومیۂ محلیه " دي منیلا تائمس " یک مقالۂ مطوله متعلق بایں عاجز نشر کردہ بود که مقطوعش را (یعني اسکے کٹینگ کو) همراہ ایں عریضه ارسال دارم - اگر مناسب است ترجمه اش را نشر نمایند -.......................

از طرف ایں عاجز جمیع اخوان مسلمین هند را تحیة و سلام ' و بر سبب مفارقت از فیلي پائن مطلع فرمایند - امید وارم از لطف و کرم حضرة عز اسمه که در وقت قریب بایں عاشق خدمت صحت و توانائي حاصل ' و بجزائر مذکورہ عودت میسر خواهد شد -

عضویت مجلس گزین مقدس تبشیر را با کمال فخر و مباهات قبول کردم و انشاء الله العزیز دریں قیام دار الخلافة نقاط مهمۂ این مطلب با تمام و تکمیل خواهد انجامید - از غیرت و حمیت اسلام پرورانه و خدمات عظیمۂ اسلامیۂ حضرة عالي حضرة اجل و اعظم شیخ الاسلام و المسلمین بسیار ممنون و متشکر اند ' و در مجالس حضرة ایشاں ذکر جمیل شما بکرات و مرات مي آمد - متع الله الاسلام و المسلمین بطول حیاتکم !

از دعوات صالحه ایں مریض را فراموش نفرمایند - الله سبحانه حافظ و ناصر شما باشد - و السلام علیکم و علی جمیع اخواننا المسلمین -

اخوکم : محمد رجیه الجیلاني

شیخ الاسلام فیلي پائن - قسطنطنیه

اس خط میں فیلي پائن کے روزانه اخبار " منیلا تائمس " کے جس مضمون کا حواله دیا هے ' اسکا خلاصه حسب ذیل هے :

(شیخ الاسلام جـزائـــر)

(شیخ محمد وجیه الجـیلانی)

" افسوس هے که شیخ الاسلام جزائر فیلیپائن اپني ناز ساري مزاج اور موسم جزائر کي عدم موافقت کي وجه سے مجبوراً قسطنطنیه واپس چلے گئے - روانگي سے قبل " زیمبوگا " میں ایک عظیم الشان وادعي جلسه منعقد هوا تهـا جسمیں ۵ هـزار سے زائد مسلمانـان جزائـــر شریک تهے -

اس عظیم الشان مجلس میں لوگ جوش عقیدت سے زمین پر جهک جهک کر ان کے قدموں اور انکے دامن کو نهایت ادب و احترام اور ارادت و عقیدت سے بوسه دیتے تهے اور بمنت و الحاح التجا کرتے تهے که خدا کے لیے یہاں سے نه جائیے !

جو لوگ مسلمانان جزائر کي حالت کا مطالعه کرتے رهتے هیں انکا خیال هے که شیخ الاسلام کي آمد سے مسئله مورو (مسلمانان جزائر) کے حل کا آغاز هوگیا هے - انکي راے هے که اگر مسلمان ان نیم وحشي لوگوں پرانهي کے مذهب کي راہ سے اثر ڈالنا چاهیں تو ان پر بڑي حد تک اقتدار حاصل هوسکتا هے اور اسطرح یه نیم وحشي پر امن اور کارکن شهري بن جا سکتے هیں -

شیخ الاسلام کي قسطنطنیه سے روانگي بهي ایک ممتاز اور نمایاں واقعه تها کیونکه انکو رخصت کرنے کے لیے مشاهیر مذهب اور اعیان و اشراف ملت آئے تهے اور انهیں بعض گرانبها تحائف بطور یادگار کے دیے گئے تهے - انهوں نے شکـریه کے ساتهه تحـائف واپس کردیے اور کہا :

" مجهے اپني ذات کے لیے ان تحائف کي یا کسي اور شے کي ضرورت نهیں - میں اگر آپ لوگوں سے کچهه چاهتا هوں تو وہ یه هے که اُن لوگوں کي اصلاح میں میري مدد کیجیے جنکے لیے میں جا رها هوں "

شیخ الاسلام جب آئے تو " زیمبوگا " اور اسکے قرب و جوار کے ناواقف اور بے خبر فیلي پائني امریکی عام طور پر ڈرتے تهے که یه کوئي نئے نبي یا ایک نئے مهدي هیں جو اسلیے آئے هیں تاکه مسلمانوں کے غولوں کو لیکے مقدس جنگ شروع کردیں -

مگر جب انکا قیام هوا تو یه خوف محض بیجا نکلا اور ثابت هوگیا که وہ نه صرف خلیفة المسلمین کے نائب اور شریعۂ اسلامیه کے ایک مفتي هي هیں ' بلکه ان فضائل کے ساتهه ایک نهایت شریف خصائل و بهترین تعلیم یافته شخص بهي هیں جو اس عهد کا ایک مسلمان هوسکتا هے -

همارے اخبـار کے نامه نـگار نے مسلمانان جزائر فیلي پائن کے سیاسي مستقبل کے متعلق شیخ موصوف سے دریافت کیا تها - انهوں نے جواب دیا :

" جب میں نے یہاں کے مسلمانوں کي حالت دیکهي تو میرا دل فرط غم و تاسف سے چور چور هوگیا - انکو مدد کي سخت ضرورت هے - انهیں هر طرح کي عمدہ تعلیم دیني چاهیے - اسوقت عالم اسلامي میں ان لوگونکي اصلاح و ترقي سے زیادہ افضل و اشرف کوئي کام نهیں "

مراسله نگار نے اس وحشیانه قتل و خونریزي کے متعلق پوچها جسے یہاں " جورا مینتیڈو " کهتے هیں - شیخ الاسلام نے کها که یه انکي ایک وحشیانه عادت هے جو بطور آثار عهد جاهلیت کے اب تک ان میں باقي هے - چنـانچه جو لوگ حج کر آئے هیں وہ اس حرکت کے سخت خلاف هیں - اسلامي تعلیم کي اشاعت سے اس مذموم عادت کي بیخکني هوسکتي هے - قرآن شریف میں یه کها گیا هے که جو آدمي ایک انسان کو قتل کرتا هے ' گویا وہ سب کو قتل کرتا هے (من قتل نفساً بغیر نفس او فساد في الارض فکانما قتل الناس جمیعاً) -

الارض بغيــر الحــــق (۱۰ : ۷۲)

خدا کی طرف متوجه کردیتی هے' اور نہایت خلوص اور عبودیت کے ساتھه دعائیں مانگنے لگتے هیں که خدایا ! اگر اس مصیبت سے تو همیں بچالے تو هم پھر کبھی تجھے نه بھلائینگے اور همیشه تیرا شکر کرتے رهینگے !

لیکن جب خدا انہیں اس بلا سے نجات دیدیتا هے تو وہ خشکی پر پہنچتے هی سرکشی اور بغاوت کرنے لگتے هیں' اور اپنی مصیبت کی گھڑی اور وعدے کو بھول جاتے هیں "

* * *

قرآن حکیم نے تقریباً دس بارہ موقعوں پر یه مثال بیان کی هے- یه اس وقت کی مثالیں نہیں جبکه جہازوں اور کشتیوں کی سلامتی کا دارومدار محض هوا پر تھا' جبکه سمندر کی قہرمانیة کے آگے انسان کی بے بسی بہت هی زیادہ تھی ' اور جبکه هوا کی مخالفت ' سمندر کی طغیانی ' بحری راستوں کی ناواقفیت ' اور خوفناک دریائی حیوانات کی خونخواری کے مقابلے کیلیے چھوٹے چھوٹے تختوں کی کشتیاں کچھه کام نہیں دے سکتی تھیں - لیکن اب دنیا تیرہ سو برس آگے بڑھگئی هے ' اور انسان نے اپنی مصیبتوں کو دور کرنے کیلیے محنت' اور علم کے بڑے بڑے معجزات دکھلاے هیں - اسٹیم کی ایجاد نے' هوا کی موافقت و مخالفت سے بے نیاز کردیا هے جسکے آگے انسان کی کوئی کوشش کارگر نہیں هوتی تھی - تمام دریائی راستے اس طرح معلوم کرلیے گئے هیں که پچھلے زمانے کے لوگوں کو خشکی کی راهوں کا بھی اتنا علم نه هوگا - روشنی کے منارے ' جہازوں کی دائمی آمد و رفت ' حرکت و سکون کے عجیب العواص آلات ' بے تار کی خبر رسانی ' اور نئی نئی ایجادات و انکشافات نے دریائی سفر کو زمین کے سفر کی طرح بالکل پر امن کردیا هے ' اور ایسے بڑے بڑے جہاز سمندروں میں ڈالے جاتے هیں که مثل ایک پوری بستی اور آبادی کے هوتے هیں ' اور تمام بحری حوادث و خطرات سے بے خوف و خطر هر طرف پھرتے اور دنیا کے ایک گوشے کو دوسرے گوشے سے متصل کرتے رهتے هیں :

پس اگر ایسا هی هوا هے تو کیا یه تمام مثالیں جو قرآن حکیم نے دریائی سفر کے متعلق دی هیں بیکار هوجائینگی ؟ کیا اب انسان کی عبرت کیلیے لسان الهی کے بیانات کام نه دینگے ؟ کیا انسان نے اپنی بے بسی کی مصیبتوں کو نابود کردیا ' اور خدا کے پکارنے کی اسے کچھه احتیاج نه رهی ؟

* * *

بارها میرے دل میں یه سوالات آئے' مگر سچ یه هے که انسان نے ابتک کچھه بھی نہیں کیا هے - اسکے غرور اور گھمنڈ کو کچلنے کیلیے ابتک حوادث ارضیه و بحریه کا هاتھه متحرک هے- زمین اسی طرح بے بس کردینے والی مصیبتوں سے معمور هے جس طرح که پہلی تھی' اور دریا ٹھیک ٹھیک اسی طرح مایوسی و نا امیدی کی هلاکت کے بے شمار مواقع رکھتا هے جسطرح که قرآن حکیم نے بتلایا هے - مصیبت و عجز انسانی کی ایک مثال بھی ابتک بے اثر نہیں هوئی - انسان نے بہت ترقی کی هے' لیکن وہ خدا کے سامنے ابتک بےبس اور لاچار هے- وہ خواہ کتنے هی طاقتور اور ناقابل تسخیر جہاز بنالے ' لیکن جیسا که اسکے خدا نے کہا هے ' اسے سمندروں کی مصیبتوں سے دو چار هونا هی پڑیگا - وہ طوفانوں میں ضرور گھریگا ' موجوں کے احاطے سے بے بس هوگا ' پانی کی چادریں اسپر سے گذرینگی ' لہروں کی طغیانی اسکا محاصرہ کریگی ' بالاخر اسکو اپنے گھمنڈ اور تمرد کا سرجھکانا پڑیگا ' اور بے بس اور عاجز هوکر خدا کو پکارنا هی پڑیگا - ٹھیک اسی طرح جسطرح که ایسے بہت پہلے انسانوں نے خدا کو پکارا تھا جبکه وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بادبانوں کے ٹکڑے جمع کر رهے تھے ' اور سمندر کی قہرمان هستی کے مقابلے کے لیے عظیم الشان جہازوں اور مہیب انجنوں کی جگه صرف لکڑی کے چند جڑے هوئے تختے اپنے ساتھه رکھتے تھے ! '

* * *

مصیبت کیلیے کچھه ضرور نہیں که وہ ایک هی راستے سے آئے - حالات کے بدلنے سے وسائل و بواعث بھی بدلتے رهینگے - یه سچ هے که اب باد بانی جہاز نہیں هیں جنکی سلامتی هوا کی موافقت پر موقوف تھی - تاهم بحر اطلانطک میں بہتی هوئی برف کی کوئی نه کوئی چٹان تو اب بھی نکل آسکتی هے جو " ٹائٹینک " جیسی انسان کی مغرور اور عظیم الشان صناعی قوت کو فنا کردیگی ؟

اگر یه صورت بھی نهو تو خود وهی انجن جسکے اعتماد پر انسانی غرور نے تسخیر بحر کا اعلان کیا هے ' موت اور تباهی کا وسیله بن جاسکتا هے اور پھٹکر تمام جہاز میں آگ لگا دیسکتا هے - جہاز " والٹرنو " کی آتشزدگی سے بربادی چند ماہ پیشتر کی بات هے !

* * *

حال میں " ایمپرس آف آیرلینڈ " کی درد انگیز تباهی نے اس حقیقت کو بالکل واضح کردیا هے - نه تو قوۃ دخانی کا عظیم الشان دیو کچھه کرسکا ' نه تو بے تار کی خبر رسانی کچھه کام آئی ' اور نه بیسویں صدی کے سائنس اور تمدن نے کچھه فائدہ پہنچایا - وہ سب کچھه هوا جو ان مثالوں میں قرآن حکیم نے بیان کیا هے - دریا کی موجیں هر طرف سے آٹھیں ' لہروں نے بڑھکے سطح جہاز پر قبضه کرلیا ' سمندر کی قہرمانیت هر طرف سے محیط هوگئی ' اور چند گھنٹوں کے اندر ایک هزار تئیس متمدن انسان انتہائی بے بسی اور درماندگی کے ساتھه دریا کے اندر فنا هوگئے - انسانی علم و ایجادات کا غرور ایک متنفس کو بھی نه بچا سکا : ما لهم من الله من عاصم !

* * *

یه فی الحقیقت الله تعالی کے طرف سے انسانی غرور اور گھمنڈ کے پشت غفلت پر ایک تازیانۂ عبرت هے جو کبھی کبھی حرکت کرتا هے تا که دنیا کو معلوم هو جاے که بڑی بڑی ترقیوں کے بعد بھی انسان اسی طرح فطرۃ کے پنجے میں هے جیسا که خلقت کائنات کے پہلے دن تھا' اور خدا کے پکارنے کیلیے ابتک اسی طرح مجبور هے جیسا که هزاروں برس پہلے تھا - خواہ وہ کتنا هی اپنی تدبیروں میں غرق اور اپنی فتح مندیوں پر نازاں هو لیکن جسطرح خدا نے اپنی حفاظت کیلیے یکے بعد دیگرے نئی نئی تدبیریں سوجھاتا رهتا هے ' اسی طرح وہ نئی نئی تدبیروں سے اسکے سر غرور کو کچل بھی سکتا هے - ادھر کوئی نئی تدبیر بچاؤ کی نکلیگی ' اودھر قدرت هلاک کی کسی نئی صورت کو مسلط کردیگی :

و اذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ فلما نجاکم الی البر اعرضتم' و کان الانسان کفورا - افامنتم ان یخسف بکم جانب البر او یرسل علیکم حاصباً ثم لا یجدوا لکم وکیلا ؟ (۱۷ : ۶۸)

" اور جب سمندر کے اندر تم مصیبت میں مبتلا هو جاتے هو تو جن قوتوں پر تمهیں اعتماد تھا ' ان میں سے کوئی بھی تمهارے کام نہیں آتی - تم سب کو بھول جاتے هو - صرف خدا هی تمهیں یاد آتا هے - لیکن پھر جب خدا تمهیں خشکی تک پہنچا دیتا هے ' تو اس سے گردن موڑ لیتے هو اور اپنی مصیبت کی گھڑی بھول جاتے هو !

لیکن اگر تم اپنی مصیبتوں کی طرف سے مطمئن هو گئے هو اور سمجھنے لگے هو که اب اور کونسی مصیبت هم پر آسکتی هے تو یه تمهاری بڑی هی غفلت هے - کیا یه ممکن نہیں که خدا تمهیں دریا کی جگه خشکی هی میں هلاک کرڈالے اور زمین کو دھنسا دے ؟ یا خوفناک آندھیاں چلا دے اور اس وقت تم کسی کو اپنا مددگار نه پاؤ ؟ اسکے عذاب کی تو هزاروں صورتیں هو سکتی هیں- وہ کچھه تمهاری طرح اپنے کاموں میں عاجز و درماندہ نہیں هے "

پروفیسر موصوف نے بہت سے ایسے عجیب عجیب آلات بنائے ہیں جو نہایت صحت و دقت کے ساتھہ ان تمام حرکات و تغیرات کو قلمبند کر لیتے ہیں جو پودوں میں خارجی اثرات سے پیدا ہوے ہیں یا خارجی اثر کے بغیر خود بخود اندر ہی اندر پیدا ہوتے رہتے ہیں - رائل سوسائٹی کے صدر جب پروفیسر موصوف کی پرائیوٹ تجربہ گاہ میں آئے تو ان پر سب سے زیادہ اثر انھی آلات کا پڑا - چنانچہ انھوں نے خود اس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس سلسلے میں علم وظائف الاعضاء (فزیالوجی) کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے وہ بہت اہم ہے - نیز انھیں امید ہے کہ یہ تحقیقات ایک ایسے انداز میں جاری رہیگی جو اس مسئلہ کے شایان شان ہے -

"اسٹینڈرڈ ورک ان فزیالوجی" (علم وظائف الاعضاء میں ایک مستند کتاب) کے مصنف پروفیسر اسٹارلنگ (Professer Starling) اور علم "وظائف اعضاء نباتات" (Plant Physiology) کے مشہور ماہر پروفیسر آلیور (Olwer) بھی پروفیسر بوس کی لیبوریٹری میں آئے تھے - انکے ساختہ آلات کی دقت و صنعت عملی سے بیحد متاثر ہوے - انھوں نے اعتراف کیا کہ پروفیسر بوس کا عملی اور علمی طریق دونوں بہت اہم اور عظیم الشان ہیں !

(عام دلچسپی اور اعتراف)

یہ عجیب بات ہے کہ اس دلچسپی کا دائرہ محض علم النباتات اور اسکے ہمرشتہ علوم کے حلقوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ طبعیات کے دیگر حلقوں میں بھی نہایت گہری توجہ پیدا ہوگئی ہے -

پروفیسر کارویتھہ رید ایک ماوراء طبیعی (Metaphysician) ہیں - یعنی انکا موضوع بحث وفکر مسائل ما وراء الطبعیات ہوا کرتے ہیں - فطرة (نیچر) کے ماوراء الطبیعی مسائل پر انھوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جسکا نام "میٹافزکس آف نیچر" ہے -

وہ کہتے ہیں کہ علمی دنیا میں سالہا سال سے کوئی کام اس قدر اہم نہیں ہوا ہے جیسا کہ اس ہندوستانی عالم نے کیا - انکی رائے میں یورپ کے موجودہ فلسفیانہ خیالات پر اس انکشاف کا نہایت گہرا اثر پڑیگا - اور اب تک ہم جس نظرے سے روح اشیاء کو دیکھتے آئے ہیں ' اسمیں یقیناً بہت کچھہ تغیر ہو جائیگا -

مسٹر ارتھر بالفور بھی پروفیسر بوس کے نظریہ سے بہت متاثر ہیں - اور انکی پرائیویٹ تجربہ گاہ میں کئی بار آچکے ہیں پروفیسر نے انکو درختوں کی زرد رنجی اور چڑ چڑے پن کے متعلق جو تجارب دکھلائے ' انمیں انھوں نے نہایت گہری دلچسپی لی - مسٹر بالفور کو حیرت ہے کہ یہ نظریہ علماے وظائف الاعضاء کے لیے کسقدر اہم و عظیم الاثر ہے !

ادبیات

آثار علمیہ خطیہ

مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام

شب وصال میں مونس گیا ہے بن تکیہ
ہوا ہے موجب آرام جان و تن تکیہ
خراج بادشہ چین سے کیوں نہ مانگوں آج ؟
کہ بن گیا ہے خم جعد پر شکن تکیہ
بنا ہے تختہ گلہاے یاسمین بستر
ہوا ہے دستۂ نسرین و نسترن تکیہ
فروغ حسن سے روشن ہے خوابگاہ تمام
جو رخت خواب ہے پرویں ' تو ہے پرن تکیہ

قطعہ

مزا ملے کہو کیا خاک ساتھہ سونے کا ؟
رکھے جو بیچ میں وہ شوخ سیم تن تکیہ
اگرچہ تھا یہ ارادہ مگر خدا کا شکر
اٹھا سکا نہ نزاکت سے گلبدن تکیہ
ہوا ہے کاٹ کے چادر کو نا گہاں غائب
اگرچہ زانوے نل پر رکھے دمن تکیہ
بضرب تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا
کہ ضرب تیشہ پہ رکھا تھا کوہکن تکیہ
یہ رات بھر کا ہے ہنگامہ صبح ہونے تک
رکھو نہ شمع پر اے اہل انجمن تکیہ
اگرچہ پھینک دیا تم نے دور سے لیکن
اٹھاے کیونکہ یہ رنجور خستہ تن تکیہ
غش آگیا جو پس از قتل میرے قاتل کو
ہوئی ہے اسکو میری نعش بے کفن تکیہ
شب فراق میں یہ حال ہے اذیت کا
کہ سانپ فرش ہے اور سانپ کا ہے من تکیہ
روا رکھو نہ کبھو تھا جو لفظ "تکیہ کلام"
اب اسکو کہتے ہیں اہل سخن "سخن تکیہ"
ہم اور تم فلک پیر جسکو کہتے ہیں
فقیر غالب مسکین کا ہے کہن تکیہ

(مسٹر بوس کا کارنامہ)

یہ مضمون ہم نے صرف اسلیے اس اشاعت میں شائع کیا تاکہ پروفیسر بوس ایک سرسری تعارف الہلال کے حلقۂ مطالعہ سے ہوجاے - ورنہ اصلی موضوع بحث پروفیسر موصوف کی تحقیقات و انکشافات کی تشریح ہے اور اسکا با تصویر سلسلہ آئندہ اشاعت سے شروع ہوگا -

شذرات علمیہ

کوا پریٹو سوسائٹی

شکر ہے کہ کوا پریٹو سوسائٹی کی تحریک ہندوستان میں آگے بڑھ رہی ہے اگرچہ رفتار افسوسناک طور پر سست ہے - اس تحریک کے آغاز کو دس سال ہوگئے - اسوقت کل ۲ ہزار سوسائٹیاں ہیں ' اور انکے ممبروں کی تعداد قریباً ۹ لاکھہ - کار و بار میں لگے ہوے سرمایہ کی مقدار ۵ کرور ہے -

یہ نظام اعانت ہندوستان کے علاوہ مصر جرمنی ' اور اطالیا میں بھی رائج ہے - مصر میں ہندوستان کے بعد اور اسی کے نمونہ پر روشناس کیا گیا ' اسلیے اسکے نتائج قابل ذکر نہیں - البتہ اطالیا اور جرمنی کے موازنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعتی آبادی میں سے ہر ۲۰ ہزار کے لیے اطالیا میں ۱۵ اور جرمنی میں ۵۲ ' ہیں مگر بدبخت ہندوستان میں صرف "ایک" !

اسکی وجہ کچھہ تو اس تحریک کی نو عمری اور زیادہ تر ملک کی وسعت ' جہل کا استیلاء ' اور تعلیمیافتہ طبقہ کی اقتصادی اور اجتماعی تحریکوں سے غفلت و بے رغبتی ہے

دول یورپ اور فوج

آیندہ سال امن کی حالت میں جرمن فوج کی اصل تعداد ۸ لاکھہ ۷۰ ہزار ہوگی لیکن جنگ کے زمانہ میں ۵۴ لاکھہ تربیت یافتہ اشخاص کی خدمت حاصل کرسکیگی با ایں ہمہ فوجی حلقوں میں مزید اضافہ کی فرمایش ہورہی ہے - جرمنی کو دیکھکر فرانس نے بھی اپنی فوج میں معقول اضافہ کرلیا ہے مگر وہ اضافہ کے بعد بھی جرمنی سے بہت کم ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ فرانس جرمنی کا سا فوجی مصارف کا متحمل نہیں ہوسکتا یہی سبب ہے کہ وہ اپنے حلیفوں کی طرف اعانت طلب نظروں سے دیکھہ رہا ہے -

روس بھی اپنی فوج میں اضافہ کا انتظام کر رہا ہے جسکی تعداد ۴ لاکھہ ۵۰ ہزار ہوگی سب ملاکر امن کی حالت میں روسی فوج کی تعداد ۱۷ لاکھہ ہے - گویا جرمنی سے کوئی دو چند -

لیکن سچ یہ ہے کہ جرمنی کو اس غیر معمولی اضافہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا - کیونکہ اب بھی مفاهمت ثلاثہ کی فوجی طاقت اتحاد ثلاثہ کی فوجی طاقت سے بہت زیادہ ہے -

مذاکرۂ علمیہ

مشہور پروفیسر جے - سی - بوس

اور

علماء انگلستان کي قدرداني

آجکل مشہور بنگالی عالم پروفیسر بوس انگلستان میں مقیم هیں اور اپنے نودریافت نظریہ پرجا بجا تقریریں کر رهے هیں - انکی پرائیویٹ برطانی تجربہ گاہ (لیبورٹری) علما و محققین انگلستان کا مرکز شوق و شغف بنگئی ہے !

آج دنیا کے سب سے چھوٹے براعظم (یورپ) اور بقیہ کرۂ زمین کي هر شاخ حیات ملی میں جو عظیم الشان فرق نظر آتا ہے، وہ قدرت کی کسي غیر عادلانہ تقسیم کا نتیجہ نہیں ہے - قدرت نہ تو بخیل ہے اور نہ متعصب - اسکے نزدیک امتیاز مرز و بوم، رنگ و تفریق رنگ و نسل کوئی شے نہیں -

سیاہ افریقہ، متمدن ایران، زرد رو مشرق اقصی (چین و جاپان) بوقلموں هندوستان، اور سفید یورپ، سب اسکے نزدیک ایک هیں :

کلکم من آدم و آدم من تراب !

اس کا ابر کرم سب پر یکساں برستا ہے - البتہ جو لوگ اپنے باغ و چمن کو اس سے سیراب کرلیتے هیں، انکا دامن همت گل و ثمرات مالا مال رهتا ہے - لیکن جنکے یہاں برسات کا موسم غفلت میں کاٹ دیا جاتا ہے، انکے وهاں همیشہ خاک اڑتی رهتي ہے :

من عمل، فلنفسہ - و من عسی فعلیہ

مواهب ذهنیہ قدرت نے یورپ اور غیر یورپ، دونوں کو یکساں دیے هیں - یورپ میں انکي تربیت و پرداخت کي جاتي ہے - اسلیے جلیل القدر فلسفی، عظیم الشان طبیعی، عالی مرتبہ مخترع، بلند پایہ مصنف، جادو نگار انشاء پرداز، اور سحر آفرین ادیب پیدا هوتے هیں، لیکن مشرق نے اپنے تمام خصائص تعلیم تربیت کھو دیے - نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام فطري قوتیں جو قدرت کي بخشش سے اُسے ملي هیں، ضائع جاتی هیں، اور هم میں اکابر و ابطال (هیروز) کا هر طرف قحط ہے : و ما کان اللہ لیظلمهم و لکن کانوا انفسهم یظلمون !

* * *

اس حقیقت کی مثالوں کي کمي نہیں اور نہ همیں کسي غیر معمولی تفحص و تلاش کی ضرورت ہے - کیونکہ اسکی تازہ ترین مثال پروفیسر بوس همارے سامنے موجود هیں - وہ ایک ایسی قوم کے ممبر هیں جو صدیوں سے خوابیدہ و افتادہ پڑي تهی - مگر ایک صدي سے کم کي بیداري نے آج اسمیں ارتقاء دماغی کی بہترین مثالیں پیدا کردي هیں !

(اکسفورڈ)

پروفیسر موصوف کي اولین تقریر غالباً آکسفورڈ میں هوئي ہے - اس تقریر کي کامیابي کا غلغلہ جب سے بلند هوا ہے، اسوقت سے تمام علمی حلقوں کي نظریں دفعۃ اٹھگئي هیں اور دوسرے علمي معاهدوں (انسٹیٹیوشنز) سے بھي دعوتیں آرهی هیں کہ اپنی تحقیقات سے انهیں افادہ کا موقعہ دیں !

(کیمبرج)

آکسفورڈ کے بعد انهوں نے کیمبرج میں تقریر کي - کیمبرج والوں نے اسقدر اهتمام کیا کہ انکے تجربہ کے پودوں کے لیے خاص هندوستان کي مٹی مہیا کي !

کیمبرج کا بٹانیکل تهیٹر (تماشا گاہ نباتات) ایک وسیع اور کشادہ عمارت ہے - پروفیسر موصوف اسی عمارت میں اپنی تقریر کے متعلق تجربے دکھا رهے تھے - ریوٹر کا بیان ہے کہ یہ عمارت بڑے بڑے طبیعیین اور خصوصیین (اکسپرٹس) سے اس طرح بھري هوئی تهي کہ تل رکھنے کي جگہ نہ تهي - اور یہ تمام مجمع اساتذۂ علم همہ تن گوش هو رها تھا !

کیمبرج کا قاعدہ ہے کہ جب کوئي طالب علم کسي خاص شاخ میں فضیلت (آنرز) کا درجہ حاصل کرتا ہے تو ایک خاص امتحان لیا جاتا ہے - اسے ترپوس (Tripos) کہتے هیں -

پروگرام کے قرار دادہ وقت کي رو سے تقریر کا وقت آگیا تھا مگر اسوقت بعض مستعد طلبہ ترپوس میں بیٹھے تھے - اسلیے پروفیسر بوس سے درخواست کي گئی کہ وہ صرف دس منٹ اور توقف کریں تا کہ طلبہ امتحان سے فارغ هوکے آجائیں اور محروم نہ رهیں -

(سر ایف - ڈارون)

اثناء تقریر میں هر تجربہ اور اسکے مظاهرہ (Demonstration) کا استقبال گرمجوشي اور پر زور چیرز سے کیا جاتا تھا - چیرز کے متعلق یہ امر قابل ذکر ہے کہ انکي ابتداء موجودہ انگلستان کے مشہور عالم نباتات (Botanist) سر فرانسس ڈارون کرتے تھے - عموماً پہلے انهي کے هاتھوں کو تالیوں کیلیے بے اختیارانہ جنبش هوتی تهی، اور پھر تمام هال گونج اٹھتا تھا !

سر ایف - ڈارون نے آخر میں یہ تجویز پیش کي کہ پروفیسر بوس کے لیے شکریہ کا ووٹ پاس کیا جاے - ووٹ تجویز کرتے هوے انهوں نے کہا کہ وہ قدردانی کے جذبات سے لبریز هیں - نہ صرف اسلیے کہ یہ کام نہایت درخشاں و یادگار ہے، بلکہ اس لیے کہ تجارب کی نوعیت ایسي ہے کہ انسان کو ناگزیر طور پر مائل هوجانا پڑتا ہے - انهوں نے اعتراف کیا کہ مقرر ایک نادرالوجود ذهن و دماغ رکھنے والا صاحب عملیات ہے - نیز حاضرین کو اس امر کي طرف توجہ دلائي کہ انهوں نے جو کچھ ابتک کیا ہے محض اپنی جیب خاص کے مصارف سے کیا ہے - حتی کہ انکو اپنے تجارب کے لیے بہت سے خاص خاص آلات بنانا پڑے جو اسقدر قیمتی اور نازک هیں کہ دیکھکے حیرت هوتي ہے -

نفس موضوع کے متعلق انهوں نے کہا کہ اپنے اندر ایک وسیع دلچسپي رکھتا ہے اور اگر یہ کام آگے بڑھا تو اس سے بہت کچھ امید کي جاسکتی ہے -

(مسٹر بوس کی تجربہ گاہ)

پروفیسر بوس کے مسئلہ کے متعلق انگلستان کے علمي حلقوں میں اسقدر دلچسپي بڑھگئي ہے کہ بہت سے اجلہ علماء و مشاهیر انکي پرائیوٹ تجربہ گاہ (لیبوریٹري) میں آتے هیں اور انکے مخصوص و مابہ الافتخار مسئلہ کا درس و مطالعہ کرتے هیں !

جو گرتے اٹھتے ہیں وہ انسے زیادہ بے خطر دوڑتے ہیں جنھیں راہ کی ٹھوکروں کی خبر نہیں -

وہ ہمیشہ کیلیے بندھگیا - یہی حملہ کیوپڈ کا ناقابل دفاع ہوتا ہے ' حالانکہ جنگل کی عورتوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھکر کہا تھا : " تو اپنی کمان کھینچ مگر زنجیر سے کام نہ لے " (۱)

عشق چون بر سرکسی حملۂ بیداد آرد
اولش قوت بگسیختن از پا ببرد

* * *

" ٹریفک " لندن کے مشہور انتقاد نگار مسٹر فلپ گبس نے اس کتاب پر نہایت دلچسپ ریویو لکھا ہے اور بعض قابل غور اقتباسات پیش کیے ہیں - ہم اسکا خلاصہ درج کرتے ہیں :

" پارنل " اپنے وقت میں آئرش تحریک کا سب سے بڑا لیڈر تھا - اسوقت کسی کو اسکا وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ایک عورت کے لیے تمام دنیا کو کھو بیٹھے گا ؟ یا یہ کہ ایک قوم جو انتہائی دل شکنی کے لیے اٹھی ہے' اپنی قومی قسمت کے ایک نہایت ہی نازک وقت میں اپنے ایک ہی لیڈر کو صرف اسلیے چھوڑ دیگی کہ اس نے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی تھی ؟

مگر ایسا ہی ہوا - پارنل سے لغزش ہوئی - عشق کے حملے کو وہ نہ روک سکا - اسکے متبعین نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا - نتیجہ یہ نکلا کہ آئرش تحریک کم از کم بیس سال پیچھے ہٹگئی -

مسز " اوشے " ہی وہ عورت ہے جسکے لیے پارنل نے اپنا مستقبل برباد کیا ' اسلیے اسکے اس قول کو ضرور باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ (یعنی مسیز اوشے) " پارنل کی روح کے خلوتکدوں میں اسکی پیچیدہ تاریکیوں اور نظر خیرہ کن روشنیوں کے باوجود داخل ہوئی " -

پارنل ایک دراز قامت ' عمیق و سنجیدہ چشم ' مسرور مگر ہوشمند چہرہ انسان تھا - تعجب یہ ہے کہ جب وہ ان لوگوں سے ملتا تھا جن کو اس سے ہمیشہ سابقہ پڑتا تھا ' تو اسوقت بھی وہ معمولی انسان نہیں معلوم ہوتا تھا !

اسمیں اپنے انگریزی آبا و اجداد کی نخوت اور مغرورانہ کم سخنی تھی جسکی تائید اسکے حیاء پرور اور ذکی الحس مزاج سے ہوتی تھی' لیکن ساتھہ ہی اسکے کریکٹر میں چیلیج کا بھی انداز تھا - آئرش قوم کی روح پوری طرح اسمیں موجود تھی - اسکی گہری اداسی' اسکی وہم پرستی ' اسکا دساتوں کا سا اندر ہی اندر سلگنے والا جذبہ کیسا عجیب تھا ! وہ رومن کیتھولک نہ تھا ' مگر انکی اسرار پرستی کی ہوا اسے لگ گئی تھی - تاہم وہ انکے عقائد سے اتفاق نہ کر سکا -

مسز اوشی لکھتی ہیں : " اسکا (پارنل کا) ارادہ سخت خود مختار تھا - وہ جب ایک دفعہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا تو پھر نہ کسی کو اسمیں مداخلت کرنے دیتا تھا ' اور نہ کسی شے کو اپنی راہ میں حائل ہونے دیتا "

مسز مذکور بتلاتی ہیں کہ " جب اسکی جماعت میں سے کوئی شخص اسے روکتا تھا ' تو وہ کس طرح خوفناک سفید ہو جاتا تھا ؟ اور کس طرح اس شخص کو اپنی جماعت سے ایک ایسی خاموشی اور سرد مہری کے ساتھہ نکالدیتا جو اسکے ارادہ کی اندیشیدہ مخالفت سے پیدا ہوتی "

اسکا قول تھا کہ " جب تک میں لیڈر ہوں ' لوگ میرے آلات اور اوزار ہیں - اگر انہیں یہ منظور نہیں تو چلے جائیں " اس نے بیرحمی سے ان " آلات " کو اپنی خطرناک سرد طاقت سے ڈھال کے سد راہ ہونے اور ڈرانے کا وہ معرکہ شروع کیا جو انگریزی ارباب سیاست کے لیے ایک " خواب پریشان " ہوگیا -

لیکن یہ اتفاق دیکھو کہ جب وہ اپنے سے باہر اس طرح محشر بپا کر رہا تھا تو خود اپنے اندر عشق کا شکار ہوگیا - اسی کی داستان الم کا دفتر کیتھرائن اوشی نے اپنی کتاب میں کھولا ہے -

پہلے کیتھرائن کیپٹن اوشی آئرش ممبر پارلیمنٹ کی بیوی تھی - اس نے پارنل ' بہت لمبے ' دبلے ' اور خوفناک زرد رو پارنل کو سب سے پہلے " پیلس یارڈ " میں دیکھا - وہ لکھتی ہے :

" اس نے (پارنل نے) ایک تبسم کے ساتھہ میری طرف سیدھی نظروں سے دیکھا - اسکی شعلہ فشاں آنکھوں نے کچھہ ایسے حیرت انگیز شوق کے ساتھہ دیکھا تھا کہ میرے دماغ میں اسکی عجیب ہستی کا تصور پیدا ہوگیا - میں نے خیال کیا یہ شخص عجیب و غریب اور مختلف قسم کا ہے "

اسی وقت سے یہ معلوم ہونے لگا کہ ان دونوں میں بہت گہری ملاقات ہوگئی ہے - اسکے بعد ہی باقاعدہ مگر مخفی خط و کتابت بھی شروع ہوگئی -

سنہ ۱۸۸۰ء میں جب پارنل کو خوف پیدا ہوا کہ اسے بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیا جائیگا ' تو وہ ایک دن شب کو مسز اوشی کے مکان پر آیا اور اس سے اپنے تئیں چھپانے کی فرمایش کی -

پارنل مسز اوشی کے ڈریسنگ روم میں دو ہفتہ تک چھپا رہا - مکان والوں میں سے کسی کو اسکی خبر نہ ہوئی - البتہ نوکروں نے صرف اسقدر کہا کہ " بیوی (مسٹریس) پہلے جسقدر گوشت کھاتی نہیں - اب ڈریسینگ روم میں اس سے زیادہ کھانے لگی ہیں ! "

مسز اوشے کے یہاں سے جب پارنل جانے لگا تو اس نے تمام سیاسی مراسلات مسز اوشی کے حوالے کردیں - مسز اوشی نے ایک مجوف کنگن بنوایا اور اسمیں ان مراسلات میں سے دو مراسلوں کو جو خاص طور پر اہم اور خطرناک تھیں' رکھکر اپنے بازو پر پہن لیا - یہ کنگن اسیطرح تین برس تک اسکے بازو پر بندھے رہے -

مسز اوشے پارنل کے تمام رازوں کی محرم تھی - یہ اسی کا مکان تھا جہاں پارنل اپنی جماعت کے جلسوں کو چھوڑ کے آ جایا کرتا تھا ' اور گھنٹوں اس عجیب عورت کے ساتھہ بیٹھا رہتا تھا جسکو وہ اپنی زبان میں " ملکہ " کہتا تھا - وہ بھی اسے اپنا " بادشاہ " کہتی تھی !

بارہا ایسا ہوا کہ وہ نہایت اہم جلسوں میں صرف اسلیے نہ جا سکا کہ اسکی " دلربا ملکہ " نے اسے اجازت نہ دی - آہ ! وہ کس قدر ظالم تھی جبکہ اس انسان کو روک رہی تھی ' جسکے جانے پر ایک پورے ملک کے مستقبل استقلال کا دار و مدار تھا !

مسز اوشی جب کبھی اسے لعنت و ملامت کرتی تو وہ ہمیشہ یہ جواب دیتا کہ ملکہ ! تم آئین بادشاہت سے واقف نہیں " نہ کبھی وجہ بیان کرے اور نہ کبھی معذرت کرے " !

اسکے ساتھہ ہی ہنسکے (جو اسکے لیے عام طور پر ایک نادر الوقوع امر تھا) ان الفاظ کا اضافہ کردیتا - " اگر میں معذرت کی انسانی کمزوری سے بالاتر نہ ہوتا تو اپنی جماعت کو قائم نہ رکھسکتا "

اس قصہ کا وہ حصہ بہت دلچسپ ہے جہاں مسز اوشی نے یہ بتایا ہے کہ وہ کیونکر پارنل اور گلیڈسٹون میں ایک متوسط کی حیثیت سے کام کیا کرتی تھی اور کس طرح حسن و عشق سیاست' اور قومی تحریک کا نامہ بر تھا ؟

مسز اوشی کا دعوا ہے کہ اس محبت کے بارے میں وہ پارنل کو (جس نے اپنی تمام عمر ایک عورت کے لیے خطرہ میں ڈالدی) اور اپنے آپ کو (جس نے اپنے جاں نثار عاشق کے لیے شریف شوہر سے بیوفائی کی) ہرگز مجرم نہیں سمجھتی - اور وہ ان لوگوں کے نفاق کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو اس قصہ کے طشت ازبام ہونے اور طلاق کے منظور ہونے کے بعد ان دونوں کی محبت کو برا کہتے ہیں - حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی انکے باہمی تعلقات سے واقف تھے مگر کبھی انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا

(۱) یونانی علم الاصنام میں کیوپڈ عشق کا دیوتا ہے جسکے ہاتھہ میں عشق کا تیر و کمان ہے - ایک منظر میں دکھلایا ہے کیا کہ صحرا میں حسین عورتوں نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور فریاد کی کہ کمان کھینچ مگر زنجیر سے کام نہ لے -

مطبوعات جدیدہ

تاریخ استقلال ائرلینڈ کی ایک عشق امیز داستان

مسٹر اوشي

مسز اوشي

چارلس اسٹوارٹ پارنل

(ایک پولیٹکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں !)

آجکل آئرلینڈ کي آزادي و استقلال کي تحریک اپني آخرین منزلوں سے گذر رهي هے - اس موقعه پر اگر اس تحریک کے ایک مشہور لیڈر کا تذکرہ کیا جاے تو غالباً وقت اور موسم کے خلاف صحبت نه هوگي - علی الخصوص ایسي حالت میں که اسکے اندر انساني حیات کے بہت سے دلچسپ اور مطالعه طلب اسرار کا انکشاف هو !

* * *

اس تحریک کے مشہور لیڈروں میں ایک جانباز شخص " چارلس استوارٹ پارنل" تها - اس نے مسٹر گلید اسٹون کے زمانے میں بے انتہا شہرت حاصل کي جبکه وہ آئرلینڈ کا " هوم رول بل" ترتیب دے رهے تھے - موجودہ تحریک کي زندگي اسي کي جانفروشیوں کا نتیجه هے -

آئرش تحریک کے تمام هوا خواهوں میں اسکي پرستش کي جاتي تهي اور تمام قوم اسکي مطیع و منقاد تهي !

* * *

لیکن اسکے بعد کچهه ایسے واقعات پیش آگئے جنکي وجه سے پارنل یکایک نظروں سے گر گیا ' اور خود اسے بهي محسوس کیا که اسکي عملي قوت شکست کهاکے اسے چهوڑنا چاهتي هے -

پبلک اس سے بدظن هوگئي ' عزت و اطاعت کي جگه حقارت و تذلیل کے ساتهه اسکا ذکر هونے لگا - خود انهي لوگوں نے ساتهه چهوڑ دیا جنکے استقلال کیلیے اس نے اپني زندگي خطرات و مهالک میں ڈالدي تهي - نتیجه یه نکلا که آئرلینڈ کا مسئله کامیابي سے قریب تر هوکر پهر گر گیا ' اور ائرش تحریک بیس سال کیلیے پیچهے رهگئي - یه مسلم هے که اگر مسٹر پارنل کو اسکي قوم نے چهوڑ نه دیا هوتا تو آئرلینڈ کي موجودہ حالت ابسے ایک چوتهائي صدي پہلے هورهتي -

* * *

یه انقلاب جو ایک محبوب القلوب اور پر عظمت و رفعت زندگي میں هوا اور جس سے آفتاب شہرت کو عین نصف النهار کے وقت گہن لگ گیا ' اسکي علة صرف ایک عورت کي نگه ساحر کي افسوں طرازي تهي ' جسکے آگے آئرلینڈ کو استقلال دلانے والے دماغ نے اپنے تئیں بالکل بیدست و پا پایا ' اور همت و عزائم کے جس تاج و تخت کو حکومت کي سطوت و هیبت مرعوب نهیں کرسکتي تهي ' وہ ایک متبسم چهرے ' ایک شگفته چشم و ابرو ' ایک پر از عشق نگه ناز ' اور ایک دلستاں و شکیب ربا صداے مترنم کے آگے اضطراب و تزلزل سے کانپنے لگا !

اس عورت کا نام " مسز اوشي " تها - مسٹر اوشي ممبر پارلیمنٹ کی بیوي تهي مگر پارنل کے لیے اس نے اپنے شوهر کو چهوڑ دیا ' اور جب عرصے تک خفیه تعلقات رهچکے تو طلاق لیکر صرف اسي کي هوگئي - یه حالات جب مشہور هوے تو لوگوں کو سخت افسوس هوا اور افسوس نفرت و حقارت بنکر یکایک تمام ملک میں پهیل گئي !

حال میں خود " مسز اوشي " نے ایک نهایت دلچسپ کتاب مسٹر پارنل کے متعلق شائع کي هے جسکا نام " پارنل ' اسکے عشق کا افسانه ' اور اسکي سیاسی زندگي " هے - یه کتاب نهایت دلچسپ هے - علی الخصوص اس لیے که گویا ایک صید و نخچیر کي سرگذشت هے جو خود صیاد کي زبان سے نکلي هے - اور اس خصوصیت کے اعتبار سے شاید اپنے رنگ میں ایک هي کتاب هے -

فرهاد و شیریں ' لیلي و مجنوں ' جمیل و سلمی ' اور قیس و لبنی کا عہد گیا :

دور مجنوں گذشت و نوبت ما ست !

اب اس عہد نے مجنوں و فرهاد مسٹر پارنل جیسے عشاق هیں ' اور لیلي و شیریں کا حجلۂ حسن مسز اوشي جیسي نکته شناس اور کتاب طراز فتنه گروں کو ملا هے - پہلے عشق کي داستانیں صرف زبان عشق هي سے سني جاتی تهیں - اب زبان حسن انکي ترجماني کریگي - یه گویا فرهاد کي سوانح عمري هے جو اس عہد کے شیریں کے قلم سے نکلي هے !

تا رب کس آشناے کسے نکته داں مباد !

* * *

سب سے بڑي خصوصیت جو اس سوانح عمري میں هے ' وہ ایک سیاسي زندگي کا حیات عشقیه سے آمیز هونا هے - اس سے اندازہ کیا جا سکتا هے که حسن و عشق کي خود فراموشانه صحبتوں میں آکر ایک پولیٹکل لیڈر کا کیا حال هوتا هے ؟

بظاهر یه دونوں چیزیں متضاد نظر آتي هیں مگر حقیقت میں سرچشمه دونوں کا ایک هي هے - ایک نه هو جب بهي عشق کي روح تو وہ جوهر حیات هے جو هر جسم کو زندہ کردیتا هے :

یکے دوا ست بدار الشفاء میکدہ ها
ز هر مرض که بنالد کسے شراب دهند !

کرامویل نے بهي محبت کے نمود کي تقدیس کي ' اور اٹلي کے پاک نژاد " میزیني " کي نسبت بهي کہا جاتا هے که ایک زلف صد کمند تهي ' جسکي لٹوں میں کبهي کبهي اسکي بے مہر انگلیاں محبت سے شانه کیا کرتي تهیں - نپولین جب ماسکو کو تباہ کرکے واپس آرها تها تو اس نے کہا: " میں عشق سے انکار نہیں کرتا ! "

لیکن پارنل کي مصیبت دوسري قسم کي تهي - وہ گر کر اٹهه نه سکا حالانکه

CHARLES STEWART PARNELL
His Love Story and Political Life
By KATHARINE O'SHEA
Vol. I.

CHARLES STEWART PARNELL
His Love Story and Political Life
By KATHARINE O'SHEA
Vol. II.

مسٹر اسٹوارٹ پارنل

مراسلات

دولـة عثمـانيـه كا مستـقبـل

اور تعليم و تربيت و نظام عمومي

حضرت مولانا - السلام عليكم و رحمة الله - جب خالد خليل بے بمبئي ميں تشريف فرما تھے ، تو ميں نے اونكي خدمت ميں چند خيالات ظاهر كرنے چاهے تھے ' مگر افسوس كه وه يهاں سے چلے گئے اور مجهكو وقت نه ملا كه اپنا ارادة پورا كرسكتا -

اسميں كچهه شبه نهيں كه نصراني يورپ اس باقي ماندة اسلامي سلطنت تركي كي تباهي كے درپے هے اور انساني قوتوں كي رفتار پر غور كرنے سے يه نتيجه نكلتا هے كه بفرض محال اگر تركي كي اسلامي رعايا ميں وه جوش پيدا بهي هوجاے ' جو قرون اولى كے مسلمانوں ميں تها يا اب جاپان ميں هے ' تو بهي انكا ترقي كركے كسي ايك نصراني سلطنت كے هم پله هونا بهي ممكن نهيں -

يه سب كچهه تسليم كرنے كے بعد بهي دل محض بسكوت اور خاموشي پر مائل نهيں هوتا - ميرا يه عقيدة هے كه اسلام كا دار مدار صرف اب تركي تلوار هي پر هے - اگر خدا نخواسته تركي نهيں تو مسلمانوں كا بهي خاتمه هے - يهودي سلطنت كهوكر تاجر بن گئے ' مگر بدبخت مسلمانوں ميں تو يه مادة بهي نهيں اور نه هوسكتا هے كه وه بنيے بقال بن جائيں - پس همكو اس پرچم اسلام كي حفاظت كے ليے جو كچهه هوسكے كرنا چاهيے ' اگرچه موجودة علائق كي بيڑيوں كي وجه سے هماري كوشش كا دائرة كتنا هي محدود اور تنگ كيوں نه هو -

ميں نے آپكي خدمت ميں پہلے بهي لكها تها كه خدام كعبه كي تحريك ايك اصلي اور بهترين تجويز هے ' بشرطيكه اسكو صحيح اصول اور غير متزلزل ديانت كے ساتهه چلايا جاے - ميں يه هرگز نهيں كهتا كه خدا نخواسته بانيان خدام كعبه كي ديانت مشتبه هے مگر جبتك كه روپيه كا انتظام اس سے بهي زيادة باقاعدة نهو جيسا كه اب هے ' پبلك كو اطمينان نهيں هوسكتا ' اور اگر ايسا هي هو جاے تو پهر ديگر عوائق كے پيش آنے كا احتمال هے جسكو يه جماعت ابهي سے محسوس كررهي هے - خير ' يه تو بيروني مساعي هيں مگر حقيقت يه هے كه جبتك اندروني كوششيں نهونگي اسوقت تك تركي كي موجودة حالت قائم رهتے نظر نهيں آتي - حكومت كا انتظام بالكل ناقص هے جسكي وجه كاركن اشخاص اور حكام كي نالائقي هے - سول سروس باقاعدة نهيں - مشرقي اصول پر با اثر وزرا كے متوسلين اور رشته دار عهدوں پر مامور هيں ' اور چونكه ايسے اشخاص عموماً نا قابل هوا كرتے هيں اسليے اپنے فرائض منصبي كو وه ادا نهيں كرتے ' جسكا نتيجه يه هے كه اجنبي نصارى كو دخل دينا كا موقع ملتا هے - اسكے انسداد كے ليے ميں ايك تجويز پيش كرتا هوں :

قسطنطنيه ميں ايك كالج قائم كيا جاے ' يا يوں كهيے كه امتحان كا ايك بورڈ هو ' اور اسميں كل عثماني رعايا كے اشخاص مقابله كا امتحان ديسكيں ' اور امتحان ميں كامياب هوكر سول سروس كے ادني درجه سے ترقي كريں - انكے سوا كسي كو سول كے عهدے نه ديے جائيں - انكے واسطے ايك يورپين زبان مثلاً انگريزي يا جرمن وغيرة لازمي هو - اسكے علاوہ انكے نصاب ميں يورپين قانون ' قانون بين الاقوام ' قران شريف كل معه ترجمه تركي فقه كا وه حصه جو معاملات سے متعلق هے ' اور عربي علم ادب هو - گهوڑے كي سواري اور امتحان صحت هي كيا جاے جسے يورپ كے تعليم يافته تين مسلمان ڈاكٹر كيا كريں - اس امتحان ميں كامياب هونے كے بعد ان اميد واروں كو تنخواه ملني شروع هوجاني چاهيے جو مقدار ميں بهت كم هو مگر ضروري مصارف كے ليے كافي هو - پهر ان سے كها جاے كه جس ملك كي زبان انهوں نے امتحان ميں لي هو ' اوسي ملك ميں ايك سال تك رهكر وهانكا قانون اور عدالتونكي عملي كارروائي كا مطالعه كريں - اسكے بعد ايك سال كيليے وه هندوستان ميں آكر كسي ضلع ميں بطور آنريري مجسٹريٹ كام كا تجربه حاصل كريں - اردو زبان چنداں مشكل نهيں - دو تين مهينے ميں سيكهي جا سكتي هے - البته لكهنا مشكل هے ' ليكن آنريري مجسٹريٹ كو اپني هي قلم سے لكهنا ضروري نهيں هے - اسكے بعد وه اپنے ملك ميں جاكر كام كريں - اكيس برس سے كم عمر كا آدمي امتحان مقابله ميں شريك نهوسكے ' اور ۲۳ سال سے زيادة عمر كا آدمي نه ليا جاے - دو سال تجربه كے ليے كافي هونگے - هاں رياضي انٹرنس كے درجه تك كے لازمي كيجائے - اگر ترك ايسا كوئي انتظام كر سكيں تو ميں يقين كامل ركهتا هوں كه نه تو يورپ سے انسپكٹر ليدے كي ضرورت ارنكو پيش آئيگي اور نه وه عهدة داروں كے ليے بهيك مانگتي پهريگي - اس امتحان ميں هندوستان اور كابل كے مسلمانوں كو بهي شامل هونے كي اجازت ديجاے ' بشرطيكه وه تركي زبان ميں مهارت حاصل كرليں ' اور پندرہ برس كي عمر سے اكيس سال كي عمر تك سلطنت عثمانيه كے حدود ميں سكونت ركهيں -

دوسرا اهم مسئله ترقي تجارت كا هے ' اور شايد اس سے بهي زيادة مشكل هے ' كيونكه بلاد عثمانيه كے نصارى يورپ كي خاص ملك هے - اور اسكو آپ سے زيادة غالباً كوئي هندوستان ميں نهيں سمجهه سكتا ' مگر پهر بهي ايشياے كوچك ميں ترقي تجارت كے وه موقع هيں جو شايد اور كسي يورپ كے ملك ميں نهوں - كتني بڑي شرم كي بات هے كه ابتك تركي ٹوپياں تركي ميں نهيں بن سكتي تهيں - اب كچهه كارخانے كهلے هيں - ليكن سوتي اور اوني كپڑا اب بهي وهاں مطلق نهيں بنتا - اسكے ليے جائنٹ سٹاك كمپني كے طريق پر جا بجا ايشياے كوچك ميں با قاعدة طور پر كارخانے كهولنے چاهئيں ' اور قبل اسكے كه ايسے كارخانے جاري كيے جائيں ' تين اشخاص كو جنميں سے ايك مصري تاجر ضرور هو ' هندوستان ميں آكر كانپور ' بمبئي ' دهر يوال ' اور كلكته ميں اس قسم كے كارخانوں كا مطالعه اور معاينه كرنا چاهيے ' اور انتظام كا طرز ديكهنا چاهيے - ان كارخانوں كے منيجر ابتداً جرمن اور انگريز بنائے جاسكتے هيں ' ليكن اگر روپيه عثماني هو تو مالك كارخانه صرف مسلمان هو يا عثماني رعايا هو - اجنبي نصرانيونكو حصے بهي نه ديے جائيں - يه كپڑا اگر معمولي قيمت پر هندوستان ميں آئيگا ' تو لاكهوں مسلمان خوشي خوشي خريد لينگے ' اور اوسكو زيب تن كرنا موجب فخر سمجهينگے -

ميں نے ايك كتاب ميں پڑها هے كه جاپان كي ترقي كا بڑا محرك اسمائل كي كتاب سلف هلپ ' ڈيوٹي ' اور كيركٹر ' هے -

آثار عتیقه

اس صفحه میں باہم تصویریں آپکے سامنے ہیں - ہر صفحه پ دو تصویریں عمر سری بک اور [illegible] بک کی جو مشہور عثمانی ماہرین فن آثار کی ہیں ' جنکی زیر ادارت آثار عتیقۂ عثمانیه کا صیغه قائم ہوا ہے اور جس کا [illegible] "آثار قدیمه" کے عنوان سے کسی [illegible] اشاعت میں کر چکے ہیں -

آثار عتیقه کے اجتماع کے لحاظ سے دنیا میں کوئي حکومت دولت عثمانیه سے بڑھکر صاحب خزائن و اموال نہیں - یونان' روم' مصر' کالدیا' بابل' یمن' جو قدیم تمدن کا منبع تیے' اسی کے زیر حکومت آے' اور خود اپنا تخت خلافت بھی اس نے ایک ایسے شہر میں بچھایا جو یونانی و رومانی تہذیب کا آخری سرچشمه تھا -

اسی طرح تاریخ اسلام کے تمام آثار و نوادر بھی اسی کے قبضے میں آئے - علی الخصوص قرون متوسطه و اخیرۂ اسلامیه کا تمام عہد اسکی آنکھوں کے سامنے گذرا -

پس اگر وہ اپنی اس دولت کی قدر پہچانتی اور اُسے محفوظ رکھتی تو آج یورپ کے بڑے بڑے عجائب خانوں کے تمام خزائن علمیه صرف اسی کے قبضه میں ہوتے -

حال میں دولۃ عثمانیه نے آثار و نفائس کے حفظ و جمع پر توجه کی ہے اور متعدد صیغے باقاعدہ کھل گئے ہیں - ازانجمله ایک صیغه خالص " آثار عثمانیه " کا ہے جسمیں خاندان عثمانی کے آثار اوائل عہد سے لیکر اس وقت تک کے یکجا کردیے ہیں -

آخر صفحه کی دونوں تصویریں اسی صیغے کا ایک قیمتی مرقع ہے جو سلطان محمد فاتح کے عہد میں مصورین عجم نے طیار کیا تھا - اسمیں دو مطربه اور رقاصه عورتوں کی تصویریں دکھلائی ہیں جن سے اس زمانہ کے لباس اور وضع و شباہت کے متعلق دلچسپ تاریخی معلومات حاصل ہوتی ہیں -

(شاہ قسطنطین کا علم)

وسط صفحه میں مشہور شاہ قسطنطین (جسکے نام سے قسطنطنیه آباد ہوا) کے علم کی تصویر ہے - جرمنی کے مشہور اثری (ارکیالوجسٹ) ولپرٹ (Wilpert) نے جب اس علم کے متعلق اپنی تحقیقات کی اطلاع قیصر جرمنی کو دی تو قیصر نے مبدریا لاش (Martalaach) کے پادریوں کو حکم دیا کہ اس کی جسقدر صحیح سے صحیح نقل ممکن ہو تیار کردیں - پادریوں نے تعمیل ارشاد میں علم کے متعلق ان بیانات سے بھی مدد لی جو مشہور اسرائیلی مورخ یوسیفوس نے لکھے ہیں - وہ لکھتا ہے کہ متقاطع سوراخ میں روابل روف کا (ایک قسم کا کپڑا ہوتا ہے) ایک ٹکڑا لگایا گیا ہے اور وہ نہایت درخشاں جواہر سے مرصع اور طلائی تاروں سے زرکار ہے - اس مرصع کاری و زر کاری سے نظروں کے لیے ایک عجیب و غریب خوشنما منظر پیدا ہوگیا ہے - اس کا طول و عرض برابر ہے -

اس نقل میں تین میٹر کا ایک نیزہ بنایا گیا ہے - نیزہ پر طلائی پتر منڈھا ہوا ہے - لارل ایک قسم کا درخت ہوتا ہے - اسکا طلائی ہار بنا کر وسط میں شاہ قسطنطین کے نام کا طغرا XTI نقش کیا ہے - طغرا اور ہار دونوں [illegible] جواہرات سے آراسته هد[illegible]

متقاطع [illegible] کی رسم کا برجم آویزاں کیا گیا ہے - [illegible] زر خالص [illegible] جالی [illegible] اور اسی هم حلقه میں نہایت قیمتی [illegible] لٹکائے گئے ہیں -

برجم کے [illegible] ایک [illegible] ہے - [illegible] کے دو تین تمغے ہیں - [illegible] قسطنطین [illegible] قسطنطنیه [illegible] قسطنطین [illegible] علم [illegible] کی طرف [illegible] موجود [illegible] خدمت [illegible] خاص [illegible] تھا [illegible] ساتھ نہیں [illegible] متصل [illegible]

سلطان [illegible] عثمانی [illegible] صاحب علم کے تخت [illegible] الحمد لله که [illegible] نصیب [illegible] یہ قدیمی [illegible] واپس نہیں کی جاسکی ہے -

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکايتوں سے پريشان هيں تو اسکي دو گولياں رات کو سوتے وقت نگل جائيے صبح کو دست خلاصه هوگا ' اور کام کاج کهانے پينے نهانے ميں هرج اور نقصان نه هوگا کهانے ميں بدمزه بهي نهيں هے -

قيمت سوله گوليوں کی ايک ڈبيه ٥ آنه محصول ڈاک ايک ڈبيه سے چار ڈبيه تک ٥ آنه

يه دو دوائيں هميشه اپنے پاس رکهيں

درد سر رياح کی دوا

جب کبهي آپکو درد سر کي تکليف هو يا رياح کے درد ميں چهٹ پٹاتے هوں تو اسکے ايک ٹکيه نگلنے هي سے پل ميں آپکے پهاڑ ايسے درد کو پاني کرديگي -

قيمت باره ٹکيونکي ايک شيشي ٦ آنه محصول ڈاک ايک سے پانچ شيشي تک ٥ آنه -

نوٹ — يه دونوں دوائياں ايک ساتهه منگانے سے خرچ ايک هي کا پڑيگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکته

مسیحا کا موہنی کسم تیل

سر کے بالوں کے لیے

نہایت مفید اور خوشبودار

تيل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اسکے ليے بهت سے قسم کے تيل اور چکني اشيا موجود هيں اور جب تهذيب و شايستگي ابتدائي حالت ميں تهي تو تيل - چربي - مسکه - گهي اور چکني اشيا کا استعمال ضرورت کے ليے کافي سمجها جاتا تها مگر تهذيب کي ترقي نے جب سب چيزوں کي کاٹ چهانٹ کي تو تيلوں کو پهولوں يا مسالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنايا گيا اور ايک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - ليکن سائينس کي ترقي نے آج کل کے زمانه ميں محض نمود اور نمايش کو نکما ثابت کرديا هے اور عالم متمدن نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جوياں هے بنابريں هم نے سالها سال کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے ديسي و ولايتي تيلوں جانچکر " موهني کسم تيل " تيار کيا هے اسميں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لي هے بلکه موجوده سائنٹيفک تحقيقات سے بهي جسکے بغير آج مهذب دنيا کا کوئي کام چل نهيں سکتا - يه تيل خالص نباتاتي تيل پر تيار کيا گيا هے اور اپني نفاست اور خوشبو کے ديرپا هونے ميں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب گهنے اگتے هيں - جڑيں مضبوط هوجاتي هيں اور قبل از وقت بال سفيد نهيں هوتے درد سر' نزله ' چکر' اور دماغي کمزوريوں کے ليے از بس مفيد هے اسکي خوشبو نهايت خوشگوار و دل آويز هوتي هے نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے قيمت في شيشي ١٠ آنه علاوه محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر اکسیر دافع بخار هر قسم

هندوستان ميں نه معلوم کتنے آدمي بخار ميں مرجايا کرتے هيں' اسکا بڑا سبب يه بهي هے که اُن مقامات ميں نه تو دوا خانے هيں اور نه ڈاکٹر' اور نه کوئي حکيمي اور مفيد پٹنٹ دوا ارزاں قيمت پر گهر بيٹهے بلا طبي مشوره کے ميسر آسکتي هے - همنے خلق الله کي ضروريات کا خيال کرکے اس عرق کو سالها سال کي کوشش اور صرف کثير کے بعد ايجاد کيا هے' اور فروخت کرنے کے قبل بذريعه اشتهارات عام طور پر هزارها شيشياں مفت تقسيم کردي هيں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانيں اسکي بدولت بچي هيں اور هم دعوے کے ساتهه کهه سکتے هيں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار يعني پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهر کر آنے والا بخار - اور وه بخار' جسميں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو' يا وه بخار' جسميں متلي اور قے بهي آتي هو - سردي سے هو يا گرمي سے - جنگلي بخار هو - يا بخار ميں درد سر بهي هو - کالا بخار - يا آسامي هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه کلٹياں بهي هوگئي هوں - اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے' اگر شفا پانے کے بعد بهي استعمال کيجاے تو بهوک بڑھ جاتي هے' اور تمام اعضا ميں خون صالح پيدا هونے کي وجه سے ايک قسم کا جوش اور بدن ميں چستي و چالاکي آجاتي هے' نيز اسکي سابق تندرستي ازسرنو آجاتي هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پير ٹوٹتے هوں' بدن ميں سستي اور طبيعت ميں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو' کهانا دير سے هضم هوتا هو - تو يه تمام شکايتيں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هوجاتي هيں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هيں -

قيمت بڑي بوتل - ايک روپيه - چار آنه

" چهوٹي بوتل باره - آنه

پرچه ترکيب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے

تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي هے

المشتهر وهول سيل ايجنٹ

ايم - ايس - عبد الغني کيمسٹ ٢٢٠ و ٧٣

کولوٹوله اسٹريٹ - کلکته

[6]

S. C. MITRA & CO.

بهترین طباعت اور عمده تیاری

هندوستان میں فرد

کارخانه

هاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک کے واسطے

هزاروں روپیه صرف کرکے یه کارخانه شروع کیا گیا جسکے تمام آلات و سامان اور بنانے کی دوائیں یورپ سے منگوائی گئی ہیں

کارخانے کی خصوصیات

(١) وقت مقرره پر هر چیز کو تیار کرنا (٢) کم قیمت

(٣) هر قسم اور هر طرح کی خواهش کی پوری طرح تعمیل کرنا۔

المشتهر ایس سی مترا اینڈ کو نمبر ١٢ نارکل باگان لین کلکته

NARIKELBAGAN LANE

CALCUTTA.

جاپان میں اس وقت کوئي گھر شاید مشکل سے ملے گا جسمیں یہ کتابیں بزبان انگریزي یا جاپاني موجود نہ هوں - میں نے بهي ان کتابوں کو پڑھا ہے - في الحقيقت اگر ان کتابوں کا عام رواج ترکي میں هوجاے تو ممکن هي نہیں کہ انکا اثر نہ پڑے - گولڈن ڈیڈز (Golden Deeds) ایک اور کتاب ہے جسکا ترکي میں ترجمہ هونا چاهیے - اگر ان کتابوں کا ترکي میں ترجمہ هونے کا کوئي انتظام صورت پذیر هو تو میں ایک مختصر رقم سو روپیہ کی اپنے پاس سے دینے کو آمادہ هوں (اسمائل کی تصنیفات کا ترجمہ ابسے پچیس برس پہلے ترکي میں هوچکا ہے - اور اسکے علاوہ اور بهی صدها مصنفات جدیدہ کا - تراجم کے اعتبار سے ترکی کا جو پایہ ہے اسپر جناب کی نظر نہیں - اصلی مرض صرف ڈیوٹی اور سلف هلپ کے مطالعہ ہی سے دور نہیں هوسکتا - الهلال)

هر سال مکۂ معظمہ میں قرباني کي لاکھوں کھالیں ضائع هوتي هیں اگر کوئي دهالونکے رنگنے کا کارخانہ خاص مکۂ معظمہ میں یوروپین طریق پر جاري کیا جاے ' تو بلا مبالغہ لاکھوں هي روپیہ کا نفع هوسکتا ہے - اسکي طرف بهي سلطنت کو توجہ دلانی چاهیے - مگر اسکي بابت میں یہ عرض کرونگا کہ براے مہربانی کلکتہ کے کسی مسلمان سوداگر چرم کو مائل کریں کہ وہ مکۂ معظمہ میں ایک چرم سازي و دباغی کا کارخانہ کھولے -

آپکا خادم

محمد فضل مدین

الهـــلال :

آپکے خیالات نہایت مبنی هیں - کئی سال سے ان امور پر بذریعہ مراسلات طویلہ و مبسوطہ اولیاء حکومت کو توجہ دلا رها هوں - لیکن علم و تجارت سیکھنے کیلیے ترکونکو هندوستان آنیکی دعوت دینے کی ضرورت نہیں - سول سروس کے امتحانات اور نظم تعلیم سے متعلق آپنے حکومت عثمانیہ کو جس قدر مفلس سمجھ لیا ہے اس قدر نہیں ہے - ایک بہت بڑا سوال امن و فرصت اور صحیح العمل جماعت کا ہے

تاریخ حسیات اسلامیہ

مسئلـــہ قیـــام الهـــلال

الهلال کي اشاعت نے مسلمانوں میں جو احساس مذهبي پیدا کردیا ہے وہ بلا شبہ بے نظیر ہے اور اُسکے لیے آپ خاص طور پر مبارکباد کے مستحق هیں - الهلال کا بند کرنا بلا شبہ مسلمانوں کے لیے سخت جانکاہ صدمہ هوگا - خواہ اُسکي قیمت میں اضافہ کرکے اور خواہ اشاعت میں ترقي کراکے لیکن براے خدا جاري رکھیں' اور اُسکے بند کرنے کا خیال بهي دل میں نہ لائیں - یہ سچ ہے کہ ایسے عدیم المثال رسالہ کا جاري رکھنا بدون کافي سرمایہ یا ترقي تعداد اشاعت کے محال بلکہ ناممکن ہے - لیکن هندوستان کے مسلمان تو دونوں باتوں پر راضي هیں' پھر کیوں نہیں آپ اس کا ایک دفعہ فیصلہ کر دیتے ؟ قیمت میں اگر اضافہ دس روپیہ سالانہ تک هو جاے ' تو بمقابلہ حیثیت الهلال کے کچھ زیادہ نہیں ہے - تعداد اشاعت میں ترقي کے لیے آپ جا بجا اسکے ایجنٹ مقرر فرمائیں - کم سے کم اگر دس هزار کي اشاعت مستقل طور پر هوجاوے تو پھر باطمینان یہ رسالہ اسي قیمت پر جاري رہ سکتا ہے -

خاکسار عطا محمد خان گورنمنٹ پنشنر امرتسر - کٹرہ اهلو والیہ نیو مارکٹ

تاریخ حسیات اسلامیہ کے عنوان سے جو خطوط شائع هوتے هیں اُن سے معلوم هوتا ہے کہ خریدار پیدا کرنیکي کوشش جاري ہے - لیکن وہ رفتار جو الهلال جیسے ملی و قومي مصلح کے لیے هوني چاهیے نہی نہیں ہے - اگر آنجناب اُن خریداروں کي تعداد بذریعہ الهلال ظاهر فرمادیتے جو ابتک هوچکے هیں' تو بقیہ کے لیے زیادہ جوش سے کوشش کیجاتی - چار خریدار حاضر خدمت هیں -

نیاز مند رحیم حسین قدوائي - بارہ بنکی

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal.

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, Macleod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷-۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ٥

کلکتہ: چہار شنبہ ٥ - رمضان المبارک ۱۳۳۲ ہجري

Calcutta : Wednesday, July, 29 1914.

نمبر ٥

ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظلمين ونجنا برحمتك من القوم الكفرين! (۱۰ : ۸٦)

ربنا انك اتيت فرعون وملاه زينة واموالا في الحيوة الدنيا، ربنا ليضلوا عن سبيلك، ربنا اطمس على اموالهم واشدد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم!! (۱۰ : ۸۸)

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (٨٣ : ١٨)
في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحـــر الحـــلال

في

مجلـــدات الهـــلال

تو اے که محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " که در زمانه تست !

(۱) " الهـــلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیه کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین و وحدة کلمۂ امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآني سے تعلیمات الٰهیه کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر ہے که الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتہدانه ہے -

(۲) قـرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الالہیه کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو غیر تعلیمات دین و مذهب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے معتقدانه نکلوا دیا !

(٤) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰهي سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین متذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئی ہے : وذلك فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور موهبت و رحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و هدایت ' مشتاقان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰهیه و علوم نبویه غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتي هوں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چھه مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھه بڑي تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رهي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲٥) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں هوتی هیں تو انکي قیمت دس روپیه قرار دی جاتي ہے -

(۹) با این همه قیمت صرف پانچ روپیه ہے - ایک روپیه جلد کي اجرت ہے

بہت ممکن ہے که الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا هوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ هو جائیگی .

Telegraphic Address-"Alhilal" Calcutta
— Telephone Nº 648
AL-HILAL
Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad
14 Mcleod Street.
CALCUTTA
Yearly Subscription, Rs 8
Half yearly .. Rs 4 12

الهلال

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ — ۸ — روپیہ
ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

جلد ۵

کلکتہ: چہار شنبہ ۵ شعبان ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta: Wednesday July, 29. 1914

نمبر ۵

شہداے ادرنہ کی یادگار

یہ اُس جدید عثمانی درسگاہ کا مرقع ہے جسے شہداے ادرنہ کی یادگار میں غازی انور پاشا نے ادرنہ (اڈریا نوپل) میں قائم کیا ہے - اور جسکے ساتھہ ہی پس ماندگان جنگ کے لیے ایک دارالیتامی کی بھی بنیاد ڈالی ہے - اس مرقع کیلیے ہم مرزا محمود علی بیگ رئیل مالی کورٹ حیدر آباد کے ممنون ہیں جنہوں نے سفر قسطنطنیہ کے اثنا میں اس مدرسہ کی زیارت کی ' اور اس مرقع میں بھی دہنی جانب ہندوستانی لباس میں موجود ہیں -

مسئلۂ قیام الہلال

گذشتہ نمبر میں ہم نے اضافۂ قیمت اور فرصت یک ماهه کے متعلق آخری تجویز بغرض شوری پیش کی تھی اور معاونین کرام سے درخواست کی تھی کہ بصورت اختلاف بہت جلد اپنی راے سے اطلاع بخشیں -

اس وقت تک متعدد تحریریں اتفاق و منظوری کی آچکی ہیں جیسا کہ ہمیں احباب کرام کے لطف و کرم سے امید تھی - مخالفت میں صرف ایک بزرگ نے راے دی ہے -

اب ہم چاہتے ہیں کہ جن حضرات کا سال خریداری جون یا جولائی کے کسی ہفتہ سے شروع ہوا ہے اور ۸ روپیہ کے حساب سے انہوں نے قیمت روانہ کی ہے یا وی - پی - وصول کیے ہیں ' وہ ۱۲ - روپیہ قیمت تصور فرماکر بقیہ روپیہ خود ارسال فرمادیں یا وی پی بھیجنے کی اجازت دیں - انمیں سے اکثر حضرات نے لکھا تھا کہ ۱۲ - روپیہ کا وی پی بھیجا جاے لیکن چونکہ اس وقت تک کوئی آخری راے قرار نہیں پائی تھی ' اسلیے انکے نام حسب معمول ۸ - روپیہ کے حساب سے وی - پی - روانہ کیے گئے - اب جبکہ انکی تجویز اور اظہارات کریمانہ کے مطابق مجبوراً قیمت بڑھانے کا فیصلہ ہوگیا ہے ' تو یہ خواهش بیجا نہیں اگر کی جاے کہ وہ اسی سال سے اس قیمت

SEWING MACHINES BALLERS WINDERS

THE ADARSHA KNITTING Co

Importer's Manufacturer's

General Merchant & Commission Agent

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کي ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی مور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں نٹل کٹنگ (یعنے سپاری تراش) مشین دیگي جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگي جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجی تیار ہوگي جس سے روزانہ ۲۵روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم ہوا - اچھے روا نہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ھي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں -

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کشم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھوار آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ہوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کر رھی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسوا کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

چند مستند اخبارات ھند کی راے

— * —

بنگالی — موزہ جو کہ نمبر ۲۰ کالج اسٹریٹ کے کمپنی نے بنائے ھیں اور جو سودیشي میلہ میں نمایش کے واسطے بھیجے گئے تھے نہایت عمدہ ھیں اور بناوٹ بھی اچھي ہے - محنت بھی بہت کم ہے اور ولایتی چیزوں سے سر مو فرق نہیں -

انڈین ڈیلی نیوز — ادرشہ نیٹنگ کمپنی کا موزہ نہایت عمدہ ہے -

حبل المتین — اس کمپني نے ثابت کردیا کہ ایک شخص اس مشین کے ذریعہ سے تین روپیہ روزانہ پیدا کرسکتا ہے - اس کمپني کي پوري حالت آپکے سامنے موجود ہے اگر آپ ایسا موقعہ چھوڑ دیں تو اس سے بڑھکر افسوس اور کیا ہوسکتا ہے -

برانچ سول کورٹ روڈ سنگاپور -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

فیصلہ کرنا چاهیے کہ آیندہ مقامي دباؤ اور تلقینات و وساوس سے اس مسئلہ کو کیونکر محفوظ رکھا جاے ؟

اشتہار میں بڑے زور سے اپنا یہ بہادرانہ کارنامہ بھي لکھا ہے کہ ہم نے درخواست میں مولانا عبد الباري صاحب کے کسي تار کا حوالہ دیا تھا کہ " بوقت تعمیر اسلامي جذبات کا لحاظ رکھا جائے " مگر معلوم نہیں کہ اسلامي جذبات سے مقصود کیا ہے ؟ اگر " اسلامي جذبات " سے مقصود چند مسلمانوں کے جذبات هیں تو اسمیں شک نہیں کہ گذشتہ فہرست خطابات میں ان جذبات کا کافي لحاظ رکھا گیا ' اور اگر آیندہ بھي مسلمانوں کو استرضاء کفر و نفاق کي توفیق ملي تو انشاء الله بہت کچھہ لحاظ رکھا جائیگا - لیکن اگر اسلامي جذبات سے وہ جذبات مراد ہوں جنکا لحاظ ۲ - جولائي اور ۱۱ - اگست کو رکھا گیا تھا ' تو ہم سمجھتے هیں کہ مسلمان اب اپنے جذبات کي رعایت کے معني اچھي طرح سمجھہ چکے هیں ' اور وہ مسٹر ٹائیلر کو اس بارے میں مزید احسانات کیلیے زحمت دینا نہیں چاهتے -

یہ بالکل ایک واضح بات ہے کہ مسجد کي زمین کا جو فیصلہ کیا گیا اس سے حقیقت بین مسلمانوں کو ذرا بھي اطمینان نہ ہوا ' اور اگر بہت سے رزولیوشن اظہار شادماني کے پاس کیے گئے تو لاکھوں مسلمان غم و غصہ میں متالم و متاسف بھی رہے - تاهم بار بار اطمینان دلایا گیا کہ فٹ پاتھہ کي تعمیر کے وقت کوئی نہ کوئی ایسي بات ضرور کي جائیگي جس سے ایک حد تک حکم شرعي کا تحفظ ہو جائیگا ' اور صرف یہي سبب ہے کہ بڑي بڑي شدید مخالفتوں کے طوفان جو اس فیصلہ کے متعلق اُٹھنے والے تھے ' بڑي دقتوں کے بعد سمجھا بجھا کے روکے گئے - پھر کیا اب فیصلہ کرانے والوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے تئیں مسلمانوں کے آگے تکمیل و ایفاء مواعید کا ذمہ دار سمجھیں ' اور مسجد کے معاملے کو اپنے هاتھوں میں لیکر آخر تک پہنچائیں ؟

اشتہار میں یہ بھي لکھا ہے کہ متولیوں نے صرف اس منظوري کیلیے نقشہ پیش کیا تھا کہ ویسراے کے فیصلہ کے خلاف تو نہیں ہے ؟ اول تو یہ محض جھوٹ ہے اور اسقدر صریح جھوٹ جس سے زیادہ بیباکانہ جھوٹ نہیں ہو سکتا - نقشہ کا پیش کرانا محض اندروني تلقینات و وساوس کا نتیجہ تھا جو متصل و پیہم جاري تھیں ' اور اسی کیلیے شیخ مریم احمد لکھنو اور دهلي گیا تھا تا کہ کسي طرح اور لوگوں کو بھي اپنا ساتھي بنا لے - جب اس میں کامیابی نہ ہوئي تو پھر یہ کیادمي کی گئي کہ تین ممبروں کا لزوم قرار دیکر ایک براے نام جلسہ قرار دیدیا اور نقشہ منظور کرکے پیش کر دیا -

لیکن اگر بالفرض اسے تسلیم بھي کرلیا جاے ' جب بھي سوال یہ ہے کہ متولیوں کو کس قانون اور عدالت نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ نقشہ کلکٹر کے سامنے پیش کریں ؟ اسکی ضرورت هي کیا تھی ؟ حسب قاعدہ میونسپل بورڈ میں پیش ہوتا ' اور پھر اسکے بعد حکام کو بھي مداخلت کا موقع حاصل تھا - جو کچھہ ہونے والا ہوتا ہو رہتا -

پھر اس حماقت پر انسان روے یا ہنسے ؟ ابتدا میں تو یہ نادان شخص یہ لکھتا ہے کہ منظوري کیلیے کلکٹر صاحب بہادر کو نقشہ دکھلایا گیا ' مگر آخر میں کہتا ہے کہ " نقشے طیار کراے جا رہے هیں - اس وقت تک طیار نہیں ہوے هیں جو میونسپلٹي میں داخل کیے جاتے "

سوال یہ ہے کہ اگر نقشے ابتک طیار نہیں ہوے هیں تو وہ کمبخت نقشہ کونسا تھا جو کلکٹر صاحب کي " غریب پرور " پیشگاہ میں بہ معیت " خاں صاحب " و " خاں بہادر " حاضر کیا گیا ؟

مدارس اسلامیہ

باز گو از نجد و از یاران نجد

دستور العمل ندوۃ العلماء

ہم نے گذشتہ نمبر میں ندوہ کے مفاسد پر نظر ڈالتے ہوے انہیں دو قسموں میں منقسم کردیا تھا - ایک اصل قانون اور کانسٹي ٹیوشن کے مفاسد - دوسرا عدم نفاذ قانون کا افساد عظیم کہ جیسا کچھہ دستور العمل موجود ہے ' اسپر بھي عمل نہیں ہوتا - پہلي قسم کي چند مثالیں دي تھیں - دوسري قسم کي مثالیں پیش کرنا باقي هیں -

دستور العمل کي خلاف ورزیوں کي مختلف صورتیں هیں - ہم صرف چند نہایت اہم اور بنیادي باتوں کولے لیںگے - اگر جزئیات و عام طرز عمل کو پیش نظر رکھیں تو یہ داستان بہت طول طویل ہے -

مثلاً دستور العمل حال کي دفعہ ۵ ہے :

" رکن ندوۃ العلما وہ شخص ہوگا جسکو جلسۂ انتظامیہ مذکرۂ دفعہ ۱۵ منتخب کرے "

دفعہ ۱۵ جسکا اس دفعہ میں حوالہ دیا ہے یہ ہے :

" ندوۃ العلماء کي تین قسم کي مجلسیں ہونگي : مجلس انتظامي ' مجلس خاص ' مجلس عام "

اسکے بعد " رکن " کے متعلق حسب ذیل بیان اور ہے :

" (الف) رکن وہ شخص منتخب ہوسکے گا جو علاوہ خیرخواہ ندوۃ العلماء ہونے کے طبقۂ علما یا مشائخ میں سے ہو - تحریر یا تقریر میں با کمال مشہور ہو ' یا کسي قسم کي قابلیت خاص رکھتا ہو - (ب) ہر رکن کو بعد اداے زر چندہ کم از کم دو روپیہ سال ہوگا بشرطیکہ مجلس انتظامي اُسے مستثني نہ کردے "

ان دفعات سے واضح ہوا کہ ندوۃ العلما کي ترکیب تین قسم کے ممبروں سے ہے : ممبران انتظامي ' ممبران خاص ' ممبران عام -

ممبران عام وہ هیں جو اقلاً دو روپیہ سالانہ دیں ' اور علما و مشائخ سے ہوں ' معززین و کاملین میں سے ہوں ' یا کوئی اور نمایاں قابلیت رکھتے ہوں -

ایسے ممبروں کو مجلس انتظامیہ حسب دفعہ ۱۵ " منتخب " کریگي -

لیکن لوگ اس واقعہ کو سنکر حیرت و تعجب سے چیخ اٹھینگے کہ ندوۃ العلماء میں آجتک دستور العمل کي اس بنیادي اور اساسي دفعہ تک پر کبھي عمل نہیں کیا گیا ' اور آجتک مجلس انتظامي نے نہ تو ارکان کو کبھي باقاعدہ منتخب کیا ہے اور نہ انکي کوئی فہرست بنائي ہے ' اور نہ ان میں سے کسي شخص کو اسکا احساس اور خیال ہے !

جس مجلس کے کارکنوں کا یہ حال ہو کہ آجتک ممبروں کا انتخاب تک نہوا ہو اور کسي رکن انتظامي کو اسکا حس بھي نہو ' ظاہر ہے کہ اس سے عام دفعات قانون کي پیروي اور دیانت دارانہ پابندي کي کیا امید کی جاسکتي ہے ؟

کو منظور دیں ' اور بقیه قیمت روانه فرما دیں. - اگر انکي قیمت ششماهي تهي تو جدید اضافه کے بعد ۶ - روپیه - ۱۲ - آنه قیمت شش ماهي هوگی -

یه ممکن تها که نیا اضافه آیندہ ششماهي جلد سے قرار دیا جاتا لیکن اس صورت میں دفتر کي مشکلات کو اس سے کچهه بهي فائده نه هوتا - اصلي سوال تو موجوده مالی مشکلات اور نقصانات کا هے - اگر قیمت بڑهانے کے بعد اس وقت مدد نه ملی تو یه اضافه بحالت موجوده بالکل بے سود هوگا -

هم ایک مرتبه اور احباب کو یقین دلانا چاهتے هیں که قیمت کي زیادتی بڑي هی مجبوري کے عالم میں کی گئی هے - اگر همارې پہلی تجویز تکمیل تک پہنچ جاتی تو هم کبهی بهی ایسا نه کرتے - اب بهی اس اضافے کو محض عارضی اور موقت سمجهتے هیں اور جس وقت اسکي اشاعت مطلوبه تعداد تک پہنچا دي جائیگی هم معاً اسکی قیمت کم کردینگے ' اور بہت ممکن هے که سابق سے بهي زیاده تخفیف هوجاے -

همیں احباب کرام کی اُس محبت و لطف سے جسکی ناقابل فراموش شہادتیں اپنے دل میں محفوظ پاتے هیں ' پوری امید هے که انپر یه اضافه شاق نه گذریگا کیونکه انهیں کے اصرار کی تعمیل کی گئی هے ' اور جون اور جولائی کے تمام قدیم و جدید خریدار نئی قیمت کے حساب سے بقایا روانه کردینگے -

مسئلهٔ اسلامیهٔ کانپور

فردِ کذب و افسانۂ افتراء

جبکه بڑے بڑے عقلمند و دانا ' مدبر و هوشمند ' دارائے علم و فضیلت ' صاحبان تجربهٔ و خبرة ' نفس و شیطان کے استیلا و تسلط سے مجبور هوکر بے وقوفوں کی سی باتیں ' بچوں کی سی نا دانیاں ' اور دیوانوں کي سی هرزہ سرائیاں کر بیٹهتے هیں ' تو بساطي بازار کانپور کے دو شخصوں کی نادانی پر افسوس کرنا لا حاصل هے ' جنهوں نے گذشته هفتے اپنی محرومانه بے بسي سے عاجز آکر کذب و افتراء کے دامن میں پناہ لینی چاهي هے ' اور یه دیکهکر که عین موقعه پر مسجد کا معامله انکے هاتهه سے نکل گیا هے ' الهـــلال کے بیانات کی تغلیط کیلیے ایک اشتہار شائع کیا هے - حالانکه اگر ان میں قبول هدایت کی ایک رائی برابر بهی صلاحیت باقي هوتی ' تو بریت کی کذب پرستی کی جگه توبهٔ و اعتراف کا طریق صالح و مسلک مومنین اختیار کرتے : وطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون (۹ : ۸۸)

جهوٹ انسان کی ایک عالمگیر کمزوری هے اور کرورها انسان اسمیں مبتلا هیں ' لیکن کذب و افترا کی بے باکانه جسارت فقدان ایمان کا وہ مرتبهٔ بلند هے جو هر کذب پرست کو نصیب نہیں هوسکتا !

ایں شقاوت بزور بازو نیست !

مگر تعجب هے که مسجد مچهلي بازار کے دو متولیوں کو صرف ایک سال کی حیات نفاق آمیز و پرستش ائمهٔ کفر سے یه مرتبهٔ بلند کیونکر حاصل هوگیا ؟

شیخ مجید احمد نے اپنے دستخط سے جو اشتہار شائع کیا هے اسمیں نہایت بے باکی اور دلیری کے ساتهه لکها هے که " بعد مشورهٔ راجهٔ صاحب محمود آباد ' مسٹر محمد علی ' مولوی فضل الرحمن و چند مسلمانوں کے ' جولائی کو ایک نقشه فٹ پاتهه کا .... صاحب کلکٹر بهادر کیخدمت میں پیش کیا گیا "

اس عبارت کا صاف مطلب یه هے که انهوں نے جو کچهه کارروائی کی وہ مندرجهٔ صدر اشخاص کے مشورے سے کی - اگرچه یه بیان عقلاً بهی صحیح نہیں معلوم هوتا تها ' اور شیخ مجید احمد اور اسکے رشتهٔ نفاق کے حقیقی بهائی کریم احمد کی تمام پچهلی کارروائیاں پیش نظر تهیں ' تاهم خیال هوتا تها که ایک شخص خواہ کتنا هي آبرو باخته اور ایمان فروش هو ' لیکن اسطرح ایک چهپے هوے اعلان میں یکسر جهوٹ بولنے سے ضرور شرمائیگا - کچهه نه کچهه اسکی اصلیت ضرور هوگي - اسی خیال سے هم نے نامبردہ اشخاص سے پہلے تحقیق کرلینا چاها - اور بذریعه تار دریافت کیا :

مسٹر محمد علی لکهتے هیں : " مجید احمد کا بیان بالکل غلط اور گمراہ کن هے - کریم احمد میرے پاس آیا تها لیکن میں نے اُسے موجوده کارروائی کے بالکل خلاف مشورہ دیا ' جسپر عمل نہیں کیا گیا "

سر راجه صاحب محمود آباد لکهتے هیں : " اس کارروائی میں میرے مشورہ یا راے کو ذرا بهی دخل نہیں "

مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کا بیان هے : " مجهے اس کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں "

مولوي سید فضل الرحمن تار دیتے هیں : " میري نسبت مجید احمد کا بیان بالکل غلط هے - هرگز هرگز میرا یه مشورہ نه تها "

اب ذرا اس شخص کے جهوٹ بولنے کی همت دیکهو که لاکهوں مسلمانوں کو علانیه دهوکا دینے سے نہیں شرماتا ' اور کیسی ماتم انگیز اخلاقي و ایمانی موت اسپر طاري هوگئی هے که چار مسلمانوں کی نسبت تہمت و افتراء کرنے کے خلاف کوئی ایمانی صدا اسکے دل سے نہیں اٹهتی ؟ چند منافقین مفسدین کي وسوسه اندازي اور بعض شیاطین الانس کے پیهم القاء ابلیسی نے اُسے اس طرح اپنے قابو میں کرلیا هے که نه تو مسلمانوں کے دل سے کسی بات کو سونچ سکتا هے ' نه مسلمانوں کي آنکهوں سے کسی چیز کو دیکهه سکتا هے ' اور نه مسلمانوں کے کانوں سے کسی آواز کو سن سکتا هے - بلکه از فرق تا بقدم ایک خول بنگیا هے ' جسکے اندر سے صرف " حضور ' فیض گنجور ' غریب پرور سلامت " هی کي روح بول رهی هے :

انهم اتخذو الشیاطین اولیاء من دون الله و یحسبون انهم مهتدون (۷ : ۲۹) کاش ان دونوں کی آنکهیں اپنے اوپر روئیں اور انکا دل اپنے ایمان و صداقت کی موت پر ماتم کرے !

بهر حال هم اس اشتہار کے حصے پر زیاده وقت ضائع کرنا نہیں چاهتے که یه کوئی چیز نہیں هے ' اور اگر کچهه هے تو صرف مسلمانوں کی بد بختی هے که جس مسجد کیلیے موجوده سنین میں انهوں نے سب سے زیاده جان و مال کا انفاق و ایثار کیا هو ' وہ صرف اُن لوگوں کے هاتهوں میں چهوڑ دي گئی هے ' تاکه چند بے حقیقت شرارتیں لاکهوں مسلمانوں کو احمق بنائیں ' اور بالآخر کام کرنے والوں کو اُن کے پیچهے مارا مارا پهرنا پڑے ' اور انکي مخاطبت میں وقت ضائع کرنا پڑے -

یه سچ هے که ان لوگوں کیلیے ۱۱ - اگست کے مسٹر ٹائیلر کی نگه مهر بڑی قیمتي هے ' مگر انهیں یاد رکهنا چاهیے که مسلمانوں کیلیے ۱۱ اگست کا خون بهي محض بے قیمت نہیں هے اگرچه بد قسمتي سے اسے بے قیمت بنایا گیا - وہ کسی طرح بهی راضی نہیں هوسکتے که اس مسئله کی آخریں منزل کو بغیر جد و جهد انتهائي کے چهوڑ دیں !

پس في الحقیقت اصلي سوال شیخ مجید احمد و کریم احمد کے اعلانات و مزخرفات و مکذوبات کا نہیں هے ' بلکه مسجد کے مقدس حصهٔ متنازع فیه کي تعمیر کا هے - اور اب فوراً هم کو اسکا

حزب الله

الا ان حزب الله هم الغلبون !

۱۳۳۰

" دار الجمـــاعـــة " كي تاسيس

شهر رمضان الذي انزل فيه القران !

" واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت و اسماعيل : ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم ! ربنا واجعلنا مسلمين لك و من ذريتنا امة مسلمة لك ' وارنا مناسكنا وتب علينا ' انك انت التواب الرحيم ! " (۲ : ۱۲۲)

الحمد لله كه توفيق الهي مسبب الاسباب هوئي ' اور گذشته اتوار كے دن كه رمضان المبارک كا آغاز تها ' عصر و مغرب كے درمياني وقفه ميں حزب الله كے " دار الجماعة " كا بنيادي پتهر نصب كرديا گيا : ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم !

(مسئلۂ تعميرات)

" حزب الله " كے تمام كاموں كي تكميل كيليے سب سے مقدم كام ايک مركزي دارالجماعة كي تاسيس تهي - بغير اسكے نه تو جماعة كے مختلف مدارج كي تعليم و تربيت كا انتظام هوسكتا تها ' اور نه اخوان جماعة كي مجتمعه مجاهدات كا سلسله شروع هوسكتا تها -

اسكي تكميل كي آسان اور قدرتي صورت تو يه تهي كه عام طور پر چنده كي فهرست كهولي جاتي ' يا اقلاً جو مخلصين ملت جماعة ميں شريک هو چكے هيں ' انكو اطلاع دي جاتي كه وه ايک ابتدائي رقم كا اس كام كيليے انفاق كريں - اگر ايسا كيا جاتا تو الحمد لله اخوان جماعة كا اتنا وسيع حلقه موجود هے كه دو هفته كے اندر ايک گرانقدر رقم جمع هو جاسكتي تهي -

آجكل كے تمام كاموں كا طريقِ عمل يهي هے - ليكن يه كام ابتدا سے جس اسلوب پر اٹهايا گيا هے اور اسلاف صالحين و مومنين اولين (الذين سبقونا بالايمان - رضي الله عنهم و رضوا عنه) كے جو نمونے پيش نظر هيں ' الحمد لله وه اس سے بهت ارفع و اعلى هيں كه اس كام كو رسمي طريقوں سے آلوده كيا جاے - انجمنوں كے چندوں اور ممبري كي فيس كے روپيوں سے كالج بن سكتے هيں ' اور لوگوں كو اسكولوں كے بورڈنگ هاوسوں ميں كرايه ديكر ركهوايا جا سكتا هے ليكن دين كي خدمت نهيں هو سكتي - خدا كے كاموں كيليے صرف خدا كے بخشے هوے جوش اور دل كے خود بخود اٹهے هوے ولولوں هي كي ضرورت هے - چندوں كي فهرستوں كي رقميں دل كا ولوله اور قرباني كا عزم كهاں سے لائينگي ؟ همارے ليے خدمت دين و ملت كا اصلي اسوۂ حسنه صحابۂ كرام اور مومنين اولين رضوان الله عليهم اجمعين كي زندگي هے - بلا شبه ان ميں سے ايک ايک مومن قانت نے اپنا تمام مال و متاع راه حق ميں لٹا ديا ' اور بلا شبه جماعتوں اور گروهوں نے مل جلكر بڑے بڑے ملي جهادوں اور اسلامي دفاعوں كے سازوسامان كي فراهمي ميں حصه ليا ' مگر اس طرح نهيں كه لوگوں سے چندے لكهواے گئے هوں اور فهرستوں پر جبر آميز الحاح و التجا سے دستخط كرالے گئے هوں ' بلكه حالت يه تهي كه خدا نے انكے دلوں كو خود بخود خدمت حق كيليے كهولديا تها - اور انكے سينوں كا انفاق في سبيل الله كيليے كچهه اسطرح انشراح هوگيا تها كه خود انحضرة صلى الله عليه وسلم بارها انهيں روكتے تهے اور حقوق اعزاء و اقارب كا خيال دلاتے تهے ' مگر وه اپنا تمام مال و متاع لا كر آپكے قدموں پر نثار كردينا چاهتے تهے ! حضرت صديق رضى الله عنه كا انفاق سب كو معلوم هے - جب آپ سے پوچها گيا كه گهر ميں كيا چهوڑ آے هيں ؟ تو فرمايا كه الله اور اوسكے رسول كو :

آنكس كه ترا جويد ' جانرا چه كند ؟
فرزند و عيال و خان و مان را چه كند ؟
ديوانه كني هر دو جهانش بخشي
ديوانۂ تو هر دو جهان راچه كند ؟

يهي وه درجۂ عظيم اور مقام رفيع تها ' جسكي بنا پر آنحضرة نے فرمايا تها : " اني احب ابابكر لا بكثرة صلاته و لا بكثرة صيامه ' ولكن بشي وقع في قلبه " ميں ابوبكر كو دوست ركهتا هوں مگر نه تو اسليے كه وه بهت نماز پڑهتا هے ' نه اسليے كه بهت روزه ركهتا هے بلكه صرف اُس چيز كے ليے جو اسكے دل ميں هے - ان الله لا ينظر الي صوركم واعمالكم ولكن ينظر الي قلبكم و نياتكم !

معمورۂ دلے اگــرت هست بازگــوئے
كيں جا سخن به ملک فريدوں نمي رود !

غربة اولى و عود الى الغربة

اسلام كي ابتدا غربت سے هوئي تهي ' اور اُسے غربت ميں دوباره مبتلا هونے كي خبر ديگئي هے - بدء الاسلام غريباً وسيعود الي الغرباء - آج پهر اسلام پر غربة اولى كا سا عالم چها گيا هے - پس وهي مومنين مخلصين اسكے سچے خادم هوسكتے هيں ' جو اسكے عهد ابتدائي كے خادموں اور جاں نثاروں كي طرح اپنے جان و مال كو اُسپر نثار كردينگے - آج اگر هر طرف ابو سفيان اور ابو جهل كي ذرية نے ديار اسلاميه كا احاطه كرليا هے ' تو ضرورت هے كه مهاجرين مكه اور انصار مدينه كے متبعين صادقين بهي هر طرف پيدا هوجائيں ' اور اگر دشمنوں نے دوباره حمله كيا هے تو دوستوں كو بهي دوباره نكلنا چاهيے - آج هميں نه محض مامون الرشيد كا بيت الحكمة فائده ديسكتا هے ' نه صرف صلاح الدين

دهلي میں ۹ مئی کی شام کو ایک جلسهٔ شوری حسب تحریک نواب محمد اسحاق خان صاحب منعقد هوا تها - اسمیں اکثر حضرات ندوه و عهده داران حال موجود تهے اور انکے سامنے ایک ایک کرکے اصلاح طلب امور بیان کیے گئے تهے - مغرب کے بعد کی صحبت میں جب اس مسئلهٔ کو پیش کیا گیا تو مسٹر ظهور احمد وکیل لکهنؤ و رکن انتظامي ندوة العلما نے جواب دیا که " چونکه آجتک کسي شخص نے هم سے اسکا مطالبه نهیں کیا ' اسلیے جلسهٔ انتظامیه کے ممبر منتخب نهیں کیے " !! اسکا صاف مطلب یه هے که جب تک عام پبلک ندوه سے اپنا حق بزور و جبر طلب نه کریگي ' اس وقت تک اسکے حقوق پا مال هوتے رهینگے - اور مجلس کی اساسي و بنیادي دفعات تک پر عمل نهیں کیا جایگا !

یه جواب اس لحاظ سے تو صحیح هے که اب پبلک اسي اصول پر عمل کرنا چاهتي هے ' اور ندوه کو اشخاص سے واپس لینے کیلیے آماده هوگئي هے ' لیکن اس سے ارکان ندوه کے اخلاق و اصول کا جو ثبوت ملتا هے ' وه نهایت مکروه و افسوس ناک هے -

یه تو ارکان عام کا حال تها - ارکان انتظامیه کا حال اس سے بهي زیاده تمسخر انگیز هے -

مجلس انتظامیه سے مقصود مینیجنگ کمیٹی هے - یهي کمیٹي مجالس کا جزو کل انجام دیتی هے ' اور اسي کے ممبر اسکي هستي کے اصلي ارکان و جوارح هوتے هیں - ندوه کا کانسٹي ٹیوشن اس اصول پر قرار دیا گیا هے که مینیجنگ کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب دو سال کیلیے هونا هے - پس ایک مدت کے ختم هونے کے بعد پهر از سر نو انتخاب هونا چاهیے - ممبروں کي تعداد ندوه کے سابق و حال ' دونوں دستور العملوں میں ۳۵ یا ۳۶ رکهي گئی هے - لیکن دار العلوم کے سنگ بنیاد رکهنے کے موقعه پر ایک بے قاعده جلسه کرکے ۱۵ ممبر اور بڑها لیے گئے تهے - اسطرح ۳۶ کي جگه اب ۵۱ سمجهی جاتي هے -

تمام دنیا میں دو ساله یا سه ساله ممبروں اور عهده داروں کے انتخاب کے یهي معني سمجهے جاتے هیں که کسي عام ترگروه سے ایک خاص تعداد کے اعضاء منتخب کیے جائیں ' اور دو سال کے بعد یا تین سال کے بعد جب انکا زمانه ختم هوجاے تو پهر از سر نو انتخاب کیا جاے - اس انتخاب میں اگر سابق هي کے ممبر اور عهده دار پهر دوباره منتخب هوگئے تو وهي ممبر هوجائینگے - ورنه نئے اشخاص رائیں حاصل کرکے اپنے تئیں منتخب کرائینگے -

لیکن ندوه میں انتخاب کے معني یه سمجهے گئے هیں که ایک مرتبه جو شخص انتظامي ممبر منتخب هوجاتا هے گو قانوناً وه صرف دو سال کے لیے هوتا هے ' لیکن عملاً لالف ممبر هوتا هے - جب ۳۶ یا ۵۱ ممبروں کا زمانه ختم هوتا هے تو وهي لوگ باهمدگر رائیں دیکر پهر اپنے تئیں منتخب کرلیتے هیں ' اور جب چاهتے هیں اور آدمیوں کیلیے بهي رائیں دیدیتے هیں !

لیکن ایسا کرنا قانون کي هنسي اور مجلس کا تمسخر هے - اور اس درجه کي خلاف ورزي هے جس سے زیاده قانون کي خلاف ورزي تصور میں نهیں آسکتي - جو لوگ دو سال کیلیے منتخب هوتے هیں ' بمجرد انقضاء مدت دو ساله ' انکي ممبري ختم هوجاتي هے اور اسکے بعد وه ممبر رهتے هي نهیں - پس نه تو انهیں ووٹ دینے کا حق هوتا هے اور نه وه کسي طرح کی باقاعده کارروائي کرنے کے مجاز هیں - اسکے بعد پهر از سر نو انتخاب هونا چاهیے اور کسي دوسري جماعت کي آواز اسکے لیے حاصل کرني چاهیے - اگر دوباره وهي لوگ منتخب هوجائیں تو البته رکن انتظامي هیں - لیکن جبکه وه ممبر رهے هي نهیں تو انکا ووٹ کیا معني رکهتا هے ؟

۹ - مئی کے جلسهٔ شوری منعقدهٔ دهلي میں جب یه مراتب پیش کیے گئے تو تمام جلسه حتی که حضرات ندوه کے اعوان و انصار تک حیرت و تعجب سے دم بخود رهگئے ' اور تمام ارکان ندوه میں سے ایک شخص بهي کوئي معقول جواب نه دیسکا ' اور بالاخر تسلیم کرنا پڑا -

اصل یه هے که ندوة العلما میں قانون اور عمل عرصے سے الفاظ مهمل هیں - مولانا شبلي نعماني ' شیخ عبد القادر - بي اے ' بابو نظام الدین ' خواجه غلام صادق وغیره ارکان نے اندر هي اندر اسے درست کرنا چاها - ایک جماعت انکي مخالف هوگئي - وه انکی مخالفت میں قانون کي جگه خود مختاري اور بے قاعده جتها بندي سے کام لیتي رهي - مذهبي الزامات کو آلهٔ کار بنایا گیا ' اور هر سعی اصلاح کي جو اس جانب سے ظهور میں آئي مخالفت هوئي - نتیجه یه نکلا که آٹهه برس کي نئي جد و جهد میں بهي ندوه کا نظام درست نهوسکا - مولانا شبلي نے غلطي یه کي که ان تمام باتوں کو گوارا کرتے رهے ' اور همیشه یه خیال کیا که کسي نه کسي طرح کام کو چلاتے رهنا چاهیے - وه سمجهے که دار العلوم کے اندر کام کرنے کی مهلت ملتي رهے تو کافي هے - حالانکه جس وقت تک ایک چیز کا کانسٹي ٹیوشن هي درست نهو ' اس وقت تک وه کیونکر مستحکم هوسکتا هے ؟

چند موٹي مثالیں قانوني خلاف ورزیوں کي اور بهي هیں جنهیں اس سے پہلے به تفصیل بیان کیا جاچکا هے ' اور انکي واقعیت کو جلسه شوری دهلي میں حضرات ندوه کو تسلیم کرنا پڑا - مثلاً ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - جولائی سنه ۱۹۱۳ کے جلسهٔ خاص و انتظامي میں جو کارروائي کي گئي ' وه نه صرف دستور العمل ندوه کے خلاف تهي بلکه مجالس و مجامع کے علم قوانین و نظام کے لحاظ سے بهی یکسر باطل هے -

(حاصل مطالب)

ان چند مثالوں کے پیش کرنے سے مقصود یه تها که ندوه کا فساد صرف قانون کے نقائص هي کا نهیں هے بلکه اسکے عمل کا بهي هے - موجوده حالت میں نه تو دستور العمل درست هے اور نه دستور العمل پر کوئي عمل کرتا هے - اب اگر اسکي اصلاح اور درستگي هوسکتي هے تو صرف اس طرح که پہلے ایک صحیح اور صالح قانون بنایا جاے ' اور پهر ان وسائل کو بهي عمل میں لایا جاے جنکے بعد ندوه کا قانون صرف روئدادوں کے ساتهه تقسیم کردینے یا دفتر کي کهنه الماریوں میں غذاے کرم هونے کیلیے نه رهجاے بلکه اسپر ٹهیک ٹهیک عمل بهی هو - اور جس طرح ایک اسلامی مجلس کو نظام شرعی و دیني کے مطابق هونا چاهیے ' ٹهیک ٹهیک اسي طرح وه اپنے کاموں کو انجام دے -

اگر ایسا هوگیا تو ندوه کا نظام درست هوجائیگا اور اغراض و مقاصد کو تخریب کار کی ویسی مهلت نه ملسکے گی جیسی که اب تک بدبختانه ملتی رهی هے - اسکے بعد اسکے مقاصد کی حقیقی تکمیل اور اسکے کاموں کی معنوي روح عمل کا مسئلهٔ اهم و اعظم هے جسپر متوجه هونا چاهیے ' لیکن جب تک نظام درست نهوگا اور استبداد و خود مختاري اور شخصیت و حکومة مطلقه کا شجرهٔ خبیثه بالکل جڑ سے کاٹ نه دیا جائیگا ' اس وقت تک هر طرح کی تخم ریزي اور آبپاشی اس سر زمین میں بالکل بیکار هوگی -

آئنده نمبر میں هم ترمیم شده دستور العمل پر نظر ڈالینگے -

چاهیے' اور پبلک کي طرف سے کوئي ایسي ذمه داري نہیں لے لیني چاهیے جو اصل مقصد میں خلل انداز هو اور جسکے بعد کام' رقت' مصالح عمل' اور مقتضیات پر نظر نہیں رکھي جاسکے' بلکه تاجروں اور دکانداروں کي طرح هر وقت شراکت داروں کو بتلاتے رهنا پڑے که کیا کام کیا جا رها هے؟ کیونکر کیا جا رها هے؟ اور اس وقت تــک تحویل میں کتنا آیا هے ؟

اس طرح تمام قومي کام کیے جاسکتے هیں مگر دعوة و تبلیغ کے کام نہیں هوسکتے جن میں بسا اوقات متجسس سوالوں کا جواب دینا بھي جائز نہیں هوتا :

کیں زمیں را آسمانے دیگر ست !

ان تمام باتوں سے بھي بڑھکر یه که اس وقت تک تجویزوں کے اعلان اور اعانتوں کے غلغلوں کے بہت سے تجربے هوچکے - اب ایک ایسا تجربه بھي کرنا چاهیے که پہلے کام شروع هوجاے اسکے بعد لوگوں کو اعانت کي دعوت دي جاے -

(اذا اراد الله شیئاً هیئا له اسبابه)

سو الحمد لله که الله تعالی کي توفیق راهنماے کار هوئي - اس نے اسکا سامان حسب التجا و آرزو خود بخود کردیا' اور وه اپنے دروازوں کے سائلوں کو کبھي دوسروں کے دروازوں پر نہیں بھیجتا:

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه (۶۵ : ۳) الیس الله بکاف عبده (۳۹ : ۳۲)

اور جس نے الله پر بھروسه کیا سو الله کي اعانت و نصرت اسکے لیے بس کرتي هے! اور کیا اسکے خزائن رحمت اسکے بندے کیلیے کافي نہیں که وه اسے دوسروں کے دروازوں پر بھیجے ؟

دار الجماعة کیلیے سب سے پہلا سوال زمین کا تھا - زمین کا مسئله کلکته اور بمبئي میں جس درجه مشکل مسئله هے اسکا اندازه صرف وهی لوگ کرسکتے هیں جنھیں ان شہروں میں رهنے کا اتفاق هوچکا هے -

قیمت کے بعد پھر دوسرا اهم سوال زمین کے محل و موقع کا تھا - اس کام کیلیے سب سے پہلی شرط یه تھی که زمین شہر سے باهر اور آبادي سے دور هو - دلوں کی بستی همیشه ویرانوں هی میں آباد هوئی هے' اور شہروں کی آبادي سکون خاطر اور استغراق قلب کے کاموں کیلیے سب سے بڑا مہلکه هے - آبادي کے پر شور میدانوں میں کام کرنے سے پہلے ضرور هے که باهر کی خاموشی اور سناٹے میں اپنے تئیں طیار کرلیا جاے' کیونکه شہروں کے اندر صرف انهی لوگوں نے کام کیے هیں جنہوں نے شہروں سے باهر اپني زندگی کا کچھه حصه بسر کرلیا هے - بلا شبه شہروں کی رونق بڑي هي کار آمد اور قیمتي هے مگر کاموں کے اتمام کیلیے نه که آغاز کیلیے -

بعض مصالح عظیمه کی بنا پر دار الجماعه کیلیے کلکته هی کو سردست منتخب کرنا پڑا تھا' تاهم ضرور تھا که آبادي کے کسی غیر آباد کنارے میں اسکے لیے جگه نکلتي -

ایسے اٹھاره سو برس پہلے رومیوں کے عظیم الشان شہر انطاکیه کے ایک کنارے سے دعوة حق کی صدا اٹھی تھي - وه ایک پاک روح تھی جس نے لوگوں کو نبیوں اور رسولوں کے اتباع کي طرف بلایا تھا' اور کہا تھا که اُن بتوں کی پوجا چھوڑ دو جو تمھیں کچھه بھي نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے :

وجاء من اقصی المدینة رجل یسعی' قال یا قوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسئلکم اجراً وهم مهتدون - وما لی لا اعبد الذی فطرني و الیه ترجعون ؟ ا تخذوا من دون الله آلهة ان یردن الرحمن بضر لا تغن عني شفاعتهم شیئاً ولا ینقذون - (۳۶ : ۲۳)

اور شہر کے کنارے سے ایک آدمي دوڑتا هوا بڑھا - اس نے کہا که اے میري قوم کے لوگو! سچائي کے ان رسولوں کے حکموں کو مان لو' ایسے لوگوں کی اطاعت کرو جو تمھیں گمراهي سے نجات بخشتے هیں اور پھر اپني محنت اور خدمت کا کوئي بدله بھي نہیں مانگتے - مجھے کیا هوگیا هے که میں ایسي کھلي اور صریح تعلیم سے آنکھیں بند کرلوں اور جس پروردگار نے مجھے پیدا کیا هے اسکي پرستش سے انکار کروں؟ حالانکه تم سب اُسي کی طرف لوٹا کر لاے جاؤ گے -

رومیوں کے عظیم الشان شہر کے کنارے سے یه آواز اٹھي جبکه خدا کے رسولوں کو جھٹلایا جا رها تھا اور احکام الہیه کی هنسي اڑائي جارهي تھي - اس نے " امنت بربکم " کا اقرار کیا' اور سچے رسولوں کي پیروي کی راه میں اُن بڑي بڑي دنیوي سزاؤں اور جسماني عقوبتوں کی پروا نه کی جو بت پرستوں کی آبادي میں خدا پرستوں کو دي جا رهي تھیں - حتی که اسي راه میں شہید هوگیا - کلکته بھي آج هندوستان کی سب سے بڑي آبادي هے اور دنیا خداے واحد کو بھلا کر ضلالت و باطل پرستی کے بہت سے بتوں کو اسکي جگه دے رهی هے - پس آؤ که هم سب بھی یک جا مجتمع هوں' تا که شہر کے ایک کنارے سے نمودار هوکر رسولوں کے اتباع کی دعوة دیں' اور مقدس حکموں کے ایمان و عمل کی پکار بلند کرکے خدا کے بندوں کو خدا کی طرف بلائیں عجب نہیں که همارے عاجز و درمانده بندگی قبول کرلی جاے' اور انطاکیه کی اُس شہید روح کی طرح هم بھی بشارت پائیں :

قیل ادخلی الجنة! قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلني من المکرمین! (۳۶ : ۲۵)

پس اسے بشارت ملی که جنت کی حیاة طیبه میں داخل هوجا! اس وقت اس نے کہا که کاش میري قوم جانتی که میرے پروردگار نے مجھے کس طرح بخش دیا اور اپنے نوازے هوؤں میں شامل کرلیا!

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ! (۲۲ : ۷۸)

(مخلص قدیم حاجي مصلح الدین صاحب)

چنانچه الله تعالی نے اسکا یه سامان کیا که مخلص و محب قدیم جناب حاجي مصلح الدین صاحب کو اس خدمت جلیل و عظیم کیلیے بلا تحریک و تشویق خود بخود طیار کردیا - انکي ملکیت میں ایک وسیع قطعة زمین شہر کے مشرقي کنارے میں موجود تھا - یه حصه برخلاف شہر کے تمام اطراف کے اب تک نسبتاً غیر آباد هے' اور حدود میونسپلٹي سے کچھه فاصلے پر واقع هے حاجي صاحب نے اس خدمت کیلیے اس قطعه کو وقف کردیا -

حاجي صاحب موصوف کے تعلقات اس فقیر کے خاندان سے نہایت قدیمي هیں' اور اُس زمانے سے هیں جبکه اب سے چالیس سال پہلے حضرة والد مرحوم پہلي مرتبه مکۂ معظمه سے کلکته تشریف لاے

ایوبي کي تلوار اور نه ابن سبکتگیں کا خزانه - کیونکه یه درمیانی عہد کي کڑیاں تھیں اور اب هم پھر اپني ابتدائی غربت کي طرف هت آـہ هیں - هم کو اُن سب کي جگه مهاجرۂ و ذهاب الی الله کا وہ ولوله چاهیے جو جعفر طیار کے هجرۂ حبشه میں دکھلایا - هم کو وہ خلوص و جاں نثاري چاهیے جو غار ثور میں صدیق اکبر اور اسد الله الغالب نے دکھلائي : اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا - هم کو وہ جوش انفاق في سبیل الله چاهیے جو هجرت مدینه کے دن انصار مدینه نے دکھلائي ' اور اپنے مهاجر بھائیوں کو اپنا گھر بار تک سونپ دیا : فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه - هم کو وہ جذبه جهاد اور عشق قتال في سبیل الله درکار ہے جسکي نسبت الہی نے مدحت سرائی کی : اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین - یجاهدون في سبیل الله و لا یخافون لومة لائم ( ) هم کو وہ بھائیوں کي سي برادري اور سپاهیوں کی سی فوج چاهیے جسکی نسبت وحي الہی پکار اٹھی تھی :

اشداء علی الکفار رحماء بینهم !
کافروں کیلیے نہایت سخت مگر آپسمیں نہایت رحم والے !

هم کو "بدر" چاهیے اور هم "احد" کے دامن کے متلاشی هیں - همارے دکھه کی دوا انصار مدینه کی اُن عورتوں کے پاس ہے جو اپنے سات سات عزیزوں کی موت کی خبر سنتی تھیں' مگر محبوب رب العالمین کی سلامتی کا مژده انکی آنکھوں کو اشکبار هونے کی جگه خوشی سے دمکا دیتا تھا - هم مردوں کو اُن عشاق دین جیجله نشینوں کے آگے کرنا چاهیے جو اپنے سینوں کو تیروں کی بارش سے چھلنی کردیتی تھیں مگر رسول الله کے جسم مبارک کے سامنے سے نہیں هٹتی تھیں که مبادا دشمنوں کا نشانه اُس وجود مقدس کو صدمه نه پہنچادے جسکے قیام سے تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا قیام ہے !!

من ز دل کر فدا شدم چه باک
غرض اندر میاں سلامت اوست !

همارے اسلاف کرام میں بڑے بڑے فاتح' بڑے بڑے سلاطین' اور بڑے بڑے مالک خزائن و اموال گذرے هیں مگر اب هماري زندگي بغداد کے دار الخلافة اور دهلي کے تخت عظمت و جلال کي یاد میں نہیں ہے' بلکه مدینه کي ایک خس پوش مسجد کے فقراؤ صعا لیک کی یاد کے اندر ہے - الله اکبر ! وہ فقراء مقدسین که انکا واسطه دیکر سید المرسلین حضرة الہي میں دعاء فتح مانگتے تھے !

وکان رسول الله صلی الله علیه و سلم یستفتح بصعالیك المهاجرین '

مگر آه "میں تنہا هوں اور میرے دل کا ساتھي کوئي نہیں - کس کے پاس جاؤں اور جو سمجھتا هوں وہ کسے سناؤں ؟ نه تو قسطنطنیه میں اُن صداؤں کیلیے کان هیں ' نه رود نیل کا کنارہ انکے لیے طیار ہے ' اور نه اس اقرار زار هند کي گلیوں میں کوئي راهگیر ہے جو ان صداؤں کے سننے کیلیے ٹھر جاے :

کس زبان مـرا نمي فهمـد
بعزیزاں چـه التمـاس کنم ؟

زمانه جن کاموں میں مبتلا ہے اور کام کرنے والي قوتیں جن راهوں میں بھٹک رهے هیں' وہ همیں کچھه بھي نفع نہیں پہنچا سکتیں - لوگوں نے نه تو منزل مقصود کو پایا ہے اور نه اُسکي راہ هي پہچاني ہے - مکان معلوم هو تو راہ میں بھٹک جانے کا چنداں غم نہیں ' کیونکه کبھي نه کبھي ٹھیک راہ پر لگ هی جائینگے - لیکن مصیبت یه ہے که اپنے گھر هی کو بھول بیٹھے هیں - پھر راہ خواہ کتني هي پر فضا اور خوشنما هو' مگر جس قدر چلتے رهینگے' منزل سے دور هي هوتے جائینگے - کیونکه راہ اچھي ہے مگر منزل فراموش کردي گئي ہے - ممکن ہے که کسي عالیشان محل کے دروازے پر پہنچ جائیں مگر اس طرح چلکر همیں همارا گم شده جھونپڑا تو نہیں ملسکتا !

عجب مصیبت ہے - نه تو دکھول کر بیان کیا جاسکتا ہے اور نه بغیر کہے چین پڑتا ہے :

مثال ما لب دریا و آب مستسقي ست
دهند شوق ولے رخصت نظر نه دهند !!

الله کے هاتھه میں ہے که وہ تنہائي کو جماعة سے' انفراد کو کثرت سے' غربت کو عظمت سے' اور التجاؤں کو اجابت سے بدلدے : و لقد نصرکم الله ببدر و انتم اذلة !

(اتباع اسوۂ "محمد رسول الله و الذین معهم")

بہر حال آج جو کام مختلف شاخوں میں هو رهے هیں' اُنھیں هونے دو - لیکن خدمت دین و ملت کیلیے ضروري ہے که اپنے عزائم کو بلند کرو' اپني نظروں کو سامنے سے هٹا کر زیر کرو' اپنا قبلۂ رخ سامنے کے مناظر کو نہیں بلکه عقب کی چھوٹي هوئي منزلوں کو بناؤ' اور اپنے تمام کاموں میں صحابۂ کرام اور سلف صالح کی پیروي و اتباع کی حقیقت ثابته پیدا کرو - خواہ وہ مسئلۂ مال و متاع هو' یا مسئلۂ جان و دل - خواہ وہ کاموں کا آغاز هو یا ارادوں کا اتمام ' اور خواہ ' وہ امن کی طیاري هو یا جنگ کی پکار -

اس سلسلے میں روپیه کي فراهمي کا مسئله بڑا هي نازک مسئله ہے - یه ظاهر ہے که هر طرح کے کاموں کیلیے اسکي ضرورت هوتي ہے اور دعوۂ و تبلیغ اور اعلاء کلمه و تحریک ملت کے کام بھي بغیر اسکے انجام نہیں پا سکتے - لیکن ساتھه هي اسکا وجود اور اعانه کا عام پھیلاؤ طرح طرح کے مہلکات و موانع کا موجب بھي هو جاتا ہے ' اور همتوں کیلیے اسمیں بڑي هي ٹھوکریں اور نیتوں اور طمانیتوں کیلیے اسمیں بڑے هي خدشات هیں -

سب سے زیادہ یه که کام کا دار و مدار دل کي جگه جیب پر هوجاتا ہے ' اور نیتوں اور ارادوں میں وہ سکون و انشراح باقي نہیں رهتا جو بغیر اسکا قدم درمیان آے لوگوں کو حاصل ہے - اسلیے اولاً اس طرح کے کاموں کي ابتدا کو تو ضعفاء قلوب کیلیے آزمایش نه بنانا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ! (۱۰ : ۸۶)

رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ، رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَن سَبِيلِكَ ، رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ ، فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ !! (۱۰ : ۸۸)

عـالم اسـلامی

مسئلۂ اصلاح و تجدید علوم اسلامیہ

بخارا میں دعـوۃ اصـلاح کا آغاز

بخارا اسلام کے تمدن و تہذیب ' علم و فضل ' جاہ و جلال ' عظمت و شوکت کا نہایت قدیم مرکز ہے - اب اگرچہ دنیا کے سامنے تمدن و تہذیب کے دوسرے مناظر آ گئے ہیں ' اسلیے وہ اسلام کي تمـام تمـدني یادگاروں کي طرح بخـارا کو بھي بھـول گئي ہے ' لیکن بخارا کي خاک سے جس درجہ کے اهل کمال پیدا ہوے ' جس پایہ کے فضلاء اوٹھے ' اسلامي مصنفـات و قررن علمیہ میں جیسا عظیم الشان حصہ انھوں نے لیا ' تاریخ اب تک اسکا تذکرہ ادب کے ساتھہ کرتي ہے ' اور جب کبھي اسلام کے قدیم علوم و فنون کي مرثیہ خواني کي جاتي ہے ' تو بخارا کے اوراق اشک شوئي کیلیے اپنے دامن کو پھیلا دیتے ہیں !

یہ سچ ہے کہ بخارا کي قدیم عظمت ' دولت و ثروت ' اور زرخیزي کے افسانے اب داستان پارینہ ہوگئے ہیں ' لیکن اگر ہم اونکو یاد دلانا چاہیں تو کسي مطول تاریخ کی اوراق گرداني کی ضرورت نہوگي ' بلکہ خواجہ حافظ کا ایک مصرعہ کافي ہوگا :

بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اگـرچہ ایشیـاء و یورپ کی زبانوں میں اختلاف ہے ' اور فرانس و جرمنی کي طرح روس نے مشرقي علوم و فنون کے احیاء و ترویج میں بہت زیادہ شہرت حاصل نہیں کی ہے ' تاہم اوسکو حافظ کا یہ مصرعہ ضرور یاد تھا ' اور ایشیاء کی فیاضي کي داستان کا خلاصہ اوسکے پیش نظر تھا ' جس سے وہ اب کام لے رہا ہے - یورپ کا دامن حسن و جمال دولت و ثروت کے سمیٹنے کي غیر معمولی وسعت رکھتا ہے - بخارا میں روسي عورتیں بکثرت آتي ہیں ' اور اپنے خال و خط دکھا کرکہتي ہیں کہ تمھارے آباء و اجداد نے فیاضی کا جو معیار قائم کردیا تھا ' تم بھي اسے قائم رکھو - انسان بے قابو ہو جاتا ہے ' اور کہتا ہے کہ ہم اس سے بھي اعلی معیار قائم کرسکتے ہیں :

ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

چنانچہ بخارا میں فسق و فجور کا بازار گرم رہتا ہے ' حدود شرعیہ بالکل معطل ہوگئے ہیں جس نے ہوا و ہوس کا میدان اوربھی وسیع کردیا ہے اور وہ برابر پانوں پھیلاتي جاتي ہیں ' من یتعد حدود اللہ کی وعید کسي زبان سے نہیں نکلتی !

عملي نتائج کے لحاظ سے بخارا کي قدیم علمي عظمت بھي اخلاقي حالت کی طرح پامال اور مذہبي حدود کي طرح بے اثر ہے - قدیم علمي ترقي کا افسانہ صرف تاریخ کے اوراق و بطون میں باقي رہگیا ہے - یا دلوں میں ہے ' یا زبانوں پر ہے - مگر افسوس کہ اعمال ' اور اعمال کے نتائج میں اس کھوئي ہوئي دولت کا سراغ نہیں لگ سکتا !

بخارا کي موجودہ تعلیمي حالت نہایت افسوسناک ہے مدارس قائم ہیں ' تعلیم جاري ہے ' طلباء پڑھتے ہیں ' اساتذہ پڑھاتے ہیں - ایک نصاب تعلیم بھي ہے - لیکن تعلیم کي وہي فرسودہ حالت ہے جسکا رونا اسقدر رویا گیا ہے کہ اب روتے ہوے ہنسي آتي ہے - نصاب تعلیم میں قدماء کي ایک کتاب بھي نہیں - علوم و فنون میں کمال پیدا کرنے کي جگہہ محض فقہ و فروع کي کتابي تعلیم پر قناعت کرلي گئي ہے - قران و حدیث کے ساتھہ بالکل اعتناء نہیں ' علوم شرعیۂ حقیقیہ کا علم و فہم یکسر مفقود ہے - موجودہ علوم و فنون و موجودہ ضروریات کا مطلق لحاظ نہیں رکھا جاتا - غرض ہندوستان کي جو حالت ہے اور جس غرض سے ندوۃ العلماء قائم کیا گیا تھا ' وہاں کا بھي یہي حال ہے ' اور حالات کے لحاظ سے اسي قسم کے اصلاح کي ضرورت ہے -

لیکن مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیے کہ حال میں والي بخارا نے اس ضرورت کي طرف غیر معمولي توجہ مبذول کي ہے ' اور اس طرز تعلیـم کو بدلنا چاہا ہے جو علوم اسلامیہ کے قالب کو دیمک کي طرح کھا رہا ہے -

ہندوستان میں چند اصلاح طلب علماء نے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا اور قدیم طرز تعلیم کي اصلاح کرنا چاہي تھي ' لیکن افسوس کہ ندوۃ العلماء انھي کے ہاتھوں برباد بھي ہوگیا - تاہم ندوہ نے گو خود کوئي عظیم الشان تبدیلي پیدا نہ کی ہو ' مگر اسکے اس فخر کو کوئي چھین نہیں سکتا کہ جو فرض تمام عالم اسلامي حتی کہ جہل اباد بخارا و خیوا تک میں آج محسوس کیا جا رہا ہے ' اسکی تشخیص کی توفیق سب سے پہلے اسي کي نباض نظر و فکر کو ملي !

لیکن بخارا کے علمی جمود کا یہ کتنا شرمناک منظر ہے کہ جب والي بخارا کو اصلاح تعلیم کا خیال پیدا ہوا تو بخارا کي تمـام جغرافیائی وسعت اور قدیم مدارس و جوامع کی چار دیواریوں کے اندر سے ایک ہاتھہ بھي نہ اوٹھا کہ جو کچھہ والی بخارا کے دل میں تھا اوسکو عملی قالب میں ظاہر نمایاں کردیتا - بخارا کے تمام علما اس کام سے عاجز و درماندہ تھے - مجبوراً ترکستان و قفقاز کے روشن خیال علما طلب کیے گئے - اب انکی ایک خاص کمیٹی اس غرض سے قائم ہوئی ہے - ترکستان کے علماء عالم اسلامی میں نہایت روشن خیال اور معتدل الفکر ہیں - ان میں نہ تو جمود و تقلید کا وہ اشتداد ہے کہ اصلاح کو کفر و بدعت قرار دیں ' اور نہ الحاد و تفرنج کي وہ روشن خیالي ہے کہ اصلاح کے نام سے تخریب دین و شریعت کا عمل شیطاني انجام دیں - اسلیے امید ہے کہ یہ کمیٹی اپنا مقصد صحت و اعتدال فکر کے ساتھہ پورا کریگی !

مسلمانوں کو اس علمی انقلاب کا خیر مقدم کرنا چاہیے - کیونکہ ایک کھوئي ہوئي دولت ڈھونڈھي جا رہي ہے ' اور ایک گڑا ہوا خزانہ کھودا جا رہا ہے - اگر مل گیا تو ہر مسلمان اوسکا کلید بردار ہوسکتا ہے ' بشرطیکہ سعي جاري رہے اور ارباب اصلاح کا قدم جادۂ حقیقت و عمل سے نہ ڈگمگاے -

اس تحریک کے عملی نتائج سے اگر قطع نظر بھی کرلی جاے جب بھي یہ خیال بجاے خود اس قدر رقیع ہے کہ والی بخارا کے چہرے پر ہر مسلمان کو محبت آمیز نگاہ ڈالني چاہیے -

تھے - والد مرحوم کو انکي محبت و خلوص پر بڑا هي اعتماد دیا گیا تھا ' اور وہ همیشه انکے جوش ایماني اور محبت دیني کو اور لوگوں کے سامنے بطور نمونے کے پیش کیا کرتے تھے - اس سلسلۂ ارشاد اور اخوان طریقت کي خدمت و اعانت میں بارها اُنھوں نے بڑي بڑي گرانقدر رقموں سے انفاق کیا ' مگر سچ یه ھے که " حزب الله " کے دارالجماعه کي تاسیس کا شرف ان تمام خدمات سے بدرجها ارفع و اعلی تھا ' اور جزو کے مقابلے میں کل کا حکم رکھتا تھا - پس کچھه شک نہیں که یه الله تعالی کا فضل مخصوص ھے که اس خدمت کي توفیق بھي بالاخر انھي کے حصے میں آئي :

و ذلك فضل الله یوتیه من یشاء ' والله ذوالفضل العظیم !

پھر صرف اتنا هي نہیں ' بلکه دار الجماعة کي عمارتوں میں سے دار الارشاد کي تعمیر کے تمام مصارف بھي انھوں نے اپنے ذمے لے لیے هیں اور یہي سب سے زیادہ مقدم و اهم عمارت تھي : الذین ینفقون اموالهم في سبیل الله ثم لا یتبعون ما انفقوا منا و لا اذی ' لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون ! (۲ : ۲۶۴)

(دار الارشـــاد)

بالفعل " دار الجماعه " کو صرف تین عمارتوں میں تقسیم کیا گیا ھے تاکه جلد سے جلد کام شروع هوسکے - بقیه عمارات کیلیے کافي زمین مناسب و موزوں تقسیم کے ساتھه چھوڑ دي گئي ھے -

اولین عمارت " دار الارشاد " ھے جسکو آجکل کي اصطلاح میں لکچرروم یا ایوان درس سمجھنا چاهیے - یه ایک بہت بڑا و سیع هال هوگا جسمیں به یک وقت کئي سو آدمیوں کے درس کي گنجایش هوگي - تعلیم و ارشاد کا صیغه بغیر اس عمارت کے شروع نہیں هوسکتا تھا ' اسلیے اسے مقدم رکھا گیا - حاجي صاحب نے علاوہ زمین کے اس عمارت کے تمام مصارف بھي اپنے ذمے لیلیے هیں -

دار الارشاد کے بالکل سامنے ایک نہایت خوشنما اور شاندار مسجد ھے جسکي تعمیر گذشته سال ختم هوگئي - مسجد کا هال ۵۰ فٹ لنبا ھے اور ایک وسیع صحن اسکے علاوہ ھے - مسجد مقدس کی تعمیر سب پر مقدم تھي ' سو الحمد لله وہ مکمل موجود ھے -

دار الارشاد کے ساتھه هي کتب خانه هوگا اور اس عاجز نے ارادہ کرلیا ھے که اپنا ذاتي کتب خانه وهیں منتقل کردے -

دار الارشاد اور کتب خانے کے دونوں جانب مسلسل کمروں کي قطاریں هونگي - جنمیں سامنے برآمدہ ' عقب میں غسل خانه ' اور وسط میں ایک کشادہ کمرہ هوگا - اسکے لیے اتني جگه موجود ھے که انشاء الله به یک وقت کئي سو آدمیوں کے رهنے کي جگه نکل آئیگي - سردست کام کے جلد جاري کردینے کیلیے اقلاً ایک سلسله مکمل هوجانا چاهیے ' تاکه ایک کافي تعداد دعاة و مهاجرین کي وهاں مقیم هوسکے - ایک بڑے کمرے کي لاگت ایک ایک هزار روپیه قرار پائي ھے ' اور امید ھے که الله تعالی بہت سے ایسے لوگوں کو بھیج دیگا جو کم از کم ایک ایک کمرہ کی تعمیر اپنے ذمے لے لینگے -

(تـــاسیس دار الارشـــاد)

جناب حاجي صاحب کا اصرار شدید تھا که جہاں تک جلد ممکن هو بنیادي پتھر نصب کردیا جاے ' مگر بعض وجوہ سے میں تاخیر کررها تھا :

لیکن اسی اثناء میں رمضان المبارک کا ورود هوا - یه وہ ماہ مبارک ھے جو برکات سماویه کے نزول کا منبع اور سعادت عالم کے آغاز کا عهد اولی ھے - : شهر رمضان الذي انزل فیه القران !

پس اس ماہ مبارک سے بڑھکر دار الجماعه کي تاسیس کیلیے اور کونسا وقت مبارک و میمون هوسکتا تھا ؟ چنانچه اتوار کا دن اس غرض سے قرار پایا اور عین اُس وقت جبکه چودہ گھنٹے کي بھوک پیاس کے بعد افطار کے وقت کا انتظار تھا ' اُن ادعیۂ مقدسه کي تلاوت کے بعد جو دین حنیفی کے باني اول نے خانۂ کعبه کي بنیاد رکھتے هوے مانگي تھیں ' اور اُن دعاؤں کي پکار کے ساتھه جو ایک مومن و مسلم زندگي کي حقیقي التجائیں اور آرزوئیں هیں ' دار الارشاد کا سنگ بنیاد نصب کردیا گیا -

(دعاے موسوي)

سنگ بنیاد نصب کرنے کے بعد تمام حاضرین نے جناب الہی میں مکرر دست نیاز اٹھایا - افطار کے وقت میں صرف چند منٹ باقي رهگئے تھے اور ایک عجیب و غریب وقت متبرکۂ الهیه کے برکات و افضال اور خشوع و تضرع کا هر شخص کو احساس روحانی هو رها تھا - اس موقعه پر الله تعالی نے وہ دعاے جلیل و عظیم بے اختیار هماري زبانوں پر جاري کردي جو حضرة موسی اور انکے ساتھیوں نے مانگی تھي - جبکه انھیں مصر سے نکلنے کی جگه مصر هي میں اپنا گھر بنالینے اور تبلیغ و تبشیر کے ذریعه قوم کو طیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا ' اور جبکه فرعون کے ظلم و طغیان سے اسرائیل کي نسل عاجز و درماندہ هوگئي تھي :

ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظـالمین ! و نجنـا برحمتـك من القـوم الکافرین ! و اوحینا الی مـوسی و اخیـه ان تبوالقومکما بمصر بیـوتا واجعلوا بیوتکم قبلـة واقیموا الصلـواة و بشر المومنین - وقال موسی : ربنا انك اتیت فرعون وملاه زینـة و اموالاً فی الحیاة الـدنیا ' ربنـا لیضلوا عن سبیلك ' ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علي قلـوبهم فلا یومنوا حتي یروا العذاب الالیـم (۳۰ : ۸۸)

اس عهد کے مظلوم مومنوں نے دعا مانگي که " اے همارے پروردگار ! همیں ان ظالموں کے ظلم کا تختۂ مشق نه بنا اور اپني رحمت سے همیں کفار کے تسلط سے نجات دے ! " اسکے بعد هم نے حضرة موسی اور انکے بھائي کي طرف وحي بھیجي که مصر میں اپني قوم کي هدایت و ارشاد اور تحریک و تبلیغ کیلیے گھر بنالو اور اُنھیں کو اپني عبادت گاہ قرار دو اور صلوة الہی کو قائم کرو ' اور اس طرح ارباب ایمان کو خوشخبري دو که فرعون کے تسلط سے نجات پانے کا وقت قریب آ گیا - پس حضرة موسی نے دعا مانگي که " خـدایا ! تو نے فرعون اور اسکے حاکموں کو بڑي هي شان و شوکت اور جاہ و دولت دے رکھی ھے تاکه لوگ انکي دنیاوي حالت سے دھوکا کھالیں - اور سمجھیں که خدا کفر و ظلمت سے خوش هوتا ھے جبھي تو کافروں کو ایسی عظمتیں دے رکھي هیں ' اور اسطرح وہ لوگوں کو راہ حق سے بہکائیں - تو اے پروردگار ! حق کي مظلومي اور ضلالت کي طاقت اب تک رهیگي ؟ اپنـا وقت جلـد بھیج ' اُنکے مال و دولت اور طاقت و جبروت کو فنا کردے ' اور اُنکے دلوں کو سخت کردے کیونکه یه لوگ عذاب دردناک دیکھے بغیر کبھي حق کو قبول نه کرینگے "

یه ایک عجیب و غریب دعا ھے جو بني اسرائیل کی نجات کا وسیله بني ' اور جسکے بعد هي حکم الہي کے مطابق اُنھوں نے گھر بنا کر دعوة و تبشیر کا کام شروع کر دیا - حدیث نبوي میں آیا ھے که امة مرحومه پر ایک ایک کرکے وہ تمام حالتیں طاري هونگي جو بني اسرائیل پر گذر چکي هیں ' اور في الحقیقت آج امة اسلامیه کي حالت ٹھیک ٹھیک بني اسرائیل کے اس عهد کی سی هوگئي ھے جبکه وہ مصر میں گرفتار مصائب و الم تھے - پس چاهیے که هم بھي آج انھي دعاؤں میں اپني عالمگیر مصیبت کی نجات ڈھونڈیں ' اور اسوۂ مقدسۂ موسویه کو اپنے سامنے رکھکر پورا پورا اُسکا اتباع کریں - یہی سبب ھے که دار الجماعه کی تاسیس کے وقت یه دعا زبانوں پر جاري هوئی - اور کچھه عجیب طرح کا تضرع و خشوع تمام حاضرین کو میسر آیا جسکي کیفیت اب لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتي -

جو بعض کاغذات بطور آثار اساس کے بنیاد میں رکھے گئے ' انمیں ایک بوتل کے اندر سورۂ حج کي پانچ آیتیں اور یه ادعیۂ مقدسه بھي تھي ' اور اسي لیے ان دونوں آیتوں کو اس مضمون کے وسط میں درج کیا گیا ھے که حاصل مقاصد دار الجماعة یہي هیں !

مذاكرۀ علميّه

روح ٬ اسکا مسکن اور حکمــاء مادیین

(مشاهیر علمــا کے احکام و آراء)

جو لوگ علم الحیات کي تاریخ سے واقف هیں٬ انکے لیے یه کہنا ضروري نہیں که نباتات میں بھي روح فرض کي گئي ہے - اریزو (Arezzo) کا مشہــور طبیعي اندریا سیــل فینس Andrea Cæsalpinus (۱۵۱۹—۱۶۰۳) جو اس وقت تک اطالیا میں دوران خون کا مکتشف سمجھا جاتا ہے٬ اس نے اپني کتاب ڈي پلینٹس لایبري De Plantis Libri میں نباتاتي روح کي ماهیت اور اسکے مسکن کے متعلق ایک طویل بحث چھیڑي ہے -

روح کو کہــاں رهنا چاهیے ؟ اسکے متعلق همیں دقیقه رس سیسلپنس کے تفصیلي دلائل کے تتبع کي چنداں ضرورت نہیں ہے - صرف اسقدر جان لینا کافي هو گا که بالاخر روح نباتاتي کو وہ اس مقام پر رکھتا ہے جہاں تنا اور جڑیں آکے ملتي هیں -

یه مقام جو بعد کو کولیٹ (Collet) یا گردن کے نام سے مشہور هوا ٬ اسکے متعلق (Linnæus) کے بعد بھي ایک توهم پرستانه عزت کے ساتھه یه خیال کیا جاتا رها که یہاں زندگی کا کوئي خاص مرکز قائم نہیں کیا گیا ہے -

لیکن فرانس کا ایک مشہور عالم (Burgundian Marriotte) المتوفی سنه ۶۸۴ ع اپني کتاب (Snr Le Sujetdes Plantes) میں صاف صاف کہتا ہے :

" هم نباتات کي روح کے متعلق کچھه نہیں جانتے - اسلیے نبــاتات کے علم وظائف الاعضاء میں اســکا فــرض کرنا ذرا بھي مفیــد نہیں "

روح اور ماده کے زیرین طبقه (Material substratum) میں جو باهمی تعلق ہے٬ اسکي تاریخ کے گذشته اوراق اگر کافي مقدار میں الٹیں تو همیں نظر آئیگا که ابتداً عقلي کاموں کے لیے نظام عصبي میں کوئي جگه تسلیم نہیں کي گئي تھي - قدیم مصري سمجھتے تھے که روح دل میں رهتي ہے - ارسطو کا بھی یہي خیال تھا -

یه خیــال عہد نیپولین کے مشہور فلسفي ویکو (Vico) کے وقت تــک زنده رها - چنانچه وہ ڈیکارٹ (Descartes) کے علی الرغم همیشه یہي کہتا رها که نفس کا مسکن دماغ نہیں بلکه دل ہے -

(حجـــاب حاجز)

یونانیوں کا ایک دوسرا قدیم خیال یه ہے که روح یا نفس٬ حجاب حاجز کا مسکن Diaphragm (۱) ہے٬ جسکی یادگار هماري زبان کے ایک لفظ Phrensy (جنون) میں ابھی تــک باقي ہے - کیونکه وہ لفظ فرین Phren سے مشتق ہے جو یوناني زبان میں حجاب حاجز کو کہتے هیں - فرین سے بہت سے الفاظ مشتق هوے جن میں سے بعض متداول اور بعض قلیل الاستعمال هیں - مثــلا Phreno-pathia جو اب عقل کے علاج کے لیے بہت کم استعمال کیا جاتا ہے - یا Phrenetsc جو اسوقت تــک عام طور پر ایسے شخص کو کہتے هیں٬ جسکي عقل میں بآساني هیجان اور برانگیختگي پیدا کی جاسکے - یا Phrenitis جو در حقیقت اشتعال دماغ (Inflammation of brain) کے بالکل مرادف ہے - اسي طرح Phrenology جو ایک فرضي علم کا نام ہے٬ اسي فرین سے مشتق هوا ہے -

یه خیال که روح کا مسکن حجاب حاجز ہے٬ کیونکر پیدا هوا ؟ اســکا سمجھه میں آنا چنداں مشکل نہیں " یه حجاب حاجز سانس کے لیے اسـدرجه ضـروري ہے که اس پر جذبات کے شدید هیجان کا بہت سخت اثر پڑتا ہے - هر جاندار محسوس کرتا ہے که جذبات کے هیجان سے سینه ابھر آتا ہے اور سانس پھولنے لگتی ہے ٬ اسلیے جذبات کا هیجان سینے اور اسکے خاص عضله حجاب حاجز میں پیدا هوتا ہے یا رهتا ہے " یه ہے وہ دلیل جو قدما اس خیال کي تائید میں بیان کرتے تھے -

(جذبــات اور مختلف اعضــاء شکم)

کیا انکے قدیم زمانه سے جسکا آثار همارے حافظه کی دسترس سے باهر ہے٬ تلي (طحال) کے متعلق یه خیال نہیں کیا جاتا ہے که وہ غیــظ و غضب اور رشــک و حسد کا گھر ہے ؟ هم ابھي تــک (Splenotice) اور (Fit of spleen) بولتے هیں جس سے مراد غصه ور آدمي اور غصه کا دوره هوتا ہے - حالانکه انکی لفظي ترکیب میں اسی خیال کا اثر موجود ہے - انگلستان کا سب سے بڑا شاعر شیکسپیر بھي پیٹ کے مختلف حصوں میں تقسیم جذبات کے مذهب کو تسلیم کرتا تھا - مثلاً وہ محبت کي جگه جگر کو قرار دیتا ہے - البته وہ دوسرے نظریه سے بھی ناواقف نہیں ہے - بلکه یقیناً دماغ کے متعلق بھي سن چکا ہے که وهي روح کا گھر ہے - چنانچه وہ " شاه جان " کے ڈرامے میں پانچویں ایکٹ کے ساتویں سین میں کہتا ہے :

" بہت دیر هوگئي - اسکی تمام خونین زندگي فساد پذیر طور پر متاثر هوچلي ہے - اور اسکا دماغ (جسکے متعلق بعض لوگ کہتے هیں که وہ روح کي ناپائیدار قیام گاه ہے) اپني هرزه سرائیوں سے فاني هستی کے ختم هونے کي پیشینگوئي کر رها ہے "

(روح اور معده)

بیلجیم کا قدیم کیمیا داں وان هیلمنٹ (van Helmont) (المتوفي ۱۵۷۷ - ۱۶۴۴) غالباً ارباب علم میں سب سے آخري شخص ہے جو روح کي جگه سر کے باهر مانتا ہے - وان هیلمنٹ کے نزدیک روح قعر معده (Pylorus) میں رهتي ہے٬ اور اسکے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے وہ ایک عجیب و غریب قسم کا ذخیرۀ دلائل ہے - اسکے نزدیک " اگرچه روح کے تمام حرکات اور احساسات دماغ اور اعصاب کے ذریعه ظاهر هوتے هیں مگر اسکا اصلی تخت حکومت قعر معده

---

(۱) دائي ایفرم Diaphragm ایک یوناني نژاد لفظ ہے - یه ایک حیواني عضله کا نام ہے جو سینے اور شکم میں حائل ہے - علوم طبیه کا جب عربي میں ترجمه هوا تو اسوقت اسکے لیے کوئي نیا لفظ نہیں وضع کیا گیا بلکه اسیکو معرب کرلیا - چنانچه متقدمین کي تصانیف میں دائي ایفرم بصورت " دي ایفرغما " اکثر ملتا ہے - متاخرین نے اسکے لیے " حجاب حاجز " وضع کیا ٬ جو ڈائي ایفرم کا قریباً لفظی ترجمه ہے - (الهـــلال)

اکتشـــاف و اختـــراع

وائر لیس ٹائپ رائیٹر

" وائر لیس" اور " ٹائپ رائیٹر" علحدہ علحدہ کوئي نئي شے نہیں ھیں - آپ ان دونوں سے اچھي طرح واقف ھیں - وائر لیس بے تارکي خبر رساني کو کہتے ھیں جسکي " لاسلکي" کے نام سے ہم بارھا معرفي کرچکے ھیں - البتہ ان دونوں کا مجموعہ یعني " وائر لیس ٹائپ رائیٹر" ایک تازہ ترین اختراع ھے جسکو خود یورپ میں بھي لوگوں نے اس وقت تک صرف اخباروں ھي کے صفحات میں دیکھا ھے -

وائر لیس ٹائپ رائیٹر ایک مشین ھے' جسکا کام یہ ھے کہ لاسلکي کے ذریعہ جو پیغام آتا جائے وہ ساتھہ ھی ساتھہ قلمبند بھي ھوتا جاے' اور اسطرح چھپتا جاے جسطرح ٹائپ رائیٹر مشین میں چھپ جاتا ھے -

اسکے موجد ناروي (ناروبجین) بیڑے کا کپتان اے - این - ھولینڈ ھے - کپتان ھولینڈ کو جب اس مشین کي ایجاد میں کامیابي ھوگئي' تو اس کا تجربہ لاسلکي تاروں پر کیا گیا - مگر پہلا نتیجہ مشکوک اور نا قابل اعتماد نکلا -

ٹیلیگرافي میں ایک آلہ ھوتا ھے جسکو ریلے (Relay) کہتے ھیں - اس آلہ کے پاس برقي قوت کي ایک بیٹري ھوتي ھے اس کا کام یہ ھے کہ جب تار کے اشارات اس پر سے گذرتے ھیں تو وہ بیٹري کي مدد سے مزید قوت پیدا کردیتا ھے اور کمزور اشارے بھي دور دراز مقامات تک پہنچ جاتے ھیں -

مسٹر ھولینڈ کو جو اپنے اولین تجربہ میں قابل اعتماد کامیابي نہیں ھوئي' تو اسکي وجہ یہ تھي کہ انہوں نے کوئي ایسا " ریلے" استعمال نہیں کیا تھا جسمیں اسقدر احساس ھو تا کہ کمزور لاسلکي اشاروں کو بھي محسوس کرلیتا' اور انمیں مزید قوت پیدا کردیتا تا کہ وہ آگے بڑھسکتے یا ٹائپ رائیٹر کو چلا سکتے -

موجد کو جب اپني نا کامي کي وجہ معلوم ھوگئي تو اس نے از سر نو کوشش شروع کردي - حال میں اس نے اعلان کیا ھے کہ میں نے ایسے " ریلے" بہم پہنچا لیے ھیں جو کمزور لاسلکي اشاروں کو تقویت دیسکتے ھیں' اور امید ھے کہ عنقریب ٹیلیگراف ٹائپ رائیٹر کي طرح وائر لیس ٹائپ رائیٹر بھي ھر لا سلکي اسٹیشن میں نظر آنے لگے گا !

اس وائر لیس ٹائپ رائیٹر کي ایک بڑي خصوصیت یہ ھے کہ اس کا استعمال مختلف مخفي کوڈوں (مصطلحات خصوصي) میں بھي ھوسکتا ھے - چنانچہ اس طرح کے کوڈز کے ۷۲۰ حروف ابجد ترتیب دیے ھیں' اور انکے ساتھہ ایک اور آلہ بھي درست کیا گیا ھے جو حسب خواھش حروف کو بدلدیتا ھے -

کپتان ھولینڈ کے ٹائپ رائیٹر میں ایک بڑي خوبي یہ ھے کہ آپ خواہ کسي کوڈ کے حروف استعمال کریں مگر قلمبند کرنے والا حصہ ھمیشہ اسے معمولي کتابي و طباعي حروف میں لکھیگا' اور اسطرح جب تار مرسل الیہ کو ملیگا تو وہ بغیر کسی مزید تکلیف کے اسے پڑھلیگا !

(کہربا اور خزائن الارض)

گوٹنجن یونیورسٹي کے دو پروفیسر ڈاکٹر لیمباچ Dr. Leimbach اور ڈاکٹر لوي (Dr. Lowy) نے ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ھے جسکے ذریعہ زمین کي ساخت' اسکے اندر بہنے والے چشمے' مدفون خزانے وغیرہ وغیرہ' بغیر کھودے ھوے محض لاسلکي تار کي برقي رو کے ذریعہ معلوم ھوسکتے ھیں -

اس کا تجربہ مقام ھینوور (Hanover) میں کیا گیا تھا' جسمیں خاطرخواہ کامیابي ھوئي - چنانچہ ایک مہم بسرپرستي صیغۂ مستعمرات (کالو نیز) مغرب و جنوبي افریقہ میں فلزات اور پاني کي جستجو میں گئي ھے' اور ایک دوسري عنقریب ممالک متحدہ امریکا میں بھي جانے والي ھے -

اس اکتشاف کا سراغ کیونکر لگا؟ اسکو خود ڈاکٹر لیمباچ نے ایک شخص سے بیان کیا ھے - انہوں نے کہا کہ " برقي رو کے ذریعہ اندروني زمین کے آشکارا کرنے کیلیے میں اور ڈاکٹر لوي سنہ ۱۹۱۰ ع سے ایک اسکیم پر عمل کررھے تھے - ھمیں گوٹنجن کي ایک سوسائٹي سے مدد ملتي رھتی تھي - اس نے یہ وعدہ بھي کیا تھا کہ جو طریقہ تجویز کیا جائیگا اسکے تجربہ کو اپنے ذمہ لے لیگي -

اس اسکیم پر عمل کرتے ھوے ابھي صرف چند ماہ ھوے تھے کہ نہایت غیر متوقع کامیابي ظاھر ھوئي - ھم نمک کي کانوں میں سیلاب کو یقیني طور پر روکنے لگے' اور ایجاد کے عملیات کا کام شروع کردیا -

اس سال ھم نے ان کانوں میں تجربہ شروع کیا' جہاں سیلاب کے انسداد کے لیے پاني کو منجمد کردینے یا سمینٹ لگانے کا طریقہ اختیار کیا گیا ھے - ھم نے دیکھا کہ منجمد یا سمینٹ لگي ھوئي محافظ دیواروں میں اگر شگاف ھوجاتے ھیں تو وہ بڑي زور سے صاف صاف معلوم ھو جاتے ھیں - ھمارے اکتشاف کي یہی ابتدا ھے "

(خورد بیني دوربین)

" خورد بین" اور " دور بین" دونوں کے فرائض علحدہ علحدہ ھیں - خوردبین کا کام یہ ھے کہ وہ چھوٹي شے کو بڑا کرکے دکھاتي ھے - دور بین سے دور کي شے بڑي ھوکر نظر آتي ھے - کچھہ عرصے سے یہ کوشش ھورھي تھي کہ ایسا جامع آلہ طیار کیا جاے جس سے دونوں کام لیے جاسکیں -

چنانچہ ایک ایسي دور بین تیار ھوگئي ھے جو خوردبین کا کام بھي دیسکتي ھے - اسے (Davon micro-telescope) کہتے ھیں - ھم نے اسکا نام " خورد بیني دور بین" تجویز کیا ھے -

ڈاوڈ اینڈ کمپني نے جو دوربین اس وضع کي بنائي ھے اسمیں ایک خاص اضافہ اور بھي کیا ھے - یعني بعض شیشے ایسے لگادیے ھیں کہ خواہ ستارہ کتنا ھي بے رخ ھو' مگر دور بین سے دیکھنے والا (راصد) اپني نشست بدلے بغیر اسے دیکھہ سکیگا -

مقالات

الحسبة فی الاسلام

(یعنی احتساب اور اسلام)

انسان کي انکھوں پر غفلت کے پردے پڑ جاتے هیں' اوسکے دل پر جہل و ضلالت کی مہر لگ جاتي هے' اوسکی قوت سامعه بے حس هوجاتي هے' تاهم وه اس قدر اندها نہیں هوجاتا که نور و ظلمت کا بدیهي فرق محسوس نه کرسکے' اسقدر جاهل نہیں بن جاتا که خیر و شر میں تمیز نه کرسکے' اس قدر بهرا نہیں هوجاتا که نغمه هاے شیریں اور دشنامهاے تلخ سے اوسکے کان کے پردوں میں دو مختلف تموج پیدا نه هوسکیں - وه دیکھتا هے' سنتا هے' سمجھتا هے - با اینهمه کبهي نہیں دیکھتا ' نہیں سنتا ' اور نہیں سمجھتا ' کیونکه :

ذهب الله بنورهم و ترکهم فی ظلمات لا یبصرون - صم بکم عمي فهم لا یرجعون (۲ : ۱۳)

خدا نے اون لوگوں کي آنکھوں کا نور سلب کرلیا اور اون کو تاریکي میں چھوڑ دیا - اب اونکو کچھه نہیں نظر آتا - بهرے' گونگے' اندهے هوگئے هیں - پس وه کسي طرح راه راست پر نہیں آسکتے !

یه اجتماع الضدین نہیں هے' بلکه پردهٔ کائنات کا ایک چھپا هوا راز هے جسکا فاش کرنا عیب نہیں بلکه هنر هے - دنیا کي هر چیز میں خیر و شر ملا هوا هے - دامان گل کانٹوں سے اولجھا هوا هے' شہد کا ذخیره نیش هاے زهر آلود سے گھرا هوا هے' نور' ظلمت سے مخلوط هے - آب شیریں اور آب شور ایک ساتھه بہتے هیں :

مرج البحرین یلتقیان (۵۵ : ۱۸)

اوس نے کهارے پاني اور میٹھے پاني کے دو سمندر نکالے که آپس میں ملتے هیں -

لیکن اس اختلاط و التباس کے باوجود دونوں کے درمیان ایک هلکا سا پرده بهی ڈالدیا گیا :

بینهما برزخ لا یبغیان

دونوں کے درمیان ایک پرده پڑا هے که اوس کی وجه سے ایک دوسرے کي طرف بڑهه نہیں سکتا !

یه ایک جزئي تمثیل هے' اور قرآن حکیم کا طرز خطاب یهي هے که کلیات کو جزئیات کے دریعه سمجھانا هے اور کلیات کو حذف کردینا هے -

یه التباس و امتیاز عبادات ' معاملات ' سیاست ' اخلاق ' غرض تمام چیزوں میں صاف نظر آتا هے' اور نبوت کي ضرورت اور انبیاء کرام کے وجود کا صرف یهی مقصد هے که خیر و شر کے درمیان جو چلمن لٹکي گئي هے اوسکو صرصر ضلالت سے بچائیں اور قائم رکھیں ' تاکه قانون الهي کے تحفظ کے ساتھه دنیا میں عدل و اعتدال قائم رهے -

لیکن آندهي چلتي هے' طوفان آتا هے' موجیں ساحل سے تکراتي هیں - اسوقت ادا شناسان فطرت گھبراتے هیں که کہیں خیر و شر' نور و ظلمت' یمین و شمال ' آب شیریں و آب شور' باهم مل نه جائیں ' پس وه هاتهه بڑهاتے هیں که ان پردوں کو روکیں تب آندهي تهم جاتي هے ' سیلاب رک جاتا هے ' اور موجیں ٹهر جاتي هیں - کیونکه جو هاتهه حق کي حمایت کیلیے اوٹھتا هے' وه پل هاے آهنیں کی طاقت رکھتا هے جن پر سے سیلاب گذر جاتے هیں مگر وه کج نہیں هوتے -

خیر و شر' هدایت و ضلالت ' اور حق و باطل کا یهی اختلاط امر بالمعروف و النهي عن المنکر کی راه کهولتا هے' اور جو لوگ ان کے درمیان امتیازات قائم کرنے کي کوشش کرتے هیں' اونهي کا نام " آمرین بالمعروف والناهین عن المنکر" هے - انبیاء کرام کا صرف یه کام هے که اشیاء کے مضار و منافع کو جو سیکڑوں پردوں کے اندر چھپے هوے هیں' بے نقاب کردیں - تاکه دنیا کي تشنه کامي آب شیریں کو پالے اور محروم نه رهے -

و هو الرسول النبي الامی المکتوب فی التوراة و الانجیل : یامر بالمعروف و ینهی عن المنکر و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث - (۷ : ۱۵٦)

اور وه وهي نبي امي رسول خدا هے' جسکي نسبت توراة و انجیل میں بشارت دي گئی هے - وه نیکي کا حکم دیتا هے' برائی سے روکتا هے' اچھی چیزوں کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا هے -

(تمدن اور احتساب)

مذهب کے تمام اجزاء اگرچه بالواسطه یا بالذات تمدن سے تعلق رکھتے هیں' لیکن " احتساب" تمام تمدني دنیا پر حاوي هے' بلکه سیادت و حکومت کو بهی (جو تمدن کے محافظ هیں) احتساب هی نے پیدا کیا هے - فطرت کا یه قانون تم کو معلوم هوگا که هر چیز خیر و شر سے ملي جلي هے' اسلیے انسان کو هر وقت هشیار رہنے اور جاگتے رهنے کی ضرورت هوتي هے' تاکه وه شہد کے بدلے زهر نه پي لے' اور لعل کی جگه انگارے کو نه اٹھالے - اگر ایک شخص وحي کے ذریعه اس فرق اور پہچان کو قائم کرتا هے تو وه پیغمبر هے - اگر ایک شخص فلسفه و اخلاق کے پیرایه میں یه راز بتانا چاهتا هے تو وه حکیم هے' اگر ایک شخص حکومت کي قوت سے اس فرض کو ادا کرتا هے تو وه حاکم هے' اگر ایک شخص راستے میں بیٹھکر اندهوں کو راه دکھاتا هے تو وه خدا کا نیک بنده هے' اگر ایک شخص لوگوں کو بازار کا نرخ ٹھیک بتا دیتا هے تو وه تاجر امین هے' اور اگر ایک شخص صرف صداقت کی خاطر صداقت کا وعظ کرتا هے اور نیکی کا دروازه کهولتا هے تو وه مومن و مسلم هے : و من احسن قولا ممن دعا الی الله و عمل صالحا و قال انني من المسلمین '

اسي تعاون و تناصر کا (یعني باهم ایک دوسرے کي مدد کرنے کا اور آتے نقصان اور خرابی سے بچانے کا) نام تمدن هے' پس احتساب کي ضرورت صرف تمدن حقیقی کی حفاظت کیلیے هے ' اگر وه مفقود هوجاے تو تمدن بهي قائم نه رهے -

تعاون و تناصر چونکه هر مسلمان کا فرض هے' اسلیے هر مسلم بالطبع محتسب هوتا هے اور اسلیے هر مومن محافظ تمدن عالم هے - اگر ایمان و اسلام کی حقیقت دنیا سے ناپید هو جاے تو تمام دنیا برباد هو جاے - اسي بنا پر الله تعالی نے هر مسلمان کو ایک دوسرے کا ناصر و مددگار کہا :

والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر -

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار هیں - نیکي کا حکم دیتے هیں اور برائي سے روکتے هیں -

ہی میں ہے ' اور وہ خود بھی دھن معدہ میں رہتی ہے " اسکی تائید میں وہ کہتا ہے : " جذبات کا عظیم الشان هیجان همیشہ بالاے معدہ پر محسوس ہوتا ہے " نیز یہ کہ " اگر ایک شخص کا سر توپ کے گولے سے اُڑ جاے تو اسکا دل تھوڑی دیر تک حرکت کرتا رہیگا لیکن اگر بالاے معدہ کوئی سدید صدمہ پہنچے تو فوراً دل کی حرکت بند ہوجائیگی ' اور اسی کے ساتھہ اسکا شعور یا آگہی بھی رخصت ہوجائیگی " -

اپنے اس خیال کی تعبیر وہ اس نازک انداز میں کرتا ہے :

" اگرچہ وہ ایک جگہ رہتی ہے ' مگر مقامی حیثیت سے نہیں رہتی - تم دیکھتے ہو کہ بتی میں روشنی رہتی ہے - ٹھیک یہی مثال معدہ اور روح کی ہے "

(روح اور مرکزی نظام عصبی)

روح کے سر سے باہر کسی دوسری جگہ رہنے کے متعلق ان خیالات کے ساتھہ خیالات کے بعض دوسرے مدرجے بھی موجود ہیں جنکے نزدیک نفس کا تعلق مرکزی نظام عصبی سے ہے - ولادت مسیح سے تین سو برس قبل اسکندریہ کے هیروفلس کا خیال یہ تھا کہ مقدمۃ الراس کے سوراخوں میں (جو تمام جسم میں سب سے زیادہ اندرونی سوراخ ہیں) جو سیال مادہ ہوتا ہے ' اسی میں روح رہتی ہے - خاصکر چوتھے سوراخ کو وہ مسکن عقل سمجھتا تھا -

هیروفلس کا یہ خیال ہمارے لیے بہت ہی دلچسپ ہے - کیونکہ یقیناً اس سوراخ کے نیچے نظام عصبی کے بعض نہایت اہم مراکز موجود ہیں - انصاف یہ ہے کہ سب سے پہلے کلاڈیس گیلن Claudius Galen (متوفی سنہ ۲۰۰ع) نے یہ تعلیم دی تھی کہ " دماغ ہی وہ جگہ ہے جہاں روح اور ذہن دونوں رہتے ہیں "

ہم گیلن کی موت اور ویسیلی اس Vesalius کی عظیم الشان تصنیف De Corporis Humani Fabrica کی درمیانی صدیوں کو نظر انداز کرسکتے ہیں ' کیونکہ دماغی خواص کے لیے کسی مقام کے تعین کے متعلق وضاحت کے ساتھہ غور کرنے میں ان سے کسی قسم کی مدد نہیں ملتی -

علم تشریح کا ابو الآباء ویسیلی اس (۱۵۱۴ - ۱۵۶۴) جسکے لیے علم وظائف الاعضاء کے مسائل کسی طرح بھی دلچسپی سے خالی نہ تھے ' نفس کے متعلق اس حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوے کہ اس کا تعلق دماغ سے ہے ' حسب ذیل ملہمانہ ریمارک کرتا ہے :

" لیکن دماغ اپنے وظائف بحدل (۱) استدلال ' غور ' اور حافظہ

---

(۱) اصلی عبارت میں لفظ Function ہے - انگریزی میں فنکشن اور ڈیوٹی دو ایسے لفظ ہیں جنکے معنی اگرچہ متحد ہیں مگر محل استعمال مختلف ہے - عربی میں فنکشن کے لیے بحالت مفرد " وظیفہ " اور بحالت جمع " وظائف " آتا ہے - ڈیوٹی کے لیے بحالت مفرد " واجب " اور بحالت جمع " واجبات " استعمال کیا جاتا ہے - لیکن اردو میں فنکشن اور ڈیوٹی دونوں کے لیے لفظ " فرض " ہی بولا جاتا ہے جو اگرچہ اصولاً غلط نہیں ہے مگر توسع زبان اور تدقیق علمی کے لحاظ سے صحیح نہیں - اسی لیے ایک عرصے سے ہم وظیفہ اور وظائف کو فرائض کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں تاکہ اپنے صحیح معنوں میں یہ الفاظ رائج ہوجائیں - یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اردو کے بڑے بڑے مترجموں نے بھی آجتک اس فرق کو محسوس نہیں کیا ' اور ہر جگہ فرض ہی کا لفظ لکھتے رہے - جب تک ملک میں عربی داں مترجم علوم جدیدہ پیدا نہونگے ' اردو کی بد بختی لا علاج رہیگی - اس حقیقت پر رونیے تو بہت سے مدعیان علم و تراجم کو شاق گذرتا ہے - یہ دوسری مصیبت ہے -

---

(یا اور کسی طرح ' غرضکہ خواہ تم اِس شخص کا مذہب اختیار کرو یا اُس شخص کا ' اور چاہے تم اصلی روح کی چند قیام گاہوں کا نام لینے کو ترجیح دو یا کوئی ترتیب و درجہ بندی قائم کرلو) کیسے انجام دیتا ہے ؟ میں اسکے متعلق کوئی بھی راے قائم نہیں کرسکتا ' اور نہ میرے خیال میں اسکے متعلق کوئی امر علم تشریح سے یا ان علماء الہیات کے انداز سے دریافت ہوسکتا ہے جو حیوانات کو قوت استدلالی بلکہ ان تمام قوی سے محروم سمجھتے ہیں جنکو ہم اصلی روح کہتے ہیں "

" اسلیے کہ دماغ کی ساخت کے لحاظ سے بندر ' کتا ' بلی ' گھوڑا ' اور تمام چوپائے جنکا امتحان میں نے اب تک کیا ہے بلکہ تمام پرندے اور ہر قسم کی مچھلیاں تک انسان سے ہر ایک شے میں مشابہت رکھتی ہیں ' اور تشریح کے وقت ہمیں کوئی ایسا فرق نظر نہیں آتا جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ حیوانات کے فرائض سے ہمیں اسطرح بحث کرنا نہیں چاہیے ' جسطرح کہ ہم انسان کے فرائض سے بحث کرسکتے ہیں "

" اور اگر جسم و دماغ کے باہمی تناسب کے لحاظ سے دیکھیے تو سب سے زیادہ ایپ اور اسکے بعد کتے کا دماغ بڑا نظر آتا ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن جانوروں کے متعلق معلوم ہوگیا ہے کہ انہیں اصلی روح کے قوی ملے ہیں ' انکے دماغ بھی نسبتاً (۱) بڑے ہیں "

" میں نے مدرسہ نشین علماء الہیات اور دنیا دار فلاسفہ کی تحریروں میں تین جوفوں Ventricles کے متعلق جو کچھہ پڑھا ہے اس پر مجھے حیرت ہوتی ہے "

اس آخری فقرہ میں ویسیلی اس جس خاص راے سے اتفاق نہ کرسکا ' وہ لوگوں کا یہی خیال تھا کہ دماغ کا ایک بہت ہی اندرونی جوف قدرت نے صرف احساسات کے لیے رکھا ہے - مثلاً اسکا درمیانی حصہ تخیل کے لیے ہے - آخری حصہ حافظہ کے لیے - وغیرہ وغیرہ -

در اصل اس خیال کے موجد علماء عرب ہیں جسے بعد میں ڈنس اسکوٹس Duns Scotus اور طامس آکنیونس Thomas Aquinas وغیرہ نے اختیار کیا -

(روح اور پی نی ال گلینڈ)

ان کوششوں کے بعد روح میں ایک مقامی حیثیت پیدا کرنے کیلیے جو کوشش کی گئی ' اسکا بانی ایک فرانسیسی عالم رینی ڈیکارٹی Rene Descartes ہے - یہ کوشش جس قابلیت سے کی گئی تھی اسی قدر اسے شہرت بھی حاصل ہوئی - ٹورین Touraine کے فلسفی اعظم نے روح کو Pineal gland (۲) میں رکھا ہے -

---

(۱) " نسبتاً ' فطرتاً ' دفعتاً ' قدرتاً " وغیرہ الفاظ کا صحیح رسم الخط " نسبۃ ' فطرۃ ' دفعۃ ' قدرۃ " ہے کیونکہ انکے آخر میں صرف تنوین ہے نہ کہ الف - لیکن چونکہ ہمارے ٹائپ میں تاء مدورہ تنوین والی نہیں ہے ' اسلیے مجبوراً اظہار تنوین و تسہیل قرات کیلیے اس عام غلطی کو گوارا کرلیتے ہیں - ہم نے صحت رسم الخط و سہولت قرات کیلیے ہر طرح کے حروف و اشکال ڈھلوا لیے لیکن یہ حرف کارخانے کی غفلت و تساہل سے ابتک نہیں بنا - الہلال -

(۲) دماغ کے بالکل اندرونی حصے میں ایک چھوٹا سا غدود مٹر کے دانے کے برابر ہوتا ہے ' جسکو موجودہ علم تشریح کی اصطلاح میں " پی نی ال گلینڈ " کہتے ہیں -

لا تدركه الابصار و هو يدرك الابصار - (۶ : ۱۰۳)

اُوسکو آنکھیں نہیں دیکھه سکتیں مگر وہ آنکھوں کو دیکھتا ھے -

وہ آنکھوں کي نگراني کرتا ھے کہ کہیں مغز کو چھوڑ کر چھلکے پر تو نہیں پڑیں، اسلیے جب نگاھوں کو بھٹکتا دیکھتا ھے تو ٹوک دیتا ھے :

ان اکرمکـــم عنـــد الله اتقاکم - (۴۹ : ۱۳)

تم میں سے زیادہ شریف وھي ھے جو سب سے زیادہ پرھیز گار ھے -

یا بالفاظ دیگر جو سب سے زیادہ " ناھي عن المنکر " یعنے محتسب ھے !

اب حر و عبد، مالک و مملوک ، اور آقا و غلام کي اصلي صورت دیکھو - تم کو ضعف بصارت کي شکایت تھي، عینک تمھارے سامنے ھے، کیا تم عینک کو بھي نہیں دیکھتے ؟

امام ابو حنیفه (رحمة الله علیه) نے کہا کہ لاحجر علی الحر (آزاد کو کوئي استعمال آزادي سے روک نہیں سکتا) اسلیے وہ سب کچھه کرسکتا ھے، اور فرض احتساب سے اُسے کوئي نہیں روک سکتا - لیکن غلام اس مقدس فرض کو پوري طرح ادا نہیں کرسکتا تھا - یہي ایک غلام اور ایک ازاد زندگي کا حقیقي فرق و امتیاز ھے - اسلیے اسلام نے غلامي کو تو مٹادیا ، مگر اس پابندي اور ضروري انقیاد کو قائم رکھا جو تعاون کے لیے ضروري ھے - اب اگر ایک شخص سلطنت سے اسلیے آزادي کا طلبگار ھے کہ وہ بھي اوسي گلاس میں شراب پیے جس میں فرانس کا ایک متوالا پیتا ھے، تو وہ صالح آزادي کا طالب نہیں ھے بلکه غلامي کا عارضي طوق آتار کر ابدي لعنت کا طوق پہننا چاھتا ھے :

انا جعلنا في اعناقهم اغلالاً فهي الی الاذقان فهم مقمحون - (۳۶ : ۷)

هم نے انکي گردنوں میں طوق ڈالدیے هیں، جو انکي ٹھڈیوں تک آ گئے هیں اور اون کے سر اللہ کے رھگئے هیں -

ھاں، اگر وہ احتساب کا میدان وسیع چاھتا ھے کہ اپني آزادي کا صحیح استعمال کرے ، دنیا کو بري باتوں سے بچاے ، اور نیک کاموں کی ھدایت کرے، تو وہ خدا کا سچا بندہ ھے اور اوسکو سچي آزادي کا سچا سکھه ملنا چاھیے -

اسلام حریت و مساوات کي تعلیم اسي اصول کي بنا پر دیتا ھے اور چونکه ھر مسلمان طبعاً امر بالمعروف و النهي عن المنکر کرتا ھے، اسلیے مساوات اوسکا مایۂ خمیر ھے -

الهلال اسی مساوات اسلامي کی دعوت دیتا ھے ، اور حریة افرنجیه اور حریة اسلامیه کا یہي فرق عظیم اوسکے طریق دعوت کو دنیا کے دوسرے احرار کے طریقوں سے مختلف کردیتا ھے -

دنیا نے ابھي حریت کے مفہوم نسک کو نہیں سمجھا ھے وہ اوس تحریت کو کیونکر سمجھه سکتي ھے جو تعلیمات شرعیه کے غلاف کے اندر مستور ھے - یہی سبب ھے کہ اس طریق دعوت میں گرہ پر گرہ کھولني پڑتي ھے پر نہیں کھلتي - اسي گرہ کے کھولنے کیلیے حضرت موسیٰ علیه السلام نے دعا مانگی تھي :

و احلل عقدة من لساني ! (۲۰ : ۲۷)

خدایا میري زبان کي گرہ کھولدے !

پس مساوات کا دوسرا نام ھے احتساب ، اور احتساب کا نام ھے اسلام، اسلیے اسلام مساوات کا پیکر حقیقي ھے -

(ایک فضیلـــت مخصـــوصـــه)

دنیا کے تمام مذاھب میں اختلافات موجود ھیں - اھل کتاب کے علاوہ بعض مذاھب ایسے بھي ھیں جو سزا و جزاے اخروي کے قائل نہیں لیکن دنیوي آرام و راحت کے وسائل میں کسي کو بھي اختلاف نہیں ھے - اسلیے احتساب ھر مذھب کا جزو ھے - اسکي سزا دنیا کے معیار اخلاقي کو قائم رکھتي ھے - سلطنت کي اطاعت ، والدین کی فرمانبرداری ، قانون کی پابندي ، ھر مذھب کي اولین تعلیم ھے :

ومن یعص الله و رسوله و یتعد حدوده یدخله نارا خـــالدین فیهـــا ولـــه عـــذاب مهین -

جو شخص خدا اور اوسکے رسول کي نافرمانيّ کرتا ھے ، اور اوسکے قوانین کي خلاف ورزي کرتا ھے تو خدا اسکو آتشیں عذاب میں ڈالدیگا جس میں وہ ھمیشه رھے گا اور اسکے لیے ذلیل کرنے والا دکھه ھے !

لیکن اس باب میں اسلام کو ایک فضیلت مخصوصه حاصل ھے، یعنے اسلام احتساب کے تمام ابواب و شرائط کا جامع ھے :

و یحل لهم الطیبـــات و یحرم علیهم الخبائث (۷ : ۱۵۶)

اور اونکے لیے تمام پاک چیزیں حلال کرتا ھے اور تمام خبائث کو حرام قرار دیتا ھے -

آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اپني بعثت کی غرض ان جامع الفاظ میں بیان فرمائي :

انما بعثت لاتمـــم مکارم الاخـــلاق - (الحدیث)

میں صرف اسلیے مبعوث ھوا کہ مکارم اخلاق کي تکمیل کروں -

اس سے ثابت ھوا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل اب تک باقي تھي - قصر شریعت کي آخري اینٹ نے اس عمارت کو مکمل کردیا -

حقیقت یہ ھے کہ احتساب قدیم مذاھب کا بھی جزو تھا لیکن جزو ناقص - کسی شریعت نے دنیا کي تمام چیزوں کے فائدوں اور نقصانوں کو دنیا کے سامنے اس جامعیت کے ساتھه نہیں پیش کیا تھا جو اسلام کا طغراے امتیاز ھے - بعض مذاھب نے تو سرے سے کوئي پرھیز ھي نہ رکھا حالانکه " الحمیة راس الدواء " پرھیز دوا کی اصل ھے :

کل الطعام کان حلا لبني اسرائیـــل الا ما حـــرم اسرائیـــل علی نفسه - (۳ : ۹۳)

تمام کھانے کي اشیا بنی اسرائیل کیلیے حلال تھیں مگر وہ جسکو اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تھا -

یعنی دوسرے مذاھب و شرائع میں خاص خاص احکام دائرۂ احتساب کے اندر آگئے تھے، مگر ھر شخص اس فرض کو ادا نہیں کرتا تھا، اور نہ وہ اسکا فرض قرار دیا گیا تھا - منطق کی زبان میں اسے یوں سمجھنا چاھیے کہ صرف جزئي قوت جزئي مادہ میں عمل کرتي تھي -

مگر اسلام کي اصلي فضلیت کبری اور مزیت عظمی یہ ھے کہ تمام دنیا میں صرف وھي اخلاق اور نیکی کي پہلي بادشاھت ھے جس نے ایک طرف تو انسان کے ھر عمل کو محکمۂ احتساب کے ماتحت کردیا - دوسري طرف ھر انسان پر احتساب فرض کرکے قوت محتسبه کو بالکل عام کر دیا - جس طرح ایک مومن نماز پڑھتا ھے، روزہ رکھتا ھے، زکواۃ دیتا ھے ، کیونکه یہ تمام باتیں شخصاً اسپر فرض ھیں - ٹھیک اسي طرح اُسے امر بالمعروف اور نہي عن المنکر کیلیے ایک دائمي محتسب بھي ھونا چاھیے ، کیونکه مومن وھي ھے جو نیکي اور عدالت کیلیے محتسب ھو -

---

رمضان المبارک کے متعلق

یہاں " ولي " کا لفظ فرمایا - " ولي " کا صرف یہي کام ھے کہ وہ جس کا ولي ھے اوسکو نیک راہ بتائے' برائی سے روکے' اوسکے مصالح کا لحاظ رکھے' اوسکي ضروریات و مصالح کا محافظ ھو' اور تمام خبائث و رذائل اور تسلط شیطانی و بہیمي سے اسکو بچانے کا آرزومند رھے -

حکومت کے مختلف صیغوں کی تقسیم اسي امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا نتیجہ ھے - کانٹے راہ میں بچھے ھوے ھیں' ھر شخص کا قدرتي فرض ھے کہ چلنے والوں کو بتاے کہ قدم سنبھال کے رکھیں - لیکن ایک ھي شخص ھر جگہ موجود نہیں رہ سکتا اور ھر کام کو نہیں کرسکتا - اسلیے تقسیم عمل کي رو سے صیغے فرائض ' پیشے ' تقسیم ھو جاتے ھیں - یہي وجہ ھے کہ تمدن جس قدر ترقي کرتا ھے ' اوسي قدر ان تقسیمات کو بھي ترقي ھوتي جاتی ھے - چنانچہ اسلام نے احتساب کے اس بہترین اصول کو ھر موقع پر قائم رکھا اور کہا کہ نظم و قوام امور کیلیے ھمیشہ ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیا کرو - یہاں تک کہ اگر صرف تین مسلمان کسي مقام پر جا رھے ھوں تو انکے لیے بھی ضروري ھے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں :

لا یحل لثلاثـة یکونون بفلاة من الارض' الا امروا احدهم - (الحدیث - ابوداود)

تین آدمیوں تک کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسي میدان میں ھوں اور ایک کو اپنـا امیر نہ بنالیں

کیونکہ ھدایت و ارشاد کي ھر وقت ضرورت ھے' اور بادیۂ ضلالت کے رھروؤں کو تو اور بھی زیادہ ضرورت ھوجاتي ھے ' پس امیر یا حاکم کا یہ فرض نہیں ھے کہ وہ پھولوں کي سیج پر لیٹ کے ھدایت و ارشاد کرے - اوسکو آبلہ پا رھرون کے ساتھہ اپنے تئیں بھي کانٹوں پر ڈالدینا چاھیے تاکہ دوسروں کے تلوؤں میں کانٹے نہ چبھنے پائیں !

(عبادات اور احتساب)

اسلامي عبادات کی حکمتوں اور مصلحتوں کے متعلق بہت کچھہ کہا گیا ھے' لیکن اگر غور کیا جاے تو یہ تمام مصالح و اسرار ایک محیط کل قانون کي جزئیات و فروع ھیں - احتساب تمدن کا محافظ ھے اور اسلام ایک خالص حقیقي مدنیۂ فاضلہ ھے - اس بنا پر احتساب کا قانون بھي اسلام کی تمام تعلیمات میں یکسان قوة و نفوذ کے ساتھہ کام کررھا ھے - نماز بجاے خود ایک محتسب اعظم ھے :

ان الصلوة تنهي عن الفحشاء و المنکر (۲۹ : ۴۵)

نماز بري باتوں اور تمام بد اخلاقیوں سے روکتي ھے -

اور محتسب کا بھي یہي کام ھے -

احتساب تمدن کا محافظ ھے اور تمدن باھم ایک دوسرے کي مدد و معاونـة کا نام ھے - اسلیے زکوة میں احتساب یہ ھے کہ اس سے فقراء کو مدد ملتي ھے' اور اسلیے وہ نماز کي شفیق ھے :

یقیمـــون الصلـــوة و مما رزقنهم ینفقون - (۲ : ۳)

نماز کو قائم کرتے ھیں اور ھم نے جو کچھہ انہیں دے رکھا ھے اسمیں سے لوگوں کو بھی دیتے ھیں -

تمام قران حکیم کو پڑھجاؤ - ھر جگہ قیام صلوة کے ساتھہ ایتاء زکوة کا بھی ذکر پاؤ گے -

حج تعاون و تناصر کي بہترین نمایش گاہ ھے - کلي طور پر وہ ایک وسیلۂ تجارت بھی ھے :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم - (۲ : ۱۹۸)

تمہارے لیے کوئي ھرج نہیں کہ خدا کے فضل (مال و تجارت) کي تلاش کرو !

اور تجارت اعانت باھمي کا نام ھے - وھي زکواة کي بھي راہ کھولتا ھے :

فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راســہ ففـدیة من صیام او صدقة او نسک (۲ : ۱۹۶)

تم میں سے جو شخص مریض ھو' یا اوسکے سر میں کوئي دکھہ ھو تو اسے چاھیے کہ فدیہ میں روزہ رکھے' یا صدقہ دے' اور یا قرباني کرے -

روزہ تقوی کي طرف دلالت کرتا ھے ' اور تقوی کے لغوي معنے بچنے کے ھیں - اصطلاح شریعت میں ھر برائي سے بچنے کا نام تقوی ھے' اور بچنے بچانے ھي کا نام احتساب ھے :

یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علي الذین من قبلـــکم لعلکـم تتقون - (۲ : ۱۸۳)

مسلمانو ! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پیشتر کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا - تا کہ تم تقوی حاصل کرو -

یہ محتسب تمہارے پاس پانچ وقت آتے ھیں' ھر سال آتے ھیں' تمام عمر میں ایک بار آتے ھیں' افسوس کہ پھر بھي تمکو ھدایت نہیں ملتي ؟

فاین تـــذھبون ؟ (۸۱ : ۲۶)

تم سرشاري ضلالت میں کہاں بہکے جا رھے ھو ؟

(جزئیـــات تعلیمـــات اسلامیـــہ)

اسلام کي اخلاقي جزئیات اسي احتساب کي شاخیں ھیں - میرے پاس چاے کا چمچہ نہیں ھے' میں تم سے مانگتا ھوں - تم نہیں دیتے - اور اس طرح احتساب یعنے تعاون کے ایک نہایت ارزاں موقع کو کھو رھے ھو - تمکو یہ موقع حقیر معلوم ھوتا ھے کیونکہ تم بیش قیمت چیزوں کے قدر داں ھو' لیکن شریعت کي چشم عتاب کچھہ اور اشارہ کرتي ھے :

الـــذین ھـــم یراؤن و یمنعـــون الماعون - (۱۰۷ : ۶)

پھٹکار ھے اُن لوگوں پر جو ریاکاري کرتے ھیں اور حقیر چیزوں کے دینے میں اُنھیں دریغ و تامل ھے -

تم ایک شخص کیلیے سودا تولتے ھو' اور اپنے ھاتھہ کي خدافت آمیز گردش سے جنس میں ایک تولہ کم کردیتے ھو کیا ایک تولہ کوئي بڑي چیز ھے ؟ ھاں مادہ تو بڑا نہیں' لیکن روح بہر حال بڑي ھے - تعاون میں اس سے خلل آ گیا' احتساب کا اصول ٹوٹ گیا' اسکے توڑنے کیلیے ایک رتي کا معاملہ بھي ویسا ھي ھے جیسا ایک من کا :

ویل لـــلمطففین الـــذین اذا اکتـــالوا علی الناس یستوفون' و اذا کالوھـــم او وزنوھم' یخســـرون ! (۸۳ : ۳)

کم تولنے والوں کیلیے پھٹکار ھے جو لوگوں سے لیتے ھوے تو ناپ کے پورا لیتے ھیں' مگر جب دیتے ھیں تو کم کر کے -

راستے میں ایک تنکا پڑا ھے - تم اوٹھا لیتے ھو - یہ تمھیں ایک دل بہلاؤ مشغلہ معلوم ھوتا ھے' لیکن کیا تم نے کسي زخم رسیدہ پانوں کو بھي اس سے نہیں بچا دیا ؟ اگر بچا دیا تو فرض احتساب ادا کر دیا - اسلیے یہ صدقہ ھے جسکا تمھیں ثواب ملے گا -

اگر تم کوئی صیغۂ احتساب قائم کرو تو اسکے لیے یورپ کے قانون کا اتباع ضروري نہیں' صحاح ستہ کافي ھیں -

(مســاوات اســـلامی)

حضرت عمر رضي الله عنه نے فرمایا تھا :

لم استعبدتم النـــاس و ولدتهم امهم احرارا ؟

تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنا لیا ھے' حالانکہ اونکي ماؤں نے تو اونھیں آزاد جنا تھا -

آزاد و غلام میں تمہیں کیا فرق معلوم ھوتا ھے ؟ تم کرسي پر بیٹھے ھو' وہ زمین پر - تم گوشت کھاتے ھو وہ سوکھي روٹي - تم حریر پہنتے ھو وہ گاڑھا - ھاں مغرور انسان ایسا ھي دیکھتا ھے' لیکن خدا کي آنکھہ اُس سے زیادہ روشن ھے :

یہ اس طول طویل بحث کا نہایت مختصر خلاصہ ہے جو نوضوئین استعمال قوت کی ضرورت پر کرتے ھیں ' اور پھر اسی اصول کا وہ مہلک استغراق اور خونیں غلو ہے جو قتل و خون تک پہنچ جاتا ہے اور انسانوں کے امن اور آرام کو نابود کردیتا ہے -

* * *

قوت کا استعمال کیونکر کیا جائے ؟

اسکے متعلق نوضوئین کا یہ خیال ہے کہ اگر طاقت اسقدر وسیع پیمانہ پر موجود ہو کہ عام انقلاب پیدا کیا جاسکے تو فوراً سرکشی اور طغیانی سے کام لینا چاہیے' ورنہ اسکو بتدریج و بدفعات استعمال کرنا چاہیے کہ یا تو جان و مال کا نقصان ہو یا کم از کم خوف و دھشت پیدا ہوسکے ' اور ملک قوۃ مستبدہ کی کمزوری اور درماندگی کو دیکھکے اس سے برداشتہ خاطر ہوجائے -

انکے اس اصول کے مطابق نقصان کا نشانہ صرف انھی لوگوں کو ھونا چاہیے جنکو حکومت سے تعلق ہے ' مگر نوضوئین کے نزدیک بسا اوقات عام پبلک ھی کو نشانہ بنانا مقتضاے مصلحت ھوتا ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ حکومت کی پالیسی کے خلاف متفقہ آواز بلند کریگی -

یہ خیالات ھیں جو ان خطرناک لوگوں کو اخلاق کی تمام امن طلبانہ تعلیمات سے بے پروا کردیتے ھیں' اور وہ نہایت افسوس ناک اور وحشیانہ طور پر قتل و غارت شروع کردیتے ھیں -

* * *

کلیسائے واگریو کی آتشزدگی کے سلسلے میں جو تین خطوط ملے ھیں ' انمیں ایک کا پتہ یہ ہے :

" حکومت کے زرخرید غلاموں اور عورتوں پر ظلم کرنے والوں کے نام "

یہ ایک کارڈ ہے - اسکے دوسرے رخ پر یہ عبارت لکھی ہے :

" ہم خوف انگیزی کا تجربہ کرچکے مگر وہ بے اثر ثابت ہوئی' اسلیے اب ہم نے مال و دولت کو نقصان پہنچانا شروع کیا ہے - یہ کارروائیاں حکومت کی درندگی اور ستمرانی کا ترکی بہ ترکی جواب ہے - قبل اسکے کہ زیادہ دیر ہو کلیسا کو خود اپنے احکام کی پیروی کرنے دو - ہم اپنی حرکتیں آخر تک نہ چھوڑینگے - پبلک کو دیکھنا چاہیے کہ حکومت جو ہماری فوجی جماعت کو فخریہ اور بجبر روکنا چاہتی ہے ' اسکا نمونہ یہ ہے "

دوسرے کارڈ کی سرخی یہ ہے :

" ظلم کا جواب "

" ہم نے اب تک جانوں پر حملہ کرنے سے احتراز کیا تھا - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم جانوں پر بھی حملہ کریں' اور اسکی ابتداء ان سنگدل اور ضمیر فروشوں سے ہو جو قید خانوں میں ہم پر ظلم کرتے ھیں " -

تیسرا خط نہایت مختصر ہے مگر با ایں ہمہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جماعت اپنے مصائب کا کیا صلہ سمجھتی ہے ؟

" تمہارے مظالم ہمارے لیے حوصلہ شکن نہیں ہوسکتے - ہمارا عقیدہ ہے کہ جو لوگ حق و صداقت کی راہ میں مصائب جھیلتے ھیں ان پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے ' اور انھیں بہشت کی حکومت ملتی ہے " .

(ایـــڈیٹـــر)

ھندوستان میں ایک ایڈیٹر کی حیثیت خواہ کچھ ھی ہو' مگر انگلستان میں وہ خیال اور راے پر حکومت کرنے والی طاقت ہے - اشخاص کی نیک نامی و بد نامی ' تجاویز کی منظوری و نا منظوری ' حکام کا عزل و نصب ' وزارتوں کی شکست و فتح ' اور ملکوں کی جنگ و صلح ' ایک ایڈیٹر کی جنبش قلم کے عامۃ الوقوع کرشمے ھیں !

لیکن جبکہ تمام انتظامی طاقتیں اقتراعیات کی زد میں آچکی تھیں ' تو یہ قلمی طاقت باوجود شدید مخالفت کے بھی اسوقت تک انکے حملوں سے محفوظ تھی - اب اسکی سرزنش کی بھی ابتدا ہوگئی ہے - بیلفاسٹ سے ایک اخبار نکلتا ہے جسکا نام " بیلفاسٹ نیوز لیٹر " ہے - اس اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ گولف کے بعض کلبوں کے ممبروں نے یہ طے کرلیا ہے کہ اگر اب اقتراعیات نے ان پر یورش کی تو وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیکے خود انھیں سزا دینگے -

ایک عورت جو تنومند' شہزور' پوری ۶ فیت لنبی تھی' دفعۃً اس اخبار کے ایڈیٹر کے کمرہ میں داخل ہوئی - اور نہایت تہدید آمیز لہجہ میں پوچھنے لگی : " کیوں جی ! کیا تم کو اس خبر کے ساتھ ہمدردی ہے ؟ "

ایڈیٹر نے کہا " ہاں "

ہاں کا منہ سے نکلنا تھا کہ اس مرد نما عورت نے اُس کے منہ پر اس زور سے ایک گھونسا مارا کہ اُسکے لمبے اور تیز ناخن (جو اسی غرض سے بڑھاے گئے تھے) ایڈیٹر کے گالوں میں بیٹھ گئے ! !

ایڈیٹر فوراً اس حملہ آور عورت سے لپٹ گیا اور دونوں میں کشا کش شروع ہوگئی - اس کشاکش میں عورت گر پڑی اور اُسکا سر پھل گیا' تاہم اسکی ہمت یا جوش انتقام میں ذرا بھی فرق نہ آیا - وہ برابر حملے کیلیے کوشش کرتی رہی !

شور و غل سنکے اور لوگ بھی باہر سے آگئے اور انھوں نے کشاں کشاں اس عورت کو بہزار مشکل باہر نکالا -

* * *

بیل فاسٹ سے ایک اور اخبار نکلتا ہے جسکا نام " بیلفاسٹ ایوننگ ٹیلیگراف " ہے - اسکے ایڈیٹر نے بھی اقتراعیات کے خلاف کوئی حرکت کی تھی - اسکی سزا میں ایک عورت اسکے دفتر میں گھس گئی اور خوب ھی رد وکوب کرکے کرسی کے نیچے ڈالدیا !

مسئلہ مسجد گلبرگہ

عالیجناب نے گلبرگہ کی مسجد کے متعلق بذریعہ تار برقی گورنمنٹ نظام کو جو توجہ دلوائی تھی الحمد للہ کہ بالاخر اسکا نتیجہ ظاہر ہوا اور ارکان ریاست نے کمال عدل و انصاف سے توجہ فرمائی - جو حکم اب جاری ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے :

" فہمائش نامہ مورخہ ۲ سہریور سنہ ۲۳ ف

ذریعہ ھذا فہمایش دیجاتی ہے کہ پیشگاہ اقدس و اعلی خلد اللہ ملکہ سے تصفیہ فرمایا گیا ہے کہ مسجد زیر تعمیر کی تکمیل کی اجازت دیجاے -

حسبہ ضلع کو ذریعہ مراسلہ لسان ۱۵۶۱ مورخہ ۱۷ خورداد سنہ ۱۳۲۳ف لکھدیا گیا ہے - بہرحال آپ مسجد زیر تعمیر کی تکمیل کرسکتے ھیں - جسقدر حصہ تکمیل طلب رھجائیگا اسکو سرکاری خرچ سے بنوا دیا جائیگا ۱۲ شعبان سنہ ۳۲ -

مولوی فصیح الدین احمد خاں صوبہ دار صوبہ گلبرگہ -

اقتراعیات

حوادث و سوانح

(کلیساے وار گریو اور تین خطوط)

اقتراعیه عورتوں نے اب یه طریقه اختیار کیا ہے که وه اپنے حملوں کے بعد بعض تحریریں چھوڑ جاتي هیں تا که پبلک کو اس روح کا اندازه هوسکے جو انکے قانون شکن اعمال کے اندر کار فرما ہے - چنانچه وار گریو کے گرجا کي آتشزدگي کے بعد تین کارڈ ملے هیں - یه کارڈ درحقیقت فوضویت (انارکی) کے تین اساسی و بنیادي اصولوں کا ایک اجمالي بیان ہے -

* * *

وارگریو ایک ساحلي مقام ہے جو دریاے تیمس کے کنارے واقع ہے - یہاں نہایت قدیم اور تاریخی گرجا تھا - اسکي دیرینه عہدي کا اندازه اس سے کیا جا سکتا ہے که جو مختلف قسم کے رجسٹر یہاں محفوظ تھے انکا آغاز سنه ۱۵۳۸ سے هوتا تھا - گرجے میں ایک خوشنما اور پر فضاء چمن بھي تھا جسکی تاریخ قدیم کے متعلق علماء آثار برطانیه میں اختلاف ہے - بعض اسکو ملکه الیزبتھه کے عہد کا قرار دیتے هیں - بعض شاه چارلس سوم کی طرف منسوب کرتے هیں -

اتوار کا دن ' صبح ۹ بجے کا وقت تھا که اس گرجے کے قریب تین عورتیں نظر آئیں - وه بظاهر شریف و شایسته معلوم هوتي تھیں -

انگلستان اب ان فوضویت کي دیبیوں نے اس قدر ترساں اور لرزاں هوگیا ہے که (بقول مراسله نگار انگلشمین) یه تصور کرتے هی که فلاں قومي معهد (نیشنل انسٹیٹیوشن) میں ایک عورت آگئی ہے' خوف پیدا هوجا تا ہے که کہیں اسکے نکلنے کے بعد بمب کے پھٹنے یا کسی تاریخي اور گراں بہا یاد گار کے برباد هونے کي خبر نه آے !

چنانچه اکثر عمارتیں بند پڑي رهتي هیں - بعض کھلي هیں مگر انکي مراقبت و نگراني اسقدر شدید ہے که اگر ایک شریف مرد کسي شریف صورت لیڈی کے همراه اندر جا نا چاهتا ہے تو اسے پہلے دروازه پر پاسبانوں سے ایک اچھا خاصه مناظره کرنا پڑتا ہے !

* * *

مگر جب بربادي آنے والي هوتی ہے تو اسکا راسته هموار کرنے کے لیے غفلت پہلے آجاتي ہے - ان عورتوں کو متعلقین کلیسا نے دیکھا مگر کچھه خیال نه کیا -

۵ گھنٹے کے بعد یعنی ۲ بجے ایک خاندان نے جو گرجے کے سامنے رهتا تھا ' یکایک دھما کے کي آواز سنی اور تمام لوگ گھبرا کے باهر نکل آے - دیکھا تو آگ کے شعلوں سے تمام افق شفق آلود هو رها ہے' اور گرجے کي عمارت میں آگ لگ گئي ہے - فوراً آگ بجھا نے والے انجن کے اسٹیشن کو تیلیفون دیا گیا - مقامي اور اسکے بعد هینلي وکنگھم کے انجن بھي پہنچ گئے - انجن والوں اور متعلقین کلیسا کی سخت عرقریز کوششوں کے باوجود آگ گرجے کے اور حصوں میں دوڑ گئی ' اور جب بمشکل بجھي تو یه گرجا ' انگلستان کے محبوب و دلپسند دریاے تیمس کا تاریخي گرجا ' اپني برباد و سوخته حالت میں ' کمزور صنف انسانی کے غضب و انتقام کی ایک سبق آموز یاد گار تھا !

البته وه نہایت قدیم رجسٹر جو حسن اتفاق سے ایک آهني الماری میں بند تھا ' اور خوشنما و پر فضا چمن جسکے عهد تعمیر میں اختلاف ہے' یه دونوں چیزیں بچ گئیں -

جب آگ دور هوئي تو گرجے کي کھڑکي کے نیچے ایک نیشه اور تین خطوط ملے -

(خطوط اور بعض اصول فوضویت)

فوضویت درحقیقت استبداد کا علاج بالمثل ہے' اور اگر استبداد کوئي درخت ہے تو اسکا ثمرۂ تلخ فوضویت کو سمجھنا چاهیے - چنانچه جسقدر استبداد زیاده هوتا ہے ' اتنا هي اس کے درخت میں یه کڑوا پھل بھی زیاده لگتا ہے !

مثلاً فوضویت سب سے زیاده روس میں ہے جہاں اسکی شدت ظهور و استهلاک کی وجه سے اسکا نام عدمیت (نہلزم) رکھدیا گیا ہے - لیکن غور کرو که یورپ میں مستبد ترین سلطنت بھي وهي رهگئي ہے -

فوضوئین کہتے هیں که " عدل و انصاف " کے الفاظ خواه کتنے هي خوش آهنگ اور دلفریب معلوم هوں ' مگر افسوس ! که انکی حقیقت مکر و فریب سے زیاده نہیں -

وه کہتے هیں که دنیا کي بہت سي قومیں هیں جنکو غلامی کے بعد آزادي ملی ہے' اور بہت سے حقوق هیں جو غصب هونے کے بعد انکے مالکوں کو واپس کیے گئے هیں اور انکے حالات آج بھي همارې عبرت و بصیرت اور سبق آموزي و رهنمائي کے لیے موجود هیں' مگر کیا کوئي بتلاسکتا ہے که انمیں سے ایک قوم کي گردن سے بھي عدل کے هاتھه نے غلامي کا طوق اتارا ہے ' یا ایک حق بھي کسي غاصب کے پنجے سے نکالکے مظلوم مالک کو واپس دلایا ہے ؟ یقیناً اس کا جواب سواے " نہیں " کے کچھه نہیں هوسکتا - اگر تمام تاریخ میں کوئی مثال اس کلیه کے جزئي استثناکي ملتي ہے تو وه صرف جاپان ہے -

جب کبھی حقوق کے لیے ضمیر سے اپیل کي گئی ہے اور عدل و انصاف یا ترحم و تلطف کا استبداد کو واسطه دیا گیا ہے تو همیشه اسکے جواب میں تغافل و تجاهل هي کیا گیا ہے' اور جب کبھي صداے حق طلبي کا خروش زیاده بڑھا ہے تو قانون کي لگام منهه میں ڈالدي گئي ہے - " عدل و انصاف " ایک تماشه ہے جس سے کوتاه اندیش اور بیخبر جماعتوں کي بڑي بڑي امیدیں وابسته هوتي هیں ' مگر حقیقت بیں دھوکا نہیں کھاتے !

طاقت جب تک مجبور نہیں هوتي' اپنے فوائد سے دست بردار هونا نہیں چاهتي !

وه کہتے هیں که جب کبھی عدل و انصاف کے حق پژوه اور رحمدل فرشته کے بدلے' طاقت کے خون آشام اور سنگدل دیو سے مدد طلب کي گئي ہے ' تو همیشه صدائیں رسا ' خواهشیں کامیاب ' امیدیں فتح مند ' اور مطالبات منظور هوے هیں - ماضي کا تمام تجربه اور انساني فطرت کا پورا مطالعه بتلاتا ہے که اگر کوئي شے ہے جو ناله و فغاں میں اثر اور مطالبات میں زور پیدا کرتي ہے ' اگر کوئي شے ہے جو ذلیل کو معزز' سربسجود کو سر بلند' خاک نشیں کو سریر آرا' غلام کو آزاد' اور محکوم کو حکمراں بناتي ہے ' تو وه طاقت اور صرف طاقت هی ہے !

اسي لیے طاقت هی همارې امیدوں کا قبله ہے - هم اپني اعانت و مدد کے لیے صرف اسي کي طرف رجوع کرتے هیں - همارے تمام عزائم و مقاصد کي روح و رواں یهي طاقت ہے ' همارے تمام افعال و اعمال اسی محور کے گرد گردش کرتے هیں -

مراسلات

الاعتصاب في الاسلام

(از مولانا عبد السلام - ندوي)

طلباے دار العلوم ندوۃ العلماء کی اسٹرائک نے جو مباحث پیدا کردیے'. ان میں ایک اہم بحث یہ ہے کہ اسٹرائک شرعاً مسلمانوں کیلیے جائز ہے یا نہیں؟ صاحبزادہ افتاب احمد خاں صاحب نے جو مضامین اخبارات میں لکھے ہیں ان میں بہت افسوس کیا تھا کہ اسٹرائک کے عدم جواز کے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی - ہم چاہتے ہیں کہ انکے ارشاد کی آج تعمیل کریں -

ہندوستان میں بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں جب اس قسم کے مسائل پر بحث شروع ہوتی ہے' تو اکثر طبقہ قدیمہ و طبقہ جدیدہ میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے اور آزاد خیالی کی بنا پر آخر الذکر گروہ اکثر جواز کا فتوی دیدیتا ہے' لیکن حسن اتفاق سے اسٹرائک کو دونوں گروہ نے نا جائز قرار دیا ہے - دونوں فرقوں کے دلائل حسب ذیل ہیں :

(۱) اسٹرائک تمدن جدید کی پیداوار ہے - ایشیاء کی قدیم تہذیب اسکو جائز نہیں رکھتي' بالخصوص طلباے مدارس عربیہ کیلیے تو بالکل نا جائز ہے : من تشبہ بقوم فہو منہم -

(۲) اسٹرائک ان اصول کے مخالف ہے جو اسلام نے استاد اور شاگرد کے تعلقات کے متعلق قائم کیے ہیں - جدید فرقہ اسکو ڈسپلن کی مخالفت سے بھی تعبیر کرتا ہے -

پہلي دلیل اگرچہ طبقہ قدیمہ کے لیے کافی ہے' لیکن جدید گروہ کے نزدیک کسی چیز کے نا جائز ہونے کی صرف یہ وجہ نہیں ہوسکتي کہ "وہ جدید تمدن کی پیداوار ہے" اس بنا پر وہ اس دلیل کو ایک محدود شکل میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :

(۳) تمدن جدید صرف سیاسي و تجارت پیشہ گروہ کو اسٹرائک کي اجازت دیتا ہے' اور استاد و شاگرد کے تعلقات یورپ میں بھي محض اخلاقي حیثیت رکھتے ہیں -

ان دلائل پر نقد و بحث کرنے کیلیے امور ذیل تنقیح طلب ہیں :

(۱) کیا اسٹرائک تمدن جدید کي محدثات و بدعات میں سے ہے ؟

(۲) کیا اسٹرائک صرف تجارت پیشہ گروہ هی کیلیے مخصوص ہے ؟

(۳) اسلام نے استاد و شاگرد کے تعلقات کے متعلق کیا اصول قائم کیے ہیں جنکا اتباع طلبا پر واجب ہے ؟

(تنقیح اول)

(کیا اسٹرائک تمدن جدید کے محدثات میں سے ہے ؟)

انسان فطرتاً مدنی الطبع پیدا ہوا ہے' اسلیے وہ تمدني' مالي' اخلاقي' غرض متعدد حیثیتوں سے دوسرے افراد کے تعاون کا محتاج ہے - اعانت باهمي کا یہي اصول تمدن کا سنگ بنیاد ہے' اور یہ اصول جس قدر منضبط و مستحکم ہوتا ہے' اوسی قدر انسانی زندگي پر لطف' خوشگوار' دلچسپ' بلکہ دیر پا ہوجاتي ہے : اگر کشمکش حیات میں اس اصول کو نظر انداز کردیا جاے تو دفعتاً حیات انساني خطرے میں پڑ جاے -

لیکن اس فطري اعانت سے انسان کو جو فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں' کبھی کبھي خود غرضي اونکي مساویانہ تفسیم میں خلل انداز ہوجاتي ہے - یعنے ایک گروہ صرف لینا چاهتا ہے اور دینا نہیں چاهتا - اسلیے دوسرا گروہ اپني مالي یا جسماني یا اخلاقي اعانت سے اوسکو محروم کردیتا ہے - اسیکا نام اسٹرائک ہے - اس بنا پر صرف ایک ایک فرد بھي اپنی ذاتي اعانت سے دوسرے فرد کو محروم کرسکتا ہے - چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جن لوگوں نے اتہام لگایا تھا ان میں حضرت ابوبکر کے غلام مسطح بھي تھے - انکي معاش کا دار مدار صرف حضرت ابوبکر کي ذات پر تھا - حضرت ابوبکر نے اونکو نفقہ سے بالکل محروم کردیا' اور اسپر قسم کھالي - چنانچہ صحیح بخاري میں ہے :

فحلف ابوبکر ان لاینفع مسطحا بنافعۃ ابدا	حضرت ابوبکر نے قسم کھالي کہ مسطح کوکبھي کسي قسم کا فائدہ نہ پہونچائینگے-

حضرت ابوبکر کا یہ فعل اگرچہ بالکل جائز تھا' تاهم چونکہ مسطح کا کوئي دوسرا سر پرست نہ تھا' اور اس جرم کي بنا پر کوئي شخص سر پرستي کیلیے آمادہ بھي نہیں ہو سکتا تھا' اسلیے حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے اوسکي زندگي خطرے میں پڑ گئي تھي' پس خدا تعالی نے اخلاقي حیثیت سے (نہ کہ نہیاً و وجوباً) اونکو اس سے روکدیا :

ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربي والمساکین والمهاجرین في سبیل اللہ و لیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم - (بخاري مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۱۱۶)	اهل دولت قرابت داروں اور غرباء اور مهاجرین کو دینے سے دریغ نہ کریں' اور انهیں معاف کردیں - کیا تم لوگ یہ نہیں پسند کرتے کہ خدا تمکو معاف کردے ؟ خدا تو بڑا رحم و مغفرت کرنے والا ہے-

لیکن اصطلاحاً اس قسم کے تمدني قطع تعلق پر اوسیوقت اسٹرائک کا اطلاق کیا جاتا ہے' جب ایک گروہ دوسرے گروہ یا فرد کو اپني اعانت سے محروم کردیتا ہے - اسي بنا پر جدید عربي زبان میں اسٹرائک کو "اعتصاب" کہتے ہیں جسکے معني گروہ بندي کے ہیں - آجکل اگرچہ یورپ اکثر اس اصول پر عمل کرتا ہے' لیکن اعانت باهمي کسي نہ کسي صورت میں ہر تمدن کا جزو مشترک رهي ہے - پس ہر تمدن اسٹرائک کي گنجایش رکھتا ہے' اس میں یورپ و جاپان کي تخصیص نہیں-

دنیا میں سب سے زیادہ سادہ تمدن دیہات کا ہوتا ہے جہاں تعلیم و تربیت کي هلکي سي شعاع بھي نہیں پڑتي - لیکن عموماً تمام دیہاتوں میں کوذات کرنے کا طریقہ جاري ہے جسکے رو سے ایک شخص کا حقہ' پاني' کھانا' پینا بند کردیا جاتا ہے' اور وہ اوسکي زندگي کو تمام تمدني منافع اور تعلقات صحبت سے محروم کردیتا ہے - ابتداء بعثت میں قریش نے بھي آنحضرت کے ستانے کیلیے اسی قسم کا معاهدہ کرلیا تھا - یعني تمام قریش نے اس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھا تھا کہ قریش میں کوئي شخص بنو هاشم و بنو عبد المطلب کو اپني لڑکي ندیگا - اون سے لین دین

ضروری نہیں جو خاص سختصت میں باهمی تعلقات کیلیے ضروری تھی ' چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے هیں :

وفيها ترك [١] السلام على من اذنب و جواز هجره اكثر من ثلاث و اما النهي عن الهجر فوق الثلاث فمحمول على من لم يكن هجره شرعيا (جلد ۸ ص ۹۴)

اس حدیث سے ثابت هوتا هے که جو گنہگار هو اسکو سلام نہیں کرنا چاهیے' اور تین دن سے زیادہ اوس سے جدائی اختیار کیجا سکتی هے ' لیکن شریعت میں تین دن سے زیادہ کی جدائی کی ممانعت اوس شخص کیلیے هے' جسکی علحدگی مذهبی نه هو -

تاهم غیر مذهبی اور ذاتی اغراض کیلیے بھی تین دن تک اسٹرائک جاری رکھی جاسکتی هے - [لها بقية صالحه]

عـــرب اسٹیمـر کمپنـــی

مخدوم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب الهلال ادام الله السلام علیکم - اخبار اتحاد مطبوعه ۲۳ جون میں جو مضمون مذکورہ بالا کمپنی کے متعلق شایع هوا هے' اسمیں یه بات ظاهر کیگئی هے که عرب اسٹیمر کمپنی ٹرنر موریسن کمپنی کےهاتهوں (جو اس سے پیشتر پرشین اسٹیم نیویگیشن کمپنی کے خریدنے میں کامیاب هوچکی هے) فروخت کرڈالی گئی هے - لیکن یه خبر غلط اور واقعه کے خلاف هے - عرب اسٹیمر کمپنی اب تک اپنی اصلی حالات پر قائم هے' اور وہ پبلک بالخصوص حجاج کی ویسی هی خدمت بجا لانے کی کوشش کر رهی هے جیسا که پیشتر بجا لاتی رهی هے - البته ٹرنر موریسن کمپنی کے ڈائرکٹروں سے هماری کمپنی کے فروخت کیے جانے کی بابت کچھه گفتگو هوئی تھی جو نا تمام رهی - بات یه هے که عرب کمپنی نے حال میں پی اند او کمپنی کے دو نہایت عمدہ جہاز خرید کیے هیں - امید تھی که مسلمان اس مفید کام میں هماری مدد کرینگے اور سواریاں اور مال همارے هی جہازوں کے ذریعه حجاز کو بھیجا جاے گا ' مگر افسوس هے که اس معامله میں هم لوگوں کو بڑی هی - مایوسی هوئی - مسلمانوں نے هماری امداد اور کمپنی کے حصص خریدنے میں بڑی سرد مہری کا اظہار کیا - اگر خدا نخواسته ایسی هی عدم همدردی کا سلسله جاری رها تو اندیشه هے که یه اسلامی کمپنی اپنا کام کم کردے اور حجاج کو صرف کثیر برداشت کرنے کے علاوہ دیگر آفتوں میں بھی مبتلا هونا پڑے عرب اسٹیمر کمپنی تجارتی فوائد کو مد نظر رکھنے کے ساتھه ساتھه خدمت اسلام بالخصوص امداد حجاج کو اپنا فرض عین تصور کرتی هے اور ٹکٹ میں قیمت حجاج کی آسایش و سہولت کیلیے همیشـــه معقـول رعایت کی هے لیکن کمپنی کی ترقی اور حجاج کی راحت اوسیوقت ممکن هے جبکه مسلمان اسلامی همدردی اور حمیت سے کام لیں او کمپنی کی امداد میں پوری پوری سعی فرمائیں -

راقم محمد مشاری - منیجنگ ڈایرکٹر عرب کمپنی بمبئی

(۱) یه جو بعض مدعیان علم و حدیث شکایت کرتے هیں که اسٹرائک کے دوران میں سلام و کلام بزرگوں کو ضرور کرنا چاهیے حالانکه نہیں کیا گیا ' تو اوسکا مبنی بخاری کا وہ نسخه هوگا جسکو مولانا احمد علی مرحوم والد بزرگوار مولوی خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری نے چھپوایا تھا - اوس میں شاید یه حدیث نہوگی کیونکه اسکا اثر حقوق اولاد پر پڑنے والا تھا - مگر هم نے مصر کے نسخه مطبوعه سے اس روایت کو لیا هے - (منه)

سر جیمس مسٹن اور متولیان مسجد کانپور

تصحیح و تشریح

مسجد مچھلی بازار کانپور کے نقشه تعمیر کے متعلق آپکے اخبار میں ایک مضمون شائع هوا هے' جسمیں لکھا هے که لفٹننٹ گورنر بہادر نے چالیس هزار روپیه اور جگه دینے کا اعلان کیا تھا - یه صحیح نہیں هے - اصلیت یه هے که جسوقت سر جیمس مسٹن بہادر کانپور آنیوالے تھے اونسے ایک روز قبل ماسٹر بشیر الدین اڈیٹر البشیر کانپور آئے' اور مجھسے اور نیز دو ایک متولیوں سے بیان کیا که جناب لفٹننٹ گورنر صاحب آمادہ هیں که تعمیر مسجد کیلیے جانب شمال کا کل میدان بلا قیمت اور مبلغ پچیس هزار روپیه نقد بطور عطیه عنایت کریں تاکه مسجد عالیشان تعمیر هوجاے ' لیکن جزو مسجد منہدمه پر برآمده کے متعلق کوئی رعایت اس قسم کے نہیں کرینگے جو حسب منشاے مسلمانان زینه وغیرہ اندرون برآمده هونے سے خیال کیا جاتا هے' بلکه نیچے عام راسته رهیگا -

هم لوگوں کا یه خیال تھا که نیچے کے برآمده میں نصف حصه مسجد میں جانیکے لیے زینه هوجاے ' اور نصف حصه رهگذر عام کیلیے رهے اور یه خیال کسی طرح فیصله وایسراے کے خلاف بھی نہیں تھا - دوسرے روز حضور لفٹننٹ گورنر بہادر رونق افروز کانپور هوے' اور جمله متولیان بلائے گئے - نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کے سامنے گفتگو کرنے کیلیے کمترین منتخب کیا گیا - وقت پیشی دیکھا که ماسٹر بشیر الدین صاحب دست راست پر رونق افروز هیں - هم لوگوں کے پہنچ جانے پر لارڈ صاحب بہادر نے دریافت فرمایا که مولوی بشیر الدین صاحب نے بہت کوشش کی هے' اور نیز مولوی صاحب ایک با اثر مسلمان هیں (۱) لہذا مولوی صاحب نے آپ لوگوں سے جو کہا هے اسمیں کیا راے هے ؟ میں نے عرض کیا که مولوی صاحب نے تذکرہ مجھسے ضرور حضور کے خیال کا کچھه ذکر کیا هے - ممکن هے اور بھی دو چار اصحاب سے کہا هو - لیکن عام طور پر لوگ بے خبر هیں - اسلیے تا وقتیکه هم لوگ استصواب کافی نکریں کچھه راے ظاهر نہیں کرسکتے هیں - اسپر حضور ممدوح نے فرمایا که " کیا تمام دنیا کے مسلمانوں سے راے حاصل کرنیکی ضرورت هے" میں نے جواباً عرض کیا که اگر چه زیادہ وقت حصول جواب کیلیے نہیں هے تب بھی کم سے کم مقامی اهل الراے سے راے لینا تو بہت ضروری هے - هم لوگ تنہا راے سے ایک مذهبی کام میں دخل دینے سے قاصر هیں - اسپر فرمایا که بہتر هے -

اسکے بعد بذریعه راجه صاحب محمود آباد (که وہ بھی اس روز تشریف لائے هوئے تھے) حضور لفٹننٹ گورنر بہادر سے معلوم هوا که ماسٹر بشیر الدین صاحب کا بیان ٹھیک نہیں هے - نقل سماعت کے باعث انھوں نے وہ سمجھا جو کہا ' ورنه لارڈ صاحب نے انسے پچیس هزار کا وعدہ نہیں کیا تھا -

نیازمند محمد نثار الدین تاجر لٹھه کانپور مستعفی
متولی مسجد مچھلی بازار کانپور

(۱) بعض راویوں نے هز انر کا یه جمله بھی نقل کیا هے که " مولوی بشیر الدین صاحب مسلمانوں کے بہت بڑے عالم اور لیڈر هیں ! (الهـلال)

" کتاب مرقوم یشهده المقربون (۸۳ . ۱۸)

" فی ذالک فلیتنافس المتنافسون ! " [۸۳ . ۲۶]

السحر الحلال

فی

مجلدات الہلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسم بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام اسلام الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فصل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' دلدادگان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم بدیعہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و افضل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی .

Telephone No 648

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

14 Mcleod Street,

CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs 8

Half yearly Rs 4 12

الہلال

ایڈیٹر و مالک

احمد المکلف بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۸ — روپیہ

ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

جلد ۵

کلکتہ : چہار شنبہ ۱۲ - رمضان ۱۳۳۲ هجري

Calcutta : Wednesday, Augst, 5 1914.

نمبر ٦

نار الله الموقدة ، التي تطلع على الافئدة !!

عفــــريت جنگ کا عالمگیر تسلط

مدينة مدنيه کا خذلان و خسران !

بلقـــان کے کوہ آتش فشاں کا ایک شرارہ
تمـام یورپ میں آگ لگا دیگا
(پرنس بسمـارک)

بالاخر استعمار کے اس شجرہ ملعونہ میں پھل آگئے جسے آج سالہا سال سے یورپ مشترق کے خون سے سینچ رہا ہے - اب ان پھلوں کی تلخی اسکے کام و دہن کے لیے ایک عذاب الیم ثابت ہورہی ہے - فسبحان من بطشه شديد ، و اخذه و بيل -

* * *

یعنی یورپ میں موعود و منتظر عالمگیر جنگ چھڑ گئی -

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ اس چنگاری کی لگائی ہوئی ہے جو عشق "سرزمین عظمی" کی راہ میں ایک سر فروش سروی طالب العلم کی ریوالور سے نکلی تھی اور ولی عہد آسٹریا کے دل و جگر سے پار ہوگئی تھی ، مگر یورپ اب شاہ پرست نہیں ہے - وہ وابستگی شاہ بلکہ خود شاہ کے انتقام کو بھی اتنا ضروری نہیں سمجھتا کہ اسکے لیے قوموں اور ملکوں کو قربان کردے - پس ہم کو اسباب جنگ کے سراغ میں اور آگے بڑھنا چاہیے -

(جنـــگ کا ابتـــدائی ســـر رشتـــه)

تاریخ عالم کے گذشتہ صفحات الٹیے اور سنہ ۱۸۷۸ ع یعنی جنگ روس و دولت علیہ ، معاہدہ سینٹ اسٹی فانو" اور بالاخر برلن کانگریس تک آپہنچے - یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانس اور انگلستان دونوں روس کے نہایت شدید رقیب تھے - دونوں انتہائے اضطراب و حسرت کے ساتھہ دیکھہ رہے تھے کہ روس کلید عالم (قسطنطنیہ) پر عملاً قابض ہوا چاہتا ہے -

انگلستان اور فرانس دولۃ عثمانیہ کے حامی بنکے آئے تھے ، مگر انگلستان بقول نپولین ایک تجارت پیشہ اور بقال سرشت قوم ہے اسلیے خواہ وہ کتنا ہی شریف المقصد اور بلند پایہ کام کرے تاہم "نفع و ربح" کا نقطہ اسکے پیش نظر رہتا ہے ، اور جب کبھی وہ علم ، انسانیت ، مسیحیت ، یا امن کی خدمت انجام دیتا ہے تو اسکے خرمن حرص میں کوئی نہ کوئی دانہ ضرور بڑھجاتا ہے -

انگلستان نے دولت عثمانیہ سے اپنی حمایت کی فیس میں جزیرہ قبرس لے لیا -

ڈسرائیلی اور لارڈ سالسبری نے اس معاہدہ پر دستخط کیے تھے جسکا مفاد یہ تھا کہ وہ کانگریس میں ترکوں کے ساتھہ کوئی پوشیدہ منصوبہ یا خفیہ انتظام کیے بغیر داخل ہوے ہیں ، حالانکہ جو کچھہ کرنا تھا وہ کرچکے تھے -

اتفاق سے گلوب نامی ایک اخبار کو معاہدہ قبرس ملگیا اور اس نے اسکا اقتباس شائع کردیا -

اس عین وقت پر پردہ دری کا اثر فرانس اور روس پر یہ پڑا کہ دونوں ملکوں میں نفرت و حقارت اور غیض و غضب کا ایک طوفان بپا ہوگیا ، اور فرانسیسی و روسی ڈالا نے کہا کہ وہ فوراً برلن چھوڑ دیتے ہیں -

اسوقت داہی زمانہ پرنس بسمارک " ایماندار دلال " کے بھیس میں آیا اور اس معاملہ کو معاہدہ برلن کی صورت میں طے کرا دیا -

اسی معاہدہ برلن میں ہرزی گونیا اور بوسینیا آسٹریا کو دلوایا گیا -

سلافی روس کے لیے جرمن نسل کے ہاتھوں یہ دوسرا چرکا تھا جو آسٹریا کے اقتدار سے لگایا گیا ، مگر وہ بالکل مجبور تھا - کیونکہ دول یورپ میں کسی نے اسکا ساتھہ نہیں دیا -

لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وقت سے روس اور جرمنی کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی -

سنہ ۱۸۷۰ ع کی جنگ کے بعد سے جرمنی اور فرانس کے تعلقات نہایت درجہ خراب ہورہے تھے - فرانس نے اس فرصت کو مغتنم سمجھا اور روس سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش شروع کی - ادھر بسمارک نے بھی اپنی غلطی محسوس کی اور تلافی مافات کرنا چاہی ، مگر اس منافست و مقابلہ میں فرانس کامیاب ہوا -

پس آسٹریا اور روس کے باہمی تعلقات میں برلن کانگریس کے بعد سے ایک غاصب و مغصوب یا فائز المرام و خرماں نصیب حریفوں کی نسبت پیدا ہوگئی -

جزیرہ نماے بلقان کی آزادی کا خیال برلن کانگرس سے پیشتر نہ تھا مگر کانگرس کے بعد سے یہ خیال سلافی نسل میں پیدا ہوگیا ، اور نہ صرف پیدا ہوگیا بلکہ انکے دلوں میں پوری طرح جاگزیں بھی ہوگیا - چنانچہ اسکے بعد ہی سے اسکی تیاریاں ہونے لگیں -

بغرض اختصار ہم سنہ ۱۸۷۸ سے سنہ ۱۹۱۲ ع تک کا درمیانی زمانہ نظر انداز کر دیتے ہیں -

سنہ ۱۲ ع میں ایک طرف تو تیاریاں پایہ تکمیل کو پہنچ چکی تھیں ، دوسری طرف ترک جنگ طرابلس میں الجھے ہوے تھے - سلافی نسل کو خیال آیا کہ اس مقصد کے لیے ایک طلائی فرصت انہیں حاصل ہے - روس نے جنگ بلقان کی تجویز پیش کی

6

SEWING MACHINES

BALLERS & WINDERS

AUTO KNITTING

THE ADARSHA KNITTING Co

Importers & Manufacturers

General Merchant & Commission Agent

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سر پرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کی مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کي ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹن کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي ' جس نے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگي جس سے موزہ اورگنجي دونوں تیار کی جا سکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگي جسمیں گنجي تیار ہوگي جس سے روزانہ ۲۵روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنـي هر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم ہوا - آپکے روا نہ کیا اور آسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ هي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں -

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کي چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

---

نواب نصیر الـممالک مرزا شجاعـت علی بیگ قونصـل ایـران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ہوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کر رہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے علاوہ کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ھائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ہوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپني کي سر پرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

هز اکسیلنسي لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

آنکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني -

آپکے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکي بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - هز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنم — سول کورٹ زرد ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنـگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

(آسٹریا اور جرمنی)

ولیعہد کے قتل نے یہ ثابت کردیا کہ پانی سر تک پہنچ گیا ہے اور اگر آج ہی انتظام نہ کرلیا گیا تو کل سر سے گزر جائیگا -

بقول جان بل نامی اخبار کے' آسٹریا کو بہ تحقیق معلوم تھا کہ اس سازش میں سرویا شریک ہے - اس نے شاہنشاہ آسٹریا کو ہر ممکن نقصان پہنچانیکے لیے ایک انجمن لنڈن لیگیشن ۴۰ پوانٹ اسٹریٹ میں اور پھر بلگراد میسن ہوٹیل' اور اسکے بعد کونلس گیٹ میں قائم کی تھی جسکا نام " سیکریٹ سروس بیوریا " ہے اور یہ قتل اسی مجلس کی کوشش و انتظام سے ہوا -

سازش قتل میں سرویا کی شرکت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے . کہ جان بل کو خود اس تحریر کا ایک حصہ ملگیا جسمیں ولیعہد کے قتل کی تجویز لکھی تھی - یہ تحریر کیونکر ملی؟ اسکا ایک عجیب قصہ ہے - سیکریٹ سروس بیوریا کا دفتر جب بلگراد میسین ہوٹل سے کونلس گیٹ کو منتقل ہونے لگا ہے تو بہت سے کاغذات جلاے گئے تھے جنمیں یہ تحریر بھی تھی - مگر سرویا کی بدقسمتی سے اسکا ایک حصہ نہیں جلا' اور اتفاق سے جان بل کے دفتر تک پہنچ گیا - اسمیں مصارف قتل کے لیے ۴ هزار پونڈ کے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا -

پس اسوقت آسٹریا کے سامنے دو راہیں تھیں: فیصلہ کن جنگ کی شمشیر' یا دائمی سازش کا پھندا' اور ظاہر ہے جو میدان جنگ میں عزت کی موت کو سازش گاہوں میں ذلت کے ساتھ مرنے پر ترجیح نہ دیگا؟

یہ صحیح ہے کہ سرویا تحقیقات کے لیے مستعد نظر آتی تھی مگر خود مجرم اپنی تحقیقات کیا کریگا؟ اگر سرویا ان چند افسروں یا عہدہ داران حکومت کو معزول بھی کردیتی' تو اس سے آسٹریا کے آئندہ مصائب کا خاتمہ نہیں ہوسکتا تھا' کیونکہ چند اشخاص کے سزا یاب ہونے سے وہ تحریک تو مردہ نہیں ہوجاتی جو خود حکومت کی آغوش میں پرورش پا رہی ہے؟

ادھر جرمنی بھی جنگ کے لیے مجبور تھی - ایک طرف آسٹریا کی اعانت اسکے لیے ناگزیر تھی - کیونکہ وہی اسکا اصلی دست بازو ہے اور بقول اسکے میدان جنگ کے دنگل میں جرمنی کا " بے مثل ثانی " - دوسری طرف خود اسکی آبادی روز افزوں ہورہی ہے جسکے لیے نو آبادیاں نہایت ضروری ہیں' اور اتفاق سے مفاهمت کچھہ اسطرح دنیا پر چھایا ہوا ہے کہ جرمنی کو قدم رکھنے کی کہیں جگہ نہیں ملتی

یہ حالت تھی جسکی وجہ سے آسٹریا نے سرویا سے حد درجہ توہین آمیز اور نا ممکن القبول مطالبات کیے' جنھیں سرویا نے انقباض کے ساتھہ منظور کرلیا - تاہم آسٹریا کے لیے یہ منظوری تشفی بخش نہ ہوئی' اور قبل اسکے کہ ڈپلومیسی اپنی کارگزاریاں دکھلائے' اعلان جنگ کردیا گیا -

(آغاز جنگ)

۲۵ جولائی کو سرویا اور آسٹریا کے تعلقات منقطع ہوگئے - سرویا جو جنگ بلقان کے زخموں سے چور چور ہورہی تھی' نہ جانتی تھی کہ وہ ایک تازہ دم فوج کا کہاں تک مقابلہ کرسکتی ہے؟ پس اعلان جنگ سے پہلے ہی وہ اپنا دار السلطنت کراگیر جیوکس نامی شہر میں لیگئی جو بلغراد سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے -

آسٹریا نے اپنی تمام قلمرو میں فوجی قانون کا اعلان کردیا - سرویا کے کمانڈر انچیف کو جو اسوقت ہنگری میں سفر کر رہا تھا آسٹریا نے گرفتار کرلیا ہے -

(ترانہ امن کی افسردہ لے)

" ڈپلومیسی میں سب سے آگے اور جنگ میں سب سے پیچھے " انگلستان کی قومی عزت ہے - اسلیے انقطاع علائق کی خبر سنتے ہی وہ پر عظمت و افتخار دور آ گے یاد آگیا جو جنگ بلقان میں تمثیل کرچکا تھا - ایک امن سازانہ انداز میں پھر جنبش ہوئی - اور روم ' پیرس' اور برلن سے پوچھا گیا: " کیا تم اسکے لیے راضی ہو کہ دار السلام لندن میں تمہارے سفراء جمع ہوں اور موجودہ مشکلات کے حل کی تدبیر سوچیں؟ " مگر یہ کانفرنس اسلام کے آخری نقش یا (ٹرکی) کی قسمت کا فیصلہ نہ تھا بلکہ آسٹریا کی پالیسی تھی - فرانس نے اپنے حلیف کی خاطر اور اطالیا نے جنگ سے جان بچانے کے لیے ڈاوننگ اسٹریٹ کے طواف کی ذلت گوارا کرلی' مگر موجودہ یورپ کے عفریت اجلال و عظمت یعنی جرمنی نے یہ ٹھکرا دیا کہ گو اصولاً تو اتفاق ہے' مگر یہ تدبیر کارگر نہ ہوگی - کیونکہ آسٹریا اپنی پالیسی کو کسی ثالث کے ہاتھہ میں دینے کے لیے تیار نہیں -

یوں بالاخوانی و خود فروشی کی اور بات ہے - ورنہ سچ یہ ہے کہ دیگر دول یورپ بھی امن پروری کے انگلستان سے کم خواستگار نہیں ہیں - ۲۵ جولائی ہی کو فرانس اور روس کے سفراء نے وائنا میں ملاقات کی اور آسٹریا کو اپنے ارادہ (اعلان جنگ) سے باز رکھنا چاہا - جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو روس نے آسٹریا سے براہ راست گفتگو شروع کی اور بعض تجاویز بھی پیش کیں' اسکے علاوہ خود زار اور قیصر میں بھی مبادلہ آراء ہوا -

مگر ان تمام مساعی میں سے ایک بھی کارگر نہ ہوئی' کیونکہ روس کا منشاء یہ تھا کہ آسٹریا سرویا کو اسکے اس سنگین جرم کی سزا نہ دیسکے' اور جرمنی کا مقصد یہ تھا کہ جنگ کا رقبہ محدود رہے -

(اتحاد و مفاهمت کا اعلان جنگ)

غرض روس نے مداخلت پر اصرار کیا اور آسٹریا پر حملہ آور ہوا' اسلیے جرمنی نے بھی اسکے حلیف فرانس کے مقابلہ میں اعلان جنگ کردیا -

اب جنگ پورے اپنے پورے معنی میں شروع ہوگئی ہے سرویا' آسٹریا' روس اور فرانس پوری طرح میدان جنگ میں اتر آئے ہیں - بلغراد جلکے خاک سیاہ ہوچکا ہے -

جرمن فوج نے ۲ - اگست کو سیری پر حملہ کیا اور ایک لاکھہ کی تعداد میں للزمبرگ [یہ ایک نا طرفدار مقام ہے] کی راہ سے فرانسیسی سرحد کے برابر کوچ کردیا - لانگوے کے قریب فرانسیسی قلمرو میں جو جنگ ہوئی' اسمیں جرمن افسر کام آے ہیں - روسی فوج نے حملیں شکست کھائی ہیں' ایک جرمن مقام بیالا کو تاراج کردیا ہے - آج ۵ اگست کے تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی جرائر هالیند پر قابض ہوگئی ہے اور لی یوا نامی مقام پر گولہ باری کررہی ہے - فرانس میں عام تیاری کا سلسلہ نہایت سرعت سے جاری ہے -

اطالیا نے ابتدا میں اپنے حلفاء کی اعانت کا اعلان کیا تھا مگر جنگ میں شرکت کے باب میں اسکے وزیر خارجیہ اور وزیر اعظم میں سخت اختلاف و مناقشہ ہوا' بالاخر یہ نتیجہ نکلا کہ وہ اسوقت تک نا طرفدار ہے -

۳ - اگست کو سر ایڈورڈ گرے نے دار العوام میں ایک مفصل و اہم تقریر کی - تقریر کے وقت خوف و فکر سے انکے چہرہ کا یہ عالم تھا کہ وہ معمول سے زیادہ بوڑھے معلوم ہوتے تھے - اس تقریر میں انہوں نے موجودہ اور آئندہ حالات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ ہم نے فرانس سے وعدہ کرلیا ہے کہ اگر بحر شمالی (نارتھ سی) میں جرمنی نے قدم رکھا' تو ہم اسکی ہر ممکن مدد کرینگے - چنانچہ اس مضمون کا اعلان جرمنی کو بھی دیدیا گیا ہے تمام انگریزی مستعمرات نے انگلستان کو اطلاع دی ہے کہ وہ ہر قسم کی اعانت کے لیے تیار ہیں - آسٹریلیا نے تو اپنا بیڑا امیر البحر کے حوالے کردیا ہے -

آج کلکتہ ہائی کورٹ میں چیف جسٹس نے کورٹ کی تعطیل سنائی کہ انگلستان نے پوری طرح اعلان جنگ کردیا ہے -

انگلستان نے جو ساحل باسفورس پر اپنے اثر کی کمی اور جرمن نفوذ کی روز افزوں ترقی دیکھ دیکھکے خار کہا رہا تھا اور ترکوں کو رک دینے کیلیے چالاک بلی کی طرح اشتغال و مصروفیت کا منتظر تھا ' اس تجویز کی نہایت شد و مد سے تائید کی ' اور بالاخر فرانس بھی راضی کرلیا گیا -

اتحاد ثلاثه (ٹرپل الائنس) میں سے اطالیا کو تو یہ سمجھا کر راضی کرلیا گیا کہ اگر دولت عثمانیہ جنگ بلقان میں پھنسگئی تو پھر طرابلس میں تمہارے لیے میدان صاف ہوگا - آسٹریا کو مخالفت کی گنجایش نہ تھی کیونکہ جب اس نے ہرزی گونیا اور بوسینیا کا الحاق کیا ہے ' تو بارجودیکہ اسمیں بڑی آبادی سلافی عنصر کی تھی مگر پھر بھی روس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا - بظاہر جرمنی کے رام ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی - خصوصاً ایسی حالت میں کہ نوجوان ترکوں کے اور اسکے تعلقات نہایت درجہ بڑھے ہوے تھے ' مگر اغلباً اطالیا کے پاس حلف نے اسے مجبور کر دیا ہوگا -

اگر اتحاد ثلاثه کو ان غیر متوقع نتایج کا وہم بھی ہوتا تو وہ یقیناً اس جنگ کو منظور نہ کرتا ' مگر بہر حال اعلان جنگ ہوا اور وہ سب کچھہ ہوا جو ہونا تھا -

(موجودہ جنگ کی ابتدا)

یہ خلاف امید فیروز مندیاں موجودہ جنگ کی تمہید تھیں کیونکہ ایک طرف آسٹریا کی جرمن نسل کو (جو تعداد میں زائد سے زائد ۸ - ملین ہے) اپنے سامنے حریف قاہر کا اور اپنے سے تعداد میں سہ چند زیادہ سلافی نسل کا ایک امنڈتا ہوا عظیم الشان سیلاب نظر آیا - دوسری طرف اہل سرویا " ساحل ایڈریاٹک سے لب بحر روم تک پھیلی ہوی سرویۂ عظمی " کا خواب پریشان دیکھنے لگے !

آسٹریا نے اتحاد ثلاثه کی پالیسی کی غلطی اور اس کے آنے والے خطرہ کو اسی وقت محسوس کر لیا اور چاہا کہ بڑھنے ہوے سیلاب کے لیے ایک بند باندھے - چنانچہ سرویا کے ان خوش آیند اور شاندار امیدوں کی پامالی کے لیے البانیا کو اپنا آلۂ عمل بنایا -

اس کار روائی میں مقتول ولی عہد سرویا نے غیر معمولی حصہ لیا تھا - اس سے اور زیادہ سرویوں میں آسٹریوں کی طرف سے بغض و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی - بالاخر اسے قتل کرکے چھوڑا -

(اتحاد و مفاہمت)

یورپ کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو چھوڑ کے کل ٦ - بڑی سلطنتیں ہیں - انمیں سے جرمنی ' آسٹریا ہنگری ' اور اطالیا کا باہمی اتفاق اتحاد ثلاثه (ٹرپل الائنس) کہلاتا ہے - روس اور فرانس کے باہمی اتحاد کو اثنین (ڈیوال الائنس) کہتے ہیں - اور روس ' فرانس ' اور انگلستان ' تینوں کے باہمی اتحاد کا نام مفاہمت ثلاثه (ٹرپل اینٹ تنٹ) ہے -

اتحاد ثلاثه کے معاہدہ کی رو سے اگر کسی ایک رکن پر حملہ کیا جاے تو بقیہ ارکان کا فرض ہوگا کہ وہ اسکی مدد کریں - اتحاد اثنین کے عہد نامہ کی بموجب جب دونوں میں سے کسی ایک سے جنگ ہو تو دوسرے کو بھی حصہ لینا پڑیگا - لیکن مفاہمت ثلاثه کی رو سے ضروری نہیں کہ اگر ایک رکن عہد جنگ میں پڑجاے تو دوسرے ارکان بھی جنگ میں ضرور ہی حصہ لیں -

مفاہمت ثلاثه اور اتحاد ثلاثه کے بحری اور بری قوی کا موازنہ ذیل کی جدول سے ہوسکتا ہے :

(قواے بحریـــہ)

نام جہاز	مفاہمت	اتحاد ثلاثه
ڈریڈ ناٹ	٣٥	٢٢
چھوٹے ڈریڈ ناٹ	٩٧	٥٧
کروزر	٨٤	[illegible]
ہلکے کروزر	٩٢	[illegible]
تباہ کن کشتیاں	٤٢٧	[illegible]

چھوٹی چھوٹی جنگی کشتیاں مفاہمت کے پاس اتحاد ثلاثه سے بہت زیادہ ہیں -

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر برطانیہ کو علحدہ کرلیا جاے تو مفاہمت کی قوت نصف سے بھی کم رہجاتی ہے -

(قـواء بـــریہ)

جرمنی

فوج میدان (فیلڈ آرمی)	[illegible]
مستحفظ	[illegible]
لینڈو ہیر	[illegible]
لینڈ سٹرم	[illegible]
	[illegible]

آسٹریا

فوج میدان	١٣٦٠٠٠٠
مستحفظ (غیر تربیت یافتہ)	١٦٨٠٠٠٠
ہوانیڈ	٢٢٠٠٠٠
لینڈو ہیر	٢٤٠٠٠٠
	٣٥٠٠٠٠٠

اطالیا

فوج میدان	٢٥٠٠٠٠
غیر معدود رخصت پر	٤٥٠٠٠٠
ملیشیا	٣٢٠٠٠٠
ٹر ٹیوریال ملیشیا	٢٢٠٠٠٠٠
	٣٢٢٠٠٠٠

ان میں سے صرف ١٠٢٠٠٠٠ کم و بیش تربیت یافتہ ہیں -

روس

فوج میدان	٢٩٠٠٠٠٠
مستحفظ	١٠٦٤٠٠٠
سرحدی بٹالین	٤١٠٠٠
کاسک	١٥٠٠٠٠
قدیم مستحفظ	١٢٤٥٠٠٠
	٥٤٠٠٠٠٠

لیکن روس اپنی فوج کا بیشتر حصہ سلطنت کے کسی ایک حصہ میں بمشکل جمع کرسکتا ہے -

فرانس

فوج میدان	١٤٠٠٠٠٠
مستحفظ	١١٠٠٠٠٠
قدیم مستحفظ	٢٠٠٠٠٠٠
	٤٥٠٠٠٠٠

انگلستان

فوج مہم (ایکسپڈ یشنری جوریں) تقریباً	١٧٠٠٠٠٠

* * *

یہ بری قوی کا ایک سرسری و تخمینی نقشہ ہے - ان دونوں نقشوں سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ بحری قوت میں مفاہمت زیادہ ہے اور بری قوی میں اتحاد کا پلہ بھاری ہے - مجموعی حیثیت سے دونوں میں ایک بھی اسقدر قوی تر نہیں کہ بغیر ضرورت شدید بلکہ انتہائی مجبوری کے دوسرے پر حملہ آور ہو' کیونکہ یہ حملہ ایک مایوسانہ جانبازی ہوگی -

جب حالت یہ ہے تو پھر آسٹریا اور جرمنی نے جنگ پر اصرار کیوں کیا ہے' اور وہ ایک غیر متیقن اور مشتبہ کھیل میں کیوں اپنے تئیں ڈال رہی ہے ؟

الہلال

۱۲ - رمضان ۱۳۳۲ ہجری

تذکار نزول قرآن

شہر رمضان الذي انزل فيه القران

اسوۃ النبي صلی اللہ علیہ و سلم

دنیا ایک تماشا گاہ حوادث ہے جسکے مناظر دمبدم متغیر ہوتے رہتے ہیں - اسکا نقاب جسم و صورت ایک جلوۂ نیرنگی و بو قلمونی ہے' جو حوادث و انقلابات عالم کے ہاتھوں ہمیشہ بدلتا رہتا ہے یہ تغیر عام ہے' اور تجدد و تبدل کے قانون سے کائنات کی کوئی شے خالی نہیں - جسطرح انسان کی عظیم الشان آبادیوں اور بحر و بر کے بڑے بڑے رقبوں میں انقلابات و تبدلات ہوتے رہتے ہیں' اسی طرح ان غیر مرئی ذروں میں بھی ایک محشر تغیر اور رستخیز تجدد بپا ہے' جس سے جسم کائنات کے اجزاء طبیعیہ ترتیب پاتے ہیں' اور جو اسقدر چھوٹے ہیں کہ انہیں انسان کی چشم غیر مسلم (۱) نہیں دیکھہ سکتی !

ان انقلابات کا ایک بڑا نمونہ مظاہر فطرۃ کا نمود اور کائنات ہستی کے تغیرات طبیعیہ ہیں جو آغاز تکوین سے جاری ہیں اور جنہوں نے نہیں معلوم کتنی مرتبہ کرۂ ارضی کا نقشہ بدلدیا ہے ؟ مثلاً وہ حوادث طبیعیہ جنکی وجہ سے دریا خشک ہوگئے' زمین کے بڑے بڑے رقبے سمندر میں ملکر فنا ہوگئے' دریاؤں نے اپنا رخ بدلدیا' اور اپنی روانی کی جگہ خشکی کے بڑے بڑے ٹکڑے چھوڑدیے - بحر انطلانطیک میں کبھی بے شمار جزیرے تھے - آج سب کے بڑی دریائی موجیں اسی میں اٹھتی ہیں - بحر عرب اور قلزم کے درمیان بہت بڑا حصۂ ارضی حائل تھا مگر چند قرون حوادث بحریہ کے بعد اتنا کم رہگیا کہ باسانی ملادیا گیا - یا مثلاً وہ انقلابات جو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے آئے اور دور دور تک انہوں نے زمین کی سطح بدلدی - یا وہ ہولناک زلزلے جنہوں نے ایک پوری اقلیم کو تہہ و بالا کردیا' اور خشکی کے نشیب میں بالائی سطح کے دریا امڈ آئے - اسی طرح وہ انقلابات ارضیہ جو علم طبقات الارض کے مؤثرات طبعیہ سے ہمیشہ آتے رہتے ہیں' اور جنکی وجہ سے دریاؤں نے رخ بدلتے' خشکیوں کے قطعات غرق ہوتے' اور آبادی کی جگہ ویرانی اور زندگی کی جگہ موت طاری ہوجاتی ہے !

(انقلاب اقوام و امم)

اسی طرح تماشا گاہ ہستی کا ایک بہت بڑا منظر وہ تغیرات بھی ہیں جنکے طوفان قوموں اور ملکوں کے اندر اٹھتے ہیں اور بڑی بڑی آبادیوں کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں - حتی کہ آبادیوں کی جگہ ویرانیوں سے مبدل ہوجاتی ہے' صحرا ونکی جگہ شہر بس جاتے ہیں' زندگی کی رونق پر موت کا سناٹا چھا جا تا ہے' اور انسانی عیش و نشاط کے بڑے بڑے محل مدفن قبور و مقبرۂ اموات و خرابۂ سلب و نہب ہوکر نابود و مفقو ہوجاتے ہیں :

وکم اهلكنا من قرية بطرت معيشتها فتلك مساكنهم لم تسكن من بعدهم الا قليلا وكنا نحن الوارثين (۲۸ : ۵۸)

اور کتنی ہی آبادیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کردیا حالانکہ اسباب حیات و معیشت سے وہ مالا مال تھیں - یہ بربادی کے خرابے اور تباہی کے کھنڈر انہی لوگوں کے گھر ہیں جو پھر آباد نہوسکے اور آخر کار انکے مال و متاع کے ہم ہی وارث ہوے !

سکندر اعظم نے ایران کو جلاکر تباہ کر دیا' ایرانیوں نے بابل کی اینٹیں بجا دیں' بخت نصر نے بیت المقدس کو ویران کرکے بنی اسرائیل کو کئی قرنوں تک مقید رکھا' رومیوں نے ایشیا اور افریقہ کی آبادیاں بارہا غارت کیں' اور ونیڈلس نے شمالی افریقہ کے ریگ زاروں کے اندر عالیشان شہر آباد کیے - تاتاریوں کے اولین ظہور نے رومۃ الکبری کی تاریخ ختم کردی تھی' اور جرمنی کے وحشیوں نے تمدن قدیم کا نقشہ بدلدیا تھا : وتلك الايام نداولها بين الناس -

(انقلاب مادی و روحانی)

لیکن یہ تمام انقلابات عالم جسم و ظاہر کے تغیرات ہیں جو صرف دریاؤں اور خشکیوں کو' آبادیوں اور صحراؤں کو' پہاڑوں اور جنگلوں کو' انسانوں کے بسائے ہوے شہروں اور انکے مکانوں کی اینٹوں اور پتھروں کو بدلدیتے ہیں' اور انکے اندر سلطان تغیر و تغلب کی قوت اس سے زیادہ طاقتور نہیں ہوتی -

لیکن ان انقلابات سے بھی بالا تر ایک عالم تغیر و تبدل ہے' جسکے انقلابات کی حکومت صرف مادے کی نمود اور جسم کی صورت ہی تک محدود نہیں ہے' بلکہ اس سے بھی آگے تک نکل گئی ہے - پہلے قسم کے انقلابات مٹی کے ذروں' اینٹ پتھر کے مکانوں' اور انسان کے جسموں اور صورتوں کو بدلدیتے ہیں' پر یہ انقلابات روحوں اور دلوں کی حالت کو منقلب کر ڈالتے ہیں - اس عالم کے بحر زخار کے طوفان دنیا کے طوفانوں کی طرح نہیں ہیں جو سمندروں میں اٹھتے ہیں اور کناروں سے ٹکرا کے رہجاتے ہیں' بلکہ اسکی موجوں کا منبع آسمان کے اوپر ہے' جہاں سے وہ جوش کھاتی ہوئی ابلتی ہیں' اور کرۂ ارضی کی سطح پر گرتی ہیں !

اسکے اندر جب زلزلے اٹھتے ہیں تو صرف زمین کے محدود رقبوں ہی کو جنبش نہیں دیتے' بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پورے کرۂ ارضی کو ہلا دیتے ہیں - کیونکہ انکی پیدا کی ہوئی جنبش نظام اعتقاد و عمل کے اندر حرارت پیدا کردیتی ہے - اسکے آتش فشاں پہاڑوں کی آتش افشانی صرف پتھروں کے اڑانے ہی میں صرف نہیں ہو جاتی' بلکہ جب اسکے پہاڑ پھٹتے ہیں تو انسانی اعتقادات و اعمال کی بڑی بڑی اقلیموں کو اڑا کر نابود کر دیتے ہیں - پہلے قسم کے انقلابات شہروں کو ویران کرتے ہیں' پر یہ انقلاب وہ ہیں جو دلوں کی اجڑی ہوئی بستیوں کو آباد کر دیتے ہیں - انکی فتح و تسخیر جسم و زمین کی ہوتی ہے' مگر انکا احاطہ قلب و معنی کا ہوتا ہے - وہ زمین کی تبدیلیاں ہیں جو زمین والے انجام دیتے ہیں' مگر یہ آسمانی تبدیلی ہے جسے ارواح سماویہ کا نزول و ورود پورا کرتا ہے - وہ ویرانی اور موت لاتے ہیں مگر یہ آبادی اور زندگی کی بشارت دیتے ہیں - وہ جسموں کو بدلتے ہیں جو فانی ہیں - مگر یہ روحوں کو بدلدیتے ہیں جو دائمی زندگی پاتی ہیں - انکا شہریار زمین کے رقبوں اور انسان کے جسموں کو مسخر کرتا ہے تا اپنی پادشاہت کا تخت بچھائے' پر اس اقلیم کا فاتح جب اٹھتا ہے تو زمین کی جگہ آسمان کی برکتوں کو اور انسان کے جسموں کی جگہ انکی روحوں کو فتح کرتا ہے تا خدا کے تخت جلال و کبریائی کا اعلان کردے !

(۱) چشم غیر مسلح یعنی بغیر کسی آلہ کے دیکھنے والی آنکھہ -

مسئلۂ اسلامیه کانپور

تشـــریح مـــزیـد

هز ایکسلنسی لارڈ هارڈنگ نے ۱۴ - اکتوبر کو مسئلۂ مسجد کا فیصله کرتے هوے مندرجۂ ذیل الفاظ میں دالان کی مستقبل حالت قرار دی تهی :

" ۸ فیٹ بلند ایک سهت بنائی جاے جس پر دالان اسی طرح بنا دیا جاے جس طرح پہلے تها ' اور نیچے کی زمین گذرگاه کیلیے چهوڑ دي جاے ' بعد اسکے یه مسجد کے دالان کي هیئت میں کوئی دست اندازی کی جاے -

اس زمین کو استعمال کرنے کی عام پبلک بهی مستحق هوگي ' اور وه لوگ بهي جو نماز پڑهنے کیلیے آئینگے "

دکهن

اس فیصله کے خط کشیده الفاظ قابل غور هیں - اسسے صاف طور پر واضح هوتا ہے که یه تعمیر اس طرح عمل میں آئیگی که سڑک کا حصه مسجد میں جانے والوں اور عام راهگیروں دونوں میں مشترک رهیگا -

هز ایکسلنسی کے یه الفاظ اس تجویز کا نتیجه تهے جو مولانا عبد الباري نے بذریعه راجه صاحب محمود آباد پیش کي تهي یعنی متنازع فیه حصے میں مسجد کا زینه تعمیر کیا جاے اور بقیه ٹکڑہ راسته کا عام راهگیروں اور اس زینه کے ذریعه مسجد میں جانے والوں کیلیے مشترک راسته هو - اکثر مکانوں میں یه صورت موجود ہے - اگر هز ایکسلنسی کا یه مقصود نه هوتا تو وه صراحت کے ساتهه سڑک کی مشترک حیثیت پر کیوں زور دیتے اور یه کیوں کہتے که " وه نمازیوں اور عام راهروؤں میں مشترک رهیگا " ؟

اگر اس جانب زینه نہیں ہے تو نمازیوں سے اسے کیا تعلق ؟ نمازي اسی راسته سے فائده اٹها سکتے هیں جو مسجد میں جانے کا ذریعه هو -

هم ایک نقشه درج کرکے اس صورت کو اچهی طرح واضح کردینا چاهتے هیں -

مسجد کي موجوده صورت یه ہے که اسکا اصلي دروازه شمالي رخ ہے ' اور شرقي جانب مجوزه اے بي روڈ کیلیے عمارتیں گرائی گئي هیں - اسي سلسلے میں مسجد کي زمین بهي لي گئی اور دیوار گرادي گئي -

تجویز یه کي گئی که ایک نیا دروازه جانب شرق زمین متنازع فیه پر نکالا جاے تاکه نئي شاهراه کي جانب سے نمازي آ سکیں - اس دروازے کي جگه نقشے میں حرف (د) سے پہچاني جاسکتي ہے - دروازے کے سامنے زینه بنایا جاے جو متنازع فیه ۸ - فیٹ زمین میں سے ۴ - فیٹ پر تعمیر هو - اسکي جگه نقشے میں حرف (ت) ہے -

یہی نقشه ہے جسے اس مسئله کے ارباب حل و عقد نے " مخلص " کے لفظ سے تعمیر کیا تها ؛ اقلاً اس سے اتنا هوگیا تها که مسجد کي زمین اسکے زینے اور دروازے کے کام آگئي تهی ' لیکن موجوده متولیوں سے جو نقشه پیش کرایا گیا ہے اسمیں دروازه اور زینه بالکل نہیں ہے -

پهر کیا مسلمان ۳ - اگست کو بهولکر اس آخري حق سے بهي دست بردار هوجائینگے ؟ اسکا جواب مستقبل دیگا -

مسئلـــۂ قیـــام الهـــلال

(۱) گذشته اشاعت میں هم نے لکها تها که جن حضرات کا سال خریداري جون اور جولائی سے شروع هوا ہے اور انسے حسب معمول ۸ - روپیه کے حساب سے قیمت وصول کی گئی ہے ' وه ۱۲ روپیه قیمت قرار دیکر بقیه روپیه بهیجدیں -

چنانچه اس هفته متعدد بزرگوں نے اسپر توجه کی - هم انکی محبت فرمائي کے شکر گذار هیں اور امید کرتے هیں که تمام احباب کرام اسی طرح بقیه روپیه روانه فرما دینگے - ان میں سے اکثر بزرگ اضافه قیمت کیلیے دو سال سے مصر تهے ' اور بعض حضرات نے تو یہاں تک لکهدیا تها که ۲۵ - روپیه تک بهی اگر اضافه کردیا جائے تو بهی انهیں کوئی اعتراض نهوگا - پس هماري یه امید کیا بیجا ہے اگر هم ۱۲ روپیه قیمت قرار دیکر منتظر هیں که وه بقیه روپیه روانه کردیں ؟

(۲) قیمت میں اضافه اسلیے کرنا پڑا که موجوده مصارف کیلیے ۸ - روپیه سالانه قیمت بہت کم تهی - پس اگر اضافۂ قیمت کے بعد ضخامت وغیره میں بهي اضافه کیا جاے تو پهر وهی سوال کثرت مصارف اور قلت قیمت کا پیش آجائیگا ' اور نیا اضافه اداره کیلیے کچهه مفید نهوگا -

تاهم هم نے قیمت کے اضافه کے ساتهه هي اسکا بهی فیصله کرلیا که اخبار کے مضامین و تصاویر میں بهی کچهه نه کچهه اضافه ضرور کیا جاے -

یه اضافه مختلف صورتوں میں هوگا - باب التفسیر مستقل طور پر بڑها دیا جائیگا ' ممالک اسلامیه کے حالات و حوادث اور ترقي و تنزل کے متعلق زیاده کاوش کي جائیگي - تصویروں میں بهي ندرت موضوع اور کثرت تعداد و حسن طباعة کے لحاظ سے محسوس اضافه و تغیر هوگا -

لیکن یه تغیرات انشاء الله رمضان المبارک کے بعد سے شروع هونگے - کیونکه انکے لیے مزید صرف وقت و توجه کي ضرورت ہے اور رمضان المبارک کي وجه سے زیاده وقت نہیں نکالا جاسکتا -

(۳) آینده پرچه ماه رمضان المبارک کے تذکار کی مخصوص اشاعت هوگي اور اکثر مضامین اسي موضوع پر هونگے -

(۴) جنگ یورپ کے متعلق مضامین و تصاویر کا بہت بڑا ذخیره فراهم کیا جارها ہے - جو بہت جلد شائع هونا شروع هو جائیگا -

و معتدل نہیں رہی - آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کردیے تھے، یکایک کھل گئے - خزائین فیضان و برکات سماویہ جنکی بخشش کا سلسلہ رک گیا تھا، پھر مساکین ہدایت و سائلین رحمت کے منتظر ہوگئے - خداوند سینا اپنے دس ہزار قدسیوں کو ساتھہ لیکر فاران پر نمودار ہوا تا آتشیں شریعت کو ہویدا کرے، اور کوہ سعیر کی روح القدس فارقلیط اعظم کی ہیکل میں متشکل ہوئی تا اسکو بھیجدے جو ناصرہ کے نبی کے آنے بغیر نہیں جاسکتا تھا:

انا انزلنـــاہ فی لیلـــة القدر و ما ادراک ما لیلة القدر؟ لیلة القدر خیر من الف شهـــر - تنزل الملائکـــة والروح فیها باذن ربهم من کل امر، سلام هی حتی مطلع الفجر

ہم نے قران کو لیلة القدر میں آتارا اور تم سمجھے کہ لیلة القدر کیا شے ہے؟ لیلة القدر ایـک عہد رحمت و دور برکت ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے - ملائکہ سماوی و روح الہی کا اسمیں ہر طرف سے نزول ہوتا ہے - سلام اسپر، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاے -

وہ آتش فشاں پہاڑوں کا پھٹنا نہ تھا جنکی چوٹیوں سے آگ ابلتی اور ہلاکت و موت بنکر اجسام حیوانیہ پر برستی ہے، بلکہ وہ فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہونے والا ابر رحمت تھا جو انسانیة کی سوکھی کھیتیوں کو سرسبز کرے اور کائنات ارضی کی تشنگی سعادت کو سیراب کرنے کیلیے امنڈا تھا، تا کہ جس طرح یروشلیم کے مرغزاروں کو ہدایت کی بہشت بنایا گیا تھا، اسی طرح عرب کی ریتلی اور بنجر زمین کو بھی شگفتہ و شاداب کر دے:

فانظر الی اثار رحمت الله! کیف یحیي الارض بعد موتها؟ ان ذالک لمحیي الموتی، وهو علي کل شی قدیر (۳۰ : ۴۹)

پس رحمت الہی کی نشانیوں کو دیکھو کہ کس طرح وہ موت کے بعد زمین کو حیات بخشتا ہے - بیشک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے!

(نزول فرانی)

یہ قرآن حکیم اور فرقان مبین کا نزول تھا جس نے قلب محمد ابن عبد الله علیه الصلواة والسلام کو اپنا مہبط و مورد بنایا - جبکہ وہ غار حراء کے اندر بھوکا پیاسا، تمام مادیات عالم سے کنارہ کش ہوکر، اپنے پروردگار کے حضور میں سر بسجود تھا:

انه لتنزیل رب العالمین، نزل بـه الروح الامین، علی قلبك لتکون من المنذرین، بلسان عربی مبین، و انـه لفی زبر الاولین! (۲۶ : ۱۹۱)

بیشک وہ پروردگار عالم کا آتارا ہوا کلام ہے - روح الامین نے تیرے قلب پر نازل کیا تا کہ تو ضلالت و فساد کے نتائج سے دنیا کو ڈرانے والوں میں سے ہو اور سعادت و فلاح کی طرف دعوت دے - یہ کلام نہایت کھلی ہوئی اور واضح زبان عربی میں نازل ہوا، اور پچھلی کتابوں میں اسکی خبر دی جا چکی تھی"

وہ غذاے اسمانی کی طلب میں زمین کی پیداوار سے کنارہ کش ہوکر بھوکا پیاسا تھا - پس خداوند نے اسکی بھوک کو دنیا کی سیرابی کیلیے قبول کرلیا (و هو یطعمني و یسقیني) - وہ انسانیة کی غفلت و سرشاری کے دور کرنے کیلیے راتوں کو اٹھہ اٹھہ کر جاگتا تھا، پس الله نے اسکی بے خواب آنکھونکو اپنے نظارۂ جمال سے ٹھنڈک بخشی (قرة عیني فی الصلوة) اور تمام عالم کیلیے اسے بصیرت عطا کی (قد جائکم بصائر من ربکم) - وہ انسانوں کو سرکشی اور تمرد کے عصیان سے نکالنے کیلیے شہنشاہ ارض و سما کے آگے سر بسجود تھا، پس رب الافواج نے اسکے سر کو الفت ویگانگت کے ہاتھوں سے اٹھایا، اور زمینوں اور آسمانوں میں سربلندی دی، تا اسکی روح اسکے کلام کی حامل ہو، اور اسکے منہہ سے خدا کی آواز نکلے: وما ینطق عن الهوی، ان هو الا وحی یوحی (۵۳ : ۴)

سعادت بشری کا یہ پاک پیغام جسکی تبلیغ نبی امی کے سپرد ہوئی، وحی الہی کا یہ فتح باب جو غار حراء کے عزلت گزیں پر ہوا، خدا کا یہ مقدس کلام جو بلسان عربي مبین اسکے منہہ میں ڈالا گیا، سب سے پہلے جس رات میں اسکا ظہور ہوا وہ لیلة "القدر" تھی، اور لیلة القدر جس مہینے میں آئی وہ رمضان المبارک تھا:

شهر رمضان الذي انزل فیه القـــران هـــدی للنـــاس و بینـــات من الهـــدی والفرقان (بقـــر)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو انسانوں کیلیے سرتا پا ہدایت ہے اور جسکی تعلیم ہدایت و تمیـــز اور حـــق و باطـــل کی نشانی ہے -

(انقـــلاب اعـــظـــم)

قرآن حکیم، فرقان مجید، نور و کتاب مبین، بصائر للناس هدی و موعظة للمتقین، شفاء لما فی الصدور نے نازل ہوتے ہی تاریخ عالم کا صفحہ اولٹ دیا، اور کشور انسانیة کی از سر نو تعمیر شروع کی - وہ تمام تاریکیاں جنہوں نے نور سعادت سے دنیا کو محروم کردیا تھا اور عالم ارضی یکسر شب تاریک ہو رہا تھا، اس آفتاب ہدایت کے طلوع ہوتے ہی نابود ہوگئیں اور ظلمت و تاریکی کی جگہ نور اور روشنی کا عہد رحمت شروع ہوا - اس نے کفر و وثنیت کے طوق سے انسانوں کو نجات دلائی، انسانی غلامی و استبداد کی زنجیروں سے انہیں رہا کیا - نیکیوں کا ایک لشکر ترتیب دیا جس نے صدیوں کی پھیلی ہوئی بدیوں اور جمی ہوئی گمـــراہیوں کو شکست دی - اور خدا کی بندگی اور پرستش کی ایک ایسی بادشاہت قائم کردی جسکے آگے دنیا کی تمام ما سوا الله طاقتیں سرنگوں ہوگئیں -

قد جاءکم من الله نور و کتاب مبین - یهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام و یخرجهم من الظلمات الی النور باذنه و یهدیهـــم الی صـــراط مستـــقیـــم (۵ : ۱۸)

بیشک الله کی طرف سے تمہارے پاس نور اور واضح و روشن کتاب آئی - الله اسکے ذریعہ ان لوگوں پر سلامتی کی راہیں کھولدیتا ہے جو اسکی رضا کی متابعت کرتے ہیں - وہ انہیں تاریکیوں سے نکالکر روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم کی طـــرف انکی ہدایت کرتا ہے!

(ماہ مقدس)

پس رمضان المبارک کا مہینہ کی تعمیمت اس سعادت انسانیة اور ہدایت امم کے ظہور کی یادگار ہے جس کا دروازہ قران حکیم کے نزول سے دنیا پر کھلا، اور خدا اور اسکے بندوں میں ہجر و حرماں کی جگہ وصل و معیت کا راز و اسرار منکشف ہوے - یہی مہینہ ہے جو اس آسمان کی سب سے بڑی برکت کے نزول کا ذریعہ بنا، اور یہی مہینہ ہے جو اپنے ساتھہ زمین کی سب سے بڑی سعادت لایا - اسی موسم میں خدا کی رحمتوں کی پہلے پہل بارش ہوئی اور اسی عہد میں دنیا کی وہ سب سے بڑی خشک سالی ختم ہوئی جو صدیوں سے کائنات روح و قلب پر چھائی ہوئی تھی - ہدایتوں کے فرشتے اسی میں اترے، سعادت کے قدوسی اسی میں زمین پر پھیلے - خدا نے سب سے پہلے اسی مہینے میں بندوں کو پیار کیا اور بندوں نے بھی سب سے پہلے اسی ماہ میں اسکی محبت کا جام پیا - یہ پاکی اور بزرگی کا وقت تھا کہ پاک تعلیمات کا منبع بنا، اور عظمت و شرف کا عہد مقدس تھا کہ خدا کا کلام اسکے بندوں پر نازل ہوا -

في الحقيقت يهي تغيرات دنيا كے اصلي انقلابات هيں جن سے كائنات انسانيه كا نقشهٔ حيات و ممات مٹتا اور بدلتا رهتا هے ' اور جنكي بدولت دنيا كي سعادت و هدايت كا قيام اور عالم انسانيه كي ابديت روحاني و امنيت قلبي كو بقا هے - ان روحاني انقلابات كے آگے مادي انقلابات بالكل هيچ هيں اور انكے سلطان تجدد و تبدل كي دائمي و عالمگير طاقت كے آگے زمينوں اور مكانوں كے انقلابات كچهه حقيقت نهيں ركهتے - انكي هستي اس سے زياده نهيں هے كه زمين كے چند رقبوں كو بدلدیں يا چند لاكهه انسانوں كو نابود كرديں ليكن يه انقلابات كروڑوں انسانوں كے اُن اعتقادات و اعمال كو بدل ديتے هيں جو صديوں سے انكے دلوں ميں جاگزيں هوتے هيں ' اور اُن عالمگير گمراهيوں اور تاريكيوں كو نابود كرديتے هيں جو تمام سطح ارضي پر چهائي هوئي هوتي هيں - درياؤں كو خشك كر دينا آسان هے اور زمين كو سمندر بنا دينا مشكل نهيں ' پر كروڑوں روحوں اور دلوں كو بدلدينا بهت مشكل هے جسكي قوة ماده كي طاقتوں كو نهيں دي گئي -

سكندر اعظم نے نصف دنيا فتح كرلي ' ليكن وه ايك دل كو بهي فتح نه كرسكا - روميوں نے بڑے بڑے عظيم الشان شهر بسا ديے ليكن دلوں كي اجڑي هوئي بستي نه بسا سكے - بخت نصر اتنا طاقتور تها كه ايك پوري قوم كو اُسنے قيد كرليا اور ستر برس تك غلام بنائے ركها ' تاهم وه ان ميں سے ايك دل كو بهي اپنا غلام نه بناسكا - اشوريوں نے بابل كے لاكهوں انسانوں كو قتل كرديا ليكن وه ايك روح كي گمراهي كو بهي قتل نه كرسكے - بلا شبه دنيا ميں بڑے بڑے مادي انقلابات گذر چكے هيں ' جنهوں نے عجب نهيں كه درميان كي زمين كاٹ كے سمندروں كو باهم ملا ديا هو ' ليكن كسي كي طاقت يه نه هوسكي كه ايك انسان كو بهي اسكے خدا سے ملا دے ' حالانكه وه اس سے دور نهيں : و نحن اقرب اليه منكم و لكن لا تبصرون (٥٦ : ٨٣)

پس مادي طاقتوں كي سلطنتيں كتني هي مهيب اور هولناك هوں مگر وه عظمت و جلال نهيں پاسكتيں جو روحاني انقلابات كے ايك چهوٹے سے چهوٹے ظهور كو بهي حاصل هے - سكندر اعظم كو تم دنيا كا سب سے بڑا فاتح كهتے هو ' ليكن بتلاؤ ' اس نے اپني تمام عمر ميں بديوں كے كتنے لشكروں كو شكست دي ' اور گمراهيوں كے كتنے بت توڑے ؟

(بقاے ذكر و دوام تذكار)

اسي كا نتيجه هے كه انقلابات و تغيرات كے " تنازع للبقا " ميں اُن انقلابوں كے تذكرے كو وسعت ذكر اور زندگي دوام نهيں ملتي جو صرف كائنات كي صورت كو بدلنا چاهتے هيں ' پر وه جو اسكي روح و معني كو بدلتے هيں ' ايك ايسي حيات قائم و دائم اور هستي عام و غير محدود ليكر آتے هيں كه نه تو وقت كا امتداد و بعد انكي ياد كو فنا كرسكتا هے اور نه حوادث و تغيرات كا هاتهه انكے ذكر كو مٹا سكتا هے - صديوں پر صدياں گذر جاتي هيں مگر انكا ذكر دنيا كو ايسا هي ياد هوتا هے جيسا كه انكے ظهور كے پہلے دن تها -

وه اپني ياد اور تذكار كو ايسا باقي ركهتے كيليے جمعيةٔ بشري كے سپرد كر ديتے هيں جو نسلاً بعد نسل اس مقدس امانت كي حفاظت كرتي رهتي هے اور كروڑوں انسان اپنے تئيں اسكي ياد كا پيكر و تمثال بنا ليتے هيں - پس هر قوت كه ايك هي جگه محدود هو ' اور جس امانت كے حامل و محافظ اوقات و ايام نهيں بلكه ارواح و قلوب هوں ' اسكو كون مٹا سكتا هے اور وه كب نابود هو سكتي هے ؟ ان نحن نحي الموتي و نكتب ما قدموا و آثارهم و كل شيأ احصيناه في امام مبين (٣٦ : ١٢)

سكندر كا نام تاريخ كے كهنه صفحوں كے باهر كتنوں كو ياد هے ؟ روما كے فاتح اعظم كو آج كون هے جو عمر بهر ميں ايك مرتبه بهي ياد كرليتا هو ؟ شهروں كے بسانے والے ' ملكوں كو فتح كرنے والے ' درياؤں كو كاٹنے والے اور پهاڑوں ميں سے راه نكالنے والے اپنے اپنے وقتوں ميں بڑے هي طاقتور هونگے جبكه انهوں نے ايسے ايسے عظيم الشان انقلابي كام كيے تهے ' با اين همه وقت كے گذرنے كے ساتهه هي انكا وجود اور انكے انقلابات كا ذكر بهي فنا هوگيا ' اور دنيا نے انهيں ياد ركهنے كي ذرا بهي پروا نه كي - حتى كه وه آج مٹ جانے والي قبروں اور نابود هوجانے والے نشانوں كي طرح گمنام هيں اور كسي كو اتنا بهي ياد نهيں هے كه وه كب تهے ؟ كهاں تهے ؟ اور انهوں نے دنيا ميں كيا كيا انقلابات كيے ؟ كانه لم يكن شيئا مذكورا -

(سنه ٦٠٠ عيسوي)

ايسا هي ايك انقلاب روحاني تها ' جو اب سے تهيك ١٣ - سو ٤٤ برس پہلے دنيا ميں هوا ' جبكه دنيا تغير كيليے بيقرار اور تبديلي كيليے تشنه تهي - اور جبكه كوئي نه تها جو اسكي پياس كو بجهائے اور اُسكے ليے مضطرب هو - وه سمندروں كي طغياني نه تهي جو زمين كي بستيوں پر چڑهه آتے هيں ' بلكه سرچشمهٔ هدايت و فيضان الهي كا ايك سرجوش آسماني تها جو برسات كے پاني كي طرح زمين پر برسا تا اُسے سيراب كردے - وه زمين كي سطح كو هلانے والا بهونچال نه تها جس سے ڈركر انسان روتا هے اور پرند اپنے گهونسلوں سے نكلكر چيخنے لگتے هيں ' بلكه عالم روح و معني كا ايك آسماني زلزله تها جسكي جنبش نے دلوں كو غفلت سے بيدار كيا اور بيقرار روحوں كو امن اور راحت بخشي ' تا وه سونے كي جگه بيدار هوں اور رونے كي جگه خوشياں منائيں - وه انسانوں كي درندگي نه تهي جو اپنے ابناے جنس كو سانپوں كي طرح ڈستي اور بهيڑيوں كي طرح چيرتي پهاڑتي هے ' بلكه خدا كي محبت اور فرشتوں كي بركت كا ايك الهي ظهور تها ' جو نسل آدم كے بچهڑے هوے گهرانوں كو يك جا كرتا اور زمين كو اسكي چهني هوے امنيت اور سعادت واپس دلاتا تها -

لقد جائكم رسول من انفسكم	تمهارے پاس تم هي ميں سے
عزيز عليه ما عنتم حريص	ايك رسول الهي آيا جسپر تمهاري
عليكم بالمومنين رؤف رحيم	تكليف بهت هي شاق گذرتي هے
(٩ : ١٢٩)	اور تمهاري اصلاح كي اُسے بڑي

هي تمنا هے - مسلمانوں پر نهايت شفيق اور بيحد مهربان !

(ليلة القدر)

يه انقلاب جس نے دنيا كے ليالي و ايام هدايت كي تقويم بدلدي ' في الحقيقت ايك مقدس رات تهي جو وادي بطحا كے كنارے جبل بوقبيس كي ايك تنگ و تاريك غار كے اندر نمودار هوئي - اور اس شبستان لا هوتي كے اندر مشرق ربوبيت اعلى سے آفتاب كلام الله طلوع هوا !

يا ايها الناس قد جاءكم	اے لوگو ! تمهارے پروردگار كي طرف
برهان من ربكم و انزلنا	سے تمهارے پاس " برهان مقدس "
اليكم نوراً مبينا (٤ : ١٧٤)	بهيجي گئي - اور هم نے تمهاري

طرف ايك نهايت روشن اور كهلا نور نازل كيا !

دنيا پر چهه صدياں ضلالت كے سناٹے اور كفر كي خاموشي كي گذر چكي تهيں ليكن اب وقت آگيا تها كه سينا كے بيابان كا خداوند اور كوه زيتون كي روح القدس پهر گويا هو ' اور ايام الله كا ايك نيا موسم بهار پر آے - پس ايسا هوا كه فضاے وحي الهي كے افق مبين پر نور روشني كي بدلياں چهاگئيں ' فيضان الهيه كے بحور و انهار جوش ميں آ گئے ' ملاے اعلى اور قدوسيان عالم بالا ميں هل چل مچ گئي ' مدبرات روحانيه اور ملائكهٔ سماويه كو حكم هوا كه زمين كي طرف متوجه هوجائيں كيونكه اب وه آسمانوں ميں مقهور

مقالات

الحسبة في الاسلام

(یعني احتساب اور اسلام)

(۲)

(عموم احتساب)

بعض مذاهب کو صرف بعض چیزوں سے پرهیز بتایا گیا تها :

فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیبات احلت لهم - (۴ : ۱۵۸)

پس یہودیوں کے ظلم کے سبب هم نے اون پر اون پاک چیزوں کو حرام کردیا جو اونکے لیے حلال تهیں -

لیکن اسلام نے تمام چهوٹی چهوٹی چیزوں تک پر حلت و حرمت کا فتوی لگایا ' اور اس احاطه کے ساتهه که نفع و ضرر کا کوئی پہلو باقي نه رها : یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبایث - حلت و حرمت کي تفریق و تمیز محتسب کیلیے لازمي هے - کیونکه طبیب وهي هے جو اشیا کے خواص سے واقف هو - اس فرض کو اگرچه تعلیمات اسلامیه نے تمام چیزوں پر محیط کردیا تها ' لیکن ابتدا میں طریق دعوت عام نه تها - حجة الوداع نے احتساب کے تمام راستے کهولدیے اور دنیا نے احتساب کا کهلا هوا میدان پا لیا - پس حامل وحي آسماني کي زبان کهلي اور زمین والوں کو مژدهٔ تکمیل شریعت سنا دیا :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا - (۵ : ۴)

آج کے دن میںنے تمهارا دین کامل کردیا ' اپني نعمتیں تمکو بهرپور دیدیں اور تمهارے لیے اسلام کا مذهب پسند کیا !

احتساب کا یه تعلق صرف ماده کے ساتهه تها - قوت فاعلي اب تک غیر متعین تهي - ماده کي تعمیم کے متعلق جو آیة تهي وه اوپر بارها گذر چکي - اب قوت فاعلي کي تعمیم پر نگاه ڈالو :

و المومنون و المومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر - (۹ : ۷۰)

مسلمان مرد اور عورت ایک دوسرے کے نیکي میں مددگار هیں - نیکي کا باهم حکم کرتے هیں اور برائي سے روکتے هیں -

دوسري جگه فرمایا :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر - (۳ : ۱۰۶)

تم بهترین امت هو جو دنیا میں هدایت انساني کیلیے بهیجي گئي ' نیکي کا حکم دیتے هو اور برائي سے روکتے هو -

تم کہوگے : کیا اندهے ' لنگڑے ' لولے ' گونگے بهي محتسب هیں ؟ کیا ایک دست شل ماده عالم کو حرکت دے سکتا هے ؟ لیکن تم نے انساني قوتوں کی غیر محدود وسعت و طاقت کو بالکل محدود کردیا - اگر هاتهه نهیں حرکت کرتے ' اگر پانوں نهیں اوٹهتے ' اگر زبان نهیں هلتی ' تو کیا دل بهي حرکت نهیں کرتا ؟ کیا تم مرده هو ؟ کیا تم روشني و تاریکي میں کچهه بهي فرق نهیں کرتے ؟ کیا شهد کي مٹهاس اور اندراین کي کڑواهٹ تمهیں الگ الگ محسوس نهیں هوتي ؟ یعني کیا تمکو برائي بري نهیں معلوم هوتي ؟ اگر معلوم هوتي هے تو اسي احساس خیر و شر ' معروف و منکر ' صلح و فساد ' اور نور و ظلمت کا نام احتساب هے اور تم محتسب هو - اگر یه احساس فنا هوگیا هے تو تم مومن هي نهیں :

و لیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل (الحدیث)

اسکے سوا ایمان رائي کے دانے کے برابر بهي نهیں !

(طرق احتساب)

دعوت احتساب کے مختلف طریقوں کے لحاظ سے بهي اسلام کو دوسرے مذاهب پر فضیلت حاصل هے - امم قدیمه میں سب سے زیاده مکمل مذهب حضرت موسی کا هے - دین و دنیا کي جهلک اس مذهب میں موجود هے - اسلیے اسلام کا مقابله اوسي سے کرنا چاهیے -

امر بالمعروف کا آخري طریقه قتال هے جو جهاد دیني کی آخرین منزل هے ' لیکن دنیا کی کسی قوم نے اسلیے کبهي جهاد نهیں کیا که نیکي کو پهیلاے - حضرت موسی نے اپني امت کو جهاد پر اوبهارا تو پہلے انهوں نے یه جواب دیا :

ان فیها قوما جبارین و انا لن ندخلها حتی یخرجوا منها - (۵ : ۲۵)

اس ملک میں تو ایک نهایت سخت و جابر قوم رهتي هے - هم اسی وقت وهاں جاسکتے هیں جب وه لوگ وهاں سے نکل جائیں - اسطرح هم انکا مقابله نهیں کرینگے -

ایک مدت کے بعد آماده بهي هوے تو اس لیے نهیں که نیکي اور عدالت کا گهر آباد کرینگے ' بلکه اسلیے که همارا گهر اوجاڑ دیا گیا هے - اسے پهر بسا ئینگے :

و ما لنا الا نقاتل في سبیل الله و قد اخرجنا من دیارنا و ابنائنا -

هم کیوں خدا کی راه میں نه لڑیں - حالانکه هم اپنے گهر بار سے نکال دیے گئے هیں اور هماري اولاد بهي نشانهٔ ظلم هوئي هے -

اسپر بهي یه حال تها که :

فلما کتب علیهم القتال ' تولوا الا قلیلا منهم (۲ : ۱۴۷)

جب انپر قتال فرض کردیا گیا تو انهوں نے اس سے اعراض کیا الا ایک تهوڑي سی تعداد جو اطاعت کیلیے طیار هوگئی -

لیکن اسلام صداے جهاد بلند کرتا هے اور تمام مدینه امنڈ آتا هے - کیا مدینه کے لوگ بهي بني اسرائیل کی طرح گهر سے نکالے هوئے تهے ؟ کیا کوئي وسیع سلطنت انکے پیش نظر تهي ؟ اگر حضرت خالد کا نام لیتے هو تو حضرت ابوذر کو بهی نه بهولو ' اگر مهاجرین کی فهرست پر نظر ڈالتے هو تو انصار کو بهی یاد کرلو - بلا شبه مکه کے مهاجرین ظلم و ستم کا بدله لے سکتے تهے ' لیکن مدینه کے انصار کو تو قریش نے انکے گهروں سے نهیں نکالا تها ؟ پس نیکي کی حمایت ' مظلوموں کی نصرت ' حق کے اعلان ' معروف کے اظهار ' اور باطل و فساد کے خذلان کے سوا اور انکا مقصود کیا هوسکتا تها ؟ هاں ' انکا جهاد صرف اسلیے تها که :

و یکون الدین کله لله (۸ : ۳۹)

تا که دین صرف الله هي کیلیے هوجاے -

جو گهر کیلیے لڑے تهے ' خدا جانے اونکو گهر ملا یا نهیں ؟ لیکن هم کو یه معلوم هے که غنیمت نهیں ملي - اونکو صرف اپنے بال بچوں کا رونا تها ' وه مل گئے هونگے - لیکن ایک قوم جو اپنا گهر بار ' متاع

پس جبکہ دنیا طرح طرح کی مادی یادگاروں کو منا نا چاهتی تهی ' تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس روحانی انقلاب کی یادگار کے امانت دار بنیں ' اور جس ماہ مبارک کو اپنی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کی وجہ سے خداوند نے قبول کرلیا ہے ' اسکی قبولیت سے انکار نہ کریں - دنیا خونریزوں کی یادگار مناتی ہے لیکن یہ سچے امن اور حقیقی رحمت کی یادگار ہے - دنیا لڑائیوں کو یاد رکھنا چاهتی ہے ' یہ صلح و امنیت کے ورود کی یادگار ہے - دنیا نے تخت نشینوں کو سب سے بڑا سمجھکر یاد رکھنا چاها مگر یاد نہ رکھہ سکی - خدا نے بتلایا کہ سب سے بڑا انسان ایک غار نشین تها جسکی یادگار زندہ رکھی گئی اور همیشہ زندہ رهی - دنیا نے ملکوں کی فتح اور زمینوں کی تسخیر کو بڑا واقعہ سمجها اور اسکی یاد میں خوشیاں منائیں ' مگر همیں تعلیم دیا گیا کہ دلوں کی فتح اور روحوں کی تسخیر هی سب سے بڑی بات ہے اور اسی کی یادگار منانی چاهیے ;

ورفعنا لک ذکرک (۹۴ : ۴) — اور هم نے تیرے ذکر کو رفعت اور بقاے دوام عطا فرمایا !

(اسوۂ ابراهیمی و اسوۂ محمدی)

اللہ تعالی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے قدوسوں اور محبوبوں کے کسی فعل کو ضائع نہیں کرتا ' اور اسے مثل ایک مظہر فطرۃ کے دنیا میں همیشہ کیلیے محفوظ کردیتا ہے - حضرۃ خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں چنیں ' اور حضرۃ اسماعیل علیہ السلام نے اس قربانگاہ کا طواف کیا - خدا کو اپنے دوستوں کی یہ ادائیں کچهہ اس طرح بها گئیں کہ اس موقعہ کی هر حرکت کو همیشہ کیلیے قائم کردیا اور اسکی یادگار منانا تمام پیروان دین حنیفی پر فرض کردیا - هر سال جب حج کا موسم آتا ہے تو لاکهوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ خلیل اللہ جلوہ نما هوتا ہے ' اور ان میں سے هر متنفس وہ سب کچهہ کرتا ہے جو ابسے کئی هزار سال پہلے خدا کے دو دوستوں نے وهاں کیا تها - یہی معنی هیں اس بیان الہی کے کہ :

ووهبنا لهم من رحمتنا وجعلنا لهم لسان صدق علیا (۱۹ : ۱۴) — هم نے حضرت ابراهیم اور انکی ذریۃ جسمانی و روحانی کو اپنی رحمت میں سے بڑا حصہ دیا ' اور وہ یہ تها کہ انکے لیے ایک اعلی و اشرف ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا -

یہ تو " اسوۂ ابراهیمی " کی یادگار تهی - لیکن جب وہ آیا جسکے لیے خود ابراهیم خلیل نے خداوند کے حضور التجا کی تهی :

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم ایاتک و یعلمهم الکتاب و الحکمۃ ' و یزکیهم ' انک انت العزیز الحکیم ! (۲ : ۱۲۴) — اے پروردگار ! میری ذریۃ میں ایک ایسا رسول بهیج جو اللہ آیتیں پڑهکر سناے ' کتاب اور حکمت کی تعلیم دے ' اور دلوں اور روحوں کا تزکیہ کردے ' بیشک تو توهی عزیز و حکیم ہے !

تو دنیا کیلیے " اسوۂ محمدی " کی حقیقۃ الحقائق اعلی رونما هوئی ' اور هدایت و سعادت کی اور تمام حقیقتیں بے اثر هوگئیں - اس اسوۂ عظیمہ کا سب سے پہلا منظر وہ عالم ملکوتی کا استغراق و استهلاک تها ' جبکہ صاحب فرقان نے انسانوں کو ترک کرکے خدا کی صحبت اختیار کرلی تهی ' اور انسان کے بناے هوے گهروں کو چهوڑ کر غار حراء کے غیر مصنوع حجرے میں عزلت گزیں هوگیا تها - وہ اس عالم میں متصل بهوکها پیاسا رهتا تها اور پوری پوری راتیں جمال الہی کے نظارے میں بسر کردیتا تها - تا آنکہ اس تنگ و تاریک غار کی اندهیاری میں طلیعۂ قرانی کا نور بے کیف طلوع هوا ' اور مشرقستان الوهیت سے نکلکر اسکے قلب مقدس میں غروب هوگیا :

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (۲۵ : ۱) — تمام حمد و ثنا اس خدا کیلیے جسنے فرقان اپنے بندے پر نازل کیا - تا کہ وہ دنیا جہان کیلیے ڈرانے والا هو !

پس جسطرح خدا تعالی نے دین حنیفی کے اولین داعی کے اسوہ کو حیات دائمی بخشی تهی - اسی طرح اس آخری متمم و مکمل وجود کے اسوۂ حسنہ کو بهی همیشہ کیلیے قائم کردیا :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ — بیشک ' تمہارے لیے رسول اللہ کے اعمال حیات میں ارتقاء انسانیۃ کا اعلی ترین نمونہ رکھا گیا ہے -

وہ بهوکا پیاسا رهتا تها ' پس تمام مومنوں کو حکم دیا گیا کہ تم بهی ان ایام میں بهوکے پیاسے رهو ' تا ان برکتوں اور رحمتوں میں سے حصہ پاؤ جو نزول قرآنی کے ایام اللہ کیلیے مخصوص تهیں - وہ اپنا گهر بار چهوڑ کر ایک تنہا گوشے میں خلوت نشیں تها ' پس ایسا هوا کہ هزاروں مومن و قانت روحیں ماہ مقدس میں اعتکاف کیلیے مسجد نشیں هوے لگیں اور اسطرح غار حرا کے اعتکاف کی یاد هر سال تازہ هونے لگی - وہ راتوں کو حضور الہی میں مشغول عبادت رهتا تها ' پس پیروان اسوۂ محمدیہ و متبعان سنت احمدیہ بهی رمضان المبارک کی راتوں میں قیام لیل کرنے لگے ' اور تلاوت و سماعت قرآنی کے وسیلہ سے وہ تمام برکتیں ڈهونڈهنے لگے ' جو اس ماہ مبارک کو اسکے نزول و صعود سے حاصل هیں !

فمن شهد منکم الشهر فلیصمہ — پس تم میں سے جو اس مہینے کو پاے ' اسے چاهیے کہ روزہ رکھے -

جس طرح اسوۂ ابراهیمی کی یادگار حج کو فرض کرکے قائم رکھی گئی اور لاکهوں انسانوں کو اسوۂ ابراهیمی کا پیکر بنایا گیا ' اسی طرح اسوۂ محمدی کی بهی یہ یادگار ہے جو ماہ رمضان کی صورت میں قائم رکھی گئی اور جو تیرہ سو برس کے گذر جانے کے بعد بهی زندہ ہے اور همیشہ زندہ رهیگی !

خدا کی قائم کی هوئی یادگاریں کاغذوں ' اینٹ ' اور پتهر کی دیواروں ' اور فانی زبانوں کی روایتوں میں باقی نہیں رهی جاتیں کہ یہ انسانوں کے کام هیں ' وہ اپنے جس بندے کو بقاے دوام کیلیے چن لیتا ہے ' اسکی یادگار کو مجمع انسانیۃ کے سپرد کردیتا ہے اور نوع بشری اسکی حامل بن جاتی ہے ' پس نہ تو وہ مٹ سکتی ہے اور نہ کوئی اسے مٹا سکتا ہے - آج بهی کروروں انسان کرۂ ارض پر موجود هیں جو ماہ مقدس کے آتے هی اپنی زندگی کو یکسر بدلدیتے هیں ' اور اس یادگار عظیم و قدوس کو اسطرح اپنے جسم و دل پر طاری کرلیتے هیں کہ اسوۂ محمدی کی روحانیت کبری کروروں روحوں کے اندر سے " انا الحی بالحی الذی لا یموت " (میں زندہ و باقی ذات میں فنا هوکر خود بهی همیشہ کیلیے زندہ و باقی هوگیا هوں) کی صداے حقیقت سے غلغلہ انداز عالم و عالمیاں هوتی ہے - پهر کیسی مقدس و اقدس تهی وہ بهوک ' جس ایک بهوک کی یاد میں خدا نے اپنے لا تعد و لا تحصی بندوں کو بهوکا رکھا ' اور کیسی پاک اور بزرگ تهی وہ ذات جسکی حیات طیبہ کا کوئی فعل گمنامی کیلیے نہیں چهوڑا گیا ! پس اے پیروان دین حنیفی ' و اے وابستگان اسوۂ محمدی ' آؤ کہ نزول هدایت و سعادت کے اس انقلاب عظیم کی یادگار منائیں ' اور جس طرح صاحب قران اس ذات حی و قیوم میں فنا هوگیا تها ' هم بهی اسکے اسوۂ حسنہ کے اتباع میں اپنے تئیں فنا کردیں - کیونکہ محض جسم کی بهوک اور پیاس سے وہ حقیقت هم پر طاری نہیں هوسکتی جب تک کہ روح اور دل پر بهی جسم کی طرح روزہ نہ طاری هوجاے : فسبحان ذی الملک والملکوت ' سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والهیبۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت ' سبحان الملک الحی الذی لا ینام ولا یموت ' ابد ابدا ' سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح !!

بھی ایسی زبان کو اپنا مہبط نہیں بناسکتے جس نے سب سے پہلے خود اپنے نفس کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مخاطب نہ بنایا - ممکن ہے کہ ایسے محتسب کا وعظ چند لمحوں کیلیے سننے والوں کو گرم کردے لیکن دلوں کے اندر سچی قبولیت اور اعمال کے اندر حقیقی تبدیلی پیدا کرنے میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا - اس بارے میں اصل اساس صرف انبیاء کرام کا اُسوۂ حسنہ ہے - انکا حال یہ تھا کہ جو صدا زبان سے نکلتی تھی ' اعمال و اعمال اسکا بکسر پیکر و نمونہ ہوتے تھے !

(ایک ضروری نکتہ)

البتہ ایک سخت اور عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے جسنے بدبختی سے آج تمام مسلمانوں کے دلوں میں گھر کرلیا ہے اور جسکی وجہ سے امر بالمعروف اور احتساب عمومی و انفرادی مفقود ہے -

بلا شبہ محتسب کیلیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے خود عمل صالح اختیار کرے اور اپنے نفس کے احتساب سے غافل نہو لیکن اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جب تک کوئی شخص تمام بدیوں سے منزہ اور تمام لغزشوں سے پاک نہوجاے ' اس وقت تک امر بالمعروف کیلیے زبان نہ کھولے ؟ اسلام نے احتساب ہر مسلمان پر فرض کردیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر مسلمان ابوذر و سلیمان نہیں ہوسکتا اور نہ جنید و شبلی بن سکتا ہے - ٹھوکریں سب کو پیش آتی ہیں اور نفس کا فریب اور ارادہ کے زلات بڑے ہی سخت ہیں - پس اگر احتساب کے لیے محتسب کا بہمہ وجوہ کامل و اصلح ہونا شرط سمجھا جاے تو یہ فرض کیونکر عام ہوگا اور ہر مسلمان کیونکر محتسب بنیگا ؟

بد قسمتی سے ایسا ہی سمجھہ لیا گیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ امر بالمعروف کیلیے بڑے بڑے زہاد و عباد کے درجوں کے متلاشی رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھلا ہم گناہگاروں کی کیا ہستی ہے کہ لوگوں کو نیکی کی دعوت دیں ! یہی سبب ہے کہ دعوۃ معروف کی صدائیں مفقود ہوگئی ہیں ' منکرات کے صلاء عام کیلیے کوئی مانع نہیں ' اور ایک شخص باوجود مسلمان ہونے کے اسے جائز رکھتا ہے کہ اپنے سامنے بدیوں کو دیکھے مگر منافقوں کی طرح اور گونگے شیطان کی مانند چپ ہو رہے !

حقیقت یہ ہے کہ انسان مکلف کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا: خود گناہوں کا چھوڑ دینا ' اور دوسروں کو گناہوں کے چھوڑنے کی ترغیب دینا - یہ ضروری نہیں کہ اگر انسان ایک فرض کو ابھی پوری طرح ادا نہیں کرسکا ہے' تو دوسرا فرض بھی ادا نہ کرے -

(شـــرائـط احتساب)

اگر تمہیں جنگ کرنا ہے تو جنگ سے پہلے مسلح ہوجانا چاہیے - جہل و ضلالت ' فتن و فساد ' طغیان نفس' افساد ضمائر' اعمال فاسدہ' اخلاق غیر مرضیہ' بدعات و محدثات' غرضکہ تمام منکرات کی تاریکی نے دنیا کے چہرے پر تاریک پردے ڈالدیے ہیں - جنود ابلیس اسی ظلمت زار میں شبخون مار رہا ہے - تمہیں اوس سے جہاد و قتال کرنا ہے - اسلیے تم کو ہتیار سنبھال لینا چاہیے -

اگرچہ یہ بالکل سچ ہے کہ :

آہن باہن توان کرد نرم !

اسلیے جو مخلوق آگ سے پیدا کی گئی ہے اوس پر شہاب ثاقب ہی کے گولے برسانے چاہئیں' لیکن اپنی فطرت کو ہر موقع پر محفوظ رکھنا بھی اخلاقی فتح مندی ہے' اور وقتی فتحیابیوں پر طرۂ اصلیہ کو مقدم رکھنا چاہیے - تم کو خدا نے طین لازب سے پیدا کیا ہے - اسلیے تمکو اوسکے قواء و خواص کا بہترین مظہر بننا چاہیے -

احتساب کیلیے علم سب سے مقدم شرط ہے - اگر ایک جاہل طبیب مریض کیلیے علاج تشخیص کرتا ہے اور بعض اشیاء سے پرہیز کرنے کی ہدایت کرتا ہے لیکن وہ اشیاء کے خواص و تاثیر کا عالم نہیں تو یقین کرو کہ وہ مریض کو ہلاک کر رہا ہے - اوسکو کیا خبر کہ مریض کو جس چیز سے روکتا ہے' وہ شہد ہے' اور جس شے کو استعمال کراتا ہے وہ زہر ہے ؟ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدیاد علم کی دعا فرمائی :

رب زدنی علمـــا ! — خدایا میرے علم میں زیادتی کر !

ایک بار حضرت ابن عباس کو گود میں اوٹھاکر دعا دی تھی :

اللهم تفقه في الدين ! — خدایا اوسکو دین میں قوۃ فکر و نظر دے !

علم کے بعد وعظ و تلقین ' ارشاد و ہدایت ' دعوۃ و عمل کی باری آتی ہے - مخاطبین کی حالت مختلف ہوتی ہے - کوئی سخت' کوئی نرم ' کوئی معاند کوئی جنگجو ' کوئی ضدی ' کوئی ہٹ دھرم ' کوئی عالم ' کوئی جاہل - غرض تمکو دنیا کے تمام قواے متضادہ سے مقابلہ کرنا ہے - پھر کیا تم ہر شخص سے لڑتے پھروگے ؟ نہیں تمکو نرمی اختیار کرنی چاہیے !

ادفع باللتي هی احسن (۹۷ : ۲۳)	بہتـرین طریقے سے مدافعت کرو
لو كنت فظاً غليظ القلب لا انفضوا من حولـــك (۱۵۹ : ۳)	اگر تم الھڑ اور سخت ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے
ما كان الرفق في شي الا زانه ولا كان العنف في شي الا شانه ( )	نرمی ہی ہر چیز کو زینت دیتی ہے اور سختی اسکو بد نما کردیتی ہے '
ان الله رفيق يحب الـرفق فی الامر كلـه و يعطي مـا لايعطي علـي الـعـنـف	خدا نرم ہے اور ہر چیز میں نرمی پسند کرتا ہے - اور نرمی پر وہ کچھہ دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا -

سمندر میں طوفان آتا ہے' موجیں بلند ہوتی ہیں' پہاڑوں سے ٹکراتی ہیں اور وہ چور چور ہوجاتا ہے ' لیکن تمکو اس مثال پر مغرور ہوکر سختی کا استعمال نہیں کرنا چاہیے - تمکو پہاڑ سے ٹکر لڑانا نہیں ہے' بلکہ شیشۂ دل میں عکس کی طرح نیکی کو مرتسم کرنا ہے' اسلیے تمکو بجلی کی رو کی طرح چلنا چاہیے کہ کسیکو خبر نہ ہو مگر دنیا کے تمام پرزے حرکت میں آجائیں ' یہاں تک کہ دل کا شیشۂ لطیف اوس رو کو جذب کرلے !

دنیا میں برائی مخفی طریقوں سے پھیلی ہے ' تم نے گوسالہ سامری کو نہیں دیکھا کہ کسطرح بنی اسرائیل کے دل میں چپکے چپکے گھر کرلیا تھا ؟

اشربت في قلوبهم العجل (۹۳ : ۲)	اونکے دلوں میں گوسالہ پلا دیا گیا

پھر نیکی تو بدی سے زیادہ سریع النفوذ ہے :

انما المومنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلـوبهم اذا تليت عليهـم آياتــه زادتهم ايمانا (۸ : ۲)	اور سچے مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل لرز اٹھتے ہیں - جب خدا کی آیتیں اون پر پڑھی جاتی ہیں تو اونکے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں -

جو دل خود زخمی ہورہے ہیں' اونکو زخم کیوں لگاتے ہو ؟ روئی کا پھاہا بن جاؤ کہ زخم رسیدوں کو اسی کی ضرورت ہے -

لیکن دنیا بلکہ خود قانون فطرت اخلاق حسنہ کا قدردان نہیں ہے دنیا ایک بحر ظلمت خیز ہے جو خاموشی سے [illegible] بھی بہتا اور موتی کی طرح عزلت گزینی مقصود ہوتی تو ہم تمہیں ایک

و اموال' اور اهل و عیال چهوڑکر حق کیلیے جہاد کرتی ہے' جسکے بچے یتیم هوجاتے هیں' جسکی عورتیں بیوہ هوجاتی هیں' جسکا اثاث البیت برباد هوجاتا ہے' ضرور ہے کہ خدا تعالی دل تعا و توازن کو قائم رکہے' اور اسکا معاوضہ غنیمت اور ملک تمدن کی صورت میں انہیں دیدے - تم اسکو غلامی کہتے هو' هم اسکو ایک قسم کی جبری تعلیم کا ذریعہ سمجھتے هیں - انسان اگر خود اپنی خوشی سے نیک نہیں بنتا تو هم اسے جبراً نیک بنائینگے - ہم غلاموں سے چاؤشی و دربانی کا کام لیتے تیے' هم نے انسے خدائے واحد کیلیے اذان دلوائی !

لیکن اسلام مادیات پر قانع نہیں هوسکتا - اوسکو غذائے روحانی کا معاوضہ ملنا چاهیے - تم کہوگے کہ اس سے جنت مراد ہے ؟ بے شبہہ ہے مگر تمکو اس فضل الہی کے دیکھنے کا موقع کیونکر مل سکیگا ؟ اسلیے انعام روحانیت کے ساتھہ انعام محسوس بھی هونا چاهیے اور وہ دنیا میں حق کی کامیابی کا ظہور ہے - جس قوم کا هر فرد صداقت مجسم ہے' جو دنیا میں صرف نیکی پہیلانے کیلیے آیا ہے' اوسکی مجموعی قوت کبھی ہوتک نہیں سکتی - جس قوم کا هر فرد آمر بالمعروف اور ناهی عن المنکر ہے' جب وہ قوم باهم مل جلکر ایک جیز سے روکتی ہے اور ایک چیز کی طرف لےجاتی ہے' تو اسمیں ایک ایسی الہی طاقت پیدا هوجاتی ہے جسے کوئی قوت مسخر نہیں کرسکتی - : ید الله علی الجماعة (الحدیث) اجماع امت اسی کا نام ہے یہ شرف کسی امت کو حاصل نہ هوا' کیونکہ کسی امت نے فرض احتساب کو کامل طور پر ادا نہیں کیا -

(ترتیب احتساب)

لیکن کسی محتسب کو صرف اتنے هی پر قناعت نہ کرلینی چاهیے کہ هر برائی پر کسیکا هاتهہ پکڑلے' یا زبان سے اوسکا انکار کردے' یا دل سے برا سمجھہ لے - بلکہ احتساب ایک خاص ترتیب کا پابند ہے - اوسی ترتیب سے اس مقدس فرض کو ادا کرنا چاهیے - سب سے مقدم اپنے نفس کی اصلاح ہے کہ :

ان النفس لامارة بالسوء — نفس برائی کا بہت بڑا حکم دینے والا ہے !
(۱۲ : ۵۳)

اسلیے جب خود اپنے دامن میں گرد لگی هوئی ہے تو سب سے پہلے اسی کو جهاڑ لینا چاهیے' ورنہ اس سے دوسروں کا گرد آلود چہرہ کیونکر پاک هوسکے گا ؟ الله تعالے نے دوسرے موقع پر اس سے زیادہ وضاحت کے ساتهہ فرمایا :

قد افلح من زکاها و قد خاب من دساها (۹۲ : ۹) — وہ کامیاب هوا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نا مراد هوا جس نے اپنی قوت خیر کو برباد کردیا !

نیز عام طور پر فرمایا :

یا ایها الذین آمنوا قوا انفسکم و اهلیکم نارا (۶۶ : ۶) — مسلمانو اپنے آپکو اور اپنے اهل و عیال کو عذاب آتش سے بچاؤ !

آنحضرت صلی الله علیه و سلم کو جب تبلیغ رسالت کا حکم دیا گیا تو الله تعالے نے اوسکی ترتیب یہ قرار دی :

یا ایها المدثر ' قم فانذر و ربك فکبر' و ثیابك فطهر والرجز فاهجر (۷۴ : ۳) — اے چادر اوڑهہ کر سونے والے ! اوٹهہ پهر لوگوں کو ڈرا' اپنے خدا کی تکبیر کہہ' اپنے کپڑوں کو پاک کر' اور بتوں سے دوری اختیار کر !

اصلاح نفس کے بعد آل' اولاد' اعزہ' اور اقارب کا درجہ ہے :

و انذر عشیرتك الاقربین (۲۶ : ۲۱۴) — اپنے اعزاء و قبیلہ کے لوگوں کو گمراهی و ضلالت کے نتائج سے ڈراؤ !

ان مراتب کے بعد اپنی قوم ہے :

و هذا کتاب انزلناه مبارك مصدق الذی بین یدیه و لتنذر ام القری و من حولها - (۶ : ۹۲) — اور یہ قرآن کتاب الہی ہے جسے هم نے نازل کیا' وہ برکت دینے والی ہے اور اُن کتابوں کی تصدیق کرنی ہے جو اس سے پہلے کی موجود هیں - اور اے پیغمبر هم نے قرآن اسلیے اتارا تاکہ تم مکہ کے اور اسکے اطراف کے لوگوں کو اعمال بد کے نتیجوں سے ڈراؤ اور دین حق کی دعوة دو !

قوم کے بعد تمام دنیا :

وما ارسلناك الا کافة للناس (۳۴ : ۲۸) — اور هم نے تم کو نہیں بهیجا مگر تمام عالم انسانیة کی نجات کیلیے -

وما ارسلناك الا رحمة للعالمین (۲۱ : ۱۰۷) — اور هم نے اے پیغمبر تم کو تمام جہان کیلیے رحمت بنا کر بهیجا -

چنانچہ حضرة داعی اسلام علیه الصلوة و السلام نے اسی ترتیب سے احتساب حق شروع کیا اِسی اسوۂ حسنہ کے اندر سلسلۂ احتساب کی قدرتی ترتیب مضمر ہے -

(محتسب کی شخصیت)

احتساب کا اصلی طریقہ جو مقتضد بہ کتاب و سنت ہے وہ یہی ہے' لیکن ایک ایسا شخص بھی فرض کیا جاسکتا ہے جو خود معاصی میں منہمک ہے' عزیز و اقارب کی اصلاح سے بے خبر ہے' لیکن وہ پبلک اسٹیج پر آتا ہے' اور تمام دنیا کو دعوت احتساب دیتا ہے - وہ پرکار کی طرح پہلے ایک نقطہ پر قدم نہیں رکھہ لیتا' بلکہ هوا میں معلق هوکر پورے دائرے کے گرد گردش کرتا رهتا ہے - پهر کیا اوسکا یہ دعوی صحیح ہے ؟ کیا اوسکی دعوت قبول کرلینی چاهیے ؟

علما میں باهم اختلاف ہے - ایک گروہ نفی میں جواب دیتا ہے اور قرآن مجید اوسکی تائید کرتا ہے :

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم — کیا تم لوگ دنیا کو نیکی کا حکم دیتے هو اور اپنے آپ کو بهول جاتے هو ؟

دلائل عقلی بهی اوسکا ساتهہ دیتے هیں ؛

(۱) احتساب کا مقصد یہ ہے کہ غیروں کو مصالح کی طرف هدایت کی جاے اور مفاسد سے بچایا جاے - یہ ایک احسان عظیم ہے جسکو محتسب دنیا پر کرنا چاهتا ہے' لیکن اپنے اوپر احسان کرنا غیروں سے مقدم ہے -

(۲) اگر ایک شخص کسیکو ایک چیز سے منع کرتا ہے مگر خود اوسکا مرتکب هوتا ہے' تو اسکا اثر اولٹا پڑےگا - وہ سمجھیگا کہ باوجود اس علم کے جب وہ خود اس کام کو کررها ہے' تو اوسکے روک ٹوک اور منع کرنے کی کوئی اصل نہیں معلوم هوتی - یقیناً وہ کام بیان کردہ مضرتیں نہیں رکھتا' یا رکھتا ہے تو انکا ترک اسقدر ضروری نہیں کہ فوراً چهوڑ دیا جاے - اگر ایسا هوتا تو معلم و ناصح سب سے پہلے چهوڑ دیتا - غرضکہ بچنے کی جگہ وہ اور بهی اس عمل کے کرنے کا حریص هوجائیگا : الانسان حریص علی ما منع -

(۳) جو شخص وعظ کہتا ہے اوسکا مقصد یہ هوتا ہے کہ اثر پڑے' لیکن جب وہ خود گناهوں میں ڈوبا ہے' تو اثر کی جگہ اوسکے وعظ سے اور نفرت پیدا هوگی -

(۴) اگر ایک فاسق فرض احتساب ادا کرسکتا ہے' تو هم فرض کرتے هیں کہ وہ ایک عورت سے زنا کرتا ہے' لیکن اوسی سے یہ بهی کہتا ہے کہ نا محرم کو منهہ دکھانا حرام ہے - اس سے بڑهکر اور کیا حماقت هوسکتی ہے ؟

(۵) سب سے زیادہ یہ کہ فرض احتساب و دعوة الی الحق ایک الہی مقصد اور ایک ربانی عمل ہے اور اسکے انوار و برکات

اس سلسلے میں ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے - اگرچہ هیجان کے دماغ تک پہنچا دینے کے بعد عصب کا کام ختم هوجاتا ہے ' مگر یہ هیجان خود ختم نہیں هوجاتا بلکہ عضلات کي طرف بھي منتقل هوسکتا ہے اور اس صورت میں متقلص (سکڑنے والے) عضلات میں ایک قسم کا جھٹکا پیدا هوجاتا ہے -

(ایک عجیب تجربہ)

یہ صرف قیاس اور نظریہ هي نہیں ہے بلکہ علماء وظائف الاعضاء نے اس کا مشاهدہ کرا دیا ہے -

یہ لوگ مینڈک کي سرین سے ایک عضلہ اسطرح کاٹ لیتے هیں کہ جو اعصاب اسکے ساتھہ کٹتے هیں ' وہ عضلہ کے ساتھہ ملے رهتے هیں - پھر ان میں سے کسي ایک عصب کے ایک سرے پر برقي رو یا کسي دوسرے میکانیکي طریقہ سے (یعني آلات کے ذریعہ سے) تحریک پیدا کرتے هیں - اس تحریک کا هیجان فوراً ایک سرے سے دوڑ کے دوسرے سرے تک چلا جاتا ہے اور وهاں سے عضلہ میں منتقل هوتا ہے - عضلہ میں تحریک هوتے هي ایک جھٹکا سا لگتا ہے جو دیکھنے والے کو صاف نظر آجاتا ہے !

شاید کسي کو یہ خیال هو کہ جب یہ عضلہ اور عصب جسم سے قطع کرکے علحدہ کرلیے گئے تو وہ زندہ نہ رہے هونگے ' اسلیے جو تجارب مقطوع عضلات و اعصاب پر کیے جاتے هیں اُن پر ایک زندہ جسم کي حالت کو قیاس کرنا صحیح نہ هوگا -

مگر ایسا خیال کرنا اصول علمي سے بے خبري کا نتیجہ هوگا - بعض دوائیں ایسي هیں کہ اگر انکو کسي سیال شے میں حل کردیا جائے اور اس معلول (Solution) میں کٹے هوے اعضاء کو رکھا جائے تو وہ کئی کئی گھنٹے تک زندہ رهسکتے هیں - اور ڈاکٹر کارل کا تو یہ بیان ہے کہ انکے پاس بعض بعض خلایا اس طرح کے صناعي معلول میں کئی کئی دن تک زندہ رہے هیں -

(روح نباتاتي کا ابتدائي منظر)

غالباً اب یہ ذهن نشیں هوگیا هوگا کہ اعصاب کا وظیفہ اصلي کیا ہے ؟

اس تفصیل سے همارا منشا اس نکتہ کو واضح کرنا تھا کہ نباتات میں اعصاب کے وجود کا جب دعوا کیا جاے تو اسکا یہ مطلب نہیں قرار دینا چاهیے کہ درختوں میں بھی کوئی ایسي شے موجود ہے جو اپني ساخت اور مادۂ خمیر میں بعینہ حیواني عصب کے مانند ہے ' بلکہ یوں سمجھنا چاهیے کہ درختوں میں بھي بعض ایسے ریشے موجود هیں جو بعینہ وهي کام کرتے هیں جو جسم حیواني میں اعصاب کا کام ہے -

Mimosa (ممو سا) ایک ذکي الحس اور سریع التاثیر درخت ہے جسے ٹھیٹ اردو میں چھوئي موئي کہنا چاهیے - اسکي ذکاوت حس کي یہ حالت ہے کہ هاتھہ لگتے هي کسي شرمگیں و حیا سرشت دوشیزہ لڑکي کي طرح اسکي پتیاں سمٹ کے جھک جاتي هیں -

ممو سا میں مس کرنے سے جو هیجان پیدا هوتا ہے وہ بھي قریباً اسي طرح مس کردہ مقام سے مرکز تک منتقل هوتا ہے جسطرح کہ حیوانات کے مس کردہ عضو سے دماغ تک پہنچتا ہے -

مثلاً آپنے ایک پتي کو چھوا - بمجرد مس ایک قسم کا هیجان پیدا هوگا جو کہربا کي سرعت کے ساتھہ اس عضو تک پہنچ جائیگا جسکو عضو حرکت پذیر (Motile organ) کہتے هیں - ممو سا میں یہ عضو پتیوں کے جوڑ کے پاس هوتا ہے - اسي کے پاس پل وي نس (Pulvinus) نامي ایک عضو نباتاتي هوتا ہے جسکي خاصیت یہ ہے کہ هیجان کي حالت میں عضلات کي طرح اسمیں بھي تقلص و انقباض (کھنچنا اور سکڑنا) هوتا ہے - جب هیجان اس عضو حرکت پذیر تک پہنچتا ہے تو اس سے منتقل هوکے پل وي نس میں آتا ہے اور سمٹنے لگتا ہے - اسکے سمٹتے هي مینڈک کے عضلۂ مقطوع کي طرح اسمیں بھي ایک جھٹکا لگتا ہے - یہي جھٹکا ہے جو دفعتاً پتیوں کے کمھلا کے گرجانے کي شکل میں تم کو نظر آتا ہے -

هم اوپر بیان کر آئے هیں کہ حیوانات میں نقل هیجان کا اصلي ذریعہ وہ ریشے یا خیوط هیں جن سے اعصاب مرکب هوتے هیں - نباتات میں بھي ایک قسم کے ریشے هوتے هیں جنکو انگریزی میں (Tissue) اور عربي میں نسیج کہتے هیں - یہي ریشے هیں جو هیجان کو منتقل کرتے هیں - ممو سا میں یہ ریشے تنے یا شاخ میں هوتے هیں اور اسطرح چسپاں هوتے هیں کہ بمشکل علحدہ هوسکتے هیں - البتہ فرن (Fern) میں نہایت آسانی سے علحدہ هوجاتے هیں -

(۱) مینڈک کا کٹا هوا حصۂ جسم جسکے تجربہ کا ذکر مضمون میں آیا ہے - اور ممو سا کے درخت کے عضلات -

اوپر مینڈک کا زیریں حصۂ مقطوع ہے - اسمیں جو خطوط نظر آتے هیں بھي عضلات هیں جو هیجان اور تنبہ کو دماغ تک پہنچاتے هیں - انکي شناخت کیلیے انگریزي کا حرف N بنا دیا گیا ہے -

اسکے نیچے ممو سا کي شاخ ہے - شاخ کے اندر خطوط دکھلائے هیں - یہي خطوط بمنزلۂ عضلات کے هیں جو هر اثر و هیجان کو پل وي نس تک پہنچا دیتے هیں (دیکھو N) - اس تصویر میں یہ دونوں چیزیں سکون کي حالت میں دکھلائي هیں -

(۲) لیکن نیچے کي تصویر هیجان اور تنبہ کي حالت کو پیش نظر کرتي ہے - مینڈک کا وهي مقطوع حصہ هیجان اور اهتزاز کي حالت میں ہے - اسي طرح ممو سا کي پتیاں بھي سکڑ کے جھک گئی هیں - دونوں کے اندر خطوط انکے نسج و عضلات هیں -

مذاکرۂ علمیہ

تنگ حجرہ بنادے ' لیکن تم تو حباب کی طرح سطح دریا پر تیرنا چاہتے ہو ' اسلیے موج کے تھپیڑے ناگزیر ہیں - تم برق کی رو کی طرح تمام کارخانۂ دنیا میں حرکت پیدا کرنا چاہتے ہو ' اسلیے تصادم ' مقاومت ' اور ' جنگ سے دو چار ہونا ہی پڑیگا - تم نرمی کے ساتھہ بولوگے - جواب سخت دیا جائیگا - تم جھکوگے - تمہارے سامنے سر اوٹھایا جائیگا - ایسی حالت میں کیا تم کو بھی تن جانا چاہیے ؟ اسکا جواب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو دیدیا ہے .

و امر بالمعروف و انہہ عن المنکر و اصبر علی ما اصابک - ان ذلک من عزم الامور -	نیکی کا حکم دے - بدی سے روک ' اور جو دکھہ تجھکو پہونچیں اونپر صبر کر - یہ تو بڑے ہمت کام ہیں -

چنانچہ خود حضرۃ داعی اسلام علیہ السلام کو بھی فرائض رسالت کی تعلیم کے بعد حکم دیا گیا :

و لربک فاصبر (۷ : ۱۴)	اپنے خدا کیلیے صبر کر -

دوسری جگہ فرمایا :

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل (۴۶ . ۳۵)	صبر کر ' جس طرح کہ تجھہ سے پہلے تمام اولو العزم رسول کرتے آئے ہیں '

پس احتساب کیلیے علم ' رفق ' صبر ' حلم ' وقار کی اشد ضرورت ہے

(احتساب ہر حال میں چاہیے)

لیکن اگر تم علم نہیں رکھتے ' اگر تم نرمی اختیار نہیں کرسکتے ' اگر تم میں حلم و صبر نہیں ہے تو کیا فرض احتساب یتیم ہوکر دنیا میں اسی طرح مفلس ہوجائیگا ؟ یہ سچ ہے کہ علم ایک جوہر ہے ' رفق ایک زیور ہے ' صبر ایک کوہ الماس ہے ' لیکن حسن کبھی کبھی بغیر زیور کے بھی دنیا کے سامنے نمایاں ہوتا ہے - اسلیے اگرچہ نفس میں مستعد ہونا چاہیے - بلاشبہ یہ اوصاف پیدا کرو ' لیکن ان کے بغیر بھی خدا کا کام جاری رکھا جاسکتا ہے

برائی ہر حال میں برائی ہے ' نیکی ہر حال میں نیکی ہے - اسلیے ایک کا مٹانا اور ایک کو قائم رکھنا ہر حال میں فرض ہے - کارخانۂ احتساب کبھی معطل نہیں رہ سکتا -

غور کرو ' تین صورتیں تمہارے سامنے ہیں :

(۱) عدم احتساب کا ضرر ان اوصاف کے فقدان کے ضرر سے زیادہ ہوگا ' جو شرائط ضروریہ احتساب ہیں -

(۲) کبھی برابر -

(۳) کبھی کم -

پہلی دونوں صورتیں زیادہ عام و متداول ہیں ' اسلیے باوجود ان اوصاف کے نہونے کے احتساب کا کام جاری رکھنا چاہیے - البتہ تیسری صورت میں زبان حق گو اور دست عمل خواہ کو روک لینا چاہیے - پھر بھی دل کی حرکت لازمی ہے ' اور ایمان کا بالفاظ دیگر حرکت روحی کا آخری درجہ یہی ہے -

اب تمکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کفر خاموش ہے مگر ایمان علعلہ انداز - باطل ساکت ہے ' مگر حق شور انگیز - ضلالت جمود میں ہے مگر ہدایت حرکت کا نام ہے - حرکت ہی میں برکت ہے اسلیے ایک مسلمان کبھی خاموش اور ساکن نہیں رہ سکتا :

قال النبی صلعم اصدق [illegible] حارث و همام	آپ نے فرمایا سچا نام حارث (کمی [illegible] کرنے والا) اور ہمام (قصد کرنے والا ہے)

علم النباتات کا ایک جدید صفحہ

روح نباتات اور احساس

(مسٹر بوس کا اکتشاف جدید)

ہم نے گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں پروفیسر جے - سی - بوس کی تعریف کرتے ہوے وعدہ کیا تھا کہ ہم انکی اکتشافات و تحقیقات کو اردو زبان کے حلقۂ علمی تک پہنچانے کی کوشش کرینگے - آج اس سلسلۂ مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں :

تم بارہا باغ گئے ہوگے ' گھاس کے مخملیں فرش پر آزادانہ بیٹھے ہوگے ' چمن کی سرخ روشوں پر گلگشت تفرج کی ہوگی ' پھولوں سے دامن بھر بھر کے لطف گلچینی اٹھایا ہوگا ' لیکن اس چمن طرازی و گلستان پیرائی میں یہ خیال شاید کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم حس و جود پر اپنی عشرت جوئیوں کی لاابالانہ مشقیں کررہے ہیں ' خود اسپر کیا گزرہی ہے ؟

مگر آج علم کچھہ اور کہتا ہے !

کیا نباتات میں بھی احساس ہے اور کیا اسکے پاس بھی وسائل حس یعنی اعصاب ہیں ؟

(وظائف عصبیہ)

اسکے جواب سے پہلے ہم یہ بتلادینا چاہتے ہیں کہ اعصاب کا وظیفۂ اصلی کیا ہے ؟

عصب کا اصلی کام یہ ہے کہ ہر ہیجان excitement جو اسکے کسی حصے میں پیدا ہو ' اسے وہ جسم کے دوسرے حصے تک پہنچادے -

اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ریشوں سے مرکب ہیں جنکو انگریزی میں Fiber اور عربی میں خیط کہتے ہیں - خیوط اسکی جمع ہے - جب جسم کے کسی حصے میں ہیجان پیدا ہوتا ہے تو اسکے معنے یہ ہیں کہ اس مقام کے خیوط میں ایک حرکت پیدا ہوگئی ہے - یہی حرکت برقی رو کی طرح آگے بڑھتی ہے ' اور جسطرح کہ برقی تار کے ایک سرے کی حرکت بسرعت تمام دوسرے سرے تک آجاتی ہے ' اسیطرح ہر ریشہ اپنے بعد کے ریشے کو حرکت دیتا ہوا چلا جاتا ہے - یہاں تک کہ یہ حرکت مرکز اعصاب یعنی دماغ تک پہنچ جاتی ہے - ان تمام سلسلوں کا منبع اور مخزن تاثرات دماغ ہے - اقالیم جسم پر اسکی سلطنت انہیں اعصاب کی بدولت قائم ہے !

مثلاً تم نے گلاب کا ایک پھول دیکھا - اب سوچو کہ کیونکر دیکھا اور اسمیں کون سے فزی یولوجیکل (وظائف الاعضاء) اعمال انجام پائے ؟

جب تم نے آنکھیں کھولیں تو شعاعیں شبکیہ (۱) پر پڑیں اور ان شعاعوں کی وجہ سے شبکیہ میں ایک ہیجان سا پیدا ہوا - اسکے بعد اعصاب کا فعل شروع ہوا - اعصاب بصارۃ نے اس حرکت کو لے لیا ' اور بطریق مذکورۂ بالا دماغ تک پہنچا دیا -

---

(۱) یہ آنکھہ کا ایک پردہ ہے جسمیں نہایت باریک رگوں کا جال ہوتا ہے - یہی وہ پردہ ہے جو شے مرئی کا عکس قبول کرتا ہے - انگریزی میں اسے Retina کہتے ہیں -

مدارس اسلامیہ

باز گو از نجــد و از یاران نجــد !

نــدوہ کا جــدیــد دستــور العمــل

آندھیاں چل چکیں ' گرد اُڑ چکی ' فضا غبار آلود ہوکر صاف ہوگئی ' دروغ بیانی ' اتہامات ' انتقامی جذبات کا زمانہ گذر چکا - اب وقت آگیا ہے کہ قوم اس اصلی راز تک پہنچ سکے کہ ندوہ کیا کر رہا ہے ' اور قبول اصلاح کی آمادگی جو اسنے ظاہر کی ہے ' وہ کہاں تک واقعی ہے ؟ اصلاحی مطالبات میں سے کارکن اشخاص نے صرف دستور العمل کی ترمیم منظور کی ہے اور جدید دستور العمل طیار کرکے شائع کردیا ہے - اسلیے ہم مختلف پہلوؤں سے اسپر نظر ڈالتے ہیں - ندوہ کے مفاسد ہم بیان کرچکے ہیں پس اصلاح کا وہی قدم صحیح ہوگا جو اُن دونوں قسموں کے مفاسد کو دور کرے -

سب سے پہلا امر یہ ہے کہ دستور العمل کے شروع میں کوئی تمہید نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ترمیم کی کیا ضرورت تھی اور نمایاں طور پر کن خاص امور کی شکایت تھی جن کو جدید دستور العمل میں رفع کردیا گیا ہے ؟ اس سے بڑھکر یہ کہ دستور العمل میں لکھا ہے کہ قدیم دستور العمل جہاں تک کہ اس دستور العمل کے خلاف نہ ہو ' قایم رہیگا - مگر اس دستور العمل کے ساتھہ قدیم دستور العمل شائع نہیں کیا گیا ہے ' اسلیے عام پبلک اور اخبارات وغیرہ کو معلوم نہیں ہوسکتا کہ موجودہ قواعد کے ساتھہ اور کیا کیا قواعد ہیں ' اور وہ کہاں تک صحیح یا غلط ہیں ؟ -

اسی ابہام اور عدم انکشاف حالت کا اثر یہ ہے کہ دستور العمل کو شائع ہوئے ہفتوں گذر گئے ' لیکن کوئی اخبار اسپر کچھہ نہ لکھہ سکا - کسی کو اتنی فرصت کہاں ہے کہ تمام دستور العمل پڑھے ' قدیم اور جدید کا موازنہ کرے ' اور پھر انتقاد اور جرح و تعدیل کرے ؟

(ا)

لیکن پیشتر اسکے کہ ترمیم شدہ دستور العمل پر بحث کی جاے ' اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ موجودہ کمیٹی ندوہ قاعدہ کی رو سے کوئی با ضابطہ کمیٹی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو وہ خود قائم رہکر ترمیم و تغیر کی مجاز ہے یا نہیں ؟

جدید دستور العمل میں قواعد کی دفعہ اول یہ ہے کہ " قواعد و ضوابط ھذا کا نفاذ اس تاریخ سے ہوگا جب کہ جب اراکین انتظامی موجودہ ندوۃ العلماء اسکو مجلس انتظامی سے منظور کریں "

لیکن اصلاحی گروہ کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ دستور العمل قاعدہ کی رو سے موجودہ ارکان انتظامی ' ارکان انتظامی ہی نہیں ہیں - اور ندوہ کی کوئی جائز منیجینگ کمیٹی موجود ہی نہیں ہے -

اس بنا پر سب سے پہلے یہی مسئلہ طے ہونا چاہیے - کیونکہ دستور العمل کی دیگر دفعات تمامتر اسی ایک مسئلہ پر مبنی ہیں -

ندوہ کا سب سے پہلا دستور العمل تقریباً ٦ - ٧ برس تک نافذ رہا پھر منسوخ کرکے نیا دستور العمل مرتب کیا گیا جو اسوقت تک جاری ہے - ان دستور العملوں میں ندوہ کی انتظامی کمیٹی کی ترکیب یہ ہے کہ اسکے ممبر صرف دو برس کے لیے منتخب ہوتے ہیں - ان کی مدت کے انقضاء کے بعد جدید انتخاب ہوتا ہے - ممبروں کی تعداد دونوں دستور العملوں کی رو سے ٣٥ یا ٣٦ تھی -

لیکن ندوہ کی جدید عمارت کا جب سنگ بنیاد رکھا گیا تو ایک جلسہ خاص کیا گیا ' اور اس میں دفعۃً دستور العمل میں یہ ترمیم کردی گئی کہ ممبروں کی تعداد ٣٦ سے بڑھاکر ٥١ کردی جاے ' اور پھر اسی جلسہ میں فوراً ١٥ ممبر انتخاب بھی کرلیے گئے - یہ کارروائی بغیر اسکے کی گئی کہ کوئی ابتدا شائع کیا جاتا اور باہر کے ارکان سے راے طلب کی جاتی - چونکہ یہ کارروائی تمام تر خلاف ضابطہ تھی اسلیے یہ جدید ممبر بالکل خلاف ضابطہ ہیں اور حقیقت میں ان کا کوئی قانونی وجود نہیں ہے - لیکن اسوقت سے اب تک یہ زاید شدہ تعداد موجود ہے ' اور کثرت آرا کے بنا پر جسقدر فیصلے ہوے ہیں ' ان میں زیادہ تر انہی کی تعداد نے کام دیا ہے - یہ بے ضابطگی کا پہلا اساس الامور ہے -

لیکن خیر اسکو بھی جانے دیجیے - اس سے آگے بڑھجانے کے بعد بھی ندوہ کی کوئی جائز منیجنگ کمیٹی نہیں ملتی -

* * *

دستور العمل کی رو سے ارکان انتظامی کا انتخاب جلسہ خاص کا کام ہے (دیکھو دفعہ ٣٢) جلسہ خاص میں ارکان کا نصاب ١٥ رکھا گیا ہے - ارکان انتظامیہ کا پچھلا انتخاب جو جولائی سنہ ١٩١٣ع میں ہوا ' وہ بھی بالکل بے ضابطہ تھا ' اور ندوہ کی کمیٹی بالکل شکست ہوچکی تھی -

تفصیل اسکی یہ ہے کہ جولائی سنہ ١٩١ع سے دو مہینے پہلے ٤٢ ارکان انتظامیہ کی مدت ممبری گذر چکی تھی اور وہ ممبری سے خارج ہوچکے تھے - پس اُن کو ووٹ دینے کا کوئی حق نہ رہا - صرف ٩ ممبر باقی رہ گئے تھے جو ووٹ دینے کے مجاز تھے - لیکن چونکہ دستور العمل دفعہ ٣٣ کی رو سے جلسہ خاص میں ١٥ ارکان کی موجودگی ضرور ہے - اسلیے یہ جلسۂ خاص قانوناً بالکل بے ضابطہ اور بے اثر تھا -

اگر یہ کہا جاے کہ جلسہ خاص میں جو ارکان مشروط ہیں اس سے ارکان عام مراد ہیں تو انکے لیے بھی حسب دفعہ ٥ دستور العمل یہ ضرور ہے کہ جلسہ انتظامیہ نے اُن کا انتخاب کیا ہو ' لیکن ارکان عام کا انتخاب کسی جلسہ انتظامیہ میں نہیں ہوا -

غرض جولائی سنہ ١٩١٣ع سے پہلے ندوہ کی کمیٹی کے صرف ٩ ممبر باقی رہ گئے تھے اور وہ جلسہ خاص کرنے کے مجاز نہ تھے (کیونکہ اسکے لیے ١٥ کی تعداد درکار ہے) ایک سال کے اندر پھر ان میں سے بھی کئی کی مدت ممبری ختم ہوگئی ' اور اب قاعدہ کی رو سے یہ تعداد ٧ سے بھی کم ہے -

اسلیے ندوہ کا کوئی جلسہ منعقد نہیں ہوسکتا کیونکہ جلسہ خاص جو جدید ممبر انتخاب کرسکتا ہے ' اسکے لیے ١٥ ارکان کی تعداد ضروری ہے ' اور مجلس انتظامی کیلیے بھی کم از کم ٧ - لازمی ہیں ' لیکن اس وقت با قاعدہ ممبروں کی تعداد ٨ - بھی نہ ہے -

پس دنیا کو تعجب اور حیرت سے سننا چاہیے کہ قانوناً ندوہ کا اس وقت وجود ہی نہیں ہے ' محض ایک بے قاعدہ اجتماع ہے جو ندوہ کو چلا رہا ہے - اسلیے سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ ندوہ کا ممبروں کا انتخاب بالکل نئے سرے سے عمل میں آے اور از سر نو اسکا نظام درست ہو - جب تک یہ مرحلہ طے نہوگا ' اُس وقت تک ندوہ کی تمام کارروائیاں حتی کہ اصلاح دستور العمل بھی محض بے قاعدہ اور بے معنی ہونگی - اگر یہ بیان صحیح نہیں ہے تو ارکان ندوہ کو اس کی تصحیح کردینی چاہیے -

مکتـــوب استـــانـــۂ علیـــۂ

سالنامـۂ جمعیـۂ هـلال احمـر قسطنطنیه
اور
ارسیـالیـات مـالیـۂ هنـــد

جنرل سکریٹري هلال احمر قسطنطیه کا مراسله

بخدمت ادیب اریب و فاضل لبیب مولانا ابو الکلام آزاد متعنا الله ببقاہ -

پس از ستایش آں فاضل محترم عرض مي شود که نامۂ نامي مورخۂ ۱۱ - جون رسیدہ - مطالعه شد - از مضمون مکتوب آگاهي حاصل گشت - چندی است که در مطبوعات هندوستان پارۂ مقالات و بیاناتی دیدہ مي شود که جمله متعلق مناقشات اعانۂ - چندۂ - هلال احمر میباشد - مي تواں گفت که تمام ایں قیل و قالها را وقع و صحتی درکار نیست - چه که سالنامۂ هلال احمر که موجب ایں همه گفتگوها گشتـه ' عبـارت از راپورت هائی است که دو سال قبل طبع و انتشار یافته ' و هنوز اسمآء خیلی از اعانه دهندگان در آں کتاب درج و اشاعۂ نیافته است که در سالنامۂ آیندۂ متعلقۂ سالهای ۱۳۲۹ و ۱۳۳۰ دیده و یافته خواهد شد -

دیگر آنکه مبالغی که در سالنامه محرر و مندرج است ' عبارت از مبالغی میباشد که از راہ راست بدوں توسط و مداخلۂ کسی و مبنعي ' یکسرہ بادارۂ مرکز عمومي جمعیت هلال احمر قسطنطنیه واصل و اخذ و قبض گردیده - دریں شکی نیست که بسیاری مبالغ دیگر نیز که براسطۂ اشخاص و منابع متعدده فرستاده شده است هنوز داخل سالنامۂ مذکورہ نگردیده است - یکی دیگر آنست که مبالغی بدوں اینکه نام هلال احمر از طرف اعانت دهنده و فرستنده ذکر شود' بنام صدارت عظمی رسیده ' و ایشاں آں مبلغ را طوری که صلاح دیده اند برای صرف مجروحین و غزاۃ راساً بوزارت جنگ تسلیم و سپرد فرموده اند که در دفترخانۂ وزارت مذکورہ مضبوط و مقید میباشد' و بجاے لازم خود خرج و مصروف رسیده است -

پس چناں مناسب است که' مطبوعات محلیۂ هند تا هنگام انتشار سالنامۂ آیندہ دم از مناقشات و مطاعنات و بدگوئی و اتهام همدیگر بربسته ' مترصد و منتظر استقبال باشند - آنگاه سلیم از سقیم و غث از سمین معلوم و آشکار خواهد گشت -

در ختام ایں نامه از گفتن چند جمله ناگزیر هستیم که آں ایں است : برادران محترم ما مسلمانان هندوستان یقین کنند. و مطمئن باشند که تمام مبالغ مرسوله که بنام اعانۂ هلال احمر فرستاده اند - خود شاں کاملاً بایں جمعیت انسانیت پرور رسیده و یک فلس آں حیف را حجدف نشده ' و تماماً صرف غازیان و مجروحان در اثناء جنگ شده - و ازیں روے ملت نجیبۂ عثمانیه و دولت علیه از همۂ مدد کنندگاں کمال منت و شکر گذاري را داشته و هیچ وقت نیکي و خوبیهاے آں برادران نیکنام را فراموش نخواهند نمود -

بدیں وسیلۂ حسنه تقدیم احترامات فائقه نمودہ موفقیت جنابعالی را در کافۂ امور خواهانم - والسلام

کاتب عمومي هلال احمر عثماني در قسطنطنیه :
در قتور عدنان

(تـرجمـــه)

گذارش ہے کہ آپکا خـط مورخـه ۱۱ - جون پہونچا اور مطالب مندرجه سے آگاهي هوئی -

کچهه عرصے سے هندوستان کے اخبارات میں چند ایسے بیانات مضامین دیکھے جاتے هیں جو تمام تر چندۂ هلال احمر کے جھگڑوں کے متعلق هیں - لیکن اس تمام قیل و قال میں کسي طرحکي واقعیت و صحت نہیں ہے - اسلیے کہ هلال احمر قسطنطنیه کی رپورٹ جو ان مناقشات کا موجب هوئي ہے' اب سے دو سال قبل طبع هوئي ' اور بہت سے روپیه بھیجنے والوں کے نام اسمیں درج نہ هوسکے- وہ ۱۳۲۹ اور ۱۳۳۰ کي رپورٹ میں درج هونگے جو شائع هونے والي ہے -

دوسري بات یہ ہے کہ رپورٹ میں جو رقمیں درج کي گئي هیں' وہ صرف وهي رقوم هیں جو براہ راست و بغیر توسط' اور بلا کسي درمیاني شخص کے وسیله اور کسي دفتر کے دخل کے' یکسر دفتر انجمن هـلال احمر قسطنطنیه میں پهنچیں اور وصول کی گئیں - اسمیں شک نہیں کہ انکے علاوہ اور بھي بہت سا روپیه دیگر اشخاص اور دفاتر کے واسطه سے بھیجا گیا ہے کہ هنوز رپورٹ میں درج نہیں کیا گیا ہے - ایسا بھي هوا ہے کہ بعض رقوم انجمن هلال احمر کی جگه وزیر اعظم کے نام بھیجی گئیں اور انهوں نے جس طرح مناسب سمجھا مجروحین جنگ کي اعانت کیلیے براہ راست وزارت جنگ کے سپرد کردیا اور حکم دیا کہ دفتر وزارت میں درج کیا جاے' اور وہ بھي اپنے مقصد خاص میں یعنی مجروحین جنگ کي اعانت میں خرچ و صرف کیا گیا -

پس مناسب ہے کہ هندوستان کے اخبارات اپنے جھگڑوں کو اور باهمدگر طعن و قدح کو اور اتهام و بدگوئي کے سلسلے کو دوسري رپورٹ کي اشاعت تک بند کردیں اور اسکي اشاعت کا انتظار کریں - اس وقت حقیقت ظاهر هوجائیگي اور کھرے کھوٹے میں تمیز کي جا سکیگي -

خط کے خاتمه میں چند جملے زر اعانـة کے خرچ و تصرف کي نسبت کہدینا ضـروري سمجھتا هوں - همـارے معتـرم بھائی یعنی مسلمانان هند یقین کریں اور مطمئن رهیں کہ تمام روپیه جو انهوں نے هلال احمر فنڈ کیلیے بھیجا ہے' وہ سب کا سب انجمن کو وصول هوچکا ہے اور ایک پیسه بھی اس میں سے ضائع یا ندر خیانت نہیں هوا - اور تمام تر صرف غازیان مجروح کی تیمار و اعانت میں خرچ کیا گیا - ملة عثمانیه اور نیز دولة علیه تمام مدد درنے والوں اور زر اعانت بھیجنے والوں کی کمال درجه ممنون و شکر گذار ہے اور کبھی بھی هندوستان کے نیک نام بھائیوں کي اس سچي نیکي اور حمیت کو فراموش نہیں کرسکتي -

اس تقریب مراسلة کے موقعه پر احترامات فائقه کا تحفه پیش کرتے هوے' جناب عالي کے تمام امور و مقاصد کي کامیابي کي دعا مانگتا هوں - والسـلام -

جنرل سکریٹري انجمن هلال احمر قسطنطنیه :
ڈاکٹـر عدنـان

لوگ تھے جنھیں بھرتی ، یونان کے مقابلہ کے حدود کی طرف بھیجنا "

اسکا یہ قدرتی نتیجہ ہ تمام وقت ' روپیہ ' اور ت ان پر صرف ہو گئی ' البانیا کے دوسرے حصوں ں پاے عمل لنگڑا نے لگا "

" مصیبت بالاے مصیبت ' رنا پر بعض ترکی افسروں کا ملہ ' ترانا اور البیسن میں دہشت ناک اجتماع افواج ' اسد نالی مشکلات ' اور سب ے آخر مگر سب سے بڑھکر موجودہ بغاوت ! "

اس اعتذاری تمہید کے بعد انھوں نے تیج مشن کی مشکلات ورنا منوز ناکامی کی داستان چھیڑی اور بتلایا کہ انکا سارا وقت سالس کی برہمزنی ' اشخاص کے انتخاب ' انکی تربیت ' اور اور انھیں مرکزی وابستگی و اتحاد کے رنگ میں رنگ دینے ہی صرف ہوتا رہا - ان کوششوں کے نتائج کا ذکر کرتے ہوے انھوں نے

کہا کہ جب تک ہمارے تمام افسر ' جو اسوقت اطراف و جوانب میں پراگندہ ہیں ' کسی ایک مرکز پر مجتمع نہ ہو جائیں ' اسوقت تک ہمیں یہ نہیں نظر آسکتا کہ کتنی ترقی ہو چکی ہے ؟

بین الاقوامی قبضہ کیا ہوگا ؟

جنرل موصوف نے کہا کہ یہ ایک بہت بڑا مشکل مسئلہ ہے - یقیناً بعض ماہرین سیاست کا خیال ہے کہ یہی آخری حل ہے ' مگر چونکہ یہ ایک خالص سیاسی سوال ہے اسلیے

دروازہ میں اہل البانیا کا اجتماع اور " یا مسلمان حکمراں یا دوبارہ ترکونکی حکومت " کا نعرہ ! !

جواب دینا میرا کام نہیں -

جب اسد پاشا کے متعلق پوچھا گیا ' تو پہلے تو انھوں نے نہایت احتیاط اور احساس مسئولیت کے ساتھہ کہا کہ " صاف دلائل ملنا مشکل تھے " لیکن اسکے بعد کچھہ اچھہ احتیاط کی بندشیں ڈھیلی کردیں ' اور ایک قیاس مرکب غیر ماہرین پر بڑھکے وہاں پہنچگئے جہاں آج تمام یورپ مصروف گلگشت ہے "

قطب جنـوبي

غالباً یاد ہوگا کہ ہم نے الهلال (جلد چہارم) میں سر ارنسٹ شیکلٹن کی سرگردگی میں ایک نئی مہم کے جانے کی اطلاع دی تھی ' جو قطب جنوبی کے مسئلہ کو انتہا تک پہنچا دینے کی کوشش کریگی -

حال میں سر شیکلٹن تجربہ کے طور پانچ آدمیوں کے ہمراہ ناروے کی طرف گئے - اس مختصر اور آزمایشی سفر سے وہ حال ہی میں واپس آے ہیں - خود شیکلٹن اور انکے رفقاء کے چہروں پر سفر کے جو آثار نظر آتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اثناء سفر میں انھیں کیسے کیسے مصائب و شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا ہے ؟

ایک اخبار کا نامہ نگار ان سے ملنے گیا تھا - اس نے جب سفر کے حالات و نتائج کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا :

" میں اپنے تجربہ کے نتائج سے خوش ہوں - قطب جنوبی کے متعلق یہ پہلا کام ہے جو ان حالات میں کیا گیا ہے - ہمارے امتحان نے یہ واضح کردیا ہے کہ ہماری تیاریوں کا رخ صحیح ہے - ہم اپنی کمزوریوں کو معلوم کرنے گئے تھے جو ہمیں معلوم ہوگئیں ' اور اب ہم انکا انسداد کردینگے - ہمارے ساز و سامان میں موٹرکار اور خیمے دو سب سے زیادہ کامیاب چیزیں ثابت ہوئی ہیں - یہ دونوں چیزیں آیندہ تجارب میں اور زیادہ کامیاب ثابت ہونگی -

در اصل ہم نے تمام تجربوں میں کام کیا ' اور جہاں تک ممکن ہوا بحر انطراطیک کے سے سخت و خطرناک حالات میں کیا '

منجملہ شدید واقعات کے ایک یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک بہت ہی ڈھالو اتار پر سے گزرتے وقت موٹر سیلج (موٹر کی طاقت سے برف پر چلنے والی گاڑی) الٹ گئی - مگر غنیمت ہے کہ کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا - سطح کی حالت کے جہاں جہاں اجازت دی ہماری جماعت نے گاڑیاں خوب کھینچیں ' مگر عموماً یہاں کی سطح انطراطیک کی سطح سے زیادہ نرم ہے - جو سطحیں اسوقت تک تجربے میں آچکی ہیں ' ان میں سب سے بہتر متوسط درجہ کی انطراطیکی سطح کو سمجھنا چاہیے -

غذا تھیلوں کے بدلے ٹین کے بکسوں میں رکھی گئی تھی جو ان تھیلوں سے زیادہ ہلکے اور ہاتھہ میں رکھنے کے قابل تھے - لوگوں کو کھانا تین وقت یعنی صبح ' دوپہر اور شام کو ملتا تھا - پینے کے لیے صرف چاے یا دودھ تھا "

سر شیکلٹن کا یہ سفر محض ایک آزمایشی سفر تھا - وہ چاہتے تھے کہ نئے سامانوں کا تجربہ کر دیکھیں کہ ان سے کس قدر مدد ملتی ہے - اب تک اس سفر میں برفستانی کتوں کی گاڑیوں سے کام لیا جاتا تھا مگر اس آزمایش نے ثابت کردیا ہے کہ موٹرکار سے اس مہم میں بہت مدد ملسکتی ہے -

سر شیکلٹن

مسئلۂ البانیا

جنرل دی ویر کا بیان

یورپ کو دوسری قوموں کی ملی عصبیت کی مذمت کرتے ہوئے اب خود اپنے تعصب و تنگ دلی سے بھی شرم آنے لگی ہے - اگرچہ تعصب اسکے رگ و پے میں جاری و ساری ہے، مگر جب بھی اسکے منظر عام پر آنے کا موقع پیش آتا ہے تو وہ ہمیشہ اسکے چہرہ پر فریب و خدع کا نقاب ڈالکر آتا ہے -

البانیا کا اسلامی حکومت سے محروم ہونا یورپ کے مسیحی تعصب اور پوشیدہ سازش کا نتیجہ ہے، تاہم یورپ نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ اولاً تو اصولاً ہر قوم کو اپنے اوپر خود حکومت کرنی چاہیے - ثانیاً چونکہ ترک یہاں امن و نظام قائم نہیں کرسکتے - اسلیے یہ سرزمین ہمیشہ کشت و خون اور جنگ و جدل کے عذاب میں گرفتار رہتی ہے - پس ترکوں کو نکالدینا چاہیے -

وجہ اول کہاں تک صحیح ہے؟ اسکا اندازہ شہزادہ ویڈ کے جبریہ تقرر، پھر فرار، اهل البانیا کے خروج، اور یورپ کے نامرادانہ تغافل و سکوت سے ہوگیا ہوگا - اور دوسرے سبب کا اندازہ جنرل دی ویر کے بیان سے ہوسکتا ہے جو البانیا کی ڈچ جندرمہ کے افسر اعلی ہیں -

وہ آجکل اپنے وطن واپس آئے ہوے ہیں - یہ حالات انہوں نے هوالینڈ دی گزٹ کے مراسلہ نگار سے بیان کیے ہیں -

انہوں نے کہا کہ " البانیا کی سرزمین سازشوں اور چالاکیوں کی سرزمین ہے - وہاں ہر قبیلہ اپنے ہمسایہ قبیلہ کے اور ہر معزز آدمی اپنے معزز ہمسایہ کے خلاف سازش میں شب و روز مشغول رہتا ہے - جس سے پراگندہ حالی بدتر بدتر ہوگئی ہے، وجہ یہ ہے کہ خارجی نفوذ و اثر بھی برسرکشاکش ہیں سچ یہ ہے کہ جس شخص نے البانیا بچشم خود نہیں دیکھا ہے اسکے لیے یہ اندازہ کرنا کہ یہ سازشیں کسقدر غیر متناہی ہیں اور ان سے حکمراں جماعت کے فرائض میں کس درجہ اشکال و دقت پیدا ہوتی ہے؟ محال نہیں تو محال کے دوسرے درجہ پر ضرور ہے "

اسکے بعد جنرل موصوف نے بتلایا کہ جب وہ البانیا پہنچے ہیں تو وہاں کے مناسب حال جندرمہ (جنگی پولیس) کی ترتیب کے لیے کس طرح انہوں نے اس وسیع ملک کا ایک طویل دورہ کیا؟ اور کیا کیا حالات پیش آے؟ اسکے بعد انہوں نے کہا:

" لیکن ہمارے دورہ سے واپس آتے ہی بین القومی کمیشن کے قبضے نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم فوراً ایک طاقت تیار کریں جو یونان سے ان مقامات کو خالی کرالے جن پر وہ اسوقت قابض تھا -

یہ ہمارے مشکلات کا آغاز تھا - اب ذرا سونچیے کہ یہ لوگ کس قسم کے ہیں؟ کامل فوضویت (انارکی) کے علاوہ کسی دوسری حالت سے نا آشناے محض ہیں - " وطنیت " " ارض پدری " ان الفاظ کا تصور بھی انکے ذہن میں نہیں - ان میں نہ تو تربیت ہے اور نہ وابستگی، نہ وفاداری کا احساس ہے اور نہ انجام اندیشی و فرق مراتب کا خیال - وہ افسر کو بھی بالکل اسیطرح بے باکی سے گولی مار دینگے جسطرح وہ ایک باغی کو مار دیتے ہیں -

(۱) پرنس ویڈ مع اپنی بیوی اور شیر خوار بچے کے جسکو یورپ کی حریۃ و مساوات کے عفریت نے البانیا کی غالب اسلامی آبادی پر مسلط کرنا چاہا -

(۲) لیکن البانیا کے فریب خوردہ اور بد بخت قبائل بالاخر هشیار ہوے اور پکار اٹھے کہ " ہمیں اس نصرانی حریۃ و عدالۃ کی جگہ پھر ترکوں کا ظلم واپس دلادو! " عام خروج اور بد امنی پھیل گئی -

بالاخر پرنس ویڈ کو جسے بادشاہوں کا تاج پہنایا گیا تھا، چوروں اور مجرموں کی طرح بھاگنا پڑا - دیکھو! وہ پوشیدہ ایک کشتی پر سوار ہو رہا ہے جو اسے ایک جنگی جہاز میں پہنچا دیگی -

(۳) اب یورپ حیران ہے - اور مسئلۂ البانیا کیلیے ایک غیر رسمی کانفرنس منعقد کی گئی ہے -

میں تعلیم معاش کا ذریعه هے جو عصبیت کی عزت سے بمراحل دور هے' اور معلم ضعیف اور مسکین شخص سمجھا جاتا هے جسکو کوئي خاندانی عزت حاصل نہیں ہوتي - اس بنا پر بہت سے دلیل اهل پیشه اسکے ذریعه سے وہ مناصب حاصل کرنا چاهتے هیں' جسکے وہ اهل نہیں هیں - اونکو حرص و طمع کہاں سے کہاں پھینک دیتي هے' اکثر سر رشته امید اونکے هاتھه سے چھوٹ جاتا هے وہ هلاکت کے گڑھے میں گر پڑتے هیں اور وہ غریب یه نہیں جانتے که اونکے لیے یه مناصب محالات سے هیں اور وہ صرف پیشه ور لوگ هیں - لیکن تعلیم کا ابتداے اسلام میں یه حال نه تھا - وہ کوئي پیشه نه تھي' صرف شارع کي باتوں کا دوسروں تک پہونچانا' اور اون باتوں کي جن سے لوگ ناواقف هیں تبلیغ کرنا' تعلیم کا حقیقي مفہوم تھا - اس لیے خانداني معزز لوگ جو دین کي حفاظت کے ذمه دار تھے' وهي قران و حدیث کي تعلیم بھي دیتے تھے - بحیثیت تبلیغ نه بحیثیت پیشه' کیونکه وهی اونکي منزل کتاب تھي' اوسي سے اونکو هدایت ملی تھي' اوسي کا نام اسلام تھا' اوسیکے لیے اونھوں نے جنگ کی تھي' اور اوسي نے اونکو دوسري قوموں سے ممتاز کر دیا تھا - اسلیے وہ اوسکي تبلیغ کے حریص تھے - اونکا غرور' اونکي حمیت اس راہ میں خلل انداز نہیں هوتي تھي - چنانچه انحضرت نے وفود عرب کے ساتھه کبار صحابه کو خود حدود اسلام کي تعلیم کیلیے بھیجا تھا' اور عشرہ مبشرہ کوبھی یه خدمت تفویض هوئي تھي - ان مثالوں سے اسکي تصدیق هوتي هے - لیکن جب اسلام کو استحکام حاصل هو گیا' اور دوسري قومیں اوسکے حلقے میں داخل هوئیں اور کثرت وقائع سے استنباط احکام کي ضرورت هوئي' تو اسکے لیے ایک قانون کا محتاج هونا پڑا جو غلطي سے محفوظ رکھے - اب علم ایک ملکه کا نام هوگیا' جسکے لیے تعلیم ضروري تھي' اسلیے وہ ایک پیشه بن گئي جیسا که اوسکا ذکر تعلیم و تعلم کي فصل میں آئگا - چنانچه معزز لوگ امور سلطنت کے انجام دینے میں مشغول هوگئے' اور اونکے علاوہ دوسرے لوگ تعلیم دینے لگے - اب وہ ایک پیشه بن گئي اور امراء کو اس سے شرم معلوم هونے لگي' اور وہ غربا کیلیے مخصوص هوگئي' اور معزز لوگوں نے اوسکو حقیر سمجھه لیا - حجاج بن یوسف کا باپ شرفاے ثقیف میں تھا' اور عرب کي عصبیت اور قریش کے مقابله کا جو شرف قبیله ثقیف کو حاصل تھا وہ مخفي نہیں - وہ قران مجید کي تعلیم اوس حیثیت سے نہیں دیتا تھا جو اس زمانے میں بطور ذریعه معاش کے رائج هے - بلکه اوس طریقه پر جو ابتداء اسلام میں جاري تھا" - (مقدمه تاریخ - ص - ٢٩) -

اس بنا پر علماء کي ذلت و نظام تعلیم کي بے اثري کي یه نوبت پہونچي که معلمین کے معائب میں حدیثیں وضع کیگئیں :

شرارکم معلموکم اقلهم رحمة على اليتيم و اغلظهم على المسكين-	سب سے برے تمھارے معلم هیں' جو یتیموں پر بہت کم رحم کرتے هیں' اور غرباء کیلیے سب سے زیادہ سخت هیں (کیونکه وہ تنخواہ نہیں دیتے) -
لاتستشير و الحاكة و المعلمين فان الله سلبهم عقولهم و نزع البركة من اكسابهم (موضوعات شوکاني ص : ٩١)	جولاهوں اور مدرسوں سے مشورہ نه کیا کرو کیونکه خدا نے اونکي عقل سلب کرلي اور اونکي کمائي سے برکت کو اوٹھا لیا -

لیکن با اینهمه طلباء پر اثر و اقتدار کا قائم رکھنا ضرور تھا' اسلیے خود علماء نے اپنے فضائل میں حدیثیں وضع کیں

لا حسد و لا ملق الا فى طلب العلم (تعقبات السيوطي على موضوعات ابن جوزي ص ٤٨)	حسد اور چاپلوسي صرف علم هي میں هے
حضور مجلس عالم افضل من صلوة الف ركعة -	عالم کي مجلس میں حاضر هونا هزار رکعت نماز سے افضل هے -
مداد العلماء افضل من دماء الشهداء	علماء کي روشنائي شهیدوں کے خون سے افضل هے -
علماء امتي كانبياء بني اسرائيل -	میري امت کے علماء مثل انبیاء بني اسرائیل کے هیں -
من جالس عالما فكانما جالس نبيا (موضوعات ملا علي قاري - ص ٤٢ ' ٥٧ ' ٨٢)	جو شخص کسي عالم کے ساتھه بیٹھا وہ گویا کسي نبي کے ساتھه بیٹھا -

نظام تعلیم کا یهي انقلاب اب تک قائم هے' بلکه امتداد زمانه سے اور بھي ابتر هوگیا هے - اب همکو غور کرنا چاهیے که یه نظام تعلیم اسٹرائک کا متحمل هوسکتا هے یا نہیں ؟ خوب غور کرو' اساتذہ کا ذریعه معاش صرف طلباء هیں - مدارس کا چندہ صرف طلباء کي کثرت کي بناپر وصول کیا جاتا هے' علماء کا کوئي وقار نہیں' اونکا طلباء پر کوئي احسان نہیں' با اینهمه هر مدرس تعظیم و وقار کا متمني هے - هر طالب العلم جانتا هے که اساتذہ اجرة درس لیتے هیں' اس بنا پر اگر تمام طلباء متفقه طور پر مدرسه سے علحدگي اختیار کرلیں تو اساتذہ کا بهترین ذریعه معاش هاتھه سے جاتا رهے' چندہ کے مدارس دفعة برباد هوجائیں' مدرسین کا فرضي وقار و عزت خاک میں مل جاے' اب هم تسلیم کرلیتے هیں که اسٹرائک صرف تجارت پیشه اصحاب کا حق هے - لیکن سوال یه هے که خود همارا نظام تعلیم تجارتي اصول پر قائم هے یا نہیں ؟ اگر هے اور قطعاً هے تو وہ اسٹرایک کي گنجائش کیوں نہیں رکھتا ؟ یورپ کي تعلیم گاهوں میں اگر اسٹرائک نہیں هوتي تو اسکي وجه صرف یه هے که یورپ کا نظام تعلیم تجارتي اصول پر قائم نہیں هے' مدرسین کو تنخواهیں ملتي هیں' لیکن اونکي حیثیت هندوستان سے مختلف هے - اگر همارا نظام تعلیم ایک هفته کے لیے بھي وهاں قائم کردیا جاے تو تمام یورپ میں دفعتاً هنگامه برپا هو جاے - هندوستان کے انگریزي مدارس پھر بھي غنیمت هیں' لیکن - مدارس عربیه کي حالت ناگفته به هے -

همارا قدیم نظام تعلیم بھي اخلاقي اصول پر قائم تھا اور اب اس اصول کو ڈسپلن کے پردے میں بجبر قائم رکھا جاتا هے' لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاهیے که قدیم نظام تعلیم کو خود اخلاق هي نے قائم کیا تھا - اور جبر قانون کي حفاظت کرسکتا هے' لیکن اخلاق کا محافظ خود اخلاق هي هوسکتا هے - اس بنا پر اگر هم اپنے نظام تعلیم کو اخلاقي اصول پر چلانا چاهتے هیں' تو هم کو سب سے پہلے اساتذہ کے اخلاق و عادات کي نگهداشت کرني چاهیے' اور اگر هم ایسا نہیں کرتے تو هم کو اعلان کردینا چاهیے که همارا نظام تعلیم اخلاق کے بجاے اب قانون کے زیر اثر هے' اور وہ قانون اسٹرائک کي اجازت نہیں دیتا - اس اعلان کے بعد هم بھي تعلیمي اسٹرائک کو ناجائز تسلیم کرلینگے - لیکن هم اسکو بھي تسلیم کرلیتے هیں که همارا نظام تعلیم خالص اخلاقي اصول پر قائم هے' اساتذہ مفت تعلیم دیتے هیں' طلباء کو اساتذہ کي طرف سے وظائف ملتے هیں' طلباء و اساتذہ کے درمیان خالص علمي تعلقات قائم هیں لیکن سوال یه هے که علمي تعلقات میں بھي اختلاف' نفرت' بلکه عداوت غرض تمام اسباب اسٹرائک کا احتمال هے یا نہیں ؟ جو طلباء قاعدہ بغدادي اور پرائمر پڑھتے هیں وہ بے شبهه اساتذہ پر کوئي اعتراض نہیں کرسکتے' لیکن ایک بی - اے کا طالب العلم پروفیسروں سے کیوں نہیں اختلاف کرسکتا ؟ جو طلباء ایک عالم سے شمس بازغه کا درس حاصل کرتے هیں' اونکو اس سے تسکین نہیں هوتي' اور اونکو اسکا صحیح احساس بھي هے' پھر وہ اوس عالم کے حلقه درس سے علحدہ هوکر اپني تعلیم کا دوسرا بہتر انتظام کیوں نہیں کرسکتے ؟ اور اگر اونکے نزدیک اسٹرائک کے ذریعه سے یه انتظام هوسکتا هے تو اونکو کون سي چیز اسٹرائک سے روک سکتي هے ؟

مراسلات

الاعتصـــاب فـــي الاســـلام

از مولانا عبـــد الســـلام نـــدوي

(٢)

(تقســيـــم دوم)

(کیا اسٹرائک صرف تجارت پیشہ گروہ هي کرسکتا هے ؟)

تصریحات مذکورہ بالا سے اگرچہ ثابت هوگیا هے کہ اسٹرائک تجارتي تعلقات رکھنے والوں کے ساتھہ مخصوص نہیں هے ' لیکن ایک معترض کہہ سکتا هے کہ طلباء کي مخصوص حالت تمام دنیا سے مختلف هے اور وہ اونکو اسٹرائک کي اجازت نہیں دیتي - اس بنا پر سب سے مقدم سوال یہ هے کہ اوستاد و شاگرد کے تعلقات اسٹرائک کے متحمل هوسکتے هیں یا نہیں ؟

اسلام کے نظام تعلیم میں ابتدا سے لیکر آجتک جو تغیرات وانقلابات هوے هیں' اونکي تاریخ اگرچہ نہایت دلچسپ هے لیکن یہ مضمون اوسکي گنجایش نہیں رکھتا ' اجمالاً صرف یہ بیان کردینا کافي هوگا کہ صحابہ کرام بلکہ تابعین کے زمانہ تک تعلیم پر اجرت لینا سخت ننگ و عار بلکہ گناہ خیال کیا جاتا تھا ' اور محدثین نے مدت تک اس روش کو قائم رکھا - چنانچہ ایک محدث کي آنکھہ میں آشوب تھا - ایک طالب العلم نے سرمہ پیش کرنا چاھا ' انھوں نے صاف انکار کردیا . کہ علم حدیث اس ظاهري معاوضہ کا بھي متحمل نہیں هو سکتا حالانکہ یہ معاوضہ نہ تھا - (١)

- ایک مرتبہ حضرة حسن بصري نے بازار میں کپڑا خریدنا چاھا - بزاز نے کہا کہ " آپ کو اس قیمت پر دیتا هوں ورنہ دوسرے کو هرگز ندیتا " چونکہ اس رعایت کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ بہت بڑے محدث تھے ' اسلیے بظاهر یہ تخفیف ' علم حدیث کا معاوضہ تھي ' لیکن یہ غیر محسوس معاوضہ بھي اونکو اس قدر شاق گذرا کہ پھر تمام عمر خرید و فروخت کیلیے بازار نہ گئے (٢) -

محدثین میں اگر کوئي ماهوار وظیفہ لیتا بھي تھا تو اوسکو طلباء پر صرف کردیتا تھا (٣) بعض محدثین خود طلباء کو مالي اعانت دیتے تھے (٤) اس استغناء و قناعت کا یہ اثر تھا کہ علماء کو سلاطین کا مطلق خوف نہ تھا (٥) بلکہ اسکے برعکس خود شاهزادے محدثین سے ڈرتے تھے (٦) بعض محدثین علانیہ سلاطین کو گالیاں دیدیتے تھے (٧) یہ استغناء صرف مال و دولت تک هي محدود نہ تھا' بلکہ علماء کو عزت ' شہرت ' اور جاہ طلبي سے بھي سخت نفرت تھي - امام اعمش کا بیان هے کہ هم نے ابراهیم کو مجبور کیا کہ وہ مسجد میں ستون کے پاس بیٹھہ کر درس دیں - چونکہ اس ذریعہ

(١) تذکرة الحفاظ جلد ١ - ص ٣٦٣

(٢) مسند دارمی صفحہ ٧٥

(٣) تذکرة الحفاظ جلد ٤ - ص ١٦١

(٤) تذکرة الحفاظ جلد ٤ - ص ٢٥٠

(٥) تذکرة الحفاظ جلد ١ - ص ٣٤٣

(٦) تذکرة الحفاظ جلد ١ - ص ١٨٩

(٧) تذکرة الحفاظ جلد ١ - ص ٢٩٥

سے گویا اپنے آپ کو نمایاں کرنا تھا - اسلیے اونھوں نے انکار کردیا .
حارث بن قیس جعفي کا یہ حال تھا کہ جب ایک یا دو آدمي اون سے درس حدیث حاصل کرتے تھے تو وہ بیٹھے رهتے تھے ' لیکن جب مجمع هوجاتا تھا تو شہرت و جاہ طلبي کے خوف سے اوٹھہ جاتے تھے - ربیع کے پاس جب طلباء حاضر هوتے تھے تو کہتے تھے کہ خدا تمہارے شر سے بچاے (١) -

تذکرة الحفاظ وغیرہ میں اس قسم کے واقعات بکثرت منقول هیں لیکن اس موقعہ پر هم محدثین کے فضائل و مناقب کا باب باندھنا نہیں چاهتے' بلکہ اس تفصیل کا مقصد یہ هے کہ جب تک یہ نظام تعلیم قائم تھا ' طلباء و اساتذہ کے تعلقات اسٹرائک کي گنجایش نہیں رکھتے تھے' کیونکہ اسٹرائک کا مقصد (جیسا کہ اوپر گذر چکا) یہ هوتا هے کہ تمدني فوائد و منافع سے دوسرے گروہ کو محروم کردیا جاے - لیکن اس نظام تعلیم میں اساتذہ کو طلبا کے ذریعہ سے کوئي ذاتي فائدہ حاصل نہ تھا - مال و دولت سے وہ بیزار تھے' جاہ و شہرت سے اونکو نفرت تھي ' خود بعض محدثین طلباء کو مالي مدد دیتے تھے' ایسي حالت میں اسٹرائک اونکو کس فائدہ سے محروم کرسکتي تھي ؟ بلکہ اسکا اثر خود طلباء پر نہایت مضر پڑسکتا تھا - اخلاقي حیثیت سے اس بے نیازي اور بے نفسي کا طلباء پر جو اثر پڑتا تھا وہ کسي قسم کي سرکشي کي اجازت نہیں دیسکتا تھا - لیکن تاریخ اسلام کے یہ ایام بیض جب گذر گئے تو دفعةً نظام تعلیم میں انقلاب پیدا هوا اور اوس نے شاگرد و اوستاد کے علمي تعلقات کو مبدل بہ تجارت کردیا - علماء کو ماهوار تنخواهیں ملنے لگیں' بیش قرار وظائف مقرر کیے گئے - اور اس انقلاب نے رفتہ رفتہ اونھیں حرص و طمع کا خوگر بنا دیا ' جس نے اون کے وقار کو دفعةً بالکل مٹا دیا .

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں روایات کي تنقید کا ایک خاص اصول یہ قائم کیا هے کہ " تاریخي روایات میں زمانے کے تغیرات کو نظر انداز کردینا سخت غلطیوں کا باعث هوا کرتا هے " چنانچہ لکھتے هیں :

ومن الغلط الخفي في التاریخ ' الذهول عن تبدل الاحوال في الامم والاجیال بتبدل الاعصار ومرور الایام وهوداء دوي شدید الخفاء اذ لایقع الا بعد احقاب متطاولة فلا یکاد یتفطن له الا الآحاد من اهل الخلیقة

تاریخ میں ایک مخفي غلطي یہ هے کہ تغیرات زمانہ سے قوموں میں جو تغیر هوتا هے اوسکو بھلا دیا جاتا هے' اور یہ سخت مرض هے جو نہایت مخفي طور پر پیدا هوتا هے کیونکہ اوسکا ظہور ایک زمانہ ممتد کے بعد هوتا هے اسلیے اوسکو صرف چند مخصوص افراد سمجھتے هیں -

علامۂ موصوف نے اس کلیہ کے جزئیات کی جو تشریحی مثالیں دي هیں' اون میں ایک مثال تعلیم کا مسئلہ بھي هے - جس سے اس انقلاب کي حقیقت اور اوسکا عملي اثر اچھي طرح واضح هوسکتا هے ' اسلیے هم اوسکا خلاصہ درج کرتے هیں :

" اسي قبیل سے یہ واقعہ بھي هے جسکو حجاج کے متعلق مورخین نے بیان کیا هے کہ اوسکا باپ معلم تھا ' حالانکہ اس زمانہ

(١) دارمی صفحہ ٧١

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل ڈالیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا، اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں ہرج اور نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے۔

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ دو دوائیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہی سے پل میں آپکے پہاڑ ایسے درد کو پانی کردیگی۔

قیمت بارہ ٹکیونکی ایک شیشی ۶ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ۔

نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک ہی کا پڑیگا۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا موہنی کسم تیل

سر کے بالونکے لیے نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کانٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن نمود کے ساتھ فائدے کا بھی جویاں ہے بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں جانچکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے درد سر، نزلہ، چکر، اور دماغی کمزوریوں کے لیے ازبس مفید ہے اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے

قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں، اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر، اور نہ کوئی حکیم، اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہمنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے، اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھر کر آنے والا بخار - اور وہ بخار، جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو، یا وہ بخار، جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ہوگئی ہوں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے، اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے، اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے، نیز اسکی سابق تندرستی ازسرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں، بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ

چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے

تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر ڈسٹری بیوٹر

ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳ کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

[6]

S. C. MITRA & Co.

بہترین طباعت اور عمدہ تیاری

ہندوستان ...

کارخانہ ...

ہاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک ...

کارخانے کی خصوصیات

المشتہر ایس سی مترا اینڈ کو نمبر ۱۲ نارکل باگان لین کلکتہ

12, NARIKELBAGAN LANE

CALCUTTA.

کیا اسٹرائک کے عدم جواز پر کوئی شرعی دلیل قائم ہے ؟ حضرت موسی علیہ السلام نے بغرض تحصیل علوم حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھہ بہ التزام رفاقت سفر کرنے کی اجازت چاہی ' اعتراض و اختلاف نہ کرنے کا باہم معاهدہ بھی ہوگیا ' لیکن حضرت موسی علیہ السلام کے اون سے ہرجگہ اختلاف کیا - یہاں تک کہ اونکو ناگواری کے ساتھہ حضرت خضر علیہ السلام کی رفاقت سے الگ ہونا پڑا - اس قصہ کی تفسیر میں امام رازی نے نہایت نکتہ سنجی کے ساتھہ طلباء و اساتذہ کے اختلاف کا تصریحی اصول بنا دیا ہے ' چونکہ اس سے ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے ' اسلیے ہم اس موقع پر امام رازی کی تقریر کا خلاصہ درج کرتے ہیں -

" جاننا چاہیے کہ طالب العلموں کی دو قسمیں ہیں ' ایک وہ طالب العلم ہے جو بالکل علم نہیں رکھتا - وہ بحث و مباحثہ کا خوگر نہیں ہوتا ' اعتراض کرنے کی اوسکو عادت نہیں ہوتی - دوسرا وہ طالب العلم ہے جس نے بہت سے علوم حاصل کرلیے ہیں ' دلیل قائم کرنے اور اعتراضات کرنے کا عادی ہے - پھر وہ اپنے سے کامل تر انسان سے تعلق پیدا کرتا ہے تاکہ درجہ کمال کو پہونچ جاے ' اس دوسری صورت میں تعلیم حاصل کرنا نہایت دشوار ہے ' کیونکہ جب ایسا طالب علم کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے یا کوئی ایسا کلام سنتا ہے ' جو اوسکو بظاہر ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے - لیکن در حقیقت صحیح اور ٹھیک ہوتا ہے تو یہ طالب العلم چونکہ بحث مباحثہ ' مجادلہ و مناظرہ کا خوگر ہوتا ہے اور اوس سے کی ظاہری ناپسندیدگی اور اپنے عدم کمال کی بنا پر اوسکی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا ' اسلیے نزاع ' بحث اور اعتراض کی جراءت کر بیٹھتا ہے ' اور اس اعتراض کا سننا اوستاد ماہر فن پر گراں گذرتا ہے ' جب اس قسم کا واقعہ دو تین مرتبہ پیش آ جاتا ہے ' تو اوستاد و شاگرد میں سخت نفرت پیدا ہو جاتی ہے - خضر علیہ السلام نے حضرت موسی سے یہ کہکر " کہ تم صبر کی طاقت نہ رکھوگے " اس طرف اشارہ کیا تھا کہ تم بحث و مباحثہ کے خوگر ہو چکے ہو (اسلیے اعتراض کروگے) اور اپنے اس قول سے " کہ تم کو جس چیز کی حقیقت معلوم نہیں اوس پر کیونکر صبر کرسکتے ہو "

یہ اشارہ کیا تھا کہ آپ حقائق اشیاء کے عالم نہیں ' اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں جمع ہوجاتی ہیں تو سکوت مشکل اور تعلیم دشوار ہو جاتی ہے اور آخر کار اوستاد و شاگرد میں نفرت و بغض پیدا ہوکر قطع تعلق ہو جاتا ہے -

(تفسیر کبیر جلد ٥ - ص - ۷۴۱)

اگر حضرت موسی علیہ السلام نے باوجود معاهدہ کے خضر علیہ السلام پر اعتراضات کیے اور ناگواری کی یہ نوبت پہونچی کہ اونکا ساتھہ چھوڑنا پڑا ' تو ہمارے طلبا کو اسٹرائک کرنے پر کیوں لعن و طعن کیا جاتا ہے ؟ کیا اونہوں نے بھی اساتذہ کے ساتھہ کوئی معاهدہ کیا ہے ؟

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقدمہ دائر کرنے کیلیے مدعی کا صرف یہ اعتقاد کافی ہے کہ وہ حق پر ہے وہ اسکا ذمہ دار نہیں ہے کہ قانون بھی اسکی تائید کریگا یا نہیں ؟ ورنہ اگر یہ ذمہ داری بھی اس پر عائد کردی جاے ' تو مدعی مدعی نرہے گا ' بلکہ جج ہو جائیگا -

(لہا بقیة ما لعدة)

خریـــداران الهـــلال سے التمـــاس

بیمار مند ایک یتیم اور بالکل غریب لڑکا ہے والد کو فوت ہوے دس سال کامل گذر گئے - نہ کوئی ہماری جائداد ہے اور نہ کوئی بیرونی آمدنی ' باوجود ان سب باتوں کے مجھے اخبار بینی کا اسقدر شوق ہے کہ تحریر نہیں کر سکتا - بالخصوص جناب کے اخبار الهلال کو جس شوق سے میں پڑھتا ہوں اور جناب کی تحریر پر جس طرح شیدا ہوں اسے کیا عرض کروں ؟ پہلے تو جناب کا اخبار مجھے دیکھنے کو مل جاتا تھا ' لیکن اب عرصہ تین چار ماہ سے محروم ہوں - میری تعلیم اسوقت عربی میں کافیہ اور اردو و انگریزی میں میٹرک تک ہے اگر کوئی صاحب دل بزرگ مجھہ غریب یتیم کے حال پر نظر توجہ فرما کر فی سبیل اللہ اخبار جاری فرمادیں تو عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہونگے -

فقیر حافظ محمد شریف طالب علم معرفت مولوی محمد عبد الطیف صاحب امام مسجد حضرت شاہ - متصل ڈاک خانہ - از کہرور پکا - ضلع ملتان

اِن اللہ مع الصابرین

حضرت مولانا ! نمبر ۴ کھولتے ہی مضمون " مسئلہ قیام الهـــلال " نظر پڑا -

آخر خدا خدا کرکے مہر سکوت ٹوٹی - جب تک تمام مضمون نہ پڑھ لیا - بے حد بے چینی رہی - کبھی یہ خیال ہوا کہ الهلال (خدا نخواستہ) بند ہو جائیگا - کبھی یہ تذبذب کہ ماہوار نکلیگا - کبھی یہ کہ کاغذ کم درجہ کا لگایا جائیگا - قصہ مختصر یہ کہ ایک خیال آتا تھا اور ایک جاتا تھا - آخر کار یہ پڑھکر کہ الهلال ہفتہ وار قائم رہیگا - تمام امیدیں برآئیں - فالحمد للہ علی ذالک -

اِس کو جناب کا لکھا ہوا تصور کروں یا یہ کہوں کہ خاکسار کی ہی تجویز کو شرف قبولیت بخشا گیا - احقر کا جو مضمون نمبر ایک میں نکلا ہے - اسمیں " ایک پیسہ کا کارڈ ڈالکر خریداری سے سبکدوش ہوجائیں " کا مطلب بھی یہی تھا کہ دیکھوں کون آزمایش میں کامیاب ہوتا ہے ؟ تاہم صاف صاف لکھنا مناسب نہ سمجھا - خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا - اصل مطلب یہ ہے - کہ اِسی میں قارئین کرام کے لیے آزمائش ہے - اگر وہ اس آزمایش میں پورے اُترے - تو آیندہ مقاصد کے پورا ہوجانے کی امید ہے - اور اگر نہیں تو میری طرف سے الهلال چاہے جاری رہے یا بند ہوجائے - یکساں حال ہے -

احمد علی از مکلوڈ گنج روڈ — بہاولپور

خـــدام کعبہ

جناب خان بہادر سید جعفر حسین صاحب ریٹائرڈ اگزیکیٹو انجنیر یونائیٹڈ پرونس جنکو آزی گیشن ورکس (آبپاشی) کے کاموں میں ۳۲ سال کا تجربہ ہے - آپ انجمن خدام کعبہ کو آئندہ جنوری سنہ ۱۹۱٥ میں اپنی خدمات سپرد فرماتے ہیں کہ حجاز کا ملاحظہ فرمائینگے اور زبیدہ کنال (نہر) کا ملاحظہ فرماکر اپنی رپورٹ پیش کرینگے جس سے مکہ معظمہ میں آب رسانی میں ترقی ہو -

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الکریم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۷

کلکتہ: چہار شنبہ ۱۹ رمضان ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta : Wednesday August, 12. 1914.

جلد ۵

دولة عثمانیه کا جنگي جهاز:
"ملت"

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)

" و في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی

مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دينيۃ اسلاميۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجديد ' اعتصام بحبل الله المتين و وحدة كلمۃ امۃ مرحومہ کي تحريک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامين و عناوين سياسيۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسير و بيان حقائق و معارف كتاب الله الحكيم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآني نے تعلیمات الاهيہ کی محيط الكل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفين و منكرين تک اسکي تقليد کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و سبع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شريعة الالهيہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سياست و اجتماعية ثابت کرنے میں اسکا طريق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ ہر سال کے اندر هی اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفيق الهي سے عمل بالسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین و مذبذبین ' متفرنجين ' ملحدين ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبيل الله مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ہیں جن میں ایک نئي مذہبي بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم !

(۵) على الخصوص حکم مقدس جہاد في سبيل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فصل مخصوص اور توفيق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاهيہ و علوم جدیدہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اکمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عاليہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں صحیح و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رہي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں ہوں ' تو انکي قیمت دس روپیہ قرار دی جاتي ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی .

Tel Address "Alhilal" Calcutta
Telephone No. 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مقصد وحید
الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۵ — کلکتہ : چہار شنبہ ۱۹ - رمضان ۱۳۳۲ هجري — Calcutta : Wednesday, Augst, 12 1914. — نمبر ۷

اعتذار

(۱) یورپ کي منتظر و موعود جنگ شروع ہوگئي - اسکے متعلق بحث و مذاکرہ اور اعتبار و بصائر کے بکثرت اطراف و مواضیع ہیں' جنکو مسلسل لکھنا چاہیے' مگر مجھے ابتک بہ تفصیل لکھنے کي مہلت نہ ملي - ضروري حالات و اخبار درج کردیے گئے ہیں تاکہ قارئین کرام کي معلومات کے تسلسل میں انقطاع نہو - آیندہ مقالات افتتاحیہ اسی موضوع پر شایع ہونگے - احباب منتظر رہیں -

(۲) الہلال اردو پریس میں پہلا رسالہ ہے جو ہفتہ وار رسائل کا صحیح نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے - ایک ایسے جرنل کے فرائض صالحہ میں یہ داخل نہیں کہ وہ جنگ وغیرہ کے موقعہ پر تمام خبروں کو اکٹھا کرتا رہے- یہ کام روزانہ اخبارونکا ہے اور اسي لیے ایک روزانہ ضمیمہ شائع کردیا گیا ہے - ہفتہ وار رسالے کا کام زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہفتے بھر کے حوادث و سوانح پر ایک جامع نظر ڈالکے اسکا خلاصہ پیش کردے -

چنانچہ اس لحاظ سے الہلال کي نسبت ہم جنگ بلقان کے زمانے کو یاد دلاتے ہیں' اور موجودہ جنگ کے متعلق بھي اطمینان دلاتے ہیں کہ جیسی معلومات ' جیسے مفید اور بلند مباحث' جیسي دقیق اور پر از نتائج نظر و نقد ' اور جیسي دلچسپ تصویریں اور مناظر الہلال فراہم کریگا ' انشاء اللہ تعالی وہ اسکے معیار و درجہ سے کمتر نہیں بلکہ بلند تر ہی ہونگے -

تذکار ماہ مقدس !

(۱) ہم نے گذشتہ اشاعت میں وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اشاعت میں ماہ رمضان المبارک کے متعلق غیر معمولی تعداد میں مضامین مرتب کرنے کی کوشش کرینگے - چنانچہ اس نمبر میں اکثر ابواب اسی کے مذاکرات و مباحث پر مشتمل ہیں -

(۲) ان مضامین کی کثرت کی وجہ سے تصاویر کی گنجایش نہ نکل سکی - پچھلی چند اشاعتیں بھي تصاویر کے اعتبار سے قلیل البضاعة تھیں - ہمیں اسکا خیال ہے - آیندہ اشاعت میں ان سب کی تلافی کردي جائیگی' اور اسکا تقریباً ہر باب مصور ہوگا - تقریباً بیس پچیس تصویریں ترتیب دي جارہی ہیں - اور بعض مرقع علحدہ بطور ضمیمہ کے آرٹ پیپر پر چھپ رہے ہیں - علی الخصوص جنگ یورپ کے متعلق -

(۳) مگر احباب کرام کو بھی توجہ کرنی چاہیے کہ قیمت کے اضافہ کے بعد بقیہ روپیہ کا بھیجدینا ہم نے انکے ذمے چھوڑ دیا ہے - اپنے طرف سے سعي نہیں کی - پس جن حضرات نے ابتک توجہ نہ کي ہو وہ توجہ فرمائیں - دفتر الہلال روپیہ پیسے کیلیے بار بار اصرار کرنے کا عادي نہیں ہے -

روزانہ ضمیمہ

— : * —

مقامی پبلک کے اصرار سے مجبور ہوکر دفتر الہلال نے ایک روزانہ ضمیمہ شایع کرنا شروع کردیا ہے - محض روزانہ تار برقیوں کا ترجمہ عین وقت پر شایع کرنا مقصود تھا لیکن ضمناً جنگ کے متعلق ضروري مباحث و مضامین بھی درج کیے جاتے ہیں

(۱) رائل سائز کے چار صفحوں پر شائع ہوتا ہے - فی صفحہ چار کالم -

(۳) کلکتہ سے لیکر بنارس تک کیلیے یہ ضمیمہ یکساں مفید ہے-

(۴) صوبۂ بہار کے تمام شہروں نیز مظفر پور' مرزا پور' اور بنارس وغیرہ کیلیے ایجنٹوں کی ضرورت ہے جو مندرجۂ بالا ضمیمہ فروخت کریں - معقول کمیشن قرار دیا گیا ہے -

طرح بحر ابیض میں بھی جنگ شروع ہو جاتی' اور اسطرح برطانی بیڑہ کی طاقت کو دو ٹکڑوں میں بٹ جانا پڑتا -

لیکن اب بحر ابیض پر سکون رهیگا اور بحر شمالی میں فرانسیسی اور برطانی' دونوں بیڑے جرمن بیڑے کے مقابلے میں صف آرا ہونگے -

آسٹریا اور جرمني دونوں مشترکہ طور پر جنگ میں شرکت کے لیے اطالیا پر دباؤ ڈال رہے ہیں لیکن ابھی تک اسکی طرف سے ناطرفداری ہی پر اصرار ہے -

(اولوالعزم جرمنی)

جرمني کي انجام اندیشي کي خواہ داد نہ دیجاے' مگر اسکی اسکندرانہ حوصلہ مندي اور اولو العزمانہ نپولین فرمائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - ایک طرف تو وہ بلجیم کو تاراج کررهي ہے' دوسري طرف فرانس سے معرکہ آرا ہے ' تیسري طرف مشرقي یورپ کے عفریت (روس) سے پنجہ آزما ہے ' چوتھي طرف سب سے بڑي طاقت یعنی انگریزي بیڑے پر بے باکانہ حملہ آور ہے - پھر لطف یہ کہ ہر جگہ فاتحوں اور حاکموں کي طرح هجوم و اقدام ہے' نہ کہ دفاع و جواب ! !

حقیقت یہ ہے کہ خواہ نتیجہ کچھہ ہي نکلے' لیکن تاریخ قرون جدیدہ میں اولوالعزم اور فرزند همت جرمنی کي بے جگري همیشه عظمت و شرف اور تکریم و احترام کے ساتھہ یاد کي جائیگي - اس نے اس تاریخی صداقت کو پھر زندہ کردیا کہ اصلی طاقت دل و دماغ کی طاقت ہے ; اور اصلی قوت جذبات و حسیات کی ہے - آهن پوش جہازوں سے بڑھکر همت کو قوي ہونا چاهیے - اور قیمتی توپوں کی کثرت کی جگہ عزم و ارادے کی فضاء میں وسعت درکار ہے !

(بحر شمالی کا معرکہ زار)

بحر شمالی میں جسقدر مناوشات ہوے هیں' انمیں ابتک دونوں فریق برابر رہے - اگر جرمنی کا جہاز کوایینجن غرق ہوگیا ہے تو انگلستان کا ایمفن بھي ڈوبا ہے - کوایینجن کے علاوہ جرمني کے دو کروزر اور ایک زیر آب کے غرق ہونے کي بھي اطلاع دي گئی ہے - لیکن جس زمانہ میں " ۱۹ جہازوں کي گرفتاري" اور جرمن بیڑے کے فرار ہونے کي بے بنیاد خبریں شائع هورهي هوں اس زمانے میں ان غیر سرکاري تاروں کا کون اعتبار کرسکتا ہے ؟ لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا جاے کہ جرمني کے دو کروزر اور زیر آب غرق هوگئے - تب بھي جرمني کي بلند همتي کی داد دینا پڑیگي - کیونکہ با ایں همه اس نے پھر ۹ ماہ حال کو برطانی اسکوڈرن پر حملہ کردیا ہے - اگرچہ کہا گیا ہے کہ یہ حملہ ناکام رہا اور خود جرمنی کی ایک زیر آب کشتی غرق هوگئی -

(جرمنی اور فرانس)

اس هفتہ جرمنی اور فرانس میں بحري اور بري' دونوں قسم کي جنگیں هوئیں - ریوٹر کے تمام تاروں کا خلاصہ یہ نظر آتا ہے کہ مجموعي حیثیت سے دونوں قسم کي جنگوں میں جرمني هي کو شکست هوئي' مگر اصلیت یہ ہے کہ هندوستان میں بیٹھکر فتح و شکست کي صحیح خبروں کا معلوم کرنا اب تقریباً محال هوگیا ہے - کیونکہ کوئي خبر بغیر سرکاري نگراني کے نہیں آ سکتي - حتی کہ اسٹیسمین وغیرہ کي پچھلي خاص ڈاک بھی بمبئي میں روک لي گئي کہ کہیں حکومت کے عظمت خلاف کوئي خبر اسمیں نہ دیدي گئي هو -

بحري جنگ کے متعلق ریوٹر الجزائر سے تار دیتا ہے کہ فرانسیسي بیڑے نے پینتھر نامي جرمن کروزر کو غرق کر دیا - ڈیلي کرانکل نے جوش مسرت میں اپنے نامہ نگار پیرس کي روایت پر اتنا اضافہ اور کر دیا ہے کہ "کوبین" اور "پریسلا" نامي جرمن جہازوں کو فرانس نے گرفتار کر لیا ہے - لیکن تھوڑے هي دیر کے بعد اسکي تغلیط کرني پڑي' کیونکہ یہ دونوں جہاز اسوقت تک اپنے اصلي مالک کے قبضہ میں بدستور مصروف جنگ و پیکار هیں !

السیس اور لورین فرانس کے دو صوبے هیں جن پر جرمني نے سنہ ۷۰ کي جنگ میں قبضہ کرلیا تھا' لیکن اعلان کیا گیا ہے کہ فرانسیسي پیشقدمیاں اس طرف کامیاب هوئیں ' اور جرمني کے استحکام سے پہلے فرانس کو بڑھنے کا موقعہ ملگیا -

لورین میں فرانسیسی فوج نے " ول " اور " موانیوک " پر قبضہ کرلیا ہے - الٹکرچ میں بھي وہ داخل هوگیا - فرانس نے الٹکرچ میں فرانسیسي فوج کي " حیرت انگیز همت مردانہ " کي خود ستایانہ داد دي ہے -

(روس و جرمنی)

روس اور جرمن فوجیں بھي اس هفتہ باهم معرکہ آرا رهیں - سینٹ پیٹرسبرگ کے ایک مبہم و مجہول تار سے معلوم هوتا ہے کہ روس اور جرمني کا کسي خاص مقام پر باهم مقابلہ هوا مگر جرمن فوج کو شکست هوئي ' اور وہ بہت سے گاوں جلا کے پیچھے هٹگئی ہے -

لیکن لندن سے ۷ - اگست کا چلا هوا ایک تار مظهر ہے کہ روس کے نقصانات بہت شدید هیں' اور جرمني کي سوار فوج نے وربیلن کے قریب مقام کبرلي پر حملہ کر دیا ہے -

(آسٹریا اور روس)

آسٹریا نے سرویا پر حملہ موقوف کرکے اپني تمام قوت کا رخ روس کی طرف پھیر دیا تھا' مگر سرویا اور جبل اسود (مانٹي نیگرو) کے اتحاد نے پھر اسطرف متوجہ کردیا ہے - آخرین خبروں سے معلوم هوتا ہے کہ سروي فوج اسوقت وسي گرد اور سنجک کوئي بازار پر قابض هوگئی ہے -

علی هذا جبل اسود کی فوج نے بحر ایڈریاٹک کے ایک ساحلی شہر اسپیزا نامي اور اسکے قرب و جوار کے اور دو شہروں پر بھي قبضہ کرلیا ہے - ادھر آسٹریا نے بھي کئي بار دریاے ڈینیوب کو عبور کرنے کي کوشش کي' اور گو اسمیں کامیابی نہ هوئي مگر جبل اسود کے بندرگاہ اینٹي وري پر گولہ باري شروع کردي ہے' جس کا آغاز جنگ میں اس نے محاصرہ کرلیا تھا -

روس اور آسٹریا کے متعلق سب سے آخرین اور سب سے زیادہ قابل ذکر خبر یہ ہے کہ روسي فوج وادي اسٹائر کي راہ سے آسٹریا کي قلمرو میں داخل هوگئي ہے -

(تغیرات تازہ)

۱۱ - اگست کے تاروں سے معلوم هوتا ہے کہ جنگ کے موجودہ نقشہ میں عنقریب ایک خاص تغیر هونے والا ہے - سرویا نے جرمني کے مقابلہ میں بھی اعلان جنگ کردیا ہے - آسٹرو فرانسیسي سرحد پر نہایت سرعت کے ساتھہ فوجي تیاریاں هورهی ہے - جاپاني بیڑا بھي امیر البحر ڈیدا کے زیر کمان دریا میں آ گیا ہے اور عجب نہیں کہ اتحاد کي طرف سے جرمني اور آسٹریا کے جہازوں پر حملہ آور هو یا اس وقت جنگ میں حصہ لے' جب بحر هند یا بحر ابیض پر حملہ کیا جاے -

آسٹریا اور انگلستان کے تعلقات هنوز منقطع نہیں هوئے هیں - لیکن اگر منقطع هوگئے اور اطالیا کو بھی جرمني کے انداز تہدید یا قوم کے اصرار و ضد سے میدان جنگ میں اترنا پڑا' تو جنگ کا نقشہ اس نقشہ سے بالکل مختلف هوجائیگا جو تمام دنیا بلکہ خود جرمني اور آسٹریا جنگ سے پہلے اور آغاز جنگ کے وقت سمجھتی تھي -

(شعاع امید)

موجودہ دولہ عثمانیہ کی حکومت جس حسن تدبیر اور سیاست و حکمت جنگي کا نمونہ ابتدا سے پیش کررهی ہے' وہ تاریخ میں همیشہ یادگار رهیگا -

دول عظمی کے طرف سے باهمی اعلان جنگ هونے هي دولۃ علیہ کے آلات عمل میں ایک نئي حرکت شروع هوگئی تھي اور تمام یورپین سرحدوں پر جنگی طیاریوں کا حکم دیدیا گیا تھا - اب ۱۱ - اگست کے ایک تار سے معلوم هوتا ہے کہ ترک طیاریوں سے گذر کر اقدام و عمل کے میدان میں پہنچ گئے هیں یعنے دیدی اعاج کے قریب بلغاري قلمرو کے اندر عثمانی فوجیں جمع هورهی هیں -

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

ہفتہ جنگ

خون اور دوست کا کھیل جو دنیا کی سربر روحوں اور خباثت و درندگی کی پیدا کی ہوئی قوتوں کے درمیان شروع ہوا ' پوری سرعت اور تیزی کے ساتھہ جاری ہے - خون کی پیاس جو سرخ سمندروں کی تلاش میں بھڑکی ' اور ہلاکت کی بھوک جو انسانی لاشوں کی ڈھونڈھہ میں نمودار ہوئی ' اپنی تلاش میں سرگرم اور اپنی جستجو میں بدستور غرق ہے - آگ کے شعلے سمندروں کے اوپر تنور کی چھت کی مانند دکھائی دے رہے ہیں ' اور لہو کی ندیوں سے زمین کی فضا چھپ گئی ہے - یہ سب کچھہ ہوا اور ہو رہا ہے ' اور بجلی کی چمک کی طرح اس آتشیں اور خونیں تماشے کے پردے بدلے جارہے ہیں - تاہم ابتک خونریزی کا حلق تشنہ اور بربادی اور موت کا معدہ خالی ہے - یہ شعلے چولہے کی ابتدائی حرارت کی چنگاریاں ہیں ' اور یہ طوفانوں اور موجوں کا نمود آنے والے وقت کیلیے مثل چھوٹی چھوٹی لہروں کے ہے جو اپنے عقب کے شور و شر کا پیغام لاے ہیں - پس زمین پر افسوس اور اسکے رہنے والوں پر ماتم ' کیونکہ شیطان آگیا ' اور خدا کی رحمت اور انسان کی محبت کا دور ختم ہوا - اب تمدن کی تعمیر اور علم و تہذیب کی آبادی کی جگہ ہلاکتوں کے احاطہ اور بربادیوں کے تسلط کا قصہ ہم سنائیں گے - آج اس داستان وحشت کا پہلا ہفتہ ہے -

(جنگ کا پہلا ہفتہ)

آغاز جنگ پر ایک ہفتہ سے زیادہ وقت گذر گیا مگر ہنوز وہ اپنی پہلی منزل سے آگے نہیں بڑھی - اسوقت تک کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی ہے جسکو صحیح معنوں میں اس خونخواری کی سب سے بڑی ٹکر کا " معرکہ " کہا جاسکے -

(بلجیم کا ثبات)

جنگ کی یہ سست رفتاری بظاہر اسلیے ہے کہ بعض امور بالکل خلاف توقع و قیاس پیش آگئے - بلجیم نے ان سرحدوں کے استحکام و تحصین کی طرف بہت کم توجہ کی تھی جو جرمنی کی سرحدوں سے ملحق ہیں - اسلیے خیال کیا گیا تھا کہ اپنی کمزوری سے مجبور ہو کر وہ جرمن فوج کو راستہ دیدیگا ' اور اگر اس نے روکا تو جرمنی کا محض ایک ابتدائی حملہ اسکی راہ صاف کردیگا -

مگر دونوں خیال غلط نکلے - نہ تو بلجیم نے جرمن فوج کو گزرنے دیا ' اور نہ وہ جرمن فوج کی سخت کوشش کے باوجود اب تک مغلوب ہوا ہے - جرمنی کی پیشقدمی لیج تک آ کے رک گئی ہے جو بلجیم کا سب سے بڑا مستحکم اور قلعہ بند دروازہ ہے -

آخرین خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کی فوج لیج کے اندر داخل ہوگئی لیکن قلعے اسوقت تک غیر مسخر ہیں - جرمنی نے دھمکی دی ہے کہ اگر قلعہ بند فوج نے اپنے آپ کو حوالے نہ کیا تو شہر جلا کر خاک سیاہ کردیا جائیگا - لیکن اسکا جواب یہ ملا کہ مزید بلجین فوج لیج کی طرف پیشقدمی کر رہی ہے -

(اطالیا کا تخلف عہد)

ادھر تو بلجیم نے خلاف امید استقامت دکھائی - ادھر اطالیا نے باوجود ایک بار اعانت کا علانیہ وعدہ کرلینے کے کھلم کھلا غیر جانبداری کا اعلان کردیا ' اور آسٹریا اور جرمنی کی شرکت پر آمادہ نہ ہوئی - مسیحی مذہب میں ممکن ہے کہ حفظ میثاق اور وفاے عہد کی اخلاقی عزت تسلیم کی گئی ہو ' لیکن مسیحی اقوام میں تو من حیث القوم نقض عہد سے زیادہ کوئی شے آسان نہیں - انکے عہد و میثاق تار عنکبوت ہیں جنمیں اپنے کمزور حریف کو تو گرفتار کر لیا جاتا ہے ' پر خود کبھی نہیں گرفتار ہوتے -

اسلیے جو دنیا یہ دیکھہ چکی ہے کہ علم و تمدن کی چھہ علمبردار سلطنتوں نے دولۃ عثمانیہ کے بقاے رقبۂ حکومت کا وعدہ کیا تھا مگر بزرگ ترین مسیحی حواری سینٹ پیٹر کی طرح " تین بار مرغ کی بانگ دینے سے پہلے " اس سے منہہ موڑ لیا تھا - اسکے لیے یہ بات ذرا بھی تعجب انگیز نہوگی کہ انہی چھہ سلطنتوں میں سے ایک سلطنت نے پھر اسی فعل کا تنہا اعادہ کیا ہے جسکو وہ سب کی معیت میں کرچکی تھی - اور باوجود باہمی مفاہمت میں شریک ہونے کے اپنے ساتھیوں کی اعانت سے انکار کردیا ہے !

تاہم یہ خلش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ اطالیا نے ایسا کیوں کیا؟ بہت کم نظریں اسکی تہہ تک پہنچی ہونگی ' مگر آؤ ہم اس عقدہ کو حل کریں !

انگلستان کی پالیسی یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام حریفوں میں سے مقابلہ کے لیے صرف جرمنی کو انتخاب کیا ہے اور بقیہ کے ساتھہ مقابلہ کے بدلے مصالحۃ کرتا رہا ہے - اس نے اپنے حریفوں کے منہہ خوان یغما (عالم اسلامی) کے لقموں سے بند کردیے - مراکش فرانس کو دیدیا اور اسکے مقابلہ میں مصر کا میدان اپنے لیے صاف کیا - ایران کو روس کے پیروں تلے ڈالدیا تاکہ وہ اسے روندے ' اور اسکے خون سے اپنے فتح و استعمار کی پیاس بجھاے -

اطالیا اگرچہ اسکی حریف نہ تھی مگر اسکے حریف (جرمنی) کی حلیف ضرور تھی - انگلستان نے چاہا کہ اسے بھی اپنے ساتھہ ملا لے اور اتحاد ثلاثہ کے مقابلے میں مفاہمت کی قوت کو اختلاف و تفرقہ ڈالکر ضعیف کر ڈالے - اسلیے وہ الحاق طرابلس میں اسکا دست و بازو بنگیا ' اور اس قزاقانہ دستبرد میں معاون ہوا جو تاریخ انسانیت میں ہمیشہ موجودہ عہد کی سب سے بڑی قومی بد اخلاقی تسلیم کی جائیگی -

مصر اگرچہ دولۃ عثمانیہ کا ایک جزء تھا مگر اسے ناطرفدار قرار دیکے عثمانی فوج کو طرابلس جانے سے روکدیا گیا - پھر جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو جنگ بلقان شروع کرائی گئی اور کامل پاشا کے ذریعہ طرابلس کو اندرونی خود مختاری دلوا دی - اسکے بعد جب اطالیا نے الحاق طرابلس کا اعلان کیا تو سب سے پہلے انگلستان ہی نے لبیک کہا اور اسے باقاعدہ تسلیم کرلیا ! اگر انگلستان ایسا نہ کرتا تو اٹلی کبھی بھی کامیاب نہوتی -

پس اطالیا کی موجودہ ناطرفداری ان گراں بہا احسانات کا احسانمندانہ معاوضہ ہے ' اور ایسا ہونا ناگزیر تھا - جس انگلستان نے اسکی خاطر تاریخ عالم کی ایک یادگار قزاقی کو جائز رکھا ' جس انگلستان نے اٹلی کی خاطر دولۃ عثمانیہ کی نئی دستوری قوت کو عین تولید و نشئۃ کے عہد میں پامال کردیا ' جس انگلستان نے اسکے لیے مصر کا راستہ مسدود کرنے میں کچھہ پروا نہ کی کہ وہ ابتک قانوناً عثمانی ملک اور ایک ترکی مقبوضہ ہے ' اور پھر جس انگلستان نے جنگ بلقان کی فرصت دلا کر اسے سخت مایوسی اور ہراس کے عالم میں طرابلس دلادیا ؛ یہ کیسے ممکن تھا کہ اسکے آگے خیرہ چشمی کے ساتھہ وہ حریفانہ بڑھتی ' اور اسقدر جلد اپنے فوائد کے سب سے بڑے خداوند سے بغاوت کرتی ؟

اطالیا کی علحدگی نے بحری جنگ کا نقشہ بدلدیا - اطالیا بحیرۂ ایڈریاٹک کی طرح بحر ابیض (میڈیٹیریین) کی بھی طاقت بنگئی ہے - پس وہ ناطرفدار نہ ہوجاتی تو بحر شمالی کی

میں اگر اسکے آگے جھک جائیں - خدا کے رشتے کی کوئی زنجیر انکے پاؤں میں نہیں رہی ' کیونکہ نفس و شیطان کی غلامی کے طوق انکی گلوں میں پڑگئے :

انا جعلنا فی اعناقہم اغلالاً فہی الی الاذقان فہم مقمحون (۳۸ : ۸)

ہم نے گمراہی اور شیطان کی غلامی کے طوق انکی گردنوں میں ڈالدیے جو انکے ٹھڈیوں تک آگئے ہیں ' انکے سر پھنس کے رہگئے ہیں ؟

پس انکی فطرت کو عبودیۃ الہی سے کچھہ اسطرح کی اجنبیت ہوگئی ہے کہ اگر ایک لمحہ اور ایک دقیقہ بھی اسکی عبادت و ذکر میں بسر کرنے کے لیے کہا جاتا ہے ' تو انہیں ایسا معلوم ہوتا ہے ' گویا کسی بڑی ہی سخت مصیبت اور بڑے ہی جانکاہ عذاب میں پڑگئے ہیں - حالانکہ اصلی عذاب کی انہیں خبر نہیں جسمیں واقعی پڑنے والے ہیں اور جو واقعی سخت و جانکاہ ہے :

قل افا نبئکم بشر من ذلکم ؟ النار ' وعدها الله الذین کفروا ' و بئس المصیر ! (۲۲ : ۷۰)

اے پیغمبر انسے کہدے کہ تمہیں ذکر الہی سے بڑی ہی تکلیف ہوتی ہے لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک مصیبت کی تمہیں خبر دوں جو آنے والی ہے ؟ آتش دوزخ ! جسکا خدا نے منکروں سے وعدہ کیا ہے اور جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے !

انکی فطرۃ پر شدت عصیان اور استغراق ضلالت و فساد سے ایک ایسی تاریکی چھا گئی ہے جو نور ایمان سے بکلی معمور ہے اور اسکے ساتھہ عبودیۃ الہی کا نور جمع نہیں ہوسکتا - پس نماز سے بھی انہیں انکار ہے اور روزہ کی بھی اسے توفیق نہیں - شریعت کے تمام حکموں کو اس نے چھوڑ دیا ہے اور اسکی زندگی یکسر ابلیسی ہوگئی ہے جسمیں خدا پرستی کیلیے چند گھڑیاں اور چند مدت بھی نہیں ہیں :

اولئک الذین طبع الله علی قلوبہم و سمعہم و ابصارہم ' و اولئک ہم الغافلون (۱۲ : ۱۰۹)

یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے انکے دلوں ' انکے کانوں ' اور انکی آنکھوں پر مہر لگادی ہے اور یہ وہ ہیں کہ غفلت میں گم ہوگئے ہیں !

(امراء فساق و روساء فجار)

پس رمضان المبارک میں ایک گروہ تو تارکین صیام کا ہے جنکے لیے ماہ مقدس کی برکتوں میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا ' اور جن کی نفس پرستی پر روزہ رکھنا بہت ہی شاق گذرتا ہے - ان میں ایک جماعت امرا و روساء کی ہے جو فسق و فجور کی تاریکی میں ایسے ڈوبے گئے ہیں کہ تقوی اور احتساب کی ایک ہلکی سی شعاع بھی انکے سیاہ خانۂ عمل پر نہیں پڑتی ' اور استغراق لہو و لعب اور انہماک شہوات و لذات نے انہیں بالکل اپنی طرف مشغول کر لیا ہے - روزہ کی اصل صبر اور تقوی ہے - صبر کی حقیقت یہ ہے کہ خواہشوں میں ضبط و تحمل پیدا ہو اور کسی مقصد اعلی کیلیے شدائد اور تکالیف برداشت کی جائیں - پس اسکے لیے ضبط و تحمل کی ' ایثار و احتساب کی ' اتقاے روح اور طہارت نفس کی ضرورت ہے ' مگر انکا نفس شریر اپنی بہیمی خواہشوں میں اسدرجہ بے قابو ہوگیا ہے کہ وہ تکلیف اور ایثار کا متحمل ہوسکتا - انکی طبیعت خواہشوں کی غلام ہے اور نفس پرستیوں کی عادی ہوگئی ہے - پس وہ ایک گھنٹہ بھی ضبط جذبات و تحمل نفس کے ساتھہ بسر نہیں کرسکتے -

وہ ماہ مقدس جو نزول سعادت کی یادگار تھا ' جو مومنوں کیلیے نیکیوں اور خدا پرستیوں کا سرچشمہ تھا ' جو ہمیں تحمل مصائب اور مرضات الہیہ کی راہ میں ایثار نفس کی تعلیم دیتا تھا ' آتا ہے اور گذر جاتا ہے ' پر انکے اعمال شیطانیہ اور افعال خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں ہوتی - پھر ان میں ایسے بھی ہیں جو عین رمضان المبارک کے اندر شب خمر اور زنا و فسق میں چارپایوں اور حیوانوں کی طرح ڈوبے رہتے ہیں ' اور ماہ مقدس کی برکتوں کی جگہ آسمانی لعنتوں کی ان پر بارش ہوتی ہے !

حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ " اذا دخل شہر رمضان فتحت ابواب الجنۃ و اغلقت ابواب النار و صفدت الشیاطین " (رواہ البخاری) جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو نیکیوں کے بہشتی دروازے کھل جاتے ہیں ' برائیوں کے جہنمی دروازے بند ہو جاتے ہیں ' اور ارواح شریرہ و شیطانیہ کا عمل باطل ہوجاتا ہے - لیکن انکی حالت اسکے بالکل برعکس ہے - انکے لیے جہنمی دروازے اور زیادہ وسعت کے ساتھہ کھل جاتے ہیں ' اور ارواح شریرہ کا تسلط ان پر اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے - و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فہو لہ قرین (۴۳ : ۳۵)

(حلقۂ شیاطین و مجمع ابالسہ)

انکے وہ مصاحب اور ندیم جو ہر وقت ذریۃ شیطانی کی طرح انکے اردگرد رہتے ہیں ' اور انکے وہ عمال و حکام جو خدا کی طرح انہیں پوجتے اور مشرکوں کی طرح انکے آگے زمیں بوس ہوتے ہیں ' یہ سب کچھہ دیکھتے ہیں ' مگر شیطان نے انکی زبانوں پر مہر لگادی ہے اور انسان کی بندگی کی خباثت نے خدا کا خوف انکے دلوں سے محو کر دیا ہے - پس ان میں سے کسی کی بھی زبان نہیں کھلتی کہ حق و معروف کی صدا بلند کرے ' اور دونگا شیطان نہ بنے جو ایمان کی موت اور خدا پرستی کا خاتمہ ہے -

(فتنۂ علماء سوء)

پھر اس سے بھی بڑھکر ماتم انگیز منظر یہ ہے کہ ان امراء فاسقین و رؤساء فاجرین کے حاشیہ نشینوں اور وابستگان دولت کی فہرست میں بہت سے علما و صوفیا کے نام بھی نظر آتے ہیں ' جو اپنے تئیں مسند نبوت کا جانشین اور وضائل رسالت کا وارث حقیقی سمجھتے ہیں ' اور اپنے اتقا و تقدس کے دامنوں کو ہزاروں انسانوں سے سنگ اسود کی طرح بوسہ دلاتے ' اور اپنے بڑے بڑے دامنوں کی عباؤں کو عہد مسیح کے فریسیوں اور صدوقیوں کی طرح غرور فضیلت و کبر تقدس سے حرام دیکھتے ہیں !

انکو اپنی فضیلت و پیشوائی کا بڑا ہی گھمنڈ ہے - وہ جب اپنے مریدوں اور معتقدوں کے جمگھٹے میں تسبیح مکر و سجادۂ زور کے ساز و سامان فریب کے ساتھہ بیٹھتے ہیں تو اسی طرح خدا کی الوہیت اور رسولوں کی قدوسیت سے اپنے تقدس و بزرگی کو کمتر نہیں سمجھتے - مگر حقیقت یہ ہے کہ انکا وجود شریعت کی توہین اور دین الہی کی سب سے بڑی تذلیل ہے - قوم کا یہ نرم سے بدتر اور جاہل سے جاہل گروہ بھی ان خلفاء شیاطین و نائبین ابلیس لعین سے زیادہ نیک اور زیادہ راستباز ہے - کیونکہ یہ علماء سوء ہیں ' اور انکے فتنہ سے بڑھکر قوم کیلیے کوئی فتنہ نہیں - ہواء نفس انکی شریعت ہے ' درہم و دنانیر انکا قبلہ ہے ' نفس و شیطان انکا معبود ہے ' اور طلب جاہ و مال انکا ذکر و فکر ہے - چونکہ انکو امراء فساق اور روساء فجار کے دربار سے بڑے بڑے وظائف و مناصب ملتے ہیں اور نذر و نیاز کی فتوحات کا پیہم سلسلہ جاری رہتا ہے ' اسلیے انکی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں ' اور اپنے منصبوں اور تنخواہوں اور نذر و نیاز کی لعنت کے بند ہوجانے کے خوف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالتے - وہ اپنی آنکھوں سے رمضان المبارک کی توہین کا تماشہ دیکھتے ہیں اور چپ

الهلال

١٩ - رمضان ١٣٣٢ هجري

ماہ مقدس

اور جماعۃ ھاے ثلاثہ

قران کریم نے اعتقاد و اعمال اور تعلق الهي کے لحاظ سے انسانوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کردیا ہے :

فمنهم ظالم لنفسه ' و منهم مقتصد و منهم سابق بالخيرات باذن الله - ذالک هو الفضل الكبير (٣٥ : ٣٢)

پس ان میں سے ایک گروہ تو احکام الهی سے سرتابی کرکے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے - ایک گروہ درمیانی حالت میں ہے' اور ایک ایسا بھی ہے کہ خدا کے حکم سے نیکیوں کے کرنے میں آگے بڑھا ہوا ہے - سو یہ آخري حالت خدا کا بہت هي بڑا فضل ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے !

فی الحقیقت انسان کے اعمال و اخلاق کی یہ ایک ایسی جامع اور قدرتي تقسیم ہے' جسکي صداقت هر حیثیت اور هر پہلو سے دیکھي جاسکتي ہے' اور نیکي کے کار زار کا کوئی میدان ایسا نہیں ہے جہاں یہ تین گروہ نظر نہ آتے هوں - ماہ رمضان المبارک کے احترام و تعظیم اور حکم صیام کي تعمیل کے لحاظ سے بھی غور کرو تو آج هم میں یہ تینوں گروہ موجود هیں - ایک گروہ تارکین صیام کا ہے جو روزہ رکھتا هي نہیں - دوسرا صالمین کا ہے جو روزہ تو رکھتا ہے پر افسوس کہ اسکي حقیقت اپنے اوپر طاري نہیں کرتا - تیسرا گروہ اُن مومنین صالحین کا ہے' جنھوں نے روزہ کي اصلی حقیقت کو سمجھا ہے' اور وہ احتساب اور تقوی کے ساتھہ ماہ مقدس بسر کرتا ہے - و هم قليل : فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد' و منهم سابق بالخيرات باذن الله -

میں آج ان جماعتوں کے متعلق چند کلمات کہنا چاهتا هوں -

(تارکین احکام و طاعات)

ان میں سب سے پہلا گروہ " ظالم لنفسه " کا ہے یہ اپنے نفس کیلیے اسلیے ظالم هیں کہ انھوں نے خدا کو اور اسکے ذکر کو بھلانا چاها - نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے نفس هی کو بھول گئے :

الذين نسوا الله فانساهم انفسهم - اولئك هم الخاسرون (٥٩ : ١٩)

وہ لوگ کہ انھوں نے الله کو بھلا دیا - نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے نفس هي کی طرف سے غافل هوگئے - یہی لوگ هیں کہ دونوں جہان کے گھاٹے ٹوٹے میں هیں -

یہ " ظالم لنفسه " اسلیے هیں کہ انھوں نے عدالۃ حقہ کا راستہ چھوڑکر اسراف و تبذیر کا راستہ اختیار کیا - ظلم کہتے هیں زیادتي کو ' اور عدالۃ حقہ صرف اسی راہ میں ہے جسے صراط مستقیم ' میزان الموازین' اور قسطاس مستقیم کہا گیا ہے - یہي وجہ ہے کہ فرمایا :

الذين اسرفوا على انفسهم (٣٩ : ٥٤)

وہ لوگ کہ جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی -

ھواے نفس کي لذتوں نے انھیں پاگل کردیا ہے : کما یتخبطه الشيطان من المس - انکي زندگی کی غایت صرف غذا اور روٹی ہے - خدا نے انھیں انسان بنایا تھا تاکہ وہ قواے انسانیہ اعلی سے کام لیں پر وہ مثل چارپایوں کے بنگئے جو صرف اپنا چارا ڈھونڈھتا ہے' اور صرف اپنی غذا کیلیے دن بھر دوڑتا اور لڑتا رہتا ہے :

اولائك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون ! (٨ : ١٧٨)

یہ لوگ مثل چارپایوں کے هیں بلکہ ان سے بھي بدتر اور یہي هیں کہ غفلت میں پڑگئے هیں !

سو ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کي حکومت سے باغي هیں' اسکے قوانین سے انھوں نے علانیہ سرکشي کي' اسکے پاک حدود و مواثیق کو انھوں نے بکسر توڑ ڈالا - وہ انسانوں کے آگے جھکتے هیں' مگر فاطر الارض والسماوات کے آگے جھکنے سے انھیں شرم آتی ہے - وہ دنیاوي حاکموں سے ڈرتے هیں پر احکم الحاکمین کا انکے دلوں میں خوف نہیں - انسانی بادشاهت کا اگر ایک چھوٹا سے چھوٹا قانون بھي هو تو اس سے سرتابي کرنے کي انھیں همت نہیں پڑتي کیونکہ انکو یقین ہے کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو عدالت سزا دیگی اور حاکم وقت باز پرس کریگا - پر شہنشاہ ارض و سما کے بڑے سے بڑے قانون کو بھي ٹھکرادیتے اور ذلیل و حقیر کرتے سے وہ نہیں ڈرتے - کیونکہ خدا پر انھیں یقین نہیں رها اور اسکی سزاؤں کو وہ نہیں مانتے - وہ اپني نفسانی خواهشوں کے پورا کرنے کا اختیار اگر کسی انسان کے هاتھہ میں دیکھتے هیں' تو کتے کي طرح اسکے پاؤں پر لوٹتے هیں' گدھے کی طرح اسکا مرکب بن جاتے هیں' اور غلاموں اور چاکروں کي طرح اسکے آگے هاتھہ باندھکر کھڑے رہتے هیں' تاکہ وہ انھیں کچھہ عرصے کیلیے روٹي دے یا تانبے اور چاندي کے چند سکے حوالے کردے' پر وہ جسنے انھیں پیدا کیا' جسکي ربوبیت انکے جسم کے ایک ایک ذرے اور خون کے ایک ایک قطرہ کو پالتي اور هلاکت سے بچاتي ہے' جو انکي فریادوں کو درد اور دکھہ کے وقت سنتا' اور جب وہ هر طرف سے مایوس هوجاتے هیں تو انھیں امید اور مراد بخشتا ہے' سو اس رب الارباب کیلیے ان مغروروں کے پاس عاجزي کا ایک سجدہ' بندگي کی ایک پیشاني' بیقراري محبت کي ایک پکار' تقوی اور احتساب کا ایک روزہ' اور خلوص و صداقت کے ساتھہ انفاق في سبيل الله کا ایک کھوٹا پیسہ بھي نہیں ہے !

فويل للقاسية قلوبهم عن ذكر الله اولائك في ضلال بعيد ! (٣٧ : ٦٢)

پس صد افسوس اور صد حسرت ان دلوں پر جو ذکر الهي کے طرف سے بالکل سخت هوگئے هیں' اور یہي لوگ هیں کہ جو بڑے هي پلے سرے کي گمراهی میں مبتلا هیں ! !

(ایمان باللہ)

انسان کے تمام کاموں کي جڑ یقین کا رسوخ اور اعتماد کا استحکام ہے - اسي کو شریعت " ایمان " کے لفظ سے تعبیر کرتي ہے - لیکن انکے دل میں ایمان کا درخت مرجھا گیا ہے' اسلیے اعمال صالحہ کے پھل نہیں لگتے - خدا کا تصور یا تو محبت کي شکل میں انسان کو اپني طرف کھینچتا ہے یا خوف کي عظمت و هیبت دکھلا کر اپنے آگے جھکاتا ہے - اسکے دیکھنے والوں نے همیشہ انھي دو نقابوں میں سے اسے دیکھا ہے - پر نہ تو انکے دلوں میں محبت ہے کہ اپنے محبوب کیلیے دکھہ اٹھائیں' اور نہ خوف ہے کہ ڈر کر اور هیبت

(لمصلحون الدجالون)

پھر عجیب تر یہ کہ اس گروہ میں ایک جماعت مصلحین ملت ائمۂ امت کی بھی ہے جو اپنے تئیں تمام قوم کا پیشوا اور ہادی کیفی سمجھتی ہے، اور چونکہ اسے یقین ہے کہ ابھی مسلمان حکام شریعت سے متنفر نہیں ہوے ہیں گو غافل ہیں، اسلیے جب بھی مجلسوں اور کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر انکے سامنے آتی ہے تو بسر پیکر اسلام و ایمان و مجسمۂ شریعت و اسلامیۃ بن جاتی ہے، اور حس شریعت کے اولین ارکان و عبادات تک سے اسے عملاً انکار ہے، اسکے مانئے والوں کے ادبار و غفلت پر نبیوں کی طرح روتی اور رسولوں کی طرح فغاں سنج ہوتی ہے - پھر نماز کا فلسفہ اسکی زبان پر ہوتا ہے - روزہ کی فلاسفی پر اس سے بہتر کوئی لکچر نہیں دیسکتا - اسلامی عبادات کے مصالح و حکم کے اعلان کا اس سے بڑھکر کوئی واعظ نہیں، حالانکہ خود اسکے نفس کا یہ حال ہے کہ احکام شریعت کی تذلیل و تحقیر کا اس سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں ہے اور اسکا وجود الحاد و زندقہ کے سوا اور کچھہ نہیں -

یخادعون اللہ والذین آمنوا و ما یخدعون الا انفسہم و ما یشعرون - (٢ : ١٠)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کو اور مسلمانوں کو اپنے نفاق سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، مگر نہیں جانتے کہ درحقیقت وہ اپنے نفس ہی کو دھوکا دے رہے ہیں -

(ایک بشـارت عظمی)

البتہ دو تین سال سے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک مبارک تغیر و انقلاب کے آثار ضرور نظر آرہے ہیں، اور میں بہت سے ایسے ارباب انابت و رجوع الی اللہ کو جانتا ہوں جنکے دلوں پر پچھلے مصائب اسلامی سے تنبہ و اعتبار کی ایک کاری چوٹ لگی ہے اور انکے اندر مذہبی اعمال کی طرف یکایک میلان و رجوع پیدا ہو چلا ہے - در فی الحقیقت ایسے مبارک نفوس اس گروہ کی عام حالت سے بالکل مستثنی ہیں، اور اگر انکو استقامت و ثبات نصیب ہو تو کچھہ شک نہیں کہ ہم سب کو چاہیے کہ انکے ہاتھوں کو جوش عقیدت سے بوسہ دیں اور مقدس عباؤں کے دامنوں کی جگہ انکے فرنگی کوٹوں کے دامنوں کو آنکھوں سے لگائیں - کیونکہ موجودہ عہد میں اسلام و ملت کی خدمت کے لیے اس گروہ سے بڑھکر اور کوئی جماعت مفید تر نہیں ہوسکتی اور اسکی اصلاح سے بڑھکر عالم اسلامی کیلیے کوئی بشارت نہیں : و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا -

---

قبـول اسـلام

آہ ! اسلام کی روح الہی اور صورت ربانی میں وہ کونسی دلفریبی ہے کہ مسلمانوں کے عالمگیر تنزل اور انتہائی تذلل و بیکسی کے باوجود، اسکے حلقے میں ابتک بڑے بڑے ارباب عز و جاہ بطیب خاطر و بلا ترغیب و طمع داخل ہوتے جاتے ہیں !

" الفرید رستم بے " جو ایک معزز و ممتاز روسی ہیں، حال میں قسطنطنیہ میں مشرف باسلام ہوے - انکی والدہ کا تعلق ایک مشہور انگریزی خاندان سے ہے جو عرصہ سے قسطنطنیہ میں متوطن ہے -

رستم بے بہت سے اعلی عثمانی مناصب پر فائض رہچکے ہیں - پہلے وہ عثمانی سفارتخانہ واشنگٹن کے مشیر، عثمانی سفارتخانہ لندن کے عضو، اور سٹنجی میں وزیر تھے - اب واشنگٹن کے سفیر مقرر ہوے ہیں -

اسکے ساتھہ ہی وہ ایک اعلی درجہ کے انشاء پرداز بھی ہیں اور بہت سے انگریزی رسائل میں انکے نہایت دلچسپ مضامین نکل چکے ہیں -

انھوں نے اپنا اسلامی نام احمد رکھا ہے -

انکے قبول اسلام پر عثمانی پریس عام طور پر گرمجوشی کے ساتھہ اظہار مسرت کررہا ہے -

بصائر و حکم

عامـلین احکام و صائمـین رمضـان

مقالۂ افتتاحیہ میں جو کچھہ پڑھچکے ہو، یہ حال تو تارکین صیام کا تھا - اب آؤ انکو دیکھیں جو عاملین و صائمین میں داخل ہیں - یہ سرگذشت انکی تھی جنھوں نے شریعت کو چھوڑ دیا، لیکن آؤ اب انکی سراغ میں نکلیں جو ابتک دامن شریعت سے وابستہ ہیں - یہ وہ لوگ تھے جو پانی سے دور ہوگئے - اب آؤ انکو دیکھیں جو دریا کے کنارے خیمہ زن ہیں !

پھر کیا وہ سیراب ہیں ؟ کیا وہ پہلوں کی طرح پیاسے نہیں ؟

* * *

افسوس کہ حقیقت کی آنکھیں اب تک خونبار ہیں اور عشق مقصود کا قدم یہاں تک پہنچکر بھی کامیاب نہیں - یہ سچ ہے کہ پہلوں نے دریا کی راہ چھوڑ دی اور دوسروں نے اسکے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور اسمیں بھی کچھہ شک نہیں کہ اسکا اجر انھیں ملنا چاہیے، لیکن اگر دریا کا قرب دریا کیلیے نہیں بلکہ دریا کے پانی کیلیے تھا تو پہلا گروہ پانی سے دور رہکر پیاسا رہا، اور دوسرے اس تک پہنچکر پیاسے ہیں !

انھیں کشتی نہیں ملتی، انھیں ساحل نہیں ملتا !

* * *

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے شریعت کے حکموں کو تو لے لیا ہے، مگر اسکی حقیقت چھوڑدی ہے - یہ وہ ہیں کہ انھوں نے چھلکے پر قناعت کی اور اسکے مغز کو ان لوگوں کی طرح چھوڑ دیا جنھوں نے چھلکا اور مغز دونوں چھوڑ دیا ہے - وہ جسم کو انسان سمجھتے ہیں حالانکہ جسم بغیر روح کے ایک سڑجانے والی لاش ہے - یہ نقاب کو چہرۂ محبوب سمجھے ہیں، حالانکہ عیش نظارہ اسنے پایا، جس نے نقاب کی جگہ صورت سے عشق کیا - کاشتکار پھل کیلیے بیج بوتا ہے، اور پھولوں کی ساری محبوبیت اسمیں ہے کہ اسکی خوشبو سے دماغ معطر ہوجاتا ہے - پس اگر بیج پھل نہ لایا اور پھولوں نے خوشبو نہ دی، تو کاشتکار کیلیے ہل جوتنے کی جگہ بہتر تھا کہ وہ گھر میں آرام سے سوتا، اور بے خوشبو کے پھولوں سے وہ خشک تنکے زیادہ قیمتی ہے جو چولہے میں جلائی جاسکے : فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہـون ! (١٠٧ : ٦)

* * *

نماز ہو یا روزہ، شریعت کے جتنے احکام اور حتنی طاعات ہیں، سب کا حال یہ ہے کہ ایک شے تو ان میں مقصود بالذات ہوتی ہے اور ایک اس مقصود کے حاصل کرنے کا وسیلہ -

نماز میں اصلی شے عبودیۃ الہی، انکسار و تذلل، خضوع و خشوع، ابتہال و توجہ الی اللہ، و انقطاع و تبتل ہے، اور نتیجہ اسکا تمام فواحش و منکرات اور رذائل و خبائث سے اجتناب و تعفف ہے - حج کا مقصود دعوۃ اسلامی کی نشئۃ اولی کی یادگار، اسوۂ ابراہیمی کی تجدید، مرکز توحید پر تمام شعوب و قبائل موحدین کا اجتماع، اور وحدۃ اسلامی و اتحاد ممالک و امم کا ظہور و قیام ہے، اور نتیجہ اسکا تعلق الہی کی تقویت، احکام شریعت کا انقیاد اور رفع انشـقاق و اختـلاف، و انسداد تفریق و تشتت کلمۂ اسلام ہے -

اسی طرح روزہ بھی صرف بھوک پیاس کا نام نہ تھا - اگر ایسا ہوتا تو ہر فقیر عابد ہوتا اور ہر فاقہ کش مومن کامل، حالانکہ بہت سے بے نصیب مسکین ہیں جنکی فاقہ کشی انھیں وہ شے نہیں دیسکتی جو ایک خدا پرست بادشاہ لذائذ و نعائم کے

رہتے ہیں - انکے سامنے ماہ مقدس کے اندر حکم الہی کو ٹھکرایا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں - نہ تو کسی شیطان اخرس کی زبان معروف کیلیے کھلتی ہے' نہ کسی خلیفۂ ابلیس کو شریعت کی علانیہ توہین پر غیرت آتی ہے - امر بالمعروف کو انھوں نے یکسر بھلا دیا ہے اور نہی عن المنکر کو اپنے مقاصد نفسانیہ کے خلاف دیکھکر نسیاً منسیا کردیا ہے - اگر وجود مقدس حضرۃ صادق مصدوق کا حکم باطل نہیں تو میں کہتا ہوں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ایسے ہی علماء سوء کو ہوگا : و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم : ان اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ ' عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ - (رواہ ابن عساکر عن ابی ہریرہ والبیہقی فی شعب الایمان و طبرانی فی الصغیر والحاکم فی المستدرک)

(فتنۂ الحاد و متفرنجین)

پھر تارکین صیام کے گروہ میں اس سے بھی بڑھکر ایک فتنے نے سر اٹھایا ہے' جسکا اثر بہت شدید اور جسکی آفات سخت متعدی ہیں' اور جسکے اندر شریعت کا استخفاف و استہزا پہلے سے کہیں زیادہ اور حدود اللہ کے خلاف نفسانی جسارت پہلوں سے کہیں بڑھکر ہے - نہایت درد اور رنج کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا فتنۂ الحاد و اباحۃ ہے جنھیں افسوس ہے کہ الحاد سے بھی جہل کے سوا اور کچھہ نہ ملا حالانکہ الحاد نے اکثر غرور علم کے ساتھہ ظہور کیا ہے - یہ لوگ نشئۂ مدنیۂ حدیثہ کی مہذب و متمدن مخلوق ہیں جو نئی درسگاہوں کی کائنات جہل و غرور میں پیدا ہوئی ہیں' اور جو فی الحقیقت غرور ادعا اور جہل افساد کے سوا اور کچھہ نہیں ہیں - پہلی جماعت کی اگر غفلت شدید تھی اور معصیت جرأت و جسارت تک پہنچ گئی تھی' تو افسوس کہ اس گروہ کے اندر غفلت کی جگہ جسارت' اور اعتراف کی جگہ انکار و سرکشی' اور کھلم کھلا استخفاف شریعت و استہزاء حدود اللہ پایا جاتا ہے - ان میں سے اکثروں کے نزدیک روزہ عرب جاہلیۃ کے فقر و فاقہ کی ایک وحشیانہ یادگار ہے جو یا تو اسلیے قائم کی گئی تھی کہ غذا میسر نہیں آتی تھی' یا منجملہ اُن عالمگیر غلط فہمیوں کے ایک توہم پرستی تھی جو اہل مذاہب میں ابتدا سے پھیلی ہوئی ہیں اور انہوں نے ترک لذائذ اور تعذیب جسم کو وسیلۂ نجات سمجھہ لیا ہے - تعالی اللہ سبحانہ مما یعتقد الزنادقۃ ! ان میں بہت سے لوگ اپنے الحاد کو شریعت کی نسبت سے انجام دینے کے شائق ہیں - وہ " تطبیق بین العقل والنقل ' العلوم الجدیدۃ والاسلام ' اور الاسلام ہوالفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام " کا راستہ اختیار کرتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ اگر فرض ہوا بھی تھا تو والذین یطیقونہ طعام فدیہ نے ثابت کردیا کہ ایک مسکین کو کھانا کھلاکر ہم روزے کے پنجۂ عذاب سے نجات پاسکتے ہیں - پس یہ ہمارے لیے بس کرتا ہے : فاولائک ہم المتفرنجون ' الذین یفسدون فی الارض و لا یصلحون :

و اذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالو انمــا نحن مصلحون - الا انہم ہــم المفسدون ولکن لا یشعرون (۲ : ۱۱)

اور عجیب تر یہ کہ جب انسے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو قوم کے مصلح ہیں ! یقین کرو کہ یہی لوگ ہیں جو دنیا کیلیے مفسد ہیں مگر اپنے فساد سے واقف ہیں !

پھر آہ میں ان لوگوں کی حالت تم سے کیا کہوں کہ میرے سامنے صدہا نمونے بڑے ہی درد انگیز موجود ہیں - جس ملحدانہ جسارت ' جس مارقانہ جرات ' اور جس مرتدانہ شوخی کے ساتھہ میں نے انہیں عین رمضان المبارک کے ایام میں (با وجود صحت و عافیت ' و قوت و توانائی و بغیر سفر و عذرات شرعیہ) اپنے دوزخ شکم کی ایندھن جمع کرتے دیکھا ہے ' میں نہیں سمجھتا کہ اسے کیونکر بیان کروں ؟ وہ اس بے پروائی کے ساتھہ ماہ مقدس میں کھاتے پیتے ہیں' گویا انہیں اُس گروہ سے کوئی تعلق ہی نہیں جسکے لیے رمضان کا ورود صبر و اتقا کا پیام تھا !

(جرم اور بغاوت)

ایک چیز غفلت و تساہل ہے اور ایک انکار و تمرد ہے - بلا شبہ پرانے لوگوں میں بھی ہزاروں اشخاص ایسے موجود ہیں جن میں تسلط نفس و شیطان سے معاصی و ذنوب کی نہایت کثرت ہوگئی ہے اور انپر غفلت و تساہل نے ایک دینی موت طاری کردی ہے - علی الخصوص امرا و رؤسا مسلمین کہ اُن میں سے اکثر احکام و اوامر شرعیہ سے بے پروا و غافل ہیں - تاہم ان میں ایک فرد بھی ' بمشکل ملیگا جو احکام الہیہ کا صریح استہزا کرتا ہو' اور خدا کے شعائر کی بیباکانہ ہنسی اوڑاتا ہو - مگر میں نے " اس متمدن وروشن خیال " طبقہ میں بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو علانیہ احکام اسلامیہ کی ہنسی اوڑاتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ لوگ کیسے احمق اور نادان ہیں جو مفت میں بھوکے رہتے اور اپنے نفس کو تکلیف و مشقت میں ڈالتے ہیں؟ قالوا : ماہی الاحیاتنا الدنیا ' نموت ونحیا وما یہلکنا الا الدہر (۴۵ : ۲۴)

قل ا باللہ و ایاتہ و رسولہ کنتم تستہزؤن ؟ (۹ : ۶۵)

ان ملحدوں سے کہوکہ آیا تم اللہ' اسکی آیات' اور اُسکے رسولوں کے ساتھہ ہنسی کرتے ہو ؟

آغاز اسلام میں یہود و نصاری احکام شریعت کی ہنسی اوڑاتے تے جنکا حال سورۂ مائدہ میں خدا نے فرمایا ہے :

یا ایہا الــذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ہزوا و لعبا (۵ : ۶۲)

اے مسلمانو! ان لوگوں کا رشتہ نہ پکڑو جنھوں نے تمہاری شریعت کو ہنسی ٹھٹھا اور ایک طرح کا کھیل بنا لیا ہے -

انکا حال یہ تھا کہ :

و اذا نادتیم الی الصلواۃ اتخــذوہا ہزوا و لعبا ذالک بانہم قوم لا یعقلون (۵ : ۶۳)

جب تم نماز کیلیے صدا بلند کرتے ہو تو یہ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں - یہ اسلیے ہے کہ اُنکی عقلیں کھوئی گئی ہیں -

سورۂ بقر میں انہیں کی نسبت فرمایا ہے :

زین للذین کفروا الحیاۃ الدنیا و یسخرون من الذین امنوا (۲ : ۱۰۸)

کافروں کی نظروں میں صرف دنیا کی زندگی ہی سما گئی ہے - وہ ان لوگوں کے ساتھہ تمسخر کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لاے ہیں -

سو آج یہ حالت خود مسلمانوں کا یہ نیا متمدن فرقہ ہمیں دکھلا رہا ہے' اور ضمناً خبر دیتا ہے کہ اسکا شجرہ نسب ضلالت کن لوگوں سے ملتا ہے ؟ نماز سے بڑھکر اس گروہ کیلیے کوئی مبغوض و مکروہ حکم نہیں' کیونکہ علاوہ ایک وحشیانہ حرکت ہونے کے اسکے اکثر اجزا ایسے ہیں جو متمدن زندگی کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتے - وضو سے شرٹ کی آستینوں کا کلف خراب ہوجاتا ہے' اور سجدہ میں جانے سے پتلوں پر گھٹنوں کے پاس شکنیں پڑجاتی ہیں :

و اذا قیل لہم ارکعو' لا یرکعون (۷۷ : ۴۸)

جب نماز کے ساتھہ یہ سلوک ہے تو روزہ کی نسبت پوچھنا ہی عبث ہے - وہ کہتے ہیں کہ موجودہ متمدن زندگی نے دن میں پانچ مرتبہ اقلاً غذا کا حکم دیا ہے' کوئی وجہ نہیں کہ ایک مہینے تک کیلیے انسان بالکل غذا ترک کردے : قاتلہم اللہ انی یوفکون (۹ : ۳۰)

مقالات

تاریخ فرضیت صوم

عبادات اسلامیه کی ترتیب فرضیت اگر اسرار و مصالح پر مبنی ہوتی تو تمام عبادات میں سب سے پہلے رمضان کے روزے فرض ہوتے -

تقدم زمانی کے لحاظ سے تمام فرائض میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی - ابتداء میں وہ اگرچہ نہایت سادہ و مختصر عبادت تھی تاہم تکبیر و تہلیل اور قرات سے اوسکا پیکر روحانی خالی نہ تھا - جب کفر زار مکہ کی فضاء میں قران مجید کی نامانوس مگر مقدس آیتیں گونجتی تھیں تو کفار اس مختصر عبادت میں بھی مزاحمت پیدا کرتے تھے - چنانچہ حضرت ابو بکر رضی الله عنه کو کفار نے نماز میں قرات سے صرف اس بنا پر روک دیا تھا کہ اسکا اثر اونکے بال بچوں پر شدت کے ساتھہ پڑتا تھا اور آنہیں خوف تھا کہ کہیں وہ مسلمان نہ ہو جائیں -

لیکن روزہ ایک غیر محسوس فریضہ الہی ہے - رکوع، سجود، قیام، قعود، تکبیر و تہلیل سے اسکی ترکیب نہیں ہے جسکی صدائیں دوسروں تک پہنچتیں اور انہیں خبردار کردیتی ہیں - وہ ایک عدمی چیز ہے - منہیات کے سلب و نفی سے اوسکی ترکیب و تقویم ہوتی ہے - یعنی اسکا وجود محض بعض خواہشوں کے روک دینے اور بعض ضروریات جسمی کے حبس و ضبط سے متشکل ہوتا ہے، پس ظاہر ہے کہ ایسی غیر محسوس چیز میں کسیکو رکاوٹ پیدا کرنے کا اور مانع آنے کا کیا موقع مل سکتا ہے ؟

اس سے ظاہر ہوا کہ جب اسلام ہر طرف سے تیروں اور برچھیوں کے حصار میں گھرا ہوا تھا تو اس حالت میں صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت تھی جو خاموشی کے ساتھہ بے روک ٹوک ادا کی جاسکتی تھی، پس عقلاً سب سے پہلے اسی کو فرض ہونا چاہیے تھا کہ آغاز عہد کی مظلومیت و مسکنت میں بآسانی ادا کیا جاسکتا تھا - لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پہلے ہی دن فرض کردی گئی، مگر روزہ سنہ ۲ ھ میں فرض ہوا، جبکہ مال غنیمت سے مدینہ کا دامن بھر گیا تھا اور تکبیر و تہلیل کی صداؤں کو ایک فضاے غیر محدود مل گئی تھی -

آخر اسکے اندر کون سی حکمت پوشیدہ ہے ؟ کیا اسلام کا نظام عبادت ترتیب معکوس پر قائم ہے ؟

(علة تقدم صلوة)

اسلام ایک دین قیم ہے - ترتیب و نظام اوسکی حقیقت میں داخل ہے - پس ضرور ہے کہ عبادات کی فرضیت کی تقدیم و تاخیر میں بھی اسرار و علل پوشیدہ ہوں اور تدبر و تفکر سے کام لیا جاے تو فی الحقیقت نماز کی تقدیم اور روزے کی تاخیر میں ایک دقیق و اہم نکتہ پوشیدہ ہے -

اگر ہمارے پاس غذاے لطیف نہیں، آب خوشگوار نہیں، زوجۂ جمیلہ نہیں، غرض وہ تمام چیزیں نہیں جنکے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی حالت میں ان تمام چیزوں سے منہہ موڑ لینا کوئی حقیقی تقوی نہ ہوگا، بلکہ ایک مجبوری کی شکل ہوگی - کیونکہ اگر روزہ نہ رکھیں، جب بھی دن بھر فاقہ ہی سے گذرتی ہے - پس اگر مکہ میں روزہ فرض کردیا جاتا تو وہ اسی قسم کا ایک مجبورانہ تقوی ہوتا، لیکن مدینہ کی حالت اس سے مختلف تھی - وہاں زمین اپنے خزانے اوگل رہی تھی، خوبصورت کنیزیں ہر طرف سے آ آ کر جمع ہو رہی تھیں، فتوحات کے آغاز نے طرح طرح کی نعمتوں کے انبار لگادیے تھے اور آزادی کے احساس نے ان جذبات کو اور بھی مشتعل کردیا تھا - ایسی حالت میں اگر کوئی شخص ان لذائذ طیبہ سے احتراز کرتا تو یہ بے شبہہ اوسکے قوت ایمان و ضبط نفس کی دلیل ہوتی - اسلام درحقیقت صبر و توکل کی ایک آزمایش اور زہد و تقوی کا امتحان گاہ ہے، اسلیے صبر و قناعت کیلیے اوس نے مسلمانوں کے زہد و تقوی کو روزے کے ساتھہ آزمایا، اور ایسے وقت میں آزمایا جبکہ لغزش اور تہور کے اسباب فراہم ہونا شروع ہوئے -

(آغاز صیام)

جمہور مفسرین کا بیان ہے کہ ابتداے اسلام میں مسلمانوں نے بھی روزہ بالکل اونہیں خصوصیات کے ساتھہ اختیار کیا تھا، جسکی مثال عیسائیوں کے سلسلۂ عبادات میں قائم ہوچکی تھی - یعنی عیسائیوں کے یہاں روزہ نہایت سخت شرائط کا پابند تھا - مثلاً اگر کوئی شخص افطار کرکے سوجاتا تھا، تو اوسپر کھانا پینا، عورت کے پاس جانا حرام ہوجاتا تھا، اور اسی کہند کی ابتداء سے اوسکے روزہ کی ابتداء قرار پاتی تھی - شروع اسلام میں مسلمان بھی انہی شرائط کے پابند تھے، لیکن بعض صحابہ نے حالت روزہ میں دن بھر کام کیا، شام کے وقت پلٹے تو کھانا طیار نہ تھا - بی بی نے کھانا پکانا چاہا مگر اونکو کھانے سے پہلے ہی نیند آگئی اور بغیر افطار کئے ہوے سوگئے - اسی فاقہ کی حالت میں دوسرے روز کا روزہ بھی رکھنا پڑا، نتیجہ یہ ہوا کہ بیہوش ہوگئے - یہ تو مجبوری کی صورت تھی، لیکن بعض لوگ ضبط نفس بھی نکرسکے - خود حضرت عمر رضی الله عنه اپنی بی بی سے علحدہ نہ رہسکے - اس بنا پر خداوند تعالی نے تشریح مزید کردی کہ شریعت اسلامیہ کا روزہ اقوام سابقہ کے سے شدائد پر مبنی نہیں ہے - بلکہ اسمیں ہر طرح کی آسانیاں اور سہولتیں رکھی گئی ہیں -

احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم هن لباس لكم وانتم لباس لهن - علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم فالان باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر - (۲ : ۱۸۳)

تمہارے لیے روزے کی راتوں میں بیوی کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، کیونکہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم انکا لباس ہو - خدا کو معلوم ہوا کہ تم لوگ چھپ کے ایسا کرتے تھے - کہ گویا اپنے نفس کے ساتھہ خیانت تھی - پس خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی، اور معاف کردیا - رات بھر اطمینان سے کھاؤ پیو، یہاں تک کہ سفید دھاگا صبح کے سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جاے -

(صلوة و صیام)

نماز ایک محتسب ہے، جو ہمکو ہر برائی سے بچاتی ہے -

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر - (۲۹ : ۴۰)

نماز بری باتوں سے روکتی ہے -

لیکن محض احتساب سے تقوی حاصل نہیں ہوسکتا - طبیب ہمکو پرہیز بتاتا ہے اور ہم اوسکی ہدایت پر عمل نہیں کرتے، اسکے پرہیز کا اصل مقصد یعنے صحت حاصل نہیں ہوتی - نماز ہمکو تقوی کی راہ دکھاتی ہے - لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہمکو

خوان هاے پر تکلف کے سامنے بیٹھکر پالیتا ہے - اصل شے روح کا تقوی' نفس کی طہارت ' خواہشوں کا حبس ' قوتوں کا احتساب ' اور جذبات کا ایثار ہے ' اور چونکہ مخلوقات کیلیے غذا کی خواہش سب سے بڑی مجبور کن خواہش ہے ' اسلیے درس صبر' تعلیم تحمل ' تولید فضائل ' اور نموذ اتقاء ' و ایثار نفس کیلیے اسی خواہش کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ' اور اسکو تمام روحانی فضائل کے کسب اور تمام اخلاقی رذائل سے اجتناب کا وسیلہ قرار دیا - یہی وجہ ہے کہ روزہ کا حکم دینے کے بعد اسکی علت ایک نہایت ہی جامع و مانع اصطلاح شریعت میں واضح کردی گئی کہ : لعلکم تتقون ! یہ اسلیے ہے تا کہ تم تقوی حاصل کرو !

تقوی بچنے اور پرہیز کرنے کو کہتے ہیں - قرآن حکیم کی اصطلاح میں اس سے مقصود تمام برائیوں اور رذالتوں سے بچنا اور پرہیز کرنا ہے -

* * *

پس روزہ وہ ہے جو ہمیں پرہیزگاری کا سبق دے' روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقوی اور طہارت پیدا کرے - روزہ وہ ہے جو ہمیں صبر اور تحمل شدائد و تکالیف کا عادی بنائے - روزہ وہ ہے جو ہماری تمام بہیمی قوتوں اور عصبی خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے ' روزہ وہ ہے جس سے ہمارے اندر نیکیوں کا جوش ' صداقتوں کا عشق ' راست بازی کی شیفتگی ' اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا ہو - یہی چیز روزہ کا اصل مقصود ہے اور باقی سب کچھ بمنزلۂ وسائل و ذرائع کے ہے - اگر یہ فضیلتیں ہمارے اندر پیدا نہ ہوئیں تو پھر روزہ روزہ نہیں ہے بلکہ محض بھوک کا عذاب اور پیاس کا دکھہ ہے - کیا نہیں دیکھتے کہ احادیث نبویہ میں روزہ کی برکتوں کیلیے " احتساب " کی بھی شرط قرار دی گئی ؟

من صام رمضان ایمانا	جس شخص نے رمضان کے روزے
و احتسابا غفر له ما تقدم	احتساب نفس کے ساتھہ رکھے سو خدا
من ذنبه (رواه البخاری)	اسکے تمام پچھلے گناہ معاف کردیگا -

* * *

پھر کتنے ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور ساتھہ ہی ایک سچے صائم کی پاک اور ستھری زندگی بھی انہیں نصیب ہے ؟ آہ' میں اُن لوگوں کو جانتا ہوں جو ایک طرف تو نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں - دوسری طرف لوگوں کا مال کھاتے ' بندوں کے حقوق غصب کرتے' اعزہ و اقارب کے فرائض پامال کرتے' بندگان الہی کی غیبتیں کرتے' انکو دکھہ اور تکلیف پہنچاتے' طرح طرح کے مکر و فریب کو کام میں لاتے' اور جبکہ انکے جسم کا پیٹ بھوکا ہوتا ہے تو اپنے دل کے شکم کو گناہوں کی کثافت سے آسودہ اور سیر رکھتے ہیں - کیا یہی وہ روزہ دار نہیں جنکی نسبت فرمایا کہ :

کم من صائم لیس له من	کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں
صومه الا الجوع والعطش	انکے روزے سے سوا بھوک اور
(رواه النسائي و ابن ماجه)	پیاس کے کچھہ نہیں ملتا -

* * *

وہ راتوں کو تراویح میں قرآن' سنتے ہیں اور صبح کو اسکی منزلیں ختم کرتے ہیں ' لیکن اسکی نہ تو ہدایتیں انکے سامعہ سے آگے جاتی ہیں اور نہ اسکی صدائیں حلق سے نیچے اترتی ہیں :

و رب قائم لیس له	اور کتنے راتوں کو ذکر و تلاوت کا قیام
من قیامه الا السهر	کرنے والے ہیں کہ انہیں اس سے سواے
(رواه ابن ماجه)	شب بیداری کے اور کچھہ فائدہ نہیں -

نیز فرمایا کہ " رب تال للقرآن والقرآن یلعنه " بہت سے قرآن تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن انپر لعنت بھیجتا ہے - کیونکہ انہوں نے اپنی بد کرداریوں اور بے عملیوں سے قرآن کی تلاوت و سماعت کو لہو و لعب بنا رکھا ہے !

پھر کتنے ہی روزہ دار ہیں جنکا روزہ برکت و رحمت ہونے کی جگہ بندگان الہی کیلیے ایک آفت و مصیبت ہے ' اور بہتر تھا کہ وہ روزہ نہ رکھتے - دن بھر بھوکا رہکر اور رات کو تراویح پڑھکر وہ ایسے مغرور و بد نفس ہو جاتے ہیں گویا انہوں نے خدا پر' اسکے تمام ملائکہ پر' اور اسکے تمام بندوں پر ایک احسان عظیم کردیا ہے - اور اُسکے معارضہ میں انہیں کبریائی اور خود پرستی کی دائمی سند ملگئی ہے - اب اگر وہ انسانوں کو قتل بھی کر ڈالیں جب بھی انسے کوئی پرسش نہیں - وہ تمام دن درندوں اور بھیڑیوں کی طرح لوگوں کو چیرتے پھاڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم روزہ دار ہیں - سو ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین اور آسمان کا خداوند انکے فاقہ کرنے کا محتاج نہیں ہے ' اور انکے اس روزہ رکھنے سے اُس عاجز و درماندہ اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرنے والے گناہگار کا روزہ نہ رکھنا ہزار درجہ افضل ہے جو گو خدا کا روزہ نہیں رکھتا مگر اسکے بندوں کو بھی نقصان نہیں پہنچاتا -

روزہ کا مقصود نفس کا انکسار اور دل کی شکستگی تھی پھر اے شریر انسان ! تو روٹی اور پانی کا روزہ رکھکر خون اور گوشت کو کھانا کیوں پسند کرتا ہے ؟ ا یحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً فکرهتموه ؟ کیا تم میں سے کوئی پسند کریگا کہ وہ اپنے بھائی کا مردہ گوشت کھاے

من لم یدع قول الزور	جس شخص نے مکر و فریب نہ چھوڑا
و العمل به فلیس لله	اور اقتضاے صیام پر عمل نہ کیا سو خدا
حاجة فی ان یدع طعامه	کو کوئی حاجت نہیں کہ اسکے کھانے
و شرابه (رواه البخاري)	اور پینے کو چھڑا دے اور اُسے بھوکا رکھے'

خدا فرماتا ہے کہ :

لن ینال الله لحومها	اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں
و لا دماؤها و لکن	پہنچتا اور نہ انکا خون' لیکن تمہارا تقوی
یناله التقوی منکم	اور تمہاری نیت پہنچتی ہے -

اگر قربانی کا گوشت خدا تک نہیں پہنچتا' تو اے مغرور عبادت اور مردم آزار صائم ! تیری بھوک اور پیاس بھی خدا تک نہیں پہنچتی ' بلکہ وہ چیز پہنچتی ہے جو تیرے دل اور تیری نیت میں ہے - اگر تجھے وہ نعمت حاصل نہیں تو تجھے معلوم ہو کہ تیری ساری ریاضت اکارت اور تیری ساری مشقت بیکار ہے -

پس وہ لوگ جنھوں نے روزہ نہ رکھا اور خدا کا حکم توڑا ' اور وہ جنھوں نے رکھا پر اسکی حقیقت حاصل نہ کی ' ان دونوں کی مثال اُن دو لڑکوں کی سی ہے جن میں سے ایک تو مدرسہ جانے کی جگہ گھر میں پڑا رہتا ہے' اور دوسرا مدرسہ میں تو حاضر ہوتا ہے لیکن پڑھنے کی جگہ دن بھر کھیلتا ہے - پہلا لڑکا مدرسہ نہ گیا اور علم سے محروم رہا - دوسرا گیا اور پھر بھی محروم رہا - البتہ جانے والے کو نہ جانے والے پر ایک درجۂ فضیلت حاصل ہے ' لیکن اگر وہ مدرسہ جا کر لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے - تو بہتر تھا کہ وہ نہ جاتا -

* * *

پھر خدا را غور کرو کہ ہمارا ماتم کیسا شدید اور ہماری بربادی کیسی المناک ہے ؟ کس طرح حقیقت ناپید اور عمل صحیح مفقود ہوگیا ہے ؟ اس سے بڑھکر شریعت کی غربت اور احکام الہیه کی بیکسی کیا ہوگی کہ مسلمانوں نے یا تو اسے چھوڑ دیا ہے ' یا لباس لے لیا ہے ا ورت چھوڑ دی ہے ! آہ' یہ کیسی رلا دینے والی بد بختی اور دیوانہ بنا دینے والا ماتم ہے کہ یا تو تم اسکے حکموں پر عمل نہیں کرتے یا کرتے ہو تو اسطرح کرتے ہو گویا خدا سے ٹھٹھا اور تمسخر کرتے ہو؟ فوا اسفا' وا حسرتا ' وا مصیبتا ! جب حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے تو تنزل کا شکوہ کیوں اور تباہی ملت کی شکایت کیا ؟ فهل من مدکر؟

الحسبـــة في الاســـلام

(۳)

(مـــواقـــع احتســـاب)

افق عالم کو برائیوں نے گھیر لیا ھے ' نیکی کا چراغ اس تاریکي میں ٹمٹما رھا ھے ' اسلیے تمکو برائي ھرجگه مل سکتی ھے اورتم ھر جگه شیطان سے جہاد کرسکتے ھو ' لیکن جزئیات کا استقصاء مشکل ھے- بہتر ھوگا کہ چند ابواب مقسومه میں اصولي طور پر مواقع احتساب متعین کردیے جائیں -

سب سے اول درجه احتساب کا ایمان بالله اور توحید باري تعالی ھے - اور وہ تمام معتقدات جنسے ایمان بالله ترکیب پاتا ھے - لیکن یه حصه بہت وسیع ھے اور اسکے لیے ایک مستقل مضمون درکار ھے - هم یہاں صرف اعمال کو لینگے -

(۱) عبادات و فرائض و سنن -

عبادات تمکو معلوم ھے کہ چار ھیں : نماز ' زکوۃ ' روزہ ' حج - سب سے پہلے ان کے قیام و استحکام کیلیے احتساب کرنا چاھیے - یه اگرچه نہایت ضروري ھے مگر پھر بھی آسان ھے - دشواري اسوقت پیش آتی ھے جب ان میں حشویات و زواید کا اضافه ھو جاتا ھے - اسیکا نام بدعت ھے ' اور انسان ان کے چھوڑنے پر بہ مشکل آمادہ ھوتا ھے- علماے اسلام کو اکثر انھی کیلیے جہاد کرنا پڑا - اس زمانے میں تو یه احتساب فرض عین ھوگیا ھے- کیونکه بدعات و زوائد سے شاید ھي کوئی عمل دینی محفوظ رھا ھو-

(۲) معاملات

تجارت میں بھی احتساب کي سخت ضرورت ھے - ایک شخص کم تولتا ھے ' ایک شخص اچھے کے ساتھه ردي مال ملا دیتا ھے ' ایک شخص غله روک لیتا ھے ' ایک شخص نرخ بڑھا دیتا ھے' ایک شخص گھٹا دیتا ھے' منڈي میں غله کی گاڑیاں آتی ھیں ' ایک شخص آگے بڑھ کر کل غله خرید لیتا ھے - ایک دیہاتي سودا لیکر آتا ھے' ھوشیار شہري اوسکو دھوکا دیکر سستے داموں پر خرید لیتا ھے - اسلام میں یه تمام مواقع پیش آے ھیں اور ان پر احتساب کیا گیا ھے' جیسا که کتب حدیث میں به تصریح مذکور ھے - تمدن جدید نے ان مخادعات و فریب کو اور با قاعدہ اور وسیع تر کردیا ھے ' اسلیے جہاں جہاں اسلامی ابادیاں جدید تمدن کے رذائل و معائب کا شکار ھولي ھوں' وھاں اس احتساب کي بھی نہایت سخت ضرورت ھے - علی الخصوص ھندوستان اور مصر میں -

ملازمت کي ھر قسم کی بددیانتي قابل مواخذہ و احتساب ھے - رشوت خواري' عدم اداے فرائض' اور قبول رشوت بصورت ھدایا جو نہایت کثرت کے ساتھه جاری ھے اور جسکی نسبت نہایت صراحت سے احادیث کثیرہ و مشہورہ میں ممانعت کی گئی ھے' وغیرہ وغیرہ -

(۴) اخلاق و عادات [illegible]

انسداد شراب [illegible] بازي ' [illegible] فحاشي ' نا جائز گدا گري ' مسافروں کو خدع و فریب دینا ' اسکے علاوہ انکے مقدمات و دواعی کا استیصال بھی احتساب کا وسیع میدان ھے - یعني ان تمام چیزوں کو بھی روکنا چاھیے جو گو خود ان مفاسد میں داخل نہیں ھیں لیکن ان مفاسد کا پیش خیمه اور وسیله ھیں - اس سلسلے میں مسلمانوں کي شادي و غمي کے رسم و رواج بہت بڑا موقعۂ احتساب ھیں - اکثر صورتوں میں انکي تفریحي مجالس کي نشاط فرمایان فسق و فجور اور کبائر و منکرات کا وسیله بن گئي ھیں - اسراف و تبذیر جو سب سے بڑي معصیت ھے ' نہایت مہلک اور برباد کن حد تک پہنچ گیا ھے - پس ارباب احتساب کي دعوت و تبلیغ اور سعي و مجاھدات کو اسپر متوجه ھونا چاھیے -

(۵) صیغه دیوانی و ملکي کا میدان بھی احتساب کا بہترین معمل ھے - صیغه مال' صیغه دیواني ' خراج و مالگذاري کي تشخیص ' جیل خانوں کی اصلاح ' پولیس کے مظالم کا انسداد ' کونسلوں کی وسعت' میونسپلٹي کي با قاعدگي' محکمه زراعت و محکمه حفظان صحت کي نگرانی ' غرض تمام محکمه ھاے حکومت جو انسان کي آرام و آسایش کے ذمه دار ھیں' سب سے زیادہ قابل توجه و التفات ھیں بدقسمتي سے اسمیں ھندوستاني رعایا کو بہت کم دخل ھے - اسلیے سر دست ھندوستان میں اسکا موقعه ناپید ھے -

(۶) تعلیمي یعني مدارس اسلامیه کی اصلاح ' مدارس سرکاري کا با قاعدہ مراقبه ' تعلیم عام کي اشاعت اور مضر تعلیم کو روکنا ' صحیح و صالح تعلیم و تربیت کو رواج دینا' احتساب کے سلسلے میں داخل ھیں اور اس سفر کي نہایت اھم منزلیں ھیں -

غرض ھر وہ قوت فاعله جو دنیا پر بھلا یا برا اثر ڈال سکتي ھے احتساب کی طالب ھے - اسلیے تمام دنیا ایک عام صیغه احتساب ھے -

اسیلیے اسلام میں ھمیشه صیغه احتساب قائم رھا ' اور حدود شرعیه' ضمان و قصاص ' عقوبات مالیه و بدنیه' اسي غرض سے قائم کیے گئے تاکه دنیا کا معیار اخلاق اپنے توازن طبیعي کے ساتھه قائم رھے - دنیا میں حکومتوں اور سلطنتوں کو احتساب ھی نے قائم کیا ھے' اور سلطنت کے تمام اجزاء احتساب ھی کے زیر اثر کام کررھے ھیں :

کلکم راع و کل راع مسئول عن رعیته -

(احتســاب اعظـــم)

دنیا میں جب تک اسلامي سلطنتیں قائم رھیں' عبادات اخلاق' تجارت' ملازمت ' سیاست ' تعلیم ' غرض ھر چیز میں مذھب کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا تھا اور زندۂ احتساب دین کے ھاتھه میں تھا' لیکن اب جبکه تمہارے دلوں میں نور ایمان نہیں رھا تو تمھیں ھر چیز تاریک نظر آتی ھے - عبادات میں مذھب کي جھلک البته نظر آجاتي ھے اور رمضان میں مسجدوں کی قندیلیں گاہ گاہ اسے نمایاں کردیتی ھیں ' لیکن اگر یہي لیل و نہار ھیں تو ممکن ھے که یه چراغ بھی زیادہ عرصه تک روشن نه رھیں - لا قدر الله ! اسکے علاوہ تمام چیزوں پر سیاست کا رنگ چڑھ گیا ھے - تجارت ' ملازمت ' تعلیم' غرض ھر چیز سے تم اسلیے بھاگتے ھو که یه سیاست کا میدان ھے اور ھمکو اس میں قدم نہیں رکھنا چاھیے' لیکن تمکو گھبرانا نہیں چاھیے - سلطنت کے تمام اجزاء بھي احتساب ھي کا فرض ادا کر رھے ھیں مجسٹریٹ سزا دیتا ھے که اخلاق کا معیار پست نه ھونے پاے ' جج حق دلواتا ھے که انصاف قائم رھے ' ڈاکٹر علاج تقسیم کرتا ھے که انسان کا مزاج اعتدال پر رھے ' پس تمکو خوش ھونا چاھیے که غیر تمھارا کام کر رھے ھیں' البته چونکه تم مومن ھو - اسلیے تمکو محتسب اعظم بنکر خود انکا احتساب لینا چاھیے که وہ کیا کررھے ھیں ؟ سچا احتساب انکے اندر ھے یا نہیں ؟

نماز کے احتساب کا نتیجہ عملی صورت میں دکھا دیتی ہے - نماز همکو تقوی سکھاتی تھی ' اور هم نے روزے میں تمام منہیات سے احتراز کرکے تقوی حاصل کرلیا - پس نماز کا اصلی نتیجہ روزہ ہے - یہی وجہ ہے کہ وہ نماز کے بعد فرض کیا گیا ' کیونکہ نتیجہ کبھی اصل علت سے منفک نہیں هوسکتا -

(زکواۃ و صیام)

روزہ اگرچہ نماز کا عملی نتیجہ ہے ' لیکن وہ خود زکوۃ کی علت بن جاتا ہے - انسان جب روزہ رکھتا ہے تو خود بھوکا پیاسا رهکر غریبوں اور مسکینوں کی بھوک پیاس کا اچھی طرح اندازہ کرلیتا ہے - پس اسے وہ فقراء و مساکین یاد آجاتے ہیں جو بارہ مہینے اس تکلیف میں مجبوراً مبتلا رهتے ہیں ' جس تکلیف کو روزہ دار نے اپنی خوشی سے ایک ماہ کیلیے اختیار کیا - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اوسکے دل میں اونکی اعانت کا حقیقی جذبہ پیدا هوجاتا ہے - اور جب کبھی کسی بھوکے پیاسے کو دیکھتا ہے تو ٹھیک ٹھیک سمجھہ لیتا ہے کہ اسپر کیسی مصیبت طاری ہے ؟

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم رمضان المبارک میں معمول سے زیادہ انفاق کیا کرتے تھے ' اور یہی سبب ہے کہ رمضان کے بعد صدقۂ فطر واجب کیا گیا -

اس لحاظ سے عبادات کے سلسلہ میں زکوۃ کا تیسرا درجہ اتفاقی نہیں بلکہ عقلی ہے ' کیونکہ وہ روزہ کا نتیجہ ہے - عبادات کے سلسلہ میں روزے کا چونکہ دوسرا درجہ تھا ' اسلیے اوسکے نتیجہ کا تیسرا اثر زکوۃ قرار پایا -

(حج و صیام)

حج ان تمام عبادات کا جامع ہے - اسکے علاوہ وہ اسلام کا آخری فرض ہے - نماز بھی اوسکا جزو ہے جو خطبہ و جماعت کے ساتھہ ادا کی جاتی ہے - وہ روزہ و زکواۃ کا بھی ذریعہ بن سکتا ہے :

فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک

تو تم میں سے جو مریض هو ' یا اوسکے سر میں کوئی مرض هو تو وہ روزے کا یا صدقہ کا یا قربانی کا فدیہ ادا کرے -

پس وہ اسلام کی عبادات سہ گانہ کا ایک جامع مرقع ہے جو دنیا کو علی الاعلان دکھایا جاتا ہے -

لیکن در حقیقت حج بھی روزے کا آخری نتیجہ ہے ' روزے کا بہترین نتیجہ ' یا تقوے کا ایک بہترین مظہر اعتکاف ہے ' جس میں انسان پر وہ چیزیں حرام هوجاتی ہیں جو خود روزے کے زمانہ میں حلال نہیں -

ولا تباشروهن و انتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوها کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلهم یتقون -

اور اپنی عورتوں کے پاس حالت اعتکاف میں نہ جاؤ یہ خدا کے حدود ہیں انسے بچو ! اسی طرح خدا اپنی آیتوں کو انسان کیلیے بیان کرتا ہے کہ وہ تقوی اختیار کریں -

اعتکاف تقوی کا بہترین مظہر ہے ' اسلیے اوسکے لیے وہ تمام شرائط لازمی ہیں جنکے آغوش میں تقوی نشو و نما پاتا ہے - اعتکاف کیلیے روزہ ضروری ہے جو مجسم تقوی ہے - مسجد کے حدود سے باہر کوئی شخص معتکف نہیں هوسکتا ' اور مسجد هی وہ گھر ہے جسکو خدا نے موسس علی التقوی کہا ہے ' پس اعتکاف روزہ کا ایک جزو یا اسکی ایک اعلی ترین شکل ہے ' اور حج کی غرض یہ ہے هم جس مقدس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اسکی تعمیر کا بھی ایک مقصد اعتکاف تھا -

وعهدنا الی ابراهیم و اسمعیل ان طهرا بیتی للطائفین و العکفین و الرکع السجود -

اور هم نے ابراهیم و اسمعیل کو وصیت کی کہ تم همارے گھر کو طواف کرنے والوں کیلیے اور مجاوروں کیلیے اور رکوع سجود کرنے والوں کیلیے پاک کرو !

(شهر رمضان)

لیکن همکو سب سے زیادہ اس چیز پر غور کرنا چاهیے جسکی بنا پر قرآن مجید رمضان میں نازل کیا گیا - هم نماز پڑھتے ہیں ' زکوۃ دیتے ہیں ' حج کرتے ہیں ' لیکن هم پر کوئی آیت نازل نہیں هوتی - صرف روزہ هی ایک ایسی عبادت ہے جسکی برکت سے هم پر پورا قرآن نازل هوا : شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن :

اللہ تعالے نے قرآن کریم کو صرف متقین کے لیے نازل فرمایا ہے :

ذلک الکتاب لاریب فیہ هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ و مما رزقنهم ینفقون - (۲ : ۲)

اس کتاب میں کوئی شبہہ نہیں - وہ ان پرهیزگاروں کیلیے رهنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ' نماز پڑھتے ہیں ' اور هم نے جو کچھہ انهیں دے رکھا ہے ' اسمیں سے انفاق و صدقات کرتے ہیں -

روزہ صرف تقوی کا نام ہے ' اس بنا پر قرآن مجید کا حقیقی ظرف رمضان ' اور اوسکا حقیقی مخاطب صرف روزہ دار هی هوسکتا ہے :

شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن هدی للناس و بینت من الهدی و الفرقان - (۲ : ۱۸۱)

رمضان کا وہ مہینہ جسمیں قرآن نازل کیا گیا - جو هدایت ہے لوگوں کیلیے ' اور اوس میں نہایت واضح اور روشن دلیلیں امتیاز و هدایت کی موجود ہیں -

امام رازی نے لکھا ہے کہ خدا نے سورۂ بقرہ کے اول میں هدی للمتقین کہا تھا اور یہاں هدی للناس کہا ہے ' اسلیے ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم هوتا ہے کہ آدمی وهی ہے جو پرهیزگار ہے - جو پرهیزگار نہیں وہ آدمی نہیں - دوسرے الفاظ میں اس مفہوم کو یوں بھی ادا کرسکتے ہیں کہ کامل انسان وهی ہے جو روزہ دار ہے - یعنی ضبط و صبر اور ایثار کی قوت رکھتا ہے - جو روزہ دار نہیں وہ انسان هی نہیں - کیونکہ انسان وهی ہے جسمیں چارپایوں سے کچھہ زیادہ جوهر هوں - وہ جوهر اسکی ملکوتیت ہے -

روزے سے انسان کے قلب میں تقوی و طہارت کی جو کیفیت الاهیہ پیدا هوجاتی ہے ' اوسکا مظہر اگرچہ اوسکی زندگی کا هر حصہ هوسکتا ہے ناهم اوسکے اظہار کا حقیقی موقع معاملات تمدنی ہیں جہاں انسان کا قدم ڈگمگا جاتا اور حلال و حرام کے درمیان جو مشتبہات ہیں ' اونکی تمیز اوٹھہ جاتی ہے - کسی نے امام محمد سے کہا کہ آپنے زهد میں کوئی کتاب نہیں لکھی - اونہوں نے فرمایا: میں نے معاملات میں کتابیں لکھدی ہیں - زهد کا مظہر اوس سے بڑھکر کیا هوسکتا ہے ؟

اس لحاظ سے تمہارے معاملات روزے کے نتائج کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہیں - یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے روزے کے احکام کے بعد فرمایا :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون - (۲ : ۱۸۴)

اور اپنے مال کو باهم ناجائز طریقہ سے نہ کھاو ' اور نہ حکام کو رشوت دو کہ وہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ نا جائز طریقہ سے کھائیں -

نظم کلام و ترتیب آیات کے لحاظ سے ان احکام کو بظاهر روزے سے کوئی مناسبت نہیں معلوم هوتی ' لیکن حقیقت یہ ہے کہ روزے کی روح یہی اکل حلال ہے - روزہ نے انسان پر اکل حلال صرف اسلیے حرام کر دیا کہ وہ اگر سد رمق پر قناعت نہیں کرسکتا تو اوسکو کم از کم زهد و قناعت کا خوگر هوکر اکل حرام سے تو ضرور بچنا چاهیے - قرآن مجید کا طرز خطاب یہی ہے کہ وہ مقدمات قائم کر دیتا ہے ' اون کے نتائج پیش کر دیتا ہے ' لیکن یہ نہیں بتلاتا کہ اس میں کون سا مقدمہ ہے اور کون سا نتیجہ ؟ تاهم فطرت سلیمہ خود بخود ان کی طرف هدایت کرتی ہے - ان هذ القرآن یهدی للتی هی اقوم -

اس تمهيدي تفصيل کے بعد اب يه آسانی سے سمجهه میں آسکتا ہے که انتقال مکانیکی اور انتقال عصبي میں کیا فرق ہے ؟

مثلاً پانی جو میکانیکی طور پر پائپ سے نکلتا ہے' اس پر موثرات طبیعیه یعنی گرمي سردي کا اثر نهیں پڑتا - نه پائپ کے احساس میں (اگر اسمیں احساس هو) کچهه فرق آتا ہے ' اور نه پانی کی روانی میں کچهه کمي هوتي ہے - اگر اسکے گرد سم آلود پٹی باندهدیجاے یا خود اسي میں زهر کے قطرے ڈالدیے جائیں - جب بهي اسکي قوت ایصال میں کچهه فرق نه آئیگا -

لیکن اگر انهی چیزوں کا استعمال کسي حیواني عصب پر کیا جائیگا تو وه ضرور متاثر هوگا -

اب اگر تم کسي انتقال کے متعلق یه معلوم کرنا چاهتے هو که یه میکانیکی ہے یا عصبي' تو اسکي صورت یه ہے که پہلے دیکهو که وظائف الاعضائی تغیرات کا اثر اس پر پڑتا ہے یا نهیں ؟ اگر نهیں پڑتا تو وه مکانیکی ہے ورنه عصبي -

یورپ میں مشهور جرمن عالم وظائف الاعضاء کے تجارب کی بناء پر یه فیصله کرلیا گیا ہے که نباتات میں صرف انتقال مکانیکي ہے - حالانکه مسکین پفیفر کا تجربه صرف ایک مقدر و محدود درجا تک محدود ہے - اسنے کلورو فارم مموسا کے پتے کی بالائی سطح پر استعمال کیا اور اسکے بعد اسے مس کیا - پتیاں بدستور سابق کے جهک گئیں - اس سے وه اس نتیجه پر پهنچا که نباتات میں انتقال میکانیکی ہے نه که عصبي -

واقعي بظاهر یه تجربه قابل استناد معلوم هوتا ہے اور جو شخص سنتا ہے وه ابتدا میں باسانی پفیفر کی راے سے اتفاق کرلیتا ہے - چنانچه ڈاکٹر بوس ایک موقع پر لکهتے هیں :

" خود مجهه پر بهي اسکا اثر عرصے تک بهت قوي رها لیکن تهوڑے غور و خوض کے بعد اصل حقیقت منکشف هوگئي -

معلوم هوتا ہے که پفیفر اپنے تجارب میں ان داخلي نسیجوں کو متاثر نه کرسکا جو احساس کا اصلي سرچشمه هیں - یه کوئی تعجب انگیز بات نهیں ہے کیونکه یه کام نهایت مشکل تها - اسمیں کچهه درختوں هی کی خصوصیت نهیں ہے - حیوانات میں بهي اسکی مثالیں بکثرت ملتی هیں - مثلاً اگر حیوانات کی بالائی جلد پر کلورو فارم استعمال کیا جاے تو اسکا اثر ان عصبی تهیلیوں (Nerve trunk) تک نهیں پهنچتا جو عضلات کے درمیان هوتي هیں -

اسي خیال سے میں نے از سر نو اس مسئله پر غور کرنا شروع کیا ' اور اسکے لیے مختلف باره طریقے استعمال کیے - اب ان تمام طریقوں سے یه امر ثابت هوگیا ہے که نباتات میں جس قسم کا تنبه هوتا ہے اسکي نوعیت بعینه وهي ہے جو حیوانات کے تنبه کی ہے " -

(طرق دوازده گانه)

مسٹر بوس کے ان باره طریقوں میں هم بعض طریقوں کو نهایت اختصار سے سادہ بیان کرینگے -

سرعت تاثر اور دقت جس کے لحاظ سے هم نے مموسا کو شروع میں انتخاب کیا تها اور اسوقت بهي اسي کے تجربۀ و مثال کو قائم رکهتے هیں - مموسا میں جو تنبه هوتا ہے' ظاهر ہے که یه عصبي قرار پاسکتا بشرطیکه ثابت هوجاے که :

(۱) وظائف الاعضائی تغیرات کا اثر تنبه کے انتقال کی رفتار پر پڑتا ہے -

(۲) جن وظائف الاعضائی موانع کی وجه سے حیوانات میں تنبه کو روکا جاسکتا ہے' ٹهیک انهی موانع کے ذریعه یہاں بهی تنبه کو روکا جاسکتا ہے -

(۳) طبیعی انتشار کے بغیر هیجان کا آثار اسکے دائره کی توسیع هوسکتی ہے -

آخري تحقیقات نے همارے لیے ایسے آلات فراهم کردیے هیں جنکے ذریعه هم انتقال تنبه کی رفتار اور مختلف حالات میں اسکے تغیرات معلوم کرسکتے هیں -

آینده نمبر میں هم ان آلات کے متعلق تفصیل سے بحث کرینگے -

(۱) یه پتي اور پچکاري کي دو مختلف حالتوں کا مرقع ہے بالائي تصویر اس حالت کي ہے جب پتی اور پچکاري دونوں ایک دوسرے سے علحده هیں - دوسري زیریں تصویر میں پچکاري کي گولي پتي کے کنارے سے ملی هوئی دکهائي گئی ہے - یهی حالت تجربه و عمل کی ہے -

اس دوسري تصویر میں نظریۀ انتقال میکانیکی کو مصور کرکے دکهایا گیا ہے -

یعني یوں فرض کیجیے که نباتات کے وه نسیج جو معمولی مقدار سے زیاده ضخیم نظر آتے هیں مثل ایک پچکاري کے هیں - جب هم اس پچکاري کا ایک سرا دباتے هیں تو پانی زور کے ساتهه نکلنا چاهتا ہے اور اسي کوشش میں وه گولی نما سرے کو آگے دهکیلتا ہے که دوسرا سرا آکے پتي کے متقلص نسیج سے لگتا ہے اور وه سکڑنے لگتا ہے -

(۲) اس مرقع میں انتقال عصبي اور انتقال میکانیکی کی تصویر کهینچی گئی ہے -

هم نے مضمون میں یه بتا دیا ہے که انتقال عصبی ان چهوٹے چهوٹے ذرات کے انتشار و آشفتگی کا نام ہے جن سے اعصاب مرکب هوتے هیں - انکو اصطلاح میں دقائق کیمیاریه بهي کهتے هیں - چنانچه مندرجه بالا تصویر میں آپ دیکهتے هونگے که بهت سے نقطے نقطے پریشان و منتشر هیں -

انتقال میکانیکي کی حقیقت یه ہے که ایک سیال ماده متحرک هوتا ہے - دوسري زیرین تصویر اسي انتقال کو واضح کرتی ہے - اسمیں سیال ماده کي موجیں خطوں کی شکل میں دکهائي گئي هیں -

دونوں تصویروں کے وسط میں آپ دو خط دیکهتے هیں - یهي وه مقامات هیں جهاں پر مخدر ادویه کا استعمال کیا گیا ہے -

مذاکرۂ علمیہ

علم النباتات کا ایک جدید صفحہ

(مسٹر بوس کا اکتشاف جدید)

روح نباتات اور احساس

(۲)

(قدیم تحقیق)

گذشتہ صحبت میں تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حیوانات اور نباتات کے ہیجانوں میں کس درجہ مشابہت و مماثلت ہے؟ اور اسلیے غالباً تم دونوں کو یکساں طور پر " ہیجان" اور " عمل عصبی" سمجھنے ہوگے -

لیکن علماء وظائف الاعضاء نباتات کے سر خیل ' علامہ پیفر (Peffer) کے بعض تجارب کی بنا پر یورپ میں یہ امر قطعی طور پر طے پاگیا تھا کہ حیوانات میں جس شے کو دفع عصبی (Nervous in pulse) کہتے ہیں' اسکے مقابلہ میں نباتات کے اندر کوئی شے نہیں ہے - چنانچہ تمام علماء نباتات برابر یہی کہتے آئے ہیں کہ جسکو ہم بظاہر دفع عصبی سمجھتے ہیں' وہ عمل عصبی نہیں بلکہ ایک طرح کا عمل میکا نیکی ہے -

وہ کہتے ہیں کہ پودوں کے جو نسیج طبیعی مقدار سے زیادہ بڑے نظر آتے ہیں' انکی نسبت سمجھنا چاہیے کہ وہ گویا ربڑ کی نلکیاں ہیں جنمیں پانی بھرا ہوا ہے - جب ہم کہربا کے ذریعہ یا کسی اور مکا نیکی طریقہ سے تنبہ و تحریک پیدا کرتے ہیں تو گویا ان پانی سے بھرے ہوے نسیجوں کو نچوڑنے لگتے ہیں - اسلیے پانی اندر سے بڑے زور کے ساتھہ اچھلکر نکلتا ہے اور نکل کے پودے کے اس عضو متعلق (پل وي نس) سے ٹکراتا ہے - اس تصادم کی وجہ سے پل وی نس سکڑنے لگتا ہے' اور باہر کي پتیاں کمہلا کے جھک جاتي ہیں -

ڈاکٹر بوس کی تحقیقات سے پیشتر تمام علمي دنیا کا ان بیانات پر ایمان کامل تھا مگر اب علم کی ایک مشرقي رسالت نے اس ایمان کو متزلزل کر دیا ہے !

اب ہم کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کیا در حقیقت نباتات میں ہیجان یا حرارت کا انتقال عصبي نہیں ہے بلکہ مکا نیکي ہے؟ اسکے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے انتقال عصبي اور انتقال میکانیکی کا باہمی فرق سمجھہ لینا چاہیے -

(انتقال میکا نیکی اور انتقال عصبی)

کسي جسم کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر صناعي اور آلی طریقہ سے (یعنی بذریعہ آلات کے) جانے اور منتقل ہونے کا نام " انتقال مکا نیکی " ہے -

مثلاً تمہارے شہر میں زمین کے نیچے آہنی نلوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے جسے تم پایپ یا پم کہتے ہو - اسمیں ایک مخصوص مقام سے پانی ڈالا جاتا ہے اور بعض مشینوں کي وساطت سے تمہارے گھروں تک پہنچ جاتا ہے - یعنی ایک جسم سیال (پاني) بعض آلات کے عمل سے اپني جگہ سے چلتا ہے اور چلکر تم تک آجاتا ہے - یہي انتقال میکانیکي ہے -

انتقال عصبي میں بھي قریباً وہي ہوتا ہے جو انتقال مکانیکي میں ہوتا ہے - اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب ہیں ان ذرات میں حرکت و انتقال کی قابلیت موجود ہے - جب اعصاب میں کسي قسم کي تنبیہ یا تحریک ہوتي ہے تو ان ذرات میں آشفتگي و برہمي پیدا ہوجاتی ہے - اسي برہمي و انقلاب کا نام ہیجان ہے -

جب اعصاب اپني پوري زندگي یا بہتر و موافق وظائف الاعضائي حالت میں ہوتے ہیں' تو اسوقت یہ قوت اپنے اوج و شدت پر ہوتي ہے - ضعیف سے ضعیف تنبیہ اور خفیف سي خفیف تحریک بھي ذرات میں ایک انقلاب عظیم اور برہمي عام پیدا کردیتي ہے - اور اسلیے سخت ہیجان محسوس ہوتا ہے -

لیکن جب اعصاب کي وظائف الاعضائی حالت عمدہ نہیں ہوتی ' تو ذرات کي برہمي اور ہیجان کي شدت میں بھي فرق آجاتا ہے -

یہ حالت اعصاب موصلہ conducting nerves سے ہوکے گزرتي ہے' اور جہاں سے گزرتي ہے' اس مقام کے ذرات میں انقلاب و برہمي پیدا ہو جاتی ہے - یہی جا بجا اور منزل بمنزل بڑھنے والا انقلاب ذرات ہے جسے تنبہ عصبي nervous epulsim کے انتقال سے تعبیر کیا جاتا ہے -

(وظائف الا عضائی اعتدال)

ہم ابھی لکھہ آئے ہیں کہ ہیجان کی شدت اور اسکا ضعف اعصاب کی حیات تامہ اور موافق و سازگار وظائف الاعضائی حالت پر موقوف ہے ' اسلیے ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ " موافق وظائف الاعضائي حالت " سے ہماري مراد کیا ہے؟

اس سے ہمارا مقصد اعتدال حرارت و برودت ہے -

اعصاب کے اداء وظائف پر حرارت و برودت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے - جسوقت اعصاب کے کسي حصہ میں تنبہ یا تحریک پیدا ہوتي ہے' اگر اسوقت وہ معتدل حالت میں ہوتے ہیں تو انمیں ایک طبیعي و عادي ہیجان پیدا ہوتا ہے - لیکن اگر یہ اعتدال موجود نہو بلکہ برودت غالب ہو' تو پھر جسقدر برودت کا غلبہ ہوتا ہے اسیقدر ہیجان میں بھي کمی ہوتي جاتي ہے - یہاں تک کہ جب برودت بہت زیادہ بڑھجاتی ہے تو پھر ہیجان بالکل باطل ہو جاتا ہے - یہي بطلان ہیجان ہے جس کو مرض فالج کہتے ہیں -

لیکن اگر برودت کے بدلہ حرارت کا غلبہ ہے تو اس سے ہیجان میں ایک غیر طبیعي حالت پیدا ہوتي ہے - اس حالت کے حد سے زیادہ ہونے کے بعد برودت کے نتائج کی طرح اسکے نتائج بھي سخت خطرناک ہو جاتے ہیں -

بعض ایسے وسائل بھی ہیں جنکے ذریعہ سے اعصاب میں ہنگامي طور پر فالج کی سی کیفیت پیدا کي جاسکتي ہے - انکو اصطلاح میں anaesthetics کہتے ہیں -

انکے اثرات کا اصلی عمل یہ ہے کہ وہ اعصاب کي قوت تنبہ پر قبضہ کر لیتے ہیں - اسي طرح بعض ایسي سمیات (زہریلی دوائیں) بھي ہیں جنکے ذریعہ اعصاب کي قوت ایصال کو فنا کردیا جاسکتا ہے -

تنزل الملئکه والروح فیها باذن ربهم - | اوس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے اترتے هیں -

فرشتے اور روح اس رات میں اترتے هیں' مگر بتدریج پورے ایک مہینے میں اوترتے هیں کیونکه دنیا کا دامن دفعة ان برکات و فضائل کے سمیٹنے کی وسعت نہیں رکھتا :

دامان نگه تنگ گل حسن تو بسیار
گلچیں نگاه تو ز داماں گله دارد

* * *

لیکن یه ملائکه کیا هیں ؟ اور اس روح کی حقیقت کیا ہے ؟ الله تعالی نے خود اسی آیت میں اس حقیقت کو واضح کردیا ہے : من کل امر سلام یعنی وہ ملائکه اور روح امن اور سلامتی هیں - جو دنیا کو یکسر امنیة و سلامتی کی برکتوں سے معمور کردیتے هیں !

* * *

یه سکون' یه اطمینان کامل' یه سلامتی' یه امن عام جو هم پر آسمان سے اترا' صرف عرب کے لیے مخصوص نه تھا بلکه وہ مشرق و مغرب دونوں کو محیط ہے - همارا آفتاب اگرچه مغرب سے طلوع هوا تھا جو همارا قبلۂ ایمان ہے' لیکن اسکی شعاعوں نے مشرق کے افق کو بھی روشن کردیا جہاں سے دنیا کا سورج نکلتا ہے' اور جہاں سے صبح کا ستارہ طلوع هوتا ہے :

هی حتی مطلع الفجر - | وہ امن و امان کا پیغام صبح کے طلوع هونے کی جگه تک یعنے مشرق تک پہنچ جائیگا -

دنیا نے اس وعدے کی صداقت کو دیکھه لیا' جب خدا کے پاک فرشتے یعنی قرآن نے مشرق و مغرب دونوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا لیا - ان الله علی کل شی محیط -

* * *

امن عام کا یه پیغام کیا ہے ؟ اور وہ کیونکر مشرق و مغرب تک پہونچایا جائیگا ؟

قرآن حکیم نے دوسری آیتوں کے ذریعه اس نکته کو حل کردیا ہے :

انا انزلناہ فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین فیها یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین- رحمة من ربک انه هو السمیع العلیم - (۴۴ : ۲) | هم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا کیونکه هم دنیا کو اسکی ضلالت کے نتائج سے ڈرانے والے تھے - تمام انتظامات الاهیه جو حکمت و مصلحت عالم پر مبنی هیں' اسی رات میں طے پاتے هیں - از انجمله قرآن کا نزول جو اسی رات میں شروع هوا - نیز همیں اپنا رسول بھیجنا مقصود تھا' جسکا ظہور الله کی رحمت کا نزول ہے -

اب ان دونوں سورتوں کے تطابق و تشاکل پر غور کرنا چاهیے -

الله تعالی نے سورۂ قدر میں فرمایا : انا انزلناہ فی لیلة القدر اور یہاں فرمایا : انا انزلناہ فی لیلة مبارکة اسلیے یه دونوں راتیں ایک هی هیں - وهاں فرمایا تھا تنزل الملئکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر سلام اور فرمایا : فیها یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا - اس بنا پر یه " امر سلام " اور یه " امر حکیم " جسکی تنزیل و تقسیم لیلة القدر میں خدا کے حکم سے کی گئی ہے' دونوں ایک هی چیزیں هیں -

* * *

لیکن سوال یه ہے که خود وہ " امر سلام " اور " امر حکیم " کیا چیز ہے ؟ دوسری آیتوں نے اسکی بھی تفسیر کردی ہے :

الرا: تلک آیت الکتب الحکیم - اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منهم ان انذر الناس وبشر الذین آمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم ؟ | یه قرآن حکیم کی آیات هیں' پھر کیا لوگوں کو تعجب ہے که هم نے انهی میں سے ایک آدمی پر وحی کی تاکه وہ لوگوں کو ڈرائے اور مومنوں کو اس بات کا مژدہ سنائے که خدا کے قدرت کے نیچے انکا قدم جم گیا ہے ؟

اسلیے یه " امر حکیم " اور یه " امر سلام " خود قرآن کریم ہے جو لیلة القدر میں نازل کیا گیا -

* * *

الله تعالی نے سورۂ قدر میں قرآن حکیم کی چند خصوصیات کا اجمالی ذکر فرمایا تھا' لیکن اس آیت میں وہ خصوصیتیں به تفصیل بیان فرمائی هیں -

سورۂ قدر میں فرمایا تھا که " وہ سورج کے طلوع هونے کی جگه تک پھیل جائیگا " یه نهایت مجمل طرز خطاب تھا - سورۂ دخان میں اسکی تفسیر بھی کردی : فیها یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا یعنے قرآن حکیم کی آیتیں همارے حکم سے ایک پیغمبر پر تقسیم کی جاتی هیں تاکه وہ دنیا کے سامنے ان آیتوں کو لے کے جائے اور هر شخص کے آگے اس خوان کرم کو بچھادے' تاکه هر شخص اپنا حصه لے لے : انا کنا مرسلین رحمة من ربک - لیکن دنیا غفلت کی نیند میں سو رهی تھی' اسلیے یه ابر رحمت بجلی کڑکا تاکه دنیا جاگ اٹھے - اوس نے اپنی چادر غیب سے اوس شانه کو نکالا جس میں بجلی کا تازیانه تھا :

یا ایها المدثر! قم فانذر' | ار چادر اوڑھنے والے' اوٹھه' اور ڈرا!

پہلے اوسکو گرجنے اور تڑپنے کی ضرورت تھی' اسلیے وہ گرجا' چمکا' تڑپا' انا انزلناہ فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین لیکن درحقیقت اوسکا یه وصف عارضی تھا' ورنه رفق و ملاطفت اوسکا مایهٔ خمیر اور عنصر حقیقی ہے : عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم - اسلیے وہ روئی کے گالے سے بھی زیادہ نرم و سفید بادل کا ایک ٹکڑا تھا' جو آب شیریں کا خزانه اپنے ساتھه رکھتا تھا اگرچه ابتدا میں بجلی کی کڑک اسکا مظہر ورود ہوئی - یه انذار و وعید' یه قہر و غضب اوس قوم کی شامت اعمال کا نتیجه تھی' ورنه پیغمبر اسی خدا کی طرف سے صرف بشارت رحمت اور لطف و نرم کا مجسمه بنا کر بھیجا گیا تھا : انا کنا مرسلین ' رحمة من ربک -

لیکن خدا کی یه رحمت صرف عرب کے ساتھه نه تھی - بلکه اس ابر کرم نے تمام مشرق و مغرب کو جل تھل کردیا - چنانچه دوسری جگه رحمة من ربک کی تفسیر کردی گئی -

ما ارسلناک الا رحمة للعالمین - | هم نے تجھکو تمام دنیا کیلیے صرف رحمت هی رحمت بنا کے بھیجا !

* * *

" لیلة القدر " کو تمام راتوں پر صرف اسی لیے فضیلت نہیں ہے که اوسمیں عبادت کا ثواب تمام راتوں سے زیادہ ملتا ہے بلکه اس بنا پر بھی که اوس میں همکو ایک آفتاب دیکھی اور همکو مشرق و مغرب میں اوسکی منادی کرنے کا حکم دیا گیا - بادشاهوں کی منادی طبل و علم کے ساتھه کی جاتی ہے' لیکن خدا کی منادی تہلیل و تکبیر کے ساتھه هونی چاهیے - رمضان کے بعد عید کا حکم اسی لیے دیا گیا تاکه تہلیل و تکبیر کی مقدس صداؤں میں اسلام کے جاہ جلال' غرور و قوت' اور وسعت و اثر کا سماں دنیا کو نظر آجائے : ولتکبروا الله علی ما هداکم و لعلکم تشکرون -

پھر آه تمهاری غفلت کیسی سخت اور تمهاری گمراهی کیسی ماتم انگیز ہے که تم لیلة القدر کو تو ڈھونڈھتے هو پر اس کو نہیں ڈھونڈھتے جو لیلة القدر میں آیا اور جسکے ورود سے اس رات کی قدر و منزلت بڑھی - اگر تم اُسے پالو تو تمهارے لیے هر رات لیلة القدر ہے :

هر شب شب قدر است اگر قدر بدانی !

وثائق و حقائق

ليلة القدر

عالم تقدیر خاموش نہیں ہے - وہ ایک امام ناطق ہے - اُس نے مجموعی طور پر تمام عالم کی قسمت کا فیصلہ ازل ہي میں کردیا تھا ' لیکن اشخاص و اقوام کی تقدیر کا فیصلہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے

کارکنان قضاء و قدر بہت سی قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرچکے ہیں ' مگر ایک دادہ بسر قوم پہاڑوں کے دامن میں دبی پڑي تھی - اُنہي پہاڑوں کے غار سے آتشیں شریعت کا ایک شرارہ اڑا ' اور دفعۃ خرمن جہل و ضلالت پر برق خاطف بنکر گرا - اس مردہ قوم کی سوئی ہوئی قسمت نے مدت کے بعد ایک خاص رات میں کروٹ بدلی ' اسلیے اس رات کو لیلة القدر کہا گیا ' کیونکہ اسي رات میں اوسکے کارنامہ اعمال کو قرآن حکیم کے ذریعہ سے معین و مقدر کردیا گیا تھا :

انا انزلناہ في ليلة القدر   ہم نے اوسکو لیلة القدر میں نازل کیا (۱)

ليلة القدر : قيل ليلة الشرف و الفضل و قيل ليلة التدبيـــر و التقدير و هو اقرب (احكام القرآن لابن عربي)

* * *

عربی زبان میں متکلم کیلیے " اني " و " انا " کی دو ضمیریں میں جو بہ ترتیب " واحد متکلم " و " جمع متکلم " کیلیے مستعمل ہوتي ہیں - اللہ تعالی نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کی نشاۃ اولی کا مؤسس بنانا چاہا تو فرمایا :

اني جاعل في الارض خليفه (۲ : ۲۹)   میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں -

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے لیے معمولي صیغۂ واحد متکلم کا استعمال کیا ہے ' کیونکہ اشیا و امثال کا پیدا کرنا اسکي قدرت کاملہ کے نزدیک کوئي غیر معمولي اہمیت نہیں رکھتا تھا - لیکن بطون و ارواح کي نشاۃ جدیدہ دنیا کیلیے مایہ صد رحمت و برکت تھی ' اسلیے اللہ تعالی نے جب کسي پیغمبر کو اس نشاۃ حقیقہ کا ذریعہ بنایا ہے تو اس موقع پر اپنے لیے ضمیر جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے جو واحد کیلیے تعظیم و شرف کا پہلو رکھتا ہے - یہ تعظیم در حقیقت اوس جدید روح سعادت و ہدایت کي اہمیت و عظمت کو نمایاں کرتي ہے جو دنیا میں ظہور پذیر ہونا چاہتی ہے -

حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا کا قالب موزوں تیار کردیا تھا لیکن وہ روح سے یعنی ترقي یافتہ دین الہی کي حقیقی روح سے خالي تھا - اللہ تعالے نے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ امانت دیکر دنیا کي طرف بھیجا جو ایک عظیم الشان روحانی انقلاب تھا ' پس ضمیر تعظیمی سے اسکا اظہار کیا :

انا ارسلـــنا نـــوحـــاً   ہم نے نوح کو بھیجا -

* * *

لیکن یہ روح امتداد زمانہ سے فرسودہ ہوگئي تھی ' بلکہ سچ یہ ہے کہ بالکل مردہ ہوگئی تھي - اسلیے اللہ تعالے نے قرآن مجید کے ذریعہ اس روح مردہ کو ' اس گل پژمردہ کو ' اس بخت خفتہ کو ' پھر زندہ کیا ' شگفتہ کیا - بیدار کیا ' یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جس نے نقشہ عالم کو یکسر پلٹ دیا تھا پس ہمیشہ اسکي اہمیت بھي ضمیر تعظیمی کے پردے میں نمایاں کی گئي :

انا نحن نزلنا الـــذكر (۱۵ : ۹)   ہمیں ہیں کہ ہم نے اپنے ذکر کو نازل کیا -

انا انزلناه في ليلة القدر   ہم نے اوسکو لیلة القدر میں نازل کیا -

* * *

اسي کتاب ذوالخطر والبال کو خدا نے " کوثر " بھي کہا ہے کہ وہ مایہ خیر کثیر ہے :

انا اعطيناك الكـــوثر   ہم نے تمکو کوثر یعنے قرآن عطا فرمایا .

یہاں بھي قرآن کا ذکر متکلم جمع تعظیمي سے کیا -

اسي کے ذریعہ دین ابراہیمی زندہ ہوا ہے ' اسلیے اس تیع خیر کے عطا کرنے کے بعد اللہ تعالے نے اوسکي سب سے بڑي یاد گار " قرباني " کے قائم کرنے کا حکم دیا :

فصل لربـك وانحـــر   تو اپنے خدا کی نماز پڑھ اور قرباني کر!

اللہ تعالے نے اسي دین کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کی یادگار اور ذکر عظیم کو قائم رکھا :

و جعلنا لهم لسان صدق عليا   اور ہم نے انکے ذکر خیر کو رفعت و بلندي عطا کي -

آنحضرت کا ذکر جمیل بھي اوسیکي برکت سے غلغلہ انداز عالم روح و ایمان ہے - و رفعنا لك ذكرك اسلیے ان دونوں مقامات میں بھي جمع متکلم کے ساتھہ ذکر کیا گیا ہے -

* * *

مذہب کي پاک روح مردہ ہوگئي تھي ' لیکن اس رات میں اعادہ معدوم اور حیات بعد الممات ہوا - وہ کتم عدم سے عالم شہود میں اوتري :

---

(۱) یہاں فرمایا کہ قرآن کریم لیلة القدر میں اترا - اور سورۂ بقر میں فرمایا کہ رمضان میں : شهر رمضان الذي انزل فيها القرآن - پس اس سے ثابت ہوا کہ لیلة القدر سے رمضان ہی کي رات مراد ہے - نزول قرآنی سے مقصود یہ ہے کہ نزول کا آغاز لیلة القدر اور رمضان المبارک میں ہوا ورنہ یہ ظاہر ہے کہ پورا قرآن نجماً نجماً ۲۳ برس میں نازل ہوا ہے -

" قرآن " اور " الکتاب " کا اطلاق جس طرح کل پر ہوتا ہے اسي طرح اسکے ایک جز پر بھي ہوسکتا ہے - قرآن کے ہر ٹکڑے کو اللہ نے قرآن اور الکتاب کہا ہے -

لیکن بعض مفسرین کو خیال ہوا کہ " انا انزلناه في ليلة القدر " سے مقصود پورے قرآن کا نزول ہے ' اسلیے انھوں نے طرح طرح کي تاویلیں کیں - مثلاً کہا گیا کہ قرآن کریم رمضان کی بیس راتوں میں جبریل علیہ السلام کو دیا گیا اور انھوں نے ۲۰ سال کے اندر انحضرة صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا - لیکن قاضی ابوبکر ابن عربي لکھتے ہیں :

و من جهالة المفسرين انهم قالوا ان السفرة القته الى جبريل فى عشرين ليلـة و القاه جبريل الى محمد عليهما السلام فى عشرين سنه و هذا باطل ليس بين جبريل و بين الله واسطـة ولا بين جبـــريل و محمد عليهما السلام واسطه (إحكام القران جلد ۲ صفحه ۲۱۷)

اور مفسرین کي یہ جہالت ہے جو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم بیس راتوں کے اندر خدا نے جبریل علیہ السلام کو دیا اور انہوں نے بیس سالوں کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا - سو ایسا کہنا بالکل باطل ہے - نہ تو خدا اور جبریل میں کوئی واسطہ ہے اور نہ جبریل اور انحضرة علیہما السلام میں کوئی واسطہ -

ابتداے قیام مذهب میں اگرچه اکثر لوگوں پر مذهبي احکام کي پابندي نهایت شاق گذرتي هے ' لیکن اس سے کوئي کلیه قائم نهیں کیا جاسکتا - هر مذهب کي ابتدائي تاریخ اپنے ساتهه پرجوش اور مخلص فدائیوں کي بهي ایک مختصر جماعت پیش کرسکتي هے ' اور اسلام کے دامن کو تو ابتدا هي سے اس زر خالص نے مالا مال کر دیا تها - پس جب روزه پہلے پہل فرض کیا گیا تو الله تعالے نے چند آسانیوں کے ساتهه لوگوں کو اوسکی طرف مائل کیا - لیکن اکثر لوگ ایسے بهي تهے جو آساني کے متمني نه تهے' وه سختي چاهتے تهے که خلوص و جوش الهي کا جوهر آئینه سے زیاده لوهے کي تلوار میں نظر آتا هے - انبیاء گذشته کا اسوه حسنه اونکے سامنے تها ' وه جوش ایثار و فدویت میں اونکي تقلید کرنا چاهتے تهے - حضرت نوح علیه السلام همیشه روزه رکهتے تهے ' چنانچه حضرة عبد الله بن عمر نے بهي دن کو متصل روزه رکهنا ' اور رات کو متصل قیام کرنا چاها - لیکن انحضرت کو خبر هوئي تو آپ نے فرمایا : تم میں اتني طاقت نهیں - روزه بهي رکهو ' افطار بهي کرو ! نماز بهي پڑهو ' اور خواب شیریں کا بهي لطف اٹهاؤ ! هر مهینے میں صرف ۳ دن روزه رکهو - نیکي کا معاوضه دس گنا ملتا هے - اسلیے ۳ روزوں کا ثواب ۳۰ دن کے برابر ملے گا جو صوم دهر کا مقصد اصلي هے ' مگر اونهوں نے کہا که میں اس سے زیاده کي طاقت رکهتا هوں - اسپر آپ نے ایک دن روزه رکهنے اور دو دن افطار کرنے کي اجازت دي - ' اونکو اسپر بهي تسکین نه هوئي تو آپ نے ایک روز کے افطار اور دوسرے دن کے روزے کا حکم دیا انهوں نے اسپر بهي ترقي کرنا چاهي تو آپ نے فرمایا که اب اسکے بعد فضیلت کا کوئي درجه نهیں (بخاري کتاب الصوم صفحه ۳۷)

لیکن انبیاے گذشته سے زیاده احق بالاتباع خود جناب رسول الله صلی علیه وسلم کا اسوه حسنه تها - آپ متصل روزے رکهتے تهے جسکو صوم وصال کہتے تهے - چنانچه صحابه نے بهي اسکي تقلید کرني چاهي لیکن آپ نے منع فرمایا - اون لوگوں نے کہا که خود آپ بهي تو صوم وصال رکهتے هیں ؟ آپ نے جواب دیا که :

لست کاحد منکم اني اطعم و اسقی - میں تملوگوں کي طرح نهیں هوں ' مجهکو تو خدا کي طرف سے کهلایا پلایا جاتا هے -

لیکن جب لوگوں نے زیاده اصرار اور غلو کیا تو آپ سخت ناراض هوے ' اور عملاً اپني ناراضي اظهار اسطرح فرمایا که کئي کئي رات اور کئي کئي دن کے روزے رکهنے شروع کردیے اور صحابه نے بهي اسکي تقلید کي - اتفاق سے عید کا چاند هوگیا) ورنه آپ کا اراده تها که برابر روزے رکهتے هي چلے جائیں تاکه لوگ خود گهبراکر باز آئیں -

آپ نے اگرکسي کو صوم وصال کي اجازت بهي دي هے تو صرف ایک شب و روز کي - اس سے زیاده روزه کسی کیلیے جائز نهیں رکها -

لیکن بعض محدثین کے نزدیک سرے سے رات کو روزه رکها هي نهیں جاسکتا اگرکوئي شخص رات کو بهي روزه رکهیگا تو وه روزه نه هوگا - الله تعالی نے خود کہا هے :

اتموالصیام الی اللیل - رات هونے تک روزے کو ختم کردو -

اس سے ثابت هوتا هے که رات روزے کي انتها هے - اوس سے آگے تجاوز نهیں کرسکتے - (مسلم جلد - ۱ - صفحه ۴۰۸)

ان آسانیوں کے علاوه اور بهي متعدد آسانیاں رکهي گئیں - مثلاً یهود سحر میں کهانے سے پرهیز کرتے تهے' لیکن آنحضرت نے سحر کو یهود اور مسلمانوں کے روزے کے درمیان مابه الامتیاز قرار دیا - (بخاري صفحه ۲۹)

افطار میں عجلت اور سحر میں تاخیر کرنا بهي سنت هے - احادیث سے ثابت هے که آنحضرت کي سحري اور نماز فجر میں صرف اسقدر وقفه هوتا تها که پچاس آیتوں کي تلاوت کرسکتے تهے - (بخاري - کتاب الصوم صفحه ۴۰)

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

جنگ یورپ کی پهلي منزل

فرانس کي شمالي سرحد

فرانس کي شمالي سرحد موجوده جنگ کے تماشه گاه کا ایک اهم ترین مقام هے - خصوصاً گذشته هفته میں جتنے مهتم بالشان معرکے هوے هیں ' وه زیاده تر اسي حصے میں هوے هیں - اسلیے شمالي سرحد کے بعض سیاسي ' جغرافي ' اور فوجي حالات کا اجمالي بیان دلچسپي و فوائد سے خالي نه هوگا -

(لکسمبرگ)

یورپ کا نقشه نکالیے اور سامنے رکهه لیجیے ! اسمیں ایک مقام آپکو نظر آتا هے جهاں فرانس ' جرمني ' اور بلجیم کي سرحدیں آکر ملگئي هیں - اسي مجمع الثغور کا وه حصه جو جرمن شاهنشاهي میں دکهایا گیا هے' لکسمبرگ هے - لکسمبرگ کا رقبه ایک هزار مربع میل اور اسکي آبادي ڈهائي لاکهه هے -

یه ریاست سنه ۱۸۱۵ع سے سنه ۱۸۶۶ع تک اس مشهور جرمن اتحاد میں شامل تهي جسکو " جر مانک کو انفیڈ یریشن " کہتے هیں - اسکي محافظ فوج جو جبل الطارق کے بعد دنیا کي قوي ترین فوج تسلیم کي جاتي تهي ' اسوقت اهل پروشیا کے هاتهه میں تهي - ایک بار شاه هوالنیڈ نے (جو اسوقت لکسمبرگ کا ڈیوک تها) اسکو فرانس کے هاتهه فروخت کرنا چاها - اسپر اهل پروشیا سخت برهم هوے - اور قریب تها که جنگ هو جاے ' مگر بعض دول کي مداخلت نے جنگ کو روکدیا اور اس نزاع کا فیصله ایک مؤتمر (کانفرنس) کے هاتهه میں دیدیا گیا جو لندن میں منعقد هوئي اور بالاخر سنه ۱۸۶۷ میں ایک معاهده پر دستخط هوگئے ' اس معاهده کا مفاد یه تها که پروشیا کی فوج فوراً قلعه خالي کردے اور تمام قلعے مسمار کردیے جائیں - اسیکے ساتهه ساتهه دول عظمی نے اسکي ناطرفداري کي ذمه داري بهي لیلي -

لکسمبرگ کے تخت پر بالفعل میري ایڈ لیا سریر آرا هے -

ریاست کا پایه تخت خود لکسمبرگ هے جو ایک مختصر مگر خوشنما شهر هے اور ایک مسطح (پلیٹو) حصه پر آباد ہے -

سنه ۱۸۷۰ کي جنگ جرمني و فرانس میں بهي جرمني نے اس پر حمله کیا تها ' مگر اسکي سرحد جسکا طول ۱۲۰ میل هے ' اسوقت ۴ لاکهه ۵۰ هزار آدمیوں کے لیے کافی تهی ' اور اس جنگ میں جرمن فوج کی مجموعی تعداد اتني هي تهی - لیکن ادهر عرصه سے انگلستان اور فرانس محسوس کررهے تهے که اگر اس تعداد سے دو چند یا سه چند فوج جمع کردی گئی تو پهر ۱۲۰ میل کا کافی هونا ناممکن هوگا -

چنانچه اسوقت ایسا هي هوا هے - جرمنی کی اولین صف (فرسٹ لائن) نے جو ۱۵ لاکهه آدمیوں سے مرکب هے لکسمبرگ کی ناطرفداري کو درهم برهم کردیا هے -

فوج کي کثرت تعداد کے علاوه طاقت کی معنوي روح بهي

باب التفسیر

و علی الذین یطیقونه طعام فدیة طعام مسکین (۲ : ۱۸۱)

اس آیة سے اجمالاً ثابت هوتا هے که اسلام میں ایک گروه ایسا بهي قرار دیا گیا هے جو روزه کا فدیه ادا کرکے اس فرض سے مستثنی هوجاتا هے' لیکن گفتگو یه هے که وه کونسا گروه هے؟ مفسرین کرام نے متعدد وجوه نقل کیے هیں :

(۱) ابتداء اسلام میں هرشخص کو روزه رکھنے یا فدیه دینے کا عام اختیار تها' جس کا جی چاهتا تها روزه رکھتا تها اور جس کا جی چاهتا تها فدیه دیدیتا تها - لیکن چند دنوں کے بعد فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (جو تم میں سے یه مهینا پاے تو وه روزه رکھے) نے اس عام حکم کو منسوخ کردیا -

(۲) یه حکم ابتداء هي سے بوڑھوں کے ساتھه مخصوص تها' بعد کو ان کے لیے بهی منسوخ هوگیا' اس بنا پر " یطیقون " سے پہلے " لا " کو محذوف ماننا پڑیگا' یا طاقة کو باب افعال کي خاصیت سلب ماخذ پر قیاس کرنا هوگا - کیونکه " یطیقونه " کے معني طاقت رکھنے کے هیں - حالانکه بوڑھوں کو یه آساني اس لیے دیگئي هے که وه طاقت نهیں رکھتے -

(۳) لیکن بعض اصحاب تفسیر نے "یطیقونه" کے بدلے "یطوقونه" پڑھا هے' جسکے معنی یه هیں که جو لوگ به تکلف و به مشقت روزه رکھه سکتے هیں انکو فدیه دینا چاهیے - اس بنا پر اس آیة کے تحت میں بوڑھے' ضعیف' اپاهج' حامله عورت' اور دوده پلانے والي عورتیں بهي داخل هوسکتي هیں - چنانچه امام سفیان ثوري' امام مالک' امام شافعي' اور امام احمد بن حنبل رحمهم الله کے نزدیک حامله اور دوده پلانے والي عورتوں پر قضاء واجب نهیں - وه بهي فدیه دیسکتي هیں (۱)

(۴) یه آساني مسافروں اور مریضوں کے ساتھه مخصوص هے - مسافروں اور مریضوں کي دو قسمیں هیں : ایک مسافر اور مریض تو وه هیں جو روزه رکھنے کی بالکل طاقت نهیں رکھتے - دوسرے وه لوگ هیں جو طاقت تو رکھتے هیں' مگر روزه رکھنا انپر نهایت شاق گذرتا هے - چنانچه الله تعالی نے پہلے قسم کے مریضوں اور مسافروں کا حکم بتا دیا :

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعـــدة من ایام اخر	جو لوگ مریض اور مسافر هوں انکے لیے قضا کرنے کي دوسري مدت هے -

لیکن وه مریض اور مسافر ره گئے تهے' جو به تکلف روزه رکھه سکتے تهے - چنانچه الله تعالی نے انکے لیے روزه رکھنے یا فدیه دینے کا اختیار دیا :

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر - و علی الذین یطیقونه فدیة طعـــام مسکین' فمن تطوع خیرا فهو خیر لـه و ان تصومـــوا خیر لکـــم ان کنتـــم تعـــلمون (۲ : ۱۱۸)	جو شخص تم میں سے بیمار هو یا سفر میں هو تو وه دوسرے دنوں سے روزے کي گنتي پوري کرلے - اور ان بیمار اور مسافروں کیلیے جو روزے کي طاقت نهیں رکھتے' یه حکم هے که ایک محتاج کو اپنے روزے کے بدلے کهانا کهلادیں -

البته جو شخص اپني خوشي سے زیاده نیکي کرنا چاهے تو یه اوسکے لیے زیاده بهتر هے' اور اگر غور کرو تو روزه رکھنا تمهارے لیے بهر حال بهتر هے -

(قـــول مـــرجح)

اب همکو ان تمام اقوال میں سے قول مرجح کا انتخاب کرلینا چاهیے - یه ظاهر هے که پہلے دونوں احتمالات کیلیے نسخ لازم هے لیکن جو لوگ قائل نسخ هیں' ان میں بهي محققین کا مذهب یه هے که قرآن مجید میں باشد ضرورت و باحتیاط تمام نسخ کا دعوی کرنا چاهیے - پس جب هم واضح و بهتر تفسیر کرکے اس قسم کي احتیاط کرسکتے هیں' تو همکو ان دونوں اقوال کے ماننے کي کون سي ضرورت داعیه هے؟

تیسري توجیهه اگرچه نسخ سے خالي هے' تاهم اوس میں بهي قرات شاذه کا اتباع کرنا پڑتا هے - صرف چوتهي توجیهه البته نسخ و قراءت شاذه دونوں سے خالي هے' اور آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت بهي رکھتی هے -

پہلے خدا نے مریضوں کا حکم بتایا هے - اوسکے بعد یه آیت آتي هے - پس اگر یه آیت بهي کسي خاص قسم کے مریضوں کے ساتھه متعلق کردي جاے' تو آیت میں نظم و ترتیب پیدا هوجایگي' اسکے بعد الله تعالی فرماتا هے : و ان تصوموا خیر لکم اگر تم روزه رکھو تو یه تمهارے لیے بهتر هے - اس سے ثابت هوتا هے که اس آیت سے بوڑھے مراد نهیں لیے جاسکتے کیونکه وه تو سرے سے روزه رکھنے کی طاقت هي نهیں رکھتے - انکی نسبت و ان تصوموا کهنا بالکل بے معني هوگا -

عام خیال یه تها که اس آیت سے پهلي صورت مقصود تهی' لیکن بعد کو یه فیاضانه حکم فمن شهد منکم الشهر فلیصمه سے منسوخ کردیا گیا' لیکن اسي آیت کے بعد الله تعالی فرماتا هے -

یرید الله بکـــم الیسر ولا یرید بکـــم العســـر	خدا تمهارے لیے آساني چاهتا هے سختي نهیں چاهتا -

پس اگر آیت کے یه معني مراد لیے جائیں که پہلے هر شخص بجاے روزه رکھنے کے فدیه دیسکتا تها اور اب نهیں دیسکتا کیونکه اوسکو روزه هي رکھنا چاهیے' تو یه اس آیت کے مفهوم سے بالکل مختلف هوگا - کیونکه یه تو آساني نه هوئي' بلکه آساني کو سختي کے ساتھه بدل دینا هوا - شیخ فاني' مرضعه' حامله' بهي اسي چوتهے قسم میں داخل هوسکتي هیں - وه درحقیقت مریض هیں' یا کم از کم روزه ان میں امراض کي استعداد پیدا کردیسکتا هے -

اسلام کے روح اعتدال کے ساتھه بهي یهي تفسیر مناسبت رکھتي هے - اسلام نه تو اسقدر فیاض هے که قوي' صحیح' تندرست' اور مقیم آدمی کو افطار کی اجازت دے' اور نه وه اس قدر بخیل هے که هر شخص پر بلا استثنا مشقتوں کا بوجهه لاد دے - وه ایک معتدل مذهب هے' اسلیے وه اونهي لوگوں کے ساتھه نرمی کرتا هے' جو اوسکے مستحق هیں - و ان تصوموا خیر لکم کا تعلق بهی اسي قسم کے مسافروں اور مریضوں کے ساتھه موزوں معلوم هوتا هے' کیونکه وه لوگ روزه رکھنے کی طاقت نهیں رکھتے -

(۱) ترمذي ص ۱۲۵ کتاب الصوم -

مراسلات

الاعتصاب في الاسلام

از مولانا عبد السلام ندوي

(۳)

(اسلام نے اوستاد و شاگرد کے تعلقات کے متعلق کیا اصول قائم کیے هیں ؟)

(تنقیح سوم)

تعلیمي اسٹرائک پر سب سے بڑا اعتراض یه ہے که اوس سے اساتذه کا احترام شرعي قائم نہیں رهتا لیکن همکو جہاں تک معلوم ہے قرآن مجید اور احادیث صحیحه میں به نص صریح اوستاد کا کوئي حق متعین هي نہیں کیا گیا ' بلکه اسکے خلاف اساتذه کو غریب الوطن طلباء کے ساتھه مدارات و مواسات کرنے کا حکم دیا گیا ہے -

قال سیاتیکم اقوام یطلبون العلم فاذا رایتموهم فقولوا لهم مرحبا مرحبا بوصیة رسول الله صلی الله علیه وسلم و اقنوهم -

آپنے فرمایا که تمہارے پاس کچهه لوگ بغرض طلب علم آئینگے' جب اونکو دیکھو تو مرحبا مرحبا کہو' کیونکه یه رسول الله کي وصیت ہے اور اونکو تعلیم دو -

قال لنا ان الناس لکم تبع و انهم سیاتونکم من اقطار الارض یتفقهون في الدین فاذا جاؤکم فاستوصوا بهم خیرا - (سنن ابن ماجه ص ۲۲)

آپ نے صحابه سے فرمایا لوگ تمہارے تابع هیں' اسلیے تمہارے پاس اطراف ملک سے مذهبي علوم سیکھنے آئینگے - جب وہ آئیں تو اون کے ساتھه بھلائي کرو -

آنحضرت نے خود اپنے طرز عمل سے اسکي بہترین مثال قائم کردي تھي اور صحابه نے اوسکو محفوظ رکھا تھا' اسمعیل کا بیان ہے که " هم لوگ حسن کي عیادت کو گئے - جب آدمیوں کي کثرت سے گھر بھر گیا ' تو انہوں نے اپنے دونوں پانوں سمیٹ لیے اور کہا که هم لوگ ابو هریره کي عیادت کو گئے تھے جب آدمیوں سے گھر بھر گیا تھا تو انہوں نے دونوں پانوں سمیٹ لیے تھے' اور کہا که هم رسول الله کي خدمت میں حاضر هوے' یہاں تک که گھر بھر گیا' آپ لیٹے هوے تھے - جب هملوگوں کو دیکھا تو دونوں پانوں سمیٹ لیے اور فرمایا که تمہارے پاس کچھه لوگ طلب علم کیلیے آئینگے - اونکو مرحبا کہنا' تحیت بجا لانا ' اور تعلیم دینا " چنانچه تاریخ اسلام میں جب کبھي اسکے خلاف کیا گیا ہے تو عموماً شکایت پیدا هوئي ہے - اسي روایت میں اسمعیل کہتے هیں که " هم نے ایسے علماء کا زمانه پایا ہے' جو نه تو مرحبا کہتے هیں' نه تحیت بجا لاتے هیں' نه تعلیم دیتے هیں' بلکه جب هم اونکے پاس جاتے هیں' تو ورکھائي کے ساتھه پیش آتے هیں" (۱) ان روایات صحیحه کي بنا پر اگر اس زمانه میں طلباء کو اساتذه سے شکایت پیدا هو تو وہ بالکل بجا اور صحیح ہے -

طلباء و اساتذه کے تعلقات کے متعلق سب سے اهم اور مقدم سوال جس پر تمام حقوق و اختیارات متفرع هوتے هیں یه ہے که اوستاد کا حق انتخاب کسکو حاصل ہے ؟ اوستاد کي علمي' مذهبي ' اور اخلاقي زندگي کا اثر براه راست صرف طلباء هي پر پڑتا ہے' اور وهي اسکا احساس بھي کرسکتے هیں' اس بنا پر عقلاً طلباء هی کو اونکے انتخاب کا حق حاصل هونا چاهیے -

اسلام کے قدیم نظام تعلیم میں اسي اصول کي بنا پر اوستاد کا حق انتخاب ' صرف طلباء کو حاصل تھا ' اور اس پر تمام محدثین و فقهاء کا عمل تھا -

عن ابراهیم قال کانوا اذا اتو الرجل لیاخذوا عنه نظروا الی صلاته و الی سنته و الی هیاته یاخذون عنه -

ابراهیم سے روایت ہے که جب لوگ کسی عالم کے پاس بغرض تحصیل علم آتے تھے تو اوسکے نماز' اوسکے طریقے' اور اوسکي وضع کو دیکھتے تھے که اس سے علم حاصل کریں -

عن ابي العالیه : قال کنا ناتي الرجل لناخذ عنه فننظر اذا صلی فان احسنها جلسنا الیه و قلنا هو لغیرها احسن و ان اساءها قمنا عنه و قلنا هو لغیرها اسواء -

ابو العالیه سے روایت ہے که جب هم کسی عالم کے پاس بغرض تحصیل علم آتے تھے' تو جب وہ نماز پڑھتا تھا تو دیکھتے تھے' اگر وہ اچھي نماز پڑھتا تو اوسکے پاس بیٹھتے تھے که وہ دوسري باتوں کو بھي بہتر طریقه سے کرتا هوگا اور اگر نماز ٹھیک طور پر نه پڑھتا تو اوٹھه کھڑے هوے که وہ دوسري چیزوں کو اس سے بھي بري طور پر کریگا -

عن محمد : قال انظروا عمن تاخذون هذا الحدیث فانه دینکم - (مسند دارمی ص ۶۱)

محمد سے روایت ہے که جس شخص سے تم لوگ روایت حدیث کرتے هو اوسکي جانچ کرلو' کیونکه یه تمہارا مذهب ہے -

ان روایات سے به تصریح ثابت هوتا ہے که اوستاد کے اخلاق و عادات ' مذهب' وضع ' غرض هر چیز کي جانچ پڑتال کا طلباء کو حق حاصل ہے ' اور اگر اوستاد اس معیار پر ٹھیک نہیں اوترتا تو وہ اوس سے کناره کشي کرسکتے هیں ' لیکن موجوده نظام تعلیم میں یه حق صرف منتظمه جماعت کو حاصل ہے' اور اگر طلباء کبھي اوستاد کے متعلق زبان شکایت کھولتے هیں' تو اسکو گستاخی اور بے ادبی خیال کیا جاتا ہے -

هم کو سرکاري اسکولوں میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں' لیکن هم قومي اور مذهبي مدارس میں اسلام کی اس قدیم خصوصیت کو قائم رکھه سکتے هیں' اور اسکو قائم رکھنا چاهیے -

اگرچه قرآن مجید' احادیث صحیحه' اور صحابه و تابعین کے طرز عمل سے ثابت هوگیا که اسلام نے اوستاد کا کوئي حق متعین نہیں کیا ' لیکن هم تسلیم کرلیتے هیں که اسلام نے اوستاد کے حقوق کي تعین کردي ہے' اونکے ادب و احترام کو راجب کردیا ہے' لیکن سوال یه ہے که کیا اوستاد کي شکایت کرنا یا اون سے علحدگي اختیار کرلینا اس ادب و احترام کے منافي ہے ؟ اسلام نے امام مسجد کو مقتدیوں سے افضل تسلیم کیا ہے' اور اونکے اقتداء کو راجب کردیا ہے -

قال رسول الله صلعم یوم القوم اقرأهم لکتاب الله و اقدمهم قراءة فان کانوا في القراءة سواء

آنحضرت نے فرمایا که قوم کي امامت وہ شخص کرے ' جو قرآن کا سب سے زیاده قاري هو اور قرات میں ممتاز هو - پھر اگر سب کے سب قرائة میں

(۱) سنن ابن ماجه ص ۲۲ کتاب العلم -

بالکل متغیر هوگئی هے- جو جرمن فیڈریشن (اتحاد المانی) اسوقت کارزار میں اترا تها' وہ' وہ جرمن شاهنشاهی نه تهی جو آج میدان جنگ میں اتري هے -

غرض لکسمبرگ ایک ناطرفدار قلمرو تهی' مگر جرمنی نے اسکی ناطرفداري کو اسلیے زیر و زبر کردیا که اسکا وجود انگلستان کے فاتح کیلیے ایک ناگزیر مرحله هے' اور سینٹ پال کے کلس پر عقاب کا علم نصب کرنے کیلیے اسے فتح کرنا ضروري هے-

(بلجیـــم)

لکسمبرگ کی نا طرفداري کي برهمزني درحقیقت اس سفر کي اولین منزل هے جو جرمني کے پیش نظر هے- اسلیے کہن سال اور انجام اندیش انگلستان کے متعلق یه سوء ظن نه کرنا چاهیے که وہ محض جوش حفظ عهد میں خانه بر انداز هوگیا هے اور صرف اسلیے که ایک چهوٹي سي قوم پامال کي جا رهي هے یا ایک عهد نامه کي توهین هورهي هے' وہ برطانیه کے ان فرزندوں کو جنگ کي آگ میں جهونک رها هے' جنمیں سے (بقول ٹائمز) " ایک گورے کي هڈیاں تمام سر زمین ایران کي آزادي سے زیادہ قیمتي هیں"

انگلستان کا یه اضطراب و هیجان اور جرمني سے دست و گریبان هونے کے لیے مستعدي صرف اسلیے هے که لکسمبرگ کے بعد هي بلجیم کا نمبر آیگا -

مگر آپ یه بهي سمجهے که انگلستان بلجیم پر حملے کے خیال سے کیوں کانپ اٹهتا هے ؟ ذرا نقشۂ یورپ پر ایک نگاہ پهر ڈالیے - دیکهیے ! بلجیم کے ساحل سے آبناے ڈوور کسقدر قریب هے؟ یه وهي ابناے ڈاور هے جسکے متعلق نپولین تاسف کیا کرتا تها که " اگر مجهے اس پر صرف چهه گهنٹے کے لیے حکومت ملجاتي تو میں تمام عالم کو فتح کرلیتا " اس ابناے سے متصل دریاے ٹیمس هے - اور اسکے سامنے هی عظیم الشان لندن -

پس اگر جرمني کي فوجیں بلجیم سے گذر سکیں اور ابناے ڈوور میں اسکے بیڑے کا مقابله بلجیم کے بیڑے سے نه هو تو وہ کسقدر آساني کے ساتهه انگلستان کے پایه تخت پر حمله کرسکتا هے ؟

بلجیم کي طرفداري و ناطرفداري کا مسئله آج سے نهیں بلکه سالها سال سے انگلستان کے لیے طمانیت سوز رها هے - اولا تو اسلیے که اگر جرمني ایک زبردست قوت کے ساتهه اس پر حمله آور هوجاے تو وہ اسکي مدافعت سے بالکل مجبور هے - ثانیاً اگر مدافعت کي طاقت پیدا کر بهي لے' جب بهي یه کیا ضرور هے که وہ جرمني کا مخالف هو اور انگلستان کے دروازے کي حفاظت سے انکار نه کرے ؟

اس واقعه سے انگلستان اور بهي خائف و مضطر تها که ساحل انیوریپ بلجیم میں انگلستان کی جانب واقع هے- بلجیم نے اسکي قلعه بندي کي اسکیم تو بهت هي مستعدي و سرگرمي سے شروع کردي' مگر " می اوز" کي تحصین و استحکام میں نه تو مستعدي دکهلائي گئي اور نه دریا دلی کے مصارف کیے گئے جو جرمني کے جانب کي بحري سرحد هے -

مگر کیا عجیب بات هے که جب وقت آیا تو بلجیم نه صرف نا طرفدار' بلکه انگلستان کا طرفدار نکلا ! انگلستان کي سرگرمي اور خفیه ریشه دوانیوں کے تاثیر و نفوذ کا یه ایک بهت بڑا ثبوت هے -

سچ یه هے که بلجیم جسطرح انگلستان کي طرف قلعه بندي کررها تها' اسیطرح اسنے جرمني کی طرف کے بهي مقامات لي' می اوز' مے' نامور وغیرہ میں مشکلات و عقبات پیدا کردیے تهے - البته بهت ممکن هے که اُس وقت جرمنی کے ساتهه انگلستان کے علی الرغم کوئی اتحاد پیدا هوگیا هو -

بلجیم کی مشرقی سرحد میں ایک حمله آور کو جو مشکلات پیش آسکتي هیں' ان میں سب سے زیادہ قابل توجه یه مراحل و مراتب هیں :

ارڈنیس (جسکو بلجین لکسمبرگ بهي کہتے هیں) نهایت دشوار گذار جگه هے' اور فوجي نقل و حرکت تو اسمیں قریباً ناممکن هے - اس صورت میں بلجیم کا خط مدافعت می اوز نامي مقام هوگا جسکے پیچهے اسکي فوج ایک مناسب موقع پر جم جاسکتی هے' یہاں تک که فرانس یا انگلستان سے (جیسا که اسوقت انگلستان ڈیڑہ لاکهه فوج بهیج رها هے) اسکي مدد کیلیے کمک پهنچ جاے -

مقام لی بهي قلعوں اور باٹریوں کے حلقه میں هے مگر محفوظ نهیں' کیونکه جرمني کي فوج میسٹر چٹ کے راسته سے اندر آجا سکتي هے -

یه بلیجم کي فوجي اور جنگی حیثیت تهي - جغرافي حیثیت سے اسکا رقبه ۲۹۵۰۰ کیلومیٹر هے اور آبادي ۷۴۱۰۰۰۰ دارالسلطنت کا نام برازیل هے' اور عام ملکي زبان فرانسیسي -

بلیجم سنه ۱۸۱۵ع سے پہلے فرانس کے ماتحت تها' مگر انگلستان نے اپني حفاظت کے خیال سے اسکو اور هوالینڈ کو فرانس کی محکومي سے آزاد کرایا - اسوقت سے وہ اپنے آپ کو انکي آزادي کا محافظ سمجهتا هے -

(فرانسیسی سرحد)

بلجیم کے طرف جرمن پیشقدمیوں کا اصلي مقصد تو انگلستان هے' لیکن دوسرا مقصد فرانس بهي هو سکتا هے - نقشے کے دیکهنے سے معلوم هوتا هے که برلن سے پیرس تک کا سیدها راسته ٹهیک بلجیم میں سے هوکے گیا هے - موجودہ فن جنگ میں سب سے بڑا حمله آورانه کام یه هے که پوري مستعدي کے ساتهه ابتداء کي جاے' اور جلد سے جلد اور مختصر سے مختصر راستے سے هوتے هوے ایک ایسی فوج کے قلب میں پهنچ جاے جو هنوز طیار نه هوئي هو - اسطرح ایک هي حملے میں تمام فوج حریف پا مال هوجائیگي -

اس لحاظ سے جرمني کیلیے براہ بلجیم فرانس جانے کا راسته بوجه قرب مسافت ایک نهایت قیمتي خط جنگ هے - اسوقت یورپ کي جنگ ایک قسم کی گهوڑ دوڑ هے - اور تهوڑے دنوں تک یهی حالت رهیگی - اس دوڑ میں جو حریف سب سے زیادہ تیز رو هوگا' وهی کامیاب جنگ جاري رکهه سکے گا -

اهل فرانس عموماً اس خیال میں تهے که انکی شمالی سرحد خطرہ سے محفوظ هے - کیونکه اولاً تو السیس اور لورین میں جرمنی کیلیے هر قسم کی مشکلات موجود هیں - پهر بلجیم نے می اوز' لے هیز' اور نامور میں بهی جرمنی کے لیے سنگهاے گراں نصب کردیے هیں -

لیکن حالات نے بهت جلد اس اعتماد کو بے بنیاد ثابت کردیا- جرمنی آج تین سال سے میلویڈي میں سفر و حرکت کیلیے طرح طرح کی آسانیوں کا سامان کررها تها اور اس درجه مکمل و مستعد هوچکا تها که فرانس کی سرحدي مشکلات اور استحکامات اسکے سامنے کچهه بهی مدافعت نهیں کر سکتیں -

السیس اور لورین کی قلعه بندیوں کے حالات حال میں فرانس کے ایوان مبعوثین (چیمبر آف ڈیپوٹیز) میں بیان کیے گئے تهے - اگر یه صحیح هے که ان قلعه بندیوں کو تازہ ترین اصول پر رکهنے میں کامیابي نهیں هوئی هے تو سمجهنا چاهیے که انکی اهمیت زیادہ سے زیادہ دوسرے درجه پر هے- بهرنوع دائمی قلعه بندي کی اهمیت خصوصاً اس حالت میں جب که اسکو مدد اور کمک نه پهنچ سکے' همیشه سے مشکوک سمجهي گئي هے -

غرض جهاں تک قرائن صحیحه سامنے آتے هیں' شمالی سرحد پر فرانس کی قلعه بندیوں کو محض بے اثر سمجهنا چاهیے - اور کچهه عجب نهیں که اولوالعزم اور سرمست عروج و شباب جرمني بهت جلد ان قلعه بندیوں کی حقیقت کا تجربه دکهادے -

(السیس اور لورین دو فرانسیسي صوبے هیں جن پر سنه ۱۸۷۰ میں جرمنی نے قبضه کرلیا تها)

فليؤمهم اقدمهم هجرة فان كانوا في الهجرة سواء فليؤمهم اكبرهم سنا (سنن ابو داؤد صفحه ۷۵)

هوں تو وہ شخص امامت کرے' جس نے سب سے پہلے هجرت کي هو' اگر سب کے سب هجرت ميں بهي برابر هوں تو وہ شخص امامت کرے' جو سن ميں سب سے بڑا هو -

اگر اوستاد کے ادب و احترام کو قطعي الثبوت تسليم کرليا جاے' تو اوسکو مختلف حيثيتوں سے امام کے ساتهه مشابهت هوسکتي هے' اس بنا پر عهد نبوت ميں صحابه کا جو طرز عمل امام کے متعلق رها هوگا ' وہ امام کے ادب و احترام کے منافي نه هوگا ' اسليے طلباء بهي اساتذہ کے معاملات ميں اوسي طرز عمل کي تقليد کرسکتے هيں' اور اسکو گستاخي يا بے ادبي پر محمول نهيں کيا جاسکتا -

عهد نبوت ميں امام کے متعلق صحابه کا جو طرز عمل تها اوس پر صحيح بخاري کي ايک روايت سے کافي روشني پڑسکتي هے -

قال رجل يا رسول الله اني لا تاخر عن الصلوة في الفجر مما يطيل بنا فلان فيها فغضب رسول الله صلعم ما رايته غضب في موضع كان اشد غضبا منه يومئذ - ثم قال يا ايها الناس ان منكم منفرين فمن ام الناس فليتجوز فان خلفه الضعيف و الكبير و ذالحاجة (بخاري جلد اول مطبوعه - مصر ص - ۹۰)

ايک شخص نے کہا يا رسول الله ميں نماز فجر ميں اسليے دير کرکے شريک هوتا هوں که فلاں امام نماز کو بهت طول ديتا هے آپ اسقدر غصه هوے که کبهي کسي موقع پر اس قدر برهم نه هوے تهے پهر آپ نے فرمايا: لوگو! بعض لوگ تم ميں سے لوگوں کو بهگاتے هيں' جو شخص امامت کرے' وہ تخفيف کرے کيونکه اوسکے پيچهے ضعيف' بڈهے' اور اهل حاجت بهي هوتے هيں -

يه شکايت مجمع عام ميں کيگئي' اور کسي نے اسکو ادب و احترام کے منافي نهيں سمجها' اور خود رسول الله نے امام هي کو تنبيه کي -

ليکن هم اوستاد و امام کي مشابهت کو بهي ناقص فرض کرليتے هيں' اور اوستاد کو ايک ايسي ذات سے تشبيه ديتے هيں جسکو شريعت نے اس قدر واجب التعظيم تسليم کيا هے که خدا کے بعد اوسکي پرستش کي جاسکتي هے -

لو كنت آمر احدا ان يسجد لاحد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم عليهن من الحق (ابو داؤد جلد ۱ - ص ۲۷۳)

اگر ميں کسيکو سجده کا حکم ديتا تو عورتوں کو حکم ديتا که اپنے شوهروں کو سجده کريں ' کيونکه خداے مردونکو عورتوں پر حق ديا هے -

ليکن بحث يه هے که عورت ايسے واجب التعظيم شخص کي شکايت کرسکتي هے يا نهيں ؟ اور اگر کرسکتي هے تو شکايت کا طريقه کيا هوسکتا هے ؟ روايات صحيحه سے ثابت هوتا هے که عورت مرد کي جائز شکايت کرسکتي هے اور بالکل اوسي طريقه سے کرسکتي هے جو اسٹرائک سے مشابهت رکهتا هے' سنن ابو داود ميں هے (جلد اول - ص - ۲۷۳)

قال رسول الله صلعم لا تضربوا اماء الله فجاء عمر الى رسول الله صلعم فقال ذئرن النساء على ازواجهن فرخص في ضربهن فاطاف بآل رسول الله صلعم نساء كثير يشكون ازواجهن - فقال النبي صلعم لقد طاف بآل محمد نساء كثير يشكون ازواجهن ليس اولائك لخياركم -

آنحضرت نے فرمايا که خدا کي لونڈيوں کو نه مارو' حضرت عمر آپ کے پاس آے اور کہا که اس حکم سے عورتيں دلير هوگئيں تو آپ نے مارنے کي اجازت دي - اسکے بعد آنحضرت کے مکان پر بکثرت عورتيں اپنے شوهروں کي شکايت ليکر آنے لگيں' تو آنحضرت نے فرمايا که بکثرت عورتيں اپنے شوهروں کي شکايت ليکر آتي هيں' ايسے شوهر صالح آدمي نهيں هيں -

اس روايت ميں عورتوں نے علانيه مردوں کي شکايت کي هے اور آنحضرت نے عورتوں هي کے حق کا لحاظ رکها هے - اس کے پہلے جزو پر طلباء مذهبي حيثيت سے عمل کرسکتے هيں' دوسرے جزو پر عمل کرنے کا منتظمين مدارس کو اختيار هے -

ليکن هم اسپر بهي قناعت نهيں کرتے' هم اوستاد کا وهي حق اور وهي درجه تسليم کرتے هيں' جو باپ کو بچے پر حاصل هے - هم بچوں ميں طالب العلم کا وهي پست درجه فرض کرتے هيں جو اولاد اناث کو اولاد ذکور کے مقابله ميں حاصل هے -

ليکن گفتگو يه هے که اولاد باپ سے اپنے جائز حقوق کا مطالبه کرسکتي هے يا نهيں ؟ احاديث صحيحه سے ثابت هوتا هے که اولاد باپ سے اپنے حقوق کا مطالبه کرسکتي هے اور دليرانه کرسکتي هے - سنن نسائي ميں هے (جلد - ۲ - ص - ۲۲)

عن عائشة (رض) ان فتاة دخلت عليها فقالت ابي زوجني ابن اخيه ليرفع بي خسيسته و انا كارهة ' فقال اجلسي حتى ياتي النبي (صلعم) فجاء رسول الله صلعم فاخبرته فارسل الى ابيها فدعاه فجعل الامر اليها - فقالت يا رسول الله قد اجزت ما صنع ابي و لكن اردت ان اعلم ان للنساء من الامر شي - (۱)

حضرت عائشه (رض) سے روايت هے که ايک نوجوان عورت آنکے پاس آئي' اور کہا که ميرے باپ نے اپنے بهتيجے سے ميرا نکاح کرديا هے که وہ ميري وجه سے معزز هوجاے' مگر ميں اوسکو پسند نهيں کرتي - حضرت عائشه نے کہا : رسول الله کے آنے کا انتظار کرو- آپ آئے تو اوس نے واقعه بيان کيا - آپ نے اوسکے باپ کو بلا بهيجا ' اور اوس عورت کو نکاح کا اختيار ديديا - اوس نے کہا که يا رسول الله ميں اپنے باپ کے فعل کو جائز رکهتي هوں' ليکن ميں صرف يه معلوم کرنا چاهتي تهي که عورت کو بهي معاملات ميں کچهه اختيار هے يا نهيں؟

ان روايات کي مجموعي ترتيب سے حسب ذيل نتائج مستنبط هوتے هيں :

(۱) اسلام نے استاد کا کوئي حق تسليم نهيں کيا - اسليے اسٹرائک پر انکا کوئي اثر نهيں پڑتا -

(۲) استاد پر طلبا کے حقوق اسلام نے تسليم کيے هيں -

(۳) اگر استاد کے آداب و حقوق تسليم بهي کرليے جائيں' تو آن کي شکايت اور آن سے علحدگي آن آداب و حقوق کو پامال نهيں کرتي -

(۴) اوستاد کي شکايت علانيه مجمع عام ميں کي جاسکتي هے -

(۵) ان تمام نتائج کي منطقيانه ترتيب سے وهي نتيجه پيدا هوگا جسکو اسٹرائک کے لفظ سے تعبير کيا جاتا هے - اس بنا پر اوستاد کي فضيلت ' اوستاد کا ادب ' اوستاد کا حق اسٹرائک کے منافي نهيں هے - (۲)

---

(۱) ليکن جو لوگ فن تعليم کي مہارت کے ساتهه صاحب اولاد کثيرہ بهي هيں وہ ندوہ کي اسٹرائک سے زيادہ علي گڈہ کي اسٹرائک سے اور علي گڈہ کي اسٹرائک سے زيادہ صاحبزادوں کي اسٹرائک سے گهبراتے هيں -

(۲) ليکن هم تعليمي اسٹرائک کو صرف قياس سے ثابت کرنا نهيں چاهتے بلکه اس مضمون کے پانچويں نمبر ميں تاريخ اسلام سے اسکي متعدد مثاليں دينگے -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الكريم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۵ | کلکتہ: چہار شنبہ ۲۶ رمضان ۳ شوال ۱۳۳۲ ہجری | نمبر ۸-۹

Calcutta : Wednesday August, 19 & 26. 1914.

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ ، هُوَ
اجْتَبٰكُمْ ، وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ، هُوَ
سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ، وَ
تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ، فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاعْتَصِمُوْا
بِاللهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ
نِعْمَ النَّصِيْرُ (۲۲ : ۷۸)

قیمت فی پرچہ — چار آنہ

ڈبل نمبر ہونیکی وجہ سے قیمت آٹھ آنہ

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ . ۱۸)
" و في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۲]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے که محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " که در زمانهٔ نست !

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا هفته وار رساله هے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیهٔ اسلامیه کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین و وحدة کلمهٔ امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه و فصول ادبیه ' و مضامین و عنارین سیاسیهٔ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه هے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا هے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآني نے تعلیمات الٰهیه کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا هے ' وه اسدرجه عجیب و موثر هے که الهلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و وسعت بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیره میں مجددانه و مجتهدانه هے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الٰهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وه تمام هندوستان میں پہلي آواز هے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وه هندوستان میں پہلا رساله هے جس نے موجوده عهد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰهی سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغله برپا کردیا ' اور بلا ادنیٰ مبالغه کے کہا جاسکتا هے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئی هے : ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وه ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص هے -

(٦) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰهیه و علوم نبویه ' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وه اخبار نہیں هے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتی هوں - وه مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه هے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف هے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا هے -

(۷) چهه مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي هے - فهرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتی هے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں صحیح و مزید چهپائي کے ساتهه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوباره چهپ رهي هے تیسری اور چوتهي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتهي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بهي اگر کسي اردو کتاب میں هوں میں تو انکي قیمت دس روپیه قرار دی جاتي هے -

(۹) با این همه قیمت صرف پانچ روپیه هے - ایک روپیه جلد کي اجرت هے -

بہت ممکن ہے که الهلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا هوا تو پهر مکمل جلدوں کی قیمت بهی زیاده هو جائیگی.

الهـلال

۱۹ و ۲۶ اگست ۱۲۳۲ هجري

الطـــامـــة الكـــبرى ! !

وقعت الواقعـة ، ليس لوقعتهـــا كاذبة !

و النازعات غرقاً ، والناشطات نشطـاً ، و السابحات سبحـاً ، فالسابقات سبقاً ، فالمدبرات امرا : موت اور هلاکت کے وہ اوقات الیمہ جو خون کی رگوں اور گوشت کے ریشوں کے اندر سے انسان کی جانوں کو کھینچ لیتے هیں اور آبادیاں اُجاڑ اور زندگیاں هلاک هوجاتی هیں - وہ ارواح حروب وقتال جو زندگی کیلیے موت کا اور آبادي کیلیے ویراني کا دروازہ ایسي عجلت اور ایسی آسانی سے کھولدیتی هیں ، گویا کسی لٹتے هوے بند کو کھول دیا گیا - وہ هلاکت اور موت کی عظیم الشان هستیاں جن پر انسان پاش توپیں لدي هوئیں اور آگ اور خون کے خونخوار درندے سوار هیں ' اور جو سمندروں میں تیرتی پھرتی هیں اور ایک دوسرے سے بازي لیجانا چاهتی هیں تا اپنے ملکوں و امور کی تدبیر کریں ، ان سب کی چھائي هوئی هیبت اور پھیلی هوئي وحشت کي قسم ' اور ان سب کی پھیلائي هوئی موت اور برسائی هوئی هلاکت کی گواهی ، کہ ارض الهی کا امن لوٹ گیا ' انسانیة کي بستی اُجاڑ هوگئی ' نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا ' اور دنیا مثل اُس بیوہ کے هوگئی جسکا سوهر زبردستی قتل کردیا گیا هو اور اُسکے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا هو - اب وہ اپنے لٹے هوے سنگھار پر ماتم کریگی ' اور اپني پھٹی هوئی چادر کو سر سے اُتار دیگی - کیونکہ اسکا حسن زخمي هوگیا ' کیونکہ اسکا سہاگ پامال کردیا گیا ' اور اسلیے کہ اسکے فرزندوں نے اسپر تلوار اُٹھائی ' اور اسلیے کہ اسکے دوستوں نے اسے دھکیل دیا - پس زندگی کی جگہ موت ' عیش و سلامتی کي جگہ اضطراب ' نغمۂ نشاط کي جگہ سور ماتم ' زمزمہ سنجي کي جگہ نوحہ خواني ' آب زندگي کي جگہ بحر خونین ' بستیوں کي جگہ ویرانے ' اور زندگی کے کاروبار اور بازار زندگي چهل پهل کي جگہ موت کے وہ جنگل جنمیں لاشیں سڑینگي ' اور هولناک سمندروں کے وہ خونیں طوفان جنمیں انسان کي لاشیں مچھلیوں کي طرح اُچھلینگي - اور اے دنیا کے بڑے بڑے مغرور شہروں کے بسنے والو ! کل تک تمھاري ماؤں نے تمھیں جنا تھا ' تا زندگي پر گھمنڈ اور طاقت پر مغرور هو - پر آج تم موت کے کھلونے هو جنھیں بگاڑ دیا جائیگا ' اور هلاکت کي مورتیں هو جنھیں مٹا دیا جائیگا - اور پھر اے وہ کہ تمدن کي بہشت ' علم کے مرغزار ' اور عیش و نشاط زندگی کے حیرت آباد اور اعجوبہ زار تھے ! تم کل تک دوسروں کي موت و هلاکت کي خبریں سنتے تھے ' پر آج تمھاري هلاکت کي خبریں پڑھي جائینگي - کل تک تمھارے پاس کرۂ ارضی کی مصیبتوں کا قلم تھا ' پر آج تمھاري مصیبتوں کي تاریخیں مدون هونگي - تم کل تک دوسروں پر ظلم و قہر کرتے تھے پر آج تم پر ظلم کیا جائیگا - تم کل تک دوسروں کیلیے آگ سلگاتے تھے ' پر آج تمھارے لیے جہنم بھڑک رهی ہے - تم کل تک ضعیفوں اور ناتوانوں کیلیے درندے تھے ' پر آج درندوں میں خود جنگلی اور بھیڑیوں نے آپسمیں ایک دوسرے کو پنجہ مارا - تم کل تک دنیا کیلیے موت کی بجلی اور هلاکت کی بدلی تھے ' پر آج کوئي نہیں جو تمھیں هلاکت کی بارش اور بربادي کے رعد و برق سے بچا سکے - کل مشرق کی بربادیوں کا تم نے تماشہ دیکھا تھا ' آج وہ تمھاري هلاکت کو دیکھ رہا ہے :

فاليوم الذين آمنوا من الكفـار يضحكون ' على الارائك ينظرون ' هل ثوب الكفار ما كانوا يفعلون (۸۳ : ۳٦)	پس آج وہ دن وہ دن ہے کہ مسلمان ارباب کفر پر هنستے هیں اور امن و راحت سے بیٹھے هوے تماشہ دیکھ رہے هیں - هاں ! ابتو وہ وقت آگیا کہ انھوں نے اپنے اعمال کا بدلہ پا یا -

(ماتـم انسانيـــة !)

انسان کي سوئی هوئی سبعیت و بہیمیت پھر جاگ اٹھي ہے - وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواهشوں میں بھیڑیا ' محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلي درندہ ' اور اپنے هاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات ' مگر اپني روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے ' اب اپنی خونریزي کی انتہائی شکل اور اپني مردم خواري کے سب سے زیادہ برے وقت میں آگیا ہے - وہ کل تک اپنے مکانوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے دار العلوموں میں انسان تھا ' پر آج جیتے کي کھال اسکے چمڑے کي نرمي سے زیادہ حسین اور بھیڑیے کے پنجے اسکے دندان تبسم سے زیادہ نیک هیں - درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے جنگلوں میں امن و راحت ملیگی ' مگر اب انسانوں کی بستیاں اور اولاد آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی هوگئی هیں - کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھکر تھا ' اگر سب سے برا اور سب سے کمتر هوجاے تو جس طرح اس سے زیادہ کوئي اور نیک نہ تھا ' ویسا هی اس سے بڑھکر اور کوئی برا بھي نہیں هوسکتا :

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم ' ثم رددناه اسفل سافلين - الا الذين آمنوا وعملو الصالحـات فلهـم اجرا غير ممنون - (۹۵ : ٦)	هم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی ترکیب اور اعلی ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا لیکن پھر دوسري طرف بہیمي خواهشوں اور سبُعی قوتوں کے لحاظ سے نہایت هي ادنی درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا لاے - هاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لاے اور اعمال صالحہ و عادلہ اختیار کیے ' سو انکے لیے بے انتہا اجر ہے - کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلینگے -

شیر خونخوار ہے ' مگر غیروں کیلیے - سانپ زهریلا ہے ' مگر دوسروں کیلیے - چیتا درندہ ہے ' مگر اپنے سے کمتر جانوروں کیلیے - لیکن انسان ' دنیا کا اعلی ترین مخلوق ' خود اپنے هی هم جنسوں کا خون بہاتا اور اپنے هی ابناے نوع کیلیے درندہ و خونخوار ہے !

و على ذالك قول بعض شعراء هذا العصر :

ولقد رايت الاسد احسن خلقـة
من جنس هذا الظالـم المتمرد
الناس تقتل كل يوم بعضها
والاسد تقتل غيرها اذ تعتدي

انسان هي ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپني قوتوں کو امن و سلامتي کا وسیلہ بناے ' اور انسان هي ہے جو سانپ کے زهر اور بھیڑیے کے پنجے سے بھي زیادہ خونخوار ہے اگر راہ امن و سلامتي -

SEWING MACHINES BALLERS WINDERS
AUTO KNITTING
THE ADARSHA KNITTING Co.
Importers Manufacturers
General Merchant & Commission Agent
CALCUTTA

تار کا پتہ : ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

— :*: —

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کي ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی حسب ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنی سپاری تراش) مشین دیگي ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں

(۲) یہ کمپنی آپکو ۵۵ روپیہ میں جوہ ناف موزے کی مشین دیگي ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگي جسمیں گنجی تیار ہوگي جس سے روزانہ ۲۵روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنيِ ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - اُجرت روانہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ هي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دی گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں -

— :*: —

انریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کي چند چیزیں خریدیں مجھ اُن چیزوں کی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس دھم کماري دیوی - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواری آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کر رھی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں -

---

انریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ھائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ہوئي چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ھز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

اُنکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني -

آپنے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکي بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ھز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنیم — سول کورٹ رڈ ڈنکالیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ -

راجفه ' ابصارها خاشعه ' يقولون ءانا لمردود ون في الحافره ' اءذا كنا عظامـــاً نخـــره ؟ (۷۹ : ۱۰)

بهونچال آئيگا جب انسان کے دل دهڑک اٹهينگے ' اور جب انکی هولی نظریں جهک جائينگی ' اور وہ کہيں گے کہ کيا هم (دنيا ميں اسقدر ترقي کرکے اور آگے بڑهکے) پهر (وحشت و خرابی کی طرف) لوٹائے جائيں گے ؟ اور وہ بهی ايسی حالت ميں جب گل سڑکر کهوکهلی هڈياں هوجائينگے ؟ (يقين کرو کہ ايساهی هونے والا هے)

(آلاية الكبرى)

اور ديکهو کہ قدرت الهي کي يہ کيسي هولناک نشاني هے جو ايام الاهيه کی گذشته نشانيوں کو ياد دلاتي هوي ' غفلت کي دنيا اور غرور انساني کي بستي پر بجلي کي طرح چمکي هے ' اور رب الافواج کہتا هے کہ ميں اپنے هاتهہ کے جلال صولت اور جبروت انتقام کو نماياں کرونگا - يہ اُسکے آواز کي ايسی گرج اور اسکے دست جلال کا ايسا معذب وار هے جو هزاروں برسوں کے عصيان و تمرد کے بعد ظاهر هوتا هے ' اور اُس بجلي کے مانند جو سر سبز کهيتوں پر گرتی ' اور اُس طوفان کي طرح جو يکا يک زمين پر چڑهتا ' اپنا کام پورا کرديتا هے - يہ اسکا قانون هے جو هميشه سے هے اور کبهي اسميں تغير نهيں هوسکتا - اس قانون انتقام و تبدل نے آباديان بدليں ' بستياں اجاڑيں ' عمارتيں منهدم کيں ' قوموں کو هلاک ' مملکتوں کو ويران ' اور بسے بسائے شهروں کو نابود اور نئي آباديوں سے اپني زمين کو معمور کرديا !

وكاين من قـرية عتت عن امر ربهـــا ورسـله فحا سبنا ها حسابا شديـدا وعـــذبنا ها عـــذا بـــا نـــكـــرا (۶۵ : ۱۰)

اور کتنی هي آبادياں تهيں جنهوں نے اپنے پروردگار اور اسکے رسولوں کي صداقتوں سے سرتابي کی اور عصيان و طغيان پر اتر آے - تب هم نے بڑے هي سختي کے ساتهہ انکے کاموں کا حساب ليا اور بڑے هي سخت عذاب ميں گرفتار کيا -

اور وهی قانون هے جسکے اندر سے خدا کا دست قہار پهر چمکا هے اور وہ اپني زمين کے موجودہ مالکوں سے انکے کاموں کا حساب لينا چاهتا هے جيسا کہ پچهلوں سے ليا گيا !

الـم نهلـك الاوليـن ؟ ثـم نتبعهم الاخرين ' كـــذا لـــك نفعـــل بالمجرمين ' ويل يومئذ للمكــــذ بين ! (۷۷ : ۸)

کيا همنے طغيان و عصيان کي پاداش ميں اگلی قوموں کو هلاک نهيں کيا ؟ بس اسي طرح هم پچهلی قوموں کو بهي انکی مانـنـد عذاب ميں مبتلا کرينگے - يہ همارا قانون هے کہ اپنے مجرموں کے ساتهہ ايسا هی کيا کرتے هيں - پس اس دن الله کی سچائی کے جهٹلا نے والوں پر افسوس !

متمدن قوموں کا غرور انتہائي حد تک پهنچ چکا هے - طاقتوں اور عجيب عجيب ترقيوں نے انهيں متوالا کرديا هے - انکو حسب سنن الاهيه زمين کي حفاظت کا منصب ديا گيا - ليکن انهوں نے قوت پا کر جنگ و فساد کي راہ اختيار کي ' اور طغيان و عصيان سے ارض الهي کو بهر ديا : حتى انت الارض من جور المظالمين ' و استغاثت السماء من طغيان الكافرين ' وسمع رب العزة انين المظلومين و بكاء الباكين : واوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين -

پس ضرور تها کہ غرور و طغيان کيليے کوئي حد هوتي - عجب نهيں کہ مهلت ختم هوگئي هو ' اور کچهہ اچبها نهيں اگر ارض الهي کے امن کيليے ' بندگان خدا کي راحت کيليے ' اور کمزوروں کو سکهہ کي نيند سلانے کيليے ' انکا خون انهی کے هاتهوں بهايا جاے جنهوں نے دوسروں کا خون اپنے هاتهوں بهايا ' اور اس طرح عدالة الهی اُن قوتوں کا حساب لے جو صديوں سے تمام دنيا کے اعمال کا حساب لے رهی هيں :

يـريد ان يمـن على الذين استضعفـوا في الارض و نجعلهـم ائمـة و نجعلهـــم وارثـيـن (۲۸ : ۲۶)

هم نے ارادہ کيا کہ جو لوگ کمزور و ضعيف کيے گئے ان پر احسان کريں ' انهی کو سرداري اور برتري بخشيں ' اور انهی ناتوانوں کو طاقتور انسانوں کا وارث بنائيں -

يہ دنيا کا غرور طاقت هے جو اب رنگ لايا هے ' يہ قوت اور سيادت ارضي کي وہ غدا هے جو اس نے بڑے هی حرص و طمع سے کهائي پر هضم نهو سکی ' اور اب اسی کا فساد اسکی تندرستی کيليے مهلک ثابت هوا هے :

فـذاقت وبال امرهـا وكان عاقبـــة امرهـــا خسرا (۶۵ : ۲۶)

بالاخر انکے اعمال کا وبال انکے آگے آيا اور وہ گو طاقت اور عظمت ميں بہت بڑهچکے تهے ليکن انجام کار گهاٹا هی گهاٹا هوا -

(ذالك بما قدمت ايديهم !)

يورپ کا تمدن ' اسکي طاقت ' اُسکا جنگی اقتدار ' اسکے عجيب عجيب اسلحه ' اور برباد کن هولناکياں ' اسکے مهيب جهاز ' اور کئي کروڑ تک پهنچ جانے والی متعدد فوج ' ايسی قاهر و جابر تهی کہ انکي تنبيه کيليے خود اُنهي کے سوا اور کوئی نهيں هوسکتا تها - انهوں نے اپنے سوا هر قوت کو پامال کيا ' اور اپنے سوا اور کچهہ رهنے نہ ديا ' پس کون تها جو انکے مقابلے ميں نکلتا اور دنيا ميں کس کا هاتهہ اتنا قوي تها جو انکے آهني پنجوں پر پڑتا ؟ وہ سب سے بڑے هوگئے تهے ' انکے ليے وہ لوگ کيا کام ديسکتے تهے ' جو آج سب سے چهوٹے هوگئے هيں ؟ انکے جهازوں کے مقابلے کيليے انکے جهازوں سے بڑهکر جهاز چاهيے تهے ' مگر وہ کهاں بنے ؟ انکي توپوں کيليے انکی توپوں سے زيادہ هلاکت بار توپيں درکار تهيں ' مگر وہ کهاں ڈهلتيں ؟

پس جب زمين پر اُنسے بڑهکر اور کوئي نہ تها جسکے اندر سے خدا کا هاتهہ ظاهر هوتا تو ديکهو کہ حکمت الهي نے کس طرح خود انهي کو اُنپر مسلط کرديا ' اور اسکی يہ تدبير کي کہ باهمي جنگ و قتال ميں مبتلا هوگئے - اب انکا هولناک تمدن جسکو ايک هزار سال کے اندر اُنهوں نے طيار کيا تها ' انهی کي تخريب ميں کام آيا ' اور انکي هر ترقي اور هر بڑائي خود انهي کيليے وسيلۂ تعذيب هوگئي - اگر انکي توپوں سے بڑهکر دوسروں کے پاس توپيں نہ تهيں ' تو اُنهي کي توپوں کے گولے اُنکے ليے اُڑنے لگے - اگر انسے بڑهکر جنگي جهاز دوسروں کے پاس نہ تهے ' تو وهی جهاز انکے مقابلے کيليے سمندر ميں تيرنے لگے - هر پتهر جو اُنهوں نے اُٹهايا ' خود اُنهي کے ليے اوڑا ' اور هر آله جو انهوں نے طيار نهيں وہ انهی کے ليے متحرک هوا - اُنهوں نے بڑا سامان کيا تها ' مگر خدا کا سامان سب سے بڑا هے :

انهم يكيـدون كيـدا ' و اكيد كيـدا ' فمهل الكافرين امهلهم رويدا (۵۶ : ۱۲)

يہ لوگ اپنا داؤ کر رهے تهے اور هم اپنا داؤ کهيل رهے هيں ' پس منکروں کو مهلت لينے دو ' زيادہ نهيں - تهوڑي سي

(يہ کون هيں ؟)

يہ کون هيں جو آپسميں خون اور هلاکت کرنے کيليے دوڑے هيں ؟ يہ وہ هيں جنهيں " امن کے شهزادہ " نے انکے اولين ظهور کے وقت

اور چهوڑ کر بہیمیت اور خونخواری پر اتر آے :

انا هدیناه السبیـــل اما شاکرا و اما کفورا (۷۶ : ۳)

هم نے انسان کو راہ عمل و ترقی دکھلا دی ہے ' پهر یا تو هماری هدایت پر عمل کرنے والے هیں یا انکار کرنے والے۔

الم نجعل له عینین ' و لسانا و شفتیـــن ' و هدیناه النجدیـــن ؟ (۹۰ : ۹)

پهر کیا هم نے انسان کو دیکھنے کیلیے دو آنکهیں اور زبان اور هونٹ نہیں دیے ؟ بیشک دیے اور خیر و شر کی دونوں راهیں اسے دکھلادیں

یہی انسانیۃ اعلی اور ملکوتیۃ عظمی ہے جسکی تقویم و تکمیل کیلیے دین الہی اور شریعۃ فطری کا ظہور هوا ' اور یہی پیغام امن ' رهنماے صلح و صلاح ' اور وسیلۂ فوز و فلاح ہے جسکا دوسرا نام " اسلام " ہے - یعنی جنگ کی جگہ صلح ' خون و هلاکت کی جگہ عمران و حیات ' اور بربادی و خرابی کی جگہ سلامتی و امید ہے ' وہ بتلاتا ہے کہ اگر انسان اپنی قوۃ ملکوتی اور فطرۃ صالحہ سے کام نہ لے ' تو وہ بڑے … کہاٹے … میں ہے :

والعصر ' ان الانسان لفی خسر ' الا الذین آمنـوا وعملو الصالحات و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبـر (۱۰۳ : ۳)

زمانہ اور اسکے حوادث گواهی دیتے هیں کہ انسان بڑے هی گهاٹے ٹوٹے میں ہے - مگر وہ لوگ کہ الله پر ایمان لاے ' اعمال صالحہ اختیار کیے ' اور حق اور صبر کی باهمدگر وصیت کی !

پهر اس سے بڑهکر خسران و نقصان کیا هوگا جسمیں آج دنیا مبتلا ہے ؟ وہ دنیا جس نے قوتوں کی تفصیل کی ' جس نے فطرۃ کے قوانین مستورہ کو بے نقاب کیا ' جس نے عقل و ادراک کے خزانے کهلوا دیے ' جس نے ارتقاے فکر و علو مدرکہ سے دنیا کو علم کا گهر اور دریافتوں اور تحقیقوں کی مملکت بنادیا ' جو علم و مدنیۃ کے انتہاے عروج سے متوالی هوگئی ' جو فتوں کے حصول کے نشے سے بد مست هوکر مغرورانہ جهومنے لگی ' جس نے کہا کہ انسان کے سوا کچهہ نہیں ' اور جس نے اعلان کیا کہ مادہ کے اوپر کوئی نہیں - کیا آج اسکا یہ علم اعلی ' یہ مدنیۃ عظمی ' یہ ایجادوں کا ڈهیر ' یہ مخترعات کا انبار ' یہ بے شمار کتابوں کی جلدیں ' اور یہ لا تعد ولا تحصی دماغوں کے افکار عالیہ و مدنیہ ' ایک لمحہ ' ایک دقیقہ کیلیے بهی اس هولنـاک بربادی ' اس خوفنـاک تصادم ' اس وحشت انگیز خونخواری ' اس خون کا سمندر بہانے والی ' اور لاشوں کے جنگلوں کو بهر دینے والی جنگ کو روک سکتے هیں ' اور نوع انسانی کو عالمگیر نقصان و هلاکت سے بچا سکتے هیں ؟ کیا قانون کشش ثقل جس پر نئے علم کو ناز ہے ' اس سے بچالیگا ؟ کیا قوت برقی کا کشف اسے روکدیگا ؟ کیا بهاپ اور اسٹیم کی ایجاد کچهہ سفارش کریگی اور انسان کو غمگینی سے بچا لیگی ؟ آہ ! یہ ایجادات محیرہ ' یہ مخترعات مدهشہ ' یہ محدثات مدورہ ' جس پر مدنیۃ کو ناز اور علم انسانی کو غرہ ہے ' امن و سلامتی کی جگہ خود هی هلاکت اور بربادی کا وسیلہ ' اور خون اور آگ کی افزایش و تضاعف کا ذریعہ هیں - اگر پہلے دنیا کیلیے صرف کمان کا تیر اور تلوار کی دهار تهی ' تو آج تمدن کی بدولت ایک ایک سکینڈ میں کئی کئی مرتبہ چهوٹنے والے هلاکت بار گولے ' اور لمحوں اور منٹوں کے اندر شہروں اور قلعوں کو مسمار کردینے والے آهن پوش جہاز هیں - پهر اے علم و مدنیۃ کا شیطان ! کیا تو اسلیے آیا تها کہ خدا کی آبادی کی ویرانی کو دوگنا اور اسکی هلاکت کے آلات کو زیادہ مہلک اور لا علاج بنا دے ؟ اور اے انسان کی غفلت اور اے اولاد آدم کی نادانی ! تو کب تک خدا سے لڑیگی ' اور کب تک اسکی زمین کے امن و راحت کو روکیگی ؟ حالانکہ تمدن اور علم تجهے قوی بناسکتا ہے پر نیک نہیں بنا سکتا :

یامعشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطـــار السماوات و الارض فانفذوا ' لا تنفذون الا بسلطان ! (۵۵ . ۲۷)

اے مجمع جن و انس ! اگر تمهاری طاقت میں ہے کہ زمین و آسمان کے سرحدوں و ملکوت کے اندر سے اپنی راہ پیدا کرکے آگے کو نکل جاو ' تو تم … کیلیے بهی کوشش کر دیکهو ' مگر بغیر سلطان الہی کے … … سکوگے اور یاد رکهو کہ وہ قوت تمہارے بس میں نہیں ہے :

(وحشیانہ تصادم)

اور دیکهو یہ کیسی آگ ہے جو بهڑک اٹهی ہے اور کس طرح تمدن کی حسین و جمیل آبادیاں آگ اور دهویں کی هولناکی کے اندر ویران هو رهی هیں :

یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فـــلا تنتصران ! (۵۵ :)

تم پر آگ کا دهواں اور اسکی لپٹ چهاجائیگی ' اور تمهارے پاس کوئی انسانی قوت ایسی نہیں کہ اسکے ذریعہ اس هلاکت کو دفع کرسکو !

یہ دنیا کی مغرور و فتح مند طاقتوں کی ٹکر ہے ' اور اتنی بڑی انسانی درندوں کی لڑائی ' جتنے بڑے خونخوار اسباع و بہائم آجتک کرۂ ارضی پر پیدا نہیں هوے - دنیا نے ٹیٹس کے قصے سنے هیں جس نے یروسلیم کو تباہ کردیا ' دنیا نے بخت نصر کو دیکها ہے جو بنی اسرائیل کو گرفتار کرکے بابل لے گیا ' دنیا میں ایرانیوں کے فوج اسپیلا کے افسانے سنے گئے هیں جنهوں نے بابل کو مسمار کردیا تها ' اور رومیوں کے … تسلط و عروج کے ایسے بہت سے ماتم خونریزوں کی روائدیں معروف … گئی هیں ' جنهوں نے خدا کی پیدا کی هوئی مخلوقوں کو بہت ستایا اور اسکی زمین پر بہت فساد کیا ۔

و کذالک جعلنا فی کل قریۃ اکبر مجرمیها لیمکروا فیها -

اور اسی طرح هم نے هر آبادی میں اسکے بڑے بڑے سرکش گنہ گار پیدا کیے تاکہ وہ فتنہ و فساد پهیلائیں -

لیکن خون بہنے کی ایسی شیطانی قوتیں ' آگ برسانے کے ایسے جہنمی آلے ' اور موت و هلاکت پهیلانے کی ایسی اشد شدید ابلیسیت کو کسی کو بهی نصیب نہ هوئی - زمین کی پشت پر همیشہ درندوں نے بہت بنائے اور اژدهوں نے پهنکاریں ماریں ' مگر نہ تو ایسی درندگی آجتک کسی میں تهی جیسی موجودہ متمدن اقوام کی قوتوں کو حاصل ہے ' اور نہ ابتک ایسا سانپ اور اژدها پیدا هوا ' جیسے کہ ان لڑنے والوں میں سے هر فریق کے پاس ڈسنے ' نگلنے ' اور چیرنے ' پهاڑنے کیلیے عجیب عجیب هتیار جمع هیں - پهر اس اژدهے کو دیکهو جو جنوب سے منهہ کهولے هوے بڑهرها ہے ' اس هاتهی کو دیکهو جسکی مستک غرور طاقت سے جهوم رهی ہے : سنسمہ علی الخرطوم - اور جسکے دانت هلاکت کے تیزوں کی طرح نکلے هوے هیں ' اس بهیڑیے کو دیکهو جو مشرقی یورپ کی بهٹ سے چیختا هوا اٹها ہے ' اور اس خوفناک چیتے کو دیکهو جو ڈنمارک اور روس کی سرزمین میں خون اور گوشت کیلیے پلا ہے ! یہ کیسے مہیب هیں ؟ یہ کیسے خوفنـاک آلات سے مسلح هیں ؟ ان سب کا باهم ایک دوسرے پر گرنا اور چیرنا پهاڑنا کرۂ ارضی کا ایسا هولنـاک بهونچـال هوگا ؟ ایسا بهونچال جو کبهی نہیں آیا ' ایسا طوفان جو کبهی نہیں اٹها ' ایسی آتش فشانی جو کبهی بهی نہ هوئی ' اور خداوند کا ایسا غصہ جو ابتک کبهی بهی زمین پر نہ هوا :

یوم ترجف الراجفـــہ ' تتبعها الرادفـــہ ' قلوب

وہ هولناک دن کہ جب زمین کانپ اٹهیگی ' جب ایک بهونچال کے بعد دوسرا

اسئلۃ واجوبتھا

اولیاء اللہ و ارتقاء روحانی

(از جناب مولوی محمد عمر صاحب تھانوی)

صحیفۂ الہلال میں سال جدید سے جو سلسلہ مقالات افتتاحیہ کا بہ عنوان " اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان " شروع ہوا تھا ' اس مضمون کے ایک خاص حصہ کے متعلق کسی قدر مزید شرح و تفصیل کا بھی طالب ہوں - مضمون کے دوسرے نمبر میں جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ " اولیاء اللہ سے مقصود کوئی خاص مصطلحہ جماعت نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے - بلکہ قرآن کریم تمام مومنین صادقین کو اولیاء اللہ کے لقب سے پکارتا ہے - البتہ جو لوگ تزکیہ نفس اور اعمال صالحہ کے ذریعہ تقرب الی اللہ کی راہ اختیار کرتے ہیں ' وہ ارتقاء روحانی کے ماتحت مختلف مدارج و مراتب میں سے گذرتے ہیں ' اور آیۃ و من یطع اللہ الخ میں انہی کا ذکر کیا گیا ہے "

لیکن گذارش ہے کہ " ارتقاء روحانی " سے مقصود کیا ہے اور اسکا ذکر قرآن کریم میں کیونکر کیا گیا ہے ؟

الہلال :

رمضان المبارک اور جنگ یورپ کی وجہ سے مقتضیات وقت بدل گئے اور مقالات افتتاحیہ کی جگہ دوسرے مضامین نے لے لی ' اسلیے سلسلۂ " اولیاء اللہ " غیر مکمل رہگیا - اب باب التفسیر کے سلسلے میں اسے بعنوان اکمل و احسن پورا کرنے کی کوشش کرونگا - جناب نے " ارتقاء روحانی " کے متعلق سوال کرکے ایک بہت ہی طولانی بحث چھیڑ دی ہے - جو بغیر ایک مستقل و مبسوط مضمون کے ممکن نہیں - مختصراً چند اشارات پر اکتفا کرونگا :

(ارتقاء روحانی)

قرآن کریم کے مطالعہ و تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں ' اور بہ لحاظ اپنے اعمال و خصائص اور تعلق و نسبت کے یہ دونوں جماعتیں ایمان و نفاق ' اسلام و کفر ' اور تقوی و فسق میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں -

" اولیاء اللہ " کا گروہ جس قدر محبت الہی اور انقطاع ماسوی اللہ میں ترقی کرتا ہے ' اتنا ہی اسکے اعمال میں اخلاق الہی اور نور ربانی کا ظہور بھی ترقی کرتا ہے ' اور اسکی روح فیضان الہی سے نزدیک تر ہوتی جاتی ہے - یہانتک کہ تکمیل مرتبۂ انسانیۃ تک اسکا ارتفاع ہوجاتا ہے - اور یہی " صراط مستقیم " اور " دین قیم " کا آخری مرتبہ ہے -

اسی طرح اولیاء الشیطان بھی جسقدر اپنے مرکز شقاوت و خباثت سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں اور انکی روح کو مقام ایمان باللہ و ذہاب الی اللہ سے بعد ہوتا جاتا ہے ' اتنا ہی کفر و نفاق اور فسق و عدوان میں بھی ترقی کرتے جاتے ہیں ' اور اسی ترقی کی نسبت سے انکے مختلف درجے اور مرتبے ہیں - پہلا گروہ اللہ کی طرف بڑھتا ہے - اسلیے اسکو الہی منزلیں پیش آتی ہیں اور ان راہوں میں سے ہوکے گذرتا ہے جو اللہ کے دوستوں کی راہیں ہیں - لیکن دوسرے گروہ کا رخ قواء شیطانیہ کی طرف ہوتا ہے اسلیے اسے ابلیسی منزلیں پیش آتی ہیں اور ان راہوں کو اختیار کرتا ہے جو شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کی راہیں ہیں - پس اولیاء اللہ جسقدر اللہ سے محبت کرتے اور غیر اللہ سے کٹنے میں ترقی کرتے جاتے ہیں ' اتنا ہی مدارج سیر الی اللہ میں بھی بڑھتے جاتے ہیں - اسی طرح اولیاء الشیطان یا اصحاب النار جسقدر شیطان سے عشق کرتے اور اسکے لیے اور اسکے کاموں کے لیے خدا کو چھوڑنے اور خدا کے کاموں سے دشمنی کرنے میں دلیر اور جری ہوتے جاتے ہیں ' اتنا ہی ذہاب الی الشیطان میں انکے ابلیسی مراتب کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے : یعدھم و یمنیھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کے جسم کی ترقی اور تکمیل کیلیے دنیا میں " قانون ارتقاء " جاری ہے ' اور اس نے ایک رینگنے والے کیڑے کو ترقی دیکر بتدریج انسانی جسم و شکل کے حسن و جمال تک پہنچا دیا ہے ' تو پھر انسانی روح کی ترقی تکمیل کیلیے کیوں کوئی قانون ارتقاء تسلیم نہیں کرتے ' اور کیوں انسان کی معنوی زندگی کو ادنی مرتبہ سے اٹھکر اعلی مراتب حیات الاھیہ تک پہنچنے نہیں دیتے ؟

فی الحقیقت وہ " قانون ارتقاء " جو لا مارک ' ھلیر ' ابن مسکویہ ' اور ڈارون نے دریافت کیا ہے ' صرف مخلوقات کے جسم ہی تک محدود ہے - وہ کچھ نہیں بتلاتا کہ ارتقاء کی یہ زنجیر ہیکل انسانی کی کڑی تک پہنچکر پھر کہاں چلی جاتی ہے ' اور اسکے بعد بھی ارتقاء کے مدارج باقی رہتے ہیں یا نہیں ؟ لیکن وہ قانون ارتقاء جسے محمد الرسول اللہ نے دریافت کیا (صلے اللہ علیہ و سلم) وہ بتلاتا ہے کہ بلاشبہ انسانیت کے مرتبہ تک پہنچنے کے بعد " ارتقاء جسمی " تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اسکے بعد ایک " ارتقاء روحانی " کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ' اور جسم حیوانی کو انسان کا ہیکل اختیار کرنے کے بعد بھی انسان بننے کیلیے بہت کچھ بننا اور ترقی کرنا باقی رہتا ہے :

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات ' واللہ بما تعملون خبیر ! (۵۸ : ۱۲)	جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن لوگوں نے علم حق حاصل کیا ' سو اللہ تعالی انکے مدارج کو ترقی دیتا ہے اور ارتفاع بخشتا ہے -

یہی مدارج ہیں جو اولیاء اللہ اور اصحاب النار کے ذہاب الی اللہ کی مختلف منزلیں ہیں - ایمان باللہ اور محبت الہی اس ارتقاء روحانی کی اصل ہے ' اور ارتقاء انسانی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان و ایقان ترقی کرے ' اور اللہ کی ولایت اور دوستی اپنے اونچے مرتبوں اور مقاموں تک بلند ہو جاے :

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ - (۳۵ : ۱۱)	کلمات طیبہ و صالحہ اللہ ہی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور وہ عمل صالح کرنے والوں کو ارتفاع بخشتا ہے -

اس آیۃ کریمہ میں دو چیزیں بیان کی ہیں : " کلم الطیب " اور " عمل صالح " پس انسانیت کی تکمیل و ارتقاء کی بنیاد بھی یہی دو چیزیں ہیں - " کلم الطیب " سے مقصود ایمان باللہ ہے ' اور " عمل صالح " سے مقصود انسان کے وہ تمام کام جو صحت و اصلاح اور عدل و حقیقت کے مطابق ہوں - فرمایا کہ ایمان باللہ صعود کرتا ہے اور بلند ہوتا ہے ' اور عمل صالح کو خدا اونچے درجوں تک لیجاتا ہے -

یہی ارتقاء روحی ہے جسکو قرآن کریم نے " نعمۃ " اور " انعام " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ' اور اپنے فاتحۃ الکتاب میں (کہ تمام قرآن اسی متن کی شرح ہے) مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے :

اھدنا الصراط المستقیم : صراط الذین انعمت علیھم !	خدایا ! ہمیں صراط مستقیم پر چلا ' وہ صراط مستقیم جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے انعام کیا !

وعظ سنایا تها ' جبکه وہ گلیل اور یہودیه اور بررن پهاڑ کي بهیڑ کو دیکهکر کوہ زیتون پر چڑهگیا ' اور اس نے اپنے شاگردوں کیلیے تعلیم دي :

" مبارک هیں وہ جو دل کے غریب هیں ' کیونکه وہ آسودہ هونگے - مبارک هیں وہ جو دل کے حلیم هیں کیونکه وہ زمین کو ورثه میں پائینگے ' مبارک هیں وہ جو رحم دل هیں کیونکه انپر رحم کیا جائیگا ' مبارک هیں وہ جو صلح کراتے هیں ' کیونکه وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے (متی ۵ : ۱۰)

پس به غریب هیں ' حلیم هیں ' رحم دل هیں ' زمین پر صلح اور امن کرانے کیلیے خداوند کے بیٹے هیں ' کیونکه انهیں کہا گیا تها :

" تم سن چکے هو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ خون نه کرنا ' پر میں تم سے کہتا هوں کہ جو کوئي اپنے بهائی پر غصے هوگا وہ سزا کے لائق هوگا - (متی ۵ : ۲۱) تم سن چکے هو که اگلوں سے کہا گیا کہ آنکهه کے بدلے آنکهه اور دانت کے بدلے دانت ' پر میں تم سے کہتا هوں کہ شریر کا مقابله نه کرنا (۵ : ۲۳) تم سن چکے هو که اگلوں سے کہا گیا که اپنے پڑوسی کو پیار کرو ' اور اپنے دشمن سے عداوت رکهه ' پر میں تم سے کہتا هوں که اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور اپنے ستانے والوں کیلیے دعا مانگو ' تا که تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹهہرو " (۵ : ۴۴)

پس یه هے اس مقدس تعلیم کا آخري ظهور جو دنیا کے سامنے هے ' اور یه هے وہ پاک امانت جو شہزادۂ امن نے اپنی نسل کو دي ' تا که وہ آسمانی باپ کے بیٹے کہلائیں - انکو غربت کا ' حلم کا ' تحمل کا ' صلح و امنیت کا پیغام دیا گیا تها ' اور کہا گیا تها که یہودیوں کو خون کرنے سے روکا گیا مگر ایک مسیحي اپنے بهائی پر غصه بهي نہیں کریگا ' وہ شریر کے مقابله سے بچیگا ' اور دشمن تک کو پیار کریگا - مگر آج " مسیح " دنیا میں نہیں هے جو دیکهے که خداوند کے بیٹے کہلانے والے کس طرح خداوند کي زمین کي سب سے بڑي خونریزي کیلیے اٹهے هیں ' اور خون بہانے کے ایسے ایسے هتیار انکے کاندهوں پر هیں ' جو زمین نے اجتک نه دیکهے تهے -

آہ ' آج انکا وہ حال هو گیا هے جس کي زبور میں خبر دي گئي ' جسکے لیے یشعیاه نبی نے نبوت کي ' جسپر یرمیاه نبی نے نوحه پڑها ' جسپر خرقی ایل نے ماتم کیا ' اور جسکے لیے ملا کي نبي نے آخري آنسو بہاے - یه سب کچهه یہودیوں کیلیے اس سے زیادہ نه تها ' جتنا آج خود انکے لیے هو سکتا هے ' جو یہودیوں کو اس حالت سے چهڑانے آئے تهے :

" کوئي راستباز نہیں - ایک بهي نہیں - کوئي خدا کا طالب نہیں - ایک بهي نہیں - سب گمراہ هیں - سب بیکار هو گئے - کوئي بهلائي کرنے والا نہیں - ایک بهي نہیں - انکا گلا کهلی هوئی قبر هے - انکے هونٹوں میں سانپوں کا زهر هے - انکا منهه لعنت اور کڑواهت سے بهرا هوا هے - انکے قدم خون بہانے کیلیے تیز هیں - انکي راهوں میں تباهي اور بد حالي هے - وہ سلامتي اور امن کی راهوں سے واقف نه هوے - انکي آنکهوں میں خدا کا خوف نہیں "

(زبور ۱۴ : ۱ - یشعیاه ۵۹ : ۷)

برطـــانیــه کا بیـــڑہ

انگلستان کي جسقدر بحري طاقت آبناے جزائر برطانیه میں موجود هے ' وہ تین بیڑوں میں منقسم هے :

پہلے بیڑے میں ایک نشان کا جهاز اور چار اسکوائڈرن هیں اسکوائڈرن ایک بحري اصطلاح هے جسکا اطلاق جهازوں کے اس خاص مجموعه پر هوتا هے جو ایک چهوٹے علم بردار کے ماتحت هوتا هے -

دوسرے اور تیسرے بیڑے میں صرف دو دو اسکوائڈرن هیں - یه اسکوائڈرن بیٹلشپ (جنگی جهاز کي ایک قسم) سے مرکب هیں -

(پہـلا بیـــڑا)

پہلے بیڑے کے اسکوائڈرن میں جتنے جهاز هیں وہ سب کے سب ڈریڈناٹ وضع کے هیں - " آئرن ڈیوک " ایک نشان بردار جهاز کا نام هے - اسمیں ۱۳ - ۵ ' انچ ' اور ۱۳ - ۶ ' انچ کی توپیں هیں - ڈریڈناٹ " مارل برو " نامي اور بعض پرانی وضع کے ڈریڈناٹوں میں ۱۲ انچ کي توپیں هیں -

دوسرے بیٹل اسکوائڈرن میں جو دنیا میں جهازوں کا سب سے زیاده یک رنگ اور قوي مجموعه هے " جارج هفتم " اور " اور بي " جهاز هیں - ان میں سے هر ایک میں ۱۳ - ۵ ' انچ کي توپیں هیں -

چوتها بیٹل کروزر اسکوائڈرن میں اسوقت صرف چار جهاز هیں ' جنمیں سے تین تو پراني وضع کے ڈریڈ ناٹ هیں اور چوتها " آگا میمنن " هے -

تیسرے بیٹل اسکوائڈرن میں " شاہ ایڈ ورڈ " نامی ۸ - جهاز هیں - یه آٹهوں جهاز آهن پوشی ' اسلحه برداري ' اور سرعت رفتار میں برابر هیں اور سب سے آخرین قسم کے پري ڈریڈناٹ کي قسم اور درجے میں انکا شمار هے ' اور معرکه آرائی میں ابتدائی ڈریڈ ناٹوں کے برابر سمجهے جاتے هیں -

ان چار اسکوائڈرنوں کے همراہ اس بیڑے میں پہلا بیٹل کروزر اسکوائڈرن جسمیں " لوائن " نامي جهاز بهي شامل هے - دوسر بیٹل کروزر اسکوائڈرن ' اور تین اور جهاز بهي هیں - اسکے علاوہ چار تارپیڈو فلوٹیلا بهی هیں اور تیسرے میں سب سے آخري وضع کے جهاز هیں - یه بیڑہ عموماً هاروچ اور نوارے میں رهتا هے -

(دوسـرا بیڑہ)

اسمیں دو بیٹل اسکوائڈرن هیں - انکے علاوہ پانچویں اسکوائڈرن میں " فوار مڈایبل " نامی جهاز کے درجه کے آٹهه جهاز هیں ' اسلیے اسکو بهی شاہ ایڈورڈ نامی جهازوں کے اسکوائڈرن کے مثل سمجهنا چاهیے - گو یه طاقت میں ان سے کسیقـدر کم هے - دو کـروزر اسکوائڈرن اور پیٹرول فلوٹیلا بهی هیں مگر پٹرول فلوٹیلا آخر ترین وضع کی تارپیڈو کشتیاں هیں -

دوسرے بیڑے کو پوري طاقت پہنچانے کے لیے ۵ هزار آدمیوں کی ضرورت هے -

(تیسرا بیـڑہ)

تیسرے بیڑے میں بهی بیٹـل شپ جهـاز جو عموما ساحل میں پڑے رهتے هیں اور کچهه کروزر کے اسکوائڈرن هیں جو بحري تعلیم و تربیت میں کام آتے هیں - ساتواں بیٹل اسکوائڈرن جس پر دو سال تک امیر البحر اپنا علم بلند رکهتا هے ' آٹهه پرانی وضع کے جهازوں سے مرکب هے - یه جهاز " مجیسٹـک " نامی جهـاز کی وضع پر بنے هیں ' اور وزن ' آهني چادروں ' اسلحه وضع ' اور شکل میں ڈریڈ ناٹ جهازوں سے بالکل مختلف هیں -

زندگی معنت کشی ' سنگدلی ' خونخواری ' اور نا عاقبت اندیشی کی طالب ہے ' اور تمدن اپنے ساتھہ جو چیزیں لاتا ہے وہ علم ' راحت طلبی ' تن آسانی ' عشق پرستی ' انجام اندیشی ' اور حب نفس و مال ہے -

چنانچہ اس وقت یورپ کی مختلف قوموں میں جس نسبت سے تمدن ترقی کر رہا ہے ' اسی نسبت سے انکے جنگی جوش اور فوجی زندگی میں بھی تنزل ہو رہا ہے ' اور اگرچہ یورپ کے ایک متمدن سپاہی کا جسم پر شوکت پوشاک اور تازہ ایجاد اسلحہ سے آراستہ ہوتا ہے ' مگر اسکا سینہ اس دل سے خالی ہوتا ہے جو حریفی سپاہی کا اصلی هتیار ہے - ہر حکومت اسکو محسوس کر رہی ہے اور اسکے تدارک کی فکر میں ہے ' مگر عموماً جسقدر تدبیریں کی جا رہی ہیں ' وہ اسلیے چنداں سودمند نہیں ہوتیں کہ انکا استعمال اسوقت ہوتا ہے جب طبیعت کے صفحۂ سادہ پر تمدن کا نقش بیٹھہ جاتا ہے -

یہی غلطی ہے جس کا انسداد بوائے اسکوٹ سسٹم کا اصلی مقصد ہے -

بچوں کی تعلیم و تربیت کا اصلی گر یہ ہے کہ ان قدرتی قوی و میلان سے کام لیا جائے جو بچے اپنے ساتھہ لیکے پیدا ہوتے ہیں - اس اصول پر ان سے جو کام لیا جاتا ہے ' اُسے ہنسی خوشی بجالاتے ہیں ' اور چونکہ بطیب خاطر کرتے ہیں ' اسلیے جلد کامیابی ارزانی ہوتی ہے - اسی نکتہ کو نظیری نے اپنے شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے :

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعه بمکتب آورد طفل گریز پاے را

(مسٹر بیڈن پاویل)

بوائے اسکوٹ سسٹم کا سنگ بنیاد یہی اصول ہے سب سے پہلے مسٹر بیڈن پاویل نے اسکی ضرورت کو محسوس کیا اور اس کے قیام کیلیے ملک کو توجہ دلائی - مسٹر فلیپ گبس اس نظام کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے " گرپھک " میں لکھتے ہیں -

" اسکو (Baden-Powell بانی نظام کو) اپنا عہد طفلی یاد تھا - اور اب وہ بڑا ہوگیا تھا - جنگ اور موت کو اسکی حقیقی خوفناک شکلوں میں دیکھہ چکا تھا ' اسے اپنے تندرست بچپن کے وہ شاندار خیالات یاد آگئے ' جبکہ وہ ریڈ انڈین کے نقش قدم پر چلتا تھا ' اور دینسگٹن کے مرغزاروں میں شکار کھیلا کرتا تھا -

اس نے اپنے ذہن ثاقب کی ایک فوری تابش سے یہ محسوس کیا کہ بچوں کی زندگی کا آغاز منچلے پن کی روح سے ہوتا ہے جو تخیل کے حدود کے اندر محدود ہوتی ہے - پس اگر کوئی ایسا نظام ترتیب دیا جائے جو بچوںکو ادب نفس ' (سیلف ڈسپلن) عزت ' ہمت ' اور مطمح نظر پر اعتقاد و اعتماد کی تعلیم دے ' تو یہ میدان طبیعی قابو میں آسکتا ہے اور پھر اس سے نہایت مفید کام لیے جاسکتے ہیں " -

(نظام کار)

اس نظام کا مایہ خمیر کیا ہے ؟ کیا مشاغل تجویز کیے گئے ہیں ؟ انکی طرف کیونکر رہنمائی ہوتی ؟ ان تمام سوالوں کے جواب میں مسٹر گبس لکھتے ہیں :

" اس نے اپنے کیمپ اور جھاڑی کی زندگی اور شکاروں اور معرکہ آرائیوں کے تجارب سے کھیل تجویز کیے جو ایسی عملی معلومات سے لبریز تھے جنھیں بچے پسند کرتے ہیں اور جن سے انھیں شب کو ستارے پہچاننا ' اوقات اور راستہ معلوم کرنا ' اپنی آنکھوں کو ان حقیر چیزوں کیلیے کھلا رکھنا جو راستوں اور کھیتوں میں چلتے وقت پڑی ملتی ہیں ' بغیر برتنوں کی مدد کے اپنے ہاتھہ سے اپنا کھانا پکانا ' بغیر دیاسلائی کے آگ جلانا ' اپنے رفیق کا سراغ اسکے نقش قدم یا گری پڑی شے سے لگانا ' نقشہ کو دیکھہ لگانا ' ایک اچھا نقشہ کھینچ لینا ' غرض اسی طرح ان الف ہزار ایک کاموں کو سیکھنے کا موقعہ ملتا ہے ' جو بکریوں کی کھال کے کپڑوں ' اسلحہ کی دستکاری ' اور تمدن کے زچہ خانوں کے کھلنے سے بہت زمانوں کی ابتدا سے پہلے ہر شریف آدمی کی تعلیم میں داخل تھے "

" چونکہ اسے خود اپنا بچپن یاد تھا - اسلیے اسے یہ معلوم تھا کہ بچے مخفی اشارات اور علامات و نشانات [بیج] جنگی آوازوں ' اور اس قسم کی دوسری چیزوں کے عاشق ہوتے ہیں - اس نے یہ سب چیزیں اپنے نظام میں رکھیں اور انکی مختلف جماعتوں کو مختلف حیوانات مثلاً بھیڑیا ' ریچھہ ' عقاب ' وغیرہ وغیرہ میں تقسیم کرکے ہر ایک کے لیے ایک خاص علامت اور ایک مخصوص علم مقرر کیا تاکہ ہر بچہ اپنے جرگے کے لڑکوں کو پہچانسکے "

" آنکھہ اور ہاتھہ کی مہارت ' تجارت کی تعلیم ' کاشت کاروں کے کام ' تیر ' درہا ' اور کمپ کے ہنر یہ چیزیں ہیں جو ان بچوں کی بنالین میں جوہر شمار کی جاتی ہیں "

" نشان (بیج) وہ لڑکا حاصل کرسکتا ہے جو سیمافور (ایک قسم کا آلہ ہے) کے ذریعہ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر اطلاع دیسکتا ہے ' یا گھوڑے کی ٹوٹی ہوئی نعل جلد لگا سکتا اور پھر دوسری ندی باندھسکتا ہے ' یا ایک درخت کو جلد کاٹ سکتا ہے یا ایک خیمہ کو بہتر اور جلد نصب کر دے سکتا ہے " :

(اخلاقی آمیزش)

لیکن جسطرح جنگی تعلیم اپنے اندر گونہ گوں فوائد رکھتی ہے اسیطرح اسمیں بعض نقصان و مضرات بھی ہیں - سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس سے انسان میں سنگدلی ' بد خوئی ' ستمرانی ' انتقام پسندی ' اور اسی قسم کے دیگر اخلاق ذمیمہ پیدا ہوجاتے ہیں -

بیڈن پاویل کا مقصد درندہ صفت انسان پیدا کرنا نہ تھا بلکہ وہ ایسے قوی ' تندرست ' اور شجاع شہری پیدا کرنا چاہتا تھا ' جو اپنی اور اپنے وطن کی آزادی کے حامی و محافظ اور اپنی سوسائٹی کیلیے مفید و کار آمد ثابت ہوں -

اسلیے اس نے اس بادۂ تند و تلخ میں اخلاق کے عرق گلاب کی اس اندازہ سے آمیزش کی کہ اسمیں اعتدال تو پیدا ہوگیا مگر اسکے کیف میں کچھہ فرق نہ آیا .

آمیختم به بادۂ صافی گلاب را !

چنانچہ اس نے قرار دیا کہ ہر بوائے اسکوٹ کا یہ فرض ہے کہ ہر روز وہ کوئی نیک کام کرے - اسکو چاہیے کہ اپنے آرام کو قربان کرکے دوسرے کو آرام پہنچائے - بلکہ اگر خطرہ کا موقع ہو تو اپنے کو خطرہ میں ڈالکر دوسرے کو بچائے - بوڑھوں ' ناتوانوں ' اور جانوروں کے ساتھہ لطف و مہربانی اسکا اولین فرض ہے - اسکو ہمیشہ ہنسنے اور سیٹی بجاتے رہنا چاہیے - خواہ کتنی ہی سختی آپڑے مگر اسے کبھی شکایت نہ کرنی چاہیے - اسے اپنے خیالات ' افعال ' اور الفاظ میں پاک و صاف رہنا چاہیے -

اس نظام کو روشناس ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا ' مگر با ایں ہمہ یہ اسقدر مقبول عام ہوا ہے کہ اسوقت تک دو لاکھہ لڑکے اسمیں داخل ہوچکے ہیں -

اس نظام کو وسیع پیمانہ اور پائدار بنیاد پر لانے کے لیے حال میں قوم سے ڈھائی لاکھہ پونڈ کے لیے اپیل کی گئی تھی ' جسکے جواب میں ہر طرف سے چندہ کی بارش ہو رہی ہے - امید ہے کہ بہت جلد یہ رقم پوری ہوجائیگی -

مقالات

تربیت اطفال کا ایک صفحه

فوجی اور اخلاقی تعلیم کا ایک معتدل مجموعه

بوائے اسکوٹ سسٹم

قوموں کی ترقی کے لیے تعلیم سے زیادہ تربیت اهم هے ' بلکه سچ یه هے که اسوقت تک تعلیم مفید نہیں هو سکتی جب تک که اسکے ساتهه صحیح اور با اصول تربیت بهی نه هو -

تربیت کا اصلی وقت بچپن هے - اسلیے که اسوقت بچه کا مزاج ایک غیر متشکل ماده هوتا هے ' جس کا اچهے یا برے قالب میں ڈهالنا مربی کے اختیار میں هوتا هے - اسلیے جو قومیں زنده هونا چاهتی هیں یا اسوقت زنده هیں اور آئنده بهی زنده رهنا چاهتی هیں ' وه ان معصوم هستیوں کی تربیت غور و اهتمام اور اعتناء کامل کے ساتهه کرتی هیں جنکا نام آینده چلکے قوم هوگا -

صحیح تربیت کیا هے ؟ وه نظام پرداخت جسمیں اخلاق ' دماغ ' اور جسم ' تینوں کی پرورش و بالیدگی پیش نظر هو - کیونکه جس طرح اس کارزار حیات میں زنده رهنے کے لیے معلومات میں وسعت اور افکار و خیالات میں روشنی کی ضرورت هے ' اسیطرح بلکه اس سے کئی چنـــد زیاده نظـــر میں ترفـــع ' حوصله میں بلندی ' اراده میں جزم ' نیتوں میں اخلاص ' عمل میں ایثار ' دل میں شجاعت ' اور جسم میں صحت و قوت کی بهی ضرورت هے - پس جو نظام تربیت ان صفات کے اشخاص پیدا کرنے میں کامیاب نہیں وه نه صرف ناقص هے بلکه ایک داخلی خطره هے جو قومی حیات کے لیے تمام خارجی خطرات و اعداء سے کہیں زیاده مهلک و قاتل هے - کیونکه ناقص تعلیم و تربیت قومی زندگی کی بنیاد کو کهوکهلا کر دیتی هے ' اور جب کسی عمارت کی بنیادیں اندر سے خالی هو جائیں تو پهر اسکا انجام معلوم !

(هندوستان کی نئی نسل)

آج هندوستان میں جس قسم کی تعلیم و تربیت دی جارهی هے اسکے نقائص بار بار مدبرین تعلیم تک کی زبانی بیان میں آچکے هیں - اس تعلیم و تربیت سے ایک طرف نو دماغ کا مبلغ علم چند کتابوں کی سطح سے آگے نہیں بڑهتا ' دوسری طرف جسمانی قوتوں اور اخلاقی محاسن کے نشو و نما کا اسمیں کوئی انتظام نہیں -

هم ایک تعلیم یافته هندوستانی خصوصاً مسلمان تعلیم یافته کا جب تصور کرتے هیں جسنے نئے عهد تربیت میں نشو و نما پائی هے تو ایک ضعیف البصر ' نحیف الجثه ' کمزور دل ' محروم الحس ' اور اپنے تمام قومی اور مذهبی شعائر و خصوصیات سے متنفر انسان کی مکروه تصویر آنکهوں میں پهر جاتی هے !

لیکن جس معلم کی تربیت کے نتائج هندوستان میں یه نظر آتے هیں ' وهی جب اپنے گهر میں فرائض تعلیم و تربیت انجام دیتا هے تو اسکے نتائج عموماً تندرست طاقتور ' شجاع ' جاں نثار ملک ' اور سر فروش وطن اشخاص اور بسا اوقات اعاظم ابطال و اکابر امجاد کی شکل میں ظاهر هوتے هیں !

اس اختلاف حالت کے اسباب کیا هیں ؟ اس سوال کے جواب کے لیے اس نظام تربیت و تعلیم کا مطالعه کرنا چاهیے جو یورپ اور علی الخصوص انگلستان اپنے لیے اختیار کرتا هے -

(بوائے اسکوٹ سسٹم)

بوائے اسکوٹ سسٹم جو اس مضمون کا موضوع بحث هے انگریزی تربیت کا ایک نو پیداوار مگر مقبول عام اور سریع الانتشار نظام هے - بوائے اسکوٹ جسکو بچوں کی فوج کہنا چاهیے ' درحقیقت اخلاقی اور فوجی تعلیم کا ایک بہترین مجموعه هے ' جسمیں دونوں قسم کی زندگیوں کی خوبیوں کو هر طرح کے نقصانوں اور خطروں سے پاک کرکے یکجا کردیا هے -

فی الحقیقت یہی فوجی زندگی هے جسکے اشغال قومی تربیت کی اصلی روح هیں ' اور یہی روح هے جس سے هندوستان کا کالبد بالکل خالی هے -

فوجی زندگی پر تمدن کی ترقی کا اثر همیشه برا پڑا هے - جب کسی قوم میں تمدن آتا هے تو جسقدر تمدن بڑهتا جاتا هے اسیقدر جنگی جوش گهٹتا جاتا هے ' ایسا هونا ایک قدرتی امر هے - کیونکه فوجی

(بقیۂ مضمون صفحه ۱۳ کا)

" نوے انعام الله " یعنی جن اولیاء الله کو مقام الاهیه و مدارل ربانیه میں ارتقاء و صعود کی توفیق دی - دوسری جگه ان لوگوں کی نسبت صاف صاف تصریح کردی هے ' اور ارتقاء روحانی کے چار درجے بتلادیے هیں : و من یطع الله والرسول فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء والصالحین و حسن اولائک رفیقــا

اس آیـه کریمه میں صاف صاف بتلا دیا هے که اس ارتقاء روحانی کے چار درجے هیں جو اوپر سے شروع هوتے هیں :

(۱) نبوت -
(۲) صداقت
(۳) شهادت
(۴) صالحیه

پس یه ارتقاء عمل صالح کے درجے سے شروع هوتا هے ' اور مقام نبوت کے فیضان پر ختم هوجاتا هے - " اولیاء الله " جس قدر اپنے اعمال حسنه اور تزکیه نفس و اتقاء میں ترقی کرتے هیں ' اتنا هی مقام نبوت کے انوار و تجلیات سے بهره اندوز هوتے جاتے هیں -

صحیح بخاری کی حدیث بهی میں اسی طرف اشاره هے ' حضرة فاروق رضی الله عنه کو اس ارتقاء کے مرتبۂ " محدث " کی خبر دیگئی ' تصریحات کتاب و سنت اس بارے میں بے شمار هیں - منتظر رهیے تاکه ایک مستقل مضمون لکهنے کی مہلت ملے - اس بارے میں اس عاجز کے سامنے بعض عجیب و غریب اور نادر و اهم بیانات قرانیه و تصریحات نبویه هیں ' جنکا اظهار بغیر مبسوط بحث و نظر کے ممکن نہیں -

۱۶۲۹ سے ۱۶۲۹ تک قائم رہا بالاخر کرستین نے بھی شکست کھا کر لوبک میں صلح کرلی -

اسکے بعد جنگ کا نیا دور شروع ہوا جو سنہ ۱۶۳۰ سے سنہ ۱۶۳۵ تک کی وسیع مدت کو محیط ہے - اس جنگ میں گستاف اڈلف شاہ اسوج نے شاہ جرمني کی فوج پر سنہ ۱۶۳۱ میں بمقام لیپزگ اور سنہ ۱۶۳۲ میں بہ مقام ولتسن فتح پائي' لیکن وہ آخري معرکہ میں مقتول ہوا اور پروتستنت گروہ نے سنہ ۱۶۳۴ میں فتح و ظفر کے بعد پھر شکست کھائی - آخري زمانہ میں کارڈینل ریشلیو نے اس جنگ کي سپہ سالاري کي - وہ پروتستنت مذہب کي حمایت کیلیے اوٹھا تھا اور اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا - بالاخر برنرد' دیمار' برندي' اور تیورن کے حملوں نے شاہ کو ایک عہد نامہ لکھنے پر مجبور کیا جو سنہ ۱۶۴۸ ع میں لکھا گیا' اور اسي پر جنگ کا خاتمہ ہوا -

(حرب الخلافه)

اس کا اطلاق دو لڑائیوں پر کیا جاتا ہے - پہلي لڑائي حرب خلافۃ اسپین کے نام کے ساتھہ موسوم ہے جو سنہ ۱۷۰۱ ع سے سنہ ۱۷۱۲ ع تک جاري رهي -

اس جنگ کو تخت اسپین کے دعویدار خاندان اسٹریا نے اس بنا پر قائم کیا تھا کہ چارلس ثاني نے (جو اسپین کا آخري تاجدار تھا) اپنے بعد لوئیس چاردھم کے پوتے فیلیپ کو ولي عہد سلطنت بنایا تھا - لیکن چارلس ثانی کے انتقال کے بعد چارلس سادس نے اسکے متعلق جنگ کي چھیڑ چھاڑ شروع کردي - چنانچہ اسٹریا ' انگلستان ' هالینڈ ' پروشیا ' اور پرتگال وغیرہ نے فرانس کے خلاف باهم اتحاد کرلیا - جنگ شروع هوئي تو پہلے میدان فرانس کے هاتھہ رہا (سنہ ۱۷۰۲ - سنہ ۱۷۰۳ تک) لیکن بعد کو اوس کی نکبت و ادبار کا زمانہ شروع ہوا - یہاں تک کہ اوس نے اٹلي اور جرمني میں شکست کھائی - لیکن اسپین میں گر کے وہ پھر اٹھا - آخري نتیجہ یہ ہوا کہ چارلس سادس نے تخت سلطنت پر جلوس کیا ' اور سنہ ۱۷۱۳ - سنہ ۱۷۱۴ کے معاهدہ نے جنگ کا خاتمہ کر دیا -

اس سلسلہ کی دوسري لڑائي کا نام جنگ هفت سالہ بھي ہے - اسکا ذکر اسی عنوان کے تحت میں آگے آئیگا -

تاریخ فرانس میں یہ اُن آٹھہ مذهبي لڑائیوں کے مجموعہ کا نام ہے جو سولھویں صدي میں کیتھولک اور پروتستنت فرقے کے درمیان قائم هوئیں -

ان میں پہلی لڑائي سنہ ۱۵۶۲ میں شروع هوئي اور سنہ ۱۵۶۳ تک جاري رهي - اسکي ابتدا ایک کیتھولک عیسائی کے ظالمانہ خنجر نے کی تھي' جو ایک پروتستنت کي گردن پر چلایا گیا تھا - اس جنگ میں کیتھولک فرقہ نے شہر روان پر قبضہ کرلیا - شہر درو پر فتح پائي' ایڈا فرنسو اور گیز و کو قتل کردیا -

دوسري لڑائي سنہ ۱۵۶۷ سے قائم هوئی اور سنہ ۱۵۶۸ تک جاري رهي - اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ کیتھولک مذهب کے قائم مقاموں کے مشورہ سے کاتھرینا دومیشی نے جو کانفرنس قائم کي تھی' اوس سے پروتستنت فرقے کو طرح طرح کے خطرے پیدا هوگئے تھے - اس جنگ کا مشهور نام معرکہ سان دینس اور معاهدہ لونگو ہے -

تیسري جنگ کی ابتدا سنہ ۱۵۶۹ سے هوئي اور سنہ ۱۵۷۰ تک قائم رهی - اس کا سبب یہ ہوا کہ کاندي اور کولینی نامي دو پادریوں کے گرفتار کرنے کا جو حکم دیا گیا تھا ' اسپر کیتھولک اور پروتستنت فرقوں میں جنگ هوگئی -

چوتھی لڑائی سنہ ۱۵۷۲ میں قائم هوئي اور سنہ ۱۵۷۳ تک قائم رهی' وہ حصار لیروشل کے نام سے مشهور ہے -

سنہ ۱۵۷۴ میں پانچویں جنگ کا آغاز اور سنہ ۱۵۷۶ میں اسکا خاتمہ ہوا - اس معرکہ میں هنري گیزو نے پروتستنت اور انکي حامي جرمني کو شکست فاش دي - اسکے بعد صلح برلیو کا انعقاد کیا گیا -

چھٹي لڑائي کي آگ سنہ ۱۵۷۶ سے لیکر سنہ ۱۵۷۷ تک مشتعل رهي' اور بوانیہ کي صلح کے چھینٹوں نے اسکو بجھایا -

ساتویں جنگ کا آغاز سنہ ۱۵۸۰ سے ہوا - یہ بھي مذهبي جنگ تھی لیکن اسکا جلد خاتمہ هوگیا -

اس جنگ کو بعض عاشق مزاج لوگوں کي سازش نے قائم کیا تھا ' اسلیے وہ حرب عشاق کے نام سے بھی مشهور ہے -

آٹھویں لڑائي سنہ ۱۵۸۵ میں شروع هوئي اور بہت پھیلي - پیرس پر حملہ کیا گیا اور هنري رابع شاہ انگلستان نے مدت تک اسکا محاصرہ قائم رکھا -

سنہ ۱۵۹۴ میں اس جنگ کا انسداد ہوا اور پیرس سے محاصرہ اوٹھا لیا گیا '

اسکے چند سال کے بعد اور بھی مذهبی لڑائیاں پیدا هوئیں جنکي ابتداء سنہ ۱۶۲۱ و سنہ ۱۶۲۵ میں هوئی' اور سنہ ۱۶۲۹ میں ختم هوگئیں -

(حرب هفت سالہ)

یورپ کی ان لڑائیوں کا آغاز سنہ ۱۷۵۶ ع میں اور خاتمہ سنہ ۱۷۶۳ ع میں ہوا - ان لڑائیوں کی سلسلہ جنبانی ایک نئی سلطنت نے کی جو شمال جرمنی میں اسٹریا کے بالمقابل قائم هوگئی تھی -

اسلیے آسٹریا نے رشک و حسد کے جذبات سے بے قابو هوکر سیلیسیا کو واپس لینا چاها ' حالانکہ سنہ ۱۷۴۰ میں پروشیا اوس پر قابض هوچکا تھا -

یہ جنگ دو قسموں میں منقسم هوگئی : ایک تو اون معرکوں پر مشتمل ہے جو فریڈریک ثاني نے بادشاہ پروشیا کے ساتھہ اس بنا پر کیں کہ انگلستان نے اسٹریا ' فرانس' اور روس کی حمایت کي تھي جیسا کہ اسوقت مفاهمت ثلاثہ کی صورت میں هورها ہے -

دوسري قسم میں وہ جنگ داخل ہے ' جسکو انگلستان نے فرانس اور اسپین کے مقابل میں قائم کیا تھا -

لیکن فریڈریک نے باوجود حسن تدبیر اور دور اندیشي کے آخر میں شکست کھائي - یہاں تک کہ اوسکي دشمن ملکہ الیزبتھہ کي جگہ اگر پیٹرس ثالث روس کے تخت پر متمکن نہ هوجاتا تو وہ سنہ ۱۷۶۲ میں هلاکت کے قریب پہنچ جاتا - اس جنگ کا خاتمہ سنہ ۱۷۶۳ میں معاهدہ فرانس کے ذریعہ ہوا - اس معاهدہ کے رو سے سیلیسیا پروشیا کے قبضہ میں رهنے دیا گیا ' اور اسپین نے انگلستان کیلیے فلوریڈا کا تخلیہ کردیا -

لیکن آخر میں یہ جنگ فرانس کیلیے وبال هوگئي' کیونکہ اس نے فرانس کی تمام بحري قوت کو برباد کردیا ' اور اسکي وجہ سے مقبوضات هندوستان کے ۲۰ حصوں میں سے اوس نے ۱۹ حصے اپنے هاتھہ سے همیشہ کیلیے کھودیے -

(حرب صد سالہ)

اس لڑائي نے فرانس اور انگلستان کے درمیان تقریباً ایک صدي تک خون کا دریا جاري رکھا اور طول امتداد زمانہ کی وجہ سے وہ فرانس و انگلستان کے متعدد پادشاهوں کے دور سلطنت کي یادگار ہے -

(بازگشت ماضی)

یورپ اپنی قدیم خونین تاریخ کو اب پھر اوسی آب و رنگ کے ساتھہ دنیا کے سامنے پیش کررها ہے' اور دنیا اوسکو اوسی دلچسپي کے ساتھہ دیکھہ رهی ہے' جس انہماک و شغف کے ساتھہ یورپ نے مقدونیا میں خون کا فوارا اوچھلتے هوے دیکھا تھا - گذشتہ بیانات کے پڑھنے سے واضح ہوا هوگا کہ یورپ کا سب سے بڑا کشت و خون مسیحیت کی تحریک اصلاح (ریفارم) اور کیتھولک اور پروتستنت مذهب کي کشمکش کا نتیجہ تھا - اب مذهب کا نام بدل دیا گیا ہے اور اسکی جگہ قومي اور جنسي حرص سیادت نے لیلي ہے -

الحرب

یورپ کی تاریخ حروب پر ایک نظر !

(تاریخ حرب اور اقوام قدیمہ)

جنگ کی تاریخ نہایت قدیم ہے - نشاۃ انسانیہ کے دور اول ہی سے اوسکا وجود پایا جاتا ہے - چنانچہ فن حرب کا ذکر کتاب مقدس کے عہد قدیم میں موجود ہے ' اور اہل ایران کو بھی زمانہ قدیم سے انکے جنگی کارناموں نے شہرت دے رکھی ہے - ہندوستان کے کوہ پیکر ہاتھیوں نے بھی ہنود کی جنگی طاقت کو نمایاں کیا تھا -

یورپ میں فن جنگ ابتداء ہی سے مکمل ہو کر پہونچا اور اوس نے یونان ' اسپارٹا ' ایتھنز ' اور مقدونیہ میں بڑی ترقی کی - پھر رومیوں نے اس فن میں کمال کا درجہ حاصل کیا اور فن اسلحہ سازی کو بہت بڑی جلا دی ' لیکن قرون وسطی میں جب برابرہ کا سلسلہ جنگ قائم ہوا تو فن جنگ دفعۃً اپنے اوج کمال سے گرگیا اور فوجوں کے نظم و ترتیب میں شہسواروں کی قابلیت کا جو جوہر نظر آتا تھا ' وہ بالکل مفقود ہوگیا - لیکن پندرھویں صدی سے بارود کی ایجاد نے اس فن میں ایک نیا انقلاب پیدا کردیا ہے - اب پرانے ہتھیاروں کے جوہر بالکل خاک میں مل گئے ہیں

سترھویں صدی میں جنگی کارناموں نے پھر شہرت حاصل کی اور لڑائیوں کا ایک وسیع سلسلہ قائم ہوا ' جس میں فوج کی ترتیب و قلعہ بندی کا فن ترقی یافتہ شکل میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے - اٹھارھویں صدی میں فریڈریک اعظم (جرمنی) نے فن جنگ کو نہایت وسیع پیمانے پر مرتب کیا ' اور اپنی فوج کو اوسکی ایسی اچھی تعلیم دی کہ اوسکے حریف بھی اوسکی نقل و حرکت اور ہجوم و اقدام کی داد دیتے تھے -

جمہوریت و قومیت کی تولید نے بھی فن جنگ میں ایک نمایاں انقلاب پیدا کیا - چنانچہ زمانہ قدیم سے فوجوں کے گتھم گتھا ہوکر لڑنے کا جو طریقہ چلا آتا تھا ' جمہوری لڑائیوں نے اونکو بالکل مٹادیا اور نپولین اعظم نے اپنی فوج کو عظیم الشان ٹکڑوں میں تقسیم ہو ہو کر لڑنے کی تعلیم دی ' کیونکہ یہ طریقہ فوج کی قوت کو مختلف مرکزوں میں تقسیم کر دیتا تھا ' اور حملہ و اقدام میں سرعت اور آسانی پیدا ہوجاتی تھی -

جنگ ہمیشہ جماعۃ انسانی کیلیے ایک درد انگیز مصیبت خیال کیگئی ہے اسلیے ایک رحمدل جماعت نے قیام امن ' اور ائتلاف و اتحاد کے تحفظ کیلیے اپنے مساعی جمیلہ سے اسکا دائرہ تنگ کرنا چاہا ' جسکا نتیجہ قدیم یونان میں ایک اتحادی تحریک کی صورت میں ظاہر ہوا تھا - قرون وسطی میں مسیحی چرچ نے بھی ایک اتحاد عام کی بنیاد ڈالی جسکا نام اتحاد سلمی تھا - اسکے ذریعہ صرف سال کے مخصوص اوقات مثلاً عید وغیرہ میں جنگ کا سد باب کیا گیا تھا -

عرب جاہلیت نے بھی اسی اصول پر رجب میں جنگ کا انسداد کلی کردیا تھا ' اور اسی لیے اس مہینے کا نام اصم (بہرا) رکھا تھا کہ اوس میں ہتھیاروں کے جھنکار کی آواز سننے میں نہیں آتی تھی -

عیسائی جماعۃ کویکرز (۱) کی بنیاد بھی ابتدا میں اسی مقصد کیلیے ڈالی گئی -

پوپ نکولس نے بھی ایک دیوان عام کے ذریعہ دنیامیں امن و امان کو قائم رکھنا چاہا تھا -

اس سلسلہ میں سب سے اخیر وہ کانفرنس صلح ہے ' جو بسط عدل اور نشر امن و سلامتی کیلیے پچھلے دنوں قائم کی گئی ' او اسکے بعد ہیگ میں بیت العدل کی بنیاد پڑی - لیکن حرص و ہوا شر و فساد ' اور بغی و عدوان کے جھونکوں نے امن و سلامتی کے اس شجر ممنوعہ کو دفعۃً جڑ سے اوکھیڑ کے پھینکدیا اور تمام کوششیں رایگاں گئیں -

اصل یہ ہے کہ یہ عالمگیر صلح و امن کی کوشش بھی ایک جنگی فریب کا نتیجہ تھی جسے دنیا کی سب سے بڑی جنگجو شہنشاہی نے کھیلا تھا - روس نے جنگ جاپان کے بعد دیکھا کہ وہ سخت ضعیف ہوگیا ہے اور کسی بڑی جنگ کیلیے طیار نہیں ہے پس اس نے چاہا کہ اتنے عرصے تک یورپ کی جنگ کو ملتوی رکھے جب تک وہ اپنی خونین ہستی کو پھر سے تازہ کرے اسی غرض سے اسنے یورپ کے ایک مشہور صحافی مسٹر ولیم اسٹیڈ (ایڈیٹر ریویو اف ریویوز) کو بلا یا ' اور ہیگ کانفرنس صلح کی بنیاد ڈلوائی - آج ایک طرف تو ریویو اف ریویوز میں ہیگ کے " بیت الصلح " کی شاندار عمارت کا نقشہ شائع ہوتا ہے ' دوسری طرف دنیا کی سب سے بڑی خونریزی بھی شروع ہوگئی ہے !

(حروب مشہورۃ و عظمیہ)

دنیا کی مشہور لڑائیوں میں چند لڑائیوں نے خاص طور پر شہرت عام حاصل کی ہے ' اونکی مختصر تاریخ دلچسپی سے خالی نہ ہوگی -

(الحروب الاہلیہ)

اس نام سے ہمارا مقصود وہ لڑائیاں ہیں جنکو قرون وسطی میں بغض و انتقام کے جذبات نے یورپ کے دو خاندانوں کے درمیان قائم کیا - یہ لڑائی کئی پشت تک قائم رہی ' اسکی وجہ یہ تھی کہ یورپ میں اب تک کوئی جامع و مانع قانون نہ تھا جو ظلم و تعدی سے روکتا ' اور مجرمین سے قصاص لیتا -

فیوڈل سسٹم (۲) بھی ضعف کی حالت میں تھا ' اسلیے وہ بھی اسکے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ چودھویں صدی عیسوی تک فرانس اور جرمنی کی زمین خون کی رنگین چادروں سے چھپی رہی -

شارلمین نے اپنے عہد سلطنت میں حروب اہلیہ کیلیے ایک قانون بنایا لیکن اوسکی کوشش ناکامیاب ہوئی - اسلیے چرچ کو ایک نظام اتحاد قائم کرنا پڑا جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے ' پھر لوئیس نے ایک ضابطہ قانون مرتب کیا - جسکی رو سے ۴۰ دن تک کوئی شخص قاتل سے قصاص لینے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا -

(حرب سی سالہ)

یہ جنگ کا وہ عظیم الشان سلسلہ ہے جو سنہ ۱۶۱۸ع میں جرمنی کے امراء اصلاح اور امراء کیتھولک کے درمیان قائم ہوا ' اور سنہ ۱۶۴۸ تک جاری رہا - اس جنگ کا اصلی سبب یہ تھا کہ فرڈیننڈ ثانی نے اون تمام قوانین کو منسوخ کردیا تھا جو بوہیمیا کی مذہبی آزادی کی تحدید و تقیید کرتے تھے - فریڈریک خامس جو پروٹسٹنٹ مذہب کا بہت بڑا حامی تھا ' سب سے پہلے اسکی مخالفت کیلیے کھڑا ہوا ' اور سنہ ۱۶۱۹ سے سنہ ۱۶۲۳ تک جنگ جاری رکھی - بالاخر پروٹسٹنٹ لوگوں نے شکست کھائی اور فریڈریک کی قوت کا خاتمہ ہوگیا - پھر کرسٹیان رابع شاہ ڈنمارک نے جرمنی کے معاملات میں مداخلت کی اور دوسرا سلسلہ جنگ شروع ہوا جو سنہ

---

(۱) کویکر مسیحی صوفیوں کا ایک خاص فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ روح القدس ہر شخص پر نازل ہوسکتی ہے اور وہ پادریوں کا بالکل محتاج نہیں -

(۲) فیوڈل سسٹم یعنے بجاے ایک مرکزی حکومت کے ملک کا متعدد امراء متعددہ میں منقسم ہونا -

اس نے کہا کہ روح در حقیقت ایک "حساس هوا " Anima ہے جو تمام جسم میں نافذ هوکے هر عضو اور هر نسیج sensitira tissue پر قابض هو جاتي ہے - اسکے ان خیالات کو هوالیت (Anemism) ' اور ان خیالات کے قائل کو (Animiot) هوالي کہتے هیں -

اس مسئله کے متعلق موجوده ارباب فکر اب اس سوال پر پہنچے هیں که " کیا احساس کے لیے صرف دماغي عمل کي همراهي کي ضرورت ہے یا اسکے ساتھ زیرین مرکزوں اور پي ني إل گلینڈ کي معیت بھی هوني چاهیے ؟ " اس سوال کا جواب اس مسئله کا حقیقي حل ہے -

اسوقت علماء حیات میں ایک شخص بھي نہیں ملیگا جو یه کہتا هو که احساس میں بیداري پي ني إل کوارڈ کي کارگزاري سے پیدا هوتي ہے' کیونکه نظام عصبي کے متعلق جو تجارب هوے هیں وہ اس نتیجه کے منافی هیں -

رها ذهن اور هیجان جذبات کیلیے کسي مقام کي تعین کا مسئله' تو اسکي حالت یه ہے که احساس کے مادي تعلقات کے متعلق علمي (سائنٹفکٹ) طور پر جو کچھ تحقیق هو چکا ہے' اس سے علماء قیافه (Phan josephgall) نه آگے بڑھے هیں اور نه پیچھے هٹے هیں -

لیکن اس سے یه نتیجه نه نکالنا چاهیے که جان جوزف گال (Jhon joseph gall) المتوفی سنه ۱۸۲۸ ع (جسکے متعلق مشہور ہے که وہ علم القیافه کا باني ہے) وہ بھي اس کا قائل تھا - کیونکه یه تو اس پر ایک بہتان ہے - وہ بیچارہ نه تو اس نام کا واضع ہے اور نه ان خیالات و عقائد کا باني جنکا نام علم القیافه رکھا گیا - یه صحیح ہے که گال پر اس خیال کا رنگ چڑھ گیا تھا که بعض عقلي اوصاف کا مسکن دماغ ہے مگر کب ؟ جب اس کا سن آگیا تھا - اس نے بجا طور پر یه فرض کیا ہے که عقلمندانه گفتگو اور یاد داشت کے لیے خاص خاص مرکز هیں -

بیشک گال نے جرمني کی مختلف یونیورسٹیوں میں مختلف دماغی وظائف پر تقریریں کیں لیکن جس حیثیت سے آج هم علم القیافه کو جانتے هیں' یه بات اسمیں گال کے ایک رفیق (Spurtjheim) نے پیدا کی جو کمتر ایک عالم اور زیاده سے زیاده ایک هر دلعزیز خطیب تھا -

علم القیافه کے عقائد یا اسکي هرزه سرائیاں اسقدر مشہور اور انکي تغلیط اتنی بار هوچکي ہے که اب هم انکے دام تزویر میں تو نہیں آسکتے - البته یه ممکن ہے که هم میں سے بہت سے لوگ ایسے هوں جنکو اس جوش و خروش کا علم نه هو جو علم القیافه نے گذشته صدي کے ابتدائي سالوں میں پیدا کیا تھا -

ایڈنبرا میں علم القیافه کی جو سوسائٹی قائم هوئی تھي' اسمیں ۹۳۰ ممبر تھے - لندن کي سوسائٹی میں ۳۰۰ ممبر تھے - اور گلاسکو کے " اندرسن کالج " میں اسکي ایک کرسي (چیر) قائم کي گئي تھي -

اب یه سوال نہیں ہے که روح کہاں رهتي ہے ؟ سوال صرف یه ہے که دماغي نسیج کا کون سا تغیر ایسا ہے جسکي وجه سے عقلی عمل کے لیے جسمانی عمل کا رفیق پیدا هوتا ہے - یعني جب قواء عقل کام کرتے هیں تو انکے ساتھ قواء جسمانی بھی کام کرنے لگتے هیں - رها یه که ان دونوں عملوں میں نہایت شدید ارتباط و وابستگي ہے' تو یه ایک ایسا امر ہے جسمیں کسیکو شک نہیں -

ابھی تھوڑے عرصه قبل تک علماء قیافه اس پر قائم تھے که وہ احساس کے حالات کو ان عصبي خلایا (Neave-cell) کے حالات پر محمول کردیا کرتے تھے جو ایک گورے رنگ کے ماده میں هوتے هیں - یه ماده ایک غلاف میں لپٹا هوا ان نصف دائروں میں هوتا ہے جو دماغ کے اندر هوتے هیں -

لیکن آکسفورڈ کے ڈاکٹر میک ڈوگل - (Medaugal) وظائف الاعضائی علم القیافه کے ماهر هیں - انہوں نے بعض ایسي شہادتیں پیش کی هیں جن سے پته چلتا ہے که بعض ایسے نقطے هیں جہاں عصبي خلایا کے اعمال آکے مل جاتے هیں اس طرح جیسے احساس کا مرکز یہي خلایا هیں -

یه مسئله تمامتر خصوصیین (اکسپرٹس) کی دلچسپي کا ہے اور وهی اسکو حل بھی کرسکتے هیں -

لیکن اگر یه مسئله حل هو جاے' جب بھي یه واقعه تو بدستور باقي رهیگا که علم طبیعي (نیچرل سائنس) کوکسي ایسے نفس کا علم نہیں جو ماده سے علحده هو' بلکه جو کچھ اسکے علم و تجربه میں آیا ہے وہ یه ہے که ایک خاص قسم کا ماده ہے جس کا تعلق اس شے کی بقاء و ترقی سے ہے' جسکو هم نفس کہتے هیں -

ظهـــر الفساد فی البـــر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

ملکـــهٔ بحـــر

کوئن اف سی

آپ نے بارها سنا هوگا که انگریزي سلطنت کو سمندر کی ملکه (کوئن آف سي) کہتے هیں - مگر شاید یه نه معلوم هوگا که اس بحري بادشاهي کے لیے وہ کتنے عظیم الشان مصارف برداشت کرچکی ہے' اور اسوقت کررهي ہے ؟

انگلستان نے سنه ۱۸۹۳ ع سے لیکر اسوقت تک یعني ۲۱ سال میں ۷۰ کرور پونڈ جہازوں اور کشتیوں وغیرہ کي ساخت اور مرمت میں صرف کیے هیں' اور اسوقت اسکے صیغه بحریه کے ملازمین کي تنخواهوں کا روزانه اوسط ۲۹ هزار پونڈ ہے - یعنی انگلستان هر روز اپنے بحري صیغه کے ملازموں کو ۴ - لاکھ - ۳۵ هزار روپیه صرف تنخواه میں دیتا ہے !

اتني بڑي بڑي رقمیں سنکے آپ کو حیرت ضرور هوئي هوگی' مگر جب آپ انگریزي جہازوں اور کشتیوں کی تفصیل پڑھینگے تو آپ کو یه خود معلوم هوجائیگا که یه رقمیں کچھ بھی زیاده نہیں -

حال میں " بیڑے کے جہازوں کی فہرست " کے عنوان سے انگلستان کے شاهی بیڑے کے جہازوں کی ایک فہرست شائع هوئی ہے - یه یاد رکھنا چاهیے که تارپیڈو کشتیاں' زیر آب کشتیاں' توپ بردار کشتیاں (آگن بوٹ) چھوٹے جہاز جنکو انگریزي میں " رلیل " کہتے هیں' اور بحري سفر کی وہ تمام سواریاں جنکو انگریزي میں " سپ " نہیں کہتے' اس فہرست میں شامل نہیں هیں -

ان کشتیوں اور چھوٹے جہازوں کے علاوہ وہ جہاز بھي اس تفصیل میں شامل نہیں هیں جو هنوز غیر مکمل هیں -

اسقدر وسیع حذف و اخراج کے بعد بھي فہرست میں ۴۱۱ جنگي جہاز دکھاے گئے هیں - ان جہازوں میں بیٹل شپ' کروزر ڈیپورشپ اور ڈسٹرایر (تباہ کن) وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کے جہاز شامل هیں -

مذاكرهٔ علمیه

روح اور اُسكا مسكن

اور حكماء مادیین كے احكام و آرا

(سلسلے كيليے ملاحظ هو الهلال نمبر (٥) جلد (٥)

Touraine تورین كے اس جلیل القدر فلسفی نے روح كے قیام كے لیے پی نی اِل گلینڈ كو تجویز كیا - مقامي مسكن كے اس انتخاب كی تائید میں دلیل یه تھی كه اسكی ایك نمایش ضرور تھی - اس كے موجوده خیال كے مطابق روح ایك ایسی شے تھی جو نه تو تقسیم هوسكتی تھی اور نه جگه میں پھیل سكتی تھی - اس لحاظ سے اسكے رهنے كے لیے جسم كا كوئی حصه ساده اور تنها پی نی اِل گلینڈ كے برابر موزوں نه تها - ڈیكارٹ كہتا تها كه یہاں روح ایك حاكم یا نگران كی طرح رهتی هے ' تمام حواس اسے اطلاع دیتے رهتے هیں ' اور وه ان اطلاعات كے مناسب هر طرف احكام جاري كرتی هے - مگر ڈیكارٹ كے خیالات كا ایك پہلو نہایت تاریك تها - كیونكه اسكے متبعین كو ادنی درجه كے حیوانات میں نفس ناطقه كے وجود سے انكار تها ' اور اس بنا پر انكي یه تعلیم تھی كه وحشی مخلوقات كے اعضاء كی حركت نا دانسته اور بلا اراده هوتی هے - اس فلسفیانه حماقت كا عملی نتیجه یه نكلا كه بعض ڈیكارٹیوں نے ادنی درجه كے حیوانات پر صریح ظلم كیے ۔

ڈیكارٹ كی بڑي بدقسمتي سے جب اس خورد بین كے ذریعه اس عضو كا امتحان كیا گیا ' تو معلوم هوا كه اسمیں كچهه لاغر خلیے (Cells) ' كوئلا ' چونا ' اور بعض اور ارضی ماده كے بلورات (Crgstolo) هوتے هیں - غرض روح كے لیے یه ایك نہایت هي ناموزوں قیامگاه تها كیونكه انجیل میں " تو خاك هے اور خاك میں ملجائیگا " روح كے متعلق نہیں كہا گیا هے -

اسكے بعد اب همیں اس موضوع پر ایك جلیل القدر انگریز اور اپنے آغاز عمر میں هاروے كے شاگرد طامس ولس ایم - ڈي كے خیالات پر توجه كرنا چاهیے - ولس نے اگرچه اعصاب پر بہت كچهه لكها هے مگر عام قارئین كو ڈیكارٹ كی طرح اسكے خیالات بہت كم معلوم هونگے - ڈیكارٹ كے خیال كے بموجب تو روح حتی الامكان قریباً ایك نا قابل تقسیم نقطه هے جو ایك ایسے عضو میں رهتا هے جو بالكل بسیط و وحید هے - مگر ولس كے نزدیك " دو روحیں هیں جنمیں سے ایك خون میں وسیع پیمانے پر پهیلي هوئي هے اور دوسري نظام عصبی میں رهتي هے - ولس كا دعوي تها كه روح خون میں اسطرح رهتی هے جیسے آگ میں شعله ' اور نظام عصبي میں اسطرح جیسے آگ میں روشني - دماغ سے روح كا جس طرح كا تعلق هے اسكي تشریح ولس نے یه كي هے :

" خون كا سب سے زیاده هلكا اور روح آمیز حصه شراییں كے ذریعه دماغ كي طرف چڑهتا هے ' یہاں پہنچكے اسكي تقطیر هوتي هے اور حیواني روحیں نكلتی هیں - یه روحیں دماغ كے اگلے اور پچهلے حصوں پر چڑهتی هیں اور وهاں سے تمام اعصاب میں اتر جاتی هیں "

" اختیاری احساسات و حركات كے لیے وهی روحیں هیں جو دماغ كے اگلے حصه میں رهتی هیں ' اور پچهلے حصه میں جو روحیں رهتی هیں وه غیر اختیاري حركات كے لیے هیں "

موجوده تجارب كی روشنی میں یه آخري خیال دلچسپ ثابت هوا هے -

اگرچه جسطرح بیان كیا گیا هے ' هم حرف بحرف اسیطرح تسلیم نہیں كرسكتے ' تا هم یه خیال اس حقیقت كو ظاهر كرتا هے جو ایك امر واقعه هے ' یعنی یه كه دماغ كے پچهلے حصے كی تمام كارروائیاں شعور (Cons ciousness) كے دائره سے باهر هوتی هیں

یقیناً ولس كو یه خیال جهلملاتا هوا نظر آیا تها كه احساسات اور انكی یادگاریں ' دماغ كے مایه خمیر كے تغیرات هیں - چنانچه اس نے ان صورتوں كا تذكره اسي انداز میں كیا هے -

ولس كي ایك كتاب جس كا نام " حیوانات كي روح كے متعلق " هے اسم با مسمیٰ هے -

اس كتاب میں ولس نے روح كو دماغ كے نصف دائروں میں رهنے كی اجازت دي هے -

لیكن بهر حال وه یہاں بهی ان لوگوں كي بدولت چین سے رهنے نه پائي ' جنكو یقین هے كه اسكے رهنے كے لیے كوئي محدود جگه جسماني ڈهانچے كے اندر چاهیے - چنانچه وه همیشه اس خیال كی مخالفت كرتے رهے -

جب هم علم (سائنس) كے درخشاں نوجوان ' ڈین نیكولس سٹینسن (المتوفي سنه١٦٨٦ع) كے پاس آتے هیں تو هم اس اولین كوشش كے پاس آتے هیں جو موجوده راے كے اظهار كے لیے كی گئی هے - یعنی یه كه " وظائف " كي جگه دماغ كے اندر هے - یه ایك حقیقت هے جسے علم القیافه والے نقل كرتے هیں اور علم وظائف الاعضاء والے مانتے هیں -

اسٹینسن نے جہاں عصبی ماده كے سفید مغز میں ریشوں كے وجود پر بحث كی هے ' وهاں اس خیال كو اس طرح ادا كیا هے :

" اگر درحقیقت سفید ماده بالكل ریشه دار هے تو همكو یقیناً یه تسلیم كرلینا چاهیے كه ان ریشوں كی ترتیب كسي خاص ایسي وضع پر ركهی گئي هے جس كے ساتهه یقیناً حركات كا اختلاف وابسته هے -

لیكن اس تجربه كے ساتهه اتنے مشكلات هیں كه نه معلوم كسی خاص طرح كي تیاري كے بغیر هم اس طریق امتحان كو عمل میں آتے كبهی دیكهه بهی سكینگے یا نہیں ؟ " -

" هم كو اس خاص طریقه كي تیاري كے لیے دو سو برس تك انتظار كرنا پڑا "

یه خیال علماء كے دل میں عرصه سے جاگزیں تها كه ایك روح تو مركزي هے ' اور دوسري اعصاب ' حواس ' اور متحرك اعصاب میں كار فرما هے - چنانچه (Prineipia) نامی مشهور و مستند كتاب كي آخر میں سر اسحاق نیوٹن جیسے دماغي قوتوں كے دیوتے بهي فرض كیا هے -

لیكن مشهور جرمن مفكر جارج ارنسٹ (Georg Ernst) المتوفي سنه ١٦٦٠ع جو احتراق (Phlogiston) كے خیال كا باني هے ' اس نے پهر یه خیال ظاهر كیا كه روح تمام جسم میں ساري و نافذ هے -

هوگا - جهاز سازي کے مصارف اسقدر برهتے جاتے هیں که اگر سب سے پرانے چهوٹے جهاز اور سب سے زیاده نئے چهوٹے جهازوں کي قیمت کا موازنه کیا جاے تو دو چند کا فرق نظر آئیگا - بالفاظ دیگر ایک قدیم آهني چهوٹے جهاز کی طیاري میں جو لاگت آتي تهی ' آج اسی قسم کے ایک چهوٹے جهاز کے بنانے میں اس سے دو گونه روپیه لگتا هے - بلکه اب تو ایک چهوٹے جهاز کی صرف توپوں اور ان توپوں کی بعض اور ضروري آلات کے لیے صرف ملین اسٹرلنگ چاهیے !

پهر هر چهوٹے جهاز میں ۸ هزار ٹن کی آهني درع میں ملبوس هوتے هے جو نهایت بیش بها هوتي هے - اس کی قیمت کا اندازه اس سے هو سکتا هے که اگر ایک شخص کي هفته وار آمدني دوگنی هوجاے تو اسکي بارہ مهینه کی آمدني اس درع کے ایک ٹن کی قیمت هوگی -

کچهه ویسل هی کی قید نہیں ' بیٹل شپ کي بهي یه حالت هے که اسکی صرف مشینري کي قیمت ایک ربع ملین اسٹرلنگ هوتی هے' اور اگر کہیں " لوائن " اور " کوئن میري " کي وضع کے جهاز هوے تو پهر یه رقم دو چند هوجاتي هے -

جب ایک بڑي توپ سر هوتي هے' تو گویا ۳ - سو پونڈ دهواں بنکے اڑجاتا هے - اس قسم کی توپیں صرف اس ایک بیڑے میں ۳۷۲ هیں جو امیر البحر جیلیکو کے زیر قیادت هے - تار پیڈو کشتیوں کے مصارف اس سے دس گونه زیاده هیں' مگر ان میں خوبي یه هے که انکے سر هونے کے بعد انهیں پهر کام میں لایا جاسکتا هے -

هر جهاز میں تیل محفوظ رهتا هے اگرچه عام طور پر کوئلا هي جلتا هے ' لیکن زیر آب کشتیوں کے علاوه ۱۲۷ تار پیڈو کشتیاں هیں جنمیں صرف تیل جلتا هے -

ان سب کشتیوں میں ۲۰۳۰۰۰ ٹن تیل آتا هے اور ایک ٹن تیل کی قیمت ۵ پونڈ هوجاتی هے - اب غور کیجیے که

ٹیلنگ شپ : آئرن ڈیوک

انگلستان کا سب سے بڑا آهن پوش' جو امیر البحر کا جهاز هے -

سابق آرک ڈیوک : فرڈیننڈ ولی عهد آسٹریا جو سراجیو میں قتل کیا گیا اور موجوده جنگ اپني یادگار چهوڑي مع اسکی مقتول بیوي کے

سنه ۱۹۰۹ ع سے مابین بنوائے گئے هیں - ان پر ۲۹۱۸۵۵۸۴ پونڈ لاگت آئي هے -

(جهازوں کے اولین مصارف)

ذیل میں هم جهازوں کے اولین مصارف درج کرتے هیں - یه تخمینے ان اعداد سے ماخوذ هیں جو سرکاری طور پر شائع کیے گیے هیں -

نمبر	جهاز کی قسم	مصارف بحساب پونڈ
۱	[illegible]	۳۴۳۳۵۰۲۸
۲	[illegible]	[illegible]
۳	[illegible]	۲۴۱۰۳۲۷
۴	[illegible] پوش [illegible]	۲۹۱۸۵۵۸۴
میزان		۱۳۰۷۰۹۰۹

یه مبلغ خطیر اس عظیم الشان رقم کا درحقیقت ایک حصه هے جو بیڑے کے کل ۶۱۵ جهازوں پر صرف کی گئی هے -

اسوقت ۹۰ محفوظ (پروٹیکٹڈ) کروزر کام میں لگے هوے هیں جنکی لاگت ۱۸ ملین هے - انکے علاوه ۲۱۱ ڈسٹرائر (تباه کن) هیں' جنکے مصارف ساڑهے ۱۵ ملین هیں - ۷۸ زیر آب کشتیاں جن پر ۴ ملین صرف هوے هیں - ۱۰۳ تار پیڈو کشتیاں هیں جن پر ۳ ملین سے زائد لاگت آئی هے -

جیسا که هم لکهه آئے هیں' اس فهرست میں چهوٹے جهاز (ویسل) شامل نہیں هیں - ان جهازوں کی لاگت کا تخمینه اگر نهایت اعتدال کے ساتهه کیا جائے' جب بهی ۱۰ ملین سے کم نه

جرمنی کے بحری قوی کا ایک منظر عمومی

ہیلی گولینڈ کے قریب جرمن جہازوں کی نمایش

آج سے دو ہفتہ قبل ان ۴۱۱ جہازوں میں ۱۸ جہازوں کے علاوہ اور تمام جہاز بہمہ وجوہ تیار تھے -

جہازوں کے علاوہ انگلستان کے پاس چھوٹے جہاز (ویسل) بھی ہیں، جنکی مدد سے وہ اپنے گھر اور باہر کے بحری مقامات میں اپنا قومی رعب‌داب قائم رکھتا ہے -

آغاز جنگ سے قبل اسکی ۱۰۳ تارپیڈو کشتیاں، اور ۴۶۸ زیر آب کشتیاں، آبنائے انگریزی، بحر ابیض (میڈیٹرینین) اور مشرق اقصی میں موجود رہتی تھیں، اور ۱۴ سلوپ (ایک قسم کا چھوٹا جہاز) اور اتنی توپ بردار کشتیاں دنیا کے ان دریاؤں میں پھیلی ہوئی ہیں، جہاں بڑے جہاز نہیں جا سکتے - ۱۰ ہلکی توپ بردار کشتیاں ان دریاؤں کو پٹرول کرتی رہتی ہیں، جو اندرون چین میں بہتے ہیں -

انکے علاوہ اسیقدر اور جہاز ہونگے جو دنیا کے دریاؤں اور سمندروں میں پیمایش، عام تحقیقات، اور نقشہ کشی کی غرض سے ہمیشہ سیر و سفر کرتے رہتے ہیں -

اسکے ساتھ ان ۱۵ تارپیڈو والی توپ بردار کشتیوں کا بھی اضافہ کیجیے جو آبناے انگریزی میں چھوٹے چھوٹے فرائض انجام دیتی رہتی ہیں - اور نیز ان دو مرمت کرنے والے جہازوں کو بھی شامل کرلیجیے جو ہمیشہ انگریزی بیڑے کے ہمراہ رہتے ہیں -

بیڑے کی اصلی جنگ آرا صف میں ڈریڈناٹ کی وضع کے بیس بٹیل شپ ہیں - یہ تمام جہاز ۷ سال میں یعنی سنہ ۱۹۰۶ سے لیکر سنہ ۱۹۱۲ تک میں بنے ہیں - انکے ابتدائی مصارف ۲۴، ۳۹۰، ۶۳، ۳ پونڈ ہیں -

ان کے ڈریڈناٹوں کے ساتھہ بیٹل کروزر بھی بنوائے گئے ہیں جنمیں سے ۷ تو اسوقت بہمہ وجوہ تیار ہیں اور ایک جسکا نام "انونسبل" ہے ہنوز زیرتعمیر ہے - ان کروزروں پر ۵، ۴۰، ۸۱، ۳۰، ۱ پونڈ صرف ہوے ہیں - انکے علاوہ کروزروں کی ایک اور تعداد بھی ہے جو بالکل تیار ہے - اور ۱۷ اور زیر تعمیر ہیں - جو کروزر اسوقت کام دیرہے ہیں انکے مصارف کا اوسط ۱۹ لاکھہ پونڈ ہے - جو بالفعل زیر تعمیر ہیں، انکی لاگت فی جہاز ۲ ملین سے ساڑھے بائیس ملین تک ہوگی (ایک ملین دس لاکھہ کا ہوتا ہے) -

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے "بڑے ڈریڈناٹ" کی قسم کے جہاز اب متروک الاستعمال ہوگئے ہیں، با این ہمہ کوئی سلطنت بھی اس قسم کے جہازوں سے اپنے بیڑے کو خالی کرنے میں کوئی سبقت لیجانا نہیں چاہتی - انگلستان نے سنہ ۱۸۹۴ ع سے لیکر سنہ ۱۹۰۹ ع تک ۳۷ "بڑے ڈریڈناٹ" بنوائے تھے، جو اسوقت بہمہ وجوہ تیار ہیں -

ان پر ۴۲۱۰۳۲۷۹ پونڈ صرف ہوے ہیں - یہ بڑے ڈریڈناٹ جتنے بڑے ہیں، اتنے ہی بڑے ذرعہ پوش کروزر سنہ ۱۸۹۹ ع اور

انگلستان

قیصر جرمنی

روس

آسٹریا

فرانس

بلجیم

ہا گیا تھا - اسوقت انگریزی بیڑے کی بقاء و توسیع کے لیے ۷۰۰ ۱۸۰ ۹۹ ۲ پونڈ کی رقم منظور ہوئی تھی - ابتدائی گیارہ سال میں یعنی سنہ ۴ - ۱۸۹۳ سے لیکے ۴ - ۱۹۰۳ تک ۹۰۰ ۲۲۰ ۱۷۰ پونڈ بیڑے پر صرف کیے گئے ' اور سالانہ تخمینہ ہر پہلے سال میں ۱۴۲۴۰۱۰۰ پونڈ تھا ' بڑھکر آخری سال میں ۳۴۴۵۷۵۰۰ پونڈ ہوگیا -

سنہ ۴ - ۵ - ۱۹۰ع اور سنہ ۱۵ - ۱۹۱۴ ع تک بیڑے کے لیے ۱۰۰ ۹۶۰ ۴۲ پونڈ وقف کیے گئے ہیں ' سالانہ قسط جو سنہ ۵ - ۱۹۰۴ ع میں ۳۶۸۸۹۵۰۰ پونڈ تھی ' اس سال ۵۱۵۵۰۰۰۰ پونڈ ہے -

عرص ۲۲ سال میں انگریزی بیڑے کے مصارف ۲۶۰ فیصدی بڑھگئے ہیں ' اور اگر یہ جنگ نہ ہوتی جب بھی آئندہ ان عظیم و مہیب مصارف میں ذرا بھی تخفیف کی امید نہ تھی -

اس روز افزوں ترقی مصارف کی وجہ یہ نہیں کہ فرداً فرداً جہازوں کے مصارف بڑھگئے ہیں ' بلکہ اسکا راز اس واقعہ میں مضمر ہے کہ انگلستان اپنے بیڑے کو ہر وقت مستعد اور تیار دیکھنا چاہتا ہے - چنانچہ اعلان جنگ کے پہلے ہی یہ طے ہوچکا تھا کہ ۱۸ مہینہ کے اندر بحر ابیض کے چاروں دروزر واپس بلا لیے جائینگے ' اور انکی جگہ ۸ بیٹل شپوں کا ایک بیڑا وہاں متعین کیا جائیگا - ان میں سے ہر ایک کے بہمہ وجوہ تیار رکھنے کے لیے سالانہ ۱۵۰۰۰۰ سالانہ پونڈ صرف ہوتے -

مختصراً یہ کہ دول یورپ میں سے صرف ایک انگلستان نے اپنے بیڑے پر ۷ سو ملین پونڈ صرف کیے ہیں جو موجودہ یورپ کے جنون سیاسی و حربی کی ایک درد انگیز مثال ہے -

(کل اور آج کی تار برقیوں کے متعلق)

جرمنی برسلز تک آگیا ہے اور بلاعدم انتورب میں چلا گیا ہے -

عرفت ربی بفسخ العزائم !

عید کی وجہ سے ہم کبھی بھی تعطیل نہیں کرتے لیکن چونکہ عملہ دو دن کی چھٹی لیے بغیر نہیں رہتا ' اسلیے اکثر ایسا ہوا کہ دو نمبر ایک ساتھہ نکال دیے گئے -

(۲) اس مرتبہ ہم نے ارادہ کیا کہ ۲۶ - رمضان اور ۴ - شوال کا ڈبل نمبر عید سے پہلے ڈاک میں ڈالدیں اور عید کے متعلق اسمیں بکثرت مضامین و تصاویر ہوں - جنگ کی وجہ سے اگر کوئی اہم واقعہ پیش آگیا تو ۴ - شوال کا روزانہ ضمیمہ خریداروں کیخدمت میں بھیجدینگے - عید نمبر کا مدت سے ارادہ کر رہے تھے -

(۳) لیکن بغیر کسی سبب اور شکایت کے ' محض ایک خاص شخص کی شرارت کیوجہ سے تمام کمپوزیٹروں نے اسٹرائک کردی اور کام چھوڑدیا - کئی بار ایسا ہوچکا ہے لیکن جو شکایتیں صحیح تھیں انکو دور کیا گیا - افسوس کہ اس مرتبہ محض داخلی و بیرونی وسوسہ اندازیوں سے ایسا کیا گیا ہے -

(۴) تمام ضروری اور اہم مضامین لکھے پڑے ہیں مگر کمپوز نہوسکے - علی الخصوص جنگ اور عید کے مضامین و تصاویر جنکی تعداد دس گیارہ سے کسی طرح کم نہوگی اور جو نہایت ہی اہم اور ضروری تھے - سب سے زیادہ یہ کہ ہفتۂ جنگ بھی کمپوز نہوا جو جنگ کی وجہ سے اخبار کا بہت ہی ضروری حصہ ہوگیا ہے -

(۵) احباب یقین کریں کہ پرچہ کی بد نظمی کا انہیں جسقدر احساس ہوتا ہے ' وہ اُس داغ اور زخم کے مقابلے میں کچھہ بھی نہیں ہے جو اُنسے پہلے میرے دل پر لگتا ہے - انکو صرف اسی بات کا افسوس ہوگا کہ بعض معلومات حاصل نہ ہوئیں ' لیکن میرا ماتم اسے کہیں زیادہ ہے کہ ایک ضروری وقت پر نہایت ضروری خیالات قوم تک نہ پہنچاسکا اور اسطرح اپنی افضل ترین عبادت سے محروم رہا - یوں سمجھنا چاہیے کہ میری صبح کی نماز اس ہفتے قضا ہوگئی !

انتہائی کوشش جو کی جاسکتی تھی کی گئی - مجبوراً بغیر شذرات 'ہفتۂ جنگ' مضامین عید ' و مباحث و تصاویر متعلق جنگ کے ' جتنے فارم چھپ گئے ہیں ' صرف وہی شائع کردیے جاتے ہیں -

(۶) لیکن انشاء اللہ دو چار دن کے اندر ہی اندر اس مشکل کا خاتمہ ہے - پورا انتظام ہوگیا ہے اور آئندہ ہفتہ کی اشاعت دیکھکر امید ہے کہ اس نقصان کو بھلا دیا جائے -

(آخری خبر اس وقت کی یہ ہے کہ حکومت بلجیم جرمنی کی فوج کی کثرت کا بالاخر مقابلہ نہ کرسکی اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ہٹ گئی - برزیل دار الحکومت بلجیم پر جرمنی قابض ہوگئی ہے اور بلجیم انتیورپ میں آگیا ہے جسے آپ نقشہ میں دیکھہ لیں -

بلجیم نے ایک اعلان شائع کیا ہے جسمیں تسلیم کیا ہے کہ جرمنی فوج دریاے میوز کے دونوں حصوں پر قابض ہوگئی ہے - تاہم لکھا ہے کہ یہ کوئی افسوس کی بات نہیں - اسکے اندر جنگی مصلحت پوشیدہ ہے -

فرانس اور جرمنی کا میدان انک ولر ' السیس ' اور لورین میں ہے اور جرمن شکستوں کی اطلاعیں دی جارہی ہیں -

روس اعلان کرتا ہے کہ مشرقی پروشیا (جرمنی) میں دور تک لڑائی ہو رہی ہے اور وہ بیس میل تک بڑھہ آیا ہے -

خبروں کے احتساب نے یقین کے ذرائع محدود کردیے ہیں اور در اصل میدان جنگ بالکل تاریکی میں ہے - اب تک اصلی معرکوں کا انتظار ہے اور مدت کے بعد آج کے اعتراف سے بہت کچھہ اصلیت منکشف ہوگئی ہے -

انگلستان کے قواء بحریه

بندرگاه اسپیت هڈ کے قریب انگریزي جنگی جهازوں کا ایک عام منظر !

صرف تارپیڈو کشتیوں کے ایندھن کے مصارف کتنے هیں -

اگرچه اوئلا اسقدر قیمت کا نہیں - تاهم اسمیں بهي کوئی بڑي کفایت نہیں هوتی - اسوقت ٢٧ جهاز بهمه وجوه تیار هیں - اگر یه سب کے سب ٨ گهنٹه کی پوري طاقت پر بهیجے جائیں تو ٤٣٢٠ ٹن کوئلا خرچ هوگا' جسکا بل ٣ هزار پونڈ کا هوگا - ان حالات کو دیکھتے هوے یه معلوم هوتا هے که اگر سنه ١٤ - ١٥ ع میں صیغه بحریه کا صرف کوئلے اور تیل کا بل ٣ ملین سے زاید هوا تها تو یه کوئی تعجب انگیز امر نہیں -

اگر ایک اسکوائڈرن ٨ ڈریڈ ناٹ جهازوں سے ترتیب دیاجاے' ٢٤ گهنٹه تک پوري سرعت کے ساتهه چلے' اور انکي تمام توپیں اور تارپیڈو کشتیاں سر هوں' تو اسمیں کوئي دو لاکهه پونڈ صرف هونگے - اسوقت جو بیڑہ بهمه وجوه تیار هے' اسمیں صیغه بحریه کے تمام ملازم مع ١٨ هزار محفوظ اشخاص کے مشغول هیں -

سنه ٤ - ١٨٩٣ ع میں جب " میجیسٹک " جهاز کے درجه کے جهازوں میں اشخاص مامور کیے گئے تهے' تو اسوقت بیڑے کے اشخاص کی تعداد ٧٦٧٠٠ تهي - مگر اب اتنا فرق هوگیا هے که اس سال بیڑے میں ١٥١٠٠٠ - آدمی هیں - امیر البحر نے اگرچه اُنکي تعداد کو پوشیده رکها هے' تاهم اگر ان لوگوں کو علحده کرلیا جاے جو ڈیپو میں کسي کام پر هیں یا کم عمر یا ناتواں هیں' تو اس صورت میں بهی ان لوگونکی تعداد ١٣٠٠٠٠ سے کم نه هوگی جو اسوقت پانی میں کام کررهے هیں -

صرف ذرع پوش جهازوں کے لیے ٧٣٠٠٠ آدمی هیں - کروزروں میں ٢١٠٠٠' اشخاص هوتے هیں - اور تارپیڈو کشتیوں اور تباه کن جهازوں کے بکار آمد هونے کے لیے ١٧٥٠٠ هاتهوں کي ضرورت هے - زیر آب کشتیوں میں سے هر ایک کے لیے دو پورے عملوں کی ضرورت هوتی هے - اس حساب سے ان میں ٢٠ هزار افسر اور آدمی لگے هوے هیں -

ان افسروں اور آدمیوں کي تعلیم و ترتیب میں کتنا صرف هوا هوگا؟ اس کا صحیح اندازه تو اسوقت بهت مشکل بلکه قریبا نا ممکن هے - البته ایک نوجوان کو معمولی ملاحی کی تعلیم میں ٣ سال لگتے هیں' یعنی اسے تو پهچي کري یا کسی اور کام میں کوئي خاص ملکه نہیں پیدا هوتا - اس ابتدائی تعلیم کی تنخواه ٢ شلنگ اور ٣ پنس هے - (ایک شلنگ باره آنه کا اور ایک پنس ایک آنه کا هوتا هے)

ایک شخص کو جهاز راں جماعت کا حقیقي رکن بنانے کیلیے پانچ سال کی مدت چاهیے' اور اگر جونیر لفٹننٹ بنانا هے تو دس سال سے کم میں ممکن نہیں -

" آئیرن ڈیوک " نامي جهاز جو امیر البحر کا نشان بردار جهاز هے' اسکے صرف افسروں کي روزانه تنخواه ٣٧ پونڈ ١٩- شلنگ دس پنس هے - اس رقم کے ساتهه بهتے وغیره کي رقمیں ملکے پوري ٦٠ پونڈ روزانه هوجاتي هے -

صیغه بحریه کے موجوده مالی سال میں تنخواهوں کے لیے ٨٨٠٠٠٠٠ پونڈ منظور هوے هیں - جسکے معني یه هیں که روزانه تنخواهیں ٢٤٠٠٠ پونڈ کي هیں' لیکن موجوده حالت میں ١٨ هزار محفوظ اشخاص کے اضافه سے فی ١٠ - یوم ٥٠ هزار پونڈ کی رقم اور بهي بڑهگئي هے - اسلیے اب بیڑے کے اشخاص کی روزانه تنخواهیں ٢٩ هزار پونڈ شمار کرني چاهیے -

اسوقت بیڑے سے صدها پرانے جهاز اور کشتیاں نکالدي گئی هیں - انکي جگه نئے جهاز اور کشتیاں داخل کي گئی هیں - هزارها افسر اور آدمي پنشن پر اپني خدمات سے کناره کش هوگئے هیں' اور انکي جگه نئے افسروں اور اشخاص نے لی هے - با ایں همه یه کهنا بیجا نہیں که اسوقت انگریزي بیڑا ٢٠- سال کے وسیع تجربه اور بے دریغ مصارف کا ماحصل اور قیمتي سے قیمتي نتیجه هے -

سنه ٤ - ١٨٩٣ ع میں " میگنی فیسینٹ " اور " میجیسٹک " نامی دو بیٹل شپوں کا انتظام

فلیڈ مارشل : سر جان فرنچ - سپه سالار افواج بریۂ برطانیه

المراسلة والمناظرة

الاعتصاب في الاسلام

(از جناب مولوي شبير احمد صاحب عثماني - از ديوبند)

الهلال مورخه ۲۹ - جولائي سنه ۱۹۱۴ع کے شعبه مراسلات میں ایک مضمون مولانا عبد السلام ندوي کا عنوان بالا کے متعلق شائع هوا هے جو اگرچه ابهي تک تمام نهیں هوا ' لیکن جتنا حصه اسکا چهپ چکا هے' وه بهي مذهبي جماعت کي نظرونکو اپني طرف متوجه کرنے کیلیے کافي هے -

یه بتلانے کي مجهکو ضرورت نهیں که مولانا عبد السلام ندوي کون بزرگ هیں ؟ کیونکه انهیں چند ایام میں یه عام طور پر معلوم هوچکا هے که وه دارالعلوم ندوة العلما کے درجه تکمیل کي سند حاصل کرچکے هیں' اور آجکل اپنے اوستاد مولوي شبلي نعماني کو سیرة کے لکهنے میں مدد دے رهے هیں' اور وهي بزرگ هیں جنکي طرف اس خط کی نسبت کیگئي تهي' جسکي بنا پر ندوه کي اسٹرائک کا محرک اول مولوي شبلي نعمانی کو بتلایا جاتا هے ' اور جسکے اعتذار میں انهوں نے یه لکها تها که میں جسوقت یه خط لکهه رها تها تو سچ یه هے که اوسوقت غلبۂ جوش کیوجه سے میرے حواس اور میرا دماغ میرے قابو میں نه تها - (اوکما قال) ٭

اگر غور کیا جاے تو بلاشبه اوس خط کیطرح یه تحریر بهي جو فاضل مضمون نگار نے اِسوقت الهلال میں شائع کرائي هے اس اعتذار سے بے نیاز نظر نهیں آتي ' کیونکه جن روایات حدیث و سیر سے آپنے اسٹرائک کا شرعی جواز بلکه استحسان ثابت کرنا چاها هے وه نهایت هي مضحکه انگیز هے - وه دلائل یا تو آپکے مدعاء سے محض بے تعلق هیں' جنکو مسئله اسٹرائک یا اوسکی شرعی حیثیت سے کوئی لگاؤ نهیں ' اور یا اونسے جو نتیجه نکالا گیا هے وه بالکل اولٹا نکالا گیا هے' یعني جس اسٹرائک سے آپ روکتے هیں اوسکا تو اوس سے جواز نکلتا هے اور جس کی اباحت کے آپ درپے هیں' اوسکی صاف حرمت متشرح هو رهي هے -

فاضل مضمون نگار کا اصلي منشاء یه ثابت کرنا هے که طلباء دار العلوم ندوه نے جو اسٹرائک ناظم وغیره کے مقابله میں کي وه شرعاً بالکل حق بجانب هے' اور زمانه اسٹرائک میں اون طلبا کا کهانا بند کردینا یا اونکو بورڈنگ سے نکالدینا جائز نهیں - اسکے اثبات یا تائید یا تمهید میں آپنے مجموعي طور پر چار واقعات اسطرح ذکر کیے هیں که :

(الف) حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشه پر اتهام لگانیکے جرم میں مسطح کا نفقه بند کردیا ' اور قسم کهالي که اونکو کبهي کسي قسم کا فائده نه پهونچائینگے' لیکن خدا تعالے نے اونکو اخلاقی حیثیت سے روکدیا -

(ب) دنیا میں سب سے زیاده ساده تمدن دیهات کا هوتا هے' لیکن عموماً تمام دیهاتوں میں کوذات کرنیکا طریقه جاري هے' جسکے رو سے ایک شخص کا حقه پاني کهانا پینا بند کردیا جاتا هے (گویا یه بهي ایک ساده شکل کی اسٹرایک هے)

(ج) ابتداے بعثت میں تمام قریش نے اس مضمون کا ایک عهدنامه لکهکر خانه کعبه میں لٹکایا تها که قریش میں کوئی شخص بنو هاشم و بنو عبد المطلب کو اپني لڑکي نديگا اونسے لین دین و خرید و فروخت نکریگا ' اونسے هم کلام نهوگا ' وغیره وغیره -

(د) اسلام میں جب کسي شخص نے قومي منافع پر شخصي فوائد کو ترجیح دي ' تو اوسکے خلاف صحابه اور خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اس قسم کا طرز عمل اختیار فرمایا - غزوه تبوک میں تن آساني کیوجه سے شریک نهونے پر آپ نے کعب ابن مالک ' مراة بن الربیع ' اور هلال بن امیر پر سخت ناراضي ظاهر کي اور تمام صحابه کو ایک مده تک اونکے ساتهه سلام و کلام اور نشست و برخاست کي ممانعت رهی - آخر کار جب خدا کے یهاں سے ان تینونکي معافی کا پروانه آگیا - تب یه اسٹرائک ٹوٹي - (صحیح بخاري)

* * *

اِن دلائل میں سے پهلي دلیل (یعنی حضرت صدیق اکبر کا واقعه) تو قطع نظر اس سے که قرآن مجید نے اوسکو جائز و پسندیده قرار دیا یا نهیں ' اسٹرائک کے اصطلاحی مفهوم سے جو متنازع فیه هے کوئي تعلق نهیں رکهتا ' کیونکه آپ خود اقرار کرتے هیں که اس قسم کے تمدني قطع تعلق پر اوسیوقت اسٹرایک کا اطلاق کیا جاسکتا هے جبکه ایک گروه کا گروه دوسرے گروه یا فرد کو اپني اعانت سے محروم کردیتا هے' اور اسي بناپر جدید عربي زبان میں اسٹرائک کو اعتصاب سے تعبیر کرتے هیں' جسکے معني گروه بندي کے هیں -

باقي دوسري دلیل (یعنی دیهاتیوں کے کوذات کرنیکے طریق) سے بهي آپ خود اندازه لگاسکتے هیں که شرعي جواز و عدم جواز پر کهانتک روشني پڑ سکتي هے' اور ایک مذهبی مسئله کے احتجاج میں دیهاتیوں کے اس طرز عمل کو پیش کرنا (اگرچه تمهیداً هی کیوں نهو) کس حد تک درست هے - البته تیسري اور چوتهي دلیلیں (یعني قریش مکه کا عمل آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے مقابله میں اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم اور صحابه کا عمل کعب ابن مالک وغیره کے مقابله میں) ایک خاص حد تک اس قسم کے مباحث کیوقت ذکر کیے جانے کا مساغ رکهتے هیں - (لیکن میں معاف کیا جاؤں اگر آپ هی کے الفاظ میں یه کهوں که) صرف انهیں لوگوں کے نزدیک جو کتب حدیث و سیر سے (باموقعه) روایات فراهم کرنیکي اهلیت نهیں رکهتے - میرا قصد اس مضمون میں اپنی طرف سے کچهه زیاده لکهنے سننے کا نهیں هے بلکه بجاے اسکے یهي بهتر سمجهتا هوں که فی الحال صرف آپ هي کے استنباط کیے هوے بعض نتائج کو دوباره ناظرین کے ملاحظه میں لاکر فی الجمله اونکي رکاکت پر متنبه کردوں -

آپ نے پهلا نتیجه یه نکالا هے که :

" زبردست گروه کو کمزور فرقه کے خلاف اسٹرائک کرنا سزاور نهیں ' جیسا که قریش مکه نے کیا تها - اسلیے زمانه اسٹرائک میں طلبا کا کهانا بند کردینا یا اونکو بورڈنگ سے نکالدینا جائز نهیں "

لیکن نتایج کے نمبر ۷ میں یوں فرماتے هیں که :

" اسٹرائک کیلیے مساوات لازمي نهیں ' کعب ابن مالک آنحضرت اور دیگر صحابه کے مساوي نه تهے ' جب قوي گروه ضعیف کے مقابله میں اسٹرائک کرسکتا هے تو ضعیف کو قوي کے مقابله میں اوسکا حق مرجح حاصل هے "

پس اب آپ خود هي انصاف فرمائیں که ان دونوں نتائج میں سے ' جو آپ نے بیان کیے هیں پبلک کس کو صحیح سمجهے یا کس کو کس قاعده سے ترجیح دے - اگر اسٹرائک کیواسطے مساوات کو ضروري سمجها جاے ' اور زبردست کي اسٹرائک ضعیف کے مقابله میں سزاور نهو ' تو آنحضرت صلی الله علیه و سلم اور تمام صحابه کے (معاذ الله) اس ناسزاوار فعل کي جو کعب

جنگ کے رعد و برق میں حسن و عشق کا ایک نغمۂ الم !

موسیو بوری : مسز کالیوکا بیرسٹر — موسیو الدایل : چیف جسٹس عدالۂ عالیہ پیرس — موسیو کالمیٹ : مقتول ایڈیٹر فگارو — موسیو کالیو : وزیر مال فرانس

دنیا کے مختلف کے تعلق واقعات میں بعض اوقات عجیب عجیب سلسلے ربط و تعلیل کے پیدا ہوجاتے ہیں - فرانس کے ایک مشہور مقدمۂ قتل کی سرگذشت الہلال میں شائع ہوچکی ہے' جسمیں موسیو کالو کی بیوی نے ایڈیٹر فگارو کو قتل کردیا تھا - اسکے بعد گذشتہ ہفتے بہ تار برقی تعجب کے ساتھہ پڑھی گئی کہ عدالت نے مسز کالیو کو بری کردیا - اب ایک اور واقعہ سنیے - موجودہ جنگ یورپ میں فرانس کی بری فوج کا سپہ سالار جنرل جوفر ہے' جسکے بری اقدامات پر تمام دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں

لیکن جنرل جوفر کے تقرر کا واقعہ بھی ایک دلچسپ سرگذشت ہے - فرانس میں سنہ ۱۹۱۱ ع تک سپہ سالاری کا عہدہ نہ تھا - ایک جنگی مجلس تھی جو اس خدمت کو انجام دیتی تھی -

لیکن اسی زمانے میں پبلک نے مجلس وزارت پر سخت اعتراضات کیے کہ اس نے سپہ سالاری جیسے اہم عہدے کی جگہ بالکل خالی چھوڑدی ہے -

اس اعتراض میں ایڈیٹر فگارو نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا -

چنانچہ مجلس جنگی توڑ دی گئی' نئی مجلس وزارت ترتیب دی گئی' اور جنرل جوفر سپہ سالار عام مقرر ہوا -

یہ تمام مراتب اسی موسیو کالیو کے ہاتھوں انجام پاے - اور اعتراف کیا گیا ہے کہ اگر جنرل جوفر کا تقرر اس وقت نہ ہوتا' تو موجودہ جنگ سے [illegible] جنگی [illegible] بگڑ جاتے -

مسز کالیو [illegible] میں بھی موجودہ جنگ کو بہت دخل ہے - کہا جاتا ہے کہ ایسے نازک موقعہ پر اگر اس مقدمہ کو زیادہ سنگین بنایا جاتا تو ملک [illegible] اور خلاف [illegible] کے پیدا ہوجانے کا خوف تھا -

ان تمام الگ الگ واقعات کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسز کالیو کا مقدمہ موجودہ جنگ کی داستان کا ایک باب تھا -

گو مسز کالیو [illegible] موجودہ واقعات کو تمام دنیا سے بالکل الگ ہوکر دیکھہ سکتی ہے - اسے حق ہے کہ اس دنیا کی سب سے بڑی جنگ کو محض ایک حسن پرستانہ شورش سمجھے' جو اسلیے کی گئی تاکہ ایک حسین قاتل عدالت کی سزا سے بچالیا جاے -

خونریز حسن : مسز کالیو

مقتول ایڈیٹر فگارو اور اسکا بدنصیب خاندان

الاعتصــاب فــي الاســلام

از مولانا عبــد الســلام نــدوي

(۴)

(آداب المعلمين والمتعلمين)

اگرچه تصریحات سابقه سے ثابت هوگیا هے که قرآن مجید اور احادیث صحیحه میں اوستاد کا بالتصریح کوئي حق متعین نہیں کیا گیا ' یہاں تک که امام غزالي نے اوستاد و شاگرد کے آداب و حقوق کے متعلق جو بحث کي هے' اوس میں کسي موقع پر احادیث سے استدلال نہیں کیا هے حالانکه وہ ضعیف بلکه موضوع حدیثوں سے بھي استدلال کرنے میں تامل نہیں کرتے - تاهم اس سے بھي انکار نہیں کیا جاسکتا که قرآن مجید کے اشارات و کنایات سے اوستاد کے ادب و احترام پر استدلال کیا جاسکتا هے - حضرت موسی علیه السلام نے چونکه حضرت خضر علیه السلام کي شاگردي کي اور وہ قصه قرآن مجید میں مذکور هے' اسلیے علما نے اوسي قصه سے اوستاد کے ادب و احترام کے متعلق بھي چند احکام مستنبط کیے هیں جنکي تفصیل یه هے :

(۱) موسی علیه السلام نے اپنے آپ کو اونکا تابع تسلیم کرلیا' کیونکه اونہوں نے کہا هل اتبعك ؟ کیا میں آپ کا اتباع کروں ؟

(۲) اونکے اتباع کي بھي اجازت طلب کي هل تاذن لی ان اجعل نفسی تبعا لك - کیا آپ مجھے اجازت دیتے هیں که میں اپنے آپ کو آپ کا تابع بناؤں ؟ یه انتها درجه کي خاکساري هے -

(۳) اونہوں نے کہا " علی ان تعلمني " یعنے اس بنا پر اتباع کرتا هوں که آپ مجھے تعلیم دیجیے' اور یه اپنے جہل کا اقرار اور اوستاد کے علم کا اعتراف هے -

(۴) اونہوں نے کہا " مما علمت " یعنی اون کے علم کا بعض حصه سیکھنا چاها ' اور اس سے بھی تواضع کا اظہار هوتا هے - یعني اونہوں نے یه نہیں کہا که مجھے علم میں اپنے برابر بنا دیجیے' بلکه اون کے اجزاء علوم میں سے بعض اجزاء کي درخواست کي جس طرح فقیر دولت مندوں سے کہتا هے که کچھه دیدیجیے -

(۵) اونہوں نے کہا : رشدا - یعني اون سے صرف ارشاد و هدایت کی درخواست کي' اسلیے اوستاد مرشد و رهنما هوتا هے -

(۶) انہوں نے کہا " هل اتبعك علی ان تعلمني " کیا میں آپ کا اتباع اس شرط پر کرسکتا هوں که آپ مجھے تعلیم دیں ؟ اسلیے اونہوں نے پہلے اپنے آپ کو تابع تسلیم کرلیا هے پھر تعلیم کي خواهش کی هے' یعنے پہلے اونکي خدمت کرنے کا اقرار کرلیا هے' پھر تعلیم کي درخواست کي هے - (۱) (هم نے بعض احکام کو حذف کردیا هے)

لیکن اعتراض و اختلاف اس ادب و احترام کے منافی نہیں هے' جیساکه حضرت موسی علیه السلام کے طرز عمل سے ثابت هوتا هے'

ان ضمنی احکام کے علاوہ قرآن مجید کي بعض آیتوں سے به تصریح علماء کی فضیلت پر استدلال کیا جاسکتا هے - بعض کم درجه کی احادیث میں بھي علماء کي فضیلت بیان کی گئي هے' اور علماء نے اخلاقی حیثیت سے بھي اوستاد و شاگرد کے حقوق پر بحث کي هے' هم ان تمام آیات و احادیث ' اور اقوال کو ایک ترتیب خاص کے ساتھه درج کرکے اوس پر تفصیلي بحث کرتے هیں :

یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتو العلم درجات	جو لوگ ایمان لاے' اور جن لوگوں کو علم دیا گیا' خدا اونکا درجه بلند کرتا هے -
انما یخشي الله من عباده العلماء	خدا کے بندوں میں صرف علماء هی خدا سے ڈرتے هیں -
فضل العالم علی العابد کفضلي علی ادناکم (دارمی	عالم کی فضیلت عابد پر اوسیطرح هے' جسطرح میں تم میں معمولی درجه کے آدمیوں سے افضل هوں -
لیس من امتی من لم یجل کبیرنا و یرحم صغیرنا ویعرف (۲) لعالمنا (ترغیب و ترهیب)	جو شخص بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا ' چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا ' علماء کي قدرداني نہیں کرتا ' وہ میري امت میں نہیں -
ثلاث لا یستخف بهم الا منافق ذو الشیبه فی الاسلام و ذو العلم و امام مقسط (ترغیب و ترهیب)	تین آدمی کی توهین بجز منافق کے کوئی نہیں کرتا : مسلمان بوڑھے شخص کي ' صاحب علم کي ' امام عادل کی -
اذا کنت في قوم ... (۳) فتصفحت وجوههم فلم تر فیهم رجلا یهاب فی الله فاعلم ان الامر قدرق	جب تم کسی قوم میں هو اور بغور هر ایک کا منهه دیکھو' تو اگر تمکو کوئی ایسا شخص نظر نه آے جسکي توقیر و هیبت محض خدا کیلیے کیجاے تو جان لو که دین کا حال پتلا هوگیا -

طلباء اگرچه بالتخصیص اُن روایتوں کے مخاطب نہیں هیں ' بلکه وہ لوگ بھی اس میں شامل هیں جنہوں نے علماء کي توهین کو همیشه اپنا شعار بنایا هے ' تاهم تخاطب عام کے لحاظ سے تمام امت کے ساتھه طلباء بھی اس میں داخل هیں -

علماء میں امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم فلسفه اخلاق کي بهترین کتاب خیال کی جاتی هے ' امام صاحب نے اس کتاب میں طالب العلم کیلیے دس وظائف مقرر فرماے هیں ' انمیں صرف ایک وظیفه کا اثر اوستاد کے ادب و احترام اور استرائک پر پڑسکتا هے - اسلیے هم اوسکا خلاصه درج کرتے هیں :

" طالب العلم کو چاهیے نه علم پر غرور اور اوستاد سے سرکشی نه کرے ' بلکه اپني باگ اوسکے هاتهه میں دیدے ' اوسکي خیر خواهي کا یقین رکھے ' اوس سے تواضع کرے ' اور اوسکي خدمت کو شرف و ثواب سمجھے ' شعبي نے کہا هے که زید بن ثابت نے نماز جنازہ پڑھی ' پھر اونکا خچر اونکے قریب کردیا گیا که سوار هوجائیں تو ابن عباس آے اور رکاب پکڑلیا - زید نے کہا : آپ الگ رهیے - ابن عباس نے کہا همکو اسي طرح علماء کي توقیر کا حکم دیا گیا هے - زید ابن ثابت نے اونکا هاتهه چوم لیا اور کہا که همکو اهل بیت کی عزت کا بھي یہي طریقه بتایا گیا هے -

علم کا غرور یه بھی هے که طالب العلم اوستاد سے استفادہ کرنے کو عار سمجھے' مگر اون لوگوں سے نہیں جو شہرت طلب و جاہ پرست هیں' ...... اور جب اوستاد طالب العلم کو کوئی مشورہ تعلیم میں دے تو اوسکي تقلید کرے' اور اپنی راے کو چھوڑدے - کیونکه اوستاد کی غلطي طالب العلم کے صواب سے زیادہ مفید هے' اسلیے که تجربه سے عجیب و غریب باتیں ظاهر هوتی هیں ... حاصل کلام یه که جو طالب العلم اوستاد کی راے کے سوا کوئی راے اور اختیار کرتا هے تو اوسکی ناکامیابی کا فیصله کرلینا چاهیے - علی رضي الله عنه نے کہا هے که اوستاد سے سوال نه کرو' اصرار نه کرو - جب وہ سست هوجاے

---

(۱) لیکن انبیاء سابقین کے اقوال و افعال کا اتباع هم پر واجب نہیں -

(۲) لیکن ترمذي میں " یعرف لعالمنا " کا فقرہ نہیں هے '

(۳) لیکن احادیث کے تتبع سے معلوم هوتا هے که هر وہ شخص جو طلب علم میں مصروف هو ان احادیث کا مورد هے اسلیے طلباء بھی اساتذہ کے ساتھه اس فضیلت میں حصه دار هیں -

ابن مالک وغیرہ کے مقابلہ میں اونسے ظہور پذیر ہوا ' کیا توجیہ ہوسکتی ہے ؟ اور اگر مساوات کا قاعدہ لازمي نہیں تھا ' تو پھر قریش مکہ کی استرائک کو عدم مساوات کی وجہ سے ناروا کہنے میں آپ جیسے روشن خیال نے کیوں تعصب اور تنگدلی سے کام لیا -

* *

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوںکے اعتقاد کے موافق آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خداے تعالے کیطرفسے تمام مخلوقات جن و انس عرب و عجم کیلیے ہادي اور اوستاد اور معلم بناکر بھیجے گئے تے (چنانچہ آپ خود بھي اپنے منصب جلیل کو انما بعثت معلما کے الفاظ سے ہی ادا فرمایا ہے) اور اس اعتبار سے تمام بنی آدم کو طوعاً و کرھاً آپکے ساتھہ تلمذ کي نسبت اور شاگردي کا تعلق حاصل ہونا چاھیے - پس ہمارے نزدیک یہ کہنا غالباً فاضل مضمون نگار کی توجیہات سے زیادہ چسپاں ہوگا کہ قریش مکہ نے اپنی جہالت اور سفاھت کیوجہ سے جو استرائک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کی ' چونکہ وہ شاگرد کي استرائک اوستاد کے اور متعلم کي استرائک اپني حقیقی معلم کے مقابلہ میں تھي ' اسلیے وہ بیشک قابل نفریں و ملامت تھی ' اور برخلاف اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب سے جو استرائک (بشرطیکہ وہ استرائک ہو) چند شاگردوں کي غفلت اور خطا کاري کے مقابلہ پر عمل میں آئي ' وہ اوستاد کی استرائک شاگرد کے مقابلہ میں ہونیکی وجہ سے ٹھیک ٹھیک حق بجانب رھی -

اس آخري استرائک کے دباؤ کا نتیجہ کعب بن مالک رضي اللہ عنہ وغیرہ کے حق میں یہ برآمد ہوا کہ اونسے مسلمانوںکے تمام رشتے ناتے توڑ دیے گئے ' اور اخوت و ارتباط باھمی کے سب سلاسل منقطع ہوگئے ' تو وہ اپنے سادے دل سے خدا کیطرف متوجہ ہوکر گڑگڑائے ' اور انھوں نے نہایت ھمت و استقلال کے ساتھہ ہر طرف کے عارضي سہارے چھوڑکر فقط ایک رب العزت کي جناب کو جا پکڑا ' انجام کار یا تو یہ حالت تذبذب تھي کہ :

و آخرون مرجون لامر اللہ اما یعذبھم و اما یتوب علیھم و اللہ علیم حکیم

اور کچھہ لوگ ہیں کہ حکم خدا کے انتظار میں اونکا معاملہ ملتوي ہے کہ یا تو اونکو عذاب دے یا اونکي توبہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے -

اور یہ بشارت نازل ہوگئی کہ :

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین و الانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ' ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم - و علی الثلاثۃ الذین خلفـــوا حتی اذا ضاقت علیھـم الارض بمـا رحبت و ضاقت علیھـم انفسھم وظنوا ان لا ملجاء من اللـہ الا الیـہ ثم تاب علیھـم لیتوبوا - ان اللـہ ھو التـــواب الـــرحیـم -

البتہ خداے پیغمبر پر بڑاھی فضل کیا اور (نیز) مہاجرین و انصار پر جنھوں نے تنگدستی کیوقت پیغمبر کا ساتھہ دیا جبکہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تے - پھر اوس نے ان پر (بھی) اپنا فضل کیا (کہ انکو سنبھال لیا) اسمیں شک نہیں کہ خدا ان سب پر نہایت درجہ مہربان (اور اونکے حال پر اپنی) مہر رکھتا ہے - اور (علی ھذالقیاس) اون تیـن شخصـونپـر بھي جو (با نتظار حکم خدا) ملتوي رکھے گئے تے - یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی تنگی کرنے لگی اور وہ اپني جان سے بھي تنگ آگئے او سمجھہ لیے کہ خدا کي (گرفت) سے اوسکے سوا اور کوئي پناہ نہیں - پھر خدا نے اونکی توبہ قبول کرلی تا کہ (قبول توبہ کے شکریہ میں آیندہ کیلیے بھی) توبہ کریں - بیشک اللہ بڑا ھي توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے -

جن لوگوں نے آجکل مسئلہ استرائک پر اخبارات میں بحثیں کیں ہیں (مثلاً صاحبزادہ آفتاب احمد خاں وغیرہ) انھوں نے بارھا اوستاد و شاگرد کے تعلقات کو باپ بیٹے کے تعلقات سے تشبیہ دي ہے ' اور یہ تشبیہ اس اعتبار سے نہایت بلیغ ہے کہ باپ کي مادي تربیت سے اوستاد کي روحي تربیت کسیطرح کم نہیں - پس جبکہ اولاد کي استرائک کا والدین کے مقابلہ میں یہ حال ہے کہ :

و ان جاھداک علی ان تشرک لي ما لیس لک بہ علـــم فلا تطعمـــا و صاحبھما فی الدنیـــا معروفـــا

اور (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تجھکو اسپر مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھہ کسیکو شریک خدائي بناے ' جسکي تیرے پاس کوئي دلیل ھي نہیں (تو اسمیں) اونکا کہا نہ ماننا (مگر) ہاں دنیا میں سعادتمندانہ اونکي رفاقت کر -

تو شاگردونکو بھي اوستاذ کے مقابلہ میں (بالخصوص جبکہ اوستاد اپنے شاگردونکي اخلاقي اصلاح کا کفیل ہوتا ہے) استرائک کا اس سے کچھہ زیادہ استحقاق نہیں ہوسکتا -

* * *

بناء علیہ قریش مکہ اور غزوہ تبوک کے جن دو واقعات سے فاضل مضمون نگار نے اپنا مدعا ثابت کرنا چاھا تھا اون سے برخلاف اسکے یہ ثابت ہوا کہ کسی قومي یا مذھبي درسگاہ کے طلباء کي استرائک جو اپنے اساتذہ اور مصلحین و مربین کے مقابلہ میں ہو سراسر نا جائز ہے اور اگر بالفرض اساتذہ اپنے بعض تلامذہ کے مقابلہ میں تعزیراً استرائک کردیں تو یہ نہ فقط جائز بلکہ مستحسن ہے -

اولجھا ہے پانوں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

میں ان سطور کو اب ختم کرتاہوں کیونکہ في الواقع مجھکو اسوقت نہ تو " ندوہ " کے استرائک کے خطا وصواب ہونے سے چنداں سروکار ہے اور نہ یہ تحقیق مطمح نظر ہے کہ استرائک کا اصلی مفہوم اور اوسکي جامع مانع تعریف کیا ہے ' اور یہ کہ اوسکو شرعاً جائز کہنا چاھیے یا ناجائز - بلکہ اک ایسي تحریر کے بعض استدلالي کمزوریونکي طرف اشارہ کرنا منظور ہے ' جو آجکل بعض بخاري کے درس دینے والونکا علمي نمونہ ہے ' اور ابناء زمان کي حدیث داني اور سیرت فہمي کا اک بہترین نمونہ ہے ' تاکہ عام مسلمان محض اس قسم کے سطحي مضامین کے خوشنما ٹائپ کو دیکھکر جلدي سے متاثر نہو جایا کریں -

آخر میں میں ناظرین کي اور خصوصا محترم مدیر الہلال کي توجہ مضمون نگار کے اوس منہیہ کي طرف منعطف کرانا چاھتا ہوں ' جو صاحب مضمون کے بغض و نفسانیت کا آئینہ اور بدتہذیبي یا آجکل کي تہذیب کا پورا مجسمہ ہے ' اور جس سے اس مضمون کے لکھنے اور شایع کرنیکا اصلي مقصد پوري طرح وا شگاف ہوجاتا ہے - لکھتے ہیں کہ :-

" یہ جو بعض مدعیان علم حدیث شکایت کرتے ہیں کہ استرائک کے دوران میں سلام وکلام بزرگونکو ضرور کرنا چاھیے ' حالانکہ ایسانہیں کیا گیا تو اوسکا مبني بخاري کا وہ نسخہ ہوگا جسکو مولانا احمد علی مرحوم والد بزرگوار مولوي خلیل الرحمن سہارنپوري نے چھپوایا تھا ' اوسمیں شاید یہ حدیث نہوگی کیونکہ اسکا اثر حقوق اولاد پر پڑنیوالا تھا ' مگر ھمنے مصر کے نسخہ مطبوعہ سے اس روایت کو لیا ہے "

میں نہیں سمجھتا کہ اس منہیہ کے لکھنے والے نے مولانا احمد علیصاحب مرحوم کي چھاپي ہوئي صحیح بخاري کو مولوي شبلي کي سیرۃ النعمان سمجھا ہے ' جسمیں حضرت سعد بن ابی وقاص کے واقعہ کو غلطي سے عمار بن یاسر کي طرف منسوب کردیا '

جهــان اســلام

یه ایک هفته وار رساله عربي ترکي اور اردو - تین زبانونمیں استنبول سے شایع هوتا هے - مذهبي سیاسي اور ادبي معاملات پر بحث کرتا هے - چندہ سالانه ۸ روپیه - هندوستاني اور ترکوں سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنیکے لیے ایک ایسے اخبار کي سخت ضرورت هے اور اگر اسکے توسیع اشاعت میں کوشش کی گئي تو ممکن هے که یه اخبار اس کمي کو پورا کرے -

ملنے کا پته ادارۃ الجریدہ في المطبعة العثمانیه چنبرلي طاش
نمبرہ صندوق البوسته ۱۷۳ - استامبول
Constantinople

شهبـــــال

ایک هفته وار مصور رساله - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا هے - ادبي - سیاسي - علمي اور سائنٹفک مضامین سے پر هے - گرافک کے مقابله کا هے - هر صفحه میں تین چار تصاویر هوتے هیں - عمده آرٹ کاغذ نفیس چهپائي اور بهترین ٹالپ کا نمونه - اگر ترکونکے انقلاب کي زنده تصویر دیکهني منظور هو تو شهبال ضرور منگائیے - ملنے کا پـتـه :

پوست آفس فرخ بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳
استامبول - Constantinople

روز انــه الهــلال

چونکه ابهي شائع نهیں هوا هے ' اسلیے بذریعه هفته وار مشتهر دیا جاتا هے که ایمبرائیڈري یعني سوزنی کام کے گل دار پلنگ پوش ' میز پوش ' خوان پوش ' پردے ' کامدار چوغے ' کرتے ' رنلي پارچات ' شال ' الوان ' چادریں ' لوئیاں ' نقاشی میناکاري کا سامان ' مشک ' زعفران ' سلاجیت ' ممیرہ ' جدوار ' زیرہ ' گل بنفشه وغیره وغیره هم سے طلب کریں - فهرست مفت ارسال کی جاتی هے - (دی کشمیر کواپرِیٹیو سوسائٹی - سری نگر - کشمیر)

اخبار " الله اکبر دهلی " کا عید نمبر

اخبار هذا کے عید نمبر کیواسطے تمام برادران اسلام سے عموماً ' اهل قلم حضرات - جماعت علما - طلبہ - شعرا سے خصوصاً گذارش هے که اپنے بیش بها مضامین مفید و دلچسپ اشعار و قلبي جذبات سے مطلع فرماکر اپنے پیارے اخبار الله اکبر کو زینت بخشیں - عید نمبر انشاء الله عین عید کے روز آپ کے پاس پهنچ جائیگا - جو صاحب اس سے پہلے منگوانا چاهیں پہلے بهی بهیجا جاسکتا هے لیکن ۱۲ رمضان المبارک تک مضامین پهنچ جانا چاهیے - رائل سائز ۲۰ - انچه طول ۱۲ - انچ عرض پر هوگا - ٹائیٹل نهایت خوبصورت - سنهرے حروف - ولایتي چکنا کاغذ - مقدس خانه کعبه کے فوٹو سے مزین هوگا ' مضمون کیلیے آٹهه صفحات چهوڑے جائینگے - قیمت صرف ۱- آنه (عید نمبر) هر قسم کی درخواستیں -

بنام مولوي سید ممتاز علی هاشمی محله دهوبی واڑی دهلی هو

بیـوٹیـز . اف اســـلام

اسلام کي خوبیوں پر دیگر مذاهب کے احباب کي گرانقدر رائیوں کا مجموعه -

هر شیدائی اسلام کو اسکا ایک نسخه ضرور رکهنا چاهیے -
سنهري جلد - عمده چهپائی - قیمت صرف ۸ آنه -
المشـــتهر :- نور لائبریري - ۱۲/۱ سیرانگ لین - کـلـکـتـه

تــرجمــه تفسیر کبیر اردو

——:o:——

حضرت امام فخر الدین رازي رحمة الله علیه کی تفسیر جس درجه کي کتاب هے ' اسکا اندازہ ارباب فن هي خوب کرسکتے هیں اگر آج یه تفسیر موجود نه هوتے تو صدها مباحث و مطالب علیه نیز جو همارے معلومات سے بالکل مفقود هوجاتے -

پہلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف انهیں ارکے لیے اسکا اردو ترجمه کرایا تها ' ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الهلال کی راے هے که وہ نهایت سلیس و سهل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمه هے "

لکهائي اور چهپائي بهی بهترین درجه کی هے - جلد اول کے کچهه نسخه دفتر الهلال میں بغرض فروخت موجود هیں پہلے قیمت دو روپیه تهی اب بغرض نفع عام - ایک روپیه ۸ - آنه کردي گئی هے -

درخواستیں : منیجر الهـلال - کلکته کے نام هوں -

الہلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو' بنگله' گجراتي اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں الهـلال پهلا رساله هے ' جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسی کی درخواست بهیجیے - منیجر

روز انه ضمیمه

روزانه ضمیمه کیلیے بهی ایجنٹوں کی ضرورت هے -

دہلی میں علمی خزانہ

(۱) عظیم الشان قرآن شریف - جس پر [illegible] روپے والی تفسیر حقانی کا خلاصه - سجاوندی بلغت و اعراب چڑھے ہوے ہیں - ہدیہ مجلد آٹھ روپے غیر مجلد ساڑھے چھ روپے ؛
(۲) داستان پاستان - فاتحین ہسپانیہ چار جلد قیمت ساڑھے چار روپے ؛
(۳) چمنستان عرب - حج کے مکمل حالات قیمت سوا روپیہ ؛
(۴) لباب الاحادیث - مسائل اسلام قیمت بارہ آنے
(۵) اولیائے دہلی - بزرگان دہلی کے مسلسل حالات قیمت آٹھ آنے
(۶) مجلد مجموعہ کلام اقبال - قیمت اٹھارہ آنے ؛
(۷) یاسمین - زنانہ تعلقات دنیا ایک افسانے کے پیرایہ میں قیمت [illegible]
(۸) راحت زنانی - مستورات کیلئے بیش بہا کتاب ہے قیمت [illegible]
(۹) مہرافروز - بنگالی زبان کی شیرینی سے لبریز قیمت آٹھ آنے
(۱۰) آئینۂ نسوان [illegible] قابل دید ناول قیمت پانچ روپے
(۱۱) [illegible] النسوان - [illegible] معمول قیمت چھ آنے
(۱۲) [illegible] قیمت [illegible] روپے
(۱۳) [illegible] قیمت چودہ آنے
(۱۴) [illegible] قیمت [illegible] آنے
(۱۵) [illegible] وغیرہ کی جملہ کتب - کتب [illegible] حمایت اسلام [illegible] اسلامی
(۱۶) راز و نیاز کے کارڈ - [illegible] درجن و ۱۲ درجن ؛
(۱۷) سراج الاخبار کابل فارسی - دولت علیہ خداداد افغانستان کا باتصویر [illegible] روزانہ اخبار چندہ سالانہ دس روپے [illegible]
[illegible] جنرل نیوز ایجنسی [illegible] دہلی [illegible]

تو اوسکا دامن پکڑ کے نہ کھینچو' اوسکا راز فاش نہ کرو - اوسکی غلطیوں کے پیچھے نہ پڑو' اور اگر وہ لغزش کرے' تو اوسکا عذر قبول کرو' اوسکی توقیر کرو (جب تک وہ مذہب کی حفاظت کرے) اوسکے آگے نہ بیٹھو' اور اگر اوسکو کوئی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تم اوسکی خدمت کے لیے بڑھو (احیاء العلوم جلد - ا ص ۰ ۳ -)

اوستاد کے حقوق اور ادب و احترام کے متعلق اب اس سے زیادہ کچھہ نہیں کہا جا سکتا' لیکن اسکے ساتھہ ہمکو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث نے طلباء کے بھی کچھہ حقوق متعین کیے ہیں یا نہیں ؟ آیا علماء اخلاق نے اساتذہ کو بالکل مطلق العنان چھوڑ دیا ہے' یا اون کو بھی کسی چیز کا پابند کیا ہے ؟ ہم دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اساتذہ کے مقابل میں طلباء کا پلہ بھاری ہے - قرآن مجید نے ایک بڑی امانت اساتذہ کے سپرد کی ہے :

ابلغکم رسالات ربی	میں تمکو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں' اور
و انا لکم ناصح امین -	میں تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں -

اس امانت میں جس طرح خیانت کی جا سکتی ہے' احادیث نے اوسکی تصریح کردی ہے :

قال تناصحوا فی العلم فان	علم میں خیر خواہی کرو' کیونکہ
خیانة احدکم فی علمه اشد	علم میں کسی کی خیانت اس
من خیانته فی ماله	سے زیادہ شدید ہے کہ وہ اپنے مال
(ترغیب)	میں خیانت کرے -

اساتذہ کے لیے امین ہونا اسلیے ضروری ہے کہ اساتذہ کسی پیغمبر کے' کسی سلطنت کے' کسی قوم کے' یا کم از کم کسی معصوم بچے کے باپ کے خلیفہ ہوتے ہیں' اور خلیفہ کے لیے امین ہونا لازمی ہے - یہی وجہ ہے کہ آنحضرت حضرت ابوبکر (ض) و حضرت عمر (ض) کے بعد حضرت ابو عبیدہ جراح (ض) سے نہایت محبت رکھتے تھے - (۱) کیونکہ اون میں خلافت کا یہ جوہر نمایاں طور پر نظر آتا تھا - یہی وجہ ہے کہ اہل یمن نے جب آنحضرت سے ایک معلم کتاب و سنت کی درخواست کی' تو آپ نے ابو عبیدہ جراح (ض) کا ہاتھہ پکڑکر کہا کہ یہ اس اُمت کے امین ہیں (۲)

امام غزالی نے صرف ایک ایسا وظیفہ بتایا ہے جسکی خلاف ورزی کا اثر اساتذہ کے حقوق و ادب و احترام پر پڑتا ہے - لیکن اسکے مقابلے میں خود انہوں نے اساتذہ کیلیے متعدد وظائف بتائے ہیں' جن سے اگر بے پروائی کی جاے' تو طلبا کے تمام حقوق پامال ہوجائیں چنانچہ اونکی تفصیل یہ ہے :

(۱) اوستاد طلباء پر شفقت کرے' اور اونکو بیٹے کے برابر سمجھے ... .. اسیلیے اوستاد کا حق باپ ماں سے زیادہ ہے - کیونکہ باپ دنیوی زندگی کا سبب ہے' اور اوستاد اخروی زندگی کا - لیکن صرف دنیا کمانے کیلیے تعلیم دینا تو خود ہلاک ہونا ہے اور دوسرے کو ہلاک کرنا ہے -

(۲) اوستاد متبع سنت ہو' تعلیم پر اجرت نہ لے' اپنا احسان نہ جتاے' اگرچہ احسان لازمی طور پر ہوجاتا ہے' شکر گذاری اور معاوضہ کا خواستگار نہ ہو' بلکہ خود طلباء کا احسان مانے کہ انہوں نے اشاعت علم کا موقع دیکر اوسکے دل کو صاف کیا ہے - کیونکہ معلم کو تعلیم میں طالب العلم سے زیادہ ثواب ملتا ہے - اون لوگونکو دیکھو جو وظائف کیلیے سلاطین کی خدمت میں طرح طرح کی ذلتیں برداشت کرتے ہیں' اور اگر بادشاہ لوگ وظائف دینا ترک کردیں' تو وہ لوگ تعلیم دینا بھی چھوڑ دیں - پھر ایسے معلم طلباء سے اُمید رکھتے ہیں کہ مصائب میں اونکی حمایت کریں' اونکی دوستوں کی مدد کریں' اور گدھے کی طرح اونکے سامنے فرمانبردارانہ کھڑے رہیں ؟ اگر اس میں کچھہ کمی کی جاے' تو وہ طلباء کے جانی دشمن ہوجاتے ہیں - پس کتنا کمینہ ہے وہ عالم جو اس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اور اسپر خوش ہوتا ہے - اور اوسے یہ کہتے ہوے شرم نہیں آتی کہ میں بغرض اشاعت علم تعلیم دیتا ہوں -

(۳) یہ فن تعلیم کا دقیق مسئلہ ہے کہ طالب العلم کو حتی الامکان صراحتاً زجر و توبیخ نہ کی جاے' بلکہ مہربانی سے تنبیہ کی جاے نہ بطور ملامت کے - کیونکہ تصریح سے اوستاد کا وقار جاتا رہتا ہے' اور طالب العلم کو مخالفت کی جرأت ہوتی ہے' اور یہ طریقہ جرم کرنے پر اور ہمت دلا دیتا ہے - تعریضاً تنبیہ کرنا ذہین طلباء کو اوسکے معانی کے استنباط کرنے پر مائل کرتا ہے' جب وہ مطالب تعریض سمجھہ جاتے ہیں تو استنباط نتیجہ پر اونکو علمی مسرت ہوتی ہے "

اوستاد و شاگرد کے حقوق و آداب کے متعلق قرآن مجید' احادیث صحیحہ' اور فلسفہ اخلاق کے تتبع و استقراء سے جو مواد فراہم کیا جاسکتا تھا وہ سامنے آگیا' اب ہم ان پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں -

قرآن مجید و احادیث صحیحہ اور فلسفہ اخلاق نے اساتذہ و طلباء دونوں کیلیے خاص خاص پابندیاں لازمی کردی ہیں - لیکن شریعت کے تمام احکام یکساں حیثیت نہیں رکھتے - بعض کی تعمیل وجوباً و فرضاً ضروری ہوتی ہے بعض احکام اخلاقی حیثیت سے قابل عمل ہوتے ہیں' اور خود اخلاقی احکام میں بھی فرق مدارج ہوتا ہے اسلیے استحباب و وجوب میں باعتبار جزاء و سزا کے بڑا فرق ہے' ایک تارک صلاة کو وہی سزا نہیں دیجا سکتی جو اوس شخص کو دیجا سکتی ہے' جس نے مہمان کا حق ضیافت ادا نہیں کیا' بلکہ اول الذکر شخص کو شریعت نے عذاب شدید کی وعید سنائی ہے - اگر اس اصول کو فیصلہ کا معیار قرار دیا جاے تو صاف نظر آئیگا کہ طالب العلم پر اُوستاد کی مراعاة ادب اخلاقی حیثیت سے فرض ہے جسکو شارع نے پرزور الفاظ میں بیان کرکے یہ ظاہر کردیا ہے کہ مدارج اخلاق میں سے یہ ایک اہم ترین درجہ ہے - لیکن اُوستاد کی حالت اس سے مختلف ہے - اوس پر جن احکام کی پابندی لازم ہے' وہ واجب ہیں - مثلا وہ مبلغ شریعت اور امین ودائع مذہب ہے اور خیانت بہ نص صریح قرآنی حرام ہے - وہ حامل حدیث ہے اور ادب فی الحدیث کی نسبت خود حدیث میں وعید شدید موجود ہے - تمدنی حیثیت سے وہ اس زمانہ میں ایک اجیر کی حیثیت رکھتا ہے' اسلیے اگر وہ اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا نہیں کرتا تو ناجائز طریقہ سے کسب معاش کرتا ہے - اس بنا پر معاملات اسٹرائک کی تحقیقات میں صرف یہی نہیں دیکھنا چاہیے کہ طلبا نے اساتذہ کے ادب و احترام کا لحاظ نہیں کیا' بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اساتذہ نے اپنے فرائض صحیح طور پر ادا کیے یا نہیں ؟ اگر یہ ثابت ہو جاے کہ وہ بھی طلباء کی طرح مجرم ہیں' تو جس حیثیت سے اون پر پابندیاں لازم ہیں' اوسی حیثیت سے سزاء بھی مختلف اور شدید ہونی چاہیے -

(۱) ترمذی ص ۶۲۲ کتاب المناقب
(۲) مسلم مطبوعہ مصر ۳۳۰ کتاب المناقب

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چریا کوٹي نے ایک نہایت
مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوي
صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہي ہونے کے
متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیئے گئے ہیں اُن سب کو
ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جاے - اس سلسلہ کي ایک کتاب
موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکي ہے -
پہلي جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قران مجید کي
پوري تاریخ ہے جو اتقان فيّ علوم القران علامۂ سیوطي کے ایک
بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کي بحث
ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم
پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسي تحریف یا کمي بیشي کے ویسا هي
موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے
اسلامي کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات
کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمنا بہت سے علمي
مضامین پر معرکۃ الارا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب
شروع ہوتي ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کي ایک
سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوري ہو چکي ہیں - پیشین گوئیوں
کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور
فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان
پر تعصیلي بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے -
مقدمہ میں نبوت کي مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کي
گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ
خاتم النبیین کي عالمانہ تفسیر کي ہے - پہلے باب میں رسول عربي
صلعم کي ان معرکۃ الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب
احادیث کي تدوین کے بعد پوري ہوئي ہیں ' اور اب تک
پوري ہوتي جاتي ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں
کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکي ہیں - اس
باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت ہوتي ہے -

تیسري جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل
اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت
صلعم امي تھے اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید
کے کلام الہي ہونے کي نو عقلي دلیلیں لکھي ہیں - یہ عظیم
الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے
مذہب اسلام پر نکتہ چیني ہو رہي ہے ' ایک عمدہ ہادي اور رہبر
کا کام دیگي - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان
اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے -
تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائي چھپائي و کاغذ
عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعراني کا نام نامي ہمیشہ اسلامي دنیا میں
مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدي ہجري کے مشہور ولي ہیں -
لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کي تصنیف
ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال
اس طرح پر مانت چھانٹ کے جمع کیے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے
اصلح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام
کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب
عربي زبان میں تھي - ہمارے محترم دوست مولوي سید عبدالغني
صاحب وارثي نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف
سے خاص طور سے دل چسپي رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ
نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان
میں ایک قیمتي اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶)
خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاهیر الاسلام ! مشاهیر الاسلام ! !

یعنے اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوي عبد الغفور خاں
صاحب رامپوري ' جس میں پہلي صدي ہجري کے اواسط ایام سے
ساتویں صدي ہجري کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے
علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحوئین لغوئین منجمین
مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء
اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنیین وغیرہ ہر قسم کے اکابر
و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیودي سیلن)
" اہل اسلام کي تاریخ معاشرتي و علمي کي واقفیت کے واسطے
اہل علم ہمیشہ سے بہت هي قدر کي نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں
یہ کتاب اصل عربي سے ترجمہ کي گئي ہے ' لیکن مترجم صاحب
ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزي ترجمہ کو بھي
پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیودي سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع
کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ '
لغت ' انساب اور دیگر مسائل دیني کے متعلق کثیر التعداد
حواشي اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئي ہزار اماکن
و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھي شامل ہو گیا ہے - علاوہ بریں
فاضل مترجم نے انگریزي مترجم موسیودي سیلن کے وہ قیمتي نوٹ
بھي اردو ترجمہ میں ضم کردے ہیں جن کي وجہ سے کتاب اصل
عربي سے بھي زیادہ مفید ہو گئي ہے - موسیودي سیلن نے اپنے
انگریزي ترجمہ میں تین نہایت کار آمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں
مشاہیر الاسلام کي پہلي جلد کي ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھي
شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کي دو جلدین نہایت اہتمام کے
ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوالي گئي ہیں " باقي زیر طبع
ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنے حسان الہند مولانا میر غلام علي آزاد
بلگرامي کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے
عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط
قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنے شمس العلما مولانا سید علي بلگرامي مرحوم کي مشہور
کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا
آخرکار چھپ کر تیار ہو گئي ہے ' علاوہ معنوي خوبیوں کے لکھائي
چھپائي خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ......
(۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعني حضرت امیر مینائي کا مشہور
دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعني تذکیر و تانیث کے متعلق ایک
نہایت مفید رسالہ جس میں کئي ہزار الفاظ کي تذکیر و تانیث
بتائي گئي ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئي ہزار کتب
قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات
کتب خانہ جمع کرنا چاہیں اُن کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام
دے گي - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰
روپیہ (۹) تمدن ایران - مارگن شوسٹر کي مشہور کتاب کا
ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسي عمدہ جلد اعلی -
قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامي کي
مشہور کتاب - عربي فارسي میں بھي اس فن کي ایسي جامع
کوئي کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ قیمت سابق ۴ روپیہ -
حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علي بلگرامي
مرحوم کي مشہور کتاب قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۲) علم اصول قانون - یعنے سر ڈبلیو - ایچ ریٹنگن کي کتاب
کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یارجنگ مولوي چراغ
علي مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر
نہیں رکھتي - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوي علي حیدر
صاحب طبا طبائي صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلي کي ایک جامع
و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ
قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۶) معرکۂ مذہب و سائنس - ڈریپر کي مشہور عالم کتاب
مترجمہ مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے - قیمت ۴ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام تصنیف میر
غلام علي آزاد بلگرامي - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر الباري ترجمہ صحیح بخاري اردو - حامل المتن
صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

نوٹ — ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کي جلد ہمارے پاس تیار ہو سکتي ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

روغن بیگم بهار

حضرات اهلکار، امراض دماغي کے مبتلا رگرفتار، وکلا، طلبه، مدرسین، معلمین، مولفین، مصنفین کیخدمت میں التماس هے که یه روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابهی دیکها اور پڑها هے، ایک عرصے کی فکر اور سونچ کے بعد بهتیرے مفید ادویه اور اعلی درجه کے مقوي روغنوں سے مرکب کرکے تیار کیا گیا هے، جسکا اصلي ماخذ اطباے یوناني کا قدیم مجرب نسخه هے، اسکے متعلق اصلي تعریف بهي قبل از امتحان وپیش از تجربه مبالغه سمجهی جا سکتي هے- صرف ایک شیشي ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یه امر ظاهر هوسکتا هے که آجکل جو بهت طرحکے ڈاکٹري کبیراجي تیل نکلے هیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بهي کرتے هیں آیا یه یوناني روغن بیگم بهار امراض دماغي کے لیے بمقابله تمام مروج تیلونکے کهانتک مفید هے اور نازک اور شوقین بیگمات کے گیسوونکو نرم اور نازک بنانے اور دراز وخوشبودار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کهانتک قدرت اور تاثیر خاص رکهتا هے - اکثر دماغي امراض کبهي غلبۂ برودت کیوجه سے اور کبهي شدت حرارت کے باعث اور کبهي کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا هوجاتے هیں، اسلیے اس روغن بیگم بهار میں زیاده تر اعتدال کي رعایت رکهي گئي هے تاکه هر ایک مزاج کے موافق هو مرطوب ومقوي دماغ هونیکے علاوه اسکے دلفریب تازه پهولوں کي خوشبو سے هر وقت دماغ معطر رهیگا، اسکي بو غسل کے بعد بهي ضائع نهیں هوگي - قیمت فی شیشی ایک روپیه محصول ڈاک ۵ آنه درجن ۱۰ روپیه ۸ آنه -

بٹیکا

بادشاه وبیگموں کے دائمي شباب کا اصلي باعث یوناني میڈیکل سائنس کي ایک نمایاں کامیابي یعنے -

بٹیکا ـــ کے خواص بهت هیں، جن میں خاص خاص باتیں منزلِ رباذي، جواني دائمي، اور جسم کي راحت هے، ایک گهنٹه کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبه کي آزمایش کي ضرورت هے -

وسما لونجي تیله اور برندهیر انجن تیلا - اس دوا کو میں کے ابا واجداد سے پایا جو شهنشاه مغلیه کے حکیم تهے - یه دوا فقط همکو معلوم هے اور کسي کو نهیں درخواست پر ترکیب استعمال بهیجي جائیگي -

" ونڈر فل کانیهر " کو بهي ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیه باره آنه -

صدف پلس اور الکٹریک ریگر برسٹ پانچ روپیه باره آنه محصول ڈاک ۲ آنه -

یوناني لوٹ بازار کا سامپل بهي مرض درد کي دوا لکهنے پر مفت بهیجي جاتي هے - فوراً لکهیے -

حکیم مسیح الرحمن - یوناني میڈیکل هال - نمبر ۱۱۴/۱۱۵ مچهوا بازار اسٹریٹ - کلکته

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

پسند نهونے سے واپس

همارا من موهني فلوٹ هارمونیم سریلا فائده عام کے واسطے تین ماه تک نصف قیمت میں دي جاویگي یه ساگن کي لکڑي کي بني هے جس سے آواز بهت هي عمده اور بهت قرنوں تک قائم رهنے والي هے -

سینگل ریڈ قیمت ۳۸ - ۴۰ - ۵۰ - روپیه اور نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیه ڈبل ریڈ قیمت ۶۰ و ۷۰ و ۸۰ روپیه نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیه هے آرڈر کے همراه ۵ - روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیئے -

کمرشیل هارمونیم فیکٹري نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکته -

Commercial Harmonium Factory
No 10 3 Lover Chitpur Road
Calcutta

انندا فلوٹ هارمونیم

اسکے مقابله میں تمام هرمونیم بیکار هیں اسنے انڈین ایکزي بیشن سنه ۱۹۰۰ میں گولڈ میڈل حاصل کي هے - اسکے آگے زیاده تعریف کی کونسی ضرورت هے -

گارنٹي تین ۳ سال -

اکٹو سنڈل ست رڈ سي ٹوسي قیمت ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ روپیه " " ڈبل " " - قیمت ۲۷ - ۳۰ ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه پانچ روپیه پیشگي آنا چاهیے -

A. P. Day and Go.
Budhoo Ostagar Lane,
Galcutta.

علاج بواسیر

داخلي - خارجي - خوني وغیره کیسا هي هو، اسکے استعمال سے کلي آرام هوجاتا هے قیمت في شیشي چار روپیه -

سفید داغ کالا جواب علاج

بدن میں کیساهي سفید داغ کیوں نهو اسکے استعمال سے بالکل آرام هوجاتا هے -

قیمت في شیشي چار روپیه -

WhiteandGo. . Tollygunge
Galcutta

استره کی ضرورت نهین

مولٹرو صاحب کا هیر ڈیلي ٹري لگا لیجیے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے في شیشي چهه آنه تین شیشي ایک روپیه -

پهول رانی

نهایت خوشبودار روغن پهول هے اسکے استعمال سے دل ودماغ تازه رهتا هے اسطرحکا روغن ابتک کسي نے ایجاد نهیں کیا -

قیمت في شیشي باره آنه ایک درجن سات روپیه آٹهه آنه -

Muithra & Go 1-1 Tarah Chatterjee Lane,
Galcutta.

اصلی مکر دهج

جوکه خاص طلا سے بنایا گیا هے یه دوا خون کو صاف کرتا هے بدن کو قوت بخشتا هے، ناتوانوں کو توانا کردیتا هے -

مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق هے - قیمت نمبر ۱ ایک توله پچاس روپیه نمبر ۲ " " بتلیس ۲۳ روپیه

۱/۹ سے کم درخواست نهیں آنا چاهے -

Imperial Depet.
60 Sujopal Mulluk Lane
Bow Basar Galcutta

سنکاری فلوٹ

تین سال کی گارنٹی

بهترین اور سریلي آواز کي هارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیه

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیه

اسکے ماسوا هر قسم اور هر صفت کا هرمونیم همارے یهاں موجود هے -

هر فرمایش کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

R. L. Day.
34/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت !! مفت !!

داي صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما وصحت جسماني و زندگاني کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy as at harmacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

سوانح احمدی یا تاریخ عجیبه

یه کتاب حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوي اور حضرت مولانا مولوي محمد اسمعیل صاحب شهید کے حالات مین هے - اپ آمي تھے باطني تعلیم شغل برزخ - اور بیعت کا ذکر دیباچه کے بعد دیا گیا هے - پهرحضرت رسول کریم صلعم کي زیارت جسمي - اور توجهه بزرگان هر چهار سلسله مروجه هند کا بیان هے - صدها عجیب وغریب مضامین هین جسمیں سے چند کا ذکر ذیل مین کیا جاتا هے آپکے گھوڑیکي چوري کي گھاس نه کھانا - انگریزي جنرل کا عین موقعه جنگ پر اپکا شکر مین لے انا - حضوري قلب کي نماز کي تعلیم - صوفي کي خیال مخالفونکا امت مین مبتلا هونا - سکھونسے جهاد اورانکي لڑائیاں - ایک رسالدار کا قتل کے ارادے سے انا اور بیعت هو جانا - شیعونکي شکست - ایک هندو سیٹھه کا خواب هولناک دیکھکر اپسے بیعت هونا - ایک انگریز کي دعوت - ایک شیعه کا حضرت سرورکائنات کے حکم سے اپکے هاتھه پر بیعت کرنا - حج کي تیاري اور عیني آونکا عدن پهونچانا باوجود آمي هونیکے ایک پادري کواقلیدس کي مسایل دقیقه کا حل کردینا سمندر کے کھاري پاني کا شیرین هوجانا سلوک اور تصوف کے نکات عجیبه وغیرہ حجم ۲۲۴ صفحه قیمت دو روپیه علاوہ محصول -

دیار حبیب (صلعم) کے فوٹو

گذشته سفر حج میں میں اپنے همراہ مدینه منورہ اور مکه معظمه کے بعض نہایت عمدہ اور دلفریب فوٹو لایا هوں - جن میں بعض تیار هوگئے هیں اور بعض تیار هو رهے هیں - مکانوں کو سجانے کے لئے بیهودہ اور مخرب اخلاق تصاویر کي بجاے یه فوٹو چوکھٹوں میں جڑوا کر دیواروں سے لگائیں تو علاوہ خوبصورتي اور زینت کے خیر وبرکت کا باعث هونگے - قیمت فی فوٹو صرف تین آنه - سارے یعنے دس عدد فوٹو جو تیار هیں انکے منگانے کي صورت میں ایک روپیه آٹھه آنه علاوہ خرچ ڈاک - یه فوٹو نہایت اعلی درجه کے آرٹ پیپر پر ولایتي طرز پر بنوائے گئے هیں - بمبئي وغیرہ کے بازاروں میں مدینه منورہ اور مکه معظمه کے جو فوٹو بکتے هیں - وہ هاتھه کے بنے هوئے هوتے هیں - اب تک فوٹو کي تصاویر ان مقدس مقامات کي کوئي شخص تیار نہیں کرسکا - کیونکه بدوي قبائل اور خدام حرمین شریفین فوٹو لینے والوں و دیگي سمجھکر انکا خاتمه کردیتے هیں - ایک ترک فوٹو گرافر نے وهاں بہت رسوخ حاصل کر کے یه فوٹو لئے - (۱) کعبة الله - بیت الله شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اسپر سنهري حروف جو فوٹو میں بڑي اچھي طرح پڑھے جاسکتے هیں (۲) مدینه منورہ کا نظارہ (۳) مکه معظمه میں نماز جمعه دلچسپ نظارہ اور مجمع خلایق (۴) میدان منا میں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد حنیف کا سین (۵) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ (۶) میدان عرفات میں لوگوں کے خیمے اور قاضي صاحب کا جبل رحمت پر خطبه پڑھنا (۷) جنت المعلی واقعه مکه معظمه جسمیں حضرت خدیجه حرم رسول کریم صلعم اور حضرت آمنه والدہ حضور سرور کائنات کے مزارات بھي هیں (۸) جنت البقیع جسمیں اهل بیت و امهات المومنین و بنات النبي صلعم حضرت عثمان غني رضي الله عنه شهداے بقیع کے مزارات هیں (۹) کعبة الله کے گرد حاجیوں کا طواف کرنا (۱۰) کوہ صفا و مروہ اور وهاں جو علم زنانی کي آیت منقش هے فوٹو میں حرف پڑھي جاتي هے -

دیگر کتابیں

(۱) مذاق العارفین ترجمه اردو احیا العلوم مولفه حضرت امام غزالي قیمت ۹ روپیه - تصوف کي نہایت نایاب اور بے نظیر کتاب [۲] هشت بهشت مجموعه حالات و ملفوظات خواجگان چشت اهل بهشت اردو قیمت ۲ روپیه ۸ آنه - [۳] رموز الاطبا علم طب کے بے نظیر کتاب موجودہ حکماے هند کے تصویر حالات و مجربات ایک هزار صفحه مجلد قیمت ۴ روپیه ۔

۴] نفحات الانس اردو حالات اولیاے کرام مولفه حضرت مولانا جامي رح قیمت ۳ روپیه -

(۵) مشاهیر اسلام چالیس صوفیاے کرام کے حالات زندگي دو هزار صفحه کي کتابیں اصل قیمت معه رعایتي ۲ روپیه ۸ آنه هے - (۷) مکتوبات و حالات حضرت امام رباني مجدد الف ثاني پندرہ سو صفحے قمتي کاغذ بڑا سائز ترجمه اردو قیمت ۶ روپیه ۱۲ آنه

منیجر رساله صوفی پنڈي بهاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا هوا خوشگوار مچھلی کا تیل

SHAKE WELL
Waterbury's Compound WITH Creosote and Guaiacol
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
DOSE-1 TABLESPOONFUL 4 TO 6 TIMES A DAY
MANUFACTURED BY WATERBURY CHEMICAL CO. DES MOINES, IOWA U.S.A. TORONTO CANADA-LONDON ENGLAND SYDNEY AUSTRALIA N.S.W.
GUARANTEED BY WATERBURY CHEMICAL CO. UNDER THE FOOD AND DRUGS ACT JUNE 30
SERIAL No 185

SHAKE WELL
Waterbury's Compound PLAIN
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
DOSE-1 TABLESPOONFUL 4 TO 6 TIMES A DAY
MANUFACTURED BY WATERBURY CHEMICAL CO. DES MOINES IOWA U.S.A. TORONTO CANADA-LONDON ENGLAND SYDNEY AUSTRALIA N.S.W.
GUARANTEED BY WATERBURY CHEMICAL CO. UNDER THE FOOD AND DRUGS ACT JUNE 30
SERIAL No 185

ترکیب سے تیار کیا هوا مزہ دار مچھلي کا تیل

ڈھیلے اور کمزور رگ و پٹھه کو طاقتور بنانے اور پھیپڑا کی بیماري اور کھانسي و زکام سے خراب هونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور وائل کمپاؤنڈ" یعنے همارے یہاں کے تیار کیے هوئے مچھلي کے تیل سے بڑھکر کوئي دسري دوا نہیں هے -

ایک بڑي خرابي مچھلي کے تیلوں میں یه هے که اس سے اکثر لوگوں کو متلي پیدا هوتي هے اور کبھي کم مقدار کا ایک خوراک بھي کھانا ناممکن هو جاتا هے

واٹر بري کی کمپاونڈ یعنے مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقه یه هے که ناروے ملک کي " کاڈ " مچھلي سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزہ اور بو کو دور کرکے اسکو " مالٹ ایکسٹراکٹ " و " هائپو فاسفائٹس " و " گلیسرن " و " ارومٹکس " (خوشبودار چیزیں) اور هلکے " کریوسوٹ " اور " گوئیا کول ") کے ساتھه ملانے سے یهه مشکل حل هو جاتی هے - کیونکه " کاڈ لیور وائل " کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نه صرف اوسکی بدمزگی دور هوگئی هے بلکه وہ مزہ دار هوگیا هے اوراس سے پھرتي اور بشاشت هوتي هے مگر یه مرکب دوا " کاڈ لیور وائل" کے عمدہ فائدہ کو نہیں روکتي هے - اسکو بہت عمدہ طور سے بنایا گیا هے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے هیں - اگر تمهارا جسم شکسته اور رگ و پٹھے کمزور هو جائیں جنکا درست کرنا تمهارے لئے ضروري هو- اور اگر تمهاري طاقت زائل هو وے اور تمکو بہت دنوں سے شدت کي کھانسي هوگئي هو اور سخت زکام هوگیا هو جس سے تمهارے جسم کي طاقت اور اعضاے رئیسه کی قوت نقصان هوجانے کا ڈر هے- ان حالتوں میں اگر تم پھر قوت حاصل کرنے چاهتے هو تو ضرور واٹر بري کا مرکب " کاڈ لیور وائل " استعمال کرو - اور یهه ان تمام دواؤں سے جنکو هم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے هیں کہیں بہتر هے - یه دوا هر طرحسے بہت هی اچھي هے - یه دوا پاني و دودھه وغیرہ کے ساتھه کھلجاتي هے اور خوش مزہ هونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے هیں- نسخه کو بوتل پر لکھه دیا گیا هے- قیمت بڑي بوتل تین روپیه اور چھوٹي بوتل ڈیڑھه روپیه -

" واٹر بري " کا نام یاد رکھیے

یهه سب دوا نیچے لکھے هوے پته پر ملتی هے :-

ایم - اس : عبد الغنی کولوٹوله اسٹریٹ کلکته

چند نادر اور کمیاب کتابیں

اغا احمد علي ـــ رسالہ رانہ - در ارزان شعر - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۲۸۴ ھجري صفحہ ۱۵۴ قیمت ایک روپیہ - (واقدي) فتوح المصر عربي کلکتہ سنہ ۱۸۶۱ع قیمت ایک روپیہ - صرف ایک ایک نسخہ ان دونوں کتابوں کا رهگیا ہے - (حمزہ بن الحسن الاصفهاني) تاریخ ملوک الارض - عربي کلکتہ سنہ ۱۸۶۶ صفحہ ۲۱۲ - ایک روپیہ ۸ آنہ - (عبد الرحیم گورکھپوري) پند نامہ بهرامي فارسی چهاپہ نہایت نفیس - کاغذ عمدہ - کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ع صرف دو نسخہ رهگیا ہے صفحہ ۹۲ قیمت ۱۲ آنہ (عبد الرحیم) خزانة العلم - در هندسہ، اقلیدس، مساحت وغیرہ - صرف ایک نسخہ اخیر کے دو چار ورق نہیں هیں - صفحہ ۹۳۶ مطبوعہ کلکتہ ۵ روپیہ - (عبد الرحیم) تاریخ هندوستان - مارشمن صاحب کي کتاب کا ترجمہ فارسی - کلکتہ سنہ ۱۸۵۹ع صفحہ ۴۵۴ کاغذ اور چهاپہ نہایت عمدہ صرف ۲ نسخہ رهگیا ہے ۳ روپیہ - (تاریخ نادري) مع فرهنگ کلکتہ سنہ ۱۸۴۵ صفحہ ۳۸ صرف ایک نسخہ ۲ - روپیہ - ۸ آنہ (شرح مفصل) تصنیف علامہ محمود زمخشري - شارح مولوي عبدالغني صفحہ ۳۸۸ قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ (کلید دانش) - براے تعلیم اطفال فارسي خوانان حصہ سوم ۲ آنہ حصہ چہارم ۳ آنہ - هر دو حصہ ۴ آنہ - (رسالہ امثال مرادفہ) فارسي - عربی - اردو انگریزي - هندي - صفحہ ۵۵ ایک روپیہ صرف ایک نسخہ ہے - (اخوان الصفا عربی) - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۲۹۲ھ صفحہ ۳۵۶ - ۲ روپیہ (عبد الکریم خان بہادر) رموز الاخلاق فارسي - ۴ آنہ

ایضاً ترجمہ اردو ۴ آنہ

ایضاً موارد الکلم در علم البیان کلکتہ سنہ ۱۳۰۳ھ صفحہ ۱۲۰ ایک روپیہ -

ابن حجر المکي غبطة الناظر - حالات شیخ عبد القادر جیلانی عربی ایک روپیہ -

ملنے کا پتہ :- قطب الدین احمد - نمبر ۳ مارسکن اسٹریٹ - کلکتہ

مسلمان مستورات کی دینی، اخلاقی، مذهبی حالت سنوارنیکا بهترین ذریعہ

نہایت عمدہ خوبصورت ایکهزار صفحہ سے زیادہ کي کتاب بهشتي زیور قیمت ۲ روپیہ سارهے ۱۰ آنہ محصول ۷ آنہ -

جسکو هندوستان کے مشہور و معروف مقدس عالم دین حکیم الامة حضرت مولانا محمد اشرفعلی صاحب تهانوي نے خاص مستورات کی تعلیم کے لیے تصنیف فرماکر عورتوں کي دیني و دنیاوي تعلیم کا ایک معتبر نصاب مہیا فرما دیا ہے - یہ کتاب قرآن مجید و صحاح ستہ (احادیث نبوي صلی اللہ علیہ وسلم) و فقہ حنفی کا اردو میں لب لباب ہے - اور تمام اهل اسلام خصوصاً حنفیوں کیلیے بے حد مفید و نافع کتاب ہے - اسکے مطالعہ سے معمولی استعداد کے مرد و عورت اردو کے عالم دین بن سکتے هیں - اور هر قسم کے مسائل شرعیہ اور دینوي امور سے واقف هو سکتے هیں - اس نصاب کي تکمیل کیلیے زیادہ عمر اور زیادہ وقت کي ضرورت نہیں - اردو پڑهي هوئي عورتیں اور تعلیم یافتہ مرد بلا مدد استاد اسکو بہت اچهی طرح پڑہ سکتے هیں - اور جو لڑکیاں یا بچے اردو خواں نہیں وہ تهوڑے عرصہ میں اسکے حصہ اول سے ابجد پڑهکر اردو خواں بن سکتے هیں - اور باقي حصوں کے پڑهنے پر قادر هو سکتے هیں - لڑکیوں اور بچوں کے لیے قرآن مجید کے ساتھ اسکی بهي تعلیم جاري کردي جاتي ہے، اور قرآن مجید کے ساتھ ساتھ یہ کتاب ختم هو جاتی ہے (چنانچہ اکثر مکاتب و مدارس اسلامیہ میں یہی طرز جاري ہے) - اس کتاب کو اسقدر قبولیت حاصل هوئي ہے کہ اسوقت تک بار بار چهپکر ساٹھ ستر هزار سے زیادہ شائع هو چکي ہے - دهلي، لکهنؤ، کانپور، سہارنپور مراد آباد وغیرہ میں گهر گهر یہ کتاب موجود ہے - انکے علاوہ هندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں صدها جلدیں اس کتاب کی پہنچ چکي هیں، اور بعض جگہہ مسجد کے اماموں کے پاس رکهي گئي ہے کہ نماز کے بعد اهل محلہ کو سنا دیا کریں - اس کتاب کے دس حصے هیں اور هر حصے کے ۹۶ صفحات هیں اور سارهے ۳ آنہ قیمت -

حصہ اول الف با تا - خط لکهنے کا طریقہ - عقائد ضروریہ مسائل وضو غسل وغیرہ -

حصہ دویم حیض و نفاس کے احکام نماز کے مفصل مسائل و ترکیب

حصہ سوم روزہ، زکوۃ، قرباني، حج، منت، وغیرہ کے احکام -

حصہ چہارم طلاق، نکاح، مہر، ولی عدت وغیرہ -

حصہ پنجم معاملات، حقوق معاشرت زوجین، قواعد تجوید و قرات -

حصہ ششم اصلاح و تردید رسوم مروجہ شادي غمی میلاد عرس چہلم دسواں وغیرہ -

حصہ هفتم اصلاح باطن تہذیب اخلاق ذکر قیامت جنت و نار -

حصہ هشتم نیک بی بیونکی حکایتیں و سیرت نبوي -

حصہ نہم ضروري اور مفید علاج معالجہ تمام امراض عورتوں اور بچوں کا -

حصہ دهم دنیاوي هدایتیں اور ضروري باتیں حساب وغیرہ و قواعد ڈاک -

گیارهواں حصہ بهشتي گوهر ہے جسمیں خاص مردوں کے مسائل معالجات اور مجرب نسخے مذکور هیں - اسکی قیمت سارهے ۷ آنہ - اور صفحات ۱۷۴ هیں - پورے گیارہ حصوں کي قیمت ۲ روپیہ سارهے ۱۰ آنہ اور محصول ۷ آنہ ہے - لیکن پوري کتاب کے خریداروں کو صرف ۳ روپیہ کا ویلو روانہ هوگا، اور تقویم شرعي و بہترین جہیز مفت نذر هوگا -

بہترین جہیز - رخصت کے وقت بیٹي کو نصیحت حضرت مولانا کا پسند فرمایا هوا رسالہ قیمت دو پیسہ -

تقویم شرعی - یعني بطرز جدید اسلامي جنتري سنہ ۱۳۳۲ھ جسکو حضرت مولانا اشرف علي صاحب کے مضامین نے عزت بخشي ہے - دیندار حضرات کا خیال ہے کہ آجتک ایسی جنتري مرتب نہیں هوئي قیمت ڈیڑہ آنہ -

راقم

فقیر اصغر حسین هاشمي - دارالعلوم مدرسۃ اسلامیہ دیبند ضلع سہارنپور

حسبنا الله و نعم الوكيل

ٹرکش سلطانہ ہیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولي

جسے تمام عالم نے ٹرکش امپیریل ہیرڈائی کا لقب عطا فرمایا ہے - یہ بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بوئی نا گوار بلکہ فرحت افزاے دل و جان عطر بہار خوشبو دار خضاب کمیاب ہے - سہولت کے ساتھہ ۲ - ۳ قطرہ بسرش یا انگلی سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاہ نما بنالیجیے ایک شیشی برسونکے لیے کافي ہے - قیمت فی شیشی کلاں تین روپیہ - شیشی خرد دو روپیہ -

سارٹیفیکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ارسي - پي - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکتہ تحریر فرماتے هیں واقعي یہ ایک تحفہ بیش بہا کمیاب بلکہ نایاب استمبولی خضاب دنیاوي خضابوں میں اعلی دیکتا ہے ، بیشک یہ روسا امرا راجگان اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر ہے - اسکي جسقدر تعریف کي جائے بجا ہے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۵ مومن پور روڈ خضر پور کلکتہ
No. 15 Mominpure Road Khidderpure Calcutta.

پوٹن ٹائین

ایک مجرب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ، یہ معاول دماغی ضعیف کو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ کرتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ ایکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - مسٹر بہ وغیرہ کو بہی مجرب ہے چالیس گولیونکی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باہ ایک بار کی دفع هو جاتی ہے - اس کے استعمال کر کے هی آپ فائدہ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

هائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رها -

یہ دوا آب نزول اور فیل پا وغیرہ کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوا ہے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل هوتي ہے - ایک ماہ کے استعمال سے یہ امراض بالکل دفع هو جاتی ہے قیمت دس روپیہ اور دس دن کی دوا کی قیمت چار روپیہ -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرائین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگانی حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرائین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - " مینے اوبہرائین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں : - " نمونے کي شیشیاں اوبہرائین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براؤن - ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لندن) سٹیفنجان اسپتال ارکاکاٹی بمبئي فرماتي هیں :- " اوبہرائین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے " -

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - نو بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۲ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا ہے
Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta.

هر فرمایش میں الهلال کا حوالہ دینا ضروری ہے -

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ اُف لنڈن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدونمیں ہے ابھی چھپ کے نکلی ہے اور تھوڑی سی رهگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتهائي قیمت میں دیجاتی ہے : اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہری حروف کي کتابت ہے اور ۲۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں ۱۰ روپیہ میں وي - پي - اور ایک روپیہ ۱۴ آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سری گوپال ملک لین - بہو بازار - کلکتہ
Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مہینہ کے لیے رعایت
تین دنکے اندر زر واپس اگر ناپسند هوے -

سائز ڈاکٹین ڈاورک هارمونیم جسکي دهیمي اور میٹھي آواز بنگالي اور هندوستاني موسیقي سے خاص مناسبت ہے - شیشم کي لکڑي سے بني هوئي ، اور نہایت عمدہ ریڈ - تین برسکي گارنٹي - قیمت سنگل ریڈ ۳۸ ، ۴۴ ، اور ۵۰ روپیہ - حال - ۱۹ ، ۲۲ ، ۲۵ روپیہ - ڈبل ریڈ ۶۰ ، ۷۰ ، ۸۰ ، ۹۰ روپیہ - حال ۳۰ ، ۳۵ ، ۴۰ ، ۴۵ ، روپیہ پیشگي ۵ روپیہ -

نیشنل هارمونیم کمپني - ڈاکخانہ سملہ A - کلکتہ
Nashnal Harmonum Co.
P. O. Simla A.
Calcutta

ایک بولنے والي جڑي

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجہ سے مایوس هوگئے هوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوبارہ زندگی حاصل کریں - یہ جڑي مثل جادو کے اثر دیکھاتي ہے - بیس برس سے یہ جڑي مندرجہ ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکھا رهي ہے -

ضعف معدہ ، گراني شکم ، ضعف باہ تکلیف کے ساتھہ ماهوار جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواہ اعصابي هو یا دماغي ، آب نزول وغیرہ -

جڑي کو صرف کمر میں باندهي جاتي ہے - قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ

ایس - سي - هر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکتہ
S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هرقسم کا جنون خواہ سوداوي جنون ، مرگی والہ جنون ، غمگین رهنے کا جنون ، عقل میں فتور کے خوابی و مزمن جنون ، وغیرہ وغیرہ دفع هوتي ہے اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مومنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

جلد ۵

کلکتہ: چہار شنبہ ۱۰ شوال ۱۳۳۲ ہجری

Calcutta Wednesday September 2 1914

نمبر ۱۰

مقصد و حید

الامر بالمعروف و النهي عن المنكر

وجاهدوا في الله حق جهاده. هو اجتبكم، و ما جعل عليكم في الدين من حرج. ملة ابيكم ابرهيم هو سمكم المسلمين من قبل و في هذا ليكون الرسول شهيدا عليكم، و تكونوا شهداء على الناس. فاقيموا الصلوة و اتوا الزكوة. و اعتصموا بالله هو مولكم فنعم المولى و نعم النصير! (۲۲ : ۷۸)

جام جہان نما

— * —

بالکل نئی تصنیف کبھی دیکھی نہ ہوگی

— * —

اس کتاب کے مصنف کا اعلان ہے کہ اگر ایسی قیمتی اور مفید کتاب دنیا بھرکی کسی ایک زبانمیں دکھلا دو تو

ایک ہزار روپیہ نقد انعام

ایسی کارآمد ایسی دلفریب ایسی فیض بخش کتاب لاکھ روپے کو بھی سستی ہے - یہ کتاب خرید کر گویا تمام دنیا کے علوم قبضے میں کر لئے - اس کتاب سے درجنوں زبانیں سیکھہ لیجیے - دنیا کے تمام سربستہ راز حاصل کر لیجیے صرف اس کتاب کی موجودگی میں گویا ایک بڑی بھاری لائبریری (کتبخانہ) کو مول لے لیا -

— * —

ہر مذہب و ملت کے انسان کے لیے علمیت و معلومات کا خزانہ تمام زمانہ کی ضروریات کا نایاب مجموعہ

— * —

فہرست مختصر مضامین - علم طبیعات - علم ہیئت - علم بیان علم عروض - علم کیمیا - علم برق - علم نجوم - علم رمل و جفر فالنامہ - خواب نامہ - کیان سرود - قیافہ شناسی اہل اسلام کے حلال و حرام جانور وغیرہ ہر ایک کا حقیقی راز ایسے عجیب اور نرالے ڈھنگ سے لکھا ہے کہ مطالعہ کرتے ہی دلمیں سرور آنکھونمیں نور پیدا ہو بصارت کی آنکھیں وا ہوں - دوسرے ضمن میں تمام دنیا کے مشہور آدمی انکے عہد بعہد کے حالات سوانحعمری و تاریخ - دائمی خوشی حاصل کرنے کے طریقے - ہر موسم کیلیے تندرستی کے اصول - عجائبات عالم سفر حج مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی تمام واقفیت - دنیا بھر کے اخبارات کی فہرست ' انکی قیمتیں ' مقام اشاعت وغیرہ - بہی کھاتہ کے قواعد - طرز تحریر اشیا بروے اشتہار بازی - طب انسانی جسمیں علم طب کی بڑی بڑی کتابوں کا عطر کھینچکر رکھدیا ہے - حیوانات کا علاج ہاتھی ' شتر ' گائے بھینس ' گھوڑا ' گدھا بھیڑ ' بکری ' کتا وغیرہ جانوروںکی تمام بیماریونکا نہایت آسان علاج درج کیا ہے پرندونکی مع نباتات و جمادات کی بیماریاں دور کرنا تمام محکمونکے قوانین کا جوہر (جن سے ہر شخص کو عموماً کام پڑتا ہے) ضابطہ دیوانی فوجداری ' قانون مسکرات ' میعاد سماعت رجسٹری اسٹامپ وغیرہ وغیرہ تجارت کے فوائد -

دوسرے باب میں تیس ممالک کی بولی ہر ایک ملک کی زبان مطلب کی باتیں اردو کے بالمقابل لکھی ہیں آج ہی وہاں جاکر روزگار کر لو اور ہر ایک ملک کے آدمی سے بات چیت کر لو سفر کے متعلق ایسی معلومات آجتک کہیں دیکھی نہ سنی ہونگی اول ہندوستان کا بیان ہے ہندوستان کے شہرونکے مکمل حالات وہاں کی تجارت سیرگاہیں دلچسپ حالات ہر ایک جگہ کا کرایہ ریلوے یکہ بگھی جہاز وغیرہ بالتشریح ملازمت اور خرید و فروخت کے مقامات واضح کئے ہیں اسکے بعد ملک برہما کا سفر اور اس ملک کی معاشرت کا مفصل حال یاقوت کی کان (روبی واقع ملک برہما) کے تحقیق شدہ حالات وہاں سے جواہرات حاصل کرنے کی ترکیبیں تھوڑے ہی دنوں میں لاکھہ پتی بننے کی حکمتیں دلپذیر پیرایہ میں قلمبند کی ہیں بعد ازاں تمام دنیا کے سفر کا بالتشریح بیان ملک انگلینڈ - فرانس - امریکہ - روم - مصر - افریقہ - جاپان - آسٹریلیا - ہر ایک علاقہ کے بالتفسیر حالات وہانکی درسگاہیں صنعتی کلیں اور صنعت و حرفت کی باتیں ریل جہاز کے سفر کا ... احوال کرایہ وغیرہ سب کچھہ بتلایا ہے - اخیر میں دلچسپ ... دنیا کا خاتمہ) طرز تحریر ایسی دلاویز کہ پڑھتے ہوئے طبیعت باغ باغ ہو جاے دماغ کے کواڑ کھلجائیں دل و جگر چٹکیاں لینے لگیں ایک کتاب منگاؤ اسی وقت تمام احباب کی خاطر درجنوں طلب فرماؤ با وجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ایک روپیہ - ۸ - ۱ محصولڈاک تین آنے دو جلد کے خریدار کو محصولڈاک معاف

تصویر دار گھڑی

گارنٹی ۵ سال قیمت صرف چھہ روپے

ولایت والوں نے بھی کمال کردیا اس عجائب گھڑی کے ڈائل پر ایک خوبصورت نازنین کی تصویر بنی ہوئی ہے - جو ہروقت ٹکٹکی لگائے مٹکاتی رہتی ہے ' جسکو دیکھکر طبیعت خوش ہو جاتی ہے - ڈائل چینی کا پرزے نہایت مضبوط اور پائدار - مدتوں بگڑنا نہیں لیتی - وقت بہت ٹھیک دیتی ہے خرید کر آزمایش کیجئے اگر درست ثابت نہ ہو زبردستی چھین نہ لیں تو ہمارا ذمہ - منگواؤ تو درجنوں طلب کرو قیمت صرف چھہ روپیہ -

---

آٹھہ روزہ واچ

گارنٹی ۸ سال قیمت ۶ چھہ روپیہ

اس گھڑی کو آٹھہ روز میں صرف ایک مرتبہ چابی دیجاتی ہے - اسکے پرزے نہایت مضبوط اور پائدار ہیں - اور ٹائم ایسا صحیح دیتی ہے کہ کبھی ایک منٹ کا فرق نہیں ہوتا اسکے ڈائل پر سبز اور سرخ پتیاں اور پھول عجیب لطف دیتے ہیں - برسوں بگڑنیکا نام نہیں لیتی - قیمت صرف چھہ روپے - زنجیر سنہری نہایت خوبصورت اور بکس ہمراہ مفت -

چاندی کی آٹھہ روزہ واچ - قیمت ۱۰ روپے چھوٹے سائز کی روزہ واچ - جو کلائی پر بندھ سکتی ہے مع تسمہ چرمی قیمت سات ...

بجلی کے لیمپ

یہ نو ایجاد اور ہر ایک شخص کیلئے کارآمد لیمپ ' ابھی ولایت سے بنکر ہمارے یہاں آئے ہیں - نہ دیا سلائی کی ضرورت اور نہ تیل بتی کی - ایک لیمپ اپنی جیب میں یا سرہانے رکھلو جسوقت ضرورت ہو فوراً بٹن دباؤ اور چاند سی سفید روشنی موجود ہے رات کیوقت کسی جگہ اندھیرے میں کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کا ڈر ہو فوراً لیمپ روشن کرکے خطرے سے بچ سکتے ہو - یا رات کو سوتے ہوئے یکدم کسیوجہ سے اٹھنا پڑے تو سیکڑوں ضرورتوں میں کام دیگا - بڑا لاجواب تحفہ ہے - منگوا کر دیکھیں تب خوبی معلوم ہوگی قیمت ۱ مع محصول صرف دو روپے ۲ جسمیں سفید سرخ اور زرد تین رنگ کی روشنی ہوتی ہے ۳ روپیہ ۸ آنہ -

ضروری اطلاع — علاوہ انکے ہمارے یہاں سے ہر قسم کی گھڑیاں ' کلاک ' گھڑیونکی زنجیریں وغیرہ وغیرہ نہایت عمدہ و خوشنما مل سکتی ہیں اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیں اکٹھا مال منگوانے والوں کو خاص رعایت کی جاویگی - جلد منگوا لیجیے -

مینیجر گپتا اینڈ کمپنی سوداگران نمبر ۳۱۵ - مقام توہانہ - ایس - پی - ریلوے

TOHANA, S. P. Ry. (Punjab).

Tel Address "Alhilal" Calcutta
Telephone No. 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad.
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و رئیس تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

سالانہ ۱۲ - روپیہ
ششماہی ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۱۰ | کلکتہ چہار شنبہ ۱۰ - شوال ۱۳۳۲ ھجری | Calcutta : Wednesday, September, 2. 1914. | جلد ۵

النبــاء العظیــم :

الذی هم فیه مختلفون !

سقــوط بلجیـم و فتـح خـط پیـرس

جنـگ کے پہلے باب کا اختـتـام
اور
دوســرے کا اغـاز !!

(۱)

رشدوا شدة أخرى ' فجروا
بارجل مثلهـم ورموا جوبدا !

عم یتساءلون ؟ عن النبـاء العظیم الذی هم فیه مختلفون ؟ کیا ہے جسکو لوگ پوچھ رہے ہیں اور جسکی حقیقت کیلیے مضطر و بیقرار ہیں؟ یہ سائلین حقیقت کا تحیر' یہ طالبین کشف و انکشاف کا تفحص' اور یہ متلاشیان اصلیت کی سرگردانی' کس حقیقت مستور' کس چہرۂ محجوب' کس مقصود مجہول' اور کس علم غیر معلوم کیلیے ہے ؟ کیا اس حادثۂ عظیم کیلیے جو ہوچکا اور جسکی واقعیت سعی ستر و حجاب سے بے پروا اور دست خدع و انکار کی رسائی سے بلند تر ہے ؟ کیا اس یوم عظیم کیلیے جسکے قرب کی علامتیں ظاہر ہوچکیں' اور جسکی برهنه حقیقة هائله عالم آشکارا ہونے کیلیے سرپر آگئی ہے؟ کیا اُس یوم الفصل کیلیے جس نے ثبات و قرار کا فیصلہ کردیا' اور جو اپنے عواقب قریبہ کی ترجمانی میں صریح البیان ہے؟ کیا اُس یوم التغابن کیلیے جس نے بالاخر ضعف و قوت' انضباط و انہزام' جمع و افتراق' اقدام و ادبار' اور امید و بیم کی تقسیم کردی' اور ہر گروہ کو جو کچھہ ملنے والا تھا ملگیا ؟ و ذالک یوم التغابن (۶۴ : ۲۱)

یعنی کیا اس "نباء عظیم" کیلیے جسکی روشنی کی شعاعوں کو زنجیروں کی بڑی بڑی دیواریں کھڑی کرکے روکنا چاہا مگر وہ نہ رکیں؟ جسکی زبان حقیقت کی رمز فروش صداؤں کو ہنگامۂ ادعا و تضلیل میں گم کردینا چاہا مگر گم نہ ہوئیں ؟ جسکے روے اصلیت کو نقاب ہاے توجیہ و تعلیل اور پردہ ہاے تفسیر و تشریح سے دست تصرف و تعرف نے مستور کرنا چاہا مگر مستور نہ ہوا ؟

سقوط بلجیم : سواے انٹورپ کے اور تمام مقامات پر جرمنی قابض ہوچکی ہے - (نقشہ نمبر - ۳)

با ایں همه معلوم سے تجاهل ہے' اصلیت سے ابا ہے' یقین کا اعتراف نہیں' اور حقیقت کیلیے باہم اختلاف کیا جا رہا ہے ؟ عن النباء العظیم الذی هم فیه مختلفون ؟ (۷۸ : ۱) خیر' اگر تجاهل ہے تو علم الیقین بھی دور نہیں' اگر انکار مشکوک ہے تو اعتراف یقین کا بھی وقت آنے والا ہے' اگر یقین نہیں ہے تو ظن و شک بھی زیادہ دیر کا مہمان نہیں' اگر اختلاف ہے تو حقیقۃ ثابتہ و مشہودہ کے ظہور میں بھی اب شاید اتنی ہی دیر رهگئی ہے جتنی دیر آفتاب کے ایک طلوع و غروب میں ہوتی ہے - عجب نہیں کہ ان سطروں کی اشاعت سے پہلے لوگ اُس حقیقت کو معلوم کرلیں' جسکی نسبت وہ سوال کرتے اور باہم مختلف ہیں : کلا سیعلمون' ثم کلا سیعلمون (۷۸ : ۲)

(انکم لفی قول مختلف !)

کرۂ ارضی کے کروڑوں انسان ایک امر واقع و محسوس کے متعلق آجکل جس طرح جہل و بے خبری' شک و ریب' ظن و تخمین' اور افکار مختلفہ و متضادہ کے عالم میں زندگی بسر کررہے ہیں' وہ دنیا کی نئی تاریخ میں ہمیشہ ایک عجیب واقعہ سمجھا جائیگا - نئے تمدن نے جسقدر عظیم الشان خدمتیں رسل و رسائل اور اخبار و روایت کی پچھلی ایک صدی میں انجام دی تھیں' وہ سب کی سب اسطرح منہدم ہوگئی ہیں' گویا مخرب ممالک کے آتش زدہ مکانوں اور زیر جنگ آبادیوں کی برباد شدہ رونق کی طرح انہیں بھی جنگ کے شعلوں کے نذر ہوجانا تھا - ریل اور تار کا وجود بالکل بیکار ہے - پریس' اخبارات' خبروں کی ایجنسیاں' اور نامہ نگاران جنگ کی صفیں کچھہ بھی مفید نہیں ہوسکتیں - یہ سب کے

SEWING MACHINES

KNITTERS WINDERS

THE ADARSHA KNITTING Co.

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستي میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں. اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگی ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجي تیار ہوگي جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاٹے ہوے اون جو ضروري ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - اچھے روا نہ کیا اور آسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ہي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں -

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کی چند چیزیں خریدیں مجھے آن چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ھوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ھوں -

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ھوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپني نہایت اچھي کام کر رھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا ھوں کہ عوام اسکي مدد کریں

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ھائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ھوئي چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ھوں کہ بہت جلد اس کمپني کي سرپرستي ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ھو -

هز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

انکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني -

آپنے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکي بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - هز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ھیں اور مجکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنچ — سول کورٹ روڈ ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

اس مقصد کے حصول کیلیے جرمنی کے آگے متعدد راستے تھے - ایک راستہ یہ تھا کہ فرانس میں براہ راست اُس متصلہ سرحد سے داخل ہوجاے جو سوئٹزرلینڈ کے مجمع الثغور (کئی سرحدوں کے ملنے کی جگہ) سے لیکے لانگوے اور لکسم برگ تک چلی گئی ہے -- (دیکھو نقشہ نمبر ۲) دوسرا یہ کہ سوئٹزرلینڈ ہوکر گذرے - تیسرا راستہ براہ بلجیم تھا - جرمنی نے اپنے تمام مصالح جغرافیائی و فوجی کو ملحوظ رکھکے (جنکی تفصیل پہلے ہوچکی ہے) آخری راستہ تجویز کیا جیسا کہ دس سال پہلے سے تجویز کرچکی تھی ' اور ۵ - اگست کو پانچ جرمن دستے بلجیم میں داخل ہوگئے -

فرانس نے بظاہر اپنے لیے ہجوم اور دفاع کے دو خط قرار دیے ایک طرف تو حدود جرمنی میں میلز کی جانب بڑھا ' اور دوسری طرف بلجیم کے ساتھ ملکر جرمنی کے ہجوم کو روکنا چاہا جو بلجیم کو مسخر کرکے پیرس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی -

فرانس کا مقصد ہجوم اور حملے سے اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ جہانتک ممکن ہو جرمنی کے اندر بڑھتا جاے ' اور اسطرح اسکے شمالی حملہ کی مشغولیت میں (جو براہ بلجیم ہے) خلل ڈالدے -

لیکن اسکی انتہائی طاقت کا اصلی میدان بلجیم تھا ' اور یہاں پہونچکر اسکی منزل دفاع یہ تھی کہ جرمنی کو اول تو بلجیم کی تسخیر سے روکے ' اور اگر روک نہ سکے تو کم از کم اپنی سرحد میں داخل نہ ہونے دے -

انگلستان نے فرانس کی حمایت کی اور جنگ کے میدان میں اترا - اسکا مقصد جنگ خشکی میں فرانس اور بلجیم کی حمایت تھا تاکہ جرمنی انپر قابض نہو اور فرانس میں داخل نہ ہوسکے ' اور دریا میں بحر شمالی کے اندر یا تو جرمنی پر حملہ کرنا یا اسکے حملہ کا دفاع -

روس ایک طرف استریا سے متصل ہے ' دوسری طرف جرمنی سے - وہ دونوں طرف حملہ آور ہوا - جرمنی کی سرحد پر مشرقی پروشیا کی طرف سے ' اور آسٹریا میں اسکے صوبہ گلیشیا کی جانب سے - روس نے اپنا خط جنگ یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ مشرقی پروشیا میں بڑھتے ہوے اسکے صدر مقام " کوئنز برگ " پر قابض ہوجائیگا ' اور پھر براہ راست برلن (دار الحکومت جرمنی) تک بڑھتا ہوا چلا جائیگا - جس طرح جرمنی کی منزل مقصود پیرس ہے ' ٹھیک اسی طرح روس کی منزل جنگ برلن قرار دینی چاہیے -

(سد سکندری)

اب جبکہ بلجیم کی قسمت کا درد انگیز فیصلہ ہوچکا ہے اور باستثناے انٹورپ تمام خاک بلجیم جرمن سواروں کا جولانگاہ بن چکی ہے ' ہم اسکے لیے بالکل طیار نہیں ہیں کہ بلجیم کی بے حقیقتی اور حقارت کے افسانے سنیں - ابھی ایک ہفتہ کی بات ہے کہ لی یژ اور نامور کے قلعوں کے متعلق نہایت ادعاء اور وثوق کے ساتھ بیان کیا جاتا تھا کہ " تمام دنیا میں اول درجہ کے جنگی اور دفاعی استحکامات ہیں " اور علی الخصوص لی یژ کے بارہ قلعے جو علاوہ اپنے عدیم النظیر استحکام و تحصن کے دریا ' جنگل اور پہاڑوں کی طبیعی مشکلات سے بھی گھرے ہوے ہیں ' اور ایک ایسے آہنی اور ناممکن التسخیر دائرے میں پھیلے ہوے ہیں ' جنسے بڑھکر محکم دائرۂ دفاع نہ صرف یورپ ' بلکہ تمام دنیا کی جنگی تعمیرات میں شاید ہی کوئی اور ہوگا -

لی یژ کے بعد دوسرے درجہ پر بلجیم کا مستحکم ترین مقام نامور ہے جسکے نو قلعے تمام یورپ میں اپنی خصوصیات تحصین میں ضرب المثل ہیں - بلکہ بعض ماہرین جنگ کی نظریں (فتح نامور سے پہلے) اسے لی یژ سے بھی زیادہ دشوار گذار جگہ سمجھتی تھیں -

ان اسباب سے فرانس نے اپنی سب سے بڑی اولین کامیابی یہ سمجھی کہ بلجیم کو جرمنی کے مقابلہ کیلیے طیار کردیا جاے اور اسکے ناممکن التسخیر قلعے فرانس اور جرمنی کے درمیان سد سکندری کا کام دینے لگیں -

پس الائز (یعنی حلفاء متحدۂ فرانس و انگلستان و روس) نے ترتیب جنگ یہ قرار دی (جیسا کہ ۳ - اگست سے لیکے اس وقت تک کی تار برقیوں اور علی الخصوص پریس بیورا کے ان تصریح اظہارات رسمیہ سے واضح ہوتا ہے) کہ جرمن بلجیم کے استحکامات کے ثبات سے اس وقت تک روکی جاے ' جب تک کہ فرانس اور انگلستان کی فوجیں بلجیم میں لڑنے کیلیے نہ پہنچ جائیں ' اور وہ متحد ہوکر اگر جرمنی کو بڑھنے سے روک نہ سکیں تو اقلاً سرحد فرانس تک تو نہ پہونچنے دیں -

اسکے بعد انکی نظریں روس کی طرف اُٹھیں ' اور امید کا آفتاب مشرقی پروشیا کے اُفق پر طلوع ہوا - اسکی کرنیں جسقدر پھیلتی جاتی تھیں ' اتنی ہی اس " جنگی حقیقت " کا زیادہ بلند آہنگی سے صور پھونکا جاتا تھا کہ " سٹیم رولر (روس) گو بہت دیر میں متحرک ہوتا ہے ' مگر جب متحرک ہوتا ہے تو حریف کو آٹے کی طرح پیس ڈالتا ہے "

الائز نے کامل وثوق کے ساتھ اس امید کو قبول کیا کہ وہ جرمنی کو بلجیم میں روک لینگے ' اور اگر روک نہ سکے تو اقلاً سرحد فرانس و بلجیم سے تو گذرنے نہ دینگے - اتنے عرصے میں " سیٹم رولر " اچھی طرح متحرک ہوکر زور سے گردش کھائیگا ' اور کوئنز برگ سے برلن تک کے خط کو پیس کر رکھدیگا !

اگر آپ روزانہ اخبارات پڑھتے رہے ہیں تو ۲۰ سے ۲۸ - اگست تک کی تاربرقیوں اور ان استخراجات پر ایک نظر ڈال لیں جو انگریزی پریس اس عرصے میں کرتا رہا ہے -

(انقلاب)

لیکن یہی فرانس اور جرمنی کا میدان جنگ ہے جب سنہ ۷۱ میں ایک فتح مند وزارت خانے کے اندر کہا گیا تھا :

"قلم کا بنایا ہوا نقشہ پھاڑ دو کیونکہ صفحۂ زمین پر تلوار کی نوک نے دوسرا نقشہ کھینچ دیا ہے "

اور قریب قریب یہی جملہ ہے جسے نومبر سنہ ۱۹۱۲ کی شام کو گلڈ ہال لنڈن میں مسٹر ایسکو یتھ نے دہرایا تھا جبکہ اُنہوں نے جنگ بلقان کے بعد پہلی تقریر کی تھی ' اور فتح سلانیک کی خبر سنائی تھی : و تلک الایام نداولها بین الناس !

یورپ کے وہ نقشے جو معرکۂ واٹرلو کے بعد سے اس وقت تک کاغذ پر بنائے گئے ' ابھی بالکل پارہ پارہ نہیں ہوے ہیں گو بیکار ضرور ہوگئے ہیں ' لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ ارادوں اور امیدوں کے جو نقشے ادعا کے قلم سے یقین کے صفحوں پر کھینچے گئے تھے ' بالاخر ایک ہفتے کے حوادث سریعہ اور انقلابات عدیدہ نے انہیں بالکل ٹکڑے ٹکڑے کردیا ' اور حریف قاہر کی بڑھتے نکلکر برسلز سے بڑھکر نامور کو کچل کر ' اور سرحد فرانس کو عبور کرکے کہا : " سچا نقشہ وہی ہے جو فتح مند سواروں کی اڑائی ہوئی گرد کی چادر کے نیچے کامیاب تلوار کی نوک سے کھینچا جاے " ! اللهم مالك الملك !

تؤتي الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير ! انك على كل شي قدير !

سب اسکے لیے بیکار محض ہوگئے ہیں کہ دنیا کے سب سے بڑے حادثہ کے متعلق دنیا کو صحیح و مفید خبریں پہنچائیں !

خبروں کے سرکاری احتساب نے تمام وسائل پر قبضہ کرلیا ہے اور کوئی خبر بغیر حذف و اضافہ ' تحریف و تحشیہ ' اور تصرف و تبدل کے دنیا تک نہیں پہونچ سکتی - ہم اُن خبروں کے متعلق کچھہ نہیں جانتے جو جرمنی اور آسٹریا کے ذریعہ ملتی ہونگی ' مگر ہمارے سامنے وہ ذخیرہ موجود ہے جو ہم تک پہنچتا ہے ' اور افسوس کہ وہ فن روایت کی ناکام سعی تحریف و اخفا کے مختلف متضاد مناظر کا ایک ایسا مجموعہ ہے جسکے کسی ایک چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو بھی بمشکل " خبر " کے لفظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - اسکی خاموشی عجیب ہے مگر اسکی آواز عجیب تر ہے - وہ جب لاعلمی کا اظہار کرتا ہے تو ساتھہ ہی ایک شبہہ انگیز علم کے دیدبے سے بھی نہیں بچ سکتا ' لیکن جب خبر دیتا ہے تو اسکی تصرف کردہ صورت عدم اطمینان اور تشفی کے پیدا کرنے سے عموماً عاجز ثابت ہوتا ہے اور اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ حقیقت کی قوت ناقابل تضعیف ہے اور اس سے بہت بلند تر ہے کہ تصرف کا ہاتھہ اسے نیچا کرسکے - سب سے زیادہ عجیب نمایش اس خبر رسانی کی وہ ہوتی ہے جب صریح متضاد خبریں یکے بعد دیگرے آنے لگتی ہیں ' اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑی زنجیر کی درمیانی کڑیاں بے ترتیبی کے ساتھہ نکال دی گئی ہیں ' اور بقیہ ٹکڑوں کو بغیر باہم ملائے اور جوڑنے کے جلدی میں پھینکدیا ہے - اب وہ کسی طرح بھی باہم نہیں جڑ سکتیں !!

(حقیقۃ قاہرہ !)

تاہم حقیقت کا اظہار جلد یا بدیر ناگزیر ہے ' اور واقعات اپنی قوت میں اٹل اور اپنے اظہار میں نا قابل تسخیر ہیں - حوادث نے جلد جلد ورق الٹے اور دو ہفتہ کے اندر ہی اندر نقشۂ جنگ بالکل منقلب ہوگیا - درمیان کی کڑیاں چھوڑ دی گئی ہوں لیکن آخری سرا زیادہ عرصہ تک مخفی نہیں رہسکتا اور وہ سامنے آہی جاتا ہے -

اب بہت سے پردے اٹھہ چکے ہیں ' بہت سے اٹھنے والے ہیں ' اور عجب نہیں کہ علم صحیح کا افق اسقدر تاریک نہ رہے جیسا کہ ابتک رہچکا ہے - اگر تمام خبروں کو ترتیب و تدقیق کے ساتھہ سامنے رکھا جاے تو حقیقت بالکل منکشف ہوجاتی ہے ' اور اُن لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنھوں نے اپنی راے کو خبروں کے نتائج کی جگہ محض انکی تفسیر و توجیہ کرنے والوں کے اعلان و ادعاء کی ناکام بالا خانیوں پر چھوڑ دیا ہے -

(جنگ بست روزہ)

ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں کا یہ خیال نہ ہو ' مگر ہمارا یقین ہے کہ ہم نے پچھلے تین ہفتے ایک عظیم الشان جنگ " بست روزہ " کے عہد میں بسر کیے ہیں جسپر جنگ یورپ کا پہلا دور ختم ہوگیا ' اور اگر اس جنگ کو دو منزلوں میں تقسیم کردیا جاے تو اسکی پہلی اہم ترین منزل وہی تھی جو محاصرۂ لی یژ (یا لیج) سے شروع ہوئی ' اور جرمنی نے سرحدٔ فرانس عبور کرنے پر ختم ہوگئی - اب صرف دوسری منزل باقی ہے جسکا معرکہ گاہ پیرس اور اسکے حوالی و اطراف کے استحکامات خمسہ ہونگے ' اور اسوقت (یکم سپٹمبر) کی آخری خبروں نے اسکے قریب ترین علائم کی اطلاع دیدی ہے !

اس عہد کی جنگ کیطرح اسکی ہر بات عجیب ہے - کروڑوں انسان ہیں جو اب تک کسی بڑے سرحدی معرکہ کے انتظار میں بے چینی کی کروٹیں بدل رہے ہیں ' وہ اس تعلیم پر قانع ہوگئے ہیں جو انہیں دی جا رہی ہے ' اور جسمیں ایک ہفتہ سے روزانہ کہا جا رہا ہے کہ " اب تک جو کچھہ ہوا ہے وہ کچھہ بھی نہیں ہے ' اور جو کچھہ ہونے والا ہے وہ اب ہوگا " لیکن یہ کیسی عجیب غلط فہمی ہے اور کیسی عظیم الشان بے خبری ؟ وہ یقیناً تاریکی میں ہیں اور انہیں روشنی کیلیے نکلنا چاہیے - وہ یقین کریں کہ جنگ اپنے نصف اہم سے گذر گئی ' اور نصف آخر درپیش ہے - اب اُس چیز کے بے فائدہ انتظار کی جگہہ جو ہوچکی ہے ' انہیں چاہیے کہ اُس معرکہ کا انتظار کریں جو ہونے والا ہے : ماینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذہم وہم یخصمون ! (۳۶ : ۳۴)

(تمــاشہ گاہ جنگ)

ہم چاہتے ہیں کہ داستان کو کسی قدر ابتداے شروع کریں تاکہ وہ تمام ترتیبات اچھی طرح واضح ہوجائیں جنسے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے -

سب سے پہلے ایک نظر یورپ کے نقشے پر ڈال لیجیے ' اور دیکھیے کہ فریقین جنگ کا جغرافیائی رشتہ کیا ہے ' اور جنگ کے خطوط کن کن مقامات سے شروع ہوتے ہیں ؟

آپکے مشرقی جانب روس کا عظیم الشان رقبہ پھیلا ہوا ہے ' اسکے بعد ہی جرمنی ہے ' اور مغربی روس کی سرحدیں جرمنی کے حصۂ پر وشیا سے ' اور نیچے آکر جنوبی روس کی سرحدیں آسٹریا ہنگری سے ملگئی ہیں - روس و جرمنی شمال کی جانب بحر بالٹک سے متصل ہیں ' اور روس اپنے جنوبی نشیب میں بحر اسود پر آکر مقام اوڈیسہ میں ملگیا ہے -

جرمنی سے مغرب جانب فرانس ہے - جرمنی اور فرانس کی سرحد درمیان میں دو سو میل تک تو بالکل متصل ہے ' لیکن شمالی جانب ایک مثلث ٹکڑے کی شکل میں بلجیم حائل ہوگیا ہے ' اور جنوبی نشیب میں سوئٹزرلینڈ ہے -

بلجیم کا مثلث اسطرح حائل ہوا ہے کہ اسکا جنوبی کونا لکسمبرگ نامی ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست سے متشکل ہوا ہے -

(خطوط و منازل جنگ)

اعلان جنگ دو فریقوں میں ہوا - یعنے فرانس ' روس ' انگلستان - اور دوسری طرف جرمنی اور آسٹریا - پس یہ پانچوں سلطنتیں اپنی اپنی سرحدوں سے ہجوم و دفاع کے خطوط پر بڑھیں -

جنگ کے متعلق راے قائم کرنے کیلیے مقدم امر یہ ہے کہ ہر فریق جنگ کا خط جنگ اور منزل مقصود متعین کرلیا جاے - کیونکہ فتح اور کامیابی کے معنی صرف یہ ہیں کہ اپنے خطوط پر قائم رہکر پیش نظر منزل مقصود تک رسائی حاصل کی جاے -

موجودہ جنگ رقبہ اور ممالک کی جنگ نہیں ہے ' کوئی وسیع زمین فریقین کے سامنے نہیں اور نہ محض کثرت مقتولین و شدت قتل و غارت کامیابی کا معیار ہوسکتا ہے - دونوں فریقوں کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں ' اور زیادہ سے زیادہ تین چار سو میل کے اندر رہکر انہیں اپنی قسمتوں کا فیصلہ کرنا ہے - پس فتح و کامیابی کا اندازہ صرف اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ ہر فریق کا مقصد سفر متعین کرکے دیکھا جاے کہ وہ کہاں تک اس سے قریب ہوا ہے ' اور کس قدر راستہ طے کرنے کیلیے باقی رہگیا ہے ؟

جرمنی کا خط جنگ اور منزل مقصود بالکل واضح ہوگیا ہے اس سنہ ۱۹۱۴ میں بھی وہی ہے جو سنہ ۷۰ اور ۱۸۷۱ میں تھا - یعنے بخط مستقیم سرحد جرمنی سے نکلنا اور پیرس پر قابض ہوجانا

جو ارادوں اور امیدوں نے بڑے زٹوق کے ساتھہ بنائے تیے : فقد السیف العزل !

یہ معرکۂ عظیمۂ منتظرہ سرحد کا آخری میدان تھا اسکے بعد دوسرے سرحدی معرکے کا انتظار باقی نہ رہا جسکی ہمیشہ امید دلائی جا رہی تھی -

لیکن قبل اسکے کہ متحدہ فوج کے مزید تقہقرکی خبر آئے' نامور تسعیرکی خبر آگئی (جسکا لینا بلجیم کی زبان میں " ابھی باقی " اور جو " لیے یثر سے زیادہ مستحکم ہے") اور اسکے ساتھہ ھی بازی رواے کا وہ معرکہ عظیم پیش آیا جو ہمارے عقیدے میں متحدہ فوج اور جرمنی کے اس منتظر اور قریب الوقوع سرحدی معرکۂ عظیم کا پہلا ٹکڑہ تھا جسکا دنیا انتظار کر رہی تھی اور جو بالآخر اس کے بعد اس درجہ وسیع ہوا کہ اس نے فرانس کی سرحدی جنگ کا فیصلہ کرکے جنگ یورپ کا پہلا بست روزہ باب ختم کردیا !

اسی معرکہ میں پہلی مرتبہ ہمارے سامنے انگریزی فوج کے نقصانات کو شمار و اعداد کی صورت میں پیش کیا ہے اور اعتراف کیا گیا ہے کہ دو ہزار سے زاید کا نقصان ہوا -

اب آپ نقشہ نمبر ۲ کو دیکھئیے - پرنٹا مارق ' مارشی نز ' ارچلز اور ریمز تقریباً پچاس ساٹھہ میل سرحد فرانس کے اندر ھیں - بس اس تار نے فیصلۂ جنگ کو بے نقاب کردیا ' اور وہ دنیا جسے روس کے برلن پر قابض ہونے کی امید دلائی گئی تھی ' یہ سنکر مبہوت ہوگئی کہ جرمنی سرحد فرانس کو عبور کرکے پچاس میل آگے بڑھ آئی ہے اور پیرس سے صرف سوا سو میل کے فاصلے پر ہے !

اسی کے ساتھہ " کیمبرے " کے دوسرے معرکۂ عظیم کی خبر آئی جو ارچیز کے بعد واقع ہے اور جس سے پیرس کا فاصلہ صرف ایکسو میل رہجاتا ہے - حسب اعلان ارل کچھنر " یہ معرکہ تین چار دن تک متصل جاری رہا ' اور " انگریزی فوج کا ۵ - سے ٦ - ہزار تک نقصان ہوا "

(مزید پیش قدمی)

ناکامی کا رشتہ پھیلتا جاتا ' اور امیدوں اور قیاسوں کا چراغ گل ہوگیا ہے - " کیمبرے " فرانسیسی سرحد میں ایک مستحکم مقام ہے' لیکن جرمنی کی پیش قدمی ہر نئے طلوع آفتاب کے ساتھہ ایک نئے اقدام کی خبر دے رہی ہے اور یہ بھی ہمارا حال ہے کہ اپنی آنکھیں اور کان نہیں رکھتے ' نہیں کہا جاسکتا کہ اصلیت اس سے کس قدر زیادہ سریع السیر اور انقلاب انگیز ہوگی ؟ کیمبرے سے مائل بہ مغرب تقریباً ۲۵ میل آگے پاپامے ایک مقام ہے' جو امینس نامی فرانسیسی استحکام سے ۴۰ میل ادھر ہے -

۳۱ - کی تار برقی ہے کہ پاپامے میں جرمن اور متحدہ کے درمیان ایک جنگ کی اطلاع ملی ہے - اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جرمنی کیمبرے سے ۲۵ - میل اور آگے بڑھ آئی ہے !

افسوس کہ پہلی سپٹمبر کو اس سے بھی آگے جرمنی کے بڑھ آنے کا اعتراف کرنا پڑا ' یعنی " جرمن فوج دریاے سوامے پر کسی قدر بڑھ آئی ہے "

دریاے سوامے فرانس کے اندر سے گذرا ہے - اسکا ابتدائی دہانہ مشرق سے شروع ہوکر اور " امینس " سے گذر کر بحر شمال میں گر جاتا ہے -

اس خبر نے واضح کردیا کہ جرمنی پاپامے سے بھی آگے بڑھ آئی اور اب پیرس سے صرف ۸۰ یا ۹۰ میل دور ہے -

(محاصرۂ پیرس)

اسی تاریخ کو اس امر کا بھی صاف یقین دلا دیا گیا کہ فرانس نے پیرس میں محصور ہونے کی طیاری شروع کردی ہے - کیونکہ " پیرس کے اطراف کے ہزارہا مکانات اسلیے گرادیے گئے ہیں تاکہ پیرس کی توپیں دشمن پر گولہ باری کرسکیں " آج اسی وقت جبکہ ہم یہ سطریں لکھہ رہے ہیں' دوسری خبر آئی ہے :

" پیرس کے اس کیمپ میں جو خندقوں سے گھرا ہے' مدافعت کے سامان مکمل ہوگئے " یعنی پیرس کا محاصرہ بالکل متوقع اور قریب نہ ہے - اور اب دریاے سوامے سے پیرس تک جرمنی کیلیے اور کوئی مانع قوی باقی نہ رہا ہے !

(روس اور جرمنی)

اب آو دیکھیں ' امیدوں کا وہ آفتاب جو ٹھیک مشرق سے نکلا اور مشرقی پروشیا ھی پر طلوع ہوا ' اسی پھیلائی ہوئی روشنی کا کیا حال ہے ؟ اور وہ حکومت جسکی سلطنت میں کبھی آفتاب نہیں ڈوبتا ' اسکے متعلق ہمیں کیا معلومات بخشتی ہے ؟ ہمارا مقصد روس سے ہے - جبکہ جرمنی پیرس کے سامنے آگیا ہے تو اس حملے کا کیا حال ہے جس کا " اسٹیم رولر " اتنی وسیع مدت کی مہلت پاکر اچھی طرح متحرک ہوگیا تھا' اور جسکی نسبت ہمارے سنجیدہ بحث معاصر (اسٹیٹسمین) کی راے تھی کہ " وہ فرانس کے ساتھہ ملکر جرمنی کو چکی کی پاٹوں کی طرح پیس ڈالیگا ؟" جنگ کی صورت متحدہ افواج کی یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ بلجیم میں جرمنی کو روکیں گے - تاآنکہ روس جرمنی میں بڑھتا ہوا دور نکل جائیگا اور برلن کو دباکر جرمنی کی قوت منتشر کردیگا -

اس امید کی بنیاد وہ مسلسل خبریں تھیں جن میں بیان کیا گیا تھا کہ روس مشرقی پروشیا میں کونگز برگ تک آگیا ہے اور اسکا محاصرہ کرلیا ہے -

اگر روس کونگز برگ کو فتح بھی کرلیتا - جب بھی وہاں سے برلن دو سو میل کی مسافت پر تھا ' حالانکہ جرمنی پیرس سے ایک سو میل کے اندر آگیا ہے - لیکن افسوس کہ اتنا بھی نہ ہوا - روسی متعمدیوں کے اعلانات مہیب کے عین ہجوم و عروج میں ہمیں نظر آیا کہ مشرقی پروشیا کی طرف چمکنے والا آفتاب اب زیادہ دیر تک نہیں چمک سکتا !

چنانچہ پہلی سپٹمبر کا تار ہے : " روس نے اپنا رخ بدل دیا اور کونگز برگ کو چھوڑ دیا - اب وہ مشرقی پروشیا کی جگہ براہ اسپرن حملہ کریگا " انا للہ و انا الیہ راجعون - اس سے واضح ہوا کہ روس نے جو خط جنگ اپنا مقرر کیا تھا ' اسپر اس وقت تک کا تمام سفر بیکار گیا ' اور وہ اب از سر نو جرمنی میں ایک بالکل دوسرے خط سے بڑھنا شروع کریگا جسکا نہیں معلوم کیا حشر ہو !

(جنگ کا پہلا باب اور حوادث کا فیصلہ)

اس تمام ترتیب بحث سے جو نتائج صریحہ نکلے ہیں ' ناظرین کرام انپر غور کریں :

(۱) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہر فریق نے اپنے لیے جو خط جنگ اور منزل مقصود قرار دیا تھا ' اسکی طرف بڑھنے کا اسے کس قدر موقعہ ملا ؟

(۲) جرمنی کا خط جنگ یہ تھا کہ بلجیم سے گذرے' سرحد فرانس کو عبور کرے' اور پیرس پر قبضہ کرکے اپنا سفر ختم کردے - فرانس اور انگلستان و بلجیم کی متحدہ فوج اسے بلجیم میں روکنا چاہتی تھی تاکہ وہ پیرس کی طرف نہ بڑھسکے - روس مشرقی پروشیا سے برلن کی طرف بڑھنا چاہتا تھا - تاکہ قبل اسکے کہ جرمنی کامیاب ہو اسے بد حواس کردے -

نقشہ نمبر (۱) (۲)

نقشہ نمبر (۲) میں جرمنی کا داخلہ واضح کیا ہے جو مقام لیل سے شروع ہوکر کیمبرے سے آگے تک فتح کرچکی ہے ' اور اس نقشہ کے بعد کے تارسے واضح ہوا ہے کہ امیئنس سے ۴۰ میل ادھر جنگ ہوچکی ہے امیئنس کیمبرے سے بہت آگے ہے - پس پیرس اب ۹۰ میل سے زیادہ دور نہیں نقشہ نمبر (۱) میں صرف جرمنی اور فرانس کی سرحد دکھلائی ہے جو بل فورٹ سے لانگوے تک ۲۰۰ میل میں ختم ہوتی ہے - یہ تمام حصہ فرانس کے استحکامات سے معمور ہے

محاصـــرۂ پیرس کے قریبی آثار !

اور اعادۂ سنہ ۱۸۷۱ !!

جرمن فوج لی‌یز کے قلعوں کو اپنی دھنی جانب چھوڑتی ہوئی بڑھی ' لیکن اس نے اپنے عقب کو مخدوش چھوڑ دینا پسند نہ کیا اور لی‌یز کا محاصرہ کر لیا - اس اثنا میں بار بار یقین دلایا گیا کہ یہ بہت ھی دشوار گذار منزل ہے ' اور اس سے پہلے کہا گیا کہ دریاے می یور جرمنی کیلیے مزید مشکلات پیدا کریگا ' لیکن جرمن فوج نے می یور کو بمقام ایسڈن عبور کرلیا اور دو ٹکڑوں میں منقسم ہوکر ایک جنوب مغرب کو سیدھا فرانسیسی سرحد تانگرے کی طرف بڑھا - دوسرا کسی قدر شمال کی طرف ہوکر نکلا تاکہ باھمدگر ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے رھیں -

آفیشل پریس بیورا (سرکاری محکمہ خبر رسانی) کے اس اصول کو معلوم کرکے ہم نے تاربرقیوں کی تفسیر کا اپنے لیے عمدہ طریقہ قرار دے لیا ہے کہ وہ ایک انشا پرداز مگر بیحد اختصار پسند واقعہ نویس کی طرح واقعہ کی مختلف اہم منزلیں کو تو بتلا دیتا ہے مگر درمیان کی ظاہر اور قرائن سے معلوم ہو جانے والی جزئیات کو یک قلم ترک کر دیتا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے دماغ کو بھی کسی قدر کاوش کا موقعہ ملے ' اور اسطرح سب کچھہ خود ھی بتلاکر مخاطب کو غور و فکر کی لذت سے محروم نہ کردیا جاے !

یہ اصول بلجیم کی تسخیر سے لیکر سرحد فرانس کے عبور تک ھر جگہ پیش آیا ہے - چنانچہ پہلے تو عرصہ تک برابر معلوم ہوتا رہا کہ بلجین کا دفاع " تاریخ میں یادگار رہنے والا واقعہ " ہے - لیکن اسکے بعد ھی ۱۸ اگست کی صبح کو یکایک ایک تار آیا :

" لی ایر کی حالت کیا ہے ؟ اسکی نسبت کچھہ نہیں کہا جا سکتا - البتہ نامور جو لے ایز سے زیادہ مستحکم ہے ' اسکا لینا ابھی جرمنی کے لیے باقی ہے " !!

اس تار میں گو لے یز کی تسخیر کی خبر نہیں دی گئی لیکن کمال انشا پردازانہ بلاغت کے ساتھہ نامور کے نہ لینے پر زور دیکر دنیا کو بتلا دیا گیا کہ اب لے یز کی نسبت کیا سمجھنا چاھئے ؟

چنانچہ ہم نے اس خبر کی بلاغت شناسی میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کی اور یہی سمجھا کہ لے یز مفتوح ہوچکا ہے اور اب مرکز امید صرف نامور ہے !

یہ صبح کا تار تھا - لیکن شام کو بغیر کسی تمہید کے یکایک دوسرا تار پہنچا :

" شاہ بلجیم نے مع افواج و خاندان اپنا دارالحکومت (برسلز) چھوڑ دیا "

دونوں تاروں کے درمیان میں اتنا حصہ اصول بلاغت کی بنا پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ " جرمن لے یز سے فارغ ہوکر آگے بڑھے اور برسلز پر قابض ہوگئے " لیکن ہم زنجیر کی درمیانی کڑیوں کو خود جوڑتے رہتے تھے -

اس اثنا میں فرانس اور انگلستان کی فوج بھی بلجیم میں پہنچ گئی اور جنرل فرنچ اور جنرل روفرے کی متحدہ قوت نے ایک وسیع خط مقابلہ قائم کیا جو ہٹتے ہٹتے سرحد فرانس و بلجیم کے پیچھے آگیا اور بالاخر خبر دی گئی کہ اب متحدہ موج مقام لیل سے شروع ہوکر اور ویلنسی نے اور موبرگ سے گذر کر میزیرس تک ایک خط بنا کر جم گئی ہے (دیکھو نقشہ نمبر ۳ لیل کے نیچے خط سرحد کے مقامات ہیں)

یہاں ہم یہ دلچسپ فلسفہ جنگ بیان کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے کہ آجکل کی خبروں کے لٹریچر میں "پیچھے ہٹنے" "دشمن کے قابض ہوجانے" اور بعض اوقات " شہروں کے نکل جانے " کی تعبیر دائمی اور غیر مستثنی طور پر ہمیشہ "جنگی مصلحت" کے شاندار لفظ سے کی جاتی ہے ' گو دنیا بدقسمتی سے کچھہ اور سمجھتی ہو !!

اسکے بعد حسب عادت ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ جرمن فوج نے فرانس کی سرحد عبور کرلی لیکن یکایک ۲۹ - اگست کو ایک صاعقۂ تحیر بنکر یہ خبر ہوش افگن آمال و قیاسات ہوتی ہے :

" اس وقت تک جرمن سپاہیوں کے سیلاب کو روکنے کا کوئی سامان نہیں معلوم ہوتا - انکا محافظ ہراول پولندا مسارق اور مارشینیز میں ہے - یہ سیلاب فرنچ سپاہ کے خطوط کو توڑ کر جاری ہوا ' اور اوشیز تک پہنچ گیا " !!

اور افسوس ہے کہ اس تار نے اس دماغی نقشہ کو بالکل پارہ پارہ

داخل هونے کي جرات کوئي بيڑا نہيں کرسکتا - اسے تعمير اور مرمت دونوں قسم کي سهولتيں بكثرت حاصل هيں، کيونکه اسکے پاس " روالل ڈاک يارڈ " اور کمپنی کا " جرمانيا يارڈ " هے، جو اپنے پيچھے " ايسين " کے تمام سر چشمے رکھتا هے -

ڈچيز کے ليتے هی جرمن گورنمنٹ نے نهر کيل کی تياری شروع کردي - نهر کيل " هوالٹينا " سے شروع هوتي هے اور خليج کيل ميں سے " برنس بيٹل " تک چلي جاتي هے جو " ايلب " پر واقع هے - يه مسافت کوئي ۶۰ ميل کي هے - اس نهر نے بحيره بالٹک اور بحر شمالي کا تعلق نہايت قريب کرديا هے، اور اب جرمن بيڑا ۶۰ گھنٹے سے ليکے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر ايک سمندر سے دوسرے سمندر ميں پوري آساني کے ساتھه چلا جاسکتا هے !

جس زمانے ميں روس کے بحيره بالٹک کے بيڑے کي وجه سے جرمني کي بحري حالت ميں تغيرات هورهے تهے، اسوقت جرمن بحري قوی کا صدر مقام نهر کيل هي تها -

اسکا بيڑا بڑي بڑي توپوں کو پيچھے رکھکے (جنکے پهلو به پهلو حفاظت کيليے خشکي پر آرمي کور موجود رهتے تهے) چاهے بحيره بالٹک پر ٹوٹ پڑتا اور خواه بحر شمالي ميں گھس آتا - جرمن بيڑے کي دلپسند جولانگاه تو بحيره بالٹک تها مگر اس نے کيل سے گزرنے کي مسلسل مشق کي - بهترين واقف کار ديکھنے والوں کا تخمينه تها که اگر جرمن بيڑه زمانه جنگ کي سرعت اور نقصان کا خيال کيے بغير گزرے تو ۲۴ گھنٹے ميں ايک سمندر سے دوسرے سمندر ميں جا سکتا هے !

ليکن ادهر جنگ روس اور جاپان ميں روسی بيڑے کي بربادي اور ادهر جرمني کے بحري حوصلوں کي ترقی نے جرمني کي بحري ترقيوں کا رخ بدلديا اور " ولي هيلم شيوبن " ميں عظيم الشان تعميرات کا سلسله شروع هوگيا - يهاں تک که وه اس قابل هوگيا که بالائي سمندر کے پورے جرمن بيڑے کو اپنے يهاں جگه ديسکے -

نهر کيل اور زياده گهري کي گئي تا که موجوده عهد کا بڑے سے بڑا جهاز اس سے گذر سکے - مزيد لوک (پاني جمع کرنے کي احاطے) خليج کيل ميں بمقام " هوال ٹينا " اور " برنس بيٹل " بنائے گئے، تاکه ان جهازوں کے کاموں ميں سهولت هو -

ان آبي احاطوں کے متعلق ايک امر قابل ذکر هے - هوال ٹينا ميں جوار بهاٹا بهت زياده نہيں هوتا، اسليے يهاں ان احاطوں کا کام صرف يه هے که نهر کو طوفان سے محفوظ رکھيں - ليکن اگر يه تباه بهی هو جائيں جب بهی چنداں نقصان نہيں هوگا - البته برنس بيٹل ميں تموج و تلاطم برپا رهتا هے، اور وهاں نهر کے تمام کاموں کے ليے ان احاطوں کا وجود نہايت ضروري هے -

نهر کيل کي توسيع اور لوک کي تعمير سے پہلے هي بالائي سمندر کے جرمن بيڑے کا صدر مقام نهر کيل کي جگه ول هيلم شيوبن قرار پاگيا - يعني اسکے خونفشاں نيزۂ جنگ کا سرا روس کي طرف سے انگلستان کي طرف پهير ديا گيا - حيرت انگيز بحری طاقت بهت سے بيٹل شپ جهازوں کو بهمه وجوه تيار رکھنے لگي اور تعداد بڑهادي گئي - ول هيلم شيون کی حفاظت اسطرح کي گئی که ايلبي سے جيڈ تک کے راستے کي مزيد حفاظت کے ليے مقام بورکم کو قلعه بند کرکے ايک تارپيڈو اسٹيشن بناديا گيا - اوهيلي گوليند جو ايک بحري سنتري اور تارپيڈو کا ڈيپو هے، اسکي اهميت کو اور ترقی ديگئي - اس انتظام ميں صرف ايک شے کي کمي تهي، يعنی يه که ايلبي ايک نهر کے ذريعه جيڈ سے ملاديا جانا - چنانچه اسکي تجويز کي گئي تهی مگر بعض اور اهم کاموں کی وجه سے ملتوي رهی - بورکم کی ترقی نے اسکی ضرورت کو بهي کم کردیا تها -

اس تشريح کو جب آپ نقشه کے ساتھه ملاکے پڑهينگے تو جرمن بيڑے کا جنگي پوزيشن بالکل واضح هوجائيگا - اسکي بنياد " ول هيلم شيون " پر هے جو حمله کے خوف سے بالکل آزاد هے - هيلي گوليند تارپيڈو کشتيوں کا ايک جال هے جهاں سے صرف جرمن هي گذر کرسکتا هے - " هيلی گوليند " اور " ول هيلم شيوين " دونوں ميں حفاظت کي قلعه بندياں کي گئيں اور وه چهوٹي بڑی تدبير کی گئی جو ايک جنگي ذهن سوچسکتا هے - جسقدر تارپيڈو اور زير آب کشتياں يهاں هيں، انکے بعد ذهن ميں نہيں آتا که کوئي بٹيل شپ جهاز ان دفاعي انتظامات کے علي الرغم يهاں آنے کي کوشش کريگا -

نهر سوئز کے بعد دنيا کی دوسری عظيم الشان صناعي نهر: کيل کا ايک منظر !
بائيں جانب خود قيصر جرمني مع شاهي اسٹاف کے کهڑا هے !

جرمنی چاهے تو اپنے بيڑے کو داخلی خطوط کے برابر برابر بحر بالٹک تک بهي بهيج سکتا هے - يه مسافت صرف ۸۰ ميل کي هے - نهر کيل اسطرح بنائي گئي هے که جنگ کے زمانه ميں جهاز اسميں نہايت سرعت کے ساتھه گذر سکتے هيں - پورا جرمن بيڑا ڈيڑهه دن ميں بحر شمال سے بحير ه بالٹک ميں آجا سکتا هے -

جرمني اور انگلستان ميں بحري جنگ اسلحه کا ايک نيا اور نا آزموده ميدان هے - ليکن تا هم بوثوق کہا جاسکتا هے که اگر جرمن بيڑا عام مقابله کے خطره ميں نہيں پڑنا چاهتا تو اس سے کوئي کام نہيں ليا جاسکتا - اس صورت کہا جائيگا که جسطرح جنگ نيپوليين ميں فرنچ بيڑے کي ناکه بندي کردي گئي تهي، اسي طرح جرمن بيڑے کي بهي ناکه بندی کرلی جائيگي - اگرچه ايسا کرنا ممکن ضرور هے، مگر موجوده زمانه ميں آلات دفاع کي ترقی سے خود ناکه بند بيڑے کے خطرات بهی بڑهگئے هيں -

جنگ نيپوليين ميں انگريزی امير البحر نلسن اپنے جهازوں کو فرنچ بيٹريوں سے تين ميل کے اندر ليجاسکا ليکن آج يه ممکن نہيں

اب دیکھیے کہ نتائج کا فیصلہ کیا ہے ؟ جرمنی نے بلجیم کو فتح کرلیا اور سرحد عبور کرکے پیرس کی طرف پوری سرعت سے بڑھرهی ہے - متحدہ افواج افسوس ہے کہ اسے نہ روک سکیں -

وہ اس وقت همارے اطلاع میں پیرس سے ۸۰ یا زیادہ سے زیادہ ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے -

روس نے جو خط جنگ مقرر کیا تھا اسمیں بالکل نا کام رہا اور اسے چھوڑ دیا - برلن تک پہنچنا ایک طرف' وہ ابتک کچھہ بھی نہیں کرسکا ہے -

یہی فیصلہ ہے جو جنگ کی پہلی منزل کو ختم کردیتا ہے- جرمنی کیلیے زیادہ سے زیادہ تین منزلیں تھیں : تسخیر بلجیم' عبور سرحد' اور فتح پیرس' چنانچہ دو منزلیں اس نے طے کرلی ہیں - ایک باقی ہے- پس جنگ کا پہلا باب ختم ہوگیا -

یہ کہنا کہ " جرمنی کا پروگرام یہ تھا کہ ۴ اگست کو سرحد فرانس عبور کرلیگی ' اور یہ پروگرام ایک قیدی کے جیب سے نکلا " ایک ایسا استدلال ہے' جسے کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرسکتا - کون کہسکتا ہے کہ جرمني نے کتنا زمانہ اپنے خط جنگ کے اختتام کیلیے قرار دیا تھا ؟ سچ یہ ہے کہ بحالت موجودہ یہ فیصلہ بالکل نہیں کیا جاسکتا کہ جو وقت اسے اپني دو منزلوں کے طے کرنے میں لگا ہے یہ اسکے اندازہ سے زیادہ تھا یا کم ؟ و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا !

روس اور جرمني بالٹک میں

اس نقشے سے یہ واضح ہوگا کہ جرمنی نے روس کی تمام بحري طاقت کو کسی طرح بیکار کردیا ؟

۴ - اگست کو جرمنی جہازوں نے بالٹک میں بڑھکر روسی قوت کو خلیج فنلینڈ کے طرف دھکیل دیا اور جزائر ایلینڈ پر قبضہ کرلیا جو ٹھیک خلیج فنلینڈ کے دھانے پر واقع ہیں - اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ سینٹ پیٹرز برگ سے کوئی جہاز بالٹک میں نہیں نکل سکتا کیونکہ اسکا دھانہ جرمن جہازوں کي زد میں آگیا ہے -

نقشہ میں دهنی جانب سینٹ پیٹرز برگ ہے اور دھانہ خلیج کے محاذی جزائر ہیں -

بحر شمالي

نہر کیل

نقاط حربیہ فنیہ

بلجیم میں اسوقت فیصلہ کن واقعات جنگ کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں، بلکہ ہوچکے -

همیشہ یہہ خیال کیا گیا ہے کہ جب کبھي جرمني معرکہ شروع کریگا تو اسکے لیے وقت کا سوال سب سے زیادہ اہم ہوگا - کیونکہ اسے فرانس کو صرف شکست هی نہیں' بلکہ جلد شکست دینا ہے ' تاکہ اپني مشرقي سرحد پر روسي فوج کے دباو کے سنگین ہونے سے پہلے وہ بلجیم اور فرانس کی فوجوں سے فارغ ہوجاے -

فرانس کو جلد شکست دینے هي کے لیے اسوقت جرمني نے بلجیم کي نا طرفداري کو توڑ ڈالا ہے ' اور لیج اور نامور کے قلعے جن سے دریاے مي یوز کي وادي مستور ہورهی ہے ' سرفروشانہ کوششیں کرکے مسخر کرلیے ہیں -

لیکن جب کہ جنگ کے رفتار کي حالت اسقدر نازک ہورهي ہے' تو قدرتا ہر شخص کي نگاهیں بحر شمالي کي طرف اٹھتی ہیں' جہاں اسوقت انگریزي اور جرمن بیڑے باهم برسر مقابلہ ہیں -

جرمني کي نمایاں طبیعي مزیت یہ ہے کہ وہ ساحل سمندر پر پھیلي تو دور تک ہے مگر اسکے پاس عمدہ بندرگاہ ایک بھی نہیں - بحر شمالی میں صرف دو قدرتي بندرگاہ ہیں ' اور دوسرے بندرگاہ مثلاً هیمبرگ ' ایلی' بریمن' دریاے ویزر پر واقع ہیں - یہ بندرگاہ تجارتی ہیں اور انگلستان کے اصلے بندرگاهوں یعني لندن اور لورپول کي طرح سطح دریا میں اچھی بلندي پر واقع ہیں -

اگرچہ یہ بندرگاہ تجارتي کہلاتے ہیں ' مگر ان میں هیمبرگ کا بندرگاہ فن جنگ کي حیثیت سے بہت زیادہ اہم ہے - یہاں بلوم ' واس' اور ولکن کمپنیوں کے جہاز سازی کے کارخانے اور تیرتے ہوے ڈک ہیں' جو مرمت کے لیے جنگ کے زمانے میں نہایت قیمتی اہمیت رکھتے ہیں - نہر کیل کے باہر بحر شمالي تنگ ہوکے "نہر ایلب" بنجاتي ہے جو دھانہ ککس هیوین سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے . ایلب اس دھانہ تک اسقدر سرعت کے ساتھہ تنگ ہوتی ہوئی چلي آتی ہے ' جہاز راني کے قابل اپنا اسقدر تنگ ہے کہ مخالف بیڑے کے لیے یہاں آنا ممکن هي نہیں - بظاہر تو یہاں مدافعت کے لیے صرف توپیں نظر آتي ہیں جو کھلي گاڑیوں پر رکھي ہوئي ہیں' مگر یقیناً اسکے اندر بڑي بڑي سرنگیں ہونگي - بحر شمال میں جرمن بیڑے کي پالیگاہ صرف ایک هی جگہ " ولي هلم شیوین " نامي ہے - جب یہ مقام اولڈنبرگ کي ریاست سے سنہ ۱۸۵۲ ع میں لیا گیا تھا ' تو اسوقت پروشین گورنمنٹ نے اپنی بحري طاقت کا سنگ بنیاد رکھنا شروع کردیا تھا - مگر یہ کام نہایت مشکل اور بے انتہا صرف کا تھا ' کیونکہ خلیج کي کھاڑي پر قدرتي مواقع حاصل نہ تہے -

سنہ ۱۸۶۴ع میں جب اولڈنبرگ سے جنگ ہوئي اور نہر حاصل کي گئی ' تو اسکی وجہ سے " ولی هلیم شیوین " پیچھے پڑگئي -

کیل زمین سے گھرا ہو ایک ایسا بندرگاہ ہے' جس سے خوبصورتي اور طاقت میں بڑھکے اور کوئي بندرگاہ نہ ہوگا - یہ ایک بہت هی گہري کھاڑي ہے - اسکے ساتھہ هی ایک تنگ آبناے ہے جسمیں جنگ کے وقت

ے مل جاتا ہے' اوسکے سامنے بے پردہ اور برهنہ لونڈیوں کی قطاریں
کھڑی هو جاتی هیں' اوسکے سامنے گنجینہ و دفائن کا ایک ڈھیر
لگ جاتا ہے جنکو هر مجاهد کا دامن حرص و آز سمیٹ لیتا ہے !

یورپ کی قدیم و جدید تاریخ سے اگرچہ اسکا معارضانہ جواب
نہایت آسانی کے ساتھہ دیاجا سکتا ہے' یورپ کے جنون مذهبی
کی یادگار صلیبی جنگ کی تاریخ کا هر صفحہ خون کی ایک
چادر ہے جس نے ایک مدت تک دنیا کے امن و آشتی کو اپنے
اندر چھپا لیا تھا - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ یورپ کا موجودہ میدان
کارزار ایک عرصۂ رستخیز ہے جسکی توپوں کے دھانے سے یہ زلزلہ
انگیز صدائیں بلند هو رهی هیں :

یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شی عظیم - یوم ترونها تذهل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکاری - وماهم بسکاری ولکن عذاب الله شدید (۲۲ : ۱ - ۲)	لوگو ! اپنے خدا سے ڈرو کہ وقت موعودہ کا بھونچال ایک بڑی هی مصیبت ہے - اوس دن هر دودہ پلانے والی عورت اپنے شیر خوار بچے کو بھلا دیگی ' اور هر حاملہ عورت کا حمل ساقط هو جائیگا - اور تم لوگوں کو دیکھوگے کہ متوالے اور بدحواس هیں' حالانکہ وہ متوالے نہیں هیں - لیکن خدا کا عذاب بہت سخت ہے جسنے انہیں بدحواس کردیا ہے !

لیکن اس سوال کے تحقیقی جواب کے لیے همکو سب سے پہلے
عرب هی کی قدیم تاریخ کی طرف رجوع کرنا چاهیے جہاں سے
اسلام کا ظہور هوا تھا ' جس میں اسلام نے نشو و نما پائی تھی '
و جس میں بزعم یورپ اسلام نے خون کا طوفان برپا کیا !

(الحــرب و العــرب)

عرب نے ابتداء هی سے مثل دیگر اقوام کے جنگ کا نہایت
بد نما نمونہ قائم کیا تھا - اونکی اکثر لڑائیاں صرف لوٹ مار کے لیے
هوتی تھیں جو لڑائیاں غیرت ' خود داری' حمیت' اور عزت نفس
کے تحفظ کیلیے برپا هوتی تھیں' ان میں بھی غارتگری کا وحشیانہ
منظر نمایاں طور پر نظر آتا تھا - بلکہ اس قسم کی لڑائیوں میں
بغض و عداوت کا شعلہ ان کے وحشیانہ افعال کو اور بھی زیادہ
روشن کردیتا تھا -

عرب کی لڑائیوں کی خصوصیات حسب ذیل هیں :

(۱) عورتیں عموماً بے پردہ کردی جاتی تھیں ' اور اس پر
علانیہ فخر کیا جاتا تھا :

وعقیلــة یسعی علیهــا قیم
متغطرس ابدیت عن خلخا لها

ترجمہ - بہت سی پردہ نشین عورتیں هیں جنکا خود دار
شوهر باوجودیکہ اونکی حفاظت کی کوشش کرتا ہے ' لیکن میںنے
ان کے پازیب کھولدیے -

اس لیے اهل عرب عورتوں کی حفاظت و ستر پوشی کو اپنا
سب سے بڑا کارنامہ خیال کرتے تھے - چنانچہ اوپر کے شعر سے اوسکی
تصدیق هوتی ہے - ایک دوسرا شاعر بھی کہتا ہے :

وخمارغانیة عقــدت براسهــا
اصلا وکان منشــرا بشمالهــا

ترجمہ - اور ایک نو جوان عورت کو میں نے شام کے وقت
دوپٹا اوڑھا دیا ' حالانکہ وہ دن بھر بے پردہ اور بدحواس رہ چکی تھی -

(۲) بغض و عداوت کے نشے میں تذلیل و تحقیر کے لیے
میدان جنگ میں دشمنوں کی لاشوں کو گھسیٹنا لڑائیوں میں
اکثر هوتا تھا - چنانچہ یہ کہنا کہ " میں نے حریف کو میدان جنگ
میں پانوں پکڑ کر گھسیٹا " اس جملہ کا مرادف تھا کہ " میںنے اوسکو
قتل کیا " کو قتال اور یہ تذلیل دونوں لازم و ملزوم تھے :

وسدوانشدة اخری فجــرزا
بارجل منهم و رموا جوبدــا

ترجمہ - اور دشمنوں نے دوسرا حملہ کرکے اپنے حریف مقابل کے
پانوں پکڑے اور گھسیٹا ' اور جوین کو تیر مارا -

(۳) دشمن کے ناک کان کاٹ ڈالنا اور اونکی صورت کو
مسخ کردینا ' نہ صرف مردوں هی تک محدود تھا بلکہ عورتیں
اس میں مردوں سے بھی آگے تھیں - چنانچہ تاریخ اسلام میں
حضرت حمزہ کی لاش هندہ کے اس وحشیانہ طرز عمل کا درد انگیز
منظر پیش کرسکتی ہے -

(۴) دشمن کو زندہ آگ میں جلادینا ایک بڑا تاریخی
کارنامہ خیال کیا جاتا تھا - چنانچہ ایک شخص نے کسی قوم کو
آگ میں جھونک دیا تھا جسکی یادگار میں عرب نے اوسکو
" محرق " کا خطاب دیا ' اور اوس نے عرب کی تاریخ جنگ میں
ایک نئی تلمیح پیدا کردی - چنانچہ ایک شاعر چند بہادران عرب
کی مدح میں کہتا ہے :

کانوا علی الاعداء نار محــرق ولقــومهم حرما من الاحرام

ترجمہ ــــ وہ لوگ دشمنوں کے لیے تو محرق کی آگ تھے جسنے
ایک قوم کو زندہ جلادیا تھا - مگر اپنی قوم کیلیے منجملــہ اور
پناہ گاهوں کے ایک جاے پناہ تھے -

(استدلال لغوی)

جنگ اگرچہ همیشہ دنیا کیلیے ایک مصیبت خیال کی گئی
ہے ' لیکن عرب کے وحشیانہ طریقہ جنگ نے مثل روم و بابل کے
اوسکو اور بھی زیادہ مہیب اور خطرناک بنادیا تھا - چنانچہ عربی
زبان میں جنگ کیلیے جو الفاظ' جو ترکیبیں' اور جو استعارے وضع
کیے گئے تھے' ان سب سے اسکا اظہار هوتا ہے -

اهل عرب لڑائی کو آگ سے تشبیہ دیکر اوسکے لیے آگ کے
تمام لوازم ثابت کرتے تھے :

واوقد نارا بینهــم بضرامها لها وهج للمصطلی غیر طائل

ترجمہ ــــ اور خدا دونوں قبیلوں میں لڑائی کی آگ کا شعلہ
بھڑکاے جو تاپنے والے کیلیے سخت مضر هو !

قرآن مجید نے بھی اس استعارہ کا استعمال کیا ہے :

کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاها الله - (۵ : ۶۹)	جب جب اونھوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی ' خدا نے اوسکو بجھا دیا -

لڑائی کو اونٹ سے تشبیہ دیتے تھے جو سب سے زیادہ انتقام
کیش جانور ہے ' اور جب زمین پر دفعۃً بیٹھتا ہے تو اوسکے
عظیم الشان سینہ و گردن کا ثقل هر اوس چیز کو چور چور کردیتا ہے
جو اوسکے اندر آ جاتی ہے :

فانختم علینا کلکل الحرب مرة فنحن منیخوها علیکم بکلکل

ترجمہ - جس طرح تم نے همارے اوپر لڑائی کے اونٹ کو بٹھا کر
همیں چور چور کردیا ' اسی طرح هم بھی تم کو پاش پاش کردینگے -

مفرد استعارے بھی اسی قسم کے مفہوم پر دلالت کرتے تھے -
نطاح مینڈھوں کے ٹکر لڑنے کو کہتے هیں - لڑائیوں میں بھی
چونکہ اسی قسم کی بہیمیت و سبعیت کا اظہار کیا جاتا تھا' اسلیے
حملے کیلیے اس لفظ کے استعارہ کرتے تھے :

والکر بعــد الفــراد کرہ التقدم و النطاح

ترجمہ ــــ اور پہلو بچانے کے بعد حملہ' جب کہ آگے بڑھنا اور
ٹکر لڑنا ناگوار معلوم هونے لگتا ہے -

آج سرنگوں اور تار پیڈو اور زیر آب کشتیوں کے طویل سلسلوں کی وجہ سے تاہم بلند بیڑا خود ہی سخت خطرہ میں مبتلا ہوجاتا ہے -

جاپانیوں نے بٹیل شپوں کا ایک ثلث حصہ محض ان سرنگوں کی وجہ سے ضائع ہوگیا تھا ' جو پورٹ آرتھر کے باہر لگی ہوئی تھیں -

غرض نہ نسبت نیلسن کے زمانے کے آج ناکہ بندی بہت مشکل ہوگئی ہے اور اسلیے یہ شے چنداں قابل اعتماد نہیں -

همکو صحیح طور پر نہیں معلوم کہ دونوں حریفوں کے بیڑوں کی طاقت کتنی ہے ؟ تاہم جسقدر واقعات و حالات شائع ہوئے ہیں ' انکی بنا پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انگلستان کی بحری قوی جرمنی کی بحری قوت سے زیادہ ہیں - پس اگر جرمن بیڑے نے معرکہ پیش کیا تو اغلب یہ ہے کہ انگریزی بیڑا انکے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریگا ' لیکن اگر جرمن بیڑے نے اپنے مصالح جنگ کی وجہ سے معرکہ پیش کرنا مناسب نہ خیال کیا اور صرف یونہی چھیڑ چھاڑ کرتا رہا ' تو پھر وہ مشکل ترین سوال سامنے آتا ہے کہ انگریزی بیڑا کیا کریگا ؟ کیا وہ کہ انتظار کی سختی اور تیاری کا بار گراں برداشت کرتا رہے ؟ لیکن یہ تو اسکے لیے نہایت ہی سخت آزمایش ہوگی - ایسا کرنا نا قابل اندازہ نقصانات اور مشتبہ نتائج کے خدشات سے پر ہے !

آجکل کی بحری جنگ محض طاقت جسمانی اور ذہانت کا کام نہیں ہے ' بلکہ بڑی حدتک اسمیں موجودہ تمدن و علم کے پیدا کیے ہوئے جہنمی اسلحہ کو بھی دخل ہے - ایک خوش قسمت تار پیڈو کشتی یا چھوٹی سی سرنگ ایک بڑے سے بڑے اور بہتر سے بہتر بٹیل شپ جہاز کو قعر دریا میں پہنچادے سکتی ہے - جرمنی کا ایک درچیل جہاز بم کا ایک گولا پھینک کے تمام برطانیہ میں تہلکہ مچا دیسکتا ہے ' اور اس یقین کا خاتمہ کر دیسکتا ہے کہ برطانیہ اور جرمنی کی تماشہ گاہ جنگ محض بحر شمالی ہی تک محدود ہے !

اگر ایک اعلے شہر پر درجنوں ہوائی جہاز سے بم کے گولے پھینکے جائیں یا کسی کروزر سے شیل گولا اتار آجاے تو بیشک اس شہر کے باشندوں میں خوف اور ہراس پیدا کیا جاسکتا ہے -

البتہ ان چیزوں سے سمندر کی امان حاصل نہیں ہوسکتی اسلیے جرمنی اگر سمندر کی کمان اپنے هاتھہ میں لینا چاهتی ہے تو ضرور ہے کہ اسکا بالائی سمندر کا بیڑا انگریزی بیڑے کو چیلنج دے -

الهلال

۱۰ شوال ۱۳۳۲ هجری

الحـــرب والاســلام

انقـلاب مـاهیت جنـگ

بقلب اللہ اللیل و النهار ان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار (۲ : ۴۴)

" حرب " اور " اسلام " میں کسی قسم کا اتحاد و ائتلاف نہیں - ترکیب هجائی کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں ایک حرف کا بھی اشتراک نہیں پایا جاتا - مفهوم لغوی میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہے - حرب کے لغوی معنی سے ایک ایک بچہ واقف ہے ' لیکن اگر کوئی بد قسمت انسان ایسا بھی ہے جسکو اسکی تحقیق کی ضرورت ہے ' تو قاموس اور لسان العرب کی ورق گردانی کی جگہ اوسکو دنیا کی بربادیوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنا چاهیے ' جسکا ایک ایک صفحہ اس لفظ کی عبرت انگیز تفسیر کرتا ہے - اگر اوسکو اس سے بھی تسکین نہ ہو تو اسوقت یورپ کا میدان کارزار ایک مبسوط لغت کی طرح دنیا کے سامنے کھلا ہوا ہے - خون کی دھاریں اوسکی ایک ایک سطر کو نمایاں کر رهی هیں - ان سطروں میں اس لفظ کی سرخی آسانی کے ساتھہ نظر آجاسکتی ہے !

لیکن ایسی حالت میں جبکہ ارض الهی کا امن سمندر کی خونین لہروں میں ڈوب گیا ہے ' صلح و آشتی کی دیوی نے خون کی چادروں میں اپنا منہ چھپا لیا ہے ' اور اطمینان و سکون کو خونخوار توپوں کا دهن آز نگل چکا ہے ' لفظ اسلام کی لغوی تحقیق مشکل اور از بس مشکل ہے - ایسی حالت میں دنیا کو کیونکر یقین دلایا جاسکتا ہے کہ " اس لفظ کا مادہ سلم ہے جسکے معنے صلح کے هیں " صلح کا آخری نتیجہ اطاعت و فرمانبرداری ہے ' اسلیے اگرچہ صحیح ہے کہ اسلام کے معنے " گردن انداختن " کے هیں ' تو دنیا کے تمام مذاهب میں صرف وهی ایک ایسا مذهب ہے جو صلح و آشتی کا آخری نتیجہ ہے :

و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۳ : ۹۸)	اور خدا نے اوس احسان کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تم میں باهم میل اور الفت پیدا کردی اور تم اوسکے فضل سے دشمنوں کی جگہ آپسمیں بھائی بھائی ہوگئے -

لیکن با اینہمہ تنافی و تباین ' با اینہمہ تضاد و تقابل ' با اینہمہ تخالف و تناقض ' اب تک یورپ ان دونوں لفظوں کو مرادف سمجھہ رہا ہے - ایک یورپین کے سامنے جب اسلام کا نام لیا جاتا ہے تو جنگ کا ایک وسیع سلسلہ اوسکے پیش نظر آجاتا ہے - وحشت ' خونریزی ' غارتگری ' اور بد امنی کا ایک خونیں منظر اوسکی نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے - وہ اوسکو دیکھتا ہے تو اوسکا رشتۂ نگاہ خون کی دھاروں

اکثر لوگ مذاحاً یا تحقیراً اشخاص کے نام بگاڑ دیتے هیں ' اور رفتـه رفتـه یہی مسخ شده نام اونکا اصلي نام بن جاتا ہے - مدینه میں اسکا عام رواج هوگیا تها - بظاهر یه ایک معمولي بات تهی ' لیکن قرآن مجید میں اسکے متعلق ایک خاص آیت نازل هولی :

یا ایها الـذین آمنـوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکـونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیـرا منهن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقــاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لـم یتب فاولئـك هم الظالمون - (۴۹ : ۸)

مسلمانو! کوئي قوم کسي قوم کي هنسي نه اوڑاے ' شاید وہ اون سے بہتر هو' اور نه کوئی عورت کسي عورت کي هنسی اوڑاے' شاید وہ عورتیں اون سے بہتر هوں - آپس میں ایک دوسري کي تحقیر کي غرض سے اشارہ بازیاں نه کرو' لوگوں کے نام نه بگاڑو' ایمان لانے کے بعد ایسے ناموں کا هونا کیسی بري بات ہے ! اور جولوگ اس سے رجوع نہیں کرتے وہ یقیناً ظالم هیں -

یه اصلا حین اون خیالات کے طریق اظہار کے متعلق نہیں تیے' جن کي حقیقت کو اسلام نے نہیں بدلا تها ' لیکن اسلام نے جنگ کي حقیقت ' اونکے اسباب ' اور آنکے مقاصد میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا تها جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے - اس لحاظ سے جنگ کے متعلق عرب کا لٹریچر اسکي اصلاح کا سب سے زیادہ مستحق تها - عرب میں جنگ کیلیے سیکڑوں الفاظ ' سیکڑوں محاورے ' سیکڑوں ترکیبیں' اور سیکڑوں استعارے پیدا هوگئے تیے' لیکن وہ سب کے سب صرف ایک وحشیانه جنگ کیلیے موزوں تیے - ایک متمدن قوم ' ایک ترقی یافته نظام ' ایک صلح پسند مذهب ' ایک پیام رسان امن جماعت ' ان الفاظ کی متحمل نہیں هوسکتی تهی -

(الجهـــاد)

اسلیے حقیقت جنگ کے انقلاب کے ساتهه اسلام نے ان تمام الفاظ و محاورات کو بهي یک لخت متروک کردیا ' اور غزوات اسلامیه کیلیے صرف ایک ساده لفظ " جہاد " کا استعمال کیا جس سے "حرب" کي طرح نه تو غیظ و غضب کے جذبات ظاهر هوتے تیے' نه لوٹ مار' سلب و نهب' اور وحشت کي بو آتي تهی - بلکه وہ صرف اوس انتہائي کوشش پر دلالت کرتا ہے جو ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کیلیے کیجا سکتي ہے - خواہ بذریعه قوی هو' خواہ بذریعه زبان' خواہ بذریعه افعال جوارح ' یا براسطۂ قبضۂ شمشیر :

لیس للانســان الا ماسعی

انسان کو صرف اپني کوششوں هی کا صله مل سکتا ہے

قرآن حکیم نے جنگ کے هر موقع پر اسی لفظ کا استعمال کیا ہے' اور قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا اطلاق صرف جنگ و خونریزي هي تک محدود نہیں ہے' بلکه عموما اسکے ذریعه سے عام لـ ر' ضبط' خاموشي ' تزکیهٔ نفس ' اور اخلاق کا اظہار کیا گیا ہے :

لکن الرسول و الذین امنوا معه جاهدوا باموالهم وانفسهـــم و اولئـک هم الخیـرات و اولئـک هم المفلحون (۹ : ۸۹) والذین جاهـدوا فینـا لنهدینهم سبلنا و ان الله لمع المحسنین (۲۲ : ۶۹)

لیکن رسول اور وہ لوگ جو رسول کے ساتهه ایمان لاے ' یه وہ لوگ هیں نه انہوں نے اپني جان و مال دونوں سے جہاد کیا - تمام بهلائیاں صرف اونہی کے لیے هیں - اور وهي کامیاب هیں - اور جن لوگوں نے همارے لیے جہاد (ریاضت و سعی) کی هم اونکو اپنے پانے کے راستے بتالینگے' اور خدا صرف ارباب احسان هی کے ساتهه ہے -

اس آیة میں جس جہاد نفس و روح کا ذکر کیا ہے' اسے آنحضرة صلی الله علیه وسلم نے ام الاحادیث یعني حدیث جبریل میں بذیل تشریح " احسان " واضح تر کردیا ہے :

ان تعبد الله کانك تراه فان لم تـکن تراه فانـه یراك (مشکوة - ص ۳۰)

خدا کي عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکهه رہے هو' اور اگر اسطرح نہیں هوسکتا تو کم ازکم اس قدر استغراق تو هو که گویا وہ تمہیں دیکهه رہا ہے !

ثم ان ربك للـــذین هاجروا من بعد مافتنـوا ثم جاهدوا و صبروا ' ان ربك مـــن بعـــدها لغفور رحیم - (۱۶ : ۱۱۱)

اونلوگوں کیلیے جنہوں نے سخت آزمایش کے بعد هجرت کي' پهر جہاد اور صبر کیا ' الله کا فضل طیار ہے - خدا ایسی صداقتوں کے بعد بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر -

وہ مسلمان کامیاب هیں ' جنہوں نے حق اور صبر کي وصیت کي -

ان الله یحب الذین یقاتلون في سبیله صفا کانهـــم بنیان مرصوص (۶۱ : ۴)

خدا اونلوگوں کو دوست رکهتا ہے جو اوسکي راہ میں اس طرح استقلال کے ساتهه صف بسته لڑتے هیں ' گویا وہ جڑي هوئي دیوار هیں !

(قتال اسلامی اور سلب و نهب)

ان آیتوں سے ثابت هوتا ہے کہ جہاد اسلامي کي حقیقت صرف صبر و استقلال اور ضبط و ایثار سے متقوم هوتي ہے - مال غنیمت اور اظہار غیظ و غضب وغیرہ اوسکي حقیقت میں نه تو داخل هیں - اور نه اوسکا خاصه لازمي هیں - وہ محض بالکل عارضی چیزیں هیں - جہاد کا اصلي مقصد ان سے بہت اعلیٰ و اشرف ہے - یہي وجه ہے که ابتداے اسلام میں طلب مال غنیمت پر عتاب الهي نازل هوا تها :

فلما کان یوم بدر وقعوا فی الغنــائم قبـل ان تحل لهم' فانزل الله لولا کتاب من اللـه سبـق لمسکم فیمـــا اخــــذتم عذاب عظیـم (ترمذي کتاب التفسیر- ص-۵۰۳)

جب واقعه بدر پیش آیا تو صحابه مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف هوگئے' حالانکه وہ اوسوقت تک حلال نہیں هوا تها ' اسپر خدا نے یه آیت نازل کي کہ لمسکم" اگر خدا کي مشیت نے اسکا فیصله نه کردیا هوتا تو جو مال تم نے بطور غنیمت کے لوٹا ہے ' اوسپر بہت بڑا عذاب نازل هوتا "

اس حدیث سے معلوم هوتا ہے که اسلام کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے معرکہ جہاد میں غنیمت حرام تهي ' حالانکه اگر اسلامي جہاد کا مقصد لوٹ مار هوتا ' تو قریش کا کاروان تجارت' اسلام کے دامن مقصود کو اچهی طرح بهر سکتا تها - اسلیے وهي اسکا بہترین موقع تها -

اسکے بعد اگرچه غنیمت حلال هوگئي تاهم اوس سے جہاد کے ثواب اور نیتوں کے خلوص میں کمی آجاتي تهی :

مامن غازیة تغـــزو فی سبیـل اللـه فیصیبون الغنیمه الا تعجلوا ثلثي اجرهم من الاخرة ویبقی لهم الثلــث و ان لـم یصیبـوا غنیمـــة تم لهم اجرهم (مسلم جلد ۲ ص ۱۴۰)

جو فوج خدا کی راہ میں لڑکر غنیمت حاصل کرلیتی ہے' اوسکے اخروي ثواب کا دو ثلث اوسکو فوراً مل جاتا ہے لیکن ایک ثلث باقي رہ جاتا ہے - پهر جب وہ لوٹ مار نہیں کرتي تو اوسکو یه ثلث بهی مل جاتا ہے -

جذبۂ انتقام کے ایک اضطرارانه اور بدرجۂ اخر اظہار پر خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم کو خدا کی طرف سے متنبه کیا گیا :

مفرد الفاظ بھی اسی قسم کے معانی پر مشتمل ہوتے تھے - عربی زبان میں لڑائی کیلیے ایک متداول لفظ " روع " ہے جسکے معنے خوف کے ہیں :

اذا حملتنی والسلاح مشیحة
الی الروع لم اصبح علی سلم وائل

ترجمہ — جب وہ گھوڑا مجھکو مع ہتیاروں کے سوار کرکے میدان کی طرف دوڑیگا ' تو میں بکر بن وائل کی صلح کو تسلیم نکرونگا بلکہ لڑونگا -

لڑائی کو " یوم کریہہ " یعنے مصیبت کا دن بھی کہتے تھے' اور جو لوگ مرد میدان ہوتے تھے ' انکو " ابن کریہہ " کا خطاب دیا جاتا تھا - یعنے " فرزند مصیبت " -

اما فی بنی حصن من ابن کریہة
من القوم طلاب الترات عشمشم ؟

ترجمہ - کیا قبیلہ بنی حصن میں کوئی مصیبت (جنگ) کا انتقام کیش اور اولوالعزم فرزند نہیں ہے ؟

(حــرب)

عربی زبان کی وسعت اس قسم کے سیکڑوں ہزاروں الفاظ پیش کرسکتی ہے ' لیکن سب سے زیادہ متداول لفظ حرب تھا جو لغوی معنی کے لحاظ سے مقاصد جنگ کی ایک جامع تفسیر ہے - دنیا میں صرف لوٹ مار یا بغض و انتقام کے لیے شعلۂ جنگ بھڑکایا جاتا تھا - پہلی قسم کی لڑائیوں کو الف و عادت نے عرب کے لیے ایک معمولی چیز بنا دیا تھا ' اسلیے انہوں نے کوئی تاریخی حیثیت نہیں پیدا کی - لیکن دوسری قسم کی لڑائیوں کی عبرت انگیز داستانوں کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے ' جنکے لیے اہل ادب کی اصطلاح میں " ایام العرب " کا لفظ وضع کیا گیا ہے -

" حرب " کا لفظ ان دونوں قسموں کی لڑائیوں کے اسباب و مقاصد پر محیط ہے ' جیسا کہ تصریحات لغت سے ثابت ہوتا ہے کہ حرب

حرب خشمگیں شدن تحریب براغالانیدن و خشم کردن - و بخشم آوردن و تیز کردن سنان را ' حربه الرجل ماله الذی یعیش به حرب گرفتن مال کسے و بے جاز ماندن - وقد حرب ماله ای سلبه فهو محروب و حریب و احربته ای دللته علی ما یغنمه من عدو -

کے معنے غصہ ہونے کے ہیں' اور تحریب کے معنے بھڑکانے' غصہ کرنے غصہ دلانے' اور نیزہ تیز کرنے کے - حربه اوسکے مال کو کہتے ہیں جس پر اوسکی زندگی بسر ہوتا ہے - حرب کا اطلاق کسی کے مال کے لے لینے اور خالی رہ جانے پر بھی ہوتا ہے - کہا جاتا ہے کہ " حرب ماله " یعنے اوسکا مال چھین لیا گیا - ایسے ہوے شخص کو " محروب " اور " حریب " کہتے ہیں - کہتے ہیں

کہ " احربته " یعنے میں نے کسی شخص کو دشمن کے مال کی طرف رہنمائی کی تاکہ اوسکو لوٹ لے -

یہی قوم تھی' یہی لٹریچر تھا' یہی زبان تھی' جس میں قرآن مجید نازل ہوا - اب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ اوس نے عرب کے عقائد ' عرب کے اعمال ' عرب کے تمدن ' عرب کی تہذیب میں جو اصلاحیں کیں ' عرب کی تاریخ جنگ پر اور پھر تمام دنیا کی تہذیب جنگ پر بھی ان تغیرات و اصلاحات کا اثر پڑا ہے یا نہیں ؟

(الحرب و القرآن)

قرآن حکیم کے عقائد ' اعمال ' اخلاق اور تہذیب و تمدن کے متعلق جو اصلاحیں کیں ' وہ صرف اونکی سطح باطنی تک محدود نہیں ہیں ' بلکہ اونکے خال و خط ان چیزوں کی سطح ظاہری پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں - الفاظ و اصطلاح اگرچہ کوئی حقیقی چیز نہیں ' بلکہ معانی کا غلاف ہیں جو اونکے اوپر چڑھا دیا گیا ہے - لیکن چونکہ اسلام کی اصلاحیں مغز و پوست دونوں کو شامل ہیں' اسلیے اوس نے تمام چیزوں کے ساتھہ عربی لٹریچر اور عربی زبان کی بھی اصلاح کی ہے -

زبان درحقیقت ہماری دیہیات کا ساتھی کی سفیر ہے جو نہایت دیانت داری کے ساتھہ ہمارے دل کا پیغام کانوں کو پہونچا دیتی ہے - اس بنا پر وہ تمامتر ہمارے خیالات' ہمارے عقائد' اور ہمارے اخلاق و عادات کی تابع ہے - وحشت کے زمانے میں چونکہ انسان کے خیالات نہایت پست و ذلیل ہوتے ہیں' اسلیے الفاظ و عبارات پر بھی اونکا اثر پڑتا ہے - کمینہ قوموں میں سیکڑوں فحش الفاظ اسی پستی اخلاق کی بنا پر رواج پا جاتے ہیں جنکو ایک متمدن انسان سن بھی نہیں سکتا - عرب کی وحشت اور بدویت نے اس قسم کے جو الفاظ پیدا کردیے تھے' اوسکو وہ اعلی درجہ کا تمدن نہیں گوارا کرسکتا تھا جسکو قرآن مجید پیدا کرنا چاہتا تھا - اس بنا پر قرآن مجید نے ان تمام الفاظ کی اصلاح کی اور اونکو بدل دیا -

اظہار خیالات کا سب سے زیادہ نازک موقع وہ ہوتا ہے جہاں انسان کے وظائف زوجیت اور اجتماع تناسلی کے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - عرب کے مشہور شاعر امرء القیس نے جس فحاشانہ طریقہ سے اس خیال کو ظاہر کیا تھا ' تمام ادباء اسلام کی تہذیب اوس سے نالاں ہے -

و مثلک حبلی قد طرقت و مرضع فالهیتها عن ذی تمائم محول

لیکن قرآن حکیم میں خاص عورتوں کے متعلق سورۂ نساء نازل ہوئی - چونکہ اسمیں عورتوں کے نکاح و طلاق کے تمام احکام مذکور ہیں' اسلیے قدرتی طور پر نازک موقع بیان بھی بار بار آئے ہیں - لیکن قرآن مجید نے جن مہذب الفاظ اور لطیف اشارات میں اونکا ذکر کیا ہے' اونکو شرم و حیا اپنے چہرے کا نقاب سمجھتی ہے !

مثلاً یہ مفہوم ادا کرنا تھا کہ خلوت صحیحہ کے بعد عورتوں سے پھر مہر واپس نہیں لیا جاسکتا ' اسکو قرآن مجید نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے :

و کیف تاخذونه و قد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا (۴ : ۲۴)

اور مہر کیونکر واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم میں ایک دوسرے تک پہونچ چکا ' اور عورتوں نے تم سے پختہ وعدہ لے لیا -

قرآن حکیم نے دوسرے موقع پر اسکے لیے " لمس " کا لفظ استعمال کیا ہے جسکے معنی صرف " چھونے " کے ہیں مرد اور عورت کے اجتماع خاص کو وہ صرف " عورت کے چھونے " سے ادا کرتا ہے :

او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا - (۴ : ۲۶)

تم نے اگر عورتوں کو چھودیا ہو اور پھر غسل کیلیے پانی نہ مل سکے تو پاک زمین پر تیمم کر لیا کرو -

انسان کی بعض حوائج فطریہ کا ذکر بھی اکثر حالتوں میں تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے' اسلیے قرآن مجید نے جاے ضرور کا ذکر " غائط " کے لفظ سے کیا ہے - جسکے معنی ہموار زمین کے ہیں' کیونکہ انسان قضاے حاجت کیلیے اکثر ہموار زمین ہی کا انتخاب کرتا ہے :

او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا (۴ : ۴۶)

اور اگر تم میں سے کوئی شخص جاے ضرور سے آئے یا تم عورتوں کو چھودو اور پانی نہ مل سکے' تو پاک زمین پر تیمم کر لیا کرو -

مقالات

موازنه قواء بحريه

سطح دریا پر جنگی جہازوں کی نمایش

یورپ نے غرور طاقت کے جو مجسمے (استیچوز) قائم کیے هیں' ان میں جدید جنگی جہازوں کے مستول سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے هیں' اور یہي هیں جنھوں نے آجکل گرجنے والی توپوں' اور اڑنے والے گولوں سے سطح دریا پر برق و باد کا ایک تلاطم خیز طوفان بپا کر دیا ہے -

(برطانیه)

یورپ کی سلطنتوں نے چند دنوں سے مسابقت کیلیے میدان کی جگہ سطح دریا کو انتخاب کیا تھا اور هر سلطنت جنگي جہازوں کی تیاری میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاهتي تھی ' لیکن آگے بڑھ نکلنے کا فخر صرف انگلستان کو حاصل هوا - چنانچه سنه ۱۹۰۵ع میں سب سے پہلے انگلستان هي نے ایک نہایت عظیم الشان آهن پوش جنگي جہاز تیار کرایا جسکا نام ڈریڈناٹ (کسي سے نه ڈرنے والا) رکھا گیا - یه جہاز عظیم الشان توپوں سے مسلح کیا گیا تھا' اور لوہے کی وہ چادریں جن سے اوسکي سطح کو منڈھا گیا تھا ' ۳۰ - سینٹی میٹر دبیز اور بلند تھیں اور اسکے اندر ۱۷۰۰ ٹن وزن سما سکتا تھا - اوس میں دس توپیں تھیں - جنکے دھانوں کا قطر ۳۰ - سینٹی میٹر سے بھی زیادہ تھا - اور اوسکا انجن ۲۳۰۰۰ گھوڑے کی طاقت رکھتا تھا ' اور اسکی انتہائي رفتار فی گھنٹه ۲۱ میل بحري تھي -

اس سے پہلے جو جنگی جہاز موجود تھے ' اونکی رفتار في گھنٹه ۲۰ میل بحري سے بھی کم تھی ' اور صرف ایک جہاز پر ۴ بڑي توپیں تھیں ' لیکن اس ڈریڈناٹ نے جنگی جہاز کا ایک نیا نمونه قائم کردیا' اور تمام سلطنتوں نے اسی وضع کے جہاز تیار کرانا شروع کردیا - خود انگلستان نے سنه ۱۹۰۵ اور ۱۹۰۶ ع میں اس وضع کے تین جہاز اور بنوا ے - سنه ۱۹۰۶ اور سنه ۱۹۰۷ میں بھی برطانیه کي بحري قوت میں تین جہازوں کا اضافه کیا گیا - سنه ۱۹۰۷ اور سنه ۱۹۰۸ ع میں بھی ویسے هي تین جہاز تیار کرالیے گئے' اور علی سبیل الترتیب سنه ۱۹۰۸ ' سنه ۱۹۰۹ ' اور سنه ۱۹۰۹ سنه ' ۱۹۱۰ میں دو دو جہازوں کے سالانه اضافه سے انگلستان نے دفعتاً سطح سمندر کو بالکل چھالیا -

نیوزیلنڈ کي طرف سے بھي انگلستان کیلیے اس وضع کا ایک جہاز تیار کراکے پیش کیا گیا -

چھوٹي چھوٹي توپوں کے علاوہ ان تمام جہازوں میں آٹھ دس بڑي بڑي توپیں بھي لگالي گئي هیں جنکا قطر ۳۰ - سینٹي میٹر سے زیادہ کا هوتا ہے - ان میں تین جہازوں کی رفتار ۲۷ میل (بحري) تک پہنچ گئی ہے جو بہت زیادہ شرح رفتار ہے -

دولۃ علیه کا دوسرا آهن پوش جہاز " سلطان عثمان " جو موجوده عهد کا بہترین آهن پوش ہے مگر افسوس که جنگ یورپ کے چھڑ جانے کی وجه سے دولۃ برطانیه اسپر متصرف هوگئي ہے

(جرمنی)

سلطنت جرمني سنه ۱۹۰۷ سے سنه ۱۹۱۱ تک اپني بحري طاقت کے بڑھانے میں مصروف رهي - اس مدت میں اوس نے اسی قسم کے ۲۱ جہاز تیار کراے ' جنکی بڑي توپوں کا دهانه ۲۷ سے لیکر ۳۰ سینٹی میٹر تک کا تھا - اونکي شرح رفتار ۲۱ میل بحري سے ۲۸ میل بحري تک پہونچ چکي ہے -

(فرانس)

سلطنت فرانس نے سنه ۱۹۱۰ ع سے سنه ۱۹۱۱ ع تک کے زمانے میں چار جہاز تیار کراے' جن میں هر ایک بارہ بڑي توپوں کا خطرناک ذخیره اپنے ساتھ رکھتا تھا' اور ان توپوں کے دھانے کا قطر ۳۰ سینٹي میٹر تھا - ان توپوں کے علاوہ هر ایک جہاز میں چھوٹي چھوٹي توپیں بھي لگالي گئیں تھیں' جنکے دھانوں کا قطر ساڑھے بارہ

لیس لک من الامر شی او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون -

تمکو اسکا کوئی حق نہیں' یا تو خدا اونکی توبہ قبول کرلیگا یا اونکو عذاب دیگا کیونکہ وہ لوگ ظالم ہیں -

(ایفاء عہد)

غدر و بیوفائی جنگ کا خاصہ لازمی تھی - عورتوں ' بچوں ' قاصدوں' اور نوکروں کے قتل میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جاتی تھی بلکہ سب کے سب نذر تیغ ہوجاتے تھے - دشمنوں کو زندہ آگ میں جلا دیا جاتا تھا' دشمن کے ناک کان کاٹ کر بطور ہار کے پہنے جاتے تھے' دشمنوں کو باندھکر قتل کیا جاتا تھا' کھانے پینے کھیلنے راستے میں کسیکو لوٹ لینا معمولی بات تھی' لیکن اسلام نے جنگ کی اس حقیقت کو بدلکر دفعتاً ان تمام وحشیانہ افعال کو مٹا دیا :

لکل غادر لواء یوم القیامة یعرف به یقال هذا غدرة فلان (مسلم جلد - ۲ - ص - ۶۴)

قیامت میں ہر بد عہد کیلیے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائیگا جس کے ذریعہ سے وہ پہچانا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے -

ایک اور حدیث میں ہے :

ان امراة وجدت فی بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتولة فانکر رسول اللہ قتل النساء والصبیان (مسلم جلد ۲ - ص - ۶۵)

انحضرت نے کسی غزوہ میں ایک مقتول عورت دیکھی' اسپر آپ نے بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع فرمایا -

مسیلمۂ کذاب کا قاصد جب اوسکا خط لیکر آیا تو آپ نے فرمایا :

لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما (ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۴)

اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہاری گردن اوڑا دیتا -

ابو داؤد میں ایک اور تصریح ہے :

لا تقتلن امراة و لا عسیفاً (ابو داود جلد ۲ - ص - ۶)

عورتیں اور نوکر نہ قتل کیے جاویں -

آگ میں جلانے سے قطعاً روک دیا :

لا ینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار (ابو داود جلد - ۲ - ص ۷)

آگ کا عذاب صرف خدا ہی دیسکتا ہے -

مسلمانوں کیلیے میدان جنگ میں اعلی ترین اخلاق قائم ہوے :

قال : اعف الناس قتلة اهل الایمان (ابوداود جلد - ۲ - ص - ۶)

سب سے زیادہ محفوظ اور باپردہ مسلمانوں کے مقتول ہیں -

قطع اعضا کی وحشیانہ رسم کی ممانعت کے متعلق بے شمار تصریحات ہیں :

کان یحثنا علی الصدقة و ینهانا عن المثلة (ابو داود - جلد - ۲ ص ۶ -)

انحضرت صحابہ کو صدقہ کی ترغیب دیتے تھے' اور مثلہ سے یعنے انسان کے اعضاء کے کاٹنے سے منع فرماتے تھے -

دشمن کو باندھکر اور اذیت دیکر قتل کرنا آج کل کی متمدن رومن کے لیے بھی مفاخر میں داخل ہے لیکن اسے تیرہ سو برس پہلے ریگستان حجاز کا تمدن اسلامی یہ تھا :

غزونا مع عبد الرحمن بن خالد بن ولید فاتی باربعة اعلاج من العدو فامربهم تقتلوا صبرا... فبلغ ذلک ابا ایوب الانصاری - فقال سمعت رسول اللہ (صلعم) نهی عن قتل الصبر فو الذی نفسی بیده لو کانت دجاجة ما صبرتها - مبلغ ذلک عبد الرحمن بن خالد بن الولید فاعتق اربعة رقاب (ابو داود جلد - ۲ ص - ۱۰)

ہم عبد الرحمن بن خالد بن الولید کے ساتھہ ایک غزوہ میں گئے تو چار کافر دشمنوں میں سے پکڑ لائے گئے - اونہوں نے اونکو باندہ کے قتل کرا دیا - ابو ایوب انصاری کو خبر لگی تو اونہوں نے کہا : انحضرت نے اس قسم کے قتل سے منع فرمایا ہے' خدا کی قسم اگر مرغی بھی ہوتی تو میں کبھی باندہ کر اوسکا ڈھیر نہ لگاتا - خالد کو یہ معلوم ہوا تو چار غلام اسکے کفارہ میں آزاد کیے ! !

اللہ اکبر ! چھٹی صدی عیسوی کے صحرا نشین عربوں کا یہ اخلاق اور نوع پروری تھی جسکی مثالیں آج بلجیم کے متمدن میدانوں میں بھی نہیں ملسکتیں! اس سے بھی بڑھکر یہ کہ لوٹ مار اور غارت مال و متاع سے خاص طور پر مسلمانوں کو روکدیا گیا :

ان النهبة لیست باحل من المیتة (ابو داود جلد - ۲ - ص - ۱۳)

آپ نے فرمایا کہ لوٹ مار کا مال بالکل ایسا ہی ہے جیسے مردار لاش - وہ مردار گوشت سے زیادہ حلال نہیں -

اسکے علاوہ اور بھی بہت سی جزئی باتیں تھیں جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں' لیکن درحقیقت اسی قسم کی چیزیں وحشت اور مدنیۂ صالحہ کے درمیان ایک دقیق حد فاصل قائم کردیتی ہیں - مثلاً عرب رومیوں اور قرطاجنیوں کی طرح لڑائیوں میں بہت غل مچاتے تھے' اسی بنا پر لڑائی کو عربی زبان میں وغی کہتے ہیں جسکے معنے شور و غل کے ہیں - ایک جاہلی شاعر کہتا ہے :

قد ضجت معن بجمع ذی لجب قیساً وعبدانهم با لمنهب

ترجمہ - قبیلہ معن نے بنی قیس اور اونکے تابعداروں کو مقام منہب میں ایک شور کرنے والے مجمع کے ساتھہ لوٹا -

لیکن اسلام نے شور و ہنگامہ کی جگہ غزوات میں سکون و وقار پیدا کیا :

کان اصحاب النبی (صلعم) یکرهون الصوت عند القتال (ابوداود جلد ۲ ص ۶)

صحابہ لڑائی کے وقت شور و غل کو ناپسند کرتے تھے -

ایک مرتبہ صحابہ نے کسی غزوہ میں زور سے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند لگائے تو انحضرت نے فرمایا :

اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم (بخاری جزو ۸ - ص - ۵۲ کتاب الدعوات)

یعنے آہستہ آہستہ ! خدا بہرا نہیں ہے جسکو تم چلا کر مخاطب کر رہے ہو -

عرب کی جنگجو فطرت ہمیشہ جنگ و فساد کی منتظر رہتی تھی اور اسکو حصول مال کا ذریعہ سمجھتی تھی - ایک جاہلی شاعر کہتا ہے :

فلئن بقیت لارحلن بغزوة نحوی الغنائم او یموت کریم

اب اگر زندہ رہا تو ایک ایسی جنگ کی تیاری کرونگا جو مال غنیمت کے جمع کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگی' یا نہیں تو شریفانہ موت مرجاونگا -

لیکن آپنے صحابہ کو اس قسم کے ناگوار توقع سے منع فرمایا :

قال لا تمنوا لقاء العدو فاذا لقیتموهم فاصبروا (مسلم جلد ۲ - ص - ۶۴۰)

آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کے مقابلہ کی آرزو نکرو' لیکن جب سامنا ہوجاے تو صبر کرو -

(لہا بقیة صالحة)

بنانے کا بھي حکم دیا تھا ' جو نہر رائین میں تیار ہو رہے ہیں ' اور پیرو میں ارنکے لیے آلات و ادوات بنائے جا رہے ہیں -

کارخانہ نارمن کو بھي دولت عثمانیہ کي طرف سے ۱۲ ڈسٹراویر کے بنانے کی فرمایش کیگئي ہے ' جن میں ۱۰۴۰ ٹن کی گنجایش ہوگي ' اور في گھنٹہ ۳۲ میل بحري کي مسافت طے کرسکینگی - ارنکا ذخیرہ آلات جنگ ۵ توپوں اور ۱۶ عدد تارپیڈو کشتیوں سے مرکب ہوگا -

دولت عثمانیہ کے یہ رہ جہاز ہیں جنکي بنانے کي جنگ بلقان کے بعد کوشش کی گئی' لیکن اوسکا موجودہ جنگي بیڑا ذیل کے جہازوں سے مرکب ہے :

(۱) خیر الدین بربروس (۲) طورغود رئیس	یہ رہ دو جہاز ہیں جنکو دستوري حکومت کے بعد

دولت عثمانیہ نے جرمني سے خریدا - دونوں ایک ساتھہ تیار ہوے تھے اور سنہ ۱۸۹۱ میں ایک ساتھہ دریا میں ڈالے گئے - ان میں ہر ایک اپنے اندر ۹۹۰۱ ٹن وزن کي وسعت رکھتا ہے ' اور ہر ایک کی مقدار رفتار في گھنٹہ ۱۷ میل بحري ہے - ان کا ذخیرہ آلات جنگ مختلف قسم کی توپوں پر مشتمل ہے ' جن میں ۶ توپوں کا قطر ۳۳ سنٹی میٹر ' ۸ توپوں کا قطر ۱۰ سنٹی میٹر ' اور آٹھہ کا ۱۱ ہے -

(مسعودیہ)

یہ جہاز سنہ ۱۸۷۴ع میں سمندر میں ڈالا گیا ' اور سنہ ۱۹۰۲ع میں اسکي مرمت کیگئی ' اوسکا وزن ۹۱۲۰ ٹن اور مقدار رفتار في گھنٹہ ساڑھے ۱۲ میل بحري ہے - اوسکا ذخیرہ آلات ۱۴ توپوں سے مرکب ہے ' جن میں دو کا دہانہ تقریباً ۲۸ - سنٹي میٹر کا ' اور [illegible] کا ۱۵ - سنٹي میٹر کا ہے -

(عصر توفیق)

سنہ ۱۸۸۶ میں سطح سمندر پر نمودار ہوا ' وزن ۴۶۱۳ ٹن اور مقدار رفتار في گھنٹہ ۱۳ میل بحري ہے - ذخیرہ آلات میں ۸ توپیں ہیں ' جن میں دو کا قطر ۲۸ - سنٹي میٹر سے کچھہ زیادہ اور ۶ کا قطر ۱۵ - سنٹي میٹر کا ہے -

(فتح بلند)

سنہ ۱۸۶۹ میں سمندر میں اتارا گیا - وزن ۲۷۲ ٹن - رفتار ۱۳ میل بحري ہے - چار توپیں رکھتا ہے ' جنکا قطر ۲۸ - سنٹي میٹر ہے - اسکے آلات جنگ میں بعض آخري سرعت کے ساتھہ چلنے والي توپیں بھی ہیں -

(۱) حمیدیہ (۲) مجیدیہ	یہ دونوں چھوٹے کروزر ہیں جو سنہ ۱۹۰۶ میں دریا میں ڈالے گئے - ہر ایک کا وزن

۷۴۰ ٹن اور رفتار ۲۲ میل بحري ہے - آلات جنگ میں دو توپیں اور ۱۶ تارپیڈو کشتیاں ہیں -

(۱) ملت (۲) معاونۂ ملت (۳) محبت وطن (۴) قومی حمیت	یہ چار تباہ کرنے والي کشتیاں (ڈیسٹرویر) ہیں ' جو سنہ ۱۹۰۹ ع میں دریا میں ڈالی گئیں - ہر ایک کا وزن ۶۱۰ ٹن - اور مقدار رفتار ۳۵ میل

بحری ہے - ہر ایک اپنے ساتھہ صرف چار چار توپیں بھي رکھتی ہے -

(۱) سرن (۲) بصرہ (۳) تاسوس (۴) یار حصار	یہ چاروں بھی تباہ کرنے والی کشتیاں ہیں ' جو سنہ ۱۹۰۷ - اور سنہ ۱۹۰۸ میں دریا میں ڈالی گئیں - ہرایک کا وزن ۳۸۰ ٹن اور سرعت رفتار ۲۸ میل بحری ہے - انکے ذخیرہ آلات میں مختلف پیمانوں کی

تارپیڈو کشتیاں شامل ہیں - ان کے علاوہ اس بیڑے کے اجزاء ترکیبي میں چھوٹی بڑي ۸ چھوٹي کشتیاں بھي شامل ہیں ' جن میں چار کا وزن ۱۹۸ ٹن اور سرعت رفتار ۲۷ میل بحری ہے - چار اور جنگي کشتیاں جو ان چاروں سے بھی چھوٹی ہیں ' اونکا وزن ۹۷ ٹن اور مقدار رفتار ۲۶ میل ہے - یہ کشتیاں سنہ ۱۹۰۶ میں دریا میں ڈالي گئیں -

(یونان)

حکومت یونان کی بحری طاقت فی الحقیقت ناقابل تذکرہ ہے اور ترکي سے بھی گئي گذري ہے - البتہ اب مندرجہ ذیل تین چھوٹے کروزروں کي جرمن کے کارخانے کو فرمائش دي ہے لیکن جنگ کی وجہ سے انکی تعمیل غیر ممکن ہوگئی ہے نیز

دولۂ [illegible] کے کروزر " [illegible] " کی بالائی سطح اور ۲۷ [illegible] قطر کے توپوں [illegible] جنھوں نے زمانۂ جنگ بلقان [illegible] کے خطوط کی حفاظت میں [illegible] خدمات انجام دی [illegible] جہاز پرانا اور [illegible] مستعمل ہے -

(دولة عثمانيه كا كروزر: حميديه)
جس نے باوجود کہنگي و شکستگي کے گذشته جنگ بلقان میں حیرت انگیز کارنامے یادگار چھوڑے

سینٹی میٹر تھا - وہ فی گھنٹه ۲۱ میل بحري یا اس سے بھي زیادہ مسافت طے کرسکتے ھیں -

(امریکه)

امریکه نے سنه ۱۹۰۶ ع سے سنه ۱۹۱۲ ع تک کي مدت میں ۱۲ نئے جہاز تیار کراے ' ان میں سے آٹھ جہازوں میں جو بڑي بڑي توپیں لگائي گئي تھیں ' ان کے دھانوں کا قطر ۳۰ - سینٹي میٹر تھا - لیکن چار جہازوں کي توپوں کا نکل جانے والا دھانه ۳۵ - سنٹي میٹر کي وسعت رکھتا تھا - شرح رفتار فی گھنٹه ۲۰ میل بحري سے لیکر ۲۱ میل بحری تک ہے -

(جاپان)

جاپان بھي اس میدان میں اپنے حریفوں سے پیچھے نه رھا - اوسکے جدید جنگي جہازوں میں دو جہازوں پر جو توپیں قائم کیگئي تھیں ' اونکا قطر ۳۰ سنٹي میٹر ' اور طاقت رفتار في گھنٹه ۲۰ میل بحري تھي ' لیکن پانچ جہازوں کي توپوں کا قطر ۳۶ سنٹي میٹر تھا ' اور شرح رفتار في گھنٹه ۲۷ میل تھي - ان کا انجن ۸۶۰۰۰ گھوڑوں کي طاقت کا ہے - لیکن پانچویں جہاز کي رفتار ابھي تک متعین نہیں ھوسکي ہے -

(اٹلي)

اٹلي نے بھی سنه ۱۹۰۹ سے لیکر سنه ۱۹۱۲ ع تک جنگی جہازوں کي تیاري میں سرگرم زندگي بسر کي - چنانچه اوس نے اس مدت میں ۶ ڈریڈ ناٹ بنائے ' جنکي مقدار رفتار في گھنٹه ۲۳ میل سے لیکر ۲۵ میل بحري تک ہے -

(اسٹریا)

اسٹریا نے بھي سنه ۱۹۱۰ ع میں ڈریڈ ناٹ کے نمونه پر چار جہاز بنواے ' جن میں سے ھرایک پر ۱۲ عظیم الشان توپیں ۳۰ سنٹی میٹر قطر کي لگائي گئي تھیں ' اور شرح رفتار فی گھنٹه ۲۰ میل بحري تھي -

(سپر ڈریڈ ناٹ)

لیکن ڈریڈ ناٹ کے علاوہ جنگي جہازوں کي ایک خاص قسم اور بھي ہے ' جسکو " سپر ڈریڈناٹ " کہا جاتا ہے - اس قسم کے جہاز ڈریڈ ناٹ سے بھي بڑے ھوتے ھیں اور ان پر جو توپیں لگائي جاتي ھیں وہ پہلے سے بھي زیادہ عظیم الشان ھوتي ھیں - انکی مقدار رفتار بھي ڈریڈ ناٹ سے کچھ زیادہ ہے -

سلطنت برطانیه نے اپني بحري طاقت کي نمایشگاہ میں اس قسم کے ۲۱ - جہاز نمایاں کیے ھیں جو سنه ۱۹۰۹ ع سے سنه ۱۹۱۳ ع تک میں تیار ھوے ' اور اس سال اس وضع کے ۵ جہاز اور بھي تیار ھونے والے ھیں ' ان میں سے ۱۶ جہازوں کے اندر جو بڑي بڑي توپیں ھیں ' اونکا قطر ۳۳ سنٹي میٹر کا ہے ' اور پانچ جہازوں کي توپوں کا قطر تو ۳۸ تک پہونچ گیا ہے - انکي شرح رفتار مختلف ہے ' جو فی گھنٹه ۲۱ میل بحري سے شروع ھوکر ۲۸ میل بلکه ۳۰ میل بحري تک پہونچ جاتي ہے - جن توپوں کے دھانے کا قطر ۳۸ سنٹي میٹر کا ہے ' وہ ۱۹۵۰ رطل کا وزني گوله پھینک سکتي ھیں ' لیکن جن توپوں کا دھانه ۳۳ ہے ' وہ ۱۴۰۰ رطل کا وزني گوله پھینکتي ھیں -

اس قسم کے جنگي جہاز نہایت عظیم الشان ھوتے ھیں چنانچه مشہور انگریزي جہاز " الیزبتھه " کا طول ۶۵۰ انچ ' عرض ۹۴ - انچ ' اور بلندي ۳۳ سنٹي میٹر ہے

(دولت عثمانیه)

دولت عثمانیه کي جدید بحري طاقت جن تازہ ترین عظیم الشان جنگی جہازوں کے مجموعہ سے عبارت ہے ' اونکا نام رشادیه ' عثمان اول ' اور فاتح ہے - رشادیه گذشته ستمبر میں دریا میں ڈالا گیا - اوسکے اندر ۲۳ هزار ٹن کي گنجایش ہے ' اور شرح رفتار فی گھنٹه ۲۱ میل بحري -

عثمان اول وھي جہاز ہے جسکا پہلا نام ریوجانیرو تھا ' اور جسکو دولت عثمانیه نے برازیل سے خریدا تھا - وہ گذشته سال ۲۲ جنوري کو سمندر میں ڈالا گیا - اوسکے اندر ۲۷۵ ٹن کے وزن کي وسعت ہے اور مقدار رفتار في گھنٹه ۲۲ میل ہے - اوس میں ۱۴ توپیں ھیں جنکا قطر ۳۰ سنٹي میٹر کا ہے -

" فاتح " ابھي دریا میں نہیں ڈالا گیا ' بلکه دولت عثمانیه نے کارخانه کو اوسکے تیار کرانے کا حکم دیا ہے -

پہلے اور دوسرے جہاز لندن میں مکمل و مسلم کیے جارہے تھے اور مملکت عثمانیه کا ھر فرد انکے ورود کا مجنوں وار مشتاق تھا - لیکن افسوس که جنگ یورپ کے چھڑ جانے کي وجه سے حسب قانون یورپ ' انگلستان نے ان دونوں پر قبضه کرلیا ' اور اسطرح دولة عثمانیه کي نئي بحري قوت کے تمام مواقع مسدود ھوگئے !

دولت عثمانیه نے ارمسٹرانگ اور ویکرز کے کارخانوں کو ۶ تباہ کن کشتیوں (ڈیسٹرائر) اور دو لائٹ کروزروں کے

دولة علیه کا نیا ڈریڈناٹ " رشادیه " جو بالکل طیار ھوچکا تھا اور ساحل بوسفورس پر جانے کیلیے مستعد تھا که جنگ یورپ چھڑ گئي اور انگلستان نے اسے اپنے لیے روک لیا

الســبــق فــي الصحـــافــة

مــوجــودہ فــن صحـــافـة

نامۂ نگاران جنگ کی مسابقت

دنیا کے ایک بد قسمت حصے میں آتش جنگ بھڑکتي ہے ' خون کے چھینٹے اوڑتے ہیں' تلواریں بجلیوں کي طرح چمکتي ہیں' توپیں رعد آسا گرجتي ہیں' لیکن تمام دنیا میں اس برق و باد کے طوفان کي لہریں نہیں پھیل سکتیں - اسلیے اگر نامہ نگاران جنگ کي سرخ پنسل دنیا کو یہ خونین منظر نہ دکھاتي ' تو مقتولین جنگ کے ساتھہ یہ واقعات بھي زمین کے نشیب و فراز میں دفن ہوجاتے -

مشرق میں فن صحافۃ ابھي ترقي کي ابتدائي منزل میں ہے' ہمارے جرائد و مجلات کو ابھي تک اون خبروں کے توزیع و تقسیم کا بھي سلیقہ نہیں آیا جو یورپ کے اخبارات ہمارے لیے فراہم کرتے ہیں' لیکن یورپ کي حالت مشرق سے بالکل مختلف ہے - یورپ نے دنیا کے سامنے جد و جہد کا جو وسیع میدان عمل کھولدیا ہے ' یورپ کے ہر کام میں جو حسن ترتیب اور سنجیدگي پائي جاتي ہے' فن صحافہ میں بھي اسکا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے -

یورپ کے نامہ نگار اور ایڈیٹر خبروں کے حاصل کرنے ' اونکو پائہ تحقیق تک پہونچانے ' اور اونکے شائع کرنے میں جو کد و کاوش اور دوڑ دھوپ کرتے ہیں ' اوس نے اس فن کی تاریخ میں متعدد دلچسپ واقعات کا اضافہ کردیا ہے - آج کل جب کہ جنگ یورپ کي وجہ سے ہمارے کان ہمیشہ نامہ نگاروں اور ایڈیٹروں کي آواز کي طرف لگے رہتے ہیں' ان واقعات کا ذکر دلچسپی سے خالي نہ ہوگا -

(۱) ٹائمز کے ایڈیٹر جان والٹر اپنے دفتر میں بیٹھے تھے کہ فرانس کي ڈاک سے متعدد فرانسیسي اخبار آئے - ان تمام اخبارات میں وہ تقریر شائع ہوئي تھي جو شاہ لوئس فیلیپ نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت کي تھي - ٹائمز نکل چکا تھا اور اس تقریر کي اشاعت ضروري تھي - مسٹر جان والٹر نے دیکھا تو ایک ایڈیٹر اور ایک کمپوزیٹر بھي دفتر میں موجود نہیں ہے - وہ خود اوٹھے' خود ھي اوس تقریر کا انگریزي میں ترجمہ کیا ' اور خود ھي کمپوز کیا' یہاں تک کہ دو پہر تک ٹائمز کا ایک نیا نمبر چھپکر بازار میں آگیا -

(۲) طرابلس شام میں جہاز وکٹوریا ایک دوسرے جہاز سے ٹکرا کر ڈوب گیا - لندن اور نیو یارک کے تمام اخباروں نے اجمالا اوسکے ڈوبنے کي خبر شایع کی اور قیاساً یہ نتیجہ نکالا کہ بہت سے لوگ ڈوب گئے' لیکن لندن میں ایک امریکن اخبار کا نامہ نگار موجود تھا ' اوسکے پاس مالک اخبار کا تار آیا کہ " فوراً واقعہ کي تفصیل بھیجو " نامہ نگار اور اوسکے اعوان و انصار واقعہ کي تفصیل کے لیے اوٹھے' اور لندن کي ایک ایک گلي چھان ڈالي لیکن کچھہ پتہ نہ چلا - ملله اور اخباروں کے ایڈیٹروں نے اونکي آوارہ گردي کي ھنسي اوڑائي ' تاھم نامہ نگار مایوس نہیں ہوا - اسنے راتوں ھي رات تلغراف بحري کے افسر کے پاس پہونچکر واقعہ کي تفصیل حاصل کرنے کي کوشش کي ' اور اوسکو بہت بڑے معاوضہ کي طمع دلائي - افسر مذکور نے اپني دشواریوں کا اظہار کیا ' لیکن نامہ نگار کا اصرار اور بھي بڑھتا گیا - بالاخر وہ راضي ہوا اور طرابلس کے محکمہ خبر رساني کے نام اس مضمون کا ایک تار بھیجا کہ " جہاز وکٹوریا کے حادثہ کي تفصیل بھیجدیجیے - معاوضہ جو کچھہ ہوگا میں دینے کیلیے تیار ہوں " صبح کو اوس کا جواب آیا : " ہمارے پاس تفصیل نہیں ہے " - اوس نے دوسرا تار دیا : " ایک کشتي کرایہ پر کرلیجیے اور اوسکے ذریعہ تفصیلي واقعہ بھیجدیجیے - میں سوگني معاوضہ دونگا " وہاں سے جواب آیا کہ " پہلے معاوضہ بھیجدو" اوس نے دو گھنٹے تک مختلف بنکوں کے مالکوں سے بذریعہ تار گفتگو کي' اور آخرکار ایک بنک کو اس رقم کے ادا کرنے پر آمادہ کرلیا - غرض اس جد و جہد اور ان بے دریغ مصارف کے بعد چوتھے دن اوسکو واقعہ کي تفصیل معلوم ہوسکي ' اور اوس نے اپنے اخبار کو نہایت شرح و بسط سے روانہ کردي حالانکہ اب تک امریکہ اور یورپ کے کسي اخبار نے یہ تفصیل شائع نہیں کي تھي -

(۳) جنرل بوتھہ اور جنرل دے لاري جب لندن آے ' تو تمام اخباروں کے قائم مقاموں نے اون سے ملنا چاہا لیکن کسیکو ملاقات کا موقعہ نہیں ملا - ایک اخبار کے ایڈیٹر نے نہایت غور و فکر اور جد و جہد کے ساتھہ اونکي ہر نقل و حرکت کا مطالعہ کرکے یہ پتہ لگایا کہ ان میں ایک شخص سوٹ سلانے کیلیے کسي خاص دن ایک درزي کي دکان پر آئیگا - چنانچہ اوس نے اپنے نامہ نگار کو درزي کے پاس بھیجا کہ وہ درزي کي وساطت سے جنرل موصوف کے خیالات دریافت کرکے لاے -

نامہ نگار ٹھیک وقت پر درزي کے پاس پہونچ گیا ' اور اوسکو اپنے مقصد سے اطلاع دي ' درزي نے کہا کہ تم قلم اور کاغذ لیکر دکان کے ایک ملازم کي طرح بیٹھہ جاؤ جب جنرل مذکور آئیگا تو میں اوسکا کپڑا ناپوں گا ' اور اسي حالت میں اون مسائل کے متعلق بھي سوال کرتا جاونگا جنکے متعلق تمکو جنرل موصوف کي راے معلوم کرني ہے - چنانچہ تھوڑي دیر کے بعد وہ آیا ' اور درزي سے ایک سوٹ کے سلنے کي فرمایش کي - درزي نے کپڑا ناپنا شروع کیا ' اور نامہ نگار قلم کاغذ لیکر پہلو میں کھڑا ہوگیا - درزي نے پہلے اوسکا ہاتھہ ناپ کر کہا " ۲۵ " نامہ نگار نے بھي اس عدد کا دوبارہ اعادہ کیا - درزي نے اوسکے ہاتھہ سے کاغذ لے لیا اور جنرل مذکور سے کہا : " دوبارہ ان کاغذات کو اسلیے دیکھہ لیتا ہوں کہ غلطي نہ ہونے پاے " یہ کہہ کر کاغذ کو دیکھا تو اوسمیں لکھا ہوا تھا " مسٹر چمبرلین کے متعلق جنرل موصوف کي راے دریافت فرمائیے ؟ " یہ پڑھکر اوس نے کاغذ نامہ نگار کو دیدیا اور پھر ناپنے میں مصروف ہوگیا ' اسي حالت میں اوس نے جنرل موصوف کي راے دریافت کرلي جسکو نامہ نگار نے لکھہ لیا - پھر درزي نے " ۴۰ " کہا ' نامہ نگار نے بھي حسب دستور اسکا اعادہ کرکے کاغذ کو درزي کے حوالے کیا - ابکے اسمیں لکھا ہوا تھا کہ " لندن کے متعلق جنرل موصوف کا کیا خیال ہے ؟ " درزي نے کاغذ واپس کردیا ' اور اسي طرح بلطائف الحیل ہر مسئلہ کے متعلق جنرل موصوف کا خیال دریافت کرتا رہا - نامہ نگار نے دوسرے دن کے اخبار میں جنرل موصوف کي یہ گفتگو شائع کردي ' جسکو پڑھکر تمام دنیا متحیر ہوگئي -

(۴) عرابي پاشا کے زمانۂ شورش میں جب انگریزي فوج نے مصري لشکر پر فتح پائي' تو اوسوقت مسٹر برل نے ڈیلي ٹیلیگراف کے نامہ نگار ہونے کي حیثیت سے اخبار مذکور کے دفتر میں ایک تار بھیجا - اس میں اجمالاً اس فتح کي خبر دي تھي - اس مضمون کا یہ پہلا تار تھا جو لندن میں پہونچا - اسکے بعد نامہ نگار موصوف نے واقعہ کي تفصیل لکھني شروع کي کہ اجمالي خبر کي طرح تفصیل کے بھیجنے کا فخر بھي سب سے پہلے اسي کو حاصل ہو - اس خیال سے وہ میدان جنگ میں آیا ' وہاں آکر معلوم ہوا کہ انگریزي فوج نہایت تیزي کے ساتھہ قاھرہ کي طرف روانہ ہوگي - وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر قاھرہ پہونچا - وہاں لڑائي کا خاتمہ ہو چکا تھا ' اسلیے فوراً تار کے دفتر میں پہونچا

کرنیل روف بے کمانڈر " حمیدیہ "

جہازوں یا تین "لٹ کروزروں میں منقسم ہے ' جو یورپ میں تیار ہو رہے ہیں -

سلامیس

ان میں پہلے جہاز کا نام سلامیس ہے ' جسکے بننے کا جرمني کے کارخانہ فلکان بستنت کو گذشتہ سال حکم دیا گیا ہے - اسکا وزن ۱۹۵۰۰ ٹن ' اور مقدار رفتار ۲۳ میل بحري ہوگا - اس میں ۸ توپیں لگائي جالینگی جنکا قطر ۱۵ سنٹي میٹر کا بیان کیا گیا ہے -

دوسرا جہاز فرانس کے ایک کارخانہ میں تیار ہو رہا ہے ' جو فرانسیسي جہاز لوربن کي طرز پر بنایا جالیگا - اسکا وزن ۲۳۰۰۰ ٹن اور مقدار رفتار ۲۱ میل بحري ہوگي - اس میں دس توپیں بھي ہونگي جنکا قطر ۳۷ سینٹي میٹر کا ہوگا -

یونان کو تیسرے جہاز کي تیاري میں غالباً انگلستان کے کارخانوں کا ممنون ہونا پڑتا ' لیکن جنگ نے یکایک حالت بدل دي -

ان کے علاوہ حکومت یونان نے ولایات متحدہ امریکہ سے دو جہاز اور خریدے ہیں ' جو سنہ ۱۹۰۴ میں ایک ساتھہ تیار ہوے ہیں ' اور ہر حیثیت سے با ہم ایک دوسرے کے مشابہ و مماثل ہیں - ان میں سے ہر ایک کا وزن ۱۳۰۰۰ ٹن اور مقدار رفتار في گھنٹہ ۱۷ میل بحري ہے -

ان جہازوں کے علاوہ یونان کے محکمہ بحري نے پارلیمنٹ سے چار لائٹ کروزروں کے اضافہ کي اور منظوري بھي حاصل کي تھي ' پہلا لائٹ کروزر وہ ہوگا جو ولایات متحدہ کے کارخانے میں سلطنت چین کے لیے بن رہا تھا ' لیکن یونان نے اوسکو خرید لیا اور اوسکا نام ھلي رکھا - غالباً چند دن ہوے کہ حکومت یونان کي طرف سے انگلستان کو بھي ایک لائٹ کروزر کي فرمایش بھیجي گئي تھي ' لیکن ابھي تک کسی کارخانے کو بقیہ لائٹ کروزروں کے بننے کا حکم نہیں دیا گیا ہے -

یونان کے محکمہ بحري نے ۱۲ تباہ کن کشتیوں (ڈیسٹرویر) کے [illegible] اجازت حاصل کرلي ہے ' جن میں سے چار کے بننے کا [illegible] کے کارخانوں کو دیدیا گیا ہے -

ان کے علاوہ ۶ ڈوب کر چلنے والي کشتیاں اور دس دریائي ہوائي جہاز بھي فرانس اور انگلستان میں تیار ہو رہے ہیں - تے جو یقیناً اب ضبط کرلیے گئے ہونگے -

یونان کا موجودہ بیڑا حسب ذیل جہازوں سے مرکب ہے :

افیروف

آھن پوش جہاز ہے جو سنہ ۱۹۱۰ ع میں دریا میں ڈالاگیا ' اوسکا وزن ۹۹۵۶ ٹن اور مقدار رفتار في گھنٹہ ۲۷ میل بحري ہے - ذخیرہ آلات جنگ میں ۱۲ توپیں ہیں

(۱) ھیدرا	یہ تین جہاز ہیں ' جو حسب ترتیب سنہ
(۲) بسارا	۱۸۸۹ ع ' سنہ ۱۸۹۰ ' سنہ ۱۸۹۱ ع میں دریا
(۳) سیتاسے	میں ڈالے گئے ' اور فرانس کے کارخانہ لا سالی

میں سنہ ۱۸۹۷ اور سنہ ۱۹۰۰ کے درمیان اونکي مرمت ہوئي - ہر ایک کا وزن ۴۸۰۸ ٹن اور مقدار رفتار ۱۶ میل بحري ہے -

(۱) ایتوس	چار تباہ کن کشتیاں (ڈیسٹرویر) ہیں جو
(۲) لیون	سنہ ۱۹۱۱ ع میں دریا میں ڈالي گئیں '
(۳) بررالوس	ہر ایک کا وزن ۹۸۰ ٹن اور مقدار رفتار في
(۴) چارکس	گھنٹہ ۳۲ میل بحري ہے ' اور چار تارپیڈو

کشتیوں اور چار توپوں سے مسلح ہیں -

(۱) توا کرا تورا	یہہ آٹھوں تباہ کن کشتیاں ہیں جو سنہ
(۲) ٹیالا	۱۹۰۶ میں دریا میں ڈالي گئیں -
(۳) سندوني	ہر ایک کا وزن ۳۵۰ ٹن اور مقدار رفتار
(۴) لونکی	۳۰ میل بحري ہے - اونکے الات جنگ
(۵) نیکي	میں متعدد اور مختلف ضخامت کي
(۶) اسپیسیا	تار پیڈو کشتیاں بھی ہیں -
(۷) دورکسا	
(۸) فالوس	

(۱) کور فانوس	یہہ دونوں تباہ کن کشتیاں سنہ ۱۹۱۲ ع
(۲) نیا جنیا	میں دریا میں ڈالي گئیں ہر ایک کا وزن

۷۵۰ ٹن ' اور مقدار رفتار ساڑھے ۳۲ میل بحري في گھنٹہ ہے ' چار توپ اور دو تارپیڈو کشتیوں سے مسلح ہیں -

(۱) دلفن	دونوں ڈوبکر چلنے والي کشتیاں ہیں جو
(۲) ریکیس	سنہ ۱۹۱۱ ' سنہ ۱۹۱۲ ع میں دریا میں

ڈالي گئیں - ہر ایک کا وزن ۴۰ ٹن ' اور ۱۴ میل بحري في گھنٹہ مقدار رفتار ہے ' اور پانچ تارپیڈو کشتیوں سے مسلح ہیں -

ان کے علاوہ چھہ کشتیاں اور بھی ہیں جنکا اب تک کوئي نام نہیں رکھا گیا - وہ گذشتہ سال دریا میں ڈالي گئیں ' ان میں ہر ایک کا وزن ۱۲۵ ٹن اور مسافت رفتار ۲۵ میل بحري في گھنٹہ ہے - وہ متعدد تارپیڈو کشتیوں سے بھي مسلح ہیں -

اس تفصیل سے ظاہر ہوا ہوگا کہ موجودہ عثماني بیڑا ۲۵ جہازوں سے مرکب ہے ' جنکا مجموعي وزن ۴۹۵۷۵ ٹن ہے ' اسکے مقابل میں یونان کا بیڑا ' (ان دو جہازوں کے علاوہ جو اوس نے امریکہ سے خریدے ہیں) ۲۴ جہازوں پر مشتمل نظر آتا ہے جنکا وزن ۳۴۱۵ ٹن ہے ' لیکن في الحقیقت یہ مقابلہ محض ظواھر اور تعداد کا مقابلہ ہے ورنہ یونان کي بحري معدومیت بالکل مسلم ہے کیونکہ ترکي کي طرح اسکے پاس بحري فوج نہیں ہے جو بہتر سے بہتر جہاز میں بھي کام کرسکے -

مذاكرۂ علميه

شـــراب كا اثـــر حيـــوانات پر

(اختبارات جديثه و تجارب جديده كے عملي نتائج)

(اثمهما اكبر من نفعهما !)

شراب كي مذمت مختلف طريقوں سے كي گئي هے - ليكن اسكي مذمت ميں سب سے زياده عام اور متداول فقره يه هے كه " انسان شراب كے نشے ميں انسان نهيں رهتا بلكه جانور بنجاتا هے " ليكن سوال يه هے كه خود جانور بهي شراب كي بد مستي ميں جانور باقي رهتا هے يا نهيں ؟

جديد طبي اختبارات سے ثابت هوگيا هے كه شراب حيوانات كي قوت شعور اور حس و ادراك ميں بهت بڑا انحطاط پيدا كرديتي هے - اسليے وه باغيان احكام شريعت ' جو شراب كے نشے ميں چور رهتے هيں ' في الحقيقت اوسي درجه كے جانور هيں ' جن كے پست درجه كو شراب اور بهي پست تر كرديتي هے : " ان هم " الا كالانعام بل هم اضل سبيلا - وه لوگ بالكل جانور هيں بلكه اون سے بهي گمراه تر !

(بليوں پر تجربه)

حال ميں جديد طبي طريق سے ڈاكٹر كلينٹن هوڈج نے (جو كلارك كي يونيورسيٹي ميں علم الحيات كے پروفيسر هيں) چند بليوں پر اسكا تجربه كيا هے - يه بلياں شراب كي عادت ڈالنے سے پہلے نهايت چست و چالاك اور تنومند تهيں - پهلي بار كے تجربه سے ثابت هوا كه بلياں فطرتاً شراب كي طرف مائل نهيں هوتيں - اس ليے پروفيسر موصوف نے شراب ميں دودهه ملايا جو بليوں كي مخصوص غذا هے ' ليكن بليوں نے اس مخلوط دودهه كي طرف بهي رغبت ظاهر نه كي - ڈاكٹر موصوف نے جبراً اونكو نلكي كے ذريعه پلايا ' ليكن دس هي روز شراب كے نشے ميں گذرے تهے كه بليوں كي حالت اوس آدمي سے بهي بدتر هوگئي جو شراب كے آخري نتائج كا عبرت ناك منظر دنيا كے سامنے پيش كرتا هے - پہلے وه فطرتاً رقيق القلب و نرم خو تهيں - اب اون ميں وحشت و قساوت آگئي - پہلے وه ذكي الحس تهيں ' اب بالكل بليد الطبع هوگئيں - اگر اونكے سامنے ايك گيند پهينك ديا جاتا تها تو حسب دستور قديم اوسكے طرف جهپٹنے كيليے اون ميں كسي قسم كي حركت پيدا نهيں هوتي تهي - چوهے اونكے سامنے سے گذر جاتے تهے ' مگر انهيں خبر تك نهيں هوتي تهيں - كتے اپنا منه اونكے منه ميں ڈالديتے تهے ' مگر اونكو اتنا بهي محسوس نهيں هوتا تها كه يه اونكا قديم دشمن هے - نه تو اچهي طرح بولتي تهيں ' نه دوسري بليوں سے چهل كرتي تهيں - اونكي عقل ' اونكا شعور ' اونكا نشاط اس طرح مفقود هوگيا تها گويا اونكے سر ميں دماغ هي نهيں تها - دس دن كے بعد پروفيسر موصوف نے اعادۂ صحت كيليے اونكي شراب چهڑوادي ' ليكن اونكي برباد شده صحت پهر عود نه كرسكي ! !

(دوسرا تجربه)

ڈاكٹر موصوف نے كتوں پر بهي شراب كا تجربه كيا ' اور نتائج اس سے بهي زياده افسوس ناك صورت ميں ظاهر هوے - چنانچه اونهوں نے چار اسپيني كتوں كو (جن ميں دو نر اور دو ماده نهيں) اسكے ليے انتخاب كيا جو ايك هي دن پيدا هوے تهے - اونهوں نے دو كتوں كو جو نسبتاً زياده قوي اور چاق و چست تهے ' اپنا تخته مشق بنايا ' اور دو كو اونكي اصلي حالت پر چهوڑ ديا تا كه نتائج كے مقابله كا موقعه مل سكے - تجربه سے معلوم هوا كه كتے كي فطرت بهي شراب نوشي سے انكار كرتي هے - آخر كار اونكو بهي جبراً شراب پلائي گئي ' تاهم اسكي مقدار اوس سے كم تهي جو عموماً شراب نوشوں كا روزانه معمول هے - چند هي دنوں ميں وه نتائج ظاهر هونے لگے ' جنكو قرآن حكيم نے آج سے تيره سو برس پہلے ظاهر كرديا تها :

انمـا يريـد الشيـطـان ان يوقع بينكم العداوة و البغضاء في الخمر و الميسر -	شيطان چاهتا هے كه تملوگوں كے درميان شراب نوشي اور قمار بازي كے ذريعه باهم عداوت قائم كرادے -

چنانچه ان كتوں كے پنجرے ميدان كارزار بن گئے ' جن ميں شب و روز معركۂ جدال و قتال گرم رهتا تها - ابتداء برهمي و تند خوئي كا اظهار دونوں شراب نوش كتوں هي كي طرف سے هوتا تها ' ليكن مقابله ميں اون دونوں سے شكست كها جاتے تهے جنكو اس مرض ميں مبتلا نهيں كيا گيا تها - ڈاكٹر موصوف نے جسماني ورزشوں كے ذريعے سے بهي ان كي قوتوں كا موازنه كيا - سو قدم كے فاصلے پر گيند پهينك ديے جاتے تهے ' اور يه كتے جهپٹ كے اونكو اوٹها لاتے تهے ' ليكن متوالے كتے ايك بار بهي گوے سبقت نه ليجا سكے - اور انكے پاؤں شل سے هوگئے !

كتے عموماً دلير هوتے هيں ' ليكن شراب نے ان دونوں كو اس قدر بزدل بنا دياتها كه هوا كي ٹهڑٹهڑاهٹ اور گهنٹي كي آواز سے بهي گهبرا كر بهونكنے لگتے تهے !

شراب كے اثر سے اون ميں روز بروز وهم و خوف كا ماده پيدا هوتا جاتاتها ' يهاں تك كه اكثر اوقات بغير كسي سبب كے بهي بهونكا كرتے تهے -

(شراب كا اثر توالد و تناسل پر)

ڈاكٹر موصوف نے توالد و تناسل كے لحاظ سے بهي اونكا مقابله كيا ' چنانچه اونهوں نے شراب نوش جوڑے كو ايك پنجرے ميں علحده ركها ' اور غير شراب نوش جوڑے كو ان سے الگ كركے دوسرے پنجرے ميں بند كرديا - شراب نوش ماده نے پهلي بار سات بچے جنے ' جن ميں دو مرده تهے - دوسري مرتبه صرف تين بچے پيدا هوے ' جن ميں دو اپني روح كو ماں هي كے پيٹ ميں دفن كر آے تهے - تيسري بار گياره بچے هوے جن ميں دو مرده تهے ' اور چهه جنے كے ساتهه هي مرگئے - تين زنده رهے ' مگر وه بهي نهايت كريه المنظر تهے - چوتهي دفعه تين مرده بچے پيدا هوے ' مگر اس مرتبه ماں كي زندگي كا بهي خاتمه هوگيا - غرض اس ماده كے كل ۲۶ بچوں ميں صرف چار صحيح و توانا تهے - باقي يا تو ماں كے پيٹ هي سے مرده پيدا هوے ' يا پيدا هونے كے ساتهه هي مرگئے - جو زنده رهے ' اون ميں بهي كوئي نه كوئي جسماني عيب ضرور تها -

ليكن غير شراب نوش ماده كے بچوں كي مجموعي تعداد ۴۵ تهي جن ميں ۴۱ بالكل صحيح و سالم تهے !

تار روانہ کرنا چاہا ' لیکن بدقسمتی سے ملازمین دفتر انگریزی زبان سے نا واقف تے اور اسلیے تار بهیجنے سے معذور رہے - مجبوراً نامہ نگار نے اسیوقت ایک گهوڑا مستعار لیا اور اندهیری راتوں میں باغیوں کے درمیان سے گذرتا ہوا مقام قصامیین کی طرف روانہ ہوگیا - جب منزل مقصود تک پہونچنے میں صرف دس میل کا فاصلہ رہ گیا تو گهوڑے نے زمین پر گر کر جان دیدی - اب وہ پیدل چلا اور متصل دو دن کی سواری اور ۱۴۰ میل کی قطع مسافت کے بعد اسکو واقعہ کی تفصیل کے روانہ کرنے کا موقع ملا !

(٥) لندن میں ایک اخبار نویس اور ایک ڈاکٹر کو ایک هی میز پر کهانا کهانے کا اتفاق ہوا - ڈاکٹر نے مختلف ملکوں کی آب و ہوا کے طبی اثرات پر گفتگو کرنا شروع کی - اثناء کلام میں کہا :

" اکثر لوگ هندوستان کی آب و ہوا سے ڈرتے هیں' چنانچہ آج میرے پاس ایک لارڈ آے اور هندوستان کی آب و ہوا کے متعلق مجهہ سے طبی مشورہ لیتے رہے - "

اخبار نویس نے نہایت بے پروائی کے ساتهہ پوچها :

" تو پهر آپ نے کیا جواب دیا ؟ "

ڈاکٹر نے کہا :

" میں نے انکو هندوستان جانے کا مشورہ دیا "

اخبار نویس نے اب اس سے زیادہ پوچهہ گچهہ نہیں کی - اپنے دفتر میں آیا اور فوراً یہہ خبر شایع کردی : " هندوستان کی وائسرائلٹی کا عہدہ فلاں لارڈ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہوں نے اسے قبول کرلیا - "

یہ اس دفعہ نامہ نگار کا محض قیاس تها مگر اس نے جرأت سے کام لیکر اعلان کردیا اور بالکل صحیح نکلا - وہ اس زمانے میں سن چکا تها کہ هندوستان کی گورنر جنرلی کے لیے کسی نئے شخص کا تقرر درپیش ہے - جب ڈاکٹر نے کہا کہ ایک لارڈ نے هندوستان جانے کی نسبت مشورہ کیا ہے تو اس نے قیاس کیا کہ وہ هندوستان گورنر جنرل ہوکر جانے والا ہوگا - پهر جب ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے اسے جانے کا مشورہ دیا تو اسے یقین ہوگیا کہ وہ اب ضرور جایگا - ان تمام حالات سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ " هندوستان کی گورنر جنرلی کا عہدہ اسی لارڈ کو ملا ہے اور اس نے منظور کرلیا ہے ! "

(٦) جنوبی افریقہ میں جب انگریزوں نے بوئروں سے صلح کی تو اسوقت مسٹر اڈگر روس ڈیلی میل کے نامہ نگار ہوکر وهاں گئے تے - اسی زمانے میں مقام جوهنس برگ سے ٥٠ میل کے فاصلے پر وکلاے فریقین کا ایک جلسہ ہوا ' لیکن کسی اخبار کے نامہ نگار کو شرکت کا موقع نہیں دیا گیا تها -

خبروں کے احتساب کا طریقہ بهی نہایت سخت تها ' اور صیغہ احتساب کو مراسلات میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا پورا اختیار حاصل تها - اس لیے کوئی واقعہ اپنی اصلی صورت میں لندن تک نہیں پہونچ سکتا تها - مسٹر روس کا بیان ہے :

" ہم نے باہم بہت سے اصطلاحی الفاظ وضع کرلیے تے جنکا حقیقی مفہوم ان کے ظاہری مفہوم سے بالکل مختلف تها - حسن اتفاق سے صیغہ احتساب نے کان اور سونے کی کانوں کے متعلق ہر قسم کے تجارتی مراسلات بهیجنے کی اجازت دے رکهی تهی' اسلیے تجارتی اصطلاح کے پردے میں پولیٹیکل خبروں کے بهیجنے کا پورا موقع مل سکتا تها - چنانچہ ہم نے تجارتی اصطلاح هی میں سلسلہ مراسلت شروع کیا' اور ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۰۲ ع کو ذیل کے الفاظ میں ایک مراسلہ ڈیلی میل لندن کو بهیج دیا :

" اس زمین کے خریداروں کی جانب سے جس میں سونے کی کان ہے' میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ دونوں فریق پریٹوریا کی طرف روانہ ہوگئے ' جہاں الف بهی بهاؤ چکانے کے لیے پہنچ گئے هیں - مجهکو پورا یقین ہے کہ بیچنے والے بیچنے پر آمادہ هیں " -

لندن میں یہ مصطلحہ تار پہونچا تو اسکا اصلی مطلب سمجهہ لیا گیا اور ڈیلی میل نے اسکو ذیل کے الفاظ میں شائع کیا :

" گفتگوے صلح کی بنا پر میں آپ لوگوں کو اطـــلاع دیتا ہوں کہ ڈیلیگیٹ پریٹوریا کی طرف روانہ ہوگئے هیں - لارڈ الفرڈ ملنر بهی اس غرض سے گئے هیں کہ بہترین شرائط پر انعقاد صلح کرائیں - مجهکو کامل اعتماد ہے کہ بوئر مائل بہ صلح هیں "

ٹرانسوال کی زمین سونے کی کانوں کی زمین ہے - پس نامہ نگار نے انگلستان کی فوج کو " سونے کی زمین کے خریداروں " سے تعبیر کیا - لارڈ الفرڈ کیلیے " الف " لکهدیا جو صلح کیلیے گئے تے اور گویا اپنے مقاصد کا بهاؤ چکا رہے تے - بوئر صلح پر آمادہ تے اسلیے انہیں اپنی زمین فروخت کردینے کیلیے آمادہ ظاهر کرنا نہایت صحیح استعارہ تها - خبروں کے محتسبوں نے اس تار کو محض ایک تجارتی تار سمجهکر نہیں روکا' اور اس طرح وقت سے پہلے ڈیلی میل کو صلح کی خبر شائع کرنے کا فخر ملگیا !

نامہ نگار مذکور اسکے بعد کہتا ہے :

" اسی طرح میں برابر مراسلات بهیجتا رہا - لیکن صرف لندن تک خبروں کے پہونچانے کیلیے یہ طریقہ مفید ہوسکتا تها - اصلی اور صحیح ماخذوں سے خبروں کے حاصل کرنے میں اس سے کچهہ مدد نہیں ملسکتی تهی ' حالانکہ یہ کام خبروں کے بهیجنے سے بهی زیادہ اہم تها - اسی غرض سے بعض نامہ نگاروں نے فوجی لباس پہنکر کانفرنس میں گهسنا چاہا' لیکن انکو ذلت کے ساتهہ نکالدیا گیا -

بالاخر میں نے ایک سپاهی سے جو میرا دوست تها مدد لینا چاهی ' اور وہ مجهہ تک وکلاے صلح کے نتائج گفتگو پہونچانے کیلیے آمادہ ہوگیا - راے یہ قرار پائی کہ میں روزانہ جوهانس برگ سے ٹرین پر سوار ہوکر اوس مقـام سے گذرا کرونگا جہاں وکلا اجلاس کررہے هیں' لیکن چونکہ شبہہ کے خوف سے وهاں اوتر نہ سکونگا - اسلیے صرف اشارات کے ذریعہ مجهے نتائج بحث کی اطلاع دی جاے گی -

چنانچہ انهی اشاروں میں سلسلۂ کلام شروع ہوا - ہم نے باہم علامات مقرر کرلی تهیں - جب وہ نیلے رنگ کے رومال کو هلاتا تها تو میں سمجهتا تها کہ گفتگوے صلح موقوف ہوگئی - سرخ رومال کی حرکت سے معلوم ہوتا تها کہ صلح قریب ہے - سفید رومال کی جنبش انعقاد صلح کی خبر دیتی تهی - چنانچہ اسی غرض کیلیے هزاروں بار جوهانسبرگ سے اس مقام تک کا سفر کرنا پڑا - بالاخر ایک دن میں نے ریل کی کهڑکی سے جهانکا تو اپنے دوست کے هاتهہ میں سفید رومال هلتے ہوے دیکها - اوسیوقت میں نے ڈیلی میل کو تار دیدیا :

" میں نے ٹرانسوال کی کانوں کے حصوں میں سے تمهارے لیے هزار حصے خریدے " یعنی ٹرانسوال کی سرزمین هاتهہ آگئی اور صلح کا انعقاد ہوگیا !

لیکن یورپ کے نامہ نگار اور ایڈیٹر جس طرح نہایت تحقیق و جانفروشی کے ساتهہ واقعات کا مواد فراہم کرسکتے هیں' اوسی طرح انکو واقعات کے مسخ کرنے کی بهی قدرت حاصل ہے - چنانچہ ٹرکی اور چین کی لڑائیوں میں اسکا بارہا تجربہ ہوچکا ہے' اور ایک عظیم الشان نیا تجربہ همارے سامنے ہے - اس مرتبہ جنگ یورپ میں خبروں کی بندش کا ایسا شدید انتظام کیا گیا ہے کہ آجتک کسی لڑائی میں ایسا نہیں کیا گیا - نامہ نگاروں کا وجود بالکل بیکار ہوگیا ہے - اور خبروں کے معلوم کرنے کا صرف ایک هی ذریعہ سرکاری محکمۂ احتساب اخبار ہے' جو اگر خبر دینے کی جگہ نہ دے تو یہ دنیا کی حقیقت طلبی کیلیے زیادہ بہتر ہوگا !

لیکن شراب کی مضرت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ خود جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی - اسکا اصلی نقصان یہ ہے کہ دوسری غذاؤں کو بھی جزو بدن نہیں ہونے دیتی - چنانچہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھانا کھانے کے بعد ایک شخص سے کوئی بوجھہ اوٹھوایا جائے تو وہ اوسکو متعدد بار اوٹھا سکیگا ' لیکن اگر کھانے کے ساتھہ اوسکو شراب بھی پلا دی جائے تو اوسکے جسم کی قوت کم ہوجائیگی ' اور وہ اوس بوجھہ کو متصل کئی بار نہ اوٹھا سکیگا -

اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ طبیعت ہمیشہ مرغوب چیزوں کی طرف توجہ کرتی ہے ' اسلیے جب غذا کے ساتھہ شراب پی لی جاتی ہے تو تمام قواے طبیعیہ شراب ہی کے کیف و سرور میں رقص مستانہ کرنے لگتے ہیں ' اور اپنے وظائف ضروریہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غذا غیر منہضم رہ جاتی ہے اور جزو بدن نہیں ہونے پاتی - شراب میں بجاے خود ایسے اجزاء غذائیہ موجود نہیں ہیں جو اس کمی کا بدل ما یتحلل ہوسکیں ' اسلیے تمام نظام جسمانی دفعتاً کھوکھلے درخت کی طرح گر پڑتا ہے اور اعصاب کے ریشے باہم ایک دوسرے سے اوکھڑ جاتے ہیں !

احادیث کے اشارات و کنایات سے بھی شراب کی عدم غذائیت پر استدلال کیا جاسکتا ہے - یہ مسلم ہے کہ انسان کی فطری غذا دودھ ہے جو نہایت مفید اجزاے غذائیہ سے مرکب ہے - شب معراج میں حضرت جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیمہ کو ممتحن کرنے کیلیے دو پیالے پیش کیے تھے : ایک شراب کا ' دوسرا دودھہ کا - آپنے دودھہ کا پیالہ لے لیا ' اسپر حضرت جبریل نے فرمایا کہ آپ دین فطرت پر ہیں - یعنے اوسی چیز کو آپنے انتخاب کیا ہے جو فطرتاً اجزاے غذائیہ کا بہترین مجموعہ ہے -

جب بلی اور کتے کی فطرت شراب سے اباء کرتی ہے ' تو اوسکے غذاے غیر فطری ہونے میں کسکو کلام ہوسکتا ہے ؟ فطرت صرف اصلح کا انتخاب کرتی ہے ' اسلیے یہ فطری انکار اس بات کی دلیل ہے کہ شراب نوع انسان کیلیے غذاے صالح نہیں ہے !

حـادثـــه ادبـیـه عـربـیـه

جـــارج زیـدان

[سابق] ایڈیٹر الهلال - مصر

مصر کی پچھلی ڈاک کی ایک اطلاع محزن ' جارج زیدان ایڈیٹر الهــلال مصر کا انتقال ہے -

جارج زیدان کا اصلی وطن شام ہے - سنہ ۱۸۶۱ع میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد کلیۂ سوریہ (سوریا کالج) میں داخل ہوگیا یہ موجودہ عہد کی ایک بہت بڑی مشرقی درسگاہ ہے ' اور تمـام ممالک اسلامیہ میں حتی کہ خود دار الخلافۃ قسطنطنیہ میں اس سے بہتر تعلیم جدید کا انتظام نہیں - اسی درسگاہ میں اس نے عربی اور ترکی کے علاوہ انگریزی اور فرنچ زبان کے علوم و ادبیات کو بھی حاصل کیا -

وہ غالباً سنہ ۱۸۷۹ع میں پہلی بار مصر آیا اور عربی زبان میں ایک سو ناول اور معمولی درجہ کی چند تاریخیں لکھیں - نرسن لاج کی تاریخ ' مصر اور انگلستان کی مختصر تاریخیں سید مہدی سوڈانی کے متعلق ایک ناول (اسیر المتمهدی) غالباً اسی عہد کی تصنیفات ہیں -

اس زمانے میں مصر سے متعدد اخبارات نکلتے تھے ' لیکن " المقتطف " کے سوا کوئی علمی رسالہ شائع نہیں ہوتا تھا - جارج زیدان نے " البصیر " نامی ایک ہفتہ وار اخبار میں بعض علمی مضامین لکھے ' اور وہ اسقدر مقبول ہوے کہ ادارۂ البصیر نے ایک خاص ماہوار رقم معاوضہ میں دینے کیلیے منظور کرلی - اس واقعہ سے اسکی ہمت بڑھی اور سنہ ۱۸۹۲ع میں الهــلال جاری کردیا -

الهلال " المقتطف " کی طرح اعلی درجہ کا علمی رسالہ نہ تھا - اسمیں ابتدائی قسم کے ادبی مضامین (لائٹ لٹریچر) اور عام تاریخی و سیاسی معلومات اور تراجم و فوائد کا حصہ زیادہ ہوتا تھا - اسلیے عــام طور پر پسند کیا گیا اور روز بروز اسکی اشاعت بڑھنے لگی - سنہ ۱۸۹۵ع میں اسکا خاص پریس بھی قائم ہوگیا ' اور رفتہ رفتہ کتابوں کی اشاعت و تراجم کے بھی متعدد سلسلے شروع کیے گئے - عربی زبان کی انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارف) کی دسویں جلد سلیمان بستانی مرتب کر رہے تھے - انھوں نے اسکی اشاعت بھی الهــلال پریس کے متعلق کردی ' اور ۱۰ سے ۱۳ - جلدوں تک کی اشاعت کا اسے موقعہ ملا - اس طرح الهلال پریس کو بہت جلد شہرت ہوگئی - گذشتہ سال مجھے ایک خط میں لکھا تھا کہ " آجکل الهلال کی اشاعت انیس ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے " !

الهلال کی ۲۲ جلدیں اس نے مرتب کیں - تاریخ اســلام کے ناولوں کے ۱۵ نمبر شائع کیے ' تاریخ و تمدن و علوم عربیہ کے متعلق ۸ کتابیں لکھیں ' عام تراجم و علوم پر بھی تقریباً آٹھہ دس چھوٹے بڑے رسالے موجود ہیں ' یہ تمام ذخیرہ اسکے لیے کافی ہے کہ اسکی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کیا جاے ' اور اسکے وجود کو موجودہ عربی زبان کے ممتاز اہل قلم میں جگہ دی جاے - اسکی علمی خدمات اگرچہ ابتدائی قسم کی تھیں اور شرف تحقیق و علو فکر و حسن اخذ و ترتیب سے اسکی تمام تصنیفات خالی ہیں ' تاہم اس نے کامل ایک چوتھائی صدی تصنیف و تالیف میں بسر کی ' اور عربی زبان میں ترجمہ و اقتباس سے ایک بہت بڑا ذخیرہ ادبیات علمیہ کا فراہم کردیا - پس وہ یقیناً موجودہ عہد کا ایک ممتاز مشرقی اہل قلم تھا ' اور اسکی وفات سے عربی زبان اپنے ایک بہت بڑے مستعد مسیحی خادم سے محروم ہوگئی ہے !

ہم آیندہ نمبر میں کسی قدر تفصیل کے ساتھہ مطبوعات الهلال پر اپنی راے ظاہر کرینگے ' کیونکہ اس نمبر میں زیادہ گنجائش نہیں ہے -

(نتائج تجارب)

ڈاکٹر موصوف نے ان کتوں کے تجارب سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو شخص جسقدر قوي اور جست و چالاک هوگا ' اوسي قدر شراب کی مضرت کا اثر اوس پر زیادہ پڑے گا - اس بنا پر اونلوگوں کو شراب سے قطعاً احتراز کرنا چاهیئے جو لوگ اس قسم کے مشاغل میں مصروف رهتے هیں جن میں قوت و نشاط کي زیادہ ضرورت هوتي ہے - حالانکہ اکثر لوگ قوت و نشاط کے بڑھانے هي کے حیلے سے شراب نوشي کي ابتداء کیا کرتے هیں !

اسلام ایک دین الہي و فطري ہے - فطرت کے قوانین کے انکشاف کے ساتھہ اوسکے اسرار و مصالح بھي روز بروز نمایاں هوتے جاتے هیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ هملوگ سرد ملک کے رهنے والے هیں اور اعمال شاقہ میں مصروف رهتے هیں ' همکو حرارت اور قوت و نشاط کي زیادہ ضرورت ہے ' اسلیے هملوگ گیہوں کي شراب پیتے هیں - آپنے فرمایا کیا وہ نشہ آور ہے ؟ اونہوں نے کہا " هاں " آپنے سختي کے ساتھہ اونکو ممانعت کردي -

جدید طبي تحقیقات آج حرف بحرف اسکي تائید کرتي ہے انسان کے نظام عصبي پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے ' اوسکا بھي مختلف طریقوں اور مختلف آلات سے تجربہ کیا گیا ہے -

(جهاز عصبي اور الکحل)

انسان اپنے اعضاء میں سب سے زیادہ دھنے هاتھہ کی انگشت شہادت سے کام لیتا ہے - ایک اطالي عالم نے ایک عجیب و غریب آلہ ایجاد کیا ہے - جب وہ هاتھہ میں لگادیا جاتا ہے تو هاتھہ کي حرکت کو بالکل روک دیتا ہے - صرف انگشت شہادت کھلي رهتي ہے ' اور آلہ کي قوت مانعہ کا اوسپر کوئی اثر نہیں پڑتا - اسلیے اوسکي حرکت سے بآساني اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شراب کا اثر اس انگلي کے عضلات پر کسقدر پڑتا ہے ؟

چنانچہ مختلف تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ شراب اسکی قوت میں نمایاں کمي پیدا کر دیتی ہے - ایک شخص کو پہلے تروین کھلا کر (۱) ایک کیلو گرام (۲) کا بوجھہ اوٹھوایا گیا - اسکے بعد اوسی شخص کو شراب پلا کر یہی تجربہ کیا گیا - نتیجہ میں سخت اختلاف نظر آیا - تروین کھانے کے بعد وہ متعدد بار اس بوجھہ کو اوٹھا سکتا تھا ' لیکن شراب پینے کے بعد اس میں دفعتاً کمی آگئی - اس سے صاف ثابت هوتا ہے کہ اگر شراب میں تروین جتني بھي قوت هوتي تو نتائج میں اس قدر اختلاف نہ هوتا -

(قواء عقلیہ پر اُسکا اثر)

عام اعصاب دماغي پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے ' اوسکے شواهد بھي بکثرت هیں - عام خیال یہ ہے کہ شراب قواے دماغي میں اشتعال ' رواني ' اور تیزي پیدا کردیتي ہے - لیکن علمي تجارب اسکی تائید نہیں کرتے - ایک شخص کو ایک سادہ حساب دیدو (مثلاً جمع کرنا) وہ ان اعداد کو جتني دیر میں جمع کرے ' اسکو محفوظ رکھو - پھر اوسي شخص سے شراب پلا کر انھي اعداد کو جمع کراؤ - تم کو اوقات کي نسبت میں نمایاں اختلاف نظر آئیگا - یعني دوسري صورت میں بہ نسبت پہلي صورت کے زیادہ دیر لگیگي اور یہہ انحطاط قواے عقلیہ کي کھلي دلیل ہے -

اس سے بھي واضح تر مثال یہہ ہے کہ حالت صحت عقل میں ایک شخص سے اوسکے گھر کا تصور کراؤ (مثلاً) - اوسکا گھر مختلف چیزوں کا مجموعہ هوگا : خاندان ' بي بي ' بچے ' گھوڑے ' میز ' کرسي ' وغیرہ ' اسلیے اوسکو گھر کے ساتھہ ان تمام چیزوں کا تصور بھي لازمي طور پر کرنا پڑیگا ' کیونکہ گھر انھي اجزاء کے مجموعہ سے عبارت ہے - اب ان تمام خانگي اسباب کي (جو گھر کے تصور کے ساتھہ اوسکے ذهن میں آئے هیں) ایک فہرست مرتب کرلو ' پھر اوسی شخص کو شراب پلا کر ۱۲ گھنٹے کے بعد اسي قسم کا تجربہ کرو - تمکو متواتر تجربوں کے بعد دونوں حالتوں میں محسوس فرق نظر آئیگا - پہلي حالت میں گھر کي تمام چیزیں نہایت تیزي اور خاص ترتیب و نظام کے ساتھہ اوسکے ذهن میں آئینگي ' لیکن دوسري صورت میں نہ تو یہہ حسن نظام قائم رهیگا ' نہ اس دفعي انتقال ذهني کي شان نظر آئیگي !

(شراب اور علم الجراثیم)

انسان مختلف خطرات میں گھرا هوا ہے ' لیکن قدرت نے اوسکے اندر مختلف قواے دافعہ پیدا کردیے هیں جو ان خطروں مقابلہ کرتے رهتے هیں - انساني زندگي اسي کشمکش کا نتیجہ ہے ' لیکن انسان میں امراض متعدیہ (ایک سے دوسرے کو لگنے والے امراض) کے مقابلہ کرنے کي جو قوت ہے - شراب اوسکو بالکل فنا کردیتي ہے ' پروفیسر منتي گوف نے اپنے تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ انسان کے خون میں بہت سے سفید رنگ کے جراثیم هوتے هیں - وہ امراض متعدیہ کي مدافعت کرتے هیں ' اور شراب دفعتاً ان جراثیم کو هلاک کردیني ہے - اسلیے امراض ساریہ و متعدیہ کي مقاومت کے لیے اور مہلک کیڑوں کے دفع کرنے کے لیے فطرت نے جو فوج همارے جسم کے اندر مرتب کردي ہے ' شراب کا پہلا تباہ کن حملہ اوسي پر هوتا ہے اور اسے برباد کر دیتا ہے -

(شراب اور قواء جسماني)

لیکن یہ تمام نتائج ایک دوسرے اصول کے هیں - اصل سوال یہ ہے کہ شراب میں اجزاے غذائیہ هیں یا نہیں ؟ اگر وہ اجزاء غذائیہ کی کافی مقدار رکھتی ہے ' تو یقیناً وہ تمام غذاوں کي طرح جسم کی قوت کے بڑھانے کا سبب هو سکتي ہے - لیکن یقیني اختبارات نے اسکا بھي مایوسانہ جواب دیا ہے - پروفیسر ولیم اٹارٹر نے (جو موجودہ زمانے کا بہت بڑا کیمیادان ہے) ایک صندوق تیار کیا ہے جس سے غذا کے انفعال طبیہ کا تجربہ کیا جا سکتا ہے - چنانچہ آدمي کو اگر اس صندوق میں بند کردیا جاے ' تو یہ معلوم هوجاتا ہے کہ غذا کا کسقدر حصہ جزو بدن هوا ' اور کس قدر فضلہ بنکر نکل گیا ؟ شراب کی غذائیت کا اس آلہ کے ذریعہ سے تجربہ کیا گیا تو معلوم هوا کہ وہ اپنے اندر غذائیت کي کافي مقدار رکھتي ہے ' اور اوسکے سو حصوں میں سے ۹۸ حصہ جزو بدن هوتا ہے -

جو لوگ انسداد شراب نوشي کے حامي تھے ' وہ اس تجربہ سے سخت گھبرا گئے ' لیکن بعد کو خود پروفیسر مذکور کي تشریح سے معلوم هوا کہ وہ روٹی ' گوشت ' اور عام غلوں کي سي غذائیت نہیں رکھتی - یعنے وہ تحلیل کیمیاوي کی رو سے مختلف اجزاء نباتیہ و معدنیہ پر مشتمل نہیں ہے جو جسم کو لگتے هیں اور اُسکي قوت کو بڑھاتے هیں جیسا کہ تمام غذاؤں میں ان اجزاء کا کافي ذخیرہ هوا کرتا ہے - بلکہ وہ ایک غذاے ناقص یا صرف ایک هي قسم کی غذا ہے - بالخصوص اوس سے اعصاب کے ریشوں کي تولید تو بالکل هي نا ممکن ہے ' کیونکہ یہ ریشے نیٹروجن اور دوسرے معدني اجزاء سے بنتے هیں ' مگر شراب میں ان اجزاء کا وجود نہیں پایا جاتا -

(۱) ایک غذا ہے جو عموماً مریضوں اور ضعیفوں کو دیجاتي ہے -

(۲) کیلو گرام فرانس کا سیر ہے جو ۸۵ تولے سے کچھہ زیادہ کا هوتا ہے - هندوستان میں پکا سیر ۸۰ تولے کا سمجھا جاتا ہے -

سرجان جیلیکو امیرالبحر برطانیہ

سرجان فرنچ - سپہ سالار افواج بریہ برطانیہ

مشاهیر افواج بریہ فرانس و المان

جنرل ژوفرے

سپہ سالار افواج بریہ فرانس

" امن کا دماغ ایک ایسے حفاظت کرنے والے کتے کے لیے نہایت عمدہ ہے جو اگرچہ ہمیشہ خاموش رہتا ہے' لیکن ساتھہ ہی وقت پر کاٹ کھانے کے لیے بھی مستعد رہتا ہے " -

یہ وہ مختصر فقرہ ہے جسمیں ایک بہت بڑے نقاد نے جنرل ژوفرے کے تمام کریکٹر کا لب لباب بیان کردیا ہے -

فرانس کو امن کے زمانہ میں ایک وسیع فوج کی کمان لینے کے لیے اور اس سے زیادہ ہم موقع بعدی خارجی یا داخلی حملہ کے وقت فوج اور ملک کی حفاظت اور ایک فوج گراں سے کام لینے کے لیے ایک خاص قسم کے آدمی کی ضرورت تھی - اس میں کوئی شک نہیں کہ جنرل ژوفرے اسی طرح کا آدمی ہے -

جنرل ژوفرے اپنے باطنی اخلاق کی طرح اپنے چہرہ کے ظاہری شمائل میں بھی رعب و تاثر کی قوت رکھتا ہے - اسکا بالائی لب' گھنی' لمبی' سفید' اور سپاہی کے شایان شان موچھوں سے مستور ہے' جنکے نیچے اسکے سفید براق دانت تبسم کے وقت برق کی طرح چمکتے ہیں - اسکی ناک اگرچہ مختصر ہے مگراسکے ساتھہ ہی موٹی اور بھاری ہے' اور اسطرح اسکے اختصار کی تلافی ہوگئی ہے - اسکی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی صاف آنکھوں سے اسطرح بغور اور خوفناک طور پر دیکھتا رہتا ہے' گویا وہ نظروں کو اس شے کے پار کردینا چاہتا ہے جسکو وہ دیکھہ رہا ہے !

جنرل ژوفرے سنہ ۱۸۵۲ ع میں پیدا ہوا - وہ ابھی ۱۸ سال ہی کا تھا اور اسکی فوجی تعلیم ہو رہی تھی کہ جنگ فرانس و جرمنی کی آگ شعلہ زن ہوگئی - اسنے تعلیم موقوف کردی اور سکنڈ لفٹننٹ بنا دیا گیا - نو عمر ژوفرے اسوقت توپخانہ میں تھا جس نے محاصرۂ پیرس کے زمانے میں پیرس کی مدافعت کی تھی -

جنرل ژوفرے نے مشرق اقصی کے معرکہ ٹونکن میں اس حالت کے ساتھہ قلعے بنائے ہیں ' جبکہ چینی فوجوں کے آتشین گولے براہ راست اس پر آگ برسا رہے تھے !

اس جانبازانہ کار نامہ کے بعد وہ فرنچ انڈو چائنا میں بھیجدیا گیا - یہاں بھی اس نے تین جنگیں کیں - آخر میں پیرس واپس آنے سے قبل اسے مقام ٹمبکٹو میں اپنے وطن کی سرگرم خدمت انجام دینی پڑی -

جنرل ژوفرے اس داخلی پیچیدگی کے بعد فرنچ سپاہ کا سپہ سالار عام بنا دیا گیا جسکی وجہ سے فرانس کی جنگی مجلس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا - سنہ ۱۹۱۱ع میں (جب تک کہ وہ کمانڈرانچیف نہیں بنایا گیا تھا) فرنچ سپاہ کا کوئی کمانڈرانچیف نہیں تھا - صرف ایک جنگی مجلس اس غرض کیلیے قائم تھی -

مونس کی مجلس وزارت پر یہ حملہ کیا گیا کہ اس نے قومی مدافعت کے اہم ترین کام کو نظر انداز کر دیا ہے - وزیر جنگ جنرل گونرین نے کہا کہ جب تک جنگ نہ چھڑ جائے ' اسوقت تک کسی خاص شخص کے متعلق سپہ سالار عام ہونے کا فیصلہ کرنا دانشمندی کے خلاف ہے -

اس تجویز کی منظوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ مونس کی مجلس وزارت ٹوٹ گئی کیونکہ اخبارات نے اس جواب کا مضحکہ اڑایا اور نہایت سختی سے نکتہ چینی کی - بالاخر موسیو کایو نے نئی مجلس وزارت ترتیب دی اور موسیو میسمی وزیر جنگ قرار پائے -

یہی وہ زمانہ ہے جبکہ جنرل ژوفرے کا انتخاب عمل میں آیا اور اب وہ نپولین کے وطن کی عزت کا تنہا محافظ ہے !!

جنرل وان مولٹک

یہ مشہور شخص آج ۸ سال سے جرمن فوج کے بڑے جنرل اسٹاف کا چیف ہے - اور اس مشہور شخص کا بھتیجا ہے جسکا لقب " اورگنائزر اف وکٹری " (فتح کی تنظیم قائم کرنے والا) تھا اور جس نے موجودہ " فوجی جرمن " کی بنیاد مستحکم کی - یہ جنگ جو جرمنی نے شروع کی ہے اس کا فیصلہ کردیگی کہ " اورگنائزر آف وکٹری " کا یہ بھتیجا اپنے اس مشہور و معروف چچا کے دوسرے لقب ونر آف وار (فاتح جنگ) کا مستحق ہے یا نہیں ؟

یکم جولائی سنہ ۱۹۰۶ع میں وان مولٹک ایک درخشاں سپاہی یعنی کونٹ وان شلی مین کی جگہ جنرل اسٹاف مقرر ہوا - پہلے وہ فوج میں ایک معمولی درجہ پر تھا - لیکن جنگ جرمنی و فرانس میں حسن خدمات کے صلہ میں اسے لفٹننٹی کا عہدہ اور " ائرن کراس " کا تمغہ ملا - اسکے بعد وہ مختلف عہدوں سے گذرتا ہوا سنہ ۱۹۰۲ع میں جنرل لفٹننٹ کے عہدہ پر فائز ہوا - مگر یہ تقرری بنظر استحسان نہیں دیکھی گئی ' کیونکہ خود فوج میں اور اسکے باہر عام طور پر یہ سوال زبانوں پر تھا کہ جس منصب پر " شیلی مین " تھا ' اس پر مولٹک کیسے فائز ہوگیا ؟

لوگ علانیہ کہتے تھے کہ مولٹک کو یہ کامیابی محض قیصر کی نظر توجہہ سے ہوئی - قیصر کی دلی آرزو تھی کہ جرمن فوج کے اس صیغہ میں جو بمنزلہ دماغ کے ہے' ایک بار پھر " مولٹک " کا نام نظر آ جائے جو اس مولٹک کا چچا تھا - قیصر نے پرنس بلو کی علحدگی کے بعد اسے امپیریل چانسلر بنانا چاہا تھا مگر اس نے اس بناء پر انکار کردیا کہ وہ ایک سپاہی ہے - اسلیے اسے ہمیشہ فوجی اور جنگی کاموں کے ساتھہ ہی وابستہ رہنا چاہیے -

یہ وان مولٹک ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جرمنی کی فوج امن کے مصارف میں ۵ کرور پونڈ کا اضافہ ہوگیا -

آج جرمنی کی قسمت کا فیصلہ جن ہاتھوں کی کامیابی و ناکامی پر موقوف ہے ' ان میں سب سے پہلا شخص یہی ہے - تما کرۂ ارضی کی نگاہیں اسکی طرف اٹھی ہوئی ہیں !!

جنرل ران مونٹ کے - سپہ سالار افواج جرمنی

امیر البحر ران ٹر پٹز جرمن وزیر بحریہ

معرض المشاہیر

رؤساء جنگ یورپ

انگلستان ' جرمنی ' اور فرانس کے رجال بحر و بر جو کرۂ ارض کی ہلاکت و تباہی کیلیے مستعد ہوے ہیں !

نائب امیر البحر برطانیہ

سر جان جیلیکو

سر جان جیلیکو کے متعلق عرصہ سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ انگریزی بیڑوں میں ایک بہترین دماغ ہے - اسکا اصلی کمال یہ ہے کہ ماہرانہ معلومات کو سلیقہ شعاری کے ساتھہ اس طرح ملادیتا ہے کہ اس مجموعہ کو بلا مبالغہ نادرہ روزگار کہا جاسکتا ہے -

اسکی یہ مزیت اس سال کی تمام نمایشی جنگوں میں ظاہر ہوچکی ہے -

سر جان جیلیکو آج سے نہیں بلکہ عرصہ سے اپنے حسن خدمات کی وجہ سے مشہور ہے جو اس نے اس جگہ پر انجام دی تھیں ' جس پر اسکا تقرر سنہ ۱۸۷۲ع میں ہوا تھا -

آج سے ۱۸ ماہ قبل یہ خبر عام طور پر مسرت و تشفی کے ساتھہ پڑھی گئی تھی کہ وہ (یعنی سر جان جیلیکو) پرنس لوئس آف بیٹنبرگ کی جگہ سکنڈ سی لارڈ (ایک بحری عہدہ) بنایا گیا ' اور پرنس لوئس آف بیٹنبرگ سر فرانسیس برجمین کے کنارہ کش ہونے کی وجہ سے فرسٹ سی لارڈ قرار پاے -

(اس نے توپخانے کی مدد کیونکر کی ؟)

بیڑے میں گولہ باری و نشانہ بازی کی ترقی کے متعلق بہت کچھہ کہا جاتا ہے - سچ یہ ہے کہ اس تعریف و توصیف کے ایک معقول حصہ کا مستحق سر جان جیلیکو ہے - اگر سر جان جیلیکو کی شرکت نہ ہوتی تو نائب امیر البحر سر پرسی اسکوات اس کار عظیم کو ترقی نہ دیسکتے - سر جان جیلیکو اسوقت ڈائرکٹر آف " نیول اور ڈیننس " تھا - قدرت نے اسکو ایسی طبیعت دی تھی جو نئے نئے خیالات پیدا کرتی رہتی تھی - اسکے ساتھہ ہی اس میں نشاط و سرگرمی بھی تھی - جس کام کو کرتا تھا ' فوراً ' اور پوری مستعدی کے ساتھہ کرتا تھا - ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ خود بہت بڑا قادر انداز تھا -

یہ اسباب تے جنکی وجہ سے انگریزی بیڑے میں توپخانہ نے اسقدر ترقی کی -

جس زمانہ میں " ڈریک " نامی جہاز کی کمان اسکے ہاتھہ میں تھی ' اسوقت اسنے مستعدی و جانفشانی سے ڈریک کو بیڑے بھر میں سب سے زیادہ قادر انداز جہاز بنا دیا تھا - جب وہ ڈائرکٹر آف " نیول اور ڈنینس " ہوا تو اس نے بیڑے کی اولین جنگ آزما صف کی توپوں کو قابل اعتماد بنانے کیلیے ہر ممکن کوشش کی -

(حیرت انگیز تجارب)

سر جان جیلیکو طالب العلمی ہی کے زمانے سے ہونہار معلوم ہوتا تھا - چنانچہ اسی زمانہ میں اس نے " روائل نیوی کالج " میں ۸۰ پونڈ کا ایک گرانقدر انعام حاصل کیا -

اس نے اپنی بحری زندگی کے آغاز ہی میں چند ایسے پر خطر اور قابل ستایش کام کیسے جن کی وجہ سے اعلی افسروں کی نظریں اس پر پڑنے لگیں -

مثلاً ایک دفعہ ایک اسٹیمر ریت میں پھنس گیا اور کسی طرح نکالے نہیں نکلتاتھا - سر جان جیلیکو بےتحاشا اسے نکالنے چلا ' حالانکہ اسوقت پانی میں سخت تلاطم برپا تھا اور موجیں خلاف توقع و عادت بڑھتی تھیں - یہاں تک کہ سر جان جیلیکو کی کشتی الٹ گئی مگر خوش قسمتی سے وہ زندہ بچکر نکل آیا تھا -

اس سے زیادہ حیرت انگیز جراءت اس نے اسوقت کی تھی جب " کیمپر ڈون " نامی جہاز ٹوٹا تھا - اس کا واقعہ یہ ہے کہ انگریزی بیڑے کا موجودہ کمانیر اسوقت نائب امیر البحر " ٹرٹلی اون " کے نشان بردار جہاز کا کمانیر تھا - یہ نشان بردار جہاز " کیمپر ڈون " جہاز سے ٹکرایا اور وہ ٹوٹکے پانی میں غرق ہونے لگا - جسوقت یہ حادثہ پیش آیا ہے ' اسوقت جیلیکو اپنے کیبن میں بیمار پڑا تھا - لیکن جب جہاز الٹا ہے تو اس نے نہایت حیرت انگیز طور پر مسٹر رلیٹ نامی ایک شخص کی اعانت سے اپنے آپ کو پانی ، پر سنبھال رکھا ' اور بالاخر صحیح و سالم نکال آ یا !

اس واقعہ کے چار سال کے بعد وہ اس مہم میں زخمی ہوا جو پیکن کے انگریزی سفارتخانوں کو چھڑانے کے لیے بھیجی گئی تھی - اس مہم میں جو خدمات اس نے انجام دی تھیں ' اسکے صلہ میں چیف اسٹاف آفیسر بنادیا گیا -

سر جان جیلیکو اگرچہ اڈمرلٹی (صیغۂ امیر البحر) میں رہا ہے ' مگر اسکو وسیع عملی تجربہ حاصل ہے - اور بیڑے کی تیاری میں خاص دلچسپی ہے مختلف مواقع پر نمایشی جنگوں میں خود کمان کر چکا ہے -

منجملہ ان کثیر التعداد اعزازات کے جو سر جان جیلیکو کو حاصل ہیں ' ایک اعزاز یہ ہے کہ اسے قیصر جرمنی نے عقاب سرخ کے دوسرے درجے کا تمغہ دیا تھا ' اور ابھی چند ماہ قبل ہی وہ سرکاری طور پر جرمنی بھی گیا تھا اور خود قیصر کا مہمان رہا تھا - مگر حالات کا انقلاب دیکھو ! جو شخص کل تک مہمان تھا ' آج وہ بیڑا لیکے حملہ کرنے چلا ہے

سر جان جیلیکو حال میں دوسرے کروزر اسکوائڈرن کا کمانیر مقرر ہوا ہے -

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ھیں تو اسکی دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ھوگا ' اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں ھرج اور نقصان نہ ھوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ھے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ دو دوائیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ھو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ھوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ھی سے پل میں آپکے پھاڑ ایسے درد کو پانی کردیگی -

قیمت بارہ ٹکیونکی ایک شیشی ۲ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ -

نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک ھی کا پڑیگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۵ و ۶۲ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ھیں کہ ھمارے عرق کے استعمال کے ھر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار ' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ھو ' یا وہ بخار ' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ھو - سردی سے ھو یا گرمی سے - جنگلی بخار ھو - یا بخار میں درد سر بھی ھو - کالا بخار - یا آسامی ھو - زرد بخار ھو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ھو گئی ھوں ' اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ھو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ھے ' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ھے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ھونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی وچالاکی آجاتی ھے - نیز آپکی سابق تندرستی از سر نو آجاتی ھے - اگر بخار نہ آتا ھو اور ھاتھہ پیر ٹوٹتے ھوں ' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاھلی رھتی ھو - کام کرنے کو جی نہ چاھتا ھو - کھانا دیر سے ھضم ھوتا ھو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ھوجاتی ھیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ھوجاتے ھیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ھمراہ ملتا ھے
تمام دوکانداروں کے ھاں سے مل سکتی ھے

المشتہر و پرو پرائٹر
ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

مسیحا کا ... تیل
سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ھی کرنا ھے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ھیں ' اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی کے جب سب چیزوں کی کاٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاھری تکلف کے دلدادہ رھے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ھے ' اور عالم متمدن نمود کے ساتھہ فائدے کا بھی جویاں ھے - بنابریں ھم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ھر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو جانچکر " موھنی کسم تیل " تیار کیا ھے - اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ھی سے مدد لی ھے ' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ھے ' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ھونے میں لاجواب ھے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اگتے ھیں - جڑیں مضبوط ھوجاتی ھیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ھوتے - درد سر ' نزلہ ' چکر ' اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ھے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ھوتی ھے نہ تو سردی سے جمتا ھے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ھے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ھاں سے مل سکتا ھے
قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ھندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ھیں ' اسکا بڑا سبب یہ بھی ھے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ھیں اور نہ ڈاکٹر ' اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ھے - ھمنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ھے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ھزارھا شیشیاں مفت تقسیم کردی ھیں تا کہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ھوجاوے - مقام مسرت ھے کہ خدا کے فضل سے ھزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ھیں ' اور ھم

ھندوستانی دوا خانہ دھلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ھے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ھوچکا ھے - مدھا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ھوئی ھیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ھیں) عالی شان کار و بار ' صفائی ' ستھرا پن ' ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ھوگا کہ :

ھندوستانی دوا خانہ تمام ھندوستان میں ایک ھی کارخانہ ھے -

فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتہ)

منیجر ھندوستانی دوا خانہ دھلی

روزانہ الھلال

چونکہ ابھی شائع نہیں ھوا ھے ' اسلیے بذریعہ ھفتہ وار مشتہر کیا جاتا ھے کہ ایمبرائیڈری یعنی سوزنی کام کے گل دار پلنگ پوش ' میز پوش ' خوان پوش ' پردے ' کامدار چوغے ' کرتے ' رفلی پارچات ' شال ' الوان ' چادریں ' لوئیاں ' نقاشی مینا کاری کا سامان ' مشک ' زعفران ' سلاجیت ' ممیرہ ' جدوار ' زیرہ ' گل بنفشہ وغیرہ وغیرہ ھم سے طلب کریں - فہرست مفت ارسال کی جاتی ھے - (دی کشمیر کواپریٹیو سوسائٹی - سری نگر - کشمیر)

خـــط دریـاے می یـوز

جرمنی اور فرانس کی سرحد مقام لوا نگوے سے لیکے بیلفورٹ تک طول میں ۱۵۰ میل ہے - اس سرحد کے پورے طول میں فرانس نے مدافعت کے لیے بعض ایسے سامان کیے ہیں جنکی نسبت اسے دعوا تھا کہ اگر جرمنی اس جانب سے حملہ کریگی تو خواہ وہ کسی جگہ سے بھی چلے مگر بالکل الجھکے رہجائیگی اور آگے نہ بڑھسکے گی - اس اثناء میں فرانس مہلت سے فائدہ اٹھایگا اور کسیقدر ہٹکے اس کے پیچھے اپنی فوجیں جمع کرلیگا -

لیکن گذشتہ ہفتہ کے اخری اعترافات نے ظاہر کردیا کہ یہ دعوا صحیح نہ تھا

اہل جرمنی کا یہ خیال تھا کہ وہ فرانس کے خط مدافعت کے ہر موقع پر غالب آ سکتے ہیں - اگرچہ یہ خود انکو بھی تسلیم تھا کہ اس قسم کی پیشقدمیاں کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہیں پیدا کرسکتیں - چنانچہ آخری واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ جرمنی کا خیال بالکل صحیح تھا - وہ سرحد فرانس کو عبور کرکے پیرس کی صرف بڑھی ہے '

ان سرحدوں کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوے یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کے جنگی پروگرام کے مطابق فرانس پر روس سے پہلے حملہ ہونا چاہیے -

گذشتہ چند سالوں میں جرمنی کے طرز عمل نے یہ خیال یقین کی حد تک پہنچا دیا تھا کہ وہ بلجیم (اور اگر ضرورت و مصلحت مقتضی ہو تو سوئٹزرلینڈ) کی راہ سے فرانس پر حملہ کرنا چاہتی ہے - چنانچہ جب جنگ شروع ہوگئی تو اس نے بلجیم کی راہ سے فرانس پر فوج کشی کرنا چاہی ' مگر بلجیم خلاف امید دست و گریباں ہوگیا اور غیر متوقع درجہ تک مدافعت کی -

جرمنی کے سامنے دو راہیں تھیں : ایک بلجیم ' دوسری سوئٹزرلینڈ - مگر اسکو معلوم تھا کہ سوئٹزرلینڈ دشوار گزار اور دیر طلب راہ ہے - اسلیے اس نے اپنی سرگرمی کا استعمال زیادہ تر بلجیم ہی کی سرحد پر کیا ' اور اسکی اس دانشمندی سے کوئی انکار نہیں کرسکتا جبکہ وہ باوجود سخت مزاحمتوں کے بلجیم کو فتح کرکے فرانس میں داخل ہوگئی ہے -

اگرچہ اس نے ایسی ریلوے لائنیں بنائی ہیں جو بالکل سوئٹزرلینڈ کی سرحد تک پہنچا دیتی ہیں' مگر بلجیم کی سرحد پر بھی اسے عجیب طرح کی مہلت حاصل تھی - بغیر اخفا اور اہتمام کے اور بلا کسی غیر معمولی کوشش کے اس نے اقدام و ہجوم کی تیاریاں شروع کردی تھیں -

اس نے علانیہ مقام ایکس لاچیپل اور بیزک کے مابین دو عظیم الشان کیمپ بنا لیے تھے - ایک مال میڈے نامی مقام کے قریب ایلسین بارن میں ' اور دوسرا ٹریس سے متصل اسکون فیلڈر ہاف میں -

موجودہ جنگ میں انھی دونوں کیمپوں سے کام لیا گیا ہے - ایلسین بارن کی فوج نے خط می یوز کے خلاف لیشر پر حملہ کیا اور اسکون فیلڈر ہاف کی فوج لکسمبرگ کی طرف سے لوانگوے کی طرف بڑھی جو سرحد فرانس کے استحکامات کا ابتدائی سرا ہے -

سرحدی ریلوے لائن کی طرح ایکس لا چیپل سے سینٹ و تھرنگ نامی مقام تک بھی ایک لائن بن گئی ہے - " ریسمیس " ایلسین بارن کے کیمپ کا جنگشن ہے - ابھی چند سال کی بات ہے کہ یہاں سے ایک لائن تعمیر کی گئی ہے جو سرحد کو عبور کرتی ہوئی استیویلاٹ تک چلی گئی ہے -

اس لائن کے متعلق یہ امر قابل غور ہے کہ یہ لائن اپنے ساتھ کسی طرح کے اقتصادی فوائد نہیں رکھتی - معمولی زمانہ میں ٹرینوں کی ٹرینیں خالی جاتی ہیں' کیونکہ اولاً تو آبادی کم ہے اور جتنی کچھہ ہے بھی' وہ محض کاشتکار ہیں - انہیں سیر و حرکت کی بالکل ضرورت نہیں -

جرمنی نے یہ راستہ محض اسلیے اختیار کیا تھا کہ وہ اسکو زیادہ کامیاب سمجھتا تھا - اسکے خیال میں بلجیم اس قابل نہیں تھا کہ وہ کسی عظیم الشان فوج کے حملہ کی تاب لاسکے -

مدافعت کا اصلی خط دریاے می یوز کا خط ہے' جسمیں لیشر' ہیز اور نامور کے قلعے اور گڑھیاں بھی شامل ہیں - اس خط کے استحکام اور قلعہ بندی میں اسقدر کوشش کی جاچکی ہے کہ اس کے بعد دریا کے داہنے طرف جرمنی کی پیشقدمی رو کنے کے متعلق سوال کرنا بیکار سمجھا جاتا تھا -

بلجیم نے اپنی قوت سے زیادہ جوانمردی کی لیکن بالاخر دریاے می یوز کا یادگار خط دفاع اسکے کیلیے زیادہ عرصہ تک بند نہ رہسکا - اور لیشر کے مستحکم ترین استحکامات کو مسخر کرکے وہ نامور پر قابض ہوگیا اور وہاں سے آگے بڑھکر فرانس کے دروازے ہلا دیے - اب آیندہ ہفتہ خط دریاے می یوز کی آخری تعبیر بتلا دیگا جسمیں چند دن پہلے جرمنی کو می یوز کے کنارے ناکام دیکھا گیا تھا -

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنين — القرآن الکريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱ — کلکته: چهارشنبه ۱۷ شوال ۱۳۳۲ هجري — جلد ٥

Calcutta : Wednesday September 9. 1914.

Tel Address — "Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول رئیس تحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

جلد ۵
کلکتہ : چہار شنبہ ۱۷ - شوال ۱۳۳۲ ہجري
Calcutta : Wednesday, September, .9 1914.
نمبر ۱۱

الاسبوع

انتظار کي رات کب کی ختم ہوچکی ہے مگر صبح نتائج کا انتظار کرنے والے ابتک کروٹیں بدل رہے ہیں - حوادث و سوانح کا آفتاب کب کا طلوع ہوچکا ہے مگر منتظرین طلوع ابتک ٹکٹکی لگاے ہوے ہیں - پھر یہ کب اٹھینگے ؟ کیا اس وقت جب اس صبح کی دوپہر پھیل جائیگی اور سورج سر پر پہنچکر نظروں کو خیرہ کردیگا ؟ فسینغضون الیک رؤسہم و یقولون متی ہو ؟ قل " عسی ان یکون قریبا "

فرانس کے میدان جنگ کي سب سے قیمتي امید یعني روس کو بالآخر مشرقی پروشیا میں شکستیں ملنی شروع ہوگئیں اور ایسي شکستیں جنکو خود روس "شکست" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے ! چنانچہ جو خبریں ۲ سپتمبر کو لندن سے آئي ہیں وہ روسي اسٹاف کا یہ اعلان نقل کرتي ہیں کہ "پروشیا میں جرمن کمک پہنچ گئي اور اس نے روسي فوج کو تہہ و بالا کردیا "
کیا اب روس برلن نہیں پہنچیگا حالانکہ کمبخت جرمني پیرس سے ۲۵ میل کے فاصلے پر محاصرہ کی طیاریاں کررہا ہے ؟

اسٹریا کي شکستیں اگر ویسی ہی ہیں جیسي بیان کي گئي ہیں تو فی الحقیقت اسکے طرف سے بالکل نا امید ہونا چاہیے - روسي پیش قدمی گلیشیا میں برابر بڑھتي جاتی ہے - بخت نصر کے بعد (جسنے بنی اسرائیل کو یروشلیم میں گرفتار کیا تھا) آج تاریخ نے دوسرا نام زار روس کا درج کیا ہے ، جس نے لیمبرگ میں ۷۰۰۰۰ ہزار زندہ اسٹرین گرفتار کر لیے ہیں !

بحر شمال میں گو ابتک منتظرہ معرکہ نہیں ہوا لیکن ہیلی گولینڈ میں ایک معرکے کے گرم ہونے اور انگریزي فتح کي خبروں نے بحري توجہ پیدا کرادي ہے - یہ مقابلہ محض تیسرے درجہ کے کروزروں کا مقابلہ تھا - اسکے بعد بھي کبھی کسي جرمن جہاز کے ڈوبنے اور کبھی کسی انگریزي جہاز کے ڈوبنے کي خبریں آرہي ہیں -

جاپان کے متعلق بالکل سناٹا ہے بجز اس اعلان کے کہ کیا چوکے سات جزیروں پر قبضہ کرلیا گیا -

روس ، فرانس ، اور انگلستان نے آپس میں معاهدہ کر لیا ہے کہ ہم میں سے کوئی تنہا طاقت جرمني سے صلح کر لینے کي مجاز نہوگي - شاید اسکی ضرورت اسلیے پیش آئی ہے کہ جرمنی کے پیرس پر پہنچ جانے سے فرانس کے مضطربہ صلح ہونے کا خدشہ پیدا کر دیا ہے -

مسٹر ایسکویتھ نے ۴ سپتمبر کو گلڈ ہال میں موجودہ حالات پر ایک مبسوط تقریر کی اور کہا کہ انگلستان بلجیم کی حمایت کے لیے اٹھہ کھڑا نہوتا تو یہ ذلت کي انتہا تھی - انہوں نے جرمنی کے مفتوحہ ممالک پر جزیہ لگانے اور لوین کی آتشزدگی کے طرف اشارہ کرتے ہوے کہا : " قانون پر موت اور آزادی پر بہیمیت کی حکومت دیکھنے سے پہلے میں اپنے ملک کو صفحۂ تاریخ سے محو ہوتا دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں "

یہہ بڑي موثر اور عمدہ بات ہے جو انہوں نے کہی مگر واقعہ یہی ہے کہ جرمنی سے باہر بھی ہر جگہہ حکومت قوت ہی کی ہے نہ کہ قانون کی - انگلستان کو قوت ہے اور وہ جرمني کے " وحشیانہ " اعمال پر معترض ہے - ترکی کو قوت نہ تھی - وہ طرابلس میں اٹلي کے لیے کچھہ نہ کرسکی -

پچھلے جرمن اور متحدہ افواج کے معرکوں کے متعلق اب زیادہ طولانی تار آرہے ہیں ، لیکن سب کا خلاصہ یہی ہے کہ جرمنی باوجود فوجي ناقابلیت و نالائقي کے ہر معرکے میں کامیاب ہوئی اور متحدہ افواج باوجود انتہا درجہ و فوجي فضائل اور عسکري مناقب میں کامیاب ہونے کے بالاخر ناکام رہی !

خیر ، عالم جسم و مادہ کے علاوہ ایک اقلیم روح و معني بھي ہے - کیا ہوا اگر دشمن زمین کے ٹکروں اور اینٹ چونے کے بناے ہوئے قلعوں کے لینے میں کامیاب ہوگیا ؟ اخلاق و جذبات کی سرزمین مقدس میں تو اسے ایک انچ جگہہ بھي نہ ملسکي حالانکہ متحدہ افواج نے بلجیم کی محدود سرزمین کی جگہہ ایک پوري اقلیم محاسن و مناقب فتح کرلي ہے !

جرمني اگر بڑھتي بھي ہے تو بالکل بیہودہ طور پر ، لیکن متحدہ افواج ہٹتي بھي ہیں تو شاندار طریقہ سے ، یادگار سرد طبعي کے ساتھہ ، بغیر کسي معقول نقصان کے - پھر جو لوگ محض زمین ناپنے کا فیتہ لیے ہوئے افسوس کر رہے ہیں ، کیا انکے پاس جنگي مصالح ، فوجي فضائل ، اور اخلاقي فتحمندیوں کي پیمایش کے لیے کوئي آلہ نہیں ؟

SEWING MACHINES

BALLERS WINDERS

THE ADARSHA KNITTING Co

Importers & Manufacturers

Commission Agent

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کی سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مستورات بیکار بیٹھی رہیں؛ اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاری تراش) مشین دیگی ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگی جسمیں گنجی تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروری ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - اچھے روا نہ کیا اور اسی میں روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ہی بننے کے لیے چیزیں بھی بھیج دی گئیں -

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علی چودھری (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفی ہے -

مس کھم کماری دیوی - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۹۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواری آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کررہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتی ہے - اسکے ماسواے کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں -

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی بنائی ہوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

آنکے پرائیوٹ سکریٹری کے زبانی -

اچھے اونی ساخت کی چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسی اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنیج — سول کورٹ روڈ ڈنگالیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

اب ریم کے بعد پیرس کے سوا اور کوئی مستحکم روک نہیں رهی تھی - چنانچہ اسکے بعد هي جرمنی کے لافرتے زوافرے نامي ایک مقام تک آجانے کی خبر ملی جو پیرس سے صرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر ھے -

آخری تار برقی موجودہ حالات کو زیادہ روشنی بخشتی ھے اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اب جرمنی فوج کے قرب و بعد کا سوال نہیں رھا بلکہ بالکل پیرس کے محاصرے کا - پیرس سے مشرق میں نان تیول کو میرس' وٹری' نامی مقامات کا ایک جنوب رویہ خط چلا گیا ھے اور اس سے اوپر مشرقی جانب فرانسیسی جرمن سرحد کا قلعہ ورڈن ھے - جرمن فوج نے اسی کو اپنا خط مقرر کیا ھے اور فوج پھیلا رهي ھے -

جرمن فوج نے پیرس کے سامنے دریاے اوئس (یا ارے) کے کنارے قیام نہیں کیا اور اوسنے مشرق میں خط ہجوم پھیلایا - اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ھے کہ شاید اس جانب متعدد افواج نے آسے شکستیں دیدی ھیں -

مگر نقشہ دیکھنے سے اس خیال کی صحت مشتبہ ھو جاتی ھے اور معلوم ھوتا ھے کہ اس طرح کرنے میں جرمنی نے اپنے اوس جنگی تدبیر اور دانشمندی کا ایک تازہ ترین ثبوت دیا ھے جو فوج کے سفر اور قوت کے پھیلاؤ میں ابتدا سے دکھلاتي آئی ھے - پیرس کے مشرق میں آنے سے اسکا مقصد یہ معلوم ھوتا ھے کہ اندرون جرمنی سے لیکر پیرس تک ایک ایسا قریبی اور مسلسل فوجي خط قائم ہوسکے جو جرمنی اور اطراف پیرس کو ایک کردے ' اور وہ ہمیشہ اپنے مرازسے قوت پاتی رهی -

چنانچہ نقشہ کے دیکھنے سے واضح ھوگا کہ پیرس کے مشرق میں جرمنی کا سرحدي قلعہ " میٹز " ٹھیک پیرس کے محاذ میں واقع ھے اور اسکے سامنے فرانسیسی سرحد کے اندر ورڈن ھے - پیرس سے اگر ایک سیدھا خط کھینچا جاے تو وہ ورڈن ھوتا ھوا میٹز تک پہنچیگا اور وهاں سے مائل بہ شمال ھوکر سیدھا برلن تک چلا جائیگا - اسي میٹز کو آجکل قیصر جرمن نے اپنا هیڈ کوارٹر بنایا ھے اور فوجي قوت کے ایک مرکزي سر چشمہ کي حیثیت رکھتا ھے - پس جرمن فوج نے اندرون فرانس کي جرمن قوت کو مرکز سے بالکل وابستہ کردینے کیلیے نان تیول' کولو میرس' وٹري' اور ورڈن کے خط مثلث کو اپنا قیام گاہ بنایا ' اور ورڈن میں آکر بخط مستقیم و متصل ' میٹز سے ملگئی جہاں خود قیصر موجود ھے !

پیرس سے میٹز تک کا خط ۱۸۰ میل کا ھے - اسمیں سے ۲۵ میل نکالدینے چاهئیں جو پیرس اور نان تیول کا باهمي فاصلہ ھے - باقی ۱۵۵ - رھے - پس اس سے ظاهر ھوا کہ سرحد فرانس کے اندر اور پیرس کے سامنے ۱۵۵ میل طول تک جرمنی نے اپنا فوجي خط پھیلا دیا ھے اور ساتھہ هی اسے میٹز کے هیڈ کوارٹر سے بالکل ملادیا ھے !!

خدا کے ارادوں کو کون جان سکتا ھے ؟ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ - لیکن یہ واقعات بتلاتے ھیں کہ جرمنی نے اپنے خط جنگ کی تمام منزلیں طے کرلی ھیں ' اور اب صرف پیرس کا قبضہ باقي ھے - روس اسپر دباؤ ڈالنے میں ناکام رھا ' اور فرانس کا ابتدائي حملہ بھی کچھہ نہ کرسکا - انگریزي فوج نے فرانس کي مدد کی پوري کوشش کي ' مگر وہ فرانسیسي فوج کي غلطیوں کو یا بے تیاتي کو کہاں تک دور کرتي ؟ کام کرنے کي اصلی جگہ خود فرانس کی تھي نہ کہ انگلستان کی - پھر بھي جرمني کو پیرس تک آنے میں جتنا وقت لگا ' معلوم ھوتا ھے کہ صرف انگریزي فوج کي موجودگی اسکا باعث ھوئی ' ورنہ اگر صرف تنہا فرانس ھوتا تو نہیں معلوم واقعات کي صورت موجودہ حالت سے بھي کسقدر افسوس ناک ھوتی - قرائن صاف کہتے ھیں کہ اب آخري نتائج دور نہیں : بل الساعة موعدهم والساعة ادهی و امر

جنگ کے شروع ھوتے هی ولایت کی ڈاک میں بے ترتیبی شروع ھوگئی - جمعہ کی جگہ سنیچر اور اتوار کو اسٹیمر پہنچنے لگا اور ایک بار تو پیر کے دن پہنچا - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایک ھفتہ کی ڈاک دوسرے ھفتہ میں ملنے لگی - ادارۂ الہلال اور متعدد مقامات میں پچھلے ھفتہ کی ڈاک بالکل نہیں آئی اور شہر میں لندن کے اخبارات و رسائل پانچ پانچ روپیہ قیمت پر بھي نہ ملے - بارے الحمد للہ کہ کل دونوں ھفتوں کی ڈاک یکدا ملگئی ھے' اور اسمیں جنگ کے متعلق مضامین و تصاویر اور نقشوں کا نہایت مفید اور دلچسپ ذخیرہ ھے - افسوس کہ اس ھفتہ اس سے کچھہ کام نہیں لے سکتے -

---

اس وقت کے ایک تار سے معلوم ھوتا ھے کہ خود قیصر جرمن فرانس کے اندر پہونچ گیا ھے اور " نانسي " میں موجود تھا - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ھے کہ جرمن طیاریوں کا کیا حال ھے ؟

ذیل کے نقشہ میں جرمنی کا پیرس کے پاس موجودہ خط ہجوم دکھلایا گیا ھے جو آج تک کی خبروں سے واضح ھوتا ھے - نان تیول سے یہ خط کسی قدر نیچے وٹری نامی ایک مقام تک آتا ھے - وهاں سے پھر ورڈن پر مائل بہ شمال بلند ھوگیا ھے - اس خط ہجوم میں بڑي مصلحت یہ رکھي گئي ھے کہ ورڈن کے سامنے اور سرحد کے اندر میٹز ھے جہاں قیصر جرمنی موجود ھے اور جرمن هیڈ کوارٹر قرار پایا ھے - پس اسطرح فرانس کے اندر جرمن قوت اپنے هیڈ کوارٹر سے بالکل متصل ھوگئي - میٹز کو نمایاں کرنے کے لیے ایک جھنڈا بنادیا ھے - انگریزي فوج کے متعلق اخری اطلاع جو ملي ھے اسکے مطابق وہ جرمن خط کے عقب میں ھوگی جہاں نقشہ میں دوسرا جھنڈا نمایاں کیا گیا ھے -

نقشہ یورپ جنگ سے پہلے

ہفتۂ جنگ

جنگ بست روزہ کے بعد

(طلوع نتائج)

سورج جب اچھی طرح بلند هوجاتا هے تو اسکی روشنی تنگ اور نشیبی گوشوں تک پہنچ جاتی هے' مگر صبح کو روشنی کے نظارے کے لیے میدان چاهیے -

جنگ یورپ کے نتائج کی صبح شروع هوئی مگر میدان سے باهر نظر نہ آئی - بہت کم آنکھیں جاگتی تھیں جو سفیدی کے ڈوروں کو دیکھہ سکیں ' لیکن اب اچھی طرح روشنی پھیل گئی هے اور آفتاب اسقدر بلند هوچکا هے کہ اس سے انکار ممکن نہیں - مگر :

و غرتکم الامانی حتی جاء امر الله (۵۷ : ۳۲) افسوس کہ بیجا امیدوں نے تمھیں دھوکے میں رکھا' یہانتک کہ امر الہی آ پہونچا !

بہر حال اب موسم اچھی طرح بدل چکا هے' اور خود هندوستان کا انگریزی پریس میدان جنگ کے متعلق علانیہ اُن رایوں کے اظہار پر مجبور هوگیا هے جو سرکاری محکمۂ خبر رسانی کی تفسیرات و تاویلات سے بالکل مختلف هیں -

مقامی مشاق تاویل و توجیہہ معاصر (اسٹیٹسمین) ۷ - کے لیڈنگ ارٹیکل میں اعتراف کرتا هے : "جہاں تک واقعات ظاهر هوے هیں' انکا موازنہ ناگزیر طور پر یہی ظاهر کرتا هے کہ انگریزی اور فرانسیسی کمانڈر اپنا کام نہیں جانتے" فاقبل بعضهم علی بعض یتلاومون ! قالوا یا ویلنا انا کنا طاغین !

یکم ستمبر کے ٹائمس آف انڈیا میں ایک طویل بحث کے بعد تسلیم کیا هے کہ جرمنی اپنا کام پورا کر رها هے - اس نے اپنا تمام راستہ بالکل صاف کر دیا' اور اب امید کا سہارا صرف روسی پیش قدمی پر هے - اگر ایک دن بھی جرمنی فرانس میں نہ بڑھے تو خوش هونا چاهیے کہ روس کو چوبیس گھنٹہ برلن جانیکی اور مہلت مل گئی !

لیکن افسوس هے کہ نہ تو جرمنی رک سکا ' اور نہ روس کو جرمنی کے اندر بڑھنے کی مہلت ملی - ساری امیدیں کوئنز برگ کی طرف روس کے بڑھنے پر تھیں : کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً (۲۹ : ۳۰) لیکن جرمنی نے اسے وهانسے بالکل هٹا دیا ' اور جبکہ جرمنی پیرس سے ۲۵ میل پر هے تو روس کی پیش قدمی کا سرے سے کوئی وجود هی نہیں ! و ان اوهن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ! (۲۹ : ۳۱)

(مزید پیش قدمی)

بالاخر همارا خیال بالکل صحیح نکلا جو هم نے گذشتہ اشاعت کے افتتاحیۂ جنگ میں ظاهر کیا تھا' اور قبل اسکے کہ پرچہ ڈاک میں پڑے ' اطلاع آ گئی کہ " حکومۂ فرانس نے پیرس چھوڑ دیا اور بورڈو چلی گئی " بورڈو پیرس سے ۳ سو میل جنوب میں هے - اخبار طان وغیرہ کے دفاتر بھی وهیں چلے گئے هیں' اور یہ انتقال اس امر کا صریح ثبوت هے کہ فرانس پیرس کے محفوظ رهنے کی پوری امید نہیں رکھتا -

حسب معمول اس تار کے بعد هی اسکی تشریحات و توجیہات کا سلسلہ شروع هوگیا ' اور یکے بعد دیگرے اطلاعات شایع هوے لگیں - چند تاروں میں تو اُن " ماهرین جنگ" کی تشفی بخش رائیں هیں جو اجکل هر موقعہ پر فنون جنگ اور مصالح حربیہ کی بے تحاشا بخشش کے لیے همہ تن مستعد رهتے هیں اور اچھی طرح جانتے هیں کہ فن جنگ کے دقائق کو ایسے موقعوں پر کیونکر خرچ کرنا چاهیے ' مگر بعض تاروں میں وهی " مصلحت جنگی " کا اعلان هے جو اس سے پہلے بھی هر ایسے موقعہ پر هوچکا هے -

ان سب تاروں کا خلاصہ یہ هے کہ پیرس سے حکومت کا منتقل هونا کوئی پریشانی کی بات نہیں - یہ نہایت عمدہ تدبیر هے اور ایک اعلی قسم کی "جنگی مصلحت"

" جنگی مصلحت " اسمیں شک نہیں کہ ایک قیمتی چیز هے لیکن شاید اُن لوگوں کیلیے اسکے دائمی اسراف میں چنداں تشفی نہو جو فن جنگ کے مصالح سے ناواقف هیں - وہ کہتے هیں کہ نامور مسخر هوگیا - یہ جنگی مصلحت تھی - برسلز سے مثل پیرس کے حکومت اٹھہ آئی - یہ جنگی مصلحت تھی -

متحدہ افواج نے شارلی راے کے معرکہ میں اپنا خط چھوڑ دیا یہ جنگی مصلحت تھی - پھر لیل اور امینس کے خط سے بھی پیچھے هٹ آئی - یہ جنگی مصلحت تھی - و قس علی ذالک - پھر آخر اسکا سلسلہ کب تک رهیگا ؟ اور کیوں کمبخت جرمنی "جنگی مصلحت" سے ایک جگہہ بھی نہیں چھوڑتی ؟

(موجودہ خط حصار جرمنی)

هم نے گذشتہ اشاعت میں ظاهر کیا تھا کہ جرمنی کیمبرے تک آگئی هے اور اب ۸۰ میل سے بھی کم فاصلہ پیرس سے رهگیا هے - لیکن هفتہ رواں میں اسکی پیش قدمی اسقدر تیزی سے جاری رهی جسنے هر چوبیس گھنٹے میں ایک نئے تغیر کی خبر سنائی -

کیمبرے کے بعد جرمن فوج اور آگے بڑھی - خبروں سے معلوم هوا کہ باپام پر لڑائی هو رهی هے جو کیمبرے کے عقب میں هے' اور دریاے سوامی کے اُس پار ایمینس' لافیرے' لیون' هوتے هوے میزرس تک متحدہ افواج نے اپنا خط دفاع بنایا هے اور جرمنی کو روکنے کی جانبازانہ کوشش کر رهے هیں -

اب متحدہ افواج کیلیے سب سے بڑی امیدگاہ " ریم " تھا جو پیرس سے مشرق جانب نہایت مستحکم قلعہ بند مقام هے' اور آبادی کے چاروں طرف آٹھہ قلعے مدور بنے هوے هیں - بار بار تاروں میں اطمینان دلایا گیا تھا کہ یہاں دشمن کچھہ نہ کرسکیگا - لیکن اسکے بعد هی جرمنی کے ریم سے بھی آگے بڑھ آنے کی اطلاع ملی اور همارے مستعد انگریزی معاصر (اسٹیٹسمین) نے یہ توجیہہ کرلی کہ "جنگی مصلحت سے غالباً ریم چھوڑ دیا گیا "

(عالمگیر غلطی)

غلطی جب عام ہوجاے تو صحت کے لیے اثبات وجود مشکل ہو جاتا ہے' اور دنیا پر بعض ایسی گھڑیاں بھی آیا کرتی ہیں جب دو اور دو کو چار ثابت کرنا بھی دقتوں سے خالی نہیں ہوتا - اگر نیند کی غافل رات سب کو یک قلم سلا دے تو بیداری کی چند آنکھیں کس کس کی غفلت کے ماتم میں روئینگی ؟ موجودہ جنگ نے دنیا کے اُن تمام حصوں کے لیے جنگی معلومات کا ذریعہ صرف فریقین جنگ کی اطلاعات ہیں' ایسی ہی غفلت عام اور نظر محدود کی صورت اختیار کرلی ہے' اور کشف حقیقت و استخراج صحیح کے ارادوں کے لیے بڑی ہی سخت ابتلائیں در پیش ہیں -

تا ہم کوشش کرنی چاہیے کہ اگر حقیقت کو بے نقاب نہیں کر سکتے' تو اقلاً دو چار قدم آگے بڑھکر تو دیکھہ سکیں' اور بہ حیثیت واقعہ نگاری کے سخت خائن ہونگے اگر اس سعی سے ہم اعراض کریں -

اسی کی ایک ابتدائی کوشش تھی جو گذشتہ ہفتہ کا افتتاحیۂ جنگ لکھتے ہوے کی گئی تھی - ہم نے وثوق کے ساتھہ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ آغاز جنگ سے جس عظیم الشان اور جنگ کی ابتدائی منزلوں کیلیے فیصلہ کن معرکہ کا انتظار کیا جا رہا ہے' وہ ہو چکا' اور یہ سمجھنا کہ اسوقت تک جو کچھہ ہوچکا ہے محض غیر اہم اور بے اثر ابتدائی مقابلے تھے' واقعات صریحہ کی روشنی سے انکار کی ایک ایسی تعجب انگیز کوشش ہے' جسکی مثال صرف اسی جنگ میں ملسکتی ہے' ورنہ دنیا اسقدر غافل کبھی بھی نہ تھی - ہمنے ظن و تخمین اور قیاس آفرینیوں کی جگہ ان اطلاعات پر اعتماد کیا تھا جو سرکاری محکمۂ خبر رسانی کے ذریعہ اس وقت تک پہنچائی گئی ہیں - انہی کی ترتیب و انطباق سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جنگ ابتدائی منزلوں میں الجھی ہوئی نہیں ہے بلکہ اپنے نصف اہم سے گذر چکی - اور اگر جنوبی یورپ کے معرکے کی تین منزلیں تھیں تو دو منزلیں بیس دن کے اندر ختم ہوگئیں - اب صرف آخری منزل یعنے محاصرہ پیرس باقی رہگئی ہے - پس گذرے ہوے واقعات کا مستقبل میں انتظار کرنا بالکل بے فائدہ ہوگا -

(طلوع و غروب)

امیدوںکا آفتاب ایک ہی وقت میں طلوع کی روشنی اور غروب کی تاریکی' دونوں رکھتا تھا -

یہی خبریں ہیں جنہوں نے ہمیں ابتداے جنگ سے جرمنی کی پے درپے شکستوں کی خبریں سنائی ہیں جنکا سلسلہ ۲۱ - اگست تک بالکل غیر منقطع رہا' اور توجیہ و تاویل کے ساتھہ ابتک دی ہے - ہم نے ہمیشہ ان خبروں کو شوق و مسرت اور اطمینان کے ساتھہ سنا' اور اس انتظار کو قبول کیا کہ عنقریب ایک سرحدی فیصلہ کن معرکہ ہوگا' اور جرمنی کی پیش قدمی جو بلجیم کی تنہائی اور ضعف سے فائدہ اٹھا کر جاری ہے' روک دی جائیگی - ہم اب بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ وہی ذریعہ خبر رسانی جو ایک طرف متحدہ افواج کے جذبات و عواطف کی اخلاقی اور عسکری فتح مندیوں کے کار نامہ ہاے عظیم سے پر ہے' بد قسمتی سے دوسری طرف جرمنی کی جغرافیائی اور پیمایشی پیش قدمیوں کے واقعات کی بھی مضطربانہ خبر دے رہا ہے' اور ہم حیران ہیں کہ زمین اور پیمایش کے نقصان کی تلافی اس فوجی قابلیت' بے جگرانہ شجاعت' عسکری روح نشاط' اور اخلاقی اولو العزمی سے کیونکر کریں جو " فوجوں کے بالترتیب پیچھے ہٹتے' " باوجود پسپا ہوجانے کے کامیاب جوابی حملوں کے دینے " " باطمینان و جمعیت خاطر اپنے مقبوضہ خطوط خالی کرکے چلدینے " " نہایت ٹھنڈے ہوکر دشمن کی سرزمینوں کا جواب دیتے ہوے رجعت کرنے " اور نہایت " کامیابی " کے ساتھہ دشمن کا شاندار مقابلہ کرکے بالاخر " پیچھے ہٹ جانے " میں ابتک ظاہر ہوتی رہی ہیں - ہم اس دلیرانہ اور " تاریخی " مقابلہ کے مداح ہیں جو جنرل لیمان نے لیز کے " ناقابل تسخیر " اور " دنیا کے اول درجہ کے استحکامات " میں دکھلایا - لیکن افسوس کہ وہ مسخر ہوگیا اور جنرل لیمان دیواروں اور لاشوں کے نیچے سے بمشکل زندہ نکالا گیا - ہم اُس کامیابی کی بڑے ہی اطمینان سے داد دے چکے ہیں جو بلجیم نے متحدہ افواج کے انتظار میں ثابت قدم رہکر دکھلائی' لیکن اسکو کیا کیجیے کہ برسلز " خالی " کردیا گیا جسکا مطلب حدود جنگ سے باہر کی زبان میں " لے لیا " ہے' اور جرمنی فتحمندانہ آگے بڑھہ آئی - پھر وہ کوہ وقارانہ عظمت اور مافوق العادۃ جبروت و اجلال عسکری کیسی پر اثر تھی جو انگلستان اور فرانس کی متحدہ افواج کے داخلے سے میدان بلجیم میں رو نما ہوئی ؟ اور کیسی عدیم النظیر شجاعت' فقید المثال صبر و ثبات' یادگار رہجانے والی سر فروشی و بے جگری' اور فن جنگ و نشانہ بازی کو یکسر پلٹ دینے والی جنگی قابلیت سے قدم قدم پر ناعاقبت اندیش اور مغرور طاقت حریف کا مقابلہ کیا گیا اور کیسی مصلحت اندیشانہ مدافعت کی شاندار نمایش کی گئی ؟ اسکا ہر واقعہ جنگی روایات کا پر فخر حاصل اور تاریخ دفاع امم کا ایک ناقابل فراموش نظارہ تھا اور ہر آن اور ہر لمحہ ہم کو توقع دلاتا تھا کہ عنقریب جرمنی کو اپنے غرور باطل کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا' اور آنے والا معرکۂ عظیمہ تمام خط بلجیم کو دشمنوں سے خالی کردیگا - با ایں ہمہ افسوس ہے کہ کسی غیر معلوم اور مافوق العادۃ انقلاب کی وجہ سے نامور کے قلعے فتح ہوگئے اور جرمنی باوجود شکستوں پر شکستیں کھانے کے اور بے شمار نقصانات اٹھانے کے برابر پیش قدمی ہی کرتی رہی - حتی کہ میدان جنگ یکایک وسط بلجیم سے منتہاے سرحد فرانس میں منتقل ہوگیا' اور پہلے مونس اور شارلی راے' پھر کمبرے کے آخری معرکے شروع ہوگئے - ان معرکوں میں بھی سرد تحمل (coolness) سرگرم شجاعت' عقلمندانہ دفاع' اور پر اسرار جنگی مصالح کے تحفظ نے حسب دستور کچھہ کمی نہ کی' اور جیسا کہ ہر موقع پر ہوا ہے' ایک کثیر ذخیرہ دوحی محاسن و مناقب کا فراہم کردیا گیا تاہم افسوس کہ زمین کی پیمائش اور جغرافیہ کے حقائق متعارفہ کے لحاظ سے جو آخری نتیجہ نکلنے والا تھا وہ نہ رک سکا' اور باوجود جنگی قابلیت و محاسن میں ناکام رہنے کے' ناعاقبت اندیش دشمن بیس تیس میل اور آگے بڑھہ آیا - و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر (۳۳ : ۴۸)

(نا عاقبت اندیش فاتح)

یہ مانا کہ جرمنی کی تمام پیش قدمیاں نا عاقبت اندیشی تھیں' اور متحدہ افواج نے جب کسی جگہ کو چھوڑا ہے اور دشمن کو " سپرد ہوے دیا " ہے تو اسمیں کوئی نہ کوئی " جنگی مصلحت " اور " عسکری راز " ضرور پوشیدہ رہا ہے اور ابتداے جنگ سے لیکر اسوقت تک ہر ہر قدم پر اس غیر منقسم توجیہہ سے ہمنے اطمینان حاصل کرنا چاہا ہے' لیکن افسوس کہ اب اس پر اسرار اور مجہول الحقیقۃ " جنگی مصلحت " پر غور کرنیکی مہلت بھی باقی نہ رہی' کیونکہ اطراف کیمبرے کے معرکوں نے دشمن کی " شکستوں سے معمور فتح مندی " کو اس حد سے بھی گذار دیا ہے' اور اب خط دریاے سوامے سے آگے بڑھکر اور ریم جیسے مستحکم

الہلال

۱۷ شوال ۱۳۳۲ ہجري

یــوم التغــــابن !

معاربہ عظیمہ منتظرہ موعودہ

اور

لیالی جنگ کی صبح نتائج !

(۲۹ - اگست سنہ ۱۹۱۴)

هذ الذی کنتم بہ تکذبون ! ۸۳ : ۱۷

وہ' آزمایش ثبات اور امتحان قیام کا ایک یوم عظیم تھا جو آیا اور چلاگیا ' وہ اُمید و بیم ' استقرار و اضطرار ' اور اقدام و تقہقر کي ایک تقسیم و تقدیر تھي جو آئي اور چلي گئی ' وہ فوز و خسران اور اقبال و ادبار کا ایک پیغام تھا جو پہنچا اور سنادیا گیا ' وہ قتل و مقتولي' حکم و محکومي' امرو ماموري' اور قہر و مقہوري کا ایک تماشاگاہ تھا جو شروع ہوا اور ختم بھی ہوگیا ' وہ آنے والے وقتوں اور ہونے والے واقعات کے لیے ایک امر ناطق ' ایک حاکم فاصل ' اور ایک ترجمان مستقبل تھا جس نے اپنا حکم سنایا اور پورا ہوا ' وہ تسابق احزاب ' تصادم قوی ' اور تنافس سیوف و مدافع کا اولین فیصلہ تھا جو ہونے والا تھا اور ہوگیا - غرضکہ وہ شب ہاے انتظار اور لیالي خوف و طمع کي ایک صبح نتائج تھي ' جسکی ہولناک اور محشر خیز روشني دریاے "مي یوز" کي پر امن اور ساکن سطح کے افق پر نمودار ہوئي' اور قلعۂ "میزیریس" اور "مونٹ میڈي" کي برجیوں تک پھیلکر آنے والے یوم عظیم میں مدغم ہوگئی :

والیل اذا ادبر ! و الصبح اذا اسفر ! انہا لا حدی الکبـر ' نذیراً للبشر ' لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر ! (۷۴ : ۴۰)

" (پس) قسم ہے (انتظار کے) رات کي جب وہ ختم ہونے لگے ' اور صبح (نتائج) کی جب وہ روشن ہوجاے' کہ دنیا کے عظیم الشان واقعات میں سے یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے ' اور (اپنے آنے والے نتائج و حوادث) سے انسان کو ڈرانے والا ہے - البتہ یہ انذار و تخویف انہي کیلیے ہے جو تم میں نظر عبرت رکھتے ہیں' اور جنکا دماغ فہم و فکر کیلیے متحرک رہتا ہے - یعني جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں' پر ایک ہي خیال پر (پتھر کي طرح) منجمد نہیں " -

ہاں' یہ سچ ہے کہ وہ " یوم الفصل " نہ تھا جو آخري فیصلہ کرنے والا دن ہے اور جو آنے والا ہے :

ان " یوم الفصل " کان میقاتا : یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجـا ! (۷۸ : ۱۹)

بیشک فیصلے کا ایک دن مقرر ہے - وہ دن جبکہ آخري نتائج کے ظہور کا صور پھونکا جائیگا اور تم فوج در فوج ہر طرف سے آ جمع ہوگے !

وہ " یوم عسیر " نہ تھا جو مصیبتوں کي انتہا اور سختیوں اور صعوبتوں کے نزول کا آخرین دن ہوگا ' اور جبکہ اُن ایام ہاے عیش و نشاط کا حساب لیا جائیگا ' جو کمال عصیان و طغیان اور فساد فی الارض میں بسر کیے گئے ہیں :

فذالـک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر ! (۷۴ : ۱۰)

پس وہي دن ہے کہ بڑے ہي سختي اور مشکل کا دن ہوگا' جسمیں کسي راہ اور کسي شکل بھي آساني کي صورت نظر نہ آئیگی !

وہ " اجل مسمی " نہ تھي جو آخري فتح و شکست اور نصرت و خسران کا فیصلہ کردیگی اور جو لکھي جا چکی ہے :

وجعل لہم اجلا لاریب فیہ (۱۷ : ۹۹)

اور انکے لیے ایک وقت مقرر کردیا ہے جسکے آنے میں کچھہ شک ن

البتہ وہ "یوم التغابن" تھا - کیونکہ اسمیں ہار جیت کا پہلا میدان گرم ہوا' اور اسلیے جنگ یورپ کے ایام عظمیہ کي پہلي منزل جسکے لیے تمام سطح ارضی یکسر چشم انتظار تھی' اُسی میں نمودار ہوئي' اور حوادث و سوانح کا قافلہ منزل نتائج پر پہنچا اور گذر گیا :

ذالک یوم التغابن ! (۶۴ : ۹)

(یقیناً) یہی ہار جیت کا دن تھا !

(انتظار غیر مختتم !)

لیکن جبکہ یہہ سب کچھہ جو ہونے والا تھا' ہوچکا - جبکہ اس دن کے نتائج بجلي کی طرح چمک چکے اور بادل کی سی آوازے گرج چکے - جبکہ وہ آنے والا جس کا انتظار تھا آگیا ' اور جس تماشے کا منتظر بنایا گیا تھا وہ شروع بھی ہوا اور ختم بھي ہوگیا' تو ضلالت فکر' غفلت راے' اور دسائس کار کا یہہ کیسا عجیب و غریب منظر ہے کہ انتظار کرنے والے ابتک بدستور مشغول اِنتظار ہیں اور انسے کہا جا رہا ہے کہ انتظار کیے جاؤ ؟ عشق نتائج کي وہ شب تاریک جو تمام دنیا بڑی بے چینیوں اور بیقراریوں میں کاٹ رہي تھي اور روشني کے لیے یکسر چشم ہوگئي تھی' بالاخر ختم ہوئي اور اگر فیصلہ کا روز روشن نہیں تو اُس کي صبح کي روشني تو ضرور پھیل گئي' لیکن انسان کي جسارت غفلت کي اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوگي کہ آسمان کے طرف تکنے والے ابتک تک رہے ہیں' اور انسے کہا جارہا ہے کہ صبح کے ستارے کے لیے تکتے ہي رہو اور جو روشنی پھیلي ہے اسے نہ دیکھو ؟

پھر اگر یہہ سچ ہے کہ ابتک کچھہ بھي نہیں ہوا اور جس منزل کا انتظار تھا وہ ابتک نہیں آئي ' تو آخر وہ کب آئیگي ؟ منزلوں پر منزلیں گذرتي گئیں لیکن ہر مرتبہ کہا گیا کہ وہ نہیں آئي' انقلاب پر انقلاب ہوتے گئے لیکن ہر تغیر پر یقین کیا گیا کہ وہ نہیں آیا بلکہ اب آئیگا - آخر یہہ انتظار کب تک ؟ اور یہہ تجاہل تا کے ؟

هل عند کم من علم فتخرجوہ لنا ؟ ان تتبعون الاالظن وان انتم الا تخرصون !

پھر کیا تمہارے پاس کوئی (اور) علم صحیح و تشفي بخش ہے جو ہمارے (اطمینان و رفع شک کے لیے) تم پیش کر سکو ؟ افسوس کہ تمہارے پاس کچھہ بھي نہیں ہے - سوا اسکے کہ اپنے ظن و وہم سے لا یعني باتیں اڑاؤ !

اگر امید کا حکم اور قیاس کا فیصلہ ایسا ہي ہے تو یقین کرو کہ یہہ انتظار کبھي بھي ختم نہ ہوگا - یہاں تک کہ انتظار کرنے والے انتظار ہي میں رہینگے اور انقلاب اور حوادث کا آخری ورق اُلٹ دیا جائیگا ' اور اس سے پہلے کا ورق تو کب کا اُلٹا جا چکا :

هل ینظرون الا الساعـۃ ان تاتیہم بغتۃ و ہم لا یشعـرون (۱۴ : ۲۱)

کیا یہ لوگ اُس آخري وقت کے منتظر ہیں کہ ناگہاں انپر آجاے ' اور انکو خبر بھی نہو ؟

کے قلعہ لانگوے تک پھیل گیا - جو ٹکڑہ ایسڈن عبور کرکے نامور کي طرف بڑھا تھا ' غالباً ۱۵ - اگست کو نامور سے دس میل ادھر اس سے بلجین فوج کا ایک مقابلہ ھو رہا تھا کہ اتنے میں متحدہ فوج بلجیم پہنچ گئي اور نامور کے پاس ایک مثلث شکل میں اپنا خط دفاع مقرر کیا -

نامور دریاے می یوز کے مغربي جانب عین ساحل پر ھے - اسکے دوسري جانب کسي قدر نیچے ھٹکے دینان ھے - جرمني فوج وہاں تک پہنچ چکي تھي اور اسکا ایک حصہ می یوز کے پار سے بھي مثل مغرب کے نامور کی طرف بڑھرہا تھا -

(فوج کي تعداد)

خبروں میں افواج کی تعداد کے متعلق بھی جابجا تضاد ھے - تاھم ۲۶ اگست کو تالمس لندن کے فوجی نامہ نگار نے جو آخری تعداد بتلائی ھے' وہ اس بارے میں صحیح روشنی بخشتی ھے :

" ۴ - لاکھہ ۳۰ - ھزار جرمن می یوز کو عبور کرچکے ھیں - انکے علاوہ وہ تعداد ھے جو بلجیم فوج کی نگرانی کرتی ھے یا زخمیوں وغیرہ کے پاس ھے - یا لورین اور السیس وغیرہ میں کام کرنے کیلیے چھوڑ دي گئی ھے - پس نقصانات اور فوج ردیف کے علاوہ اس امر کی کوئی شہادت نہیں کہ کسی وقت بھی جرمنی کے ۱۳ لاکھہ سے زیادہ آدمی جمع ھوے ھوں - مگر فرانسیسیوں کی فوج کے پہلے ھی خط میں ۲۰ - لاکھہ فوج ھے' اور انگریزی اور بلجیم فوج اسکے علاوہ ھے' پس کوئی وجہ نہیں کہ ھم فتحمند نہوں"

اس سے معلوم ھوا کہ متحدہ فوج کي تعداد پہلے ھي خط میں ۲۳ لاکھہ سے زائد تھي اور جرمني کی تعداد ۴ لاکھہ ۳۰ ھزار سامنے' اور اتني ھي میوز کے مشرق میں اور مختلف نقاط پر پھیلي ھوئي ھوگي - پس اس سے اندازہ کرلیا جاے کہ تعداد کے لحاظ سے دونوں فریقوں کا باھمي تناسب کیا تھا ؟

(متحدہ ھجوم سے پہلے)

۴ - اگست سے ۱۵ تک صرف بلجیم کے دفاع کا پہلا دور ھے - سرکاري اطلاعات کے بموجب یہ تمام زمانہ اس عالم میں گذرا کہ جرمنی برابر شکستوں پر شکستیں کھاتی رھي - رسد کا ذریعہ مسدود ھوگیا' ھر معرکہ میں اسے بے تحاشا بھاگنا پڑا' اسکے توپ خانے کي بست سالہ عظمت غلط نکلي' بڑي بڑي تعدادوں میں وہ قید کي گئی' بے شمار جرمن قتل ھوے' اور انکے زخمیوں سے میدان بھر بھر گیا - غرضکہ اسے ایک فتح بھي نصیب نہ ھوئي اور انتہاے ناکامي سے دوچار رھی -

بلجیم کی وہ حالت جب متحدہ افواج داخل ھوئی - جرمني جس ترتیب اور راہ سے بلجیم میں بڑھتي آئي' اسکو بذریعہ نقطوں کے خطوط کے دکھلایا ھے - متحدہ افواج نے نامور کے قریب اپنا پہلا خط بنایا تھا - سرحد بلجیم کے اندر دوھري جدول دریاے می یوز کا مشہور خط استحکامات ھے - سیڈان کا ذکر تاروں میں آیا ھے جہاں ۱۸۷۰ع کے حملے میں جرمني نے یادگار فتح حاصل کی تھي

ایسی حالت میں ظاھر ھے کہ متحدہ افواج کا یہ ھولناک سیلاب جس دشمن کو بہاے کیلیے بڑھا تھا' اسے گویا پہلے ھی سے بلجیم نے بد حواس کردیا تھا اور اب متحدہ فوج دشمن کو زخمي کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسکے زخم کو اور زیادہ گہرا کرنے کے لیے بڑھي تھی !

(معرکۂ مونس' سقوط نامور و شارلي راے)

متحدہ افواج کے ورود کا جرمن پر کیا اثر پڑا ؟ اسکا جواب تو مشکل ھے' البتہ واقعات سے یہ ضرور معلوم ھوتا ھے کہ اسکے قدم اور زیادہ تیز ھوگئے - سب سے پہلے اس نے لیژ کے قلعوں کو مسخر کرلیا - پھر فوج کا ایک ٹکڑا مشرق میں بڑھکر برسلز (دارالحکومت بلجیم) پر قابض ھوا - لیژ کي تسخیر کا تو ابتک اقرار نہیں کیا گیا' مگر برسلز کے سقوط کي اطلاع دي گئي' اور ساتھہ ھی انگلستان کے ماھرین جنگ نے دنیا کو پیام تشفي بھیجا کہ "یہ محض جنگي مصلحت ھے نہ کہ شکست" یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم

بالاخر خدا خدا کرکے پردۂ انتظار چاک ھوا' اور اُس معرکۂ عظیمہ کا میدان ھولناک نظر آیا' جسمیں دنیا کی اعلی ترین تیس لاکھہ فوج بیسویں صدي کی آخرین مہلک ایجادات سے مسلح ھوکر نبرد آزما تھي' اور جو آیندہ کے لیے متحدہ افواج کي بیس لاکھہ سے زائد جمیعت کے مشن کا قطعي فیصلہ کرنے والا تھا -

متحدہ افواج نے اپنا پہلا پڑاؤ نامور کے قلعوں کے سایے میں ڈالا تھا کیونکہ لیژ کے بعد سب سے بڑا مستحکم مقام یہي تھا بلکہ تاروں میں ظاھر کیا گیا تھا کہ وہ لیژ سے بھي زیادہ مستحکم ھے - ۱۸ - اگست کي ایک تاربرقی (جس نے زبان پنہاں میں سب سے پہلے لیژ کي تسخیر کي مخبري کي ھے) یہ تھي :

" اب یہہ دلچسپ سوال پیدا ھوگیا ھے کہ کیا جرمني نامور پر حملہ کرنے کي جرأت کریگي یا خوف کھاکر اسے چھوڑ دیگي ؟ نامور کے قلعے لیژ کے قلعوں سے کہیں زیادہ مستحکم ھیں "

لیکن ظالم جرمني نے "خوف کھاکے بالاخر" نہ چھوڑا اور جرأتوں سے معمور ھو کے پوري تیز قدمي سے بڑھی - ۲۳ کو مونس میں جرمن اور متحدہ فوج کا مقابلہ ھوا اور اُس "عظیم الشان معرکہ" کا سلسلہ شروع ھوگیا جسکا اسقدر اضطراب' اسقدر امیدوں' اور اسد رجہ ارادوں کے ساتھہ انتظار کیا جا رھا تھا - ۲۵ کو اس معرکے کے جو حالات ھمکو سنالے گئے انکا دلچسپ اور تاریخ فن روایت میں یادگار رھنے والا خلاصہ یہ تھا کہ "دن بھر لڑائي رھی اور (حسب قاعدہ) انگریزي فوج آخر تک اپنی جگہہ پر قائم رھی" اور گو اس کامیابی کے ساتھہ قائم رھنے

فرانسیسي مقام پر قابض هوکر وه پیرس کے سامنے ہے : الهاکم التکاثر حتی زرتم المقابر !

و ان ادري ا قریب ما توعدون ام یجعل له ربي امدا . (۱۸ : ۹۲)

اور میں نہیں جانتا که وه آخری وقت جو آنے والا ہے اور جسکي خبر دي گئي' بالکل قریب ہے یا پروردگار عالم اسمیں کچهه تاخیر ڈالدیگا !

هم اس فوج کي اخلاقي عظمت کے کارناموں پر نازاں هیں جس نے ایسے آتش افشاں اور ناعاقبت اندیش دشمن کے مقابلے میں (جو آگے بڑهنے کے مقابلے میں شدید نقصانوں کي بهي کچهه پروا نہیں کرتا) کبهي بهی اپني " تہذیبي " طبیعت اور پر تحمل عسکریت کي پر فخر روایتوں کو ضائع نه کیا - وه جب ابهي پیچهے هٹي تو فرار و انہزام کے اضطراب کی جگه حمله کے اجتماع کي طرح عمده ترتیب اور پر شان قاعده کے ساتهه هٹي' اور جب کبهی اس نے کسي مقام کو چهوڑ دیا اور پیچهے کے طرف تقہقر کیا تو اس میں بهي اسرار جنگ کا یه سر مخفی ملحوظ رکها که "دشمن کو بند اور محدود مقامات کي جگهه کهلے میدانوں میں لڑکے تباه کرنا " چاها'

اس سر مخفي کے تباه کن نتائج کسي وجه سے همیں نه بتلاے گئے هوں یا انکو ظاهر هونے کا موقعه نه ملا هو' تاهم تخم ریزي کی محنت کو پهل کے نه آنے سے بالکل نظر انداز نہیں کر دیا جاسکتا -

بلاشبه یه ایک عظیم الشان یادگار ہے جو امید ہے که تاریخ جنگ میں فوجی محاسن اور فني قابلیت کے ایک قیمتی باب کا اضافه کردیگي - لیکن چونکه اس وقت همارے سامنے جنگی فضائل کي تاریخ کي تدوین کا کام نہیں ہے بلکه ایک جنگی پیش قدمی اور اسکي مدافعت کا میدان ہے' اور همیں بد قسمتي سے ایک رقبه زمین کے قبض و سقوط کي پیمایش کرني ہے' اسلیے سخت رنج کے ساتهه کہنا پڑتا ہے که عالم فضائل جذبات و مناقب اخلاق کي خواه کتنی هی اقلیمیں مسخر هوگئی هوں مگر بلجیم اور سرحد فرانس کا وه چهوٹا سا رقبه جسکو طے کرکے حریف مغرور فتح و شکست کا آخری فیصله کرنا چاهتا ہے اور جسکی ایک ایک انچ زمین کیلیے خون کے سمندر اور لاشوں کے جنگل بهرے جارہے هیں' افسوس که کسی وجه سے قبضه میں نه رکها جاسکا ' اور هم میدان جنگ سے اسقدر دور رهکر جو کچهه سمجهه سکتے هیں وه قدرتي طور پر صرف یهی افسوس و تالم ہے - قبل اسکے که روس کا حمله جرمنی کو کچهه نقصان پہنچاتا' وه بلجیم کے پورے طول سے گذر گئي ہے' سرحد فرانس میں میلوں آگے بڑه آئي ہے ' پیرس کو محاصره کی دهمکی دے رهی ہے ' اور جنگ کی موجوده منزلوں کیلیے اسقدر بس کرتا ہے - و ان فی ذالک لایات لقوم یعقلون

یه آخري انقلاب جس نے جنگ کا نقشه منقلب کردیا ہے ' قیاس صحیح و غالب کہتا ہے که اسکا فیصله کن میدان وهي تها جو ۲۴ - اگست کو سون ' شارلی رواے' اور دینان کے سرحدي خط پر گرم هوا' اور پهر کیمبرے تک پہنچکر دریاے سوامے تک پہنچ گیا - ابتداے اطلاع سے هماري راے ہے که جنگ کي دوسري منزل یا نصف اول کا فیصله کن معرکه یهي تها ' اور گو اسکے تفصیلي حالات حسب عادت همیں کچهه نہیں بتلاے گئے هیں ' لیکن فرانس اور انگلستان کي سرکاري تصریحات اسکي اهمیت کے اعتراف پر مجبور هوگئي هیں- پس فی الحقیقت یهي وه شب انتظار جنگ کي پہلي صبح تهي جس کي روشني سے نتائج اخیره کے نصف النهار کو متصل هونا چاهیے: و ذلک یوم التغابن

یه معرکه اگرچه ۲۴ سے شروع هوکر برابر ایک هفته تک جاري رها یعنے پہلی سپتمبر تک جبکه جرمني کے "امینیس" سے قریب هونے او ر پهر معرکۂ جنگ کے خط دریاے سوامے پر منتقل هوجانے کا با تصریح اعلان کیا گیا :

سخرها علیهم سبع لیال و ثمانیة ایام (۶۹ : ۷)

برابر سات رات اور آٹهه دن تک یه حادثه انپر طاري رها -

لیکن موجوده ذخیرۂ اطلاعات سے معلوم هوتا ہے که ان تمام ایام میں " یوم التغابن " ۲۶ - اگست هی کو سمجهنا چاهیے جس نے خط پیرس کا دروازه کهول دیا' اور جرمنی کو ۶۰' ۷۰ میل ادهر سے اپنے تیسرے سفر کو شروع کرنے کا موقعه ملا - اسکي نئی پیش قدمي (جو اب پیرس سے چالیس پچاس میل ادهر تک پہنچ چکی هوگي اور آجکل میں اسکي خبر ملنے والي هوگي) اسي تاریخ سے قرار دیني چاهیے -

(معرکه عظیمه کي ابتدا)

فرانس کی معرکے کو دو حصوں میں منقسم کردینا چاهیے - پہلا حصه ۴ - اگست سے شروع هوتا ہے جب جرمني نے اولین قدم خاک بلجیم پر رکها اور لیژ کے قلعوں کا محاصره کرلیا -

بلجیم کي مقاومت سے فرانس اور انگلستان کا مقصد یه تها که وه دشمن کو آگے بڑهنے سے روک دے - اتنے عرصه کي فرصت میں انگلستان اور فرانس کی متحده فوجیں بلجیم میں پہنچکر مدافعت کیلیے موجود هوجائینگی - چنانچه ۱۵ - اگست کو اعلان کیا گیا که انگلستان اور فرانس کي فوجیں حدود فرانس میں داخل هوگئي هیں -

اس متحده فوج کے پہنچنے سے جنگ کی بلجیمی مدافعت کا دوسرا حصه شروع هوتا ہے کیونکه اب فرانس ' بلجیم' انگلستان' تینوں فوجیں عمده فرصت پاکر دشمن کی روک کے لیے مستعد هوگئی تهیں - پس پہلا حصه ۴ - اگست سے شروع هوکر ۱۵ پر ختم هوجاتا ہے جبکه پیرس میں سرکاري اعلان کیا گیا که اب متحده فوج نے اپنا خط قائم کرلیا ہے اور ۲۵۰ میل کے رقبه کی جنگ شروع هونے والی ہے - اور دوسرا ۱۶ سے شروع هوکر یوم " التغابن" پر ختم هوتا ہے' جو غالباً ۲۶ - اگست تهی جبکه خط پیرس کی فتح و شکست کا فیصله هوگیا -

واقعات کے تفحص سے معلوم هوتا ہے که غالبا نامور هی کے حوالي میں متحده فوج نے اپنا پہلا خط دفاع بنایا اور ۱۶- اگست سے نئے معرکے شروع هوگئے -

(ورود کے وقت)

جب متحده فوج بلجیم میں وارد هوئی ہے تو اسوقت نقشۂ جنگ کي حالت یه تهی : جرمنی نے غالبا لیژ کے قلعوں کو تمام تر مسخر نہیں کیا تها لیکن اسکا میمنه سرحد جرمني و بلجیم سے نکلکر اور دریاے می یوز کے کنارے دینان میں پہونچ کر نیو شاٹو تک پهیل گیا تها ' اور میسره بمقام ایسڈن می یوزکو عبور کرکے مي یوز کے مغربي ساحل سے آگے بڑه رها تها - لیژ کے علاوه نامور کے نو قلعے بهي صحیح و سلامت موجود تهے اور مي یوز کے مغربی کنارے سے شمال میں انٹورپ تک ' اور مغرب میں ساحل دور تک تمام خطۂ بلجیم دشمن سے بالکل پاک تها (دیکهو نقشه صفحه ۷)

جرمنی نے اپنا خط سفر یه مقرر کیا تها که وه کولوں سے نکلکر سرحد بلجیم میں ایلا شاپیل سے بڑهی' اور میمنه قلعه لیژ کے دهنی جانب ' میسره بائیں جانب ' اور قلب سامنے کي طرف بڑها - میمنه نے دریاے مي یوز کو ایسڈن پر عبور کیا اور جنوب کي طرف روانه هوگیا - میسره دنیان پر قابض هوا اور وهاں سے شمال میں اترے اور نیوشا ٹو سے هوکر فرانسیسي سرحد

کےبعد جرمن کی فوج کو پیچھے هٹنا چاهیے تها نه که کامیاب انگریزي فوج کو ' تاهم چونکه بارجود شکست کهاے کے جرمن فوج نے بد قسمتي سے " نامور کا خط مدافعت لے لیا هے اسلئے ضرورتاً متحده فوج کا ایک حصه هٹکے خط دریا سیمبرے (سرحد فرانس) تک آگیا هے " !!

فما استطاعوا من قیام و ما کانومنتصرین ! پس وه جم نه سکے اور نه اپنا بدله هی لے سکے (۵۱ : ۲۲)

" نامور " کي تسخیر نے فی الحقیقت جرمنی کے مشن کو بلجیم میں آخري حد تک کامل کردیا ' کیونکه امیدوں کا آخري سهارا یهي مقام تها ' اور اب لیژ سے لیکر سرحد تک اسکے لیے میدان صاف هوگیا ! نیز اس واقعه سے متحده مشن کي ناکامي بهي اشکارا هوگئي -

جنگ کے افق پر صبح امید کی یه پهلی شام مایوسي تهي جو افسوس هے که پهر ختم نه هوئي ' اور برابر تاریکي کے بعد تاریکي بڑهتی هي گئي - اُن عظیم الشان امیدوں کا جو متحده افواج کے ورود سے تمام دنیا میں پهیل گئي تهیں ' اسقدر جلد خاتمه کس درجه درد انگیز هے ؟ علي الخصوص ایسي حالت میں جبکه میدان جنگ کي خبروں نے دشمن کو پہلے هي سے سخت شکست خورده اور گویا آمادۂ فرار ثابت کردیا تها ' اور هر شخص منتظر تها که اب متحده فوج ایک آهني دیوار بنکر دشمن کے سیلاب کو روک دیگی ' اور ایک انچ بهی آگے بڑهنے نه دیگی - جرمني کے وه کمبخت قیدي جو فرانس اور انگلستان میں اپني فوج کی پریشانیوں ' فاقه مستیوں ' قلت رسد ' اور فقدان نشاط و شجاعت کی روایات امید پرور اور بشارتهاے جشن انگیز پهیلاتے تهے ' یقیناً هم سب کی اس مصیبت کیلیے ذمه دار هیں جو ان عظیم الشان امیدوں کی بلندي سے یکایک گرجانے سے همیں برداشت کرنی پڑي -

(آخری نتیجه)

۲۳ سے ۲۶ تک اس عظیم الشان جنگ کا سلسله برابر جاري رها ' اور یه اندازه کرنا مشکل هے که خون نے کتنے سیلاب بہے اور لاشوں کي کتني پہاڑیاں بلند هوئیں ؟ سائنس نے اس وقت تک هلاکت اور بربادي کے اعلی سے اعلی اور کامل سے کامل طریقے جسقدر ایجاد کیے هیں ' ان سب کي کامل ترین آزمایش کا یه اصلي میدان تها -

تاهم افسوس هے که متحده افواج ایک انچ بهي دشمن کو پیچهے هٹانے کا موقع نه پاسکی ' اور بارجود ان اعلانات کے جو افواج کي فوجی قابلیت اور عسکري مناقب کے متعلق جنرل ژوفرے اور جنرل فرنچ نے یکے بعد دیگرے بهیجے ' جرمنی نے شارلي رائے کے معرکے هي میں سرحد فرانس عبور کرلي جو اسکے خط [illegible] کي دوسري منزل تهي " معرکۂ عظیمه "

کا فیصله هوگیا -

اب اعلان کیا گیا که متحده افواج سرحد کے ادهر آگئی هے ' اور اس نے لیل سے لیکر موبوژ تک سرحد کے پیچهے اپنا خط بنایا هے - یه متحده افواج کا دوسرا خط تها - کاش اسي خط پر جمنے کا موقع ملجاتا ! لیکن افسوس که ۲۵ کو عظیم الشان معرکے کی دوسري قسط پیش آئی ' اور متحده افواج نے گو اپني هیبت و سطوت کے علم گاڑدیے ' اور اپني شجاعت و بسالت کے سکے بٹهادیے ' تاهم اسے پیچهے هٹنا هی پڑا اور دشمن کیمبرے تک پهونچ گیا !

اسکےبعد متحده افواج اور پیچهے هٹي اور کیمبرے کے عقب میں آئي ' لیکن ۲۶ کے قیامت خیز معرکۂ کیمبرے کے بعد یہاں سے بهي " شاندار مقابله کرکے " پیچهے هٹنا پڑا ' اور سابق اطلاع کے مطابق دریاے سوامے کے پاس ایمي نس سے لافیرے اور لیون هوتے هوے ' ایک ثلث دائرے کی شکل میں میزیرس تک پهیل گئي - و ذلک یوم التغابن !

(یوم التغابن کے بعد)

جرمن فوج کہیں بهی روکي نه جاسکی اور یکے بعد دیگرے متحده افواج کو پیچهے هي هٹنا پڑا : کانهم الی نصب یوفضون (۷۱ :)

لا فیرے اور لیون کے بعد قلعه هاے " ریم " کے استحکام نے بڑي بڑي امیدیں دلائي تهیں کیونکه وه ایک محفوظ و مستحکم مقام هے :

الا في قری محصنة او من وراء جدر (۵۹ : ۱۷) گهري هوی اور محفوظ بستیوں میں یا دیواروں کي آڑ سے !

لیکن : لن ینفعکم الفرار ان فررتم (۳۳ : ۲۰) متحده افواج نے اگرچه جان توڑ کے داد شجاعت دي اور کوئي کسر اٹها نه رکهي لیکن یہاں سے بهي پیچهے هٹنا پڑا اور ریم فتح هوگیا !

(متحده افواج کي ناکامی)

یهه کہنا کتنا هي افسوس ناک هو مگر واقعات مجبوراً کہلاتے هیں که متحده افواج کو اور علی الخصوص فرانس کی ۲۰ لاکهه سے زیاده جمعیت کو جرمنی کے مقابله میں کامیابی حاصل نه هوئی ' اور جس غرض سے وه نکلی تهي یعنے جرمني کو روکنے کیلیے ' اسکے لیے کچهه بهي نه کرسکي - اب جرمني پیرس کا محاصره کر رهی هے اور کچهه نہیں کہا جا سکتا که کل کیا هو ؟ ممکن هے که مشیت الهي کوئی غیر متوقع تبدیلی پیدا کردے :

انه علی رجعه لقادر ! (۸۶ : ۶)
بیشک خدا تو اسپر بهي قادر هے که اسے لوٹا دے -

لیکن حالات کا قدرتي نتیجه اسکے خلاف هے و العلـــم عند الله -

" " جو هونا چاهیے تها اور جو کچهه قبل از وقوع سونچا گیا تها ' اور جو کچهه اس وقت هو رها هے ' ان دونوں کا موازنه کرنے پر هم سب مائل هیں - جہاں تک واقعات ظاهر هوے هیں انسے ناگزیر طور پر یه نتیجه نکلتا هے که انگریز اور فرنچ کمانیر اپنا کام نہیں جانتے "
(استیٹسمین، ۷ سپٹمبر)

متحده افواج اپنے قیام کے خط بنا بنا کر هر بار پیچهے هی هٹتي آئی - اس نقشه سے به یک نظر معلوم هوتا هے که نامور سے لیکر دکسے بعد دیگرے پانچ خط قیام بنائے گئے مگر جرمني انپر قابض هوتی گئي - انکے بعد موجوده خط دوام هے -

مراکب مخفیہ بحریہ ! اسطول متحدہ و مشترکہ بحر و فضاء آسماني ! !

سمندر کے نیچے مراکب مہلکۂ بحریہ کا استقرار!

اس مرقع میں دکھلایا ہے کہ جدید ایجادات بحریہ میں سے تحت البحر کشتیاں (سب میرین) کس طرح سمندر کے نیچے پھیل جاتي هیں اور دشمن کے جهازون کي آمد و رفت روک دیتی هیں ؟ سمندر کی سطح پر تحت البحر کشتیوں کے مستول نکلے هوے صاف دکھائی دیتے هیں - سامنے پہاڑی کے کنارے دو جنگی جهاز حیران کهڑے هیں اور گذر نہیں سکتے - اگر وہ گذریں تو چند لمحوں کے اندر هی تباہ کردیے جائیں -

هوائي جنگي جهازوں کا بالاے سمندر ایک منظر !

عالم آب و باد کا متحدہ حملہ ! !

نیچے جرمنی کا ایک بیڑہ ہے اور اوپر ایک زپلن هوائی جهاز، جهازوں کے ساتھہ ساتھہ سفر کر رہا ہے - بحری اور فضائی متحدہ حملے کو اسمیں واضح کیا گیا ہے

مناظر بحریہ ! مشاہیر افواج بریہ برطانیہ و آلمان ! مراکب شہیرۂ عظیمہ !

بندر گاہ اسپٹ ہیڈ میں برطانیہ قواء بحریہ کا ایک منظر عمومی

نہر کیل میں جرمنی کے قواء بحریہ کی ایک عام نمائش !

سر جان جلیکیو نائب امیر البحر برطانیہ

(۱) ایک فرانسیسی کروزر ... میں شیلے نامی جو برطانی جہازوں کے ساتھ مصروف کارزار ہے۔

(۲) جرمنی کا سب سے بڑا اور سب سے آخری قسم کا بیٹل شپ جہاز۔

امیر البحر وان ٹرپٹز جرمن وزیر بحریہ

مقالات

تاریخ حروب اخیرہ کا ایک صفحہ

نفقـــات جنـگ

اسلامي غزوات اور جدید دور تمدن کي لڑائیوں میں روحاني اور مادي مقاصد نے جو حد فاصل قائم کردي ہے ' اوسکو دور جدید کے مصارف جنگ اور بھي زیادہ نمایاں کردیتے ھیں - ھم نے کتب حدیث و سیر میں بارھا پڑھا ہے کہ ایک مقدس وجود اعلای "کلمۃ اللہ " کیلیے اوٹھا ہے ' اور اس مقصد جلیل کی تکمیل میں اوسکی ایثار نفسی نے صرف ایک لقمۂ خشک پر قناعت کي ہے - ھمکو اوس مقدس گروہ کا حال بھی معلوم ہے جسکو اس پاک مقصد کی اشاعت کیلیے راستے میں درخت کي پتیاں چبانی پڑیں ' اور اس نے خوانہاے نعمت سے سیر شکم اور زرہ و جوشن سے آھنی جسم بنکر لڑنے والوں کو صداے تکبیر کی ایک گرج میں بے دم کردیا ! کانھم بنیان مرصوص ایسے ھی فاقہ مستوں کا وصف حال تھا -

لیکن موجودہ لڑائیاں دنیا کیلیے ایک ایسي لعنت ھیں جو جان و مال ' دونوں کا خاتمہ کردیتی ھیں - اعلان جنگ ھونے کے ساتھہ ھي یورپ کا اعلی ترین علم الاقتصاد صاف جواب دیدیتا ہے کہ وہ من و صلح کے زمانے کا ایک خواب تھا ' جسکو اب بالکل بھلا دینا اھیے !

خوش قسمتي سے یہ دولت جو زمانۂ جنگ میں نہایت بیدردي کے ساتھہ صرف کی جاتی ہے ' وہ خون کي طرح بالکل بہ نہیں جاتي بلکہ صفحۂ قرطاس پر نقش و نگار کي صورت میں اپني یادگار بھي چھوڑ جاتي ہے ' اور اس نقش خونیں سے ھم اس زمانے کے مصارف جنگ کا ایک ھولناک نقشہ مرتب کرسکتے ھیں - دوران جنگ میں ملک کي اقتصادي حالت کو مختلف غیر منضبط طریقوں سے جو نقصان عظیم پھونچتا ہے ' اوسکے اندازہ کرنے کا ھمارے پاس کوئي ذریعہ نہیں ہے لیکن لڑائیوں کے مصارف عظیمہ اور نتائج محزنہ و الیمہ کا مکمل نقشہ پیش کیا جاسکتا ہے -

(قرون اخیرہ کے حروب عظیمہ)

یورپ میں جنگ کریمیا کے زمانے سے آج تک جو لڑائیاں ھوئیں اور ان میں جان و مال کا جو نقصان ھوا ' اوسکی تفصیل یہ ہے :

(نام جنگ)	(سنہ)	(نقصان جان)	(نقصان مال)
جنگ کریمیا	۱۸۵۴	۷۸۰۰۰۰	۳۴۰ ملین گنی
جنگ ازادي غلامان امریکہ	۱۸۶۱ - ۱۹۷۱	۸۰۰۰۰۰	۱۴۰۰ "
جنگ فرانس و جرمنی .	۱۹۷۰ - ۱۹۷۱	۸۵۳۰۰۰	۵۶۰ "
جـنگ روس و ترکی (پلیونا)	۱۸۷۷		
جنگ امریکہ و اسپین	۱۸۹۸	۰۰۰۰	۰۲۵۹ "
جنگ ٹرانسوال	۱۸۹۹ - ۱۹۰۲	۰۶۸۷۰۰	۲۷۰۰ "
جنگ روس و جاپان	۱۹۰۴ - ۱۹۵	۴۸۵۰۰۰	۵۰۳ "

(جنگ بلقان کے مختلف فریق) :

(نام جنگ)	(سنہ)	(نقصان جان)	(نقصان مال)
بلگیریا		۱۴۰۰۰۰	۰۰۹۰ ملین گنی
سرویا		۰۷۰۰۰۰	۰۰۵۰ "
یونان		۰۳۰۰۰۰	۰۰۲۵ "
مانٹي نیگرو		۰۰۸۰۰۰	۰۰۰۱ "
		میزان	۳۸۵۲

جنگ بلقـان کے زمانے میں دولۃ عثمانیہ کے نقصانات کي اگرچہ صحیح تفصیل معلوم نہیں ہے ' تاھم اس میں شبہ نہیں کہ لاکھوں سپاھیوں کي جانیں ضائع گئیں ' تمام سامان جنگ برباد ھوگیا ' اور مصارف جنگ کي تعداد کم از کم ۸۰ ملین گنی تک پھونچ گئي - (ایک ملین ۱۰ - لاکھہ کا ھوتا ہے)

(موجودہ جنگ کا قبل از جنگ تخمینہ)

جرمني ' انگلستان و فرانس کے ساتھہ ایک مدت سے آمادہ پیکار تھی ' اسلیے وھاں کے علماے اقتصاد و رجال حرب نے پہلے ھي سے اوسکے مصارف جنگ کا ایک تخمینہ لگالیا ہے - علم الاقتصاد کے ایک مشہور جرمن عالم کا خیال تھا کہ جب حکومت جرمني دوسري سلطنتوں کے ساتھہ دست و گریبان ھوگی تو اوسکو جنگ کے پہلے ۶ ھفتوں میں فوج اور جنگي جہازوں کے مصارف کیلیے ۶۰ ملین گني کي ضرورت پڑیگي - اسکے علاوہ رسد وغیرہ کے مصارف ۵۰ ملین گنی سے کم نہونگے - خوف و بے اطمینانی کي وجہہ سے عام تجارت اور ملکی بازاروں کا جو نقصان ھوگا ' اوسکي تعداد بھی ساڑھے بارہ ملین گنی ھوگي ' اسطور پر جنگ کے پہلے چھہ ھفتوں میں جرمن کو ۱۲۲ ملین اور نصف ملین گنی کا نقصان برداشت کرنا پڑیگا !

چنانچہ آج وہ منتظرہ جنگ شروع ھوگئي ہے اور جرمنی کے حملے پر چار ھفتے گذر چکے ھیں - اب مندرجہ بالا تخمینے سے اس ھولناک نقصان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو اس جنگ میں ابتک صرف جرمني کو پھونچا ھوگا - دوسري حکومتیں ابھی باقي ھیں - اگر جنگ نے طول پکڑا تو عالم انسانیت کے اس نقصان کا آخري میزان کیسا ماتم انگیز ھوگا جو محض چند مغرور انسانوں کے فتنۂ افساد اور جوع سیادت سے کرۂ ارضی پر عالمگیر ھو رھا ہے ؟

(ضروریات زندگی کا اثر)

آج ۴۰ سال سے تمدنی ضروریات بہت بڑہ گئی ھیں اور بڑھتی جاتی ھیں - موجودہ دور تمدن میں انسانی زندگي نہایت گران قیمت ھوگئی ہے جسکا اثر مصارف جنگ پر بھی شدت کے ساتھہ پڑا ہے - سنہ ۱۸۷۰ میں جرمنی اور فرانس کے درمیان جو جنگ ھوئی تھی ' اوس میں جرمنی کو فی سپاھی ۵ - روپیہ اور فرانس کو ساڑھے پانچ روپیہ روزانہ صرف کرنا پڑا تھا ' لیکن آج ایک سپاھی کا روزانہ خرچ ساڑھے سات روپیہ سے کسی طرح کم نہوگا ' جنگ ٹرانسوال میں تو انگریزوں دو فی سپاھی ایک گنی تک صرف کرنا پڑا تھا -

اسٹریا کے وزیر جنگ نے سنہ ۱۹۱۰ میں بیان کیا تھا کہ زمانہ جنگ میں ایک اسٹرین سپاھی کا خرچ روزانہ ساڑھے سات روپیہ

معرکہ زار بحر شمال ! خوارق و عجائب ترقیات حربیہ بحریہ !

بحر شمالی آج دنیا کے قوای حربیۂ بحریہ کا سب سے بڑا بحری تماشہ گاہ ہے - کیونکہ دنیا کے دونوں زعماء بحر (برطانیہ و جرمنی) کی بحری طاقتوں کو اسی سے تعلق ہے - موجودہ جنگ میں سیادت بحری کا شاید آخری فیصلہ یہیں ہو - اس نقشہ میں برطانیہ اور جرمنی کے جنگی جہازوں کے مواقع ' حدود ' ترتیب ' اور تقابل کا ایک تخمینی منظر دکھلایا گیا ہے - دھنی جانب جرمنی کے جہاز ہیں اور بائیں جانب برطانیہ کے - درمیان میں نقطوں کی جدول سے انکے حدود بحری کو الگ کردیا ہے - بالکل سیاہ نقوش بیٹل شپ جہاز ہیں اور جنکے اندر سفیدی چھوڑ دی ہے ' وہ کروزر ہیں -

بہ یک تنویر در تفتیش !

اس موقع میں موجودہ جنگی جہازوں کی روشنی کے برقی آلات کی قوت دکھلائی ہے - جہاز نے ایک ہی وقت میں آسمان اور زمین ' دونوں کو روشن کردیا ہے - سمندر کو روشن کرکے دیکھتا جاتا ہے کہ تارپیڈو کشتیوں کی زد میں نہ آجا ے - ساتھہ ہی آسمان کی فضا کو روشن کرکے دیکھہ رہا ہے کہ کہیں اوپر سے دشمن کا ہوائی جہاز گولہ باری نہ کردے !

انگریزی بیڑے کی ہولناک توپ !

جسکا دہانہ ۱۳ × ۵ - انچ کا ہے - یہ توپ بڑے بڑے ڈریڈ ناٹ جہاز " اوریَن " نامی میں نصب ہے -

بائیں جانب تارپیڈو کشتی کا وہ آلہ دکھلایا ہے جسمیں ہوا بھری جاتی ہے اور جسکی قوت سے وہ حملے کے وقت نہایت آسانی سے اوپر نیچے ہوتی

مصارف جنگ كي وسعت ' كانون كي پيداوار ' بينكوں كي در آمد بر آمد ' اور مہاجنوں كے لين دين سے ثابت هوگيا هوگا كه اس زمانے ميں لڑائي كي باگ تمامتر مہاجنوں هي كے هاتهه ميں هے ' وه مالي مدد ديكر جس سلطنت كو چاهيں دوسري سلطنت سے لڑاسكتے هيں ' يا جنگ روک دے سكتے هيں - ابهي دو برس كا زمانه گذرا هے كه جرمني و فرانس ميں جب جنگ كا انديشه پيدا هوگيا تها تو فرانس كے مہاجنوں نے اپنا تمام سرمايه جرمن بنكوں سے نكال ليا تها - مجبوراً جرمني كو اس اراده سے باز آجانا پڑا - دولة عثمانيه اور يونان ميں بهي جنگ كے جب نئے خطرے پيدا هوے ' تو مہاجنوں نے باب عالي كو دهمكي دي كه " اگر جنگ جاري كيگئي تو قرض دينے سے اپنا هاتهه كهينچ لينگے "

ليكن افسوس هے كه اس قوت سے اُلٹا كام ليا جاتا هے - دنيا ميں جتني لڑائياں قائم هوتي هيں ' اونكي ته ميں انهي مہاجنوں كا هاتهه كام كرتا هے - اس سے انكا مقصد يه هوتا هے كه جب دوران جنگ ميں لڑنے والي سلطنتوں كو قرض كي ضرورت پيش آئيگي تو قرض ديكر ان لوگوں كو سالانه سود كے سميٹنے كا موقع ملجائيگا ' يا اور متعدد اقتصادي اور مالي اغراض هوتے هيں جنكے ليے وه كسي انقلابي حالت كي ضرورت ديكهتے هيں - لارڈ سيسل اور جنگ ٹرانسوال كے تعلقات كي داستان قارئين الهلال ميں سے بهت سے باخبر اور مطالعه دوست اصحاب كو ياد هوگي

باب التفسير

الحـــرب فـــي الـــقـــران

(٢)

اس مضمون كا پہلا ٹكڑہ گذشته اشاعت كے مقاله افتتاحيه كے صفحات ميں " العرب و الاسلام " كے عنوان سے درج كيا گيا تها ليكن چونكه اسكا اصلي موضوع درحقيقت تفسير القرآن سے تعلق ركهتا هے اسليے آج باب التفسير كے تحت ميں شائع كيا جاتا هے -

---

گذشته اشاعت ميں هم قديم وحشيانه اعمال حرب كي ايک اجمالي فہرست پيش كركے اسلامي تعليمات كو واضح كرچكے هيں - مضمون كا خاتمه اس مبحث پر هوا تها كه عرب جاهلية ميں جنگ و فساد اور لوٹ مار كا فخر و انبساط كے ساتهه انتظار كيا جاتا تها ' اور وه انتظار قومي زندگي كے خصائص ميں داخل هوگيا تها -

(القتال والحـــرب)

جنگ كے يهي وحشيانه افعال تهے جن پر " حرب " كا مفہوم لغوي مشتمل تها ' اور اهل عرب نے عملي طور پر حرب كا يهي نمونه قائم كيا تها جيسا كه دنيا كي اور تمام قوموں نے كيا - ليكن اسلام نے جنگ كے ان تمام آثار و علائم كو مٹاكر ايک نيا مدني نظام قائم كيا - اس بنا پر لغةً و حقيقةً ' كسي حيثيت سے بهي " جهاد اسلامي " پر حرب كا اطلاق نهيں هو سكتا تها - پس يهي وجه هے كه قران مجيد ميں جهاد پر ايک جگهه بهي اس لفظ كا استعمال نهيں كيا گيا - البته جهاد كي ايک خاص صورت كي تعبير " قتال " سے كيگئي هے ' جو ظاهري مفہوم كے لحاظ سے كوته بينوں كے نزديک نہايت خطرناک لفظ هے - حالانكه جهاد اور قتال ميں ايک طرح كے عموم و خصوص كا فرق هے :

واقتلـوا المشركين حيث	مشركين كو جهـــاں پاؤ
وجدتمـــوهم (٩ : ٥)	قتل كرو -
و اقتلوهم حيث ثقفتموهم	اور كفار كو جهاں پاو قتل كرو اور
و اخرجوهـم من حيث	جهاں سے اونهوں نے تمكو نكال ديا هے
اخرجوكم (٢ : ٥-١٨٧)	وهاں سے تم بهي انهيں نكال دو -

ليكن دوسري آيتوں سے معلوم هوتا هے كه يه مشاكلة اللفظه باللفظ هے جو كلام ميں زور پيدا كرنے كا ايک طريقه هے - خدا اپنے متعلق كهتا هے : مكروا و مكروا لله والله خير الماكرين - حالانكه خدا مكار نهيں هے ' بلكه پر زور طريقه سے يه كفار كے اعمال شنيعه كا جواب ديا گيا هے - هم اپني زبان ميں كهتے هيں كه برائي كا بدله برائي هے ' حالانكه برائي خود برائي هے ليكن اوسكا بدله برائي نهيں هے بلكه وه قانون عدل كا ايک احسن نتيجه هے : جزاء سيئة سيئة مثلها (برائي كا بدله ويسي هي برائي هے) اسي طريقه پر اس لفظ كا بهي استعمال كيا گيا هے ورنه اسكي حقيقت سے مقصود نهيں هے ' جسطرح خدا كے مكر كرنے سے حقيقي مكر مراد نهيں ليا جا سكتا - اسي طرح يہاں قتال سے بهي دنيا كا عام قتال مراد نهيں هے :

فان قتلوكم فاقتلوهم	اگر وه تم سے مقاتله كريں تو تم بهي ان
(٢ : ١٧٢)	سے مقاتله كرو -

اور اگر اسكو تسليم نه كيا جاے ' تب بهي يه خود كفار هي كي شامت اعمال كا نتيجه هے - جهاد كا اصل مقصد نهيں هے - چنانچه دوسري آيت ميں اس كي تشريح كردي گئي هے :

فمن اعتدى عليكم فاعتدوا	جو شخص تم پر زيادتي كرے ' تم بهي
عليـه بمثل ما اعتدى	اوسي كے مثل زيادتي كرسكتے هو ليكن
عليكم و اتقو الله ' واعلمو	اس سے زياده تجاوز كرنے ميں خدا سے
ان اللـه مـع المتقين	ڈرو ' اور يقين كرو كه خدا پرهيزگاروں
(٢ : ١٩١)	هي كے ساتهه هے -

(آيات ستة)

ليكن تمام قران كريم ميں جهاد پر " حرب " كا اطلاق نهيں بهي نهيں كيا گيا هے - صرف چهه جگه " حرب " كا لفظ آيا هے ' حالانكه تمام قرآن كريم جهاد كي ترغيب و تحريص سے بهرا هوا هے :

والذين اتخذوا مسجدا	جن لوگوں نے مسلمانوں كو نقصان
ضرارا و كفرا و تفريقـــاً	پہونچانے كيليے ' اون ميں پهوٹ ڈالنے
بين المومنين وارصادا	كيليے ' اور اوس شخص كي گهات لگانے
لمن حارب الله و رسوله	كيليے جس نے خدا اور اسكے رسول سے
من قبل (٩ : ١٠٨)	پہلے لڑائي كي هے ' نيز اپنے كفر كے اظهار
	كيليے ايک مسجد بنائي هے -

انما جزاء الذين يحاربون الله	جو لوگ خدا اور اوسكے رسول سے
و رسوله ويسعون في الارض	لڑتے هيں اور زمين ميں فساد
فسادا ان يقتلـوا او يصلبـوا	پهيلاتے هيں ' اونكي سزا يه هے كه
او تقطع ايديهم و ارجلهم من	وه قتل كرديے جائيں ' يا اونكو
خـلاف او ينفسوا من الارض	پهانسي دي جاے ' يا اونكے ايک
ذلک لهم خزي في الدنيا ولهم	ايک دائيں بائيں هاتهه پاوں كاٹ
في الاخرة عـذاب عظيـــم	ڈالے جائيں ' يا جلا وطن كرديے
(٥ : ٣٧٥)	جائيں - دنيا ميں بهي اونكےليے يه

ذلت اور رسوائي هے ' اور آخرت ميں دوسرا بڑا عذاب هونےوالا هے -

تک پہونچ جاتا ہے - بیوہ عورتیں، یتیم بچے، قتیار اور رسد کي فراهمی کا صرف اسکے علاوہ ہے - اس بنا پر اگر ۲۰ - لاکهه فوج ۶ ماہ تک متصل گرم پیکار رہے تو اوسپر ۱۸۰ ملین گنی صرف کرنا ہوگی!!

(گذشته جنگ فرانس و جرمنی)

یورپ میں سب سے تازہ ترین اور عظیم‌الشان جنگ فرانس اور جرمنی کی لڑائی خیال کي جاتي ہے - یه جنگ مہاجنوں کی توقعات کے خلاف قائم هوگئی تهي - اس بنا پر اونکو تاوان اوٹهانا پڑا - ابتدائی جنگ میں فرانسیسی بنکوں کي شرح قرص ۷۳ فی صدي تهي، لیکن اعلان جنگ هوے کے ساتهه هی دفعتاً بازار شرح کرگیا، اور شرح قرض ۶۶ فی صدي تک اُترگئی - جنگ کے ساتهه ساتهه شرح قرص کا یه تنزل بهی برابر جاری رها - یہاں تک که واقعه سیدان کے بعد ۵۳ تک پہونچ گیا، اور اسکے بعد نوٹوں کی خرید و فروخت کا سلسله قریب قریب بالکل رک گیا - اگر کسیکو اسکی ضرورت پیش آتی تهی تو نقد قیمت ادا کرتا اور سخت نقصان اوٹهانا پڑتا تها -

فرانس کے بنکوں سے ۹ - جون سنه ۱۸۷۰ سے ۸ ستمبر سنه ۱۸۷۰ تک کي مختصر مدت میں جو رقم نکال لي گئي، اوسکی تعداد ۳۳ ملین گنی تهي - اعلان جنگ کے وقت پروسیا کے خزانے میں ۴۵۰۰۰۰۰ گنی موجود تهي، اور اوسنے قرص بهي لینا چاها تها جسکی قیمت ۱۸ ملین تک تهي، لیکن اس مدت میں دو ملین سے زیاده جمع نهوسکا، اور پروشیا کی هنڈیوں کا نرخ ۹۳ سے گر کر ۷۷ تک پهونچ گیا - قومی کمپنیوں کے حصے بهي فی صدی ۴۰ تک میں کم هوگئے تهے - چنانچه اسکے بعد پرنس بسمارک نے خود کہا تها که "اگر ساڑهے چار ملین گنی خزانۀ سلطنت میں نهوتي تو جرمن دو دن بهي فرانس سے نهیں لڑسکتے - "

فتح کے بعد بسمارک نے فرانس سے ۵ لاکهه ملین گنی کا تاوان جنگ طلب کیا تها لیکن آخر میں دو لاکهه ملین گنی پر راضي هوگیا - فرانس نے یه رقم خطیر دو سال کي مدت میں ادا کی اور اسکي وجه سے یورپ کے مالی بازار میں دفعتاً جهاڑو پهرگئی -

(روس و جاپان)

زمانه جنگ روس و جاپان میں مالی تحفظ کیلیے جاپان نے جو اهتمام اور تیاریاں پہلے سے کی تهیں، وہ اوسکے لیے نہایت مفید ثابت هوئیں - چنانچه جاپان نے اعلان جنگ سے پہلے هی ۱۱۶۹۶۰۰۰ گنی کی رقم خطیر بنک میں جمع کرلی تهي - روس کے بنک اور سلطنت کے خزانه کا کل سرمایه ۱۰۵۰۰۰۰۰ گنی تها، لیکن اختتام جنگ پر جاپان کے خزانے میں ۱۰۴۴۴۰۰۰ گنی باقي رهگئي - حالانکه وہ جنگ پر دو لاکهه ملین گنی صرف کرچکا تها - اس مالی فایده کی وجه صرف یه تهی که دوران جنگ میں جاپانی قوم اور جاپانی سلطنت اپني تمام ضروریات کو ملکی ساخت کی چیزوں سے پورا کرتی تهي، اسکا نتیجه یه هوتا تها که روپیه بنک سے نکل کر ملک کي جیب میں آجاتا تها، اور ملک کی جیب سے نکل کر خزانه سلطنت کو پر کردیتا تها - خزانه سلطنت اوسکو بنکوں میں منتقل کردیتا اور اسطرح جو کچهه بنکوں سے برآمد کیا جاتا تها، وہ هر پهرکر پهر دوباره اوسهي میں داخل هوجاتا تها - یهی وجه ہے که جنگ کے اس طویل زمانه میں جاپانی بنک کو صرف ایک ملین گنی کا خساره اوٹهانا پڑا جو تاریخ جنگ میں همیشه اسکے لیے کار نامۀ فخر رهیگا!

جاپان کی حکومت نے اضافه نرخ اشیاء بهی کو نهایت سختی کے ساتهه روکدیا تها، اسلیے حکومت کا سرمایه حکومت هی کے خزانے میں محفوظ رها اور وہ اوس سے نکل کر تاجروں کے خزانه کا جزو نه بن سکا -

(جنگ بلقان)

مالی بازار پر جنگ کا اثر بلقان کی آخري لڑائی سے ظہور پذیر هوا ہے -

جب ریاستہاے متحده بلقان نے اخیر ستمبر سنه ۱۹۱۲ع میں فوجی تیاریاں شروع کیں، تو برلن اور وائنا کے بنکوں پر اول اکتوبر هی میں اسکا اثر پڑگیا، اور رفته رفته پیرس کے بنکوں تک متعدي هوا، لیکن جب مانٹی نگرو نے بهی جنگ کے کیلیے هتیار اوٹهاے، تو پیرس، برلن، اور لندن کے بنکوں کا سنگ استقامت بهی دفعتاً هل گیا، اور ۶ ماہ تک یورپ کے تمام بنک اسی حالت تزلزل میں رهے -

اسی اثناء میں جرمنی اور فرانس نے فوج کي تعداد میں اضافه کرنا چاها - مالی حالت پر اسکا بهي نهایت گهرا اثر پڑا - چنانچه ستمبر ۱۹۱۲ع سے اخیر جولائی ۱۹۱۳ع تک کی مدت میں کمپنی کے حصوں اور هنڈیوں کا نرخ ۵۰۰ ملین گنی گهٹ گیا، اور تمام مهاجنوں نے بنک سے اپنے اپنے روپیے نکال لیے - نتیجه یه هوا که جن بنکوں میں اوائل ستمبر سنه ۱۹۱۳ع تک ۵۴۵۴۳۱۰۰۰ گنی کے نوٹ برآمد هوتے تهے، اون میں اخیر دسمبر سنه ۱۹۱۲ع تک صرف ۵۱۱۵۰۹۰۰۰ گنی رهگئی، یعنے راس المال میں ۳۳۹۰۰۰ گنی کی کمی آگئی!

جنگ بلقان سے یورپ کے بنکوں کو جو نقصان عظیم اوٹهانا پڑا اوسکي تعداد کم از کم ۷۰ ملین گنی ہے، کیونکه لوگوں نے خوف اور بے امنی کي وجه سے اپنا تمام سرمایه بنکوں سے نکال کر اپنے گهروں میں بهر لیا - اسوقت سے تمام بڑی بڑي سلطنتیں آنے والے خطرات کے انسداد کے لیے اپنے اپنے خزانوں اور اپنے اپنے بنکوں کے سرمایه میں اضافه کرنے لگیں - چنانچه ذیل کے نقشے سے اسکا اندازہ هوسکتا ہے :

(آخر سنه ۱۹۰۹ع سنه ۱۹۱۰ع)

نام بنک	سرمایه اصلی	اِضافه	اِضافه کي مجموعي تعداد
بینک آف انگلینڈ	۲۸۲۲۵۰۰۰	۳۰۲۶۲۰۰۰	۹۵۵۸۰۰۰
امپریل بنک آف جرمني	۲۲۳۲۵۰۰۰	۳۱۸۸۳۰۰۰	۳۰۳۷۰۰۰
بنک آف اسٹریا هنگري	۴۲۸۰۴۰۰۰	۵۳۴۹۹۰۰۰	۱۰۶۹۵۰۰
بنک آف فرانس	۷۲۲۳۱۰۰۰	۱۲۶۵۷۰۰۰۰	۵۴۳۳۹۰۰۰
بنک آف اٹلي	۱۵۳۸۱۰۰۰	۴۷۷۱۰۰۰۰	۳۲۴۱۹۰۰۰
بنک آف روس	۰۸۷۸۵۹۰۰۰	۱۲۶۸۰۱۰۰۰	۳۸۹۴۲۰۹۰
بنک آف یونا ئٹیڈ اسٹیٹ (۱۰ امریکه)	۱۳۶۷۷۷۰۰۰	۲۸۲۱۴۴۰۰۰	۱۴۵۳۶۷۰۰۰

سنه ۱۹۰۹ و سنه ۱۹۱۰ع میں دنیا کي کانوں سے بقدر ۸۰۷۴۰۰۰۰۰ گني کے سونا نکالا گیا - بینک و تجارت وغیره پر اوسکي تقسیم جس مقدار سے کیگئي، اوسکا اندازہ ذیل کے نقشے سے هوگا :

تجارت وغیره	۱۹۱۷۰۰۰۰۰
هندوستان کو دیا گیا	۰۸۶۶۰۰۰۰۰
مصر کو	۰۰۲۹۰۰۰۰۰
بنک آف جاپان میں داخل کیا گیا -	۰۱۳۸۰۰۰۰۰
بنک آف ساوتهه جنوبی امریکا	۰۰۶۸۰۰۰۰۰
بنک آف میکسکو - (امریکه)	۰۰۵۷۰۰۰۰۰
بنک آف یونائٹیڈ اسٹیٹ (امریکه)	۱۴۵۳۰۰۰۰۰
بنک آف کنیڈا - (برطانی نو آبادي)	۰۱۷۱۰۰۰۰۰
بنک آف اسٹریلیا و جنوبی افریقه	۰۱۹۱۰۰۰۰۰
بنک آف یورپ	۱۷۲۷۰۰۰۰۰
عام اور بقیه بنک -	۰۵۷۶۰۰۰۰۰
میزان کل	۸۰۷۴۰۰۰۰۰

جنگ کی تپش میں تپتے ہوے چہروں پر پھر دائمی صلح کا ظل الغمام اپنا سایہ ڈال سکتا ہے ؟

یورپ کے بڑے بڑے ارباب سیاست اور ارباب حل و عقد نے اس سوال کا جواب مختلف طریقوں سے دیا ہے' لیکن ایک صلح پسند شخص کیلیے ان میں ایک جواب بھی تسکین بخش نہیں -

امریکہ کا سابق پریسیڈنت روز ویلٹ کہتا ہے :

" ہاں دنیا کو صلح و آشتی کے وسائل فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے' لیکن ہر صلح بھی پسندیدہ نہیں ہوسکتی - دنیا میں بہت سے ظالم ایسے پیدا ہوگئے ہیں جنکا سینۂ تنگ فتح کا ایک ہولناک میدان ہے' لیکن وہ اس میدان کو صلح کا خوشنما سبزہ زار کہتے ہیں -

بہت سے لوگ بزدلی ' ضعف عزیمت ' اور مکر و فریب کو بھی صلح کے پردے میں چھپا رہے ہیں - اسلیے ہمارا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اوس صلح سے الگ رکھیں جسکی ترکیب ظلم اور بزدلی سے ہوتی ہے - تاہم ظالمانہ لڑائیاں بہت اور ظالمانہ صلح کم ہیں - لیکن دونوں ہی دونوں قابل نفرت ہیں "

لارڈ اویبری (سر جان لبک) کی راے ہے :

" مجھے صلح کی توقع بہت کم ہے - خود ہم انگریز' اپنے بحری و بری مصارف جنگ کو بڑھا کر دنیا کے سامنے جنگ کی تیاری کا بدترین نمونہ پیش کر رہے ہیں "

سرفریڈریک پولیک نے اپنے وسیع قانونی تجارب کی بنیاد پر جو اونکو زمانہ ججی میں حاصل ہوے ہیں' یہ راے قائم کی ہے :

" عام خیال ہے کہ سلطنتوں کے جھگڑے بھی شخصی نزاعوں کے مثل ہیں ' اس لیے حکم کے ذریعہ اسکا فیصلہ ہو سکتا ہے ' لیکن سلطنتوں کی اکثر حالتیں اشخاص سے مختلف ہوتی ہیں مثلاً باہمی معاہدوں کے دفعات کی تشریح ' یا اونکی خلاف ورزی کا فیصلہ عدالتوں اور ثالثوں کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتا - سب سے بڑا مسئلہ سیادت و اقتدار کا ہے جسکو ایک سلطنت کسی ملک پر قائم کرنا چاہتی ہے - ان تمام باتوں کا فیصلہ صرف تمام سلطنتوں کے اتفاق و اتحاد ہی سے ہو سکتا ہے ' اور اس اتحاد کو اوس قوت سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہونا چاہیے جو اوسکی حریف بنکر اوسکا مقابلہ کرنا چاہتی ہے - پھر یہ اتفاق بھی صرف چھوٹی چھوٹی لڑائیوں ہی کو روک سکتا ہے - وہ عظیم الشان سلطنت جو دوسری سلطنت کو حقارت سے دیکھتی ہے ' یا اوسکو اپنے ساتھہ ملالینے کی قدرت رکھتی ہے' اس اتفاق کی بھی پروا نہیں کرسکتی "

سرگلبرٹ پارکر نہایت دلیری سے صلح کانفرنس کے خلاف اپنا یہ خیال ظاہر کرتے ہیں :

" میں صلح کی خوشنما امیدوں سے اپنا دل بہلا نہیں سکتا ' واقعات ہمکو ایک عظیم الشان جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں' جب تک وحشت موجود ہے ' جب تک غیر مکمل طور پر تہذیب یافتہ قومیں سطح زمین پر آباد ہیں ' اتفاق و اتحاد نا ممکن ہے - ہمکو خدا پر بھروسہ کرکے اپنے بارود کو خشک رکھنا چاہیے "

مشہور سرتامس برکلی کا خیال ہے :

" دائمی صلح آسان نہیں' بعض لڑائیاں قانون ارتقاء کے ثابت شدہ اصول " تنازع للبقاء " کے لیے کی جاتی ہیں' نو آبادیوں کے لیے صرف اسی غرض سے لڑائیاں قائم ہوتی ہیں کہ انسان پر اپنے ملک کا دائرہ تنگ ہوجاتا ہے ' اور وہ دوسری قوموں کو دھکیل کر آگے بڑھنا چاہتا ہے - کیونکہ اسکے بغیر اوسکی زندگی ممکن ہی نہیں -

بعض لڑائیاں استبداد و استقلال کے لیے برپا ہوتی ہیں ' جنکی تحریک صرف ظلم کرتا ہے ' بعض لڑائیاں تہذیب و تمدن کے استحکام کی غرض سے قائم کی جاتی ہیں - اگر وحشت و ہمجیت اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے' تو اس قسم کی لڑائیاں دنیا کی سعادت مدنیہ کے لیے مبارک فال ہیں -

اسکے علاوہ جہالت اور جذبات کا جوش بھی کلیتاً نہیں روکا جا سکتا ' پس اگرچہ جنگ کا انسداد کلی محال ہے ' تاہم ہر انگریز' ہر فرنچ' ہر امریکن ' ہر جرمن ' اب لڑائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ' اور اوس کی طرف اپنا میلان نہیں ظاہر کرتا "

مسٹر الزک امریکہ کے ایک سیاسی فیلسوف ہیں اُن کی تمناوں کا خوش نما سبزہ زار یہ ہے :

" میری بڑی خواہش یہ ہے کہ جنگ سے علحدگی اختیار کیجاے' لیکن یہ منزل ابھی بہت دور ہے' بہت سے مسائل ثالثی کے ذریعہ حل ہوسکتے ہیں ' لیکن آگے بڑھنے والے اقتدار و نفوذ کو کون روک سکتا ہے ؟ "

صلح و آشتی کی یہ آخری خدمت تھی جسکو یورپ کی ترقی یافتہ مدنیۃ نے انجام دیا لیکن امن کا یہ فرشتہ یورپ سے نکل کر بلقان' طرابلس' اور ایران کا دورہ کرچکا ہے' اور اب خود اپنے مستقر یورپ کے تخت جلال کا پایہ پکڑ کر دنیا کو اپنا زخمی چہرہ دکھا رہا ہے :

و حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ (الحاقہ ۱۴)	آسمان اور زمین اوٹھا کر ایک ساتھہ پٹک دیے گئے اور وہ دفعتاً چور چور ہوگئے پس آج ہی کے دن قیامت کا سب سے بڑا دن آگیا - آسمان پھٹ پڑے ' اور اونکی چولیں ڈھیلی ہوگئیں !!

(۳) یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلــوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله (۲ : ۲۷۸)

مسلمانو! خدا سے ڈرو اور جو رقم سود کی تمهاری لوگوں پر باقی ہے ' اسکو چھوڑ دو اگر تم مسلمان هو' اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو یقین کرو که خدا اور اوسکے رسول کا تمهارے ساتهه اعلان جنگ ہے -

(۴) و القینا بینهـــم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة کلما اوقدوا نارا للحرب اطفــاها الله و یسعون فی الارض فسادا و الله لایحب المفسدین (۵ : ۶۴)

هم نے یہود و نصاری میں قیامت تک کیلیے باهم دشمنی ڈالدی ہے - جب جب وه آتش جنگ بهڑکا تے هیں ' خدا اوسکو بجها دیتا ہے ' مگر وه دنیا میں فساد پهیلاتے هیں ' اور خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکهتا -

(۵) الذین عاهدت منهم ثم ینقضون عهدهم فی کل مرة و هم لایتقون - فاما تثقفنهم فی الحرب فشرد بهـم من خلفهم لعلهـم یذکرون (۸ : ۵۸)

وه لوگ جن سے تمنے عهد لیا مگر وه هر مرتبه اپنے عهد کو توڑ دیتے هیں اور خدا سے بالکل نہیں ڈرتے ' سو اگر تم اونکو جنگ میں پاؤ ' تو چاهیے که انپر دباؤ ڈالو تاکه جو لوگ انکے پیچهے هیں انکو بهی بهاگنا پڑے -

(۶) فاذا لقیتـم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء حتی تضع الحرب اوزارها (۴۷ : ۴)

جب تمهارا اور کفار کا جنگ میں مقابله هو' تو اونکی گردنیں اڑادو یہانتک که جب خوب خونریزی هوچکے تو اونکو غلام بنالو ' اسکے بعد یا تو احسان کرکے اونکو چهوڑ دو یا فدیه لیکر رها کردو ' یہانتک که لڑائی موقوف هوجاے -

پہلی آیت میں "حرب" کا جو استعمال کیا گیا ہے' اوسکو قتال اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ایک عرب تها ابو عامر راهب ' جسکی ریاست مذهبی کو آنحضرت صلی الله علیه وسلم کی بعثت سے صدمه پہونچا تها - اسنے اپنے عز و جاه کو قائم رکهنے کیلیے متعدد لڑائیاں کی تهیں - چنانچه آیت میں " من قبل " کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے' لیکن جب قبیله هوازن نے شکست کهائی تو وه شام کی طرف بهاگ گیا اور وهاں سے منافقین کو پیغام دیا که " تم آلات جنگ فراهم کرو ' اور ایک مسجد بنادو ' میں قیصر کے پاس جاکر فوج گراں لیکے آتا هوں اور محمد کو مدینه سے نکال دیتا هوں" - ظاهر ہے که اس جنگ کا مقصد محض بغض و انتقام ' خدع و فریب ' ظلم و عدوان ' اور طلب ریاست تها جس پر جنگ کی حقیقت لغویه بالکل منطبق هوسکتی ہے - اسلئے قرآن مجید نے اس لفظ کو اوسکے صحیح مفہوم لغوی کے مطابق استعمال کیا ہے - نه که جهاد کیلیے -

(۲) دوسری آیت قاتلین قوم ' مفسدین فی الارض ' غارتگران امن و اخلاق ' اور راهزنوں اور ڈاکوؤں کے متعلق ہے ' اور لوٹ مار حرب کے مفہوم هی میں داخل ہے ' اسلیے یه آیت پہلے سے بهی زیاده واضح ہے - جهاد سے اسکو ذرا بهی مس نہیں -

(۳) تیسری آیت میں بے شبهه خدا نے اپنے اور اپنے رسول کی طرف " حرب کا " انتساب کیا ہے' لیکن جهاد یہاں بهی مراد نہیں ہے - خود مفسرین نے سمجها ہے که مسلمانوں سے یه طرز خطاب بظاهر صرف کلام میں زور پیدا کرنے کا ایک طریقه ہے' لیکن یه کیوں ضروری سمجهه لیا گیا ہے که اسلام کی هر جنگ مقصد جهاد هی پر مشتمل هو تاکه سیاسی حیثیت سے فوائد دنیوی بهی اسکا مقصد هوسکتے هیں اور اس لحاظ سے یه لفظ بهی اس جگه اپنی حقیقت لغویه پر منطبق هو سکتا ہے' سود خواری درحقیقت ایک راه زنی ہے اور هر سود خوار ایک ڈاکو ہے جو بندگان خدا کے مال کو بلا معاوضه لوٹ لیتا ہے' اسلیے خدا نے فرمایا :

" جس طرح تم غریبوں کا مال لوٹ رہے هو' هم بهی اسی طرح تمهارا مال لوٹ کر انکو واپس دلادینگے " یہی " حرب " کے معنے هیں -

(۴) چوتهی آیت کسی تاویل کی محتاج نہیں ' وه یہود و نصاری کے متعلق ہے - اونہوں نے باهم جو لڑائیاں قائم کی تهیں ' اونکا سبب صرف بغض و انتقام اور شر و فساد تها جسپر لغوی حیثیت سے یه لفظ دلالت کرتا ہے - با اینهمه خدا نے اسکو پسند نہیں کیا اور اس مشتعل آگ کو بجها دیا - کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاها الله -

اب یه آگ پهر مسیحی دنیا میں اس لعن الہی کی تصدیق دائمی کو محکم کرتی هوئی مشتعل هوگئی ہے -

(۵) پانچویں آیت قبیلهٔ بنو قریظه کے متعلق ہے' جنہوں نے اسلام کے ساتهه متعدد بار معاهده کرکے عهد شکنی کی تهی' اور تمام قبائل عرب کو آنحضرت کے ساتهه جنگ پر آماده کردیا تها' آیت میں " حرب " سے وهی حرب مراد ہے جو بنو قریظه کی ریشه دوانیوں کا نتیجه تهی اور نه ظاهر ہے که اونہوں نے جو لڑائیاں قائم کرائی تهیں ' اونکا سبب صرف بغض و فساد تها ' اسلیے یہاں بهی " حرب " سے جهاد اسلامی مراد نہیں هوسکتا ' بلکه حرب کی وهی حقیقت لغویه سبعیه و معروفه مراد ہے -

(۶) چهٹی آیت میں بے شبهه بظاهر " جهاد اسلامی " پر حرب کا اطلاق کیا گیا ہے ' لیکن تشریح و توضیح کے بعد معلوم هوگا که یہی آیت جهاد اسلامی کا مقصد وحید ہے ' اور جهاد کی حقیقت مقدس اسی لفظ میں مضمر ہے ' چنانچه اسکی تشریح آگے آتی ہے -

(جنگ میں صلح)

یورپ نے اگرچه فطرت کے تمام رازهاے سر بسته فاش کردیے ' مگر وه ایک " التوحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید" کی گره کو نه کهول سکا - لیکن اسلام " السلم فی الحرب والحرب فی السلم" کے عقدہ لا ینحل کو حل کرسکتا ہے ' یعنے " امن و صلح میں جنگ اور جنگ میں صلح و امن !" مگر اس مسئله میں همکو پہلے یورپ هی کے کارنامه اعمال پر نظر ڈالنی چاهیے -

اسلام نے " امن و سلام " کا جو دور جدید قائم کردیا تها ' دنیا کی سبعیت اور بہیمیت نے اگرچه اوسکو " جنگ و خونریزی " سے بدل دیا ہے ' لیکن با اینهمه ابهی سیاسی مصالح سے اس فراموش شده حقیقت کا نام زبانوں پر آ بهی جاتا ہے ' اور اس بهولے هوے خواب کی یاد تازه کرلی جاتی ہے - انهی مصالح سے پچهلے دنوں یه مقام هیگ ایک عجیب و غریب مجلس صلح کا انعقاد هوا تها جسکا نام ارباب سیاست نے " هتهیار بند صلح " رکها تها !

عرب کے ایک شاعر نے کسی قبیله کی هجو میں کہا تها " نه وه مرد هیں نه عورت ' جسطرح شتر مرغ که نه چڑیا ہے نه اونٹ " اسی طرح اس صلح کی حقیقت بهی اگرچه مشتبه ہے' لیکن هم " فرشتهٔ امن " کے بجاے شتر مرغ کے پر کے سائے میں بهی زندگی بسر کرسکتے - تاهم اسکے بعد کے خونین واقعات نے ثابت کردیا که یه شتر مرغ بهی صرف بعض خاص موسموں هی میں اپنا سایه ڈال سکتا ہے !

تاهم جنگ و صلح کی اس آمیزش نے دنیا کے لیے یه نہایت دلچسپ سوال پیدا کردیا که " کیا جنگ کا خاتمه هوسکتا ہے ؟ کیا

بیج نے اب اگرچہ گھنے شاخ و برگ پیدا کرلیے ' لیکن اب تک تلوار کا پھل اونکے اندر چھپا ہوا تھا ' اسلیے جنگ قائم نہ ہوئی ' بلکہ اس قضیہ کا فیصلہ لندن میں ایک کانفرنس کے ذریعہ کیا گیا -

اس کانفرنس نے تمام سلطنتوں کی ذمہ داری میں لکسمبرگ کو ایک آزاد اور خود مختار صوبہ قرار دیا - اس فیصلہ نے فرانس کے نفوذ و اقتدار کو بالکل مٹادیا ' اور پروشیا کی طاقت و نفوذ اور پرنس بسمارک کی شہرت میں غیر معمولی اضافہ کردیا -

اس بنا پر اس فیصلہ کے بعد ھی دونوں سلطنتوں میں سخت ناچاقی پیدا ہوگئی - فرانس کو یقین ہوگیا کہ سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ اب صرف تلوار ھی کرسکتی ھے - اسی دن سے فرانسیسیوں نے در پردہ جنگی تیاریاں شروع کردیں -

اسی تہور تامب کے زمانے میں اسپین کا تخت ایک سر براراٰ کے وجود کا محتاج ہوا ' اور جنرل بریم وزیر اسپین نے ایک جرمن امیر لیوپولڈ وان زولن کو اس منصب کیلیے منتخب کیا ' لیکن فرانس نے اوسکو اپنے حقوق کے منافی سمجھا ' اسپر سخت لہجہ میں اعتراضات کیے ' اور ان اعتراضات کو سفیر پروشیا مقیم پیرس کے پاس ایک یاد داشت کی صورت میں مرتب کرکے بھیجدیا - سفیر پروشیا نے ایمس میں جاکر شاہ پروشیا سے ملاقات کی ' شاہ نے جواب دیا کہ لیوپولڈ وان زولن کی تخت نشینی کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا ھے - وہ اسپین کی عام راے پر اوٹھا رکھا گیا ھے ' پروشیا اس معاملہ میں کوئی مداخلت نہیں کرسکتی ' اگر اسپین کی پبلک نے لیوپولڈ کو بادشاہ منتخب کرلیا تو اسکے سوا چارہ نہیں کہ وہ اوسکی تائید کرے -

سوء اتفاق سے اسپین کے عام اجتماع نے لیوپولڈ کے سر پر تاج شاہی رکھدیا ' اور چونکہ پرنس بسمارک جنگ جرمنی و فرانس کا شدت کے ساتھہ انتظار کررہا تھا اور یہ واقعہ اوسکا سب سے بڑا معرک ہوسکتا تھا ' اسلیے عام خیال یہ ھے کہ یہ بسمارک کی ریشہ دوانیوں ھی کا نتیجہ تھا -

(ابتدائی جنگ)

فرانس بھی پہلے ھی سے جنگ کی تیاری میں مصروف تھا - اس واقعہ کے بعد اوسکی مخفی طاقت علانیہ ابھر آئی ' اور اپنی تمام سرحدوں پر فوج جمع کرنا شروع کردی - بالخصوص دریاے رین کی طرف تو فرانسیسی لشکر کا ایک سیلاب عظیم روانہ ہوگیا اور جنرل مکمیہن اوس کا سپہ سالار بنایا گیا - شاہی فوج کی سپہ سالاری کا منصب جنرل بےزین کو عطا ہوا تھا -

اس جنگ کا اصلی سبب امیر لیوپولڈ تھا جو اسپین کا تاجدار بنایا گیا تھا - لیکن یہ قابل صد ہزار آفریں ایثار نفسی دنیا میں کبھی نہ بھلائی جائیگی کہ اوس نے اپنی تخت نشینی کی یادگار میں اس بد ترین جنگ کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور اس منصب سے کنارہ کش ہوگیا !

بادشاہ پروشیا نے اسکی علحدگی کو صرف اوس خاص اقتدار کی بنا پر تسلیم کرلیا جو تمام ملک نیوساتھہ اوسکو لیوپولڈ کے خاندان پر حاصل تھا - مگر اپنے عام ملکی اختیارات سے اسکی تصدیق نہ کی - لیکن نپولین ثالث کو اسپر اصرار تھا کہ اس علحدگی کو عام شاہی اختیارات کی بنا پر تسلیم کرانا چاھیے جسکے معنی یہ تھے کہ سلطنت پروشیا اپنے اس حق سے دست بردار ہوگئی ' مگر شاہ پروشیا نے نپولین کے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا اور دریاے رین کی طرف بالمقابل اپنی فوجیں روانہ کر دیں -

داهیهٔ سیاست " بسمارک "

پرنس بسمارک موقع کا منتظر تھا - اب وہ موقع آگیا - اوپر گذر چکا ھے کہ نپولین ثالث نے سنہ ۱۸۶۷ میں الحاق بلجیم کے متعلق جو یاد داشت پیش کی تھی ' اوسکو پرنس بسمارک نے دبا رکھا تھا - اب اوس نے اسکو عام طور پر شائع کردیا جس نے تمام یورپ میں ایک تہلکہ مچادیا - انگلستان نے چونکہ بلجیم کی محافظت کی ذمہ داری لی تھی ' اسلیے اوسپر نسبتاً اسکا اثر زیادہ پڑا ' اور اوس نے فرانس سے زمانہ جنگ میں بلجیم کے حفاظت کی ذمہ داری لینے کا مطالبہ کیا -

پرنس بسمارک جرمنی کے داخلی اتحاد و اتفاق کا جو خواب پریشان ایک مدت سے دیکھہ رہا تھا ' یہ جنگ اوسکی صحیح تعبیر تھی - چنانچہ اعلان جنگ کے ساتھہ ھی جرمنی کی پوری طاقت پروشیا کی حمایت کیلیے امنڈ آئی ' اور جرمنی فوج کی سپہ سالاری خود فریڈرک ولیم ولیعہد سلطنت اور اوسکے چچا زاد بھائی پرنس فریڈرک چارلس نے کی - کمانڈر انچیف (قائد عام) خود شاہ پروشیا تھا ' لیکن اوسنے اس عہدہ جلیلہ کو جنرل کونٹ وان مولٹک کے سپرد کردیا ' جو دنیا کے سپہ سالاروں میں سب سے بڑا سپہ سالار خیال کیا جاتا ھے - اور جو موجودہ جنگ کے وان مولٹک کا چچا تھا -

جرمن فوج کا یہ سیلاب مےنس اور کوبلنس کے درمیان جمع ہوا ' اور وہاں سے حدود فرانس کی طرف موجیں مارتا ہوا بڑھا - فرانسیسی لشکر نے بھی نانسی اور میٹز میں اپنی قوت جمع کی جنکا نام موجودہ جنگ میں بھی سب سے پہلے آیا ھے ' اور وہاں سے حدود جرمنی کی طرف روانہ ہوگیا - خود نپولین نے اس کی سپہ سالاری کی تھی -

ابھی جولائی کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ۷۰۰۰۰۰ جرمن سپاہی حدود فرانس میں موسیل سے رین تک پھیل گئے - دوسری طرف ۳۵۰۰۰۰ فرنچ سپاہیوں کے ٹڈی دل نے حدود جرمنی کو گھیر لیا -

(معرکہ اولی)

پہلا معرکہ مقام سار برکن میں ۳ - جولائی کو شروع ہوا ' اور یکم اگست تک جاری رہا - اس معرکہ میں میدان فرانسیسیوں کے ھاتھہ رہا اور انہوں نے اس مقام کو فتح کرلیا - لیکن دو ھی تین روز کے بعد زمانہ نے پلٹا کھایا ' اور اب پروشین فوج نے ایک نمایاں کامیابی کے ساتھہ انہزام و شکست کے اس بدنما داغ کو اپنے دامن شجاعت سے مٹادیا - چنانچہ ۴ - اگست کو وہ ولی عہد کی سپہ سالاری میں وینس برگ پر قابض ہوگئی - اور فرانس کا سپہ سالار جنرل دوای اس معرکہ میں کام آیا - نیز تقریباً ۸۰۰ فرانسیسی قیدی بھی گرفتار ہوے -

اسوقت تک پروشین فوج صرف مدافعت کررہی تھی ' لیکن اس تاریخ سے اوس کی فاتحانہ جنگ کا زمانہ شروع ہوا -

ولیم اول شاہ پروشیا

نپولین ثالث

تاریخ و عبر

اولین جنـــگ جـــرمنی و فـــرانس

سنہ ۱۸۷۰، ۱۹۱۳ع میں

کہا جاتا ہے کہ زمانہ آگے بڑھتا ہوا چلا جاتا ہے اور ماضی مستقبل کی طرف مڑکے نہیں دیکھتا' لیکن حوادث کی قوت اوسکو پیچھے ھٹا سکتی ہے -

کہا جاتا ہے کہ شباب کا زمانہ گذر جاتا ہے اور پھر پلٹ کے نہیں آتا' لیکن دل کے اوبھرنیوالے ولولے اوسکو بلا سکتے ھیں -

کہا جاتا ہے کہ موج گل نکل جاتی ہے' اور پھر لوٹ کر نہیں آتی' لیکن ھوا کا جھونکا اس قافلہ کو لوٹا لاتا ہے -

یہ صرف دعوا ھی دعوی نہیں ہے' بلکہ بیسویں صدی کے ایک ھولناک حادثے' ایک اوبھرنیوالی قوت' اور ایک متحرک دائرہ خون و آتش نے ان محالات کو ممکن کر دکھایا ہے - سنہ ۱۸۷۰ع میں جرمنی اور فرانس کے درمیان جو یادگار جنگ قایم ھوئی تھی' اوسکا نہ بھولنے والا زمانہ گذر گیا تھا' اور دنیا سمجھی تھی کہ شاید اب وہ دوبارہ پلٹ کے نہ آے' لیکن آج ۱۵ - اگست سنہ ۱۸۷۰ع کا دن پھر پلٹ کے آگیا ہے' اور عنقریب اوسکا آفتاب اپنی پوری حرارت قاھرہ کے ساتھہ پیرس کے سر پر چمکنا چاھتا ہے -

(اسبـاب جنـــگ)

یہ جنگ جس زمانے میں قائم ھوئی' جرمنی اور فرانس کی حالت موجودہ دور سے بالکل مختلف تھی' اور سچ تو یہ ہے کہ جرمنی اور فرانس کو موجودہ حالت پر اسی جنگ نے پھونچایا -

جرمنی کے نظام اجتماعی میں آج جو اتحاد اور قومیت نظر آتی ہے' وہ اوس زمانے میں بالکل مفقود تھی - تمام سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ھوگئی تھی' اور جرمنی کا دماغ اعظم یعنی پرنس " بسمارک " دیکھہ رھا تھا کہ ان بکھرے ھوے موتیوں کو صرف کوئی بڑی خارجی جنگ ھی ایک رشتہ اجتماع میں منسلک کرسکتی ہے -

اب اگرچہ فرانس کو جمہوریت کا موسس اول تسلیم کیا جاتا ہے' لیکن وہ اسوقت نپولین ثالث کے دست استبداد کے پنجۂ آھنیں میں گرفتار تھا - نپولین کا دور حکومت مادی ترقیوں کے لحاظ سے اگرچہ فرانس کی تاریخ میں ایک یادگار زمانہ خیال کیا جاتا ہے' اوسکے عہد میں فرانس نے تجارت میں خاص طور پر ترقی کی' ریلوے لائنوں کا جال ملک میں پھیل گیا' زمین کی تمام کانوں نے اپنا خزانہ فرانس کیلیے اوگل دیا' ملک میں کثرت سے کارخانے قائم ھوگئے' اور تمام یورپ میں پیرس نے ایک عظیم الشان دارالسلطنت کی حیثیت پیدا کرلی' تاھم ان ترقیوں کی وسعت اور اونکے وسائل نے ملک کو ٹکس کے بوجھہ سے گرانبار بھی کردیا تھا اور اسلیے ملک میں بے چینی بڑھتی جاتی تھی -

سوء اتفاق سے اسی زمانے میں اوس نے ایک کتاب لکھی' جس میں شخصی حکومت کو جمہوری حکومت پر ترجیح دی تھی اور تمام ملک کو یقین دلایا تھا کہ فرانس صرف اسی قسم کے طرز حکومت سے ترقی کرسکتا ہے - چونکہ اس قوت کی نشو و نما کیلیے فرانس کی زمین تنگ ھوگئی ہے' اسلیے فتوحات ملکی کے ذریعہ دوسری سلطنتوں کے حدود میں داخل ھوکر ترقی کرنے کا موقع حاصل کرنا چاھیے -

اوس کے بڑھاپے کے زمانے تک اگرچہ استبداد کا پنجہ آھنیں فرانس کا مالک الرقاب رھا' لیکن اخر میں لویس تیارے اور ژول فاور نے اوسکی سخت مخالفت کی - ٹکس کی کثرت نے ملک میں نپولین کی طرف سے جو ناراضی پیدا کردی تھی' اوس سے ان لوگوں نے پورا فائدہ اوٹھایا' اور اپنی ایک مستقل پارٹی پیدا کرلی - نپولین نے رفق و ملاطفت کے ذریعہ اس فتنہ کو دبانا چاھا اور نیابتی اصول پر ھاؤس آف لارڈز (مجلس الشیوخ) کے ذریعہ ایک قانون مرتب کرکے ۱۵ - اگست سنہ ۱۸۶۹ کو نافذ کردیا - اسی قانون نے پارلیمنٹ کی بنیاد ڈالی اور ایک نئی وزارت قائم ھوئی' جسکے اکثر ممبر جمہوریت پسند تھے -

(پروشیا اور جرمنی)

اسوقت جرمنی کے تمام اجزاء (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے) بکھرے ھوے تھے - ملک میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جن میں سب سے زیادہ طاقتور پروشیا تھی' اور ولیم اول فریڈریک سریر آراے تخت سلطنت تھا - پروشیا جنگ فرانس سے پہلے آسٹریا کو صرف سات ھفتوں میں شکست دیچکی تھی اسلیے ایک طرف تو نپولین ثالث اوسکو بد گمانی کی نگاہ سے دیکھہ رھا تھا' دوسرے طرف بسمارک جنگ فرانس کو جرمنی کے سلسلۂ اتحاد کی ایک نمایاں کڑی خیال کرتا تھا' پس جرمنی و فرانس دونوں کے دل میں بغض و عداوت اور رشک و حسد کا بیج پڑ گیا' جو آگے چلکر دیگر اسباب کے ساتھہ ملکر جنگ کا سبب بن گیا -

جنگ آسٹریا اور پروشیا کے یہی سات ھفتے اپنی یادگار میں ایک طویل و ممتد سلسلۂ جنگ چھوڑ گئے - چنانچہ اس فاتحانہ جنگ کے بعد پروشیا نے جن طبیعی حدود کا الحاق کرلیا تھا اونکے معاوضہ میں نپولین ثالث نے جرمنی کے اون حدود کا مطالبہ کردیا جو دریاے رین کے مغربی سواحل پر واقع تھے -

لیکن بسمارک نے قطعی انکار کردیا - اب مجبوراً نپولین نے اپنے اس مطالبہ سے دست بردار ھوکر سفیر برلن کے ذریعہ ایک یادداشت پیش کی - اسمیں بلجیم اور جنوبی جرمنی کو فرانس کے ساتھہ ملحق کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا - یہ یادداشت جب پرنس بسمارک کے سامنے پیش کیگئی تو اوس نے اس موقع کو مغتنم سمجھکر یادداشت اپنے پاس رکھہ لی' اور کچھہ جواب نہ دیا -

(مسئلۂ لکسمبرگ و بلجیم)

اسی زمانے میں شاہ ھولینڈ ریاست (ڈچی) لکسمبرگ کو فروخت کرنا چاھتا تھا جسکو نپولین نے سنہ ۱۸۶۷ع میں خریدنا چاھا' لیکن پرنس بسمارک نے اس پر اعتراض کیا کہ " وہ جرمنی کا ایک ٹکڑا ہے اور پروشیا کی فوج اوسکی حفاظت کی ذمہ دار ہے " اس پر دونوں سلطنتوں میں سخت نزاع قائم ھوگئی - بغض و عداوت کے

ريحكم راصبروا ان الله   ايسا كروگے تو تمهاري قوت ضائع
مع الصبرين - (۸ : ۴۷)   جاليگي اور دشمنوں پر جو تمهارا بهرم
قائم هے وہ جاتا رهیگا - پس اپنے اندر ثبات و استقامت پیدا کرو -
خدا کي مدد صبر کرنے والوں کے ساتهه ظاهر هوتي هے !

حضرت موسی علیه السلام کا جب فرعون سے مقابله هوا ' تو اسکی جماعت پر قهر الهی نے باهمي تنازع اور خانه جنگي کي صورت هي میں ظهور کیا تها جیسا که سوره طه میں هے :

فتنازعوا امرهم بينهم و   پس فرعون کے لوگ اپنے معامله کے
اسرو النجوى (۲۰ : ۶۲)   بارے میں باهم نزاع کرنے لگے اور
پوشیده اور سازشانه سرگوشیاں ان میں شروع هوگئیں -

یه تعلیم تهي جو اسلام نے اپنے پیروؤں کو دی اور وہ اسپر کچهه عرصے تک کاربند رهے ' لیکن افسوس که بهت جلد نزاع باهمی کے شیطان نے ظهور کیا ' اور اب تو هر طرف عالم اسلامي پر جامع المتفرقین کي جگه اسي وسوسۂ مفرقه و مشتته کی حکومت هے !

و کل حزب بما لديهم فرحون !

لیکن آج دنیا کي زنده قومیں اسپر عامل هیں اور موجوده جنگ کے اندر بهي اسکا ایک یادگار منظر نظر آیا هے -

جنگ سے چند گهنٹے پیشتر انگلستان کیسي عظیم الشان خانه جنگي میں مبتلا تها ؟ آئرلینڈ کے استقلال کي تحریک نے السٹر میں آگ لگادي ' اور تمام آئرش پروٹسٹنٹ حکومت کی مخالفت پر آماده هوگئے - حتی که معامله انتهائی حد تک پهونچ گیا ' اور تمام السٹر نے بغاوت اور جنگ کا اعلان کردیا - بهتر سے بهتر فوجي طیاریاں جو ایک زنده قوم کرسکتی هے وہ السٹر میں نظر آرهي تهیں اور صلح کی تمام کوششیں بیکار گئی تهیں - آخر میں خود شاہ کی طرف سے کانفرنس کا انعقاد هوا مگر پهر بهی کوئی نتیجه نه نکلا - آسٹریا اور سرویا میں جنگ کا اعلان ۲۸ جولائی کو هوا هے - پہلي اگست کو یورپ کا عهد امن بالکلیه ختم هوگیا تها - لیکن ۲۸ کی شام تک مشهور السٹرسٹ سر ایڈورڈ کارسن انگلستان سے جنگي مقابله کرنے کیلیے السٹر کے والنٹیروں کو جوش دلا رها تها !

اسی طرح اقتراعیه (سفریجٹ) عورتوں کي جنگی جماعت نے تمام برطانیه کے امن کو غارت کردیا تها -

لیکن جونهی انگلستان کا خارجی مطلع غبار آلود هوا اور جرمنی کي حرکت جنگی کی پهلی گرج سنائي دي ' معاً تمام آئرلینڈ اور جزائر برطانیه کی فضا پر انقلاب و تغیر کا ایک نیا موسم چها گیا اور باهمي نزاع اور خانه جنگی کي تمام صدائیں آناً فاناً اسطرح نابود و معدوم هوگئیں ' گویا دریاے ٹیمس کے کنارے داخلی جنگ کی کوئی آواز صدیوں سے آٹهی هی نه تهی - اب تمام ملک ایک عضو واحد بنکر باهر کے دشمن کیلیے شمشیر بکف طیار هے !

السٹر کی تمام فوجي طیاریاں جو پہلے حکومت انگلستان کیلیے تهیں ' اب دشمنوں کے مقابل هوگئیں ' اور سر ایڈورڈ کارسن نے اعلان کردیا که جب تک باهر کا خطره باقي هے ' اس وقت تک همیں اپنا قصه بالکل بهلا دینا چاهیے !

وهی سر ایڈورڈ کارسن جو پہلی مانکست سے چند گهنٹے پیشتر کہه رها تها که " یا جنگ یا موت ے حکمي اب بلفاسٹ میں اپنے پورے سابق جوش کے ساتهه ري کے پاس رها هے جبکه السٹر کي جنگ آزمائی برطانیه کونسل الخ - لیکن اماکه :

ب ص ۳۲ نسخه ق

محــــاصـــرہ پیرس !

استحـــکامات پیرس

جرمنی اسوقت پیرس سے ۳۰ میل پر موجود هے اور معاصرۂ پیرس کا سوال غیر متوقع سرعت سے دنیا کے سامنے آگیا هے -

جیسا که ایک جرمن مقاله نگار نے لکها هے ' پیرس فی الواقع دنیا کا سب سے بڑا قلعه هے - پیرس کے پاس مدافعت کے تین حلقے هیں جو ایک دوسرے سے بالکل علحده هیں ' اور حمله آور فوج کے لیے ایک حلقه مدافعت کے ختم کرنے کے بعد دوسرے حلقه کی ایک مستقل منزل باقی رهجاتی هے -

اگر آپ پیرس کے اندر سے چلیں تو سب سے پہلے آپکو ایک شهر پناه ملیگی - اسکے بعد ان قدیم قلعوں کا حلقه هے جنکا معاصره سنه ۱۸۷۰ میں پروشیا کي فوجوں نے کیا تها - اس حلقه کے بعد وہ استحکامات هیں جو بالکل جدید ترین اصول پر تعمیر هوے هیں اور اپنی وسعت میں اگر کسي کو حریف تسلیم کرسکتے هیں ' تو وہ صرف استحکامات اینٹورپ هیں -

یه استحکامات لوور سے ۱۱ میل پر اور شهر پناه سے ۸ میل پر واقع هیں - انکي شکل ایک دائره کي هے جس کا دور ۷۵ میل مدور هے -

اتنے وسیع دائره استحکام کے محاصره کے لیے اسقدر فوج کي ضرورت هوگي ؟ ماهرین جنگ نصف ملین یعنی ۵ لاکهه فوج تجویز کرتے هیں ' لیکن جهاں اس پر فوجکشی کے لیے اسقدر لشکر چاهیے ' وهاں انکی مدافعت کے لیے پیرس کے اندر اس تعداد کے نصف حصه کي بهی ضرورت نهیں - ان استحکامات کي حفاظت و مدافعت کے لیے ایک لاکهه ۷۰ هزار فوج کافي هے -

ان قلعوں میں سے هر ایک قلعه میں ۲۴ سے لیکے ۹۰ تک وزني توپیں اور ۹ سو سے لیکے ۱۲ سو تک آدمي هوتے هیں -

ان قلعوں کے متعلق جو مورچے اور باٹریاں هیں ' ان میں سے هر ایک میں ۲ سو آدمي اور ۹ توپیں هوتی هیں -

(آتشگیر گولوں کا اثر)

ان قلعوں کی تاریخ تعمیر سنه ۱۸۸۵ ع سے شروع هوتي هے - یهی وہ سال هے جب قلعوں کی موجوده طرز تعمیر کو قبول عام حاصل هوا هے -

(بقیه مضمون پہلے کالم کا)

" ملک اور سلطنت کے فائدے کے لحاظ سے امن قایم رهنا بهت ضروري هے - السٹر کے قومی والنٹروں کو چاهیے که ملک اور سلطنت کی اعانت کریں اور السٹر اور آئرلینڈ کے لیے عزت حاصل کریں - مجهے پوری امید هے که السٹر کے والنٹیر انگلستان کے محکمه جنگ کے ماتحت اپنے افسروں کے ساتهه باقاعده ڈویژن بناکر جنگ پر جائینگے اور انگلستان کے دشمن کے سامنے ایک هوکر لڑینگے "

انگلستان نے صرف ایک جرمني کیلیے اپنی خانه جنگی موقوف کردي - لیکن آه ' آج عالم اسلامی جرمنی جیسے صدها دشمنوں میں هر طرف سے گهرا هے ' لیکن افسوس که مسلمان تعلیم اسلامي پر عمل کرنا ضروری نهیں سمجهتے ' اور اپنے جنسي ' وطنی ' قومی ' مذهبي اور جماعتی اختلافات و نزاعات کے نزغات شیطانیه بدستور انکو محبوب هیں ! فما لهؤلاء القوم ' لا يكادون يفقهون حديثا ؟

بصائر و حکم

هنا و هناک !

دنیا پر خون اور آگ کے عذاب کے دو هفتے اورگذرگئے' مگر معلوم هوتا هے که اسکي جوع خونین اور عطش آتشیں کے لیے 'نه تو انسان کے گوشت کا ڈهیر ابتک کافی جمع هوا هے' اور نه خون کي نهریں اچهي طرح بهي هیں - اسکي مثال اس مدت کے بهوکے پیاسے انسان کي سي هے جو چند ابتدائی لقمے کها کر اور دو چار گهونٹ آتار کر اپني بهوک پیاس کو اور زیاده مستعد اور طیار کرلیتا هے - پس ابتک جو کچهه هوا هے' یه خوان جنگ کے ابتدائي لقمے تهے - اس عهد الیم و معذب کي بهوک اس سے سیر نهیں هوئی هے' بلکه اور زیاده کهل گئی هے : فذرهم حتی یلقوا یومهم الذین فیه یصعقون ' یوم لا یغنی عنهم کیدهم شئیاً و لا هم ینصرون - و ان للذین ظلموا ' عذا با دون ذالک ' و لا کن اکثرهم لا یعلمون (۵۲ : ۳۹)

لیکن اس عرصه میں هلاکت و بربادی کي دنیا سے کچهه دیر الگ هوکر بهتر هے که زندگي اور امن کي آبادیوں پر نظر ڈالیں - پچهلے تین هفتوں کا ایک سب سے زیاده عظیم الشان منظر یه هے که جبکه تمام انگلستان کي سرزمین صف بسته جنگ آوروں کي حرکت سے پر شور رهي هے ' تو هندوستان کے هرگوشے اور هر حصے میں عهد وفاداري کي تجدید کے لیے بهي هر باشندے نے متحده حرکت میں حصه لیا هے -

انگلستان میں جو کچهه هوا آسے یهي کرنا تها ' اور هندوستان نے جو کچهه کیا ' وه صرف اتنا هي کرسکتا تها -

اگر انگلستان کي موجوده فوجي زندگي کي حرکت اور حفظ وطن کا جوش اسقدر عظیم و وسیع هے' جسکي نظیر پوري ایک صدي کے اندر نهیں ملسکتي' تو هندوستان کا موجوده اظهار وفاداري بهي جس عام اتحاد اور وسعت کے ساتهه تمام ملک میں هوا هے' کوئي پچهلي نظیر نهیں رکهتا - ملک کي هر جماعت اور هر حصه نے اسمیں حصه لیا هے' اور بے شمار جلسوں میں لوگوں نے کها هے که هم اپنا سب کچهه انگلستان کو دیدینے کیلیے طیار هیں -

موجوده جنگ کا سب سے بڑا موثر منظر انگلستان کي داخلي حالت هے - جنگ سے چند گهڑي پیشتر تک السٹر کي بغاوت اور جنگ کا معامله اپني انتهائي منزلوں سے گذر رها تها اور شاهي دعوت پر جو کانفرنس صلح منعقد هوئي تهي' وه بهي ناکام رهي تهي - لیکن اعلان جنگ کے ساتهه هي انگلستان کي اس سب سے بڑي مهلک خانه جنگی کا خاتمه هوگیا ' اور اسطرح تمام آئرلینڈ اور برطانیه متحد هوگیا گویا اختلاف و نزاع کا صدیوں سے وجود هی نهیں -

بلا شبه یه بهت هي شاندار منظر هے اور السٹر کي بغاوت نے ایثار اور اتحاد وقت کی قدر شناسي کا یادگار ثبوت دیا هے' لیکن اسکے ساتهه هي هندوستان کو بهی نظر انداز نهیں کردینا چاهیے - اگر السٹر نے اپنی ایک هی آخري شکایت کو وقت کی مصیبت دیکهکر بهلادیا هے تو هندوستان نے بهی اپنی بهت سي ابتدائي شکایتیں بهلا دي هیں ' اورگو اسکے درد کے افسانے بهت طول طویل تهے' مگر سب کو ملتوي کرکے سکون اور اعتماد کا عام اعلان کردیا هے -

البته اس اعلان میں نه تو سر ایڈورڈ کارسن کی تلوار هے' جو اب خانه جنگی کی جگه خارجی دشمن کے دفاع میں چلیگی' اور نه حب الوطنی اور حفظ ملک کا وه زنده جوش هے جو برطانیا کے جزیروں سے لیکر نو آبادیوں کے دور افتاده اور منقطع میدانوں تک میں پهیل گیا هے - ایک همیشه کا اقرار هے جسکو زیاده مستعدي کے ساتهه دهرایا جارها هے ' اور ایک صبر اور ماضی فراموشی کا اعلان هے جسکے اندر اراده کے استحکام اور مستعدي کے ثبات نے تاثیر پیدا کردي هے -

لیکن افسوس که اسکے لیے هندوستان مجبور هے - وه اس سے بهی زیاده کرنا چاهتا هے مگر نهیں کرسکتا - اسکی جنگی زندگي قائم نه رهی - اور اس نے بد قسمتی سے ایسے حالات میں پرورش پائی' جنکی وجه سے اسکے اندر " برطانی شهري" کا قوی احساس پیدا نه هوا - اسکا دل شهریت کے جوش سے خالی هے' اور اسکا هاتهه روح شمشیر کے بغیر مرده هوچلا هے -

اگر الجیریا کے ترک فرانس کیلیے سب سے بهتر بندوقچي ثابت هوے اور ٹیونس کے ولي عهد نے اپني تلوار نیام سے نکالي تو هندوستان کے هندو مسلمان بهي اپنی گذشته جنگي روایتوں کو یاد رکهه سکتے تهے اور آج اپنے ملک اور اسکے امن کي حفاظت کیلیے اپنی تلواروں کے جوهر دکهلا سکتے تهے - مگر افسوس که انکو اسکا موقع نهیں دیا گیا اور گذشته زندگي ایسي سرگذشتوں میں بسر هوئي جنکے بعد اسکي وفاداري کا امتحان گاه اب زبان اور ارادے کے سوا اور کچهه نهیں هے - جبکه میدانوں میں جنگ آوروں کے کام کا اور حفاظت ملک کیلیے سرفروشوں کے کام کا وقت آیا هے' تو هندوستان اتنا هي کرسکتا هے که اپني وفاداري کا مکرر اعلان کردے ' اور اپنے نهتے هاتهوں اور بے ولوله دلوں کو پیش کردے که اگر انسے کچهه کام لیا جا سکتا هے تو وه حاضر هیں !

تاهم هندوستان جو کچهه کرسکتا تها - اوس سے دریغ نهیں کیا - اسنے ماضي کے بهولنے اور حال کیلیے ایثار کرنیکي ایک ایسی مثال پیش کردي هے ' جسے اگر روایتوں میں یاد رکها جاے تو ناموزوں نهوگا - وه اپني بے دست و پائي اور افسرده زندگي کے لحاظ سے صرف اتنا کرسکتا هے که انگلستان کو اس نازک وقت میں اپني جانب سے مطمئن کردے ' اور یقین دلادے که اسکي طرف سے ذرا بهي مشوش خاطر نه هونا چاهیے - وه اگر زندوں کي طرح شمشیر بدوش دوڑ نهیں سکتا تو پر امن غافل کي طرح خاموشي اور امن و سکون کے ساتهه سوکر اپني جانب سے کام کرنے والوں کو بے کهٹکے کام کرنے کا موقع دیسکتا هے' اور وه ایسا هي کریگا -

اسلام نوع بشري کے حفظ و فلاح کیلیے ایک دین فطري اور صراط مستقیم هے - اس نے فلاح معاد کے ساتهه اصلاح معاش کے بهي اصول بتلاے هیں - جو جماعت اُن اصولوں پر کار بند هوگي' انکے نتائج حسنه اسکا قدرتي ورثه هوگا - ایک زمانے میں انکے کامل ترین محافظ و عامل مسلمان تهے - لیکن اب انکي حقیقت دنیا کي بهت سے قوموں میں بٹ گئي هے -

اسلام نے قومي زندگي کے بقا و ثبات کے لیے ایک تعلیم اولین یه دي تهي :

لا تنازعوا فتفشلو وتذهب اور آپسمیں خانه جنگي نه کرو - اگو

[۱۹]

اسکے بعد دھنے یا بالفاظ دیگر مشرق کی طرف قلعہ آمبرولو واقع ہے جسکی کمان میں پونڈی کا مشہور جنگل ہے -

یہ چاروں قلعے نسبتاً پست زمین پر واقع ہیں - شرقی استحکامات ۴ سو فٹ سے لیکے ۳ سو ۵۰ فیٹ تک بلند زمین پر قائم ہیں - ان استحکامات میں ۴ قلعے اور مختلف چھوٹے برج ہیں' سینٹ مارلیس' فراسیس کے قریب دو برج ہیں جو باہم ایک نہل کے ذریعہ سے وابستہ ہیں - اور دریائے سین اور مارنے کے مابین قلعہ شاربلنٹن واقع ہے -

شہر کے جنوب میں شہر پناہ سے ایک میل پر بھی قلعوں کا ایک سلسلہ موجود ہے - یہ قلعے اگرچہ بجائے خود نہایت مستحکم طور پر بنے ہیں' مگر جیسا کہ سنہ ۱۸۷۰ ع میں تجربہ ہوچکا ہے' بالفعل توپوں کے مقابلہ میں محض بیکار ہیں -

شہر کے مغرب میں قلعہ مونٹ ویلیرن ہے' اسکا ارتفاع سطح سمندر سے ۵۳۶ فیٹ اور سطح دریا سے ۴۵۰ فیٹ ہے - یہاں پہنچکر قلعوں کے داخلی خط کی فہرست مکمل ہو جاتی ہے - اس اخر الذکر قلعہ کی تحصین و استحکام ان استحکامات کے ذریعہ کی گئی ہے جو اثناء محاصرہ ۱۸۷۰ میں عارضی طور پر بنائے گئے تے مگر بعد کو مستقل کر دیے گئے -

خندقوں سے گھرا ہوا کیمپ تین حصوں میں منقسم ہے : شمالی' مشرقی' اور جنوبی و مغربی - شمالی حصہ میں مقام سین کے شمالی کناروں پر ایک بہت وسیع اور طویل پشتہ ہے جسکی شکل مقناطیس کے زور بجانے والے لوہے کی سی ہے -

یہ پشتہ کوئی ۵۹۰ فیٹ بلند ہے - اس پشتہ پر استحکامات کا ایک مجموعہ ہے جو کارمیلس نامی گاوں کے نام سے موسوم ہے -

سینٹ ڈینس سے ۵ میل کے فاصلہ پر مونٹسگلنن ڈیومونٹ کے استحکامات واقع ہیں - مونٹسگلنن ۶ سو سے لیکے ۶ سو ۷۰ فیٹ تک بلند ہے - مقام ایکوین میں ایک علحدہ پہاڑی پر ایک قلعہ اور ایک برج ہے' اور انکے دھنے جانب قلعہ سینٹی اور دو باتریاں ہیں -

مشرقی حصے میں مقام (پوزیشن) وین جور ہے جو تمام قلعوں سے نمایاں تر قلعہ ہے - اور شہر کے شمالی پہلو بنجور سے ۳ میل پر دھنے جانب شیلس میں واقع ہے' جو وادی لورنے کے راستوں اور ریلوے لائینوں کو روکتا ہے مالر نے کے دوسری جانب ویلسر اور شمپگنی کے قلعے ہیں - انکے دھنے جانب بوسی سینٹ لیجر کے قریب ایک اور قلعہ ہے اور اس تمام حصہ کے دھنے جانب ویلینیوسینٹ جوارج کے استحکامات ہیں - جنوبی و مغربی حصہ میں ایک طاقتور قلعہ بنایا گیا ہے جسکا نام پیلی سن ہے اور اسکے ساتھہ باتریاں بھی ہیں - اسکا اقتدار سینٹی ویلی پر ہے -

قلعہ پیلی سین کے پیچھے' اس قلعہ کی اور قلعہ شیلی کی درمیانی مسافت کے نصف حصہ پر قلعہاے ویریرس کا مجموعہ ہے - پیلی سین کے دھنے جانب ویر شلیس کی بلندی پر چند استحکامات ہیں اور ویرسلیس کے گرد قلعہ سینٹ سائر کے دھنے بائیں باتریوں کا ایک نصف دائرہ پھیلا ہوا ہے - مارلیے کے گرد مختلف مقامات پر کوئی سات یا آٹھہ باتریاں اور بھی ہیں -

الاعتصاب فی الاسلام

از مولانا عبد السلام ندوی

(۵)

(مدارس قدیمہ میں تعلیمی اسٹرائک)

قدیم نظام تعلیم اگرچہ تجارتی اصول پر قائم نہ تھا' تاہم مناظرہ اوسکا ایک ضروری جزو ہوگیا تھا جسنے طلباء کو نہایت ازاد اور دلیر بنا دیا تھا - اس لیے وہ اساتذہ پر علانیہ نکتہ چینی کرسکتے تھے' اور کبھی کبھی ناگواری کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی تھی کہ اساتذہ سے علانیہ علحدگی اختیار کر لیتے تھے - امام محمد' امام شافعی کے اوستاد تھے' لیکن اونہوں نے ایک مجمع میں اہل مدینہ کی ہجو کسی اور کہا کہ "مینے اہل مدینہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے' جسکے ایک نقطے کو بھی کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا" امام شافعی. اہل مدینہ کی بڑی عزت کرتے تھے' اسلیے غصہ سے بیتاب ہوگئے اور کہا : " بسم اللہ " اور " صلی اللہ " کے سوا آپ کی کتاب کا ایک ایک حرف غلط ہے " (۱)

امام بخاری اور امام ذہلی میں مسئلہ خلق قرآن کے متعلق ایک لفظی نزاع پیدا ہوگئی - ذہلی نے حکم دیدیا کہ ہمارے حلقہ درس کا کوئی طالب العلم امام بخاری کے پاس درس حاصل کرنے کیلیے نہ جاے - تمام طلبا رک گئے - لیکن امام مسلم باز نہ آئے

(۱) مناقب الشافعی للرازی ص ۳۲ نسخہ قلمی

امام ذہلی کو اسکی خبر کیگئی اور کہا گیا کہ حجاز و عراق میں بھی لوگوں کو اس عقیدہ سے روکا گیا تھا مگر وہ اوس پر قائم رہے اس بنا پر امام ذہلی نے اپنے حلقۂ درس میں عام منادی کردی کہ "جو شخص الفاظ قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ ہمارے مجلس درس میں آنے نہ پاے" (۱) امام مسلم سر پر چادر تان کر علانیہ حلقۂ درس سے اوٹھہ کھڑے ہوے' اور جو حدیثیں امام ذہلی کے حلقۂ درس میں لکھی تھیں ان سب کو جمع کر کے ایک مزدور کے ذریعہ سے امام ذہلی کے پاس بھیجدیں (۲) واصل بن عطاء اور امام حسن بصری میں (وہ واصل کے اوستاد تھے) ایک مسئلہ کے متعلق اختلاف پیدا ہوگیا' اور بات اسقدر بڑھی کہ واصل نے اوسی

(۱) ندوہ میں بخاری کے درس اور مولود کی زیارت پر طلبا کے طرز عمل کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے -

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے دو اصول قائم کردیے ہیں' ایک تو یہ کہ معصیت پر اطاعت نہیں کرنا چاہیے' دوسرے یہ کہ ایک شخص کسیکا حق بخوشی نہیں دیتا' تو اوسکو وہ جبراً لے سکتا ہے' (دیکھو ابو داود جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ کتاب الجہاد' و ص ۱۴۶ کتاب الاطعمہ)

پس جو لوگ اسٹرایک کو ناجائز قرار دیتے ہیں' اونکو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے' کہ یہ دونوں اصول غلط ہیں' انہیں دونوں اصولوں کی بنا پر بیٹا باپ پر مقدمہ دائر کرسکتا ہے' اور شریعت و اخلاق کی [illegible] مجرم نہیں قرار پا سکتا -

(۲) ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۹۱

سنہ ۱۸۸۵ ع تاریخ جنگ میں ہمیشہ ممتاز رهیگا ' کیونکہ اسی سال وہ انقلاب انگیز ایجاد (یعنی آتشگیر گولے) وجود میں آے جنھوں نے قدیم طرز تعمیر میں ایک تغیر عظیم پیدا کردیا ' اور موجودہ طرز تعمیر کو دنیا سے قبول عام کی سند دلوائی -

ان گولوں کا تجربہ سب سے پہلے فرانس میں قلعہ مامليسن پر کیاگیا اور مختلف تجارب کے بعد قلعوں کے طرز تعمیر میں حسب ذیل تغیرات ہوے :

(۱) گچکار چھتیں ۶ - انچ سے لیکے ۱۰ - انچ تک موٹی بنائی جانے لگیں - ان چھتوں کی اهمیت کا اندازہ کرنے کے لیے یہہ سمجھہ لینا چاهیے کہ انہی چھتوں پر وہ تمام آگ برستی ہے جو قلعہ شکن توپوں کے دهانوں سے نکلتی ہے - انمیں وہ برج بھی شامل هیں جو فصیلوں میں ہوتے هیں اور جنمیں شدید گولہ باری کے وقت محافظ فوج آکے پناہ لیتی ہے -

(۲) توپوں کے لیے وہ برجیاں روشناس کی گئیں جو بوقت ضرورت گردش کرسکتی هیں ' اور بسا اوقات نظر سے بالکل هی غائب هوجاتی هیں -

توپیں خود قلعوں میں بہت تھوڑی تعداد میں رکھی جانے لگیں اور بقیہ کے متعلق یہ انتظام کیا گیا کہ یا تو وہ قلعوں کے باہر کسی مخصوص مقام پر رهیں ' یا پھر ایک مقام سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے مقام پر نقل و حرکت کرتی رهیں -

اس حرکت و انتقال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر دشمن کو توپونکا صحیح مقام معلوم هوجاے اور وہ سنگین گولہ باری کرے تو صرف چند توپوں هی کو نقصان پہونچا سکتا ہے ' ورنہ دوسری صورت میں اکثر توپونکے ضائع هوجانے کا خوف تھا -

(۴) یہ طے کیا گیا کہ قلعے باہم وابستہ هوں ' یعنی انکے درمیان میں پیادہ فوج کے خندقوں سے گھرے ہوے مقامات ' موانع ' اور پیادہ فوج کے ٹھہرنے کیلیے بانس کی چھت کی پناہ گاهیں هوں -

ان قلعوں میں یہ خیال بھی عملاً تسلیم کیا گیا ہے کہ قلعوں کے حلقہ کو شہر کے باہر فاصلہ پر هونا چاهیے تاکہ دشمن کی قلعوں پر گولہ باری سے شہر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچے - چنانچہ قلعہ سینٹ سائر شہر پناہ سے ۱۰ میل پر واقع ہے -

(پیادہ فوج کے فرائض)

اگرچہ یہ امر تعجب انگیز معلوم هوتا ہے کہ قلعوں کی مدافعت میں بھی مدافعت کا سارا بار پیادہ فوج هی پر پڑتا ہے ' مگر کیا کیجیے کہ واقعہ یہی ہے -

اگرچہ پیرس کی مدافعت میں قلعوں کے اندر سے توپوں کی آتشباری اور مختلف قلعوں کی آتشباری میں جو وقفے هونگے ' انکے اثناء میں باٹریوں کی آگے سے گولہ باری هوگی اور یہ دونوں آتشباریاں مہتم بالشان حصہ لینگی ' مگر سچ یہ ہے کہ در اصل اعتماد تمامتر پیادہ فوج هی کی مدافعت پر هوگا ' یعنی قلعوں کے درمیان میں انکے موانع هونگے اور لڑنے والی پیادہ فوج کی صفوں کے مقامات کا سلسلہ هوگا -

ان آتشبار خندقوں کو برجوں سے مدد ملتی رهیگی - جو مختصر هیں ' ہر طرف سے سادہ وضع هیں ' بلکہ یوں کہیں کہ درحقیقت پیادہ فوج کے چھوٹے چھوٹے قلعے هیں - ان برجوں میں بھی سپاهیوں اور ساز و سامان کے لیے بانس کی چھت کی پناہ گاهیں یا برجیاں هوتی هیں -

(ذرائع نقل و حرکت)

قلعوں کی مدافعت میں اول درجہ کا اهم سوال ذرایع آمد و رفت کا سوال ہے - کیونکہ اس سے صرف یہی نہیں هوتا کہ ضروریات جنگ کے لیجانے میں سہولت هوتی ہے ' بلکہ مدافع فوج کو اس واقعہ سے پورا فائدہ اوٹھانے کا موقع ملجاتا ہے کہ وہ داخلی خطوط پر لڑ رهی ہے - یعنی جب کہ دشمن کی فوج ایک وسیع حلقہ میں پھیلی هوئی هوتی ہے ' تو اسوقت یہ مدافع فوج قدرتاً ایک مقام پر مجتمع هوجاتی ہے - پس اگر داخلی خطوط میں باهم آمد و رفت هوسکتی هو تو فوج بے تکلف حسب ضرورت ایک نقطہ مدافعت سے دوسرے نقطہ مدافعت تک جاسکتی ہے ' یا دشمن کے کسی کمزور نقطہ پر حملہ کرنے کیلیے یکجا جمع هوسکتی ہے -

یہ یاد رکھنا چاهئے کہ جب تک شہر پناہ اور قلعوں کے درمیان صف آرائی کی کافی گنجایش نہ هو - اسوقت تک کسی ایک مقام پر حملہ کے لیے جمع هونا مفید نہیں هو سکتا - یہی قلت وسعت تھی جسکی وجہ سے سنہ ۱۸۷۰ع میں جنرل ٹروشو کے قلعوں سے نکل نکل کے حملے ناکام رہے ' اسلیے جب جنگ سنہ ۱۸۷۰ کے بعد مدافعت کی دوبارہ اسکیم ترتیب دیگئی ' تو اسمیں یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا -

استحکامات پیرس کا ایک مجموعی منظر

دریاے مارن کے دوسرے جانب ولرس اور شیمپگنی کے قلعہ میں - یہ قلعہ اسطرح بنائے گئے هیں کہ یہاں فوج دریاے مارنے کے آگے جوابی حملہ کے لیے جمع هو سکتی ہے -

شہر پناہ کے حدود ستہ پیمایش میں ۲۲ میل هیں - اسمیں ۹۳ برجیں ' ۹۷ پھاٹک ' اور ۹ ریل کے راستے هیں -

اسکے بعد ان قلعوں کا حلقہ ہے جو سنہ ۷۰ ع میں مشہور هوے تھے - انکے حدود ستہ ۳۴ میل مین هیں - ان میں سے هر ایک کی قطع چھوٹی گڑھیونکی سی ہے - البتہ انمیں بکثرت برجیں هیں اور سوار بھی رهتے هیں -

شمال کی طرف تین قلعے هیں جو باهم ایک فصیل کے ذریعہ وابستہ هیں - یہ قلعے سینٹ ڈینس کے گرد واقع هیں - ان میں ایک قلعہ اسطرح بنایا گیا ہے کہ سیلاب و طغیانی پر وہ پوری طرح اقتدار رکھتا ہے -

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکايتوں سے پريشان هيں تو اسکي دو گولياں رات کو سوتے وقت نگل جائيے صبح کو دست خلاصه هوگا ' اور کام کاج کهانے پينے نهانے ميں هرج اور نقصان نه هوگا کهانے ميں بدمزه بهي نهيں هے -

قيمت سوله گوليوں کی ايک ڈبيه ۵ آنه محصول ڈاک ايک ڈبيه سے چار ڈبيه تک ۵ آنه

يه
دردواليں
هميشه
اپنے
پاس
رکهيں

درد سر رياح کی دوا

جب کبهي آپکو درد سر کي تکليف هو يا رياح کے درد ميں چهٹ پٹاتے هوں تو اسکے ايک ڈبيه نگلنے هي سے پل ميں آپکے پهاڑ ايسے درد کو پاني کرديگي -

قيمت بارہ ٹکيونکي ايک شيشي ۶ آنه محصول ڈاک ايک سے پانچ شيشي تک ۵ آنه -

نوٹ — يه دونوں دوائياں ايک ساتهه منگانے سے خرچ ايک هی کا پڑيگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکته

مسیحا انٹی ملریا مکسچر اکسیر دافع بخار ہر قسم

هندوستان ميں نه معلوم کتنے آدمي بخار ميں مرجايا کرتے هيں' اسکا بڑا سبب يه بهی هے کہ ان مقامات ميں نه تو دوا خانے هيں اور نه ڈاکٹر ' اور نه کوئي حکيمي اور مفيد پٹنٹ دوا ارزاں قيمت پرگهر بيٹهے بلا طبي مشوره کے ميسر آسکتی هے - هملے خلق الله کي ضروريات کا خيال کرکے اس عرق کو سالها سال کی کوشش اور صرف کثير کے بعد ايجاد کيا هے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذريعه اشتهارات عام طور پر هزارها شيشياں مفت تقسيم کردی هيں تا که اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے کہ خدا کے فضل سے هزاروں کي جانيں اسکی بدولت بچي هيں اور هم دعوے کے ساتهه کهه سکتے هيں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار يعني پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهرکر آنے والا بخار - اور وه بخار' جسميں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو' يا وه بخار' جسميں متلي اور قے بهی آتی هو - سردي سے هو يا گرمي سے - جنگلی بخار هو - يا بخار ميں درد سر بهي هو - کالا بخار - يا آسامی هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه گلٹياں بهی هوگئی هوں' اور اعضا کی کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے ' اگر شفا پانے کے بعد بهی استعمال کيجاے تو بهوک بڑه جاتی هے ' اور تمام اعضا ميں خون صالح پيدا هونے کی وجه سے ايک قسم کا جوش اور بدن ميں چستي وچالاکی آجاتي هے - نيز اسکی سابق تندرستي ازسرنو آجاتی هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پير ٹوٹتے هوں' بدن ميں سستی اور طبيعت ميں کاهلی رهتی هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دير سے هضم هوتا هو - تو يه تمام شکايتيں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هوجاتي هيں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هيں -

قيمت بڑي بوتل - ايک روپيه - چار آنه
" چهوٹی بوتل باره - آنه

پرچه ترتيب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے
تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي هے

المشتــــــهر راقم پرالله

ايم - ايس - عبد الغني کيمسٹ ۲۲ و ۷۳
کولو ٹوله اسٹريٹ - کلکته

مسیحا کا خوشبودار تیل

سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تيل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هی کرنا هے تو اسکے ليے بهت سے قسم کے تيل اور چکني اشيا موجود هيں ' اور جب تهذيب و شايستگي ابتدائي حالت ميں تهي تو تيل - چربي - مسکه - گهی اور چکني اشيا کا استعمال ضرورت کے ليے کافي سمجها جاتا تها - مگر تهذيب کي ترقي نے جب سب چيزوں کي کانٹ چهانٹ کي تو تيلوں کو پهولوں يا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنايا گيا اور ايک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - ليکن سائينس کي ترقی نے آج کل کے زمانه ميں محض نمود اور نمايش کو نکما ثابت کرديا هے' اور عالم متمدن نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جوياں هے - بنابريں هم نے سالها سال کی کوشش اور تجربے سے هر قسم کے ديسي و ولايتي تيلوں کو جانچکر " موهني کسم تيل " تيار کيا هے - اسميں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لی هے ' بلکه موجوده سائنٹيفک تحقيقات سے بهی جسکے بغير آج مهذب دنيا کا کوئی کام چل نهيں سکتا - يه تيل خالص نباتاتي تيل پر تيار کيا گيا هے ' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دير پا هونے ميں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب کهلے اگتے هيں - جڑيں مضبوط هوجاتی هيں اور قبل از وقت بال سفيد نهيں هوتے - درد سر ' نزله' چکر ' اور دماغي کمزوريوں کے ليے از بس مفيد هے - اسکي خوشبو نهايت خوشگوار و دل آويز هوتي هے نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے
قيمت في شيشی ۱۰ آنه علاوه محصول ڈاک -

رجسٹری شدہ
انجن مارکہ
نوٹ

مسجد کے ایک گوشے میں اپنا حلقۂ درس علحدہ قائم کرلیا (۴) -

لیکن جب اسلام کا نظام تعلیم تجارتي و سیاسي اصول پر قائم ہوا تو تجارت و سیاست کے تمام لوازم پیدا ہوگئے ' جن میں ایک موجودہ دورکي اسٹرائک بھی تھی - چنانچہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں دو طلباء کو ایک انتظامی معاملہ پر سزا دیگئي ' اس پر طلبا نے برہم ہوکر جن افعال شنیعہ کا (باصطلاح مسٹر محمد علی) ارتکاب کیا ' اسکو ابن اثیر نے ان الفاظ میں لکھا ہے :

ما علق الفقهاء المدرسة و القوا كرسي الوعاظ فی الطريق' و صعدوا سطح المدرسة ليلاً و استغاثوا و ترکوا الادب و کان حينئذ مدرسهم الشيخ ابا النجيب السهروردي (سيد الطائفة السهروردية) (۱)

تو فقہاء نے مدرسہ کا دروازہ بند کرلیا ' اور واعظوں کي کرسیاں راستے میں پھینکدیں اور رات کو مدرسہ کي چھت پر چڑھ گئے ' اور شور و غل کیا اور ادب کو بالاے طاق رکھدیا - اسوقت انکے مدرس شیخ ابوالنجیب سہروردي تھے

لیکن اسوقت نہ تو اس جرم پر طلباء کو سزا دیگئي ' نہ انکو فتنہ پرداز کہا گیا' نہ انکو مجنون و سفیہ بنایا گیا' نہ اون پر لعنت و ملامت کے ووٹ پاس کیے گئے ' بلکہ خود مدرس اعظم کو سلطنت سے معافی مانگنی پڑی (۲)

(کمیشن تحقیقات)

جب کوئي گروہ اسٹرائک کرتا ہے تو اوسکے شکایات و مطالبات پر غور کرنے کیلیے ایک کمیشن مقرر کیا جاتا ہے جو ضروري شہادتیں لیکر مناسب فیصلہ کر دیتا ہے - تعلیمي اسٹرائکوں میں کمیشن کا تقرر عملاً اصول ذیل کا پابند ہوتا ہے :

(۱) تقرر کمیشن یا کم از کم تحقیقات سے پہلے اسٹرائک بند کرادی جاتی ہے -

(۲) ارکان کمیشن وہی لوگ ہوتے ہیں ' جو انتظام اندروني سے تعلق رکھتے ہیں -

(۳) کمیشن خفیہ طور پر تحقیقات کرتا ہے' پبلک کو اسکی خبر نہیں ہوتی -

(۴) ہر کمیشن کا فیصلہ چند طلباء کے نام ضرور خارج کرتا ہے -

(۵) اساتذہ و منتظمین پر بہت کم آنچ آتی ہے' اور اگر باشد ضرورت کسیکو موقوف بھي کیا جاتا ہے ' تو بلطائف الحیل - لیکن ہمکو غور کرنا چاہیے کہ تحقیقات کا یہ طریقہ اصول شریعت کے مطابق ہے یا نہیں ؟ خوش قسمتی سے اسکے متعلق صحیح بخاري میں ایک مصرح واقعہ موجود ہے' جو اس بحث کا فیصلہ ناطق ہوسکتا ہے' (۲) " اہل کوفہ نے حضرت عمر (ض) سے حضرت سعد (ض) کی شکایت کی کہ وہ نماز اچھي نہیں پڑھاتے' حضرت عمر (ض) نے سعد (ض) کو فوراً معزول کرکے اونکي جگہ پر عمار (ض) کو بھیجدیا - پھر سعد کو بلا کرفرمایا کہ "یہ لوگ (اہل کوفہ) کہتے ہیں ' کہ تم نماز اچھي نہیں پڑھاتے" - سعد نے کہا

(۱) ملل و النحل زندی ص ۵۳ - ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۷۹ ارقعات سنہ ۵۴۷ھ -

(۲) یہ تحقیقات اگرچہ اسٹرائک سے تعلق نہیں رکھتي' تاہم رفع قضیہ و اظہار شکایت میں یہ واقعہ اسٹرائک سے مشابہت رکھتا ہے - یہ شکایت پبلک کام کے متعلق علانیہ کي گئي تھي جو اسٹرائک کے مقاصد سے بالکل مشابہ ہے' اسلیے دونوں کے طریقہ تحقیقات کو بھی یکساں ہونا چاہیے -

" خداکي قسم میں اونکو بالکل آنحضرت کے طریقہ پر نماز پڑھاتا ہوں اس میں ذرہ برابر کمي نہیں کرتا' عشاء کي نماز پڑھاتا ہوں تو اول دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں ' اور آخر کي رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں ' حضرت عمر (رض) نے فرمایا " تمہاري نسبت یہي حسن ظن تھا " پھر اون لوگوں کے ساتھہ تحقیقات کرنے کے لیے چند آدمي کردیے - وہ لوگ کوفہ گئے اور ایک ایک مسجد میں جاکر تحقیقات کي - تمام لوگوں نے سعد کي تعریف کي' لیکن جب بنوعبس کي مسجد میں پہونچے ' تو ایک شخص نے جسکا نام اسامہ بن قتادہ تھا کہا : " اگر تم ہم سے قسم لیکر پوچھتے ہو تو واقعہ یہ ہے کہ سعد (ض) فوج کے ساتھہ نہیں جاتے - انصاف کے ساتھہ مال نہیں تقسیم کرتے - مقدمات کے فیصلہ میں عدل نہیں کرتے" - سعد (رض) نے اوسکو بددعا دي اور وہ اوسپر پڑ گئی :

(۱) اس واقعہ سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) تحقیقات سے پہلے اوس مدرس یا منتظم کو معزول کردینا چاہیے جسکے خلاف شکایت کی گئی ہے ' جیسا کہ حضرت عمر (رض) نے کیا -

(۲) تحقیقات خارجی اشخاص کے ذریعہ سے ہونی چاہیے ' جیسا کہ حضرت عمر (رض) نے خود مدینہ سے تحقیقات کے لیے چند آدمیوں کو روانہ فرمایا

(۳) تحقیقات پبلک طور پر ہونی چاہیے' جیسا کہ اون لوگوں نے ایک ایک مسجد میں جاکر تحقیقات کی -

(۴) تحقیقات دوران اسٹرائک ہی میں ہونی چاہیے چنانچہ حضرت عمر (رض) نے کوفہ والوں سے یہ نہیں کہا " کہ پہلے تم لوگ سعد (ض) کے ساتھہ نماز پڑھو پھر معاملہ پر غور کیا جائیگا" -

(۵) جو لوگ اسٹرائک کے ذریعہ سے اظہار شکایت کرتے ہیں اونکو کسي قسم کی سزا نہیں دینی چاہیے' چنانچہ کوفہ والوں نے جو شکایت کی تھی ' باوجودیکہ وہ تحقیقات سے غلط ثابت ہوئي ' تاہم حضرت عمر (ض) نے اونکو کوئی سزا نہیں دي -

(۶) یہ ضروري نہیں کہ جو شکایت ہو اوسی کا مطالبہ بھی کیا جاے ' بلکہ خاص شکایت کو عام مطالبات کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے ' چنانچہ اون لوگوں نے نماز کی شکایت کی تھی' لیکن مطالبہ یہ تھا کہ سعد فوج میں نہیں جاتے ' انصاف نہیں کرتے -

شریعت کے ساتھہ عقل بھی اسی طریقہ تحقیقات کی تائید کرتی ہے - مقدمہ کے ختم ہونے کے بعد عدالت کا قائم کرنا ایک فعل مہمل ہے - جماعت منتظمہ بالذات یا بالواسطہ فریق ہوتي ہے ' اور کوئی فریق جج نہیں ہوسکتا - جب شکایت کا طریقہ پبلک ہے تو تحقیقات بھی پبلک طور پر ہونی چاہیے - مقدمہ دائر کرنا یا افسروں کی شکایت کرنا کوئی جرم نہیں ہے جسکي سزا دي جاتی ہے - زیادہ سے زیادہ مقدمہ خارج کر دیا جا سکتا ہے - طلبا کا وجود مدرسہ میں عارضی ہوتا ہے ' لیکن مدرسین و منتظمین مستقل ہوتے ہیں' اس لیے انکے موقوف نہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ شر محکم کو اور مستقل کردیا گیا - سزا ہمیشہ عبرت کے لیے دیجاتی ہے ' اور خفیہ موقوفی سے یہ مدعا حاصل نہیں ہوتا - کہا جاتا ہے کہ اس سے مدرسین کي توہین ہوگی جو اصول تعلیم کے مخالف ہے - لیکن سزا تو توہین ہی کے لیے دیجاتی ہے ' اور انتظامی معاملات میں قانون کا احترام اخلاق سے زیادہ کیا جاتا ہے - لیکن ہمارے موجودہ نظام تعلیم کا طرز عمل بالکل ان مذہبی و عقلی اصول کے مخالف ہے ' اور وہ لوگ بھی اسکی پیروی کرتے ہیں ' جو ایک ایسے مدرسہ کو چلانا چاہتے ہیں ' جو عقل و نقل میں تطبیق دینے کا مدعی ہے ! ان هذا لشی عجاب -

(۱) بخاري جلد ۱ ص ۹۵ مطبوعہ مصر -

Printed And Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg and Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ١٢

کلکتہ: چہـار شنبہ ٢٤ شوال ١٣٣٢ ھجري
Calcutta : Wednesday September 16. 1914.

جلد ٥

ہز ایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ بالقابہ جنکے زیر صدارت ہندوستان کے مصیبت زدگان جنگ کے لیے ریلیف فنڈ قائم ہوا ہے

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)

" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی

مباش منکر " غالب " کہ در زمانۂ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامي ميں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآني سے تعلیمات الاہیہ کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ھي اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدھا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہي سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا اندیشہ مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر بھی ہیں جن میں ایک نئي مذہبي بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فصل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' دلدادگان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني ہوجاتي ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رہي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید ھاف ٹون تصویریں بھي ہیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں ہوں تو انکي قیمت دس روپیہ قرار دی جاتي ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ھے کہ الھلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ھوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ھو جائیگی

Tel Address - "Alhilal," Calcutta
Telephone No 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad.
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

جلد ۵ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲۴ - شوال ۱۳۳۲ ھجری — نمبر ۱۲
Calcutta : Wednesday, September 16, 1914.

ہفتۂ جنگ

نقشہ جنگ میں یکایک انقلاب

(جرمنی کی رجعت)

بارے غنیمت ہے کہ اتنے عرصہ کی مایوس کن مصلحت درماندوں کے بعد اب واقعات میں ایک نئی تبدیلی نمایاں ہوئی' اور متحدہ افواج کے پیچھے ہٹنے کی جگہ آگے بڑھنے کی خبریں آنا شروع ہوئیں -

فی الحقیقت یہ ایک غیر متوقع انقلاب ہے جو میدان جنگ میں یکایک رونما ہوا - جبکہ جرمن فوج پیہم اقدام کے بعد پیرس سے ۳۵ میل کے فاصلے پر پہنچ چکی تھی' اور محاصرۂ پیرس اسقدر متوقع تھا کہ فرانس نے دار الحکومت چھوڑ دیا تھا' تو یکایک جرمنی کے مقبوضہ مقامات چھوڑ دینے اور متحدہ افواج کے آگے بڑھنے کی خبریں آنا شروع ہوگئیں حتی کہ جرمنی اپنے تمام آخری خط ہجوم کو چھوڑ چکی ہے' اور فوج کے ایک بڑے حصہ کے کسی دوسرے مقام پر روانہ ہونے کی اطلاع آ رہی ہے -

"ممبنگن" کے معرکہ کے بعد سے جرمن فوجوں نے اپنی پیشقدمی کا رخ بدلدیا تھا' اور اسوقت سے وہ براہ راست پیرس کیطرف جانے

موجودہ جرمن سرحد کا مشہور جنگی مقام " میٹز " جو سنہ ۷۱ میں جرمنی نے حاصل کیا' اور جہاں قیصر کے ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کی خبر آئی تھی

(قیصر جرمنی فوجی لباس میں)
جو اس وقت لکسمبرگ میں مقیم ہے -

SEWING MACHINES — BALLERS WINDERS — AUTO KNITTING

THE ADARSHA KNITTING Co

Importers Manufacturers

General Merchant & Commission Agent

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاہتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بنڈل نٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۰۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگی جس سے موزہ اورگنجي دونوں تیار کیے جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگی جسمیں گنجي تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنـي ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم ہوا - آپکے روا نہ کیا اور اسی من روپے بھي مل گئے آپہر لطف یہ کہ ساتھہ ہي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کي چند چیزیں خریدیں مجھے اُن چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کشم کماري دیبي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھي کام کر رہي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتي مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ہوئي چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کي سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

اُنکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني -

آپکے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکي بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنچ — سول کورٹ روڈ ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ- گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

ڈاکٹر وان بیتھمن - جرمن چانسلر

ایم سازا نوف وزیر خارجیه روس

کے بدلے پیرس کے مشرق کی طرف بڑھرهی تهیں - چنانچه دریاے
مارنے کو عبور کرکے " کولومیرس " نامی ایک مقام تک پهنچ
گئی تهیں - کولومیرس پیرس کے ٹهیک مشرق میں دریاے مارنے
کے اس پار واقع هے - اور آجکی اشاعت میں جو نقشه دیا گیا هے
اس میں دیکها جا سکتا هے - لیکن نئی خبروں کا مفاد یه هے، که
کولومیرس جرمن پیشقدمی کی آخری منزل ثابت هوا - کیونکه
اسکے بعد هی پیرس سے فوجیں آگے بڑھیں اور " میرے اور
مونٹمیریل نامی دو مقاموں کے درمیان سے حمله اور هولیں" ایک
معرکه بپا هوا جو دو دن تک جاری رها - جرمنی کا جو سرکاری تار
نقل کیا گیا هے اسکا بیان هے که " جرمن فوج نے سختی کے ساتهه اپنے
حریفوں کو روکا اور آگے بهی بڑھیں "، مگر جب یه اعلان کیا گیا که
دشمن کے نئے کالم آ رهے هیں تو اسوقت جرمن بازو پیچهے هٹ گیا"
اس واپسی نے طول کهینچا اور جیسا که آج کے (۱۶ - کے)
تاروں سے معلوم هوتا هے، ۱۰ تک برابر جاری رهی - اس أثناء
میں جرمن فوج اور اسکے پیچهے پیچهے متحده فوجیں بہت سے
مقامات سے گزریں جنمیں سے اکثر چهوٹے چهوٹے غیر اهم اور
معمولی مقامات هیں -

غالبا ۵ - ستمبر تک جرمن فوج کا دهنا بازو پیرس کے شمال
و مشرق میں " سینلس " سے لیکے " پرروینس " کے قرب تک
پهنچ گیا تها - " پرروینس " پیرس کے مشرق و جنوب میں کولومیرس
کے نیچے اور دریاے " سین " کے ساحل سے کسیقدر فاصله پر
واقع هے -

یہاں سے انکی فوجیں مشرق و جنوب میں " ٹروالس " سے
گزرتی هوئی پهیلی هونگی - آگے چلکر " اور سن " ایک مقام هے -
" سین " اور " اور سن " میں ایک خط پیدا هوتا هے غالبا جرمن
فوجیں اسی خط کے برابر پهیل گئیں -

نئی خبروں سے یه نتیجه نکلتا هے که آج سے تین دن قبل اس
خط سے جرمن فوجیں تقریباً ۵۰ میل هٹ چکی تهیں، اسلیے
اسوقت جرمن فوج کا خط " سوانس " سے شروع هوکر جنوب و
مشرق میں ریمس کی طرف جاتا هوگا -

خلاصه یه که اسوقت جرمن فوج کا دهنا بازو جو پہلے مقام
" بنیلس " میں تها، اب هٹکے " سوایس سنس " میں آگیا هے جو
پیرس سے ۵۰ میل کے فاصله پر هے - اسمیں
غالباً چار آرمی کور یعنی تخمیناً ڈهائی لاکهه
آدمی هیں ابهی جرمن فوج کا قلب اور
بایاں بازو باقی هے، اور اگرچه اسکے بهی ریمس
اور وردن کی طرف جانے کی خبر دی گئی
هے، مگر ابهی تک اسکو شکسته نهیں کہا
جا سکتا -

جرمنی کے دهنے بازو میں وه فوج تهی
جو معرکه لکسمبرگ کے وقت سے لڑ رهی هے،
لیکن قلب اور دهنے بازو کی فوج نے صرف
معرکۂ " مونس " کے وقت سے لڑنا شروع
کیا هے -

متحده افواج نے اعلان کردیا هے که اب
انهوں نے مدافعت کی جگهه حملے کا پہلو
اختیار کرلیا هے - " مونس " کے بعد متحده کا یه
پہلا جارحانه اقدام هے -

بحالت موجوده واقعات کی صاف رفتار یکایک اسدرجه الجهه
گئی هے که کسی صحیح راے کا قائم کرنا بہت مشکل هوگیا هے - سول
اینڈ ملیٹری لاهور کے ایک تار سے معلوم هوا تها که جرمنی کے
یکایک پیچهے هٹنے سے انگلستان میں یه سمجها گیا هے که وه فرانس
کے دهنے بازو پر حمله کرنا چاهتی هے، مگر بعد کے تاروں سے اسکی
مزید تصدیق نه هولی -

یه امر تو بالکل ظاهر هے که جرمنی نے ابتک اپنی تمام قوت
پیرس کی طرف کردی تهی لیکن، اس اثنامیں روس نے آسٹریا کے
اندر غیر معمولی فتوحات حاصل کرلیں - پس فوج کے ایک حصه
کی نقل و حرکت کے صاف معنی یهی هیں که وه آسٹریا کی
مدد اور روس کے روکنے کیلیے روانه کی گئی هیں -

اسی طرح ایک عظیم الشان جرمن بیڑه جسمیں ۴۸ جنگی
جهاز هیں، بالٹک کی طرف بهی روانه هوگیا هے، اور غالباً
دار الحکومت روس پر بحری حمله کریگا -

لیکن أن اسباب کا صحیح تعین مشکل هے جنکی وجه سے
بظاهر جرمنی نے اپنے قدیم خط جنگ کو بدلکر پیرس سے
علحده هونا شروع کردیا - جب تک که زیاده صریح واقعات ظاهر
نهوں - البته آخری دنوں کے تمام واقعات کو جمع کرنے کے بعد
ایک نیا خیال سامنے آتا هے -

جرمنی نے اپنا خط سفر یه مقرر کیا تها که سب سے پہلے پیرس
کا محاصره کرکے یا تو اسپر قبضه کرے یا فرانس کو صلح پر مجبور
کرے، لیکن فرانس نے دشمن کو سرپر دیکهکر
پیرس خالی کردیا، اور ساتهه هی انگلستان نے
ایک نئی تدبیر یه کی که باهم ایک نیا معاهده
کرکے فوراً اس کا اعلان کردیا جسکا منشا
یه هے که فریق متحده میں سے کوئی حکومت
جرمنی سے تنها صلح کرلینے کی مجاز
نهوگی - ممکن هے که ان دونوں کارروائیوں نے
جرمنی کی پیش قدمی کو بے حاصل کردیا
هو - اس نے سونچا هو که اگر انتہائی فوجی
قربانی کے بعد پیرس پر قبضه کر بهی لیا گیا
تو محض ایک خالی شهر کی گلیاں هاتهه
آئینگی، جو جدید دارالحکومت سے ۳۰۰ میل
کے فاصله پر سنسان هو رهی هیں، اور
بوجه نئے معاهدے کے فرانس صلح بهی نهیں
کرسکے گا - اس سے بہتر هے که اب قوت کسی
دوسرے جنگ پر صرف کی جاے - اسی خیال
سے اب وه پیرس کو چهوڑ رها هے - بهر حال

هزایکسیلنسی لارڈ هارڈنگ کے صاحبزاده
لفٹننٹ (آیی - سی) هارڈنگ جنکے زخمی
هونے کی خبر آئی تهی اور جو اب الحمد
لله روبصحت هیں

اس جدید انقلاب کے متعلق هم بغیر مزید رفتار حال دیکھے هوے کچھ نہیں کہه سکتے -

(حادثۂ خلیج بنگال)

لیکن اس هفته میں سب سے زیاده عجیب اور سب سے زیاده غیر متوقع واقعه ایک جرمن کرو زر کا خلیج بنگال میں پہنچنا اور پانچ انگریزی تجارتی جهازوں کو غرق کر دینا ہے - یه واقعه اسقدر غیر متوقع ہے که اگر اسکی اطلاع همیں خود پریس سنسر کے دفتر سے نه ملی هوتی تو بمشکل هم اسے تسلیم کرتے -

یه حادثه ۱۰ سے ۱۴ - ستمبر کے درمیان واقع هوا ' لیکن اسکا اعلان اس وقت (۱۵ - کو) کیا گیا ہے غالباً - چین کے طرف سے یه جهاز آیا تها اور اپنا وار کرکے پھر مفقود الخبر هوگیا ہے - اس واقعه کی اطلاع کے ساتھه جهاں هم پبلک کو اطمینان دلاتے هیں که وه ایک لالت کروزر کے هندوستان آجانے کی خبر سے مشوش خاطر نہو اور مطمئن رهے که اس سے زیاده وه اور کچھه نہیں کرسکتا تها جوکر گیا - وهاں گورنمنٹ کی بهی غفلت پر متعجب هوے بغیر نہیں رهسکتے جس کی افسوس ناک بے خبری سے اتنے بڑے نقصان کے پہنچانے اور پریشان کرنے کا دشمن کو موقعه ملگیا - افسوس که اخبار کا آخری فارم چڑھچکا ہے اور مزید گنجایش نہیں - اسلیے تفصیلی حالات آینده درج کرینگے -

(میدان جنگ سے پہلی رسمی مراسلة)

۹ ستمبر کو سر جان فرنچ سپه سالار افواج برطانیه نے میدان جنگ سے پہلی تفصیلی مراسلت بهیجی ہے ' جسمیں برطانی فوج کے اولین ورود سے اوائل ستمبر تک کے حالات درج هیں - یه پہلی مفصل سرگذشت ہے جو فوج کے اعلی ترین افسر کی زبانی همارے سامنے آئی ہے :

تار برقیوں میں صرف اسکا خلاصه بهیجا گیا ہے - هم اسکا خلاصه درج کردیتے هیں :

" انگریزی فوج وقت معینه کے اندر فرانس میں وارد هوئی - فوجی اجتماع عملاً ۲۱ - اگست کی شام تک تکمیل کو پهنچ گیا - ۲۱ - کو میں ان مورچوں کی طرف جنکو میں مستحکم سمجهتا تها اور جهاں سے لڑائی کی طرح ڈالی جانے والی تهی ' فوج کو حرکت میں لانے کے قابل هوسکا - دوسری آرمی کورز ' کواندی ' سے " مونس " تک لائن پر متصرف هوئی ' اور اول کورز دوسرے کورز کے دهنے جانب متعین کیگئی - پنجم بریگیڈ رساله بنسی پر مسلط هوا - میرے گرد آوری کے دستوں اور آلات پرواز کی دیکھه بھال دشمن کے پهیلاو کا پته لگانے میں قاصر رهی - ۲۳ - اگست کی خبروں سے منکشف هوا که دشمن نے کسی قدر طاقت سے حملے شروع کردیے هیں - بالخصوص مونس اور بنسی میں همارے مورچه کے دهنے بازو پر دشمن کا بہت بڑا زور ہے - اسپر رساله نے بنسی کو خالی کردیا ' اور دشمن اسپر مسلط هوگیا - جنرل ژوفری نے پیغام بهیجا که فرنچ لشکر پیچھے هٹ رها ہے ' کیونکه دشمن نے ۲۲ - اگست کو شارلی اور نامور کے مابین دریاے سیمبر کے راستوں پر قبضه کرلیا تها -

۲۳ - اگست کی شب کو تمام لائن پر جنگ جاری رهی - " موبیوز " کی طرف هٹتے هوے دوسرے دستے کے تیسرے ڈویژن کو دشمن نے سخت نقصان پہنچایا ' اور مونس پر مکرر حمله کیا -

لیکن دوسرا دسته کسی قدر مورچه بندی کے ساتھه ٹهرارها اور پلے دستے کو بتدریج مراجعت کرنیکا موقع ملگیا - شام کے سات بجے وه موبیوز پہنچا - میں پہلے سے میجر جنرل الینبائی کو اپنے بائیں جانب کام کرنیکا حکم دیچکا تها جهاں دشمن بڑی مستعدی ظاهر کررها تها - صبح کو جنرل النبالی کو سر چارلس فرگیوسن کا پیغام پہنچا که پانچویں ڈویژن پر بہت زور پڑا ہے - وه اپنا رساله لیکر کمک کو پہنچے - اس لڑائی کے اثنا میں بریگیڈیر جنرل ڈی لسلی نے جرمنی کے آگے کی پیدل فوج پر حمله کرکے اسے منتشر کرنیکا موزوں موقع تصور کیا - لیکن مقصود منزل سے پانچسو گز ادهر تاروں کے جال نے اسے روک لیا - اور اسطرح پیچھے هٹنے میں سخت نقصان پہنچا - اسکے بعد میں نے دریاے سوام یا اونس پہنچنے کا اراده کیا ' جسکی وجه یه تهی که میرے دهنی جانب فرنچ سپاه مسلسل طور پر پیچھے هی هٹتی جاتی تهی اور هماری فوج بالکل بے پناه رهگئی تهی - دشمن کے مغربی دستوں کا منشا مجھے گهیر لینے کا تها اور ان سب سے بڑھکر یه که میری سپاه بہت خسته هوگئی تهی -

۲۵ کو پہلا دسته دن بهر سفر کرتا رها اور دس بجے شب کے لانڈ ریسز میں پہنچا - میں چاهتا تها که کسی قدر اور مغرب کی طرح بڑھکر لی کاٹو اور لانڈ ریسیز کے درمیانی حصے کو معمور کردیتا - مگر سپاهی تهکے هوے تهے - اسلیے وه سستانے کے بغیر آگے بڑهنے کے قابل نه تهے -

مگر دشمن نے انهیں آرام لینے کی اجازت نه دی -

۲۴ کو ساڑھے ۹ بجے شب کے لانڈ ریسیز میں محافظ بریگیڈ پر نہم جرمن دسته نے سخت حمله کیا ' مگر بریگیڈ نے نہایت بہادری سے مقابله کیا - دشمن شمالی جنگل سے نکلکر شهر کے بازاروں میں در آیا تها - سات سو سے لیکر ایک هزار تک دشمن کے نقصان جان کا اندازه کیا جاتا ہے "

اسکے بعد مراسلة میں چار روزه جنگ کے سخت نقصانات پر اظهار افسوس کیا گیا ہے - مگر " یه نقصان نا گزیر تها ' کیونکه مجتمع هونے کے دو روز بعد هی جرمن کے پانچ دستوں کے سخت حملوں کا برٹش سپاه کو متحمل هونا پڑا "

ممکن ہے که اس مراسلت میں متعدده افواج کے بار بار پیچھے هٹتے رهنے کے اسباب سے کوئی تفصیلی بحث کی گئی هو ' لیکن جو حصه تاروں میں آیا ہے ' اس سے اس سوال پر کچھه زیاده روشنی نہیں پڑتی ' اور صرف اسی قدر معلوم هوتا ہے که انگریزی فرانسیسی افواج کے پہنچنے کے بعد جرمن فوج نے طاقتور حملے کیے ' اور رفته رفته متعدده افواج کو مونس سے هٹکر سرحد فرانس کے اندر کونڈے پر اور پهر دریاے سوام تک چلا آنا پڑا -

هم نے گذشته اشاعت کے افتتاحیه میں . متعدده افواج کے معرکوں پر بحث کی تهی ' اور ان پانچ خطوط دفاع کے نتائج پر نظر ڈالی تهی جو یکے بعد دیگرے متعدده افواج نے بنائے اور چهوڑے - ساتھه هی انکا ایک نقشه بهی دیا تها - لیکن اسوقت تک کوئی یکجا مفصل بیان همارے سامنے نه تها - زیاده تر قیاس اور متفرق خبروں کے منفرده واقعات سامنے تهے - اب سر جان فرنچ کی مراسلت

جهاز امڈن جس نے ۴ انگریزی جهازوں کو تباه کیا

کولومیرس تک پہنچ گئی (جسکا صحیح فاصلہ پیرس سے اب ۳۵ میل کا متحقق ہوگیا ہے) تو قدرتی طور پر محاصرہ کا وقت الیم سامنے آگیا' اور اسکے سوا کوئی صورت نجاح نظر نہ آئی کہ پیرس کو خالی کر دیا جاے' اور دشمن سے ۳۰۰ میل دور جا کر حکومت قیام کرے -

اگر " جنگی مصلحت " کا سر عظیم و مخفی یہی تھا تو یہ بالکل ٹھیک ہے' اور اس خبر کے سنتے ہی ہر متنفس نے یہی سمجھا تھا' مگر اسکے ساتھہ ہی رسمی اطلاعات میں یہ ظاہر کرنا کہ ' اسکو فرانس کا ضعف اور اضطراب نہ سمجھا جاے " واقعات کی قدرتی زنجیر میں ایک ایسی کڑی کو رکھنا ہے جو باقی کڑیوں سے بالکل مختلف ہے -

پیرس آدمیوں سے خالی ہوگیا ہے - دنیا کا وہ حسین و جمیل شہر جو ابھی چند هفتے پیشتر تمام سطح ارضی کے لیے اپنی رونق اور عیش و نشاط میں کشش رکھتا تھا' اب ایک ایسی مصیبت بن گیا ہے جس سے انسان دور رهنا چاهتا ہے - چوبیس گھنٹہ میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا جب دریا اور خشکی کی راهیں جانے والوں کی پیہم قطاروں سے خالی هوں - حتی کہ ریلوے وغیرہ کے تمام کاموں میں مردوں کی جگہہ عورتیں کام پر لگائی گئی هیں - پیرس کی کل آبادی بیس لاکھہ آدمیوں کی بتلائی جاتی تھی - ساڑھے سترہ لاکھہ انسان چند دنوں کے اندر اس سے نکل گئے هیں - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ تاریخ عالم کا یہ سب سے بڑا هولناک تخلیہ ہے' جسکی نظیر صدیوں سے دنیا میں نہیں ملتی -

اس مہیب منظر کو اپنے سامنے لاو کہ دنیا کے ایک عظیم الشان شہر کے پھاٹک هر طرف سے کھلے هوے هیں' اور ساڑھے سترہ لاکھہ انسان جن میں عورتوں اور بچوں کی حیرانی بھی شامل ہے' دو چار دن کے اندر هی اندر اس سے نکل جانا چاهتے هیں ! پھر جنگ کے هولناک نتائج کی یہ کیسی انقلابی قسط ہے جو اسقدر جلد دنیا کے سامنے آگئی ہے' اور اگر اس اضطراب و دهشت کے اندر سے اولوالعزمانہ اطمینان اور فیروزمندانہ سکون و ثبات کی صدائیں اٹھہ رهی هیں' تو افسوس کہ ایسی عجیب و غریب صداؤں کے سننے کیلیے ماهرین تدابیر مخفیۂ جنگ کی طرح همیں قوت سامعہ نہیں ملی ہے !

اس هفتہ کے آغاز سے نقشہ جنگ میں جو یکایک انقلاب هوگیا ہے' اسکی اطلاعات کے ضمن میں تخلیہ پیرس کی حقیقت زیادہ نمایاں هوگئی ہے - هم اس قسم کے مواقع کے ابتدا سے شکر گذار رہے هیں' جنکے ضمن میں بہت سے غیر معلوم واقعات خود بخود روشنی میں آ جاتے هیں -

۸ - کا تار ہے کہ متحدہ افواج کی جدید کامیابی اور جرمن فوج کی واپسی نے محاصرۂ پیرس کے خوف کو بہت کچھہ دور کردیا ہے اور اب پیرس میں اطمینان پھیل رہا ہے - یہاں تک کہ خیال کیا گیا ہے کہ اب بورڈو سے حکومت کو واپس آجانا چاهیے !

اگر پہلے پریشانی نہ تھی تو اب اطمینان کس بات پر ہے؟ اگر پیرس کا چھوڑنا محض محاصرے کے خوف سے نہ تھا' تو اب دشمن کے دور هونے پر کیوں دوبارہ پیرس میں چلے آنے کا خیال پیدا هوا ہے ؟

اس بحث سے همارا مقصود صرف یہ ہے کہ واقعات کو بغیر انکی غیر منطبق توجیہات کے چھوڑدینا هی بہتر ہے' اور اس قسم کی توجیہیں جو آگے چلکر واقعات کا ساتھہ نہ دیسکیں' اطمینان کی جگہ دلوں میں اور زیادہ خلجان پیدا کردیتی هیں - حالانکہ هم سب کو کوشش کرنی چاهیے کہ پبلک میں شک و شبہہ پیدا نہ هونے دیں -

مسئـــلہ "وفاداری" اور "پایونیر"

عین اسوقت جبکہ امن و سکون کی ایک نازک آزمایش میں ملک کا هر گروہ صرف وقت کی ضرورت اور مصلحت کے سوال هی سے دلچسپی لینا چاهتا ہے' هم میں سے یقیناً کسی شخص کو اسکی آرزو نہوگی کہ وہ خطرناک " فرانسس جوزف" کی طرح اعتماد اور باهمی صفائی کے حصار پر پہلی گولی چلانے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے - کیونکہ کتاب پیدایش کے مقدس لٹریچر میں بدی کا جو هاتھہ قائن (قابیل) نے هابل (هابیل) پر اٹھایا تھا' دنیا کی تمام آنے والی بدیوں کی ذمہ داری اسی پر ہے !

لیکن افسوس کہ گولی چل چکی ہے' اور اسلیے "فرانسس جوزف" کی طرح نہیں جس نے پہلا قدم اٹھایا' بلکہ " سر ایڈورڈ گرے" کی طرح جنھیں مجبوراً سفارتی تعلقات قطع کرنے پڑے' هم اس ناگوار اور خلاف وقت بحث میں حصہ لینے کیلیے مجبور هوے هیں -

روس کی لیمبرگ کی طرف فتحمندانہ پیش قدمیوں کے بعد اسکا فیصلہ مشکل هوگیا ہے کہ دنیا کا یہ سب سے زیادہ تجربہ کار پادشاہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی یہاں تک قابلیت رکھتا ہے جبکہ وہ دنیا کی صلح جویانہ درخواستوں کو مغرورانہ ٹھکراتا ہے ؟ تاهم اس سے پہلے ایسا نہ تھا - اسی طرح گو بحالت موجودہ اسکا فیصلہ مشکل هو کہ هندوستان کا ایک سب سے زیادہ تجربہ کار اینگلو انڈین پریس (پایونیر) اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے کے لیے کہاں تک مستعد ہے جبکہ اس نے ۱۰ - سپٹمبر کی اشاعت میں تیس کروڑ باشندگان هند کی وفاداری کو ٹھکرایا ہے؟ تاهم اگر اس نے موجودہ "تیوٹینک اخلاق" کی تقلید اسی طرح جاری رکھی تو کچھہ عجب نہیں کہ گلیشیا کے میدانوں کی طرح الہ آباد کے ایک وسیع پرنٹنگ هاؤس کے صحن میں بھی " ذمہ داری" کا مفہوم سمجھا جا سکے !

چنانچہ حاکمانہ رد و قبول کی ایک ایسی بلندی پر سے جو بظاهر لارڈ هارڈنگ کو بھی نصیب نہیں' وہ هندوستان کے موجودہ اظہار وفاداری کو طے شدہ مسئلہ کی جگہہ ایک بحث طلب سوال کی شکل میں دیکھتا ہے' اور کونسل کے پچھلے اجلاس کی تقریروں کی نیابتی حیثیت پر حملہ کرنے کے بعد لکھتا ہے :

" هندوستان کی عام راے مصنوعی چیزوں کی طرح هر سال ترقی کر رهی ہے - یہ مشہور ہے کہ صوبوں کے خاص شہروں کے علاوہ بڑے شہروں میں بھی درجنوں ایسے اشخاص موجود هیں جو هر قسم کی نیابتی مجلسیں منعقد کرتے هیں - ایک جلسہ کی روئداد کی اشاعت کے ساتھہ هی هر مرکزی مقام اور ضلع میں اسی قسم کے جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری کردیا جاتا ہے اور انہی مضامین کی تجویزیں پاس هونا شروع هوجاتی هیں"

هندوستان کے اس سب سے بڑے حکمفرما کے عقیدے میں (جو اتنا بڑا ہے کہ هندوستان کی وفاداری کی بحث میں اسے لارڈ هارڈنگ اور مسٹر ایسکوئتھہ کی صف میں بیٹھنے سے بھی عار آتی ہے) وفاداری کے موجودہ اعلانات " مصنوعی " چیزوں سے مثال پانیکے مستحق هیں - کونسل کے ممبروں کے اظہارات عام پبلک کے پوشیدہ جذبات سے مختلف هیں' اور وہ صدہا جلسے اور رزولیوشن جو پچھلے پانچ هفتوں کے اندر هندوستان کے تمام طول و عرض میں ترتیب دیے گئے' اس سے زیادہ قیمت پانے کے مستحق نہیں کہ

نے انگریزي اور فرانسیسي خطوط مدافعت کے مقامات واضح اور قطعي طور پر بتادیے هیں -

اب هم اس مراسلت کو سامنے رکھکر ایک دوسرا نقشہ بناتےهیں- اسکے دیکھنے سے واضح هوجائیگا کہ هم نے جو صورت حال اس مراسلت کي اشاعت سے پہلے قرار دي تهي وہ بالکل صحیح نکلي البتہ بعض جزئیات اس میں زیادہ واضح هوگئے هیں جنکا تذکرہ تاربرقیوں میں نہ تها -

دوهري جدولیں دریاؤں کي هیں - سب سے پہلے دریاے مي‌یوز کا سلسلہ شروع هوتا هے جسکے کنارے پر لیبژ اور نامور کے قلعے واقع هیں - نامور کے قریب آکر اسکا رخ مڑ گیا هے اور مغرب کي جگهہ جنوب مشرق هو کر فرانس میں چلا گیا هے - فرانس کا مستحکم قلعہ وردن بهي اسي پر واقع هے -

لیکن نامور سے ایک دوسرے دریا کا خط بهي آپ دیکهہ رهے هیں‘ جسکے کنارے پر "شارلي راے" اور سرحد فرانس کے اندر " موبیوژ" واقع هے - اسکا نام " سامبرے " هے - اسکا تذکرہ آغاز ورود افواج متحدہ کے وقت بار بار هوا تها -

نیچے سرحد فرانس کے اندر دریاے سوام ‘ ایزن ‘ اور مارنے بهي واضح طور پر دکهلاے هیں جنکا نام موجودہ جنگ نے صدیوں تک کیلیے مشهور کردیا هے - ایزن اور مارنے کے درمیان فرانس کا مشهور قلعہ "ریم " هے -

سرجان فرنچ کي مراسلت سے معلوم هوتا هے کہ انگریزي فوج نے سب سے پہلے مونس میں اپنا کام شروع کیا - ۲۲ کو جرمني فوج نے " طاقتور" حملہ کیا اور وہ مجبوراً سرحد فرانس سے هٹ کر موبیوژ کے پاس چلي آئي - فرانسیسی فوج انکے دهنے جانب " لیل " میں موجود تهي نقشہ میں لیل کا سیاہ مربع نشان آپ کے بائیں جانب خط سر سرحد بلجیم و فرانس کے نیچے موجود هے‘ لیکن غلطی سے وهاں نام لکهنا رهگیا -

اسکے بعد هي جرمن فوج نے بهي سرحد فرانس کو عبور کرلیا‘ اور انگریزی فوج کو مع فرانسیسي افواج کے دوبارہ جگهہ خالي کرنی پڑي - ۲۵ کو وہ کیمبرے پہونچي اور اس تمام عرصے میں عظیم الشان معرکہ جاري رها - بالاخر ۲۶- کي صبح طلوع هوئي جسے هم نے " یوم التغابن " کے نام سے تعبیر کیا تها ‘ اور ایک هولناک چار روزہ معرکے کے بعد یہ خط بهي چهوڑ دیا گیا -

۲۶- کو انگریزي فوج دن بهر متصل کوچ کرنے کے بعد دریاے سوام کے پاس پہنچي - لیکن دشمن کے حملے نے اس جگهہ کے ترک پر بهي مجبور کردیا

اسکے بعد " امینس " سے متحدہ کا خط مدافعت شروع هوا ‘ جسمیں بمقام " لافیرے " دریاے اوئس کے کنارے انگریزي فوج مقیم تهي‘ لیکن یہاں سے بهی پیچهے هٹنے پر مجبور هوئي اور یکم سپٹمبر کو " امپیگن " کے دونوں کناروں پر چلي آئي - ۳ - سپٹمبر کو " سیلی " میں اسکي موجودگی کي اطلاع دي گئي تهي- یہاں سے بهي پیچهے هٹنے کے بعد آخري متحدہ خط "مارنے" سے لیکر وردن تک پهیلا دیا گیا - اسمیں پیرس سے قریب تر مقام کولومیرس تها جو صرف ۳۵ میل کے فاصلے پر هے - اور خط " ریٹري " هوتے هوے وردن تک پہنچ گیا تها - لیکن اخر کو جرمن فوج کے " لافرتے " آنے ‘ ریم پر قبضہ کرکے مارنے کو عبور کرنے ‘ اور نانٹیول اور کولومیرس تک پہنچ جانے نے اس خط سے بهي پیچهے هٹا دیا‘ اور اسی خط کے تمام سلسلے پر جرمن نے اپنا خط هجوم مقرر کرکے وردن کو "میٹز" سے ملادیا - گذشتہ هفتہ میں هم اسکا نقشہ دے چکےهیں -

اس نقشہ میں تاریخ وار صرف انگریزي خطوط دکهلاے هیں اور گذشتہ اشاعت کے نقشے میں فرانسیسي فوج اور انگریزي فوج دونوں کا متحدہ خط دکهلایا تها - مثلاً اس نقشہ میں ۱ - سپتمبر کا خط صرف " کمپیگن " کے پاس نظر آتا هے لیکن فرانسیسي فوج کے ساتهہ ملکر وہ " ریم " تک چلا گیا تها -

اس مراسلة نے همارے گذشتہ افتتاحیہ کے تمام بیانات کی تصدیق کردي -

تخلیہ پیرس

هفتۂ زیر تحریر کا آغاز تخلیۂ پیرس کے واقعہ کو بهي روشني میں لاتا هے -

اس واقعہ کا قدرتي طور پر جو مقصد واضح هوتاتها ‘ انگلستان کے " ماهرین جنگ " کي راے میں فوجي اسرار و غوامض بالکل اسکے برعکس تهے - چنانچہ حکومت فرانس کے بوردو منتقل هونے کے ساتهہ هی اطلاع دي گئی تهی کہ " لندن میں عام طور پر اس انتقال کو ایک قابل صد تعریف فوجی تدبیر قرار دیا گیا هے ‘ اور فرانس کي تحسین کی جارهی هے کہ اس نے بہت بہتر کیا "

یقیناً یہ ایک فوجی تدبیر تهی‘ لیکن ویسی هی تدبیر جیسی کوئی جماعت دشمن کو سر پر پہنچتا دیکهکر اور اپنے گرد کے سامان حفاظت کو ناقابل اطمینان پاکر آخري علاج کے طور پر قدرتاً عمل میں لاتی هے - اسلیے اس واقعہ کی اصلیت سمجهنے کیلیے غالبا کسی مزید توضیح کی ضرورت نہ تهی -

اصل یہ هے کہ سنہ ۱۸۷۱ کے محاصرۂ پیرس کے مصائب فرانس کے سامنے تهے‘ اور گو پیرس کے نئے استحکامات نے محاصرہ کی کامیابی کو اسقدر آسان نہ رهنے دیا هو جیسا کہ اسوقت تها ‘ تاهم استحکامات مکان کو مضبوط کرسکتے هیں‘ مگر محصوري کی مصیبتوں کو کم نہیں کر سکتے - اسلیے جب جرمن فو

الهـــلال

۲۴ شوال ۱۳۳۲ هجري

غـــــزوات اسلامیه

اور اسکی یادگاریں

(۱)

سیلاب آتا ہے تو اوسکي سطح پر سر بفلک عمارتیں حباب کي طرح تیرتي پہرتی هیں - زلزله آتا ہے تو فقیروں کی جھونپڑی کے ساتھه قصر شاهی کے ستوں بهي متزلزل هو جاتے هیں - آندھی چلتی ہے تو سب سے پہلے عظیم الشان محلوں کے کنگرے هی اونکے سامنے سر تسلیم خم کرتے هیں !

جنگ بهي ایک سیلاب ہے ' جو تمدن کے آثار کو بہا لے جاتا ہے - لڑائي بهی ایک زلزله ہے ' جو نظام امنیة کی بنیادوں کو دفعتاً ہلا دیتا ہے - معرکه کار زار بهی ایک آندهی ہے ' جو علم و تہذیب کے ایک ایک ریشے کو بیخ و بن سے اوکھاڑ کر پھینکدیتی ہے !

دنیا کی تاریخ نے هر زمانے میں اسکی دردناک مثالیں بکثرت پیش کی هیں - بخت نصر اوٹھا اور بیت المقدس کو برباد کردیا - ایرانی آے اور بابل کے قدیم تمدن کو تاراج کرکے چلے گئے - رومی نکلے اور کارتھیج کي سر زمین کو آگ اور خون سے بھردیا - سکندر یونان سے نکلا اور ایران کی در و دیوار کے ایک ایک نقش کو مٹا آیا - تاتاري اوبھرے اور بغداد کے قدیم آثار تہذیب کو دجله میں ڈبودیا -

اس قسم کے حملوں نے مادي یادگاروں کے ساتھه همیشه روحانی یادگاروں کو بهی فنا کردیا ہے - تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے کا ایک ایک حرف دجله کے بہتے هوے پانی سے دهو دیا ' اسکندریه کا عظیم الشان کتب خانه آگ کے شعلوں کی نذر هوگیا ' ایران نے تاج شاهی کے موتیوں کے ساتھه اپنے علمي جواهر بهی غارتگروں کے پانوں پر نثار کردیے ' سیکڑوں بت خانے منهدم هوگئے ' سیکڑوں مسجدیں ویران هوگئیں ' هزاروں گرجے گرادیے گئے ' لاکھوں صومعے اور مدارس برباد هوگئے !

(دارالعلم لووین کي بربادی)

آج خود یورپ هی کی روایت سے خود یورپ کي ایک وحشیانه مثال کا هماري معلومات میں اضافه هوا ہے - همارے سامنے موجوده علم و تمدن کی اس سب سے بڑي محافظ قوم کو بضرورت پیش کیا گیا ہے جو آج فلسفه اور صناعة کي نئی عمارتوں کا اصلی ستون ہے - جسکی سرزمین نے علم کی سب سے بڑي خدمت کي ' جسکے حکماء نے فلسفه کي نئی زندگي کیلیے سب سے پہلے نفخ روح کیا ' جس نے مشرقی علوم و آثار کو سب سے پہلے بچھایا ' جسکے فلاسفه نے ارسطو کي عظمت خاک میں ملادي اور یونان کے علمي تسلط کي جگه اپنے عرش فکر و ادراک کے آگے تمام دنیا کو مسجود کرا یا ' جسکا ملک سب سے بڑا دار الصنائع ' جسکے دار العلوم سب سے زیاده پایگاه علم ' اور جسکي قوم سب سے زیاده پرستار معارف اور عشاق علوم ہے !

با ایں همه همیں یقین دلا یا گیا ہے که اس نے یورپ کے ایک بہت بڑے علمی پایگاه (لووین) کو جلا دیا - اسکا دارالعلوم ' اسکا دار الکتب ' اسکے علمي تجربه گاه ' سب آگ اور دھویں کے اندر فنا کردیے گئے - غیر محارب انسانوں کے قتل اور بے قصور علمي عمارتوں کی آتشزدگی پر آج علم و تمدن کا هر فرزند اپنے آپکو خونبار و ماتم سنج دکھلاتا ہے !

(یخرج الحی من المیت)

لیکن کبھي کبھی وهی پانی جو طوفان بن کے موجیں مارتا تها ایسا بهی هوتا ہے که ابر کرم کا چھینٹا بنجاتا ہے - کبھی زمین کی وهي جنبش جو زلزله بن جاتي ہے ' ایسا بهی انقلاب هوتا ہے که سبزه کي نمو اور بوے گل کی موج هوجاتی ہے - کبھی کبھی هوا کا وهی تند جھونکا جو آندهی بن کے چلتا تها ' ایسا بهي هوا ہے که نسیم خوشگوار بنکر چلنے لگا ہے : یخرج الحي من المیت و یخرج المیت من الحی !

اسلام اسی ابر کرم کا چھینٹا ' اسی بوے گل کا قافله ' اسی نسیم سحر کی موج حیات تها - بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کر دیا تها ' ایرانیوں کے حملے سے بابل کا تمدن منهدم هوگیا تها ' ایران کے در و دیوار سکندر کے حملوں سے چور چور هوگئے تھے ' تاتاري بغداد میں اینٹ پتھر کا ڈھیر چھوڑ کر چلے آئے تھے ' لیکن فرزندان اسلام نے خدا کی راه میں جان و مال کو برباد کیا تاکه دنیا کو آباد کریں - اونهوں نے اپنے آپکو مٹایا تاکه دنیا کي مٹي هوئی یادگاریں پھر زنده هوجائیں ' اونهوں نے اپنے خون کو بہایا تاکه دنیا کے چہرے کا وه آب و رنگ پھر عود کر آے جسکو وحشیانه حملوں کے سیلاب بہا لیگئے تھے !

اونهوں نے اس پاک مقصد کے لیے تلوار هاتھه میں لي ' اور دنیا نے دیکھه لیا که جو چیز سررشتۂ حیات کو پہلے کاٹ دیتی تهي ' وه اب تمدن کے بکھرے هوے اجزاء کو کیونکر جوڑ رهي ہے ؟

دنیا نے دیکھه لیا که عرب کے جن میدانوں میں خاک اوڑ رهي تهي ' اوس میں نسیم خوشگوار کے جھونکے چلنے لگے - ایران کے مٹے هوے نقش و نگار پھر اوبھر آے ' یونان کي برهم شده مجلس علم پھر گرم هوگئی ' مصر و شام کا کاروان رفته پھر لوٹ آیا - بیت المقدس پھر تمدن کا قبلۂ مقصود بن گیا - پہلوں نے جو کچھه لوٹا تها ' انهوں نے وه سب کچھه واپس دلادیا - پہلوں نے برباد کیا تها - انهوں نے زندگي بخشي - ٹیٹس رومی یروشلیم آیا تا که برباد کرے - لیکن اعراب حجاز یروشلیم گئے تاکه اسکے لٹے هوے باغوں کو سرسبز و شاداب کردیں - رومیونکی فوجیں افریقه اور ایران سے گذریں ' لیکن انکي راهوں میں هلاکت اور بد حالي تهي - ٹھیک انهي زمینوں پر سے مسلمان بهي گذرے ' مگر انکے ساتھه ساتھه تمدن و آزادي اور امن و نظام کے فرشتے سایه افگن تھے !

فانظـــر الی اثار رحمت الله ! کیف یحی الارض بعد موتها - ان ذالک لمحی الموتی وهو علی کل شـــي قـــدیر ! (۳۰ : ۴۹)	پس الله کي رحمت کي ان نشانیوں کو دیکھو که اس نے کس طرح زمین کو از سر نو زندگي بخشي جبکه وه مرچکي تهي ؟ بیشک وه موت کو حیات سے بدلنے والا ہے اور سب کچھه کرسکتا ہے !

(مقصد ظهور اسم)

لیکن جس قوم نے اعلاء کلمة الله کا جھنڈا بلند کیا تها ' جو ایک دین قیم کي صداقت کو دنیا کے تمام ظلم و فساد اور عصیان و طغیان پر غالب کرنا چاهتي تهي ' اوسکے سینے کے اندر امن و اصلاح عالم کي جس روح القدس نے اپنا نشیمن بنایا تها ' وه صرف تمدن

محض چند لوگونکي ایک سازشی اور مصنوعي سلسله جنبانی ہے' جنہوں نے اپنے ایجنٹ ہر جگه رکھه چھوڑے ھیں !

اسکے بعد وہ افسوس کرتا ہے که گورنمنٹ اف انڈیا اس موقعه پر اپنے مرکز کو جو مدد دیسکتي تھي' اس سے کافي طور پر عہده برا نہوي' اور پھر اس ھندوستاني فوج کے متعلق (جسکا تذکرہ ۴ سپٹمبر کو کلڈ ھال میں کیا گیا) اور (غالباً) کلکته بار کے ان ھندوستاني ممبروں کے متعلق جنہوں نے جنگ میں " قلیوں " اور " کہاروں " تک کا کام کرنے کیلیے اپنے تئیں بلا شرط ڈالدیا اگر وہ سپاھي کي ڈیوٹي بجالانے کے قابل نہوں' یه نا قابل فراموش راے دیتا ہے :

" ھم لوگ اطمینان کے ساتھه ھر ھندوستانی فوجی دستے کو جرمنی کے مقابله پر نہیں بھیج سکتے اور اندرونی امن کو بیرسٹر والنٹیروں پر نہیں چھوڑ سکتے - ھمکو معلوم ہے که ھندوستان کے ایجی ٹیٹروں نے فوج کو بہکانے کی کوشش کی تھی' اور شاید ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو آج وفاداري کے رزولیوشن پاس کر رہے ھیں "

اسکے ساتھه ھی وہ خوف ظاھر کرتا ہے که ھندوستانی فوج کے اندر ان " ایجی ٹیٹروں " کے پھیلاے ھوے " جراثیم " موجود ھوسکتے ھیں اور اسلیے فرانس کے فیصله کن میدان میں انکا تجربه کوئی دانشمندانه عمل نہوگا -

یه ہے ایک سرسري اندازہ اُس قیمت کا جو " پایونیر " ھندوستانیوں کو انکی موجودہ وفاداری کی جانچ کرلینے کے بعد دینا چاھتا ہے :

فماربحت تجارتهم و ما کانوا مهتدین !

جنگ کا اعلان ھوتے ھي تمام ھندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جس تاریخی اتحاد اور سرعت کے ساتھه ملک کے ھر گروہ نے عہد وفاداري کی تجدید کی' پایونیر کی نگاہ میں وہ ایک " مصنوعی " قسم کی پبلک اوپینین ہے اور ذرا بھی قابل لحاظ نہیں - ملک کے ھر گوشے سے " جان و مال " کی غیر مشروط اور انتہائی درجه تک پہونچي ھوئی صدائیں اُٹھیں' مگر وہ اسے ایک سونچي سمجھی ھوئي سازشی وفاداري قرار دینے میں بالکل بیباک ہے -

تمام ملک نے اپنی بڑي سے بڑي شکایتیں بھلادیں' اور ماضي کا پورا دفتر جو اکثر حالتوں میں خوش آیند نه تھا' یک قلم تہه کردیا گیا - گورنمنٹ نے افسردہ کن بے توجہی کے ساتھه پبلک کو فوجی خدمات میں لینے سے اغماض کیا' مگر اسکے جوش میں فرق نه آیا - وہ اسکے لیے بھي طیار ھوگئي که زخمیوں کے بستر اٹھانے اور انکی گاڑیوں کو کھینچنے ھي کیلیے اسے قبول کرلیا جاے - اس سے بھي انکار کیا گیا اور دو ھزار آدمیوں کو لینے کي منظوري دیکر ملتوي کردي گئی - با ایں ھمه اسکی آمادگي میں ذرا بھي فرق نه آیا - پھر جان کے بعد مال کی منزل آئي' اور گو یورپ کی جنگ نے بے قصور ھندوستان کو ناگہانی افلاس اور خوفناک بیکاري سے دوچار کردیا ہے' تاھم اسکے لیے بھي ھر جماعت آگے بڑھی اور مہاراجه میسور کي یادگار رقم سے لیکر امپیریل ریلیف فنڈ کی چھوٹی رقموں تک' ھندوستانیوں نے عام طور پر اسمیں حصه لیا - اسکي فوج سب سے زیادہ کم تنخواہ پر سب سے زیادہ جاں نثاری ظاھر کرنے میں کبھی بھي پیچھے نه رھی' اور اب بھی اپنی جانوں کو ھتیلیوں پر لیکر اندرون فرانس کے اندر پھیل گئی ہے - یه سب کچھه ھو چکا ہے اور ھو رھا ہے - فضا ساکن ہے اور موسم پر امن - سمندر کی سطح جیسي اب خاموش ہے کبھی نه ھوئي' اور " وقت " کے حکم کا جیسا اعتراف اب کیا گیا ہے ویسا کبھي بھي نہیں کیا گیا - تاھم اعتماد اور یقین کے اس عام سکون میں یکایک شک اور فتنه کي ایک بے ھنگام صدا اٹھتي ہے' اور کمزور دلوں کو شک اور ناقابل برداشت بے اعتمادی کے حملے سے مجروح کرنا چاھتی ہے -

یه پایونیر ہے جو اُن حقیقتوں سے کھلے طور پر انکار کرتا ہے' جنسے نه تو لارڈ ھارڈنگ کو انکار ہے اور نه مسٹر ایسکویتھه کو' اور پھر اُس وقت انکار کرتا ہے جبکه وقت کے تغیرات کے لحاظ سے بھي ھندوستان کي وفاداري کو اسقدر حقیر نه ھونا چاھیے جیسا که اس سے پہلے انگلو انڈین نقطۂ خیال سے رھي ہے - پھر کیا ھمیں بتلایا جا سکتا ہے که اگر شک اور خوف کا یه بیج خدا نخواسته پھل لاے' تو اسکي کڑواھٹ کا ذمه دار کون ھوگا ؟

اعتماد اور سکون کي دیواریں پوري طرح بلند ھوچکي تھیں اور انسے ایک مستحکم قلعه کا کام لیا جا سکتا تھا' لیکن پایونیر اور اسکے ھم آواز (اگر کچھه ھوں تو) اس امر کے ذمه دار ھیں که انہوں نے ان دیواروں پر حملے کا سب سے پہلا قدم اٹھایا ہے - انکے لیے بہتر تھا که وہ سر ایڈورڈ گرے کي پالیسي کي پیروي کرتے جنکي امن جوئي کي سرگذشت ۴ سپٹمبر کو برطاني وزیر اعظم نے خوفناک " بیرسٹر والنٹیروں " کے تذکرہ سے کچھه پہلے سنائي تھي - نه که کونٹ بر چٹولڈ کے دیوان جنگ کي جس نے " پہلا قدم " اٹھانے کي ذمه داریوں میں اپني تمام عاقبت اندیشي گم کردي ہے -

بدقسمتي سے اس نئے علم الجراثیم (Bacteriology) کے متعلق ھمیں کچھه معلوم نہیں ہے' جنکے جرمس ھندوستان کے فوجي اعضاء میں متعدي ھوچکے ھیں' اور جنکو ایک پر آشوب جنگي عہد میں دریافت کرنیکي پایونیر کي اینگلو انڈین اکاڈیمي سے عزت حاصل کي ہے - البتہ بغیر کسي مائکرسکوپ (Microscape) کے ھم اُن خطرناک جراثیم کو دیکھه رہے ھیں' جو اس قسم کي زھریلي تحریروں کے ھر لفظ کے اندر موجود ھیں' اور جنکے دیکھنے کے لیے پایونیر کي طرح کسي جدید ساخته " بغاوت نما " (Sedionoscope) آلے کي ضرورت نہیں ہے - کیونکه ھر عقل اُسے محسوس کر سکتي ہے' اور ھر عاقبت اندیشي اسکےلیے دیدہ ور ہے -

اگرچه ھندوستانیوں کي وفاداري کیلیے یه ایک سخت دلشکن اور درد انگیز حمله ہے جو کیا گیا ہے' تاھم ھم انہیں سمجھالینگے که یه پہلا ھي واقعه نہیں ہے جس سے وہ متاثر ھوں - بد قسمتي سے اینگلو انڈین پریس کي تاریخ ایسے نظائر سے پر ہے - پس انکو چاھیے که وہ پایونیر اور اسکے ھم مشربوں کے پاس اپني قسمت کی قیمت نه ڈھونڈھیں' بلکه انکي طرف دیکھیں جنہوں نے بالاتفاق انکے لیے کامل اعتماد اور یقین کے پے درپے اعترافات کیے ھیں' اور وھي انکي قسمت کے مالک ھیں - وہ ھندوستان کے چاروں بڑے صوبوں کے حکمرانوں کي طرف متوجه ھوں جنہوں نے انکي وفاداري کا بہتر سے بہتر لفظوں میں اعتراف کیا ہے - وہ ھندوستان کے اس سب سے بڑے حاکم کي آواز سنیں جس نے پچھلے کونسل ھال میں انکی جاں نثاریوں کی داد دي ہے' اور یه بالکل بھلادیں که اله آباد کے " پرنٹنگ ھاوس " میں شمله کے " وایسرائگل لاج " سے زیادہ خطرناک عقلمندي کا دعوا پرورش پارھا ہے - سب سے آخر مگر سب سے زیادہ انہیں تاج کے اس یادگار اعلان پر اپني نظریں جمادیني چاھئیں جو اسي ھفته کے آغاز کا پہلا یادگار واقعه ہے -

لیکن ساتھه ھي ھم گورنمنٹ سے بھی یه سوال کیے بغیر اس مضمون کو ختم کرنا نہیں چاھتے که کیا وہ ایسي زھریلي رائیوں کے نتائج پر غور کرنیکي جانب کوئي مستعدي دکھلائیگي ؟ کیا وہ اپنے ایسے مشیروں کو یه مشورہ دیسکتي ہے که اگر انکے پاس ھمارے لیے اسکے سوا اور کچھه نہیں ہے' تو کم از کم اس موقع پر تو ایسے خیالات کا اظہار ملتوي رکھه سکتے ھیں ؟

افسوس که ھندوستان کا پریس ایکٹ (بقول حکیم سولن کے) مکڑي کا جالا ہے' جو ھندوستاني پریس کي مکھي کو تو اپنے اندر قید کرلیتا ہے' لیکن اینگلو انڈین پریس کي لاٹھی کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا !

مقالات

جنگ کے اسبـاب

هاتهي کے دانت!

هاتهي کے دانت دکھانے کے اور هوتے هیں کھانے کے اور - بعینه اسی طرح جنگ بهی ظاهري و باطنی' دو قسم کے اسباب کا نتیجه هوتي هے' لیکن سیاست کي زبان ظاهري اسباب دکھا کر تمام دنیا سے اپنے هجوم و اقدام کے جواز کا فتوی لے لیتي هے' اور جنگ کے حقیقي اسباب کو اونکے پردے کي تاریک آڑ میں چھپا دیتی هے -

جنگ کا حقیقي سبب حرص و طمع کي وہ فوج هے' جو همیشه اپنا کمینگاہ بادشاهوں کے دلوں کو بناتی رهتی هے - یهی فوج دوسري همسایه سلطنتوں پر دهاوا مارتي هے' اور دنیا کی دوسری ضعیف قوموں کے دبانے کے گھات میں لگی رهتي هے -

لیکن جب تک حمله کا کوئی ظاهري سبب پیدا نهیں هوتا وہ خاموشي کے ساتهه انتظار کرتی هے - جب خوش قسمتی سے اس قسم کا موقع هاتهه آجاتا هے تو پهر علانیه میدان جنگ میں آجاتی هے اور اپنے مظالم و وحشت پر ظاهري اسباب کا پردہ ڈال کر دنیا کو خدع و فریب میں مبتلا رکھتی هے - حتی که قتل کرتي هے مگر کهتی هے که امن و تهذیب کے قیام کی ایک مقدس خدمت انجام دي جارهی هے !!

شخصی سلطنت کے زمانے میں جنگ کا اعلان صرف پادشاہ یا سپه سالار کے ارادہ کی بنا پر کسیا جاتا تها - کسیکو اوسکے اسباب کے دریافت کرنے کی جرأت نهیں - هوتی تهي لیکن اکثر اس حمله کا تعلق پادشاہ کی ذات اور شخصیت سے هوتا تها' ملک اور قوم پر اوسکا کوئی اثر نهیں پڑتا تها - کبهی کبهی سلاطین قدیم میں صرف عاشقانه رقابت کي بنا پر عظیم الشان جنگیں هوگئي هیں' اور کبهي ایسا بهي هوا هے که چند ناگوار لفظوں نے بغض و انتقام کي آگ دفعتاً دنیا میں بهڑکا دي هے -

سلاطین جب تک انتقام لینے کی قدرت رکھتے هیں' شخصي سلطنتوں میں اونکو اظهار سبب اور توجیه و تعلیل کي ضرورت پیش نهیں آتی - تمام فوج اور تمام ملک انکے اشارۂ چشم و ابرو کے ساتهه دفعتاً حرکت میں آجاتا هے - لیکن جب وہ ضعیف هو جاتے هیں اور اونکا قدم میدان جنگ کي طرف نهیں بڑھ سکتا تو اس وقت حیله آفرینی کی ضرورت هوتی هے' اور بعض اختراعي اسباب کی بنا پر ملک کے جذبات کو بهڑکا کر آمادۂ جنگ کیا جاتا هے - تمام قوم دهوکے سے یقین کرتي هے که وہ اپني عزت' اپنے وطن' اور اپنے مصالح پر اپنی جان قربان کر رهي هے' حالانکه در حقیقت میدان جنگ سلاطین کي اغراض شخصیه کا شکارگاہ هے' جنکو همیشه مصالح مصنوعي برقع پوش رکھتے هیں -

اگرچه تمام دنیا کي لڑائیوں کے اسباب کی تفصیل نهیں کي جاسکتی' تاهم هر جنگ انهی ظاهري و باطني اسباب کا نتیجه هوتی هے' اور میدان جنگ کا غبار همیشه باطنی اسباب کو اپنے پردے میں چھپا هوا رکھتا هے -

(مصر کے دو فاتح !)

جب تک دنیا میں عرب کی سادہ سلطنت قائم رهی' اوسکا دامن خدع و فریب' کذب و اختلاق' تدلیس و دیسائس کے داغ سے پاک رها - حضرت عمر ابن العاص نے زمانه جاهلیت میں مصر کی ثروت اور شادابی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے - جب اسلام لائے اور اونکو حضرت عمر رضی الله عنه نے سپه سالاری کا منصب عطا فرمایا تو اونکو وہ خواب یاد آگیا جسکو اونهوں نے مصر کے سبزہ زاروں میں دیکھا تها - چنانچه اونهوں نے حضرت عمر کی خدمت میں مصر پر چڑهائی کرنے کی درخواست دی' لیکن اوسکے سبب کا اظهار اوس ذوالوجهین پالیسی کي زبان سے نهیں کیا جو یورپ کے دهن حرص و آز میں وہ کو تیغ دو دم کا کام کرتی هے' بلکه اونهوں نے صاف صاف کهدیا :

"اگر آپ نے مصر کو فتح کرلیا' تو وہ مسلمانوں کی عظیم الشان قوت کا مرکز هو سکتا هے - مسلمانوں کو اوس سے بهت بڑي مدد مل سکتي هے - وہ دولت و ثروت کا خزانه هے اور خوش قسمتي سے اسوقت وهاں کے باشندے جنگ کي طاقت بهی نهیں رکھتے" (۱)

چنانچه حضرت عمر رضي الله عنه نے بهت لیت و لعل کے بعد اجازت دیدي -

لیکن جب اسی مصر پر نپولین بونا پارٹ نے حمله کرنا چاها تو اوس برهنه حقیقت پر جسکو عمرو بن عاص نے صاف نمایاں کردیا تها تو برتو پردے پڑ گئے' اور فرضی و مصنوعی اسباب نے اصلي غرض کو چھپا دیا - جب فرانسیسي کونسل کے ممبروں نے اوسکي رائے سے اختلاف کیا تها اور حمله کي اصلی وجه دریافت کی تهی تو اوس نے منجمله اور اسباب کے سب سے بڑا سبب وهي بتایا تها جو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت عمر کو بتایا تها' لیکن جب وہ اسکندریه میں داخل هوا تو معاً زبان حقیقت طراز کا لهجه بالکل بدل گیا' اور وهاں پهونچکر اوس نے جو اعلان جنگ دیا اوس میں حقیقي سبب پر یه غلاف چڑها دیا گیا تها :

" سناجق جو اسوقت مصر کے بادشاہ هیں ایک مدت سے فرانسیسیوں کے ساتهه نهایت ظالمانه اور اهانت آمیز سلوک کر رهے هیں' اور اب هم زیادہ ظلم گوارا نهیں کر سکتے - همارا مقصد صرف یه هے که ظلم کا بدله لیں اور عدل و امن قائم کریں خود مصری بهی اونکے ظلم وستم سے عاجز آ گئے هیں اور اب همارے ذریعه نجات حاصل کرسکتے هیں "

اٹلی نے طرابلس غرب پر جو ظالمانه حمله کیا تها اس وقت اگرچه اوسکے پهلو میں بونا پارٹ کا بهادر دل نه تها' تاهم اوسکے موزنه میں زبان اوسي کی تهي - اسلیے اوس نے بهی اسباب جنگ کے اعلان میں اسی قسم کے خداعانه فقروں کا اعادہ کیا تها -

لیکن بونا پارٹ کے حملۂ مصر کا ایک سبب اور بهی تها جو اوسکے دل میں مخفی تها' اور اوس نے پارلیمنٹ کے ممبروں کو بهي اوسکی خبر نهیں کی تهی - وہ اوسکی شهرت طلبی اور ابقاے ذکر جمیل کا وہ جذبه تها جو هر سپه سالار کے دل میں مدة العمر نشو نما پاتا رهتا هے !

و تهذیب کی گلکاریوں هي پر فریفته نهین هوسکتي تهي - اسکا مقصد ظهور اس بلندي سے جسکے بعد چشم مادہ کچهه نهیں دیکهه سکتي' اور اس وسعت سے جسکے بعد هماری بڑي سے بڑي رصد گاهیں جواب دیدیتی هیں' بہت بلند تر تها :

کنتم خیرامة اخرجت للنــاس تامـرون با لمعروف و تنهــون عن المنکر' (۳: ۱۰۶)	تم کو خدا نے دنیاکی بہترین قوم بنا کر نمایاں کیا هے- تم سچائي کا حکم دیتے هو اور دنیا کو برائیوں سے روکتے هو-

(تشریح مزید)

همکو نهیں معلوم که عظیم الشان مصري دنیا میں کیوں آئے تهے؟ لیکن همنے هیرو غلیفی نقوش کے اندر پڑها هے که انهوں نے بڑي بڑي قوموں کو غلام بناکر ذلیل و خوار کیا' انکو عجیب عجیب طرح کے آله هاے تعذیب کے شکنجوں میں کسا' جنکی تصویریں "منفس" کے مندر میں دیکهکر هم اشک آلود هوے هیں' اور اسکے بعد بڑے بڑے مینار بنا کر اور حیرت انگیز عمـارتیں کهڑي کرکے دنیا سے چلے گئے - مگر ان تعمیري و صناعي کارناموں کا وجود بهی مظلومي کی اُن آهوں اور بے بسی کے اُن آنسوؤں کی یاد دلاتا هے جو بلاد نوبه اور کنعان کی مفتوح قوموں نے انکے لیے چار پایوں سے بهي زیادہ محنت کرتے هوے بهاے تهے !

هم نهیں جانتے که روم کے هولناک فاتحوں کا جنکے سر پر تمدن قدیم کا سب سے زیادہ درخشاں تاج نظر آتا هے' کیا مقصد تها؟ مگر هم نے شمالی افریقه میں کئی میلوں تک پهیلا هوا ایک تودہ دیکها هے' جسکے اندر سے کارتهیج کی دیواروں کي ٹوٹي هوئي اینٹیں نکلتي رهتي هیں' اور ایران و شام کي خاک کے ذرے کهتے هیں که همیں سب سے زیادہ خون انهي رومي تلواروں کي لعنت سے نصیب هوا هے !

تاریخ کے عهد قدیم کی تاریکي همیں کچهه نهیں بتلاتي که وہ عظیم الشان ایراني جنهوں نے اصطخر کی عظیم الاثر محرابیں بنائیں اور اپني روایتوں کے اندر دیوؤں سے لڑے اور تمام بحر و بر کو تخت ایران کے آگے سر بسجود دیکها' دنیا میں کیوں نمایاں هوے تهے اور دنیا نے انسے کیا پایا ؟ البته دریاے فرات کے کنارے کے وحشت ناک تودے اور کہیں کہیں سے ابهر کر نظر آجانے والي شکسته دیواریں اپنے اندر ایک تاریخ عمل ضرور رکهتي هیں' اور ایران کا سب سے بڑا کارنامه یه بتلاتی هیں که عهد قدیم کے عظیم الشان اشور تمدن یعنے بابل پر خوفناک درندوں کی طرح وہ چڑهه آے اور اسکي عجیب الصناعة دیواروں کے نیچے بربادي اور تباهي نے انکے مقصد ظهور پر نوحه پڑها !

پهر خود وہ بابل (جو ایرانیوں کی خونخواري پر نوحه خواں هے) دنیا میں کس غرض سے آیا تها اور کیا کرگیا ؟ یه سچ هے که اس نے معلق باغ بنائے جو بڑے هي عجیب تهے اور آج بهي عجیب سمجهے جاتے هیں' لیکن اس نے تمدن و انسانیت کے اُن باغوں کے ساتهه کیا کیا جو گو عجیب نه تهے' لیکن باغبان دنیا کے هزارها برسوں کی محنت کی کمائي تهے ؟ هولناک بخت نصر کا تاراج کن سیلاب جب شام میں پهیلا هے تو یروشلیم (بیت المقدس) کی زمین کا چپه چپه شادابي و سرسبزي کی بهشت تها' لیکن بابل کے متمدن فرزند وهاں اسلیے آئے تهے که زندگی کی شادابي کی جگه آگ کے حرفوں کے نقشوں میں اپنے ظهور کا مقصد لکهه جائیں ! فجعا سوا خلال الدیار' وکان وعداً معفولا (۱۵ : ۹)

پهر وہ قوم جو ان سب کي جا نشیں هوئي - شام سے اٹهي اور روم پهنچي' پهر یونان و مصر اور شمالی افریقه تک پهیل گئی' اسکي نسبت بهي همیں نهیں معلوم که اسکے آنے کا مقصد کیا تها؟ اور گو وہ کوہ "زیتون" کي ایک چٹان پر بتلایا گیا هو' لیکن نه تو روم کي تاریخ میں وہ قابل فهم هے' اور نه پانچویں صدي مسیحي سے لیکر (جبکه اس نے تخت حکومت اور تلوار بے نیام کے ساتهه اپني نمایش کي) پندرهویں صدي مسیحي تک (جبکه اسپین میں مجلس تعذیب روحانئین (انکویزیشن) کام کر رهي تهي) وہ سمجها جا سکتا هے - البته ڈریپر کی رهنمائی میں همنے قرطبه اور غرناطه کي وہ عمارتیں دیکهي هیں جهاں پہلے تمدن کی رونق' علم کی مجلسیں' اور عمران و تهذیب کي آبادیاں تهیں' مگر اسکے بعد وحشت و همجیت کا ایسا سناٹا چهایا' جسے بیسویں صدی کی عالمگیر چهل پهل بهی ابتک دور نه کرسکي !

(امة وسط)

لیکن دنیا کي ان تمام بڑي سے بڑي قوموں کے بعد' همارے سامنے صرف ایک قوم ایسی آتي هے جس نے اپنے ظهور کے پہلے هی دن اپنا مقصد بتلا دیا تها' اور جو محض قوتوں کا ایک هجوم' طاقتوں کا ایک اجتماع' اور قهر و استیلاے بهیمي کا ایک انقلابي سیلاب نه تها جو آیا اور بہاکر چلاگیا' بلکه طے شدہ کاموں کا ایک کهلا اور اعلان کردہ پروگرام تها' جسے اپنے هاتهوں میں لیکر وہ دنیا کی اجڑي هوئي آبادیوں اور برباد کردہ علم و تمدن کي یادگاروں کے سامنے نمودار هوئی :

الذین ان مکنــاهم فی الارض' اقاموا الصلوة واتو الزکواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر' و لله عاقبة الامور! (۲۲ : ۳۵)	" یه وہ قوم هے که اگر همنے انهیں دنیا میں قائم کردیا تو انکا کام ابادیوں کو اجاڑنا' انسانوں کو قتل کرنا' عمارتوں میں آگ لگانا' اور قهر و استیلا کی لعنت میں عالم انسانیة کو مبتلا کرنا نهوگا' بلکه

وہ کارگاہ عالم میں اسلیے قدم رکهیگی که صلوة الهی کو قائم کرے' محتاج اور کس مپرس انسانوں کو اپنے مال کا شریک بناے' سچائی اور راست بازي کا حکم دے' اور هر طرح کي برائیوں اور ظلم و فساد کو دنیا میں روکے' اور سب کا انجام کار الله هي کے هاتهه میں هے !"

تاریخ موجود هے اور کئي هزار سال تک کا سراغ هم نے لگا لیا هے' لیکن دنیا میں آجتک کوئی قوم ایسی نهیں آئي جس نے اپنے ظهور کا مقصد یه قرار دیا هو' اور اپنے ظهور کے اول دن ایسے صاف لهجے اور ایسی کهلی روشنی میں اسکا عام اعلان کردیا هو !

(غزوات اسلامیه کي یادگاریں)

پس جس قوم کے ظهور کا مقصد قیام صلواة' امر بالمعروف' اور نهی عن المنکر تها' ضرور تها که وہ جو کچهه کرتي' صرف اسي مقصد کیلیے کرتی' اور اپنے سفر سعي کے هر قدم پر اسي کو ڈهونڈهتي - چنانچه هم دیکهتے هیں که جبکه دنیا کي تمام قوموں کی لڑائیوں کی یادگاریں بربادي و هلاکت اور شر و طغیان کي صورت میں صفحۂ زمین پر باقی هیں' تو اسلام کي غزوات و جهاد کي یادگاریں ایک اور هی رنگ اور ایک دوسري هي حالت میں نظر آتی هیں -

اگرچه اوسکا نقش قدم جس سرزمین پر پڑتا تها' ایک یادگار علم و تمدن بن جاتا تها' لیکن وہ هر سفر جهاد سے اپنے ساتهه صرف روحاني یادگاریں هي لیکر واپس هوئی -

اسکي مادي و علمي یادگاروں پر بہت کچهه لکها گیا هے مگر اس موضوع پر ابتک کسي نے توجه نه کي هم آئندہ نمبر میں اسکي روحاني یادگاروں کے چند منظر دکهلاینگے -

کهثا دیں جنهوں نے اوسکے مفهوم' اوسکے اثر' اور اوسکے لہجے کو بالکل بدل دیا - اسکے بعد مارشل مولٹک کي طرف متوجه هوا' اور فوجي طاقت اور نتائج جنگ کے متعلق تفصیلي گفتگو کي - مارشل موصوف نے کہا : " اگر جنگ لابدي چیز هے تو اب اس میں جلدي هي کرني چاهیے ' کیونکه لیت و لعل سے روز بروز همارے خطرات میں اضافه هوتا جاتا هے "

بسمارک نے جب اس گفتگو کے ذریعه اونکے دل کو ٹٹول لیا ' تو پهر تلوار سے پہلے اپني دست سیاست کے جوهر دکهائے ' اور اس تار کو نهایت وضاحت کے ساتهه پڑهکر سنایا جسکو سنکر اونکے چهرے فرط مسرت سے چمک - اور اونهوں نے کہا : " اب اس کا لہجه بالکل بدل گیا هے " بسمارک کے دل کو اونکي داد نے اور جوهارا دیا اور اوس نے کہا که " یه تار آدهي رات کے قبل هي پیرس میں پہنچ جائیگا ' اور فرانسیسي جذبات پر اوسکا وهي اثر هوگا ' جو ایک سرخ جهنڈے کا هو سکتا هے - هماري کامیابي تمامتر اس پر موقوف هے که فرانس کي طرف سے جنگ کي ابتدا کي جاے ' تاکه هم یورپ کو یقین دلاسکیں که هم صرف مدافعت کے لیے اوٹهے هیں " مولٹک نے مسکرا کر آسمان کي طرف آنکهه اٹهائي اور خوشي کے لہجے میں چیخ اوٹها " اگر میں زنده رها تو اپني فوج کي سپهه سالاري کرونگا " یه کهکر فرط مسرت سے اپنے سینے پر زور سے ایک گهونسه مارکر اٹهه کهڑا هوا !

اس تصریح سے صاف ثابت هوتا هے که جنگ کا اصل سبب بسمارک تها ' اور اوسیکے پر فریب هاتهوں نے پس پرده اس آگ کو بهڑکایا تها - لیکن دیکهو که ظاهري اسباب نے اصلي حقیقت کو کیونکر چهپا دیا ؟ اگر پرنس بسمارک خود تصریح نه کرتا تو دنیا ابتک اس جنگ کي اصلي تاریخ سے واقف نه هوتي اور ظاهري حالات هي کو حقیقي یقین کرتي !

بالتفسیر

الحرب فی القرآن

(۳)

(اسباب جنگ کي تشریح)

سیاست کي زبان اگرچه بعض حالتوں میں جنگ کے اسباب و مقاصد کو نهایت پیچدار الفاظ میں بیان کرتي هے - لیکن استقراء تام و استقصاء جزئیات سے اونکي تعیئن نهایت آساني کے ساتهه هوسکتي هے -

(ابن ادم کی پهلی جنگ)

قرآن مجید سے ثابت هوتا هے که دنیا کي سب سے پهلي جنگ کو صرف بغض و حسد کے جذبات نے قائم کیا تها :

واتل علیهم نباء ابني آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل الله من المتقین لئن بسطت الی یدک لتقتلني ما انا بباسط یدي الیک لاقتلک اني اخاف الله رب العالمین اني ارید ان تبوء باثمي و اثمک فتکون من اصحاب النار و ذلک جزاء الظالمین - فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین فبعث الله غرابا یبحث في الارض لیریه کیف یواري سواة اخیه قال یویلتي اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب فاواري سواة اخي فاصبح من النادمین - من اجل ذلک کتبنا علی بني اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعا (۶ : ۳۷)

اور آدم کے دونوں بیٹوں کا صحیح صحیح قصه ان لوگوں کو سنادو جب که اون دونوں نے خدا کیلیے قرباني کي ' لیکن ایک کي مقبول اور دوسرے کي نا مقبول هوئي - اسپر دوسرے نے حسد سے بهر کر کہا: "میں تجهکو قتل کردونگا" دوسرے نے جواب دیاکه "یه حسد ناحق کا هے - اسمیں میرا کوئي قصور نهیں خدا تو صرف پرهیز گاروں هي کي قرباني قبول کرتا هے - اگر تم نے میرے قتل کیلیے هاتهه بڑهایا تو خیر مجهے قتل کرڈالو' مگر میں تو اپنا هاتهه تمهارے قتل کیلیے کبهي نه اوٹهاونگا کیونکه میں دنیا کے پالنے والے خدائے برحق سے ڈرتا هوں - میں چاهتا هوں که تم هي پر میرے اور تمهارے' دونوں کے گناهوں کا وبال پڑے اور تم هي اصحاب النار میں داخل هو بالا خر اوسکے دل نے اوسکو اپنے بهائي کے قتل و خون پر آماده کردیا اور اس نے قتل کرکے اپنے سامنے نا کامیابي کا راسته کهول دیا - پهر خدا نے ایک کوے کو بهیجا جو زمین کرید تا تها تاکه اسکو اپنے بهائي کے دفن کرنیکا طریقه بتائے ' اوسکو دیکهکر اوس نے کہا : حیف هے که میں اس کوے سے بهي گیا گذرا! وه تو اپنے ایک هم جنس کو گاڑنے کیلیے زمین کهود رها هے لیکن میں انسان هوکر اپنے بهائي کے ساتهه ایسا سلوک کرتا هوں! غرضکه وه اپنے دلمیں نادم و متاسف هوا - اور اسي وجه سے هم نے بني اسرائیل پر یه فرض کردیا که جس شخص نے کسي کو بغیر قصاص کے یا بغیر کسي فساد کے قتل کردیا تو گویا اوس نے اپني گردن پر تمام

امیر جزائر فرنچ قنصل کے پنکھا مار رہا ہے

لیکن جمہوریت کے زمانے میں سلاطین کا اقتدار بالکل اوٹھہ جاتا ہے ' اور انکے شخصي اراده کي قوت کلیتاً ضعیف هوجاتي ہے' اسلیے جنگ پر اونکے انتقامانه اور شخصي جذبات کا کوئي اثر نہیں پرتا - تاهم اسباب ظاهري و باطني کا پرده بهي قائم رهتا ہے' اور کو تمام متمدن دنیا کو جنگ کے ظاهري اسباب کا یقین دلا کر حمله کے جواز کا فتوی لے لیا جاتا ہے - لیکن ته میں وهي ناتصانه و غاصبانه جذبات کام کرتے میں جو سلاطین قدیم کے دلوں میں موج زن رهتے تھے -

(جنگ جزائر اور ایک پنکها)

فرانس نے گذشته صدي کے اوائل میں الجزائر پر جو حمله کیا تها ' وہ اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کردیتا ہے - جزائر کي سرسبزي و شادابی کا خوشنما منظر ایک مدت سے فرانس کے پیش نظر تها - اسلیے وہ اونکو اپنے مقبوضات میں شامل کرنا چاهتا تها ' دسائس سیاسیه ایک سہارا ڈهونڈه رہے تهے - حسن اتفاق سے اس متمدن سلطنت کو وهي حیله هاتهه آگیا جو عرب کے وحشیانه جذبات کو مشتعل کردیتا تها - ایک خاص معامله کے متعلق گفتگو کرتے هوے فرانس کے قنصل نے امیر جزائر کو کوئي سخت بات کہدي - امیر نے غصه میں اوسکے مونهه پر پنکها مار دیا - قنصل نے سلطنت فرانس سے اس توهین آمیز برتاؤ کی شکایت کردي - اب فرانس کو حملے کا پورا موقع مل گیا ' اور اس پنکهے کی هوانے تین برس تک جزائر میں آتش جنگ مشتعل رکهي - فرانس نے امتداد جنگ سے گهبرا کر آخري فیصله کیلیے سنه ۱۸۳۰ میں امیر البحر دوپربه کي سپه سالاري میں ۳۷۱۰۰۰ پیاده ' اور ۴۰۰۰۰ سوار فوج کے دستے روانه کردے - جزائر اس فوج گراں کا مقابله نه کرسکا - مجبوراً صلح کرلی ' اور عظیم الشان افریقي ملک رفته رفته فرانس کي نو آبادیوں میں شامل هو گیا !

آخر میں امیر عبد القادر جزائري کے اندر سے حب الوطني کي ایک طاقتور صدا اٹهي اور اسنے فرانس سے جزائر کا تخلیه کرانا چاها - اس واقعه سے جنگ کا ایک نیا سلسله جاري هوگیا جو سات سال تک قائم رها - لیکن بالاخر فرانس نے فتح پائی ' اور امیر عبد القادر کو شام کے اطراف میں جلا وطن کردیا گیا -

(گذشته جنگ فرانس و جرمني)

ان اسباب ظاهري و باطني کا ایک بین نمونه گذشته جنگ فرانس و جرمني بهي ہے - پرنس بسمارک نے اس جنگ کو جن سیاسي مغالطات سے بهڑکا یا تها' اونکے نتائج نے اس جنگ کی تاریخ کو بالکل منقلب کر دیا -

بظاهر سب سے پہلے جرمني پر فرانس نے حمله کیا تها ' اسلیے مورخین نے فرانس هي کو اس جنگ کا معرک اول قرار دیا ہے - لیکن سنه ۱۸۹۲ میں خود پرنس بسمارک نے ایک اخبار کے نامه نگار کے سامنے جس حقیقت کا اظهار کیا' اوس سے اس جنگ کي تاریخ بالکل بدل - جاتي ہے بسمارک نے اوسکے سامنے اعتراف کیا که " ولیم اول شاہ پروشیا کے اوس برقي پیغام کو جو اوس نے فرانس کے متعلق بهیجا تها' میں نے قصداً تحریف و تبدیل کرکے شائع کیا ' جسکا مقصد صرف فرانس کے فوجي جذبات کو بهڑکانا تها" چنانچه بسمارک نے ایک یاد داشت میں جو اوسکي وفات کے بعد شائع کیگئي' اس واقعه کي عجیب تفصیل درج کي ہے - اس یاد داشت کا خلاصه یه ہے :

جب پروشیا اور فرانس کے درمیان اسپین کے تخت سلطنت کے متعلق نزاع قائم هوئي ' تو نپولین نے اپنے سفیر مقیم برلن کو پیغام بهیجا که وہ شاہ پروشیا سے بالمواجهه گفتگو کرکے معامله کو فرانس کی خواهش کے مطابق طے کرائے - ۹ جولائي سنه ۱۸۷۰ کو سفیر نے شاہ پروشیا سے ملاقات کي ' لیکن اوس نے نهایت نرم لهجے میں اوسکے مطالبات سے انکار کردیا ' جو سفیر فرانس کی تحقیر و توهین کے اثر سے بالکل خالي تها - بسمارک کو اس انکار کا حال پہلے سے معلوم تها - لیکن وہ ایسے سخت لهجے میں اس انکار کا اظهار کرانا چاهتا تها جو فرانس کے آتش غضب کو بهڑکا کر تمام فرنچ قوم میں آگ لگادے ' اور اوس جنگ کا سبب بن جاے جس کا وہ مدت سے انتظار کر رها تها -

اس جنگ کا انتظار پرنس بسمارک کو اسلیے تها که اس وقت جرمني کوئي متحده قوت نه تهی اور ملک چهوٹي چهوٹي ریاستوں میں منقسم تها - ان میں باهم لڑائیاں هوچکی تهیں اور مرکزي اتحاد کی کوئي صورت نظر نه آتي تهي - بسمارک نے سوچا که اگر اس وقت ایک بڑي خارجي جنگ شروع هوجاے اور جرمني پر باهر کا کوئي غنیم چڑهه آے تو ملک میں حب الوطني کے جذبات بهڑک اٹهیں گے' اور تمام قوتیں یک جا مجتمع هو کر ایک مرکزي قومي طاقت حاصل کرلیں گے - چنانچه اسي لیے وہ فرانس کو چهیڑنا چاهتا تها -

لیکن شاہ پروشیا کے نرم جواب نے اوسکو بالکل مایوس کر دیا' اور اب اوس نے دوسرے حیلے ڈهونڈهنے شروع کیے -

۱۳ جولائی سنه ۱۸۷۰ کو اس نے مارشل وان مولٹک اور بعض دیگر ارکان حکومت کو کهانے پر مدعو کیا - وہ اونکے ساتهه کهانه کها رها تها که میز هي پر آکر نوکر نے شاہ پروشیا کا ایک تار دیا جو فرانس کے نام روانه کیا گیا تها - بسمارک نے اوسکو تمام مهمانوں کے سامنے پڑها بادشاہ نے سفیر فرانس کو جس نرم لهجے میں جواب دیا تها' اوسنے ان لوگوں کو اس درجه افسرده اور مایوس کر دیا که سب نے کهانے سے هاتهه کهینچ لیا - بسمارک تار کو بار بار پڑهتا رها اور چونکه بادشاہ نے اسکي اشاعت کی اجازت دیدي تهي اسلیے اوسیوقت هاتهه میں قلم لیا ' اور اوسمیں چند ایسي باتیں بڑها

فرانسیسی قنصل شاہ پروشیا کے سامنے

یحسبون انهم یحسنون صنعا (۱۷ : ۱۰۴)

میں بھی بیکار گئیں اگرچہ وہ سمجھتے رھے میں کہ ایک بہت بڑا کام کررھے ھیں -

اس بنا پر درحقیقت اسلام سے پہلے جنگ کا پیکر خونیں روح حقیقی یعنی مقصد سے بالکل خالی تھا اور دنیا کے ھاتھہ میں کشت و خون کے بعد ندامت کے سوا کچھہ نہیں آتا تھا - چنانچہ ایک جاھلی شاعر جنگ کے آخری نتایج کا دردناک حسرت آمیز الفاظ میں کرتا ھے :

فآبوا بالرماح مکسرات ۔ و ابنا بالسیوف قد انحنینا

وہ لوگ ٹوٹے ھوے نیزے اور ھم کج شدہ تلواریں لیکر میدان جنگ سے واپس آے -

یہی وجہہ ھے کہ دنیا کی زبانوں میں جنگ کیلیے کوئی ایسا لفظ وضع نہیں کیا گیا جو اسکے مقصد پر دلالت کرتا ھو - بلکہ جنگ کے تمام نام محض اسکے اوصاف و نتائج ھی کا بیان تھے - لیکن اسلام نے جنگ کو "جہاد" کی وسیع اصطلاح کے ماتحت لا کر اسکے مقصد اور حقیقت کو اسکے نام ھی سے واضح کردیا -

یہی اعلی مقصد ھے جسکے لیے اسلام نے ھر موقع پر جد و جہد ، کوشش و سعی ، اور دوڑ دھوپ کی ترغیب دی ھے :

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر و المجاهدون فی سبیل الله باموالهم و انفسهم فضل الله المجاهدین باموالهم و انفسهم علی القاعدین درجة و کلا وعد الله الحسنی و فضل الله المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما - (ن م ۹۷)

مسلمانوں میں جو لوگ معذور نہ تھے باایں ھمہ گھر میں بیٹھے رھے ، وہ ان لوگوں کا مرتبہ نہیں پاسکتے جنہوں نے اپنے اموال اور اپنی جانوں سے الله کی راہ میں جہاد کیا - ایسے مجاهدین کو گھر میں بیٹھہ رھنے والے مسلمانوں پر ایک خاص درجہ تک بزرگی دی اگرچہ دونوں کیلیے خدا نے بہتری کا وعدہ کیا مگر مجاهدین کیلیے بمقابلہ غیر مجاهدین کے اجر عظیم ھے -

(وہ اعلی مقصد کیا تھا ؟)

قران مجید نے اسکا جواب نہایت مختصر اور سادہ الفاظ میں دیا ھے :

حتی لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله

دنیا میں فتنۂ ظلم و فساد باقی نہ رھے اور دین الله کیلیے ھو جاے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (توبه)

وہ خدا جسنے اپنے رسول کو نوع بشری کی ھدایت اور دین حق کی دعوت کیلیے بھیجا ، تاکہ اوس کی سچائی کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرے -

لیکن انہی سادہ اور مختصر الفاظ نے عرب کی تاریخ جنگ کا ڈھانچہ بدل دیا -

اقوام قدیمہ کی لڑائیوں کا اصل مقصد اکثر محض قتل و غارت ، سیادت ، ارضی و وسعت ممالک ، عزت و نمود اور اظہار شجاعت ھوتا تھا - عرب کا بھی یہی حال تھا جسکے اندر اسلام کی دعوت شروع ھوئی :

و ایامنا مشهورة فی عدونا

لها غرر معلومة و حجول

"ھمارے معرکے ھمارے دشمنوں میں نہایت مشہور ھیں - اونکے بیل بوٹے اور نقش و نگار اب تک اچھی طرح چمک رھے ھیں"

و لا اذن کل الشجاع فاننی

بضرب الطلی و الهام حق علیم

"اگرچہ میں بہت بڑا بہادر نہیں ھوں تاھم سر اور گردن اوڑا دینے کا خوب ماھر ھوں" (یہ گویا کسر نفسی ھے !)

مشینا مشیة اللیث

عدا و اللیث غضبان

"ھم میدان جنگ میں شیر کی چال چلے ، ایسا شیر جو صبح کے وقت شدت گرسنگی میں نہایت غضبناک ھوکر شکار کی جستجو میں اٹھہ کھڑا ھوتا ھے -

اس مقصد کا اظہار صرف میدان جنگ ھی میں نہیں کیا جاتا تھا ، بلکہ وھاں سے پلٹ کر عورتوں کو اپنی اپنی بہادری کے افسانے سنا کر انہیں اپنے کارنامۂ اعمال سے مرعوب کرتے تھے :

فانک لو رایت و لن تریه

اکف القوم تخرق بالقنینا

"اے معشوقہ ! اگر تو دیکھتی (حالانکہ تیرا دل گردہ یہ نہ تھا کہ دیکھہ سکتی) کہ دشمنوں کی ھتیلیاں کیونکر نیزوں سے چھید جا رھی ھیں ، تو تجھکو میدان قیامت کا منظر نظر آجاتا"

کفاک الثانی ممن لم تریه ۔ و رجبت العواقب للبنینا

"اگر تو نے مجھے اس معرکہ میں نہیں دیکھا تو یہ بہتر ھے ، ورنہ اپنے اور اپنی قوم کے فرزندوں کیلیے تو دعاے خیر دیتی"

لیکن جسطرح عرب کا اصل مقصد "غارتگری" اس مقصد کے منافی نہیں تھا ، بلکہ دونوں ساتھہ ساتھہ پورے کیے جاسکتے تھے ، اسی طرح اشاعت و اعلان حق اور دعوت صداقت و عدالت کے ساتھہ بھی اس مقصد کو پورا کیا جاسکتا تھا - عرب کی لڑائیوں کی تمام خصوصیات صحابہ کرام رضوان الله علیهم کے سامنے موجود نہیں ، اور انکا جوش اون کو اور زیادہ نمایاں کرنا چاھتا تھا - ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا :

الرجل یقاتل للمغنم و الرجل یقاتل للذکر و الرجل یقاتل لیری مکانه فمن فی سبیل الله ؟ (بخاری جزو ۴ - ص - ۴)

آدمی کبھی لوٹ مار کیلیے لڑتا ھے کبھی شہرت کیلیے اور کبھی میدان میں اپنی شجاعت کے اظہار کیلیے ، لیکن حضور فرمائیں ان میں سے کون شخص مجاهد فی سبیل الله ھے ؟

چونکہ اسلام نے ھر عمل کا اصول اولین یہ قرار دیا ھے :

انما الاعمال بالنیات (الحدیث)

ھر عمل کا ثواب تمہاری نیتوں کی بنا پر ھے

اسلیے اگرچہ یہ مقاصد اشاعت کلمۂ حق کے منافی نہ تھے ، تاھم اسلام جس خلوص اور جس عدالۂ حقہ کا داعی تھا ، اسکے لحاظ سے ضرور تھا کہ اس بارے میں سب سے پہلے نیتوں ھی کو درست کرے - کیونکہ انھی کا اثر خارج کے تمام اعمال پر پڑتا ھے - چنانچہ انحضرت (صلی الله علیه و سلم) نے اس سائل کو جواب دیا :

من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله (بخاری جزو ۴ - ۲۰)

جس شخص نے اس نیت سے لڑائی کی کہ خدا کا بول بالا ھو اور اسکی سچائی قائم کی جاے ، تو صرف اسیکا قتال خدا کی راہ میں ھے !

حقیقت اگر حقیقت ھے تو پردے میں نہیں رہ سکتی - حضرت داعی اسلام علیه الصلوة و السلام نے جہاد اسلامی کی اس حقیقت کا اظہار کیا تو خدا نے عملی نمونہ قائم کرکے اوسکے اشتباہ کو زائل بھی کردیا - ایک غزوہ میں ایک شخص نہایت بے جگری کے ساتھہ لڑا

دنیا کا خون لے لیا ' اور جس نے کسی ایک آدمی کو قتل سے بچایا تو گویا اوس نے تمام دنیا کو زندہ کردیا "

اس بیان کو توراة سے ملانے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ وہ آدم کے بیٹے قابیل و ہابیل تھے - ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ نیکی کی قربانی کبھی رد نہیں ہوتی' اور قابیل کی قربانی قبول نہ کی گئی کہ وہ دل کا نیک نہ تھا اور بدی کا عمل کبھی قبول نہیں کیا جاتا - یہ دنیا کی پہلی لڑائی تھی جسمیں اولاد آدم نے شیطان سے اپنی بہیمیت سیکھی -

لیکن وہ دونوں درحقیقت آدم کے بیٹے نہ تھے بلکہ " جنگ و صلح" کی مجسم تصویر تھے' اور آن میں سے ہر ایک تصویر دنیا کو جنگ وصلم" کا ... منظر ایک ہی وقت میں دکھا رہی تھی - ایک نے جذبۂ حسد سے ... بھائی او قتل کرکے اوسکے گناہوں بلکہ تمام دنیا کے گناہوں ... اپنے سر پر لے لیا ' جذبۂ بہیمی و شیطانی کا بدترین نمونہ قائم کیا ' اور نوع انسانی کیلیے سب سے بڑی مصیبت کی بنیاد رکھی - کما ورد فی الحدیث: قال صلی الله علیه و سلم:

لا تقتـل نفس الا کان علی آدم کفـل منـها (بخـاری جـزو ۹ ص ۳)	ہر وہ شخص جو قتل کیا جاتا ہے' اوسکے خون کا ایک حصہ آدم کے اوس بیٹے ہی کی گردن پر ہوتا ہے جس نے قتل و خونریزی کی سب سے پہلے بنیاد ڈالی تھی -

لیکن بعد کو اس نا پاک اور بوجھہ کے ثقل فرط ندامت سے اسکی گردن جھک جاتی ہے : فاصبح من النادمین -

لیکن دوسرے نے صلح کا ہاتھہ بڑھایا اور خون بہانے کیلیے آمادہ نہ ہوا - اوسنے کہا کہ تم میرے قتل پر ہاتھہ اٹھاتے ہو تو اوٹھاو مگر میں تمہارے قتل کیلیے ہاتھہ نہیں اوٹھا سکتا - آخر کار صلح و امن کی ملکوتیت پر جنگ کی بہیمیت غالب آئی اور وہ قتل کردیا گیا - پھر عالم ہوا کا ایک مکروہ' بد شکل' مردار خوار' اور ذلیل پرند جو مقتولین جنگ کی لاشوں کو نوچ نوچ کے کھایا کرتا ہے' آتا ہے اور اپنے ہم جنس کی لاش دفن کرکے قبر کھودنے کا طریقہ بتاتا ہے ' اسپر قاتل کی بہیمیۃ کو کوے کی حیوانیت سے بھی شرم آنے لگتی ہے کہ : یویلتی اعجزت ان اکون مثـل هذاالغراب فاواری سوأة اخیه ! فاصبح من النادمین - آخر کار خدا اس اولین تمثیل جنگ و صلح کےبعد ہمیشہ کیلیے ایک نظام عدل قائم کردیتا ہے کہ . من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل - الخ

(اســـلام اور صلح)

اسلام اسی صلح ہابیلی کا آخری نتیجہ اور اسی نظام عدل کی آخری کڑی ہے - وہ اس ابتدائی عہد بشری سے برابر بڑھتی رہی اور مختلف صورتوں اور متعدد تعلیموں میں ظاہر ہوتی رہی - لیکن دنیا میں ہمیشہ نیکی برائی کے بعد پھیلتی ہے اور نور ہمیشہ ظلمت کے بعد جلوہ افگن ہوتا ہے - اسلام سے پہلے دنیا ابن آدم کی اوسی فطرت اولی پر عمل کررہی تھی' عرب کی تمام لڑائیاں بغض و انتقام' رشک و حسد' منافست و مباغضت کا نتیجہ ہوتی تھیں - حرب' داحس اور غبراء نے صرف ایک گھوڑے کے بھڑکا دینے پر تمام عرب میں آگ لگا دی - حرب بسوس نے صرف ایک اونٹنی کیلیے تمام عرب میں قیامت برپا کردی!

مہذب سلطنتوں میں ملک گیری کیلیے جو سلسلہ جنگ قائم ہوجاتا ہے' وہ اگرچہ اپنی ظاہری خصوصیات میں غیر متمدن اقوام اور وحشیانہ لڑائیوں سے اسی قدر مختلف نظر آتا ہے' لیکن در حقیقت اسکی آخری کڑی بھی اوسی فطرت اولیہ سے جا کر ملتی ہے جسکا ظہور قابیل کی شیطنت کے اندر سے ہوا تھا اور جسکی تمثیل توراة اور قرآن دونوں نے دی -

اسلام دنیا میں آیا تو ان دونوں قسم کی لڑائیوں نے سطح ارض کو ایک معرکہ جنگ بنا رکھا تھا ' لیکن اسنے نے دفعتاً لڑائی کے حلق کی شہرگ کاٹ دی :

لا تباغضوا و لا تحاسدوا ولا تدابروا " ایک دوسرے سے دل میں عداوت اور کینہ نہ رکھو! باہمدگر حسد نہ کرو! اور نہ آپسمیں باہم ایک دوسرے کی جگہہ پر آتے پیچھے ہٹا کر قبضہ نہ کرو ! "

و کنتم علی شفا حفرة من النار فانقذ کم منها' کذالـک یبـیـن الله لکم ایاته لعلکم تفلحون -	اور تم لوگ باہم جنگ و جدل اور قتل و خونریزی کی وجہہ سے گویا آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے اور وہ بھڑک رہی تھی' لیکن خدا نے اسلام کی تعلیم دیکر تمہیں اس آگ سے نکال لیا -

روم و فارس کی مہذب سلطنتیں ملک گیری کیلیے باہم دست و گریباں تھیں - اسلام نے انکے مقابلے میں پکارا کہ دنیا اور دنیا کی پرفضا زمین اسلیے نہیں بنائی گئی ہے کہ اوس پر بنی ، نوع انسان کے خون کا سیلاب بہایا جاے ' ایک فریق دوسرے فریق کو نکال کر تمام روے زمین پر خود قابض ہوجاے ' اور آدم کی بہت سی بے خان و مان اولاد کو نو آبادیاں ڈھونڈھنی پڑیں ' بلکہ دنیا کی سطح صرف اسلیے ہے کہ اوس میں آدم کا ہر بچہ اپنے اپنے مرکز پر قائم رکھکر خدا کی عبادت میں مصروف رہے - اور جو خلقت عبادت الہی کے لیے پیدا کی گئی ہے' وہ جنگ و خونریزی کے کاموں کے لیے نہیں ہو سکتی :

و مـا خـلقت الجـن و الانس الا لـیعبـدون (۵۱ : ۵۶)	ہم نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کیلیے پیدا کیا ہے' نہ کہ بغض اور لوٹ مار کیلیے و عداوت' قتل و غارت' اور شر و فساد -

اوسوقت جب کہ دنیا نے نظام امن کو بالکل بدلدیا تھا ' جب کہ ایک فریق دوسرے فریق کو پائمال ستم کر رہا تھا' جب کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت کے ممالک مقبوضہ کو چھین رہی تھی' . اسلام آیا اور اس ظالمانہ نظام کو بدل کر ایک نیا عادلانہ نظام قائم کیا جسکا مقصد دنیا کی تمام لڑائیوں سے بالکل مختلف تھا -

(مقصد جنـگ)

دنیا کی خونریز لڑائیوں کا مقصد جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ' صرف بغض و انتقام کے تشنہ کام جذبات خبیثہ کی پیاس بجھانا تھا - انسان فرط غیظ و غضب میں اگرچہ جنگ کو ایک عظیم الشان مقصد خیال کرتا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو غضب انسانی مقصد عظیم خیال کرتی ہے ' مدنیۃ فاضلہ اوسکو کوئی مقصد ہی نہیں قرار دیتی - ڈاکہ اور راہزنی کسی متمدن انسان کا مقصد نہیں ہوسکتا ' ظلم و تعدی انسانیت کی غرض نہیں ہو سکتی ' بغض و انتقام کے بعد انسان کے ہاتھہ میں انسانیت کیلیے کیا رہ جاتا ہے ؟ اگر تمدن سچا اور شائستگی واقعی شائستگی ہے تو وہ قومی وجنسی بغض و انتقام کے ساتھہ کبھی جمع نہیں ہو سکتی -

عرب سے زیادہ اس قسم کی جنگ و خونریزی کیلیے کس نے دوڑ دھوپ کی ہوگی ؟ لیکن دیکھو خدا خود کہتا ہے :

هل ننبئکـم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا و هم	کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ نقصان میں رہنے والونکا پتہ دیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنکی کوششیں اس دنیوی زندگانی

مارشل وان مولٹک

اس قدر سپاهي ضائع هوے که میدان کا تمام نشیبي حصه لاشوں سے پٹ گیا - فرانس کے مجروحین و مقتولین و اسیران جنگ کی تعداد ٥٠٠٠٠ تک پہونچ گئي تھي' لیکن پروشین فوج کا بھي بہت زیادہ نقصان ہوا تھا - آخر میں پروشین فوج نے میٹز کے قریب بازین کا محاصرہ کیا' اور اوسکے تمام تعلقات پیرس کو منقطع کردیا -

اب وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہوگیا - دوسري طرف سے ولی عہد جرمني دو لاکھ فوج لیکر شالوں کے جنوب کي طرف پیرس کے محاصرہ کے لیے (میٹز سے آگے) بڑھتا چلا جاتا تھا ' اور اوسكي مدافعت میں جنرل مکماهون کا ہر قدم پیچھے تھا - شاہ ولیم بھي اپني فوج کے ساتھہ آگے بڑھکر میٹز کے قریب ولیعہد سے ملگوا' اور اب اس اجتماعي قوت نے پیرس کے محاصرہ کو بالکل آسان کردیا -

جنرل مکماهون کو شالوں سے ہٹنے کے بعد کمک پہونچی ' اور اس نے میٹز کے قریب بازین کو مدد پہونچانا چاهي ' لیکن ولی عہد نے اپنا راستہ بدل دیا - اب مکماهون نے شمال کی جانب حدود بلجیم تک اسکا تعاقب کیا اور ۲۸ سے لیکر ۲۹ - اگست تک دونوں فوجوں میں معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں- ۳۰ - اگست کو مکماهون موں میڈیي کی طرف بڑھا - پروشین فوج نے اس مقام پر اوسکو شکست دیکر ۱۲ توپیں چھین لیں اور ہزاروں قیدي گرفتار کیے' لیکن اسي مقام پر جدید کمک نے دونوں فوجوں کی طاقت میں ایک نمایاں اضافہ کردیا - جس سے اوسی رات کی صبح کو ایک عظیم الشان معرکۂ جنگ گرم ہوا - لیکن فرانسیسیوں نے بالاخر شکست ہي کہائی ' اور مقام سیدان تک پیچھے ہٹ آے -

(یوم سیدان)

یکم ستمبر کي صبح کو مکماهون کو پھر کمک پہونچي' اور وہ مقام سیدان کے قریب قلعه بند ہوگیا - پروشین فوج نے صبح تڑکے پانچ ہي بجے سے حملہ شروع کیا ' اور ابتدا میں فرانسیسی فوج نے بہادرانہ مدافعت کي - گو دو پہر تک لڑائي جاري رهي ' مگر پروشین کے حملہ کو فرانسیسي فوج نے پسپا کردیا - پروشین فوج نے دوسري بار پھر حملہ کیا ' لیکن اس مرتبہ بھي ناکامیاب واپس ہوئي -

نظم و ظفر کے حوصلہ مندانہ جذبات پر یہ ناکامي سخت شاق گذري - آسی دن ۳ - بجے کے بعد پھر پروشین فوج نے جانبازانہ حملہ کیا ' اور اوسي حملہ نے اس جنگ کا آخري فیصلہ کردیا - تمام فرانسیسي فوج کے پانوں اوکھڑ گئے اور اونھوں نے راہ گریز اختیار کي - پروشین فوج نے تعاقب کیا اور کامیاب واپس آے - اس معرکہ میں ۳٠٠٠٠ پروشین سپاهي مجروح و مقتول ہوئے - اور فرانسیسي فوج کے ٢٠٠٠٠ جانوں کا نقصان ہوا -

(اعتراف شکست)

اسی معرکہ میں مارشل مکماهون بھي زخمي ہوا اور اوسکی پوري لشکر پر مایوسی چھا گئي - بالاخر اوس نے شاہ پروشیا کے سامنے اپنی شکست تسلیم کر لی - نپولین ثالث بھی مکماهون کے ساتھہ شریک جنگ تھا ' اوسکو بھی مجبوراً سپر ڈالدیني پڑي جن درد انگیز اور مایوسانہ الفاظ کے ساتھہ اُس نے شکست کا اعتراف کیا تھا ' وہ تذکرۂ عبرت و بصیرت کیلیے همیشہ تاریخ میں یادگار رهینگے -

" چونکہ میں اپنی فوج کے آگے شریفانہ موت مرنے کي قدرت نہیں رکھتا ' اسلیے حضور کے پانوں پر اپنی سپر ڈالدیتا ہوں فاعتبروا یا اولي الابصار ! "

شاہ پروشیا نے اوسکے ساتھہ نہایت شریفانہ برتاو کیا - اور خاص اوسکے خاندان کے قیام کے لیے کاسل کے قریب ایک محل خالی کردیا -

(انقلاب حکومت فرانس)

پیرس میں جب شکست کی خبر پہونچي تو ایک تلاطم برپا ہوگیا - تمام لوگ بازاروں میں دیوانہ وار پھرنے ' اور قیام جمہوریت کے لیے شور و غل مچانے لگے - بادشاہ اور تمام شاهي خاندان سے عمداً نفرت ' بیزاري' اور علحدگی کا اظہار کیا گیا - اسلیے کہ نپولین نے تلوار ڈالدي اور پروشیا کے آگے سر عجز خم کردیا -

۴ ستمبر کو تمام باشندوں کے ساتھہ وطني والنٹیروں نے بھي جمہوریت کا مطالبہ کیا - ہاؤس آف لارڈ اور مجلس قانون کے خاندان نے ملک کے ساتھہ خیانت کي ہے - بالاخر جمہوریت کے تمام ارکان نے دارالحکومت میں جاکر نوابان فرانس میں سے گیارہ اشخاص کي ترکیب سے ایک وقتي حکومت قائم کي - ملک میں اس انقلاب حکومت کا نہایت خوشي اور مسرت کے ساتھہ استقبال کیا گیا ' اور جبراً بادشاہ کے تمام اعزازات چھین لیے گئے -

ان گیارہ شخصوں میں سے مشہور و نامور یہ چند اشخاص تھے : عمانوئیل اراگو ' عمانوئیل کریمیو ' ژول فیري ' ژول سیمون ژول کا متبنا - ان میں ژول سیمون مشہور مصنف ہے -

مارشل مکماهون

تاریخ و عبر

اولین جنگ جرمنی و فرانس

سنه ۱۸۷۰ ، ۱۹۱۴ع میں !

(۲)

(پہلا معرکہ)

پہلا معرکہ مقام سار بروک میں ۳۰ جولائي کو شروع ہوا ' اور یکم اگست تک جاري رہا - اس معرکہ میں میدان فرانسیسوں کے ہاتھہ رہا اور انہوں نے اس مقام کو فتح کرلیا - لیکن دو ہي تین روز کے بعد زمانہ نے پلٹا کھایا ' اور اب پروشین فوج نے ایک نمایاں کامیابي کے ساتھہ انہزام و شکست کے اس بدنما داغ کو اپنے دامن شجاعت سے مٹادیا - چنانچہ ۴ - اگست کو وہ ولي عہد کی سپہ سالاري میں ویسن برگ پر قابض ہوگئی - اور فرانس کا سپہ سالار جنرل دوای اس معرکہ میں کام آیا - نیز تقریباً ۸۰۰ فرانسیسی گرفتار بھی ہوے -

اسوقت تک پروشین فوج صرف مدافعت کررہي تھي' لیکن اس تاریخ سے اوس کي فاتحانہ جنگ کا زمانہ شروع ہوا -

۶ - جولائی کے معرکہ میں پروشین فوج نے فرانسیسي لشکر کو شکست فاش دي ' اور ۴۰۰۰ فرانسیسی قیدي گرفتار کرلیے - اس معرکہ میں فرانس کے ۱۱۰۰۰ سپاهی کام آے ' اور پروشیا کے صرف ۳۵۰۰ سپاهی ضائع ہوے - اب سارابروک پھر پروشیا کے زیر علم آگیا -

فاتحانہ جوش میں پروشین فوج نے اس قوت کے ساتھہ حملے کرنے شروع کیے کہ فرانسیسی فوج کو کور باگ' و سان افوالد' اور تیونویل سے نکلنا پڑا ' اور انکے ۸۰۰۰ قیدي گرفتار ہوگئے - بالاخر فرانسیسی لشکر پیچھے ہٹا ' اور پروشین فوج نے میتز تک فرانسیسی فوج کا تعاقب کیا جہاں سے اوس نے سب سے پہلے اپنے علم ہجوم کو بلند کیا تھا !

(پیرس میں اضطراب)

پیرس میں اس شکست کی خبر نے ایک طوفان بپا کردیا ' تمام رعایا بدحواس ہوگئی ' عام باشندوں میں اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ ارکان سلطنت کو شورش و بغاوت کا خوف پیدا ہوگیا ' چنانچہ اس فتنہ کے فرو کرنے کیلیے یہ جھوٹي خبر مشتہر کی گئي کہ پروشیا نے شکست پائی اور فرانس کو فتح حاصل ہوئي ' لیکن جھوٹ کب تک فتح پاسکتا تھا ؟ واقعہ کی اصلیت بالاخرہ معلوم ہوگئي اور اوس نے پہلے سے بھی زیادہ ہلچل پیدا کردي - یہانتک کہ تمام اہل شہر نے وزیر اعظم کے محل کو گھیر لیا ' اور واقعہ کی اصلیت دریافت کی - وزیر اعظم نے مجبوراً صرف ویسنبرگ کی شکست کا اعتراف کیا - دوسرے دن ووتھہ اور کوربرگ کے شکست کی خبر معلوم ہوئي تو تمام پیرس وزارت خانہ میں امڈ آیا -

اسوقت پیرس میں نپولین ثالث کی بیگم اپنے شوہر کي قائم مقام تھی - اوس نے ۹- اگست کو فرانسیسي دار الامراء اور کونسل قانون ساز (مجلس تشریعي) کا انعقاد کیا - وزیر اعظم جو ابھي تقریر کیلیے کھڑا ہوا ' لوگوں نے شور مچاکر روک دیا بالاخر - سابق وزارت توڑ دیگئی اور کونٹ پوالک کي صدارت میں جدید وزارت قائم ہوئي - اسی زمانے میں جنرل مارشل لابو نے بھی استعفاء دیدیا اوسکي جگہ جنرل مارشل بازین فرنچ افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا -

(واقعہ و ودتھہ و تیونویل)

اب پروشین فوج پرنس فریڈرک چارلس کي سپہ سالاري میں لورین کے دار السلطنت میتز کی طرف بڑھی جو موجودہ جنگ میں مشہور جرمن سرحدي مرکز ہے ' اور جنرل وان وردرشتین بھي جنوبي جرمن فوج کو لیکر اسٹرا سبرگ کی طرف روانہ ہوگیا ' جو الزاس کا سب سے بڑا شہر تھا - ولي عہد نے بھی جنرل مکما ہون کے مقابلہ کیلیے نالسی کا رخ کیا - جنرل مکماہون نے پہلے ہي حملے میں شکست کھائي ' اور شالون سیر مارن تک ہٹ آیا - پروشین فوج نے میتز میں بھي اسی قسم کی فتح حاصل کی ' اور فرانسیسیوں کو سخت نقصانات کے بعد پیچھے ہٹنا پڑا -

۱۵- اگست سنه ۱۸۷۰ع کو پروشین فوج نے نہر موسیل کو بھي (جو میتز اور تیونویل کے درمیان واقع ہے) فرانس کے اوس خط رجوع کے توڑنے کیلیے عبور کرلیا جو پیرس تک جاتا تھا ۔ ۱۶ کو تیونویل کا معرکہ پیش آیا جس میں فرانسیسیوں نے سخت شکست کھائي - سب سے پہلے دن آخري مدافعت کیلیے تمام فرانس کي قوت امنڈ آئي ' اور ۱۷ - اگست کو میتز کے غربی جانب ریزنویل کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا جو نو گھنٹے تک جاري رہا ۔ بازین نے اس معرکہ میں بھی شکست کھائي ' اور فریقین کے

[بقیه صفحه ۱۲ کا]

یہاں تک کہ میدان جنگ سے پلٹ کر تمام صحابہ نے اوسکي شجاعت کي داد دي - لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "وہ جہنمی ہے" - ایک صحابي کو اسپر سخت تعجب ہوا - اونھوں نے اوسکے تمام زمانۂ جنگ کی دیکھہ بھال شروع کردي - حسن اتفاق سے وہ ایک موقع پر سخت زخمی ہوا ' اور زخم کي تکلیف سے بیتاب ہوکر خود کشي کرلي (جو حرام ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں اپنے تئیں زندہ رکھنا انسان کا اولین فرض دینی ہے) وہ صحابي دوڑے ہوے آنحضرت کی خدمت میں آے اور عرض کي : " بیشک آپ خدا کے رسول ہیں " آپ نے فرمایا کہ تم صرف ظاہري حال دیکھکر متاثر ہوگئے مگر خدا تو نیتوں کو دیکھتا ہے - اس شخص نے بڑي شجاعت سے لڑائي میں حصہ لیا ' لیکن چونکہ خلوص و صداقت کے ثبات سے محروم تھا - اسلیے حرام موت مرکر اپني تمام محنت ضائع کردي اور اسي لیے میں نے اسے جہنمي کہا :

ان لرجل لیعمل العمل اهل الجنة فیما یبدو للناس و هو من اهل النار

ایک آدمی بظاہر اہل جنت کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے ' اور

و ان لرجل لیعمل عمل اهل النار فیما یبدو للناس و هو من اهل الجنة (بخاري جزو - ۴ - ص- ۳۷)

ایک آدمي بظاہر دوزخیوں کا طریق عمل اختیار کرتا ہے' لیکن وہ جنتی ہوتا ہے !

اسلام کي دعوۃ اولی کا مقصد مخلصین و قانتین کي ایک پاکباز جماعت کا پیدا کرنا تھا جسکو ہر گروہ ' ہر جماعت ' ہر زندگي ' ہر حال ' اور ہر ایک میں ہونا چاہیئے - فوج کي تنظیم و ترتیب میں بھي ہمیشہ یہی مقصد پیش نظر رہتا تھا اسلیے اگر آب زمزم میں شراب کا ایک قطرہ بھي مل جاتا تھا ' تو اسلام کے دامن خلوص پر اس سے دھبہ آجاتا تھا -

چنانچہ ایک بار غنیمت کی لالچ سے ایک مشرک نے آپکے ساتھہ شریک جہاد ہونا چاہا - اس نے تین بار درخواست کي لیکن آپ نے ہر مرتبہ انکار کردیا - یہ واقعہ تفصیل کے ساتھہ صحاح میں منقول ہے -

بریدِ فرنگ

(ضرورت قانون سے نا آشنا ہے)

م - اگست کو جرمن چانسلر نے برلن میں جو تقریر کی تھی، اسکے اقتباسات لندن ٹائمز نے شائع کیے ہیں - ایک موقع پر وہ کہتا ہے :

"حضرات! ہم ضرورت کے عالم میں ہیں اور ضرورت قانون سے نا آشنا ہے - ہماری فوجوں نے لکسمبرگ پر قبضہ کرلیا ہے اور شاید وہ اسوقت خاک بلجیم پر قدم زن ہوچکی ہونگی - حضرات! یہ اقدام بین الملی قانون کے خلاف ہے - یہ بھی صحیح ہے کہ فرانس نے برسیلز میں یہ اعلان کیا ہے کہ جب تک انکے حریف بلجیم کی ناطرفداری کا پاس کرینگے، اسوقت تک وہ بھی لحاظ کریگا - تاہم ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ فرانس تاراج کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے - فرانس انتظار کرسکتا ہے مگر ہم انتظار نہیں کرسکتے - ہمارے سرحدی بازو پر فرانسیسی فوج کی نقل و حرکت ہمارے لیے ایک آفت ثابت ہوسکتی ہے - اسلیے ہمیں لکسمبرگ اور بلجیم کے جائز اعتراض کو مجبوراً پامال کرنا پڑا ہے -

ہم علانیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک حق تلفی کے مرتکب ہو رہے ہیں، مگر جونہی ہمارا فوجی مقصد حاصل ہوجائیگا، ہم فوراً اسکی تلافی کی کوشش کرینگے - جو کوئی بھی ہماری طرح خطرہ میں ہوگا اور اپنے بلند ترین مقبوضات کے لیے لڑ رہا، اسکا صرف یہی ایک خیال ہوگا کہ کسی طرح قطع و برید کرکے اپنا راستہ نکالا جاے "

نیر ایسٹ اپنی تازہ ترین اشاعت کے ایڈیٹوریل نوٹس میں لکھتا ہے :

" انگریزی امیر البحر کے "سلطان عثمان اول" اور "رشادیہ" لے لیے کی خبر سے ایتھنس میں جو مسرت و شادمانی پیدا ہوئی تھی اسکو اس خبر سے کسیقدر صدمہ پہنچا ہوگا کہ جرمنی کے "گیوبن" اور "بریسلا" جہاز اب عثمانی بیڑے کی فہرست میں نظر آتے ہیں - اب بحر ایجین میں بحری قوی کے توازن کا میلان یونان کے خلاف ہے -

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک طرف تو بعض اعضاء انجمن اتحاد و ترقی کو سالونیکا کی روایات کے ساتھہ کسقدر شدید وابستگی ہے، اور دوسری طرف جزائر ایجین کے متعلق ترکوں کی حسیات کیا ہیں؟ وہ اس امر کے معلوم کرنے میں ناکام نہیں رہیگا کہ "گیوبن" کی آمد ایجین کے نا طے شدہ سوال کے لیے ایک سنگین پیچیدگی ہے - غرض حالت سنگین ہے گو اتنی سنگین نہ ہو کہ ان افواہوں کو تسلیم کرلیا جاے، جو ان فقروں کے لکھنے کے وقت مشہور ہو رہی ہیں -

شاید حالات کا سب سے زیادہ تشفی بخش پہلو یہ ہے کہ موسیو وینزیلوس " اتحاد بلقان " کے دو بارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یونان کی تمام دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈر اس نازک وقت میں انکی مساعدت کے لیے بظاہر مستعد معلوم ہوتے ہیں -

اگر ترکی کو غلط مشورہ دیا گیا کہ وہ موجودہ حالت میں اپنے آپ کو بالکل خطرہ کے اندر ڈالدے (جو ایک حماقت ہے جسکے متعلق ہمیں امید ہے کہ ترک اسکے ارتکاب کے قابل نہ ہونگے) تو ایک طرف کے پلہ میں اسکے وزن کا توازن دوسرے طرف کے پلے میں اسکے ہمسایوں کے وزن سے ہوجائیگا "

نیر ایسٹ اسی اشاعت کے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے :

" گیوبن " اور اسکے رفیق (بریسلا) کا ایک حریف طاقت کے پاس سے نکلکے ایک نا طرفدار طاقت کے پاس عین جنگ کے زمانہ میں چلا جاتا قسطنطنیہ پر ڈپلو میٹک اعتراض کی ایک بنیاد پیدا کرتا ہے - لیکن یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ اگر جنگ کا ایک خوفناک انجن معرکہ کی اس صف سے نکلگیا ہے جو ہمارے مقابلہ میں آراستہ کی گئی ہے، تو وہ باب عالی کے ہاتھہ میں چلا گیا ہے، اور ہمکو یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ جو لوگ استنبول کی پالیسی پر قابض ہیں، وہ مغرب کے دل پر اس احساس کے نقش کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ صلح پسند ارادوں کے متعلق انکے عہد و پیمان میں صداقت و واقعیت ہے "

غالباً نیرایسٹ کے دفتر میں یہ پیغمبرانہ اخلاق اس وقت ظاہر کیا جا رہا تھا، جب کہ خود یورپ کے باہمی پیمان ہاے صلح و امن کا جنازہ دفن ہوچکا تھا! سب سے زیادہ دلچسپ حصہ مضمون کے خاتمہ کا ہے :

"انجمن (اتحاد و ترقی) کے ایک حصہ پر افسوس اور دوسرے حصہ کے حوصلوں کی قدر دانی کی جا سکتی ہے، اور بہت سے لوگوں سے انہیں عملی ہمدردی بھی حاصل ہوگی، لیکن ہم اس واقعہ کو ایک بد قسمتی خیال کرتے ہیں کہ ان حوصلوں کے خوش کرنے اور ان افسوسوں کے بدلہ لینے کے ذرائع ایسے وقت میں حاصل ہوے ہیں جب کہ قسطنطنیہ کی پالیسی پر متحدہ طور سے دباؤ ڈالنے کے لیے یورپ موجود نہیں ہے " انہ لحسرۃ علی الکافرین و انہ لحق الیقین فسبح باسم ربک العظیم -

اسی ہفتہ کے نیر ایسٹ اپنے ایک دوسرے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے :

" یہ اعلان کردیاگیا ہے کہ مصر جنگ کی حالت میں ہے اور انگریزی جماعت کے زیر سایہ ہے - اسکی تفسیر صرف یہ کی جاسکتی ہے کہ سرکاری طور پر خدیو کے سلطان کے ساتھہ تعلق برطانیہ کے تعلق کے مقابلہ میں کم تسلیم کیا گیا ہے - جسوقت کہ مصر کا براے نام بادشاہ (سلطان المعظم) سنہ ۱۹۱۱ع سے سنہ ۱۹۱۳ع تک جنگ میں مصروف تھا، تو اسوقت وہ جنگ کی حالت میں نہ تھا، مگر اب کہ انگریزی فوج نے ٹیوٹینک شاہنشاہوں (یعنی قیصر جرمنی اور شاہنشاہ آسٹریا ہنگری) کے مقابلہ میں اپنی تیغ علم کی ہے، تو اسکی حالت بالکل برعکس ہے!

ہم کسی روایت کو الٹنا نہیں چاہتے جب تک کہ وہ محض بےضرر اور خوشنما رہے - مثلاً یہ کہ عباس حلمی (خدیو حال مصر) ایک عثمانی پاشا اور وراثتاً مصر کے وائسراے ہیں - مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ اس کیپچیولیشن (مشروط اطاعت) کا دور ختم ہوجانا چاہیے جسکی وجہ سے خدیو کی بادشاہی کا استعمال نہایت سنگین طور پر پابزنجیر ہے " یعنی نیرایسٹ کے خیال میں وقت آگیا ہے کہ ترکی کا تعلق مصر سے بالکل منقطع کردیا جاے اور اسکا آخری فیصلہ ہوجاے! وما تخفی فی صدورہم اکبر!

۵ ستمبر کو اس وقتي حکومت نے جمهوریت کا علم اعلان کیا اور وہ بالاتفاق تسلیم کرلیا گیا - نپولیں کي بیگم بهاگ کر انگلستان چلي آئي ' اور تمام سلطنتوں میں سب سے پہلے ولایات متحدہ نے فرانس کي جمهوریت کا اعتراف کرلیا -

(معاصرہ پیرس)

لیکن اوبلتے هوے چشموں' اوبهرنے والي موجوں ' اور بہنے والی طاقتوں کو کون روک سکتا ھے ؟ مکماهون اور نیپولین کے اعتراف شکست کے بعد شاہ پروشیا نے ۳ لاکهه سپاهیوں کو لیکر پیرس کا معاصرہ کرلیا - اب باشندگان پیرس کے سامنے صلح کے سوا نجات کي اورکوئي راہ نه تهي - چنانچه مشهور فرانسیسي سیاسي و مورخ تیارے نے' جسکا ذکر اوپر گذر چکا ھے' اس غرض سے لندن ' وائنا' پیٹرسبرگ کا سفر کیا' لیکن ان سلطنتوں نے بیچ میں پڑنے سے انکار کر دیا -

ژر ویر وزیر خارجیه فرانس نے خود کونت بسمارک سے صلح کے متعلق گفتگو کي لیکن اوسنے جواب دیا :

" صلح نا ممکن ھے ' کیونکه اسوقت پیرس میں کوئي مستقل حکومت نہیں ھے - ساتهه هي پروشیا صوبه الزاس اور لورین کے الحاق سے دست بردار بهي نهیں هو سکتي "

اگرچه فرانسیسیوں نے اپنے مقبوضه ممالک کے ایک چپه دینے سے بهي انکار کیا ' لیکن پروشین حکومت نے فتح کے پہلے هي دن سے اسٹرا سبرگ میں اپنی ایک فوج بهیجدي - اور اس نے اسپر فوجي قبضه کرلیا -

۱۹ سپتمبر کو تقریباً نصف ملین پروشین فوج پیرس کے گرد جمع هوئي اور اوسکے معاصرے کا اعلان کیا - اسوقت پیرس میں ۲۳۰۰۰۰ فوج تهي - اب فرانسیسي صلح سے مایوس هوگئے تهے ' اسلیے اونہوں نے جان پر کهیل کر مدافعانه حملے کا عزم کرلیا - حکومت وقتیه کے بعض ارکان معاصرہ سے پہلے هي تولوں چلے گئے تهے' اور وهاں سے بیروني دنیا کي خبریں غبارہ کے ذریعه پیرس کے اندر پهونچاتے رهتے تهے -

جنرل گریبالدي نے اپنے دونوں لڑکوں کے ساتهه جمهوریت اعتراف کرلیا ' اور ایک لاکهه مزید فرانسیسی فوج آکر جمع هوگئی ' لیکن معاصرہ پیرس هي تک محدود نه تها ' جنرل بازین نے میتز میں بهي مجبور هو کر شکست تسلیم کرلي تهي - باشندگان پیرس پر میتز کا سقوط نهایت شاق گذرا اور اونهوں نے جنرل بازین پر بهي خیانت کا الزام لگادیا' کیونکه اوس نے اب تک جمهوریت کا اعتراف نہیں کیا تها - چنانچه اوسکے گرفتار کرلینے کا سرکاري اعلان هوا -

(اتحاد جرمني)

اسي معاصرہ کے زمانے میں جرمني کے تمام مستقل صوبے پروشیا کے ساتهه ملحق هوگئے اور جرمني ایک متحدہ سلطنت بن گئی - ولیم اول شاہ پروشیا کو اوسکا بادشاہ بنایا گیا ' اور جنوري سنه ۱۸۷۱ میں اسکا اعلان عام کردیا گیا - اس طرح اتحاد جرمنی اور " جرمن امپائر " کے اس خواب کي تعبیر ملگئي جو پرنس بسمارک نے دیکها تها اور اسکی تعبیر جنگ فرانس و جرمنی کے خون و هلاکت کے اندر ڈهونڈهی تهی -

(انعقاد صلح)

اب پروشین فوج کے معاصرہ نے فرانسیسیوں پر دنیا تنگ کردي اور صلح پر بالکل مجبور و مضطر هوگئے - بالاخر تین هفتے کي هنگامي صلح پر دونوں سلطنتوں کا اتفاق هوا ' اور اس اثناء میں فرانسیسیوں کو مقام بوردو میں انعقاد مجلس صلح کیلیے وکلاء کے انتخاب کرنے کا موقع دیا گیا - ۲۸ جنوری سنه ۱۸۷۱ع کو فرانس کي طرف سے ژول ویبز' اور پروشیا کي جانب سے بسمارک کا نام پیش کیا گیا - فرانسیسیوں میں وکلاء کے انتخاب کے بارے میں سخت اختلاف هوا ' لیکن ۸ فروري کو جمهوري راے غالب آئي اور ۱۵ وکلاے صلح کا اور انتخاب هوگیا -

۱۵ فروري کو بوردو میں تمام وکلا کا جلسه هوا' اور موسیو تیارے کو مجلس صلح و حکومت جمهوریه' دونوں کا پریسیڈنت مقرر کیا گیا - ۲۸ فروري کو بہت سے بحث و مباحثه کے بعد ایک معاهدہ لکها گیا جسکے ذریعه استرا سبرگ اور الزاس کے پورے صوبے' اور لورین کے پانچویں حصے کا الحاق جرمنی کے ساتهه کردیا گیا - میتز بهی اس میں شامل تها - اسکے علاوہ فرانس سے پانچ برس کي مدت میں ۲۰۰۰۰۰۰ گنی کا تاوان جنگ بهي دلوایا گیا ' اور اسي پر جنگ کا خاتمه هوگیا -

اس جنگ پر تقریباً نصف صدي گذر گئي' لیکن فرانسیسیوں کے دل پر اسکا داغ همیشه تازہ رها -

موجودہ عہد کا بیٹل شپ

فرانس کا ایک جدید ترین جنگی جہاز
(سنہ ۱۹۱۳ء)

ایک وسیع ٹکڑا ہے - اس مقام سے فاصلہ پر ایک کارخانہ ہے جہاں فولاد کی چادریں اور سلاخیں ڈھلتی ہیں - چند کشتیاں ان چادروں اور سلاخوں کو لاکے اس زمین کے ٹکڑے پر ڈالدیتی ہیں - اس مقام پر ریک یا الماریاں ہیں جن میں یہ بڑی بڑی چادریں رکھی جاتی ہیں

ان کا طول ۴۰ فیٹ اور وزن ۷ ٹن کا ہوتا ہے - غور کیجیے کہ ایک چھوٹی سی تعمیر گاہ کیونکر اسقدر طویل اور بھاری سلاخوں اور چادروں سے کام لینے کیلیے کافی ہوسکتی ہے ؟

اب ذرا ہموار کرنے والے آلے (پلیز) کو دیکھیے - آپ کو معلوم ہوگا کہ جیسے ایک تولنے والی مشین ہے اور اس کے پھیلے مقام پر ایک آدمی کھڑا ہے - یہاں پر جو چادریں رکھی ہیں انکا سرا پیچھے کی طرف ہوتا ہے - اور وہ آدمی انکے سرے کے برابر برابر دوڑتا چلاجاتا ہے اور کنارے ہموار کرتا جاتا ہے - اسکی دوڑ ۳۰ میل کی ہوتی ہے - بظاہر یہ مسافت کافی معلوم ہوتی ہے اور ایک یا دو سال پہلے کافی سمجھی بھی جاتی تھی ' مگر اب اسکو ادارہ ماضی سمجھیے کیونکہ یہ مسافت بالکل ناکافی ہوگئی ہے اور اب فولادی چادروں کا طول ۳۰ فیٹ اور زیادہ بڑھا دیا گیا ہے

تعمیرگاہ میں ہرشے پریشان کا ہوتا ہے اور انکی روانگی کی ایک منزل مقصود متعین ہے - سلاخوں اور چادروں کے ہزارہا ٹکڑے ہوتے ہیں - مگر یہ عجیب بات ہے کہ جو جہاں جانا چاہیے ٹھیک اسی مقام پر جاتا ہے ' اور ذرا بھی بے ترتیبی نہیں ہوتی - اور دیکھیے یہ چوڑی سلاخیں ہیں - انکے کناروں کو اسطرح مڑنا چاہیے جسطرح کاڑوں کے کنارے مڑے ہوتے ہیں - یہ سلاخیں بسرعت تمام ایک دبانے والی مشین میں چلے جاتے ہیں ' اور جب چند سکنڈ کے بعد نکلتے ہیں تو انکی وہی شکل ہوجاتی ہے جو مطلوب و مقصود ہے - اسکے بعد ایک اور مشین ہے جو مختلف شکل کے کونوں میں انہیں کاٹدیتی ہے

اب دوسری طرف نظر اٹھا دیجیے اور دیکھیے - یہ سوراخ کرنے والی مشینیں ہیں - یہاں جو سوراخ ہوتے ہیں انکی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کیل کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں - اس مقام پر آپ کو کچھ آدمی سیاہ عینکیں لگائے ہوے نظر آتے ہونگے انکے ہاتھوں میں لچکدار پائپ ہیں - ان پائپوں سے نیلگوں گیس نکلتا ہوا نظر آتا ہوگا - یہ گیس آکسی ایسٹیلین کے شعلے ہیں جو سخت سے سخت لوہے کو بھی لمحوں کے اندر نرم کردیتے ہیں

اب آپ جہاز کی کمانیوں کے نیچے کھڑے ہوں - یہ کمانیاں نصف حصہ تک فولاد کی چادروں سے ملفوف ہوتی ہیں ٹھن - ٹھن ٹھن .... یہ ہتھوڑوں کی آواز ہے جو مسلسل فولاد کی چادروں پر پڑ رہے ہیں - اور گویا اپنی آہنی ہنسی میں قہقہا رہے ہیں کہ باوجود ایسی ایسی عظیم الشان مشینوں کی ایجاد کے ابتک انسان کی دستی صنعت سے صناعۃ بے نیاز نہیں ہوسکی ہے !!

یہ ہتھوڑے چادروں کے ٹکڑوں کو جا بجا جوڑ رہے ہیں -

اب ذرا جہاز کے مختلف اجزاء و حصص کی ترتیب سمجھ لیجیے - سب سے پہلے جہاز کا پیندا ہوتا ہے جسکو انگریزی میں "کیل" کہتے ہیں - اسکے بعد دو باہر کی طرف اور اوپر کی جانب نکلی ہوئی کمانیاں ہوتی ہیں ' جنکو انگریزی میں "رب" کہتے ہیں - یہ کمانیاں پیندے کے دونوں طرف ہوتی ہیں ' اور انکی شکل بالکل اس طرح کی ہوتی ہے ' جیسی چت لیٹنے کے وقت ہماری پسلیوں سے پیدا ہوجاتی ہے - ہماری پسلیوں پر گوشت اور کھال کا غلاف ہے - اسی طرح جہاز کی ان "پسلیوں" پر بھی آہنی چادروں کا غلاف ہوتا ہے -

اتنا تو آپ خود قیاساً اندازہ کرلےسکتے ہونگے کہ ایک جہاز میں کتنی ملیں چھوٹی بڑی ایلیں ہوتی ہونگی جنسے جہاز کی زمین تیار ہوتی ہے -

(کمپریسر)

پورٹسموتھ کی تعمیرگاہ میں ایک کمپریسر (یعنی ہوا کو دبانے والی مشین) ہوتی ہے - یہ مشین ہر منٹ میں ۴ ہزار فیٹ مربع ہوا کو فی انچ سو پونڈ وزن کے اوسط سے دباتی ہے - یعنی اسکی ایک انچ ہوا میں اتنی طاقت ہوتی ہے جتنی ایک سو پاونڈ وزن کی کسی چیز میں ہوسکتی ہے !

اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ جب ہوا دبائی جاتی ہے تو اسمیں کتنی طاقت پیدا ہوجاتی ہے ؟

اس مشین کے جوڑنے اور بنانے میں بڑی رقم صرف ہوتی ہے - اسکا ہر ہینڈل ڈول جب چلتا ہے تو ۳۴ پونڈ خرچ کراتا ہے ' اور پھر ایسے ہنڈل ڈول ایک دو نہیں بلکہ بہت سے درکار ہوتے ہیں

(ہوائی ہتھوڑے)

یہاں آکر ہوائی ہتھوڑے بھی نظر آئینگے - ان میں سے ہر ہتھوڑے کی ایک ضرب کا وزن ۳۴ پونڈ ہوتا ہے - ان ہتھوڑوں تک ہوا ربر کے پائپوں میں سے آتی رہتی ہے جو دیگ کے گرد سانپ کی طرح پیچ کھائے پڑے رہتے ہیں - ان ہوائی ہتھوڑوں کے چلانے کے لیے ہاتھ کی سخت گرفت کی ضرورت ہوتی ہے ابتدا میں مزدوروں نے انکے چلانے سے انکار کردیا تھا - کیونکہ انکے چلانے کے بعد انکے ہاتھ اور بازو مجسم رعشہ ہوجاتے ہیں واقعی انکی یہ شکایت بجا تھی ان عفریت طاقت ہوائی ہتھوڑوں کے پکڑنے سے انکے عضلات اور اعصاب کانپنے لگتے ہیں - مگر عادت کا دبو بھی کچھ کم مضبوط نہیں ہے - مزدور جب چند دن تک کام کرتے رہتے ہیں تو بعد کو عادی ہوجاتے ہیں ' اور اسکے بعد انہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی

(کرین اور لینڈری)

جب جہاز دھانچہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اسکا اساسی و اصلی حصہ بنایا جاتا ہے ' نیز جب وہ پانی میں اتار دیا جاتا ہے اور اسکے باقی حصہ کی تکمیل ہوتی ہے ' تو ان دونوں حالتوں میں وزنی چیزوں کے اٹھانے کیلیے کرین اور لینڈری نامی آلات بار برداری کی ضرورت ہوتی ہے - ایک لینڈری کی قیمت ۴۰ ہزار پونڈ ہے -

ملکہ الیزبتھ کے عہد کا ایک جنگی جہاز
(سنہ : ۱۵۵۸ م)

بحریات حدیثہ

ایک دوسرا قدیم برطانی جنگی جہاز جنگ اسپین میں (سنہ ۱۵۸۷ م)

مراکب بحریہ عظیمہ

و السابحات سبحا !

بیٹل شپ

عظیم الشان جنگی جہازوں کا وجود اور انکے ہولناک اور مہیب آلات دنیا کے ترقی علمی دور کا سب سے زیادہ خونریز منظر ہیں سائنس نے آج اپنی قوت کی سب سے بڑی نمایش جس میدان میں کی ہے' وہ بحری آلات و اساطیل ہی کا خوفناک میدان ہے !

موجودہ جنگ یورپ نے کرۂ ارضی کے خشکی اور تری' دونوں میں آتش ہلاکت مشتعل کردی ہے : ظہر الفساد فی البر و البحر بحیثیت بحری انتاس ! خشکی کا معرکہ زار فرانس' آسٹریا ہنگری' اور روس کا مشرقی حصہ تھا جو اچھی طرح گرم ہوچکا ہے' لیکن آنے والا بحری معرکہ ابھی باقی ہے جو بحر شمالی اور بالٹک کی سطح آبی کو رنگین کریگا' اور ملکۂ بحر (انگلستان) اپنے تخت خونیں پر آگ اور دھویں کا نقاب ڈالکر جلوہ افگن ہوگی - یہ حصہ پہلے حصے سے بھی زیادہ ہولناک ہوگا اور انگلستان اور جرمنی کا بحری تصادم قوتوں کی سب سے بڑی ٹکر ہوگی جو ابتک دنیا میں ہوئی ہے !

بحری میدان کے تمام معرکوں کا دار و مدار جنگی جہازوں کے قسم و تعداد اور انکے ضعف و قوت پر ہے' اور جب تک انکے متعلق کافی معلومات حاصل نہوں' بحری واقعات سے صحیح دلچسپی پیدا نہیں ہوسکتی - لیکن ہندوستان میں عام طور پر بہت کم لوگوں کو انکا حال معلوم ہے - حتی کہ ہزاروں اخبار بین اشخاص یہ تک نہیں جانتے کہ آجکل روزانہ تار برقیوں میں جنگی جہازوں کی جن قسموں کا تذکرہ ہوتا ہے' انسے کس قسم کے جہاز مراد ہیں' اور کروزر' لائٹ کروزر' سب میرین' دسٹرائر' ڈریڈ ناٹ' بیٹل شپ' تارپیڈر' وغیرہ اقسام میں باہم کیا فرق ہے ؟

اسلیے ہم چاہتے ہیں کہ آجکل کی بحری ترقیات کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین شروع کریں - سب سے پہلے بیٹل شپ جہازوں کی صنعت اور مالی مصارف کے متعلق چند دلچسپ معلومات فراہم کرینگے -

(ہولناک صناعی نمائش)

ایک بیٹل شپ کی ساخت میں دو سال اور دوملین پونڈ سے زاید روپیہ خرچ ہوجاتا ہے - اتنی مدت اور یہ رقم بجاے خود بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے' لیکن اگر آپ بیٹل شپ کی ساخت کے طریق پر ایک نیم تفصیلی نظر بھی ڈال لیں اور ساتھہ ہی ہم کی اہمیت اور وسعت کو بھی پیش نظر رکھیں تو یہ دونوں چیزیں ذرا بھی آپکے لیے تعجب انگیز نہ ہونگی -

ایک بیٹل شپ میں ۹ ہزار ٹن (ایک ٹن ۲۰ من کا ہوتا ہے) تو صرف فولاد کی چادریں اور آہنی توے ہوتے ہیں' اور اسکی ذرہ ۵ ہزار ٹن کی ہوتی ہے -

اسکی مختلف مشینیں جنکی مدد سے وہ چلتا ہے' ۳۵۰۰ ٹن کی ہوتی ہیں' اور اسیقدر وزن اسکے اسلحہ کا بھی ہوتا ہے -

اتنے وزنی جہاز کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی تعمیر گاہ جدید ترین آلات سے آراستہ ہو - مثلاً کسی زمانے میں تعمیر گاہ کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پرزوں وغیرہ کے لیجانے کے لیے ۳۰ یا ۴۰ ٹن وزن تک لیجانے والے آلات بار برداری کافی ہوتے تھے' مگر اب چونکہ جہازوں کا مجموعی وزن بہت بڑھگیا ہے' اسلیے یہ آلات ناکافی ثابت ہوے ہیں اسوقت جس تعمیر گاہ میں بیٹل شپ بنتے ہیں' اسکے لیے کم از کم ایک سو ٹن وزن اٹھانے والے آلات چاہئیں !

اس قسم کے ایک آلے کی قیمت ۶ ہزار پونڈ ہوتی ہے - یعنی ۹۰ ہزار روپیہ !! -

بیٹل شپ میں ایک خاص قسم کا پہیا ہوتا ہے جسکو اصطلاح بحریات میں " ٹربائن " کہتے ہیں - اس پہیے کے بنانے کے لیے جتنی مختلف قسم کی مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے' انکی قیمت ۲۰ ہزار پونڈ ہے !!

جہاز کی ضروریات تعمیر کی یہ بالکل معمولی مثالیں ہیں' ورنہ یوں تو ایک ایک پرزے اور ایک ایک حصہ کے لیے صدہا بیش قیمت آلات کی ضرورت ہوتی ہے -

علم میکانک کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جو کام انسان دیر میں اور زیادہ محنت سے کرتا ہے' وہ آلات کے ذریعہ تھوڑے وقت اور کم محنت میں انجام پذیر ہو جاتا ہے -

مسٹر فالف (جنہوں نے خود ایک تعمیر گاہ میں جاکر تفصیل کے ساتھہ جہازوں کو بنتے دیکھا ہے) " لنڈن میگزین " میں لکھتے ہیں:

" میں نے بیٹل شپ کی تعمیر گاہ میں انسانی محنت بچانے والے آلات کی ایجاد کے عجائب و غرائب دیکھے - بعض مشینوں کو دیکھا کہ وہ فولاد کی چادروں میں برق کی سرعت کے ساتھہ سوراخ کر رہی ہیں - بعض ایک ایک انچ موٹی چادروں کے کنارے اسطرح برابر کر رہی ہیں جیسے ایک نہایت چابکدست بڑھئی کسی معمولی لکڑی کے تختے کے کنارے ہموار کرتا ہے ایک طرف دیکھا کہ بعض حیوانی جبڑوں کی شکلیں اور رولر ہیں جو موٹی موٹی فولادی چادروں کو دباکے اسطرح حسب مرضی موڑ دیتے ہیں' جسطرح ہم تم معمولی کارڈ کو اپنی چٹکی میں دبا کے موڑ دیں ! - ان موڑنے والی مشینوں میں سے صرف ایک مشین کے نصب کرنے میں ۶ ہزار پونڈ صرف ہوتے ہیں !

یہ مشینیں جسطرح فولادی سلاخوں اور چادروں پر اپنے تصرفات کرتی ہیں' اسکا منظر بھی نہایت عجیب و غریب اور سحر آفریں ہوتا ہے -

تھوڑی دیر کے لیے اپنی قوت متخیلہ سے کام لیجیے اور یہ تصور کیجیے کہ ایک طویل کمرا و راستہ ہے - اسکے ایک طرف زمین کا

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکايتوں سے پريشان هيں تو اسکي دو گولياں رات کو سوتے وقت نگل جالیجيے صبح کو دست خلاصه هوگا ' اور کام کاج کهانے پینے نہانے میں هرج اور نقصان نه هوگا کهانے میں بدمزہ بهي نہیں هے -

قیمت سوله گولیوں کي ایک ڈبیه ۵ آنه محصول ڈاک ایک ڈبیه سے چار ڈبیه تک ۵ آنه

یه دو دوائیں همیشه اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھي آپکو درد سر کي تکلیف هو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے هوں تو اسکے ایک ٹکیه نگلنے هي سے پل میں آپکے پهاڑ ایسے درد کو پاني کردیگي -

قیمت بارہ ٹکیونکي ایک شیشي ۴ آنه محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشي تک ۵ آنه -

نوٹ — یه دونوں دوائیاں ایک ساتھه منگانے سے خرچ ایک هي کا پریگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکته

مسیحا کا

سر کے بالوں کے لیے نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اسکم لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکني اشیا موجود هیں ' اور جب تہذیب و شایستگي ابتدائي حالت میں تهي تو تیل - چربی - مسکه - گهی اور چکني اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافي سمجها جاتا تها - مگر تہذیب کي ترقي نے جب سب چیزوں کي کاٹ چھانٹ کي تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - لیکن سائینس کي ترقي نے آج کل کے زمانه میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا هے ' اور عالم متمدن میں نمود کے ساتھه فائدے کا بهي جویاں هے - بنابریں هم نے سالها سال کی کوشش اور تجربے سے هر قسم کے دیسي و ولایتي تیلوں کو چھانکر " موهني کسم تیل " تیار کیا هے - اسمیں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لی هے ' بلکه موجوده سائنٹیفک تحقیقات سے بهی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یه تیل خالص نباتاتي تیل پر تیار کیا گیا هے ' اور اپني نفاست اور خوشبو کے دیرپا هونے میں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب کهلے اگتے هیں - جڑیں مضبوط هوجاتی هیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں هوتے - درد سر ' نزله ' چکر ' اور دماغي کمزوریوں کے لیے از بس مفید هے - اسکي خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز هوتي هے نه تو سر دهونے سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکھنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے

قیمت في شیشي ۱۰ آنه علاوه محصول ڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار هر قسم

هندوستان میں نه معلوم کتنے آدمي بخار میں مرجایا کرتے هیں ' اسکا بڑا سبب یه بهي هے که ان مقامات میں نه تو دوا خانے هیں اور نه ڈاکٹر ' اور نه کوئي حکیمي اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پرگهر بیٹھے بلا طبي مشورہ کے میسر آسکتی هے - همنے خلق الله کي ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالها سال کي کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا هے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعه اشتہارات عام طور پر هزارها شیشیاں مفت تقسیم کردي هیں تا که اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانیں اسکی بدولت بچي هیں ' اور هم دعوے کے ساتھه کہه سکتے هیں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار ' جسمیں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو ' یا وہ بخار ' جسمیں متلي اور قے بهي آتی هو - سردي سے هو یا گرمي سے - جنگلی بخار هو - یا بخار میں درد سر بهي هو - کالا بخار - یا آسامی هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتھه گلٹیاں بهي هوگئی هوں ' اور اعضا کی کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے ' اگر شفا پانے کے بعد بهي استعمال کیجاے تو بهوک بڑھ جاتی هے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا هونے کی وجه سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي و چالاکي آجاتي هے - نیز اسکی سابق تندرستي از سر نو آجاتی هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتھه پیر ٹوٹتے هوں ' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاهلی رهتی هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دیر سے هضم هوتا هو - تو یه تمام شکایتیں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هوجاتي هیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیه - چار آنه
" چهوٹی بوتل باره - آنه

پرچه ترکیب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے
تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي هے

المشتهر و پرو پرائٹر
ایم - ایس - عبد الغني کیمسٹ ۲۲ و ۷۳
کولو ٹوله اسٹریٹ - کلکته

انجن مارکه

رجسٹری شده

شیخ غوث علی حاجی وارث علی پرفیومر نمبر ۶ اپر چیت پور روڈ جوڑا ساکهو کلکته

عرق جوهر گلاب

عرق جوهر کیوڑه

گل بہار تیل

باداموں جوهي تیل

روغن موتیا

لکهی بلاس تیل

نوٹ

اگر حکم هو تو وي پي روانه کریں - پارسل خرچ ذمه خریدار - بوقت فرمایش اخبار هذا کا حواله ضرور لکهیں

نیازمند
غوث علی حاجی وارث علی

۲۵۰ تن کا ایک کرین جسکا قطر ۱۰۰ فیت کا هو اور وہ بوجهه کو سطح زمین سے ۱۶۵ فیت کی بلندی پر اٹها لیجاتا هو ۴۰ هزار سے بهی زیادہ قیمت پر ملتا ہے !

یه تو صرف اسکی قیمت تهی - اب اسکے نصب کرنے کے مصارف کو بهي سامنے لاییے تو فی کرین ۵۰ هزار پونڈ صرف هوتے هیں ! !

(بحري معمار)

جهاز کي تعمیر گاہ میں تربیت یافته بحري معماروں کا ایک معقول استاف هونا چاهیے - کیونکه جب امیر البحر کے صیغه تعمیر سے کسي نئے جهاز کا خاکه آتا ہے تو وہ اسي استاف کو دیا جاتا ہے - اس خاکے میں جهاز کے محض اصلي خطوط دکهادیے جاتے هیں - خاکے کے بقیه حصه کی تکمیل نقشه کشي (ڈروائنگ) کے دفتر کے استاف کا کام ہے -

تکمیل کے بعد خاکه ایک اور صیغه میں چلا جاتا ہے - یہاں اس خاکے کے مطابق پتلي لکڑي کا ایک جهاز نمونه کے طور پر بنایا جاتا ہے ، مگر وہ جوڑا نہیں جاتا - یعني اسکے تمام حصے علحدہ علحدہ رهتے هیں - یه لکڑي کا جهاز اسٹیل ورکس (معمل فولاد) میں بهیجدیا جاتا ہے - اسٹیل ورکس میں ان لکڑي کے پرزوں کے نمونے پر فولاد (اسٹیل) کے پرزے ڈهلتے هیں -

جب پرزے ڈهلکر آنے لگتے هیں تو اسوقت سے تعمیر کا اصلي کام شروع هوجاتا ہے ، لیکن ڈهلائی کے آغاز سے پہلے صرف خاکه بنانے اور لکڑي کے نمونه وغیرہ کے کام میں ۶ مہینه لگ جاتا ہے !

(آهني جلد)

جب چادروں پر چادریں رکهدیتے هیں - جب کہیں جاکر جهاز کی عظیم الشان آهني جلد تیار هوتي ہے - ۴ - مہینه میں جهاز اس قابل هوجاتا ہے که اسکي جلد پر محافظ ذرع رکهی جاے - تاهم اسوقت تک یه ذرع چڑهائي نہیں جاتي جب تک که جهاز پانی میں اتر نہیں جاتا - آغاز ساخت سے ۹ مہینه کے بعد جهاز کو اس قابل هوجانا چاهیے که اس میں آگے بڑهانے والي (پراپلر) مشین لگائی جا سکے -

جب پاني کے اندر رهنے والا حصه اپنی جگه پر جڑ جاتا ہے تو جهاز پاني میں اتارا جاتا ہے - اسکے بعد اندروني حصے کے جڑنے کے وقت طلب کام کا نمبر آتا ہے - جهاز جسوقت پانی میں اتارا جاتا ہے ، اوسوقت وہ آهني جلد ، بالائی سطح ، اور داخلی انتظامات کا ایک سرسري خاکه هوتا ہے ، مگر آغاز ساخت سے دو سال کي مدت میں عموماً بالکل مکمل هوجاتا ہے -

(البقية تتلى)

جرمن نو آبادیاں

شہزادہ بسمارک اپنے زمانه میں دنیا کا ایک سب سے بڑا سیاسي انسان تها - وہ جب تک جرمني کا وزیر اعظم رها اس نے همیشه اپني تمامتر توجه اور کوشش ملک کي اندروني اصلاح اور استحکام تک محدود رکهی ، اور جرمن مدبروں کے شور و غوغا کے با وجود اسنے کبهی بهی نو آبادیوں کے قائم کرنے کي طرف توجه نه کي - اسکا نتیجه یه نکلا که اس میدان میں انگلستان ، فرانس ، اور روس سبقت لیگئے - لیکن جب تجارت کي ترقی اور اطمینان و فارغ البالي کیوجه سے جرمن قوم میں روز افزوں ترقی هونے لگی اور جرمن حوصلوں اور همتوں کے لیے جرمن قلمرو ناکافی ثابت هوئي تو نو آبادیوں کی فکر دامنگیر هوئی ، اور افریقه اور چین میں چند نو آبادیاں قائم کی گئیں -

اگرچه یه نو آبادیاں سیاسی اور تجارتي حیثیت سے چنداں اهم نہیں هیں ، خصوصاً دماغ ، محنت ، اور روپیه کی اُن قربانیوں کي تو هرگز مستحق نہیں هیں ، جو جرمني نے ان نو آبادیوں کے حاصل کرنے کے لیے کي هیں ، تاهم اشک شوئی کا سہارا ضرور تهیں - لیکن موجودہ جنگ سے جرمنی کو سب سے پہلا نقصان یه پہنچا ہے که اسکي نو آبادیاں ایک ایک کرکے اسکے هاتهه سے نکلی چلي جا رهی هیں ، اور اگر یہي رفتار رهي تو خوف ہے که جرمني شاهنشاهي جو نهایت سخت عرقریز اور جانفشاں کوششوں کے بعد یورپ کے دایرہ سے نکلکر افریقه اور ایشیا تک پہنچي تهي ، کہیں سمٹکے پهر اسی یوروپین مقبوضات کے دائرہ میں نه آجاے ، جسمیں وہ بسمارک کے وقت میں محدود تهي -

مسٹر چرچیل سابق وزیر جنگ برطانیه و حال وزیر صیغهٔ بحریه

چین میں " کیا چوا " کو جاپاني بیڑے نے محصور کر لیا ہے - اب وہ مرکزي حکومت سے بالکل منقطع هوگیا ہے -

ادهر افریقه میں ٹوا گلنیڈ اسکے هاتهه سے نکل چکا ہے - یہاں دنیا کا ایک سب سے بڑا لا سلکی (بے تار کی تاربرقي کا) اسٹیشن تها - ۳ ریلوے لائنیں تهیں جو اچهی طرح چل رهی تهیں اور انسے معقول نفع هوتا تها - مقام بنجلی میں کچے لوهے کي کانیں بهي هیں جنسے ۷۰ فیصدي کار آمد لوها نکلتا ہے - جرمنی یہاں ایک لوہے کا کارخانه بهي قائم کرنیوالی تهی -

مقام هربرٹ شو بهي جرمنی کے هاتهه سے نکلگیا ہے - "هربرٹ شو" نیو پومیر نیا میں واقع ہے جو بحر پیسفیک کے جنوب میں ہے - یه مقام جرمن نیو گالینا کا پایه تخت تها اور وهاں جرمن گورنر رها کرتا تها -

یه سمجهنا تو بالکل حماقت هوگا که جرمني کو پیشتر سے ان نقصانات کي اطلاع نه تهي - کیونکه کم ازکم مشرقی افریقه کي نو آبادیوں کے متعلق جو برٹش طاقت سے بالکل ملحق هیں ، یه بالکل ظاهر بات تهي که چند گهنٹوں کے اندر هي انگلستان اُن پر قبضه کرلیگا - پس معلوم هوتا ہے که اس نے اپني قسمت کا اصلی فیصله یورپ کے میدان جنگ هي کو قرار دیا ہے اور سمجهتي ہے که یہاں کا فیصله تمام کرۂ ارضی کیلیے نافذ هوگا !

Printed And Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. and Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

لواے که محسر سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " که در زمانه تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیة اسلامیة کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین و وحدة کلمة امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیة و دینیه کا مصور و مرصع مجموعه ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآني سے تعلیمات الٰهیه کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر ہے که الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و وسعت بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیره میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الٰهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي نظیر و مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هی اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مصالف سے معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجوده عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الٰهي سے عمل بالسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے اعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد دور دور آبادیاں اور مجموعے شہر میں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئي ہے : ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور موهبت و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' دلدادگان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰهیه و علوم نبویه ' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اکمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چهه مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوباره چھپ رهي ہے - تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں هوتی هیں تو انکي قیمت دس روپیه قرار دی جاتي ہے -

(۹) با ایں همه قیمت صرف پانچ روپیه ہے - ایک روپیه جلد کي اجرت ہے -

ضمیمہ مدورہ:

نعرۂ حسن ز طبل جنگ

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی !

الہلال۔ (۱۳) جلد (۵)

SEWING MACHINES BALLERS WINDERS

AUTO KNITTING

THE ADARSHA KNITTING Co.

Importers Manufacturers

General Merchant & Commission Agent

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھی رھیں اور ملک کي ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(١) یہ کمپنی آپکو ١٢ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(٢) یہ کمپني آپکو ١٥٥ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے

(٣) یہ کمپنی ١٢٠٠ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(٤) یہ کمپنی ٩٧٥ روپیہ میں ایسي مشین دیگی جسمیں گنجي تیار ھوگی جس سے روزانہ ٢٥ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(٥) یہ کمپنی ھر قسم کے کاٹے ھوے اون جو ضروري ھوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ھوا آپ روانہ کیا اور اسی دن روپے بھي مل گئے ایھر لطف یہ کہ ساتھہ ھی بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کي چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کشم کماري دیوي (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ھوں کہ میں ٦٠ روپیہ سے ٨٠ روپیہ تک ماھوارپ آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ھوں

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ھوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ھوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت عمدہ کام کر رھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسوائے کم قیمتي مشین منگاکر ھر شخص کو مفید ھونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا ھوں کہ عوام اسکي مدد کریں

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ھائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ھوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ھوں کہ جلد اس کمپنی کي سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ھو -

ھز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

انکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني

آپنے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ھز ایکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ھیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنچ — سول کورٹ روڈ تنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ٨/٣ اینچ گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

Tel. Address :- "Alhilal" Calcutta
Telephone No. 948.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مراسلت و رسیل مدیر و تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۹۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۱۳ | کلکتہ : چہار شنبہ ۲ - دیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵

Calcutta : Wednesday, September, 23. 1914.

ہفتۂ جنگ

(کشف حقیقت)

گو اس ہفتہ نے بھی جرمن افواج کی رجعت کا راز حل نہ کیا ہو ' مگر تاہم تاریخ جنگ میں یہ ہفتہ یقیناً نمایاں ضرور رہیگا - کیونکہ اس نے واقعات کے سمجھنے میں اچھی نہ کچھہ مدد ضرور دی ہے -

۷ - ستمبر سے خبروں نے جس انقلاب حالت کی اطلاع دینا شروع کیا ' انکا مقتضی حسب قاعدہ اخبار جنگ بالکل مشتبہ تھا ' اور یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ جرمن فوج پیرس سے ۲۰ - میل کے فاصلے تک پہنچکر خود ہٹ گئی یا ہٹا دی گئی ؟ گو دنیا کو گذشتہ ایک ماہ سے اس قسم کے واقعات کے سمجھنے کیلیے جو سمجھہ بخشی ہے ' اسکا فیصلۂ قطعی پہلی ہی صورت کی طرف تھا ' تاہم خبروں کا تحکم اسکے خلاف تھا -

چنانچہ جو تار مسٹر ولیم میکس ویل نے پیرس سے بوردیو بھیجا تھا ' وہ ان لفظوں میں ہم تک پہنچایا گیا :

" جرمن افواج بالکل پھنس گئی ہیں - انکا اپنے ملک میں صحیح سلامت پہنچ جانا معجزہ سے کم نہ ہوگا - اب پیرس کا محاصرہ نہیں ہوسکتا - گورنمنٹ فوراً پیرس میں واپس آسکتی ہے "

اسکے صاف معنی یہ تھے کہ جرمن افواج کسی نہایت ہی ہولناک مصیبت میں پھنس گئی ہیں اور حریفوں کے تاخت و تاراج نے انہیں پیچھے ہٹا دیا ہے -

جو خیال اس تار میں ظاہر کیا گیا ہے ' اگر ایسا ہی ہو تو یہ بہت عمدہ بات ہے ' لیکن دنیا کو جرمنی کے متعلق جو کچھہ معلوم ہے اسے اسقدر جلد بھلادینے کیلیے طیار نہیں کہ چھہ ہفتے کی جنگ سے اسکی قوت کا بالکل خاتمہ تسلیم کرلے - بلکہ یہ ایک ایسا تمسخر انگیز خیال ہے جو جنگ کے فریقانہ ادعاوں کے سوا کبھی زبان تک لایا بھی نہیں جا سکتا -

لیکن بہ تمام عمدہ اس اعتراف کے تکرار و اعادے میں بسر ہوا کہ جرمنی کا پیچھے ہٹنا خود اسی کا ایک اختیاری فعل تھا نہ کہ کسی دوسری قوت کا جبر - جب وہ پیچھے ہٹنے لگی تو متحدہ افواج نے بڑھکر اپنے پچھلے مقامات پر قبضہ کرنا شروع کردیا اور اس ادبار و اقدام میں جگہہ جگہہ باہم مدبھیڑ بھی ہوتی رہی " جس میں متحدہ افواج کامیاب رہیں "

ساتھہ ہی اس ہفتہ نے اس امر کا بھی فیصلہ کردیا کہ جرمنی کی یہ رجعت کسی طویل واپسی کیلیے نہیں تھی ہے جیسا کہ خیال کیا گیا تھا اور اسکی بے ترتیب واپسی کو " معجزہ " سے تشبیہہ دی تھی ' بلکہ یہ کسی غیر معلوم مصلحت کی بنا پر ایک محدود واپسی ہے اس نے صرف اپنا آخری خط ہجوم چھوڑ دیا ہے اور سرحد بلجیم سے لیکر ایک نہایت وسیع فرانسیسی رقبے پر بدستور قابض ہے - نیز وہ مورچہ بند ہیں اور جہاں آکر رک گئے ہیں ' وہاں سے ابتک نہیں ہٹائے جا سکے ' اگرچہ کہا گیا تھا کہ وہ ہٹ آئے تھے ' وہاں سے " ہٹا دیے گئے "

اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ابتدا کے دو چار دنوں تک جن مقامات کے نام لیے گئے تھے کہ جرمن فوج وہاں سے ہٹ آئی ہے یا " ہٹا دی گئی ہے " اسپر ابتک کوئی اہم اور موثر اضافہ نہیں ہوا ہے ' اور تمام عرصہ صرف مقابلوں ' حملوں ' دوجی جوابوں ' اور استحکامات و حصار کی خبروں ہی میں گذر گیا ہے - حالانکہ اگر جرمن افواج واپس ہو رہی تھیں تو ضرور تھا کہ وہ واپس ہوتیں ' جس طرح کہ واپس ہونے والے واپس ہوتے ہیں ' نہ کہ وہ کچھہ کریں جو وہ کر رہی ہیں -

تمام خبروں کی ترتیب سے صورت حال یہ معلوم ہوتی ہے کہ جرمن فوجیں اپنے خط ہجوم و اقدام میں مشرقی جانب لونیویل اور اسکے پیچھے نانسی تک پہنچ گئی تھیں - لیکن وہ بکایک پیچھے ہٹیں ' اور انکے قلب کی میمنہ کی نسبت پچھلے ہفتہ خبر ملی کہ " سواسنس " تک ہٹتا ہوا چلا آیا ہے جو نہر " اسنی " کے کنارے ہے ' اور پیرس سے جانب شمال تقریباً ۶۰ میل پر واقع ہے - اس سے مشرق میں کسی قدر نیچے (جنوب رویہ) ریم ہے ' اور ریم کے بعد ایک خط ورڈن تک چلا گیا ہے -

سگنل کے ذریعہ پوچھتا ہے کہ " تمھیں ظالم ایمڈن کی بھی کچھہ خبر ہے " ؟

ایں سخن را چہ جوابست ، تو ہم می دانی !

پھر جب اسکے سر پر پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ " کمبخت ایمڈن میں ہی ہوں " ! !

خیر ، یہ تو اس ایمڈن کی کرشمہ سازیاں تھیں - لیکن یکایک ساحل زنجبار کے قریب ایک بحری معرکے کی خبر بھی آئی ہے جسمیں جرمن کروزر کو نگز برگ نے انگریزی کروزر " پیگا سس " کو غرق کردیا - اس تار میں پہلی مرتبہ یہ نئی حقیقت منکشف ہوئی ہے کہ زنجبار کے پاس ایک جرمن کروزر موجود ہے جسکی توپیں ۰.۱۴ - انچ کی ہیں -

زنجبار مشرقی افریقہ میں ہے - اسکے ساتھہ جرمن نوآبادی پھیلی ہوئی ہے اور اسپر انگریزی قبضہ کی خبر دیگئی ہے - نقشہ کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مشرقی افریقہ عین بحر ہند کا ساحل ہے ، اور وہاں کے ایک تیز رفتار کروزر کیلیے ہندوستان کے تمام ساحلی مقامات کا راستہ بالکل کھلا ہوا ہے - وہاں جرمن کروزر کی موجودگی افریقی جرمن نوآبادیوں کے مسئلہ کو بھی پیچیدہ کردیتی ہے -

اسی سلسلے میں ان سب سے اہم تر آخری واقعہ وہ ہے جو مدراس میں واقع ہوا ہے - ابتک تو صرف سمندر کے اندر جہاز غرق کیے جا رہے تھے - لیکن اب ایک بہت بڑے ساحلی شہر پر گولہ باری تک نوبت آگئی ہے !

یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکا ہے کہ یہ کس جہاز کی کارستانی تھی ؟ ممکن ہے کہ کوئی دوسرا جہاز ہو اور ممکن ہے کہ ایمڈن ہی ہو - بہر حال اس وقت تک حادثہ کی تفصیل حسب ذیل معلوم ہوئی ہے :

" ٢٢ - کی رات کو نو بجے یکایک ایک گولہ برما اوائل کمپنی کے تیل کے خزانے پر گرا جس سے تیل میں آگ لگ گئی - پھر دوسرا گولہ آیا جس سے دوسرا خزانہ مشتعل ہوا - اسکے بعد متصل کئی گولے آتے رہے - آخر میں مدراس کے قلعہ پر گولہ باری ہوئی مگر قلعہ سے بھی جواب دیا گیا اور اسکے بعد جہاز چلا گیا -

تیل کے خزانے جل گئے - نیشنل بنک کی عمارت کا بڑا حصہ گرگیا - نئے پورٹ ٹرسٹ پر بھی گولے پڑے اور کثیر نقصان ہوا - اوائل کمپنی کے دو پہرہ دار زخمی ہوے - ایک مر چکا ہے - ایک ہندوستانی پولسمین کو بھی بندرگاہ میں گولہ لگا اور مر کر بہہ گیا - مدراس سیلنگ کلب بالکل برباد ہوگیا ہے - ریل کی مال گاڑیاں بھی مضروب پائی گئیں "

ہم یقیناً اب بھی پبلک کو اطمینان دلائینگے کہ صرف ان حوادث کی بنا پر وہ اپنا اطمینان نہ کھوے اور ہر صاحب اثر شخص کوشش کرے کہ غلط اور خود تراشیدہ افوا ہیں (جو اکثر حالتوں میں گورنمنٹ سے زیادہ خود ملک کیلیے مضر ہوتی ہیں) پھیلنے نہ پائیں ، لیکن ساتھہ ہی ہم سمجھتے ہیں کہ واقعات کے رفتار کی ایسی عجیب و شدید تیزی کا اثر کھونے کیلیے جو اب ٧٥٦٦٠٠ - پونڈ کے جہازی نقصان سے گذر کر عمارتوں ، مال و متاع کے ذخیروں ، اور انسانوں کی جانوں تک پہنچ چکا ہے ، محض زبانی تسلیاں کافی نہیں ہیں -

افکار و حوادث

حیات بعد الممات !

موجودہ جنگ یورپ دنیا کیلیے ایک عہد انقلاب و تجدد ہے - وہ دنیا کے نقشے کو بدلدیگی ' درسگاہوں کے جغرافیے از سر نو بنائے پڑینگے ' اور حکومتوں اور قوموں کو نمایاں کرنے والے رنگوں میں جو بڑے بڑے نقشوں کے اندر بھرے جاتے ہیں ' نہیں معلوم کیا کیا تبدیلیاں ہوجائینگی ؟

مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی قوت انقلاب کی سطوت ' سطح زمین کی تقسیم و تحدید ہی تک محدود نہیں ہے ' بلکہ وہ دنیا کے علمی و مادی عقائد میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کردیگی -

دنیا آجتک موت و حیات کے عقدہ کو حل نہ کرسکی - اس غیر معلوم آغاز عالم سے لیکر جسوقت سے کہ انسانی دماغ و مدرکہ نے زمین پر نشو و نما پائی ' اسوقت تک دنیا کا غیر متزلزل اعتقاد یہ رہا ہے کہ فنا کے بعد بقا نہیں ' موت کے بعد زندگی نہیں ' اور جو وجود ایک مرتبہ موت کے پنجے میں چلا گیا ' وہ پھر دوبارہ واپس نہیں آسکتا -

لیکن جو عقدہ آجتک امن اور زندگی کی مہلتوں میں حل نہیں کیا جا سکا تھا ' معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ نے خون اور موت کی قوت سے اسے حل کردیا ہے - اور زندگی کو موت سے بدلدینے والے وقت نے دعوا کیا ہے کہ وہ موت کو زندگی سے بھی بدلدے سکتا ہے !

بظاہر یہ بات انتہا ہی عجیب سمجھی جاے لیکن واقعہ یہی ہے کہ مردے زندہ ہوگئے ہیں - عجیب و غریب جرمنی فرانس کے قلعوں کے سامنے خواہ کتنی ہی نامعقول اور بے معنی طور پر آگے بڑھی ہو ' لیکن اسمیں شک نہیں کہ موت و حیات کے اس لاینحل عقدہ کے حل کرنے میں تو اس نے بہت ہی معقول اور معنی خیز پیش قدمی کی ہے !

٦ - اگست کا واقعہ ہے کہ روس اور جرمنی کے جنگی جہازوں میں ایک مقابلہ ہوا اور دونوں نے اپنی قوت سے زیادہ کام لینا چاہا - جرمن کروزر کا نام " ایمڈن " تھا ' اور روسی کروزر کا " اسکولڈ " - کچھہ عرصے تک کشمکش جاری رہی - بالاخر " ایمڈن " نے " اسکولڈ " کو ڈبادیا -

لیکن چونکہ موجودہ جنگ میں کمبخت جرمنی کیلیے کامیابیوں کے اندر بھی ناکامی ہوتی ہے اور فتح میں بھی شکست ' اسلیے قدرتی طور پر اس واقعۂ فتح کے ساتھہ ایک حادثۂ شکست کا پیوند بھی ضروری تھا - چنانچہ " ڈیلی میل " کے معزز نامہ نگار نے اطلاع دی کہ " گو روسی جہاز کو اسنے ڈبادیا لیکن ساتھہ ہی خود بھی ڈوب گیا " :

گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد !

یہ حادثہ مقام " وائی ہے وائی " کے سامنے گذرا تھا - ہمیں معلوم نہیں کہ موجودہ فن اسپر یچو ایزم (روحانیات و استحضار ارواح) نے عمق سمندر میں بسنےوالی روحوں کے متعلق بھی کوئی مشاہدہ کیا ہے یا نہیں جیسا کہ پروفیسر روابر ہار نے ارواح ارضیہ کے برزخ روحانی کے متعلق کیا تھا - تاہم یہ نو

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہٹے اور سواسنس میں مورچہ بند ہوکر شمالی رخ قینچی کے دوشاخے کی صورت میں "نایون" اور "لیون" تک پھیل گئے ' اور " نایون " سے مشرقی جانب " ریم " کے نا ہموار حصے سے ہوتے ہوئے وردن کے شمال تک اپنا خط قائم کردیا -

بحالت موجودہ بھی وہ پیرس سے تقریباً ۴۰ یا ۴۵ میل کے فاصلے پر ' اور سرحد فرانس کے اندر بخط مستقیم ۸۰ - میل سے زیادہ بڑھے ہوے ہیں -

۱۷ - ستمبر کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج کی واپسی کی سب سے بڑی جنگ اسی مقام پر ہوئی اور چار دن تک جاری رہی - شہر میں داخلہ ناممکن تھا کیونکہ مسلسل آتشباری ہو رہی تھی - تاہم " انگریزی توپخانے نے دریا کو عبور کر لیا اور نہایت مستعدی سے سفری پل نصب کر دیے - جب دشمن بھاگ گئے تو دو توپ خانوں پر بھی قبضہ کر لیا "

لیکن افسوس کہ اس تار سے یہ عقدہ حل نہیں ہوتا کہ " سواسنس " پر بالآخر قابض بھی ہوے یا نہیں ؟

لیکن اسکے بعد کی خبروں سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جرمن افواج "سواسنس" پر قابض ہیں - کیونکہ ۲۲ - کا تار ہے کہ سواسنس اور ریم کے درمیان معرکہ جاری ہے - بعض انگریزی دستوں نے سخت نقصان اٹھایا تاہم "انہوں نے استقلال کے ساتھہ اپنے کام کو انجام دیا"

(آخــــر الانباء)

آخری تار جو وزیر ہند نے ہز ایکسلنسی ویسرائے کے نام بھیجا ہے ' اسمیں اس وقت تک کی پوری تفصیل دی گئی ہے - اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰ - کو انگریزی فوج نے دریائے مارنے کو عبور کیا - اسی اثناء میں فرانسیسی بھی فاتحانہ " سول " کو عبور کرگئے - " اسنی " کے شمال میں دشمن کی حالت اچھی ہے - وہ سواسنس کے دونوں جانب مقیم ہیں اور شمال کے جانب پہاڑوں پر مورچہ بند ہیں - انگریزی افواج نے شہر کے نصف جنوبی حصہ پر قبضہ کرلیا - ۱۲ - کو " اسنی " پر پھر جنگ شروع ہوئی اور ابتک جاری ہے - ۱۳ - کو فرانسیسیوں نے " ریم " واپس لے لیا -

ریم پر گولہ باری ' گرجے کی تباہی ' جرمن وحشت کاریوں کا قصۂ طویل ' اور ممالک امریکہ وغیرہ کے احتجاج کے واقعات بھی اس ہفتہ کے اہم نقاط بحث ہیں مگر چونکہ ہمیں ایک مستقل مضمون میں موجودہ جنگ کے " وحشیانہ اعمال " پر بحث کرنی ہے اسلیے انکا تذکرہ یہاں نہیں کرینگے -

حادثــۂ بنــگال و مدراس

جنــگ کی شعلہ افشانیوں کی چنگاریاں ہندوستان تــک !

باوجود اُس پورے اطمینان کے جو ہمیں ہندوستان کے تحفظ کے متعلق ہے ' اور باوجود اُن قطعی و طبیعی جغرافیائی حقائق کے جو بحالت موجودہ حفظ ہند کا یقین دلاتے ہیں ' ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ موجودہ جنگ میں ہندوستان کے بالکل بچے رہنے کی نسبت جو کچھہ سمجھتے رہے ' وہ صحیح نہ تھا ' اور ہم نے جرمنی کو جسقدر دور دیکھا تھا ' اسقدر دور نہیں ہے !

یہ سچ ہے کہ ہندوستان محفوظ ہے - یہ بھی سچ ہے کہ ہندوستان کا اصلی بحری دروازہ سوئز ہے ' اور اسمیں بھی ابتک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کہ مشرقی افریقہ میں جرمن نوآبادیاں غیر اہم ' اور اسکے مشرقی بیڑے کو بے اثر کرنے کیلیے جاپان کی حرکت سے کام لیا جا چکا ہے - تاہم اس سے بھی تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہی جرمن قوم جو برلن میں رہتی ' بلجیم پر قابض ہوتی ' اور فرانس میں لڑ رہی ہے ' کلکتہ سے ۲۰ میل کے فاصلے تک پہنچ گئی اور خلیج بنگال میں پانچ جہاز غرق کرکے بلا ادنیٰ ضرر اٹھائے صاف نکل گئی و لیاتینہم بغتۃ وہم لا یشعرون -

ہندوستان کی خشکی اور تری پر ایک سو برس سے برٹش گورنمنٹ کا بلاشرکت غیرے قبضہ ہے - خلیج بنگال کا کونہ کونہ انگریزی جہاز رانوں کا جولانگاہ ہے - اسکے ساحلی مقامات بڑے بڑے شہروں سے معمور ہیں ' اور ہمیشہ سنا گیا ہے کہ ایک انگریزی مشرقی بیڑہ ہندوستان میں بھی رہتا ہے - پھر اس ہوشیاری اور حفظ ما تقدم کا ذکر ہی فضول ہے جو جنگ کی وجہ سے قدرتی طور پر گورنمنٹ اف انڈیا کرچکی ہے - تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ " ایمڈن " جہاز اس بے پروائی اور بے فکری کے ساتھہ گویا نہر نیل اندر چہل قدمی کر رہا ہے ' ہندوستان کے سمندر میں بے باکانہ چلا آیا اور ہماری آنکھوں کے سامنے اپنا عظیم الشان وار کرکے صاف نکل گیا ؟ پھر اتنا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ایک چھوٹے سے کروزر کو ہماری مجموعی طاقت بھی ابتک گرفتار نہیں کرسکی ہے ؟

ہم مقامی معاصر اسٹیٹسمین کے لفظوں میں پوچھہ سکتے ہیں گو اسے زیادہ طول نہ دیں ' کہ کیا ہندوستان کی گورنمنٹ نے ہمارے اطمینان کیلیے یہی انتظام کیا ہے جو تازہ واقعات ہمیں بتلا رہے ہیں ؟ ہم ناخواندہ پبلک کو الزام دیتے رہے کہ وہ لاحاصل گھبرا اٹھتی ہے - یقیناً اسے اب بھی گھبرانا نہیں چاہیے ' لیکن ساتھہ ہی گورنمنٹ بھی تو اسکے لیے جوابدہ ہے کہ وہ ایک معمولی کروزر کی لائی ہوئی آفتوں سے بچنے کیلیے پیشتر سے کیوں طیار نہ تھی ؟

کاش یہ سلسلہ یہیں تک ختم ہوجاتا - لیکن عجیب و غریب ایمڈن کی یادگار جرأتوں کی (خواہ وہ کوئی بھی ہو) بے اختیار داد دینی پڑتی ہے کہ خلیج بنگال سے غائب ہوکر پھر دوبارہ نمایاں ہوا ' اور ۱۹ - کو رنگون سے تار آیا کہ اس نے ایک اور جہاز غرق کردیا ہے !

یہ انکشاف کلین لائن اور کلین تھیسن کے ملاحوں اور افسروں کے ذریعہ ہوا جو ۱۹ - کو رنگون پہنچے - انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمڈن نے انکے جہاز کو عین دریائے ہوگلی کے سامنے غرق کردیا اور جہاز کے تمام آدمیوں کو کوئلہ کے ایک جہاز پر سوار کرادیا جو اسکے ساتھہ تھا - پھر دونوں رنگون کی طرف روانہ ہوے - راہ میں ایک اور جہاز " ڈورے " کو گرفتار کیا ' اور قیدیوں کو اسپر منتقل کرکے حکم دیا کہ جہاز پر کوئلہ بھریں - نصف ڈالر (یعنی تقریباً سوا روپیہ) یومیہ اجرت ملیگی - اسکے بعد سب لوگ ڈورے پر سوار کرائے گئے اور انکا کرایہ دیکر رنگون بھجوا دیا -

کیا عجیب واقعات ہیں ! خلیج بنگالہ ' دریائے ہوگلی ' پوری کا ساحل ' کلکتہ کا قرب ' اور ایک چھوٹے سے جرمن کروزر کی یہ فرماں روائیاں کہ جس کو چاہا گرفتار کیا ' جس کو چاہا غرق کردیا ' جسکو حکم دیا اسنے قیدیوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا ! کل تک یہ باتیں ناممکن تھیں - آج واقعات ہیں !

پھر ایمڈن کا شریفانہ سلوک اور بہتر سے بہتر انسانیت و اخلاق ایک ایسا موضوع بحث ہے ' جسکی جزئیات کو بغیر ایک مستقل مضمون کے سمیٹنا ممکن نہیں - معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم سے ایک طرح کی جنگی دل لگی کر رہا ہے - سمندر کے اندر رہکر اپنے کارناموں کے پیامبروں کو بحفاظت رنگون اور کلکتہ بھیجدیتا ہے تاکہ اسکی جرأتوں اور شرافتوں کا افسانہ اچھی طرح ہمیں سنادیں !

اس سے بھی بڑھکر اسکے کپتان کی ستم ظریفی یہ ہے جو انڈین ڈیلی نیوز نے عام روایات کو نقل کرتے ہوے لکھی ہے - وہ جب کبھی کسی جہاز کو اپنے قریب پاتا ہے تو خود ہی اس سے

الہـــلال کا آئندہ نمبر جنگ کے مناظر و تصاویر کا خاص نمبر ہوگا

اُسوۂ حسنہ

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

غزوات اسلامیہ

اور اسکی یادگاریں

(۲)

(گذشته اشاعة کے مقالۂ افتتاحیه کے بعد)

دنیا کی موجودہ اور گذشتہ جنگوں کے نتائج تمہارے سامنے ہیں - قتل ' آتشزدگی ' سلب و نہب ' بربادی علم ' ہلاکت عمران و تمدن کے سوا تمہیں اور کچھہ نہیں نظر آتا - اب آؤ ' اُس قوم کی جنگوں کی یادگاروں کی جستجو میں نکلیں جس نے اپنا مقصد ظہور " قیام صلواۃ الہی ' امر بالمعروف ' نہی عن المنکر اور ایمان باللہ " بتلایا' اور اسکے دشمنوں نے اول روز ہی سے اسے مسلح ہو جانے پر مجبور کردیا - ہم ڈھونڈھیں گے کہ جنگ کے میدانوں میں وہ اپنے مقصد کی حفاظت کر سکی یا نہیں ' اور جب خون اور مٹی کے کیچڑ پر سے گزری تو جنگ کی کیا کیا یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئی ؟

اس سفر جستجو میں متعدد منزلیں پیش آئینگی - سب سے پہلے ہم روحانی یادگاروں کو جمع کرتے ہیں - اس سے ثابت ہوگا کہ مسلمانوں کی غزوات کی سب سے پہلی یادگار " عبادت الہی " ہے - عبادت اسلامی کے ارکان عظیمہ پانچ ہیں : نماز ' روزہ ' صیام ' حج ' زکواۃ - ان میں سے کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جسکے لیے غزوات نبویہ کی یادگاریں سامنے نہ آجاتی ہوں - سب سے پہلے نماز سے شروع کیجیے -

(ارکان صلواۃ)

عبادت الہی روحانیت کا سرچشمہ ' ہدایت قلبی کا منبع ' نیکی کا مرکز ' برکات الہیہ کا مہبط ' اور انسان کو تمام بہیمی قوتوں اور نفسانی جوشوں سے بچانے والی ہے :

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء و المنكر ! (۲۹ : ۴۵)

نماز انسان کو تمام برائیوں سے روک دیتی ہے (کیونکہ اسکی وجہ سے ہمیشہ خدا کے تعلق کا تصور قائم رہتا ہے !)

پس وہ ایک قلعہ ہے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گھسنے نہیں دیتا ' لیکن اس قلعہ کے ستونوں کو اس قوم کے سفر جہاد و غزوات ہی نے قائم کیا تھا :

كان النبي صلعم و جيوشه اذا علوا الثنايا كبروا و اذا هبطوا سبحوا ' فوضعت الصلوة على ذالك (ابو داود جلد - ۱ - ص ۳۴۹ كتاب الجهاد)

آنحضرت اور مجاہدین کی فوجیں جب پہاڑیوں کے اوپر چڑھتی تھیں تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتی تھیں ' اور جب اوپر سے نیچے کی طرف اترتی تھیں تو سبحان اللہ کا نعرہ مارتی تھیں - پس نماز میں قیام و قعود ' رکوع و سجود ' اور تکبیر و تسبیح کو اسی قالب میں ڈھالا گیا -

اس سے ظاہر ہوا کہ نماز کے ارکان لڑائی ہی کی بدولت وجود میں آے - اسلیے نماز مسلمانوں کی لڑائیوں کی ایک پہلی یادگار ہے -

تمام نمازوں میں " صلوة الخوف " جہاد کے ساتھہ مخصوص ہے جسکے احکام اور نمازوں سے مختلف ہیں :

و اذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك و لياخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم و لتات طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معك و لياخذوا حذرهم و اسلحتهم ود الذين كفروا لو تغفلون عن اسلحتكم و امتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة (۴ : ۱۰۳)

اور جب تم مجاہدین کی صف میں نماز پڑھنا چاہو تو پہلے ایک گروہ تمہارے ساتھہ اپنے ہتیار لیکر شریک نماز ہوجاے - جب وہ سجدہ کرچکیں تو پیچھے ہوجائیں تاکہ حفاظت کرتے رہیں اور دوسرا گروہ آے جسنے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے - اور چاہیے کہ نہایت ہوشیاری کے ساتھہ مسلح ہوکر تمہارے ساتھہ نماز ادا کریں - کیونکہ کفار موقع ڈھونڈھہ رہے ہیں کہ تم اپنے ہتیار اور اپنے مال و متاع سے غافل ہو جاو تو دفعتاً تم پر ٹوٹ پڑیں -

مجاہدین اسلام نے اپنی اس یادگار کے ذریعہ دنیا کو دکھادیا کہ خدا کی صداقت کی محافظ قوم دشمن کے مقابلے میں اپنی روحانی یادگاروں کو کیونکر قائم رکھہ سکتی ہے ؟ جبکہ میدان جنگ میں تمام قومیں فرصت کے لمحوں کو ستانے اور کھانے پینے میں خرچ کرتی ہیں تو مسلمان تلواروں کے سایے کے نیچے اپنی مہلت کی گھڑیاں صرف اللہ کی عبادت میں صرف کیا کرتے تھے !

غرضکہ صلوة الخوف بھی اسلامی غزوات کی ایک یادگار ہے -

(واقعۂ حضرت حبیب انصاری)

اسلام میں دو رکعت کی ایک اور نماز بھی بطور یادگار کے قائم رہی گئی ہے جو ایک مظلوم مجاہد کے جوش مذہبی کی یادگار ہے - اسلام صبر و استقلال ' تقوی و طہارت ' اور خشوع و خضوع کا ایک قلعہ تھا جسکو میدان جنگ میں کھڑا کیا گیا تھا :

ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص (۶۱ : ۴)

خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اسکی راہ میں اس استقلال کے ساتھہ صف بستہ لڑتے ہیں ' گویا ایک دیوار ہیں جسکے اندر سیسہ پگھلا کر بھر دیا ہے !

اس لیے اسلام نے سخت مصیبت کی حالت میں بھی عزم و استقلال کی زندہ امثال یادگار چھوڑی ہیں - اسنے فساد کی لڑائیوں کو روکنے کیلیے عدالة کی جتنی لڑائیاں لڑیں ' انکی یادگاروں میں اسکے سوا اور کچھہ نہیں ہے -

ایک بار آنحضرت (صلعم) نے فوج کے دس دستے روانہ کیے اور عاصم بن ثابت انصاری کو انکا امیر مقرر فرمایا - جب یہ لوگ مقام ہداۃ میں پہونچے تو قبیلہ بنولحیان کو انکا پتہ لگ گیا ' اور ادھر سے دو سو قدر انداز انکے پیچھے روانہ کردیے - جب عاصم نے دشمن کے مسلح گروہ کو دیکھا تو پہاڑ پر چڑہ گئے - دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور امان دیکر پہاڑ سے اترنیکی خواہش کی ' لیکن عاصم نے کہا : میں کسی کافر کی امان سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا - اسپر ان لوگوں نے تیروں کی بارش شروع کردی ' اور وہ سات آدمیوں کے ساتھہ شہید ہوگئے -

مگر فوج کے تین دستے عہد و میثاق لیکر اتر آے - ان میں حبیب انصاری اور ابن دثنہ بھی تھے - کفار نے کمانوں کی زہ اتار لی ' اور اوس سے ان لوگوں کو باندھہ لیا - ان کے ساتھہ ایک

یقینی ہے کہ سمندر میں مرنے والے اجسام کی ارواح کیلیے بھی وہ تمام انتظامات ضرور ہی ہونگے جو خشکی پر آزاد ہونے والی روحوں کے متعلق تسلیم کیے جاتے ہیں -

بہر حال مقتول و متوفی ایمڈن مع اپنے ۲۵ ناٹ رفتار والے انجن اور ۴×۴ - انچ والی دس توپوں کے (جنھیں بمنزلہ روح کے سمجھنا چاهیے) اور مع اپنے آهنی چادروں اور چوبین در و دیوار کے (جو یقیناً اسکا جسم و استخوان ہے) بحر چین کے نیچے پہنچا اور ملائکۂ اموات کے سپرد کردیا گیا - اسکے بعد انسان کی موجودہ ما بعد الطبیعۃ معلومات اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے اور کچھہ نہیں بتلاتی کہ کیا ہوا ؟

" قبر کا منھہ جب ایک بار لے لیتا ہے تو پھر واپس نہیں کرتا - فنا و ممات کے قانون میں کسی کیلیے رعایت نہیں - ڈوبے ہوؤں کو کسی نے زندہ اچھلتے نہیں دیکھا ہے' اور جو مرجاے پھر اسکی نسبت کسی خبر کے سننے کا انتظار لا حاصل ہے "

ہاں یہ سب سچ ہے' لیکن ڈوبے ہوے " ایمڈن " نے اپنی ایک جنبش صعود میں قوانین طبیعیۃ کی ان تمام حقیقتوں کو یکسر غلط کردیا !

کیونکہ قبر شق ہوگئی ' قانون ممات نے استثنا قبول کرلیا ' سمندر کی موجوں نے راہ دیدی' اور " ایمڈن " مرکر پھر زندہ ہوگیا ! وہ بحر چین کے سمندر کے عمق سے اڑا' اور خلیج بنگال کی سطح پر نمودار ہوا - دنیا اسکو موت کے حوالے کرکے بھلا چکی تھی ' مگر افسوس کہ اس نے دنیا کو نہ بھلایا ' اور اسکے جہازوں کو غرق کرنے کیلیے دوبارہ آ موجود ہوا !

۹ - اگست کو اسپر موت طاری ہوئی تھی - اور ۹ سپتمبر کے بعد سے اسکی نشئۂ ثانیہ کا ثبوت ملنا شروع ہوگیا - گویا پورا ایک ماہ اس نے عمق سمندر کے دار الارواح میں بسر کیا - بلاشبہ قدیم روایات میں " تین دن کے بعد " مرکر جی اٹھنے کی بعض مذہبی مستثنیات طبیعۃ ملتی ہیں ' لیکن تیس دن کے بعد ڈوبکر زندہ ہوجانے کی بظاہر کوئی نظیر تاریخ قدیم اور " مقدس " روایتوں میں بھی نہیں ملیگی - یہ فی الحقیقت مسئلۂ حیات و ممات کے حل کی جانب ہمارے علمی عہد کا اولین کامیاب قدم ہے !

اب تک یورپ کے روایتوں سے ہمیں " جرمنی " کی عظیم الشان جنگی طیاریوں کی روایتیں سنائی دیتیں' اسکی فوجی قوت اور نظام کے دبدبۂ و سطوت کی ترجمانی کی تھی' ہم نے علم و تمدن اور ایجاد و اختراع کے میدان میں بھی اسکا قدم سب سے آگے دیکھا تھا ' اور اسکی یونیورسٹیوں اور علمی جماعتوں کے خالص علمی کارناموں کی جو داد عملاً تمام عالم تمدن دے رہا تھا ' اسمیں شریک ہوگئے تھے -

پھر موجودہ جنگ شروع ہوئی - روایتوں اور جنگی و قومی اعتقادوں کا موسم یکایک بدلا - سفیدی سیاهی سے ' بلندی پستی سے ' عروج تنزل سے ' نیکی بدی سے ' اور ملکوتیۃ ابلیسیت سے ' ناگہاں بدلدی گئی ' اور ہم سے کہا گیا کہ اب سے پہلے جو کچھہ تم سے کہا گیا ہے اور جو کچھہ تمنے دیکھا اور سنا ہے' سب یکسر بھلا دو ! ہم نے ایسا ہی کیا' اور ایسا ہی کرینگے - تا وقتیکہ ہر شے کو بدلدینے والی یہ جنگ ختم نہ ہوجاے -

لیکن " ایمڈن " کے دوبارہ زندہ ہوجانے اور' اپنی نئی زندگی کا ایسا تلخ اور غم انگیز ثبوت دینے نے جرمنی کے متعلق طرح طرح کے نئے وسوسوں کی طرف رہنمائی کردی ہے' اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں اُس کی فوجی اور علمی طاقتوں کی گذشتہ روایتوں کیطرح ' اسکی خوفناک اور ما فوق العادۃ قوت کی بھی ایک نئی روایت پیدا نہو جاے - کیونکہ ۹ - سپتمبر والے ایمڈن کا نیا "بھوت" دنیاے قدیم کے روایتی جنوں کی طرح بہت ہی عجیب ہے !

لیکن اگر فرشتۂ موت کی گرفت ہمارے حریف کیلیے ایسی ہی ڈھیلی ہوگئی جس سے صرف تیس دن کی جد و جہد کے بعد چڑیا نکل کر اڑ جا سکتی ہے' تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری مشکلات کا اصلی میدان دنیا سے باہر ہے - اگر صرف کمبخت " ایمڈن " دوبارہ آگیا یا بقاعدۂ تناسخ اسے نیا چولا ملگیا تو چنداں ہرج نہیں' لیکن اصلی سوال آیندہ کا ہے - ڈیلی میل کے صادق الروایۃ نامہ نگار کی موت بخشی کی طرح موت و حیات کی اور بہت سی تقسیمات بھی ہمارے سامنے ہیں' اور ہماری معلومات کی فہرست اموات بڑی ہی وسیع ہے - اگر خدا نخواستہ موجودہ عہد کے مرنے والوں کی موت اسی طرح صرف تیس دن کی موت ثابت ہوئی' تو نہیں معلوم اور کتنے کروزروں' کتنے ہوائی جہازوں ' اور کتنی ہی مقتول لاشوں کو ہمارے فہرست کے خانۂ اموات میں سرخ پنسل کی لکیر نصیب ہوگی !

اس سے بھی ایک زیادہ دلچسپ لطیفہ ہے جو جنگ کی اس خشک اور عاجز کن مشغولیت کے عہد میں امید ہے کہ تبدیل ذائقہ کیلیے بہت ہی کار آمد ہوگا - بعض عوام کے خیال میں جو اپنے ہر قول کے سند میں " داستان امیر حمزہ " کی کسی جلد سے بحوالۂ صفحہ و سطر استشہاد کرنے کی اعلی قابلیت سے کبھی نہیں چوکتے ' یہ جہاز واقعی ایمڈن نہیں ہے جو جنگ کی خبروں کے عالم میں مرچکا ہے' بلکہ اسکی ایک خبیث روح ہے جو ایمڈن کا بھوت بنکر نمودار ہوئی ہے - بڑا ثبوت اس فلسفہ کی صداقت کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ۱۰ - سے ۱۴ - تک نمایاں ہونے والا ایمڈن واقعی ایمڈن ہی ہوتا تو اسے ہندوستان آنے کی کیسے جرات ہوتی ؟ اور آگیا تھا تو ابتک کیسے بچا رہتا ؟ کچھہ نہیں - یہ ایمڈن کا بھوت ہے - اور بلجیم میں جرمنوں کی جو وحشیانہ حرکتیں بیان کی گئی ہیں ' انکے لحاظ سے یقیناً مرنے کے بعد وہ خبیث روحوں ہی کی شکلوں میں مسخ کردیے جاتے ہونگے - پاک روحوں کے برزخ میں تو صرف نیک اعمال انسانوں کو جگہ ملسکتی ہے - قتل و غارت کرنے والے بدکردار اگر مرکر بھوت نہیں بنینگے تو کیا فرشتوں کے آشیانوں میں بھیجدیے جائیں گے ؟

بہر حال خواہ کچھہ ہی ہو مگر ہمیں امید ہے کہ جنگ کی خبریں دینے والے آیندہ زندگی و موت کی ایسی بخشش سے ہمیں معاف رکھینگے' اور جب کسی کو مارینگے تو دنیا کے اسی قدیم طریقے کے مطابق مارینگے جسکے بعد نہ تو ڈوبے ہوے اچھل سکتے ہیں' اور نہ مرے ہوؤں کی روحیں بھوت بنکر بے خبر زندوں کو ستانے کیلیے نکل سکتی ہیں - اس نئی موت اور غرقابی کے علمی تجربے کیلیے سردست ہم لوگ طیار نہیں ہیں - اگر موت کا پھندا واقعی اتنا کشادہ ہوگیا ہے کہ اب مردوں کی گردنیں پھنسکر باسانی نکل پڑتی ہیں تو براہ عنایت اسکا تجربہ بالٹک اور نورتھہ سی ہی تک محدود رکھا جاے تو بہتر ہے - اگر ہر روز ایک سر ڈوبے ہوے جہاز بھی اچھل پڑینگے جب بھی ہمیں کوئی شکایت نہوگی - لیکن غریب اور بے قصور ہندوستان کے سمندروں کو تو اسکا تختۂ مشق نہ بنایا جاے -

کیونکه بظاهر یه ایک وقتی حکم تها ' لیکن پهر رک گئے کیونکه انکی نظر دقیقه سنج نے محسوس کیا که یه یاد گار مسلمانوں کیلیے همیشه درس شجاعت وتحریک عزائم کا وسیله هے' اور هرسال یاد دلاتی هے که انکے اسلاف کرام نے ضعف جسمانی کی حالت میں بهي کس طرح اپنی صولت اسلامي کو قائم رکها تها ؟

(نتائج واقعه افک)

حضرت عائشه رضي الله عنها کا واقعه افک بهی جو ایک سفر جهاد میں پیش آیا تها ' اسي سلسلے کي روحانی یادگار هے - یه یادگار اگرچه ابتداء میں نهایت درد انگیز معلوم هوئی' لیکن در حقیقت خدا کی رحمت کا بهت بڑا خزانه اسکے اندر مستور تها - قرآن مجید میں عورتوں کے تمدنی حقوق کی حفاظت کیلیے ایک خاص سورة سورۂ نساء نازل هوئی جسکو عورتوں کی مخصوص یادگار کہا جاسکتا هے - لیکن اونکی وضع' لباس' طرز معاشرت' حقوق منزلی وغیره کی عام اصلاح کے متعلق اب تک کوئی آیت نازل نہیں هوئی تهی - مگر اس واقعه کے بعد هی سورہ "نور" اوتري جو زیاده تر انهی احکام سے مملو هے -

چهٹی صدی عیسوی میں انسان کا یه شریف تر نصف حصه انتها درجه کی بیکسی وذلت میں ڈالدیا گیا تها - تمدن اور مذهب' دونوں نے اسکے ساتهه بے رحمی کی تهی - اسلام نے سب سے پہلی مرتبه عورتوں کے حقوق کا اعلان کیا اور انکے معاشرتی درجه کو خاندان میں سب سے زیاده نمایاں جگه دی - لیکن اس انقلاب کا بڑا حصه سورۂ نور کے نزول سے وجود میں آیا هے اور سورۂ نور ایک سفر جنگ کو یاد دلاتي هے - پس عورتوں کے حقوق کي سب سے بڑي اور سب سے پهلي اصلاح بهي غزوات اسلامیه هي کي یادگار هے -

حد قذف اور حد زنا کے متعلق بهي اب تک کوئی آیت نازل نہیں هوئی تهی' لیکن اس واقعه کے بعد هی ان حدود کی تعین کے لیے آیتیں نازل هوئیں -

حضرت عائشه کی فضیلت اگرچه عام طور پر مسلم تهی' لیکن قرآن مجید کی برأت نے اسکو اور بهی قطعي کردیا' پس یه واقعه ان احکام کی روحانی یادگاروں کا ایک مجموعه هے جنکو حدود الله کے جامع و مختصر لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے - وه ازواج مطهره کے فضائل مخصوصه کا ایک باب هے جسکو کفار نے کهولدیا تها - یهی وجه هے که قرآن مجید نے اسکو مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کہا :

لا تحسبوه شرا لكم' بل هو خیرلکم (۲۴ : ۱۱) اس واقعه کو برا نه سمجهو' وه تو تمهارے لیے موجب خیرات و برکات هوا -

(اسلامي یادگاروںکا عجائب خانه)

دنیا کی دوسري قوموں نے اپنے نمایاں کارناموں کي مادي یادگاریں قائم کی هیں - خاص خاص لڑائیوں کو مختلف محسوس طریقوں سے نمایاں کیا هے - عجائب خانوں میں سلاطین قدیم اور جانباز بهادروں کے آلات جنگ محفوظ رکهے هیں - انکی یادگار میں مجلسیں مقرر هوتي هیں' اور شادي و غم کي قومي و ملکی تقریبیں قائم کی جاتی هیں - اسلام نے اگرچه اس قسم کا کوئی عجائب خانه نہیں بنایا' تاهم اسکی یادگاریں محفوظ هیں - اسکی لڑائیوں کي یادگار لوهے کي تلوار نه تهي جو عجائب خانه میں رکهدي جاتي' بلکه وه روح و دل کے تغیرات و انقلابات تهے' جنکے لیے تمام عالم انسانیة یکسر عجائب خانه هے !

مکه اور مدینه میں عجائب خانے کیلیے ایک چهوٹی سے عمارت بنادي جاتي تو اس سے کیا فائده هوتا جبکه تمام دنیا کي سطح ارضي اسکے لیے دارالاثار بنگئي هے ؟ بدر اور حنین کي ڈهالیں اور نیزے یورپ کي طرح هم نے بچا کر نہیں رکهے - کیونکه بدر کے اندر نیزوں کے سامنے جو هاتهه الله کی عبادت کیلیے اٹهتے تهے' وه ابتک چالیس کروڑ انسانوں کے اندر سے هرروز دن میں پانچ بار اٹهکر بدر کي یاد کو مٹنے نہیں دیتے' اور اس محسوس اور حي و قائم یادگار نے همیں معدني اور سنگی یادگاروں سے مستغني کر دیا هے !

(حاشیه)

(۱) مسلمانوں نے (بزعم یورپ) غزوه بدر میں کفار کا جو قافله لوٹ لیا تها ' اوس میں بچوں کا ایک کهلونا بهی تها جو خوش قسمتي سے ابن زبیر کے هاتهه آگیا تها - یه کهلونا کیا تها ؟ راه حق میں ایک گهرا زخم جسکے سوراخ سے بچوں نے کهیلا ! ابن زبیر اپنے والد کي نسبت کهتے هیں :

ضربـة ضربهـا یوم بدر	اون کے مونڈهے پر بهت سے زخموں کے
قال عروه کنت ادخل	ساتهه ایک وه زخم بهي تها جو اونکو
اصابعي فی تلـــك	معرکه بدر میں لگا تها - عروه کهتے
الفـــريات العب -	هیں که میں اون زخموں کے اندر اونگلی ڈال کر کهیلا کرتا تها !

انهی کهلونوں سے فرزندان اسلام کیلیے جان پر کهیل جانے کو ایک کهیل بنا دیا تها !!

(۲) غزوات اسلامیه میں واقعه بدر نهایت اهم هے جس نے دنیا کي تاریخ بدلدي - صحابه اسکے هر واقعه کو یاد رکهتے تهے اور اس عهد کي هر چیزکو یادگار سمجهتے تهے - انهي یادگاروں میں حضرت ابن زبیر کي تلوار بهی تهی جسکے جوهر اونهوں نے معرکه جنگ میں دکهائے تهے - جب عبد الله ابن زبیر (رض) او عبد الملک ابن مروان نے قتل کروادیا ' تو اونکے صاحب زادے عروه بن زبیر کو بلاکر یه تلوار دکهائی اور کہا : " تم اس کو پهچانتے هو؟ " اونهوں نے کہا " هاں " عبد الملک نے اوسکي نشانی پوچهی - اونهوں نے جواب دیا که وه غزوه بدر میں ایک جگه سے کند هوگئی هے - مروان نے کہا سچ هے:

بهن فلول من قراع الكتائب !

"وه تلواریں دشمنوں کے جسم پر لگتے لگتے کند هوگئي هیں " چنانچه اس مصرع کو پڑهکر یه خانداني یادگار عروه بن زبیر کو دیدي - لوگوں نے ۳ - هزار تک قیمت لگائي اور ایک شخص نے اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجهکر خرید لیا -

کسي زمانے میں مسلمانونکی تلواریں دشمنوں کے جسم پر لگتے لگتے کند هوجاتي تهیں - اب نیام میں پڑے پڑے کند هو جاتي هیں:

ابتدا وه تهي' انتها هے یه !

و بلوناهم بالحسنات والسئیات ' لعلهم یرجعون !

تیسرا شخص بھی تھا - اوس نے کہا : " یہ پہلی عہد شکنی ہے جس سے مجھے قتل و خون کی بو آتی ہے - میں انکے ساتھہ نہیں جا سکتا " اون لوگوں نے جبرا ساتھہ لیجانا چاہا مگر اوسنے انکار کردیا ' یہانتک کہ شہید کردیا گیا - وہ حبیب اور ابن دثنہ کو ساتھہ لیگئے اور مکہ میں غلام بناکر بیچ دیا - قبیلہ بنو حارث ابن عامر نے حبیب کو خرید لیا ' اور چونکہ یہ وہی حبیب تھے جنھوں نے غزوۂ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کردیا تھا - اس لیے اون لوگوں نے اس خون کا انتقام لیناچاہا ' اور اونکو حرم سے باہر قتل کرنے کیلیے لیگئے کہ دار الامن میں قتل ناجائز تھا -

لیکن حضرت حبیب نے عزم و استقلال نے شہادت کے وقت ایک روحانی یادگار قائم کردی - اونھوں نے دشمنوں سے دو رکعت نماز کی اجازت چاہی - کفار نے اجازت دیدی - اونھوں نے نہایت سکون و اطمینان کیساتھہ نماز ادا کی ' اور کہا کہ اگر تملوگ اسکو جزع و فزع کے لیت و لعل پر محمول نہ کرتے اور یہ بدگمانی نہوتی کہ میں موت کیوقت میں تاخیر ڈالنے کیلیے بہانہ کرتا ہوں تو میں نماز کو اور زیادہ طول دیتا اور بہت دیر تک اپنے خداوند کے حضور رہتا ! اسکے بعد یہ اشعار پڑھے :

ما ابالی حین اقتل مسلماً علی ای شق کان للہ مصرعی

"جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں تو مجھے کچھہ پروا نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو پر جان دونگا ؟ "

و ذلک فی ذات الالہ و ان یشاء یبارک علی اوصال شلو ممزع

" میرا قتل صرف خدا کی راہ میں ہے ' اور اگر وہ چاہے تو کاٹے ہوے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے "

کفار نے اونکو نہایت بیدردی کے ساتھہ باندھ کر قتل کردیا ' او ر اونھوں نے ان دو رکعتوں او ہر اوس شخص کیلیے بطور ایک زندہ سنت صبر و ثبات کے یادگار چھوڑا جو ایسے ظالمانہ طریقہ سے قتل کیا جاے !

اسلامی غزوات کی ایک یادگار یہ تھی !

(تیسرات طہارت)

عبادات اسلامیہ کی آسانیوں میں تیمم خدا کی دی ہوئی ایک یادگار آسانی ہے - اسکے برکات کا ظہور زیادہ تر سفر ہی میں ہونا ہے - آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کا سفر اکثر جہاد ہی کیلیے ہوا کرتا تھا ' اسلیے سفر ہی میں مسلمانوں کو یہ عطیہ الہی بھی دیا گیا - چنانچہ ایک سفر میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھہ تھیں - سوء اتفاق سے راستے میں اونکا ہار گم ہوگیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کے ساتھہ اوسکے ڈھونڈھنے کیلیے ٹھہر گئے لیکن منزل پر دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا - صحابہ نے حضرت صدیق (رضی اللہ تعالی عنہ) سے اسکی شکایت کی - اونھوں نے حضرت عائشہ پر ناراضی ظاہر کی کہ تمہاری ہی غفلت نے تمام قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کو رکھا ہے - چنانچہ اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی ' اور تمام صحابہ مسرت کے لہجے میں پکار اٹھے :

ما ہی باول برکتکم یا آل ابی بکر ! (بخاری)
اے آل ابی بکر ! یہ کچھہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے !

اس بنا پر تیمم بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے -

(تیسرات صلواۃ و صیام)

حالت سفر میں قصر اور رمضان میں افطار صوم کی اجازت بھی جہاد ہی کی راہ میں آسانیاں پیدا کرنے کیلیے دی گئی قران کریم کی آیات قصر میں صاف طور پر جہاد کے مواقع کا ذکر اوپر گزر چکا ہے - حضرۃ عائشہ فرماتی ہیں کہ حکم قصر دراصل جہاد کیلیے ہوا تھا - (بخاری)

(حج)

عبادات اسلامیہ میں حج مختلف یادگاروں کا مجموعہ ہے - وہ جس گھر میں ادا کیا جاتا ہے ' خدا کے سب سے برگزیدہ بندے کے ہاتھہ کی قائم کی ہوئی یادگار ہے :

و اذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسمعیل : ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (۲ : ۱۲۱)

جب حضرت ابراہیم اور اسمعیل خانہ کعبہ کی دیواریں چن رہے تھے تو اسوقت یہ دعا انکی زبانوں پر تھی کہ خدایا ! ہمارے اس عمل کو قبول کرلے ! توہی سننے والا اور جاننے والا ہے !

بلکہ دنیا کی مذہبی یادگاروں میں سب سے قدیم یادگار وہی ہے :

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ہدی للعالمین (۳ : ۹۰)

پہلا گھر جو انسان کی پرستش گاہ بنایا گیا ' وہی گھر ہے جو مکہ میں تمام دنیا کی برکت و ہدایت کیلیے تعمیر کیا گیا -

ان بندوں نے خدا کے وحدانیت کی ایک زندہ رہنے والی یادگار قائم کی تھی - خدا نے بھی اوسی میں اونکی یادگار قائم کردی :

فیہ آیات بینات مقام ابراہیم (۳ : ۹۱)

اس گھر میں مقام ابراہیم ایک نمایاں یادگار مقدس ہے !

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا حضرۃ ہاجرہ کی اس سراسیمگی کا منظر تازہ کرتی ہے جب وہ پانی کی جستجو اور بچے کی محبت میں پریشان حال تھیں - چاہ زمزم قدرت الہی کی اس کرشمہ سازی کو یاد دلاتا ہے ' جس نے وادی غیر ذرع (بنجر اور خشک سر زمین) میں خدا کی رحمت کے دبے ہوے چشمے کا منھہ کھولدیا تھا - قربانی حقیقت اسلامیہ کی اس جاں فروشی اور فدویت کے سر روحانی کو محسوس و ممثل کر دکھاتی ہے ' جس نے حضرت خلیل و ذبیح علیہما السلام کے اندر سے ظہور کیا تھا - "رمی جمار" اس بہیمی و ابلیسی قوتوں سے دنیا کو روکتا ہے جو اس پاک مقاصد کی تکمیل میں سنگ راہ ہو رہے تھے -

لیکن غزوات اسلامیہ نے ان یادگاروں میں ایک یادگار کا اور اضافہ کر بھی دیا - فتح مکہ سے ایک سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے قریش مکہ سے صلح کرلی تھی جو صلح "حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے - اس صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھہ عمرہ کے لیے تشریف لاے تو صحابہ کو مدینہ کی آب و ہوا نے چور چور کردیا تھا ' او ر بخار کے عام ابتلاء نے اونکی طاقت رفتار سلب کردی تھی - اس ضعف کا اثر طواف کی حالت میں بھی صاف نمایاں ہوتا تھا اور مکہ والے دیکھتے تھے -

اسپر کفار نے جو اسلام کی فوجی طاقت کا ہر موقع پر امتحان لیتے رہتے تھے ' طنز آمیز لہجہ میں کہا :

او ہنتہم حمی یثرب ! مدینہ کے بخار نے تو اونکو چور چور کردیا ہے - (مسلم)

اگرچہ ابھی تک عملاً اونکو یہ یقین نہیں دلایا جاسکتا تھا کہ یہی ناتوان ہستیاں' یہی ضعیف بندے' ایک دن اونکی قوت کے سر پر غرور کو کچل دینگے' تاہم علامات و آثار دکھلاے جاسکتے تھے - اسلیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ و سلم) نے صحابہ کو تندرستوں کیطرح اکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ روح کی ایمانی قوت کو جسم ضعیف کے پردے میں بھی نمایاں کریں - یہ یادگار اب تک قائم ہے' اور اسکو فقہاء کی اصطلاح میں "رمل" کہا جاتا ہے جسکے معنے اکڑنے کے ہیں - حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسکو موقوف کردینا چاہا تھا

کبھی کبھی کتوں کی زرهوں میں مشعل بھی لٹکا دیتے تھے اور وہ دشمن کے خیموں میں بڑھکر آگ لگا آتے تھے -

کتوں کے فوجی نظام تعلیم نے آگے چل کر اس سے بھی زیادہ نشو و نما حاصل کی - سنه ۱۴۷۶ میں جب سوئٹزرلینڈ اور برگنڈي میں معرکہ کارزار گرم ہوا تو فوج کے ساتھہ دونوں طرف کے کتے بھي باهم سرگرم پیکار تھے اور سوئٹزرلینڈ کے کتوں نے برگنڈي کے کتوں پر فتح پائي تھي -

(عہد جدید کے ابتدائي فوجي کارنامے)

جدید دور تمدن کي ابتدائي تاریخ بھي کتوں کے کارنامہ هاے شجاعت و جلادت سے لبریز هیں - چنانچہ کوالمیس نے جنگ امریکا میں جن اجزاء سے اپني فوج کو مرتب کیا تھا' اون میں ۲۰ - کتے بھي تھے - ان کتوں نے ایسے ایسے نمایاں کام کیے کہ پادشاہ اسپین کو حکم دینا پڑا کہ انکے لیے بھی تمام فوج کي طرح تنخواهیں مقرر کردي جائیں !

اوسٹرلٹس کے اوس مشہور واقعہ میں جو سنه ۱۸۰۵ ع میں فرانس اور روس و اسٹریا کي افواج متحدہ کے درمیان هوا تھا' علم شاهي کو ایک کتے هي نے اسٹرین فوج کی غارتگري سے بچایا تھا - اس خدمت نمایاں کے صلے میں مارشل لیل نے ایک اعزازي تمغہ اسے پہنایا !

فرانسیسیوں نے جزائر غرب کي لڑائیوں میں کتوں سے پہرے کا کام لیا تھا -

ترک بھی سترھویں صدي میں کتوں کی جنگی قابلیت سے واقف هوگئے تھے - جنگ یونان سنه ۱۸۲۲ ع میں اونھوں نے کتوںسے بیش بہا جنگي خدمات لیں - جب یوناني سپاھی کرلیولیس کی فصیلوں پر چڑھگئے تھے تو ان کتوں نے اونکو ٹڈي دل کي طرح گھیر لیا تھا !

سنه ۱۸۷۷ میں روس نے ترکوں کي جنگ میں کتونکا استعمال کیا - سنه ۱۸۸۲ع میں روس اور اسٹریا کے درمیان جو جنگ هوئي تھي' اوس میں فوج کے ساتھہ کتے بھي نبرد آزما تھے -

نپولین نے بھي پہرے کیلیے اسکندریہ کے کتوں کے جمع کرنے کا حکم دیا تھا جب اس نے مصر پر قبضہ کیا تھا - اور جنگ اٹلي میں اون سے جاسوسي اور خبر رساني کي خدمت بھي لي تھي -

سنه ۱۵۲۲ ع میں فرانس اور اسپین کے درمیان جنگ هوئي - هنري هشتم شاہ انگلستان نے اپنے بھانجے چارلس خامس شاہ اسپین کو فوجي مدد بھیجي - اوس فوج میں ۴۰,۰۰۰ سپاهیوں کے ساتھہ ۴,۰۰۰ کتے بھي تھے - چنانچہ ان کتوں نے فرنچ کتوں پر نہایت جانبازانہ حملہ کیا -

اسٹریا کے لوگوں نے سنه ۱۸۸۲ میں ایک خاص نسل کے کتوں کي تربیت و پرداخت کي تھي - یہہ کتے دشمنوں کي کمین گاهوں کا سراغ لگاتے پھرتے تھے - جنرل کریف (روسي) نے جب جیوک کے قلعے پر حملہ کیا تھا تو ترامان لٹیروں کي کمینگاہ کا پتہ کتوں هي نے لگایا تھا -

(لها بقية مابعدہ)

تبلیغ اســلام اور ایڈیٹــر الهـــلال

لڑائي کے متعلقات میں تاریخي' جغرافي' سیاسي' علمي وغیرہ معلومات جو جناب اپنے اخبار کے کالموں کیواسطے نہایت وضاحت و فصاحت اور کمال حسن بیان کے ساتھہ مہیا کرتے هیں' اردو خواں پبلک کیواسطے بیحد مفید ہے - اور هم سب لوگوں کو آپکا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاهیے - اللہ تعالی آپکي عمر اور صحت میں بڑي ترقي عطا فرمائے - لیکن (حاشا اور واللہ باللہ طنزاً نہیں بلکہ صرف بہبودي اسلام و مسلمانان کے واسطے) اسکا افسوس ضرور ہے کہ یہ بے نظیر قابلیت صرف اشاعت اسلام کے لیے منحصر نہ هوئی جسکي بہت ضرورت ہے - غالباً آپ نے اگست کا " افادہ " مطالعہ فرمایا هوگا جس میں میںنے یہ خیال ظاهر کیا ہے کہ جزایر ملي پائن میں کسي هندي عالم کو جانا چاهیے - کیا جناب گروہ علما میں سے کسی خاص موزوں شخص کو ترغیب نہیں دے سکتے کہ وهاں چلا جائے ؟ گو بہت سے لوگ عملاً میری اس راے کے مخالف هیں مگر میں تو پھر بھي کہونگا کہ بہ نسبت دوسروں پر اعتراض کرنے کے خواہ وہ اعتراض سچا هی کیوں نہ هو' همکو خود اپني اصلاح زیادہ مفید ہے ; بلکہ سچ یہ ہے کہ اگر مجھکو کوئي شے فایدہ پہنچا سکتي ہے تو وہ اپني اصلاح - اور اگر اس کا عملی پہلو هو تو بہت هی اچھا ہے -

میں نہایت ادب اور پورے اخلاص سے معافي چاهکر لکھونگا کہ خدا را اب جناب مولوي عبد السلام صاحب ندوي کے مضامین اسٹرایک بند کردیں - جنکو پڑھکر میرا تو دم گھٹنے لگتا ہے - اگر هم ایسی دلیلوں سے کام لیں تو جدال و قتال باهمي کے جواز اور استحسان کي همکو روایتیں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل سے ملسکتي هیں - اگر اسٹرایک کو ایسا هی مقبول عمل سمجھا جاے جیسا کہ جناب مولوي صاحب ممدوح ثابت کرنا چاهتے هیں تو مسلمان طلبا کو تو کوئي مکتب - مدرسہ - اسکول - کالج اپنے دروازے کے اندر نہ آنے دیگا -

آپکا نہایت ادنی خـــادم

(نواب حاجي) محمد اسمعیل (خاں صاحب رئیس دتاولي)

مسئـــلہ قیـــام الهـــلال

از جناب مولانا سید مرتضی صاحب (نونہرہ - غازیپور)

الهلال کے بند کردینے کي خبر نے مسلمانوں کی حنین و انین کو فوق فلک الافلاک تک پہنچایا - کوئی دل ایسا نہ تھا جو سینہ میں مضطرب نہو - کوئي اضطراب ایسا نہ تھا جسکي شیون و زاري کي صدا مجیب دعوۃ المضطر کي جناب تک رسائي کي کشمکش نہ کرتي هو - الهلال کا بند هونا گویا آفتاب تعلیمات اسلامیہ و مہر ادب وعلوم و تحقیق و تدقیق و درس حریت و دعوۃ صدق و صفا کا هندوستان سے غروب هونا تھا - اس پرچہ کي قدر اهل علم کے قلوب سے پوچھیے - اردو زبان کو علمي زبان و ادب کا وہ خلعت آپ هي کے خامۂ بدائع نگار نے پہنایا ہے - الا نثر غالب و سید احمد خاں - لیکن وہ ابتدا تھي' ان کو یہ جامہ زیبا هرگز نصیب نہ تھا - هر موقع پر نوادر اشعار کا وہ مجموعہ آپ کے حافظہ میں ہے کہ معلوم هوتا ہے' صدها دواوین اساتذہ کے آپ حافظ هیں - قرآن کریم کي آیات آپ کے نوک زبان هیں - ملکي مضامین پر آزادي راے کا جو لامع و ساطع حصہ ہے وہ اپني آپ هي نظیر ہے - فن تفسیر و حدیث کي تنقید و تحقیق کس مرتبہ کي ہے ؟

زفرق تا قدم ش هر کجا کہ مي نگرم

اس کارڈ کو الهلال کے کسي ناحیہ میں ممکن هو تو جگہ دیجیے -

مقالات

کلاب الحرب !

انسان کی جنگ

اور کتوں کی عجیب و غریب خدمات !

و تحسبہم ایقاظا و ہم رقود و نقلبہم ذات الیمین و ذات الشمال‘ و کلبہم باسط ذراعیہ بالوصید (۱۸ : ۱۷)

پچھلی ڈاک میں یورپ کے جو اخبارات و رسائل آئے ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ یورپ میں جرمن فوج "فوجی کتوں" سے بھی کام لے رہی ہے - بلجیم کے حملہ میں کتوں کے کئی دستے اسکے ساتھہ تھے - ریل کی گاڑیوں میں انکی نقل و حرکت کیلیے مخصوص گاڑیاں بنائی گئی ہیں جن میں انکی نشست و برخاست اور خواب و خورش کے الگ الگ کمرے ہیں !

اس سے پہلے ہندوستان کے اخبار بیں حضرات اُن مضامین کا مطالعہ کر چکے ہیں جن میں فرانسیسی پولیس کے کتوں سے کام لینے کے دلچسپ حالات بیان کیے گئے تھے‘ اور جو غالباً ابسے تین چار سال پہلے اخبار میں شایع ہوے تھے - چونکہ کتوں کی جنگی خدمات کے متعلق ابتک اردو میں کچھہ نہیں لکھا گیا ہے اسلیے یہ خبر پڑھکر خیال ہوا کہ ایک مستقل مضمون اس موضوع پر شائع کیا جاے -

(انسان کا وفاسرشت خادم)

کتا انسان کا قدیم وفا دار خادم ہے - انسان جب زمانۂ وحشت میں خود جانوروں کی طرح جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتا تھا‘ اوسوقت بھی یہ وفا سرشت جانور اوسکی اطاعت اوسی وفا داری کے ساتھہ کرتا تھا‘ جسطرح آج بیسویں صدی کے کسی متمدن انسان کی کرتا ہے !

اس زمانے میں اگرچہ وسائل تعلیم کی کثرت اور ذرائع تربیت کی وسعت نے کتوں کو بھی تعلیم یافتہ بنا دیا ہے‘ لیکن اب تک اونکو عہد وفا کا وہ سبق اچھی طرح یاد ہے‘ جسکو انسان نے زمانۂ وحشت میں پڑھا دیا تھا -

انسان جب جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا تو اوسوقت وہ صرف شکار ہی کی غذا پر زندہ تھا - اس وجہ معاش کی فراہمی میں تیر و کمان کے علاوہ اگر کوئی اور رفیق اوسکی اعانت کرسکتا تھا تو وہ یہی کتا تھا - وہی شکار کو تلاش کرتا تھا‘ وہی جنگلوں کے گھنے اور گنجان درختوں کے اندر گھس کر اونکو ڈھونڈھتا تھا‘ وہی پہاڑوں پر سے اونکو نیچے اوتار کر لاتا تھا‘ اور وہی اونکو پکڑ کے اپنے آقا کے پانوں پر ڈالدیتا تھا -

آج بھی جب کبھی اس عہد وحشت کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور متمدن انسان جانوروں کے شکارگاہ سے اکتا کر خود اپنے ابناے جنس کو شکار کرنا چاہتا ہے‘ تو کتا اوسکا حق رفاقت ادا کرتا ہے‘ اور اوسکے ساتھہ ساتھہ اوسی وفادارانہ طریقہ سے میدان جنگ کا چکر لگاتا ہے‘ جسطرح عہد وحشت میں اوسکے شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا !

(امم قدیمہ اور کتوں کی جنگی خدمات)

اب اگرچہ جنگی کتوں کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص نظام قائم ہو گیا ہے‘ لیکن کتوں سے فوجی خدمت تقریباً تمام قدیم متمدن سلطنتوں نے بھی لی تھی - زمانہ قدیم کی تاریخ جنگ میں کتوں کے جنگی کارنامے نمایاں طور پر نظر آتے ہیں -

سنہ ۳۶۳ قبل مسیح میں جب اجیلاوش شاہ اسپارٹا نے منتھی نیا کا محاصرہ کیا تھا تو اوسوقت اوسکی فوج میں کتوں کی صف بھی نظر آتی تھی -

کمبیس تاجدار ایران نے جب مصر پر حملہ کیا تو یہ وفادار خادم بھی اوسکے ساتھہ تھا - یونانیوں نے بھی ثرارڈا کے معاصرے میں کتوں کی شجاعت سے کام لیا تھا - مقدونیا کی فوج کی تاریخی جرات کا ذمہ دارانہ کام بھی کتوں کے سپرد کیا گیا تھا - ٹیوٹن کے تمام قبائل عموماً جنگ میں کتوں سے کام لیتے تھے اور اونکو زرہیں پہنا کر اور گلے میں خار دار طوق ڈال کر میدان جنگ میں ساتھہ لے جاتے تھے - فرقہ گالین نے کتوں کا ایک دستہ بنا لیا تھا‘ اور وہ قدم قدم پر فوجی حیثیت سے اونکے ساتھہ ساتھہ رہتا تھا -

گالین کے بادشاہ ٹیوبس نے جب اپنے سفیر کو رومیوں کے پاس بھیجا تو وہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھہ روانہ ہوا - سفیر ذاتی وجاہت کے لحاظ سے نہایت بلند بالا شخص تھا - اوس نے گلے میں ایک طوق پہن لیا تھا‘ اور کلائیوں میں سونیکے کنگن نظر آتے تھے - ساتھہ ساتھہ کاہن قومی ترانہ گاتا ہوا چلتے تھے‘ با ایں ہمہ خود سفیر کتوں کے جھرمٹ میں محصور تھا‘ اور وہ با قاعدہ فوج کی طرح نہایت منظم طور پر اوسکے ساتھہ ساتھہ چلتے تھے !

جب سفیر رومیوں کی فوج میں پہونچا تو رومیوں کو کتوں کی اس فوجی ترتیب و باقاعدگی کا نظارہ نہایت عجیب معلوم ہوا‘ اور اونہوں نے بھی کتوں کی فوجی تعلیم کا مستقل نظام قائم کرلیا - اس نظام نے اس قدر ترقی کی کہ قلعوں کی حراست کا تمام کام کتوں کے متعلق ہو گیا - عموماً قلعوں کی فصیلوں اور برجیوں پر کتوں کا پہرا رہتا تھا - جب دشمن قلعے کے قریب آجاتے تھے تو یہ کتے بھونک بھونک کر فوج کو ہوشیار کر دیتے تھے !

ہرکلانیوم کے کھنڈروں میں جو آثار عتیقہ ظاہر ہوے ہیں‘ اون میں ایک زرہ پوش کتے کی صورت بھی ہے جو ایک رومن فوج پر پہرہ دے رہا ہے -

قرون وسطی میں رومیوں نے کتوں کی تعلیم و تربیت میں اس سے بھی زیادہ ترقی کی - کتوں سے پہلے صرف حراست کا کام لیا جاتا تھا - اب وہ میدان جنگ میں ایک مسلم بہادر سپاہی کا کام دینے لگے - یہ عام طور پر مسلم ہے کہ جنگ میں سپاہیوں سے زیادہ گھوڑے کام کرتے ہیں‘ لیکن کتوں کا حملہ خاص طور پر گھوڑوں کی قطاروں پر ہوتا تھا - کتوں کے گلے میں خاردار طوق ڈال دیے جاتے تھے‘ اور اوس میں بڑی بڑی نوکدار چھریاں باندھ دی جاتی تھیں - یہ مسلح کتے میدان جنگ میں دوڑتے پھرتے‘ اور سپاہیوں کو اس مخفی حملہ کی اوسوقت خبر ہوتی‘ جب اونکے گھوڑوں کے پانوں زخموں سے بیکار ہو کر آگے بڑھنے کی طاقت سے محروم ہو جاتے تھے !

کس درجہ ہولناک ' اور کیسی زہرہ گداز ہوجاتی ہے ؟ پھولوں کی سیج پر لیٹنے والوں اور اپنے بستر راحت کے ہر طرف ہمدردوں اور غمگساروں کا جمگھٹا دیکھنے والوں کیلیے میدان جنگ کے زخمیوں کی مصیبت سمجھنا بہت مشکل ہے :

نو اگر ان نخوردہ گزند را چہ خبر؟

(یورپ میں اسکی ابتدا)

اسلامی ممالک میں جنگ کے سفری شفاخانے اگرچہ آغاز تمدن اسلامی ہی میں قائم ہوگئے تھے لیکن یورپ میں اس طرح کے شفاخانوں کی اولین بنیاد دسویں صدی مسیحی میں ڈالی گئی اس زمانے میں اٹلی مشرقی تجارت کا سب سے بڑا مغربی مرکز تھا' اور اطالی تجار بکثرت ہر سال مصر اور فلسطین کے شہروں سے گذرتے تھے - بیت المقدس میں جب انکا گزر ہوتا تو عیسائی زائروں کی ہزارہا جماعتیں انکی نظر سے گذرتیں جو ممالک اطالیہ سے وہاں ہر سال جمع ہوا کرتی تھیں وہ سفر کی مشقتوں سے چور ہوتیں ' طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتیں ' اور ان میں سے اکثر زائر فقر و مرض کے شدائد سے مجبور ہو کر رہیں رہجاتے اور نذر اجل ہوتے -

اس نظارے نے اطالی تاجروں کے دلوں میں ہمدردانہ احساس پیدا کیا اور سنہ ۱۰۳۲ ع میں اُن کی ایک جماعت نے ظاہر باللہ فاطمی خلیفۂ مصر سے ان مریض حاجیوں کے علاج کے لیے بیت المقدس میں خیراتی شفا خانہ قائم کرنیکی درخواست کی - ظاہر باللہ نے نہایت فیاضی کے ساتھ اجازت دیدی ' اور انلوگوں نے قدیس (سینٹ) یوحنا کی یادگار میں ایک خیراتی شفا خانہ وہاں قائم کردیا اور یورپ کے دولت مندوں کی فیاضی سے آگے بیحد ترقی ہی -

عرب جاہلیۃ کے زمانے میں جس طرح حجاج اور خانہ کعبہ کی انتظامی خدمات انجام دینے کے لیے مختلف جماعتوں کو شطایہ' سدانۃ ' مجانۃ وغیرہ کے مختلف مناصب عطا کیے گئے تھے' اسی طرح بیت المقدس میں بھی خدام حجاج کا ایک مستقل عملہ قائم تھا' جنکو " شہسواروں کی برادری " کہا جاتا تھا - جب خدمت زوار کا یہ جدید طبی صیغہ قائم ہوا تو اسکا انتظام بھی ایک جدید اخوت (برادری) کے سپرد کیا گیا جو تمام اخویات کیطرح اپنا مستقل شعار رکھتی تھی - باہمی امتیاز کیلیے کوئی جماعت سیاہ چادروں پر سفید صلیب لگاتی تھی' کوئی سفید چادروں پر سیاہ صلیب لگا کر نمایاں ہوتی تھی - لیکن اس جماعت نے اپنا شعار سفید چادر اور سرخ صلیب کے نقش کو قرار دیا - رفتہ رفتہ یہ علامت اس جماعت کا عام شعار ہوگیا ' اور جو لوگ فوج کے ساتھ طبی خدمات انجام دینے کے لیے جاتے تھے' انکی شخصیت کو بھی علامت ممتاز کرنے لگی - بالاخر سرخ صلیب (ریڈ کراس) کی علامت خیراتی شفاخانوں کے لیے مخصوص ہوگئی -

(صلیب احمر)

یہی جماعت ہے جو اب " جمعیۃ صلیب احمر " کے نام سے پکاری جاتی ہے -

اگرچہ مذہبی گروہ کی خدمات کیلیے اٹالین تاجروں نے سفری شفاخانہ قائم کیا تھا - لیکن اسی سے میدان جنگ میں بھی صلیب احمر کی بنیاد پڑگئی -

ہنری ڈیونان ایک رحم دل پادری تھا جو سوئٹزر لینڈ کا باشندہ تھا سنہ ۱۸۵۹ ع میں فرانس اور آسٹریا کے درمیان معرکۂ سلفرینو کی جو مشہور خونریز لڑائی ہوئی ' اوس میں وہ بھی شریک تھا - اس قیامت خیز جنگ میں مریضوں کے علاوہ ۴۰ ہزار آدمی زخمی ہوے تھے - اس نے خود ان مریضوں کی تیمار داری کی تھی' اونکی مصیبتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' انکے کراہنے کی آواز اپنے کانوں سے سنی تھی' اور اس درد انگیز منظر کے مجموعی اثر نے اوسکے دل کو رحم و ہمدردی کے جذبات سے بھردیا تھا - چنانچہ وہاں سے پلٹ کر اوسنے ایک کتاب لکھی جسکا نام " یادگار سلفرینو " تھا - اس کتاب میں اوس نے جنگ کے ماتم خیز نظارے کا منظر اس موثر طریقہ سے دکھایا کہ ہر شخص کے ہمدردانہ جذبات میں جنبش پیدا ہوگئی ' اور اس حرکت کی مجموعی رفتار نے دفعتا جذبات رقیقہ کا ایک طوفان جد و جہد برپا کردیا -

اول اول خود سوئٹزر لینڈ کی جمعیۃ خیریہ نے رحمدلی سے اس ہمدردانہ جنگ میں اوسکے ساتھ شرکت کی - اسکے بعد یورپ کے تمام شہروں میں مجروحین جنگ کی اعانت کیلیے انجمنیں قائم ہوگئیں اور اونہوں نے اس قدر ترقی کی کہ تمام سلطنتوں نے اونکی حفاظت اور نشو و نما کو اپنی آغوش میں لے لیا -

(جنیوا کانفرنس)

چنانچہ ۲ جون سنہ ۱۸۶۴ع میں تمام دول یورپ کی ایک کانفرنس جنیوا میں منعقد ہوئی ' اور ان انجمنوں کے تحفظ و بقاء کا قانون پیش کیا گیا - سلطنت فرانس نے نہایت سرگرمی سے اوسکی تائید کی ' اور ۱۸ اگست کو کانفرنس کے اجلاس ختم ہوے -

اس کانفرنس نے مریضوں کی اعانت اور طریق علاج کے تمام مراتب طے کیے' اور تمام وکلاء دول نے اوسکی تصدیق کی - اخر میں ترکی' ایران' جاپان' سیام وغیرہ کی سلطنتوں نے بھی اس کانفرنس کے رزولیوشنوں کے ساتھ اتفاق کیا -

بحری جنگ کے متعلق بھی کانفرنس میں چند دفعات قانونی پیش کی گئی تھیں لیکن ابتک تمام سلطنتوں نے اونکی تصدیق نہیں کی ہے' اور بہت ممکن ہے کہ موجودہ جنگ یورپ کے بحری میدانوں میں انکے مسائل تازہ ہوجائیں -

کانفرنس میں اس انجمن کے متعلق جو قانون پاس کیا گیا اوسکی اہم دفعات حسب ذیل ہیں :

(۱) کوئی سلطنت اپنے مخاصمانہ یا مدافعانہ جنگ میں ان شفاخانوں سے کسیطرح کا تعرض نہ کریگی' بشرطیکہ ان میں مریض اور زخمی ہوں - فوج نہ ہو -

(۲) ڈاکٹروں' تیمار داروں' اور شفاخانوں کے تمام متعلقین کی حفاظت ہر سلطنت کا لازمی فرض ہوگا - مثلاً اگر وہ دشمن کے ہاتھہ میں گرفتار ہوجائینگے تو اونکا شمار اسیران جنگ میں نہ ہوگا دشمن خود اپنے یہاں اون سے طبی کام لے سکتا ہے - لیکن اگر اوسکو اونکی ضرورت نہیں ہے تو بحفاظت تمام اونکی فوج میں پہونچا دیا جائیگا -

باشندوں میں سے جن لوگوں نے زخمیوں کی تیمار داری کی ہے ' اون پر جنگی ٹیکس اور تاوان کا بار نہ ڈالا جائیگا -

(۳) صلیب احمر کو بلا تخصیص ملک و مذہب ہر قوم' ہر شخص' اور ہر مذہب کے افراد کے زخمیوں کا علاج کرنا ہوگا - اگر کسی زخمی کی تیمار داری ناممکن ہوجاے تو سپہ سالار کا فرض ہوگا کہ اوسکی فوج میں آسے واپس بھیجدے -

(۴) جو زخمی صحت یاب ہونے کے بعد بھی جنگ میں شریک ہونے کے قابل نہو سکینگے اونکو واپس کردیا جائیگا -

(۵) کوئی شخص زخمیوں کی گاڑیوں سے کسی قسم کا تعرض نکر سکے گا ' البتہ اگر ان گاڑیوں سے فوج کی تنظیم و ترتیب میں کوئی خلل آئیگا ' یا اوسکے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوگی ' تو سپہ سالار اون گاڑیوں کو دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر سکے گا -

(لہا بقیۃ صالحہ)

شئون حربیه

صلیب احمر

میدان جنگ کے شفاخانے

آجکل لڑائیوں کے میدانوں میں ڈاکٹروں اور تیمار داروں کی جو با قاعدہ جماعتیں زخمیوں کے علاج کیلیے جاتی ہیں ' انکو ریڈ کراس یعنے صلیب احمر کہتے ہیں ترکوں نے صلیب احمر کی جگہہ هلال احمر کا لقب انکے لیے اختیار کیا ہے اور گذشتہ جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر یہ نام بچے بچے کی زبان سے نکل چکا ہے -

موجودہ جنگ یورپ میں بھی ہر فوج کے ساتھہ صلیب احمر کی جماعتیں مصروف خدمت ہیں -

لیکن بہت کم لوگوں کو اس جماعت کے قیام کی تاریخ اور ابتدائی حالات معلوم ہونگے - ہم چاہتے ہیں کہ ایک مختصر مضمون میں اسکی تاریخ بیان کردیں -

اس مضمون سے قارئین کرام کو اسکا بھی اندازہ ہوجائیگا کہ جنگ کے سفری شفاخانوں کی ایجاد مسلمانوں کے عہد تمدن کی یادگار ہے' اور یورپ کی " صلیب احمر " اس سے تقریباً دو سو برس بعد عالم وجود میں آئی تھی -

(عہد قدیم)

فطرت مرض کے ساتھہ ساتھہ دوا بھی پیدا کردیتی ہے - اس اصول کی بنا پر اگرچہ جنگ کی عالمگیر مصیبت کو خود انسان کی فطرت ہی نے پیدا کیا تھا' لیکن مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کا سامان بھی اوسیکے اندر چھپا ہوا تھا :

بیک دست گوہر بیک دست تیغ !

بدو خلقت ہی سے انسان کے سر پر مصیبت کا یہ بادل چھا گیا' لیکن سب سے پہلے اس ابر غلیظ کے سیاہ پردوں کے چاک کرنے کے لیے جو ہاتھہ اوٹھا' وہ عورت کا نرم و نازک ہاتھہ تھا - اسکے رقیق و لطیف جذبات کے ہمدردانہ احساس نے پیش قدمی کی - عورت اگرچہ اپنے ضعف فطری کیوجہ سے اس پردے کو چاک نہ کرسکی تاہم اوس میں اتنی قوت ضرور تھی کہ اپنی چادر کو پھاڑ کے اپنے اعزہ و اقارب کے زخموں پر پٹی باندھدیتی - خوش قسمتی سے زمانۂ وحشت کی آزادی نے اوسکو میدان عمل میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کردیا تھا' اسلیے وہ اونکے ساتھہ میدان جنگ میں بھی جاتی تھی' اور جبکہ سنگدل مرد خون کا سیلاب بہاتے تھے' تو وہ اونکو مشک میں بھر بھر کے پانی پلاتی' اونکے زخموں کو دھوتی' اور اونکی کی مرہم پٹی کرتی -

(غزوات اسلامیه)

زمانۂ جاہلیت میں عرب کی عورتوں نے عموماً یہ ہمدردانہ شعار قائم کرلیا تھا - عہد اسلام میں اس نے اور ترقی کی' اور میدان جنگ میں عورتوں کی خدمات لازمی ہوگئیں - غزوات عہد نبوت و خلفاے راشدین میں عورتوں کی جنگی خدمات نہایت نمایاں ہیں -

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روے مبارک کے زخم کا خون حضرت فاطمہ نے دھویا تھا' اور حضرت عائشہ نے بھی تشنہ کامان جہاد کو پانی پلا کر شرکت جہاد کا شرف حاصل کیا تھا -

جنگ یورپ : صلیب احمر کا شفاخانہ اور " سینٹ اگسٹائن " کی راہبات (ننز) - بمقام ماسٹرٹ (بلجیم)

اسلامی تمدن و تہذیب کے زمانے میں اس ہمدردانہ طرز عمل نے نہایت ترقی حاصل کی' اور اطباء کی ایک خاص جماعت مرتب کیگئی جو فوج کے ساتھہ ساتھہ میدان جنگ میں جاکر طبی خدمات انجام دیتی تھی - یہ سفری شفاخانے ہمیشہ فوج کے ساتھہ نقل و حرکت کرتے رہتے تھے' ساتھہ ہی متعدد اونٹ اور خچر ہوتے تھے جن پر زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کے علاج کا تمام سامان لدا ہوتا تھا اور انکو "مارستانات نقالہ" کہتے تھے - یعنے سفری شفاخانے - (مارستان فارسی کے بیمارستان کا معرب ہے)

سلطان محمود سلجوقی کی فوج کے ساتھہ جو سفری شفا خانہ تھا' اوسکا تمام طبی ساز و سامان ۴۰ اونٹوں پر آتا تھا ! مورخین اسلام نے عموماً جنگوں کی تفصیل میں شفا خانوں کا بھی خاص طور پر حال لکھا ہے -

تاریخ آل سلجوق میں اسکے نظائر بکثرت ملتے ہیں - ابن اثیر' ابوالفداء' اور مقریزی کی تصریحات اگر جمع کی جائیں تو ایک مفصل رسالہ مرتب ہوجاے -

(مصائب جنگ)

لیکن دنیا کا کام تمدن و تہذیب کی برکات سے زیادہ ہمدردی سے چلتا ہے - اس قسم کے سفری شفا خانوں کا سنگ بنیاد عورت نے خالص ہمدردی کی سطح پر رکھا تھا' اسلیے اوسکی دیواروں کو بھی ہمدردی ہی کے ہاتھوں نے چنا' اور آج ہم اوسکو ایک عظیم الشان عمارت کی شکل میں دیکھہ رہے ہیں !

انسانی مصیبتوں میں مرض سب سے بڑی مصیبت ہے - فقر و افلاس کو اگرچہ انسان کیلیے ایک عظیم الشان مصیبت خیال کیا جاتا ہے' لیکن انسان اس حالت میں اوٹھہ بیٹھہ سکتا ہے' چل پھر سکتا ہے' اور اپنی قوت کے استعمال سے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے - لیکن مرض کی حالت میں وہ بالکل بیدست و پا ہو جاتا ہے - علی الخصوص سفر کی حالت میں جب ایک مریض صاحب فراش ہوتا ہے' تو بعض حالتوں میں تو وہ اپنے جیب سے روپیہ پیسہ نکالنے کی بھی قدرت بھی نہیں رکھتا کہ اپنے علاج کا سامان خرید کرلاے - لیکن ایک فقیر گلیوں میں گھوم پھر کے اپنے فقر و فاقہ کا علاج کر لیتا ہے -

یہ عام سفر کے مصائب ہیں - لیکن جنگ کی غربت و بیکسی کا اندازہ کرنے کیلیے انکا تصور کافی نہیں - جبکہ غضبناک دشمن سر پر اور از خود رفتہ ساتھی اپنی اپنی جانوں کی فکر میں ہوتے ہیں' جب لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جاتی ہیں اور سوار کو یہ سونچنے کی مہلت بھی نہیں ہوتی کہ کنکر پتھر پس رہے ہیں یا انسان کا جسم کچلا جارہا ہے ؟ جب زخمیوں کی آہیں اور دم توڑنے والوں کی فریادیں آلات جنگ کے شور اور خونریز قوتوں کے ٹکر کے ہنگامے میں بالکل گم ہوجاتی ہیں' تو کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اس عالم میں زخم اور دکھہ کی مصیبت کس قدر درد انگیز'

سیاست رحم دلي کي دشمن ھے ' لیکن ابسے پلے اسکی نسبت
کہا جاتا تھا کہ اوسکي رحم دلي سیاست پر غالب ھے - چنانچہ
اوسنے چند سال سے پھانسي کے کسی فیصلہ پر دستخط نہیں کیا -
جب اسٹریا میں ہیضہ پھیلا تو اوسکے انسداد کیلیے اپنی پوري
کوشش صرف کي - لوگوں کے یہاں خود تعزیت کو جاتا تھا '
شفاخانوں میں جاکر مریضوں کو دیکھتا اور اونکو تسکین دیتا تھا -
جب ھنگري میں طوفان آیا ' تو خود وھاں جاکر لوگوں کو بچانے
کیلیے آمادہ کیا - بلکہ بہت سے ڈوبنے والوں کو اپنے ھاتھہ سے
بچالیا !

لیکن یہ عجیب انقلاب وقت ھے کہ جس بادشاہ کي رحمدلي
اسکو گوارا نہیں کرتي تھي کہ ایک مجرم کو پھانسی دینے کیلیے
دستخط کرے ' وھي آج لاکھوں بے قصور انسانوں کے قتل و غارت کا
محرک اول ھوگیا !

کہتے ھیں کہ وہ نہایت فیاض اور کریم النفس بھي ھے - زمانہ
جنگ میں مجروحین کو خود اپنا وظیفہ دیتا ھے' اور خود نہایت
سادہ سپاھیانہ غذا پر بسر کرتا ھے - اسي ھمدردانہ برتاو کی بنا پر
اوسکو اپني رعایا پر کامل اعتماد حاصل ھے - وہ تنہا باھر نکلا کرتا ھے'
بجز سرکاري تقریبوں کے کبھي محافظ فوج اوسکے ساتھہ نہیں رھتي .
یورپ کے اخبارات میں اسکي رحم دلي اور فیاضي کي حکایتیں
ھمیشہ چھپتی رھي ھیں -

ایک مرتبہ وہ اپنے بچپنے کے زمانے میں لیمبرگ کے باغ میں
اپنے دادا کے سامنے کھیل رھا تھا - اسی حالت میں ایک پہرہ دار
سپاھي پر اوسکی نظر پڑگئي - اوس نے اپنے دادا سے گھبراکر پوچھا :
" کیا یہ فقیر ھے ؟ " اسکے دادا نے پوچھا کہ تمہیں اوسکي
فقیري کا حال کیونکر معلوم ھوا ؟ جوزف نے جواب دیا " اسلیے
کہ وہ اپنے فرائض کو مجبورانہ انجام دے رھا ھے " فرانسیس نے
مسکراکر کہا :

" عزیز من ! ھر امیر فقیر کو اپنے اپنے فرائض مجبورانہ ھی
انجام دینے پڑتے ھیں یہاں تک کہ شاھنشاھوں کی اولاد کو بھي -
لیکن واقعي یہ پہرہ دار محتاج ھے - اس نوٹ کو لو اور اسے دے آؤ "
جوزف نہایت تیزي سے نوٹ لیکر اوسکي طرف بڑھا اور کہا " یہ
نوٹ لو - میرے دادا نے تمکو دیا ھے " اس زمانے کے فوجي قانون
کی رو سے کوئی سپاھي کسي قسم کا عطیہ قبول نہیں کرسکتا تھا -
اسلیے اوس نے سر کے اشارے سے انکار کیا ' جوزف نہایت ناراض
ھوا اور اپنے دادا کے پاس جاکر شکایت کی - اوس نے کہا کہ جاکر
اوسکے کارتوس کی تھیلی میں چپکے سے ڈالدو - لیکن جوزف کا ھاتھہ
سپاھی کی کمر تک نہیں پہونچتا تھا ' اسلیے فرانسیس نے اوسکو
گود میں اوٹھالیا' اور اوس نے نوٹ اوسکي تھیلی میں ڈالدیا - اب
اوس نے عالت مسرت کے لہجے میں شور مچانا شروع کیا :
" سپاھی نے مفلسی سے نجات پائی "

جوزف نے ابھي عمر کے پانچ مرحلے طے کیے تھے کہ اوسکے دادا نے
انتقال کیا - چھٹے سال اوسکی تعلیم و تربیت شروع ھوئي - اوسکي
ماں صوفیا خانداني حیثیت سے عالي مرتبہ اور نہایت دور
اندیش اور عاقلہ عورت تھی - اوس نے اپنے بچوں کي تعلیم کي
نگراني کا اھم فرض خود اپنے ذمہ لیا - آسٹرین شہزادوں کی تعلیم
و تربیت کا ایک خاص قانون تھا جسکو شاھنشاہ جوزف ثاني نے
مرتب کیا تھا - اوس نے شاھزادوں کي تعلیم کا پروگرام جن اصولوں پر
مرتب کیا تھا ' اوسکي تصریح خود اوسي نے اپنے نہایت جامع الفاظ
میں ایک بار کي تھي :

" عام لوگ اپنے بچوں سے کہتے ھیں کہ اگر تم تعلیم حاصل
کرو گے تو ملازمت کے ذریعہ اپني ذات کو فایدہ پہونچاسکوگے -
لیکن اگر تم نے علوم و فنون میں مہارت حاصل نہ کی' تو اس سے
ملک کو کوئي نقصان نہ پہونچیگا بلکہ خود تمہیں کو بڑا سے بڑا ضرر
پہونچیگا -

لیکن یہ فقرے شاھزادوں کی تعلیم و تربیت پر منطبق نہیں
ھوسکتے - کیونکہ وہ علم و جہالت' دونوں حالتوں میں ملک کے فرمانروا
ھونگے ' اسلیے اوسکا نفع و نقصان ملک کو لازمي طور پر پہونچیگا '
پس اونکے لیے علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کرنا نہایت
ضروري ھے "

اھل ھنگري اپني زبان کو زندہ رکھنے اور سرکاري زبان بنانے
کی کوشش میں ھمیشہ سے مصروف تھے - مگر سلطنت آسٹریا ھمیشہ
ھنگري زبان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھي' اور کوئی آسٹرین بھولے
سے بھي اوسکي تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا - لیکن شاھنشاہ
جوزف نے بچپن ھي میں اونکی زبان کو سیکھا اور اوس میں اس قدر
مہارت حاصل کي کہ اچھي طرح بات چیت کرنے لگا - حسن
اتفاق سے سنہ ۱۸۴۷ع میں جب کہ وہ صرف آرچ ڈیوک تھا ' گورنر
کے تقرر کی رسم ادا کرنے کیلیے ھنگري آیا - یہ ھنگرین شورش
و بغاوت کا ابتدائي زمانہ تھا - اونکی شورش کا مقصد صرف اپني
قومیت ' وطنیت' اور زبان کو محفوظ رکھنا تھا جو اسٹریا کے ساتھہ
مدغم ھوتي جاتي تھي - آرچ ڈیوک فرانسیس جوزف نے نہایت
دور اندیشي سے اس فتنہ کو دور کرنا چاھا اور اونکے سامنے ھنگري
زبان میں ایک اسپیچ دي - اسپر تمام ھنگرین قوم نے اس زور سے
خوشي کے نعرے بلند کیے کہ اونکے گلے پڑ پڑ گئے' اور اپنے قدیم طرز پر
اظہار مسرت کیلیے تلواریں نیام سے کھینچ لیں !

چند دنوں کے بعد ھنگري نے آسٹریا کے دائرۂ اقتدار سے نکلنے
کے لیے پھر شورش کی ' لیکن وھاں کے گورنر نے اونکو یقین دلایا
کہ جس آرچ ڈیوک نے تمھارے سامنے تمھاري زبان میں تقریر
کی تھی' وہ عنقریب آسٹریا کا شہنشاہ مقرر کیا جائیگا - اس خوشگوار
وعدہ کا نہایت اچھا اثر ھوا ' اور دفعتاً بغاوت کی آگ بجھہ گئي - چند
دنوں کے بعد جب شہنشاہ جوزف کے سر پر تاج شاھی رکھا گیا تو
تمام ھنگري نے اوسکي رسم تخت نشینی کا نہایت مسرت سے
خیر مقدم کیا - حالانکہ وہ دوسرے بادشاھوں سے عموماً اظہار نفرت
کرتے تھے -

اسکی روزانہ زندگی کا حسب ذیل پروگرام ایک اخبار میں
شائع ھوا تھا :

پانچ بجے صبح کو اوٹھتا ھے ' اور ساڑھے پانچ بجے کام
میں مصروف ھو جاتا ھے - دس بجے سے ۱۲ - بجے تک لوگوں کو
دربار میں باریابی کا موقع دیتا ھے - پھر اپنے پرائیوٹ سکریٹریوں سے
ملکي معاملات میں مشورہ کرتا ھے - تین بجے کھانا کھاکر سیر و
تفریح کي تیاري کرتا ھے' اور اکثر تھیٹروں میں جاتا ھے - ان
تفریحي مشاغل سے فارغ ھوکر دس بجے تک سو رھتا ھے -
با اینہمہ مصروفیت اور کسل و تکان کي کبھي شکایت نہیں کرتا -
اگر امور ملکي کے انجام دینے سے طبیعت گھبرا جاتي ھے تو چند
دنوں سیر و شکار کے لیے باھر نکل جایا کرتا ھے -

وہ یورپ کي تمام زبانوں کا ماھر ھے اور ان تمام زبانوں میں
گفتگو کرسکتا ھے - اوس نے ایک مرتبہ فوج کا جائزہ لیا تو اوسکے
سامنے مختلف قوموں کے پانچ دستے پیش کیے گئے - اوس نے ھر ایک
کے سامنے اوسیکي زبان میں تقریر کی !

تاریخ و عبر

کرۂ ارضی کی آشنزدگی کا اولین شعلہ

فرانسس جوزف شہنشاہ اسٹریا

(حیات خصوصی)

وہ آرچ ڈیوک فرانسیس کارل کا بیٹا ہے - ۱۸ اگست سنہ ۱۸۳۰ ع میں پیدا ہوا' اور سنہ ۱۸۴۸ ع میں جبکہ اسکی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی اوسکی تخت نشینی ہوئی - سنہ ۱۸۶۷ ع میں اوسکے تاج شاہی میں ایک نیا طرہ لگایا گیا - یعنی وہ ہنگری کا بادشاہ بھی بنایا گیا - اسوقت اوسکی عمر تقریباً ۸۴ برس کی ہے -

معمر ترین حکمران عالم

سنہ ۱۸۵۴ ع میں اسنے میکسمیلیاں ڈیوک آف بیاوار کی لڑکی سے شادی کی جو یورپ کی شاہزادیوں میں عام طور پر ممتاز خیال کی جاتی تھی' اور اسکا حسن و جمال مسلم تھا - اوس کے بطن سے چار اولاد پیدا ہوئیں جنمیں سے صرف دو لڑکیاں آرچ ڈچیز جیزلا اور ماریہ زندہ ہیں - سنہ ۱۸۹۸ ع میں ملکہ پر جب وہ جنیوا میں شاہی کشتی میں جا رہی تھی' ایک اٹالین نوجوان نے دفعتاً حملہ کیا اور قتل کردیا -

شہنشاہ جوزف کے تین بھائی تھے' جن میں سے ایک میکسیکو پر حکومت کر رہا تھا' اوس نے ۱۸۶۷ ع میں وفات پائی - دوسرے بھائی کا نام آرچ ڈیوک کارل تھا جس نے سنہ ۱۸۹۶ ع میں انتقال کیا - اس نے متعدد اولاد چھوڑی - فرانسیس فرڈیننڈ جو حال میں سراجیو میں قتل کیاگیا' اسی کا لڑکا تھا شہنشاہ جوزف نے پرنس اوڈلف کے انتقال بعد اسیکو ولی عہد مقرر کیا تھا' لیکن وہ قطرتاً نہایت ضعیف الجثہ تھا - ڈاکٹروں نے اوسکو وائینا کے قیام سے منع کردیا تھا - ماہرین سیاست کی راے تھی کہ وہ حزم و تدبیر کے ساتھہ اسٹریا جیسے مختلف العناصر ملک پر حکومت نہیں کرسکتا - اوسکو اس کمزوری کا وہ خود بھی محسوس کرتا تھا - اسلیے ایک خاموش لطف و مسرت کی زندگی بسر کر رہا تھا -

عام خیال تھا کہ اگر یہی حالت قائم رہی تو اسکی جگہہ شاہنشاہ جوزف کے بھائی ارچ ڈیوک اٹو کو ولی عہد بنایا جائگا' لیکن سراجیو نے ہمیشہ کے لیے اوس سے یہ منصب چھین لیا -

شہنشاہ جوزف کا خاندان تمام یورپ میں سب سے قدیم ترین حکمراں خاندان ہے - وہ ۶۳۲ برس سے حکمرانی کر رہا ہے' اور یہ ایسا فخر ہے جو دوسرے خاندانوں کو بہت کم نصیب ہوا ہے - اس سلسلہ حکومت کا پہلا تاجدار رودلف وان ہیسبورگ تھا - وہ پہلے جرمنی کا ایک کونٹ تھا لیکن سنہ ۱۲۷۳ ع میں جرمانیا کا باشاہ مقرر [illegible]

اس خاندان نے ایک مدت تک اسٹریا' ہنگری' بوہیمیا' وسط جرمنی' ہالینڈ' اٹلی' اسپین وغیرہ' پر حکومت کی ہے اور اوس پر سے ہر قسم کے ملکی انقلابات کا سیلاب گذر چکا ہے - اس وسیع مدت نے مردوں کے ساتھہ عورتوں کو بھی حکومت کرنے کا موقع دیا - چنانچہ سنہ ۱۷۴۰ ع جب شاہنشاہ کارل سادس کا انتقال ہوا' اور اوس نے اولاد ذکور میں سے کسیکو وارث تاج و تخت نہ چھوڑا تو اسکی لڑکی ماریا تریزا کے سرپر تاج شاہی رکھا گیا - حکمراں ہونے سے پہلے سنہ ۱۷۳۶ ع میں اوسکی شادی ڈیوک فرنسیس لورین سے ہوئی تھی - اب جب اوس نے تخت سلطنت پر قدم رکھا تو اوسکا شوہر ڈیوک فرنسیس اول شاہنشاہ بنایا گیا' یہی فرنسیس ہے جسکی اولاد آج تک بر سر حکومت ہے - اسلیے اسٹریا کے موجودہ خاندان شاہی کو ہیسبورگ لورین کہا جاتا ہے -

شاہنشاہ جوزف کا سالانہ وظیفہ ۹۳۰,۰۰۰ گنی ہے' اس رقم میں سے اوسکو نصف آسٹریا اور نصف ہنگری کے خزانہ سے ملتا ہے - وائنا اور بوڈا پسٹ میں اوسکےلیے متعدد محل تعمیر کئے گئے ہیں' اور پیرانہ سالی' تجربہ کاری' اور زمانہ شناسی کے لحاظ سے وہ یورپ کے تمام بادشاہوں میں نہایت موقر اور قابل احترام خیال کیا جاتا تھا لیکن افسوس کہ موجودہ جنگ یورپ میں خونریزی کا پہلا قدم اوٹھا کر اسنے اپنی ہشتاد سالہ عزت یورپ کے بڑے حصے میں برباد کردی ہے -

فنون لطیفہ کے ساتھہ نہایت دلچسپی رکھتا ہے - بالخصوص مناظر طبیعیہ کا شیفتہ ہے - ساتھہ ہی فنون سپہگری میں بھی اسے خاص شہرت حاصل ہے - اوس نے اکثر میدان جنگ سے پیچھے ہٹ جانے پر موت کو ترجیح دی' چنانچہ معرکہ سلفرینو میں جب اسٹرین فوج نے جنرل ہیس کی سپہ سالاری میں فرنچ اور سارڈینین فوج کی متعدد فوج سے مقابلہ کیا اور جنرل ہیس نے بعض جنگی مصالح کی بنا پر فوج کو بھاگنے کا حکم دیدیا' تو شاہنشاہ جوزف کی بہادری نے اس ہتک کو گوارا نہ کیا اور خود فرنچ توپوں کی باڑہ کے آگے سینہ سپر ہوکر کھڑا ہوگیا' جو نہایت تیزی کے ساتھہ پیچھے ہٹنے والی اسٹرین فوج پر گولے برسارہی تھیں !

ایک مرتبہ وہ سرسبز کھیتوں کے درمیان گذر رہا تھا - اوسکو دو شخص نظر آے جو پالو جانوروں کو شکار کیلیے چرانا چاہتے تھے - جب اون دونوں نے شاہنشاہ جوزف کو دیکھا تو آکر پانوں پر گرپڑے اور روکر کہا :

" ہمارا خاندان بہت بڑا ہے - صرف زراعت سے گذر اوقات نہیں ہوسکتی - پہلے ہم فوج میں ملازم تھے' اب موقوف کردے گئے ہیں - اسلیے اس جرم کے ارتکاب پر مجبور ہوگئے "

شاہنشاہ جوزف نے اونکا نام و نشان پوچھکر اون کو واپس چلے جانیکی اجازت دی - وہ چلے گئے' مگر مواخذہ کا خوف دامنگیر تھا - اسکے بعد شاہنشاہ نے اونکے پاس فرمان بھیجا جسکے ذریعہ اونکو شکار گاہوں کا نگراں مقرر کیا گیا - فرمان کو پہلے تو وہ وارنٹ گرفتاری سمجھے لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اونکی صداقت اور فوجی خدمات کے صلے میں ایک موزوں تر منصب عطا کیا ہے !

ایک روز وہ شونسبرن کو جارہا تھا' راستے میں فائر بریگیڈ ملا جو کہیں آگ بجھانے کیلیے جا رہا تھا - اوسکے گھوڑے کیچڑ میں پھنس گئے تھے -

وہ دفعتاً رک گیا' بادشاہ نے خود اپنی گاڑی کے گھوڑے کھلواکے اوس میں جتوادیے - ان گھوڑوں نے فائر بریگیڈ کو کیچڑ سے نکالا' اور مقام آتش زدگی تک پہنچا آے - شہنشاہ خود کرایہ کی گاڑی پر سوار ہوکر چلا گیا !

انعامی مضامین سے مقصود یہ ہے کہ کسی موضوع یا عنوان کو متعین کر کے اہل قلم کی خدمت میں پیش کیا جاے تا کہ وہ اسپر فکر ازمائی کریں' اور پھر بہتر و امثل مضمون کیلیے ایک اعلان کردہ رقم پیش کی جاے - اسلیے نہیں کہ وہ اسکا معاوضہ ہے بلکہ محض بغرض امتیاز' و تشویق و تحریص -

یہ ایک نہایت عمدہ طریقہ ہے جس سے ارباب قلم میں تحریر و تصنیف کا شوق پیدا ہوتا ہے - یورپ کے اخبار و رسائل اور مجالس و مجامع کو پبلک کي طرف سے بڑي بڑي رقمیں دي جاتي ہیں تاکہ وہ انعامي مضامین کا اعلان کر سکیں - وہانکے اخبارات خود بھي اس قابل ہوتے ہیں کہ علمي اولوالعزمیوں میں حصہ لیں اور اپنے ادارہ کے طرف سے گرانقدر رقوم ارباب علم و ادب میں تقسیم کریں -

علی الخصوص جب کبھی کوئی نئی اختراع یا علمي تحقیق شائع ہوتی ہے اور اسکی تکمیل و ترقي کیلیے ارباب علم اور عام پبلک کي توجہہ مطلوب ہوتي ہے تو عموماً اس کام میں سب سے زیادہ مدد انعامی مضامین کے مقابلوں ہی سے ملتي ہے اور انعاموں کی تعداد اور مقدار میں خود اخبارات و رسائل کا باهمي مقابلہ شروع ہو جاتا ہے - مثلاً کئی سال سے تمام یورپ کے اخبارات و رسائل پر هوائی جہازوں کے تجارب کا ایک بحران علمي طاري ہے - جنگ سے پہلے کوئي هفتہ ایسا نہیں جاتا تھا کہ کوئی نہ کوئی انعام انکے متعلق شائع نہ کیا جاتا ہو - صرف ایک اخبار " ڈیلی ٹیلي گراف " لنڈن نے تین سال کے اندر ۱۲ - بڑے انعام تقسیم کیے جنکي رقوم کي مجموعي تعداد ۳ - هزار پونڈ سے زائد تھي - پھر وہ عظیم الشان انعام اسکے علاوہ ہے جو ڈیلی ٹیلي گراف نے پچھلے سال هوائي مسابقت کیلیے انگلستان میں تقسیم کیا تھا !

افسوس کہ هندوستان میں یہ باتیں ابتک خواب و خیال ہیں - یہاں کے اخبارات کو دست سوال کي وسعت اور طبع دریوزہ گری سے اتني مہلت کہاں ملتي ہے کہ انکے بڑھے ہوے ہاتھوں میں دوسروں کیلیے بھی کوئي بخشش ہو؟ ان میں سے اکثر اپني فلاکت و درماندگي سے مجبور ہیں اور بعض اپني طبعیت سے - پبلک نے ابتک علم و ادب اور مطبوعات و مصنفات کي حقیقت نہیں سمجھی ہے - وہ همیشہ اس فکر میں رهتي ہے کہ ڈیڑھ روپیہ میں سال بھر تک سب سے زیادہ سیاهي اور کاغذ کون دیسکتا ہے ؟

لیکن ان تمام باتوں سے بھی زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اگر بہتر سے بہتر اسباب جمع بھي ہوجائیں تو ملک میں بدبختی سے صحیح دلچسپي لینے والي کوئی جماعت نہیں ہے - یہاں اخبار کے معنی یہ ہیں کہ ایک مشین بصورت انسان جو پرنٹنگ مشین کي آخرین ایجاد کی طرح خود هي کاغذ کاٹتي ہے' خود هي چھاپتی ہے' خود هي مرتب کرتی ہے' خود هي موڑتي ہے' غرضکہ سب کچھہ خود هی کرتي ہے - پھر انعام کے معني بھی یہاں یہي ہوسکتے ہیں کہ خود هي عنوان تجویز کیا جاے' خود هی رقم معین کي جاے' اور پھر خود هي لکھکر بعد انقضاے مدت مقررہ رقم وصول بھي کرلی جاے :

خود کوزہ' خود کوزہ گر و' خود گل کوزہ !

آغاز اشاعت الہلال سے همیں کسي ایسے سلسلے کے اجرا کا بارها خیال ہوا مگر اهل قلم کي بے توجهي اور اکثر حالتوں میں بدمذاقي نے مایوس کردیا -

لیکن آج اس خیال سے کہ اگر خشک علمي مضامین اور تحقیق طلب مذهبي مقالات کیلیے ارباب قلم طیار نہیں ہیں تو اقلاً ادب و انشاء کے میدان میں تو آسکتے ہیں' اس تصویر کو شائع کرتے ہیں' اور اردو ادب و شعر کے با مذاق حضرات کے آگے صرف فکر و خیال کا ایک نیا میدان کھولتے ہیں - اس اولین تجربے پر آیندہ کے ارادے موقوف ہیں -

هم سے پہلے ایک اهل قلم کو هم سے بھي زیادہ مصیبت پیش آئي تھي :

رومسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز
تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی !

الحمد للہ کہ گو بعض ابناے عصر نے اپنے تئیں یہاں تک بھي پہنچا دیا ہو مگر همیں اسکي ضرورت نہیں ہوئی ہے' اور اگرچہ علمي و مذهبي مضامین کي جگہ محض ادب و شعر کي دعوت دینا همارے لیے ایک طرح کا تنزل ہو - تاهم فی نفسہ اسکي ضرورت سے بھي انکار نہیں کیا جا سکتا -

کچھہ عرصہ پہلے عالم ادب و شعر کے هم خود بھي رہ نوردہ تھے اور الہلال کی اشاعت کے وقت ارادہ تھا کہ خالص ادبی و شعري افکار و مقالات کا بھي اسمیں غالب حصہ ہوگا - لیکن آگے چلکر معلوم ہوا کہ یہاں ایک کے ہو رهنے کے سوا چارہ نہیں' اور بالاخر عالم جذبات و حسن و عشق سے الگ ہوکر صرف اصلاح و مذهب هی پر قناعت کرلیني پڑي - شاید هم اب بھي اس کام کو کرسکتے ہیں مگر نہیں کرتے - و للہ در ما قال :

رند هزار شیوہ را طاعت حق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست

اگر ارباب ذوق نے اس تجربے میں ساتھہ دیا تو انعامي مضامین کا سلسلہ همیشہ جاري رهیگا اور پھر علمي و مذهبي تحقیقات کے عنوان بھي پیش کرینگے -

(نغمۂ حسن و طبل جنگ)

اس مرقع کا موضوع تخیل " نغمۂ حسن و طبل جنگ " ہے - حسن و عشق کي دنیا بھي ایک معرکہ زار ہے مگر وهاں کے اسلحۂ و الات اور ہیں - وہ جنگ جسمیں لوہے کي تلوار اور چمڑے کي ڈھال سے کام لیا جاتا ہے' بظاهر اس سے کوئي ربط نہیں رکھتي' لیکن اس تصویر میں دونوں چیزیں جمع کردي گئي ہیں - حسن کی محو و بیخود نگاہیں تلوار پر جھکي ہوئی ہیں :

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائي !

انعامي موضوع بحث یہ ہے کہ صرف یہ مرقع اور اسکا عنوان شائع کردیتے ہیں اور اسکے تاریخي ماخذ اور تمام جزئیات مرقع کے متعلق کچھہ نہیں بتلاتے - ارباب ذوق و فکر اس مرقع کو سامنے رکھکر اظہار خیال کریں اور جس پہلو کو زیادہ نمایاں پائیں بحث میں لائیں - آخر اکتوبر تک تمام مضامین آجانے چاهئیں - جو مضمون سب سے زیادہ بہتر و ارفق اور موضوع مرقع پر حاوی ہو گا' اسکے لیے ایک گنی نقد اور ایک گنی قیمت کي مجلدات الہلال پیش کي جائیگي -

مضامین صاف اور خوشخط لکھے ہوں - ورق کے صرف ایک صفحہ پر لکھے جائیں - انعام صرف خریداران الہلال کے حلقہ میں محدود رهیگا -

اقتراح ادبی و شعری

نغمۂ حسن و طبل جنگ!

دعوت تسابق افکار و تنافس اقلام

و فی ذالک فلیتنافس المتنافسون ! (۸۳ : ۲۶)

انعامی مضمون - دوگنی کا پہلا سلسلہ : " مواضیع ادبیہ " ۳۱ - اکتوبر تک -

آجکی اشاعت کے ساتھہ ایک دلچسپ مرقع شائع کیا جاتا ھے جو کلکتہ کے ایک دقیقہ سنج اور مشاق مصور کے قلم سحر کار کا نتیجہ ھے - اور ایک عمیق و وسیع حسن تخیل' تفحص تاریخی' اور فکر شعری نے اسکا خاکہ کھینچا ھے -

بظاھر اس مرقع کو دیکھیے تو صرف دو تصویریں ھیں جنھوں نے زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ کی دس بارہ انچ جگہ روک لی ھوگی- لیکن ارباب نظر اگر چاھیں تو انکے صرف ایک گوشۂ نگاہ ھی کے اندر صدھا صفحوں کے صحائف معانی اور دفاتر سوانح و حوادث پڑھلے سکتے ھیں :

احوال ما ز حوصلۂ نامہ بیش بود
لختی ز حال خویش بسیما نوشتہ ایم !

عالم جذبات و حسیات کے صدھا مطالب ھیں جنھیں ھزارھا صفحوں پر پھیلاکر لکھیے -جب بھی سمٹ نہیں سکتے - لیکن اگر ایک سیماء گویا' ایک چشم سخنور' ایک نگہ ناطق' ایک غمزۂ معنی طراز' ایک جمال فکر اندیش' سامنے آجاے تو انکے درس و فہم کیلیے صرف ایک لمحۂ نظارہ ھی کافی ھوتا ھے - بلکہ اس سے بھی کم - یہ ایک ایسی حقیقت ھے جسکی ھر صاحب حال فوراً تصدیق کریگا -

ارسطو اگر شرم و حیا کے واردات و اثرات کا فلسفہ مرتب کرتا اور دس ضخیم جلدیں لکھہ جاتا' جب بھی آپ کچھہ نہ سمجھتے- لیکن کسی کے چہرۂ محجوب اور نگہ شرمگیں کا ایک نظارہ آپکو سب کچھہ سنجھا دیتا ھے' اور حقائق حسن و عشق کے وہ وہ اسرار و غوامض خود بخود حل ھوجاتے ھیں جو دنیا بھر کے حکیموں اور فلسفیوں کی زبانیں ملکر بھی حل نہیں کرسکتی تھیں !

آپ کے نزدیک علم البرق کا سب سے بڑا ماھر وہ ھے جسنے کسی وسیع علمی عمارت کے اندر بڑی بڑی کتابیں اور بڑے بڑے آلات دیکھے ھوں - لیکن میری نظر میں اس کی حقیقت اوس خوش نصیب سے بڑھکر کوئی نہیں جانتا جسے کسی جمال آتشیں کی ناگہانی جلوہ تابی کے نظارہ کا بار بار موقعہ ملا ھے' اور ھمیشہ اسکے خرمن صبر و شکیب پر بجلیاں گرتی رھی ھیں - و کل حزب بما لدیہم فرحون :

نہ دانم تا چہ برق فتنہ خواھد ریخت بر ھوشم
تصور کردہ ام بگسستن بند نقابش را

* * *

یہی نکتہ ھے جو فن تصویر و رسوم کو تحریر و کتابت پر ترجیح دیتا ھے - قدیم مصری ھیرو غلیفی (نقوش مصورہ و ممثلہ) کے ذریعہ بخط و کتابت کرتے تے اور یقیناً ھم سے زیادہ عقلمند تے

دشمن کے ھجوم کی تصویر کھینچنے میں ھم صفحے کے صفحے صرف کردیتے ھیں اور پھر بھی اپنے چشم و دماغ کو مخاطب کے سر میں نہیں رکھدیسکتے - لیکن وہ ایک شمشیر بکف سپاھی کو مکان کے دروازے پر کھڑا دکھلا کر ھم سے زیادہ بہتر درس مطالب پر قادر تے - جذبات و واردات' حوادث و سوانح' اور مظاھر طبیعیہ و تغیرات نطریہ کے بیان میں ھزارھا صفحے ایک طرف' اور ایک انچ کی چھوٹی سی تصویر ایک طرف ! ھومر نے کسقدر صرف فکر و تصور کے بعد محاصرۂ ترواے کے چند معرکے دکھلاے اور ھومر اعظم ھوگیا ؟ لیکن ایک مصور پنسل کی چند لکیریں کھینچکر دو چار منٹ کے اندر اس سے زیادہ جنگ کے میدان دکھلا دیسکتا ھے' مگر دنیاء کا معیار فضیلت دوسرا ھے -

علی الخصوص انسانی جذبات و خواطر اور عالم عواطف و حسیات کے اظہار کے لیے تو زندہ انسانوں کے بعد صرف تصویرھی ایک ایسی شے ھے جو دل کے چھپے ھوے راز دوسرے دلوں تک منتقل کردیسکتی ھے -

واقعہ نویس اور شاعر کے کاموں کو مصور سے وھی نسبت ھے جو ایک فلسفی کے فلسفۂ حسن کے مقابلے میں خود ایک روے جمیل و حسین کو حاصل ھو سکتی ھے - اسی لیے شعر کی ساری فضیلت اسمیں ھے کہ وہ تصویر ھو -

* * *

یہ مرقع جو آپ دیکھہ رھے ھیں' اس بیان کی تصدیق کر سکتا ھے - تاریخ و وقائع' سوانح و حوادث' عجائب تصادفات' نیرنگی انقلابات' حسن و عشق کی کرشمہ سازی' جذبات متضادہ و متباینہ کی کشاکش' اور قلمرو حسن و عالم سیف و سناں کی باھمی آویزش' یہ سب کچھہ اسمیں موجود ھے' اور ان سب سے زیادہ روح شعر و موسیقی کی وہ معنویت اعلی جسکے اظہار سے مورخ کا قلم' خطیب کی زبان' مطرب کی ترانہ سنجی' اور شاعر کی فکر' سب عاجز رھجاتے ھیں' اگرچہ وہ سب اسکی طرف اشارہ کرتے ھیں اور اسکے ضروری اجزاء مہیا کردیتے ھیں !

انعامی عناوین و مضامین

اردو زبان میں " انعامی مضمون " کی ایک نہایت سخیف و عامیانہ ترکیب رائج ھوگئی ھے' اور غالباً رسالۂ " حسن " حیدرآباد کی بہت سی عمدہ یادگاروں کے ساتھہ یہ ایک ناگوار لغوی صناعۃ بھی باقی رھگئی ھے - اس قسم کی ترکیبیں میرے مذاق سے بالکل دور ھیں' لیکن چونکہ رائج ھوگئی ھے اسلیے مجبوراً لکھنا پڑتا ھے - کسی عمدہ ترکیب سے اسے بدلدینا چاھیے -

بريد فرنگ

" ٹائمز " كاغذ كي كميابي پر بحث كرتے هوے لكهتا هے ' " يه ظاهر هے كه اسوقت كاغذ كي جتني مانگ هے اس سے كاغذ كي مجموعي فراهمي بهت كم هے - كاغذ كي قيمت ميں ۷۵ فيصدي كا اضافه مطابع كي تجارت كے ليے عموماً اور اخبارات كے مالكوں كے ليے خصوصاً ايک سنگين معامله هے ليكن اس گراني كے مسئله سے بهي زياده اهم يه سوال هے كه اسوقت جبكه يورپ ميں كاغذ سازي كے ليے لكڑي كے مغز (وڈ پلپ) كي آمد و رفت بند هے ' تو كيا يه اميد كي جاسكتي هے كه آينده گراں تر قيمت هي پر سهي مگر بهر حال كاغذ ملتا رهيگا ؟

بهترين ذرائع اطلاع كے بموجب لكڑي كے مغز كے اسٹاک كا خرچ ۱۵ هزار ٹن سے بڑهكے ۱۹ هزار روزانه تک پهنچگيا هے - رزروائر (محفوظ خزانے) ميں معمولي شرح صرف كے لحاظ سے ۱۰ - هفته كا سامان رهتا هے - ليكن آجكل خرچ كا جو اوسط هے' اسكے حساب سے تو رزروائر بهي ۶ هفته سے زياده نهيں جليگا -

---

قرون وسطى نے اپنے هر قسم كے وحشيانه اور خود غرضانه جذبات كے ليے مذهب كو آڑ بنايا تها - موجوده زمانے نے مذهب كے بدلے تهذيب و تمدن كو انتخاب كيا هے - چنانچه اسوقت بهي جبكه تهذيب و تمدن كي بستياں تاراج اور انسانيت كا قتل عام هو رها هے ' هر طرف سے جو صدائيں آ رهي هيں ' وه حفظ تهذيب ! حمايت تمدن ! ! اور انتقام انسانيت هي كي هيں ! الله ! الله ! يقولون بافواههم ماليس في قلوبهم

اس حقيقت كو ايک انگريز آزاد مقاله نگار كا قلم اسطرح بے نقاب كرتا هے :-

"جنگ كا جو سبب عام طور پر بيان كيا جاتا هے وه اسقدر كم لڑائي كي اصلي اور حقيقي وجه هوتي هے كه هم بے تكلف يه اصول قرار ديسكتے هيں كه جنگ كا جو سبب بهي علانيه بيان كيا جاے وه محض حيله هے -

صليبي لڑائياں بلكه خود تحريک " اصلاح " كے متعلق جو جرمن سے شروع هوئي اور پهر انگلستان اور فرانس تک پهيلي ' جب شهادتيں لي گئيں تو ثابت هوا كه محض ايک نمايش و نمود تهي ' اور در اصل اس پرده ميں كوئي اور مقصد مخفي تها -

مثلاً جيمس دوم كے ٹيسٹ ايكٹ (قانون امتحان) كي تنسيخ كے وقت " تسامح " اور " حريت ضمير " كي وكالت كي مگر يه محض ايک حيله هي حيله تها - اب هم كو معلوم هوا هے كه اسكا مقصد صرف يه تها كه اس بهانه پارليمنٹ ميں كهيتولک عنصر روشناس بلكه غالب كيا جاے - هر قوم جب كارزار ميں اترتي هے تو اپنے اس فعل كے جواز كے ليے قابل قدر اسباب كي جستجو كرتي هے مگر يه كوشش بالكل عبث هے - جو جنگ ضروري هے وه جائز اور بجا هے' گو اسكے ليے خود ساخته شاندار اسباب نه هوں "

موجوده جنگ چاهے مالي حيثيت سے دنيا كے ليے مضر بلكه مهلک ثابت هو مگر اخلاقي حيثيت سے تو وه اپنے اندر عبرت و بصيرت كا ايک بهترين ذريعه هے -

شاهنشاه آسٹريا كل تک يورپ كا " سب سے زياده معتزم معمر انسان " تها مگر آج اعلان جنگ كے بعد وه جس شكل ميں همارے سامنے پيش كيا جارها هے اسميں ايک معتزم متمدن انسان كے بدلے ايک سفاک ' عياش ' پسر كش ' اور بد عهد ' انسان كے خال و خط زياده نماياں هيں !

اخبار " نيشن " شهنشاه آسٹريا كے متعلق لكهتا هے :

"اسكي تاريخ كيا هے ؟ يه ايک دلچسپ سوال هے - فرانسيس جوزف (شهنشاه آسٹريا) نے اپني بے اصول ماں كي آغوش ميں پرورش پائي تهي ' اور اسكے اتاليق كونٹ بمبيل نے برائي ميں هميشه اسكي حوصله افزائي كي تهي - ۱۸ - سال كي عمر ميں اسكے سر پر شاهنشاهي كا تاج ركها گيا - اس نے سب سے پہلے روس كي مدد سے بسركردگي كونتهه اهل هنگري كے دبانے كي كوشش كي - تمام ملک هنگري قتل و خونريزي كا وحشت ناک منظر بنگيا - ۲۵ جنرل قتل هوے ' هزارها انسان بندوق كا نشانه بنے اور پهانسي كے تختے پر لٹكائے گئے - اسطرح فرانسيس جوزف انساني خون كے سيلاب سے گذرتا هوا تخت شهنشاهي پر آكے بيٹها -

ليكن هزارها ناكرده گناه انسانوں كا خون رائگاں نهيں گيا - بالاخر انتقام كي ديوي " نيمسيس " نے اسكا تعاقب كيا - سب سے پہلے اسي ملک پر آفت نازل هوئي جسكے ليے خون كا هولناک دريا بهايا گيا تها - " المبارڈي " اور " سالفرنيو " دو مقام اسكے هاتهه سے نكل گئے -

اسكے بعد گونكرٹيز كا چركه لگا - اور آخر ميں ايک مشهور تاريخي شهر وينس بهي چهن گيا -

انتقام كا دائره اسكي قلمرو تک هي محدود نه رها' بلكه اسكي خانگي زندگي بهي تلخي اور ماتم گساري ميں كٹي - ليكن اسكا بهي ذمه دار وه خود هي هے -

قدرت نے يورپ كي ايک حسين و جميل ترين عورت كا هاتهه اسكے هاتهه ميں ديا - فرانسيس جوزف اپني عم زاد بهن الزبيته آف بيوريا سے شادي كرنے ميں كامياب هوگيا - مگر اس نے اس مسرت و شادماني كو اسطرح خاک ميں ملايا كه ايک مشهور آسٹرين ايكٹرس " فرار وال " نامي كو " اشل " ميں بطور داشته عورت كے ركهليا - اس صدمه سے اسكي حسين و جميل ملكه ٹريسٹ بهاگ گئي -

اگرچه حسين اليزبتهه شاهي كشتي پر ايک دن كے ليے هانبرگ واپس آئي - مگر در اصل ٹريسٹ كي روانگي كے بعد سے اپنے بوالهوس اور بے وفا شوهر كے ساتهه ايک دن بهي نه رهي - اور بالاخر لواسين ميں قتل هوگئي -

قدرت نے اولاد كے بارے ميں اس سے بخل نهيں كيا . رودلف اسكا بيٹا تها اگرچه اكلوتا - نه كوئي دوسرا بهائي اور نه كوئي بهن - مگر اسكا كيا انجام هوا ؟ ميرلنگ ميں خود كشي اور ايک غم انگيز افسانه جو آج تک كسي كي سمجهه ميں نه آيا ! (رودلف كے قتل پر يه مشهور كيا گيا تها كه اس نے خود كشي كرلي هے مگر ايک شهزادي نے مائي پاسٹ يعني ميري سرگذشت كے نام سے جو كتاب شائع كي هے اس سے ثابت هوتا هے كه خود باپ هي نے اپنے بيٹے كو قتل كرديا - يه اسليے كه هنگري كا بادشاه نه هونے پاے جسكے ليے وه خفيه طور پر پوري طرح تيارياں كرچكا تها)

اسكے بعد اسكا بهتيجا ولي عهد هوا -

مگر ابهي انتقام كي ديوي كا غصه فرو نهيں هوا تها - جس چراغ كے گرد برسوں سے اميديں پروانه وار طواف كر رهي تهيں اسے سراجيوا ميں ايک سروي طالب علم كے هاتهه نے گل كرديا !

پس اگر فرانسيس جوزف دنيا ميں شاهي هستي كا ايک غمزده اور اپنے هاتهه سے اپني خوشي كو خاک ميں ملانے والا نمونه بنكے رها تو كوئي تعجب انگيز امر نهيں هے - اسوقت انسانيت جس عالمگير مصيبت ميں مبتلا هے - يه بهي اسيكے دل كي پيرانه كمزوري كا صدقه هے "

مفت مفت مفت

ایک عجیب غریب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - اسباب

۱۲ اکتوبر تک

نئی قسم کا رسٹ واچ -

(گارنٹی ۲ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس - مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چمڑہ ولایتی نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ -

رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ ارکسیڈ ایزڈ اسٹیل کیس ۵ روپیہ ۸ آنہ -

سلور کیس ۲ روپیہ عمدہ سلور کیس ۲ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

موٹر ریگولیٹڈ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کہلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈائل منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا -

اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

مس انڈیا واچ

گارنٹی پانچ سال

بلکل نئے فیشن کا سلنڈر واچ کہلا ڈھکنا تی دس فانسی سکنڈ ہنڈ سوئی کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصل دس روپیہ رعایتی ۳ روپیہ چودہ آنہ - فینسی ڈائل ۴ روپیہ آٹھہ آنہ -

۱۴ کیرٹ ہنٹنگ واچ

جولڈ انجن ٹرنڈ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے -

اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

سنٹرش ہینٹنگ واچ -

(گارنٹی ۲ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۹ - سادہ ڈائل - کفایت اور اچھا وقت دینے والا - مردٹی سولیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

امریکن لیور اسٹنڈرڈ واچ

۱۴ کیرٹ گولڈ واچ

گارنٹی چھہ سال

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانچ سو روپیہ کے ساتھہ اچھی عرصہ مقابلہ کرسکتی ہے - کیس دیکھنے میں نہایت خوبصورت -

قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھہ آنہ -

۱۴ کیرٹ رولڈ دولڈزر بیذا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی وابل تعریف -

قیمت اصلی ۱۵ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل رولڈ کیس ۲ روپیہ -

سنٹر سکنڈ واچ سٹاپ واچ

گارنٹی پانچ سال

نکلس عمدہ قسم ۵ روپیہ چار آنہ -

خاصکر ڈاکٹروں اور دائیوں کیلیے یہ گھڑی ایک سکنڈ کے حصہ کو بھی اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کہلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصل ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

لیڈی گولڈ واچ

گارنٹی پانچ سال

لیڈی اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والی بالکل نئے فیشن کا کیس -

قیمت اصلی ۲۵ روپیہ رعایتی قیمت ۱۴ روپیہ آٹھہ آنہ - جسمیں جنٹس سائز ۲۸ روپیہ

بی - اس - ننکی - اینڈ کمپنی نمبر ۱۰۲ - دھرمتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چريا کوٹي نے ايک نہايت مفيد سلسلہ جديد تصنيفات و تاليفات کا قائم کيا ہے - مولوي صاحب کا مقصود يہ ہے کہ قرآن مجيد کے کلام الہي ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کيئے گئے ہيں اُن سب کو ايک جگہہ مرتب و مدون کرديا جاے - اس سلسلہ کي ايک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تين جلدوں ميں چھپ کر تيار ہو چکي ہے -

پہلي جلد کے چار حصے ہيں - پہلے حصے ميں قرآن مجيد کي پوري تاريخ ہے جو اتقان في علوم القرآن علامۂ سيوطي کے ايک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ ميں تواتر قرآن کي بحث ہے ' اس ميں ثابت کيا گيا ہے کہ قرآن مجيد جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغير کسي تحريف يا کمي بيشي کے ويسا ہي موجود ہے ' جيسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور يہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامي کا مسلمہ ہے - تيسرے حصہ ميں قرآن کے اسماء و صفات کے نہايت مبسوط مباحث ہيں - جن ميں ضمنا بہت سے علمي مضامين پر معرکۃ الارا بحثيں ہيں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتي ہے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد کي ايک سو پيشين گوئياں ہيں جو پوري ہو چکي ہيں - پيشين گوئيوں کے ضمن ميں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہيں ' اور فلسفۂ جديدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصيلي بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ايک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ ميں نبوت کي مکمل اور نہايت محققانہ تعريف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے ہوے آيۃ خاتم النبيين کي عالمانہ تفسير کي ہے - پہلے باب ميں رسول عربي صلعم کي ان معرکۃ الارا پيشين گوئيوں کو مرتب کيا ہے ' جو کتب احاديث کي تدوين کے بعد پوري ہوئي ہيں ' اور اب تک پوري ہوتي جاتي ہيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں کو لکھا ہے ' جو تدوين کتب احاديث سے پہلے ہو چکي ہيں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت ہوتي ہے -

تيسري جلد - اس جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ کے مستند اقوال سے ثابت کيا ہے کہ آنحضرت صلعم امي تھے' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہيں آتا تھا - قرآن مجيد کے کلام الہي ہونے کي نو عقلي دليليں لکھي ہيں - يہ عظيم الشان کتاب ايسے پر آشوب زمانہ ميں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چيني ہو رہي ہے ' ايک عمدہ ہادي اور رہبر کا کام ديگي - عبارت نہايت سليس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو ميں اس کتاب سے ايک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائي چھپائي و کاغذ عمدہ ہے - قيمت ۵ روپيہ *

نعمت عظمى ! نعمت عظمى !

امام عبد الوہاب شعراني کا نام نامي ہميشہ اسلامي دنيا ميں مشہور رہا ہے - آپ دسويں صدي ہجري کے مشہور ولي ہيں - واقح الانوار صوفياے کرام کا ايک مشہور تذکرہ آپ کي تصنيف ہے - اس تذکرہ ميں اولياء - فقراء اور مجاذيب کے احوال و اقوال اس طرح پر دانش چہاٹ کے جمع کئے ہيں کہ ان کے مطالعہ سے اصلح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفياے کرام کے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - يہ لا جواب کتاب عربي زبان ميں تھي - ہمارے محترم دوست مولوي سيد عبدالغني صاحب وارثي نے جو اعلى درجہ کے اديب ہيں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکھتے ہيں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمى کے نام سے کيا ہے ---اس کے چھپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلى قيمت ۵ روپيہ *

مشاهير الاسلام ! مشاهير الاسلام ! !

يعني اردو ترجمہ وفيات الاعيان مترجمہ مولوي عبد الغفور خان صاحب رامپوري' جس ميں پہلي صدي ہجري کے اواسط ايام سے ساتويں صدي ہجري کے خاتمہ تک دنياے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمين نحويين لغويين منجمين مہندسين مورخين محدثين زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطين مجتہدين و صناع و مغنين وغيرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسيوڈي سيلن)

" اہل اسلام کي تاريخ معاشرتي و علمي کي واقفيت کے واسطے اہل علم ہميشہ سے بہت ہي قدر کي نگاہوں سے ديکھتے آئے ہيں

يہ کتاب اصل عربي سے ترجمہ کي گئي ہے' ليکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگريزي ترجمہ کو بھي پيش نظر رکھا ہے' جسے موسيوڈي سيلن نے سنہ ۱۸۴۲ع ميں شائع کيا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاريخ ' تراجم ' جغرافيہ ' لغت ' انساب اور ديگر مسائل ديني کے متعلق کثير التعداد حواشي اضافہ کئے ہيں - اس تقريب سے اس ميں کئي ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھي شامل ہوگيا ہے - علاوہ بريں فاضل مترجم نے انگريزي مترجم موسيوڈي سيلن کے وہ قيمتي نوٹ بھي اردو ترجمہ ميں ضم کردے ہيں جن کي وجہ سے کتاب اصل عربي سے بھي زيادہ مفيد ہوگئي ہے - موسيوڈي سيلن نے اپنے انگريزي ترجمہ ميں تين نہايت کارآمد اور مفيد ديباچے لکھے ہيں مشاهير الاسلام کي پہلي جلد کي ابتدا ميں ان کا اردو ترجمہ بھي شريک کرديا گيا ہے - اس کتاب کي دو جلديں نہايت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفيد عام آگرہ ميں چھپوائي گئي ہيں' باقي زير طبع ہيں - قيمت ہر دو جلد ۵ روپيہ -

(۴) مآثر الکرام يعني حسان الہند مولانا مير غلام علي آزاد بلگرامي کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفياے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفيد عام آگرہ خوشخط قيمت ۲ روپيہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

يعني شمس العلما مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان ميں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تيار ہوگئي ہے - علاوہ معنوي خوبيوں کے لکھائي چھپائي خط ' کاغذ ' تصاوير ' جلد مثل تمدن عرب کے قيمت ...... (۵۰) روپيہ -

(۵) صنمکدۂ عشق - يعني حضرت امير مينائي کا مشہور ديوان بار سوم چھپکر تيار ہوگيا ہے - قيمت ۲ روپيہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدين يعني تذکير و تانيث کے متعلق ايک نہايت مفيد رسالہ جس ميں کئي ہزار الفاظ کي تذکير و تانيث بتائي گئي ہے' قيمت ايک روپيہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفيہ - جس ميں کئي ہزار کتب قلميہ و مطبوعہ اور نيز مصنفين کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہيں ان کو يہ فہرست چراغ ہدايت کا کام دے گي - صفحات (۵۰۰) قيمت ۲ روپيہ -

(۸) تمدن عرب - قيمت سابق ۵۰ روپيہ قيمت حال ۳۰ روپيہ (۹) فنون ايران - مارگن شوسٹر کي مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاوير عکسي عمدہ جلد اعلى - قيمت ۵ روپيہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسين قدر بلگرامي کي مشہور کتاب - عربي و فارسي ميں بھي اس فن کي ايسي جامع کوئي کتاب نہيں ہے - صفحات ۴۷۴ قيمت سابق ۴ روپيہ - حال ۲ روپيہ -

(۱۱) - ميڈيکل جيورس پروڈنس - مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب قيمت سابق ۶ روپيہ قيمت حال ۳ روپيہ -

(۱۲) علم اصول قانون - يعني سرڈبليو - ايچ ريٹنگن کي کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قيمت ۸ روپيہ -

(۱۳) تحقيق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم يارجنگ مولوي چراغ علي مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق اپني دنيا ميں اپنا نظير نہيں رکھتي - صفحات ۴۱۲ - قيمت ۳ روپيہ -

(۱۴) شرح ديوان غالب اردو - تصنيف مولوي علي حيدر صاحب طبا طبائي صفحات ۳۴۸ قيمت ۲ روپيہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطين دہلي کي ايک جامع و مفصل تاريخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قيمت سابق ۲۰ روپيہ قيمت حال ۶ روپيہ -

(۱۶) معرکہ مذہب و سائنس - ڈريپر کي مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے - قيمت ۴ روپيہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفياے کرام تصنيف مير غلام علي آزاد بلگرامي - قيمت ۲ روپيہ -

(۱۸) تيسير الباري ترجمہ صحيح بخاري اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہايت خوشخط کاغذ اعلى قيمت ۲۰ روپيہ -

نوٹ — ايک روپيہ في جلد کے حساب سے ہر کتاب کي جلد ہمارے پاس تيار ہوسکتي ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

تاریخ هندوستان

— * —

اثارمطبوعات قدیمهٔ هند

— * —

ترجمه فارسی " هسٹري آف انڈیا " مصنفه مسٹر جان مارشمن
مطبوعهٔ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

(۱) هندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه محنتیں کي هیں ان میں مسٹر سي - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتھه قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه لارڈ ایڈنگ کے زمانے میں مولوي عبد الرحیم گورکھپوري نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بهرام شاه نبیرهٔ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - کچھه نسخے فروخت هوے اور کچھه گورنمنٹ کے لیے لیے اور عام طور پر اشاعت اُسکي نه هوسکي -

اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکی خاص طرح کی چھپائی بھي ہے - یعني چھپي تو ہے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونه اگر نستعلیق ٹائپ کا ابتک کوئي ہے تو یہي ہے - کاغذ بھي نہایت اعلی درجه لگایا گیا ہے - علاوه مقدمه و فهرست کے اصلي کتاب ۴۰۴ صفحه میں ختم هوئي ہے -

قیمت مجلد ۳ - روپیه - ۸ آنه - غیر مجلد ۳ - روپیه
تمام درخواستیں : " مینیجر الهلال کلکته " کے نام آئیں -

الہلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو بنگله گجراتي اور مرهٹی هفته وار رسالوں میں الهلال پهلا رساله ہے ' جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کی طرح کثرت سے فروخت هوتا ہے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسی کي درخواست بھیجیے

۱۲ مشاهیر اسلام رعایتی قیمت پر

—○*○—

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلي قیمت ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۲) حضرت بابا فرید شکرگنج ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۳) حضرت محبوب الهي رحمة الله علیه ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه (۴) حضرت خواجه حافظ شیرازي ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه (۵) حضرت خواجه شاه سلیمان تونسوي ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۶) حضرت شیخ بوعلي قلندر پاني پتي ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه (۸) حضرت سرمد شهید ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۹) حضرت غوث الاعظم جیلاني ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۱۰) حضرت عبد الله بن عمر ۳ آنه رعایتي ۱ آنه [۱۱] حضرت سلمان فارسي ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۱۲] حضرت خواجه حسن بصري ۳ آنه رعایتي ۱ آنه [۱۳] حضرت امام رباني مجدد الف ثاني ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۱۴] حضرت شیخ بهاالدین زکریا ملتاني ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه (۱۵) حضرت شیخ سعدي ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۱۷) حضرت امام غزالي ۵ آنه رعایتي ۲ آنه (۱۸) حضرت شیخ محي الدین ابن عربي ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۱۹) شمس العلما آزاد دهلوي ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۲۰) رعایتي ۱ پیسه (۲۱) شمس العلما مولوي محسن الملک مرحوم ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۲۲) آنریبل سرسید مرحوم ۵ رعایتي ۲ آنه نذیر احمد ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علي ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه (۲۴) حضرت شهاب الدین ۲ آنه (۲۵) حضرت سلطان عبدالحمید خان غازي رحمة الله علیه ۵ آنه رعایتي ۲ آنه (۲۶) حضرت شبلي رحمة الله ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۲۷] ۵ آنه رعایتي ۲ آنه [۲۸] حضرت ابو سعید ابوالخیر ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیري ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۳۰] حضرت ابونجیب سهروردي ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ آنه رعایتي ۲ آنه [۳۲] حضرت امام غزالي ۹ آنه رعایتي ۲ آنه ۲ پیسه [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ آنه رعایتي ۲ آنه [۳۴] حضرت امام حنبل ۳ آنه رعایتي ۲ پیسه [۳۵] حضرت امام شافعي ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه [۳۶] حضرت امام ... ۱۰ پیسه ... رعایتي [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنه رعایتي ۲ آنه (۳۸) حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکي ۳ آنه رعایتي ۱ آنه (۳۹) حضرت خواجه معین الدین چشتي ۵ آنه رعایتي ۲ آنه (۴۰) غازي عثمان پاشا شیر پلیونا ۵ آنه رعایتي ۲ آنه - سب مشاهیر اسلام قریباً دو هزار صفحه اصلي قیمت ۸ روپیه ۸ آنه (۴۰) کي قیمت یکجا خرید کرنیسے صرف ۲ روپیه ۸ آنه (۴۱) آئینه ... پنجاب کے اولیاے کرام کے حالات ۱۲ آنه رعایتي ۲ آنه ... رعایتي ... [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ آنه رعایتي ۲ آنه [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۲ آنه رعایتي ... [۴۴] حیات جاوداني ... حالات حضرت محبوب ... [۴۵] مکتوبات حضرت امام رباني مجدد الف ثاني اردو ترجمه ڈیڑهه هزار صفحه ... لا جواب کتاب ... ۱ روپیه ۸ آنه [۴۶] ... ۷ آنه ... جمع کئے گئے هیں - اب دوسرا ... [۴۸] ... چهه روپیه هے اور رعایتي ۳ روپیه ۸ آنه [۴۹] صابون سازي کا رساله ۲ آنه رعایتي ۳ پیسه - (۵۰) ... بغیر مدد استاد کے انگریزي سکهانے والي سب سے بهتر کتاب قیمت ایک روپیه [۵۱] اصلي کیمیا گري یه کتاب سونے کي کان هے اسمیں سونا چاندي رانگ سیسه - جسته بنانے کے طریقے درج هیں قیمت ۰ روپیه ۸ آنه

حرم مدینه منوره کا سطحی خاکه

——:*:——

حرم مدینه منوره کا سطحي خاکه یا (Plan) هے جو ایک مسلمان انجنیرنے موقعه کي پیمایش سے بنایا هے - نهایت دلفریب متبرک اور روغنی معه رول وکپڑا پانچ رنگوں سے طبع شده قیمت ایک روپیه - علاوه محصول ڈاک -

ملنے کا پته — منیجر رساله صوفي پنڈي بهاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا هوا خوشگوار مچهلي کا تیل

Waterbury's Compound with Creosote and Guaiacol
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
Manufactured by WATERBURY CHEMICAL CO
SERIAL NO 185

Waterbury's Compound PLAIN
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
Manufactured by WATERBURY CHEMICAL CO
SERIAL NO 185

ترکیب سے تیار کیا هوا مزه دار مچهلي کا تیل

ڈهیلے اور کمزور رگ و پٹهه کو طاقتور بنانے اور پهیپڑا کی بیماري اور کهانسی و زکام سے خراب هونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور وائل کمپاونڈ" یعنے همارے یهاں کے تیار کیے هوئے مچهلي کے تیل سے بڑهکر کوئي دوسری دوا نهیں هے -

ایک بڑي خرابي مچهلي کے تیلوں میں یه هے که اس سے اکثر لوگوں کو متلي پیدا هوتي هے' اور کبهي کم مقدار کا ایک خوراک بهي کهانا ناممکن هو جاتا هے

واٹر بري کی کمپاونڈ یعنے مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقه یه هے که ناروے ملک کي "کاڈ" مچهلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزه اور بو کو دور کرکے اسکو "مالٹ ایکسٹراکٹ" و "هائپو فوسفائٹس" و "گلیسرن" و "اور مٹکس" (خوشبو دار چیزیں) اور پهیکے "کریوسوٹ" اور "گولیا کول") کے ساتهه ملانے سے یهه مشکل حل هو جاتی هے - کیونکه "کاڈ لیور وائل" کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نه صرف اوسکی بدمزگی دور هوگئی هے بلکه وه مزه دار هوگیا هے اور اس سے پهرتي اور بشاشت هوتی هے مگر یه مرکب دوا "کاڈ لیور وائل" کے عمده فائده کو نهیں روکتی هے - اسکو بهت عمده طور سے بنایا گیا هے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے هیں - اگر تمهارا جسم شکسته اور رگ و پٹهے کمزور هوجائیں جنکا درست کرنا تمهارے لئے ضروري هو - اور اگر تمهاري طاقت زائل هو رہے اور تمکو بهت دنوں سے شدت کي کهانسی هوگئي هو اور سخت زکام هوگیا هو جس سے تمهارے جسم کي طاقت اور اعضاے رئیسه کی قوت نقصان هوجانے کا ڈر هے - ان حالتوں میں اگر تم پهر قوت حاصل کرنے چاهتے هو تو ضرور واٹر بري کا مرکب "کاڈ لیور وائل" استعمال کرو - اور یهه ان تمام دواؤں سے جنکو هم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے هیں کهیں بهتر هے - یه دوا هر طرحسے بهت هی اچهي هے - یه دوا پاني و دودهه وغیره کے ساتهه کهلجاتي هے' اور خوش مزه هونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بهت پسند کرتے هیں - نسخه کو بوتل پر لکهه دیا گیا هے - قیمت بڑي بوتل تین روپیه اور چهوٹي بوتل ڈیڑهه روپیه -

"واٹر بري" کا نام یاد رکهیے

یهه سب دوا نیچے لکهے هوے پته پر ملتی هے :—

ایم - اس - عبد الغنی کولوٹوله اسٹریٹ کلکته

روغن بیگم بہار

حضرات اہلکار، امراض دماغی کے مبتلا وگرفتار، وکلا، طلبہ، مدرسین، معلمین، مولفین، مصنفین، کیخدمت میں التماس ہے کہ یہ روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا اور پڑھا ہے، ایک عرصے کی فکر اور سوچ کے بعد بہترین مفید ادویہ اور اعلی درجہ کے مقوی روغنوں سے مرکب کر کے تیار کیا گیا ہے، جسکا اصلی ماخذ اطباے یونانی کا قدیم مجرب نسخہ ہے، اسکے متعلق اصلی تعریف بھی قبل از امتحان و پیش از تجربہ مبالغہ سمجھی جا سکتی ہے - صرف ایک شیشی ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یہ امر ظاہر ہو سکتا ہے کہ آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹری کیبراجی تیل نکلے ہیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بھی کرتے ہیں آیا یہ یونانی روغن بیگم بہار امراض دماغی کے لیے بمقابلہ تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے گیسوؤنکو نرم اور نازک بنانے اور دراز و خوشبو دار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک قدرت اور تاثیر خاص رکھتا ہے - اکثر دماغی امراض کبھی غلبۂ برودت کیوجہ سے اور کبھی شدت حرارت کے باعث اور کبھی کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا ہو جاتے ہیں، اسلیے اس روغن بیگم بہار میں زیادہ تر اعتدال کی رعایت رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک مزاج کے موافق ہر مرطوب و مقوی دماغ ہونیکے علاوہ اسکے دلفریب تازہ پھولوں کی خوشبو سے ہر وقت دماغ معطر رہیگا، اسکی بو غسل کے بعد بھی ضائع نہیں ہوگی - قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵ آنہ درجن ۱۰ روپیہ ۸ آنہ -

بٹیکا

بادشاہ و بیگموں کے دائمی شباب کا اصلی باعث یونانی میڈیکل سائنس کی ایک نمایاں کامیابی یعنی -

بٹیکا — کے خواص بہت ہیں، جن میں خاص خاص باتیں عمر کی زیادتی، جوانی دائمی، اور جسم کی راحت ہے، ایک گھنٹہ کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبہ کی آزمایش کی ضرورت ہے -

واما نرنجی تیلہ اور برندہر انجن تیلا - اس دوا کو میں نے ابا و اجداد سے پایا جو شہنشاہ مغلیہ کے حکیم تھے - یہ دوا فقط ہمکو معلوم ہے اور کسی کو نہیں درخواست پر ترکیب استعمال بھیجی جائیگی -

" زنفر فل کابھر " کو بھی ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیہ بارہ آنہ -

مسک پلس اور الکٹریک دیگر پرسنٹ پانچ روپیہ بارہ آنہ محصول ڈاک ۲ آنہ -

یونانی لوٹ باکڈر کا سامپل یعنی سر کے درد کی دوا صفحے پر مفت بھیجی جاتی ہے - فوراً لکھیے -

حکیم مسیح الرحمن - یونانی میڈیکل ہال - نمبر ۱۱۵/۱۱۴ مچھوا بازار اسٹریٹ - کلکتہ

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

بہ مدد تھوڑے سے واپس

ہمارا من موہنی فلوٹ ہارمونیم سریلا فائدہ عام کے واسطے تین ماہ تک نصف قیمت میں دی جاویگی یہ ساگون کی لکڑی کی بنی ہے جس سے آواز بہت ہی عمدہ اور بہت دیر تک قائم رہنے والی ہے -

سینگل ریڈ قیمت ۳۸ - ۴۰ - ۵۰ - روپیہ اور نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیہ ڈبل ریڈ قیمت ۶۰ - ۷۰ و ۸۰ روپیہ نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیہ ہے آرڈر کے ہمراہ ۵ - روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیئے -

کمرشیل ہارمونیم فیکٹری نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکتہ -

Commercial Harmonium Factory
No. 10/3 Lower Chitpur Road
Calcutta

انڈیا فلوٹ ہارمونیم

اسکے مقابلہ میں تمام ہارمونیم بیکار ہیں اسنے انڈین ایکزیبیشن سنہ ۱۹۰۰ میں گولڈ مڈل حاصل کی ہے - اسکے آگے زیادہ تعریف کی کونسی ضرورت ہے -

گارنٹی تین ۳ سال -

اکٹو سنگل سٹ رتبی ٹوسی قیمت ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ روپیہ " ڈبل " " - قیمت ۲۷ - ۳۰ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ پانچ روپیہ پیشگی آنا چاہیئے

A. P. Day and co.
22/1 Budhoo Ostagar Lane,
Calcutta.

علاج بواسیر

داخلی - خارجی - خونی وغیرہ کیسا ہی ہو، اسکے استعمال سے کلی آرام ہوجاتا ہے

قیمت فی شیشی چار روپیہ -

سفید داغ کا لا جواب علاج

بدن میں کیساہی سفید داغ کیوں نہو اسکے استعمال سے بالکل آرام ہوجاتا ہے -

قیمت فی شیشی چار روپیہ -

White & 50 Tollygunge
Calcutta

استرہ کی ضرورت نہیں

مولٹرر صاحب کا ہیر ڈیلی ٹری لگا لیجیے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے - فی شیشی چھہ آنہ تین شیشی ایک روپیہ -

پھول رانی

نہایت خوشبودار روغن پھول ہے سے استعمال سے دل و دماغ تازہ رہتا ہے اسطرحکا روغن ابتک کسی نے ایجاد نہیں کیا -

قیمت فی شیشی بارہ آنہ ایک درجن سات روپیہ آٹھہ آنہ -

Maithra & Co 1-1 Tarak Chatterjee Lane,
Calcutta.

اصلی مکر دھج

جو کہ خاص طلا سے بنایا گیا ہے یہ دوا خون کو صاف کرتا ہے بدن کو قوت بخشتا ہے، ناتوانوں کو توانا کردیتا ہے - مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق ہے - قیمت نمبر ۱ ایک تولہ پچاس روپیہ نمبر ۲ " " بتیس ۳۲ روپیہ

پاے کم درخواست نہیں آنا چاہیے -

Imperial Depot.
60 Srigopal Mullik Lane
Bow Bazar Calcutta

سنکاری فلوٹ

تین سال کی گارنٹی

بہترین اور سریلی آواز کی ہارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیہ

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیہ

اسکے ماسوا ہر قسم اور ہر صفت کا ہارمونیم ہمارے یہاں موجود ہے -

ہر فرمایش کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاہیے -

R. L. Day.
34/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت ! مفت !

دلی صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگانی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی
دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست
خلاصہ ہوگا ' اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں ہرج اور
نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول
ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ
دو دوائیں
ہمیشہ
اپنے
پاس
رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے
درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہی
سے پل میں آپکو ایسے درد کو بالکل دور کردیگی -
قیمت بارہ ٹکیونکی ایک شیشی ۶ آنہ محصول
ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ -
نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے
خرچ یک ہی ہوگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہمنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کرچکے ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں' اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ہوگئی ہوں' اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے ' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے - پھر اسکی سابق تندرستی ازسرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ
پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے
المشتہر روپور پرائٹر
ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

مسیحا کا
سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں ' اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کانٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے' اور عالم متمدن نمود کے ساتھ فائدے کا بھی جویاں ہے - بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو جانچکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے - اسمیں نہ صرف خوشبو ڈاکٹری ہی سے مدد لی ہے ' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے ' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال جڑ سے گھنے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے - درد سر' نزلہ' چکر' اور دماغی کمزوریوں کے لیے ازبس مفید ہے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے
قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

رجسٹری شدہ
انجن مارکہ
شیخ غوث علی حاجی وارث علی پرفیومر نمبر ۶ اپر چیت پور روڈ جوڑا سانکو کلکتہ

عرق جوہر گلاب
عرق جوہر کیوڑہ
گل بہار تیل
بادامی خوشبو تیل
روغن مولسری
ملکی بالاس تیل

نوٹ
اگر حکم ہو تو وی پی روانہ کریں - پارسل خرچ ذمہ خریدار - بوقت فرمائش اخبار ہذا کا حوالہ ضرور لکھیں -
نیازمند
غوث علی حاجی وارث علی

حسبنا الله و نعم الوكيل

ترکش سلطانہ هیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولي

جسے تمام عالم نے ٹرکش امپیرئیل هیرڈائی کا لقب عطا فرمایا ہے - یہ بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بوئي نا گوار بلکہ فرحت افزاے دل و جان عطر بہار خوشبو دار خضاب کمیاب ہے - سہولت کے ساتھہ ۲ - ۴ قطرہ برش یا انگلی سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاہ نما بنا لیجیے ایک شیشي برسونکے لیے کافي ہے - قیمت فی شیشی کلاں تین روپیہ - شیشي خرد دو روپیہ -

سارٹیفیکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ارسي - پي - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکتہ تحریر فرماتے هیں واقعي یہ ایک تحفہ بیش بہا کمیاب بلکہ نایاب استمبولی خضاب دنداري خضابوں میں اعلی و یکتا ہے ' بیشک یہ روسا امرا راجگان اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر ہے - اسکي جسقدر تعریف کي جائے بجا ہے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۵ مومن پور روڈ خضر پور کلکتہ

No. 1Mominpure Road Khidderpur Calcutta.

یوہن ٹائین

یک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز هوا ' یہ دوایک ضعف هکایتونکو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ کرتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ ایکسان مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - هسٹریہ وغیرہ کو بھی نفع ہے چالیس گولیوالی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایک بار کی دفع هو جاتی ہے - اس کے استعمال کر تے هی آپ فائدہ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

هائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رہا -

یہ دوا آب نزول اور فیل پا وغیرہ کے واسطے نہایت مفید ثابت هوا ہے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل هوتی ہے - یک ماہ کے استعمال سے یہ امراض بالکل دفع هو جاتی ہے قیمت دس روپیہ اور دس دنکے دوا کی قیمت چار روپیہ -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta,

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈ سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو- ڈاکٹر ایم - سي - ننجندراؤ اول اسسٹنٹ کھمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - " میںنے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایسل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں : " نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈي - ایم - ڈي (برن) بي - ایس سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکار کاڈي بمبئي فرماتي هیں : " اوبھرالین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ ' ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا ہے -

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta,

هر فرمایش میں الهلال کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ آف لنڈن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدونمیں ہے ابھي چھپ کے نکلي ہے اور تھوڑي سي رهگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۲۱۶ هاف ٹون تصاویر میں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي - اور ایک روپیہ ۱۴ آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بہو بازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane,
Bowbasar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مہینہ کے لیے رعایت تین دنکے اندر زر واپس اگر ناپسند هوے -

سائز فاکشن فلوٹ هارمونیم جسکي دھیمي اور میٹھي آواز بنگالي اور هندوستانی موسیقي سے خاص مناسبت ہے - شیشم کي لکڑی سے بني هوئي ' اور نہایت عمدہ ریڈ - تین برسکي گارنٹي - قیمت سنگل ریڈ ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیہ - حال - ۱۹ ' ۲۲ ' ۲۵ روپیہ - ڈبل ریڈ ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ روپیہ - حال ۳۰ ' ۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیہ پیشگي ۵ روپیہ -

نیشنل هارمونیم کمپنی - ڈاکخانہ سملہ A - کلکتہ

National Harmonum Co. P. O. Simla A. Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجہ سے مایوس هوگئے هوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوبارہ زندگی حاصل کریں - یہ جڑي مثل جادو کے اثر دیکھاتي ہے - بیس برس سے یہ جڑي مندرجہ ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکھا رهی ہے -

ضعف معدہ ' گراني شکم ' ضعف باہ تکلیف کے ساتھہ ماهوار جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواہ اعصابي هو یا دماغی ' آب نزول وغیرہ -

جڑي کو صرف کمر میں باندھي جاتی ہے - قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ

ایس - سی - هر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکتہ

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی و مزمن جنون ' وغیرہ وغیرہ دفع هوتي - ہے اور وہ ایسا صحیح و سالم هوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

لا تھنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۱۲ | کلکتہ: چہار شنبہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجري | جلد ۵

Calcutta : Wednesday September 30. 1914.

انگلستان کا سب سے زیادہ قوي و اعلی بیٹل شپ : ایچ - ایم - اس بلیر و فون - جسکا وزن ۱۸۵۰۰۵ ٹن اور جسکي توپیں ۱۰ × ۱۲ - اور ۱۶ × ۴ انچ کی ہیں -

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (٨٣ : ١٨)

" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے كه محو سخن گستران پیشینی

مباش منکر " غالب " که در زمانهٔ تست !

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامي ميں پہلا هفته وار رساله هے جو ایک هي وقت ميں دعوة دينية اسلاميه كے احياء ' درس قرآن و سنت كي تجديد ' اعتصام بحبل الله المتين و وحدة كلمة امة مرحومه كي تحريک كا لسان الحال ' اور نيز مقالات علميه و فصول ادبيه ' و مضامين و عناوين سياسية و فنيه كا مصور و مرصع مجموعه هے - اسكے درس قرآن و تفسير و بيان حقائق و معارف كتاب الله الحكيم كا انداز مخصوص محتاج تشريح نہيں - اسكے طرز انشاء و تحرير نے اردو علم ادب ميں دو سال كے اندر ايک انقلاب عام پيدا كرديا هے - اسكے طريق استدلال و استشهاد قرآني سے تعليمات الهيه كي محيط الكل عظمت و جبروت كا جو نمونه پيش كيا هے ' وه اسدرجه عجيب و موثر هے كه الهلال كے اشد شديد و اعدى عدو مخالفين و منكرين تک اسكي تقليد كرنے كيليے ساعي هيں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هيں - اسكا ايک ايک لفظ ' ايک ايک جمله ' ايک ايک تركيب ' بلكه عام طريق تعبير و ترتيب و اسلوب و اسمع بيان اس وقت تک كے تمام اردو ذخيره ميں مجددانه و مجتهدانه هے -

(۲) قرآن كريم كي تعليمات اور شريعة الالهيه كے احكام كو جامع دين و دنيا و حاوي سياست و اجتماعية ثابت كرنے ميں اسكا طريق استدلال و بيان اپني خصوصيات كے لحاظ سے كوئي قريبي مثال تمام عالم اسلامي ميں نہيں ركهتا -

(۳) وه تمام هندوستان ميں پہلي آواز هے جس نے مسلمانوں كو انكي تمام سياسي و غير سياسي معتقدات و اعمال ميں اتباع شريعت كي تلقين كي ' اور سياسي آزادي و حريت كو عين تعليمات دين و مذهب كي بنا پر پيش كيا - يہاں تک كه هر سال كے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے معتقدانه نكلوا ديا !

(۴) وه هندوستان ميں پہلا رساله هے جس نے موجوده عهد كے اعتقادي و عملي الحاد كے دور ميں توفيق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن كي دعوت كا از سر نو غلغله بپا كرديا ' اور بلا ادنى مبالغه كے كہا جاسكتا هے كه اسكے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشككين مذ مذبين ' متفرنجين ' ملحدين ' اور تاركين اعمال و احكام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبيل الله مخلص هوگئے هيں - بلكه متعدد بڑی بڑی آبادياں اور [illegible] هيں جن ميں ايک نئي مذهبي بيداری پيدا هوگئي هے ! و ذلك فضل الله يوتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم !

(۵) على الخصوص حكم مقدس جهاد في سبيل الله كے جو حقائق و اسرار الله تعالى نے اسكے صفحات پر ظاهر كيے ' وه ايک فضل مخصوص اور توفيق و رحمت خاص هے -

(۶) طالبان حق و هدايت ' متلاشيان علم و حكمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الهيه و علوم نبويه ' غرضكه سب كيليے اس سے جامع و اعلى اور بہتر و اجمل مجموعه اور كوئي نہيں - وه اخبار نہيں هے جسكي خبريں اور بحثيں پراني هوجاتي هوں - وه مقالات و فصول عاليه كا ايک ايسا مجموعه هے ' جن ميں سے هر فصل و باب بجاے خود ايک مستقل تصنيف و تاليف هے ' اور هر زمانے اور وقت ميں اسكا مطالعه مثل مستقل مصنفات و كتب كے مفيد هوتا هے -

(۷) چهه مہينے ميں ايک جلد مكمل هوتي هے - فہرست مواد و تصاوير به ترتيب حروف تہجي ابتدا ميں لگا دی جاتي هے - ولايتي كپڑے كي جلد ' اعلى ترين كاغذ ' اور تمام هندوستان ميں وحيد و فريد چهپائي كے ساتهه بڑي تقطيع كے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوباره چهپ رهي هے تيسری اور چوتهي جلد كے چند نسخے باقي رهگئے هيں تيسری جلد ميں (۹۹) اور چوتهي جلد ميں (۱۲۵) سے زايد هاف ٹون تصويريں بهي هيں ' اس قسم كي دو چار تصويريں بهي اگر كسي اردو كتاب ميں هوتی هيں تو انكي قيمت دس روپيه قرار دی جاتي هے -

(۹) با ايں همه قيمت صرف پانچ روپيه هے - ايک روپيه جلد كي اجرت هے -

بہت ممکن ہے كه الهلال كی قيمت بڑها دی جاے - اگر ايسا هوا تو پهر مكمل جلدوں كی قيمت بهی زياده هو جائيگی .

Tel. Address :- "Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و رئیس تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۱۴ — کلکتہ: چہار شنبہ ۹ - ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری — جلد ۵
Calcutta : Wednesday, September, 30. 1914.

ہفتۂ جنگ

وداع و وصل جدا گانہ لذتے دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا !

فرانس کے میدان جنگ کے نئے تغیرات کی اولین اطلاع ہمیں ۷ - ستمبر کو دی گئی تھی - تمام دنیا نے حیرت و تعجب کے ساتھ سنا کہ جرمنی پیرس کی طرف مزید پیش قدمی کرنے کی جگہ پیچھے ہٹ رہی ہے -

فی الحقیقت یہ ایک عجیب منظر تھا - فوجوں کا ایک پر جوش سیلاب عین نشیب کے کنارے تک پہنچکر پھر پلٹ پڑا - مینجر سے کے لفظوں میں " اگر یہ مصلحت جنگی تھی تو قوۃ جنگی و ضبط عسکری کی ایک ایسی واقعی اور حقیقی مصلحت جسکی نظیر تاریخ جنگ میں نہیں ملیگی "

یہ امر اب روز بروز واضح تر ہوتا جاتا ہے کہ جرمن فوج کی مراجعت محض کسی قریبی استحکام اور ایندہ کے تحفظ کیلیے تھی، نہ کہ کسی خارجی نقل و حرکت کیلیے - اگر یہ سچ ہے تو اس فوج کے ضبط و تحمل اور حقیقی مصلحت فرمائی کا اعتراف کرنا چاہیے، جو اپنے دل پر اسقدر قابو رکھتی ہے کہ منزل مقصود کو بالکل سامنے دیکھکر بھی پیچھے ہٹ آسکتی ہے !

ہم نے گذشتہ اشاعت میں ۲۳ تک کی تار برقیوں پر نظر ڈالی تھی اور اس کا خلاصہ پیش کیا تھا - جرمنی کی مراجعت جسقدر ثابت ہوئی تھی، وہ صرف اسقدر تھی کہ اسنے پیرس سے قریبی مقامات کا آخری خط چھوڑ دیا جو نان ٹیول اور کوامیرس ہوتے ہوے وردن کے جنوب تک پھیلا ہوا تھا، اور دریاے اسنی کے کنارہ سواسنس سے نایوں اور لیون تک کے دو رویہ شکل مثلث میں مقیم ہوگئی -

اس امر کا قطعی ثبوت کہ جرمن افواج واپس نہیں ہو رہی ہیں بلکہ محض اپنے مصالح کی بنا پر ایک خط پیچھے ہٹ ائی ہیں، یہ تھا کہ پچھلے ہفتے یکے بعد دیگرے جرمن فوج کی مورچہ بندی، استقرار جنگی، اور حملہ آورانہ رویہ کی برابر خبریں آتی رہیں - اور انسے بغیر کسی کاوش کے یہ امر واضح ہوتا تھا کہ قافلہ کوچ نہیں کررہا ہے بلکہ ایک منزل ہٹکر پھر آگے بڑھنا چاہتا ہے :

یعنی آگے بڑھینگے دم لیکر !

اس ہفتے یہ حالت اور زیادہ واضح و بین ہوگئی ہے - سرکاری اطلاعات میں صاف صاف دشمن کے حملہ آورانہ اقدامات کا اظہار کیا گیا ہے - عجب نہیں کہ فضاے جنگ پر انقلاب موسم کی یہ پہلی بدلی ہو -

۲۵ - کی شام تک خبروں میں عموماً ایسے مقابلوں کا ذکر کیا گیا تھا جنمیں دشمن کے اقدام کو واپسی پر مجبور کیا گیا - یا اطلاع دی گئی تھی کہ حالت غیر متغیر ہے -

لیکن ۲۶ - سے خبروں کے رجحان میں ایک محسوس تغیر شروع ہوا اور جرمن کے ہیبت ناک حملے نمایاں ہوے - چنانچہ ایک پریس کمیونک شائع ہوا کہ " مشرق میں دشمن کا نہایت ہیبتناک حملہ جاری ہے - بعض مقامات پرکبھی ہم پیچھے ہٹے کبھی دشمن "

اس مساویانہ اقدام و ادبار کے بعد جرمنوں کی شکست کی بھی چند خبریں شائع ہوئیں، لیکن کامیابی کے اظہار میں اسقدر غیر معمولی اور شک آمیز احتیاط سے کام لیا گیا تھا کہ کسی قطعی نتیجہ تک پہنچنا محال تھا - مثلاً " دشمن کے جوابی حملوں کے پسپا کرنے سے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم فتحمند ہوے "

اسکے بعد متحدہ افواج کے " پرونی " پر قابض ہونے اور شمال مغرب کی طرف " کسی قدر " بڑھجانے کی خبر آئی -

لیکن ۲۷ - کو تغیر حالت کا ایک قدم اور آگے بڑھا اور سرکاری طور پر مشتہر ہوا کہ " جرمن میمنہ کو لوران اور قلب سے مزید کمک پہنچ گئی ہے "

ایک دوسرا پریس کمیونک ہم تک پہنچا جس نے دریاے میوز کے بلند مقامات پر جنگ کی خبر دی - نیز یہ کہ " شمال مغرب میں دشمن کی تعداد ہم سے بہت زیادہ تھی - ایک خونناک اور خونخوار جنگ ہوئی - کمک پہنچ جانے سے دشمن نے نہایت طاقتور حملہ آورانہ اقدام کیا، اور ہم اپنی جگہ سے کسیقدر پیچھے ہٹا دیے گئے "

۲۸ - کو اس تدریجی تغیر حالت کا تیسرا قدم ہمارے سامنے آیا، اور فرانسیسی کمیونک میں نقل کیا گیا کہ " دشمن نے دریاے میوز کو عبور کرلیا ہے تاہم ہمارے حملوں نے بھی بہتوں کو مراجعت پر مجبور کیا، نیز چودھویں جرمن دستہ کو شکست ہوئی ہے "

غرضکہ تمام خبروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج برابر حملے کر رہی ہے - نہ کہ مراجعانہ مدافعت - نئی کمک اسے پہنچ گئی ہے، اور غالباً وہ اب کوئی اسطرح کا قوی اقدام کرے جس سے اسکا موجودہ مقصد جنگ بالکل واضح ہو جاے - فانی اراہ قریباً ان تجدوہ بعیدا -

تار کا پتہ ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے چاري تراش) مشین دیگي جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگي جس سے موزہ اور گنجي دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگی جسمیں گنجي تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۰ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنـي ھر قسم کے کاتے ھوے اون جو ضروري ھوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کروتي ہے - کام ختم ہوا - آپنے روا نہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے اپھر لطف یہ کہ ساتھہ ھی بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں

—:*:—

انریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کي چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ھوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ھوں -

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ھوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپني نہایت اچھي کام کر رھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتي مشین منگا کر ھر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتي ہے میں ضرورت سمجھتا ھوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

انریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ھائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ہوئي چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھي خوبصورت ہے - میں امید کرتا ھوں کہ بہت جلد اس کمپني کي سرپرستي ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ھو -

هز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

انکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني -

آپنے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ھز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ھیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برانچ — سول کورٹ روڈ ڈنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

افکار و حوادث

سر دلبراں!!

ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ نہ دیکھہ! اس نے آنکھیں بند کرلیں - پھر کہا نہ سن! اس نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں - پھر کہا نہ سونگھہ! اس نے ناک کے دونوں نتھنے بند کردیے - آخر میں کہا نہ سمجھہ!

غلام نے کہا یہ ممکن نہیں - آنکھوں کو بند کر سکتا ہوں - کانوں میں انگلیاں ڈال سکتا ہوں - لیکن دماغ کو کیسے بند کروں؟

سچ یہ ہے کہ جرمنی کچھہ بھی نہیں کر سکتی - یہ دوسری بات ہے کہ اس کا ایک چھوٹا سا جنگی جہاز اتفاقاً ہندوستان تک آ گیا اور چند جہاز غرق کرکے ہندوستان کی تجارت کو یا ۲۵ گولے پھینک کر پبلک کے اطمینان اور مسئلۂ تحفظ ہند کو کچھہ عرصے کے لیے متزلزل کردیا - اگر آپ کہیں کہ یہی کیا کم نقصان ہے تو ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ جنگ تو نقصان ہی کا نام ہے - اس سے کیا ہوتا ہے!

جنگ پر پورے آٹھہ ہفتے گذر گئے - اس دو ماہ کی مدت میں جرمنی نے لیا بھی اور دیا بھی - اس نے زمین لی یا مٹی اور اینٹ کی دیواریں جو بہرحال فانی ہیں، لیکن اس کے حریفوں نے اخلاق و محاسن، صبر و تحمل، اور مصالح و دانشمندی کی سرزمینوں پر قبضہ کیا جنکے لیے کبھی فنا نہیں -

---

جرمنی اپنی سرحد سے نکلکر برابر بڑھتی رہی اور متحدہ افواج نامور کے عقب سے لیکر پیرس تک برابر ہٹتی ہی آئی - تا آنکہ ۷ - ستمبر کو نیا تغیر شروع ہوا - اس بڑھنے اور ہٹنے کی ہر منزل پر مقابلے ہوے، اور بڑے بڑے ہولناک معرکوں کے بعد بڑھنے والوں نے سامنے کا اور ہٹنے والوں نے مصلحتاً عقب کا راستہ لیا - یہ سب سچ ہے، اور اس سے بھی ہمیں انکار نہیں کہ ظاہر بیں نظریں ہمیشہ بڑھنے کو طاقت اور ہٹنے کو ذلت سمجھتی ہیں - لیکن ساتھہ ہی اسکو بھی تو دیکھنا چاہیے کہ یہ تمام حوادث کس عالم میں گذرتے رہے؟

حالت یہ تھی کہ متحدہ افواج کمال حزم و احتیاط، و دقائق جنگ، و رموز فن و تجارب کو ملحوظ رکھکے اپنا خط دفاع بناتیں اور دلیرانہ دشمن کے بڑھنے کا انتظار کرتیں - کچھہ عرصے کے بعد جرمن افواج پہنچتیں اور معرکۂ ہجوم و دفاع گرم ہوتا - پھر ناعاقبت اندیش جرمن تو صرف بڑھنے اور اپنی راہ نکالنے کی حماقت ہی میں رہتے، مگر متحدہ افواج پیچھے ہٹنے کے پر اسرار مصالح کو عقلمندانہ پا لیتیں، اور دشمنوں کو انکی بیہودہ حماقت میں مشغول چھوڑ کے دانشمندوں کی طرح عقب کا رخ کرتیں - اسکے بعد سر مصلحت سے بیخبر دشمن اس جگہہ پر قابض ہوجاتا اور بے وقوفوں کی طرح خوش ہوتا، مگر یہ بھول جاتا کہ اس نے اس دس بیس میل زمین پر قبضہ اس وقت پایا ہے جب متحدہ افواج شاندار طریقے سے پیچھے ہٹکر، اور سرد طبعی، عاقبت بینی، مصلحت فرمائی، اور حفظ جان و مال کے عظیم الشان اخلاقی کارنامے انجام دیکر فوجی مذاقب کی کتنی ہی اقلیموں پر قبضہ کرچکی ہیں؟

اس تمام عرصے میں جرمنی نے ایک میل زمین بھی ایسی حاصل نہیں کی ہے جسپر اس کے قابض ہونے سے پہلے کسی سرزمین فضائل و محاسن پر ہٹنے والے قابض نہ ہوچکے ہوں - پس جرمنی کی پیش قدمیوں سے ہیبت زدہ ہو جانے والوں کو سوچنا چاہیے کہ فتح پہلے کس نے پائی اور قبضہ پہلے کس کا ہوا؟

مانا کہ اب اتنے دنوں کے بعد جرمنی نے بھی اس بھید کو سمجھا کہ فتح عقلمندوں کی طرح پیچھے ہٹنے میں ہے نہ کہ بے وقوفوں کی طرح آگے بڑھنے میں، اور اس نے بھی پیرس کے سامنے پہنچکر اسکی تقلید کرنی چاہی، مگر:

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند!

دیکھا دیکھی تقلید کرنا بھی ہر شخص کا کام نہیں ہے - بھلا اس بیہودہ رجعت میں متحدہ افواج کے تقہقر کا وہ جاہ و جلال کہاں؟ کہاں وہ عدیم النظیر سرد طبعی (coolness) اور کہاں ان شعلہ مزاجوں کی آتش مزاجی؟

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا؟

وہ شاندار طریقہ سے ہٹنا، وہ باوجود ارضی تقہقر کے اخلاقی فتحمندی کی نمایش کرنا، وہ "بغیر کسی معقول نقصان" کے اپنے خطوط دفاع دشمن کے حوالے کرنا، وہ باوجود جنگی ولولوں اور غضب و انتقام کے استیلا کے عفو و درگذر کے سررشتۂ ملکوتیت کو ہاتھوں سے ندینا، اور بالآخر خونریزی سے دست کش ہوکر نکل چلنا!! پھر جرمنی کس کس بات کی تقلید کریگی اور کس کس وصف کو سامنے لائیگی؟ محض چند میل پیچھے ہٹ جانیکی مصنوعی عقلمندی سے جرمنی فرانس نہیں بن جا سکتی -

---

یہ تقلید نہیں ہے - منہہ چڑانا ہے - متحدہ افواج نے نامور کے عقب سے لیکر پیرس تک پانچ چھہ مرتبہ اپنے ان کمالات مخصوصہ کی نمایش کی - پھر اگر جرمنی کو انکے مقابلے کا دعوا ہے تو زیادہ نہیں، استقامت کے ساتھہ ایک ہی مرتبہ یہ ادائے کمال دنیا کو دکھلادے؟ سو دو سو میل تو بہت ہوتے ہیں، اسکے لیے بڑی ہمت اور بڑا دل گردہ چاہیے - اولاً بیس پچیس میل تک تو اسی طرح ہٹے اور مصلحت و اخلاق کا ثبوت دے؟

لیکن بالآخر دنیا نے دیکھہ لیا کہ پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھائی:

طفل نادانم و اول سبق ست!

جرمنی کس فخر و غرور کے ساتھہ متحدہ افواج کی ریس کرنے چلی تھی، اور پیرس کے سامنے پہنچکر دکھلانا چاہا تھا کہ مجھے بھی "پیچھے ہٹنا" آتا ہے - لیکن اس مغرور ادعا کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس نے اپنے کتنے مقامات چھوڑے؟ کتنے میل پیچھے ہٹی؟ کتنے قلعوں، کتنی آبادیوں، کتنے شہروں کو خالی کیا؟ واقعات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور کل کو تاریخ بھی جتلائیگی - دنیا دیکھہ رہی ہے کہ وہ کچھہ بھی نہ کرسکی - اس سے ایک بڑا مستحکم مقام بھی عقلمندانہ چھوڑا نہ گیا - صرف اپنے آخری خط ہجوم کو چھوڑ کر نانٹ ڈیول اور وارمیرس سے سواسنس جلی آئی، اور دریاے اسنی کے کنارے اسی ناعاقبت اندیشی کے ساتھہ جم گئی جس نے اسے پیرس تک پہنچادیا تھا - پھر کیا صرف اتنی ہی قابلیت تقہقر و مراجعت پر وہ متحدہ افواج کا مقابلہ کرنے چلی تھی؟

اسے یاد رکھنا چاہیے تھا کہ وہ میدان جنگ ہے - ان کھلونوں کا بازار نہیں ہے جو جرمنی سے بنکر ہندوستان آتے ہیں اور جو اب گورنمنٹ ہند کی صنعت پروری سے خود یہیں بنا کرینگے - وہ ایک ایسی جماعت کی "مصلحت پرستی" کی نقالی کرنے چلی تھی، جس نے فنون جنگ اور اسرار مصالحت کے سامنے پورے خطۂ بلجیم کی کوئی حقیقت نہ سمجھی - اسے بھولنا نہ تھا کہ میرے سامنے ان لوگوں کی تقلید

(بحری نقصان عظیم)

اس هفته ایک هی حادثه کے اندر یکسر تین انگریزی کروزروں کے تباہ هونے کی بهی خبر دی گئی هے جو برطانوی بیڑہ کیلیے فی الحقیقت ایک نقصان عظیم هے -

یه تباہ شده جهاز کریسی ' ابوکر اور هوگ تهے جن میں سے هر ایک ۱۲ هزار ٹن رزنی تها - بحیرہ شمالی میں پانچ جرمن تحت البحر کشتیوں نے تارپیڈو لگاکر انهیں تباہ کیا - بیان کیا جاتا هے که ایک هفته قبل اس مقام کی دیکهه بهال کی جاچکی تهی - پلے ابوکر پر حمله هوا تها - اسکے آدمیوں کو بچانے کیلیے کریسی اور هوگ نے کوشش کی - اس کوشش میں دشمن کو مزید مهلت ملی اور وہ بهی تباہ هوگئے -

اس حادثه کا سب سے زیاده هولناک پہلو یه هے که جهازوں کے ساتهه بہ یک دفعه دو هزار انسانوں کا بهی نقصان هوا جو برطانی بیڑہ کیلیے بہت هی افسوسناک هے -

جو لوگ بچکر آے هیں وہ امید کرتے هیں که سرجان جلیکو اب جرمنوں کو تادیب کردینگے اور پهر ایسی بحری ٹرجدی واقع نهوگی !

بحـــر هنـــد

جنگی حوادث کے سلسلے میں هندوستان کے ساحلوں کا بهی زیر عنوان آجانا ایک ایسا تعجب انگیز واقعه هے جسکی بالکل امید نه تهی - یه بالٹک اور بحر شمال نهیں هے جهاں بحری کارزار گرم هے - یه خلیج بنگال اور بحر هند هے ' جسکے کنارے صرف دشمن کی ناکامیابیوں کے سننے هی کیلیے تهے ' نه که انکو دیکهنے کیلیے ! لیکن افسوس که " ایمڈن " کے حوادث نے ایک نئے باب کا اضافه کردیا هے اور یکے بعد دیگرے اسکا بیبادنه تاخت و تاراج جاری هے -

وہ پچهلے هفتے مدراس پر گوله باری کرکے پانڈی چری گیا ' مگر بغیر کسی حادثے کے آگے بڑهگیا - اب کولمبو سے خبر آئی هے که ایمڈن نے بحر هند کے مغربی سواحل کی طرف چار انگریزی جهاز اور ڈوبا دیے هیں جن میں صیغۂ بحریه کا رسَد بردار جهاز (کوئلے کا جهاز) بهی شامل هے !

عشق ازیں بسیار کردست و کند !

ایمڈن نے خلیج بنگال میں پلے پانچ جهاز غرق کیے - پهر ایک جهاز کے ڈوبانے کی رنگون سے خبر ملی - اب چار جهاز اور غرق هوے هیں - کل دس جهاز ابتک وہ غرق کر چکا هے - مدراس کی گوله باری اور خلیج بنگال کی تجارتی نقل و حرکت کے نقصانات جان و مال اسکے علاوہ هیں - بنگال چیمبر اف کامرس نے صرف خلیج بنگال کے جهازی نقصانات کا انداز ۷۵۹۹۰۰ پونڈ کیا هے ' اور ظاهر کرتی هے که ایک عرصه کیلیے تجارتی نقل و حرکت مسدود هوگئی هے -

سب سے زیاده موثر اور قابل غور ایمڈن کا وہ طرز عمل هے جس سے زیاده شریف تر سلوک کوئی دشمن جهاز اپنے حریف ممالک کے ساتهه نهیں کرسکتا - خلیج بنگال میں اسنے کابنگا جهاز کو صرف اسلیے چهوڑ دیا که اسپر عورت اور بچے تهے - پهر اسمیں غرق شده جهازوں کے تمام آدمیوں کو سوار کراکے بحفاظت کلکته بهیجدیا - اسیطرح رنگون میں " ڈورت " کے ذریعه تباہ شده جهازوں کے آدمی پهنچادیے گئے -

اِس نئے حادثه میں بهی اسکا طرز عمل ایسا هی رها اور اسنے کسی انسان کو نقصان نهیں پهنچایا - ایک اسٹیمر گریفوریل نامی کو گرفتار کرکے اسپر چاروں جهازوں کے آدمی سوار کرادیے اور اسکو کولمبو بهیج دیا -

هر حادثه کی عینی روداد سنانے کیلیے وہ ایک گروہ کو خود هی اندرون بحر سے روانه کردیا کرتا هے !

بهر حال ایمڈن خواہ کتنا هی شریف دشمن هو ' لیکن هم اس خطرناک شریف کی اخلاقی نمایش سے عاجز آگئے هیں اور امید کرتے هیں که گورنمنٹ آف انڈیا نے جن تین جهازوں کی حرکت کا اعلان کیا هے وہ عنقریب اپنے وجود کو نمایاں کرینگے :

هم از غالب حریفی هاے حسن ست
که یک عالم حریف کودکے نیست !

برطانی افواج کے متعلق ایک عجیب خبر !

(اسکی تغلیط ' اور لندن ٹائمز اور گورنمنٹ کا سرگرم مباحثه)

ولایت کی نئی ڈاک میں ایک عجیب مباحثے کی تفصیلی سرگذشت آئی هے جو آج صبح کو کلکته پهنچی -

اس سے معلوم هوتا هے که ۳۱ - اگست کو لندن ٹائمز نے اپنے نامه نگار جنگ کا ایک مراسله چهاپا جسکا خلاصه یه تها که " فرانس میں انگریزی فوج عملاً نابود هوگئی هے " اسکی ابتدا میں لکها تها که " یه ایک غمناک داستان هے جو میں لکهه رها هوں - کاش خدا ایسا کرتا که مجهے نه لکهنا پڑتا ' لیکن افسوس که اب چهپانے کا وقت نهیں رها "

اسکے بعد اس نے انگریزی فوج کی ' آوارہ گرد ' شکسته اور ٹوٹی پهوٹی حالت کا ذکر کیا تها ' اور لکها تها که " ان ٹکڑوں میں سے بعض کے افسر تو تقریباً سب کے سب کام آگئے "

نیز لکها تها که " جرمنی کی پهلی کوشش کامیاب هوئی - انگریزی مهم کا خوفناک نقصان هوا " وغیرہ وغیرہ -

ٹائمز نے یه مراسله مسٹر ولیم اسمتهه افسر احتساب اخبار کے پاس بهیجدیا - انهوں نے اسمیں جا بجا تبدیلی اور اضافه کرکے واپس کیا اور اپنے خط میں لکها : " افسوس هے که هم نے آپکو بجنسه چهاپنے کی اجازت نه دی ' مگر همارے لیے یه امر قابل لحاظ تها که موجوده حالت پبلک میں لاے جانے کے قابل نهیں هے - هم نے اپنے اختیار سے بهت کم اسمیں تبدیلی کی هے ' کیونکه همارے خیال میں سچائی سے بالکل منهه موڑلینا بهی مناسب نهیں "

ٹائمز نے ترمیم شده مراسله چهاپدیا ' لیکن اسکی اشاعت سے تمام لندن اور اسکے مضافات میں ایک اضطراب عام پهیل گیا اور صدها آدمی پریشان هوکر حالات تفتیش کرنے لگے -

لیکن لارڈ کچنر نے معاً اس مراسله کی با قاعده تردید کی اور اسکے تمام بیانات کو بالکل فرضی بتلایا ' اور کها که یه ایک افسوسناک غلط بیانی کا جرم هے -

اسکے بعد هاوس آف کامنس میں یه مسئله چهڑا اور مسٹر ایسکویتهه نے افسوس کیا که " انگریزی پریس کی بلند پایه حب الوطنی کے سلسلے میں ٹائمز کی یه حرکت ایک افسوسناک استثنا هے "

پهر دوبارہ ایک نهایت طول و طویل اور سرگرم مباحثه شروع هوا - مسٹر اسمتهه کو الزام دیا گیا که انهوں نے کیوں اس مراسلے کی اشاعت کی اجازت دیدی ؟ مسٹر اسمتهه نے جواب میں کها که اسکی اشاعت کی میں پوری ذمه داری لیتا هوں - بهتر هے که گورنمنٹ ذمه دار نامه نگاروں کو انکے محاذ میں جانے دے -

لیکن ساتهه هی لندن ٹائمز کو اپنے مراسله نگار کی صداقت پر اصرار رها - اسنے لکها که " یه ایک قابل اور تجربه کار نامه نگار کا مراسله هے ' اور اسکی نسبت ذرا بهی خوف نهیں کیا جاسکتا که وہ غلط افواهوں کے فریب میں آجائیگا "

بهر حال نظارت جنگ نے اس مراسله کی تکذیب هے ' اور خود لارڈ کچنر کی رپورٹ بهی اسیکے ساتهه آگئی هے -

افسوس که اس هفته بالکل گنجایش نهیں هے اور یه داستان بہت هی طویل هے - لیکن آینده نمبر میں هم بغیر کسی حذف و اضافه کے اس سرگذشت کا مکمل ترجمه درج کردینگے -

سخت دشمنوں کے ساتهه جیسا انصاف کیا هے' اگر صرف ایک عهد هي کے واقعات جمع ایسے جائیں تو مستقل مقالات مرتب هو جائیں - هندوستان میں راجپوتوں کي تاریخی شجاعت و مردانگي کے ساتهه انکا یه اخلاقي وصف بهي هر عهد میں اسدرجه نمایاں رها هے که آج سر زمین هند کے ایک ایک ذرے کو انپر ناز هے - قرون وسطی میں فرانس اور جرمني وغیره کے نائٹس اپنے حریفوں کي شجاعت کي داد اس جوش و اعتراف کے ساتهه دیتے تیے که انکا عزیز سے عزیز تر رفیق بهي اس سے زیاده نهیں کرسکتا تها !

یه دنیا کے اس عهد کے واقعات هیں جسکا شمار تاریخ نے گذری هوے وحشت و تاریکي میں کیا هے اور جبکه علم و تمدن کي اس روشني سے انسان محروم تها جسکا پورا آفتاب آج هر متمدن انسان کے دماغ میں درخشاں هے - لیکن اب که دنیا آگے بڑهگئي هے' اور جبکه علم و تمدن نے انسان کو اسکے انتہائی مراتب کمال تک پهنچا دیا هے تو اسکا کیا حال هے ؟

هم سردست اسکا جواب نهیں دینگے - کیونکه عالمگیر جنگ نے اس امتحانگاه کا میدان هر حصه عالم میں گرم کردیا هے' اور دنیا کي تمام بڑي سے بڑي اور متمدن سے متمدن قومیں جنگ کے بهڑکاے هوے شعلوں کي روشني میں اپنے اپنے چهرهٔ اخلاق و خصائل کو نمایاں کر رهي هیں' پس کلیات کے استخراج کیلیے همیں انتظار کرنا چاهیے تاکه جزئیات کا کافي ذخیره جمع هو جاے - تاهم هم خود کوشش کرینگے که اس اخلاقي حقیقت کو نه بهولیں' اور اسے سامنے رکهکر اپنے سب سے زیاده قریبي دشمن کے ساتهه انصاف کریں -

جرمني فرانس میں لڑ رها هے - اسٹریا ایڈریا ٹک کے کنارے دشمن سے سرگرم پیکار هے - روس گلیشیا کے اندر ایک ایک لاکهه انسانوں کو مچهلیوں کي طرح ایک هي مرتبه جال میں مقید کر رها هے ' مگر یه سب هم سے اسقدر دور هیں که هم انهیں اپنی آنکهوں سے نهیں دیکهه سکتے' اور جو آنکهیں همیں دیکهنے کیلیے دي گئی هیں افسوس که وه روشن نهیں هیں - البته حسن اتفاق سے دشمن کا ایک چهره خود بخود همارے سامنے آگیا هے اور هم سے اسقدر قریب هے که هم اپنے گهر کی چهت پر سے اسکے ایک ایک خال و خط کو دیکهه سکتے هیں - یه عجیب و غریب " ایمڈن " هے جو ناگهاں هندوستان کے سمندروں میں پهنچا اور ساحل کے بڑے بڑے شهروں کے سامنے نمودار هوا - اب همکو تیس هزار میل کے فاصلے سے دیکهنے کی چنداں احتیاج نه رهی ' کیونکه جسکو دیکهنا چاهتے تهے' وه تمام درمیانی مسافت طے کرکے خود هی همارے پاس آگیا هے - پس اب هم دیکهینگے ' اور خواه وه کوئی هو اور کچهه هی کر رها هو' لیکن اسکے ساتهه انصاف کرینگے -

تاریخ همیں یاد رکهیگي اور اس سے بڑهکر اور کوئی ناکامي همارے لیے نهیں هوسکتی که همیں شریف منصف کي جگه متعصب' تنگ دل' اور سفیه انصاف کش کے لقب سے یاد کیا جاے -

هاں ' یه سچ هے که ایمڈن هماري جانب دوستوں کی طرح نهیں بلکه دشمنی کیلیے آیا - اس نے جهاز ڈبو دیے ' گوله باري کی ' جان اور مال دونوں کا نقصان پهنچایا - تاهم اخلاقي حقائق دوستی و دشمنی کی سطح سے بلند تر هیں' اور سچائي اور انصاف صرف دوستوں هي کا حق نهیں هے - اس نے دشمنی کرتے هوے بهی اپني شرافت کي بهت سي یادگاریں همارے لیے چهوڑي هیں اور جنگ کے عفریت کے استیلا سے همیں بالکل پاگل نه هو جانا چاهیے - اس نے سمندر کي موجوں کے اندر هماري جانوں کو باوجود قدرت کے هلاک نهیں کیا - هم کم سے کم اتنا تو کریں که کاغذ کے صفحوں پر اسکے حق اخلاقي کو هلاک نه کریں اور جسطرح اس نے اپنے تئیں یاد رکهے جانے کیلیے چهوڑ دیا هے ' هم بهي اپنے انصاف کو یادگار چهوڑدیں !

(اولین بحري حمله)

سب سے پہلے تو همارا اخلاقي فرض هے که نهایت کشاده دلی کے ساتهه اس شخص کي جانفروشي اور شجاعت کا اعتراف کریں جس نے اس مهلک دلیري کے ساتهه اپنے تئیں هندوستان کے سمندروں میں ڈالدیا هے' حالانکه انکا کوئي گوشه اسکا دوست نهیں هے - وه ایک وسیع مملکت هے جسکے تمام ساحلي شهر باقاعده آبادي رکهتے هیں' اور اسکي حکومت کا رعب و داب کوئي چهپا هوا راز نهیں هے - ایک ایسے ملک میں تن تنها اپني چند توپوں اور گولوں کو لیکر داخل هوجانا اور چهپنے کی جگه هر موقعه پر قاهرانه نمایش کرنا ' انساني دلیری اور اولوالعزمي کا ایک ایسا یادگار واقعه هے ' جو گو همارے دشمن هي سے هوا هو مگر هم ایسے انصاف کش نهیں هو سکتے که اسکي عظمت سے انکار کردیں !

اسٹیڈسمین لکهتا هے که انسانوں کے بچانے اور انکے ساتهه بهتر سلوک کرنے میں ایمڈن نے جو شرافت برتي هے' وه ایسي هے که اگر جنگ کا زمانه نهوتا تو هم اسکے لیے دعا کر سکتے تهے - لیکن هم کهتے هیں که هندوستان پر دریا کي جانب سے اولین حریفانه اقدام کیلیے تن تنها بڑهکر جو یادگار اثر ایمڈن نے دنیا پر ڈالا ' وه ایک ایسا واقعه هے که اگر جنگ کا عهد نهوتا تو هم سب اسکي اولوالعزمي کي تعریف میں ترانه سنجي کرتے !

هندوستان کی جغرافیائی شکل اس طرح کی واقع هوئی هے که اسکے تینوں جانب سمندر هے اور صرف ایک جانب یعنے جانب شمال پهاڑوں کے درے اور چند کوهستاني راستے هیں جنهوں نے هندوستان کو ایران ' وسط ایشیا ' تبت ' اور چین و کاشغر تک سے ملادیا هے -

دنیا کا پچهلا دور بحري نه تها - فوجي قوتیں صرف زمین کي سطح تک محدود تهیں - اسلیے هندوستان کے بحري ساحل حمله آوروں کي طرف سے همیشه محفوظ رهے' اور سکندر اعظم کے بعد سے احمد شاه ابدالي تک جسقدر حملے هوے ' سب کے سب اسي شمالي دروازے سے هوے - ڈچ اور فرانسیسی ' اور آخر میں انگریزي جهاز اگرچه دریا کے راستے آے' لیکن وه فوجي حمله نه تها بلکه تاجروں اور سیاحوں کا ورود تها - اگرچه بالاخر فوجي استیلا پر اسکا خاتمه هوا -

پس تاریخ هند میں وه چند گولے جو خلیج بنگال اور ساحل مدراس پر پهینکے گئے' اس لحاظ سے نهایت هی عجیب و غریب هیں که انمیں بحري حملے کا ایک ایسا اقدام پایا جاتا هے جو بر اعظم هند میں کبهي بهي نهیں هوا - مدراس کے ۲۵ گولوں نے " اولین بحري حملے " کي جگه اپنے لیے تاریخ کے اوراق میں نکال لي هے !

گذشته خبروں سے معلوم هوتا هے که ایمڈن جرمني کے مشرقي بیڑه کا کروزر هے اور چین میں تها - گذشته ۶ - سپٹمبر کو اسکے قریب کي بهي خبر دي گئي تهي - ایسي حالت میں همارے لیے کچهه مشکل نهیں که اس عجیب و غریب بحري اقدام کا خط سفر متعین کر سکیں -

فرض کیجیے که وه بحر پاسفک کے لق و دق صحراے آبي میں گم هوگیا تها ' اور اب وه هندوستان کی طرف قدم زن هوا هے - اس صورت میں وه غالباً جزائر " فیلي پائن " سے هوتے هوے جنوبي بحر چین میں آیا هوگا ' اور کو چین وغیره قریبي چیني سواحل کے محاذ سے گذر کر خلیج سیام کے دهانے پر پهنچا هوگا - اب اسکے سامنے مشرقي هند کے جزائر هونگے جن میں بڑا شهر سینگا پور هے - اور دهني جانب ڈچ مقبوضات جاوا وغیره هونگے - وه حسب ضرورت ان مقامات پر ٹهرا هوگا اور اگر کوئله وغیره کی ضرورت هوئي هوگي تو کسي بندرگاه سے لیا هوگا - پهر وه آگے بڑها ' اور سینگا پور سے اس بحري شاخ میں داخل هوا جسکي ایک جانب پینانگ اور دوسري جانب سوماٹرا هے - اور اس سے نکلتے هی بحر هند میں نمودار هو گیا -

کرنے کی عظیم الشان آزمایش ہے جنہوں نے لیژ کے ۱۲ - قلعوں کی پروا نہ کی ' برسلز چھوڑ دیا ' نامور کے ۹ - قلعوں کو وقعت نہ دی ' مونس سے پیچھے ہٹ آے ' کیمبرے بھی انکے لیے دامنگیر مصلحت نہوسکا ' دریاے سوام کی لہروں کی فضا بھی انہیں نہ ٹھہرا سکی ' لاویرے کا ساحل بھی ایک طلوع و غروب سے زیادہ انہیں نہ روک سکا ' کمپیگن اور رنم وردن کا استحکام بھی انکے استحکام مصلحت پر غالب نہ آیا ' بالاخر پیرس سے بھی فروتر اور کراو مبوسن اور ویتری سے بھی آگے انہوں نے قیام کیا ' اور اس طرح اپنی جنگی قابلیت اور مصلحت بینی کی ایک بے نظیر یادگار اوراق تاریخ پر ثبت کردی !

مصالح مراجعت کے ایک ایسے عظیم الشان ' متواتر ' غیر منقطع ' دائم و ثابت ' اور مستمر الحرکة سلسلۂ کمال کا مقابلہ (جسکی نظیر فوجوں کی تاریخ مراجعت میں شاید ہی ملسکے) صرف انہی لوگوں کو زیب دیسکتا ہے جو اولاً اس زنجیر تقہقر کی بے شمار کڑیوں میں سے ایک دو کڑیاں تو خود بھی ڈھال سکیں ؟ یہ کیا کہ ایک ہی منزل پیچھے ہٹ کر قدم ہمت نے جواب دیدیا اور پھر رہی آگے بڑھنے کا سوداء آتشیں مسلط ہوگیا !

اصل یہ ہے کہ بڑی بڑی توپوں سے کام لینا اور فوجوں کے جنگل کو پھیلا دینا دوسری چیز ہے ' اور عقل و مصالح سے کام لینا اور پھیلے ہوے سر رشتہ داے امید کو یکایک سمیٹ لینا دوسرا مقام ہے - جرمنی قلعوں کو مسخر کرنا جانتی ہے ' لیکن جوش وہیجان کی تسخیر کا رازاے معلوم نہیں - صبر و تحمل کے یہ معنی ہیں کہ جب مصلحت دیکھی تو بڑے سے بڑے اور مستحکم سے مستحکم مقام کو منٹوں اور لمحوں میں چھوڑ دیا - ایسے لوگوں کی تقلید وہ قوم کیا کرسکے گی جسکی بے صبری کا یہ حال تھا کہ ابھی ایک مقام پر اچھی طرح دم بھی نہیں لیا کہ دوسرے کا رخ کیا ؟

مرد ایں رہ را نشانے دیگر ست !

حـادثـۂ کلکتـہ

(جہاز کوما گاتو - اسلحۂ ناریہ کا شدید و مہلک استعمال)

کلکتہ سے بیس میل کے فاصلہ پر ایک ساحلی مقام " بج بج " ہے جہاں بعض اسٹیمر لگاے جاتے ہیں - مشہور جہاز کوما گاتو کے سکھہ مسافر (جو کنیڈا گئے تھے) ایک اسٹیمر میں سوار کراکے ۲۹ کو یہاں لاے گئے - لیکن جب ان سے کہا گیا کہ وہ اسپیشل ٹرین میں سوار ہوکے سیدھے پنجاب روانہ ہو جائیں تو انہوں نے انکار کیا ' اور کلکتہ کی طرف پیدل روانہ ہوگئے -

چند میل بڑھے تھے کہ مسلح پولیس نے انہیں روکا اور وہ بج بج واپس آگئے - لیکن اسٹیشن کے اندر یکایک برافروختگی پیدا ہوئی ' اور پستول اور دو تلواروں سے انہوں نے پولیس پر حملہ کردیا - فوج ریلوے سڑک کے جاگاے کے حائل ہونے کی وجہ سے بیخبر تھی -

سرجن میجر ایسٹ وڈ کی پیٹھہ میں گولی لگی - سر فریڈرک ہالیڈے کمشنر پولیس کلکتہ کا پانوں زخمی ہوا - مسٹر بیڈریا کے بازو اور پانوں دونوں زخمی ہوگئے - مسٹر ہمفریز کا زخم شدید بیان کیا جاتا ہے - اسسٹنٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ ریلوے کے بھی نہایت مہلک زخم لگے - کئی پولیس سرجنوں کے سر بری طرح زخمی ہوچکے ہیں -

مجبوراً فوج نے فائر کیا ' مگر اسپر بھی وہ باز نہ آے اور کئی بار یورش کی - بالاخر ۱۶ - آدمی انکے ہلاک ہوگئے اور دو تماشائی مقتول - گرفتاری جاری ہے - اس وقت تک ۳۲ گرفتار ہوچکے ہیں - باقی اطراف میں پھیلے ہوے ہیں - گورنمنٹ بنگال سخت متاسف ہے کہ یہ حادثہ کیوں ہوا ' حالانکہ وہ انکی بہتری چاہتی تھی -

الهلال

۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری

تاریخ ہند میں اولین بحری حملہ کا اقدام

عجیب و غریب ایمڈن !!

ہے ایک خلق کا خوں اشک خونفشاں پہ میرے
سکھائی طرز اسے دامن اٹھا کے آنے کی !

— * —

فرانس کا مشہور انقلابی فیلسوف " روسو " کہتا ہے :

" انسانی اخلاق کی پیمایش کا اصلی پیمانہ جنگ کے ہاتھہ میں ہے اور اسی کی پیمائش ٹھیک بھی ہوتی ہے "

یہ بالکل سچ ہے - کیونکہ جنگ کے زمانے میں ہمارے سامنے دوست نہیں ہوتے جنکے لیے ہمارے ملکوتی خصائل میں حرکت ہوتی ہے اور ہم فرشتوں اور قدوسیوں کی طرح نیک اور مہربان بن جاتے ہیں - بلکہ دشمن ہوتے ہیں جنکے تصور میں غیظ و غضب اور ہیجان و انتقام کے سوا کچھہ نہیں ہوتا ' اور غصہ کا شیطان ہمارے تمام ملکوتی امیال و عواطف کو یکسر قتل کر ڈالتا ہے - اس وقت دنیا کے سامنے ہم بے پردہ آجاتے ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک جانچ سکتی ہے کہ ہمارے چہرۂ اخلاق کے اصلی خال و خط کیا ہیں ؟

انسانیت کا اصلی مقام یہی ہے - دوستوں کے ساتھہ جنگل کے درندے بھی انصاف کرسکتے ہیں ' لیکن دشمنوں کے ساتھہ صرف انسانیۃ ہی عدل کرتی ہے - اگر ہمارا انصاف صرف اپنے دوستوں کے لیے ہے تو ہم اس کتے سے کچھہ بھی افضل نہیں ہیں ' جو روٹی کا ٹکڑا پھینکنے والے انسان کے قدموں پر لوٹتا مگر بلی پر ہمیشہ حملہ کرتا ہے - اسی لیے مسیح نے کہا : " اگر تم اپنے پیار کرنے والوں سے پیار کرتے ہو تو تمہارے لیے کیا اجر "

اگرچہ بد قسمتی سے دنیا کا حال ہمیشہ اس تعلیم سے مختلف رہا ہے اور تاریخ اور مشاہدہ بتلاتا ہے کہ انسان نے اخلاق کی تمام حقیقتوں کو ہمیشہ دوستوں ہی کے لیے تسلیم کیا ہے نہ کہ سب کے لیے - تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے راستباز انسان بھی رہے ہیں جنہوں نے تلواروں کے نیچے اپنے اخلاق و عدالۃ کا ثبوت دیا ہے ' اور اپنے قاتلوں اور حریفوں کی خوبیوں کا دوستوں سے بڑھکر خیر مقدم کیا ہے -

کتنے واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں جن میں ایک شجاع انسان نے اپنے دشمن کی شجاعت کی داد دی اور اسکی گری ہوئی تلوار خود اٹھاکر اسکے کمر میں باندھدی - عرب جاہلیۃ میں اس شخص سے بڑھکر اور کوئی کمینہ اور سفیہ نہیں سمجھا جاتا تھا ' جو اپنے دشمن کی شجاعت اور مردانگی کے داد دینے میں بخیل ہو - جانفروشان اسلام نے اس بارے میں اپنے سخت سے

هوے خون کا ایک سیلاب' تڑپتي هوئي لاشوں کا ایک ڈھیر' کٹے هوے سروں کا ایک تودہ' دکھا دیا جاتا ھے جنکو حوادث زمانہ نے اسلیے ایک جگہ جمع کردیا ھے کہ ٹھوکر لگانے کیلیے اسي قسم کا ناهموار نشیب و فراز موزوں ھے!

لیکن چشم حقیقت اس پر حسرت نظارہ پر اشکبار نہیں هوسکتي- وہ جذبات سے بالکل خالي ھے' اسلیے بڑي سنگدل اور بڑي هی بے رحم ھے- وہ صرف جلد کے بیروني چرکوں هي پر آنسو نہیں بہاتی بلکہ اندر کا ناسور دیکھنا چاهتي ھے- یہ سچ ھے کہ خون کا یہ سیلاب' لاشوں کا یہ ڈھیر' سروں کا یہ تودہ' نہایت بیدردي کے ساتھہ ٹھکرا دیا گیا ھے' لیکن اصلی سوال یہ ھے کہ انسان نے اس گراں قیمت خون' اس سڈول جسم' اور اس مغرور سر کو کیوں هر شخص کے روندنے کیلیے هلاکت کی راہ میں ڈالدیا؟

یہ ایک قیمتي سوال ھے' جسکا جواب دماغ میں نہیں' بلکہ انسان کی جیب میں ھے-

زمین اپنے اندر سے سونا اوگلتی ھے' پہاڑ لعل و الماس کا ذخیرہ باهر نکالتا ھے' سمندر سطح آب پر موتیوں کي دکان لگادیتا ھے' انسان اس قیمتي سرمایہ کو دیکھتا ھے اور آگے بڑھکر اوسکو جیب میں بھرنا چاهتا ھے' لیکن خارجي قوتیں مزاحمت کرتي هیں اور اون میں باهم کشمکش پیدا هوجاتی ھے- اب انسان کا بیش قیمت خون خود [illegible] جوش کھاکے بہنا چاهتا ھے- جنگ چھڑ جاتی ھے' اور سونے کي ایک خاک آلود سل پر لاکھوں لاشیں تڑپتي هوئي نظر آتي هیں- لعل کے ایک دانے پر خون کے هزاروں قطرے بہادیے جاتے هیں- ایک موتي کي آب پر هزاروں جسم کي رطوبت غریزي فنا کردي جاتی ھے- پس انسان کا سرمایہ وہ بیش قیمت خون نہیں ھے جسپر وہ ماتم کرتا ھے- انسان کا سرمایہ وہ سڈول جسم نہیں ھے جس کے زخموں پر وہ مرثیہ خواني کرتا ھے' انسان کا سرمایہ وہ مغرور سر نہیں ھے' جسکے کٹنے پر وہ نوحہ سنج ھے' بلکہ اوسکا حقیقي سرمایہ وہ تودۂ خاک ھے جس میں سونے کے ذرے چمک رھے هیں- وہ لعل شب چراغ ھے جو شمع طور کي طرح پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر روشن هوتا ھے- موتیوں کي وہ آب ھے جسکي نمایش سطح دریا پر کی جاتي ھے!

جنگ کے بعد گراں قیمت خون کا ماتم' موزوں اندام جسم کا مرثیہ' اور مغرور سر کا نوحہ صرف ایک افسانۂ بزم و انجمن کی حیثیت اختیار کرلیتا ھے جس سے کبھي کبھي اگلوں کي یاد تازہ کرلي جاتي ھے- لیکن دولت کا جو سرمایہ جنگ کی نذر کردیا گیا ھے' اوسکا داغ ایک مدت تک دلوں میں تازہ رهتا ھے- خون زمین پر گرتا ھے اور بہہ جاتا ھے' لاش کا ڈھیر لگتا ھے اور زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ھے' سر کٹ کے گرتا ھے اور فرش خاک کے برابر هوجاتا ھے- لیکن عظیم الشان عمارتوں نے کھنڈر کرکے بھی قائم رهتے هیں- سر سبز کھیتیاں پامال هوکر بھی خرمن آتش زدہ کي شکل اختیار کرلیتي هیں' یتیموں کے آنسو رک جاتے هیں لیکن بھوک نہیں رکتي- بیوہ عورتوں کی آهیں ٹھہر جاتي هیں' لیکن قوت هاضمہ اپنے عمل مستمر سے باز نہیں آتي- پس جنگ کے بعد دنیا در حقیقت مال و دولت کے ماتم میں مصروف رهتی ھے اور جن بیدردوں نے اسقدر لاشونکو نہایت بے پروائي کے ساتھہ زمین کے غاروںمیں دفن کردیا تھا' وہ مصارف جنگ کا نقشہ نہایت دیدہ ریزي سے مرتب کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے هیں کہ هر شخص اونکے ماتم دلگداز میں حصہ لے!

لیکن انسان کا سرمایہ صرف اوسکی جیب هی تک محدود نہیں ھے- اوسکا ایک بہترین حصہ دماغ میں بھي ھے- اگر هم چند ٹوٹے هوے کھنڈروں پر' اگر هم چند پامال شدہ باغوں پر' اگر هم چند بھرے هوے سکوں پر' ماتم عام کر رھے هیں کہ جنگ کا سیلاب عظیم انکو بہا لیگیا' تو همکو اسکے ساتھہ اپنے بطون و دماغ کو بھي ٹٹولنا چاهیے کہ میدان جنگ میں چمکنے والي تلوار کہیں مردونکے سروکے ساتھہ زندہ انسانوں کے سرمایۂ هوش و حواس کو تو اڑا نہیں لیگئي؟

اگر بیدرد فوج نے هماري سر سبز کھیتیوں کے ساتھہ همارے خرمن عقل میں بھي آگ لگادي ھے' تو همکو اپنے مال و دولت کے ماتم سے فارغ هوکر اپنے قواے عقلیہ کي اس بیدردانہ غارتگري پر بھي چند آنسو بہا لینے چاهئیں-

لیکن یہ عقلي غارتگري نہایت مخفی طور پر وقوع پذیر هوتي ھے- خود تلواروں' نیزوں' کمانوں' اور توپوں کے گولوں سے زیادہ تلواروں کي چمک' نیزوں کي لچک' کمانوں کي چرچراهٹ' بندوقوں کي باڑہ' توپوں کي گرج' اس عقلي میدان کو فتح کرتي ھے-

اس عقلي جنگ میں جوهر بہت زیادہ کام نہیں کرتا' میدان صرف عرض کے هاتھہ میں رهتا ھے-

زمانۂ جنگ میں مال و دولت کی بربادي کا منظر صرف دنیا کے ایک بد قسمت حصے میں نظر آتا ھے لیکن یہ عقلي لوٹ مار عام هو جاتي ھے- هر جگھہ سر هی سر هوتے هیں مگر سر میں کچھہ نہیں هوتا- مادي غارتگري کا صرف ایک هي اثر هوتا ھے جو فقر و فاقہ کي صورت میں نظر آتا ھے' لیکن اس عقلي غارتگري کے سیکڑوں نتائج هوتے هیں جو مختلف صورتوں میں نظر آتے هیں- ان میں سے بعض کي تفصیل حسب ذیل ھے:

(۱) زمانہ جنگ میں هزاروں غلط افواهیں اڑائي جاتي هیں لیکن تمام دنیا اونپر یقین کرتي ھے- واقعات کے نقد کا سب سے بدیهي اصول تناقض ھے' لیکن زمانۂ جنگ میں سیکڑوں متناقض خبریں ایک هي ساتھہ شائع هوتي هیں جن پر اکثر لوگ یکساں وثوق کے ساتھہ یقین کرلیتے هیں' اور کم از کم ذوق و شوق کے ساتھہ تو هر انسان اونهیں سنتا ھے- ایمڈن کے ڈو بنے اور اوچھلنے کا واقعہ ایک هي دلچسپی کے ساتھہ سنا گیا تھا- لیژ کے عدم تسخیر و تسخیر کي حقیقت یکساں کشش کے ساتھہ سامنے آئي- جرمني کا اقدام و ادبار' دونوں ایک هي وقت نمایاں هوے- زمانۂ جنگ میں وهم کي اختراعي قوت نہایت ترقی کرجاتی ھے اور انسان کا دماغ همیشہ احتمال آفرینیوں میں مصروف رهتا ھے- اسي وهم پرستی کی بنا پر فوجیں اکثر جنگی غلطیاں کر بیٹھتي هیں- حال میں یہ خبر شائع هوئی ھے کہ بحیرہ بالٹک میں ایک فریق نے خود اپنے هي جہازوں پر حملہ کردیا' کیونکہ وهم نے اوسکو غنیم کے جہازوں کی صورت میں دکھایا تھا- بعض اخبارات میں هوائی جہازوں کے متعلق چشم دید شہادتیں شائع هوئي هیں جو زمانۂ جنگ کی وهم پرستیوں کو متمثل کرتی هیں- کئي شخص شرعي قسم تک کھانے کیلیے طیار هیں کہ انهوں نے جرمني کے هوائي جہاز دیکھے!

ایک معمولي شورش بھي یہي نتائج پیدا کردیتي ھے- لوگ حادثہ مسجد کانپور کے زمانے میں دریا کے اندر سے کلمۂ شہادت کي آواز سنتے تھے' اور اسپر متعدد لوگوں کی شہادتوں کي بنا پر یقین کیا جاتا تھا!

(۳) واقعات جنگ کا نمایاں اثر همارے روزانہ طرز معاشرت پر بھي پڑتا ھے-

جب انسان دن بھر کام کرتے کرتے تھک جاتا ھے تو رات کو حلقۂ احباب میں آتا ھے اور اونکي صحبت میں دل بہلاتا ھے- انسانوں کے مختلف طبقے هیں' اور هر طبقہ اپنے لیے موزوں صحبت احباب ڈھونڈھ لیتا ھے- زاهدان عبادت گذار معتکفین مساجد کے پاس بیٹھتے هیں اور دوزخ و جنت کا تذکرہ کرتے هیں' رند میخوار شراب خانے میں جاتا ھے اور کیف و سرور کے

اب اسکے دھنی جانب رنگون و برما' اور نقشۂ ھند کا وہ مشرقی حصہ تھا جو قینچي کی دو شاخوں کي طرح دونوں جانب چلا گیا ھے اور درمیان کا خلا خلیج بنگال ھے - اگر وہ بائیں جانب جاتا تو مدراس اور اس سے شمال تر کولمبو تھا' مگر وہ کلکته کي طرف بڑھا اور معاً اپني توپوں کا دھانه کھولکر ھر سامنے آ جانے والے جہاز کو گرفتار کرنا شروع کردیا - حتی که دھانۂ دریاے ھوگلي کے سامنے پہنچ گیا' جسکے معني ٹھیک کلکته میں آجانے کے تھے - کیونکه بحري پولیس' خبررساني' رھنمائي' اور فوجي جہازوں کي قطاریں ھمیشه وھاں موجود رھتي ھیں -

اسکے بعد وہ رنگون کي طرف روانه ھوا مگر راہ میں ارادہ بدلدیا اور بالیں جانب مدراس چلا گیا - وھاں گوله باري کي اور پھر کولمبو کو بالیں چھوڑتے ھوے پانڈي چري کے سامنے نمودار ھوا -

یه معلوم نہیں که اگر وہ پاسفک میں تھا تو اس کے کس حصے میں اس کا حیات بعد الممات ھوا ؟ اسلیے مقدار مسافت کا یقین مشکل ھے - تاھم فلي پائن سے شمار کیا جاسکتا ھے - منیلا سے پینانگ تک ۱۷۰۰ - میل ھے - پینانگ سے پوري (جس کے جگناتھه مندر کے منارے گرفتاران ایمڈن نے دیکھے تھے) ٹھیک ۱۰۰۰ - میل ھے - پس فیلي پائن سے وسط خلیج بنگال تک دو ھزار سات سو میل کي بحري مسافت اس بحري حملے میں طے کي گئي - جزائر شرقیه سے اندرون بحر چین تک کي مسافت اس کے علاوہ ھے -

اب غور کیجیے که ان ترتیبات سے کیا نتائج سامنے آتے ھیں ؟

(۱) چین میں جاپاني قوۂ بحري دنیا کي ایک بہت بڑي مسلمه قوت ھے - کیا چوا کے بعد ھی برٹش چائنا کے مقبوضات اور بندر ھینگ کانگ ھے - تاھم ایمڈن محفوظ رھا -

(۲) تاریخ ھند میں بحري حملے کے نظائر ناپید ھیں - مگر ایمڈن نے سب سے پہلے اسکے بحري خطوط کي طرف حمله آورانه توجه کي حالانکه (حسب تصریحات رسمیه) وہ تن تنہا ھے - تیسرے درجه کا کروزر ھے - محض ۱ + ۴ - کي توپیں رکھتا ھے' اور ھندوستان کے استحکامات صد ساله کا غلغلۂ و طنطنه تمام عالم میں بلند ھوچکا ھے - تاھم اس کي دلیري کا ھیجان مصالح پر غالب آیا !

(۳) جزائر فیلي پائن پر امریکن حکومت ھے - کیا وہ اس کے ساحلوں پر نمودار ھوا تھا ؟

(۴) سینگا پور انگریزي حکومت میں ھے - ظن غالب ھے که وھاں ایمڈن کي خبر ملگئي ھوگي' لیکن مسلح کروزر خواہ کتنا ھی چھوٹا ھو' ھندوستاني ساحلوں میں ھر جگهه لا علاج ھے - اگرچه بحر شمال میں نہو -

(۵) جاوا وغیرہ ڈچ حکومت کے ماتحت ھیں - کیا یه ممکن نہیں که وہ جرمن جہازوں کے ساتھه تسامح اور درگذر کرتے ھوں ؟ وھاں کے ساحلوں سے اسے ضروري مطلوبات بھي ملي ھونگي -

(۶) بحر چین سے داخلی ھند صرف ڈھائي ھزار میل کے فاصله پر ھے جسے جنگي جہاز آساني ایک ھفته کے اندر طے کرلے سکتا ھے - اور جاپان ابتک کیاچوا پر قابض نہوسکا -

(۷) ایمڈن کا کپتان حیرت انگیز جرأت و شجاعت' دلیري و جانفروشي' بے باکی و بے جگري کے علاوہ ھندوستان کے بحر و بر کے متعلق کیسي صحیح' کیسي باریک' کیسي جچي تلي' اور کیسی بے خطا معلومات رکھتا ھے ؟ بے تار کي خبر رساني کے استیشنوں پر اسکي نظر رھی - بحري خطوط کے ساحلوں سے ھشیار رھا - رنگون نہیں گیا کیونکه وھاں خطرات تھے - مدراس گیا جہاں کوئی خطرہ نہیں - وہ اپنے تمام کام ایسے لوگوں کی طرح انجام دیتا ھے جنھیں گویا ھندوستان کا تمام حال معلوم ھے !

فلسفہ

الحـــــرب

(اسباب و موثرات' نتائج و عواقب' علل و علائق)

(ا)

الھـــلال میں آج ایک نئے باب کا بعنوان " فلسفه " افتتاح کیا جاتا ھے -

اس باب کي خصوصیت یه ھوگي که اسکے تحت میں جسقدر مضامین شائع ھونگے' انھیں ھر طرح کے مذھبي معتقدات و آرا سے الگ رکھا جائیگا' اور کوشش کي جائیگي که محور فکر و نظر صرف فلسفۂ و اجتماع ھو -

ضمناً یه امر بھي پیش نظر رھیگا که اجتماعي و فلسفي مباحث کیلیے ایک نئے طرز بیان و انشاء کا نمونه پیش کیا جاے - بہت سے لوگوں کا خیال ھے که فلسفیانه مضامین وھی ھوسکتے ھیں' جنکي عبارت نہایت روکھی پھیکی اور بے مزہ ھو - اگر ایسا نہیں ھے تو اسے فلسفیانه استدلال و نظر سے بالکل خالي سمجھنا چاھیے - مگر ھمارے خیال میں یه قلمي پست ھمتي کم از کم ان لوگوں کے لیے تو جائز نہیں رکھی جاسکتي جنھیں خدا تعالی نے اپنے ھر طرح کے افکار کو بہتر لفظوں اور موثر فصاحت کیساتھه بیان کرنے کي قدرت دیدي ھے : و ذلک فضل الله یوتیه من یشاء - اور انپر بلاغت قرآني کے درس و افادہ سے فیضان بیان کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا ھے که دقیق سے دقیق خشک مطالب کو بھي وہ حسن و عشق کي دلچسپ داستان بنادیسکتے ھیں :

آں نیست که صحراے سخن جادہ ندارد
وازوں روش کج نظري را چه کند کس ؟

آج جنگ اور اسکے اطراف و نتائج پر ایک صحبت فلسفی و اجتماعي کا سلسله شروع کرتے ھیں - اس ھفته تمھید نظر سے گذر لے - آئندہ اصل مطالب شروع ھونگے -

---

انسان فطرۃ مادہ پرست ھے' اسلیے مادي چیزوں کو اپنا حقیقی سرمایه سمجھتا ھے -

لیکن مادیات کا آب و رنگ اوسکو اور بھی مسحور بنا دیتا ھے - زمین کے اندر سونا' پہاڑ کے اندر لعل' سمندر کے اندر موتی' انسان کا قیمتي خزانه ھیں' لیکن سونا جب ڈھل کر سکه کي صورت اختیار کر لیتا ھے' لعل جب پہاڑ سے نکل کر تاج شاھي میں اپني چمک دمک دکھاتا ھے' موتي جب کسي حسین گردن کے ھار میں جگه پاکر اپنے اوج قسمت پر ناز کرتا ھے' تو وہ چہرۂ کائنات کا آب و رنگ اور عالم مادیات کا چشم و چراغ بنجاتا ھے !

زمانۂ جنگ میں دنیا سرگرم فغاں نظر آتي ھے' انسانیت ماتم کبری میں مبتلا ھو جاتي ھے' ھمدردي مرثیه خوانی کرتي پھرتي ھے' رحمدلي کا نوحه دلگداز دلوں کو پاني پانی کردیتا ھے -

لیکن جب سوال کیا جاتا ھے که یه ناله و فغاں' یه نوحه و ماتم' یه مرثیۂ و سوز و گداز' کس متاع عزیز کي گم شدگي پر ھے ؟ تو بہتہ

رجال عظیمہ جنگ ہفت لشکر! وزراء ممالک و نظارت ہائے خارجیہ!

ڈاکٹر وان بیتھ مین :- جرمن چانسلر

قیصر جرمن میدان جنگ میں

ایم - سازا نوف ناظر خارجیہ : روس

جرمن سفیر اعظم متعینۂ لنڈن - نظارت جنگ سے جا رہا ہے !

فیلڈ مارشل سرجان فرانچ سپہ سالار افواج بریۂ برطانیہ

لارڈ کچنر نظارت حربیہ کا عہدہ قبول کرکے دفتر جنگ جا رہے ہیں

جنرل بیوف ہویڈرف نمائندہ اسٹریا

جنرل سوہو ملینوف ناظر حربیۂ روس

جنرل پتنک سپہ سالار سرویا

ترانے سنتا ہے - جو لوگ علمي ذوق رکھتے ہیں وہ کسی درسگاہ یا اکاڈیمی میں جا کر چند خشک دماغ انسانوں کے نتائج فکریہ سے مسرور ہوتے ہیں - لیکن زمانہ جنگ میں عبادت خانوں کي صدائیں دفعتاً رک جاتی ہیں' میخانوں کے ترانے خاموش ہو جاتے ہیں' علمی مجالس کا درس حلقۂ وعلوم موقوف ہو جاتا ہے' تمام دنیا ایک انجمن اور ایک حلقۂ احباب بن جاتی ہے' جس میں صرف فتح و شکست کي داستان هي سنائی جاتي ہے - واقعات جنگ کے علاوہ دوسري باتوں کا تذکرہ کیا بھي جاتا ہے تو عموماً ناگوار ہوتا ہے -

(۴) غلط افواہوں کا اثر زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ اور ضعیف الدماغ لوگوں پر پڑتا ہے - موجودہ جنگ کا سب سے زیادہ اثر تاجروں اور تاجروں میں مارواڑیوں پر پڑا ہے - جنگ نے تجارت کو جو نقصان پہونچایا ہے اوس سے کہیں زیادہ ان غیر تعلیم یافتہ تاجروں نے اپني بدحواسي اور پریشان خیالي سے نقصان اوٹھایا ہے -

(۵) زمانہ جنگ میں لوگ اگرچہ فتح و شکست دونوں کي خبروں کو نہایت دلچسپي سے سنتے ہیں' لیکن فتح و ظفر کا غلغلہ نہایت بلند آہنگي سے بلند کیا جاتا ہے' اور بغیر کسي قسم کے تعلق کے فاتح کے فضائل و مناقب کا غیر معلوم طور پر اعتراف کیا جاتا ہے - ہندوستان کي قسمت آج سلطنت برطانیہ کے ساتھہ وابستہ ہے' اور رعایا کو وفاداري کا پورا ادعا ہے - تاہم آغاز جنگ سے پیش قدمي کي متصل خبروں کے وصول نے جرمني کی وقعت عوام میں قائم کردي ہے -

(۶) زمانہ جنگ میں کسي شخص کو نہایت آساني کے ساتھہ نیک نام یا بدنام کیا جاسکتا ہے - رستم کي نیکنامي صرف شاہنامہ کی داستان سرائیوں کا نتیجہ ہے - عیسائیوں میں زمانۂ حروب صلیبیہ کے مخترعہ واقعات نے مسلمانوں کو بدنام کردیا ہے - منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پرجو الزام لگایا تھا اوسکے لیے اسي غرض سے ایک سفر جہاد کو منتخب کیا تھا - جرمني کیطرف سیکڑوں وحشیانہ افعال کا انتساب اسي مقصد سے کیا جاتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کتب خانہ اسکندریہ کے جلانیکا الزام زمانۂ جنگ هي میں لگایا گیا -

(۷) جنگ کے ذریعہ سے اتحاد و اتفاق اور بغض و عداوت کے جذبات کو نہایت ترقي دیجاسکتي ہے - پرنس بسمارک نے اتحاد جرمني کا خواب جنگ کے ہولناک میدانوں هي میں دیکھا تھا - موجودہ جنگ میں اٹلي نے جرمني سے جو علحدگي اختیار کرلي' اوسنے قدیم عہد مودت کو مبدل بہ عداوت کردیا -

روس' فرانس' برطانیہ' جرمني' آسٹریا و سرویا وغیرہ کا باہمي عہد مودت پہلے سے بھي زیادہ مستحکم اور پائدار ہوگیا ہے - عہد ابتدائي میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کے جس سلسلۂ زریں نے باہم مربوط کردیا تھا' وہ اوسي کارخانے میں تیار ہوا تھا جہاں تلواریں ڈھالي جاتي ہیں !

(۸) جنگ کے ذریعہ ہر قسم کے مذہبي' ملکي' ادبي' اور اخلاقي انقلابات نہایت سرعت کیساتھہ ہوسکتے ہیں - فرانس کي جمہوریت جنگ هي کا نتیجہ ہے' قران مجید کي اشاعت تعلیم کا سب سے بڑا ذریعہ جہاد في سبیل اللہ تھا جسنے عرب کے ادبي اور اخلاقي نظام میں دفعتاً انقلاب پیدا کردیا - عمرو بن کلثوم کے مشہور اور پرجوش معلقہ کو قبیلۂ بنو تغلب کا ایک ایک بچہ انھی جنگي کارناموں کے اثر سے ازبر یاد رکھتا تھا' شاہنامہ کي مقبولیت صرف اس بنا پر ہوئي کہ اوس نے گذشتہ جنگي واقعات کو دوبارہ زندہ کردیا - ہومر کے الیڈ کي شہرت نے اسي بنا پر یونان کي حکمیات کي شہرت ماند کردي کہ وہ میدان جنگ کا ایک رنگین خاکہ تھا -

(۹) جنگ اخلاقي حیثیت سے ایک قوم کو دفعتاً ابھار دیتي ہے اور دوسري کو پست کردیتي ہے - سنہ ۱۸۷۰ع کي جنگ فرانس و جرمني نے فرانسیسیوں کي شجاعت اور عزم و استقلال کا خاتمہ کردیا جسکا اثر آج میدان جنگ میں علانیہ نظر آتا ہے - آج جرمن سپاہیوں کي رگوںمیں جو گرم خون دوڑ رہا ہے' وہ صرف آجکل کي تیز و تند شراب هي سے مخلوط نہیں ہے' بلکہ اوسمیں سنہ ۱۸۷۰ع کے سیلاب خون کے کھولتے ہوے آتشیں قطرے بھي شامل ہیں !

یہودیوں کی بد اخلاقیاں متصل جنگ اور متصل شکستوں کا نتیجہ ہیں - بیت المقدس میں اس قوم نے تین بار شکست کھائي' فرعون کے دربار میں غلام بنکر رهي' عرب کے میدانوں میں بھي ایک اوبھرنے والي روحاني طاقت نے انکے لیے جگہہ نہ چھوڑي' آج ان متصل ذلت آمیز شکستوں کا داغ ہر یہودي کے دامن اخلاق پر نظر آتا ہے !

مسلمانوں کا معیار اخلاق جسقدر جہاد نے بلند کردیا تھا' حضرت عیسیٰ کي اخلاقي تعلیم اوسکے مقابلہ میں بالکل بے اثر رهي -

غرض ہر قسم کا انقلاب صرف جنگ هی کے ذریعہ ہوسکتا ہے - فلسفہ نے آجتک نظام عالم میں کوئي تبدیلي پیدا نہیں کي' لیکن جنگ نے ذرہ کو آفتاب اور رائي کو پہاڑ بنادیا ہے - پہاڑونکو زلزلہ هي متزلزل کرسکتا ہے - کسي قوم نے قدیم عقاید' قدیم تہذیب' قدیم طرز معاشرت ایک مدت کے بعد مستحکم پہاڑ بن جاتے ہیں - ارنکو لڑائي کا بھونچال هي اکھاڑ سکتا ہے - اور کوئي نہیں -

مساوات کي حقیقي روح صرف زمانہ جنگ هي میں پیدا ہوسکتي ہے - فرانس کی شورش کا سب سے بڑا نتیجہ مساوات ہے - مساوات عدل و انصاف کي ایک شکل ہے' اور عدل و انصاف کے ستون کو صرف قوت هي قایم رکھہ سکتي ہے -

(۱۰) زمانہ جنگ میں ہر انسان کي مخفي طاقت دفعتاً ابھر آتی ہے' فوج جس دلسوزي و بے جگري سے میدان جنگ میں لڑتي ہے' حالت صلح میں اوسکے تصور کي بھي متحمل نہیں ہوسکتي - نامہ نگاران اخبار' جنگ کی خبروں کي فراہمي میں جسقدر عرقریزي کرتے ہیں' صلح کي خبروں میں اوسقدر محنت نہیں کرسکتے - جنگ کے مضامین میں اڈیٹروں کي قابلیت کا غیر معمولي اظہار ہوتا ہے' قوت حافظہ کو غیر معمولی ترقي ہوجاتي ہے' عرب کے دواوین اشعار کو اسی غیر معمولي قوت حافظہ نے محفوظ رکھا' عرب کي حیرت انگیز قوت روایت کو اسی فوجي اثر نے ترقي دي' شاہنامہ کا وہ سرمایہ جو فردوسی کو نہایت آساني سے مل گیا تھا' تلوار کے اوس جوہر سے محفوظ رہا جو اسکے دماغ میں سرایت کرگیا تھا !

(۱۱) جنگ کے زمانے میں لوگ وحشت اور بد اخلاقي کي طرف زیادہ تر مائل ہوتے ہیں - فوج تو اسي نشے میں مست رہتی ہے' لیکن خود رعایا بھي رعایا کے جان و مال اور عزت و آبرو کو نہایت بیدردي سے پامال کردیتي ہے - غدر سنہ ۵۷ میں فوج سے زیادہ بدمعاشوں نے لوٹ مار اور قتل و خونریزي کي تھي' لیکن ایک اعلی طاقت ان وحشیانہ افعال سے روک بھي سکتي ہے' بلکہ اخلاق کا ایک بلند معیار قائم کرسکتی ہے -

عہد نبوت اور عہد صحابہ میں اسکي شاندار مثالیں مل سکتي ہیں - زمانۂ موجودہ بھي اس قسم کی مثالوں سے خالي نہیں - فوج فاقہ سے مرتي ہے لیکن مال غنیمت کا بہترین سرمایہ اپنے سپہ سالار کے پانوں پر لاکر ڈالدیتي ہے اور اوس میں کسي قسم کي خیانت نہیں کرتي - سنہ ۱۸۴۸ کي شورش میں جس گروہ نے قصر سویلري پر حملہ کیا' اوس نے وہانکي بہترین یادگاروں کو ہاتھہ بھي نہیں لگایا - جنگ روس و جاپان میں جب جاپاني سپاہي کسي روسي مقتول کي جیب سے گیني نکالتے تھے' تو اوسکو نہایت دیانت سے واپس کردیتے تھے !

مناظر عمومیة اساطیل بحر شمال ! نهر عظیم الصنعة "کیل" !

برطاني تباه کن (ڈسٹرائر) : سربفت - وزن ۱۸۰۵ - ٹن - ۴ - انچ کي تارپیڈو سے مسلم

بحر شمال کا مشہور برطانی کروزر : میٹی ٹور - وزن ۶۰۰ و ۱۴ ٹن

جاپان کا قوي ترین ڈریڈ ناٹ : ٹرکیو

مشہور و عظیم برطاني بیٹل شپ : لارڈ نیلسن - وزن ۱۶۵۰۰ - ٹن

نہر کیل (جرمني) کا ایک نظارہ ! قیصر جرمنی مع اپنے اسٹاف کے بائیں جانب کھڑا ہے اور انگریزي جہاز کي سلامی لے رہا ہے جو تہنیت کیلیے جنگ سے کچھ عرصہ پہلے گیا تھا !

زعماء حرب هفت لشکر! و ملوک مقاتلین و محاربین هفت کشور!

پریسیڈنٹ جمہوریۂ فرانس

شہنشاہ: قیصر جرمنی

ہز امپیریل مجسٹی شاہ برطانیہ، و قیصر ہند:
امیر البحر اول مراکب بحریۂ برطانیہ –

شاہ سرویا

پرنس آف ویلز (ولی عہد برطانیہ)

[illegible] زار روس [illegible]

شاہ بلجیم

شاہ اٹلی

شہنشاہ اسٹریا

مقالات

یورپ کا نیا نقشہ جو طیار ہو رہا ہے

جنگ یورپ کے نتائج و عواقب کا ایک سرسری مطالعہ

اخبار ڈیلی میل لندن میں جنگ کے نتائج و عواقب پر ایک نہایت اہم اور دقیق النظر مضمون شائع ہوا ہے جسکے نیچے صرف W - T - T کا دستخط ہے -

لیکن مضمون اسقدر دلچسپ ہے کہ اسکا پورا ترجمہ شائع کر دینا چاہیے :

مشہور جان رالت کا قول ہے :

" جنگ میں بجز اسکے اور کوئی فائدہ نہیں کہ وہ لوگوں کو فن جغرافیہ کی تعلیم دیتی ہے "

اس خیال میں اور برن ہارڈی اور پروشیا کے جنگی مذہب کے اس اصول میں کہ " جنگ ایک روحانی مسہل ہے' جسکے بعد قوم صاف اور قوی تر ہو جاتی ہے " ہمارے لیے اختلاف کی وسیع گنجایش ہے -

جنگ فن جغرافیہ کی تعلیم دیتی ہے - اسکے متعلق تو کچھہ پوچھنا ہی عبث ہے - اسکول کے ایک بد شوق لڑکے کو بھی آج نقشوں اور جغرافیائی حالات سے پوری دلچسپی ہے - اسوقت انکے لیے براعظم یورپ کوئی وسیع خیالی شے نہیں ہے' بلکہ اسی طرح ایک حقیقی شے جسطرح کہ اسکے پڑوس کا فٹ بال میدان -

نقشے اب مردہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ زندہ حقائق ہیں - لوگوں کی طرح میں نے انکی نہ ختم ہونے والی خواہش کو محسوس کیا ہے -

نقشے اب نقشے نہیں رہے - وہ جنگل' دریا' میدان' شہر اور گاؤں' ہوگئے ہیں - جہاں سے فوجوں کے کوچ' توپوں کی گرج' تلواروں کی جھنکار' اور سواروں کے ہنگامے کی آواز آتی ہے - اب میں لندن میں نہیں رہتا ہوں' بلکہ " والجیس " اور " ارڈینس " میں ہوں - میں دریاے " می یوز " کے پیچ و خم کو جسقدر جانتا ہوں اسقدر دریاے ٹیمس کو بھی نہیں جانتا - حالانکہ میں نے طفلی کی پہلی آنکھہ اسی پر ڈالی تھی !

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آنکھیں بند کیے معرکے کے وسیع خط کے برابر برابر چلا جاسکتا ہوں - میرے یمین و یسار آبادی کی جگہ موت اور زندگی کے کاروبار کی جگہ وحشت و ہلاکت کا سناٹا ہے' اور سامنے چند ہفتوں کے ہنگامے سے پیدا ہونے والے وہ نتائج جنکو صدیوں تک دنیا پر حکومت بخشی گئی ہے !

(اگر جرمنی فتحمند ہو)

ہمارے دامن خیال کو صرف وہی رقبے نہیں پکڑے ہوے ہیں جہاں جنگ برپا ہے - اب تو تمام یورپ کے نقشے میں ایک مستغرق دلچسپی پیدا ہوتی جاتی ہے - اسوقت یہ براعظم (یورپ) ایک معدنی ٹکڑے کی طرح آگ پر پگھلرہا ہے' جو آیندہ نقشہ اس جنگ کے نتائج کو اپنے اندر قلمبند کریگا' اسکے متعلق ہم اسوقت صرف قیاس ہی کرسکتے ہیں -

یہ مسئلہ اس لیے پیچیدہ ہے کہ ممکن ہے نتیجہ ذو جہتین ہو - یعنی دونوں پہلو رکھتا ہو - فتح و شکست ایک ساتھہ ظہور کرے اور ہر فریق فتحیاب بھی ہو' اور شکست خوردہ بھی - اسکا ایک ہاتھہ جوش مسرت سے اور دوسرا تاسف سے لرز اٹھے !

حلیفوں (دول متحدہ فرانس و روس و انگلستان وغیرہ) کے مقابلہ میں جرمنی کو خشکی میں فتح ہوسکتی ہے' مگر تری میں شکست قرین قیاس ہے -

فرض کرو کہ ایسا ہی ہوا تو اسکا سیاسی نتیجہ کیا ہوگا ؟

جہاں تک فرانس کا تعلق ہے یہ نتیجہ اسکے لیے سخت مہلک ہوگا - پرنس بسمارک کا قول تھا کہ " میں فرانس کے بیڑے سے پیرس میں لڑونگا " - اس سے اسکا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ ایک دفعہ خشکی میں فرانس کا مالک ہوجاے تو پھر فرانسیسی بیڑہ کس شمار میں رہیگا ؟ فرانس کے متعلق یہ قول اب تک بالکل صحیح ہے لیکن انگلستان کے متعلق نہیں - جب تک ہمارا سمندر پر قبضہ ہے' اسوقت تک اس براعظم (یورپ) میں کوئی آفت ہمیں گھٹنوں کے بل نہیں جھکا سکتی - لیکن اگر ہمکو خشکی پر شکست ملی تو اسکا خمیازہ ہمیں تنہا نہیں بھگتنا پڑیگا - اس لپیٹ میں بلجیم اور فرانس بھی آجائینگے (میں اس باب میں روس کو ابھی نظر انداز کردینا ہوں -)

کیا سمندر میں ہماری فتح سے جرمنی کی ساحلی کامیابی میں توازن پیدا ہوجائیگا ؟ کیا ہمارے بیڑے کا خطرہ جرمنی کے لیے اتنا ہی کھل ڈالنے والا ہوگا جسطرح کہ جرمن فوجوں کا خطرہ فرانس کے لیے ؟ بالفرض ایسا نہ ہوا تو ہمارا پوزیشن اسوقت غیر معمولی طور پر مشکل ہوجائیگا - ممکن ہے کہ ہماری فوجیں صحیح و سالم اور غیر مجروح ہوں' مگر ہمارا حلیف (فرانس) تو اتنا پسیگا کہ اسکا کام ہی تمام ہوجائیگا - ہم جرمنی کو جسقدر سمندر میں پائینگے' اسی قدر وہ سواحل کی طرف فرانس پر اپنے شکنجے کا پیچ کسیگی - اس صورت میں اگر ہم اپنے حلیف کو یکسر تباہی سے بچا سکینگے تو صرف اسطرح کہ سمندر میں اپنی فوقیت اور برتری سے دست بردار ہوجائیں -

کیا یہ قرین قیاس ہے ؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہم فرانس کو بچانے کے لیے اپنے تئیں ایسے شرائط کے حوالہ کردیں جو ہمیشہ کے لیے ہمیں جرمنی کا محکوم بنادیں ؟

صورت حال کی یہ ایک خطرناک شق ہے -

اس انتخاب کی جانکنی سے بچنے کے لیے خشکی پر فتح ضروری ہے - اگر ایسا نہ ہوا تو آیندہ نقشۂ یورپ برلن میں بنیگا' جرمنی " انٹیورپ " (بلجیم) سے لیکے قسطنطنیہ تک کو اپنا مرکب بنالیگی' اور جو اسکینڈ ینونین' ابرین' اور اٹالین جزیرہ نما کہ سرحد پر واقع ہیں' وہ اس خداوند جنگ (وار لارڈ) کے جاگیر دار

مراکب عظیمهٔ بحریهٔ المان و برطانیه ! منتهاء قواے بحریهٔ فریقین !

انگلستان کا سب سے زیادہ قوی و اعلی بیٹل شپ : ایچ - ایم - اس بلیر و فون - جسکا وزن ۱۸۵۰۰ تن اور جسکی
توپیں ۱۰ × ۱۲- اور ۱۹ × ۴ انچ کی ہیں -

جرمنی کا [illegible] ۱۳۲۰۰ [illegible]
[illegible] فقط معلوم [illegible]

وجہ سے ہمیں واقعات کے حق میں اندھا نہ بن جانا چاہیے روس کی اسوقت جو حالت ہے' اس حالت میں وہ قدیم بربریت و وحشت کا ایک نہایت ہی قوی پنجہ ہے' اور اوسکی وجہ سے تمدن ایک قاتل و سفاک گرفت کے عالم میں ہے - جسقدر جرمنی کو ہم گھٹالینگے' اسیقدر روس کو بڑھانا پڑیگا اور روس کو بڑھانا استبداد و تظلم کو تقویت دینا ہے' جو اپنی ایڑی کے نیچے تمام مظلومان روس' پولینڈ' فنلینڈ' بخارا و ترکستان' ایران' اور یہودیوں کو دبائے ہوے ہے!

روس کے خوف سے نکلے ہوے ہمیں ابھی صرف نصف صدی ہی ہوئی ہے - اس امر کے یقین کرنے کی کیا وجہ ہے کہ جب جرمنی نہ ہوگی تو پھر یہ خوف عظیم دوبارہ زندہ نہ ہو جایگا ؟

ہندوستان جہاں پہلے تھا' ابھی تک اسی جگہہ پر ہے اور روس اس سے بہ نسبت پہلے کے اب اور قریب تر ہے - جرمنی کی طرح روس کے لیے بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے کہ ہم روسی قوم سے نہیں ڈرتے بلکہ روسی نظام سے ڈرتے ہیں :

من از عقرب نمی ترسم ولے از نیش می ترسم

کیا ہم کو امید ہے کہ یہ خطرہ دور ہو جایگا ؟

ایک ہفتہ قبل تک تو ذرا بھی امید نہ تھی' مگر اس اثناء میں زار روس نے روسی پولینڈ سے اندرونی خود مختاری دینے کا وعدہ کر لیا ہے - بلا شبہہ یہ ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے لیکن در حقیقت کسی فیاضی سے نہیں بلکہ محض ضرورت کے مجبورکن استیلاء سے وقوع میں آیا ہے پولینڈ میں انقلاب کے برپا ہو جانے کے خطرہ کے ساتھہ روس میدان جنگ میں کیسے جا سکتا تھا ؟

خیر' ہم کو اسکے مقصد میں مناقشہ کی ضرورت نہیں - اگر اس وعدہ کا ایفاء ایمانداری سے کیا جاے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ پولینڈ جسکو فریڈرک نے پروشیا' روس' اور آسٹریا میں تقسیم کیا تھا' اب پھر متحد ہو جایگا' اور تاریخ کا ایک عظیم الشان گناہ ڈیڑہ صدی کی ظالمانہ غلط کاری کے بعد مٹا دیا جایگا - آسٹریا ہنگری کی مصنوعی شہنشاہی یورپ کے نقشے سے ناپید ہوجائیگی' اور پولینڈ کی سلطنت نسل' تہذیب' اور اعتقاد کے اتحاد کے ساتھہ وسط یورپ میں پھر ظاہر ہو جائیگی!

(زار کے لیے ایک فرصت)

ہم نے کہا ہے کہ " اگر یہ روسی شاہی وعدہ ایمانداری کے ساتھہ پورا کیا گیا " حالانکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسوقت سے پہلے بھی یہی وعدہ ایسے ہی حالات میں کیا جاچکا ہے جو موجودہ حالات سے بالکل غیر مشابہہ نہ تھے -

اسکے ساتھہ ساتھہ ہمکو زار روس کے کمزور کیریکٹر کو بھی یاد رکھنا چاہیے' جو عمدہ جذبات سے استقامت کے ساتھہ اثر قبول کرنے میں بالکل عاجز ہے - جب تک استبداد باقی ہے اسوقت تک ہم اس وعدہ کو محفوظ نہیں سمجھہ سکتے - البتہ یہ ممکن ہے کہ اسکے حلیفوں کا نفوذ و اثر کچھہ کام آے -

اگر پولینڈ زار روس کی سیادت میں آزاد ہو گیا تو کیا ہم یہ امید رکھسکتے ہیں کہ زار ایک قدم اور آگے بڑھیگا ؟ فنلینڈ' حیرت انگیز فنلینڈ' اپنے شاندار باشندوں اور تعجب انگیز تہذیب کے ساتھہ زار کے دارالسلطنت کے پھاٹک پر خونچکاں پڑا ہے! اسکی آزادی رخصت ہوچکی ہے' اسکے جج قید خانے میں ہیں' اسکی امیدیں جاں کنی میں تڑپ رہی ہیں - ہاں' اس بد بخت فنلینڈ کو بھی داخلی خود مختاری ملنی چاہیے اور اسی وقت ملنی چاہیے - (اس دروازے کے کھلنے کے منتظر اور بھی ہیں) .

یہ زار کیلیے بہت بڑا موقع ہے - جب وہ بچہ تھا تو انگریزی خیالات کے اثر سے ایک بار چیخ اٹھا تھا: "آہا! عوام کا بادشاہ ہونا!"
(O to be common's King !)

وہ افسوس ناک طور پر ناکام ہوا' مگر اسکی ناکامی استبداد کی وجہ سے نہیں بلکہ قوت ارادی کے فقدان کی وجہ سے ہوئی - ورنہ اسکے لیے مواقع بہت تھے' اور اسوقت بھی ایک زریں موقع اسے حاصل ہے -

اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ جرمنی کو شکست ہوگی تو روس دنیا کے ان تین شہنشاہوں میں سے ایک ہوگا جو اس عالمگیر کشاکش کے بعد رہینگے - ان میں وہ آخرین مطلق العنان و مستبد بادشاہ ہوگا -

یہ پالیسی کی سب سے بڑی ضرب اور سب سے بڑا انصاف ہوگا جو آج تک کبھی نہیں ہوا - اس نازک حالت میں یہ سلطنت کے لیے ضعف کا نہیں بلکہ قوت کا سر چشمہ ثابت ہوگا - اور روس کو معلوم ہو جائیگا کہ آزاد شاہنشاہی سلطنت کا سب سے بڑا طلسم ہے!

مگر یہ (یعنی فنلینڈ کی خود مختاری) اس سے بھی بڑھکے کام کریگی - اسکا اثر ناروے اور سویڈن پر گہرا پڑیگا - جسقدر ہم جرمنی سے خوف کھاتے ہیں' اس سے کہیں زیادہ یہ سلطنتیں روس سے ڈرتی ہیں - سویڈن ناطرفدار ہے اور رہیگا - اس نے ان روسیوں کے ساتھہ تعجب انگیز فیاضی کا سلوک کیا ہے' جو اسٹراک ہوالم (سویڈن) کی راہ سے بھاگ کے روس گئے ہیں' اور اس حسن سلوک کے معاوضہ میں زار نے اسکا احسانمندانہ شکریہ ادا کیا ہے - اگر روس نے فنلینڈ کو آزاد کردیا تو سویڈن کے تمام خوف غائب ہوجائینگے' اور روس یورپ کی خیر اندیشی کے ساتھہ اپنے کام کی طرف بڑھ سکیگا -

اگر وہ دانشمند ہے تو قیصر کی ناکامی سے عبرت حاصل کریگا اور فرصت کے آخری لمحوں کو ضائع کردینے کی جگہ تمدن سے اپنا معاملہ صاف کرلینے میں صرف کریگا!

(ایشیا میں رد عمل)

آخر میں جزیرہ نماے بلقان ہے - روسی اثر وہاں غالب ہوگا - لیکن جنگ کے نتیجۂ ثانی کی حیثیت سے ہم بجا طور پر یہ خیال کرسکتے ہیں کہ وہاں بہ نسبت سابق کے عمدہ روح پھیلے گی - سرویا آسٹریا ہنگری کی شاہنشاہی کی غنیمت اور دریا کی طرف راستہ حاصل کرے - مقدونیہ میں بلگیریا کیلیے منصف مزاج بنجائیگی' اور قدیم بلقانی اتحاد مع رومانیا کی شرکت کے ابکی مرتبہ سابق سے زیادہ مبارک سرپرستی میں قائم ہوگا -

اصلی خوف دولۃ عثمانیہ اور یونان کے باہمی مخفی مشکلات کا ہے - اگر جرمنی فتحیاب ہوگئی تو یہ مشکلات ترقی کرینگے' کیونکہ دولۃ عثمانیہ کی نظریں برلن ہی کی طرف لگی ہوئی ہیں - اسکے یہ معنی ہونگے کہ دولۃ عثمانیہ کا خاتمہ ہوجاے' اور بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمانوں میں عظیم الشان رد عمل پیدا ہو جو کیتھولک عیسائیوں کی طرح ایک غیر ملکی وفاداری رکھتے ہیں' جسکا مرکز سلطان عثمانی ہے " ۔

(پرانے نقشہ کو لپیٹ دو)

کہتے ہیں کہ جب " آسٹرلیز " کی خبر مشہور سیاسی کبیر " پٹ " کو ملی تو اسنے یورپ کے نقشے کی طرف اشارہ کرکے کہا : " اس کاغذ کو تہہ کردو - اب ان دس سالوں میں اوسکی ضرورت نہیں پڑیگی "

هونگے تب - قیصر تمام یورپ کا مالک ہوگا - مرحبا اٹلی ! اسوقت تیرا کیا حشر ہوگا ؟

(اگر جرمنی کو شکست ہو)

لیکن اگر جرمنی کو شکست ہوئی تو اسوقت یورپ کا نقشہ کیا ہوگا ؟

ایک بات یقینی ہے - " السیس " اور " لورین " فرانس کو واپس ملجائینگے اور " اسٹراسبرگ " کی شکل " پیلس مدنی کونکورڈ " میں ایک مردہ کی طرح ماتمی لباس میں نہ ہوگی بلکہ دلہن کی طرح پھولوں سے لدی ہوئی !

کہتے ہیں کہ سنہ ١٨١٧ ع میں جرمنی نے جو مہلک غلطی کی تھی ' وہ السیس لورین کا الحاق تھا - یہ بسمارک کی غلطی نہ تھی بلکہ جرمنی کے حامیان جنگ کی - اسلیے آیندہ جب فیصلے کا وقت آئے تو کمرے کے اندر ان حامیان جنگ کو گھسنے نہ دینا چاہیے - ہمیں یہ ذمت دیکھنی ہے کہ جب جرمن کے پاس "السیس لورن" نہ رہے جس سے انتقام کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں !

ہماری جنگ قیصر اور قیصریت (یعنی قیصر کے افکار و عزائم) کے مقابلہ میں ہے - ہمیں جرمنی کو تباہ کرنے کا ارادہ نہ کرنا چاہیے - ہمیں چاہیے کہ بہر حال جرمنی کو اپنے داخلی امور کے تصفیہ کے لیے اکیلا چھوڑدیں - (بشرطیکہ وہ چھوڑ دے الهلال)

(جرمنی کا مستقبل)

جرمنی کی شکست کی صورت میں ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ آیندہ کیا ہوگا ؟ جو عمارت کے بسمارک نے خون اور لوہے کے زور سے تیار کی تھی وہ منہدم ہو جائیگی ' جیسا کہ ہمیشہ خون اور لوہے کی بنائی ہوئی چیزوں کا حشر ہوا ہے -

" ہو ہینزولرنس " " ہوز بونس " کے ردی کے انبار میں ملجائیگا - " نپولینس " اور " بویریا " وغیرہ جرمن ریاستیں پروشیا کی مبغوض حکومت کو پھینکدیگی - وہ جرمن شاہنشاہی میں بجبر داخل کی گئی تھیں ' اور جو لوگ اس ملک کے وہاں کے زندہ دل اور مہربان باشندوں کو جانتے ہیں ' انہیں اس میں ذرا بھی شک نہ ہوگا کہ یہ ریاستیں بغیر کسی افسوس کے اس شاہنشاہی سے علحدہ ہو جائینگی - قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ملک جنوبی جرمن اتحاد کا سر خیل ہو جائیگا - کیونکہ ریاست ہاے بیڈین و ٹمسبرگ وغیرہ کے باشندوں میں ویسی ہی آزادانہ اور فیاض روح ہے جیسی کہ خود اسمیں ہے - خود پروشیا بھی حامیان جنگ کے مظالم سے نجات پاجائیگی - گو پروشیا کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ ہم پروشیا کے لوگوں سے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اسکے نظام سے لڑ رہے ہیں -

اسکا نظام اوسکی جمہوریت کے لیے بھی اسی قدر نفرت انگیز ہے جسقدر ہمارے لیے - اگر ان میں فرانسیسیوں کی سی خوفناک انقلابی روح ہوتی ' تو کب کے وہ اس " ملعون " شے (نظام جنگ جو) کو صاف کرچکے ہوتے - عمدہ دماغی اوصاف کے باوجود انمیں آزادی کے لیے عظیم الشان جذبہ کی کمی ہے - ارنکے اشتراکیئین (سوشیالسٹ) موج در فوج انتخاب کے وقت پول میں (پول ایک مقام ہے جہاں چٹھی ڈالی جاتی ہے) پہنچے ' مگر کچھ نکرسکے - اسکا نظام ان اشتراکیوں کا گلا دبائے ہوے ہے اور آج خوفناک سختی کے ساتھ اسکی مدافعت میں وہ کام آرہے ہیں جس سے وہ بھاگتے تھے - حالانکہ انکو جاننا چاہیے کہ فتح اس ظلم کو اور زیادہ کردیگی ' اور شکست ہی اس سے نجات پانیکا تنہا راستہ ہے !

(چند نظاموں کی جنگ)

اس جنگ کی عجیب و غریب پیچیدگیوں میں ایک پیچیدگی کو یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ قوموں کی جنگ نہیں ہے ' بلکہ انکے نظاموں اور اصولوں کی لڑائی ہے - پروشیا کی طرح ہمارے یہاں فوج اور بحری بیڑے کے حامی موجود ہیں - اسلیے ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جب ہم اس بیڑے کی حمایت کو جرمنی میں مٹاتے ہوں تو کہیں ہم خود انگلستان میں اس پر زین کسکے سوار نہ ہو بیٹھیں - کیونکہ ہمکو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کشاکش کے پیچھے اصلی تنقیح محض نقشہ نہیں ہے بلکہ اسکے علاوہ کوئی اور گہری شے -

اصلی تنقیح آزاد ملکی سرحدیں اور قومی حوصلے ہیں - یہ اصلی تنقیح در اصل ایک سوال ہے :

" آیا استبداد جسکی بنیاد عسکریت اور مخفی سیاست پر ہے اور جسکی پشت پناہی اسلحہ کی مخفی سازش کرتی ہو ' اسکو یورپ کا مالک ہونا چاہیے ' یا اس جمہوریت کو جو ہر طرح آزاد ہو ؟ "

ہم جانتے ہیں کہ اب یورپ میں مدنیت اور بربریت ' اعتماد اور بارود کے نل ' عسکریت اور حریت ' ایک ساتھ نہیں رہسکتیں - پہلی چیز کویا دوسری کو ' غرض دونوں میں سے کسی ایک کو رخصت ہوجانا چاہیے - یہ فیصلہ کرنا جنگ اور اسکے بعد کے فیصلے کا کام ہے کہ کون سی چیز نابود ہو ؟ اگر ڈپلو میسٹ گروہ نے فیصلہ کیا تو قدیم طریقہ پھر زندہ ہوجائیگا اور حریت ہلاک ہوجائیگی - فیصلہ قوم کی راے سے ہونا چاہیے ورنہ پھر اس سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی !

(آسٹریا خارج)

آئیے پھر نقشۂ یورپ پر ایک نظر ڈالیں ! اب مثنی شاہنشاہی (آسٹریا ہنگری) کا خیال فضول ہے - اب یہ خیالی صورت رخصت ہوجائیگی - ایک بڑے ڈپلومیٹسٹ کا قول ہے کہ " آسٹریا فی الواقع موجود ہی نہیں ہے ' وہ ایک مصنوعی شے ہے جو ایجاد کی گئی ہے " اسکا جواب ایک دوسرے ڈپلومیٹسٹ کے الفاظ میں دیا جاسکتا ہے : " میں ضرورت کا قائل نہیں "

یورپ کے نقشے میں آسٹریا ہنگری سب سے زیادہ مصنوعی مخلوق ہے - نہ اسمیں زبان کا اتحاد ہے نہ قومیت کا ' نہ تہذیب کا ' نہ اعتقاد کا ' اور نہ ہی مطمح نظر ایک ہے - یہ ایک ایسی عمارت ہے جو اسلیے بیٹھ جائیگی کہ اسکی کوئی مستقل بنیاد نہیں ہے - آسٹریا جرمن اتحاد کا ایک رکن بن سکتی ہے - ہنگری خود مختار ہوسکتی ہے - جنوب کے سلافی " سرویاء عظمی " میں شامل ہوجا سکتے ہیں - سرویا مانٹی نگرو کے ساتھ ملکر اپنی اس نسلی اور ملکی ہمجنسی کو پھر حاصل کرلے سکتی ہے جو اسنے چھ سو برس ہوے ترکوں کے ہاتھوں میدان کسوو (قصوہ) میں کھوئی تھی - اطالیا واقعی جنوبی " ٹرائل " سے لیکے " ٹریسٹ " تک لینا چاہتی ہے - اسطرح ایک نسل کے اوراق پریشاں کی پھر شیرازہ بندی ہوجائیگی !

(پولینڈ کی آمد)

مگر ابھی " پولش آسٹریا " (پولینڈ کا وہ حصہ جو آسٹریا میں شامل ہے) باقی رہگئی ہے جو اس حساب میں سب سے زیادہ ناقابل عمل عدد ہے - ہم روس کے ساتھ ملکر لڑ رہے ہیں اور روسی اسلحہ کی فتحیابی کیلیے اسی جوش و خروش سے دعا کرتے ہیں ' جسطرح کہ خود اپنے لیے - مگر اس ہنگامی رفاقت نے

چنانچه جرمن فوج کے هر دستے میں دو دو کتوں کو زخمیوں کي تلاش و جستجو کے لیے مخصوص تعلیم دیگئي اور سنه ۱۸۹۹ ع میں انجمن نے بلنٹر میں کتوں کي تعلیم کا سرکاري طور پر امتحان لیا =

امتحان کی صورت یه تهی که ایک اندهیري رات میں اسي قسم کے چار تعلیم یافته کتے میدان میں چهوڑ دیے گئے ' اور دو سو سپاهیوں کو حکم دیا گیا که میدان کے نشیب و فراز اور متفرق کهاٹیوں میں زخمیوں کی طرح لیٹ جائیں - کتوں کے آگے آگے پانچسو سپاهیوں کو زخمیوں کي ڈولیاں لیکر بهیجدیا گیا - وه لوگ مشعل لیکر زخمیوں کو ڈهونڈهنے لگے - کتے بهي جستجو میں مصروف هوگئے - انهوں نے ادهر ادهر چکر لگایا ' اور تهوڑي دیر میں اُن تمام مصنوعي زخمیوں کا جو ٹیلوں اور درختوں کی آڑ میں چهپے هوے تهے ' بغیر شمع و چراغ کے پته لگا لیا !

یورپ میں اس کامیاب تجربه کي اسقدر شهرت هوئی تهي که جب روس و جاپان کے درمیان جنگ چهڑ گئي تو فریقین نے بڑي جد و جهد سے اس انجمن کے تمام کتے خرید لیے !

(اٹلي)

اٹلي میں اگرچه کتوں کي فوجی تعلیم و تربیت کے لیے کوئي مستقل انجمن قائم نهیں هوئی ' لیکن خود فوج نے اس طریقه کو جرمنی سے زیاده ترقي دي اور کتوں کي تعلیم کے بعض جدید کامیاب تجربے کیے -

مثلاً کتوں کے گلے میں طوق ڈال کر اوسمیں بائیسکل کي لالٹین باندهدي جسکي روشني کا رخ صرف سامنے کي طرف هوتا هے - اوس طوق میں چهوٹي چهوٹي ڈبیاں لٹکا دي تهیں - اور ان میں بعض مقوي ' شیریں ' اور نشیلی دوائیاں تهیں جو زخمیوں کو وقتي فائده پهونچانے میں کامیاب ثابت هوتي هیں - ان تمام سامانوں کے ساتهه کتوں کو ۹۰ کلیومیٹر مربع میدان میں چهوڑ دیا گیا اور اوسکے ٹیلوں ' غاروں ' جهاڑیوں ' اور چٹانوں کي آڑ میں مصنوعي زخمی چهپا دیے گئے - کتوں نے میدان کے ایک ایک گڑهے کو چهان ڈالا اور تمام زخمیوں کا پته لگا لیا - جب کسي زخمی کا سراغ لگ جاتا تها - تو دو کتے فوراً فوج میں خبر دیدیتے تهے ' اور دو کتے بهونک بهونک کے ڈولي والوں کو اونکي طرف بلالاتے تهے - دن کے لیے پهلي قسم کے دونوں کتے زیاده مفید تهے ' اور رات کو دونوں بهونکنے والے کتوں کي آواز سے فائده اوٹهایا جا سکتا تها -

اسوقت تک کتوں کي تعلیم کا یه طریقه بهي نا مکمل تها - کیونکه یه دونوں کام ایک هي کتے سے لیے جاسکتے تهے - اسلیے ایک اٹالین کپتان نے چند کتوں کو ایسی جامع تعلیم دي که جب کوئي زخمي اونکي نظر سے گذرتا تها ' تو فوراً وهاں سے هٹ آتے تهے اور ایک ایسے فاصله سے بهونکتے تهے که اونکي آواز فوج اور ڈولي والے سپاهي دونوں تک یکساں طور پر پهونچ جاتي تهي -

لیکن ابهي تک اس سے زخمیوں کي تعداد کا اندازه نهیں هو سکتا تها - ایک تعلیم یافته کتے نے اس مشکل کو بهي خود هي حل کردیا - اوسکو پاس پاس دو زخمي نظر آے اور اوس نے ایک هي وقت کے اندر فوج اور ڈولي والے ' دونوں کو خبر دیني چاهي - اس غرض سے وه ایک مرتبه زخمي کے پاس آتا تها ' پهر دوڑ کے دوسرے زخمي کے پاس جاتا تها ' اور دونوں جگهه بهونک بهونک کے اونکي تعداد کي اطلاع دیدیتا تها !!

(انگلستان)

انگریزوں نے فوجي حیثیت سے اب تک اسطرف چنداں توجه نهیں کي هے

شئون حربیه

جرمني کا زرعي استغنا

(کیا جرمني زیاده عرصے تک جنگ جاری نهیں رکهه سکتي؟)

اگر جنگ نے طول کهینچا تو جرمني کا حشر کیا هوگا ؟

یه ایک سوال هے جو آج بار بار مختلف پیرایوں میں دهرایا جا رها هے - عام طور پر جو اسکا جواب دیا جاتا هے وه یه هے که اسکا نتیجه جرمني میں قحط و فاقه کشي هوگا - کیونکه ملک میں هر قسم کي درآمد بند هے ' اور وه صدها ٹن غله جو مختلف اطراف عالم خصوصاً هندوستان سے هر هفتے جرمنی جاتا تها ' اب نهیں جاسکتا -

لیکن کیا یه صحیح هے ؟ کیا چند هي ماه کے بعد وه وقت آجائیگا که جرمني کے پاس جان دینے کے لیے لاکهوں انسان ' اور جان لینے کے لیے ۴۰ پونڈ اور ۵۰ پونڈ کے انسان پاش گولے اور ۹ هاروٹزر کی بهاری بهاری باٹریاں تو هونگي ' مگر " گیهوں " اور " چنا " بلکه خود اوسکي دیسي پیدا وار " آلو " بهي نه هوگا ؟ یعنے اسکے کیمپ سپاهیوں سے بهرے هونگے ' اسکے اسلحه خانے هتیاروں سے معمور هونگے ' مگر اسکے سفر مینا کی دکانیں قوت لایموت سے خالي هونگي ' اور اسطرح جرمني ' جنگجوئي اور ساز و سامان سے مغرور جرمنی ' عالمگیر طاقت بننے کے حوصلے میں بدمست جرمني ' فاقوں سے نزار ' اپنے دونوں گهٹنوں کے بل ' انگلستان و فرانس کے سامنے جهکي هوگی ' اور بصد عجز و نیاز صلح کي درخواست کریگي ؟ کیا یه ایک زخمي دل کی تنها امیدیں هیں یا واقعات بهي انکے ساتهه هیں ؟

اسکے جواب کے لیے کم از کم تهوڑي دیر کے واسطے همیں اپنے مطالعه کا موضوع مغربي اور مشرقي کارزاروں کے بدلے جرمني کے داخلي کشت زاروں کو بنانا چاهیے ' اور جنگي نقشوں کي جگهه زراعتي رپورٹوں کي جدولوں اور خطوط هجوم و دفاع کي جگه ان خطوں کو دیکهنا چاهیے جو دهقاني کچي مٹي کي سطح زرعي پر گیهوں کو چنے سے الگ کرنے کیلیے کهینچ دیتے هیں ' نه که فتح کو شکست سے بدلدینے کیلیے -

(جرمني کا زرعي خزانه)

زراعیات کا ایک ماهر مراسله نگار اخبار ڈیلي میل لنڈن میں لکهتا هے :

" اهل جرمني کي عادت هے که وه میدان جنگ میں اس وقت اترتے هیں جب انکے کهیتوں میں فصل تیار کهڑي هوتی هے - اگر ایسا نهو تو وه جنگ کو کسی نه کسي طرح ٹالدینگے - سنه ۷۰ ع کي جنگ میں شهزاده بسمارک نے " ایمس " کے تار میں جو ترمیم کی تهی وه جولائی کے آخر کا واقعه هے - (ایمس کي تار سے وه تاریخي ٹیلي گرام مقصود هے جو ولیم اول شاه پروشیا نے فرانس کے مطالبات کے جواب میں بهیجا تها ' لیکن اسقدر شایسته اور نرم الفاظ میں تها که اسے پڑهکر فرانس کے جنگي ارادوں کا اشتعال سرد پڑ جاتا ' اور جرمني پر حمله کرنے کے خیال سے باز آجاتا - پرنس بسمارک نے جب اس تار کو دیکها تو جنگ کي امیدوں میں

آج ایک سو دس برس کے بعد هم پهر یورپ کے نقشه کو تهه کر رهے هیں !

هم اسکے خطوط کو خون کے دریا میں متارهے هیں - همکو خیال رکهنا چاهیے که جب هم آینده نسلوں کے لیے نیا نقشه بنانے بیٹهیں تو فریڈرک ولیم کی طرح (اپنی تلوار سے) نقشه نه بنالیں - اگر همنے ایسا کیا تو هم اس عالمگیر جنگ سے ایک دوسری عالمگیر جنگ کی تیاریوں کے لیے نکلینگے -

ان سرخ سمندروں سے جو یورپ ڈهلکر نکلے' اسے انسانوں کا یورپ هونا چاهیے نه که شطرنج بازوں کے لیے ایک نئی بساط - همکو یه کهنا چاهیے که اب کبهي ایسے خوف کا وقت هم پر نهیں آئیگا - اور کوئي قوم بهي دنیا کے امن کو خطره میں ڈالنے کیلیے اپنے تئیں مسلم نه کرسکیگي - یورپ کي نگراني ایک طاقت کے هاتهه میں هوني چاهیے - اور طاقت تمام دول کے قائم مقاموں کي ایک منظم جماعت کے هاتهه میں - ایک قوم کا حمله دوسري قوم پر تمام قوم کا جرم سمجها جاے' اور سب ملکے اسے سزا دیں -

اسوقت همارے فرزند اس خوفناک وقت کو احسانمندي کے ساتهه یاد رکهینگے اور انکو همارے اس عالم قتل و غارت میں اچهے بهتر دن کي صبح نظر آئیگي !

غـرائب محـــدثات حـربیه حاضره !

کـــلاب الحـرب

انسان کي جنگ

اور کتوں کی عجیب و غریب خدمات !

وتحسبهم ایقاظا وهم رقود' و نقلبهم ذات الیمین و ذات الشمال' و کلبهم باسط ذراعیه بالوصید (۱۸ : ۱۷)

(۲)

(کتوں سے کیا کیا کام لیے جا سکتے هیں ؟)

گذشته صحبت سے معلوم هوگیا هوگا که کتا جنگ میں هر قسم کي خدمات انجام دے سکتا ہے - وه حمله بهي کر سکتا ہے' پهره بهي دے سکتا ہے' فوج کي ڈاک بهي لا سکتا ہے' دشمن کے خیموں میں آگ بهي لگا دے سکتا ہے - بلکه کبهي کبهي سپاهیوں تک بارود اور گولی بهي پهونچا دیتا ہے - بالخصوص سنگلاخ پهاڑیوں میں' گهنے جنگلوں میں' رات کي گهٹا ٹوپ تاریکي میں' موسلا دهار بارش میں' ان خدمات کو صرف کتا هي بهتر انجام دے سکتا ہے -

(جاسوسي)

لیکن ان تمام خدمات میں تجسس و تفحص کیلیے یعني جاسوسي کے کام کیلیے وه سب سے زیاده موزوں ہے - اگر کسي شهر یا گانوں کا حال دریافت کرنا ہے تو فقیروں کے جهونپڑے اور امیروں کے محل' دونوں میں یکساں آزادي سے داخل هو جاسکتا ہے - اگر کسي جنگل میں دشمن کا پته لگاتا ہے تو گنجان درختوں کے اندر بے تکلف گهس سکتا ہے' اگر اندهیري راتوں میں کسي چیز کا سراغ لگاتا ہے تو اوسکي نگاهیں تاریکي کا پرده نهایت آساني سے چاک کردے سکتی هیں' اگر عجلت کے ساتهه کسي واقعه کو معلوم کرنا مقصود ہے' تو وه دوڑنے میں سواروں کے گهوڑے سے تیز اور انجن کي رفتار کا مقابله کرنے والا ہے - پس وه اگرچه هر کام کیلیے موزوں ہے' لیکن جاسوسي کیلیے اسکي خدمات نهایت قیمتی اور بے بدل هیں - اسی لیے یورپ میں اس طرف خاص طور پر مزید توجه کي گئي -

(عهد جدید اور کتوں کا فوجي نظام تعلیم)

تمدن جدید نے کتوں کي فوجي تعلیم و تربیت کا جو نظام قائم کیا ہے' اوس میں کتے کي اس آخر الذکر خصوصیت کو اور زیاده منظم اور باقاعده کردیا ہے -

میدان جنگ کا وه منظر در حقیقت نهایت درد انگیز هوتا ہے' جب توپوں اور بندوقوں کي زلزله انگیز صدائیں موقوف هوجاتی هیں' اور میدان جنگ پر دفعتاً ایک سناٹا چها جاتا ہے - دنیا سمجهتي ہے که مصیبت کا زمانه اب چند گهڑیوں کیلیے سر سے ٹل گیا لیکن در حقیقت ایسا نهیں هوتا' بلکه یهي وه وقت هوتا ہے جب جنگ کے تمام نتائج معرکه بیک نظر سامنے آجاتے هیں !

اسوقت میدان جنگ کا دامن خون کے دهبوں کو همارے سامنے علانیه نمایاں کرتا ہے' مقتولین کي لاشیں همارے آگے رنج و غم کا انبار لگادیتی هیں' سب سے زیاده همکو وه درد ناک صدائیں بیچین کرتي هیں جو مجروحین کي لڑکهڑاتي هوئي زبانوں سے نکل کر اعانت کي بیکسانه طلبگار هوتی هیں !

اکثر شام کے وقت یه درد ناک نظاره دیکهنے میں آتا ہے - اسوقت ایک مخصوص جماعت جو خاص مجروحین کی تلاش و اعانت کیلیے مقرر کردي گئي ہے' هاتهه میں چراغ لیکر اوٹهتی ہے' اور زخمیونکو ادهر ادهر ڈهونڈهتي پهرتي ہے - جب ان زخم رسیده لوگونکا پته لگ جاتا ہے تو اونکو ڈولیوں میں لاد کر فوجی شفا خانوں میں بهیجدیتي ہے -

لیکن بهت سے بدقسمت زخمي ایسے بهي هوتے هیں جنکے منهه سے آوازیں نهیں نکل سکتیں' بهت سے غاروں میں گرپڑتے هیں' اکثر پتهروں کی چٹانونکے آڑ میں چهپ کر همیشه کیلیے دنیا سے روپوش هو جاتے هیں بهتوں کو تو رات کي تاریکی چهپا لیتی ہے - اسلیے یه لوگ اس جماعت کي همدردي سے فائده نهیں اوٹها سکتے -

اس حالت میں صرف ایک آنکا قدیم وفادار خادم کتا هی آنکی اعانت کرسکتا ہے - وه میدان جنگ کے ایک ایک گوشے کو ٹٹولتا ہے' اور زخمیوں کی ڈهونڈهنے والي جماعت کو اونکي طرف رهنمائي کرتا ہے !

خوش قسمتي سے زمانۂ قدیم کي تاریخ نے کتوں کے اس مخصوص وصف کو نمایاں کردیا - مشهور مسیحي بزرگ برنارڈ نے خاص کتوں کي ایک جماعت ترتیب دي تهي جو ان لوگوں کو هلاکت سے بچاتے تهے جو الپ کي پهاڑیوں میں برف اور سردي کي شدت سے ٹهٹهر ٹهٹهر کے مر جاتے تهے -

(جرمني اور کتوں کي فوجي تربیت)

سب سے پہلے جرمني نے برنارڈ کي اس همدردانه رسم قدیم کو تازه کیا - سنه ۱۸۹۳۰ ع میں جرمنی کے اندر ایک انجمن کی بنیاد ڈالي گئي جسکا مقصد کتوں کو فوجي تعلیم و تربیت دینا تها -

مطبوعات جدیده

اوراق ثلاثه عتیقه قرآن

Leaves From Three Ancient Qurans

قارئین کرام کو یاد هوگا که پچهلے دنوں ریوٹر ایجنسی نے قرآن کریم کے ایک قدیمی نسخه کے انکشاف کي خبر مشتهر کي تهي جسکے اوراق ایک انگریز ایڈیي کے هاتهه آگئے هیں ' اور جنکے متعلق ڈاکٹر منگانا کی تحقیق هے که وه حضرت زید بن ثابت کی ترتیب (مزعومه) سے پیشترکی حالت کي خبر دیتے هیں - اور انکے مقابلے سے واضح هوتا هے که قرآن کریم کا موجوده نسخه " قدیم " نسخوں سے بالکل مختلف هے : کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا -

اس واقعه کو انگلستان کے علمي و اثري حلقه میں جو اهمیت دي گئي ' وه اِس سے واضح هے که ریوٹر ایجنسي نے اسکي اطلاع ایک خاص ٹیلی گرام کے ذریعه مشتهر کی ' اورگویا تمام عالم کو اس انقلاب عظیم کے انتظار کی دعوت دي جو ڈاکٹر منگانا کي تحقیقات کي تکمیل و اشاعة سے دنیا کے سب سے بڑے تاریخي اعتقاد پر طاري هو جایگا !

اسمیں شک نہیں که یه خبر بہت هي عجیب تهي - تاریخي و اثري مباحث میں مذهبي اعتقادات سے قطع نظر کرلینی چاهیے - لیکن تاریخي حیثیت سے بهی محفوظات قدیمۂ و خطیه میں دنیا کي تمام عمر کا راس المال صرف وهی ایک کتاب هے ' جسکي "عجیب و غریب حفاظت" کی کوئی نظیر سر ولیم میور کو نہیں ملي ' اور جو سیل کے اعتقاد میں بهي " بهر حال نا قابل اعتراض تحفظ " هے ' اور اسپرنگر کي زبان میں " کسي قوم کیلیے یه شرف بس کرتا هے که وه ایک ایسي اعجاز اثر حفاظت کی حامل هو " -

پس فی الحقیقت اُس شخص سے بڑهکر عالم انسانیت کے اعتقاد کا فاتح اعظم اورکون هو سکتا هے ' جو دنیا کي اس ایک هي محفوظ کتاب کی تاریخ کو تاخت و تاراج کرے ' اور دنیا اپنی تمام عمر میں جس ایک هی چیز کو ابتک محفوظ رکهه سکي هے ' وه بهی اس سے چهین لے ؟

لیکن کیا وه " فاتح اعظم " آگیا ؟ اور اس اثري انقلاب کا علم فتح ڈاکٹر منگانا کے کاندهے پر رکها جا سکتا هے ؟

اولوالعزم " قیصر " کا تمام یورپ کے مقابلے میں اسکندر اعظم سے بڑهکر فاتح ارضی ثابت هو جانا اس هولناک فتح اثري کے مقابلے میں کچهه حقیقت نہیں رکهتا ' جسکا مستحق ڈاکٹر منگانا کو (بشرکت میڈم اگینس اسمتهه) هونا چاهیے بشرطیکه وه مستحق هو سکے - کیونکه عجیب و غریب " قیصر " اس زمین کو بدلنا چاهتا هے جو همیشه بدلتي رهتي هے - لیکن عجیب تر منگانا اوس حقیقت کو منقلب کرنا چاهتا هے جو خود تو کبهي نه بدلي لیکن اس نے اپنے استقرار ابدي و الهی سے تمام دنیا کو بدل دیا ! اصلها ثابت و فرعها فی السماء -

(فاتح اعظم کا انتظار)

بهر حال یه ٹیلیگرام تاریخ عالم کی اعتقادی سر زمین کے لیے ایک الٹی میٹم تها ' جس نے ایک هولناک " فاتح اعظم " کے مسلح هوکر نکلنے کی همدں هیبت بخشی تهی - مقدونیا کے سکندر نے جب ایران اور هندوستان کی طرف رخ کیا تها تو یقیناً اسکا کام اتنا عظیم و مهیب نه تها جیسا که کیمبریج کے اس اثري فاتح کا - اس نے مشرق و مغرب کو اپنی تلوار فتح سے ناپا ' لیکن وه انسانی معتقدات کی ایک انچ سر زمین میں بهي تغیر پیدا نه کرسکا - مگر بیسویں صدی کا یه اثری فاتح کرۂ ارضي کے سب سے بڑے محکم اعتقاد کو فتح کرنا چاهتا تها - اسکا اسلحه بالکل نیا تها - اس نے اعلان کیا تها که وه اپنے صدها پیشروؤں کی طرح نه تو مذهبی تعصب کے انکار محض کے ساتهه آئیگا اور نه قیاسات و ظنون کے پیدا کرده شکوک و شبهات سے مدد لیگا - کیونکه اسکی فاتحانه اولوالعزمی اس سے بہت بلند تر هے که اپنے کم همت پیشروؤں کے نقش قدم کو دلیل راه بنائے - بلکه ایک هزار سرا تین سو برس کی سب سے زیاده روشن تاریخی مدت میں وه پهلا شخص هوگا جو ذهن و قیاس کے فریقانه دعووں کی جگهه لکهے هوے کاغذوں اور مادي آثار و شواهد کے نا ممکن التسخیر آلات کی گرج میں ظهور کریگا ' اور تیس کرور انسانوں کے اعتقادات کو اپنے سامنے سرنگوں اور عاجز و درمانده دیکهیگا - پهر آه ! اُس وقت وه مسکین قوم کیا کریگی جسکی تمام ملي و اجتماعی هستي کا دار و مدار صرف اسی اعتقاد کی چٹان پر تها جو اس قاهرانه قوت کے ساتهه گرادي جائیگی ؟

لقد استکبروا فی انفسهم ' و عتوا عتوا کبیرا -

(فاتح اعظم کا ظهور)

بالآخر تاریخ عالم کے سب سے بڑے اعتقادي انقلاب کي هولناک ساعت آگئی - اور ڈاکٹر منگانا کی کتاب کیمبریج یونیورسٹی پریس سے چهپکر شائع هوگئی !

اس عظیم الشان ظهور کا نتیجه کیا نکلا ؟ کیا تاریخ صحائف نے اپنا سب سے بڑا انقلاب قبول کرلیا ؟ کیا وه فتح عظیم ظهور میں آگئی جو هزارها اسکندروں کي مجموعی قوت سے بهي نهیں هوسکتی تهی ؟ کیا اعتقاد کی دنیا بدل گئي اور منگانا تاریخ و اثریات کا فاتح اعظم هے ؟

ان سوالوں کا جواب یه کتاب بتلائیگي - " قیصر " کے فتح و شکست کا هم ابهي فیصله نهیں کر سکتے ' لیکن " منگانا " کے معرکے کا نتیجه بتلا سکتے هیں -

(اوراق ثلاثه قرآن)

یه کتاب اواخر اگست کی کسی ڈاک میں همیں ملگئی تهی لیکن جنگ کے متعلق مضامین کی اسقدر کثرت رهی که اسکے متعلق گنجایش نه نکل سکی - تاهم بلجیم اور سرحد فرانس کي جنگ کی مشغولیت میں اس جنگ عظیم کو نہیں بهول جانا چاهیے جسکا برلن سے کهیں زیاده طاقت و ادعا کیساتهه کیمبریج میں اعلان کیا گیا تها - هم جناب مولوي نجم الدین احمد صاحب ریٹائر ڈپٹي کلکٹر (کلکته) کے ممنون هیں که انهوں نے اس کتاب کو ایک هفته تک اپنے پاس رکها اور اسکے تمام مطالب کا ترجمه همارے لیے مهیا کردیا -

آینده نمبروں میں هم اس اثري حملے کي فتح و شکست پر نظر ڈالینگے -

مايوسي پيدا هوگئي - وه چاهتا تها كه كسي طرح فرانس حمله كرے اور پروشيا كو مجبورانه جنگ ميں پڑكر ايک نئے فتح ياب اور متحده شهنشاهي كي تاسيس کا موقع ملے - بالاخر اس نے اصلي تار رکهه ليا اور اسميں جا بجا ايسي ترميميں كرديں جنسے جواب كا لهجه بالكل بدل گيا' اور لفظ لفظ ميں اشتعال انگيزي پيدا هوگئي - اسي ترميم كا نتيجه سنه ۷۰ كي جنگ فرانس و جرمني هے - تفصيلي حالات الهلال كے گذشته نمبروں ميں زير عنوان " اسباب جنگ " نكل چكے هيں - الهلال)

اسكے بعد ۲ - اگست كو اعلان جنگ هوا - يه تاريخ اپنے اندر ايک حمله آور فوج كے ليے بهت سے فوايد ركهتي تهي : كيونكه يه مهينه فصل كي طياري اور پيداوار كي سرسبزي كا اصلي زمانه تها -

وه جب شمشير بكف هوكے نكلي تو اسوقت اسكے پيچهے ملكي فصل بالكل محفوظ تهي - كيونكه اب نه تو كاشتكاروں كي پرورش كي ضرورت تهي اور نه كسي قوم كي تباهي لانے كا خوف تها - كاشتكار اپنا كام كرچكے تهے اور ملک سر سبز تها - البته جس قوم كو تاراج كرنے كيليے وه نكلي تهي ' اسكي سر سبز اور لهلهاتي هوئي كهيتياں صرف اسكے رحم پر تهيں - كيونكه دريائے "مي يور" كے برابر "ارڈينس" كے جفاكش كسانوں كي كهيتياں اگست تک طيار نهيں هوئي تهيں' اور فصل كے كٹنے ميں ابهي معتدبه زمانه باقي تها -

يه صحيح هے كه جرمن ايک دستكار قوم هے' مگر اسكے ساتهه هي وه اس حقيقت ثابته سے بے خبر بهي نهيں هے كه كسي قوم كي خود اعتمادانه اور بے نيازانه زندگي كے ليے كاشتكاري ناگزير هے اور اسليے جهاں لاكهوں انسان اسكے لوهے اور اسٹيم كے طلسم زاروں ميں مشغول رهتے هيں - وهاں اتني هي تعداد ميں اسكے افراد وطن اس قمارخانۂ طبيعة ميں بيج اور محنت كي بازي بهي لگاتے رهتے هيں' جسكو كهيت اور زراعت كهتے هيں !

اسليے اگر جرمن قوم جنگجو هے' تو اس وهم سے بالكل مطمئن نه هوجانا چاهيے كه وه دست كار يا كاشتكار نهيں هے - اسكے هاتهه توپوں كو سر كرنا' مشينوں كو چلانا ' اور هل جوتنا ' تينوں كام جانتے هيں اور ايک هي وقت ميں كرتے هيں - عين اس وقت جبكه اسكے هاتهه ميں دنيا كي سب سے بڑي اور آخري جنگي ايجاد كا آله هوتا هے ' اسكي نظريں هل جوتنے كے چكر پر لگي هوتي هيں جسے بهت جلد وه اٹهانے والي هے -

اس وقت جرمني ميں كاشت كاري هميشه سے زياده اور وسيع تر اهم شے هے' اور بالكل اسيطرح با قاعده اور منظم هے' جسطرح اسكي هولناک اور لا تعد و لا تحصي فوج - ايک مشهور انگريز تاجر تخم نے حال ميں جرمني اور آسٹريا هنگري كي سياحت ختم كي هے - اسكا بيان هے كه گيهوں جرمني ميں بكثرت هے' اور جب سے كه جرمني ميں بسمارک كا "ٹيرف بل" پاس هوا هے' اسوقت سے جرمني خاص طور پر ايک عمده غله پيدا كرنے والا ملک هوگيا هے - جرمن پولينڈ ميں (يعني پولينڈ كے اس حصے ميں جو جرمني كے ماتحت هے) هزاروں ايكڑ زمين ميں كاشت هوتي هے - يهاں خود سلطنت نے كسانوں كے ليے ۲۵ لاكهه كي لاگت سے ۱۲ گهر بنوادیے هيں -

كوئي ۲۰ هزار پول (اهل پولينڈ) جو عموماً فصل كے زمانے ميں اپنے گهروں كے اندر رهتے تهے' جنوبي اور مغربي جرمني سے مشرقي جرمني ميں آگئے هيں جهاں انكے خوب اچهي طرح جتے هوئے پيداوار كے كهيت هيں !

جن جرمنوں نے اس سر زمين كي كاشت كو باقاعده اور با ترتيب بنايا هے' انكا دعوي هے كه يهاں كي فصل اهل جرمني كيليے بالكل كافي هوگي - اگر انسے پوچهيے كه تمهاري غذا كا سامان كب تک چليگا ؟ تو وه كهينگے كه "هميشه تک كے ليے" جسكے معني يه هيں كه ايک سال كے ليے كيونكه دوسرے سال پهر فصل تيار هوجائيگي !

جرمني جسكے افراد كي بهوک اور خود اسكي بهوک ' دونوں طرح كي گرسنگياں سرعت كے ساتهه ترقي كر رهي هيں' اگرچه باهر سے اپني غذا كا بهت سا سامان خصوصاً اپني مرغيوں كي غذا منگوايا كرتي هے' مگر در حقيقت جس قدر ضروري چيزيں انساني غذا كے ليے هيں ' ان سب كو وه بغير باهر سے مدد ليے هوے بلا تكلف اپنے ليے مهيا كر سكتي هے - اور دوسرے ملكوں سے زرعي تجارت كيليے مجبور نهيں هے -

اگرچه اس سال جرمني' تهذيب اور انسانيت كا ايک گردن زدني مجرم هے ' مگر يه عجيب بات هے كه فصل اور پيداوار كي ديوي (..........) اس پر پہلے سے كهيں زياده مهربان هے - اس سال اسكے يهاں آلو كي پيداوار معمول سے بهت زياده هوئي هے -

عام طور پر جرمني ميں آلو كي صرف اسقدر كاشت هوتي هے كه اگر فصل اچهي هو تو بهت سا آلو بچ رهے - ليكن امسال اس حد سے بهي زياده فصل طيار هوچكي هے -

آلو كے علاوه هر طرح كي تركارياں اور گيهوں وغيره كي فصل بهي بهت عمده هوئي هے اور معمولي طور پر تمام امراض زرعي سے محفوظ هے -

....

هاں يه سچ هے اس نازک وقت ميں انگلستان كي مدد كيليے اسكے فرزندوں كي طرح اسكي سر زمين بهي اٹهه كهڑي هوئي هے -

ليكن هميں يه نه بهولنا چاهيے كه اس قدر عمده فصل كے باوجود هماري وه حالت نهيں جو جرمني كي هے -

جس بيج كے تاجر انگريز سياح كا اوپر ذكر آ چكا هے' اسكا بيان هے كه هنگري ميں اس نے چنے كي اتني بڑي فصل كبهي نهيں ديكهي تهي جيسي اس سال هوئي هے - وه كهتا هے كه انكے كهيت ميں سے دو ايک تو ۶۰ - ۶۰ هزار كے هيں' اور ان ميں ريلوے لائن اور كارخانے بهي هيں -

يه كهيت اسطرح باقاعده غله پيدا كرتے هيں جسطرح كه همارے كارخانے با قاعده مصنوعات بناتے هيں !

ميں اس امر كي طرف توجه دلا چكا هوں كه فرانس ' هنگري ' اور كسيقدر كم درجه پر جرمني ' يه تينوں ايسے ملک هيں كه انكي پيداوار انكے ليے كافي هے - وه جنگ كي حالت ميں باهر سے غله لينے پر مجبور نهيں هيں - ليكن اس ميدان ميں روس كا بهي ذكر كرنا چاهيے - اسكے پاس سائبيريا هے - گذشته سال هميشه سے زياده نو آباد كار وهاں گئے هيں - سائبيريا كي سر زمين اپني پيداوار كے لحاظ سے تمام دنيا كا پيٹ بهر سكتي هے - اور پچهلے دنوں اسميں اسقدر ترقي هوئي هے كه اكيلي سائبيريا چاهے تو تمام روسي فوج كو راشن ديتي رهي جسكي تعداد ۵۰ لاكهه هے -

هاں همارے پاس بهي كنيڈا هے جو نهايت جلد فصل همارے ليے بهيج سكتا هے "

* * *

اس بيان سے اندازه هوگيا هوگا كه جرمني كي زراعتي مجبوري كے متعلق جو بيانات عام طور پر مشهور هوگئے هيں انكي اصليت تصديق طلب هے - آينده هم جرمني كي مالي حالت پر نظر ڈالينگے -

بريد فرنگ

آسٹرین قلمرو میں روس کي عظیم الشان اور هولناک فتوحات کي جو خبریں که گذشته هفتوں میں آ رهي تهیں' انکے متعلق شروع سے همارا خیال هے که اگر ان خبروں میں مبالغه کے ساتهه نصف حصه بهي سچ کا هے تو یقیناً اس کا اصلی سبب آسٹرین فوج کا سلافی عنصر هے - آسٹریا میں سلافی نسل کي ایک وسیع تعداد موجود هے' اور یه ظاهر هے که وه روس کے مقابلے میں کسي طرح بهی فوجی جوش کے ساتهه نہیں لڑسکتی جسنے بظاهر صرف سلافی نسل کی حمایت میں ٹیوٹن اقوام کے خلاف اعلان جهاد کیا هے -

اگرچه اس حقیقت کا اعتراف صاف لفظوں میں نہیں کیا گیا هے' اور شاید اگر اقرار کیا بهی جاے تو اسوقت جب تیغ جنگ اپنے دور تمثیل کر کے نیام میں آ چکی هوگی' اور قلم تاریخ اپنا دور تمثیل کرنے کے لیے مستعد هوگا -

تاهم گذشته میل کی لندن سے آئي هوئي بعض معلومات اس پر روشني ڈالتی هیں -

ٹائمز آف انڈیا کا نامه نگار لندن اپني ۲۱- اگست کی مراسلت میں لکهتا هے :

" آسٹرین سپاه سے سلافي ریجمنٹوں کي بغاوت کی خبریں آرهي هیں - یه بهي خبر آئي هے که هرزگوڈیا اور بوسینیا میں علم بغاوت بلند کیا گیا هے -

اسوقت جبکه یورپ زیرو زبر هو رها هے' آسٹریا کا اپنی قدیم حالت پر رهنا ایک معجزه هے - اسلیے اسوقت جو کچهه هو رها هے اسیکی توقع تهي - اسکے ساتهه یه بهي یاد رکهنا چاهیے که آسٹرین سپاه ایک بے ترتیب مجموعه هے جسمیں نصف حصه سلافي عنصر کا هے - اس سلافي عنصر کو روس کے ساتهه عظیم الشان همدردي هے' اور خاندان هیپسبرگ (یعنے شاهنشاه آسٹریا کیونکه وه اسی خاندان سے هے) کے ساتهه ذرا بهی همدردي نہیں "

غالباً اب یه سمجهه میں آگیا هوگا که ایک لاکهه آسٹرین فوج مجہول التعداد روسي فوج کے آگے کیونکر هتیار ڈالدیتي هے ؟

مسئلهٔ مصر

یوروپین اخبارات کے ایشیاء یا افریقه میں جو تنخواه دار ایجنٹ هوتے هیں اور جنکو وه " خاص مراسله نگار" کہتے هیں' انکي عام حالت یه هے که اولاً تو اختلاف قومیت اور دیسی زبان سے ناواقفیت کي وجه سے ملک کے عام اور حقیقي جذبات و خیالات سے بے خبر رهتے هیں - پهر ان موانع کے با وجود انکو جسقدر بهی حالت کا علم حاصل هوتا هے' انکو جب ترتیب دینے بیٹهتے هیں تو اپني اس حیثیت کو ملحوظ رکهتے هیں که وه وقائع نگار نہیں بلکه " مراسله نویس" هیں' اور وه بهی مراسله نویس " خاص " یعنے ماجور و تنخواه دار ایجنٹ !

پچهلے هفتوں میں " نیرایسٹ" کے مراسله نگار نے قاهره مصر کے متعلق جو مراسلتیں بهیجي تهیں' ان میں یه دکهایا تها که مصر میں عمائد و اعیان' لیڈر' دیسي پریس' جمهور' غرض هر طبقه اس جنگ میں انگلستان کے ساتهه هے - اس کوشش میں کونسي روح کام کر رهی تهی ؟ یه که انگلستان کی شاهنشاهي ایک متحده شاهنشاهی هے' اور مصر جو اگرچه عملاً ملحق هوچکا هے مگر زباني طور پر ملحق نہیں هوا هے' وه بهي انگلستان کے ساتهه اسي طرح شریک هے جسطرح که شاهنشاهی کے تمام افریقي اور ایشیائي علاقے جنکا الحاق عرصه هوا مکمل هوچکا هے !

لیکن اخبار " کیپیٹل" کے نامه نگار قاهره نے جو مراسلت بهیجي هے' اس نے اس کوشش کا پرده چاک کردیا هے - وه لکهتا هے:

" جب جنگ شروع هوئی هے تو اسوقت مصر کے دیسي زیاده تر بے تعلق سے تهے' لیکن جب انهوں نے دلچسپی ظاهر کرنا شروع کي تو اسوقت انگریزوں کے طرفدار هوگئے - مگر دس یا پندره دن کے اندر هی حالت بکسر مختلف هو گئي - یه معلوم هونے لگا که ملک کے اس گوشے سے اس گوشے تک جرمني کی طرفداری کي ایک عام هوا چلگئي هے !

قاهره وغیره کے قهوه خانے آسٹرین اور جرمني کی عظیم الشان فتوحات پر سرگرم مباحثوں کا مرکز بنگئے' اب انکے متعلق طرح طرح کے قصے هر طرف پهیلے هوے هیں -

ان افسانوں کے اصلي سر چشمے کا سراغ لگانا چنداں مشکل نہیں- قسطنطنیه سے مصر میں جرمني کے ایجنٹوں کا ایک سیلاب آگیا هے' جنمیں زیاده‌تر ترک افسر هیں - یه گاوں گاوں پهرتے هیں' جرمن اور آسٹرین کامیابیوں کی داستانیں بیان کرتے هیں' اور یه ظاهر کرتے هیں که جب انگلستان اور فرانس کو شکست هوگی تو اسوقت هم مصر کي طرف توجه کرینگے' اور یہاں جسقدر انگریز هیں سبکو قتل کرکے مصر کي آزادي کا اعلان کر دینگے ! "

ترکوں کو مطعون و بدنام کرنا اور انکي طرف سے انگلستان کے خلاف سنگین ارادوں کو منسوب کرنا عام انگریزی مراسله نگاروں کي ایک دیرینه عادت هے - یه ابهي حال هی کا واقعه هے که اسی مراسله نگار " کیپیٹل " کے خواجه تاش ریوٹر ایجنسي نے اطلاع دی تهي که جب " گیوبن " اور " بریسلا " جہاز دردانیال میں پهونچے اور ترک افسران پرگئے تو انهوں نے جرمن افسروں کے ساتهه برادرانه برتاو کیا - پس " کیپیٹل" کے نامه نگار نے ترکوں پر انگریزوں کے قتل کے تہیه کا اگر الزام لگایا هے تو اسنے کچهه بہت زیاده ترقی نہیں کی هے - اس دور ارتقاء میں الزام آفرینی و بہتان دہی کے فن میں اپنے ایک هم مشرب سے صرف ایک دو قدم هي آگے بڑها هے !

اب یه همارا فرض هے که اس بیان کی منصفانه تحلیل کریں اور واقعه کو اس حصه سے علحده کرلیں جو راویوں کے مسموم قلم کی دسیسه کارخلاقي کا نتیجه هے -

اس بیان کی کائنات صرف چار امور هیں : قسطنطنیه سے عثمانی افسروں کی آمد - جرمن اور آسٹرین کے متعلق بعض مختلف خبروں کي اشاعت' مصر کي عام راے میں تغیر' اور ترکونکا انگریزوں کو قتل کرنے کا اراده -

یه بظاهر بعید هے که تمام واقعه بے اصل هو' اور سچ یه هے که اسکو غلط کہنے کی ضرورت بهي نہیں - یه بالکل ممکن هے که چند یا چند سے زاید عثمانی افسر مصر آے هوں جنکو نامه نگار کا زهر بار قلم " ترک افسروں کے سیلاب" سے تعبیر کرتا هے -

یه بهي ممکن هے که ان افسروں کے ذریعه یا انکے علاوه کسي اور واسطه سے مصري پبلک تک فرانس میں جرمن اور روسي پولینڈ میں آسٹرین پیشقدمی کے متعلق زیاده تفصیلي اور زیاده صحیح حالات پهونچے هوں - اور اسلیے قدرتي طور پر مصر کي عام راے میں تغیر پیدا هوگیا هو جو پہلے صرف یک طرفه خبروں میں مقید تهي -

مکاتبات حربیه

شعله زار جنگ کا پہلا اتشکده

سرویا اور آسٹریا

ڈیلي ٹیلیگراف لنڈن کا مراسله نگار جنگ وسط اگست میں "نش" سے لکھتا ہے:

"میں کل سالونیکا سے اسی ٹرین پر روانه ہوا جس پر شہزاده اریندس آرہے تھے - اس اسٹیشن پر سے ایک گشتی تار تمام اسٹیشنوں کے نام شائع کیا گیا تھا جسمیں یه اعلان تھا که "سرویي فوج نے ایک قلعه بند مقام وسگارڈ اور اسکے علاوه چند شہروں پر قبضه کرلیا ہے اور بوسنیا کو تاراج کر رہي ہے"

مگر یہیں مجھے معلوم ہوگیا که یه خبر قبل از وقت ہے - سرکاري طور پر جس خبر کي تصدیق کي گئي ہے وہ صرف اسقدر ہے که بوسینیا کي سرحد پر جو ایک چھوٹا سا مقام "اور تچا" ہے اسکے آگے آسٹرین فوج نے اپنے عارضي قلعوں (بلاک ہاؤسیز) کو مسمار کردیا ' اور اس گاؤں کو خالي کرکے پاس کي ایک پہاڑي پر چلے گئے - پھر گوله باري شروع کي جو کئي گھنٹه تک جاري رہي -

مذکوره بالا مبالغه آمیز خبر قصداً اپنے ملک میں شائع کی گئي تھي - اسکا مقصد یه تھا که قوم کا جوش جو قدرتاً آغاز جنگ کے وقت بہت کم تھا' اسمیں تحریک و بر انگیختگي پیدا ہو جاے -

اسیطرح ان سرویي فتوحات کا جشن منانے کے لیے کل بڑے گرجا میں ترانۂ حمد (ٹي - ڈي - ایم) گایا جانے والا تھا جو محض ایک منفی شکل میں ہے - یعني وہ صرف اس حد تک ہی فتوحات کي خوشي ہے که آسٹریا اپنے تاراج کے ارادے میں کامیاب نه ہوا -

تاہم یه پالیسي بار آور ہوئي ہے - لوگوں میں اور خصوصاً فوجي افسروں میں بہت ہي جوش و خروش پھیلا ہوا ہے - ان فوجي افسروں کے پیش نظر اب ایک مایوسانه جنگ نہیں بلکه فتح ہے جس سے ہرزگونیا' بوسینیا' اور بحر ایڈریاٹک کے ساحل پر ایک بندرگاہ کے متعلق انکي قومي آرزوئیں پوري ہونگي -

(سرویا میں فوجي اجتماع)

فوجي اجتماع قریباً مکمل ہوگیا ہے - ۱۸ - سے ۵۵ - سال تک کے تمام مرد فوجي خدمت پر مجبور کیے گئے ہیں - میں سمجھتا ہوں که جسقدر آدمي اسوقت تک جمع ہوچکے ہیں' انکي تعداد ۴ - لاکھ ۵۰ - ہزار تک ہوگي - مگر ان میں بڑا حصه خام کار رنگروٹوں کا ہے - رنگروٹوں میں سے میں نے ۶۰ - ہزار کو اسکوب کے باہر فوجي مشق کرتے دیکھا - رنگروٹوں میں جو لوگ بہت بوڑھے ہیں' ان سے جدید سرویا میں اجنبي آبادي کي نگراني کرائي جائیگی - افسروں اور وردي وغیره کي قلت کي وجه سے ایک معقول تعداد کي بے قاعده جماعتیں بھي بنائي جارہي ہیں - یه جماعتیں بوسینیا میں جائینگي اور وہاں کي سرویي آبادي میں انقلاب برپا کرینگی -

سرویي سپاه میں در حقیقت لڑنے کے قابل آدمیوں کي تعداد صرف ۲ - لاکھ ۵۰ - ہزار ہي ہے - روسي سپاه کے مقابله میں یه تعداد کتنی ہي کم سہي مگر اسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - کیونکه یه میدان کي فوج ہر طرح آراسته ہے' اسکے علاوه اسمیں وہ تجربه کار لوگ بھي ہیں جو دو جنگوں کی آتشباریوں میں رہچکے ہیں -

آج میں کئی گھنٹے تک اسٹیشن سے فوج کي روانگي کا منظر دیکھتا رہا - تمام آدمي پوشاک اور دوسرے ساز و سامان سے بخوبي آراسته تھے - میں نے بہت سے لوگوں سے پوچھا اور ہر ایک نے یه جواب دیا که ہم جنگ بلقان کے فلاں فلاں معرکے میں شریک رہچکے ہیں - ہر ٹرین جب اسٹیشن سے روانه ہوتي تھی تو وہ جوش کے ساتھه گاتے تھے اور سب خوش اور بشاش معلوم ہوتے تھے -

فراہم شده فوجیں خاص طور سے سرویی ہنگري سرحد پر یکجا کي جا رہي ہیں - میں نے دیکھا که ۱۴ - ٹرینیں اسٹیشن سے روانه ہوئیں - ان میں سے ۱۳ تو بلغراد کي طرف گئیں اور ایک ازائس کي طرف جو سرحد بوسینیا سے قریب ترین اسٹیشن ہے -

(نقشۂ جنگ)

معلوم ہوتا ہے که یقیناً یه فیصله کرلیا گیا ہے که شمالي سرحد پر حمله کرکے اس کام کي کوشش کي جائے جسمیں آسٹریا ناکام رہي ہے - یعنی سرویي فوج دریاے ڈینیوب کو عبور کرکے روسی فوج سے جا ملے -

اسٹاف افسروں نے مجھسے بیان کیا که اجتماع جمعه (۷ - اگست) تک مکمل ہوگیا - اسکے بعد سے حمله شروع ہوا ہے - اب فوجیں آگے بڑھنا شروع کردینگي -

بلغراد میں کل کا دن خاموشی اور سکون کا دن تھا' مگر آج صبح سے آسٹرین فوج نے مقام سلم سے پھر گوله باري شروع کي ہے - مجھسے وزارات خانے میں بیان کیا گیا که ابتدائی گوله باریاں تو بیقاعده اور تھوڑي دیر تک ہوئي تھیں' مگر اس دفعه گوله باري مسلسل اور دیرپا ہے -

یه معلوم ہوتا ہے که جرمن فوج کے آجانے اور شہر پر قبضه کرلینے کے متعلق جو سمن شائع ہوا تھا اور جسکو بلغراد کے سول گورنر نے دو باره نا منظور کردیا ہے' اس سے سخت ناراضی پیدا ہوگئي ہے' اور انکا یه اراده ہے که بلغراد کو جلا کر خاک کردیں -

اس اراده کي اہمیت کي طور پر مجھسے بیان کیا گیا که جرمن وزیر کي بیوي بلغراد میں رہگئي تھی - اس سے درخواست کي گئي ہے که وہ بلغراد سے "نش" میں آکے اپنے شوہر سے ملجائے جو اسوقت تک "نش" میں موجود ہے - تاہم میرا خیال ہے که کل تک پروانه راہداري اسے ملجائیگا -

(بلغراد پر گوله باري)

توپخانه کا ایک فرنچ کپتان ڈنچاڈ نامی ہے جو کل صبح تک بلغراد میں تھا اور اب فرانس میں اپني فوج سے ملنے جارہا ہے - اسکے روزنامچه سے میں ذیل کا اقتباس دیتا ہوں - اس اقتباس سے نہایت صفائي کے ساتھه معلوم ہوتا ہے که گوله باري کے زمانه میں بلغراد کي حالت کیا تھي ؟

۲۸ - اور ۲۹ - جولائي کي تاریک اور بے چاندني کي شب میں کوئي ایک بجے ریلوے کے پل کے قریب توپوں نے گوله باري شروع کي - میں اپنے کمره سے جو ہوٹل مواسکوا کي تیسري منزل میں تھا' دریاے سیو میں جو کچھه ہورہا تھا' اسے پوري طرح دیکھه رہا تھا - پل کے قریب سرویي ساحل کي طرف ایک بہت بڑي تاریکي بڑھتي ہوئي نظر آئي - اس آگے بڑھنے والی تاریکي اور دریاکے دونوں ساحلوں سے آگ کے شعلے نظر آتے تھے اور توپخانوں کي گرج غیر منقطع تھي -

دفعتاً ایک بجکے ۲۵ منٹ پر سرویا کي طرف پل کي چوٹي پر شعلے بھڑکتے ہوے نظر آے جس سے شہر اور اسکے مضافات روشن ہوگئے - ایک سخت دھماکا ہوا اور پل کي بنیادیں ہلگئیں' جب صبح کو میں نے دیکھا تو پل بالکل مسمار ہوگیا تھا - اسوقت سے چلے ہي شہر پر' پھر گڑھي پر' پھر اسکے میدان پارک پر' گولوں کي بارش شروع ہوگئي بھي مگر سرویي اسکا جواب نه دیسکے - کیونکه انہوں نے اپنے توپخانے ہٹا لیے تھے -

غالباً یه پہلا واقعه ہے که ایک کھلے ہوے شہر پر گوله باري ہوئي ہے - پرنس مشیل اسٹریٹ کے گھروں پر بھي گولے آکے پھٹتے تھے - جب آگ شہر کي طرف پھیلنے لگي میں اپني کمره سے یه تحقیق کرنے کیلیے نکلا که بربادي کیونکر شروع ہوئی ہے ؟

سخت هیجان پیدا کردیا - اسٹرائک کے متعلق جو کچھه کارروائي که هم ارکان نے کي' وہ حضور عالیه کو واقعات اسٹرائک و کارروائي جلسه انتظامیه منعقدہ ۲۶ مارچ سنه ۱۴ سے واضح هوگی - هم ارکان ندوۃ العلما کو اس بات کا یقین هے که گو اسٹرائک طلباء دارالعلوم کا کوئی اور سبب بهي هو' لیکن واقعي اور اصلی سبب اوسکا وہ تحریک تهي جس کا ذکر مولوي عبد السلام صاحب نے اپنے خط مورخه ۲۵ جولائي میں کیا هے -

اصل مقصد بانیان اسٹرائک کا یه تها که ملک اور قوم کو یهه دکهایا جاسے که یه نتیجه بدنظمي انتظام جدید کا هے' اور ان کوششونکے پورا کرنے کے لیے بعض حضرات نے ایک کمیٹي بنام انجمن اصلاح ندوۃ العلما ۱۵ مارچ سنه ۱۴ ع کو قائم کی ' اسمیں بے غالب تعداد انهیں لوگونکي تهي جو خود انتظام جدید کے خلاف شورش پیدا کرنیوالے تهے - مگر اسکے نام اور مقصد نے بعض لوگونکو مغالطه دیا ' اور بعض ایسے اصحاب جو اس جماعة سے علحدہ تهے وہ محض اپني نیک نیتي سے انمیں شریک هوگئے- هنوز انجمن اصلاح ندوہ لکهنؤ نے کوئي عملي کام متعلقه اصلاح ندوہ نه کیا تها که ۱۰ مئي کے جلسۂ دهلي کا اعلان کیا گیا' اور مقصد اوس جلسه دهلي کا بعینه یا قریب قریب وهي تها جو کمیٹی اصلاح ندوۃ العلما منعقدہ لکهنؤ کا تها ' هم ارکان ندوہ بندگان حضور میں اس امر کا اظهار کردینا بهي اپنا فرض سمجهتے هیں که واقعي اور اصلي غرض کمیٹي اصلاح لکهنؤ و نیز جلسه منعقدہ دهلی کي یه نهي جسکا وہ اعلان نهیں کرسکے که علامه شبلی جو اپني غلطي سے مستعفی هوگئے هیں پهر اپنے عهدہ پر بحال هو جالیں - جیسا که اون تجاویز سے جو باني جلسه دهلي جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب کے خط مورخه ۱۶ - اپریل و ۵ مئي - سے ظاهر هوتا هے - جو نقائص ابتک دار العلوم میں عام طور سے ظاهر کیے گئے هیں ' جهانتک انکی اصلیت هے وہ سب زمانه استعفا علامه شبلي کے قبل کے هیں ' کیونکه یهه اعتراضات استعفا کے معاً تین دن کے بعد شروع هوتے هیں ' اور ظاهر هے که تین دن میں کوئي تبدیلی نصاب درس اور طریقه تعلیم اور مدرسین میں نهیں هوئی- چنانچه اسیوجه سے مجبوراً کمیٹی منعقدہ دهلي نے اپني کل قوت موجودہ دستور العمل ندوۃ العلماء پر اعتراضات کرنے پرصرف کردي' اور ایک نیا دستور العمل بناکر واسطے غور و بحث کے دفتر ندوہ میں بهیجدیا -

دستور العمل کے متعلق ارکان ندوۃ العلماء یهه عرض کردینا مناسب سمجهتے هیں که همکو دو تین سال پہلے اس بات کا خود احساس هوا که ندوۃ العلماء اور دار العلوم کی ترقی پذیر مالیت کے لحاظ سے دستور العمل میں ترمیم کرنیکي حاجت هے' جیسا که عموماً ایسے بڑے کاموںمیں عمل کے بعد دستور العمل میں ترمیم کرنیکی ضرورت پیش آیا کرتي هے - چنانچه اوسکي ترمیم کیلیے چند قانون داں ارکان کي ایک سب کمیٹی قائم کردي تهي جو اسپر غور کر رهي تهی ' اور اب اسکو مکمل کر کے دفتر ندوہ میں بهیجدیا هے جسکي اشاعة عام کر دیگئی هے' اور اخبارات میں اظهار راے کیواسطے بهیجدیا گیا هے - واقعات مندرجه بالا سے حضور پر بخوبی واضح هوگا که :

(۱) انتظام موجودہ آخر جولائي سنه ۱۳ سے قائم هے -

(۲) ارکان موجودہ کو کافي موقع اس بات کا نهیں دیا گیا که وہ دار العلوم کی اصلاح ترقی کرتے -

(۳) اسٹرائک طلبه دار العلوم جو نتیجه نقائص انتظام موجودہ کا ملک اور قوم پر ظاهر کیا گیا هے' وہ در اصل نتیجه اوس نا جائز کار روائي کا تها جو اغراض ذاتي کی بنا پر طلبه پر اثر ڈالکر اس غرض سے کي گئی که قوم میں ایک شورش پهیلا کر یه دکهایا جاسے که علامه شبلي کا وهاں سے علحدہ هونا اغراض و مقاصد ندوہ کے بالکل خلاف هے ' اور اونکو بحال هونا چاهیے -

(۴) کمیٹی اصلاح منعقدہ لکهنو و منعقدہ دهلي کا اصل مقصد بهي یهی اغراض تهے ' جو حاذق الملک کے خط سے صاف ظاهر هوتے -

(۵) جو کام اصلاح کا که کمیٹي دهلي نے جسمیں کمیٹي اصلاح لکهنو بالاخر ضم هوگئی اسوقت کیا اور وہ اس سے زیادہ کچهه نهیں کرسکتي تهی وہ یه هے که کمیٹی مذکور نے ایک نیا دستور العمل واسطے غور و بحث اراکین ندوہ کے بهیجا حالانکه خود اراکین اس کام کو کررهے تهے -

حضور عالیه نے امداد شاهانه اس خیال پر که ندوہ میں نقائص هیں اور جب تک که وہ بذریعه کمیٹي اصلاح رفع نه هوجاے ملتوي فرمائی تهی -

اب چونکه کیفیت و نتیجه کمیٹي اصلاح کا معلوم هوگیا اسلیے اسکے اجرا کی جانب بندگان حضورکي توجه مبذول فرمانے کی درخواست کیجاتي هے - دوسرے یه امر بهي قابل غور حضور هے که جب قوم میں شورش پیدا کردي گئی هے اور اوسکي وجه سے اراکین اسقدر چندہ بهی بمشکل جمع کرسکتے هیں جو هر سال معمولاً جمع هوا کرتا تها' تو ایسے نازک وقت میں امداد شاهانه کے ملتوي هوجانے کا یهي نتیجه هوگا که جو اصلاحیں همارے ارادہ میں هیں اور هم کررهے هیں وہ نه کرسکیں اور خدا نخواسته یه مذهبی دارالعلوم بند هوجاے' اور اگر کسیوجه سے تهوڑے دنوں کے لیے دارالعلوم بند هوگیا تو پهر اس کا از سر نو زندہ هونا بلحاظ همارے قومي اور مذهبی حالات کے بهت دشوار هوگا لهذا هم اراکین ندوہ عرض پرداز هیں که حضور عالیه بلحاظ شکسته حالی و بلحاظ اس امر کے که ایسے درسگاہ کا بوجه قلت سرمایه بند هوجانا اوسکے قومی اور مذهبی اغراض کے بالکل خلاف هوگا ' امداد شاهانه کو جو معرض التواء میں هے حکم نفاذ جاري فرمائیں -

آفتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد

ترکوں کے خلاف ایک متعصب انگریزی مراسلہ نگار کے خوابیدہ بغض و عداوت کے بیدار کرنے کے لیے اسقدر کافی تھا - اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کے انگریزی عام راے کو ترکوں کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے اسقدر اپنی طرف سے تصنیف کردیا کہ ترک معرکہ آرائی اور انگریزوں کے قتل کا ارادہ ظاہر کر رہے ہیں !

ورنہ یہ ظاہر ہے کہ ترک مصر کے حالات سے اتنے ناواقف نہیں کہ انہیں یہ تک معلوم نہ ہو کہ مصر پر انگلستان کے آہنی پنجہ کی پوری گرفت ہے' اور نہ اتنے سادہ لوح ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ چند افسر یا بقول مراسلہ نگار کیپیٹل " افسروں کا سیلاب " بغیر فوج کے مصر کو انگریزوں کے پنجے سے نکالسکتا ہے - رہی مصری فوج' تو اسکی حالت ہمیں اچھی طرح معلوم ہے -

عزیز بک مصری

خیر' یہ تو اس افسانہ کی درمیانی داستان تھی - یہ مراسلہ نگار حفاظت مصر کے انتظامات و تدابیر کے متعلق لکھتا ہے :

" بہت کوشش کی گئی کہ مصری ہر طرف علم بغاوت بلند کردیں - تاہم انکی کوشش ناکام رہی' اور اسوقت ملک کی حالت اچھی طرح حکومت کے ہاتھہ میں ہے - ساتھہ ہی ان ترکی افسروں میں سے اکثر پا بزنجیر بھی کرلیے گئے ہیں "

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ جب عزیز بک المصری بعض معاملات طرابلس کے سلسلے میں قسطنطنیہ میں گرفتار کیا گیا تو تمام انگریزی پریس بیک آواز اسکی حمایت میں چیخ اٹھا تھا' اور جسطرح اسوقت انگلستان نے بلجیم کی حمایت میں تیغ علم کیا ہے' اسی طرح اسکی زبان حال ٹائمز نے شمشیر قلم بلند کی تھی' اور ترکوں اور خصوصاً انور پاشا فاتح ادرنہ کے خلاف ایک قلمی معرکہ بپا کردیا تھا -

غالباً آج بھی " معصوم و مظلوم " عزیز بک المصری قسطنطنیہ کے بدلے خود اپنے گھر میں پابجولاں ہے !

چنانچہ یہ مراسلہ نگار لکھتا ہے :

" اگر افواہ صحیح ہے تو ان اسیروں میں عزیز بک المصری بھی شامل ہے جسکو انور پاشا کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کے لیے انگلستان نے چند ماہ ہوے عین وقت پر مداخلت کی تھی -

دارالسلطنت کے اندر بغاوت کے جرم میں دیسی فوج کے چند افسر بھی گرفتار ہوے ہیں - افواہ ہے کہ انکی تعداد ۴۰ ہے - .... کل ہندوستانی فوج کی پہلی قسط نہر سویز کے ساحل پر اتری ہے اور مزید فوج آج اتر رہی ہے - اب ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر مصر کی محافظ فوج اتنی قوی ہو جائیگی کہ کسی داخلی یا خارجی خطرہ کے مقابلہ کے لیے کافی سے بھی زیادہ ہوگی " : انہم یکیدون کیداً و اکید کیدا !

تجویزات مرکزی کمیٹی شیعہ کانفرنس

(منعقدہ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ع)

(۱) تجویز ہوا کہ اجلاس ہشتم کانفرنس بتواریخ ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ع لکھنئو میں منعقد کیا جاے -

(۲) جو ٹکٹ فروخت ہوچکے ہیں وہ انہیں تواریخ و مقام کیلیے کام میں آئیں اور سفرا سرخی سے تاریخ حال بنادیں -

(۳) دوکانات طعام کا مناسب نرخ کے ساتھہ انتظام کردیاجاے -

آنریری جنرل سکریٹری
سید علی غضنفر عفی عنہ

مدارس اسلامیہ

باز گو از نجد و از یاران نجد

حال میں ہمیں وہ عرضداشت ملگئی ہے جو ارباب ندوہ نے ہر ہائنس سرکار عالیہ بھوپال کی خدمت میں اجراے وظیفہ کے لیے روانہ کی ہے اور جسکے تمام مراتب نہایت پوشیدگی کے ساتھہ طے کیے گئے تھے - آیندہ نمبر میں ہم اس تحریر کی متعدد کذب بیانیوں اور خدع و حیل کو آشکارا کرینگے :

بحضور سرکار عالیہ ریاست بھوپال --- ہم ارکان ندوۃ العلماء اس وجہ سے کہ بندگان حضور کے دامن دولت سے اکثر مدارس اسلامیہ وابستہ ہیں اور بندگان حضور کو دارالعلوم ندوۃ العلماء سے خاص دلچسپی و ہمدردی ہے' نہایت ادب سے معروضات مندرجہ ذیل کے پیش کرنیکی اجازت چاہتے ہیں :

سن ابتداے سنہ ۹ع حضور سے مبلغ ۳ ہزار روپیہ سالانہ کی امداد دارالعلوم ندوۃ العلماء کو مرحمت ہوتی تھی' مگر امسال چند واقعات ایسے پیش آئے جن سے ندوۃ العلماء کی نسبت ملک میں بد ظنی پھیلی اور ایک بڑا اثر اوسکا یہ ہوا کہ امداد شاہانہ بھی عارضی طور پر ملتوی کردی گئی - اوسکے بابت جو اصلی حالات ہیں انکو مختصراً سرکار عالیہ کے خدمت میں عرض کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں - عرصہ ۹ سال سے دارالعلوم ندوہ کا انتظام اس طور سے تھا کہ شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی معتمد دارالعلوم تھے' اور جملہ اندرونی انتظام متعلقہ درس وغیرہ اونکے زیر اثر اور نگرانی میں تھے - جولائی سنہ ۱۳ع میں علامہ موصوف نے بلحاظ ان معاملات کے کہ جنکا اعادہ خالی از تکلیف دہی حضور نہیں ہے' اپنے عہدہ سے استعفا دینا تجویز کرکے ایک استعفا نامہ باضابطہ مجلس انتظامیہ میں پیش ہونیکو بھیجا' اور اس استعفا کی اشاعت اخبارات میں کرائی - جلسہ انتظامیہ منعقدہ ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - جولائی سنہ ۱۳ع نے ان وجوہ پر جو باعث استعفا دینے علامہ موصوف ہوے تھے' کامل غور کے بعد استعفا کو منظور کرلیا اور اوس انتظام کو جو قبل از تقرر معتمدی علامہ موصوف مطابق دستور العمل قائم تھا پھر جاری کیا - اس موقعہ پر یہ عرض کرنا خلاف ادب نہوگا کہ علامہ موصوف کے طریقہ عمل مابعد سے ہم ارکان ندوۃ العلماء نیز کل قوم پر صاف طور سے واضح ہوگیا کہ علامہ موصوف کا استعفا دینا محض ایک قسم کی دھمکی تھی اور در اصل استعفا دینا نہیں چاہتے تھے' کیونکہ فوراً بعد اطلاع منظوری استعفا کے اخبارات میں مضامین خلاف فیصلہ جلسہ انتظامیہ و منظوری استعفاء علامہ شبلی نکلنا شروع ہوئے' اور اس بات کی کوشش شروع ہوئی کہ طلباء دارالعلوم میں خلاف انتظامات جدیدہ کے شورش پیدا کیجاے' اور ہر طرح سے ملک و قوم کو دکھایا جاے کہ جدید انتظام مضر و مخالف مقاصد ندوہ ہے - بندگان حضور کو کارروائی جلسہ انتظامی ۲۹ - مارچ سے واضح ہوگا کہ جو نا مناسب کارروائیاں اس بارے میں ہوئیں انکا اثر یہ ہوا کہ ایک گروہ مخالف انتظام جدید کا اوسی وقت سے پیدا ہوگیا' اور ہم ارکان ندوہ کو آیندہ کافی موقع نہیں ملنے پایا تھا کہ نقائص کی اصلاح کرتے کہ اس مخالفت نے بصورت اسٹرائک طلباء دارالعلوم ایک

- [اشتہار بقیہ صفحہ تیسرے کا]

ہالی کلاس فانسی - لیڈیز و جنٹس،
رسٹ واچ - اصلی قیمت دس روپیہ رعایتی
تین روپیہ چودہ آنہ

سلور کیس - ۴ روپیہ چودہ آنہ -
اے اچھی چیز - چھہ روپیہ -
نیکل سلور کیس - انامسل ڈائل -
ایک چمڑے کی اسکراپ مفت دیجاتی
ہے ۔

بی - اس - اندی - اینڈ کمپنی نمبر ١-٣٦ - دھرمتلہ اسٹریٹ

ہندوستانی دوا خانہ دہلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے ۔ عمدہ دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالی شان کار و بار، صفائی، ستھرا پن ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :
ہم- ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے ۔

فہرست ادویہ مفت

(خط و پتہ)

مینیجر ہندوستانی دوا خانہ دہلی

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

——:o:——

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کی کتاب ہے، اسکا اندازہ ارباب فن ہی خوب کرسکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب علیہ تھے جو ہمارے معلومات سے بالکل مفقود ہوجاتے ۔

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا، ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کی راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے "

لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخے دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردی گئی ہے ۔
درخواستیں : منیجر الہلال - کلکتہ کے نام ہوں

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلی درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائی کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب، شام، فلسطین، مصر، عراق وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروری حالات نہایت خوش اسلوبی سے سلیس و بامحاورہ اردو میں قلمبند کردیے ہیں - فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکی افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کی دلی تائید کی، کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پھر بیس ہاف ٹون عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتہــــر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شوکت اسلام پریس کنٹونمنٹ بنگلور

بیوٹیز اف اسلام

اسلام کی خوبیوں پر دیگر مذاہب کے احباب کی گرانقدر رایوں کا مجموعہ -

ہر شیدائی اسلام کو اسکا ایک نسخہ ضرور رکھنا چاہیے -

سنہری جلد - عمدہ چھپائی - قیمت صرف ۸ آنہ -

المشتہر:— نور لائبریری - ۱۲/۱ سیرانگ لین - کلکتہ

خالص اسلامی ترکی ٹوپی - ساخت قسطنطنیہ و مصر

ترکی ٹوپی - ہر قسم کی ملائم و چندنی اسفر دار، ہر رنگ و ہر سائز کی مبلغ ایک روپیہ سے تین روپیہ تک کی قیمت کا موجود ہے،
کلپاک - انور پاشا ٹوپی - خاکی سبز کاہی و سیاہ رنگ کی قیمت ۴ روپیہ و تین روپیہ آٹھہ آنہ -

خادم قوم - ایس - ایف - چشتی اینڈ کمپنی - دہلی
سول ایجنٹ براے ہندوستان
فبریقہ ہرکہ - ہمایونی - معمرلانی قسطنطنیہ فبریقہ نیشنل ایجپشین - قبی تاربوش - قاہرہ مصر

المسئلة والمناظرة

الاعتصاب في الاســـلام

(دفع مطاعن و ازالۂ شکوک)

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ نتیجہ نمبر(۱) و نتیجہ نمبر (۷) میں تناقض ہے‘ لیکن میں نے ضعیف گروہ کے مقابلے میں قوی گروہ کی اسٹرایک کو کلیتاً ناجائز نہیں کہا بلکہ صرف عدم اولویۃ کا مدعی ہوں جیسا کہ نتیجہ اول میں "سزاوار" کا لفظ دلالت کرتا ہے ‘ اور اسی قرینہ صحیحہ کی بناپر "جائز نہیں" کا فقرہ اپنے حقیقی مفہوم میں مستعمل نہیں ہوا ہے بلکہ مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے "مناسب نہیں" کا فقرہ لکھا تھا جو دفتر میں شاید بدل دیا گیا - اس بنا پر آنحضرت کا طرز عمل نتیجہ اول کا مناقض نہیں کیونکہ تناقض صرف امتناع و امکان و وقوع میں ہو سکتا ہے نہ کہ عدم اولویت و وقوع میں‘ کیونکہ ہر خلاف اولی فعل جائز ہوسکتا ہے -

میں نے پہلا نتیجہ قریش اور حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے نکالا تھا -

قریش کی اسٹرایک تو بالکل اعراض فاسدہ پر مبنی تھی‘ لیکن حضرت ابوبکر کا طرز عمل بھی ذاتی انتقام کے اثر سے خالی نہ تھا - اسیلئے خدا نے اونکو روک دیا ‘ مدرسین و منتظمین مدرسہ بھی ذاتی اقتدار ہی کے قائم رکھنے کے لیے طلباء کا کھانا وغیرہ بند کردیتے ہیں ‘ اسلیے حضرت ابوبکر کے طرز عمل پر اوسکو قیاس کرکے خلاف اولی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ نہی کیلیے کم از کم عدم اولویت ضروری ہے‘ لیکن آنحضرت کا طرز عمل بالکل جمہوری اصول پر مبنی تھا اسلیے وہ خلاف اولی بھی نہیں ہے "لم ینتقم لنفسہ الا ان تنتھك حرمۃ اللہ" کی شان یہاں بھی قائم ہے -

اخلاق کے ابواب میں عدل کے ساتھہ ایک باب احسان اور عفو و درگذر کا بھی ہے‘ اور اسکی توقع صرف بزرگوں سے ہوسکتی ہے‘ یہی وجہ ہے کہ جب کسی بڑے شخص نے چھوٹے سے قطع تعلق کیا ہے تو اخیر میں اوسکو ندامت ہوئی ہے - حضرت عائشہ نے ایک مرتبہ حضـــرت ابن زبیر سے قطع کلام کردیا اور مدتوں اون سے نہ بولیں ‘ لیکن بعد میں جب کبھی اونکو یہ افسوسناک واقعہ یاد آتا تھا تو اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو ہو جاتا تھا (۱) لیکن چھوٹوں نے جب اس قسم کا قطع تعلق کیا ہے تو‘ اسپر اونکو کوئی ندامت نہیں ہوئی - حضرت فاطمہ نے ترکہ نہ دینے پر حضرت ابوبکر سے قطع کلام کرلیا اور اون سے تا دم مرگ نہ بولیں لیکن اونکو اس پر کچھہ افسوس نہیں ہوا (۲) باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت نے کعب ابن مالک سے بحیثیت اوستاد کے قطع تعلق کیا تھا تو یہ تاویل بارد ہے- آنحضرت کی جامع حیثیت صرف نبوت ہے‘ خلافت - تعلیم‘ قضاءت‘ افتاء وغیرہ اسیکی شاخیں ہیں ‘ جہاد کا تعلق صرف نبوت یا خلافت ہی سے ہوسکتا ہے‘ آپ کی استادانہ حیثیت کو اس میں کچھہ دخل نہیں ہے ‘ کیونکہ میدان جہاد دیو بند کا مدرسہ نہیں تھا جہاں آپ تعلیمی اسٹرایک کرتے ‘ اور قریش نے تو آپ کو سرے سے اوستاد ہی تسلیم نہیں کیا تھا - یہ تو اعتراف نبوت کے بعد کی منزل تھی لیکن صلح حدیبیہ میں تو ایک صاف گو شخص نے کہدیا تھا کہ اگر ہم آپکو "رسول اللہ" مانتے تو آپ کی راہ میں رکاوٹ ہی کیوں پیدا کرتے - آنحضرت کی کچھہ دنیوی حیثیتیں بھی تھیں جیسا کہ آپ نے تلقیح نخل کے معاملے میں علانیہ اعتراف کیا تھا "انما انا بشر مثلکم" جب حضـــرت عائشہ آپ سے ناراض ہوکر آپ کا نام لینا چھوڑ دیتی تھیں (۳) تو اوسوقت آپ اونکے اوستاد نہیں ہوتے تھے‘ واقعہ افک میں جب آپ ایک مہینہ تک حضرت عائشہ کے پاس بیٹھے تک نہیں‘ تو آپ کا یہ قطع تعلق اوستادانہ نہ تھا بلکہ ذاتی تھا (۴) "انما بعثت معلما" کا فقرہ بھی آپ نے خاص اوس حالت میں کہا تھا جب صحابہ کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ مصروف تلاوت قرآن تھا (۵) اسلیے آنحضرت کے تمام افعال کو صرف آپ کی معلمانہ حیثیت میں محدود کردینا صحیح نہیں -

لیکن مولانائے موصوف کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ مجھکو مدعی سمجھتے ہیں‘ حالانکہ میں مدعاعلیہ ہوں‘ میں نے مضمون کے اول ہی میں ظاہر کردیا ہے کہ میں مدعیان عدم جواز اسٹرایک کے دلائل پر نقد و بحث کر رہا ہوں ‘ ان لوگوں نے ایک دلیل یہ قائم کی تھی کہ "اسٹرایک یورپ کی پیداوار ہے" اب نقص دلیل کیلئے میرا فرض صرف یہ تھا کہ ایشیائی طرز عمل سے اسٹرایک کی مثالیں فراہم کرتا اسلیے میں نے پہلے دیہاتیوں کی مثال دی - پھر قریش کے طرز عمل کو پیش کیا - حضرت ابوبکر کے واقعہ کا ذکر بھی اسی حیثیت سے کیا کہ گو وہ اصطلاحی اسٹرایک نہیں ہے‘ لیکن جب اوستاد کو باپ فرض کرکے اونکے حقوق کو حقوق والدین پر قیاس کیا جاتا ہے حالانکہ آنحضرت‘ صحابہ‘ بلکہ تابعین و تبع تابعین نے بھی اساتذہ کو باپ نہیں کہا ہے‘ تو ہم اشتراک علت کی بنا پر اسٹرائک کو بھی حضرت ابو بکر کے طرز عمل پر قیاس کرسکتے ہیں ‘ اسکے بعد آنحضرت کے جمہوری طرز عمل سے اسکی تائید کی ‘ لیکن اس واقعہ کو صرف اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ وہ ایشاء میں واقع ہوا تھا - اوسکی شرعی حیثیت مقصود بالذات نہ تھی ‘ گو اوس سے شرعی استدلال بھی کیا جاسکتا تھا نتائج کا استنباط بھی تبعاً واستطراداً تھا - اسلیے اگر کل نتائج غلط ثابت ہوجائیں تو نفس واقعہ کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا‘ اسکی تردید کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ یا تو اس واقعہ کو سرے سے غلط ثابت کیا جائے یا عرب کو یورپ کے نقشہ میں دکھایا جائے‘ اسٹرایک کو میں نے فطرتی کہا ہے‘ کیونکہ فطرۃ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور میرے نزدیک اسٹرایک کی یہی دلیل ہے ‘ کیونکہ کسی شرعی دلیل سے اوسکا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا - اخیر میں ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ آنحضرت نے بحیثیت اوستاد کے کعب ابن مالک سے قطع تعلق کیا تھا لیکن یہ کس دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ آںحضرت کے افعال کی تقلید صرف اساتذہ ہی کر سکتے ہیں- طلباء نہیں کرسکتے؟ اگر آنحضرت کے افعال اساتذہ کیساتھہ مخصوص ہیں‘ تو طلباء کو نماز‘ روزہ ‘ حج‘ اور زکوۃ سے بھی آزاد کردینا چاہیے ‘ حالانکہ ندوہ کی اسٹرائک کے دوران میں انھی فرائض کی عدم پابندی کی بنا پر طلباء کو بدنام کیا گیا تھا - (عبـــد السلام ندوی)

(۱) بخاری مطبوعہ بولاق جزو ۸ ص ۲۰ کتاب الادب
(۲) بخاری جزو ۸ ص ۱۴۹ کتاب الفرائض -
(۳) بخاری جزو ۸ ص ۲۱ کتاب الادب
(۴) بخاری جزو ۵ ص ۱۱۹ کتاب المغازی
(۵) سنن ابن ماجہ ص ۳۴ کتاب العلم -

printed And pudlished by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical pntg. and publg. House, 14 Mclod Street, CALCUTTA.

مفت

مفت

مفت

ایک عجیب غریب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - امیاب

۲۱ اکتوبر تک

نئی قسم کا رسٹ واچ

(گارنٹی ۶ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس - مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چہرہ ولایتی نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ - رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ ارکسیڈ ایزڈ اسٹیل کیس - ۵ روپیہ ۴ آنہ - سلور کیس ۶ روپیہ عمدہ سلور کیس ۶ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

---

۱۴ ایرٹ ہنٹنگ واچ

جولڈ انجن ٹرنڈ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے - اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

---

۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ زر پینا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی قابل تعریف - قیمت اصلی ۱۵ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل رولن فیس ۹ روپیہ -

موٹر ریگولیٹ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کھلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈالی منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا - اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

سنقوش ہنٹنگ واچ -

(گارنٹی ۶ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۶ - سادہ ڈالی - کفایت اور اچھا وقت دینے والا - موتی، سولیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں - اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

---

سٹٹر سکنڈ واچ سٹپ واچ

اعلیٰ عمدہ قسم کا ۵ روپیہ چار آنہ -

گارنٹی پانچ سال

خاصکر ڈاکٹروں اور دایوں کیلیے یہ گھڑی ایک سکنڈ کے حصہ کو بھی اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کھلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصل ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

سی انڈیا واچ

گارنٹی پانچ سال

بلکل نئی فیشن کا سلنڈر واچ کھلا ڈھکنا کی دس وانسی سکنڈ عدد سوئی کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصل دس روپیہ رعایتی ۳ روپیہ چودہ آنہ - قبدسی ڈالل ۴ روپیہ آٹھ آنہ -

---

امریکن لیور اسٹنڈرڈ واچ

۱۴ کیرٹ گولڈ واچ

گارنٹی چھ سال

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانچ سو روپیہ کے ساتھ اچھی عرصہ مقابلہ کرسکتی ہے - کیس دیکھنے میں نہایت خوبصورت - قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھ آنہ -

---

لیڈی گولڈ واچ

گارنٹی پانچ سال

لیڈی اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والی بالکل نئے فیشن کا کیس - قیمت اصلی ۲۵ روپیہ رعایتی قیمت ۱۴ روپیہ آٹھ آنہ - جسمیں جنٹس سائز ۲۸ روپیہ

بی - اس - ننکی - اینڈ کمپنی نمبر ۱۰۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

مفت　　　　مفت　　　　مفت

ایک عجیب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - کمیاب

اصل سے آدھی اور آدھی سے چوتھائی قیمت

۳۱ اکتوبر تک

نوٹ - اس بات پر غور کیجیئے کہ ہر گھڑی کے ساتھ ایک چیز بطور تحفہ کے دی جاتی ہے اس طرح کہ

ایک گھڑی کے خریدار کو ایک جرمن سلور چین مفت

دو گھڑی کے خریدار کو ایک رولڈ گولڈ (سونا) چین مفت

تین گھڑی کے خریدار کو ایک جوڑا الکٹرک گولڈ پلیٹڈ سالف کلوزنگ اسپرنگ بریسلٹ مفت ! !

اگر آپکو گھڑی پسند نہ آئے تو قیمت واپس دیجائیگی

اسپرنگ بریسلٹ واچ -

(گارنٹی ۳ سال)

رولڈ گولڈ - گول شکل - بہت دیرپا - آپ لوگ ۲۵ سیکڑے زیادہ فائدہ اٹھاوینگے اگر آپ ایک فرمایش بھی بھیجدیں - ٹھیک نقشہ کے مطابق سچے وقت دینے والی قیمت اصلی ۱۰ روپیہ - رعایتی قیمت ۵ روپیہ -

۳۲ پتھر والا	۶ روپیہ
اسکوائر شکل	۶ روپیہ
هارٹ شکل	۶ روپیہ
هشت پہل	۶ روپیہ

نئی وضع کا اسکوائر رسٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

اس قسم کی گھڑیاں ابھی ابھی هندوستان میں آئی هیں - نہایت فیشن ایبل لیڈیز اور جنٹلمین کثرت سے استعمال کرتے هیں مضبوط کیس نکل کیس فینسی ڈائل - عمدہ رفت دینے والی - ٹھیک تصویر کے مطابق -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ - رعایتی قیمت ۶ روپیہ - آٹھ آنہ اور کسیڈائز ڈ اسٹیل کیس ۶ روپیہ آٹھ آنہ -

سلور کیس	۹ روپیہ ۴ آنہ
مادر آف پرل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

یہ گھڑی مع چمڑہ اور باکس کے ملیگی

فلیٹ لیور واچ

(گارنٹی ۵ سال)

نکل کیس - کھلا ڈھکنا - سائز ۱۸ - سکنڈ کی سوئی کے شامل اولس جاپی پتھر ۳ عدد ڈائل میٹل کے - اسٹیل کے سوئی سادہ کیس اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی ۴ روپیہ ۴ آنہ

نیو ڈیزین بیبل رسٹ لٹ واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

یہ رسٹ لٹ واچ بہت عمدہ ہے دیکھنے میں نہایت خوبصورت فینسی سوئیاں سچا وقت دینے والی اور جدید فیشن کا ٹھیک نقشہ کے مطابق -

قیمت اصلی ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

نکل کیس	۷ روپیہ ۴ آنہ
سنہری کیس	۶ روپیہ ۱۴ آنہ
سیاہ اوکیڈائیزڈ کیس	۶ روپیہ ۸ آنہ
فالس سل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

انگلش هنٹنگ واچ

(گارنٹی ۳ سال)

رایٹ میٹل هنٹنگ ۱۶ سائز - کی رنڈنگ هاف پلیٹ - گولڈ گلٹ مور منٹ سیلنڈر اسکیپمنٹ - ایک نہایت خوبصورت گھڑی -

اصلی قیمت ۱۵ روپیہ - رعایتی ۵ روپیہ - هف هینٹنگ - چھ روپیہ آٹھ آنہ -

انگوٹا واچ

(گارنٹی ۵ سال)

پتلی چپٹی شکل کی گھڑی جنٹلمین سائز - پتھر ۴ عدد دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور سچ وقت دینے والی - اصلی قیمت ۸ روپیہ - رعایتی ۴ روپیہ ۸ آنہ -

بی - اس - نندی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیئے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جائے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے - پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامۂ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہائے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمنا بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الارا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہوچکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ خاتم النبین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہوچکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبدالغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوی عبد الغفور خاں صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنیین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ - جسے بقول (موسیو دی سیلن)

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں " یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو دی سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق کثیر التعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیو دی سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کردئے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہوگئی ہے - موسیو دی سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوالی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنے حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنی شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپ کر تیار ہوگئی ہے - علاوہ معنوی خوبیوں کے لکھائی چھپائی خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ...... (۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعنی حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعنی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتائی گئی ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئی ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں اُن کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دےگی - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ (۹) فغان ایران - مارگن شوسٹر کی مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسی عمدہ جلد اعلی - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب - عربی فارسی میں بھی اس فن کی ایسی جامع کوئی کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ قیمت سابق ۴ روپیہ - حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۲) علم اصول قانون - یعنے سر ڈبلیو - ایچ ریٹگن کی کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی کی ایک جامع و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۶) معرکہ مذہب و سائنس - ڈریپر کی مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے - قیمت ۴ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

نوٹ — ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی جلد ہمارے پاس تیار ہوسکتی ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

تاریخ هندوستان

— * —

آثار مطبوعات قدیمۂ هند

— * —

ترجمه فارسی " هسٹري آف انڈیا " مصنفۂ مسٹر جان مارشمن
مطبوعۂ قدیم کلکته سنه ١٨٥٩

(١) هندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کي هیں ان میں مسٹر سي - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتھه قابل ذکر ہے۔ اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه لارڈ ایڈنگ کے زمانے میں مولوي عبد الرحیم گورکهپوري نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بهرام شاه نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - کچھه نسخے فروخت هوے اور کچھه گورنمنٹ نے لے لیے اور عام طور پر اشاعت اُسکي نه هوئي -

اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکی خاص طرح کي چھپائي بھي ہے - یعنے چھپي تو ہے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونۂ اگر نستعلیق ٹائپ کا ابتک کرلي ہے تو یہی ہے - کاغذ بھي نہایت اعلی درجه کا لگایا گیا ہے - علاوه مقدمه و فہرست کے اصلي کتاب ٤٠٤ صفحوں میں ختم هوئي ہے -

قیمت مجلد ٣ - روپیه - ٨ آنه - غیر مجلد ٣ - روپیه -
تمام درخواستیں : " مینیجر الهلال کلکته " کے نام آئیں -

الهلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو بنگله گجراتي اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں الهلال پہلا رساله ہے ' جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا ہے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسي کي درخواست بھیجیے -

مینیجر

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی
دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست
خلاصہ ہوگا ' اور کام کاج کہانے پینے نہانے میں ہرج اور
نقصان نہ ہوگا کہانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول
ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ
دو دوائیں
ہمیشہ
اپنے
پاس
رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے
درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہی
سے پل میں آپکے پہاڑ ایسے درد کو پانی کردیگی -
قیمت دارو ٹکیونکی ایک شیشی ۳ آنہ محصول
ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ -
نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے
خرچ ایک ہی کا پڑیگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ - کلکتہ

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے
ہیں' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے
ہیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں
قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - مہلے
خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی
کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے ' اور فروخت کرنے کے
قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی
ہیں تا کہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا
کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں' اور ہم
دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے
ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار -
پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی
لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی
سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی
ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں
بھی ہوگئی ہوں' اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو -
ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے ' اگر شفا پانے کے بعد بھی
استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے ' اور تمام اعضا میں خون
صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی
و چالاکی آجاتی ہے - نیز اسکی سابق تندرستی از سر نو آجاتی
ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں' بدن میں سستی
اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو -
کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال
کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام
اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ
پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے
المشتہر ہول سیل پرائٹر
ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

مسیحا کا ... تیل
سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے
لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں ' اور جب
تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی -
مسکہ گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا
جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کاٹ
چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر
و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف
کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ
میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے' اور عالم متمدن
نمود کے ساتھ فائدے کا بھی جویاں ہے - بنابریں ہم نے سالہا سال
کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو
جانچکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے - اسمیں نہ صرف خوشبو
سازی ہی سے مدد لی ہے ' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے
بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا -
یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے ' اور اپنی نفاست اور
خوشبو کے دیرپا ہونے میں لا جواب ہے - اسکے استعمال سے بال
خوب کھلے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت
بال سفید نہیں ہوتے - درد سر' نزلہ' چکر' اور دماغی کمزوریوں
کے لیے از بس مفید ہے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز
ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے
... رتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے
قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

رجسٹری شدہ
انجن مارکہ
شیخ غوث علی حاجی وارث علی ... کلکتہ
نوٹ

روغن بیگم بہار

حضرات اهلکار ' امراض دماغي کے مبتلا وکرفتار' وکلا' طلبه' مدرسین' معلمین' مولفین' مصنفین ' کیخدمت میں التماس ہے که یه روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا اور پڑھا ہے' ایک عرصے کی فکر اور سوچ کے بعد بہتیرے مفید ادویه اور اعلی درجه کے مقوي روغنوں سے مرکب کرکے تیار کیا گیا ہے ' جسکا اصلي ماخذ اطباے یوناني کا قدیم مجرب نسخه ہے' اسکے متعلق اصلي تعریف بهي قبل از امتحان ریش ار تجربه مبالغه سمجهي جاسکتي ہے۔ صرف ایک شیشي ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یه امر ظاهر هو سکتا ہے که آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹري کبیراجي تیل نکلے هیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بهي کرتے هیں آیا یه یوناني روغن بیگم بہار امراض دماغي کے لیے بمقابله تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے گیسوونکو نرم اور نازک بنانے اور دراز و خوشبو دار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک قدرت اور تاثیر خاص رکھتا ہے ۔ اکثر دماغي امراض کبهي غلبۂ برودت کیوجه سے اور کبهي شدت حرارت کے باعث اور کبهي کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا هو جاتے هیں ' اسلیے اس روغن بیگم بہار میں زیادہ تر اعتدال کي رعایت رکھي گئي ہے تاکه هر ایک مزاج کے موافق هر مرطوب و مقوي دماغ هونیکے علاوہ اسکے دلفریب تازہ پهولوں کي خوشبو سے هر وقت دماغ معطر رهیگا ' اسکي بو غسل کے بعد بهي ضائع نهیں هوگي - قیمت في شیشي ایک روپیه محصول ڈاک ۵ آنه درجن ۱۰ روپیه ۸ آنه -

بنگیکا

بادشاہ و بیگموں کے دائمي شباب کا اصلي باعث یوناني میڈیکل سائینس کي ایک نمایاں کامیابي یعني -

بنگیکا ۔۔ کے خواص بہت هیں ' جن میں خاص خاص باتیں عمر کي زیادتي' جواني دائمي ' اور جسم کي راحت ہے' ایک گھنٹه کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبه کي آزمایش کي ضرورت ہے -

وما نزاهي تیله اور یونیور انجس تیله - اس دوا او میں کے ابا و اجداد کے بابا جو شہنشاہ مغلیه کے حکیم تھے - یه دوا فقط ہمکو معلوم ہے اور کسي کو نهیں درخواست پر ترکیب استعمال بهیجي جائیگي -

" ونڈر فل تاثیر " کو بهي ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیه بارہ آنه -

مسک پلس اور الکٹریک دیگر پرسکه پانچ روپیه بارہ آنه محصول ڈاک ۲ آنه -

یوناني لوٹ پاؤڈر کا سامپل یعني سرمه دوا کي دوا تھیلے پر مفت بهیجي جاتي ہے - فوراً لکھیے -

حکیم مسیح الرحمن - یوناني میڈیکل هال - نمبر ۱۱۵/۱۱۴ مچھوا بازار اسٹریٹ - کلکته

Hakim Mashihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

پسند نہونے سے واپس

همارا مس مرهني فلوٹ هارمونیم سربلا فائدہ عام کے واسطے تین ماہ تک نصف قیمت میں هي جاویگي یه ساگوں کي لکڑي کي بني ہے جس سے آواز بہت هي عمدہ اور بہت دنوں تک قائم رهنے والي ہے -

سینگل ریڈ قیمت ۳۸ - ۴۰ - ۵۰ - روپیه اور نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیه ڈبل ریڈ قیمت ۶۰ ۷۰ و ۸۰ روپیه نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیه کے آرڈر کے همراہ ۵ - روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیئے -

کمرشیل هارمونیم فیکٹري نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکته -

Commercial Harmonium Factory
No 10 /3 Lover Chitpur Road
Calcutta

انڈیا فلوٹ هارمونیم

اسکے مقابله میں تمام هرمونیم بیکار هیں اسنے انڈین ایکزي بیشن سنه ۱۹۰۰ میں گولڈ مڈل حاصل کي ہے - اسکے آگے زیادہ تعریف کي کونسي ضرورت ہے -

گارنٹي تین ۳ سال -

اکٹو سنگل سٹ رقسي توسي قیمت ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ روپیه " ڈبل " " - قیمت ۲۷ - ۳۰ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتھه پانچ روپیه پیشگي آنا چاهیے -

A. P. Day and co.
22/1 Budhoo Ostagar Lane,
Calcutta.

عـلاج بواسیر

داخلي - خارجي - خوني وغیرہ کیساهي هو' اسکے استعمال سے کلي آرام هوجاتا ہے قیمت في شیشي چار روپیه -

سفید داغ کا لا جواب علاج

بدن میں کیساهي سفید داغ کیوں نہو اسکے استعمال سے بالکل آرام هوجاتا ہے - قیمت في شیشي چار روپیه -

White & 50 Tollygunge
Calcutta

استرہ کي ضرورت نہیں

مولٹر ر صاحب کا هیر ڈیلي ٹري لگا لیجے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے في شیشي چهه آنه تین شیشي ایک روپیه -

پھـــول رانـــي

نهایت خوشبودار روغن پهول ہے سکے استعمال سے دل ودماغ تازہ رهتا ہے اسطرحکا روغن ابتک کسي نے ایجاد نهیں کیا -

قیمت في شیشي بارہ آنـه ایک درجن سات روپیه آٹھه آنـه -

Maithra & Go 1-1 Tarak Chatterjee Lane,
Calcutta.

اصلي مکر دھج

جوکه خاص طـلا سے بنایا گیا ہے یه دوا خون کو صاف کرتا ہے بدن کو قوت بخشتا ہے ' ناتوانوں کو توانا کردیتا ہے - مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق ہے - قیمت نمبر ۱ ایک توله پچاس روپیه نمبر ۲ " " بتئیس ۲۳ روپیه

۵ سے کم درخواست نهیں آنا چاهئے -

Imperial Depot.
60 Srigopal Mullik, Lane
Bow Bazar Calcutta

سنکاری فلوٹ

تین سال کي گارنٹي

بہترین اور سریلي آواز کي هارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیه

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیه

اسکے ماسوا هر قسم اور هر صفت کا هرمونیم همارے یہاں موجود ہے -

هر فرمایش کے ساتھه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

R. L. Day.
34/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت ! مفت !

داي صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب تصنیف کردہ نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگاني کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharonacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (آل عمران)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ٥ | کلکتہ: چہار شنبہ ١٦ ذیقعدہ ١٣٣٢ ہجری | نمبر ١٥
Calcutta . Wednesday October 7. 1914.

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

وجاهدوا في الله حق جهاده ، هو
اجتبٰكم وما جعل عليكم في الدين
من حرج ، ملة ابيكم ابرٰهيم ، هو
سمٰكم المسلمين من قبل وفي هٰذا
ليكون الرسول شهيدا عليكم ، و
تكونوا شهدآء على الناس ، فاقيموا
الصلوٰة واٰتوا الزكوٰة ، واعتصموا
بالله هو مولٰكم فنعم المولٰى و
نعم النصير ! (٢٢ : ٧٨)

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (٨٣ . ١٨)

" و في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ . ٢٣]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی

مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۂ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و سبح بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا اندیشۂ مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑے بڑے آبادیاں اور خوش نصیب شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور موہبت و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' دلدادگان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نادرہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں عجیب و فرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی

Tel. Address "Abulal" Calcutta
Telephone No. 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad.
14, McLeod Street,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱۵

کلکتہ چہار شنبہ ۱۶ - ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta : Wednesday, October, 7, 1914

جلد ۵

بلجین فوج کی آخری پناہ گاہ اینٹورپ جو جرمن فوجوں میں محصور
ہے اور خوفناک گولہ باری کا ہدف بنا ہوا ہے

بیرہم اسٹیشن کے صحن کا ایک منظر عمومی، جسکے پیچھے سے آتشباری کا آغاز ہوا ہے

SEWING MACHINES

THE ADARSHA KNITTING CO

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کی سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مستورات بیکار بیٹھی رہیں. اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاری تراش) مشین دیگی ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگی جسمیں گنجی تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروری ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - اچھے روانہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ہی بننے کے لیے چیزیں بھی بھیج دی گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں -

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علی چودھری (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفی ہے -

مس کھم کماری دیوی - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواری آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کررہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتی ہے - اسکے ماسوائے کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں -

---

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی بنائی ہوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

انکے پرائیوٹ سکریٹری کے زبانی -

آپنے اپنی ساخت کی چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسی اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنچ — سول کورٹ روڈ ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایم - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

کی' اور قلعوں نے اسکا سختي سے جواب دیا - دوسرے دن صبح کو تمام معاذ پر بلجین اور جرمن توپخانوں میں مقابله رہا - جرمن فوجوں نے میلینس پر قبضه کرلیا اور بلجین فوج نے اسپر گوله باري کي - جنوب "رمیست" میں ڈھائي گھنٹه تک جنگ ہوتي رہي - جرمن فوج بکثرت زخمی چھوڑ کے پیچھے ہٹی -

اسی تاریخ کے ایک سرکاری اطلاع نامه میں بیان کیا گیا ہے که ایک طویل گوله باري کے بعد جرمن کل شام کو قلعه "ویور" کیطرف بڑھے مگر اندھیرے کی وجه سے حمله ناامکمل رہا - چند جرمن باٹریوں نے قلعوں سے بہت قریب آنیکي کوشش کي' مگر وہ برباد ہوگئیں -

---

مشرقی رزمگاہ کے متعلق پٹرو گارڈ کے ۲۸ ستمبر کے تار سے معلوم ہوتا ہے که جرمن فوج کی پیشقدمي مشرقی پروشیا کی سرحد کے اسطرف ۱۸ میل سے زیادہ نہیں بڑھي ہے - مقام "سواپوزکن" اور "ڈرنسکونکی" جہاں روسی فوج نے معرکه قبول کیا ہے دریاے نیمین کے بائیں ساحل پر واقع ہے - دریاے برابر کے قریب جرمن فوج کے داهنے بازوکي پیشقدمي میں بہت سی دلدلیں حائل ہیں - صرف ایک مقام سے جرمن فوجیں وار سواپٹرو گارڈ ریلوے سے ۱۸ میل پر ہیں مگر روسي فوجیں اور دریاے نیمین جرمن فوجوں کے درمیان میں حائل ہے -

۲۹ کے سرکاری بیان سے معلوم ہوتا ہے که آگسٹواف کے جنگلوں کي طرف روسي فوج عزمت کے ساتھه حملے کر ہٹارهي ہے - مقام اوسوٹیز پر معاصرہ کي بھاري توپیں گوله باري کر رهي ہیں - لیکن قلعوں کے قریب آنے کے لیے ایک جرمن پیادہ فوج کي کوشش پسپا کردي گئي - دشمن کو کمک پہنچگئي ہے اور سالیلیسین قلعه میں بہت سرگرم کار ہے "پرزیمیسلي" کي محافظ فوج نے قلعه سے نکلکے فضول حملے کیے اور اپنے بہت سے آدمي اور توپیں گرفتار کرائیں -

اسي تاریخ کے تار سے یه معلوم ہوتا ہے که روسي هیڈ کوارٹر کا بیان ہے که پرزیمپل اب پوري طرح گھیر لیا گیا ہے -

۳۰ ستمبر کے لندن کے تار سے معلوم ہوتا ہے که اوسروٹز ڈرسکینیکي' اور سمفر میں روسي اور جرمن فوجوں میں سخت جنگ ہوئي - دریاے نیمین کے عبور کرنے کي کوشش میں جرمن ناکام رہے - روسي فوج نے ایک بڑے معرکه کے بعد آگسٹوف پر پھر قبضه کر لیا -

اسی تاریخ کے پٹرو گارڈ کے تار سے معلوم ہوتا ہے که ۲۴ ستمبر کو ۲۸ جرمن جنگي جہاز جنمیں ۹ بیٹل شپ اور ۷ بار بردار بھي شامل ہیں" ونڈو" سے فاصله پر نظر آے - ونڈو کے ساحل کے قریب ۱۸ تباہ کن کشتیاں نمودار ہوئیں جب ان پر آتشباري ہوئي تو وہ بھاگ گئیں -

اسي تاریخ کے بداپیسٹ کے تار سے معلوم ہوتا ہے که ۲۸ ستمبر کو میلومسزیگ (ہنگري) میں ایک معرکه ہوا یه دعوی کیا جاتا ہے که روسي فوج پسپا ہوئی - یه تار یه تسلیم کرتا ہے که چونکه "میریمو روس" اور "اویکر میزو" میں باہم مخابرت و مراسلت موقوف ہوگئي ہے اسلیے اہل شہر میں بیچیني پائي جاتي ہے -

ایک اور تار جو اسي تاریخ کو لندن سے چلا ہے یه مظہر ہے که پیٹرو گارڈ میں یه خبر ہے که بد اپسیٹ سے اب روسي فوج نصف راسته پر ہے -

لندن کے ایک اسي تاریخ کے ایک اور تار سے معلوم ہوتا ہے که پیٹرو گارڈ کا ایک تار مظہر ہے که آسٹرین فوج کو مغربي گیلیشیا کے شہر ڈکلا میں شکست ہوئی ہے - ایک اور آسٹرین کالم اپنی توپیں اور ۴ سو گاڑیاں چھوڑ کے بھاگ گیا ہے -

یکم اکتوبر کے پیٹرو گارڈ کے سرکاري بیان سے معلوم ہوتا ہے که ۲۸ ستمبر کو روسی فوج نے سخت جنگ کے بعد آگسٹو وو اور کوپٹزیو کے پوزیشنوں پر قبضه کر لیا - اسکے دوسرے دن روسی فوج نے سمنر یجو' اور لیپنگ کے خلیج کے راستوں پر قبضه کرلیا - روسی فوج نے سوال کی اور میریمبیولی میں دشمن کو پسپا کردیا -

اسي تاریخ کا پیٹرو گارڈ کا ایک اور تار مظہر ہے که والنا میں استحکامات سرعت کے ساتھه تیار ہو رہے ہیں اور اگرچه گورنمنٹ اطمینان دلا رہی ہے' مگر لوگ بیچین ہیں - ایک دوسرے تار میں یه بھي بیان کیا گیا ہے که ہنگري کے چند ضلعوں اور والنا میں ہیضه پھوٹ پڑا ہے -

۲ - اکتوبر کے پیٹرو گارڈ کے تار سے معلوم ہوتا ہے که روسی کار روائیاں درخشاں طور پر ترقی کر رهي ہیں - ایک سرکاري اطلاعنامه اعلان کرتا ہے که دشمن "سوالکی" اور "لومزا" کے حدود سے برابر نکالا جا رہا ہے - جرمن فوج نے "آرسو و ڈوزا" پر حمله کیا' مگر اب وہ سرعت کے ساتھه شمال کے طرف ہٹرهي ہے - دشمن پیٹر کوف اور کیلس میں فوج جمع کر رہا ہے' مگر روسی فوج نے اپنے سخت حملوں سے اسکا نقشه نقل و حرکت درهم برهم کر دیا ہے -

اس تاریخ کے پیٹرو گارڈ کے ایک اور تار سے معلوم ہوا ہے که گرینڈ نکولس کے پاس جو مراسلات آئے ہیں' ان سے معلوم ہیں که مشرقي پروشیا میں ابھی جنگ جاري ہے - روسي فوج شب خوں مار کے سمرن کے مغرب میں کریسنا نامي ایک مقام پر قبضه کر لیا ہے - چونکه روسی سوار توپخانه کي اعانت و مدد کے لیے آگے بڑھرہے ہیں' اسلیے دشمن لیپونی اور لیني سے ہٹرہا ہے' اور اس اثناء میں کبھي کبھي اسکي فوج میں سخت بے ترتیبي پھیل جاتی ہے -

جرمن فوج نے ریل کے ذریعه سے سوالکي میں فوراً کمک پہنچائي اور ایک خونریز معرکه شروع ہوا - دشمن نے سنگینوں سے حمله کیا لیکن سخت نقصان کے ساتھه پسپا کیا گیا - روسي فوج نے بھاري توپخانه سے آگسٹوف پر گوله باري کي - اسکے بعد ہمارے پیادوں نے حمله شروع کیا اور دشمن کو پیچھے ہٹا دیا - روسیوں کو "بیچسٹو" "چالن" اور "گریجیریو" میں کامیابي ہوئی ہے - روسي فوج نے جرمن قلمرو کو تاراج کرکے موٹروں کي ایک تعداد گرفتار کي ہے' جو اوسو ویٹو اور مالو کے مابین چلرهي ہیں -

اسي تاریخ کے ایک لندن کے تار سے معلوم ہوتا ہے که "گراکو" میں جرمن فوج کي تعداد ۸ لاکهه ہے - اسمیں ۴ دستے بیوریرین اور سیکسن فوجوں کے بھي ہیں -

اسي تاریخ کا لندن کا ایک اور تار مظہر ہے ۸۱ جرمن روسیوں کے مقابله کے لیے ایک عظیم الشان معرکه کي تیاریاں کر رہے ہیں - جرمن عقب کي محافظ فوج پر روسي فوج نے حمله کیا' اور انکو خندقوں سے نکال ایا - روسي پیشقدمی ہر مقام پر کامیاب ہو رہي ہے -

---

اس ہفته میں مشرق اقصی سے بھي خبریں آئی ہیں - ۲۸ ستمبر کے تار میں بیان کیا گیا ہے که ٹسنگ ٹو سے ۵ میل کے اندر جاپاني فوج نے جرمنیوں کو گھیر لیا ہے - ۲۷ ستمبر کو جو معرکه ہوا تھا اسمیں جرمني کے تین جنگی جہازوں نے جاپاني فوج کے داهنے بازو پر گوله باری کی تھي -

هفتـــه جنـــگ

فرانس کی قلمرو کے اندر جو معرکہ ہو رہا تھا' اسکا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا ہے -

۲۹ کے ریوٹر کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۸ کو پیرس میں ایک سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا ہے' جسمیں اسوقت کی موجودہ حالت کا یہ نقشہ کھینچا گیا ہے -

" بائیں بازو کے متعلق جو خبریں موصول ہوئی ہیں وہ اچھے مفید و موافق ہیں - قلب میں ہماری فوج نے کامیابی کے ساتھہ مزید سخت جوابی حملوں کو روکا ہے - دریاے می یوز کی بلندیوں پر ہم نے کسیقدر ترقی کی ہے' وور میں سخت کہرے کی وجہ سے پیشقدمی روک لی گئی - لورین اور واسجیس میں حالت غیر متغیر ہے "

اسی تاریخ کو ریوٹر نے "ایپل ٹاور" سے آیا ہوا جو فرانچ سرکاری تار شائع کیا تھا' اسمیں یہ تھا کہ " جرمن فوج نے اپنے پوزیشن کی کمزوری اور پیچیدگی کو محسوس کرکے جوابی حملے شروع کیے مگر ہر مقام پر انکو ناکامی ہوئی - جرمن ہزارہا زخمی اور مقتول چھوڑ کے بھاگے - اس تار میں پڑھنے کے قابل فقرہ یہ تھا کہ " بہت سے جرمن اگرچہ ہمارے ہاتھہ سے بچکے نکل سکتے ہیں' مگر وہ عمداً ہتیار ڈالدیتے ہیں' کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ لطف و مہربانی ہماری اسیری کی ان کا انتظار کر رہی ہے " -

۲۹ ستمبر کو جو تار آئے ہیں انسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہوئی مگر کوئی قابل اعتنا نتیجہ نہیں نکلا چنانچہ قلم اطلاعات رسمیہ نے یہ اطلاع دی تھی کہ " حالت میں درحقیقت کوئی تغیر نہیں ہوا ہے - متحدہ فوج کے بائیں بازو پر سخت جنگ ہوئی مگر وہ اپنی جگہہ پر قائم ہے " -

پیرس سے اسی تاریخ کو جو سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا تھا اسمیں قلم اطلاعات رسمیہ کے تار سے کسیقدر زیادہ تفصیل تھی - اسمیں یہ بتایا گیا تھا کہ سوام اور اوائس کے شمال میں دشمن نے دن اور رات کو چند حملے کیے مگر وہ سب پسپا کردیے گئے - شمال آلسن میں کوئی تغیر نہیں ہوا - قلب میں دشمن نے اپنی کارروائی کو گولہ باری تک محدود رکھا - ارگون اور می یوز کے درمیان میں متحدہ فوج نے کسیقدر ترقی کی - واسجیس ' لورین ' اور وور میں کوئی قابل ذکر امر نہیں ہوا - اسی تاریخ کے تار میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جرمنی نے خط آلسن کو عجلت و پریشانی کے عالم میں انتخاب نہیں کیا ہے - بلکہ پورے غور و فکر اور استعداد و تیاری کے بعد وہ اس خط پر آکے ٹھیری ہے -

۳۰ ستمبر کو پیرس سے جو اطلاع نامہ شائع ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوجی کارروائی کا رخ شمال کی طرف بڑھتا جاتا ہے - دشمن نے مقام " ٹریسی لی مرانٹ " پر سخت حملہ کیا جو آلسن اور اوائس کے مابین واقع ہے - لیکن سخت نقصان کے ساتھہ پسپا ہوا - ریمس سے می یور تک جہاں قلب پھیلا ہوا ہے سکون ہے - وور میں سخت جنگ ہوئی ہے اور متحدہ فوج نے چند مقامات خصوصاً سینٹ میہیل کی طرف ترقی کی ہے - لورین اور واسجیس کی حالت بدستور ہے - ان مقامات کا ذکر اس دوسرے تار میں ہے جو لندن سے آیا ہے - اس تار کا ماخذ فرانس کا ایک سرکاری بیان ہے - یہ مقام "سی شیپری" اور "ابی کمی ورق" کے شمالی حصے میں - فرانس کی ہاراس ایجنسی نے جو تار شائع کیا تھا وہ بھی قریباً یہی بیان کرتا ہے - گو کسیقدر ناقابل اعتناء و ورق ہے -

یکم اکتوبر کو پیرس سے جو سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا تھا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک حالت غیر متغیر تھی' گو متحدہ فوجیں اپنے داہنے بازو میں جنوب کی طرف اور بائیں بازو میں شمال سوام کی طرف بڑھی ہیں -

اسی تاریخ نے ایک دوسرے سرکاری اطلاعنامہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رواے میں ایک سخت معرکہ ہوا' مگر اسکا نتیجہ متحدہ فوج کے موافق ہوا - ارگون میں چند تازہ ترقیاں ہوئیں - عام حالت تشفی بخش تھی -

اسی تاریخ کے ایک تار میں یہ بتانیکی کوشش کیگئی تھی کہ خود جرمنی کے ذہن میں اس معرکہ کا حشر کیا ہے - یہ تار صیغہ ضعف یعنی " بیان کیا جاتا ہے" سے شروع ہوتا ہے - اسکا ماحصل یہ ہے کہ فرانس سے واپسی کیلیے جرمنی نے "گرٹ" اور "نامور" کے مابین پل بنالیے ہیں اور " برسیلز" سے جرمن زخمی دوسری جگہ منتقل کیے جارہے ہیں - اس تار میں یہ بھی تھا کہ مقام " لیسگنی" میں جو ۴ ہزار جرمن فوج ہے اسپر ایسی گولہ باری ہو رہی ہے کہ اسکے لیے اپنے آپکو حوالہ کردینا ناگزیر ہوگیا ہے -

۲ - اکتوبر کو جو سرکاری بیان شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوجیں " رواے " میں جمع ہوگئی ہیں' اور سخت جنگ برپا ہے - فوجی کارروائیاں شمال ایطرف ترقی کر رہی ہیں - جرمن فوج نے سینٹ میہیل کے قریب ایک پل کو دریاے می یوز کے اوپر پھینک دینا چاہا' مگر یہ پل پہلے ہی اڑادیا گیا تھا - "وور" میں حملہ جاری ہے - متحدہ فوجیں بتدریج خصوصاً سینٹ میہیل اور ابپر بمونت کے مابین ترقی کر رہی ہیں -

بلجیم میں اینٹورپ کا محاصرہ جاری ہے -

۲۹ ستمبر کو خود انٹورپ سے جو تار آیا ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ جرمن فوجوں نے گولہ باری کی' مگر اس گولہ باری میں جسقدر روپیہ صرف ہوا ہے اسقدر انہیں کامیابی نہیں ہوئی - اینٹورپ کے قلعوں نے گولہ باری کا جواب دیا' اسکے بعد گولہ باری بند ہوگئی -

۳۰ ستمبر کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ کل جرمن فوجوں نے گولہ باری جاری رکھی - یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ بھاری آسٹرین توپیں استعمال کر رہی ہے -

اسی تاریخ کے دوسرے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوجوں نے مقام " لیر" پر گولہ باری کی' یہ مقام اینٹورپ سے قریب ہے - لیر کے باشندے بھاگ رہے ہیں - خوف ہے کہ لیر تباہ ہوگیا ہے - جرمن فوجیں مقام " ترال" پر قابض ہوگئیں' وہ کہتی ہیں کہ اگر باشندے شہر میں واپس نہ آے تو وہ شہر کو تباہ کردینگی -

۳۰ کو اینٹورپ میں جو سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن توپیں بلجیم کی توپوں کو خاموش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئیں - جرمن فوجوں نے لیز بل اور بریندو تک کے قلعوں پر حملہ کی کوشش کی - بلجین فوج نے انکو آنے دیا' اسکے بعد توپخانہ اور پیادہ فوج سے انپر گولیوں اور گولوں کی بارش کی' اور انکو سخت نقصان کیساتھہ پسپا کردیا - اس فوجی کارروائی کا جو نتیجہ نکلا ہے اسکی بناء پر یقین ہے کہ بلجین فوج اینٹورپ پر قابض رہیگی -

۲ - اکتوبر کو اینٹورپ سے جو تار موصول ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوجوں نے چہار شنبہ کو دن بھر کوٹھی پر گولہ باری

الهلال

۶ ذیقعده ۱۳۳۲ هجري

پابندی عہـد اور قـران حکیم

هم اس وقت عہد و مواثیق کي غیر متزلزل حقیقت اخلاقي کے اعتراف کیلیے مستعد هوے هیں - عہد شکنوں کي تاریخ لکھنے نہیں بیٹھے هیں - اگر ایسا نہوتا تو هم اُن بیشمار معاهدوں ' زباني و تحریري وعدوں ' جنگ و امن کے حلفوں ' اور صدها قومي و شخصي قول و قراروں کي ایک طول طویل فہرست پیش کرتے' جو گذشته ایک صدي کے اندر سر زمین تمدن نے کیے ' اور عین وقت پر انہیں اس طرح محو و فراموش کردیا گیا که اخلاق کي گردن ذبح هوگئي ' انسانیت کا سینه شق هوگیا ' شائستگي کا قلب پھٹ گیا ' اور خدا کے پاک حکموں اور مقدس شریعتوں کي متفقهٔ و مشترکه حقیقت ثابته کو قومي و نسلي تعصب و خود غرضي کي لعنت نے پاره پاره کردیا ! تاهم نه تو یورپ کے ادعائي اخلاق کي رگوں میں جنبش هوئي ' نه تمدن و تہذیب کي پیشانی پر شرم و خجالت کا ایک قطرهٔ عرق آیا ' اور نه اس قوم کے فخر و غرور انسانیت کي حیا فروش آنکھیں نیچي هوئیں ' جو تمام دنیا کو مسیحي اخلاق و روحانیت کي بشارت دیتي پھرتي هے :

تکاد السماوات یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا ! !

آج یورپ کے ایک بہت بڑے حصے میں تہذیب و انسانیت اور اخلاق و شائستگي کا ماتم برپا کیا گیا هے ' اور فرزندان تمدن اس کوشش میں هیں که جہاں تک ممکن هو چیخ چیخ کر رولیں ' اور جسقدر دست دسائس کي قوت ساتھ دے ' اخلاق و تمدن کے پیش کرده مقتل پر سینه کوبي کریں - یه ماتم انسانیت نیا نہیں هے - موجوده متمدن ممالک کا ایک دائمي مشغلهٔ تمدن هے جو تقریباً ایک صدي سے برابر جاري هے - جس وقت سے که کرهٔ ارضي کي نگراني نئي قوموں کو ملي هے - البته قوة الهیهٔ قاهره نے اسکے موضوع میں ایک عجیب و غریب انقلاب پیدا کردیا هے ' اور وه انکے هنسنے کیلیے ایک دلچسپ تماشا هے جو اس وقت تک دنیا میں صرف رونے دھونے هي کیلیے تھے - کل تک یورپ کا ماتم تہذیب صرف مشرق اور ایشیاء کیلیے تھا - لیکن آج پہلي مرتبه خود یورپ هي کیلیے هے - وه همیشه اوروں کیلیے روتا تھا ' پر آج خود اپنے اوپر رو رها هے ! فالیوم الذین امنوا علی الکفار یضحکون - علی الارائک ینظرون - هل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون ؟ (۸۳ : ۳۶)

اب افریقه کے وحشت کدوں کا ماتم نہیں هے - اب نائجیریا کے حشیوں کا رونا نہیں هے - اب ٹرکي کے مظالم کي داستان الم نہیں بیان کي جاتي - اب طنطه کے متعصب کاشتکاروں کي تادیب کي مہم درپیش نہیں هے - اب مراکش اور الجزائر کي وحشت کاریاں سامنے نہیں آتیں - کیونکه اب علم و فن کے سر چشمهٔ اعظم ' تمدن و شائستگي کی پالیگاه اول ' تہذیب یورپ کے مرکز اعلی ' اور دنیا کي نئی ترقیات کے اولین و اعلی ترین ماوی و ملجا ' یعنی جرمني کی وحشت و خونخواري ' درندگی و سبعیت ' اور انسانیت کشي و اخلاق دشمني کا نوحهٔ جانگداز اور ماتم کبری درپیش هے - جسمیں وه تمام آنکھیں خون کے آنسوؤں کا وافر ذخیره لیکر شریک هوگئی هیں ' جنھیں کل تک صرف مشرقی ممالک هي کی وحشتوں پر جلد جلد خونابه افشانی کرني پڑتي تھي :

فانظر کیف کان عاقبة الظالمین ؟

اب دنیا نے گذشته دو صدیوں کے تمام مشہور سنین و ایام مواثیق بھلا دیے هیں ' اور صرف سنه ۱۸۳۰ کي مظلومي سامنے آگئي هے - یه وه سنه هے جب جرمني نے بلجیم کی غیر طرفداري کے معاهده پر دستخط کیے تھے ' لیکن اسکي فوجوں نے آج تلوار کی نوک سے اس معاهدے کے پرزے پرزے کردیے هیں ' اور ڈاکٹر بیتھه من (جرمن چانسلر) کہتا هے که معاهدے کے کھلونے کی ضرورت کي سنجیدگي کے بعد پروا نہیں کی جاسکتي -

یه سنه ۱۸۱۵ - کا ماتم هے - لیکن همیں سنه ۱۸۴۵ بھي یاد هے جب پیرس کانفرنس میں مشرقی مسئله پہلی مرتبه نمایاں هوا ' اور جون سنه ۱۸۷۸ بھی یاد هے جب برلن کانگریس کا انعقاد هوا ' اور پھر سب سے آخر مگر سب سے زیاده دلگداز سنه ۱۹۱۲ بھي یاد هے جب جنگ کے نتائج کو جغرافیهٔ ممالک پر بالکل بے اثر ظاهر کیا گیا تھا - ان بد بخت گران سنین مواثیق کو اپنے ماتم میں کوئي صف نہیں ملي ' تاهم تاریخ انکو جگه دینے سے انکار نہیں کرسکتی !

لیکن جیسا که هم نے کہا " هم عہد و مواثیق کي عظمت کا اعتراف کرنے کیلیے اٹھے هیں نه که عہد شکنوں کی فہرست مرتب کرنے کیلیے " پس هم بغیر سنه ۱۸۷۸ کا ذکر کیے هوے سنه ۱۸۱۵ کا ذکر کرینگے ' اور گو همارے لیے کتنا هي مشکل هو مگر غیر ممکن نہیں هے که هم بغیر مشهد مقدس پر روسی گوله باري کا تذکره کیے هوے ریمس کے گرجے کي مصیبتوں پر افسوس کریں -

(اتحاد مثلث)

موجوده عہد کي ایک بڑي عہد شکنی تو یه هے جو جرمني نے بلجیم پر قبضه کرکے کی - لیکن اسکے علاوه یورپ کے مواعید و مواثیق کے صندوق سے ایک اور کاغذ بھی گم هوگیا هے ' جسمیں اٹلي ' جرمني اور آسٹریا کے ساتھه شریک هوئي تھی - یه اتحاد اسقدر اهم تھا که انگلستان و فرانس و روس نے اسکي زد سے بچنے کیلیے باهم سمجھوته کیا - لیکن انگلستان اور اٹلی کے اوس دوسرے سمجھوته نے (جسکا ذکر مسٹر میکالا نے اپنی کتاب " اٹلیز وار " کے پہلے باب میں کیا هے) چند لمحوں کے اندر اُسے بے اثر کردیا اور دنیا نے تعجب سے سنا که اٹلی اپنے حلفا کا ساتھه دینے پر مجبور نہیں هے !

(موضوع مقاله)

موجوده عہد تمدن و انسانیت کے یه مواثیق و مواعید همارے سامنے هیں - هم انکے اسباب و نتائج پر بحث نہیں کرینگے - لیکن دیکھینگے که " اسلام " اور اسلام کي قرون اساسیه و اصلیه میں اخلاق و انسانیت کے اس ماتم کیلیے کوئی صدا هے یا نہیں ؟

جبکه بڑے سے بڑے معاهدے توڑے جارهے هیں ' جبکه حوادث نے ثابت کردیا هے که موجوده تمدن کے سب سے بڑے مرکز کو بھی عہد شکني کا علانیه اعتراف هے ' اور جبکه صاف کہا جارها هے (جیسا که همیشه کیا جاچکا هے) که " ضرورت اور قوت سب سے بڑي چیز هے " تو اخلاق کا زخمي چہره ' انسانیت کا دو نیم دل ' صداقت اور راست بازي کے روح فرسا عالم احتضار و سکرات کیلیے همیں صرف اُس صداے الهي کی ضرورت هے ' جو وحشت

جاپاني نقصانات کی جو تفصیل پہلے بیان کي گئي تھي' اسکی تصحیح اسي تاریخ کے دوسرے تار میں کی گئی ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت تک جاپانی نقصانات کي مقدار تین مقتول اور ۱۲ مجروح تھی -

۳۰ ستمبر کے سرکاري تار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ۲۸ ستمبر کو جاپاني فوج نے تسنگ تو کے دو قلعوں پر گولہ باری کي ' ایک انگریزي جنگي جہاز نے بھی اس گولہ باری میں حصہ لیا - ایک قلعہ نے غیر موثر طور پر گولہ باري کا جواب دیا -

۳۰ - ستمبر تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی بیڑے کے ایک حصے نے بندر گاہ لوشي میں اپنی فوجیں اتار کے اس پر قبضہ کرلیا - لوشی تسنگ تو کے جوار میں واقع ہے - جرمن کچھہ اپني توپیں چھوڑ گئے تھے جاپانیوں نے ان پر قبضہ کرلیا -

یکم اکتوبر کے ٹوکیو کے تار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تسنگ تو میں معرکہ جاري ہے ۳۰ ستمبر کو ایک جاپاني محاصرہ کي توپ نے ایک جرمن تباہ کن کشتي کو غرق کردیا - خود اسکي دو سرنگ صاف کرنے والي کشتیوں کو صدمہ پہنچایا ' جن میں سے ایک تو بالکل تباہ ہوگئی اور ایک صرف خراب ہوئي - جاپاني مقتولین اور مجروحین کی تعداد ۲۳ ہے - جرمن جنگي جہازوں نے جاپاني پوزیشنوں پر سخت گولہ باری کي - دو افسر کام آے -

اسی تاریخ کا دوسرا تار مظہر ہے کہ جاپان نے اپنا پروگرام کسیقدر بدلدیا ہے' یعني اب وہ سخت حملوں سے جرمن کو پیچھے ہٹانے کے بدلے اسکا آھستہ آھستہ محاصرہ جاري رکھینگے !

بحر ہند

گذشتہ اشاعت میں یہ اطلاع دیجا چکی ہے کہ ایمڈن نے بحر ہند کے مغربي سواحل کي طرف چار انگریزي جہاز اور غرق کر دے ہیں' جن میں صیغہ بحریہ کا رسال بردار جہاز (کوئلہ کا جہاز) بھی ہے - کولمبو کا تار ہے کہ مندرجہ ذیل جہازوں کو ایمڈن نے غرق کر دیا :

(۱) " کنگ لڈ " وزن ۳۶۵۰ ٹن - الگزنڈریا سے کلکتہ جا رہا تھا

(۲) " ٹائمرک " وزن ۳۳۱۴ ٹن - جمعہ کی شب کو کولمبو سے روانہ ہوا تھا

(۳) رائبي بیرا وزن ۳۵۰۰ ٹن - " انگزینڈریا " سے " بٹاویا " جارھا تھا

(۴) فوائل وزن ۴۱۴۷ ٹن - مانیلا سے رنگون جا رہا تھا -

ان غرق شدہ جہازات کے جملہ مسافروں کو " گرا فویل " پر سوار کرکے کولمبو بھیجدیا گیا -

صیغہ بحریہ کا رسال بردار جہاز " بربسک " جو کولمبو جارھا تھا گرفتار کیا گیا - اسکے عملے کے اشخاص بھی گرافویل پر سوار کردیے گئے اسکے چیف افسر' چیف انجینیر' باورچي اور خزانچي قید کرلیے گئے -

غرق شدہ جہاز فوائل کے افسر کا بیان ہے کہ ایمڈن " ایاچو " سے شہر " لومبوک " ہوتا ہوا بحر ہند میں پہونچا - چونکہ ایمڈن یہاں ۵۰ دن سے ہے اسلیے وہ نہایت کثیف حالت میں ہے -

ایک انگریزي کپتان کا خیال ہے کہ ان دریاؤں میں دو جرمن جہازات عامل ہیں - کپتان کے خیال میں صرف ایک ایمڈن سے ان حادثات کا وقوع میں آنا طبیعي طور پر ناممکنات میں سے ہے - غالبا ایک جہاز نے کچھہ دنوں کے لیے اپنا نام تبدیل کر دیا ہے' اور وہ شاید کونگسبرگ ہے -

مسٹر رو برٹسن (رائبي بیرا جہاز کا چیف انجینیر) کا بیان ہے کہ ایمڈن نے جملہ لاسلکي خبروں کو معلوم کرلیا ہے' اور افشاے راز کے خیال سے اس نے خود کبھی ایک بار بھی روانہ نہیں کیا -

حادثۂ الیمہ بج بج

گذشتہ اشاعت میں حادثہ انمیہ بج بج کا تذکرہ مختصراً ہوچکا ہے - اس ہفتہ میں بھي بوجہ قلت گنجایش صرف ان رسمی و غیر رسمی اطلاعات کی تلخیص پر اکتفاء کیا جاتا ہے' جو اس ہفتہ میں شائع ہوئي ہیں - انشاء اللہ العزیز آئندہ کسي قریبی اشاعت میں آپ اس سانحہ محزنہ پر ایک مفصل و مصور بحث پڑھینگے -

مشہور کوماگاٹو جہاز جس پر سکھہ مسافر کنیڈا سے واپس آرہے تھے ۲۹ ستمبر کو ہوگلي پہنچا - مسافر جب اترنے لگے تو ان سے بعض سرکاري عمال نے یہ کہا کہ " آپلوگ براہ راست پنجاب جائیں " مگر انہوں نے بعض غیر معلوم وجوہ کي بناء پر اسے منظور نہ کیا' اور کلکتہ پا پیادہ روانہ ہوگئے - فوج کا ایک دستہ ان کو واپس لانے کے لیے روانہ کیا گیا - جو اس کاروان عازم کلکتہ کو بج بج واپس لایا -

اسٹیشن پر ایک افسر مسٹر ڈونلڈ نامي نے ایک سکھہ افسر کو بلایا - بیان کیا جاتا ہے کہ طلبي کا مقصد یہ تھا کہ اسکو ان مسافروں کي موجودہ حالت سے مطلع کیا جاے اور اس سے کہاجاے کہ وہ اپنے اخوان طریقت و ملت کو تعمیل حکم کے لیے فہمایش کرے' مگر یہ سکھہ مسافر اس طلبي پر بر افروختہ ہو گئے -

انکے کوٹوں کي جیبوں میں ریوالوریں چھپی ہوئي تھیں -

بزیر دلق مرقع کمند ہا دارند

انہوں نے فوراً نکالیں اور سر کرنا شروع کر دیں -

کسنور مغلوب یصول علي الکلب

ان " باغیوں " کا مقابلہ کیا گیا' جسمیں سر فریڈرک ھالي ڈے پولیس کمشنر کلکتہ اور دیگر یوروپین افسروں نے بنفس نفیس حصہ لیا' مگر شاید یہ کافي نہ ہوا - فوجي دستہ جو انکو واپس لایا تھا وہ باہر کھڑا ہوا تھا' اسلیے اسے اطلاع نہ ہوئی کہ اسٹیشن کے اندر معرکہ ہورہا ہے - مگر جب اُسے خبر ہوئي تو اسنے بھي اپنا فرض ادا کیا لیکن یہ " باغي " اپنے تمرد و بغاوت میں اسقدر سخت تیز کہ اس پر بھي باز نہ آئے ' اور فوراً قرب و جوار کی دوکانوں میں پناہ گزین ہو کے مستقل طور پر آتشباري شروع کر دي' مگر بالاخر یہ باغي منتشر ہو گئے - فوج اور پولیس بھاگنے والوں کي تلاش و جستجو میں مصروف و سرگرم ہے -

کوماگاٹو میں کل مسافر ۳۲۰ یا ۳۳۰ تھے - یہ ان ۶۰ مسافروں کے علاوہ ہیں جو بطیب خاطر وطن واپس چلے گئے -

اس ہنگامہ جدال و قتال میں جسقدر سکھہ مسافر کام آئے ہیں انکي تعداد ۱۶ بیان کی جاتي ہے - شدید مجروحین کي تعداد ۷ ظاہر کي گئي ہے - مجروح و غیر مجروح ماخوذین کي تعداد ۷۸ ہے -

یہ یکم اکتوبر کي خبر تھی ۲ - اکتوبر کو یہ اطلاع دي گئی ہے کہ کوما گاٹو کے مسافر علاوہ ان ۶۰ مسافروں کے جو پنجاب روانہ ہو گئے ہیں کل ۱۶۰ ہیں - جسمیں ۱۶ مقتول اور بقیہ زیر حراست اسپتال میں ہیں -

گورنمنٹ کے کل پانچ آدمی کام آئے ہیں -

اطلاع

ہمارے جن ایجنٹ اور معاونین کرام کے پاس نمبر ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ موجود ہوں اگر وہ یہ نمبر دفتر کو قیمتاً دیسکیں تو براہ مہرباني بذریعہ وي - پي بھیجدیں -

یہی تمام چیزیں اسلام کي روح هیں ' اور قرآن حکیم بار بار اونکي تجدید کرتا ہے - روزہ' نماز' زکوۃ جهاد کي ترغیبات و فضائل سے قرآن مجید بهرا هوا ہے ' لیکن جس طرح قرآن کریم نے ان تمام ں کو تیر و تازہ رکها ہے ' اوسي طرح اوس نے عهد و میثاق کي پابندي پر بهي مسلمانوں کو بار بار توجه دلائی ہے ' بلکه اوسکو مسلمانوں کے مخصوصات میں شمار کیا ہے ' اور اپنا مخاطب صحیح اونهي لوگوں کو بنایا ہے ' جو پابندي عهد کرتے هیں :

افمن یعلم انما انزل الیك	کیا وہ شخص جو یه یقین رکهتا ہے
من ربك الحـق کمن هوا	که رسول پر خدا کي طرف سے جوکچهه
اعمي انما یتذکر اولو الالباب	نازل هوا ہے وہ حق ہے' مثل اوس
الذین یوفون بعهـد الله ولا	شخص کے هوسکتا ہے جسکے دل
ینقضـون المیثاق و الذین	کي آنکهیں اندهي هوگئی هیں ؟
یصلـون ما امـر الله بـه	قـرآن حکیم سے صرف وهی لوگ
ان یوصـل و یخشون ربهم	نصیحت حاصل کرتے هیں جو
و یخافـون سوء الحسـاب	اهل دانش هیں' اور نیز وہ لوگ جو
(۱۳ : ۱۹)	خدا کے عهد کو پورا کرتے هیں '

عهد شکنی نہیں کرتے' اور خدا نے اعزہ و اقارب کو جس رشتے میں منسلک کردیا ہے' اوسکو جوڑتے رهتے هیں - مشرکین کی طرح کاٹتے نہیں - وہ خدا سے ڈرتے هیں' اسلیے اوسکي زمین میں عهد شکنی کرکے فساد نہیں پهیلاتے "

کیونکه تمام اعمال کي طرح قیامت میں معاهدوں کا دفتر بهي پهیلایا جائیگا ' اور اوسکي عدم پابندي پر سخت مواخذہ کیا جائیگا :

و اوفوا بالعهد ان العهد	وفاے عهد کرو کیونکه عهد کے متعلق
کان مسئولا (۱۷ : ۳۶)	خداوند کے حضور تم پوچهے جاؤگے !

(دعـوۃ قـرانی)

انهي فضائل اخلاق سے مسلح هوکر اسلام میدان جهاد میں بهي آیا ' اسلیے اوس نے جس طرح اقامت صلوۃ الخوف سے صف لشکر کو نمازیوں کي منتظم جماعت ' اور میدان جهاد کو وسیع مسجد کی صورت میں بدل دیا' ٹهیک اوسي طرح اوس نے ساعت قتال کو ایک موتمر السلام (صلح کانفرنس) بهي بنا دیا ' جس میں معاهدہ کي پا بندي کا حلف اوٹهایا جاتا ہے !

اس بنا پر قرآن مجید میں معاهدوں کے متعلق خاص احکام مقرر کردیے گئے هیں' اور جنگ و صلح' دونوں زمانے میں اونکي پابندي یکساں طور پر فرض کر دیگئي ہے :

الا الذین عاهدتم مـن	مگر وہ مشرکین جن سے تم نے عهد کرلیا
المشرکین ثم لم ینقصوکم	ہے اور اون لوگوں نے کسي قسم کي
شیا و لم یظاهـروا علیکم	عهد شکنی نہیں کي ہو' اور تمهارے خلاف
احدا فاتموا الیهم عهدهم	تمهارے کسي دشمن کو مدد بهي نہیں
الـی مـدتهـم. ان الله	دی ہے' سو جس مدت تک کیلیے تم نے
یـحـب المـتـقـیـن	معاهدہ کیا ہے اوسکو پورا کرو ' گو وہ کافر
(۹ : ۴)	هیں - کیونکه عهد کی پابندي بڑی هي

پرهیزگاری ہے' اور خدا صرف پرهیزگاروں هي کو دوست رکهتا ہے -

سورۂ توبه میں فرمایا :

الذین عاهدتـم عنـد	جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے
المسجـد الحـرام	پاس عهد کیا ہے ' جب تک وہ لوگ
فما استقاموا لکم فاستقیموا	اپنے عهد پر قائم رهیں' تم بهي قائم رهو-
لهم ان الله یـحـب	یه استقامت وفا بڑی هي پرهیزگاری کا کام
المتقیـن (۹ : ۷)	ہے ' اور یقین کرو که خدا صرف
	پرهیزگاروں هی کو دوست رکهتا ہے -

(اسلامی اخلاقي قربانی)

اسلام کے ابتداے زمانه غربت میں ضعفاء مسلمین کا ایک گروہ تها' جو اتنی طاقت' اتنا سامان ' اتنا زاد راہ نہیں رکهتا تها که هجرت کیلیے آمادہ هو جاے' اور کفار کے پنجه سے اپنے آپ کو آزاد کرے - اسلام نے اگرچه بعض موقعوں پر اسکو ضعف عزیمت کي بنا پر ترغیب آمیز ملامت کي ہے' لیکن کهیں کهیں اوسکي بیکسي پر آنسو بهي بہائے هیں - پس یه گروہ اسلام کی اعانت و امداد کا هر طرح مستحق تها ' لیکن قرآن مجید نے اوسکي اعانت کو بهي وفاے عهد پر قربان کردیا ہے '

و الذین آمنوا ولم یهاجروا	جو لوگ ایمان لانے کے بعد هجرت
مالکم من ولایتهـم من	نکر سکے' تو جب تک وہ هجرت
شی حتی یهاجروا و ان	نه کرلیں اونکي حفاظت و اعانت کي
استنصروکم في الدین	ذمہ داري تم پر قانوناً تو فـرض
فعلیکـم النصـر الا علی	نہیں ' ہے البتـه اگـر وہ مذهبي
قوم بینکم و بینهم میثاق	معاملات میں تم سے مدد مانگیں تو تم
والله بما تعملون بصیر	پر اونکی اخلاقی مدد فرض ہے - لیکن
(۸ : ۷۴)	تم اونکو کفار کي اوس جماعت کے

خلاف هرگز مدد نہیں دے سکتے' جنکے ساتهه تمنے معاهدہ کرلیا ہے - خدا تمهارے اعمال کو اچهي طرح دیکهتا ہے -

(انتہاء مسامحت)

قران حکیم نے پابندي عهد کي ایک عملی صورت اور بهي بتائي ہے ' جو ایک طرف تو اسلام کے اصل مقصد کی تکمیل و تائید کرتي ہے ' دوسرے طرف کفار و مشرکین کے جان و مال کي حفاظت کرتي ہے :

وان احد من المشرکین	اور اگر کوئی مشرک تمهارے پاس پناہ
استجارک فاجرہ حتی	لے تو اوسکو فیاضي کے ساتهه پناہ دو '
یسمع کلام الله ثم ابلغه	یہاں تک که خدا کي بهیجي هوئي
ما منه ذلک بانهم قوم	آیات کو وہ خوب سن لے - پهر اوسکو
لا یعلمـون (۹ : ۶)	باحتیاط اسکے گهر تک یا اوسکي

دوسرے پناہ گاهوں تک پهونچا دو - وہ لوگ جنگ و جدال اور غدر و بیوفائي اسلیے کرتے هیں که قرآن کي طرف کان نہیں لگاتے - اگر اوس سے واقف هوتے تو تمهاري هي طرح پابند عهد هوجاتے !

(حقیقی مشکلات اخلاقي)

قرآن حکیم کی حقیقی تعلیم یهی ہے ' لیکن کبهي کبهي عهد کي پابندي نا ممکن هو جاتی ہے ' اسلیے قرآن حکیم نے اوسکے مواقع بهی بتا دیے هیں - ان موقعوں پر بهی قرآن حکیم کی تعلیم یه ہے که نقض عهد میں مسلمانوں کو کبهي پیش قدمی نہیں کرنی چاهیے - البته اگر کوئی قوم نقض عهد کرنا چاہے ' تو مسلمان بهي اوسکے عهد وفا کو بهلا سکتے هیں :

و امـا تخافن من قـوم	اگر تم کو کسی قوم سے یه خوف هو که
خیـانة فانبـذ الیهـم	وہ عهد کرکے خیانت کریگي اور اوس
علـی سـواء ان الله	عهد کو توڑ دیگی ' تو تم بهي اوس
لا یحـب الخـائنیـن	عهد کي پابندي سے اوسکي طرح بری
(۸ : ۶۰)	هوجا سکتے هو - کیونکه خدا خائن لوگوں
	کو دوست نہیں رکهتا -

(اسلامی اخلاقی مصالح)

قرآن حکیم کي یهي اخلاقی تعلیم ہے ' جسکی روشن مثالیں آگے آئینگی ' لیکن همکو اسلام کے کارنامه اعمال میں جس روح کي تلاش کرني چاهیے ' وہ تمام دنیا کے نظام اخلاق سے مختلف ہے - دنیوي سلطنتیں مصالح کے لحاظ سے معاهدہ کرتی هیں ' او

وخونخواري كي اس فضاء ابليسي کے سامنے اعلان کرسکے کہ " سچائی اور اخلاق سے بڑھکر اورکسیکو حق طاقت فرمائي نہيں " گو دنیا اوسے جانتي هے' مگر اوسے پھر یاد دلانا چاهیے کہ وہ صرف " اسلام " هے !

(ا)

اسلام سے پہلے دنیا کي اخلاقی زندگي پر ایک عام موت طاري هوچکي تھی ' حضرت عیسی علیه السلام کی معجزانه طاقت چند مردہ اجسام' اور چند افسردہ ارواح میں حرکت پیدا کرکے اپنے اصلي آشیانه میں جا کر چھپ گئی تھي' اور چھہ سو برس کی اس وسیع مدت نے روح حیات کي اس خفیف اور نا مکمل جنبش کو بھی مبدل به سکون کردیا تھا' اس لیے تمام دنیا کا شیرازۂ اخلاق درهم برهم هوگیا تھا - اسلام ایک زندگی تھا ' جو دنیا کي روح یعني فضائل اخلاق کو زندہ کرنے آیا تھا ' چنانچه آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے اپني بعثت کا صرف یه مقصد بیان فرمایا تھا :

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق !

میں صرف فضائل اخلاق کي تکمیل اور احیاء کے لیے خدا کی طرف سے بھیجا گیا هوں !

اس مقصد اهم کے لیے وہ دنیا میں آیا اور مادہ عالم کے ایک ایک جزو کو ٹٹولا - اگرچه اس روحاني نبض شناسي نے اوسکے ایک ایک ریشه کو روح سے خالی پایا تاهم اوسکے تمام قواء زندگي میں جس چیز پر سب سے زیادہ موت کی افسردگی طاري تھي' وہ پابندي عہد کي اخلاقي قوت تھي -

(امم قدیمه)

امم قدیمه میں سب سے زیادہ قدیم مذهب یهودیوں کا تھا جو تمام عرب پر روحانی حکومت کر رها تھا ' لیکن یه مذهبي حکومت بھي هر قسم کے قیود سے' هر قسم کے پابندیوں سے' هر قسم کے قول و قرار سے' بالکل آزاد تھي - چنانچه قرآن مجید نے بار بار اوسکي بد عهدیوں پر تنبیه کي هے !

او کلما عهدوا عهداً نبذہ فریق منهم بل اکثرهم لا یومنون (۹۴ : ۲)

وہ لوگ جب کبھی کوئي عهد کرینگے' تو کیا ایک گروہ اسکي پابندي کي رسی اپنے گلے سے نکال پھینکیگا؟ یه حال صرف ایک گروہ هی کا نہیں هے' بلکه اونمیں اکثر ایمان نہیں لاتے' اور ایمان هی ایک ایسی قوت هے جو پابندي عهد پر مجبور کر سکتی هے !

الذین عاهدت منهم ثم ینقضون عهدهم فی کل مرۃ وهم لایتقون (۵۸ : ۸)

وہ یهودي جنسے تم معاهدہ کرتے هو پھر وہ بار بار اوسکو توڑ دیتے هیں' اور خدا سے بالکل نہیں ڈرتے -

یهودیوں هی کی خصوصیت نہیں اون سے پہلے بھي مذهب کا اخلاقي قالب ایفاء عهد کی روح سے خالي رہ چکا هے - چنانچه قرآن مجید نے امم قدیمه کی بد اخلاقیوں کے سلسلے میں اونکی بد عهدی کا بھی خاص طور پر ذکر کیا هے :

و ما وجدنا لاکثرهم من عهد و ان وجدنا اکثرهم لفاسقین (۱۰۰ : ۷)

هم نے اکثر قدیم قوموں کو بدعهد پایا جسکی وجه یه هے که اون میں اکثر فاسق اور بد اخلاق تھے -

اسلام سے پہلے دنیا میں بد اخلاقی کے دائرے نے جو وسعت حاصل کرلی تھی' اوسکے محیط نے عمومی طور پر هر طرف سے عرب کو گھیر لیا تھا - اسلیے وہ نقض عهد میں بھي تمام دنیا سے گوے سبقت لیگیا تھا ' اور سچ تو یه هے که عرب کے شر و فساد' جنگ و جدال اور لوٹ مار کا سنگ بنیاد بھي یهی تھا -

الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه و یقطعون ما امر الله به ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئك هم الخسرون (۲۵ : ۲)

جو لوگ قول و قرار کے استحکام کے بعد خدا کے عهد کو توڑ دیتے هیں' خدا نے اعزہ و اقارب سے جس طرح مل جل کر رهنے کا حکم دیا هے' اُسکی خلاف ورزي کرتے هیں' اور اونکے رشته اخوت و مودت کو کاٹ دیتے هیں - قانون بین الملي کے فطرتي معاهدے توڑ کر خدا کي زمین میں فتنه و فساد کرتے رهتے هیں ' اور سمجھتے هیں که هم لوٹ مار اور جنگ و جدال کے ذریعه ایک کامیاب زندگي بسر کرینگے' تو ایسے شریروں کو یقین کرنا چاهیے که اس کا نتیجه صرف نا کامیابی هي کي صورت میں ظاهر هوگا - وہ کبھي فلاح نه پائینگے !

دوسري جگهه فرما :

کیف و ان یظهروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا و لا ذمة یرضونکم بافواههم و تابی قلوبهم و اکثرهم فاسقون (۸ : ۹)

کیونکر تم لوگ کفار کے ساتھه اخلاقي زندگی بسر کرسکتے هو' حالانکه اونکي حالت یه هے که جب کبھی تمپر معمولی غلبه بھي حاصل کرلیتے هیں ' تو قول و قرار اور عهد و میثاق کي بالکل نگهداشت نہیں کرتے - تمهیں بچوں کي طرح بهلانیکے لیے منهه سے تو عهد کر لیتے هیں' لیکن اونکا دل اوسیوقت سے اوسکا انکار کرنے لگتا هے - ان میں اکثر فاسق هیں ' اسلیے اونکے قول و قرار کا کوئي اعتبار نہیں !

(اخلاق کي نشاۃ جدیدۃ)

اگر دنیا کا اخلاقي قالب صرف مردہ هوتا تو اسلام اوس میں جدید روح پھونک سکتا تھا ' لیکن صحراء عرب کي گرم هوا نے اوسکو بالکل متعفن کردیا تھا - لاش جب سڑ جاتي هے تو اوسکے تمام اعضاء وجوارح گسسته هو جاتے هیں - اسلیے روح پھونکنے سے پہلے اوسکے تمام اجزاء کو جوڑنے کي ضرورت هوتي هے ' لیکن عرب کا اخلاقي قالب اس حد سے بھي گذر چکا تھا - پس اسلام نے ایک جدید قالب تیار کیا ' اور بالکل نئے اجزاء سے اوسکو مرکب کیا - پھر اُس نے اسي قالب میں ایمان کي جدید روح پھونکي ' اور اس روح نے اوسکے اجزاء کي جن خفته قوتوں کو بیدار کیا ' اون میں ایک وفاے عهد کي اخلاقي طاقت بھي تھي :

لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر من آمن بالله و الیوم الاخر و الملئکة و الکتب و النبیین وآتی المال علی حبه ذوی القربی و الیتمی و المسکین و ابن السبیل و السائلین وفی الرقاب و اقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ و الموفون بعهدهم اذا عاهدوا و الصبرین فی الباساء و الضراء وحین الباس اولئك الذین صدقوا و اولئك هم المتقون (۲ : ۱۷۲)

نیکي صرف یهي نہیں هے که مشرق و مغرب کي طرف رخ کرلیا جاے - اصلي نیکي دوسري هي چیز هے - خدا کا نیک بندہ وہ هے جو خدا پر' قیامت پر' فرشتوں پر' آسماني کتابوں پر' انبیاء سابقین پر ایمان لاتا هے - پھر باوجود اسکے که اوسکو مال کي محبت اور ضرورت هوتي هے' اوسکو اعزہ و اقارب کو' یتیم بچوں کو' غریبوں کو ' مسافروں کو سائلوں کو بطور احسان کے دیتا هے ' اور اوسکے ذریعه غلاموں کو آزاد کراتا هے - نیز وہ لوگ جو عهد کرکے اوسکو پورا کرتے هیں ' مصیبت کے وقت صبر کرتے هیں ' اور لڑائي کے میدان میں ثابت قدم رهتے هیں ! یهی لوگ وہ پاک بندے هیں ' جنهوں نے جو کچھه کہا اوسکو سچ کر دکھایا - کیونکه خدا ' اُسکے رسول ' اور اُسکی مخلوق کے عهد کی زبان سے ' دل سے ' عمل سے ' خوشی میں ' غم میں ' صلح میں ' جنگ میں ' هر حالت میں انهوں نے پابندي کی - یهی لوگ حقیقی پرهیزگار هیں -

جرمن توپخانہ کا ایک منظر جو میدان جنگ میں نصب ہے

تصادم افواج کا ایک منظر هائل جسمیں جرمن اور انگریزی سوار ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے
لیے تیغیں علم کیے ہوے پوری سرعت کے ساتھہ جارہے ہیں

ابنائے ڈور میں انگریزی بیڑے کا ایک منظر عمومی

مصالح هی کے لحاظ نے اوسکو توڑ بھی دیتی هیں ' لیکن اسلام مصالح کا پابند نہیں هو سکتا - وہ ایک عظیم‌الشان روحانی طاقت کا سفیر هے ' اور وہ معاهدے کی پابندي اوسی روحانی طاقت کے تحفظ کیلیے کرتا هے :

و اوفــوا بعهــد اللــه اذا عــاهــدتــم ولا تنقضــو الایمــان بعــد توکیدها وقد جعلتم الله علیکم کفیــلا ان اللــه یعلـم مــا تفعلــو ن ولا تکــونــوا کالتـــي نقضــت غــزلها مــن بعــد قــوة انــکاثــا تتخــذون ایمــا نکــم دخلا بینکم ان تکــون امــة هي اربی مــن امة انما یبلوکم اللــه بــه (۹۳ : ۱۶)

جب کسي سے عهد کرو تو اوس عهد کو پورا کرو - عهد ایک قسم هے ' اور قسم کو پخته هو جانیکے بعد هرگز نه توڑو - تم اسکو کیونکر توڑ سکتے هو ' حالانکه تمام دنیا مصالح کي بنا پر عهد کرتي هے - اور اوسکو مدتوں قائم رکهتی هے ' لیکن تم نے تو خدا کو اپنا کفیل بنا لیا هے جو همیشه رهنے والا هے - مصالح بدل سکتے هیں ' لیکن خدا اور خدا کا بخشا هوا نور ایمان تو بدل نہیں سکتا ؟ وهي تمهارے عهد وفا کا ذمه دار هے ' کیونکه وہ تمهارے اعمال سے اچهي طرح واقف هے ' اور اوس عورت کے مثل نه بن جاو جس نے اپنا سوت کات کر پهر اوسکو ادهیڑ ڈالا هو - تم لوگ اپني قسم اور اپنے قول و قرار کو شر و فساد کا ذریعه بنانا چاهتے هو که ایک قوم دوسرے قوم سے قوي تر هو جاے - لیکن عهد میں ضعیف و قوي کي تخصیص نہیں - اسکے ذریعه سے خدا صرف تمهاري طاقت ایمان کي آزمایش کرتا هے !

پس اسلام نے پابندي عهد کا جو اخلاقي نظام قائم کیا هے ' وہ حصون ' بلجیم و استحکامات پیرس سے زیادہ مضبوط هے - اگر تمام سلطنتیں مصالح کي پابند هیں ' تو اسلام کا سررشته وفا ایک ازلی طاقت کے هاتهه میں هے ' جس میں صرف اوسي اصول فطري کي بنا پر تغیر و تبدل هو سکتا هے ' جو تمام دنیا کو بدلتے رهتے هیں :

ان الله لا یغیر بقــوم حتـــی یغیــروا ما بانفسهم (۱۲ : ۱۳)

خدا کسي قوم کي حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ که خود اپني حالت کو نه بدل دے -

اس بنا پر اسلام نے کسي قوم کي عهد وفا کو اسیوقت بهلایا هے ' جب پہلے اوسي قوم نے پیش قدمي کی هے ' فانبذ الیهم علی سواء -

اسلام کا سررشته عهد و وفا نه مکڑي کے جالے کي طرح ضعیف کو اولجهاتا هے اور نه قوي سے ٹوٹتا هے ' اوس پر نه تو عظیم الشان کانفرنسیں اثر ڈال سکتي هیں ' نه هیگ کا عظیم الشان قصر السلام اوسکے ضعف و قوت پر کوئی اثر ڈال سکتا هے - وہ ایک روحاني طاقت کے هاتهه میں هے ' جو تمــام دنیــا کے سر پر سایه افگن رهتا هے - یدالله علی الجماعة - اسلیے اوس نے تمام دنیا سے اخلاقي معاهده کر لیا هے ' اور وہ هر وقت اوسکی پابندي پر مجبور هے - جب ایک مسلمان دکاندار اپني دکان پر بیٹهتا هے ' تو اسکا نور ایمان اوس سے صدق و دیانت کا عام معاهده لے لیتا هے :

و اوفو بالعهد ان العهد کان مسئولا و اوفوا الکیل اذا کلتم و زنوا بالقسطاس المستقیم ذلــک خیر و احسن تاویلا (۱۷ : ۳۶)

عهد کو پورا کرو ' کیونکه عهد کی پابندي و عدم پا بندي پر سوال و مواخذه هوگا - جب کوئي چیز ناپ کر فروخت کرو تو پیمانے کو پورا بهر کے دیا کرو ' یه حسن معامله کا بهترین طریقه هے ' اور اسکا انجام دین و دنیا دونوں میں اچها هے -

اگر کوئي دکاندار اسکی پابندي نہیں کرتا تو وہ خدا کا اوسی طرح گناه گار هے ' جسطرح ایک مصلحت اندیش بادشاه جس نے بعض مصالح کی بنا پر عهد شکنی کي هے -

ویل للمطففین الــذین اذا اکتالو علــی النــاس یستوفون و اذا کالو هم او وزنوهم یخسرون (۸۳ : ۲)

ان کم دینے والوں پر لعنت هے ' جو لوگوں سے پورا ناپ کر لیتے هیں ' پر جب دیتے هیں تو کم کرکے !

هـــوائي بـيـــڑہ

(ضمیمهٔ مصورہ کے ایک مرقع کي تشریح)

لڑائی کے هوائی بیڑے کے لیے جس قسم کے طیارات کی ضرورت هوتي هے ' اسپر آجکل ماهرین فن پرواز و جنگ بحث کررهے هیں '

ایک جنگی هوائی بیڑے کے لیے مختلف قسم کے طیارات کي ضرورت هوتي هے - طیارہ کي یهي مختلف اقسام هیں جو هوائی بیڑے کے اس دلچسپ مرقع میں دکهائے گئے هیں -

سب سے زیادہ بلندي پر زپلن کے طرز کا ایک جرمن طیارہ هے - یه نہایت مضبوط بنا هوا هے اور اسکا انجن بہت عمده هے - اسکے ساتهه دو گاڑیاں هیں - ایک خشکي پر اترنے کیلیے هے اور دوسري دریا میں -

اس قسم کے طیارے کي پہلی صفت یه هے که یه تفتیش و تحقیق کا فرض نہایت خوبی سے انجام دیسکتا هے ' کیونکه اگر یه اپنے مرکز سے دور بهي هوجاے یا خشکي سے تري میں اور تری سے خشکي میں چلا آے ' جب بهي اسے کوئی خطره نہیں - اسلیے که اسکے علاوہ یه طیارہ آتشگیر ماده بهی اپنے ساتهه لیجا سکتا هے اور اگر وقت پڑے تو اوسے دشمن سے جنگ آزما هونے میں بهی پس و پیش نهوگا - اسکا نام " اجڈدر جبل " هے -

اسکے نیچے اس سے چهوٹا طیارہ هے - یه صرف تفتیش حال کیلیے دریا میں کام آتا هے - اسمیں کوئي فریم یا ڈهانچه نہیں هوتا ' صرف بڑے بڑے تهیلے هوتے هیں ' جنمیں گیس بهر دیا جاتا هے - جب چاهیں گیس کو نکالکے تهیلوں کو لپیٹ لے سکتے هیں - اس قسم کے طیارات کو " سیمي ڈرجبل " کهتے هیں -

تیسرا جهاز بڑے قد کا بائي پلین هے - یه خشکي اور پانی دونوں میں اتر سکتا هے - خشکي پر اترنے کیلیے اسمیں پهیے اور پانی میں اترنے کیلیے فلوٹ بناے جاتے هیں - انگریزي میں " فلوٹ " طیارے کے اس حصه کو کهتے هیں ' جسکي وجه سے وہ پانی پر تیرتا رهتا هے -

اسمیں زود کار توپیں بهي هوتی هیں ' جو اوپر نیچے اور دهنے بائیں گوله باري کرتي هیں - اسکا نام " هیڈروپلین " هے -

اس طیارے کے نیچے جو ایک بڑا ایروپلین نظر آرها هے - یه اغلباً آینده چلکے اڑتي هوئي کشتي کي شکل اختیار کرلیگا - اسکو پراپلر چلائینگے - پراپلر انگریزي میں اس آلے کو کهتے هیں جو کسي چیز کو آگے ڈهکیل کے چلاتا هے -

یه مشین پاني میں اڑیگي اس سے " ڈرجیبل " طیارے پر حمله اور ساحل کي ناکه بندي هوا کریگی -

سب سے نیچے آپ ایک جهاز دیکهتے هونگے اور اسکے آگے ایک چهوٹا سا طیارہ نظر آتا هوگا - یه جهاز بیٹل شپ هے اور طیار " مونو پلین " - مونو پلین طیارہ کي ایک خاص قسم هے - جس کا امریکه میں تجربه کیا گیا هے جو کامیاب ثابت هوا -

اس مونو پلین کا قد مختصر ' مگر اسکے انجن کي طاقت زیادہ هوگي - اسکے پروپلن کهینچنے والے اسکرو هونگے - اور پهر اسطرح لگاے جائینگے که وہ آساني سے علحده هوسکیں - یا اگر سوء اتفاق سے طیارہ دفعتاً پاني سے بهت هي قریب آجاے تو یه پهر فوراً اوس سے نکال لیے جاسکیں -

تمام طیارات میں بهترین و اعلی قسم " زپلن " جهاز هیں - اور انپر جرمني کا قبضه هے -

حادثہ مدہشہ "ایمڈن"! خلیج بنگال و مدراس!

کراسن تیل کے تالابوں کا ایک منظر عمومی جنکو ایمڈن کے گولوں نے مشتعل کر دیا ہے

برہما آئل کمپنی کا ایک تالاب جس پر دو گولے آکے گرے ہیں اور اس سے قبل اسکے دائیں جانب ایک تالاب سے سر بفلک شعلے بلند ہو رہے ہیں

ایس - ایس ڈپلومیٹ نامی جہاز جسے ۱۳ ستمبر کو ایمڈن نے خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے

ساحل دریا کا ایک منظر آتشیں جسمیں کراسن تیل کے ایک جلتے ہوئے تالاب کے شعلے نظر آرہے ہیں

کراسن تیل کا آخری تالاب جس سے قیامت خیز شعلے بلند ہو رہے ہیں

فلسفه

الحـــــرب

(اسباب و موثرات ' نتائج و عواقب ' علل و علائق)

(۲)

(عقلی غارتگری)

اگرچه هر جنگ بلکه معمولی شورش بهي ان تمام نتائج کو لازمي طور پر پیدا کردیتی ہے جنکي طرف گذشته صحبت میں هم ایک سرسری اشارہ کرچکے هیں - لیکن جنگ کے اشتداد و ضعف کے ساتهه ان نتائج میں بهی مد و جزر هوتا رهتا ہے - یعني جنگ کا حمله جس قوت کے ساتهه جسم و مادہ پر هوگا ' اوسي شدت کے ساتهه عقل و روح بهی اوس سے متاثر هوگی - اگر جنگ نے سر میں ایک معمولی سی ٹهوکر لگادی تو دماغ میں بهی خفیف سي جنبش پیدا هوگی - تاهم جس طرح هر جنگ چهرهٔ کائنات کو کچهه نه کچهه ضرور زخمی کر دیتی ہے ' اوسی طرح همارا دماغ بهي اوسکے حمله سے کلیتاً محفوظ نہیں رہ سکتا -

اسلیے جبکه هم بیش قیمت خون ' اور خون سے زیادہ عزیز " دینار سرخ " کی بربادي پر ماتم خوانی کرنے کیلیے صف ماتم بچهاتے هیں ' تو همکو اپنے سرمایه عقل و هوش کي تباهي پر بهي ایک حلقهٔ ماتم قائم کرنا چاهیے - نتائج مجموعي طور پر همارے پیش نظر هیں ' اور وہ همارے سامنے عالم عقل و روح کی بربادي کا ایک عبرت خیز منظر پیش کرتے هیں - معرکہ کارزار کے گرم هونے کے ساتهه هی هماری عقل اس قدر اندهی هوجاتی ہے که تناقض و تباین کے بدیهی امتناع کو بهی ممکن سمجهنے لگتی ہے !

کبهی روایت و درایت کے تمام اصول اوسکے لیے بیکار هو جاتے هیں - ایک شخص کو کسی جزئي فروگذاشت کي بنا پر بدنام کرتی ہے تو اوسکے تمام فضائل و مناقب سے آنکهه بند کرلیتي ہے - ایک شخص کو اس مبالغه آمیز طریقه سے شهرت دیتي ہے که اوسکو کبهی فرشته اور کبهی دیو بنادیتی ہے - وہ میدان جنگ میں تمام نظام اخلاق کو درهم برهم کر کے وحشت و بہیمیت کی تجدید کرتي ہے - پهر کبهی مفید نتائج بهی پیدا کرتی ہے ' تاریخ کو محفوظ رکهتی ہے ' ادبی لٹریچر کو ازبر یاد کرادیتی ہے ' مردہ قالبوں میں شجاعت اور بہادري کی روح پهونکتی ہے ' لیکن یه فضائل بهي اختیاري نہیں هوتے - محض اضطراری هوتے هیں ' اور ان میں بهي حالۂ اعتدال سے آگے بڑه جاتی ہے -

بهر حال جنگ همارے دماغ میں ایک تلاطم ' ایک طوفان ' ایک مد و جزر کا عالم پیدا کردیتی ہے - اسلیے جو چیز همکو ٹهوکر سے بچا سکتی تهي وہ خود متصل ٹهوکریں کهانے لگتي ہے - پس همکو زمانۂ جنگ میں صرف اپنی جیب هی کو نہیں ٹٹولنا چاهیے - بلکه دماغ کو بهي که اوس میں کیا آیا اور اوس سے کیا گیا ؟

زمانۂ جنگ میں جان و مال کا جو نقصان هوتا ہے ' وہ اسقدر بدیهی ہے که همکو اوسکے علل و اسباب کي تحقیق و تفتیش کیلیے غور و فکر کی ضرورت نہیں ' لیکن دماغ کي حالت اس سے بالکل مختلف ہے - وہ اپنے تمام سرمایه کو کهودیتا ہے مگر خود اوسکو خبر نہیں هوتی - همارے سامنے همارا خزانۂ عقل لٹتا ہے لیکن هم اس تباهي کو اپني آنکهوں سے نہیں دیکهتے -

لیکن عقلي نقصانات کی فہرست مرتب هوچکي ہے ' اور وہ همارے سامنے ہے ' اسلیے همکو اون اسباب کا بهی پته لگانا چاهیے جو اس سرمایه محفوظ کو دفعتاً سمیٹ لیتے هیں - اسکے لیے همکو چند مقدمات مرتب کرلینے چاهئیں - جنکي تفصیل حسب ذیل ہے:

(جماعت کی تعریف اور اوسکے خصایص امتیازی)

(۱) عام طور پر چند اشخاص کے اجتماع پر جماعت کا اطلاق کیا جاتا ہے اگر ایک وسیع میدان - یا ایک وسیع سڑک پر سو دو سو آدمی جمع هوجائیں تو عام لوگ اس بهیڑ پر جماعت یا فرقے کا اطلاق کرنے لگتے هیں ' لیکن فلسفه نے جماعت کي ایک نئی ترتیب قائم کی ہے - جماعت کي ترکیب کے لیے اشخاص کا اجتماع ضروري نہیں ہے ' صرف دماغ اور خیال کا رابطۂ اتحاد کافی ہے - اگر ایک لاکهه آدمي شانے سے شانه ملاکر کسي پر فضا میدان میں کهڑے کردیے جائیں لیکن انمیں کسی قسم کا دماغي اشتراک نہو تو انپر جماعت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا - برخلاف اسکے اگر چار آدمي ' مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے ایک ایک گوشے پر الگ الگ کهڑے هوجائیں ' لیکن انمیں توافق خیال و عقائد نے رابطه اتحاد پیدا کردیا هو ' تو وہ ایک حقیقي جماعت هیں !

پس جماعت کو صرف دماغ هي مرتب کرسکتا ہے - یه کام هاتهه پانوں کے بس کا نہیں ہے - البته یه اشتراک دماغي کبهی کبهي اجسام میں بهی اتحاد و ائتلاف پیدا کردیتا ہے ' اسلیے متحد الخیال لوگ ایک جگه جمع بهی هوجاتے هیں - دنیا کي رنگین صحبتیں ' دنیا کے دلچسپ جلسے ' دنیا کي مفید کانفرنسیں ' انهیں متحد الخیال لوگوں کے اجتماع کا نتیجه هوتي هیں - لیکن یه اجتماع جماعت کي حقیقت میں داخل نہیں ہے بلکه بالکل عارضي ہے - یہي وجه ہے که جاپان کا ایک سوشیالسٹ اپنے آپکو روس کے سوشیا لسٹوں کي جماعت میں داخل سمجهتا ہے ' حالانکه اوسنے اونلوگوں کي صورت بهی نہیں دیکهي ہے - تاهم اشتراک دماغ و اجتماع اجسام میں ایک قسم کا مخفي رابطه ضرور ہے - چند آدمی ایک جگه رهتے رهتے متحد المذاق هوجاتے هیں - متحد المذاق لوگ خود بخود ایک جگه جمع هوجاتے هیں لیکن اونکو دماغ هي نے ایک کیا ہے -

(۲) پس جماعت چند دماغوں ' چند خیالات ' اور چند عقائد کے عقلی مجموعه کا نام ہے - لیکن جسطرح چند مادي اجزاء کے انضمام و ترکیب سے ایک جدید حقیقت عالم وجود میں آتی ہے ' اور اون اجزاء کے تمام خواص و کیفیات سابقه کا استحاله ایک جدید کیفیت میں هوجاتا ہے - آکسیجن اور هیڈروجن ملکر پاني کی صورت اختیار کرلیتے هیں - اور حالت انفراد میں اونکے جو خواص و اعراض تهے ' وہ ایک نئي کیفیت میں متبدل هوجاتے هیں - بعینه اسی طرح چند دماغوں کي ترکیب و انضمام سے ایک مستقل دماغ پیدا هوجاتا ہے جسکے قواے عقلیه فرد کے دماغ سے بالکل مختلف هوتے هیں - ترکیب و انضمام سے پہلے ان دماغوں میں ایک ارسطو کا دماغ تها - دوسرا افلاطون کا - تیسرا ایک مجنون شخص کا - اور چوتها ایک نہایت بلید الطبع آدمي کا ' لیکن اب اشتراک و اتحاد نے ان تمام مختلف العقل دماغوں کو ایک کردیا ہے ' اور اس مجموعه میں شامل هوکر ارسطو اور افلاطون کے مخصوص قواے دماغي بالکل فنا هوگئے هیں - اب همکو اس مجموعه دماغ میں ارسطو و افلاطون کي اوس مخصوص قوت فکریه کی تلاش نہیں کرني چاهیے جسنے فلسفۂ مشائیه و فلسفه اشراقیه کی مستقل شاخوں کو قائم کیا تها - همکو اس مجموعه میں اوس مجنون اور بلید الطبع شخص کے تمسخر انگیز خیالات کا پته بهي نہیں ملسکتا "

نامور میں بلجین افواج کے اجتماع کا ایک منظر عمومی

نامور میں بلجین افواج کے اجتماع کا ایک دوسرا منظر جسمیں فوج جمع ہو چکی ہے

روسی وسائل سفر و ارتحال کا منظر عمومي یعنی جرمن سرحد سے روسی
پولینڈ کے دارالسلطنت وارسوا تک جانے والی لائن جس پر
جرمن فوجوں نے قابض ہونیکي کوشش کي تھي

روسي لشکرکي ایک عجیب و غریب فوج جس
کا کام یہ ہے کہ اثناء جنگ میں جب سامان
غذا کي قلت ہو تو شکار کرکے گوشت
وغیرہ بہم پہنچالے

بنا پر توهم میں عموماً مبتلا نظر آتے هیں - لیکن جماعت عموما ضعیف الدماغ هوتي هے - جماعت میں شامل هوکر ارسطو اپنے بهترین دماغ کي خصوصیات کهو دیتا هے -

جماعت کي دماغي حالت بالکل عورتوں سے مشابه هوتي هے - یهي وجه هے که وہ اس قسم کے توهمات میں مبتلا هوجاتي هے - یه آج جو لوگ کلکته سے بهاگ رهے هیں' وہ اسي سریان خیال کي ایک بهتي هوئي موج هیں !

جماعت میں جو مخصوص اوصاف پیدا هوجاتے هیں' اونکا باعث بهي سریان خیال هی هے - ایک فرد جماعت میں شامل هوکر دوسرے افراد کي شرکت سے ایک جدید طاقت حاصل کرلیتا هے - جسطرح مسمریزم کا عمل انسان کي اصلي قوت شاعرہ کو فنا کرکے ایک جدید قوت شاعرہ پیدا کر دیتا هے جس سے عجیب و غریب افعال سر زد هوتے هیں ' اسیطرح افراد کے باهمي تاثیر و تاثر سے ایک برقي رو پیدا هوجاتي هے جسکو سریان خیال یا عدوي کهتے هیں - یهي سریان خیال جماعت کے عقائد و خیالات اور مقاصد و اغراض کو متحدہ کر دیتا هے ' اور اوس سے ایسے عجیب و غریب افعال صادر هونے لگتے هیں جو شخصي حالتوں میں بالکل محال تھے - اوسکے تمام عقائد بدل جاتے هیں ' اوسکا قدیم نظام اخلاق درهم برهم هوجا تا هے' اوسکے عوارض شخصیه سلب هوجاتے هیں - جماعت میں شامل هوکر بزدل بهادر هوجاتا هے ' بخیل فیاض ' بنجاتا هے ' ضعیف غیر معمولي قوت حاصل کرلیتا هے - مادي اصول کي بنا پر جو چیز جس قوت سے ابهرتی هے' اوسی قوت سے دبتي بهي هے - زمانۂ جنگ میں مذهبي عقائد' وطني جوش' اخلاقي محاسن' ادبی لٹریچر' غرضکه هر چیز میں ابهار پیدا هوجا تا هے- اگر کسي قوم نے ان کو دبا دیا تو وہ همیشه کیلیے دب جاتے هیں- اگر ابهار دیا تو همیشه کیلیے ابهر جاتے هیں - جنگ میں جو انقلاب عام پیدا هو جاتا هے' وہ اسي سریان خیال کا نتیجه هے -

اگرچه برقي رو اور عمل مسمریزم کي طرح سریان خیال کي کوئي توجیه و تعلیل نهیں کي جاسکتي - تاهم وہ ایک فطرتي چیز هے' اور انسانوں سے لیکر حیوانات تک میں موجود هے - بکریوں کے ریوڑ میں ایک بهیڑیا گهستا هے ' ایک بکري اوسکو دیکهکر بهاگتی هے - دوسري بکریوں کو اسکی خبر نهیں هوتي ' مگر بهاگنے میں سب کي سب اوسکي شریک هوجاتی هیں - اردو میں بهیڑیا چال ایک عام محاورہ هے - کسی خطرے کي حالت میں ایک گهوڑا هنهناتا هے' تمام گهوڑوں کے کان کهڑے هوجاتے هیں - انسانوں میں تقلید کا مادہ بهي اسي سریان خیال نے پیدا کیا هے - سریان خیال جسم پر بهي اثر ڈالتا هے - طبي تجارب سے ثابت هوگیا هے که جو ڈاکٹر پاگلوں کا علاج کرتے هیں' وہ کبهي کبهي خود بهی پاگل هوجاتے هیں -

سریان خیال کیلیے جماعت کا ایک جگهه مجتمع هونا بهي ضروري نهیں - وہ ایک سیلاب هے جو خود بخود هم تک پهونچتا هے سنه ۱۸۴۸ع میں پیرس میں جو شورش انقلاب هوئي ' اوس نے چند هي دنوں کے اندر تمام یورپ کو گهیر لیا -

جماعت کے تمام وحشیانه افعال کا وهي مصدر هے - انسان کو کسي فعل سے صرف لعنت و ملامت اور روک ٹوک کا خیال باز رکهتا هے' لیکن سریان خیال جماعت کو متحد الافکار بنا دیتا هے ' اسلیے محض ایک فرد کسي دوسرے فرد کو روک ٹوک نهیں سکتا - اسی کا نتیجه هے که جماعت جو کچهه چاهتی هے کر ڈالتی هے ' اور اوسکو کسي قسم کي ندامت نهیں هوتي - خود هر فرد کي اخلاقي قوت حاسه فنا هوجاتی هے - دوسرے افراد روک سکتے تھے ' لیکن وہ بهي اسي مرض میں مبتلا هیں ' ایسي حالت میں اندهوں کو کون راسته دکها سکتا هے ؟

بعض ڈاکٹروں نے تجربه سے ثابت کیا هے که زمانه جنگ میں تمام قوم بالخصوص فوج ایک طرح کے جنون میں مبتلا هوجاتي هے - ممکن هے که یه سریان خیال کی غلط تعبیر هو' یا اس هیجان دماغی نے حقیقی جنون پیدا کردیا هو -

شاید کسیکو خیال هو که جماعت بهت سے مفید کام بهي کرتي هے' وہ جدید مذاهب کي بنیاد ڈالتي هے ' قدیم عقاید کو محفوظ رکهتي هے ' آزادي کا سنگ بنیاد رکهتي هے ' عزت کا جهنڈا بلند کرتي هے' مظلوموں کي حمایت کیلیے جان تک دینے سے دریغ نهیں کرتي یه تمام کام کسي قوت شاعرہ سے انجام نهیں پا سکتے - ان میں تو ایک لا زوال روح حیات پائي جاتي هے - لیکن در حقیقت یه خیال صحیح نهیں هے - کسي عمل کا مفید هونا اس بات کي دلیل نهیں هوسکتا که وہ کسي بیدار دماغ کي قوت فکریه کا نتیجه هے -

دنیا کا نظام تمامتر قواے غیر شاعرہ هی کے اشاروں پر چل رها هے - آفتاب کي حرارت' ماهتاب کی روشنی' دریا کي رواني' هوا کے جهونکے' دنیا کیلیے کسقدر مفید هیں ؟ لیکن کیا یه ذي شعور هستیاں هیں ؟ خون مادہ حیات هے ' لیکن وہ هماري رگوں میں اندها دهند دوڑتا پهرتا هے - عمل هضم پر مدار زندگی هے ' لیکن قوت هاضمه میں خود حس و ادراک نهیں هے -

سب سے بڑهکر یه که قوی دماغوں پر مسمریزم کے عمل کا بهت اثر هوتا هے - جماعت خود تو ضعیف الدماغ هوتی هے ' اور اسیلیے سریان خیال کی رو کی لپیٹ میں آجاتي هے ' لیکن اوسکا لیڈر ایک بیدار دماغ آدمي هوتا هے ' اسلیے وہ اپنی حس و ادراک کو محفوظ رکهتا هے - جماعت سے یه تمام مفید کام وهي لیتا هے -

جماعت صرف کام کرنا جانتي هے - اوسکو نفع و نقصان سے بحث نهیں هوتي - عظیم الشان عمارتوں کو مزدور بناتے هیں لیکن عمارت کا نقشه دوسرے دماغ کا نتیجه هوتا هے - مزدور اوسکے حسن و قبح سے نا واقف هوتے هیں -

بهر حال جماعت دماغ رکهتي هے ' مگر وہ عقل و شعور سے خالي هوتا هے - لیکن سوال یه هے که جماعت میں داخل هو کر افراد کي حالت میں ایسا عجیب و غریب انقلاب کیوں پیدا هو جاتا هے ؟ بظاهر یه ایک نهایت تعجب انگیز بات هے که ارسطو کبهي کبهي مجنوں بهی هوجاتا هے ' اور ایک بلید الطبع شخص افلاطون کي خصوصیات ذهنیه سے متصف هو سکتا هے - حضرت ابوبکر رضی الله عنه کی متانت' سنجیدگي اور حلم و وقار ضرب المثل هے - لیکن صلح حدیبیه میں اونکي زبان سے بهي بعض سخت کلمات نکل جاتے هیں -

کیا یه دنیا کا کوئي مستثنی واقعه هے ؟ کیا یه کسي مادي اصول کے تحت میں داخل نهیں هو سکتا ؟ دنیا جن موثرات خارجیه سے لبریز هے ' اور وہ دنیا پر جس طرح جابرانه حکومت کر رهے هیں ' اونکے پیش نظر رکهه لینے کے بعد یه انقلاب بهی نظام مادي کے تحت میں آسکتا هے - وہ کتنا هی عجیب و غریب هو لیکن کوئی معجزہ نهیں هے جسکی تعلیل و توجیه نه کي جاسکے' اور هماري آیندہ صحبت بهت سے اهم سوالوں کا جواب دیگی -

جو کبھي کبھي همارے لیے ظرافت کا سامان مہیا کرتے تھے - اب ایک مستقل دماغ اور جدید خیالات کا سلسله پیدا هوگیا ہے - یہي دماغ ہے جسکو جماعت کا دماغ ' اور یہي خیالات هیں جنکو جماعت کا علم و عقیدہ کہا جاتا ہے - اگر اس دماغ نے اپنے اندر مجنونانه کیفیات پیدا کرلي هیں ' تو سمجھنا چاهیے که ارسطو اور افلاطون بھي مجنون هوگئے هیں' اور اگر یه دماغ ارسطو و افلاطون کے قواے عقلیـه کا مرکز ہے ' تو یقین کرلینا چاهیے که کبھی کبھی بعض مجنوں اور بلید الطبع اشخاص بھی ارسطو و افلاطون هوجاتے هیں -

(هیئۃ اجتماعیه کا دماغي اضطرار)

(۳) لیکن چند دماغوں کی ترکیب سے جو مستقل دماغ پیدا هوتا ہے ' وہ اگرچه کبھی کبھی ارسطو و افلاطون کے نتائج فکریه سے بھي لبریز هوجاتا ہے ' لیکن اکثر خواب پریشاں هی دیکھا کرتا ہے - اوسکے پرزے اپنے قابو میں نہیں رهتے بلکه اضطراري طور پر خود بخود کسي اندرونی برقی طاقت سے چلتے رهتے هیں اور کبھی نہیں تھکتے - بلکه همیشه جدید موثرات کے لیے منتظر و آمادہ رهتے هیں -

مادہ جسقدر صورت کے قبول کرلینے کیلیے آمادہ هوگا' اوسیقدر صورت کا شکل آسانی کے ساتھه عمل میں آئیگا - جماعت کا دماغ بھی موثرات کیلیے منتظر و مستعد رهتا ہے - اسلیے وہ هر قسم کی غلط افواهوں اور متناقض خبروں کو قبول کرلیتا ہے - وہ جدت چاهتا ہے - حقیقت سے اوسکو غرض نہیں هوتي - بھوک اچھی اور بري غذا میں تفریق و امتیاز نہیں کیا کرتي - جماعت کا دماغ بھي جوع البقر مرض میں مبتلا رهتا ہے' اسلیے هر قسم کی غذا کو بآساني هضم کر لیتا ہے - یہی وجه ہے که قدیم لٹریچر میں جو عجیب و غریب قصے مذکور هیں' اونکو جماعت هي کے دماغ نے حسن قبول کا خلعت عطا کیا ہے !

(سفر بے مقصود)

انسان کو صرف نتائج هی جادۂ اعتدال پرلے جاتے هیں - اگر آپ کو بازار میں سودا خریدنا ہے تو آپ اوس سڑک کو ڈھونڈھینگے جو بازار کی طرف بخط مستقیم جاتی ہے ' لیکن اگر آپ آوارہ گردي کیلیے نکلے هیں تو آپ کیلیے هر سڑک مساویانه حیثیت رکھتي ہے - لیکن جماعت نہایت مختلف الاجزاء لوگوں سے مرکب هوتی ہے ' وہ متحد الخیال هوتی ہے ' لیکن اس اتحاد و اتفاق کا اکثر کوئي حقیقي مقصد نہیں هوتا - اسلیے اونکا دماغ همیشه آوارہ گردي کرتا پھرتا ہے : فی کل واد یھیمون - آوارہ گرد لوگ همیشه سرعت کے ساتھه قدم اوٹھاتے هیں' اسلیے جماعت کا دماغ بھی عموماً مبالغه اور غلو و اغراق کی طرف مائل رهتا ہے اور مختلف دماغوں کی ترکیب سے اوسکی اغراق پسندي کی قوت میں اور اضافه هوجاتا ہے - وہ هرچیز میں مبالغه پیدا کرتی ہے - خبروںکی اشاعت نہایت مبالغه انگیز طریقه سے کرتی ہے - ایک شخص کی تعریف کرتی ہے تو اطراء اوسکا لازمی جزء هوتا ہے - هجو پر آمادہ هوتي ہے تو انسان کو چارپایا بنا دیتی ہے - کسیکي درستی کرتي ہے تو اس شدت کے ساتھه که تمام جذبات بغض و حسد کو بھول جاتی ہے دشمن هوتی ہے تو پھر قدیم عہد مودت اوسکو یاد نہیں رهتا - ایسی حالت میں وہ بد اخلاق بھي هو جاتي ہے ' خون اوسکے نزدیک پاني کے برابر هو جاتا ہے - مسجد اور بت خانے میں وہ بالکل تفریق نہیں کرتي - کبھي لوٹتی ہے ' کبھی آگ لگاتی ہے ' کبھی خون بہاتی ہے ' کبھی عظیم الشان عمارتوں کو منهدم کردیتي ہے - ایسی حالت میں اوسکي قوت جسماني میں بھي اضافه هوجاتا ہے - پلوں کو توڑ دیتي ہے ' پہاڑوں کو مسمار کردیتي ہے ' عظیم الشان دریاؤں کو دم بھر میں عبور کر جاتی ہے !

(تحریف و تمسیخ صور و افکار)

کبھي کبھی اوسکی یه مبالغه آمیزی ایک نیا قلب بدلتي ہے - یعنے جب واقعات میں اغراق کا کوئی جدید پہلو نہیں پیدا کر سکتي تو اونکو مسخ کردیتی ہے - زمانۂ قدیم کي جنگجو قوموں کے خوفناک چہرے ' اونکے عظیم الشان هتهیار ' اونکے فن جنگ کے عجیب و غریب کرتبوں کي داستانیں ' هم آج تمسخر انگیز سمجھتے هیں - لیکن در حقیقت وہ بالکل اصلیت سے خالي نہیں هیں البته جماعت کے دماغ نے اون کو همارے سامنے مسخ شدہ صورت میں پیش کیا ہے ' اسلیے اونکے اصلي خط و خال همارے نظروں سے چھپ گئے هیں -

(۴) یه ممکن تھا که اوسی زمانے میں یه مصنوعي پردے هٹا دیے جاتے اور دنیا ان واقعات کی اصلی صورت دیکھه لیتی - لیکن جماعت جس عالمگیر مرض میں مبتلا هوتی ہے ' وہ متعدي هوجاتا ہے ' وہ ایک هی کان سے سنتي ہے ' ایک هي آنکھه سے دیکھتي ہے' ایک هی دل سے یقین کرتی ہے' اسلیے ایک شخص جو کچھه کہتا ہے ' پوری جماعت کی زبان سے کہتا ہے ' اور هر شخص اوسکا اوسیطرح یقین کرتا ہے جسطرح کہنے والا اوس پر ایمان لایا تھا -

(چند مثالیں)

واقعات سے اسکی متعدد مثالیں فراهم کی جاسکتی هیں - فرانس میں سوء اتفاق سے دو لڑکیاں ڈوب گئیں - لاش نکالی گئي تو چند اشخاص نے انکي شناخت کی - مزید توثیق کےلیے بہت سے لوگوں کي شہادت لیگئی اور هر شخص نے اونکی تائید کی - انسپکٹر پولیس نے اونهي لوگوں کي شهادت پر اونکي تجهیز و تکفین کا حکم دیدیا -

لیکن چند هي دنوں کے بعد معلوم هوا که وہ لڑکیاں زندہ هیں ' اون میں اور ڈوبنے والي لڑکیوں میں صرف معمولي مشابہت تھی جس نے ایک جماعت کو دھوکے میں ڈالدیا -

اسی طرح ایک لڑکے نے ایک دوسرے لڑکے کي لاش کي شناخت کی تھی ' اور بہت سے لوگوں نے اسکي شناخت پر یقین کو لیا تھا ! اس واقعه کي عام طور پر شہرت هولی تو ایک عورت روتي پیٹتي آئي که " وہ میرا هي لڑکا تھا " لاش کے اوپر سے کپڑا اوتار کر دیکھا گیا تو اوسکے پیشاني میں ایک زخم تھا ' اوسکو دیکھکر عورت اور چلائي : "بے شک' یہي میرا لڑکا ہے - وہ تو مہینوں سے گم تھا ' چند لوگ اوسکو پکڑ لے گئے اور قتل کرڈالا " اس عورت کے اور عزیز و اقارب بھي آے - اونھوں نے بھی کہا که " بیشک یه وهي لڑکا ہے " جس مدرسه میں تعلیم پاتا تھا اوسکے مدرس سے بھي شناخت کرائي گئي - اوس نے بھي اوسکے گلے کے تعویذ کو دیکھه کر کہا که " یه وهي ہے - اسکے تعویذ کو میں خوب پہچانتا هوں "

لیکن بعد کو معلوم هوا که یه تمام شهادتیں غلط تھیں - وہ شہر بوردو کے کسي شخص کا لڑکا تھا - وهیں مقتول بھي هوا تھا' اس عورت کے لڑکے سے اُسے بھي تعلق نہیں ! !

(سریان خیال)

جماعت کے اس دماغی مرض کا نام سریان خیال ہے - پہلے ایک دماغ دو چیزوں کی خفیف مشابہت سے ایک غلط خیال پیدا کرتا ہے - پھر تمام جماعت اندھا دھند اوسکا یقین کرلیتي ہے - دریا میں کنکري پھینکنے سے ایک چھوٹا سا دائرہ پیدا هوجاتا ہے جو رفته رفته پھیل کر تمام سطح آب کو محیط هو جاتا ہے - بعینه اسي طرح جماعت میں ایک شخص ایک خیال قائم کرتا ہے ' جسکو جماعت کے دماغ کي کارروائی عام کردیتي ہے - یہي وجه ہے که جماعت کي تمام روایتیں غلط هوتي هیں ' یا کم از کم قابل اخذ و قبول نہیں هوتیں - سریان خیال کا اثر ضعیف العقل لوگوں پر شدت کے ساتھه پڑ

مراکب بحریۂ مخفیہ ! آلات وسلاسل ناریہ و متصادمہ تحت البحر !

تحت البحر سب میرین کشتیاں بحری ایجادات میں سب سے آخری اور سب سے زیادہ خوفناک و بے خطا ایجاد ہے - حال میں ان کشتیوں نے بحری سرنگو اور تباہ کن گولوں نے متعدد ہولناک نقصان پہنچائے ہیں - برطانیہ کے تین جنگی جہازوں کو پانچ جرمن تحت البحر کشتیوں نے پچھلے ہفتے بالکل تباہ کردیا - یہ تصویر دو انگریزی تحت البحروں "کلاس" نامی کی ہیں، جو بحر شمال میں تباہ کن سلسلے پھیلا رہی ہیں -

اس تصویر میں واضح کیا ہے کہ تحت البحر کیونکر اپنا ہولناک کام انجام دیتی ہے ؟ یہ ایک بندرگاہ ہے جہاں دشمن نے ساحلی دفاع کے انتظامات کیے ہیں - اچانک ایک تحت البحر کشتی پہنچی اور سطح سمندر کے نیچے چلی گئی - اوپر کا سیاہ حصہ سمندر کی سطح ہے اور کشتی سمندر کے نیچے بندرگاہ کی طرف جا رہی ہے - سامنے ایک گولہ لٹک رہا ہے جسے قریب تر ہوکر اسنے بندرگاہ کی جالی کے پاس رکھدیا اور پیچھے ہٹکر آپکے دھنے جانب چلی آئی، اور چپ چاپ مقیم ہوگئی - اب یکایک وہ پھٹ کر تمام ساحلی دفاع کے استحکامات کو فنا کردیگا !

جزیرۂ ہلیگو لینڈ

آغاز جنگ سے جرمنی کے اس عجیب و غریب چھوٹے سے جزیرہ کا بارہا ذکر آچکا ہے جسے بے حقیقت سمجھکر انگلستان نے اپنے موجودہ حریف کے حوالے کردیا تھا - پچھلے دنوں اسکے قریب ایک بحری معرکہ بھی ہوچکا ہے جسمیں انگریزی جہازوں کو کامیابی ہوئی - اس مرقع میں پورا جزیرہ مع اپنے استحکامات کے دکھلایا گیا ہے : ۱ ہوائی جہاز کا اسٹیشن ہے - ۲ قلعہ ہے ۳ اور ۸ اور ۴ بحری سرنگوں کے مراکز ہیں - ۵ وہ مقام ہے جہاں معرکہ ہوا تھا - ۶ ہوائی رصدگاہ اور توپ خانہ ہے - ۷ بحر شمال کی برطانوی وسعت کی جانب ہے -

تاریخ و عبر

ریوٹر ایجنسی

تاریخ تاسیس و اشاعۃ

ریوٹر' جسکا نام آج ہر اخبار بین کی زبان پر ہے' خبر رسانی کی ایک عظیم الشان کمپنی ہے - اگرچہ ریوٹر ایک جرمن لفظ ہے مگر اس کمپنی کو جرمنی سے کوئی تعلق نہیں - یہ خالص انگریزی کمپنی ہے' اور کرۂ ارضی کے تمام بحر و بر میں اسکے خاص ایجنٹ موجود ہیں جو ہر قسم کے واقعات کی مرکز کو اطلاع دیتے رہتے ہیں -

اسکا بانی " جولیس ریوٹر " پروشیا کا ایک نوجوان یہودی تھا - جب ٹیلیگراف کی ایجاد کا اعلان ہوا تو اسے خیال آیا کہ اس ایجاد سے اخباروں کو بہت مدد ملسکتی ہے -

یہی خیال تھا جو سنہ ۱۸۴۹ ء میں ایک کمپنی کی شکل میں ظاہر ہوا - اس نے بہ مقام لاشاپل (جرمنی) ایک کمپنی قائم کی' جسکا مقصد یہ قرار دیا کہ مختلف مقامات سے تجارتی اور مالی خبریں فراہم کر کے لوگوں کے پاس بھیجی جائیں - اس وقت ٹیلیگراف کا سلسلہ بہت کم مقامات پر تھا - اسلیے خبریں بسا اوقات ریل کے ذریعہ اور کبھی کبھی نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ فراہم کرنا پڑتی تھیں -

چند روز کے بعد وہ لندن چلا آیا اور یہاں آ کے اس نے سنہ ۱۸۵۱ع میں اپنی مشہور عالم کمپنی از سر نو قائم کی - لندن میں جو کمپنی اس نے قائم کی تھی' اس نے اپنا دائرۂ عمل صرف تجارتی اور مالی خبروں تک محدود رکھا تھا - اس کی کمپنی سے خبریں خریدنے والے زیادہ تر یونانی تاجر تھے' جنکو دریاے ڈینوب سے گیہوں کی روانگی کے متعلق خبروں کی خاص طور پر ضرورت رہا کرتی تھی -

مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ریوٹر نے محسوس کیا کہ اگر تمام انگریزی اخبارات کو ہر قسم کی خبریں پہنچانے کا انتظام کیا جاے تو اس میں کامیابی کے بہت مواقع ہیں' کیونکہ اسوقت تک تمام مقتدر انگریزی اخبارات کو خارجی خبروں کے لیے اپنے اپنے خاص نامہ نگار رکھنا پڑتے تھے -

اس زمانہ میں ایک اخبار " مارننگ ایڈورٹائزر " کے نام سے نکلا کرتا تھا - ریوٹر نے اس اخبار کو کمپنی سے خبر لینے پر راضی کیا - " مارننگ ایڈورٹائزر " خارجی خبروں کے لیے ۴۰ - پونڈ ماہوار دیا کرتا تھا - ریوٹر نے کہا کہ وہ خارجی خبریں صرف ۳۰ پونڈ ماہوار پر دیدیا کریگا - " مارننگ ایڈورٹائزر " اور اسکے علاوہ چند اور اخباروں نے یہ نرخ منظور کرلیا -

وہ عظیم الشان کمپنی' جو آج دنیا کی سب سے بڑی خبر رساں کمپنی' ہے اسکا آغاز یہ تھا !

دوسرے سال ایجنسی کی خوش قسمتی سے اسکی اہمیت محسوس ہونے کا ایک عمدہ موقع پیدا ہوگیا -

جب مقام ٹیولریس میں آسٹرین سفیر کو نپولین سوم نے باریاب کیا تو نپولین نے اس سے کہا :

" افسوس ہے کہ میرے تعلقات آپکی حکومت سے جیسے عمدہ پہلے تھے ویسے اب نہیں' مگر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے آقا کو یہ اطلاع دیدیں کہ میرے خیالات میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے "

یہ الفاظ ۹ - فروری سنہ ۱۸۵۹ع کو ایک بجے کہے گئے تھے مگر اسی دن ۲ بجے ٹائمز کے دوسرے ایڈیشن میں شائع ہوگئے - اس سے ایک طرف تو اسٹاک ایکسچینج میں تہلکہ پڑگیا دوسری طرف ریوٹر کا نام گھر گھر پھیل گیا -

اسکے بعد سے ریوٹر ایجنسی کی طرف اخبارات کی توجہ بڑھنے لگی' اور وہی ایجنسی جو پہلے صرف یونانی تاجروں کو ڈینوب سے آنے والے گیہوں کی خبریں دیا کرتی تھی' آج تمام دنیا کی خبریں عالم صحافت کے ایک بڑے حصہ کو دے رہی ہے' اور اپنے نامہ نگاروں کے جال سے تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہے !

(طریق حصول انباء و اخبار)

ریوٹر ایجنسی جسقدر خبریں دیتی ہے' اسکے متعلق یہ خیال کرنا صحیح نہوگا کہ وہ سب اسے اپنے خاص نامہ نگاروں سے ملتی ہیں -

جسطرح اسوقت ریوٹر ایجنسی انگلستان کی قومی خبر رساں ایجنسی ہے' اسی طرح یورپ کی اکثر بڑی سلطنتوں میں انکی قومی ایجینسیاں موجود ہیں - فرانس کی قومی خبر رساں ایجنسی کا نام " هاواس " ہے - جرمنی میں " ولف " ہے - اٹلی کی ایجینسی کا نام " ستیفانی " ہے - جاپان بھی ایک قومی ایجینسی بنانے والا ہے - اور ترکوں نے بھی ایک ایجنسی قائم کرلی ہے -

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ ریوٹر کے نامہ نگار دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہیں - لیکن ظاہر ہے کہ واقعات و حوادث صرف بڑے شہروں ہی میں نہیں ہوتے اسلیے ریوٹر ایجینسی نے یہ انتظام کیا ہے کہ دوسری ایجینسیوں سے انکے ملک کے چھوٹے چھوٹے شہروں کی خبریں لے لیتی ہے' اور اپنے نامہ نگاروں کو دیدیتی ہے - اسکے معاوضہ میں ریوٹر ایجینسی انکو خبریں دیتی ہے -

اس ایجنسی نے اب اپنے عمل کا دائرہ اور وسیع کرلیا ہے - خبر رسانی کے علاوہ اب لوگوں کے پرائیوٹ ٹیلیگرام بھی بھیجتی ہے - چونکہ اسکے یہاں کا کوڈ سسٹم نہایت عمدہ ہے اسلیے ایجنسی اور کمپنی دونوں کو کفایت رہتی ہے - اسوقت تک جسقدر پرائیوٹ ٹیلیگرام بھیجتی ہے انکا روزانہ اوسط ایک ہزار ہے -

اس نے روپیہ کا کاروبار بھی شروع کر دیا ہے - ہر سال کروروں روپیہ اسکی معرفت لوگوں کے پاس آتا جاتا رہتا ہے - کمپنی کا پہلا ڈائریکٹر بیرن ڈی ریوٹر تھا - اس نے سنہ ۱۸۹۹ میں انتقال کیا - اب ایجینسی کا موجودہ منیجنگ ڈائریکٹر اسکا لڑکا ہے -

اس ایجینسی کی اصلی خصوصیت یعنی جلد سے جلد اطلاع دینا اسوقت پوری طرح قائم ہے - اس نے ولیعہد آسٹریا کے قتل سراجیو کی خبر تمام ایجنسیوں سے ایک گھنٹہ قبل اور جہاز ایمپرس آف آئرلینڈ کے غرق ہونے کی اطلاع دو گھنٹہ قبل دی تھی -

حکایت موش و گربہ !

مسٹر چرچیل اولین خداوند بحریات برطانیہ

[فسٹ لارڈ اف ایڈمرلٹی]

جنہوں نے ۲۱ - سپٹمبر کو وانقیڈوں کے ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوے کہا :
" اگر جرمن بیڑہ جنگ کیلیے نہ نکلے تو وہ اس طرح اپنی
پوشیدہ پوشیدہ جگہوں سے نکالا جائیگا جیسے چوہے
سوار خواں سے نکالے جاتے ہیں ! "

شیر برطانیہ کا ایک سب سے بڑا بحری نیستان: "کوئین میری"
جو نہر کیل کے چوہوں کو انکے پوشیدہ بلوں سے نکال کر
پرزے پرزے دیدیگا !!

ایک شوخ چوہا "ایمڈن" جو ہندوستان تک چلا آیا
مگر عنقریب اپنی شوخی کی سزا پائیگا !

اولین جنگ فرانس و جرمنی

نتائج سیاسیه و اقتصادیه و عمرانیه

اولین جنگ فرانس و جرمنی نے دونوں سلطنتوں میں ایک عظیم الشان ' ملکی ' تمدنی ' اور اقتصادی انقلاب پیدا کر دیا ' جسکا پرتو ان دونوں ملکوں کے ذرے ذرے میں نظر آتا ہے -

(فرانس)

(مردم شماری ' رقبہ ' مداخل و مصارف)

سنہ ۱۸۷۰ ع میں فرانس کا رقبہ ۲۲۲۷۰۰ میل مربع تھا ' اور ۳۸۰۰۰۰۰۰ آدمی اوس میں آباد تھے ' لیکن اس جنگ کے بعد اوسکا رقبہ ۲۰۷۰۵۴ میل ہو گیا ' اور مردم شماری ۳۶۰۰۰۰۰۰ تک گھٹ گئی ' کیونکہ سرحد فرانس کا ایک بڑا حصہ جرمنی میں منتقل ہو گیا ' اور السیس اور لورین کے دو بڑے صوبے نکل گئے - سنہ ۱۹۰۶ ع تک اس تعداد میں صرف ۳۹۲۵۲۰۰۰ کا اضافہ ہوا تھا -

لیکن جرمنی کی مردم شماری میں جو روز افزوں ترقی ہو رہی ہے ' اوسکے لحاظ سے یہ اضافہ بمنزلہ صفر کے ہے -

سنہ ۱۸۶۵ میں فرانس کی مالی آمدنی ۷۵۰۰۰۰۰۰ گنی تھی اور اسیقدر خرچ بھی تھا - لیکن گذشتہ سال اسکی مقدار ۱۷۰۰۰۰۰۰۰ گنی تک پہونچ گئی -

سنہ ۱۸۷۰ میں فرانس پر ۵۰۰۰۰۰۰۰۰ گنی کا قرض تھا - لیکن گذشتہ سال میں اسکی مقدار ۱۲۵۷۲۸۷۰۰۰ تھی - پہلے اوسکا نظام سلطنت شخصی تھا ' اس جنگ کے بعد اوسنے جمہوریت کا قالب اختیار کرلیا -

سنہ ۱۸۷۰ میں اسکی بری فوج ۲۵۰۰۰۰ پیدل اور ۶۲۰۰۰ سواروں سے مرکب تھی ' لیکن جنگ کے زمانے میں پیدل سپاہیوں میں تقریباً دوگنے کا اضافہ کیا جا سکتا تھا ' اور سواروں کی تعداد ۱۰۰۰۰۰ تک پہونچائی جاسکتی تھی - توپچی ۱۶۰۰۰ تھے جنکی تعداد حالت جنگ میں ۴۰۰۰۰ تک ہوسکتی تھی -

سنہ ۱۸۷۰ میں فرانس کی بحری طاقت ۳۳ جہازوں کا مجموعہ تھی ' جو مجموعی طور پر ۱۸۵۷۵ گھوڑوں کی طاقت رکھتے تھے ' اور ۷۷۷ توپیں ان جہازوں پر نصب تھیں -

لیکن چالیس برس کے بعد اسکی کل بری فوج کی تعداد ۹۳۸۰۰۰ کردی گئی ' اور بحری طاقت کو بھی زمانۂ حال کے رجحان بحری کے مطابق بڑی کوشش سے ترقی دی گئی ہے - ڈریڈناٹ ۲۸ ' کروزر درجہ اول ۱۲ ' درجہ ثانیہ ۱۵ درجہ ثالثہ ۴۴ - ڈیسٹرائر (تباہ کن) ۸۰ ' تار پیڈو ۱۵ سب میرین (تحت البحر) ۷۰ -

(جرمنی)

سنہ ۱۸۷۰ ع میں پروشیا صرف ایک ریاست کی حیثیت رکھتا تھا - جنگ کے بعد وہ ایک مستقل سلطنت بن گیا ' اور جرمن کے تمام صوبے پروشیا کے ماتحت آ گئے ' اور داهیۂ سیاست لرنگ یعنی پرنس بسمارک کا اس جنگ سے یہی مقصد بھی تھا - اسکا رقبہ صرف ۱۳۷۰۰۰ میل مربع تھا ' اب ۲۰۸۷۸۰ میل ہو گیا - پروشیا کی آبادی جنگ سے پہلے ۱۳,۰۰۰۰۰۰ آدمیوں سے بھی کم تھی ' لیکن اب کل جرمنی کی آبادی ۶,۵۰۰۰۰۰۰ - اشخاص کی ہوگئی ہے - جن میں سے ۴۰۲۰۰۰۰۰ آدمی صرف پروشیا میں آباد ہیں - یعنی قتل و خون کی اس غارتگری سے صرف پروشیا کی مردم شماری میں تقریباً دوگنی تعداد کا اضافہ ہوگیا ! !

سنہ ۱۸۷۰ ع میں جرمنی کی فوجی طاقت فرانس کے برابر بلکہ اوس سے بھی کم تھی - صرف ضرورت کے وقت اوس میں اضافہ ہو سکتا تھا - اوسکی فوجی طاقت اب بھی اسی قدر ہے ' لیکن زمانہ جنگ میں اوسکی تعداد ترقی کر کے المضاعف ہوجاتی ہے -

سنہ ۱۸۷۰ ع میں اوسکی بحری طاقت جن اجزاء سے مرکب تھی ' انکی مجموعی تعداد ۹۳ سے زیادہ نہ تھی - ان میں بڑے جہاز صرف ۱۰ تھے - جن میں ۲۵۰ توپیں تھیں ' باقی چھوٹی بڑی مختلف قدیم عہد کی کشتیاں تھیں -

لیکن اسکے بعد جرمنی نے اپنی تمام قوت کو جنگ کے بری و بحری ساز و سامان میں صرف کرنا شروع کردیا ' اور اس سرعت کے ساتھہ ترقی کی ' جسکی نظیر تمام تاریخ عالم میں نہیں ملسکتی - اسکی ترقی محض تعداد نفوس و مراکب جنگ کی نہ تھی - بلکہ فن و صنائع جنگ و آلات جنگ کی ' اور اسی وجہہ سے جسقدر وقت گذرتا گیا ' اتنا ھی اسکا رعب جنگی اور استیلائے حربی تمام یورپ پر چھانے لگا - یہاں تک کہ چالیس برس کے بعد وہ جدید یورپ میں جنگ و طاقت کے ایک ہولناک عفریت کی شکل میں نمودار ہوئی ' اور قواء دول کے توازن کی میزان اسکے ہاتھہ میں آ گیا -

ساز و سامان جنگ میں اسکی بحری قوت ہمیشہ ایک راز سربستہ رہی ہے ' اور کوئی صحیح اندازہ اسکے متعلق نہیں کیا جاسکا ہے - وہ معمولی شمار و اعداد جو خود برلن میں شایع ہوتے رہے ہیں اور جنکو عموماً اصلیت سے بہت کم سمجھا گیا ہے ' انسے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام عرصے میں اسکی بحری قوت ہر طرح ۲۵۰ جہازوں تک پہنچ گئی جن میں ڈریڈ ناٹ جہاز تقریباً ۶۰ - ۷۰ ہیں -

(دونوں سلطنتوں کا مقابلہ)

ان اعداد و شمار کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ رقبہ اور آبادی دونوں کے لحاظ سے جرمنی نے جو ترقی کی اسکے مقابلے میں فرانس کی ترقی بہت حقیر ہے - سنہ ۱۸۷۰ ع میں جنگ سے پہلے فرانس کا رقبہ ۲۱۲۷۰۰ مربع تھا ' صلح کے بعد ۲۰۷۰۰۰ میل ہوگیا - آبادی ۳۸۰۰۰۰۰۰ تھی - صلح کے بعد رقبہ میں جو کمی واقع ہوئی ' اوسکے ساتھہ اس تعداد میں سے بھی تقریباً ۲ ملین آبادی اب لازمی طور پر گھٹ گئی ' اور صرف ۳۶ ملین آدمی فرانس میں رہ گئے - جنگ پر نصف صدی گذر چکی ہے لیکن اب تک اوسکی آبادی میں ۳ ملین سے کچھہ ھی زیادہ کا اضافہ ہوا ہے -

لیکن جرمنی کی حالت فرانس سے بالکل مختلف ہے پہلے اوسکے تمام صوبے الگ الگ تھے ' اب ایک ہو گئے - فرانس کے رقبہ مملکت کا ایک معتد بہ حصہ بھی اوس میں شامل ہو گیا ' اسکے ساتھہ ھی اوسکی مردم شماری بھی قدرتی طور پر زیادہ ہوئی ' اور ان تمام اسباب سے اوسکی آبادی مجموعی طور پر ترقی کرکے تقریباً سہ گونہ ہو گئی ہے - جنگ سے پہلے پروشیا کی آبادی کی تعداد صرف ۲۳۰۰۰۰۰۰ تھی ' اب اوسکی آبادی ۴ ملین سے بھی زیادہ ہے - فرانس کی مردم شماری میں اضافہ نہ ہونے کا بڑا سبب اوسکی عیش پرستی اور بے اعتدالانہ تمدنی زندگی کے مضر نتائج ہیں - فرانس کا ہر عیش پرست انسان آزادہ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے ' اور قدیم ازدواجی رسوم کی پابندی سے اکتا گیا ہے اسلیے اکثر لوگ سرے سے شادی کرتے ھی نہیں - بہت سے کرتے بھی ہیں تو اس شرط کے ساتھہ کہ معدود اولاد پیدا کی جائیگی - اسکے متعلق میاں بی بی میں ایک محکم معاہدہ ہوجاتا ہے اور اوسکے خلاف عدالت میں چارہ جوئی کی جاتی ہے -

هوائي مراکب کا ایک
مجموعه منظر

اس مرقع میں هوائي جهازوں کي تمام اقسام اوپر تلے دکهلائي هیں اور انکي قوت پرواز کي بلندي و پستي کو نمایاں کیا ہے - اسکي تفصیل کیلیے مضمون هوائي بیڑه صفحه ۸ ملاحظه هو -

شپرہ نما هوائي جهاز

یه ایک تازه ترین ایجاد ہے - چمگادر کي شکل کا هوائي جهاز بنایا گیا ہے - ماهرین فن کا بیان ہے که هوا کي هر حالت پر اسے سب سے زیاده قدرت حاصل هوگی !

انگریزی مفتش مرنو پلین (یعنی محض تفتیش کرنیوالا هوائی جهاز)

انگریزی عسکري بائي پلین
یعنی فوج کے استعمال کا هوائي جهاز جسمیں دو انجن هیں نهایت قابل اطمینان ہے

فرانسیسي قلعوں کے توپخانے زیادہ تر قدیم وضع کے هیں -

دونوں سلطنتوں کے توپخانوں کے متعلق ایک سوال یه بهي هے که ضرورت کے وقت دونوں سلطنتیں جسقدر توپیں فراهم کرسکتي ہیں' انکی صحیح تعداد کیا هے ؟ یه یاد رکھنا چاهیے که فرانس ابهی تک باتري میں چار توپوں کے طریقه پر اڑا هوا هے - حالانکه جرمني کي ایک میداني بٹري مین ۶ توپیں هوتي هیں - یه ظاهر هے که ایک ۴ توپوں والی باتري ۶ توپوں والی باتری کا مقابله نهیں کر سکتي -

فرانسیسی صیغهٔ جنگ نے جو اعداد و شمار شایع کیے هیں وہ یه هیں :

" که فرانس کے پاس ۲۵۰۴ توپیں اور جرمني کے پاس ۳۳۷۰ توپیں هیں - اگر هم یه فرض کرلیں که جرمني سنه ۱۹۱۷ تک بالکل خاموش رهے' اور اپنے سامان جنگ میں کوئي اضافه نه کرے تو اس صورت میں فرانس و جرمنی میں فرانس بهتر هوگا - مگر اس فرض کی کوئي وجهه نهیں که جرمنی تین سال تک بلا وجهه خاموش رهیگي - اسکے علاوہ اسکے پیش نظر توپوں کي ایک اور وضع هے' اور جب روپیه کا سامان هو گیا اسیوقت اس پیش نظر وضع کي توپیں جرمن سپاہ میں روشناس هو جائینگی -

شعلهٔ جنگ کا پہلا آتشکدہ

(سرویا اور آسٹریا)

(۲)

(پل)

پل کے قریب نگراني کے لیے جو سنتري کهڑے تهے جب انهوں نے سلم سے آتی هوئی ٹرینوں کو دیکها تو انهوں نے فوراً الارم بلند کیا - اسوقت ایک اسٹیمر چند کشتیوں کو لیکے پل کے اس حصه تک گیا ' جهاں شگاف پڑگیا تها - جب ان کشتیوں سے رکنے کو کها گیا تو انهوں نے اسکے جواب میں رائفلیں سرکیں - انکے جواب میں ادهر سرویوں نے رائفلیں اور مشین گنیں چلانا شروع کیں فوراً آسٹرین ساحل پر چلے گئے -

جو سروي فوجیں پل کي حفاظت کررهي تهیں وہ ان فوجوں سے معرکه آرا هونے لگیں' جو ٹرینوں پر آرهی تهیں - یه واقعه اسیوقت پیش آیا که سرنگوں میں آگ لگادی گئی اور پهٹیں ' اور اسطرح پل کو عبور کرکے سروي ساحل تک پہنچنے کے لیے آسٹرین فوجوں کی کوششیں درهم برهم هوگئیں -

کیا اسي نا کامي کي جهلاهٹ میں شهر پر گوله باري کي گئي؟ کوئي نهیں کهسکتا ' مگر دوسرے هي دن ۲۹ کو دو گولے پهٹکے انگریزي سفارتخانوں پر گرے اور انگریزي قونصل مرتے مرتے بچ گیا -

بلغراد اور سلم کے مابین ٹیلفون اب تک صحیح و سالم تها اسکے ذریعه سے سروین کمانڈر نے آسٹرین کمانڈر کو اس واقعه کي اطلاع دي که اسکي گوله باري سے انگریزي قونصل اور انگریزي جائداد پر دست درازي هوئی هے' جو اسوقت نا طرفدار هے - اسکا یه جواب ملا که تمهاري کومنجنڈس نے همارے مونیٹروں پر آتشباري کي تهي اسلیے هم نے بهي آتشباري کي ' اور اگر آینده پهر کبهي وہ ایسا کرینگے تو هم بهي پهر یهي کرینگے -

اسي اثناء میں آسٹرین ریورگن بوٹ (دریا کي توپ بردار کشتیاں) دریا سے ڈنیوب میں پیریڈ کرتي هوئی خاموش قلعوں کے سامنے سے گذریں - وہ گاهے ماهے گولے بهي پهینکتی جاتي تهیں جو کبهی خالي فضاء میں بلند هوتے تهي اور کبهي بلغراد کے مکان پر آکے گرتے تهے -

(مسٹر نون پر گولے)

۳۰ جولائي کو صبح کے وقت میں فرنیکو سروین بنک میں تها که ایک شارپنل گولا سڑک پر ٹهیک اس کمرہ کي کهڑکي کے آگے آکے پهٹا جس میں بیٹها تها - اس گولے نے کهڑکي کو چور چور کردیا - میں بنک سے روانه هوکے گرینڈ هوٹل کے قریب آرها تها که میرے بائیں جانب چند گز کے فاصلہ پر ایک گوله آکے گرا' ایک عمارت منهدم هوگئي اور هم لوگ بالکل گرد پوش هوگئے -

تمام باشندوں نے سارا دن اور رات بهر شراب کے نه خانوں میں بسر کي یه گن بوٹ قد میں همارے تارپیڈو کشتیوں کے برابر هوتی هیں' لیکن انکے مصارف بهت هیں - یه ایک هزار میٹر کے فاصله سے خاموش قلعوں پر آتشباري کرتي هیں - سروي اپنے توپخانے لاے تو مگر انهیں استعمال نهیں کیا - یه مسلسل خاموشي سرویوں کے طرف سے غیر معمولی تهي' اور آبادي میں سخت خوف و پریشاني پیدا کر رهی تهي - کیا اسلیے که توپچیوں کی کمی تهي یا سامان جنگ کی ؟ کوئی نهیں کهسکتا - مگر میرے نزدیک دوسری صورت تهي -

اسٹیم رولر کا جمود

روس کو اپني فتوحات کے اعلان میں جو مخصوص قابلیت حاصل هے' وہ جنگ کریمیا کے زمانے سے دنیا کو معلوم هے جبکه انگلستان' روس' اور ٹرکی کي متحدہ فوجیں کچي مٹي کے تودوں کیطرح روسي قلعوں کو اڑا رهی تهیں' مگر عین اسی وقت سینٹ پیٹرز برگ سے تار دیے جاتے تهے که همارے فوج کے ایک ایک کاسک نے دشمن کے ایک ایک دستے کا خاتمه کردیا -

پس اگر آج همکو سنایا جاتا هے که ایک لاکهه آسٹرین سپاہ مچهلي کیطرح جال میں گرفتار هوگئیں تو یه چنداں تعجب انگیز نهیں' اور همیں معلوم هے که عظیم الشان روس کي فتوحات همیشه کیونکر هوا کرتي هیں' لیکن تعجب هے که پچهلے دنوں فرانس کے میدانوں میں بهی بعض نامه نگاروں نے سلافی اصول روایت کي تقلید کرني چاهي' اور " ۸۰ هزار جرمن لاشوں " کو ایک ایک کرکے شمار کرلیا !

مارا ازیں گیاہ ضعیف این گماں نبود !

" پایونیر " کو بهي اس انتهائي دروغ بافي پر غصه آگیا هے اور وہ جهنجهلاکر پوچهتا هے که ۸۰ هزار لاشیں کیونکر شمار کي گئیں' اور ایسی صریح لغو بیاني کیوں کیجاتی هے ؟

ساٹهه دن پورے گذر گئے - روس نے آسٹریا کو درهم برهم کردیا ' سرویا نے اسکي بوٹیاں نوچ لیں - مانٹي نگرو بهي روز سراجیو کے پاس بیان کیا جاتا هے - ایک لاکهه آسٹرین قیدیوں کو روز دو لاکهه مرتبه فیاض روس راشن دے رها هے - تعجب هے که ابتک کوئي فیصله کن نتیجه نه نکلا -

روس ابتک وهي گلیشیا کے گوشوں میں بیان کیا جاتا هے ' سرویا اپنے ملک کے ۱۲ - میل اندر لڑ رهی هے' مانٹي نیگرو سراجیو تک پهنچتا هي نهیں - جرمنی کے روسی پولینڈ میں بڑهنے کي خبریں آنے لگي هیں مگر روسی افواج کے جرمني کے اندر کاموں کا کچهه پته نهیں چلتا که کب برلن کی طرف پیش قدمي هوگي ؟

لطف یه هے که هندوستان کے اینگلو انڈین پریس کے دفتر بهي ان خبروں کو سنتے سنتے پریشان هوجاتے هیں اور اکتا کر کهه اٹهتے هیں که روسي بیانات قابل تسلیم نهیں - پایونیر اور ٹائمز آف انڈیا کے نوٹس آجکل نهایت دلچسپ هوتے هیں -

هم سمجهتے هیں که اگر انگلستان کا پریس بیورا روس کي ایسی خبروں کو بهي قلم احتساب کے حوالے کردیا کرے تو بهتر هے' کیونکه فوجي رازوں کے انشا سے کهیں زیادہ روسي خبروں کے اعلان سے دول متحدہ کے مقاصد کو نقصان پهنچتا هے -

یہي وجہ ہے کہ تمام یوروپین قوموں میں فرانس کی آبادي روز بروز گھٹتي جاتی ہے ' اور اس نقصان عظیم کا صرف اوس وقت احساس ہوتا ہے ' جب وطنیت کي راہ میں فرزندان وطن کی قرباني چڑھانیکي ضرورت ہوتی ہے !

سنہ ۱۷۷۰ع میں فرانس کی آبادي پروشیا سے ۱۵۰۰۰۰۰۰ زیادہ تھي ' لیکن اب جرمني کي آبادي فرانس کي آبادي سے ۲۵۰۰۰۰۰۰ زیادہ ہوگئي ہے - یہ سچ ہے کہ جرمني کے رقبۂ ملک کي وسعت نے آبادي کے تناسب پر بھي اثر ڈالا ہے ' لیکن اسمیں نسل کي عمدہ افزایش اور ازدواجي زندگي کے قیام کو بھي بہت کچھہ دخل ہے - جو لوگ جرمني سے نکل کر نو آبادیوں میں یا دوسرے ملکوں میں آباد ہوگئے ہیں ' اونکي تعداد اسکے علاوہ ہے -

دونوں سلطنتوں کے دار الحکومتوں میں بھی آبادي کا یہي تناسب نظر آتا ہے - سنہ ۱۸۷۰ع میں پیرس کي آبادی ۱۷۵۰۰۰۰ تھي - اب ۲۸۴۶۹۸۶ ہے - یعني ایک ملین سے کچھہ ھی زیادہ اضافہ ہوا ہے - لیکن برخلاف اسکے اوسوقت برلن کي آبادي صرف ڈھائي لاکھہ تھي ' مگر اب دو ملین یعني ۲۰ لاکھہ تک پہنچ گئي ہے !!

مالي حالت بھی اسی کے قریب قریب ہے - سنہ ۱۸۷۰ع میں فرانس کی آمدني ۷۵۰۰۰۰۰۰ گني تھی اب ترقي کے بعد ۱۷۰۰۰۰۰۰۰ گني ہے - با اینہمہ اسمیں دو گنے سے کچھہ ھی زیادہ اضافہ ہوا ہے - لیکن جرمني کی آمدني ۲۰۰۰۰۰۰۰ گنی تھی ' اور اب ۱۴۲۰۰۰۰۰۰ سے بھي بہت زیادہ ہے - یعني بہ نسبت پہلے کے سات گنا بڑھ گئی ہے !

اسیطرح ملک و حکومت اور قومی اور وطنی زندگي کي ہر شاخ میں دونوں کي حالت بالکل مختلف ہے -

(اخلاق و عادات)

دونوں قوموں کے اخلاق و عادات اور طور و طبائع میں بھي سخت اختلاف ہے - فرانسیسي عموماً رومی اقوام کیطرح ذکي الحس ' تند مزاج ' سریع الاشتعال ' اور شدید الانفعال ہوتے ہیں - اور اسمیں شک نہیں کہ اعلی ترین شہري و تمدني زندگي اور جذبات رقیقہ و لطیفہ کے لحاظ سے وہ تمام اقوام یورپ میں فرد ہیں ' لیکن عقل و جذبہ دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں کے نتائج مختلف ہیں - فرانس بے شبہہ جذبات مشتعلہ کا ایک آتشکدہ اور بھڑکتے ہوے عواطف کا ایک کوہ آتش فشاں ہے ' لیکن سیاست کا دیو صرف عقل کے کوہ ہمالیہ ھي پر رہتا ہے ' جسکي سطح ہمیشہ برف کے برودت سے سرد رہتی ہے -

فرانسیسي عموماً سیاست سے ناآشنا ہے - جب اوسکے غصہ کی آگ بھڑکتي ہے ' تو خرمن عقل کو دفعۃً جلا کر خاک سیاہ کردیتي ہے ' لیکن سیاست ہمیشہ حزم ' استقلال ' تدبر اور دور اندیشی کے برف زار میں نہایت سکون و اطمینان اور سرد تحمل کیساتھہ زندگي بسر کرنا چاہتی ہے ' اسلیے اوس نے اپنا نشیمن یورپ کے دوسري سلطنتوں کو بنایا ہے - انہی سلطنتوں میں ایک جرمنی بھی ہے جرمن نہایت مستقل ' ثابت قدم ' اور غور و فکر کے عادي ہوتے ہیں - عقل و دور اندیشي اونکے جذبات کو قابو میں رکھتی ہے ' وہ ہر معاملہ پر نہایت غور و فکر کیساتھہ نظر ڈالتے ہیں ' اور اوسپر عمل کرنیکا صحیح راستہ اختیار کرتے ہیں - وہ صرف مظاہرہ اور نمایش کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں قرار دیتے ' بلکہ مادي نتائج و عقلي حقائق اونکے پیش نظر ہوتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ وہ خاموشی کے ساتھہ ہر حیثیت سے روز افزوں ترقی کرتے چلے گئے ' اور کسیکو اسکی خبر نہ ہوئی - اگر قیصر جرمنی کي شہرت طلبي اونکو نمایاں نکرنا چاہتی ' تو وہ ایسي خاموش عملي زندگي بسر کر رہے تھے کہ دنیا کو کبھی بھی اونکا علم نہوتا !

مکاتبات حربیہ

فرنچ اور جرمن توپخانے

آغاز جنگ سے کسیقدر قبل " مارننگ پوسٹ " کے جنگی نامہ نگار نے جرمن اور فرنچ توپخانوں کا باہم موازنہ کیا تھا - وہ لکھتا ہے کہ " توپخانہ میں سب سے اہم شے میداني توپخانے ہیں - اِس بارہ میں انگریزي توپچیوں کا یہ خیال ہے کہ فرانس کو اپنے حریف پر قطعي اور یقیني فوقیت حاصل ہے - اگرچہ جرمنی نے اپني پراني توپونکے لیے نئي گاڑیوں کا سامان کیا ہے ' مگر تاہم فرنچ توپخانوں کی توپوں کي منجنیقیں ' گاڑیاں اور دیگر ساز و سامان جرمني کے میداني توپخانوں کی توپوں سے بہتر ہے -

یہاں تک تو حالت عمدہ ہے ' لیکن جب پراني میدان کي ہاوٹزروں کا نمبر آتا ہے ' تو اسمیں فرانس جرمني سے پیچھے نظر آتا ہے ' جو " ہاوٹزر " ایک آتشیں آلہ ہے جو افق کے متوازي گولہ باری کرتا ہے -

جرمن سپاہ میں ہر دستہ فوج کے ساتھہ میداني ہاوٹزر کي تین باٹریاں ہوتي ہیں - اسکے مقابلہ میں فرنچ سپاہ کے پاس معاصرہ کے ہاوٹزر نہیں ہیں - فرانس اسکي کمي کی تلافي کرنا چاہتا تھا - اور یہ تجویز کیا گیا تھا کہ میداني توپوں کے دہانے پر ایک قسم کي توپي لگادي جاے ' جس سے انکي گولہ باري کي سرعت کم ہو جائیگی -

یہ معلوم ہوا ہے کہ اس تدبیر سے نشانہ کي صحت کے متعلق بعض عمدہ نتائج مرتب ہوے تھے -

مگر اس تجویز پر جو اعتراض ہوتا ہے وہ بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے - ہاوٹزر کا ایک مقصد یہ بھي ہے کہ اسکے ذریعہ سے بڑے بڑے گولے مثلاً ۴۰ یا ۵۰ پونڈ کے پھینکے جا سکیں - یہ بات فرانس کی ان توپوں کو حاصل نہیں ' کیونکہ وہ صرف معمولي میدان کی توپوں کے گولے پھینکسکتی ہیں -

جسطرح کہ ہمارے (انگلستان) پاس میدان کے لیے باقاعدہ بھاري باٹریاں ہیں اسطرح فرانس کے پاس نہیں ' حالانکہ جرمني کے پاس اسکا سامان یعني توپیں وغیرہ ہیں -

بھاري ہاوٹزر کی باٹریاں دونوں سلطنتوں کے پاس ہیں ' لیکن اگر مجموعي حیثیت سے دیکھا جاے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں انتخاب کي ضرورت نہیں - یہ ظاہر ہے کہ میدانی توپوں کے ساز و سامان کی وجہ سے فرانس کو جو فوقیت حاصل تھي وہ اسلیے منسوخ ہوگئي ہے کہ اسکے پاس بھاري باٹریاں اور میداني ہاوٹزر نہیں ہیں -

ایسے اسباب موجود ہیں جنکي بناء پر یہ یقین کیا جا سکتا ہے

پرزہ (جسکو انگریزی میں " فائرنگ جی ار " کہتے ہیں) لیور کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے -

لیور ایک کمانی پر تہمے ہوے تکلےکی وجہہ سے مقفل رہتا ہے- (اس تکلے کو انگریزی میں اسپرنگ سپور ٹیڈ اسپنڈل کہتے ہیں) اسکا مفاد یہ ہے کہ جب لیور اپنی جگہہ سے ہٹے' تو اس تکلے اور کمانی کی وجہہ سے پورے زور کے ساتھہ ہٹے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک شے دبی ہوئی ہوتی ہے ' اور وہ اپنی جگہہ سے حرکت کرتی ہے تو زور کے ساتھہ چلتی ہے - کمانی اس قوت و سرعت میں مزید اضافہ کرتی ہے -

لیور اور اسکے اور پرزے سرنگ کے پیندے میں جڑے ہوے ہیں - یہاں ایک پرزہ ہوتا ہے جس پر تصویر میں حرف "B" بنا ہوا ہے ' اسکو انگریزی میں اسٹاپ یعنے روکنے والا پرزہ کہتے ہیں - جہاز جب سرنگ سے ٹکراتا ہے تو ایک قوس نما پرزہ کی وساطت سے اس تصادم کا اثر اس اسٹاپ پڑتا ہے - یہ پیچھے ہٹتا ہے اور اسوقت سرنگ آتشبار ہوتی ہے - جب تک یہ پیچھے نہیں ہٹتا سرنگ سے ایک شرارہ نہیں نکلسکتا -

آتشبار پرزہ یعنے فائرنگ جی ار مقفل نہیں رہتا - تصویر میں آپ اس حصہ کو دیکھیں جہاں حرف " A " بنا ہے - یہ بھی ایک تکلا ہے اسکو انگریزی میں اسٹرائکر اسپنڈل یعنی مارنے والا تکلا کہتے ہیں - اسکا سرا اندر سے مجوف ہے - اسکے قریب ہی " C " ہے - "C" کا سرا صلیب نما ' خار دار اور باہر کے جانب نکلا ہوا ہے - اسکے ہر کنارے کی شکل ایسی ہے کہ اس " A " کے مجوف سرے کے بالکل ٹھیک بیٹھہ جاتا ہے - جب یہ صلیب نما خار دار سرا آگے کے جانب نکلتا ہے ' تو اسکے کنارے اس وسیع حصہ میں چلے جاتے ہیں ' جس پر تصویر میں " D " بنی ہوئی ہے - ان کناروں کے ہٹنے سے تکلا " A " آزاد ہوجاتا ہے - ایک کمانی اس تکلے کو دباتی ہے اور یہ " ڈیٹونیٹر " کے آگے زور سے اچھلتا ہے - " ڈیٹونیٹر " وہ حصہ ہے جہاں آتشگیر مادہ رہتا ہے " E " کے قریب ایک لچکدار جوڑ ہے - یہ اسلیے ہے کہ پانی کے تموج کا اثر آتشبار مشن پر نہ پڑے - '

اطلاع

(۱) ۲۳ ستمبر کے الہلال میں مقالہ افتتاحیہ شائع نہیں ہوسکا لہذا صفحہ ۸ کے بعد صفحہ ۹ پڑھنا چاہیے - امید کہ احباب کرام مزید تفتیش کی تکلیف نہ فرمائینگے -

(۲) جلد پنجم کے تین نمبر یعنی ۱۰ ' ۱۱ ' اور ۱۲ موجود نہیں ہیں اسلیے دفتر سردست ارسال سے معذور ہے - جن اصحاب کو ان نمبروں کے موصول نہونیکی شکایت ہے وہ تا اشاعت ثانی عدم تعمیل فرمایش کو معاف فرمائینگے -

منیجـــر

یـــوم التغـــابـــن !

جنـگ احتسـاب و روایت !

فاقبل بعضهم علی بعض یتلاومون - قالوا یا ویلنا انا کنا طاغین !

هم بغیر کسی ذاتی نظر و نقد کے صرف اس طول طویل سرگذشت کا ترجمہ درج کردینا کافی سمجھتے ہیں ' جو لندن ٹائمز کے ہولناک " مراسلۂ امبذس " کے متعلق ولایت کی پچھلی ڈاک میں آئی ہے :

به آب رنگ و خال و خط چه حاجت روے زیبا را

اس سرگذشت میں اهل نظر کیلیے بہت سی ضمنی بصیرتیں بھی ہیں اگر چشم تفکر سے کام لیں :

میں ابھی چشم شوق کو الزام خاک دوں
تیری نگاہ شرم سے کیا کچھہ عیاں نہیں ؟

ضمناً اس واقعہ سے انگلستان کے پریس کی جو گھمرانہ و فرمانروایانہ طاقت ظاہر ہوتی ہے ' وہ سب سے زیادہ قابل غور ہے - ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ ٹائمز کے مراسلہ نگار کا بیان صحیح تھا یا غلط ؟ جب اولیاء حکومت نے باقاعدہ اسکی تغلیط کردی ہے تو اسے غلط ہی تسلیم کرنا چاہیے - لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ لندن ٹائمز کو تغلیط کے بعد بھی اپنے مراسلے کی صحت پر اصرار رہا ' اور تمام پارلیمنٹ اسکی مقاومت کیلیے اٹھہ کھڑا ہوا ' تاہم ہنگامۂ زبان و قلم کے سوا اور کوئی کارروائی نہ کی جاسکی !

اصل یہ ہے کہ جن متمدن ممالک میں حریت صحافۃ اپنی ابتدائی ابتلاؤں سے گذر چکی ہے ' وہاں پریس بجاے خود ایک فرماں روایانہ قوت ہے - حکومت اس سے مساویانہ جنگ کرتی ہے مگر اسکی مالک و حکمراں نہیں ہوسکتی -

اسی طرح مسٹر ایف - ای - اسمتھہ کا پوزیشن بھی اس سرگذشت میں خصوصیت کے ساتھہ قابل توجہ ہے - وہ صرف اسی کام کے لیے منتخب کیے گئے ہیں کہ اخبار و مراسلات جنگ کا احتساب کریں - تاہم اس معاملے میں وہ خود مدعی اور ذمہ دار بن گئے ہیں - انہوں نے ترمیم و اضافے کے بعد مراسلے کی اشاعت کو ناقابل اعتراض سمجھا - کیونکہ بقول انکے " سچائی سے بالکل منہہ موڑ لینا بھی مناسب نہیں " !!

پبلک کے نائبین نے اس موقعہ پر پارلیمنٹ میں (باوجود زمانۂ جنگ) جو اظہارات کیے ' انسے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ " آزاد ممالک " کے افکار و طبائع کا کیا حال ہوتا ہے ' اور انکے محسوسات اُن لوگوں سے کس قدر مختلف ہوتے ہیں جو اس عالم سے دور ہیں ؟

مذاکرۂ علمیہ

بحری سرنگیں

موجودہ جنگ کے تمام عظیم الشان معرکے خشکی پر ہوے ہیں، اسلیے اگر اس جنگ کو مجموعی حیثیت سے بری جنگ کہا جاے تو بیجا نہوگا -

لیکن اگر روے زمین پر ہنگامۂ کارزار برپا رہا ہے تو سطح آب کا سکون و قرار بھی قائم نہیں رہا یعنی اگر بلجیم، فرانس، گلیشیا اور مشرقی پروشیا کی سرزمینیں انسان پاش اور قلعہ شکن توپوں کی ہولناک آتشباری، پانی کی طرح بہنے والے انسانی خون کے سیلاب، مقتولین کی لاشوں کے بلند انبار، اور دم توڑنے والے مجروحین کی کراہت اور نالہائے الم سے یکسر اقلیم موت و ہلاکت بنی ہیں، تو بحر شمال، بحر بالٹک، اور چینی سمندروں میں بھی جنگی جہازوں کے حملہ و مدافعت، فرار و تعاقب، کبھی زیر آب رو پوشی اور کبھی سطح آب پر رو نمائی سے ایک طوفان و تلاطم لوٹتا رہا ہے -

ان بحری معرکوں میں زیر آب سرنگوں نے نمایاں حصہ لیا ہے -

زیر آب یا بحری سرنگیں کوئی نو ایجاد شے نہیں، مگر انکے مبلغ اتلاف و ہلاکت آفرینی کا حقیقی اعتراف گذشتہ چند سالوں ہی میں ہوا ہے -

اگر آپ اس اعتراف کا سراغ لگانا چاہتے ہیں تو آپ کو تاریخ حروب میں جنگ روس و جاپان کا باب نکالنا چاہیے - اس جنگ میں جاپانیوں نے جس آلہ سے سب سے زیادہ روسی جہازوں کو غرق کیا تھا وہ یہی بحری سرنگیں تھیں -

ایشیا جسکو یورپ اپنے غرور طاقت کے نشہ میں کمزور اور حقیر سمجھتا تھا جب اسکی نو خیز قوم نے یورپ کی ایک بڑی باجبروت و صولت سلطنت کو اسقدر ذلت آمیز اور شرمناک شکست دی، اور یورپ کو یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ کے بحری معرکوں میں زیر آب سرنگوں نے نمایاں دور تمثیل کیا ہے، تو انکے جنگی حلقوں میں بحری سرنگوں کے متعلق دلچسپی کی ایک عام لہر دوڑ گئی، اور ہر سلطنت میں سرگرمی و مستعدی کے ساتھہ تجربے ہونے لگے -

جنگ جاپان و روس سے پہلے بحری سرنگوں کے متعلق کئی امر محتاج ترقی و اصلاح تھے - ان میں اولین نقص تو یہ تھا کہ وہ محفوظ نہ تھیں یعنی جسطرح وہ دشمن کے جہازوں کے لیے سرچشمہ ہلاکت و بربادی تھیں اسیطرح وہ اپنے جہازوں کے لیے بھی خطرناک اور غیر مامون تھیں، اور سرنگوں کے بچھانے کے بعد راستہ دشمن کے جہازوں کے لیے بند ہو جاتا تھا - تو اپنے جہازوں کے لیے بھی کھلا نہیں رہتا تھا - کیونکہ اگر مخالف جہازوں کے لیے سرنگوں پر سے گذرنا موت و ہلاکت کے منہہ میں جانا تھا تو خود اپنے جہازوں کا اسطرف سے نکلنا بھی اپنے ہاتھہ سے اپنے آپ کو گرداب ہلاکت میں ڈالنے سے کم نہ تھا - غرض اسوقت تک وہ مفید تھیں، مگر جسقدر مفید تھیں اسیقدر مضر بھی تھیں - اور گو وہ حصار مدافعت تھیں، مگر اسکے ساتھہ ہی سنگ راہ بھی تھیں -

دوسرا نقص یہ تھا اور یہ پہلے نقص سے کم سنگین نہ تھا کہ انکے نشانہ کی صحت قابل اعتماد نہ تھی - وہ جہازوں کو غرق کرتی تھیں، مگر جب کہ سرنگوں کو چلانے والا انہیں چلاتا تھا تو وہ اسوقت اپنے شکار میں کامیابی کے لیے سرنگوں کی صحت اور اپنی مشاقی سے زیادہ بخت و اتفاق کی مساعدت سے توقع رکھتا تھا

ان دونوں نقائص سے شدید تر نقص، جس وجہہ سے اسوقت تک ان سرنگوں کی قدر و قیمت بہت کم سمجھی جاتی تھی یہ تھا کہ انکی تاثیر و کار فرمائی ناتمام تھی - اسوقت تک یہ بالکل ممکن تھا کہ جہاز سرنگوں پر سے گزرے سرنگیں چلائی جائیں، نشانہ بہدف ہو، جہاز زخمی ہو، مگر غرق نہ ہو کیونکہ یہ نقصان اتنا شدید نہیں ہوتا تھا کہ اسکے بعد غرقابی ناگزیر ہو!

جنگ روس و جاپان کے بعد جو تجربے ہوے انکا محور یہی تینوں نقص تھے -

* * *

مشرق اقصی میں جب ان سرنگوں کو اسقدر نمایاں کامیابی ہوئی تو مسرس وکارس نے جنکا مقصد وحید بحری جنگ کے تمام ضروریات کی فراہمی ہے، اس خوفناک و ہلاکت آفریں آلہ پر توجہ مبذول کی، جسکے نہایت دلچسپ اور مفید نتائج نکلے -

بحری سرنگوں کی ساخت میں تین امور سب سے زیادہ اہم تھے :

(۱) سرنگ کا آتشبار حصہ اسطرح بنایا جاے کہ ایک طرف تو گزرنے والے جہاز کی حرکت کا خفیف ترین صدمہ اسکو مشتعل کردے، اور دوسری طرف سرنگوں میں قبل از وقت یا پانی میں اتارتے وقت آگ نہ لگنے پائے -

(۲) جس قدر پانی میں کہ سرنگیں غرق رہیں، اسکا عمق اور متعین اور دائمی ہو یعنی جسقدر عمق پر کہ ہم سرنگ کو رکھنا چاہیں اسیقدر عمق پر وہ برابر قائم رہے -

(۳) اگر ایک سرنگ چلائی جائے تو یہ نہ ہو کہ اسکی وجہ سے اور سرنگیں بھی بلا ضرورت محض اس سرنگ کی وجہ سے مشتعل ہوجائیں کیونکہ اس صورت میں انکا تعدد بیکار ہوجائیگا -

یہ تینوں امور اگرچہ اہم تھے، مگر جسقدر اہم تھے اسیقدر دشوار بھی تھے، لیکن بالاخر تجربات نے اس مشکل کو آسان کردیا، اور مسرس وکارس کی سرنگوں میں یہ تینوں امور ملحوظ رکھے گئے ہیں -

* * *

مسرس وکارس کی سرنگ (دیکھیے تصویر سرنگ) ایک انڈا نما مستدیر سرنگ ہوتی ہے، اسمیں ایک لیور ہوتا ہے جو سرنگ کے حلقہ کے باہر نکلا رہتا ہے - جب جہاز سرنگوں سے آکے ٹکراتا ہے، تو یہ لیور اپنی جگہہ سے ایک طرف جھککے جہاز کے تختے (جسکو انگریزی میں ہل کہتے ہیں) کے برابر دوڑتا ہوا آگے بڑھجاتا ہے - لیور کے اس انتقال مکانی سے سرنگ کا آتشبار

میں جوش، طاقت ، اور دانائي کے ساتهه معرکه آرائي کررهے هیں"

مسٹر ٹي - پی اوکونر نے چشمدید گواهي دي که ایک مشکل فرض کو مسٹر اسمتهه نے نهایت خوبي سے ادا کیا ہے -

مسٹر پیٹر نے اس امرکي طرف توجه دلائي که جو اخبارات غلط یا دهشت انگیز خبریں شایع کریں انکے بند کرنے کے لیے هوم سکریٹري کو اختیارات ملنا چاهئیں -

مسٹر ولیم نے خبروں کے دباتے کے موجوده نظام کی مذمت کي اور اسپر زور دیا که گورنمنٹ ذمه دار نامه نگاران جنگ کو محاذ میں جانے دے - اس مشورے کے متعلق هوم سکریٹري نے اعلان کیا ہے که موجوده حالات میں جبکه هر شے دشمن کے بے خبر رهنے پر موقوف ہے اس پر عمل کرنا ناممکن ہے -

(مسٹر اسمتهه کا بیان)

آخر میں مسٹر اسمتهه دفتر اخبارات کی مدافعت اور یه تسلیم کرنے کے لیے کهڑے هوے که موجوده نظام مکمل نہیں ہے، اور یه که اسمیں فوراً اهم ترمیمات هونا چاهئیں - انهوں نے بیان کیا که دفتر اخبارات کي رهنمائي کا عهده انهوں نے طلب نہیں کیا تها - اس عهده کی وجه سے انهیں اتنے گهنٹے کام کرنا پڑتا ہے که اس سے پہلے انهیں کبهي اسکا اتفاق نہیں هوا -

انهوں نے کہا کہ اب تک عهدهٔ احتساب مثنی رها ہے - (یعني دو مقام پر خبرونکا احتساب هوتا ہے) یہی واقعه ہے جو تاروں کے ساتهه یقیناً غیر مساوي طرز عمل کا ذمه دار ہے - متعدد دفتروں میں ۸۰ یا ۹۰ تربیت یافته فوجي محتسب هیں - یه توقع کرنا ناممکن ہے که وه سب کے سب ایک هي نتیجه پر پهنچینگے - اسکے بعد تار دفتر اخبارات کے پاس آتا ہے - اب یه کوشش کي جارهي ہے که عهدهٔ احتساب کو شامل کرلیا جاے - پریس کے تار جو تمام دوسرے تاروں سے الگ رکهے جائیں گے، ان کے متعلق جو کچهه هوگا وه لندن کے مرکزي دفتر اخبارات هي میں هوگا - اس مرکزي دفتر میں ۲۰ محتسب هونگے جو دفتر جنگ اور دفتر اخبارات سے نامه و پیام رکهینگے - امید ہے که اسطرح ایک تار کو دو دفعه احتساب کرنے کي ضرورت باقي نہیں رهیگي - "

اسکے بعد انهوں نے کہا :

" دفتر اخبارات میں امیر البحر اور دفتر جنگ کے افسر رهتے هیں، جو همه وقت دفتر جنگ کے سوالات کے جواب دینے کے لیے مستعد رهتے هیں ، اور جب کسي بلند پایه جنگي پالیسی کے متعلق بحث هوتی ہے تو براه راست لارڈ کچنر کی ذاتي راے اور اسکے اسباب دریافت کرلیتے هیں -

مجهے پبلک کے فوائد کے متعلق امیر البحر یا دفتر جنگ سے کوئی ایسی اهم شے موصول نہیں هوئی جو فوراً میں نے شائع نه کردي هو -

باقی رها ٹائمز کا مضمون ، تو وه اس حیثیت سے دفتر اخبارات میں بهیجا گیا تها که یه ایک ذمه دار مراسله نگار کا لکها هوا ہے - میں نے خیال کیا که اگر اسکی ظاهري شکل سے قطع نظر کرلیا جاے تو هر شخص کے لیے یه بحث کرنا مشکل هوگا که واقعات کو صحیح سمجهنے کے بعد بهي میں اگر اس مراسلت کو روک لیتا تو اچها نه کرتا - اس مراسلت کو خود میں نے جانچا تها اور بحري یا بري نقل و حرکت کے متعلق جسقدر حوالے اوسمیں تهے ، وه نکال ڈالے تهے -

اس مضمون کي اجازت کے متعلق میں پوري ذمه داري اپنے اوپر لیتا هوں - البته میں اسوقت خیال کرتاهوں که بهتر هوتا ، اگر ٹائمز کے ایڈیٹر سے دریافت کرلیا گیا هوتا که گو یه مراسلت قواعد کے موافق ہے، پهر بهي کیا اسکي اشاعت کو دانشمندانه فعل سمجهتا ہے ؟

(اصل مراسله)

افسوس که اس مراسله کی نقل هندوستان میں نہیں آئي ہے جو ٹائمز نے دفتر اخبارات کی کاٹ چهانٹ کے بعد شائع کیا تها - همنے اس خلاصه میں زیاده تر اسٹیٹسمین کو پیش نظر رکها ہے، لیکن انگلشمین نے اس مراسله کا اقتباس نسبتاً زیاده دیا ہے - هم وه مقتبسه جملے نقل کردیتے هیں :

" منتشر اور شکسته ٹکڑے ! دشمن برابر انکے سروں پر رها ! جو تهے ڈویژن یعني ۲۰ هزار آدمیوں میں سے جسقدر لوگ بچے تهے اس عالم میں وه جنوب کیطرف چلدیے - همارے نقصانات بہت عظیم الشان هیں - میں نے بہت سي رجمنٹوں کے ٹوٹے پهوٹے ٹکڑے دیکهے هیں - مجهے اس امر کا اعاده کرنا چاهیے که نه ڈسپلن کی ناکامی ہے اور نه خوف و هراس ہے - هر ایک کا مزاج شیرین ہے اور گهبراهٹ ظاهر نہیں هوتی -

ایک ٹولی ممکن ہے که اسمیں ایک درجن آدمی هوں یا اس سے کم و بیش، اس شخص کی کمان میں آئی جسکو انپر کمان کرنیکا حق تها - آدمی کوچ کرتے کرتے چور هوگئے هیں، اور بهوک کیوجه سے انکو کمزور هوجانا چاهیے - کیونکه کوئی کمسریٹ ایسي حالت میں ساتهه نہیں دیسکتا - تاهم وه سرگرم اور هشاش بشاش هیں اور جب پهنچتے هیں تو سیدهے اصلی افسر کے پاس آتے هیں - اپنے آپکو پیش کرتے هیں، اور اپنے ریجمنٹ کی خبریں دریافت کرتے هیں -

میں دو آدمیوں سے ملا جنهوں نے ایسی هی سرگذشتیں بیان کیں - ایک شخص نے جلدي سے سلام کرکے کہا : " جناب ! بري طرح سب ٹکڑے ٹکڑے کردیے گئے" دوسرے نے کہا جناب ! مجهے خوف ہے که شدید نقصان هوا " -

بظاهر معلوم هوتا ہے که هر ڈویژن شریک کار رها - بعض بعض ریجمنٹوں کے تمام افسر کام آگئے - ریجمنٹ ٹکڑے ٹکڑے هوگئے مگر اچهي ڈسپلن اور عمده اسپرٹ نے ان ٹکڑوں کو یکجا رکها "

مراسله نگار اپنے مضمون کو اسپر ختم کرتا ہے :

" خلاصه یه که جرمني کي پہلي کوشش کامیاب هوگئي ! همکو اس واقعه کا سامنا کرنا چاهیے که انگریزي فوجي مهم کا خوفناک نقصان هوا ہے، جسے بدقسمتي سے جرمني کي ضرب کا زیاده بوجهه برداشت کرنا پڑا ہے - اسے فوراً بہت زیاده کمک کي ضرورت ہے - درحقیقت انگریزي فوجی مهم نے لازوال عظمت حاصل کي ہے لیکن اسے ضرورت ہے آدمیونکی ! آدمیوں ! هاں اور مزید آدمیوں کی !

پیرس کا محاصره امکان کے میدان سے خارج نہیں کہا جاسکتا - همیں کمک کی ضرورت ہے اور اسیوقت ضرورت ہے - آیا جرمن جنرل اسٹاف کے چیف کے پاس نقصانات کے شمار کے بعد بهي اتنے آدمي بچینگے جو کامیابي کي امید کیساتهه مزید حملے کیلیے کافی هوں؟ اسمیں شک ہے ! فوج نے ایک عظیم الشان کوشش اور غیر معمولي سرعت کیساتهه نقل و حرکت کی ہے "

(قیاس کہتا ہے که اس مضمون کے خط کشیده سطور دفتر اخبارات کے وه اضافے هیں، جنکا ذکر ٹائمز نے اپنے جواب میں کیا ہے - کیونکه ربط بیان کے لحاظ سے وه بالکل ناموزوں اور بے موقع هیں)

(مسٹر اسمتهه کا پرایویٹ خط)

مسٹر اسمتهه کي تقریر کے دوسرے دن ٹائمز نے انکي تقریر پر تنقید کي ، کیونکه مسٹر اسمتهه نے اس مراسلے کا پورا مضمون نہیں بیان کیا تها - ٹائمز کو انهوں نے پروف واپس کیا تها تو اسکے ساتهه ایک خط بهي بهیجا تها جسکے سرے پر " پرائیویٹ " لکها تها - لیکن اسکا انهوں نے کچهه ذکر نہیں کیا -

این زمیں را آسمانے دیگرست !

اب هم اصل سرگذشت کي طرف متوجه هوتے هيں جو فی الحقیقت قوۂ احتساب حکومت اور فن روایت و صحافة کی ایک تازہ ترین جنگ ہے :

(هولناک مراسله امینس)

۳۰ - اگست کو لندن ٹائمز نے اپنے اتوار کے خاص نمبر میں ایک دهشت انگیز مراسله شائع کیا تھا جس پر پارلیمنٹ میں ایک سرگرم مباحثه هوا ' اور اس روش کي تقبیح کي گئي - نیز سرکاري دفتر اخبارات کے افسر اعلی مسٹر ایف - اي - اسمتھ - کے - سي ممبر پارلیمنٹ نے ایک اهم بیان شائع کیا -

ٹائمز نے اس ایڈیشن میں اپنے نامه نگار متعینۂ امینس (فرانس) کے دو طویل تار شائع کیے تھے ' جن میں اس نقطه کي طرف توجه دلائي گئي تھي که " فرانس میں انگریزي فوج عملاً نیست و نابود هوگئي ہے "

اس نامه نگار نے لکھا تھا که " یه ایک غمناک داستان ہے - جو خدا کرتا که مجھے نه لکھني پڑتي - لیکن دیا کیجیے که اب اخفاء کا وقت کا نہیں رها " آگے چلکے اس نے شکسته فوج کي آوارہ گرد ' متفرق شدہ ' اور شکسته دستوں کے ٹکروں " کا تذکرہ کیا تھا ' جن میں سے بعض کے افسر تو "قریباً بالکل هي کام آگئے تھے" اس مضمون کا اثر پڑھنے والوں پر یه پڑا که فرانس میں انگریزي فوج پر نہایت هي سخت مصیبت نازل هوئي ہے - جسکي خبروں کو سرکاري محکمه احتساب نے دبا دیا ہے -

بعد کی کارروائیوں سے معلوم هوا که یه بیان صحیح نه تھا ' چنانچه لارڈ کچنر نے دوسرے دن ایک سرکاري بیان شائع کیا جسمیں نامه نگار کے بیانات کی سلسله وار تردید کي تھي -

(پارلیمنٹ میں بحث)

تاهم ٹائمز کی یه رد شدہ داستان لندن اور اسکے مضافات میں وسیع پیمانه پر پھیل گئی - ایک سخت هیجان و اضطراب عام پیدا هوگیا - زن و مرد کے جذبات کو انگریزي فوج کي مصیبت کے منظر سے سخت تکلیف هوئي - اخبارات کے دفتروں میں اس هولناک خبر کي تصدیق و ترمیم کے متعلق ٹیلیفون کے ذریعه مضطربانه استفسارات هونے لگے - بالاخر پارلیمنٹ میں یه مسئله ایک اهم موضوع هوگیا اور " اسپیکر " کے کرسی پر بیٹھنے سے پہلے هي یه موضوع پیش کیا گیا - سب سے پہلے وزیر اعظم کھڑے هوے اور انہوں نے کہا که اس بیان کی ذرا بھي تصدیق نہیں هوئي ہے - انہوں نے متاسفانه کہا که " اس بلند پایه وطن پرستانه خاموشي کي تعریف نہیں هوسکتي جو انگریزی پریس نے دوران جنگ میں اختیار کي ہے ' مگر افسوس که ٹائمز کا یه مضمون ایک تاسف انگیز استثناء ہے " انہوں نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا که " اگر ایسی حرکت پھر هوئي تو عجب نہیں که دار العوام (هاوس آف کامنز) سے درخواست کرنی پڑے که وہ اسکے انسداد کیلیے کوئی سخت قانون وضع کرے "

دار الامراء (هاؤس آف لارڈز) میں لارڈ چانسلر نے بھي اسی قسم کے ملاحظات کیے - انہوں نے کہا که " میں اس خیال سے اتفاق کرتا هوں که اگر اس قسم کے واقعات زیادہ پیش آے تو انکے انسداد کیلیے پارلیمنٹ سے مستثنی اختیارات کے حصول کیلیے کہنا پڑیگا "

مسٹر ایف - اي - اسمتھ

اسکے بعد سے حکومت نے حتی الامکان تفصیل وار مکمل شکل میں اطلاعات بہم پہنچانے کي تدبیر کي ہے - یعني آیندہ روزانه حوادث جنگ کے حالات بیان کیے جائینگے ' جو میدان جنگ سے براہ راست آئي هوئی اطلاعات پر مبني هونگے ' اور جن سے پبلک کي جائز خواهش اطلاع کي تشفي اچھي طرح هوسکیگی -

(الآن حصحص الحق !)

اسی اثناء میں ٹائمز نے اپنے همرشته اخبار " ایوننگ نیوز " میں یه کیفیت شایع کرائی !

" جو مراسله ٹائمز کے دفتر میں هفته کي شام کو موصول هوا تھا ' وہ ایک قابل اعتماد اور تجربه کار مراسله نگار کے قلم کا لکھا هوا ہے ' جو دنیا کے بہت سے حصوں میں معرکه آرا رهچکا ہے ' اور اسلیے اسکے متعلق ذرا بھي امید نہیں که افواهوں کے فریب میں آجائیگا - چونکه ٹائمز کے قلم تحریر (ایڈیٹوریل اسٹاف) نے لازمي طور پر سنجیدگي کے ساتھ اسے قابل غور سمجھا ' اسلیے دفتر اخبارات کي هدایت کے بموجب اسے دفتر اخبارات کے پاس بھیجدیا - اس نے اس مراسله کو واپس کرنے سے قبل تین گھنٹے تک اپنے پاس رکھا - جب وہ ٹائمز کے دفتر میں واپس آیا ہے تو اسکي حالت متغیر هوچکي تھي - اسمیں سے وہ چند فقرے نکال دیے گئے تھے ' جن میں همارے مراسله نگار نے اپنے راستوں کا ذکر کیا تھا - تاهم افسر اعلی نے چند فقروں کا رونق کلام کیلیے اضافه بھی کردیا تھا - نیز اسکے ساتھ یه اطلاع بھی دی تھی که اس نئی شکل میں مراسله کي اشاعت دفتر کو منظور ہے - ان حالات میں ٹائمز کے قلم تحریر نے (جو دفتر اخبارات کے فیصله پر حیرت زدہ اور اشاعت کے لیے انتظامی حیثیت سے غیر مستعد تھا) یه نتیجه نکالا که حکومت خود هی چاهتی ہے که یه مراسله شائع هوجاے - اسلیے اس نے بے دریغ شائع کردیا "

(دارالعوام میں دوسرا مباحثه)

اس تصریح کا یه اثر هوا که دارالعوام میں یه موضوع پھر تازہ هوگیا - سر اے - ایچ مارکھم نے اس موقع کو دفتر اخبارات اور مسٹر اسمتھ پر اعتراض کرنے کا ایک فرصت بنا لیا - انہوں نے کہا :

" دفتر اخبارات پر بہت بڑي جواب دهی عائد هوتی ہے ' جو صحیح اطلاعات کو دبا کے اور سچي خبروں کو چھپا کے نئے رنگروٹوں کے داخلے کو نقصان پہنچا رها ہے - کیونکه پبلک کو اس حالت کي سنگینی کا کوئی تخیل نہیں ہے جو اب میدان جنگ میں پیدا هو گئي ہے - ملک کو ایک بڑے سپاهی کي حیثیت سے ارل کچنر پر کامل اعتماد ہے - مگر انکو پارلیمنٹري نظام جمهوریت سے تعلق نہیں رها ہے ' اسلیے وہ چاهتے هیں که تمام خبریں پبلک سے پوشیدہ رکھي جائیں - انکا یه خیال قوم کي اس رائے کے موافق نہیں ہے که جو کچھه هو رها ہے اسکي اطلاع قوم کو ملني چاهیے "

آخر میں سر مارکھم نے پھر اسپر زور دیا که مجلس وزارت کے کسي عضو کے انتظام میں دفتر اخبارات و اطلاعات جنگ دیدیا جاے - اقلاً تین تربیت یافته صحافی (جرنلسٹ) اس کمیٹی میں شامل هوں ' اور لارڈ رابرٹس اور لارڈ چارلس بیرسیس فورڈ سے درخواست کي جاے که وہ اس کمیٹي میں کام کریں -

مسٹر ایچ لاسن نے دفتر اخبارات کے افسر اعلی پر اس حمله کو بہت غیر مناسب اور نہایت غلط معلومات پر مبني خیال کیا - انہوں نے کہا که " مسٹر ایف - اي اسمتھ مشکلات اور عوائق کے مقابله

[اشتہار بقیہ صفحہ تیسرے کا]

هالي کلاس فانسي - لیڈیز و جنٹلس؛
رسٹ واچ - اصلي قیمت دس روپیہ رعایتي
تین روپیہ چودہ آنہ

سلور کیس - ۴ روپیہ چودہ آنہ -
اے اچھی چیز - چھ روپیہ -
نیکل سلور کیس - انامسل ڈائل -
ایک چھوے کي اسکراپ مفت دیجاتي
ہے -

بي - اس - الدي - اینڈ کمپني نمبر ۱-۳۶ - دھرمتلہ اسٹریٹ

ھندوستاني دوا خانہ دھلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کي سرپرستی
میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی
ادویہ اور خوبی کاروبار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے -
صدھا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی
ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی
کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالی شان کاروبار ' صفائی ' ستھرا پن '
ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :
ہم - ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت

(خط و کتابت)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دہلی

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

—— :o: ——

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ
علیہ کی تفسیر جس درجہ کي کتاب ہے '
اسکا اندازہ ارباب فن ھي خوب کرسکتے ھیں
اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدھا مباحث
و مطالب علیہ تھے جو ھمارے معلومات سے
بالکل مفقود ہو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان
نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا '
ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کي راے ہے
کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب
ومربوط ترجمہ ہے "

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کی
ہے - جلد اول کے کچھہ نسخہ دفتر الہلال میں
بغرض فروخت موجود ھیں پہلے قیمت دو روپیہ
تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ
کردي گئی ہے -
درخواستیں : منیجر الہلال - کلکتہ کے
نام ہوں -

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اکسٹرا
اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلي درجہ کے سفرناموں کے مطابق
نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائي کے ساتھہ خوشخط طبع
ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب ' شام ' فلسطین ' مصر ' عراق '
وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروري حالات نہایت
خوش اسلوبی سے سلیس و با محاورہ اردو میں قلمبند کردیے ھیں -
فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکي افسروں سے
ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت
دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کي دلي تائید کی '
کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ھیں اور پھر بیس ھاف ٹون
عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ھیں - قیمت صرف
تین روپیہ -

المشتہر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شوامت اسلام پریس کنٹونمنٹ بنگلور

بیوٹیز اف اسلام

اسلام کي خوبیوں پر دیگر مذاهب کے احباب کي گرانقدر رائیوں
کا مجموعہ -

ہر شیدائي اسلام کو اسکا ایک نسخہ ضرور رکھنا چاھیے -

سنہري جلد - عمدہ چھپائي - قیمت صرف ۸ آنہ -

المشتہر: نور لائبریري - ۱۲/۱ سبزباگ لین - کلکتہ

خالص اسلامی ترکی ٹوپی - ساخت قسطنطنیہ و مصر

ترکی ٹوپی - ہر قسم کی ملائم و چمکنی استر دار ' ہر رنگ و ہر سائز
کی مبلغ ایک روپیہ سے تین روپیہ تک کی قیمت کا موجود ہے '
کلپاک - انور پاشا ٹوپی - خاکي سبز کاہی و سیاہ رنگ کی
قیمت ۴ روپیہ و تین روپیہ آٹھہ آنہ -

خادم قوم - ایس - ایف - چشتي اینڈ کمپنی دھلی
سول ایجنٹ براے هندوستان
فبریقہ ھرکہ - ھمایونی - معمورلانی قسطنطنیہ فبرقہ الشمل
ایجپشین - ٹي تاربوش - قاہرہ مصر

ٹائمز نے مسٹر اسمتهہ کے پرائیوٹ خط کا چهاپنا خلاف متانت و سنجیدگی سمجها ' لیکن " ڈیلی میل " نے اسکا کچهہ خیال نہ کیا اور خط کو بجنسہ چهاپدیا ' جو یہ ہے :

" همیں افسوس ہے کہ همنے آپ کے مراسلہ نگار کے مضمون کو بجنسہ شائع کرنیکی اجازت نہ دی ' مگر همارے لیے یہ امر قابل لحاظ تها کہ فوج کی موجودہ حالت کو پبلک کے سامنے لانا بالکل غیر مناسب ہے - اس مراسلے میں آپ جسقدر ترمیم و تنسیخ پاتے هیں ' وہ اس سے بہت هی کم ہے جسکی دفتر جنگ نے همیں اجازت دی ہے - لیکن همارے خیال میں سچائی سے بالکلیہ منهہ موڑ لینا بهی مناسب نہیں "

مسٹر اسمتهہ نے یہ بهي لکها تها :

" انگلینڈ کو چاهیے کہ وہ موجودہ حالت کو محسوس کرے اور فوراً محسوس کرے - اسکو کمک پر کمک بهیجنا چاهیے - کیا یہ بہتر ہے کہ دلیر فوج صرف دشمن کی زیادتي تعداد سے شکست کها جاے ؟ اور یہاں کے باشندے گهروں میں بیٹهے هوے " گولف " اور " کریکٹ " کهیلا کریں ؟ همیں سپاهیوں کی ضرورت ہے اور فوراً ضرورت ہے "

(دفتر اخبارات کا اعلان)

ٹائمز کے مضمون کے شائع هونے پر دفتر اخبارات نے حسب ذیل اعلان شائع کیا :

دفتر اخبارات سرکاری طور پر فوج کی لڑائیوں کي حالت بیان کرتا ہے - یہ اعلان جو نہایت هي هوشیاری اور صحت کے ساتهہ لکها گیا ہے موجودہ حالت کی پوری تصویر کهینچتا ہے - دفترنے مناسب نہیں سمجها کہ جنگي مراسلہ نگاروں کے بیان کو چهپنے دے ' تا وقتیکہ ان مراسلات سے فوج کے قیام اور دوسری جنگی کارروائیوں پر روشنی نہ پڑتي هو - خبریں نہایت هوشیاری کے ساتهہ چهاپی جائیں کیونکہ مراسلہ نگار مقام جنگ پر موجود نہیں رهتے ' اور انکو خبریں دوسروں سے ملتي هیں جنکو خود بهي پوری واقفیت نہیں هوتي " -

(لارڈ کچنر کی رپورٹ)

لارڈ کچنر نے فوج کے حالات حسب ذیل الفاظ میں بیان کیے :

" اگرچہ سر جان فرنچ کا کوئي رسمی مراسلہ چند دنوں سے نہیں آیا ہے ' تاهم انگریزي فوج کي کارروائیوں کا پتہ لگتا ہے "

لڑائي ۴ دن تک (۲۳ سے ۲۶ تک) جاري رهي - اس اثنا میں انگریزي فوج فرانسیسی فوج کے ساتهہ ملکے جرمن کو پیشقدمي سے روکتی رهی - گو اس اثناء میں متعدد افواج کو عقب کے دفاعی خط پر چلا آنا پڑا - یکشنبہ کو " مونس " میں جنگ شروع هوئی - جرمنوں نے پر زور حملے کیے ' لیکن همیشہ پسپا کردیے گئے - دوشنبہ (۲۴ - اگست) کو ایک اکثیر فوج نے یہ ارادہ کیا کہ انگریزي فوج کو پیچهے هٹنے نہ دے اور " موبیوژ " کے قلعہ میں داخل هونے پر مجبور کردے - لیکن انگریزي فوج کے استقلال نے جرمن کو اس ارادہ میں کامیاب هونے نہ دیا - انگریزي فوج ۲۵ کو بهی پیچهے هٹتي رهی - اگرچہ جنگ جاری تهی اور اس روز کیمبرے اور لیکیٹو کے خط پر آ پہونچی - ارادہ تها کہ ۲۶ کی صبح کو پهر واپسی کا حکم دیا جاے - مگر جرمن کے ۵ دستوں نے اسپر حملہ کیا - یہ ۵ دستے اسقدر نزدیک تهے ' اور حملہ اس قدر خونریز تها کہ شام تک واپس جانے کا موقع نہ ملسکا - اس دن (۲۶ - اگست) کی جنگ نہایت هی سخت اور هولناک تهی - هماري فوج دلیرانہ مدافعت کرتی رهی - اگرچہ فوج تعداد میں بہت کم تهی -

آخر کار هماري فوج خوش ترتیبی کے ساتهہ دشمن سے بچ نکلي - گو کثیر نقصانات کا متحمل هونا پڑا - توپ کے نہایت سخت حملے کا سامنا هوا - دشمن بعض ان توپوں کے جنکے گهوڑے مرگئے تهے ' کسي اور توپ پر قابض نہوسکے - سر جان فرنچ کا تخمینہ ہے کہ ۲۳ - اگست سے ۲۶ - اگست تک همارے نقصانات ۵۰۰۰ اور ۶۰۰۰ کے درمیان هیں ' اور دشمن کے نقصانات همارے نقصانات سے کہیں زیادہ هیں -

" مثلاً سر جان فرنچ کہتے هیں کہ ۲۶ کو " لینڈ ریسس " میں جرمني پیدل فوج اس قدر باهم ملی هوئی کوچ کررهی تهي کہ جب شہر میں داخل هوئے تو سڑک پر مطلق جگهہ باقی نہیں رهي - شہر کے دوسرے جانب سے هماري توپ خانوں نے ان پر گولہ باري شروع کردي ' جس کی وجہ سے اس فوج کا اگلا حصہ بالکل تباہ هوگیا - صرف سڑک هی پر ۸۰۰ یا ۹۰۰ جرمن مقتول و مجروح پڑے تهے - دوسري جگهہ جرمن مستحفظ سواروں کا دستہ ' هماري بارهویں پیادہ فوج پر حملہ آور هوا - لیکن بے ترتیبی کے ساتهہ پسپا کردیا گیا - یہ چند مثالیں تهیں ورنہ اسي طرح تمام خطوط پر هماري فوج نے نام پیدا کیا ہے ' اور جرمن نے اپنے اقدام کو بہت گراں قیمت پر خریدا ہے " -

" ۲۶ کے بعد سے انگریزي فوج کو پهر ستایا نہیں گیا - صرف سواروں سے ایک خفیف مقابلہ هوا - انگریزي فوج نے اس اثنا میں اپنے کو پهر جنگ کے لیے طیار کرلیا ہے اور کمک بهي نقصانات سے دو چند پہونچ گئی ہے - توپیں بدل دي گئي هیں ' اور اب فوج اسی همت اور استقلال سے نبرد آزما هونے کے لیے طیار ہے " -

" اج کي خبر پهر حسب دلخواہ ہے - انگریزي سپاہ کو آج لڑنیکا موقع نہیں ملا ' مگر فرانسیسي فوج نے دشمن کے اقدام کو میمنہ اور میسرہ پر روکدیا - سر جان فرنچ کی رپورٹ ہے کہ ۲۸ کو هماري پانچویں سوار فوج نے جرمن سوار کا مقابلہ کیا - اور بارهویں لینسرس (نیزہ باز) اور " رائل اسکوٹس " نے دشمن کو بهگا دیا - مگر یہ یاد رکهنا چاهیے کہ فرانس کي لڑائیاں کتنی هي بڑي کیوں نہوں مگر فوج کے صرف ایک هي بازو کی لڑائیاں هیں - همارے جنگي مقامات ایسے هیں کہ ایک فیصلہ کن جنگ میں جرمني کا خاتمہ هوجائیگا - اگر انگریزي اور فرانسیسي افواج ' جو جرمن کي بہترین فوج سے مقابل هیں ' صرف دفاع هي کرتي رهیگی تو بهی اسکا نتیجہ صرف ایک هي هوگا - " (یعني جرمني کي بالاخر ناکامی)

(ملاحظات)

(۱) اصل مراسلے میں جن لڑائیوں کے متعلق مسٹر اسمتهہ کے الفاظ میں " مبالغہ آمیز " اور سرکاري اعلان کی زبان میں " سرتاپا غلط " حالات بیان کیے گئے تهے ' اور پهر جنکي نسبت لارڈ کچنر کے مندرجۂ صدر اعلان شائع کیا ' وہ وهی عظیم الشان معرکے هیں جو متحدہ افواج اور جرمن افواج میں " مونس " سے شروع هوکر " کیمبرے " تک هوے ' اور جنکے بعد جرمن سیلاب بلجیم سے فرانسیسي حدود میں آگیا - ۲۳ سے ۲۶ تک یہ معرکہ جاري رہا تها -

(۳) لارڈ کچنر کی یہ رپورٹ روزانہ تاروں میں هم تک نہیں بهیجی گئي - اور اب میل میں آئي ہے - جو بیانات اسوقت یہاں شائع هوے تهے ' انسے یہ پهر بهی کسیقدر زیادہ واضح اور معترف ہے :

(۴) ٹائمز کے بیان سے ظاهر هوتا ہے کہ اسنے خود بهي اس مراسلے کي اشاعت خلاف مصلحت سمجهي تهی ' مگر مسٹر اسمتهہ کو یہ غلط فہمی هوگئی کہ اصلي ضرورت کمک کي ہے - اس مراسلے کی اشاعت سے پبلک کو فوج میں داخل هونیکی تحریک هوگی - اگر یہ صورت نہوگئی هوتی تو وہ اجازت نہ دیتے اور یہ تحریر بهی شائع نہوتی -

مفت　　　　　مفت　　　　　مفت

ایک عجیب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - کمیاب

اصل سے آدھی اور آدھی سے چوتھائی قیمت

۳۱ اکتوبر تک

نوٹ - اس بات پر غور کیجیئے کہ ہر گھڑی کے ساتھ ایک چیز بطور تحفہ کے دی جاتی ہے اسطرح کہ

ایک گھڑی کے خریدار کو ایک جرمن سلور چین مفت

دو گھڑی کے خریدار کو ایک رولڈ گولڈ (سونا) چین مفت

تین گھڑی کے خریدار کو ایک جوڑا الکٹرک گولڈ پلیٹڈ سلف کلوزنگ اسپرنگ برسلٹ مفت ! !

اگر آپکو گھڑی پسند نہ آئے تو قیمت واپس دیجائیگی

اسپرنگ دربسلٹ واچ

(گارنٹی ۴ سال)

رولڈ گولڈ - گول شکل - بہت دیرپا - آپ لوگ ۲۵ سیکڑے زیادہ فائدہ اٹھاوینگے اگر آپ ایک فرمایش بھی بھیجیں -

ٹھیک نقشہ کے مطابق سچے وقت دینے والی قیمت اصلی ۱۰ روپیہ - رعایتی قیمت ۵ روپیہ -

۳۲ پتھر والا	۶ روپیہ
اسکوائر شکل	۶ روپیہ
ھارٹ شکل	۶ روپیہ
ھشت پہل	۶ روپیہ

نئی وضع کا اسکوائر رسٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

اس قسم کی گھڑیاں ابھی ابھی ھندوستان میں آئی ھیں - نہایت فیشن ایبل لیڈیز اور جنٹلمین کثرت سے استعمال کرتے ھیں مضبوط کیس نکل کیس فینسی ڈائل - عمدہ وقت دینے والی - ٹھیک تصویر کے مطابق -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ - رعایتی قیمت ۶ روپیہ - آٹھہ آنہ اور کسرڈائلز ڈائل سٹیپل کیس ۶ روپیہ آٹھہ آنہ -

سلور کیس	۹ روپیہ ۴ آنہ
مادر آف پرل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

یہ گھڑی مع چمڑہ اور بکس کے ملیگی

فلیٹ لیور واچ

(گارنٹی ۵ سال)

نکل کیس - کھلا ڈھکنا - سائز ۱۸ - سکنڈ کی سوئی کے شامل کیلس چابی پتھر ۳ عدد ڈائل میڈل کے - اسپات کے سوئی سادہ کیس اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی ۴ روپیہ ۴ آنہ

نیو ڈیزین بدرل رسٹ لٹ واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

یہ رسٹ لٹ واچ بہت عمدہ ہے دیکھنے میں نہایت خوبصورت مضبوط سائیز سچا وقت دینے والی اور جدید فیشن کا ٹھیک نقشہ کے مطابق -

قیمت اصلی ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

نکل کیس	۷ روپیہ ۴ آنہ
سنہری کیس	۶ روپیہ ۱۴ آنہ
سیاہ اکیڈائیزڈ کیس	۶ روپیہ ۸ آنہ
فالس سل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

انگلش ھنٹنگ واچ

(گارنٹی ۶ سال)

رایت میڈل ھنٹنگ ۱۶ سائز - کی وائنڈنگ ھاف پلیٹ - گولڈ گلٹ مور منٹ سیلنڈر اسکیپمنٹ - ایک نہایت خوبصورت گھڑی -

اصلی قیمت ۱۵ روپیہ - رعایتی ۵ روپیہ ھاف ھنٹنگ - چھ روپیہ آٹھہ آنہ -

انگوٹا واچ

(گارنٹی ۵ سال)

پتلی چپٹی شکل کی گھڑی جنٹلمین سائز - پتھر ۲ عدد دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور سچ وقت دینے والی -

اصلی قیمت ۸ روپیہ - رعایتی ۴ روپیہ ۸ آنہ -

بی - اس - نندی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جاے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہوچکی ہے - پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامۂ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تعریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الارا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہوچکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہورہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (١٠٦٤) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ٥ روپیہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبدالغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے ...اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (٧٢٦) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ٥ روپیہ *

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوی عبد الغفور خان صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء . فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغوئین منجمین مہندسین مؤرخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیو دی سیلن)

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو دی سیلن نے سنہ ١٨٤٢ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق کثیر التعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیو دی سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کردے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہوگئی ہے - موسیو دی سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوالی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ٥ روپیہ -

(٤) مآثر الکرام یعنی حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ٣٣٨ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ٢ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنی شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تیار ہوگئی ہے - علاوہ معدودی خوبیوں کے لکھائی چھپائی خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ...... (٥٠) روپیہ -

(٥) صنمخانۂ عشق - یعنی حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپکر تیار ہوگیا ہے - قیمت ٢ روپیہ ٨ آنہ -

(٦) قرآن السعدین یعنی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتائی گئی ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(٧) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئی ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں اُن کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دے گی - صفحات (٥٠٠) قیمت ٢ روپیہ -

(٨) تمدن عرب - قیمت سابق ٥٠ روپیہ قیمت حال ٣٠ روپیہ (٩) فغان ایران - مارگن شوسٹر کی مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ٤٦٢ مع ٢١ عدد تصاویر عکسی عمدہ جلد اعلی - قیمت ٥ روپیہ -

(١٠) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب - عربی فارسی میں بھی اس فن کی ایسی جامع کوئی کتاب نہیں ہے - صفحات ٤٧٤ قیمت سابق ٤ روپیہ - حال ٢ روپیہ -

(١١) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب قیمت سابق ٦ روپیہ قیمت حال ٣ روپیہ -

(١٢) علم اصول قانون - یعنی سر ڈبلیو - ایچ ریٹنگن کی کتاب کا ترجمہ صفحات (٨٠٨) قیمت ٨ روپیہ -

(١٣) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی - صفحات ٤١٢ - قیمت ٣ روپیہ -

(١٤) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ٣٤٨ قیمت ٢ روپیہ -

(١٥) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی کی ایک جامع و مفصل تاریخ ٥ جلد صفحات ٢٦٥٦ قیمت سابق ٢٠ روپیہ قیمت حال ٦ روپیہ -

(١٦) معرکۂ مذہب و سائنس - ڈریپر کی مشہور عالم کتاب . مترجمہ مولوی ظفر علی خان صاحب بی - اے - قیمت ٤ روپیہ -

(١٧) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی - قیمت ٢ روپیہ -

(١٨) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری اردو - حامل المتن ، صفحات (٣٧٥٠) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ٢٠ روپیہ -

نوٹ — ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی جلد ہمارے پاس تیار ہوسکتی ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام مدمش ہوگا -

تاریخ ہندوستان

آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

ترجمہ فارسی " ہسٹری آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن
مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

(۱) ہندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں ان میں مسٹر سی - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ لارڈ ایڈنگ کے زمانے میں مولوی عبد الرحیم گورکھپوری نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - کچھہ نسخے فروخت ہوے اور کچھہ گورنمنٹ نے لے لیے اور عام طور پر اشاعت اسکی نہ ہوئی -

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنے چھپی تو ہے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونہ اگر نستعلیق ٹائپ کا ابتک کوئی ہے تو یہی ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے ؎

قیمت مجلد ۳ - روپیہ - ۸ آنہ - غیر مجلد ۳ - روپیہ -
تمام درخواستیں : " مینیجر الہلال کلکتہ " کے نام آئیں -

لا تھنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۵ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری — نمبر ۱۶

Calcutta : Wednesday October 14. 1914.

مقصد وحید

الامر بالمعروف و النہی عن المنکر

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ، هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ، مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ، هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ ، وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ، فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ، وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ! (۲۲ : ۷۸)

"کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)
ذالک فلیتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي رقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیه کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه ہے- اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی سے تعلیمات الاهیه کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے وہ اسدرجه عجیب و موثر ہے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں- اسکا ایک ایک لفظ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسخ بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الالهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے احاطہ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا' اور بلا ادنی مبالغہ کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار متشککین، مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام' راسخ اعتقاد 'مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد فی سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک الٰہي مذهبي بیداری پیدا هوگئی ہے : و ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد فی سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں- وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے

(۷) چھه مہینے میں ایک جلد مکمل هوتی ہے- فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رهي ہے - تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زائد هاف ٹون تصویریں بھی هیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی-

(۹) با ایں همه قیمت صرف سات روپیه ہے - ایک روپیه جلد کی اجرت ہے

Tel. Address: "Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الهلال

مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام آزاد الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۱۶ - ۱۷

کلکتہ : چہار شنبہ ۲۳ - ذیقعدہ و یکم ذالحجہ ۱۳۳۲ هجري
Calcutta : Wednesday, October, 12 - 17. 1914.

جلد ۵

بادہ در جوش ست و یاراں منتظر
ساقیا خذ ما صفا دع ما کدر

هزایکسلنسي غازي انور پاشا متع الله الاسلام والمسلمین بطول حیاتہ جنکے متعلق ایک حادثہ کي خبر و بالافواہ حال میں مشہور ہوئی تھي مگر جسکي کوئي اصلیت نہیں

اطـــلاع

نمـــبر ۱۶ اور ۱۷

رمضان المبارک کے بعد کمپوزیٹروں کے اسٹرائک سے جو بد نظمی پریس میں شروع ہوئي اسکا سلسلہ برابر جاري تھا - مجبوراً ہر ہفتے کي تاخیر کو ایک بار ختم کردینے کیلیے پچھلے ہفتے کي اشاعت ملتوی رکھي گئي' اور آج نمبر ۱۶ اور ۱۷ - ایک ساتھہ شائع کیے جاتے ہیں -

آیندہ نمبر عید اضحي کي تقریب سے خاص طور پر مصور و مزین ہوگا اور مستقل خریداروں کے علاوہ عام خریداروں کے لیے ۸ - آنہ قیمت پر فروخت ہوگا -

بوجہ قابل نمبر ہونے کے اس نمبر کی قیمت ۸ - آنہ ہے -

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

—:*:—

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں.اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹن کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجي تیار ہوگي جس سے روزانہ ۲۵روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے ۔ کام ختم ہوا ۔ اچھے روا نہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے ا پھر لطف یہ کہ ساتھہ ھي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دی گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں -

—:*:—

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کشم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ہوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھي کام کررھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے علاوہ کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکي مدد کریں

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپني کي بنائی ہوئي چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپني کي سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

انکے پرائیوٹ سکریٹری کے زباني -

آپکے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکي بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برانچ — سول کورٹ روڈ ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

(۲) سب سے زیادہ یہ کہ سمندر کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک انگلستان بحر شمال اور نہر ڈوور پر مسلط ہے، انٹورپ و زیبرج کے تمام ساحلی مقامات کو جرمنی کسی طرح بھی مسخر نہیں کرسکتی۔ اگر وہ محاصرہ کرلے، جب بھی رسد اور سامان جنگ برابر دریا کی جانب سے پہنچتا رہے۔

یہ اسباب ستہ جس درجہ موثر، بدرتی، ناقابل انکار اور شاندار و قوی تھے، انکی نسبت کچھ کہنا فضول ہے۔ لڑ اور نامور کے استحکامات کے غلغلے اور انکے عاجلانہ نتائج اگرچہ دنیا کے پیش نظر تھے، تاہم یہ ساٹھ میل کا مستحکم حلقہ، یہ تمام ماہرین جنگ کا اجماع عظیم، یہ لاعلاج پانی کے منافذ، یہ ساحلی دروازے کی ہیبت، اور ان سب سے بڑھکر بحر شمال کی حکمرانی اور برطانی اعانت کا فتح باب، ایسی دلیلیں نہ تھیں جو بالکل بے اثر رہتیں۔ تاہم جب حوادث نے ورق الٹا اور حقیقت بے نقاب ہوئی تو دنیا نے امید باطل اور فریب آرزو کا ایک نیا تجربہ اپنے سامنے پایا، اور طاقت کے دیوتا نے بڑھکر کہا کہ اسکی جادو کی چھڑی کے آگے استحکام کا لفظ بے معنی، قلعہ کی حقیقت وہم، اور تمام دنیا کے ماہرین جنگ کا ایمان و اعتقاد نقش غلط و سوداے خام ہے!

اذا جاء موسی و القی العصا
فقد بطل السحر و الساحر

استحکامات کی حقیقت آفتاب کے ہر طلوع و غروب کے اندر نہیں بدل جاسکتی۔ ساٹھ میل تک پھیلے ہوے قلعے اور آہنی گنبدوں کے توپخانے تیلیوں کے ڈھانچے اور روئی کے گالے نہیں بنجاسکتے، بحر شمال کا وہ پر پیچ آبی خط خشک نہیں ہوگیا ہے جس سے نکلکر دریائی لہریں انٹورپ کی دیواروں سے ٹکراتی رہتی ہیں، اور جسکا پانی بہکر اسکے تمام طول و عرض کو ایک خطۂ آب بنا دیسکتا ہے۔ پھر انگلستان کی حکومت اس تمام عرض پر پھیلی ہوئی ہے جو ساحل بلجیم اور ساحل ڈوور کے درمیان واقع ہے، اور ہر طرح کی اعانتوں کے حاصل کرنے کیلیے انٹورپ کے دروازے بدستور کھلے ہوے ہیں۔

تاہم دنیا کی جنگی طاقتوں کی تاریخ کے کیسے عجیب و غریب عہد سے ہم گذر رہے ہیں جبکہ با ایں ہمہ جاہ و جلال، طاقت و جبروت، و با ایں ہمہ اسباب و وسائل دفاع و استحکام، بالاخر انٹورپ اسی طرح مسخر ہوگیا جسطرح جرمنی کے خط جنگ کی ہر روک مسخر ہوئی۔ اور بلجیم کا یہ آخری نقشہ امید بھی اسیطرح چاک چاک کردیا گیا جس طرح بے شمار نقشے اس سے پہلے پرزے پرزے ہوچکے ہیں۔ افسوس کہ یقین و اذعان کے اس بستر یاس کو زیادہ سے زیادہ آرزو و حسرت کی پانچ تاریک راتیں ہی نصیب ہوئیں!

(فن جنگ کا نیا دور)

ہم نے تسخیر انٹورپ کے تذکرہ میں اس نقطہ کو زیادہ نمایاں کیا کہ اسکے استحکامات کی تمام حقیقتیں بدستور قائم ہیں لیکن امید کا نقشہ منقلب ہوچکا ہے۔ یہ پہلو اسلیے زیادہ وضاحت کا محتاج تھا کہ انٹورپ کی تسخیر کے بعد سے اعتراف و تسلیم کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، اور یہ خصوصیت ہرطرح اسکی مستحق ہے کہ تاریخ جنگ میں اسے نمایاں جگہہ دی جاے۔ ابتک جرمنی کی راہ کی ہر روک اپنی مضبوطی اور استحکام کے یقین میں ایک ناقابل فہم سرعت کے ساتھہ منقلب ہوتی رہی ہے، اور بد قسمتی سے سر زمین و قلاع کیطرح "ماہرین جنگ" کا مذہب بھی مغرور حریف کی تلوار کا اسطرح تابع رہا ہے کہ اسکی ہر حرکت پر اسکے اصول و قواعد بدلتے رہے ہیں۔ لیژ جب تک فتح نہیں ہوا تھا، اس وقت تک وہ دنیا کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا۔ اوقیانوس کی موجیں اور ہمالہ کی چوٹیاں بھی اسکے استحکام کے آگے ہیچ تھیں۔ اسکا عجیب الصنعۃ دائرۂ استحکام، اسکے گھرے ہوے عجیب و غریب قلعے، اسکی سر زمین کے قدرتی موانع، اسکی عالم اعتراف و ناقابل تسخیر عظمت، ایک ایسی مسلّم حقیقت تھی، جسکو ہر و ناچار ہر ماہر "ماہر جنگ" تسلیم کرتا تھا۔

لیکن جونہی حملہ آوروں کی فوجیں اسکی منہدم دیواروں پر سے گذریں، یکایک فن جنگ کے حقائق میں ایک انقلاب عام واقع ہوا، اور جو قلعے چند دن پیشتر تک تمام دنیا کو اپنی آزمایش کا چیلنج دے رہے تھے، اور جنسے بڑھکر اصول و قواعد حرب و دفاع کا اور کوئی نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا، اب اصول و قواعد ہی کی بنا پر بالکل فرسودہ، ناقابل اعتماد، بے قاعدہ و بے اصول، اور ایک بدتر سے بدتر فوج کے ہاتھوں بھی بآسانی تسخیر ہوجانے والی دیواریں بنگئے:

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست؟

اب یہ انکشاف ہوا کہ لیژ کے قلعے قدیم طرز پر تعمیر ہوے تھے اور اسلیے انکا مسخر ہوجانا کوئی ایسی بات نہیں جو چنداں قابل التفات ہو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اسکے قلعوں کا باہمی فاصلہ بہت کم تھا، اور ایسی حالت میں وہ ساقط نہو جاتا تو اور کیا ہوتا؟

تقریباً ایسے ہی انقلابات و انکشافات سریعہ نامور کے آٹھہ قلعوں کے متعلق بھی ہوے۔ اسرار جنگ اور مصالح حرب کی بخشش اس عہد میں جرمنی کی توپوں سے بھی زیادہ عجیب و غریب رہی ہے!

لیکن غنیمت ہے کہ اب انکشافات "فن جنگ" کے یہ تلاطم و تموج اسیقدر مبدل بہ سکون ہوگئے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ گو جرمنی کی جنگی بیقراریوں کے پانوں نہ تھمیں لیکن انگلستان و فرانس کے "ماہرین جنگ" کے اعتقادات کو تو کسی قدر ثبات و استقرار نصیب ہوجایگا۔ چنانچہ موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے پہلے "انٹورپ" کے قلعوں کو یہ تاریخی فخر نصیب ہوا ہے کہ انکی برگشتہ قسمت کی طرح فن جنگ نے انکا ساتھہ نہ چھوڑا۔ اور انکے استحکامات میں بظاہر اب تک لیژ و نامور کے استحکامات کی طرح کوئی نئی خرابی اور خامی بعد از تسخیر ثابت نہیں ہوئی ہے۔ وہ مسخر ہوچکے ہیں لیکن ابتک انکی مضبوطی اور حفاظت کی حقیقتیں بدستور قائم ہیں، اور انکی خامیوں اور نقصوں کی مرثیہ خوانی کی جگہ حملہ آوروں کی طاقت کا اعتراف کرکے حقیقت و واقعیت پر پہلی مرتبہ لطف و احسان کیا گیا ہے!

پہلے جو قوۃ تحقیق و تدقیق بدبخت مسخر شدہ قلعوں کے نقصوں کی دریافت میں صرف ہوتی تھی، الحمد للہ کہ اب اسکا کچھہ حصہ جرمنی کی عجیب و غریب توپوں کے متعلق ایک نئے انکشاف میں صرف کیا گیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ یہ ساری کرشمہ سازی جرمنی کی نہیں بلکہ اسکی قلعہ پاش توپوں کی ہے، جنکا قطر ۴۷ سنٹی میٹر کا ہے، اور جنکے گولے تیس تیس من کے وزنی ہوتے ہیں!

مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود!

(بحری مہم)

انگریزی اعانت کے بھیجے جانیکی بھی خبر دی گئی ہے جو انٹورپ پہنچی اور تمام مایوس باشندوں نے اسکی بدولت دو راتیں امید و مسرت میں بسر کیں۔ جب فوج راستوں سے گذری لوگوں نے نہایت جوش سے استقبال کیا اور گرجوں میں حمد و شکر کے ترانے گاے گئے۔ گو اس قیمتی اعانت سے بد نصیب بلجیم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور بعض مخالف اتفاقات کی وجہ سے برطانی شجاعت کو اپنے ان موروثی مناقب و عسکری فضائل کی نمایش کی کافی مہلت نہ ملی جو فرانس کے میدانوں میں بارہا ظاہر ہوچکے ہیں، تاہم اسنے نہایت عقلمندی کے ساتھ

حدیث الجنـــون

(دو معرکے)

جو جنگ دنیا کے نصف حصے میں قتل و غارت کا سب سے بڑا دور ارضی، تمثیل کررہی ہے' اسکے میدانوں سے باہر بھی قوتوں کے تصادم اور طاقتوں کے کشاکش کا ایک معرکۂ تقابل و تسابق بپا ہے - یہ حقیقت اور تصنع کا ایک عظیم الشان مقابلہ ہے جو شاید سلطان حقائق، اور انسانی دسائس و خدع کی سب سے بڑی اور سب سے وسیع جنگ کا فیصلہ کریگا - پہلی جنگ اگر اپنے رقبہ کی وسعت' اپنے سامانوں کی ہیبت ' اور اپنے نتائج و اطراف کی دہشت میں دنیا کا سب سے بڑا حادثہ ہے' تو یہ جنگ بھی حقیقت کے قہر و استیلا ' انسانی، خدع و حیل کے انتہائی جد و جہد' اور آلات و اسلحہ تصنع و دسائس کی نئی نئی نمایشوں کا تاریخ عالم میں سب سے بڑا واقعہ ہوگی !

پہلی جنگ کے اعلان کے ساتھہ ہی اس جنگ کا بھی اعلان ہوگیا ' اور جس طرح بلجیم اور پولینڈ کے میدانوں میں اسکے میدان گرم ہوے ' ٹھیک اسی طرح اس جنگ کے معرکوں نے بھی جلد جلد اپنے نقشے بدلے - لیژ اور نامور کی دیواروں پر جس وقت تیس تیس من کے قلعہ پاش گولے پھینکے جارہے تھے' اس وقت ان گولوں سے بھی زیادہ وزنی مصنوعات نے حقیقت کی ناممکن التسخیر دیواروں کو اپنا نشانہ بنالیا تھا - " قیصر " اور " زار " کے دعوں کی اُس ادعاؤ غرور کے آگے کچھہ حقیقت نہیں ہے' جس نے اس دوسرے میدان جنگ میں قوۃ حقائق و واقعیت کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے !

لیکن اس میدان جنگ کے حریف کی قوتیں دوسری قسم کی ہیں' اور یہ وہ تجربہ ہے جو یکساں نتائج کے ساتھہ دنیا میں ہمیشہ کیا جاچکا ہے - ممکن ہے کہ یہ سب سے بڑا تجربہ ہو اور اسکی وسعت عدیم النظیر ثابت ہو - تاہم نتیجہ وہی نکلیگا جو ہمیشہ نکل چکا ہے : ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا -

حقیقت کی طاقت قیصر اور دول متحدہ کی طاقت سے زیادہ محکم ہے - اسکی دیواروں کے ڈھانے کیلیے کوئی توپ نہیں ڈھالی جاسکتی !

بالاخر دونوں جنگوں کے حریف انکے نتائج ایک ہی وقت میں ظاہر ہوے' اور ایک طرف انٹورپ کے مشہور عالم استحکامات کی تسخیر کا اعلان ہوا - دوسری طرف سے سلطان حقیقت نے بھی اپنے منتظرہ اور ناممکن التبدیل قہر و تسلط کا آخری فیصلہ کردیا :

ولتعلمن نباہ بعد حین، (۳۸ : ۸۸)

(بیمار امید)

انٹورپ کی تسخیر موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ ہے - جنگ کے شمالی میدان کی یہ آخری امید تھی ' اور چونکہ آخری تھی اسلیے بہت عزیز و قیمتی تھی مفلس کے جیب کیلیے ایک کھوٹا سکہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے اور دیوار جب گرجاتی ہے تو اسکی ایک قائم و ثابت اینٹ بھی بہت ہوتی ہے - بد نصیب بلجیم کیلیے انٹورپ کا بقیۃ السیف گوشہ ایک پوری اقلیم کامرانی سے بھی بڑھکر قیمتی تھا - لیکن افسوس کہ واقعات کی قوت اٹل ہے' اور اس آخری بیمار امید کی عمر پچھلوں سے بھی کم نکلی - جس مدفن امل میں لیژ اور نامور کی برجیاں دفن کی جا چکی ہیں' وہاں انٹورپ کو بھی سپرد خاک کردینا پڑا :

این ماتم سخت ست کہ گوبند جواں مرد !

نحن قدرنا بینکم الموت و ما نحن بمسبوقین !

(فریب امید)

کسی دوسری جگہ ہم نے سقوط انٹورپ کے تمام حالات لکھہ دیے ہیں - انسے معلوم ہوگا کہ لیژ اور نامور سے کہیں زیادہ ادعائی امیدوں کا انٹورپ کے گرد ہجوم تھا - بلجیم نے جب برسلز سے اپنا دار الحکومۃ منتقل کیا تو ماہرین جنگ کی نہایت طول طویل رائیں ہم تک پہنچائی گئیں ' اور یقین دلایا گیا کہ یہ سب سے بڑی بلجیمی مصلحت تھی جو عمل میں لائی گئی ہے' اور جرمنی کی تمام قوتیں انٹورپ کے سامنے بیکار ثابت ہونگی - ڈیلی میل ' مورننگ پوسٹ ' ڈیلی کرانیکل ' لنکن ٹائمس ' اور نیز پیرس کے مشہور اخبارات فیگارو وغیرہ ' سب اسپر متفق تھے کہ پیرس کے استحکامات کے بعد دنیا میں سب سے بڑا مستحکم مقام انٹورپ ہے ' اور ہمیشہ یقین کیا گیا ہے کہ بلجیم کا حملہ آور خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہو' لیکن یہاں پہنچکر اپنی نامرادیوں سے سر ٹکرائیگا -

ماہرین جنگ نے اسکے جو وجوہ بیان کیے تھے' ان میں اہم امور حسب ذیل تھے :

(۱) سنہ ۱۹۰۸ میں جو نئے استحکامات یہاں بنائے گئے ہیں، انکی نسبت عام اتفاق ہے کہ ناقابل تسخیر ہیں -

(۲) انٹورپ اور اسکے اطراف میں بیس سے زیادہ قلعے ہیں، اور انکے مثلث دوائر اور قلعے اس ترتیب سے قائم کیے گئے ہیں کہ کسی طرف سے بھی حملہ آور کو اندر کی باٹریوں سے بچکر آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملسکتا - اسلیے تسخیر بجاے خود رہی' دشمن اسکے قریب بھی نہیں پہنچ سکےگا -

(۳) قلعہ بند علاقہ ۶۰ میل سے زیادہ کا ہے - فولادی گنبدوں میں بہترین قسم کی زودکار توپیں نصب ہیں ' اندرون شہر کی تمام سڑکیں انکی زد پر ہیں ' خندقیں وسیع اور گہری ہیں ' میدانی توپیں بکثرت ہر جانب نصب کی گئی ہیں -

(۴) نواح انٹورپ کی قدرتی حالت بھی ایسی ہے جس پر غالب آنا ممکن نہیں - ایک جانب دریا ہے جو شہر کے اندر چلا گیا ہے' اور تینوں جانب پانی کے ایسے عریض حلقے بنے ہوے ہیں جو چند لمحوں کے اندر بھر دیے جاسکتے ہیں -

(۵) اگر محاصرہ کیا جاے تو یہ بالکل بے سود ہوگا - اسکے شمال و مغرب ڈچ سرحد ہے جو غیر جانبدار ہے - ساحلی مقام ہونے کی وجہ سے وہ سمندر کی جانب سے بیرونی آمد و رفت جاری رکھہ سکتا ہے - اور انگلستان سے اسکو ہمیشہ مدد ملتی رہیگی، جو بالکل اسکے سامنے

حادثۂ بج بج

بج بج کا وہ مقام جہاں جہاز کوما.گاٹو کے مسافر اتارے گئے

شاہ رومانیا کی وفات

جدید شاہ رومانیا

چونکہ متوفی شاہ رومانیا کا کوئی فرزند نہیں ہے اسلیے اسکا بھتیجا پرنس فرڈینینڈ تخت نشین ہوگا -

اسکے ایک بڑے حصے کو هلاکت سے بچایا ' اور مفروریں انٹورپ کے علاوہ بمقدم هوالینڈ اور اوستینڈ پهنچ گئی !

مورننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے خاص طور پر اس عمدہ اثر کا نقشہ کهینچا ہے جو انگریزي فوج کے انٹورپ پہنچنے سے اهل بلجیم پر پڑا - مسٹر چرچیل (خداوند بحریات برطانیہ) انگریزي فوج کے کارناموں پر اسے "مبارکباد" دیتے هیں ' اور فرماتے هیں کہ " هماري بحري فوج نے دشمن کے توپخانوں کی شعلہ باري میں قابل تعریف جرات کے ساتهہ اپنے تئیں ڈالدیا ' اور یہ صرف انهي کے قدوم میمنت لزوم کے نزول کا نتیجہ ہے کہ انٹورپ ساتهہ هزار دشمنوں کے مقابلے میں ٥ دن تک مدافعت کرتا رها "

" باقي رها اسکا واپس چلا آنا تو یہ کچهہ اسکا نتیجہ نہیں ہے کہ دشمن کے حملوں کي وہ تاب نہ لاسکي ' بلکہ عام جنگي مصلحت اسیکي مقتضي تهي " !!

یہ بالکل ظاهر بات ہے کہ انگریزي فوج کے عمدہ اثر ' اهالیان انٹورپ کي ناپائدار مسرت ' اور قابل تعریف غسل آتشیں کو یہ حقیقت کچهہ بهي صدمہ نہیں پہنچا سکتي کہ انٹورپ کي بدنصیبیوں میں اس نمایش جاہ و جلال سے کچهہ بهي تغیر نہ هوا - اول تو ایک مایوس جماعت کو دو چار دن تک امید و نشاط سے آشنا کردینا هي کیا کم بات ہے؟ پهر ایک ایسے بے پناہ حریف کے مقابلے میں جا کر بقیة السیف حصے کا بحفاظت واپس چلا آنا بجاے خود مستحق هزار تبریک و تہنیت ہے !

(حول سقوط انٹورپ)

انٹورپ کي تسخیر کے بعد جرمني کا کام بلجیم میں ختم هوگیا - اب جنگ کا ایک نیا صفحہ اولٹتا ہے -

انٹورپ کی سب سے بڑي اهمیت اسکے ساحل کا موقعہ ہے - نقشہ کے دیکهنے سے واضح هوگا کہ بحر شمالي کي جو شاخ بلجیم و برطانیہ کے درمیان هوکر گذري ہے اسمیں هوالینڈ کے کنارے ایک عجیب طرح کے چهوٹے چهوٹے بالمقابل و متوازي جزیرے پیدا هوگئے هیں ' اور انکا ایک وسیع گوشہ بحر شمال کے دهنے ساحل میں خود بخود طیار هو گیا ہے - هوالینڈ کي سرحد میں یہ حصہ داخل ہے اور یہاں سے ایک دریائي خط نکلکے انٹورپ کے اندر چلا گیا ہے -

اس بحري گوشے کی وجہ سے هر وہ مقام نہایت قیمتي هوگیا ہے جو اس سے قریب واقع هو - یہ ایک ایسا محفوظ مقام ہے کہ جو حکومت یہاں قابض هوگي ' وہ تمام بحر شمالی کي جنگی طاقتوں کو ایک کونے میں بیٹهے هوے بے اثر کردیگی - یہ چهوٹے چهوٹے دریائي خطوط جو نظر آرهے هیں ' انکے اندر اگر ایک توپ بهي نصب کردي جاے تو وہ باهر کي طرف بحر شمال کا راستہ روکدیگي -

پس انٹورپ جرمني کے خط جنگ کا سب سے بڑا اهم مقام تها اور اب وہ اسپر قابض هوگیا ہے - اسے ایک طرف تو بلجیم میں ایک ایسي مستحکم جگہ ملگئي ہے ' جسے اپني بڑي بڑي جرمن توپیں چڑهاکر وہ ناممکن التسخیر بنا دیگا ' دوسري طرف ساحل برطانیہ کا رخ بهي اسکے قبضے میں آ گیا ہے ' اور اب اس جانب سے میدان جنگ میں کسی مدد کے پہنچنے کا بالکل خدشہ نہیں رها -

انٹورپ سے ٣٠ میل کے فاصلہ پر گهنٹ اور گهنٹ سے ٣٠ میل کے فاصلے پر اوستنڈ تها جو بلجیم میں جزیرۂ برطانیہ کے بالکل مقابل اور سب سے زیادہ قریبي مقام ہے - اسکي ساري اهمیت انگلستان کي بحري اعانت کے بندرگاہ هونے کي وجہ سے تهي - آج صبح کي خبروں میں اوستنڈ کے بهي تقریبا لے لینے کي خبر آچکي ہے ' اور شاہ بلجیم جو انٹورپ سے بهاگ کر اوستنڈ آیا تها ' اب فرانس چلا گیا ہے -

اوستنڈ کے نیچے سرحد فرانس میں کیلے ہے ' اور برطانیہ کے سامنے کا یہ سب سے زیادہ قریب تر ساحلي مقام رهی ہے - عنقریب جرمني اس پر بهي قبضہ کرلیگا ' اور اسطرح جنگ کا وہ باب جسکا تعلق تسخیر بلجیم اور ساحل انگلش چینل سے تها ' بالکل ختم هوجائیگا -

(بعض حقائق جنگ)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل حقیقتیں بالکل صاف اور غیر مشتبہ صورت میں سامنے آگئي هیں :

(١) جنگ کے حقائق کا مطلع اب صاف ہے اور حقیقت اسدرجہ آشکارا هوگئي ہے کہ اس سے انکار کرنے یا اسے مشکوک کرنیکي بالکل گنجایش نہیں رهي -

(٢) جرمني تمام خاک بلجیم پر قابض ہے - فرانس میں پیرس کے اطراف تک اسنے اپنے دهنے دستے کو پهیلا کر بلجیم کي پوري مملکت اور فرانس کے تمام سرحدي خط کو حریفوں سے خالي کرالیا ' اور نہایت اطمینان کے ساتهہ اپنے پیش نظر استحکامات اور فوجي مرکز قائم کرلیے - اس نے بڑي بڑي خندقیں مشینوں کے ذریعہ اطمینان سے ایسي حالت میں کهودیں کہ دشمن کي ایک گولي بهي اسمیں حارج نہ تهي - اپنے ان تمام کاموں سے جب وہ فارغ هوگیا تو آگے بڑهي هوئي فوج ایک قرار دادہ ترتیب کے ساتهہ واپس چلي آئي اور اب اپنے مرکزوں میں مضبوطي کے ساتهہ جم گئي ہے -

(٣) افواج متحدہ نے اول روز هي یہ غلطي کي کہ سرحد فرانس کو عبور کر کے جرمني کو روکنا چاها - اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے هي مقابلے میں انکے پانوں اکهڑے اور پهر خط پیرس کے ادهر تک نہ رک سکے - تا انکہ جرمني نے خود جگهہ خالي کردي -

(٤) جرمنی کی فوجي طاقت ' آلات و اسلحہ جنگ طریق هجوم و مقاومت ' اور عام انتظامات اور هر طرح کے سازوسامان کے متعلق جو خیالات و اوهام پهیلاے گئے تهے ' انکا اگر دسواں حصہ بهی صحیح تسلیم کر لیا جاے تو اسکے یہ معني هونگے کہ میدان جنگ کے تمام واقعات سے یک قلم انکار کردیا جاے - اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح عالم آشکار هو چکي ہے کہ جرمني کي تعجب خیز قوتوں اور سامانوں کے متعلق جو معلومات دنیا برسوں سے رکهتی آئی ہے ' وہ اسي طرح ابتک صحیح هیں جس طرح جنگ سے پہلے تهے -

(٥) جرمني نے تمام بلجیم پر قبضہ کرلیا - فرانس میں پیرس تک چلي گئي ' روس کے اندر روسي فوج کے ساتهہ لڑرهي ہے اور میلوں اسکے حدود کے اندر ہے - اسکي تمام افریقي نوآبادیاں ابتک بالکلیہ مسخر نہ هوئیں ' اور ایا چوکو جاپان جیسي عظیم الشان بحري طاقت دو مہینے میں بهي نہ لے سکي -

اسکے مقابلے میں جرمن حدود کا ایک چپہ بهي ابتک اسکے حریفوں کے تصرف میں نہیں آیا ہے ' اور بقول اسٹیٹسمین کے " بہرحال اس سے کوئي انکار نہیں کرسکتا کہ جسقدر بهي لڑائیاں هو رهي هیں وہ سب کي سب جرمني کے دشمنوں کے ملک هي میں هو رهي هیں - جرمني کے کسي حصے میں میں نہیں هیں "

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جرمني کے حریفوں کے ملک جنگ کي وجہ سے تہہ و بالا هو رهے هیں جیسا کہ بلجیم ' فرانس ' اور روس کے ایک حصے کا حال ہے - لیکن خود جرمني کے اندر کہیں بهي لڑائي نہیں ہے اور اسلیے اسکا اندروني امن و سکون اور داخلي تجارت و اقتصادیات بالکل اصلي حالت میں بر قرار هیں - وہ سامان جنگ کے کارخانوں سے کام لے رها ہے - توپیں ڈهل رهي هیں اور ایک ایک سو سب مرین طیار کي جارهي هیں - صرف اس اختلاف مناظر هي سے جنگ کے موجودہ نتائج واضح هو جاسکتے هیں -

(٦) انٹورپ اور اوستنڈ کے لے لینے کی وجہ سے میدان جنگ میں اسکا پوزیشن بہت شدید و وزني هوگیا ہے ' اور میدان جنگ کو دریا کی جانب سے اسکے خلاف جو تقویت تهی ' اسکي راہ مسدود هوگئی ہے - بظاهر اسکا نصف کام بالکل مکمل هوگیا - وہ بلجیم اور ساحل کی طرف سے مطمئن هوکر اب از سرنو اپني پیش قدمی شروع کریگا - دریاے شیلڈت میں اس نے بحري سرنگیں ڈالدي هیں ' اب خاص انگلش چینل پر اپنا دباؤ نمایاں کرنا چاهیگا

اولیاء الشیطان و اصحاب النار کي لعنت سے پاک ہے' اور صرف خدا کے دوستوں اور اسکي محبت میں دکھہ اوٹھانے والوں کیلیے مخصوص کردیا گیا ہے -

سمندروں کو عبور کر کے ' پہاڑوں کو طے کرکے ' کئي کئي مہینوں کي مسافت چلکر' دنیا کي مختلف نسلوں ' مختلف رنگتوں ' مختلف بولیوں کے بولنے والے ' اور مختلف گوشوں کے باشندے یہاں جمع ہوے ہیں - اسلیے نہیں کہ سلافي یا ٹیوٹانیک نسل کي باهمي عداوتوں سے دنیا کیلیے لعنت بنیں ' اسلیے نہیں کہ ایک انساني نسل دوسري نسل کو بھیڑیوں کي طرح پھاڑے اور اژدھوں کي طرح ڈسے ' اسلیے نہیں کہ خدا کي زمین کو اپنے ابلیسي غرور اور شیطاني سیادت کي نمایش گاہ بنائیں ' اسلیے نہیں کہ تیس تیس من کے گولے پھینکیں اور سمندر کے اندر ایسے جہنمي الات رکھیں جو منٹوں اور لمحوں میں ہزاروں انسانوں کو نابود کردیں ' بلکہ تمام انساني غرضوں اور مادي خواهشوں سے خالي ہوکر اور ہر طرح کے نفساني ولولوں اور بہیمي شرارتوں کي زندگي سے ماوراء الوری جاکر' صرف اس خداے قدوس کو پیار کرنے کیلیے' اسکي راہ میں دکھہ اٹھانے اور مصیبت سہنے کیلیے ' اور اسکي محبت و رافت کو پکارنے اور بلانے کیلیے جس نے اپنے ایک قدوس دوست کي دعاؤں کو سنا اور قبول کیا ' جبکہ نیکي کا گھرانا اباد کرنے کیلیے اور امن و سلامتي اور حق و عدالة کي بستي بسانے کیلیے اس نے اپنے خدا کو پکارا تھا :

ربنا انی اسکنت من ذریتي بواد غیر ذي ذرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تهوی الیهم و ارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون (۱۴ : ۴)

" اے پروردگار ! میں نے تیرے محترم گھر کے پاس ایک ایسے بیابان میں جو بالکل بے برگ و گیاہ ہے ' اپني نسل لاکر بسائي ہے تاکہ یہ لوگ تیري عبادت کو قائم کریں - پس تو ایسا کرکہ انسانوں کے دلوں کو انکي طرف پھیر دے اور انکي رزق کا بہتر سامان کردے !

آہ تم ذرا انکي ان عجیب و غریب حالتوں کا تصور کرو ! یہ کون لوگ ہیں اور کس پاک بستي کے بسنے والے ہیں ؟ کیا یہ اوسي زمین کے فرزند ہیں جو خون اور آگ کي لعنتوں سے بھرگئي اور صرف بربادیوں اور ہلاکتوں ہي کے لیے زندہ رہي ؟ کیا یہ اسي آبادي سے نکل کے آے ہیں جو سبعیت و خونخواري میں درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے غاروں سے بھي بدتر ہے ' اور جہاں ایک انسان دوسرے انسان کو اسطرح چیرتا پھاڑتا ہے کہ اجتک نہ تو سانپوں نے کبھي اسطرح ڈسا اور نہ جنگلي سوروں نے کبھي اسطرح دانت مارے ؟ کیا یہ اسي نسل اور گھرانے کے لوگ ہیں جسنے خدا کے رشتوں کو یکسر کاٹ ڈالا ' اور اسطرح اسکي طرف سے منھہ موڑ لیا کہ اسکي بستیوں اور آبادیوں میں خدا کے نام کیلیے ایک آواز اور ایک سانس بھي باقي نہ رہي ؟ آہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کون ہیں اور کہاں سے آے ہیں ؟ یہ قدوسیوں کي سي معصومیت' فرشتوں کي سي نورانیت' اور سچے انسانوں کي سي محبت انمیں کہاں سے آگئي ہے ؟ تمام دنیا نسلي تعصبات کے شعلوں میں جل رہي ہے' مگر دیکھو یہ دنیا کي تمام نسلیں کسطرح بھائیوں اور عزیزوں کي طرح ایک مقام پر جمع ہیں' اور سب ایک هي' حالت' ایک هي وضع' ایک هي لباس' ایک هي قطع' ایک هي مقصد اور ایک هي صدا کے ساتھہ ایک دوسرے سے جڑے ہوے ہیں ؟ سب خدا کو پکار رہے ہیں' سب خدا هي کیلیے حیران و سرگشتہ ہیں' سب کي عاجزیاں اور درماندگیاں خدا هي کیلیے ابھر آئي ہیں ' سب کے اندر ایک هي لگن اور ایک هي ولولہ ہے ' سب کے سامنے محبتوں اور چاهتوں کیلیے اور پرستشوں اور بندگیوں کے لیے ایک هي محبوب و مطلوب ہے' اور جبکہ تمام دنیا کا معبود عمل نفس و ابلیس ہے' تو یہ سب صرف خدا کے عشق و محبت میں خانہ ویران ہوکر اور جنگلوں اور دریاؤں کو قطع کرکے دیوانوں اور بیخودوں کي طرح یہاں اکٹھے ہوے ہیں ! انہوں نے نہ صرف دنیا کے مختلف گوشوں کو چھوڑا بلکہ دنیا کي خواهشوں اور ولولوں سے بھي کنارہ کش ہوگئے - اب یہ ایک بالکل نئي دنیا ہے جسمیں صرف عشق الهي کے زخمیوں اور سوختہ دلونکي بستي آباد ہوئي ہے - یہاں نہ نفس کا گذر ہے جو غرور بہیمي کا مبدء ہے' اور نہ انساني شرارتوں کو بار ملسکتا ہے جو خونریزي اور ظلم و سفاکي میں کرۂ ارضي کي سب سے بڑي درندگي ہیں - یہاں صرف آنسو ہیں جو عشق کے آنکھوں سے بہتے ہیں' صرف آہیں ہیں جو محبت کے شعلوں سے دھویں کیطرح اٹھتي ہیں ' صرف دل سے نکلي ہوئي صدائیں ہیں جو پاک دعاؤں اور مقدس نداؤں کي صورت میں زبانوں سے بلند ہورهي ہیں ' اور ہزاروں سال پیشتر کے عهد الهي اور راز و نیاز عبد و معبودي کو تازہ کر رهي ہیں : لبیك لبیك - اللهم لبیك - لا شریك لك لبیك ! !

سر روحانیاں داري ولے خود را ندیدستي
بخواب خود در آ تا قبلۂ روحانیاں بیني !

یہ وہ مجمع ہے جسکي بنیاد دعاؤں نے ڈالي - جسنے دعاؤں سے نشو و نما پائي' جو صرف دعاؤں هي کیلیے قائم کیا گیا ' جسکي ترکیب بھي اول سے لیکر آخر تک دعاؤں هي کے مناسک سے ہوئي' اور جو دعاؤں هي کی لازوال طاقت سے قائم ہے - سب سے پہلي دعا وہ تھي جو اس گھر کی بنیاد رکھتے ہوے خدا کے دو قدوس دوستوں کي زبانوں پر جاري ہوئی :

ربنا و اجعلنا مسلمین لك و من ذریتنا امة مسلمة لك ' و ارنا مناسکنا و تب علینا انك انت التواب الرحیم ! ربنا و ابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم ایاتك و یعلمهم الکتاب و الحکمة و یزکیهم انك انت العزیز الحکیم !

اے پروردگار ! همیں اپنا اطاعت شعار بنا اور هماري نسل سے ایک امة پیدا کر جو تیري مومن و مسلم ہو - اور همیں اپني عبادت کے طریقے بتلادے اور هماري توبہ قبول کرلے - تو تو بہت هي بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے - اور پھر اے پروردگار ! هماري نسل میں ایک اپنا رسول مبعوث کر جو اسکے آگے تیري آیتیں پڑھکر سناے اور انہیں کتاب و حکمت کي تعلیم دے اور انکے اخلاق کا تزکیہ کردے -

سو بیابان حجاز کے قدوس لم یزل نے یہ دعا قبول کرلي اور اپني اس " امة مسلمه " کو پیدا کیا جو فی الحقیقت وجود ابراهیمی کے اندر پنہاں تھي :

ان ابراهیم کان امة قانتا -

بیشک حضرت ابراهیم خلیل اپنے وجود واحد کے اندر ایک پوري قوم اور خدا پرست امت تھے !

یہ گھرانا درحقیقت دنیا کي امامت اور ارض الہی کي وراثت کیلیے آباد کیا گیا تھا ' اور اسکا عهد و میثاق روز اول هي بندھگیا تھا -

پس اس مقدس دعا کی قبولیت نے " امة مسلمه " کو بھي قائم کیا ' اور دنیا کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کیلیے سلسلۂ ابراهیمي کے آخري رسول کو بھي مبعوث کیا ' نیز جو امامت و پیشوائی اور خلافت فی الارض حضرۃ ابراهیم خلیل (علی نبینا و علیه الصلوۃ والسلام) کو دي گئي تھي' اسکي وارث انکي ذریة و نسل ٹھہرائي گئي ' البتہ بموجب اپنے عهد کے " ظالمون " کو اس سے محروم کردیا گیا - اس نسل کے جو لوگ اپنے نفس و روح کیلیے ظالم ہوے اور خدا کے مقدس رشتوں کی

ورود مقـــدس يوم الحـــج !

(اتی امر الله فلا تستعجلوه)

سيريكم اياته فتعرفو نها ، وما ربک بغافل عما تعملون !

گويند مگو سعدي چندين سخن عشقش
مي گويم و بعد از من گويند بدسنا نها !

ميں نے بہت چاها که اپنے زخموں کو چھپاؤں ليکن نه چھپا سکا- ايک مدت کے سکون اند مال کے بعد آج پھر ايک لمحۂ اضطراب و کاوش ميسر آ گيا ہے - ميرے دل کي بے چينيوں نے مجھے بستر انتظار پر تہه و بالا کرديا ' اور ميرے زخم هاے کہنه کے ٹانکے بے اختيار کھل گئے - اب انکي خوننابه فشاني نہيں رک سکتي - بل نكتب واليراع يقطر دما ' والقلب يكاد يتمزق اسي و اسفا ' مما اصاب الاسلام والمسلمين ' من الذل المهين ' والعار المشين ' والا زدراء الهائل ' والاحتقار الفاضح ' والظغط الفظيع ' والقتل المريع ! فحاشا للمسلمين ' ان يكونوا من القوم الكافرين ! !

آماده گشته ام دگر امشب نظاره را
پيوند کرده ام جگـــر پاره پاره را

آج میں پھر اپني وهي متاع کہنه ليکر بازار مقصود ميں نکلا هوں جو هميشه سے ميرے کار و بار آه و ناله کا راس المال رهي ہے ' اور جسکے سوا ميرے جيب و آستين حسرت ميں اور کچھه نہيں ہے - ميرے پاس ايک زخمي دل کے چند ٹکڑے هيں جنسے خـون تمنا کے قطرے ٹپک رہے هيں - ميں خريداروں کا متلاشي هوں - کوئي ہے جو ان پاره هاے خونيں کا طلبگار هو ؟

روے بازار مراد امروز عرفي با منست
دامن تر ميفروشم ديدۂ ترمي خرم !

ميں اپنے جيب زياں کي يه کل پونجي ديکر ايک سودا چکانا چاهتا هوں - مجھے چند آنکھيں چاهئيں جو ماتم يوسف ميں يعقوب وار رونا جانتي هوں - کيونکه سچے انسوؤں سے بڑھکر عالم انسانيت ميں کوئي شے طاقتور نہيں ہے - وا اسفى على يوسف !

خشک ساليست دريں عهد وفا را اے اشک !
زاں دياريكه تـو مي آئي ' باراں چونست ؟

يهي قيمت زخم ' يهي راس المال جراحت ' يهي دست ماتم کار ' يهي چشم خونبار ' اور يهي زبان فغاں سنج ہے ' جسے اپنے ساتهه ليکر ميں نے هميشه خريداروں کو پکارا ' اور يهي متاع دل اور جنس اشک و خونفشاني ہے جسکو هميشه ميں نے ڈھونڈھا - ميں هميشه روتا رها اور ميںنے لوگوں کو رلايا ہے - ميں هميشه ماتم کرتا رها اور هزارها هاتهوں نے ميری سينه کوبی ميں شرکت کي ہے - آج پهـر اشک و فغاں کيليے پيـام درد ليکر اٹھا هوں - پس ان سب پر سلام جنکي آنکھيں خونبار ' دل دو نيم ' جگر سوخته ' اور زبانيں دعا سنج هيں - کيونکه اشک افشانيوں کا آخري وقت ' اضطراب قلوب و ارواح کي انتهائي فرصت ' اور دعا هاے اشک آلود و فرياد هاے مجروح و مضطر کي هر طرف پکار ہے !

دمے ز صـدق بر آور که آرزو بخشاں
هزار گنج اجابت به يک دعا بخشند !

امن يجيب المضطر اذا دعـاه و يـكشف السوء و يجعلهم خلفاء ؟ ء اله مـع الله ؟ قليـــلا ما تذكرون -

اور خدا کے سوا کون ہے که ايک مضطر روح کي پکار کو سنے ' اسکے دکھه کو دور کرے ' اور اپنے آگے جھکنے والوں کو اپني خلافت بخشے ؟ افسوس که بہت کم هيں جو عبرت و بصيرت رکھتے هيں !

وه جو خشک سالي ميں پاني کيليے روے ' کيا اب بادلوں کي گرج اور بجليوں کي چمک ميں اميد کے آخري آنسو نه بہائيں گے ؟ وه جنهوں نے نا اميديوں ميں اپنے مقصود کو پکارا ' کيا اب اميد و بيم کي آخري ديوار حائل تک پہنچکر خاموش هوجائيں گے ؟ کيا موسم خزاں کے ماتم زدگاں حسرت کيليے يه جائز ہے که بہار کي عين آمد پر اپنے ولولۂ جنوں کو خير باد کہديں ؟

دهقاں کا کام موسم کے ظهور کے بعد اور زياده بڑھجاتا ہے ' اور منزل جسقدر نزديک آتي جاے ' رهروان مقصود کے آتش شوق کو اور زياده تيز هوجانا چاهيے - پہلے اگر حسرت و آرزو ميں روے هو تو اب اميد ميں اور زياده چيخ چيخ کر روؤ !

بايں که کعبه نماياں شود ز پا منشيں
که نيم گام جدائي هزار فرسنگ ست

آسمان کے دروازے بند تھے اور تم انکي طرف ديکهه ديکهه کر پکارتے تھے ليکن آج کھل گئے هيں اور تمهاري دعاؤں کے انتظار ميں ملائکه مدبره اور ملکوت السماوات نے اپنے اجنحۂ نورانيه کو کھول ديا ہے - جبکه جواب نہيں ملتا تھا تو تم پکارتے تھے ' آج خود دست اجابت آماده استقبال ہے - پھر زبان سائل کو کيا هوگيا ہے که خاموش ہے ؟ ان رحمة الله قريب لمن المحسنين !

بطاعت کوش گر عشق بلا انگيز مي خواهي
متاعے جمع کن ' شايد که غارت گر شود پيدا !

موسم بدل رها ہے ' اور اضطراب و شورش کي جن خونيں بدليوں سے فضا چھپ گئي ہے ' وه بالکل ويسي هي هيں جيسے هر عصر انقلاب ارضي و تجدد مراسم اقوام و ملل ميں ظاهر هوئي هيں - کچھه عجب نہيں که ايام الالهيه کا ايک يوم عظيم ختم هو اور دوسرے دن کا آفتاب طلوع هو - يه رات کي آخري گھڑياں هيں جو برق کي سي تيزي اور بادل کي سي هيبت ميں گذر جائينگي ' اور لهو اور دهوئيں کي بدليوں کے اندر سے دنيا کي حياة جديده کا ظهور هوگا - پس صبح کي بخشش ميں حصه لينے والوں کو چاهيے که اپنے دماغوں کا نہيں بلکه آنکھوں کا احتساب کريں اور شيطان غفلت سے هشيار هوجائيں ' کيونکه رات بھر جاگنا آسان ہے ' مگر صبح صادق کي گھڑيوں ميں اونگھنے سے بچنا مشکل ہے - نہو که رات بھر اختر شماري کرنے کے بعد عين صبح کے وقت سو جاؤ ' اور جس روشني کو ديکھنا چاهتے تھے ' اسکي کرنيں تمهارے خوابيده سروں پر ماتم کريں - سچ يه ہے که نه تم اٹھے اور نه تم نے بيداري کيليے کوئي کروٹ لي ' ليکن جبکه دهقاں آبپاشی سے غافل تھا تو آسمان نے خود هي مينهه برسا ديا ' اور جبکه انساني همتيں تھک گئي تھيں تو کارخانۂ الهي خود هي متحرک هوگيا - پس وقت کو اسکا حق دينے ميں تساهل نه کرو کيونکه وه صرف اتنے هي کا طالب ہے ' اور جسقدر بھي جلد هوسکے اپني اصلاح و درستگي کا سامان کرلو : افلا يتوبون الى الله و يستغفرونه و الله غفور الرحيم ؟

(يوم الحج کا ورود مقدس)

آج ذوالحجه کي پہلي تاريخ ہے اور ايک هفته کے بعد تاريخ عالم کا وه عظيم الشان روز طلوع هونے والا ہے جبکه آفتاب کے نيچے کرۂ ارضي کے هر گوشے کے لاکھوں انسان اپنے خداوند کو پکارنے کيليے جمع هونگے ' اور ريگستان عرب کي ايک بے برگ و گياه وادي کے اندر خدا پرستي و عشق الهي کا سب سے بڑا گھرانا آباد هوگا :

الذين ان مكنـا هـم في الارض اقاموا الصلوة واتوالزكوة وامروا بالمعروف و نهوا عن المنكر -

وه لوگ که اگر الله انهيں زمين ميں قائم کردے تو انکا کام صرف يه هوگا که صلوة الهي کو قائم کريں ' زکواة ادا کرائيں ' نيکي کا حکم ديں اور برائيوں سے روکيں

يه پہلا گھر تھا جو خدا کی پرستش کيليے بنايا گيا ' اور آج بھي دنيا کے تمام بحر و بر ميں صرف وهي ايک مقدس گوشه ہے جو

اسوۂ حسنہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

پابندی عہد اور اسلام

(۲)

گذشتہ صحبت میں ہم نے تصریحات قرآنیہ کی بنا پر بحث کی تھی، اور دکھلایا تھا کہ پابندی عہد و مواثیق کی اخلاقی حقیقتوں کو قرآن کریم نے اپنی تعلیمات اولیہ میں کس درجہ اساسی و مرتفع درجہ دیا ہے؟

لیکن سچ یہ ہے کہ اخلاقی احکام کا تعلق جہاں تک تعلیم محض سے ہے، وہ کوئی ایسی متاع غریب نہیں ہے جسکے پیش کرنے پر اسلام فخر کرے - اخلاقی احکام ہمیں ہر جگہ ملسکتے ہیں اور تقریباً ہر مذہب نے اپنا مقصد یہی بتلایا ہے کہ انسان کو اخلاق کا وعظ سنائے - اگر قرآن حکیم تعلیم دیتا ہے کہ عہد و مواثیق کی پابندی کرو تو قانون موسوی اور واعظ ناصری بھی یہ نہیں کہتا کہ عہد باندھکر توڑ ڈالو - حتی کہ آرین نسل کی وہ فلسفیانہ روحانیت بھی جسنے ہندوستان اور ایران میں ظہور کیا، اپنی ہر ادنی سے ادنی شاخ کے اندر اخلاقی تعلیمات و احکام سے لبریز ہے -

پس اصلی چیز تعلیم نہیں ہے بلکہ تعلیم کے نتائج اور اسکا عمل ہے - دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو کچھہ کہا، اس نے عملی شکل میں کیسی صورت اختیار کی؟ انسان کی روح اسلیے بیمار نہیں ہے کہ زبانوں نے تعلیم کم دی اور کاغذوں پر زیادہ نہیں لکھا گیا، بلکہ اسکا اصلی دکھہ زندگی کی عملی مشکلات میں ہے اور صرف وہی تعلیم فتح مند ہوسکتی ہے جو ایک مستحکم عملی نمونہ اپنے ساتھہ رکھتی ہو -

عملی حقیقت کے لحاظ سے اولین نمونہ حامل قرآن و اولین داعی اسلام (علیہ الصلوۃ والسلام) کا ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - آج ہم صرف اسی حیثیت سے اسلامی مواثیق و عہود پر نظر ڈالینگے -

(۲)

جنگ و صلح کی متضاد حالتوں میں انسان کا نظام اخلاق دفعتاً بدل جاتا ہے - ایک شخص بذات خود نہایت رحمدل ہے لیکن میدان جنگ میں جاکر نہایت بے رحم ہوجاتا ہے - ایک شخص اپنے شخصی معاملات میں نہایت حلیم الطبع ہے لیکن کسی فوج میں شامل ہوکر سخت مشتعل اور مغلوب الغضب ہوتا ہے ایک شخص امن و صلح کے زمانے میں نہایت صادق القول اور پابند عہد ہوتا ہے لیکن زمانۂ جنگ میں اتنا ہی خداع اور عہد شکن بن جاتا ہے - ایک جماعت، ایک قوم، ایک ملک، امن و سکون کے دور میں انسانیت کا بہتر سے بہتر نمونہ ہوتا ہے لیکن جنگی اغراض، طامعانہ اقدامات، اور حربی مصالح کے عہد فساد میں آکر چارپایوں سے زیادہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہوجاتا ہے: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، ثم رددناہ اسفل سافلین! اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے کہ "سیاست اپنے پہلو میں دل نہیں رکھتی"!

لیکن دنیا میں صرف "اسلام" ہی ایک ایسی زندہ ہستی ہے جو اپنے پہلو میں دل اور دل میں ایک ناممکن التسخیر اخلاقی طاقت رکھتی ہے - اس پر عوارض خارجیہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا - ظاہر و باطن، شخصیت و جمہوریت، افتراق و اجتماع، جنگ و صلح، اسکے لیے تمام حالتیں یکساں ہیں - اسکا معیار اخلاق جس طرح امن و صلح کی حالت میں قائم رہا، اسی استحکام و استواری کے ساتھہ جنگ کے سیلاب اور آگ اور خون کے طوفان میں بھی قائم و ثابت نظر آیا -

پیغمبر اسلام (علیہ الصلوۃ والسلام) کی زندگی اعمال انسانیہ کی ہر شاخ پر حاوی تھی - اسمیں حق و صداقت کے آغاز کی غربت و مظلومی بھی تھی، اور اتمام کی فتح مندی و کامرانی کا جاہ و جلال اور سطوت و جبروت بھی تھا - انہوں نے امن و صلح کے ایام بھی کاٹے، اور امن و صلح کیلیے جنگ کی تلوار باندھنے کا حکم بھی دیا - اسلیے عہد و میثاق اور انکے نتائج و عواقب کے واقعات عہد نبوت کی تاریخ میں بے شمار نظر آتے ہیں، اور انکے اندر اخلاق قرآنی کی عملی صورت دیکھی جاسکتی ہے -

(۳)

سب سے پہلی چیز اس سلسلے میں وہ اخلاقی سلوک ہے جو آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر قوموں اور حریفان جنگ کے ساتھہ کیا - ان قوموں نے معاہدوں کو اکثر توڑا ہے اور نہایت شرمناک طریقہ سے غداریاں کی ہیں -

رعل، ذکوان، عصیہ، اور بنولحیان کے قبائل نے آنحضرت سے کسی دشمن کے مقابلے کیلیے فوجی مدد کی درخواست کی! آنحضرت نے قراء صحابہ میں سے ستر صحابی ساتھہ کردیے - لیکن بئر معونہ پر لے جاکر اونلوگوں نے بیوفائی کی، اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کردیا (۱)

جب حضرت عاصم کی فوج کو قبیلۂ بنولحیان کے دو سو تیر اندازوں نے گھیر لیا، تو اسنے وعدہ کیا کہ اگر وہ نیچے اتر آئیں تو کچھہ تعرض نہیں کیا جائیگا - اسپر ایک جماعت اتر آئی، لیکن بعض صحابہ کو اوسی جگہ قتل کردیا گیا، اور بعض کو غلام بناکر بیچ ڈالا!

با اینہمہ غدر و بیوفائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معیار اخلاق شخصی حالتوں میں تھا، وہی میدان جنگ میں بھی قائم رہا - شخصی حالت میں آپکے وفاے عہد کا یہ حال تھا:

عن عبد اللہ بن ابی الحمساء قال بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببیع قبل ان یبعث، و بقیت لہ بقیۃ فوعدتہ ان آتیہ بہا فی مکانہ فنسیت فذکرت بعد ثلاث فجئت، فاذا ہو فی مکانہ، فقال یا فتی لقد شققت علی انا ہہنا منذ ثلاث انتظرک (ابوداؤد جلد ۲ ص - ۳۲۶ کتاب الادب)

عبد اللہ ابن حمساء کہتے ہیں کہ آنحضرت کے ہاتھہ انکے مبعوث ہونے سے پہلے میں نے ایک چیز فروخت کی جسکا کچھہ حصہ آپ کے حوالے نہیں کیا تھا، اور وعدہ کیا تھا کہ آپ ٹھہریے - میں اسی جگہ لیکے آتا ہوں - مگر میں گھر جاکر بھول گیا اور تین دن کے بعد اپنا وعدہ یاد آیا - پلٹ کے آیا تو دیکھا کہ آپ اوسی جگہ کھڑے ہیں - آپ نے مجھے دیکھہ کر فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی - میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کررہا ہوں!!

جہاد اسلامی کی وسعت نے آپ کی اخلاقی طاقت کو اور بھی مستحکم و استوار کردیا - آنحضرت کا معمول تھا کہ جب مجاہدین جہاد کیلیے روانہ ہوتے، تو آپ انکو مخاطب کرکے ایک عام وصیت

[۱] بخاری جزو ۵ ص ۱۰۵ - [۲] بخاری جزو ۵ - ص ۱۰۴ .

اطاعت سے سرکشي کی ' انسے وہ امامت موعودہ بھي چھين لي گئي ' اور خلافت موهوبه سے بھي محروم کردیے گئے که " لا ینال عهدي الظالمین " !

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة و اتبعوا الشهوات - پھر انکے بعد وہ لوگ انکے جانشین هوے جاهوں نے صلواة الهي کو ترک کردیا اور اپني نفساني خواهشوں کے بندے هوگئے

یه دعاوں کا وعدہ تھا جسکا ظهور همارے اقبال و کامراني کي تاریخ هے' اور اسي طرح یه دعاوں هي کی ایک وعید بھی تھی جسکی سزائیں اور محرومیاں هماری برگشتگی اور درماندگیوں کا ماتم هے ! وہ هم هي تھے جو " اني جاعلك للناس اماما " کے وارث تھہراے گئے تھے' اور هم هي هیں جو آج " لا ینال عهدي الظالمین " کي تصویر نامرادي هیں !

ذالك بما قدمت ایدیهم و ان الله لیس بظلام للعبید ! - یه سب کچھه ان اعمال کا نتیجه هے جو خود انهوں نے اختیار کیے ورنه خداے کریم تو اپنے بندوں کیلیے کبھي بھی ظالم نهیں هوسکتا -

پس دعاوں کا یہ اجتماع لاهوتي' امة مسلمه کا یه مجمع مبارک' اور روحانیة مقدسهٔ ابراهیمیه کا یه مظهر عظیم و جلیل ' قریب هے که اسي بیابان حجاز میں ظهور کرے جهاں خداے ابراهیم و محمد (علیهما السلام) نے امامة و خلافت الهي کیلیے اوانکي دعا کو سنا' اور پھر همیشه دعاوں کے سننے اور اپني پکاروں اور نداوں کے بلند هونے کیلیے اسے برگزیدہ کردیا - جس وقت یه پرچه تمهارے هاتھوں تک پهنچیگا' اس وقت ذوالحجه کي تیسري تاریخ هوگي' اور بادیه نوردان عشق آباد حجاز کے قافلے کوچ کیلیے طیار هونگے - اُس وقت کا تصور کرو که وہ کیسا وقت عظیم هوگا' جبکه لاکھوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ ابراهیمي کی روحانیة عظمی اپنے خداوند کو بیقرارانه پکاریگي' اور اسکے مقدس عهد و میثاق کا رشته تازہ هوگا ؟ لاکھوں سر هونگے جو بیقرارانه خداوند کے حضور جھکاے جائینگے - لاکھوں پیشانیاں هونگي جو اسکی چوکھٹ پرگرائي جالینگي' لاکھوں دل هونگے جو اسکي نظارۂ جمال کے عشق میں ڈوب جالینگے ' اور لاکھوں زبانیں هونگي جنسے اسکے حضور میں دعائیں نکلینگي - پھر اُس وقت ایسا هوگا که دریاے محبت الهي جوش میں آلیگا ' ملائکه مقربین اسکے خلوت وصال کو اسکے دوستوں کیلیے خالي کردینگے ' اور وہ اپنے جمال عالم آرا کے جلوہ سے اس تمام محشر عشق و طلب کو ڈھانپ لیگا !

سو چاهیے که اس وقت عظیم و جلیل اور ایام الاهیۂ مخصوصه کے حصول کو غنیمت سمجھو' اور تم خواہ کهیں هو اور کسي حال میں هو' لیکن اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے کوشش کرو که تمهاري دعائیں بھي ان دعاوں کے ساتھه شامل هوجائیں اور تمهاري بے تابیاں اور بیقراریاں بھي ٹھیک اسي وقت خدا کے حضور رحمت طلب هوں که یه وقت پھر میسر نه آلیگا - دنیا انقلاب و تجدد کے ایک مهیب عهد سے گذر رهي هے اور نئے موسم کي علامتوں نے هر طرف طوفانوں اور بجلیوں کي ایک قیامت کبری بپا کردي هے - ممکن هے که روز هجر ختم هونے والا اور عهد وصال کي ایک نئی رات شروع هونے والي هو' پس ضرور هے که دن بھر جن لوگوں نے غفلت کي هے وہ اب عین شام کے وقت غفلت نه کریں کیونکه میں دیکھتا هوں که شام آگئي هے ' اور چراغوں کا انتظام کرنا چاهیے -

هاں' هر مومن کو چاهیے که وہ یکسر دعاوں میں ڈوب جاے' اور ان مقدس ایام کے اندر صدق دل سے توبه کرے' اور اپنے خداوند سے اپنا معامله درست کرلے - یه بڑا هي سخت وقت هے جسکي نوشته الهي میں خبر دي گئي تھي - وہ وقت موعودہ اپني تمام هولناکیوں کے ساتھه آگیا هے' اور ازمین اپنے گناهوں کی پاداش میں الٹ دي گئی هے - پس توبه کرو اور اوس کے سامنے اپني سرکشیوں کا سر مجرموں کي طرح ڈالدو ' اور تڑپ تڑپ کے وہ سب کچھه مانگو جسکو تمهارا دل چاهتا هے' مگر تمهارے اعمال اسکے سزاوار نهیں هیں -

تم اسکے حضور حج کے دن اور عید کي صبح کو جبکه خلیل الله نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھري رکھي تھي' مسکینوں اور لاچاروں کي طرح گرجاو' اپني سرکشیوں اور نفس پرستیوں کے گوساله کو ذبح کردو (فاقتلو انفسکم باتخاذکم العجل) اور گڑ گڑا کر دعا مانگو که خداوندا ! زمین کی سب سے بڑي مصیبت ' انساني معصیت کے سب سے بڑے عذاب ' اور انقلاب اقوام و ممالک کے سب سے زیادہ مهیب موسم کے وقت ابراهیم و اسماعیل کي ذریة کو نه بھلائیو' اور انکے گناهوں کو معاف کردیجیو!

علی الخصوص عید کے دن جب اسکے حضور کھڑے هو تو اپنے گناهوں کو یاد کرو - تم میں ایک روح بھي ایسي نهو جو تڑپتي نهو اور ایک آنکھه بھي ایسی نهو جس سے آنسووں کے چشمے نه بهه رهے هوں - یاد رکھو که دل کي آهوں اور آنکھوں کے آنسووں سے بڑھکر اسکی درگاہ میں کوئي شفیع نهیں هوسکتا - پس جس طرح بھي هوسکے اپنے خدا کو راضي کرو اور اسے مناو' کیونکه تم نے اپني بد اعمالیوں سے اسے غصه دلایا اور اسکے پاک حکموں کي پروا نه کي ؟ اور تم یوں پکارو که اے ابراهیم اور اسماعیل کے خداوند ' اور اے رسول امي کے پروردگار ! هم نے تیرے عهد کي پروا نه کی اور اپني بد اعمالیوں سے تیري مقدس زمین کو ملوث اور گھنونا کردیا - لیکن اب هم اپني سزاوں کو پهنچ چکے اور هم نے بڑا سے بڑا دکھه اٹھالیا - هم مثل یتیم لڑکوں کے هوگئے هیں جنکے والدین کو انسے جدا کردیا گیا هو' کیونکه همارا خدا هم سے راضي نه رها اور هم غمگیني اور رسوائي کیلیے چھوڑ دیے گئے - پر اے حي و قیوم ! اب هم پر رحم کر' همارے قصوروں کو معاف کر' اور هم سے منه نه موڑ' گو هماري خطائیں بیشمار هیں لیکن هم سب تیرے هي نام سے کهلاتے هیں' اور تیري راہ میں دکھه اٹھانے کیلیے طیار هیں !

اگر نه بهر من ' از بهر خود عزیزم دار
که بندہ خوبي او خوبي خداوندست !

اے ستار و تواب الرحیم ! کیا همارا غم دائمي هے ' کیا همارے خزاں کیلیے کبھي بهار نهیں ' اور کیا همارے زخم کیلیے کوئي مرهم نهوگا ؟ اے نسل ابراهیمي کے امیدگاہ ! تو همیشه کیلیے همیں نه بھولنا اور همیں اپني طرف لوٹالے - هم تجھسے همیشه بھاگے هیں مگر اب هم تیري طرف لوٹ آلینگے - کیونکه همیں کهیں پناہ نه ملي !

تو همیں نیکي اور صداقت کیلیے چن لے' اور اپني هدایت و عدالة کي تبلیغ کا بوجھه پھر هماري گردنوں پر ڈال !! دنیا آج انتهاء ترقي کے بعد بھي امن و عدالت کیلیے ویسي هي تشنه هے جیسي ظهور صداقت کبری کے اولین عهد جهالت میں تھي !

"ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین! (۷ : ۱۳۹) اللهم مالك الملك' تو تی الملك من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر' انك علی کل شي قدیر (۳ :۲۶) ربنا علیك توکلنا و الیك انبنا و الیك المصیر ! ربنا لا تجعلنا فتنه للذین کفرو ! واغفرلنا ربنا ' انك انت العزیز الحکیم .(۶۰ : ۹) ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (۲ : ۲۵۲) ربنا لاتجعلنا فتنة للقوم الظالمین و نجنا برحمتك من القوم الکافرین (۱۰ : ۸۷) ربنا انك اتیت " فرعون" و ملاہ زینة وامروالا في الحیاة الدنیا' ربنا لیضلوا عن سبیلك' ربنا اطمس علی اموالهم' واشدد علی قلوبهم فلا یومنوا حتی یرو العذاب الالیم ! (۱۰: ۸۹) رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ! (۲۷ : ۴۱) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمه ' انك انت الوهاب (۳ :) "

اون سے گفتگو کي - اونہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا ھے :

من کان بینه و بین قوم عهد فلا یشد عقـدة ولا یحلهـا حتـی ینقضی امدها او ینبذ الیهم علی سـواء-

اگر کوئی شخص کسي قوم سے معاهده کرے تو اوس معاهدے کي گرہ نه تو کہولے اور نه باندھے - (یعنی اوس سے کسی قسم کا تعرض نه کرے اور اوسکو اپنے حال پر قائم رہنے دے) یہاں تـک کہ معاهدہ صلح کی پوري مدت گذرجاے' یا باهمي معاهده کے توڑنے کا عام اعلان کردیا جاے -

چنانچه امیر معاویه راستہ هي سے لوٹ آے (ابوداود)

سلطنتوں میں باهم معاهدے هوتے هیں اور وہ قائم بهي رکہے جاتے هیں' لیکن کوئی سلطنت اپنے معمولی مقاصد کي کامیابی کو بهی عهد وفا کی اخلاقي پابندی پر قربان نہیں کرسکتی - یورپ کا موجودہ اخلاق اسکے لیے کافي شہادت ھے - اٹلي نے اپنے عالم آشکار عهد کو چند لمحوں کے اندر فراموش کردیا ' اور جرمنی پیرس کي طرف بڑھنے کو اسقدر ضروري سمجھتی ھے که اسکے سامنے بلجیم کي ناطرفداري کوئی شے نہیں ھے - اسلام کا مقصد پیرس کے قلعوں کی برجیوں سے زیادہ بلند تها ' لیکن اوسنے پابندي عهد پر اپنے عظیم الشان مقصد کو بارها قربان کردیا ھے - اسلام کا مقصد حقیقی اشاعت حق تها' اسیکے لیے وہ لڑتا تها' اسیکے لیے صلح کرتا تها' اسیکے لیے معاهده کرتا تها - یه مقصد کبهي کبهي بغیر کسی قسم کے جد و جهد کے بهي حاصل هو جاتا تها ' اور تلوار کی جگه صرف داعی اسلام کي روحاني طاقت اس میدان کو فتح کرلیتی تهي- لیکن آنحضرت نے ایسے اعلی مقصد کو بهي جو نہایت آساني سے حاصل هوسکتا تها' معاهده کی اخلاقي پابندي پر ترجیح نه دي - قریش نے ایک شخص کو آنحضرت کی خدمت میں قاصد بناکر بهیجا - وہ آپکی صورت مبارک دیکھتے هي اسلام کیطرف مائل هوگیا اور بے اختیار پکار اوٹها که " اب اس چوکهٹ کو چهوڑ کر قیامت تک نه جاونگا " لیکن چونکه قاصدوں کے ساتهه کسي قسم کا تعرض نہیں کیا جاتا ' اور اونکے ساتهه ایک خاص معاهدے کي پابندی لازمي ھے' اسلیے آپنے فرمایا : " میں عهد شکني نہیں کرسکتا ' تم سردست تو واپس جاو - اگر تمهارے دل میں اسلام کی محبت ھے تو پهر واپس آسکتے هو " وہ پیغام لیکر گیا اور پهر پلٹ کر آیا اور اسلام لایا (ابو داود)

(۷)

مشرکین نے صلح حدیبیه میں جو شرائط پیش کي تهیں ' اون میں ایک شرط یه بهی تهي که " کفار مکه میں سے جو شخص مسلمان هوکر مدینه بهاگ جائیگا ' اوسکو مسلمان واپس کردینگے " اس شرط پر باهم سخت اختلاف هوا - صحابه نے کہا که ایک مسلمان کو کیونکر کفار کے حوالے کیا جاسکتا ھے ؟ ابهي اس شرط کا کوئي فیصله نہیں هوا تها که ابو جندل ابن سهیل بیڑیاں گهسیٹتے هوے مکے سے پہونچے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے پاوں پر ڈالدیا - ابو جندل کا باپ سہیل تها' اور وهي اُس وقت قریش کی طرف سے معاهدے کیلیے آیا تها - سہیل نے کہا که میں اپنے بیٹے جندل کي واپسي هي پر صلح کرونگا - آنحضرت نے فرمایا که ابهی تک معاهده صلح مکمل نہیں هوا ھے ' اسلیے اسکی پابندي همارے لیے ضروري نہیں ھے - مگر اوسنے کہا که اسکے سوا کسي دوسري بات پر صلح ناممکن ھے - آپنے مکرر اصرار کیا که کم از کم جندل کو تو اس شرط سے مستثنی کردو' مگر سہیل نے صاف انکار کردیا - ابو جندل نے مسلمانوں سے نہایت درد انگیز لهجه میں کہا که " مسلمانو ! میں مسلمان هوکر آیا هوں - کیا اب پهر مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤنگا ؟ " ان لفاظ نے صحابه کے مذهبي جذبات میں آگ لگادي - حضرت عمر رضي الله عنه بے اختیارانه اوٹهکر آنحضرت کی خدمت میں آے اور عرض کیا که کیا آپ پیغمبر خدا اور آپکے ساتهي برسر حق نہیں هیں ؟ آپنے فرمایا که بیشک حق پر هیں حضرة عمر نے کہا که پهر هم کیوں اسقدر دب رهے هیں اور ذلت گوارا کر رهے هیں ؟ آپنے جواب دیا که الله کا حکم ایسا هی ھے -

لیکن حضرت عمر رضي الله عنه کو اس سوال و جواب سے تسکین نه هوئی اور اونہوں نے حضرت ابوبکر رضی الله عنه سے بهي اسی قسم کي گفتگو کی - تاهم کچهه نتیجه نه نکلا ' اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے قریش کے تمام شرائط منظور کرکے صلح نامه مرتب کردیا اور دستخط هوگئے -

اسکے بعد جب آنحضرت مدینه کو روانه هوے تو ساتهه ساتهه ابو بصیر بهي مسلمان هوکر مکه سے نکل آے - قریش نے اونکي جستجو میں دو آدمی بهیجے اور شرائط صلح یاد دلائیں - آنحضرت نے فوراً ابو بصیر کو واپس کردیا - وہ اونکو لیکر چلے تو مقام ذوالحلیفه میں پہونچکر کهجوریں نکالیں اور کهانے پینے میں مشغول هوے - ابو بصیر نے اس موقعه پر بلطائف الحیل اونکے پهندے سے نکلنا چاها - وہ کهجور کهانے میں مصروف تهے - ابو بصیر نے ایک شخص کي تلوار کي طرف دیکهه کر کہا : " کتنی اچهي تلوار ھے " اوس نے داد پاکر تلوار کهینچ لی اور کہا بے شبهه میں اسکا بارها تجربه کرچکا هوں - ابو بصیر نے هاتهه بڑهاکر دیکهنے کے بہانے لےلی اور سب سے پہلے اسی شخص کی گردن قلم کردي - دوسرا شخص یه حالت دیکهه کر بهاگا اور دوڑتا هوا مدینه پہونچا - آنحضرت (صلعم) نے اوسکي پریشاني دیکهی تو فرمایا " اوسپر کوئی مصیبت آگئي ھے " اوس نے کہا " میرا ساتهي تو قتل کردیا گیا ھے' اور میں بهي قتل کے قریب پہونچ گیا تها " -

اسي حالت میں ابو بصیر بهي پہونچے اور آنحضرت سے کہا که " آپ نے اپنا عهد پورا کرکے مجهے واپس کردیا ' اب خدا نے مجهے نجات دي ھے' آپ اسکے ذمه دار نہیں هیں " آنحضرت (صلعم) نے فرمایا " یه شخص تو لڑائي کا شعله معلوم هوتا ھے " انہوں نے ان الفاظ سے یه نتیجه نکالا که آپ دوبارہ مجهے واپس کردینگے - چنانچه وہ مدینه سے بهاگ کر ساحل دریا کے کنارے مقیم هوگئے - ابو جندل کو خبر هوئي تو وہ بهي اون سے جاملے' یہاں تک که قریش کا جو شخص مسلمان هوتا تها وہ بهاگ کر ابو بصیر کے دامن میں پناہ لیتا تها - رفته رفته ابو بصیر نے ایک اچهی خاصي جمعیت قائم کرلی ' اور قریش کے کاروان تجارت کو جو شام کی طرف جاتا تها ' عام طور پر لوٹنا شروع کردیا - بالاخر قریش نے آنحضرت سے شکایت کي ' اور آنحضرت نے ابو بصیر وغیرہ کو بلا لیا (بخاري)

(۸)

عموماً زمانه جنـگ میں معاهدوں کي پابندي نہیں کی جاتي - اور اشخاص کے باهمي معاهدے تو صلح کی حالت میں بهی کوئی جمهوری وقعت نہیں رکهتے ' لیکن اسلام کي جمهوریت اور شخصیت دونوں ایک هي روحاني طاقت کی تابع نهیں ' اسلیے زمانه جنـگ میں اشخاص کے مجبورانه معاهدوں کو بهي نہایت مضبوطی کے ساتهه قائم رکها جاتا تها - حذیفه بن یمان کا بیان ھے که " میں غزوہ بدر میں صرف اسلیے نہیں شریک هوسکا که میں اور ابوحسیل ساتهه چلے تو کفار قریش نے هم کو گرفتار کرلیا ' اور کہا که تم محمد کے پاس جاتے هو - هم دونوں نے کہا که نہیں هم صرف مدینه کا ارادہ رکهتے هیں - چنانچه اونهوں نے عهد

(۱) ابوداود جلد ۲ ص ۲۴ - (۲) ابوداود - جلد - ۲ - ص - ۲۲ -

(۱) بخاري جلد ۳ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ -

فرماتے جو متعدد اخلاقي هدايات کا مجموعه هوتي تهي - انهي هدايات میں ایک حکم پابندي عهد کا بهي تها :

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا امر امیرا علی جیش او سریة اوصاه فی خاصة بتقوی الله عز و جل و من معه من المسلمین خیرا ' ثم قال اغزوا باسم الله فی سبیل الله - قاتلوا من کفر بالله اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا (صحیح مسلم - جلد ۲ ص - ۹۲ کتاب الجهاد)

آنحضرت جب کسي شخص کو کسي فوج کا سپه سالار مقرر فرماتے تو اوسکو سب سے پہلے پرهیزگاري اور مسلمانوں کے ساتهه بهلائي کرنے کي وصیت کرتے - پهر فرماتے که خدا کي راه میں خدا کا نام لیکر لڑو ! جن لوگوں نے خدا کا انکار کیا هے اون سے جهاد کرو' لیکن مال غنیمت میں کسي قسم کي خیانت نه کرنا' عهد کي پابندي کرنا ' بیوفائي نه کرنا ' کسي کے هاتهه' پانوں ' کان ' ناک نه کاٹنا ! بچوں کو قتل نه کرنا !

مجاهدین عموماً ان احکام پر عمل کرتے تهے ' اور یهي اخلاقي هدایت تهي جو اُن کو هر قسم کے بے اعتدالانه جنگي افعال سے روکتي تهي

لیکن ان هدایات میں پابندي عهد پر مسلمانوں نے جس شدت کے ساتهه عمل کیا ' اوسکي نظیر دنیا کي اخلاقي تاریخ میں نہیں مل سکتي - حضرت حبیب اور ابن دثنه کو قبیله بنولحیان نے امان دیکر پہاڑ سے اُتروایا ' پهر بد عهدي کي اور اونکو غلام بنا کر بیچ ڈالا - عام طور پر جب نقض عهد میں ایک فریق کي طرف سے پیش قدمي کي جاتي هے' تو دوسرا فریق هر قسم کي پابندیوں سے آزاد هوجاتا هے اور تمام معاهدوں کو توڑ سکتا هے ' اسلیے حبیب اگر اسوقت ان هدایات کي پابندي نه کرتے تو وه معذور سمجهے جاسکتے تهے - لیکن آنحضرت کے احکام جبري احکام نہیں هوتے تهے بلکه آپ کا روحاني اثر اونکو مجاهدین کے رگ و پے میں ساري کردیتا تها - جب حبیب کو حارث بن عامر نے خرید لیا اور حرم کے باهر قتل کرنا چاها تو اونهوں نے حارث کي لڑکي سے استره طلب کیا - لڑکي نے استره اونکے هاتهه میں دینا چاها تو حارث کا لڑکا بهي ساتهه ساتهه چلا آیا - حضرة حبیب نے اوسکو گود میں بٹها لیا - وه ڈري که جو شخص جان سے هاتهه دهو چکا هے اوسکو کسیکي جان پر حمله کرنے میں کیا تامل هوسکتا هے ؟ حضرت حبیب گو جان سے هاتهه دهو چکے تهے اور هاتهه میں ایک هتهیار استره بهي تها' لیکن آنحضرت (صلعم) سے بچوں کے قتل نه کرنیکا جو عهد اونسے لیا تها وه اونکو جان سے بهي زیاده عزیز تها - اونهوں نے اوسکي سراسیمگي دیکهکر کہا : " کیا تمکو ڈر هے که میں اس بچے کو قتل کردونگا ؟ نہیں' تم ایسا نه سمجهو - میں ایک بچے کا خون اپني گردن پر نہیں لے سکتا " (بخاري - جزو - ۵)

ان اخلاقي احکام سے زیاده خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے طرز عمل نے صحابه کو پابندي عهد کي تعلیم دي تهي - یہود خیبر نے آنحضرت (صلعم) کو زهر دیدیا لیکن آپنے کسي قسم کا انتقام نہیں لیا - آنحضرت پر یہودیوں نے اپني دانست میں جادو کیا' لیکن آپنے معاهده کي بنا پر اونکو معاف کردیا !

(۴)

آنحضرت نے جب کفار مکه سے بمقام حدیبیه صلح کرلی تو صلح کے بعد مسلمانوں اور کافروں میں باهم میل جول هوگیا - حضرت سلمه کا بیان هے :

" میں اس حالت اطمینان میں ایک درخت کے نیچے جاکر لیٹ گیا - اتفاق سے میرے پاس چار مشرک آئے اور آنحضرت کی مذمت کرنے لگے - میں آپکی هجو نه سن سکا اور اٹهکر دوسرے درخت کے سایے میں چلا گیا - وه سب درخت کي شاخ میں هتهیار لٹکا کر لیٹ گئے ' اسي حالت میں دفعتاً غل هوا که ابن زنیم قتل کردیا گیا - میں نے تلوار میان سے کهینچ لي ' اور اونهي چاروں پر حالت خواب میں حمله کیا - پہلے اونکے هتهیاروں پر اچهي طرح قبضه کرلیا ' پهر اون سے کہا که اوس ذات کی قسم جس نے محمد کو برگزیده کیا هے - تم میں سے جو شخص سر اوٹهائیگا' اوسکي گردن اڑا دونگا - پهر ایک طرف سے میں ان چاروں کو' اور دوسري طرف سے میرے چچا عامر ایک دوسرے کافر کو جسکا نام مکرز تها ' کهسیٹتے هوے آنحضرت کے پاس لاے - لیکن آنحضرت نے اونکو بالکل معاف کردیا اور فرمایا : " ان کو چهوڑ دو ' برائي کي ابتدا اونهي کے طرف سے هوني چاهیے " (مسلم جلد ۲)

اگر آنحضرت اونکو قتل کردیتے تو درحقیقت اس بدعهدي کے ذمه دار خود وهي لوگ هوتے - لیکن آپنے نقض عهد کي اس ظاهري شکل کو بهی گوارا نه کیا جو اونکے قتل سے پیدا هوتي تهی !!

(۵)

اسلام نے احکام شریعت کے تین درجے قرار دیے هیں:

الحلال بین و الحرام بین وما بینهما مشتبهات - حلال بهی کهلا هوا هے اور حرام بهي' البته انکے درمیان چند مراتب ایسے هیں جو حلت و حرمت دونوں کا احتمال رکهتے هیں !

یهي مشتبهات درحقیقت زهد و تقوی کا امتحان گاه هیں - ایک خداع شخص ایک کهلي هوئي نیکي پر عمل کرسکتا هے' ایک فریبی دکهلاوے کیلیے کسی صریح برائي سے اجتناب کرسکتا هے' لیکن نیتوں کا کهوٹ وهاں نہیں چهپ سکتا جهاں حلال و حرام کے نهایت نازک درمیاني مقامات هیں - تمام حیل شرعي انهي کے محور پر گردش کرتے هیں -

آنحضرت (صلعم) زهر دینے والے اور سحر کرنے والے یہودیوں کو قتل کرسکتے تهے' آپ اون کفار سے بهي انتقام لے سکتے تهے جنهوں نے صلح حدیبیه کے بعد هجو و غیبت بلکه کشت و خون کي طرف قدم بڑهایا - با اینهمه آپنے اونکو معاف کردیا ' کیونکه ان بدعهدیوں پر اشتباه کے متعدد پردے پڑے هوے تهے - انسے ذاتي انتقام کی بو آتي تهي' اور خلق عظیم کے تمام ابواب اخلاق میں سب سے زیاده نمایاں باب یه هے که :

لم ینتقم لنفسه (صحیحین) آپنے کبهي اپني ذات کیلیے کسي سے بدله نه لیا !!

ایسا کرنے سے اگرچه حقیقي طور پر نقض عهد نہیں هوسکتا تها' تاهم بظاهر نقض عهد کا شبهه پیدا هوسکتا تها - اسلام اپنے دامن پر اس قسم کا ظاهري دهبه بهي نہیں دیکهه سکتا !

(۶)

آپکے طرز عمل نے صحابه کیلیے پابندی عهد کا یهي ایک بلند تر معیار قائم کر دیا تها - اونهوں نے اپنے زمانه میں همیشه اوسکو قائم رکها -

عهد صحابه میں جب کبهي نقض عهد کا ظاهري احتمال بهي پیدا هوا تو لوگوں نے علانیه اوسکا انکار کیا - امیر معاویه نے رومیوں سے ایک مدت کیلیے معاهدهٔ صلح کرلیا تها - وه اگرچه نقض عهد کرنا نہیں چاهتے تهے' تاهم اونهوں نے زمانهٔ صلح هي میں رومیوں سے لڑنے کیلیے تیاریاں شروع کردیں - اور فوج لیکر اونکی طرف بڑهے که مدت صلح گذر جانیکے ساتهه هی جنگ شروع کردینگے - اسي حالت سفر میں ایک شخص گهوڑا اڑاتا هوا پهنچا اور کہا " الله اکبر ! الله اکبر ! یه بد عهدي تمهارے شایان شان هے ؟ تمکو وفاے عهد کرنا چاهیے " لوگوں نے تعجب سے دیکها تو معلوم هوا که عمر بن عنبسه هیں - امیر معاویه کو خبر هوئي تو اونکو بلابهیجا اور

مقالات

موجودہ جنگ کا علم النفس

جنگ کي قوت محرکہ

جديد تربيت عسکري

ماخوذ از نيشن

اوس طاقت کا تصور ' درحقيقت' نہايت مشکل ہے جو ايک فوج کو ميدان جنگ کے زہرہ گداز امتحان گاہ ميں لا کھڑا کرتي ہے - جسے ہم فوج کہتے ہيں وہ دراصل ہمارے هي طرح کے معمولي انسانوں کا مجموعہ هوتي ہے ' اور سپاهي جو اس مجموعہ کا مايہ خمير هوتے هيں ان ميں علي‌الاوسط صبر و ثبات کي کوئي خاص قوت نہيں هوتي - يورپ کي فوجوں ميں وہ ايک معمولي شہري يا کاشتکار هوتا ہے ' جو وردي اور اسلحہ پہنکے همیں ايک جانباز اور سرفروش سپاهي نظر آتا ہے - خود همارې (انگريزي) باقاعدہ فوج ميں وہ ايک معمولي بے روزگار شخص هوتا ہے ' جو تقريباً هميشہ غير تعليم يافتہ اور تہيدست هوتا ہے ' اور محض فاقہ کشي سے بچنے کے ليے اپنا نام سپاهيوں کے رجسٹر ميں لکھواتا ہے - ليکن تاهم اس واقعہ سے انکار نہيں کيا جا سکتا کہ ان طالب معاش انسانوں کے انبوہ ميں کچھہ لوگ ايسے بھي هوتے هيں جو پيدايشي سپاهي هوتے هيں اور انکا بھي ميلان طبيعي انہيں فوج ميں ليجاتا ہے -

مگر موجودہ فوجوں ميں انکي تعداد کم ہے اور نہ صرف کم بلکہ روز بروز مزيد کمي کي طرف مائل ہے - ورنہ اکثر تو همارے هي طرح کے لوگ هيں يعني انکي طبيعي خواهش نہ مرنا چاهتي ہے اور نہ مارنا ' کيونکہ اسوقت همارې عام حالت يہ ہے کہ هم موت خصوصاً غير طبيعي موت کو نفرت کي نگاہ سے ديکھتے هيں - غور کيجيے کہ ايک قتل کے واقعہ پر کيسا هيجان پيدا هو جاتا ہے - کس طرح جمہور کي توجہ سياسي پيچيدگيوں بلکہ تہذيب تک سے اس واقعہ کي طرف پھر جاتي ہے - سوچيے کہ اسوقت ايک سياسي قتل کس قدر خوف اور هول کي نگاهوں سے ديکھا جاتا ہے - خيال کيجيے کہ ايک ناگہاني مصيبت سے ' جسميں هزار ها جانيں کام آتي هيں ' کس طرح پورے ملک پر حزن و ملال کے بادل چھا جاتے هيں -

ليکن قتل کي گونہ گوں شکلوں ميں معرکہ جمع ہے - جو اپنے اندر بہت سے قتل اور خونريزياں رکھتا ہے يا يوں کہيے کہ ايک معرکہ مختلف سياسي قتلوں کي ضرب ہے - البتہ اگر ايک هزار جانيں ' کام آتي هيں تو نقصان کا دائرہ نسبتاً ... حيثيت سے کيا جاتا ہے -

(جانبازي کا معرکہ)

نوع انساني ميں جو طبيعي ميلان کہ تمام دوسرے ميلانات پر مغلوب کر ليتا ہے وہ يہ ہے کہ زندگي کي حفاظت کرنا چاهيے خصوصاً اپني زندگي کي ' بظاهر يہ امر بالکل قرين عقل ہے کہ ايک سپاهي ميں يہ ميلان خاص طور پر قوي هونا چاهيے ' اور چونکہ وہ جوان هوتا ہے اسليے غالباً وہ زندگي کا لطف زيادہ اٹھاتا ہے اور بجا طور پر يہ اعتماد کر سکتا ہے کہ وہ طويل مدت تک لطف اندوز رهسکيگا -

مگر کيا عجيب بات ہے کہ وہ معرکہ کارزار ميں اسليے آتا ہے کہ اپني يہ جان عزيز هزاروں انسانوں کے پہلو بہ پہلو دے اور جيسا کہ شارلواے کي سڑکوں ميں هوا ہے اتنے بڑے انبوہ کثير ميں دے کہ لاشوں کو گرنے کي جگہ بھي نہ ملے ' بلکہ ايک لاش دوسري لاش کے سہارے پر کھڑي کي کھڑي رهجاے - يہ کون سي طاقت ہے جو اسقدر حيرت انگيز طور پر اس سب پر غالب آ جانے والے ميلان طبيعي حفظ نفس (سيلف پريزرويشن) پر غالب آ جاتي ہے ' جو عالمگير زندگي کا عميق ترين ميلان اور هر ممکن بقا کا روح رواں ہے ؟

قديم زمانہ ميں غصہ اور بہيمي سنگدلي انسانوں کو موت اور خطرہ کے منہ ميں ليجاتي تھي اور سچ يہ ہے کہ اسوقت بھي يہ دونوں چيزيں جنگ و قتال کي ايک قوي محرک هيں - چنانچہ هم ديکھہ چکے هيں کہ دو سال هوے کس طرح اپنے ظالموں (ترکوں) کي طرف سے ديرينہ بغض نے بلغاريوں کو اپني زندگي کي طرف سے بے پروا کر ديا تھا ' اور پھر دوسري جنگ بلقان ميں کس طرح يہ بغض باهم ان لوگوں ميں پيدا هوا' جو پہلے ايک دوسرے کے حليف تھے - قريباً هر جنگ ميں بغض و نفرت کي ترقي کے ليے دشمن کے نام پر شديد اور غير معقول گاليوں اور اسکے ساتھہ ساتھہ اسکے فظائع و مظالم خصوصاً پاني ميں زهر ڈالنے کي کوششوں کے بيانات کا علانيہ اظہار کيا جاتا ہے - چنانچہ جنوبي افريقہ کي جنگ ميں افواهوں کا اس امر پر اصرار رها کہ دشمن درياء ميں سائنڈ آف پوٹيسيم ڈالرهے ميں - موجودہ جنگ ميں بھي يہي هوا اور لڑائي کے پہلے هفتہ ميں برلن کو يہ يقين دلايا گيا کہ برلن ميں جو روسي قيام پذير هيں وہ اپني هاتھہ کي مجوف چھڑيوں سے برلن کے پاني کے محفوظ خزانوں (رزرو واٹروں) ميں هيضہ کے جراثيم چھوڑنا چاهتے هيں -

غرض بغض اور سنگدلي ان قديم زمانہ کي معرکہ آرائيوں ميں زيادہ کام کرتي تھي ' جبکہ انسانوں ميں تيغ و سپر سے دست بدست جنگ هوا کرتي تھي ' مگر جسقدر زمانہ گذرتا جاتا ہے اسيقدر ان جذبات کي شدت اپني قوت کھوتي جاتي ہے ' اور اسوقت ايک شخص " قومي بغض " تو محسوس کرتا ہے ليکن اسکے مقابلہ ميں شايد هي وہ کوراانہ شخصي غيظ و غضب محسوس کرتا هو' جو قديم زمانہ ميں اسکي عسکريت و سپہگري کي قوت معرکہ تھي - اسليے جب هم يہ کہتے هيں کہ" پانچ ميل کي زد پر "غصہ" کے عالم ميں توپيں سر هوئيں " تو يہ " غصہ " اس " غيظ و غضب " سے بالکل مختلف هوتا ہے - جو عہد قديم ميں تيغ دو دم سے دشمن کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کيا کرتا تھا -

(تربيت عسکري)

همارے زمانہ ميں جو شے قوت معرکہ کا کام ديرهي ہے وہ تربيت عسکري يا ڈسپلن ہے - تربيت عسکري کوئي نئي شے نہيں - ايک قديم شے ہے' اور جب کبھي تربيت يافتہ اور غير تربيت يافتہ کا مقابلہ هوا ہے تو هميشہ تربيت يافتہ فوج غير تربيت يافتہ دشمن ميں اس طرح گھستي چلي گئي ہے جس طرح چھري پنير کے ٹکڑے ميں دوڑتي چلي جاتي ہے -

شرکت جہاد کا معاهده لیکر همکو چهوڑ دیا - هم آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوے اور شریک جہاد هونا چاها - لیکن آپ نے فرمایا: " تم لوگ مدینه کو واپس جاؤ - هم کفار کے معاهدوں کو پوراکرتے هیں' اور اونکے مقابلے میں صرف خدا سے مدد چاهتے هیں" (۱)

(۹)

ایفاے عہد کے متعلق سب سے بڑي بحث یه هے که کس کے ساتهه معاهده کرنا چاهیے اور کس کے ساتهه قائم رکهنا چاهیے ؟ روما کے مقنن اعظم سولن نے اسکا نہایت مختصر جواب دیا هے اور وهي تمام دنیا کے سیاست کي روح هے : " معاهده مکڑي کا جالا هے جو اپنے سے کمزور کو تو اولجهالیتا هے لیکن اپنے سے قوي کے مقابلے میں ٹوٹ جاتا هے " لیکن اسلام هي ایک ایسا مذهب هے ' جسکے اخلاقي معاهدوں نے سولن کے اس تار عنکبوت کو توڑ دیا هے - اسلام ضعیفوں کے ساتهه فیاضانه معاهده کرتا هے ' اور اوسکو نہایت مضبوطي کے ساتهه قائم رکهتا هے - آنحضرت نے کفار قریش سے به مقام حدیبیه جو صلح کي تهی' وہ بظاهر نہایت عاجزانه و مجبورانه صلح معلوم هوتي هے - خود صحابه نے اسکا احساس کیا تها اور آپ نے بهي نہایت صراحت کے ساتهه فرما دیا تها :

لا یسالونی خطة یعظمون فیها حرمات الله الا اعطیتهم -	میرے سامنے وہ جو شرط بهي پیش کرینگے میں اوسکو قبول کر لونگا' بشرطیکه اوس سے شعائر الهی کی توهین نهو -

چنانچه آپ نے اپنے گروہ مقصود یعني اون مسلمانوں کو جو نور ایمان سے لبریز هوکر آئے تهے ' واپس کرنے کا عہد کرلیا - آنحضرت نے صلح نامه پر " بسم الله " لکهنا چاها - کفار نے اس سے انکار کیا ' لیکن آپ نے باوجود صحابه کے اصرار کے کفار کي خواهش پوري کردي اور " بسم الله الرحمن الرحیم " کی جگه " باسمک اللهم " لکها - آپ نے اپنے نام کے ساتهه " رسول الله " لکهنا چاها ' کفار نے کہا " اگر هم آپ کو رسول الله مانتے تو یه جهگڑا هي کیوں هوتا؟ صرف محمد بن عبد الله لکهیے " معاهده پر رسول الله کا لفظ لکها جا چکا تها ' لیکن آنحضرت نے حضرت علي علیه السلام کو حکم دیا که " اس فقرے کو مٹادو " اونکے جوش ایمان نے اسکو گوارا نه کیا تو آپ نے خود مٹادیا !

اس سے زیاده کمزوري اور کیا هو سکتی هے ؟ لیکن کیا درحقیقت آپ مجبور تهے ؟ کیا قریش کي عظیم الشان طاقت نے آپ کو بالکل بیدست و پا کر دیا تها ؟

تمام سلطنتیں نقض عہد کیلیے ضعف کا بہانه ڈهونڈهتي هیں' اور صلح تو همیشه قوي هی کے ساتهه کي جاتي هے ' لیکن اسلام کي امن پسندي نے ایک نہایت ضعیف گروہ کے مقابلے میں یه فیاضانه صلح کي ' اور اوسکو نہایت مضبوطي کے ساتهه قائم رکها چنانچه آپ نے خود فرما دیا :

انا لم نجئي لقتال احد و لکنا جئنا معتمرین - و ان قریشا قد نهکتهم الحرب و اضرت بهم فان شاروا ما ددتهم مدة -	هم کسی سے لڑنے بهڑنے کیلیے نهیں آے هیں' صرف عمره کیلیے آے هیں - قریش کو متواتر لڑائیوں نے چور چور کردیا هے اور اونکی طاقت کو سخت صدمه پہونچا هے ' اگر وہ چاهیں تو هم ایک مدت کیلیے اون سے صلح کرلے سکتے هیں -

دنیوي سلطنتوں کے متعلق تمهارا کیا خیال هے ؟ وہ اس بہترین موقع سے کیا کام لیتیں ؟ انعقاد صلح کا یا استعمال جنگ کا ؟ دنیا کي قدیم و جدید تاریخ اسکا نہایت آسانی کے ساتهه جواب دیسکتي هے - اگر اس حالت میں کوئی سلطنت صلح بهی کرتی تو اوسکا نتیجه جنگ سے زیاده درد انگیز هوتا -

لیکن یه جزئی طرز عمل صرف اخلاقی حیثیت رکهتا تها - اسلام کي وسعت ایک مستقل اور جامع هدایت کي محتاج تهی جو اس اخلاقي طرز عمل کے ساتهه اپنے اندر ایک قانوني طاقت بهي رکهتي' اور جبکه پچهلوں کی اخلاقي طاقت آنحضرت کے اسوہ حسنه کو بهلا دیتي' تو وہ اپني جزئي طاقت سے اوسکو یاد دلاتي - آنحضرت نے غیر قوموں کے ساتهه جو تحریري معاهدے کیے هیں وہ بالکل قانوني اور سیاسي حیثیت رکهتے هیں ' لیکن اون سے ثابت هوتا هے که اس باب میں اسلام کا قانون کس قدر فیاضانه تها ؟ آنحضرت نے نجران کے عیسائیوں کے ساتهه جو معاهده کیا ' اسکے الفاظ یه هیں :

علی اهل نجران الفي حلة النصف في صفر والنصف في رجب یردونها الی المسلمین و عاریة ثلاثین درعا و ثلاثین فرسا و ثلاثین بعیرا و ثلاثین من کل صنف من اصناف السلاح یغزون بها والمسلمون ضامنون لها حتی یردوها علیهم ان کان بالیمن کید ذات غدر علی ان لا تهدم لهم بیعة و لا یخرج لهم قس و لا یفتتن عن دینهم (ابو داود جلد ۲ صفحه ۷۵)	اهل نجران کو دو هزار حلے با قساط دینا پڑینگے' ایک هزار صفر میں ' اور ایک هزار رجب میں' اور اونکو ۳۰ زره ۳۰ گهوڑے ' ۳۰ اونٹ ' اور هر قسم کے هتهیاروں میں سے تیس تیس هتهیار بطور عاریت کے بهي دینا هونگے - مسلمان اس عاریت کے ذمه دار هونگے اگر یمن میں کوئي جنگ هوگی تو وہ لوگ ان چیزوں کو واپس کر دینگے - اور اس معاهده کي بنا پر نه تو اونکے گرجے گراے جائینگے ' نه اونکے کسي پادري کو جلا وطن کیا جائیگا' اور نه اونکے مذهب سے کوئی تعرض هوگا -

لیکن اسلام کا هر قانون اپنے اندر اخلاقي روح بهي رکهتا هے - آنحضرت نے اخلاقی نصائح سے اسکو اور بهي موثر بنا دیا :

الا من ظلم معاهدا او انتقصه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شیا بغیر طیب نفس فانا حجیجه یوم القیامة (ابو داود جلد ۲ - ص - ۷۷)	خبردار ' اگر کسي نے کسي غیر مذهب رعیت پر ظلم کیا ' یا اوس کي تنقیص کي' یا اوسکي کوئي چیز بجبر لیلي ' اگر ایسا هوا تو میں اوس کي طرف سے قیامت کے دن خدا کے سامنے جهگڑوں گا -

صحابه نے آنحضرت کے بعد اس فیاضانه طرز عمل کو نہایت بے تعصبی کے ساتهه قائم رکها - چنانچه هشام ابن حکیم نے حمص کے عاملوں کو دیکها که قبطیوں کو دهوپ میں بٹها کر جزیه وصول کر رها هے ' اونہوں نے اوسوقت آنحضرت کي یه اخلاقی نصیحت یاد دلائی :

ان الله یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا	خدا قیامت میں اون لوگوں کو عذاب دیگا جو دنیا میں انسانوں کو دکهه پہونچاتے هیں

حضرت عمر رضی الله عنه نے وفات کے وقت اسي اخلاقی قانون کی تجدید کی تهی:

و اوصیه بذمة الله و ذمة رسوله صلی الله علیه وسلم ان یوفی لهم بعهدهم و ان یقاتل من وراءهم ولا یکلفوا الا طاقتهم (بخاري جزو ۴ ص ۶۹)	میرے بعد جو خلیفه هوگا میں اوسکو خدا اور خدا کے رسول کے معاهدے کی حفاظت کے لیے وصیت کرتا هوں وہ وصیت یه هے که غیر مذهب رعایا سے جو معاهده کیا جاے' وہ پورا کیا جاے - اونکی جان و مال کي حفاظت کے لیے لڑائي کي جاے' اور انپر اتنا هی بوجهه ڈالا جاے جس کے وہ متحمل هوں -

عہد خلافت راشده میں کسي موقع پر بهي ان الفاظ سے سر مو تجاوز نہیں کیا گیا ' لیکن هم عہد صحابه کے پابندي عہد کی مثالیں ایک مستقل صحبت میں جمع کرینگے -

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۸۹ -

فلسفہ

العصب

[اسباب و موثرات ' نتائج و علل ' عواقب و علائق ']

(۳)

(جماعت کے مـوثـرات خـارجیـه)

دنیا میں افراد پر مختلف چیزیں اثر ڈالتی ہیں : مذہب ' قومیت ' سیاست ' رسم و رواج ' زمانہ ' غرض اس قسم کے سیکڑوں موثرات سے شخصی حالتوں میں انسان متأثر ہوتا رہتا ہے - وہ مجلس وعظ میں جاتا ہے ' خطباء کی تقریریں سنتا ہے ' تھیٹروں میں شریک ہوتا ہے ' تصاویر متحرکہ کا تماشا دیکھتا ہے ' اور ان تمام چیزوں کا اوسپر مختلف اثر پڑتا ہے - وہ زرق برق پوشاکوں ' پولیس کی خاکی وردیوں ' اور سلطنت کے جھنڈوں کے لہرانے سے بھی مرعوب ہوجاتا ہے - وہ اخبار پڑھتا ہے ' اور ہولناک خبروں سے اوسکے اعصاب میں جنبش پیدا ہوجاتی ہے - وہ خاک نشیں فقیروں کی روحانیت معنویہ کے آگے گردن جھکا دیتا ہے - غرض دنیا کی ہر چیز اوسپر اثر ڈالتی ہے ' اور وجود انسانی موثرات کے جلب و انفعال کا ایک پیکر و مثال ہے !

جماعت پر بھی یہی چیزیں اثر ڈالتی ہیں - لیکن جماعت کا معنوی قوام عموماً رقیق ' نرم ' اور لچکدار ہوتا ہے ' اسلیے اوسپر به نسبت افراد کے ان موثرات کا اثر زیادہ شدت کے ساتھہ پڑتا ہے ' اور عمل مسمریزم کی طرح وہ اوسکی قوت شاعرہ کو فنا کر دیتا ہے -

بعض شخصی حالتوں میں بھی ضعیف الدماغ افراد کو دیکھا گیا ہے کہ موثرات خارجیہ کے شدت تاثر سے بد حواس ہوگئے ہیں - ایک سڑی لاش کو دیکھکر یا کسی خون چکاں گردن پر نظر ڈالکر بہت سی عورتیں بے ہوش ہوجاتی ہیں -

لیکن " جماعت " عموماً ضعیف الدماغ ہوتی ہے ' اور بہت شاذ و نادر صورتوں میں اسکا دماغ قوت کی نمایش کرسکتا ہے اسلیے یہ موثرات خارجیہ اوسپر یکسر چھا جاتے ہیں اور اسکے ہر فرد کو ایک طرح کے جنوں میں مبتلا کردیتے ہیں - یہی جنون جماعت کے عجیب و غریب افعال و افکار کا مصدر و مبدء بن جاتا ہے !

جماعت اگرچہ دنیا کے موثرات میں کم و بیش ہر چیز سے متاثر ہوتی ہے - لیکن چند چیزوں کا اثر خاص طور پر شدید و بے خطا ہوتا ہے - ان موثرات کو جماعت کے " مخصوص موثرات " میں شمار کرنا چاہیے - ہم یہاں کسی قدر تفصیل کے ساتھہ اونھیں دفعہ وار بیان کرینگے :

(موثـرات شـدیـده و مخصـوصـه)

(۱) ہر جماعت ایک لیڈر کے زیر اثر ہوتی ہے - لیکن لیڈر جس چیز سے جماعت پر حکومت کرتا ہے وہ ایک مخفی طاقت ہوتی ہے ' جسکو نفوذ یا روحانیت کہتے ہیں - کوئی لیڈر اس طاقت کے بغیر لیڈر نہیں بن سکتا - البتہ یہ نفوذ بعض اشخاص میں فطرتاً قوی ہوتا ہے - جیسے نپولین کہ وہ اپنے حسن ترفع و ریاست کو اپنے ساتھہ لایا تھا - یا تاریخ اسلام میں امیر معاویہ ' تیمور ' اور نادر ' وغیرہ کہ ان میں قدرتاً یہ داعیہ موجود تھی - اس قسم کا فطرتی نفوذ دنیا پر ایک لا زوال عظمت کے ساتھہ فرمانروائی کرتا ہے - سینٹ ہلینا میں نپولین نے اپنے آخری دن نہایت بد حالی میں بسر کیے ' مگر اب نسل انکی شہرت کے آگے ہماری گردنیں اب بھی جھک جاتی ہیں - اُن کے نام سنکر ہم کانپ جاتے ہیں ' جھجھک جاتے ہیں ' اور ایک عجیب و غریب مخفی اثر عظمت کا احساس کرتے ہیں !

لیکن اکثر حالتوں میں یہ نفوذ خارجی اسباب کا بھی نتیجہ ہوتا ہے - دولت ' ثروت ' تزک و احتشام ' وضع و لباس ' اور خطاب و القاب کے ذریعہ بعض لوگ قوم میں نمایاں ہوجاتے ہیں ' اور اسکو اپنا غلام بنا لیتے ہیں - پولیس کو وردی اسی لیے پہنائی جاتی ہے کہ اوسکا رعب و داب اوسکے اندر چھپا ہوا ہے - علماء کا جبہ و عمامہ اس خارجی و مصنوعی نفوذ کا ایک خطرناک آشیانہ ہے - بادشاہوں کی سواری جب دھوم دھام سے نکلتی ہے تو ہنگامہ رعب و سطوت بپا ہوجاتا ہے - سلطنتیں اونہی لوگوں کو خطاب دیتی ہیں ' جنکے اثر سے وہ کام لینا چاہتی ہیں -

اس نفوذ عارضی اور نفوذ فطری میں تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں ایک ذات میں جمع بھی ہوسکتے ہیں - نپولین اپنے نفوذ ذاتی کو فوجی لباس میں اور بھی نمایاں کردیتا تھا - لیکن اکثر دونوں علحدہ علحدہ جلوہ افگن ہوتے ہیں ' اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مصنوعی نفوذ کو بغیر ذاتی نفوذ کے پیدا کیا جاتا ہے - جنرل زوفرے اور سر جان فرنچ کی صورت کیسی مہیب اور شاندار ہے ؟ مگر غالباً دل کے آتشکدے میں نفوذ کی ایک چنگاری بھی نہیں ہے ورنہ ابتک جنگ یورپ کا صفحہ الٹ چکا ہوتا -

اسی عارضی نفوذ کی نمایش کیلیے لیڈروں کا شاہانہ استقبال کیا جاتا ہے - یہی مصنوعی نفوذ فوجوں کو لڑاتا ہے ' اور ان کو آگ اور خون کے دریا میں دھکیل دیتا ہے - جماعت اس مخفی اثر سے مدہوش ہوتی ہے ' اور اسکو اپنے اعمال کے نتائج کی مطلق خبر نہیں ہوتی -

لیکن ہر نفوذ جماعت پر اثر نہیں ڈال سکتا - جماعت اور لیڈر کے معتقدات و خیالات میں مناسبت ہونی چاہیے - ایک جنرل رامدان عبادت گذار پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا - اونکو صرف واعظ کے پند و نصائح ہی متاثر کرسکتے ہیں - انبیا کرام علیہم الصلواۃ و السلام اسلیے امت کے قدیم عقاید و خیالات کا لحاظ رکھتے ہیں -

جب آگ کے یہ دونوں شعلے باہم ملجاتے ہیں ' تو جماعت ایسے عجیب و غریب کام کرگذرتی ہے ' جنکو خوارق و عجائب میں شمار کیا جاتا ہے !

(۲) جماعت پر کسی بات کے بار بار کہنے کا بھی بڑا اثر پڑتا ہے - نپولین کا قول ہے کہ " دنیا میں وہی شخص کامیاب ہوسکتا ہے جو ایک بات کو بار بار کہتا ہے " قرآن حکیم کی مکرر آیتوں کا اصلی مقصد یہی ہے - لیکن اس نکتۂ دقیق و غریب کو بہت کم سمجھتے ہیں اور اس سے بھی کم اسکی تقلید کرسکتے ہیں -

بعض لیڈر عمر بھر ایک ہی موضوع پر تقریر کیا کرتے ہیں ' اخباروں میں اشتہارات بار بار اسی غرض سے چھاپے جاتے ہیں -

لیکن ہر تاکید موثر نہیں ہوسکتی اور نہ ہر اعادہ و تکرار مفید ہوسکتا ہے - وہ ایک خاص اصول کا پابند ہے - تاکیدی فقرے کو سادہ ' مختصر ' اور دلیل سے خالی ہونا چاہیے - قرآن حکیم نے شراب کے متعلق صرف اسقدر کہا : فهل انتم منتهون ؟ کیا تم باز نہیں آؤگے ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے : انتهينا انتهينا ! ! ہم باز آے ' ہم باز آے -

لیکن اگر ایک ہی بات کو پہلو بدل بدل کے کہا جاے تو تاکید کا اور بھی موثر طریقہ ہے - ایک سادہ اشتہار جب رنگین کاغذ پر چھاپا جاتا ہے تو اوسکا اثر بہت ہی بڑھجاتا ہے !

قدیم زمانہ میں تربیت عسکری کے معنی یہ تھے کہ کسی شخص کو تہدید یا تعذیب کے ذریعہ سے اسطرح اطاعت کی تعلیم دیتا کہ اطاعت اسکی عادت اور یہ عادت اسکی طبیعت و فطرت ہو جائے - اس طبیعت ثانیہ کے یقینی طور پر حاصل کرنے کے لیے ہولناک تدابیر اختیار کی جاتی تھیں - ابھی اس واقعہ کو صرف ایک صدی گزری ہے کہ ولنگٹن اور ایڈورڈ اپنے سپاہیوں کو تازیانے اور دار و رسن سے سزا دیا کرتے تھے - اس زمانہ میں تربیت عسکری کے جو معنی سمجھے جاتے تھے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اب پڑھے بھی جائیں -

غالباً یہ بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ سر جان مور تھے جنھوں نے مقام "شوار نکلف" میں ایک ہلکے ڈویژن کو تربیت دیکے ہماری فوج کو یہ دکھلا دیا کہ مروجہ تربیت کے علاوہ دوسری قسم کی تربیت بھی وہی اثر پیدا کر سکتی ہے جو مطلوب ہے -

سر جان مور کے نظام تربیت کے متعلق لکھتے ہوے سر ولیم نیپیر کہتے ہیں " داخلی اور اخلاقی نظام' افسروں کی دائمی نگہداشت' سپاہیوں کی حقیقی حکمرانی و مسئولیت' یہ چیزیں تھیں جنھوں نے تربیت عسکری کو اس حد تک پہنچا دیا -

اسکے نتائج کے متعلق " جنرل ھوایکن " جو ہلکے ڈویژن سے واقف ہیں لکھتے ہیں :

"تربیت کے متعلق میری راے اسقدر قوی ہے کہ مجھے اسکے متعلق لکھنا چاہیے - فوج کی بہبودی کے لیے میں تربیت عسکری کو تمام دوسری چیزوں سے بلکہ تجربہ کاری اور بہت سی جنگوں میں شرکت سے بھی بہت بلند درجہ دیتا ہوں - جب " تبلاز میرا " میں ہلکا ڈویژن انگریزی لشکر میں شامل ہوا ہے' تو اگرچہ جنگ اسکے لیے ایک نئی شے تھی' مگر تاہم وہ اس لشکر میں تجربہ کار سپاہیوں کی طرح خیال کیے جاتے تھے - انھوں نے بہ اعتبار اپنی تربیت عسکری کی بدولت تمام مدت جنگ میں قائم رکھا - انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی اور صف کے ٹوٹ جانے کے بعد بھی وہ ویسے ہی باقاعدہ سپاہی معلوم ہوتے تھے جس طرح کہ وہ صف میں نظر آتے تھے -

(سر جان مور کا مطمح نظر)

اگرچہ اسوقت بھی ہلکے ڈویژن ترتیب دیے جا رہے ہیں مگر اب اسکا نظام تربیت اسی حد تک محدود نہیں' در حقیقت تربیت عسکری کے متعلق سر جان مور کا مطمح نظر ہماری ساری سپاہ میں سرایت کر گیا ہے' اور جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہماری سپاہ میں رنگروٹ ایسے اتفاقی طور پر داخل ہوتے ہیں' اور انکی ابتدا اصل ہوتی ہے' اسوقت ہمیں پیدا ہونے والے نتائج کسی ساحر کے سحر کا ایک نمونہ معلوم ہوتے ہیں -

اگرچہ اب تربیت کے قدیم معنی اور طریقے بدلگئے ہیں' مگر قدیم تربیت کا جوہر اصلی باقی ہے - وہ غیر تربیت یافتہ مسلم مرد یا عورتیں صرف بیکار ہی نہیں' جو رائفل چلانے کی مشق جنگ کے لیے فرضی تیاری کے خیال میں کرتی رہتی ہیں' بلکہ اپنے وطن کے لیے ایک انتہائی خطرہ ہیں - " مولٹکے " ایک مشہور جرمن ماہر فن جنگ کہتا ہے " غیر تربیت یافتہ اشخاص اسیقدر تمسخر انگیز ہیں جسقدر کہ گراں مصارف ہیں کیمبٹ کے والنٹیر اگرچہ بہت تھے مگر تاہم بیکار تھے "

(کامل اعتماد)

اس لفظ سے زیادہ کوئی لفظ اکائی نقش نہیں - اطاعت و فرمانبرداری کی عادت جو قدیم زمانہ میں اعلی عسکری ترتیب پیدا کرتی تھی اگر چہ قابل قدر شے ہے' مگر اب تعلیم یافتہ اشخاص میں اسکا پیدا ہونا قریبا ممکن نہیں جبکی یہ حالت ہے کہ اگر انکو اپنی نقل و حرکت کا کوئی صحیح مقصد محسوس طور پر نہیں معلوم ہوتا تو وہ شکستہ دل ہو جاتے ہیں' اور انکو اپنے افسروں پر اعتماد نہیں رہتا' اور اگر مسلسل شکستیں ہوئیں تو انکا اعتماد نفس بھی متزلزل ہو جاتا ہے - لیکن جب تک تربیت عسکری قائم رہتی ہے' اسوقت تک نتائج بالکل مختلف ہوتے ہیں - اس حالت میں یہ لوگ اپنی نقل و حرکت کا مقصد جانتے ہیں - انہیں اپنے افسروں پر کامل اعتماد ہوتا ہے اور واپسی کی سخت خطرناک اور دشوار کارروائیوں میں بھی انکا اعتماد نفس قائم رہتا ہے -

یہ کسقدر عجیب بات ہے کہ تربیت عسکری کی بہترین مختصر تعریف ڈارون نے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ " اپنے ہمراہی اور رفیق پر کامل اعتماد کی حالت کا نام تربیت عسکری ہے " ہم یہ جانتے ہیں کہ " لفظ کامل اعتماد " طویل معاشرت' مشق' تجربہ' اور دستہ کی اس روح پر دلالت کرتا ہے جو سپاہیوں کو دستہ کی صورت میں قائم رکھتا ہے -

جب ہم اس نقطہ تک پہنچ جاتے ہیں تو یہ نقطہ ہمکو ان معرکات سے قریب کر دیتا ہے جنکی وجہ سے ایک سپاہی اپنی اس ہستی کو خطرہ میں ڈالدیتا ہے' جسکی دنیا اسقدر قدر کرتی ہے -

اس نئے زمانے کے سپاہیوں کے لیے غالبا سب سے بڑا محرک شرمساری کا خوف ہے - خواہ وہ اپنی ہو' یا اپنی کمپنی کی' یا اپنے ریجمنٹ کی یا پھر اپنی قوم کی' افسر کے ساتھ ایک قسم کی محبت بھری وفاداری بھی ایک طاقتور شے ہے - خصوصاً ہماری فوج میں جہاں افسروں اور سپاہیوں میں عجیب و غریب دوستانہ ہوتا ہے -

(نپولین کے اصول موضوعہ)

جس مقصد کے لیے جنگ ہو رہی ہے اسکے ساتھ محبت و جانثاری بھی ایک بہت عمدہ مگر نایاب شے ہے' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نپولین اپنے جنگ کے ۹۵ - اصول موضوعہ میں اسکو اہمیت نہیں دیتا' بلکہ اسیقدر اسکی تحقیر کرتا ہے -

وہ کہتا ہے کہ " ایک عمدہ جنرل' ایک خوش ترتیب نظام' اچھی تعلیم' اور سخت ترتیب عسکری' جسکو اچھے انتظام سے مدد ملتی ہو' ان چیزوں سے ہمیشہ عمدہ فوجیں تیار ہونگی خواہ جنگ کا سبب اچھا ہو " -

اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی ہے کہ وطن کی محبت' جوش و غیرت کی روح' اور قومی عزت کا احساس نوجوان سپاہیوں پر عمدہ اثر کریگا "

یہ اس شخص کے افسردہ کرنے والے الفاظ ہیں جو پیر و جوان دونوں میں غیرت و نشاط کی آگ مشتعل کرنیکی قوت اپنے اندر رکھتا تھا' اور جسکی عادت یہ تھی کہ آغاز سے انجام تک وہ جنگ کے مقصد یا اپنے ساتھ محبت کے جذبات پیدا کیا کرتا تھا !

تاہم اسکے پندرھویں اصول سے کسیقدر بہتر اور صحیح تر نغمہ کی صدا آتی ہے -

" جو جنرل کہ معرکہ پیش کرتا ہے' اسکو اولین فکر اپنی فوج کی نیکنامی اور عزت کی ہونی چاہیے - آدمیوں کا حفظ و بقا دوسرے درجہ پر ہے - یہ مقدم الذکر (یعنی فکر عزت و نام) سے پیدا ہونے والی ہمت اور اقدام ہیں' جنکے ذریعہ سے آدمیوں کی حفاظت حاصل ہو سکتی ہے "

ڈسپلن یعنی افسروں پر اور باہم ایک دوسرے پر کامل اعتماد شرمساری کا احساس' جو اپنے رفیق' اپنی جماعت' اور اپنے وطن کے لیے ذلت گوارہ نہ کرسکے' اور سانڈرز اور حق بجانب مقصد کا احساس' یہ طاقتیں ہیں جو ہمارے سپاہیوں کو سرحد پر جانے اور اس طبیعی خوف کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتی ہیں' جو نوع انسانی کے لیے تقریباً ایک مغلوب کن شے ہے -

تاریخ و عبر

جرمني کي ترقي کا راز

جرمني کي ترقي هميشه دنيا کي تمدني تاريخ کا ديباچۂ رزين سمجهي گئي هے' اور آج تو اوسکو ايک معجزه سمجها جاتا هے' ليکن درحقيقت يه کسي مافوق الفطرة طاقت کا ظهور نهيں هے' بلکه دنيا ميں جب کسي قوم نے ترقي کے تمام مبادي و اصول کا احاطه کرليا هے تو اوسکا ظهور و استيلاء اسي معجزانه طريقه سے هوا هے -

جرمني اگرچه آج تمدن کے تاج کا گوهر درخشاں هے' ليکن انيسويں صدي کے ابتداء ميں اوسپر ايک سخت تاريک تاريخي زمانه بهي گذر چکا هے -- آج اگرچه وه تمام يورپ کا نقشه بدل دينا چاهتي هے' ليکن اوسوقت وه دنيا کے نقشے کا ايک اوڑا هوا سا رنگ تهي' جو جذب نگاه کي قوت سے بالکل خالي تها - يهاں تک که جب شارلمان کا تخت و تاج بالکل اولٹ ديا گيا تو اس سياسي انقلاب نے دنيا ميں کسي قسم کي حرکت نهيں پيدا کي' حالانکه آج جرمني کي ايک خفيف سي جنبش سے بهي مرکز عالم لرز جاتا هے -

اس عهد ظلمت ميں جرمني دسائس پيشه امراء کي حرص و طمع کا شکارگاه بني هوئي تهي' جو اپني اغراض شخصيه کے تحفظ کيليے اجانب و اغيار کي صف جنگ ميں شامل هوکر خود اپنے اهل وطن بهائيوں سے لڑتے تهے - سياسي روح سے جرمني کا قالب بالکل خالي تها - ان امراء کي متفرق جماعتيں تمام ملک پر استبدادي حکومت کررهي تهيں' اور اونکے پنجۂ آهنيں ميں جرمني کا روياں روياں گرفتار تها - اقتصادي حالت نهايت ابتر تهي' رعايا ميں باهم کسي قسم کا ربط و اتحاد نه تها' زمين بنجر پڑي هوئي تهي' صنعت و حرفت کا بازار بالکل سرد تها' اپنے موجوده مفاخر ميں اوسوقت جرمني صرف شاعرانه اور فلسفيانه خيالات پر ناز کرسکتي تهي' اور جبکه انگلستان يه فخر کرسکتا تها که وه عظيم الشان سمندروں کي لهروں پر حکومت کررها هے' اور جبکه فرانس کو يه ناز تها که اوسکا علم سلطنت سرسبز مرغزاروں پر لهرا رها هے' تو انکے مقابل ميں جرمني بهت زياده اونچا اوڑ کر صرف يه کهه سکتي تهي که "ميري حکومت کا پرچم شاعرانه خيالات کے هوائي قلعوں پر اوڑ رها هے" ليکن اسي هوائي قلعه ميں اوسکي تمام ترقيوں کا راز سربسته محفوظ تها -

ايشياء کو يورپ کي قسمت پر رشک کرنا چاهيے که جس چيز نے ايران کو برباد کر ديا ' اوسي نے جرمني کي ترقيوں کا سنگ بنياد نصب کيا - شاعرانه و فلسفيانه خيالات پهيل کر بالکل هوا ميں نهيں اوڑ جاتے ' بلکه اگر دماغ پاجاتے هيں تو وه کرۂ هوا کي جگهه اوسيکو اپنا مستقر بناتے هيں ' اسليے جرمني کي فضاے بسيط ميں اس نيار فکري کي جو لهريں پهيلتي تهيں ' وه سمت سمٹ کے دماغ کے ايک گوشے ميں مرتکز هوتي جاتي تهيں - ليکن جب کاسۂ دماغ اون سے بهر گيا تو دفعتاً چهلک پڑا ' اور جرمني کي فضاے عدو متحرک ميں يکايک ترقي کا ايک سيلاب آگيا ' اور يه وهي سيلاب هے ' جو آج ميدان جنگ ميں صرف آگے بڑهتا جاتا هے' اور پيچهے هٹنا نهيں جانتا - خيالات کا پيدا کيا هوا يه انقلاب بجاے خود فلسفه تاريخ کا ايک راز سربسته هے ' ليکن اسکي کنجي بهي جرمني هي کے حدود طبيعيه ميں هے' اور همکو خزانه سے پهلے کنجي هي کي جستجو کرني چاهيے -

جرمني کي فضا چمکتے هوے موتيوں ' جگمگاتے هوے هيروں' لهکتے هوے سبزوں' مهکتے هوے پهولوں' کي مرغزار نهيں هے' بلکه وه پيچدار سواحل کا ايک مجموعه' گهونس کانوں کا ايک مخزن' گهيتوں کا ايک طويل سلسله' اور نهروں کا ايک بحر بے کنار هے' اسليے ان مناظر طبيعه کا قدرتي اثر بهي ايران اور کشمير سے بالکل مختلف هے

مرغزار' و خرمن گل' قهقهه تدرو و نالۂ بلبل ' اگرچه انسان ميں حسن پرستي اور سوز و گداز سے لطف اوٹهانے کا ايک طبيعي ذوق پيدا کرديتے هيں جو ترقي کرکے فنون لطيفه کي شکل اختيار کرليتا هے' ليکن عزم و استقلال ' رزانت و متانت ' سنجيدگي و پختگي کي نشو و نما صرف ناهموار ميدانوں ' گهرس پهاڑوں ' اور سنگلاخ زمينوں هي ميں هوسکتي هے - اهل جرمني کو فطرت نے جو غير مسطح فضا عطا فرمائي تهي وه قدرتاً ايران و کشمير کي سر زمين کي طرح جذبات ميں کوئي رقيق يا اشتعال انگيز احساس نهيں پيدا کرسکتي تهي - اسليے وه ليٹن قوموں کي طرح مصوري اور موسيقي کے اوستاد تو نه هوسکے ' ليکن اس نے هر جرمن کو کوه شکن عزم و استقلال کا ايک پيکر مجسم بنا ديا - _

جرمني کے مناظر طبيعه کا يه اثر هر جرمن کے سيماے سخن گو سے علانيه نماياں هوتا هے - اگرچه اسکي ظاهري شکل و شباهت اور وضع ولباس ميں کوئي ايسي مصنوعي کشش نهيں هوتي جو نازنينان پيرس کي لچکدار کمر کي طرح ذوق طلب آنکهوں کے تار نظر ميں سيکڑوں پيچ و خم ڈالدے ' ليکن جب وه کسي نقطے کي طرف حرکت کرتا هے تو هر شخص کو صاف نظر آ جاتا هے که وه ايک توپ کا ٹهوس گولا هے جو هر چيز کو چيرتا پهاڑتا اپنے نشانے هي پر جاکر دم ليتا هے -

هر جرمن اپنے اس فطرتي نفوذ و قوت کي نمايش کرنا چاهتا هے' ليکن وه اسکے ذريعه سے نه اپنے تفوق و شهرت طلبي کا اظهار کرتا اور نه کوئي مادي فائده اوسکے پيش نظر هوتا هے ' بلکه وه اس اخلاقي نمايش کو انسانيت ' قوميت اور مدنيت کا حقيقي معيار سمجهتا هے ' اسليے دنيا کے سامنے هر موقع پر ايک اخلاقي نمونه قائم کرديتا هے -

هر جرمن اگرچه فطرتاً اعتماد علی النفس کا مجسم نمونه هوتا هے ' ليکن اوسکي قومي نشو و نما اس اعتماد کو اور بهي بڑها ديتي هے ' جرمن عموماً کثير الاولاد هوتے هيں' اور اب تو اونکي مردم شماري روز بروز بڑهتي جاتي هے - چنانچه سنه ۱۸۱۶ ميں اوسکي تعداد ۲۵ ملين تهي ' ليکن سنه ۱۸۵۰ ميں يه تعداد ترقي کرکے ۳۶ ملين هوگئي ' اور سنه ۱۹۰۵ ميں ۶۰ ملين تک پهونچ گئي' اور اب تو اس سے کهيں زياده هے - ليکن اسکے برعکس فرانس توالد و تناسل کے ميدان ميں رجعت قهقري کررها هے - نسل انساني کي اس افزايش و نشو و نما نے جرمني ميں مزدور اور پيشه ور طبقه کي ايک فوج گراں تيار کردي هے' جو تجارتي اور اقتصادي ميدانوں ميں ايک کامياب تمدني جنگ کررهي هے - کوئي جرمن ليٹن قوموں کي طرح اپني اولاد کے گذارے کيليے روپيه کا توڑا چهوڑ کر نهيں مرتا ' بلکه اوسکو صرف ايک زنده اور متحرک طاقت بنا کر مرجاتا هے ' اور طاقت خون کو رگوں سے خود هي جذب کر ليتي هے -

قوت هميشه اپني نمايش کرنا چاهتي هے ' اسليے هر جرمن اپنے نفوذ و اثر کے دائرہ کو وسيع کرنا چاهتا هے ' اور يه طبعي ميلان

تکرار کا هر شخص پر اثر پڑتا ہے لیکن جماعت کا معنوی قوام چونکہ نہایت دقیق ہے اسلیے اس میں جو نقش تکرار کے ذریعہ قائم هوجاتا ہے ' وہ کبھی نہیں مٹتا -

انسان جب ایک بات کو مختلف لوگوں سے سنتا ہے ' تو اوسپر مجبوراً یقین کرلیتا ہے - اسی طرح جماعت جب ایک هی بات کو بار بار اور مختلف طریقوں سے سنتی ہے' تو اوسپر اوسکا وهی اثر پڑتا ہے جو ایک شخص پر کسي روایت کے مختلف الاوصاف اور متعدد راویوں کا پڑتا ہے - اسي تکرار کے اثر سے جماعت میں یقین کي جو کیفیت راسخه پیدا هو جاتي ہے' وہ اوس قوت سالله کي تولید کا باعث هوتي ہے' جس کا نام " سرمایہ خیال " ہے ' اور جو جماعت کو ایک رشتۂ وحدۃ فکر و عمل میں منسلک کر دیتي ہے !

(۳) جماعت صورت سے زیادہ متاثر هوتی ہے - حقیقت کا اثر اوسپر کم پڑتا ہے - اگر کسی جماعت سے کہا جاے کہ " فلاں محله میں دس آدمی مرض دق میں مبتلا هوکر مرگئے ' تو اوسپر کچھه اثر نہ هوگا ' لیکن اگر اسی واقعه کو یوں بدل دیا جاے کہ ایک مکان گر پڑا اور پانچ آدمی دب کر مرگئے تو اسکا چرچا گھر گھر پھیل جائیگا !

طاعون سے لاکھوں جانیں هر سال ضائع جاتی هیں - هم اخباروں میں اونکي رپورٹیں پڑھتے هیں' لیکن اسکو ایک معمولی واقعه سمجھتے هیں' لیکن کسي اخبار میں هماری نظر سے ایک سطر کی خبر گذر جاتي ہے کہ فلاں جہاز ڈوب گیا ' اور اوسکا ایک مسافر بھي نہیں بچا تو دفعتاً همارے تمام اعصاب متزلزل هو جاتے هیں اور همارے اندر هیجان و اضطراب پیدا هو جاتا ہے !

تقریر و خطابت کا اثر جماعت پر صرف اسیلیے پڑتا ہے کہ وہ اوسکي ذهنی صورتوں کو سامنے کھڑا کردیتی ہے - بلکه خطیب کي حرکات ' اوسکا انداز کلام ' اوسکے مختلف اشارے ' خود اوسیکو اوس چیز کی تصویر بنا دیتے هیں' جسکا وہ وعظ کہتا ہے - جماعت کان سے اوسکي تقریر سنتي ہے اور آنکھه سے اوسکو دیکھتی ہے - اسلیے اندر اور باهر دونوں جگھه اوسکا مطمح نظر ایک متحرک صورت میں نظر آتا ہے ' اور اوسی صورت کا اوسپر اثر پڑتا ہے - یہي وجه ہے کہ دنیا کے تمام لیڈروں نے هاتھه سے زیادہ زبان سے دنیا کو فتح کیا ہے !

الفاظ کے معاني هر زمانے میں بدلتے رهتے هیں ' حریت کا جو مفہوم آج ہے ' گذشته زمانے میں نه تھا - اسلیے مقرر کو الفاظ کے وقتی اثر اور وقتي مفہوم کا بھي لحاظ رکھنا چاهیے - جب کوئی تقریر ان تمام شرائط کی جامع هوتی ہے ' تو وہ جماعت کو دیوانه بنا دیتي ہے -

الفاظ جو مجسمۂ معاني جماعت کے سامنے کھڑا کردیتے هیں ' وہ پھر بھي برقع پوش هوتا ہے - لیکن تھیٹر اور تصاویر متحرکه اوسکو بالکل بے نقاب کردیتے هیں - یہي وجه ہے کہ جماعت پر ان کا شدت سے اثر پڑتا ہے -

رومن قوم جو دنیا کي ایک متحرک اور زندہ قوم تھی ' همیشه تھیٹروں کو اپني کامیابی کی منزل مقصود سمجھتي تھي - اب بھی بہت سے شورش انگیز خیالات انهی کے ذریعه پھیلاے جاتے هیں - شخصی حکومتیں شورش انگیز مضامین کي طرح تصویروں کو بھی ضبط کرلیتي هیں - پیرس میں ایک ایکٹر نے ایک مجرم کا ایکٹ کیا ' اور اوسکے جرم کے مختلف مناظر دکھاے - تماشائیوں میں اس قدر شورش پیدا هوئي کہ هر شخص اوس فرضي مجرم کی طرف حمله کرنے کیلیے بڑھا - اگر پولیس نے ایکٹر کو اپنے دائرے کے اندر نه لے لیا هوتا تو وہ اپنے متمثل جرم کي حقیقی سزا پا جاتا -

تھیٹر اور بائسکوپ کا اثر جماعت پر اسلیے بھي زیادہ پڑتا ہے کہ جماعت واقعات کے نتائج کي تلاش نہیں کرتي - وہ صرف واقعات کي اصلي صورت دیکھنا چاهتي ہے - هم سنتے هیں کہ لڑائی میں پانچ هزار آدمي مرگئے - لیکن بائسکوپ همکو اونکے جسم کے زخم اور اونکي گردنوں سے بہتا هوا خون دکھلا دیتا ہے - نتایج کے لحاظ سے اخباروں کي خبر اور بائسکوپ کے تماشے میں کوئي فرق نہیں - لیکن جماعت پر نتیجه کوئي اثر نہیں ڈالتا - موت سے زیادہ خون کا سیلاب اور زخم کي سرخی اوسکے جذبات کو مشتعل کردیتي ہے - ایک مردہ فلسفی کی لاش جماعت کیلیے کوئی موثر چیز نہیں ہے ' لیکن ایک زندہ سپاهي کا ایک قطرہ خون اوسکو اپنے قابو سے باهر کرسکتا ہے !!

(۴) جماعت پر اوهام کا بھی نہایت شدید اثر پڑتا ہے - وہ حقیقت کو نہیں پوجتی حقیقت کے مظاهر وهمیه کی پرستش کرتی ہے - بت پرستی کا رواج اسی بنا پر هوا کہ انسان خدا کو انسان هي کی شکل میں دیکھنا چاهتا تھا - اگر بت خانے نه هوتے تو بتوں کي طاقت کا خاتمه هو چکا هوتا - عظیم الشان عمارتوں پر هم نوحه خواني کرتے هیں ' لیکن اس اینٹ پتھر کے ڈھیر میں کیا دھرا ہے ؟ اوس میں همارے آبا ؤ اجداد کی عظمت گذشته کي وهمي حقیقت چھپي هوئی ہے - تمام دنیا اسی وهم پرستی کیلیے اپنے قدیم شعار ' اپنے قدیم عوائد کو قائم رکھتی ہے - عجائب خانے اسلیے قائم کیے جاتے هیں کہ وہ قدماء کي یادگاروں کو دکھا کر همارے دل کے اندر وهي تصویر مرتسم کرتے رهیں - تمدن و تہذیب کے ستون کو بھي اسی وهمی حقیقت نے قائم رکھا ہے - اگر آج یہ یادگاریں مٹادی جائیں تو دنیا کي قدیم وحشت پھر زندہ هوجاے - هزاروں لاشیں میدان میں کٹ کٹ کے گرتي هیں' مگر انسانیت کی آنکھه صرف اشک آلود هوکر رهجاتي ہے' لیکن جب ایک کتب خانه ' ایک عجائب خانه یا ایک قلعه منهدم کردیا جاتا ہے' تو تہذیب و تمدن کی آنکھه خون کا سیلاب بہانے لگتي ہے - کیا انسان کے خون سے یہ چیزیں زیادہ عزیز هیں ؟ کیا انسان سے سب کچھه ہے یا انسان اینٹ اور پتھر کے ماتم کیلیے ہے ؟

لیکن جماعت اونکی حفاظت کیلیے اپنا خون بہادیتي ہے کیونکہ وہ صرف وهمي امید پر زندگي بسر کرتی ہے' اور اوسکي امیدوں کا مرکز اوسکا دماغ نہیں هوتا - اوس نے اپنی قوت شعور کو کھو دیا ہے' اوسکي امیدوں کا آشیانه اسکے قلعے کي برجیاں هوتي هیں - جب تک وہ قائم هیں' جماعت بھي زندہ ہے - اگر وہ منهدم هوگئیں تو سمجھه لینا چاهیے کہ جماعت کا شیرازہ بھي بکھر گیا !

میدان جنگ میں پادشاہ کا تاج دفعتاً زمین پر گر پڑتا ہے - ایک فلسفی کی نظر میں یہ نہایت معمولي واقعه ہے - لیکن تمام فوج کے پاوں معاً اوکھڑ جاتے هیں' کیونکہ وهي اونکا قبلۂ امید تھا -

(۵) جماعت تجربه سے بھی شدت کے ساتھه متاثر هوتی ہے -

اگر بار بار کے تجربے سے یہ ثابت هو جاے کہ ایک قوم یا ایک سلطنت ظالم ہے' تو جماعت کو اوسکے مقابلے میں بہ آسانی بھڑکایا جا سکتا ہے - اگر متواتر واقعات کسی قوم کے محاسن کو علانیه نمایاں کرچکے هوں تو جماعت اوسکی حمایت کیلیے نہایت مستعدي سے تیار هو جاتی ہے - اسلام کي مدنیۃ فاضله نے جنگ کے موقعوں پر اکثر اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے - مسلمانوں کے مستقل همدردانه و عادلانه طرز عمل اور فیاضانه برتاؤ نے مختلف قوموں کو خود بخود اونکا حلقه بگوش بنا دیا تھا - چنانچه تاریخ اسلام اسکي بکثرت مثالیں پیش کر سکتي ہے -

کرسپی نام کو تو وکیل تھا ' مگر سیاسیات اسکی زندگی تھے - اور قسمت نے اسے پیدا بھی تاریخ کے ایسے دور میں کیا تھا جبکہ اس قسم کی زندگی پوری طرح بسر کی جا سکتی تھی

کرسپی جسوقت جوان ہوا ہے اسوقت یورپ نیپولین کی والی ہولی ذلت و نکبت سے نکل رہا تھا' اور آیندہ انقلاب کے لیے برباد ہو رہا تھا - ہر ملک میں بیچینی و اضطراب کی ایک نئی اور عجیب و غریب روح پیدا ہو رہی تھی ' یعنی جرمنی میں فرڈیننڈ لیسپل اور کیرل مارکس ' ھنگری میں لولس کوتھ ' فرانس میں لولس بلینک ' انگلستان میں چارلس جونس ' اور اطالیا میں کیور ' گیری بیلڈی' اور میزینی موجود تھے -

اس زمانے کی روح حریت کے یہ واضح مظاہر اگرچہ مطالبات میں باہم مختلف تھے' تاہم شان انقلاب انگیزی میں سب مشترک تھے - کرسپی اطالیوں کے وطن پرستوں میں شامل ہوگیا' اور سنہ ۱۸۴۸ کی بغاوت صقلی میں عملی حصہ لیا - انقلاب کی ناکامی اور بور بونس کی واپسی سے مجبوراً اسے بھاگنا پڑا - اس نے " پیڈمونٹ " میں جا کے پناہ لی' جہاں اسکی انقلاب انگیزانہ روح میزینی کے ساتھہ شریک کار ہوگئی' اور بغاوت " عدن " میں اس نے پھر حصہ لیا - مگر یہاں سے بھی کرسپی کو بھاگنا پڑا وہ مالطہ سے بچتا ہوا پیرس پہنچا - یہاں سے ایک بار پھر حکام وقت نے اسے نکالا اور بالاخر خارجی باغیوں کے دیرینہ ملجا و ماوی لندن نے اسے معہ میزینی کے اپنے حرم حریت یہاں پناہ دی -

لندن میں ان دونوں آدمیوں نے آزادی اطالیا کے لیے متعدد طور پر کام کیا 'جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گیری کی سرگروھی میں ہزارہا نے علم بغاوت بلند کیا اور بالاخر وکٹور عمانوئیل کی ماتحتی میں اطالیا دوبارہ متحد ہوا -

ان تمام جلیل القدر کاموں میں کرسپی نے معقول حصہ لیا - اسوقت تک کرسپی کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ ایک ایسا جمہوریت پسند ہے کہ ادنی رعایت کے ساتھہ بھی وہ کسی قسم کا تصفیہ کرنے والا نہیں - کرسپی سنہ ۱۵۶۱ میں اکسٹریم لیفت (بائیں جانب کی انتہائی جماعت) کے ممبر کی حیثیت سے پارلیمنٹ میں داخل ہوا' لیکن سنہ ۱۸۶۲ ع میں وہ شاہ پسند ہوگیا' اور اپنے اس انقلاب کی وجہ میزینی سے یہ بیان کی کہ " شاہی متحدہ کرتی ہے' مگر جمہوریت تقسیم کرتی ہے "

اسی وقت سے اس نے وطن پرستانہ ایجیٹیشنوں کی قدیم روح کو خیرباد کہا ' اور کرسپی جو پہلے " جنگجو مشہور تھا وہ اب " پارلیمنٹیرین " " وزیر " اور " ڈپلومیٹ " کہلانے لگا -

آخر عمر میں اس پر رشوت ستانی کے الزامات بھی قائم کیے گئے' جنھیں اسنے بحفاظت تمام برداشت کیا ' مگر اسکے رفقاء قدیم نے ترک اصول اور غداری کے جو الزام لگائے تھے انکے حق میں وہ اسقدر خوش قسمت نہ نکلا اور بالاخر " لیگا " کے چند متمردین (انارکسٹوں) نے اسکی جان پر بعض غیر کامیاب حملے کیے -

تاہم کرسپی میں ہمت کی کمی نہ تھی - کوئی تہدید ' کوئی تنقید اور کوئی توہین اسے اہلی حریت کے دبانے کی پالیسی سے نہ روک سکی اور وہ برابر اس پر قائم رہا اس پالیسی کی وجہ سے گو وہ اپنے ابتدائی رفقاء کو کھو بیٹھا ' مگر اسے نئے سیاسی دوست ملگئے جن سے اس کی خود بینی اور نو لوقی یافتہ طاقت کی تشفی ہوگئی - اس نے گلیڈسٹون سے گرمجوشانہ تعلقات پیدا کیے ' اور بسمارک کے ساتھہ اسکی دوستی تو اسقدر بڑھالی کہ بالاخر اسکا بہت بڑا اثر اطالیا کی خارجی پالیسی پر پڑا -

میموائرس (۱) کی آخری جلد بھی شائع ہوگئی ہے - اس جلد سے ان آخری دوستیوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں ' مگر ہمکو اسوقت دلچسپی صرف اس مفاھمت سے ہے جو بسمارک کے ساتھہ ہوئی تھی کیونکہ یہ واقعہ معاملات یورپ کی موجودہ پیچیدگیوں کے سلسلہ کی ایک درمیانی کڑی ہے -

(تاریخ اتحاد ثلاثہ)

ہماری توجہ پر کرسپی کے دعوے کا دار و مدار صرف اس واقعہ کی بناء پر ہے کہ اس نے اتحاد ثلاثہ کی تائید کی - کرسپی کے عہد میں تمام بڑے معاملات کے لیے ہم اس زمانے کے بڑے اشخاص - گیری بالڈی ' میزینی ' اور کیور کے حالات بہت زیادہ جوش کے ساتھہ پڑھینگے ' مگر اطالیا کی موجودہ حالت کے لیے نہیں یعنی اطالیا جس طرح اسوقت متحد اور ایک بڑا ملک ہے یہ بات ان اشخاص کی وجہہ سے نہ پیدا ہوتی - اسلیے اسکی تاریخ کے لیے ہم کو کرسپی کے حالات پڑھنا چاہیے -

یہ صحیح ہے کہ کرسپی نے پہلے ان لوگوں کے مقاصد کی خدمت کی ' مگر اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ آخر عمر میں اس نے ان مقاصد کو اسی طرح روکا اور اپنا قوی اثر انکے خلاف استعمال کیا -

کرسپی فدیہ کی تحریک کا ایک چالاک دشمن تھا -

اطالی وطن پرستوں کی نظر میں غیر مفدی اطالیا (یعنی اطالیا کا وہ حصہ جو کسی دوسری قوم کے پاس ہے اور اب تک فدیہ دیکے آزاد نہیں کرایا گیا ہے) میں آسٹرین قلمرو کا اطالی بولنے والا حصہ شمالی اطالیا' نائس ' مالطہ ' اور کارسکا بھی شامل تھے -

محض زبان کی وجہ سے مالطہ پر اطالی حقوق کا قائم کرنا واقعی مشکل ہے' اور اس سے زیادہ اس امر کا سمجھہ میں آنا مشکل ہے کہ ایسے کارسکا کی پیچیدہ اور مصیبت زدہ تاریخ مفید طور پر چھیڑی جاسکتی ہے - اسلیے ہم اسے قلم انداز کرتے ہیں - لیکن جنوب ٹرائلل اور اسکے متصل کے ملک کی حالت بالکل مختلف ہے' اور آسٹریا کے پاس اس خوف کی وجہ تھی کہ یہ ملک بالاخر اسکے ہاتھہ سے نکلکے اطالیا کے پاس چلا جایگا -

سالہا سال سے اطالیا کی خارجی پالیسی ان خواہشوں میں منقسم رہی ہے کہ جنوب ٹرائلل کو آزاد کرایا جائے - فرانس کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کی جائے جس سے وہ (بلاوجہ) خائف رہتی تھی' اور اپنے متعلق انگلستان کی عمدہ رائے کو قائم و برقرار رکھا جائے -

اطالی جمہوریت پسندوں کا ایک بڑا حصہ فدیہ دینے کا حامی تھا گو اسکی رائے کو حکومت نے دبایا اور وہ ممکن مانع ہوا -

اس کھلی ہوئی قومی تحریک کے ان دونوں مخالفوں کی وجہ بخوبی ظاہر ہے - ایک طرف تو گذشتہ صدی کی آخری ربع میں ویٹکن پاپائی ریاستوں کی تنسیخ کی پریشانی میں مبتلا تھا ' اور اسے پادریوں کے مخالف اطالیا سے صرف منفی دلچسپی تھی یعنی اسکا نقطۂ دلچسپی یہ تھا کہ اطالیا کوئی مستقل و مستحکم طاقت نہ بننے پائے' دوسری طرف آسٹریا جو ہمیشہ کی طرح اس

---

(۱) یہ ایک کتاب ہے جو کرسپی کے حالات میں نکلی ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے اسکا ماخذ زیادہ تر خود کرسپی کی تقریریں اور تحریریں ہیں -

صرف افراد کے ساتھہ مخصوص نہیں ' بلکہ جرمني کي سیاست ' جرمني کا تمدن ' جرمني کي تجارت ' جرمني کي صنعت ' جرمني کے علوم و فنون ' غرضکہ اوس سرزمین کا هر ذرہ دنیا میں اونچا هي هوکر رهنا چاهتا ہے - چنانچہ اس بلند حوصلگي کي نمایش نے میدان جنگ میں جرمني کے علم کو ' دریا کی سطح پر اوسکے جنگي جهازوں کے مستول کو ' زمین پر اوسکي کالجوں کے کنگروں کو تمام دنیا سے بلند ترکردیا ہے ' لیکن جرمني کا یہ تفوق و امتیاز سیاسي قوت اور فوجي استحکام کے نظم و ترتیب کا نتیجہ نہیں ' بلکہ اون پخته و پیچدار سلسلہ خیالات کا نتیجہ ہے ' جنهوں نے جرمني کي حدود طبعیہ کے نشیب و فراز میں نشو و نما پائی ہے -

جرمني کے علمي میدان میں بھي ان پختہ خیالات کي جهلک صاف نظر آتي ہے - جب تک فنون لطیفہ محض تفریح طبع کا ذریعہ خیال کیے جاتے تھے ' جرمني نے مٹی کے بنے هوے کهلونوں سے کبھي دل نہیں بہلایا - لیکن جب علمي و تمدني ترقیوں نے ثابت کردیا کہ اس دل لگي کے ذریعہ سے مادي فوائد بھي حاصل هوسکتے هیں - تو اوس نے کانچ اور پتھر کے کهلونوں میں بھي جدید روح پھونک دي -

جرمني کي سپاهیانہ زندگي کوئی معجزہ نہیں ہے ' البتہ اوسکي ایک خصوصیت خرق عادت خیال کي جاتي ہے - جرمني ایک مدت تک اندروني سیاسی کشمکش کی جولانگاہ بني هوئی تهي ' لیکن جب پروشیا میں سیاسی توازن قائم هوگیا تو دفعتاً اوسکا گرم خون رگوں میں منجمد هوگیا - اب تمام نزاعیں ' تمام جهگڑے ' تمام مخاصمتیں ' مبدل به اتفاق و اتحاد هوگئیں ' اور جرمني کی پوري قوت ایک عظیم الشان طاقت کے آگے سربسجود هوگئي ' اور اوسکا مرکز ثقل تمام یورپ بلکہ تمام دنیا کي طرف منتقل هوگیا -

تقریباً هر سلطنت ایک مدت تک رعایا کے ساتھہ سرگرم جنگ رہ چکي ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اس کشمکش کے جرمني کي قوتوں میں باهم کوئي شدید تصادم نہیں هوا ' اسلیے جرمني کي قومیت کو کسي قسم کا صدمہ نہیں پهونچا ' اور دنیاوي ترقي میں قومیت هی اصل چیز ہے ' خانہ جنگي کا سب سے بڑا سبب افلاس و دولت کي جنگ اور دولت مند اور سوشیالسٹ فرقوں کا تصادم ہے - جرمني اگرچہ سوشیالزم کا مرکز ہے ' لیکن اس نے بھی وهاں مفید نتائج پیدا کیے هیں - جرمني کا هر سوشیالسٹ اپنے حصول مقصد میں سرگرم رهتا ہے ' لیکن اوسکي طبیعي متانت و سنجیدگي نے اوسکو یہ سبق پڑھا دیا ہے کہ جسطرح فوج کي تربیت باهم لڑاکر نہیں کي جاتي ' اسي طرح یہ مقصد صرف جبر و قوت سے حاصل نہیں هو سکتا - جرمني میں عموماً صنعت ' حرفت کے میدان میں رقیبانہ حوصلہ مندیاں ایک دوسرے سے گوے سبقت لیجانا چاهتي هیں - اس لیے همیشہ ' مزدوروں ' کارخانہ داروں ' اور باهم تاجروں میں سیاسي کشمکش کا اندیشہ رهتا ہے ' لیکن اس قسم کي متعدد انجمنیں قائم کر دیگئي هیں ' جو تزاحم و تصادم کے اسباب کا انسداد کرتي رهتي هیں ' اس لیے کسی قسم کی شورش نہیں هونے پاتی ' اور تجارت کا کام ایک منتظم اصول پر چلا جاتا ہے -

هر جرمن اگرچہ مغرور هوتا ہے ' لیکن وہ جماعت کے مقابل میں اپنے آپ کو بالکل حقیر سمجهتا ہے ' اس لیے وہ اوس میں نہایت خوشي سے داخل هو جاتا ہے - جرمني میں ایک خاص قسم کي بے شمار کمپنیاں قائم هیں جنکو " قرائن " کہتے هیں ' هر جرمن ان کمپنیوں میں سے کسي نہ کسي کمپني میں ضرور شامل هوتا ہے ' اور اس طرح جرمني کي عملي قوت کا کوئی جزو بیکار نہیں رهتا ' اور یہ اوسکي ترقي کا ایک عظیم الشان ذریعہ ہے -

اجتماع قواء کي اس طبعي سہولت نے جرمني کے لیے وطني فوج کي تنظیم و ترتیب ' بڑے بڑے کارخانوں کے انتظام ' بینکوں ' صنعت گاهوں ' اور کالجوں کے قیام کو نہایت آسان کردیا ہے ' اس لیے وہ علم و هنر ' صنعت و حرفت ' دولت و ثروت کا مرکز بنگئی ہے - جرمني تمام دول یورپ میں ایک معتدل زندگي بسر کر رهي ہے - مذهبي حیثیت سے نہ وہ ملحد ہے ' نہ ٹھیٹھہ متعصب ' بلکہ وہ نہایت سنجیدگي کے ساتھہ ' عقل و نقل میں تطبیق دینا چاهتي ہے -

اسی اعتدال نے اوسکو ایک عجیب و غریب نظام حکومت کا محکوم بنا دیا ہے - جرمني نے شخصیت و جمهوریت میں عجیب و غریب رابطۂ اتحاد پیدا کردیا ہے - جرمن قوم عنان سلطنت اپنے هاتهہ میں لینا نہیں چاهتي ' بلکہ اوس نے ایک صاحب اختیار اور ذي نفوذ بادشاہ کے هاتهہ میں اپنے سر رشتۂ امید کو دیدیا ہے - تاهم وہ اس شخصیت کے ساتھہ جمهوریت سے بھي متمتع هو رهي ہے ' یعنی عنان سلطنت تو بادشاہ کے هاتهہ میں دیدي ہے ' لیکن خود بادشاہ کو اپنے هاتهہ میں رکھا ہے -

شـئـون حـربـیـه

اطـالیـا کا لائحـه عمـل کیـا ہے ؟

از مسٹر هالبروک جکسن

امن یورپ کي بنیاد عهد ناموں پر قائم ہے - هم ان عهدناموں کا احترام دیانت داروں کي طرح کرتے هیں - لیکن اگر کوئی شخص انکو توڑیگا تو هم کو بھي معلوم هو جائیگا کہ همیں کیا کرنا چاهیے ؟

[فرانسسکو کرسپي]

جو سوال میں نے اس مقالہ میں لکھا ہے یہ تاریخ یورپ کي اس عظیم الشان اور مجنونانہ ساعت میں ایک سب سے زیادہ اهم سوال ہے ' اور اس سوال کے نیچے جو قول نقل کیا ہے اس سے طنز و تعریض کي صدا آتی ہے ' کیونکہ یہ قول کرسپي کے ڈپلومیٹک زبان سے نکلا ہے ' جو شہزادہ بسمارک کا گهرا دوست اور اهل اطالیا میں سے اس " اتحاد ثلاثہ " کا قطعی حامي تها ' جسکو آج اطالیا نے بے تکلف توڑ دیا ہے -

اطالیا کیا کریگي ؟ اسکا جواب اسوقت تک نہیں دیا گیا ہے - مگر مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ اگر اسوقت کرسپی هوتا تو وہ کیا کرتا - یعني گو اس نے یہ ذمہ لیا تھا کہ ضرورت کے وقت اسکا ملک اپنا فرض ادا کریگا ' لیکن ایک ڈپلومیٹ کي حیثیت سے وہ بلا ادني تکلیف " فرض " کي تفسیر " سیاسی مصلحت " کرتا -

بهر حال میرا یہ خیال نہیں کہ اطالیا اپنے اس مشہور مدبر کی تائید کرتي -

(کرسپي کے مختصر سوانح حیات)

فرانسکو کرسپي سنہ ۱۸۱۹ ع میں بمقام صقلی پیدا هوا ' اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں بمقام نیپلس مرا ہے - اس نے اپني اس طویل عمر میں تاریخ یورپ کے بہت سے انقلابات و تغیرات دیکھے هیں -

" الان "

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر جرمن سوار کو " الان " کہتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے - جس وقت علم عقاب کے زیر سایہ سواروں کا انسانی سمندر موجزن ہوتا ہے تو اس میں "الان" سے کہیں زیادہ " کرینسیر " "ہسار" "ڈراگوں" ہوتے ہیں - (کریسیر ' ہسار ' اور ڈراگوں مختلف قسم کے سواروں کے نام ہیں -) .

الان ایک ترکی نژاد لفظ ہے - اس کے معنی "سوار" کے ہیں - یورپین قوموں میں یہ نام سب سے پہلے پول قوم نے اختیار کیا - ایک زمانہ میں فرانسیسی سپاہ میں بھی الان کے چند ریجیمنٹ تھے جو فرانس کے قومی علم "مثامث اللون" کے خدمتگذار تھے ' مگر یہ ریجیمنٹ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہسکے اور بہت جلد انہیں سواروں میں شامل کر دیا گیا -

جرمن سپاہ میں " الان " کم و بیش سنہ ۱۷۴۸ میں روشناس ہوے - جس وقت شروع شروع میں الان جرمن سپاہ میں داخل کیے گئے ہیں ' اس وقت انہوں نے جرمن سپاہ میں کوئی امتیاز خاص حاصل نہیں کیا - بلکہ فریڈرک اعظم موسس جرمن شاہنشاہی تو انکی غیر عسکری زندگی سے اس قدر تنگ آ گیا تھا کہ بالاخر اس نے ان ریجیمنٹوں کو توڑ دیا -

لیکن فریڈرک اعظم کے بعد الان کے ریجیمنٹ دوبارہ ترتیب دیے گئے اور اس مرتبہ انہوں نے ایسے جوہر دکھاے کہ وہ آج تک جرمن سپاہ کے سر خیل سمجھے جاتے ہیں -

جرمن سپاہ میں الان نے یہ شہرت سنہ ۱۸۷۰ کی جنگ فرانس و جرمن میں حاصل کی - اس جنگ میں وہ جرمن سپاہ میں سب سے زیادہ پیش پیش رہے اور اپنی یکساں بہادری ' جانبازانہ حملہ ' اور فوجی قابلیت و سرگرمی سے سب کی نظروں میں اپنے آپ کو نمایاں اور ممتاز بنا لیا - اس جنگ میں انکی یہ حالت تھی کہ بغیر کسی تنبیہہ و اطلاع کے وہ ایک غیر معلوم مقام سے نکلتے تھے اور دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے - اس وقت انکے جوش و خروش کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ہر متنفس لڑنے اور مرنے کے لیے ہمہ تن مستعد نظر آتا تھا !

جرمن سپاہ میں " الان " کا نام " بہاری سوار " ہے - کیونکہ دراصل وہ وہی کام کرتے ہیں جو سوار کیا کرتے ہیں - چنانچہ الان کے ریجیمنٹ اصل فوج کے آگے آگے چلتے ہیں اور دید بانی ' عام نگرانی ' تفتیش حالات اور انکی اطلاع وغیرہ کا کام کرتے رہتے ہیں جو عموماً سواروں کے کام ہیں -

لیکن انکی کارگزاری اسی پر ختم نہیں ہو جاتی - جب پیادہ فوج واپس ہوتی ہے تو اوس وقت وہی اسکو دشمن کی تعاقب کرنے والی فوج کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں -

امن و صلح کے زمانہ میں ایک الان ریجیمنٹ میں پانچ اسکواڈرن ' اور ایک اسکواڈرن میں ۱۳۵ آدمی ہوتے ہیں ' لیکن جنگ کے زمانہ میں ایک اسکواڈرن میں بجاے ۱۳۰ کے ۱۵۰ آدمی کردیے جاتے ہیں - جب جنگ ہوتی ہے تو ایک ریجیمنٹ کے صرف ۴ اسکواڈرن محاذ میں جاتے ہیں - کیونکہ پانچویں ریجیمنٹ میں صرف رنگروٹ اور غیر ترتیب یافتہ گھوڑے ہوتے ہیں - یہ پانچویں ریجیمنٹ ڈیپو بھیجدیا جاتا ہے - ڈیپو میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھہ فوجی تعلیم دی جاتی ہے - یہاں تک کہ وہ معرکہ آرا صفوں میں شرکت کے قابل ہو جاتے ہیں

ایک جرمن الان کا جواب انگریزی فوج میں زیادہ تر انگریزی نیزہ باز (لانسر) کو سمجھیے - دونوں کی وردیاں بہت ہی مماثل و مشابہ ہوتی ہیں ' بلکہ درحقیقت " نیزہ باز " کا خود جسکو صحیح طور پر ٹوپی کہنا چاہیے ' الان ہی کے سر کی پوشاک کی نقل ہے - دونوں فوجیں ڈبل بریسٹ ٹیونک (دھرے پردے کی صدریاں) اور گہرے گہرے رنگ کے پائجامے پہنتی ہیں -

اسلحہ میں الان کے پاس تیغ ' نیزہ ' قرابین ' یا طپنچہ ہوتا ہے - تاہم اسکا اصلی ہتیار نیزہ ہی ہے - الان بالاوسط شہسوار ہوتے ہیں - انکی نشست اور گرفت دونوں عمدہ ہوتی ہے - البتہ انکی زینیں کسیقدر تکلیفدہ وضع کی ہوتی ہیں جنکی وجہ سے اکثر گھوڑوں کی پشتیں زخمی رہتی ہیں -

(کام اور ڈسپلن)

ہر جگہ سواروں کو پیادوں سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے - اس کلیہ سے الان بھی مستثنی نہیں - جاڑا ہو یا گرمی ' ہر موسم میں اسے صبح ۶ بجے سے چند منٹ بعد پریڈ میں حاضر ہونا پڑتا ہے ' اور پھر شام تک وہ اصطبل اور ڈریل میں لگا رہتا ہے - اسکے بعد بھی اسکا کام ختم نہیں ہو جاتا - کیونکہ رات کو اسے لیکچر سننے کیلیے جانا پڑتا ہے جو افسران فوج فن جنگ پر دیتے ہیں -

ان لیکچروں کا موضوع اگرچہ فن جنگ ہوتا ہے ' مگر وہ درحقیقت مسائل جنگ تک محدود نہیں ہوتے - انمیں تاریخ جنگ اور فن جغرافیہ وغیرہ کا حصہ بھی ہوتا ہے -

ایک الان رنگروٹ کو سب سے پہلے جو شے سیکھنا پڑتی ہے ' وہ اپنے ریجیمنٹ کا ماثر ہے - اسکے بعد اسے یہ سکھایا جاتا ہے کہ تمہیں قیصر اور ملک کی راہ میں جان دینے کیلیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے !

تمام جرمن سپاہیوں کی طرح الان کو بھی قسم کھانا پڑتی ہے کہ وہ ہر وقت قیصر کی اطاعت و فرمانبری کے لیے مستعد رہیگا - البتہ امن و صلح کے زمانہ میں اس الان کو حلف اٹھانیکی ضرورت نہیں پڑتی جو مقام " بیویریا " میں پیدا ہوتا ہے -

• یہ خیال کہ بالاوسط الان نیم وحشی اور نیم " یاہو " ہیں نہایت درجہ تمسخر انگیز اور بے بنیاد ہے - یقیناً جب خونریزی اور دشمن کے مقابلہ میں اپنے وطن کے لیے معرکہ آرائی انہیں مشتعل کردیتی ہے ' تو اوس وقت وہ استعارہ کے طور پر نازک اندام خاتونوں کی طرح بکری کی کھال کے دستانے نہیں پہنتے - مگر یہ کچھہ انہی کی خصوصیت نہیں ہے - ہر سپاہی خواہ وہ کسی قوم کا ہو ' ایسے وقت میں یہی کرتا ہے - اگر جنگ نہ ہو تو پھر الان خوش اطوار ' نرم طبیعت ' اور فرماں بردار انسان ہے -

جرمنی کے ہر ریجمینٹ میں ڈسپلن نہایت سخت ہے - اس موقع پر بھی الان کے دستے اس سختی سے مستثنی نہیں - نن کمیشنڈ افسروں حتی کہ کارپورل اور سارجنٹ تک کو سزا و جزا دینے کا اختیار ہے - اگر ایک عام سپاہی کسی افسر سے شکایت کی جرات کرتا ہے تو اس شکایت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکے ساتھہ بد سے بد تر سلوک کیا جاتا ہے -

الان ریجمینٹ کو صفائی کی نہایت شدید تاکید ہے - اگر پریڈ کے وقت کسی الان سپاہی کے پرتلے یا بٹن پر گرد و غبار کا ایک دھبا بھی ہو یا کوئی بٹن ڈھیلا ہو تو یہ ایک سنگین جرم قرار پائیگا اور اسکی قرار واقعی سزا دیجائیگی - الان سپاہیوں کے کئی کئی گھنٹے روز اپنے بکلس ' پرتلے ' اور جوتے وغیرہ کے صاف کرنے میں صرف ہوجاتے ہیں - وہ اپنے بوٹ پر اسقدر پالش کرتا ہے کہ آئینہ کی طرح چمکنے لگتا ہے -

وقت بھی روسہ کی وفادار معتقد تھی، ممکن تھا کہ کسی وقت اسے ایک حامی فدیہ کا دور تمثیل کرنا پڑتا -

اسیطرح حکومت کی مخالفت بھی اچھی طرح "مصلحت" کی بنیاد پر قایم تھی - غرض فرانس پر اعتماد کی کمی نے جو نپولین کے وقت سے وراثتاً چلی آرہی تھی، اور شمالی افریقہ میں فرانس اور اطالیا کے منصوبوں کی وجہ سے پیچیدہ ہوگئی تھی، اطالیا کے لیے ایک مرکزی طاقت کے ساتھہ اتحاد کی ضرورت پیدا کردی -

روس اور انگلستان دونوں کے ساتھہ یہ اتحاد نا ممکن تھا، کیونکہ دونوں ملکوں میں فرانس کے متعلق دوستانہ جذبات ترقی کر رہے تھے - آسٹریا سے یہ کام لیا جاسکتا تھا مگر جمہور پسند اس قسم کے اتحاد کو غیر طبعی قرار دیتے - جرمنی جو فرانس اور روس کی دوستی کے مقابلہ میں اپنے استحکام کیلیے مضطرب تھی، یہ چاہتی تھی کہ ایک ایسا اتحاد ہو جس میں آسٹریا کی دوستی بھی شامل ہو - بسمارک نے اس قسم کے اتحاد کا ارادہ کرلیا تھا، اور اسکی تکمیل کیلیے وہ ہر ڈپلومیٹک اور سیاسی چالیں چلتا رہا -

اس نے آسٹریا کے دل میں پاپا کے ساتھہ اطالی طرز عمل کے خلاف ایجیٹیشن کا خیال پیدا کیا، اور اسکے لیے ایک اخباری معرکہ بپا کیا، جسمیں اس نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ اطالیا کی حالت متزلزل اور بر سر انقلاب ہے - شاہ ہیمبرٹ نے پروشین ڈپلومیسی کے خلاف جنگ کی، مگر آخر میں اسکے ارباب سیاست بسمارک کی آہنی ترغیبات سے مغلوب ہوگئے اور سنہ ۱۸۸۲ع میں عہدنامہ پر دستخط ہوگئے -

اس عہدنامہ کے ابتدائی سال خوشگوار نہ تھے - کیونکہ "اتحاد ثلاثہ" ہردلعزیز نہ تھا - اس نے یہ فرض کرلیا تھا کہ فدیہ کی تحریک کو دبایا جائے - اس نے فرانس کے ساتھہ مفاہمت کی راہ میں لا ینحل مشکلات پیدا کیے اور انگلستان کے ساتھہ مطلوب و مرغوب دوستی کو دشوار کردیا -

پانچ سال کے بعد یہ اتحاد ٹوٹگیا مگر اسکے بعد اطالیا کے لیے چند مراعات کے ساتھہ پھر اس عہد نامہ پر دستخط ہوے -

اس عہدنامہ پر دوبارہ دستخط کے ۴ ماہ بعد کرسپی وزیر اعظم ہوگیا - کرسپی اہل اطالیا میں سے اس عہدنامہ کا شدید ترین موید تھا - وزیر اعظم کی حیثیت سے اسکا اولین کام یہ کیا کہ وہ اس عہدنامہ کے متعلق گفتگو کرنے کیلیے بسمارک سے ملنے گیا، اور اسکے بعد سے اس نے ہمیشہ اس موضوع پر اور اسکے ہمرشتہ مسئلہ یعنی تحریک فدیہ کے متعلق جب کبھی کچھہ کہا تو وہ پروشیا کی زبان سے کہا - ذیل میں کرسپی اور بسمارک کی باہمی گفتگو کا ایک حصہ درج ہے :

کرسپی لکھتا ہے کہ ایک دن شام کو ہم لوگوں کی باتوں میں سنہ ۱۸۶۶ع کی جنگ کا ذکر آگیا - میں نے ان سے (بسمارک) یہ پوچھا کہ " ٹرینٹ پر قبضہ حاصل کرنے کیلیے اطالیا کی کوششوں کی تائید میں آپ نے کبھی آواز کیوں نہ بلند کی ؟ " انہوں نے جواب دیا کہ وہ اس سرزمین کی حوالگی کے مسئلہ پر نپولین اور فرانسس جوزف کے بحث کی تھی، اور انہی دونوں شاہنشاہوں نے صلح سے پہلے اور ہماری مداخلت کے بغیر اسے طے کرلیا تھا "

کرسپی کہتا ہے کہ یہ دلیل ظاہر ہے کہ سنہ ۱۸۶۶ میں نپولین کی ہمارے معاملات میں مداخلت ایک بڑی اتحاد اطالیا کے لیے پھر آفت انگیز ہوئی - اس معاملہ میں نہ پروشیا آزادی سے کچھہ کرسکتی تھی اور نہ ہم خود ہی کچھہ کرسکتے تھے - وینیشیا صرف

اس بناء پر دیدیا گیا کہ وہ انتظامی سرحد میں داخل ہے، اور اسطرح ہم جنوبی الپس پر قبضہ کرنے سے محروم کردیے گئے -

کرسپی سرحد آسٹریا و اطالیا کی پیش نظر تجدید ثانی کا موید رہا، اور تحریک فدیہ کی ہمیشہ ہمت شکنی کی - آخر عمر میں وہ ڈپلومیسی کو ایجیٹیشن پر ترجیح دیتا تھا، بلکہ وہ تو یہاں تک بڑھگیا تھا کہ اس نے اپنے دل میں یہ امید قائم کر رکھی تھی کہ جب سنہ ۱۸۹۲ ع میں عہدنامہ کی تجدید ہوگی تو وہ اسمیں سرحد کے تصفیہ کے متعلق ایک دفعہ روشناس کریگا، اور غالباً اگر اسکے ہاتھہ سے حکومت نکل نہ گئی ہوتی تو وہ یہ کرلیتا - کرسپی ایسا شخص نہ تھا کہ اپنی پشت پر قوم کو محسوس کیے بغیر ایسی روش اختیار کرتا - یہ واقعہ ہے کہ اطالی قوم بڑی حدتک تحریک فدیہ کی حامی ہے، اور وہ کبھی بھی اتحاد ثلاثہ کی پرجوش موید نہ تھی -

(کرسپی کی اپنے اہل وطن کو نصیحت)

" میموائرس " کے مولف نے کرسپی کو وطن پرست ثابت کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے - مگر ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ کرسپی کی زندگی کا آغاز ایک وطن پرست کی حیثیت سے ہوا اور انجام انکے سیاسی کی حیثیت سے - اسلیے خواہ اسکے خیالات کچھہ ہوں مگر اسے ایک "مخلص" کے بدلے "فرصت جو" اور عمدہ موقع کا متلاشی سمجھنا چاہیے - اسکے بہ فرصت جویانہ میلانات ایک فدیہ کے مخالف تقریر میں ظاہر ہوتے ہیں جو اس نے سنہ ۱۸۸۹ میں دی ہے - اس تقریر میں اسنے عہد ناموں کے صلح سازانہ انجام پر زور دیا ہے، مگر تاہم وہ سیاسی چالاکی سے یہ کہتا ہے :

" قومیت کے لحاظ سے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ بہترین مناسب موقع کا انتخاب کیا جاے - لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جب کبھی جنگ کے وجہ سے یورپ کے نقشہ میں تغیرات ہوں تو اس وقت اس سوال کو دوبارہ زندہ ہونا چاہیے -

اطالیا کو کسی بات کا خوف نہیں ہے - اسے دینا کچھہ نہیں، البتہ لینا اور ملنا بہت ہے - لیکن جبکہ ان اصول کی حیات بخشی ہر محب وطن میں ہونی چاہیے - (ممبروں کی نشستوں کی طرف اشارہ کرکے) خواہ وہ ان بنچوں پر ہوں (وزراء کی بنچوں کی طرف اشارہ کرکے) یا خواہ ان بنچوں پر تو اسکے ساتھہ ہی یہ بھی ہے کہ وہ چوٹی کی صفت، جسکی حکومت سلطنت اور ارباب سلطنت دونوں پر ہونی چاہیے " احتیاط " ہے "

آج ۲۵ سال گزر چکے ہیں اور انکے ساتھہ بہت سے اختلافات بھی ختم ہوگئے ہیں - اطالیا فرانس کو اب ایک خطرناک ہمسایہ نہیں سمجھتی -

دوستی کے جتنے اسباب کبھی ہوے ہیں انگلستان اور اطالیا کی باہمی دوستی کے لیے اس سے زیادہ اسباب موجود ہیں ایک طرف تو جنگ بلقان روس سے کسی نزاع کے بغیر ختم ہوگئی ہے، اور دوسری طرف آسٹریا کے قبضہ میں جنوب " ٹرائل " " ٹریننٹو " ہے اور العاق " ہرزگوینا " " بوسینا " کی وجہ سے " اڈریاٹک " اسکی طاقت اور مستحکم ہوگئی ہے - اسکے علاوہ امن یورپ کو اس عہد نامہ کے اصلی دستخط کرنے والے نے توڑا ہے جو اطالیا سے محض حفظ امن کے لیے کیا گیا تھا - غرض اگر اطالیا محتاط ہے تو وہ اپنے مشیر کرسپی کی طرح آسٹریا میں " غیر مفدی اطالیا " پر نظریں جمائے ہوے اختتام جنگ کا انتظار کرتی رہیگی ورنہ احتیاط کے بدلے جرأت و ہمت سے کام لیا تو پھر وہ یورپ کی مہذب فوجوں کے ساتھہ ہوگی اور عزت کے میدان میں اپنا کھویا ہوا ملک واپس لیگی -

اور غیر مانوس زبان بولنے والے حکم رانوں کي محکومي کي قید سے آزاد نہ ہونگے' اسوقت تک ان ٦٠ یا ٧٠ ملین انسانوں میں سے کوئي شخص بھي سیاسي یا اجتماعي حیثیت سے خوش نہیں رہسکتا -

اسي طرح یہ بھي ظاہر ہے کہ جب تک ان لوگوں کي معقول طریقہ سے تسلي نہ ہوجائیگی' اسوقت تک یورپ کا امن مشکوک اور غیر یقیني رہیگا - غرض در اصل یہي خطہ ہے جس پر فرانس' جرمني' انگلستان' اور اطالیا کے امن کا انحصار ہے -

اسلیے یورپ کے نئے نقشے کي ترتیب اور جنوب و مشرق یورپ میں قیام امن و آشتي کا اثر کروروں انسانوں کی زندگي پر پڑیگا - خواہ یہ اثر اچھا ہو یا خراب -

(قوم کي ایک خونخوار شکل)

اس نئے نقشے کي ترتیب اور قیام امن و آشتي میں جن امور سے بحث کرني ہے' وہ ایسے عظیم الشان ہیں کہ انکے مقابلہ میں زید یا عمر کے قتل کے واقعات ایک نظر میں غایب ہوجانے والے نقطے کے برابر ہیں -

ایک بادشاہ کا قتل جو اپنے انسانوں کے معاملات عشق و محبت کے تابع تمام قوم کي قسمت کو کرنا چاہتا ہو' اور وہ بھی قوم کے ہاتھوں سے نہیں' عام جماعت کے ہاتھوں نہیں' بلکہ چند افسروں کا فعل جو اسیقدر محب وطن تھے جسقدر ظالم تھے - یا سازش کا ایک جال جسنے فرڈیننڈ کو قتل کیا - ان میں سے کسي شے کو بھی ان کئي ملین سرویوں کي آزادي کي راہ میں حائل نہ ہونا چاہیے جو اسیطرح بے گناہ ہیں جسطرح کہ والٹشائر کا ایک کسان !

ایک زمانہ میں ہر قوم کي شکل خونخوار و مجرمانہ ہوتي ہے - اہل برطانیہ و امریکہ جو سرویا کے قتل اور بلغاریا کے قتل عام پر اسقدر وحشت و خوف کا اظہار کررہے ہیں' اگر یہ تصنع نہیں تو انہیں اسکاٹلینڈ' آئرلینڈ' اور ریڈ انڈین کي تاریخ سے ناواقف محض ہونا چاہیے - اگر سرویا میں سازش قتل کي پرورش کي جارہي تھي' تو کیا آئرلینڈ اور امریکہ میں فینی این (مخفی آئرش سوسائٹیوں کے ممبر) نہ تھے ؟

پھر فونیکس پارک کے اعلی پیمانہ پر تنظیم یافتہ قتل کی وجہ سے ہم انگریزوں نے نہ تو آئرلینڈ کو ہمیشہ کے لیے آزادي سے محروم کیا اور نہ امریکہ سے جنگ کي -

ہم اہل انگلستان و امریکہ جسقدر جلد اپنے اپنے دل تمام سرویي قوم کے خلاف اس منافقانہ سخن سازي سے خالي کرلینگے جسکي وجہ چند ہولناک واقعات ہیں اور جو بربري ہنگاموں میں ناگزیر ہوتے ہیں' اسیقدر جلد ہم ان لوگوں کو ترقي اور آزادي میں مدد دیسکینگے' اور یہی ایک ضمانت ہے جو آیندہ بربري حرکات کے عدم امکان کے لیے ہوسکتي ہے -

اگر تم لییژ میں خانماں سوزي و خونریزي کي وجہ سے تمام جرمن زبان بولنے والي قوم کے خلاف (جسکي تعداد ٧٠ - ملین ہے) بغض و عداوت اور بے رحم انتقام کي قسم کھالو' تو یہ تمہارا فعل عین انصاف اور بالکل بجا ہے - لیکن اسیطرح دوسري قوموں کو بھي سمجھنا چاہیے - مظلوم قومیں اور ستم کشیدہ نسلیں غضبناک ظلم کے قلعے ہوتي ہیں - یہ جنگ متحرک تصاویر کا تماشہ نہیں ہے - اس مرقع میں ملکہ ڈراگا اور ارچ ڈیوک فرڈیننڈ کی تصویریں نہیں ہیں - ایک مدبر کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ گذشتہ باتوں کا انتقام لیا کرے' بلکہ اسے حال کے امکانات اور مستقبل کي امیدوں پر بحث کرني چاہیے !

(اولین بلقان لیگ)

اسوقت ایک واضح امکان یہ ہے کہ بلقان لیگ دوبارہ زندہ کي جاسکتي ہے' اور ان دوبارہ اٹھنے والي قوموں کی امیدوں میں اور اپنے مصالح میں تطبیق دیجاسکتي ہے - اس کار خیر میں انگلستان ایک کار فرما اور براہ راست دور تمثیل کرسکتا ہے - بلقان لیگ کي شکست تمام دنیا میں آزاد خیال رایوں کیلیے ایک گہري مایوسی تھي -

مگر یہ ایسي مصیبت نہیں کہ دور نہ ہوسکے - اتفاق تعجب انگیز تھا - افتراق تعجب انگیز نہ تھا - اور اس افتراق کي وجہ سرویا کي مخالفت تھي جو اسکے دوستوں کے طرف سے نہیں بلکہ اسکے دشمن آسٹریا کی طرف سے ہوئی تھي -

اب آسٹریا کا خیال نہیں رہا - اسوقت رومانیا اور بقیہ تینوں سلطنتوں کیلیے ہمارے ساتھہ عام اتفاق اور یکجائي عمل کے ساتھہ کام کرنے میں واضح اور معقول فائدہ ہے -

یونان کے لیے ایپرس' جزائز ایجین' اور قبرص (ہم اسکو چھوڑ سکتے ہیں) میں کافي معاوضے موجود ہیں - بلغاریا میں مقدونیہ کي نیاضانہ اصلاح کا کام موجود ہے اور شمال کي دو سلطنتوں کي طبیعي توسیع ابھي ظاہر ہوچکی ہے - ان ریاستوں کو ہماري طرف سے ہوکے متعدد طور پر کسي کارروائی سے جو شے مانع ہوتی ہے' وہ درحقیقت صرف بے اعتمادي اور عداوت ہے جو پہلی بلقان لیگ کي شکست کي وجہ سے ہنوز باقی ہے - وہ جلد باہم ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرینگے - لیکن وہ انگلستان پر بخوشي اعتماد کرینگے (؟) وہ اب ایک ایسی کانفرنس میں بخوشي بیٹھینگے جسمیں انگلستان' روس' اور اطالیہ کے قائمقام ہوں' اور انکو یہ یقین دلایا جائے کہ یہ فیصلہ دائمي ہوگا اور پھر ایک ھي دن میں انکي پیش اندیشیدہ حدود کے ہر امر کو طے کردیا جائیگا - وہ ایسي صلح بخوشي کرینگے جو ایک صدي تک قائم رہے -

انگلستان مصالحت کرانیکے علاوہ کچھہ اور بھي کرسکتا ہے - وہ انھیں مالي مدد دیسکتا ہے اور اسطرح آسٹریا اور جرمني پر عقب سے حملے کیلیے ٦ یا ٧ لاکھہ جنگ کے خوگر سپاہیوں کي کمک مل سکتي ہے -

(اطالیہ اور موجودہ جنگ)

اسکے علاوہ اگر بلقان لیگ پھر قائم ہوگئي تو یہ بمشکل ممکن ہوگا کہ اطالیا اس جنگ میں شرکت سے انکار کرے - کیونکہ جب سرویي " ڈیلمیشیا " میں ہونگے تو اسوقت اطالیوں کو ٹریسٹ اور فییوم میں داخلہ سے باز رکھنا بمشکل ممکن ہوگا اور روسي سیلاب کو برلن تک راستہ ملنے سے بہت پہلے (جسکا انتظار سرگرمي کیساتھہ ہو رہا ہے) اسکي جنوبي حملہ آور فوجیں وائنا میں ہونگي -

اس جنگ کے محدود رہنے کا زمانہ گیا - اب تو وہ وقت آگیا ہے کہ ہر وہ سپاھي جو میدان جنگ میں لڑنے جاتا ہے' یورپ کي جانکني کي مدت کا ایک حصہ کم کردیتا ہے -

یہ بلقان لیگ کے صرف جنگی فوائد نہیں ہیں جنکا مجھے اسقدر خیال ہے - دوبارہ زندہ ہونیوالے یورپ کیلیے صلح کي ایک بلقان لیگ کی شدید ضرورت ہے - بلکہ یہ لیگ تمام عالم کے اطمینان کیلیے بھي ضروري شے ہے - (باستثنائے عالم اسلامي - الہلال) میں پھر کہتا ہوں کہ قطعاً اس بلقان لیگ کي ضرورت ہے - اگر ولٹشائر کے کسان کو امن و امان کے ساتھہ اپني بھیڑوں کے گلے چرانا ہیں - اگر لوگوں کو چکاگو اور یرکوھیما میں خوشحال اور کامیاب ہونا ہے' تو شاید " بلقان لیگ " کافي طور پر وسیع نہیں - کیونکہ جزیرہ نمائے بلقان میں رومانیا نہیں ہے - اگر یہ فیصلہ دیرپا ہونے والا ہے تو اسمیں اطالیا کو بھي ضرور شریک ہونا چاہیے -

اگر یورپ کا فیصلہ آزادانہ اصول پر کیا گیا تو اسکي وجہ سے ۲۰ ملین آبادي کي یہ مختلف سلطنتیں پیدا ہوجائینگي' جنمیں سے کوئي بھي تنہا اپنی حفاظت کے قابل نہ ہوگي البتہ مجموعي حیثیت سے وہ دنیا کي قوي ترین طاقت ہونگي - اسکے ساتھہ یہ بھی ظاہر ہے کہ باہم ایک عام رابطہ اور مفاہمت کے ذریعہ وابستہ ہوجائینگي -

(غـذا اور تنخـواہ)

مجموعی حیثیت سے جرمن سواروں کو بری غذا نہیں ملتی - جب وہ ایکٹو سروس پر ہوتا ہے (یعنی جب وہ کام کرتا ہے مثلاً جنگ میں لڑ رہا ہے یا نمایشی جنگ میں شریک ہے) تو اسے راشن مفت ملتا ہے - ایسے زمانہ میں ڈیڑھہ پونڈ روٹی یا بسکٹ، ساڑھے تیرہ اونس گاے کا گوشت، ساڑھے تین پونڈ آلو اور کافی ملتی ہے - یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کا راشن ہر وقت اور ہر حالت میں مہیا نہیں ہوسکتا - خصوصاً شدید جنگ میں کہ بسا اوقات کمسریٹ کی گاڑیاں کہیں کی کہیں نکلجاتی ہیں ، اور کبھی تو دشمن کے ہاتھہ لگ جاتی ہیں -

ایسے وقتوں میں اسے اپنے " آہنی راشن " سے کام لینا پڑتا ہے - یہ آہنی راشن چھوٹا سا ٹین کا ایک ڈبا ہوتا ہے جس میں گوشت ترکاری خشک کی ہوئی بند ہوتی ہے - یہ ڈبا ہر سپاہی کے همراہ رہتا ہے - گرم پانی ، ایک چٹکی آٹا ، اور تھوڑا سا نمک، اچھا خاصا مزیدار سالن تیار ہوگیا !

ایک الان سپاہی کو روپیہ پس انداز کرنے کے مواقع بہت کم ملتے ہیں، کیونکہ غذا ، وردی ، اور دوسری مدوں کے جبریہ وضع کرنے کے بعد اسکے پاس صرف دو پنس (ایک پنس ایک آنے کا ہوتا ہے) کے پیسے بچتے ہیں - تاہم بییر اور تمباکو سستی ملتی ہے - البتہ جو والدین اپنے لڑکوں کو بہت چاہتے ہیں ، وہ اس عزت کے صلے میں جو انہیں لڑکے کے الان ہونیسے حاصل ہوتی ہے ، اسکی جیب میں کبھی کبھی چند " پفین اگ " ڈالدیتے ہیں - پفین تانبے کا ایک جرمن سکہ ہے جو پینی کے برابر ہوتا ہے -

(مـدت خدمت)

۱۷ سے ۴۵ سال تک ہر کام کرنے کے قابل جرمن کیلیے فوجی خدمت لازمی ہے - عام حالات میں ۲۰ برس سے پہلے فوجی تعلیم شروع نہیں ہوتی - اگر کوئی شخص الان فوج میں داخل ہوتا ہے تو اسے ۳ سال تو رینکس (عام سپاهیوں) میں اور دو سال سروس (خدمت) میں رہنا پڑتا ہے -

اسکے بعد وہ " لینڈ وہیر " میں آتا ہے - یہاں وہ ۵ - سال تک رہتا ہے - اسکے بعد وہ ۸ سال تک " سکنڈ ڈویژن " میں رہتا ہے اور وہاں سے " لینڈ اسٹرم " میں آتا ہے - جب ۴۵ سال کی عمر ہوجاتی ہے تو پھر اسکی مدت خدمت ختم ہوجاتی ہے اور اپنی دنیاوی زندگی بسر کرنے کیلیے آزاد ہوجاتا ہے -

---

بلقـــان کا عقدۂ لا ینحـــل

انگلستان کے مصالح و ضروریات اور اقوام بلقانیہ کے حوصلے

بلقان لیگ کی دوبارہ احیاء کی سعی

اثر: کاتب شہیر ایچ - جی - ویلس

بلقان کی ریاستیں کبھی بھی کوئی مستقل مسئلہ نہ تھیں، بلکہ همیشہ سے انکی حیثیت ضمنی و تبعی رہی ہے - یعنی ایک اور مسئلہ ہے جسکی وہ ایک جزء رہی ہیں - یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی شخص اس مسئلہ کا ایسا کاغذی حل بھی پیش نہ کرسکا ، جسے دوسرا شخص بھی قبول کرسکتا -

اصل یہ ہے کہ معاملات بلقان کو طے کرنے کی کوشش کرنا اور طے کرتے وقت اسٹریا هنگری کی شاهنشاہی کو نظر انداز کردینا بالکل ایسا ہے ، جیسے کسی اسپتال کے چند مریضوں پر بحث کرنا مگر کسی کے سر ، کسی کے شانے ، کسی کے پیر ، اور کسی کے پیٹ کو نظر انداز کردینا - کیا ایسی بحث لائق قبول ہوسکتی ہے ؟

بلقان اور آسٹریا هنگری کے باہم ارتباط و وابستگی کی یہ حالت ہے کہ اہل سرویا کا بڑا حصہ اور اہل رومانیا کی ایک کثیر تعداد آسٹریا هنگری میں رہتی ہے - آسٹریا بحر ایڈریا ٹک کی طرف سرویا کی ترقی کی راہ میں ایک پتھر ہے - یہی پتھر ہے جسکی وجہ سے سرویا کو بلغاریا سے نا گوار جنگ کرنا پڑی -

مگر اب شاید ہر شے بدلگئی ہے - اب انگریزوں کو آسٹریا هنگری کے احساسات کے متعلق کسی قسم کی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت نہیں - اب ہماری مصلحتیں بلکہ شدید ضرورتیں بلقانی قوموں کے حوصلوں کے ساتھہ کوچ کر رہی ہیں -

(سرویا اور بلغاریا)

ہمیں پہلے ان چند لغو اور بے معنی خیالات کو صاف کرلینا چاہیے جنکو بہت سے اچھے آدمی بھی ان ریاستوں میں سے دو ریاستوں کے متعلق یقین کرتے ہیں - آجکل کچھہ فیشن سا ہوگیا ہے کہ جب کبھی بلغاریا اور سرویا کے متعلق کچھہ لکھا یا کہا جاے تو اسطرح کہ گویا یہ دونوں قومیں مایوس کن طور پر بربریۃ ، جرائم پیشگی ، اور حب وطنی میں یوروپین قوموں کی رفاقت کے نا قابل ہیں - سرویا کے متوفی بادشاہ اور ملکہ کے قتل ، سراجیوا کی خونریزیاں ، بلغاریا کی سرویا پر سفا کیاں ، مقدونیہ میں عہد جنگ کی بے پایان بربریت و ستم کاری ، ان امور کو دوبارہ متحد ہونے والی " سرویاے عظمی " دوبارہ پیدا ہونے والی بلغاریا ، اور حسب سابق پھر قائم ہونے والی بلقان لیگ کے خلاف بہت زیادہ وزن پیدا کردیا جاتا ہے -

اب ان جرائم و مظالم سے گذر جانے کی کوئی صورت نہیں ، تاہم اسوقت دنیا کے سامنے جو عظیم الشان تنقیحیں پیش ہیں ، ان میں ان واقعات کو انکی واجبی حد تک رہنا چاہیے اور اس سے آگے نہ بڑھنا چاہیے -

* * *

آسٹریا میں اہل سرویا کی کل تعداد ۱۰ ملین ہے - اہل رومانیا کی تعداد بھی اسیقدر ہے - اہل بلغاریا غالباً ۷ ملین ہیں - زیش اور سلافی ۶ یا ۷ ملین ہیں - مگر ۱۰ ملین سے زاید نہیں ہیں - اسیطرح اہل رو تھنیا بھی اسوقت ۴ ملین ہونگے -

یہ امر ہر انگریز کے لیے ظاہر ہے کہ جب تک یہ لوگ اجنبی

گولي اور شے) اس میں اور توپ کے گولوں میں یه فرق هے که توپ جب گوله پهینکتي هے تو وہ اوپر کي جانب جاتا هے - اگر اسکي زہ طوِیل هو تو ۲۵ سو فیٹ تک بلند هوسکتا هے اور پهر نشانه پر لگنے کے لیے نیچے کي جانب اترتا هے -

لیکن تارپیڈو کي حالت اس سے مختلف هے - وہ تارپیڈو نلکي کے ذریعه یا کسي اور طریقے سے پهینکا جاتا هے - مگر توپ کے گولے کي طرح اوپر کی جانب نہیں جاتا بلکه نکل کے تهوڑي دیر ٹهر جاتا هے اور اسکے بعد پاني کے اندر هي اندر چلا جاتا هے - پاني کے عمق کی مقدار پهینکنے والے کي راے و تجویز پر موقوف هے - وہ جسقدر عمیق پاني میں چاهے تارپیڈو کو لیجاسکتا هے اور اپنا کام انجام دیسکتا هے - لیکن یه یاد رکهنا چاهیے که صرف پهینکنے والے کا ارادہ هي اس بارے میں کافي نہیں هے' بلکه اسکے ساتهه خود تارپیڈو کي ساخت میں بهي اسکي رفتار و عمق کي پوري استعداد هوني چاهیے - اگر اسکي مشین اسطرح نہیں بنائي گئي هے که وہ مختلف درجه کے عمق میں تارپیڈو پهینک سکے تو تارپیڈو پهینکنے والے کا محض ارادہ کچهه نہیں کرسکتا -

تارپیڈو اور گولے کا ایک اصولي فرق تو یه تها - دوسرا اساسي فرق یه هے که گولے کي سرعت رفتار کا دار و مدار ان آتشگیر مادوں کي قوت و ضعف پر هے جو اسے توپ کے دهانے سے نکالتے هیں - لیکن تارپیڈو اپني سرعت رفتار کے لیے اس قسم کے مادوں کا محتاج نہیں هے - خود اسکے جسم کے اندر بهي دو پلنگ مشین هوتي هے - یهي مشین تارپیڈو کو باهر نکالتي هے اور اسکي قوت و ضعف پر تارپیڈو کي سرعت و سست رفتاري [illegible] هے - تارپیڈو کی ابتدائی حرکت خواہ دبی هوئی هوا کے ذریعه سے هو (جیسا که تارپیڈو ٹیوب میں هوتا هے) یا بارود کے ذریعه هو' دونوں حالتوں میں جب تارپیڈو نکلتا هے تو پاني سے ٹکراتا هے - اس تصادم سے ایک پرزہ هٹ جاتا هے جو پہلے ایک قسم کي روک کا کام کرتا تها - اس روک کے هٹ جانے سے انجن چلنے لگتا هے اور بعض مخفي انتظامات کے ذریعه (جو ایک بحري افسر کی ایجاد هیں) ایک شدید حرارت پیدا هو جاتی هے - اسي حرارت کي وجه سے دبي هوئي هوا کي مقررہ مقدار تارپیڈو کو بہت دور تک لیجاتی هے -

(تارپیڈو ٹیوب)

اس مضمون میں آپ تین تصویریں دیکهتے هیں - یه ایلسرک تارپیڈو ٹیوب هیں - " تارپیڈو ٹیوب " سے مراد وہ نلکي هے جو تارپیڈو کے گولے کو دشمن کے جهاز پر اتارتي هے -

تارپیڈو ٹیوب پہلے کهربائي طاقت سے چلتي تهي مگر اب پاني کے زور سے چلتي هے - یه آبي طاقت اسکے لیے یا تو جهاز مهیا کرتا هے یا برقي اور دستي پمپ کے ذریعه حاصل کي جاتی هے - اس پمپ کے ذریعه فی مربع انچ ۱۵۰۰ پونڈ تک دباؤ پیدا کیا جا سکتا هے - بالفاظ واضح تر پمپ کے ایک مربع انچ پاني کا دباؤ اس شے کے دباؤ کے برابر هوتا هے جسکا وزن ۱۵۰۰ پونڈ هے !

اس پمپ کے لیے برقي طاقت ضروري نہیں هے - چار آدمي اگر هاتهه سے چلالیں تو اتنا دباؤ پیدا هوسکتا هے جو اس مشین کے تمام کاموں کو کافي سرعت کے ساتهه انجام دیگا (دیکهو تصویر نمبر ۳ - اسمیں تین آدمي هوا بهر رهے هیں)

پهلي تصویر میں مشین کے پهلو کي طرف ایک دروازہ سا نظر آرها هے - یه دروازہ بهي پاني کي طاقت سے بند هوتا هے - یهاں ایک چونگا هے جو پاني کي طاقت سے تار کي رسي پر حرکت کرتا هے - رسي کے سرے چند چرخیوں پر سے گزرتے هوے دروازے کے کنارے آکے مل جاتے هیں -

ایک شکنجه اس دروازہ کو روکے رهتا هے' اور وہ بهي پاني هي کی طاقت سے حرکت کرنے والے چونگوں پر متحرک هوتا هے - اسکا مقصد یه هے که جب تک دروازہ اچهي طرح بند نه هوجائے اسوقت تک یه شکنجه نیچے نه گرے - چند سوراخ اسطرح بنائے گئے هیں که شکنجه گرنے نہیں پاتا -

(یه مشین کیونکر گولہ باري کرتي هے ؟)

اس مشین میں پاني کي طاقت سے چلنے والا چونگا هوتا هے چونگے کے ساتهه ایک ریک هوتا هے (ریک میکنکس کي اصطلاح میں ایک سیدهي یا خفیف سي ٹیڑهي سلاخ هے جسکے ایک جانب دانت بنے هوتے هیں تاکه دندانه دار پهیوں کے اندر کام کرسکے) ریک ایک دندانه دار پهیے کو گهماتا هے اور وہ ایک دوسرے دندانے دار پهیے کے ذریعه ایک زنجیر سے وابسته هے - زنجیر ایک شیفٹ کو کهینچتي هے - شیفٹ سلاخ کا ایک ٹکڑا هے جسکے ایک سرے پر دندانه دار پهیا جڑا هوتا هے - یه آخري پهیا ایک دوسرے ریک سے ملا دیا گیا هے - یهي ریک اندر کي نلکي کي چوٹي پر بهي نصب هے - جب ریک گهومتا هے تو اسکی گردش سے یه نلکي اندر یا باهر آجا سکتي هے -

تصویر نمبر [۳] : تارپیڈو کي مشین میں هوا بهري جارهي هے ۔

جس شیفٹ کا ابهي ذکر کیا گیا هے' وہ ایک دوسري زنجیر سے وابسته هوتا هے - اس زنجیر کو دو پنجے کهینچتے هیں - ایک پنجه اندر کي طرف' دوسرا باهر کی جانب -

یهاں ایک کماني هوتي هے جو اس پنجه کو مشغول رکهتي هے جو نلکي کے اندر کسي شے کے دوڑنے کے لیے ضروري هے -

تارپیڈو نلکی میں ایک " رزرو واٹر " یعني حوض هوتا هے جس میں هوا بهري رهتی هے - اس هوائي حوض میں جب دباؤ في مربع ا' انچ ۳۰ پونڈ تک پهنچ جاتا هے' تو ایک سلنڈر میں (جس کو اردو میں چونگا یا نل کهنا چاهیے) ایک آله متحرک هوجاتا هے جسے پسٹن کهتے هیں - پسٹن ایک چهوٹے سے پرزے کا نام هے جسکي شکل چونگے کي سی هوتي هے - وہ نلکي کے سرے میں آکے اس طرح ٹهر جاتا هے که اگر چاهیں تو باري باري سے آگے اور پیچهے اسے حرکت دیں - اردو میں کسي قدر توسع و تجوز کے ساتهه اس کا ترجمه ڈاٹ یا کاگ بهي هو سکتا هے -

یهاں ایک اور آلے کی صورت بهي ذهن نشیں کرلیني چاهیے جسے " ویلو " کهتے هیں - ویلو سے مقصود ایک قابل حرکت پردہ هے جو

مذاکرۂ علمیہ

تارپیڈو

غالباً جدید بحریات میں سب سے زیادہ خطرناک اختراع "تارپیڈو" ہے - اسکے بے پناہ خطرے کا اندازہ اس اعلان سے ہوسکتا ہے جو انگلستان کے امیر البحر سر پرسی اسکاٹ نے اعلان جنگ سے کسیقدر قبل کیا تھا :

" ان زیر آب کشتیوں نے جنگی جہازوں کو ایک متروک الاستعمال شے بنا دیا ہے - ان پانی کے اندر چلنے والی کشتیوں نے جو حملہ کے ایک تنہا ہتھیار کی حیثیت سے تار پیڈو کو اپنے همراہ رکھتی ہیں' بھاری بھاری توپوں سے مسلح جہازوں کو چشم زدن میں مغلوب کرلیا ہے "

تصویر (۱)

(تار پیڈو کی اختراع)

تار پیڈو کی ایجاد سنہ ۱۸۶۶ع میں ہوئی ہے - اسکا مخترع "لپز" نامی ایک آسٹرین صناع ہے - لپز آسٹرین بیڑے میں کپتان تھا - اسوقت اس ایجاد کی کالذات صرف ایک کشتی تھی جسمیں آتشگیر مادے بھرے ہوتے تھے - اس کشتی میں ایک اسٹیم انجن یا کلاک ورک مشینری ہوتی تھی جو اسے چلاتی تھی - اسکی رہنمائی چند تاروں کے ذریعہ ہوتی تھی جو ساحل کے اسٹیشن یا کسی بڑے جہاز تک آتے تھے اور اسی ساحل یا جہاز کی چھت پر سے اسکی رہنمائی کی جاتی تھی -

یہ تارپیڈو اپنی ہیئت و شکل اور طریق عمل میں بالکل مسٹر برینین کے تارپیڈو کے مشابہ تھا - ان دونوں تارپیڈوں میں بجز اسکے اور کچھہ فرق نہ تھا کہ اول الذکر سطح آب کے اوپر کام کرتا تھا اور دوسرا پانی کے اندر -

انسان کی تمام ایجادوں کی طرح تارپیڈو بھی اپنے ابتدائی عہد اختراع میں غیر مکمل اور محتاج اصلاح تھا - مگر خوش قسمتی سے اسکو ایک، خریدار ملگیا جس نے اسکی تکمیل اپنے ذمہ لے لی - یہ خریدار مسٹر رابرٹ وہائٹ ہیڈ تھا -

وہائٹ فییوم کے ایک کارخانہ کا ڈائریکٹر تھا - اوسنے اس نامکمل ایجاد کو لپز سے خرید لیا' اور اسکی اصلاح و تکمیل پر خاص طور سے توجہ کی -

وہائٹ اس موضوع پر دو سال تک غور و خوض کرتا رہا - بالآخر سنہ ۱۸۶۸ع میں ابتدائی مشکلات مغلوب ہوے' اور ایجاد اس حد تک مکمل ہوگئی کہ اسکا اعلان کیا جاسکے -

انگلستان نے وہائٹ کو "شیرینس" میں مدعو کیا تاکہ اسکی ترقی یافتہ تارپیڈو کا تجربہ کیا جاے' اور اگر اس امتحان میں وہ کامیاب ہو تو انگریزی بیڑے میں بھی یہ اختراع روشناس کی جاے۔

وہائٹ ہیڈ نے اس دعوت کو منظور کیا اور دو تارپیڈو کشتیاں ساتھہ لیکر انگلستان پہنچا - ان میں سے ایک کا قطر ۱۶ - انچ اور دوسرے کا ۱۴- انچ تھا - ۱۶ - انچ قطر والی تارپیڈو کی زد ۳ ہزار فیٹ' اور ۱۴- انچ والی کی ۲ ہزار فیٹ تھی ' اور دونوں کی شرح رفتار زاید سے زاید ۷ بحری میل - (بحری میل کو انگریزی میں " ناٹ " کہتے ہیں جو ۶۰۸۰ فیٹ کا ہوتا ہے)

اس امتحان میں ترقی یافتہ تارپیڈو کشتیاں پوری طرح کامیاب ثابت ہوئیں - اسلیے امیر البحر نے ۱۵ ہزار پونڈ میں اس اختراع کے تمام حقوق خرید لیے اور یہ شرط لگالی کہ ایک خاص جماعت کو اسکے بنانیکی تعلیم بھی دینا پڑیگی' اور آیندہ جسقدر اضافے یا اصلاحیں ہونگی انسے فائدہ اٹھانیکا حق بھی صرف انگریزی بیڑے ہی کو حاصل ہوگا -

(تار پیڈو کیا ہے ؟)

تار پیڈو کے متعلق عام طور پر لوگوں کو غلط فہمیاں ہیں ' اور نہ صرف ہندوستان وغیرہ میں بلکہ خود انگلستان میں بھی عام لوگ بہت کم صحیح راے رکھتے ہیں -

مشہور اخبار " گلوب " کا ایک مضمون نگار لکھتا ہے :

" تار پیڈو کیا ہے ؟ اسکے متعلق اسوقت تک اچھے خاصے پڑھے لکھے اور ذہین لوگوں میں بھی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے - لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ تارپیڈو میں جہاز کا عملہ بھی ہوتا ہے اور وہ کوئی خاص طرح کی آبدوز کشتی ہے - حالانکہ اسکی کچھہ بھی اصلیت نہیں - تارپیڈو دراصل ایک پرو جیک ٹائل ہے۔ (پرو جیک ٹائل کا اطلاق ہر اس شے پر ہوتا ہے جو آگے کی طرف پھینکی جاے - خواہ وہ پتھر کا ٹکڑا ہو یا لوہے کی گولی ' یا

تصویر (۲)

بصائر و حکم

فاتحـــین کا داخلـــه

مفتوحه ممالک میں

تاریخ اسلام کا ایک صفحه

به تقریب فتح بلجیم و ورود فاتحین لوین و بروسلز

ان الملوک اذا دخلوا قرية ، جعلوا اعزة اهلها اذلة و کذالک یفعلون

فوجوں کا سیلاب جب میدان جنگ کی طرف بڑھتا ہے تو اسکے اندر سے ' غیظ و غضب ' جوش و غرور ' اور بغض و انتقام کی لہریں اوٹھتی هیں - قدیم جنگی داستانوں بلکه ملکی تاریخوں میں جنگ کے جن نمایاں واقعات کے گم شدگی کی عام شکایت کی جاتی ہے ' اونکو زیادہ تر انهی طوفان خیز موجوں نے اپنی آغوش میں چھپا لیا ہے - سمندر میں جب طوفان خیز لہروں کا تلاطم برپا هوتا ہے تو اوسکے درد انگیز نتائج کا حال اون لوگوں کو معلوم نہیں هوسکتا جو شام کے وقت ساحل کے کنارے اسلیے جمع هوجاتے هیں که سطح سمندر کے هر جدید تغیر سے ایک نیا لطف اوٹھائیں - اونکی حقیقت سے صرف وهی خانه ویران واقف هوسکتے هیں جنکے گھر کی دیواروں سے یه سیلاب ٹکرا کر گذر گیا ہے -

یونانی فوجوں کے جنون خیز جوش انتقام ' وحشت انگیز هجوم ' اور سودا زده تگ و دو کی داستان سکندر نامه کے اوراق کی سطح پر اگرچه ذوق نظر کے لیے ایک مقناطیسی کشش رکھتی ہے ' لیکن اوسکا افسانهٔ عبرت صرف ایران کے کھنڈر هی سنا سکتے هیں - نظامی نے صرف یه افسانه سنا تھا ' اور انھوں نے اسکو دیکھا بھی ہے !

دنیا میں اب بھی معرکہ کارزار گرم هوتے هیں ' فوجیں جوش و غرور میں بادل کی طرح امنڈ آتی هیں - بجلی کی طرح کڑکتی هیں ' سیلاب کی طرح آگے بڑھتی هیں - بیسویں صدی کے مناظر جنگ میں اگرچه قدیم زمانے کے خوفناک چهرے ' روئیں تن انسانوں کے هاتھه پانوں ' اور هفت خوان سیاحت کے عجیب و غریب مراحل نظر نہیں آتے ' تاهم "مہذب" انسانوں کا یه سیلاب بھی جب کسی شہر پناه سے ٹکراتا ہے ' تو ایران و بابل کے بوسیده کھنڈر دوباره همارے سامنے آجاتے هیں ' اور خانهٔ بدوش انسانوں سے کہیں زیاده تمدن مظلوم چیخ اٹھتا ہے -

(۲)

لیکن دنیا کی هر ابتداء اور انتہا کے درمیان ایک کڑی اور بھی هوتی ہے جسکا تناسب صرف ان دونوں سلسلوں کے بیچ میں رکھنے هی سے نمایاں هوسکتا ہے - گذشته قوموں کے جنگی کارناموں کی داستانیں ' بیت المقدس ' بابل ' اور ایران کی چار دیواریاں سنا چکیں ' جدید دور کے فنون حربیه و مناقب عسکریه کا نظاره لیژ و نامور کے قلعوں کی برجیوں پر سے کیا جاسکتا ہے ' لیکن تاریخ کی - زبان کسی زمانے میں بند نہیں رهی ہے - دور قدیم و دور جدید کے وسط میں ایک زمانه اور بھی گذرا ہے جس میں ایک گمنام قوم صحراے عرب سے اٹھی ' سیلاب کی طرح بڑھی ' اور موج کی طرح تمام کرهٔ ارضی پر پھیل گئی - دنیا نے اس سیلاب کی رو میں بھی ظلم و درندگی کی اونھی لہروں کو دیکھنا چاها جو همیشه فوجوں کے طوفانوں میں اوٹھتی رهی هیں '

لیکن ذوق نظارہ نا کامیاب هوکر گوشه چشم میں چھپ گیا - دنیا نے دیکھا که وہ مختلف مادی طاقتوں سے ٹکرائی ' بڑے بڑے قلعوں سے ٹکرلی ' عظیم الشان پہاڑوں کو ٹھوکر لگایا ' اور بالآخر تمام کرهٔ ارضی کو اوچھالکر رکھدیا ' تاهم نه تو کسی جھونپڑی کو اوجاڑا ' نه کسی گھر میں آگ لگائی ' نه کسی عظیم الشان محل کو برباد کیا ' نه تمدن کی یادگاریں مٹائیں ' اور نه تهذیب کے آثار قدیمه منهدم کیے - وہ فاتحانه جوش میں سیلاب کی طرح بڑھی لیکن جب ممالک مفتوحه میں داخل هوئی تو گرداب کی طرح سمٹ گئی ! !

(۳)

دنیا نے اس عجیب و غریب متضاد منظر کو دیکھا اور دم بخود هوکر رهگئی - صرف ایک ابن خلدون کی زبان میں حرکت نطق باقی رهگئی ہے - وہ اسکے فلسفیانه عقل و اسباب پوچھنا چاهتی ہے لیکن روحانیت کے دریا میں عقل و فلسفه دونوں غرطه کھا جاتے هیں - یہاں یه سوال بالکل بیکار ہے - تاهم اگر هم بانی فلسفهٔ تاریخ کی خواهش پوری کرسکتے هیں تو همکو اوسکے پورا کرنے میں دریغ نه کرنا چاهیے -

دنیا میں جب کوئی فوج فاتحانه جوش میں میدان جنگ کا رخ کرتی ہے ' تو اسکے دل کو مختلف طریقوں سے گرمایا جاتا ہے - طبل و قرنا کی هنگامه خیز صدائیں اوسکا خیر مقدم کرتی هیں - سپه سالار اونکی فصاحت اور رجزخوانوں کی آتش بیانی آتے گرمجوشی کے ساتھه رخصت کرتی ہے ' علم و پرچم لہرا لہرا کر انسانی آتش غضب کو بھڑکاتے هیں ' وطن پرستی کی مقدس قسمیں دیجاتی هیں ' قوم پرستی کا حلف اوٹھوایا جاتا ہے ' اور قدیم کارنامه هاے شجاعت ایک ایک کرکے یاد دلاے جاتے هیں -

انهی چیزوں کا پیدا کیا هوا جوش میدان جنگ میں سنگدلی ' بیرحمی ' قساوت اور وحشت و درندگی کی شکل اختیار کرلیتا ہے ' اور جب کسی شهر ٹکراتا ہے تو اوسکو چور چور کر دیتا ہے -

لیکن اسلامی فوجوں کی حالت تمام دنیا کے فوجی نظام سے بالکل مختلف تھی - نه تو دهل و طبل نے اوسکا دل بڑھایا ' نه اوسکے سامنے آتش بیانوں کی آگ بھڑکائی گئی ' نه سرخ و سبز جھنڈیوں کے سائے کے نیچے اوسکی نمایش کیگئی ' نه اوسکے سامنے وطن پرستی کے ترانے گائے گئے ' نه اوسکے دلوں میں قومیت کی یاد تازہ کرائی گئی ' اور نه عرب کی قدیم شجاعت کے داستانوں سے اوسکے خون کو گرمایا گیا - وہ خدا کی راہ میں ' حق و صداقت کے عشق میں ' خدا کا نام لیکر اوٹھی ' اور قوموں اور فوجوں کے بے شمار نسلی و ملکی مقصدوں کی جگهه صرف ایک مقصد روحانی اپنے سامنے رکھا :

لیکون کلمة اللہ علیا - تاکه اللہ کا کلمه حق سربلند هو -

وہ صرف ایک اخلاقی دستور العمل لیکر میدان جنگ کی طرف بڑھی :

اغـزوا باسم اللــه فی سبیل اللہ - اغزوا ولا تغلـــوا ولا تغـدروا ولا تمثلـوا ولا تقتلوا ولیدا - (صحیح مسلم)	خدا کی راہ میں خدا هی کا نام لیکر لڑنا ' خیانت نه کرنا ' بد عهدی نه کرنا ' دشمن کے هاتھه پانوں ناک کان نه کاٹنا ' بچوں کو قتل نه کرنا -
یسروا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا (صحیح مسلم	آسانی پیدا کرنا ' دشواری نه پیدا کرنا لوگوں کو اطمینان دلانا ' مفتوحوں کو وحشت زده اور غیر مطمئن نه کردینا -
استـودع اللــه دینکـم وامـانتکـم وخـواتیـم اعمـالکـم (ابو داود کتاب الجهاد)	میں تمهارے دین کو ' تمهاری امانت کو ' تمهارے نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کر کے تمهیں میدان جنگ میں جانے کیلیے رخصت کرتا هوں -

نلکي کے اوپر ہوتا ہے' اور اس طرح جڑا ہوتا ہے کہ ایک طرف کہلتا ہے اور دوسري جانب بند ہو تا ہے - پسٹن کے متحرک ہونے سے نلکي کا ریلر کہل جاتا ہے - اس کے کہلنے کے بعد ہوا کا دباؤ سلنڈر پر پڑتا ہے جو اندر اور باہر آتا جاتا رہتا ہے' ساتھہ ہی پنجہ کہلجاتا ہے - اور ان تمام ترتیبات کے بعد ہوا کا دباؤ پسٹن کے آگے کي طرف نکلکے اس طرح ٹہر جاتا ہے کہ نلکي اندر آ جا سکتی ہے -

تارپیڈو ٹیوب کے سر ہونے کے بعد ہوائي حوض میں ہوا کا دباو کم ہونا شروع ہوتا ہے' اور جب ۲۵ پونڈ فی مربع انچ سے بھي کم رہجاتا ہے تو اس وقت ایک کماني کے ذریعہ پسٹن اپنے سلنڈر میں پھر واپس چلا آتا ہے - پسٹن کے اندر واپس آجانے سے اندر کي طرف کا پنجہ پھر مشغول ہوجاتا ہے اور ہوائي دباو سلنڈر پر پڑنے لگتا ہے - اسکي وجہ سے نلکي خود بخود اندر چلي آتي ہے -

اس مشین میں دو دستي بیلن بھی ہوتے ہیں - انکا کام یہ ہے کہ وہ بوجھہ کو سنبھالے رہتے ہیں - بیلن ایک پن کے ذریعہ باہم وابستہ ہوتے ہیں - جب پن ہٹا دي جاتي ہے تو پسٹن اور دونوں پنجے حسب دستور کام کرنے لگتے ہیں اور نلکي اندر اور باہر آنے جانے لگتي ہے' بشرطیکہ آتشبار حوض خالي نہ ہوگیا ہو-

ریک اگر کسي وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ جاے تو یہ بیلن اسکو ٹھیک بھی کر دیتے ہیں -

تارپیڈو ٹیوب کے متعلق حال میں "گوانگو" نامی جہاز کے تجارب نہایت کامیاب ثابت ہوے ہیں - اسمیں ۲۰ ا' انچ کي ایلسوک تارپیڈو ٹیوب نصب کي گئي تھیں - اس جہاز کي رفتار اثناء تجربہ میں زائد سے زائد ساڑھے ۲۵ ناٹ تھی -

جاپاني جہاز "هیبي" زیر تعمیر ہے - اسمیں اسطرح کي ۸ مشینیں ہونگی - ترکي کے جو دو جہاز انگلستان میں بنے تھے' ان میں بھی یہ مشینیں نصب کي گئي تھیں' مگر افسوس کہ اب انکا تجربہ انگلستان کریگا - کیونکہ اس نے جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے اور جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ترکي انسے محروم رہگئي ہے -

(جدید تارپیڈو)

جدید تارپیڈو کي شکل ایسی ہوتی ہے جیسے دونوں جانب سے گاو دم سگار کی ہوتی ہے - (دیکھو تصویر ۳) البتہ اسکے سرے پر ایک ابھرا ہوا حصہ ہوتا ہے جسکو انگریزي میں نوز (ناک) کہتے ہیں - اس نوز میں چند پرزوں کا سلسلہ ہوتا ہے جنکا نام دھسکر (گل مچھ) ہے -

ان دھسکروں کی یہ خاصیت ہے کہ انکي ایک ہلکی سي ٹکر بھی تارپیڈو کے مشتعل ہونے کیلیے کافی ہوتی ہے -

تارپیڈو کی نلکی میں اس مقام پر ایک پنکھا بھی ہوتا ہے - جب تارپیڈو نلکي سے روانہ ہونے لگتا ہے تو یہ پنکھا از خود کہل کے متحرک ہو جاتا ہے - پنکھے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک تارپیڈو اس جہاز یا کشتی سے کسي قدر فاصلے پر نہ پہنچ جاے جس سے وہ پھینکا جاتا ہے' اسوقت تک زیادہ حرارت نہ پیدا ہونے پاے - کیونکہ اگر جلد گرمی پیدا ہو جاے تو یہ خطرہ ہے کہ شدت حرارت سے راستے ہی میں پھٹ جائیگا' اور بوجہ قرب کے خود اپنے ہی جہاز کو زخمی کردیگا -

تارپیڈو کے ابتدائی حصے میں ۳ سو پونڈ "گن کواٹن" (ایک بہت ہی سخت آتشگیر مادہ) ہوتا ہے - "گن کواٹن" میں ایک پرزہ کے ذریعہ آگ پیدا ہوتی ہے جسکو "ڈیٹونیٹر" کہتے ہیں - یہ ڈیٹونیٹر دھسکروں کے ذریعہ چلتا ہے -

تارپیڈو کے دوسرے حصہ میں دبي ہوئي ہوا ہوتي ہے' لیکن جدید ترین تارپیڈو میں ایک اور کمرہ بھي ہوتا ہے جس میں حرارت انگیز آلات ترتیب دیے گئے ہیں - ان آلات کي وجہ سے جو حرارت پیدا ہوتي ہے اس سے دبي ہوئي ہوا کي قدر و قیمت اور تاثیر بہت زیادہ ہوگئي ہے - ہوا سے بھرے ہوے حصے کے بعد وہ حصہ ہوتا ہے جسمیں انجن لگایا جاتا ہے - اس کے بعد وہ حصہ آتا ہے جسکو "بواے اینسي چیمبر" کہتے ہیں - یہ حصہ کم و بیش خالي ہوتا ہے' اور صرف اسلیے رکھا گیا ہے کہ تارپیڈو بقدر ضرورت تیرتي رہے - کیونکہ ایک مجوف جسم جب کسي دوسرے جسم سے ملیگا تو اس دوسرے جسم کو ڈوبنے نہیں دیگا اور سنبھالے رکھیگا -

تارپیڈو کے آخري حصہ میں جسکو ٹریل (دم) کہتے ہیں "پراپلر" یعنی آگے بڑھانے والا آلہ اور "رڈر" ہوتا ہے - (رڈر وہ آلہ ہے جس سے کشتي کا رخ بدلا جاتا ہے' اسکو اردو میں پتوار اور عربي میں سکان کہتے ہیں)

ہر تارپیڈو میں ایک "گالي روس کوپ" بھي ہوتا ہے - گالي روس کوپ ایک آلہ ہے جس سے گردش کي مختلف خصوصیات معلوم ہوتي رہتی ہیں - تارپیڈو کیلیے یہ بہت ضروري ہے - اسي سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتي ٹھیک راستے پر جا رہي ہے یا نہیں ؟

زد کا طول ۱۰ - ہزار گز سے بڑھاکے ۱۲ ہزار گز کردیا گیا ہے - یہ تمام مسافت تقریباً ۳۰ میل بحري کي شرح رفتار کے حساب سے طے کرنا چاہیے - ظاہر ہے کہ جب ۱۲ ہزار گز کا طول ۳۰ بحري میل شرح رفتار کے حساب سے قطع کرنا ہو تو اسوقت قادر اندازي کا سوال کسقدر اہم اور کس درجہ نازک اور مشکل ہے ؟

(تارپیڈو کے مقابلہ میں حفاظت)

انسان کي جنگي ایجادات کا عجیب عالم ہے ! جب کبھي وہ کوئي تباہ کن شے ایجاد کرتا ہے تو ایک ایسي ایجاد کي فکر میں سرگرداں رہتا ہے جو اس برباد کن آلہ کے مقابلہ میں سپر کا کام دے - علی ہذا جب کبھي وہ کوئي محافظ شے ایجاد کرتا ہے تو اسکو یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ کوئي ایسی شے ایجاد کیجیے جو اس محافظ آلہ کو بیکار کردے -

انسان نے دشمن کے حملے سے محفوظ رہنے کیلیے آہن پوش جہاز تیار کیے' مگر کیا ان آہن پوش جہازوں میں بھي وہ محفوظ رہسکا ؟ جہاں تک توپوں کي آتشباري کا تعلق ہے عام طور پر انگریزي ماہرین بحریات کي راے ہے کہ درع یا وہ غلاف آہني جسمیں جہاز ملفوف ہوتا ہے' توپوں کي آتشبازي کے مقابلہ میں بالکل بیکار ہے -

لیکن جب توپوں کے بدلے تارپیڈو کا نام آتا ہے تو یہ مسئلہ اور بھي نازک ہو جاتا ہے -

اسی بناء پر بعض مستقبل اندیش اشخاص کي راے ہے کہ بحري مدافعت کی اسکیم میں سے جنگي جہاز کو نکالدینا چاہیے -

بہر نوع تارپیڈو کے حملے سے بچنے کیلیے ایک قسم کا جال بھی ایجاد کیا گیا ہے جو "تارپیڈو نیٹ" کہلاتا ہے - یہ جال جہاز سے کسیقدر فاصلے پر رہتے ہیں اور اسے تارپیڈو کے حملے سے بچاے رہتے ہیں -

(٥)

لیکن اس زجر و توبیخ کےساتھه ایک دوسري طاقت بهي تهي جو مجاهدین اسلام کو جادۂ اعتدال و صراط مستقیم سے آگے بڑھنے نہیں دیتي تهي - اسلام جابرانه قوانین اور اقتدارانه احکام کا مجموعه نہیں ہے - اوسکا نظام تعلیم تمامتر اخلاقي روح سے لبریز ہے جن احکام کو هم اسلام کا ساده قانون کہتے هیں، وہ بهي اخلاقي رنگ کي آمیزش سے خالی نہیں : اسلیے آنحضرت مجاهدین اسلام کو صرف اخلاقي طاقت هي سے ان احکام کا پابند کرنا چاهتے تهے، چنانچه سفر جہاد میں جب کبهی اخلاقي نصائح کا جزئي سے جزئي موقع بهي پیش آجاتا تها، تو آپ اوسکے ذریعه مجاهدین کو رفق، وملاطفت، اور نرمي و رحم دلي کي تعلیم دیتے تهے - ایک سفر جہاد میں صحابه کسي چڑیا کے دو بچے پکڑلاے - چڑیا نے دیکها تو فرط محبت میں بے اختیارانه بچوں کے سر پر منڈلانے لگي - آنحضرت کي نگاه پڑگئي تو فرمایا : " اس چڑیا کا دل کسنے دکهایا ہے ؟ اسکے بچوں کو چهوڑ دو" پهر دوسري طرف نظر اوٹهائي تو دیکها که میدان میں چیونٹیوں کے گهر میں کسي نے آگ لگادي ہے؛ آپنے پوچها که ان چیونٹیوں کے گهر کو کسنے جلایا ہے ؟ صحابه نے کہا : کسي خاص آدمي نے ایسا نہیں کیا، هم سب نے اوسکو برباد کردیا ہے - فرمایا که "آگ کا عذاب صرف خدا هي دیسکتا ہے" (۱)

آنحضرت (صلعم) کا ذاتی طرز عمل اس سے بهي زیاده موثر تها - یہودیوں نے آپکو زهر دیا لیکن آپنے انتقام نہیں لیا - ایک کافر نے حالت خواب میں آپ پر حمله کرنا چاها - آپ بیدار هوگئے اور اوسکا حمله ناکام رها، تاهم اوسکو کوئي سزا نہیں دي - (۲) یہاں تک که اگر حالت اضطرار میں بهي آپکي زبان سے کوئي انتقامانه فقره نکل گیا تو خدانے آپکو اوسپر تنبیه کي - غزوہ احد میں جب آپکے چہرا مبارک پر پتهر لگا اور دندان مبارک شهید هوے تو آپنے فرمایا :

کیف یفلح قوم شجوا نبیهم ؟	وہ قوم کیونکر نجات پاسکتي ہے جسنے اپنے پیغمبر هي کو زخمي کردیا ؟

اسپر یه آیت نازل هوئي :

لیس لک من الامر شی او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون (۳)	تمهیں اس قسم کي بددعا کرنیکا اختیار نہیں ہے، یه کام صرف خدا کا ہے، وہ چاهیگا تو اونکي توبه قبول کریگا ورنه اونکو عذاب دیگا - کیونکه وہ ظالم هیں -

(٦)

اس احتساب و مراقبه کی بنا پر جن غزوات میں آنحضرت (صلعم) شریک هوے تهے، اون میں مجاهدین اسلام جادۂ اخلاق و انسانیت سے سر مو بهی تجاوز نہیں کرسکتے تهے، لیکن جن غزوات میں فوج کا سررشتۂ نظام صرف امیر العسکر کے هاتهه میں هوتا تها، وہ بهی آپکی اخلاقي نگراني سے خالي نہیں هوتے تهے - آپنے قبیله خثعم کیطرف فوج کا ایک دسته روانه کیا - معرکه کارزار گرم هوا تو چند آدمی جان بچانیکے لیے یا اسلیے که وہ حقیقتاً مسلمان تهے، سجدے میں گرپڑے - تمام فوجیں اونهي لوگوں کیطرف جهک پڑیں، اور ان جهکے هوے سروں کو نہایت آساني کیساتهه ته تیغ کردیا - آنحضرت کو معلوم هوا تو آپ نے نصف دیت دلا لي (۴). ایک بار آپنے قبائل حرقات کي طرف ایک سریه بهیجا - فوج نے حمله کرکے ایک آدمي کو گهیر لیا - وہ کلمه توحید پڑهنے لگا لیکن مجاهدین کي تلوار نے اوسکا فیصله کردیا - آپ کو خبر هوئي تو فرمایا : " قیامت میں اس خون کا ذمه دار کون هوگا ؟" اسامه ابن زید نے کہا : " وہ حقیقتاً مسلمان نہیں هوا تها، جان بچانے کے لیے کلمه پڑه دیا تها" آپنے برهم هوکر فرمایا : " کیا تمنے اوسکا دل پهاڑ کر دیکهه لیا تها ؟ " (۱)

(۷)

امراء فوج بهي بالکل انهي اصول اخلاق کے پابند تهے، اسلیے وہ فوج کے معمولی وحشیانه افعال کو بهی گوارا نہیں کرسکتے تهے - فوج کا ایک دسته عبدالرحمن بن سمرہ کي امارت میں مصروف جہاد تها - مال غنیمت میں ایک هاتهي آیا تو هر شخص نے اپنے قبضه میں کرنا چاها - اونهوں نے یه حال دیکها تو ایک عام تقریر کي اور فرمایا : " آنحضرت نے اس قسم کي غارت گري سے منع فرمادیا ہے" چنانچه سب نے مال غنیمت کو جمع کرکے مشترکه طور پر تقسیم کیا - (۲)

صحابه میں بعض بزرگ ایسے موجود تهے جو خود امراء کي اخلاقي غلطیوں پر نکته چیني کرتے تهے، اور اسلام کے هیئة اجتماعیه کا اصل اصول یهي امر بالمعروف ہے - عبد الرحمن بن خالد بن الولید نے چار کافروں کو هاتهه پاٰوں باندهه کر قتل کروا دیا، حضرت ابو ایوب انصاري کو خبر هوئي تو اونهوں نے کہا : " آنحضرت نے اس قسم کے وحشیانه قتل سے منع فرمایا ہے"، چنانچه عبد الرحمن بن خالد نے اسکے بدلے چار غلام آزاد کیے (۳)

(۸)

اس اخلاقي احتساب و مراقبه نے مسلمانوں کو جس قدر خوش اخلاق، متدین، اور فیاض طبع بنا دیا، اوسکي تصدیق متعدد واقعات سے هوتي ہے -

حضرة مقداد ایک بار قضاے حاجت کیلیے گئے تو دیکها که ایک چوها اپنے بل سے اشرفیاں نکال نکال کے باهر رکهتا ہے - اسطرح رفته رفته اوسنے ۱۸ دینار نکالے - حضرة مقداد اونهیں اوٹها لاے اور آنحضرت کے قدموں پر ڈالدیا - آنحضرت نے یه کهکر که "خدا تمهارے اس مال میں برکت دے" وہ اشرفیاں اونکے حوالے کردیں - (۴)

ایک مرتبه حضرت سوید بن عقله، حضرت زید بن صوحان، اور حضرت سلیمان بن ربیعه ایک ساتهه جہاد کي غرض سے روانه هوے - راسته میں ایک کوڑا پڑا هوا پایا - سوید نے اوٹها لیا - دونوں ساتهیوں نے ٹوکا لیکن اونهوں نے کہا : " میں اوسکے مالک تک پهونچانے کي کوشش کرونگا، ناکامیابي هوگي تو اوس سے خود فائده اوٹهاؤنگا " جہاد سے پلٹ کر اونهوں نے حج کا سفر کیا - حج سے فارغ هوکر مدینه آے اور حضرت ابي ابن کعب سے کوڑے کا واقعه بیان کیا - اونهوں نے کہا :

" میں نے آنحضرت کے زمانے میں ایک بار سو دینار پاے تهے - آنحضرت کي خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا که اوسکے مالک کو تلاش کرو، میں نے تین چار سال تک ڈهونڈها مگر اوسکا پته نه چلا، پهر میں نے آپ سے اوسکے متعلق دریافت کیا تو آپنے کہا که تهیلی سمیت گن کر رکهدو، وہ آے تو دیدینا ورنه تمهارے کام آئیگا " (۵)

(البقیة یتلي)

۱ ابوداود جلد ۲ ص ۷ کتاب الجهاد
۲ بخاري جزو ۵ ص ۱۱۵ کتاب الجهاد
۳ بخاري خبرہ ص ۹۹
۴ ابوداود جلد ۱ ص ۳۵۴ کتاب الجهاد

۱ ابو داود جلد ۱ ص ۳۵۴ کتاب الجهاد -
۲ ابو داود جلد ۲ ص ۱۳ کتاب الجهاد -
۳ ابو داود جلد ۲ ص ۱۰ کتاب الجهاد -
۴ ابوداؤد جلد ۲ ص ۳ -
۵ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۵۹ کتاب اللقطه

انطلقوا باسم الله وعلی ملة رسول الله! لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امراة ولا تغلوا وضموا غنائمکم واصلحوا واحسنوا! ان الله یحب المحسنین .. (ابو داود کتاب الجہاد)

خدا کا نام لیکر اور رسول الله کے مذہب کے پابند ہوکر میدان جنگ میں جاو - بڈھوں کو ' بچوں اور لڑکوں کو ' اور عورتوں کو ہرگز قتل نہ کرنا - خیانت نہ کرنا ' مال غنیمت کو متفقہ طور پر جمع کرنا ' اصلاح اور احسان کرنا ' خدا احسان کرنے والوں ہي کو دوست رکہتا ہے -

(٤)

یہ احکام اگر چہ خود اپنے اندر روحانی طاقت رکہتے تھے ' لیکن امیرالعسکر کے احکام کي پابندي اس طاقت میں اور بھی اضافہ کردیتي تھی - اسیلیے اوس کي اطاعت کے متعلق آنحضرت صلی الله علیہ و سلم نے خاص طور پر حکم دیا - اس اطاعت کا مقصد جاہ و اقتدار کا قایم رکھنا نہ تھا ' بلکہ محض اوس شر و فساد کا مٹانا جو فوجوں کے ذریعہ عموماً خدا کی زمین میں پھیلتا رہا ہے :

و من غزا فخرا ورياء وسمعة وعصى الامام وافسد فی الارض فانه لم یرجع بالکفاف (ابو داود کتاب الجہاد)

جو شخص فخر پرستي اور نام و نمود کیلیے لڑا اور امام کي نا فرماني کي ' اور خدا کي زمین میں فساد پھیلایا ' تو اوسکو سمجھنا چاہیے کہ وہ جہاد کے ثواب سے خالي ہاتھ واپس آیا -

چنانچہ جب کسي امیر العسکر نے صرف اظہار اقتدار کیلیے مجاہدین کو کوئی حکم دیا تو فوج کے اکثر حصے نے اوسکي مخالفت کي ' اور جب آنحضرت کو اسکي خبر ہوئي تو آپنے اوسکو حق بجانب فرمایا -

ایک مرتبہ ایک امیر فوج نے آگ روشن کي اور فوج کو اوس میں جانے کا حکم دیا - فوج کے ایک حصے نے اوس میں جانا چاہا لیکن دوسرے فریق نے انکار کیا ' اور کہا کہ " ہم تو آگ ہی (دوزخ) سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں " آنحضرت کو خبر ہوئی تو فرمایا :

" اگر وہ لوگ اون بھڑکتے ہوے شعلوں کے اندر قدم رکہتے تو ہمیشہ آگ (جہنم) ہی کے اندر رہتے - اطاعت گناہ کے کاموں میں نہیں کی جاتی ' اطاعت کا تعلق صرف نیک کاموں سے ہے " (ابوداود - کتاب الجہاد) لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق -

یہ اخلاقي احکام اور اخلاقي اطاعت اگرچہ قدم قدم پر مجاہدین کیلیے زنجیر پا بن گئي تھی ' لیکن جس قوم نے وحشت کدۂ عرب میں نشو و نما پائي ہو ' جس نے صحراے عرب ہی میں اپني شجاعت کے جوہر دکھاے ہوں ' جو بادیہ نشیں بدؤں سے سرگرم کار زار رہي ہو ' جو بے سرو سامان اور فاقہ مست ہوکر گھر سے نکلي ہو ' جو ہر طرف سے بغض و انتقام کے جذبات مشتعلہ سے گھري ہوئی ہو ' وہ دفعتاً اس قدر مہذب ' سیر چشم ' اور صلح جو نہیں ہو جاسکتي کہ اوسکے اخلاقي دامن پر ایک دھبہ بھي نظر نہ آے ' اسلیے اوس سے قدرتی طور پر بعض جزوي فرو گذاشتیں ہوئیں - لیکن کبھي بھي ان فرو گذاشتوں کي حوصلہ افزائي نہیں کیگئي ' بلکہ اون سے روکا گیا - ان غلطیوں کی داد نہیں دي گئی ' بلکہ اونپر ملامت کیگئي - اور عہد نبوت و خلافة راشدہ ان سے بالکل پاک ہے -

چنانچہ ایک غزوہ میں کسي عورت کی لاش ملی تو آپنے عموماً عورتوں اور بچوں کے قتل کي ممانعت کردی (ابوداود) ایک سفر جہاد میں جب صحابہ بھوک کي شدت سے بیتاب ہوگئے تو ادھر اودھر سے کچھہ بکریاں لوٹ لاے اور ذبح کرکے اونکا گوشت دیگچیوں میں چڑھا دیا - آنحضرت کو خبر ہوئي تو کمان کے ذریعہ دیگچیاں اولٹ دیں ' اور فرمایا :

ان النهبة لیست با حل من المیتة (ابوداود)

لوٹ کا مال مردار چیزوں سے کچھہ بہتر نہیں ہے -

فوج کیلیے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ اگر راستے میں دودھہ دینے والے مویشي مل جائیں تو اونکے دودھہ دوہنے کي کسیکو اجازت نہیں - سخت مجبوري کی حالت میں اگر مالک موجود ہو تو اوس سے اجازت لے لیني چاہیے ' ورنہ تین بار باواز بلند پکار لینا چاہیے (ابو داود - کتاب الجہاد)

(٥)

ان احکام اور اس روک ٹوک کے علاوہ مجاہدین اسلام کي خوش اخلاقي کا ایک اور بھي سبب تھا - فتح ممالک کیلیے جو فوجیں روانہ کي جاتي ہیں ' عموماً اونکي تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے - وہ ٹڈي دل کي طرح چاروں طرف اس وسعت کے ساتھہ پھیل جاتي ہیں کہ اونکی جزئي نگراني رکھنا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے - لیکن اسلامي فوجوں کي حالت اس سے بالکل مختلف تھي - امر بالمعروف و نہي عن المنکر اور اقامت صلواة و ایتاء زکواة کیلیے اونکا ظہور ہوا تھا ' اسلیے اونکا روحاني پلہ جسقدر بھاري تھا ' اوسي قدر اونکی مادیت کا وزن ہلکا بھي تھا - آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں مجاہدین کی اسي قلت تعداد کو دیکھکر خدا کي غیرت و رحمت کو ان پر حسرت الفاظ میں جوش دلایا تھا :

اللهم انك ان تشاء لا تعبد فی الارض (مسلم جلد ٢ ص ٦٥)

خداوندا ! کیا تیري یہی مرضی ہے کہ زمین پر اب تیری عبادت کرنے والے چند اشخاص بھي باقي نہ رہیں ؟

غزوہ بدر میں مجاہدین کي تعداد صرف ٣١٤ تھی ! اسلامي فوج کا سب سے بڑا اجتماع فتح مکہ میں ہوا تھا ' لیکن وہ بھي دس ہزار سے متجاوز نہ تھا (مسلم) پس قلت تعداد کي وجہ سے ایک محدود فوج کي اخلاقي نگرانی نہایت آساني کے ساتھہ ہوسکتي تھي -

تاہم فوج کی ایک عام خصوصیت یہ ہے کہ وہ میدان جنگ میں جسقدر منظم اور مرتب طور پر دوش بدوش کھڑي ہوکر لڑتي ہے ' اوسیقدر منزل پر پہنچکر غیر منظم طریقے سے منتشر ہوجاتي ہے - یہ وقت عموماً کھانے پینے اور گھومنے پھرنے کا ہوتا ہے - فوجیں اکثر اسي حالت میں ظلم و تعدي ' نہب ' وسلب ' اور لوٹ مار کرتي ہیں - ایک غزوہ میں مجاہدین کا گروہ ہر طرف پھیل گیا اور لوٹنا چاہا - انحضرة صلی الله علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو منادي کرادي :

من ضیق منزلا او قطع طریقا فلا جہاد لہ (بخاري جزو ٥ صفحہ ١٤٦)

جس شخص نے منزل کو گھیر لیا ' یا دوسروں کیلیے جگہ نہ چھوڑي اور رہزني کي تو اوسکا جہاد جہاد نہیں -

پھر بالکل اسکي ممانعت فرما دی :

ان تفرقکم فی هذه الشعاب و الاودیة انما ذالکم الشیطان

ان گھاٹیوں اور ٹیلوں میں جو تم پھیل جاتے ہو تو یہ شیطانی کام ہے -

اسکے بعد فوج کے نظام و ترتیب نے جو ترقي کي ' اوسکو اسی روایت میں نہایت جامع الفاظ میں اسطرح بیان کیا ہے :

فلم ینزل بعد ذلک منزلا الا انضم بعضهم الی بعض حتی یقال لو بسط علیهم ثوب لعمهم (ابو داود)

اسکے بعد جب آپنے پڑاو ڈالا تو مسلمان باہم اسقدر ملے جلے یکجا نظر آتے تھے کہ اگر اونکے اوپر ایک چادر تان دي جاتي تو سب اوسکے نیچے آجاتے !

دنیا نے آج نظام و ترتیب و قواعد میں اسقدر ترقی کی ہے کہ پچھلے انتظامات اسکے آگے وحشیانہ تفرقہ و انتشار معلوم ہوتے ہیں - لیکن کیا آج بھي کوئي منظم سے منظم اور مہذب سے مہذب فوج ایسي پیش کي جاسکتي ہے جو فتح و مراد کي حالت میں اسقدر باقاعدہ طور پر یکجا رہتي ہو ؟ اور پھر اسدرجہ اپنے افسر کي مطیع ہو کہ ایک سپاہي بھي قیام گاہ سے حرکت نہ کرے ؟

انگلستان کا بلجین مدافعین کے پیچھے کھڑا ہونا ایک " تازیانه بدست " شخص کی مثال ہے - ہاں انگلستان ہی ہے جس کی وجه سے انٹورپ کو جس میں لاکھوں جانیں اور ہزاروں صنعت گاہیں تہیں ' نقصانات عظیمه کا متصل ہونا پڑا - بلاشبه ایک دن آئیگا جبکه نہر کے پار ورغلانے والوں پر ہزاروں بددعاؤں اور لعنتوں کا ورود ہوگا " (یعنی انگلستان پر جو نہر ڈور کے اُس پار واقع ہے)

لیکن بعینه اسی طرح انگلستان اسکی تمام ذمه داری جرمنی کے سر ڈالتا ہے جو بلجیم پر بجبر و قوت قبضه کر رہا ہے - بہر حال قصور خواہ کسی کا ہو' لیکن اسمیں شک نہیں که بلجیم غریب کی جان تو گئی :

کچھه آنکهه کا گیا نه گیا کچھه خیال کا
مارا گیا دل اور یہی بے قصور تھـا !

(جرمن تیاریاں)

۹ - کی تار برقیوں سے ظاہر ہوتا ہے که انٹورپ کے سامنے ۲۰۰ جرمن توپیں ۲۸ ' ۳۰ ' اور ۴۲ سنٹمیٹر کی لگی ہوئی ہیں جنکے زد کی مسافت ۱۴ کیلومیٹر ہے - ان قلعه پاش توپوں کی ایجاد اس وقت تک دنیا کی نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی - ان توپوں کے تجربے اور انکے تیس تیس من کے گولوں کے نتائج نے قطعی طور پر فیصلـه کردیا ہے که جرمن فوج کیلیے قلعوں اور انکی درو دیوار کے استحکامات بالکل بے اثر ہیں' اور انپر بھروسه کرنا وہی نامراد نتائج پیدا کریگا جو لیژ' نامور' اور انٹورپ میں ظاہر ہوچکے ہیں -

(قلعه پاش توپیں)

ایک مراسله نگار کا بیان ہے که جرمنی کے محاصرہ کی توپیں اتنی وزنی ہیں که وہ لیژ کے خطوط محاربه پر بڑی سڑک کے راستے سے لائی گئیں' کیونکه چھوٹی سڑکوں میں انکا مہیب عرض نہیں سما سکتا تھا - یه توپیں گاڑیوں پر تھیں جنکے ۹ پہیوں کے قطر ۷' ۷ فیٹ کے تھے !

نامه نگار اقبال کرتا ہے که " میں ہر جگه گیا ہوں' مگر اتنے ڈیل ڈول کی اور اسقدر وزنی چیز آجتک میری نظر سے نہیں گزری "

" مجهه سے ایک جرمن افسر نے کہا که ہم میں کوئی سپاہی ایسا نہیں ہے جو ان توپوں سے کام لے سکے - اس سے کام لینے کے لیے صرف کرپس کے تعلیم یافته سپاہی ہیں "

ٹائمس کا نامه نگار جرمن توپوں کے گولوں کی تشریح کرتا ہوا لکھتا ہے :

" ۴۰ اور ۵۰ فیٹ تک کی بلندی تک جتنی چیزیں انکی زد میں آتی ہیں' وہ سالم نہیں بچتیں - ایک اصطبل کے اندر جس میں ۶۰ گھوڑے تھے ' ان عجائب الصنعة گولونکا ایک گوله گرا اور تمام گھوڑے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے - انکے ایک ایک گولے کا وزن ۳۰ ' ۳۰ من کا ہوتا ہے !

(جرمنی کی انسانیت و اخلاق)

امسٹرڈم کا تار ہے که جرمن سپه سالار نے صبح کے وقت اپنے ایک افسر کو سفید علم دیکر انٹورپ میں بھیجا ' اور اس نے اعلان کیا که ساڑھے ۹ بجے گوله باری شروع کر دیجائیگی - اس سے پہلے لوگ اپنی حفاظت کا انتظام کرلیں - اس حکم کے سنتے ہی لوگوں نے ڈچ سرحد کی طرف بھاگنا شروع کردیا - دو پہر کے وقت بلجیم گورنمنٹ بھی اوسٹنڈ چلی گئی تہی -

(گوله باری کا آغاز)

مورننگ پوسٹ لنڈن کا نامه نگار رقمطراز ہے :

" نہایت شفاف چاندنی میں گوله باری کا آغاز ہوا - ۸ - اکتوبر کو ایک بجے گولوں کی پہلی بارش ہی نے اہل شہر کو لرزا دیا - فقراء شہر سڑکوں پر نکلنے لگے اور ایک غم انگیز خاموشی سے سرحد کی طرف گام زن ہوے - تیل کے خزانوں کے [illegible] سے جنہیں خود بلجیم والوں نے جلادیا تھا ' شہر کو ہر چہار طرف سے گھیر رکھا ہے - جلتے ہوے مکانات کے دھویں سے بالکل تاریکی [illegible] ہے " اور بڑے بڑے گولوں کے ضرب سے مکانات گر رہے ہیں [illegible] کی ضرب سے کچھ کے جو ٹکڑے اڑتے ہیں ' اون سے دور [illegible] کھڑکیوں کے شیشے چور چور ہو جاتے ہیں -

(الحـــرب خـــدعة)

اسی نامه نگار کا بیان ہے :

" ۵ - کی شب کو بلجین فوجی دستوں نے قلعه ڈ[illegible] میں اپنی خندقوں کے سامنے دیکھا که سپاهیوں کی ایک جماعت چلی آرہی ہے - جب یه جماعت نزدیک پہونچی تو بلجین سنتری نے پکارا - انہوں نے جواب دیا که " ہم دوست ہیں " - اس جواب سے انہیں یقین ہوگیا که یه انگریزی فوج کا ایک دسته ہے - لیکن جب اس جماعت کی نظر بلجین کرنل پر پڑی جو [illegible] دونوں کی گفتگو سن رہا تھا تو اس میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اسکا منهه بند کردیا " -

نامه نگار کا بیان ہے که ہم نے دو بلجین سنتریوں کی نعشیں دیکھیں جنکے گلے گھونٹے ہوے تھے -

" اسکے بعد ہی جرمن بلجین سپاهیوں پر حمله آور ہوے اور دو ہزار سپاهیوں میں سے باره سو کو مار ڈالا "

۱۰ - اکتوبر کے تار سے واضح ہوتا ہے که جب جرمن انٹورپ کے " ولهن " نامی قلعه پر قابض ہوگئے تو آب رسانی کے اُن کارخانوں کو برباد کردیا ' جنکے ذریعه بلجین گورنمنٹ جرمن فوجوں کو تسخیر انٹورپ میں ناکام رکھنے کی مدعی تھی !

ایک نامه نگار کا بیان ہے که پنجشنبه کے دن تیل کے ۵۰ خزانوں میں آگ لگی ہوئی تھی - وسط شب کو معلوم ہوتا تھا که سارا شہر آتشکده بن گیا ہے !

(امید باطل)

مورننگ پوسٹ کے نام ایک مراسلت میں ظاہر کیا گیا ہے که ۲ - اکتوبر کو بلجینوں نے مجبور ہوکر شہر حواله کردینے کا فیصله کیا - مگر ۳ - اکتوبر کو برٹش کمک کے پہنچنے سے مژدہ سے انکی شکسته ہمتیں پھر بندھ گئیں - برٹش بحری دسته انگلستان سے تمام شب سفر کرکے ۲ - اکتوبر کو انٹورپ وارد ہوا اور فوراً اس مقام پر جہاں سخت ترین جنگ ہورہی تھی متعین ہوگیا - اسپر کمکی سپاه کے جنگ کا بہت زیاده زور پڑا اور دشمن کی سخت ترین آتش فشانی کا هدف بن گیا - بالاخر اُسے مراجعت کرنی پڑی "

(جرمن نشانه بازونکا کمال)

برٹش صفوف میں جرمن توپوں کے گولے ایسی صحت سے آکر پڑتے تھے جس سے صاف منکشف ہوتا تھا که جاسوسوں نے [illegible] دیا تھا که برٹش بحری بریگیڈ کدھر ہیں ؟ ۵ - اکتوبر کو جب [illegible] پیدل لشکر نے حمله کیا تو وہ ہولناک آتش فشانی سے پسپا کیا گیا - جرمنوں نے وحشیانه طور پر انگریزوں کو گولوں کا هدف بنایا جنکے پاس مقابله کے لیے ناکافی توپ خانه تھا - جب برٹش کمکی سپاه کے انٹورپ پہنچ جانے کی خبر مشتہر ہوئی تو انٹورپ میں مسرت و اعتماد کی عام لہر دوڑ گئی - لوگ بازاروں میں مجتمع ہوکر چیرز دینے لگے - گورنمنٹ نے تبادله دار الحکومت کا عمل در آمد ملتوی کردیا - ۴ - اکتوبر تک خوشی و مسرت کا ایسا ہی عالم رہا - اُس روز جرمنوں کے حملے تھم جانے سے گرجوں میں لوگوں کا بہت بڑا ہجوم مجتمع ہوگیا تھا -

تـکمیل فتـــح بلـجیـــم

سقــوط انٹــورپ

(اجمال تاریخي)

۱۹ - ویں صدي کے آغاز میں انٹورب دنیا کا عظیم الشان تجارتي صدر مقام تھا - سنہ ۱۵۷۶ع میں جب اسپیني سپاهیوں نے اسپر قبضہ کیا تو ۸۰۰۰ آدمی مار ڈالے گئے ' اور ایوان شہر (city hall) اور تقریباً ایک هزار مکانات جلادیے گئے - اس واقعہ کے ساتھہ هي برما ڈیوک کے یورش نے جو سنہ ۱۵۸۵ میں هوئي ' انٹورب کو قعر مذلت میں گرا دیا -

سنہ ۱۷۹۴ سے سنہ ۱۸۱۴ تک جبکہ یہ فرانس کے زیر حکومت تھا ' نیپولین نے اس سے ایک تجارتی منڈي اور فوجي مرکز کا کام لینا چاھا - سنہ ۱۸۱۵ع میں هوالینڈ اور بلجیم کا باهمی اتحاد انٹورپ کے لیے نہایت مفید هوا - سنہ ۱۸۳۰ میں جب انقلاب پسندوں نے اسے فتح کیا تو ڈچ کمانڈر جنرل چسني نے قلعہ کي طرف مراجعت کي اور گولہ باري شروع کردي - اس حادثہ سے اسکا اسلحہ خانہ برباد هوگیا - سنہ ۱۸۳۲ میں ۵۰۰۰۰ فرانسیسي زیر کمان مارشل گیرارڈ انٹورپ پر حملہ آور هوے - فرانسیسی ارٹیلري نے اسکے رهے سہے اندروني مقامات کو بھی تباہ کرڈالا - اسکے بعد یہ شہر بلجین گورنمنٹ کے حوالے کیا گیا اور سنہ ۱۸۳۹ کے صلحنامہ کے مطابق موجودہ زمانۂ جنگ تک بلجین هي کے قبضہ میں رها -

(استحکامات انٹورپ)

اینٹورپ کے قلعوں کے استحکامات کے متعلق مقامی معاصر (اسٹیٹسمین) نے مندرجہ ذیل لفظوں میں ماهرین جنگ کي راے نقل کي تھي :

" ماهرین جنگ کا بیان ہے کہ انٹورپ کے قلعے اسدرجہ مضبوط و مستحکم هیں کہ دشمن کا یہانتک پہونچنا بالکل ناممکن ہے - اُن استحکامات کے اعتبار سے جو سنہ ۱۹۰۸ میں بسرعت تمام پورے کیے گئے ' اسکو یورپ کے بہترین قلعہ بند مقامات میں شمار کیا جاسکتا ہے' اور دریا سے جو تعلق اوسے حاصل ہے اور جس آساني سے اسکے اندر رسد وغیرہ پہونچ سکتي ہے' اس کے لحاظ سے تو اسے بالکل هي نا قابل تسخیر هونا چاهیے -

جرمني نے اگر اسپر قبضہ کرلیا تو اپنے وزني توپوں اور ترقي یافتہ قلعہ بندیوں سے انٹورپ کو مدافعت کا ایک قوي ترین مقام بنا لیگي "

اسي طرح لنڈن ٹائمز نے اسکے متعلق حسب ذیل لفظوں میں ماهرین جنگ کا بیان شائع کیا تھا :

" بلجین سپاہ کا برسلز سے انٹورپ کو مراجعت کرنا عین فوجي مصالح و تجویز کے مطابق ہے' کیونکہ انٹورپ قلعہ بندیوں سے عملاً نا ممکن التسخیر بنگیا ہے - همیشہ سے یہ خیال تھا کہ اگر کبھي کوئي طاقت بلجیم کي بے تعلقي میں مخل هوگي' تو اسوقت بہ صورت مراجعت انٹورپ جائے پناہ کا کام دے سکیگا - اندازہ کیا گیا ہے کہ انٹورپ کے قرار واقعي محاصرہ کے غرض سے ۲۰۹۰۰۰ سپاہ کي ضرورت ہے -

انٹورپ اور اس کا نواح بیس سے زیادہ قلعوں سے محفوظ ہے - یہ قلعے مشہور فوجي انجینیر جنرل برلیالموٹ کے نقشہ کے مطابق تعمیر کیے گئے هیں - اسي نے لیژ اور نامور کے حفاظتي قلعوں کا بھي نقشہ تجویز کیا تھا - قلعہ هاے مذکورہ ان تمام سڑکوں کي جو انٹورپ کو جاتي هیں محافظت کرتے هیں - قلعہ بند علاقے کا رقبہ ساٹھہ میل سے زیادہ ہے -

قلعے کنکریٹ کے بنے هوے هیں اور هوائٹزر توپوں سے جو فولادي گنبدوں میں هیں ' نیز جلد چلنے اور غالب هونیوالي توپوں سے مسلح هیں - مستقل حفاظتي سامان' وسیع میداني توپخانوں' پیدل سپاہ کي خندقوں' اور خاردار تاروں کے دائروں سے مرکب ہے -

انٹورپ کے گرد و نواح کي سر زمین کي قدرتي نوعیت بھي دفاع کي موید ہے - اس کے بہت بڑے رقبہ کو پاني بھر کر دشمن کیلیے ناقابل گذر بنا دیا جا سکتا ہے - بقول سٹنڈرڈ اینٹورپ کو صحیح معنوں میں کبھي بھي محصور نہیں کیا جاسکتا - کیونکہ شمال و شمال مشرق میں اوسکي حد ڈچ سرحد سے ملتي ہے - اسلیے انٹورپ کا یہ پہلو ڈچ (هالینڈ) کي رضا مندي کے بغیر بند و مسدود نہیں کیا جاسکتا' اور هولینڈ اپنے علاقہ سے محاصرہ کي اجازت نہ دیگا - نیز شلٹ کے ساحل بحري سے بھي محافظین انٹورپ کو فایدہ اٹھانے سے روکا نہیں جاسکتا - جب تک برٹش میفہ بحر سمندروں پر حکمراں ہے اهل انٹورپ بحري جانب سے بخوبي متمتع هو سکتے هیں - پس انٹورپ کے لوگوں کو فاقہ کشي سے اطاعت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا' اور انہیں اپنے کھلے هوے راستوں بالخصوص ساحل بحر کي جانب سے کافي آذوقہ اور سامان جنگ پہنچتے رهنے کا یقین ہے "

(انٹورپ کیلیے انگریزي بحري مہم)

لنڈن کي امارت بحریہ اطلاع دیتي ہے کہ بلجین گورنمنٹ کي درخواست پر ایک بحري فوج اور دو بحري بریگیڈ مع چند بھاري توپوں کے انٹورپ کي مدافعت کیلیے بھیجے گئے - ۵ - اکتوبر کي رات تک بلجین فوج اور انگریزي بریگیڈ نے نہر " نیتھی " کي پوري طرح مدافعت کي' مگر منگل کي صبح کو بلجین فوجیں جو بحري فوج کے دهني جانب تھیں' مراجعت پر مجبور کي گئیں' اور جملہ مدافعین قلعوں کے اندر واپس چلے آئے - بلجین افواج کے اس مراجعت نے دشمن کو شہر کي گولہ باري پر اور دلیر کردیا - سرکاري بیان یہ ہے کہ خندقوں کي حفاظت میں انگریزي نقصانات ۳۰۰ سے کسي قدر کم هوے ' حالانکہ سپاهیونکا مجموعي میزان آٹھہ هزار ہے -

(جرمني کا بیان)

مشہور جرمن اخبار " برلینر ٹیجي لیٹ " لکھتا ہے :

" جب بلجین کے دلوں میں چند شرائط کے ساتھہ انٹورپ کي حوالگي کا خیال پیدا هو رها تھا تا کہ تباهي و بربادي کا سامنا نہو' تو یہ انگلستان هي ہے جس نے حاکمانہ امتناع کي آواز بلند کي اور سب لوگوں کو اسکے منظور کرلینے پر مجبور کیا - حتی کہ بلجیم کا غریب بادشاہ بھي اسکو نا منظور نہ کر سکا !

جاء الحق و زهق الباطل، ان الباطل کان زهوقا !

مسئلۂ البانیا

پرنس برہان الدین خلف اکبر سلطان عبدالحمید خاں ثانی جنکے شاہ البانیا ہونے کا حریت خواہان البانیا نے اعلان کیا -

پرنس ویڈ کو دول یورپ نے جبراً شاہ البانیا قرار دینا چاہا لیکن بالآخر ناکام و نامراد ہوکر اسے بھاگنا پڑا
فما استطاعوا من قیام و ما کانوا منتصرین ! یہ اس موقعہ کی تصویر ہے جب رات کے وقت پرنس
ویڈ کشتی میں سوار ہوکر بھاگ رہا ہے - قاتلہ اللہ !

مشہور البانی ملت فروش اسد پاشا جو آخری واقعہ کے بعد اٹلی میں نظر بند تھا لیکن آخری تار برقی سے
معلوم ہوتا ہے کہ اب البانیا میں پھر پہنچ گیا ہے اور اپنے تئیں مفروضہ جمہوریت
البانیا کا رئیس ظاہر کیا ہے - ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا !

(انگریزي بحري مہم کي ناکامي)

انگریزي امارت بحریه کا بیان هے که "پنجشنبه کو دشمن همارے خط مراسلات پر جو " لوکیر" کے نزدیک هے ' حمله آور هوا - اس جگهه بلجین نهایت استقلال سے دشمن کا مقابله کرتے رهے' لیکن دشمن کي کثرت تعداد نے انکو مراجعت پر مجبور کردیا-" مراجعت ایک بلیغ لفظ هے - عام بول چال میں اسکي جگه " فرار" کا لفظ بولا جاتا هے - اور یہی زیادہ عام فهم هے -

شب کے وقت تین انگریزي بحري بریگیڈ " سینٹ گیلي" کي طرف روانه هوے - ان بریگیڈوں میں سے دو صحیح و سالم رسٹنڈ پهونچ گئے' مگر پهلي بریگیڈ کے اکثر حصے کو جرمن حمله نے اوسٹنڈ نهیں پهونچنے دیا اور اسکو دو حصوں میں منتشر کردیا - غالباً اسکے یه معني هونگے که وہ دو حصوں میں منتشر هوکر مجبور به فرار هوے - اس بریگیڈ کا بڑا حصه جس میں ۲ هزار افسر اور سپاه تھے ' هوالینڈ میں "هسلٹ" کے نزدیک داخل هوا - هوالینڈ کے غیر طرفدار هونیکي وجه سے انلوگوں کو اپنے تمام اسلحه رکھدینا پڑے -

لندن کا تار هے که انگریزي فوج اور بلجین فوج کینگ البرٹ (شاہ بلجیم) کے همراہ اوسٹنڈ پهونچ گئي هے - فوج کے ایک حصے پر بھي " فوج " کا اطلاق هوسکتا هے - اسلیے انگریزي فوج کے پهنچنے سے مقصود محض اسکے ایک بقیة السیف حصے کا پهنچ جانا هوگا -

جرمن کمیونک کا بیان هے که قبل اسکے که جرمن انٹورپ میں داخل هوں' انگریزي اور بلجین فوجوں نے شهر کو خالي کردیا تها - انگریزي فوج ابتدا سے جو عقلمندي حفظ جان و نفس کیلیے ظاهر کررهي هے' اسکا اقتضا بھي یهي هے که اس نے مقابلے کے ناعاقبت اندیشانه خیال پر طریق فرار کے حفظ و صیانت کو ترجیح دي هوگي !

مفرورین جنگ کا بیان هے که شاہ بلجیم اپنے هاتهه کو سلنگ (پٹي جو زخمي عضو کے سهارے کیلیے گلے میں ڈالي جاتي هے) میں رکھے رهتا هے - اس سے معلوم هوتا هے که خود اسے بھي کوئي زخم پهنچا هے - علاوہ ان زخموں کے جنسے اسکا دل چور چور هے !

لندن کا تار هے که ملکه بلجیم لندن پهونچ گئي هیں -

(مفـرورین انٹورپ)

ڈچ سرحد کي طرف مفرورین جنگ بکثرت بهاگ رهے هیں -

لندن کا تار هے که انٹورپ میں دو اسٹیمر اوسٹنڈ جانے کیلیے تیار تھے - ان اسٹیمروں میں ۱۶ سو مسافروں کي جگه تهي لیکن مفرورین جنگ کي تعداد دس هزار تک پهونچ گئي - چهوٹي کشتیوں کے کنارے کي طرف بھي بهاگ نے والوں کا کافي هجوم تها - کل شام کو (۹ - اکتوبر کو) بھی ایک گاڑي لندن پهونچی هے جو مصیبت زدگان جنگ سے بھري هوئي تهي -

(جـــرمن اعـلان)

امسٹرڈم کا تار هے که جرمن اسٹاف نے اعلان کیا هے که انٹورپ کے تمام چهوٹے قلعوں پر جرمن قابض هوگئے هیں -

لندن کا تار هے که مورننگ پوسٹ کو قابل وثوق ذرایع سے خبر ملي هے که انٹورپ ساقط هوگیا اگرچه بلجین وزیر اسکي تصدیق نهیں کرتا - لیکن کسي مقام کے سقوط کے لیے اسکا ساقط هو جانا کافي هے - تصدیق کي همیں چنداں احتیاج نهیں -

امسٹرڈم کا تار هے که انٹورپ کي حوالگي کے جلسے شریف شهر کي رهنمائي میں هوے - قیدیوں کے شمار کا تخمینه نهیں کیا جاسکتا - جرمنوں نے بیشمار رسد اور سامان جنگ پر قبضه کرلیا هے -

(اهل شهر کے لیے اعلان)

کمانڈر جنرل بسیلر نے انٹورپ میں داخل هوکر اهل شهر کے نام یه اعلان شائع کیا :

" اگر تم مخالفت سے باز رهے تو تمهارا مال و اسباب چهوڑ دیا جائیگا - ورنه تمام مخالفین کو قانون جنگ کے متعلق سزا دي جائیگي اور خود تم هی اپنے خوبصورت شهر کے برباد کیے جانے کا باعث هوگے "

(جرمن سلوک و حسن معاملة)

لندن کا تار هے :

" امسٹرڈم کي خبروں سے واضح هوتا هے که انٹورپ میں ڈچ سرحد کي طرف ایک اشتہار شائع کیا گیا هے - اس میں مفرورین جنگ کو شهر میں واپس آجانے کي دعوت دي هے ' اور یقین دلایا هے که انکے مال و اسباب کو اس وقت تک کسي قسم کا کوئي نقصان نهیں پهونچایا جائیگا ' جبتک که وہ دشمني سے باز رهینگے - دکاندار خصوصیت کے ساتهه بلائے جا رهے هیں اور انکو یه دهمکي بھي دي گئي هے که عدم تعمیل کي حالت میں سخت سزا دي جائیگي - اس اشتہار پر شرفاء شهر اور جرمن کمانڈر کے دستخط هیں -

جرمن حکام کا بیان هے که " ۳۶۵۰۰ بلجین جو تسخیر انٹورپ سے پہلے بهاگ گئے تھے' اب واپس آ گئے هیں" اس سے معلوم هوتا هے که بهت جلد شهر مکرر آباد هوجائیگا - اور فاتحوں کا سلوک نهایت شریفانه هے -

ٹائمس کا نامه نگار لکھتا هے :

" جرمن افسر نهایت خلیق هیں - انکا اخلاق اس قدر وسیع هے که راهگیروں کے ساتهه بھي شریفانه سلام و کلام سے پیش آتے هیں "

لیکن کیا یه وهي جرمن هیں جو کل تک وحشي ' درندے ' خوفناک ' شیطان سیرت ' اور بے ننگ و ناموس تھے ؟ انکم لفي قول مختلف !

غالباً لندن کے اس تار کے مطابق که "کچهه دنوں تک انٹورپ کي بربادیوں کي داستانوں پر پردہ پڑا رهیگا " ابتک نام نهاد جرمن وحشت کاریوں کی کوئي خبر نهیں آئي هے !

(انگریزي نقصانات)

سول اینڈ ملیٹري گزٹ کا ایک تار جو ۱۴ کو لندن سے موصول هوا هے مظهر هے :

" امارت بحریه کا بیان هے که انٹورپ کي مدافعت میں انگریزي بحري فوج کا ایک میجر مارا گیا اور چار افسر زخمي هوے - کل ۱۳ زخمی انٹورپ سے " ڈوور" (انگلستان) پهونچ گئے هیں "

مورننگ پوسٹ زخمیوں کي تعداد ۲۰۰ لکھتا هے اور رقمطراز هے که ان لوگوں کو بڑي توپوں کے نه پهونچنے کا افسوس هے - بحري توپیں بھي بهت دیر میں پهونچیں اور چڑهائي نه جاسکیں -

بهرحال انگریزي فوج کا جسقدر بھي نقصان بیان کیا جاتا هے' یه محض توپوں وغیرہ کي اتفاقي بد نظمي کا نتیجه هوگا - ورنه ایک ایسي هشیار اور عقلمند فوج جو مقابله کی جگهه هٹ آنے کو همیشه ترجیح دیا کرتي هے' لازمي طور پر همیشه محفوظ هی رهیگي !

بلجین کی کل آبادي کا تخمینه ۷ ملین یعني ۷۰ لاکهه کیا گیا هے - مفرورین جنگ جو انگلستان یا هوالینڈ پهونچے هیں ' انکي تعداد کا تخمینه ڈیڑھ ملین یعنے ۱۵ لاکهه هے -

بلجین اور انگریزي مفرورین جنگ جو هوالینڈ گئے هیں انکي تعداد ۲۲۰۰۰ بیان کي جاتي هے -

Printed And Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. and Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

مقام هائرسن میں مفرور بلجین سپاہیوں کا پڑاؤ ' جرمن فوج کی واپسی کے بعد !

بلجین سپاہ کا ایک گروہ جنگ سے پہلے آرام کررہا ہے - یہ راحت کی آخری گھڑیاں تھیں جو اس بدبخت قوم کو نصیب ہوئیں !
و ما ظلمهم الله ولكن كانوا انفسهم يظلمون !

فرانسیسی توپخانے کا ایک منظر جو دشمن پر گولہ باری کررہا ہے !

اسراء جنگ یورپ ! زندانیان رنگون و کلکتہ ! !

ہندوستان کے جرمن قیدی باشندگان رنگون جو ۶ ستمبر کو کلکتہ لاے گئے

رنگون کے جہاز ران جرمن جو جنگ کے بعد قید ہوکر کلکتہ لاے گئے

جرمن قیدیوں کو کلکتہ جیل میں شمار کیا جا رہا ہے !

[اشتہار بقیہ صفحہ تیسرے کا]

ہائی کلاس فانسی - لیڈیز و جنٹلمینس
رسٹ واچ - اصلی . قیمت دس روپیہ رعایتی
تین روپیہ چودہ آنہ

سلور کیس - ۴ روپیہ چودہ آنہ -
اے اچھی چیز - چھہ روپیہ -
نیکل سلور کیس - انامسل ڈائل -
ایک چمڑے کی اسکراپ مفت دیجاتی
ہے -

بی - اس - احمدی - اینڈ کمپنی نمبر ۱-۳۶ - دھرمتلہ اسٹریٹ

ہندوستانی دوا خانہ دھلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کاروبار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - عمدہ دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالی شان کاروبار، صفائی، ستھرا پن، ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :
یہ ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت (خط لکھ کر منگوایئے)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دھلی

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

——:o:——

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کی کتاب ہے، اسکا اندازہ ارباب فن ہی خوب کرسکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب علیہ تھے جو ہمارے معلومات سے بالکل مفقود ہوجاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا، ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کی راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے "

لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخے دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردی گئی ہے -
درخواستیں : منیجر الہلال - کلکتہ کے نام ہوں -

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلی درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائی کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب، شام، فلسطین، مصر، عراق، وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروری حالات نہایت خوش اسلوبی سے سلیس و با محاورہ اردو میں قلمبند کردیے ہیں - فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکی افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کی دلی تائید کی، کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پھر بیس ہاف ٹون عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتہــــر

عبد الرحمن بکسلر و پبلشر شوکت اسلام پریس کنٹونمنٹ بنگلور

بیوٹیز اف اسلام

اسلام کی خوبیوں پر دیگر مذاہب کے احباب کی گرانقدر رایوں کا مجموعہ -

ہر شیدائی اسلام کو اسکا ایک نسخہ ضرور رکھنا چاہیے

سنہری جلد - عمدہ چھپائی - قیمت صرف ۸ آنہ -

المشتہر :— نور لائبریری - ۱/۱۲ سنڈاگ لین - کلکتہ

خالص اسلامی ترکی ٹوپی - ساخت قسطنطنیہ و مصر

ترکی ٹوپی - ہر قسم کی ملائم و چکنی اسفنج دار، ہر رنگ و ہر سائز کی مبلغ ایک روپیہ سے تین روپیہ تک کی قیمت کا موجود ہے، کلپاک - انور پاشا ٹوپی - خاکی سبز خاکی و سیاہ رنگ کی قیمت ۴ روپیہ و تین روپیہ آٹھہ آنہ -

خادم قوم - ایس - ایف - چشتی اینڈ کمپنی دھلی
سول ایجنٹ براے ہندوستان
فبریقہ ہرکہ - ہمایونی - معمورلاتی قسطنطنیہ فبریقہ دمشق
ایجپشین - ٹی تاربوش - قاہرہ مصر

اجتماعات حربیہ برطانیہ و سرویا !

نیو اسکاٹ لینڈ میں والنٹیروں کا ہجوم

پورٹ سموتهہ (ساحل برطانیہ) میں جنگي اجتماع

بلغراد (پایہ تخت سرویا) میں قومي جوش و خروش اورعام جنگي اجتماعات کا ایک منظر !

لندن کا ایک تاریخي اجتماع احزاب و اتحاد عموم ملت !

پارلیمنٹ کے دروازے پر ہزارہا لوگ جمع ہوگئے ہین - کچھہ دیر کے بعد مسٹر ایسکویتهہ اپني مشہور پہلي تقریر جنگ کرنے والے ہیں - اسي مجمع میں تمام پارٹیوں نے اپنے اختلافات کے التوا کا اعلان کیا اور مشہور السٹرسٹ لیڈ ورق کارسن نے کہ بیروني دشمن کے مقابلے کیلیے ہم سب ایک ہیں -

مفت　　　مفت　　　مفت

ایک عجیب مرز ۔

اصلی چیزیں ۔ کم قیمت ۔ نایاب ۔ کمیاب

اصل سے آدھی اور آدھی سے چوتھائی قیمت

۳۱ اکتوبر تک

نوٹ ۔ اس بات پر غور کیجیئے کہ ہر گھڑی کے ساتھ ایک چیز بطور تحفہ کے دی جاتی ہے اسطرح کہ

ایک گھڑی کے خریدار کو ایک جرمن سلور چین مفت

دو گھڑی کے خریدار کو ایک رولڈ گولڈ (سونا) چین مفت

تین گھڑی کے خریدار کو ایک جوڑا الکٹرک گولڈ پلیٹڈ سلف کلوزنگ اسپرنگ برسلٹ مفت ! !

اگر آپکو گھڑی پسند نہ آوے تو قیمت واپس دیجائیگی

اسپرنگ برسلٹ واچ

(گارنٹی ۴ سال)

۔ رولڈ گولڈ ۔ گول شکل بہت دیرپا ۔ آپ لوگ ۲۵ سیکڑے زیادہ فائدہ اٹھاوینگے اگر آپ ایک فرمایش بھی بھیجیں

ٹھیک نقشہ کے مطابق سچے وقت دینے والی قیمت اصلی ۱۰ روپیہ ۔ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۔

۳۲ پہلو والا	۶ روپیہ
اسکوائر شکل	۶ روپیہ
ہارٹ شکل	۶ روپیہ
ہشت پہلو	۶ روپیہ

نئی وضع کا اسکوائر رسٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

اس قسم کی گھڑیاں ابھی ابھی ہندوستان میں آئی ہیں ۔ نہایت فیشن ایبل لیڈیز اور جنٹلمین کثرت سے استعمال کرتے ہیں مضبوط کیس نکل کیس فینسی ڈائل ۔ عمدہ وقت دینے والی ۔ ٹھیک تصویر کے مطابق ۔

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ ۔ رعایتی قیمت ۶ روپیہ ۔ آٹھ آنہ اور کسیڈائزڈ اسٹیل کیس ۶ روپیہ آٹھ آنہ ۔

سلور کیس	۹ روپیہ ۴ آنہ
سلور اف پرل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

یہ گھڑی مع چمڑہ اور بکس کے ملیگی

فلیٹ لیور واچ

(گارنٹی ۵ سال)

نکل کیس ۔ کھلا ڈھکنا ۔ سائز ۱۸ ۔ سکنڈ کی سوئی کے شامل ایلس چابی پتھر ۳ عدد ڈائل میڈل کے ۔ اسپات کے سوئی سادہ کیس اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی ۴ روپیہ ۴ آنہ

نیو ڈیزین ببل رسٹ لٹ واچ ۔

(گارنٹی ۵ سال)

یہ رسٹ لٹ واچ بہت عمدہ ہے دیکھنے میں نہایت خوبصورت فینسی سوئیاں سچا وقت دینے والی اور جدید فیشن کا ٹھیک نقشہ کے مطابق ۔

قیمت اصلی ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۔

نکل کیس	۷ روپیہ ۴ آنہ
سنہری کیس	۶ روپیہ ۱۴ آنہ
سیاہ اوکسیڈائزڈ کیس	۶ روپیہ ۸ آنہ
فالن سل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

اشکال ہنٹنگ واچ

(گارنٹی ۶ سال)

رایٹ میڈل ہنٹنگ ۱۶ سائز ۔ کی وائنڈنگ ہاف پلیٹ ۔ گولڈ گلٹ مور منٹ سیلنڈر اسکیپمنٹ ۔ ایک نہایت خوبصورت گھڑی ۔

اصلی قیمت ۱۵ روپیہ ۔ رعایتی ۵ روپیہ ہاف ہنٹنگ ۔ چھ روپیہ آٹھ آنہ ۔

انگما واچ

(گارنٹی ۵ سال)

پتلی چپٹی شکل کی گھڑی جنٹلمین سائز ۔ پتھر ۲ عدد دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور سچ وقت دینے والی ۔

اصلی قیمت ۸ روپیہ ۔ رعایتی ۴ روپیہ ۸ آنہ ۔

بی ۔ اس ۔ نندی ۔ اینڈ کمپنی نمبر ۱ ۔ ۳۶ ۔ دھرمتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کردیا جائے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامہ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہائے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الآرا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوئے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الآرا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علمائے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پرآشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمیٰ ! نعمت عظمیٰ !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیائے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیائے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لاجواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبدالغنی صاحب وارثی نے جو اعلیٰ درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمیٰ کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلیٰ قیمت ۵ روپیہ *

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوی عبد الغفور خان صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیائے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جیسے بقول (موسیودی سیلن)

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں

یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیودی سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ء میں شائع کیا تھا - سوائے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق کثیر التعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیودی سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کردئے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہوگئی ہے - موسیودی سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوائی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنی حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیائے کرام و علمائے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنی شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تیار ہوگئی ہے - علاوہ معنوی خوبیوں کے لکھائی چھپائی خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ...... (۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعنی حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپکر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعنی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتائی گئی ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئی ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں اُن کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دے گی - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ (۹) فغان ایران - مارگن شوسٹر کی مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسی عمدہ جلد اعلیٰ - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب - عربی فارسی میں بھی اس فن کی ایسی جامع کوئی کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ قیمت سابق ۴ روپیہ - حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ

(۱۲) علم اصول قانون - یعنی سرڈبلیو - ایچ ریٹنگن کی کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یارجنگ مولوی چراغ الدین حصہ دوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی کی ایک جامع و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۶) معرکۂ مذہب و سائنس - ڈریپر کی مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوی ظفر علی خان صاحب بی - اے - قیمت ۴ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفیائے کرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلیٰ قیمت ۲۰ روپیہ -

نوٹ — ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی جلد ہمارے پاس تیار ہوسکتی ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

شہبـــــال

ایک هفته وار مصور رساله - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبي - سیاسي - علمی اور سائنٹفک مضامین سے پر ہے - گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر ہوتے ہیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائي اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکونکے انقلاب کی زندہ تصویر دیکھني منظور ہو تو شہبال ضرور منگالیجے - ملنے کا پتــہ :

پوست آفس فرح بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳

Corstantinople - استامبول

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو بنگلہ گجراتی اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشي ہیں تو ایجنسی کی درخواست بھیجیے -

منیجر

تاریـــخ ہنـدوسـتان

— * —

آثار مطبـــوعات قدیمـــۂ ہند

— * —

ترجمہ فارسی " ہسٹري آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مار

مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

(۱) ہندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کي ہیں ان میں مسٹر سي - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ لارڈ ایڈنگ کے زمانے میں مولوي عبد الرحیم گورکھپوري نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - کچھہ نسخے فروخت ہوے اور کچھہ گورنمنٹ کے لیے لیے اور عام طور پر اشاعت اسکي نہ ہوئي -

اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکی خاص طرح کي چھپائی بھي ہے - یعنے چھپي تو ہے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونہ اگر نستعلیق ٹائپ کا ابتک کوئی ہے تو یہی ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجہ کا لگا یا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلي کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئي ہے -

قیمت مجلد ۳ - روپیہ - ۸ آنہ - غیر مجلد ۳ - روپیہ -

تمام درخواستیں : " منیجر الہلال کلکتہ " کے نام آئیں -

۱۲ مشاهیر اسلام رعایتی قیمت پر

—○*○—

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۲) حضرت بابا فرید شکر گنج ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۳) حضرت محبوب الهی رحمة الله علیه ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۴) حضرت خواجه حافظ شیرازی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۵) حضرت خواجه شاه سلیمان تونسوی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۶) حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۸) حضرت سرمد شهید ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۳ انه رعایتی ۱ انه (۱۰) حضرت عبد الله بن عمر ۳ انه رعایتی ۱ آنه [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۱۲] حضرت خواجه حسن بصری ۳ آنه رعایتی ۱ آنه [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۱۴] حضرت شیخ بهاالدین زکریا ملتانی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۱۵) حضرت شیخ سعدی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۱۷) حضرت امام جعفر صادق ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۴ آنه رعایتی ۶ پیسه (۱۹) شمس العلما آزاد دهلوی ۳ انه رعایتی ۱ انه (۲۰) نواب محسن الملک مرحوم ۳ انه رعایتی ۱ انه (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۳ انه رعایتی ۱ انه (۲۲) آنریبل سر سید مرحوم ۵ رعایتی ۲ انه [۲۳] رائٹ آنریبل سید امیر علی ۲ انه رعایتی ۳ پیسه (۲۴) حضرت شهباز رحمة الله علیه ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۲۵) حضرت سلطان عبدالحمید خان غازی ۵ انه رعایتی ۲ انه (۲۶) حضرت شبلی رحمة الله ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۲۷] نظام الدین اولیا ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۲۸] حضرت ابو سعید ابو الخیر ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیری ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۳۰] حضرت ابونجیب سهروردی ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ انه رعایتی ۲ انه [۳۲] حضرت امام غزالی ۶ انه رعایتی ۲ انه ۲ پیسه [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ انه رعایتی ۲ انه [۳۴] حضرت امام حنبل ۴ انه رعایتی ۶ پیسه [۳۵] حضرت امام شافعی ۴ انه رعایتی ۱۰ پیسه [۳۶] حضرت امام ... ۴ انه رعایتی ۳ پیسه [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ - آنه - رعایتی ۲ - آنه (۳۸) حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکی ۳ - آنه رعایتی ۱ - آنه (۳۹) حضرت خواجه معین الدین چشتی ۵ - آنه - رعایتی ۲ آنه (۴۰) اوی عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنه رعایتی ۲ آنه - سب مشاہیر اسلام قریباً دو ہزار صفحہ کی قیمت یک جا خرید کرنیسے صرف ۲ روپیه ۸ - انه - (۴۰) ...ان پنجاب کے اولیاے کرام کے حالات ۱۲ - انه رعایتی ۶ - انه (۴۱) آئینه خدا شناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب خدا بینی کا رهبر ۵ انه - رعایتی ۲ انه - [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ - انه رعایتی ۶ - انه - [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۶ - انه - رعایتی ۳ انه - ... کی قیمت میں ... [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیه ۸ انه [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمه ڈیڑھ ہزار صفحه ... تصوف کی لا جواب کتاب ۱ روپیه ۷ انه [۴۶] هشت بهشت اردو هر جگہ ... اهل بهشت کے مشهور ... کے باتصویر حالات زندگی ... انکی سینه به سینه اور ... جو ... سال کی محنت کے بعد جمع کئے گئے هیں - اب دوسرا ایڈیشن طبع هوا ہے اور ... خریداران کے جو ... کی تصدیق کی ہے ... نمی لکھدی هیں - علم طب کی لاجواب کتاب ہے اسکی اصلی قیمت چھ روپیه ہے اور رعایتی ۳ روپیه ۸ انه [۴۸] ... اس نامراد مرض کی مفصل تشریح اور علاج ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۴۹] صابون سازی کا رساله ۴ انه رعایتی ۳ پیسه - (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایکروپیه [۵۱] اصلی کیمیا گری یه کتاب سونے کی کان ہے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسه - جسته بنانے کے طریقے درج هیں قیمت ۰ روپیه ۸ آنه

حرم مدینه منوره کا سطحی خاکه

——:*:——

حرم مدینه منوره کا سطحی خاکه یا (Plan) ہے جو ایک مسلمان انجنیر نے موقعه کی پیمایش سے بنایا ہے - نهایت دلفریب متبرک اور روغنی معه رول رکهنا پانچ رنگوں سے طبع شده قیمت ایک روپیه - علاوه محصول ڈاک -

ملنے کا پته — منیجر رساله صوفی پنڈی بهاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا هوا خوشگوار مچهلی کا تیل

TAKE WELL
Waterbury's Compound with Creosote and Guaiacol
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
MANUFACTURED BY WATERBURY CHEMICAL CO
SERIAL No 185

TAKE WELL
Waterbury's Compound PLAIN
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
MANUFACTURED BY WATERBURY CHEMICAL CO
SERIAL No. 185

ترکیب سے تیار کیا هوا مزه دار مچهلی کا تیل

ڈهیلے اور کمزور رگ و پٹهه کو طاقتور بنانے اور پهیپڑا کی بیماری اور کهانسی و زکام سے خراب هونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور والل کمپاونڈ" یعنے همارے یہاں کے تیار کیے هوئے مچهلی کے تیل سے بڑهکر اولی دوسری دوا نہیں ہے -

ایک بڑی خرابی مچهلی کے تیلوں میں یه ہے کہ اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا هوتی ہے' اور کبهی کم مقدار کا ایک خوراک بهی کهانا ناممکن هو جاتا ہے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنی مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقه یه ہے که نورلے ملک کی "کاڈ" مچهلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزه اور بو کو دور کرکے اسکو "مالٹ ایکسٹراکٹ" و "هائپو پهسپهائٹس" و "گلیسرن" و "اورمٹکس" (خوشبو دار چیزیں) اور پهیکے "کریوسوٹ" اور "گولیا کول") کے ساتهه ملانے سے یهه مشکل حل هو جاتی ہے - کیونکه "کاڈ لیور والل" کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نه صرف اسکی بدمزگی دور هوگئی ہے بلکه وه مزه دار هوگیا ہے اور اس سے پهرتی اور بشاشت هوتی ہے مگر یه مرکب دوا "کاڈ لیور والل" کے عمده فائده کو نہیں روکتی ہے - اسکو بہت عمده طور سے بنایا گیا ہے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے هیں - اگر تمهارا جسم شکسته اور رگ و پٹهے کمزور هو جائیں جنکا درست کرنا تمهارے لئے ضروری هو - اور اگر تمهاری طاقت زائل هو رہے اور تمکو بہت دنوں سے شدت کی کهانسی هوگئی هو اور سخت زکام هوگیا هو جس سے تمهارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسه کی قوت نقصان هوجانے کا ڈر ہے - ان حالتوں میں اگر تم پهر قوت حاصل کرنے چاهتے هو تو ضرور واٹر بری کا مرکب "کاڈ لیور والل" استعمال کرو - اور یهه اون تمام دواؤں سے جنکو هم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے هیں کہیں بہتر ہے - یه دوا هر طرحسے بہت هی اچهی ہے - یه دوا پانی و دودهه وغیره کے ساتهه گهلجاتی ہے' اور خوش مزه هونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے هیں - نسخه کو بوتل پر لکهه دیا گیا ہے - قیمت بڑی بوتل تین روپیه اور چهوٹی بوتل ڈیڑهه روپیه -

"واٹر بری" کا نام یاد رکهیے

یهه سب دوا نیچے لکهے هوے پته پر ملتی ہے :—

ایم - ایس - عبد الغنی کولوٹوله اسٹریٹ کلکته

روغن بیگم بهـــار

حضرات اهلکار، امراض دماغي کے مبتلا وگرفتار، علما، طلبه، مدرسین، معلمین، مولفین، مصنفین، کیخدمت میں التماس ہے که یه روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا اور پڑھا ہے، ایک عرصے کی فکر اور دوام کے بعد بہتیرے معدد ادویه اور اعلی درجه مقوي روغنوں سے مرکب کر کے تیار کیا گیا ہے، جسکا اصلي ماخذ اطباے یوناني کا قدیم مجرب نسخه ہے، اسکے متعلق اصلي تعریف بهی قبل از امتحان وپیش از تجربه مبالغه سمجھی جا سکتی ہے۔ صرف ایک شیشي ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یه امر ظاہر ہو سکتا ہے که آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹري کبیراجي تیل نکلے ہیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بھي کرتے ہیں آیا یه یوناني روغن بیگم بہار امراض دماغي کے لیے بمقابله تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے گیسوونکو نرم اور نازک بنانے اور دراز و خوشبودار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک قدرت اور تاثیر خاص رکھتا ہے - اکثر دماغي امراض کبھي غلبۂ برودت کیوجه سے اور کبھي شدت حرارت کے باعث اور کبھي کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا ہو جاتے ہیں، اسلیے اس روغن بیگم بہار میں زیاده تر اعتدال کي رعایت رکھي گئي ہے تاکه ہر ایک مزاج کے موافق ہو مرطوب و مقوي دماغ ہونیکے علاوه اسکے دلفریب تازه پھولوں کي خوشبو سے ہر وقت دماغ معطر رہیگا، اسکي بو غسل کے بعد بھي ضائع نہیں ہوگي - قیمت فی شیشی ایک روپیه محصول ڈاک ۵ آنه درجن ۱۰ روپیه ۸ آنه -

بٹیکا

بادشاہ و بیگموں کے دائمي شباب کا اصلي باعث یوناني میڈیکل سائنس کي ایک نمایاں کامیابي یعني -

بٹیکا ـــ کے خواص بہت ہیں، جن میں خاص خاص باتیں عمر کي زیادتي، جواني دائمي، اور جسم کي راحت ہے، ایک گھنٹه کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبه کي آزمایش کي ضرورت ہے -

ہمارا نرنجن تیله اور برنهير انجن تیله - اس دوا کو میں نے ابا و اجداد سے پایا جو شہنشاه مغلیه کے حکیم تھے - یه دوا فقط ہمکو معلوم ہے اور کسي کو نہیں درخواست پر ترکیب استعمال بھیجي جائیگي -

"ونڈر فل کالیهر" کو بھي ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیه باره آنه -

مسک پلس اور الکٹریک ریگر پرسٹ پانچ روپیه باره آنه محصول ڈاک ۹ آنه -

یوناني لوٹ بازار کا سامپل یعني سرکے درد کي دوا لکھنے پر مفت بھیجي جاتي ہے - فوراً لکھیے -

حکیم مسیح الرحمن - یوناني میڈیکل هال - نمبر ۱۱۵/۱۱۴ مچھوا بازار اسٹریٹ - کلکته

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

بہت تھوڑے سے واپس

ہمارا سن موهني فلوٹ ہارمونیم صرف فائده عام کے واسطے تین ماه تک نصف قیمت میں دي جاویگي یه ساگون کي لکڑي کي بني ہے جس سے آواز بہت ہي عمده اور بہت دیر تک قائم رہنے والي ہے -

سینگل ریڈ قیمت ۳۸ - ۴۰ - ۵۰ - روپیه اور نصف قیمت ۱۵ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیه ڈبل ریڈ قیمت ۹۰ و ۸۰ و ۷۰ روپیه نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیه ہے آرڈر کے ہمراه ۵ - روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیئے -

کمرشیل ہارمونیم فیکٹري نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکته -

Commercial Harmonium Factory
N.o 10 /3 Lover Chitpur Road
Calcutta

انڈیا فلوٹ هارمونیم

اسکے مقابله میں تمام ہرمونیم بیکار ہیں اسنے انڈین ایکزیبیشن سنه ۱۹۰۰ میں گولڈ مڈل حاصل کي ہے - اسکے آگے زیاده تعریف کی کونسی ضرورت ہے -

گارنٹي تین ۳ سال -

اکٹو سنگل سٹ رٹسپ ٹوسپ قیمت ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ روپیه " ڈبل " " - قیمت ۲۷ - ۳۰ - ۳۵ روپیه

ہر درخواست کے ساتھه پانچ روپیه پیشگي آنا چاهیے

A. P. Day and co.
22/1 Budhoo Ostagar Lane,
Calcutta.

عـــلاج بواسیر

داخلي - خارجي - خوني وغیره کیسا هي ہو، اسکے استعمال سے کلي آرام ہوجاتا ہے قیمت في شیشي چار روپیه -

سفید داغ کا لا جواب علاج

بدن میں کیسا هي سفید داغ کیوں نہو اسکے استعمال سے بالکل آرام ہوجاتا ہے -

قیمت في شیشي چار روپیه -

White & 50 Tollygunge
Calcutta

استره کی ضرورت نہین

مولٹر و صاحب کا ہیر ڈیلي ٹري لگا لیجیے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے في شیشي چھه آنه تین شیشي ایک روپیه -

پھـــول رانی

نہایت خوشبودار روغن پھول ہے جسکے استعمال سے دل ودماغ تازه رہتا ہے اسطرحکا روغن ابتک کسي نے ایجاد نہیں کیا -

قیمت في شیشي باره آنـه ایک درجن سات روپیه آٹھه آنـه -

Maithra & Co 1-1 Tarak Chatterjee Lane,
Calcutta.

اصلی مکر دهج

جوکه خاص طلا سے بنایا گیا ہے یه دوا خون کو صاف کرتا ہے بدن کو قوت بخشتا ہے، ناتوانوں کو توانا کردیتا ہے -

مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق ہے - قیمت نمبر ۱ ایک توله پچاس روپیه نمبر ۲ " " بتیس ۳۲ روپیه

۱/۹ سے کم درخواست نہیں آنا چاہے -

Imperial Depot.
60 Srigopal Mullik, Lane
Bow Bazar Calcutta

سنکاری فلوٹ

تین سال کي گارنٹي

بہترین اور سریلي آواز کی ہارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیه

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیه

اسکے ماسوا ہر قسم اور ہر صفت کا ہرمونیم ہمارے یہاں موجود ہے -

ہر فرمایش کے ساتھه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

R. L. Day.
34/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت ! مفت !

داعي صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگاني کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

بٹس برمن کے سارے ہندوستان میں مشہور ہے اور دوائیاں بچے ضعیف تک کو یکساں فائدہ کرتی ہیں۔

ڈاکٹر ایس - کے - برمن کا

بنایا ہوا

لال شربت ! لال شربت ! !

بچوں کیلیے ایک ہی دوا ہے - ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت -

شیر خوار بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے - دودھ پیتے ہی قے کردیتے ہیں - پالخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں لاغر ہوجاتے ہیں - دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں غذا جزو بدن نہیں ہوتا - ان سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کیواسطے کمزور ہوجاتے ہیں - ایسے حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں - بچے کو دودھ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنیسے لاغری جاتی رہیگی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہینگے - پوری حالت فہرست جسمیں جنتری اور سارٹیفکٹ درج ہیں منگواکر دیکھیے قیمت فی شیشی ۱۲ آنہ محصول ۴ آنہ تین شیشی کے لیے ۲ روپیہ - محصول ۱۰ - آنہ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے ملسکتی ہے ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے -

بٹس لیس کے سارے ہندوستان میں مشہور ہے اور دوائیاں ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں کے ہاں مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہملے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کرمی ہیں تا کہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجاے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں' اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ہوگئی ہوں' اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجاے تو بھوک بڑھ جاتی ہے' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی وچالاکی آجاتی ہے - نیز اسکی سابق تندرستی از سر نو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ

" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے

تمام دوکان داروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر ریزر بوائر

ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

مسیحا کا موہنی کسم تیل

سر کے بالوں کے لیے نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکم لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں' اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کاٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے' اور عالم متمدن نمود کے ساتھ فائدے کا بھی جویاں ہے - بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو جانچکر "موہنی کسم تیل" تیار کیا ہے - اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب کھلے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے - درد سر' نزلہ' چکر' اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے

قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت ۸ — آنہ

"کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)
فی ذالک فلیتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بالکل عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ اعتقاد ' مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ایسے ہیں جن میں ایک کلی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے - تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

Address :—"Alhilal," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor :
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

الهلال

مدیر مسئول و خصوصی تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۵ | کلکتہ : چہار شنبہ - ۸ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ھجری | نمبر - ۱۸
Calcutta : Wednesday, October, 28. 1914.

قطــرات اشــک

درکار ماست نالہ و ما در ہواے او
پروانۂ چراغ مزار خودیم مـا

(عــذر گنـــاہ)

(۱) گناہ کی جس معذرت کو " بد تر از گناہ " کہا گیا ہے ' وہ غالباً وہی معذرت ہے جسکی سوء اتفاق سے آجکل ہمیشہ الہلال کو ضرورت پیش آتی رہتی ہے - و عرفت ربی بفسخ العزائم - امسال ارادہ تھا کہ یوم الحج کے تذکار کی ایک خاص اشاعت مرتب کی جائیگی اور صوری و معنوی ' دونوں حیثیتوں سے اسکے لیے خاص اہتمامات ملحوظ رہینگے - چنانچہ باوجود ضیق وقت کے اسکا انتظام کیا گیا ' اور حسب معمول رسالہ کے آخری ابواب کے مقالات کمپوز ہو کر طیار ہو گئے - اب صرف باب التفسیر ' بصایر و حکم ' مقالۂ افتتاحیہ ' اور مباحث جنگ و شذرات باقی تھے - ان میں سے ہر چیز اگرچہ بظاہر " حج و عید " سے تعلق رکھتی تھی ' لیکن جیسا کہ اس عاجز کا طریق قدیم ہے ' فی الحقیقت سب کچھ رفت و موسم ہی کا افسانہ تھا ولله در ما قال :

مقصد ہے ناز و غمزہ ' ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنۂ و خنجر کہے بغیر !

علی الخصوص مقالۂ افتتاحیہ جو " اسوۂ ابراہیمی " کے عنوان سے لکھنا تھا اور جو نہایت ہی اہم و ضروری مقاصد پر مبنی تھا - نیز باب التفسیر جسمیں آیۃ کریمۂ " و اذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن ' قال انی جاعلک للناس اماما ' قال و من ذریتی ؟ قال لا ینال عہدی الظالمین " کے متعلق بے شمار معارف و حکم قرآنیہ فیضان الہی سے پیش نظر تھے -

لیکن عین اتوار کے دن (کہ اسی دن سے ابتدا کے فارم مرتب ہونا شروع ہوتے ہیں) یکایک بخار اور عارضۂ ورم گلو کا ایک ساتھ حملہ ہوا ' اور اسقدر شدید و اشد حملہ کہ اتوار کی شام سے دماغ بالکل معطل اور از کار رفتہ ہوگیا - ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح کام جاری رکھہ سکوں مگر دماغ نے ہر بار صاف جواب دیا - بمشکل طیار شدہ فارموں کی آخری تصحیح و ترتیب میں کچھہ مدد کرسکا جو کسی نہ کسی طرح چھپ گئے ' اور اس وقت تک (کہ بدہ کا آفتاب غروب ہو چکا ہے) اپنے تئیں بالکل مجبور و عضو شل پاتا ہوں :

ما اصابک من حسنۃ فمن الله وما اصابک من سئیۃ فمن نفسک -

(۲) جو قلبی تکلیف اور روحی صدمہ اسوقت میں محسوس کررہا ہوں ' اسکا صحیح اندازہ شاید ہی آپ کر سکیں - میرے گلے میں اسقدر شدید درد ہے کہ بغیر بھاپ کے آلے کی مدد کے بات نہیں کرسکتا ' تاہم یقین کیجیے کہ یہ درد اس تپش کے مقابلے میں کچھہ بھی نہیں ہے جو ہیجان و تموج افکار ' و ضیق صدر و حبس دماغ ' و عدم طاقت تحریر ' و اعلان افکار و جذبات سے میرے دل میں اٹھہ رہی ہے ' اور جسکے دور کرنے کیلیے کوئی آلہ میرے پاس نہیں ہے : یضیق صدری ولا ینطلق لسانی (۲۶ : ۱۲) سال بھر میں عالم اسلامی کیلیے یہ ایک ہی موقعہ تنبہ افکار ' و ایقاظ ہمم ' و تحریک قلوب ' و استقبال وجوہ ' و احیاء ارواح ' و ذہاب الی الله کا آتا ہے ' جو فی الحقیقت دین الہی کے تمام آمال و اعمال کا مرکز و محور ' اور حلقہ بگوشان ملت حنیفی کیلیے مبدء تجدد و انقلاب ہے - جبکہ خدا اور اسکے بندوں کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا ' جبکہ اسکے حریم وصال کے دروازے کھل جاتے ہیں ' جبکہ اسکی رحمت و نصرت کے ملائکۂ مسومین ایک ایک مومن قانت اور مسلم مخلص کے دل کو ڈھونڈھتے ہیں ' اور اسے خدا کے طرف لوٹ آنے کی دعوت دیتے ہیں کہ :

یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ الله ' ان الله یغفر الذنوب جمیعًا - انہ ہو الغفور الرحیم !	اے میرے غافل بندو کہ تم نے عہد عبودیت و نیاز کو توڑ کر خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے ' الله کی رحمت سے مایوس نہو ! خواہ تمہاری بد اعمالیاں کیسی ہی سخت رہی ہوں ' با ایں ہمہ اگر

اب بھی توبۂ و انابت کا سر جھکا دو تو میں تمہارے تمام جرموں بخشدونگا کیونکہ میں بہت ہی بخشنے والا اور رحم فرما ہوں !

باز آ باز آ ' ہر آنچہ کردی باز آ !
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ !
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ !

الله الله ! ایسے وقت عظیم ' ایسے آوان سعید ' ایسے یوم الله الجلیل ' ایسے عہد الہی ' اور ایسے دور قبولیت و اجابت میں اپنی زبان کو بے قابو ' اپنے دماغ کو معطل ' اپنے نظام حواس کو درہم و برہم ' اور اپنے قلم خونفشاں کو اپنے دست نارسا کی رسائی سے دور پاتا ہوں اور مجبور ہوں !

ارید وصالہ ' و یرید قتلی !

حالانکہ یہ وقت تو وہ تھا کہ سال بھر کے ضبط و حبس کا معاوضہ اسکے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سکنڈ سے لیتا ' اور

آیندہ ضخیم و مصور نمبر ۱۱ - نومبر کو شائع ہوگا - بوجہ عید درمیان کی اشاعت ملتوی رہیگی -

شدیم خاک و لیکن ببوے تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

و وهبنا لهم من رحمتنا و جعلنا لهم لسان صدق علیا (۱۹ : ۵۰)

یہ در اصل حقیقت اسلامی کی اُس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو حضرۃ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جذبات و محبت ماسوی اللہ کی اور حضرۃ اسماعیل نے اپنے جان و نفس کی ٹھیک اسی ریگستان میں کی تھی ' اور جو تمام نسل ابراہیمی و اسماعیلی کی روحانی قربانی کے فدیہ کے بعد قبول کر لیگئی کہ فی الحقیقت یہی فدیہ " ذبح عظیم " تھا :

فلما اسلما وتله للجبین و نادیناه ان یا ابراهیم ! قد صدقت الرؤیا ' انا کذالک نجزي المحسنین ' ان هذا لهو البلاء المبین ' و فدیناه بذبح عظیم ! (۳۷ : ۱۰۴)

اور جبکہ حضرت ابراہیم و اسماعیل ' دونوں پر اطاعت و فدویت اسلامی طاری ہوگئی ' اور حضرۃ ابراہیم نے جوش قربانی میں اپنے محبوب فرزند کو ماتھے کے بل گرادیا تاکہ راہ حق میں ذبح کرڈالیں تو اس وقت ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم بس کرو ! بلاشبہ تم نے اپنے رویاء صادقہ کو پورا کر دکھایا - ہم اسی طرح ارباب حق و احسان کو انکی جاں فروشیوں اور قربانیوں کا صلہ دیا کرتے ہیں ' چنانچہ ہم نے یہ قربانی اسطرح قبول کرلی کہ اسکے فدیے میں ایک بہت ہی عظیم الشان اور دائمی قربانی قرار دیدی !

یہ قربانی جسکا خون ہر سال میدان منا میں جوش زن ہوتا ہے ' اور یہ ذبح عظیم جسکی ہر مسلمان شوق و ذوق سے طیاری کرتا ہے ' فی الحقیقت اسلام کی حقیقت اعلی کی ایک تمثیل ہے ' جسکے پردے میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان باللہ کا دار و مدار قربانی اور خون شہادت پر ہے ' اور جب تک یہ مقام ذھاب الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ حاصل نہو ' اس وقت تک کوئی ہستی مومن و مسلم نہیں ہوسکتی : قل ان کان اباءکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مساکن ترضونها احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره و الله لا یهدی القوم الفسقین (۹ : ۲۴)

(میثاق ابراہیمی)

اور پھر یہ یوم الحج کا طلوع در حقیقت اُس وعدۂ الہی اور عہد و میثاق ربانی کی یادگار ہے ' جو حضرۃ ابراہیم سے " امۃ مسلمہ " کی امامت و خلافت فی الارض کے لیے خدا نے باندھا تھا :

و اذ ابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن قال انی جاعلک للناس اماما - قال و من ذریتی ؟ قال لا ینال عهدی الظالمین !

اور جبکہ ابراہیم کو اسکے پروردگار نے حقیقت اسلامی کی قربانی اور معرفۃ دین فطری کی چند آزمایشوں میں ڈالا اور اس نے انہیں پورا کیا - یعنی اپنے جگر گوشے کے گلے پر چھری رکھدی اور چاند اور سورج اور تمام مظاہر خلقت و مادیت سے منھ موڑ کر صرف دین فطری و الہی کی طرف متوجہ ہوگیا ' تو اس وقت ہم نے اسے بشارت دی کہ آج سے تمہیں انسانوں کی امامت و خلافت عطا کی جاتی ہے - اسپر حضرۃ ابراہیم نے سوال کیا کہ " اور میری نسل کو بھی ؟ " فرمایا کہ " ہاں مگر انکو نہیں جو ہمارے عہد و میثاق کی پروا نہ کریں اور اُسے ظالمانہ توڑ ڈالیں ! "

چنانچہ اللہ تعالی نے اپنا وعدہ پورا کیا اور حضرۃ ابراہیم و اسماعیل کی نسل روحانی و جسمانی کو دنیا کی امامت عطا فرمائی - پہلے اسکا ظہور بنی اسرائیل کی خلافت و امامت کی صورت میں ہوا ' اور پھر جب یروشلیم کا ہیکل اور شام کے مرغزار اسکی محبت و اطاعت کے سزاوار نہ رہے تو اس نے بنی اسماعیل کی قربانگاہ غرب اور وادی بطحا و یثرب کے ریگستانوں کو اپنے جلال و قدوسیت کا نشیمن بنایا :

ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون ؟

اور پھر انکے بعد ہم نے تمہیں زمین کی خلافت عطا کی تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں ؟

سو اے پیروان دین ابراہیمی ! و اے وابستگان نسل اسماعیلی ! " انی جاعلک للناس اماما " کا وعدہ بھی پورا ہوچکا ' اور " لا ینال عهدی الظالمین " کی وعید کی غمگینی و رسوائی بھی تم دیکھ چکے :

و صرفنا فیه من الوعید لعلهم یتقون او یحدث لهم ذکرا ! (۲۰ : ۱۱۳)

اور ہم نے قرآن حکیم میں اپنی وعید اور اسکے نتائج بیان کردیے تاکہ لوگ ڈریں یا اسکی وجہ سے انکے دلوں میں عبرت و بصیرۃ پیدا ہو !

یہ یوم الحج کا آفتاب ہر سال اسلیے فاران کی چوٹیوں اور جبل رحمۃ کی وادیوں پر طلوع ہوتا ہے تاکہ اس وعدہ و وعید کی یاد تازہ کرے ' اور اُس " امۃ مسلمہ " کو میثاق الہی یاد دلاے جسکا ظہور اسی بیابان حجاز کی دعاؤں سے ہوا تھا -

(۸) پس وہ دن آ گیا اور خدا کی رحمتوں اور برکتوں کی سب سے بڑی گھڑی تمہارے سامنے ہے -

یہی وہ وقت ہے کہ " امۃ مسلمۃ " آخری مرتبہ اپنے عہد و میثاق کو یاد کرے ' اور جبکہ خدا کے قہر نے زمین کے فساد کو ڈھانپ لیا ہے تو وہ اسکی گم کردہ رحمتوں اور برکتوں کی تلاش میں نکلے - تم دنیا کے تغیرات اور نقشۂ امن و جنگ کی تبدیلیوں میں مصروف ہوگئے ہو - مگر تم خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتے جس سے تمام عالم کی تبدیلی وابستہ ہے ؟

اس تبدیلی کیلیے پہلی شرط یہ ہے کہ حقیقت اسلامی کی اُس قربانی کو اپنے روح و قلب پر طاری کرو جسکی یادگار میں ہر سال تمہارا ہاتھ ظاہری قربانی کی چھری پکڑتا ہے اور تم خداوند کے حضور خون بہاتے ہو - پھر اسکے ساتھ ہی تم اللہ کے حضور گر جاؤ ' اپنے تمام اعمال زندگی کے اندر اسکے مقدس حکموں کے عشق و اطاعت کی روح پیدا کرو ' توبۃ و انابت کے آنسو بہا کر اور عجز و بیقراری کی تڑپ پیدا کرکے اسکے سامنے مجرموں کی طرح خاک عجز و نیاز پر لوٹو ' اور اپنی جانوں کو ' اپنے مال و متاع کو ' اپنے اہل و عیال کو ' اپنی تمام محبوبات و مطلوبات کو ' اسکے لیے ' اسکے کلمۂ مقدس کے لیے ' اسکی ملت مرحومہ کیلیے ' اور اسکی صداقت اور عدالت کے لیے اسکے سپرد کردو - وہ خدا جس نے ابراہیم کی دعا سنی ' جس نے اسماعیل کی قربانی کو قبول کیا ' جس نے وادی غیر ذرع کو ظہور رسالت کبری سے مرکز مشارق و مغارب و مجمع اولین و آخرین بنایا ' اگر تمہاری بد اعمالیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے تمہیں ٹھکرا سکتا تھا ' تو آج وہ تمہیں پیار بھی کرسکتا ہے ' اور تمہاری دعاؤں کو سن بھی سکتا ہے -

پس توبہ کرو ' اپنے عزائم و اعمال مقدسہ کو زندہ کرو ' دعائیں مانگو ' اور خداوند حجاز کو پکارو ' تا تمہاری کھوئی ہوئی میراث پھر تمہیں واپس ملجاے - تمہارے غمگینی کے دن ختم ہوں ' اور " لا ینال عهدی الظالمین " کے زمرے سے نکلکر " انی جاعلک للناس اماما " کے حزب اللہ میں داخل ہو جاؤ : ذالک یوعظ به من کان منکم یومن بالله و الیوم الاخر !

مدتوں کے بعد ہمرہان بے خبر و رفیقان غفلت پیشہ کو دکھلاتا کہ اگر دنیا اپنے موسم خونیں سے گذر رہی ہے تو میرے پہلو میں بھی ایک دجلۂ خون موجود ہے جس سے ایک بہت بڑا رقبۂ حسرت و آرزو سینچا جاسکتا ہے :

پہلو بشگافید و بہ بینید دلم را
تاچند بگویم کہ چساں ست و چساں نیست ؟

(۳) میرے درد نے میرا علاج کیا ' اور شدت ہجوم انکار و فشار جذبات و مصغیات نے بستر ناتوانی سے اٹھا کر بٹھا دیا - بلاشبہ میں اسوقت مستعد کار ہوں ' لیکن چونکہ عید مبارک سے پہلے رسالے کی اشاعت ناگزیر ہے اور آخری دن بھی گذر چکا ہے - اسلیے اس وقت کی مستعدی اسکے لیے کچھ مفید نہیں ہوسکتی - مجبوراً مقالۂ افتتاحیہ وغیرہ کی جگہ " شئون اسلامیہ " وغیرہ کے چند کمپوز شدہ تراجم و مضامین درج کردیے گئے ہیں تاکہ کسی طرح پرچہ عید سے پہلے شائع ہوجاے - صرف " واقعۂ لاہور " کے متعلق چند سطریں لازمی طور پر لکھنی ہیں ' اور انکے لیے اس آخری فارم کو کسی طرح لکھنے کی کوشش کررہا ہوں - اب یوم الحج کی تقریب کے بقیہ مضامین کیلیے اسکے سوا چارہ نہیں کہ آیندہ نمبر میں انکے لیے سب سے پہلے جگہ نکالی جاے - گو کسی قدر دیر ضرور ہو جائیگی لیکن اول تو ماہ مقدس ابھی باقی ہے اور پھر :

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے !

(پیام حج مقدس)

(۴) تاہم دل نہیں مانتا کہ اسقدر جلد خاموش ہوجاؤں :

کہ حرف نازک و اصحاب پنبہ در گوش اند !

اے عزیزان غفلت شعار ' و اے بقیۂ ماتم گذاران قافلۂ ملت ! تمہاری غفلتوں پر حسرت ' تمہاری سرشاریوں پر صد افسوس ' اور تمہاری عزائم فراموشیوں پر صد ہزار آہ و ماتم ' اگر تم اس وقت عظیم و مجیب کی برکتوں سے محروم رہو ' اور جبکہ تمام دنیا کی مٹی خون کی بارش سے سینچی جا رہی ہے ' تو تم اپنے دلہاے مجروح و ارواح مضطر کو خونباری و دجلہ ریزی کیلیے طیار نہ کرو ! تم کو اُس جنگ کی خبروں کی تلاش ہے جو دنیا کی چند فانی طاقتوں کے درمیان تین مہینے سے شروع ہوگئی ہے ' مگر آہ ' تمہیں اُس جنگ کی بھی کچھ خبر ہے جو دنیا کی سب سے بڑی ضعیف ہستی اور سب سے بڑی لازوال طاقت کے درمیان صدیوں سے جاری ہے ' اور جسکی بربادی اور ہولناکی کے آگے میدان فرانس و پولینڈ کی بربادیاں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں ؟ تم فتح و شکست کی خبروں کیلیے شب و روز بیقرار رہتے ہو اور اخباروں کا اسلیے انتظار کرتے ہو کہ جرمنی اور فرانس کی فتح و شکست کو زیادہ صحت اور زیادہ یقینی طور پر معلوم کرسکو ' لیکن تمہیں اُس جنگ کی صلح و شکست کا بھی کبھی انتظار ہوتا ہے جو تم میں اور تمہارے خداے قاہر و قیوم میں برپا ہے ' جسمیں آجتک کسی بڑی سے بڑی قوت نے بھی فتح نہ پائی ' اور جسکی آخری شکست بڑی ہی الیم و معذب ہے ؟

تم جرمنی کی طاقتوں سے مرعوب ہو ' اور اُن توپوں کی ہولناک قوت کا خیال کرکے لرز اُٹھتے ہو جو تیس تیس من کا گولہ پھینکتی ہیں - لیکن تم اس فاطر السمارات و الارض کی لایزال و لم یزل طاقت پر ایمان نہیں لاتے جسکی فوج کے گولے صرف انٹورپ اور نامور کی برجیوں ہی کو نہیں ' بلکہ تمام کرۂ ارضی کو خاک و خون میں ملا رہے ہیں ؟ تم اُن انسانی طاقتوں کی ہیبت کا شب و روز وظیفہ پڑھتے ہو جو تن تنہا بڑی بڑی فوجوں کو شکست دے رہی ہیں ' لیکن تمہیں یاد نہیں آتا کہ تم اس شہنشاہ ارض و سما سے سرکش ہوگئے ہو جو اپنی ایک نگہ مشیت سے تمام نظام ارضین سمارات کو الٹ دے سکتا ہے ؟ آہ تمہاری غفلتوں پر اگر آسمان روے اور زمین ماتم کرے ' اگر مرغان ہوائی نغاں سنج ہوں اور سمندروں کے مچھلیاں غم کرنے کیلیے اچھل پڑیں ' جب بھی اسکا ماتم ختم نہوگا - کیونکہ تمہارا ماتم تمام دنیا کا ماتم ہے ' اور چراغ کے بجھنے کا رونا چراغ پر رونا نہیں ہے بلکہ گھر کی تاریکی پر رونا ہے - تم میدان جنگ کی خبروں کے مشتاق ہو جو تم سے تیس ہزار میل دور ہے - مگر میں تمہارے دل کی خبروں کا آرزومند ہوں جو تم سے باہر نہیں بلکہ خود تمہارے اندر ہی موجود ہے - وفی انفسکم افلا تبصرون ؟ تم دوسروں کی بیداریوں کے افسانے سنکر ترانہ سنج مدح و ثنا ہوتے ہو ' مگر اپنے بخت خفتہ و طالع گم گشتہ کو نہیں ڈھونڈتے کہ وہ کہاں گم ہو گیا ہے ؟ فاہ ' آہ ' ثم آہ ' علی ما فرطتم فی جنب اللہ !

درازی شب و بیداری من ایں ہمہ نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست ؟

(صلح و شکست)

(۵) جرمن و فرانس کی صلح و جنگ کی خبروں کے عشق میں اپنے تئیں گم نہ کرو ' بلکہ جو جنگ تم میں اور تمہارے پروردگار قدوس کے درمیان جاری ہے ' اسکی صلح کی کوئی تدبیر نکالو - اگر تم نے اُس سے صلح کرلی تو پھر اُسکی تمام دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے جو تم سے برسر پیکار ہوگا - من لہ المولی فلہ الکل :

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ ؟ و علی اللہ فلیتوکل المومنون !

اگر اللہ تمہیں غلبہ و نصرت عطا فرماے تو پھر تم پر کوئی دنیوی طاقت غالب نہیں آسکتی - لیکن اگر وہی تمہیں ٹھکرا دے تو پھر دنیا میں کون ہے جو خدا کے بعد تمہاری مدد کرسکتا ہے ؟ پس صرف اللہ ہی کی ذات ہے جسپر اہل ایمان بھروسہ کرتے ہیں !

آج کرۂ ارضی کا سب سے بڑا حصہ شیطانی فساد و طغیان کے بھڑکاے ہوے شعلوں سے جل رہا ہے - انسانوں کی ایک نسل دوسری نسل کو بھیڑیوں کی طرح چیر رہی اور اژدھوں کی طرح ڈس رہی ہے ' خداے قدوس و قہار نے اپنے دست منتقم و معذب کی ایک ہولناک چمک دکھلائی ہے جیسی کہ ہمیشہ دکھلاتا آیا ہے ' اور دنیا کی سب سے زیادہ مغرور و طاقتور آبادیاں اسکے قہر و غضب کے نار جحیم و الیم کے اندر سوکھی لکڑیوں اور خشک پتوں کی طرح ڈالدی گئی ہیں فی سموم و حمیم ' وظل من یحموم ' لا بارد ولا کریم انہم کانوا قبل ذالک مترفین (۴۵ : ۵۶) جبکہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو تم ایک نظر میدان عرفات و منا کے اس سر و پا برہنہ گروہ پر ڈالو جو سلافی ' یا ٹیوٹانیک نسل کی مسابقت کیلیے نہیں بلکہ کلمۂ حق کی ' عظمت اور خداے واحد کی پرستش و محبت کیلیے جمع ہوا ہے ' اور جنکے کاندھوں پر خونریز آلات و اسلحہ نہیں ہیں جنسے آگ اور دھواں نکلتا ہو ' بلکہ اللہ کے خوف اور اُسکی جستجو نے خود انکے اندر ایک آتشکدۂ محبت مشتعل کردیا ہے اور اسکا دھواں والہانہ صداؤں اور بیقرارانہ فریادوں کی صورت میں انکی زبانوں سے اٹھ رہا ہے :

جمال کعبہ مگر عذر رہرواں خواہد
کہ جان خستہ دلاں سوخت در بیابانش

(اسوۂ ابراہیمی)

(۶) اور دیکھو ' یہ مجمع مقدس و الہی کس واقعۂ کبری کی یادگار ہے ' اور کس عہد و میثاق خداوندی کے تذکار عظیم کو ہمیشہ کیلیے زندہ رکھتا اور عالم ایمان و اسلام کو اسکی طرف دعوت دیتا ہے ؟ گر چشم حقیقت باز اور سامعۂ بصیرۃ وا ہو تو اس ابراہیم کدۂ حجاز کا ایک ایک ذرہ آج اُس واقعۂ کبری اور آیۂ عظمی کا افسانۂ حقیقت بیان کر رہا ہے ' اور ملاء اعلی اور عالم قدس کا ایک ایک گوشۂ عشق ابراہیمی و ایثار اسماعیلی کے غلغلۂ روحانیت سے گونج رہا ہے :

الله اکبر! الله اکبر! لااله الاالله و الله اکبر! الله اکبر! و لله الحمد!

و اذ جعلنا البیت مثابة للناس و امنا ، واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی، وعهدنا الی ابراهیم و اسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (۲ : ۱۹)

صرف خانۂ کعبہ (زاد الله شرفها و اجلالها) کی چار دیواری کا ایک خاص منظر، جسپر نیا مصری غلاف چڑھا دیا گیا ہے -

" فاجعل افئدة من الناس تہوی الیہم ! ! "

نماز عید حرم محترم کے اندر!

اللہم یا رب هذا البیت العتیق ! اعتق رقابنا و رقاب ابائنا و اخواننا و اولادنا من النار فی الدنیا والاخرہ!

اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلها و اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاخرہ!

واقعـــۂ لاھـــور

فاقض ما انت قاض، انما تقضی ھذہ الحیوۃ الدنیا ! (۲۰ : ۷۵)

لي سـكرتان ، و للنـدمان واحدة
شي خصصت به من بينهم وحدي

جس وقت یہ نمبر قارئین کرام کے ھاتھوں میں پہنچیگا ' اس وقت مولوي ظفر علي خاں کے واقعہ پر پورا ایک ھفتہ گذر چکا ھوگا' اور خود ظفرعلي خاں بھی محبوسیت کی سات راتیں اپنی منزل تنہائي میں بسر کر چکے ھونگے - ایسے کتنے ھی ھفتے ' کتنے ھي مہینے' کتنے ھي سال' اور پھر کتنی ھي عمریں زندانیاں صبر و امتحان نے بسر کردي ھیں' اور زندگي ھر طرح بسر ھوھي جاتي ھے مگر :

تو ھم شب را بسر کے مي بری اے شمع کم فرصت ؟
گرفتــم سوختي پـروانـۂ آتـش بجـانـے را !

یہ صرف ایک ھفتہ کا واقعہ ھے ' مگر میرے سامنے صدیوں لو ھزارھا سالوں کے واقعات موجود ھیں - یہ صرف واقعہ ھے ' مگر میري یاد میں وہ کچھہ محفوظ ھے جس میں واقعات کے ساتھہ انکے عواقب و نتائج بھي موجود ھیں - یہ ابتدائے کار ھے' اور مجھسے اگر پوچھا جاے تو میں انتہاء راہ بھي بتلا سکتا ھوں - یہ صرف نشان راہ ھے' مگر میري نظریں نشان منزل بھي دیکھہ رھي ھیں - یہ صداء جرس ھے' لیکن میں محمل امتحان کا متلاشي ھوں - یہ قدم اولین ھے ' لیکن ارباب ذوق کا ولولۂ آبلہ پائي جادۂ مصائب و محن کا منتظر ھے - یہ جام ابتلا و شکیب کي پہلي گردش ھے ' مگر میں گردش آخرین کے تصور سے نشاط و سرور حاصل کر رھا ھوں - و للہ در ما قال :

لي سـكرتان ، و للنـدمان واحـدة
شي خصصت به من بينهم وحدي !

من كان يرجو لقاء الله فان اجل الله لآت !

طفـلان شہر بے خبرند از جنون ما
یا ایں جنوں ھنوز سزاوار سنگ نیست !

* * *

یہ نہ تو نئي خبر ھے اور نہ کوئي نیا واقعہ - تم ایک ھفتہ کے تازہ واقعہ سے غمگین ھو ' لیکن اگر اس قسم کے حوادث پر غمگین ھونے کیلیے ھمیں بنایا گیا ھوتا تو ھم تاریخ حقوق و حریت سے کہتے کہ اپنے تئیں اگل دے ' اور ان تمام حوادث و نتائج کا ھمارے سامنے انبار لگادے جنکے خزائن عبرت و دفائن بصیرۃ اسکے اندر مدفون ھیں - اگر ایسا ھوتا تو تم دیکھتے کہ جس حادثہ پر تمہیں آج اچنبھا ھورھا ھے ' وہ اس امتحان آباد ھستي کي کس درجہ پرانی ، کس قدر عامۃ الورود ' اور کس درجہ کثیر الامثال والنظائر کہانی ھے ؟ تم غمگین ھو - کہ ظفر علي خاں کي آزادي سلب کرلي گئي' مگر اوس وقت تم دیکھتے کہ اسي دنیا میں کیا کیا کچھہ سلب کیا جا چکا ھے' اور بازار عمل میں جو متاع ھاے حقیقت رکھي جاچکي ھیں' انکے سامنے تمہارے دست بے مایہ کي جنس ناقص کیسي کچھہ حقیر ھے ؟ في الحقیقت اگر غور کرو تو جلدا بضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل ! کے سوا اور کیا ھے جو کہہ سکتے ھو ؟

ایک عمر چاھیے کہ گوارا ھو نیش عشق
رکھي ھے آج لـذت زخـم جگر کہاں ؟

ولنبلونکم بشيء من الخوف و الجـوع و نقص من الاموال و الانفس و الثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون -

پس نہ تو اس حادثہ پر تعجب ھے اور نہ شکایت' نہ تو طلب ھے اور نہ سوال - اس بارے میں میرا طریق بعض ابناء عصر سے بالکل مختلف ھے' اور میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ رسمي طرز تاسف و اعتراض پر اصل حقیقت کو قربان کردوں - جیسا کہ میں نے ھمیشہ اسطرح کے مواقع پر ظاھر کیا ھے' اب بھي بے پردہ کہتا ھوں کہ تعجب اس چیز پر ھوتا ھے جو ناگہاني ھو ' اور شکایت وھاں کي جاتي ھے جہاں توقع ھو - رھا طلب و سوال' تو اسکے لیے پہلي شرط امید ھے اور اب امید ھي کسکو رھي ھے :

نہیں ھے طاقت گفتار اور اگر ھو بھي
تو کس امید پہ کہیے کہ مدعا کیا ھے ؟

* * *

اس امر پر مزید بحث کرنا کہ گورنمنٹ پنجاب نے کن دفعات کي بنا پر یہ کار روائي کی اور جس حالت میں کی ' وہ کہاں تک رسمي اور نمایشي اعتراضات سے بچ سکتي ھے ؟ في الحقیقت محض بے سود ھے - گورنمنٹ پنجاب ایسا کرنا چاھتي تھي اور اس نے کیا - نہ تو اس نے جرم کي تشریح کي ھے اور نہ اسکي چنداں ضرورت تھي :

فقلت وما اذنبت ؟ قالت مجيبة :
وجودك ذنب لا يقاس به ذنب !

یہ ظاھر ھے کہ مولوي ظفر علي خاں نے اس مرتبہ ھندوستان آکر کوئي بات گورنمنٹ کي محبوبات و مطلوبات کے خلاف نہ کي تھي بلکہ حتی الامکان ان میں معین ھوے تھے - حتی کہ آخر میں یہ باتیں اس قدر حد سے گذر گئي تھیں کہ بعض ارباب استقامت اپنے تاسف و تنغض کو چھپا نہ سکے تھے - با ایں ھمہ گورنمنٹ پنجاب نے بہت سے خطرات اپنے سامنے دیکھے اور اسکا علاج صرف انکي محبوسیت ھي میں نظر آیا : ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث (۷ : ۱۷۵)

ھر عقلمند شخص جو موجودہ وقت کی نزاکت اور ضرورت پر نظر رکھتا ھے ' یہی راے دیگا کہ جو کچھہ کیا گیا ' گورنمنٹ کیلیے اسکا نہ کرنا کرنے سے زیادہ پر امن تھا - جبر و تشدد کے نتائج کبھي بھي خوشگوار نہیں ھوے ھیں ' اور اگر موجودہ وقت کو گورنمنٹ نازک سمجھتي ھے تو اوسے اور زیادہ دانشمند اور بہت زیادہ عاقبت اندیش ھونا چاھیے - تاھم یہ تمام باتیں گورنمنٹ کے سوچنے کي ھیں نہ کہ ھمارے - ھمارے سامنے اس وقت دو گروہ موجود ھیں - ایک عام پبلک جو یقیناً اس حادثے سے کمال درجہ متاثر ھوئي ھے - دوسرے وہ نفوس خواص جو ان نے اپنے ادعاء حق پرستي سے نزول امتحان و ابتلاء کو ھمیشہ دعوت دي ھے - پہلے گروہ سے صرف یہ کہنا ھے کہ عسی ان تکرھوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا (۴ : ۲۳) اور دوسرے کو یاد دلانا چاھیے کہ اب سے ھزارھا سال پیشتر ایک جماعۃ مومنین قانتین نے حکمران مصر سے کیا کہا تھا ؟

فاقض ما انت قـاض — جو کچھہ تجھے ھمارے لیے کرنا ھے کر
انما تقضي ھذا الحیواۃ — گذر ! تو زیادہ سے زیادہ ھماري
الدنیـا : — اس زندگي ھي کا فیصلہ کر سکتا ھے
جو اس دنیا میں ختم ھوجائیگي ' حالانکہ ھماري اصلي زندگي دوسري ھے -

یا رب لا تسلبني حبھا ابداً
و یرحم اللہ عبداً قال آمینا !

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا ' تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا ' و ابشروا بالجنۃ التي کنتم توعدون - نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ - (۴۲ : ۳۰)

لبيك ! لبيك ! اللهم لبيك ! لا شريك لك لبيك ! ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شريك لك !

میدان عرفات اور جبل رحمۃ جہاں امیر الحج خطبۂ حج پڑھتا ہے ' اور جہاں حجۃ الوداع میں تکمیل شریعت الاہیہ کا آخری خطبہ مجمع عرب و عجم کو سنایا گیا تھا !

منا میں دسویں تاریخ کو حجاج کا روزہ اور قربانی -

اللهم اعز الاسلام و المسلمین ! و اخذل الكفرة و المبتدعة و المشركين ! بدوام سلطنت عبدک و ابن عبدک ' الخاضع لجلال کبریا لک و مجدک - سلطان البرین و خاقان البحرین ' خادم الحرمین الشریفین - الغازی و المجاهد فی سبیل الله - السلطان ابن السلطان ؛ السلطان محمد خان - خلد الله تعالى ملكه و سلطنته - اللهم انصره و انصر عساكره ! و كن اللهم حافظه و مويده و ناصره ! و امحق بسيفه رقاب الطائفة الكفرة الفجرة ! يا من بيده امر الدنيا و الاخرة ! '

و ادن في الناس بالحج یاتوك رجالا علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق !

ربنا اني اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ' ربنا لیقیموا الصلوة ' فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم و ارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون (۱۴ : ۴).

میدان عرفات کی طرف حجاج کا کوچ !

" ان الصفا و المروة من شعائر الله !"

صفا اور مروہ کی پہاڑیاں جہاں حجاج سعی کرتے ہیں !

حجاج کا پڑاؤ عرفات میں !

ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا - و من كفر فان الله غني عن العالمين ! (۳ : ۹۱)

جمـــال کعبـــہ مگـــر عـــذر رہرواں خواھـــد
کہ جـــان خستہ دلاں سوخت دربیـــا بانش !

خانۂ کعبہ کے غلاف کا مصري کا محمل جو ہر سال مصر سے ایک جشن عام کے ساتھہ روانہ ہوتا ہے !

مصري محمل کا مکہ معظمہ میں ورود !

مسجد حضرۃ سیدنا حمزہ رضي اللہ تعالی عنہ

ان اول بیت وضع للناس للذي ببکة مبارکا و هدی للعالمین - فیه ایات بینات مقام ابراهیم ؑ و من دخله کان امنا (۳ : ۹۰)

حرم شریف کا ایک داخلي منظر عام !

" وادی غیر ذی زرع " (مکۂ معظمہ) کي آبادي کا ایک منظر عمومي !

مسجد قبا اور نخلستان حجاز کا ایک عام منظر !

اعاظم و امراء هند جنھوں نے افواج و اموال سے انگلستان کي اعانت کي

(۱) هزهائنس راجه نرسنگهه گڑه
(۲) مہاراجه اندور
(۳) نواب صاحب سچین
(۴) مہا راجه جودهپور
(۵) مہا راجه پٹیاله
(۶) راجه صاحب سرمور
(۷) مہاراجه ریوا

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم ، جاؤک و استغفروا الله و استغفر لهم الرسول ، لوجدو الله توابآ رحیما (۶۷ : ۰۴)

وادی یثرب کجاست ؟ آه ز حرمان ما !　　دامن دل میکشد ، خار مغیلان ما !

مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفہا کی آبادی کا ایک منظر عمومی !

ان الوسائل للملوک ببابهم　　و وسیلتی العظمی بهذ الباب !

مدینہ منورہ کا دروازہ باب العنبریہ (جسکو باب الرشادیہ بھی کہتے ہیں)

مسجد نبوی کا ایک منظر داخل صحن سے - علی صاحبہا الصلوۃ والسلام -

اللہم اعز الاسلام و المسلمین ! و اخذل الکفرۃ و المبتدعۃ و المشرکین ! اللہم شتت شملهم ! اللہم مزق جمعهم ! اللہم دمر دیارهم !
اللہم انصر من نصر الدین ! و اخذل من خذل المسلمین ! اللہم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ و سلم و جعلنا منهم !
و اخذل من خذل دین محمد ولا تجعلنا منهم ! " رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا " انک انت العزیز الحکیم -

ہزہائینس ٹھاکر صاحب گنڈال

ہز ہائینس مہاراجہ جیپور

ہز ہائینس مہاراؤ کوٹا

ہز ہائینس م‌ہاراجہ جہو ر کشمیر

ہزہالنس نواب صاحب ٹونک

ہز ہائینس مہاراجہ دتیا

ہز ہائینس مہاراجہ چرکھاری

اعاظم رجال و امراء هند جنهوں نے اموال و افواج سے دولت برطانیه كي اعانت كی

هز ہائینس بیگم صاحبه بهوپال

هز ہائینس سر سید محمد حامد علیخان بہادر والئ ریاست رامپور

اسراء جنگ یورپ! مراکب مقیدہ و رعایاء فریق محارب!

آسٹریا کا ایک اسٹیمر " پرلیا " جو کلکتہ میں اعلان جنگ کے بعد روک لیا گیا -

" روٹن فلس " جرمن بوٹ جو اعلان جنگ کے وقت کلکتہ میں تھا اور روک لیا گیا

خدرپور ہاوس کلکتہ میں جرمن قیدی جو اعلان جنگ کے بعد نظر بند کردیے گئے

ہز ہائینس نظام حیدر آباد

ہز ہائینس گائیکوارڑ بڑودا

ہز ہائینس مہاراجہ میسور

ہز ہائینس مہاراجہ بیکانیر

ہز ہائینس مہاراجہ گوالیار

حادثہ الیمۂ مصیبت زدگان ”کوماگاٹو“

مشہور جہاز ”کوما گاٹومارو“

بج بج (کلکتہ) کا وہ مقام جہاں حادثہ ہوا

گرفتاران کوما گاٹو کو حادثہ کے بعد کلکتہ پولیس لے جا رہی ہے

ریم (واقع فرانس) کي حسین و جمیل آبادی کا ایک منظر عام جسے جرمن گولہ باري نے برباد کردیا : فما بکت علیهم السماء والارض و ما کانوا منظرین (۴۴ : ۲۹)

ریم کا مشهور عالم گرجا جسکي دیواریں گر چکي هیں، جسکے برج ٹوٹي هوئي اینٹوں اور گرد و خاک کا ڈھیر هیں، اور زمین معرب وہ سب کچھ دیکھ رهي ہے جو کل تک مشرق کیلیے مخصوص تھا - و تلک الایام نداولها بین الناس ۔

بد بخت بلجیم کے حیات آخریں کي رونق : انٹورپ میں توپخانے کے ساتھ سپاهیوں کي موٹر کار پر نقل و حرکت

مدراس اور کلکتہ کے دو متضاد منظر!

ساحل مدراس و اطراف کا ایک منظر عام مع برما آئیل کمپني کے حوضوں کے جنکو ایمڈن کے گولوں نے مشتعل کردیا ہے اور انسے دہویں کي لٹیں بلند ہو رہي هیں-

وهي تمر مر السحاب (۶ : ۸۸)

نصف شب کے وقت ایمڈن کي شعلہ افشانیوں کا ایک منظر منور! تیل کے حوضوں سے شعلے بلند هیں اور تمام فضاے تاریک روشن ہوگئي ہے!

ارمینین کالج کلکتہ کے والنٹیر

بي - آئي - کمپني کا ایک جہاز چھپرہ حادثۂ ایمڈن کے وقت بندرگاہ مدراس میں مقیم تھا - اسکا ایک افسر مسٹر فلیچر ایمڈن کي گولہ باري کی زد میں آگیا - اسکا جنازہ قبرستا جا رہا ہے!

بعض مناظر متفرقہ جنگ !

ميلينيس كي ايك شاهراه !

انٹورپ : فضائي گولہ باري سے عمارتوں کا نقصان

پيرس سے فوج کا کوچ اور بتان فرانس کي مشائعت !

بلجيين اجتماع اوسٹنڈ ميں

هيور ميں زخمي سپاهي

تاریخ مراکب ہوائیہ کا ایک صفحہ !

وکٹوریا لوئس نامي ایرو پلین جسمیں سب سے زیادہ جنگی سامان کی تعداد رکھی جاسکتی ہے -

جنگي طیارہ جو فوجي حالات کي تفتیش کر رہا ہے اور جسکی شرح رفتار ۳۸۵ میل فی یوم ہے -

جرمنی کے زیلن قسم کا ایک ہوائی جہاز جسمیں بہ یک وقت ۳۰ آدمي سفر کرسکتے ہیں -

معرکۂ عظیمہ مونس و محاربۂ خط سرحد فرانس !

یہ جنگ کا ایک نہایت درد انگیز منظر ہے - ایک معرکے میں افواج متحدہ کا توپ خانہ جرمن گولہ باری سے بالکل برباد ہوگیا اور تمام توپچی نذر اجل ہوگئے - صرف ایک ہائلینڈ سپاہی باقی تھا جو آخر تک موجود رہا

جرمن فوج مونس کے قریب ایک نہر کو حملہ آورانہ عبور کررہی ہے !

جنگ یورپ کے اهتمامات کے مناظر میدان کلکته میں !

میدان قلعه الندہ میں یوروپین والنٹیروں کی دائی مشق : توپخانے کی مداومت

بندوق کی نشانه بازی کیلیے مٹی کے مصنوعی تودے جو والنٹیروں کی مشق کیلیے بنائے گئے هیں -

طیارات حربیہ کی ہلاکت افشانی

اس تصویر میں دکھلایا گیا ہے کہ ہوائی جہاز کیونکر سمندر میں اوپر سے بم باری کرتے ہیں اور کس طرح جہازوں کو برباد کردیتے ہیں ؟

ہوائی جہازوں پر نیچے سے گولہ پھینکنے کیلیے یہ توپ ایجاد کی گئی ہے جسکا نشانہ بخط مستقیم اوپر کی طرف رہتا ہے اور ہوائی جہازوں کی حرکت کے ساتھہ اسکی مشینری بھی حرکت کرتی رہتی ہے !

طـــلســـم ایمڈن کـــی سحـــر کاریاں !

توّ فتنـــهٔ زمـــانه شـــدي ورنه روزگار
بودہ ست پیش ازین قدرے آرمیدہ تر !

پریس کمیونک مظہر ہے :

" یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایمڈن نے ۱۵ سے ۱۹ اکتوبر کے اندر پانچ اور جہاز غرق کیے ہیں - ان جہازوں کے نام یہ ہیں :

(۱) چلکانا (۲) ٹرواپلس (۳) بن مہر (۴) کلاں گرانٹ (۵) پنڈرا ول -

یہ جہاز بحر ہند کے جنوب مغربی ساحل سے کسی قدر فاصلہ پر غرق کیے گئے -

ان جہازوں کے ملاح اور مسافر سینٹ ایگبرٹ اسٹیمر پر کوچین پہنچے ہیں "

اسي طرح کولمبو کا سرکاري تار ہے :

" ایمڈن نے " میني کواے " سے مشرق کے جانب ۱۲۰ میل کي مسافت پر ۵ جہاز غرق کردیے -

چلکانا ' بن مہر ' اور ٹرواپلس نامي جہاز بالکل نئے تھے اور پہلي بار سفر کے لیے نکلے تھے - " چلکانا " مسافروں کا اسٹیمر تھا - زغال بردار جہاز " ایکسفورڈ " کوئلے سے بالکل لبریز تھا !

جہاز راني بند ہوگئي ہے ' لیکن گذشتہ شب کي بحري اطلاع واضح کرتي ہے کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر راستہ صاف ہوجانیکي امید ہے (جیسا کہ ایک ماہ سے بحمد للہ برابر امید کي جا رہي ہے !)

" کلاں گرانٹ " کے ملاحوں کے علاوہ ۱۳ یورپین مسافر بھي تھے - یہ جہاز اسباب سے لدا ہوا سیلون جا رہا تھا - گورنر مدراس کي کتابیں ' تصاویر ' اور موٹرلس بھي اسي میں تھے ' جنکي قیمت ۲۰۰۰ پاونڈ یعني ۳۰ ہزار روپیہ اندازہ کي گئي ہے - اسکے ذخائر میں ۲۰۰۰ سے زاید وھسکي شراب کے بکس بھي تھے -

ٹراو پلس کے اسباب میں ۳۲۰ ٹن یعني ۸۹۶۰ من چاے بھي تھي "

اسي تار سے واضح ہوتا ہے کہ علاوہ ۵ غرق شدہ جہازوں کے ایمڈن نے ایک چھوٹے زغال بردار جہاز " ایکسفورڈ " کو گرفتار کر لیا ہے ' جسکا وزن ۴۵۴۰ ٹن ہے -

(مجموعي نقصانات)

ایمڈن ابتک ۱۵ تجارتي جہازوں کو غرق آب کر چکا ہے جنکے نقصانات کا تخمینہ ۲ ملین پونڈ کیا گیا ہے ' یعني ۳ کروڑ روپیہ -

ایمڈن کے تمام غرق کردہ جہازوں کي فہرست حسب ذیل ہے

نام جہاز	مقدار وزن بحساب ٹن
ڈپلو میٹ	۷۶۱۵
لوراٹ	۶۰۰۰
بن مہر	۴۸۰۶
کلین متھسن	۴۷۷۹
فوائل	۴۱۴۷
ٹرابک	۴۰۱۴
چلکانا	۳۹۵۲
کلاں گرانٹ	۳۹۴۸
کنگ لڈ	۳۶۵۰
کلن	۳۵۴۴
ربرا	۳۵۰۰
ٹرواپلس	۳۴۳۷
انڈس	۳۳۹۳
ٹائمرک	۳۳۱۴
پنڈ راول	۲۶۶۹

میزان ۷۶۸ ' ۶۲ ٹن

ایمڈن نے ۱۰ ستمبر سے غارتگري شروع کي - ۱۰ اور ۱۴ ستمبر کے درمیان انڈس ' لوراٹ ' کلن ' ٹرابک ' ڈپلومیٹ جہازوں کو خلیج بنگال میں غرق کیا اور انکے ملاح اور مسافروں کو کبنگا پر سوار کرکے کلکتہ بھیجدیا -

کبنگا کو روانہ کرنے کے چند گھنٹے بعد " کلین متھسن " پر اپنے گولوں کي مزید مشق فرمالي کي ' اور پھر ۲۲ ستمبر کو مدراس کے سامنے نمودار ہوکر تاریخ ہند میں اول مرتبہ دنیا کي جانب سے جنگي اقدام کیا ' اور برما اویل کمپني کے حوضوں پر گولے پھینکے -

۴ کے بعد ۲۶ - ستمبر کو بحر ہند کے مغربي ساحل پر کنگ لڈ ' ٹائمرک ' ربرا ' اور فوائل کو غرقاب کیا ' اور امیر البحر کے زغال بردار جہاز " برسک " کو بھي گرفتار کرلیا -

اسوقت سے اس زیادہ حملہ کي رپورٹ تک غالباً وہ جزایر لکادیپ میں مقیم رہا ' جو " میني کوائے " سے تقریباً ۱۵۰ میل پر واقع ہیں -

اسي اثنا میں یہ خبر تار برقیوں کے ذریعہ مشہور کي گئي کہ ۲۸ ستمبر کو دو جاپاني جہازوں نے ایمڈن کو غرق کردیا ہے ' ساتھہ ھی ۱۵ - اکتوبر کو امارت بحریہ نے اعلان کیا کہ (انگریزي) کروزر " یا رموتھہ " نے جرمني کے " تارکومیڈیا " کو ڈبادیا اور اسیطرح اسٹیمر " یونٹو پورس " کو بھي گرفتار کرلیا جو ایمڈن کے ساتھہ بطور بار بردار جہاز کے رہا کرتا تھا - اس سے یہ قیاس پیدا کرایا گیا کہ ایمڈن بھي ضرور غرق ہوگیا ہوگا -

اس واقعہ کے تاریخ سے ہمیں مطلع نہیں کیا گیا ہے ' لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ جس تاریخ کو یہ خبر شائع کي گئي ہے ' عین اسي تاریخ سے ایمڈن نے پھر جہازوں کو مغربي ساحل پر غرق کرنا شروع کردیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمڈن کو زندہ چھوڑ دینا بہ نسبت اسکي موت کے زیادہ پر امن ہے !

(اخري حادثہ کي مزید تفصیل)

مدراس ٹائمس نے ایمڈن کے تازہ ترین حملوں کے متعلق جو بیانات شائع کیے ہیں ' انمیں بعض باتیں نہایت دلچسپ ہیں -

" ۴۰۰ - ستم رسیدگان ایمڈن منگل کے دن کوچین پہونچے - انمیں ایک عورت بھي تھي جسکا نام مسز الیس ہے - مسٹر و مسز الیس مع دو اور مسافروں کے جہاز " ٹراؤس " پر " شنگھے " سے آرہے تھے - ٹراؤس کے کپتان کو خبر دی گئي تھي کہ ایمڈن غالباً خلیج بنگال میں موجود ہے - مگر بد قسمتي سے ایمڈن کو بھي اپنے عجیب و غریب ذرائع سے اسکي اطلاع ہوگئي ' اور اسنے بھي وہي راستہ اختیار کیا جس سے " ٹراؤس " آنیکو تھا - جب ٹراؤس راس کماري (کیپ کومرن) سے گذرا تو دور پر ایک روشني سی نظر آئی - سنیچر کي شب کو جب وہ جزیرہ " میني کواے " پہنچا جو کوچین سے ۲۰ میل پر واقع ہے ' تو ایمڈن نے ایک گولہ پھینکر آ ئے ٹھہرے ہو جانے کا حکم دیا - ٹراؤس کھڑا ہوگیا - ایمڈن کے افسر

میدان کلکتہ میں یوروپین والنٹیروں کی عسکری مشق و نمایش !

چھہ ھزار والنٹیروں کا ایک حصہ جو مشق کررھا ھے -

والنٹیروں کا نیا اسکاٹ لینڈی دستہ جسمیں ڈھائی سو سپاہ ھیں -

کلکتہ لائٹ ھارس کی قواعد جسکی تعداد آجکل بہت بڑھگئی ھے -

شئون اسلامیه

جنگ یورپ

اور خلافة علیه اسلامیه

الهـلال میں ابتک هم موجوده جنگ اور مسئلۂ عثمانی پر کچهه نه لکهه سکے - حالانکه یه موضوع اب اس حد تک یقینی هوگیا هے که بحث و نظر ناگزیر هے - آج مراسله نگار " نیر ایسٹ " کے بعض بیانات بغیر تردید و نقد کے شائع کردیتے هیں جنسے موجوده حالات پر ایک حد تک تازه روشنی پڑتی هے - آینده اس موضوع پر بالتفصیل بحث کرینگے -

(از مراسلۂ یافا مورخه ۷ ستمبر)

جب سے روس اور جرمنی میں جنگ چهڑی هے' اسوقت سے عثمانی حکومت اپنی فوجیں جمع کر رهی هے اور جسقدر سپاهی دستیاب هو سکتے هیں سب طلب کیے گئے هیں - بیان کیا جاتا هے که صرف یافا اور اسکے ضلع سے ۳۰ هزار آدمی لیے گئے هیں - جو عثمانی یهودی اور عیسائی فوجی خدمت نہیں کرنا چاهتے' ان سے ۵۰ گنی استثنا لیا جاتا هے -

اس اجتماع کی وجه یه بیان کی جاتی هے که اگرچه ترکی ناطرفدار رهنا چاهتی هے' مگر اسے کامل امن کی طرف سے جو اسکی دلی خواهش هے اسوقت تک اطمینان نہیں هوسکتا جب تک که وه جنگ کے لیے تیار نه رهے - اسیلیے اسے اپنی سرحدوں پر اور اندرون ملک میں مختلف مواقع پر قابل اور اچهی طرح سے مسلم فوجوں کی کثیر تعداد منقسم رکهنا چاهیے - بظاهر تو یه خیال قابل ستایش معلوم هوتا هے' مگر زیاده غور کیجیے تو یه وجه تشفی بخش نہیں معلوم هوتی - اگر واقعی ترکی کا میلان امن کی طرف هے تو اسقدر وسیع پیمانه پر فوجی اجتماع کی ضرورت نہیں هے - کهتے هیں که ۱۵ دن کے اندر ۴ ملین آدمی مسلح هوگئے - یعنی چالیس لاکهه آدمی !

(صرف مسلم فوج)

پهر اور تمام مواقع پر تو تمام عثمانیوں کو فوجی خدمت ادا کرنی پڑتی تهی' مگر اس موقعه پر فیس لیکے عیسائیوں اور یهودیوں کو تو مستثنی کر دیا جاتا هے اور مسلمانوں کو مستثنی نہیں کیا جاتا' اسکے صاف معنی یه هیں که حکومت ایک " مسلم فوج " چاهتی هے -

جرمن جنرل اور افسر فوج کو جرمن طریقه پر تعلیم دیرهے هیں - بیان کیا جاتا هے که نابلس' عکاء' بیت المقدس' سالت وغیره متعدد مقامات میں کسی نه کسی قسم کے استحکامات زیر تعمیر هیں' اور یه خبر تو عام طور پر مشهور هے که دو دن کے اندر ۴۰ هزار فوج مصری سرحد کیطرف غالباً رافع پر بهیجی جائیگی - یهاں یه باتیں مشهور هیں که ترکی اپنی فوجوں کا ایک حصه طرابلس' مراکش اور مصر بهیجنا چاهتی هے' اور اسکے بعد وه روس پر اعلان جنگ کردیگی -

فوجی اجتماع نے اس ملک پر بهت هی سنگین اثر ڈالا هے' جیسا که میں پہلے بیان کرچکا هوں -

بهت سے خاندان جنکے نوجوان مرد بلا لیے گئے هیں انکے پاس اپنی پرورش و تکفل کا کوئی ذریعه نہیں هے' اور حالات کو بد سے بدتر کرنے کے لیے حکومت نے غذا اور کپڑے کا ایک بڑا حصه بغیر قیمت دیے لیلیا هے -

یهاں عیسائیوں کو انگلستان اور اسکے حلیفوں کے ساتهه همدردی هے' یهودی نا طرفدار هیں - اکثر جرمنی کے طرفدار بنائے گئے هیں - وه اهل جرمنی کا ذکر ایک مخلص مومن کی حیثیت سے کرتے هیں اور اسکی کامیابی کی دعا مانگتے هیں -

(از مراسلۂ سمرنا مورخه یکم ستمبر)

اس وقت تک اس الٹیمیٹم کے متعلق کچهه ٹهیک معلوم نہیں جسکے بابت یه بیان کیا جاتا هے که مفاهمت ثلاثه نے باب عالی کو دیا هے - مگر افواه یه هے که اس الٹیمیٹم میں ترکی سے کہا گیا هے که وه فوراً اپنے ارادے بیان کردے - اس کا اثر یه پڑا هے که اس ملک میں رهنے والے انگریزوں کے خلاف برے جذبات اور ترقی کر گئے هیں -

ایک دفعه تو یه حالت بهت هی سنگین هوگئی - بندرگاه میں جسقدر انگریزی تجارتی جهاز تهے سب کو فوراً روانگی کا حکم دیدیا گیا - یهاں کی انگریزی آبادی پر اس کارروائی کا بهت هی دهشت انگیز اثر پڑا' اور بهت سے خاندانوں نے انگریزی قونصل کے اس مشوره پر عمل کیا که جن لوگوں کو سمرنا چهوڑنا هو وه جسقدر جلد ممکن هو روانه هوجائیں' کیونکه خوف هے که هر وقت بندرگاه بند هو سکتا هے - نه معلوم کسوقت بند هو جائے ؟ یه مشوره حتی الامکان خاموشی کے ساتهه دیا گیا تها که جهاں تک هوسکے کم خوف پیدا هو !

جو لوگ سمرنا سے روانه هوے وه صرف جزیره مدلا تک گئے - ان جانے والوں میں سے بعض لوگ سمرنا واپس بهی آگئے هیں -

بهر حال خواه واقعی خطره تها یا نه تها' مگر جسقدر خوف پیدا هوا وه بالکل غیر ضروری تها' اور اسکی وجه سے اس شهرت کو خاص صدمه پهنچا جو انگریزوں کو " سرد مزاجی " میں حاصل هے (اور جس کا ظهور میدان جنگ میں اس کثرت و شدت کے ساتهه هوچکا هے !)

تاهم بعض واقعات سے اس یقین کو مدد ملی که ترکی اهل یورپ اور عیسائیوں دونوں پر حمله کی فکر میں هے -

سمرنا کے مشهور و معروف موجوده والی نے جو بظاهر معلوم هوتا هے که یه عزم کرچکا هے که میں اپنی قدیم قیام گاه سالونیکا کی طرح سمرنا کو دشمن کا آسانی سے شکار نه هونے دونگا' کمانڈر کو حکم دیدیا هے که مختلف اطراف و اکناف شهر میں پولیس کی چوکیوں اور گارد کے گهروں میں پیٹرولیم جمع کرلیا جائے - نیز مشهور هوا هے که اس نے علی الاعلان اقرار

ٹراؤس پر آئے اور مسافروں کو ایک دوسرے گرفتار شدہ اسٹیمر پر سوار کرادیا - مسافروں کو بہت کافی مہلت دی گئی تھی - حتی کہ بلیوں اور چند پالتو جانور بھی مسافر اپنے ساتھہ لے جاسکے -

دوسرے دن ٹراؤس کے قیدی دیگر قیدیوں کے ساتھہ ڈیک (جہاز کے بالائی حصے) پر بیٹھے ہوے اسطرح گپ کررہے تھے' جیسے ڈرائنگ روم میں باطمینان بیٹھے ہوے ہیں - سب کوئی ایمڈن کے کیٹ ماؤس (ایک قسم کا کھیل ہے جو ہمارے یہاں کے " آنکھہ مچول" کے مشابہ ہے) کا تماشا دیکھہ رہے تھے -

ایمڈن کی مستعدی اور ہوشیاری کے واقعات نے قدیم افسانوں کے عجائب و غرایب کو زندہ کردیا ہے - اسکے افسر کھیل کود میں لگے رہتے ہیں' لیکن جونہی افق پر کوئی سیاہ دھبہ سے نظر آیا اور کپتان اپنے کام کیلیے مستعد ہو بیٹھا - بیچارے قیدیوں کو اسوقت اختلاج قلب ہونے لگتا ہے کہ اب کوئی نیا شکار پھنسنے والا ہے - وہ دعا کرنے لگتے ہیں کہ ایمڈن اسکا تعاقب نکرے - مگر نہیں ! ایمڈن کیلیے ایسی دعائیں بیکار ہیں - اسکا وجود خود بھی دعاؤں ہی سے پیدا ہوا ہے - وہ معاً بخط مستقیم اس جہاز کے پاس پہونچتا ہے' اسکو کھڑا کرتا ہے' اسپر اپنے جہاز رانوں کو بھیجتا ہے' اور پھر مسافروں کو اتار کر جہاز غرق کردیتا ہے -

اسکے بعد خود مدراس ٹائمس لکھتا ہے :

" میرے مخبر کل ۲۴ گھنٹے ایمڈن پر رہے' اور اس درمیان میں ایمڈن نے سات جہازوں کو گرفتار کیا اور ایک گرفتار شدہ جہاز اسکے ہمراہ پہلے سے موجود تھا - انمیں سے ۵ غرق کردیے گئے - ۲ سے زغال برداری کا کام لیا گیا اور آٹھویں پھر (یعنی " سینٹ اگبرٹ " پر) جملہ قیدیوں کو عدن چلے جانیکا حکم دیا اور دور تک اسکے ہمراہ گیا - جب وہ اپنے زغال بردار جہاز کے پاس واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ سنٹ اگبرٹ پر کافی کھانا نہیں ہے - جو عدن تک کافی ہوسکے - ایمڈن فوراً دوڑا اور سنٹ اگبرٹ کو گولہ پھینک کر ٹھہرایا اور عدن کے بجاے کوچین جانیکا حکم دیا -

جسقدر مسافر یہاں پہنچے ہیں' سب کے سب اہل جرمنی کے اخلاق و شرافت اور کمال انسانیۃ و حسن معاملۃ کے مداح ہیں - انکی رحمدلی کی ایک مثال یہ ہے کہ قبل غرق کرنے کے جملہ جاندار چیزوں کو (مثلاً مرغی کتا وغیرہ کو) گولی مار دیا کرتے ہیں تاکہ غرق ہونے کی حالت میں انہیں زیادہ تکلیف نہو -

ایمڈن کو ہر بات کی پوری واقفیت ہے اور وہ دنیا کی پوری پوری خبر رکھتا ہے - اسکا ایک افسر ہمسے کہنے لگا کہ ایمڈن کے جہاز ران جزیرہ " میفی کواے" پر آج شام کو فٹ بال کھیلینگے ! ایک قیدی نے پوچھا کہ اگر کوئی انگریزی کروزر آپکے تعاقب میں ہو تو آپ کیا کرینگے ؟ اسنے فوراً جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا - کیونکہ دشمن کا جہاز آج رات کو کولمبو میں رہا ہے - ہمیں سب کچھہ معلوم ہے !

(ایک کپتان کا چشم دید بیان)

مدراس میل کے ایک قایم مقام سے " چلکانا " جہاز کے کپتان " ارکڈیکون " نے حسب ذیل حالات بیان کیے ہیں :

" تقریباً تین ہفتے ہوے کہ " برسک " جہاز کو گرفتار کرلینے کے بعد ایمڈن ڈاگو گرشیا کیلیے روانہ ہوگیا جو مجمع الجزائر " چگوس " کا بہت ہی بڑا جزیرہ ہے - یہاں ایمڈن نے اپنے پانی گرم کرنے کے خزانے کو صاف کیا اور اسپر باطمینان رنگ چڑھایا - اسکے بعد " برسک " سے کوئلہ لیا اور مزید شکاروں کے کھوج میں نکل کھڑا ہوا - پہلا غرق شدہ جہاز ایک ڈریجر تھا (یعنی سمندر سے موتی وغیرہ نکالنے والا جہاز) اور نیوزیلینڈ جارہا تھا - اسیدن اسکو دوسرا شکار " کلانٹ گرانٹ " بھی ملگیا - اتوار کے دن ۲ بجے " بن مہر " گرفتار کیا گیا - اور اسی دن " ٹرائلس" سے بھی اسکی توپوں کو کھیلنے کا موقعہ ہاتھہ آگیا -

درشنبہ کو سینٹ اگبرٹ اور ایکسفورڈ بھی - غرق ہوے ایکسفورڈ اور برسک میں صیغہ امیر البحری کا کوئلا لدا ہوا تھا - ایمڈن کے نے کہا کہ اگر " برسک" اور " ایکسفورڈ " ہاتھہ نہ لگتے تو ہم کسی غیر طرفدار بندر میں چلے جاتے - یہ جگہ کوچین سے صرف ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر ہوگی - غرق شدہ جہازات اور انکے اسباب کے نقصانات کے متعلق ایمڈن کے کپتان نے کہا کہ ۴ یا ۵ ملین اسٹرلنگ سے کم نہیں ہوا ہے - یعنی ۶ یا ۷ کروڑ روپیہ -

ٹرائلس کو ابھی صرف ۷ مہینے پانی میں ڈالے ہوے گذرے تھے - اسپر ہزارہا ٹن قیمتی اسباب تجارت لدا تھا -

امریکن جہاز " سینٹ اگبرٹ " مشرق سے نیویورک جارہا تھا - غیر طرفدار جہاز ہونیکی وجہ سے ڈبایا نہیں گیا لیکن قیدیوں کی سواری کیلیے ساتھہ رکھہ لیا گیا - کپتان ارکڈیکن نے کہا کہ ہمارا جہاز غرق شدہ جہاز ، میں ۲۳ واں جہاز تھا - ایمڈن جہازوں کے اوقات نقل و حرکت سے پوری طرح واقف تھا - آسے اسکی بھی خبر تھی کہ دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے - اخبارات برابر اسکے مطالعہ میں رہے ہیں' اور اس میں بھی شک نہیں کہ کسی خاص جگہ سے اسے پوری اطلاع ملتی رہتی ہے اور مراسلات کا سلسلہ جاری ہے !! "

(ایمڈن کا طلسم !)

غرق شدہ جہاز " چلکانا " کا کپتان اور دیگر افسر الکتہ پہنچ گئے ہیں - پریس کے قائمقام سے ایک افسر نے کہا کہ ایمڈن تمام جہازوں کی نقل و حرکت سے پوری طرح آگاہ تھا - ایمڈن کے ایک افسر نے ایک جہاز کو روانہ کرتے وقت کہا کہ ابھی ہملوگوں کو ۳ جہاز اور غرق کرنے ہیں - پھر آن آنے والے جہازوں میں سے ہر ایک جہاز کے پہونچنے کا وقت بتلایا جو بعد کو بالکل ٹھیک نکلا - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سمندر کے اندر اس تن تنہا وجود قاہر و حاکم کے ذرائع معلومات کیسے عجیب و غریب و طلسمی ہیں ؟

ایمڈن کے افسروں کی صحت بھی بہت اچھی ہے' اور نہایت مطمئن' فارغ البال' اور خوش و خرم رہتے ہیں - وہ اپنی ضرورت کی رسد ہمیشہ بر وقت جہازوں سے لے لیا کرتے ہیں -

جہاز " چلکانا " کو خالی کرنے میں ۷ گھنٹے صرف ہوے - اس جہاز پر ۳ بھیڑ تھے - ایمڈن جہاز رانوں نے انکو بڑے شوق سے لےلیا -

" چلکانا " جب پورٹ سعید سے روانہ ہوا تھا تو اس نے اخبار اسٹیٹسمین کا فائل اپنے ساتھہ لے لیا تھا - اس میں اگست کی آخری تاریخوں سے لیکر اول اکتوبر تک کے کل پرچے تھے' اور ان میں ایمڈن کے تمام کارناموں پر بحث و مباحثہ کیا گیا تھا - ایمڈن کے کپتان نے نہایت شوق سے یہ فائل لے لیا اور بڑی دلچسپی سے آن تمام مضامین کو پڑھتا رہا جن میں دشمنوں نے کمالات کا اعتراف کیا تھا !

ایمڈن کے پاس ویلش کا بہترین امیر البحری کوئلہ ہے جو کم سے کم ایک برس تک کیلیے اسکو کافی ہوگا - اسکا وزن ۱۴۰۰۰ ٹن ہے -

کپتان ارکڈیکون سے ایک شخص نے کہا کہ ایمڈن تو نہایت ہی چھوٹا جہاز ہے - ایسا کیوں نہیں کرتے کہ پوری قوت کے ساتھہ اپنے جہاز کو لیجا کر اس سے ٹکرا دو ؟ کپتان نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے - قبل اسکے کہ تمہارا جہاز اسکے پاس پہونچے' تمہارے جہاز پر گولے برسنے لگینگے - علاوہ اسکے پہلا گولہ پھینکنے کے بعد ایمڈن چکر کھا کر جہاز کے عقب میں آجاتا ہے - اسلیے اسکی گرفتاری بہت ہی دشوار ہے - اسکو لاسلکی (بے تار کی خبر رسانی کے ذریعہ) ہمیشہ خبریں ملتی رہتی ہیں - یہ اپنے زغال بردار جہاز کی بھی کچھہ پروا نہیں کرتا - اکثر ایسا ہوا ہے کہ اسے کسی صدر مقام پر چھوڑ کر خود شکار کی تلاش میں نکل گیا ہے' اور پھر جب کبھی ضرورت ہوئی ہے اس سے لاسلکی کے ذریعہ گفتگو کرلی ہے -

مقالات

مقاصد حج

دنیا کے تمام مذاهب میں اسلام کي ایک مابه الامتیاز خصوصیت یه هے که اوس نے تمام عبادات و اعمال کا ایک مقصد متعین کیا ' اور اوس مقصد کو نہایت صراحت کے ساتهه ظاهر کردیا - نماز کے متعلق تصریح کي :

ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر - نماز هر قسم کی بد اخلاقیوں سے انسان کو روکتي هے -

روزے کے متعلق فرمایا :

لعلکم تتقون - روزے کے ذریعه تملوگ پرهیزگار بنجاوگے -

زکواۃ کي نسبت بیان کیا :

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزکیهم بہا - اونکے مال و دولت میں سے ایک حصه بطور صدقه کے لے لو ' کیونکه تم اوسکے ذریعه اونکو بخل اور حرص و طمع کي بد اخلاقیوں سے پاک و صاف کرسکوگے -

احادیث نے اس سے زیادہ تصریح کردي :

الصدقه اوساخ المسلمین تو خذ من اغنائهم و ترد الی فقرائهم - صدقه مسلمانوں کے دل کا میل هے ' اونکے دولت مندوں سے لیکر اون کے محتاجوں کو دیدیا جاتا هے -

اسي طرح خداوند تعالی نے حج کے فوائد و منافع کو بهي نہایت وضاحت کے ساتهه بیان فرمادیا :

لیشهدوا منافع لهم و یذکروا اسم الله فی ایام معلومات - حج کا اصلي مقصد یه هے که لوگ اپنے اپنے فوائد کو حاصل کریں' اور اوسکے ساتهه هي چند مخصوص دنوں میں خدا کو یاد بهي کرلیا کریں -

(حج اور تجارۃ بین الملي)

اس آیت میں قرآن حکیم نے جن فوائد کو حج کا مقصد قرار دیا هے ' اون سے اجتماعي و اقتصادي فوائد مراد هیں' اور یه حج کا ایک ایسا اهم مقصد هے که ابتدا میں جب صحابه کرام نے دیني مقاصد کے منافي سمجهکر اسے بالکل چهوڑ دینا چاها تو الله نے ایک خاص آیت نازل فرمائي :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - اگر زمانه حج میں تجارتي فوائد حاصل کرو تو اسمیں مذهب کا کوئي نقصان نہیں -

قرآن حکیم کا عام طرز خطاب یه هے که وہ جزئیات سے کسي قسم کا تعرض نہیں کرتا - اوسکي توجه همیشه اهم باتوں کي طرف مبذول رهتي هے - اس بنا پر خداوند تعالی نے جس قسم کي تجارت کو حج کا مقصد قرار دیا اور اوسکي ترغیب و حوصله افزائي کي ' وہ عرب کي اقتصادي و تمدني تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافه تها - عرب اگرچه ایک بادیه نشیں اور غیر متمدن قوم تهي، تاهم معاش کي ضرورتوں نے اوسکو تمدن کی ایک عظیم الشان شاخ، یعنی تجارت کي طرف ابتدا هي سے متوجه کردیا تها - قریش کا قافله عموماً شام وغیرہ کے اطراف میں مال لیکر جایا کرتا تها ' اور ان لوگوں نے وهاں کے رهنے والوں سے مستقل طور پر تجارتي تعلقات پیدا کر لیے تهے - خود مکه کے متصل عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ متعدد بازار قائم تهے ' اور وہ حج کے زمانے میں اچهي خاصي تجارتي منڈي بن جاتے تهے - پس اهل عرب کو نفس تجارت کي طرف متوجه کرنے کي چنداں ضرورت نه تهي ' لیکن اسلام جو عظیم الشان و عالمگیر مدنیة پیدا کرنا چاهتا تها ' اوسکي گرم بازاري کیلیے عکاظ ' ذوالمجنة ' اور ذوالمجاز کي وسعت کافي نه تهي ' وہ دنیا کی تمام متمدن قوموں کي طرح تجارت بین الاقوام کا مستقل سلسله قائم کرنا چاهتا تها ' کیونکه وہ دیکهه رها تها که عنقریب آفتاب اسلام حجاز کي پہاڑیوں سے بلند هوکر تمام بحر و بر پر چمکنے والا هے -

پس اس آیۃ کریمه میں جن اقتصادي و تجارتي فوائد کي طرف اشارہ کیا هے ' وہ ایک وسیع بین الملي تجارت کا قیام هے ورنه اهل عرب جس قسم کي تجارت کرتے تهے ' وہ تو هر حالت میں قائم رکهي جاسکتي تهي اور قائم تهی - البته تجارت بین الاقوام کا سلسله بالکل قیام امن و بسط عدل و اجتماع عام پر موقوف تها ' اسلیے جب کامل امن و امان قائم هوگیا اور حج نے راستے کے تمام نشیب و فراز هموار کردیے ' تو اوسوقت خدا نے مسلمانوں کو تمدن کي اس منفعت عظیمه کی ترغیب عام دي -

(مقاصد اعلی و حقیقیه)

لیکن اس تصریح و توضیح کے علاوہ قرآن حکیم کا ایک طرز خطاب اور بهي هے جو صرف خواص کے ساتهه تعلق رکهتا هے - قرآن حکیم کا عام انداز بیان یه هے که وہ جن مطالب کو عام طور پر ذهن نشیں کرنا چاهتا هے ' یا کم از کم وہ هر شخص کی سمجهه میں آسکتے هیں ' اونکو تو نہایت کهلے الفاظ میں ادا کر دیتا هے - لیکن جن مطالب دقیقه کے مخاطب صرف خواص هوتے هیں اور وہ عام لوگوں کی سمجهه میں نہیں آسکتے ' اونکو صرف اشارات و کنایات میں ادا کرتا هے -

مقاصد حج میں تجارت ایک ایسي چیز تهی جسکا تعلق هر شخص کے ساتهه تها ' اور اوسکے فوائد و منافع عام طور پر سمجهه میں آسکتے تهے ' اسلیے خدا نے اوسکو نہایت وضاحت کے ساتهه بیان فرما دیا - لیکن حج کا ایک اهم مقصد اور بهي تها جسکو اگرچه صراحتاً بیان نہیں کیا گیا لیکن قدم قدم پر اوسکی طرف اس کثرت سے اشارے کیے که اگر اون تمام آیتوں کو جمع کردیا جاے تو کئي صفحے صرف انهي سے لبریز هو جائیں -

حقایق و معارف الاهیه کے اظهار میں قرآن حکیم نے عموماً اسي قسم کا طرز خطاب اختیار کیا هے جس سے با وجود ایهام کے حقیقت کا چہرہ بالکل بے نقاب هوجاتا هے : وما یعقلها الا العالمون !

کیا ہے کہ میں اپنے ہاتھہ سے سمرنا کو جلا کے خاک سیاہ کردونگا مگر دشمن کے ہاتھوں میں جانے نہ دونگا -

یہ دھمکي ایسي نہیں کہ نظر انداز کردیجاے - چہند قونصل اس موضوع کے متعلق دریافت کرنے کے لیے والي شہر سے ملنے گئے - لوگوں کا بیان ہے کہ رحمي بے (والی شہر) نے اس دھمکي کو پھر دہرایا - اگرچہ ہمارے طاقتور والي کي قدرت سے یہ باہر ہے کہ اجنبي جہازوں کے آنے سے پہلے وہ تمام شہر کو خاک سیاہ کردے ' تاہم عیسائیوں سے کسي نہ کسي طرح انتقام لینے کے اس عزم سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل کسقدر غیر معمولي وضع کا ہے ؟

والي شہر کا جرمن دوست اور مشیر فوجی کرنیل ٹرمولیر میدان جنگ روانہ ہوگیا ہے' مگر وہ اپنے ترکي فوجي رفیق (رحمی بے) کو جرمني کے طریقے سمجھا گیا ہے - اسوقت رعایا کے خلاف جو بعض سخت تدابیر اختیار کي جارہي ہیں ' انکا سراغ اسي جرمن کرنیل کے اثر تک لگایا جا سکتا ہے -

(ایشیاء کوچک میں فوجي اجتماع)

کوئي ملک ایسا نہ ہوگا جسے گذشتہ سال میں فوجي اجتماع سے اس قدر نقصان پہنچا ہو - معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کي زراعتي ترقي کي قسمت میں یہي ہے کہ وہ پس پشت ڈالدي جایا کرے - لوگ فوج سے اپنے اپنے گھر واپس آئے ہي تھے کہ پھر بلا لیے گئے - گذشتہ دوسال میں جو تدبیریں اختیار کي گئیں وہ اسوقت کي زیر عمل تدابیر کے مقابلہ میں آسان تھیں - اسوقت رنگروٹ کا داخلہ بخت و اتفاق کے انداز میں ہوتا تھا - اسوقت لوگ رشوت دے دلا کے فوجي خدمت سے بچ جایا کرتے تھے - مگر اس موقعہ پر ایک شخص بھی نہیں بچنے پایا ہے - ایک وقت مقرر کردیا گیا ہے جسکے اندر سب کو قریب ترین مرکز میں حاضر ہو جانا چاہیے - اگر حاضر نہ ہوا تو انتہائي تدابیر اختیار کي جائینگي -

۱۸ سال سے لیکے ۴۲ سال تک تمام قوي الجثہ اشخاص عین اسوقت بلا لیے گئے ہیں جبکہ فصل کے کاٹنے' سلطانہ نامی انگور کے خشک کرنے ' اور انجیر کے سکھانے کے لیے انکي سخت ضرورت تھي - اسوقت سمرنا کا بندرگاہ اسٹیمروں سے بھرا رہتا تھا' مگر اب تو صرف ایک جرمن اسٹیمر نظر آتا ہے اور وہ بھی اس عالم میں کہ روانہ نہیں ہوسکتا .... انگریزي قونصلخانہ میں ایک اطلاع نامہ چسپاں کیا گیا ہے جسمیں یہ اطلاع دي گئي ہے کہ انگریزي جہاز پھر سمرنا واپس آسکتے ہیں - یہ اس امر کي عمدہ علامت ہے کہ انگلستان اور ترکي کے تعلقات کي کشیدگي کم ہوگئي ہے' اور جو لوگ یہاں سے غلہ بھیجتے ہیں انکا جسقدر غلہ یہاں رہگیا ہے وہ اب چلا جائیگا -

اتی امر الله فلا تستعجلوہ

مسئلـــۂ عثمـــانیـــۂ

اسٹیٹسمین ۲۲ - اکتوبر کے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے :

" ترکي حکومت کا " گوبن " اور " برسلوا " کو غیر مسلح کرنے سے انکار کرنا اس امر پر صاف روشنی ہے کہ وہ موجودہ جنگ میں اتحادي دول کے مقابلہ میں کیا طریقہ اختیار کریگي ؟ بحري جنگ کے اصول کے مطابق جرمن کروزر کو جس نے ایک ناطرفدار دریا میں جاکر پناہ لي ہے' تا اختتام جنگ وہیں مقید رہنا تھا - اگر یہ صحیح ہے کہ یہ جہاز براڈا اور قسطنطنیہ کے درمیان جرمني تجارتي جہازوں کي محافظت کرتے ہیں' تو ترکي بحیثیت ایک غیر جانبدار سلطنت ہونے کے اپنے فرائض کے انجام دہي میں صرف پہلو تہي اور بے پروائي ہي سے کام نہیں لیتی' بلکہ وہ جرمنوں کو آسجگہ کي آمد و رفت میں مدد دے رہی ہے جہاں اتحادیوں کي کوشش ہے کہ کوئي جرمن جہاز آنے نہ پاے - یہ گویا برطانیہ عظمی کے اصلي مفاد پر براہ راست حملہ ہے اور نہایت ضروري ہے کہ ہندوستان میں اس امر کي اصلیت کو محسوس کیا جاے -

زمانۂ گذشتہ میں برطانیہ عظمی کا جو سلوک ترکي کے ساتھہ رہا ہے وہ دو حادثوں پر مبني ہے :

(۱) مقدونیا اور دیگر ممالک کي بد نظمي -

(۲) ترکوں کي عزت جو انگریزي سیاح اپنے ساتھہ لے جاتے ہیں

آخر الذکر ترکي سلوک اور مشرقي راستوں کي حفاظت کے لحاظ سے زمانہ گذشتہ میں انگلستان ترکي کے ساتھہ ہو کر روس کے حملوں کو ہمیشہ روکتا رہا ہے' اور اول الذکر امر کے سبب سے انگلستان نے بلقانیوں کے ساتھہ انکے آزاد ہونے میں ہمدردي ظاہر کي ہے -

ان دونوں متضاد سلوک کي جھلک گلیڈ اسٹون کے کمپین (جنگ در سنہ ۱۸۷۶) اور " ڈزرائیلی " کي صلح (سنہ ۱۸۷۸) میں کما حقہ نظر آتي ہے -

بہرکیف ہملوگوں کو صرف ہندوستان سے واسطہ ہے اور یہ بات نہایت تشفي بخش ہے کہ ہندوستان کی اسلامي انجمنیں اور کامریڈ اور حبل المتین جیسے موقر اخبار موجودہ حالتوں کا پورا احساس رکھتے ہیں' اور ترکي پر ظاہر کرچکے ہیں کہ انہیں انگلستان کا تعلق کس درجہ عزیز ہے ؟

ہندوستاني فوج میدان جنگ میں

انگریزي معاصر کلکتہ " امپائر " لکھتا ہے :

" ہندوستان کي دیسی اور انگریزی سپاہ کے یورپ بھیجے جانے سے جرمني میں بعض بے سرو پا شبہات پھیل رہے ہیں - برن ہارڈي اور پروفیسر شیمن نے اہل جرمنی کو یقین دلایا ہے کہ یورپ میں انگلستان کي جنگي مصروفیت تو اس کي مقتضی تھي کہ ہندوستان میں بغاوت ہو جاۓ - ایسی حالت میں ہندوستان سے کالي اور گوري فوجونکا فرانس بھیجا جانا في الحقیقت جرمنوں کیلیے ایک عقدۂ لاینحل ہے - فرینک فورٹ زیٹنگ (جرمني اخبار) لکھتا ہے :

" اگر یہ رپورٹ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت برطانیہ ہندوستانیوں سے بہت خوف زدہ ہے' یہي وجہ ہے کہ ہندوستان سے ہندوستاني سپاہ یورپ بھیجے جارہے ہیں تا کہ وہ ہندوستان کے اندر رہکر ملکي بغاوت کو زیادہ پر خطر نہ بنادیں - بہرحال ہمیں اطمینان ہے کہ کسي حالت میں بھي ہندوستاني سپاہي جنگ پر کوئي قوي اثر نہیں ڈالسکتے - "

اندر خدا کے سوا سب کچھہ تھا اور صرف اسي کے جمال جہاں آرا کي کمي تھي - اسليے اوسکي تجديد و نفخ روح کيليے ايک مدت کے بعد حضرت ابراهيم عليه السلام کي دعا کا سب سے آخري نتيجه ظاهر هوا - اونهوں نے کعبة الله کي بنياد رکھتے هوے دعا کي تهي :

ربنا و ابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياتک و يعلمهم الکتب و الحکمة و يزکيهم و انت العزيز الحکيم (بقره)	خدايا ! انکے درميان اونهي لوگوں ميں سے ايک پيغمبر بهيج که وه اونکو تيري آيتيں پڑهکر سناے اور کتاب اور حکمت کي تعليم دے ' اور انکے نفوس کا تزکيه کرے - تو بڑا صاحب اختيار اور صاحب حکمت هے !

چنانچه اسکا ظهور وجود مقدس حضرة رحمة للعالمين و ختم المرسلين عليه الصلوة و التسليم کي صورت ميں هوا جو ٹهيک ٹهيک اس دعا کا پيکر و ممثل تها :

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلو عليهم اياته و يزکيهم و يعلمهم الکتاب و الحکمة -	وه خدا جس نے ايک غير متمدن قوم ميں سے اپنا ايک رسول پيدا کيا جو الله کي آيات اسکو سناتا هے ' اسکے نفوس کا تزکيه کرتا هے ' اور کتاب و حکمت کي تعليم ديتا هے !

پس اونهوں نے جو قوم پيدا کردي تهي ' اسيکے اندر سے ايک پيغمبر اوٹها - اوسنے اس گهر ميں سب سے پہلے خدا کو ڈهونڈهنا شروع کيا ' ليکن وه اينٹ پتهر کے ڈهير ميں بالکل چهپ گيا تها - فتح مکه نے اس انبار کو هٹا ديا تو خدا کے نور سے قنديل حرم پهر روشن هوگئي - وه قوم جسکے ليے حضرت ابراهيم عليه السلام نے دعا فرمائي تهي ' اس پيغمبر کے فيض صحبت سے بالکل مزکي و تربيت يافته هوگئي تهي - اب ايک مرکز پر جمع کرکے اوسکے مذهبي جذبات کو صرف جلا دينا باقي تها - چنانچه اسکے خانه کعبه کے اندر لاکر کهڑا کرديا گيا ' اور اسکي مقدس قديم مذهبي يادگاروں کي تجديد و احياء سے اوسکے مذهبي جذبات کو بالکل پخته و مستحکم کرديا :

کبهي اون سے کها گيا :

ان الصفا و المروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما (بقره)	صفا و مروه خدا کي قائم کي هوئي يادگاريں هيں ' پس جو لوگ حج يا عمره کرتے هيں ' اون پر ان دونوں کے درميان طواف کرنے ميں کوئي حرج نهيں -

کبهي اونکو مشعر حرام کي ياد دلائي گئي :

فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام (بقره)	جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام (مزدلفه) کے نزديک خدا کي ياد کروا

خانه کعبه خود دنيا کي سب سے قديم يادگار تهي ' ليکن اوسکي ايک ايک يادگار کو نماياں تر کيا گيا :

فيه ايات بينات مقام ابراهيم -	اوس ميں بهت سي کهلي هوئي نشانياں هيں - منجمله انکے ايک نشاني حضرة ابراهيم کے کهڑے هونے کي جگه هے -

ليکن جو لوگ خدا کي راه ميں ثابت قدم رهے ' انکے نقش پا سجده گاه خلق هونے کے مستحق تهے - اسليے حکم ديا گيا :

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى -	اور ابراهيم کے کهڑے هونے کي جگه کو اپنا مصلى بنا لو !

مادي يادگاروں کي زيارت صرف سير و تفريح کيليے کي جاتي هے ' ليکن روحاني يادگاروں سے صرف دل کي آنکهيں هي بصيرت حاصل کرسکتي هيں - اسليے اونکے ادب و احترام کو اتقا و تبصر کي دليل قرار ديا گيا :

و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب (حج)	اور جو لوگ خدا کي قائم کي هوئي يادگاروں کي تعظيم کرتے هيں ' تو يه تعظيم انکے دلوں کي پرهيزگاري پر دلالت کرتي هے -
و من يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه (حج)	اور جو شخص خدا کي قرار دي هوئي قابل ادب چيزوں کا احترام کرتا هے ' تو خدا کے نزديک اسکا نتيجه اوسکے حق ميں بهتر هے -

آنحضرت صلى الله عليه و سلم ان مقدس يادگاروں کے روحاني اثر و نفوذ کو دلوں ميں جذب کرادينا چاهتے تهے ' اسليے خاص طور پر لوگوں کو اون کي طرف متوجه فرماتے رهتے تهے :

هـذه مشاعر ابيکم ابراهيم !	خوب غور سے ديکهو اور بصيرت حاصل کرو ' کيونکه يه تمهارے باپ ابراهيم کي يادگاريں هيں !

(اعلان تکميل)

جب اسلام نے اس جديد النشئة قوم کے وجود کي تکميل کردي اور خانه کعبه کي ان مقدس يادگاروں کي روحانيت نے اوسکي قوميت کے شيرازه کو مستحکم کرديا ' تو پهر ملة ابراهيمي کي فراموش کرده روش دکها دي گئي :

فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفا و ما کان من المشرکين -	پس ابراهيم کے طريقه کي پيروي کرو جو صرف ايک خدا کے هو رهے تهے -

اب تمام عرب نے ايک خط مستقيم کو اپنا مرکز بنا ليا ' اور قديم خطوط منحنيه حرف غلط کے طرح مٹا ديے گئے - جب يه سب کچهه هوچکا تو اسکے بعد خداے ابراهيم و اسمعيل کا سب سے بڑا احسان پورا هوگيا :

اليوم اکملت لکم دينکم و اتممت عليکم نعمتي و رضيت لکم الاسلام دينا !	آج ميں نے تمهارے اوس دين کو کامل کرديا جس نے تم کو ايک قوميت کے رشتے ميں منسلک کرديا هے ' اور اپنے تمام احسانات تم پر پورے کرديے ' اور تمهارے ليے صرف ايک دين اسلام هي کو منتخب کيا -

---

السلام عليکم - کچهه مدت سے اپنے ايک مهربان سے اخبار الهلال ليکر پڑهه ليا کرتا تها - ليکن اب مجهے اسکے مطالعه سے محروم رکها جاتا هے - ميں خود نهايت هي غريب شخص هوں چنده کي رقم ادا نهيں کر سکتا - اسواسطے بذريعه آپکے اخبار کے تمام مسلمانوں سے درخواست کرتا هوں که اگر کوئي نيکدل مسلمان اس عاجز کے نام پرچه جاري کرادے تو انکے حق ميں هميشه دعاے خير کرتا رهونگا - فيض بخش

سفر حج در حقیقت انساني ترقیوں کے تمام مراحل کا مجموعه ہے۔ اوسکے ذریعه انسان تجارت بھي کر سکتا ہے ' علمي تحقیقات بھي کر سکتا ہے ' جغرافیا اور سیاحت علمیه کے فوائد بھي حاصل کر سکتا ہے ' مختلف قوموں کے تمدن و تہذیبات سے آشنا بھي ہو سکتا ہے ' ان میں باہم ارتباط و علائق بھي پیدا ہوسکتے ہیں ' اشاعت مذہب و تبلیغ حق و معروف کا فرض بھي انجام دیسکتا ہے ' سب سے آخر اور سب سے بڑھکر یه که تمام عالم کي اصلاح و ہدایت ' و انسداد مظالم و فتن ' و قلع و قمع کفار و مفسدین ' و اعلان جہاد في سبیل الحق و العدالة کیلیے بھي وہ ایک بین الملي مرکز و مجمع عموم اهل ارض کا حکم رکھتا ہے -

(أمة مسلمه)

لیکن ان تمام چیزوں سے مقدم اور ان تمام ترقیوں کا سنگ بنیاد ایک خاص امة مسلمه اور حزب الله کا پیدا کرنا اور اوسکا استحکام و نشوونما تھا -

حضرت ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام نے حج کا مقصد اولین اسیکو قرار دیا تھا :

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم -

خدایا ! هم کو اپنا فرماں بردار بنا ' هماري اولاد میں سے اپنی ایک امة مسلمه پیدا کر ' اور اگر هم سے اس فرماں برداری میں کوئی لغزش هو تو اوسکو معاف فرما ! تو بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے !

لیکن جس قالب میں قومیت کا ڈھانچه تیار ہوتا ہے ' اوس میں دو قوتیں نہایت شدت اور وسعت کے ساتھه عمل کرتي ہیں : آب و ہوا اور مذہب - آب و ہوا اور جغرافیانه حدود طبیعیه اگرچه زمینیت کے تمام اجزاء کو نہایت وسعت کے ساتھه احاطه کرلیتے ہیں ' لیکن اونکے حلقه اثر میں کوئی دوسری قوم نہیں داخل ہوسکتی - یورپ اور هندوستان کي قدیم قومیت نے صرف ایک محدود حصۂ دنیا میں نشو و نما پائی ہے ' اور آب و ہوا کے اثر نے ان کو دنیا کي تمام قوموں سے بالکل الگ تھلگ کردیا ہے - لیکن مذہب کا حلقه اثر نہایت وسیع ہوتا ہے - وہ ایک محدود قطع زمین میں اپنا عمل نہیں کرتا بلکه دنیا کے ہر حصے کو اپنی آغوش میں جگهه دیتا ہے - کرۂ آب و ہوا کا طوفان خیز تصادم اپنے ساحل پر کسي غیر قوم کو آنے نہیں دیتا مگر مذہب کا ابر کرم اپنے سایے میں تمام دنیا کو لے لیتا ہے - حضرت ابراهیم علیه السلام جس عظیم الشان قوم کا ڈھانچه تیار کر رہے تھے اوسکا مایه خمیر صرف مذہب تھا ' اور اوسکي روحانی ترکیب ' عنصر آب و ہوا کی آمیزش سے بالکل بے نیاز تھی - جماعت قائم ہوکر اگرچه ایک محسوس مادی شکل میں نظر آتي ہے ' لیکن درحقیقت اوسکا نظام ترکیبی بالکل روحانی طریقه پر مرتب ہوتا ہے جسکو صرف جذبات و خیالات ' بلکه عام معنوں میں صرف قوائے دماغیه کا اتحاد و اشتراک ترتیب دیتا ہے - اس بنا پر اس قوم کے پیدا ہونے سے پہلے حضرت ابراهیم علیه السلام نے ایک مذہبي رابطۂ اتحاد کے سر رشته کو مستحکم کیا :

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب : یابنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون (بقره)

جبکه ابراهیم سے اوسکے خدا نے کہا که صرف هماري هی فرمانبرداري کرو ' تو اونہوں نے جواب دیا که میں مسلم ہوا پروردگار عالم کیلیے - اور پھر اسی طریقه اسلامی کي انہوں نے اور یعقوب نے اپني نسل کو وصیت کي اور کہا که خدا نے تمہارے لیے ایک نہایت برگزیده دین منتخب کردیا ہے - تم اوسپر عمر بھر قائم رهنا اور مرنا تو مسلمان هي مرنا -

(نشأة اولی)

لیکن جماعت عموماً اپنے مجموعه عقائد کو مجسم طور پر دنیا کے فضائے بسیط میں دیکھنا چاهتي ہے اور اوسکے ذریعه اپنی قومیت کے قدیم عہد مودت کو تازہ کرتی ہے ' اسلیے اونہوں نے اس جدید النشأة قومیت کے ظہور و تکمیل کیلیے ایک نہایت مقدس اور وسیع آشیانه تیار کیا :

اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسمعیل : ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (بقره)

جب ابراهیم اور اسمعیل خانه کعبه کي بنیاد ڈال رہے تھے تو یه دعا انکي زبانوں پر تھی : خدایا هماري اس خدمت کو قبول کرلے ! تو دعاوں کا سننے والا اور نیتوں کا جاننے والا ہے - !

یه صرف اینٹ پتھر کا گھر نه تھا بلکه ایک روحانی جماعت کے قالب کا آب و گل تھا ' اسلیے جب وہ تیار ہوگیا تو انہوں نے اوس جماعت کے پیدا ہونیکی دعا کي : ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا أمة مسلمة لک - اب یه قوم پیدا ہوگئی اور حضرت ابراهیم علیه السلام نے اپني آخري وصیت کے ذریعه اس روحانی سر رشتۂ حیات کو اوسکے حوالے کردیا :

ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب یابنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون -

اور ابراهیم اور یعقوب دونوں نے اس روحانی طریقۂ نشو و نما کی اپنے اپنے بیٹوں کو وصیت کی که خدانے تمہارے لیے ایک برگزیده دین منتخب فرمادیا ہے - تم اسی پر قائم رهنا !

اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدي ' قالوا نعبد الهک واله آبائک ابراهیم و اسمعیل و اسحق الها واحدا و نحن له مسلمون (بقره)

اور پھر کیا تم اوسوقت موجود تھے جب یعقوب کے سر پر موت آ کھڑي ہوئی اور اوس آخری وقت میں اونہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد کس چیز کی پوجا کروگے ؟ اونہوں نے جواب دیا که هم تیرے اور تیرے مقدس باپ ابراهیم و اسمعیل و اسحاق کے خدائے واحد کی عبادت کرینگے ' اور هم اوسي کے فرمانبردار بندے ہیں !

(آثار قائمه و ثابته)

اب اگرچه یه جماعت دنیا میں موجود نه تھی اور اوسکے آثار صالحه کو زمانے نے بے اثر کردیا تھا :

تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم (بقره)

وہ قوم گذر گئی ' اوس نے جو کام کیے اوسکے نتائج اوسکے لیے تھے ' اور تم جو کچھه کروگے اوسکے نتائج تمہارے لیے ہونگے -

لیکن اوسکی تربیت و نشو و نما کا عہد قدیم اب تک دستبرد زمانه سے بچا ہوا تھا ' اور اپنے آغوش میں مقدس یادگاروں کا ایک وسیع ذخیره رکھتا تھا - اوسکے اندر ابتک آب زمزم لہریں لے رها تھا ' صفا و مروہ کي چوٹیوں کی گردنیں ابتک بلند تھیں ' مذبح اسمعیل ابتک مذہب کے گرم خون سے رنگین تھا ' حجر اسود ابتک بوسه گاہ خلق تھا ' مشاعر ابراهیم ابتک قائم تھے ' عبادات کے حدود میں ابتک کوئی تبدیلی نہیں کیگئی تھی ' غرضکه اوسکے

عشر رجلا ' فاستقبل القبلة ثم مد يديه فجعل يهتف بربه : اللهم انجزلي ماوعدتني ' اللهم ات ماوعدتني ' اللهم ان تهلک هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الارض - فمازال يهتف بربه مادا يديه مستقبل القبلہ حتى سقط رداؤه عن منكبيه فاتاه ابوبكر فاخذ رداءه فالقاه على منكبيه ثم التزمه من وراءه و قال يانبي الله كفاک مناشدتک ربک فانه سينجز لک ما وعدک - (مسلم)

هیں ' تو آپ قبله کي طرف متوجه هوگئے ' اور دونوں هاتهوں کو پهیلاکر خدا کو پکارنا شروع کیا : " خدایا ! تونے مجھ سے فتح و ظفر کا جو وعده کیا هے اسکو پورا کر ! خدایا ! اگر مسلمانوں کا یه مختصر گروه فنا هوگیا تو پهر تیري عبادت کرنیوالا کوئي نه رهیگا ! وه اسیطرح هاتهه پهیلاکر متصل پکارتے رهے ' یہاں تک که جوش استغراق میں آنکي دوش مبارک سے چادر گرگئي - حضرت ابوبکر نے آپ کے اس تضرع و الحاح کو دیکها تو پاس آئے اور چادر اوٹها کر آپ کے کاندهے پر ڈالدي - پهر پیچهے سے آکر آپ سے لپٹ گئے ' اور کہا " یا رسول الله ! آپ اپني مناجات ختم کیجیے ' خدا نے آپ سے جو وعده کیا هے اسکو بهت جلد پورا کریگا -

میدان جنگ میں اسکو شدید زخم لگتا هے ' تو اس حالت میں صرف یه کہکر خاموش هوجاتا هے :

رب اغفر لقومي فانهم لا يعلمون ! (مسلم)

خدایا ! میري قوم کو معاف فرما ' کیونکه وه لوگ حق کو نهیں جانتے !

لیکن جب کبهي اوسکے هاتهه سے جهاد کا اصل مقصد فوت هوجاتا هے تو وه از فرق تا بقدم غضب و قہر الهي کا پیکر جلال و جبروت بن جاتا هے :

ملاء الله قبورهم نارا قد شغلونا عن الصلوة وسطی

خدا کفار کي قبروں کو آگ سے بهردے کیونکه اونهوں نے هماري نماز عصر قضا کرادي -

قصه مختصر ' ایک فاتح میدان جنگ میں سر پر غرور مگر ایک پیغمبر جبیں نیاز هوتا هے ' ایک بادشاه میدان جنگ میں زبان خود ستا ' مگر ایک داعي حق زبان شکر سنج هوتا هے ' ایک بادشاه میدان جنگ میں غیظ و غضب کا آتشکده ' مگر ایک مناد توحید رحم و کرم کا سر چشمه هوتا هے - ان دونوں متضاد حالتوں کا انجام بهي نہایت مختلف اور عبرت خیز هے - پادشاهوں کے سر پر غرور بارها ٹهکرا دیے گئے ' لیکن کسي موید من الله کي جبین نیاز خاک مذلت سے آلوده نه هوئي - بادشاهوں کي زبان خود ستا بارها ذلت کے ساتهه خاموش کر دیگئي ' لیکن کسي داعي الهي کا نغمهٔ حمد و شکر کبهي بهي چپ نه هوا - بادشاهوں کے غیظ و غضب کے شعلے بارها بجها دیے گئے هیں ' مگر کسي پیغمبر کے دریاے کرم کو دنیا کے خس و خاشاک نه روک سکے : ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انهم لهم المنصورون - وان جندنا لهم الغالبون -

تاریخ و عبر

تاریخ فرضیت حج

اهل عرب نے اگرچه حضرت ابراهیم علیه السلام کے مجموعه تعلیم هدایت کو بالکل بهلا دیا تها ' لیکن اونهوں نے خانه کعبه کے کنگرے پر چڑهه کر تمام دنیا کو جو دعوت عام دي تهي ' اوسکي صداے بازگشت اب تک عرب کے در و دیوار سے آرهي تهي :

و اذبوانا لابراهیم مکان البیت ان لا تشرک بي شیئا و طهر بیتي للطائفین والقائمین والرکع السجود و اذن في الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق -

اور جب هم نے حضرة ابراهیم کیلیے ایک معبد قرار دیا اور حکم دیا که هماري قدوسیت و جبروت میں اور کسي چیز کو شریک نه ٹهرانا ' اور اس گهر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلیے همیشه پاک و مقدس رکهنا ! نیز همنے حکم دیا که دنیا میں حج کي پکار بلند کردو ! لوگ تمهاري طرف دوڑتے هوے چلے آئینگے - ان میں پیاده پا بهي هونگے اور وه بهي جنهوں نے مختلف قسم کي سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطع مسافت کي هوگي -

(بدعات و محدثات جاهلیة)

لیکن سچ کے ساتهه جب جهوٹ ملجاتا هے تو وه اور بهي خطرناک هوجاتا هے - اهل عرب نے اگرچه حضرت ابراهیم علیه السلام کي اس سنت قدیمه کو اب تک زنده رکها تها ' لیکن بدعات و اختراعات کي آمیزش نے اصل حقیقت کو بالکل گم کردیا تها :

(۱) خدا نے اپنے گهر میں حضرت ابراهیم علیة السلام کو قیام کي اجازت صرف اس شرط پر دي تهي که " کسیکو خدا کا شریک نه بنانا " ان لا تشرک بي شیئا - لیکن اب خدا کا یه گهر تین سو ساٹهه بتوں کا مرکز بن گیا تها ' اور اونکا طواف کیا جاتا تها -

(۲) خدا نے حج کا مقصد یه قرار دیا تها که دنیوي فوائد کے ساتهه خدا کا ذکر قائم کیا جاے ' لیکن اب صرف آبا و اجداد کے کارنامہاے فخر و غرور کے ترانے گاے جاتے تهے -

(۳) حج کا ایک مقصد تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنا تها ' اسیلیے تمام عرب بلکه تمام دنیا کو اسکي دعوت عام دیگئي اور سب کو وضع و لباس میں متحد کردیا گیا - لیکن قریش کے غرور و فضیلت نے اپنے لیے بعض خاص امتیازات قائم کرلیے تهے جو اصول مساوات کے بالکل منافي تهے - مثلاً تمام عرب عرفات کے میدان میں قیام کرتا تها ' لیکن قریش مزدلفه سے باهر نهیں نکلتے تهے اور کہتے تهے که هم متولیان حرم حرم کے باهر نهیں جاسکتے - جسطرح آجکل کے امراء فسق و والیان ریاست عام مسلمانوں کے ساتهه مسجد میں آکر بیٹهنے اور دوش بدوش کهڑے هونے میں اپني توهین سمجهتے هیں -

(۴) قریش کے سوا عرب کے تمام مرد و زن برهنه طواف کرتے تهے - ستر عورت کے ساتهه صرف وهي لوگ طواف کرسکتے تهے جنکو قریش کي طرف سے کپڑا ملتا تها ' اور قریش نے اسکو بهي اپني اظہار سیادت کا ایک ذریعه بنا لیا تها -

اُسوۂ حسنہ

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

صحیفۂ نبـوت کا ایک صفحـہ !

میدان جہاد میں پیغمبرانہ جاہ و جلال کا ایک روحانی منظر !

فاتح اور پیغمبر کا امتیاز

جہاد اسلامي کي حقیقت جن مقاصد پر مشتمل ہے ' اوس کے لحاظ سے وہ دنیوي لڑائیوں سے بالکل مختلف ہے' اور یہ اختلاف اس قدر بدیہي ہے کہ ہم کو اوسکي ظاہري شکل کے ایک ایک خط و خال کے اندر نمایاں نظر آسکتا ہے -

ایک فاتح جب ملک گیري کے ارادہ سے میدان جنگ کا رخ کرتا ہے تو طبل و دہل کے غلغلے اور قرناء و بوق کے ترانے خیر مقدم بجا لاتے ہیں - سر پر پرچم لہراتا ہے - چتر شاہي آفتاب کي شعاعوں کو بھي اوسکي طرف نگاہ کرم سے دیکھنے نہیں دیتا - جاہ و جلال کا یہ دریا میدان جنگ میں ایک مجسمہ کي طرح کھڑا کردیا جاتا ہے اور تمام فوج اسي مرجع بت کے گرد طواف کرنے لگتي ہے عظمت و جبروت کا یہ منظر دنیا کو دفعتاً مرعوب کردیتا ہے ' پر اس رعب و داب کے احساس سے اس دنیوي فاتح کا سر بھي کبر و نخوت سے لبریز ہو جاتا ہے - یہاں تک کہ خاک زمین میں مل کر بھي یہ نشہ نہیں اترتا - اگر کوئي اس سر پر غرور کو ٹھکرا دیتا ہے تو اوس سے مغرورانہ صدا بلند ہوئي ہے :

زمین را منم تاج تارک نشین
مجنباں مرا تا نجنبد زمیں

لیکن ایک پیغمبر کي حالت اس سے بالکل مختلف ہوتي ہے' وہ گھر سے جب نکلتا ہے تو اگرچہ مخلصین و مومنین کي ایک جماعت اوسکے ساتھ ہوتي ہے' لیکن وہ اپنا رفیق سفر صرف خدا کو بناتا ہے :

كان رسول الله صلى الله عليه	آنحضرت جب بغرض جہاد روانہ
وسلم اذا سافر قال اللهم انت	ہوتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے : "خدایا !
الصاحب في السفر و الخليفة	تو ہي ہمارا رفیق سفر ہے ' تو
في الاهل ! اللهم اني اعوذ بك	ہي ہمارے بال بچوں میں ہمارا
من وعثاء السفر و كآبة المنقلب	قائم مقام ہے ' خدایا ! سفر کي
و ســوء المنظر في الاهــل	شدائد ' اور پلٹ کر اہل و عیال
والمــال اللهمَ اطــور الارض	کو برے حال میں دیکھنے کي
و هــون علينـــا الضــر !	مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں '

خدایا مسافت سفر کو کم کردے اور ہمارے لیے آسان بنادے !

(۲)

وہ سواري کي پشت پر قدم رکھتا ہے تو خدا کا شکر ادا کرتا ہے :

سبحان الذي سخر	کیا پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس
لنـــا هـــذا وما	اس جانور کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا ورنہ ہم
كنـــا له مقرنيـــــن -	اسکي قدرت نہیں رکھتے تھے -

وہ سفر سے پلٹتا ہے تو راہ میں خدا کي حمد کا ترانہ گاتا ہوا چلتا ہے !

آئبون ' تائبون '	ہم توبہ کرکے لوٹتے ہیں ' ہم خدا کے عبادت
عابدون ' لربنـا	گذار بندے ہیں ' اور ہم اپنے رب کي حمـــد
حـــامـــدون !	و ثنا کرتے ہیں !

پہاڑ کي چوٹیوں پر چڑھتا ہے تو غلغلۂ تکبیر بلند کرتا ہے ' نیچے اترتا ہے تو ترنم ریز تسبیح و تہلیل ہوتا ہے !

فوج کو روانہ کرتا ہے تو اوسکو نہ غرور طاقت کي یاد دلاتا ' نہ اوسکے جوش کو دو آتشہ کرتا ' نہ قدیم کارنامہاے شجاعت کا تذکرہ کرکے اوسکے دل کو گرماتا ہے' بلکہ اوسکے دین کو' اسکي امانت کو' اوسکے تمام نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کرکے رخصت کردیتا ہے :

استودع اللـــه	میں تمہارے دین' تمہاري امانت' اور تمہارے
دينكم وامانتـكم	نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کرکے تمکو خدا
وخواتيم اعمالكم -	کي راہ میں جہاد کرنے کیلیے بھیجتا ہوں !

(۳)

وہ منزل پر اترتا ہے تو نہ تو سلاطین کي طرح اوسکے لیے خیمے قائم کیے جاتے ہیں' نہ فرش و بساط شاہانہ سے زمین آراستہ ہوتي ہے ' اور نہ میدان کا نشیب و فراز ہموار کیا جاتا ہے - وہ خدا کا نام لیکر فرش خاک پر لیٹ جاتا ہے اور اس نام کي عظمت کے سہارے پر زمین ہي کو اپني حفاظت کي خدمت سپرد کردیتا ہے :

يا ارض ربي وربك	اے زمین! میرا اور تیرا ' دونوں کا خدا
الله اعوذ بالله من	ایک ہي ہے - میں تیرے شر سے '
شرك و شر ما فيك	تیري سطح باطني کے شر سے ' اور
ومن شر ما يدب عليك	تجھپر چلنے والوں کے شر سے ' پناہ
	مانگتا ہوں !

(۴)

وہ سفر جہاد سے پلٹ کر گھر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اوسکو خدا کا گھر یاد آتا ہے اور مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے ' جب اوسکو فتح و ظفر کي خبر ملتي ہے تو نہ تو اوسکے سامنے شادیانے بجائے جاتے ہیں ' نہ جشن شاہانہ کي تیاریاں کي جاتي ہیں' نہ عیش و طرب کے ترانے گائے جاتے ہیں - وہ صرف اپنے خدا کے آگے سر بسجود ہو جاتا ہے اور سجدۂ شکر بجا لاتا ہے - اوسکو جب مشیت ایزدي سے شکست ہوتي ہے ' تو وہ فوج کو بالکل جوش و غیرت نہیں دلاتا ' بلکہ خدا ہي کي غیرت کي سلسلہ جنباني کرتا ہے - کیونکہ وہ اپني فوج کو خدا کي فوج یقین کرتا ہے :

كان يقول يوم احد: اللهم	آپ معرکۂ احد کے دن کہتے تھے :
انك ان تشاء لا تعبـد	خدایا ! کیا تو چاہتا ہے کہ اب زمین
في الارض !	میں تیري عبادت کرنے والا کوئي نہو ؟

وہ اپني فوج کي قلت اور دشمن کے لشکر کي کثرت کو دیکھتا ہے تو صرف رحمت آسماني ہي سے مدد طلب کرتا ہے اور کسي دنیوي طاقت کے آگے دست سوال نہیں پھیلاتا :

لما كان يوم بدر نظر رسول الله	بدر کے دن جب آنحضرت نے مشرکین
صلي الله عليه وسلم	کي طرف دیکھا اور آپ کو نظر آیا کہ
الي المشركين وهم الف	اونکي جمعیت ایک ہزار کي ہے
واصحابه ثلاثة وتسعة	اور مسلمان صرف تین سو اونیس

غرض سے اوس نے عمرہ کی تیاري کي اور ۱۴ - ۱۵ سو کي جمعیت کے ساتھہ روانہ ہوا کہ پہلی بار اپنے آبائي گھر کو حسرت آلود نگاہوں سے دیکھکر چلے آئیں - لیکن یہ کاروان ہدایت راستے ہي میں بہ مقام حدیبیہ روکدیا گیا - دوسرے سال حسب شرائط صلح زیارت کعبہ کي اجازت ملي اور آپ مکہ میں قیام کرکے چلے آے - اب اس مصالحت نے راستے کے تمام نشیب و فراز ہموار کردیے تھے' صرف خانہ کعبہ میں پتھروں کا ایک ڈھیر رہ گیا تھا اسے بھي فتح مکہ نے ہموار کردیا :

دخل النبي صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وحول البیت ستون و ثلثمائہ نصب فجعل یطعنہا بعود فی یدہ و یقول جاء الحق و زہق الباطل - (صحیحین)

آنحضرت فتح مکہ کے دن جب خانہ کعبہ میں داخل ہوے تو اوسکے گرد تین سو ساٹھہ بت نظر آے - آپ آنکو ایک لکڑي کے ذریعہ ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے " جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا " یعني حق اپنے مرکز پر آگیا اور باطل نے اوسکے سامنے ٹھوکر کھائي - باطل پامال ہونے ہي کے قابل تھا -

(فرضیت حج)

اب میدان بالکل صاف تھا - راستے میں ایک کنکري بھي سنگ راہ نہیں ہو سکتي تھی - باپ نے گھر کو جس حال میں چھوڑا تھا' بیٹے نے اوسي حالت میں اوسپر قبضہ کرلیا - تمام عرب نے فتح مکہ کو اسلام و کفر کا معیار صداقت قرار دیا - جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے - اب وقت آ گیا تھا کہ دنیا کو اس جدید النشئۃ " امۃ مسلمہ " کے قالب روحانی کا منظر عام طور پر دکھا دیا جاتا' اسلیے دوبارہ اوسی دعوت عامہ کا اعادہ کیا گیا جسکے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام عالم میں ایک غلغلہ عام ڈالدیا تھا مگر اس قوت کا فعل میں آنا ظہور نبي امی پر موقوف تھا :

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا -

جو لوگ مالي اور جسماني حالت کے لحاظ سے حج کي استطاعت رکھتے' ہیں اونپر اب حج فرض کردیا گیا -

(تکمیل حج)

اس صدا پر تمام عرب نے لبیک کہا اور آپکے گرد ۱۳ - ۱۴ ہزار آدمي جمع ہوگئے - عرب نے ارکان حج میں بدعات و اختراعات کا جو زنگ لگادیا تھا' وہ ایک ایک کرکے چھڑا دیا گیا - آبا و اجداد کے کارناموں کے بجاے خدا کي توحید کا غلغلہ بلند کیا گیا :

فاذکرو اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا (بقرہ)

زمانہ حج میں خدا کو اوسي جوش و خروش سے یاد کرو جسطرح اپنے آباء اجداد کے کارناموں کا اعادہ کرتے تھے' بلکہ اس سے بھي زیادہ سرگرمي کے ساتھہ -

قریش کے تمام امتیازات مٹادیے گئے' اور تمام عرب کے ساتھہ انکو بھي عرفہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کردیا گیا :

ثم افیضوا من حیث افاض الناس و استغفرو اللہ ان اللہ غفور رحیم (بقرہ)

اور جس جگہ سے تمام لوگ روانہ ہوں تم بھي وہیں سے روانہ ہوا کرو - اور فخر و غرور کي جگہ خدا سے مغفرت مانگو کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

سب سے بد ترین رسم برہنہ طواف کرنے کي تھي' اور مردوں سے زیادہ حیا سوز برہنہ عورتوں کے طواف کا ہوتا تھا - لیکن ایک سال پہلے ہي سے اسکي عام ممانعت کرادیگئي :

ان ابا ہریرۃ اخبرہ ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التي امرہ رسول اللہ (صلعم) قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رہط یوذن فی الناس' الا : لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان (بخاري جزو - ۲ ص ۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہ (ض) کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت نے حضرت ابو بکر رضي اللہ عنہ کو ایک حج کا امیر بنایا اور اونہوں نے مجھکو ایک گروہ کے ساتھہ روانہ کیا تاکہ یہ اعلان کر دیا جاے کہ اس سال کے بعد کوئي مشرک یا کوئي برہنہ شخص حج یا طواف نہ کرسکے گا -

زمانہ حج میں عمرہ کرنے والوں کو فاسق و فاجر کہا جاتا تھا' لیکن آنحضرت نے حجۃ الوداع میں عمرہ ہي کا احرام باندھا اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کا حکم دیا - پا پیادہ اور خاموش حج کرنے کي ممانعت کیگئي - قرباني کے جانوروں پر سوار ہونے کا حکم دیا گیا' ناک میں رسي ڈالکر طواف کرنے سے روکا گیا - گھر میں دروازے سے داخل ہونے کا حکم ہوا :

لیس البر بان تاتو البیوت من ظہورہا ولکن البر من اتقی و اتو البیوت من ابوابہا واتقو اللہ لعلکم تفلحون (بقرہ)

یہ کوئي نیکي کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں پچھواڑے سے آؤ' نیکي تو صرف اوسکي ہے جس نے پرہیزگاري اختیار کي - پس گھروں میں دروازے ہي کی راہ سے آو' اور خدا سے ڈرو - یقین ہے کہ تم کامیاب ہوگے -

قرباني کی حقیقت واضح کی گئي اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثار نفس و فدویت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے - اوسکا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہونچتا کہ اوسکے چھاپوں سے دیواروں کو رنگین کیا جاے - خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے :

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماء ہا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج)

خدا تک قرباني کے جانوروں کا گوشت و خون نہیں پہونچتا' بلکہ اوس تک صرف تمہاري پرہیزگاري پہونچتی ہے -

یہ چھلکے اوتر گئے تو خالص مغز ہی مغز باقي رہ گیا - اب وادي مکہ میں خلوص کے دو قدیم و جدید منظر نمایاں ہوگئے' ایک طرف آب زمزم کی شفاف سطح لہریں لے رہی تھی' دوسري طرف ایک جدید النشاۃ قوم کا دریاے وحدت موجیں مار رہا تھا !

(اعلان عام و حجۃ الوداع)

لیکن دنیا اب تک اس اجتماع عظیم کي حقیقت سے بے خبر تھي - اسلام کي ۲۳ سالہ زندگي کا مد و جزر تمام عرب دیکھہ چکا تھا' مگر کوئي نہیں جانتا تھا کہ اسلام کي تاریخي زندگی کن نتائج پر مشتمل تھي' اور مسلمانوں کي جد و جہد' فدویت ایثار نفس و روح کا مقصد اعظم کیا تھا ؟ اب اوسکي توضیح کا وقت آگیا تھا -

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کا سنگ بنیاد اس دعا کو پڑھکر رکھا تھا :

و اذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا بلدا آمنا وارزق اہلہ

جب ابراہیم نے کہا کہ خداوندا اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اوسکے

(۵) عمرہ گویا حج کا ایک مقدمہ یا جزو تھا ' لیکن اهل عرب ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے ' اور کہتے تھے کہ " جب حاجیوں کی سواریوں کی پشت کے زخم اچھے ہو جائیں اور صفر کا مہینہ گذر جاے ' تب عمرہ جائز ہو سکتا ہے "

(۶) حج کے تمام اجزاء و ارکان میں یہودیانہ رهبانیت کا عالمگیر مرض ساری ہوگیا تھا - اپنے گھر سے پیادہ حج کو نکلنے منت ماننا ' جب تک حج ادا نہ ہو جاے خاموش رہنا ' قربانی کے اونٹوں پر کسی حالت میں سوار نہ ہونا ' ناک میں نکیل ڈالکر جانوروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا ' زمانہ حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ سے نہ گھسنا بلکہ پچھواڑے کی طرف سے دیوار پھاند کے آنا ' در و دیوار پر قربانی کے جانوروں کے خون کا چھاپہ لگانا ' عرب کا عام شعار ہوگیا تھا -

(ظہور اسلام و تزکیۂ حج)

اسلام درحقیقت دین ابراهیمی کی حقیقت کی تکمیل تھی ' اسلیے وہ ابتداء ہی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدید و احیاء میں مصروف ہوگیا جسکا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا - اسلام کا مجموعۂ عقائد و عبادات صرف توحید ' نماز ' روزہ ' زکوۃ ' اور حج سے مرکب ہے - لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی ہئیت ترکیبی مکمل ہوتی ہے - اور یہ تمام ارکان اسکے اندر جمع ہوگئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو صرف خانۂ کعبہ ہی کے ساتھہ معلق کردیا :

انما امرت ان اعبد رب هذہ البلد الذي حرمها ولہ کل شی و امرت ان اکون من المسلمین (قصص)

مجھکو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے خدا کی عبادت کروں جس نے اسکو عزت دی - سب کچھہ اوسی خدا کا ہے ' اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اوسکا فرمان بردار مسلم ہوں -

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر موقع پر حج کے ساتھہ اسلام کا ذکر بطور لازم و ملزوم کے کیا :

و لکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقهم من بهیمة الانعام فالهکم الہ واحد فلہ اسلموا و بشر المخبتین (حج)

اور ہر ایک امت کیلیے ہم نے قربانی قرار دی تھی تا کہ خدا نے انکو جو چار پاے بخشے ہیں ان کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں پس تم سب کا خدا ایک ہی ہے اوسی کے تم سب فرمانبردار بنجاو اور خدا کے خاکسار بندوں کو حج کے ذریعہ دین حق کی بشارت دو -

اسلام خدا کا ایک فطری معاہدہ تھا جسکو انسان کی ظالمانہ عہد شکنی نے بالکل چاک چاک کردیا تھا ' اسلیے خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ناخلف اولاد کو روز اول ہی اوسکے ثمرات سے محروم کردیا :

و اذا ابتلی ابراهیم ربہ بکلمات فاتمهن قال اني جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتي ؟ قال لا ینال عهدي الظالمین (بقرہ)

جب خدا نے چند احکام کے ذریعہ ابراہیم کو آزمایا اور وہ خدا کے امتحان میں پورے اترے ' تو خدا نے کہا کہ اب میں تمہیں دنیا کی امامت اور خلافت عطا کرتا ہوں - اسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا : تو میرے اولاد کو بھی ؟ ارشاد ہوا کہ ہاں ' مگر اس قول و قرار میں ظالم لوگ داخل نہیں ہوسکتے -

(امۃ مسلمہ)

خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن " کلمات " کے ذریعہ آزمایا اور جنکی بنا پر اونہیں دنیا کی امامت عطا ہوئی وہ اسلام کے اجزاء اولیں یعنی توحید الہی ' قربانی نفس و جذبات ' صلوۃ الہی کا قیام ' اور معرفۃ دین فطری کے امتحانات تھے - اگرچہ اونکی اولاد میں سے چند ناخلف لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا اور اس موروثی عہدے سے محروم ہوگئے : قال لا ینال عهدی الظالمین - لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کے اندر ایک دوسری امت بھی چھپی ہوئی تھی جسکے لیے خود اونہوں نے خدا سے دعا کی تھی :

ان ابراهیم کان امة قانتة - حضرۃ ابراہیم گو بظاہر ایک فرد واحد تھے مگر انکی فعالیت روحانیہ و الہیہ کے اندر ایک پوری قوم قانت و مسلم پوشیدہ تھی !

(اجزاء حج)

اب اس " امۃ مسلمہ " کے ظہور کا وقت آگیا اور وہ رسول مزکی و موعود غار حراء کے تاریک گوشوں سے نکل کر منظر عام پر نمودار ہوا تا کہ اوس نے خود اس اندھیرے میں جو روشنی دیکھی ہے ' وہ روشنی تمام دنیا کو بھی دکھلا دے :

یخرجهم من الظلمات الی النور - وہ پیغمبر اونکو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے -

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین - بیشک تمہارے پاس اللہ کے طرف سے ایک نور هدایت اور ایک کھلی کھلی هدایتیں دینے والی کتاب آئی -

وہ منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے موروثی گھر کو ظالموں کے ہاتھہ سے واپس لینا چاہا ' لیکن اسکے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرح بتدریج چند روحانی مراحل سے گذرنا ضرور تھا - چنانچہ اوس نے اون مرحلوں سے بتدریج گذرنا شروع کیا - اوس نے غار حراء سے نکلنے کے ساتھہ ہی توحید کا غلغلہ بلند کیا کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو عهد لیا تھا اوسکی پہلی شرط یہی تھی : " ان لاتشرک بي شیئا " پھر اوس نے صف نماز قائم کی کہ یہ گھر صرف خدا ہی کے آگے سر جھکانے والوں کیلیے بنایا گیا تھا : و طهر بیتي للطائفین و القائمین و الرکع السجود - اوس نے روزے کی تعلیم دی کہ وہ شرائط حج کا جامع و مکمل تھا :

فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج (بقرہ) - جس شخص نے ان مہینوں میں حج کا عزم کرلیا تو اوسکو ہر قسم کی نفس پرستی ' بد کاری ' اور جھگڑے تکرار سے اجتناب کرنا لازمی ہے ' اور روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان کو غیبت ' بہتان ' فسق و فجور ' مخاصمت و تنازعت ' اور نفس پرستی سے روکتا ہے جیسا کہ احکام صیام میں فرمایا :

ثم اتموا الصیام الی اللیل و لا تباشروهن و انتم عاکفون فی المساجد (بقرہ) - پھر رات تک روزہ پورا کرو ' اور روزہ کی حالت میں عورتوں کے نزدیک نہ جاؤ اور اگر مساجد میں اعتکاف کرو تو شب کو بھی اون سے الگ رہو -

اوسنے زکواۃ بھی فرض کردی کہ وہ بھی حج کا ایک اہم مقصد تھا فکلوا منها و اطعموا البائس الفقیر - قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور فقیروں اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ !

(فتح مکہ)

سطرح جب اس " امۃ مسلمہ " کا روحانی خاکہ تیار ہوگیا ' تو اوس نے اپنی طرح انکو بھی منظر عام پر نمایاں کرنا چاہا - اس

و سعة و من يخرج من بيته مهاجرا الى الله و رسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله و كان الله غفورا رحيما (۴ : ۹۱)

جہنم ہے' اور وہ بدترین ٹھکانا ہے - البتہ وہ ضعیف مرد و عورت اور بچے جو نہ کسی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اونکو راستہ ملتا ہے تو خدا اونکو معاف کردیگا' وہ بڑا ہی معاف کرنے والا ہے -

جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کریگا' وہ زمین میں وسعت اور فلاح و نجاح پالیگا' اور جو شخص اپنے گھر سے نکل کر خدا اور خدا کے رسول کی طرف ہجرت کرے اور راستہ ھی میں اوسکو موت آجاے' تو یقین کرو کہ اوسکا بدلہ خدا پر واجب ہوچکا' اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے "

* * *

وہ دنیا میں پھیلا' اور حبش و مدینہ کی آبادیوں نے اوسکو اپنی آغوش میں لے لیا - بدر و حنین نے اوسکے لیے اپنا دامن خالی کردیا' بنو قریضہ و بنو نضیر کے سر سبز باغوں نے اوسکے لیے اپنی جگہ سنواری - خیبر کے نخلستانوں نے اوسکو اپنے سایہ میں بٹھایا' لیکن با اینہمہ وہ ابھی پھیلنے کیلیے اور گنجایش ڈھونڈھتا تھا' اور بڑھنے کیلیے اور وسعت چاھتا تھا - قصر شریعت کی آخری اینٹ نے اوس کمی کو پورا کردیا تھا جسکی وجہ سے دین الہی کی عظیم الشان عمارت تمام دنیا کو بدنما نظر آتی تھی :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یعجبون لہ و یقولون هلا وضعت هذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ و انا خاتم النبیین ! (بخاری ص۱۸۶ کتاب المناقب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری اور پچھلے نبیوں کی مثال بالکل اوس شخص کی سی ہے' جس نے ایک نہایت خوشنما مکان بنایا' لیکن اوسکے کسی کونے میں صرف ایک اینٹ کی کسر رہگئی - پھر لوگوں نے خوب گھوم پھر کے دیکھا اور بہت خوش ہوے - تاہم اونکو یہ کہنا پڑا کہ آخر یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی ؟ تو یقین کرو کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں' اور اسی لیے میں خاتم الانبیا ہوں !

شریعت اسلامیہ نے اس کمی کو پورا کردیا تھا' لیکن تمام دنیا کو دکھا دینا ابھی باقی تھا' خدا نے حجۃ الوداع میں اس عمارت کو اپنی مکمل صورت کے اندر دکھا دیا اور تمام دنیا نے خانہ کعبہ کا طواف کرکے دیکھہ لیا کہ اب ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ رہی :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تمپر اپنے احسانات پورے کردیے' اور تمہارے لیے دین اسلام کو منتخب کیا !

* * *

قرآن حکیم کے بطون و ارواح کی طرح وہ ظروف و مواقع بھی کچھہ کم اہمیت نہیں رکھتے' جن میں اسکی مقدس سورتوں اور آیتوں کا نزول ہوا ہے - دیوار کے لیے اینٹ اور گارا ضروری اجزا ہیں مگر انسے اس سفیدی کی دلاویزی میں کچھہ فرق نہیں آسکتا جو اگرچہ دیوار کی سطح پر ہے' لیکن مکان کے اور اجزاء سے کہیں زیادہ گذرنے والوں کو اپنی طرف مائل کررہی ہے -

دین الہی بھی ایک عمارت ہے جسکی تعمیر ازل سے شروع ہوئی اور ختم نبوت کی آخری اینٹ نے مکمل کردیا - اس لیے وہ بھی اور عمارتوں کی طرح داخلی و خارجی اجزاء سے مرکب ہے - پہلی قسم کے اجزاء سے اوسکی تقویم و ترکیب ہوئی ہے' اور دوسرے قسم کے اجزا نے اوسکے آب و رنگ اور اوسکی زینت و رونق کو نمایاں کیا ہے -

* * *

اسلام نے کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ اوسکے اجزاء پورے نہیں کیے جاتے - اوس نے ہمیشہ اونکے اظہار کا دعوی کیا - مکہ میں صرف دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی اور آنحضرت و صحابہ بالکل اسپر قانع تھے' البتہ آرزو اسکی تھی کہ آزادی کے ساتھہ اس مختصر عبادت کے ادا کرنے کا موقع ملے - آنحضرت نے نزول فرائض کا کبھی انتظار نہیں کیا' لیکن تبدیل قبلہ کے لیے نہایت اضطراب کے ساتھہ وحی آسمانی کی راہ دیکھتے رہے :

نری تقلب وجهک فی السماء -

ہم تبدیل قبلہ کے لیے انتظار وحی میں آسمان کی طرف تمہارے چہرے کی گردش دیکھتے رہتے ہیں -

کیونکہ قبلہ ہی دین اسلام کی قوت و نفوذ کا مرکز اولین و مظہر آخرین تھا' اس لیے متمم و مکمل دعوۃ ابراہیمی اوسکا بیقراری کے ساتھہ انتظار کرتا تھا -

اصل حقیقت کے لحاظ سے اسلام تمام مذاہب عالم کا آب و رنگ تھا - مذہب کے تمام اجزاء بسیطہ پہلے ہی سے موجود تھے' اسلام نے صرف اونکو جلا دیکر نمایاں کردیا - آئینہ کا خاکہ پہلے ہی سے تیار تھا' اسلام اوسکا جوہر بنگیا - وہ چہرۂ کائنات کا غازہ تھا جس نے حسن حقیقت کو اور دلفریب بنا دیا - وہ آب و رنگ تھا' صیقل تھا' جلا تھا' غازہ تھا' ان میں سے ہر چیز نمایاں ہونے والی ہے - اس لیے وہ نمایاں ہونا چاھتا تھا -

اسلام کا قالب حقیقت مکہ ہی میں متشکل ہوچکا تھا - مدینہ میں آکر اسکے اجزا بھی مکمل ہوگئے' لیکن وہ ایک حسن بے پردہ تھا جو دنیا کے سامنے بے نقاب ہونا چاھتا تھا - حجۃ الوداع نے اوسکے چہرے سے یہ نقاب بھی اولٹ دی اور تمام دنیا کو اوسکا روشن چہرہ نظر آگیا -

چنانچہ عرفات کے میدان میں اسلام کی حقیقت کے اسی ظہور کامل کا اعلان کیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

* * *

لیکن وہ دنیا کے سامنے صرف ظاہر ہونا اور چہرہ دکھا کر گذر جانا نہیں چاھتا تھا - اگر وہ اتنے پر راضی ہوتا تو کب کا راضی ہوگیا ہوتا - آنحضرت (صلعم) نے ایام مظلومی ہی میں تمام قبائل کے سامنے اسلام کو پیش کردیا تھا' اور تمام جزیرہ عرب اوس سے روشناس ہوچکا تھا' مگر وہ غلبہ کاملہ' تسلط عام' اور ظہور تام چاھتا تھا' یعنی وہ ایک عظیم الشان خلافت الہی کی بنیاد ڈالنا چاھتا تھا جو میزان عدل کو قائم رکھے' شعائر الاہیہ کی حفاظت کرے' دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام سنائے' مساوات عامہ کی تعلیم دے' پرانے حقد و حسد کو مٹا کر نئے سرے سے الفت و محبت کی بنیاد ڈالے - اسلام کے تازہ خون کا قصاص لے' جاہلیت کے دم خشک کو اپنے تلووں سے مسل دے' دنیا کو معاملات و مفاوضات کا صحیح اصول بتاے' وہ حکومت چاھتا تھا جو انسان کے تمام عقائد' اعمال' اخلاق' اور معاملات پر محیط ہو جاے - اس عمارت کی بنیاد اگرچہ مکہ ہی میں پڑچکی تھی' لیکن اوسکا افتتاح حجۃ الوداع میں ہوا' اسلیے تکمیل دین کا اعلان بھی اسی زمانے میں کیا گیا -

من الثمرات من آمن منهم بالله والیوم الاخر (بقرہ)

باشندے اگر خدا اور روز قیامت پر ایمان لائیں، تو اونکو ہر قسم کے ثمرات و نعائم عطا فرما !

جسوقت اونھوں نے یہ دعا کی تھی ' تمام دنیا فتنہ و فساد کا گہوارہ بن رہی تھی - دنیا کا امن و امان اوٹھہ گیا تھا ' اطمینان و سکون کی نیند آنکھوں سے اوڑ گئی تھی - دنیا کی عزت و آبرو معرض خطر میں تھی - جان و مال کا تحفظ نا ممکن ہوگیا تھا ' کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پامال کردیے گئے تھے ' عدالة کا گھر ویران ' حریة انسانیة مفقود ' اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حدتک پہنچ چکی تھی - کرۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظلم و کفر کی تاریکی سے ظلمت کدہ نہو - اسلیے اونھوں نے آباد دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہوکر ایک " وادی غیر ذی زرع " میں سکونت اختیار کی - وہاں ایک دار الامن بنایا اور تمام دنیا کو صلح وسلام کی دعوت عام دی - اب اونکی صالح اولاد سے یہ دار الامن بھی چھین لیا گیا تھا - اسلیے اوسکے واپسی کیلیے پورے دس سال تک اوس کے فرزند نے بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا - فتح مکہ نے جب اوس کا مامن و ملجا واپس دلادیا تو وہ اوس میں داخل ہوا کہ باپ کی طرح تمام دنیا کو " گم شدہ حق کی واپسی " کی بشارت دے - چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہوکر نکلا اور تمام دنیا کو مژدہ امن و عدالة سنایا :

(خطبة حجة الوداع)

ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا - الا ان کل شی من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع و دماء الجاهلیة موضوعة و اول دم اضعه دماءنا دم ابن ربیعة و ربا الجاهلیة موضوع و اول ربا اضع ربانا ربا عباس ابن عبد المطلب - اللهم اشهد ' اللهم اشهد ' اللهم اشهد - (ابو داود جلد - ۱ - ص ۲۹ کتاب الحج)

جسطرح تم آجکے دن کی ' اس مہینہ کی ' اس شہر مقدس میں حرمت کرتے ہو اوسی طرح تمہارا خون اور تمہارا مال بھی تم پر حرام ہے ' اچھی طرح سن لو کہ جاہلیت کی تمام بری رسموں کو آج میں اپنے دونوں قدموں سے کچل ڈالتا ہوں - بالخصوص زمانہ جاہلیت کے انتقام اور خون بہا لینے کی رسم تو بالکل مٹادی جاتی ہے ' میں سب سے پہلے اپنے بھائی ابن ربیعہ کے خون کے انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں - جاہلیت کی سود خواری کا طریقہ بھی مٹادیا جاتا ہے اور سب سے پہلے خود میں اپنے چچا عباس ابن عبد المطلب کے سود کو چھوڑتا ہوں - خدایا تو گواہ رہیو ! خدایا تو گواہ رہیو !! خدایا تو گواہ رہیو کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہونچادیا !

(تکمیل دین الٰهی)

اب حق پھر پھرکے پھر اپنے اصلی مرکز پر آگیا ' اور باپ نے دنیا کی ہدایت و ارشاد کیلیے جس نقطہ سے پہلا قدم اوٹھایا تھا ' بیٹے کے روحانی سفر کی وہ آخری منزل ہوئی ' اور اوسی نقطے پر پہونچکر اسلام کی تکمیل ہوگئی ' اسلیے وہ کہ اس نے تمام دنیا کو مژدہ امن سنایا تھا ' آسمانی فرشتے نے بھی اوسکو کامیابی مقصد کی سب سے آخری بشارت دیدی :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا !

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو بالکل مکمل کردیا اور تم پر اپنے تمام احسانات پورے کردیے ' اور میں نے تمہارے اسلام کو ایک برگزیدہ دین منتخب کیا -

وثایق و حقایق

عید اور تکمیل شریعت

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

آگ کا شرارہ کرۂ آتش فشاں کے دامن میں چھپا رہتا ہے ' لیکن جب پھوٹتا ہے تو تمام دنیا کو محیط ہو جاتا ہے - نمو کی قوت ذرات خاک میں مخفی رہتی ہے ' لیکن جب فصل بہار آتی ہے تو اس میں اسقدر ابال آ جاتا ہے کہ اوسپر زمین کی فضاے بسیط تنگ ہوجاتی ہے - پانی کا سیال مادہ بادل کے ایک ٹکڑے میں سمٹا ہوا پڑا رہتا ہے ' لیکن جب برستا ہے تو پھیل کر خشکی و تری کو باہم ملا دیتا ہے - برق کی رو دنیا کے ہر ذرے میں موجود ہے ' لیکن جب اوسمیں تموج پیدا ہوتا ہے ' تو کارخانۂ قدرت کے ایک ایک پرزے میں دفعتاً حرکت پیدا ہوجاتی ہے - موج دریا ہی میں پنہاں ہے ' لیکن جب اوٹھتی ہے اور اوٹھکر بلند ہوتی ہے ' تو دریا میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے !!

* * *

اسلام بھی اسی قسم کا ایک شرارہ ' اسی طرح کی ایک طاقت نمو ' اسی فیاضی کے ساتھہ بہنے والا ایک چشمۂ آب حیات ' اسی قوت کے ساتھہ حرکت پیدا کرنے والا بجلی کی ایک رو ' اور اوسی سرعت کے ساتھہ پھیلنے والی ایک موج ہدایت تھی - جس نے اوڑ کر خرمن جہل و ضلالت میں آگ لگادی ' جس نے پھول پھلکر شورہ زار دنیا کو تختۂ گل و یاسمن بنا دیا ' جس نے برس کر تمام دنیا کو سر سبز و شاداب کردیا ' جس نے چلکر دنیا کے سکون کو حرکت سے بدل دیا ' اور جس نے اوٹھکر کفر و فساد فی الارض کے بحر ظلمت خیز میں ایک عظیم الشان تلاطم برپا کردیا !

* * *

یہ شرارہ ' یہ نمو ' یہ برق ' یہ موج ' غار حراء میں دبی ہوئی تھی - ایک مبارک رات میں اسکا ظہور ہوا ' لیکن اوسکے لیے ایک فضاے غیر متناہی ' ایک وسعت غیر محدود ' ایک کرۂ غیر معمورہ درکار تھا ' اسلیے اونھوں نے پھیلنا چاہا ' لیکن کفر زار مکہ کی زمین گھبراکر پکار اوٹھی : " آہستہ خرام بلکہ مخرام " - اب اسلام دنیا کے دوسرے حصوں کی طرف بڑھا ' کیونکہ سکون اوسکی فطرت کے خلاف تھا ' اور فطرت کی خلاف ورزی عتاب الٰہی کا مقدمہ ہے :

ان الذین توفٰهم الملٰئکة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم ؟ قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتهاجروا فیها فاولٰئک ماواهم جهنم وساءت مصیرا الا المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا فاولٰئک عسی الله ان یعفو عنهم وکان الله عفوا غفورا - ومن یهاجر فی سبیل الله یجد فی الارض مراغما کثیرا

جن لوگوں کی روح کو فرشتوں نے ایسی حالت میں قبض کیا کہ وہ لوگ ارض شرک میں رہکر اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے ' تو اونسے فرشتوں نے کہا کہ تم ایسی مصیبت میں کیوں مبتلا رہے ؟ اونھوں نے جواب دیا کہ " زمین کفر میں ہمیں کوئی طاقت حاصل نہ تھی " فرشتوں نے کہا " تو کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ اوس میں ہجرت کرجاتے ؟ پس اینے لوگوں کا ٹھکانا صرف

بريد فرنگ

نام نهـاد جـرمن مظـالم

اهل جرمني کے انکار انکے بيان کردۃ مظالم کے متعلق

ايک جرمن خاتون کا خط

مقام اِلا شيپل (جرمني) سے ۲۷ - اگست کو ايک جرمن خاتون نے اپنے کسي عزيز کے نام ايک خط لکها تها - يه خط اتفاق سے اخبار " مورننگ پوسٹ " لنڈن کے هاتهه لگ گيا ' اور اس نے اسے شايع کرديا - اس خط ميں يه جرمن خاتون لکهتي هے :

" مجهے يقين هے که تمام تعليم يافته انگريز اس جنگ کو برا کهتے هونگے ' جسکي ذمه داري انگريزي حکومت کي پاليسي پر عايد هوتي هے -

اهل جرمني کو سالها سال سے يه خوف دامنگير تها که ايک نه ايک دن انکو ميدان جنگ ميں مجبوراً دهکيلا جاليگا ' اور اسوقت انکے امن دوست قيصر کے هاتهه سے صبر و تحمل کا سر رشته جاتا رهيگا - بالاخر وہ هولناک دن آگيا ' اور اب دنيا ديکهرهي هے که ظاهري عيش و عشرت کے اندر سے کيسي قوي تن اور عجيب و غريب جرمني نکلي هے ؟ وہ جرمني جو بظاهر عيش و تنعم ميں غرق نظر آتي تهي ' اب اس جنگ کے وقت کيسي طاقتور اور کسطرح عجيب و غريب قوتوں کا پيکر معلوم هوتي هے ؟ "

اسکے بعد اس خاتون نے ظاهر کيا هے که ريشٹيگ (جرمن پارليمينٹ) نے کس اتفاق و هم آهنگی ' يگانگت و يکسوئي ' اور جوش و خروش کے ساتهه قرضه جنگ کو منظور کيا هے ' اور جب وہ تلغرافي مخابرات و مراسلات شائع هوے هيں ' جو قيصر ' زار ' اور شاه انگلستان ميں باهم هوے تهے ' تو جرمن پبلک ميں کسقدر جوش و خروش پيدا هوا هے ؟

وہ لکهتي هے :

" ان تاروں نے يه ثابت کرديا هے که قيام امن يورپ کے ليے همارا شاهنشاه (يعني قيصر جرمني) جو کچهه کرسکتا تها وہ اسوقت اس نے کيا اور کامل طور پر کيا -

عالم سياسي ميں هز مجسٹي (قيصر) کے برابر کوئي شخص معتزم اور راست باز نهيں هے "

اسکے بعد وہ موجودہ جنگ کي نوعيت کا ذکر کرتے هوے لکهتی هے :

" هم جانتے هيں که هم اهل جرمني اپنی هستي و بقاء کے ليے لڑ رهے هيں ' کيونکه همارے دشمن جو هم سے بهتر کارنامے دکها کے هماري فوقيت و برتري پر غالب نهيں آسکے ' اب اپنے اس عجز و ناکامی کے بعد چاهتے هيں که جسطرح بنے ' هم سب کو قتل کر ڈاليں ' تا که همارے هميشه کامياب و غالب مقابله سے انهيں نجات ملجاے -

يه صحيح هے که هر طرف ناگواري پهيلي هوئی هے اور ايسا هونا ناگزير هے ' مگر اسکے ساتهه هي جرمني ميں ايثار بهي ايسا هے که اسکا مقابله و موازنه نهيں هو سکتا - صرف گذشته تين هفتوں مين ۱۲۵۰۰۰۰ - آدميوں نے اپنے آپ کو فوجی خدمت کيليے بطيب خاطر پيش کيا هے ' اور اميدواروں کا اسقدر هجوم و ازدحام رها که بالاخر فهرست داخله بند کردينا پڑي - جو جرمن سپاهي همارے شهر سے گذرے هيں وہ نهايت شاندار تهے - انکي وردي اور ديگر ساز و سامان کي هر شے بالکل نئي معلوم هوتي تهي - ان سپاهيوں کا ادهر سے کوچ حيرت انگيز نظم و ترتيب کے ساتهه انجام پذير هوا - تمام سپاهيوں کا استقبال شهر والوں کے گهروں ميں هونے والا تها - سب نے انهيں هاتهوں هاتهه ليا اور بخوشي اپنے يهاں ٹهيرايا - سپاهيوں کا طرز عمل اسقدر عمدہ تها که گهر والوں کو ان پر پورا اعتماد هوگيا تها - ليکن کيسي عجيب بات هے که انهي مسکينوں کے متعلق فرانس ميں کيسي کيسی خوفناک باتيں مشهور کي جارهي هيں ! "

اسکے بعد وہ ان مظالم کا ذکر کرتي هے جو بموجب اسکے بيانکے اهل بلجيم اپني مغلوبيت و شکست کے جوش انتقام مين درمانده و عاجز جرمنيوں پر کر رهے هيں - وہ لکهتي هے :

" اسپتال ميں ايک نوجوان آيا هے جسکی دونوں آنکهيں ايک دس برس کي بلجين لڑکی نے نکال لي هيں - يه حرکت اس ناشاد لڑکي نے اسوقت کي هے جب يه بد بخت نوجوان گولي کها کے زمين پر گرا هے - يه واقعه ڈچ صليب احمر کے ايک ڈاکٹر نے خود ديکها هے - دوسرے مواقع پر جرمن زخميوں کے هاتهه اور پير کاٹڈالے گئے هيں - جن مکانوں ميں که جرمن زخمي تهے اور ان پر جرمن علم لهرا رهے تهے ' ان زندہ زخميوں کے گلے نهايت بے دردي اور وحشيانه طريقه سے کاٹے گئے - تعجب انگيز امر يه هے که يه حرکتيں صرف سپاهيوں هي نے نهيں کي هيں جو عموماً فوجی اور جنگي زندگي کی وجه سے قسي القلب اور بے رحم هو جاتے هيں ' بلکه لڑکيوں اور جوان اور بوڑهی عورتوں نے کيے هيں - مگر انهيں بهي اپنے کيے کا قرار واقعي خميازہ بهگتنا پڑا اور بالاخر هولناک سرزنش کی گئي - فوجي قانون (مارشل لا) کے مطابق انهيں گولي ماردي گئي ' اور تنبيه و عبرت کے ليے انکے مکان جلادیے گئے -

اگر يهي باتيں هيں جنهيں فرانس اور انگلستان ميں جرمني کي وحشت و بربريت سے تعبير کيا جا رها هے تو اسکی ذمه دار خود بلجيم کی رعايا هے ' کيونکه ابتدا اسيکي طرف سے هوئی هے ' اور يه ظاهر هے که اسوقت جنگ کا زمانه هے - امن کا وقت نهيں هے که اس قسم کے مظالم کی سزا عدالتی قانون کے مطابق ڈهونڈها لے -

البته اس هولناک انجام کو ديکهتے هوے ان بدبختوں کے اندهے پن پر ضرور افسوس آنا چاهيے - کيونکه يه لوگ جو کچهه کر رهے هيں ' اپنے حکام کی تحريک و اغواء سے کر رهے هيں -

هم لوگ قدرتی طور پر يهاں اپنی عظيم الشان فتوحات پر خوشي منانے هيں - اسوقت بلجين اخبارات جرمن زبان ميں نکل رهے هيں اور ڈاکخانے اور ريلويں جرمن هاتهوں ميں هيں - چونکه لورين ميں فرانسيسيوں کو بری طرح شکست هوئي هے اور همنے نامور اور لبڑ فتح کرليا هے - اسليے اميد هے که جنگ زيادہ عرصے تک نهيں رهيگي " -

اسکے بعد يه خاتون اجنبي خصوصاً دشمن رعايا کے ساتهه جرمن حکومت کے عمدہ سلوک اور حسن معاملة کا ذکر کرتے هوے لکهتي هے :

- خدا کا دین پہلے هي سے کامل تها لیکن اب تـک وہ مسلمانوں کے نفوذ و قوت کے شایان شان نہ تها - آج خدا نے اوسکو مسلمانوں کے شایان شان بنا کر اوس پر دائمی پسندیدگي اور رضاے تام کي مہر لگادي : و رضیت لکم الاسلام دینا -

* * *

دنیا کا کوئي داعی مذهب ' دنیا کي کوئي صالح قوم ' دنیا کا کوئي اولوالعزم پیغمبر' اپنے مقاصد میں سلطنت کے بغیر کامیاب نہیں هو سکتا ' چنانچہ دنیا میں جب کوئي صالح قوم پیدا هوئي ہے اور اوس نے نیکي پهیلانے اور امر بالمعروف و النهي عن المنکر کي الهي خدمت اپنے ذمہ لي ہے تو خدانے اوسکو همیشه صاحب تاج و تخت بنایا ہے' اور جب تک اوسکے سر پر حکومت کا تاج نہیں رکها گیا ' اوسکا دین خدا کي آخري مرضي کے مطابق نہیں هوا ' چنانچہ الله تعالی خود فرماتا ہے :

وعد الله الذین آمنـوا منکم وعملو الصا لحات لیستخلفنهم في الارض کما استخلف الـذین من قبلهم و لیمکنن لهم دینهم الذي ارتضـی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا - یعبدونني ولا یشرکون بي شیأ و من کفر بعد ذلک فاولئک هم الفسقون (۲۴ - ۵۴)

تم میں سے جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح اختیار کیا ' تو خدا نے اونسے وعدہ کرلیا ہے کہ اُنکو زمین کي خلافت بخشیگا جیسا کہ اوس نے گذشتہ لوگوں کو اونکے عمل صالح کي وجہ سے بخشا نیز خدا نے اونکے لیے جو دین پسند فرمادیا ہے ' اوسکو مستحکم کر دیگا ' اور اونکے خوف کو امن سے بدل دیگا - تاکہ اسی کي عبادت کریں اور کسي چیز کو اسکا شریک نہ بنائیں ' اور جو لوگ اس کے بعد کافر هوے' سو وہ یقیناً مجرم و ملزم هیں -

* * *

الله تعالے کي اسي سنت جاریہ کے مطابق مکہ میں ایک قوم ایمان لائي اور اسنے عمل صالح اختیار کیا ' اسلیے خدانے اوسکو زمین کا خلیفه بنایا - خدا نے اوسکے لیے جس دین کو منتخب فرمایا تها اب تک وہ اوسکے وعدے کے مطابق مستحکم نہیں هوا تها - فتح مکہ نے اسکو مستحکم کردیا - مدینہ میں رهکر آنحضرت (صلعم) نے تمام عرب کي مشرکانہ قوت توڑ دي تهي - صرف اهل مکہ اپني اصلي حالت پر قائم تھے - اگر اسلام کو کچهہ خوف تها تو اسي مرکزي طاقت کا تها - فتح مکہ نے اس طاقت کو بهی پامال کر دیا - اب خوف مبدل بہ امن و امان هو گیا - اس امن و امان کا مقصد جیسا کہ خود خدا نے بیان فرمادیا' یہ تها کہ خدا کي پرستش کي جاے' تمام انساني پرستشوں اور معبودانہ اقتداروں کا خاتمہ کردیا جاے' اور خدا کے بندے صرف خدا هي کیلیے هوجائیں - فتح مکہ میں تین سو ساٹهہ بت جاء الحق و زهق الباطل کي غلغلہ انگیز صداوں کے ساتهہ توڑ دیے گئے ' اور توحید الهي کیلیے میدان صاف هوگیا - حجة الوداع میں پہلے هی سے منادي کرادیگئی تهي کہ کوئي مشرک خانہ کعبہ کے اندر داخل نہیں هو سکتا - دین الهي کی یهی تکمیل تهی' یہی غلبۂ عام تها ' یهي ظهور تام تها' یهي حقیقی امن و امان تها' جو اس عہد سے شروع هوگیا' اور اسي کا خدا نے وعدہ فرمایا تها :

لیظهره علی الدین کله — خدا اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کردیگا

جب یہ وعدہ پورا هوا تو امت کو یہ بشارة عظمی سنائی گئی :

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

* * *

یہ آیۃ کریمہ وعظیمہ جمعہ کے دن خاص عرفات کے میدان میں نازل هوئی اور ایک ایسا عطیۂ الهی سمجهي گئي کہ ایک یهودي نے حضرت عمر رضي الله عنہ سے بہ حسرت کہا : "اگر ایسی آیت همارے مذهب میں نازل هوتي تو هم اوسکے نزول کي یاد گار میں عید مناتے" حضرت عمر نے فرمایا : "همکو اس یادگار کے قائم کرنے کی ضرورت نہ تهي - یہ آیت خود عید هي کے دن نازل هوئي جب کہ خدا کے مخلص بندے عرفات کے میدان میں اوسکے سامنے کهڑے تھے - پس همیشہ کیلیے یہ دن همارے لیے عید کا جشن عام هوگا اور خدا کی یهي مرضي تهی "

* * *

اسی بشارة عظمی نے عید کي حقیقت کو بهی بے نقاب کردیا - وہ محض سیر و تفریح' عیش و نشاط ' لهو و لعب کا ذریعہ نہیں ہے - وہ تکمیل شریعت کا ایک مرکز ہے' وہ سطوت خلافت الهي کا ایک مظهر ہے ' وہ توحید و وحدانیت کا منبع ہے' وہ خالص نیتوں اور پاک دلوں کی نمایش گاہ ہے -

اوسکے ذریعہ هرقوم کے مذهبي جذبات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ' اگر وہ اپني اصلي حالت میں قائم ہے تو سمجهہ لینا چاهیے کہ مذهب اپني پوري قوت کے ساتهہ زندہ ہے - اگر وہ مٹ گئي ہے' یا بدعات و مزخرفات نے اوسکے اصل مقاصد کو چهپا دیا ہے' تو یقین کرلینا چاهیے کہ اس مذهب کا چراغ بجهہ رها ہے -

* * *

یهی وجہ ہے کہ اسلام میں جس دن سے قوت کي نشو و نما کا آغاز هوا اوسی دن سے عید کو اوس کے اظهار کا ذریعہ بنایا گیا - مدینہ میں صرف عید الفطر کے ذریعہ دنیا کو اسلام کی وسعت اثر کا ایک منظر دکهایا جا سکتا تها' لیکن وہ صرف اتنے هی پر قانع نہ تها' وہ تمام دنیا کیلیے ایک چشمۂ رحمت تها جو ابلنا چاهتا تها -

ما ارسلنا ک الا رحمة للعالمین -

وہ عرفات کے میدان میں اوبلا' اور اپنے پهیلنے والي موجوں کي چادر میں تمام دنیا کو چهپا لیا - اسلیے تمام دنیا نے اسلام کے جاہ و جلال' ظهور و غلبہ ' اور نفوذ و وسعت کا تماشہ دیکهہ لیا -

* * *

پس عید اگر شعائر اسلام کو قائم رکهتي ہے' مذهبي روح کو زندہ کرتي ہے' مذهب کے کارنامہ اعمال کو دنیا کے سامنے پیش کرتي ہے' عہد محبت و میثاق الهي کي تجدید کرتي ہے' تمام امت کو ایک نظام میں مربوط کر دیتي ہے' مختلف ممالک کے مسلمانوں کے درمیان سفارت کا کام دیتي ہے' تو بلا شبہ وہ عید ہے' حج ہے' طواف ہے - ورنہ وہ صرف کهجور کي ایک گٹهلي ہے جسکو ایک سنت کے احیاء کیلیے هم علی الصباح کها کر پهینکدیتے هیں -

* * *

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اسلام کي اس سب سے عظیم الشان عید کے بعد اسلام کي دعوة الی کي زندگي کا دور ختم هوگیا' اور خود یہ آیت جس نے مذهب کي تکمیل کا اعلان کیا تها ' اسکا مقدمہ و تمهید تهي - چنانچہ اوس کے نزول پر اگرچہ اکثر صحابہ کو نهایت مسرت حاصل هوئی' لیکن جو لوگ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ داعي حق کي زندگي کا سب سے آخري مقصد دین کی تکمیل اور اوسکا عرض عام و ظهور تام تها' اونکی آنکهیں تکمیل کے بعد کے نتیجہ کو دیکهکر اشکبار هوگئیں - یہ مقصد حقیقي حجة الوداع میں حاصل هوگیا تها ' اوسکے ایک هي سال بعد آفتاب نبوت رحمت الهی کي آغوش میں غروب هو گیا - اللهم صل و سلم علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد کما صلیت و سلمت علی علی سیدنا ابراهیم و علی آل سیدنا ابراهیم انک حمید مجید !

شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی

ایم - اے - ڈی لیت بیرسٹر ایٹ لا کی

میڈیکل جیورس پروڈنس

یعنی طب متعلقہ عدالت پر

حکیم سید شمس الله قادري - ایم - آر - اے - ایس ایف آر - ایچ - ایس کا ریویو

قبل اس کے کہ کتاب مذکور کي نسبت کچھہ لکھا جاے یہ بتانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس کیا ہے - کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوے میڈیکل جیورس پروڈنس کے معنے ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

" میڈیکل جیورس پروڈنس " علم طب کي اس شاخ کا نام ہے جس میں قانون اور طب کے باہمي تعلقات سے بحث کي جاتي ہے ' اور اس علم کا موضوع کل وہ مباحث قانوني و طبي ہیں جو عدالتي انصاف سے متعلق ہیں ' اور نیز بعض وہ امور جو انسان کے تمدني حالات سے تعلق رکھتے ہیں ' غرض مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے عام طور پر مسائل طب کا استعمال قانوني ضرورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے -

میڈیکل جیورس پروڈنس میں علم طب کے اُن مسائل سے بحث کي جاتي ہے جن کي ضرورت فوجداري کار و بار میں لاحق ہوتي ہے جیسے (۱) قتل عمد (۲) زنا بالجبر (۳) اسقاط حمل (۴) زہر خوراني وغیرہ کے مقدمات ہیں - ان کے متعلق جو تحقیقات و شہادت کا ہونا ان تمام آدمیوں کے لیے ضروري ہے جو ان مقدمات کے کار و بار میں شریک ہیں - مثلا : حکم عدالت - عہدہ داران پولیس - وکلاء پیرو کار وغیرہ - اگر کسي حاکم کو ان باتوں سے واقفیت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھي بے گناہ کو سزا ہوجاتي ہے - اصل مجرم رہا کردیا جاتا ہے - اسي طرح اگر کوئي وکیل یا پیرو کاران امور کا ماہر نہیں ہے تو شہادت و ثبوت کے موقع پر اس علم کے متعلق جو رموز و نکات بیان کیے جاتے ہیں ان کے صدق و کذب پر خاطر خواہ جرح نہیں کرسکتا اور اس امر سے مقدمات کے خراب ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے - میڈیکل جیورس پروڈنس کے جاننے سے انسان کو نہ صرف واقعات سے آگاہي حاصل ہوتي ہے بلکہ ان سے واقعات کو ترتیب دینے اور ان سے ایسے صحیح نتائج استخراج کرنے کي قابلیت پیدا ہو جاتي ہے جن پر

(عدل و انصاف کا انحصار ہے)

اس کتاب کو اصل میں ڈاکٹر پیاٹبرک مہیر - ایم - ڈي - ایف سي - ایس نے ملکر انگریزي میں تصنیف کیا تھا - پھر مرحوم شمس العلما نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اصل کتاب پر بہت سے اضافے اور مفید حواشي زیادہ کردیے ہیں ' جس کي وجہ سے اس کتاب نے ایک مستقل تصنیف کی صورت اختیار کرلی ہے -

اس کتاب میں طب و قانون کے وہ تمام مباحثات آگئے ہیں جو فوجداري مقدمات میں ہمیشہ در پیش رہتے ہیں مثلاً :

(مقدمات قتل کے متعلق)

(۱) زخم - چوٹ (۲) ہلاکت کي جوابدہي (۳) شہادت طبیہ (۴) لاش سڑنے کے مدارج (۵) مختلف اعضاے انسان پر ضرب (۶) اختناق (۷) دم خفا ہونا (۸) پھانسي یا گلا گھونٹنا وغیرہ -

(عورتوں کے متعلق)

(۱) زنا بالجبر (۲) بچہ کشي (۳) اسقاط حمل -

(سمیات کے متعلق)

(۱) معدني سمیات (۲) فلزي سمیات (۳) نباتي سمیات (۴) حیواني سمیات اور ان کے استعمال سے جو اثر ظاہر ہوتے ہیں ان کا بیان -

(امور مختلفہ کے متعلق)

(۱) زندگي کا بیمہ (۲) جنون (۳) زہر خوراني وغیرہ - ان تمام ابواب کے ساتھہ قانوني نظائر بھي مندرج ہیں جس کي وجہ سے ہر مسئلے کے سمجھنے میں ... ہوگئي ہے اور ساتھہ ہي ساتھہ اس کا بھي پتہ چل جاتا ہے کہ ایسي حالتوں میں عدالت نے کیا کیا فیصلے صادر کئے ہیں -

اس کتاب کے دیکھنے سے فاضل مصنف و مترجم کي اعلی علمي قابلیت ظاہر ہوتي ہے - مشکل سے مشکل مسئلہ کو بھي اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ نہایت آساني سے بلا کسي مزید غور و فکر کے ہر انسان کي سمجھہ میں آتا ہے - علمي اور قانوني اصطلاحات ایسے موقع پر چسپاں ہیں کہ بغیر کسي ڈکشنري یا ریفرنس بک کی مدد کے معاني ربط مضمون سے ذہن نشین ہوجاتے ہیں -

مدت ہوئي کہ اردو میں ایک چھوٹي سي میڈیکل جیورس پروڈنس شایع ہوئي تھي جو نہایت نا مکمل اور ناقص تھی اور ایک ایسي کتاب کي شدید ضرورت ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح جامع و مکمل ہو -

خدا کا شکر ہے کہ یہ کمي پوري ہوگئي اور ایسے شخص کے قلم سے پوري ہوئي جو بنظر علمي قابلیت اور ہمہ داني کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا -

امید ہے کہ قانون داں اور فوجداري کار و بار والے حضرات اس کتاب کو اپنے کار و بار میں چراغ ہدایت اور خضر رہنما سمجھہ کر اس کي ضرور قدر کرینگے - یہ کتاب نہایت اعلی اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید علم آگرہ میں چھپي ہے اور (۳۸۰) صفحات میں - اس کي قیمت سابق میں ۶ روپیہ مقرر تھي - مگر اب علم فائدہ کي غرض سے تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک کردي ہے - اور مولوي عبد الله خاں صاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر اباد دکن سے مل سکتي ہے -

صنمخانہ عشق ! صنمخانہ عشق ! !

یعنے حضرت امیر احمد مینائي کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

حکمت بالغہ - ہر سہ جلد کامل صفحات ۱۰۹۴ - اس کتاب کا تفصیلي ریویو الہلال کے گذشتہ پرچوں میں چھپ چکا ہے - قیمت ہر سہ جلد ۵ روپیہ -

نعمت علي - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام - یعنے امام عبد الوہاب شعراني کي لا جواب کتاب لواقح الانوار کا ترجمہ - صفحات ہر دو جلد ۷۲۶ - قیمت ۵ روپیہ -

مشاہیر السلام - یعنے اردو ترجمہ تاریخ ابن خلکان دو جلد - قیمت ۵ روپیہ -

تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ -

تمدن ہند - شمس العلما مولانا سید علي بلگرامي مرحوم کی آخري یادگار - قیمت ۵۰ روپیہ -

تحقیق الجہاد - مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوي علي حیدر صاحب طبا طبائي صفحات ۳۴۸ - قیمت ۲ روپیہ -

داستان ترکتازان ہند فارسي - ۵ جلد کامل صفحات (۳۶۵۶) کل سلاطین دہلي کي ایک جامع اور مفصل تاریخ - قیمت حال ۶ روپیہ -

افسر اللغات - یعنے عربي اور فارسي کے کئي ہزار الفاظ کي ایک کامل ڈکشنري صفحات (۱۲۲۶) قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مآثر الکرام : فارسي - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام قیمت ۲ روپیہ -

علمي اصول قانون - یعنے مسٹر ڈبلیو - ایم - ریننگن کی کتاب کا اردو ترجمہ صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

گلشن ہند - قدیم شعراے اردو کا ایک نایاب تذکرہ - صفحات ۲۳۴ قیمت ایک روپیہ -

قواعد العروض مصنفۂ مولانا غلام حسین قدر بلگرامي عربي و فارسي میں بھي علم عروض کے متعلق کوئي ایسي جامع کتاب موجود نہیں ہے - صفحات ۳۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مد القاموس - مصنفہ مسٹر لین ۸ جلد کامل یعنے عربي زبان کا ایک جامع لغت انگریزي زبان میں - قیمت - ۱۲۰ - روپیہ

المشتہر عبد الله خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

" اغیار یعنی فرانسیسیوں، روسیوں، انگریزوں، اور اهل بلجیم کے ساتهه جو عمده سلوک یهاں کیا جا رها هے، وه اسدرجه حد سے گذرا هوا فیاضانه هے که اسپر هم لوگ اپنی گورنمنٹ سے رفته رفته بهت هی ناراض هوتے جاتے هیں - ان میں سے جو لوگ مفلوک الحال هیں، انکے لیے چندے هو رهے هیں - نه معلوم کب جرمنی اپنی اس فضول مهربانی کو رخصت کریگی ؟ اسے معلوم هونا چاهیے که خود اسکی رعایا کے ساتهه دوسرے ملکوں میں ذلت آفریں سلوک هو رها هے ! هم کبهی ان مظالم کو نهیں بهولینگے جو اهل جرمنی پر بلجیم میں کیے گئے - وهاں دولت مند سے دولتمند جرمن موجود هیں، مگر انکے بدن پر بمشکل سالم کپڑا نظر آئیگا - انکے ساتهه خوفناک بدسلوکی کیگئی اور بالاخر انکو بهاگنا پڑا - عورتوں پر ایسے ایسے ظلم ڈهالے گئے که انهیں اپنے بچوں کو مکان کی کهڑکیوں کے باهر پهینکدینا پڑا اور بهت سی مائیں تو پاگل هوگئیں !

هم کو یقین هے که همارے سپاهی همارے لیے میدان فتح کرینگے، لیکن اگر بفرض محال همارے دشمنوں کی زیاده فوج نے انهیں کچل بهی ڈالا - جب بهی همیں اپنے ایماندار اور راست باز هونے پر همیشه فخر و ناز رهیگا -

تاهم یهاں تو کسیکو بهی یه خیال نهیں که هم کو شکست هوگی - چاهے انگلستان دوسری نصف دنیا کو بهی همارے مقابله میں لاکے کهڑا کردے مگر همیں فتح هی هوگی " -

یه خاتون اسی خط میں بعد کی نوشته عبارت مورخه ۲۹ - اگست میں لکهتی هے :

" هم جب اجنبی اخباروں میں یه پڑهتے هیں که هم بربری اور وحشی هیں تو همکو بے حد هنسی آتی هے - گویا وحشی لوگ بهی کرپ کی توپیں، زپلن هوائی جهاز، هر قسم کے تهیٹر، اوپرا، حیرت انگیز عجائب خانه، اور ایمپیریٹر نامی جهاز کے برابر جهاز بنا سکتے هیں ! تاهم مسکین اور ذلیل فرانسیسی کیا کریں ؟ وه اس سے زیاده کچهه نهیں جانتے "

ایک دوسری بعد کی نوشته عبارت میں لکهتی هے :

"همیں چار چهوٹے کروزروں کے ضائع هونے کی اطلاع دیگئی - مگر یه نقصان ان عظیم الشان فتوحات کے مقابله میں کچهه بهی نهیں هے جو همیں حاصل هوئی هیں - اسوقت همارے پاس ۳۰ هزار روسی قیدی هیں جو اس امر پر خوش هیں که انهیں جرمنی میں عمده غذا ملتی هے " (لیکن اسکے بعد روسی قیدیوں کی تعداد بهت زیاده هوگئی هے)

مکتوب استانهٔ علیه

اجیبو داعی الله !

مکتوب مبارک جمعیة هلال احمر قسطنطنیه

برادر عزیز محترم :

پس از ستایش و نیایش عرض میشود که جمعیة هلال احمر عثمانی خدمات شما را که از راه اسلامیت و اخوت در اثنای جنگ طرابلس و بلقان ابراز و اثبات فرموده اید، گاهے فراموش نخواهد کرد - نه تنها ایں جمعیت، بلکه تمام ملت نجیبهٔ عثمانیه منتدار و شکرگذار انسانیت و نیکیهاے برادران آں دیار بوده، و همیشه مشغول تمجید و تحسین می باشند - از پرتو همم عالیه و تبرعات دیندارانهٔ برادران دینی هندوستان در جنگهای گذشته و ایام اضطراب، ایں جمعیت می توانست از عهدهٔ خدمات بزرگ و کارهاے سترگ بر آید، چنانچه مبالغ اعانات مرسوله بے حیف و میل کلیاً صرف غزاة و مجروحین عثمانی گردید -

هیچ شکی نیست که خبر جنگ عمومی اروپ بسمع مبارک رسیده است - امروز تمام دول شرق و غرب - خواه درین حرب عمومی شریک و سهیم باشند یا نباشند محض صیانت و محافظة استقلال و شرف دیرینهٔ خود شان مجبور به سفربری و آمادهٔ کارزار بوده، و تمام قواے بری و بحری خود را مهیا و مستعد ساخته و منتظر حلول وقت میباشند - بمضمون " حاضر جنگ باش اگر میطلبی صلح و صلاح " دولت ابد آیت علیهٔ عثمانی نیز، با اینکه همیشه صلح و مسالمت را رهبر مساعی نموده و آں را بر رزم و وغا ترجیح داده است، برای احتیاط اکنون مجبور احضار و تهیهٔ کلیهٔ قواے بری و بحری خود گردیده - و الحمد لله بر حسب ارادهٔ مبارکهٔ سنیهٔ اعلی حضرت خلیفة المسلمین متعنا الله بطول حیاته وخلد الله ملکه و دولته و به همت زمامداران امور و مدبران مهام جمهور از عهدهٔ ایں کار بخوبی چنانکه شاید و باید، بر آمده، و قواے مهمهٔ عسکریه و بحریهٔ خود را کاملاً تدارک و تجهیز، و بحدود مملکت و ثغور دولت روانه کرده است -

خدا نکرده اگر جزئی تجاوزی بشرف و استقلال دولت علیه از طرف هر کدام از دول اروپ واقع گردد، بی محابا در دفع و تنکیل آں و محافظة بیضهٔ مقدسهٔ اسلامی انچه از دست بر آید، مادتاً و معناً، مالاً و بدناً، کوتاهی نخواهد شد - تا اینکه استقلال ایں یگانه دولت اسلامی و شرف و عزت تمام مسلمانان روے زمین و برادران دینی محفوظ و مصئون مانده از ننگ خذلان و ذلت وارسته آید -

پس دریں هنگام و اوقات مغتنمه بر تمام مسلمانان عالم دیناً و وجداناً واجب است که یاری و معاونت نموده و از همدیگرے دستگیری کنند -

لهذا جمعیت مرکزیهٔ هلال احمر عثمانی و ایں بنده که بشرف عضویت آں و دوستی جنابعالی مفتخرم، از راه دیانت پروری و اسلامخواهی لازم دانستم که نظر دقت آں حضرت را بدیں نقطهٔ باریک دریں وقت خطرناک پیش از پیش جلب نموده، وکما فی السابق طلب معاونت و امداد نمایم - البته میدانید که یاری و اعانت بهلال احمر خالی از همه گونه مسئولیت شخصی و دولتی بوده، و متفقاً تمام دول متمدنهٔ عالم امداد بایں گونه جمعیات را در مجامع رسمیه و اجتماعیات دولیه تصدیق و تائید نموده اند - جمعیت هلال احمر هیچ وقت با امور سیاسیه و کارهای پولتیکی رابطه و علاقهٔ نداشته و همیشه تمام همت خود را حصر تداوی مجروحین و واماندگان جنگ نموده است - پس درینصورت خواهش می شود که از حالا شروع و مبادرت به جمع اعانات لازمه چنانچه مقتضی شیمهٔ مرضیهٔ آنجناب و تمام اخوان دین است، بفرمائید - نیز متوقعیم که مبالغ مجموعه را راساً بدون هیچ واسطهٔ تا جائیکه ممکن است، بجمعیت مرکزیهٔ قسطنطنیه ارسال داشته و نام اعانت دهندگان را بانگلیسی و فارسی با کمال وضوح تحریر نمائید، تا منتظما و مکملاً در دفاتر اساسیه و اصلیهٔ هلال احمر بی غلط و خطا درج و ثبت شود و در آینده موجب هیچ گونه قیل و قال و مؤاخذه نگردد - بدیں وسیلهٔ حسنه در ختام ایں عریضهٔ اخوت فریضه پیشکی تشکر از همت و خدمت جنابعالی نموده، موفقیت و عافیت همگی را از درگاه حضرت احدیت مسئلت می نمائیم و السلام (عند الله لا یضیع اجر من احسن عملا) -

بتاریخ ۷، ماه رمضان مبارک سال ۱۳۳۲

خادم انسانیت و اسلامیت :

عضو هلال احمر : کمال عمر - کاتب عمومی هلال احمر : دکتور عدنان

رئیس ثانی هلال احمر : دکتور بسیم عمر

حسبنا اللہ و نعم الوکیل

ٹرکش سلطانہ ھیئرڈائی کمپنی

خضاب اسلامبولي

جسے تمام عالم نے ٹرکش امپیریل ھیرڈائی" کا لقب عطا فرمایا ہے - یہ بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بوئي نا گوار بلکہ فرحت افزاے دل و جان عطر بسار خوشبو دار خضاب کمیاب ہے - سہولت کے ساتھہ ۲ - ۳ قطرہ برش یا انگلي سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاہ نما بنالیجیے ایک شیشي برسوںکے لیے کافي ہے - قیمت فی شیشي کلاں تین روپیہ - شیشي خرد دو روپیہ -

سارٹیفیکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ارسي - پي - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکتہ تحریر فرماتے ھیں واقعي یہ ایک تحفہ بیش بہا کمیاب بلکہ نایاب استمبولی خضاب دنیاوي خضابوں میں اعلی و یکتا ہے ' بیشک یہ روسا امرا راجگان اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر ہے - اسکي جسقدر تعریف کي جائے بجا ہے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۵ مومن پور روڈ خضر پور کلکتہ

No. 1Mominpure Road Khidderpur Calcutta.

پوپن ٹائین

یہ عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ' یہ دوا یک ذماغی ضعیفوں کو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ کرتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ ایکسان مرد اور عورت استعمال کر سکتے ھیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - ھسٹریہ وغیرہ کو بھی نفع ہے چالیس گولیوالي بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایک بار کی دفع ہو جاتی ہے - اس کے استعمال کر تے ھی آپ فائدہ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

ھائی ڈرولن

اب نشترکرانے کا خوف جاتا رہا -

یہ دوا آب نزول اور فیل پا وغیرہ کے واسطے نہایت مفید ثابت ھوا ہے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل ھوتی ہے -
یک ماہ کے استعمال سے یہ امراض بالکل دفع ھو جاتی ہے قیمت دس روپیہ اور دس دنکے دوا کی قیمت چار روپیہ -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امــراض مســـتــورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ھونا - اور اسکے دیر پا ھونیسے تشنج کا پیدا ھونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو ھوتے ھیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ازسرنو زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ھوں -

مستند مدراس شاھو- ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ھیں - " مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفیداور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایسل - ایم - ایل - آر- سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي ھیں : - " نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کروایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لندن) سینٹ جان اسپتال ارکارکاڈي بمبئي فرماتي ھیں:- " اوبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ ' ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ھدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ھوتا ہے -

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta,

ھر فرمایش میں الہلال کا حوالہ دینا ضروری ھے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ آف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدونمیں ہے ابھي چھپ کے نکلي ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ ھاف ٹون تصاویر ھیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي - اور ایک روپیہ ۱۴ آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بہو بازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مہینہ کے لیے رعایت
تین دنکے اندر زر واپس
اگر ناپسند ھوے -

سائز فاکشن فلوٹ ھارمونیم جسکي دھیمي اور میٹھي آواز بنگالي اور ھندوستاني موسیقي سے خاص مناسبت ہے - شیشم کي لکڑی سے بني ھوئي ' اور نہایت عمدہ رید - تین برسکي گارنٹي - قیمت سنگل رید ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیہ - حال - ۱۹ ' ۲۲ ' ۲۵ روپیہ - ڈبل رید ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ ' روپیہ - حال ۳۰ ' ۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیہ پیشگي ۵ روپیہ -

نیشنل ھارمونیم کمپنی - ڈاکخانہ سملہ A - کلکتہ

National Harmonum Co. P. O. Simla A. Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجہ سے مایوس ھوگئے ھوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوبارہ زندگی حاصل کریں - یہ جڑي مثل جادو کے اثر دیکھاتي ہے - بیس برس سے یہ جڑي مندرجہ ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکھا رھی ہے -

ضعف معدہ ' گراني شکم ' ضعف باہ تکلیف کے ساتھہ ماھوار جاري ھونا - ھر قسم کا ضعف خواہ اعصابي ھو یا دماغی ' آب نزول وغیرہ -

جڑي کو صرف کمر میں باندھي جاتی ہے - قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ

ایس - سی - ھر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکتہ

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

ھر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ھر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنوں ' مرگی والا جنون ' غمگین رھنے کا جنوں ' عقل میں فتور ' بے خوابی و مراقی جنوں ' وغیرہ وغیرہ دفع ھوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ھوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ھوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

A. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

؛ ۹ ۱

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت فی پرچہ - ۲ آنہ

جامِ جہاں نما

یہی وہ جام ہی جسپر جمشید ناز کرتا تھا

اس کتاب میں علم طبعیات ہیئت ۔کیمیا ۔برق ۔سوانحعمری ۔تواریخ ۔عجائبات عالم نجوم ۔رمل جفر ۔قیافہ شناسی ۔گیان ۔سُر خواب نامہ ۔فالنامہ ۔علم بیان علم عروض علم معانی بھی لکھا ہے کے قواعد ۔طب انسانی کا قابل عمل ذخیرہ ۔طیور و بہائم کی بیماریاں ۔اُن کا تدارک نباتات وجمادات کے نقص دور کرنا ۔تمام ہندوستان کی مسافت ۔بڑے بڑے شہروں کی تجارت اور سیاسات کی واقفیت ۔انگلستان ۔فرانس امریکہ و جاپان ۔روم و مصر ۔افریقہ ۔آسٹریلیا کا بیان ریل ۔جہاز اور خشکی ہر ایک جگہ کے سفر کا شرح حال ۔کرایہ اور تمام اخراجات واضح کیے ہیں سفر حج مکہ معظمہ مدینہ منورہ کی ساری حقیقت ۔تمام ضروری قوانین مجموعہ جس سے عوام کو سابقہ پڑتا ہے زندگی میں کامیابی کے اصول ہمیشہ خوشی حاصل کرنیکے طریقے ۔تمام دنیا کے مشہور لوگوں کے حالات تمام کرۂ ارض کے اخبارات وغیرہ وغیرہ ۔علاوہ اسکے

تیس ممالک کی بولی

روزمرہ کام کاج کے ضروری جملے اُردو میں بالمقابل لکھدیئے گئے ہیں ۔آج ہی جاکر مطلب کی باتیں کرلو ۔

اس کتاب سے

تجار ۔مزدور ۔سیاح ۔قانون پیشہ ۔دکان دار ۔زمیندار ۔طبیب ۔مریض ۔ہر محکمہ کا ملازم روزگار کا متلاشی ۔دستکار ۔نجومی ۔رمال ۔جوتشی ۔قصیدہ گو ۔شاعر ۔وقائع نگار ۔مصنف مورخ ۔کتاب فروش ۔فقیر ۔امیر غرضیکہ ہر ایک خیال و مذہب و ملت کا آدمی یکساں مستفیض ہوسکتا ہے باوجود ان اوصاف کے اس انمول رتن کی قیمت صرف (۱۸؍) ایک روپیہ آٹھ آنے رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک امیر ۔غریب یکساں فیض اُٹھاسکے ۔

ہمارا دعویٰ ہے ۔اگر ایسی کتاب کسی زبان میں دکھلادو تو ایک ہزار روپیہ انعام دینگے ۔تمام دُنیا کے علوم و فنون ایک ہی پیالے میں موجود ہیں ۔

ساری جائداد دے کر ایسی کتاب ملے تو بھی سستی ۔مطابق اشتہار نہو تو قیمت مع محصول ڈاک واپس دینگے ۔یہ شرط ہے ۔

ٹنڈن صاحب کا انگلش ٹیچر !

ویسے تو آجتک سینکڑوں انگلش ٹیچر چھپ چکے ہیں مگر ٹنڈن صاحب کے انگلش ٹیچر کا ایک بھی مقابلہ نہیں کرسکتا اسمیں انگریزی سیکھنے کے ایسے آسان طریقے اور نادر اصول بتلائے گئے ہیں جنکو پڑھکر ایک معمولی لیاقت کا آدمی بھی بغیر مدد اُستاد کے انگریزی میں بات چیت کرنے اور خط و کتابت کرنے کی لیاقت حاصل کرسکتا ہے ہر طرح کی بول چال کے فقرے ۔ہر محکمے کے اصطلاحی الفاظ ۔ہزاروں محاورے جو کسی دوسری کتاب میں نہ ملینگے انٹرنیس پاس کے برابر خاصی لیاقت ہوجائیگی اور بہت جلدی ہی آسانی سے انگریزی میں گفتگو کرنیکے قابل ہوجاؤ گے ۔مجلد کتاب کی قیمت مع محصول صرف ایک روپیہ تین آنے (۱۳؍) دو جلد کے خریدار کو محصول ڈاک معاف ۔مفت ملیگا ۔رسالہ انگلش گرامر ۔ہر ایک خریدار کو مفت ملیگا

بالکل مُفت

کتاب روپیہ پیدا کرنے کی مشین یعنی خزینۂ صنعت و حرفت جس میں صنعت و حرفت کے بہت سے آسان اور عمدہ ہنر درج ہیں جنکے ذریعہ سے ہر ایک شخص بہت تھوڑے عرصہ میں ہزاروں روپے پیدا کرسکتا ہے صرف دو پیسہ کا ٹکٹ برائے محصول آنے پر مفت ارسال ہوگی ۔

مضبوط اور پائدار گھڑیاں

ولایت کے نرخ پر

ہم براہ راست ولایت سے گھڑیاں منگواتے ہیں ہمارے نرخ ارزاں ہیں دیگر ۔۔۔ گروں سے مقابلہ کر کے دیکھیا

آٹھ روزہ واچ ۔گارنٹی ۵ سال

اس گھڑی کو آٹھ روز میں ایک مرتبہ چابی دیجاتی ہے ۔اسکے پرزے نہایت مضبوط اور پائدار ہیں اور ٹائم ایسا صحیح دیتی ہے کہ کبھی ایک منٹ کا فرق نہیں ہوتا ۔اسکے ڈائل پر سبز اور سرخ پتیاں اور پھول عجیب لطف دیتے ہیں ۔برسوں بگڑنے کا نام نہیں لیتی ۔قیمت صرف چھ روپلے ۔زنجیر سنہری نہایت خوبصورت اور بکس ہمراہ مفت ۔چھوٹے سائز کی آٹھ روزہ واچ جو کلائی پر بندھ سکتی ہے مع تسمہ سنہری سات روپے ۔چاندی کی آٹھ روزہ واچ قیمت نو روپیا

گولڈن سنہری ہنٹنگ واچ

یہ گھڑی سنہری ڈبل کیس جسکے دونوں طرف نہایت خوبصورت نقش و نگار کا کام ہے ۔اسکی چمک دمک اور خوبصورتی دیکھنے والوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے ۔اور دیکھنے میں سَو روپے کی معلوم ہوتی ہے ۔پرزے نہایت مضبوط ۔اسکے اوپر سونے کا ایسا پختہ رنگ چڑھا ہے جو عرصہ تک قائم رہتا ہے ۔دوسرے تاجر اس گھڑی کو سات اور ساڑھے چھ روپے میں فروخت کرتے ہیں مگر ہم صرف ۱۲؍ میں دینگے ۔چین نقلی سونے کا ۔ایک مفت ۔

اسپرنگدار سنہری چوڑیکی گھڑی

آہا ۔کیا نایاب تحفہ ہے ۔اسکے کاریگر نے کمال کر دکھایا ہے ۔سنہرے رنگ کی اسپرنگدار چوڑی میں سنہرے رنگ کی گھڑی اس خوبی سے لگائی ہے کہ خواہ کیسی ہی موٹی سے موٹی اور پتلی سے پتلی کلائی ہو سب میں ٹھیک آجاتی ہے ۔وقت نہایت ٹھیک دیتی ہے ۔پرزے بہت مضبوط اور پائدار ہیں ۔ہماری گھڑی کی چوڑی ایسی خوب صورت ہے کہ طلائی زیورات کو مات کرتی ہے دیکھنے میں سَو روپیہ کی عورتوں کیلئے ایک خوشنما اور حسن افزا زیور ہے دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفہ دیجئے ۔قیمت مع مخملی بکس صرف ۵؍ ۔بڑھیا قسم کی جسمیں نقلی ہیرے پنے اور جواہرات جڑے ہیں قیمت صرف ۶؍ ۔گارنٹی ۵ سال

بجلی کے لیمپ

یہ نو ایجاد اور ہر شخص کے لیے کارآمد لیمپ ابھی ولایت سے بنکر ہمارے ہاں آئے ہیں ۔نہ دیا سلائی کی ضرورت ۔اور نہ تیل بتی کی حاجت ۔ایک لیمپ رات کو اپنی جیب میں یا سرہانے رکھکر سو جاؤ جس وقت ضرورت ہو بٹن دباؤ ۔اور چاندی سی سفید روشنی موجود ہے ۔رات کے وقت کسی جگہ اندھیرے میں کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کا ڈر ہو ۔فوراً لیمپ روشن کرکے خطرے سے بچ ۔ایک دم کیسو جہ سے اُٹھنا پڑے ۔سینکڑوں ضرورتوں میں کام دے گا ۔بڑا لطیف معلوم ہوگی ۔قیمت نمبر ۱ مع محصول صرف دو روپے ۔نمبر ۲ جس میں سفید سرخ اور سبز روشنی مع محصول تین روپے آٹھ آنے ۔نمبر ۳ نہایت خوبصورت فینسی بنا ہوا ۔روشنی للعہ رو سے روپیہ ۔چار روپے و تین روپے چار آنے مع محصول ڈاک ۔نمبر ۴ اس میں شیشہ ڈبل لگا ہوا ہے ۔علاوہ اسکے ایک لیمپ اسمیں اور لگا ہوا ہے جس سے سگرٹ جلا

ضروری اطلاع } علاوہ اسکے ہمارے ہاں ہر قسم کی گھڑیاں گھنٹے ۔خوشنما زنجیریں ۔بجلی کا سامان وغیرہ وغیرہ مل سکتا ہے ۔اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیں ۔تاجروں سے خاص رعایت ہوگی ۔

ملنے کا پتہ ہے ۔ مینیجر گپتا اینڈ کمپنی سوداگران واچ اینڈ کلاک نمبر ۵۱۳ ٹوہانہ ۔ ایس ۔ پی ۔ ریلوے (ضلع حصار پنجاب)

Tel. Address :—"Alhilal." Calcutta.
Telephone No. 548.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الهلال

مسئول و خصوصی قلم تحریر
احمد المکتنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر - ۱۹ | کلکتہ : چہار شنبہ - ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ہجری | جلد ٥
Calcutta : Wednesday, November 11. 1914.

ادبیات

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

مسجد نبوی کی تعمیر

ھجرت کے بعد آپ نے پہلا کیا جو کام * تعمیر سجدہ گاہ خدائے انام تھا

* * *

ایک قطعۂ زمیں تھا کہ اس کام کے لیے * واقع میں ہر لحاظ سے موزوں مقام تھا
وہ قطعۂ زمیں تھا یتیموں کی ملک خاص * ہر چند قبرگاہ و گذرگاہ عام تھا
چاہا حضور نے کہ بہ قیمت خرید لیں * اُن کے مربیوں سے کہا جو پیام تھا

* * *

ایتام نے حضور میں آکر یہ عرض کی : * "یہ چیز بھی ہے کیا کہ جو یہ اہتمام تھا ؟
یہ ہدیۂ حقیر پذیرا کریں حضور" * اللہ اِس زمین کا یہ احترام تھا !

* * *

لیکن حضور نے نہ گوارا کیا اسے * منت کشی سے آپکو پرھیز تام تھا
اِحسان ، اور وہ بھی یتیمان زار کا ! * بالکل خلاف طبع رسول انام تھا
بارہ ہزار سکۂ رائج عطا کیے * یہ تھا وہ خلق جس سے مخالف بھی رام تھا !

* * *

سامان جو ضرور ہیں تعمیر کے لیے * اب اُنکی فکر ، مشغلۂ صبح و شام تھا
مزدور کی تلاش بھی تھی سنگ و گل کی بھی * از بسکہ جلد بننے کا خاص اہتمام تھا
انصار پاک اور مہاجر تھے جسقدر * مزدور بنگئے کہ خدا کا یہ کام تھا

* * *

اِک اور نفس پاک بھی ان سبکا تھا شریک * جو آب و گل کے شغل میں بھی شاد کام تھا
کندھوں پہ اپنے لاد کے لاتا تھا سنگ و خشت * سینہ غبار خاک سے ہمسر گرد فام تھا
سمجھے کچھ آپ ، کون تھا انکا شریک حال ؟ * یہ خود وجود پاک رسول انام تھا ! !
جو وجہ آفرینش افلاک و عرش ہے * جسکا کہ جبرئیل بھی ادنیٰ غلام تھا ! !

* * *

صلوا علی النبی و اصحابہ الکرام * اس نظم مختصر کا یہ مسک الختام تھا

(شبلی نعمانی)

"کتاب مرقوم یشہدہ المقربون" (۸۳ : ۱۸)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بالکہ علم طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقران کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا' اور بلا ادنی مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام' راسخ اعتقاد 'مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ایسے ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے ' ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے - تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں - اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

کہو: " جنت صرف مسلمانوں هي کيليے حلال ہے - نماز کيليے جمع ہوجاؤ " صحابه جمع ہوے تو آپ نے پہلے اونکے ساتھہ نماز پڑھي - پھر نہايت غصہ کے لہجے میں ایک خطبه دیا جسکا لفظي ترجمه یہ ہے :

" کیا تم میں سے کوئي شخص تخت حکومت پر مسند لگاے ہوے اور مغرورانه بیٹھا ہوا یہ خیال کرتا ہے کہ صرف وهي چیزیں حرام هیں جنکا ذکر قرآن مجید میں ہے ؟ (اور قرآن نے مال غنیمت کو حرام نہیں کیا ہے ؟) اگر کسیکا یہ خیال ہے تو وہ بالکل غلط ہے - خدا کي قسم ' میں نے بار بار تمکو نصیحت کي ' حکم دیا ' اور بہت سی چیزوں سے روکدیا (جن میں سے ایک غارتگري بهي ہے) میں جن چیزوں کو تم پر حرام کر دیتا ہوں وہ بهی محرمات قرآنیه هي کي طرح بلکه اوس سے بهی زیادہ قابل اجتناب هیں - خدا نے تمہارے لیے یہ هرگز جائز نہیں کیا کہ تم بلا اجازت اهل کتاب کے گھر میں گھس جاؤ ' انکي عورتوں کو مارو پیٹو ' اور اونکے پھلوں کو کھا جاو " (۱)

بہر حال خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے درخواست کي کہ هم زراعت کا کام آپ لوگوں سے زیادہ خوبی کے ساتھہ انجام دیسکتے هیں ' اسلیے همارِي زمین همیں کو دیدي جاے اور سال میں نصف پیداوار هم سے تقسیم کرالي جاے - آنحضرت نے اونکے ساتھہ اسي شرط پر مصالحت کرلي اور اسپر عملدرآمد شروع هوگیا - جب پہلي فصل تیار هوئي تو آپ نے حضرت ابن رواحہ کو پیداوار کے تقسیم کرانے کیلیے بھیجا - وہ آے تو تخمیناً پیداوار کے دو حصے کردیے اور ایک حصہ خود لے لیا - یہودیوں نے شکایت کي کہ یہ تو بہت ہے - اونہوں نے کہا " تو پھر همارا حصہ تمہیں لے لو " اس مسامحت اور فیاضي سے متاثر ہوکر تمام یہودي پکار اوٹھے :

هذا هو الحق و به تقوم السماء والارض (۲)

اسیکا نام انصاف ہے ' اور آسمان و زمین اسی انصاف سے قائم هیں !

(مجاهدین اسلام کا داخله مکه میں)

اسلام نے هر چیز کي بتدریج اصلاح کی ہے - شراب بتدریج حرام هوئي ' نمازمیں بتدریج تغیرات کیے گئے ' عرب کي قدیم جنگجو فطرت کي اصلاح بهي اسي اصول پر هوئي - غارتگري عرب کا علم شعار تها اور صحابه بهي دفعتاً اس قدیم عادت کو نہیں چھوڑ سکتے تھے - آنحضرت نے مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے اس طریقه کا انسداد کیا ' لیکن اب غزوۂ خیبر میں اسکي تکمیل هوگئي - غزوۂ خیبر کے بعد فتح مکه کا مرحله پیش آیا تو اسلام کي تربیت یافته فوج اپنے قدیم آبائي گھر میں اس سکون و اطمینان کے ساتھه داخل هوئي کہ تمام عرب کو نظر آگیا کہ اسلام نے عرب کي فطرت اصلیه بالکل ' بدل دی ہے : هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین !

آنحضرت نے فتح مکه کي تیاریاں شروع کیں تو حسن اتفاق سے پہلے هي منزل پر بطور مثال رحمت کے رفق و ملاطفت کے اظہار کا موقع پیش آگیا - حاطب ایک بدري صحابي تھے جنہوں نے خفیه طور پر قریش کو ایک خط لکھا تھا اور اسلامي تیاریوں کي خبر دیدي تھي - اونکا خط راستے هی میں پکڑ لیا گیا اور آنحضرت نے اون سے پوچھا کہ کیا معامله ہے ؟ اونہوں نے کہا :

" ابھی مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کیجیے ' اصلي واقعه سن لیجیے - میں قبیلۂ قریش سے کوئي خاندانی تعلق نہیں رکھتا - صرف انکا حلیف هوں ' لیکن جہت سے مہاجرین اونکے ساتھہ خاندانی تعلقات بھي رکھتے هیں جنکي وجه سے اپنے بال بچوں کي حفاظت کرسکتے هیں - میں نے چاها کہ قریش پر ایک احسان کردوں جسکے صلے میں شاید میں بھي اسي قسم کي محافظت کا مستحق هو جاؤں - میرا قصور صرف اتنا هي ہے - ورنه میں مرتد نہیں هوا هوں "

حضرت عمر رضی الله عنه اس پر اسقدر برہم ہوے کہ آنحضرت سے اونکي گردن اوڑا دینے کي اجازت چاهي ' لیکن آنحضرت نے شرکت بدر کی فضیلت کي بنا پر اونهیں بالکل معاف کردیا ! (۱)

اس اولین واقعه هي سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کا سلوک ان لوگوں کے ساتھہ کیسا تھا جنکی وجه سے اسکے مقاصد کو سخت سے سخت نقصانات پہنچ سکتے تھے یا پہنچ چکے تھے ؟ حاطب بن بلتعه نے یقیناً بغیر کسي مخالفانه قصد کے یہ کارروائي کی هوگي لیکن نیت کی صفائي اس نقصان عظیم کی کیا تلافي کرسکتي تھی جو اس خط کے پہنچنے سے اسلامی فوج پر وارد هوسکتا تها ؟ جنگ کی حالت میں آج بڑي سے بڑي متمدن قوم بھی جو کچھہ کررهی ہے وہ همارے سامنے ہے - فوجی رازوں کا افشاء کرنا اور جنگ کی حالت میں دشمن سے خط و کتابت کرنا ایک ایسا جرم ہے جسکي سزا موت کے سوا اور کچھہ نہیں ہے - با این همه وجود مقدس حضرۃ رحمة للعالمین جو رحمت و رافت لیکر دنیا میں ظاهر هوا تها ' اسکے آگے انساني معاصی و جرائم کے بڑے بڑے سمندر بھی چند قطرہ هاے آب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے تھے - اسکے نظائر اگر تم سننا چاهو تو ساري عمر اسی تذکرہ میں بسر هوسکتي ہے ' اور حاطب بن بلتعه کي معافي اس بحر رحمت کا ایک ذرا کرم ہے :

دفتر تمام گشت و به پایاں رسید عمر
ما همچناں در اول وصف تو مانده ایم

چنانچه سورۂ ممتحنه کا شان نزول یہي واقعه ہے - حاطب بن بلتعه کا قصور معاف کر دیا گیا لیکن ساتھہ هي آئندہ کیلیے حکم الہي نازل هوا کہ جنگ کي حالت میں جو مسلمان دشمنوں سے تعلق رکھیگا ' وہ الله کے نزدیک انہي میں سے سمجھا جائیگا :

یا ایها الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة و قد کفروا بما جاءکم من الحق (۶۰ : ۲)

مسلمانو ! الله کے اور مسلمانوں کے دشمنوں کو اپنا ایسا دوست نہ بناؤ کہ انکے ساتھہ محبت و اعانت کے ساتھہ پیش آنے لگو - حالانکہ جو سچائي الله نے تمہاري طرف بھیجي ہے وہ اس سے انکار کرچکے هیں اور اسکے دشمن هیں -

اور اسکے بعد مسلمانوں کو دین حنیفي کے اولین داعي حضرۃ ابراهیم خلیل علی نبینا و علیه الصلوۃ والسلام اور انکے متبعین کے اسوۂ حسنه کي پیروي کي تلقین کي ہے :

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه ' اذ قال لقومهم انا برآوا منکم و مما تعبدون من دون الله ' کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوة و البغضاء ابدا حتی تومنوا بالله وحده (۶۰ : ۴)

" مسلمانو ! حضرۃ ابراهیم اور انکے ساتھیوں کي زندگي میں تمہارے لیے خدا پرستي اور حق پرستي کا بہترین نمونه موجود ہے جبکه انہوں نے اپني قوم سے کہدیا کہ اب همیں تم سے اور تمہارے ان معبودان باطل سے جنہیں تم پوجتے هو ' کوئي سروکار نہیں - هم تمہارے کاموں سے بالکل انکار کرتے هیں - البتہ هم میں اور تم میں همیشه کیلیے دشمني اور عداوت هوگئي - تا آنکه تم خداے واحد پر ایمان لاؤ اور حق کے آگے سر جھکاؤ ! "

[۱] ابو داؤد جلد ۲ ص ۲۶ کتاب الخراج والامارة
(۲] ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۲۸
(۱) بخاري جزو ۵ ص ۳۲۵

بصائر و حکم

فاتـح افـواج کا داخلـه

ممالـک مفتوحه میں

به تقریب و رود افواج المانیه در لووین و بروسلز و انٹورپ

(۲)

۱۳ - اکتوبر کي اشاعت میں اس مضمون کا پہلا ٹکڑہ شائع هوچکا ہے -

اس حصے میں هم نے صرف اسلام کے فوجي احکام و وصایا اور عهد نبوت کي ابتدائي فتوحات کے چند مناظر دکھلاے تھے - آج هم دیکھنا چاهتے هیں که مسلمان فوجوں کا مفتوحه ممالک میں داخله عموماً کن نتائج و عواقب کے ساتھه نظر آیا ہے -

تمہارے سامنے تمدن قدیم اور تمدن جدید' دونوں کے مناظر موجود هیں - روم و ایران سے بڑھکر تمدن قدیم کا اور کونسا عهد هوگا ؟ لیکن شام و ایران اور کارتھیج میں تم دیکھه چکے هو که روم کا تمدن کس ساز و سامان کے ساتھه داخل هوا ؟ سکندر نے ایران کا چپه چپه جلادیا ' ایرانیوں نے بابل میں داخل هوکر خون کے سیلاب ' لاشوں کے ڈھیر' اور منهدم عمارتوں کے کھنڈر اپنی یادگار چھوڑے' اور ٹیٹس کی فاتح فوج جب یروشلم میں داخل هوئي تو وہ انسانوں کا داخله نه تھا بلکه جنگل کے درندوں اور اژدهوں کا غول تھا جس نے صرف چیرا اور پھاڑا' اور زندگي اور آبادي کے لیے ایک گوشه بھي باقي نه چھوڑا - فجاسوا خلال الدیار' و کان وعداً مفعولا

یه تمدن قدیم کے سب سے زیادہ ممتاز فرزند تھے' لیکن آج یورپ کے جدید تمدن کا بھي سب سے بڑا گھرانا همارے سامنے ہے - هم نہیں کہه سکتے که اصلیت کیا ہے ؟ مگر خود یورپ همیں یقین دلانا چاهتا ہے که بلجیم کے فاتح جب اسکي آبادیوں میں سے گذرے تو لووین کا دار العلم تباہ هوگیا' ریم کے معبد مقدس کي دیواریں گرادي گئیں' برسلز اور انٹورپ کی آبادي خوف و دهشت سے تھرا گئی' اور وحشت و بربریت کا جو افسانه ایران کے کھنڈر' بیت المقدس کی دیواریں' کارتھیج کے تودے' اور بابل کي برباد شدہ رونق سناتي تھي' وہ آج کئي هزار برس کے بعد بجنسه اسي طرح بلجیم کے اندر سني جا سکتي ہے !

چنانچه جنگ کي یہي وہ حقیقت ثابته و محکمه ہے جسکي طرف قرآن حکیم نے ملکۂ سبا کي زباني اشارہ فرمایا :

ان الملوک اذا دخلوا قریة ' جعلوا اعزة اهلها اذلة و کذالک یفعلون

بادشاهوں کا قاعدہ ہے که جب وہ کسي آبادي میں فاتحانه داخل هوتے هیں تو وهاں کے اهل عزت کو ذلیل و خوار کر دیتے هیں !

لیکن جبکه تم تمام قدیم اقوام کا مفتوحه ممالک میں داخله دیکھه چکے هو ' اور جبکه بیسویں صدي کے عصر تمدن و سلام کي سب سے بڑي قوم کی نسبت بھی جو کچھه تمھیں سنا یا گیا ہے وہ تمھارے سامنے ہے' تو آو دیکھیں ' اس قوم کا کیا حال ہے جس سے گو آج دنیا کے مفتوحه و محکومه ممالک آباد هیں لیکن کبھي دنیا کے بحر و بر کے بڑے بڑے حصوں پر سے اسکے فاتحانه سیلاب گذرا کرتے تھے !

اس سلسلے میں گذشته صحبت کے بیانات تمھارے ذهن میں محفوظ هیں - تم وہ تمام احکام و وصایا سن چکے هو جو آنحضرة صلی علیه وسلم نے همیشه مجاهدین و غزاۃ اسلام کو دیے' تم نے عهد نبوت کي فاتح افواج و مجاهدین کي اخلاقي حالت بھي دیکھه لي ہے که کس طرح ان میں کا هر فرد عین جنگ کي حالت میں بھي ان احکام کي تعمیل کرتا تھا ' اور ایک ایک مجاهد اخلاق کي وہ عملي طاقت اپنے اندر رکھتا تھا جسکے لیے تیرہ سو برس کي مدني ترقي کے بعد بھي آج سرزمین تمدن تشنه و بیقرار ہے ؟ لیکن درحقیقت تلاش و تفحص کے لیے صرف اتنا هي کافي نہیں ہے - اسلام نے جنگ اور خونریزي کي حقیقة معزنه کے اندر جو عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ' اسکے نتائج کا ذخیرہ اسقدر کم مایه نہیں ہے که چند گھنٹوں کي صحبت کے بعد ختم هو جاے - اس کا وجود عالم کے لیے رحمت تھا : و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین ! اس لیے یه ابر رحمت انساني اعمال کے هر گوشے پر برسا اور جنگ کي زمین شور بھي اسکي آبیاري سے امن و سلامتي کے باغوں کي طرح سر سبز و شاداب هو گئي - پس ضرور ہے که هماري فکر تفتیش ایک دو قدم آگے بڑھے ' اور اولاً عهد نبوۃ و عهد صحابه کے مشهور و مسلمه واقعات و فتوحات کے اندر نتائج مطلوبه تلاش کریں -

(خیبر میں مجاهدین اسلام کا داخله)

آنحضرت صلی الله علیه وسلم مدینه سے روانه هوکر جب خیبر کے قریب مقام جهاء میں پہونچے تو نماز عصر کا وقت آگیا اور آپ نے نماز پڑھي - وهیں زاد راہ بھي کھولا گیا ' کھانے پینے میں مغرب کا وقت هوگیا' نماز مغرب سے فارغ هوکر آپ راتوں رات خیبر کي طرف روانه هوگئے اور کچھه رات رهے خیبر کے متصل پہونچ گئے - آپ کا عام معمول یه تھا که رات کو کبھی حمله کي اجازت نہیں دیتے تھے کیونکه یه نهایت بزدلي کي بات تھي' اور بے خبري کے عالم میں دشمن کو قتل کردینا اخلاق کي انتهائي موت ہے - چنانچه آپنے صبح کا انتظار کیا اور نماز کے بعد جنگ شروع هوئي - خیبر ایک نهایت آباد اور شاداب مقام تھا - صحیحین کی روایت کے بموجب اگرچه وهاں چاندي سونا زیادہ نه تھا لیکن اسباب و سامان زراعت اور عمدہ عمدہ مویشي اور اونٹ بہت تھے - عام مجاهدین اسلام کو آنحضرة کا شدت احتساب عسکري معلوم تھا' اسلیے غارتگري کي جرات نہیں هوتي تھي - عبد الله بن مغفل نے ایک توشه دان اٹھایا مگر آپکي نظر پڑگئي تو فوراً پھینک کر الگ هو گئے - با این همه آخر میں ایسا هوا که بعض لوگ بے قابو هوگئے اور و مال و اسباب پر قبضه کرنا شروع کر دیا -

خیبر کے مفتوحین نے یه حالت دیکھي تو انکا ایک سردار جو نهایت مغرور اور سرکش تھا' دوڑتا هوا آیا ' اور ایک سخت گستاخانه لب و لہجے میں آنحضرة صلی الله علیه وسلم کو مخاطب کرکے پکارا :

یا محمد ! الکم ان تذبحوا حمرنا و تاکلوا ثمرنا و تضربوا نساءنا ؟ (ابوداود جلد - ۲ - ص - ۷۶)

کیا تمھیں یه سزاوار ہے که همارے گدھوں کو ذبح کرڈالو' همارے پھلوں کو کھاجاؤ ' اور هماري عورتوں کو مارو پیٹو ؟

اگر کوئي دنیوي بادشاہ هوتا تو اس گستاخي کا جواب زبان تیغ سے دیتا - لیکن جب آپ کو یه حال معلوم هوا تو آپ سخت برهم هوے ' اور ابن عوق سے فرمایا که گھوڑے پر سوار هوکر منادي

عن وهب - قال سالت جابرا هل غنموا يوم الفتح شيئا ؟ قال لا (۱)

وہب کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا کہ کیا صحابہ نے فتح مکہ کے دن کوئی چیز بطور مال غنیمت لوٹی تھی ؟ انہوں نے کہا " نہیں "

البتہ آنحضرت نے خود اپنے دست مبارک سے عرب کی تمام یادگار ہاے ضلالت کو برباد کردیا :

دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وحول البيت ستون وثلثمائة نصب - فجعل يطعنها بعود في يده ويقول جاء الحق وزهق الباطل - (۲)

آنحضرت جب فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوے تو اوسوقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت نصب تھے ' آپ ایک لکڑی یعنی کمان سے اونکو ٹھکراتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے کہ حق آیا اور باطل کو شکست ہوئی !

لما قدم مكة ابى ان يدخل البيت وفيه الالهة فامر بها فاخرجت فاخرج صورة ابراهيم واسمعيل وفي ايديهما الازلام - فقال قاتلهم الله لقد علموا ما استقسما بها قط - ثم دخل البيت فكبر في نواحي البيت (۳)

جب آپ مکہ میں آے تو خانہ کعبہ میں اوسوقت تک داخل ہونا گوارا نہیں کیا جب تک کہ اوس میں بت موجود تھے - آپ کے حکم سے وہ نکالے گئے تو ان میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل علیہما السلام کے مجسمے بھی تھے اور انکے ہاتھوں میں جوے کے تیر تھمادیے گئے تھے ' آپ نے اونکو دیکھکر کہا : خدا کفار کو ہلاک کرے - وہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی جوا نہیں کھیلا - پھر آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوے اور اوسکے تمام گوشوں میں تکبیر کا نعرہ بلند فرمایا !

۱ ابو داود جلد ۲ - ص - ۲۳ - کتا الجہاد
۲ ابو داود جلد ۲ - ص - ۷۲ - کتاب الجہاد
۳ بخاری جزو - ۵ - ص ۱۴۸ -

درخواست اعانت

میں ایک غریب و مسکین طالب العلم علاقۂ سرات بنیر کا باشندہ ' اور عشق علم و دین میں یہاں آیا ہوا ہوں - بمشکل اخراجات تعلیم کا انتظام کرسکا ہوں اور جو کچھہ حالت آجکل طلباے علوم عربیہ کی ہے وہ محتاج تشریح نہیں - ایسی حالت میں کیا کوئی صاحب دل بزرگ قارئین عظام الہلال میں سے میرے حال زار پر توجہ فرمائینگے اور الہلال جاری کرا دینگے ؟

" بر کریماں کارہا دشوار نیست !

میں نے ادارۂ الہلال سے خط و کتابت کی - معلوم ہوا کہ دفتر الہلال کی جانب سے علما و طلبا و ائمۂ مساجد وغیرہ کے نام صدہا پرچے مفت جاری ہیں اور اب مزید اجراء کی دفتر طاقت نہیں رکھتا - مجبور ہوکر ننگ سوال کو گوارا کرتا ہوں - (انکا نام اور پتہ ادارۂ الہلال میں محفوظ ہے)

تاریخ و عبر

اہل عرب کی ترقی کا راز

عہد نبوت اور عہد صحابہ میں عرب کے قواے علمیہ کا ظہور اور اوسکے فلسفیانہ علل و اسباب

(تمہید)

جرمنی کی ترقی کا متحرک افق آپ کے سامنے ہے - وہ نہایت سریع السیر حرکت کے ساتھہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور آپ کا تار نگاہ اوسکی سرعت رفتار کے ساتھہ مربوط ہوگیا ہے - ترقی کی رو جسقدر اوسکو آگے بڑھاتی ہے ' اسی قدر آپ کا تار نظر بھی تنتا ہوا چلا جاتا ہے -

لیکن آپ کی جولانی نگاہ کیلیے ایک اس سے زیادہ وسیع اور غیر محدود فضا بھی مل سکتی ہے جس میں روحانیت کی جلوہ افروزیوں نے گوناگوں خوارق اور بوقلموں عجائب کا ایک عجیب و غریب منظر قائم کردیا ہے - اس میں آپ صرف عرب ہی کی "کامیابی" کا پرتو نہیں دیکھیں گے بلکہ آپ کی عجیب و غریب جرمنی بھی اسیکی ایک شعاع منعکس ہے - آپ جرمنی کی اختراع و ایجاد کے آگے محو حیرت ہوے جاتے ہیں ' لیکن اوس عظیم الشان طاقت کو نہیں دیکھتے ' جس نے عرب کو پیدا کیا ' عجم کو زندہ کیا ' اندلس کو مرغزار بنایا ' بغداد میں علم و حکمت کا دریا بہایا ' اور اس آخری دور میں جب آپ نے اوس سے منہہ پھیر لیا تو اوس نے جرمنی کے حدود میں اپنے فیض عام کی نمایش کی ؟

جرمنی کو صرف مادہ ہی نے جرمنی نہیں بنایا ہے - اخلاقی اور قدرتی قوانین کی روح بھی اوسکے اندر خاموش عمل کررہی ہے - عرب کو بے شبہہ ایک روحانی طاقت نے عرب بنایا ' لیکن عرب ہی کا مادہ اس غیر معمولی روح کا متحمل بھی ہوسکتا تھا ' اسلیے عمارت اگرچہ روحانی ہے ' لیکن سطح بہر حال مادی ہے -

آپ عرب کے سلسلۂ ترقی سے اسلام یا پیغمبر اسلام کے روحانی اثر کو سردست بالکل الگ کردیجیے : صرف عرب کے قدرتی مناظر کو پیش نظر رکھیے - پہلے آپ صحراے عرب کے وسیع اور چمکنے والے ریگستانوں پر نظر ڈالیے - اگر اسکا قدرتی اثر انسان کے اخلاق و عادات پر پڑ سکتا ہے تو سب سے پہلے نور ایمان کے ان ذروں کو ڈھونڈھیے جو اس چمکنے والے بالو کے اندر اپنا پرتو دکھا رہے تھے - عرب کا یہ قیمتی خزانہ انکے اندر محفوظ رہ سکتا تھا یا نہیں ؟ آپ ایک قدم اور آگے بڑھکر عرب کے نقش قدم کی اوس حرکت کو دیکھیے جو چند ہی دنوں میں تمام دنیا کو محیط ہوگئی - قدرتی طور پر اس متحرک سطح پر پھیل سکتی تھی یا نہیں ؟ اب آپ نگاہ کو کسی قدر اور بلند کیجیے ' اور عرب کے اوس کوہستانی سلسلہ پر نظر ڈالیے جسکی عظمت و بلندی کے فخر و غرور میں عرب کا ایک مغرور شاعر پکار اوٹھا تھا :

لنا جبل يحتله من نجيره
منيف يرد الطرف وهو كليل

ہم اوس بلند پہاڑ پر رہتے ہیں جسکی بلندی سے نگاہ تھک تھک کے گر پڑتی ہے ' اور اوسپر وہی شخص قیام گزیں ہوسکتا ہے جسکو ہم پناہ اور اجازت دیتے ہیں -

آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے فتح مکہ کیلیے رمضان المبارک کا زمانہ منتخب کیا جو اظہار تقوی وخشیت الہی کا بہترین مظہر ہو سکتا تھا - تمام عرب ایمان لانے کیلیے صرف فتح مکہ کا انتظار کر رہا تھا ' اسلیے آپ نے نہایت اہتمام کے ساتھہ تیاری کی - دس ہزار فوج کا اجتماع ہوا اور مدینہ سے بھوک اور پیاس کے عالم میں اس نے مکہ کا رخ کیا - جب تمام فوج بہ مقام عنار پہونچی تو آنحضرت نے روزہ توڑنے کا حکم دیا -

قریش مکہ کو خبر ہوئی تو ابو سفیان بن حرب' حکیم بن حزام' اور بدیل بن ورقاء حالات دریافت کرنے کے لیے آگے بڑھے - جب مقام مر الظہران میں پہونچے تو انکو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے نظر آئے - ابو سفیان نے کہا : " یہ تو عرفہ کی آگ معلوم ہوتی ہے " بدیل بن ورقاء نے جواب دیا کہ " یہ آگ قبیلہ بنو عمرو نے متفرق مقامات پر جلائی ہوگی " لیکن ابو سفیان نے نہ مانا اور اسی حیض بیض میں تھے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آ پہنچی اور ان تمام سرداران قریش کو گرفتار کرکے آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم کے سامنے لے گئی - اس طرح یکایک وعدۂ فتح الہی پورا ہوگیا !

آنحضرت مکہ کی طرف بڑھے تو اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ ابو سفیان کو اسلامی لشکر کے جاہ و جلال کا منظر دکھاو ! فوج روانہ ہوئی تو ہر قبیلہ کا دستہ الگ الگ آنحضرت کے ساتھہ چلتا تھا - ابو سفیان کے سامنے سے ایک دستہ گذرا تو اس نے حضرت عباس سے پوچھا : یہ کون سا قبیلہ ہے ؟ اونھوں نے غفار کا نام لیا تو ابو سفیان نے کہا " مجھے ان سے کچھہ مطلب نہیں " اسی طرح جہینہ سعد بن ہذیم اور سلیم وغیرہ کے قبائل سامنے سے گذرے لیکن وہ بالکل مرعوب نہ ہوا - اس کے بعد ایک عظیم الشان فوج سامنے آئی جسمیں بالکل نئے لوگ اور نئے انداز سے چلنے والے مجاہدین تھے - ابو سفیان پر پہلی مرتبہ تعجب اور دہشت طاری ہوئی اور حضرۃ عباس سے پوچھا کہ یہ لوگ کہانکے ہیں اور کس قبیلہ سے آئے ہیں ؟ حضرت عباس نے جواب دیا : " یہ مدینہ کے انصار ہیں " فسوف یاتی الله بقوم یحبہم و یحبونہم !!

سعد بن عبادہ نے ابو سفیان کی مرعوبیت دیکھہ کر طنزاً کہا " آج ہی لڑائی کا اصلی دن ہے ' اور آج ہی خانہ کعبہ لوٹا جائیگا "

اس کے بعد ایک چھوٹا سا دستہ گذرا جس میں خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم تھے - آپ کا جھنڈا زبیر بن عوام کے ہاتھہ میں تھا - جب آنحضرت ابو سفیان کے پاس آئے تو اسنے سعد بن عبادہ کے دل شکن فقرے آپکو سنائے - آپنے فرمایا :

" سعد نے بالکل غلط کہا ' آج تو خانہ کعبہ کی چھنی ہوئی عزت از سر نو واپس دلائی جائیگی - آج اسپر غلاف چڑھایا جائیگا - آجکا دن لوٹنے کا نہیں بلکہ لٹے ہوے کو امن دلانے کا دن ہے !! "

یہ کہکر آپ سورہ فتح پڑھتے ہوے آگے بڑھے اور مقام حجون میں جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا (۱) اور چاروں طرف سے مکہ کا محاصرہ کر لیا گیا - خالد بن ولید نے دہنی طرف سے اور زبیر بن عوام نے بائیں طرف سے حملہ کیا - حضرت ابو عبیدہ پیادہ فوج کو لیکر الگ حملہ آور ہوے تھے -

اب مکہ ہر طرف سے گھرا ہوا تھا اور مجاہدین اسلام کے سامنے جو شخص آتا تھا فوراً تہ تیغ کردیا جاتا تھا - خود اسلامی فوج بالکل محفوظ تھی - صرف خالد کی فوج کے دو شخص شہید ہوے (۲) لیکن قریش کے پر غرور سروں کا ایک تودہ بن گیا تھا - یہاں تک کہ ابو سفیان چیخ اٹھا :

ابیحت خضراء قریش	قریش کا سر سبز باغ بالکل اجاڑ دیا
لا قریش بعد الیوم !	گیا - آج قریش کا خاتمہ ہے !

اس پر حسرت اور مایوسانہ فقرے پر جو اسلام کے سب سے بڑے مغرور دشمن کی نامراد زبان سے نکلا تھا ' رحمت کونین کے دریاے کرم نے جوش مارا اور آپنے امان عام کا حکم دیدیا :

من دخل دار ابی سفیان فہو امن	جو شخص ابو سفیان کے گھر میں چھپ جاے اسکے لیے امان ہے '
ومن القی السلاح فہو امن و من اغلق بابہ فہو امن !	جو شخص ہتیار ڈالدے اوسکے لیے امان ہے ' جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اسکے لیے بھی امان ہے -

اس فیاضانہ حکم سے انصار کے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی - اونھوں نے کہنا شروع کیا کہ " آخر آپ کو اپنے قبیلہ پر رحم آ ہی گیا " آپ کو اسکی خبر ہوئی تو سب کو بلاکر فرمایا :

" میں خدا کا ایک بندہ اور اوسکا رسول ہوں - میں نے خدا کے بعد تمہاری طرف ہجرت کی ہے - میری موت تمہاری موت اور میری زندگی تمہاری زندگی ہے ' تم نے جو بدگمانی کی وہ سچ ہے ' لیکن تم معذور بھی تھے "

یہ صحیح مسلم کی روایت ہے (۱) لیکن ابوداود میں ہے کہ جب آنحضرت مقام ظہران میں پہونچے تو اسلامی لشکر کے جوش و خروش کو دیکھکر حضرت عباس کے دل میں خیال پیدا ہوا - اگر قریش نے آپ سے امان طلب نہ کی تو سب کے سب ہلاک ہو جائینگے - اس خیال سے وہ خچر پر سوار ہوکر آگے بڑھے کہ اگر کوئی شخص مل جاے تو اہل مکہ کو امان طلبی پر آمادہ کریں - راستہ میں ابو سفیان اور بدیل بن ورقاء مل گئے - حضرۃ عباس انہیں اپنے ساتھہ لے آئے - دوسرے دن آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر ابو سفیان کو پیش کیا جو فوراً اسلام لے آیا اور حضرت عباس نے اس موقعہ سے فائدہ اوٹھاکر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو سفیان اس موقع پر یہ فخر حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اسکے گھر کو دار الامن بنادیا جاے - آنحضرت نے اس درخواست کو منظور فرما لیا ' بلکہ امن عام کا حکم دیدیا :

من دخل دار ابی سفیان فہو آمن ' و من اغلق علیہ دارہ فہو آمن ' ومن دخل المسجد فہو آمن	جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اوسکے لیے امن ہے ' جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اوسکے لیے امن ہے ' اور جو شخص مسجد میں پناہ لے اوسکے لیے بھی امن ہے !

چنانچہ اس امن سے اہل مکہ نے پورا فائدہ اوٹھایا :

فتفرق الناس الی دورہم و الی المسجد (۲)	جب رن پڑا تو لوگ پناہ لینے کیلیے مسجد میں اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے -

تمام سرداران قریش نے خانہ کعبہ کے دامن میں پناہ لی تھی - (۳)

حضرت ام ہانی نے ایک مشرک کو پناہ دی اور آنحضرت سے اسکا تذکرہ کیا - آپنے فرمایا کہ کسی ایک شخص کی تخصیص نہیں' تمنے جس کسی کو بھی پناہ دی ہے وہ ہمارے امان میں داخل ہوگیا - غرض آپ کے عفو و کرم نے تمام مکہ کو اپنے دامن میں چھپا لیا اور عین حالت جنگ میں بھی کسی نے کسی کے مال و اسباب کو ہاتھہ تک نہیں لگایا - ابوداود میں ہے :

[۱] بخاری جز و ۵ ص ۱۳۶

[۲] بخاری جزو ۵ - ص - ۱۳۷ -

[۱] مسلم جلد ۲ - ص - ۸۹ - کتاب الجہاد

[۲] ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۷۱ - کتاب الجہاد -

[۳] ابو داود جلد - ۲ ص - ۷۲ - کتاب الجہاد

بريد فرنگ

پـريس بيـوريـو لنـدن

(يعني وہ سرکاري محکمہ جو زمانۂ جنگ ميں خبروں کے احتساب اور اطلاع کيليے قائم کيا گيا ہے)

(قلم احتساب و اطلاع)

مقتبس از ٹي - پي ويکلي

" وستمنيسٹر " کو جاتے ہوے " چيرنگ کراس " کے دھني جانب تين کھڑکياں ملتي ہيں جنکي وضع اپنے لسان حال سے کہتي ہے کہ يہ کسي دکان کي کھڑکياں ہيں - ان ميں سے پہلي دونوں کھڑکيوں کے وسط ميں ايک دروازہ ہے جو آجکل شب و روز کھلا رہتا ہے -

لندن ميں ايک راہگير کے ليے يہ ہئيت کدائي اپنے اندر جلب نظر اور عطف توجہ کي کوئي خاص قوت نہيں رکھتي - کيونکہ وہ کتنے ہي نمونے اس سے زيادہ خوشنما ' زيادہ پر شوکت ' اور زيادہ صنعتکار ديکھتا رہتا ہے - يہي وجہ ہے کہ جب وہ عام طور پر ادھر سے گذرتا ہے تو بغير کسي خاص توجہ کے اپنے خيالات ميں مستغرق چلا جاتا ہے :

چون سيہ چشم کہ بر سرمہ فروشاں گذرد !

ليکن اب اس " خون اور لوہے " کے عہد نے اس عمارت پر کچھہ ايسا جادو کرديا ہے کہ ايک جامد اور سرد جذبات شخص بھي جب اس طرف سے نکلتا ہے تو شاعرانہ جذبات کے عالم ميں ايک نظر اس پر ضرور ڈال ليتا ہے - يہ طلسم سحر کسي حروف کش کے موقلم کي چند کششيں ہيں جو انگريزي رسم الخط کے قاعدہ سے " ايڈ ميرلٹي اينڈ وار آفس نيوز بيوريو " (قلم اطلاعات نظارت بحريہ) پڑھي جاتي ہيں !

يوں تو ہر سرکاري دفتر کے دروازہ پر " نو ايڈ ميشن " (اندر آنے کي اجازت نہيں) کي تختي لگي رہتي ہے جو غير متعلق آنے والوں کو روکتي ہے ليکن يہ پيکر ممانعت جو اس دروازہ پر متعين ہوتا ہے ' اسکي ممانعت کي قلمرو ضرورت اور عدم ضرورت دونوں پر مشتمل ہے ' اور ان چند مخصوص اشخاص کے علاوہ جو اسٹاف کے ممبر ہيں اور کسي شخص کو اندر قدم رکھنے نہيں ديتي !

يہ اپنے ادائے فرض ميں نہايت متشدد ' بيدار ' اور ہمہ وقت مستعد ہوتا ہے - اس کا دل نہ کبھي بڑے سے بڑے شخص کے جاہ و جلال سے مرعوب ہوتا ہے ' نہ کسي ضعيفہ کے اضطرار و اضطراب پر پسيجتا ہے ' اور نہ ہي کسي جميل و دلربا ليڈي کي جھوٹي آوازي سے مسحور ہوتا ہے - گويا اسکے پہلو ميں دل کے بدلے ايک پتھر ہے جس پر يہ سب کيفيتيں گزر جاتي ہيں مگر کوئي اثر نہيں کرتيں ' ہر اندر آنے کي اجازت لينے والے کے ليے اسکے پاس صرف ايک ہي جواب ہوتا ہے - يعني " نہيں " !

قديم افسانوں کے طلسمخانے کي طرح اس ممنوع الدخول مقام ميں ايک جماعت کام کرتي رہتي ہے جسکے قلم ہروقت ترميم و تنسيخ اور حذف و اضافہ ميں مصروف رہتے ہيں - اسي جماعت کو " پريس بيوريو " کہتے ہيں ' اور اسي کے افسر اعلى مسٹر ايف اي اسمتھہ ہيں جنہوں نے حال ميں واقعہ ٹائمز کے متعلق مسٹر ايسکوئتھہ کي زبان ميں " افسوسناک استثناء " کي ذمہ داري اپنے اوپر لي تھي -

اس صيغہ کا افتتاح جسوقت ہوا ہے اسوقت اسکے پاس اتنا سامان بھي نہ تھا جسقدر کہ لندن ميں ايک دفتر کے سنجيدہ طور پر کام کرنے کے ليے کافي ہوسکتا ہے - صرف دو کمرے ديے گئے تھے - وہ بھي وہ جو ايک زمانہ ميں کسي دکان کے کام آتے تھے ! مگر اب بالا خانہ کا ايک کمرہ اور بھي ديديا گيا ہے - بالا خانہ کے کمرہ ميں ۲۰ ٹيليفون کے بکس رکھے ہوے ہيں - اکثر بکس کسي نہ کسي اخبار يا خبر رساں ايجنسي کے ساتھہ مخصوص ہيں - صرف نصف درجن بکس مشترک ہيں - نيچے کے دونوں کمرے " ويٹنگ روم " کہلاتے ہيں - اور سچ يہ ہے کہ آجکل يہ دونوں کمرے پورے معني ميں " ويٹنگ روم " ہيں !

ان دونوں کمروں ميں گول ميزيں بچھي ہوئي ہيں جنکے گرد ۳۰ صحافي (جرنلسٹ) بيٹھے رہتے ہيں ' اور خبروں کے انتظار کي تعب انگيز و ملول کن گھڑياں تمباکو نوشي کے دھوئيں کے بقعے اڑانے ميں بسر کرديا کرتے ہيں -

يہ دونوں کمرے ہر وقت ان صحافيوں سے بھرے رہتے ہيں جو ذوق و شوق ' جوش اضطراب ' اور قصد مسابقت کے باہم آميز جذبات کے ساتھہ خبروں کي آمد کا انتظار کرتے رہتے ہيں - اس انتظار کي کيفيت کا صحيح اندازہ کچھہ وہي لوگ کرسکتے ہيں جو کبھي اس سے دوچار ہوے ہيں !

اس انتظار کي يہ وجہ نہيں کہ خبريں نہيں آتيں ' بلکہ سچ يہ ہے کہ جس قدر يہ صحافي بيکاري سے اکتا کے کام اور مشغلہ کے مضطربانہ طالب رہتے ہيں ' اسيقدر تيسرے کمرے کے ٹيليفون والے ہجوم کار سے ہروقت مشغول و منہمک بھي رہتے ہيں - ليکن اس پر اسرار کمرہ ميں جسقدر تار آتے ہيں ' ان ميں سے بہت ہي تھوڑے ہيں جو اشاعت کيليے پريس ميں پہنچے جاتے ہيں ' اور گو اب کسيقدر خبروں کي تعداد ميں اضافہ کيا گيا ہے ' مگر اس اضافہ ميں بھي وہي اصلي نسبت محفوظ ہے - اسليے يہ اضافہ ناقابل اعتناء اور بالکل غير محسوس ہے -

صحافيوں کا کام صرف يہي نہيں ہے کہ وہ يہاں سے اپنے دفتر ميں خبريں ليجايا کريں ' بلکہ وہ اپنے دفتر سے يہاں خبريں لاتے بھي ہيں - مثلاً ڈيلي کرانيکل کو اپنے مراسلہ نگار خصوصي کا تار يا مراسلہ ملا ' اسکا ايک سب اڈيٹر مراسلہ ليے ہوے فوراً يہاں آئيگا اور اطلاع ديگا کہ ہمارے يہاں يہ تار يا يہ مراسلہ آيا ہے - کيا ہم اسے شائع کرسکتے ہيں ؟ اسکے بعد تار يا مراسلہ احتساب و نقد کے ليے اس طلسم کے اندر مفقود ہو جائيگا -

وسما اصله تحت الثری و سمابه
الی النجم فرع لا ینـال طویل

اوسکی بنیاد زمین کے طبقۂ آتریں میں قائم ہے اور اوسکی لمبی اور نا ممکن الحصول چوٹی کا ارتفاع ثریا تک پہونچگیا ہے -

ایسی پہاڑوں کی قطاریں بلند نظری عزم و استقلال متانت و پختگی اخلاق ایستواری قول و قرار پیدا کرسکتی تھیں یا نہیں ؟

اب آپ اپنی نظر کو اور اوٹھا لیجیے اور عرب کی اوس فضائے جوّیه کا مطالعہ کیجیے جسکی ہوا ے گرم آگ کو ہمیشہ ایک آتشکدہ تیار رکھتا تھا - وہ رگوں میں گرم خون اور خون میں سیلابانہ گرم رفتاری پیدا کرسکتا تھا یا نہیں ؟ اب آپ عرب کی ترقی کے فلسفیانہ علل و اسباب کی تلاش میں اس فضاے بسیط سے اور آگے بڑھیے اور ایک نئے آسمان کو دیکھیے جسکو ابر کی چادر کبھی نصیب نہ ہوئی ' جسکا آفتاب ہمیشہ بے نقاب رہا ' جسکا ماهتاب کبھی بھی شب هالہ کی آغوش میں آرام کی نیند نہیں سویا ' آپ ان بے پردہ مناظر کو دیکھیے اور فیصلہ کیجیے کہ وہ قلب صافی ' نظر روشن ' اور مصالح مستنیر پیدا کرسکتے تھے یا نہیں ؟

عرب کے کوہ و بیابان ' آفتاب و ماهتاب ' ریگ و سراب کا قدرتی اثر صرف زمانۂ جاہلیت ہی کے واقعات سے ظاہر ہو سکتا ہے - خوش قسمتی سے عرب کے قدیم لٹریچر کی زبان خاموش نہیں ہے - وہ ان اخلاق فاضلہ کی بکثرت مثالیں پیش کرسکتا ہے جس نے آج جرمنی کو جغرافیانہ حدود میں نشو و نما حاصل کی ہے - اعتماد علی النفس اور عزم و استقلال کا نمونہ ایک وحشی بدو ایک متمدن جرمن سے اعلی تر قائم کرسکتا تھا :

اذا هم القی بین عینیه عزمه
و نکب عن ذکر العواقب جانبا

ایک صاحب عزم شخص جب عزم کرتا ہے تو صرف اوسیکو سامنے رکھتا ہے ' باقی رہی یہ بحث کہ اوسکے انجام و نتائج کیا ہونگے ؟ تو اوس سے وہ بالکل منہہ موڑ لیتا ہے

ولم یستشر فی رایه غیر نفسه
ولم یرض الا قائم السیف صاحبا

بجز اپنی ذات کے اپنے معاملات میں کسی سے مشورہ نہیں لیتا ' اور بجز تلوار کے قبضے کے کسیکو اپنا رفیق نہ بناتا -

اعتماد علی النفس اور نظری یاسی کا سب سے بڑا قرینہ تکثیر نسل اور افزایش اولاد ہے ' جرمنی کے متعلق سب سے بڑی بات آج یہ کہی جاتی ہے کہ اسکی نسلی ترقی بے انتہا ہے - مگر ہر جاہلی عرب اپنے قبیلہ کی کثرت پر ناز کرتا تھا :

الی لهم ان یعرفوا القسیم انهم
بنو ناتق کانت کثیرا عیالها

وہ لوگ اس غرور سے قلت نہیں برداشت کرتے کہ وہ ایک بہت جننے والی ماں کی اولاد ہیں ' اور وہ ہر مصیبت میں ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے ہیں -

لیکن اس اعتماد علی النفس اور اس غرور و نخوت کے ساتھہ ہر عرب شخصاً اپنے آپکو حقیر بھی سمجھتا تھا ، اور جماعت و قوم کے آگے اپنے استقلال رائے کو بالکل بھول جاتا تھا :

فلما عصونی کنت منهم وقد اری
غوایتهم و اننی غیر مهتد

جب اونلوگوں نے میرا کہنا نہ مانا تو میں خود اونکی رائے کا پابند ہوگیا ' اگرچہ مجھے اونکی گمراہی صاف صاف نظر آتی تھی اور میں سمجھتا تھا کہ میں اب صحیح راستہ پر نہیں چلتا -

وما انا الا من غزیة ان غوت
غویت و ان ترشد غزیة ارشد

لیکن میں تو قبیلہ غزیہ میں داخل ہوں ' اگر وہ گمراہ ہوگیا تو مجھکو بھی گمراہ ہوجانا چاہیے - اور اگر اوس نے راہ پائی تو میں بھی راہ پاؤنگا - (یعنی میری رائے میری جماعت کے ساتھہ ہے)

یہی اخلاقی ایثار نفس تھا جسنے اہل عرب کی گردن کو ایک بلند تر طاقت کے سامنے جھکا دیا تھا ' اور یہ طاقت ہمیشہ قائم رکھی جاتی تھی :

اذا سید منا خلا قام سید
قؤول لما قال الکرام فعول

جب ہمارا کوئی لیڈر مرجاتا ہے ' تو اوسکی جگہ دوسرا سردار کھڑا ہوجاتا ہے ' ایسا سردار جو شرفاء کے قول و فعل کا مجموعہ ہوتا ہے - یعنی جسکا قول ہی اسکا فعل ہوتا ہے !

جرمنی کے ترقی کے سلسلہ کی ایک ایک کڑی عرب میں موجود تھی ' صرف اس جال کو تمام دنیا میں پھیلا دینا تھا ' لیکن اوسوقت دنیا کی سطح سخت ناہموار تھی ' راستے نہایت دشوار گذار اور پیچیدہ تھے ' منزل پر ہرجگہ نشیب و فراز نظر آتے تھے ' اسلیے جب تک دنیا کی سطح ہموار نہ کرلی جاتی ' اسکے سرے پھیلائے نہیں جا سکتے تھے - سب سے بڑا کام خود عرب ہی میں ان کڑیوں کو باہم جوڑنا تھا ' اور یہ بغیر کسی عظیم الشان انقلاب کے ناممکن تھا -

لیکن اس انقلاب کی تلاش میں ہمکو آفتاب و ماهتاب ' اور آسمان و زمین کی سطح سے نگاہ ہٹالینی چاہیے - ہمکو اوسکی جستجو میں عرب کے ریگستانوں میں آوارہ گردی نہیں کرنی چاہیے ' ہمکو اوسکے تفحص میں عرب کے کوہستانی سلسلے سے سر ٹکرانا نہیں چاہیے ' بلکہ اس حقیقت کو ایک تیرہ و تاریک غار (غار حرا) میں ڈھونڈھنا چاہیے جو خود تو تمام دنیا سے الگ تھا لیکن تمام دنیا کو ایک کرنا چاہتا تھا - وہ خود تیرہ و تاریک تھا لیکن تمام دنیا میں روشنی پھیلانا چاہتا تھا - وہ خود نہایت پیچدار تھا ' لیکن تمام دنیا کا بل نکالنا چاہتا تھا ! انا ارسلناک شاهداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنه و سراجاً منیراً !

ایجنٹوں کیلیے کمیشن

هفته وار الهلال کی ایجنسی نہایت معقول ہے

بشرطیکہ ' آپ
جانتے ہوں - دعوۃ حق کے اعلاء اور
هدایت اسلامی
کی تبلیغ سے بڑھکر آج کوئی تجارت نفع بخش نہیں ہے
اسپر نفع عالی مستزاد !

اب اصلی واقعہ دن کی روشنی کی طرح ظاہر ہے - یعنی یہ کہ جرمنی کی طاقت اور سامان کے متعلق پہلے دنیا کے پاس جو اطلاعات سالہا سال سے تھے' وہ آج بھی ویسے ہی صحیح ہیں جیسے کہ آغاز جنگ سے پہلے تھے - جرمنی کے قبضہ میں تمام بلجیم ہے اور وہ پیرس تک بڑھ آئی ہے - وہ روس میں روسیوں سے لڑ رہی ہے اور اسکے حدود کے اندر میلوں بڑھگئی ہے' اسکی افریقہ کی نو آبادیاں ابھی تک پوری طرح مفتوح نہیں ہوئی ہیں' اور جاپان کی مشہور بحری طاقت دو ماہ میں بھی "کیا چوا" کو نہیں لیسکی ہے - دوسری طرف جرمن قلمرو کی ایک انچ زمین بھی دشمن کے ہاتھہ میں نہیں ہے - نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی کے حریفوں کے ملک تو جنگ کی وجہ سے زیر و زبر ہوگئے ہیں جیسا کہ بلجیم' فرانس' اور روس کے ایک حصہ کی حالت ہے' مگر خود اسکے یہاں کوئی جنگ نہیں اور اس طرح اس کا داخلی اطمینان اور اندرونی امن تجارت اور اقتصادی حالت بالکل بدستور سابق ہے - وہ اپنے کارخانوں کو فوجی سامان کی تیاری کے لیے استعمال کر رہے ہیں - وہ توپیں ڈھال رہے ہیں' اور ایک وقت میں سو زیر آب کشتیاں تیار کر رہے ہیں -

اس مقابلہ سے جنگ کے موجودہ نتائج بالکل واضح ہوجاتے ہیں - اوستینڈ اور اینٹورپ کی تسخیر سے جرمنی کا پوزیشن قوی اور وزنی ہوگیا ہے اور جو طاقت دوسری طرف سمندر میں اسکے مقابلہ میں ہے اس نے اپنا راستہ بند کر دیا ہے -

بظاہر جرمنی کا نصف کام پورا ہو چکا - وہ بلجیم اور ساحل کی طرف پریشانی سے آزاد ہے اور آیندہ نئی پیشقدمی کریگی - اس نے دریاے شیلڈٹ میں سرنگیں بچھادی ہیں اور اب اپنے اثر کا پورا زور انگلش چینل پر لگائیگی "

ان سطروں کے لکھنے والے کا کھلا ہوا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ جرمنی غیر مغلوب ہے اور انگریزی شاہنشاہی کی طاقت اسکے حملوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی -

ایک اور مقام پر سقوط اینٹورپ کی تشریح میں انگریزوں کے ساتھہ اس اخبار کی روش اور صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے - ذیل کے دو مختصر فقرے اس معاندانہ روح کے ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں جو لکھنے والے کے اندر کام کر رہی ہے :

" ایک جرمن سرکاری اطلاعنامہ بیان کرتا ہے کہ جرمن فوج کے اینٹورپ میں داخل ہونے سے پہلے' انگریزی اور بیلجین فوج نے شہر خالی کردیا تھا - شروع سے انگریزی فوج نے اپنی حفاظت میں جس دانشمندی کا اظہار کیا ہے اس نے اس امر کو ناگزیر قرار دیا کہ فرار کی، حفاظت و سلامتی کو جنگ کے ناعاقبت اندیشانہ خیال پر ترجیح دینا چاہیے "

انگریزی نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوے لکھتا ہے :

" مورننگ پوسٹ " کا بیان ہے کہ اینٹورپ میں زخمیوں کی تعداد ۲۰۰ ہے اور یہ کہ لوگ بڑی توپوں کے نہ پہنچنے پر افسوس کرتے تھے - بحری توپیں بھی دیر میں پہنچیں اور نصب نہ کی جاسکیں - تاہم انگریزی فوج کے نقصانات کچھہ ہی بیان کیے جائیں مگر یہ تمامتر صرف توپوں کے اتفاقی برے انتظام ہی کے نتائج ہیں - ورنہ ایسی عاقبت اندیش اور دانشمند فوج جس نے ہمیشہ مراجعت کو جنگ پر ترجیح دی ہو یقیناً محفوظ رہتی "

آخری الفاظ کی تشریح فضول ہے - ہم محفوظ طور پر یہ کہسکتے ہیں کہ ایک ایسے وقت میں جیسا کہ یہ ہے' جو گورمنٹ ایک انگریزی رعیت کو انگریزی سپاہیوں اور ملاحوں کے متعلق اس قسم کے بد اندیشانہ اشارات شایع کرنے دیتی ہے - وہ تسامح کی بہت ہی غیر جرمن روح رکھنے کی مدعی ہوسکتی ہے -

الہلال

۲۲ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ہجری

ہندوستان اور پرو جرمنزم !

و اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ ' قل موتوا بغیظکم ' ان اللہ علیم بذات الصدور - ان تمسسکم حسنة تسوءهم' و ان تصبکم سیئة یفرحوا بہا' و ان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدهم شیئا - ان اللہ بما یعملون محیط !
(۳ : ۱۱۹)

حسد تہمت آزادی سزوم بگداخت
کین مرادیست کہ بر تہمت آن ہم حسدست !

ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ پایونیر الہ آباد کے صفحوں پر گورنمنٹ کو راے دی گئی تھی کہ وہ نہ تو ہندوستانی آبادی کی وفاداری پر اعتماد کرے اور نہ ہندوستانی فوج کی شجاعت پر - کیونکہ اسکے عقیدے میں پہلی چیز صرف ایک درجن وقت شناس آدمیوں کی مصنوعی اور سازشی کارستانی ہے' اور دوسری شے کا اگر کوئی وجود ہوتا تو انگریزی حکومت ہندوستان میں نہ ہوتی !

ایسی رائیں ہمیشہ دی گئی ہیں' اور بدقسمتی سے ہندوستان میں گورنمنٹ اور رعایا کے مسئلہ کا تصفیہ اسقدر مشکل نہیں ہے جسقدر اینگلو انڈین جماعت اور پبلک کا سوال ہمیشہ سے لاینحل رہا ہے - تاہم اسکی توقع تو ہم میں سے کسی شخص کو بھی نہ تھی کہ عین اس وقت جبکہ ہندوستانی " وفاداری " کی جنس سب سے زیادہ قیمتی ہوگی' وہی لوگ اسکے وجود سے انکار کرینگے جنکو سب سے زیادہ اسکی ضرورت ہے : یخربون بیوتهم بایدیهم !

با ایں ہمہ انکار کیا گیا' اور اعتماد اور صداقت کے قلعہ پر جبکہ وہ سب کے خیال میں مستحکم تھا' شک اور شرارت کی پہلی گولی چلائی گئی - شرارت کا پہلا قدم خواہ میدان جنگ کی طرف اٹھایا جاے یا کاغذ کے صفحوں پر' مگر بہرحال شرارت ہے - بدی کی نسل کا رشتہ خون سے نہیں بلکہ عمل سے ہے' اور کتاب پیدایش میں لکھا ہے کہ برائی کا گھرانا جہاں کہیں بھی آباد ہو' اسے باغ عدن ہی کی پہلی برائی کی نسل سمجھنا چاہیے - پس فساد کا یہ پہلا قدم جو ہمارے سامنے نمایاں ہوا' اگرچہ اپنے خون کے رشتے میں بالکل بے تعلق ہو' لیکن اخلاق کے رشتے سے اسی " جرمن اخلاق " کی ایک چھوٹی قسم کی نسل تھی' جسکی نسبت ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ سفینۂ امن پر خون کا پہلا چھینٹا اسی کے گھرانے سے اچھل کر پڑا' اور اسنے تمام یورپ کو رنگین کردیا !

یہ ایک حقیقی " جرمنزم " ہے جو برلن کی طرح الہ آباد میں بھی موجود ہے' اور جو ہندوستان کے امن اور اعتماد کو بالکل اسی طرح چیلنج دیتا ہے جس طرح برلن کا جنگی اخلاق یورپ کے امن کو - البتہ پہلے کا دائرۂ عمل اتنا وسیع ہے کہ دنیا کے دو صد سالہ تمدن کو برباد کر رہا ہے' لیکن دوسرا صرف بر اعظم ہند کے

کام کا ھجوم خواہ کتنا ھي ھو اور سوالات کي کثرت چاھے جسقدر بھي ھوجاے' مگر بہرحال جواب ھمیشہ جلد' شایستہ' اور تلطف آمیز پیرایہ میں آلیگا - عموماً ممانعت' گاہ گاہ ترمیم' اور کمتر بجنسہ اشاعت کي اجازت دیجاتي ھے - اگر شدت کے ساتھہ ممانعت مقصود ھوئي تو جواب میں " شائع نہونا چاھیے " کہا جاتا ھے - ورنہ اکثر حالتوں میں معمولي جواب " اسکی تصدیق نہیں کیجاسکتي " ممانعت کے لیے کافي سمجھا جاتا ھے -

اس بر اعظم (یورپ) میں پریس ایک قاھرانہ و فرمانروایانہ طاقت ھے - اسي لیے جب کبھي وہ متحدہ طور پر کوئي آواز بلند کرتا ھے تو وزارتوں اور حکومتوں تک کو اسکے آگے سر تسلیم خم کردینا پڑتا ھے - مگر انگریزي پریس کي گذشتہ تاریخ اور حریت قلم کو دیکھتے ھوے اوسکی موجودہ بے بسي نہایت ھي دردناک اور تعجب انگیز ھے -

موجودہ عہد کی ھر جنگ میں خبریں محتسب کی سرخ پنسل کي زیر مشق رھي ھیں' اور کتنے ھی واقعات ھیں جن کے چہرے کو " مصلحت جنگ " نے اپني چادر اخفا سے بالکل چھپادیا ھے' یا کم از کم اسکے خط و خال کو مسخ کردیا ھے - تاھم جس طرح آجکل پریس اصلي حقیقت سے بیخبر ھے - یا جسقدر اسے معلوم بھي ھوتا ھے اسکے اخفا پر مجبور کیا جاتا ھے' اسکی نظیر تاریخ میں نہیں ملسکتي -

غالباً موجودہ جنگ کي تاریخ کے اندر اصلي خبروں کے جلد سے جلد شائع کرنے اور اخباروں کي اولیت و تقدم اور مراسلہ نگاروں کي مسابقت و منافست کا کوئي باب نہ ھوگا' اور دنیا دیکھلیگي کہ اس مرتبہ مراسلہ نگاروں کي فطانت و طباعي کسقدر کند اور معطل رھي ھے ؟

اس دفتر کا ایک محتسب اسوقت ایک ایڈیٹر سے کہیں بالاتر طاقت رکھتا ھے - جسوقت سے کہ اخبار ایجاد ھوا ھے' آجتک کسي شخص نے بھي " سرخ پنسل " کا استعمال اس سے زیادہ قاھرانہ اور مختارانہ نہیں کیا ھوگا - اس قدرت و اختیار کا اندازہ کیجیے کہ لندن کے ایک روزانہ اخبار مثلاً ٹائمز' ڈیلي میل' ڈیلي کرانیکل یا ڈیلی نیوز کے پاس میدان جنگ سے آئي ھوئي " گرما گرم " خبر موجود ھے - اسکو یقین ھے کہ اگر وہ اس خبر کو شائع کردے تو اسکي لاکھوں کاپیاں فوراً فروخت ھوجائیں' اسکے ساتھہ ھي اسکي اولیت کي فہرست میں بھي ایک نیا اضافہ ھوجاے' با ایں ھمہ اس دفتر سے اسے جواب ملتا ھے کہ " یہ خبر شائع نہ ھوني چاھیے " اور اسطرح وہ قوت قاھرہ' جو وزیر اعظم کے ھر فیصلہ کو بھي جرح و سوال کے بغیر تسلیم کرنے کیلیے تیار نہیں ھوتي' اس حکم ناطق کے آگے مہر بلب ھوجاتي ھے' اور اپني اس متاع گرامي کو چاک کرکے ردي کي ٹوکري میں ڈالدیتی ھے !

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کي کتاب ھے' اسکا اندازہ ارباب فن ھي خوب کر سکتے ھیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ھوتي تو صدھا مباحث و مطالب عالیہ تھے جو ھمارے معلومات سے بالکل مفقود ھوجاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا' ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کي راے ھے کہ " وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ھے "

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کی ھے - جلد اول کے کچھہ نسخے دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود ھیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردي گئی ھے -

درخواستیں : منیجر الہـلال - کلکتـہ کے نام ھوں -

کواسک

بري طاقت میں کئي حیثیت سے یورپ کے اندر دو سلطنتیں سب سے زیادہ قوي تسلیم کي جاتي ھیں - جرمني اور روس - مگر کیا عجیب بات ھے کہ ان دونوں سلطنتوں کي سپاہ میں جو فوج سب سے زیادہ بہادر' جري' جانباز' خون آشام' جنگجو' معرکہ آرا' سرخیل لشکر' اور راس الجیش سمجھے جاتے ھیں' انکے نام خالص اسلامي ھیں' اور اس طرح دنیا کے دماغ میں اسلام کي سطوت ماضي اور جلال و استیلاء گذشتہ کي یاد ھمیشہ تازہ کرتے رھتے ھیں -

کسي گذشتہ نمبر میں ھم لکھہ چکے ھیں کہ جرمن سپاہ کے بہترین رسالہ کا نام " الن " ایک ترکي نژاد کلمہ ھے - آج ھم بتانا چاھتے ھیں کہ جرمني کے حریف سطوت و قوت یعنی روسي سپاہ کے ممتاز ترین حصہ کا نام بھي ترکي ھي کے ایک لفظ کي معرف و مسخ شدہ شکل ھے' جسکے مٹے ھوے خط و خال تھوڑے سے غور و فکر کے بعد پہچان لیے جاتے ھیں - " کواسک " جو اس مقالہ کا عنوان ھے' لفظ " قزاق " کي متفرنج شکل ھے - یہ لفظ یورپ میں اسوقت روشناس ھوا جب آل عثمان کی تیغ بے پناہ یورپ کے سر پر ھر وقت چمکتي رھتي تھي' اسکي خون آشامیوں سے تمام یورپ لرزاں و ترساں تھا' اور رعب و خوف کے استیلاء عام کا یہ عالم تھا کہ روس میں جب بچے اپني ماؤں کو دق کیا کرتے تھے تو وہ ڈرانے کیلیے اسقدر کہدینا کافي سمجھتی تھیں کہ " میں ترک کو بلاتي ھوں " کیونکہ اسکے بعد بچہ خواہ سوے' یا نہ سوے مگر فوراً آنکھیں ضرور بند کرلیتا تھا !

"قزاق" یا اسکي معرف شکل "کواسک" ابتدا میں صرف ان لوگوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جنکو حکومت کي طرف سے چند مخصوص حقوق حاصل ھوتے تھے' اور ان کے معاوضہ میں انکا فرض تھا کہ جب کبھي حکومت کو انکي ضرورت پیش آے اور طلب کیے جائیں' تو فوراً حاضر ھو جائیں -

یہ لوگ اسوقت تک با قاعدہ سپاھی نہ تھے اور نہ سپہ گري

الھـــلال اور پـايـــونيـــر

۲ - نومبرکي اشاعت ميں مندرجہ ذيل ايڈيٹوريل ارٹيکل پايونير نے شائع کيا ہے :

کـلکتـہ ميں پــرو جــرمنــزم

"الھـــلال ايک ھفتہ وار مصور اخبار ہے جو کلکتہ سے اردو زبان ميں شايع ھوتا ہے اور اسکو دھلي کا ايک مسلمان ايڈٹ کرتا ہے - اسکی اشاعت اس صوبہ (صوبہ متحدہ) اور غالبا ھندوستان کے اور حصوں ميں بہت ہے - آغاز جنگ کے وقت سے اسکي روش ايسي حيرت انگيز طور پر "پرو جرمن" رھی ہے کہ جو لوگ اخبارات پڑھتے رھتے ھيں انکے ليے يہ امر تعجب انگيز ہے کہ کيونکر گورنمنٹ اب تک اسکي تحريروں کو برداشت کرتي رھي -

غالبا اسکي وجہ يہ ہے کہ اس اخبارکي طرف کلکتہ ميں بہت ھی کم يا بالکل توجہ نہيں کي جاتی ہے کيونکہ وہ اردو ميں شايع ھوتا ہے' اور اسميں تو ذرا بھي شک نہيں کہ يہ من جملہ ان اسباب کے ہے جنکي وجہ سے اسکے ايڈيٹر نے اسکے مقام اشاعت کے ليے کلکتہ کو منتخب کيا ہے -

ايک اور سبب يہ بھي ھوسکتا ہے کہ اسکے سب سے زيادہ شرارت انگيزانہ مضامين کا اسلوب کنايہ آميز' مخفي استہزاء' پوشيدہ تمسخر' اور اشارات سے لبريز ھوتا ہے' جنميں سے اکثر کا يہ حال ہے کہ جب انکا ترجمہ انگريزي ميں کيا جاتا ہے تو يا تو انکا اثر غالب ھوجاتا ہے يا وہ اثر کارگر نہيں ھوتا' اور غالباً يہ تو ھوتا نہيں کہ بہت سے يوروپين عہدہ دار خود اصل اخبار پڑھتے ھوں -

آغاز جنگ کے وقت اس اخبار ميں ايک مضمون نکلا تھا جس کا مطلب يہ تھا کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے ميں اٹلی کو انگلستان سے جو اعانت ملي ہے' اسکے شکريہ ميں وہ اسوقت طرفدار ہے -

جس زمانہ ميں کہ جرمن پيرس کی طرف پيشقدمي کر رہے تھے' اس تمام مدت ميں جرمن پيشقدمي کی مقاومت پر مذاق کا سيلاب بہايا جا رھا تھا' اور سقوط پيرس ايک قطعی يقين کی حيثيت سے پيش کيا جاتا تھا -

اسکا ايڈيٹر جو قران کے اقتباس کرنے کا بڑا شائق ہے' اسنے قران کی وہ مشہور آيت اقتباس کی تھي' جسميں مکڑی کے جالے کے کمزور ھونے کا ذکر ہے -

جونھي يہ نظر آيا کہ جرمن پيرس کا محاصرہ نہيں کرنے والے ھيں تو اس واقعہ کو ايک پاليسی اور مصلحت قرار دينے کيليے ھر قسم کے وجوہ پيش کيے گئے' اور جب انکی واپسي کم تيز رفتار ھوگئی تو اس واقعہ پر زور ديا گيا کہ وہ اب تک پيرس سے بالکل قريب ھيں - ايسڈن کي کاميابيوں سے ايک وسيع سرمايہ تيار کيا گيا اور آسٹريا کي ھزيمتوں کا ذکر نہيں کيا گيا' مگر جب کبھی روس کی فتوحات کا بالکل انکار نہيں کيا جاسکا تو برابر اسکا مذاق اڑايا گيا اور اسے کم کرکے دکھايا گيا

انگريزي بحري فتوحات کا کوئی ذکر نہيں کيا گيا اور تصاوير شائع کی گئيں جنکا کھلا ھوا مقصد پبلک کے دل پر اس خيال کا نقش کرنا تھا کہ جرمني بہت بڑا اور طاقتور ہے کبھی کسی ايسے امرکي طرف اشارہ نہيں کيا گيا جو ذرا بھی جرمنی کے خلاف تھا -

۷ - اکتوبر کی اشاعت کے بعد پرچہ ۱۵ دن تک نہيں نکلا اور بہت سے لوگ يہ سمجھنے لگے کہ وہ بند کرديا گيا ہے - خصوصاً اسليے کہ اس کی اشاعت ميں جنگ کی خبريں بغير معمولی تنقيد کے شائع کی گئي تھيں - تاھم اب ۱۲ - اکتوبر کو اسکا قبل نمبر مختصر تشريح کے نکلا ہے کہ کمپوزيٹروں کي اسٹرائک اسکی ۱۴ کي اشاعت کے شائع ھونے سے مانع ھوئي -

اس نمبر ميں ايڈيٹر جرمني کي تعريف اور انگريزوں کي تحقير و استہزاء ميں پہلے سے بھي بہت آگے بڑھگيا - بلجيم کے ساتھ ايڈيٹرکي روش کا فيصلہ بلجين سپاھيوں کي ايک تصوير سے ھو سکتا ہے جو چند درختوں کے نيچے آرام کر رہے ھيں اور جسکے نيچے يہ الفاظ ھيں "يہ آرام کي آخري ساعتيں ھيں جو ان بد قسمتوں کو نصيب ھوئيں" اس کے بعد قران کا اقتباس ہے :

"يہ خدا نہيں جو انکے ساتھہ برائي کرتا ہے بلکہ وہ خود اپنے ساتھہ برائي کرتے ھيں"

ايک طويل ايڈيٹوريل مضمون ميں موجودہ جنگ کے متعلق يہ فقرے ھيں :

"موجودہ جنگ کي تاريخ ميں انٹورپ کے قلعوں کو يہ تاريخي امتياز حاصل ہے کہ مليٹري سائنس (فن جنگ) نے انکے بد قسمت انجام کي طرح انکا ساتھہ نہيں چھوڑ ديا ہے' اور بظاھر اسوقت تک ان کے استحکامات ميں ليژ اور نامور کي طرح کوئي عيب يا خامي نہيں نکالی گئي ہے - اگرچہ وہ فتح ھوگئے ھيں مگر انکي طاقت اور پناہ بخشي کے حقائق ھنوز غير مفتوح ھيں - اور غير منقطع طور پر انکے عيوب اور نقائص کا راگ گانے کے بدلے حملہ آورکی طاقت کا اعتراف کيا گيا ہے اور سب سے پہلی مرتبہ صداقت اور حقيقت کے ساتھہ مہربان توجہ کي گئي ہے - الحمد للہ کہ جو قوت نقد پہلے بد قسمت مفتوح قلعوں کے عيوب نکالنے ميں صرف کي جاتي تھي' اب اس کا ايک حصہ جرمن کے عجيب و غريب توپخانوں کے انکشاف ميں استعمال کيا گيا ہے اور يہ تحقيق کيا گيا ہے کہ يہ نتائج عجيبہ جرمنی کي وجہ سے نہيں بلکہ اسکی قلعہ پاش توپوں کي وجہ سے ھيں جنکا قطر ۳۷ سينٹيميٹر کا ہے اور جو ۳۰ من کے گولے پھينکتي ھيں (يہاں پر ايک فارسي اقتباس ہے : ھم کو گمانس کے اس کمزور پلي سے ايسی اميد نہ تھي) يہ اعلان کيا گيا ہے کہ انگريزي مدد انٹورپ کو بھيجي گئي جو گئي اور اس سے اميدکي خوشي ميں باشندوں کو دو شبيں گزا رنے ديں -

انکی آمد کا استقبال جوش و خروش کے ساتھہ کيا گيا' اور گرجوں ميں حمد و شکر کے ترانے گانے گئے - تاھم اس قيمتي اعانت نے بدبخت بلجيم کوکوئي فائدہ نہ بخشا' اور مختلف مخالف حوادث کی وجہ سے انگريزي بہادري کو ان فوجي مناقب اور عسکري فضائل کي نمايش کا موقع نہيں ملا جو بارھا فرانس کے ميدانوں ميں ظاھر ھوئي ھيں - تاھم انھوں نے نہايت دانشمندي کے ساتھہ اپنے بيشتر حصہ کو تباھی سے بچاليا اور انٹورپ سے بھاگنے والوں کے ھمراہ اوسٹينڈ اور ھواليںڈ آگئے"

اس ايڈيٹوريل کے آخر ميں نتائج جنگ کا حسب ذيل خلاصہ نکالا گيا ہے :

جرمني کے قبضہ ميں تمام بلجيم ہے اور اس نے اپنے داھنے بازو کو پيرس کي سرحدوں تک پھيلا ديا ہے - تمام بلجيم اور فرانس کی بوري سرحد دشمن سے پاک ھوگئی ہے' اور انھوں نے اپنے خطوط مدافعت اور فوجي مراکز بغير خلل اندازی کے مقرر کر ليے ھيں - انھوں نے حسب دلخواہ وسيع خندقيں ايسے وقت ميں تيار کر لي ھيں جبکہ دشمن کی ايک گولی نے بھي انھيں تيار رکھنے کے ليے مہلت نہ دي اور جب جرمني وہ سب کچھہ کر چکے جو کرنا چاھتے تھے' تو انکی آگے بڑھي ھوئي فوج باقاعدہ پيچھے ھٹی اور ايک مضبوط مقام پر آ کے ٹھہر گئی -

اگر ان خيالات اور غلط فہميوں کا ايک عشر بھی صحيح تسليم کرليا جاے جو جرمنی کي طاقت' اسکے اسلحہ' اسکے ساز و سامان' اسکے طريق حملہ و اقدام' اسکے انتظامات' اور ھر قسم کي رسد رسانی کے متعلق مشہور کی گئی ھيں' تو انکي وجہ سے ميدان جنگ کے واقعات کا قطعي انکار کرنا پڑتا -

انکا فن اور پیشہ تھا - لیکن اس وقت بھی "قزاق" یا "کو اسک" انھی معنوں میں استعمال کیا گیا تھا جو معنی اس لفظ کے خود ترکی میں ھیں در اصل یہ غارتگروں اور لٹیروں کی ایک جماعت تھی ' جنکو حکومت نے سرزنش و سرکوبی کے بدلے اپنے آیندہ نوالد و منافع کے لحاظ سے مخصوص حقوق و امتیازات عطا کردیے تھے -

لیکن سولھویں صدی کے وسط میں انکی حالت بدلچکی تھی - اب وہ محض قزاقوں کی ایک جماعت نہ تھے جو غیر موقت طور پر شاھی سپاہ میں فوجی خدمت انجام دیا کرتے تھے - بلکہ پیٹر اعظم کے عہد میں (۱۶۷۲ - ۱۷۷۵) میں وہ روسی فوج کی اصلی کالنات یا عماد جیش تھے -

یہ وہ وقت نہ تھا جبکہ آج کی طرح سرزمین تاتار رجال تیغ و جنگ کے پیدا کرنے سے عقیم ھوگئی تھی ' بلکہ اسوقت تو اسکا ایک ایک ذرہ ریگ اپنے اندر سے ایک " خان اعظم " پیدا کرتا تھا جس کی صاعقۂ ھلاکت شمشیر سے تمام روس زیرو زبر رھتا تھا - اسوقت جنوبی روس خوانین تاتار کا ایک دائمی جولانگاہ تھا - تاتاری یلغاروں اور یورشوں سے اسکی سرزمین ھمیشہ موت و ھلاکت کا منظر خونین بنی رھتی تھی اور کوئی روسی اپنے گھر میں پیر پھیلا کر طمانینت و جمعیت کی نیند نہیں سو سکتا تھا -

ان تاتاری حملوں کی مدافعت کے لیے جو لوگ بھیجے جاتے تھے وہ بھی " کو اسک " تھے - قوموں کے اخلاق و صفات میں (خواہ وہ اچھے ھوں یا برے) طول عمل اور استمرار کار کو بڑا دخل ہے - ممکن ہے کہ ایک قوم اپنی جغرافی اور نسلی حیثیت سے جنگجو اور بہادر نہ ھو ' لیکن اگر وہ دشمن کے نرغے میں ھر وقت گھری رھتی ہے ' اور ھمیشہ اسے تیغ و تفنگ سے کام لیتے رھنا پڑتا ہے تو بھی مقاتلت و مجادلت اسے جنگجو ' بہادر ' اور جانباز بنا دیتی ہے - یہ بالکل ایسا ھی ہے جس طرح ایک قوم جغرافی ' نسلی ' اور روایتی حیثیت سے خالص جنگی و عسکری ھو ' لیکن وہ عرصہ تک فوجی زندگی سے علحدہ ہے اور اسکی عسکریت و جنگ آرائی بالکل نابود ھو جاے -

غرض خوانین تاتار کے ساتھہ مسلسل برسر پیکار رھنے سے کواسکوں میں جدال و قتال کا ایک عجیب و غریب مادہ پیدا ھوگیا - اور وہ کہ انکے لیے ایک زمانے میں معرکہ آرائی ایک ھنگامی امر تھا اب ایک عادت مستمرہ و جاریہ ھوگئی -

* * *

کواسکوں کا بیشتر حصہ دریاے نیپئر ' دریاے والگا ' اور دریاے ڈین کے سواحل پر آباد ہے -- موخر الذکر دریا اور شمال کو ایکھیا کے کواسک روسی فوج کے گل سر سبد سمجھے جاتے ھیں - اسی طرح دریاے ڈین کے کواسکوں کی بھی دھوم تمام روسی شاھنشاھی میں مچی ھوئی ہے -

تمام کواسک دس مختلف قلعوں میں منقسم ھیں جنکو وہ اپنی زبان میں " وائسکو " کہتے ھیں - ان قلعوں کے نام یہ ھیں :

ڈان ' ٹیریک ' ڈران ' کوبان ' آسترخان ' نیبرگ ' سائبیریں ' سیمی رلشینکس ' اسوری ' ناموز -

ھر وائسکو مختلف " اسٹینٹ سا " میں منقسم ھوتا ہے " اسٹینٹ سا " کو ھمارے یہاں کے گاوں کے قائمقام سمجھیے -

ھر اسٹینٹ سا یا گاوں میں ایک کمیٹی ھوتی ہے - یہ ایک شیخ القریہ (جسکو وہ اپنی زبان میں " اٹیمن " کہتے ھیں) اور ججوں کو منتخب کرتی ہے جو داخلی معاملات کا فیصلہ کرتے ھیں -

مختلف وائسکوس میں حسب اقتضاء حال و ضرورت مختلف قسم کے انتظامات ھیں ' مگر اس امر کا ضرور خیال رکھا جاتا ہے کہ اصول اور معاملات عمومی میں اتحاد و معاونت کا سر رشتہ ھاتھہ سے نہ جانے پاے - اسکے لیے ایک مرکزی جماعت ہے جسمیں دسوں وائسکو کے منتخب وکلاء شریک ھیں - اس مرکزی جماعت کا دفتر سینٹ پیٹرسبرگ کے دفتر جنگ میں ہے -

کاسکوں میں اور بہت سے قدیم آداب و رسوم کی طرح حکومت کے ساتھہ تعلق کی نوعیت قدیم بھی بدستور محفوظ ہے -

اسوقت تک انکے پاس زمینیں معافی کی ھیں جنکا کوئی لگان نہیں دینا پڑتا اور اس معافی کے معاوضہ میں وہ حکومت کی فوجی خدمت کیا کرتے ھیں - انکے لیے فوجی خدمت لازمی ہے - ھر ۱۸ سال کے لڑکے کو فوج میں داخل ھو جانا چاھیے - مدت خدمت ۲۰ سال ہے -

(باقی آیندہ)

سب سے بڑے دشمن ہوجاتے ہیں' اور ہندوستان کی قانونی حکومت کی برکتوں میں اسکی اصلی آبادی کا کوئی حصہ تسلیم نہیں کرتے - انکے نزدیک دنیا کی کار فرما طاقت غضب اور غصہ ہے نہ کہ محبت اور انصاف' اور حق و راستی کی حقیقت خود حق و راستی میں نہیں ہے جیسا کہ دنیا نے ہمیشہ سمجھا' بلکہ جماعت کے نسلی و قومی امتیاز یا حاکم و محکومی کی تفریق میں جیسا کہ انہوں نے اپنا دستور العمل قرار دیا :

ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون !

افسوس کہ وہ مسیح کے قول کی یکسر تغلیط و تکفیر ہیں جو کہتا ہے کہ " تو دوسروں کے ساتھہ وہی کر جو تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے ساتھہ کریں" (متی ۷ : ۱۲)

اس گروہ کے بے پردہ نظارے کیلیے سب سے زیادہ مکمل منظر یہی مضمون ہے جو جنگ یورپ کے متعلق ہر اس بیان اور راے کو " جرمنزم " کا خطرناک جرم سمجھتا ہے' جو خود اسکے لیے اور ہر انگریز اخبار نویس کیلیے بالکل بے خطر بلکہ ایک قابل ستایش " سلافی عبادت " ہے ! فانظر کیف ضربوا لك الامثال فضلوا' فلا یستطیعون سبیلا !

با ایں ہمہ ہم ایسے تعجب کرنے والونکو بتلا سکتے ہیں کہ وہ اپنے تلیں تعجب اور تحیر کی کرب و شدائد میں بے فائدہ ہلاک نہ کریں' او راپنے دماغ کو تسلی دیں کہ دنیا میں کبھی کبھی تعجب انگیز اور خلاف توقع واقعات بھی ہوا کرتے ہیں' اور انسان کو صرف اپنی آرزوں ہی کا عادی نہ رہنا چاہیے - وہ خدا جو سچ کو دوست رکھتا اور راست بازوں کا ہمیشہ سے حامی ہے' اور جسکی محیط و لا زوال طاقتوں کا اعتراف اب آن مہذب انسانوں کو بھی غالباً گوارا ہوگیا ہوگا جنکی مادہ پرستی کے گھمنڈ کو موجودہ جنگ کے انقلاب انگیز ظہور نے شکست دی ہے' یقیناً اسکی بھی طاقت رکھتا ہے کہ جب تک وہ چاہے اور ضرورت دیکھے' اپنی راست بازی کو انسانی ادعا و عزائم کی لائی ہوئی مصیبتوں سے بے پروا رکھے - اس نے اپنی اس طاقت کے بڑے اور چھوٹے ہر طرح کے مظاہر دکھلاے ہیں' اور الحمد للہ کہ ہم ایسا اعتقاد رکھنے کی سب سے زیادہ قوی فطرۃ اپنے اندر رکھتے ہیں' کیونکہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ :

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا' و مایمسک فلا مرسل لہ من بعدہ' و ہو العزیز الحکیم (۳۵ : ۲)	جس رحمت کا دروازہ خدا اپنے بندوں پر کھولدے' اسے کوئی بند نہیں کرسکتا' اور اگر وہ بند کردے تو کوئی نہیں جو اسے کھول سکے - وہ سب سے زیادہ طاقتور ہے' اور اسکے کام حکمت سے خالی نہیں !

(الہـــلال کا طلسم)

اسکے بعد ہوشیار مضمون نگار نے ساری کوشش اس میں صرف کی ہے کہ الہلال کے مسئلہ کو گورنمنٹ کے لیے ایک " پر اسرار طلسم " ثابت کرے جسکے چاروں طرف کنایہ آمیز اسلوب' مخفی استہزاء' اور پوشیدہ اشارات کی آہنی دیواریں کھڑی کردی گئی ہیں' اور جن کو آج تک گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ بنگال کے آزمودہ اسلحۂ احتساب و نگرانی مسخر نہ کرسکے' مگر انکو فتح کرنے کی تاریخی عظمت سب سے پہلے " پاینیر اعظم " کے افتتاحیہ نگار قلم کو حاصل ہوئی ہے !

مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود !

فی الحقیقت یہ معاملہ نہایت عجیب ہے' اور اس شاندار بزالی کو جس کی ہمارے سامنے اس بے فکری کے ساتھہ نمایش کی گئی ہے' اگر غارت نہ کیا جاے تو ایک عمدہ بلتصابی کی کہانی موجودہ جنگ کے ضمن میں باقی رہجالیگی - بلجیم کے قلعوں کے استحکام پر تمام دنیا کو اعتماد تھا اور خود شاہ بلجیم انٹورپ کی مضبوطی پر اس قدر مطمئن تھا کہ اس نے دشمن کو ایک طرح کا چیلنج دیدیا تھا - با ایں ہمہ فن جنگ کی جدید ترین ایجادات اسقدر خوفناک ہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہیں مجبور ہوجانا پڑا' اور آخر تک مقاومت نہ کرسکے -

جس عہد تسخیر و سقوط میں یہ حال ان استحکامات کا ہو جنہیں اپنی نہ بست ادعا تھا' تو یہ بالکل ظاہر ہے کہ الہلال کے مزعومہ " طلسم " کے متعلق کیا امید کی جاسکتی تھی جس نے آجتک اپنے استحکامات کے متعلق کوئی دعوا نہیں کیا' اور جو ابتدا سے بالکل " اوپن پورٹ " ہے ؟ بارجود اس اختلاف حالت کے وہ کامل تین ماہ تک مسخر نہ ہوسکا - اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہو تو یہ بلا شبہ بڑی ہی عجیب بات ہے' اور فاتح اور مفتوح دونوں کو اسکے فخر و ناز میں مساویانہ حصہ دینا چاہیے !

لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ قلم کا یہ مدعی فاتح اپنی فتوحات کو کیونکر قائم رکھہ سکیگا جبکہ دنیا کو معلوم ہوگا کہ الہـــلال کے جس پر اسرار " پرو جرمنزم " کے افشاء کا اسے دعوا ہے' وہ کبھی بھی راز نہ تھا - اور اگر راز تھا تو ایک ایسا عجیب راز جسکے ایک ایک گوشے اور ایک ایک چپے کے متعلق گورنمنٹ کے تمام صیغہ ہاے احتساب اپنے گھر کی طرح واقفیت رکھتے ہیں' اور زیادہ سے زیادہ خرچ و اہتمام کے ساتھہ ایک سرکاری انتظام جو انڈیا میں ہو سکتا ہے' اسکے لیے کیا جاچکا ہے !

(مقام اشاعت)

الہـــلال کے مقام اشاعت کو بھی مضمون نگار ایک پیشتر سے قرار دی ہوئی تدبیر قرار دیتا ہے' اور اسطرح گویا اپنی اس حسرت کو ضبط نہیں کرسکا ہے کہ کاش الہلال "الہ آباد" یا "نینی تال" سے شائع ہوتا ! لیجعل اللہ ذالك حسرۃ فی قلوبہم ! لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک بہتر چیز کا انتخاب کیوں جرم سمجھا جاے ؟ ہم بغیر کسی تامل کے اعتراف کرنے کیلیے طیار ہیں کہ الحمد للہ' ہمارا قیام ابتدا سے کلکتہ میں رہا' اور اسلیے ہم نے کلکتہ ہی سے الہـــلال جاری کیا - پنجاب اور " مشہور " یوپی کی سر زمین کی جگہ ہم ایک ایسی گورنمنٹ کے زیر حکومت رہنے کیلیے یقیناً قدرتی اسباب کے ممنون ہیں جو ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ آزادی پسند' قانون دوست' عاقبت اندیش' اور فرضی خطروں سے زیادہ مخوف رہنے والی نہیں ہے' اور ہم سمجھتے ہیں کہ غالباً گورنمنٹ بنگال کے متعلق ایسی راے رکھنا پاینیر کے نزدیک بھی " پرو جرمنزم " کے اعمال میں داخل نہوگا !

ہمارا ایسا یقین واقعات پر مبنی ہے اور اسکے لیے بہت ہی قریبی مثال ہم نے یاد رکھی ہے - ہم خوش ہیں کہ ہمارا موجودہ وطن بنگال ہے جہاں " لشکر پور " کی مساجد کا واقعہ پیش آیا' نہ کہ صوبجات متحدہ جو مسجد " کانپور " کے افسوسناک حادثہ کیلیے ہمیشہ یادگار رہیگا - ہزایکسلنسی لارڈ کارمائیکل کی گورنمنٹ کے سامنے " لشکر پور " کا معاملہ ٹھیک ٹھیک اسی طرح پیش آیا تھا جسطرح ہز آنر سر جیمس مسٹن کی گورنمنٹ کے سامنے مچھلی بازار کانپور کا واقعہ' لیکن صرف اسی ایک واقعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے اصول حکومت کا فرق سمجھا جا سکتا ہے کہ جبکہ مسلمانان کانپور کی حادثہ سے پہلے تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں تو کلکتہ کے مسلمانوں کی صرف ایک عرضداشت پر اسکا دانشمند حاکم آمادۂ کار ہوگیا' اور اس نے بہ نفس خود موقعہ پر پہونچکر تمام خطروں اور خدشوں سے لشکر پور کی سر زمین پاک کردی :

یزید سلیم و الا عز ابن حاتم !

صرف پنجاه ساله اعتماد و امن کی غارتگری پر قانع هے' اور کهتا هے که جرمن لولوعزمیوں کی بهوک کیلیے هندوستان میں اتنی غذا بهی بس کرتی هے !

لیکن اس عهد عجائب کی عجیب عجیب باتوں میں سے ایک تعجب انگیز واقعه یه بهی هے که جرمن اخلاق کے اس هندوستانی مرکز کو حال میں ایک دوسرے " جرمنزم " کی بهی خبر ملی هے جو اسکے خیال کے مطابق کلکته میں موجود هے' اور ۲ - نومبر کے لیڈنگ آرٹیکل میں اسپر روشنی ڈالی گئی هے - اس مضمون کی سب سے زیاده سنجیده ظرافت یه هے که اسمیں اول سے لیکر آخر تک " جرمنزم " کا ذکر اسطرح غیرونکی طرح کیا گیا هے گویا مفسدانه اقدام کی اس خوفناک نسل سے خود اسکا کوئی رشته نهیں ' اور وه بالکل ایک اجنبی اور غیر آدمی کی طرح " جرمنزم " کا لفظ زبان سے نکال رها هے ! اور پهر اس سے بهی بڑهکر لطیفه یه هے که اپنے اس صریح مذاق پر پورے مضمون میں کهیں بهی نهیں مسکراتا !

(پاینیر اور الهلال)

همارا اشاره " پاینیر " کے اس لیڈنگ آرٹیکل کی طرف هے جو ۲ - نومبر کی اشاعت میں نکلا هے' اور جسکا عنوان " پرو جرمنزم کلکته میں " هے - یه مضمون غیر معمولی انتظام اور مخصوص کوشش کے ساتهه ترتیب دیا گیا هے' اور " الهلال " کی روش کو جنگ یورپ کے متعلق " پروجرمن " قرار دینے کیلیے وه پوری قوت صرف کردی هے' جو تمام هندوستان کو بغاوت آباد اور تمام هندوستانی فوج کو نامعلوم باغیانه جراثیم سے آلوده ثابت کرنے میں پہلے صرف کی گئی تهی - جو بے باک شرارت هندوستان کے تین سو ملین انسانوں پر سب سے زیاده نازک اور سب سے زیاده مضطرش عهد میں حمله کرسکتی هے' اسکی نسبت یه خیال کرنا محض فضول هوگا که هندوستان کے ایک فرد پر حمله کرنے کیلیے بس نے اپنے اسلحه کو کیوں حرکت دی ؟ اگر ایسا خیال کیا جاے تو یه بالکل ایسی بات هوگی ' جیسے لووین کا کوئی مسکین پروفیسر اپنی خانه ویرانی کی شکایت لیکر " قیصر " کے پاس جاے حالانکه وه جانتا هے که قیصر تمام یورپ کے امن کو غارت کر رها هے !

پس نه تو اس حمله آورانه اقدام میں همارے لیے کوئی تعجب هے اور نه هی وه چنداں لائق التفات هے - هم نے آجتک الهلال کی تحریک دینی کے بڑے بڑے مخالفانه عزم اور معاندانه سعی کے ساتهه جس غیر منقطع بے اعتنائی کا سلوک کیا هے' کوئی خاص وجه نه تهی که اس بے " پاینیر " کے اوراق کو بلند تر جگه دی جاتی اور الهلال کے صفحوں پر اسکا تذکره کیا جاتا - لیکن چونکه اس مضمون میں تعاند و ادعا کے ساتهه واقعات و استشهاد سے بهی کام لینے کی ایک ظاهر فریب کوشش کی گئی هے' اور غلط بیانی و کذب سرائی کو بظاهر ذمه دارانه ادعا کے ساتهه ترکیب دیا گیا هے' اسلیے هم مجبور هیں که آج اپنے چند صفحات کیلیے تهوڑی سی بے رحمی گوارا کریں ' اور صرف اس حد تک جواب دیدیں جس حد تک اظهار حقیقت کیلیے ناگزیر هے - لیکن ساتهه هی اس حمله کے مقصد و آرزوں کے بارے میں بالکل خاموش رهیں -

(تصنیف و مصنف)

سب سے پہلا سوال جو اس مضمون کے سلسلے میں سامنے آتا هے وه اسکے معنوی مصنف کی شخصیت کا سوال هے -

اگر همارے لیے اس سے دلچسپی پیدا هو جانے کے وجوه موجود هوں تو هم اسے پاینیر کے ایڈیٹوریل انس هی میں تلاش کریں یا کسی اس سے بلند تر مقام میں ؟ اور کیا اس مضمون کو موجوده وقت نے طیار کیا هے' یا کسی گذشته وقت کے انتقام نے جسکے لیے یه وقت سب سے زیاده موزوں هے ؟

یه سوال نهایت دلچسپ تها' لیکن هم بمصلحت اسے نظر انداز کردینگے - کیونکه اسکا حل موجوده حالت میں نهیں ملسکتا - اسکے لیے ضروری هوگا که ایک سال پیشتر کے بعض پرشور واقعات کی تاریخ کو جو صوبجات متحده میں ظاهر هوے اور تمام مسلمانان هند سے متعلق هوے سامنے لایا جاے - مگر هم ایسا نهیں کرینگے - کیونکه انسان کے جذبات ردیه کا تذکره کوئی خوش آیند بیان نهیں هے جسے زیاده نمایاں کیا جاے ' اور کینه و انتقام کے چهرے کو حسین نهیں سمجها جاسکتا جسکے چهرے پر نقاب کا رهنا همارے اندر ولوله پیدا کرے !

(الحق یعلو ولا یعلی)

مضمون نگار کو اسپر بهت هی اذیت بخش تعجب هے که جنگ یورپ پر تین ماه سے زیاده مدت گذر چکی هے اور اس تمام عرصے میں الهلال کی روش برابر " پرو جرمن رهی - با ایں همه ابتک اسپر کوئی مصیبت نهیں آئی هے - درمیان میں ایک موقعه ایسا یقین کرنے کرنے خوش هونے کا اسے هاتهه آیا بهی تو اس کی عمر ایک هفته سے زیاده ثابت نه هوئی اور الهلال پهر بدستور شائع هوگیا - چنانچه وه اپنی حالت کو کسی مجهول العال جماعت کی طرف منسوب کرکے لکهتا هے :

" آغاز جنگ سے الهلال کی روش ایسے حیرت انگیز طور پر پرو جرمن رهی هے که جو لوگ اخبارات پڑهتے رهتے هیں ' انکے لیے یه امر تعجب انگیز هے که اب تک گورنمنٹ اسکی تحریروں کو کس طرح برداشت کرتی رهی هے "

هم مضمون نگار کی اس راست بیانی کے شکر گذار هیں که کم از کم اس نے اپنے مضمون کی ابتدا ایک سچی بات سے کی' گو اسے سچ پر ختم نه کرسکا - یه بالکل سچ هے که اسکے لیے اور اسکے هم مشرب اشخاص کیلیے دنیا میں اس سے بڑهکر کوئی عجیب بات نهیں هو سکتی که هندوستان میں ایک هندوستانی قلم و زبان بغیر کسی مصیبت کو جلد تر دیکهے هوے اپنے نیک کاموں میں مشغول رهے' اور جس طرح آزادی کے ساتهه اینگلو انڈین اخبارات شائع هوتے رهتے هیں اسی طرح تین ماه تک ایک هندوستانی رساله بهی شائع هوتا رهے - بلکه فی الحقیقت تین ماه کی مدت بهی بهت هے - اگر وه کهتا که اسکے خیال میں امن اور بے فکری کی ایک سانس بهی الهلال کے لیے تعجب انگیز هے' تو جو دماغ اسے ملا هے اور جن جذبات سے وه چهلک گیا هے' انکے لحاظ سے ایسا سمجهنا بالکل درست هوتا -

بلا شبه یه تعجب انگیز هے - مگر اسلیے نهیں که جرم کو مهلت ملتی هے' کیونکه جرم کو تو بهر حال مهلت نهیں ملنی چاهیے - البته اسلیے که بدقسمتی سے کچهه لوگ ایسے موجود هیں جنکے خیال میں وجود و قیام هی جرم هے' اور نیز اسلیے که راستی کیلیے مهلت نهیں -

اور اسلیے بهی نهیں که هندوستان میں برٹش گورنمنٹ قائم هے اور وه تمام گورنمنٹوں کی طرح عدالت کی عمارتیں رکهتی اور سزاؤں کیلیے پینل کوڈ هے ' کیونکه وه ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ هے اور ابتک همارا یه یقین غیر مجروح هے که اسے قانون اور حق سے کبهی بهی انکار نه هوا ' مگر اسلیے که بدبختانه ملک میں ایسے مغرور اور صرف " طاقت " اور " حکومت " کو اصل کائنات سمجهنے والے لوگ موجود هیں جو بسا اوقات خود هی اپنے فوائد کے

یقین تھا اور نہ اطمینان - بلکہ ایک کھلا قیاس جسکا اثر " ترجمہ کے بعد " بھی قائم رهسکتا ہے' اور جو تقریباً انگلستان اور هندوستان کے هر اخبار میں ظاهر کیا گیا ہے -

(ایمـــڈن)

اسکے بعد وہ ان سب سے بھی خوفناک تر " جرمنزم " کی پبلک کو خبر دیتا ہے' اور بطور ایک تسلیم شدہ اور غیر محتاج تشریح جرم کے ظاهر کرتا ہے کہ " ایمڈن جہاز کی کامیابیوں سے ایک وسیع سرمایہ طیار کیا گیا "

جرم کی یہ دفعہ بظاهر مختصر اور مبہم چھوڑدی گئی ہے اور اسکے حصے میں ایک سطر سے زیادہ قوت نہیں آئی - ابتدا میں خیال هوتا ہے کہ یہ محض اختصار بیان ہے' یا مضمون نویس کا فیاضانہ تسامح کہ وہ الهلال کے " پرو جرمنزم " رازوں کو زیادہ افشاء کرنے کا شائق نہیں - لیکن فی الحقیقت نہ تو یہ اُس قلم کی اختصار پسندی ہے جو باریک ٹائپ کے دو بڑے کالم سیاہ کرسکتا ہے' اور نہ هی کوئی " غیر جرمن " قسم کا " تسامح " جیسا کہ اسکے خیال میں گورنمنٹ هند الهـــلال کے ساتھ کر رهی ہے - دراصل یہ ایک نہایت اعلی درجہ کی حملہ آورانہ چالاکی ہے جسکے چند لفظوں کے اندر ایک بہت بڑا سرمایۂ خدع و فریب پوشیدہ رکھا گیا ہے -

اول تو وہ " ایمڈن " کے متعلق الهـــلال کی روش کو اسطرح سرسری طور پر بیان کرتا ہے گویا یہ ایک بہت هی واضح اور کھلی بات ہے اور اسکے لیے مزید بیان کی ضرورت نہیں - پھر " ایمڈن کی کامیابیوں " اور " وسیع سرمایہ " کے الفاظ لکھکر بالکل خاموش هو جاتا ہے اور کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا - اس سے اسکا واضح قصد یہ ہے کہ پڑھنے والے کے ذهن میں " کامیابیوں " اور " وسیع سرمایہ " سے یہ خیال پیدا کرائے کہ الهلال میں ایمڈن کے تاخت و تاراج کے واقعات کے متعلق بے شمار مضامین نکلے هونگے' اور ان میں نہایت هی مبالغہ اور اغراق کے ساتھ اسکی " کامیابیوں " کو (جسکے لیے وہ خود بھی کامیابی کے سوا اور کوئی لفظ لانا پسند نہیں کرتا) چمکایا هوگا - اور چونکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اصلیت کیا ہے' اسلیے اسکا زیادہ تذکرہ نہیں کرتا اور بالکل مبہم و غیر معین الفاظ بول کر چپ هو جاتا ہے - کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسا کرنے سے غلط فہمیوں کے پیدا کرنے کا شریفانہ مقصد حاصل نہ هوگا !

یہ ہے وہ ایک نیم رسمی اور معزز اخبار کی ذمہ داری' اور یہ ہے وہ دیانت بیان و صدق روایت جسکو اپنے ساتھ لیکر پاینیر کلکتہ کے " پرو جرمنزم " کی تلاش میں نکلا ہے ؟ فویل لہم مما کتبت

ایدیہم' و ویل لہم مما یکسبون !

اسٹیٹسمین نے کالم کے کالم ایمڈن کے متعلق صرف کیے اور اسکی شرافتوں کی بارها داد دی - حتی کہ یہاں تک لکھدیا کہ " اگر وہ دشمن نہوتا تو هم اسکے لیے دعا کرتے " وہ گورنمنٹ هند پر ایک ایسے سخت لہجے میں جو موجودہ عہد کے لیے کسی طرح موزوں نہیں هو سکتا اعتراض کرتا رها کہ اسکی غفلت ایمڈن کے تاخت و تاراج کی اصلی ذمہ دار ہے - لاهور کا سول اینڈ ملیٹری ایمڈن کو " سمندر کے عقاب " کا لقب دیتا ہے' اور کہتا ہے کہ اسکا نشانۂ نگاہ بے پناہ ہے - پھر وہ ایمڈن کے کپتان کی بہادری کا علانیہ گیت بھی گاتا ہے کہ وہ Resolute and Pluck (بلند همت اور صاحب ثبات و استقامت) ہے - اسی طرح ٹائمس اف انڈیا امپائر' ڈیلی نیوز' اور انگلشمین' هر روز اپنے بے شمار بڑے بڑے کالم اسکے عجائب و غرائب اور خوارق و معجزات کے بیان کرنے میں خرچ کرتے رہے هیں' اور اسقدر اسکی عظمت کا سامان فراهم هوگیا

ہے کہ اگر کوئی اصلی " پرو جرمن " دفتر کلکتہ میں موجود هوتا اور وہ اس تمام سرمایہ کو اقتباس و ترجمہ کے بعد شائع کرتا تو نہیں معلوم' هندوستان کی افواہ پسند اور عام پبلک کا خوف و دهشت کس درجہ خطرناک هو جاتا ؟

الهـــلال نے اس قسم کی کوئی بات بھی نقل نہیں کی - وہ پبلک کو همیشہ اطمینان اور سکون کی نصیحت کرتا رها - یہ بڑی سے بڑی خدمت ہے جو ایک پریس اسوقت ملک کی کرسکتا ہے - پھر کیا پاینیر بتلا سکتا ہے کہ ایمڈن کا " وسیع سرمایہ " الهـــلال نے فراهم کیا' یا خود اس نے اور اسکے اخوان طریقت نے ؟ اور کیا وہ چاهتا ہے کہ خود اسی کی صرف ایک هفتہ کی اشاعتوں سے وہ سرمایہ هم جمع کرکے شائع کردیں' جو " ایمڈن کی کامیابیوں " کے متعلق اس نے فراهم کیا ہے ؟

(تنکا اور شہتیـــر)

سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ " روسی فتوحات " کے متعلق بھی الهلال کا ذکر کرتا ہے اور یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ اس بارے میں خود اسکا " پرو جرمنزم " برلینر ٹیگبلیٹ " سے بھی زیادہ خطرناک رها ہے - وہ کہتا ہے کہ الهـــلال نے " روسی فتوحات کو کم کرکے دکھلایا " - ممکن ہے کہ ایسا هی هو' تاهم ابتک اس نے پیٹرو گریڈ کے اعلانات کی اسقدر تذلیل و تحقیر تو نہیں کی هوگی جسقدر خود " پاینیر " برابر کرتا رها ہے - اسکو چاهیے تھا کہ اس مضمون کی اشاعت سے پہلے اپنی فائل پر ایک نظر ڈال لیتا - گذشتہ ایک ماہ کے اندر یہ کس نے کہا ہے کہ روسی اعلانات دنیا سے مزاح کر رہے هیں اور انکی بیان کردہ فتوحات نا ممکن الاعتبـــار هیں ؟ وہ کون تھا جس نے آسٹرین قیدیوں کی تعداد کا میزان نکالا تھا اور کہا تھا کہ اسکے معنی اسکے سوا کچھ نہیں هو سکتے کہ آسٹریا کا خاتمہ هوگیا ہے حالانکہ خاتمہ نہیں هوا ؟ پھر شاید وہ اخبار بھی الهلال نہیں بلکہ خود پاینیر هی تھا جس نے فرانس کے میدانوں میں ۸۰ هزار جرمن لاشوں کی خبر پر اپنی شرمندگی کو غصہ کی شکل میں ظاهر کیا تھا' اور جھنجھلا کر پوچھا تھا کہ " ۸۰ هزار لاشیں کیونکر شمار کی گئیں ؟ " کیا یہ سب کچھ دنیا کے اس عظیم الشان اخلاقی واعظ کے قول کی ایک نئی تصدیق نہیں ہے جس نے اپنے پیروں سے کہا تھا کہ " تو جو اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے' اپنی آنکھ کے شہتیر پر کیوں خیال نہیں کرتا ؟ اے ریاکار ! تو پہلے اپنی آنکھ سے شہتیر نکال ؟ " (متی ۷ : ۵)

بہر حال هم کہاں تک ایک صریح خیرہ بیانی پر صرف وقت و دماغ کریں ؟ اسکا هر بیان تحریف بیانی اور غلط سرائی میں اپنی قسم کی کامل مثال ہے' اور اسکے لیے بحث و رد بالکل لا حاصل ہے -

(مسئلۂ تصاویر)

مضمون نگار نے الهلال کی اشاعت دادہ تصویروں کو بھی اسکے فرضی پرو جرمنیزم کے ثبوت میں پیش کیا ہے' اور لکھا ہے کہ زیادہ تر جرمن طاقت کو نمایاں کرنے والی تصویریں شائع کی گئی هیں : هم حیران هیں کہ اس شخص کے متعلق کیا کہیں جو ایک با وقعت اخبار کے صفحات پر صدق روایت کی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتا اور صریح واقعہ کے خلاف قلم اٹھاتا ہے ؟ شاید هی دنیا میں کوئی غلط بیانی اس سے زیادہ ادعا کے ساتھ کی گئی هوگی جیسی کہ یہ ہے - اول تو جرمن تصویروں کی اشاعت اگر پرو جرمنیزم ہے تو یہ ایک ایسا جرم ہے جس میں الهلال سے زیادہ گریفک' اسفیر' لنڈن نیوز' دی وار' لنڈن ٹائمس ویکلی اسٹریڈمن' اور ٹائمس آف انڈیا کا زیادہ حصہ ثابت هوگا جو

(ادعا و ثبوت)

اسکے بعد مضمون نگار نے الهلال کي کسي گذشته اشاعت کا حواله دیا ہے جسمیں بقول اسکے ظاهر کیا گیا تھا که " اٹلي کي ناطرفداري اس کارروائي کا بدله ہے جو انگلستان نے مسلمانوں کو نقصان پهنچانے کے لیے کی تھي "

همارے سامنے الهلال کي فائل موجود ہے - همیں یه جمله کهیں نهیں ملتا که " انگلستان نے مسلمانوں کو نقصان پهنچانے کے لیے جو کارروائي کی تھي " البته یه بالکل سچ ہے که هم نے اٹلی کي غیر طرفداري کے اسباب پر بحث کي تھي ' اور هر شخص کے لیے آغاز جنگ کے وقت یه ایک قدرتي سوال تھا که با وجود جرمنی اور اسٹریا سے متحد هونے کے اٹلي نے کیوں اس موقعه پر علحدگي اختیار کي ؟ بلا شبه اسکے جواب میں هم نے لکھا تھا که اسکا بڑا سبب وہ واقعات هیں جو جنگ طرابلس کے وقت پیش آے - لیکن اگر ایسا لکھنا " جرمنیت " ہے تو هم نهیں سمجھتے که " پایونیر" اس وقت کیا کهیگا جب اُسے معلوم هوگا که اس جرم کا اصلي سر چشمه ایک انگریز مصنف مسٹر فرنسیس میکالا ہے جسنے اپني کتاب " اٹلیز وار " کے تیسرے باب صفحه (۲۰۸) میں حرف بحرف یهي لکھا ہے ' اور الهلال یقیناً ان معلومات سے فائده اٹھانے کا حق رکھتا ہے جو اسے کتب فروشوں کے دکان سے ملسکتي هیں -

اسکے بعد مضمون نگار نے بهت سے دعوے جلد جلد جمع کردیے هیں اور چونکه انکے ثبوت میں کوئي اقتباس پیش نهیں کیا ہے اسلیے هم سمجھتے هیں که وہ " پایونیر" کے لیڈنگ آرٹیکل میں دعوا کر دینے کو بھي بمنزلهٔ دلیل و برهان کے سمجھتا ہے - مثلاً وہ لکھتا ہے که جرمن پیش قدمي کي مقاومت پر مذاق کا سیلاب بهایا گیا - سقوط پیرس کو قطعي اور یقیني ظاهر کیا گیا - جرمن مراجعت کي تاویل کي گئي ' اور اسے بالکل پیرس سے قریب بتلایا گیا - وغیرہ وغیرہ -

چونکه یه محض ادعاء ہے ' اسلیے اسکے جواب میں هم وقت ضائع کرنا نهیں چاهتے - ادعاء محض کے لیے انکار محض هر طرح کافی جواب ہے - لیکن " پایونیر" کے مضمون نگار کے پاس جب ایسے لوگ موجود تھے جو انکے لیے الهلال کے " پر اسرار" مضامین کا ترجمه کردیسکتے هیں (باوجود اسکے که " ترجمه کے بعد انکا اثر ضائع هوجاتا ہے یا کارگر نهیں هوتا ") تو اسکے لیے کیا مشکل تھا که وہ تھوڑي سي زحمت اپنے حاشیه نشینوں کو اور دیتا اور الهلال کے " سیلاب مذاق " میں سے چند قطرے هي پیش کر دیتا - مگر اس نے ایسا نهیں کیا ' اور اس سے معلوم هوسکتا ہے که گو وہ الهلال کے هر مضمون سے واقف ہے مگر دوسروں کو واقف کرنا پسند نهیں کرتا ' اور اس پورے تین مهینے کي مدت میں صرف ایک هي اشاعت کے معرف اور غیر مربوط اقتباس پیش کرنے کے لیے مجبور ہے -

وہ تمام اشخاص جو الهلال کو جنگ کے بعد سے پڑھتے رہے هیں مضمون نگار کے ان دعوؤں کي راستي کا اندازہ کرسکینگے جو اس قدر وثوق کے ساتھه کیے گئے هیں - جس وقت جرمني کي فوجیں پیرس سے روز بروز قریب تر هو رهي تھیں ' حتی که محاصرہ کا خوف اسدرجه یقیني هوگیا تھا که گورنمنٹ فرانس مع سترہ لاکھه آبادي کے پیرس چھوڑ چکی تھی - اسوقت شاید " پایونیر" کے دفتر میں ان تمام واقعات کا مطلب بالکل برعکس سمجھا جاتا هو ' ورنه الهلال نے تو اس سے زیادہ بالکل نهیں سمجھا جو تمام دنیا سمجھرهي تھي - بلا شبه هم نے جرمني کے پیرس کے قریب آنے کا مطلب یهی قرار دیا که وہ قریب آرهی ہے - اور هم سمجھتے هیں که بلجیم کی سرحد سے نکلکر جب انسان جنوب کي طرف بڑھے تو اسکے معني صرف یهي هوسکتے هیں که وہ جنوب کی طرف بڑھ رها ہے - اگر پایونیر کے پاس خبروں کے دیکھنے کیلیے کوئی ایسا آئینه موجود تھا جسمیں هر چیز اولٹي نظر آتي ہے اور جرمنی کے کولومیرس اور نانٹ تیول تک آ جانے کا مطلب وہ یه سمجھتا تھا که پیرس سے روز بروز اسکے دشمن دور هوتے جاتے هیں ' تو تعجب ہے که ایسي نادر و بیش قیمت تشریح کو اسکی عین ضرورت کے وقت کلکته کے " پروجرمنزم " کي طرح کیوں پوشیدہ رکھا گیا ' اور کیوں فوراً شائع نه کیا گیا که سب سے پہلے الهلال کے صفحوں پر اسے جگه دي جاتي ؟

همیں حیرت ہے که یه مضمون اسلیے لکھا گیا ہے که لوگوں کو تعجب هو ' یا اسلیے که الهــلال کي نسبت انکا تعجب دور هو ؟ کیا ممکن ہے که ایک ذي هوش انسان کسي شخص کو صرف اس بنا پر " پروجرمن" قرار دینے کي جرأت کرے که اس نے ۲ - ستمبر سے ۳۱ اگست تک کے اخبار میں " محاصرهٔ پیرس " کا خیال کیوں ظاهر کیا جبکه نه صرف تمام دنیا بلکه خود پیرس بھي اپنے محاصرہ کا انتظار کر رها تھا ؟

البته یه صریح غلط ہے که الهلال میں " محاصرہ " کو " قطعي و یقیني " ظاهر کیا گیا - جس طرح واقعات کي بنا پر هر شخص آثار و علائم کو قیاسات کے ساتھه ترتیب دیتا تھا ' اسي طرح الهلال میں بھي همیشه امکان اور ظن و علائم کے کھلے کھلے اور غیر مشتبه لفظوں میں واقعات پر نظر ڈالي گئی - حتی کے جو لیڈنگ آرٹیکل ' ۲ ستمبر کے الهلال میں " یوم التغابن " کے عنوان سے نکلا ہے ' اسکے آخر میں قرآن کریم کی آیهٔ مقدسه کا اقتباس کرکے ایک طرح کي پیشین گوئي کي گئي تھي که عجب نهیں جو جرمنی آگے بڑھکر پھر واپس هوجاے - چنانچه لکھا تھا که " انه علی رجعه لقادر " (الله اسپر بھي قادر ہے که اسے اولٹے پانوں پھرادے) چنانچه ایسا هي هوا -

رها جرمن مراجعت کي تاویل اور اسے ایک " جنگي مصلحت " قرار دینا ' تو هم نهیں سمجھتے که اس عجیب الحواس دماغ کیلیے کیا کریں جو ایک کو مجرم بنانے کي هوس میں تمام دنیا کو مجرم بنانے کي بلکه خود اپنے تئیں مجرم کهنے کی کوشش کا مریض ہے ؟ پایونیر کو چاهیے که وہ اس خطرناک روبه سے جلد باز آ جاے - کیونکه اسکے تمام پھینکے هوے پتھر " جرمن پیشقدمي " کي طرح سامنے نهیں بلکه عقب کي طرف جا رہے هیں !

وہ جرمن مراجعت کے مصالح پر بحث کرنے کو " پروجرمنزم " کا ایک ثبوت قرار دیتا ہے ' مگر یه کیسا عجیب " پروجرمنزم " ہے جسکا تمام مواد حرف بحرف برٹش پریس بیورا اور سنسر کي منظور کردہ انگلش میل نے تقسیم کیا ' اور تقریباً هر انسان نے جو دماغ رکھتا تھا ' اسمیں یکساں حصه لیا ؟

هم نے اس مضمون کے آخر میں لنڈن ٹائمس ' مورننگ پوسٹ ' ڈیلي کرانیکل ' ٹروتھه ' گلوب ' اسٹیٹسمین ' ٹائمس اف انڈیا ' ڈیلي نیوز ' سول اینڈ ملیٹري ' اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے " پایونیر " کے اقتباسات جمع کردیے هیں جن میں " پروجرمنزم " کی تقریباً هر طرح کي کم اور زیادہ خوفناک شاخیں نظر آئینگي - اور پیلک اندازہ کرسکے گي که یه پتھر جو پایونیر نے اٹھایا ہے ' اسکا اصلي مستحق کسکا سر ہے ؟

(دو عنصر)

اس مضمون کي ایک خاص خصوصیت یه ہے که وہ صرف دو عنصروں هي سے مرکب ہے - یا تو اسمیں کذب ہے یا پھر راستي کذب آمیز - یعني یا تو وہ سچ نهیں بولتا - یا بولتا ہے تو جھوٹ کو بھي فراموش نهیں کرتا - یه سچ ہے که جرمن مراجعت کی نسبت یه خیال ظاهر کیا گیا که وہ شاید ایک جنگي مصلحت ہے - لیکن نه تو اسمیں

الطامة الكبریٰ

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس

جنگ یورپ کی ظلمت فساد و بقیۂ امن کا یہ نقشہ ہے جسے ریویو آف ریویوز لنڈن نے شائع کیا ہے - جسقدر حصہ سیاہ ہے جنگ کی تاریکی اسپر مسلط ہوچکی ہے' اور جسقدر سفیدی باقی رہگئی ہے' نہیں کہا جاسکتا کہ کتنے دنوں کی مہمان ہے - جس وقت یہ نقشہ ترتیب دیا گیا اس وقت تک پرتگال اور ترکی کا حصہ جنگ میں شامل نہ تھا' مگر اب ان حصوں میں بھی سیاہی پھیلا دیجیے : و اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور - ایسا ہی ایک نقشہ امریکہ کے "دی - کرسچین ہیرلڈ" نے بھی چند ہفتے ہوے سرخ و سفید شائع کیا تھا -

یہ تصویر امریکہ کے ایک اخبار "دی - کرسچین ہیرلڈ" سے نقل کی گئی ہے - اسمیں نیو یارک کے اس مظاہرہ کو دکھلایا گیا ہے جو پچھلے دنوں جنگ یورپ کے بر خلاف امریکن پبلک نے کیا تھا - لیکن اب یہ سب کچھ بے فائدہ ہے کیونکہ سورج ڈوب چکا اور تاریکی ناگزیر ہے !

اس وقت تک جرمني کي بحري اور بري قوت کے بے شمار مناظر شائع کر چکے هیں - اور علی الخصوص لندن ٹائمس اپني " هسٹري آف دي وار " میں هر هفته اس " جرمنیزم " کا مواد بکثرت تقسیم کرتا رهتا هے - ثانیاً یه بیان بھي انتہائي درجه کا غلط هے که " زیاده تر جرمني اقتدار کو نمایاں کرنے والي تصویریں الهلال میں شائع کي گئیں " - ارزلو اس مضمون کي هر غلط بیاني اپني قسم کي اعلی غلط بیاني هے ' لیکن اس غلط بیاني تک تو کوئي غلط بیاني بھي نہیں پہنچ سکتي - الهلال میں ۱۹ - اگست سے جنگ کے متعلق تصویروں کي اشاعت شروع هوئي هے - اس وقت تک ۱۰۱ تصویریں نکل چکي هیں ' لیکن ان میں بمشکل ۷ تصویریں جرمني کے متعلق هونگي ' اور وہ بھي اسکي فتوحات یا عظمت کے متعلق نہیں ' بلکه خود قیصر کي جو تمام شاهان جنگ کے سلسلے میں شائع هوئي ' یا ایک دو جهازوں کي ' یا نہر کیل کي -

اسکے مقابلے میں ۹۴ تصویریں هیں جو برطانیه ' فرانس اور روس کے متعلق شائع هوئي هیں ' اور علی الخصوص ان میں انگریزي افواج کے اجتماع ' برٹش بیڑے کے عظیم الشان مناظر ' ساحل ڈور میں جهازوں کي صفیں ' اسپیٹ هڈ میں بحري نمائش ' مشهور برٹش ڈریڈ ناٹ ' ڈسٹرائر ' سب میرین ' انکی هولناک توپیں ' سمندر میں عجیب و غریب حکمراني ' برطانیه کي تاریخي فتوحات ' اور بے شمار موثر مقامات و اشخاص اور افواج و اسلحه کي تصویریں ضروري تشریح کے ساتھه دي گئي هیں ' اور یه وہ کام هے جو تمام هندوستان میں تنها اردو السٹریٹیڈ جرنل هونے کي وجه سے صرف الهلال هي کرسکتا تها اور اس نے بلا امید اعتراف کیا -

اگر اس مضمون کا لکھنے والا في الحقیقت الهلال کو غور و نظر سے مطالعه کرنے والا هے جیسا که وہ اسکي اشاعت کے حوالے دیکر ظاهر کرتا هے ' تو یقیناً اس سے بھي اسے واقف هونا چاهیے که آخري هفتوں میں جبکه ایمڈن کے تاخت و تاراج سے هندوستان کي نا واقف پبلک پریشان هو رهي تهي ' تو صرف الهلال هي تها جس نے هندوستان کي اندروني فوجي استعداد کے مسلسل مناظر شائع کرکے پبلک کے اندر کس درجه اطمینان اور اعتماد پیدا کردیا ؟ کیا اسنے وہ دس سے زیاده تصویریں نہیں دیکھي هیں جن میں میدان کلکته کي فوجي حرکت ' هزارها والنٹیروں کي قواعد ' توپخانوں کي مشق ' اور جرمن اور اسٹرین جهازوں کي تصویریں جو قید کرلیے گئے هیں ' نمایاں کي گئي هیں ؟ کیا یه سب کچھه ایک پر اسرار جرمنیزم هے جس کي نه تو شمله کو خبر هے اور نه دارجلنگ کو مگر پایونیر کے پرنٹنگ هاوس کے اندر انکي نسبت کوئي مافوق الفطرة الہام هو رها هے ؟

(بلجیم کي خوش قسمتي)

مضمون نگار نے ایک تصویر کا حواله دیا هے جو ۱۷ اکتوبر کو الهلال میں نکلتي هے اور جسمیں بلجین کے متعلق " بد بخت " کا لفظ لکها هے - نیز قرآن کي ایک آیت لکھي هے جسکا مطلب یه هے که انسان کي ساري مصیبتیں خود اسي کي پیدا کي هوئي هیں - مگر هم نہیں سمجھتے که ایسا لکھنے میں کونسي جرمنیت پوشیده هے ' جو بسقدر واضح هے که اسے پایونیر نے بغیر تشریح کے چھوڑ دیا هے ؟ آج دنیا میں کون هے جسے بلجیم کي بدبختي پر جو اس بے دردي کے ساتھه تباه کردیا گیا افسوس نهوگا ' اور کیا جرمني کا اس سے سلوک بد بختي نہیں بلکه خوش قسمتي هے ؟ اگر پایونیر کے پاس ایسے مددگار موجود هیں جو قرآن کي آیتوں کا ترجمه کرسکتے هیں ' تو یقیناً اسے مسلمانوں کے مذهبي اعتقاد کا بھي حال معلوم هونا چاهیے - بلاشبه هم مسلمان اپنے خدا کو رحیم و عادل سمجھتے هیں اور همارا عام قاعده هے که هر مصیبت کے وقت یقین کرتے هیں که جو کچھه هوا اسکے خود هم هي ذمه دار هیں ' خدا کبھي بھي کسي پر ظلم نہیں کرتا اور مسلمانوں کي مذهبي تاریخ میں کوئي قصه صلیب کے متعلق نہیں آیا هے - پھر پایونیر هم سے اس اعتقاد کے متعلق کیا چاهتا هے ؟

اگر " پایونیر " برهم هے که " بلجیم " کو " بدبخت " کیوں کہا گیا تو اسکا صرف یهي مطلب هوسکتا هے که وہ اسے " خوش قسمت " سمجھتا هے - اگر ایسا هو تو یه بڑي هي تمسخر انگیز بات هوگي ' مگر هم سمجھتے هیں که جو شخص " جرمن پیش قدمي " کو " پیش قدمي " کے معنوں میں لینا جائز نه سمجھتا هو ' جو محاصرۂ پیرس کے آثار کے تذکره کو بھي پسند نه کرتا هو حالانکه تمام دنیا جسمیں وہ خود بھي شامل هے محاصره کو بالکل قریب دیکھه رهي تهي ' اور جو ایمڈن کي " کامیابیوں " کے بیان کو (با وجودیکه وہ خود بھي اسے " کامیابیوں " کے لفظ سے تعبیر کرتا هے) الهلال کے صفحوں پر آنا خطرناک کہتا هو حالانکه انکي حقیقت سے منکر نهو ' تو ایک ایسی دماغي طوائف الملوکي (انارکي) کیلیے یه کچھه بھي بعید نہیں هے که وہ عین اس وقت جبکه بلجیم کي ساري هستي فنا هوگئي هو ' اسے " خوش قسمت " کے نام سے اپنے رائٹنگ ٹیبل پر پکارتا هو -

(اسلحۂ جنگ کي آخري نمایش)

ان تمام مرحلوں کے طے کرلینے کے بعد اب مضمون نگار زیاده مسلم هوکر همارے سامنے آتا هے اور ادعا و فریب کي جگه پہلی مرتبه " ثبوت " کا حربه پکڑتا هے - وہ ۷ - اکتوبر کے الهلال سے ایک لنبا چوڑا اقتباس ترجمه کرتا هے جو اسکے خیال میں کلکته کے " پرو جرمنزم " کے ثبوت کیلیے سب سے آخري قسم کي منزل هے ' اور جو اسقدر قوي هے که اسکے پیش کرنے کے بعد اسکا کام بالکل پورا هو جاتا هے - چنانچه جونهي یه اقتباس ختم هوجاتے هیں ' وہ اسطرح جلد هم سے رخصت هوجاتا هے گویا اس نے اپنے مشن کو بالکل مکمل کردیا !

اسنے الهلال کے مضمون " سقوط انٹورپ " کے ترجمه کرنے کي وہ عظیم الشان ادبي مهم سر کرني چاهي هے جسکي نسبت وہ پہلے کہه چکا هے که " ترجمه کے بعد اسکا اثر زائل هو جاتا هے " - غالباً اسکا مقصد اس سے یه هے که سرکاري ترجمه کے دفتروں کے سامنے ایک نمونه ایسے ترجمه کا پیش کیا جاے جسمیں ترجمه کے بعد اصل خطره ضائع نه هو بلکه اور زیاده هیبت ناک و خطرناک هو جاے !

یه مضمون کا وہ حصه هے جسمیں انٹورپ کے آخري واقعات مختصراً درج کیے گئے هیں اور تمام دنیا کي طرح تعجب کیا گیا هے که اسقدر مستحکم مقام کیونکر ساقط هوگیا - نیز جرمني کی نئي توپوں کا تذکره کیا هے ' جنکي نسبت هندوستان بھر میں سب سے پہلی مرتبه اور سب سے زیاده خود " پایونیر " هی نے خوف اور دهشت دلایا تها !

اس ترجمه میں بہت سي غلط فہمیاں جمع کیگئي هیں - وہ علم ادب کي اوس شاخ کا (اگر کوئي ایسي شاخ هو) ایک بہترین نمونه هے ' جسکا موضوع ایک زبان کے مضمون کو کسي دوسري زبان میں ضمني اور پوشیده تحریفات کے ذریعه بدل دینا قرار دیا گیا هے - همارے سامنے " پایونیر " نے کوئي نمونه ایسے غیر مفتوح لٹریچر کا تو پیش نہیں کیا جو انگریزي میں آنیکے بعد " اپنا اثر کھو دیتا هے " البته ان اقتباسات کے ذریعه ایک عمده نمونه وہ اپني ادبي هشیاري کا ضرور دکھلا سکا هے ' جو ایک بے خطر چیز کو بھي خطرناک بنادیسکتي هے -

قیصر جرمنی

جرمنی کے دارالحکومت "برلن" کا ایک عمومی منظر!

هز امپیریل مجسٹی شاہ برطانیہ و قیصر ہند !

یہ تصویر نہایت اہم اور دلچسپ ہے - اسمیں برطانیہ کے ساحل "ڈوور" کے بحری استحکامات دکھلائے گئے ہیں - سامنے ساحل ہے اور ساحل سے لیکر اندرون دریا تک ایک وسیع دائرہ قلعہ کے سے حصار کا بنایا گیا ہے ' جنکے اندر برطانی بیڑہ دفاع کیلیے مستعد رہتا ہے - یقین کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا بہت بڑا ساحلی استحکام ہے -

شئون اسلامیه

القارعه !

القارعة ! ما القارعه ؟ و ما ادراک ما القارعه ؟ هاں ' وہ ایک واقعۂ کبری ہے جسے پیش آنا تھا اور پیش آیا : لیس لوقعتها کاذبه ' خافضة رافعه ! وہ ایک حادثۂ عظیمه ہے جسکے لیے ہم سب اندیشه ناک تھے مگر بالاخر تقدیر غالب آئي : ذالک تقدیر العزیز الحکیم ! وہ مشیت الهی کی ایک اجل مقدر ہے جسے بہتوں نے ٹالنا چاہا مگر نہ ٹلی : فما له من قوة و لا ناصر ! وہ تقدیر آسمانی کا ایک فیصله ہے جس سے زمین والوں نے بچنا چاہا مگر نہ بچ سکے : کتب علیکم القتال و هو کره لکم ! وہ انسانی عزائم کی ایک نکمی شکست ہے جسنے مشیت الهي کو واضح کردیا : ما تسبق من امة اجلها و ما یستاخرون ! اور زمین کے موسم خونیں کی ایک ملکی بدلی ہے جسکی گرج کو کانوں نے لرزکر سنا اور جسکی بجلیوں کو آنکھوں نے خیرہ ہوکر دیکھا : یوم تبدل الارض غیر الارض و السماوات ! وہ دہشتوں کی ایک شب تاریک ہے جسکی شام خوف و طمع سے مضطرب تھی : و هو الذي یریکم البرق خوفا و طمعا ! اور ہولناکیوں کی ایک فضاء خونیں ہے جسکی ظلمت نے دن کی بقیه روشنی کو بھی ڈھانپ لیا !

فلا اقسم بالشفق' والیل و ما وسق' و القمر اذا اتسق' لترکبن طبقا عن طبق (۸۴ : ۱۴) ' "پس شفق کی قسم جبکه اسکی سرخی نے زمین کے عہد خونیں کی خبر دی' اور رات کی قسم جبکه وہ تاریک ہوئی' اور ان سب کی جنکو اسکی تاریکی نے چھپا لیا ' اور پھر چاند کی جبکه اسکی روشنی پوری ہوئی' که تم سب ایک امر مقدر کے ماتحت ہو' اور ضرور ہے که انقلاب لیل و نہار کے ان مراتب ثلاثه کی طرح تم بھی یکے بعد دیگرے منازل تبدل و تغیر سے گذرو ! "

غرضکه بالاخر وہ دن آگیا جسکو گو ہم نے نہیں بلایا لیکن آنے آنا تھا اور اس قدیر و حکیم کا فیصله یہی تھا : یوم یکون الناس کالفراش المبثوث' و تکون الجبال کالعهن المنفوش ! فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیه' و اما من خفت موازینه فامه هاویه ! و ما ادراک ما هیه؟ "نار حامیه" ! ! (۱۰۱ : ۴)

(اعلان حرب)

یعني دولة عثمانیه اور دول متحدۂ ثلاثه کے مابین پہلي نومبر کو اعلان جنگ ہوگیا : انا لله و انا الیه راجعون !

(تین مسئلے)

اس وقت تین مسئلے ہمارے سامنے ہیں' اور گو انکو ایک ہی وقت اور ایک ہي حادثه نے پیدا کیا ہے ' تاہم انکے نتائج بالکل مختلف ہیں' اور ان میں سے ہر ایک مسئله ایک مستقل اثر اور ایک علحدہ حکم رکھتا ہے :

(۱) اسباب و واقعات جنگ -

(۲) مسلمانان ہند اور دولة عثمانیه کا تعلق ' اور مسئلۂ خلافة اسلامیۂ عظمی -

(۳) ہندوستان کي داخلي حالت کا سوال -

ہم چاہتے ہیں که جہاں تک ممکن ہو' اختصار کے ساتھه اور ساده لفظوں میں انپر نظر ڈالیں -

ایک ایسے نازک وقت میں جیسا که یه ہے ' ہم کوشش کرینگے که گورمنٹ کے سامنے کروڑہا مسلمانان ہند کے اصلی خیالات و افکار کو واضح کرسکیں کیونکه ہمارے عقیدے میں حقیقت کے اخفاء سے بڑھکر کوئی بغاوت اور غداري نہیں ہوسکتی' اور حق و باطل کي مخلوط صداؤں کا جو ہجوم ہر طرف سے بڑھ رہا ہے اسمیں خالص سچائي نا پید ہے -

(تین جماعتیں)

لیکن جبکه ہم ان تین مسئلوں پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں تو ہمیں بلا تشریح مزید یه بھي ظاہر کر دینا چاہیے که اس وقت ملک میں تین جماعتیں موجود ہیں :

(۱) طبقۂ متوسطین اور عام مسلمان جو صرف سنتے اور سونچتے ہیں مگر بولتے نہیں - کیونکه اظہار راے کے وسائل انکے پاس نہیں ہیں - یہي جماعت اصلی پبلک ہے اور اسی سے سات کرور مسلمانوں کي تعداد پوري ہوتي ہے - اسکے اعتقادات اصلی اعتقادات' اور اسکے خیالات ہي پر " عام خیال " کا اطلاق قدرتاً ہو سکتا ہے -

(۲) چند راستی پسند لوگ جو اظہار راے و اعلان حقیقت کے وسائل رکھتے ہیں ' لیکن انکے ضمیر سے زیادہ طاقتور انکی کمزوري ہے - اس لیے وہ ڈرتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں - یا بولتے ہیں مگر صاف صاف نہیں بولتے -

(۳) اونچے طبقه کے لوگ جنکي ریاست ہندوستان میں قائم ہے' کیونکه ترقي یافته ممالک کی طرح ہندوستان میں جمہوري اقتدار متشکل نہیں ہے اور مستقل ہستی نہیں رکھتا - پس اظہار راے کے ہر موقعه پر یہی لوگ آگے بڑھتے ہیں اور گورنمنٹ کے قرب و اعتماد کے وسائل بھي صرف انہي کو حاصل ہیں - یه فرقه یا تو پہلي جماعت سے بے خبر ہے ' یا اکثر حالتوں میں گرفتار نفاق و تصنع' و مبتلاے اغراض شخصیه و ذاتیه - اسکا وجود گورنمنٹ اور عام پبلک کے درمیان ایک ایسي دیوار ہے جو ایک طرف کي روشني دوسري طرف پہنچنے نہیں دیتي - وہ اکثر حالتوں میں قوم سے زیادہ گورنمنٹ کیلیے خطرناک ہے - کیونکه گورنمنٹ کو اصلیت سے ٹھیک ٹھیک واقف ہونے میں حائل ہوتا ہے ' اور اپنے ذاتي اقتدار اور رسوخ کي بھوک میں ملک اور گورنمنٹ کي بڑي سے بڑي مصلحت کو بھي قربان کردینے کیلیے آمادہ ہے -

کي حامي نہيں بن جاسکتي ' اور عالمگير جنگ کي شرکت کي ذمه داري کوئي ايسا عقده نہيں ہے جسکے سمجھنے کے ليے صرف ہمارا هي دماغ موزوں هو - پس ترک جنہوں نے اپنے تئيں اتني بڑي جنگ ميں جنگ بلقان کے بعد هي ڈالديا ہے' ايسے بالاتر اسباب ضرور اپنے پاس رکھتے ہونگے جنکي وجه سے انہوں نے خون اور آگ کے کھيل کو اسقدر جلد گوارا کرليا ہے - يه کچھه ضرور نہيں که انکا خيال صحيح هو' مگر سچي بات يہي ہے که انہوں نے جنگ يورپ کو اپنے ليے ايک عهد فرصت سمجھا ہے' اور جس طرح هر ضعيف وقت اور فرصت سے کام لينا چاهتا ہے ' وه بهي سمجھتے هيں که کام لينگے - انکے سامنے جنگ يورپ کے بعد کے نتائج هيں اور شرکت جنگ کے خطرات - انہوں نے دوسري چيز کو گوارا کيا ہے - اس انتخاب کي غلطي اور صحت کا فيصله وه خود هي کرسکتے هيں ' يا وه لوگ جو انکي طرح موقعه پر موجود هوں -

اصليت مسلمانوں کے عقيدے ميں صرف يہي ہے' اور اسکے سوا جو کچھه انکي طرف سے ظاهر کيا جاتا ہے اس سے انہيں کوئي تعلق نہيں - هم ميں ايک مسلمان بهي ايسا نہيں ہے جو سمجھتا هو که جنگ بلقان کے موقعه پر هلال احمر قسطنطنيه کو کچھه روپيه ديکر هم مسلمانان هند اتنے بڑے هوگئے هيں که خلافة اسلاميه عظمى کو اپنے آگے جوابده سمجھيں اور شہنشاهوں کي طرح انکے بارے ميں حکم ديں -

(۲)

ايک مستقل مسئله مسلمانان هند اور دولة عثمانيه کے تعلقات کا ہے جو انسے اسي طرح تعلق رکھتا ہے جس طرح ديگر حصص عالم سے -

کچھه ضروري نه تها که يه مسئله اس وقت پبلک يا گورنمنٹ کے سامنے بحث کيليے لايا جاتا - کيونکه گذشته پچاس برس کے اندر وه اسقدر واضح اور صاف هوچکا ہے که دنيا کيليے اسکي ايک هي غير متزلزل حقيقت بالکل صاف ہے' اور اسپر کسي مزيد اضافه کي ضرورت نہيں - قسطنطنيه اب بهي وهي قسطنطنيه ہے جو يکم نومبر سے پہلے باسفورس پر آباد تها ' اور هندوستان کے مسلمان اس مقدس تخت کو جو وهاں قائم ہے بالکل ويسا هي يقين کرتے هيں جيسا که برابر يقين کرتے آے هيں - جس طرح حالت امن ميں وهاں کا رشته اس تعلق کے منافي نه تها جو مسلمانان هند کو تاج برطانيه کے ساتهه ہے' اسي طرح آج بهي اوسکا اعتراف اسکے ليے منافي نہيں ہے که سترملين مسلمان هندوستان کے امن دوست اور فساد دشمن شہري هوں -

تاهم افسوس ہے که اُن لوگوں - جنکے مفسدانه و شريرانه اعمال کي گورنمنٹ ذمه دار نہيں ہے ' ليکن جنکي فساد پرستيوں کے نتائج سے گورنمنٹ اور ملک دونوں کو آلوده هونا پڑيگا' بمجرد اعلان جنگ اس مسئله کو ازسر نو چهيڑ ديا ہے - اور نفاق و فساد کا وه شيطان لعين جو انکے اندر هميشه وقت کا منتظر رها ہے' بالکل بے باک هوگيا ہے - تا که گورنمنٹ کي سب سے بڑي خير خواهي کي گهڑيوں ميں اسکے ليے سب سے زياده خطرناک مشکلات پيدا کرے :

يعدهم و يمنيهم' و ما يعدهم الشيطان الا غرورا !

چنانچه اس قسم کي بعض شرير روحيں اپنے انتهائي خبث و فساد کے آلات سے مسلح هوکر باهر نکل آئي هيں' اور بغير اسکے که گورنمنٹ کيليے کچھه بهي مفيد هو' اور بغير اسکے که گورنمنٹ کي طرف سے ايک ادنى خواهش بهي اسکے ليے ظاهر کي گئي هو' انہوں نے اُس تپ زده مريض کي طرح جسکے دماغ پر حرارت چڑهجاے اور هذيان کيليے بالکل بے بس هو' " خلافة اسلاميه " کي بحث ازسرنو چهيڑ دي ہے - وه سمجھتے هيں که يه گورنمنٹ کي بہت هي بڑي وفاداري ہے - ايسي وفاداري جو کسي خدا پرست و اسلام دوست مومن سے ممکن نه تهي' مگر انہوں نے اپني آخري متاع ايمان بهي اس راه ميں قربان کردي - حالانکه نه تو يه وفاداري ہے اور نه هي خير خواهي : بل هي فتنة ولكن اكثر الناس لا يعلمون -

ليکن گورنمنٹ کو ياد رکھنا چاهيے که جو شخص اپنے خدا اور اپني شريعت کا وفادار نہيں ہے' وه اسکے ليے بهي کوئي سچا اور وفادار دوست نہيں هوسکتا - وه صرف چند انسانوں کي ٹولي کا حال ہے جو اپنے دلوںکي قلب ماهيت کرنے کيليے يا اصلي راه نفاق و ارتداد اختيار کرنے کيليے طيار هيں - بلکه اُن سات کروڑ مسلمانوں کي حاکم ہے جنکے اعتقادات ميں تبديلي محال اور جنکے جذبات بالکل مختلف قسم کے هيں - پس يقينا اسکے ليے صرف يہي راه عمل سچي اور اصلي هوسکتي ہے که وه انکا حال معلوم کرے جو سات کروڑ هيں' نه که انکا جو حقيقي طور پر بمشکل دو سات هونگے !

موجوده حالت ميں جبکه ان اشرار و مفسدين نے ملک اور گورنمنٹ کي حقيقي مصلحتوں کو بالکل فراموش کرکے يه بحث خواه مخواه چهيڑ دي ہے' تو همارے سامنے صرف دو هي راهيں هيں: يا تو اس مسئله پر ادلۂ شرعيه کے مطابق بحث کريں اور جو هفوات و ترهات اس شرذمۂ جهل و فساد نے شائع کيے هيں' انکے قلع و قمع کيليے طيار هو جائيں - يا پهر بالکل سکوت اختيار کريں -

پہلي صورت کو اگر اسوقت اختيار کرتے هيں تو لازمي طور پر يه بحث زياده پهيليگي' اور هم موجوده وقت کو کسي طرح اسکے ليے موزوں نہيں سمجھتے - ليکن ساتهه هي دوسري صورت پر بهي کوئي مومن بالله قلب راضي نہيں هو سکتا ' کيونکه جب غلط فهمي پهيلائي جاے اور بدعات و زوائد کسي مسئلۂ شرعيه کو مشتبه کرديں تو هر مسلمان پر شرعاً فرض ہے که حسب علم و استطاعة تصحيح عقائد و اعلان حقائق کي کوشش کرے : و الساكت عن الحق شيطان اخرس !

ايسي حالت ميں ظاهر ہے که ان ناعاقبت انديشوں نے بلا ضرورت کيسي مشکل راست باز مسلمانوں کے ليے پيدا کردي ہے؟ حالانکه نه تو گورنمنٹ کو اس مسئله سے کوئي تعلق تها اور نه وه اسکے متعلق هم سے کسي تبديلي کي طالب تهي - بهر حال هم اس موقعه پر صبر اور ضبط سے کام لينگے اور صرف اصليت کے ظاهر کرنے پر اکتفا کرينگے - اگر يه فتنه نه رکا' اور ان مفسدين نے ملک کے امن و سکون پر رحم نه کهايا' تو ظاهر ہے که يه مسئله وسيع هوگا اور اسکے نتائج افسوس ناک صورت ميں پهيلينگے - ليکن اسکے ذمه دار وهي چند مسلمان هونگے جو بلا ضرورت اس سوال کو زنده کررہے هيں -

يه بندگان جهل و افساد جنہوں نے کسي طالب العلم سے " الائمة من القريش " کي حديث سيکهه لي ہے' کيا اس امر سے بالکل بے خوف هوگئے هيں که بحمد الله علم شريعت ابهي زنده اور حاملان شريعت ابهي باقي هيں؟ اگر يه جمله کوئي حديث ہے تو اسکے صرف يہي معني هوسکتے هيں که همين اسکے سمجھنے کا زياده حق حاصل ہے' نه که ان ملاحدۂ و متفرنجين کو جو علوم دينيه سے اتنے هي بے خبر هيں جسقدر ايک انگلو انڈين اخبار کا ايڈيٹر ! پهر کيا يه بہتر هوگا که خلافت اسلاميه کا مسئله انہيں سمجها ديا جاے ؟

اس سے بهي زياده تعجب اُن لوگوں پر ہے جو آج سلطان مخلوع (عبد الحميد) کي محبت و احترام کا پيام ليکر اٹهے هيں اور لکھتے هيں که جلالت مآب امير المومنين حضرة سلطان محمد خامس کي خلافت مسلم نہيں ہے' کيونکه انہيں نوجوان ترکوں نے خليفه بنايا '

پہلی جماعت ان سے بالکل الگ ہے اور انکے متعلق کوئی اثر اپنے اندر نہیں رکھتی - بلکہ روز بروز تفریق اعتقاد اور تضاد فکر کی جھیل ان دونوں کے درمیان وسیع تر ہوتی جاتی ہے -

ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ پہلی جماعت کی حالت اس مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ پر واضح کردیں' اور دوسری جماعت کی کمزوری سے بچنے کی کوشش کریں' تاکہ تیسری جماعت کی ناعاقبت اندیشیاں ایک نازک ترین وقت میں گورنمنٹ کیلیے خواہ مخواہ مشکلات پیدا نہ کردیں - اگر سچائی کو اسکی اصلی ضرورت کے وقت پیش نہ کیا جاے تو اسکے وجود کا اعتراف بیکار ہے' اور چراغ جلانے کا اصلی وقت غروب آفتاب کے بعد آتا ہے نہ کہ پچھلی پہر کو - گورنمنٹ کے پاس جن چیزوں کے معلوم کرنے کے وسائل ضرورت سے زیادہ موجود ہیں انکے پیش کرنے سے کیا حاصل ؟ اگر "خیر خواہی" کو اسکے حقیقی معنوں میں بولا جاتا ہے تو آج بر اعظم ہند میں گورنمنٹ اور ملک کیلیے کوئی چیز بھی ضروری نہیں ہے - الا وہ جو آج ہمارے پاس ہے -

پہلا مسئلہ

اولین مسئلہ جو اس سلسلے میں سامنے آتا ہے وہ اسباب و معرکات جنگ ہیں ' اور انکے متعلق مسلمانوں کا وہ اعتقاد جو واقعی طور پر انکے دلوں میں موجود ہے - ہم اسقدر مختصر لفظوں میں جسقدر کہ ہو سکتے ہیں انکی تشریح کرینگے -

ہم یہاں مسئلۂ مشرقیہ کے اُن تاریخی مباحث کو چھیڑنا نہیں چاہتے جو بہت تفصیل و بسط کے محتاج ہیں اور پچھلے چند سالوں کے اندر بار بار بحث میں آچکے ہیں - ہم دولۃ عثمانیہ اور انگلستان و جرمنی کے اثرات و غلبہ کے مختلف دوروں کے تاریخی حالات بھی بیان نہیں کرینگے ' اور نہ سلطان مخلوع (عبد الحمید) کے عہد سے لیکر نوجوان ترکوں کے موجودہ عہد تک کے اُن واقعات کو جمع کرینگے جنکی ترتیب سے عثمانی جرمنزم کی مکمل تاریخ سامنے آسکتی ہے - نیز اسی طرح ان تمام حالات و حوادث کو بھی نظر انداز کردینگے جو معاہدۂ سنہ ۱۹۰۷ کے بعد سے پیش آے ' اور جنکی وجہ سے قدرتی طور پر اتحاد و ترقی کی اوس جماعت میں "جرمنزم" نے نفوذ کیا جس نے اپنا عہد مصیبت تمام تر لنڈن اور پیرس کی آزاد سرزمین میں بسر کیا تھا اور اسکی محبت اپنے ساتھہ لیکر قسطنطنیہ آئی تھی - یہ تمام مطالب ایک نہایت تفصیلی صحبت کے طالب ہیں ' اور ممکن ہے کہ کسی دوسرے وقت "اتحاد و ترقی اور جرمنزم" کے عنوان پر ہم ایک مستقل مقالہ لکھیں - یہاں ہم صرف اُن نہایت قریبی واقعات کو لکھینگے جو یکے بعد دیگرے موجودہ جنگ کا مواد بنتے گئے -

اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے پہلا واقعہ جرمنی کے دو جنگی جہازوں "گوبن" اور "بریسلا" کا ہے -

جس وقت یورپ میں جنگ کا اعلان ہوا ہے ' دولۃ عثمانیہ کے دو ڈریڈ ناٹ "رشادیہ" اور "عثمان اول" انگلستان میں طیار ہوچکے تھے ' اور ممالک عثمانیہ کا ہر فرد اُنکا منتظر تھا -

جنگ بلقان کے ختم ہوتے ہی موجودہ عثمانی حکومت اپنی بحری ترقیات پر متوجہ ہوگئی تھی' کیونکہ یونان سے ایک بحری معرکہ جنگ بلقان کے تتمہ کے طور پر ابھی باقی تھا' اور اولیاء دولۃ عثمانیہ متفقاً اسے بقاء بقیۂ قواے عثمانیہ کیلیے ناگزیر سمجھتے تھے - انہوں نے خزانۂ حکومت کے افلاس کو عام پبلک کی اعانت سے دور کرنا چاہا ' اور تمام ممالک عثمانیہ میں نواسہی زر اعانہ کیلیے با قاعدہ کمیٹیاں قائم ہوگئیں - اسی کا نتیجہ وہ گرانقدر اثر تھا جو دو ڈریڈ ناٹوں کیلیے انگلستان کے کارخانہ کو دیا گیا' اور یونان کے اُس آرڈر کو بے اثر کردیا گیا جو وہ امریکہ کو دیچکا تھا -

لیکن عین اسوقت جبکہ دونوں جہاز طیار ہو چکے تھے ' یکایک جنگ یورپ کی آگ شعلہ زن ہوئی' اور انگلستان نے اپنی جنگی ضرورتوں کی بنا پر اُن دونوں جہازوں کو بحالت موجودہ روک لیا -

اسکے بعد ہی جرمنی کے دو جہاز "گوبن" اور "بریسلا" دردانیال میں سے گذرے جسپر دول متحدہ نے اعتراض کیا - یہ اعتراض قانوناً بالکل صحیح تھا' کیونکہ دردانیال میں سے حسب معاہدہ مسلمۂ بین الدول کوئی جنگی اور محارب جہاز گذر نہیں سکتا -- لیکن دولۃ عثمانیہ نے جواب دیا کہ چھہ ہزار پاؤنڈ میں اس نے یہ دونوں جہاز خرید لیے ہیں' اور انکا نام سلطان سلیم اور مدللی رکھا گیا ہے -

بظاہر اعلان جنگ یورپ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے جسنے غالباً جرمن کو اپنے اثر کے قائم کرنے کا موقعہ دیا ہے - کیونکہ قدرتی طور پر ترکوں نے ان دو جہازوں کو بہت غنیمت سمجھا ہوگا' جبکہ انکے جہاز جنگ کی وجہ سے رک گئے تھے اور انہیں یونان کی طرف سے خوف پیدا ہوگیا تھا -

لیکن اسکے بعد واقعات نے دوسری کروٹ لی اور ان دو جہازوں کے جرمن افسروں کا مسئلہ شروع ہوگیا - دول متحدہ کو اعتراض تھا کہ اگر یہ جہاز واقعی عثمانی ہیں تو جرمن افسروں کو انپر نہ ہونا چاہیے - حتی کہ بالآخر اخری مرتبہ باب عالی کو ایک نوٹ بھیجا گیا کہ وہ جرمن افسروں کو الگ کردے -

پریس کمیونک جو گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا ہے ' ان نقصانات کی تشریح کرتا ہے جو ان جہازوں نے بحر اسود کے برطانی تجارتی جہازوں کو پہنچاے - نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان نے دولۃ عثمانیہ کو اطمینان دلایا تھا کہ وہ ترکی کے دونوں مقبوضہ جہاز جنگ کے بعد واپس کردیگی -

اسکے ساتھہ ہی ترکی کے متعلق بے شمار حالات بیان کیے گئے ہیں جنسے اسکی وسیع اور عظیم الشان فوجی طیاریوں کا سلسلہ سامنے آتا ہے جو اعلان جنگ کے ساتھہ ہی شروع ہو گیا تھا - نامہ نگار نیرایسٹ ' المقطم مصر ' الرای العام ' اور قسطنطنیہ کی آخری ملنے والی ڈاک کے اخبارات سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ فی الحقیقت تاریخ عثمانیہ میں ایک غیر معمولی فوجی طیاری کا عہد ترکی پر سے گذر رہا ہے' اور تمام عراق و شام اور عرب و حجاز سے بلا استثنا جنگ آور جمع کیے جا رہے ہیں -

اصل یہ ہے کہ دنیا ضعف و قوت ' مہلت و فرصت ' اور تنازع للبقا کا ایک میدان کارزار ہے ' اور جنگ کے اسباب حقیقیہ جسطرح ہمیشہ اور ہر حال میں ہوا کیے ہیں ' ویسے ہی اس جنگ کیلیے بھی جمع ہوگئے ہیں - ترکی جسقدر نمایشی عذرات اس وقت کاغذ کے صفحوں پر جمع کردیگی ' اور نیز جسقدر الزامات اسکی مخالفت میں بیان کیے جائینگے ' ان سب کی ہستی حقیقت کی نظروں میں اتنی ہی ہے جیسا کہ ہم میں سے ہر شخص سمجھتا ہے' اور بہتر ہے کہ وہی لکھا بھی جاے - دنیا میں حکومت در اصل طاقت کی ہے ' اور حق و باطل کا عملی میدان بھی اسی کے ہاتھہ میں ہمیشہ رہا ہے' گو نہ رہنا چاہیے - نوجوان ترک اس صاف بات کو ویسا ہی سمجھہ سکتے ہیں جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کہ دو جہازوں کے دیدینے سے جرمنی ترکی

شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی
ایم - اے - ڈی لیٹ بیرسٹرایٹ لا کی
میڈیکل جیورس پروڈنس
یعنی طب متعلقہ عدالت پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس ایف آر - ایچ - ایس کا ریویو

قبل اس کے کہ کتاب مذکور کی نسبت کچھہ لکھا جائے یہ بتانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس کیا چیز ہے - کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے میڈیکل جیورس پروڈنس کے معنے ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

" میڈیکل جیورس پروڈنس " علم طب کی اس شاخ کا نام ہے جس میں قانون اور طب کے باہمی تعلقات سے بحث کی جاتی ہے ' اور اس علم کا موضوع کل وہ مباحث قانونی و طبی ہیں جو عدالتی انصاف سے متعلق ہیں ' اور نیز بعض وہ امور جو انسان کے تمدنی حالات سے تعلق رکھتے ہیں ' غرض مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے عام طور پر مسائل طب کا استعمال قانونی ضرورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے -

میڈیکل جیورس پروڈنس میں علم طب کے ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کی ضرورت فوجداری کار و بار میں لاحق ہوتی ہے جیسے (۱) قتل عمد (۲) زنا بالجبر (۳) اسقاط حمل (۴) زہر خورانی وغیرہ کے مقدمات ہیں - ان کے متعلق کی تحقیقات و شہادت کا ہونا ان تمام آدمیوں کے لیے ضروری ہے جو ان مقدمات کے کار و بار میں شریک ہیں - مثلاً :

حکام عدالت - عہدہ داران پولیس - وکلاء پیرو کار وغیرہ - اگر کسی ... [illegible] باتوں سے واقفیت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ... بے گناہ کو سزا ہو جاتی ہے - اصل مجرم رہا کردیا جاتا ہے - ... طرح اگر کوئی وکیل نہ پیرو کاران امور کا ماہر نہیں ہے تو ... ثبوت کے موقع پر اس علم کے متعلق جو رموز و نکات [illegible] ... ہیں ان کے تحقق و تکذیب پر غلط خواہ مخواہ [illegible] ... مقدمات کے خراب ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا [illegible] ... میڈیکل جیورس پروڈنس کے جاننے سے انسان کو نہ صرف [illegible] ... کامل حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے واقعات کو ترتیب دینے اور ... سے ایسے صحیح نتائج استخراج کرنے کی قابلیت پیدا ... ہوتی ہے جن پر

(عدل و انصاف کا انحصار ہے)

اس کتاب کو اصل میں ڈاکٹر ہیڈ تبرک میر - ایم - ڈی - ایف سی - ایس نے ملکہ انگریزی میں تصنیف کیا تھا - پھر مرحوم شمس العلما نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اصل کتاب پر بہت سے اضافے اور مفید حواشی زیادہ کردیے ہیں ' جس کی وجہ سے اس کتاب نے ایک مستقل تصنیف کی صورت اختیار کرلی ہے -

اس کتاب میں طب و قانون کے وہ تمام مباحثات آگئے ہیں جو فوجداری مقدمات میں ہمیشہ در پیش رہتے ہیں مثلاً :

(مقدمات قتل کے متعلق)

(۱) زخم - چوٹ (۲) ہلاکت کی جوابدہی (۳) شہادت طبلہ (۴) لاش سڑنے کے مدارج (۵) مختلف اعضاے انسانی نم و ضرب (۶) اختناق (۷) دم خفا ہونا (۸) پھانسی یا گلا گھونٹنا وغیرہ -

(عورتوں کے متعلق)

(۱) زنا بالجبر (۲) بچہ کشی (۳) اسقاط حمل -

(سمیات کے متعلق)

(۱) معدنی سمیات (۲) فلزی سمیات (۳) نباتی سمیات (۴) حیوانی سمیات اور ان کے استعمال سے جو اثر ظاہر ہوتے ہیں ان کا بیان -

(امور مختلفہ کے متعلق)

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) جنون (۳) زہر خورانی وغیرہ - ان تمام ابواب کے ساتھہ قانونی نظائر بھی مندرج ہیں جس کی وجہ سے ہر مسئلے کے سمجھنے میں بہت سہولت پیدا ہوگئی ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ اس کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی حالتوں میں عدالت نے کیا کیا فیصلے صادر کیے ہیں -

اس کتاب کے دیکھنے سے فاضل مصنف و مترجم کی اعلی علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے - مشکل سے مشکل مسئلہ کو بھی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ نہایت آسانی سے بلا کسی مزید غور و فکر کے ہر انسان کی سمجھہ میں آتا ہے - علمی اور قانونی اصطلاحات ایسے موقع پر چسپاں ہیں کہ بغیر کسی ڈکشنری یا ریفرنس بک کی مدد کے معانی ربط مضمون سے ذہن نشین ہوجاتے ہیں -

مدت ہوئی کہ اردو میں ایک چھوٹی سی میڈیکل جیورس پروڈنس شایع ہوئی تھی جو نہایت نا مکمل اور ناقص تھی اور ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح جامع و مکمل ہو -

خدا کا شکر ہے کہ یہ کمی پوری ہوگئی اور ایسے شخص کے قلم سے پوری ہوئی جو بنظر علمی قابلیت اور ہمہ دانی کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا -

امید ہے کہ قانون داں اور فوجداری کار و بار والے حضرات اس کتاب کو اپنے کار و بار میں چراغ ہدایت اور خضر رہنما سمجھہ کر اس کی ضرور قدر کرینگے - یہ کتاب نہایت اعلی اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپی ہے اور (۳۸۰) صفحات میں - اس کی قیمت سابق میں ۶ روپیہ مقرر تھی - مگر اب عام فائدہ کی غرض سے تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک کردی ہے - اور مولوی عبد اللہ خاں صاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مل سکتی ہے -

صنمخانہ عشق ! صنمخانہ عشق ! !

یعنی حضرت امیر احمد مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

حکمت بالغہ - ... جلد کامل صفحات ۱۰۹۴ - اس کتاب کا تفصیلی ریویو الہلال کے گذشتہ پرچوں میں چھپ چکا ہے - قیمت ... جلد ۵ روپیہ -

[illegible] - ... حالات صوفیائے کرام - [illegible] ... [illegible] ... ۵ روپیہ -

[illegible] ... ترجمہ تاریخ ... [illegible] ... قیمت ۵ روپیہ -

تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ -

تمدن ہند - ... مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی آخری یادگار - قیمت ۱۰ روپیہ -

تحقیق الجہاد - مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ - قیمت ۲ روپیہ -

داستان ترکتازان ہند فارسی - ۵ جلد کامل صفحات (۳۶۵۶) کل سلاطین دہلی کی ایک جامع اور مفصل تاریخ - قیمت حال ۹ روپیہ -

افسر اللغات - یعنی عربی اور فارسی کے کئی ہزار الفاظ کی ایک کامل ڈکشنری صفحات (۱۲۲۶) قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مآثر الکرام فارسی - مشتمل بر حالات صوفیائے کرام قیمت ۲ روپیہ -

علمی اصول قانون - یعنی مسٹر ڈبلیو - ایچ - ریٹنگن کی کتاب کا اردو ترجمہ صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

گلشن ہند - قدیم شعراے اردو کا ایک نایاب تذکرہ - صفحات ۲۳۴ قیمت ایک روپیہ -

قواعد العروض مصنفہ مولانا غلام حسین قدر بلگرامی عربی و فارسی میں بھی علم عروض کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مد القاموس - مصنفہ مسٹر لین ۸ جلد کامل یعنی عربی زبان کا ایک جامع لغت انگریزی زبان میں - قیمت - ۱۲۰ - روپیہ -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ حسب اصول شریعۂ اسلامیہ بہت زیادہ ممکن ہے کہ سلطان عبد الحمید خلیفۂ شرعی نہو' کیونکہ اسلام شخصی حکمرانوں کو تسلیم نہیں کرتا اور وہ یکسر ایک جمہوری نظام حکومت ہے - تاہم جلالة ماب سلطان محمد خامس کی خلافت سے تو کسی طرح بھی انکار نہیں ہو سکتا - کیونکہ وہ اولین دستوری خلیفہ ہیں اور اجماع اهل حل و عقد اور بیعت عموم ملت و عالم اسلامی کے ساتھہ خلیفہ ہوے ہیں - بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرات خلفاء راشدین (رضي الله عنهم) اور حضرت عمر ابن عبد العزیز کے بعد تمام تاریخ اسلامی میں اعلی حضرة سلطان المعظم سب سے پہلے اسلامی خلیفہ ہیں جو اسلام کے حقیقی پارلیمنٹری اصول " شوری " کے مطابق تخت مقدس خلافة اسلامیہ پر متمکن ہوے' اور سواے ایک شرذمۂ قلیلۂ مستبدین و مخلفین کے بلا استثنا تمام عالم اسلامی نے شرقاً و غرباً انکی خلافت کا اعتراف کیا - ولا خلافة الا بالمشورہ -

بہر حال اس بارے میں ہمیں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ خلافت اسلامیہ کا مسئلہ ایک علحدہ اور مستقل مسئلہ ہے' اور اسے اس موقعہ پر چھیڑنا کسیطرح بھی مفید نہیں - مسلمانان ہند کو ترکوں کے خلافہ جو تعلق ہے وہ بالکل قدرتی ہے' اور اس سے جو انکار کرتا ہے وہ یا منافق ہے یا مسلمان نہیں - ایک مسلمان ہزار مرتبہ ترکوں پر تبرا بھیجے لیکن جب تک وہ مسلمان ہے کوئی عقل بھی یہ تسلیم نہ کریگی کہ اپنے بھائیوں کی محبت سے اسکا دل خالی ہوسکتا ہے -

پس گورنمنٹ کو یقین کرنا چاہیے کہ تمام مسلمانان ہند خلافۃ عثمانیہ کا اعتراف کرتے ہیں اور اس اعتراف کیلیے شرعاً و [illegible] مجبور ہیں - انکا دینی عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے عہد کے خلیفہ اور اولو الامر سے انکار کرے اسکی تمام صلواۃ و صیام بیکار ہے' اور وہ کسی طرح بھی مسلمان نہیں رہسکتا - ایسا ہونا کوئی [illegible] بات ہو یا نہو' لیکن تمام مسلمان ایسا یقین رکھتے ہیں' پر اسکے خلاف کوشش کرنا ' یہ حضرة خلیفة المسلمین کی شان میں نا مناسب الفاظ لکھنا ' یا ترکوں کو برابر گالیاں دیتے رہنا ' ان کے دلوں کو سخت زخمی کرتا ہے اور گو وہ کچھہ نہ بولیں لیکن ایک پر خطر اثر انکے دل میں پرورش پانے کیلیے پیدا ہوجاتا ہے -

اگر خیر خواہی کے معنی وہي ہیں جو سمجھے جاتے ہیں' اور سچائی اسی چیز کو کہا جاسکتا ہے جو سچی ہو' اور مشورہ دینے کیلیے امانت شرط ہے' تو ہم گورنمنٹ کو مشورہ دینگے کہ وہ اپنے اثر کو خطرہ سے پہلے کام میں لاے' اور ان لوگوں کو پوری طرح روکے جو خلافت اسلامیہ کا سوال پیدا کرکے عام مسلمانوں کے اندر تولید اضطراب کے باعث بننے والے ہیں -

(۳)

ان دو مسئلوں کے بعد تیسرا مسئلہ ہندوستان کے مسلمانوں کی داخلی حالت کا ہے -

یہ مسئلہ بھی بالکل صاف ہے اور اسے گذشتہ مسائل سے کوئی تعلق نہیں - اسکا موضوع صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی جو عظیم الشان تعداد ہندوستان میں رہتی ہے اور تاج برطانیہ کے ماتحت ہے' کیا اس نئے واقعہ کی وجہ سے وہ امن و سکون کی قدرتی حقیقتوں کو اپنے لیے متغیر پائیگی ؟

اسکا جواب ایک ہی ہے اور صرف ایک ہي - یعنی " نہیں " جنگ کے اسباب خواہ کچھہ ہی ہوں' اور مسلمان بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اپنے دینی اعتقادات کے اندر خواہ کوئی اعتقاد بھی رکھتے ہوں' لیکن کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان کے امن و سکون اور اسکی سرزمین کو ہر طرح کے فساد سے محفوظ رکھنے میں انکی نسبت ذرا بھی شبہہ کیا جاے - وہ نماز پڑھتے ہیں اور گورنمنٹ کے وفادار ہیں' روزہ رکھتے ہیں اور گورنمنٹ انپر اعتماد رکھتی ہے' حج کو جاتے ہیں اور انکے امن دوست شہری ہونے میں کوئی شبہہ نہیں کیا جاتا - پس ٹھیک اسی طرح انکا ایک مذہبی اعتقاد خلافت کے متعلق بھی ہے اور وہ قدرتی و دینی علائق تمام عالم اسلامی سے رکھتے ہیں' اگر متذکرۂ صدر اعمال دینی و اعتقادات مذہبی انکے امن دوست ہونے کے منافی نہیں تو یہ داخلی اعتقاد و تعلق بھی منافی نہیں ہوسکتا -

ہندوستان ایک ملک ہے جہاں مسلمان رہتے ہیں ' اسکی عمارتوں کے اندر انکی عورتیں ہیں' اور اسکی گلیوں اور میدانوں میں انکے بچے کھیلتے ہیں - پس کیا ایک منٹ اور ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی ذي عقل اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے کہ مسلمان ہندوستان کے امن کے دشمن ہو جائینگے کیونکہ ترکی اور انگلستان میں جنگ ہوگئی ؟

اگر ہندوستان کا امن گورنمنٹ کو اسلیے مطلوب ہے کہ اسکی حکومت ہے - تو ہر مسلمان کو اسلیے مطلوب تر ہے کہ اسکا اور اسکے اهل و عیال کا امن اسی سر زمین کی امنیت پر منحصر ہے -

پس جنگ یورپ کے اس نئے تغیر سے مسلمانان ہند کی امن خواہی' وفاداری' اور قابل اعتماد سکون پر کسی طرح بھی اثر نہیں پڑ سکتا - وہ مسلمان ہیں اور " مسلمان " ہونا ایک حقیقت [illegible] جو ہر حال میں امن کی حامی اور [illegible] و فساد کی دشمن ہے [illegible] نومبر سے پہلے جسطرح گورنمنٹ کے اعتماد کے مستحق تھے' بعینہٖ اب بھی ویسے ہی مستحق ہیں - یورپ کی جنگ [illegible] کے انکے امن و سکون کا نقشہ [illegible] ہم کو اس [illegible] ہے کہ ہم تمام مسلمانان ہند کی طرف سے [illegible] سکتے ہیں' اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس بر اعظم میں اس وقت ایک مسلمان بھی ایسا نہوگا جو ملک میں شر و فساد [illegible] ایک [illegible] کیلیے بھی خیال کرتا ہو -

خلاصہ مطالب :

یہ ضروری مطالب ہیں جو اپنی عادت تحریر کے خلاف ہم نے صاف صاف مختصر طریقہ سے ظاہر کردیے تاکہ جلد سے جلد انکا اثر حاصل کیا جا سکے - آج اس شخص سے بڑھکر کوئی شخص ملک اور گورنمنٹ کا دشمن نہیں ہوسکتا جو ان تین مسئلوں میں بیجا طور پر خلط مبحث کرتا ہے' اور انکے مختلف احکام کو ایک دوسرے کیلیے لازم و ملزوم سمجھتا ہے -

ہندوستان اور پرو جرمنزم

افسوس ہے کہ شئون اسلامیہ کا مضمون بہت طویل ہوگیا اور لیڈنگ آرٹیکل کا جسقدر حصہ کمپوز شدہ باقی تھا اسکے لیے جگہ نہ رہی - اب اسکے سوا چارہ نہیں کہ آئندہ اشاعت تک قارئین کرام انتظار فرمائیں -

کامریڈ کی ضمانت کی ضبطی اور مسئلہ خطبات مساجد و حفاظت اماکن مقدسہ کے متعلق سرکاری اعلانات بھی اہم عنوانات تھے جن پر اس ہفتہ ضروری بحث کرنی تھی لیکن افسوس کہ گنجائش نے جواب دیدیا - کامریڈ کو زندہ رکھنا مسلمانوں کا اولین فرض ہے -

Printed and published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical prtg. and publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

مشاهیر اسلام رعایتی قیمت پر

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۲) حضرت بابا فرید شکر گنج ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۳) حضرت محبوب الهی صلی الله علیه ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۴) حضرت خواجه حافظ شیرازی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۵) حضرت خواجه شاه سلیمان تونسوی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۶) حضرت شرف بوعلی قلندر پانی پتی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۸) حضرت سرمد شهید ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۱۰) حضرت عبد الله بن عمر ۳ آنه رعایتی ۱ آنه [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۱۲] حضرت خواجه حسن بصری ۳ آنه رعایتی ۱ آنه [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۱۴] حضرت شیخ بهاالدین زکریا ملتانی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۱۵) حضرت شیخ سنوسی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۱۷) حضرت امام غزالی ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۳ آنه رعایتی ۲ پیسه (۱۹) شمس العلما آزاد دهلوی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۲۰) نواب محسن الملک مرحوم ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۲۲) آنریبل سر سید مرحوم ۵ رعایتی ۲ آنه (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۲۴) حضرت شهباز رحمة الله علیه ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۲۵) حضرت سلطان عبدالحمید خان غازی ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۲۶) حضرت شبلی رحمة الله ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۲۷] نظامی معظم ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۲۸] حضرت ابو سعید ابو الخیر ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیری ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۳۰] حضرت ابو نجیب سهروردی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ آنه رعایتی ۲ آنه [۳۲] حضرت امام غزالی ۹ آنه رعایتی ۲ آنه ۲ پیسه [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ آنه رعایتی ۲ آنه [۳۴] حضرت امام حنبل ۴ آنه رعایتی ۹ پیسه [۳۵] حضرت امام شافعی ۴ آنه رعایتی ۱۰ پیسه [۳۶] حضرت امام محمد ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۳۸) حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۳۹) حضرت خواجه معین الدین چشتی ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۴۰) ارطغرل عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنه رعایتی ۲ آنه - سب مشاهیر اسلام قریباً دو هزار صفحه کی قیمت یک جا خرید کرنیسے صرف ۲ روپیه ۸ آنه - (۴۰) آئینه واکر یعنی ۔ کے اولیاے کرام کے حالات ۱۲ آنه رعایتی ۹ آنه (۴۱) آئینه خودشناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب خدا بینی کا رهبر ۵ آنه رعایتی ۳ آنه [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ آنه رعایتی ۹ آنه [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۲ آنه رعایتی ۳ آنه - طالب ذیل کی قیمت میں کوئی رعایت نهیں - [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیه ۸ آنه [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمه ڈیڑھ هزار صفحه کی تصنیف کی لاجواب کتاب ۱ روپیه ۷ آنه [۴۶] مخزن بهشت بهشت اردو هو جگہ جشت اهل بهشت کے مشہور حکیموں کے بار ضروری حالات زندگی مع انکی سینه به سینه اور رصدری مجربات کے جو کئی سال کی محنت کے بعد جمع کئے گئے هیں - اب دوسرا ایڈیشن طبع هوا هے اور ان خریداران کے جو نسخوں کی تصدیق کی هے انکی نام بھی لکھدیے هیں - علم طب کی لاجواب کتاب هے اسکی اصلی قیمت چهه روپیه هے اور رعایتی ۳ روپیه ۸ آنه [۴۸] الجربان اس نامراد مرض کی تفصیل تشریح اور علاج ۴ آنه رعایتی ۳ پیسه [۴۹] صابون سازی کا رساله ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه - (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایک روپیه [۱۵] اصلی ایمیا گری یه کتاب سونے کی کان هے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسه - جستہ بنانے کے طریقے درج هیں قیمت ۱ روپیه ۸ آنه

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکه یا (Plan) هے جو ایک مسلمان انجنیر نے موقعه کی پیمایش سے بنایا هے - نهایت دلفریب متبرک اور روغنی معه رول وکپڑا پانچ رنگوں سے طبع شده قیمت ایک روپیه - علاوه محصول ڈاک -

ملنے کا پته — منیجر رساله صوفی پنڈی بهاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا هوا خوشگوار مچهلی کا تیل

ترکیب سے تیار کیا هوا مزه دار مچهلی کا تیل

ڈهیلے اور کمزور رگ و پٹهه کو طاقتور بنانے اور پهیپڑا کی بیماری اور کهانسی و زکام سے خراب هونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور آئل کمپاونڈ" یعنی همارے یہاں کے تیار کیے هوئے مچهلی کے تیل سے بڑهکر کوئی دوسری دوا نهیں هے -

ایک بڑی خرابی مچهلی کے تیلوں میں یه هے که اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا هوتی هے' اور کبهی کم مقدار کا ایک خوراک بهی کهانا ناممکن هو جاتا هے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنی مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقه یه هے که ناروے ملک کی " کاڈ " مچهلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزه اور بو کو دور کرکے اسکو " مالٹ ایکسٹراکٹ " و " هائپو فاسفائٹس " و " گلیسرن " و " ارومٹکس " (خوشبو دار چیزیں) اور پهیکے " کریوسوٹ " اور " گوائیا کول ") کے ساتهه ملانے سے یه مشکل حل هو جاتی هے - کیونکه " کاڈ لیور آئل " کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نه صرف اسکی بدمزگی دور هوگئی هے بلکه وه مزه دار هوگیا هے اور اس سے پهرتی اور خوشحالی هوتی هے مگر یه مرکب دوا " کاڈ لیور آئل" کے عمده فائده کو نهیں روکتی هے - اسکو بهت عمده طور سے بنایا گیا هے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے هیں - اگر تمهارا جسم شکسته اور رگ و پٹهه کمزور هو گئیں جنکا درست کرنا تمهارے لئے ضروری هو - اور اگر تمهاری طاقت زائل هو رهی اور تمکو بهت دنوں سے شدت کی کهانسی هوگئی هو اور سخت زکام هوگیا هو جس سے تمهارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسه کی قوت نقصان هوجانے کا ڈر هے - ان حالتوں میں اگر تم پهر قوت حاصل کرنے چاهتے هو تو ضرور واٹر بری کا مرکب " کاڈ لیور آئل " استعمال کرو - اور یهه ان تمام دواؤں سے جنکو هم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے هیں کهیں بهتر هے - یه دوا هر طرحسے بهت هی اچهی هے - یه دوا پانی و دودهه وغیره کے ساتهه کهلجاتی هے' اور خوش مزه هونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بهت پسند کرتے هیں - نسخه کو بوتل پر لکهه دیا گیا هے - قیمت بڑی بوتل تین روپیه اور چهوٹی بوتل ڈیڑهه روپیه -

" واٹر بری " کا نام یاد رکهیے

یهه سب دوا نیچے لکھے هوے پته پر ملتی هے :—

ایم - اس - عبد الغنی کولوٹوله اسٹریٹ کلکته

اصلي لاثاني مكمل مجموعۀ خطب حرمين شريفين ابن نباته

عربي مع ترجمۀ نظم اُردو طبع هوچكا

مترجمۀ

عالـم باعمل فاضل بے بدل رئيس العارفين حضـرت مولائي مرشدي سيدالسند مولوي سيد شاه فقير محي الدين صاحب قبله قادري چشتي المتخاص به مقبل - معزز ناظرين! يه وه مقبول خاص و عام مشهور خطبۀ متبركه هے جس سے اكثـر مولفين و متـرجمين خطب نے بعض خطبونكا انتخاب كرکے اُردو نظم فرمايا هے - آجتـك كسی كو بهی پورے نظم ترجمه كي طرف خيال نه هوا - هندوستانكے چند اهل مطابع نے البته اُسكو نثر ميں ترجمه كـرواكے چهاپا' مگـر نثر سے خطيب و سامعين كو كوئی فائده نهيں- فی زماننا عوام الناس زبان عربی سے بالكل بے بهره هوگئے مقتضاے وقت يه هے كه عوام جس زبان كو سمجهيں اُسی زبان ميں احكام آلهيه و امور شرعيه محمديه سنائيں جهالت اور بےعلمی روز بروز اهل اسلام كو احكام آلهي اور امور شرعي سے جدا كر رهي هے - اس پر آشوب زمانه ميں حتی الامكان عامه مسلمين كي اصلاح هر ديني كام ميں مد نظـر ركهنا فـرض هے - شارع عليه الصلوة و السلام كا مقصود اصلي اس سے صرف اصلاح هے تمام هفته جنكو اُمورات دنياوي سے فرصت نه ملي اُنكو ايك وقت ميں اس طريقے سے وه ضروري هدايتيں گوش گذار كيجائيں جس سے اُنكو خوبي دارين حاصل هو - آج خالص زبان عربی سے مقصود شارع بالكل مفقود هوا جاتا هے - اس كام كا خيال عرصۀ درازے قلب پريشان مين متمكن رها كه كوئی ايسی صورت هو جس سے همارے اُردوخوان بهائي فائده اُٹهائيں ليكن قادر متعال هر كام كے ليے اوقات مقرر فرما چكا هے اور وه امر اُسي وقت مقرره ميں پورا هوكا الحمد لله ثم الحمد لله توفيق سبحاني اور تائيد رباني سے مجموعۀ خطب ابن نباته مروجۀ حرمين شريفين مترجم منظوم وه تمام و كمال طبع هو گيا - اسكے علاوه صحاح سته و مشكوة شريف وغيره سے ضروري احاديث نبويه كے مضامين منظوم كر كے خطبهاے متفرقه كے نام سے آخر ميں شامل كرديے هيں لكهائی چهپائي اور صحت نهايت عمده اور دو قسم كے كاغذ (چكنا ولايتي رســـــي معمولي) پر چهپا هے تعداد صفحات ۳۱۰) قيمت صرف معمولـــي كاغذ ۱۲ - آنه مجلد ۱۴ - آنه چكنا ولايتي مجلد ايك روپيه و نيز خطبه كا ٹائٹل بسبب پنچرنگ و مطلا هونے كے نهايت دلكش اور بهت هي خوشنما هے -

ملنے كا پته - كے - حاجي محمد محي الدين سوداگر و تاجر كتب

متصل مسجد ابراهيم نمبر دكان ۳۹۹

بنگلور لشكر

حسبنا الله و نعم الوكيل

ترکش سلطانه هیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولی

جسے تمام عالم نے ٹرکش امپیریل هیئرڈائی کا لقب عطا فرمایا هے - یه بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بوئي نا گوار بلکه فرحت افزاے دل و جان عطر بسار خوشبودار خضاب کمیاب هے - سهولت کے ساتهه ۲ - ۳ قطره برش یا انگلی سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاه نما بنا لیجیے ایک شیشی برسونکے لیے کافي هے - قیمت فی شیشی کلاں تین روپیه - شیشی خرد دو روپیه -

سارٹیفکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ار - سي - پي - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکته تحریر فرماتے هیں واقعي یه ایک تحفه بیش بها کمیاب بلکه نایاب استمبولی خضاب دنیاوي خضابوں میں اعلی و یکتا هے ' بیشک یه روسا امرا راجگان ار ر نوابونکے استعمال کے قابل قدر هے - اسکي جسقدر تعریف کي جائے بجا هے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن

نمبر ۱ مومن پور روڈ خضر پور کلکته

No. 1Mominpure Road Khidderpur Calcutta.

پوپن ٹائین

یه عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ' یه دوایک نمامی شکایتونکو دفع کرتی هے - پژمرده دلونکو تازه کرتي هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جوکه ایکسان مرد اور عورت استعمال کرسکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پہونچتي هے - هسٹریه وغیره کو بهی نفعه هے چالیس گولیوکی بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو تون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایک بار کی دفع هو جاتی هے - اس کے استعمال کرتے هی آپ فائده محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

هائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رها -

یه دوا آب نزول اور فوطه پا وغیره کے واسطے نهایت مفید ثابت هوا هے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل هوتی هے - ایک ماه کے استعمال سے یه امراض بالکل دفع هو جاتی هے قیمت دس روپیه اور دس دنکی دوا کی قیمت چار روپیه -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اربهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمره زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اربهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجندا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - " میںنے اربهرالین کو امراض مستورات کیلیے " نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں : - " نمونے کي شیشیاں اربهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پایا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈي - ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لندن) سهنٹ جارج اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي هیں : - " اربهرالین جسکو میںنے استعمال کیا هے " زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۲ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta.

هر فرمایش میں الهلال کا حواله دینا ضروری هے

ریفلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ آف لندن

یه مشہور ناول جو که سوله جلدونمیں هے ابهي چهپ کے نکلي هے اور نہرایت سي رنگلي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنہري حروف کي کتابت هے اور ۳۱۹ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں ۱۰ روپیه میں وي - پي - اور ایک روپیه ۱۴ آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بهو بازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مهینه کے لیے رعایت

تین دنکے اندر زر واپس

اگر ناپسند هوے -

سائز فاکشن فلوٹ هارمونیم جسکي دهیمي اور میٹهي آواز بنگالي اور هندوستاني موسیقي سے خاص مناسبت هے - شیشم کي لکڑی سے بني هوئي اور نهایت عمده ریڈ - تین برسکي گارنٹي - قیمت سنگل ریڈ ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیه - حال - ۱۹ ' ۲۲ ' ۲۵ روپیه - ڈبل ریڈ ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ ' روپیه - حال ۳۰ ' ۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیه پیشگي ۵ روپیه -

نیشنل هارمونیم کمپنی - ڈاکخانه سمله A - کلکته

National Harmonum Cr. P. O. Simla A Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجه سے مایوس هوگئے هوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوباره زندگي حاصل کریں - یه جڑي مثل جادو کے اثر دیکهاتي هے - بیس برس سے یه جڑي مندرجه ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکهاتي هے -

ضعف معده ' گراني شکم ' ضعف باه تکلیف کے ساتهه ماهوار جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواه اعصابي هو یا دماغي ' آب نزول وغیره -

جڑي کو صرف کمر میں باندهني جاتی هے - قیمت ایک روپیه ۸ آنه

ایس - سي - هر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکته

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هرقسم کا جنون خواه نوبتي جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی و موسمي جنون ' وغیره وغیره دفع هوتي هے اور وه ایسا صحیح و سالم هوجاتا هے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

کلپاک

ساخت قسطنطنیه — ساخت استنبول

انور پاشا ٹوپی

ENVER PASHA
WEARING CALPACK

یه نهایت شاندار ٹوپی ہے - جس کے استعمال سے چہرہ با رعب نظر آتا ہے اسے حضور نظام حیدر آباد - و دیگر عمائدین و رؤساے حیدر آباد دکن - نواب بہادر بیگم صاحبه شاهزادگان بهوپال - علیگڈہ کالج سٹاف و طلبا و نیز مولانا حسن نظامی صاحب کے زیب سر ہونے کا فخر حاصل ہے -

اسے جس نے دیکھا سر پر بٹھایا -

اصلی سمور کھال کی چمڑے کی
استدوالی قیمت ۱۵ روپیه
اعلی استر خاں کپڑیکی - سنہری
فیتے کی قسم اول ۴ روپیه
اعلی استر خاں کپڑیکی قسم دوم ۳ روپیه ۸ آنه
„ „ ریشمی رنگین فیتے کی
۳ روپیه ۴ آنه

خاکی، سیاہ، سبز، کاهی رنگ کی هر سائز کی موجود هیں -

نوٹ — هر قسم کی نهایت اعلی ملائم ترکی ٹوپی و نیز چٹائی استدوالی هر رنگ و هر سائز کی موجود هیں -

ایس - ایف چشتی اینڈ کمپنی - متصل دلی لندن بنک - دهلی

سول ایجنٹ:
تدریقه اپریل ه. ده قسطنطنیه
تدریقه نیشنل ایجوکیشن - تار برش
قاهره - مصر -

چھوٹے اشتہار بازوں سے دھوکہ کھائے ہوئے صاحبان کو یقین دلانے کے لیئے کارخانہ میں آنے والوں کو ہر ایک دوا امتحاناً مفت دی جائیگی بیرونجات کیلئے ہر دوا کا نمونہ نصف قیمت پر

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالا
جواہر نور العین بیس روپے ماشه والا خالص ہیرہ بھی جواہر نور العین کا مقابلہ نہیں کر سکتا - دیگر سرمہ جات کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں - اسکی ایک سلائی سے دھند شبکوری دور نظر وگنی اور ایک ہفتہ میں رد ئے یعنی ککرے - پھولہ - ناخنہ - پڑبال - ضعف بصارت اور ہر قسم کا اندھاپن دور ہو کر نظر بحال ہو جاتی ہے - عینک لگانے اور آنکھ بنوانے کی ضرورت نہیں رہتی قیمت فی ماشه درجہ خاص عـ۵ درجہ اعلے للعہ درجہ اول عا

جوش شباب آور زمانہ بھر کی طاقت ور دواؤں سے اعلے اور افضل مولد خون مقوی اور محرک اعصاب ہیں - ناطاقتی اور پیر و جوان کی ہر قسم کی کمزوری و لاغری جلد رفع کر کے اعلے درجہ کا لطف شباب دکھاتی ہیں عہ

حسن افروز ایک منٹ میں چہرہ کی چھائیاں اور سیاہ داغ دور کر کے چاند سا مکھڑا بناتا ہے - قیمت فی شیشی ایکروپیہ عہ

اکسیر بہرہ پن بہرہ پن و بہرے پن دور کرنے کیلئے لاجواب ہے قیمت عہ

ایک لمحہ میں درد دور کرنے والا
طلسم شفا ہر قسم کا اندرونی و بیرونی درد اور زنبور و بچھو کے ڈنک اور سانپ کے کاٹے کا درد چند سیکنڈ میں دور قیمت عہ

اعجاز مسیحا تن بے جان میں زندگی کی روح پھونک کر فوراً زندہ اور ہوشیار کرتا ہے قیمت فی شیشی - عہ

ایک شیشی کا **شاہی خضاب** ایک منٹ میں سفید بالوں کو قدرتی سیاہ کرتا اور رنگ ایک ماہ تک قائم رکھتا ہے - قیمت فی شیشی ایکروپیہ عہ

سندات جواہر نور العین (۱) مسٹر میکے صاحب چیف انسر وانیورا - جواہر نور العین سے پرانا موتیا بند بالکل رفع ہو گیا - (۲) مسٹر رستم جی نرام جی مرچنٹ مقام وارنگل ہیں نہایت خوشی سے لکھتا ہوں کہ لڑکی کی آنکھ کا پھولہ بالکل دور ہو گیا ایسی مجیب دوا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے - (۳) خواجہ احمد دین صاحب لینڈی مجھے بچپن سے رتوندہی شبکوری کا مرض تھا سول سرجن صاحبان سے علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا جواہر نور العین سے دو روز میں فائدہ ہوا اور دو ہفتہ میں کامل صحت ہو گئی -

ڈاکٹر نبی بخش خان سابق سینیر سرجن اور آرمی میڈیکل افسر **افغانستان**
حال پروپرائیٹر **شفاخانہ نسیم صحت لاہور** - دہلی دروازہ -

ملازموں کی ضرورت

چونکہ کمپنی کا کام عظیم الشان پیمانہ پر شروع ہوگیا ہے اس لیے ہر ضلع، تحصیل تھانہ اور موضع میں کمپنی کی با قاعدہ دوکانیں کھولی جا رہی ہیں جنکے واسطے ہمیں اردو خواں ملازموں کی ضرورت ہے، جن کو پندرہ روپیہ ماہوار سے ساٹھہ روپیہ ماہوار تک تنخواہ دی جاتی - ضمانت نقد پچاس روپیہ کی لی جاتی ہے قریباً تین سو روپیہ کا مال ملازم کو دیا جاتا ہے - بعد میں زیادہ دوکانداروں کو خصوصاً ہماری ملازمت میں بڑا فایدہ ہے کیونکہ ہمارا اور اپنا دونوں کا کام ایک ساتھہ میں کرسکتے ہیں چونکہ ہر ایک جگہہ ایک سے زیادہ ملازم نہیں رکھا جاتا - اس لیے فوراً دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر مفصل قواعد طلب کرو -

المشتہر

منیجر کارخانہ رہنماے تجارت لاہور

هندوستانی دوا خانه دهلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - عمدہ دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالیشان کار و بار، صفائی، ستھرا پن، ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ:

ام- هندوستانی دوا خانہ تمام هندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتہ)

منیجر هندوستانی دوا خانه دهلی

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلی درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائی کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب، شام، فلسطین، مصر، عراق، وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروری حالات نہایت خوش اسلوبی سے سلیس و بامحاورہ اردو میں قلمبند کردیے ہیں - فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکی افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کی دلی تائید کی - کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پہر بیس متعدد عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتہر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شرکت اسلام پریس کشن لعل بلڈنگ

لا تہنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت ۴ ـ آنہ

جامِ جہاں نما

یہی وہ جام ہے جس پر جمشید ناز کرتا تھا

اس کتاب میں علم طبعیات۔ ہیئت۔ کیمیا۔ برق۔ سوانح عمری۔ تواریخ۔ عجائباتِ عالم۔ نجوم۔ رمل جفر۔ قیافہ شناسی۔ گیان۔ سُرود خواب نامہ۔ فالنامہ۔ علم بیان علم عروض علم معانی بہی کھاتہ کے قواعد۔ طب انسانی کا قابلِ عمل ذخیرہ۔ طیور و بہائم کی بیماریاں۔ اُن کا تدارک نباتات و جمادات کے نقص دور کرنا۔ تمام ہندوستان کی مسافت۔ بڑے بڑے شہروں کی تجارت اور ریاستوں کی واقفیت۔ انگلینڈ۔ فرانس امریکہ جاپان۔ روم و مصر۔ افریقہ۔ آسٹریلیا کا بیان ریل۔ جہاز اور خشکی ہر ایک جگہ کے سفر کا شرح حال۔ کرایہ اور تمام اخراجات واضح کیے ہیں سفر حج مکہ معظمہ مدینہ منورہ کی ساری حقیقت۔ تمام ضروری قوانین مجموعہ جس سے عوام کو سابقہ پڑتا ہے۔ زندگی میں کامیابی کے اصول ہمیشہ خوشی حاصل کرنیکے طریقے۔ تمام دنیا کے مشہور لوگوں کے حالات تمام کرۂ ارض کے اخبارات وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ اسکے

تیس ممالک کی بولی

روزمرہ کام کاج کے ضروری جملے اُردو میں بالمقابل لکھدیئے گئے ہیں۔ آج ہی جاکر مطلب کی باتیں کرلو +

اس کتاب سے

تجار مزدور سیاح قانون پیشہ دکان دار زمیندار طبیب مریض ہر محکمہ کا ملازم روزگار کا متلاشی۔ دستکار۔ نجومی رمال جوتشی قصیدہ گو شاعر وقائع نگار مصنف مورخ کتاب فروش فقیر امیر غرضیکہ ہر ایک خیال و مذہب و ملت کا آدمی یکساں مستفیض ہو سکتا ہے۔

باوجود ان اوصاف کے اس انمول رتن کی قیمت صرف (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنے رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک امیر و غریب یکساں فیض اُٹھا سکے +

ہمارا دعویٰ ہے۔ اگر ایسی کتاب کسی زبان میں دکھلادو تو ایک ہزار روپیہ انعام دینگے۔ تمام دنیا کے علوم و فنون ایک ہی پیالے میں موجود ہیں +

ساری جائداد دے کر ایسی کتاب ملے تو بھی سستی۔ مطابق اشتہار نہو تو قیمت مع محصول ڈاک واپس دینگے۔ یہ شرط ہے +

ٹنڈن صاحب کا انگلش ٹیچر!

ویسے تو آجتک بیسیوں انگلش ٹیچر چھپ چکے ہیں مگر ٹنڈن صاحب کے انگلش ٹیچر کا ایک بھی مقابلہ نہیں کر سکتا اسمیں انگریزی سیکھنے کے ایسے آسان طریقے اور نادر اصول بتلائے گئے ہیں جنکو پڑھکر ایک معمولی لیاقت کا آدمی بھی بغیر مدد اُستاد کے انگریزی میں بات چیت کرنے اور خط و کتابت کرنے کی لیاقت حاصل کر سکتا ہے ہر طرح کی بول چال کے فقرے۔ ہر محکمے کے اصطلاحی الفاظ۔ ہزاروں محاورے جو کسی دوسری کتاب میں نہ ملینگے انٹرنس پاس کے برابر خاصی لیاقت ہو جائیگی اور جلدی ہی آسانی سے انگریزی میں گفتگو کرنیکے قابل ہو جاؤ گے۔ مجلد کتاب کی قیمت مع محصول صرف ایک روپیہ تین آنے (عہ) دو جلد کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔ مفت ملیگا۔ رسالہ انگلش گرامر ہر ایک خریدار کو مفت ملیگا +

بالکل مفت

کتاب روپیہ پیدا کرنے کی مشین یعنی خزینۂ صنعت و حرفت جس میں صنعت و حرفت کے بہت آسان اور عمدہ بہتر درج ہیں جنکے ذریعہ سے ہر ایک شخص بہت تھوڑے عرصہ میں ہزاروں روپے پیدا کر سکتا ہے صرف دو پیسہ کا ٹکٹ برائے محصول آنے پر مفت ارسال ہوگی +

مضبوط اور پائدار گھڑیاں

ولایت کے نرخ پر

ہم براہ راست ولایت سے گھڑیاں منگواتے ہیں ہمارے نرخ ارزاں ہیں دیگر دوکانوں سے مقابلہ کرکے دیکھ لو

آٹھ روزہ واچ۔ گارنٹی ۸ سال

اس گھڑی کو آٹھ روز میں ایک مرتبہ چابی دیجاتی ہے۔ اسکے پرزے نہایت مضبوط اور پائدار ہیں اور ٹائم ایسا صحیح دیتی ہے کہ کبھی ایک منٹ کا فرق نہیں ہوتا۔ اسکے ڈائل پر سبز اور سرخ پتیاں اور پھول عجیب لطف دیتے ہیں برسوں بگڑنے کا نام نہیں لیتی۔ قیمت صرف چھ روپے ۔ زنجیر سنہری نہایت خوبصورت اور بکس ہمراہ مفت چھوٹے سائز کی آٹھ روزہ واچ جو کلائی پر بندھ سکتی ہے مع تسمہ سنہری سات روپے۔ چاندی کی آٹھ روزہ واچ قیمت نو روپے

گولڈن سنہری ہنٹنگ واچ

یہ گھڑی سنہری ڈبل کیس جسکے دونوں طرف نہایت خوبصورت نقش و نگار کا کام ہے۔ اسکی چمک دمک اور خوبصورتی دیکھنے والوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔ اور دیکھنے میں سو روپے کی معلوم ہوتی ہے پرزے نہایت مضبوط۔ اسکے اوپر سونے کا ایسا پختہ رنگ چڑھا ہے جو عرصہ تک قائم رہتا ہے۔ دوسرے تاجر اس گھڑی کو سات اور ساڑھے چھ روپے میں فروخت کرتے ہیں مگر ہم صرف ۱۲ؔ میں دینگے۔ چین نقلی سونے کا۔ ایک مفت +

اسپرنگدار سنہری چوڑی کی گھڑی

آہا۔ کیا نایاب تحفہ ہے۔ اسکے کاریگر نے کمال کر دکھایا ہے۔ سنہرے رنگ کی اسپرنگدار چوڑی میں سنہرے رنگ کی گھڑی اس خوبی سے لگائی ہے کہ خواہ کیسی ہی موٹی اور پتلی سے پتلی کلائی ہو سب میں ٹھیک جاتی ہے۔ وقت نہایت ٹھیک دیتی ہے۔ پرزے بہت مضبوط اور پائدار ہیں۔ ہماری گھڑی کی چوڑی ایسی خوب صورت ہے کہ طلائی زیورات کو مات کرتی ہے دیکھنے میں سو روپیہ کی عورتوں کیلئے ایک خوشنما اور حسن افزا زیور ہے دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفہ دیجئے قیمت مع مخملی بکس صرف صہ ر۔ بڑھیا قسم کی جسمیں نقلی ہیرے اور جواہرات جڑے ہیں قیمت صرف سے + گارنٹی ۵ سال +

بجلی کے لیمپ

یہ نو ایجاد اور ہر شخص کے لیے کارآمد لیمپ ابھی ولایت سے بنکر ہمارے ہاں آئے ہیں۔ نہ دیا سلائی کی ضرورت۔ اور نہ تیل بتی کی حاجت۔ ایک لیمپ رات کو اپنی جیب میں یا سرہانے رکھکر سو جاؤ جس وقت ضرورت ہو بٹن دباؤ۔ اور چاندی سی سفید روشنی موجود ہے۔ رات کے وقت کسی جگہ اندھیرے میں کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کا ڈر ہو۔ فوراً لیمپ روشن کرکے خطرے سے بچ۔ ایک دم کیسو جے سے اُٹھنا پڑے سیکڑوں ضرورتوں میں کام دے گا۔ بڑا نایاب معلوم ہوگی۔ قیمت نمبر ۱ مع محصول صرف دو روپے۔ نمبر ۲ جسمیں سفید سرخ اور سبز روشنی مع محصول تین روپے آٹھ آنے۔ نمبر ۳ نہایت خوبصورت فینسی بنا ہوا۔ روشنی للعہ روپے۔ چار روپے و تین بیٹے چار آنے مع محصول ڈاک نمبر ۴ اسمیں شیشہ ڈبل لگا ہوا ہے۔ علاوہ اسکے ایک لیمپ اسمیں اور لگا ہوا ہے جس سے سگریٹ جلا سکتا ہے۔

ضروری اطلاع } علاوہ اسکے ہمارے ہاں ہر قسم کی گھڑیاں گھنٹے۔ خوشنما زنجیریں۔ بجلی کا سامان وغیرہ وغیرہ مل سکتا ہے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیں۔ تاجروں سے خاص رعایت ہوگی + + + +

ملنے کا پتہ ہے + مینیجر گپتا اینڈ کمپنی سوداگران واچ اینڈ کلاک نمبر ۵۱۳ ٹوہانہ ایڈیشن (ضلع حصار پنجاب)

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی
مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

الہلال

Tel. Address :—"Alhilal," Calcutta.
Telephone No. 648.
AL-HILAL.
Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.
Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

نمبر - ۲۰ | کلکتہ : چہار شنبہ - ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ھجري | جلد ۵
Calcutta : Wednesday, November 18. 1914.

بصائر و حکم

فاتح افواج کا داخلہ

ممالک مفتوحہ میں

بہ تقریب ورود افواج المانیہ در لووین و بروسلز و انٹورپ

(۳)

(بقیہ فتح مکہ)

امن و امان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبة فقال اقتلہ (۱) ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کي کہ ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کو تھام کر کھڑا ہے ' آپ نے فرمایا اسکو قتل کردو!

لیکن اہل سیر نے چند اشخاص کے نام اور بتائے ہیں ' ابو داود میں دو روایتیں ہیں جنسے اہل سیر کے بیان کي تائید ہوتي ہے ' لیکن ان میں ایک روایت کے متعلق خود ابو داود نے لکھدیا ہے کہ یہ میرے حسب دلخواہ نہیں ہے (۲)

مجموعي طور پر ان سادہ واقعات سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) آنحضرت کا معمول تھا کہ رات کو کسي قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے ' اس لیے خیبر میں رات کو اسلامي فوجوں کا داخلہ نہیں ہوا - حالانکہ عموماً تمام فوجیں شبخون کے لیے موقع تلاش کرتي رہتي ہیں -

(۳) صحابہ نے خیبر میں غارتگري کي لیکن آپ کو خبر ہوئي تو آپ نے نہایت سختي کے ساتھہ تنبیہ فرمائي اور متعدد چیزوں کو حرام کردیا -

(۴) یہود خیبر کے ساتھہ نہایت نرم شرائط پر انہیں کي خواہش کے مطابق معاہدہ صلح کیا گیا ' اور اس عدل و انصاف کے ساتھہ اس کي پابندي کي گئي کہ خود ان لوگوں نے اسکا مداحانہ اعتراف کیا - حالانکہ اب عموماً محاصرے کے ذریعہ سے صلح پر مجبور کیا جاتا ہے ' اور اس مجبورانہ صلح کا انعقاد ہمیشہ فاتح کي خواہش کے مطابق ہوتا ہے -

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کي زبان سے " خربت خیبر " کا جو فقرہ نکل گیا تھا ' وہ محض فاتحانہ جوش کا اظہار تھا ' ورنہ اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ خیبر در حقیقت برباد ہوگیا -

(۶) قریش کو فتح مکہ کي تیاري کي خبر دینے پر آنحضرت نے حاطب ابن بلتعہ کو بالکل معاف کردیا ' حالانکہ موجودہ قوانین جنگ کي رو سے ایسے شخص کو گولي ماردي جاتي ہے -

(۷) سعد بن عبادہ نے فخریہ یا طنزاً ابو سفیان کو خانہ کعبہ کی بے حرمتي کي دھمکي دي ' تو آنحضرت نے اسکي تردید فرمائي -

(۸) فتح مکہ میں آنحضرت نے امان عام دیدي اور اوس امان سے تمام سرداران قریش نے فائدہ اوٹھایا - حالانکہ یہی لوگ اسلام کے اصلي دشمن تھے -

(۹) مکہ میں صحابہ نے کسي چیز کو نہیں لوٹا -

(۱۰) امان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا جو واجب القصاص تھا ' بقیہ اشخاص کے قتل کي روایت مشتبہ ہے -

دنیا کي قدیم و جدید تاریخ آپ کے سامنے ہے ؛ آپ اسلامي فوج کے ساتھہ اگر اونکے داخلہ کا موازنہ کرینگے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کي پوري تاریخ اس قسم کے فیاضانہ داخلہ کي نظیر نہیں پیش کرسکتي -

(عہد صحابہ اور فتوحات اسلامیہ)

عہد صحابہ میں بھي آنحضرت کے فاتحانہ طرز عمل کی تمام خصوصیات قائم رہیں ' اور مفتوحہ ممالک کے ساتھہ نہایت فیاضانہ مراعات کي گئیں - فتوحات کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت نہایت ممتاز ہے - عرب و افریقہ کے تمام زرخیز و شاداب ممالک اسي زمانے میں فتح کئے گئے ' لیکن فتوحات کے اس عظیم الشان سیلاب نے کسی قوم کي مادي اور روحاني یادگاروں کو خفیف سي ٹھوکر بھي نہیں لگائي -

(مدائن کا داخلہ) ۱

فاتح فوج کا عام قاعدہ ہے کہ جب نہایت جد و جہد کے ساتھہ کسي شہر میں داخل ہوتي ہے ' اور با ایں ہمہ جانبازي مال غنیمت سے بہرہ اندوز نہیں ہوتي ' تو ناکامی کا غصہ اسکو نہایت وحشیانہ افعال پر آمادہ کردیتا ہے -

[۱] بخاري جزو ۵ ص ۱۴۸ [۲] ابو داود جلد ۲ ص ۹ -

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)
ي ذالك فليتنافس المتنافسون !" [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال في مجلدات الہلال

گاہ گاہے بازخوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے- اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسق بیان اس وقت تک کے تمام اردو لٹریچر میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے احاطہ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہي اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(٤) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقران کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا' اور بلا ادنی مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام' راسخ اعتقاد 'مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ہیں جن میں ایک نئي مذہبي بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے

(٧) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے- فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتي ہے ' ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رہي ہے- تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھی جلد میں (١٢٥) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی-

(٩) با این ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

باب التفسير

الحـــرب في الـقـــران

" الحرب في القران " کے عنوان سے جو سلسلۂ بحث الهلال میں شروع هوا تها ' امید ہے کہ قارئین کرام کے پیش نظر هوگا - آج اس سلسلے کي تکمیل کردي جاتي ہے -

اس عنوان کي آخري صحبت میں سلسلۂ بحث یہاں تک پہنچا تها کہ قران حکیم نے حرب (جنگ کي حقیقت میں جو انقلاب پیدا کیا ' اسمیں سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ جنگ کے مقصد کو متعین کرنا اور اسے محض بہیمي قتل و غارت کے دائرے سے نکالکر ایک اخلاقي ' اجتماعي ' اور مدني مقصد کي سطح پر پہنچانا ہے - اسي سلسلے میں ظاهر کیا گیا تها کہ اسلام کا اصل مقصد صلح و سلام ہے - لیکن صلح و سلام هي کے قیام کیلیے اسے تلوار پکڑني پڑي ' اور خونریزي کو محو کرنے کیلیے خونریز فتنہ کا خون بہانا پڑا - چنانچہ اس نے صاف صاف اعلان کیا کہ لیظهرہ علی الدین کلہ - اسلام کا قتال اسلیے ہے تا کہ صداقت الهي تمام ادیان باطلہ پر غالب هو جاے -

لیکن اصل مقصد ابتک مشتبہ اور غیر متعین ہے - یہ سچ ہے کہ جہاد اسلامي کا مقصد وحید وهي ہے جسکو خدا نے بیان فرمایا ' لیظهرہ علی الدین کلہ لیکن هر ملک کا باشندہ کہسکتا ہے کہ تقریباً ایسا هي مقصد همارے پیش نظر بهي ہے - " هندوستان هندوستانیوں کیلیے " " مصر مصریوں کیلیے " " جاپان جاپانیوں کیلیے " اور اس سے بهي بڑهکر ایک قوم کا دعوی ہے ' کہ " مشرق و مغرب صرف همارے لیے هیں " رب المشرقین و المغربین اور وہ اوسي خلوص و صداقت کا مدعي ہے جسکا اظهار صحابہ نے کیا تها - (اگرچہ یہ محال ہے) تو کیا وہ اپنے آپ کو اسلام کا حریف مقابل نہیں کہہ سکتا - آخر ان دونوں مقصدوں میں کیا فرق ہے ؟ اور جهاد اسلامي کے مقصد کو اوسپر کیا ترجیح حاصل ہے ؟

(السلم في الحـرب)

لیکن قران مجید نے دوسري آیتوں میں اسکي تفسیر کردي ہے - اسلام صلح و سلام کا ایک پیغام روحاني تها جو تمام دنیا کو پہونچایا گیا تها :

تنزل الملئکة و الروح فیها باذن ربهم من کل امر سلام (سورہ قدر ۴)	نزول قران کي رات میں خدا کے حکم سے فرشتے اور روح هر قسم کي امن و سلامتي لیکر اترتے هیں -

وہ ایک حکیمانہ قانون تها جو دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا چاهتا تها :

فیها یفرق کل امر حکیم (دخان ۳)	اوس رات میں حکیمانہ قوانین کي تقسیم کي جاتي ہے -

اس بنا پر اسلام کا غلبہ ' اسلام کي حکومت ' اسلام کي دعوت بعینہ امن و امان کا غلبہ تها - بعینہ عدل و انصاف کي حکومت تهي - بعینہ علم و حکمت کي دعوت تهي ' اسلام اسي مقصد کي تمام دنیا کو دعوت دینا چاهتا تها - لیکن عرب نے سلم کے ساتهہ دعوت صلح کو قبول نہیں کیا :

بملک هستی ما رو نهادہ سلطانے
کہ ما بصلح دهم او بجنگ میگیرد

اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو نشر امن ' بسط عدل ' اور عقد صلح کیلیے جهاد کرنا پڑا - قرآن مجید نے اس جهاد کا اجمالي مقصد یہ بتایا تها لیظهرہ علی الدین کلہ لیکن دوسری آیتوں نے اسکي تفسیر و تشریح کردي -

و الفتنة اکبر من القتل (بقرہ ۲۱۴)	فتنہ و فساد قتل سے بڑهکر برائی ہے -
و اقتلو هم حیث ثقفتمو هم و اخرجوهم من حیث اخرجو کم و الفتنة اشد من القتل (بقرہ ۱۸۷)	دشمنوں کو جہاں پاؤ قتل کرو ' اور انکو اوس جگہ سے نکال دو جہاں سے اونهوں نے تمکو نکالا ہے ' کیونکہ فتنہ و خونریزي قتل سے بهي زیادہ سخت ہے -

ان دونوں آیتوں سے ثابت هوتا ہے کہ جهاد کا مقصد آتش جنگ کا بهڑکانا نہ تها ' بلکہ اسکو بجهانا تها - چنانچہ دوسري آیتوں نے اس سے بهي زیادہ توضیح کردي :

و قاتلو هم حتی لاتکون فتنة و یکون الدین للہ (بقرہ ۱۸۹)	اور اون کے ساتهہ مقاتلہ کرو یہاں تک کہ لڑائي قائم هي هونے نہ پاے اور دین خدا کے لیے هو جاے -

ان آیات میں جابجا فتنہ کا لفظ آیا ہے اب اگرچہ هر چیز کو " فتنہ و فساد " کہا جاتا ہے ' لیکن قدیم عربي زبان میں فتنہ کا اطلاق صرف جنگ هي پر کیا جاتا تها :

لما رایت الناس هروا فتنة
عمیاء توقد نارها و تسعر

(یعني جب همنے دیکها کہ لوگ اوس اندها دهند جنگ سے جسکي آگ دمبدم بهڑکائي جارهي ہے گهبرا رہے هیں)

اس باب میں سب سے زیادہ واضح آیت سورۂ محمد کی ہے :

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء (محمد ۴ - ۵)	جب تم کفار سے مقابلہ کرو تو پہلے خونریزي کرو ' پهر غلام بنا کر بلامعاوضہ احساناً رها کردو ' یا فدیہ لیکر چهوڑ دو

لیکن اس قتل و خونریزي کا آخري مقصد کیا تها ؟ خدا نے اسي آیت میں نهایت ایجاز کے ساتهہ اسکا جواب دیا ہے :

حتی تضع الحـــرب اوزارها -	یہاں تک کہ صفحۂ هستي سے جنگ هی محو هو جاے -

پس جهاد اسلامي کا مقصد خون سے خون هي کے دهبوں کو دهونا اور جنگ سے جنگ هی کا خاتمہ کرنا تها ' تا کہ تمام دنیا میدان جنگ کي جگہ آغوش صلح میں اطمینان کے ساتهہ زندگي بسر کرسکے -

(آیۂ عظیمہ سورۂ محمد)

سورۂ محمد کي آیت قتال کا یہ ٹکڑا نهایت عظیم و جلیل ہے ' اور في الحقیقت اس میں صاف صاف قرآن حکیم نے اپنے جنگ کي غایت یہ بتلا دي ہے کہ وہ صرف جنگ هي کے روکنے کیلیے کی گئي ہے - کیونکہ فرمایا کہ جنگ اوس وقت تک کیے جاؤ جب تک کہ جنگ ختم نہو جاے "

اس آیت میں حرب سے مراد جنس حرب و نفس جنگ ہے نہ کہ کوئي خاص جنگ جو کسي قوم اور سر زمین سے مخصوص هو - امام رازي نے تفسیر کبیر میں خود هي یہ بحث چهیڑي ہے اور حسب عادت جواب دیا ہے :

لیکن اس عام فوجي طرز عمل سے صرف ایک مسلمانوں کي قوم مستثنی هے - مسلمانوں نے مدائن کو فتح کرنا چاها تو ایک بصر ذخار کو عبور کرکے شهر میں داخل هوے - یزد جرد شاه ایران نے پہلے هي سے اپنے آل و اولاد کو حلوان روانه کردیا تها - تمام لوگ شهر خالي کرکے چلے گئے تھے اور اپنے سرمایه کا بهترین حصه ساتھه لے گئے تھے - گھروں میں صرف معمولي چیزیں چهوڑ دي تهیں - اسلامي فوج نے ایک ایک گلي کا چکر لگایا ' مگر ایک متنفس بهي نظر نه آیا - صرف قصر سفید میں کچهه لوگ موجود تھے ' جنکا مسلمانوں نے محاصره کرلیا ' اور انهوں نے جزیه دیکر صلح کرلي -

حضرت سعد قصر سفید میں داخل هوے تو اوسمیں بکثرت تصویریں نظر آئیں ' لیکن انهوں نے ایک تصویر کو بهي هاتهه نهیں لگایا -

(اسکندریه کا داخله)

اسکندریه کي فتح میں اس سے بهي زیاده اشتعال انگیز واقعات پیش آئے - اسکندریه مادي سروسامان کے ساتهه رومیوں کا مذهبي مرکز بهي تها - رومیونکے تمام بڑے بڑے گرجے وهیں تھے ' اور شام کي فتح کے بعد وه لوگ اسکندریه هي میں عید مناتے تھے - اس بنا پر جب مسلمانوں نے اسکندریه کا محاصره کیا تو رومیوں نے مدافعت کیلیے اپني پوري طاقت صرف کردي -

تین مهینے تک متصل محاصره رها یهان تک که حضرت عمر رضی الله عنه نے گهبراکر حضرت عمرو بن عاص کو ایک غصه آمیز خط لکها ' جس کے بعض فقرے یه هیں :

و ما ذاک الا احدثتم و احببتم من الدنیا ما احب عدوکم فان الله لا ینصر قوما الا بصدق نیاتهم -

فتح میں اس قدر تاخیر صرف اس بنا پر هو رهي هے که تم نے اپني قدیم حالت بدل دي اور جسطرح تمهارے دشمن دنیا پرست هیں اوسیطرح تم بهي دنیا کي طرف مائل هوگئے - لیکن یاد رکهو که خدا کسي قوم کي مدد صرف صدق نیت هي کي بنا پر کرتا هے

حضرت عمرو بن عاص نے تمام فوج کو جمع کرکے یه خط سنایا اور حکم دیا که سب لوگ وضو کرکے نماز پڑهیں اور خدا سے فتح کي دعا مانگیں -

محاصره کي حالت میں اور بهي بهت سے ناگوار واقعات پیش آئے - رومي فوج قبیله مهره کے ایک شخص کا سر کاٹ کر لیگئي اور لاش کو میدان میں چهوڑ دیا - وه لوگ سخت برهم هوے اور اصرار کیا که هم لاش کو بغیر سر کے دفن هي نه کرینگے - حضرت عمرو بن عاص نے کها که " اس غصے سے کام نهیں چلتا ' تم بهي آنکے کسي سپاهي کا سر کاٹ لاؤ تو وه اوسکے معاوضے میں اوسکا سر واپس کرینگے - چنانچه تمام لوگوں نے اسپر عمل کیا اور رومیوں نے اس معاوضه میں اونکے مقتول کا سر واپس کردیا -

ایک رومي نے مسلمه بن مخلد پر حمله کیا تها ' اور اونکو گهوڑے سے گرا دیا تها ' چونکه اونکي تمام فوجي زندگي کا یه ایک مستثنی واقعه تها ' اسلیے مسلمانوں کو سخت غیرت آئي - حضرت عمرو بن العاص کو بهي سخت غصه آیا اور اسي غصه کي حالت میں فرمایا که " عورت هوکر مردوں کے ساتهه کیوں شریک جنگ هوے ؟ " اسي غصه کي حالت میں نهایت زور شور سے لڑائي هوئي اور مسلمان فرط جوش میں قلعے کے اندر گهس گئے - لیکن رومیوں نے پهر حمله کرکے اونکو قلعه کے باهر نکال دیا -

با اینهمه غیظ و غضب جب اسکندریه فتح هوا اور بچوں اور عورتوں کو چهوڑ کر صرف ۹ لاکهه قیدي گرفتار هوے ' تو مسلمانوں نے اونکو لونڈي غلام بنا کر تقسیم کرنا چاها ' لیکن حضرت عمر رضي الله عنه کے حکم سے صرف جزیه لگاکر اون سب کو چهوڑ دیا گیا -

مضافات مصر کے بهت سے لوگ رومیوں کے ساتهه شریک جنگ هوگئے تھے - مسلمانوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرکے مدینه روانه کر دیا - لیکن حضرت عمر رضي الله عنه نے اونکو بهي واپس کردیا -

قیصر روم کو ڈر تها که اگر مسلمانوں نے اسکندریه کو فتح کرلیا تو سب سے پہلے اون کے گرجے زد میں آئینگے ' لیکن گرجوں کے ساتهه جو سلوک کیا گیا اوسکا اندازه صرف طبري کے ان الفاظ سے هوسکتا هے :

هذه الکناسة - لکناسة بناحیة الاسکندریة حولها احجار - ما زادت ولا نقصت -

یه گرجه اسکندریه کے ایک کنارے پر تها ' اوسکے گرد بهت سے پتهر (غالباً بت مراد هے) تھے ' جن میں کسي قسم کي کمي و بیشي نهیں هوئي -

حضرت عمرو بن عاص نے مصر پر چڑهائي کي تو وهاں کے لوگوں نے اپنے بادشاه سے کها که " جن لوگوں نے قیصر و کسری کو پامال کردیا اونسے صلح هي کرلینی بهتر هے " لیکن اوس نے انکار کردیا - معرکه شروع هوا تو حضرت زبیر قلعے کي فصیل پر چڑه گئے - ان لوگوں نے قلعه کا دروازه کهول دیا اور معاهده صلح کرنا چاها - حضرت عمرو بن عاص نے جن فیاضانه شرائط پر اون کو امان دي وه حسب ذیل هیں :

اعطي عمرو بن العاص اهل مصر الامان علی انفسهم و اموالهم و کنائسهم و صلیبهم و برهم و بحرهم لا یدخل علیهم شی من ذلک و لا ینتقص و علی اهل مصران یعطوا الجزیة ان نقص نهرهم من غایته اذا انتهی رفع عنهم بقدر ذلک - و من ابی و اختار الذهاب فهو آمن حتی یبلغ مامنه او تخرج من سلطاننا علیهم

عمرو بن عاص نے اهل مصر کو جان و مال ' مذهب ' گرجا ' صلیب ' خشکي و تري غرض هر چیز کي امان دي - ان چیزوں میں کسي قسم کي مداخلت یا کسي قسم کي کمي و بیشي نهیں کي جائیگي - اهل مصر کو ان مراعات کے بدلے جزیه دینا هوگا ' وه بهي اگر رود نیل کا پاني کم هو جائیگا ' تو بقدر اوسکے نقصان کے جزیه بهي معاف کردیا جائیگا - اگر کوئي شخص جزیه دینا پسند نهیں کرتا اور یهاں سے جلاوطني اختیار کرنا چاهتا هے ' تو اوسکو اوسوقت تک امان حاصل هے ' جب تک اپنے گهر تک پهونچ جاے - یا همارے دائره حکومت سے نکل جاے '

حضرت عمر رضی الله عنه نے بیت المقدس کے لوگوں کے ساتهه اس سے بهي زیاده فیاضانه مراعات کے ساتهه معاهده صلح کیا تها - مسلمانوں کي یهي فیاضیاں تهیں جس سے متاثر هوکر فتح اسکندریه میں قبطیوں نے خود رومیوں کے مقابل میں اونکو جانبازانه مدد دي تهي -

مذاهب کے لوگ آباد تھے ' یہودی ' عیسائی ' مجوسی ' بلکہ ملحد و زنادقہ تک کا فرقہ موجود تھا '

(وسائل انعقاد صلح)

اسلام نے ان مختلف قوموں کو مختلف طریقوں سے پیغام صلح دیا ' سب سے پہلے مشرکین عرب کو ایک عظیم الشان جنگ کے خطرے سے بچنے کا وعظ سنایا :

مثلی و مثل مابعثنی الله کمثل رجل اتی قوما فقال رایت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنجاء - فالنجاء - فاطاعته طائفة فادلجوا علی مهلهم فنجوا وکذبته طائفة فصبحهم الجیش فاجتاحهم (بخاري جزو ۸ ص ۱۰۲).

میری اور میری شریعت کی مثال بعینہ اوس شخص کی ہے ' جس نے آ کر ایک قوم کو خبر دی کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک فوج گراں کو تمپر حملہ کرنے کے لیے آتے ہوے دیکھا ہے ' اور میں برہنہ ہو کر تمکو اوسکے خطرے سے ڈرا رہا ہوں ' (۱) ہوشیار ہو جاو ' ہوشیار ! یہ سنکر ایک گروہ نے اوسکی اطاعت کی اور رات هی رات نکل بھاگا ' لیکن دوسرے فرقے نے اوسکا کہنا نہ مانا ' نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے چھاپہ مارا اور اونکا استیصال کردیا -

عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف بار بار مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا ' کبھی تو اونکو تمام دنیا سے افضل قرار دیا :

و لقد آتینا بنی اسرائیل الکتب و الحکم و النبوة و رزقنهم من الطیبت و فضلنهم علی العالمین - (جاثیه - ۱۵)

همنے بنی اسرائیل کو کتاب ' حکومت نبوت اور کھانے پینے کی پاک ' حلال اور خوشگوار چیزیں دیں ' اور اسطور هم نے اونکو تمام دنیا سے افضل و اشرف بنا دیا -

کبھی اونکی کتاب کو دینی و دنیوی برکات کا سرچشمہ قرار دیا :

و لو انهم اقاموا التوراة و الانجیل و ما انزل الیهم من ربهم لاکلوا من فوقهم و من تحت ارجلهم (مائده - ۷۰)

اگر وہ لوگ توراۃ اور انجیل پر عمل کرتے ' تو سرسے پانوں تک برکات ارضیہ و سماویہ انکو محیط ہو جاتیں -

بالخصوص عیسائیوں کے ساتھہ خاص طور پر رشتۂ مودت کو مستحکم کیا :

و لتجدن اقربهم مودة للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاری (مائده - ۸۵)

تمام اهل کتاب میں عیسائی مسلمانوں کے ساتھہ سب سے زیادہ قربت و اتصال رکھتے ہیں -

اس رفق و ملاطفت ' اور تلطف و دلجوئی کے بعد نہایت مختصر الفاظ میں صلح کی سب سے آخری شرط پیش کی :

تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله و لا نشرک به شیا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (آل عمران - ۵۷ - ۵۹)

اے اهل کتاب آو ' ایسی شرط پر باهم صلح کرلیں جس پر همارا اور تمہارا دونوں کا اتفاق ہے ' یعنی صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اوسکا شریک نہ بنالیں ' اور هم میں سے کوئی کسی آدمی کو خدا نہ بناے -

لیکن دنیا همیشہ قوت کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے ' یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو پیغام نہایت رفق و ملاطفت کے ساتھہ دیا عرب نے تیرہ برس تک اوسکو نہیں سنا ' اسلیے مجبوراً اسلام کو تلوار کی زبان سے دنیا کو یہ وعظ سنانا پڑا -

(صلح کا اعلان)

اسلام نے اسی فطرتی اصول کی بنا پر دس برس تک معرکہ جہاد و قتال کو جاری رکھا ' لیکن اوسکے نتائج عرب کی جنگ سے بالکل مختلف تھے - عرب کی جنگ کا قتل و غارتگری کے سوا کوئی مقصد نہ تھا ' لیکن اسلام جہاد کے ذریعہ اوس گراں قیمت چیز کو محفوظ رکھنا چاهتا تھا ' جسکو عرب نے نہایت ارزاں کردیا تھا :

انا للرخص یوم الروع انفسنا
و لو نسام بها فی الامن اغلینا

هم جنگ میں اپنی جانوں کو نہایت ارزاں کردیتے ہیں ' حالانکہ اگر حالت امن میں اوسکا بھاو چکایا جاتا تو وہ بڑی بیش قیمت نکلتیں -

اور اس گراں قیمت چیز کے تحفظ کی ضمانت میں قانون عدل نے همیشہ جان هی کی قربانی طلب کی ہے :

و لکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب لعلکم تتقون (بقره ۱۷۹)

اے عقلمند لوگو ! قصاص کوئی بری چیز نہیں ' بلکہ اسی نے تمہاری زندگی کو قائم رکھا ہے - شاید اوسکے ذریعہ سے تم قتل و خونریزی سے بچو

عرب کی لڑائیاں تفرق و اختلاف پیدا کرتی تھیں ' لیکن غزوات اسلام نے ائتلاف و اتحاد ' اور انضمام و اجتماع پیدا کیا -

و اذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (۳ : ۹۸)

اور خدا کے اوس احسان کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر خدا کے فضل نے تمکو باهم ملا دیا اور تم بھائی بھائی ہوگئے -

جب دس برس کی وسیع مدت نے اس اتحاد کو درجہ کمال تک پہونچا دیا ' تو وہ وقت آگیا کہ جو اجتماع میدان قتال میں نظر آتا تھا وہ ایک دار الامن میں نظر آے اسلیے جب مجموعۂ اتفاق و اتحاد کے تمام بکھرے ہوے اجزاء جمع ہوگئے تو آنحضرت نے اعلان عام کیا :

و لله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا - (آل عمران - ۹۱)

اور صرف خدا کیلیے تمام اون لوگوں پر حج فرض ہے ' جو سفر کی قدرت رکھتے ہیں -

اس اعلان نے تمام دنیا کو حرم کے مقدس میدان میں جمع کردیا ' اور آج تک جو پیغام صلح زبان تیغ سے دیا جاتا تھا ' وہ خود آنحضرت کی زبان مبارک سے تمام دنیا کو سنایا گیا -

ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا الا ان کل شی من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع و دماء الجاهلیة موضوعة و اول دم اضعه دماءنا دم ابن ربیعة

هر مسلمان کا جان و مال هر مسلمان کے لیے قابل احترام ہے بعینہ اسی طرح ' جس طرح تم لوگ یوم الحج کو شہر حج میں ' اس شہر (مکہ) میں واجب الادا سمجھتے ہو ' میں جاهلیت کی تمام رسموں کو تمہارے سامنے اپنے دونوں پانوں سے کچل دیتا ہوں ' اور انتقام خون کی رسم کے مٹانے کے لیے پہلے اپنے بھائی ربیعہ هی کے خون کو مسل دیتا ہوں -

ان الفاظ نے ایک دایمی صلح کا پیغام دیکر تمام دنیا کی جان و مال کو قتل و سلب سے محفوظ کردیا - لیکن ایک تمدنی غارتگری رهگئی تھی ' جس پر خدا نے اعلان جنگ کی دھمکی دی تھی اوسکی نسبت فرمایا :

و ربا الجاهلیة موضوع و اول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کله -

اور زمانہ جاهلیت کی سود خواری آج بالکل مٹادی جاتی ہے اور پہلے جس سود کو میں مٹاتا ہوں وہ خود میرے چچا عباس ابن عبد المطلب کا سود ہے -

تمام دنیا نے اس پیغام صلح کو سنا ' اور توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھہ اوس بشارت عظیمہ کی تصدیق کی جو خدا نے تمام دنیا کو وحی کے ذریعہ سے دی تھی : وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

(۱) عرب میں کسی اهم اور خطرناک واقعہ کی خبر برهنہ ہوکر دیتے تھے -

هل هذا كقوله تعـالى "و اسئل القرية" حتى يكون كانه قال حتى تضع امـة العـرب او فرقـة العـرب اوزارها - نقول ذلك محتمل فى النظر الاول لكـن اذا امعنت فى المعنى تجد بينهما فرقا' و ذلک لان المقصود من قوله "حتى تضع العرب اوزارها" انقراض العرب بالكلية بحيث لا يبقى فى الدنيا حزب من احزاب الكفر يحارب حزبا من احزاب السلام ولو قلنا حتى تضع امة العرب جاز ان يضعـوا الاسلحة ويتركو العرب وهى باقية بمادتها - كما تقـول خصـومتي انفصلت ولكـن تركتها فـى هـذه الايام و اذا اسنـدنا الوضـع الـى العرب يكون معناه ان العرب لم يبق (تفسير كبير - جزو ۵ ص ۶۲۱)

قرآن میں ایک جگہ اللہ نے فرمایا ہے کہ " گانوں سے پوچھو" لیکن فی الحقیقت وہاں مقصود یہ ہے کہ " گانوں والوں سے پوچھو" اور مجازاً سوال کی نسبت خود گانوں کی طرف کردی ہے -

کیا یہ آیت بھی اسی قسم کی آیت ہے؟ اور کیا "حتی تضع الحرب اوزارها" سے بھی مقصود اصل لڑائی کے وجود کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ صرف کسی خاص قوم کی لڑائی کا یا کسی محدودہ رقبۂ زمین کے جنگ و جدال کا ؟

ہاں' بظاہر یہ احتمال پیدا ہوتا ہے لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جاے تو واضح ہو جاے کہ مقصود الہی یہ نہیں ہے اور دونوں آیتوں کے طرز بیان میں فرق ہے - اللہ تعالی نے اس آیت میں " تضع الحرب" فرمایا ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب جنگ بکلی موقوف ہو جاے' اور اہل فساد کی کوئی جماعت ایسی باقی نہ رہے جو حرب و قتال کر سکے -

پس اس آیت سے مقصود عام طور پر جنگ کا انسداد ہے نہ کہ کوئی خاص جنگ' اور اگر کوئی خاص جنگ مراد لی جاے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ لڑائی کا وجود اور مادہ تو دنیا میں باقی رہے' مگر صرف کسی ایک جماعت کی لڑائی کا خاتمہ ہو جاے - لیکن اگر ہم خاتمۂ جنگ' کو کسی خاص جماعت و زمین کی جگہہ وجود " جنگ" ہی کی طرف منسوب کردیں تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ اب دنیا میں جنگ کا وجود ہی باقی نہ رہا -

چونکہ اسلام کا مقصد صرف صفحۂ ہستی سے جنگ کا خاتمہ کرنا تھا' اسلیے اوس نے تمام دنیا کو صلح کا پیغام دیا - لیکن دنیا کی فطرت وعظ و نصیحت کے بجاے قوت سے زیادہ مرعوب ہوتی ہے' اسلیے مجبوراً اسلام کو زبان تیغ سے اسکا اعلان کرنا پڑا' اور دس ہی برس کی مدت میں تمام دنیا صلح کی آغوش میں آگئی لیکن اصل حقیقت اب تک مشتبہ ہے -

(شریفانـــہ صلـــح)

جنگ و صلح توأم ہیں' - دنیا میں جنگ کے ساتھہ صلح ہوتی رہتی ہے' اسلام کو اگر تمام دنیا پر یہ مزیت حاصل ہے کہ اوس نے جنگ کا مقصد صرف صلح قرار دیا تو اس سے اصل مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا - سوال یہ ہے کہ خود یہ صلح کیسی ہے ؟ دنیا میں عاجزانہ و مجبورانہ صلح بھی کی جاتی ہے' اگر اسلام نے اسی قسم کی غیر شریفانہ صلح کی ہے تو اس سے موت بہتر ہے ؟

بہت سی قوموں کو خلوص قلب صلح پر آمادہ نہیں کرتا' بلکہ مصالح اور مجبوریاں اونکے درمیان صلح کرادیتی ہیں ؟ کیا اسلام کی صلح بھی اسی قسم کی ہے ؟ بہت سی قومیں صلح کرلیتی ہیں' لیکن خود اچھے طرز عمل سے صلح کا کوئی عملی نمونہ پیش نہیں کرتیں' بلکہ ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جنگ ہی کو اپنا کارنامۂ زریں سمجھتے ہیں - صرف جماعت کی قوت اون کی راے پر غالب آجاتی ہے - کیا مجاہدین اسلام میں بھی اس قسم کے لوگ تھے ؟ اور اگر تھے تو اونکو عام فوجی جماعت پر کیا فضیلت حاصل ہے ؟ قرآن مجید نے ان تمام سوالات کا نہایت تفصیل کے ساتھہ جواب دیا ہے - قرآن مجید نے صاف صاف بتایا ہے کہ اسلام کی صلح بزدلانہ نہیں بلکہ شریفانہ ہے :

فلا تهنـوا وتدعوا الى السلـم وانتـم الاعلون (محـمد ۳۷)

سست و کمزور نہ ہو جاو' اور دعوت صلح برابر دیتے رہو' درآنحالیکہ تم غالب و سربلند ہو -

قرآن مجید نے مجاہدین اسلام کو ہدایت کی ہے کہ تمکو نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھہ پیغام صلح کے قبول کرنے کیلیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے :

فان اعتـزلوكـم فلـم يقاتلوكم والقو اليكـم السلم فما جعل الله لكـم عليهـم سبيـلا (نساء ۹۲)

اگر کفار تم سے الگ ہو جائیں اور جنگ نہ کریں' بلکہ تمہارے سامنے صلح کو پیش کریں' تو اس حالت میں خدا نے تمکو اون سے جنگ کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے -

قرآن مجید مجاہدین اسلام کو ترغیب دیتا ہے کہ اگر تمہارا مقصد دنیا کے سامنے صلح کو پیش کرنا ہے' تو سب سے پہلے تمکو خود صلح کا عملی نمونہ بن جانا چاہیے -

يا ايهـا الذين آمنـوا ادخلوا فى السلـم كافة ولا تتبعـوا خطـوات الشيطان انه لكم عدو مبين (بقرة - ۲۰۴)

مسلمانو ! تم سب کے سب پہلے صلح کے دائرہ میں داخل ہو جاو' اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نکرو وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے -

(عرب کا میدان جنگ)

یہ وہی شیطان ہے جس نے سب سے پہلے انسان کو جلا وطن کروا دیا تھا' جو جنگ کا آخری نتیجہ ہے -

فازلهما الشيطان عنها فاخرجهما مما كانا فيه و قلنـا اهبطوا بعضكـم لبعض عـدو لكم فى الارض مستقـر و متاع الى حين (بقرہ - ۳۴)

شیطان نے آدم و حوا کو جنت سے نکلوادیا اور ہم نے کہا کہ تم سب اب یہاں سے نکل کر زمین میں چلے جاو' وہی ایک خاص مدت تک تمہارا ٹھکانا اور تمہارا ساز و برگ ہے' اور تم میں ہر ایک دوسرے کا دشمن ہے -

اور یہ وہی شیطان ہے' جس نے آتش سیال کے ذریعہ سے ہمارے اندر بغض و عداوت کی آگ بھڑکا دی تھی -

انما يريد الشيطـان ان يوقع بينكـم العـداوة و البغضـاء فى الخمـر والميسر و يصدكـم عن ذكر اللـه و عن الصلوة فهـل انتم منتهـون - (مائدہ - ۹۳)

شیطان چاہتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان شراب نوشی اور قمار بازی کے ذریعہ عداوت ڈال دے' اور تمکو نماز اور ذکر الہی سے روک دے تو پھر کیا اب بھی تم شراب نوشی سے باز نہ آوگے ؟

اب اس شیطان نے آسمان سے اوترکر صحراے عرب کو اپنا مستقر بنایا تھا کہ میدان جنگ کیلیے اس سے زیادہ وسیع قطعہ زمین' اور اس سے زیادہ بہتر مقام نہیں مل سکتا تھا' اسلیے تمام ریگستان عرب خون کا ایک دریا بن گیا تھا' جسکے اندر بغض و عداوت' کینہ و انتقام' کا ایک طوفان برپا تھا - لیکن دنیا میں خیر و شر نے ہمیشہ ایک ہی مطلع سے سر نکالا ہے' اور نیکی نے ہمیشہ بدی کے ساتھہ ظہور کیا ہے -

(مقام صلح)

اللہ تعالی کی اسی فطرت ازلیہ' و سنت جاریہ نے عرب ہی کو صلح کے لیے بھی انتخاب کیا - کیونکہ قدرتی طور پر وہ اسکے لیے ایک بہترین مقام تھا' مشرکین عرب کے علاوہ وہاں مختلف

آلات بحریہ کے لیے ایک عظیم الشان کارخانہ قائم کیا گیا ' جنکے ذریعہ متعدد بحری فتوحات حاصل ہوئیں -

(اندلس اور افریقہ کا جنگی بیڑا)

اسکے بعد اندلس اور افریقہ میں جنگی جہازوں نے نہایت ترقی حاصل کی - چنانچہ عبد الرحمن سوم کے زمانے میں صرف اندلس کا بیڑا دو سو جہازوں سے مرکب تھا اور افریقی بیڑے کی بھی یہی کیفیت تھی - ان بیڑوں کے ہر جہاز پر ایک بحری سپہ سالار رہتا تھا جو اوسکو لڑاتا تھا ' ساتھہ ہی ایک کپتان بھی ہوتا تھا جو جہاز کی رفتار ' اور لنگر اندازی ' وغیرہ کی نگرانی کرتا تھا - ان جہازوں کے لیے ایک خاص بندرگاہ تیار کیا گیا تھا ' جہاں وہ لنگر انداز رہتے تھے - جب کوئی لڑائی پیش آتی ' یا کسی شاہی تقریب میں ان کی نمایش کا موقع آتا تھا تو بادشاہ اپنے سامنے تمام فوجوں کو انپر سوار کراتا تھا - اور ان سب پر ایک کمانڈر انچیف مقرر ہوتا تھا ' جو ان سب کی نگرانی کرتا تھا - ان جہازوں نے بحر روم میں دفعتاً عیسائیوں کی بحری سطوت کا خاتمہ کردیا ' اور مسلمانوں نے انہی کے ذریعہ سے تمام مشہور جزیرے مثلاً میورقہ ' منورقہ ' یا بسہ ' سردانیہ صقلیہ ' قرضو ' مالطہ ' اقریطش ' اور قبرص وغیرہ فتح کیے ' یہاں تک کہ یورپ بھی انکے حملوں سے محفوظ نہ رہسکا - چنانچہ ابو القاسم شیعی نے متعدد بار جینوا پر بحری حملہ کیا ' اور کامیاب واپس آیا -

اندلس اور افریقہ کے جنگی جہاز سطح دریا پر اسطرح چھا گئے تھے کہ عیسائیوں کا ایک تختہ بھی بہتا ہوا چلا جاتا تھا تو وہ اونکی زد سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا - جہازوں کی اسی وسعت نے مسلمانوں کے تمام جزائر اور ساحلی مقامات کو محفوظ رکھا - لیکن جب اندلس میں اموی ' اور مصر میں عبیدئین کی سلطنت کو زوال ہوا ' تو اونکی بحری طاقت بھی ضعیف ہوگئی ' اور عیسائیوں نے موقع پاکر صقلیہ ' اقریطش ' مالطہ ' طرابلس عسقلان ' صور ' عکا ' بیت المقدس ' اور تمام شام پر قبضہ کر لیا -

(موحدین کی بحری ترقیاں)

چھٹی صدی میں ، موحدین نے جب اندلس میں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی ' تو جنگی جہازوں کے ساتھہ پہلے سے بھی زیادہ اعتناء کی ' موحدین کے بیڑے کا امیر البحر ساحلی مقام کا رہنے والا ایک شخص احمد صقلی تھا ' جو فطرۃ اس خدمت جلیلہ کے لیے موزوں تھا - ساحل دریا سے نصاری بچپن ہی میں اسکو گرفتار کر لے گئے تھے ' اور اوس نے اونہی کے دامن میں پرورش پائی تھی - شاہ صقلیہ نے اسکو رہا کرادیا اور اوسکے مرنے کے بعد وہ مراکش چلا آیا ' اور یوسف بن عبد المومن نے اوسکی نہایت عزت کی ' اور اوسکو امیر البحر بنا دیا -

موحدین کے زمانے میں جنگی جہازوں نے اسقدر ترقی کی کہ جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو عیسائیوں سے واپس لینا چاہا ' اور شام کے تمام ساحلی مقامات سے عیسائیوں کے جنگی جہاز حملے کے لیے بڑھے ' اور اسکندریہ کا بیڑا ان کا مقابلہ نہ کرسکا ' تو سلطان صلاح الدین نے صرف موحدین کے جنگی جہازوں کے مستول کو اپنی امیدوں کا نشیمن بنایا ' اور منصور سے بحری مدد طلب کی ' لیکن چونکہ خط میں اوسکو امیر المومنین کے خطاب سے مخاطب نہیں کیا تھا ' اسلیے اوس نے مدد دینے سے انکار کردیا -

منصور کی وفات کے بعد جب موحدین کی سلطنت میں ضعف آگیا ' اور جلالقہ نے اندلس کے اکثر شہروں پر قبضہ کرلیا ' تو اونکے جنگی جہازوں نے بھی سطح دریا پر سر اٹھایا ' لیکن ابھی حالت ضعف میں بھی مسلمانوں کی بحری طاقت اونکے مساوی تھی - مگر رفتہ رفتہ اندلس میں بدویت کا غلبہ ہوتا گیا ' اور اندلس کے مخصوص اخلاق و عادات مٹ گئے ' جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی بحری مہارت کا بھی خاتمہ ہوگیا -

(مصر میں جہاز سازی کی ابتداء اور اوسکی عہد بعہد ترقیاں)

مصر نے سنہ ۲۳۸ میں متوکل علی اللہ کی خلافت میں ایک اتفاقی واقعہ کے پیش آنے کی بنا پر جہاز سازی کی طرف توجہ کی ' متوکل کی خلافت میں رومیوں نے دفعتاً بحری حملہ کرکے دمیاط پر قبضہ کرلیا ' اور سیکڑوں مسلمانوں کو قتل اور ہزاروں بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرکے لیگئے - اس واقعہ کے درد انگیز اثر نے اہل مصر کو بحریات کی طرف خاص طور پر متوجہ کردیا ' اور ایک مستقل بحری محکمۂ جنگ قائم ہوگیا - خشکی کی فوج کی طرح بحری سپاہیوں کی بھی تنخواہیں مقرر کیگئیں ' اور عام طور پر تمام ملک نے فوجی تعلیم حاصل کرنا شروع کی - اس اتفاقی واقعہ نے چونکہ مسلمانوں کے دل میں کفار کے ساتھہ جہاد کرنیکا تازہ جوش پیدا کردیا تھا ' اسلیے جب بحریات کا نیا صیغہ قائم ہوا تو بحری سپاہیوں کی خاص وقعت قائم ہوگئی ' اور ہر شخص نے اپنے آپ کو اونہیں کی جماعت میں بشوق داخل کرنا چاہا ' جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس صیغہ نے دفعتاً نہایت ترقی حاصل کرلی ' اور رومیوں کے ساتھہ متصل بحری معرکے جاری ہوگئے -

سنہ ۳۵۰ ہجری میں جب رومیوں نے بلاد شام پر متصل حملے کرنا شروع کیے ' اور بہت سے شہروں کو مسخر کرلیا تو مصر میں جہازوں کی طرف اس سے بھی زیادہ توجہ کیگئی ' اور معز الدین اللہ اور اوسکی اولاد نے مصر ' اسکندریہ اور دمیاط میں بکثرت جہاز تیار کراے اور اونکو تمام ساحلی مقامات مثلاً صور ' عکا ' عسقلان وغیرہ میں پھیلا دیا -

ان جہازوں کی کثرت اور اونکی فوجونکی وسعت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ صرف سپہ سالاروں کی فہرست پانچ ہزار ناموں پر مشتمل تھی - جن میں دس کمانڈر انچیف تھے ' اور اونکو آٹھہ دینار سے لیکر ۲۰ دینار تک تنخواہیں ملتی تھیں ' اسکے علاوہ اونکے لیے جاگیریں بھی مقرر تھیں -

ہر جہاز پر ایک کپتان ہوتا تھا جسکے ساتھہ چارش وغیرہ ہوتے تھے ' جہاز اوسیکے حکم سے لنگر اوٹھاتا تھا اور اوسیکی اجازت سے لنگر انداز ہوتا تھا ' اسکے علاوہ ہر جہاز پر ارکان سلطنت میں سے ایک معزز رکن رہتا تھا ' اور بحری فوج کی تنخواہ خود خلیفہ اپنے ہاتھہ سے تقسیم کرتا تھا ' اور اسکے لیے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا تھا -

جنگی جہاز جب کسی مہم پر روانہ کیے جاتے تھے ' تو اونکو نہایت شاندار طریقہ سے رخصت کیا جاتا تھا ' اور جب اوس مہم سے واپس آتے تھے تو اوسی جوش و خروش سے اونکا استقبال بھی ہوتا تھا - چنانچہ خاص اس غرض کیلیے دریاے نیل کے کنارے ایک کھلی ہوئی عمارت بنائی گئی تھی ' جس میں خلیفہ اس رسم کے ادا کرنے کیلیے بیٹھہ جاتا تھا ' اور ادھر اودھر سے سپہ سالار اپنے مسلح جہازوں کو لاکر اوسکے سامنے کھڑا کر دیتے تھے ' اور فوجی کرتب دکھاتے تھے - اسکے بعد جہازوں کے کپتان اور افسر اعلی آتے تھے - خلیفہ اونکو فتح و ظفر کی دعاوں کے ساتھہ رخصت کرتا تھا ' اور کپتان کو ' اور افسر اعلی کو ۲۰ دینار انعام دیتا تھا -

جہازوں کے ذریعہ سے جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا اوس میں

بحریات اسلامیہ

انسان کے تمرد و طغیان نے بحر و بر میں شر و فساد ' کا جو طوفان برپا کردیا تھا ' اسلام دنیا کو اوسی سیلاب فنا سے بچانے کیلیے آیا تھا - اگرچہ عہد نبوت میں غزوات اسلامیہ کا دامن صرف صحراے عرب کے کانٹوں میں اولجھا رہا ' تاہم جناب رسالت پناہ نے مجاہدین اسلام کی تلواروں کو سمندر کی لہروں میں چمکنے اور سطح دریا پر عالم سلطنت کے نصب کرنے کا مژدہ سنا دیا تھا -

قال رایت قوما ممن یرکب ظہر ھذ البحر کالملوک علی الاسرۃ -

آپ نے فرمایا کہ میں خواب میں ایک ایسی قوم نظر آئی ' جو سطح دریا پر اس شان کے ساتھہ نمایاں ہوگی جسطرح سلاطین تخت شاہی پر جلوہ گر ہوتے ہیں -

وہ مبارک قوم بھی مسلمانوں کی قوم تھی جسکے ہاتھہ سے اب خشکی کے مقبوضات بھی نکلتے جاتے ہیں - لیکن حضرت ابوبکر کے زمانہ تک یہ پیشینگوئی پوری نہیں ہوئی ' اور دنیا کو اس رویاے صادقہ کی تعبیر کیلیے خلافت فاروقی کا منتظر رہنا پڑا -

عرب ایک بادیہ نشیں قوم تھی ' اور بداوت کا اثر اوسکے تمام صنائع و اعمال میں سرایت کرگیا تھا - ابتداء میں وہ بری معرکوں میں بھی اوس نظم و ترتیب کے ساتھہ شجاعت کے جوہر نہیں دکھا سکتی تھی جنکی نمایش متمدن ملکوں کی فوجیں عموماً کیا کرتی ہیں - اوسکے پاس صرف ایک جنون خیز ولولہ و جوش تھا ' جسکو ایک روحانی طاقت نے ایمان خالص کے قالب میں بدلدیا تھا - اگرچہ اس روحانی آتشکدے کے شراروں نے اوڑکر تمام صحراے عرب میں آگ لگا دی - لیکن یہ آگ دفعۃ سمندر میں نہیں لگائی جا سکتی تھی - کیونکہ عرب نے کبھی فن جہاز رانی کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا - اس بنا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک کوئی بحری حملہ نہیں کیا گیا - لیکن جب فتوحات اسلامیہ کا سیلاب بر و بحر دونوں کو محیط ہوگیا ' اور اکثر متمدن قومیں اسلام کے زیر اثر آگئیں ' تو مسلمانوں کے سامنے انہی قوموں نے اپنے آپ کو بحری خدمت کیلیے پیش کیا ' اور مسلمانوں نے انہی کے ذریعہ سے فن جہاز رانی کی تعلیم حاصل کی - یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خود اس فن کے اوستاد ہوگئے -

(خلافت فاروقی میں پہلا بحری حملہ)

فتوحات اسلامیہ نے خلافت فاروقی میں سب سے زیادہ وسعت حاصل کی - ایران نے حضرت عمر ہی کے سامنے سر جھکایا ' مصر جو ایک ساحلی مقام تھا اونہی کے زمانے میں فتح ہوا اور اسلامی فوجوں کا سیلاب شام و روم کے ساحل سے اونہی کے عہد خلافت میں ٹکرایا - اس بنا پر بحری حملے کی ابتداء بھی اونہی کی خلافت میں ہوئی - چنانچہ سب سے پہلے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے جو بحرین کے گورنر تھے فارس پر بحری حملہ کی تیاری کی ' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر بحری راستے سے فوج کے متعدد دستوں کو لیجا کر اصطخر میں اوتار دیا - لیکن جہاز سے اوترنیکے ساتھہ ہی ایرانیوں نے خشکی ہی میں ان دستوں کو روک لیا ' اور ان کے تمام جہاز غرق کردیے - لیکن مسلمانوں کو جوش اسلام میں صرف لڑنے سے کام تھا اس بنا پر ایک دستے کے سپہ سالار نے فوج کو مخاطب کرکے ایک پرجوش تقریر کی اور کہا کہ " ان لوگوں نے اس سے زیادہ کچھہ نہیں کیا کہ تم کو خشکی ہی میں لڑنے کیلیے مجبور کردیا - آخر تم لوگ بھی تو لڑنے ہی کیلیے آے ہو ' اور لڑائی کیلیے دریا اور خشکی دونوں برابر ہیں "

چنانچہ مسلمانوں نے مقام طاوس میں ایرانیوں کا مقابلہ کرکے بصرہ کو واپس آنا چاہا - لیکن جب ساحل دریا پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ کشتیاں غرق کردیگئی ہیں - اسلیے مجبوراً وہیں ٹھیر جانا پڑا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس حملہ کی خبر معلوم ہوئی تو علاء بن حضرمی پر سخت نا راضی ظاہر کی ' اور اونکو معزول کردیا - لیکن جب شام فتح ہوا تو امیر معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روم پر بحری حملہ کرنے کی پھر اجازت طلب کی ' اور لکھا کہ " حمص سے روم اس قدر قریب ہے کہ حمص کے بعض گانوں میں روم کے کتوں اور مرغیوں کی آوازیں سننے میں آتی ہیں - چونکہ آنحضرت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوئی بحری حملہ نہیں ہوا تھا ' اسلیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی اسوہ حسنہ کی تقلید کرتے تھے ' اور عموما بحری حملوں کی اجازت نہیں دیتے تھے - لیکن جب امیر معاویہ نے شدت کے ساتھہ اصرار کیا تو اونھوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کو لکھا کہ " مجھے بحری حالت سے اطلاع دو ' میرا دل بحری حملے کی طرف مائل کیا جارہا ہے ' اور میں اوسکی مخالفت کرنا چاہتا ہوں " حضرت عمرو بن عاص نے جواب میں لکھا کہ " دریا ایک عظیم الشان چیز ہے ' انسان جب اوسمیں گھستا ہے ' تو اوسکو صرف آسمان یا پانی نظر آتا ہے - اس حالت میں اگر دریا کی سطح ساکن ہے تو دل اولجھتا ہے ' اور جب اوس میں طوفان خیز حرکت پیدا ہوتی ہے ' تو ہوش اوڑ جاتے ہیں - یقین کم اور شک زیادہ ہو جاتا ہے ' اور انسان کی حالت اوسکے اندر اوس کیڑے کی سی ہوجاتی ہے ' جو ایک لکڑی کے تختے پر بیٹھا رہتا ہے "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط ملا ' تو اونہوں نے امیر معاویہ کو صاف لکھدیا کہ " میں دریا میں مسلمانوں کو ضائع نہیں کرسکتا - مجھکو ایک مسلمان کی جان روم کے تمام خزائن و دفائن سے زیادہ عزیز ہے - علاء بن حضرمی کے بحری حملے کا جو انجام ہوا وہ تمکو معلوم ہے " امیر معاویہ نے اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مجبوراً اس عزم کو فسخ کردیا ' تاہم اونکے دل سے بحری حملے کا شوق نہیں گیا ' چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اونہوں نے پھر بحری حملہ کی اجازت چاہی ' اور اُنہوں نے سخت اصرار کے بعد اس شرط پر اجازت دیدی کہ " کسی مسلمان کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا - صرف وہ لوگ اس بحری جنگ میں شریک ہوسکتے ہیں جو بخوشی اسکے لیے تیار ہوں " چنانچہ امیر معاویہ نے عبداللہ بن قیس عاسی کو امیر البحر مقرر کیا ' اور وہ متعدد کامیاب بحری معرکوں سے مظفر و منصور واپس آے ' جس میں ایک جہاز بھی غرق نہیں ہوا -

اس قلیل مدت میں مسلمانوں نے بحری جنگ میں اسقدر ترقی کرلی کہ جب سنہ ۳۴ ہجری میں قسطنطین بن ہرقل نے ہزار جہازوں کے ساتھہ اسکندریہ پر حملہ کیا ' تو عبد اللہ بن ابی سرح نے دو سو جہازوں سے اوسکا مقابلہ کیا اور اوسکو سخت شکست دی -

(تونس میں جہاز سازی کا ایک کارخانہ)

امیر معاویہ کے زمانے میں اور بھی متعدد چھوٹے چھوٹے بحری حملے ہوے ' لیکن اونکے عہد تک جہاز سازی کا کوئی کارخانہ نہیں قائم ہوا تھا - عبد الملک ابن مروان جب خلیفہ ہوا تو اس نے یہ کمی بھی پوری کردی ' اور اوسکے حکم سے تونس میں

برید فرنگ

(فسطاط مصر کا ایک کارخانہ)

معز لدین الله نے اگرچہ جہاز سازي کے کارخانے کو اس وسیع پیمانے پر قائم کیا کہ دوسرے کارخانے اوسکے سامنے ماند پڑگئے تاہم مصر میں اس سے پہلے بھی جہاز سازي کے متعدد کارخانے قائم ہو چکے تھے ' اور وہي اوسکے لیے دلیل راہ بنے - فسطاط مصر میں ایک مقام تھا ' جہاں فائر بریگیڈ رہتا تھا ' اور اس غرض سے وہاں پانچسو آدمی ہمیشہ متعین رہتے تھے - یہی فائر بریگیڈ سنہ ۵۴۰ ہجري میں جہاز سازي کے کارخانے کي صورت میں منتقل ہوگیا - چنانچہ امیر ابو العباس احمد بن طولون نے اپنے تمام جنگی جہاز اسي کارخانے میں تیار کراے تھے ' یہ کارخانہ امیر ابوبکر محمد ابن طغج الاخشید کے زمانے تک قائم رہا - لیکن اوس نے اس کو منہدم کرا کے اوس جگہہ ایک باغ لگا دیا ' اور اوسکے عوض ایک دوسرا کارخانہ قایم کیا -

(جزیرۂ مصر کا کارخانہ)

جزیرہ مصر میں جہاز سازي کا ایک اور قدیم کارخانہ تھا ' لیکن جب سنہ ۳۲۳ ہجري میں ابوبکر محمد بن طغج الاخشید خلیفہ راضي بالله کي طرف سے مصر کا گورنر مقرر ہوکر آیا ' تو عیسی بن احمد السلمی نے جو مغرب کا رئیس تھا اوسکي اطاعت قبول نہیں کی ' اسلیے ابوبکر اخشید نے اوس پر بحري حملہ کیا اور اوس کے تمام جہاز گرفتار کر لیے - جب ابوبکر اخشید کے جہاز فاتح و منصور واپس آے ' اور اسي کارخانے کے متصل لنگر انداز ہوے ' تو وہ خود کشتی پر سوار ہوکر اونکے استقبال کیلیے روانہ ہوا ' کارخانے پر اوسکي نظر پڑي تو اوس نے کہا کہ " جس کارخانے کو چاروں طرف سے دریاے محیط ہے وہ کس کام آسکتا ہے " چنانچہ اوس نے اسکو سنہ ۳۲۵ میں دار خدیجہ بنت الفتح میں منتقل کردیا -

اس کارخانے میں خلیفہ آمر باحکام الله کے زمانے تک جہاز تیار ہوتے رہے - تنوع کے لحاظ سے ان کارخانوں میں حربیات حرقات ' شلندیات ' مسطحات ' اسطول وغیرہ متعدد قسم کي کشتیاں تیار ہوتي تھیں ' لیکن ہم ان اقسام کي تفصیل ' الہلال جلد ثالث کے ایک مستقل مضمون میں کرچکے ہیں ' اسلیے ان کو اس موقع پر نظر انداز کرتے ہیں -

درس قــران شــریف

حضرت مولوي حکیم نور الدین صاحب بھیروي ثم قادیاني وہ علامۂ دھر تھے جن کي ساري عمر قران شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذري اور ہر مذہب و ملت کے خلاف اسلام کا رد آپ نے آیات قراني سے کیا - آپ کے پاس علم تفسیر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا - ہمیشہ قران شریف کا درس دیا کرتے تھے - آپ کے درس کے نوٹ آپکے ایک شاگرد نے جمع کرکے ایک ضخیم کتاب میں شائع کئے ہیں ' جن کي اصلي قیمت مبلغ ۵ روپیہ ہے - آج کل رعایتي مبلغ ۴ روپیہ ہے - محصول ڈاک بذمہ خریدار -

ملنے کا پتہ - مفتی محمد صادق قادیان - ضلع گورداسپور ' پنجاب -

سقــوط اینٹــورپ

اینٹورپ کے دفاعی استحکامات پر اولین حملہ ۲۵ ستمبر سے شروع ہوا ہے ' اور خود شہر پر حملے کي ابتدا - ۵ - اکتوبر کي خوفناک گولہ باري سے ہوئی - جرمن یہاں اس شہر کي تسخیر کے لیے اپنی آتشباري کا بہترین ساز و سامان لے آے تھے - گولہ باري کے لیے کوئی ۲ سو توپیں تھیں جنکے دہانوں کے قطر مختلف طور پر ۲۸ ' ۳۰ اور ۴۲ سینٹیمیٹر کے تھے ' اور زد ۸ میل تک - ۵ سے ۸ تاریخ تک تو خیر معمولی انداز میں گولہ باري ہوتي رہی - مگر آٹھویں دن آتشباري ہولناک طور پر شدید ہوگئی ' اور جرمن حملہ آور شہر پر روغن نفط اور اسی قسم کے دیگر شہر میں اگ لگا دینے والے گولوں کی موسلا دھار بارش کرنے لگے - شہر میں ہر طرف اطلاع نامے چسپاں کیے گئے کہ لوگ فوراً شہر چھوڑ کر بھاگنا شروع کریں - گو بہت سے امید پرست اور سادہ لوح متحدہ فوج کے جوابی حملے کی امید میں آخر وقت تک شہر میں مقیم رہے ' مگر تاہم جمعہ تک کوئی ڈھائی لاکھہ بے خانماں اور تہیدست ہوالینڈ میں جاکر پناہ گزیں ہوگئے -

جمعہ کی صبح کو جب آفتاب طلوع ہوا ہے تو اسوقت نصف شہر سے شعلے بلند ہو رہے تھے - جرمن فوج نے ان تیل کے حوضوں پر گولے اتارے جو دریا کي گودي کے برابر برابر چلے گئے تھے - گولوں کے آتے ہی آگ لگي اور سارا شہر آگ اور شعلوں سے ایک منظر مہیب بنگیا -

اس ہولناک چراغاں نے حلیفوں کي فوج کے جوابی حملے کی امید پر ثابت قدم آبادي کے بھي پیر اکھیڑ دیے ' اور اس نے بھي اضطراب و بدحواسي کے عالم میں (جو ایسي وقت میں طبیعي اور ناگزیر امر ہے) بھاگنا شروع کیا - مگر تاہم محافظ فوج ثابت قدم رہی اور برابر جواب دیتي رہي - اس جوابي آتشباري میں خود شاہ البرٹ نے حصہ لیا اور قلعوں کے کمانڈر جنرل ڈي گائس کے ساتھہ فوجی کارروائیوں کی رہنمائي کرتے رہے - ۹ - اکتوبر یوم جمعہ کو دوپہر کے وقت یہ واضح ہوگیا کہ نازک وقت قریب آگیا ہے - نواح " بریم " کا جنوبي حصہ تباہ ہوچکا تھا اور وسط شہر کے قلعے خاموش تھے - انکے علاوہ دوسرے قلعوں میں جہاں جہاں سے نشانہ دشمن تک پہنچسکتا تھا ان ان مقامات پر مدافعین نے جرمن مورچ پر ہر ممکن خوفناک گولہ باري کی ' جس سے انکو خوفناک نقصانات پہنچے - اسکے بعد جب باجیین فوج کو یہ نظر آگیا کہ اب قسمت کے فیصلہ سے سرتابي فضول ہے تو اسوقت انہوں نے قلعوں کو اپنے ہاتھہ سے اڑادیا ' اور ایک سپاہي کے ہتیار ڈالے بغیر شہر خالي کردیا گیا -

یہ سقوط اینٹورپ کي وہ مختصر داستان ہے . جو مقامي معاصر اسٹیٹسمین کے نامہ نگار لنڈن کے مراسلہ سے ماخوذ ہے - یہ مراسلہ نگار اسکے بعد لکھتا ہے :

" اس داستان میں بہت سے تفصیلي امور کي کمی ہے کیونکہ بعض نا قابل اندازہ اسباب کی بناء پر محکمہ احتساب نے

قیدیوں اور ہتھیاروں کے سوا تمام چیزیں بحري سپاهیوں کي ملک قرار دي جاتي تهیں -

دریاے نیل کي سطح ایک مدت تک ان عظیم الشان جہازوں کي طوفان زا حرکت سے تلاطم خیز رهي ' لیکن دفعتۃ هوا کا رخ بدل گیا ' اور شاور کي وزارت قائم هوگئی - اوس نے مصر کے ساتهه ان جہازوں کے جلانے کا بهي حکم دیدیا - چنانچه مسلمانوں کي بحري طاقت کے یه مجسمے آگ کي نذر کردیے گئے - لیکن جب سلطان صلاح الدین ایوبي نے فاطمئین کی سلطنت کا خاتمه کردیا تو دوباره جنگي جہازوں کي نشاۃ ثانیه هوئی اور دریا کی سطح پر پهر ان کی نقل و حرکت سے طوفان کے آثار نظر آنے لگے - چنانچه سلطان صلاح الدین نے بکثرت جنگي جہاز بنواے ' اور اون کیلیے خاص طور پر ایک محکمه قائم کردیا ' جس کے مصارف کیلیے متعدد صوبوں کا خراج ' فوجی اوقاف کي آمدني ' مختلف قسم کے ٹکس مخصوص کردیے گئے اور اس محکمے کا افسر اعلي خود سلطان صلاح الدین کا بهائي ملک العادل ابوبکر محمد بن ایوب مقرر هوا - سلطان صلاح الدین کے مرنے کے بعد بهي اگرچه مدت تک یه صیغه قایم رها ' لیکن رفته رفته اوسکي طرف سے اعتناء کم هوتي گئي ' یہاں تبک که اخیر میں جہاز راني کا ذوق اس قدر کم هوگیا که مصر میں جب کسیکو گالي دینا مقصود هوتا تها تو اوسکو جہاز ران کہا جاتا تها - اسوقت جب کوئي بحري مهم پیش آتي تهي ' تو ایک قدم بهی ایسا نه تها جو ساحل کي طرف بخوشي بڑهتا ' اسلیے جبرا لوگ راستے اور گلیوں سے پکڑ لیے جاتے تهے ' اور بهاگ جانے کے خوف سے اونکو قید کردیا جاتا تها ' اور اونهیں لوگوں سے بحري خدمت لي جاتي تهي -

سلطنت ایوبیه کے بعد مصر میں ممالیک کي سلطنت قائم هوئي ' اور اونهوں نے اس جبري جہاز راني کا بهي خاتمه کر دیا - لیکن ایک مدت کے بعد زمانے کے انقلاب نے دریا میں ایک نیا جزر و مد پیدا کیا ' یعنی ملک الظاهر کا دور سلطنت قائم هوا ' اور اوس نے پهر اوسي قدیم شان و شوکت کے ساتهه جہازوں کو سطح دریا پر نمایاں کیا - اوس نے جہازوں کي تعمیر میں اس قدر فیاضي ظاهر کي که جنگل کا خراج معاف کردیا ' اور لوگوں کو لکڑیوں میں هر قسم کے تصرف کرنے سے روک دیا - اوس کو جہازوں کي تعمیر کا اس قدر شوق تها که مصر کے کارخانه جہاز سازي میں همیشه خود آتا تها ' اور تمام اسباب اور سامان مہیا کرتا تها - اس طریقه سے اسکندریه اور دمیاط کے سواحل پر بکثرت جہاز تیار هوگئے - اور جزیرہ قبرص کي طرف ابن حسون کي زیر نگراني ایک عظیم الشان بحري مهم روانه هوئي - ابن حسون نے عیسائیوں پر دهوکے سے حمله کرنے کیلیے جہازوں کے جهنڈوں میں بہت سي صلیبیں لگالیں - لیکن مسلمانوں نے اسکو ناپسند کیا - بیڑا جب قبرص کے بندرگاہ پر پہونچا تو ابن حسون نے اوس پر دفعۃ حمله کرنا چاها ' لیکن بیڑے کے آگے کي کشتي ایک چٹان سے ٹکرا کر چور چور هوگئي ' اور اوسکے ساتهه کي تمام کشتیاں بهي اس صدمے سے ٹوٹ گئیں - نتیجه یه هوا که اهل قبرص نے پورے بیڑے کو گرفتار کر لیا ' اور وهاں کے بادشاہ نے ایک تہدید آمیز خط کے ذریعه سے سلطان ظاهر کو اس واقعه کي خبر دي - لیکن ظاهر کی پیشاني پر بل تک نہیں آیا ' بلکه اوس نے خدا کا شکر کیا ' اور کہا که " مجھے آج تک کبھی شکست نہیں هوئي تهي ' اس بنا پر میں نظر بد سے ڈرتا رهتا تها ' آج اوسکا خوف بهي جاتا رها " یه کہکر قوص سے پانچ کشتیاں طلب کیں ' اور بیس نئي کشتیوں کے تعمیر کا حکم دیا - جب تک یه کشتیاں تعمیر نه هوچکیں وہ روزانه جہاز سازي کے کارخانه میں آتا تها ' اور ضروري دیکهه بهال کرتا تها -

چنانچه جب یه کشتیاں تیار هوگئیں تو دریاے نیل میں خاص اهتمام کے ساتهه ایک دن اونکي نمایش کیگئي - ملک الظاهر کے زمانے میں جنگي جہازوں کا ذوق اس قدر ترقي کرگیا که جب جہاز کسي بحري مهم پر روانه کیے جاتے تهے تو تمام شہر میں دهوم مچ جاتي تهي ' اور لوگ اس منظر کے دیکهنے کیلیے نہایت شوق و شغف کے ساتهه ساحل دریا پر جمع هو جاتے تهے - چنانچه جب سلطان ملک اشرف صلاح الدین خلیل بن قلاون نے ایک جنگی بیڑے کو آلات حرب سے مسلح کرکے ایک مهم پر روانه کرنا چاها ' تو لوگ روانه هونے کے تین دن پہلے هي سے اوسکي مشایعت کیلیے جمع هونا شروع هوے ' اور دریاے نیل کے کنارے لکڑی اور پهوس کے عارضي مکانات بنا لیے - لوگوں کے دروازوں کے سامنے جو کهلی هوئي جگه تهي اسکو تماشائیوں نے دو دو سو درهم تک دیکر کرایه پر لے لیا - تیسرے دن بادشاہ تمام ارکان سلطنت کے ساتهه سویرے صبح کے وقت روانه هوا ' اور چاؤ وشوں کو عوام کے روک ٹوک کرنے کی ممانعت کردي - اوسکے سامنے ایک ایک کرکے جہاز نمایاں کیے گئے ' اور هر جہاز نے اعمال حربیه کے منظر دکهاے ' اور باهم خود هی جنگ کی - بادشاہ اس بحری جنگ کا تماشا دیکهکر قلعه کو واپس آیا ' لیکن اور لوگوں نے متصل ایک دن اور ایک رات وهیں قیام کیا ' اور لهو و لعب میں مشغول رهے - تماشائیوں کي اس قدر کثرت هوئی که ایک پوري کشتي کا کرایه ساتهه درهم تک پہونچگیا - هر زمانے میں عموماً ایک درهم پر باره رطل روٹي ملتي تهی ' لیکن اوس دن اوسکا نرخ سات رطل هوگیا -

اس بحري نمایش نے دشمن کو بهی مرعوب کردیا - چنانچه جب عیسائیوں کو اس کی خبر معلوم هوئي تو اونهوں نے مختلف تحف و هدایا کے ساتهه اپنے قاصد بهیجے اور صلح کي درخواست کي -

سنه ۷۰۲ میں بهي سلطان ناصر محمد بن قلاون کے زمانے میں اسي اهتمام اور جوش و خروش کے ساتهه جزیرہ قبرص کی طرف ایک بیڑا روانه هوا اور مظفر و منصور واپس آیا -

(جہاز سازي کے متعدد کارخانے)

اوپر گذر چکا هے که مصر میں سب سے پہلے متوکل علی الله نے جہاز تیار کرواے ' اور سنه ۳۵۰ میں معز لدین الله نے اوسکو نہایت ترقي دي - لیکن معز لدین الله کے زمانے میں اس میں سب سے زیادہ ترقی اسلیے هوئی که اوس نے سنه ۳۵۴ میں جہاز سازي کا ایک عظیم الشان کارخانه مقس میں قائم کیا ' اور اوس میں ۶ سو جہاز تیار کراے ' بعض مورخین نے اگرچه اس کارخانه کو اوسکے بیٹے عزیز بالله کی طرف منسوب کیا هے تاهم بہرحال یه کارخانه معز کے خاندان کا ایک عظیم الشان کارنامه تها -

اس کارخانے میں نہایت کثرت سے جنگي کشتیاں تعمیر هوتي تهیں ' اور آلات و ادوات کي کثرت کي بنا پر نہایت سرعت کے ساتهه کام هوتا تها ' جسکا اندازہ اس واقعه سے هو سکتا هے که جب سنه ۳۸۶ هجري میں ایک بیڑے میں آگ لگ گئي ' اور اسکے اکثر مسلح جہاز جل کے خاک سیاہ هوگئے تو عزیز بالله کے گورنر عیسی بن نسطورس نے اپني تمامتر کوشش جہازوں کي اس کمی کے پورے کرنے میں صرف کي ' جو اس آتشزدگي سے پیدا هوگئي تهي - چنانچه اوس نے اوسي وقت بیس جہازوں کے بننے کا حکم دیا - ۲۴ ربیع الثاني کو آتشزدگي هوئي تهي - لیکن جب اوس نے ۷ جمادي الثاني کو کارخانه کا معاینه کیا تو اوسکے سامنے دو عظیم الشان جہاز تیار کرکے پیش کیے گئے ' اور اوائل شعبان میں چار جہاز اور تیار هو گئے -

بہر حال شہر تخریب و گولہ باری کے عذاب میں مسلسل ۳۰ گھنٹے تک مبتلا رہا - اس امر کا صحیح طور پر تحقیق کرنا تو مشکل ہے کہ جرمن فوج کے حملے کیسے ہوتے رہے - مگر افسروں اور نیز ان لوگوں کی گفتگو سے جو خطوط جنگ سے واپس آئے تھے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آخری حملہ پانچ گھنٹہ کی مسلسل گولہ باری پر مشتمل تھا ' جو صبح ساڑھے چار بجے سے لیکے ساڑھے نو بجے تک ہوتی رہی - اس اثناء میں گولوں کی مسلسل اور سخت بارش ہورہی تھی ' اور نقصان پہنچانے سے پہلے یہ گولے جس قدر ٹھیک طور پر آکے نشانہ پر گرتے تھے انکی یہ صحت ایک غیر معمولی امر معلوم ہوتی تھی - مجھہ سے لوگوں نے یہ بیان کیا کہ جرمن فوج کے ساتھہ غبارے تھے جنکے افسر اپنے توپچیوں کو یہ بتاتے جاتے تھے کہ بلجیم کی مدافعت کے ان پوزیشنوں کو اپنا نشانہ بناؤ - شہر پر بعض بعض وقت ایک منٹ میں دس کے حساب سے گولے پھینکے گئے تھے - تمام ملکی آبادی خوفزدہ تھی اور بوڑھوں اور بچوں میں مصیبت ' خوف ' اور مایوسی کے دلسوز منظر نظر آتے تھے -

پہلے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ دو کشتیاں اوسٹینڈ جائینگی لیکن جب یہ اطلاع دی گئی کہ یہ دونوں کشتیاں نہیں روانہ ہونگی تو جو مجمع ایک گودی پر جمع ہوا تھا اس پر نزع کا عالم طاری ہوگیا -

تاہم ان دونوں کشتیوں کے علاوہ بھاگنے کے دیگر ذرائع ۱۵ کشتیوں کی شکل میں موجود تھے ' جو رواترڈم ' فلشنگ اور انکے علاوہ ہوا لینڈ کے دوسرے بندرگاہ جانے والی تھیں - یہ کشتیاں مسافروں کی معقول تعداد لیجانے والی کشتیاں نہ تھیں ' مگر چونکہ کوئی شخص با قاعدہ چڑھنے کا انتظام کرنے والا نہ تھا اسلیے ان خوفزدہ انسانوں میں کشتیوں پر جگہہ لینے کے لیے سخت کشا کش شروع ہوئی - جگہہ کے لیے مرد ' عورتیں ' اور بچے ایک دوسرے سے جانبازی کے ساتھہ لڑنے لگے - اسوقت انسانی ہستی اپنے ایک بد ترین انداز میں نظر آرہی تھی - مگر ایسی حالت میں ان خوفزدہ انسانوں کو کون الزام دیسکتا ہے : یہ لوگ " و بار بربریس " سے بھاگ رہے تھے - اور وہ گولے انکے سروں پر سے سنسناتے ہوے جا رہے تھے ' جو انکے گھروں کو خاکسیاہ اور انکے محبوب شہر کو برباد کر رہے تھے - ان لوگوں کا کام جنگ نہیں تھا - یہ لوگ زیادہ تر متوسط العمر دوکاندار ' تاجر ' اور آرام پسند شہری تھے اور ان میں بچوں اور عورتوں کی بھی کافی تعداد موجود تھی - یہاں ان راستوں کا قحط تھا جنکے ذریعہ سے جہاز یا کشتی تک پہنچتے ہیں - ان لوگوں کے کشتیوں پر سوار کرنے کے ذرائع صرف وہی تختے تھے جو ڈھالو رکھدیے گیے تھے ' اور آخر میں آکے ایک خطرناک زاویہ پر ملتے تھے - پنجشنبہ کو ۲ بجے تک اکثر لوگ روانہ ہوگئے تھے ' مگر تاہم ۱۵ ہزار جو نہیں بھاگ سکے وہ راضی بقضا ہو کے یہ انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں قسمت میں کیا لکھا ہے - ہزاروں تو ان سڑکوں سے بھاگ گئے جو جنگلوں کو جاتی تھیں مجھہ سے لوگوں نے بیان کیا کہ بہت سے بوڑھے بھوک ' سردی ' اور خوف کے مارے راستہ ہی میں مرگئے -

(جلتا ہوا شہر)

ایک بلجین افسر کی عنایت سے میں بڑے گرجا کی چھت پر چڑھسکا اور وہاں سے میں نے جلتے ہوے شہر کا منظر دیکھا - تمام سڑکیں شعلہ زن تھیں - شعلے ہوا میں ۲۰ اور ۳۰ فیٹ کی بلندی تک اونچے جارہے تھے - میں نے اپنے بلند پوزیشن سے تیل کے ان بڑے حوضوں کا نہایت عجیب منظر دیکھا جو دریاے شیلڈ کے محاذات میں واقع ہیں - ان میں ایک بڑی جرمن توپ کے چار گولوں سے آگ لگ گئی اور دھویں کے عظیم الشان سیاہ بقعے ہوا میں دو سو فیٹ تک بلند ہو رہے تھے - تیل کئی گھنٹے تک زور شور سے جلتا رہا ' اور قرب و جوار کے تمام حصہ پر دھوئیں کے بادل چھا گئے - ہر طرف آگ ' شعلے ' اور تیل سے لدا ہوا دھواں ہی دھواں تھا - وقتاً فوقتاً شعلوں کی بڑی بڑی زبانیں تیل کے حوضوں سے نکلتی تھیں اور مضطربانہ شوق کے انداز میں اپنے متصل حوض کو بوسے دیتی تھیں ' جس سے رفتہ رفتہ آگ ہر طرف پھیل گئی اور کوئی حوض بھی آگ سے نہ بچا - اسوقت شہر بالکل ویران ہوگیا تھا اور قریباً سب لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کے چلے گئے تھے - بڑے گرجا سے روانہ ہونے کے بعد میں شہر کے جنوبی حصہ کی طرف روانہ ہوا جہاں کہ فی منٹ ۵ کے حساب سے گولے آرہے تھے -

" میں مقام " ربوفیموینر " تک گیا تھا کہ ایک خوفزدہ بلجین عورت مجھے ملی - اسنے اختناق الرحم (ہسٹریا) کے سے تنفس کیساتھہ مجھہ سے یہ بیان کیا کہ " بنک نیشنل " اور " پیلس ڈی جسٹس " کے گولے لگے ہیں ' اور اب وہ جل رہے ہیں - اور نیز یہ کہ میرے اس مقام پر پہنچنے سے ۵ منٹ قبل اسکے شوہر کے ایک گولہ لگا ہے - جہاں ہم ٹہرے تھے وہاں سے سو گز سے کم فاصلہ پر اس (شوہر) کی بے ترتیبی کے ساتھہ کٹی ہوئی لاش خاک و خون میں آغشتہ پڑی ہوئی تھی - جب میں " ایونیوڈی کیسر " سے جارہا تھا تو ایک گولہ مجھہ سے ۲۰ گز کے فاصلہ کے اندر آکے گرا اور میں منھہ کے بھل گر پڑا - جہاں میں گرا تھا وہاں سے ۱۰۰ گز سے کم فاصلہ پر ایک مکان کو یہ گولہ لگا تھا ' جسکی حالت میں بجز اسکے اور لفظوں میں نہیں بیان کرسکتا کہ وہ (مکان) سڑک پر اینٹوں اور ٹوٹی ہوئی لکڑیوں کی بوچھار کی شکل میں برسپڑا اور اسکی اینٹ سے اینٹ بجگئی - میں بمشکل سنبھلنے پایا تھا کہ ایک شخص جس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی ' قریباً بالکل ننگا اس گھر سے چیختا ہوا نکلا - یہ بد بخت بالکل پاگل ہوگیا -

خیر میں وہاں سے کوین ہوٹل یہ تحقیق کرنے گیا کہ امریکن جرنلسٹ کا کیا حشر ہوا - معلوم ہوا کہ وہ ایک پرائیوٹ مکان میں شب بھر قیام کے بعد روانہ ہوگئے جس پر تین دفعہ گولے گرے اور بالآخر اسمیں آگ لگ گئی -

(لها بقية صالحه)

حـــول بـرلـــن

شئون و حالات اصليه بروايات و شهادات عينيه

ڈاکٹر پرسنما افریقہ کی حزب العمال (لیبر پارٹی) کے ایک لیڈر ہیں : اعلان جنگ کے وقت وہ برلن میں تھے ' اور اسکے بعد چندے وہاں مقیم رہے - ڈاکٹر پرسنما ۲۷ اگست کو برلن سے روانہ ہوے ہیں ' غالباً وہ آخرین شخص ہیں جس نے برلن کو خیر باد کہا ہے - اپنی واپسی کے بعد انہوں نے ایک دلچسپ اور پراز معلومات مضمون " ڈیلی سٹیزن " میں لکھا ہے - اس مضمون میں وہ لکھتے ہیں

یہ ظاہر ہے کہ جسوقت تمام جرمن قلمرو میں قیصر کا اعلان جنگ چسپاں کرکے فوج اور بیڑہ کو اجتماع کا حکم دیا گیا ہے اسوقت اہل جرمنی بمعقول زمانے سے ہر قسم کے نتائج کیلیے مستعد تھے - یہ اعلان جو سرخ اور سیاہ دو رنگوں میں چھپے تھے ان پر سنہ ۱۹۱۲ چھپا ہوا تھا ' مگر " ۲ " کاٹ کے نیلی پنسل سے " ۴ " بنایا گیا تھا - اسکے بعد سے ہر روز اعلانات شائع ہوتے ہیں اور میں نے سبکو دیکھا کہ وہ دو برس قبل کے چھپے ہوے معلوم ہوتے ہیں - " لینڈ اسٹرم مٹ ریف " فوج جب طلب کی

ان پر پردہ ڈالدیا ہے - اس نے صرف اسقدر معلوم ہونے دیا ہے کہ بحري فوج اور نئي نیول بریگیڈ کے ۸ هزار آدمیوں نے دفاعي کارروائیوں میں حصہ لیا جنمیں سے موخر الذکر حال میں فوج میں داخل ہوے تھے' اور یہ کہ اس فوج میں سے ۱۳۰۰ سو آدمیوں سے ہتیار یلیے گئے ہیں' اور انہیں اس کیمپ میں شکست خوردہ فوج کي حیثیت سے داخل کرلیا گیا - جو فوجوں کی یکجائی کے لیے نصب کیا گیا تھا - مگر محصور شہر سے جو مراسلات آے تھے - انکے اہم اور اصلي فقروں کا سخت احتساب ہوا -

(شہــر پـر گولــه بـاري)

" ڈیلي ٹیلیگراف " کے ایک مراسله نگار کا بیان ہے کہ چہار شنبه کو نصف شب کے وقت شہر پر گوله باري شروع ہوئي - شام کو جنوب و مشرق کي طرف توپوں کي گرج ہم لوگ سنتے رہے - جرمن فوج نے انکا کوئي جواب نہیں دیا -

وسط شب سے قبل تمام شہر پر ایک پر اسرار خاموشی طاري تھي اور یہ تیرہ و تار شہر مردوں کی بستی معلوم ہوتا تھا - توپوں نے اپنی آتشیں گفتگو موقوف کردی تھی - اور اب وہ خاموش تھیں' گوشه گوشه سے رات گئے تک ہونے والي جنگ کے آهني قدموں کي چاپ کي آواز بازگشت آ رہي تھي

یہ عالم تھا که ایک گرج نے طلسم سکوت توڑا اور ایک دھماکے کے ساتھه دفعةً ایک گوله آکے گرا - جس کے آتے ہي خوف زدہ عورتوں کی ایک تعداد گھروں سے سڑکوں پر دیوانه وار نکل آئي' اور گھبرا گھبرا کے یہ دیکھنے لگي که کیا در حقیقت گوله باري شروع ہوگئي ہے - توپوں کی گرج' برق رفتار گولوں کي سنسناہٹ' اور بعض بد نصیب مکانوں سے ٹکراکے انکے پھٹنے کا تڑاخا اور کھڑکھڑاهٹ' یہ چیزیں کچھه اسقدر جلد جلد یکے بعد دیگرے پیش آئیں که یہ معلوم ہوتا تھا که گولے اپنے اس خونیں کام کے لیے شہر کی بالکل اندروني شہر پناہ سے پھینکے جارہے ہیں - اس واقعه سے ہم میں سے اکثر بے حد پریشان تھے - یہ معلوم ہوتا تھا که گولے اسقدر قریب سے آرہے ہیں که انہیں اپنے منزل مقصود تک پہنچنے میں بمشکل ایک میل کی مسافت بھي طے کرنا پڑتی ہے - اس واقعه سے ہم لوگوں کو تھوڑي دیر تک تو یہ یقین ہوگیا که یہ وہ گوله باري نہیں ہوسکتي جسکی دھمکي دي گئی تھي' بلکه ممکن ہے که قلعه کی سرچ لائٹ نے جرمنوں کي کسی ہمتور ٹولي کو شہر پناہ کے اندر دیکھا ہو اور وہ توپوں کے ذریعه انہیں نکالنے کي فکر میں ہوں' مگر پاش پاش ہونے والي چیزوں کے تڑاخوں نے اس غلطی کو رفع کردیا -

اب گولے بلا امتیاز محلوں مکانوں اور جھونپڑوں پر آ آکے گررہے تھے' اور سارا آسمان چمکتے ہوے شعلوں سے روشن ہوگیا تھا - اسکے بعد گڑھي کي توپوں' اور میدان کي باٹریوں نے ایک ساتھه آواز بلند کي - اب شور و غوغا خوفناک ہوگیا تھا اور آسمان میں نیچے چلنے والي آگ کے عکس سے شعلوں کا ایک متلاطم دریا نظر آتا تھا - ہمارے ہوٹل کی چھت پر سے شہر کا منظر حیرت انگیز تھا - گولوں کي اعصاب شکن آوازیں' شہر کی کبھي روشن اور کبھي تاریک ہوجانے والی چھتیں (جنکي پچھلي تاریکی پہلي تاریکي سے زیادہ تیرہ و تار ہوتي تھي) اور گولوں کے پھٹنے سے چھتوں اور دیواروں کا پھٹنا' ان چیزوں نے ملکے ایک ایسي شکل پیدا کردي تھي جو ہولناکي میں "ان فرنو" سے کسي طرح کم نه تھي - اس طرح جب لوگوں کو یقین ہوگیا که جرمن ایک بے بس آبادي پر گوله باري کي دھمکي کو پورا کررہے ہیں' تو جیسا که مقامي اخباروں نے ایک دن قبل مشورہ دیا تھا لوگ ته خانوں میں چلے گئے -

ان لوگوں کو جن اصول کي پیروي کي ہدایت کی گئي تھي انکا ماحصل یہ تھا که جب پہلا گوله پھٹے تو فوراً ته خانوں میں چلے جاؤ' جس میں ساز و سامان تیار رہنا چاہیے - گیس کو نکالو' ته خانوں میں بکثرت پاني رکھو تا که اگر آگ لگے تو بجھاسکو' اور ایسے اوزار رکھو که اگر دیوار گرے اور تم اسمیں دب جاؤ تو کھود کر نکل آسکو - مزید احتیاط کے لیے بہت سے لوگوں نے ته خانوں کی جالی پر بالو کے بھرے ہوے بورے رکھوادیے تھے جس سے راسته چلنے والوں کو چھوٹي چھوٹي تکلیفیں بھي پہونچتی تھیں -

۳ بجکے ۳۰ منٹ پر جنوبي حصه کا سارا آسمان " برچیم" کي شعله زن آگ سے بالکل منور ہوگیا' اور اسطرح آتشزدگي کا خوف گوله باري کے خوف پر اور مستزاد ہوگیا - مقام " ریلم" میں واٹر ورکس کے تباہ ہوجانے سے اینٹورپ کو ۸ دن سے پوري طرح پاني نہیں ملا تھا - اسلیے نه وہاں پاني تھا اور نه آدمي تھے که ان پیاسے شعلوں کو سیراب کرتے جو عالم تشنگی میں اپني زبانیں نکال رہے تھے -

شہر کے دوسرے حصوں میں مختصر پیمانه پر آگ لگي ہوئی تھي - صبح تڑکے جرمن فوج کی آتشباري ختم ہوچکي تھي - اس گوله باریدہ شہر کي ایک مستعجلانه سیر نے مجھے ۳۱ گھر دکھاے' جو گولوں کي زد میں آگئے تھے - اس حصه میں " برچیم" شامل نہیں جسکے متعلق مجھسے یہ بیان کیا گیا ہے که ساري سڑک برباد ہوگئي ہے - دوسرے دن صبح کو ۹ بجے جرمن فوج کي گوله باري پھر سخت ہوگئي' مگر گولوں کي گرج اور عمارتوں کے دھماکوں نے خوفزدہ آبادي کو جنبش نه کرنے دي -

دوئي دس بجے ایک گوله مٹي کے تیل کے ایک حوض پر آکے گرا' اور اسمیں آگ لگ گئي - اسکے بعد ایک سے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں آگ لگنا شروع ہوئي اور رفته رفته تمام حوضوں سے شعلے بلند ہونے لگے -

بار بردار اور دخاني کشتیوں سے جس قدر جلد سے جلد ہوسکتا تھا وہ ان مصیبت زدہ انسانوں کو لاد رہي تھیں اور ان سے ہوالینڈ تک کے مختصر سے سفر کے لیے بیس فرنک چارج کر رہي تھیں - جب بہتا ہوا تیل کے چشمے کے نیچے تک پہونچا تو لوگوں میں دفعتاً بیوجه تہلکه مچگیا - جو کشتیوں پر تھے انہوں نے تو افسروں کو پکارنا اور خطرہ کي طرف اشارہ کرکے " بس" " بس" کرنا شروع کیا' مگر جو لوگ کودي پر تھے وہ یہ نہیں چاہتے تھے که پیچھے رہجائیں اسلیے جگه حاصل کرنے کیلیے بے طرح کشتیوں پر ٹوٹ پڑے -

میں نے ایک عورت کو دیکھا که وہ خود تو اس ہجوم و ازدحام میں غرق ہوگئي' مگر اسکا شوہر جو اس سے کسیقدر زیادہ خوش قسمت تھا اسٹیمر کي چھت پر گرا اور کسي طرف ایک ایسي شے لیکے نکل گیا جو اسکا پھٹا ہوا سر معلوم ہوتي تھي -

عورتیں پہلے ملاحوں کو بچوں کي گاڑیاں' ننھے ننھے بچے' چھوٹے چھوٹے لڑکے اور دوسرے قسم کا اسباب دیدیتی تھیں' اور پھر پیر رکھنے کي جو ذرا سی جگه بھي ملجاتي تھي اسکے سہارے سے کشتیوں پر چڑہ آتي تھیں - یہ امر تعجب انگیز ہے که ایسے ہجوم و کشا کش میں اکثر نه غرق ہوئیں اور نه مریں -

(آخــرین مــنــظــر)

" ڈیلي کرانیکل" کے مراسله نگار خاص مسٹر ارتھر جونس کہتے ہیں " که جمعه کے دن ۱۱ بجکے ۳ منٹ ہوے تھے که جرمن شہر میں داخل ہوے - جسے رسمي طور پر شریف شہر نے انکے حواله کردیا تھا - لیکن دوسرے مراسله نگاروں کا بیان ہے که جرمن اس سے کہیں بعد کو شہر میں داخل ہوے ہیں -

مقالات

عالمگیر جنگ کي سازش

(جرمني کا معجوزہ نقشہ)

ڈیلي کرانیکل لنڈن میں مشہور مسٹر آرتھر کوانین ڈوائل عنوان بالا پر حسب ذیل خیالات ظاهر کرتے هیں :

قبل اسکے کہ بڑے اور تازہ واقعات قدیم نقوش کو مٹالیں یہ قلمبند کرنا دلچسپ هوگا کہ اس مصیبت کے نازل هونے سے پہلے همیں حالات عالم کیا نظر آتے تھے ؟

جب ایک گذشتہ دماغي حالت کي طرف بعض جدید نقطہ هاے نظر سے پھرکے دیکھیے تو بسا اوقات موجودہ حالت ناقابل یقین معلوم هوتي تھي - میں منجملہ ان لوگوں کے هوں جو جرمني کے ارادوں کو تسلیم کرنے سے سختي کے ساتھہ انکار کیا کرتے تھے - میں نے اس موضوع پر لوگوں سے بحث کي' میں نے اس کے متعلق مضامین لکھے' میں " اینگلو جرمن فرینڈ شپ سوسائٹي " میں شریک هوا - غرض جو عقیدہ میرا تھا اسکے لیے میں جو کچھہ کرسکتا تھا وہ کیا - مگر گذشتہ سال کے آغاز میں میرے خیالات میں ایک کامل تغیر پیدا هوگیا - میں نے یہ محسوس کیا کہ میں غلطي پر تھا اور جس شے کے متعلق یہ معلوم هوتا تھا نہ وہ اسقدر مجنونانہ اور فتنہ پردازانہ هے کہ واقعہ نہیں هوسکتي وهي در حقیقت واقعہ تھي

میں نے اپني راے کا یہ تغیر مارچ کے " فورٹ نائٹلي ریویو " کے ایک مضمون میں قلمبند کیا تھا جسکي سرخي " برطانیہ عظمي اور آیندہ جنگ " تھي' اور اب جو میں نے اس مضمون کو پڑھا تو معلوم هوا کہ اسکا بہت سا حصہ موجودہ حالت کے مناسب هے - پیشینگوئیاں خطرناک هوتي هیں - مگر اس مضمون میں ایسي باتیں بہت تھیں جنکو مجھے واپس نہ لینا چاهیے - میري راے میں جس شے نے تغیر پیدا کیا وہ " برنہارڈي " کي کتاب " جرمني اور آیندہ جنگ " کا مطالعہ هے -

(ناقابل اعتماد حوصلے)

اسوقت تک میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ تلوار کي کھڑکھڑاهت ایک نو عمر مضبوط قوم کي طفلانہ افراط هے جو یہ چاهتي هے کہ اپنے موٹے موٹے جوتے پہنے هوے تمام دنیا کے گرد کھٹ پٹ کرتي پھرے - اس جوش کا ایک حصہ تو (جیسا کہ میرا خیال تھا) کامل قدرتي حسد کا نتیجہ تھا اور ایک حصہ ان غیر معمولي پروفیسروں کي تلقین کا نتیجہ تھا جنکے مسلسل خیالي مباحثوں نے نوجوانان جرمني کے خون کو مسموم بنادیا هے -

اسقدر تو بالکل صاف تھا' مگر مجھے یہ یقین نہیں آتا کہ ایک عالمگیر جنگ کا تخم سازش کے سایہ میں پرورش پا رها هے جس میں بحر و بر دونوں کے اقتدار کو چیلنج دیا جائیگا - اس هیبتناک رستخیز کا کوئي مقصد نہیں معلوم هوتا تھا اور نہ کوئي بڑي غنیمت جنگ جرمني کي منتظر نظر آتي تھي - یہ معلوم هوتا تھا کہ اگر اس جنگ میں وہ فتحیاب هوئي تو زاید سے زاید اپنے نفع و نقصان کا توازن قائم رکھہ سکیگي اور اگر اسے شکست هوئي تو پھر همیشہ کیلیے رخصت هوئي -

اسکے علاوہ یہ خیال هوتا تھا کہ عیسائیت اور تمدن کسي نہ کسي کام کیلیے دنیا میں ابتک قائم هیں' اسلیے جو قوم کہ ان دونوں میں سے ایک کا ادعا بھي کرتي هے وہ تاریخ عالم کے اس زمانہ میں ایسی ٹھنڈے خون والي بربري سازش میں شریک نہیں هوسکتي جسکے ذریعہ سے وہ چند سال تک اپنی طاقت کو صرف اس ارادے سے بڑھاتي رهے کہ جب موقع ملے تو بغیر کسی نزاع کے محض اپنی سربلندي کے خیال سے اپنے همسایوں پر ٹوٹ پڑے -

(برن هاڈي کي تنبیہ)

میں کہتا هوں کہ میں ان باتوں کو باور نہ کر سکا' لیکن جب میں نے جرمن مصنف برن هارڈي کي کتاب پڑھي تو پھر میں ان امور کو بغیر یقین کیے نہ رهسکا' اور ایک مضمون لکھا تا کہ جو لوگ میري طرح اندھے هوں انکي آنکھیں هوجائیں' اور وہ اس حقیقت کو دیکھیں جو مجھے نظر آئي هے' کیونکہ برنہارڈي ایک غیر ذمہ دار جرنلسٹ یا اتحاد جرمني (پان جرمنزم) کے خبط کا مریض نہ تھا - وہ جرمن سپاہ کا ایک ممتاز افسر تھا - اس نے فن جنگ پر کئي مستند اور بلند پایہ کتابیں لکھي هیں - وہ اعلی طبقہ میں رها تھا' اسلیے اس سے توقع هے کہ وہ انکے خیالات سے صحیح طور پر واقف هوگا - با ایں همہ اس کتاب میں (جس میں اس نے اهل وطن کو مخاطب کیا هے) اس قسم کے جنگجویانہ خیالات ظاهر کیے هیں - تم اس قسم کي تحریر کو علحدہ نہیں کرسکتے - اسکو تم ناقابل شمار نہیں ٹھرا سکتے - جیسا کہ میں نے اس وقت لکھا تھا) " هم مجنوں هونگے اگر اس تنبیہ پر سنجیدگي کے ساتھہ توجہ نہ کرینگے -

لیکن ایک عجیب و غریب بات یہ هے کہ اس قسم کي تنبیہ شائع کي گئي - جرمن دل میں ایک تعجب انگیز سادگي هوتي هے' جو موجودہ واقعات میں بارها ظاهر هوچکي هے - مگر یقیناً اس سادگي کی سب سے بڑي مثال یہ کتاب هے - یہ ذهن میں نہیں آتا کہ اس کتاب کے مصنف کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ ممکن هے کہ اس کتاب کا ترجمہ هو اور جس کو هم اپنا شکار بنانا چاهتے هیں وہ اسے پڑھے

پھر یہ بھي یقین نہیں آتا کہ ایک نامور سپاهي کي حیثیت سے برن هارڈي کا تعلق جنرل اسٹاف سے نہ هو - اسلیے اس نے جو خاکہ کھینچا هے اسے ایک سرکاري خاکہ خیال کرنے کے لیے اسباب موجود هیں -

مگر یہ کوئي منفرد مثال نہیں - وان ایڈیشم نے' جس کا تعلق حقیقی طور پر اس معیر العقول اسٹاف سے هے' ایک

گئي هے اور اسکي طلبي کيليے اعلانات شائع هوے هيں تو ان سے بهي يه معلوم هوتا تها که يه دو برس قبل کے مجوزه مطبوعه هيں -

جرمن سپاه ميں لينڈ اسٹرم دو قسم کے هيں " منٹ " اور " ارنے " يعني مسلم اور غير مسلم - اس هفته کے ميل تک غير مسلم تو طلب هي نہيں هوے هيں' اور مسلم کا بهي بہت هي تهوڑا حصه ميدان جنگ ميں آيا هے -

دشمن کو خواه مخواه حقير سمجهنا کوئي عمده پاليسي نہيں - اسليے اهل جرمني کے عزم اور عجيب و غريب جوش سے انگريزوں کو مطلع کرنا بالکل بجا و درست هے - اولاً تو انکو يقين هے که موجوده جنگ جنگ مدافعت هے - انکا قيصر " امن دوست " بادشاه هے - انکے وطن معبوب پر انکے حاسد دشمن رهشيانه طريقه سے حمله کو رهے هيں - جرمني ميں تمام کام گهوڑي کے پرزوں کي رفتار کي طرح هو رهے هيں - هر شخص بالکل صحيح طور پر جانتا هے که اسے کيا کرنا هے اور کہاں رهنا هے - افسروں نے عورتوں کو سپاهيوں کي ٹرينوں کو پتوں اور پهولوں سے آراسته کرنے کي اجازت ديدي هے - اسليے تمام ٹرينيں پهولوں اور سبز و شاداب پتوں سے دلہن بني هوئي جاتي هيں - اسکے علاوه هر سپاهي کي رائفل کے سرے پر ايک پهول لگا هوتا هے -

واقعي جرمن عورتيں نہايت همتور هوتي هيں - ايسا شاذ و نادر هوا که کسي عورت کا شوهر' بهائي' يا لڑکا رخصت هو رها هو اور ميں نے اوسکے منهه سے سسکي کي آواز بهي نکلتے سني هو - جب انکے عزيز رخصت هونے لگتے هيں تو وه اون سے کهتي هيں که هم يه جانتے هيں که " اب هم اور تم پهر کبهي نہيں مليں گے' مگر تاهم تمکو اپنے آبائي وطن اور قيصر پر قربان هونے کے ليے ضرور جانا چاهيے -

جرمني ميں تمام ريليں سرکاري هيں - اس اجتماع کے زمانه ميں معلوم هوگيا که گذشته زمانے ميں فوجي نقل و حرکت کيليے هر ممکن تياري کي گئي هے - ميں يه نہيں کهسکتا که يه صحيح هے يا غلط مگر بهرحال جسوقت ميں ۲۷ - اگست کو چلا هوں اسوقت يه عام طور پر تسليم کيا جاتا تها که ۹ مليں فوج اسوقت مسلم تيار تهي' او ر مجموعي تعداد ۱۲ - مليں هوگي - اسميں هزارها فدا کار شامل نہيں جنهوں نے اپنے خدمات پيش کيے هيں' اور نه وه تين مليں اشخاص محسوب هيں جو اگر ضرورت هوئي تو اسيران جنگ کي حفاظت کے ليے طلب کيے جائينگے - برلن ميں حکام يه کوشش کر رهے هيں که جهاں تک ممکن هو شهر کي وهي حالت رهے جو عام طور پر هوتي هے - کسي ايسي شے کي اجازت نہيں جس سے آبادي ميں شکسته دلي پيدا هوتي هو - حتی که جب بعض خاندانوں کو اپنے اعزاء کے ميدان جنگ ميں کام آنے کي خبر معلوم هوئي اور انهوں نے ماتمي لباس پہننا چاها تو انکو حکماً ممانعت کي گئي - انہيں يه نصيحت کي گئي که وه اپنے وطن معبوب کي خاطر ابهي اپنے ماتم کو اختتام جنگ تک ملتوي رکهيں

اهل جرمني تمام معاملات کے متعلق نہايت سرگرم و مستعد هيں' اور لهو و لعب ميں اشتغال و انهماک کو يک قلم موقوف کر ديا هے - مثلاً کسي گهر ميں پيانو کي آواز نہيں سنائي ديتي - انکا قول هے که يه جنگ کا زمانه هے يه موسيقي نوازي کا وقت نہيں هے - تمام تهيٹر اور اوپيرا بند هيں -

شروع ميں تو دو دن تک بنکوں اور سيونگ بنکوں ميں روپيه نکالنے والوں کا بڑا ازدحام رها' مگر اسکے بعد سے موقوف هوگيا - بنک اپنے اپنے عام انداز ميں کاروبار کر رهے هيں - البته زر طلائي سکے نہيں ديتے هيں - جسوقت ميں چلا هوں اسوقت تک هنگامي نوٹ شائع نہيں هوے تهے -

جو لوگ معاذ گئے هوے هيں واقعي انکے اعزاء مضطرب و پريشان هيں' مگر حکومت اسکے علاج سے غافل نہيں هے - هر مستعفظ سپاهي کي بيوي کو ۹ مارک (ايک جرمن سکه) اور هر بچه کو ۲ مارک ملتے هيں - بعض خاندانوں کو ٹريڈ يونينوں (تجارتي انجمنوں) سے بهي کچهه رقم ملتي هے' جن سے انکے ميدان جنگ ميں جانے والے اعزاء وابسته تهے -

مسٹر فلپ ايچ - رڈ نامي ايک مشہور امريکن هيں جو اگست ميں برلن سے لندن آگے هيں انکا بيان هے :

برلن ميں زندگي کي وهي معمولي حالت هے' لندن اور برلن کي زندگي ميں کوئي بڑا فرق نہيں - جنگ سے قبل سامان خور و نوش کي جو قيمتيں تهيں وهي اب بهي هيں - قهوه خانے کهلے هيں اور بينڈ قومي ترانے بجا رهے هيں - کوئي ايسی پريشاني يا گهبراهٹ کي بات نظر نہيں آتي جس سے معلوم هو که جرمني برسر جنگ هے - گو هر طرف سرگرمي و مستعدي اور جوش و خروش پهيلا هوا هے - ميں نے ايک شخص کو بهي بهاگتے هوے نہيں ديکها - "

جهانتک هو سکا ميں نے لوگوں سے سامان غذا کے متعلق گفتگو کي' مگر ميں نے کسي ميں پريشاني اور بےچيني محسوس نہيں کي' اور بعض حکام نے تو ان سے يه بيان کيا که اسقدر سامان غذا موجود هے که ۱۸ مہينه تک چلسکتا هے -

برلن ميں عام راے يه هے که اگر جرمني فتحياب نه هوئي تو وه واپس چلي آئيگي - اهل جرمني کو اطمينان واثق هے که اپني فوج کو کبهي شکست نہيں هوسکتي' اور اگر انکي فوج کو فرانس نے واپس هونا پڑا تو اس حالت ميں وه اپنے ملک کی حفاظت غير محدود وقت تک کرسکتے هيں -

مسٹر رڈ کہتے هيں که ميں نے دو افسروں سے پوچها که آپ لوگوں نے اپني فوج کي شکست کے امکان پر غور کيا هے ؟ ان ميں سے ايک بولا که " هاں بيشک ممکن هے' مگر هم اس وقت يہاں نہيں هونگے اسوقت ۱۷ اور ۵۰ برس کے مابين عمر والے مردوں ميں سے تمام جرمني ميں ۵۰ هزار آدمي سے زياده نه رهنے ديے جائينگے - "

ميري راے يه هے که وساطت کے ذريعه سے ايک ماه کے اندر جنگ موقوف هوسکتي هے - جب ميں نے ايک جرمن افسر کو اس طرف توجه دلائي تو اس نے کہا که جب تک هم پيرس اور سينٹ پيٹر سبرگ پر قبضه نه کرليں' اسوقت تک وساطت کا ذکر فضول هے - البته اسکے بعد هم آپکا کهنا سنينگے -

مسٹر رڈ کا بيان هے که ميں نے انگلستان کے خلاف سخت بغض محسوس کيا اور کسي کو بهي يه يقين نه دلاسکا که انگلستان اهل جرمني کے خلاف نہيں بلکه انکي جنگ پرستي کے خلاف معرکه آرا هے - وه کہتے هيں که اهل جرمني کا يه خيال هے که انگلستان جرمني کو کچل ڈالنا چاهتا هے - انکا يه عزم بالجزم هے که وه اپنے آپ کو انگلستان کے رحم کے حوالے کرنے کے بدلے آخر وقت تک لڑتے رهينگے - ميں نے اشترا کيين (سوشيالسٹس) ميں کسي قسم کا اختلاف نہيں ديکها - انگريزوں کے ساتهه عمده برتاؤ کيا جا رها هے -

الهلال

۲۲ ذوالحجه ۱۳۳۲ هجري

هنـدوستـان اور پــرو جرمـنـزم!

(۲)

جو اقتبـاسات پـايـونيـر نے الهــلال کے دیے هیں اول تو یہ اقتباسات ایک مضمون کے نہیں - دو مختلف مضمون کے مختلف مقامات سے لیے گئے هیں جنکی وجه سے الکے سابق و لاحق کا ربط ٹوٹ کر مترجم کے هاتھوں میں بالکل بے بس هوگیا ہے' اور وہ انکو اس ترتیب سے پیش کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے انکی مجموعی شکل خطرناک بن کر نمایاں هوتی ہے - پھر اصل عبارت کے الفاظ اور ترکیبوں کے ترجمہ میں بھی اپنے مقصد کو پوری هوشیاری کے ساتھہ پیش نظر رکھا ہے اور هر اثر پذیر ٹکڑے کے اندر ایک نئے اثر کو پیدا کرنیکی صریح کوشش کی ہے - مثلاً عبارت مقتبسہ میں لفظ ریٹائر منٹ Retirement اور ریٹریٹ Retreat کے واضح فرق کو نظر انداز کردیا ہے' اور جس جگہ مضمون میں محض "خیالات" کا لفظ آیا ہے جسکے لیے انگریزی میں تھوٹس Thoughts هونا چاهیے' اسکے لیے نہایت بے باکی کے ساتھہ "مس کنسپ شنس" Miscon-ceptions (خیالات باطلہ) کا لفظ استعمال کیا ہے' اور هر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ صرف اسی ایک لفظ سے کسقدر خطرناک تبدیلی پیدا هوگئی ہے؟

اسیطرح اس پورے ترجمہ کے اندر متعدد مواقع میں محسوس و واضح تغیرات کیے گئے هیں' اور پوری کوشش اسمیں صرف کی گئی ہے کہ ترجمہ کو پڑھنے والوں کی نظر میں هیبت ناک بنا دیا جاے : یحرفون الکلم عن مواضعه - لیکن انکی اصلیت اوسوقت تک واضح نہیں هوسکتی جب تک هر هر لفظ اور ترکیب کے متعلق تفصیل سے بحث نہ کی جاے' اور اسکے ساتھہ هی ایک صحیح انگریزی ترجمہ هم پیش نہ کریں - چونکہ یہ مضمون بہت بڑھگیا ہے اسلیے هم یہاں صرف اتمام حجة کے طریقہ سے کام لینگے اور ترجمہ کی صحت و عدم صحت کو آیندہ مستقل طور پر لکھینگے - تاکہ وہ همیشہ کیلیے اس بہت هی پر خطر مسئلہ کو اردو پریس کیلیے واضح کردے -

هم تھوڑی دیر کیلیے یہاں تسلیم کرلیتے هیں کہ یہ اقتباسات صحیح هیں - لیکن اسکے بعد معلوم کرنا چاهتے هیں کہ بصورت صحت بھی وہ کونسی هولناک جرمنیت ہے جسکے لیے الهلال اسقدر خطرناک ظاهر کیا گیا ہے؟ ان تمام اقتباسات کا زیادہ سے زیادہ خلاصہ یہ ہے کہ انٹورپ کے لے لینے سے بلجیم میں جرمنی کا کام پورا هوگیا - اسکا پوزیشن اب بلجیم میں زیادہ محکم ہے - انگریزی بحری مہم کچھہ زیادہ مفید نہ هوئی - اب اسکا ارادہ انگلش چینل پر دبار ڈالنے کا ہے - نیز یہ کہ انگریزی فوج مصلحت شناسی اور عاقبت بینی کیلیے قابل تعریف ہے - وہ خوب اچھی طرح سمجھتی ہے کہ محض زمین کی چند گز زمین کے لے لینے هی کا نام کامیابی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات میدان جنگ سے مراجعت پیش قدمی سے زیادہ قابل تعریف ہے - جتنی تھوڑی فوج انٹورپ کیلیے بھیجی گئی تھی' اگر وہ مصلحت شناسی سے کام نہ لیتی اور بالاخر مراجعت کو ترجیح نہ دیتی' تو یقیناً همارے نقصانات اس سے زاید هوتے جسقدر کہ بیان کیے گئے هیں -

لیکن هم پوچھتے هیں کہ انگلستان کے پریس سے لیکر انڈیا کے تمام انگلو انڈین اخبارات تک کون ہے جس نے اس کھلی بات کے اظہار کو بھی نا مناسب سمجھا ہے' اور اسکے سوا اس موقعہ پر اور کیا کہا جا سکتا تھا؟ یہ وہ نتائج هیں جو خود سرکاری خبروں نے دنیا کو بتلاے هیں اور ایسی بے ضرر حقیقت ہے جسکا اظہار بالکل ناگزیر ہے - کیا پایونیر اسکو پسند کریگا کہ "جرمنزم" کے اتہام سے بچنے کیلیے هم حقایق سے ایسا کھلا انکار کریں جو دنیا کیلیے تمسخر انگیز هو؟ هم ایک لمحہ کیلیے بھی یقین نہیں کر سکتے کہ هندوستان کی گورنمنٹ واقعات کے اظہار و بحث کو صرف اینگلو انڈین پریس کے لیے جائز رکھتی هو جو هر روز کوئی نہ کوئی "پرو جرمن" مضمون شائع کرتے هیں' اور ایک هندوستانی قلم کیلیے جرم سمجھتی هو جو پھونک پھونک کر قدم اوٹھاتے هیں؟

وہ روح جو اس مضمون کے اندر کام کر رهی ہے' اس واقعہ سے غالباً هر شخص کے سامنے آجائیگی کہ مضمون نگار نے ترجمہ کرتے وقت "اسٹیٹسمین" کا حوالہ بالکل چھوڑ دیا ہے جو الهلال میں دیا گیا تھا - کیونکہ ایسا کرنے سے "کلکتہ کا جرمنزم" الهــلال پریس سے معاً "اسٹیٹسمین" کے دفتر میں منتقل هو جاتا اور یہ اوسے منظور نہیں ہے -

اصلی واقعہ یہ ہے کہ جنگ کے نتائج پر نظر ڈالتے هوے اسٹیٹسمین کے حوالے سے یہ لکھا گیا تھا کہ "خواہ جنگ کی اصلی حالت کچھہ هی کیوں نہو لیکن یہ تو ظاهر ہے کہ جسقدر بھی لڑائی هو رهی ہے' جرمنی کے اندر نہیں ہے اور اسیکا افسوس ناک نتیجہ ہے کہ اسکے اندرونی امن کو ابتک کوئی نقصان نہیں پہونچا ہے"

صادق الروایت مضمون نگار نے پورے مضمون کو تو لے لیا مگر "اسٹیٹسمین" کا لفظ بالکل اوڑا دیا - پھر یہی کیا واقعہ نگاری کی اخلاقی قوت ہے جسکی بنا پر پایونیر نے الهــلال کی جاسوسی کیلیے اپنے تئیں پیش کیا ہے؟

جو خیالات الهــلال میں سقوط انٹورپ کے متعلق ظاهر کیے گئے هیں' آج همیں مجبوراً غیر انگریزی داں پبلک کے سامنے ظاهر کرنا پڑتا ہے کہ وہ اُن رایوں کے مقابلے میں کچھہ بھی نہیں هیں جو آج انگلستان کا پریس علانیہ ظاهر کر رہا ہے' اور جسکو ولایت کی ڈاک هر هفتہ هم تک پہنچاتی ہے - چونکہ هم پر حملہ کیا گیا ہے اسلیے همیں جواب دینا پڑیگا - هم پایونیر کو جو الهلال کے پرو جرمنزم کے لیے اسقدر مضطر ہے' اُن بے شمار مضامین پر توجہ دلاتے هیں جو پچھلے هفتہ ولایت کی ڈاک میں "انٹورپ" کے متعلق آے هیں' اور دریافت کرتے هیں کہ کلکتہ کے لیے پرو جرمنزم کا عنوان موزوں ہے یا خود برٹش دارالسلطنت کیلیے؟

هم یہاں صرف ایک دو اقتباس دینگے - "مورننگ پوسٹ" لندن کے جو پرچے آخری میل سے آے هیں' اُنمیں سقوط انٹورپ پر نہایت تفصیلی بحث کی گئی ہے - وہ انگریزی بحری مہم کی ناکامیابی پر انتہائی سخت لفظوں میں افسوس کرتا ہے اور اسکا سارا الزام مسٹر چرچیل کو دیتے هوے لکھتا ہے :

"انگریزی بحری فوج اور بحری والنٹیروں کے ذریعہ اینٹورپ کے نجات کی کوشش کرنا ایک گرانبہا غلطی تھی' جسکے جواب دہ موجودہ شہادت کی بناء پر مسٹر چرچیل کو هونا چاهیے -

مختصر سا رساله لکها هے جس میں بتایا هے که اگر موقع پیش آے تو جرمنی ممالک متحده امریکه کے ساتهه کیا کریگا -

ان علامات کے متعلق یه کہا جا سکتا هے که یه درحقیقت ایک شیخی سے پهولے هوے قومی غرور کے مظاهر میں جو شیخی میں پهولکر اس فیصله تک پهنچگیا هے که جرمنی کی فتح یقینی هے اس لیے انکے حریفوں کا غافل یا خبردار رهنا دونوں برابر هیں -

(جنگ کا پروگرام)

اسوقت درحقیقت برن هارڈی کے پروگرام پر عمل هو رها هے اس پروگرام میں یه تجویز کیا گیا تها که حمله کا سارا بار فرانس پر ڈالا جاے اور روس کو اپنے سست رفتار فوجی اجتماع میں روک لیا جاے - اسکے بعد پیرس سے فاتح فوجیں بیشمار ٹرینوں میں بجلی کی طرح مغربی خط جنگ سے مشرقی خط جنگ پر بهیجدی جائیں -

پہلے انگلستان کو بهلایا جاے اور جب اسکی قسمت کے فیصله کا وقت آ جائے تو پهر اسکا بیڑا زیر آب کشتیوں' تارپیڈو کشتیوں' بحری سرنگوں سے تراشا جائے اور جب تعداد برابر هوجاے تو " ولهیلم شیڈوین " کے قلعوں سے جرمن بیڑا نکلکے سمندر کے فتح کرنے کے لیے حمله کردے -

(انگلستان کے لیے بری گهڑیاں)

خواه واقعات کی رفتار کتنی هی همارے موافق هو مگر امید نہیں که هم چند بری گهڑیوں سے بچکر نکل جاسکیں - جرمن ایک بڑی اور بهادر قوم هے وه اپنی تاریخ جنگجوئی میں عمده کارنامے رکهتی هے - وه حلیفوں پر اپنے دیرپا نشان چهوڑے بغیر نہیں مٹیگی - همیں ابتدائی کامیابیوں کو بہت زیاده اهمیت نه دینا چاهیے اور یه نه سمجهنا چاهیے که حالات همارا ساتهه ضرور دینگے - خشکی اور تری دونوں میں وسیع کوششیں اور مایوسیاں همارا انتظار کر رهی هیں - مگر اس میں زیاده دیر نه هوگی جیسا که مجهے معلوم هوتا هے اسمیں زیاده دیر هونا نا ممکن هے - زمانه کا عجلت پسند مزاج سست تدابیر کو برداشت نہیں کرسکتا' اور نه جرمنی مالی کشش کو غیر محدود زمانه تک برداشت کر سکتی هے -

پیشینگوئی کسقدر خطرناک هے ! چاهے بعینه یهی الفاظ میرا مضحکه اڑانے کو واپس آئیں مگر میں خود نہیں سمجهسکتا که یه جنگ ۶ ماه سے کم میں کیونکر ختم هو سکتی هے یا ۱۲ ماه سے زاید عرصه تک کیسے جاری رهسکتی هے -

(جرمنی کی ایک ڈپلومیٹک غلطی)

یه کہنا تو بہت زیاده هے که جرمنی کے ڈپلومیٹک حالات جسقدر بوسیده هیں اگر کہیں اسکے جنگی حالات بهی ایسے هی هوتے تو وه زیاده عرصه تک زنده نه رهسکتی - البته اسکے یہاں ڈپلومیٹک ناقابلیت کے بعض ایسے درجے ضرور رهیں جو اس حد سے کم درجه هیں - اس حد تک ناقابلیت یقینی هے - کم ازکم ان میں مناقشه کی گنجایش تو نہیں - " ریل پولٹیک " " ویلٹ پولٹیک " وغیره کے مجنونانه علم سے جرمن کو کیا حاصل هوا ؟ اطالیا کے ساتهه اتحاد کی بندش اس قدر ڈهیلی که اتحاد بیکار' آسٹریا کے ساتهه بحر میڈیٹرین کے متعلق اسقدر وسیع مفاهمت که یه مفاهمت جرمن کروزروں کے لیے بیکار ثابت هونے کے بعد بهی سرویا' مانٹی نیگرو' اور بلجیم کو جرمنی کے خلاف میدان جنگ میں کهینچ لائی - انگلستان کے ساتهه وه برتاؤ کیا جس نے همارے تمام طبقوں کو اس طرح متحد کردیا که آپ اگر کوئی جماعت اس سے اختلاف کرے تو اس کے پیر کے نیچے سے زمین نکلجاے' اور اس طرح اسکے سقوط و افتاد کا سامان هوجائے - کیا اس سے زیاده بڑا کوئی خلط ملط هوا هے ؟ کیا کوئی ایسا نقطه هے جسکا انتظام اس سے زیاده بری طرح کیا گیا هو ؟ اور هاں اسکے نتیجهٔ ثانی کے طور پر وه عام بے اعتمادی و ناراضی جو ناطرفدار ممالک میں پیدا هوئی هے وه خود ایک مکمل شے هے -

(جرمن سپاهی)

جرمن سپاهی ویسا هی اچها ثابت هوگا جیسا که وه همیشه تها' وه ویسا هی بهادر ثابت هوگا جیسا که وه همیشه تها' اسمیں مجهے ذرا شک نہیں - مگر وه ویسا هی جفاکش ثابت هوگا جیسا که وه همیشه تها' اسکی کم امید هے - کیونکه اس آبائی سر زمین کی آبادی کا بڑا حصه کهیتوں سے نکل کے کارخانوں میں چلا گیا هے' اور نیز عیش و آرام کا معیار بہت بڑهگیا هے -

ولیم کے عهد کا ایک ویسٹفلین دستکار فریڈرک کے زمانے کے برینڈ برگ کے کاشتکار سے بالکل مختلف شے هے - بعینه اسیطرح جسطرح که سنه ۱۹۱۴ ع کا تهوڑے عهد خدمت والا سپاهی سنه ۱۸۵۰ ع کے دس ساله خدمت والے سپاهی سے بالکل جداگانه شے هے - مجهے توقع هے که جرمن همیشه کی طرح عمده ثابت هونگے' مگر اپنے همسایوں سے بہتر نہیں - لیکن انکے نقطه نظر سے جنگ کا عمده نتیجه تمامتر اس پر موقوف هے که وه بہتر ثابت هوں انہیں صرف فتح هی کرنا نہیں بلکه جلد فتح کرنا هے -

(قیصر کی مشینیں)

ایک قابل ذکر شے اسکا (قیصر کا) فوجی نظام هے' جس پر بڑی شیخی ماری جاتی هے - میرے ایک امریکن دوست نے جسے راے قائم کرنے کا موقع ملا تها یه کہا که " هاں بیشک وه ایک بڑی اور سبکرو مشین هے جو نہایت نزاکت کے ساتهه جوڑی گئی هے - اگر ایک پہیا بهی اٹک گیا تو تمام مشینوں کی طرح وه بهی فوراً ٹکڑے ٹکڑے هو جائیگی "

ایک پہیا لیج میں اٹک گیا اور دوسرا بهی زیاده عرصه گزرنے سے قبل اٹکیگا تاریخ کے سبق بہت منحوس هیں - جینا اور آرئیڈٹ کے پروشین فریڈرک کی روایتوں کے فخر میں پهولے نہیں سماتے تهے' مگر ایک دن میں انکی شکست اسقدر شدید اور انکی رخنه بندی کی طاقت اسقدر کم تهی که انکا شیرازه بالکل برهم هوگیا' اور انکا وطن ۷ سال تک یورپ کی سیاست میں اثر فرما نه رها - وه همیشه بڑے فاتح هوے هیں' مگر مصیبت و شکست میں وه بڑے نہیں رهے - اب دیکهنا هے که اس جنگ میں انکی کیا حالت هوتی هے -

تحت البحر کے ریزین حصہ ۲ ایک منظر جسمیں لوگ سنترنیوں پر بیٹھے ہیں

بیٹل کروزر "کوین میری" جسکا وزن ۲۱۰۰۰ ٹن ہے ۷۵۰۰۰ - اسپ طول ۷۲۵ فیٹ اور رفتار ۲۷ ناٹ فی گھنٹہ ہے

ایک جنگی جہاز کا نقشہ

جب یه راضح هو گیا تھا که جرمنی کا مقابله پوری طرح نهیں هو سکتا تو اوسوقت بلجین فوج کے لیے مناسب طریقه تو یه تھا که وہ ایک پوزیشن سے هٹکے دوسرے محفوظ تر پوزیشن میں چلی آتی - صرف ایک صورت جو بد ترین صورت تھی ' یه تھی که دول متحدہ ایک قوی نجات دینے والی فوج قلعوں میں بھیج دیتی' جو هر طرح کے حملوں کے بارجود قلعوں کو اپنے هاتھه میں رکھتی' اور اسکے همراہ مدد کے لیے کافی طور پر بڑی توپیں هوتیں - مگر یه بدترین صورت بھی اختیار نهیں کی گئی' بلکه آخری وقت میں ایک ناکام تر اسکیم تیار کی گئی -

انگریزی فوج کی روانگی نے بلجین فوج کو چھڑایا نهیں بلکه اسکے برعکس اتنی دیر لگادی که بلجین فوج کے لیے رهائی اور زیادہ مشکل اور خطرناک هوگئی

همارے پاس اس خوف کے اسباب هیں که انگریزی فوج کے جسقدر نقصانات تسلیم کرنے کے لیے امارت بحریه تیار هے ' اس سے کهیں زیادہ سنگین نقصانات هوے هیں -

انگریزی فوج نے دوسرے فریق (جرمنی) کو اسقدر نقصان نهیں پهنچایا جسقدر که خود اسکا نقصان هوا هے "

پھر وہ (مورننگ پوسٹ) انگریزی اسکیم کی انتظامی حالت کے متعلق لکھتا هے :

" جو فوج مسٹر چرچیل نے تیار کرکے بھیجی تھی اس میں بهت سے ایسے والنٹیر تھے جنھوں نے صرف ایک هفته فوجی تعلیم حاصل کی تھی - حالانکه ٹیریٹوریل فوج اسوقت موجود تھی جو کئی ماہ سے تعلیم حاصل کر رهی هے -

گورنمنٹ کو چاهیے که اپنے جلد باز رفیقوں پر ایک سخت هاتھه رکھے -

مسٹر چرچیل کی بعض خصوصیات نے انکی موجودہ پوزیشن کو فوج کے لیے مجسم خطرہ اور اضطراب بنا دیا هے "

ایک اور موقعه پر کیسے هولناک اور دهشت انگیز " پرو جرمن " لهجے میں اس نے انگریزی امیرالبحر کے ساتھه مضحکه انگیز جرات کی هے

" مسٹر چرچیل نے یه فقرہ کہا تھا که جرمن چوهوں کی طرح بلوں سے نکالے جائینگے - لیکن یه یا تو محض فخاری تھی یا اپنی آیندہ موجی اور بحری کار روائیوں پر روشنی ڈالنا مقصود تھا - اگر فخاری تھی تو یه انگریزی وزیر کے لیے شایان شان نهیں - اور اگر دوسری صورت تھی تو سوال یه هے که اسقدر اهم رازکیوں افشاء کیا گیا ؟ "

پچھلی ڈاک ایسی هی بیانات سے لبریز هے - مقامی معاصر اسٹیٹسمین نے گذشته اشاعت میں میل کی مراسلات جو شائع کی هیں ' ان میں انگریزی مهم موسلۂ انٹورپ کے متعلق اقلاً حسب ذیل بیانات " پرو جرمنزم " کے مطالعه کرنے والوں کیلیے دلچسپ هونگے :

" جو فوج بھیجی گئی تھی ' اسمیں آخری نام والنٹیر فوج کا تھا جو صرف چھه هفتے کی ترتیب دادہ تھی - سپاهیوں کے پاس کوٹ اور اوورکوٹ تک نه تھے "

پھر وہ لکھتا هے :

" اخر میں ایک جهنمی آگ کے برداشت کرنے هی کا سوال انکے لیے رهگیا تھا "

هماری مجبوری کیسی درد انگیز هے ؟ ایک طرف هماری بے ضرر بیانی اور کم گوئی پر معاندانه حمله کیا جاتا هے - دوسری طرف همیں ملک کا امن اور دلجمعی بھی عزیز هے - اسلیے هم توازن اور تقابل کیلیے پوری طرح اس سامان سے بھی کام نهیں لے سکتے جو خود انگریزی بیانات همارے لیے مهیا کرتے رهتے هیں -

بنگالی اور پایونیر

مقامی روزانه معاصر " بنگالی " اپنے ۸ - نومبر کی اشاعت میں هماری انگریزی مراسلت کو شائع کرتے هوے حسب ذیل خیالات ظاهر کرتا هے :

جو تصدیق شدہ مجرم هوتا هے همیشه وهی فرضی مجرم پر اولین پتھر پھینکنے کے لیے آگے بڑھتا هے - اسلیے همیں اس امر کے علم پر ذرا بھی تعجب نهیں هوا که " پایونیر " نے اپنا ایک دو کالم کا مقاله افتتاحیه کلکته کے اردو هفته وار الهلال کے نام بنام جرمنزم کے افشاء کے لیے نذر کر دیا هے -

جب سے یورپ کی یه جنگ عظیم چھڑی هے تو اسی وقت همکو یه تعجب هوا تھا که هندوستان میں آوفشیلزم کی طرف سے بولنے والی جماعت کا یه سر خیل کیسے خوشی خوشی اس جرم کا ارتکاب کر رها هے جسکو آج وہ اسقدر زور کے ساتھه برا کهرها هے - ایک دن اس نے هم سے کہا که متحدہ فوجوں کا شروع هی سے مدافعانه پهلو اختیار کرنا بجز اعتراف ضعف کے اور کچھه نهیں - دوسرے دن یه اشتهار دیا گیا که چینی دریاؤں میں جرمنی کا چھوٹا سا ۲ کروزروں کا اسکواڈرن حلیفوں کے ۴۸ کو اچھا خاصه پریشان کر سکتا هے - تیسرے دن همکو اسکے کالموں میں جرمنی کے ۲۲ سنٹیمٹر کی توپوں کے استعمال پر تعجب و تحیر نظر آیا - کیا یه باتیں پرو جرمنزم نهیں ؟ بهتر هوتا که پوانیر دوسروں کے آنکھوں سے تنکا نکالنے میں مشغول هونے کے بدلے اپنی آنکھوں کا شهتیر نکالنے میں مصروف هوتا - هم اردو تحریروں کے محاسن کے متعلق اظهار راے کے قابل نهیں - مگر ایڈیٹر الهـــلال نے جو مراسلت همارے پاس بھیجی هے اس سے معلوم هوتا هے که یه تحریر محکمه احتساب نے مناسب غور کے بعد پاس کی هیں ' " پوانیر " نے انکا ترجمه صحیح نهیں کیا هے اور یه که وہ جب صحیح سیاق و سباق کے ساتھه پڑھی جاتی هیں تو اسدرجه هیبت ناک نهیں معلوم هوتیں ' جیسا که پوانیر کے کالموں میں نظر آتی هیں -

ایڈیٹر الهـــلال اپنی مراسلت میں لکھتے هیں که جس معامله میں میری تردید کی گئی هے اس میں آواز زیادہ تر انگلو انڈین پریس کی صداے بازگشت هے - اور پوانیر نے میرے ساتھه صریح ظلم کیا هے که زیر تنقید پیسج سے " اسٹیٹسمین " کی راے خذف کردی هے' جو تائید کے لیے نقل کی گئی تھی - ایڈیٹر الهـــلال کا ارادہ هے که وہ اپنے پرچه کی آیندہ اشاعت میں گورنمنٹ اور قوم کے سامنے اس امر کو واضح کردینگے اگر وہ " پرو جرمن " هیں تو " ٹائمز آف انڈیا " " اسٹیٹسمین " اور خود " پوانیر " کی سی ممتاز پرو جرمن جماعت میں سے هیں -

تاهم جنگ کی خبروں کی اشاعت اور تنقید میں اپنی رهنمائی کے لیے انگلو انڈین پریس کو سامنے رکھنا همارے محفوظ طریقه نهیں - مثلاً " اسٹیٹسمین " نے اپنی گذشته جمعه کی اشاعت میں همارے خواندہ اور نا خواندہ طبقه کے افواهوں کے نکل جانے پر لیکچر دیتے هوے خود هی آسٹریلین اخبارات سے خبروں کے دو کالم شائع کیے هیں ' جنسے بیچینی پیدا هوتی هے - اس بے تمیزی کا یه نتیجه هوا که شام کو ایک هزار استفسارات نے همیں پریشان کر دیا - انگلو انڈین پریس کو اختیار هے جو چاهے کرے - مگر هم هندوستانی پبلک سے درخواست کرتے هیں که وہ خبروں کے انتخاب میں انتهائی عاقبت اندیشی سے کام لیں - انگلو انڈین پریس کی پیروی سے هم خود بعض غلطیوں میں مبتلا هوچکے هیں' اور یه بالکل ممکن هے که الهلال کو بھی اس قسم کی نا واقفیت کی وجه سے بیعزتی سے دو چار کرایا جارها هو

جنرل ڈوارپ ابن جو سر گریرسن کی وفات کے بعد انکی جگہ پر انگریزی مہم کے دوسرے دستہ پر کمان کر رہے ہیں

نواکہات سے بھری ہوئی گاڑیاں جو جرمن قیدیوں کے لیے جارہی ہیں

ڈارجسٹر کے قید خانہ کا ایک منظر خارجی جسمیں ایک سنتری کھڑا پہرا دیرہا ہے

ایک ہندوستانی سپاہی جس سے فرانسیسی گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کر رہے ہیں

ہندوستانی فوج کی تاریخی ورود اور ہندوستانی کیمپ کا ایک منظر عمومی

ہندوستانی سپاہی کادار توپوں کے لیے ہوتلوں میں گولیاں بھر رہے ہیں

ہندوستانی فوج کے لیے سامان غذا بار برداری کی گاڑیاں جو بندرگاہ سے بورے لا رہی ہیں

حادثہ فاجعہ علمیہ

وفات مولانا شبلي نعماني

وما كان شبلي هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان علم تهدما

فقيد العلم مولانا شبلي نعماني رحمہ اللہ تعالی

نہایت رنج و افسوس کے ساتھہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کے وفات کی خبر درج کي جاتی ہے
اس ماتم کیلیے صرف یہ مرقع رنج و غم کافي نہیں کہ اسکے لیے تو الهلال کا ایک پورا نمبر بھی
کافی نہ ہوتا ' لیکن اسوقت تو یہ رونا ہے کہ ہم دل کھول کر اس شہید علم کا ماتم
بھي نہیں کرسکتے ' اسلیے اپني خوں نابہ فشانیوں کو دوسري فرصت
کیلیے ملتوي رکھتے ہیں - درد رسیدوں کے ماتم کیلیے
کوئی وقت محدود نہیں ہے ' آبلۂ دل ہر وقت
پھوٹ بہنے کیلیے تیار رہتا ہے - نشتر غم کي
کھٹک چاہیے ' اور وہ اس حادثہ
فاجعہ علمیہ کی بدولت دل
میں ہر وقت موجود
رہیگی -

سر زمین فرانس میں ہندوستانی فوج - کیمپ کا ایک منظر عمومی

نیو مرکنٹائل کمپنی کے ملازمین اور افسروں جن سے کلکتہ فرسٹ والنٹیر کور مرکب ہے

سینٹ جوزف اسکول کے نوجوان طلبہ جو اس عسکری مہم میں خون اور آگ کے کھیل کے لیے والنٹیروں میں داخل ہوئے ہیں

نیو مرکنٹائل کمپنی کے والنٹیر کاندھے پر بندوقیں رکھے ہوئے کوچ کر رہے ہیں

اسلامي مقدس مقامات کي مدافعت کے لیے مستعد هیں اور انکے قیام کے لیے حمله آوروں سے جنگ آزما هونگے - مگر سلطنت عثمانیه نے خود کشي کرلي هے اور " اپني قبر اپنے هاتهه سے کهودي هے " -

۱۳ - نومبر کو لندن کا ایک تار موصول هوا هے جسمیں یه بیان کیا گیا هے که پیٹرو گریسڈ کے ایک یه سرکاري اطلاع نامه میں یه دعوی کیا گیا هے که مقام کپریکم کے محاذ میں ایک خونریز جنگ هولي - عثماني فوج پسپا کردي گئي جو جرمن افسروں کے زیر کمان هماري فوج کے بازو کو گهیر لینے کي کوشش کررهي تهي - تمام مفتوحه مقامات نهایت مستحکم اور مضبوط هیں -

۱۴ - نومبر کو دارالامراء کا جو اجلاس هوا هے اس میں لارڈ کریو نے دولت عثمانیه کا ذکر کرتے هوے کہا که " اسلام کے ساتهه هماري جنگ نہیں هے - دولت عثمانیه کي قسمت میں خواه جو کچهه هو مگر اسلام باقي رهے گا - اسلامي تاریخ و مذهب کا تعلق ترکوں کے ساتهه نهیں هے بلکه عربوں کے ساتهه هے - ترکي کے ساتهه جنگ هماري خواهش کے بالکل خلاف هولي هے اور مسلمانوں نے اپني وفاداري' اطاعت' اور امداد کے ثبوت کیلیے جس عجلت سے کام لیا هے اسکو هم نهایت هی تشکر اور قدر کي نگاه سے دیکهتے هیں "

۱۷ نومبر کی خبروں کا مفاد یه هے که ارض روم کی قلعه بندي هورهي هے - نیوفري پریس کا بیان هے که دولت عثمانیه نے اطالیا کے خیال سے مصر پر حملے کا اراده فسخ کر دیا هے -

روس نے سرکاري طور پر اپني فوج کي مراجعت تسلیم کي هے اور اسکي وجه یه بتالي هے که عثماني فوج کو کوسکالا' ارض روم' اور ایپي انک سے قوي کمک پہنچ گئي هے - عثماني فوج نے دره خاینسر پر قابض هونے کي کوشش کی مگر وه ناکام رهي -

الهـلال پریس کے ضمانت کي ضبطي

بنگال گورنمنٹ نے ۱۶ - نومبر سنه ۱۹۱۴ع کو الهلال پریس کي دو هزار کي پہلي ضمانت ضبط کرلي' اور الهلال کے جو نمبر مورخه ۱۴ و ۲۱ - اکتوبر سنه ۱۹۱۴ع بهی جو کبل نمبر کي صورت میں ایک ساتهه شائع هوے تهے' ضبطي میں آے' بنگال گورنمنٹ نے جن مضامین کو قابل اعتراض قرار دیا هے وه " حدیث الجنود " اور " سقوط انٹورپ " هیں - ایک بلجین تصویر بهي قابل اعتراض قرار دي گئي هے جسکے نیچے قرآن حکیم کي یه آیت درج هے:

و ما ظلمهم الله و لکن کانوا انفسهم یظلمون -

سوء اتفاق سے مولانا اسوقت دورے میں تهے اور ان کي عدم موجودگي میں ضبطي و خانه تلاشي کا وارنٹ آیا - دفتر کي طرف سے انکو اس واقعه کی اطلاع دیگئي تو انهوں نے بذریعه تار کے هدایت فرمالي که " جو نمبر چهپ رها هے اسکو فوراً شائع کردو' اور ایک مختصر نوٹ میں ضبطي کي اطلاع کے ساتهه یه اعلان کردو که هم اپني ذات سے آخر وقت تک " الهلال " کو جاري رکهنا چاهتے هیں اور انشاء الله العزیز رکهینگے - اسلیے هم حسب هدایت اس پرچه کو شائع کردیتے هیں' اور " الهلال " کي آینده زندگي کي قارئین کرام کو کامل توقع دلاتے هیں - و من یقنط من رحمة ربه الا الضالون (۵۶ : ۱۵)

[سب ایڈیٹر]

هفته جنگ

یه هفته بهي گزر گیا مگر جنگ نے هنوز کولي فیصله کن صورت نهیں اختیار کي - ۱۲ - نومبر کو پیرس کا جو سرکاري اطلاعنامه موصول هوا هے اس کا بیان هے که کہرے کي وجه سے جنگ میں جو کسي قدر دقتیں پیدا هوگئي هیں انکا کولي عمده انسداد یا اصلاح نهیں هولي هے -

هم لالنس اور لینگ مارک " کے مقامات پر پوري طرح جمے هوے هیں - هم نے " ڈکسمیر " اور " لینگ مارک " کے درمیان میں هم نے قابل تعریف ترقي کي هے -

۱۱ نومبر کو وزیر هند نے والسرے کو جو تار بهیجا هے اس میں وه لکهتے هیں که دونوں جنگگاهوں سے خبریں حسب خواه آرهي هیں - بلجیم' اور شمال فرانس میں حلیفوں نے خوفناک حملوں کو روکدیا هے اور جارحانه اقدام کي تجدید کردي هے - وه متعدد مقامات کیطرف بڑهے هیں خصوصاً شمال " میسینس " میں جو " ایپرس " کے نزدیک واقع هے - ارمنیٹریز کے نواح میں بهي انگریزي سپاهیوں نے خفیف ترقي کي هے - " لابیسي " اور " اراس " کے نواح میں بهی دشمن کا حمله پسپا کردیا گیا -

۱۳ نومبر کو جو پیرس کا سرکاري اطلاعنامه آیا هے اس سے معلوم هوتا هے که گذشته چند دن میں " لابیسي " اور وربرے کے مابین جو مفتوحات هوے هیں انکے استحکام کا کماحقه انتظام کردیا گیا هے - اسکے علاوه یه امر بهي قابل ذکر هے که هم (فرانسیسیوں) نے " مقام لورلي کے " محاذ میں ترقي کي هے جو " ریمس " " باري اور بیک " کے درمیان میں واقع هے' اور دشمن کے وه حملے پسپا کردیے هیں جو " کرلک - سینٹي میرالین " کي شمالي بلندیوں اور " تہان " کے جنوب مشرق میں هوے تهے - " بحر شمال " اور ارمنیٹریز کے جنگ میں حمله آور فوجوں کا جارحانه اقدام ترقي پذیر هے - کل سارا دن دشمن کے حملوں کو پسپا کرنے میں گذرا اور یه دن همارے اس کارنامے کی وجه سے همیشه مشهور رهے گا - هم نے دشمن کو " ایپرس " کے جنوب میں پسپا کیا - فرانسیسیوں نے " ایپرس " " برشوٹ " اور " لومنیٹریز " کے درمیان میں ترقي کي هے - اور انگریزي فوجوں نے جرمن فوج کے دو حملوں کو پسپا کردیا هے -

پیرس کا ایک سرکاري بیان مظهر هے که شمال کي طرف نهایت سخت جنگ هو رهي هے - میدان جنگ کے بقیه حصوں پر کولي اهم واقعه قابل ذکر نهیں هوا هے -

ایک دوسرے تار میں یه بیان کیا گیا هے که کل سے همارے میسره پسر " نیورٹ " اور " لالس " کے مابین سخت جنگ شروع هوگئي هے -

باوجودیکه همارے جنگي مقامات پر دشمن کے سخت حملے هوے هیں مگر انکے استحکام عام میں کولي فرق نهیں آیا هے - هم نے " لمبرڈالز " پر دوباره قبضه کرلیا هے - اور اس نقطے سے آگے بڑه گئے هیں -

غروب آفتاب کے وقت جرمن " ڈکسمیر " کو لے لینے میں کامیاب هوگئے - نواح شهر کي زمینوں پر هم ابتک قابض هیں اور ابهي تک نهر بهي همارے زیر اثر هے جو " نیورٹ اور ایپرس " کے مابین واقع هے - یه وه مقامات هیں جهاں پر نهایت هي جانبازانه معرکے هوے هیں -

گو متعدد مقامات پر انگریزي فوج نے بهي حمله کیا مگر تاهم عموما اس نے هر جگهه دشمن کو روکے رکها - شمال " سواسنس " او ر

شئون اسلامیه

اس جنگ عظیم میں دولت عثمانیه کی شرکت کو آج دو هفته سے زاید هوچکے هیں - گذشته اشاعت میں هم نے دولت عثمانیه کي شرکت پر ایک اصولي و اساسي بعث کي تهی جو با اینهمه سعي اختصار و ایجاز اسقدر طول هوگئي که " شئون اسلامیه " میں وقایع و اخبار کیلیے گنجایش نه رهی - اسلیے اس هفته میں همارا یه اراده تها که بالکل ابتداء سے شروع کریں تاکه تمام حالات قلمبند هوجائیں اور اس سلسله کی تمام کڑیاں قارئین الهلال کے پیش نظر رهسکیں - چنانچه گذشته تین هفتوں کے تمام واقعات ایک ترتیب خاص کے ساتهه کمپوز کرالیے گئے تهے مگر عین وقت پر شمس العلماء مولانا شبلي مرحوم اور الهلال پریس کی ضمانت کے دو اندوه ناک سانحے پیش آگئے - جنکا اس نمبر میں تذکره ناگزیر تها اور حسب قاعده آخرین فارم کے علاوه اور تمام فارم چهپ چکے تهے اسلیے بجز اسکے اور کوئي صورت نه تهي که اسي فارم میں گنجایش نکالي جاتي -

پس بمجبوري سلسله وار حالات سے دست کش هونا پڑا اور اس پوري داستان کا صرف وه حصه لے لیا گیا جسکا ذکر اس هفته کے تاروں میں آیا هے -

۱۱ نومبر کے تاروں کا ماحصل یه هے که لندن کا ایک تار مورخه ۹ نومبر مظهر هے که بلغاریا کے وزیر ایم - پیٹرو جیرف نے ٹائمس کے ایک قائم مقام سے یه بیان کیا هے که دولت عثمانیه اور بلغاریا میں کوئي مفاهمت خصوصاً ایسي جسکا تعلق عثماني فوج کے تهریس سے گزرنے سے نهیں هوئی -

لندن کے مورخه ۹ نومبر کے ایک دوسرے تار میں یه اطلاع دیگئي هے که " مدللي (بریسلا) " کي طرح کے ایک کروزر نے دره کوه قاف کے " پوٹي " نام مقام پر گوله باري کي جسے روسي فوج نے توپوں اور بندوقوں کي آتشباري سے بهگا دیا - اسي تاریخ کے ایک دوسرے تار میں یه اطلاع دي گئي هے که ترکوں نے جده کي تمام روشنیوں کو گل کر دیا هے -

۱۱ نومبر کو وزیر هند نے جو تار والسراے کو دیا هے اس میں وه لکهتے هیں که پرنس صباح الدین نے ' جو عثماني حزب الاحرار کے باني هیں ' سلطان المعظم کو یه تار دیا هے که جرمني کے حمایت میں آپ کے تلوار اٹهانے سے آپ کي وفادار رعایا میں بدلي پهیلي هوئي هے - آپ کي رعایا کے دل اتحادیوں کے هاتهه میں نهیں هیں -

۱۲ نومبر کے تاروں میں ایک طویل تار ۷۷ صفحه کے " وهائٹ پیپر " کے متعلق هے - اس تار کا بیان هے که وهائٹ پیپر میں ایسے گونه گوں واقعات بیان کیے گئے هیں جن سے جرمني کي مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف خیالات کي اشاعت اور عثماني و جرمن اشتعال انگیزوں اور سازشوں کا سراغ ملتا هے - عثماني وزیر اعظم نے انگریزي سفیر مقیم قسطنطنیه کو بارها یقین دلایا که دولت عثمانیه ناطرفدار رهیگي اور اپنے بیڑے پر جرمن عمله مقرر نهیں کریگی لیکن مراسلات سے ظاهر هوتا هے که انور پاشا کا (جو جرمن کے زیر اثر هیں) اقتدار دن بدن بڑهتا گیا یهانتک که وسط اکتوبر میں انهیں کامل اختیارات حاصل هوگئے - بهرکیف آخر اکتوبر میں عثماني حکومت کے ارکان نے باستثناے انور پاشا جنگ سے علحده رهنے کی کوشش کي -

مراسلات سے معلوم هوتا هے که آخر ستمبر میں جرمني کي شازشونکي وجهه سے دولت عثمانیه میں بے اطمینانی پهیلنے لگي - ۴ - ستمبر کو سفیر انگلستان نے وزیر داخله سے ملاقات کي اور کها که دولت عثمانیه کا جنگ میں شریک هونا نهایت پر خطر هے انور پاشا کے دل میں هندوستاني اور مصري بغاوتوں کے متعلق جو خیال جاگزیں هے وه محض مضحکه انگیز هے - وزیر داخله نے کها که دولت عثمانیه انگلستان کو دو جنگي جهاز قیمتاً دینے کیلیے تیار هے کیونکه اسے روپیه کی اشد ضرورت هے -

وهائٹ پیپر جرمني کي ان خفیه شازشوں کے تذکروں سے مملو هے جو اس نے بلاد اسلامیه خصوصاً مصر میں کي هیں - عثماني وزیر اعظم نے اسکا اقرار کیا که اسٹریا اور جرمني نے ان شازشوں میں شریک هونیکے لیے هم پر دباؤ ڈالا مگر همنے انکار کر دیا -

انگریزي سفیر مقیم قسطنطنیه کا بیان هے که دولت عثمانیه مفلس هو رهي هے اسکے شریک جنگ هونیکي کوئي وجهه نهیں مگر تاهم همیں شک هے که جرمني اسے اپنے هاتهه میں لیلیگي -

اسی تاریخ کو مسٹر اسکویتهه کي اس تقریر کا اقتباس بهی موصول هوا هے جو انهوں نے گلڈ هال میں کي هے - اس تقریر میں انهوں نے کها که " کهلے هوے روسي بندرگاه پر ناجایز گوله باري اور مصري مقبوضات میں ناجایز حملے جاري رهے حلیفوں نے اسکو نهایت ضبط و تحمل اور صبر و استقلال کے ساتهه دیکها لیکن جب پانی سر سے گذر گیا تو هم اس منطقیانه نتیجه کے نکالنے پر مجبور هوے که دولت عثمانیه هم سے علانیه دشمني رکهني هے - یه عثماني پبلک نهیں یه حکومت عثمانیه هے جس نے تلوار اٹهائي هے اور میں اس امر کے اظهار میں ذرا بهي پس و پیش نهیں کرتا که عثماني حکومت تلوار هي سے تباه هوگي - سلطنت عثمانیه کے لیے ' هم نے نهیں' بلکه اُسي نے خود ساز موت (ڈیتهه نل) بجایا هے یه ساز موت نه صرف یوروپین ترکي کے لیے بجا هے بلکه اس میں ایشیائي ترکي بهي شریک هے - مجهے امید هے اور مجهے اسکا یقین هے که عثماني حکومت' جو زمانه قدیم میں شاداب ترین قطعات ارض کیلیے صاعقه هلاکت بني هے مع اپنے آلات بربادي اور سامان تباهي کے نیست و نابود هو جایگي" -

" سلطان (المعظم) کي مسلم رعایا سے هماري کوئي جنگ نهیں هے - همارے ملک معظم کے زیر حکومت لاکهوں مطیع اور فرمان بردار مسلمان رهتے هیں اور یه هملوگوں سے بعید هے که انکے مقدس مقامات اور انکے مذهب کے خلاف اعلان جهاد کریں - هملوگ

اصلي لاثاني مکمل مجموعۂ خطب حرمین شریفین ابن نباته
عربي مع ترجمۂ نظم اُردو طبع هوچکا
مترجمه

عالم باعمل۔ فاضل بے بدل رئیس العارفین حضرت مولائی مرشدي سیدالسند مولوي سید شاه فقیر محي الدین صاحب قبله قادري چشتي المتخلص به مقبل - معزز ناظرین! یه وه مقبول خاص و علم مشهور خطبهٔ متبرکه هے جس سے اکثر مولفین و مترجمین خطب نے بعض خطبونکا انتخاب کرکے اُردو نظم فرمایا هے - آجتک کسی کو بھي پورے نظم ترجمه کي طرف خیال نه هوا - هندوستانکے چند اهل مطابع نے البته اُسکو نثر میں ترجمه کرواکے چھاپا" مگر نثر سے خطیب و سامعین کو کوئي فائده نهیں۔ فی زماننا عوام الناس زبان عربی سے بالکل بے بهره هوگئے مقتضاے وقت یه هے که عوام جس زبان کو سمجھیں اُسی زبان میں احکام آلهیه و امور شرعیه محمدیه سنائیں جهالت اور بےعلمي روز بروز اهل اسلام کو احکام آلهي اور امور شرعي سے جدا کر رهي هے - اس پر آشوب زمانه میں حتی الامکان عامه مسلمین کي اصلاح هر دینی کام میں مد نظر رکھنا فرض هے - شارع علیه الصلوة و السلام کا مقصود اصلي اس سے صرفِ اصلاح هے تمام خلقه جنکو اکثرت مشاغل دنیاوي سے فرصت نه ملي

آنکو ایک وقت میں اس طریقے سے وه ضروري هدایتیں گوش گذار کیجائیں جس سے آنکو خوبي دارین حاصل هو - آج خالص زبان عربي سے مقصود شارع بالکل مفقود هوا جاتا هے - اس کام کا خیال عرصهٔ درازے قلب پریشان میں متمکن رها که کوئی ایسي صورت هو جس سے همارے اردوخوان بهائي فائده اٹھائیں لیکن قادر متعال هر کام کے لیے۔ اوقات مقرر فرما چکا هے اور وه امر اسي وقت مقرره میں پورا هوگا الحمد لله ثم الحمد لله توفیق سبحاني اور تائید رباني سے مجموعۂ خطب ابن نباته مروجۂ حرمین شریفین مترجم منظوم به تمام و کمال طبع هوگیا - اسکے علاوه صحاح سته و مشکوة شریف وغیره سے ضروري احادیث نبویه کے مضامین منظوم کرکے خطبهاے متفرقه کے نام سے آخر میں شامل کردیے هیں لکھائي چھپائي اور صحت نهایت عمده اور هر قسم کے کاغذ (چکنا ولایتي رسمـــي معمولي) پر چھپا هے تعداد صفحات ۳۱۰) قیمت صرف معمولـــي کاغذ ۱۲ - آنه مجلد ۱۴ - آنه چکنا ولایتي مجلد ایک روپیه و نیز خطبه کا ٹائٹل بسبب پنچرنگ و مطلا هونے کے نهایت دلکش اور بهت هي خوشنما هے -

ملنے کا پته - ۔ کے - حاجی محمد محي الدین سوداگر و تاجر کتب
متصل مسجد ابراهیم نمبر دوکان ۳۹۹

مغرب " ریلي " میں هماري فوج کي ترقي کے علاوہ میدان جنگ میں اور کوئی تغیر نہیں ہوا ہے - هم نے مقام ارنکورٹ میں جو بروي کے جنگل کے شمال میں واقع ہے دشمن کو خاص طور پر بري طرح پیچھے هٹا دیا -

لندن کے ایک تار مورخه ۱۱ نومبر سے معلوم هوتا ہے که پیرس کے ایک سرکاري اطلاعنامه میں یه بیان کیا گیا ہے که دن بھر دشمن کے حملے هوتے رہے مگر وہ بے سود ثابت هوے " ملهر قالز " پر دشمن نے جوابي حمله کیا مگر پسپا کردیا گیا -

لندن کا ایک ۱۳ نومبر کا تار یه بیان کرتا ہے که انگلستان کے سرکاري بیان سے اس امر کي تصدیق هوتي ہے که فلانڈاس کے معرکے نہایت شدید تھے - جن میں انگریزي فوج کا بہت نقصان ہوا مگر تاهم دشمن کے نقصانات نسبتاً زیادہ هوے -

گولوں کي پیهم بارش ' اور پیادہ فوج کے مستقل حملوں کے باوجود (جو درهم برهم کردیے گئے تھے) " ایپیرس " کي مدافعت تاریخ جنگ کي حیرت انگیز اور تعجب افزا روایات میں شمار کی جائیگی -

اسکے بعد هي جو دوسرا تار موصول ہوا ہے اسکا بیان ہے که گذشته چند دن میں شمال السن " خصوصاً اولی بیکی - رنس شهٹي - میسبنس کے خط جنگ پر نہایت سخت لڑائیاں هوئیں

زینورتیي - فریلنگ هین کے خط پر بھي متعدد جنگیں هوئیں - هم نے دشمن سے ۶ کلدار توپیں چھین لیں اور ۱۰۰ قیدي گرفتار کیے -

پیرس کا ایک سرکاري اطلاعنامه مظہر ہے که هم نے شمال کی جانب اپنے تمام مقامات کو مستحکم کرلیا ہے - دشمن شب کے وقت ڈکسمیو سے حمله آور ہوا مگر پسپا کردیا گیا - همنے دشمن کے خلاف پھر جارحانه اقدام شروع کردیا ہے جس نے " ایسر " کو عبور کرلیا تھا اور بجز بالیں ساحل کے جہاں وہ دو یا تین سرگز زمین پر قابض ہے ' هم نے اسے تمام مقامات سے بھگا دیا ہے - قلب میں بھي همکو مقام سرارسي لي ویل اور مقام اکلي کے جنگل کے شمال و مشرق میں فتح حاصل هوئي ہے '

ضلع ارگن میں جرمن فوج پر پر زور حملے هوے مگر اس سے کچھه نقصان نہیں ہوا -

لندن کے ایک تار مورخه ۱۳ نومبر میں یه بیان کیا گیا ہے که جرمن توپخانه درحقیقت متصل گوله باري کرتا رہا - اس اثناء میں ایپرس جنگ کا مرکز رہا ہے - چنانچه تین هفتے سے زاید عرصه ہوا که جرمن توپخانه شب و روز اس پر گوله باري کررہا ہے -

متعدد موجوں کي قوت میں کمک کے ذریعه سے برابر اضافه هو رہا ہے - اخري کمک نواح کیلو رینٹ میں بھیجي گئي ہے جو ایپرس کے شمال میں واقع ہے - ڈکسمیو میں بھی فوجي مدد بھیجي گئی ہے -

میدان جنگ کے تمام انگریزي مقامات کو مستحکم کرلیا گیا ہے -

۲۱ نومبر کو پیرس کا جو سرکاري اطلاعنامه مورخه ۱۳ نومبر کو موصول ہوا ہے اسکا بیان ہے " لاسگنی " - اسني - اور بیري اوبیک کے مصاف میں جرمن فوج کے حملے ناکام رہے - " ارگن " میں سخت جنگ هو رهي ہے - دشمن نے " فورٹ ڈي پیرس " اور سنٹ میر برٹ پر دوبارہ قابض هوجانیکي ناکام کوشش کی - " ورڈن " پر جرمن کے متعدد حملے هوے مگر پیادہ فوج کے آگے بڑھنے سے پہلے همارے توپخانے نے انہیں روک دیا ہے - موسم خراب ہے - " لورین " اور " ووبرے " میں کوئی واقعه قابل اطلاع نہیں ہوا ہے -

دشمن نے بمقام نیو پورٹ " گریٹ برج هڈ " پر حمله کیا مگر ناکامیاب رہا -

جرمن فوج کے متعدد حملے روکدیے گئے ' جو " ایپرس " کے جنوب و مشرق کي طرف هونیوالے تھے - " لا بیسي " " آراس " تک هم نے خفیف ترقي کي ہے -

۱۵ نومبر کو پیرس کے جس سرکاري اطلاعنامه کي اطلاع دي گئي ہے اسکا بیان ہے که ندي سے شمال " لي اے " تک کي جنگ همارے موافق هوئي جرمن کے حملے پسپا کردیے گئے جو شمال " زوني بیک " اور جنوب " ایپرس " میں هوے تھے - موخر الذکر مقام پر جرمنوں کو سخت نقصانات برداشت کرنا پڑے -

ایمسٹر دم کا ایک تار مظہر ہے که متعدد فوج کے پٹرول لوسٹند تک نظر آتے هیں -

۱۵ نومبر کو پیرس کا جو سرکاري اطلاعنامه موصول ہوا ہے اس کا بیان ہے که بحر شمال اور الیس کے درمیان میں جو خط جنگ واقع ہے اسپر گذشته ایام کے بنسبت آجکل جنگ کي شدت کم ہے دشمن نے ڈکسمیو کے مشرق اور دوسرے راستوں سے " ایسر " کو عبور کرنیکي فضول کوشش کي - اسکے تمام حملے روک دیے گئے - میدان جنگ کے تمام مقامات پر هم جمے هوے هیں " ایپرس " کے شمال ' و مشرق اور جنوب و مشرق سے دشمن کے حملے هوے مگر همارے خط جنگ کے متعدد نقطوں پر یه حملے پسپا کردیے گئے اور اسی طرح انگریزي فوجوں نے بھي دشمن کو بھگادیا - مشرق " آرمینٹریز " اور " اراس " کے مابین جو خط جنگ واقع ہے اسپر بھي سخت جنگ هوئي اور گولوں کی بارش کي گئي -

هم نے " ٹریکمالي وان " کو لے لیا ہے جو " اسنی " کے شمال میں واقع ہے -

همنے " ٹریکمالی مونٹ " کے شمال ' " نوران " کی جنوب و مشرق ' اور " کروے " اور " ریگنی " کے ما بین خفیف ترقي کي ہے - مصاف " ریلی " میں دشمن نے همارے فوجوں کے مقابلے میں (جنہوں نے " شونی " اور " سون پیر " پر دوبارہ قبضه کرلیا ہے) جوابی حمله کیا مگر وہ پسپا کردیا گیا - اسي طرح " بیري اوبیک " میں بھي دشمن پسپا ہوا " ارگني " میں سخت توپخانوں کي سخت گوله باري هوئی هملوگوں نے " سنٹ میهل " اور " پونٹ - اے - موسنس " کے ضلع میں دور تک ترقی کي ہے - دشمن کا حمله جو " کول ڈي سینٹي مري " پر ہوا تھا ناکام رہا - وسجس میں برف پڑ رهی ہے -

پیرس کا ایک سرکاري اطلاعنامه مظہر ہے که دریاے للس تک دشمن کے حملے کم شدید هیں اور بعض مقامات پر هم نے بھی جارحانه پہلو اختیار کیا ہے - همنے " بکس شوٹي " کے جنوب میں ترقي کي ہے - هم نے اپنے جوابی حملوں سے " ایپرس " کے ایک دیہات پر دوبارہ قبضه کرلیا ہے - جنوب " ایپرس " میں همنے پروشین مستحفظ فوج کے ایک حمله کو پسپا کردیا ہے -

مقید جرمن افسروں کا بیان ہے که آغاز جنگ میں مقام " امالسز " پر ۵۰۰۰۰۰ جرمن تھے - ان افسروں کا تخمینه ہے که ۹۰۰۰۰ جرمن سپاہ اور جرمن جنرل کام آچکے هیں -

لندن کے مورخه ۱۳ - نومبر سے معلوم هوتا ہے که برلینر ٹیجبلیٹ نامي جرمن اخبار کا ایڈیٹر جو معرکه " فلانڈس " میں شریک ہے یه لکھتا ہے که اهل جرمنی نے اپنے ان خیالات کو بدلدیا ہے جو وہ انگریزي فوج کے عسکري اوصاف کے متعلق رکھتے تھے - اس ایڈیٹر کا بیان ہے که ایپرس پر جو انگریزي پیادہ فوج موجود ہے اس کا شمار بہترین افواج میں هوسکتا ہے اور انگریزي توپخانه فرانسیسي اور جرمنی توپخانوں کے هم سنگ ہے - یه ایڈیٹر یه بھي بیان کرتا ہے که هماري بحري توپیں خندقوں میں عام بربادی اور تباهي پھیلا رهي هیں -

Printed and published by A. K. [illegible]ZAD, at the HILAL Elect[illegible] Mcleod Street, CALCUTTA

حسبنا الله و نعم الوكيل

نوکش سلطانه هیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولی

جسے تمام عالم کے تراش امپیریل هیرڈالی کا لقب عطا فرمایا
ہے - یہ بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بو لي نا گوار بلکه فرحت افزاے دل
و جان عطر بسار خوشبو دار خضاب کمیاب ہے - سہولت کے ساتھہ
۲ - ۳ قطرہ برش یا انگلی سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں
بالونکو سیاہ نما بنالیجیے ایک شیشی برسونکے لیے کافي ہے -
قیمت فی شیشي کلاں تین روپیه - شیشي خورد دو روپیه -
سارٹیفکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ارسي - پي -
ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکته تحریر فرماتے هیں
واقعي یه ایک تحفه بیش بہا کمیاب بلکه نایاب استمبولی خضاب
دنداري خضابوں میں اعلی و یکتا ہے ' بیشک یه روسا امرا راجگان
اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر ہے - اسکي جسقدر تعریف کي
جائے بجا ہے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۵ مومن پور روڈ خضر پور کلکته

No. 1Mominpure Road Khidderpur Calcutta.

پوپن ٹائین

یہ عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ' یہ موایل ضعفی شکایتونکو دفع
کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ کرتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکه یکساں
مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پہونچتی
ہے - هسٹریه وغیرہ کو بهی نفع ہے چالیس گولیونکی بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایک بارگی دفع هو جاتی ہے - اس
کے استعمال کر تے هی آپ فائدہ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹھه آنه -

هائی ڈرولی

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رہا -

یہ دوا آب نزول اور فیل پا وغیرہ کے واسطے نہایت مفید ثابت هوا ہے - صرف
اندرونی و بیرونی استعمال سے شفا حاصل هوتی ہے -
ایک ماہ کے استعمال سے یه امراض بالکل دفع هو جاتی ہے قیمت دس روپیه اور دس
دنکی دوا کی قیمت چار روپیه -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا -
بلا اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هونیسے تشنج کا پیدا
هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو
هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے که مندرجه
ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ
حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال
کریں اور ان امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ایم - سي - لنجنکدا راؤ اول
اسسٹنٹ ایمونکل اگزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبھرالین
و امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي
ینڈ ایس - سي کوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں : - "نمونے کي
شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع
بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈاي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس
سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال ارکارڈي بمبئي فرماتي هیں :-
"اوبھرالین جسکو که مینے استعمال کیا ہے" زنانه شکایتوں کیلیے بہت
عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت فی بوتل ۲ روپیه ۸ آنه ۳ بوتل کے خریدار کیلیے
صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا ہے -

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta,

هر فرمایش میں الهلال کا حواله دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ آف لندن

یه مشهور ناول جوکه سوله جلدونمیں ہے ابهي چهپ کے نکلي ہے اور
نہایت هي دلکش ہے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي ہے -
اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب صرف ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد ہے
جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام
جلدیں دس روپیه میں وي - پي - اور ایک روپیه ۱۴ آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بوبازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Laine,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مہینه کے لیے رعایت
تین دنکے اندر زر واپس
اگر ناپسند هوے -

سائز فاکشن فلوٹ هارمونیم
جسکي دهیمي اور میٹھي آواز
بنگالي اور هندوستانی موسیقي
سے خاص مناسبت ہے - شیشم
کي لکڑی سے بني هوئي ' اور
نہایت عمدہ ریڈ - تین برسکي
گارنٹي - قیمت سنگل ریڈ ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیه - حال - ۱۹ '
۲۲ ' ۲۵ روپیه - ڈبل ریڈ ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ ' روپیه - حال ۳۰ '
۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیه پیشگي ۵ روپیه -

نیشنل هارمونیم کمپني - ڈاکخانه سمله A - کلکته

National Harmonum Co. P. O. Simla A. Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجه سے مایوس هوگئے هوں
تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوبارہ زندگی حاصل کریں - یه جڑي
مثل جادو کے اثر دیکھاتي ہے - بیس برس سے یه جڑي مندرجه
ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکھا رهی ہے -

ضعف معدہ ' گراني شکم ' ضعف باہ تکلیف کے ساتھه ماهوار
جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواہ اعصابي هو یا دماغی ' آب نزول
وغیرہ -

جڑي کو صرف کمر میں باندهي جاتی ہے - قیمت ایک
روپیه ۸ آنه

ایس - سي - هر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکته

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگی والا
جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي و موسمي
جنون ' وغیرہ وغیرہ دفع هوتي ہے اور وہ ایسا صحیح و سالم هوجاتا
ہے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وہ کبهی ایسے مرض
میں مبتلا تها -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوہ محصول ڈاک -

C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی

ایم - اے - ڈی لیٹ بیرسٹر ایٹ لا کی

میڈیکل جیورس پروڈنس

یعنی طب متعلقہ عدالت پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس ایف

آر - ایچ - ایس کا ریویو

قبل اس کے کہ کتاب مذکور کی نسبت کچھ لکھا جائے یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس کیا چیز ہے - کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے میڈیکل جیورس پروڈنس کے معنے ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

" میڈیکل جیورس پروڈنس " علم طب کی اس شاخ کا نام ہے جس میں قانون اور طب کے باہمی تعلقات سے بحث کی جاتی ہے ' اور اس علم کا موضوع کل وہ مباحث قانونی و طبی ہیں جو عدالتی انصاف سے متعلق ہیں ' اور نیز بعض وہ امور جو انسان کے تمدنی حالات سے تعلق رکھتے ہیں ' غرض مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے عام طور پر مسائل طب کا استعمال قانونی ضرورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے -

میڈیکل جیورس پروڈنس میں علم طب کے اُن مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کی ضرورت فوجداری کار و بار میں لاحق ہوتی ہے جیسے (۱) قتل عمد (۲) زنا بالجبر (۳) اسقاط حمل (۴) زہر خورانی وغیرہ کے مقدمات ہیں - ان کے متعلق طبی تحقیقات و شہادت کا ہونا ان تمام آدمیوں کے لیے ضروری ہے جو ان مقدمات کے کار و بار میں شریک ہیں - مثلاً :

حکام عدالت - عہدہ داران پولیس - وکلاء پیرو کار وغیرہ - اگر کسی حاکم کو ان باتوں سے واقفیت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بے گناہ کو سزا ہوجاتی ہے - اصل مجرم رہا کردیا جاتا ہے - اسی طرح اگر کوئی وکیل یا پیرو کاران امور کا ماہر نہیں ہے تو شہادت و ثبوت کے موقع پر اس علم کے متعلق جو رموز و نکات بیان ہوتے ہیں ان کے صدق و کذب پر خاطر خواہ جرح نہیں کرسکتا اور اس امر سے مقدمات کے خراب ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے - میڈیکل جیورس پروڈنس کے جاننے سے انسان کو نہ صرف واقعات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے واقعات کو ترتیب دینے اور ان سے ایسے صحیح نتائج استخراج کرنے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے جن پر

(عدل و انصاف کا انحصار ہے)

اس کتاب کو اصل میں ڈاکٹر پیاٹبرک ہیر - ایم - ڈی - ایف - آر - سی - ایس نے ملکر انگریزی میں تصنیف کیا تھا - پھر مرحوم شمس العلما نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اصل کتاب پر بہت سے زائد اضافے اور مفید حواشی زیادہ کردیے ہیں ' جس کی وجہ سے اس کتاب نے ایک مستقل تصنیف کی صورت اختیار کرلی ہے -

اس کتاب میں طب و قانون کے وہ تمام مباحث آگئے ہیں جو فوجداری مقدمات میں ہمیشہ در پیش رہتے ہیں مثلاً :

(مقدمات قتل کے متعلق)

(۱) زخم - چوٹ (۲) ہلاکت کی جوابدہی (۳) شہادت طبی (۴) لاش سڑنے کے مدارج (۵) مختلف اعضائے انسانی کے ضرب (۶) اختناق (۷) دم خفا ہونا (۸) پھانسی یا گلا گھونٹنا وغیرہ -

(عورتوں کے متعلق)

(۱) زنا بالجبر (۲) بچہ کشی (۳) اسقاط حمل -

(سمیات کے متعلق)

(۱) معدنی سمیات (۲) فلزی سمیات (۳) نباتی سمیات (۴) حیوانی سمیات اور ان کے استعمال سے جو اثر ظاہر ہوتے ہیں ان کا بیان -

(امور مختلفہ کے متعلق)

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) جنون (۳) زہر خورانی وغیرہ - ان تمام ابواب کے ساتھ قانونی نظائر بھی مندرج ہیں جس کی وجہ سے ہر مسئلے کے سمجھنے میں بیحد سہولت پیدا ہوگئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی حالتوں میں عدالت نے کیا کیا فیصلے صادر کئے ہیں -

اس کتاب کے دیکھنے سے فاضل مصنف و مترجم کی اعلیٰ علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے - مشکل سے مشکل مسئلہ کو بھی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ نہایت آسانی سے بلا کسی مزید غور و فکر کے ہر انسان کی سمجھ میں آتا ہے - علمی اور قانونی اصطلاحات ایسے موقع پر چسپاں ہیں کہ بغیر کسی ڈکشنری یا ریفرنس بک کی مدد کے معانی ربط مضمون سے ذہن نشین ہوجاتے ہیں -

مدت ہوئی کہ اردو میں ایک چھوٹی سی میڈیکل جیورس پروڈنس شائع ہوئی تھی جو نہایت نا مکمل اور ناقص تھی اور ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح جامع و مکمل ہو -

خدا کا شکر ہے کہ یہ کمی پوری ہوگئی اور ایسے شخص کے قلم سے پوری ہوئی جو بنظر علمی قابلیت اور ہمہ دانی کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا -

امید ہے کہ قانون داں اور فوجداری کار و بار والے حضرات اس کتاب کو اپنے کار و بار میں چراغ ہدایت اور خضر رہنما سمجھ کر اس کی ضرور قدر کرینگے - یہ کتاب نہایت اعلیٰ اہتمام کے ساتھ مطبع مفید علم آگرہ میں چھپی ہے اور (۳۸۰) صفحات میں - اس کی قیمت سابق میں ۶ روپیہ مقرر تھی - مگر اب علم فائدہ کی غرض سے تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک کردی ہے - اور مولوی عبد اللہ خاں صاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مل سکتی ہے -

صنمخانہ عشق ! صنمخانہ عشق ! !

یعنی حضرت امیر احمد مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

حکمت بالغہ - ہر سہ جلد کامل صفحات ۱۰۶۴ - اس کتاب کا تفصیلی ریویو الہلال کے گذشتہ پرچوں میں چھپ چکا ہے - قیمت ہر سہ جلد ۵ روپیہ -

نعمت علی - مشتمل بر حالات صوفیائے کرام - یعنی امام عبد الوہاب شعرانی کی لاجواب کتاب لواقح الانوار کا ترجمہ - صفحات ہر دو جلد ۷۲۶ - قیمت ۵ روپیہ -

مشاہیر السلام - یعنی اردو ترجمہ تاریخ ابن خلکان دو جلد - قیمت ۵ روپیہ -

تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ -

تمدن ہند - شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی آخری یادگار - قیمت ۵۰ روپیہ -

تحقیق الجہاد - مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ - قیمت ۲ روپیہ -

داستان ترکتازان ہند فارسی - ۵ جلد کامل صفحات (۳۶۵۶) کل سلاطین دہلی کی ایک جامع اور مفصل تاریخ - قیمت حال ۹ روپیہ -

افسر اللغات - یعنی عربی اور فارسی کے کئی ہزار الفاظ کی ایک کامل ڈکشنری صفحات (۱۲۲۶) قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مآثر الکرام فارسی - مشتمل بر حالات صوفیائے کرام قیمت ۲ روپیہ -

علمی اصول قانون - یعنی مسٹر ڈبلیو - ایچ - رینٹنگن کی کتاب کا اردو ترجمہ صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

گلشن ہند - قدیم شعرائے اردو کا ایک نایاب تذکرہ - صفحات ۲۳۲ قیمت ایک روپیہ -

قواعد العروض مصنفہ مولانا غلام حسین قدر بلگرامی عربی و فارسی میں بھی علم عروض کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مد القاموس - مصنفہ مسٹر لین ۸ جلد کامل یعنی عربی زبان کا ایک جامع لغت انگریزی زبان میں - قیمت - ۱۲۰ - روپیہ

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

ڈاکٹر ایس - کے - برمن کا

بنایا هوا

لال شربت ! لال شربت ! !

بچوں کیلیے ایک هي دوا هے - مان دینا میٹھا میٹھا لال شربت -
شیر خوار بچے کو اکثر بدهضمي رهتي هے - دودهه پیتے هي قے کردیتے هیں - پالخانه کبهي سخت اور کبهي پتلا هوتا هے پیٹ اونچا هو جاتا هے هاتهه پاؤں لاغر هوجاتے هیں - دانت وقت پر نهیں نکلتے هیں غذا جزو بدن نهیں هوتا - ان سب وجوهات سے لڑکے همیشه کیواسطے کمزور هوجاتے هیں - ایسے حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نهیں هونے پاتي اور همیشه کے واسطے لڑکے چست و چالاک رهتے هیں - بچے کو دودهه کم هوتا هو طبیعت سست رهتي هو بخار آتا هو غذا هضم نه هوتي هو تو لال شربت استعمال کرنیسے لاغري جاتي رهیگي دوده زیاده هوگا اور بچے خوشحال رهینگے - پوري حالت فهرست جسمیں جنتري اور سارٹیفکٹ درج هیں منگواکر دیکھیے قیمت فی شیشي ۱۲ آنه محصول ۴ آنه تین شیشي کے لیے ۲ روپیه - محصول ۱۰ آنه ادویات هر جگه دوکانداروں یا دوا فروشوں سے ملستي هے ورنه کارخانه سے طلب کیجیے -

ایس بوس کے سارے هندوستان میں مشهور هے اور دوائیاں هر جگه هر پنساروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی هیں -

ایس بوس کے سارے هندوستان میں مشهور هے اور دوائیاں بچے کے ضعیف لڑکے کو نقصان فائده کرتی هیں -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ٦ تاراچند دت اسٹریٹ کلکته

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار هر قسم

هندوستان میں نه معلوم کتنے آدمي بخار میں مرجایا کرتے هیں' اسکا بڑا سبب یه بهی هے که ان مقامات میں نه تو دوا خانے هیں اور نه ڈاکٹر' اور نه کوئي حکیمي اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پرگهر بیٹھے بلا طبي مشوره کے میسر آسکتي هے - هملے خلق الله کي ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالها سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا هے' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعه اشتہارات عام طور پر هزارها شیشیاں مفت تقسیم کردي هیں تا که اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانیں اسکی بدولت بچي هیں' اور هم دعوے کے ساتهه کهه سکتے هیں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهرکر آنے والا بخار - اور وه بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو' یا وه بخار' جسمیں متلي اور قے بهی آتي هو - سردي سے هو یا گرمي سے - جنگلي بخار هو - یا بخار میں درد سر بهي هو - کالا بخار - یا آسامی هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه گلٹیاں بهي هوگئی هوں' اور اعضا کی کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو' ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے' اگر شفا پانے کے بعد بهی استعمال کیجاے تو بهوک بڑه جاتی هے' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا هونے کی وجه سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي وچالاکی آجاتي هے - نیز اسکی سابق تندرستي از سرنو آجاتي هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پیر ٹوٹتے هوں' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاهلی رهتی هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دیر سے هضم هوتا هو - تو یه تمام شکایتیں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هوجاتی هیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیه - چار آنه
" چهوٹي بوتل باره - آنه

پرچه ترکیب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے
تمام دوکان داروں کے هاں سے مل سکتي هے

المشتهر و پروپرائٹر

ایم - ایس - عبد الغني کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹوله اسٹریٹ - کلکته

مسیحا کا موهنی کسم تیل
سر کے بالونکے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هی کرنا هے تو اسکم لیے بهت سے قسم کے تیل اور چکني اشیا موجود هیں' اور جب تهذیب و شایستگي ابتدائي حالت میں تهي تو تیل - چربی - مسکه - گهی اور چکني اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافي سمجها جاتا تها - مگر تهذیب کي ترقي نے جب سب چیزوں کي کاٹ چهانٹ کي تو تیلوں کو پهولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - لیکن سائینس کي ترقي نے آج کل کے زمانه میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا هے' اور عالم متمدن نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جویاں هے - بنابریں هم نے سالها سال کی کوشش اور تجربے سے هر قسم کے دیسي و ولایتي تیلوں کو جانچکر " موهني کسم تیل " تیار کیا هے - اسمیں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لی هے' بلکه موجوده سائنٹیفک تحقیقات سے بهي جسکے بغیر آج مهذب دنیا کا کوئی کام چل نهیں سکتا - یه تیل خالص نباتاتي تیل پر تیار کیا گیا هے' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا هونے میں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب کهلے اگتے هیں - جڑیں مضبوط هوجاتي هیں اور قبل از وقت بال سفید نهیں هوتے - درد سر' نزله' چکر' اور دماغي کمزوریوں کے لیے از بس مفید هے - اسکي خوشبو نهایت خوشگوار و دل آویز هوتي هے نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے
قیمت فی شیشی ۱۰ آنه علاوه - محصول ڈاک -

کلپاک

ساخت قسطنطنیه — ساخت استنبول

انور پاشا ٹوپی

ENVER PASHA
WEARING CALPACK

یہ نہایت شاندار ٹوپی ہے - جس کے استعمال سے چہرہ با رعب نظر آتا ہے اسے حضور نظام حیدر آباد - و دیگر عمائدین و رؤساے حیدر آباد دکن - نواب بہادر بیگم صاحبہ شاہزادگان بھوپال - علیگڈہ کالج سٹاف و طلبا و نیز مولانا حسن نظامی صاحب کے زیب سر ہونے کا فخر حاصل ہے -

اسے جس نے دیکھا سر پر بیٹھایا -

اصلی سمور کھال کی چمڑے کی استدوالی قیمت ۱۵ روپیہ
اعلی استر خاں کپڑ یکی - سنہری فیتے کی قسم اول ۴ روپیہ
اعلی استر خاں کپڑ یکی قسم دوم ۳ روپیہ ۸ آنہ
" " ریشمی رنگین فیتے کی ۳ روپیہ ۴ آنہ

خاکی ' سیاہ ' سبز ' کاہی رنگ کی ہر سائز کی موجود ہیں -

نوٹ — ہر قسم کی نہایت اعلی ملائم ترکی ٹوپی و نیز چٹائی استدوالی ہر رنگ و ہر سائز کی موجود ہیں -

ایس - ایف چشتی اینڈ کمپنی - متصل دلی لندن بنک - دهلی

سول ایجنٹ: ادریقه اینڈ بل ه. کو قسطنطنیه — ایریڈه نیشنل ایجوکیشن - تار برش — قاهره - مصر -

---

جهوٹے اشتہار بازوں سے دھوکہ کھا کر ... کو ... کے لئے کارخانہ میں آنے والوں کو ہر ایک دوا امتحانا مفت دی جاتی ہے بیرونجات کیلئے ہر دوا کا نمونہ نصف قیمت پر

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالا **جواہر نور العین** بیس روپے ماشہ والا خالص ہیرہ بھی جواہر نور العین کا مقابلہ نہیں کر سکتا - دیگر سرمہ جات کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں - اسکی ایک سلائی سے دھند شبکوری دور نظر وکمی اور ایک ہفتہ میں رہے یعنی لگرے - پھولہ - ناخنہ - پڑبال ضعف بصارت اور ہر قسم کا اندھاپن دور ہو کر نظر بحال ہو جاتی ہے - عینک لگانے اور آنکھ بنوانے کی ضرورت نہیں رہتی قیمت فی ماشہ درجہ خاص عہ درجہ اعلی للعہ درجہ اول عا

جوش شباب آور زمانہ بھر کی طاقت دیدواؤں سے اعلی اور افضل مولد خون مقوی اور محرک اعصاب ہیں - ناطاقتی اور پیرو جوان کی ہر قسم کی کمزوری و لاغری جلد رفع کر کے اعلے درجہ کا لطف شباب دکھاتی ہیں عہ

حسن افروز ایک منٹ میں چہرہ کی چھائیاں اور سیاہ داغ دور کر کے چاند سا مکھڑا بناتا ہے - قیمت فی شیشی اکرو پیہ عہ

اکسیر بہرہ پن برسوں کا بہرہ پن دور کرنے کیلئے لاجواب ہے قیمت ... [illegible]

ایک لمحہ میں درد کو دور کرنے والا **طلسم شفا** ہر قسم کا اندرونی و بیرونی درد اور زہر لے بچھو کے ڈنگ اور سانپ کے کاٹے کا درد چند سیکنڈ میں دور قیمت عہ

اعجاز مسیحا ... جان میں زندگی کی روح پھونک کر فوراً زندہ اور ہوشیار کرتا ہے قیمت فی شیشی - عہ

ایک شیشی کا شاہ ... نما ایک منٹ میں سفید بالوں کو قدرتی سیاہ کرتا اور ... ایک ماہ تک قائم رکھتا ہے - قیمت ... شیشی ایک روپیہ عہ

سندات ... (۱) مسٹر ... صاحب چیف افسر ... نور العین سے پرانا موتیا بند بالکل ... گیا - (۲) مسٹر ... جی ... مرچنٹ ... لکھتا ہوں کہ لڑکی کی آنکھ کا پھولہ بالکل دور ہو گیا آپکی عجیب دوا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے - (۳) خواجہ ... صاحب ... مجھے بچپن سے رتوندہی و شبکوری کا مرض تھا سول سرجن صاحبان سے علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا جواہر نور العین سے دو روز میں فائدہ ہوا اور دو ہفتہ میں کامل صحت ہو گئی - +

ڈاکٹر نبی بخش خان سابق سیریئر سرجن اور آرمی میڈیکل افسر افغانستان
حال پرو پرائیٹر شفاخانہ نسیم صحت لاہور - دہلی دروازہ -

ملازموں کی ضرورت

چونکہ کمپنی کا کام عظیم الشان پیمانہ پر شروع ہو گیا ہے اس لیے ہر ضلع ' تحصیل تھانہ اور موضع میں کمپنی کی شاخ و دوکانیں کھولی جا رہی ہیں جنکے واسطے ہمیں اردو خواں ملازموں کی ضرورت ہے ' جن کو پندرہ روپیہ ماہوار سے ساٹھہ روپیہ ماہوار تک تنخواہ دی جاتی - ضمانت نقد پچاس روپیہ کی لی جاتی ہے قریباً تین سو روپیہ کا مال ملازم کو دیا جاتا ہے - بعد میں زیادہ دوکانداروں کو خصوصاً ہماری ملازمت میں بڑا فایدہ ہے کیونکہ ہمارا اور اپنا دونوں کا کام ایک ساتھہ میں کر سکتے ہیں چونکہ ہر ایک جگہہ ایک سے زیادہ ملازم نہیں رکھا جاتا - اس لیے فوراً دو پیسہ ٹکٹ بھیجکر مفصل قواعد طلب کرو -

المشتہر

منیجر کارخانہ رہنماے تجارت لاہور

هندوستانی دوا خانہ دهلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہو چکا ہے - عمدہ دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالیشان کار و بار ' صفائی ' ستھرا پن ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :

ہندوستانی دوا خانہ تمام هندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتہ)

منیجر هندوستانی دوا خانہ دهلی

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلی درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائی کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب ' شام ' فلسطین ' مصر ' عراق وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروری حالات نہایت خوش اسلوبی سے سلیس و با محاورہ اردو میں قلمبند کردیے ہیں فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکی افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کی دای تائید کی کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پھر بیس ملٹی عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتہر

عبد الرحمن - بکسیلر و پبلشر شرکت اسلام پریس کنٹونمنٹ

اتر پردیش اردو اکادمی
उत्तर प्रदेश उर्दू अकादमी

جلد ششم

البلاغ

۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ تا ۳۱ر مارچ ۱۹۱۶

ابو الکلام آزاد

اتر پردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

پیش لفظ

جون ۱۹۸۷ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلسِ انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِ فہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلسِ انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلسِ انتظامیہ اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں سے عکس کی طباعت واشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلسِ انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا۔ اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ —— یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرہ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ وماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہو گی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیرِ اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایئے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئرپورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیبِ خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہو گی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۱۹۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیرِ اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو اکادمی کی مجلسِ عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب —— منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

۲

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جا رہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد اوّل	۱۳؍ جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵؍ دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳ شمارے
جلد دوم	۸؍ جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵؍ جون ۱۹۱۳ء	۲۴ شمارے
جلد سوم	۲؍ جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴؍ دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵ شمارے
جلد چہارم	۷؍ جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴؍ جون ۱۹۱۴ء	۲۱ شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸؍ نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸ شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲؍ نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱؍ مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱ شمارے
جلد ہفتم	۱۰؍ جون ۱۹۲۷ء	تا	۹؍ دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴ شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کر لیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلّدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہو جائے۔ مجلّدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ———————— ایک ساتھ مجلّد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ———————— ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ———————— ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے؛ تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہو جائے۔
- متن میں (اور صفحات کے تسلسل میں بھی) کئی جگہ غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم 'نقل مطابق اصل' کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کر کے متعلقہ جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جا رہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں۔ اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ موردِ الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اتر پردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنس نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پراسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ یہ "جلوہ گری" ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے" کے ذیل میں آ جاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے اندازِ قد کی بہر حال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور سیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ تو مل گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ جوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۸ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا۔ بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کر لی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا، قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبردِ زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سر ورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں۔ بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ــــــ اور اعجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرو اسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کر دے۔ ماں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا مشہود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرو اسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرو اسٹیٹ کرایا جاتا تاکہ اس کی نیگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پینبۂ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرو اسٹیٹ کرا لیا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور اورِجنل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہر چند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہم عفو و درگذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، اُن میں سب سے پہلے جناب مصطفیٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ گھنٹوں کھڑے رہ کر ان کی فوٹو کاپیاں کروائیں۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی، ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا۔ یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلسِ انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید اظہر مسعود رضوی، پبلی کیشن آفیسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھایا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدقِ دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں اتنا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساسِ فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت تو میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اتر پردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلسِ انتظامیہ

لَاتَهِنُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (القرآن الحكيم)

البلاغ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ — کلکته : جمعه - ۴ محرم سنه ۱۳۳۴ هجري — نمبـــر - ۱

Calcutta : Friday 12 November. 1915.

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' از خامهٔ اديٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور انكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے اڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نہايت سليس ' عام فہم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

اِس جلد کے مضامین اور تصاویر کی فہرست آخری شمارے کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

البلاغ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر - ۱ . کلکتہ : جمعہ - ۴ محرم سنہ ۱۳۳۴ ھجری جلد ۱

Calcutta : Friday 12 November. 1915.

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی !!

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی
فضاء عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی
میسر جس سے آنکھوں کو ہے ابتک اشک عنابی

* * *

مرے دل نے یہ اکدن اُسکی تربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بیتابی
تغیر آگیا ایسا مزاج اہل عالم میں
کہ رخصت ہوگئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی
فغان نیم شب شاعر کی' بارگوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشم محفل آشناے لطف بے خوابی
کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت ربا کیونکر
گران ہے شب پرستوں پر سحر کی آسمان تابی

* * *

صدا تربت سے آئی : شکوۂ اہل جہاں کم کن
نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

[اقبال]

(استدراک) صفحہ (۱۱) مذاکرۂ علمیہ کے مضمون میں جا بجا "کروماتوفیل" کا لفظ آیا ہے - اسکا انگریزی املاء یہ ہے : Chromatophil

اطلاع ضـــروری

(۱) ایک عرصہ کے صبر و انتظار اور تحمل مشکلات و صعوبات کے بعد، الحمد للہ کہ اللہ کی توفیق میسر آئی اور رسالہ جاری ہو گیا -

(۲) لیکن اب اپنی موجودہ مشغولیتوں پر نظر ڈالتا ہوں، تو ایک ہی وقت کے اندر مختلف کاموں، اور مختلف قسم، اور مختلف ضروریات و اسباب کے کاموں کا ایک ایسا ہجوم پاتا ہوں جن میں سے ہر کام بجائے خود ایک مستقل زندگی اور غیر مشترک وقت و صرف دماغ کا محتاج ہے

دارالارشاد کا سلسلہ جاری ہوچکا ہے - اور ابھی تو صرف روزانہ درس قرآن حکیم ہی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، مگر بہت جلد دیگر دروس دینیۃ و علمیۃ کیلیے بھی وقت نکالنا پڑیگا اور بلا شبہ نصف زندگی کا وقت اسکے لیے مخصوص کردینا پڑیگا -

دوسرا اہم سلسلہ تصنیف و تالیف کا ہے - یہ پہلے بھی تھا، لیکن قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے دو مختلف کام اب ایک ہی وقت میں شروع ہوگئے ہیں، اور بلا استثناء ہر روز تھوڑا سا وقت انکے لیے بھی نکالنا پڑتا ہے، علی الخصوص ترجمۃ القران کیلیے تو یہ بہت ہی ضروری ہے کہ جہاں تک جلد ہوسکے اسے مکمل کردیا جاے - کیونکہ ترجمہ کے ساتھہ ساتھہ وہ چھپتا بھی جاتا ہے -

جو لوگ ان اشغال کا تجربہ رکھتے ہیں - علی الخصوص ترجمہ و تفسیر جیسے اہم ترین مشغلۂ تصنیف کی ضروریات و مشکلات سے واقف ہیں، صرف وہی اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس عاجز کے لیل و نہار کس طرح بسر ہوتے ہونگے؟ علی الخصوص جبکہ دارالارشاد کی خدمات اور ایک ایسے ہفتہ وار رسالہ کی ترتیب کو بھی انکے ساتھہ شامل کرلیا جاے جیسا کہ یہ رسالہ ہے:

و من شاء فلینظر الی فمنظری
نذیر الی من ظن ان الھوی سھل!

(۳) ان حالات کی وجہ سے یہ عاجز مجبور ہوا ہے کہ سردست کچھہ عرصہ کیلیے البـــلاغ کو ہفتہ وار کی جگہ مہینے میں دوبار شائع کرے، اور اس کمی کے معاوضہ میں ضخامت دوگنی کردی جاے - اس تغیر سے مضامین کی مقدار اور ترتیب میں تو کوئی فرق نہ ہوگا اور جہاں تک تصنیف و تالیف کا تعلق ہے، اتنی ہی محنت کرنی پڑیگی جسقدر ہفتہ وار ہونے کی صورت میں کرنی پڑتی ہے، تاہم ایک ہفتہ کے محدود اوقات کی جگہ دو ہفتہ کی نسبتاً وسیع مدت کے اندر رسالے کا ترتیب پانا کچھہ نہ کچھہ آسانی ضرور پیدا کردیگا، اور میرے لیے اتنا بھی بہت ہے -

ڈرتا ہوں کہ شاید بعض احباب کرام پر یہ عارضی تبدیلی شاق گذرے - لیکن اول تو انہیں اس پر نظر رکھنی چاہیے کہ آور تمام اشغال بھی اسی مقصد وحید کیلیے ہیں، جسکے لیے وہ رسالہ کو عزیز رکھتے ہیں اور اگر اس جزئی تبدیلی سے دارالارشاد کی خدمت اور ترجمہ و تفسیر کی تکمیل میں مجھے کچھہ تھوڑی سی مدد ملجاے تو یہ بھی عظیم الشان کام ہیں، بلکہ نتائج میں رسالہ سے کہیں اہم تر - ثانیاً میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ حالت بالکل عارضی ہے اور جونہی ترجمۃ القرآن سے ذرا بھی اطمینان ہوا، معاً رسالہ اپنی اصلی حالت پر اجایگا اور بدستور ہفتہ وار شایع ہونے لگے گا - بہت ممکن ہے کہ دو چار نمبروں سے زیادہ اسکی نوبت ہی نہ آے، اور عنقریب ہفتہ وار اشاعت شروع ہوجاے - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد!

ایـــڈیٹـــر

و اعدادهم للسعادة في معادهم - و قد مضت سنته في البشر ان يرتقي نوعهم بالتدريج و التحويل ، كما يرتقي افرادهم من طفولة الى تمييز و منه الى رشد و عقل - لذالک جعل خطاب الرسل و الكتب لهم في كل طور على حسب استعداد عقولهم : فخاطبهم طوراً بما يناسب مدركات الحس ، و طورا بما يناسب وجدان النفس ، و حملهم اولا على الطاعة بالقهر و الالزام ، و جذبهم ثانيا بالاقناع و ضرب الامثال - فرشدوا من وعظهم و نصحهم ، و وعدهم و وعيدهم ، خدعوا من كانوا متسلطين على عقولهم من الملوک و الكهنة و المشعوذين ، بما اجراه الله على ايديهم من المعجزات ، طيبة من الايات البينات - ثم اخذ الله المعاندين المنكرين الذين خالفوا ضمائرهم ، و كابروا عقولهم و ابصارهم ، ثم تميزوا بين الحق و الباطل ، و العالم و الجاهل ، و الغالب و المغلوب ، و الصادق و الكاذب ، و الظن و اليقين : ولقد بعثنا في كل امة رسولا ان اعبدوا الله و اجتنبوا الطاغوت ، فمنهم من هدى الله و منهم من حقت عليه الضلالة ، فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ؟ (١٦ : ٣٨) كذالک فعل الذين من قبلهم فهل على الرسل الا البلاغ المبين ؟ (١٦ : ٣٧)

* * *

مضت الاحقاب و الاعوام ، و توالت القرون و الاجيال - علت فيها الاقوام و سقطت ، و ارتفعت و انحطت ، حيث ... ، و تخالفت و اتفقت ، و ذاقت من الايام آلاما ، و تقلبت في السعادة و الشقاء اياما ، تنقل البشر من حال الى حال ، و ارتقوا من طور الى طور ، حتى اذا ما ارتقت عقولهم بتقلب الزمان ، استعدوا لمخاطبة العقل و الفكر في مدركات الحس و الوجدان ، بعث فيهم خاتم النبيين و المرسلين ، الذي جعل العقل و النظر اساس الدين - و منحه دين الاسلام ، الذي كالعقل العام ، و المرشد الحكيم لجميع الانام ، الموافق لهم في كل مكان ، المنطبق على مصالحهم في كل زمان ، فهو للقبائل الساذجة كالمربي الرحيم ، و للشعوب الراقية كالامام الحكيم ، فلما ساروا في العلوم و المدنية شوطا رأوه المجلي في ميدان السبق : سنريهم اياتنا في الافاق و في انفسهم حتى تبين لهم انه الحق (٤١ : ٥٣)

انزل عليه كتابا احتج على صحة العقائد بايات الله في الانفس و الافاق ، و بين فوائد ما دعا اليه من العبادة و مكارم الاخلاق ، و اشار الى مصالح الناس فيما شرعه من الاحكام و السنن ، و نبه على مفاسد ما حرمه عليهم من المنكرات ما ظهر منها و ما بطن - جاء بالبينات و الهدى ، فنهى عن التقليد و اتباع الهوى ، و قرر حرية الوجدان و الاجتهاد ، في جميع الاعمال و الاعتقاد ، و عظم شان الفكر و العقل ، و جعله هو المخاطب بفهم النقل ، فامتاز دينه على سائر الاديان ، بانه دين الحجة و البرهان ، الناعي على متبعي الاوهام و الظنون ، بانهم لا يعقلون شيئا و لا يهتدون ، بل وصفهم بقوله : ان هم الا كالانعام بل هم اضل ، اولائك هم الغافلون (٧ : ٧٨) صم بكم عمي فهم لا يرجعـــون (٢ : ١٧)

* * *

كان لضلال البشر قبل الاسلام علتان : احداهما ضعف قوى الخلقة ، و ثانيهما الانحراف عن سنن الفطرة ، فكان من الضعف ان يعتقد الناس في كل مظهر من مظاهر الخليقة لا يعرفون علته انه هو القوة الغيبية ، التي قامت بها جميع المظاهر و هي القوة الالهية ، فعبدوا ذالک المظهر - و كان من الانحراف عن قوانين الفطرة ما كان من الاوضاع و البدع و الخرافات ، و التقاليد و الرسوم و العادات ، حتى جاء القران ينادي البهم و هم غافلون : فاقم وجهک للدين حنيفا ، فطرة الله التي فطر الناس عليها ، لا تبديل لخلق الله ، ذالک الدين القيم و لكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠ : ٣٠) فعلم الناس ان الدين الحق اقامة الفطرة لا مقاومتها ، و الاستنارة بنور العقل لا اطفاؤه ، و ان العمدة في معرفة الاحكام ، و الحلال و الحرام ، اجتناب المضار و اجتذاب المنافع ، و درء المفاسد و طلب المصالح - و بهذا كان الاسلام هو الدين الاخير الذي اخرج البشر من حجر القصور و عبوديته ، الى فضاء الرشد و حريته ، و كان ناسخا لما قبله من الاديان ، و لا يمكن ان ينسخ او ينقضي الزمان ، فتبارک الله الذي انزل على عبده الفرقان ، و علمه البيان ، ليكون للعالمين نذيرا (٢٥ : ١)

جاء الاسلام و العالم كله في تاخر من جميع الوجوه من جهة الدين ، من جهة العلم ، من جهة المدنية ، من جهة السياسة ، فلم يمر قرن واحد حتى جدد للعالم كله دينا قيما ، و علما محكما ، و مدنية سعيدة ، و سياسة رشيدة ، و نشر ذالک كله في مشارق الارض و مغاربها ، بقوة الحق ، و سرعة البرق ، فاحيا به الارض بعد موتها ، و ارتفع كلمة الحق غاية الارتفاع و الاعتلاء ، بحيث صار اصلها ثابت و فرعها في السماء (١٤ : ٢٤)

مضي الاسلام قضاء المبرم على الوثنية التي اذلت البشر ، و استعبدتهم للملوک المستبدين ، و الرؤساء الروحانيين ، و السادة الظالمين ، و القادة الغاوين ، و الهداة الضالين ، و لمظاهر الطبيعة و ما يمثلها في الهيا كل من الاصنام و الطواغيت و الاوثان ؛ في اى لباس وجدت ، و في اى صورة ظهرت ، و تحت اى اسم عرفت ، فقرر حرية الوجدان و الاعتقاد ، و الاجتهاد الاستقلالي في العقائد و الاعمال ، و الشورى في السياسة و الاحكام ، و ابطل امتيازات الانساب و الاجناس ، التي كان يستعلى بها الناس على الناس ، بغير علم نافع ، و لا عمل رافع ، و جعل قاعدة الانسانية العامة

البلاغ

فاتحة "البلاغ"

بسم الله الرحمن الرحيم

(١)

الحمد لله الذي رضي لنا الاسلام دينا ، و نصب لنا الدلالة على صحته برهاناً مبينا ، و امرنا ان نستهديه صراطه المستقيم ، صراط الذين انعم الله عليهم من النبيئين و الصديقين و الشهداء و الصالحين (٦٨ : ٧١) غير المغضوب عليهم اليهود ، الذين لعنهم الله بكفرهم (٢ : ٨٢) و ضربت عليهم الذلة و المسكنة و باؤا بغضب من الله (٢ : ٥٨) و لا الضالين النصارى الذين ضل سعيهم في الحيواة الدنيا و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا (١٨ : ١٠٤) و بدا لهم سيئات ما عملوا ، و حاق بهم ما كانوا به يستهزؤن ، و قيل اليوم ننساكم كما نسيتم لقاء يومكم هذا و مأوا كم النار و ما لكم من ناصرين - ذالكم بانكم اتخذتم آيات الله هزوا ، و غرتكم الحيواة الدنيا ، فاليوم لا يخرجون منها و لا هم يستعتبون (٤٥ : ٣٤)

فسبحان الذي جعلنا امة التوحيد ، و جعل ديننا دين التوحيد ، و صراطنا صراط التوحيد ، و سياستنا سياسة التوحيد ، و اعز من استقاموا منا على التوحيد ، و اذل من انحرف منا عن محجة التوحيد ، ليعيدنا كما بدأنا الى التوحيد - انه هو يبدئ و يعيد ، و هو الغفور الودود ، ذو العرش المجيد ، فعال لما يريد ! (٨٦ : ١٤)

و الصلوة و السلام على سيدنا و نبينا محمد خاتم انبيائه و رسله ، و صفوته من خلقه ، و حجته على عباده ، و امينه على وحيه ؛ الذي بعثه بتوحيد الالوهيه ، ليحرر الخلق من رق العبوديه ، للعوالم السماوية او الارضيه - و بتوحيد الربوبيه ، ليعتقهم من رق التقاليد الدينيه ، التي الحقها رؤساء الاديان بالشرائع الالاهيه - و بتوحيد السياسه ، لتكون الشعوب و القبائل امة واحده ، تضمها شريعة عادلة مقومة واحده ، و تتعارف بلغة واحده ، ليطلقهم من قيود الحكومة الشخصية الجائره ، و يفكهم من اغلال العصبية الجنسية و الوطنية الخاسره - فاهتدى بكتابه العقلاء المستدلون ، و ضل به السفهاء المقلدون - و عز باتباعه المومنون الصالحون ، و ذل باعراضهم المعرضون الخاسرون - و انه لقرآن كريم في كتاب مكنون ، لا يمسه الا المطهرون (٥٦ : ٧٩) تنزيل العزيز الرحيم لتنذر قوما ما انذر اباؤهم فهم غافلون (٣٦ : ٤) و ان في ذالك لرحمة و ذكرى لقوم يومنون (٢٩ : ٥٠) لا ياتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه تنزيل من حكيم حميد (٤١ : ٤٢) قل هو للذين آمنوا هدى و شفاء ، و الذين لا يومنون في آذانهم وقر و هو عليهم عمى ، اولائك ينادون من مكان بعيد ! (٤١ : ٤١)

(و بعد)

اتى على الانسان حين من الدهر كان في طور اشبه بطور الطفوليه ، فسادت الاوهام و الخرافات على العقول البشريه ، و كثر بين الناس الدجالون المحتالون ، و الغازون الجائرون ، و الظالمون الضالون ، و السحرة و المشعوذون ؛ ملكوا نواصي الناس بافكهم و كذبهم ، و صاروا يتصرفون في جميع امورهم ، فما كان احد يقدم على عمل ما الا بحكمهم و الا بسترشاد برايهم ، فكان الناس في ايديهم كالانعام بل هم اضل سبيلا : عقول فاسده ، و آراء كاسدة ، و اوهام سادجه و بصائر قاصرة ، و جهل و اوهام ، و خرافات و خزعبلات ؛ تقيمهم و تقعدهم ، و تفرحهم و تحزنهم ، و تخيفهم و تزعجهم - فاذا دق بارق من السماء ، ارتجفوا و اضطربوا - و اذا نزلت صاعقة من السحاب ، ماجوا و ارتعبوا - و اذا اصابهم مرض ، علقوا لدفعه الاوراق ، او استنجدوا براق - و اذا نظر الى بينهم ناظر - حوطوهم بالتمائم و اطلقوا حولهم بخور المباخر - و اذا كسفت الشمس او خسف القمر ، صاحوا و دقوا الدفوف و قرعوا الطبول ، لارضاء آلهتهم على ما يزعمون : و ما لهم بذالك من علم الا اتباع الظن (٤ : ١٥٦) بل هم في شك يلعبون (٤٤ : ٩) و ما ظلمهم الله و لكن كانوا انفسهم يظلمون (٧٠

سار الله تعالى مع تلك الامم في هذ الطور سير الاب الحكيم مع ابنائه في طفوليتهم ، فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين ، و انزل معهم الكتاب بالحق (٢ : ٢١٣) لهداية الناس و اصلاح شانهم في ...

عليهم الذلة و المسكنة ، و مزقوا كل ممزق ، و باؤ بغضب من الله - و كذالك فعل غيرهم ، كانهم رأوا دينهم ناقصا فكملوه ، و قليلا فكثروه ، و واحدا فعددوه ، و سهلا فصعبوه ، فثقل عليهم بذالك ؛ فرضعوه ، فذهب الله بوحدتهم حتى لم تغن عنهم كثرتهم ، و سلط الله عليهم الاعداء ، و انزل بهم البلاء : سنة الله التي قد خلت في عباده و لن تجد لسنة الله تبديلا (۴۸ : ۲۳)

* * *

كان المسلمون في خير القرون امة واحدة ، و كان العلماء فيهم ادلاء و نقلة لدين الله : متعاضدون متناصرون متحابون متعاشرون - و ما كان من اختلاف قليل رد الى الكتاب و السنه - ثم جاء عصر التابعين ، و ائمة المجتهدين رضوان الله عليهم اجمعين ، فسلكوا على اثارهم اقتصاصا ، و اقتبسوا عن مشكواتهم اقتباسا ، و كان دين الله اجل في صدورهم من ان يقدموا عليه رايا او تقليدا - و كانت تلك الازمنة مملوة بالمجتهدين و ليس فيهم مقلدا ، بل كلهم مجتهدون ، يستمدون من اصلين الجليلين ، و هما كتاب الله و سنة رسوله : فان تنـــازعتم فـــي شي فـردوه الى الله و الـــرســـول (۴ : ۵۹)

و لكن خلف من بعدهم خلوف فرقوا دينهم و كانوا شيعا ، فتقطعوا امرهم بينهم زبرا ، و كل حزب بما لديهم فرحـــون (۲۳ : ۵۳) فاستـــقرت المـــذاهب المـــدونة و هجر غيرها ، و جعلوا التعصب للمـــذاهب دينا تتهم التي يدينون ، و رؤس اموالهم التي بها يتجرون ، و اخرون منهم قنعوا بمحض التقليد ، و قالوا : انا وجدنا اباءنا على امة و انا على اثارهم مقتدون (۴۳ : ۲۳) فصارت اقوال ائمتهم بمنزلة الاصلين ، و ذالک معني قوله تعالى : اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله (۹ : ۳۱) و حجروا على رب العالمين مثل اليهود ان لا يبعث بعد ائمتهم رايا مجددا ، و كذبوا بالرسول حيث قال : " لا يزال يبعث على راس كل مائة سنة لهذه الامة من يجدد لها دينها "

و قالوا لم يبق في الارض عالم منذ الاعصار المتقدمة - فقالت طائفة : ليس لاحد ان يختار بعد ابى حنيفه و ابي يوسف و زفر و محمد بن الحسن و الحسن بن زياد اللولوي (رحمهم الله تعالى) و قال بكر بن العلاء المالكي : ليس لاحد ان يختار بعد المئتين من الهجرة - و قال اخرون : ليس لاحد ان يختار بعد الاوزاعي و الثورى و وكيع و ابن مبارک (رضي الله عنهم) و قالت طائفة : ليس لاحد ان يختار بعد الشافعي و المزني (شكر الله مساعيهما) و كذا قالوا في التفسير و الحديث و الاصول حتى في العلوم الالية و العقلية ، فانظر كيف بدلوا الحق بالباطل ، و اشتروا الضالة بالهدى ، فما ربحت تجارتهم و ما كانوا مهتدين (۲ : ۱۶)

و اختلف المقلدون فيمن يوخذ بقوله من المنتسبين اليه ، و يكون له وجه يفتي و يحكم به ممن ليس كذالک ، فجعلوهم ثلاث مراتب و قسموهم في عدة طبقات - ثم اختلفوا متى انسد باب الاجتهاد على اقوال كثيرة ما انزل الله بها من سلطان ، فقالوا ان الارض قد خلت من قائم لله بحجة ، و لم يبق فيها من يتكلم بالعلم و البصيرة ، و لم يحل لاحد بعد ان ينظر في كتاب الله و لا سنة رسوله لاخذ الحكام و العلوم منهما ، و لا يقضي و لا يفتي بما فيهما حتى يعرضه على قول مقلده و متبوعه - و هذه الاقوال كما ترى قد بلغت من الفساد و البطلان و التناقض و القول على الله بلا علم و ابطال حججه و الزهد في كتابه و سنة رسوله و تلقي الحكم منهما مبلغها ، و يكفي في فساد هذه الاقوال ان يقال لاربابها : فاذا لم يكن لاحد ان يختار بعد من ذكرتم ، فمن اين وقع لكم اختيار تقليدهم دون غيرهم ؟ و كيف حرمتم على الرجل ان يختار ما يوديه اليه اجتهاده ؟ و ابحتم لانفسكم اختيار قول من قلدتموه و اوجبتم على الامة تقليده و حرمتم تقليد من سواه ؟ فما الذي سوغ لكم هذا الاختيار الذي لا دليل عليه من كتاب و لا سنة و لا اجماع و لا قياس و لا قول امام من ائمتكم ؟ فاذا كان لا يجوز الاختيار بعد المئتين عندكم ، فمن اين يساغ لكم و انتم لم تولدوا الا بعد المئتين ؟

يا للعجب ! ان امام اشهب ، و ابن الماجشون ، و مطرف بن عبد الله ، و سحنون بن سعيد ، و من في طبقتهم من الفقهاء المئة الثالثة ، كان لهم ان يختاروا الى انسلاخ ذي الحجة من سنة مئتين ، فلما استهل هلال المحرم من سنة احدى و مئية ، و غابت الشمس من تلك الليلة ، حرم عليهم في الوقت بلا مهلة ما كان مطلقا لهم من الاختيار ! ! فانظر كيف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا ؟ (۱۷ : ۴۸)

شهد الله في كتابه انه جعل دين الاسلام يسرا ، لا عسر فيه و لا حرج : يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر (۲ : ۱۸۵) هو اجتباكم و ما جعل عليكم في الدين من حرج (۲۲ : ۷۸) و اشهد رسوله صلى الله عليه و سلم على المومنين بذالک ، فقال : احب الاديان الى الله الحنيفية السمحة (۱) و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهي عن كثرة السوال ، لانه سبب لكثرة التكاليف - و بين لنا ان الله سكت عن اشياء رحمة بنا و ان لا نكون كبني اسرائيل ، شددوا فشدد الله عليهم ، و لكن ها اولاء المتفقهة المقلدة جعلوا اليسر عسرا ، و السعة ضيقا و حرجا ، و السمحة شكسة شرسة ، و شددوا على انفسهم و على الناس ، و ان لم يشدد الله عليهم ، و بسبب هذا الغلو الذي نهي الله عنه و ذم اقواما عليه في قوله : يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم (۵ : ۸۱) هجرت السلاطين المسلمين الشريعة في امر القضاء و السياسة ،

---

(۱) حديث صحيح رواه احمد ، و البخاري في الادب ، و الطبراني من حديث ابن عباس -

قوله عز و جل: يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر و انثى، و جعلناكم شعوبا و قبائل لتعارفوا، ان اكرمكم عند الله اتقاكم (٤٩ : ١٣)

* * *

جاء الاسلام و الناس شيع في الدين، و ان كانوا الا قليلا في جانب عن اليقين : يتنابذون و يتلاعنون ، و يزعمون في ذالك انهم بحبل الله مستمسكون، فرقة و تخالف و شعب، يظنونها في سبيل الله اقوى سبب، فنكر الاسلام ذالك كله ، و صرح تصريحا لا يحتمل الريبة بان دين الله في جميع الازمان و على السن جميع الانبياء واحد : ان الدين عند الله الاسلام و ما اختلف الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءهم بغيا بينهم (٣ : ١٩) شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا و الذي اوحينا اليك و ما وصينا به ابراهيم و موسى و عيسى، ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه (٤٢ : ١٣)

* * *

و جملة القول كان الاسلام نورا و ضياء ، سطع في افق الجزيرة فعم الكون باسره و بهر الناظرين ، و كان المسلمون عصبة صالحة نبتت في مهبط الحجاز، فتدلت على المشرق و المغرب و قبضت على نواصي المجد الاعلى ، فملكت زمام العالمين !

هذا هو شان الاسلام و هكذا كان المسلمون : نورا ساطعاً ، و مجدا طالعاً ، و نفوذا قاهرة ، و عزا باهرا ، و علما زاهرا ، و خلقا ساحرا - سياسة ملكت الاقطار و مصرت الامصار ، وكياسة ارتاحت لها القلوب ، و اطمأنت الامم و الشعوب لا يمسهم فيها نصب و لا يمسهم فيها لغوب : تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا (١٩ : ٦٤)

* * *

هكذا كان شان الاسلام و المسلمين و الامر على ذالك ، حتى عمل الشيطان مكائده عليهم ، و القى باسهم بينهم ، و افشى فيهم فتنة الشبهات و الشهوات ، و زينت لهم التقاليد و المبتدعات - ضلوا عن هدى القرآن المجيد ، بما وضع في عنقهم من رهق التقليد ، و دب الفساد الاجتماعي في جسم الامة ، و عم الظلم و الطغيان و الاسراف ، فافسد الاخلاق ، و اضعف النفوس ، و طبع على قلوب الامة بطابع القهر و العبوديه ، حتى لا امر بمعروف و لا نهى عن منكر ، و لا تعاون على بر ، و لا تناصر على رفع ضر - فذهبت ريح الدولة و قوة الامة ، و استعد الفريقان بعملهم لنقمة الله تعالى بدلا من النصر و النعمة - فتمزق شمل المسلمين ، و اضاعوا السياسة و الدين ، و ردوا الامة اسفل سافلين ، فخسروا الدنيا و الاخرة : ذالك هو الخسران المبين (٢٢ : ١١)

الاسلام دين التوحيد ، و ما امر المسلمون الا ليعبدوا الها واحدا ، و يتبعوا دينا واحدا ، و يقيموا لهم اماما واحدا ، و يكونوا امة واحدة - لا يفرقهم نسب و لا لغة ، و لا وطن و لا جنس - و قد نهوا عن التفرق كما نهوا عن الكفر فقال الله تعالى : واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا ، (٣ : ٩٨) و لا تكونوا كالذين تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البينات ، اولئك لهم عذاب عظيم (٣ : ١٠١) الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعا لست منهم في شي (٣٠ : ٣٢) و ما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءتهم البينة ، و ما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين (٩٨ : ٤) فما اختلفوا حتى جاءهم العلم (١٣ : ٩٣) و اتيناهم بينات من الامر ، فما اختلفوا الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم (٤٥ : ١٦) لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم (٨ : ٤٧)

ان النبي صلى الله عليه و سلم بين مثل ذالك في قوله و عمله ، حتى لم يكن يغضب شئى كما يغضب اذا راى الاختلاف بين اصحابه قد افضي او كاد يفضي الى التفرق - و النقول في هذا كثيرة و حسبك ما رواه البخاري من وصيته صلى الله عليه وسلم : لا ترجعوا بعدى كفارا ، يضرب بعضكم اعناق بعض !!

و لكن خالفنا كل هذه النصوص ، فتفرقنا و تنازعنا ، و شاق بعضنا بعضاً بشبهة الدين ، اذ اتخذنا مذاهب متفرقة ، كل فريق يتعصب لمذهب ، و يعادى سائر اخوانه المسلمين لاجله ، زاعماً انه ينصر الدين ، و هو يخذله بتفريق كلمة المسلمين : هذا سني يقاتل شيعيا ، و هذا شيعي ينازل اباضيا ، و هذا شافعي يغرى التتار بالحنفيه ، و هذا حنفي يقيس الشافعية على الذميه ، و ها اولاء مقلدة الخلف ، يعادون من اتبع طريق السلف - حتى جنوا على التوحيد نفسه ؛ توحيد الالوهية بالتوجه الى غير الله و دعاء سواه ، و توحيد الربوبية بشرع ما لم يأذن به الله - فسلط الله على جميع هذه الاحزاب اعداء خضدوا شوكتها ، و زلزلوا دولتها : ذالك بان الله لم يك مغيراً نعمة انعمها على قوم ، حتى يغيروا ما بانفسهم ، و ان الله سميع عليم (٨ : ٥٥)

طريق الحق هو الوحدة و الاسلام : ان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله (٦ : ١٥٣) و طرق الشيطان هي مثارات التفرق و الخصام : و لا تتبعوا خطوات الشيطان ، انه لكم عدو مبين (٨ : ١٤٤) فقد كانت يهود امة واحدة مجتمعة على كتاب واحد ، فسول لهم الشيطان فتفرقوا و جعلوا لهم مذاهب و طرقا ، اضافوا الى الكتاب ما اضافوا ، و حرفوا من كلمة ما حرفوا ، و اتبعوا السبل فتفرقت بهم عن سبيل الله ، و ضربت

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلت

به تقـریب و رود مسعود یوم الحج و عید اضحیٰ

الله اکبر' الله اکبر' لااله الا الله والله اکبر' الله اکبر' و لله الحمد'.

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خواندۂ و دگـر از سـر گـرفتۂ ایم

(۱)

قـرآن حکیم نے دنیا کے سـامنے حضـرۃ ابراهیم خلیل الله (علی نبینا و علیه الصلوٰۃ و السلام) اور ان مصلحین صالحین کا جنهیں انکی معیت و صحبت حاصل تهي' اسوۂ حسنه پیش کیا هے- یعني عملی زندگی کا ایک ایسا نمونه جسکي پیروی کی جاے :

قد کانت لکم اسوۃ حسنه في ابراهیم و الذین معه (۶۰ : ۴)	یقیناً تمهارے لیے حضرۃ ابراهیم کي زندگي میں' اور اُن کي زندگي میں جو ان اعلی ترین مـدارج ایمان میں

اُنکے ساتهه نظر آتے هیں' پیروي و اتباع کیلیے ایک بهترین نمونه هے '

اس سے بهی بڑهکر یه که قرآن حکیم نے اپني ظهور دعوۃ کے آغاز هي میں صاف صاف اعـلان کردیا که اسکي دعوۃ و حکمت دراصل ملۃ ابراهیمي هي کي تکمیل هے' اور اس سلسلے کي پهلي کڑي وجود ابراهیمي میں پنهاں تهي -

ملۃ ابیکم ابراهیم (۷۷ : ۲۲)	یه ملۃ تمهارے مورث اعلي ابراهیم کي هے!
قالـوا کونـوا هـودا او نصـاری تهتدوا' قل بل ملۃ ابراهیم حنیفا - (۲ : ۱۲۹)	مخالفین دعوۃ کهتے هیں نه یهودیت اور نصرانیت کا طریق اختیار کرو که اِنهي میں هدایت پاؤ گے - انسے کهدو که نه تو بني اسرائیل کي راه هماري راه هے اور نه نصراني

ضلالت کا طریقه همارا طریقه' هم تو ملۃ ابراهیمي کے پیرو هیں اور یهي حقیقي اور فطري راه هدایت هے -

پس ان دو حقیقتوں کے معلوم هونے کے بعد هر مومن بالقران کا پهلا فرض زندگي یه هو جاتا هے که حضرۃ ابراهیم کي زندگي کے اون مقامات و اعمال کي جستجو میں نکلے جنکو قران حکیم نے همارے لیے اسوۂ حسنه قرار دیا هے'. اور ملۃ ابراهیمي کے اُن حقائق کو معلوم کرے جنکے اندر اسلام کي دعوۃ کا اصلي محور و مرکز پوشیده هے :

ومن احسن دینـا ممن اسلـم وجهـه لله وهـو محسن' واتبع ملـۃ ابـراهیـم حنیفـا ؟ (۲ : ۱۱۲)	اور اس ضلالت آباد عالم میں جهاں انساني فطرۃ کي هدایت طرح طرح کے انساني طریقوں اور غیر الهي راهوں میں گم هو گئي هے' اس شخص سے بهتر کس کا دین هوسکتا هے جو هر طرف سے

منه موڑ کر صرف الله هي کے لیے هوگیا' اور اپنے تمام اعتقادات و اعمال میں طریق " احسان " اختیار کیا' اور اسطرح ملۃ ابراهیمي کے حنیفي طریق کي پیروي کي که اسلام کی حقیقت یهی هے '

(حیـات ابـراهیـمي)

یهي وجه هے که قرآن حکیم کے حصۂ قصص میں حضرۃ ابراهیم کے وقائع زندگي کو ایک مخصوص عظمت و اهمیت حاصل هے اور قران کي تفسیر مکمل نهیں هوسکتي جب تک اس زندگي کي ایک ایسي سوانح عمري مرتب نه کي جاے' جسکے اصولي ابواب صرف قرآن حکیم سے ماخوذ هوں - اگر ایک ایسي سوانح عمري مرتب هوجاے تو وه دراصل قران حکیم اور دعوۃ اسلامیه کے تمام مقامات و مراتب اور حقائق و معارف کے فهم و درس کے لیے ایک مرکز کا چراغ هو گا' جس سے تمام اطراف روشن هو جائینگے '

وه سوانح عمري بتلائیگي که اسلام کي تمام تعلیمات و احکام کي اصلي حقیقت کیا هے' اور وه کونسا محور هے جسکے گرد اسکا دائرۂ شریعت گردش کرها رها هے ؟ اسي سوانح عمري سے معلوم هوگا که وه " امۃ مسلمه " جو وجود ابراهیمي میں پنهاں تهي (ان ابراهیم کان امۃ قانتا) اور جو ایک انقلاب آور تاریخي دعا کي صداوں میں نمایاں هوئي (ربنا و اجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک !) اور بالاخر جسکي قبولیت کا ظهور اس خیرالامم " امۃ وسطا " کي تکمیل سے هوا جو تمام عالم کي اصلاح و سعادت کیلیے دائمي خلافه الهي کی مستحق تهری' اسکا مصدر حقیقي کیا تها ؟

وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا (۲ : ۱۳۷)	اور اسي طرح هم نے تم کو ایک درمیاني امۃ قرار دیا تاکه تم انسانوں پر انکی هدایت و سعادت کیلیے شاهد هو اور تم اپني سهادت کي روشني الله کے رسول سے حاصل کرو !

یه سوانح عمري اگرچه صرف ایک هي انساني وجود کے اعمال حیات کي سرگذشت هوگي' لیکن چونکه اس ایک وجود کے اعمال و ارادات کے اندر تمام نسل انساني کي مستقبل حیات ملي کا ماده پوشیده تها' اسلیے دراصل یه سعادت بشري کي ایک عالمگیر سرگذشت هوگي' اور اُن تمام سامي اقوام و ملل کي تاریخ سعادت و شقاوت کو واضح کردیگي جو عهد ابراهیمي کے بعد سے ابتک گذریں اور جنکي نسلیں اس وقت تک کرۂ ارضي کي سب سے بڑي پیداوار هیں - پس اگرچه وه ایک بیج کي سرگذشت هوگي جو اب سے چار هزار برس پہلے " وادي غیر ذي ذرع " کي ریتلي زمین میں ڈالا گیا لیکن چونکه سعادت بشري اور خلافۃ ارضي کا سب سے بڑا درخت اسي سے پهوٹا' اسلیے دراصل وه هر اس پته کي سرگذشت هوگی جسکا نموء اسکے اندر تها' اور هر اُس شاخ کي تاریخ بتلائیگي جو اس درخت سے نکلي اور پهیلي - هر پهل جو اسکي ڈالیوں میں لگا دراصل اسي بیج کا پهل تها - اور هر پهول جو اسکے پتیوں کے اندر سے نمایاں هوا' فی الحقیقت اسي فرد اول کا فرزند تها - قوۃ نباتي کي نشؤ و نما اگرچه هزارها افراد و اشکال میں سامنے آتي هے' لیکن جب نظر حقیقت شناس اسکي سیکڑوں ڈالیوں' هزاروں پهولوں' اور لاکهوں پتوں پر پڑتي هے' تو اس تمام کثرت کے اندر صرف اُس وحدۃ اولی هي کي هستي کو دیکهتي هے جسکے تنها وجود کے اندر درخت کا هر پته اور پته کا ایک ایک ریشه موجود تها - درخت کي شاخیں آسمان تک پهنچ جاتي هیں' اسکے ایک ایک پهل سے بے شمار بیج پیدا هوتے هیں' اور اُن میں سے هر بیج ویسا هي ایک نیا درخت پیدا کردیتا هے' لیکن ارواح نباتیه کي یه پوري کائنات خواه کتني هي زمین کي سطح پر پهیلے اور

بزعم و دعوى ان الشريعة شاقة و غير مطابقة لمصلحة الزمان ، و تركتها عامة الامة ايضا في اكثر احوالها ، و هم يحسبون و يصدقون ، و لا يدرون ما ذا يعملون ، تراهم في عدو الى الحيل يخبطون : ظلمات بعضها فوق بعض ! (۲۴ : ۳۰)

و لا نظن ان هذا الحرك قريب العهد ، فانه لم ينقل الينا التاريخ ان طائفة من طوائف المقلدين استطاعت احياء ... على جمع قواعد و مسائل الفقهيه ، فمذهبهم ليس هو تمذهب عمل و اكتساب ثواب ، بل اعتقاد و اقوال و نزاع و جدال ، و تجادل و افتراق ، و بلاء و شقاق ، و كان نتيجة هذا التقليد ان سوهوا وجه الشريعة الغراء ، حتى ظن من ضعف ... ان الشريعة ليست سوى ما بايدى هؤلاء المقلدة - فيا لله و للمسلمين من هذه الفاقرة التي هي اعظم ... الدين ، و الرزية التي ما رزى بمثلها سبيل الموحدين !

كان اهون الاختلاف اختلاف الصحابة و غيرهم من السلف في فهم الاحكام ، مع عذر كل منهم لمخالفه بحيث ... الحق في الدين ، و تعصب كل شيعة منها لبعض المخالفين ، فان مثل هذ الاختلاف طبعي في ... ، و لكن لما جاء دور التقليد و التحزب ، و التعصب للمذاهب ؛ حلت النقمة ، و تفرقت الكلمة ، ... و ذهبت الريح و الشوكة ، الى ان وصلنا الى هذه الدرجة من الضعف و الذل : ذهب ملكنا ، و صارت المملكة ... من ... في قصعة الاجانب فلا نبالي بعم سائر المسلمين ! فاين الوحدة و الاخوة ؟ و التواد و التراحم ؟ و التعاون و التناصر ؟ و اين تمثيل مجموعهم بالجسد الواحد ؟ كل ذالك قد زال ، و كان مبدء زواله ذالك الاختلاف - فما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا ؟ (۴ : ۷۷)

اقرأ في التاريخ حوادث الفتن بين اهل السنة و الشيعة ، و بين المنتسبين الى السنة بعضهم مع بعض : بين الاشاعرة و الحنابلة ، بين الحنفية و الشافعية ، بين الشافعية و الحنابلة - و من اعجب ... ان العدوان بين الشافعية و الحنفية ... من اسباب حملة التتار على المسلمين - تلك الحملة التي كانت اول صدمة صدعت ... المسلمين صدعا ، ... و بعد كما كان : ذالك بما قدمت ايديهم و ان الله ليس بظلام للعبيد (۳ : ۱۸۲)

... رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول : لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم (۱) و لا يعقل ... حكمة ... الا العليم بصفات الانفس البشرية و اخلاقها و نظام الاجتماع الانساني - و من سنن الله في ذالك ... ما يتفق فيه الافراد من الاعمال الظاهرة المشتركة بينهم ، يكون سبباً لائتلافهم و اتفاقهم و وحدتهم ، و الضد بالضد - ... ذالك ... في العلم و النظام ، ان تربى افرادها على نظام واحد في الاعمال الظاهرة ، و ان ... عاداتها في ... تحدث لها ... اليها -

... ان ... لم نسمح لها ان تختلف افرادها في صف الصلوة فيتقدم بعضهم على بعض ، و اقسم على ان ذالك يكون سبب اختلاف قلوبنا ، و وقوع التفرق بيننا - ثم نحن نجيز لانفسنا ان نقيم في المسجد الحرام عدة جماعات في وقت واحد لاختلاف المذاهب ؟ و نعد هذا رحمة بنا ، و نعتقد بان الاختلاف بين الائمة رحمة ؟ فاي رحمة استفادها المسلمون من الاختلاف و الافتراق ، غير التذلل ... و الشقاق ؟ ... و لم توجد بدعة التحزب و التفرق من كل طائفة لعالم معين ، هل كان وجد ... ضلال ؟ ... ان المسلمين يعملون في كل عصر بقوله تعالى " فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله و الرسول " فهل كان وجد هذ التفرق و التمزق و الانحلال ؟ لا ، لا ، و انما وجد بالتقليد الاعمى ، لان كل طائفة ... رؤسائها فاتبعتهم بغير دليل ، و سنزيد هذا بيانا في وقت اخر و حسبي الله و نعم الوكيل

* * *

لقد بعث الله في القرون الخالية علماء اصفياء يجددون لهذه الامة امر دينها فكانوا فيها كانبياء بني اسرائيل - ... من اهتدى بدعوته النفر و الرهط و الجماعة ، و منهم من حال الاضطهاد و ضعف الاستعداد دون الاهتداء به ، ... عامة المسكينة تغتر بمقاومة فقهاء الرسوم و سادانهم الحكام لاولائك المصلحين المجددين ، و تتبعهم في ... ان الناس على دين ملوكهم - حتى ان صوت حجة الاسلام احمد ابن تيمية قد خفت في هذه الامة المسكينة ... اصوات المصلحين ، و كتبه خفيت فيهم عدة قرون و هي اقوى و اظهر حجة من سائر كتب المسلمين !

* * *

... ما ابعد ... الناس عن حقيقة الاسلام ! اى سعادة للناس تعلو عرفان كل فرد من افرادهم انه اوتى من الاستعداد ما اوتيه من يوصفون بالولاية و القداسة ، و يدلون بالزعامة و الرياسة ؛ فمنهم من يستعبد ... الناس استعباداً روحانيا ، و منهم من يستعبدهم بها استعباداً سيا سيا و اخلاص كل فرد من افرادهم في ... الدين لله و علمه ... للناس ! هذه السعادة هي روح الاسلام و حقيقته حجبتها عن بعضهم الرسوم العملية ، و التقاليد المذهبية ، و عن اخرين النزعات النظرية ، و التقاليد الوضعية - فالاولون يرمون بالكفر او البدعة كل من خالف مذاهبهم ، و الاخرون ينبزون بالغباوة و التعصب كل من لم يستعذب مشربهم - فمتى يكثر المسلمون ... المخلصون للاولين و الاخرين ، فيكونوا حجة الله عليهم و على جميع العالمين ، و راية الوحدة الفاضحة للمختلفين : و من احسن قولا ممن دعا الى الله و عمل صالحاً و قال انني من المسلمين (۴۱ : ۳۴)

* * *

لا اصلاح الا بدعوة ، و لا دعوة الا بحجة ، و لا حجة مع بقاء التقليـــد - فاغلاق باب التقليـــد الاعمي و فتح باب النظر و الاستدلال هو مبداء كل اصلاح ، و مفتاح النجاح و الفلاح - و السلام على الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه ، اولائك الذين هداهم الله و اولائك هم اولوالالباب (۳۹ : ۱۹)

(البقية تتلي)

(۱) متفق عليه في الصحاح و السنن كلها و في رواية ابي داؤد " او ليخالفن الله بين قلوبكم " قال النووي معناه يوقع بينكم العداوة والبغضاء - و قال القرطبي : تفترقون فياخذ كل واحد وجها غير الذي ياخذه صاحبه -

حضرت موسی علیه السلام سے عہد اخوت کي تجدید کي - نه حضرت مسیح علیه السلام سے رشتۂ مودت جوڑا - نه حضرت نوح علیه السلام کي حیاۃ دعوۃ کا نام لیا ' بلکه اپنے آپکو صرف اپنے باپ ابراهیم علیه السلام کے آغوش خلت میں ڈالدیا ، اور اسي کو اپني دعوۃ کا مورث اولی قرار دیا :

ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی و الذین آمنوا (۳ : ۶۱)

در اصل ابراهیم کے قریبي وہ لوگ هیں جنهوں نے اوسکا اتباع کیا - اور یه پیغمبر اسلام اور مسلمان بهي اوسیکے سلسله میں داخل هیں -

جو لوگ ریگستان عرب کي اس موج هدایت کو اپنے اندر جذب کرنا چاهتے تھے ' اونکي تشنه لبي نے یه حال دیکھکر چاها که اصل منبع هي کو اپنے دائرے میں سمیٹ لیں - پس هر طرف سے صدائیں اٹهیں که ابراهیم تو هم میں سے تها :

یا اهل الکتاب ! لم تحاجون في ابراهیم و ما انزلت التوراة و الانجیل الا من بعده ؟ افلا تعقلون ؟ ها انتم هولاء حاججتم فیما لکم به علم ' فلم تحاجون فیما لیس لکم به علم ؟ و الله یعلم و انتم لا تعلمون - ما کان ابراهیم یهودیا و لا نصرانیا و لکن کان حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین (۳ - ۵۸)

اے اهل کتاب ! ابراهیم کے بارے میں کیوں بحث و مباحثه کرتے هو اور کیوں اس کوشش باطل میں پڑ گئے هو که اسے یهودی یا نصراني ثابت کرو ؟ کیا تمهیں اتني خبر بهي نهیں که توراۃ اور انجیل تو اوسکے بعد نازل هوئیں هیں ' انسے پہلے یهودیت اور نصرانیت کا وجود هي کہاں تها ؟ تم اون چیزوں کے متعلق تو لڑ جهگڑ چکے جنکا تمکو علم تها ' لیکن جن چیزوں کي تمکو خبر نهیں اونکے متعلق کیوں بحث کرتے هو؟ الله کو اسکي حقیقت کا علم هے اگرچه تم مبتلاے جهل و بے خبري هو - فالحقیقه ابراهیم نه تو یهودي تها اور نه نصراني ' بلکه وہ ایک هي راہ مستقیم پر چلنے والا مسلم تها - وہ تمهاري طرح مشرکوں میں سے نه تها -

درحقیقت یه اسلام کي تاریخ اور اسلام کي نشو و نما کا ایک عجیب و غریب واقعه هے که اس نے نبوت و دعوۃ امم کے تمام گذشته مراکز و مظاهر کو ترک کرکے صرف حضرۃ ابراهیم علیه السلام هي کے دامن میں پناہ لي ' جسکا هر گوشه خون کے چهینٹوں اور آگ کے شعلوں سے سرخ هو رها تها !

پهر کیا وہ صرف تعلقات رحمیه کي تجدید کرنا چاهتا تها ؟ کیا یه صرف اسلیے تها که وہ نسلاً حضرۃ ابراهیم سے تعلق رکهتا تها ؟

لیکن اوس نے تو خود هي اپني لاڈلي بیٹي سے پہلے هي دن کهدیا :

اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست !

یا فاطمة بنت محمد ! انقذي نفسک من النار فاني لا املک لک ضرا و لا نفعا - ان لک رحما و سابلها ببلالها - (ترمذي صفحه ۵۲۶)

اے محمد کي بیٹي فاطمه ! اپنے آپ کو آگ سے بچانے کي کوشش کر ' کیونکه میں تیرے نفع و نقصان کا اختیار نهیں رکهتا - البته مجهه میں اور تجهه میں رحمي تعلقات ضرور هیں - اونکو دنیا میں سر سبز رکهه سکتا هوں ' مگر یه تو دین کا معامله هے -

لیکن تمام دنیا اسي رشتۂ هم نسبي میں اولجهي هوئي هے - وہ بیٹے کو باپ کي گود میں دیکهه دیکهه کے خوش هو رهي هے مگر یه نهیں سونچتي که نبوت کا روحاني خاندان دنیوي سلسلۂ نسب سے بالکل الگ هے ' اور دعوۃ الهیه کا رشته خون اور جسم سے مرکب نهیں هوسکتا - اسکا گهرانه دوسرا هے ' اور هر پیغمبر صرف روحاني قابلیت هي سے کسي سلسلے میں داخل هوسکتا هے -

(دو قسمیں)

قرآن حکیم میں اگرچه نبوت کے عام اشتراک جنسي کي بنا پر تمام انبیاء کرام کا نام ایک ساتهه اور ایک حیثیت سے آیا هے ' لیکن بعض خصوصیات نوعي کے لحاظ سے اُسنے انبیاء کے جو مختلف طبقات قائم کردیے هیں ' اُن میں دو سلسلے علانیه ممتاز نظر آتے هیں -

ایک سلسله اُن انبیاء موسسین کا هے جنهوں نے اپني دعوۃ کے ذریعه نئي قومیتوں کي بنیاد ڈالي ' اور جو قدیم عمارتوں کي اصلاح کیلیے نهیں بلکه از سر نو ایک نئي قومي عمارت بنا نے کیلیے آئے تھے -

دوسرا سلسله انبیاء مجددین و محدثین (بالفتح) کا هے جنهوں نے کسي نئي امة کي بنیاد نهیں ڈالي بلکه کسي پیشتر کي قائم شدہ امة صالحه کي مزید تکمیل و تبلیغ کي - یا امتداد عهد کے نتائج مضله و استیلاے بدعات و محدثات سے اُسے نجات دلاکر فرض تجدید و احیاء ادا کیا -

(انبیاء موسسین)

پہلے سلسلے کا وصف امتیازي یه هے که وہ تمام قدیم نظام ' قدیم عقائد ' اور قدیم اخلاق و مقومات کو مٹاکر ایک جدید قومیت صالحه کي بنیاد ڈالتا هے ' اور اوسکو آب و هوا اور جغرافیانه حدود طبعیه کے اثر سے الگ کرکے ' صرف مذهبي آب و هوا میں ترقي اور نشو و نما دیتا هے - قرآن حکیم میں خدا تعالی نے اس صنف کے ایک نمایاں سلسلے اور اسکي ممتاز کڑیوں کا ذکر متعدد موقعوں پر ایک ساتهه کیا هے :

الم یاتهم نباء الذین من قبلهم قوم نوح ' و عاد ' و ثمود - و قوم ابراهیم ' و اصحب مدین ' و الموتفکت ' اتتهم رسلهم بالبینت ' فما کان الله لیظلمهم و لکن کانوا انفسهم یظلمون ! (۹ : ۷۱)

کیا ان منکرین حق تک اون لوگوں کے نتائج اعمال کي خبر نهیں پهونچي جو اون سے پہلے گذر چکے هیں ؟ یعني نوح ' عاد ' ثمود ' اور ابراهیم کي قوم نیز مدین کے رهنے والے ' اور وہ بد بخت جنکي بستیاں اولٹ دي گئیں (یعني قوم لوط) ان سب کے پاس همارے پیغمبر دلائل اور نشانیاں لیکر آے ' تا وہ هدایت و سعادت حاصل کریں اور اپني بد اعمالیوں کے نتائج مهلکه سے نجات پائیں - خدا اون لوگوں پر ظلم کرنا نهیں چاهتا تها - پر افسوس که انهوں نے خود هي اپنے اوپر ظلم کیا !

اس آیة کریمه میں خدا تعالی نے اول حضرۃ نوح کا ذکر کیا هے جنهوں نے ایک نئي امة صالحه کي بنیاد رکهي ' اور انکے بعد اُن جماعتوں کا ذکر کیا هے جنمیں دعوۃ نوحي کے مجددین آتے رهے - پهر حضرۃ ابراهیم کا نام لیا هے جو حضرۃ نوح کے بعد دوسرے دور قومیت کے مصدر و باني تھے اور پهر انکے بعد کي دعوۃ هاے مجددہ کي طرف اشارہ کیا هے -

(دعــوۃ نــوحي)

انبیاء موسسین علیهم السلام میں سب سے پہلے حضرۃ نوح علیه السلام کي دعوۃ موسسه سامنے آتي هے جو پہلي صنف انبیاء میں بلحاظ تقدم عهد کے ایک مخصوص امتیاز رکهتے هیں -

انهوں نے ایک جدید قوم پیدا کي ' اور اوسکو مذهبي امتیازات و مقومات کي آب و هوا میں پرورش کرنا چاها - جن لوگوں نے مذهب کي اس حبل المتین کو مضبوط پکڑا ' عذاب الهي سے نجات پائي ' مگر جن لوگوں نے اس سر رشتۂ حیات کو چهوڑ دیا ' هلاک هوگئے ' اور باوجود رحمي و نسلي تعلقات کے خدا نے اونکو نوح علیه السلام

فضاء آسماني میں مرتفع هو' تاهم اسکے سوا کیا هے جوزمین کے اندر ایک چهوتے سے دانے میں پوشیدہ تها؟

کلمة طیبة کشجرة طیبة' اصلها ثابت و فرعها فی السماء - تؤتی اکلها کل حین باذن ربها' و یضرب الله الامثال للناس لعلهم یتذکرون ! (۱۴:۳۹)　　هدایت الهي کے کلمۂ طیبه کي مثال یوں سمجهو گویا ایک مبارک اور پاک درخت هے جسکي جڑ تو زمین کے اندر محکم هے اور تهنیاں فضاء آسماني میں پهیلي هوئیں ! اپنے پروردگار کي ربوبیت کے احسان سے اُس نے ایسي نشو و نما پالي که کبهي بهي بے برگ و بار نظر نهیں آتا اور هر وقت اسکي شاخیں پهلوں سے با مراد رهتي هیں - الله تعالی یه مثالیں انسانوں کے فهم و موعظة کیلیے بیان کرتا هے' تاکه وه عقل و بصیرة سے کام لیں' اور الله کي سچائی کي حقیقت کو سمجهیں !

(کائنات خلت)

وجود ابراهیمي کا مقام " خلت " کلمۂ طیبه کا ایک بیج تها جس سے " امة مسلمه " کا " شجرۂ طیبه " نکلا اور بلا شبه اسکي اصل زمین میں ثابت تهي اور تهنیاں فضاء میں پهیل گئیں - ان تهنیوں کے پهیلاؤ اور انکے برگ و بار کي کثرت و وسعت سے در اصل ایک " کائنات خلت " یا ایک " عالم ابراهیمي " متشکل هوتا هے' جسکا جغرافیه اگرچه زمین کے تمام گوشوں تک پهیل گیا ' لیکن وه مثل ایک دائرۂ سعادت کے هے' اور اسکا مرکزي نقطه " اسوۂ ابراهیمي " هی کا پاک بیج هے - پس اس تمام کائنات کي حقیقت اسي وقت واضح هو سکتي هے جبکه اسکے اصل و اساس کي حقیقت واضح هو جائے ' اور اسکا واضح هونا فی الحقیقت سعادة و هدایت انسانیه کي ایک مکمل وقائع اور سرگذشت هوگي -

(تاریخ امة مسلمة)

قرآن حکیم نے بار بار اور صاف صاف اعتراف کیا که اسلام ملة ابراهیمي هے - اس بنا پر " امة مسلمه " کا به حیثیت ایک ممتاز اور دارائے خصائص امة کے ظهور بهي حضرة ابراهیم علیه السلام هی سے هوا - پس اسلام کي حقیقت اور امة اسلامیه کي پیدائش و نشوء کي تاریخ ' دونوں اس پر موقوف هیں که حضرة ابراهیم کي حیاة طیبه کے سوانح و مقامات ایک صحیح و حقیقي ترتیب و نظم کے ساتهه همارے سامنے موجود هوں -

یهي وجه هے که قرآن حکیم کے قصص و وقائع کا سب سے زیاده اعظم و اهم حصه حضرة ابراهیم کي حیاة طیبه هے ' اور قرآن حکیم کي تفسیر کبهي مکمل نهیں هو سکتي جب تک اس زندگي کي ایک ایسي سوانح عمري مرتب نه هو جائے جسکے تمام اصولي ابواب صرف قرآن حکیم هي سے ماخوذ هوں -

افسوس که فن تفسیر کا جو ذخیره اس وقت همارے پاس موجود هے' اسمیں اس اهم اور اساسي موضوع کیلیے کوئي منظم سامان نهیں نظر آتا ' اور اس سے بهي بڑهکر افسوس یه که ارباب تفسیر و تاویل میں ایک بڑا گروه وه نظر آتا هے جو اسلام اور ملة ابراهیمي کے تعلق کو سمجهنے کیلیے صرف اتنا کهدینا کافي سمجهتا هے که حضرة ابراهیم نے ختنه کیا اور حج کے ظاهري رسوم کي بنیاد ڈالي- یهي رسوم تهیں جنکے لیے خدا نے انهیں آزمایا اور کامیاب پاکر مژده امامت دیا- گویا اس گروه کے نزدیک یهي وه ابراهیمي ورثه تها جو محمد الرسول الله (صلی الله علیه و سلم) کے حصه میں آیا ! اور بس یهي عوائد و رسوم تهے ' جنسے ملة ابراهیمي مرکب تها !

و ذالک مبلغهم من العلم !

(اُسوۂ ابراهیمي)

اسوۂ ابراهیمي کے متعلق چند مبسوط مقالات وقتاً فوقتاً الهـلال میں شائع هوچکے هیں جنمیں مختلف حیثیتوں سے اس " کائنات خلت " کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالي گئي هے ' لیکن بحث و نظر کا اصلي حصه ابهي باقي هے - ضرورت هے که اسمیں ترتیب و تنظیم پیدا کیجاے ' اور ایک ایسي مرتب سوانح زندگي مدون کیجاے جسمیں حیات ابراهیمي کے تمام مقامات ذهاب الی الله و وصول حقیقة دین فطری کے وقائع ' اپني اصلي قراني ترتیب کے ساتهه آ جائیں -

حضرة ابراهیم علیه السلام کي حیاة طیبه کے جسقدر وقائع قران حکیم نے جا بجا بیان کیے هیں ' ان میں سب سے پہلے وه مقام سامنے آتا هے ' جهاں پهنچکر انهوں نے نسل انساني کي امامت و پیشوائي کو اپنا منتظر پایا اور انکي گروه درگروه جماعتوں اور قوموں کے اندر ایک مخصوص و ممتاز " امة مسلمه " کي نسل دیکهي جسکو خدا نے تلاوت ایات الله ' و تزکیۂ نفوس ' و تعلیم کتاب و حکمت کیلیے چن لیا تها - اور اسطرح انهوں نے کسي گری هوئي عمارت هي کو درست نهیں کیا ' بلکه خود ایک نئي عمارت کي بنیاد رکهي ' اور اسي لیے وه هدایت و سعادة امم کے اولین ارضي مرکز کے باني ٹهہرے :

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا و هدی للعالمین' فیه ایات بینات مقام ابراهیــم ' و من دخلــه کان امنــا ! (۳ : ۹۰)　　بلا شبه یه حقیقت ظاهر هے که سب سے پهلا گهر جو کرۂ ارضي پر هدایت و سعادة انساني کیلیے بنایا گیا ' وه وهي هے جو سرزمین مکه میں تم دیکهه رهے هو - یهي گهر الهي برکتوں کا سرچشمه اور تمام جهاں کیلیے مرکز هدایت هے - وه اگرچه بظاهر اینٹوں کي ایک چهوٹي سي عمارت دکهائي دیتي هے ' لیکن دراصل اسکے اندر خدا کي قدرت و حکمت اور دین الهي کے نشو و نما کي کهلي کهلي اور ناقابل انکار نشانیاں رکهي گئي هیں - یه نشانیاں مقام ابراهیمي کي اُس قدوسیت کو واضح کرتي هیں جس نے اُسے تمام عالــم کیلیــے قبله و مصلی بنادیا !

قران حکیم کي وه تمام آیات کریمه جنمیں حضرة ابراهیم کي امامت للناس ' بناء کعبۂ و قبلۂ مومنین ' تکوین و عمران وادي غیر ذي زرع ' اتخاذ مقام ابراهیم مصلی ' دعاء ظهور امة مسلمه ' اور التجاے بعثت " رسولاً من نفسهم یتلو علیهم ایاتک " کا ذکر هے' اسي مقام کو واضح کرتي هیں ' اور دراصل یهي وه بقاء دوام ' رفع ذکر ' علو لسان صدق ' اور کلمۂ باقیه هے جسکے طرف جا بجا قران حکیم نے اشاره کیا :

و لقد اصطفیناه فی الدنیا و انه فی الاخرة لمن الصالحین (۲ : ۱۲۵)

و وهبنا لهم من رحمتنا و جعلنا لهم لسان صدق علیا (۱۹ : ۵۱)

و جعلها کلمة باقیة في عقبه لعلهم یرجعون (۴۳ : ۲۸)

یعني انهوں نے هدایت و سعادت کي ایک ایسي نسل پیدا کي جوکبهي فنا نهوگي اور جسکي دعوة همیشه باقي رهیگي ' اور فی الحقیقت یهي اعلی ترین مرتبه خلت اور منتهاء کمال انسانیة هے - کما سیاتي انشاء الله تعالی -

نیز اسي مقام کي تشریح سے یه امر بهي واضح هو جائیگا که اسلام اور ملة ابراهیمي کا تعلق کس سلسله پر مبني هے ؟

چنانچه سب سے پہلے هم اسي مبحث پر نظر ڈالتے هیں :

(سلسلۂ نبوت)

نبوت کا جو سلسله حضرت آدم علیه السلام سے شروع هوکر بخط مستقیم حضرت عیسی علیه السلام تک پهونچکر رک گیا تها ' اسکي تکمیل میں صرف ایک آخری کڑی کي کسر رهگئي تهي - اسلیے جب آخری کڑی نے اس روحاني سلسلے کو مکمل کرنا چاها تو تمام دنیا نے اپني اپني طرف کهینچنا شروع کیا - لیکن اوس نے نه تو

اسطرح انپر حاوي هو گئے اور اسطرح انکي طبیعت کو ان خارجي اثرات ضلالت سے انس و تعلق هوگیا ' که خدا کي تمام بخشي هوئي قوتیں اور عطاکردہ حواس اب انپر کوئي اثر نہیں ڈال سکتے - وہ اپني آنکهیں کهوکر اب اونکي آنکهوں سے دیکهتے هیں ' اپنے کانوں کو بهرا کرکے انکے کانوں سے سنتے هیں' اپنے فکر کو معطل کرکے اونکي عقل سے سمجهتے هیں - پس اگرچه انکے پاس آنکهیں هیں مگر نہیں دیکهتے ' اگرچه کان هیں مگر نہیں سنتے ' اگرچه عقل هے مگر نہیں سوچتے : لهم قلوب لا یفقهون بها ' ولهم آذان لا یسمعون بها ' ولهم اعین لا یبصرون بهـــا :

سواء علیهم ءانذرتهـــم ام لم تنذرهم لا یومنون - ختم الله علي قلوبهم و علی سمعهم ' و علی ابصارهم غشاوة - و لهم عـــذاب عظـــیم ! ! (۲ : ۱)

اب انکي یه حالت هوگئي هے که انکو ڈرایا جاے یا نه ڈرایا جاے ' انکے لیے یکساں هے - تم انهیں نتائج اعمال سے ڈراؤ تو ' اور نه ڈراؤ تو' وہ کبهي بهي نہیں مانینگے - الله نے انکے دلوں پر بوجه کسب ضلالت کے مہر لگا دی ' انکے کان بند هوگئے ' انکي آنکهوں پر جهل و قساوت کا پردہ پڑگیا ' اور اندهے کے آگے خواہ کتنے هي چراغ روشن هوں ' وہ روشني نہیں دیکهه سکتا - اور بلا شبه یه بڑی هي بدحالي هے جو انکے واسطے مہیا هوگئي ! !

اسکي علت اصلي یہي هے که صدیوں کے رسوم و عادات اور عقائد و اعمال کي زنجیروں کو توڑکر ایک نئي حیاة فکری وعملي کا اختیار کرنا ' اور جس آب و هواے عمل و اعتقاد میں بچپنے سے لیکر بڑهاپے تک دماغ پرورش پا چکا هے ' یکایک اس سے باهر آجانا ' دراصل انسان کیلیے ایک ایسي راہ کي دعوة هے' جو گویا ایک نئے جسم ' نئے دماغ ' نئے فکر' نئے حواس میں مبدل هوجاے ' اپني هر پچهلي مالوف و محبوب چیز سے هجر و فراق بلکه قطع علائق کرلینے ' اور اپني تمام گذشته مالوفات و معمولات و مشغولات کو بهول جانے ' غرضکه از سرنو پیدا هونے اور ایک نشئۂ ثانیه میں سے گذرنے کي طرف بلاتي هے ' اور ایسا کرنا فی الحقیقت انساني ارادہ کیلیے زندگي کا سب سے بڑا مشکل کام هے جو اسکے سامنے پیش هوسکتا هے -

انسان جو یکسر انفعال و تاثر هے ' جسکے دامن کسب کیلیے هستی کا ایک ایک ذرہ کانٹا هے ' جو دنیا میں صرف کهوتا ' دیتا ' لٹاتا ' اور اٹکتا هي هے' اور هر طرف سے اثر و فعل کا جب کوئي غبار اڑتا هے تو اسکے ایک ایک ذرے کو اپنے دامن و آستین میں محفوظ کرتا هے ! غور کرو که اسکے لیے یه دعوة تجدد ' یه آرزوے تحول ' یه صداے تاسس ' جو سر سے لیکر پانوں تک اسکو یکسر بدلدینا اور نیا بنا دینا چاهتي هے ' جو اوسکو هر محبوب و مالوف شے سے چهڑاتي اور هر ایسي چیز سے جوڑنا چاهتي هے جو اوسکي نظروں میں اتني هي مبغوض هے جتني پہلي محبوب تهي ' کیسي مشکلوں کي پکار ' کیسي سختیوں کي درخواست ' اور کس درجه صعوبتوں اور مصیبتوں کي دعوة هے ؟

اس نے ابتک یه دیکها که چاند اور سورج اسکے دیوتا هیں ' اور ایک گهر جو مقدس نامونسے بنا دیا جاے اسکا مستحق هے که اسکے آگے سجدہ کیا جاے - وہ صدیوں سے نسلاً بعد نسل سنتا آیا هے که جب پتهر سے ایک شفیع و متوسل دیوتے کي مورت تراش لي جاے تو پهر پتهر سے بڑهکر دنیا میں کوئي طاقت نہیں - اس نے همیشه اپنے قابل عظمت آبا و اجداد کے متعلق جنکے خون کي گرمي سے اسکي عصبیت کي ایک ایک رگ دهک رهي هے ' یہی سنا ' یہی معلوم کیا ' اور اسي کے صدا و فعل میں پلتا رها که سچائي نسل و وطن اور بڑے بوڑهوں کي پیروی و تقلید میں هے ' اور باپ دادا نے جو کچهه کیا صداقت اور راست بازی صرف اسي میں هے - اونهوں نے اپني عجیب و غریب مقدس عقلوں سے جسقدر اعتقادات و اعمال اپني اولاد کیلیے یادگار چهوڑے ' وہ پہلوں کیطرف سے پچهلوں کیلیے ایک پاک امانت هے جس سے ایک ذرہ کا بهي ضائع کرنا عزت نسلي و قومي کا هلاک کرنا هے -

اب ایک نئي صدا اچانک اُٹهتي هے - تقلید آبا و رسوم کي وہ سطح ساکن جو صدیوں سے منجمد تهي ' یکایک حرکت میں آتي هے ' اور ایک انسان جو نسلاً و وطناً یکسر قومي عقائد و افعال اور عادات و رسوم کا مخلوق هوتا هے اور جو کہیں باهر سے نہیں آتا تا مجهول الحال هونے کي وجه سے پر هیبت هو' بلکه همیشه " من انفسهم " هوتا هے یعنے انهي میں کا اور انهي جیسا ' اپني جگه سے هلتا هے ' اور کسي نا معلوم و ما فوق الفهم اثر سے منقلب هوکر چلا اٹهتا هے :

ابلغکـــم رسلت ربي و انصح لکم و اعلـــم من الله ما لا تعلمون - او عجبتم آن جائکم ذکر من ربکـــم علی رجل منکم لینـــذرکم ولتتقـــوا و لعلکـــم تـــرحمـــون ؟ (۷ - ۵۹)

میں تم تک الله کے بهیجے هوے پیغام پہنچاتا هوں' تمهاري بهلائي اور خوشحالي کیلیے تمهیں نصیحت کر رها هوں' اور یقین کرو که الله کي هدایت و توفیق سے میں وہ کچهه جانتا هوں جو تم نہیں جانتے ! آہ کیا تمهیں اس قانون الهي پر اچنبها هوتا هے که تم هي میں سے الله ایک شخص کو سچائي کی دعوة کیلیے چن لے اور اسکے اندر اپني هدایت اتار دے ' تا که وہ تمهیں بدعملیوں کے نتیجوں سے ڈراے اور تاکه تم آنے والي تباهیوں و بد حالیوں سے بچو' اور تاکه تم پر غضب کي جگه رحمت هو ؟

لیکن یه پیغام الهي جسکا وہ اعلان کرتے هیں ' کیا هوتا هے ؟ یه تبدل و تجدد روحاني اور تقلب و تحول معنوي کي ایک دعوة هوتي هے ' جو اُنسے اُنکي تمام پچهلي محبوبات و مالوفات کو چهیننا چاهتي هے اور تقلید آبا و رسوم و عادات و مالوفات کیلیے پیام هلاکت اپنے اندر رکهتي هے :

ءارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار ؟ ما تعبدون من دونه الا اسمـــاء سمیتمـــوها انتـــم و اباؤکم ما انـــزل الله بها من سلطان ' ان الحکم الا لله ' امر الا تعبدوا الا ایاہ - ذالک الدین القیـــم - و لکن اکثر الناس لا یعلمون ! (۱۲ : ۴)

کچهه تو خـــدا کے بخشے هـــوے نور بصیرة سے کام لو اور سونچو که پرستش و غلامي کیلیے بهت سے معبود بنا لینا بہتر هے یا ایک هي خداے واحد و قہار کا هو رهنا ؟ یه جو تم نے اپني بندگي کے لیے خدا کے سوا اور بهت سے چوکهٹ بنا رکهے هیں اور انکا رشته اسدرجه مضبوط پکڑرکها هے تو بتلاؤ ' انکي حقیقت بجز اسکے کیا هے که محض چند وهم ساز نام هیں جو تم نے اور تمهارے باپ دادوں نے اپنے دل سے گڑہ لیے ' اور گمرهانه اعتقادات اور نسلاً بعد نسل کي تقلید و رسم پرستي نے انکے اندر هیبت و قدوسیت پیدا کردي ؟ حالانکه اُس خدا نے که پرستش و سلطة اعلی کي تمام قوتوں کا مصدر اسي کي ذات هے ' نه تو انکے اندر کوئي طاقت رکهي اور نه انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اُتارا - یقین کرو که یه تمام ماسوی الله قوتیں جنهیں تم نے طرح طرح کا حکم و تسلط دے رکها هے ' کچهه بهي نہیں هیں ' اور هر طرح کا حکم اور هر قسم کي سلطاني تمام کائنات هستي میں نہیں هے مگر صرف الله کیلیے - اس نے هماري فطرة کے اندر یه بات ودیعت کردی هے که بندگي

سے بیگانہ قرار دیا - انکی دعوۃ کی بنیاد نسل اور جغرافیہ نہ تھا - وہ ایک نئی قوم پیدا کرنا چاہتے تھے ' اسلیے خود انکی نسل جسمانی کے رشتے کا بھی کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا - انکا گھرانا اب وہی قوم تھی جو حق و سعادت کے رشتے میں منسلک ہوکر طیار ہوئی تھی ' اور سب سے پہلے وہ خود ہی اپنے پیدا کردہ خاندان ملت کا ایک رکن ہوگئے تھے - اگرچہ و ما آمن معہ الا قلیل ۔

و نادی نوح ربہ فقال : رب ان ابنی من اہلی و ان وعدک الحق ' و انت احکم الحاکمین ! قال یا نوح ! انہ لیس من اہلک ' انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم (۱۱ : ۴۷)

اور حضرۃ نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ خدایا ! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے خاندان کو عذاب طوفان سے نجات دی جائیگی - تو احکم الحاکمین ہے - تیرا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا - میرے لڑکے کو اس عذاب سے نجات دے کیونکہ وہ میرے خاندان میں داخل ہے ! خدا نے کہا اے نوح! تو جسکو اپنا اہل کہہ رہا ہے وہ تیرا اہل نہیں ہے - تیرا گھرانا تو در اصل عمل صالح کا گھرانا ہے (جسکی دعوۃ دیکر تو ایک صالح قوم پیدا کرنا چاہتا ہے) جو اس گھرانے میں داخل ہوا وہ تیرا ہے' اور جو اس سے نکل گیا' وہ تیرا نہیں رہا بلکہ انکے گھرانے کا فرزند ہوگیا جنکے عمل بد کو اسنے اختیار کیا - پس مجھسے وہ سوال نہ کر جسکا تجھے علم نہیں دیا گیا - اے نوح ! یہ نصیحت میں اسلیے کرتا ہوں تاکہ حقائق و اسرار الہی تجھپر کھلیں ' اور تو اُن لوگوں میں سے نہو جاے جو لم حقیقت سے محروم ہیں !

(تشریح مزید)

اللہ تعالی نے حضرۃ نوح کو حکم دیا تھا کہ عذاب طوفان سے بچنے کیلیے کشتی بناؤ - جب کشتی بن چکی تو فرمایا :

احمل فیہا من کل زوجین اثنین و اہلک (۱۱ : ۴۲)

کشتی میں تمام ضروری حیوانات و انواع کا ایک ایک جوڑا رکھہ لو - نیز اپنے گھرانے کے آدمیوں کو بھی سوار کرالو -

لیکن ساتھہ ہی ان لوگوں کو اس سے مستثنی بھی کردیا تھا جنکے متعلق پہلے فرمان ہو چکا تھا کہ اپنے کفر و تمرد کی وجہ سے وہ اس عذاب میں ضرور حصہ لینگے اور انکے لیے کوئی طلب اور کوئی سوال مقبول نہو گا :

الا من سبق علیہ القول (۱۱ : ۴۲)

مگر ان لوگوں کو ساتھہ نہ لو جنکی نسبت پہلے حکم ہو چکا ہے -

وہ پہلا حکم یہ تھا کہ و لا تخاطبنی فی الذین ظلموا (۱۱ : ۳۹) جن لوگوں نے حق و عدالت سے انحراف کیا اور اپنی سرکشی و عدوان سے غضب الہی کے مورد ٹھہرے ' سو انکی بابت مجھسے کچھہ نہ چاہنا !

لیکن چونکہ حق تعالی نے حضرۃ نوح کو انکے " اہل " و اقارب کے بچا لینے کا حکم دیا تھا اور انکا بیٹا بدرجۂ اولی لفظ " اہل " کے جسمانی مفہوم میں داخل تھا ' اسلیے آپکو جرات ہوئی اور جناب خداوندی میں اسے اپنا " اہل " قرار دیکر سوال کیا - اسپر جواب ملا کہ انہ لیس من اہلک - گو بظاہر وہ تمہارے " اہل " میں سے تھا - لیکن در اصل اسے تم سے کوئی تعلق نہیں - " اہل " میں سے وہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ سرے سے تمہاری قوم ہی میں داخل نہ رہا ؟

بلاشبہ وہ تمہاری قوم اور تمہارے گھرانے میں سے تھا' لیکن اب تو تمہاری قوم دوسری ہوگئی - تم نے حق اور راستی کی روح پیدا کرکے جو نئی قومیۃ صالحہ پیدا کی ہے' اب سے وہی تمہاری قوم' وہی تمہارا گھرانا ' وہی تمہارے اہل ہیں - تمہارا رشتہ صرف اس نئی قوم ہی کا رشتۂ اساس ہونا چاہیے - وہ رشتہ خون اور جسم کا نہیں بلکہ حق اور دعوۃ حق کی روح کا ہے - اسی رشتہ میں منسلک کرکے یہ نئی قوم " دعوۃ نوحی " سے پیدا کی گئی ہے - تمہارے جسمانی تعلقات کے جو " اہل " اس قومیت میں داخل نہ ہوے ' وہ تم سے کٹ گئے ' اور تمہاری جگہ " عمل غیر صالح " کی فرزندی میں داخل ہو گئے !

(قوۃ عظیمۂ ضلالت)

اس آیۃ کریمہ میں ایک اور بہت بڑا نکتہ پوشیدہ ہے اور ارباب فکر کو غور کرنا چاہیے -

صدیوں کے مذہبی عقائد ' نسلاً بعد نسل کے پرورش یافتہ رسوم و عوائد ' کسی پوری نسل اور آبادی کے جاگرفتہ اعمال ' اور ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ تقلید و عصبیۃ جاہلیۃ کی بندش ' اور طبیعۃ ثانیۂ انسانیہ کا انجماد ' ضلالۃ انسانیہ کی ایسی مہیب قوتیں ہیں جنکے مقابلے میں سمندر کی قہاری اور پہاڑوں کی صلابت و جسامت بھی کوئی چیز نہیں - سمندر انسان کو غرق کردیسکتا ہے ' مگر اسکی قہاری یہ قوۃ نہیں رکھتی کہ کسی پرورش یافتۂ ضلالت انسان کو ایک چھوٹے سے چھوٹے رواج یا رسم کے چھوڑ دینے پر بھی آمادہ کردے - تم نے دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کو سیلاب و طوفان نے آ گھیرا اور شفیق باپ بے اختیار پکار اٹھا :

یا بنی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین (۱۱ : ۴۴)

اے میرے نادان بیٹے ! اب بھی وقت ہے - ظالموں کا ساتھہ چھوڑ دے اور ہمارے ساتھہ کشتی میں سوار ہو جا !

مگر دیکھو' قومی اور جماعتی ضلالت کے اندر کیسا غیر متزلزل جمود ' کیسا غیر متغیر جحود ' کیسی ابلیسانہ جاہلیۃ ' اور کیسی غیر مفتوح بہیمی قوت ہے' کہ با ایں ہمہ معاینۂ عذاب و ورود ہلاکت ' وہ باطل پرستی کا رشتہ نہ توڑ سکا ' اور اسی عصیانی گھمنڈ اور کافرانہ تمرد کے ساتھہ اس آخری دعوۃ نجات کو بھی رد کردیا ' جو معاینۂ عذاب سے پہلے اسکے اندر کا ابلیس تھا :

ساوی الی جبل یعصمنی من الماء (۱۱ - ۴۵)

اگر زمین پر طوفان آگیا ہے تو کوئی ڈرنے کی بات نہیں - میں ابھی کسی پہاڑ کی بلندی پر جا پہنچونگا جو مجھے پانی کی ہلاکت سے بچا لیگا -

یہی چیز ہے جسکو قران نے قساوت قلب ' جحود کفر ' انطباع وجدان ' ضلالت عقل ' شقاوت مبین ' وقر آذان ' غشاوۃ بصر ' غطاء قلب ' ہلاکت عقل ' اماتت فکر ' حجاباً مستوراً ' اور صم بکم عمی فہم لا یبصرون ! فرمایا ہے' اور انسانی ضلالت اور فطرۃ صالحہ کے تبدل و تغیر ' یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچکر انسان شر الدواب عند اللہ ہے یہی وہ مہر ہے جو انسان کے دل پر جب لگ جاتی ہے تو پھر وہ کبھی حق کیلیے نہیں کھلتا ' اور یہی اُس انسان کیلیے جو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا تھا' وہ اسفل سافلین ہے جسمیں گرکر چارپایوں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے' کیونکہ جانور اپنی فطرۃ اصلیہ پر قائم رہتا ہے پر انسان نے اپنی فطرۃ صحیحہ کو خارج کی ضلالت سے بالکل مسخ کر دیا - پس :

اولئک کالانعام بل ہم اضل ' و اولئک ہم الغافلون -

وہ مثل چارپایوں کے ہو گئے بلکہ انسے بھی زیادہ گم کردہ راہ - یہی وہ بدبخت ہیں جو بصیرۃ سے محروم ہو گئے اور غفلت انکے حواس پر چھا گئی !

اسلیے کہ رسم و رواج' الف و عادات' تقالید و خرافات' ملکی و قومی اثرات و علائق' اور نسلاً بعد نسل منتقل ہونے والے عقائد و اعمال

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخــلاق پر

(۱)

دنیا کے گوشے گوشے میں قوت کا خزانہ پنہاں ہے - بجلي کي رو خاک کے ہرذرے میں موجود ہے - نموء کي قوت زمین کے چپہ چپہ میں مخفي ہے - موجوں کا تلاطم ہر دریا کے اندر چھپا ہوا ہے - لیکن یہ قوتیں خود بخود نہیں ابھر تیں ' بلکہ اپنے ظہور کیلیے ایک سخت کشمکش ' ایک سخت مقاومت ' ایک سخت تصادم کي منتظر رہتي ہیں - پس جب کوئي قوت انکو ٹھوکر لگادیتي ہے ' تو وہ برہم ہوکر اپنے چہرۂ تابناک سے نقاب الٹ دیتي ہیں - حرکت بجلي کے خزانے میں آگ لگادیتي ہے ' سیلاب کي رو زمین کي قوت نموء کو ابال دیتي ہے ' ہوا کے جھونکے سطح دریا پر موجوں کا جالُ پھیلا دیتے ہیں !

* * *

اخلاق بھي ایک قوت ہے جو انسان کے بطون و ارواح میں چھپي ہوئي ہے - لیکن اگر عطر کو شیشي میں بند رکھا جاے تو وہ مشام جان کو معطر نہیں کر سکتا - اوسکي بوے جانفزا بار بار کے ہلنے ہي سے پھیلتي ہے - اسي طرح اگر انسان تمام دنیا سے الگ ہوکر ایک قلۂ کوہ پر عزلت گزیني اختیار کرلے تو اوسکا اخلاقي جوہر ہمیشہ کیلیے پہاڑ کي تاریک غاروں میں چھپ جائیگا - لیکن خدا نے انسان کو اخلاق کي نمائش کرنے ہي کیلیے پیدا کیا ہے - اسي بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپني بعثت کا مقصد تکمیل اخلاق قرار دیا - وہ خود بھي دنیا کے منظر عام پر نمایاں ہوے اور اپني امت کو بھي نمایاں کیا - حضرت موسی علیہ السلام نے اپني امت کي نمائش وادي تیہ میں کي - حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقصد کیلیے ایک وادي غیر ذي زرع کو منتخب فرمایا ' اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کائنات عالم کے ہر میدان میں اپنا اور اپني امت کا اسوۂ حسنہ پیش کردیا :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر -	تملوگ دنیا کي ایک بہترین امت ہو جو منظر عام پر نمایاں کیگئي ' کیونکہ تم نیکي کا حکم کرتے ہو ' برائي سے روکتے ہو -
و کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہدا علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا -	اور ہمنے تمکو ایک صاحب عدل و معدلت قوم بنایا تاکہ تم تمام دنیا کے آگے اپنے زبان و عمل سے حق کي شہادت دو ' اور اس شہادت کي روشني صرف اپنے رسول سے اخذ کرو !

اسلام نے اسي اصول کي بنا پر رہبانیت کو ناجائز قرار دیا ' کیونکہ انسان کا اخلاقي جوہر بھي دنیا کي دوسري قوتوں کي طرح تصادم و کشمش ہي کے ذریعہ نمایاں ہو سکتا ہے -

* * *

اللہ تعالی نے چونکہ انسان کو اخلاق حسنہ کا مظہر بنایا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے :

لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم -	ہم نے انسان کو ایک بہترین طبیعۃ مرکبۂ عادلہ میں پیدا کیا -

اسلیے اوس نے ایسے اسباب مہیا کردیے جو انسان کے محاسن اخلاقي کو ہر وقت نمایاں کرتے رہتے ہیں - اگر ایک شخص گھر میں ہے تو اعزا و اقارب کے تعلقات سے اوسکے اخلاق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اگر بزم احباب میں ہے ' تو دوستوں کے اختلاط و ارتباط کو اوسکے اخلاق کا معیار بنایا جاسکتا ہے ' اگر وہ کسي بازار میں ہے تو معاملات کے ذریعہ سے اوسکے عیب و ہنر نمایاں ہو سکتے ہیں -

* * *

لیکن جنگ ایک ایسي سخت ٹھوکر ہے ' ایک ایسا سخت زلزلہ ہے ' ایک ایسا سخت دھماکا ہے ' جس سے دنیا کا ایک ایک ذرہ جنبش میں آ جاتا ہے ' اور اسکي تمام قوتیں دفعتاً متحرک ہو جاتي ہیں -

اخلاق بھي ایک عظیم الشان قوت ہے ' اسلیے وہ بھي جنگ سے غیر معمولي طور پر متاثر ہوتا ہے ' اور اوس کے اثر سے انسان کے نظام اخلاق میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے - یہي علت ہے کہ اسلام نے اپنے تمام اعمال تربیت کیلیے اخلاقي موثرات میں سے صرف جہاد ہي کو منتخب کیا - کیونکہ اخلاقي انقلاب کا اس سے زیادہ کوئي موثر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا -

* * *

زمانۂ جنگ میں عارضي طور پر انسان کا نظام اخــلاق دفعتاً بدل جاتا ہے - یہاں تک کہ عیب ' ہنر اور ہنر ' عیب ہوجاتا ہے - تجسس ایک سخت بد اخلاقي ہے ' لیکن زمانۂ جنگ میں جاسوسي ایک ہنر خیال کي جاتي ہے ' اور اسکے لیے بہترین قابلیت کے اشخاص منتخب کیے جاتے ہیں - صیانت نفس ہر انسان کا اخلاقي فرض ہے ' لیکن میدان جــنگ سے فرار انتہا درجہ کي بد اخلاقي سمجھي جاتي ہے - محاسن اخلاق میں رحمدلي سے بڑھکر کوئي چیز نہیں ' لیکن صف دشمن میں اوسکي کوئي قدردانی نہیں کي جاتي - غیروں کے حقوق کي حفاظت تمدن و قانون کا بہترین کارنامہ ہے - لیکن زمانۂ جنگ میں قانون ہي غیروں کے ملک کا دوسرے سلطنتوں کے ساتھہ الحاق کردیتا ہے اور مال غنیمت جسطرح وحشي قوموں کیلیے ذریعہ معاش تھا ' اوسي طرح تمدن کا بھي بہترین اندوختہ بنجاتا ہے - امن کي حالت میں عفو و درگذر ' حلم و تحمل ' اپنے اندر ایک اخلاقي مقناطیسي کشش رکھتي ہیں ' لیکن صف جنگ میں طاقت زدہ اور رحم آمیز تبسم سے زیادہ درشت روئي کي قدر کي جاتي ہے - کفایت شعاري نہایت عمدہ چیز ہے ' لیکن میدان جنگ صرف اسراف ہي کے ذریعہ سے فتح ہوسکتا ہے - وفاے عہد کي اخلاقي عظمت کا ہر شخص اعتراف کرتا ہے ' لیکن زمانۂ جنگ میں سیکڑوں بد عہدیاں جائز خیال کي جاتي ہیں - اس قسم کے سیکڑوں اخلاقي عیب و ہنر ہیں جنکي حقیقت زمانۂ جنگ میں بالکل بدل جاتي ہے ' اور ضرورت انکے بدل دینے کیلیے مجبور کرتي ہے -

* * *

لیکن ابتداء میں دنیا کي ہر چیز عارضي ہوتي ہے جو رفتہ رفتہ مستقل صورت اختیار کرلیتي ہے - عارضي اسباب سے زمین پرُ پاني کے قطرے گرتے ہیں ' اور آہستہ آہستہ زمین میں سوراخ کرتے جاتے ہیں - یہاں تک کہ ایک دن وہ مستقل گڑھے کي صورت اختیار کرلیتا ہے - ایک پتھر پر آفتاب کي شعاعیں پڑتي ہیں اور وہ اونکا رنگ جذب کرتا جاتا ہے ' یہاں تک کہ ایک دن لعل شب چراغ کے قالب میں نمایاں ہوکر دنیا کي آنکھہ کو خیرہ کردیتا ہے !

انسان کے اخلاق و عادات کا بھي یہي حال ہے - بچہ ماں کے پیٹ سے ایک سادہ شیشۂ دل لیکر آتا ہے جس میں ہر عکس کے قبول کرنے کي صلاحیت ہوتي ہے - دنیا کي جو طاقت اوسپر اپنا پر تو ڈالتي ہے ' آہستہ آہستہ اوسي اثر کو قبول کرتا جاتا ہے ' اور ایک دن اوسي قوت کا مجموعي اثر اوسکا اخــلاقي دستور العمل

نہ کریں مگر صرف اسی کی' اور سر نہ جھکائیں مگر صرف اُسی کیلیے - یہی **فطرۃ صالحہ دین قیم یعنی ہدایت انسانی کا صحیح اور مستقیم راستہ هے - پر افسوس** کہ اس ضلالت اباد انسانی میں بڑی تعداد انکی هوگئی **جن پر اس حقیقۃ فطریہ سے جہل چھا گیا !!**

لیکن اب غور کرو کہ **اس دعوۃ کا اصلی** منشا زیادہ کھلے لفظوں میں کیا هوتا هے ؟ یہ کہ جو کچھہ **انسانوں** نے اب تک دیکھا ' اسے آن دیکھا سمجھیں ' جو کچھہ انھوں نے **همیشہ سنا** ' اسے یکسر بھول جائیں ' جو کچھہ ابتک انھوں نے **سمجھا اور یقین کیا** ' اس سے یک قلم باھر آجائیں - یہ گویا نسلی و **قومی افکار و عقائد کی ایک** خانہ ویرانی کی پکار هوتی هے ' جو انکے اُس گھر کو اجاڑنا چاهتی هے جسمیں صدیوں تک وہ پلے ' اور ایک نیا گھرانا آباد کرنا چاهتی هے جسکے در و دیوار سے انھیں کوئی الفت نہیں -

یہی وجہ هے کہ جسطرح دعوۃ و ہدایت نے **همیشہ** اور ہر عہد میں یکساں طور پر اجتہاد فکر و نظر کی پکار بلند کی هے ' **ٹھیک** اُسی طرح انسانی ضلالۃ کی جانب سے **بھی همیشہ الف** و عادات اور تقلید آبا و رسوم کے شغف و **معبوبیت کا یکساں جواب ملا هے :**

وکذالک ما ارسلنا من قبلک فی قریـــۃ من نذیر الا قال مترفوھا : انا وجدنا آباءنا علی امۃ و انا علی آثارھــم مقتدون (۴۳ : ۲۳)	اے پیغمبر ! انسان کی قومی و جمـاعتی گمراھی کا ظہور کچھہ تمھارے هی سامنے ایسا نہیں هے بلکہ اوس کا عام اور یکساں حال همیشہ ایسا هی رہا هے - تمھیں

اپنے سے پہلے کوئی بستی ایسی نظر نہیں آئیگی جسمیں الله کے طرف سے ڈرانے والے آے هوں اور اُنھوں نے اپنی قوموں کے بڑوں سے یہ جواب نہ پایا ہو کہ " هم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی قومی طریقہ پر چلتے پایا اور هم بھی انھی کے طریق پر چلینگے "

پس انسان کیلیے اس تغیر و تجدد سے بڑھکر اور کونسی کٹھن راہ هو سکتی هے ؟ اور کاروبار دعوۃ و تبلیغ میں اس سے زیادہ یکسر مشکلوں اور صعوبتوں سے بھرا ہوا ' عقل براندار ' اور ثبات افگن کام اور کونسا هو سکتا هے ؟

اگر تم اس حالت ناٹھیک ٹھیک اندازہ کرو ' اور اس کلی تاسیس فکری و عملی کے ایک ایک جزیہ کو اپنے سامنے لاؤ ' تو تم پاؤگے کہ کائنات اعمال انسانی میں حیرانیوں اور اچھنبوں کا یہ آخری نقطہ هے - محض وہ انسانی قوۃ جو مادہ کی ترکیب و اثرات سے **مقوم هوئی هے** ' اس کام کے لیے کچھہ نہیں کرسکتی ' اور جب تک انسانی ضلالت سے لڑنے کیلیے انسان نہیں ' بلکہ انسانیۃ سے کوئی ما فوق قوۃ نہ اتر آے ' اسوقت تک انسانی ضلالت هار نہیں سکتی - اس معرکے میں **ایک طرف تنہا ایک انسان** ' اور دوسری **طرف پوری نسل** ' پوری قوم ' پوری آبادی ' بلکہ پوری دنیا هوتی هے - پس اس اسمان کے نیچے کونسی عقل هے جو یہ مان سکتی هے کہ ایک انسانی فرد کسی پوری آبادی کو ' جو بلحاظ انسانیۃ کے اس سے مساوی قوۃ رکھتی اور بلحاظ تعداد کے اس سے هزار چند هے ' محض اپنی انسانی قوت هی سے شکست دیسکتا هے ؟

ولقــد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ' انھم لھم المنصــورون و ان جندنا لھم الغالبــون (۳۷ : ۱۷۱)	اور هم نے اپنے اُن بندوں کیلیے جنکو هم حق کے اعلان اور ہدایت کی پکار کیلیے دنیا کے سامنے بھیجتے هیں ' پہلے هی سے یہ قانون قرار دیدیا هے کہ فتح و کامیابی اُنھی کو هوگی -

پس انسانیۃ سے مافوق قوۃ ' وہ قوۃ ربانیہ هے جو اُترتی هے ' اور کسی ایک انسان کو اپنا مہبط و مورد بنا کر اسمیں سے اُبھرتی اور اسکے اندر سے چمکتی هے - پھر اس انسان کا هاتھہ خدا کا هاتھہ هوجاتا هے - وہ اُٹھتا هے تو کسی طاقت سے نہیں جھک سکتا :

ید الله فوق ایدیهم (۴۸ : ۱۰) اور اسکا عزم خدا کا عزم بن جاتا هے پس جب وہ اعداء حق پر تیر افگنی کرتا هے تو خدا کہتا هے کہ میں نے کی :

و ما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی (۸ : ۱۷)	اور جب تونے اے محمد دشمنوں پر تیر چلایا تو دراصل تیرا وجود چلانے والا نہ تھا بلکہ خود الله ' چلا رہا تھا !

(عود الی المقصود اور قربانی)

تمہید مندرجۂ صدر سے تم پر واضح هوگیا هوگا کہ انسان کی جس اجتماعی ضلالت کا مقابلہ انبیاء کرام کو کرنا پڑتا هے ' وہ اپنے اندر کیسی عظیم الشان اور غیر مفتوح قوۃ رکھتی هے ؟ اور جب تم نے تاریکی کی طاقت کا اندازہ کرلیا تو اب اسی سے اسکا بھی اندازہ کرلو کہ ایسی طاقتور تاریکی کے دور کرنے کیلیے کیسی طاقتور روشنی مطلوب هے ؟

تم نے دیکھہ لیا کہ دشمن کی **طاقت کا کیا** حال هے ؟ اب سونچو کہ ایسے قوی دشمن کے هلاک کرنے کیلیے کیسے طاقتور گرز اور کیسے قوی دست و بازو کی ضرورت هے ؟

انبیاء کے آلات و اسلحہ مادی نہیں هوتے - مادی ساز و سامان کے لحاظ سے وہ بالکل فقیر و تہی دست هوتے هیں - انکے سازوسامان کے ڈھالنے کا کارخانہ دوسرا هے - وہ جن آلات و اسلحہ کے ساتھہ اس معرکۂ ضلالۃ و ہدایۃ میں قدم رکھتے هیں ' انمیں اولین حربہ " قربانی " کا هوتا هے -

انسان کی اجتماعی حیات یا قومیت دراصل ان تمام عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام هے جو نسل و وطن اور متوارث و متواصل علائق نسلی سے ترکیب پاتے هیں - ان انبیاء کرام کا مشن یہ هوتا هے کہ ان تمام نسلی اور قومی امتیازات قدیمہ کو مٹا کر ' ایک نئے روحانی امتیاز و خصوصیت کی بنیاد پر نئی قومیت پیدا کریں - پس اس بنا پر انکی دعوۃ کا اولین اسوۂ حسنہ یہی هونا چاهیے تھا کہ خود بھی نسل و خاندان کے تمام رشتوں کو توڑ دیں ' اور اسطرح نسلی قربانی کا طاقتور حربہ طیار کریں -

اس قربانی کا اثر انکے تمام کاروبار دعوۃ میں سب سے زیادہ کارکن هوتا هے - قوم دیکھتی هے کہ کس طرح داعی الی الحق نے اپنے تمام رشتوں کے گھر کو اُجاڑ دیا ' اور اُسی عمارت کا ایک گوشہ بنگیا ' جسکی چھت کے نیچے همیں جگہ دے رہا هے !

چنانچہ انبیاء کرام اور رسل عظام کے اُس سلسلے میں جنھوں نے نئی قومیتوں کی بنیاد رکھی ' سب سے پہلے حضرۃ نوح علیہ السلام کی دعوۃ کا مقام هے ' اور چونکہ انکی دعوۃ اسی پہلی قسم کی دعوۃ تھی ' اسلیے ضرور تھا کہ اس اولین قربانی کا بھی وہ اسوۂ حسنہ قائم کرتے -

پس آیۃ کریمۂ مندرجۂ صدر میں جب اُنھوں نے اپنے بیٹے کیلیے خدا کو پکارا ' تو ارشاد ہوا کہ یہاں جسمانی رشتے کیلیے کوئی گنجایش نہیں - اگر تمھارا بیٹا عمل صالح کے اس نئے گھرانے میں داخل هوجاتا جسکی تم نے بنیاد رکھی هے ' تو وہ تمھارا عزیز تھا - لیکن اُس نے " عمل صالح " کی جگہ " عمل غیر صالح " سے رشتہ جوڑا - پس اب اسکا ذکر بیکار هے ' اور یہ بناء قومیت کا وہ ناموس الہی هے جسکا تمھیں علم هونا چاهیے :

قال رب انی اعوذ بک ان اسئلـک ما لیس لی بہ علم (۱۱ : ۴۹)	حضرۃ نوح نے عرض کیا : اے میرے پروردگار ! میں اپنے ضعف بشری کا اعتراف کرتا هوں اور تیری رحمت و

مغفرت میں پناہ لیتا هوں کہ جس چیز کی حکمت و حقیقت پر میری نظر نہ تھی ' میں نے اسکی نسبت تجھسے سوال کیا !

مقالات

جنگ کا اثر فن روایت پر

(۱)

دنیا درحقیقت موثرات کي ایک رزمگاہ ھے ' جس میں ایک قوت دوسري قوت سے ٹکرا کر فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کا ایک مستقل سلسلہ جاري رکھتی ھے - تصادم قوی کا یہ عام قانون ھے - لیکن کیا ایک دشمن دوسرے دشمن سے نرمي کے ساتھ بھي بغل گیر ھوسکتا ھے ؟

دنیا کا مادہ اس فلسفیانہ سوال کا جواب نفي میں دیتا ھے - مادۂ عالم قوت کے بل پر قائم ھے - قوت کسي سے جھک کے ملنا نہیں چاھتي - وہ ھمیشہ ابھرتي ھے ' اور ابھر کے دوسري قوت سے ٹکراتي ھے - اس کشمکش و مقاومت کا فیصلہ بھي قوت ھي کي شدت و ضعف پر ھوتا ھے - اگر وہ ضعیف ھے تو خود چور چور ھوجاتي ھے - قوي ھے تو اپنے حریف کو پاش پاش کردیتي ھے -

لیکن کبھي کبھي ایسا بھي ھوتا ھے کہ میزان عدل دونوں کے توازن کو مساویانہ حیثیت سے قائم رکھتا ھے - اس حالت میں وہ ایک قوت سے کچھہ لے لیتا ھے اور دوسرے کو کچھہ دیدیتا ھے - پس صلح بھي جنگ ھي کے سلسلہ میں داخل ھے - بلکہ جنگ کي ایک خاص شکل کا نام ھے - اسلام چونکہ دنیا کے تمام مواد و قوی کے توازن کو صحت و عدالۃ کے ساتھہ قائم کردینے کیلئے آیا تھا ' اسلیے اوس نے جنگ کي اسي مخصوص شکل کو منتخب کرلیا :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض ' لفسدت الارض ' ولکن اللہ ذو فضل علي العالمین (۲ : ۲۵۲)	اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسري جماعت کي مدافعت کي قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ھوجاتي - لیکن خدا تو تمام نظام عالم کو

اسکي تمام احتیاجات و ضروریات بخشنے والا ھے ' اسلیے اوس نے تمام دنیا پر قوت کو تقسیم کردیا -

چنانچہ شریعۃ الاھیہ نے دنیا کي میزان عدل کو جس نظام پر قائم رکھا ھے ' وہ قوت ھي کي مساویانہ تقسیم کے بل پر قائم ھے :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض ' لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (۲۲ : ۴۱)	اگر خدا ایک جماعت کو دوسري جماعت کي مدافعت کي قوت ندیتا تو حق اور صداقت کا دنیا میں کوئي محافظ نہ رھتا اور

خدا پرستي مظلوم ھوکر فنا ھوجاتي - شریعت کي تعلیم گاھیں اور معبد منھدم ھوجاتے ' صلواۃ الہي کا ادا کرنا جرم بن جاتا ' اور وہ تمام مسجدیں اجڑ جاتیں جن میں خداے واحد کا بار بار ذکر کیا جاتا ھے !

جہاد اسلامي کي حقیقت اسي صلح بزور جنگ کي ایک زندہ مثال ھے - لیکن اسوقت ھمکو جنگ کے ان نتائج سے بحث نہیں جو دنیا کے توازن کو قائم رکھتے ھیں ' بلکہ صرف تصادم قواء کے عام اثرات سے بحث کرنا چاھتے ھیں -

(۱)

دنیا کي ھر قوت اگرچہ ٹکرا کر کوئي نہ کوئي نتیجہ ضرور پیدا کرتي ھے ' لیکن تصادم قواء کا سب سے زیادہ ھیبت انگیز منظر جنگ کي صورت میں دنیا کے سامنے نمایاں ھوتا ھے - دنیا کي ھر مادي قوت اگرچہ انفرادي حیثیت سے ھمیشہ سرگرم کارزار رھتي ھے ' لیکن اجتماع و تعاون (یعنی باھم جمع ھوکر ایک دوسرے کي مدد کرنا) صرف انسان ھي کا مخصوص جوھر ھے ' اور اسي مدني خصوصیت کي بنا پر اوس نے تمام دوسري قوتوں کو زیر اثر کرلیا ھے - دنیا کے معرکہ کارزار میں بھي اوسکي یہ اجتماعي شان نظر آتي ھے - اسي کے ذریعہ وہ دنیا کے سامنے اوس اجتماعي قوت کي ایک عام نمایش کرسکتا ھے جو کیف و کم ' دونوں میں تمام دوسري قوتوں کا ایک مرکب سمجھي گئي ھے - اسلئے اوسکے تصادم کا مجموعي اثر بھي ھر قوت سے شدید تر ' اور مختلف ھوتا ھے - دوسري قوتیں صرف ایک مادہ یا ایک قوت پر اثر ڈال سکتي ھیں لیکن انساني جنگ کا دائرۂ اثر غیر محدود ھوتا ھے - وہ عقائد پر ' اخلاق پر ' لٹریچر پر ' مذھب پر ' تمدن پر ' جان پر ' مال پر ' غرض عالم ھستي کے ایک ایک ذرے پر اثر ڈالتي ھے ' اور اوس اثر کو اور اسکے مسلسل نتائج و عواقب کو ایک مستقل یادگار کي صورت میں ھمیشہ کیلئے چھوڑ جاتي ھے -

لیکن دنیا کي نگاھیں مادہ پرست ھیں اسلیے وہ جان و مال کي مرثیہ خواني میں اپني دوسري متاعوں کو بھول جاتي ھیں - البتہ ایک تیز حقیقت بیں نگاہ خون کي رنگین چادروں سے گذر کر جب عقائد ' اخلاق ' لٹریچر ' تمدن ' غرض ھر چیز کو ٹٹولتي ھے ' تو اوسکو اس قتل عام میں رنج و مسرت ' دونوں کے سامان ھاتھہ آتے ھیں - وہ دیکھتي ھے کہ جنگ نے مفتوح قوم کے عقائد ' مذھب ' اخلاق ' لٹریچر ' اور تمدن کو بالکل برباد کردیا اور اِس ماتم کبری پر ایک آنکھہ آنسو بہانا چاھتي ھے - لیکن دوسري آنکھہ اِس پر راضي نہیں ھوتي کہ اصلي خزانہ ابھي باقي ھے - اوس کو اگرچہ مفتوح قوم نے کھودیا ھے لیکن دنیا نے نہیں کھویا - وہ دنیا ھي میں ھے - البتہ مفتوح قوم کي جیب سے نکل کر فاتح کے دامن میں منتقل ھوگئي ھے - و لنعم ما قیل :

> زغارت چمنت بر بھار منتھاست
> کہ گل بدامن ما دستہ دستہ مي آید

لیکن فن روایت پر جنگ کا اثر اِس سلسلہ سے بالکل مختلف پڑتا ھے - ھر جنگ ایک سلسلہ روایت پیدا کردیتي ھے جو مفتوح کے دماغ سے نکل کر فاتح کي جیب میں نہیں جاتا بلکہ دونوں کا سرمایہ اونہیں کے پاس رہ جاتا ھے - اِسلیے بظاھر فن روایت کو جنگ کے عام اثر سے بالکل محفوظ رھنا چاھیے -

(۲)

لیکن کیا درحقیقت اوس کا دامن خون کے دھبوں سے بالکل پاک ھے ؟

بن جاتا ہے - انسان کے اخلاق کا سب سے بڑا مظہر عادت ہے - لیکن یہ ملکہ بھی کسی فعل کے متواتر عمل میں لانے ہی سے پیدا ہوتا ہے -

اس عالمگیر قدرتی اصول کی بنا پر جن قوموں کو جغرافیانہ حالات ' تمدنی ضروریات ' اور قومی خصوصیات ہمیشہ جنگ کیلیے تیار رکھتی ہیں ' وہ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ ہی میں بسر کرتی ہیں - یہی عارضی نظام اخلاق اونکا مستقل اخلاقی دستورالعمل بن جاتا ہے ' اور وہ ان اخلاقی خصوصیات میں تمام دنیا سے ممتاز خیال کی جاتی ہیں - ترکوں کی جنگ جوئی عام طور پر ضرب المثل ہے :

چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را !

* * *

زمانہ جنگ میں جن اخلاق و عادات کو ناگزیر خیال کیا جاتا ہے ' ان میں بہت سے ایسے ہیں جنسے بلاتکلف بے نیازی حاصل ہوسکتی ہے - جنگ کیلیے اگرچہ جاسوسی ایک ضروری چیز ہے ' لیکن جاسوس فوج کے ضروری اجزاء نہیں ہوتے - میدان جنگ میں کبھی کبھی دشمن پر رحم بھی کیا جاسکتا ہے - فقر و فاقہ کی حالت میں بھی جنگ جاری رکھی جاسکتی ہے ' اور دولت کی نمائش اوسکے لیے چنداں ضروری نہیں - لیکن "شجاعت" ایک ایسی چیز ہے جو جنگ کی حقیقت میں داخل ہے ' اور اگر کوئی شخص میدان جنگ میں عزم و استقلال کے ساتھہ کھڑا رہنا چاہتا ہے ' تو اوسکو سب سے پہلے اسی دنوں میں اسکی سنہری زنجیر ڈال لینی چاہیے -

جن قوموں کو کسی اتفاقی ضرورت سے لڑنا پڑتا ہے ' اگرچہ اونکے لیے بھی شجاعت نہایت ضروری ہے ' لیکن جو قومیں ہمیشہ لڑتی بھڑتی رہتی ہیں ' اون میں شجاعت کا ایک مخصوص ملکۂ راسخہ پیدا ہوجاتا ہے - وہ خاص طور پر اس وصف میں دوسری قوموں سے ممتاز خیال کی جاتی ہیں -

مرد عورتوں سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں - اسکی وجہ یہ ہے کہ اونکو اپنی جان و مال کی حفاظت کیلیے مختلف لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ' یہی کشمکش اونکے جذبات شجاعت کو زیادہ نمایاں اور مستحکم کردیتی ہے

لیکن اگر متمدن اور وحشی قوموں کا مقابلہ کیا جاے تو اون میں بھی مرد اور عورت کی سی نسبت نظر آئیگی - متمدن قوم ایک عظیم الشان شہر کی چاردیواری میں محصور رہتی ہے - اوسکو خارجی خطرات کا بالکل ڈر نہیں رہتا - شہر کے اندر پولیس حفاظت کرتی ہے - وہ امن و سکون کی حالت میں آرام کی نیند سوتی ہے - اسطرح رفتہ رفتہ اوسکی قوت دفاعی بیکار ہوجاتی ہے اور شجاعت کے جذبات مردہ ہوجاتے ہیں -

لیکن ایک بدوی کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - وہ کھلے ہوے میدان میں رہتا ہے ' اور اپنی تمام چیزوں کی حفاظت خود ہی کرتا ہے - چور ' ڈاکو ' غنیم ' اوسپر حملہ کرتے ہیں ' اور وہ صرف اپنی قوت بازو سے انکو دفع کرتا ہے - اسلیے اوسکے جذبۂ شجاعت کو ہمیشہ ٹھوکر لگتی رہتی ہے ' اور اس سنگ چقماق سے ہمیشہ شرارے نکلتے رہتے ہیں - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے پہلو میں ایک گرم دل ' اور دل میں گرم خون کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتا ہے - یہی خون اوسکی رگوں میں ہر وقت حرکت پیدا کرتا رہتا ہے ' اور وہ ایک معمولی سی صدا پر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوجاتا ہے -

عرب جس نے قیصر و کسری کے تخت و سلطنت کو دفعتہ اولت دیا ' اسی قسم کی شجاعت کا مرکز تھا - یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں بہادروں کا ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا تھا جو ہمیشہ گھوڑے کی لگام زنار کی طرح اپنے گلے میں آویزاں رکھتا تھا اور ہروقت میدان جنگ کیلیے پا برکاب رہتا تھا - فارسی لٹریچر میں "پا برکاب" کے استعارے کو بھی جنگ ہی کی عاجلانہ مستعدیوں نے پیدا کیا ہے -

* * *

لیکن کبھی کبھی صرف ایک ہی ممتد اور عظیم الشان جنگ اس قسم کی مستقل شجاعت پیدا کردیتی ہے ' اور فتح و ظفر کی نشاط انگیز مسرت اس آتش سیال کو اور بھی دوآتشہ بنا دیتی ہے - آج ہمیں کئی قومیں ایسی نظر آتی ہیں جو اگرچہ ہمیشہ مصروف جنگ نہیں رہیں ' لیکن صرف ایک ہی فاتحانہ جنگی اقدام ' یا ایک ہی بامراد معرکۂ قتال نے انکو ایک مستقل اور دائم و قائم جنگی قوم بنا دیا ہے !

تاتاریوں کی مشہور شجاعت بھی اوسی عالمگیر طوفان کی ایک موج ہے جو ساتویں صدی میں تمام دنیاے اسلام میں پھیل گیا تھا ' اور بعد کی صدیوں میں ہجوم اعداء نے اوسکو اور بھی مستقل کردیا -

* * *

اس مستقل شجاعت کا اثر صرف میدان جنگ ہی میں ظاہر نہیں ہوتا ' بلکہ زندگی کے ہر شعبۂ عمل میں اوسکی جھلک نظر آتی ہے - وہ تمام قوم میں ایک حرکت پیدا کردیتی ہے جو اوسکے تمام قواء خفتہ کو بیدار رکھتی ہے - جرمنی کی جنگ پرستی کا نشہ فرانس و بلجیم کے میدانوں سے زیادہ برلن کے کارخانوں ' کالجوں ' عام بازاروں میں نظر آیا تھا -

قواء کا یہ نشاط قوموں کی افزائش نسل پر بھی نمایاں اثر ڈالتا ہے - یہی وجہ ہے کہ شیر کی اوبھرنے والی بہادرانہ قوت جب ایک پنجرے میں قید کردی جاتی ہے تو اوسکا شجاعانہ نشاط فنا ہوجاتا ہے ' اور اوسکے توالد و تناسل کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے -

اسکے برعکس بزدل قوم قلیل النسل ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ ایک مدت کی غلامی کا افسردہ کن امن مفتوح قوموں کو فنا کردیتا ہے -

* * *

لیکن ایک ہی قوت متضاد نتائج بھی پیدا کرسکتی ہے - پانی کی طغیانی اگر سطح دریا پر موجوں کے سر پر غرور کو بلند کردیتی ہے تو بہت سے سر اوٹھانے والے کنگرے اوسکی رو میں پست بھی ہوجاتے ہیں - اسلیے جنگ اگر ایک قوم کے جذبۂ شجاعت کو ہمیشہ کیلیے اوبھار دیتی ہے ' تو دوسری قوم کو ہمیشہ کیلیے بزدل بھی بنادیتی ہے - شخصی حالتوں میں بھی یہ بزدلی نمایاں طور پر نظر آتی ہے *

انگلستان کے مشہور فلاسفر ٹامس ہوب نے اپنی بزدلی کی یہ وجہ بتائی ہے کہ وہ جس زمانہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا ' انگلستان کو اسپینش لوگ جنگ و غارتگری کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور اونکی فوجیں عموماً ساحل انگلستان کا چکر لگایا کرتی تھیں - اس وقت تمام انگلستان کے ساتھہ اوسکی ماں بھی اضطراب و خوف میں مبتلا تھی - اوسکے اضطراب عصیانی نے بچے میں یہ بزدلی پیدا کردی !

انگلستان کے سلاطین قدیم میں یعقوب ثانی سخت بزدل تھا - اسکی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ اسکی ماں نے سخت مصیبت و اضطراب کی حالت میں زندگی بسر کی تھی اور اوسکا قدرتی اثر اوسکے بچے پر بھی پڑا تھا -

(البقیۃ تتلی)

فــی الحــدیث عن عساکر الدول التي لعهدهم او قــریباً منــه ، و تفاوضوا فی الاخبــار عن جیوش المسلمین او النصــاری ، او اخــذوا في احصــاء اموال الجبایات و خــراج السلطان و نفقات المترفین و بضائع الاغنیاء الموسرین ، توغلوا فی العدد و تجاوزوا حــدود العوائد و طاوعــوا وساوس الا غــراب ، فــاذا استکشفت اصحاب الدواوین عن عساکرهم ، و استنبطت احوال اهل الثــروة في بضائعهــم و فــوائدهــم ، و استجلدت عوائد المترفین فی نفقاتهم ، لم تجد معشار ما تعــدونه ، و ما ذالک الا لولوع النفس بالغرائب و سهولة التجاوز علی اللسان و الغفلــة علی المتعقب و المتنقد ، حتی لا یحاسب نفسه علی خطاء و لا عمــد و لا یطالبها فی الخبر بتوسط و لا عدالة ، و لا یرجعها الی بحث و تفتیش ، فیرسل عنانــه ، و یسیــم فــي مراتع الکذب لسانه ، و یتخذ آیات الله هزوا ، و یشتري لهو الحدیث لیضل عن سبــیل الله ، و حسبک بها صفقة خاسرة - (مقــدمه ابن خلدون - ص - ۱۱)

زمانے کے بادشاهوں کي فوجوں کے متعلق روایت کرتے هیں ، یا مسلمانوں اور نصاری کي فوجوں کے اجتماع کا ذکر کــرتے هیں - یا مالگذاري اور خراج کي رقوم اور دولت مند لوگوں کے مصارف ، اور متمول لوگوں کے مالي سرمایه کي مقدار بیان کرتے هیں تو اونکي تعداد میں نهایت مبالغه آفریني کرتے هیں ، اور عادت جاریه سے آگے بڑه جاتے هیں اور عجائب پسندي کے وسوسوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے هیں - لیکن جب تم خود متعلقین صیغۂ جنــگ سے اونکي فوجوں کا حال دریافت کرو ، اور دولت مندلوگوں کي دولت کے نتائج اور ثمرات کے ذریعــه اونکي دولت کا اندازه کرو ، اور دولت مندوں کے مصارف پر اس حیثیت سے نظر ڈالو که اس معامله میں امراء کي عام عادت کیا هے ؟ تو جو تعداد ان مورخین نے بیان کي هے ، اوسکا عشر عشیر بهي تمکو هاتهه نه آئیگا - یه مبالغه آفریني اسلیے کي جاتي هے که نفس انساني عجائبات کا شیدائي هے ، ایسي باتیں آساني سے مشهور هوسکتي هیں - لیکن اس قسم کے مورخ یه بهول جاتے هیں که آینده زمانے میں لــوگ ان روایتوں کي نقد و تحقیق بهي کرینگے - اسلیے وه اپني خطا پر یا اپني دانسته غلط بیانیوں پر اپنے نفس کا جائزه نهیں کرلیتے - نه اوسکو روایت کي معتدل راه پر لے جاتے هیں اور نه اوسکو تحقیق کي طرف مائل کرتے هیں - بلکه وه بالکل مطلق العنان بنجاتے هیں - اپني زبان کو جهوٹ کے مرغزاروں میں چراتے هیں ، خدا کي نشانیوں کو هنسي مذاق بنا لیتے هیں ، اور لغو باتوں کي ایک دکان لگا دیتے هیں تاکه خدا کي سیدهي راه سے دنیا کو گمراه کریں - لیکن افسوس یه کیسي ناکامیاب تجارت هے ! !

علامه موصوف نے اس قسم کي روایتوں کي متعدد مثالیں دي هیں اور اونپر مختلف حیثیتوں سے نقد کیا هے - اونهوں نے اگرچه ان اصول سے چند خاص روایتوں هي کے انتقاد میں کام لیا هے لیکن یه ایسے اصول هیں که عموماً هر فوجي نقل و حرکت کے نقد و تحقیق روایات میں اون سے کام لیا جا سکتا هے -

علامۂ موصوف کي چند پیش کرده مثالوں کو هم یهاں نقل کرتے هیں :

(۱) مسعودي مورخین اسلام میں بڑے پایه کا مورخ شمار کیا جاتا هے - لیکن اوس نے بنو اسرائیل کي فوج کي تعداد (جو فرعون کے مقابله کیلیے جمع هوئي تهي اور جسکو وادي تیه میں خود حضرت موسی علیه السلام نے شمار کیا تها) ۶ لاکهه بتائي هے - یه وه لوگ تهے جنکو خاص پابندیوں کے ساتهه منتخب کیا گیا تها - یعنے هر سپاهي کي عمر ۲۰ برس سے متجاوز تهي اور وه جسماني حیثیت سے معرکه جنگ میں شریک قتال هوسکتا تها -

ایک خوش اعتقاد شخص اس روایت کو بآساني قبول کرلیگا ، لیکن اسپر مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالني چاهیے :

(الف) عموماً فوج کي تعداد کا تناسب ملک کي وسعت کے ساتهه تعلق رکهتا هے ، جسکي وجه یه هے که فوجي مصارف کا بار اوسي ملک پر هوتا هے جس کي وه حفاظت کرتي هے - اسلیے فوج اور سامان جنگ کي وسعت کا اندازه صرف ملک کي اقتصادي حالت هي سے هو سکتا هے ، لیکن مصر اور شام کي وسعت اور اونکي اقتصادي حالت اس عظیم الشان فوج کے مصارف کي متحمل نهیں هوسکتي تهي -

(ب) اصول جنگ کے مطابق میدان جنگ میں فوج کي ترتیب اسطرح کي جاتي هے که ایک صف کو دوسري صف سے اعانت ملتي رهے اور نقل و حرکت کیلیے میدان میں کافي وسعت موجود هو ، لیکن کوئي میدان اس سر زمین میں ایسا ثابت نهیں هوتا جو ۶ لاکهه فوج کي گنجایش رکهتا هو اور اصول جنگ کے مطابق اوسمیں فوج کي ترتیب و تنظیم قائم کي گئي هو -

(ج) حضرت موسی علیه السلام اور اسرائیل کے درمیان چار پشتیں گذري تهیں جسکي کل مدت صرف دو سو دس برس تهي - لیکن چار پشت کے عرصے میں کوئي خاندان اس قدر وسیع نهیں هوسکتا که بچوں ، عورتوں ، بوڑهوں اور مریضوں کے علاوه ۶ لاکهه سپاهي پیدا کر دے -

(د) دنیا میں ایرانیوں کي سلطنت نهایت وسیع اور عظیم الشان سلطنت تهي جس نے درفش کاویاني کے سایے میں دنیا پر هزاروں برس حکومت کي - لیکن قادسیه کي جنگ میں (جب که اوسکي موت و حیات کا فیصله هو رها تها) اوس نے اپني فوجي طاقت کي سب سے بڑي اور سب سے آخري نمائش کي ، تاهم اسکي فوجي قوت ایک لاکهه ۲۰ هزار سے متجاوز نه تهي - پس حضرت موسی کے فوج کي تعداد اس سے زیاده کیونکر هو سکتي هے ؟

(۲) مورخین کا بیان هے که زمانۂ قدیم میں ملوک یمن عموماً افریقه اور بربر پر حمله کیا کرتے تهے - سلاطین یمن میں افریقش بن قیس کے متعلق کها جاتا هے که وه جب بربر کي جنگ سے واپس آ رها تها تو قبائل یمن میں قبیله حمیر وهیں ره گیا ، مغرب کي قوموں میں کتــامه اونهي کي اولاد سے هیں - لیکن بربر کے تمام اهل نسب اس سے انکار کرتے هیں - سلاطین یمن میں ذالاذعار کي نسبت مشهور هے که وه موصل ، آذربیجان ، ایران ، روم ، ماوراء النهر ، سمرقند ، اور چین وغیره پر حمله کر چکا تها اور ان میں بهت سے ممالک اوسکے زیر نگیں هو گئے تهے - لیکن ان روایتوں کا ایک حرف بهي صحیح نهیں هے - حسب ذیل دلائل پر غور کرو :

سلاطین یمن جزیره عرب میں رهتے تهے ، اور صنعا اونکا دارالسلطنت تها ، لیکن جزیرۂ عرب کو تین طرف سے سمندر محیط تها - صرف سویس کا ایک راسته کهلا تها جس سے کوئي فوج مغرب کي طرف نقل و حرکت کر سکتي تهي - لیکن سویس اور بحر شام کا راسته جن صوبوں میں سے هوکر گذرتا تها ، وه عمالقه ، کنعان ، اور قبط وغیره کي زیر حکومت تهے ، اور جب تک کوئي فوج ان سے معرکه آرا نه هولیتي ، ان راستوں میں سے هوکر گذر نهیں سکتي تهي - لیکن کسي تاریخ سے ثابت نهیں هوتا که سلاطین یمن نے ان قوموں سے کبهي بهي جنگ کي - یمن سے مغرب تک کي مسافت

اصلي ماتم اِسي سوال سے شروع هوتا هے -

امن و صلح کے زمانه میں هر چیز سے خون کا دهبه چهڑادیا جاتا هے ' لیکن صرف تاریخ هي ایک ایسي چیز هے جس کا دامن مبالغه آمیز اور مصنوعي طریقه پرخون سے رنگین کیا جاتا هے - جنگ تاریخ کے چهره کو سب سے زیاده زخمي کر دیتي هے - جنگ کا جو اثر مذهب ' اخلاق ' تمدن ' اور لٹریچر وغیره پر پڑتا هے ' وه درحقیقت قوت کے ایک مخصوص وصف امتیازي کا نتیجه هوتا هے - قوت کبهي دبکر رهنا نهیں چاهتي - وه همیشه دوسروں کو دبانی رهتي هے - قوت کي اِس نمود نے اِنسان کو بالطبع نمود پسند بنا دیا هے - اسلیے وه اپنے کارناموں کو همیشه دنیا کے سامنے ایک نئے آب و رنگ کے ساتهه پیش کرنا چاهتا هے - جنگ اپنے پاس اِس کا بڑا ذخیره رکهتي هے جنگ میں اظهار فخر و غرور کے دو متضاد مواقع عموماً پیش آتے هیں اور دونوں جگه مبالغه آمیزي و فریب کاري مختلف شکلیں اختیار کرلیتي هے -

جنگ کا ایک منظر تو وه هوتا هے' جب ایک فریق کي تعداد نهایت قلیل هوتي هے لیکن دوسري طرف سے فوج کا ایک ٹڈي دل اُمڈتا هوا چلتا هے - اِس صورت میں اگر یه کثرت ' قلت پر غالب آجاے تو اُس کے فتح و ظفر کي داستان کسي مزید تعلیل و توجیه کي محتاج نهیں هوتي - اُس وقت صرف یهه کهدینا کافي هوتا هے که تنکا سیلاب کے مقابلے میں کیونکر ٹهر سکتا تها؟ لیکن کبهي کبهي نتیجه اِسکے برعکس هوتا هے' ایک تنها قوت بهت سي عظیم الشان قوتوں پر غالب آ جاتي هے :

و کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة (۲ : ۲۴۹)
کتني هي کم تعداد و کم قوة جماعتیں هیں جو اپنے سے بڑي بڑي جماعتوں پر غالب آگئیں' جبکه الله کي نصرة نے انکا ساتهه دیا -

تو اُسوقت دنیا کے اِس اصول موضوعه کي مخالفت کرني پڑتي هے' اور اِس غیر متوقع کامیابي کے پیدا کرده علل و اسباب بتانے پڑتے هیں - یهه کام درحقیقت فلسفه کا تها ' لیکن وه اپنے فرائض صرف رواق افلاطون کے ایک گوشے هي میں ادا کرسکتا هے - چونکه یه سوال میدان جنگ میں کیا گیا هے اِسلئے قوت هي اُس کا جواب دیتي هے ' اور اپني شجاعت اور دشمن کي بزدلي کي مبالغه آمیز داستان سرائي کرنے لگتي هے - یهیں سے فن تاریخ کا وه زخم نمایاں هونے لگتا هے جو آگے چلکر اسکے جسم حقیقت و واقعیت کا ناسور بن جاتا هے !

[۳]

اشخاص کي شجاعت کے کارنامے اس سے بهي زیاده مبالغه آمیز صورت اختیار کر لیتے هیں -

عرب میں ایک بهادر شخص سباع (درنده جانور) کے لقب سے مشهور هوگیا - چونکه یه لفظ کسي تاریخي کارنامهٔ شجاعت پر دلالت کرتا تها ' اسلیے آگے چل کر اسکي وجه تسمیه کے متعلق ایک تاریخي بحث پیدا هوگئي - فن روایت نے اسکي یه وجه بتائي که وه اس قدر بهادر تها که " جب اوسکي بکریوں کے گلے میں شیر یا بهیڑیا آ جاتا تها تو اس زور سے ڈانٹتا تها که اونکا کلیجه پهٹ جاتا تها اور وهیں تڑپ کر مرجاتے تهے - چونکه شیر وغیره کو عربي میں سبع کهتے هیں اسلیے اس شجاعت کي یادگار میں اهل عرب نے اوسکو " سباع " کا خطاب دیدیا "

لیکن اس روایت پر یه جرح کیگئي که " عموماً بکریاں نهایت کمزور اور ضعیف القلب هوتي هیں ' حتی که بزدلي کا ماخذ لغوي بهي وهي هیں' اس بنا پر اگر اس شخص کي مهیب آواز سے بهیڑیے یا شیر کا دل پهٹ جاتا تها تو بکریاں اس کے اثر سے کیونکر زنده بچ جاتي تهیں ؟ " اسکا جواب یه دیا گیا که " اوسکي قلب افگن آواز شیر کیلیے بالکل ایک نئي آواز هوتي تهي اسلیے اسکا متحمل نهیں هو سکتا تها - لیکن بکریاں اسکي عادي هوگئي تهیں - عادت فطرت کو بدل دیتي هے " (۱) یه جواب گو صحیح بنا لیا جاے تاهم ظاهر هے که اس روایت میں بهت کچهه مبالغه کا رنگ بهرا گیا اور اصلیت سے قطعاً بعید هے -

[۴]

لیکن اظهار شجاعت کا ایک دوسرا شریفانه طریقه هے جسکو اهل عرب کي فخر پسند طبیعت نے ایجاد کیا تها - مفتوح قوم یا مغلوب شخص کي بزدلي کے اظهار سے اگرچه فتح و ظفر کي فلسفیانه توجیه و تعلیل هوجاتي هے ' لیکن اخلاقي حیثیت سے ایک مرده قوم یا بزدل شخص پر غالب آ جانا فاتح کیلیے کوئي قابل فخر چیز نهیں - اس بنا پر اهل عرب نے اپني شجاعت کے اظهار کا یه طریقه اختیار کیا تها که پہلے دشمن کي بهادري کي نهایت فیاضي کے ساتهه داد دیتے تهے - پهر آخر میں صرف اتنا کهدیتے تهے که " هم نے ایسے غیور ' کریم النفس' اور دلیر شخص کو میدان جنگ میں پچهاڑ دیا " اس مدح سے در حقیقت اپني هي شجاعت کا اظهار مقصود هوتا تها -

دشمن کے فضائل و مناقب کے اظهار و اعتراف میں اگرچه بهت زیاده فیاضي نهیں کي جاتي تهي ' تاهم چونکه اسکا ثمرهٔ فتح بهي فاتح هي کو ملتا تها' اسلیے یه طریقه بهي غلو و اغراق سے خالي نه تها - چنانچه اهل عرب نے بهي اس کمزوري کو محسوس کیا اور افراط و تفریط کے ان دونوں دائروں سے الگ هوکر قصیده کي ایک مستقل قسم پیدا کي جسکو " منصفات " کهتے هیں - ان قصائد میں انصاف و صداقت کے ساتهه فریقین کے کارنامے بیان کردیے جاتے تهے - لیکن دنیا میں صداقت اور انصاف کبریت احمر سے بهي زیاده نایاب هے اسلیے اگرچه ابو تمام نے حماسه کے انتخاب میں عرب کے تمام مجموعهٔ اشعار کو کهنگال ڈالا ' لیکن اوسکو اس سلسلے میں صرف دو هي قصیدے هاتهه آئے - قصیده کي اس مستقل صنف سے ثابت هوتا هے که عرب کا جنگي لٹریچر با وجود واقعیت پسندي کے مبالغهٔ و غلو سے خالي نه تها -

[۵]

جن لڑائیوں میں فوج کي تعداد کم هوتي هے ' انکي قوت میں اعانت غیبي کے غیر واقعي ذریعه سے بهي اضافه کیا جاتا هے ' اور قدیم زمانے کي مذهبي جنگوں کي تاریخ کا یه ایک دلچسپ باب هے جو مبالغه و غلو کے ساتهه انسان کي عجائب پسندي اور زود اعتقادي کا کافي ذخیره اپنے ساتهه رکهتا هے - دنیا کي عام مذهبي تاریخوں میں اس قسم کے واقعات بکثرت مل سکتے هیں - چونکه فتح و ظفر کا فیصله کثرت هي پر کیا جاتا هے ' اسلیے جماعت کي تعداد همیشه مبالغه آمیز طریقه سے غیر محدود دکهائي جاتي هے - شجاعت اگرچه ایک روحاني جوهر هے لیکن وه دنیا کو محسوس شکل میں دکهائي نهیں جاسکتي - صرف اوسکے نتائج هي نظر آ سکتے هیں - لیکن دنیا نتائج پر کب نظر رکهتي هے ؟ البته فوجوں کے ٹڈي دل کا نظاره هر آنکهه دیکهه سکتي هے اسلیے غیر محقق مذهبي تاریخیں عموماً دنیا کو اسیکا منظر دکهاتي هیں - علامه ابن خلدون نے مقدمه میں اسپر ایک عمده نظر ڈالي هے :

و قد تجد الکافة من اهل العصر' اذا افاضوا
اور همارے تمام همعصر مورخین جب اپنے زمانے یا اپنے قریب کے

---

(۱) الکامل للمبرد

مذاکرہ علمیہ

مسلمانوں سے بالکل سدِ ّ ستہ نہیں ہوئے تھے - اونکے معتقدات و عادات کا ابھی کوئی اندازہ بھی نہیں ہوا تھا ' اسلئے بعض واقعات ایسے پیش آئے جس سے خطرناک بدگمانیاں پیدا کردیں -

قبیلہ بنو مصطلق بظاہر اسلام کا مطیع ہوچکا تھا - آنحضرت (صلعم) نے ولید بن عقبہ کو اوسکے یہاں صدقہ کا مال وصول کرنے بھیجا - اون لوگوں کو خبر ہوئی تو استقبال کیلیے جمعیت عظیم کے ساتھہ آگے بڑھے - لیکن ولید کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی - وہ سمجھے کہ یہ لوگ لڑنے کیلئے آ رہے ہیں - چنانچہ وہیں سے پلٹ آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خبر دی کہ وہ لوگ دائرہ اطاعت سے باہر ہوگئے - آپ نے اونپر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

یا ایہا الــــذین آمنـــوا ان	مسلمانو ! اگر تمہارے پاس ایک
جاءکم فاسق بنبــاء فتبینوا ان	فاسق کوئی خبر لیکے آئے تو خوب
تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا	تحقیق کرلو - ایسا نہ ہو کہ اوس
علی ما فعلـــتم نادمین -	خبر کی بنا پر غلطی سے کسی قوم

کو نقصان پہنچا دو اور آخر میں اس پر نادم ہونا پڑے -

مفسرین کرام کو اس شان نزول پر یہ شبہہ ہے کہ غلطی کی بنا پر ولید بن عقبہ جیسے جلیل القدر صحابی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا - لیکن اس آیت کا تعلق درحقیقت اونکی ذات کے ساتھہ مخصوص نہیں ہے - خدا نے ایک عام اصول کے طور پر بتا دیا ہے کہ جب زمانۂ جنگ میں خود مسلمان غلطی کرسکتے ہیں تو فاسق لوگوں کی روایتوں کو تو اور احتیاط سے قبول کرنا چاہیے -

یہ بھی ممکن ہے کہ ولید بن عقبہ کو کسی شریر شخص نے اس استقبال کے متعلق غلط خبر دی ہو اور اوسکو اقدام و ہجوم کی شکل میں دکھایا ہو ' اس بنا پر خدا نے اوسی شخص پر فاسق کا اطلاق کیا - بہر حال ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کے متعلق روایتوں کو نہایت احتیاط کے ساتھہ قبول کرنا چاہیے -

یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں غزوات اسلامیہ کا ذکر نہایت سادہ ' مختصر ' اور خالی از مبالغہ طریقہ سے کیا گیا ہے اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایتیں بالکل حذف کردیگئی ہیں - اسیلیے جہاں تک غزوات اسلامیہ کا تعلق کتب حدیث سے ہے ' دنیا کی کوئی تاریخ صحت کے لحاظ سے اوسکی نظیر نہیں پیش کرسکتی - بلا شبہہ یہ محدثین کرام کا بڑا احسان ہے کہ اونہوں نے خون کی چادروں کو چاک چاک کرکے واقعات کے ایک ایک ذرے کو جمع کیا ' اور پھر اس قدر صاف کردیا کہ اونپر خون کا اب ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم

النــــوم

نیند کی حقیقت

[۱]

و جعلنا نومکم سباتاً (۸۷ : ۱۰)

اعضاء انسانیہ میں ہر عضو کا وظیفۂ طبیعیہ مختلف ہے - آنکھہ دیکھتی ہے ' کان سنتا ہے ' ہاتھہ چھوتا ہے ' ناک سونگھتی ہے ' زبان چکھتی ہے ' دماغ سوچتا ہے ' وغیرہ وغیرہ - انہی وظائف کے اختلاف سے ان اعضاء کے ملذذات و مرغوبات میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے - آنکھہ خوشرنگ پھولوں سے لطف اوٹھاتی ہے - کان کو نغمہ ہاے شیریں خوشگوار معلوم ہوتے ہیں - ہاتھہ نرم اور چکنی سطح پر پھسلنا چاہتا ہے - ناک کو بوے عطر سے مسرت حاصل ہوتی ہے - زبان کو غذاے لطیف سے ذوق ہے - دماغ دل خوش کن خیالات سے جی بہلاتا ہے - لیکن ہدو و سکون اور آسائش و راحت خدا کی ایسی نعمتیں ہیں ' جن کے ساتھہ تمام اعضاء کو یکساں دلبستگی ہے -

بظاہر انسان کے بعض متیقظ (بیدار) اعضاء ہمیشہ اپنے وظائف میں سرگرم عمل رہتے ہیں دل ہمیشہ متحرک رہتا ہے - شرائین کی حرکت ہمیشہ جسم میں تر و تازہ خون پہونچایا کرتی ہے - آلات تنفس کبھی معطل نہیں رہتے - لیکن درحقیقت ان کو بھی سکون و آرام کی ضرورت ہوتی ہے - چنانچہ نبض کا ہر وقفہ دل کے غیر منقطع سفر کی منزل ہے جہاں وہ آرام لیتا ہے شرائین کے اعمال بھی ہمیشہ یکساں سرگرمی کے ساتھہ جاری نہیں رہتے بلکہ اون میں بھی کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے ' اور اسوقت ان نازک رگوں کی دوڑ دھوپ بھی خدا کے اس فیض عام سے متمتع ہوتی ہے !

نیند اسی ہدوِ تام اور سکون کامــل کا نام ہے ' اسلیے وہ اعضاء انسانیہ میں ہر عضو کو محبوب ہے ' اور اسقدر محبوب کہ اُسکے لطف وصل کو رشک و رقابت منغض نہیں کرسکتے ' پس اوس سے ہر عضو ایک ساتھہ فائدہ اوٹھاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ بستر خواب سے اوٹھنے کے بعد تمام قواء جسمانیہ کی تجدید ہو جاتی ہے - جسم کے جو پرزے چلتے چلتے گھس گئے تھے ' وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں ' اور تمام اعضاء ایک مسرت تازہ ' ایک نشاط نو ' ایک انبساط جدید سے مسلح ہوکر اپنے وظائف طبیعیہ کیلیے از سرنو تیار ہوجاتے ہیں :

الم یرو انا جعلنا	کیا حکمت و ربوبیت کی اس نشانی کو نہیں
الیــــل لیسکنوا	دیکھتے کہ ہم نے تاریکی کو تو رات قرار دیا '
فیــــہ و النہــــار	تا انسان سوے اور راحت و سکون پاے ' پر
مبصــرا ' ان فی	دن کو روشن کیا تاکہ وہ سکون کی جگہ حرکت
ذالــک لایـــات	میں بسر ہو - بلاشبہ ارباب ایمان و یقین کیلیے

اسقدر طویل هے که خود کوئي سلطنت اپنے ملک سے فوج کیلیے سامان رسد بهم نهیں پهونچا سکتي - اسلیے خواه مخواه انهي صوبوں سے رسد کا سامان بهم پهونچانا پڑتا هوگا - یا لوٹ مار کي ضرورت هوتي هوگي - پس جب تک یه تمام صوبے فتح نه کرلیے جائیں ' معرب تک اس فوج کي رسائي هو هي نهیں سکتي -

(٦)

علامۂ ابن خلدون نے اقوام قدیمه کي مذهبي تاریخوں اور قصص کے متعلق جو نقد کیا هے ' اس سے صرف تاریخ اسلام مستثنی هے اسلام کو اپنے ظهور کے ساتهه هي فتنه و فساد فی الارض کے دفع اور حق و سعادت کے دفاع کیلیے تلوار کهینچني پڑي اور ان غزوات کے وقائع خود قرآن حکیم نے جابجا بیان کیے هیں - بلاشبهه هم کو ان میں الله کي غیبي نصرة و اعانت کے نزول و ظهور ' اور تعداد قلیل کے مجمع کثیر پر غلبه و فتح کے اعلانات نظر آتے هیں - لیکن اقوام عالم کے مذهبي قصص کي طرح نه تو ان میں انسانوں کے سوا کوئي اور مخلوق مصروف پیکار هوتي هے ' اور نه دیوتاؤں اور انکے پرستاروں کے عجیب الخلقة غول نظر آتے هیں - البته ملاء اعلی کي وه مقدس قوتیں اور ملائکه قدس کے وه غیر مجسم و غیر متحیز طاقتیں جو انسان سے باهر نهیں بلکه خود اسکے اندر هي پیدا هوتي اور نشو و نما پاتي هیں ' وه ابهرتي هیں ' اور چند فقیر و بے سروسامان مظلوموں کو دشمنوں کے طاقتور و متکبر صفوں پر بالاخر غالب کردیتي هیں :

بلی ان تصبروا و تتقــوا ویاتوکم من فورهم هذا یمدد کم ربکم بخمســة آلاف من المـــلائکــة مسومین و ما جعله الله الا بشری لکم و لتطمئن قلوبکم به و ما النصر الا من عندالله العزیز الحکیـــم (٣ : ١٢١)

هاں بیشک ' اگر تم میدان جنگ میں ثبات و استقامت کے ساتهه جمے رهو اور الله کو حاضر و ناظر یقین کرکے صرف اسي کا خوف اپنے اندر رکهو ' اور ایسي حالت میں دشمن یکایک تم پر چڑهه آئیں ' تو ذرا بهي گهبرانے کي بات نهیں - تم یقین کرو که خدا تمهیں چهوڑ نه دیگا - وه پانچ هزار ملائکه مسومین سے تمهاري مدد کریگا ' اور یه الله نے صرف اسلیے کیا تاکه تمهارے لیے بشارت هو اور تمهارے دلوں میں کامل تسلي آجاے ' اور یقین رکهو که فتح و نصرت نهیں هے مگر صرف الله هي کے طرفسے -

(٧)

لیکن زمانۂ جنگ کا اثر صرف فوجي نقل و حرکت کي مبالغه آمیز روایتوں هي تک محدود نهیں رهتا ' بلکه اخلاق و مذهب تک متعدي هوجاتا هے !

اسلام کي تاریخ میں اِس قسم کي متعدد مثالیں مل سکتي هیں - هرقل نے جب ابو سفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے متعلق مختلف سوالات کیے تو وه اگرچه مجبوراً کسي سوال کے جواب میں صداقت کے دائره سے هٹ نه سکا ' تاهم جب هرقل نے آنحضرت کي پابندي عهد کے متعلق دریافت کیا تو چهپي هوئي عداوت ابهر آئي اور بارجود علم و یقین کے آپ کے وفاے عهد کا صاف صاف اقرار نه کرسکا - چنانچه ابو سفیان نے اوسکے جواب میں کها :

نحن في مدة لا ندري ما هو فاعل فیها (بخاري)

اِس وقت تو صلح کا زمانه هے ' کیا معلوم که وه اپنے عهد کو وفاداري اور پابندي کے ساتهه نباهینگے بهي یا نهیں -

ابوسفیان آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے دوسرے فضائل پر بهي پرده ڈالنا چاهتا تها - لیکن آفتاب پر کیونکر خاک ڈالي جاسکتي تهي؟ اسلیے فریب کا موقع صرف اِسي سوال کے جواب میں ملسکا اور اوسکو خود اِس کا اعتراف هے :

لم تمکني کلمة ادخل فیها شیئًا غیر هــذه الکلمة (بخاري)

مجهکو بجز اِس بات کے کسي دوسري بات کے اضافه کرنے کا کهیں موقع هي نه ملا -

جنگ هي کي تخصیص نهیں ' معمولي بغض و عداوت بهي روایت کي حیثیت بدل دیتي هے اور ایک دشمن کے مثالب و معائب کا اثر اسکے دوسرے دشمن پر عام لوگوں سے مختلف هوتا هے -

(٨)

غرضکه ان تمام حقائق سے ثابت هوتا هے که جنگ کا زمانۂ پر آشوب بالخصوص فن روایت کے اختلال و بے اثري کا ایک ایسا عهد مشئوم هوتا هے جب تاریخ و وقائع نگاري کي حقیقت بالکل معدوم هوجاتي هے ' نفس انساني کي تمام کمزوریاں پوري طرح کام کرنے لگتي هیں ' اور فن روایت اس عهد میں آکر بالکل بیکار هو جاتا هے -

محدثین اسلام نے اگرچه ان روایتوں کے متعلق کوئي جدید قاعده وضع نهیں کیا ' بلکه جرح و تعدیل کے جو عام اصول هیں انهیں کو ان روایتوں کا بهي معیار قرار دیا ' لیکن قرآن مجید نے ان روایتوں کي طرف خاص اعتناء کي هے ' اور اون کے قبول کرنے سے جابجا ممانعت کي هے -

جنگ کے زمانے میں بغض و انتقام کے جذبات مشتعل رهتے هیں ' اور جماعت کا دماغي اضطراب هر قسم کي رطب و یابس روایتوں کو ڈهونڈهتا رهتا هے اور اوسکو نهایت آساني سے قبول کرسکتا هے - اس بنا پر جن روایتوں میں کسي فریق کے بغض و انتقام کي علانیه جهلک نظر آتي هے ' اونکے متعلق قرآن نے عام حکم دیدیا که ان روایتوں کي تحقیق کي ضرورت هي نهیں - اس قسم کے تمام موقعوں پر راویوں کي ثقاهت و عدم ثقاهت سے کوئي بحث نهیں کرني چاهئے - بلکه سننے کے ساتهه هي شدت کے ساتهه انکار کردینا چاهیے -

چنانچه منافقین نے جب حضرت عائشه صدیقه رضي الله عنها کو متهم کیا اور آنحضرت نے مختلف ذرائع سے اوسکي تحقیق کي اور جب اسپر بهي تسکین نه هوئي تو ایک مهینے تک وحي الهي کا انتظار کیا ' تو اسوقت خدا نے حضرت عائشه کي برأت میں دس آیتیں نازل فرمائیں - ایک آیت میں اس روایت کي تحقیق پر عام طور پر اظهار عتاب بهي فرمایا :

لولا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنت بانفسهم خیرا و قالوا هــذا افک مبین (٢٤ : ١٢)

تم لوگوں نے اس واقعه کے سننے کے ساتهه هي محض اعتماد نفس کي بنا پر اور اپنے ساتهه نیکي کا گمان کرکے کیوں یه نهیں کهدیا که یه تو کهلي هوئي تهمت هے -

اس آیت سے صاف ثابت هوتا هے که ایک فریق کي خباثت اخلاق اور دوسرے فریق کے طهارت نفس کا اثر بهي روایتوں پر پڑتا هے ' اور چونکه زمانه جنگ میں اس قسم کے خبیثانه اخلاق کے نتائج کا ظهور عموماً هوتا رهتا هے ' اس لیے اس قسم کي روایتوں کے متعلق کسي قسم کي تفتیش و تحقیق کي ضرورت هي نهیں - اصلاً ان پر کان دهرنا هي نهیں چاهیے -

(٩)

بغض انتقام کا اثر ایک دوسري صورت میں بهي نمایاں هوتا هے - جنگ کے بعد جب مفتوح قوم فاتح کے زیر اثر هوجاتي هے تو ایک مدت تک باهم اعتماد قائم نهیں هوتا اور بات بات میں بدگمانیاں پیدا هوتي رهتي هیں -

اسلام بهي اس عالمگیر اصول سے مستثنی نه تها - اوس نے عرب کے مختلف قبائل کو مسخر کرلیا تها ' لیکن اب تک وه

(کیمیاوي تحقیق)

اسي طرح کیمسٹري کے اصول و قواعد نے نیند کي جو حقیقت بتائي ہے وہ ان خیالات سے کہیں زیادہ دلچسپ اور وقیع ہے - انسان کا جسم درحقیقت ایک ٹرین ہے جو ہر وقت چلتي رہتي ہے - لیکن جب کوئلہ ختم ہوجاتا ہے اور اوسکي جگہ انجن میں راکھہ بھر جاتي ہے تو اوسکو مجبوراً رک جانا پڑتا ہے - یہي حال انسان کے دماغ کا ہے - جب تک اوسکو ایندھن ملتا رہتا ہے اور اوس میں راکھہ بھرنے نہیں پاتي ' اوسوقت تک اپنے وظائف طبعیہ میں سرگرم رہتا ہے - لیکن جب ایندھن وغیرہ ختم ہوجاتا ہے اور اسي جگہ فضلات جمع ہوجاتے ہیں تو انجن کي طرح وہ بھي دفعتاً رک جاتا ہے ' اور اسي کو ہم خواب شیریں کے نام سے تعبیر کرتے ہیں -

اعصاب دماغیہ اپنے وظائف عملیہ میں ہمیشہ دو جزء کے محتاج ہوتے ہیں : آکسیجن اور کروماتوفیل - اسلیے دماغ آکسیجن کا ایک متعدبہ ذخیرہ ہمیشہ جمع کرتا رہتا ہے ' اور جسطرح اسٹیشن پر کوئلہ پاني لینے کیلیے گاڑي ٹھہر جاتي ہے ' بعینہ اوسي طرح دماغ بھي آکسیجن جمع کرنے کیلیے ایک خاص وقت میں سو جاتا ہے - اسلیے نیند درحقیقت اوس تہیؤ و استعداد کا نام ہے جسکو انسان کا دماغ اپنے سفر کیلیے کرتا ہے -

کروماتوفیل کي کافي مقدار ہمیشہ خلایاء عصبیہ میں جمع رہتي ہے اور نیند اس خزانے میں اور زیادہ اضافہ کردیتي ہے ' لیکن ریاضت شدیدہ اور اعمال شاقہ اوسکو فنا کردیتے ہیں - یہي وجہ ہے کہ سخت محنت کے بعد انسان کو نہایت گہري نیند آتي ہے -

تجارب عملیہ بھي اوسکي تائید کرتے ہیں - ایک ایسے شخص کے دماغ کا تجربہ کیا گیا جو مدت سے نہیں سویا تھا - معلوم ہوا کہ اوسکا دماغ کروماتوفیل سے بالکل خالي ہے -

لیکن انسان جب سرگرم عمل رہتا ہے تو صرف یہ اجزا فنا ہي نہیں ہوجاتے جو دماغ کے انجن کا کوئلہ ہیں ' بلکہ جسقدر فنا ہوتے ہیں ' اوسي نسبت سے اوس میں فضلات بھي پیدا ہوتے رہتے ہیں - کوئلہ جس قدر جلتا ہے ' اوسي قدر انجن میں راکھہ بھرتي جاتي ہے -

حالت عمل بیداري کے اندر اگرچہ دماغ میں اور بھي متعدد قسم کے زہر آلود فضلات پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن انکي حقیقت اسوقت تک غیر متعین ہے - ابتک صحیح طور پر صرف کاربونیک گیس کا علم ہو سکا ہے جو سخت محنت کي حالت میں بکثرت پیدا ہوجاتا ہے - اِس بنا پر نیند درحقیقت آکسیجن اور کروماتوفیل کي قلت ' اور کاربون کي کثرت تولید کا نتیجہ ہے -

نیند کي حقیقت کے متعلق یہي آخري مذہب ہے جو قابل صحت تسلیم کیا جاتا ہے اور ہمارے روزانہ تجارب بھي بظاہر اِسکي تائید کرنے کے لیے تیار ہیں - ہر شخص کو صاف نظر آتا ہے کہ وہ دہقان جو دن بھر ہل جوتتا رہتا ہے ' اوس شہري سے زیادہ نیند کا لطف اوٹھاتا ہے جو لہو و لعب میں اپنے وقت عزیز کو ضائع کردیتا ہے -

لیکن یہ مذہب بھي ابھي تک شکوک و اعتراضات سے خالي نہیں ہے - اعمال کیمیاویہ کے تمام نتائج لازمي ہوتے ہیں مثلاً کوئلہ کے ختم ہونے اور انجن میں راکھہ بھر جانے کے بعد گاڑي فوراً رک جاتي ہے - اور پھر اِس حالت میں اور کوئي طاقت اوسکو نہیں چلا سکتي - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو سخت محنت کے بعد بھي اضطراري نیند نہیں آتي حالانکہ دماغ آکسیجن اور کروماتوفیل سے خالي ہوگیا ہے اور اوس میں کاربون بھر چکا ہے - علاوہ بریں سخت محنت کے بعد بھي قصداً جاگنے کي ہر شخص قدرت رکھتا ہے ' حالانکہ اعمال کیمیاویہ کا اثر اضطراري ہوتا ہے - اس سے بھي قوي تر اعتراض یہ ہے - کہ اگر یہ مذہب صحیح ہے تو اوسکا اثر خواب و بیداري کے اوقات پر بھي پڑنا چاہیے - مثلاً اگر ایک شخص آدھي رات کو سویا ہے تو اوسکے یہ معني ہیں کہ اوسکے پانچ گھنٹہ پہلے اوس کے دماغ میں آکسیجن اور کروماتوفیل کي جگہہ کاربون کا وہ ذخیرہ جمع ہو گیا ہے جو نیند کا اصلي سبب ہے - لیکن اب سونے کے پانچ گھنٹے کے بعد ھي نیند کاربون کے اون تمام اجزا کو فنا کردیگي جو نیند سے پانچ گھنٹے پہلے پیدا ہوگئے تھے اور انکي جگہ آکسیجن اور کروماتوفیل کے اجزا پیدا ہو جائینگے جو بیداري کي علت ہیں - اس بنا پر اوس شخص کو پانچ گھنٹے کے بعد ھي بیدار ہو جانا چاہیے - حالانکہ ہر شخص کا تجربہ اسکے خلاف شہادت دیگا -

(آخر ترین تحقیقات)

بعض علماء نے اس آخري مذہب پر بھي قناعت نہیں کي اور تحقیق مزید کیلیے دوسرے تجارب بھي جمع کیے ہیں - چنانچہ انہوں نے چند کتوں کو ایک مدت تک بیدار رکھا لیکن نہ تو اونکے جسم کي حرارت میں کوئي کمي پیدا ہوئي ' نہ کاربون کے اجزاء میں کسي قسم کا اضافہ ہوا ' اور نہ ھي آکسیجن کي تولید میں کوئي نمایاں فرق نظر آیا - خون کي رطوبت اور اسکي کمیت و کیفیت بھي اپني اصل حالت پر قائم رہي - البتہ دس دن کے بعد کتوں کي یہ حالت ہوگئي کہ اون کے اعصاب بالکل بے حس تھے اور کسي قسم کے اسباب خارجیہ کا انپر اثر نہیں پڑتا تھا - اس حالت نے اونکے اعصاب میں ایک ایسا اضطراري تموج پیدا کردیا تھا جو کسي دوسرے ذریعہ سے پیدا نہیں کیا جا سکتا تھا - جب وہ سوگئے اور پھر بیدار ہوے تو یہ تموج عصبي بالکل زائل ہوگیا تھا -

اب سوال یہ ہے کہ اس دماغي اضطراب کا سبب کیا ہے ؟ تکان یا فضلات ردیہ کي تولید ؟ اگر اس اضطراري نیند کا سبب خون کي کمیت و کیفیت ' اسباب خارجہ کا اثر ' یا وہ فضلات ردیہ ہیں جنکو اوپر کے تمام مذاہب میں نیند کا سبب بتایا گیا ہے ' تو ہم انکو آلات کے ذریعہ دوسرے حیوانات کے دماغ تک پہونچا سکتے ہیں ' اور اگر نیند انکا لازمي نتیجہ ہے ' تو ان کو سو جانا چاہیے حالانکہ تجربہ اسکي مخالفت کرتا ہے -

چنانچہ ایک کتے کو چند دنوں تک بیدار رکھکر اوسکے جسم کا خون دوسرے کتے کے جسم میں حقنہ کے ذریعہ پہونچایا گیا - اگرچہ اس احتقان سے اوس کتے کي دوسرے دماغي کیفیات و آثار میں اختلاف پیدا ہوا ' لیکن خواب و بیداري پر اسکا کوئي اثر نہیں پڑا - اسلیے خون کي کمیت و کیفیت نیند کا سبب نہیں ہوسکتي -

لیکن اس اختبار پر بظاہر یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ نیند کا تعلق دماغ کے ساتھہ ہے ' اس بنا پر تمام جسم کا خون اس مسئلہ کا قطعي فیصلہ نہیں کر سکتا - اس شبہہ کے ازالہ کیلیے انہوں نے ایک ایسے کتے کے دماغ کا خون جو چند دنوں بیدار رکھا گیا تھا ' ایک ایسے کتے کے دماغ میں پہونچایا جس کے اعصاب میں بیداري نے کسي قسم کا تغیر پیدا نہیں کیا تھا - خون پہونچنے کے ساتھہ ھي اوس کتے کو نیند آ گئي - اس تجربہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نیند کا سبب خون یا فضلات ردیہ نہیں بلکہ وہ سیال مادہ ہے جو مبدء اعصاب کے اطراف میں پھیلا ہوا ہے -

لیکن سوال یہ ہے کہ اوس مادہ کي حقیقت کیا ہے ؟ قوانین فطرت نے ابھي تک اس راز کو اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا ہے -

لقوم یوقنون — اس اختلاف لیل و نہار اور اسکے اثرات میں حکمت ربانی کی بڑی ہی نشانیاں ہیں! (۲۷ : ۸۷)

(حقیقت نوم)

" ضرورت اختراع و ایجاد کی ماں ہے " اسلیے انسان کا دماغ ہمیشہ اپنے راحت و آسایش کے علل و اسباب کی جستجو میں سرگرم رہتا ہے - ادویۂ و عقاقیر کے خواص و آثار اسی ضرورت نے دریافت کیے - اکتشافات حدیثہ کے گنجینۂ پنہاں کی یہی کلید بردار ہے - زمین کے نشیب و فراز کو اسی نے ہموار کیا - کل جو جنگل تھا وہی آج باغ ارم نظر آتا ہے! کل جن میدانوں میں درندوں کے بھٹ تھے' آج وہی متمدن انسانوں کا مسکن ہے! دریا کی سطح جو کل تک تلاطم خیز طوفان برپا کر رہی تھی' آج انسان نے خود اسکو مسخر کر لیا ہے! کل تک جو چیزیں پردۂ غیب کا چھپا ہوا راز سمجھی جاتی تھیں' آج وہ افسانۂ بزم و انجمن ہیں! لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ " نیند " کی حقیقت اور اسکے علل و اسباب کا قلعہ ضرورت کی اس فاتحانہ عقدہ کشائی سے ابتک محفوظ ہے - جسطرح وہ اسوقت غیر متعین تھے جب ایک وحشی انسان غفلت کی نیند سو رہا تھا' اسی طرح وہ اب بھی مجہول و مشتبہ ہیں جب کہ ایک متمدن انسان اکتشاف و اختراع کی دھن میں رات رات بھر جاگا کرتا ہے!! وما اوتیتم من العلم الا قلیلا!

زمانۂ قدیم میں اسکی جستجو بیکار تھی کہ وہ خواب غفلت کا زمانہ تھا - لیکن اس بیداری کے زمانہ میں بھی اب تک اسکی کوئی تسکین بخش تحدید نہیں کیگئی - جدید دور اکتشاف کے علم برداروں نے اسکے متعلق جو کچھ تحقیق و تفتیش کی ہے وہ " اضغاث احلام " سے زیادہ قابل وقعت نہیں ہے - تاہم منزل مقصود کا اڑتا ہوا غبار بھی شوق جستجو کی رہنمائی کرسکتا ہے - اسلیے ہمکو اس افسانۂ خواب و خیال سے کم از کم لطف سماع تو ضرور اوٹھا لینا چاہیے -

(کمیت و کیفیت دموی)

دور جدید کے بعض علماے قدیم کا خیال تھا کہ نیند خون کی اوس کثرت مقدار کا نتیجہ ہے جسکی رو لیٹنے سے انسان کے دماغ میں دفعتاً پہونچ جاتی ہے - خون کی اسی حرارت کا نتیجہ ہے کہ انسان سوتے وقت گرمی کے احساس سے کپڑا اوتار ڈالتا ہے -

لیکن تجارب عملیہ اس خیال کی تائید نہیں کرتے' بلکہ اسکے برعکس ثابت ہوتا ہے کہ نیند کی حالت میں دماغ کی معمولی مقدار خون بھی کم ہوجاتی ہے -

ایک شخص بچپن کے زمانے میں سر کے بل گر پڑا تھا' ھڈی کے ٹوٹنے سے اوسکی پیشانی پچک گئی تھی - لیکن جب وہ سوتا تھا تو اوسکی پیشانی کا یہ پچکا ہوا حصہ اور بھی گہرا ہوجاتا تھا اور جاگنے کے بعد ابھر آتا تھا - پس اگر دماغ حالت خواب میں بہ نسبت بیداری کے خون کی غیر معمولی مقدار سے لبریز ہو جاتا تو نتیجہ بالکل برعکس ہوتا -

زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں - ہر شخص معمولی حالتوں میں اسکے خلاف تجربہ کر سکتا ہے - انسان اکثر گھنٹوں چت لیٹا رہتا ہے - اس حالت میں نہ اسکو نیند آتی ہے اور نہ دماغ میں کسی جدید کیفیت کا احساس ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے بالکل اسکے برعکس راے قائم کی ہے - اونکا خیال ہے کہ حالت خواب میں دماغ خون کے معمولی حصۂ رسدی سے بھی محروم ہوجاتا ہے - اور چونکہ خون ہی دماغ کی غذا ہے جس میں وہ عمل کرتا ہے اور اوسی کی حرارت کے ذریعہ فضلات دماغیہ کو تحلیل کرسکتا ہے' اسلیے خون کی اس قلت مقدار کی وجہ سے نہ تو اسکو خود خون کے اجزاء میں کسی عمل کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ وہ اسکے ذریعہ فضلات ہی کو دفع کرسکتا ہے - بلکہ بالکل بیکار ہوجاتا ہے اسی تعطل و بیکاری کا نام نیند ہے -

لیکن درحقیقت یہ خیال بھی قابل وثوق نہیں - تجارب سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے کے ساتھہ ہی دفعتاً انسان کے دماغ میں معمولی مقدار سے زیادہ خون کی ایک رو پہونچ جاتی ہے - یہی وجہہ ہے کہ نیند کی حالت میں انسان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے' اور چہرے کی سطح ظاہری بھی کسیقدر ابھر آتی ہے -

بعض علماء نے آلات کے ذریعہ سے ایک آدمی کے دماغ میں خون کی مقدار زیادہ پہونچائی اور پھر اسکو کم کیا' تو معلوم ہوا کہ نیند پر خون کی کمی یا بیشی کا کوئی اثر نہیں پڑتا -

ان دونوں خیالوں کا دار و مدار تمامتر اسپر تھا کہ نیند کا سبب خون کے مقدار کی کمی بیشی ہے - لیکن بعض علماء کے نزدیک خون کی مقدار کا کوئی اثر خواب و بیداری پر نہیں پڑتا - بلکہ خون کی کیفیت میں جو تغیرات ہوتے رہتے ہیں وہی نیند کی علت ہیں - کبھی کبھی خون میں اسقدر حرارت اور روانی پیدا ہو جاتی ہے کہ دماغ اوسپر قابو نہیں پاتا' اور حرارت خون کی وجہہ سے دماغ کے اعصاب کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے - اس بنا پر دماغ کو جو چیز عمل پر آمادہ کرتی تھی وہی اسکو بیکار کردیتی ہے' اور اسی تعطل کا نام نیند ہے -

ان علماء نے مختلف علائم و آثار سے اسکی تائید کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ انہی تغیرات دمویہ کی وجہ سے جب انسان گہری نیند سے اوٹھتا ہے تو اوسکا چہرہ تمتمایا ہوا نظر آتا ہے اور اوسکی جلد میں بھی ایک ابھار سا پیدا ہو جاتا ہے -

بعض علماء کا خیال ہے کہ اعصاب کے جال نے تمام اعضاء انسانیہ کو دماغ کے ساتھہ مربوط کردیا ہے - لیکن کبھی کبھی ایک خاص کیفیت عصبانیہ دماغ و اعضاء کے ان ارتباطات و تعلقات کو منقطع کردیتی ہے جو دماغ و اعضاء میں حرکت پیدا کرتے رہتے تھے - ان تعلقات کے منقطع ہونے سے تمام جسم انسانی معطل ہوجاتا ہے - اسی کا دوسرا نام نیند ہے - لیکن اب تک اسپر کوئی یقینی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے البتہ دوسرے علماء نے اس کے قریب قریب یہ راے ظاہر کی ہے کہ جن اعصاب کا وظیفۂ طبیعیہ تمام جسم میں خون کا پہونچانا ہے اون میں اسباب خارجیہ تغیرات پیدا کرتے رہتے ہیں' اور یہی تغیر خواب ہوتا ہے - البتہ یہ ضرور ہے کہ ان اسباب کو عموماً نشاط افزا ہونا چاہیے - یہی وجہہ ہے کہ نرم بستر کے دیکھنے کے ساتھہ ہی نیند آجاتی ہے اور شور و غل ہمکو دفعتاً بیدار کردیتا ہے - قصوں کے سننے سے' بستر پر لیٹنے سے' بچوں کو تھپکیاں دینے سے اسی لیے نیند آجاتی ہے - کیونکہ یہ اسباب اعصاب میں ایک خوشگوار اور لطیف تموج پیدا کردیتے ہیں -

درحقیقت اس راے کا سلسلہ بھی اون لوگوں کے خیال سے جاکر مل جاتا ہے جو دماغ میں خون کی کمی کو نیند کا سبب قرار دیتے ہیں - کیونکہ ان تمام موثرات خارجہ سے اعصاب میں ایک قسم کا سکون پیدا ہوتا ہے جو سریان خون کی سرعت کو کم کردیتا ہے - لیکن ان تمام مذاہب کا رد (جو خون کی کمیت و کیفیت کو نیند کی علت قرار دیتے ہیں) ایک دوسرے عملی تجربہ نے کردیا ہے - شام میں دو توام بچے پیدا ہوے - ان میں سے ایک بیدار رہتا تھا اور دوسرا اوسی حالت میں سوتا تھا' حالانکہ دونوں کے خون کا ظرف ایک دوسرے سے متصل تھا - اگر خون کی کمیت و کیفیت اسکا سبب ہوتی تو دونوں کی حالت خواب و بیداری میں ضرور تلازم ہوتا -

جس خطائے اجتهادي کا ارتکاب کیا' حقیقت میں اوس سے خود بنائے اسلام هي متزلزل هوگئي - اکبر اور پهر اورنگ زیب کي احمقانه سیاست جنوبي هندوستان کي ایک ایک اسلامي ریاست کو نگل گئي اور جس جامعیت و اتحاد مملکت کي غرض سے یه کوشش کي گئي تهي' وه بهي حاصل نه هوئي - جبکه دور و دراز صوبوں کیلیے وسائل و ذرائع سفر و خبر مفقود تهے' تو انکا کسي بعید مرکز سے پیوسته هونا تقریباً ناممکن تها - نتیجه یه هوا که غیر اسلامي قوتیں موقع پاکر ابهر آئیں اور خود مسلمان هي مٹ گئے -

مسلمانان شمالي هند عموماً جب اسلامي هند کے عهد زریں کا تذکره کرتے هیں' تو آگره اور دهلي کا نام بے اختیار اونکي زبان سے نکل جاتا هے اور پهر خاموش هوجاتے هیں - لیکن شاید اونهیں معلوم نہیں که اسکے بعد هي بیجا پور' احمد آباد' احمد نگر' گولکنڈه' دولت آباد وغیره آثار دائمهٔ اسلامیه کے عالم ابدے کا فیصلهٔ تاریخي انہی کے ذمه انهي ناموں هے -

(امارت بیجاپور)

امارت بیجاپور دکن کا ایک زرخیز قطعهٔ ملک تها جو اب احاطهٔ بمبئي پریزیڈنسي کا ایک جزو هے - شهر بیجاپور اس اسلامي [illegible] کا دارالحکومت تها - اب تک [illegible] حکومت سے [illegible] هے [illegible] سے اسکي [illegible] مسجد [illegible] هے - انگریزي تاریخوں میں بیجاپور کا لقب دکن کا تدمر Palmyra هے - اس تدمر دکن کي تاریخ نهایت دلچسپ اور مجموعهٔ عبر و بصائر هے -

اس سلسلهٔ حکومت کا نام جو یهاں فرمانروا تها' خاندان عادلشاهي تها -

عادلشاهي خاندان کا باني بروایت مشهوره سلطان مراد قسطنطنیه کا ایک بے خانمان فرزند' یعني شهزاده یوسف تها - یوسف جب اپنے بهائي سلطان محمد کے خوف سے قسطنطنیه کے کنعان سے نکلا' تو تقدیر نے دکن کے مصر میں بهیجا دیا - جهاں وه ایک سپاهي کے درجه سے شاهي کے رتبه تک پهنچ گیا !

اس سلسله میں کل ۹ بادشاه گذرے هیں :

۱	یوسف عادلشاه	زمانه حکومت از سنه ۱۴۸۹ع تا سنه ۱۵۱۰ع
۲	اسماعیل عادلشاه	" از سنه ۱۵۱۰ع تا سنه ۱۵۳۴ع
۳	ملو عادلشاه	" از سنه ۱۵۳۴ع تا ۷ ماه
۴	ابراهیم عادلشاه اول	" از سنه ۱۵۳۴ع تا سنه ۱۵۵۷ع
۵	علي عادلشاه اول	" از سنه ۱۵۵۷ع تا سنه ۱۵۸۰ع
۶	ابراهیم عادلشاه ثاني	" از سنه ۱۵۸۰ع تا سنه ۱۶۲۶ع
۷	محمد عادلشاه	" از سنه ۱۶۲۷ع تا سنه ۱۶۵۵ع
۸	علي عادلشاه ثاني	" از سنه ۱۶۵۶ع تا سنه ۱۶۷۲ع
۹	سکندر عادلشاه	" از سنه ۱۶۷۲ع تا سنه ۱۶۸۶ع

اس حکومت کي کل مدت سلطنت ۲۰۳ برس هے - عموماً اکثر فرمانروا بیدار مغز اور باهوش تهے - اسکندر آخري بادشاه افسوس قسمت کا سکندر نه تها - ایک طرف سیوا جي کي غارتگري سے حواس باخته تها' دوسري طرف اورنگ زیب کے حملوں سے - تا آنکه سنه ۱۶۸۶ع نے اورنگ زیب کو بیجا پور کا مالک کردیا -

عادلشاهي حکومت نے اپنے متعدد آثار چهوڑے جو اب بهي ان اطراف میں کاروان اسلام کے نقش پا بتاتے هیں - دیواروں' قلعوں' مسجدوں' اور دیگر عمارات کو چهوڑکر صرف طریقهٔ آبرساني کے وه حیرت انگیز کارنامے یهاں موجود هیں جو اب تک مسلمانوں میں طبیعیات کي اعلیٰ ترقي کے شاهد حال هیں - " ملک میدان " نامي ایک عجیب و غریب توپ بهي یهاں محفوظ هے جو " محمد بن حسن رومي " (۱) ایک مسلمان کي قوت صنعت کا نتیجه بهي اور جس سے مسلمانوں کے علم الحرب پر ایک نئی روشني پڑتي هے - دوسري توپ " لمدا کمب " هے وه بهی اسي حکومت کے مصنوعات حربیه میں سے هے -

عمارات و ابنیه کي اسوقت یهاں ۴۴ یادگاریں باقي هیں جو اسلامي طرز تعمیر کے بهترین نمونه هیں - جن مخصوص آثار کے موتو صرف اسلامي نقش هیں که :

نقاش کن رگلستان عجن نبار مرا

(اسلامي طرز تعمیر)

هر قوم نے اپنے عهد تمدن و عروج میں اپنے حسن مذاق و وسعت علم و پیمانهٔ تمدن کے مطابق عمارتیں تعمیر کي هیں جن میں سے مخصوص اقوام اهل مصر' اهل بابل' اهل هند' اهل ایران قدیم' روم' اور مسلمان هیں - اسلامي طرز تعمیر کا نام Architecture Saracenic هے - مهندسین یورپ تسلیم کرتے هیں که علم هندسه و تعمیر میں مسلمانوں کا مخصوص پایه تها -

جامع مسجد بیجاپور کا محراب و مصلی

اسلامي طرز تعمیر کے مختلف اقطاع عالم میں مختلف نمونے هیں - لیکن باوجود اس اختلاف کے بعض نوعي اشتراک بهي هیں -

هندوستان میں اسلامي طرز تعمیر کے دو نمونے هیں : تیموري و غیر تیموري - دهلي' آگره' کشمیر' لاهور کے علاوه جهاں تیموري مصنوعات هیں' اور هر جگهه غیر تیموري طرز تعمیر کے نمونے ملتے هیں جو تیموري نمونوں سے نسبتاً نزاکت و لطافت میں کم درجه هیں لیکن جلال و جبروت و سطوت اور استحکام میں تیموریوں پر فائق هیں -

(۱) یه حسن بن رومي تاریخ هند کا ایک عجیب و غریب شخص تها جسکے وجود پر ابتک کافي روشني نهیں پڑتي - عنقریب اسکے مفصل حالات شائع کرینگے - (البــــلاغ)

آثار عتیقہ

دسیے دوسرے معانی نہ بدں کہ اب تک نیند کی حقیقت اور اب علم نے ایسا کچھ نہ معلوم ہے : وما اوتیتم من العلم الا قلیلا !

(و جعلنا نومکم سباتا)

ان تمام مذاهب و خیالات کی تشریح سے ثابت هوگیا کہ جدید تحقیقات اب تک نیند کی حقیقت اور اوسکے علل و اسباب کے تعین میں ناکامیاب ہے - لیکن خدائے اور تمام فطری چیزوں کے ساتھ آج سے تیرہ سو برس پہلے هم کو اپنا ایک یہ احسان بھی جتایا تھا :

الــم نجــعــل الارض مهادا ؛ والجبال اوتادا ؛ وخلقنـــاكم ازواجـــا ؛ وجعلـــنـــا نومكـــم سبـــاتا ؟ (۷۸ - ۱۰)	کیا هم نے زمین کو آرامگاہ اور پہاڑ کو اوسکا ستون نہیں بنایا ؟ کیا هم نے تم کو جوڑا جوڑا نہیں پیدا کیا ؟ اور کیا تمہاری نیند کو ایک غافل کردینے والی چیز نہیں بنایا ؟

اب تحقیق جدید کا متحرک قدم بھی اسی نقطے پر پہونچکر رک گیا ہے جہاں سے بزرگوں کی حرکت ازلی شروع هوئی تھی - چنانچہ بعض علماء کا خیال ہے کہ نیند بالکل فطری چیز ہے - جس طرح انسان کو کھانے پینے کی ضرورت هوتی ہے اوسی طرح وہ نیند کا بھی محتاج ہے - اسلیے تمام فطری ضروریات کی طرح اوس کے خواص و آثار میں بھی تغیرات پیدا هوسکتے هیں - اگر ایک شخص ریاضت سے کھانا چھوڑ سکتا ہے تو ایک شخص همیشہ بیدار بھی رہ سکتا ہے - اگر ایک شخص کو غم و الم میں کھانے پینے کی فکر نہیں رهتی ، تو ایک شخص اس حالت میں خواب شیریں کا افسانہ بھی فراموش کردیتا ہے - اگر ایک شخص فاقہ سے مرسکتا ہے تو ایک شخص کو دائمی بیداری بھی هلاک کرسکتی ہے - اگر پرخوری کسل پیدا کرتی ہے تو معمول سے زیادہ سونا بھی اس کا سبب هوسکتا ہے - اگر انسان کو غذاے لطیف مرغوب ہے تو خوشگوار نیند اوس سے زیادہ محبوب ہے - غرض یہ ایک ایسا مذهب ہے جسکے ذریعہ نیند کے تمام خواص و اعراض کی توجیہ و تعلیل کی جاسکتی ہے اور بلا شبہ قرآن حکیم نے عام موثرات فطریۂ انسانیہ کے سلسلے میں نیند کا ذکر کرکے اسکی طرف ایک بلیغ اشارہ کردیا ہے -

---

آثار اسلامیہ امارت بیجاپور

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر پونا کالج)

(مفتوحات اسلامیہ)

تمام مفتوحات اسلامیہ کی دو قسمیں هیں :

(۱) ایک وہ جو عرب فاتحین کی قوت کے جولانگاہ رہے هیں -

(۲) دوسرے وہ جو ترک ، مغل ، اور پٹھان اقوام کی یادگاریں هیں -

خدا جانے یہ نکتۂ تاریخی اور لوگ تسلیم کرتے هیں یا نہیں ، مگر همکو صاف نظر آتا ہے کہ عرب جہاں گئے ، مذهب ، علم ، تهذیب ، اخلاق ، اور تمدن اونکے همرکاب رہا - کیونکہ وہ درحقیقت اسلام کے اصلی جوهر اور تعلیم اسلام کا حقیقی نمونہ تھے - لیکن جہاں جہاں ترکوں ، پٹھانوں ، اور مغلوں کے ذریعہ سے اسلام پہونچا ہے ، وهاں علم ، مذهب ، اور تهذیب و تمدن کی معیت علی الاکثر بہت کم نصیب هوئی ہے اسکا سبب ظاهر ہے کہ یہ قومیں خود حقیقت میں اسلام کی نائب اور نمایندہ نہ تھیں -

(فتح هندوستان کے دو راستے)

هندوستان میں اسلام دو راستوں سے آیا : براہ خیبر و پنجاب ترکوں اور مغلوں کے ذریعہ سے - اور براہ سندھ و گجرات عربوں کے ذریعہ سے :

گو آج تو هر جگہ خاک سی اڑتی ہے لیکن تاریخ کا آئینۂ جہاں نما تیموریوں سے پہلے کا نقشہ همکو دکھا سکتا ہے جب لاهور ، آگرہ ، اور دهلی کی وسیع فضاء حکومت ترکوں اور مغلوں کی قوت کا تماشہ گاہ تھی تو شجاعت و بہادری کی جنس کے سوا اور متاع کسی کی ان بازاروں میں پرسش نہ تھی - نہ علم دانائی (فقہ) کے سوا اور کسی اسلامی علم و فن کا یہاں نام و نشان تھا ، اور نہ " داناؤں " (فقہاء) کے سوا اسلام کا کوئی اور نمونہ تھا - یہ نادان دانا تقلید اور جہل و تعصب کے مجسمہ تھے ، جن کو اس سے کچھہ بحث نہ تھی کہ اسلام کے خدا نے کیا کہا ہے اور اسلام کے پیغمبر نے کیا بتایا ہے ؟ وہ صرف ایک هی شے سے تسلی پاتے تھے - یعنی فتاواے دانایان بخارا و سمرقند ! ملک کے اس سرے سے اوس سرے تک ایک بھی احادیث نبویہ کا حامل اور فرمان الہی کا مفسر نہ تھا !

لیکن اس کے بالکل برخلاف مسند دکن اور گجرات کی حالت دوسری تھی - ان میں سے هر ایک بجا طور سے دمشق ، قرطبہ ، اور بغداد کو یاد دلاتا تھا - سواحل عرب کے مقابل هونے کی وجہ سے علوم و فنون کے سرچشمے حجاز و یمن سے اُبلتے تھے اور ان ممالک میں بہتے تھے - بیجا پور ، احمد نگر ، گولکنڈہ ، اور احمد آباد گجرات ، ان سرچشموں کے قرارگاہ تھے -

(حکومت تیموریہ اور امارت اسلامیۂ جنوبی هند)

تیموری سلاطین نے عموماً اور اکبر و اورنگ زیب نے خصوصاً جس شدید غلطی کا ارتکاب کیا (اور اگر هم حسن نیت کو دخل دیں تو)

دارالارشـــاد

یا قوم! اتبعون ' اهدکم: سبیل الرشاد (۲۸ : ۴۰)

رفتم که خار از پاکشم ' محمل نہاں شـد ازنظر
یک لحظه غافل گشتم و صد ساله را هم دور شد !

(۱) گذشته سال ماہ رمضان المبارک میں (الذي انزل فیه القرآن) " دارالارشـــاد " کي بنیاد رکھي گئي تھي - اراده تھا که اسي سال سے تعلیم و ارشاد کا سلسله بھي شروع کردیا جاے - لیکن مشیت الٰہي مساعد نه هوئي - و عرفت ربي بفسخ العزائم :

مثال ما: لب دریا و آب و مستسقي ست
دهند سوی ' ولے رخصت نظـــر نه دهند !

(۲) موجوده حالت یه ہے که مدرسـه کا هال طیار هوچکا ہے - صرف جزئي و بیروني تکمیل باقي ہے - لیکن جب تک اس کے ساتھ ایک دوسري عمارت طلباء کے قیام کے لیے بھي طیار نه هوجاے ' اس وقت تک وهاں کام شروع نہیں هوسکتا - عمارت کا مقام شہر سے باهر ہے اور یه ممکن نہیں که شہر میں قیام کرکے اس سے کام لیا جاے - طلباء کے کمروں کي تعمیر کے لیے ابھي اقلاً دس پندره هزار روپیه اور هونا چاهیے : و ما ذالک علی الله بعزیز-

(۳) کمروں کي طیاري کا انتظار میں کرسکتا هوں لیکن نه تو میری زندگي کرسکتي ہے جس کا قیام نا معلوم ہے ' اور نه زمانه کرسکتا ہے جس کي رفتار همارے ارادوں اور امیدوں کي پابند نہیں :

با یکه کعبه نمایاں سود زپا منشیں
که نیم گام جدائي هزار فرسنگ ست

پس متوکلاً علی الله اس عاجز نے پچھلے دنوں فیصله کرلیا که سردست ایک کرایه کے مکان هي میں سلسلۂ تدریس و ارشاد شروع کردیا جاے- اگر توفیق الٰہي نے چاره سازي فرمائي اور عمارت مکمل هوگئي تو وهاں مدرسه منتقل کردیا جا ئیگا:

تا نہـــال آرزو کے بردهـــد
حـالیا رفتیم و تخمے کاشـــتیم

(۴) زیاده تر یه امر بھي اس کا باعث هوا که اپني حالت دیکھتا هوں تو روز بروزصحت جواب دے رهي ہے اور ضعف و اضمحلال بڑھتا جاتا ہے- نہیں معلوم مشیت الٰہي کیا ہے اور کونسا وقت آنے والا ہے ؟

فمن شاء فلینظر الي فمنظـــري
نذیر الی من ظن ان الهوی سهل

اگر پیام اجل ســـر پرآ پہنچا (و ان اجل الله لات) تو آه کس سے کہئیے اور کون جانتا ہے که اس مشت خاک کے ساتھ کیا کیا چیزیں هیں جو سپرد خاک هونگي ' اور فیضان الٰہي نے اپنے فضل مخصوص سے کیسے کیسے دروازے علوم و معارف کے اس عاجز پر کھولے هیں ' جو بغیر اس کے که ایک طالب صادق و صالح بھي ان سے گذرے ' بند کے بند هي رہ جائیں گے :

جوهر بنیش من درتـــه زنـــگار بماند
آنکه آئینۂ من ساخت نه پرداخت دریغ !
تو نظیري ز فلک آمده بودي چو مســـیح
باز پس رفتي و کس قدر تو نه شناخت دریغ !

جو کچھ اب تک زبان و قلم کے حوالے هوا ' وه اس کے مقابلے میں که اُبلتے هوے چشمے اور بھڑکتے هوے شعلے کیطرح سینه میں جوش زن ہے ' علم الله که ایک قطرۂ دریا اور ذرۂ صحرا سے زیاده نہیں - علی الخصوص "قـــرآن حکیم اور علوم و معارف نبویه (علی صاحبها الصلواة و التحیة) کے متعلق تو یقین کرنا چاهیے که اب تک هزار میں سے ایک بات بھي جي بھر کے نه کہسکا ' اور جو کچھ کہا گیا ' اُس کے لیے بھي اے صد هزارحسرت و داغ ' که نه تو بقدر شوق وسعت گفتار پائي ' اور نه بقدر همت سامان و وسائل هي هاتھ آے - اب سے آٹھ سال پہلے میں نے ایک قصیدے کي تشبیب میں کہا تھا :

هر موج معاني که ز جیحون دلم خاست
تا ســـاحل لب آمده برتافت عناں را

(۵) اگرچه اس لیےکه تاریکي شدید تھي ' اور اس لیے که جب اندھیري هو تو ایک ٹمٹماتا هوا دیا بھي بہت هوتا ہے ' جو کچھ بھي اس عرصه میں حوالۂ قلم و زبان هوا ' الله تعالی نے اُسے رفعت ذکر و قبولیت تامه عطا فرمائي ' اور بے شمار مومنین راسخین و طالبین صادقین کے دلوں کو اُس کے لیے کھول دیا - حتی که کہا جا سکتا ہے که قرآن حکیم و معارف نبویه کے درس و بصیرة ' اور احیاء سنت و امر بالمعروف کي دعوت و تذکیر کا ایک نیا دور اُس سے شروع هوگیا : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء - تاهم اپني نظر اس پر نہیں ہے که جو کچھ هوا وه کتنا اور کیا هوا ؟ دیکھنا یه ہے که جو کچھ هو سکتاتھا اور هونا تھا ' افسوس که وه نه هوا :

وهبت علی مقـدار کفي زماننا
و نفسي علی مقدار کفك یطلب !

وه علیم و حکیم هي بہتر جانتا ہے که اُس نے اپنے فضل مخصوص سے گذشته چھ سات سالوں کے اندر نه صرف قرآن حکیم بلکه تمام علوم اسلامیه کے درس و بصیرة کے کیسے کیسے غیر مفتوح دروازے اس عاجز پر کھولے هیں ' اور کشف سرائر و خفایاء محجوبه ' و تفحص حقایق و معارف مستوره ' و تحقیق غرائب و نوادر ' و فیصلۂ مذاهب و مشارب ' و تطبیق اختلافات متضاده ' و انشراح بصائر و عوارف مخصوصه کي کیسي کیسي عجیب و غریب نعمتیں عطا فرمائي هیں ؟ علی الخصوص یه انعام جلیل اور فیض عظیم که اختلافات مذاهب و مشارب اور محدثات علوم و مسائل کي تقریباً هر شاخ میں سلف صالح کے مذهب و مشرب کو (که فی الحقیقت الدین " الخالص" کا مصداق حقیقي ہے) اس عاجز پر منکشف کردیا ' اور مومنین اولین (الذین سبقونا بالایمان) کے منہاج قویم و صراط مستقیم پر کاربند هونے کي توفیق مرحمت فرمائي - یه وه انعام خاص ہے جس سے صدها رهروان منزل محروم رہے ' اور جب تک هدایت رباني ' و توفیق الٰہي ' و انوار مقتبسۂ مشکواة نبوت رهنمائي نه کریں ' اس مقام کا حصول و وصول ممکن نہیں - بلکه اس مقام کي حقیقت و فضیلت کو بھي هر مدعي سمجھ نہیں سکتا :

راهے که خضر داشت ز سر چشمه دور بود
لب تشنـــگي و راه دگر برده ایم ما !

(۶) اگر ایک شخص مسلمانوں کي تمام موجوده تباه حالیوں اور بد بختیوں کي علت حقیقي دریافت کرنا چاہے ' اور ساتھ

جامع مسجد کا صحن

آثار محل - عادل شاهي کتب خانه کي عمارت

اس اختلاف کا ایک سبب یه بهي هے که تیموریوں کو اپني عمارتوں کے لیے جس قسم کے تعمیر ملے، دوسروں کو نصیب نهیں هوئے - بیجاپور کی عمارتیں دوسري قسم میں داخل هیں-

(جامع عادلشاهي)

یه مساجد بیجاپور میں سب سے زیادہ وسیع و بلند اور خالص تعمیري نهایت خوبصورت مسجد هے - اسکا اندروني رقبه ۱۹۰۰۰ مربع فٹ هے اور تمام نهایت متناسب الاجزا بنایا گیا هے-

محراب کے علاوہ تمام دیوار سادہ هے - محراب نهایت پر زر طلائي نقش و نگار سے آراسته کی گئی هے جسمیں مختلف الوان کی ترکیب سے بنائي گئي هیں جابجا کتاب، ظروف، منارہ، زنجیر، چشمه اور گلدان کي تصویریں هیں - اکثر موقعوں پر عربي و فارسي کے نسخ و نستعلیق کے خط طغرا کتبے منقوش هیں جن میں سے ایک فارسي قطعه یه هے

بر قصر عمر تکیه مکن استوار نیست
در دار بیقرار کسے را قرار نیست
خوش منزلیست دنیه (۲) رونق بچشم ما
خوش دولتیست عمر ولے پائدار نیست

اس جامع مسجد کی بنا علی عادل اول نے ڈالي تهي - محراب کے ایک کتبه سے ظاهر هوتا هے که یه طلائي کام سلطان محمد عادل کے عهد میں سنه ۱۰۴۵ هجري کے اندر تیار هوا - مسجد کا فرش نهایت صاف و شفاف هے - سنگ خانوں میں ۲۲۵۰ سے زیادہ مصلے بنے هوئے هیں - مشهور روایت یه هے که یه مصلے کي سطریں اورنگ زیب نے کهنچوائي تهیں -

(آثار محل)

یه عمارت گو خوبصورت نهیں، لیکن بیجاپور کی مقدس ترین عمارت سمجهي جاتي هے - جسطرح حسب روایت مشهورہ دوسرے مقامات میں موئے مبارک نبوي کا وجود ظاهر کیا جاتا هے، اسي طرح حکومت عادلشاهي میں بهي یه تبرک مکه شریف سے ایک بزرگ لائے تهے - اسي کے لیے سلطان محمد عادل نے سنه ۱۱۱۱ ه میں اس عمارت کي بنیاد ڈالي - اسي عمارت میں عادلشاهي کتبخانه اور دیگر نادر آثار علمیه بهي تهے - اب صرف خالي الماریاں پڑي هیں - مشهور هے که حکومت کي عزت کے ساتهه یه نادر خزانه بهي یورپ کو منتقل هوگیا

اس قصر مقدس و علمي کے بعض کمرے اب تک عجائب صنعت و مصوري کے نمونے هیں - دیواروں کي تمام سطح رنگین گل بوٹوں، انساني نقشي صورتوں، جام و صراحي اور درخت و گلزار کي تصویروں اور بیلوں سے منقش هے - ایک کمرے میں قدیم صنعت و دستکاري کے ریشمي غلاف، کمخواب کے پردے، اور ایران کے بیش قیمت قدیم طرز کے قالین نهایت بد احتیاطي سے پڑے هیں اور اب تک یورپین سیاحوں کے لیے ایک حیرت انگیز تماشه کا کام دیتے هیں - سامنے ایک خوبصورت مربع حوض هے جو کسي جدید؟ قدیم طریق آبرساني سے همیشه لبریز رهتا هے

عادل شاہ کا مقبرہ

ایک جگه فارسي کا منظوم کتبه کندہ هے جسکے چند اشعار یه هیں:

زهے ران کشور که آثار نبي شد
جهاں را چشم دیدار نبي باشد
برائے عاشقاں وصل نبي وامدست
اگر موئے رسول نیست کامدست
مکانے منزلے خوشتر ز بستاں
بود خاکش دوائے دردمنداں
زهے جائے که عرشش همقرین است
ستونش هر یکے چوں رکن دین ست

آخرین اشعار یه هیں جنسے ناظم کا تخلص " آفریں " معلوم هوتا هے:

بر آور آفریں دست دعا را
که روز حشر می یابي جزا را
بود آثار هستي تا جهاں را
خدا باشدہ دارد ایں مکاں را
سنه ۱۱۱۱ ه

---

(۲) یه مصرع غلط معلوم هوتا هے " دنیه " غالباً دنیا هے لیکن اصلي کتبه میں ایسا هي هے -

---

مجلدات الهلال

درخواست کا آخري موقعه

الهلال جلد اول کي جسقدر ششماهي جلدیں دفتر میں باقي تهیں سب فروخت هوگئیں - دوسري کي بمشکل چند جلدیں نکل سکیں گي، یهي حال تیسري کا بهي هے، اور چوتهي اور پانچویں کے نسخے بهي بیس پچیس سے زیادہ نهیں رهے - یه جلدیں بلحاظ اپني ظاهري اور باطني خوبیوں کے جو کچهه حیثیت رکهتي هیں، وہ نه صرف مسلمانان هند بلکه مسلمانان اکثر حصص عالم سے پوشیدہ نهیں - جن حضرات کو یه سرمایه مطلوب هو، وہ اسے آخري اعلان سمجهیں اور جلد درخواست بهیجیں، قیمت کیلیے لوح کا آخري صفحه ملاحظه هو - درخواستیں دفتر البلاغ کے پته سے آئیں -

(طریق تعلیم)

(۷) اس تعلیم گاہ کی اولین اور بنیادی خصوصیت یہ ہے موجودہ طرز تعلیم، و انتخاب کتب، و انحصار مضامین سے اسے کوئی تعلق نہیں - اول سے لیکر آخر تک کوئی درس کتابوں کے ذریعہ نہیں دیا جاتا اور نہ کوئی لکھا ہوا اور چھپا ہوا کاغذ بجز قرآن حکیم کے معلم یا متعلم کے سامنے رہتا ہے - بلکہ تمام تعلیم قدماء اہل اسلام کے اصول پر محض ربانی درس کے ذریعہ ہوتی ہے، جسے مومنین اولین نے " املاء " کے لقب سے موسوم کیا تھا اور آجکل یورپ اسے " لکچر " کہتا ہے -

(۸) مرکز تعلیم صرف قرآن حکیم ہے - ایات بینات، تبیانا لکل شیٔ، ھدی و رحمة لقوم یذکرون - لیکن اس مرکز کے دائرے میں وہ تمام چیزیں آجائیں گی جو فہم و تبلیغ قرآن کے لیے ضروری ہیں - اور جو چیزیں ضروری نہیں ہیں، ظاہر ہے کہ انہیں اس قوم سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیے جو صرف قرآن کے علم و عمل کے لیے دنیا میں آئی ہے -

(۹) گو اصل تعلیم قرآن حکیم ہے، لیکن یہ بمنزلہ نقطہ کے ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہے - پس روزانہ درس کے علاوہ ایک درس ہفتہ وار بھی ہوتا ہے اور انشاء اللہ مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی زندگی میں وہ بھی ایک اہم و اعظم چیز ہوگی -

ان ہفتہ وار لکچروں کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم اسلامیہ مثلاً حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول، کلام، بلاغت، تاریخ وغیرہ پر ایسے مبسوط و حاوی درس دیے جائیں، جن سے سامعین کو ان علوم کی تاریخ، مختلف تغیرات و ترقیات، عہد بعہد کی تبدیلیوں، ان کے اہم مباحث و مسائل، اختلافات و محاکمات، اور نتائج و بواعث پر مجتہدانہ و محققانہ نظر پیدا ہوجائے، اور ان تمام علوم کے اصول و فروع، اور اطراف و لواحق کے متعلق جامع و حاوی معلومات بہ یک سماعت حاصل کرلیں -

یہ تمام درس نہایت وسیع مطالعہ و نظر اور تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہونگے، اور قلمبند ہونے کے بعد علوم اسلامیہ پر بہترین رسایل و فصول ثابت ہونگے -

درس علوم کا اصلی و صحیح طریقہ یہی ہے - نہ یہ کہ چند کتابوں کے صفحات و نقوش میں معلم و متعلم کی فکر و نظر کو مقید کر دیا جائے - یہ مقام تشریح و توضیح کا محتاج ہے اور علوم اسلامیہ کے تنزل کی تاریخ کا ایک اہم باب، لیکن :

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

(مدت تعلیم)

(۱۰) اس درسگاہ کی ایک بڑی خصوصیت مدت تعلیم کا مسئلہ ہے اور دنیا نے اس بارے میں بڑی ٹھوکر کھائی ہے - لوگ سمجھتے ہیں کہ انسانی فکر کی تربیت و تعلیم صرف بڑی بڑی مدتوں اور بہت زیادہ برسوں کے اندر مضمر ہے - حالانکہ اگر ایک طالب صالح ہو، تو اکثر اوقات برسوں کی جگہ صرف ایک صبح یا ایک شام کی صحبت و یکجائی ہی کافی ہوتی ہے - بلکہ صبح و شام کا بھی یہاں ذکر بیجا ہے - ارباب دل کے لیے تو ایک نگاہ راز آموز بھی بہت ہے - ایک اعرابی جب ایک جملۂ مختصر سنکر لا ازید و لا انقص پکار اٹھا تھا، تو غور کیجیے کہ اس کے لیے کیا باقی ہو گیا تھا ؟ البتہ وہ بھی تھے کہ درس و اخذ بجائے خود رہا اپنے معلم الہی کو ایک نظر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا، حالانکہ شب و روز دیکھتے تھے - و تراھم ینظرون الیک و ھم لا یبصرون -

پس دار الارشاد کی بڑی سے بڑی مدت تعلیم ایک سال ہے اور وہ بھی ان لوگوں کے لیے جو تکمیل درس کے بعد کچھ اور چیزوں کے بھی طالب ہوں - یا جو خود کہیں کہ ابھی پیاس باقی ہے - ورنہ عام طور پر صرف چھ ماہ کافی ہوں گے - ہماری حالت دوسری ہے، اور آہستہ روی کا عہد ہم نے کھودیا ہے - اب صرف اس کی مہلت باقی رہ گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوڑیں -

(۱۱) جو طلباء منتخب ہوتے ہیں، سردست ان کے کھانے پینے اور قیام کا بار مدرسہ اپنے سر لیتا ہے - ایک پختہ دو منزلہ ہوادار مکان میں جو شہر کے یورو پین کوارٹر میں واقع ہے وہ ٹھہراے جاتے ہیں - تا آنکہ قرار دادہ تعداد سے زیادہ درخواستیں آجائیں -

(۱۲) قرار دادہ تعداد سے مقصود یہ ہے کہ جتنے بھائیوں کی خدمت اس عاجز کے امکان میں ہے، اس سے زیادہ درخواستیں آجائیں - کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لیے میں نے کوئی چندہ جمع نہیں کیا ہے اور نہ کوئی باہر کی مالی اعانت میرے ساتھ ہے - قوم کے امراء و روساء جس طرح کے کاموں کی اعانت کرنے کے عادی ہیں - اس طرح کے کام میں کہاں سے لاؤں؟ پس مجبور ہوں کہ جسقدر بحالت موجودہ خود کر سکتا ہوں کروں و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

(۱۳) ضروری مخارج اکل و شرب و قیام کے علاوہ کوئی وظیفہ یا معاوضہ میرے پاس نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ پچاس پچاس روپیہ وظیفہ لے کر دین و ملت کی خدمت کے لیے طیار ہونا چاہتے ہیں، وہ آیندہ بھی قیمت چکاے بغیر خدا کے ساتھ معاملہ نہ کرسکیں گے - اس راہ کی اولین شرط ایثار و قربانی ہے - اگر بتمامہ نہ ہو سکے تو اقلاً قناعت تو ہو -

(۱۴) قوم میں جو دردمند اور اسلام خواہ گریجویٹ اور انگریزی کے تعلیم یافتہ نوجوان ہیں، ان سے خاص طور پر یہ خطاب ہے - ان کو سونچنا چاہیے کہ دنیا کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے سالہا سال میں طیار ہوتے ہیں - کیا خدا اور اس کے کلمۂ حق کی خدمت کے لیے بلا صرف چھ ماہ بھی نہ دے سکیں گے ؟ چھ مہینے کی مدت تو وہ چھوٹا سا زمانہ ہے جو اکثر ڈپٹی کلکٹری کی محض امید و عشق ہی میں بسر ہو جاتا ہے - وقت ہے کہ اس موقعہ سے فایدہ اٹھائیں اور چند مہینے یوں بھی بسر کر دیکھیں - ممکن ہے کہ ان کا دل ہزار سودا آرزو ساری راہیں چھوڑ کر صرف اسی راہ کا ہو رہے :

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

یا ایہا الناس ! انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ھو الغنی الحمید -

فقیر ابو الکلام کان اللہ لہ

هي يه شرط بهي لگا دے كه صرف ايک هي علت اصلي ايسي بيان كي جاۓ جو تمام علل و اسباب پر حاوي و جامع هو - سو اس كو بتايا جا سكتا هے كه " علماء حق و مرشدين صادقين كا فقدان اور علماء سوء و مفسدين دجالين كي كثرت " : ربنا انا اطعنا سادتنا و كبراءنا فاضلونا سبيلا ! اور پهر اگر وه پوچهے كه ايک هي جمله ميں اس كا علاج كيا هے ؟ تو اس كو امام مالک رحمة الله عليه كے الفاظ ميں جواب ملنا چاهيے كه " لا يصلح اخر هذه الامة الا بما صلح به اولها " يعني امت مرحومه كے آخري عهد كي اصلاح كبهي نه هوسكے گي ' تاوقتيكه وهي طريق اختيار نه كيا جاۓ جس سے اس كے ابتدائي عهد نے اصلاح پائي تهي - اور وه اس كے سوا كچهه نهيں هے كه قرآن حكيم كے اصلي و حقيقي معارف كي تبليغ كرنے والے مرشدين صادقين پيدا كيے جائيں -

(۷) بڑي مصيبت يه هے كه قرآن حكيم كي تعليمات كريمه كے جو حقيقي معارف و بصائر تهے اور جن مقاصد عظمى كے ليے اس كا نزول هوا تها ' وه صديوں سے بالكل بهلا ديے گئے هيں ' اور بتدريج وه وقت آگيا هے جس كي نسبت كها جاتا تها كه قرآن كے انوار و بركات زمين سے اٹها ليے جائينگے ' اور جب لوگ تلاوت كے ليے صحائف كهوليں گے تو اس كے اوراق كو بالكل ساده و غير منقوش پائينگے - يه سچ هے كه قرآن حكيم كے الفاظ و حروف ابهي نهيں اٹهاۓ گئے هيں ' ليكن بلاشبه اسكے معاني و معارف تو ضرور اٹها ليے گئے هيں ' اور گو كاغذ پر لكهے هوۓ نقوش ابهي محو نه هوۓ هوں ' مگر دلوں كے صفحات تو يقيناً ساده ره گئے هيں : و قال الرسول : يا رب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا ! اور يه سب كچهه اس ليے هے كه قرآن كے انوار و بركت عوام امت هي سے سلب نهيں هوۓ ' بلكه ان لوگوں كے دلوں سے محو هوگئے جن كے هاتهوں ميں عوام كي هدايت اور تمام عالم كے ليے قرآن كي تبليغ تهي - جب خود خواص امت اور اصحاب درس و علوم كو قرآن حكيم سے اس قدر بعد و هجر هو جاۓ كه " جلالين " و " بيضاوي " كے سوا اور كچهه نه ديكهه سكيں ' اور " مدارك " و " خازن " سے الگ هوكر ايک آيت پر بهي تدبر نه كرسكيں ' تو پهر ظاهر هے كه عامۂ اهل اسلام كے فهم و بصيرت كا كيا حال هوگا ؟

او خويشتن گم ست كرا رهبري كند ؟

قرآن حكيم نے ان لوگوں كي نسبت كها تها جو ايمان بالله و اليوم الاخر سے محروم هيں : و اذا قرات القران ' جعلنا بينك و بين الذين لا يومنون بالاخرة حجابا مستورا - افسوس كه آج مدعيان ايمان و علم كا يه حال نظر آتا هے :

عار دارد كفر از ايمان من ! !

(۸) چار سال پيشتر كا واقعه هے كه مشيت الهي نے اس عاجز كي رهنمائي كي اور " الهلال " نے قرآن حكيم كي تعليم و دعوت كي صدا از سرنو بلند كي - ليكن اس عرصه ميں جو كچهه هوا وه ايک دعوت عام تهي جس كے ذريعه فهم و بصيرت قرآن كي نئي راهيں عوام و خواص نے اپنے سامنے ديكهيں ' اور قرآن حكيم كے عشق و شيفتگي كا ايک نيا ولوله دلوں ميں پيدا هوگيا - تاهم اس دعوت كي دوسري منزل ابهي باقي هے ' اور وهي في الحقيقت اهم تر مقام سعي و تعب هے ' يعني قوم ميں بكثرت ايسے افراد پيدا كيے جائيں جو انهي راهوں پر چل كر قرآن حكيم كے علوم و معارف كو به تكميل حاصل كريں ' اور ان كے ذريعه قوم ميں ارشاد و هدايت اور احياء دعوت و ذكر كا عملي سلسله بالعموم شروع هو سكے -

(۹) همارے كاموں كي بڑي قسميں صرف دو هي هيں : مسلمانوں كي داخلي اصلاح و احياء علم و عمل - اور غير قوموں ميں اسلام كي تبليغ -

يه دونوں كام بغير كسي ايسي جماعت كي موجودگي كے انجام نهيں پاسكتے - جسقدر تحريكيں ' انجمنيں ' كانفرنسيں ' اور متفرق كوششيں بغير اس كے هوں گي ' وه اسي طرح ضايع جائيں گي جس طرح اب تک ضايع جاچكي هيں - والقصه بطولها -

(۱۰) دار الارشاد كے قيام كا مقصد يهي هے كه دعوة الى القرآن كي اس دوسري منزل كا سرو سامان هو ' اور تهوڑے وقت اور بهت زياده صرف علم و فكر سے ايک ايسي جماعت پيدا كي جاۓ جو قرآن حكيم كي دعوت و تبليغ كي خدمت اور اصلاح و ارشاد امت كا فرض انجام دے سكے : وما توفيقي الا بالله ' عليه توكلت و اليه انيب !

دار الارشاد كا افتتاح

(۱) چنانچه الحمد لله كه ماه مقدس ذوالحجه سے دار الارشاد كا افتتاح هو گيا اور سلسلۂ درس جاري هے -

(اصول و شرائط داخله)

(۲) دار الارشاد ميں دو جماعتيں علوم عربيه اور انگريزي مدارس كے فارغ التحصيل طلبا كي قائم كي گئي هيں ' تاكه انهيں قرآن حكيم كا درس دے كر ارشاد و هدايت امت كے ليے طيار كيا جاۓ - يس يه ايک طرح كا درجۂ تكميل يا علوم القرآن كا ايم - اے كلاس هے - ابتدائي تعليم يا علوم آليه كا اس ميں كوئي حصه نهيں ركها گيا هے - البته انگريزي تعليم يافته طلبا كو حسب ضرورت ايک جديد اور سهل الوصول طريقه سے عربي صرف نحو اور فن ادب كي تعليم بهي دي جاتي هے -

(۳) علوم عربيه كے فارغ التحصيل طلبا سے مقصود وه لوگ هيں جنهوں نے هندوستان كے عربي مدارس ميں درس نظاميه كي انتهائي كتابوں تک تحصيل كي هے ' يا كسي دوسرے نصاب كے مطابق علوم مروجۂ عربيه كو حاصل كيا هے - پنجاب كے مشرقي علوم كے سند يافته اور حيدر آباد كے مشرقي دار العلوم كے محصل بهي اس ميں داخل هيں -

(۴) انگريزي مدارس كے فارغ التحصيل طلبا سے مقصود گريجويٹ هيں -

(۵) ليكن خاص حالتوں ميں ايسے طلباء بهي ليے جاسكتے هيں جنهوں نے اگرچه عربي يا انگريزي كي تكميل نهيں كي هے ' مگر اپنے ذاتي شوق و ذوق ' يا وسعت مطالعه ' يا قوت ذهن و فكر ' يا ملكۂ تقرير و تحرير ' اور سب سے زياده يه كه خدمت دين و ملت كے ولوله و اخلاص كے لحاظ سے امتياز ركهتے هيں - كيونكه ايک طالب صادق اپنے جوش و اخلاص سے ان تمام نقصوں كو پورا كرسكتا هے جو كتابوں كے پڑهنے اور مدرسوں كي نشست ميں ره گئے هوں - بلكه سچ يه هے كه ايک طالب مخلص اپنے پاس وه چيز ركهتا هے جو مدرسوں كے حجروں ميں نهيں ملتي :

از منطق و حكمت نه كشايد در معشوق
اين ها همه آرائش افسانۂ عشق ست ! !

(۶) جن اشخاص نے پرائيويٹ طور پر عربي يا انگريزي كي تحصيل كي هے ' وه بهي خصوصيات بالا كي بنا پر ليے جاسكتے هيں -

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (القرآن الحکیم)

البلاغ

هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا

أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه - ۱۸ محرم سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبر - ۲

Calcutta : Friday, 26 November. 1915.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامۀ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' اور یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

البیان

فی

مقاصد القرآن

هذا بیان للناس، وهدی ورحمة لقوم یوقنون

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، از خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکی محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے!

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے۔ ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۹۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء الله ۱۵ - صفر کو شائع ہو جائیگا - قیمت سالانہ آخر محرم تک چار - روپیہ بعد کو ۵ - روپیہ -

اطلاع ضروری

ان حضرات سے جو الحمدالله ہمارے ہر طرح کے کاروباری اعلانات پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور الحمد الله انکی تعداد وسیع ہے) امید کی جاتی ہے کہ اگر ترجمان القرآن اور البیان کی خریداری منظور ہوئی تو انکی درخواست کو اشاعت پر اٹھا نہ رکھینگے، بلکہ اس اعلان کو دیکھتے ہی فوراً پیشگی قیمت بذریعہ منی آرڈر "البلاغ پریس" کے نام بھیجدینگے - کیونکہ مالی مشکلات کی وجہ سے سخت دقتیں پیدا ہوگئی ہیں - پیشگی روپیہ اگر اچھی مقدار میں آگیا تو اس سے پریس کو بہت بڑی مدد ملیگی - ساتھہ ہی ان حضرات کو یہ فائدہ ہوگا کہ نسبتاً کم قیمت میں دونوں کتابیں ہاتھہ آجائینگی۔ اس سے زیادہ بار کا ڈالنا ہماری عادت کے خلاف ہے اور امید ہے کہ ہزارہا احباب و مخلصین ہماری اس درخواست کو رد نہ کرینگے -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مرسئول رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱

کلکته : جمعه - ۱۸ محرم سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 26 November, 1915.

نمبر - ۲

مالا بد منه

(۱) دفتر کي مالي مشکلات اور دقتوں کا حال احباب کرام سے پوشیدہ نہیں : (ع) تا چند بگویم که چسان ست و چسان نیست ؟ اس عاجز نے کسي طرح کي مالي اعانت دوستوں سے نہیں لي ' اور کبھي اسے پسند نه کیا که قیمت کے علاوہ اور کوئي بار ان پر ڈالا جاے - اس اصول کي وجه سے جو جو مشکلیں برابر پیش آتي رهیں ' همیشه انهیں خاموشي کے ساتهه جهیلا - حتی که کبھي دوستوں کو انکي خبر بهي نہیں دي - کیونکه مصیبتوں کي خبر صرف انهي کو دیني چاهیے جنکے پاس انکا علاج هو - اور اس اعتبار سے صرف ایک هي ذات هے جو مصیبتوں کو دور کرتي اور پکارنے والوں کو جواب دیتي هے : الذي خلقني فهو يهدين ' والذي هو يطعمني و يسقين ' و اذا مرضت فهو يشفين ' والذي يميتني ثم يحيين ' والذي اطمع ان يغفرلي خطيئتي يوم الدين (۲۶ : ۷۸) اس قدوس ذات کا حال یه هے که اسے خبر دي جائے یا نه دي جائے ' اسکے آگے اپنا افسانۂ غم لیجائیں یا نه لیجائیں ' اسکے سامنے اپنے زخموں کي پٹي کهولیں ' نه کهولیں ' اسکي آنکهیں هر حال میں سب کچهه دیکهه رهي هیں ' اور اسکے کان صحت و مرض ' راحت و رنج ' امن و مصیبت ' هر حالت کي صدائیں سن رهے هیں : ان ربك لبالمرصاد (۸۹ : ۱۳) . الم يعلم بان الله يرى ؟ پهر جب ایک ایسا سمیع و بصیر آقا موجود هو ' تو اسکي چوکهٹ کے غلاموں کیلیے کب جائز هے که اپنے هي جیسے درماندوں اور عاجزوں کے آگے اپنا دکهڑا لیجائیں ؟ یا انکي طرف ایک لمحه کیلیے نظر بهي اٹهائیں ؟ وہ بلا شبه اسکي چوکهٹ کے غلام هیں - لیکن اس چوکهٹ پر جسکا سر جهک گیا ' پهر وہ دوسروں کیلیے شہنشاہ و حکم فرما بن جاتا هے ' جس سے مانگا اور لیا جاسکتا هے ' پر وہ کسي سے نه کچهه مانگتا هے اور نه لیتا هے : و من يتوكل على الله فهو حسبه !

(۲) صرف اس ایک هي بات پر غور کیجیے که اتنے عرصه کے التواء و انتظار و تحمل مصارف مستمرہ کے بعد پریس جاري هوا ' لیکن پرچه کے نکلنے سے کسي طرح کي نئي سالي آمدني دفتر کو نہیں هوسکتي - خریداروں میں بڑي تعداد اُن حضرات کي هے جو پیشگي قیمت ششماهي یا سالانه پہلے هي بهیج چکے هیں ' اور اب انکے اسي قرض میں رساله انکے نام جاري کردیا گیا هے - چهه ماہ یا سال بهر تک انسے کوئي نئي قیمت وصول نهوگي اور نه وصول هوني چاهیے - پس ایسي حالت میں ظاهر هے که سال بهر یا اقلاً چهه ماہ تک تو پرچه قطعاً بغیر کسي نئي آمدني کے جاري رکهنا پڑیگا - اسکے بعد کہیں خریداروں سے قیمت وصول هوگي -

(۳) هم اسکے لیے الحمد لله که مستعد هیں ' اور اگر مستعد نہوتے تو رساله جاري نہوتا - لیکن اگر آپکا جي چاهے تو چند دنوں کیلیے اسپر غور کرلیجیے که رساله جاري کرکے هم نے کتني هزار روپیه سے زیادہ کا ماهوار خرچ اپنے اوپر لے لیا هے ' حالانکه چهه ماہ تک کوئي نئي آمدني پریس کو نهوگي اور محض پچهلے حساب میں پرچه جاري رکهنا پڑیگا -

(۴) هم کسي طرح کا بار احباب پر نہیں ڈالنا چاهتے - صرف یه چاهتے هیں که وہ ان مشکلات پر نظر ڈالیں ' اور اقلاً اتني کوشش اگر انکے لیے گراں نهو تو کریں که نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور انسے بارہ روپیه سالانه یا پونے سات روپیه ششماهي قیمت بهجوائي جاے - ممکن هے که اسطرح همیں ان مشکلات میں کچهه مدد ملے -

(۵) ایک صورت پریس کے مدد کي یه هے که تفسیر " البیان " کے اجزا ماهوار شائع هوا کرینگے ' اور " ترجمان القرآن " پتهر کي چهپائي میں زیر طبع هے - اگر شائع هونے کے بعد وہ ان کتابوں کو لینے والے هوں تو صرف اتني عنایت کریں که انکي پیشگي قیمت بذریعه منی آرڈر اسي وقت جلد سے جلد بهیجدیں - اسطرح اگر ایک اچهي رقم آگئي تو اس سے پریس کو اپنے کاموں میں مدد ملیگي - یه پیشگي ترسیل بهي هم بلا معاوضه کے نہیں چاهتے - حالانکه اگر چاهتے تو کم سے کم اسکا حق تو ضرور رکهتے تهے - پیشگي قیمت بهیجنے والوں کیلیے قیمت میں تخفیف کردي گئي هے اور اسطرح خریداروں کیلیے اسمیں ایک مالي فائدہ بهي هے -

(۶) یه واضح رهے که پیشگي قیمت بهیجنے کا مطلب یه نہیں هے که آپ ایک کارڈ اٹهاکر بهیجدیں که " جب شائع هو ' وي پي کردیجیے گا " یه بالکل بے سود هے ' اور اگر یهي کرنا هے تو براہ کرم اپنا ایک پوسٹ کارڈ بهي ضائع نه کیجیے - جب یه کتابیں شائع هوجائینگي آپ بهي خرید لیجیےگا - پیشگي سے تو مقصود یه هے که اسي وقت بذریعه منی آرڈر قیمت روانه کیجیے ' اور اگر یه کام مفید هے تو دوسروں کو بهي ترغیب دیکر قیمتیں بهجوائیے -

(۷) اگر لوگوں کے پاس دل اور دماغ هو ' اور اگر انہوں نے حقیقي طور پر مسلمانوں کے مرض اور اسکے علاج کو سمجها هو ' تو انکے لیے اسکي تشریح ضروري نہیں که ترجمان القرآن کیا چیز هے ؟ اور اسکي اشاعت سے بڑهکر اور کوئي اسلامي خدمت هوسکتي هے یا نہیں ؟ - اگر الله تعالی اس حقیقت کے فہم کیلیے آپکے قلب کو کهول دے اور توفیق دے ' تو آپکے سامنے آپکے مال و دولت کا سب سے بڑا مصرف موجود هے - یعني ترجمان القرآن کي زیادہ جلدیں خرید کر آپ مسجدوں میں ' مدرسوں میں ' علماء میں ' واعظین میں ' کتب خانوں اور کلبوں میں مفت تقسیم کرسکتے هیں - اسي سبب سے اسکي قیمت بهت هي کم رکهي گئي هے - البته یه ایک ایسي چیز هے جسکي توفیق صرف انهي بندوں کو ملیگي جنکے روپیه کو خدا نے اپني راہ میں خرچ هونے کیلیے چن لیا هے - ورنه انفاق في سبيل الطواغيت و الشياطين کي اتني راهیں آجکل کهلي هوئي هیں که ان سب سے آنکهیں بند کرکے حقیقي رباني کاموں کي طرف آنا بهت هي مشکل هوگیا هے

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون!" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیہ اسلامیہ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ، اور وحدۃ ملیہ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ، و مضامین و عناوین سیاسیہ و فنیہ کا مصور و جامع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کر دیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب، و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا!

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کر دیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم!

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ، غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات!

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

تخرق حجاب الغرور، و طفق يدب دبيب الشعور - ولكنه شعور يظهر انه زاد الامة مرضا، حتي تكون حرضا - شعور هبط ببعض ذويه في مهارى الاياس، وطوح ببعضهم الى مرامي الوسواس - فكان انتقالا من طور الخدر و السبات الي طور الحيرة والشتات : كلما ارادوا ان يخرجوا منها من غم، أعيدوا فيها و ذوقوا عذاب الحريق (٢٢ : ٢٢) قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمن مدا (١٩ : ٧٧) ويزيد الله الذين اهتدوا هدى، والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابا و خير مردا (١٩ : ٧٩)

و لما استيقظ فيها الشعور بما فسد من امر دنياها، قبل الشعور بما كان سببا له من فساد امر دينها، و شعرت بالخطر على حياتها المادية والصورية، غافلة عن عللها الروحية و اسبابها المعنوية؛ شرعت في شي من الاصلاح الصوري والجزئي، بدون ان تويده بروح الاصلاح المعنوي و الكلي - فعد السلطان محمود خان المصلح مصلحا بتغيير الزى الرسمي و نظام الجندية، و السلطان عبدالمجيد مصلحا باعلان التنظيمات العثمانيه، و مصطفي رشيد و فواد باشا و خيرالدين التونسي و اعوانهم مصلحين بادخال الدولة العثمانية في "سلك الدول الاروبيه، و مدحت باشا الشهير مصلحا باقتباس القوانين الغربيه، و محمد على في مصر بارساليات العلمية الى البلاد الافرنجيه، و السيد احمد خان في الهند بفرنجة الامة الاسلاميه، و جمال الدين الاسد ابادي بالدعوة الى الجامعة السياسيه، و امير عبدالرحمن خان بالتاليف بين القبائل الافغانيه، و الشيخ محمد بيرم التونسي و صدرالدين الروسي باخذ العلوم العصرية والماديه - ولكن لم تتوجه همة احد الى الدعوة الى القران، و اقامة الميزان والفرقان، و ازالة البدع والمنكرات، والتقاليد والعادات، وجمع الكلمة التي فرقتها المذاهب و اللغات - فما زاد الامة ذالك الاصلاح الصوري و الجزئي الا ضررا من الفساد، ولا افاد الدولة الا اضعاف الاستقلال و اضاعة البلاد: قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا؟ الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا، اولائك الذين كفروا بآيات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٨ : ١٠٤)

٢

نعم، ان المسلمين امسوا كالريش في مهب رياح الحوادث، و كالغثاء في مجرى سيول الكوارث؛ لا راى لخواصهم فيما يراد منهم، ولا شعور لعوامهم فيما يراد بهم - وللاعداء يد في تصرف كرائننا في سياستنا، و يد في تصريف اموالنا و انفسنا في مصلحتهم دون مصلحتنا، و يد تطبع الارواح باخلاق و عادات تنافى آداب ملتنا، و تودع في العقول عقائد و افكارا تقوض بناء وحدتنا - فاي شي بقي في ايدينا من شوون امتنا؟ اللهم انه بقل فينا من بقي لـه اذن تسمع و عين تبصر، و قلب يسعر و عقل يفكر - و يقل في ها اولاء القليلين من له ارادة تتوجه الى عمل للامة، و ثبات فيما يحاول من كشف الغمة - والرجاء بفضل الله تعالى منحصر في ها اولاء الاقلين، و من يتصل بحزبهم حينا بعد حين، و العاقبة للمتقين: و كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩)

٣

قال الله سبحانه و تعالى: نزل عليك الكتاب بالحق مصدقا ما بين يديه، و انزل التورات والانجيل من قبل هدى للناس، و انزل "الفرقان" (٣ : ١) و قال في سورة الحديد: لقد ارسلنا رسلنا بالبينات و انزلنا معهم الكتاب و الميزان ليقوم الناس بالقسط، و انزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس (٥٧ : ٢٥)

فهذا بيان للناس بان بناء معاشهم و معادهم يقوم على اربعة اركان: الكتاب، و الصدر، و العدل، و القوة النافذة و المقومة - وهي القران، و الفرقان، و الميزان، و الحديد - من تمسك بهم نجا، و من تركهم ضل و غوى، و خزي في الاخرة و الاولى: و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا، و نحشره يوم القيامة اعمى (٢٠ : ١٢٤) كذالك نجزي من اسرف ولم يومن بآيات ربه ولعذاب الاخرة اشد و ابقى (٢٠ : ١٢٧)

" الفرقان " عقل يفرق بين الحق و الاباطيل، و يدرك اسرار الخليقة و فقه التنزيل - فهو المخاطب باقامة الشريعه، و هو المطالب بالتصرف في الطبيعه، فيا خذ منها بقدر اجتهاده، علي حسب استعداده - و " الميزان " عدل عام، في الاخلاق و الافكار و الاحكام، به ينفذ حكم القران و الفرقان، حتى يلتئم شمل الانسان - فيعطي كل ذي حق حقه، و يوفى كل ذي قسط قسطه - و ان لربه عليه حقا، و لنفسه عليه حقا، و لزوجه عليه حقا، و لاهله عليه حقا، و لقومه عليه حقا، و لامته عليه حقا، و لمجموع الناس عليه حقا - فالقران يهدى الى الحقوق و يبين، و الفرقان يفرق بين المتشابهات و يعين - و انما القسمة بالميزان، و بالثلاثة تكمل فطرة الديان - فالقران كتاب مسطور، و ضياء و نور - و بالفرقان نقرء و ندرس، و نجتلى و نقبس - و بالميزان نعمل بالعلم، و نقوم بالقسط - و من شذ عن هذه الثلاثة فلم يهتد بالنقل و العقل، و لم يخضع لسلطان العدل، فقد انزل الله لعلاجه "الحديد" الجامع بين المنافع و الباس الشديد - فيودب بقوة السلاح، حتى يستقيم امر الاصلاح - و يكون كلمة الحق هي العليا، و كلمة الباطل هي السفلي: و قاتلوا هم حتي لا تكون فتنة و يكون الدين لله (٢ : ١٩٣)

بهذه الاركان الاربعة كان الاسلام دين الفطرة، و الهادي بسنن الشريعة الي كمال سنن الطبيعه - ولكن هدم التقليد جميع هذه الاركان، و استبدل بها قول فلان و فلان، اسماء سماها المقلدون هم و آباؤهم ما انزل الله بها من سلطان - فاما ركن " الكتاب " فبزعمهم ان فهمه و الاهتداء به خاص بنفر يسمون المجتهدين و المفسرين، و انهم

البلاغ

فاتحة " البلاغ "

(۲)

يا ايها الذين امنوا ! استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم ' و اعلموا ان الله يحول بين المرء و قلبه و انه اليه تحشررن - و اتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصه ' و اعلموا ان الله شديد العقاب - و اذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فاواكم ' و ايدكم بنصره ' و رزقكم من الطيبات لعلكم تشكرون - يا ايها الذين امنوا ! لا تخونو الله والرسول وتخونوا اما ناتكم و انتم تعلمون - و اعلموا انما اموالكم و اولادكم فتنه ' و ان الله عنده اجر عظيم - يا ايها الذين امنوا ! ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ' و يكفر عنكم سيئاتكم ' و يغفرلكم ' والله ذو الفضل العظيم !

(۸ : ۲۳)

تلك ايات الكتاب المبين ' تنزيل من رب العالمين ' هدى و بشرى للمومنين ' نزل به الروح الامين ' على قلب محمد خاتم النبين ' ليكون من المنذرين ' و انه لتذكرة للمتقين ' و انه لحسرة على الكافرين ' و انه لحق اليقين ؛ يذكر بها " البلاغ " قرائه على راس السنة الرابع والثلاثين ' ليتذكروا ان في الكون ظلمة و نورا ' وكلما خبيثا وكلما ماثورا ' وعملا سيئا وعملا مبرورا ' ومن اراد الاخرة وسعي لها سعيها و هو مومن فاولائك كان مشكورا (۱۷ : ۲۰) وان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا (۱۷ : ۲۷)

و ليتذكروا ان للامم حياة و موتا ' و ان في الناس مكرا و فتنا - و ان للحياة دعوة يخاطب بها الاحياء ' و ان لها فتنة من قبل الكبراء والرؤساء - و ان العاقبة للمتقين ' و ان كانوا مستضعفين ' و لا عدوان الا على الظالمين : وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين (۲ : ۲۴۹) وكذالك جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها و ما يمكرون الا بانفسهم و ما يشعرون ! (۶ : ۱۲۳)

ليتذكروا ان من يدعو الى الحياة فهو يدعو الى الاستقلال و المساواة ' و من يدعو الى الحق فهو مقاوم للباطل - و ان ابغض الاشياء الى الرؤساء المستبدين ' و امراء الضالين ' و علماء المقلدين ' استقلال الفكر والتساوي بين الناس في الحقوق - و ابغض الناس الى الكبراء المترفين ' من يدعو الى نصرة الحق و مقاومة الباطل ' و الى جعل التفاضل بين الناس بالاعمال و الفضائل - فالسادات العالون ' و الكبراء المستكبرون ' و الرؤساء الغارون ' و الهداة الضالون ' و المرشدون الدجالون ' و جنود ابليس اجمعون ' اعداء المصلحين في كل زمان ' و خصماء الحق و السعادة في كل مكان - غرورا بالقوة الشيطانية و طغيانا بالغني ' و استكبارا في الارض و مكرا السئي ' و لا يحيق المكر السي الا باهله ' فهل ينظرون الا سنة الاولين ؟ فلن تجد لسنة الله تبديلا ' و لن تجد لسنة الله تحويلا - او لم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم ؟ و كانوا اشد منهم قوة و ما كان الله ليعجزه من شئ في السماوات و لا في الارض ' انه كان عليما قديرا - (۳۵ : ۴۱)

و ليتذكروا ان انتقال الامم من حال الى حال ' لا يكون من الرؤساء المترفين ' و لا بالاعتماد على الامراء الفاسقين ' و المقلدين الجاهلين ' والمرشدين الضالين - و انما يكون بتغير افراد الامة ما بانفسهم من الافكار و العقائد ' وطلب المصالح و درء المفاسد - وتذكروا ان المسلمين غيروا ما كان بانفسهم في اول نشاء تهم بالتدريج ' فغير الله ما كان بهم من عزة الحياة والقوه ' و سيادة العدل و الفضيله - و لن يغير ما هم الان فيه ' الا بعد الرجوع الى ما كانوا عليه - و شرطه قلع جراثيم التقليد و اجتثاث شجرة التعصب للمذاهب - واساسه جمع كلمة الامه و تحقيق معني الوحدة ' والاعتصام بالكتاب و السنة - " فالبلاغ " يدعوهم الى " الاصلاح الديني " قبل كل شي ' لانه يتوقف عليه كل سي - فانه لا يصلح اخر هذه الامة ' الا بما صلح به اولها - و صلح اول هذه الامة بهدي كتاب الله تعالى و سنة نبيه صلي الله عليه وسلم - و هداهم ذالک الي كل اصلاح صوری و معنوي ' جزئي وكلي ' مادي و ادبي ' علمي و مدني : هذا صراطي مستقيما ' فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ' ذالكم وصاكم به لعلكم تتقون (۶ : ۱۵۳)

ا

لقد اتي على المسلمين حين من الدهر و هم في مرض اجتماعي يشبه داء السكته - تعيث في جامعتهم جراثيم المرض وهم لا يشعرون ' و تهددهم بالزوال والفناء و هم لا يعلمون - حتى اذا فار التنور ' وجاء القدر المقدور-

٦

(المتفرنجون المفسدون)

و من ورائهم قوم آخرون ، الذين يجعلون علته ما جهلوا او تركوا من هدى الدين ، و هو ما عمل به سلفهم فكانوا هم الايمة الوارثين - يحاولون ان يقطعوا هذه الامة امما ، و يسلكوا بها الى المدنية الحديثة طرائق قددا ، و هم ما عرفوا حقيقة المدنية الفاضلة وكنهها ، ولا ما يصلح للمسلمين ويتفق مع طبائعهم منها - و هم في طلب قشورها مقلدون ، صم بكم عمي فهم لا يبصرون - وها اولاء هم الذين مرقوا من الدين ، انكروا التقليد ولم يعرفوا الحق اليقين - يقولون لا رجاء للمسلمين بحياتهم المليه ، و لا باقامة الحدود الشرعيه ، فاذا لم يحيوا حياة " افرنجية " فلا حياة لهم ، و اذا لم يتبعوا خطوات اوربا فلا مدينة لهم - كل هذا و ذاك مما ينادي به المسلمون الجغرافيون ، منهم الملحدون ، و اكثرهم الفاسقون ، ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون (٢٣ : ٦٤) يجرفون ثروة الامة الى الاجانب ، و يقذفونها بالفجور و النفوذ الاجنبي من كل جانب ، و يتغلبون فيها على المناصب ، فينالون منها جمع المارب - يحقرون لها سلفها ، و يعظمون في نفسها كل ما هو اجنبي عنها - فهم المنافذ والكوى التي يدخلها منها الفساد ، و هم الالات التي يستعين بها الاجانب على امر الامة والبلاد ، وهم الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا ، وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا - (١٨ : ١٠٤) فلا هم صاروا بها اوربيين ، ولا ظلوا مسلمين شرقيين ، ولكن لغرورهم الافرنجية تراهم من المتكبرين الطاغين ، طلعهم كانه رؤس الشياطين - فاولائک هم المتفرنجون المفسدون ، الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون (٢٦ : ١٥٣) واذا قيل لهم لا تفسدوا فى الارض ، قالوا : انما نحن مصلحون ! الا ، انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون !! (٢ : ١٠)

الا ، انهم تحولوا عن التقاليد الاسلاميه ، الى التقاليد الافرنجية الصوريه - فيدحرجون الامة من تقليد الى تقليد ، ويقذفون الغيب من مكان بعيد ، و يتبعون كل شيطان مريد - يسمون انفسهم المجددين ، و طلاب المجد و الحضارة للاسلام و المسلمين ، ومكوني " القومية " ، و خالقي الشعور بالحياة المدنيه - والحق انهم شر من الراضين بما وصلنا اليه من الضعف والخمول - لان ها اولاء الخاملين الجامدين ، قد رضوا بهذه الحالة التي لا تجد لها تفسيرا ، الا انها مما يسمونه " الموت صبرا " - واما المتفرنجون الضالون ، الذين رضوا بانحلال رابطتهم المليه و عفاء مقوماتهم و مشخصاتهم الاسلاميه - فانما رضوا ان ينحروا انفسهم ، و ينحروا امتهم ، و يجعلوها غذاء لاعداءهم : اولائك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهواءهم (٤٧ : ١٩) ذالک بانهم كرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم (٤٧ : ٩) فهل ينظرون الا الساعة ان تأتيهم بغتة ؟ فقد جاء اشراطها ، فانى لهم اذا جاءتهم ذكراهم ؟ (٤٧ : ٢٠)

٧

يهاجم الاسلام و المسلمين جيش خارجي من الامم الطامعه ، وجيش آخر داخلي من دعاة التقاليد الافرنجيه - و الثاني انكي من الاول واضر ، وادهي و امر - لان لسبعون عدوا خارج الدار ، اهون من عدو واحد في الدار - فالمتفرنجون المنافقون ، المفسدون الدجالون ، يغشون المسلمين بانهم منهم ، ينفعهم ما ينفعهم ، و يضرهم ما يضرهم ، و الله يعلم انهم لكاذبون : يخادعون الله والرسول والذين امنوا ، وما يخدعون الا انفسهم و ما يشعرون -

يغشون الامة انهم يدعونهم الى الترقي عما هم عليه الى مدنية اعلى ، و حضارة اسمي - و هي ان يكونوا مثل الافرنج في عزهم ، و ثروتهم و زخرفهم - و يحسبون لصغر عقولهم ، و قطع نظرهم ، ان ما يفوقنا به الافرنج من الثروه ، و اسباب القوه ؛ قد جاءهم من عدم مبالاة كثير منهم بالدين ، و اتباع غير سبيل المومنين - او من عاداتهم في طعامهم و ازيائهم ، و فسقهم و فجورهم ، و اجتماعهم و افتراقهم - او بمحض التشئيد المدارس ، و تاسيس المكاتب و المعاهد - فطفقوا يقلدونهم في شرما عندهم ، و يدعون المسلمين الي تقليدهم ، على ان منها ما هو من سئيات مدينتهم و قبائحها التي ينكرها عليهم حكماءهم ، و منها ما هو مناسب لطبيعة بلادهم و اجيالهم دوننا - و منهم ما لا نفع فيه ولا ضر لذاته ، ولكنه يضرنا من حيث هو تقليد لهم ، يضعف روا بطنا المليه ، و مقوماتنا الاجتماعيه ، و مشخصاتنا الاسلاميه ، و يحقر امتنا في انفسنا ، و يعظم اممهم فيها ، فيكون تمهيدا لقبول سيادتهم علينا بغير امتعاض - و بهذا كان وجودهم " الجيش السلمى " لشكناتهم ، ولا يتم لهم ما يسمونه " الفتح السلمي " (غير الفتح الحربي) بدونهم : الخبيثات للخبيثين و الخبيثون للخبيثات ، و الطيبات للطيبين و الطيبون للطيبات (٢٤ : ٢٥)

٨

نعق به ناعق ائمة الفتن والفساد ، و نصير الظلم و الاستبداد ، ان لا نجاة لكم من البلاء الذي اصابكم ، ولا امن لكم من الخطر الذي يوشك ان ينزل بكم ، الا بفناء ارادتكم في ارادة حكامكم - لا بتغيير ما في انفسكم من اوهام و خرافات ، و اخلاق ذميمة و عادات ، ولا بتربية العقل والارادة علي الاستقلال ، والتعاون علي البر و التقوي ، والاشتراک في الاعمال ، ولا بجعل الشورى قاعدة الحكم ، و اقامة الشريعة في الحلال و الحرام ، ولا بالتواصي بالحق و التواصي بالصبر ، ولا بالامر بالعرف و النهى عن النكر - وصاح بهم " خطيب فتنة الافرنجيه " ان لا حياة لكم بالرابطة السلاميه ، لا نها ممقوتة في نظر اهل المدنية الغربيه ، و ما اعتز المسلمون الاولون من اداب القرآن ، فقد نسخته مدينة اوربا في هذا الزمان - فالافرنجية ! الافرنجية ! الزموها تكونوا من الفائزين ، و القومية ! القومية ! اعلنوها ان كنتم مومنين ،

انقرضوا و قد عقم الزمان عن مثلهم الي يوم الدين ! و اما ركن الفرقان ' فبما اهملوا من الحكمة الدينية ' و العلوم الكونية ' و الفنون العمليه ' و اجتهاد الفكر و النظر في الحياة الاجتماعيه - و اما ركن الميزان ' فباباحة الاستبداد لذوي السلطان ' و نحتيم طاعتهم و لو في الاثم و العدوان ' و بتعزيزهم و تعزيزهم ' و اجلالهم و توقيرهم ' بل تنزيههم و تقديسهم بكرة و اصيلا - فقد اندرس من هذا الركن علمه و عمله ' و انمحي بالكلية حقيقته و رسمه ' و استولت علي القلوب مداهنة الخلق ' و انمحت عنها مراقبة الخالق ' و استرسل الناس في اتباع الهوى استرسال البهائم ' و عز علي بساط الارض مومن صادق لا تاخذه في الله لومة لائم - و اما ركن الحديد ' فبالاعراض عن الجهاد في سبيل الحق و مقاومة الظلم و الطغيان ' و التعاون علي الاثم و العدوان - فمتى يثبت لشعوبهم و دولهم بنيان ' و قد هدموا جميع هذه الاركان ' و فسقوا فيها عن هداية القران ؟ فاولائک اعداء الرحمن ' و اولياء الشيطان : و من يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا ' يعدهم و يمنيهم ' و ما يعدهم الشيطان الا غرورا (۴ : ۱۱۹) و اذا اردنا ان نهلك قرية ' امرنا مترفيها ' ففسقوا فيها ' فحق عليها القول ' فدمرناها تدميرا (۱۷ : ۱۲)

۴

ان بعد رجال الدين عن علوم القران و الفرقان و الميزان و الحديد ' وجمودهم على ما اوجبوه على انفسهم من التقليد ؛ جعلهم بمعزل عن الزعامه ' و حرمهم مقام الاسوة و الامامة - فلم يبق لهم شي من الامر و النهي ' و بقوا لا يقصد اليهم في الاستشارة و الرأى - لا يستفتون في ادارة المصالح و درء المفاسد ' ولا يعتمد عليهم في نظام التربية و التعليم في المدارس - فقلت بعدم الثقة بهم ثقة الناس بالدين ' وكثر الفسق في الجاهلين ' و الالحاد و الكفر في المتعلمين - انحلت رابطة جامعته الملیه ' و كادت تنفصم عروة اخوته الروحيه - فسهل على الاعداء تخطفهم شعبا شعبا ' و انتقاص بلادهم فطرا فطرا : ولقد صرفنا في هذا القران ليذكروا ' و ما يزيدهم الا نفورا (۱۸ : ۴۱) وقال الرسول يا رب ! ان قومي اتخذوا هـــذا القران مهجورا (۲۵ : ۳۰) وكاين من قرية عتت عن امر ربها و رسله ' فحاسبناها حسابا شديدا (۶۵ : ۹) و بلوناهم بالحسنات و السيئات لعلهم يرجعون (۷ : ۱۶۷)

۵

فا " لبلاغ " يدعو المسلمين الي اقامة الاركان الاربعة باسم الاسلام ' من حيث يحتجون علي هدمها بالاسلام - و انما غاية ان يكون امر الامة بايدي اهل القران ' و اصحاب الفرقان ' و مقيمي الميزان ' و حملة الحديد ' الذي فيه باس شديد : هذه سبيلى ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (۱۳ : ۱۰۸) فمنهم من يومن به و منهم من لا يومن به' و ربک اعلم بالمفسدين (۱۰ : ۴۰)'

۶

هذا ضرب من ضروب هداية القران ' الذي دعا الى جميع الاصول التي فيها سعادة الانسان - فمن اقام هذه الاركان كلها كان هو المسلم الكامل و ان سمي مبتدعا اوملحدا او دهريا - ومن هدمها كلها كان ملحدا في آيات الله سبحانه وان سمى نفسه مسلما حنيفيا - ومن كان اقرب اليها ' كان حظه من السعادة بمقدار سهمه منها - و متى تنازع شعبان او امتان ' كان الظفر لمن كان اقرب من هذه الاركان ' وهو الاقرب الي هداية القران : فطرة الله التي فطر الناس عليها ' لا تبديل لخلق الله ' ذالك الدين القيم ' ولكن اكثر الناس لا يعلمون (۳۰ : ۳۰)

۷

سيقول السفهاء من الناس ' و اهل الارجاف و الوسواس ؛ ان هذه الدعوة الى هداية القران ' و اقامة الفرقان و الميزان ' هي اجتهاد اقفل بابه في هذا الزمان ' و الداعي اليها عدومبين لاهل الايمان ' وما علينا الا تقليد شيوخنا اهل الفقه و التفسير و العرفان : بل قالوا مثل ما قال الاولون (۲۳ : ۸۳) انا وجدنا آباءنا على امة و انا على آثارهم مهتدون (۴۳ : ۲۳) واذا قيل لهم : اتبعوا ما انزل الله ' قالوا : بل نتبع ما الفينا عليه آبائنا ! اولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون ؟ (۲ : ۱۶۵) ما لهم بذالك من علم ان هم الا يخرصون (۴۳ : ۱۹) فاعرض عنهم وتوكل على الله وكفى بالله وكيلا !(۴ : ۸۳) ومن ها اولاء من يلقي تبعة هلاک المسلمين و ضياع الاسلام ' على عواتق اهل السلطة المتغلبين على الاحكام - و منهم من يوجب الخضوع والتعبد لكل ذى سلطان ' و ان نسخ باستبداده القران والفرقان ' وطغى بظلمه في الميزان ' و يقول بعزة فرعون و هامان - و منهم من يحيل على القضاء والقدر ' و منهم من يقول ليس لها الا المهدى المنتظر - و منهم من يثبت ان هذا من علامات الساعة الكبرى ' و منهم من يصيح " الا اياما معدودات قبل هلاک الدنيا " - فاولائک اعداء القران ' و خصماء العلم و العرفان ' و ان كثيراً من الاحبار و الرهبان ' لياكلون اموال الناس بالعدوان ' و يقعدون بكل صراط يصدون عن سبيل الرحمن ' فمثلهم في الانجيل و مثلهم في القران ' كمثل الحمار يحمل اسفارا (۶۱ : ۵) و ان منهم لفريقا يلون السنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب وما هو من الكتاب ' ويقولون هو من عنــد الله وما هو من عنـد الله ' و يقولون على الله الكذب وهم يعلمون (۳ : ۷۲) ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتاب و يشترون بـــه ثمناً قليلا ' اولائک ما ياكلون في بطونهم الا النار (۲ : ۱۶۹) قل يا اهل الكتاب ! لستم على شي حتى تقيموا التورات و الانجيل و ما انزل اليكم من ربكم (۵ : ۷۲) و منهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني ' و ان هم الا يظنون (۲ : ۷۲) و ان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون (۲ : ۱۴۰)

فعليكم ايها المسلمون و قد اعوزت النجاة ، و اختلفت دعوة الدعاة ، ان تجيبوا داعي الله اذا دعاكم لما يحييكم ، و تكونوا من " حزب الله " المفلحون ، و اولياء الله الغالبون ، و امة يهدون بالحق و به يعدلون (٧ : ١٨٠) الذين تأسوا بهدي الانبياء و الصديقين ، و اقاموا امر الدينا و الدين - و الذين يوحدون بهداية القران المتعددين ، و يجمعون بارشاده المتفرقيـــن - و الذين يوجبون على الامة مقاومة استبداد المستبدين ، كما هدى اليه الكتاب المبين ، و لا يخافـــون لومة لائم و هم اذلة على المومنيـــن ، اعزة على الكافرين - و الذين يصدقون بيوم الدين ، و لا يتخذون الظالمين اولياء من دون المومنين ، و يتولون الله و رسوله و الله يتولى الصالحين - " و الذين يبيتون لربهم سجدا و قياما ، و الذين يقولون : اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما ، و الذين اذا انفقوا لم يسرفوا و لم يقتروا و كان بين ذالك قواما ، و الذين اذا ذكروا بايات ربهم لم يخروا عليها صماً و عميانا " (٢٥ : ٧٤) و الذين هم بشهاداتهم قائمون ، و الذين هم على صلاتهم يحافظون (٧٠ : ٣٥) و الذين عند ربهم لا يستكبرون عن عبادته و به يذكرون و يعقلون ، و الذين يسبحون بكرة و اصيلا و حين تمسون و حين تصبحون - فاولائك كتب في قلوبهم الايمان و ايد هم بروح منه ، و يدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار ، خالدين فيها ، رضي الله عنهم و رضوا عنه ، اولائك " حزب الله " - الا ان حزب الله هم المفلحون (٥٨ : ٢٢)

فيا اهل القران ! اقيموا القران ، و اقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان ! قد غلبتم على ما فرطتم فيه من حقكم ، فنزا على مصالحكم الملاحدة و الفاسقون من ملتكم ، و كانوا هم المنـــافذ والكوى لدخول الفســـاد في ارضكم - تركتم لهم دنياكم ، فطمعوا في دينكم - يريدون اطفاء نوره ، والا حاطة بوليه و نصيره ، فانتبقوا من نومكم ، واتقو الله و اصلحوا ذات بينكم ، وانشروا دعوة الايمان ، واجعلوا امامكم القران : و تعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (٥ : ٢)

يا اهل القران ! ان القران كان حجة لكم ، فصار اليوم حجة عليكم - اخبركم الله فيه ان الارض يرثها عباده الصالحـون ، و ان العـزة لله ولرسوله وللمـومنين و لكـن المنـافقين لا يعلمـون - و انـه وعـد الـــذين امنـــوا منكـم و عملـوا الصـــالحـات ليستخلفنهـم في الارض ، و يمكـن لهـم دينهـم و يبـدل خـوفهـم بالا من ، و بين ذالك بقوله : ما على المحسنين من سبيل ، انما السبيل على الذين يظلمون الناس و يبغون في الارض - فما بال الناس يرثون ارضكم و انتم لا ترثون ارضا ؟ بل لا تحفظون ارثا ؟ و ما بالهم يسلكون كل سبيل للافتيات عليكم ، و ما بالكم تخربون بيوتكم بايديهم و ايديكم ؟ كيف ذهبت عزتكم ، وكيف خضدت شوكتكم ؟ كيف كنتم تاخذون فتحمدون ، فصرتم تعطون فتذمون ؟ الى متى هذه الغفلة ايها الغافلون ؟ ا انتم مصدقون بوعد الله و وعيده ام مكذبون ؟ الم يعدكم الله بان يمكن لكم دينكم الذي ارتضى لكم ؟ بلى ، و لن يخلف الله وعده و انما انتم المخلفون : وما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون (١١ : ١١٧) فهل رضيتم بان تكونوا من الظالمين الباغين ، بعد ان كنتم خير العادلين المصلحين ؟ اليس منكم رجل رشيد ؟ اترضون ان تكونوا ممن نزل فيهم " باسهم بينهم شديد " ؟ الا تتدبرون قوله تعالى : وكذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى و هي ظالمة ، ان اخذه اليم شديد

يا اهل القران ! كنتم خير امة اخرجت للناس ، تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر ، و جعلكم الله امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس - و لكنكم غيرتم ما بانفسكم ، فغير الله ما بكم - فتنبه الوثنيون و انتم غافلون ، و اجتمع اليهود و انتم متفرقون ، و سبق النصارى و انتم متخلفون - فاعتبروا بتاريخ من قبلكم ، و باحوال الامم في عصركم ، و تدبرو القران ، و ما بينه من سنن الله في نوع الانسان ، فقد ان الاوان ، و استدارا الزمان ، و اتصل القريب بالبعيد ، و امتاز الغوى من الرشيد ، ان في ذالـك لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيـــد !

II

جلت قدرة الله تعالى و نفذت مشيته ، و غلب قدره و علت كلمته - جعل الايام دولا ، و جعل للدول و الامم نواميس وسننا ، فلا مبدل لسنته ، ولا محول لنواميس خلقته ، فلا يغرنک املاؤه للظالمين ، و استدارجه للمفسدين : انما يوخرهم ليوم تشخص فيه الابصار (١٤ : ٤٢)

لا ينفع من قدر حذر ، ولا ينفد من محيط سننه سلطان البشر ، فلا يهولنک ما ترى من رسوخ الاستبداد ، و لا يوئسنک ما تشاهد من غلبة الاستعباد و الافساد ، فقد مضت سنة الله بان الشي اذا جاوز حده ، جاوز ضده ، و ان شدة الضغط ، توجب شدة الانفجار : و اذا اراد الله لقوم سوء فلا مرد له و ما له من دونه من وال ! (١٣ : ١١)

لقد صدقنا الله وعده و وعيده ، و ارانا با عيننا مصداق كتابه : ظنوا انهم مانعتهم حصونهم من الله ، فاتاهم الله من حيث لم يحتسبوا و قذف في قلوبهم الرعب ، يخربون بيوتهم بايديهم و ايدي المومنين ، فاعتبروا يا اولى الا بصار ! (٥٩ : ٢)

نعم ، ان في ذالـک لكبرى العبر ، لمن يعقل و يتدبر ، و يتذكر و يتفكر : كلا و القمر ، و الليل اذا ادبر ، و الصبح اذا اسفر ، انها لا حدى الكبر ، نذيراً للبشر ، لمن شاء منكم ان يتقدم او يتا خر ! (٣٧ : ٣٢) فا[illegible] ان ليل الحق قد عسعس ، و صبحه قد تنفس ، و طفق اهله يهبون من رقادهم ، و يمسحون النوم عن اعينهم [illegible] ان اليوم بينهم موذن التوحيد ، و جاء كل نفس معها سائق و شهيد : لقد كنت في غفلة من هذا فكشفنا عنک غطاءک فبصرک اليوم حـــديد (٥٨ : ٢٢)

لقد رخصت النوازل هذه الامة رخصا ، ثم مخضتها النوائب مخضا ، و قد آن ان تخرج زبدها محضا - و ان ذالک لواقع ، ما له من دافع - انهم يرونه بعيدا و لكن نراه قريبا - ان موعد هم الصبح ، اليس الصبح بقريب ؟ (١١ : ٨٤)

و العلماء ! العلماء ! احذروهم و ان خدموا الامة و الدين ' و الصلحاء ! الصلحاء ! اهلكوهم ان كنتم فاعلين - فاولئك حزب الشيطان ' الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون (٥٨ : ١٩)

٩

علمتنا التجارب و الاختبار ' و نطقت مواضي الحوادث و الاخبار ' بان المقلدين من كل امة المنتحلين اطوار غيرها ' يكونون فيها منافذ و كوى لتطرق الاعداء اليها ' و تكون مداركهم مهابط الوساوس ' و مخازن الدسائس - بل يكونون بما اعمت افئدتهم من تعظيم الذين قلدوهم و اسوا بهم و احتقار من لم يكن على مثالهم ؛ شؤماً على ابناء امتهم ؛ يذلونهم ' و يحقرون امرهم ' و يستهينون بجميع اعمالهم - و ان بقى في بعض رجال الامة بقية من الشمم ' او نزوع الى معالي الهمم ؛ انصبوا عليه ' و ارغموا من انفه ' حتى يمحى اثر الشهامة ' و تخمد حرارة الغيرة ' و يصير اولائك المقلدون المضلون ' طلائع لجيوش الغالبين ' و حماة الغازين - يمهدون لهم السبيل ' و يفتحون عليهم الابواب - ثم يثبتون اقدامهم ' و يمكنون سلطتهم ' و يخربون بيوت الامة بايديهم ' ذالك بانهم من الذين نسوا الله فانساهم انفسهم ' اولائك هم الخاسرون ! لا يستوى اصحاب النار و اصحاب الجنة ' اصحاب الجنة هم الفائزون ! (٥٩ : ١٩)

صدق حكيمنا ابن خلدون في قوله : " ان المغلوب مولع ابدا بالاقتداء بالغالب ' في شعاره وزيه ونحلته و سائر احواله و عوائده " نقول ولكنه قلما يقتدي بـه في معالي الامور ' و اسباب القوة التي بها كان غالباً - لان المغلوبين المخذولين يستحوذ عليهم الخمول و الكسل ' و يصيرون عالة على الغالب في عامة شؤنهم ' و هذا معنى قوله تعالى :

ضرب الله مثلاً : رجلين احدهما ابكم لا يقدر على شي وهو كل على مولاه اينما يوجهه لا يات بخير ' هل يستوي هو و من يامر بالعدل وهو على صراط مستقيم ؟ (١٦ - ٧٨) وقد يخدع الغرور اكثر المتفرنجين المقلدين ' فيتوهمون انهم بتقليدهم للا فرنج في اسلوب التعليم ودعوة " القومية " و " الا فرنجية " قد ساروا على طريقهم الى الاستقلال الذاتي و الكمال المدني ' و هيهات هيهات ما يتوهمون - لا تجد اكثرهم الا مخدوعين المخذولين ' و طريق العاملين المستقلين ' غير طريق المقلدين الخاسرين : فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ! (١٦ : ٣٨)

يقولون " التعليم ! التعليم ! التعليم !!! " و يقولون " الاجتماع و الموتمرات ' و الاحزاب والجمعيات " وهـم لا يعرفون حق دالك من باطله ' فنحن نرى فساداً كبيراً و عصيانا مبيناً دخل على الامة من قبل هذه الاشياء وهم لا يشعرون - فالعبرة بروح التعليم و الجمعيات لا بصورها ' والحقيقة فى اساسها لا في اشكالها - و هـذه لا تكـون صالحة مصلحة الا اذا كان القائمون بـهذه الاشياء صالحين مصلحين ' و الهادين المرشدين ' والمومنين الراسخين ' فهل من السهل ان تعرف الامة من عساه يوجد فيها من ها ولاء الرجال فتكل امر الاصلاح اليهم ؟ انى ذالك ؟ و عوامها جاهلون ' و خواصها المتفرنجون و علمائها المقلدون !! ولكن : لا تايئسوا من روح الله ' انه لا يائس من روح الله الا القوم الكافرون !

يا للاسف و يا للعاز ! راجت في سو قنا فتنة الخبيثة الا فرنجيه ' فحلت روابطنا ' و اضعفت جامعتنا ' و مزقت نسيج وحدتنا ' و اغتالت معظم ثروتنا ' و نحن الى الان نتوهم اننا نرقي بذالك انفسنا ' و يغش الذين تفرنجوا منا انهم صاروا ارقي من سائرنا عقولاً ' واعلى اداباً ' و اصلح اعمالا - حتى ان بعض احداث المدارس منهـم يرون انفسهم بتاثير فتنة التفرنج انهم ارقى من سلفنا الصالح الذين فتحوا المـمالـك ' ومصرو الامصار ' ودونوا العلوم و بنوا لنا دالك المجد الذي ساعدنا اعدائنا على هدمه منذ قرون ولما ينهدم كله !! الا ' اننا قـوم جاهلـون مخدوعون مسحورون - نخرب بيوتنا بايدينا ' وايدي اولائك الخادعين لنا - وصل البغي والعدوان علينا الى هذه الدرجة ' ولم تزل الغشاوة كلها عن ابصارنا ' ولا الرين عن قلوبنا - ولا يزال في آذاننا وقر ' وبيننا و بين الحقيقة حجاب ! ولقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن و الانس ' لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بها ' ولهم آذان لا يسمعون بها ' اولائك كالانعام بل هم اضل ' و اولائك هم الغافلون ! (٧ : ١٧٨)

فيا ايها المتفرنجون ! لا تغلوا في تفرنجكم ولا تقولوا على دعاة القران غير الحق ' ولا تتبعوا اهواء قوم ضلـوا فاضلوا ' ولا تتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا - (٣ : ١١٨) ومن يتولهم منكم فانه منهم ' ان الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٥ : ٥٦) و اعلموا ان افرنجيتكم الباطله لا بقاء لـها اذا عارضها اسلامنا الحق - فانما بقاء لباطل في لوم الحق عنه - والعاقبة للمتقين -

١٠

اختلفت عليكم الدعوة ايها المسلمون ' و كل حزب بما لديهم فرحون ' فاجيبوا داعي الله و امنوا به ' يغفر لكم من ذنوبكم و يجركم من عذاب اليم ' و من لا يجب داعي الله فليس بمعجز في الارض و ليس له من دونه اولياء - اولائك في ضلال مبين (٤٦ : ٣٠) و استعينوا بالله و اصبروا ' ان الارض لله ' يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين (٧ : ١٢٥) فله دعوة الحق ' و ما خالفها فهو باطل و فسق - فاتقو الله و اطيعون ' و لا تطيعوا امر المسرفين - ها نحن اولاء قد خرجنا عن استقلالنا الاجتماعي زمناً طويلا ' اطعنا فيه ساداتنا وكبرائنا فاضلونا سبيلا ' و اخذنا الجانب من ناحية سلطتهم اخذا وبيلا ' فما اغنت عنا ذلة العبودية لهم فتيلا ' ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (٧٦ : ٢٩) ولا سبيل اليه الا باتباع هدايته ' والسير على سنته في خليقته : هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني ' و سبحان الله ' و ما انا من المشركين (١٢ : ١٠٨)

سنه ٦١ هجري کي ايک آتش خيز دو پهر ميں خون کي نديوں کي رواني ' تڑپتي هوئي لاشوں کے هنگامۂ احتضار ' اور ظلم و مظلومي ' جرح و مجروحي ' قتل و مقتولي کے هنگامۂ اليم کے اندر سے ناله ساز طلب اور فغاں فرماے دعوة تها !

شديم خاک و ليکن ببوے تربت ما
تواں شناخت کزيں خاک مردمي خيزد !

ليکن اگر يه دعوة درد محض اُس پاني کيليے هے جو نديوں کي جگه آنکهوں سے بہے ' اگر يه طلب غم محض اُن صداؤں کيليے هے جنکا غوغا درختوں کے جهنڈ ' چڑيوں کے گهونسلوں ' درياؤں کے سيران کي جگه انسانوں کي زبانوں سے بلند هو ' اگر يه انتظار الم محض اُس ماتم کيليے هے جو پتهروں کے تکرانے کي جگه انساني دست و سينه کي تکر سے هنگامه ساز هو ' تو اے برادران غفلت شعار ! و اے چشمان خواب آلود ! بلا شبه يه سب کچهه هو چکا ' اور بلا شبه سوال کو جواب ' دعوة کو لبيک ' اور طلب کو مطلوب مل چکا - اگر انسان کا بچه بهوک سے روتا اور روتي کيليے آنکهوں کو سرخ کر ليتا هے ' تو انسانوں کے بڑے بڑے گروه کيوں نہيں آنسو بها سکتے ؟ اگر درختوں کے جهنڈ هوا سے هلکر چند لمحوں کيليے دنيا کو شور و غوغا سے لبريز کر ديسکتے هيں تو آدم کي اولاد اپنے آه و بکا سے کيوں آسمان کو سر پر نہيں اٹها سکتي ؟ اگر بيجان و بے روح پتهر دوسرے پتهر پر گر کر رعد و برق کا هنگامه پيدا کر ديسکتا هے ' تو تم نه روح اور اراده رکهتے هو ' اپنے دستهاے ماتم کناں سے کيوں ايک هنگامه زار دهشت گرم نہيں کرسکتے ؟ کيا تمکو دنيا کي ان انکهوں کي خبر نہيں جو روتي هيں حالانکه انسے ايک آنسو بهي نہيں بها ؟ کيا تم نے اُن زبانوں کے متعلق کچهه نہيں سنا جو چيختي هيں حالانکه آنهوں نے ايک چيخ بهي نه پائي ؟ اور کيا تم نے ان جسموں کا تماشه نہيں ديکها جو ته و بالا هوتے هيں حالانکه انکو ايک تڑپ بهي نصيب نه هوئي ؟ پهر کيا اس غفلت آباد هستي ميں وه دل بهي نہيں هيں جو گو دل هيں ' مگر دل نہيں هيں ' کيونکه دل کي طرح نہيں سونچتے ؟ کيا وه کان بهي نہيں هيں ' جو گو سامع هيں ' مگر کان نہيں هيں ' کيونکه نہيں سنتے ؟ اور کيا ايسي آنکهيں بهي نہيں هيں جو گو بصير هيں ' مگر آنکهيں نہيں هيں کيونکه نہيں ديکهتيں ؟ لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم اذان لا يسمعون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بها ' اولائك کالانعام بل هم اضل ' و اولائك هم الغافلون ! (٧ : ١٧٨) -

پس اے عزيزان من ! درد و الم کي يه پاک دعوتيں صرف اُس رواني آب ' تسلسل صدا ' اور هنگامۂ غوغا هي کيليے نہيں هوتيں جو آنسوؤں ' نعروں ' اور ماتموں کے نام سے ظهور ميں آجائيں - اور اگر انکا يهي مقصد هوتا تو اسکے ليے انسان کي کوئي خصوصيت نه تهي - کتنے هي سمندر پاني سے بهرے هوے هيں ' اور کتنے هي جنگل شور و غوغا سے هنگامه زار هيں - بلکه يه دعوة ' يه پکار ' يه طلب ' يه " هل من مجيب " في الحقيقت اُن آنسوؤں کيليے هے جو صرف آنکهوں هي سے نہيں بلکه دل سے بہيں ' وه ان آهوں کا دهواں مانگتي هے جنکي لَتيں صرف منهه هي سے نہيں بلکه اعماق قلب سے آٹهيں ' وه صرف هاتهوں هي کے ماتم کيليے نہيں پکارتي بلکه دل کے ماتم کي محض ايک صداے حقيقت کيليے تشنه هے - اگر تمهارے پاس اسکے ليے آنکهوں کا آنسو نهو تو اسے کوئي شکايت نہيں ' ليکن آه تمهاري غفلت ' اگر تمهارے پهلوؤں ميں کوئي زخم نهو جس سے پاني کي جگه خون بہے ! اگر تمهاري زبانوں کو درد کي چيخ نہيں آتي تو کوئي مضائقه نہيں ' ليکن آه يه کيا هے که تمهارے دلوں کے اندر حقيقت شناسي کي ايک تپش ' عبرت کي ايک ٹيک ' بصيرت کي ايک تڑپ ' احساس صحيح و حق کا ايک اضطراب بهي نہيں هے ؟

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائده ؟
دو اشک بهي بهت هيں اگر کچهه اثر کريں

الله الله سيد الشهداء مظلوم کي مظلومي ' اور زيا العجب غفلت و ناداني کي بوقلموني ! ! اس سے بڑهکر دنيا ميں " مظلومي " کي مثال اور کيا هو سکتي هے که دشمنوں اور دوستوں ' دونوں نے اسير ظلم کيا - دشمنوں نے اسکي شهادت عظيمه کي عظمت مٹاني چاهي ' مگر دوستوں نے بهي اسکي شهادت کي اصلي حقيقت و بصيرة سے غفلت کي - دشمنوں نے اسپر ظلم کيا کيونکه اسکي مظلومي پر انهيں رونا نه آيا ' پر اُن دوستوں نے بهي ظلم کيا جو گو روے ' مگر اسکي اصلي تقديس و شرف کيليے سچائي اور عمل کا ايک آنسو بهي نه بها سکے - دشمن تو دشمن تهے ' اسليے آنهوں نے اسکي دعوة حق کو مٹانا چاها ' مگر دوست دوست هوکر بهي اسکي دعوة کي پيروي نه کرسکے ! و تراهم ينظرون اليك و هم لا يبصرون (٥٦ : ٨٥)

پس سچا ماتم وهي هے جو صرف هاتهه هي کا نہيں بلکه دل کا ماتم هو ' اور دعوة درد کا اصلي جواب وهي هے جو عبرت و بصيرة کي زبان سے نکلے - تمهاري آنکهيں اس حادثے پر بهت رو چکي هيں ' مگر ابتک تمهارے دل کا رونا باقي هے ' اور اگر رونا هے تو اپنے دل کو رولاؤ ' ورنه صرف آنکهوں کي اُس رواني کو ليکر کيا کيجيے جسميں دل کي اشک افشاني کا کوئي حصه نہيں هے ' حالانکه انسان کي ساري کائنات حيات صرف دل هي کي زندگي سے هے : فانها لا تعمى الابصار ' و لکن تعمى القلوب التي في الصدور :

مجهے يه ڈر هے دل زنده ' تو نه مر جاے
که زندگاني عبارت هے تيرے جينے سے !

آج همارا اجتماع اس ليے هے که اس حادثۂ عظيمه پر غور و فکر کي ايک نئي صف ماتم بچهائيں ' اور اُن حقيقتوں اور بصيرتوں کي جستجو ميں نکليں جنپر آنکهوں کي اشک افشانيوں سے زياده دل کے زخموں سے خون بهتا هے ' اور هاتهوں سے زياده روح پر ماتم طاري هوتا هے : فذکر ' ان الذکرى تنفع المؤمنين !

(حقيقت تذکار مشاهير)

سب سے پهلي چيز جو اس سلسله ميں همارے سامنے آتي هے وه اس واقعه کي يادگار اور اُسکا دائمي تذکار هے -

دنيا ميں هر قوم نے اپنے ماضي کے اُن واقعات و حوادث کي هميشه تعظيم کي هے جنکے اندر قوم و ملک کيليے کوئي غير معمولي تاثير يا عبرت پائي جاتي تهي ' اور هميشه اُن انساني بڑائيوں اور عظمتوں کي ياد کو يادگاروں ' تهواروں ' عمارتوں ' تاريخوں ' قومي روايتوں ' اور قومي مجمعوں کے انعقاد کے ذريعه زنده رکهنا چاها هے ' جنکے اندر خود اُس قوم کي کوئي عظمت اور بڑائي پوشيده هے -

يهي چيز هے جسکو تمام اقوام متمدنه نے " مشاهير پرستي " کے لفظ سے تعبير کيا هے ' اور يهي چيز هے که هر قوم اپني قوميتوں کے بڑے بڑے بانيوں ' مذهبي معلموں ' محب الوطنوں ' اور قومي شهيدوں کي ياد کو کبهي بهي مفقود هونے نہيں ديتي -

هومر نے الينڈ لکهي ' کالڈيا کے حجري کتب خانے (١) ميں

(١) حجري کتب خانه سے مقصود تمدن بابل و کالڈيا کا وه عهد مدني هے جبکه کتابيں پتوں اور درخت کي چهالوں کي جگه پتهر پر کنده کرکے لکهي گئيں ' اور جنکا بڑا ذخيره بابل کے آثار عتيقه ميں موجود هے -

انوار اسلام

خطـــابـۂ الـــم ! !

و

تـــوصيـــۂ شهـــادت !

بعني واقعۂ عظيمۂ شہادت حضرة سيد الشهداء عليه و على ابائه الصلواة و السلام پر ايک درس بصيرة !

جو ايڈيٹر البلاغ نے ۵ محرم الحرام کو مسلم انسٹي ٹيوٹ هال کلکته کے ايک غير معمولي مجلس ميں ديا (۱)

اعوذ بالله من الشيطـــان الرجيـــم :
قال الله تعالى : الحمـــد لله رب العالميـــــن ، الرحمن الرحيم ، مالـــك يوم الدين ، اياک نعبد و اياک نستعين ، اهدنا الصراط المستقيم ، صراط الذين انعمت عليهم ، غير المغضوب عليهـــم ، و لا الضـــالـيـــــن ! .

—o—

شمعها برده ام از صدق بخاک سرِ صدا
تا دل و ديدۂ خونابه فشانم دادند !

برادران عزيز !

آج جس حادثۂ کبری اور شہادت عظمی کے تذکار و درس کيليے هم سب يہاں جمع هوے هيں ' وه وقائع و حوادث اسلاميه کا وه عظيم الشان واقعه هے ' جو تاريخ اسلام کي اولين صدي سے ليکر اس وقت تک اپنے عجيب و غريب نادر ماتم و درد اور حيرت انگيز بقاے ذکر و تاثير کے لحاظ سے نه صرف تاريخ اسلام بلکه تمام حوادث محزنۂ عالم ميں ايک عديم النظير امتياز رکهتا هے - اگر وه تمام آنسو جمع کيے جائيں جو سنه ۶۱ هجري سے ليکر اس وقت تک اس واقعۂ جانسوز پر بہاے گئے هيں ' اگر وه تمام درد آه و فغان سوزاں يکجا کيا جاسکے جو ان تيره صديوں کي لا تعد و لا تحصى اسلامي نسلوں کي صداهاے ماتم کے ساتهه بلند هوتا رها هے ' اگر درد و کرب کي وه تمام چيخيں ' اضطراب و الم کي وه تمام پکاريں ' سوزش و تپش کي وه تمام بيقرارياں ' اکٹهي کي جاسکيں جو اس حادثۂ کبری کي ياد نے هزاروں لاکهوں انسانوں کے اندر هميشه پيدا کي هيں ' تو اے عزيزان ماتم شعار ! کون کهه سکتا هے که خونفشانيهاے حسرت کا ايک نيا اٹلانٹک و اوقيانوس سطح ارضي پر بهه نه جائيگا ؟ درد و آه و فغاں کي هزار ها بهٹياں بهڑک نه اٹهيں گي ؟ اور درد و الم کي چيخوں ' حسرت کي صداؤں ' تڑپ کي بے چينيوں کے هنگامۂ خونيں سے تمام عالم ايک شور زار نالۂ و بکا نه بن جائيگا ؟

تاهم ميں جو پيام پہنچانے کيليے آج آيا هوں ' وه اس تذکره سے بالکل مختلف هے - ميں غم و الم کي شدت و کثرت کے اعتراف کي تاريخ نهيں هوں ' بلکه اس عديم النظير شدت و کثرت کے بعد بهي آنسوؤں کي طلب هوں ' آهوں کي صدا هوں ' بيقراري کي پکار هوں ' اضطراب کي دعوة هوں ' اور آه ! آه ! اے صد هزار آه و حرماں ' که غم کيليے بهوکا هوں اور درد و الم کيليے يک قلم پياس هوں - پس ميں آج اُن آنکهوں کا تذکره نهيں کرتا جو بهت رو چکي هيں ' مجهے اُن آنکهوں کا سراغ بتلاؤ جو اب بهي رونے کيليے نم آلود هيں ' ميں اُن دلوں کي سرگذشت نهيں سناتا جو تڑپتے تڑپتے تهک چکے هوں ' ميں اُن دلوں کي تلاش ميں نکلا هوں جو اب بهي تہه و بالا هونے کيليے مضطرب هيں ! مجهے اُن زبانوں سے کيا سروکار جنکو فغاں سنجي هاے ماضي کا ادعا هے ؟ آه ' ميں تو اُن زبانوں کيليے پکار رها هوں جنکے اندر غم و ماتم کي بهٹياں سلگ رهي هيں ' اور انکا دهواں آج بهي کائنات نشاط ناداني کي اس تمام فضاء غفلت کو مکدر کرديسکتا هے ' جسکو عيش و عشرت کے قهقهوں ميں درد و عبرت کي ايک آه بهي نصيب نهيں !

نه داغ تازه مي خارد ' نه زخم کهنه مي کارد !
بده يارب دلے 'کيں صورت بيجاں نمي خواهم !

(دعوة درد)

هاں ' يه سچ هے که رونے والے اسپر بهت روے ' ماتم کرنے والوں نے ماتم ميں کمي نه کي ' آه و ناله کي صداؤں نے هميشه هنگامۂ الم کي مجلس طراز ياں کيں ' اور يه سب کچهه ابتک اتنا هوچکا هے ' جتنا آجتک شايد هي دنيا کے کسي حادثۂ غم کو نصيب هوا هو - تاهم تم يقين کرو که با ايں همه اس حادثۂ عظيمه کي دعوة اشک و حسرت ابتک ختم نهيں هوئي هے - بلکه کها جاسکتا هے که اسکي دعوة درد کے اندر جو حقيقي طلب تهي ' وه ابتک لبيک کے سچے استقبـــال سے محـــروم هے - تيره صدياں مع اپنے دوران محرم و عـــشرۂ ماتم کے اسپـــر گذر چکي هيں ليکن ابتک خاک کربلا کے وه ذرات خون آشام ' جنکو آج بهي اگر نچوڑا جاے تو خون شهادت کے مقدس قطرے اس سے ٹپک سکتے هيں ' بدستور آنسوؤں کيليے پکار رهے هيں ' خونفشانيوں کيليے داعي هيں ' آه و فغاں کيليے تشنه هيں ' اضطراب و التهاب کيليے بيقرار هيں ! ' اور فضاء ريگ زار کرب و بلا کا ايک ايک گوشه ابتک ديده هاے اشک افشاں ' جگرهاے سوخته ' دلهاے دردمند اور زبانهاے ماتم سرا کيليے اسي طرح چشم براه هے ' جسطرح

(۱) جيسا که قاريين کرام کو معلوم هے ' يه عاجز تحريري تقريروں کا بالکل عادي نهيں - حتى که تقرير کے وقت کسي طرح کے نوٹ يا اشارات بهي پيش نظر نهيں رکهتا - محض اپنے حافظه اور پيش نظر مطالب کے اعتماد پر کهڑا هو جاتا هوں ' اور پهر جو کچهه الله تعالى زبان پر جاري کر ديتا هے وهي تقرير هوتي هے - پس يه لکچر بهي محض زباني تها ' ايک عزيز نے اپنے شوق سے اسکے کچهه نوٹ مرتب کر ليے تهے - وه اس وقت ديکهه ليے هيں اور انهي کو ايک مرتب مضمون کي شکل ميں تحرير کرديتا هوں - ورنه ظاهر هے که تقرير کا اصلي انداز ترتيب يا طرز درس و خطاب تحرير ميں کب لايا جا سکتا هے ؟

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخــلاق پر

(۲)

اجتماع و انضمام کی حالت میں اگرچہ افراد کی خصوصیات فنا ہو جاتی ہیں اور ایک مستقل اجتماعی قوت پیدا ہو جاتی ہے، لیکن یہ سدہ اینٹیں کب تک دیوار کو قائم رکھہ سکتی ہیں؟ بالآخر افراد کی مخفی خصوصیت نمایاں ہوتی ہے، اور یہ شیرازہ دفعۃ درہم برہم ہو جاتا ہے - سنہ ۱۸۷۰ کی شکست نے فرانسیسیوں کے جذبات شجاعت کو بالکل پامال کردیا تھا - اوس کے بعد اگرچہ مظاہرے، شورش، تعلیم، اور مختلف انقلابات نے اونکے خون کو بہت کچھہ گرم کردیا، تاہم میدان جنگ میں وہ اپنے قدیم داغ کو نہ چھپا سکے، اور باوجود تراکم افواج و تعاضد حلفاء، اپنی کھوئی ہوئی شجاعت کو واپس نہ بلاسکے -

متصل ذلت آمیز شکستوں کا اثر کبھی کبھی اسقدر مستقل ہو جاتا ہے کہ روحانی طاقت بھی بہ مشکل اوسکو مٹاسکتی ہے - یہودیوں کو بار بار کی شکست اور ایک زمانۂ ممتد کے اسر و غلامی نے اسقدر بزدل بنادیا تھا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے بیت المقدس میں اونکا فاتحانہ داخلہ کرانا چاہا تو اون کی رعد آسا آواز، اور بیت المقدس کی مذہبی عظمت بھی یہودیوں کے دلوں کو نہ گرما سکی اور اونہوں نے صاف صاف کہدیا:

یا موسی انـا لن نـدخلهـا ابدا ما داموا فیهـا، فاذهب انت و ربك فقاتلا، انا ههنا قـاعـدون (۶ : ۲۷)	اے موسی! جب تک وہ طاقتور لوگ بیت المقدس میں لڑنے کیلیے موجود ہیں، ہم کبھی بھی اوس میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھہ جاؤ اور لڑو، ہم اسی جگہ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھینگے -

لیکن عرب کی کبھی شکست نہ کھانے والی طاقت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیک ٹھیک ایک ایسے ہی موقع پر یہ جواب دیا تھا:

لا نقـول کما قال قوم موسی " اذهب انت و ربك فقاتلا " و لکنا نقاتل عن یمینـك، و عن شمالك، و بین یدیـك و خلفـك (بخاری)	یا رسول اللہ! ہم آپکو وہ جواب نہ دینگے جو موسی کی قوم نے موسی کو دیا تھا کہ تم اپنے خدا کے ساتھہ جاؤ اور لڑو، بلکہ ہم آپ کے دائیں، آپ کے بائیں، آپ کے آگے، آپ کے پیچھے، غرض ہر طرف سے جمع ہوکر اور قدم بقدم ہوکر لڑینگے - اور اپنی جانوں کو آپ پر نثار کرینگے!

دراصل یہی وہ اختلاف حالت ہے جس سے " امۃ مسلمہ " اور " خیر الامم " اور " شہـداء علی الناس " کی حقیقی خصوصیات واضح ہوتی ہیں، اور یہی وہ خصائص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو " مغضوب علیهم " یعنی یہود، اور " الضالین " یعنی نصاری کی راہ سے الگ کرکے " الذین انعم اللہ علیهم من النبیین و الصدیقین " کی صراط مستقیم پر قائم کردیا تھا - اور یہی انکی وہ فضیلت مخصوص ہے جسکی بنا پر زبان الہی نے مغضوبیت کی جگہ محبوبیت کا مرتبۂ اعلی انہیں عطا کیا اور فرمایا: یحبهم و یحبونه - خدا انکو پیار کریگا اور وہ خدا کو پیار کرنے والے ہونگے: رضی اللہ عنهم و رضوا عنه - وہ گذشتہ اقوام کی طرح مغضوب و مبغوض کیونکر ہوسکتے ہیں حالانکہ انکے ایثار و قربانی و ابتغاء مرضات اللہ کی وجہ سے خدا انسے راضی ہوا اور وہ اللہ کی بخشی ہوئی خلافت و وراثت ارضی پاکر خدا سے راضی و خوشحال ہیں!

لیکن اس قسم کی مستقل شجاعت کبھی کبھی عارضی شکست بھی کھا جاتی ہے - مگر اس حالت میں بھی صرف فوج ہی کی جمعیت کو صدمہ پہنچتا ہے - دل مضبوط و استوار رہتا ہے - غزوۂ احد میں ابتلاء الہی نے صحابہ کو منہزم کردیا تھا - لیکن اونکی جانبازی میں کوئی فرق نہیں آیا - وہ اوسی طرح آنحضرت پر پروانہ وار فدا ہوتے رہے جسطرح غزوۂ بدر میں فدا ہورہے تھے - چنانچہ آنحضرت نے جب ایک موقع پر گردن بلند کرکے کفار کی جمعیت کو دیکھنا چاہا تو ابو طلحہ کے جوش فدویت نے آپ کو یہ کہکر روکا:

لا تشرف یصیبك سهم من سهام القوم نحری دون نحرک (بخاری)	آپ سر اوٹھا کر نہ دیکھیے، ایسا نہ ہو کہ آپکے کوئی تیر لگ جائے - ابھی تو میرا سینہ آپ کے سینہ کیلیے سپر ہے،

(۴)

محاسن اخلاقی میں باہم ایک سلسلہ ربط و اتحاد کا ہوتا ہے، اسلیے ایک خلق دوسرے خلق کو پیدا کرتا ہے - اگر ایک شخص میں فیاضی کا مادہ ہے تو وہ فطرتاً رحمدل اور رقیق القلب بھی ہوگا - اگر کوئی شخص بخیل ہے تو سنگدلی اوسکے لیے لازمی ہے - یہی حال شجاعت و بزدلی کا بھی ہے - اونکے نتایج و آثار صرف میدان جنگ ہی میں نظر نہیں آتے - وہ ایک سلسلۂ اخلاق پیدا کردیتے ہیں، جسکا اثر ملک و قوم کی زندگی کے ہر شعبہ میں نظر آتا ہے - ایک جنگجو اور بہادر قوم بالطبع اولوالعزم، بلند حوصلہ، باضابطہ، مشقت پسند، اور فیاض طبع ہوتی ہے - اسلیے وہ اولوالعزمانہ سیر و سیاحت کرتی ہے، علمی تحقیقات میں مختلف ملکوں کی خاک چھانتی پھرتی ہے، فقر و فاقہ اوسکے عزم و ارادہ میں خلل انداز نہیں ہوسکتے - وہ اپنی دولت کو مفید کاموں میں بیدریغ صرف کرتی ہے - لیکن بزدلی انسان میں عورتوں کی خصوصیات پیدا کردیتی ہے، اسلیے غیر جنگی اقوام فنون لطیفہ کی طرف اپنا میلان ظاہر کرتی ہیں - رقص و سرود میں اونکو لطف آنے لگتا ہے - شب و روز عیش پسندی میں مصروف رہتی ہیں - جامہ زیبی اونکی فطرت بن جاتی ہے - تمام ضروری کاموں کو چھوڑ کر ملاہی و ملاعب ہی میں مشغول ہو جاتی ہیں -

اسلام جن اولوالعزم بزرگوں کی ذات پر ناز کرتا ہے، وہ وہی لوگ تھے جو فوجی روح کو زندہ کرکے خود فنا ہوگئے - چنانچہ امتداد زمانہ کے ساتھہ جسقدر یہ روح پژمردہ ہوتی گئی، اسیقدر مسلمانوں میں عیش پرستی کا میلان ترقی کرتا گیا - مسلمانوں کو بغداد کے تمدن و علوم و فنون پر بڑا ناز ہے، لیکن وہ بھی سلاطین کی بزم طرب کا ایک گلدستہ تھے - ہمارے نزدیک یہ کوئی فخر کی چیز نہیں بلکہ ایک حدیث نبوی جو امام بخاری نے صدہا میلوں کا سفر کرکے حاصل کی، دراصل اون تمام علوم سے بدرجہا زیادہ بیش قیمت ہے -

(۵)

شخصی حالتوں میں اگر ایک شہری پر کوئی شخص حملہ کردے تو پولیس اوسکی حفاظت کریگی - لیکن اگر اوسی شخص کو میدان جنگ میں کھڑا کردیا جائے تو اوسکو صرف اپنی ہی حفاظت نہیں کرنی ہوگی، بلکہ وہ دوسرونکی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہوگا - میدان جنگ سے فرار اسی بنا پر عار بلکہ جرم خیال کیا جاتا ہے - انسان کو جو جذبہ اپنے ساتھہ دوسرے کی اعانت

وہ ابنتیں رکھی گئیں جن پر نامـــوران ملت کے مناقب و معاهد کندہ تھے ' عرب جاهلیتة نے اپنے سلسلۂ انساب کا ایک حرف ضائع ہونے نہ دیا اور ذو المجیہ اور عکاظ میں اسلاف کے مفاخر و معالی کی داستانسرائی قائم کی - مصریوں نے ایسے ایسے مینار بنائے جو هزاروں برسوں کے بعد بھی اپنی تعمیر اولین کی طرح محکم و استوار هیں ' اور پھر انکے اندر اپنے نامورون کی لاشوں کو حنوط (ممی) کرکے محفوظ کردیا - هندوستان نے مہابھارت کے معرکے او قومی روایتوں میں داخل کردیا ' اور والمیک کی سحر طرازیوں نے نسلی مفاخر کی روح کو بژمردگی سے بچایا - اقوام قدیمه کے یه تمام اعمال صرف اسی حقیقت کیلیے تھے که اسلاف و مشاهیر کی یاد زندہ و قائم رکھی جاے -

آج اوونلوس کا بحری مسافر واشنگٹن کے بت کو ساحل امریکه دیکھتا دور سے نکار اٹھتا ہے ' یورپ کے بڑے بڑے شہروں اور انکی مشہور بوابادوں کی شاهراهوں اور باغوں میں جابجا سنگی بت نصب نظر آتے هیں ' شیکسپیر کا مولد اتنک قائم ہے ' ملٹن کی میز کو مرنے نہیں دیا جاتا ' جانسن کے آثار اب بھی هر شخص دیکھه سکتا ہے - مدلان میں ایک جگه یه سنگی کتبه تم پڑھوگے : " پاک مدزبدی نے یہاں اپنا بچپن گذارا تھا "

یه سب کچهه بھی اسی مشاهیر پرستی کی ایک زیادہ خوشنما و دلفریب شکل ہے ' جو پہلے محض قومی روایتوں اور افسانه طرازیوں کے ذریعه قائم رکھی جاتی تھی -

لیکن یه امر بالکل ظاهر ہے که اس تذکار و یادگار کا اصلی مقصد کسی واقعه کو محض یاد رکھنا ' یا کسی نام کو فراموش نه ہونے دینا هی نہیں تھا ' بلکه کچهه اور هی مقصد تھا - کیونکه اگر یہی مقصد ہوتا تو اسکے لیے کسی خاص نام ' کسی خاص واقعه ' کسی خاص حادثه میں کوئی ممتاز خصوصیت نه تھی - پچھلوں کو اگر محض یاد هی رکھنا ہے ' تو اسکے لیے بڑا اور چھوٹا ' ادنی و اعلی ' نیک و بد ' سب یکساں هیں - کونسی وجه ہے که کارتھیج کے مشہور هنی بال کو یاد رکھا جاے ' اور تیٹس کو یاد نه رکھا جاے جو اسی عہد میں گذرا تھا ؟

سو وہ اصلی روح حقیقت جو اجتماع انسانی کی اس سب سے زیادہ پرانی رسم کے اندر کام کر رهی ہے ' دراصل ناموں ' وجودوں ' شخصیتوں ' اور محض تذکرۂ و یاد آوری سے تعلق نہیں رکھتی ' بلکه اس سے اصلی غرض یه تھی که جو اعمال حسنه ' عزائم مهمه ' نتائج عظیمه ' اور بصائر و مواعظ جلیله اُن مشاهیر اور نامورون کی زندگی سے وابسته هیں ' اور جنکی یاد اور تذکرہ کے اندر قوموں اور ملکوں کیلیے سب سے زیادہ موثر اور نافذ دعوة عمل و اتباع ہے ' انکی یاد کو همیشه حي و قائم رکھا جاے ' اور مختلف ذریعوں سے ایسے مواقع بہم پہنچاے جائیں جنکی وجه سے کبھی بھی آینده نسلیں ان اعمال حسنه کے نمونوں کو اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نه دیں -

پس یادگار دراصل انسانی افراد کی نه تھی ' بلکه انسان کے بہترین اعمال کی تھی ' اور تذکرۂ و یاد آوری شخصوں اور حادثوں کی نه تھی ' بلکه اُن سچائیوں کی تھی جو وہ اپنی زندگی کے اندر رکھتے تھے - خدانے ذات کی بڑائی اور عظمت صرف اپنی هی کبریائی کیلیے مخصوص کرلی ہے ' اور دنیا کو جو کچهه دیا گیا ہے ' وہ صرف " عمل " کی بڑائی ہے - دنیا میں کوئی انسان بڑا نہیں هو سکتا ' اسلیے که بڑا صرف ایک هی ہے ' اور وہ فاطر السماوات و الارض ہے - البته " عمل " بڑا هو سکتا ہے ' اور اسکی بڑائی سے اُسکے حامل کے اندر بھی نسبتی اور اضافی بڑائی آجاتی ہے - پس ساری تعظیمیں ' ساری تقدیسیں ' هر طرح کا احترام و شرف جو دنیا میں کیا جاسکتا ہے ' یا تو خدا کیلیے ہے ' یا پھر خدا کی سچائی اور اسکے قرار دیے ہوے اعمال حسنه کیلیے - خود انسان کی ذات کا اسمیں کوئی حصه نہیں : الحمد لله رب العالمین میں " الحمد " کے الف لام کا یہی مطلب ہے جسے میں نے آغاز تقریر میں تلاوت کیا - اور : انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ' ان اکرمکم عند الله اتقاکم (۴۹ : ۱۳) سے اسی پر روشنی پڑتی ہے اور : یریدون ان یحمدوا بما لم یفعلوا (۳ : ۱۸۸) (یه بدبخت چاهتے هیں که انکی تعریف و ثنا ان اعمال کیلیے کی جاے جو انہوں نے نہیں کیے - حالانکه " حمد " کا استحقاق تو اعمال هی کو تھا) اسی کی مزید توضیح کرتا ہے : وما یعقلها الا العالمون ! (۲۹ : ۴۳)

(ایک عالمگیر غلطی)

لیکن دنیا کا خسران صرف اسی میں نہیں ہے که وہ سچائی کی طرف نہیں بڑھتی ' بلکه اس سے بھی زیادہ یه که بسا اوقات اسکی جانب قدم تو اٹھاتی ہے ' پر ایسا ہوتا ہے که راہ هی میں گم ہوجاتی ہے ' اور جسطرح اسکی طرف نه چلکر اس سے محروم تھی ' ٹھیک ٹھیک اسی طرح اسکی طرف چلکر بھی محروم رهتی ہے - کیا تم نہیں دیکھتے که قران حکیم نے انسان کے نقصان و خسران کے جو مختلف حالات بیان کیے هیں ' ان میں سے ایک زیادہ عام اور زیادہ پیش انے والی حالت کیلیے " ضلالت " کا لفظ اختیار کیا ہے - اور اسی سورۂ فاتحه میں (جسکے ما تحت آجکی تقریر ہے) " مغضوب علیهم " کے ساتھه ایک اور گروہ کا باسم " الضالین " تذکرہ کیا گیا ہے - " ضلالت " کا ٹھیک ٹھیک ترجمه تم کو معلوم ہے که " گم راهی " اور " راستے میں بھٹک جانے " کے هیں - اسی لیے متحیر اور غیر متعین نظر رکھنے والے پر بھی " ضال " کا اطلاق ہوتا ہے کیونکه کوئی متعین راہ اسکے سامنے نہیں ہوتی - پس قران کریم نے نوع انسانی کی بد حالی و تباهی کی سب سے بڑی عام حالت کو اسی لفظ سے تعبیر کیا ' اور اسمیں بڑا نکته یه ہے که بسا اوقات انسان کو اٹھنے اور چلنے سے انکار نہیں ہوتا - وہ سفر تو کرتا ہے - پر ہوتا یه ہے که منزل مقصود کی حقیقی شاهراہ اس پر نہیں کھلتی ' اور وہ راہ هی میں بھٹک کر رهجاتا ہے - نتیجه یه نکلتا ہے که باوجود چلنے کے منزل مقصود سے اسی طرح محروم رهتا ہے ' جس طرح وہ شقی و جاحد محروم رها ' جس نے چلنے کا قصد هی نہیں کیا تھا - یہی حقیقت اصطلاح قرانی میں " حبط اعمال " کی ہے جسپر جا بجا مختلف پیرایوں میں زور دیا گیا ہے که فحبطت اعمالهم (۱۸ : ۱۰۴) (انکی تمام محنتیں ' کوششیں اور راهروی کی مشقت بالکل اکارت گئی ' اور اسکا کوئی پھل انہیں نه ملا)

چنانچه اس " ضلالت " عمل کی ایک عمدہ مثال دنیا کی عالمگیر " مشاهیر پرستی " بھی ہے جو مقصد کے لحاظ سے ایک نہایت اهم ' عظیم المنفعة ' حیات پرور ' اور سعادت بخش حقیقت تھی ' لیکن با ایں همه اس بارے میں همیشه قوموں نے غلطی کی ' اور اکثر حالتوں میں سخت ٹھوکر کھائی - وہ دنیا کی عالمگیر ضلالت کبری جو اسکے هر عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی اور ظواهر و رسوم کی اس سے پوجا کراتی ہے ' افسوس که اس حقیقت کیلیے بھی هلاکت بخش ہوئی ' اور گمراهیوں اور حقیقت نا شناسیوں سے اسطرح اس عمل عظیم کو آلودہ کردیا گیا که بسا اوقات هدایت کی جگه ضلالت کا ایک بہت بڑا پتھر ثابت ہوئی !

(بقیه آینده)

لــكان لي مضطـــرب واســع
في الارض ذات الطول و العــرض

میرے لیے ایک فراخ میدان لمبی چوڑی زمیں میں ہوتا ، اور وہاں میں ازادانہ اپنی قوتوں کی نمایش کرتا -

و انمـــا اولادنـــا بيـــنـنا
اكبـــادنـــا تمشي علـــي الارض

ہمارے بچے ہمارے لخت جگر ہیں ، جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں -

(۷)

یہ اخلاقی جزئیات تھے - انکے علاوہ کلی طور پر بھی جنگ ایک قوم کے نظام اخلاق کو بدل کر اسکی جگہ دوسرا سلسلۂ اخلاق قائم کر دیتی ہے - جنگ کی وجہ سے انسان اپنے وطن سے نکل کر دوسرے ملکوں کے حدود میں قدم رکھتا ہے ، اور فاتحانہ ثمرات کی حرص اور ظفرمندانہ جاہ و اقتدار کا ولولہ اسکو وہیں روک لیتا ہے - رفتہ رفتہ وہ وہیں مستقل سکونت اختیار کر لیتا ہے اور اسی ملک کے رسم و رواج کا پابند ہو جاتا ہے - پھر آہستہ آہستہ تعلقات بڑھتے ہیں ، اور اوسی ملک میں نکاح و ازدواج کا سلسلہ بھی قائم ہو جاتا ہے - اب جو اولاد ہوتی ہے ، اسکی رگوں میں خالص خون نہیں ہوتا - وہ دو عنصروں سے مرکب ہوتی ہے - اسطرح بتدریج اختلاط نسب ہو جاتا ہے اور چند پشتوں کے بعد فاتح کا اصلی نسب نامہ بالکل گم ہو جاتا ہے -

اس اختلاط نسب کا صرف یہی نتیجہ نہیں ہوتا کہ ایک خاندان اپنے نام و نشان کو کھو دیتا ہے ، بلکہ اس قبیلہ ، اس خاندان اور اوس ملک کی تمام مخصوص اخلاقی خصوصیات فنا ہو جاتی ہیں اور انکی جگہ ایک نیا نظام اخلاق پیدا ہو جاتا ہے - اگر دنیا میں نسلی اور وطنی امتیازات کوئی مفید جوہر ہیں تو جنگی زندگی کی وسعت کا بلا شبہ یہ نقص ہے - لیکن اگر انسان کیلیے چاہیے کہ وہ تمام کرۂ ارضی کو اپنا وطن اور تمام انسانی نسلوں کو اپنا گھرانا سمجھے ، تو پھر یہ انسان کی وہ مشکل ترین متاع مطلوب ہے جو صرف جنگ ہی کی روشنی میں مل سکتی ہے -

یہ ایک عجیب بات ہے کہ مفتوح قوم پر ہمیشہ فاتح کی وضع ، لباس ، اخلاق و عادات کا اثر پڑتا ہے - لیکن ازدواجی تعلقات کی حالت میں ہمیشہ مفتوحہ قوم کی بی بی ، فاتح شوہر پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے ، اور اسکو اپنے رنگ میں رنگ دیتی ہے !

اہل عرب جب تک حدود عرب میں باہم سرگرم کار زار رہے ، انکا نسب ، اور نسب کے ساتھ انکا نظام اخلاق بھی محفوظ رہا - لیکن ابتداے اسلام میں جب انکے فاتحانہ حوصلوں نے حدود حجاز سے باہر قدم رکھا ، تو دفعۃً انکی تمام عربی خصوصیات معدوم ہو گئیں - عرب جاہلیۃ کا سب سے بڑا مایۂ فخر یہ تھا کہ وہ اپنے نام و نسب کو ازبر یاد رکھتے تھے ، اور اپنے آپ کو فخریہ اپنے قبیلہ کی طرف منسوب کرتے تھے - جب فتوحات اسلامیہ کا سیلاب دوسرے ملکوں کی طرف بڑھا ، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اختلاط نسب کا خطرہ پیدا ہوا - انھوں نے اہل عرب کو سخت تاکید کی کہ اپنے نام و نسب کو یاد رکھو ، اور ملک شام کے دیہاتی نہ بن جاؤ کہ جب اون سے انکا نام و نسب پوچھا جاتا ہے تو اپنے گانوں کا نام بتاتے ہیں - لیکن فطرت سے کون جنگ کر سکتا ہے ؟ آخر کار اختلاط نسب ہوا ، اور قبیلہ کے بجاے اب فوجیں اون مقامات کی طرف منسوب ہونے لگیں ، جہاں جنگ کی ضرورت اور سرحد کی محافظت کیلیے وہ مقیم رہتی تھیں - عربی میں " جند " فوج کو کہتے ہیں - اسلام کے مفتوحہ ممالک کے نقشے میں متعدد نام اسی انتساب کے ساتھ مشہور ہیں - مثلاً جند قنسرین ، جند دمشق ، جند عواصم - ان ناموں نے اگرچہ عرب کی فوجی طاقت کے مستقل اثر کو اب تک زندہ رکھا ہے ، لیکن اس ترکیب اضافی نے آگے چل کر عرب کے نام و نسب کو بالکل مٹا بھی دیا ، اور نسب صریح جن نسلی اخلاق کی محافظت کرتا ہے ، وہ بالکل معدوم ہو گئے -

یہ ایک نہایت اہم دینی و اجتماعی مبحث ہے کہ اسلام نے عرب جاہلیۃ اور تمام اقوام عالم کی نسلی حیثیت کو مٹا کر ایک عالمگیر اور بین الملی برادری قائم کی ، لیکن اسکے ساتھ ہی جسقدر عمدہ خصائص قومی و نسلی زندگی میں ہو سکتے ہیں ، ان سب کو مذہبی رابطہ قائم کرکے مذہب کی بنا پر پیدا بھی کر دیا ، اور اسطرح وہ عمدہ خصائص قومی و ملکی حدود سے نکلکر انسانیت کا عام جوہر بنگئے - لیکن اس مبحث کو ہم ابھی نہیں چھیڑینگے -

(۸)

لیکن فاتح ایک دوسری حیثیت سے مفتوح قوم کے اخلاق و عادات پر بھی اثر ڈالتا ہے - انسان صرف قوت ہی کے آگے سر جھکاتا ہے - اسلیے جب کوئی قوم اوسپر غالب آ جاتی ہے تو اوس کو فطرتاً اسکے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - رفتہ رفتہ یہی خوش اعتقادی اوسکو فاتح کی تقلید پر مجبور کرتی ہے ، اور وہ وضع ، لباس ، اخلاق ، عادات ، نشست ، برخاست ، غرض ہر چیز میں فاتح ہی کے نقش قدم پر چلتا ہے - اور اسطرح ایک عظیم الشان تمدنی اور اخلاقی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے :-

تاریخ اسلام میں سیکڑوں واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فتوحات کے سیلاب نے بہت سی قوموں کو دفعۃً بالکل بدل دیا - ہندوستان میں ہیئت کے نیچے جو چھپے ہوے سر نشۂ غرور تفرنج و فرنگی مآبی میں بدمست نظر آتے ہیں ، جب اونکو ہوش آئیگا تو معلوم ہوگا کہ وہ عقل و بصیرۃ کی جگہ ایک ایسا ذلیل ترین دماغ رکھتے ہیں ، جو در پردہ اپنے ضعف اور دوسری قوموں کی قوت کا مہلک اعتراف کر رہا ہے - بلکہ یہی انجذاب قومی ہے جو انکی جبین نیاز کو اکثر اونکی چوکھٹ پر جھکا دیا کرتا ہے -

یہ انقلاب اگرچہ بظاہر اپنے اندر بہت سی اخلاقی خوبیاں بھی دکھلاتا ہے ، یعنی فاتح قوم کے دل و دماغ جن اعلی جذبات سے لبریز رہتے ہیں ، مفتوح قوم بھی اونہیں کو جذب کرنا چاہتی ہے ، لیکن سیلاب جب آتا ہے تو گوہر و مرجان سے زیادہ اپنے ساتھ خس و خاشاک کا ڈھیر بہا لاتا ہے اور اپنی یادگار میں اوسیکو چھوڑ کر آگے چلا جاتا ہے - زمین کے حصے میں صرف یہی ڈھیر آتا ہے - اور ایسے خوش قسمت بہت کم ہوتے ہیں جو صرف گہر و مرجان سے اپنے دامن و جیب کو بھر لیتے ہیں -

فاتحانہ حیثیت سے اخلاقی و تمدنی انقلاب بھی بالکل اسی طرح اضطراری طور پر ہوتا ہے ، اسلیے انسان کی قوت انتخاب بالکل بیکار ہو جاتی ہے ، اور فاتح جو کچھہ دیدیتا ہے ، اوسیکو جبراً قبول کر لینا پڑتا ہے - اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مفتوح قوم فاتح قوموں کی تقلید میں سیکڑوں غیر ضروری ، غیر مفید ، بلکہ مضر چیزیں اختیار کر لیتی ہے - اور خس و خاشاک کے ڈھیر میں صدف و گوہر بالکل چھپ جاتا ہے -

فاتح قوم کی جو خوبیاں مفتوح قوم میں منتقل ہوتی ہیں انکا اثر صـــرف چند مخصوص افـــراد ہی میں نمایاں ہوتا ہے - ہندوستان میں کوٹ پتلون پہن کر چلنے پھرنے والے ہر سڑک پر نظر آسکتے ہیں ، لیکن انگریزوں کا سا اعلی کیرکٹر اور قومی حمیت تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی یکسر مفقود ہے -

و تعاون پر آمادہ کرتا ہے' اوسیکا نام عصبیت ہے - وہ فطرتاً ہر شخص میں موجود ہے - ایک بھائي اپنے بھائي کي مصیبت نہیں دیکھہ سکتا - بیٹا باپ کي ذلت برداشت نہیں کرسکتا -

لیکن عصبیت کا کامل ظہور صرف زمانۂ جنگ ھي میں ہوسکتا ہے - یہي وجہ ہے کہ جو قومیں ہمیشہ امن و سکون کي زندگی بسرکرتي ھیں ' اون میں بہت کم عصبیت پائي جاتي ہے - ایک متمدن شہري باشندے کو اپنے بھائي سے زیادہ پولیس پر اعتماد ہوتا ہے - لیکن ایک وحشي انسان پولیس کي اعانت سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتا ' اسلیے وہ خود ھي اپني حفاظت کرتا ہے - اور ہمیشہ اپنی قوم کي اعانت پر آمادہ رہتا ہے -

متواتر جنگ جذبۂ عصبیت کو ابھارتي رھتي ہے ' اور متصل امن و سکون اس آگ کو بجھاتا رھتا ہے - اسي لیے جو قومیں جنگجو ھوتي ھیں ' اون میں شدت کے ساتھہ عصبیت پائي جاتي ہے - لیکن جن قوموں کو میدان جنگ میں جانے کا موقع نہیں ملتا اون میں یہ روح بہت کم پائي جاتي ہے - ایک متمدن شخص میدان جنگ کے اندر اپني حفاظت میں مصروف رھیگا ' لیکن ایک جنگجو قوم کا فرد اپنے بھائي کي حفاظت کو اپني ذات پر مقدم رکھیگا - اس قسم کي عصبیت اگرچہ حقیقي طور پر متحد النسب لوگوں میں پائي جاتي ہے ' لیکن معاھدے اور مختلف سیاسي تعلقات کے ذریعہ سے دو حلیفوں میں بھي پیدا ھوسکتي ہے ' اور یہ مصنوعي عصبیت زمانۂ جنگ ھي کیلیے پیدا کي جاتي ہے -

عصبیت اپنے اندر محاسن اخلاق کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتي ہے - وہ خود غرضي کو بالکل مٹا دیتي ہے - ایثار نفس کي تعلیم دیتي ہے - وہ انسان میں چستي و چالاکي پیدا کرتي ہے ' اور ایک فرد کي آواز پر تمام قوم کھڑي ھو جاتي ہے - وہ ایک قوم کے اخلاق و عادات کو محفوظ رکھتي ہے اور اوسکو کسي دوسري قوم میں مدغم نہیں ھونے دیتي - شجاعت اگرچہ بجاے خود ایک جوھر ہے ' لیکن عصبیت اسکو جلا دیتي ہے ' اور اوسکے ذریعہ متعدد قطرے باھم مل کر سیلاب کي صورت اختیار کرلیتے ھیں - وھي ہے جو میزان عدل کو قائم رکھتي ہے اور وھي ہے جو ظلم و جور کا سختي سے انکار کرتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جن قوموں میں ربط و اتحاد اور تعاون و تناصر کا مادہ نہیں ھوتا ' اور اسکي جگہ خود غرضي ' تفرق ' شقاق ' اور اختلاف پیدا ھوجاتا ہے ' اون میں جنگ ھي کے ذریعہ عصبیت پیدا کي جاسکتي ہے ' اور اسطرح یکایک ایک اتحاد عام ھر طرح کے اختلافوں کو مٹا کر نابود کردیتا ہے - اسلام نے ولولۂ جہاد سے عرب کي ان تمام مختلف جماعتوں اور مختلف نسلوں کو ایک کردیا تھا ' جو آگے چلکر اور تمدن کا امن پا کر ایک نہ رھسکے ' اور باھمي جنگ و جدال شروع ھوگیا - بسمارک نے صرف اسي لیے صدھا مکر و فریب کرکے جرمني و فرانس کي پچھلي جنگ پیدا کي تھي ' اور موجودہ جنگ نے انگلستان اور ائرلینڈ کے اختلاف اور سول وارکو جس طرح مٹا دیا ' وہ سب کے سامنے ہے !

(۶)

جنگجو اور بہادر قوموں کے جذبۂ محبت کي حالت تمام دنیا سے مختلف ھوتي ہے - انسان سب سے زیادہ اپني ' پھر اپنے اھل و عیال کي ' اسکے بعد اپني قوم کي محبت رکھتا ہے - لیکن برخلاف اسکے ایک جنگ خواہ شخص اپني جان کو سب سے زیادہ ارزاں سمجھتا ہے - اور اسلیے اپنے آپ کو سب سے پہلے خطرے میں ڈالدیتا ہے - الله الله ' ایک عربي شاعر کہتا ہے :

انا لنرخص یوم الروع انفسنا
ولو نسام بھا في الامن' اغلینا

ہم لڑائي کے دن اپني جانوں کو بہت ارزاں کردیتے ھیں ' لیکن اگر امن کي حالت میں ہم سے اونکا نرخ پوچھا جاے تو وہ بہت ھي قیمتي نکلینگي !!

وہ عموماً میدان جنگ میں رھتا ہے - اوسکو اپني بي بي اور بچوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے ' اسلیے اون سے بہت کم محبت کرتا ہے - ایک بدو گھر میں بھوکا پیاسا آیا اور کھانا مانگا - گھر والوں نے اوسکو مبارکباد دي کہ " تمھارے یہاں بچہ پیدا ھوا ہے " اور ساتھہ ھي بچے کو گود میں رکھدیا - اوس نے اپنے بہادرانہ جذبہ سے معمور ھوکر کہا : أ آكله ام اشربه ؟ کیا میں اسکو کھاؤں ؟ کیا میں اسکو پیوں ؟

عرب کا ایک بہادر اونٹني کا تمام دودھ اپنے گھوڑے کو پلا دیا کرتا تھا - اوسے اپنے اھل و عیال کی کچھہ پروا نہ تھي - اوسکي بي بي نے شکایت کي تو اوس نے معذرت میں چند شعر کہے :

تلوم علی ان امنح الورد لقحة
وما تستوي و الورد' ساعة تفزع

میري بي بي مجھے اس بات پر ملامت کرتی ہے کہ میں اونٹني کا تمام دودھ اپنے گھوڑے ورد نامی کو پلا دیتا ھوں ' حالانکہ لڑائي کے وقت وہ ورد کي برابري نہیں کر سکتي !

وقمت الیه باللجـــام میسـرا
ھنالک یجزیني بما کنت اصنع

اور جب میں آمادۂ جنگ ھوکر اوسکے منہ میں لگام چڑھاؤنگا تو اوس وقت وہ میري اس حسن خدمت کا معاوضہ کر دیگا - .

اسکو سب سے زیادہ اپني قوم محبوب ھوتي ہے ' اور وہ اسکے ذرا سے اشارہ پر اپني جان دیدینے پر آمادہ ھوجاتا ہے :

لا یسالون اخاھم حین یندبھم
في النائبات علی ما قال برھانا

جب انکا بھائي انکو فریاد رسي کیلیے بلاتا ہے تو وہ اس سے دلیل نہیں پوچھتے بلکہ معاً بجلي کي طرح اندھا دھند ٹوٹ پڑتے ھیں !

وہ اپنے بچے کو اس نظر سے پیار نہیں کرتا کہ وہ اسکے باغ زندگي کا گل و ریحان ہے ' بلکہ صرف اس لیے کہ اوسکي قوم کا ایک قوي البنیہ ' صحیح الجسم ' اور بہادر و سر فروش فرد ہے ' اور اسلیے وہ بڑا ھوکر خود اوسکے لیے نہیں ' بلکہ اسکي محبوب و مطلوب قوم کیلیے ایک مفید وجود ھوگا :

و ان عرارا ان یکن غیـــر واضح
فاني احب الجون ذالمنکب العمم

میرا بیٹا عرار اگرچہ گورا چٹا نہیں ہے لیکن میں تو اوس کالے کلوٹے کو محبوب رکھتا ھوں ' جسکے شانے لمبے ' چوڑے ' اور قوي ھیں - یعني قوم کي خدمت و نصرت کیلیے حسن و رعنائي نہیں ' طاقت و توانائي کي ضرورت ہے -

اگر کبھي صغیر السن بچے کي پرورش اوسکو میدان جنگ میں جانے سے روکتي ہے تو اوسکو نہایت افسوس ھوتا ہے :

لـــولا بنیـــات کزغب القطـــا
رددن من بعض الی بعـــض

اگر چڑیوں کے بچوں کي طرح میري چھوٹي چھوٹي لڑکیاں نہ ھوتیں جنکي پرورش میرے بعد میرے رشتہ داروں میں بہ مشکل ھوگي تو :

اسلام نے ظاهر هوتے هي دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالي' اور هر عمل کي حقیقت و روح کو لے لیا اور غیر مناسب و موروں جسم و لباس کو چھوڑ دیا -

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا دیا تها وه چاک چاک هو گئے' جهالت نے جن موتیوں کو پتهروں کے اندر مهں گم کردیا تها' وه اون سے الگ هوکر دنیا کے دامن مراد میں آ گئے' غیر معتدل تمدن نے جن کهلي هوئي بصیرتوں کو خوشنما پردوں کے آب و رنگ میں راز سربسته کي طرح مقفل کردیا تها' وه سر فاش هو گئے' اور حقیقت آفتاب کي طرح علانیه بے نقاب هوکر هر انسان کو نظر آ گئي - قرآن حکیم نے اسي انقلاب کو ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا هے !

الله ولي الذين آمنــوا يخرجهم من الظلمت الى النور و الذين كفروا اولياؤهم الطاغــوت يخــرجــونهــم من النــور الى الظلمت (۲ : ۲۵۸)

خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتهي هے آنکو هر طرح کي انساني تاریکیوں سے نکالکر فطرة صالحه کي رباني روشني میں لاتا هے' مگر کفار کے دوست اونکے طاغوت هیں' جو اونکو خدا کي بخشي هوئي روشني سے نکالکر جهل و ضلالت کي اندهیري کي طرف لیجاتے هیں -

یه ایک عظیم الشان انقلاب تها جسکي جهلک اسلام کي تمام تعلیمات میں نظر آتی هے' اور مشاهیر کو قائم رکهنے کا طریقه بهي اس سے مستثنی نهیں - چنانچه قدماء کي یادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کے زنده رکهنے کا جو طریقه زمانهٔ قدیم سے چلا آتا تها' اسلام نے اوس میں بهي ایک روحاني انقلاب پیدا کردیا - اس نے مسلمانوں کو مجسموں کي شکل میں اسلاف پرستي کي اجازت نهیں دی کیونکه وه بت پرستي تک منجر هوتي هے اور اسلام زنده انسانوں کے شرف کو پتهروں کے آگے نهیں جهکانا چاهتا' مگر اس نے مشاهیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمه کو بهي ضائع هونے نه دیا' اور انکے اثر کو اسطرح حي و قائم رکها که هر مومن کے آگے انکے عملي زندگي کے نمونے پیش کردیے' اور کها که دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آؤ تو صراط مستقیم پر چلنے کي هدایت مانگو - ساتهه هي تشریح کردي که صراط مستقیم انبیاء' صدیقین' شهدا' اور صالحین کي راه علم و عمل هے - اور اسلیے انکے نمونے هر وقت تمهارے سامنے رهنے چاهییں (یه نهایت اهم مقام هے - اسکي پوري تفصیل تفسیر سورهٔ فاتحه میں دیکهني چاهیے جو بسلسلهٔ مجلدات البیان في مقاصد القران البــلاغ پریس میں چهپ رهي هے)

پس ماتم کي رسم پر وحشت نے جن تاریک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چهپا دیا تها' اور تمدن و تهذیب نے ان پردوں پر نظر فریب رنگ چڑها کر جن بصیرتوں کو گم کردیا تها' اسلام نے آن سب کو چاک چاک کردیا' اور مغز حقیقت جن چهلکوں میں چهپا هوا تها اون سے نکل کر علانیه آشکارا هوگیا -

قرآن حکیم میں انبیاے سابقین کے جو قصص مذکور هیں' اُن کے اندر درحقیقت اونهیں بصائر و حکم کي روح مضمر هے جو مجسموں کے قالب میں حلول کر کے بالکل بے اثر' اور محض ظاهر فریب هو جاتي تهي - قرآن مجید قدماء و اعاظم رجال کي یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو " اسوهٔ حسنه " کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا هے' اور مسلمانوں کو جابجا اسپر توجه دلاتا هے - چنانچه تم بار بار انهیں صفحات پر پڑهچکے هو که اس نے حضرة ابراهیم خلیل علیه السلام کے نمونهٔ حیات کو مسلمانوں کا قبلهٔ وجوه و کعبهٔ انظار قرار دیا -

قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه (۶ : ۴)

تمهارے لیے حضرة ابراهیم کي حیات طیبه میں' اور انکي زندگي میں جو انکے ساتهي هیں' پیروی کیلیے بهترین نمونه رکها گیا هے -

اس بنا پر اسلام دنیا کا پهلا مذهب هے جو اسلاف پرستي کي صحیح اصول پر اسلامي تعلیم دیتا هے' اور اسي صحیح اصول کے مطابق چاهیے که حضرت امام حسین علیه السلام کے واقعه شهادت کے اندر عزم و استقلال' صبر و ثبات' استبداد شکني' قیام جمهوریت' امر بالمعروف' و نهي عن المنکر کي جو عظیم الشان بصیرتیں موجود هیں' آنکي یاد کو هر وقت تازه رکهیں' اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذهبي قرباني کي روح کو تمام قوم میں ساري و جاري کردیں -

لیکن ان بصیرتوں کے علاوه حضرت امام حسین علیه السلام کي ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت بهي موجود هے' جسکا سلسله مذهب کي ابتدائي تاریخ سے شروع هوتا هے - اور اوسکي آخري کڑي اسلام کي تکمیل سے جاکر مل جاتي هے -

دنیا کي مذهبي تاریخ کي ابتدا عجیب بیکسي کي حالت میں هوئي - هم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک' بهائي کو بهائي کا حامي' بي بي کو شوهر کا مددگار پایا هے - لیکن صرف مذهب هي کا روحاني عالم ایک ایسا عالم هے' جهاں باپ کو بیٹے نے' بهائي کو بهائي نے' شوهر کو بي بي نے چهوڑ دیا هے - بلکه آنکي مصیبتوں میں اور بهي اضافه کیا هے -

یهي سبب هے که خاندان نبوت همیشه اعزه و اقارب کي اعانت سے محروم رها - حضرت نوح علیه السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپني قوم کو دعوت توحید دي اور قوم نے فرط بغض و عناد سے انکي دعوت حق کو رد کردیا' انسے علحده گي اختیار کرلي' اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں :

قــال رب اني دعوت قومي ليــلا و نهــاراً فــلم يزدهــم دعائي الا فرارا و اني كلمــا دعوتهــم لتغفر لهــم جعلــوا اصابعهــم في آذانهــم و استغشــوا ثيــابهــم و اصــروا واستكبروا استكبــارا - (۷۱ : ۵)

نوح نے عرض کیا : خداوندا ! میں نے شب و روز دعوت حق کي - لیکن اسکا اُلٹا اثر یه هوا که لوگ مجهه سے اور زیاده بهاگنے لگے - میں نے جب جب اونکو تیري مغفرت کیلیے پکارا' اونهوں نے کانوں میں اونگلیاں ڈال لیں - اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے که آن تک تیری آواز نه پهونچ جاے' آه ! یه حق ناشناس قوم همیشه سخت هٹ دهرمي اور باطل پرستانه گهمنڈ کا اظهار کرتي رهي !

لیکن اس پیغمبرانه آواز کي صداے بازگشت صرف انکي قوم هي کے در و دیوار سے ٹکرا کر ناکامیاب واپس نهیں آئي' بلکه خود اونکے گهر کے در و دیوار نے بهي اوسکو ٹهوکر لگائي' اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ یعنی انکے بیٹے نے بهي اس نور کو قبول نه کیا - آخري وقت میں حضرت نوح علیه السلام نے پهر اپنے بیٹے کو خدا کي پناه میں بلایا' لیکن اسوقت بهي اوسکا گوش نصیحت نیوش وا نهوا - اسلیے وه بهي تمام قوم کے ساتهه عذاب الهي کي طوفان خیز موجوں میں بهه گیا :

و نادى نوح ابنه و كان في معزل : يابني اركب معنا و لا تكن مع الكفرين - قال سآوى الى جبــل

اور نوح نے اپنے بیٹے کو جو اپنے شامت اعمال کیوجه سے اون سے علحده تها پکارا که اے بیٹے همارے ساتهه کشتي میں سوار هوجا' اور کافروں کا ساتهه

جنگ کے ذریعہ سے بعض اوقات فاتح قوم میں بعض نہایت شرمناک بد اخلاقیاں پیدا ہو جاتی ہیں - فوج ایک مدت تک گھر سے باہر میدان جنگ میں اقامت گزین رہتی ہے ' زمانہ جنگ میں اوسکے جذبات و قواء سخت ہیجان کی حالت میں رہتے ہیں ' بدامنی اوسکو بہت کچھ مطلق العنان بنا دیتی ہے ' اسلیے اوسکے جذبات بہیمہ سخت مشتعل ہو جاتے ہیں ' اور وہ اس آگ کو ہر ممکن طریقہ سے بجھانا چاہتی ہے ' پس مفتوح قوموں کی ہر چیز حالت جنگ میں مباح ہو جاتی ہے - عرب میں متعہ کا رواج اسی بنا پر ہوگیا تھا جسکو اسلام کی اخلاقی تعلیم نے بتدریج مٹا دیا - ایرانیوں میں عشق رجال کا رواج انہی غلاموں کے ذریعہ سے ہوا جو لڑائیوں میں گرفتار ہوکر آتے تھے - رفتہ رفتہ انہوں نے اس قدر مقبولیت حاصل کرلی کہ فارسی لٹریچر کا ایک جزو لاینفک بن گئے ' جنکو اگر علحدہ کردیا جاے تو فارسی شاعری کا دامن حسن دفعتاً خالی ہو جاے !

ابتدا میں اہل عرب اس مرض سے بالکل نا آشنا تھے ' یہی وجہ ہے کہ قدیم عربی شاعری کا دامن اس داغ سے بالکل پاک نظر آتا ہے - لیکن جب اہل عرب کی فتوحات کا سیلاب بڑھا اور اسلام کے دامن میں بھی حلقہ بگوش غلام آے ' تو ابتداء میں فوجی خیموں کے اندر انکو دخل ہوا - پھر خلفاے عباسیہ کی بزم طرب کے شمع و چراغ ہوگئے ' یہاں تک کہ ابن معتز عباسی نے عربی شاعری کے دامن پر بھی اس داغ کو لگا دیا -

عیش پرستی کی یہ آخری سرحد ہے ' اور یہیں پہونچکر ہر قوم فنا ہو جاتی ہے - آج جو لوگ عظیم الشان قوموں کی موت پر ماتم ' اور نئی قوموں کی شاندار زندگی پر تعجب کر رہے ہیں ' انکو صرف مادی طاقت ہی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے ' بلکہ ان اخلاقی تغیرات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو سطوت عامہ کے جزو لاینفک ہیں - اس طرح کی حکیمانہ نگاہ سے ثابت ہو جائیگا کہ ترقی و تنزل صرف اخلاقی انقلابات کا نتیجہ ہیں - اس زبردست طاقت کے سامنے مادی قوت نے ہمیشہ سر تسلیم خم کر دیا ہے - عرب کو اسی اخلاقی طاقت نے ابھارا تھا اور اسی کے تنزل نے انکو موجودہ گمنامی تک پہنچا دیا - و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

گریٹ یوروپین وار میپ

اڈیٹر الہلال کی راے

عام تعلیم کے فقدان کیوجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کی واقفیت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ہے ' اور اسلیے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوری صحت کے ساتھہ سمجھہ نہیں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کی خبروںکا صحیح اندازہ تو بغیر اسکے ممکن ہی نہیں کہ یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پیش نظر ہوں - اس بنا پر منشی محبوب حسین صاحب کی جانفشانی قابل داد ہے کہ اونہوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگریزی میں مرتب کیا ہے ' اور اسمیں پوری احتیاط و پابندی اصول نقشہ نویسی سے کام لیا ہے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کیلیے بھی ضروری ہے کہ اس نقشہ کی ایک ایک کاپی ضرور لیں اور اپنے سامنے لٹکا دیں - موجودہ جنگ دنیا میں جو انقلاب کر رہی ہے اسکے اجمال کی یہ نہایت عمدہ شرح ہے - قیمت غیر رنگین ۴ آنہ - رنگین ۸ - آنہ فولڈینگ - خوبصورت مجلد کتاب کی شکل ایک روپیہ - مؤنثد یعنی کپڑا اور رول سے مکمل روغندار دو روپیہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منیجر - ایم - حسن برادرس - نمبر ۲ نواب عبد اللطیف لین - کلکتہ

تاریخ و عبر

حادثہ محزنہ کربلا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا ' اور اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے - لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جنکو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا - اور ہزاروں اسوہاے حسنہ مخفی تھے جنکو آانسوں کے سیلاب بہا لیگئے !

اسلیے اب ہمکو قدیم زمانے کی مجلس ہاے ماتم میں ایک نئے حلقہ ماتم کا اضافہ کرنا چاہیے ' اور خون آلود آنسوں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا ' اوسکو کچھہ دیر کیلیے ملتوی کرکے خود واقعۂ شہادت کو اسرار شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے - حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے امت محمدیہ کو اسی قسم کے طریق ماتم کی ہدایت فرمائی ہے -

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے - اسی بنا پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے ' اور اونکے اعمال کو آیندہ نسل کی عبرت و بصیرت کیلیے زندہ رکھنا چاہا ہے - لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا ' وہ وہی ہے جسکی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی ' اور در اصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اسی کو سمجھنا چاہیے - پہلی اس لیے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی ' اور آخری اسلیے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں ابتک چھوڑ گئی ہے -

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے جسکی بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بناے جاتے ہیں اور انکو اسلیے نصب کیا جاتا ہے تا کہ انکے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر کی یاد دلائی جاے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت ملے -

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہوچکے تھے اور انکی علانیہ پرستش کی جاتی تھی - لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر انکو اور بھی شاندار و دلفریب بنا دیا - آج یورپ بانیان تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جو نمایش مجسموں کی شکل میں کر رہا ہے ' اونکے اندر یونان کی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے - ہندوں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آ رہی ہیں ' اون میں بھی اوسی کی جھلک پائی جاتی ہے -

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو توحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا اور انسانی عظمت کی ان تمام راہوں کا ہمیشہ کیلیے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا ' جو کسی حال میں بھی الہی عظمت کے نقطہ تک پہونچ سکتی تھیں یا قریب ہوسکتی تھیں - پس وہ کسی طرح بھی قیام ذکر و بقاے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا تھا جسمیں پڑکر دنیا بار بار ٹھوکر کھاچکی تھی -

مقالات

یزید کي شخصي خلافت کي بیعت کیلیے جو هاتهه بڑهے تهے' وہ اسلام کي جمہوریت کا قلع و قمع کرنا چاهتے تهے ' اور مذهب کي قربانیاں صرف امر بالمعروف ونہي عن المنکرهي کیلیے هوا کرتي هیں- اسلیے جب اسوۂ ابراهیمي کے زندہ کرنے کا تهیک وقت آگیا تو خاندان نبوت کے زن و مرد ' بال بچے ' غرض هر فرد نے اس میں حصہ لیا - اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کي آغوش اب تک خالي تهي اون سے کربلاء کا میدان رنگ گیا -

پس حضرت حسین علیہ السلام کا واقعہ کوئي شخصي واقعہ نہیں ہے - اسکا تعلق صرف اسلام کي تاریخ هي سے نہیں ' بلکہ اسلام کي اصل حقیقت سے ہے - یعني وہ حقیقت جسکا حضرت اسمعیل علیہ السلام کي ذات سے ظہور هوا تها ' اور وہ بتدریج ترقي کرتي هوئي حضرت عیسی علیہ السلام کي ذات تک پہونچ کر گم هوگئي تهي' اوسکو حضرت حسین علیہ السلام نے اپني سر فروشي سے مکمل کردیا -

خاندان نبوت دنیا کے آباد کرنے کیلیے همیشہ اوجڑتا رها ہے - حضرت ابراهیم علیہ السلام نے هجرت کي' حضرت موسی علیہ السلام نے گهر بار چهوڑا ' حضرت عیسی علیہ السلام نے آوارہ گردي کي' اور دور محمدي کے متبعین میں سے حضرت حسین علیہ السلام نے میدان کربلاء کے اندر اس خانہ ویراني کو مکمل کردیا -

حضرت اسمعیل علیہ السلام سے خاندان نبوت کا سلسلہ ملا هوا ہے- انہوں نے ایک وادي غیر ذي زرع میں شدت تشنگي سے ایڑیاں رگڑي تهیں - حضرت حسین علیہ السلام نے بهي میدان کربلاء میں اس خانداني روش کو زندہ کیا - اور غالباً یهي مقصود ہے اُن مفسرین امامیہ کا جو " وفدیناہ بذبح عظیم " کي تفسیر میں ذبح عظیم شہادت امام علیہ السلام کو قرار دیتے هیں اور اس بارے میں بعض ائمۂ اهلبیت کرام علیہم السلام کے اثار نقل کرتے هیں -

امن اور اسـلام

جن ملکوں میں همیشہ اندروني جنگوں کا سلسلہ جاري رهتا ہے' وهاں کے باشندے عموماً نقض امن اور قتل و خونریزي کے عادي هوجاتے هیں ' اور کسي نہ کسي صورت میں همیشہ اس سلسلہ کو قائم رکهتے هیں - اسلام سے پہلے عرب بهي اسي قسم کا بدقسمت ملک تها - اسلیے ریگستان عرب میں انساني خون کے جو طوفان برپا هوے' اور اوس میں باهمي جنگ و جدال کي جو تلاطم خیز لہریں اُٹهیں' اوس نے اهل عرب کے جذبات میں ایک عام هیجان پیدا کردیا ' اور اسکا اثر عموماً راهزني ' غارت گري ' اور نقض امن کي صورت میں ظاهر هوتا رهتا تها -

یہاں تک کہ خود عرب میں ایک قبیلہ اس بنا پر نہایت بدنام تها کہ وہ ایام حج میں حاجیوں کا مال چرا لیا کرتا تها - چنانچہ اهل عرب نے اُس قبیلہ کو " سراق الحجیج " کا خطاب دیا تها -

قبیلہ بنوطے میں ڈاکوؤں کي ایک خاص جماعت قائم هوگئي تهي ' جس نے عرب کے امن کا شیرازہ بالکل درهم برهم کردیا تها -

اسلام دنیا میں آیا تو عرب کي تمام قوتوں کا رخ اوسکي طرف پهرگیا' اسلیے اسلام اورداعي اسلام پر مالي' سیاسي' اخلاقي' مختلف حیثیتوں سے اس نقض امن کا اثر بهي پڑا - چنانچہ ایک بار مقام ذي قرد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُونٹوں کا جو گلہ چرا کرتا تها ' اُوس پر قبیلہ غطفان نے دفعتاً ڈاکہ مارا اور تمام اُونٹوں کو لوٹ لیگیا - (۱)

قبائل عکل و عرینہ کا ایک گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کي خدمت میں حاضر هوکر اسلام لایا اور مدینہ میں قیام کیا - یہاں کي آب و هوا ناموافق هوئي تو اُنہوں نے آنحضرت سے اسکي شکایت کي - آپ نے اُوسکو صدقہ کے اُونٹوں کي چراگاہ میں بهیجدیا کہ صحرا کي تازہ هوا کها کر اور اُونٹوں کا تازہ دودہ پیکر قوت و توانائي حاصل کریں - لیکن اون لوگوں نے صحیح و تندرست هونے کے بعد اسلام کو خیرباد کہا - مرتد هوگیے ' اور تمام اُونٹوں کو لوٹ کر اپنے ساتهہ لے گیے ' اور چرواهوں کو قتل کرڈالا - آنحضرت صلعم کو خبر هوئي تو آپ نے اونکو پکڑوایا اور سزائیں دیں - (۲)

کبهي کبهي عرب کي اس فطرۃ کا ظهور نہایت بے رحمانہ شکل میں هوتا تها ' چنانچہ ایک یہودي نے چند زیوروں کے لالچ میں ایک لڑکي کا سر دو پتهروں کے درمیان رکهکر کچل دیا - لڑکي کو لوگ آنحضرت کے پاس اوٹها لاے - ابهي تک لڑکي میں اس قدر هوش باقي تها کہ آنحضرت نے قاتل کا نام پوچها تو اوس نے سر اوٹهایا اور اشارے سے بتلادیا - چنانچہ آنحضرت نے قاتل سے اسي طریقہ پر قصاص لیا ' یعني اوسکے سرکو دو پتهروں کے درمیان رکهکر کچلوا دیا (۳)

(۱) بخاري جزو ۵ ص ۱۳۰ - (۲) بخاري جزو ۸ ص ۱۶۳ -
(۳) بخاری جزو ۹ ص ۵ -

يعصمني من الماء ' قال لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم - وحـال بينهما الموج فكان من المغرقين - (۴۴ : ۱۱)

ندے - اوس نے کہا میں پہاڑ پر چڑہ جاؤنگا اور وہ مجھے اس طوفان سے بچا لیگا - نوح نے کہا تو کس ضلالت عقل میں مبتلا ہے ؟ آج خدا کے عذاب سے کوئي بہي نہ بچاسکے گا -

چنانچه نوح کي پکار کچهه بهي سودمند نهوئي اور اوسکے اور اوسکے بیٹے کے درمیان موج حائل هوگئي ' اور تمام لوگوں کے ساتهه وه بهي ڈوب گیا -

حضرت لوط علیه السلام کے تمام خاندان نے اگرچه اونکا ساتهه دیا ' لیکن خود اونکي بي بي اُنسے علحده هوکر تمام قوم کے ساتهه عذاب الهي میں شامل هوگئي :

قالوا انا ارسلنا الى قوم مجرمين ' الا ال لوط انا لمنجوهـم اجمعين الا امراته قـدرنا انها لمن الغابرين (۵۸ : ۱۵)

فرشتگان عذاب نے کہا : هم اس گنہگار قوم کو اسکے اعمال بد کا نتیجه دکهلا نے کیلیے بهیجے گئے هیں - همارے عذاب سے صرف لوط کا خاندان محفوظ رهیگا ' اور اون میں سے بهي اُنکي بي بي تمام قوم کے ساتهه عذاب الهي میں شامل کرلیجائيگي کیونکه وه بهي کافره هے -

لیکن حضرت ابراهیم علیه السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا هوا - حضرت نوح علیه السلام کا بیٹا اُنسے علحده هوگیا تها ' حضرت لوط علیه السلام کي بي بي نے اُن سے کنارہ کشي اختیار کرلي تهي - لیکن اس دور ابراهیمي میں بیٹے نے باپ کي ' بي بي نے شوهر کي ' بهائي نے بهائي کي دعوت حق پر لبیک کي صدا بلند کي ' اور اس دعوت کي اشاعت میں جو جو مصیبتیں اُنپر پیش آئیں ' اُن میں برابر کے شریک رهے - سب سے پہلے حضرت هاجره رضي الله عنها نے اس جهاد روحاني کي طرف قدم بڑهایا اور اپنے شوهر کے ساتهه اپنے لخت جگر کو ایک " وادي غیر ذي زرع " میں ڈالدیا ' جهاں کئي سو میل تک آب و گیاه کا پته نه تها - یه اُسي سخت امتحان کي پہلي منزل تهي جس کیلیے خداوند تعالى نے حضرت اسماعیل علیه السلام کو انتخاب کیا تها - چنانچه جب اُس آخري امتحان کا وقت آیا تو اونهوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کردیا :

فلما بلغ معه السعي قال يا بني اني ارى في المنام اني اذبحـك فانظر ماذا ترى ؟ قال يا ابت افعل ما تومر ستجدني ان شاء الله من الصـابرين - فلمـا اسلما و تله للجبين و ناديناه ان يا ابراهيـم قد صدقت الرؤيا ' انا كذلـك نجـزي المحسنين - ان هذا لهو البلاء المبين (۹۹ : ۳۷)

جب اسمعیل علیه السلام حضرت ابراهیم علیه السلام کے ساتهه چلنے پهرنے کے قابل هوگئے تو اونهوں نے ایک دن کہا : اے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکها هے که گویا تمهیں راه حق میں ذبح کر رها هوں - میں نہیں کہه سکتا که یه کیا ماجرا هے - تم بهي اسپر غور کرو که اب کیا کرنا چاهیے ؟ بیٹے نے بعد تامل کہا اے میرے باپ ! اس خواب سے تو یہي معلوم هوتا هے که یه الله کي جانب سے ایک اشاره هے - پس آپ حکم الهي کو پورا کیجیے ' مجهے انشاء الله صبر کرنے والوں اور ثابت قدموں میں سے پائیگا - جب باپ بیٹے دونوں خدا کے آگے جهک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کیلیے بیٹے کو زمین پر پچهاڑا تو اسوقت همنے آواز دی : اے ابراهیم ! بس کرو ' تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکهایا - هم صاحبان احسان کو اسیطرح بدلا دیتے هیں - دراصل یه ایک بہت هي بڑي قرباني تهي جسکي تعمیل کیلیے تم تیار هوگئے تهے

حضرت موسى علیه السلام کے ساتهه بهي اونکے خاندان کي اعانت و رفاقت شریک رهي - چنانچه جب اون کو شعله طور کي زبان نے بشارت نبوت دي ' تو اونکي بي بي اونکے ساتهه تهیں - بلکه اونهیں کیلیے وه آتشکدهٔ طور سے آگ لینے گئے تهے :

فلما قضى موسى الاجل وسار باهله آنس من جانب الطور نارا ' قال لاهله امكثوا اني آنست نارا لعلى آتيكم منها بخبر او جذوة من النـار لعلكـم تصطلـون (۲۹ : ۲۸)

جب موسى مدین سے اپني بي بي کو لیکر چلے تو اونکو کوه طور کے دامن میں آگ کي روشني نظر آئي - اونهوں نے اپني بیوي سے کہا یہیں ٹهرو ' مینے ایک آگ دیکهي هے ' اوسکا پته لگاتا هوں ' شاید تمهارے تاپنے کیلیے آگ حاصل کرسکوں -

لیکن وادي ایمن میں جاکر معلوم هوا که یه آگ کا شعله نه تها بلکه وه ایک برق خاطف تهي جو فرعون کے خرمن ظلم و استبداد پر گرنا چاهتي تهي - چنانچه جب خدا نے عصا و ید بیضا کي صورت میں اونکو یه صاعقهٔ هلاکت دیا اور اونهوں نے اپنے بهائي هارون کي اعانت کا سوال کیا ' تو خدا نے اسکو پورا کیا :

قال سنشـد عضدك باخيك و نجعل لكما سلطانا -

خدا نے کہا میں تیرے دست وبازو کو تیرے بهائي کي اعانت سے قوي کردونگا ' اور تم دونوں کو فرعون پر غالب کرونگا -

چنانچه حضرت هارون علیه السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرة موسى کا ساتهه دیا ' اور وه دعوة موسوي کے همیشه شریک و اعین رهے -

حضرت موسى علیه السلام کے بعد اس سلسله کو اور ترقي هوئي - پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کي مرضي پر قربان کرنا چاها تها ' لیکن اب وه وقت آیا که خود حضرة مسیح علیه السلام نے قرباني کے جام مقدس کے طرف هاتهه بڑهایا اور انکے لیے سولي کا جو تخته طیار کیا گیا تها ' اسکي طرف بلا کسي تامل کے بڑهے :

و ما قتلـوه و ما صلبوه و لـكن شبـه لهـم (۱۵۶ : ۴)

اور اونلوگوں نے نه تو عیسى علیه السلام کو قتل کیا نه پهانسي دي - بلکه اون پر اس قرباني کي حقیقت مشتبه هوگئي -

لیکن اسلام کے زمانه تک خدا کي راه میں جو قربانیاں هوئي تهیں ' وه محض شخصي حیثیت رکهتي تهیں ' یعني انبیاء نے شخصي طور پر خدا کي ذات پر اپني اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کردیا تها - جهاد کي یه ابتداء تهي ' مگر اسکي تکمیل شریعت اسلام پر موقوف تهي - چنانچه اسلام نے جسطرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاهب کي تکمیل کي ' اوسي طرح جهاد کي حقیقت کو بهي مکمل اور واضح کردیا - اب تک کسي پیغمبر کے خاندان نے جهاد میں کوئي حصه نہیں لیا تها - شخصي طور پر بهي جو قربانیاں کي گئیں ' و راه هي میں روک لي گئیں - حضرت ابراهیم نے اپنے لخت جگر کو خدا کي نذر کرنا چاها لیکن اسکا موقعه هي نه آیا ' حضرت عیسى سولي کے طرف بڑهے لیکن بچالیے گئے - آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقه طور پر اسمیں شرکت بهي نہیں کي تهي اور اسکي کوئي نظیر تمام سلسلهٔ انبیاء میں نہیں نظر آئي تهي که صرف بهائي ' صرف بیٹا ' صرف بیوي ' هي نے مقصد نبوت میں ساتهه نه دیا هو بلکه بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء و ارکان راه حق میں قربان هوے هوں -

عليه و سلم اذ اتاه رجل فشكاء اليه الفاقة' ثم اتاه آخر فشكاء قطع السبيل' فـقـال : يـا عدي ! هل رايت الحيرة؟ قلت لم ارها و قد انبئت عنها - قال فان طالت بك حياة لتـرين الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله - قلت فيما بيني و بين نفسي : فاين دعار طي الذين قد سعروا البلاد؟ و لئن طالت بك حياة لتـفتحن كنـوز كسرى - قلت كسرى بن هرمز؟ قال كسرى بن هرمز - و لئن طالت بك حياة لترين الرجل يخرج ملء كفه من ذهب او فضة يطلب من يقبلـه منه فلا يجد احدا يقبله منه!

تھا کہ ایک آدمي آیا اور تنگدستي کي شـکایت کي' پھر دوسرا آدمي آیا اور لٹ جانے کي شکایت کي - آپ نے میری طـرف مخاطب ھوکر فرمایا : کیوں عدي ! تم نے شہر حیرہ کو دیکھا ھے ؟ میں نے کہا " دیکھا تو نہیں ھے البته سنا ھے" آپ نے فرمایا " اگر تم زندہ رھے تو دیکھه لینا کہ ایک پردہ نشین عورت تنہا ملک حیرہ سے سفرکرکے آئیگي اور خانه کعبه کا طواف کریگي' لیکن خدا کے سوا اوسکو راہ میں کسي چیز کا ڈر نہوگا " عدی کہتے ھیں کہ میں نے دل میں کہا : " قبیله طے کے ڈاکو کیا ھوجائینگے جنھوں نے تمام ملک عرب میں آگ لگا رکھي ھے ؟" پھر آپ نے فرمایا " اگر تم زندہ رھے تو دیکھوگے کہ کسری کے خزانه کا دروازہ کھول دیا گیا ھے" مینے تعجب سے پوچھا " کسری بن ھرمز؟ " آپ نے فرمایا " ھاں کسری بن ھرمز" پھر آپنے فرمایا : " اگر تم زندہ رھے تو دیکھوگے کہ ایک آدمي اپني مٹھي میں سونا یا چاندي لیکر گھر سے چلے گا اور فقرا کو دینا چاھیگا' مگر ھر شخص بجاے خود اس قدر مستغني ھوگا کہ اس صدقه کو کوئي قبول نه کریگا "

قال عدي : فرايت الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف الا الله - و كنت فيمن افتتح كنوز كسرى بن هرمز - و لئن طالت بكم حياة لترون ما قال النبي ابو القاسم صلى الله عليه و سلم - (۱)

عدی کہتے ھیں کہ میں نے اپني آنکھوں سے دیکھه لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت بے خوف آتي ھے اور خانه کعبه کا طواف کر کے چلي جاتي ھے - کسری بن ھرمز کا خزانه کھولا گیا' اور میں اسکے کھولنے والوں میں شریک تھا - آنحضرت کي تیسري بشارت یعني اسقدر الله دولت عطا کریگا کہ صدقه لینے والے مسکین نه ملینگے' تو عدي نے کہا کہ جو لوگ زندہ رھینگے وہ اسکو بھي دیکھه لینگے -

چنانچه اس دور کے بعد جو لوگ آئے' انھوں نے اس چیزکو بھي اپني آنکھوں سے دیکھه لیا - یه بشارت تھي جو اسلام نے اس قوم کو دي تھي جو ریگستان کے صحرائي خیموں میں سوتي' حسک کھجور کھاتي' اور اونٹوں کو چراتي تھي' مگر اس نے یقین کیا اور اسکا پھل پایا - پھر آہ ! موجودہ عہد کے وہ مسلمان جو محلوں میں رھکر' ریشمي بستروں پر سوکر' آج اسلام کے وعدہ پر یقین نہیں لاتے' اور اسکے لیے اپنے اندر کوئي یقین نہیں رکھتے ! فشتان ما بین الیوم و الامس !

غزوات اسلامیه کا یہي مقصد تھا - چنانچه جب یه مقصد حاصل ھوگیا' دار الامة (کعبه) کا دروازہ تمام دنیا کیلیے کھل گیا' باھمي جنگ و خوں ریزي کي جگه امن و امان قائم ھوگیا' فتنۂ و فساد کفر کا غبار بیٹھه گیا' حریة و استقلال انساني کا شرف وجود میں آگیا' تو اس نے اپني تکمیل کا عام اعلان کردیا :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا - پس اسلام اور امن ایک ھي حقیقت کے دو نام ھیں - اسلام کي صلح بھي امن کیلیے ھے - جنگ بھي امن کیلیے - حتی لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله !

(۱) بخاري جزء : ۴ - باب علامات النبوة -

باب التفسیر

فلسفۂ احتساب

امر بالمعروف و النهي عن المنکر

تعیین حقیقت و تفصیل لوازم و اعراض

مظاھر مختلفه' و مدارج ترقي و تنزل !

(۱)

الله تعالی نے مادۂ عالم کي تخلیق و تقویم صرف انسان کي نفع رساني کیلیئے کي ھے - جسطرح زمین کا فرش ھمارے لیے بچھایا گیا ھے جسکو ھم پانؤں سے روند رھے ھیں' اوسي طرح ھوا کا کرہ بھي ھمارے ھي لیے حرکت کر رھا ھے جسکو ھم ھاتھه سے چھو نہیں سکتے - جسطرح خاک کا ھر ذرہ ھمارے لیے فضاے عالم میں چمکتا پھرتا ھے' اوسي طرح آفتاب بھي ھمارے ھي لیے اپنے محور پر گردش کرکے نور برسا رھا ھے - جس طرح ھمارے اعصاب کا باھمي اتصال ھمارے دماغ تک ایک احساس عام کي کیفیت کو نہایت سرعت کے ساتھه پہونچاتا رھتا ھے' اوسي طرح تمام اجرام فلکیه کي قوت جاذبه سب کو ایک رشته میں جکڑ کر اونکے متفقه فوائد و منافع کو ھمارے ھي لیے تقسیم کرتي رھتي ھے !

(شـــوون مـــادیــه)

الله تعالی نے قرآن حکیم میں اپنے اس احسان عام کا ذکر بار بار کیا ھے - پہلے ایک آیت میں فرمایا کہ آسمان و زمین کي ھر مخلوق اپنے ساتھه فوائد و منافع کا ایک بے شمار ذخیرہ رکھتي ھے' اور خدا کے صالح بندے وھي ھیں جو ھمیشه اس خزانه کي جستجو میں مصروف رھتے ھیں :

ان في خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النهار لایت لاولي الالباب الذین یذکرون الله قیاما و قعودا و علی جنوبهم یتفکرون في خلق السموات و الارض : ربنا ما خلقت هذا باطلا (۳ : ۱۸۷)

یقیناً آسمانوں اور زمین کي خلقت' نیز لیل و نہار کے اختلاف و طلوع و غروب میں ارباب عقل و بصیرة کیلیے حکمت الہي کي بڑي ھي نشانیاں رکھي گئي ھیں - وہ ارباب بصیرة جو کھڑے رھکر' بیٹھے بیٹھے' لیٹے لیٹے' غرضکه ھر حال میں الله تعالی کو اور اسکي قدرت و حکمت کو یاد کرتے رھتے ھیں' اور کائنات سماوي و ارضي کے اسرار و حقائق میں ھمیشه تفکر کرتے ھیں' اور بالاخر اس نقطۂ علم و یقین تک پہنچ جاتے ھیں کہ کائنات عالم کے کسي ایک ذرے کو بھي خدا تعالی نے بغیر کسي مصلحت و نفع کے پیدا نہیں کیا ھے' اور یه سب کچھه محض کسي اتفاقي تخلیق و تکوین ھي کا نتیجه نہیں ھے !

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بینهما لاعبین (۲۲ : ۱۶)

اور ھم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھه ان میں ھے' محض ایک کھیل تماشه ھي نہیں بنایا ھے بلکه ان میں سے ھر چیز اپنے اندر اپني تخلیق کا ایک خاص مقصد' ایک خاص خاصه' ایک خاص اثر' اور ایک ممتاز علت رکھتي ھے -

پھر اسکے بعد فرمایا کہ یه تمام فوائد و منافع صرف انسان ھي کیلیے مخصوص ھیں' لیکن چونکه انسان زمین میں رھتا ھے اور

اسی طرح چند مسلمان خیبرکي طرف گئے ' اور وهاں پهونچکر اپني اپني ضرورت کیلیے متفرق هوگئے - پلٹے تو ایک شخص کو مقتول پایا - آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوکر اس واقعه کي خبر کي - آپ نے قاتل کے متعلق شهادت طلب فرمائي - لیکن وہ لوگ کوئي گواه پیش نه کرسکے - آنحضرت نے خیبر کے یهودیوں سے قسم لینا چاها' لیکن اون لوگوں نے اونکي قسم پر اعتماد ظاهر نهیں دیا - مجبوراً خود آپنے صدقے کے اونٹوں سے اوسکي دیت دیدی (۱)

ایک بار عرب کے مختلف قبیلوں نے آنحضرت سے فوجي مدد کي درخواست کي - آنحضرت نے قراء صحابه میں سے ستر آدمي ساتهه کردیے - جب وہ لوگ بیر معونه پر پهونچے تو ان قبائل نے بیوفائي کي اور اونکو قتل کردیا (۲)

اس قسم کے جرائم صرف کفار هي تک محدود نه تهے - بلکه جب تک آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے فیض صحبت اور آپ کي روحاني تربیت نے مسلمانوں کے نظام اخلاق کو پخته اور مکمل نهیں کیا تها' خود اون سے بهي کبهي کبهي اس قسم کے افعال سرزد هوجایا کرتے تهے - آنحضرت نے به مقام حدیبیه کفار کے ساتهه جو معاهدۂ صلح کیا تها' اوسکي ایک دفعه یه تهي که مکه سے جو مسلمان مدینه بهاگ کر آئیگا' آپ اوسکو واپس کردیا کرینگے - اس بنا پر جب ابو بصیر مکه سے مدینه بهاگ آئے تو قریش نے اونکو واپس لانے کیلیے دو شخص بهیجے - آنحضرت نے ابو بصیر کو اونکے حوالے کردیا - لیکن ابو بصیر نے راستے میں دهوکے سے ایک شخص کو قتل کردیا' اور پهر مدینه واپس چلے آے - آنحضرت نے آنکو دوباره واپس کرنا چاها تو وہ دریا کے کنارے بهاگ گئے' اور وهیں مستقل سکونت اختیار کرلي - مکه کے ستم رسیده مسلمانوں کو خبر هوئي تو سب کے سب اون سے جاکر مل گئے - اب ایک مستقل جمعیت قائم هوگئي جو عموماً قریش کے کاروان تجارت کو لوٹا کرتي تهي - قریش نے آنحضرت کي خدمت میں اسکي شکایت کي تو آپ نے ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیا (۳)

لیکن اس بد امني کا سب سے زیاده مضر اور شدید اثر خود اشاعت اسلام پر پڑتا تها - اسلام اپنے روحاني اثر سے تمام عرب میں نهایت سرعت کے ساتهه پهیلتا جاتا تها' اور عرب کے مسلمان قبائل آنحضرت کي خدمت میں حاضر هو کر فیض صحبت اوٹهانا اور تعلیمات اسلامیه سے بهره اندوز هونا چاهتے تهے - لیکن بد امني کا یه طوفان ان روحاني لهروں کو بهي اپنے اندر سمیٹ لینا چاهتا تها -

چنانچه وفد عبد القیس نے آپ کے فیض تربیت و تعلیم سے محروم رهنے کا سبب نهایت حسرت آمیز الفاظ میں یه بیان کیا تها :

یا رسول الله! قد حالت بیننا و بینک کفار مضر و لسن نخلص الیک الا في الشهر الحرام فمرنـــا بشي ناخذه عنک وندعو الیه من وراءنـــا (۴)

یارسول الله! کفار مضر همارے اور آپ کے درمیان حائل هوگئے هیں' اور هم انکي رکاوٹوں کي وجهه سے همیشه آپکي خدمت میں حاضر نهیں هوسکتے - صرف حج کے مهینوں هي میں آ سکتے هیں که وہ امن کا زمانه هوتا هے' پس آپ هم کو اسلام کے احکام و تعلیمات سکهلا دیجیے - هم خود بهي سیکهه لیں' اور جو لوگ آپکي خدمت میں حاضر نهیں هو سکتے' اونکو بهي اُن احکام کی دعوۃ دیں -

اسلام اگرچه اپني دعوۃ کو تلوار سے شروع کرنا نهیں چاهتا تها اگرچه حق کے قیام کیلیے تلوار کے بغیر چاره نهیں :

لا اکراه في الدین قد تبین الـرشـد من الـغي'

مذهب کوئي زبردستي کي چیز نهیں - گمراهي اور هدایت ایک دوسرے سے

(۱) بخاری جزو ۹ ص ۹ - (۲) بخاری جزو ۵ ص ۱۰۵ -
(۳) ابو داود ۲ جلد ص ۲۵ - کاروان تجارت کے لوٹنے کا ذکر بخاري وغیره میں هے - (۴ بخاري جزو ۲ -

بالکل الگ هوگئي هے' اور هر شخص نور و ظلمت میں اب خود امتیاز کر سکتا هے -

لیکن وہ کامل سکون و اطمینان کے ساتهه اشاعت اسلام کا بهرحال جائز حق رکهتا تها' اور اس لیے قیام امن و بسط عدل کیلیے منکرین کي فطرت خبیثه کا جانبازانه مقابله کر سکتا تها -

دنیا میں بظاهر نرمي و ملاطفت اخلاقي تعلیم کي اشاعت کیلیے زیاده موثر و موزوں خیال کیے جاتے هیں' لیکن اسوقت اسلام کے سامنے اخلاقي تعلیم کي اشاعت سے مقدم تر ایک دوسرا سوال تها - اسوقت یه بحث نهیں تهي که سطح پر عمارت کیونکر قائم کي جاے' گفتگو یه تهي که سطح کیونکر هموار کي جاے ؟ اسلام نے مکه کے ایک ایک ٹیلے سے نو برس تک نهایت نرم لهجے میں اس سوال کا جواب طلب کیا - لیکن صحراے عرب کے هر نشیب و فراز نے جواب دیا که " هماري گردنیں صرف ٹهوکرهي سے جهک سکتي هیں " اسلیے اسلام نے میان سے تلوار نکالي' اور قوت سے قوت کا مقابله کیا - لیکن عرب کي جنگجو فطرت کي طرح اسکا مقصد بغض و انتقام کے خون سے تلوار کو رنگین کرنا نه تها - بلکه بد امني کے اون تودوں کو هموار کرنا تها' جو اشاعت حق و عدل کي راه میں حائل تهے - چنانچه صحابه جب اس نا هموار راه کي شدائد و تکالیف سے چور چور هوکر سررشتۂ صبر و سکون کو هاتهه سے چهوڑ دینا چاهتے تهے' تو آنحضرت صلے الله علیه و سلم اس مقصد اعظم کي اهمیت بتلاکر اونکے اندر عزم و استقلال کي روح پهونکتے تهے :

شکونا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو متوسد بردة له في ظل الکعـــبة' قلنا له الا تستنصر لنا؟ الا تدعو الله لنا؟ قال: کان الرجل فیمن قبلکم یحفر له في الارض فیجعل فیه فیجاء بالمنشار' فیوضع علي راسه فیشق باثنتین وما یصده ذلک عن دینه' و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمه من عظم او عصب' وما یصده ذالک عن دینه' و الله لیتمن هـذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللـــه' او الـــذئب علي غنمه' ولکنکم تستعجلون (۱)

صحابه کهتے هیں که آنحضرت چادر کو سرهانے رکهکر خانه کعبه کے سایے میں لیٹے هوے تهے' هم نے اپني تکلیفوں کي شکایت کي اور کها " باوجود ان شدائد کے آپ همارے لیے خدا سے کیوں مدد نهیں مانگتے ؟ همارے لیے دعا کیوں نهیں کرتے ؟ " آپ نے فرمایا : تم سے پہلے کي قوموں میں جو صاحب عزم مسلمان تهے' اون کے لیے زمین میں گڑهے کهود دیے جاتے تهے' اور وہ ان گڑهوں میں کهڑے کردیے جاتے تهے - پهر آره لا یا جاتا تها' اور اونکے سر پر رکهکر اونکو دو ٹکڑے کردیا جاتا تها - لیکن یه مصیبت بهي اونکو دین سے نهیں پهیر سکتي تهي - اُونکي کهالوں پر لوهے کي کنگهیاں پهرائي جاتي تهیں جو گوشت سے هڈي اور پٹهوں کو جدا کردیتي تهیں' لیکن پهر بهي اونکے ایمان میں کسي قسم کا تزلزل نهیں پیدا هوتا تها - تم کو صبر کرنا چاهیے' خدا کي قسم! دین اسلام کامل هوکے رهیگا' اور اُوسکا کمال یه هے که یمن سے ایک شتر سوار اس امن وسکون کے ساتهه حضرموت تک چلا جائیگا که اوسکے دل میں بجز خدا کے اور اوس بهیڑیے کے جو اوسکي بکریوں کو پکڑ لیجاتا هے اور کسي چیز کا خوف نهوگا' لیکن آه! تم لوگ ایسے وسیع' ایسے عظیم' ایسے جلیل مقصد کے حصول میں ضعف بشري سے جلدي کررهے هو!

آنحضرت نے اس مقصد کو عدي بن حاتم کے دل میں نهایت وضاحت کے ساتهه جاگزین فرمایا هے' اور اوس سے غزوات اسلامیه کا منتهاے خیال نهایت واضح طور پر منکشف هو جاتا هے :

عن عدی بن حاتم قال: بینا انا عند النبي صلی الله

عدی ابن حاتـم کهتے هیں : میں آنحضرت کي خـدمت میں حاضر

(۱) بخاري جزء ۴ -

(ارکان ثلاثۂ تقویم عالم)

پس دنیا کا نظام فطرت تین جزوں سے مکمل ہوتا ہے : مادہ ' قوت ' اور ان دونوں سے بالاتر ایک ذی شعور طاقت ' جو ان دونوں میں ربط و اتحاد پیدا کرتی ہے ' اور وہ فطرت صالحۂ و سلیمہ ہے جو اصلاً خود انسان کے اندر موجود ہے -

خدا تعالی نے نظام عالم کی ان تینوں کڑیوں کا ذکر بہ ترتیب ایک سورہ میں کیا ہے :

والشمس و ضحیها ' والقمر اذا تلها ' والنهار اذا جلها - واللیل اذا یغشاها ' والسماء وما بنها ' والارض وما طحها ' ونفس وما سواها ' فالهمها فجورها وتقواها ' قد افلح من زکها ' وقد خاب من دسها ! (والشمس ١ - ١٠)

سورج اور اسکی حرارت و نورانیت ! چاند جو اسکے بعد ضیا گستر ہوتا ہے ! روز روشن جو رات کی تاریکی کا پردہ چاک کردیتا ہے ! رات کی ظلمت جو دن کی روشنی کو چھپا لیتی ہے ! آسمان اور اوسکی عجیب و غریب بناوٹ ! زمین اور اسکا حیرت انگیز پھیلاؤ ! اور پھر مادۂ عالم کے ان تمام مظاہر و شئون کے بعد روح انسانی اور اوسکا وہ فاطر مطلق جس نے اسمیں ایسی مناسب ' موزون ' مستقیم ' و معتدل فطرۃ صالحہ رکھی ' اور بالآخر خیر و شر حق و باطل ' صحت و سقم ' عدل و اسراف ' نور و ظلمت ' دونوں راہوں کا اسپر الہام کردیا - پس اب کامیاب وجود وہ ہے جس نے اپنی قوت محتسبہ کے عمل سے اپنی فطرۃ صالحہ کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا ' اور نامراد انسان وہ ہے جس نے اسے ضائع کردیا !!

اب دیکھو کہ اس سورۂ کریمہ میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے مظاہر و شئون مادیہ سے شہادت دلائی ہے ' اسکے بعد نفس انسانی کا ذکر کیا ہے اور اسکے تسویۂ فطری کی طرف اشارہ کیا ہے ' آخر میں فلاح و خسران کا یہ معیار بتلایا ہے کہ الہام خیر و شر کی کشاکش و تصادم میں مستقیم و محتسب رہنا اور فطرۃ صالحہ کو ضلالت کی آمیزش سے پاک رکھنا - پس پہلا درجہ مادہ کا ہے ' دوسرا قوۃ کا ' تیسرا ان سب سے بالاتر ذی شعور قوۃ محتسبہ و عاملہ کا -

یہی آخری جزء ' جو مادہ و قوت میں ربط و توافق اور پھر عمل و صرف صحیح پیدا کرتا ہے ' فی الحقیقت احتساب کا سنگ بنیاد ہے اور اسی پر امر بالمعروف و النہی عن المنکر کی عظیم الشان دیواریں قائم ہوتی ہیں - قرآن حکیم نے اسے " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا کہا ہے ' اور فطرۃ کا علم صحیح بتلاتا ہے کہ کائنات کا نظام عدل و تکوین در اصل انہی تین رکنوں پر قائم ہے -

(مدارج احتساب)

لیکن تمام نظام عالم ترقی پذیر ہے - اسلیے اسکی ہر کڑی ترقی کی طرف آگے قدم بڑھا رہی ہے - مادۂ عالم آغاز خلقت سے اب تک سیکڑوں قالب بدل چکا ہے - قواء جسمانی نے بچپن سے بڑھاپے تک ترقی و انحطاط کی سیکڑوں منزلیں طے کی ہیں - پس اس ارتقاء و نشوء کے اصول پر قوتوں کے ساتھہ ساتھہ قوت احتساب بھی ترقی کرتی رہتی ہے -

چنانچہ سب سے پہلے انسان کی خود فطری قوت احتساب اسکا محاسبہ کرتی ہے - انسان کے اندر سے ہمیشہ برائی کی صدا اٹھا کرتی ہے :

ان النفس لامارۃ بالسوء - (یوسف : ٥٢)

نفس برائی کیلیے بہت ہی بڑا حکم دینے والا ہے -

اسلیے اس کی قوت احتساب سب سے پہلے اسی کے اندر عمل کرتی ہے - گناہ کرنے کے بعد ہر شخص کو جو ندامت ہوتی ہے ' اور اسپر اسکا ضمیر جس طرح ملامت کرتا ہے ' در اصل اسی فطری احتساب کا اثر ہے :

لا اقسم بالنفس اللوامۃ (٧٥ : ٢)

اوس پاک روح کی قسم جو گناہ کرنے کے بعد انسان کو بہت ملامت کرتی ہے -

اصول ارتقاء کے بموجب ترقی کا یہ وہ نقطہ ہے ' جہاں سے (جسمانیات میں) حرکت کرکے جمادات ' نباتات کے قالب میں آتے ہیں - اسکے بعد اس قوت کے حیوانی مظاہر کی منزل شروع ہوتی ہے - حیوانات کی طرح انسان بھی اپنے بچوں کی تربیت و رہنمائی میں اس قوت کو صرف کرتا ہے ' اور جو آگ اوسکے اندر بھڑک رہی ہے ' اوسیکو اونکے اندر بھڑکانا چاہتا ہے :

یا بنی ! اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک - ان ذالک من عزم الامور (لقمان : ١٦)

اے بیٹے ! صلواۃ الہی کو قائم کر ! نیکی کا لوگوں کو حکم دے ! برائی سے روک ! اور اس فرض احتساب کے ادا کرنے میں جو جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں ' انپر صبر کر ! یہ بڑے ہی پختہ ارادے اور اعلی درجہ کا کام ہے -

حیوانیت کی انتہائی منزل کی سرحد سے انسانیت کی سرحد شروع ہوتی ہے - دفعتاً ایک انسان کامل منصۂ عالم پر جلوہ گر ہوتا ہے ' اور خدا کے نور کو اپنے اندر جذب کر کے دنیا کے سامنے نمودار کرتا ہے :

ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (نحل - ٩٣)

خدا عدل ' احسان ' اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم کرتا ہے ' اور ہر قسم کی برائیوں اور ہر قسم کے ظلم سے روکتا ہے - خدا یہ نصیحت اسلیے کرتا ہے کہ شاید تم لوگ عبرت پکڑو -

چاند دنیا کو وہی روشنی دکھاتا ہے ' جسکو اوس نے آفتاب سے حاصل کیا تھا - اسلیے یہ انسان کامل بھی وہی فرض ادا کرتا ہے ' جس پر مامور کرکے خدا نے اوسکو بھیجا تھا :

یأمرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث (اعراف : ١٥٦)

اونکو نیکی کا حکم دیتا ہے ' برائیوں سے روکتا ہے ' مفید و صالح چیزوں کو حلال ' اور بری چیزوں کو حرام کرتا ہے -

اب انہی اوصاف و مناقب کے ساتھہ متصف ہوکر اوسکی پاک نسل دنیا میں پھیلتی ہے ' اور انسانیت کاملہ کا ظہور عام ہو جاتا ہے :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر (آل عمران : ١٠٦)

تم لوگ دنیا کی بہترین امت ہو جسکو خدا نے دنیا کی ہدایت کیلیے نمایاں کیا - کیونکہ نیکی کا حکم دیتے ہو ' برائی سے روکتے ہو -

(ارتقاء روحانی)

ترقی کے اس نقطے پر پہونچکر ارتقاء کی وہ چاروں منزلیں طے ہو جاتی ہیں ' جسکے ہفت خوان کے طے کرنے کا سہرا (Evolution) کے سر پر باندھا گیا ہے -

لیکن ارتقاء مادی اور امر بالمعروف کے مدارج میں ایک دقیق فرق ہے - قائلین مذہب نشؤ و ارتقاء کے مذہب میں جب جمادات کی ترقی اپنے آخری درجہ تک پہونچ جاتی ہے اور انسان کی نسل زمین پر پھیل چکتی ہے ' تو مادی قوانین ارتقاء یکقلم معطل ہو جاتے ہیں ' اور اسکے بعد وہ کوئی عمل جدید نہیں کرتے - لیکن امر بالمعروف والنہی عن المنکر اپنے آخری درجہ پر پہونچکر

اوسکے فوائد سے آسانی کے ساتھ متمتع هوسکتا ہے ' اسلیے زمین هي کے منافع کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا :

هو الـذي خلق لـکم ما في الارض جمیعا (بقرہ : ۲۷) وہ رب السماوات و الارض هي تو ہے جس نے زمین کي ہر چیز کو تمھارے لیے پیدا کیا ' تاکہ تم اس سے کام لو -

پھر متعدد آیتوں میں تمام بڑي بڑي مخلوقات کی تفصیل بیان فرمائي ' اور اونکو اپني ایک نشاني قرار دیا :

و جعلنا السماء سقـفا محفوظا و هم عن آیاتها معرضون - و هو الـذي خلق اللیل و النهار و الشمس و القمر کل في فلک یسبحـــون (انبیاء : ۳۳) اور دیکھو ' هم نے آسمان کو کرۂ ارضي کے اوپر ایک محفوظ چھت کي طـرح بنـایا ' اور کس طـرح اسمیں سے اپني حکمت و قدرت اور طرح طرح کے مصالح و اسرار کي نمود کي ؟ پر انسان کي ضلالت ہے کہ با ایں همه اجرام سماریہ کي عجیب و غریب نشانیوں سے بھي گردن موڑے ہوے ہے ! پھر دیکھو ' اسکے سوا اور کون ہے جس نے رات اور دن کے اختلاف کو زمین کیلیے قائم کیا ؟ اور سورج اور چاند کو پیدا کیا جو آسمان میں پیرتے رهتے هیں ؟

الله الـذي خلق السـموات و الارض و انـزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم و سخر لکم الفلک تجري في البحر بامرہ و سخر لـکم الانهار (ابراهیم : ۳۷) وہ الله هي ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ' اور اوپر سے پاني برسایا جس کي آبیاري سے تمھارے لیے طرح طرح کي غذائیں پیدا هوئیں ' پھر یہ تو اس پاني کے منافع کي تسخیر تھي جو اوپر سے گرتا ہے ' لیکن جو پاني تمھارے قدموں کے نیچے بہہ رہا ہے ' اسکے منافع بھي تمھیں کو بخشدیے ' چنانچہ سمندر کي دهشت انگیز قہاري پر اسطرح تمکو مسلط کردیا کہ تم نے کشتـیاں بنـائیں اور وہ اس سہولت سے پاني میں چلتي پھرتي هیں ' گویا سمندر بھي خشکي کي طرح تمھارا جولانگاہ ہے اور تم اسکے جس حصہ میں جانا چاهو خشکي کي طرح چلکر جا سکتے هو !

کذلـک سخرنا ها لـکم لعلکم تشکـــرون (۳۸ - حــج) اسي طرح هم نے چارپایوں کو تمھارے آگے مسخر کردیا تاکہ تم الله کي نعمتوں سے کام لو -

الم نجعل الارض مهادا و الجبال اوتادا و خلـقـنـا کم ازواجا ؟ (النبیاء : ۷) کیا هم نے زمین کو تمھارے لیے ایک فرش کي طرح نہیں بچھا دیا ؟ کیا یہ همارہي هي حکمت و قدرت نہیں ہے کہ پہاڑوں کي بلندي کي اور اسپر میخوں کي طرح نمود کي ؟ پھر کیا وہ هم هي نہیں هیں جس نے تم کو دو جنسوں میں منقسم کردیا ؟

(مــادہ اور قــوت)

لیکن دنیا مادہ اور قوت ' دونوں کے مجموعہ کا نام ہے - اسلیے دنیا کا کوئي عمل ان دونوں کي آمیزش کے بغیر انجام پذیر نہیں هو سکتا - نظام فطرت کي هر کڑي اوسوقت تک بکھري هوئي پڑي رهتي ہے جب تک کہ قوت اوس میں تنظیم و ترتیب پیدا نہ کردے ' اور اسي کا نام تکوین ہے - پس اس بنا پر خدا نے ان شؤن مادیہ کے ساتھ همارے اندر مختلف قواء بھي پیدا کردیے ' جو مادۂ عالم سے فائدہ اوٹھانے کي کامل صلاحیت رکھتے هیں - اور یہي وجہ ہے کہ هم پر جا بجا ان قوتوں کے ذریعہ بھي احسان الہي جتایا گیا ہے :

قل هو الذي انشاکم و جعل لـکم السمع و الابصار و الافئدة ، کهدو کہ اسي کي ذات خالق کائنات ہے جس نے تم کو پیدا کیا ' اور تمھارے اندر حواس باطني و ظاهري اور انکي قوتیں ودیعت کیں - قلیلا ما تشکرون (ملک : ۲۳)

ان قوتوں سے فائدہ اوٹھانے کیلیے کامل وسعت و بسط کي ضرورت تھي - اسلیے خدا نے اس احسان کي بھي تکمیل کردي :

قل هو الذي ذرا کم فی الارض و الیه تحشـــرون - خـــدا هي نے تمھیں زمین میں پھیلا دیا ہے کہ اپني قوت سے پوری وسعت کے ساتھ فائدہ اوٹھاؤ ' اور پھر وهي تمکو اپني طرف سمیٹ بھي لیگا -

(قوۃ اعلـی و مدبـرۃ)

لیکن یہ قوتیں برق و باد اور کہربائیت و دخانیت کي طرح حرکت پیدا کرنے کي تو قوت رکھتي هیں ' مگر وہ انسان کو بذات خود منزل مقصود پر نہیں لیجا سکتیں - وہ صرف حرکت پیدا کرنا جانتي هیں ' لیکن حرکت کے لیے چپ و راست ' یمن و یسار ' جنوب و شمال کي تمام راهیں یکساں هیں - وہ راہ متعین نہیں کرسکتي اسلیے یہ قوتیں خود زمین کے نشیب و فراز میں تمیز نہیں کرسکتیں ' اور خدا هي نے اونکو خیر و شر کے یہ دونوں راستے دکھا دیے هیں :

الم نجعل لـه عینین و لسانا و شفتین و هدیناہ النجدین ؟ (بلد : ۹) کیا هم نے انسان کیلیے آنکھیں ' هونٹ اور زبان بناکر خیر و شر ' حق و باطل ' یمین و شمال کي دونوں گھاٹیاں اُسے نہیں دکھا دیں ؟

اِسلیے جسطرح انجن کو ایک سائق (ڈرایور) کي ضرورت هوتي ہے کہ اسٹیم کي طاقت کو سیدهي راہ پر لگاے ' اِسي طرح یہ قواء بھي ایک نئي شعور محاسب کے محتاج هوتے هیں جو اُنمیں تنظیم و ترتیب ' توافق و تطابق ' اور صحیح و مکمل فعالیت پیدا کرے ' اور بالفاظ سادہ تر یہ کہ اُنسے ٹھیک ٹھیک صحیح و عادلانہ کام لے - اِسلیے خدا نے هر چیز کے اندر فطرتاً اس محاسب کو بھي پیدا کر دیا :

قال : ربنا الذي اعطی کل شيء خلقه ثم هدی (طه : ۴۰) میرا پروردگار وہ ہے جس نے هر چیز کي خلقت کي تکمیل کي ' اور پھر اسکو حواس ظاهري و باطني دیکر راہ عمل دکھا دي -

لیکن انسان کو فطرت نے یہ حصہ اور تمام مخلوقات سے زیادہ دیا ہے :

لقد خلقنا الانسان في احســن تقـویــم - (والتین : ۴) هـــم نے انسان کو ایـــک بهـــترین فطرۃ عادلۂ و مقومہ کے قالب میں پیدا کیا ہے -

یہي فطرۃ صحیحہ اور خلقۃ مستقیمہ ہے جو انبیاء کرام کے اندر سے نمایاں هوتي ہے - اسي لیے وہ خدا کے اس احسان کا ذکر بار بار کرتے هیں - اور یہي فطرۃ اصلیۂ صالحہ ہے جو انکے عصر و دور کي عام تاریکي و ضلالت کے اندر چمک کر حقیقت معجوبہ کا روشن راستہ دکھا دیتي ہے :

واذ قـال ابـراهیم لابیـه و قومه : انني براء ممـا تعبـدون - الا الـــذي فطرني فانه سیهـدین (زخرف : ۲۵) ابراهیم نے اپنے باپ اور اپني قوم سے کہا : ایک خدا کو چھوڑ کر تم نے اپني پرستش کے جو جھوٹے معبود بنا لیے هیں ' میں نے اُن سب سے اپنے آپ کو الگ کرلیا - میں صرف اسي ایک معبود حقیقي کا هو رہا هوں جس نے مجھے پیدا کیا - اور چونکہ مجھے پیدا کیا اسلیے صرف وهي ہے جو میري فطرۃ سلیمہ کے ذریعہ میري هدایت کریگا !

اسلیے یه روح بھي سب سے پہلے اونہي کے قلب میں امر بالمعروف و النهي عن المنکر کا احساس پیدا کرتي ہے :

و اما من خاف مقام ربه و نهي النفس عن الهوی (نازعات : ۴۱)

وہ شخص جو اپنے خدا سے ڈرا اور جس نے نفس کو هوا پرستي سے روکا -

پھر یه روح ترقي کرکے بڑے بڑے مظاهر ڈھونڈھتي ہے - کبھي جز و نبوت بن جاتي ہے : یامرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکر و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث - یه آیة کریمه اوپر گذرچکي ہے -

کبھي ایک امة مسلمۂ و عادله کي خلافت کے اندر سے نمایاں هوتي ہے :

الذین ان مکنهم في الارض اقاموا الصلوة و اتو الزکواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر' و لله عاقبة الامور (حج : ۴۲)

وہ خدا کے مومن بندے که اگر هم اُنکي خلافت کو دنیا مین قائم کردیں تو اُنکا یه کام هوگا که صلواة الهي کو قائم کرینگے' الله کي راہ میں اپنا مال خرچ کرینگے' نیکي کا حکم دینگے' اور برائي سے روکیں گے - اور انجام کار الله هي کے هاتھ ہے -

کبھي نیک بندوں کے اعمال کے اندر سے ظہور پذیر هوتي ہے :

اقم الصلوة ! ان الصلوة تنهي عن الفحشاء والمنکر و لذکر الله اکبر - (عنکبوت : ۴۴)

صلواة الهي کو قائم کر' بلا شبه وہ تمام برائیوں سے روکتي ہے' اور خدا کے ذکر کا اثر تو اس سے بھي زیادہ هوسکتا ہے -

کبھي ایک مستعد گروہ کے اندر سے جلوہ گر هوتي ہے :

امة قائمة یتلون آیت الله اناء اللیل و هم یسجدون - یومنون بالله و الیوم الاخر' و یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر' و یسارعون في الخیرات - اولئک من الصالحین - (آل عمران : ۱۰۹)

وہ حق پرست جماعت جسکے افراد کا یه حال ہے که راتوں کو اُٹھکر الله کے کلام کي تلاوت کرتے هیں اور اُنکے سر اُسکے آگے جھکے هوتے هیں' الله اور یوم آخر پر ایمان رکھتے هیں' نیکي کا حکم دیتے هیں' برائي سے روکتے هیں' اور نیک کاموں کیلیے سرگرم رهتے هیں' سو یہي لوگ هیں که انکا شمار " صالحین " میں ہے -

لیکن هر حالت میں وہ ایک روشني ہے جو دنیا هي کو دي جاتي ہے' اسلیے سب سے پہلے وہ آمرین بالمعروف کو ٹھوکر سے بچاتي ہے - وہ دنیا کے نشیب و فراز اور سنگ و خاشاک سے بچکر صحیح و سالم نکل جاتے هیں :

فلما نسوا ما ذکروا به' انجینا الذین ینهون عن السوء (اعراف : ۱۶)

اور جب اون لوگوں نے الله کي بخشي هوئي هدایت کو بھلا دیا' جو امرین بالمعروف کے ذریعه اونکو یاد دلائي جاتي تھي' تو هم نے اونکي برائیوں سے داعیان حق کو بچا لیا تاکه بدکاروں کا ظلم انہیں نقصان نه پہونچا سکے -

اگر یه روشني نه هوتي تو تمام دنیا ایک ظلمت کدۂ هلاکت بن جاتي اور عقل کي آنکھه کچھه بھي نه دیکھه سکتي :

فلو لا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیة ینهون عن الفساد في الارض الا قلیلا ممن انجینا منهم' واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه' و کانوا مجرمین - (هود : ۱۱۷)

جو قومیں تم سے پہلے گذر چکي هیں ان میں ایسے داعیان حق کیوں نه هوے جو ظلم و فساد سے روکتے ؟ بلا شبه هوے لیکن انکي تعداد تھوڑي تھي اور یہي ارباب اصلاح و معروف تھے جن کو بندگان ضلالت نے نقصان پہنچانا چاھا - مگر هم نے بچا لیا' اور ارباب ظلم و فساد اپنے فسق و فجور هي میں مبتلا رهے - بلا شبه یه مجرموں میں سے تھے که انہوں نے قانون الهي سے بغاوت کي !

لیکن عام لوگوں پر اسکي ترقي و تنزل دونوں کے مدارج کا اثر یکساں پڑتا ہے - جسطرح دھندلي روشني کو هر آنکھه نہیں دیکھه سکتي' اسي طرح آفتاب کے قرص پر بھي هر نگاہ نہیں ٹھہر سکتي - جب علماء کي قوت احتساب بے اثر هوجاتي ہے' تو فطرة محتسبه تمام دنیا کا احتساب براہ راست نہیں کرسکتي - اسوقت خدا اپنے ایک کامل بندے کو چن لیتا ہے جو نور الهي کو جذب کرسکتا ہے - جسکي بصیرة میں آفتاب الهي کے دیکھنے اور انعکاس نورانیت کي طاقت کامل موجود هوتي ہے' اور وہ دوسروں کے اندر بھي اس روشني کي کرنوں کو نافذانه پہنچا سکتا ہے - یہي درجه مقام اعظم نبوت ہے' اور اسي لیے دنیا میں هر شخص کو چاهیے که بغیر کسي بحث و مباحثه کے اوسکے احکام کو تسلیم کرلے' کیونکه هر شخص بذات خود اس نور کا کسب نہیں کرسکتا - وہ ایک قوة قائمۂ منورہ کا محتاج ہے - یه قوة منورہ مقام نبوة کي فعالیت ہے' اور اسي بنا پر خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے :

ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نهاکم عنه فانتهوا (حشر : ۷)

رسول تمکو جن چیزوں کا حکم دے' اسپر عمل کرو' اور جس چیز سے روکے اوس سے رک جاؤ !

پس یه حکم جبري نہیں ہے' بلکه عین فطري ہے - اور فطرت کے سامنے انسان کو گردن جھکا دیني چاهیے -

لیکن اسکے ساتھه هي هر شخص کا فرض ہے که اس روشني کو دنیا میں پھیلائے - اور اگر دنیا اوسکو قبول نه کرے تو مایوس نه هو - کیونکه نیکي کا حکم کبھي بے اثر نہیں رہ سکتا' اور دنیا کو بہر حال برائي سے روک هي دیتا ہے :

لو لا ینهاهم الربانیون و الاحبار عن قولهم الاثم و اکلهم السحت' لبئس ما کانوا یصنعون - (مائدہ : ۶۸)

اگر علماء و احبار حق یہودیوں کو بري باتوں کے کہنے اور حرام کھانے سے نه روکتے' تو وہ اس سے بھي زیادہ برائیوں اور بدکاریوں میں ڈوبتے' جتني (باوجود مجددین حق اور آمرین بالمعروف کي تعلیمات کے) ان میں نظر آرهي هیں -

غــزل

غم سے نہیں ایک دل بھي آزاد * فریاد ز دست عشق فریاد !
عاشق هوے اور مر مٹے هم * اپني تو یه مختصر ہے روداد !
هوگا کسے جان دینے میں عذر ؟ * ارشاد اور آپکا پھر ارشاد !
جانباز ہے عشق' حسن دلدار * یه دونوں امور هیں خدا داد
اُس چشم سے دلبري کے شیوے * سب سیکھه لیے بغیر استاد
رهنے لگي انکي یاد هر دم * اب همکو رهیگا اور کیا یاد ؟
پردے میں ستم کے لطف حسرت * ہے اس بت حیله جو کا ایجاد

رنــه

دل کشتۂ غم ہے جان برباد * مایوس فراق هوں مگر شاد
عاشق کا ہے کم جان دینا * اتنا بھي ہے اسکے خیال پر صاد
با نرمي حسن و گرمي خو * اُس ذات میں هیں صفات اضداد
[illegible] هیں اور سب فسانے * اک قصۂ آرزو رها یاد !
هر حسن که عشق سب هیں فاني * شیریں هي رهي' رها نه فرهاد

(ق)

ارباب وفا پرست و حق کوش * تھا جن سے دیار صدق آباد
سب هوگئے چپ' بس ایک حسرت * گویا هیں " ابو الکلام آزاد "

[حسرت موهاني]

ایک جدید قوت پیدا کرتی ہے، جسکو شریعت کی اصطلاح میں "صلواۃ الہی" کہتے ہیں - "صلواۃ" کے اندر وہ تمام اعمال کاملۃ و حقۃ و عادلۃ داخل ہیں جنکو عبودیۃ الہی کے ارتقاع و علو کے ساتھہ دنیا میں ایک انسان کامل انجام دیتا ہے، اور اس طرح ہر عام "انسانی فعل" ایک مزید درجۂ ترقی و نشؤ پاکر "عبادت" بن جاتا ہے - چنانچہ یہی قوت ہے جو اپنی خاموش زبان سے دنیا کی ہدایت کرتی ہے :

ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء و المنکر -	نماز ہرقسم کی برائیوں سے روکتی ہے -

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو یہی اعلی ترین عملی قوت شرک و بت پرستی سے روکتی تھی، اسلیے اون لوگوں نے کہا :

اصلواتک تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا ؟ (۱۲ : ۸۸)	کیا تمہاری عبادت تم کو یہ حکم دیتی ہے کہ اس راہ کو چھوڑ دیں جسپر ہمارے باپ دادا کا عمل تھا اور جس چیزکی وہ پوجا کرتے تھے ؟

(قانون تنزل)

لیکن قوت احتساب نے جس طرح ترقی کی تھی، اوسی طرح انحطاط کے مدارج بھی شروع ہوتے ہیں - جو انسان کہ اپنے بچوں کی قوت احتساب کو ترقی دے سکتا تھا، ایک وقت آتا ہے کہ خود اپنی قوۃ محتسبہ ہی کو فنا کر دیتا ہے، اور اسکے تمام حواس ظاہری و باطنی خارجی ضلالت کے اثر سے معطل ہوکر رہجاتے ہیں - یہاں تک کہ ہر شخص علانیہ منکرات و معاصی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور ابدی فطرۃ صالحۃ و سلیمہ کو یکقلم مسخ کردیتا ہے - حضرۃ لوط علیہ السلام نے کہا تھا :

ائنکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون فی نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸)	تم لوگ فعل خلاف وضع فطری کے مرتکب ہوتے ہو، دن دھاڑے ڈاکہ مارتے ہو، اور اپنی صحبتوں میں علانیہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہو -

اسلیے اب زندگی کے مدارج نباتاتی و حیوانی دونوں فنا ہوجاتے ہیں - انسانیت کاملہ کا ظہور انہی کی تدریجی ترقی کا نتیجہ تھا - پس جب اوسکی ابتدا کی کڑیاں ٹوٹ جاتی ہیں تو انسانیت کاملہ کا درجہ بھی (جو آخری کڑی کا حکم رکھتا) ہے، فنا ہوجاتا ہے - بلکہ فنا کردیا جاتا ہے :

ان الذین یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین بغیر حق (۳ : ۲۰)	وہ لوگ جو آیات الاہیہ کا انکار کرتے ہیں، اور انکا سب سے بڑا انکار یہ ہے کہ انکے حاملین اور داعیوں کو قتل کرتے ہیں -

اب انہی لوگوں کے ہاتھوں اس انسان کامل کی وہ نسل بھی مفقود ہوجاتی ہے جو اس فرض احتساب کو ادا کرتی تھی :

و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس (۳ : ۲۰)	اور یہ بدبخت ان پاک انسانوں کو بھی قتل کردیتے ہیں، جو عدل اور صراط مستقیم کی طرف انسانوں کو بلاتے اور امر حق کا حکم دیتے ہیں -

لیکن ترقی و تنزل کے یہ مدارج ایک ہی اصول کے تابع ہیں - جسطرح نسل حق تدریجی ترقی کے بعد پیدا ہوئی تھی، اوسی طرح بتدریج فنا بھی ہوتی ہے - امر بالمعروف اور احتساب انسانی کی ترقی کے کئی درجے تھے - اسی طرح اسکا تنزل بھی تین درجوں میں منقسم ہے - ابتداء میں یہ گمراہ نسل اگرچہ خود نیکی پر عمل نہیں کرتی، تاہم دوسرونکو نیکی کرنے کا حکم رسماً و عادتاً ضرور دیتی رہتی ہے - یہ تنزل کا پہلا درجہ ہے :

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم - (بقرہ - ۴۱)	دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو لیکن خود اپنے نفسوں کو بھول گئے ہو جو سب سے زیادہ اس حکم کے مستحق ہیں ؟

لیکن رفتہ رفتہ یہ حالت یہانتک پہونچ جاتی ہے کہ خود یہی نسل دوسرونکو برائی کا حکم بھی دینے لگتی ہے اور اسطرح احتساب حق کا آخری نقش پا بھی مٹ جاتا ہے - تاہم یہ دوسرا درجہ ہے :

الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل (نساء - ۴۱)	وہ بدبخت جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کیلیے حکم کرتے ہیں،

اور اس طرح اللہ کی دی ہوئی طاقت کو اللہ کی راہ میں نہ تو خود خرچ کرنا چاہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں !

اسکے آگے ایک درجہ اور آتا ہے - دوسرے درجہ میں گرکر یہ نسل برائی کا حکم دیتی تھی، لیکن ابھی تک نیک کاموں میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتی تھی - اب تیسرا درجہ الہی قوت کے فقدان اور شیطان کے تسلط کے اعلان کا آتا ہے، اور صرف یہی نہیں ہوتا کہ برائی کی جائے اور برائی کی تعلیم دی جائے، بلکہ ان دونوں مدارج ابلیسیت کے ساتھہ یہ منتہاء شیطنت بھی شروع ہوجاتی ہے کہ برسرداران باطل حق کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور سچائی اور نیکی کو دنیا سے بالکل معدوم و فنا کردینا چاہتے ہیں .

المنفقون و المنفقت بعضهم من بعض یامرون بالمنکر و ینہون عن المعروف (توبہ - ۶۸)	منافق مرد اور منافق عورتیں جو اعانت باطل اور مخالفت حق میں ایک دوسرے کے ساتھی اور سازشی ہیں، برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور ساتھہ ہی دنیا کو نیکی سے روکتے بھی ہیں -

انحطاط کا یہی درجہ ہے جہاں پہونچکر اس نسل کا خاتمہ ہوجاتا ہے، آمرین بالمعروف علانیہ قتل کیے جاتے ہیں، طرح طرح کی تکلیفوں اور قسم قسم کی دنیوی سزاؤں سے انکی جماعت کو ہلاک کیا جاتا ہے، اور اسطرح وہ روح صالح فنا کردی جاتی ہے جو دنیا کو ایک عام دعوت عمل دیتی تھی، اور وہی انتظام انسانیۃ کبری کی آخری منزل تھی -

(لوازم و اعراض)

اس تفصیل سے تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ امر بالمعروف و النہی عن المنکر ایک روح عامہ کا نام ہے جو تمام کائنات ہستی پر حکومت کرتی ہے، لیکن روح کے مظاہر مختلف ہوتے ہیں - حیوان اور انسان دونوں میں روح ہے، لیکن دونوں کے آثار و نتائج مختلف ہیں - روح حیوانی میں وہ نور نہیں ہے جس سے انسان کا دماغ روشن ہے - اسی طرح امر بالمعروف کی روح اگرچہ فطرتاً تمام عالم میں ساری ہے، لیکن ترقی و تنزل کے لحاظ سے اسکے مدارج مختلف ہیں - اس روح کا سب سے اعلی مظہر خود خداے ذو الجلال ہے :

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی و ینہی عن الفحشاء و المنکر و البغی - (نحل : ۹۰)	خدا عدل، احسان، اور اقربا کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، اور ہر قسم کی برائیوں اور ہر قسم کے غصب حقوق سے روکتا ہے -

لیکن خدا کی روشنی کو وہی لوگ دیکھتے ہیں جنکے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے :

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - (فاطر : ۲۸)	خدا کے بندوں میں صرف وہی لوگ خدا کا خوف اپنے اندر رکھتے ہیں جو ارباب علم و بصیرۃ ہیں -

اور ایک نئي اُمة صالحه کے پیدا کرنے والے تھے - اس اُمة صالحه کے لا تعد و لا تحصی افراد انکي دعوة کي وحدت اعلی میں مضمر تھے:

ان ابراهیم کان اُمة قانتا لله حنیفا -	یقیناً حضرة ابراهیم کا وجود ایک پوري اُمة تھا جو انکي دعوة سے پیدا ھونے والی تھي - صرف الله ھي کے نام پر جینے والي اور مرنے والي ' اور ایک ھي مستقیم و فطري راہ ھدایت پر عامل ! !

چنانچه یہی وجه ہے که قرآن حکیم نے حضرة نوح کي مخصوص صف میں صرف حضرة ابراهیم ھي کو جگه دي' اور انکو حضرة نوح کی طرف منسوب کیا :

و ان من شیعته لابراهیم اذ جاء ربه بقلب سلیم - (۳۷ : ۷۲)	اور حضرة نوح ھي کي جماعت میں سے حضرة ابرهیم بھي ھیں ' جبکه وہ اپنے پروردگار کے حضور " قلب سلیم " کے ساتھه حاضر ھوے - الخ -

اس آیت سے پہلے حضرة نوح کا ذکر تھا - فرمایا که انھي کي جماعت میں سے یا انھي کے طریق تاسیس امم و اصول تبلیغ شریعة حدیدہ پر چلنے والے حضرة ابراهیم علیه السلام بھي تھے -

تمام قرآن میں کسي نبي کو بھي حضرة نوح کا " شیعه " یا متبع نہیں کہا ہے - صرف حضرة ابراهیم ھي کو انکي طرف منسوب کیا - کیونکه حضرة نوح نے نئی قومیت کي بنیاد رکھي تھي اور یہي مشن حضرة ابراهیم علیه السلام کا بھي تھا -

(مماثلة و مشارکة اعمال و نتائج)

طوفان کے بعد کي تمام اقوام حضرة نوح ھي کي دعوة کي ذریة و نسل تھی - اسي طرح حضرة ابراهیم کے بعد کے تمام سلاسل هدایت و سعوب و اقوام صالحه حضرة ابراهیم ھي کي دعوة پر آکر ختم ھوتے ھیں' اور ان سب کا مرکز وجود ابراهیمي ھي ہے -

طوفان کے بعد جسقدر هدایت الهي کي روشني پھیلي ' اور جتني قوموں میں عقائد صحیحه و اعمال صالحه کا ظہور ھوا' وہ سب کي سب حضرت نوح ھي کي بناکردہ دعوة کي شاخیں تھیں - اسي طرح حضرة ابراهیم کے بعد جسقدر شریعة الاهیه کا قیام ھوا' اور دین و عدالت کے عقائد و اعمال کي خدمت جن جن قوموں نے انجام دي ' وہ سب کي سب حضرة ابراهیم ھي کي قائم کردہ دعوة کے سلسلے اور متبعات تھے -

دعوة نوحي نے زمین کي وراثت و خلافة کیلیے ایک امت پیدا کي' اور وہ مختلف شکلوں' مختلف لباسوں' مختلف گوشوں اور مختلف اثرات قوم و موسم کے ساتھه گردش میں رھي - نقطه اسکا ایک ھي تھا' مگر دائرہ کي وسعت نے لاکھوں رقبوں اور کروروں نفوس کو اپنے اندر لے لیا تھا - اسي طرح حضرة ابراهیم کا نقطۂ خلت نمایاں ھوا' اور اسکے دائرے کے اندر کتني ھي قومیں' کتني ھي نسلیں ' اور کسقدر بے شمار انساني تعداد سمٹ آئي - یہي ایک قوة موسسۂ ابراهیمیه تھي جو مختلف گوشوں' مختلف شکلوں' مختلف ملکي و قومي اثرات و انفعالات کے ساتھه نشوونما پاتي اور اپنا فعل کرتي رھي -

وہ ایک ھي دعوة نوحي تھي جسنے اپنے دور فعل و نشؤ میں کتنے ھي نام پاے اور کتني ھي مختلف شکلوں میں اپنا مرکزي فیضان جاری رکھا؟ وہ کبھي اپنے اصل کے نام سے شریعة نوحي تھي' پھر اپني تجدید و احیاء کے دور میں آکر کبھي حضرة ھود کي پکار' کبھی حضرة صالح کي فریاد' اور کبھي ان بے شمار داعیان حق کا وعظ حق تھي جنکے نام ھمیں نہیں بتلاے گئے !

وہ ایک ھي اُمة صالحه تھي جسنے اولین و حقیقي شکل اُمة نوحي کي پائي - پر جب پھیلي اور متفرق ھوئي تو کبھي قوم ثمود کے ضلالت اباد کا ایک گوشۂ ھدایت تھي - کبھي عاد کي آبادیوں میں چند مسکینوں اور مظلوموں کا جھونپڑا تھا کبھي ما بین النهرین کا ایک پاک گھرانه جو اپنے وطن و قوم کي خباثتوں پر ماتم کرتے تھک گیا تھا' اور کبھي اصحاب الایکة کے چند افراد مومنین ' اور تبابعۂ یمن کے عظیم الشان تمدنوں میں دعوة نوحي کي ایک صداے بازگشت: کل کذب الرسل فحق وعید (۵ : ۱۵)

تھیک تھیک اسي طر دعوة ابراهیمي کي " وحدة خلة " بھي نمایاں ھوئي' اور اس نے کثرت و تعینات ھدایة کي کتني ھي مختلف شکلیں ' مختلف صدائیں ' اور مختلف گوشے پاے - وہ ایک ھي حسن وجمال خلة کبری تھا جو اپني اصل شکل میں تو " ابراهیم" کے نام سے آیا ' پر اسکے بعد محبوبیتوں کے کتني ھي مختلف لباس اسے پہناے گئے' اور حسن الهي کي کتني ھي مجلسوں میں کتنے مختلف نقابوں کے ساتھ اُسکي نمایش ھوئي؟ وہ اپنے اولین ظہور میں اگرچه قرباني کي ایک چھري تھي جو اپنے جگر گوشے کے گلے پر پھیرنے کیلیے تیز کي گئي ' لیکن اپنے دوران و سیران نشو و نما میں کبھي چشم یعقوب کا پاک آنسو بنکر نمودار ھوئي جو فراق یوسفي میں بہا' اور کبھي خاندان اسحاق و یعقوب کي ایک مقدس وصیت اسلامي میں ظاھر ھوئي جس نے ملة حنیفي کو آنے والے عہد میں منتقل کیا - وہ کبھي خاک مصر کے ایک عیش کدۂ شباب کے اندر " معاذ الله ! ان ربي احسن مثوای ' انه لا یفلح الظالمون " کي صداء نبوت تھي ' کبھي قید خانۂ مصر کے اندر دین قیم کا ایک جامع وعظ که " ء ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القہار؟ " پھر عشق و جستجوے حقیقت کا وہ بے چین قدم جو بیابان مدین کي وادي مقدس میں آگ کیلیے والہانه دوڑا ' اور فطرة نبوت کا وہ سرجوش هدایت جس نے " انی انا الله " کي صداے عشق نواز پر لبیک کہا ' گو اپنے عہد میں " حقیقت موسوي " کا ایک مقام تھا ' پر دراصل اسکے اندر بھي حقیقت ابراهیمي ھي کار فرما تھي - پھر ظہور صداقت کا وہ عہد اعظم جس نے سرزمین مصر کے ظلم و استبداد کو شکست دي اور نسل اسرائیلي کو فراعنۂ مصر کي غلامي سے نجات دلائي ' اگرچه موسی علیه السلام کے " ثعبان مبین " کا کرشمه تھا ' لیکن یه عصاء موسوي کي قوت بھي وھي قوة تھي جو اس سے پہلے " حجة ابراهیمي " بنکر کالڈیا کے استبداد نمرودي کے سامنے چمکي تھي - اور پھر دیکھو' وہ اسرائیلي قدوسیت جو مقدس داؤد کي الهي نغمه سرائیوں کے اندر سے زمزمه پیرا ھوئي ' اور وہ عشق الهي کي سرمستي جس نے زبور کي پاک گیتوں کے اندر سے اپنے خداوند کو پیار کیا ' در اصل اوس عشق خلیلي ھي کي ایک تڑپ تھي جسنے اپنے محبوب کي راہ میں اپنے بیٹے تک کو قربان کردینا چاھا تھا - وہ اسرائیلي عظمت و جمال کا تخت جسپر حضرت سلیمان نے شہنشاھي کي ' وہ سچائي اور حقانیت کي شمشیر جو طالوت کے قبضه میں چمکي ' وہ مجددین اسرائیلین کا عظیم الشان سلسله جسنے یہودیوں کي ضلالتوں کا مختلف قرون اسرائیلیه میں مقابله کیا ' گو دور اسرائیلي کے سلسلے کي کڑیاں ھیں' مگر دراصل انکے اندر بھي اُسي پہلي کڑي کي روح اعلی کام کر رھي تھي جس نے کبھي کالڈیا کے سب سے بڑے بت کو توڑا تھا ' اور کبھي ایک ریتلي سرزمین میں ھدایت ارضي کا مرکز قائم کیا تھا - وہ دانیال نبي کا وعظ حق جس نے بابل کي دیواروں کو ھلا دیا ' وہ یسعیاہ نبي کا نوحه جس نے یروشلیم کي تباھي پر اپنے دل و جگر کے ٹکڑے

اسوۂ حسنہ

کائنات خلت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کہ سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خواندہ و دیگر از سر گرفتہ ایم

(۲)

(تاسیس امۃ صالحۃ کا دوسرا عہد)

حضرۃ نوح علیہ السلام نے جس نئی امۃ کی بنیاد رکھنی چاہی تھی ' اگرچہ حالات عصر و جہل انسانیۃ اس سے دست و گریباں رہی ' اور اسلیے :

ما امن معہ الا قلیل (۱۱ : ۴۶)	انپر ایمان لانے کی سعادت نہیں ملی مگر ایک چھوٹی جماعت کو -

تاہم جس امۃ صالحہ کی اس عہد اولی میں بنیاد پڑی تھی وہ ضائع نہ گئی ' اور خدا کا کوئی حکم دعوۃ ضائع نہیں جا سکتا - اگرچہ خود حضرۃ نوح پر بہت کم لوگ ایمان لاے کیونکہ انسانی مدنیۃ و عمران کا بالکل عہد طفولیت بلکہ اس سے بھی مقدم تر دور تھا ' اور مذہب کا سلسلۂ ارتقاء ابھی اپنی ابتدائی کڑیوں سے ایک دو قدم آگے بڑھا تھا ' لیکن جب حضرۃ نوح علیہ السلام اور اُن کے صدیقین و متبعین کی اولاد زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلی تو وہ اپنے ساتھہ اس نئی قومیت کے عقائد و اعمال بھی لیگئی - اس طرح دعوۃ نوحی کا ایک عالمگیر عہد نمؤ شروع ہوا ' اور طوفان کے بعد انسانی ہدایت کا سر رشتہ عرصہ تک اسی کے ہاتھہ رہا - وہ ہدایت الاہیہ کی ابتدائی شعاعیں جنھوں نے طوفان کے بعد زمین کے مختلف حصص کی تاریکیوں کا مقابلہ کیا اور اجتماعی ضلالت کے ازمنۂ اولی میں ہمیشہ ظلمت ارضی کیلیے تنہا سراج منیر تھی ' دراصل حضرۃ نوح ہی کی دعوۃ ' اور اسی دعوۃ کے مجددین و مصلحین کا سلسلہ تھا - یہی وجہ ہے کہ حضرۃ نوح کی جو زندگی طوفان کے بعد سے شروع ہوتی ہے ' اسکا ذکر قرآن حکیم نے ان لفظوں میں کیا ہے :

قیل یا نوح ! اہبط بسلام منا و برکات علیک و علی امم ممن معک ' و امم سنمتعہم ثم یمسہم منا عذاب الیم (۱۱ : ۵۰)	حضرۃ نوح طوفان کے بعد جب زمین پر دوبارہ قدم رکھنے لگے تو انکو بشارت دی گئی کہ اس آتونے اور قدم رکھنے میں سلامتی اور برکتیں رکھدی گئی ہیں - اے نوح ! تجھپر ' تیرے

ساتھیوں اور صدیقوں پر ' اور تیرے ساتھیوں سے جو امتیں پیدا ہونگی ان سب کیلیے ' برکت الہی کی بشارت ہے - ہاں ! ان آنے والے گروہوں میں وہ قومیں بھی ہونگی جو ابتدا میں تو راہ حق پر قائم رہکر امن و فرصت پائینگی - لیکن بعد کو گمراہ ہوکر ہمارے عذاب کی مستحق ٹھہرینگی جو بہت ہی سخت عذاب ہوگا !

اسی طرح سورہ والصافات میں فرمایا کہ :

وجعلنا ذریتہ ہم الباقین ' و ترکنا علیہ فی الاخرین ' سلام علی نوح فی العالمین (۳۷ : ۷۲)	ہم نے حضرت نوح کی ذریت ہی کو بقا دی کیونکہ وہی ایک صالح قوم پیدا ہوئی تھی ' اور اسیطرح بعد کی تمام آنے والی قوموں اور نسلوں کیلیے

دعوۃ نوحی ہی کو وسیلۂ ہدایت قراردیا - پس تمام جہانوں ' تمام قوموں ' اور تمام نسلوں میں سلام ہے نوح کیلیے جسکا وجود تمام عالم کی ہدایت و دعوت کا مرکز تھا !

یہاں یہ واضح رہے کہ سورہ والصافاۃ میں ایک خاص ترتیب و اخذ نتائج کے ساتھہ متعدد انبیاء کرام کے بعض اہم وقائع حیات اور مختارات مواعظ بیان کیے گئے ہیں ' اور عموماً انداز بیان یہ ہے کہ آخر میں اُنپر سلام بھیجا جاتا ہے - لیکن ان سب میں حضرۃ نوح کے تذکرہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انکے "سلام" کے ساتھہ تو " فی العالمین " کا لفظ فرمایا ہے : سلام علی نوح فی العالمین لیکن اور انبیا کی نسبت صرف " سلام " ہی پر اکتفا کیا ہے - مثلا " سلام علی موسی و ہارون " - " سلام علی الیاسین " - یعنی اور انبیا کے متعلق تو صرف یہ ہے کہ انپر سلامتی ہو یا انکے لیے فرمان سلام ہے - لیکن حضرۃ نوح کی نسبت فرمایا کہ تمام عالموں میں ' یعنی " تمام نسلوں ' تمام قوموں ' تمام ملکوں میں انکے لیے اعلان عام سلام کا ہے !

یہ دراصل اِسی طرف اشارہ ہے کہ حضرۃ نوح کی دعوۃ کسی خاص نسل اور قوم کو زندہ کردینے کیلیے نہ تھی ' بلکہ وہ اُس قسم دعوۃ میں داخل تھی جو موجودہ نسلوں اور قوموں سے بالا تر ہوکر خود ایک نئی قوم پیدا کرتی ہے ' اور اسکی بنیاد محض اخوت دینی پر قائم ہوتی ہے - پس وہ جغرافیہ و نسل سے ماورا رہکر ایک عالمگیر برادری بن جاتی ہے ' اور زمین کا ہر ٹکڑہ ' نوع انسانی کا ہر حصہ ' اقوام و ملل کی ہر نسل اسکے دامن میں پناہ لے سکتی ہے -

حاصل بیانات بالا یہ کہ سلسلۂ ارسال رسل و شرائع میں سب سے پہلی مکمل دعوۃ جس نے نئی امۃ پیدا کی ' حضرۃ نوح کی دعوۃ تھی - یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہر جگہہ اس سلسلے کو حضرۃ نوح ہی سے شروع کیا ہے - یہ دور عرصہ تک جاری رہا ' اور دنیا کے دور دراز گوشوں تک پھیلا - انبیا و مجددین آتے رہے ' اور اُن ضلالتوں کے مقابلہ میں جہاد کرتے رہے جو دعوۃ نوحی کی روشنی کو معدوم کرنا چاہتی تھیں - لیکن چونکہ ابھی انسان مدنیۃ و عمران کے ابتدائی حصے میں تھا ' اسلیے شریعۃ الاہیہ بھی اپنے سلسلۂ ارتقاء کی ابتدائی منزلوں سے آگے نہیں بڑھی تھی -

یہاں تک کہ انقلاب عالم نے ایک نیا صفحہ اولٹا ' اور وہ وقت آگیا جب ایک دور ختم اور دوسرا دور شروع ہو - یہ مواسم الاہیہ کا بالکل ایک نیا موسم تھا ' جو تمام فضاء انسانیۃ پر چھانے والا تھا ' اور دنیا نے اب اتنی ترقی کرلی تھی کہ " عالم نوحی " سے مرتفع ہوکر " کائنات خلت " میں داخل ہو : و کان امراً مقضیا !

(دعوۃ ابراہیمی)

حضرۃ نوح علیہ السلام کے بعد کی کائنات ہدایت کا دوسرا دور دعوۃ شروع ہوا - اس دور کا مصدر و مرکز حضرۃ ابراہیم خلیل اللہ (علی نبینا و علیہ الصلواۃ و السلام) کا وجود مقدس تھا -

حضرۃ ابراہیم ' حضرۃ ہود یا حضرۃ صالح علیہما السلام کیطرح پچھلی دعوتوں کے احیاء و اصلاح کیلیے نہیں آے تھے ' بلکہ ٹھیک ٹھیک مثل حضرۃ نوح کے ایک نئے دور ہدایت کے موسس

که موسسین و مجددین کي یه دونوں صفیں بھي بالکل الگ الگ اسمیں موجود ھیں - تاسیس امم صالحه کے ان دونوں دوروں کو ایک دوسرے سے علحده کردیا گیا ھے ' اور ھر دور میں سے پہلے دعوۃ موسسه کا تذکره ھے ' پھر اسکے مجددین کا -

لیکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراھیم ' سورۂ مریم ' سورۂ عنکبوت میں دیکھوگے که انبیاء کرام کے ذکر میں کوئي تاریخي ترتیب نہیں ھے - شعراء میں سب سے پہلے حضرۃ موسی اور بني اسرائیل کا ذکر ھے - اسکے بعد حضرۃ ابراھیم علیه السلام کا ' پھر حضرۃ نوح کا ' پھر حضرۃ ھود کا ' پھر حضرۃ صالح کا ' پھر حضرۃ لوط کا ' اور سب کے آخر میں حضرۃ شعیب (علیھم الصلواۃ والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تھے ' وہ موخر ھیں ' اور جو معاصر تھے (مثل حضرۃ ابراھیم و حضرۃ لوط کے) وہ اسطرح الگ کردیے گئے ھیں ' گویا ان دونوں کے درمیان صدھا سال حائل تھے -

اسي طرح سورۂ " ابراھیم " میں پہلے حضرۃ نوح کا تذکره ھے - پھر حضرۃ موسی کا ایک مفصل بیان شروع ھوگیا ھے - حالانکه حضرۃ موسی حضرۃ نوح کے کسقدر بعد گذرے ھیں ؟

سورۂ مریم میں ابتدا حضرۃ ذکریا اور مسیح علیھما السلام سے کي ھے - پھر حضرۃ ابراھیم و اسماعیل علیھما السلام وغیره کا تذکره دیا گیا ھے -

بر خلاف انکے سورۂ " ھود " میں اول سے لیکر آخر تک بالکل تاریخي ترتیب قائم ھے - جو انبیاء پہلے گذرے ھیں انکا پہلے ذکر ھے - جو انکے بعد آے ' وہ انکے بعد ذکر کیے گئے ھیں -

یه ترتیب اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتي ھے که تاسیس امم صالحه کے دو تاریخي دور تھے ' اور چونکه سورۂ ھود میں مقصود تاریخي استقراء تھا ' اسلیے ٹھیک ٹھیک انکے ظہور کے اصلي اوقات و ازمنه کے مطابق سلسلۂ ظہور و بعثت میں انکو جگه دي گئي -

پس یه یاد رکھنا چاھیے که سورۂ ھود میں جس نبي کو جو جگه دیدي گئي ھے ' وھي اسکي اصلي تاریخي جگه ھے - اور دوسري سورتوں میں انکي صفوف بلحاظ زمانۂ ظہور یا بلحاظ صنف دعوۃ کے نہیں ھے ' بلکه وھاں کچھه اور مقاصد پیش نظر ھیں جنکے لیے ترتیب تاریخي و صنفي کي ضرورت نه تھي -

چنانچه سورۂ ھود میں سب سے پہلے حضرۃ نوح علیه السلام کي دعوۃ کا ذکر کیا ھے - کیونکه حضرۃ نوح ھي کے زمانے میں سب سے پہلے اجتماع انساني نے ایک مقوم و منظم اجتماع تک ترقي کي جسپر لفظ " امة " کا حسب لغة عرب اطلاق ھو سکتا ھے - حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسه تھي - انکي تاسیس سے پہلا دور شروع ھوتا ھے - انکے بعد دعوۃ نوحي کے مجددین کا سلسه شروع ھوا - اس سلسه میں سے حضرۃ ھود اور حضرۃ صالح علیھما السلام کے تذکره کو بوجه کمال عبرت و تذکیر ' و ظہور معجزات قوانین الاھیه و روحانیه و معلومات مخاطبین ' و علائق قدیمۂ عرب ' چن لیا ھے اور قوم عاد و ثمود کي ضلالت اور اسکے نتائج پر توجه دلائي ھے -

اب پہلا دور تاسیس ختم ھوگیا - اور دعوۃ نوحي کي جگه ایک نیا دور تاسیس حضرۃ ابراھیم علیه السلام کي دعوۃ کا شروع ھوا - چنانچه حضرۃ صالح کے بعد حضرۃ ابراھیم علیه السلام کا تذکره کیا ھے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حیات اجتماعي و شخصي میں سے صرف اوس ایک واقعه ھي کو سورۂ ھود کیلیے چنا ھے جسمیں حضرۃ اسحاق کي پیدایش کي انھیں بشارت دي گئي تھي ' اور اسکا ذکر ان لفظوں میں کیا ھے :

فبشرناھا باسحاق ' و من وراء اسحاق يعقوب (۱۱ : ۷۴)

پس ھمنے حضرۃ ابراھیم کي بیوي کو اسحاق کي پیدایش کي بشارت دي ' اور اسحاق کے بعد انسے یعقوب کے پیدا ھونے کي -

حضرۃ یعقوب علیه السلام کا دوسرا نام " اسرائیل " ھے اور " بني اسرائیل " انھي کي طرف منسوب ھیں - پس یہاں قران نے صرف حضرۃ اسحاق کي بشارت کے تذکره ھي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه اسکے ساتھه ھي اسطرف بھي اشاره کردیا که انسے حضرۃ اسرائیل پیدا ھونگے -

اس سے مقصود یه تھا که انبیاء مجددین کا جو سلسله قوم بني اسرائیل میں قائم ھونے والا تھا ' اور دعوۃ ابراھیمي کي قوۃ موسسه جسطرح امة بني اسرائیل کي شکل میں بڑھنے اور پھولنے پھلنے والي تھي ' اسکي طرف زیاده واضح اشاره کردیا جاے - اس اشاره کیلیے صرف حضرۃ اسحاق کا نام لے دینا کافي نه تھا ' کیونکه گو حضرۃ اسحاق ھي سے حضرۃ یعقوب پیدا ھوے ' لیکن بني اسرائیل کي قوم اور اسکے تمام انبیاء مجددین حضرۃ اسحاق کي طرف منسوب نه ھوے - حضرۃ یعقوب کي نسبت سے پکارے گئے - اسلیے " و من وراء اسحاق ' یعقوب " کہکر نسل ابراھیمي کو وھاں تک پہنچا دیا گیا ' جسکے بعد سے معاً بغیر کسي درمیاني کڑي کے امة بني اسرائیل اور دعوۃ ھاے مجددۂ ابراھیمیه کا سلسله شروع ھو جاتا ھے -

غور کرو ' سورۂ ھود میں حضرۃ ابراھیم کي حیاۃ طیبه کے اور کسي واقعه کا ذکر نہیں کیا ' صرف اس بشارت ھي کا ذکر کیا - اسکي علت یه ھے که یہاں مقصود تاریخي ترتیب کے ساتھه دو موسس دوروں اور انکے دو سلسله ھاے تجدید و احیاء کا ذکر کرنا تھا ' اور حضرۃ ابراھیم کي زندگي کا یھي واقعۂ بشارت وہ واقعه ھے جس سے حضرۃ اسحاق پیدا ھوے ' اور انکے اولاد میں حضرۃ یعقوب تھے جنسے دعوۃ ابراھیمي کا سلسلۂ مجددین و امم قائم ھوا -

پھر دعوۃ ابراھیمي کے بعد بالترتیب اسکے مجددین کا ذکر کیا ھے - چنانچه سب سے پہلے حضرۃ لوط علیه السلام کا ذکر ھے جنکي دعوۃ دعوۃ ابراھیمي ھي کے ذیل میں داخل تھي -

حضرۃ لوط کے بعد حضرۃ شعیب کا تذکره ھے - اور اسکے بعد حضرۃ موسی علیه السلام کا جنکي دعوۃ مجدده اس قوۃ سے جمع کي گویا ایک دعوۃ موسسه تھي ' اور جنکے تذکره کے اندر ان تمام مجددین اسرائیلین کا ذکر ضمنا آ گیا جو یکے بعد دیگرے آتے رھے ' اور در اصل وہ سب کے سب مع حضرۃ موسی و ھارون علیھما السلام کے دعوۃ موسسۂ ابراھیمي ھی کے مجدد تھے : ذالك من ابناء القرى نقصه عليك منها قائم و حصيد (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو که سورۂ ھود کي یه ترتیب جو ٹھیک ٹھیک ایک تاریخي اور صنفي ترتیب ھے ' کس طرح اس حقیقت کو واضح کرتي ھے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرۃ موسی کا نام حضرۃ نوح کے ساتھه دیکھوگے ' بعض مقامات میں حضرۃ ھود اور صالح کا ذکر بلا کسي فصل کے حضرۃ لوط یا حضرۃ ابراھیم کے ساتھه آ جائیگا ' لیکن سورۂ ھود میں ایسا نہیں ھے - حضرۃ ھود اور حضرۃ صالح موسس نه تھے ' دعوۃ نوحي کے مجدد تھے ' لہذا انکا ذکر بالترتیب انکي دعوۃ موسسه کے بعد کیا گیا - حضرۃ لوط ' حضرۃ اسحاق ' حضرۃ یعقوب ' حضرۃ شعیب ' اور حضرۃ موسی علیھم السلام ' حضرۃ ابراھیم کے بعد آے اور یه تمام انبیاء موسس اقوام و امم نه تھے بلکه حضرۃ ابراھیم کي قائم کردہ امة صالحه کے مصلح و مجدد تھے - اسلیے ان سبکا ذکر نه تو حضرۃ نوح کے ساتھه کیا ' نه حضرۃ ھود و صالح کے ' بلکه حضرۃ ابراھیم کي دعوۃ موسسه کے بعد کیا - اور اسي طرح کیا ' جسطرح انکي تجدید یکے بعد دیگرے بتقدیم و تاخیر زماني ظاھر ھوئي : فهذا ما الهمني ربي ' انه هو اللطيف الوهاب !

شکستہ کردیے ' وہ یرمیاہ نبي کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاؤں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکي تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقي ایل کا مرثیہ جسنے خداوند کے ملک کي محکومي و غلامي پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کي انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کي عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے الفت کي ' وہ ذکریاہ کي پیغمبرانہ فغاں سنجي جس نے بیابان قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کي تذلیل و تحقیر پر زخمي انسانوں کي طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالاخر بیابان کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کي بادشاہت کي منادي بلند کي ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ! سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اس ایک حقیقۃ الحقائق ابراهیمي هي کي نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق في الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخري ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کا سراغ [illegible] اور خداوند کے تخت کي آلودگي و ذلت پر آخري مرثیہ پڑھا ' اور [illegible] خوش خوش سولي کے تختہ کي طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ! اگرچہ تم کہتے ہو کہ وہ [illegible] کے باغ میں " مسیح " کا آخري پیام تھا ' لیکن في الحقیقت وہ بھي " وادي غیر ذي زرع " کے جمال خلت هي کي [illegible] بخشش حسن تھي :

عباراتنا شتي ; حسنک واحـــد
وکل الی ذاک الجمال بشیـــر !

و نعم ما قیل :

عشق چو نبک درنگري عین مصدرست
لیکن در صفات ظـاهر خـود مضمـر آمـــدہ

(عود الی المقصود)

پس في الحقیقت حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم (علی نبینا و علیہما السلام) کے حقائق دعوۃ کے اندر جو مماثلۃ و مشارکۃ موجود ہے ' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس اُمم کي موسس و باني هوئي هیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے هر جگہ حضرۃ نوح علیہ السلام کے ساتھہ حضرۃ ابراهیم کو ایک خاص نسبت دي ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضرۃ ابراهیم هي کو حضرۃ نوح کا " شیعہ " کہا - کیونکہ حضرۃ نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراهیمي دعوۃ هي کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے ' وہ سب کے سب حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسہ کے مجدد و محي تھے - خود کوئي موسس دعوۃ نہیں رکھتے تھے

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کي یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کي طرف رهنمائي ' ایک فضل مخصوص ہے ' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ في الحقیقت سچ ہے : و یا لیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکي تشریح بالکل نئي ہے اسلیے موجب قبول نہیں ' تو یقین کرو کہ یہ تمہاري ایک خطرناک ناداني هوگي اور تمہیں کلام الہي کي روشني سے مہجور کر دیگي - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کي تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے ' جسمیں تفسیر بالراے کي بدعت مضلہ کو ذرا بھي دخل نہیں - اور في الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہي ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کي آلودگي سے پاک رکھکر حقائق قرانیہ کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کي پوري تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان فی مقاصد القران " کي اشاعۃ کا انتظار کرنا چاهیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورۃ بقرۃ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالي گئي ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروري هیں تاکہ حضرۃ ابراهیم علیہ السلام کي نبوۃ موسسۃ و مکونہ کي حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح هوسکے -

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیہما السلام کي باهمي مماثلۃ و مشارکۃ کي طرف قران حکیم کي جن آیات کریمہ نے رهنمائي کي ہے ' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج هو چکي هیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھي زیادہ روشني قران حکیم میں موجود ہے ' اور ازانجملہ چند آیات پر تدبر نہایت ضروري ہے -

(مقاصد قصص القران)

(۱) قران حکیم کي جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے هیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کي بنا پر کئي قسموں میں منقسم هیں ' اور لوگوں نے بالعموم، انکے سمجھنے میں بڑي بڑي ٹھوکریں کھائي هیں -

بعض سورتیں هیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخي مقصود ہے - یعني یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول هدایت سے لیکر اس وقت تک شریعۃ الاهیہ کي یکساں تعلیمات نے همیشہ یکساں نتائج پیدا کیے هیں ' اور اسلیے ماضي کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھي اُن موثرات و اسباب سے وهي نتائج پیدا هونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخي ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے هیں ' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کي طرح هیں ' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک هي شکل و صورت کي کڑیاں رکھدي گئي هوں -

بعض سورتیں هیں جنمیں یہ استقراء تاریخي مقصود نہیں ہے ' بلکہ صرف کسي ایک عمل اور اسکے نتیجہ کي طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارہا دنیا میں ظاهر هوچکا ہے اور همیشہ وهي نتیجہ پیدا هوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخي کي ضرورت نہ تھي بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر ' زیادہ جامع ' اور مخاطبین کي معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافي تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہي ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخي ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسي طرح قصص القران کے مختلف موضوع هیں ' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل هیں - پہلي قسم کي سورتوں میں سے میں سورہ " هود " کي طرف توجہ دلاتا هوں ' اور دوسري میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت هي اهم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیر البیان کے حصۂ قصص القران کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ هود پر اول سے اخر تک نظر ڈالو ' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخي ترتیب هر جگہ قائم نظر آئیگي ' اور پھر دیکھو گے

اثار عتیقه

اثار اسلامیه امارت بیجا پور

[از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر پونا کالج]

(۲)

(گول گنبد)

یه عمارت نه صرف بیجاپور' نه صرف هندوستان' نه صرف اسلام' بلکه تمام دنیا کے عجائب صنعت میں سے هے - یه در اصل سلطان محمد عادلشاہ کا مقبرہ تھا - سلطان جسطرح اپنی زندگی میں بے نظیر تھا' اوسنے چاھا که مرنے کے بعد بھی بے نظیر ھو - یه بے نظیر گنبد اسی دعوی کی دلیل هے - اس عمارت کی بلندی ۱۹۸ فیت ٦ انچ هے - اور اس میں دو چیزیں باعث صد استعجاب و حیرت ھیں : گنبد اور گیلری -

گنبد نصف دائرہ نما هے - اسکا اندرونی قطر ۱۲۴ فیت ۵ - انچ' اور بیرونی ۱۴۴ فیت' ضخامت دیوار کی ۱۰ فیت هے - جہاں سے خاص گنبد کی حد شروع ھوتی هے' وھاں سے ۱۱ سنگی گیلریاں چاروں طرف اندر کی جانب بنائی گئی ھیں - جس رقبۂ فضا کو گنبد حاوی هے' وہ تقریباً ۱۸۱۱ مربع فیت هے - یهه وہ وسیع حدود ھیں جن کو دنیا کا کوئی گنبد محیط نہیں - یورپ کا سب سے بڑا گنبد روم کا پینتھان (Panthan) هے - لیکن اوسکا رقبه بھی صرف ۱۵۸۳۳ مربع فیت هے - اس گنبد کی ساخت کی خوبی یه هے که وہ بجاے دیوار کے محرابی کمانوں کی نوکوں پر اپنا بار ڈالتا هے' اور اس هندسی طریق صنعت نے گنبد کے ناقابل برداشت بوجهه کو (جسکی کوئی دیوار متحمل نہیں ھوسکتی تھی) ان کمانوں پر تقسیم کردیا هے !!

لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز گنبد کی گیلری کی ایک خاص خصوصیت هے جس سے ظاھر ھوتا هے که مسلمان مہندسین فلسفۂ اصوات کے کس حد تک ماھر تھے . یه گنبد اس ترتیب سے بنایا گیا هے اور اوسکی وسعت مخصوصه اس خاص حد تک قائم کی گئی هے که ایک آھسته سے آھسته آواز بھی (مثلا جیبی گھڑی کی کھٹ کھٹ کی آواز) نقطۂ مقابل میں

بیجا پور کی جامع مسجد

گول گنبد

عهد عادل شاھی کی ایک توپ
" لندا کسب "

مراســــلات

ایک اهــم اقتــراح دینــي

سیــرۃ نبــوي

روحي فداک - تحیه والسلام -

میں عجیب کشاکش میں هوں - گویم مشکل ورنگویم مشکل کا مصداق هے - میرا ابتدا سے یه عقیده هے که مسلمانوں کے لیے صحیح مذهب بے' لوث و آلایش دستور العمل' وحقیقي طریقهٔ نجات صرف " قرآن مجید " اور حضرت پیغمبر خدا'' کي زندگي کا "نمونه" هے اور بس - چند دنوں سے اس خیال میں پیچ و غلطاں هوں که آنحضرت صلعم کي ایک تاریخ مختصر' جسته جسته واقعات' اور دسته دسته حالات طیار هو' اور کوشش کي جاے که اسکو نصاب تعلیم میں داخل هونے کي اجازت ملے -

میں مولانائے مرحوم علامهٔ مغفور شبلي نعماني کي سیرت کبیر سے بیخبر نہیں هوں' بلکه میں یہاں تک کہنے کي جرأت کر سکتا هوں که مولانا کو بھي میں نے هي آماده کیا تھا - لیکن چونکه کیسه خالي دامن تہي تھا' عملي سعادت بیگم بھوپال کے حصه میں آئي - مگر وہ تاریخ جامع اور طویل هے' نصاب میں داخل نہیں هوسکتي - عام مطالعه و تبلیغ و دعوة کیلیے مفید نہیں - مولانا تنقید اور تحقیق میں مانے هوئے علامه هیں - باینهمه جناب کا انداز بحث و نظر اور ترتیب و تنظیم کچھه اور هي هے - پھر ان کے قلم میں وہ سحر اور جادو کا اثر نہیں هے (خدا تملق سے بچائے اور بالکل صداقت کي توفیق دے) جو آپ کے قلم میں پاتا هوں :

ایں سعــادت بزور بازو نیست
تا نه بخشد خــداے بخشنده

ایک مدت تک اپنے ارادے اور خیال کو ضبط کیا - کیونکه زباني جمع خرچ سے کچھه بن نہیں آتا - لیکن ان دنوں کچھه ایسي بے تابي سي لاحق هوئي هے که سر رشتهٔ صبر هاتھه میں رهتا نظر نہیں آتا -

اگر آپ صرف ایک گھنٹه اس کام پر وقف کردیں اور روزانه اپني اعجاز نگاري کے طرز پر کچھه لکھدیا کریں تو تھوڑے دنوں میں کتاب طیار هو جائیگي - میں سردست اسکي اشاعت کیلیے کچھه پیش نہیں کر سکتا' زیاده سے زیاده پچاس روپیه یکجا بمشکل پیش کر سکتا هوں -

اگر ماهواري لیں تو هر انگریزي مہینے کي چوتھي تاریخ پر دس روپیه بھیج سکتا هوں' اور دس گیاره مہینے تک به آسودگي مسلسل ادا کر سکتا هوں - نه اسمیں بچوں کا پیٹ کاٹنا پڑیگا نه اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے کي نوبت آئیگي - هر مہینه میں روپیه بھیجتا رهونگا -

میں جانتا هوں که آپکي غیور طبیعت ایسي باتوں سے گھبراتي هے اور نه گوارا کریگي' مگر همارے طرف سے یه آپ کے لیئے تو نہیں هے بلکه خدا کے لیے هے - مذهب کي محبت اور پیغمبر خدا کي حضور میں صدق نیاز کا ثبوت هے' اور اجر کي امید - آپ اس عرض کو هذیان' سرسام' یا صعود ابخرهٔ مراق تصور فرمائینگے - اور میں خود بھي جانتا هوں که آپکي خدمت میں ایسا عرض کرنا ایسا هي هے - لیکن نہایت الحاح اور زاري اور عاجزي سے التجا هے که اگر منظور فرما لیں تو بڑي بھاري کمي کو پورا کردینگے - سیرۃ کبیر کا وعده دسمبر سنه ۱۹۱۵ میں شائع هو جانے کا تھا - مگر اب مولوي مسعود علي ندوي کي تحریر سے معلوم هوا هے که شاید دو چار مہینے اور انتظار کرنا پڑے -

مانا که وہ تعلیم یافتوں اور علماء میں رحمت اور برکت اور روح حیات پھونک دیگي - مگر یه کام اوس سے نہیں نکلیگا که نصاب تعلیم میں بھي داخل هو - اگر جناب لکھیں تو مدارس' مکاتب' وعظ' هر جگه کام آئیگي اور هر وقت ساتھه رهیگي -

تاریخ آپ کے قلم سے لکھي هوئي همارے پاس آے یا وهاں کسي اعلی مطبع میں چھپواني جاے - اسکي آمدني و قیمت اسیکي اشاعت پر صرف کي جاے یا کسي اور کام پر - لیکن یه ضروري هے که تاریخ آپ کے دماغ اور قلم سے نکلے -

مزید طباعت اور اشاعت کے لیے صدها راستے کھل جائینگے - جس زمانه میں علامهٔ شبلي مشاهیر اسلام کي تاریخیں لکھتے تھے' میں جل جل جاتا تھا که آفتاب کو چھوڑ کے پرتو اور ذروں پر کیوں نظر ڈالتے هیں - آپ کے لیے بھي میں یہي کہتا تھا که سیاسي معاملات کو رهنے دیجیے اور صرف حضرت کي زندگي پر بحث کیجیے -

بهر حال جنون سمجھیے یا ابخرہ مراقي کا صعود - مجھکو اس خیال نے بے تاب کر رکھا هے که آنحضرت کي تاریخ زندگي کے شایع هونے هي پر اسلام اصلي حالت پر آسکتا هے' اور مجھکو اسیکا خفقان هے -

غلام غوث طبیب (خانپور)

مهتــر محل
ایک صحن مسجد کا خارجی دروازہ

تاریخ تمدنی اسلامی کا ایک صفحہ !

غــزوات اســـلامیـہ اور تجــارت

دنیا نے جس نقطے سے اپنا سفر شروع کیا تھا ' ھر پھر کے پھر اوسی نقطے پر پہونچ گئي ھے - دنیا کا سورج اپني تکوین کے پہلے دن وحشت و بہیمیت کے سر پر چمکا ' اور آج تمدن و تہذیب کے خط استواء سے گذر رھا ھے - لیکن اوسکی حرارت میں کوئي فرق نہیں آیا ھے - اوسکا آتشیں چہرہ جسطرح تکوین عالم کے پہلے دن غصہ سے سرخ تھا ' اوسي طرح آج بھي تابناک نظر آرھا ھے !

بظاھر یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ھے - جس دور ترقي و عہد تمدن نے حقائق و علوم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ' اسرار عالم کے چہرے سے نقاب اولٹ دي ' بحر و بر کے ڈانڈے ملا دیے ' فضاے بسیط کے سیاروں کو قوۃ جاذبہ کے ایک رشتہ میں منسلک کر کے خدا کے اس احسان عظیم کو کہ :

خلق لکم ما في الارض جمیعا — زمین میں جو کچھہ ھے اوسکو خدا نے تمھارے ھي لیے پیدا کیا ھے -

پورا کردیا - کیا وہ پھر اوسي عہد ظلمت کي طرف رجعت قہقری کر سکتا ھے ' جو انسان کي سیاہ کاریوں کا ایک تیرہ و تاریک ظلمت کدہ تھا ؟

بظاھر یہ سوال کتنا ھي تعجب انگیز ھو ' لیکن دونوں دور کے نتائج اسکا جواب اثبات میں دیتے ھیں -

یہ سچ ھے کہ وحشت و تمدن دو متضاد چیزیں ھیں ' لیکن دونوں کے نتائج میں عجیب و غریب اتحاد ھے - آگ اگــر پاني کو خشک کرسکتي ھے ' تو وہ ایک جامد مادہ کو سیال بھي بنا سکتي ھے - پس جب ایک ھي قوت متضاد نتائج پیدا کرسکتي ھے ' تو دو متضاد قوتیں متحد نتائج کیوں نہیں پیدا کر سکتیں ؟

لیکن اسوقت نظریات کي ھنگامہ آرائي کي ضرورت نہیں - یہاں گفتگو واقعات اور واقعات کے نتائج سے ھے ' اور وہ یکسر عالم آشکارا ھیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں آزاد تھیں ' آج اونکي آزادی اور بھی بڑہ گئي ھے - زمانۂ وحشت میں انسان ھر چیز کو مباح سمجھتا تھا ' اب ایک اعلی درجہ کا متمدن انسان بھي بلا قید دنیا کي ھر چیز سے تمتع اوٹھا سکتا ھے - زمانۂ وحشت میں انسان بات بات پر لڑ پڑتا تھا ' آج ایک مہذب انسان بھي سیادت جنسي و وطني کے جوش میں ذرا سي بات پر تلوار اوٹھا سکتا ھے - زمانۂ وحشت میں انسان ایک بي بي پر قانع نہیں تھا ' آج متمدن آبادیاں بھي زیادہ وسعت و کامیابي کے ساتھہ اسي پر عمل کر رھي ھیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں صرف ستر عورت کا چھپانا کافي سمجھتي تھیں ' آج تمدن کے کامل لباس (فل ڈریس) میں عہد قدیم کا یہ منظر نظر آسکتا ھے -

علي عادل شاہ ثاني کا نا تمام مقبرہ

زمانۂ وحشت میں انسان اپنے بغض و عـــداوت کو غیر ضـروري اور غیر متعلق چیزوں کي طرف متعدي کر دیتا تھا ' وہ ایک شخص سے لڑتا تھا تو اوسکے گھر میں آگ لگا دیتا تھا ' اوسکو متعدد مالي فوائد سے محروم کردیتا تھا ' اوس نے جو تعلقات دوسرے لوگوں سے قائم کر رکھے تھے اونکو منقطع کرنا چاھتا تھا ' اوسکي تجارت اور دوسرے ذرائع معاش میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ پیدا کرتا تھا - آج بیسویں صدي کا متمدن انسان بھي یہ سب کچھہ کرتا ھے - وہ کبھي اسٹرائک کرتا ھے ' کبھي بوائیکاٹ کا وعظ کہتا ھے ' کبھي تاروں کا سلسلہ کاٹ ڈالتا ھے ' کبھي ڈائنامیٹ کے ذریعہ سے ٹرینوں کو اوڑا دیتا ھے ' کبھي تجارتي جہازوں کو روک دیتا ھے بلکہ بعض اوقات اونکو ڈبو بھي دیتا ھے ' اور اسکو دشمن کے بیدست و پا کرنے کا نہایت مہذب اور کامیاب آلہ سمجھتا ھے !

اسلام سے پہلے عرب بھي ایک وحشي ملک تھا ' اسلیے وہ بھي بیسویں صدي کے اس بے پناہ آلے کو استعمال کرتا تھا - بلکہ سب سے زیادہ اوس نے خود اسلام ھي کے مقابلے میں اسکا استعمال کیا - ابتداے بعثت میں دو سال تک کفار قریش نے باھمي معاھدہ کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے خاندان سے ھر قسم کے تعلقات منقطع کردیے تھے - اس معاھدہ کي رو سے نہ کوئي شخص بنو ھاشم کو اپني لڑکي دیسکتا تھا ' نہ اونکے ھاتھہ کوئي چیز بیچ سکتا تھا ' اور نہ اونکے ساتھہ کسي قسم کا لین دین کر سکتا تھا - سفر بعثت عورتوں کو

تاج باولي. تاج سلطانہ بیگم سلطان ابراھیم ثاني کا حوض

مشہور فاتح توپ : " ملک میدان "

(جو ۱۲۴ فیٹ کے بعد پر ہے) پوری صفائی کے ساتھ اپنے عکس صوت کو سنا دیتی ہے جو جانب مقابل کے حصۂ گنبد سے ٹکرا کر واپس آتا ہے !

گنبد کے اندر اگر ایک بار تالی بجائی جائے تو دس بار متواتر گنبد کے غیر مرئی ہاتھ اپنے تماشائیوں کو جواب دینگے - اگر گنبد کے زینوں پر ایک چڑھنے والے انسان کے پاؤں چاپ پیدا کرینگے ' تو گنبد کے اندر سینکڑوں نظر سے غائب چلنے پھرنے والوں کی آواز سنائی دیگی ! !

اس عمارت کے جنوبی دروازہ پر تین جملوں کا ایک چھوٹا سا فارسی کتبہ کندہ ہے - ہر جملہ سے بانی گنبد سلطان محمد کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۶۷ ھ نکلتی ہے -

اس عمارت کی جانب مغرب ایک نہایت خوبصورت پتھر کی مسجد بھی ہے جو لارڈ کرزن کے عہد تک انگریز سیاحوں کا مسافر خانہ تھا - لیکن لارڈ کرزن کی تجویز " حفاظت آثار قدیمہ " نے اس ذلت سے اسکو نجات دی -

(توپ ملک میدان)

حسب تحقیق بعض مورخین یورپ ' توپ کی ایجاد کا فخر مسلمانوں ہی کو حاصل ہے - حسب تصریح ابن خلدون اندلس کی بعض لڑائیوں میں عرب موج کے ساتھ توپیں موجود تھیں - علامہ رلبی پاشا مصری کے کتبخانہ میں ابن غانم اندلسی کا ایک خاص رسالہ توپ کی صنعت پر موجود ہے - ترکوں نے اس صنعت کو خاص ترقی دی - سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کا توپخانہ یورپ کی تمام تاریخ میں اپنے عہد کا عدیم النظیر تسلیم کیا گیا ہے -

ہندوستان کے میدان میں سب سے پہلے توپ بابر لایا - اکبر نے توپ کی صنعت کو جسقدر ترقی دی ' وہ آئین اکبری کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہے -

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس صنعت کو جسقدر ترقی ہوئی اوسکے نمونے ہندوستان میں جا بجا موجود ہیں -

دولت آباد میں " قلعہ شکن " اور پونہ میں " فتح لشکر " نامی دو توپیں عہد عالمگیر کی یاد دلاتی ہیں - یہ دونوں توپیں " محمد حسن عرب " کرکی صنعت سے ہیں -

دکن میں مسلمان اور ہندو قوتوں کی آخری اور فیصلہ کن رزمگاہ " تالی کوٹ " کا میدان تھا جس میں دکن کی پانچ اسلامی ریاستوں نے متفقاً ملکر دکن کی قدیم و مستحکم ہندو حکومت بیجانگر کا خاتمہ کردیا - لیکن اس غیر متوقع فتح کی قوت در اصل احمد نگر کے توپخانہ میں مخفی تھی - توپ " ملک میدان " بھی در حقیقت اسی امارت اسلامیہ کی یادگار ہے -

یہ توپ احمد نگر میں بعہد ابوالغازی نظام شاہ سنہ ۹۰۵ ھ میں ڈھالی گئی تھی - اس کے صناع کا نام اسکی پشت کے کتبہ پر " محمد بن حسن رومی " منقوش ہے - یہ توپ احمد نگر کے قلعہ پرندہ پر نصب تھی - اتفاق روزگار سے جب یہ قلعہ بیجاپور کی حکومت میں داخل ہوا تو یہ توپ بھی سنہ ۱۶۳۲ع میں منتقل ہوکر بیجاپور آ گئی - سنہ ۱۶۸۵ ع مطابق سنہ ۱۰۹۷ ھ میں جب عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کیا تو اموال و غنائم میں " ملک میدان " بھی ہاتھ آئی - اورنگ زیب نے اس کو یہیں چھوڑ دیا لیکن اسکی پیشانی پر اپنے نام کا سکہ ضرب کردیا - برٹش عہد حکومت میں (۱۸۵۴ ع) اس توپ کا طالع اقبال قریب تھا کہ گردش میں آجائے - سندرہ کے کمشنر نے حکم دیدیا تھا کہ دیگر بیکار چیزوں کے ساتھ اس توپ کو بھی نیلام کردیا جائے - بخت کی واژگونی دیکھو کہ اس مایۂ روزگار کی قیمت صرف ۱۵۰ روپیہ آنکی تھی !

لیکن ہم اس ناقدردانی زمانہ کے ممنون ہیں جس نے مسلمانوں کے شاہد اقبال کے طور پر اسکو ہمارے لیے محفوظ رہا - دوسری بار پھر یہ برٹش میوزیم کے حصہ میں آ چکی تھی کہ ہماری خوش نصیبی نے پھر چمک کر چھین لیا ' اور یہ اب تک بیجاپور کے مغربی شہر پناہ کے سب سے بڑے برج پر نصب ہے -

ملک میدان کا طول ۱۴ فیٹ ۴ - انچ ' اور اسکا سب سے بڑا قطر ۴ فیٹ ۱۱ - انچ ہے - اسکے دہانہ کی وسعت اتنی بڑی ہے کہ ایک آدمی اچھی طرح بیٹھکر دو پٹہ باندھ سکتا ہے !

دہانہ کی شکل ایک اژدہے کے منہہ کی سی ہے ' جسکے چہرے بالکل کھلے ہوے ہیں - چہرے کے دونوں طرف دانتوں کے اندر دو ہاتھی دبے ہوے ہیں !

جسطرح بیجاپور کا گول گنبد دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا ' مشہور ہے کہ اسی طرح یہ اپنی وسعت و ضخامت و عجیب الشکلی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی اور دنیا کی سب سے بڑی توپ شمار کی جاتی ہے - کتبات کی نقل حسب ذیل ہے :-

اللہ

ولا سواہ　　　اضافۂ عالمگیری

۳۰
فی سنہ جلوس

شہ عالمگیر غازی پادشاہ دین پناہ
انکہ داد عدل داد و ملک شاہاں را گرفت

مطابق سنہ ۱۰۹۷ھ

فتح بیجا پور کرد و بہر تاریخ ظفر
رو نمود اقبال و گفتہ: ملک میدان را گرفت

اللہ

خادم اہل رسول
ابو الغازی نظام شاہ
سنہ ۹۵۶

عمل محمد حسن رومی

آثار معطل

عادل شاہی کتب خانہ کا نقش پا

تجارتی [illegible] بھی بند نہیں کیا - لیکن خداے اسلام کو یہ علیحدگی پسند نہیں تھی - صحابہ کے اس طرز عمل کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم -	اگر تم لوگ زمانۂ حج میں خدا کے فضل یعنے تجارت سے فائدہ اوٹھاؤ تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں -

مدینہ میں یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنو قینقاع زرگری کا پیشہ کرتا تھا - اوس نے ایک بازار بھی قائم کرلیا تھا جو اونھیں کے نام سے مشہور تھا - بعض وقت ان لوگوں نے سر بازار مسلمانوں کے ساتھہ اشتعال انگیز شرارتیں بھی کیں - چنانچہ ایک مسلمان عورت کسی زیور کیلیے ایک سنار کی دکان پر آئی تو ایک یہودی نے پیچھے سے اکر اوسے بے پردہ کردیا (۱) لیکن ان لوگوں کے ساتھہ بھی کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا - بلکہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھی اسی بازار کے متصل تھا ' اور اس تعلق سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بازار میں تشریف لاتے تھے - (۲) غالباً اسی ہمسائیگی کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے یہودیوں سے لین دین کے تعلقات پیدا کرلیے تھے - چنانچہ جب اونھوں نے اپنی دعوت ولیمہ کرنی چاہی ' اور اس غرض سے اذخر (ایک گھانس ہوتی ہے جو سناروں کے کام آتی ہے) کاٹنے کیلیے نکلے کہ سناروں کے ہاتھہ بیچ کر اسکی قیمت سے دعوت کا سامان کریں ' تو قبیلہ بنو قینقاع ہی کے ایک سنار کو اپنے ساتھہ لے جانا چاہا تھا - (۳)

خود آنحضرت کے معاملات و قرض کا تمام تر تعلق یہود اور کفار کے ساتھہ تھا - چنانچہ آپنے ایک یہودی کے یہاں اپنی زرہ رھن رکھہ کر کچھہ غلہ خریدا تھا (۴) حالانکہ ایک طویل سلسلۂ جنگ کے زمانے میں آلات جنگ کو بہر حال محفوظ رکھا جاتا ہے -

آنحضرت کے تمام خانگی اور ذاتی معاملات کا انتظام حضرت بلال کے متعلق تھا - یہ انتظامات جس طرح انجام پاتے تھے ' اوسکا حال جس تفصیل سے خود حضرت بلال نے بیان کیا ہے ' اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات کے متعلق اسلام کسقدر بے تعصب اور فیاض تھا - حضرت بلال فرماتے ہیں : " آنحضرت کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا - ابتداے بعثت سے تا دم وصال میں ہی آپ کے مصارف کا انتظام کرتا تھا - چنانچہ آپ کی خدمت میں جب کوئی برہنہ تن مسلمان آجاتا تو میں آپ کے حکم سے جاکر پہلے قرض لیتا ' پھر اوس سے کپڑا خرید کر اوسکو پہناتا ' اور کھانا خرید کر کھلاتا تھا - اس معمول کو دیکھکر ایک دن ایک مشرک نے مجھہ سے راہ میں کہا کہ میں دولتمند آدمی ہوں ' مجھی سے قرض لے لیا کرو ' اور کسی سے نہ لو - چنانچہ مینے اوسی سے معاملہ کرلیا - ایک دن وضو کرکے اذان دینے کیلیے اوٹھا تو مینے دیکھا کہ تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھہ وہ آرہا ہے - جب اوس نے مجھے دیکھا تو منہ بنا کر نہایت سخت الفاظ میں کہا " اے حبشی ! تجھے معلوم ہے کہ مہینہ کب ختم ہوگا ؟ " مینے کہا " اب ختم ہی ہوا چاہتا ہے " اوسنے کہا " اب صرف چار دن رہگئے ہیں - تم پر جو قرض ہے ' اب وصول کرلونگا - نتیجہ یہ ہوگا کہ جسطرح تم پہلے بکریاں چراتے پھرتے تھے اوسی طرح مفلس ہوکر سرگشتہ پھروگے " مجھے یہ سنکر نہایت رنج ہوا - عشاء کے بعد جب حضور اندس گھر میں تشریف لائے تو اذن طلب کرکے حاضر خدمت ہوا ' اور عرض کیا کہ جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا ' اوس نے آج مجھہ سے نہایت سختی کے ساتھہ گفتگو کی - نہ آپ کے پاس کچھہ ہے ' نہ میرے پاس کہ اوسکا قرض ادا کروں - وہ میری عزت و آبرو کے پیچھے پڑگیا ہے - آپ مجھے اجازت دیجیے کہ کسی مسلمان قبیلہ میں اوسوقت تک کیلیے بھاگ جاؤں جب تک خدا آپ کو قرض ادا کرنے کے قابل بنادے - یہ کہکر میں آپ کی خدمت سے واپس آیا - تلوار ' تھال ' توشہ دان ' اور پاپوش کو سرھانے رکھکر سوگیا ' اور صبح کاذب ہونے کے ساتھہ ہی بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا - اسی حالت میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہ تمہیں آنحضرت بلا رہے ہیں - میں گیا تو چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی نظر آئیں جن پر سامان لدا ہوا تھا - آنحضرت نے فرمایا " قرض کے ادا کرنے کا سامان تو ہوگیا - کیا تم نے اونٹنیاں نہیں دیکھیں ؟ پھر آپ نے فرمایا : تم اونکو مع اوس غلہ اور کپڑے کے جو ان پر لدا ہوا ہے لیجاؤ ' اور اوس سے قرض ادا کردو - فدک کے بادشاہ نے ان کو میرے پاس بطور تحفہ کے بھیجا ہے - میں قرض دیکر پلٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : " سب قرض ادا ہوگیا " مینے کہا : ہاں ' اب کچھہ باقی نہیں ہے "

خارجی ممالک سے اہل عرب نے جو تجارتی تعلقات قائم کرلیے تھے ' اسلام پر اونکا نہایت مضر اثر پڑتا تھا - چنانچہ عرب میں شام سے جو قافلہ غلہ لیکر آتا تھا وہ اسلام کیلیے نہایت خطرناک تھا - یہاں تک کہ آپ نے جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے عدم شرکت غزوۂ تبوک پر تمام اخلاقی تعلقات منقطع کرلیے ' اور تمام صحابہ کو ان سے علحدگی کا حکم دیا ' تو اونکو شام کے ایک نبطی نے جو مدینہ میں غلہ لیکر آیا تھا ' بادشاہ غسان کا ایک خط دیا ' جسکا مضمون یہ تھا :

قد بلغني ان صاحبك قد جفاك ' ولم يجعلك الله بدار هوان ولا مضيعة فالحق بنا نواسك (۱)	مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے ' لیکن خدا تمکو ذلیل و برباد نہیں کریگا - تم ہم سے مل جاؤ ہم تمہارے ساتھہ ہمدردی کرینگے -

اگر حضرت کعب بن مالک کے جوش اخلاص نے اس خط کو تنور میں نہ ڈالدیا ہوتا ' تو اسکا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوتا کہ اسلام کے دائرہ سے ایک فرد نکل جاتا بلکہ غزوات اسلامیہ پر بھی اسکا نہایت مضر اثر پڑتا - با اینہمہ اسلام کیوجہ سے ان تاجروں کی گرم بازاری میں کوئی فرق نہیں آیا - بلکہ ایک بار آپ نماز جمعہ پڑھا رہے تھے - اسی حالت میں شام سے ایک قافلہ آ گیا - تمام مسلمان نماز چھوڑکر اوسکی طرف دوڑے ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ صرف ۱۲ آدمی رھگئے - اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

و اذا راوا تجارة او لهوا انفضوا اليها و تركوك قائما -	جب وہ تجارت یا لہو کو دیکھتے ہیں ' تو اوسکی طرف دوڑتے ہیں اور تجھکو کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیتے ہیں - (۲)

مفسرین کرام نے " لہو " کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ لوگ اعلان عام کیلیے گھنٹہ بجاتے تھے - اس سے اونکی آزادی تجارت کا اندازہ ہوسکتا ہے - افلاس کدۂ عرب کی عام غذا تو کھجور اور جو کی روٹی تھی ' لیکن جو لوگ دولتمند ہوتے تھے ' وہ میدہ کی روٹی کھاتے تھے - لیکن اسکے لیے نہایت شوق سے ملک شام کے قافلہ کا انتظار کرنا پڑتا تھا - چنانچہ جب وہ قافلہ آتا تھا تو وہ لوگ صرف اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے - باقی تمام گھر کا خرچ اوسی جو اور کھجور سے چلتا تھا (۳) - زمانۂ اسلام میں بھی یہی حالت قائم رہی -

(۱) تاریخ ابن اثیر
(۲) بخاری جزو ۳ - ص - ۶۶ -
(۳) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۶۳ -
(۴) بخاری جزو ۲ - ص - ۵۶

(۱) بخاری جزو ۲ - غزوۂ تبوک -
(۲) بخاری جزو ۳ - صفحہ ۹۵ -
(۳) ترمذی - ص - ۴۹۴

چھوٹوں کے پاس جانا (متی ۹ : ۱۶)

اپني اس ایجاد پر بڑا ناز هوگا که وه آب و دانه کا فاقه کرکے قید خانے کي مصیبتوں سے بچ جاتي هیں - لیکن سب سے پہلے عرب کي ایک عورت نے اسلام کے مقابلے میں اس آلے کا استعمال کیا تھا - جب حضرت سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه اسلام لائے ' تو انکي ماں نے ناراض هوکر قسم کھالي که اگر وه اس مذهب سے باز نه آے تو نه ان سے کبھي بولوں گي ' نه کھانا کھاؤں گي ' نه پاني پیوں گي - یه محض دهمکي هي نه تھي ' بلکه اس نے اس پر عمل بھي کیا ' اور اسي حالت گرسنگي میں تین دن گذار دیے - تیسرے دن جب فرط ضعف سے بیهوش هوگئي ' تو اس نازک حالت کو دیکھکر اسکے دوسرے لڑکے نے پاني پلا دیا - هوش میں آئي تو سعد کو بد دعائیں دیں - (۱)

ابتداے اسـلام میں بعض صحابه نے بھي کفار کو تجارت کي روک ٹوک کي دهمکي دي تھي - چنانچه غزوۂ بدر سے پہلے ایک بار حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه عمره کي غرض سے مکه آے ' اور قدیم دوستانه تعلقات کي بنا پر امیه بن خلف کے یہاں قیام کیا - چونکه کفار آزادي کے ساتھه عمره لانے کا موقع نہیں دیتے تھے ' اسلیے انھوں نے ایک دن موقع پاکر دو پہر کے سناٹے میں امیه کے ساتھه طواف کرنا چاها - اتفاق سے ابوجہل سے ملاقات هوگئي - اوس نے کہا : " تم اس طرح بیدهڑک مکه میں طواف کر رهے هو ' حالانکه تم نے گمراه مسلمانوں کو اپنے یہاں پناه دي هے اور انکي مدد کررهے هو ؟ اگر تم ابو صفوان (امیه) کے ساتھه نه هوتے ' تو یہاں سے بچکر واپس نه جا سکتے " -

اس پر حضرت سعد بن معاذ کو بھي غصه آگیا - اونھوں نے بھي دهمکي دي : " اگر تم مجھے طواف سے روکو گے تو میں تمھاري راه میں اس سے بھي سخت رکاوٹیں پیدا کرونگا ' یعني مدینه کے راستے سے تمھارا جو کارواں تجارت شام کو جایا کرتا هے ' اوسکو روک دونگا " (۲)

حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه نے یه صرف دهمکي هي دي تھي ' مگر بعض مسلمانوں نے اس پر عمل بھي کیا - چنانچه صلح حدیبیه کے بعد جو مسلمان مکه سے بھاگ کر ساحل دریا پر مقیم هوگئے تھے ' وه متعدد قریش کے کارواں تجارت کي لوٹ سے اپني ضروریات پوري کرتے تھے - تاهم خود آنحضرت نے نه تو کبھي ایسا کیا اور نه اسے پسندیدگي ظاهر کي - چنانچه جب قریش نے ساحل بحر کے مسلمانوں کي شکایت کي تو (حسب تصریح بخاري) آپ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا -

اسلام دنیا میں خالي هاتھه آیا - نه اسکے دامن میں لعل و جواهر کے ذخیرے تھے ' نه وه اپني جیب میں چاندي سونے کے سکے رکھتا تھا - نه اسکے پاس اس قدر سرمایه تھا که لوگوں سے لین دین بڑھاتا ' تجارت کي منڈیاں قائم کرتا ' یا کم از کم بازار میں ایک معمولي سي دکان هي لگا دیتا - اسکي جھولي میں صرف مخلصین مومنین کے چند دل تھے ' جو اگرچه لعل و جواهر سے زیاده گراں قیمت اور چاندي سونے کے سکوں سے زیاده بیش بها تھے ' لیکن اسوقت عرب کے بازار ضلالت میں اس سودے کا کوئي خریدار نه تھا !

اس زمانے میں عرب کي تجارت کا تمام کار و بار کفار مکه اور یهود مدینه کے هاتھه میں تھا ' لیکن عرب میں جو بد اخلاقیاں عموماً پھیل گئي تھیں ' انکا اثر سب سے زیاده داد و ستد کے معاملات پر پڑتا تھا - اس بنا پر تجارت تمام اخلاقي خرابیوں کا مرکز بن گئي تھي - عرب میں سب سے زیاده متمول اور کار و باري قوم یهود کي

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۲۷ مناقب سعد بن ابي وقاص
(۲) بخاري جزو ۵ - ص - ۷۱

تھي - لیکن یه لوگ معاملات میں نہایت سخت اور حریص تھے - یہاں تک که بچوں اور عورتوں تک کو رهن رکھتے تھے (۱) اور قرض کے تقاضے میں نہایت بے مروتي کا اظهار کرتے تھے - چنانچه حضرت جابر بن عبد الله رضي الله عنه کے والد نے جب انتقال کیا تو انپر ایک یهودي کا قرض باقي رهگیا تھا - اوس نے تقاضا کیا تو حضرت جابر رضي الله عنه نے چند دنوں کي مهلت مانگي - اوس نے انکار کردیا - اونهوں نے آنحضرت سے سفارش کرائي - آنحضرت اوسکے پاس خود تشریف لیگئے اور اس معامله کے متعلق بالمشافه گفتگو کي - لیکن اوس نے آپ کي سفارش کو بھي رد کردیا (۲) معاملات کے متعلق کفار کا جو طرز عمل تھا وه اس سے بھي زیاده سخت تھا ' اور اوسکا اثر مسلمانوں پر بلکه خود اسلام پر بھي پڑتا تھا - عاص بن وائل پر خباب کا کچھه قرض تھا - جب اونهوں نے اوس سے تقاضا کیا تو اوس نے کہا : جب تک تم محمد صلی الله علیه وسلم کي رسالت کا انکار نه کرو گے ' میں تمهارا قرض نه دوں گا ! (۳)

یه لوگ خود آنحضرت کے ساتھه بھي نہایت بیہوده طریقه سے پیش آتے تھے - آپ پر ایک کافر کا قرض تھا ' اوس نے اس سختي کے ساتھه آپ سے تقاضا کیا که صحابه اس کي بے ادبي پر ضبط نه کرسکے ' اور اوسکو اس گستاخي کي سزا دیني چاهي - لیکن آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے یه کهکر روکدیا : " جسکا حق هے وه اسقدر باتیں بھي سنا سکتا هے " (۴)

اهـل عرب نے خارجـي ممالک سے جو تجـارتـي تعلقات قائم کرلیے تھے ' وه بھي اسلام کیلیے نہایت مضر تھے - چنانچه حضرت دحیه کلبي جب آنحضرت کا خط هرقل شاه قسطنطنیه کے پاس لیکر گئے ' تو اسوقت ابو سفیان تجارتي اغراض سے شام میں مقیم تھا - هرقل نے اوسکو طلب کیا اور آنحضرت کے متعلق متعدد سوالات کیے - ان سوالات کي سنجیدگي نے اگرچه ابو سفیان کو آنحضرت یا اسلام کے معائب و مثالب کے اظهار کا موقع نہیں دیا ' تاهم جب آنحضرت کے وفاے عهد کے متعلق دریافت کیا گیا ' تو باوجودیکه اوسکو آنحضرت کي پابندي عهد کا علم تھا ' لیکن هرقل کو یه کهکر در پرده مشتبه کردینا چاها که " اسوقت تو هملوگوں کے درمیان معـاهده - لیے هو گیا هے ' خدا جانے وه اسکو قائم رکھتے هیں یا نہیں ؟ " چنانچه ابو سفیان کو خود اعتراف هے که اسنے به هزار دقت یه موقع پیدا کیا تھا :

ما امکنني من کلمة ادخل فیها شیئا غیر هذا - (۵)

هرقل نے مجھے یه موقع هي نہیں دیا که اسکے سوا کسي اور سوال کے جواب میں تدلیس اور فریب کاري کرسکوں -

ان اسباب کي بنا پر اسلام تجارتي معاملات میں روک ٹوک کرنے کا جائز حق رکھتا تھا - لیکن اسلام کي ده ساله فاتحانه تاریخ میں ایک موقع بھي ایسا نہیں پیش آیا جہاں اسلام کي کوه شکن قوت کسي کار و باري ترازو سے ٹکرائي هو - بلکه اسکے خلاف اسلام نے عرب کے اندر تجارت کا بازار اور زیاده گرم کردیا - زمانۂ جاهلیت میں اهل عرب نے خانه کعبه کے متصل ذوالمجنه ' عکاظ ' ذوالمجاز ' وغیره متعدد بازار قائم کرلیے تھے جو زمانۂ حج میں تجارت کي اچھي خاصي منڈي بن جاتے تھے - اسلام نے چونکه جاهلیت کے اکثر شعائر مٹا دیے تھے ' اسلیے اول اول صحابه نے ان بازاروں سے

(۱) بخاري جزو - ۳ - ص - ۱۱۸
(۲) بخاري جزو - ۶ - ص - ۳۵ -
(۳) بخاري جزو ۵ ص - ۷۱
(۴) بخاري جزو ۵ ص - ۹۱
(۵) بخاري جزو ۳ - ص - ۱۱۷ -

المسئلة والمناظرة

(النــوم)

از روے طب قدیم

گذشته اشاعت میں بہ ضمن مذاکرۂ علمیه جناب نے جو تحقیقات نیند اور اسکي حقیقت کے متعلق شائع فرمائي هے ' اور حکماء یورپ کے مختلف اقوال و مذاهب کا خلاصه درج کیا هے ' اسے خاکسار نے نہایت دلچسپي اور ذوق سے پڑھا - لیکن افسوس هے که جو کچھه تحقیقات همارے طب قدیم میں اسکے متعلق موجود هے ' اسکے مقابلے میں اس کي کوئي خاص وقعت محسوس نہوئي ' اور نه کوئي ایسا نیا حل پایا جو تحقیقات طبیهٔ قدیمه سے بے نیاز کردے - اگر اس راے کو " قدامت پرستي " کے الزام دهي کا آله نه بنایا جاے تو کہا جا سکتا هے که حکماء یورپ کي تحقیقات نے بجاے حل مشکلات و تسہیل مطالب کے اور زیادہ حقیقت کو مستور کر دیا هے -

جناب مجھے اجازت دیں که نہایت مختصر طور پر طب قدیم کي تحقیقات بھي اسکے متعلق عرض کردوں ' تا که ارباب نظر و حکمت کے سامنے دونوں چیزیں به یک وقت آجائیں اور وہ غور کر سکیں که حقیقت سے اقرب کونسي راہ هے ؟ بہت ممکن هے که کوئي صاحب ان دونوں بیانات کو پڑھکر مزید غور و فکر کریں ' اور ایک مفید سلسله مباحث علمیه کا اسپر مرتب کیا جا سکے - مذاکرۂ علمیه سے اصل مقصود یہي هے اور علمي معلومات و مذاق کو بغیر اسکے نشو و نما نہیں مل سکتي -

(تحقیقات طبیه)

النــوم حال یعرض للحیوان ان یقف فیـه النفس عـن استعمـال الحواس الظـاهرة و الحـرکات الارادیة ' و یلزمه رجوع الـــروح النفســاني و انقطــاعه عن الا لات الی المبدء ' لا بالکلیة بل ینبعث فیه شي تسیرالیها ' و بحسب ذالـک یکون استغراق النوم و عـــدم استغراقه -	نوم حیوان کے ایک حال کا نام هے ' اس میں نفس حواس ظاهر اور حرکات ارادیه سے (جو مثل جواسیس و خدام هیں) کام لینے سے رکجاتا هے اور روح نفساني بھي به تتبع نفس نفوذ ظاهر سے باز رهتي هے ' اور مبدء سے الات کا تعلق مسدود هو جاتا هے - یه تعلق جسقدر مسدود هوگا اوسي قدر گہري نیندطاري هوئي -

اولاً یه امر ذهن نشین هوجانا چاهیئے که دماغ مبدء قوة نفساني هے - حواس خمسهٔ ظاهره ' بصر ' سمع ' شامه ' ذوق ' لمس سیں اور اعصاب مثل جواسیس و الات کے هیں - معلومات حاصله کو حواس ظاهره حس مشترک کے حوالے کردیتے هیں - حس مشترک منجمله قواء دماغ ایک قوة هے جسکا فعل صرف احساس مدرکات ظاهره هے - ان مدرکات کي ترکیب و تفصیل و اخذ معاني جزئیه دوسري دماغي قوة متصرفه کا فعل هے ' اور جلب نافع و هرب عن الضار ایک اور قوة دماغي کا فعل هے جسکو " محرکه " کہتے هیں - حواس خمسه کي مثال ٹیلیفون اور دوربین کي سي هے - یه هر دو الات مدرک بنفسه نہیں هیں جب تک که کوئي دیکھنے والا یا سنے والا نه هو - اعصاب محرکه مثل انجن کے هیں - جبتک اسکا کوئي چلانے والا نه هو وہ بیکار محض هے -

معدہ کي بخارات رطبیه و دهنیه رگوں کے ذریعه سے بجانب دماغ متصاعد هوتے هیں ' اور تراکم کي شکل میں متغیر به طوبات هو جاتے هیں - یه رطوبت چونکه اعصاب کو مسترخي کر دیتي هے اسلیے اجزاء دماغ و اعصاب ایک دوسرے پر منطبق هو جاتے هیں ' روح نفساني جو حامل قوة نفساني هے ان بخارات کے اختلاط سے کثیف هو جاتي هے ' اور تعلق مبدء کا الات سے منقطع هوجاتا هے ' کیونکه روح نفساني کا نفوذ مثل نفوذ شعاع شمس کے هے - جب هوا میں دهواں ملجاتا هے ' تو دهوپ بہت هلکي هوجاتي هے - یا جب ابر آجاتا هے تو سایه هو جاتا هے - اسیطرح ابتداء نوم میں اصوات محسوس هوتي رهتي هیں ' جب اس تکدر روح اور اجزاء مانع وصول کا انطباق بجانب دماغ هو جاتا هے ' تو نائم مستغرق کو مناظر و اصوات و رائحه و ذائقه و خشونت و صلابت وغیره مستدرک نہیں هوتے - اسي لیے بچوں ' نوجوانوں ' مرطوب مزاجوں کو زیادہ اور گہري نیند آتي هے ' اور یابس المزاج کو کم آتي هے - حالت نوم میں نفس کے ساتھه روح و اخلاط (موجبات حر) بھي بجانب باطن متوجه هو جاتے هیں ' اور ظاهر بدن میں برودت هو جاتي هے ' یہي وجه هے که نائم کو سردي زیادہ محسوس هوتي هے اور حالت خواب میں زیادہ کپڑے اوڑھنے پڑتے هیں -

اضطرار الی النوم کي وجه یه هے که طبیعة حالت بیداري میں احساس اور حرکت ارادي کے کمال کیطرف متوجه رهتي هے اور یه افعال روح کي حرکت سے ظہور پذیر هوتے هیں - حرکت موجب تحلل هے - باوجودیکه بدل ما یتحلل هر آن هوتا رهتا هے ' مگر نه اسقدر که تلافي مافات کو کافي هو - کیونکه روح اور خون کے ساتھه حرارة غریزي ظاهر بدن کیطرف مائل هوتي هے - بدینوجه افعال هضم و استحلال و تسئیل باطن بدن میں بدرجه اتم نہیں هوتے - پس ایک ایسے وقفه کي ضرورت هے که طبیعة بالکله بجانب باطن متوجه هوکر افعال کي تکمیل کرے اور اس سے اجتماع روح و قوی ' و استراحت تامه حاصل هو - اوسي توقف کا نام نیند هے -

محمد علي بیگ (دهلي)

(بقیه مضمون صفحه ۲۵ کا)

ان واقعات سے ثابت هوتا هے که اسلام کسطرح غیر مذهب کے تاجروں کا خیر مقدم اور استقبال کیا کرتا تها - اور تجارتي آزادي کو کس طرح اس نے هر عهد اور هر دور میں قائم رکھا ؟

لیکن یه یورپ کي زبان میں عهد وحشت تها - یه ان لوگوں کا دور تها جنہوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنا حلقه بگوش بنایا ' جنکے پاس حق اور عدالت کي کوئي دعوة ایسي نه تھي جو تلوار کے سایے سے باهر بھي دنیا کو متوجه کرسکے ! با ایں همه یورپ کي تہذیب اور نوع پرستي کے منتہاء کمال کو بھي آج هم نہایت دلچسپي سے دیکھه رهے هیں - همارے سامنے اُن مقتولین کي لا تعد و لا تحصی فہرستیں هیں جو میدان جنگ میں نہیں بلکه امن و انزوا کي بستیوں میں مارے گئے ' هم هر روز اُن جہازوں کي تباهي کا افسانه پڑھتے هیں جو ڈبو دیے گئے اسلیے که اسمیں انسانوں کي ایک جمعیت اور انساني غذا کي ایک کافي مقدار تھي - هم اُن شریفانه اعلانات و مہذبانه عزائم کي سرگذشتیں سن چکے هیں جن میں اپنے تفوق و عظمت کا سب سے بڑا ثبوت یه دیا جاتا هے که دشمن کي انساني ابادیوں کو بھوک اور افلاس سے یکسر قتل کر دیا جائیگا اور تجارتي راهیں تمام مسدود کردي جائینگي - پھر ان اعمال انسانیة ' اُن افعال مدنیة ' ان اعلانات شرافت ' پر فخر هے ' غرور هے ' ناز هے ' مسابقت هے ' منافست هے ' اور هر فریق مدعي هے که اس نے سب سے زیادہ درندگي کي ' اور سب سے زیادہ انسانوں کو ڈسا اور چیرا اور پھاڑا - پھر آج عالم انسانیة تمدن کیلیے تشنه هے یا وحشت کیلیے ؟ دنیا کے مستقبل کو پکارنا هے یا ماضي کو ؟

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (القرآن الحکیم)

البلاغ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۳ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه - ۲ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري ، | نمبـــر - ۳

Calcutta : Friday, December 10 1915.

ترجمان القرآن

يعني قران حکيم کا اردو ترجمه ' اثر خامۂ اديٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء کرام و رسل عظام هيں - پس انکي تبليغ و تعليم اور نشر و ترويج کا مقدس کام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس کي توفيق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهيں حق تعالى انبياء کرام کي معيت و تبعيت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکيم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب کيا - انکے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران کي بنياد استوار هوئي - شکر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چکي هے ' ليکن يه کهنا کسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا که نشر و تبليغ قرآن حکيم کي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکميل کا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال کيليے مخصوص کرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکيم کا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب کيا هے ' اور بحمد الله که زير طبع هے -

يه ترجمه کيسا هے ؟ ان لوگوں کيليے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هيں ' اسکا جواب دينا بالکل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسکے - قيمت في جلد چهه روپيه رکهي گئي هے - ليکن جو حضرات اس اعلان کو ديکهتے هي قيمت بهيجديںگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

قيمت في پرچه — چـــار آنـــه

البیٰن

فی

مقاصد القرآن

ھذا بیان للناس ، و ھدی و رحمة لقوم یوقنون

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر از جانب اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس قدر کہ فیضان سے ساتھ کیا گیا ہے کہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی مطبع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے کاغذ پر سلسلۂ مطبوعات شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا انشاء اللہ ۱۵ - محرم کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ آخر محرم تک چار روپیہ بعد کو پانچ - روپیہ -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

: Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماهی - ۶ - ۱۲ - آنه

جلد ۱

کلکته : جمعه - ۲ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, December 10 1915.

نمبر - ۳

بعض اطـــلاعات مهمـه

(۱) گذشته اشاعت میں هم نے " ترجمان القران " اور " البیان " کي پیشگي قیمتوں کي ترسیل کے متعلق بالتفصیل لکها تها - امید هے که احباب کرام اسپر مزید توجه فرمائیں گے - اگر انهیں یه کتابیں لیني هیں توبهرحال قیمت بهیجني هي هے - پهر اسمیں کیا حرج هے که وہ ابهي سے بهیجدیں - ایک ذرا سے تقدیم و تاخیر کے ذریعه وہ پریس کیلیے اپنے عمل کو مفید بنا سکتے هیں -

(۲) اکثر حضرات نے لکها هے که " البیان " کي رعایتي پیشگي قیمت کیلیے آخر محرم تک کي مدت مقرر کي گئي تهي - اگر اسے زیادہ وسیع کردیا جاے تو لوگوں کو مزید موقع ملے - هم اسکے لیے بهي طیار هیں :

بجان و دل ' اگرت هست میل ' مانع نیست
مئے مغانه سبیـــل و در مغـاں بازســـت !

چنانچه پهلي صفر کي جگه اب هم آخر صفر تک کي مدت کا اعلان کر دیتے هیں جب تک که " البیـــان " کا پهلا نمبر شائع هوجائیگا - البته واضح رهے که اصولاً یه مدت صرف پہلے نمبر کي اشاعت سے قبل تک هي کیلیے هے - جن حضرات کي قیمتیں اشاعة سے پہلے دفتر میں پهنچ جائینگي ' وہ سب اس اعلان کے ماتحت محسوب هونگي -

(۳) اکثر احباب " البیـان " کے متعلق مزید حالات دریافت کرتے هیں - مثلاً یه که پورے قران کي تفسیر کب تک ختم هوگي ؟ کل تفسیر کتني جلدوں میں هوگي ؟ پهلے ٹکرے میں کتنے حصے کي تفسیر نکلیگي ؟

جواباً گذارش هے که البیان کي اشاعة کا کسي قدر انتظار کیجیے - اسي سے سارے سوالات حل هو جائینگے - اسکا اندازہ سردست کون کرسکتا هے که پورے قران حکیم کي تفسیر کتني جلدوں میں ختم هوگي ؟ آپ ایک چهوٹا سا مضمون لکهنے بیٹهتے هیں تو قصد و اندازہ کے خلاف بات کہاں سے کہاں پهنچ جاتي هے ؟ پهر کلام الہي کے حقائق و معارف کا تو عالم هي دوسرا هے :

ایں زمیں را آسمانے دیگر ست !

یه صرف اللہ هي کے هاتهه میں هے که وہ اپنے علوم و اسرار کے جتنے دروازے چاهے کهول دے ' اور جتني حقیقتوں کو چاهے بے نقاب کردے - جس انداز پر اس وقت تفسیر لکهي جا رهي هے ' اور جسطرح بلا علم و قصد خود بخود نئي نئي بحثیں کهل رهي هیں اور نئے نئے انکشافات هو رهے هیں ' اس کے دیکهنے سے تو معلوم هوتا هے که نهایت هي بسط و تفصیل کے ساتهه هر منزل بحث کو طے کرنا پڑیگا - سردست تفسیر کا پهلا ٹکرہ جو شائع هوگا ' وہ صرف سورۂ فاتحه کي تفسیر هے - مگر اسکي سات آیتوں کے اندر بهي مباحث و معارف قرآنیه کا اسقدر وافر ذخیرہ توفیق رباني سے فراهم هوگیا هے ' که لکهنے سے پہلے اسکا گمان و وهم بهي نه تها - خیال تها که زیادہ سے زیادہ چار پانچ جزو میں یه حصه ختم هوجائیگا ' لیکن جب لکهنا شـــروع کیا اور یکے بعد دیگرے مطالب و حقائق سے پردے اٹهنے شروع هوے ' تو نظر آیا که پانچ چهه جزو تو السبع المثاني کي صرف ایک آیة کیلیے بهي کافي نهیں ! و لله در من قال .

همان عشق ست بر خود چیده چندیں داستاں ' ورنه
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سـازد !

و في هذ المعني قول قائل اخر :

شربت الحـــب کاسا بعد کاس
فمـا نفد الشـــراب ولا رویت !

اور پهر با اس همه تفصیل و توسع ' اگر اس عاجز کے دل سے پوچهیے تو سچ یه هے که جو کچهه هو رها هے ' یه بهي ایک اشارہ و رمز سے زیادہ نهیں :

به رمز نکته ادا مي کنم ' که خلوتیاں
سر سبو بکشـــادند و در فرو بستند !

البته حق سبحانه و تعالی سے التجا هے که اولاً وہ عمر و فرصت میں اتني مهلت ضرور عطا فرماے که یه ابتدا کسي نه کسي طرح انتہاء تک پهنچ جاے ' اور جو کچهه آس نے اپنے فضل و کرم نوازش سے مرحمت فرمایا هے ' وہ تدوین و تحریر سے محروم نه رهے - تاهم یه بهي اپني آرزو ' ابني نظر ' ابنا بتمامۂ سود و زیان ' اور اپنا علم نفع و ضرر هے ' اور حکم اسي کا جاري ' اور حکمت و مصلحت اسي کي حکمت و مصلحت هے - اگر اسکي مرضي وہ نهو ' جو اپني مرضي هے ' تو پهر وهي هو جو اسکي مرضي هے : وما تشاؤن الا ان یشاء الله ' ان الله کان علیما حکیما !

ولو قلت لي مت ' مت سمعاً و طاعة
و قلت لداعي الموت اهلاً و مرحبـــا !

و قال في المثنوي :

گر طمع خواهد ز من سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں !

تفسیر کے علاوہ ایک اهم و مستقل چیز تفسیر کا " مقدمه " هے - انشاء الله تعالی اسکے ابتدائي اجزا بهي البیان کي اولین اشاعت کے ساتهه شائع هوجائینگے اور پهر اصل تفسیر کے ساتهه چهپتے رهینگے - امید هے که مقدمه بهت جلد پورا هوجاے - کیونکه وہ ایک محدود و مرتب چیز هے -

" كتاب مرقوم يشهده المقربون " (٨٣ : ١٨)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الهـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تها - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجه عجیب و مؤثر ہے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(٤) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئي ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه ' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(٧) چهه مهینے کي ایک جلد مکمل هوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی گئي ہے - ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' او تمام هندوستان میں وحید و فرید چهپائی کے ساتهه بڑي تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چهپے گي - تیسري ' چوتهي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتهی جلد میں (١٢٥) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهی هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بهی اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی

(٩) با این همه قیمت صرف سات روپیه ہے - ایک روپیه جلد کي اجرت ہے -

هے' تو اس وقت یه واقعه کوئي پہلا واقعه نه تھا" اور اسکے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جسطرح هر باشندۂ هند کے سامنے تھے' میرے سامنے بھي موجود تھے -

میں قومي جوش و خروش اور ایثار و انفاق کے وہ مناظر دیکھ چکا تھا جو اس بارے میں گذشته تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاهر هوے' اور جنھوں نے تقلید و اتباع کي ایک مقبول راہ آیندہ کیلیے کھول دي تھي -

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگي گئیں اور انھوں نے عام پبلک سے اپیل کي - پبلک نے پورے جوش و خروش سے اسپر لبیک کہا ' اور ایک ایسي مستعدي و سرگرمي کے ساتھ جسکي نظیر هندوستان کے تمام جماعتي کاموں میں نہیں ملسکتي ' دو هزار سے لیکر پندرہ هزار تک کي رقمیں چند هفتوں میں فراهم کردیں - ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس هزار روپیه ابتک ضمانتوں کیلیے مسلمان دیچکے هیں -

رفته رفته یه حالت اسقدر عام هوگئي که " ضمانت " کے بعد عام چندے کا هونا ایک طرح کي لازمي بات سمجھه لي گئي - اور ارباب مطابع اور پبلک ' دونوں نے ایک قدرتي اور لا بدي حقیقت کي طرح اسپر اتفاق کرلیا -

چنانچه جب کبھي ضمانت کي صورت پیش آئي تو اسکي اپیل اسطرح کي گئي جیسا که ایک طے شدہ اور قدرتي بات کو هونا چاهیے ' اور جب کبھي مانگا گیا ' تو دینے والوں نے بھي اسیطرح بلا تامل و بے دریغ دیا ' جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبه بہر حال پورا کرنا هے -

بلاشبه جماعتي تغیرات و انقلابات کے اظہارات کي یه بھي ایک منزل هے جو همیشه ایسے مواقع میں پیش آتي هے ' اور ایسا همیشه هوا هے که جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کیلیے چن لیا هے که انکے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھیں ' اور جو کچھه انپر وارد هو' اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانه تقسیم کرلیں - یہي چیز جب بڑھتي هے تو اس حد تک پہنچ جاتي هے که ایک وجود و شخص کا مسئله کروڑوں افراد کا مسئله بن جاتا هے ' اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے هیں جنکي تکلیف ایک کروڑ انسانوں کي تکلیف ' اور جنکي راحت ایک کروڑ انسانوں کي راحت هو جاتي هے !

مجھے یہاں اس سے کوئي بحث نہیں که ابھي خاک هند میں ایسے افراد صالح پیدا هوے هیں یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے جماعتي هیجان و انفجار کو مسئلۂ ضمانت کي طرف متوجه کیا ' انھوں نے ٹھیک اور بر وقت کیا یا نہیں ؟ نیز اس سے بھي مجھے کوئي تعلق نہیں که اصولاً جو کچھه هوا وہ کیسا هوا ؟ بلکه مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعه هے که اس طرح کا واقعه ملک میں هوا ' اور اب بھي هو رها هے ' اور قسم کے اعتبار سے یه چیز بھي در اصل اسي جماعتي هیجان جذبات کا نتیجه هے جسکو آجکل کے علماء فلسفۂ اجتماعیه " جماعة کے امیال و جذبات کا انقلابي انفجار " کہتے هیں ' اور جو هر قوم و ملک کو اپنے تغیرات و اعمال اجتماعیه کي منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا هے - یه ایک ایسي راہ هے جو نه تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتي هے اور نه عقلي ترتیب اسکے لیے موثر هے ' مگر پیش ضرور آتي هے' اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقبل سے هو: و ان منکم الا واردها ' کان علی ربك حتماً مقضیا (وسط " مریم ")

(راہ اخبار نویسي اور راہ دعوۃ و تبلیغ)

با ایں همه اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں کي بنیاد جن اصولوں پر رکھي تھي ' وہ ایک لمحه کیلیے بھي اس حالت کے ساتھه جمع نہیں هوسکتے تھے -

سب سے بڑا اصولي اختلاف جو اساس و بنیاد هي میں آکر پڑ گیا تھا ' وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا -

بلاشبه اگر تم نے اخبار نکالا هے اور پریس قائم کیا هے' تو چاهیے که سب کچھه اسي طرح کرو جسطرح اس راہ میں کیا جاتا هے اور جسطرح کرنا چاهیے - پھر تمھاري همت کے آگے هندوستان کے اخبار نویس طبقه کے قرار دادہ اصول عمل کي راہ بھي هے ' اور ترقي یافته ممالک کي حقیقي اخبار نویسي بھي - تم اپنے اندر اس اخلاقي اور تجارتي کیریکٹر کو بھي پیدا کرسکتے هو جو ابتک هندوستاني پریس نے پیش کیا هے ' اور اس تجارتي اولوالعزمي اور اقتصادي بلند همتي کیلیے بھي اپنے تئیں طیار کرسکتے هو جو ترقي یافته ممالک کے پریسوں میں پائي جاتي هے -

تم چاهو تو " هندوستاني اخبار نویسي " کي اس دکاندارانه زندگي کو سیکھه سکتے هو جو " دکانداري " کي قسم میں بھي سب سے ادنه درجه کي دکانداري هے ' اور جسکے لیے ضرور هے که تم ایک ایک پیسه کے لیے روؤ ' ایک ایک دھیلے کیلیے ماتم کرو ' ایک ایک کوڑي کیلیے اپنے دماغ و قلم کي بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو ' شخصي محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کي خریداري کو قرار دو ' جو خریدے اسکو فرشته سمجھو ' جو بدبخت نه خریدے اسے شیطان بتلاؤ ' بلا طلب هر خوش پوش کے نام اخبار جاري کردو' اور سال کے اخر میں وي پي بھیجدو ' اگر اس نے وي پي واپس کردیا تو ٹکٹ کے ان پیسوں کو بھي اسکے حساب میں داخل کردو جو واپسي کي وجه سے ضائع هوے ' اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لا سکو' اس " شریفانه بل " کي وصولي کیلیے اختیار کرو - حتی که وہ بدبخت اپني زندگي سے عاجز آجاے' اور اس حقیقت کو اچھي طرح سمجھه لے که براعظم هند میں زندہ رهنے کي ضروري شرائط میں ایک بڑي شرط کسي " اخبار نویس " کے وي پي کو واپس نه کرنا بھي هے !

غرضکه وہ مسکوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جسکا ایمان شکن نام " پیسه " هے ' بہر حال حاصل کرنا چاهیے' اور به حیثیت ایک " قومي اخبار نویس " هونے کے اسکے حاصل کرنے کي هر ممکن شکل تمھارے لیے جائز و حلال هے !

اگر اس تقلید زار هند میں نئے ارادوں اور مجتهدانه عزائم کا وجود ناممکن نہیں هے ' تو اسیطرح دوسري راہ بھي تجارت اور دکانداري کي مگر شریفانه و اولو العزمانه تجارت کي تمھارے آگے باز هے' اور تم یورپ کے اخبار نویس طبقه اور فن صحافة (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھه سکتے هو - اسطرح تمھارے لیے ایک عمدہ تجارتي کام مہیا هو سکتا هے جو قوم و ملک کیلیے بھي مفید و ضروري هے' اور تم ایک تاجر کي طرح خود بھي نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع لخوان ملت کو دیسکتے هو - مگر اسکے لیے ضرور هوگا که پہلے " هندوستاني فن صحافة " کے اثرات دنائت و جرائیم سفاهت سے اپنے تئیں یکقلم صاف و پاک کرلو ' اپنے اندر بلند نظري مگر ایک تاجر کي طرح اقتصادي بلند نظري پیدا کرو ' اور وسیع سرمائے اور تجارت کے عزائم صابرہ و متحمله کے ساتھه سفر شروع کرو - اس میدان میں تمھاري مثال ایک عقلمند و تجربه کار کاشت کار کي سي هوگي جو قیمتي سے قیمتي بیج بھي نہایت فیاضي کے ساتھه زمین میں پھینک دیتا هے اور ذرا بھي هاتھه نہیں روکتا ' تاهم یه اسکي بے دریغ بخشش اسلیے نہیں هوتي که وہ اپنا سرمایه زمین کو بخشدیتا هے' بلکه اسلیے که آج ایک خشک دانه دیکر کل کو اسکے معارضے میں ایک هزار تر و تازہ خوشے لینا چاهتا هے !

(دعوۃ و تبلیغ)

لیکن " دعوۃ و تبلیغ " کي راہ نه صرف اخبار نویسي کي راہ سے (کیونکه یه تو شاخ هے) بلکه نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیان کي راہ سے بالکل مختلف هے ' اور اس عالم کے جسطرح موثرات

شذرات

عہد التواء و انتظار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

رند ہزار شیوہ را طاعت حق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست !

(۱)

" البلاغ " جاري هوگيا - يه اسكا تيسرا نمبر هے - مگر همیں جو کچھہ کہنا تھا وہ ابتک باقي هے ' اور شاید همیشه باقي هي رهے :

بمحشر مي تواں گفت انچہ در دل ماندہ است امشب !

دارالارشاد کے اجراء ' رفتار تصنیف و تالیف کي غیر معمولي تیزي ' ترجمة القران اور تفسیر کي ترتیب و اشاعة ' اور بعض دیگر اسباب و موانع کے هجوم میں اسي کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسي نہ کسي طرح پرچہ جاري هوجاے ' اور بہرصورت اسکے مقررہ اوراق سادہ نہ رهیں - الله کے فضل ذرہ نواز نے بہت سي ایسي نظریں اپني زمین پر پیدا کردي هیں جو اس عاجز کے برے بھلے ' ادنی و اعلی ' کمتر و بہتر ' هر طرح کي قلمي خدمات کو پذیرائي بخشنے کیلیے طیار رهتي هیں ' اور جب تک وہ باقي هیں ' مجھے باقي دنیا سے کوئي سروکار نہیں :

از رد و هم قبول تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوب ما نشناسي ز زشت ما !

رد و قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر هونے کیلیے پہلا مسئلہ مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا هے ' لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچھہ حال هے ' اور صاحبان رد و قبول کے متعلق جو کچھہ اپنا فیصلہ هو چکا هے ' اسکے بعد اسکي گنجایش هي کب رهي هے کہ " رد و قبول " کي نمایشوں سے طبیعت متاثر هو ؟ تاثر تو ایک بڑي چیز هے - الحمد لله کہ احساس تک باقي نہ رها - اور اپنا دائمي ماتم یہ هے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید
در بزم چوں نماند کسے ' جا بما رسید !

بہرحال رسالہ تو جاري هوگیا ' مگر ابتک لکھنے کا موقعہ بالکل نہیں ملا - ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائي صفحات عربي کے خطبۂ افتتاحیہ کے لیے ' اور وہ نہایت اهم اور ضروري مطالب جنکے لیے نواتح سنین ماضیہ کي طرح اردو کے ایک مبسوط و مسنقل فاتحۂ البلاغ کا لکھنا نا گزیر هے ' ابتک انضباط و تحریر سے محروم هیں - اسي طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ هیں جنکے متعلق کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضروري هے - ازانجملہ " مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن " کا گذشتہ اجلاس علي گدہ ' اور خود موضوع " رد و قبول یونیورسٹي " اور اسکے بعض حوالي و اطراف ' ایسے مواضع نظر و انکشاف هیں ' جنسے کسي طرح قطع نظر نہیں کیا جاسکتا -

(تذکار گذشتہ)

لیکن قبل اسکے کہ مستقبل کے آراء و عزائم کي طرف هم متوجہ هوں ' بہتر هے کہ ایک الوداعي نظر اُس ماضي پر بھي ڈال لیں جو گزر جا چکا هے ' لیکن اس کے نقش پا سے اب بھي بہت سي راهنمائیاں حاصل کي جاسکتي هیں - اسکي یاد رفتہ میں بہت سے تذکار ایسے هیں جن کو مستقبل بھي اپنے جیب و دامن میں ضرور جگہ دیگا -

ممکن هے کہ مستقبل کے پر کشش ولولوں اور دلچسپ توقعات کے هجوم میں ماضي مہجور کي یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے ' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل هي کي حیات امید کو سمجھتے هیں ' تاهم انہیں انصاف کرنا چاهیے کہ جو جا چکا هے ' وہ هماري مشغولیت کے مطالبہ کیلیے دوبارہ نہیں آئیگا - اگر چند لمحوں کي ایک سرسري نظر تودیع و آخریں کیلیے وہ مستمند و امیدوار هے ' تو اسے ایک جاتے هوے رفیق کي وہ آخري نظر سمجھیے ' جو گردن مروڑ کر آپکو وداع کا سب سے پچھلا پیام پہنچاتي هے :

مي دید و اشک حسرت مي ریخت همچو باراں !

(ماضي قریب)

اس سلسلے میں سب سے پہلے همیں ماضي قریب کا وہ حصہ بے اختیار یاد آجاتا هے جو " الہلال " کے بند هونے کي تاریخ سے شروع هوتا هے ' اور پھر نئے سال کے تمام ابتدائي و وسطي حصے سے گذر کر گذشتہ اگست میں ایک طرح ختم هوجاتا هے - یہ پورے ایک سال چند هفتوں کے التواء و انزوا ' انتظار و اضطرار ' اعتماد و انکار ' اور مواعید و اعلان کي ایک دلچسپ اور وسیع مدت تھي !

انسان کي ایک عالمگیر غلطي یہ هے کہ وہ عبرة و بصیرة کیلیے همیشہ بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاهر کا منتظر رهتا هے ' پر صبح سے لیکر شام تک هر انسان کي چھوٹي سے چھوٹي اور معدود سے معدود زندگي کے اندر جو صدها صدائیں عبرة و موعظة کي بلند هوتي رهتي هیں ' انسے بالکل کان بند کرلیتا هے - وہ چاهتا هے کہ زلزلے آئیں تو میں چونکوں ' آتش فشاں پہاڑ پھٹیں تو میں آنکھیں کھولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکھوں ' اور بڑي بڑي خونریز لڑائیوں کے شعلے بھڑکیں تو میں سمجھوں ' حالانکہ اگر اسکي دیدۂ بصیرة محجوب نہ هوتي ' تو وہ دیکھتا کہ فطرة کو اُسکي بڑي بڑي خوفناک تیاریاں دکھلانے پر مجبور کرنا اسکے لیے کچھہ ضروري نہیں هے ' اگر وہ سمجھنا چاهے تو جو کچھہ خود اُس کے واقعات حیات میں معمولاً هو رها هے ' اسي کے اندر بہتر سے بہتر سمجھہ اور اعلی سے اعلی دانائي کي پکار رکھدي گئي هے :

وکاین من آیة في السماوات والارض ' یمرون علیها و هم عنها معرضون ؟ (یوسف)	اور خدا کي کتني هي نشانیاں آسمان و زمین کے مظاهر و کائنات کے اندر پھیلي هوئي هیں جن پر سے غافل انسان گذرتا هے ' مگر اسطرح

منہہ پھیرے چلا جاتا هے کہ اسکي حقیقتوں پر ایک سرسري نظر بھي نہیں پڑتي ! '

بلا شبہ یہ گذشتہ ایک سال چند هفتوں کي مدت دنیا کا کوئي عظیم الشان واقعہ نہیں هے ' اور اگر اسے معدود کرنے پر آئیے تو وہ بہت کچھہ سمت بھي سکتا هے ' جسطرح کوشش کرنے پر بہت کچھہ پھیل سکتا هے - تاهم میں سونچتا هوں تو طرح طرح کي عبرتوں سے اسکي پوري راہ پر هے ' اور محض شخصي حیثیت هي سے نہیں ' بلکہ جماعتي اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے کتني هي غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اسکے گوشے گوشے میں بکھري هوئي هیں ! ان في ذالك لذکري ' لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید ! (اواخر " ق ")

(مسئلہ ضمانت)

جبکہ " الہلال پریس " کي ضمانت ضبط کي گئي هے اور اسکے لیے دو هزار کے بعد دس هزار روپیہ کي منزل کھولي گئي

اسرار اسلام

خطابة الم ! !
اور
توصية شهادت !

يا تفسير سورۂ فاتحه کا ايک صفحه !

(۲)

همان عشق ست بر خود چيده چندين داستان ' ورنه
کسے برمعني يک حرف صد دفتر نمي سازد !

(ايک عالمگير غلطي)

انسان کي عالمگير غلطي يه هے که وه هر چيز کو اسکي روح کيليے اختيار کرتا هے ' ليکن آگے چلکر صرف اسکے جسم هي کي پرستش کرنے لگتا هے - مشاهير و سلف پرستي کا اصلي مقصد تو اعمال حسنه کي ياد ' اور نيکي و صداقت کے عملي نمونوں کو پيروي و اتباع کيليے قائم رکهنا تها ' ليکن نتيجه بالعموم يه نکلا که اعمال کي ياد مٹ گئي ' اور محض انسانوں کی شخصيتوں اور ناموں کي پوجا هونے لگي - يعني وه چيز که کسي دوسرے مقصد کيليے واسطه و ذريعه تهي ' خود هي مقصود بالذات بنکر لوگوں کے عقائد و اعمال ميں جاگزيں هوگئي ' اور حقيقت سے اسقدر بعد و نسيان هوگيا که محض رسوم و اسماء کي عظمت و پرستش هي پر هر شخص قانع هوگيا !

يهي وجه هے که مشاهير پرستي بسااوقات دنيا ميں بت پرستي کا ذريعه ثابت هوئي هے ' اور اکثر ايسا هوا هے که اعمال کي جگه افراد و اسماء کي پرستش محض نے دو تين نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستي تک پهنچا ديا -

(اُسوۂ حسنه)

اے برادران ملت ! يهي حقيقت اعلى هے جسے قرآن حکيم نے " اسوۂ حسنه " کے جامع و مانع لفظ سے تعبير کيا هے ' اور يهي مقام هے جهاں آکر اسلام کي قوة اصلاح اور ختم نبوت کي اصلي علت آشکارا هوجاتي هے که کس طرح اس نے دنيا کی تمام صداقتوں کو لے ليا ؟ اور ساتهه هي کسطرح ان تمام خرابيوں اور ضلالتوں سے محفوظ بهي کرديا جنکے اختلاط و آلودگي سے انکي روح حقيقت اور تاثير عمل بالکل فنا هوگئي تهي ؟ :

لا ياتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه تنزيل من حکيم مجيد ! (۴۱ : ۴۲)	قرآن ايک ايسا معلم رهنما هے که نه تو اسکے آگے باطل جم سکتا هے ' اور نه اسکے پيچهے سے جگه مل سکتي هے - وه خداے حکيم و مجيد کا اتارا هوا هے - پهر باطل کا يهاں کيا گذر ؟

هاں ' باطل کيونکر اب اسکے ساتهه مل سکتا هے جبکه وه " حق خالص " هے ' اور سچائي کے ساتهه جسقدر بهي گداهي ملا دي گئي تهي ' اس سے انسانکے هر اعتقاد و عمل کو بالکل صاف و پاک کرديا هے ؟ نيز جا بجا قرآن حکيم کو " هادي " کہا که وه انسان کو اسکے سفر اعمال ميں ٹهوکروں اور گمراهيوں سے بچاتا هے ' اور اسي طرح " شفا " کہا کيونکه وه مثل مفيد و نافع دوا کے هے جو مريض کي اصلي قوة طبيعي کو مزيد توانائي اور نشو و نما ديتي هيں ' اور مضر اثرات مرض جو داخل طبيعت هوگئے هيں ' انکو دور کرديتي هيں !

" اسوه " کہتے هيں کسي فکر ' کسي عمل ' کسي وصف ' کسي خاصه کے ايک ايسے نمونے کو ' جسے تم اسليے اپنے سامنے رکهه لو که اسکي پيروي اور نقل کروگے ' اور اسکي سي باتيں اپنے اندر بهي پيدا کرنا چاهوگے -

انساني سعادت کيليے تعليم محض بالکل بيکار هے ' جب تک که اس تعليم کے زنده نمونے بهي انسانوں کے سامنے نهوں - جو اثر طبيعت منفعلۂ انسانية پر ايک انساني نمونۂ عمل کا پڑتا هے ' وه محض تعليم کي سماعت سے نهيں پيدا کيا جاسکتا - اخلاق کي کتابيں اپني موثر تعليمات سے انسانوں کو رولا ديسکتي هيں مگر اسکے دلوں کو نهيں پهير سکتيں - عدالت کا قانون مجرم کے پانوں ميں بيڑياں ڈالديسکتا هے ليکن اسکو جرم سے باز نهيں رکهسکتا - حکماء کے حکيمانه نصائح نيکوں کي بڑي بڑي تعريفيں اور بروں کي بڑي بڑي برائياں بتلا ديسکتے هيں ' ليکن کسي برے انسان کو نيک نهيں بنا سکتے :

بڑهتا هے اور ذوق گنه ياں سزا کے بعد !

ليکن برخلاف اسکے اگر ايک پاک اور مزکی انسان اپني زندگي کے اندر نيکي کا عملي نمونه رکهتا هو ' اور اسکے اعمال حيات راست بازي کيليے " اسوه " کا حکم رکهتے هوں ' تو وه صرف اپنا نمونه دکهلاکر نه صرف افراد و اشخاص کو ' بلکه اقوام و امم کے اعمال کو يکسر پلٹ ديسکتا هے !

يهي وجه هے که الله تعالى نے هدايت خلق الله کيليے صرف کتابوں اور شريعتوں هي کو نهيں بهيجا ' بلکه اسکے ساتهه انبياء کرام عليهم السلام کا (که انکے حامل تهے) عملي نمونه بهي دکهلا ديا - وه جس دستور العمل کي طرف قوم کو بلاتے تهے ' اسکا عملي پيکر خود انکي پاک و مطهر زندگي تهي - اگر شريعت بصورت قانون تختيوں اور کاغذوں پر منقوش تهي ' تو بصورت وجود حي و قائم انکي زندگي کے اندر بهي پڑهي جا سکتي تهي - اگر اسکي آيات بينات حروف و اصوات کي شکل ميں دنيا کو دعوة ديتي تهيں ' تو انبياء کرام کي زندگي عمل و فعل کے اندر سے اسکي تصوير دکهلا ديتي تهي - اگر قانون کهتا تها که انسان کو ايسا کرنا چاهيے ' تو حياة نبوت ثابت کرکے دکهلا ديتي تهي که اسطرح کيا گيا اور اسطرح کيا جا سکتا هے !

يهي حقيقت هے جسکو حضرة عائشۂ صديقه رضي الله تعالى عنها نے اس وقت بيان کيا تها جبکه انسے آنحضرة صلى الله عليه وسلم کے اخلاق و اعمال کا حال پوچها گيا تها که " کان خلقه القرآن " اگر تم انکے خلق عظيم کو معلوم کرنا چاهتے هو تو قرآن کو ديکهه لو -

دوسرے هیں ' اسي طرح احکام بهي دوسرے هیں :

مرد ایں رہ را نشا نے دیگرست !

تجارت کي پہلي بنیاد مسئلۂ "عوض و بدل" هے ' یعنے جو کچھہ دیا جاے ' اوس سے بہتر اوسکے معاوضے میں لیا جاے ' اور دینا صرف اسي لیے چاهیے ' تا که اسکے معاوضے میں لیا بهي جاے - لیکن یہي وہ اولین مقام هے جہاں آکر " دعوۃ " اور " تجارت " میں محض اختلاف مسلک هي نہیں بلکه تبائن و تضاد کلي پیدا هوجاتا هے ' اور دونوں حقیقتیں ایک ساتهه جمع نہیں هوسکتیں - راہ " دعوۃ " کي پہلي بنیاد وہ چیز هے ' جو بالکل اُسکا عکس و تضاد هے جو تجارت کے مذهب کا پہلا رکن تها - تجارت نے اپنا مذهب " عوض و بدل " کے عقیدے پر قائم کیا هے ' اور " دعوۃ " کے مذهب کا پہلا عقیدہ ایثار اور " قرباني " هے - پهر کہاں " عوض " کي تلاش ' اور کہاں " قرباني " کي پکار ؟ کہاں اسلیے دینا که جو کچھہ هے لٹا نے کیلیے هے ' اور کہاں اسلیے خرچ کرنا که اگر مخارج نهوں تو مداخل بهي پیدا نہیں هو سکتے ؟ کجا دست طالب کي جستجو ' اور کجا دست معطي و مشتري کیلیے بیقراري ؟

فاین الثریا و این الثری ؟ * و این معاویۃ من علي ؟

کہاں نقد و متاع کي اسلیے فراهمي تا که خریدار پیدا هو ' اور کہاں اسلیے گرد آوري تا که کوئي غارتگر ملے ؟

متاعے جمع کن شاید که غارتگر شود پیدا

ایک " تاجر " اپني تمام زندگي اور زندگي کي قوتوں کا مصرف صرف یہي سمجھتا هے که کسي طرح اسکے " شخص خاص " کو نفع پہنچے ' اور اگر اسکا عمل و وجود دوسروں کیلیے سود مند بهي هوتا هے تو کسي رحم و احسان کي بنا پر نہیں بلکه اسي جذبۂ نفع تجارت کي بنا پر - وہ همیشه ایسے وقتوں کا متلاشي رهتا هے جو اسکے نفع تجارت کیلیے بہتر هوں ' وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا هے جنکے ساتهه اسکے نفع ذاتي کا کوئي پیام هو ' وہ ایسے مواقع و حوادث کو دهونڈهتا رهتا هے جنکا اثر تمام نوع انساني اور پورے کرۂ ارضي کیلیے خواہ کتنا هي مہلک و برباد کن هو ' مگر اسکي متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتي کیلیے مفید ثابت هو -

لیکن ایک " داعي " کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد هوتے هیں - اسکے اندر خواہ کتني هي خود غرضیاں چھپي هوئي هوں ' نمایش و شہرت کے کیسے هي جذبات قویه مخفي هوں ' وہ کتنا هي سخت خود پرست اور کیسا هي شدید نفس خواہ هو ' لیکن اگر دعوۃ و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحه بهي اسپر گذرا هے ' تو وہ اپنے کام اور زندگي کے بقاء کیلیے مجبور هے که نفع تجارتي کي پرستش گاہ سے یکقلم باهر آ جاے ' اور اسکا نفس خواہ کتنا هي ذات پرست هو ' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متبائن کردے - اگر وہ ایسا نه کریگا تو به حیثیت " داعي " کے اسکا وجود باقي نه رهیگا - وہ اپنے وجود عمل کي بقاء کیلیے مجبور هے که مشرب تجارت کي یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے - تاجر کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع خاص " تها - وہ جسقدر زیادہ اس سبق کو یاد کریگا ' اتنا هي زیادہ اچها تاجر هوگا - مگر " داعي " کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع عام " هے ' یعنے دوسروں کو فائدہ پہنچانا ' اور جسقدر سچائي ' جس قدر خلوص ' جس درجه اذعان و یقین کے ساتهه اس درس ایثار کو حاصل کریگا ' اتنا هي زیادہ سچا " داعي " هوگا - تاجر اپنے بنیادي عقیدے کي بنا پر صرف انهي چیزوں کا طالب رهتا هے اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات کو دهونڈهتا هے ' جو اگرچه دوسروں کیلیے ضرر رساں هوں پر اسکي تجارت کیلیے سود مند هوں - ٹهیک ٹهیک اسي طرح ضرور هے که " داعي " صرف انهي چیزوں کا طالب هو ' اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات و حالات سے عشق کرے ' جو خواہ خود اسکي ذات اور اسکي ذات کے حوالي و اطراف کیلیے کتنا هي دکهه اور موت رکهتے هوں ' لیکن دوسروں کیلیے ان میں راحت ' سکهه ' اور زندگي هو :

من و دل گر فنا شدیم ' چه باک ؟
غرض اندر میاں سلامت اوست !

(عشق و رشتۂ عشق)

پهر آؤ ' ایک دوسرے عالم کي طرف جانکلیں ' اور وهاں سے هوکر اس صحبت تک عود کریں - بات بظاهر بے تعلق هے ' لیکن اسوقت بے اختیار دل اسي کي طرف کهنچ گیا هے ' اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں - عشق ' بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک هي هے ' اور اسمیں کسي نوعي امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں - هر عاشق عاشق هوتا هے ' اسلیے هر عاشق خود رفته هوگا ' دل بکف هوگا ' جاندادۂ راہ الفت هوگا ' اور حیراں جادۂ هجران و وصال - اس لحاظ سے قیس عامري کي نجد پرستي ' فرهاد کي کوہ کني ' اور نل کي شوریدگي ' سب یکساں هیں - وہ جو اپنے گم گشته عزیزوں کیلیے روتا هے ' وہ جو کسي بستر مرگ کا ماتم زدہ هے ' وہ جو کسي کي یاد رفته کي کهٹک رکهتا هے ' اور پهر وہ جو کشتۂ تغافل هے ' اور وہ جو هلاک تبسم هے ' سب ایک هي طرح کے عشق پیشه ' اور ایک هي راہ کے جادہ پیما هیں ' اگرچه مختلف ناموں سے مسمی هیں :

و للناس فیما یعشقون مذاهب !

پس ایسي حالت میں تمیز عشق کیلیے عشق کرنے والوں کو دیکهنا بے سود هوگا - چاهیے که " عاشق " کے قسم عشق کي پہچان کیلیے سب سے پہلے اسکے " معشوق " کو دیکها جاے که وہ کون هے ؟ یہي رشته اصلي سر رشتۂ تقسیم هے ' اور اسي نسبت سے عشق کي مختلف راهیں متعین هوجاتي هیں :

دو چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید
که من اسیر بمعشوق ' او بفرزند ست !

عشق کي ساري منزلیں اسي نسبت سے متحقق هوتي هیں - عاشق کے وجود کي بنیاد معشوق کا انتخاب هے - اسکے تمام جذبات و امیال ' مذهب و مشرب ' اعمال و عقائد ' اوضاع و رسوم ' نظر و فکر ' سب کچهه معلوم هوجائیگا اگر یه معلوم هو جاے ' که اس نے اپنے عرض دل و جان کیلیے کس کو انتخاب کیا هے ؟ اپنے نذر شیفتگي و شوریدگي کیلیے کس کي چشم و آبرو پر نظر پڑي هے ؟ اپني جبهه سائي شوق کي عقیدت و نیاز کا کس کي چوکهٹ کو مستحق سمجها هے ؟ اور اپني اطاعت و عبودیت محبت کیلیے کس قہرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سر بسجود هوا هے ؟

اسي راہ په چلکر " دعوۃ " اور " تجارت " کے باهم تضاد و تبائن مسلک کا بهي پته لگاؤ ' اور اندازہ کرو که دونوں راهیں ایک دوسرے سے کسقدر ابعد هیں ' اگرچه نفس عمل ' صرف قوی ' انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوري پوري یکسانیت بهي پائي جاتي هے ؟ " تاجر " اور " داعي " کو نه دیکهو ' بلکه یه دیکهو که ایک تاجر کي حیات / عشق کا معشوق کون هونا چاهیے ' اور ایک داعي کي حیات محبت کي محبوبیت کس میں هوتي هے ؟ تاجر کو تم دیکهوگے که وہ تاجر نہیں هے اگر " نفع خاص " اور " حصول زر " اسکا معشوق و مطلوب نهو - برخلاف اسکے " داعي " وهي هوگا جسکا محبوب " نفع عام " اور اسلیے " حصول زر " نہیں ' بلکه " طلب بے زري " هو - تاجر اگر " پانے " کو اپنا معشوق نه بناے تو اپني هستي کهودے ' اور داعي اگر " کهونے " کے عشق سے ایک لمحه کیلیے بهي غافل هو تو اسپر لذت دعوۃ حرام هے :

کسے کو تشنۂ وصل ست ' با کوثر نمي سازد
بآب خضر اگر عاشق رسد ' لب تر نمي سازد
رہ الفت خطرناک ست ' پنہانش نظر در کن !
دراں وادي که عشق اوست ' تن با سر نمي سازد !

اوسنے سب سے پہلے ہمیں ایک مقدس "دعا" بتلائي' اور حکم دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ جب اپنے پروردگار کے حضور بندگي و نیاز کیلیے حاضر ہو تو سب سے پہلے اسي دعا کو پڑھو - یہ وہ وقت ہوگا جب تم رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوگے' اور اسکي رحمت کا دروازہ باز ہوگا - پس ایک عاجز و درماندہ انسان فاطر السماوات و الارض کے حضور جاکر اپنے لیے سب سے بڑي نعمت اور سب سے زیادہ قیمتي دولت جو مانگ سکتا ہے' وہ اس دعا میں مانگي گئي ہے' اور چاہیے کہ تم اُسي نعمت کے سائل' اُسي مطلوب کے طالب' اور اسي محبوب کے عاشق ہو!

یہ "دعا" سورۂ فاتحہ ہے جو ہر مومن دن میں پانچ مرتبہ نماز کي ہر رکعت کے اندر پڑھتا ہے - اور وہ نعمت' وہ دولت' وہ متاع مطلوب و محبوب "الصراط المستقیم" ہے جسکے مانگتے رہنے اور طلب کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے:

اهدنا "الصراط المستقیم" (فاتحہ)	خدایا! تو ہمیں الصراط المستقیم پر چلنے کي توفیق دے!

یہ "الصراط المستقیم" کونسي راہ ہے اور اس سے مقصود کیا ہے؟ اسکي یہاں کوئي تشریح نہیں کي گئي - البتہ یہ بتلایا گیا ہے کہ:

صراط الذین انعمت علیهم (فاتحہ)	ان لوگوں کي راہ جن پر اے پروردگار تو نے انعام کیا -

بس اس تصریح سے صراط مستقیم وہ راہ ہوئي جو "انعام یافتہ" لوگوں کي راہ ہے - یعني جن لوگوں پر خدا نے اپني نعمتیں نازل کي ہیں' انہي کي راہ عمل الصراط المستقیم ہوئي -

چنانچہ سورۂ نساء میں "انعام یافتہ" جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ "انعمت علیهم" میں کن لوگوں کي طرف اشارہ تھا؟:

و من یطع اللہ و الرسول فاولائک مع الذین انعم اللہ علیهم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین' و حسن اولائک رفیقا! (۴ : ۷۱)	اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول کي اطاعت کي' تو وہ سب اُن خوش نصیبوں کے ساتھي ہو جائنگے جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا ہے - اور جن پر انعام کیا ہے وہ انبیاء ہیں' صدیقین ہیں' شہدا ہیں' اور صالحین ہیں - جس کسي کو ایسے انعام یافتہ

جماعتوں کي معیت ملي' تو کیا اچھي ہے اسکي معیت' اور کیا اچھے ہیں یہ رفیق!!

اس آیۂ کریمہ نے صاف صاف بتلا دیا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جس "صراط المستقیم" کے تعین کیلیے صرف اسقدر اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ "انعام یافتہ لوگوں کي راہ" ہے' وہ کون لوگ ہیں؟ نیز انکے مختلف مدارج و مقامات کیا کیا ہیں؟ جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور انہیں "انعام یافتہ" کہا ہے' انہي کي راہ عمل' وہ راہ ہدایت و سعادت ہوئي جسکا نام لسان الہي نے "الصراط المستقیم" رکھا ہے' اور جس پر چلے بغیر کوئي فرد اور کوئي قوم "مغضوب علیهم" اور "الضالین" کي صراط مغضوبیت و ضلالت سے بچ نہیں ہوسکتي -

سورۂ نساء کي اس آیۂ کریمہ سے "انعمت علیهم" کي مزید تفسیر و تشریح کرنا' ایک ایسي مسلم اور متفق علیہ تفسیر ہے جو عہد صحابہ و اہل بیت نبوۃ (رضوان اللہ علیهم) سے لیکر طبقات متاخرہ تک' تقریباً تمام ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا ہے' اور مفسرین "خاصہ" و "عامہ" سب نے اسے قبول کیا ہے - چنانچہ جسطرح محدث ابن جریر طبري نے اسکے متعلق مفسرین صحابہ کے آثار جمع کیے ہیں' اسي طرح علامۂ کلیني اور شیخ طبرسي (صاحب تفسیر مجمع البیان) بھي اس سے انکار نہیں کرتے - اس عاجز نے تفسیر "البیان" میں تصریحات حضرات ائمہ کرام علیهم السلام و اقوال مفسرین خاصہ بھي نقل کردیے ہیں - فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ -

بہر حال یہ آیۂ کریمہ بتلاتي ہے کہ جس راہ پر چلنے کي سورۂ فاتحہ میں ہر مومن التجا کرتا ہے' وہ راہ "انعام یافتہ" گروہ کي ہے - انعام یافتہ گروہ چار ہیں: الانبیاء' الصدیقون' الشہداء' الصالحون -

اب دیکھو کہ قران حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلي مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کردیا ہے' اور اسکے لیے کیسي دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راہ اختیار کي ہے؟ اس نے نیک انسانوں اور اعلی ترین ہستیوں کي یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں لیکن انکے اعمال کو ہر مومن کے دل پر نقش کردیا' اس نے ہر مومن بالغ پر پانچ وقت کي نماز فرض کي' اور حکم دیا کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کي تلاوت کرو - سورۂ فاتحہ کیا ہے؟ تحمید و تقدیس کے بعد ایک التجا ہے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا ہے - وہ التجا کیا ہے؟ "الصراط المستقیم" پر چلنے کي التجا ہے تا کہ اس راہ کي اسے توفیق ملے' اور سعادت کونین حاصل ہو -

اب اور آگے بڑھو' اور دیکھو کہ "الصراط المستقیم" کونسي راہ ہے جسے ہر روز دن میں پانچ بار ہر مومن یاد کرتا اور اپنے خدا کے حضور جاکر مانگتا ہے؟ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کي راہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا - یہاں اس راہ کا طریق حصول یا اسکے عقائد و اعمال نہیں بتلائے گئے بلکہ صرف ان لوگوں کي طرف توجہ دلادي گئي جنہوں نے ایسے عقائد' ایسے اعمال' ایسے عزائم' ایسے اقدام کیے ہیں جنکي وجہ سے خدا کي نعمتوں کے مستحق ٹھہرے تھے - یہي چیز "یادگار" ہے - یہي "تذکار" ہے - یہي وہ "مشاهد پرستي" کي حقیقت اصلي ہے جسکو تمام دنیا نے ڈھونڈھا مگر نہ پایا' وہ کبھي پتھر کے بتوں' کبھي اولیاء کي تصویروں' کبھي انسانوں کے مجسموں' کبھي عالموں و ہیروں کي موتي [illegible] اور تعزیوں میں بھٹک کر رہ گئي' اور "صراط الذین انعمت علیهم" کي جگہ "[illegible]" کي صراط پر چلنے لگي!

عزیزان من! "مشاهد پرستي" کے [illegible] و [illegible] [illegible] صرف اسکي اصلي حقیقت کو اپنے سامنے [illegible] - وہ [illegible] صرف یہي نہیں ہے کہ جن انسانوں نے دنیا میں [illegible] انجام دیے ہیں اور نیکي و صداقت کي راہ پر چلے ہیں' انکي یاد کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے' تا کہ انکي یاد انکے مقدس کاموں اور نیک عملوں کي یاد کو تازہ کردے' اور اس یاد آوري و تازگي سے قوموں کیلیے پاک ارادوں اور اعلی کاموں کے کرنے کي دعوت ہو؟ اگر یہي ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورۂ فاتحہ کے اندر یہي حقیقت کس طرح کار فرما ہے؟ سورۂ فاتحہ نے انسان کي راہ سعادت و ترقي کیلیے نہ تو عقائد و افکار بیان کیے' اور نہ اعمال و افعال' بلکہ اُن انسانوں کي طرف توجہ دلائي جو انعام یافتہ ہیں تھے' یعني جو انسان راہ سعادت کو حاصل کرنا چاہتا ہے' اسے چاہیے کہ انعام یافتہ انسانوں کي یاد کو ہر روز اپنے سامنے لاے' اور انکے عقائد و اعمال کے نمونے کو کبھي فراموش نکرے - پھر اگر یہ دعا [illegible] پاک عمل ہستیوں کي سچي یادگار اور انکا حقیقي تذکار نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یہ تذکر ہے' مگر ایسا تذکر جو اپنے حقائق کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئي نظیر نہیں رکھتا!

پھر ان انعام یافتہ لوگوں کي تشریح کي کہ وہ انبیاء ہیں' صدیقین ہیں' شہداء ہیں' صالحین ہیں - پھر ان میں سے ہر ...

یہاں حروف و الفاظ ھیں' وھاں ایک پیکر مجسم تھا - یہاں قوۃ ھے' وھاں فعل تھا - یہاں چراغ ھے' وھاں اسکی روشني تھي - حقیقت ایک ھي ھے جسنے ایک جگہ علم کي اور دوسري جگہ عمل کي صورت پائي ھے !!

اور یہي وجہ ھے کہ " سنۃ " کتاب کا ایک حقیقي جزو' اور مفہوم " کتاب " میں تبعاً داخل ھے - کوئي علحدہ اور مستقل وجود نہیں رکھتي - جو ظاھر بیں اس حقیقت سے بے خبر ھیں' وہ قران کے ساتھہ " حدیث " کا لفظ سنتے ھیں تو اسکي اھمیت کا اندازہ نہیں کرسکتے - وہ سمجھتے ھیں کہ " حدیث " کي پیروي کا مطالبہ ایسا مطالبہ ھے جو " قران " کے علاوہ ایک دوسري قوۃ کا اثبات کرتا ھے - حالانکہ " سنۃ " کي اطاعت " کتاب " کي اطاعت میں داخل ھے' اور " سنۃ " علم قراني ھي کي عملي تفسیر ھے -

اور اگر یہ سچ ھے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ " میں قران ناطق ھوں " تو میں اسکي تصدیق کرنے کیلیے طیار ھوں اگرچہ حقیقت نا شناس طبیعتیں سمجھتي ھیں کہ یہ بہت ھي بڑا دعوا تھا - یقیناً یہ بڑے سے بڑا دعوا تھا جو کوئي انسان کرسکتا ھے' لیکن اگر حضرۃ امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا - اگر انکي مقدس زندگي آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے " اسوۂ حسنہ " کا ایک کامل عکس تھا' اور انکے اعمال کي روشني سراج منیر رسالت ھي سے ماخوذ تھي' تو کیوں انہیں یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں " قرآن ناطق " کہیں ؟

جو کتاب الہی ما بین الدفتین حروف و نقوش کي شکل میں تھي' اسي کي ھستي ناطق تھي جو اعمال حضرۃ مرتضوي کے اندر سے پکارتي تھي - خوارج سمجھتے تھے کہ یہ علي بن ابیطالب کي آواز ھے' لیکن ابوذر اور سلمان کي حقیقت شناسي جانتي تھي کہ یہ علي بن ابوطالب کي آواز نہیں ھے بلکہ " القران الحکیم " کي صداے الہي ھے' اور چونکہ " القران " کي آواز ھے' اسلیے یقیناً خود منزل القران کي آواز ھے : کنت سمعہ الذي یسمع بہ' و لسانہ الذي یتکلم بہ (بخاري)

بہر حال یہ بحث بجاے خود محتاج تفصیل و نظر ھے - مختصر یہ کہ سعادت و ھدایت انساني کیلیے " تعلیم " کے ساتھہ " نمونہ " اور " کتاب " کے ساتھہ " سنۃ " ایک ضروري حقیقت ھے - اسي لیے قران حکیم نے اپني تعلیمات کیلیے اس چیز کو ایک اساسي حقیقت قرار دیا :

لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبیــــن ! (٥ : ١٧) — بلا شبہ تمھارے پاس اللہ کي طرف سے نور ھدایت آیا' اور کتاب الہي جسکي تعلیم بالکل واضح و روشن ھے !

اس آیۃ کریمہ میں " نور " سے مراد حامل قران (صلی اللہ علیہ و سلم) کا وجود مقدس ھے' اور " کتاب مبین " قران ھے - یہ " نور " وھي " اسوۂ حسنہ " ھے جو حامل قران کي مقدس زندگي میں " علم " قراني کا وجود " عملي " تھا :

لقد کان لکم في رسول اللہ اسوۃ حسنہ (٣٣ : ٢١) — بلا شبہ تمھارے لیے اللہ کے رسول کي زندگي میں پیروي و اتباع کیلیے ایک بہترین نمونہ ھے -

عربي میں " اسوہ " کا لفظ ھر نمونے کیلیے کہا جاتا ھے' اور نمونہ جسطرح خیر کا ھو سکتا ھے اسي طرح شر کا بھي ھو سکتا ھے - اسلیے قران حکیم نے " حسنہ " کے لفظ سے اسے متصف کیا' تا کہ واضح ھو جاے کہ فضائل و محاسن ھي کا نمونہ مقصود ھے - اسي طرح تمھیں معلوم ھے کہ سورۂ ممتحنہ میں بھي دو جگھہ ملۃ حنیفی و فطري کے اولین موسس حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کے متعلق یہي لفظ آیا ھے : قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ في ابراھیم والذین معہ -

(عود الی المقصود)

دنیا میں اعمال مقدسہ و حسنہ کي یادگار قائم کرنے کا مقصد بھي یہي " اسوۂ حسنہ " تھا' یعني جن لوگوں نے کسي پاک و اعلی عمل کا بہترین نمونہ اپني زندگي میں پیش کیا ھے' انکي یاد کو ھمیشہ باقي رکھا جاے' تا کہ انکي یاد کے ساتھہ انکے اعمال کي یاد بھي تازہ ھوتي رھے' اور اسکا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کي طرف دعوۃ دے -

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے کس طرح دنیا کي اس قدیم ترین رسم کي اصلي حقیقت لیلي' اور کس طرح اسکي آلودگیوں کو اس سے بالکل الگ کردیا ؟ اس نے یادگاروں کیلیے پتھر کے بت نہیں بناے جنکو حوادث ارضي کا ایک طمانچہ گرادسکتا ھے' اور جنکا وجود انسان کي عظمت کیلیے ایک سخت داغ تھا - اس نے اینٹ اور چونے کي عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و برق کے ایک حملے کي بھي تاب نہیں لا سکتیں' اور جنکا اثر ظواھر سے آگے نہیں بڑھتا - اس نے سالانہ مجمعوں اور قومي تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ وسائل ھمیشہ ظواھر و رسوم پرستي کا ذریعہ بن جاتے ھیں' اور یادگار کي معنویت مفقود ھوجاتي ھے - غرضکہ اس نے ان تمام وسائل تذکار سے یکقلم انکار کردیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تھے' اور جنکے ذریعہ خود انسانوں کي یادگاري تو کي جاسکتي تھي' پر عمل کي تقدیس و تعظیم کیلیے انکے اندر کچھہ نہ تھا' اور اسلیے ھمیشہ انکا وجود انسان کي حقیقت پرستي کي راہ میں ایک سخت پتھر ثابت ھوا تھا -

(سورۂ کریمۂ فاتحہ)

اے عزیزان من !

اب میں تمام تمہیدوں اور مقدمات کي مشکلات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا ھوں' اور مجھے زیادہ تیز قدمي کرني چاھیے - مجھے یاد کرنا چاھیے کہ میں نے اپني تقریر کو سورۂ مبارکہ " فاتحہ " کي تلاوت سے شروع کیا تھا جسے بظاہر اس بحث سے کوئي ربط نہ تھا' مگر وہ " السبع المثاني " ھے' وہ تمام " الکتاب " کا متن ھے' اور وہ اسني تمام تفصیلات کا وجود اجمالي ھے' پھر ھدایت انساني کا کونسا علم ھے جو قرآن کے سلطان احاطہ سے باھر رھگیا ھو ؟

غرضکہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکر کے ان تمام رسمي و عبادت آمیز طریقوں سے انکار کردیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کرلیے تھے -

لیکن جبکہ اس نے وہ سب کچھہ نہ کیا جو سب کوئي کرتے آتے تھے' تو سوال یہ ھے کہ خود اس نے کیا کیا ؟

اس نے " اسوۂ حسنہ " کي اصلي حقیقت کو اپني تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنایا' اور اسکي یادگاروںکو انسان سے باھر نہیں جنکو انسان چھوڑ دیسکتا ھے' بلکہ خود انسان کے اندر قائم کردیا جو کبھي بھي اسکي نظروں سے اوجھل نہیں ھوسکتا - اس نے مادي و جسماني اعمال و اشکال کے اندر اسکي دعوۂ عمل و سعادت کو گم نہیں کردیا' جیسا کہ گم کردي گئي تھي' بلکہ اسکو ایک خالص معنوي و روحاني اعتقاد بنا کر اسطرح دلوں کے اندر قائم کردیا کہ اسکي حقیقت دائمي طور پر زندہ ھوگئي' اور ھر طرح کي آلودگیوں اور رسم پرستیوں کي آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئون بنادیگئي !

بصائر و حکم

السلم و الحرب

یعنی

جنگ اور صلح

دنیا کا مادہ قواء متضادہ کا گہوارہ ھے - ایک طرف تو اسکا ایک ایک ذرہ متحرک ' پراگندہ ' اور ایک عام ھیجان کی حالت میں نظر آتا ھے - دوسری طرف وہ منجمد ھو کے سمٹتا ھے - سمٹ کے باھم ایک دوسرے سے ملتا ھے - ملکر سکون و استقرار حاصل کرلیتا ھے !!

اس بنا پر وہ تمام کیفیات متضادہ کی طرح جنگ و صلح کی بھی یکساں قابلیت رکھتا ھے - وہ جنگوں کے اختلال و تصادم کی شکل میں سمندر کی لہر ھے ' تو صلح و سکون کی حالت میں اوسکی سطح صامت و ساکن ! لیکن سوال یہ ھے کہ ان دونوں حالتوں میں سے انسانیۃ کے بقا و ارتقاء ' سعادت ارضی کے حصول ' تمدن و تہذیب کی ترقی ' علوم و فنون کی اشاعت ' قوی و جذبات کی تنشیط ' اور قوت عمل کی تنظیم و تحریک کیلیے کون زیادہ مفید ھے ؟

یہ سوال اگرچہ زمانۂ قدیم میں بھی فلسفہ اجتماع کا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ رھچکا ھے لیکن موجودہ عہد سے بڑھکر اس کے درس کیلیے اور کون وقت موزوں ھوگا ؟

(مخالفین جنگ و امیدواران صلح عام)

جو لوگ دنیا کیلیے صلح و سلام کو مفید سمجھتے ھیں ' اونکا استدلال یہ ھے کہ انسان فطرتاً اتحاد و اتفاق کا طالب ھے - ابتداء میں انسان کا ھر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ رھتا تھا ' لیکن دنیا کے تمام مادوں کی طرح قوت جاذبہ اوس میں بھی موجود تھی ' اسلیے اوس نے ان بکھرے ھوے ذروں کو جمع کرنا شروع کیا - پہلے چھوٹے چھوٹے خاندان قایم ھوے ' پھر خاندان نے ترقی کرکے قبائل کی صورت اختیار کرلی - رفتہ رفتہ مستقل جماعتیں پیدا ھوگئیں ' اور جماعتوں کی وسعت نے قومیت کا نظام قائم کردیا - اسطرح گانوں سے شہر اور شہروں سے عظیم الشان ملک آباد ھوگئے -

لیکن یہ فطری اتحاد محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ' بلکہ علل و اسباب کے شکنجہ میں جکڑا ھوا تھا - دنیا کا ایک ذرہ بھی دوسرے ذرہ سے بغیر کسی طبعی مناسبت کے نہیں ملسکتا - اسلیے انسان کا ایک فرد کسی دوسرے فرد سے صرف اس بنا پر نہیں ملا کہ وہ بھی اوسی کی طرح ایک انسان تھا ' بلکہ جذبات و خیالات کی یکرنگی اور مقاصد و اغراض کی یکجہتی نے اون میں باھم کشش پیدا کی ' اور وہ انھی نقطوں پر آکر باھم مل گئے - ایک متمدن انسان اپنے بھائی سے لیکر ایک غیر ملک کے باشندہ تک سے تعلقات رکھتا ھے ' لیکن ان تعلقات میں جو عظیم الشان فرق مدارج نظر آتا ھے ' وہ انھی اغراض و مقاصد کے اختلاف کا نتیجہ ھے - اگر دو بھائیوں کے تعلقات میں ایک غیر منقطع اتصال و استحکام نظر آتا ھے ' تو اسکی وجہ بھی یہی ھے کہ اون کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد شدت کے ساتھہ باھم دست و گریباں ھیں -

انسان نے آغاز خلقت میں بھی انھی اغراض کو نصب العین بنا کر دوسرے انسانوں سے سلسلۂ ارتباط و اتحاد پیدا کیا ' اور انھی اغراض کے تصادم و مقاومت نے جنگ کی بنیاد ڈالی - آج بھی انھی اسباب کی وجہ سے عظیم الشان لڑائیاں واقع ھوتی ھیں -

لیکن اب زمانہ نے بہت کچھہ ترقی کرلی ھے - اتحاد و اتفاق کے وسائل بہ کثرت مہیا ھوگئے ھیں ' فطری احساس کے ساتھہ تہذیب و تمدن نے بھی صلح کے فوائد کو عام طور پر ذھن نشین کردیا ھے - اس بنا پر انسان کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد کو یقیناً متحد کیا جا سکتا ھے ' اور اس اتحاد میں اس شدت کے ساتھہ اتصال پیدا ھوسکتا ھے کہ دو مختلف ملکوں کے باشندے دو بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں -

اگرچہ کبھی کبھی اتحاد ھی اختلاف بھی پیدا کردیتا ھے ' لیکن جسطرح افراد کے اختلافات کو چھوٹی چھوٹی عدالتوں کے ذریعہ سے مٹادیا جاتا ھے ' اوسیطرح قومی و ملکی اختلافات کو بھی ایک وسیع عدالت اور ایک عام حکم کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ھے - وحشی قومیں اختلافات و نزاعات کی حالت میں زبان تیغ سے اپنا فیصلہ سننا چاھتی تھیں ' مگر بیسویں صدی کے متمدن انسان کو عہد وحشت کی تجدید کی ضرورت نہیں ' اب خود زبان نے تلوار سے زیادہ جوھر پیدا کرلیے ھیں -

صنعت و حرفت کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری نے دنیا کے دو ملکوں کو ایک ھی گھر کے دو صحن بنا دیا ھے - یعنی اختلاط و امتزاج نے دو قوموں کے جذبات میں کمال یکرنگی و یکراھی پیدا کردی ھے ' اور انکے مقاصد و اغراض بالکل توام ھوگئے ھیں - یہی وجہ ھے کہ دنیا کے کسی ایک حصہ میں جب جنگ چھڑ جاتی ھے ' تو ھر ملک اوس سے متاثر ھوجاتا ھے - جب دنیا اسقدر متحد الاغراض ھوگئی ھے تو کیوں نہ سب صلح اور امن کیلیے متفق ھوجائیں ؟

قدیم زمانہ میں جنگ انسان کا ذریعۂ معاش تھی ' یہاں تک کہ بعض لوگ لڑائیوں میں باجرت شریک ھوتے تھے -

لیکن اب وہ اقتصادی حیثیت سے کوئی ذریعہ معاش نہیں خیال کی جاتی - اب انسان کا رزق نیزے کی نوک کے ساتھہ بندھا ھوا نہیں ھے بلکہ کارخانوں کی مشینوں کے ساتھہ متعلق ھے - لیکن زمانہ جنگ میں تجارت و صنعت کا بازار اس قدر سرد پڑ جاتا ھے کہ یہ پرزے زنگ آلود ھوجاتے ھیں - یہی وجہ ھے کہ زمانۂ جنگ میں تمام ملک دفعتاً فقر و فاقہ میں مبتلا ھوجاتا ھے - بالخصوص تاجروں کا گروہ تو جنگ کا نام سنکر کانوں پر ھاتھہ دھرتا ھے ' اور قیام امن کیلیے جان و مال تک سے دریغ نہیں کرتا -

اب جنگ کے عواقب و خیمہ و نتائج الیمہ اس درجہ آشکارا ھوگئے ھیں کہ خود سپہ سالاران فوج بھی اس کو دنیا کی بدترین چیز سمجھتے ھیں - جنرل سر چارلس نیپیر نے جنگ کی ھولناک صورت کو ایک نہایت بلیغ تشبیہ میں عریاں کیا ھے - وہ کہتا ہے :

" ایک فوجی آدمی کی زندگی اوس رقاصہ کے مشابہ ھے جو کسی ایسے ھال میں ناچتی ھے جسکی دیوارں میں ٹوٹے ھوے شیشے کے پرزے جڑے ھوے ھیں - جب وہ عالم نشاط و سرور میں مستانہ وار رقص کرتی ھوئی اون دیواروں تک پہونچتی ھے ' تو اوسکے اطراف و اعضاء شیشے کے ٹکڑوں سے لگ کر اور مجروح ھوکر خون آلود ھوجاتے ھیں ' اور ناز و غرور کے جو پردے اوسکی آنکھوں پر پڑے ھوے تھے ' دفعتاً اوتر جاتے ھیں - اوسکو نظر آنے لگتا ھے کہ وہ ایک سخت فریب میں مبتلا تھی - اسی طرح فوجی آدمی میدان جنگ کی طرف ھتیاروں کی سراب آسا چمک دیکھکر نہایت خنداں و فرحاں روانہ ھوتے ھیں - لیکن چند ھی دنوں کے بعد اونکی آنکھیں کھل جاتی ھیں ' اور اونکو معلوم ھوجاتا ھے کہ جو ھر دم

کے وہ اعمال حسنہ جا بجا قرآن حکیم میں مشرح بیان کیے جنسے " الصراط المستقیم " کی راہ سعادت متعین ہوتی ہے - قصص القرآن کی اصلی غرض اسی " انعمت علیہم " کی تفسیر سمجھو - یہ چار گروہ ہیں جنکے اندر نوع انسانی کا تمــام اصلح و اسعد حصہ آگیا ' اور انسانی عمل کی سچائی جب کبھی ظاہر ہوگی ' تو ضرور ہے کہ انہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے کسی جماعت سے متعلق ہو - پس غور کرو کہ تم یادگار یادگار پکار رہے ہو ' تمام دنیا مشاہیر پرستی کیلیے بیقرار ہے ' کرۂ ارضی کی ہر متمدن انسانی اجماعت انسانی بڑائیوں کا تذکار کرنا چاہتی ہے ' لیکن یہ کیسی یادگار کی عجیب و غریب خالص حقیقت ہے جو اسنے تمام خرابیوں کو دور کرکے قران حکیم نے ہمیں عطا کی ہے ؟ دنیا کی ہر قوم صرف اپنے ہی بڑوں کو تذکار کا مستحق سمجھتی ہے ' اور زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے - لیکن قران حکیم نے کرۂ ارضی کی تمام حقیقی بڑائیوں اور اعمال صالحہ کے تمام گھرانوں کو چن لیا ' اور حکم دیا کہ تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ' اور سب کے بڑے بڑے کاموں ' بڑے بڑے عزموں ' بڑی بڑی نیکیوں سے اپنی راہ ایمان و اسلام کو مرتب و متقوم بناؤ - تم یادگاریں بناکر سال میں ایک مرتبہ انہیں یاد کرسکتے ہو ' اور عمارتی و سنگی اشکال میں کبھی کبھی ایک غلط انداز نظر ڈال لے سکتے ہو - اس سے زیادہ تمہارے تذکار کی حقیقت کچھ نہیں ہے - لیکن دیکھو ' تمہارے قرآن نے کیسی یادگار قائم کی جو ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ہر مومن انسان کے سامنے آتی ہے ' اور صرف ایک ہی بڑے انسان کو نہیں ' بلکہ تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء ' صدیقین ' شہداء ' اور صالحین میں گذرے ' وہ یاد کرتا اور انکے اعمال مقدسہ کے نمونوں پر چلکر راہ سعادت کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے !

نظـرے خـوش گـذرے !

معاونیـــن البـــلاغ

بعض اہم مســائل !

مسئلۂ اعراض نظر و مطـالعہ

(۱) قرآن حکیم نے انسانی نظر و مطالعہ کے متعلق بار بار اور جا بجا فرمایا :

یمرون علیہا و ہم عنہا معرضون ! مناظر عالم پر سے گذرتے ہیں ' مگر اسطرح گذرتے ہیں کہ غور و فکر نہیں کرتے اور منھہ پھیرے ہوے چلے جاتے ہیں -

یہ حالت دراصل نظر و مطالعۂ عالم کے نہایت اہم مقامات و واردات سے تعلق رکھتی ہے - مگر اسکی جامعیت اور احاطہ کا حال یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی اپنے سامنے رکھہ لیجیے تو اس عام " اعراض نظر " کا نمونہ آپکو ملجائیگا -

انسانی مطالعۂ و نظر کے اعراض کی بڑی بڑی مثالیں جنکا تعلق علوم و اخلاق و مذہب سے ہے ' آپ دیکھہ چکے ہیں ' لیکن آئیے ' آج ایک چھوٹی سی بات میں اسکی مثال ڈھونڈھیں -

جو خطوط دفتر میں مختلف درخواستوں اور کاروباری امور کے متعلق آیا کرتے ہیں ' کبھی انپر نظر پڑجاتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ " اعراض نظر و مطالعہ " کی کتنی مثالیں صرف ہم اپنی روزانہ ڈاک ہی سے جمع کرسکتے ہیں ؟

بعض حضرات نہایت اصرار کے ساتھہ پوچھہ رہے ہیں کہ " ترجمان القرآن " اور " البیان " کی قیمت کیا ہے ؟

این سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی

ترجمان القرآن اور البیان کے وجود کا علم تو انہیں اُن اعلانات سے ہوگیا جو البلاغ کے پہلے اور آخری صفحات پر درج ہیں ' مگر قمتیں معلوم نہ ہوئیں ! !

ان اعلانات کو انہوں نے پڑھا ہے ' لیکن اگر پڑھتے تو اس لا حاصل خط و کتابت کی زحمت سے خود بھی بچتے ' اور مکتوب الیہ کو بھی بچاتے -

بعض بزرگ نہایت ہی تاکید کے ساتھہ جواب طلب کرتے ہیں اور ساتھہ ہی جوابی پوست کارڈ بھیجنے کا صرف بھی گوارا کرتے ہیں کہ " ترجمان القرآن بغیر اصل متن کے ہوگا یا مع اصل قرآن کے ؟ " حالانکہ اگر وہ اسکے اعلان کو پڑھتے تو اسمیں " حامل المتن " کا لفظ موجود ہے ' جسکے معنی غالباً یہی ہیں کہ مع اصل قرآن کے مرتب کیا گیا ہے !

متعدد حضرات جوابی کارڈ بھیجکر دریافت کرتے ہیں کہ " کیا ترجمان اور البیان کی قیمت بھیجدیں ؟ " گویا دنیا میں کسی شے کے بقیمت لینے میں خریدار کے ارادے اور طلب کو کوئی دخل نہیں - اسکے لیے اصلی موثر مسئلہ محض دفتر کا " حکم " ہے ' اور پھر اسکے لیے بھی چھپا ہوا اعلان کافی نہیں - خاص دفتری آخری و قلمی " حکم منصوص " مطلوب ہے ! !

اس سے بھی عجیب تر وہ احباب کرام ہیں جنکے لیے سب سے زیادہ اہم مسئلہ نہ توقیت کا ہے ' نہ طرز ترتیب اصل و ترجمہ کا ' اور نہ ہی ترسیل قیمت کے متعلق آخری منصوص و قطعی حکم ' بلکہ ایک دوسری حقیقت مستورہ و بعیدہ ہے ' جو با وجود کمال بعد و حجب ' انکی قوت نظر و تعاقب سے نہ بچ سکی ' اور بالاخر انہوں نے اسکا سراغ نکال ہی لیا :

آخر آمد ز پس پردۂ تفتیش پدید !

وہ مسئلۂ مہمۂ و مجہولہ ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کی " زبان " کا ہے - یعنی اور سب باتیں تو بہر حال معلوم کرہی لی جائینگی ' سب سے پہلے یہ واضح ہوجانا چاہیے کہ ان دونوں کتابوں میں کونسی زبان استعمال کی گئی ہے ؟ یہ ترجمہ اور تفسیر عربی میں ہے یا اُردو میں ؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست ؟

سمجھہ میں نہیں آتا کہ اسکے جواب میں کیا عرض کیا جاے ؟ بجز اسکے کہ یمرون علیہا و ہم معرضون کی تفسیر میں اس سوال کو بھی مع جوابی پوست کارڈ کے داخل کردیا جاے :

بمزاحت نہ گفتم این گفتار
ہزل بگذار و جد ازو بردار !

آخر میں گذارش ہے کہ دفتر اپنے احباب و معاونین کے شوق و ذوق کی پوری تعظیم کرتا ہے ' اور انکے ان اہم سوالات کو بھی انکی مشتاقانہ محویت کی خود فراموشی کا نتیجہ سمجھکر نہایت احسانمند ہے ' تاہم اگر اس طرح غیر ضروری مراسلات کا بھی ایک نیا صیغہ کھولدیا جائیگا تو پھر دفتر کی مشکلات غیر معدود و لا علاج ہوجائینگی - مجبوراً یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس طرح کے سوالات " معرضون " کی تفسیر کیلیے سرمایۂ بحث تو بن سکتے ہیں ' مگر انکے جواب دینے کی دفتر کو مہلت نہیں ملسکتی - خواستگار معافی ہے -

" پیشگی قیمت " اور " رعایت "

کا مطلب صرف یہی ہے کہ اسی وقت آپ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں - جن جن حضرات نے وی پی کیلیے لکھا ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُن سب کی درخواستیں بالکل بے فائدہ ہیں اور دفتر انکو کوئی درخواست قرار نہیں دیتا - نہ وہ رعایتی قیمت سے کچھہ تعلق رکھتی ہیں - جب یہ کتابیں مکمل شائع ہونگی تو انکی قیمت انکی آخری ضخامت کے مطابق قرار پائیگی - اس وقت اگر انہوں نے مکرر درخواست بھیجی تو کتاب اصلی قیمت پر بھیجی جائیگی - نہ بھیجی تو موجودہ درخواست سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑیگا -

شریک ہوے اور اوسکی ممبری قبول کی - اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے ارکان و عمال اور اعضاء حکومت میں باہم رابطۂ اتحاد قائم کیا جاے -

جو سلطنتیں صلح جو اور امن طلب تھیں ' اونھوں نے اسکو اور وسعت دی - چنانچہ ولایت متحدہ امریکہ میں ایک عظیم الشان انجمن قائم کی گئی ' جسکا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے کارکن لوگوں کو باہم اسقدر متحد ہو جانا چاہیے کہ اگر ایک سلطنت دوسری سلطنت کے مقابلے میں آمادہ جنگ ہو' تو دونوں سلطنتوں کے تمام عمال اپنے اپنے کام سے علحدہ ہو جائیں - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سلطنت ایک دست شل بن کر رہجائیگی -

(٣) ان ذرائع کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں سیکڑوں انجمنیں خاص اسی غرض سے قائم ہوگئی ہیں کہ دنیا کو امن و صلح کی دعوت دیں ' اور سیاسی و قومی اختلافات کو مٹائیں - اس مقصد کے لیے جو قوانین بنائے جاتے ہیں' وہ بجاے خود موثر ہیں ' لیکن سب سے زیادہ انکا اثر اخلاقی پڑتا ہے ' اور جو صدا ان انجمنوں سے بلند ہوتی ہے ' وہ صرف شرکاء کانفرنس ہی کے دلوں میں جذبۂ مودت نہیں پیدا کرتی ' بلکہ کانفرنس کے ہال سے باہر نکلکر تمام دنیا کو محیط ہو جاتی ہے ' اور ہر شخص کے دل میں محبت کا بیج بو دیتی ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک عام کانفرنس صلح قایم ہوگئی ہے ' اور جرمنی ' اسٹریا ' روس ' اٹلی ' اسپین ' انگلستان ' غرض تمام ملکوں میں مقامی انجمنیں بھی قائم ہیں جو اس کانفرنس کے مقاصد کی تائید کرتی ہیں -

(٤) ایک خاص قانون ساز کانفرنس بھی قائم کیگئی ہے جسکے ممبر قانون کے بڑے بڑے فضلاء ہیں ' اور جو خاص طور پر ایسے قانون وضع کرتی ہے جو مختلف سلطنتوں کے مقاصد کو باہم ٹکرانے نہیں دیتے - یہ کانفرنس سنہ ١٨٧٣ میں مسیو رولاں فرانسیسی کی کوشش سے قائم ہوئی - اور رفتہ رفتہ امریکہ اور سوئٹرز لینڈ نے بھی اوسکی تقلید کی -

(٥) مختلف ممالک کی پارلیمنٹوں کے ممبروں کی کانفرنس ان سب سے الگ ہے - اوسکا مقصد یہ ہے کہ اختلافات و منازعات کا فیصلہ صرف حکم (پنچایت) کے ذریعہ سے کیا جاے -

(٦) سوشیالوجسٹ لوگوں کا ایک خاص فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو ہمیشہ تعاون ' اجتماع ' اور مصالحت عامہ کی تائید میں سرگرم رہتا ہے - یورپ میں انکی تعداد آٹھہ ملین ہے ' اسلیے جنگ کی طرح صلح بھی اپنے ساتھہ جانباز سپاہیوں کی ایک فوج گراں رکھتی ہے -

(منکرین صلح عام و مویدین جنگ)

لیکن مویدین جنگ ان دلائل کے آگے نہیں جھکتے - وہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ انسان کی ایک غیر محدود تعداد کو فطرتاً عیش و مسرت اور سکون و اطمینان کے ساتھہ زندگی بسر کرنا چاہیے ' لیکن سوال یہ ہے کہ اسقدر کثیر التعداد عیش پرست انسان آغوش صلح میں پیدا بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جنگ کی وجہ سے دفعتاً افزایش نسل انسانی میں ایک نمایاں تنزل پیدا ہو جاتا ہے ' لاکھوں نوجوان طعمۂ تیغ و سناں ہو جاتے ہیں ' ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں ' قبیلے کے قبیلے ' خاندان کے خاندان جلا وطنی اختیار کر لیتے ہیں ' اس طرح ایک ملک کی گود دفعتاً اپنے فرزندوں سے خالی ہو جاتی ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ توالد و تناسل پر عیش و راحت اور امن و صلح کا اس سے بھی زیادہ مضر اثر پڑتا ہے - جو قومیں جسقدر زیادہ جنگجو ہوتی ہیں' اوسی قدر کثیر الاولاد بھی ہوتی ہیں - برخلاف اسکے عیش پسند ' صلح جو اور امن دوست قوموں میں بچوں کی تولید عموماً کم ہو جاتی ہے - عرب عموماً جنگجو تھے ' لیکن اون میں بچوں کی کثرت تھی -

فرانسیسیوں سے زیادہ عیش پرست کون سی قوم ہوگی ؟ لیکن وہاں کی آبادی روز بروز گہٹ رہی ہے - جرمنی کو ایک جنگجو ملک کہا جاتا ہے ' لیکن جس زمانے سے اوس نے یہ خطاب عام طور پر حاصل کیا ہے' اوسیوقت سے اوس کی مردم شماری نے غیر معمولی ترقی کی ہے - جانور تک اس کلیہ سے مستثنی نہیں ' شیر اپنے کٹھرے میں بہ نسبت جنگل کی خونخوار جہاڑیوں کے زیادہ امن و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے ' لیکن اس گہوارۂ عیش میں اوسکا سلسلۂ توالد و تناسل دفعتاً منقطع ہو جاتا ہے - قبائل اور عام تمدنی جماعتوں کی ترقی صرف تکثیر نسل پر موقوف ہے ' اور جنگ اس تمدنی نظام کو صلح سے زیادہ وسعت کے ساتھہ قائم رکھہ سکتی ہے -

بد قسمتی سے اگرچہ ایک مدت سے جنگ ہوا پرستی ' شہرت طلبی ' اور خود غرضی کا ذریعہ بنا لیگئی ہے ' اور عموماً سلاطین و امراء فوج صرف اپنے جاہ و اقتدار کے قائم رکھنے کیلیے جنگی جہاز تیار کراتے ہیں ' توپیں ڈھالتے ہیں ' تلوار پر صیقل چڑھاتے ہیں ' اور فوجوں کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونک دیتے ہیں ' لیکن جنگ کی نفس حقیقت پر اسکا کچھہ اثر نہیں پڑتا - امن و صلح کو بھی اسی طرح اغراض فاسدہ کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے - بہت سے لوگ صرف عیاشی و کاہلی کیلیے اطمینان و سکون اور صلح و سلام کی زندگی کے طالب ہوتے ہیں -

خدا نے انسان میں بغض و انتقام کا مادہ صرف اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرے ' اور انتخاب طبیعی اور بقاے اصلح میں فطرۃ کا مساعد و مددگار ہو ' بس جنگ کا فطری مقصد یہی ہے ' ورنہ اس قسم کی لڑائیاں ہمیشہ دنیا کیلیے آگ اور خون کے ظاہری پردے میں ابر رحمت و حیات ثابت ہوئی ہیں - جو لوگ میدان جنگ میں جانبازانہ لڑتے ہیں' وہ کسی قوم کے فنا کرنے میں انتخاب طبیعی کو مدد ہی نہیں دیتے ' بلکہ وہ اپنے آپ کو اصلح بھی ثابت کردیتے ہیں ' یا اپنے اندر بقاء و قیام کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں - ممکن ہے کہ وہ خود انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح کی حقیقت ' اوسکے وقت ' اور طریق انتخاب سے واقف نہ ہوں ' تاہم قوت و صلاحیت کا احساس صحیح خود کسی قوم کے صالح ہونے کی دلیل ہے ' اور دنیا کو اب تک اسی احساس نے قائم رکھا ہے - بس اس قوت و احساس صحیح کا اندازہ صرف میدان جنگ ہی میں ہو سکتا ہے - کوئی قوم میدان جنگ میں انتخاب طبیعی کا فرض ادا کرنے خود نہیں جاتی - بلکہ وہ فطرت کے سب سے بڑے امتحان گاہ میں لیجاکر کھڑی کرائی جاتی ہے ' اگر اوس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے تو زندہ رہتی ہے ' ورنہ انتخاب طبیعی کا اسلحۂ جنگ اوسکو فنا کر دیتا ہے -

جس اخلاقی شجاعت کے کارنامے ہسپتالوں ' کالجوں ' اور یتیم خانوں کی صورت میں نظر آتے ہیں' وہ بھی اوسی وحشیانہ شجاعت کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جو میدان جنگ میں نہایت خوفناک نظر آتی ہے - جنگ بیرحمی کے ساتھہ جذبۂ رحم و محبت کو بھی پیدا کر دیتی ہے ' اور چونکہ زمانۂ جنگ میں تمام قویٰ و جذبات متحرک رہتے ہیں ' اسلیے ہر جنگجو قوم ان چیزوں کو نہایت سرعت کے ساتھہ قائم کر لیتی ہے - تمدن نے ہمیشہ جنگ کے ساتھہ ساتھہ ترقی کی ہے ' عیش پرستی نے اوس میں ایک ذرے کا بھی اضافہ نہیں کیا ہے -

آج ملکوں اور سلطنتوں میں اتفاق و اتحاد کے جو ذرائع پیدا ہوگئے ہیں ' وہ بھی جنگ ہی کی برکت ہے - واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ یہ جو کچھہ تھا ' خوف ' بزدلی ' مصلحت ' ریاکاری ' ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا - خلوص صرف میدان جنگ ہی میں نظر آ سکتا ہے ' اور ہمکو خلوص ہی کی جستجو کرنی چاہیے -

(باقی آیندہ)

كي چكا چوندہ نے اونكو اندھا بنا ديا تھا - اسي بنا پر ميں اس راہ كو صاف روشن نہيں ديكھتا - صحيح اوس ميں خون اور كانٹوں كي وسيع چادر بچھي ہوئي نظر آتي ہے ! "

نيز وہ کہتے ہيں کہ اب انسان کا اخلاقي معيار روز بروز بلند ہوتا جاتا ہے - زمانۂ وحشت كي بيرحمياں اور درو همجيت كي ظالمانہ رسميں مٹتي جاتي ہيں - اونكي جگہ لطف و مراعات اور ايثار نفسي و فياضي كا عام ميلان پيدا ہوتا جاتا ہے - زمانۂ قديم ميں جنگ ايک فعل ممدوح خيال کي جاتي تھي ' ليكن اب اسكو سخت معيوب خيال كيا جاتا ہے - آج سے چند دن پہلے لوگ مينڈھوں كے لڑانے پر فخر كيا كرتے تھے - اب ہر متمدن انسان كو اس سے شرم آتي ہے - پہلے جانوروں كے لڑانے كيليے خاص خاص ميدان متعين كيے جاتے تھے ' اور اس طرح جانوروں كو سخت اذيت پہونچاكر لطف اندوزي كا سامان بہم پہونچايا جاتا تھا - اب جانوروں كو انسان كے ظلم و جور سے بچانے كيليے متعدد انجمنوں كي بنياد پڑگئي ہے ' اور انسان كے دائرۂ لطف و كرم ميں بے زبان مخلوقات تک شامل ہوگئي ہيں -

كہا جاتا ہے كہ انسان كے مختلف طبقات فطرۃ باهم متحد نہيں ہو سكتے ' اور اس فطري اختلاف كا لازمي نتيجہ يہ ہے كہ كوئي ايسا جامع اور عام قانون نہيں بنايا جاسكتا جس پر ہر سلطنت اور ہر ملک و قوم كا اتفاق ہو -

ليكن ابتو سلطنتيں اس اتفاق عام كي طرف قدم بڑھا چكي ہيں ' اور جس چيز كو قانون شكن كہا جاتا تھا ' وہ خود پابند قانون ہوگئي ہے - يعني خود جنگ كے ليے ايک بين الملي قانون بناديا گيا ہے جسپر تمام سلطنتوں نے اتفاق كرليا ہے -

قديم زمانے ميں جنگ وحشت كا ايک نہايت بد نما مرقع تھي ' جس ميں صرف بغض ' انتقام ' توہين ' تذليل ' كا رنگ نظر آتا تھا - اسيران جنگ كو عموماً قتل كرديا جاتا تھا ' اونكے ہاتھہ پاؤں كاٹ ڈالے جاتے تھے ' اور دشمن كو ہر ممكن طريقہ سے ضرر پہونچايا جاتا تھا - ليكن اب تمام مہذب سلطنتيں اس وحشت و همجيت كے تصور سے لرز جاتي ہيں ' اور حتى المقدور جنگ كے مصائب كے كم كرنے ميں اپني كوششوں كو صرف كر رہي ہيں - ليكن چونكہ جنگ ميں سنگدلي اور قساوت قلبي سے بالكليہ اجتناب نہيں كيا جاسكتا ' اسليے ايک ايسا معتدل قانون وضع كرديا گيا ہے جس پر عمل كرنے سے جنگ كا مقصد بھي حاصل ہوسكتا ہے اور وحشيانہ اعمال سے بھي احتراز كيا جاسكتا ہے - اس قانون كي رو سے بہت سے ہتياروں اور بعض خاص اقسام كے گولوں كا استعمال ناجائز قرار ديديا گيا ہے ' اور زخميوں اور قيديوں كے ساتھہ رفق و ملاطفت كا برتاو كيا جاتا ہے - اگر متخاصمين جنگ ميں كوئي فريق اس قانون كي خلاف ورزي كرتا ہے اور دوسرا فريق بھي اسي طريقہ سے اوسكا مقابلہ كرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ' تو تمام سلطنتيں خود اونكے مقابلہ كيليے كھڑي ہو جاتي ہيں ' اور عالم تمدن كي بہترين همدردي اونكا ساتھہ چھوڑ ديتي ہے - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے كہ دنيا كي تمام قوميں ايک اخلاقي ' تمدني ' اور قانوني رشتے ميں منسلک ہوگئي ہيں ' اور اس نظام نے ايک قوم كو دوسري قوم كے شدائد و مصائب كا متكفل اور ذمہ دار بنا ديا ہے - قبائل اور خاندانوں نے اسي قسم كے نظام اتحاد كے ذريعہ قوميت كي صورت اختيار كي تھي ' اسليے اتفاق كے ان آثار و علائم سے توقع كي جاتي ہے كہ اب دنيا كي قوميت كا مفہوم پہلے سے بھي زيادہ وسيع ہو جائيگا ' اور تمام قوميں اوسكے دائرے ميں داخل ہو جائينگي - يہاں تک كہ بالآخر ايک دن ايک فياض قانون خود جنگ ہي كا انسداد كرديگا - نہر كے منافذ جب ايک ايک كركے بند ہوتے جاتے ہيں تو اسكا طبعي نتيجہ بجز اسكے اور كچھہ نہيں ہوسكتا كہ ايک دن خود نہر ہي خشک ہو جاے - اس اتفاق عام كي يہ آخري منزل ہوگي ' اور عنقريب اسي نقطۂ پر مصالحت عامہ كا سفيد جھنڈا لہرائيگا -

بغض و انتقام جنگ كا مبدء اول ہيں ' اور دنيا كي كوئي قوم ايسي نہيں جسكے سينے كے اندر يہ آتشكدہ نہ بھڑكتا ہو - اس بنا پر صلح عام كا انعقاد بظاہر ناممكن معلوم ہوتا ہے ' ليكن ايک زمانے كو دوسرے زمانے پر قياس كرنا غلطي ہے - قديم زمانے ميں تمام قوميں ايک انسانكے شخصي ارادہ كے جال ميں گرفتار تھيں ' اور وہ اپني ذات پر قوم كے تمام مصالح و اغراض كو قربان كرديتا تھا - ليكن اب ہر قوم مستقل بالذات ہوگئي ہے ' اور اوس نے خود بادشاہوں كے جبر و سطوت كو اپنا تابع بنا ليا ہے - اب دنيا قہر و استبداد كے پنجۂ آهنيں سے نكل گئي ہے ' اور اپنے مصالح و فوائد كو سب سے زيادہ عزيز ركھتي ہے - يہي مصالح ايک قوم كو دوسري قوم سے ملاتے جاتے ہيں - گرد و كدورت كا جو پردہ دونوں ميں قائم ہوگيا تھا ' وہ اوٹھتا جاتا ہے - انگريزوں اور فرانسيسيوں سے زيادہ كون قوم بغض و عداوت كے نشے ميں سرشار تھي ؟ ليكن مصالح نے رفتہ رفتہ دونوں قوموں كو متحد كرديا ' اور آج فرانسيسي اور انگريزي فوج ميدان جنگ ميں دوش بدوش كھڑي ہوكر لڑ رہي ہے - جرمني اور فرانس اگرچہ آج ايک دوسرے كے خون كے پياسے ہيں ' ليكن همكو وقتي اسباب كے اثر سے مرعوب ہوكر مصالح كي لا زوال قوت كا انكار نہ كردينا چاهيے - ممكن ہے كہ ايک دن جرمني بھي انگلستان بن جاے -

آنكا اخيري استدلال يہ ہے كہ جنگ كے علل و اسباب كي قوت روز بروز گھٹتي جاتي ہے ' اور صلح و اتحاد كے ذرائع وسيع اور ترقي پذير ہوتے جاتے ہيں ' بالخصوص بعض اسباب ايسے پيدا ہوگئے ہيں جو دنيا كو اتفاق عام كي دعوت دے رہے ہيں :

(۱) علوم و فنون كي ترقي اور ايجادات و اختراعات كي وسعت نے ہر ملک كے علماء كو ايک دوسرے كا دوست بناديا ہے - بالخصوص علوم طبيعيہ اور علم طب نے تو تمام دنيا كو ايک مركز پر جمع كرديا ہے - ان علوم كا مقصد بالذات اگرچہ قيام امن و انعقاد صلح نہيں ہے ' ليكن اونكي ترقي و اشاعت كا جو طريقہ اختيار كيا گيا ہے ' اوس سے اتحاد و اتفاق كا مقصد نہايت آساني كے ساتھہ حاصل ہوسكتا ہے - ہر ملک ميں ان علوم كي ترقي و استحكام كيليے عظيم الشان كانفرنسيں قائم ہوتي ہيں - اون ميں ممالک مختلفہ كے علماء بلكہ سلاطين و وزراء تک شريک ہوتے ہيں ' جن كے يكساں نصب العين ميں كوئي اختلاف نہيں ہوتا -

نمايشوں كے ذريعہ سے بھي يہ مقصد نہايت وسيع پيمانے پر حاصل ہوتا جاتا ہے - انگريزوں اور فرانسيسيوں نے لندن ميں تين سال تک جو نمايش قائم ركھي تھي ' اوسكي نسبت كہا جاتا ہے كہ اوس نے دونوں قوموں كے اتحاد ميں بڑي مدد دي ہے -

(۲) ملكي اتفاق اور قومي اتحاد كا ايک بڑا ذريعہ سلاطين ' وزراء ' اور اركان دولت كي باهمي ملاقات بھي ہے ' اور يہ ذريعہ اس زمانے ميں نہايت عام ہوگيا ہے - فرانس اور انگلستان ميں اسي طريقہ سے اتحاد پيدا ہوا ' اور روس نے بھي انگلستان سے اسي طرح رسم مودت قائم كي -

ابتداء ميں تو اسكو ايک رسمي چيز سمجھا جاتا تھا - ليكن بعض غير متوقع نتائج نے اسكو اسقدر ترقي دي كہ اسي غرض سے ايک عام انجمن قائم كيگئي جس ميں ہر سلطنت كے عمال

وآتينا داود زبورا (۴ : ١٦٦) بعد اسمٰعیل ' اسحاق ' یعقوب ' تمام اسباط اسرائیل ' عیسي ' ایوب یونس ' هارون ' اور سلیمان آے ' اور داود کو هم نے زبور عطا کیا -

اب دیکھو کہ اس آیۃ کریمہ میں کسقدر تدبر و تفکر عمیق کي ضرورت هے ؟ آیت میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم هیں - پہلے انکو حضرۃ نوح سے تشبیہ دي جنھوں نے ایک نئي امۃ صالحہ کي بنیاد رکھي تھي - پھر کہا کہ " والنبیین من بعدہ " اور جو نبي انکے بعد آے - یہ طرز بیان صاف بتلا تا هے کہ حضرۃ نوح کے بعد والے انبیاء دعوۃ نوحي کے اسطرح اتباع و متعلقین میں داخل تھے کہ صرف حضرۃ نوح هي کا نام لے دینا انکے لیے کافي تھا - پھر حضرۃ نوح کے بعد حضرۃ هود سے مزید تشبیہ نہیں دي ' حضرۃ صالح سے نہیں دي ' حضـــرۃ لوط سے نہیں دي ' حضرۃ اسحاق سے نہیں دي ' حالانکہ اگر مقصود محض وحي کے مورد و مہبط ہونے کے لحاظ سے تشبیہ تھي تو اسکے لیے تمام انبیاء کرام یکساں تھے ' مگر تم دیکھتے ہو کہ حضرۃ نوح کے بعد هي دوسرا نام حضرۃ ابراهیم علیہ السلام کا لیا گیا ' اور یہ دوسري تشبیہ و مماثلۃ هے جو دعوۃ اسلامي کو دي گئي - پھر حضرۃ ابراهیم کے بعد بہت سے انبیاء کا نام لیا جو سب کے سب بلا استثناء دعوۃ ابراهیمي هي کے مجدد تھے ' اور اسطرح صاف صاف بتلا دیا کہ تاسیس امم صالحہ کے سلسلے دو هیں : ایک حضرۃ نوح اور " والنبیین من بعدہ " کا - دوسرا حضرۃ ابراهیم اور انکے مجددین اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیهم السلام کا -

اگر کہا جاے کہ حضرۃ نوح کے بعد حضرۃ ابراهیم علیہ السلام کا نام محض ترتیب تاریخي کیلیے آگیا ورنہ کوئي مخصوص امتیاز نہ تھا ' تو یہ بھي صحیح نہیں - کیونکہ اس آیۃ کریمہ میں تاریخي ترتیب بالکل نہیں نظر آتي - تم دیکھہ رهے ہو کہ حضرۃ یعقوب و اسباط کے بعد هي حضرۃ عیسی کا نام آگیا هے جو سب کے بعد آے ' اور حضرۃ سلیمان کے بعد حضرۃ داؤد کا نام لیا گیا ' حالانکہ حضرۃ داؤد حضرۃ سلیمان کے والد هیں -

پس اس آیۃ میں دعوۃ اسلامي کو تشبیہ صرف دو دعوتوں سے دي گئي هے : دعوۃ نوحي اور دعوۃ ابراهیمي ' اور یہ " کما اوحینا الی نوح " اور " و اوحینـــا الی ابراهیم " سے ظاهر هے - انکے علاوہ یہاں جتنے انبیاء کا ذکر کیا گیا هے ' انسے مماثلۃ مقصود نہیں هے ' بلکہ انکے نام تبعاً آئے هیں کہ وہ ان دعوۃ هاے موسسہ کے مجدد تھے -

رهي یہ بات کہ حضرۃ نوح کے مجددین کي طرف تو صرف مجمل اشارہ کر دیا مگر حضـــرۃ ابراهیـــم کے مجددین کے نام بالتصریح الگ الگ لیے گئے ' تو اسکے بھي متعدد اسباب هیں - ازانجملہ واضح تر یہ کہ سورۂ نساء کے اس حصہ میں تمام تر خطاب اهل کتاب سے هے ' اور انکي زیادہ تر معلومات حضرۃ ابراهیم کے بعد کے انبیاء سے متعلق تھي - نیز تعلق موسوي و اسرائیلي کي وجہ سے وہ ان انبیاء کو زیادہ محترم و مقدس سمجھتے تھے ' اور تورات انکے تذکرہ سے لبریز تھي - پس حضرۃ نوح کے مجددین کیلیے تو صرف اشارہ کردیا ' اور حضرۃ ابراهیم کے مجددین کي تفصیل کي ' تاکہ بیان زیادہ اوقع اور زیادہ پر حجۃ ہو -

(ایک اعتراض)

اگر تم کو شبہ ہو کہ قران نے اســـي طرح اور اسي طریق تشبیہ کے ساتھہ تو حضرۃ موسی اور آنحضرۃ علیهما السلام کو بھي باهم مشابہ قرار دیا هے :

انا ارسلـــنا الیکم رسولاً شاهداً علیکم کما ارسلنا الی فـرعـون رســـولا - (۷۳ : ١٥)

هم نے تمھاري جانب اپنا ایک رسول بھیجا ' تمھارے آگے حق کي شہادت دینے والا ' جس طرح فرعون کي جانب اپنے ایک رسول (حضرۃ موسی) کو بھیجا تھا -

تو واضح رهے کہ یہ مشابہت اس حقیقت کیلیے بالکل مخالف نہیں هے - بلا شبہ قرآن نے حضرۃ موسی کی بعثت سے داعي اسلام کي بعثت کو تشبیہ دي هے ' اور یہ گویا ارشاد الهي کا اعادہ و یاد آوري هے جو اس سے پہلے حضرۃ موسی کو مخاطب کرکے کہا گیا تھا کہ " میں تیرے بھائیوں (بني اسماعیل) میں سے تیرا جیسا ایک نبي بھیجونگا " لیکن یہ مشابہت قسم تاسیس و تجدید اور صنف نبوت میں نہیں هے ' بلکہ صرف حق اور باطل کے مقابلے میں هے - سورۂ نساء کي آیۃ میں " کما اوحینا " هے " یعنے جسطرح هم نے حضرۃ نوح و ابراهیم پر نبوتیو رسالت کي " وحي " کي - یہاں " ارسلنا " هے - یعني هم نے اس عهد کے باطل پرستوں اور متکبر و سرکش کفار کے مقابلے میں فتح رباني اور نصرۃ الهي کے ساتھہ اسي طرح پیغمبر اسلام کو " بھیجا " هے ' جسطرح اس سے پہلے ایک بہت بڑے ظالم و مغرور ابلیس کے مقابلے میں حضرۃ موسی کو بھیجا تھا ' اور باوجود اس کے تمام ساز و سامان دنیوي کے وہ اسپر غالب و فتح مند ہوے تھے -

اس تشبیہ سے صرف یہ ظاهر کرنا مقصود هے کہ باطل کو اپني شیطاني قوتوں کے گھمنڈ میں مغرور نہوجانا چاهیے - جسطرح باوجود تنہائي و بے سرو ساماني کے حضرۃ موسي نے فرعون کو تباہ و برباد کیا تھا ' اسي طرح هم نے پیغمبر اسلام کو بھي اس عهد کے فراعنہ و نماردہ کے مقابلے میں بھیجا هے - اب بھي وهي نتیجہ نکلے گا جو اُس وقت نکل چکا هے -

اسکي مزید تائید اس ایۃ کریمہ کے سیاق و سباق سے ہوتي هے - یہ آیۃ سورۂ مزمل کي هے جو آغاز ظہور اسلام کے زمانے میں نازل ہوئي تھي - اسکا موضوع تنزیل یہ تھا کہ تبلیغ حق کي مشکلات و مقامات کي نسبت آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کو آگاهي بخشي جاے ' اور بتلادیا جاے کہ حق کا ظہور همیشہ ابتدا میں مظلومي و بے سرو ساماني هي کے ساتھہ ہوتا هے ' پر آخر میں فتحمندي چمکتي هے - چنانچہ آیت زیر بحث سے پہلے راہ حق کي مشکلات و تکالیف پر اور اس انکار و سرکشي پر جو باطل پرستوں میں نظر آتي تھي ' آپکو تسکین و تسلي دي هے اور فرمان هے کہ ان حالات کو دیکھکر اپنے اندر مائیوسي نہ لاؤ - یہ حق کي ابتدا هے ' مگر تھوڑے سے صبر و انتظار کے بعد اسکي انتہا بھي آنے والي هے :

و اذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا - رب المشرق و المغرب لا الہ الا هو فاتخذہ وکیلا - و اصبر علی ما یقولون و اهجـرهم هجـراً جمیلا - و ذرني و المکذبین اولي النعمۃ و مهلهم قلیلا - ان لدینا انکالا و جحیما - (۷۳ : ١٠)

اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب کي طرف سے آنکھیں بند کرکے صرف اُسي کے هو جاؤ - وہ پروردگار کہ تمام عالم میں اسي کي ربوبیت کار فرما هے اور اسکے سوا کارساز عالم اور کوئي نہیں ' سو جب ایسا کارساز تمھارے ساتھہ هے تو تم اور کسیطرف کیوں نظر اُٹھاؤ ؟ بس اسي کو اپنا کارساز یقین کرو ! رها منکرین حق کا ظلم ' انکا کبر باطل اور اپني باطل پرستانہ کامیابیوں کے دعوے اور اعلانات ' سو چاهیے کہ انپر صبر کرو - سردست بغیر کسي سختي کے انسے الگ هو جاؤ ' اور انھیں انکے حال پر زیادہ نہیں ' تھوڑے دنوں کیلیے چھوڑ دو - پھر دیکھو کہ حق کے یہ جھٹلا نے والے جو طرح طرح کي خوش حالیوں اور دنیوي عزتوں میں اپنے تئیں پاکر بڑے هي متکبر و مغرور ہوگئے هیں ' بالاخر کیسا نتیجہ پاتے هیں ؟ همارے پاس اگر انکے لیے مہلت تھي تو اب انکے جکڑنے کیلیے بیڑیاں اور انکي عقوبت کیلیے آگ بھي هے ! "

اُسوۂ حسنہ

كائنات خلت

یا

تاریخ " امۃ مسلمہ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ایم

(۳)

(۲) قران حکیم میں حضرات انبیاء کا تذکرہ ایک هي مقصد اور ایک هي استدلال کے ماتحت نہیں هے' بلکہ هر جگهہ وہ ایک نیا مقصد ' ایک نیا نتیجه ' ایک نیا استدلال ' اور ایک نیا طرز استنباط بصائر و حکم رکھتا هے - یہي وجہ هے کہ یہ عاجز قران حکیم میں محض تاکید و ازدیاد اثر کیلیے تکرار بیان و مطالب کا قائل نہیں بلکہ اسکو کلام الهي کیلیے ایک نقص یقین کرتا هے' اور مطالب متکررہ کو بهي هر جگہ باعتبار نتائج بالکل ایک نیا اور مستقل بیان پاتا هے- اس بنا پر بلا شبہ ایک ظاهربیں نگاہ دیکهیگي کہ بہت سے مقامات بظاهر اس حقیقت کے خلاف هیں ' اور جن انبیاء کرام کو هم مجدد قرار دیتے هیں' انکا نام موسسین کے ساتهہ اسطرح لیا گیا هے' گویا صنف کے اعتبار سے ان میں باهم کوئي امتیاز نہیں - لیکن ایسا سمجهنا فی الحقیقت ایک سخت کوتاہ بیني اور حقیقت ناشناسي هوگي اور اسي لیے کہا گیا هے کہ :

و ما یعقلها الا العالمون ! حقائق قرانیہ کا ادراک نہیں کرسکتے مگر وہ لوگ جنکے قلوب کو اللہ تعالی نے علم حق کیلیے کهول دیا هے !

نیز سورۂ عنکبوت میں فرمایا : بل هو ایات بینات في صدور الذین اوتوا العلم - یعني جن خوش نصیبوں کے سینوں کو خدا نے علم نبوي و الهي کیلیے کهول دیا هے ' صرف وهي هیں جو قران حکیم کے حقائق و معارف کا آشیانہ بن سکتے هیں ' ورنہ ارباب جهل کي نظروں سے دیکها جاے تو " اساطیر الاولین " کے سوا اسکے قصص کے اندر اور دهرا هي کیا هے ؟

بهرحال اس اختلاف طرز ذکر کا راز در اصل اس نکتہ کے حل هونے پر موقوف هے کہ قران حکیم کے قصص و اخبار کے مقاصد و اغراض پرسے پردہ اٹهایا جاے' اور جو حقائق و معارف ان میں پوشیدہ هیں' اور اختلاف مقاصد بیان نے جسطرح بیان کے انداز و ترتیب کو بهي مختلف کردیا هے' اسے واضح کیا جاے - مگر یہ موضوع تفسیر کا هے - یہاں اسقدر کہدینا کافي هے کہ جن سورتوں میں انبیاء موسسین کے ساتهہ هي بغیر کسي فصل و امتیاز کے بعض انبیاء مجددین (علی نبینا و علیهم السلام) کا بهي ذکر کیا گیا هے ' ان مقامات میں نہ تو مقصود ترتیب تاریخي هے' نہ تفریق تاسیس و تجدید' اور نہ هي قسم دعوۃ کي بنا پر مختلف طبقات کي تمییز- بلکہ وهاں انکے اعمال مشترکہ و عامہ اور اسکے نتائج غیر مخصوصہ و متعددہ میں سے بعض خاص امور کو پیش کرنا هے' اور صرف انهي کي جانب مخاطب کو متوجہ کرنا یا مسلمانوں کو توجہ دلاني هے- اس مقصد کے لیے انبیاء کے ازمنۂ ظهور و تبلیغ کي تقدیم و تاخیر اور اصناف تاسیس و تجدید بالکل غیر موثر تهے' اسلیے بالکل ضرورت نہ تهي کہ ان پہلوؤں کا وهاں لحاظ کیا جاتا -

یا پهر بعض مقامات میں یہ نظر آتا هے کہ مقصود انبیاء کا ظهور نہیں بلکہ ایک خاص طرح کي دعوۃ ' ایک خاص طرح کي طرز تبلیغ ' ایک خاص طرح کي جماعت مومنین' ایک خاص قسم کي ضلالت منکرین' اور ان سب امور کا کوئي خاص طرح کا نتیجۂ حسن و قبح یا عذاب و ثواب مقصود هے' اسلیے قدرتي طور پر ترتیب زماني و صنف نبوت و قسم دعوۃ سے بالکل قطع نظر کرلیا گیا هے' اور صرف اُن نبیوں اور دعوتوں کو یکجا کرکے بیان کردیا هے جو اُس پیش نظر و زیر مقصد امر میں باهم سب سے زیادہ مشابہت و مشارکۃ رکهتے تهے - اگر حضرۃ نوح اور حضرۃ موسی علیهما السلام کے زمانے میں وہ امر زیادہ یکسانیت و مشارکۃ کے ساتهہ ظاهر هوا هے' تو بلا خیال اسکے کہ حضرۃ نوح کا زمانہ کب تها اور حضرۃ موسی کب ظاهر هوے ' اور بغیر اس ترتیب کے کہ حضرۃ نوح موسس تهے اور حضرۃ موسی مجدد ' دونوں کا ذکر ایک ساتهہ کردیا هے - کیونکہ مقصد زمانہ' صنف' اور وجود ذاتي نہیں هے' بلکہ ایک اور چیز جو بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام کے ان دونوں کے زمانے میں زیادہ وسعت کے ساتهہ ظاهر هوي ' اور اسلیے عبرت و تذکیر کیلیے ان کا یکجائي ذکر زیادہ قوي و موثر هے -

مگر جن مقامات میں اسطرح کے مقاصد نہ تهے بلکہ خاص طور پر زمانہ اور قسم دعوۃ و صنف ظهور مقصود تها ' وهاں تم صاف صاف پاؤگے کہ موسسین بالکل الگ هیں اور مجددین کي صف بالکل دوسري هے - اور بالتصریح ظاهر کردیا هے کہ ان میں موسسین امم کا سلسلہ اسطرح چلا اور مجددین امم اسطرح ظاهر هوے -

(تمثیل دعوۃ اسلام)

اب اس مقدمہ کو ذهن نشین کرنے کے بعد میرا ساتهہ دو اور قرآن حکیم کے ان بیانات کو جو جابجا متفرق هیں یکجا کرکے غور کرو -

سب سے پہلي چیز یہ هے کہ قران حکیم نے جن مقامات پر قسم دعوۃ و صنف انبیاء کي بنا پر کوئي تذکرہ کیا هے' یا کسي موسس کو بر بناء دعوۃ و تبلیغ تشبیہ دي هے' تو اسطرح کے تمام مواقع پر اس امتیاز و فرق کو ملحوظ رکها هے -

چنانچہ تمام قران میں هم پاتے هیں کہ حضرۃ ختم المرسلین کي دعوۃ کو حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام کي قسم دعوۃ سے تشبیہ دي هے - حضرۃ هود یا حضرۃ صالح وغیرهم مجددین سے تشبیہ نہیں دي - کیونکہ اسلام کي دعوۃ موسسہ تهي - مجددہ نہ تهي - اور حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم هي تمام انبیاء متذکرۂ قران میں موسس تهے - پس اسلام کے لیے انهي کي صف میں جگہ رکهي گئي -

سورۂ نساء میں فرمایا :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ ' و اوحینا الی ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط' و عیسی' و ایوب' و یونس ' و هارون و

هم نے اُسي طرح تیرے وجود کو مہبط وحي الهي بنایا ' جسطرح حضرۃ نوح کو اور اُن انبیاء (مجددین) کو جو دعوۃ نوحي کے بعد هوے - نیز جسطرح حضرۃ ابراهیم پر هم نے وحي کي اور انکے

اب یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہاں حضرة نوح کا کوئی تذکرہ نہ تھا - نہ اس سے پہلے انکی طرف اشارہ کیا گیا ہے - ذکر صرف حضرة ابراہیم کا ہے اور انکی اس فضیلت کا ہے کہ خدا نے حضرة اسحاق اور انکے بعد حضرة یعقوب کے ذریعہ نسل ابراہیمی کو پھیلایا اور زمین پر قائم کیا - لیکن یکایک درمیان میں ایک جملۂ معترضہ سا آگیا ہے جو بظاہر ربط بیان کے بالکل مخالف ہے کہ " و نوحا ھدینا من قبل " اور نوح جنکو اسسے پہلے ہم نے ہدایت بخشی - سوال یہ ہے کہ اس جملۂ معترضہ کا یہاں کون موقعہ تھا ؟ اور حضرة ابراہیم کے تذکرہ میں بغیر ربط بیان کے صرف حضرة نوح کے ظہور و ہدایت بخشی کی جانب اشارہ کر دینا کیوں ضروری ہوا ؟

ممکن ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک کلام الٰہی کی تقدیس و عظمت کیلیے ربط بیان و ترتیب مطالب کچھہ ضروری نہیں ہے (حالانکہ وہ خود انسان ہوکر اپنے بیان کیلیے ضروری سمجھتے ہیں) وہ اس چیز کو چنداں قابل غور نہ سمجھیں - لیکن الحمد للہ ہم کہ انسانوں کے اندر مربوط و مرتب بیان کرنے کی قدرت دیکھتے ہیں ، کسی طرح اسکا تخیل بھی نہیں کر سکتے کہ خدا کے کلام کو بے ربط قرار دیں - انسان اگر نہیں سمجھتا تو اسکے لیے بہتر ہے کہ اپنی سمجھہ کا گلہ کرے ، نہ دست آسکے کہ کلام الٰہی کی عظمت کو اپنی کم فہمی سے آلودہ کرے !

پس واضح ہو کہ یہ آیۃ کریمہ بھی بلحاظ اپنے خاص موضوع بحث کے اسی طرح مربوط اور متصل بیان ہے ، جیسا کہ اول سے لیکر آخر تک قرآن حکیم کا ہر حصہ مرتب و منظم ہے - بلاشبہ یہاں صرف حضرة ابراہیم ہی کا تذکرہ ہے - حضرة نوح کا کوئی تذکرہ نہیں ، لیکن حضرة ابراہیم کے مقامات میں سے اس مقام کا تذکرہ آگیا ہے جو انکی دعوة کی قوۃ موسسہ اور اسکے آثار باقیہ و جاریہ سے تعلق رکھتا ہے - یعنی یہ بیان شروع ہوگیا ہے کہ ہم نے انکے وجود کو ہدایت ارضی کا ایک ایسا تخم بنایا جس سے بے شمار شاخیں آگے چلکر پھوٹیں اور پھیلیں ، اور انکو حضرة اسحاق و حضرة یعقوب کی نسل دی جس سے کتنے ہی انبیاء و مجددین پیدا ہوے ، اور اپنے اپنے عہدوں میں دعوة ابراہیمی کی تجدید کرتے رہے - و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب - چونکہ حضرة ابراہیم کا یہ درجہ اسی طرح کا تھا ، جیسا کہ درجۂ تاسیس حضرة نوح کو انسے پہلے دیا گیا تھا ، اور انکی دعوة موسسہ کی نسل و ذریت عرصہ تک قائم و جاری رہی تھی ، اسلیے ضرور تھا کہ اسکی طرف بھی اشارہ کردیا جاتا ، تاکہ حضرة ابراہیم کی اس فضیلت و خصوصیت کی صنف واضح ہوجاے - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ، اور بتلادیا گیا کہ حضرة ابراہیم کو جو ایک نسل ہدایت ہم نے بخشی ، تو یہ اسی قسم کی بخشش الٰہی ہے ، جیسی کہ انسے پہلے حضرة نوح کے ذریعہ ہوچکی ہے - انکی نسل بھی نسل ابراہیمی کی طرح ہدایت ارضی کیلیے عرصہ تک قائم رکھی گئی -

حضرة نوح کا ذکر ، حضرة اسحاق و یعقوب کے بعد کیا ہے نہ کہ پہلے - تم جانتے ہو کہ حضرة اسحاق و یعقوب ہی سے نسل ابراہیمی بنی اسرائیل کے نام سے بڑھی اور پھیلی ، اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ حضرة یعقوب ہی کا دوسرا نام " اسرائیل " تھا - پس یہ کیسا کھلا ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرة نوح کا یہاں ذکر صرف بقاء نسل و ذریت کے اشتراک اور ہم صنفی ہی کی بنا پر کیا گیا ہے ، اور چونکہ اس وصف میں صرف وہی ایک ایسی دعوة تھی جو حضرة ابراہیم کی دعوة موسسہ سے نسبت رکھتی تھی ، اسلیے صرف اسی کا ذکر کیا گیا - ان کا ذکر نہیں [illegible] موسس کی جگہ مجدد تھے - مثلاً حضرة صالح ، حضرة ھود ، حضرة لوط ، علیہم السلام -

تاریخ و عبر

العرب فی الاسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

(۱)

دور تہذیب و مدنیت کے آغاز میں انسانوں کی جرگہ بندیاں ہوا کرتی تھیں ، اور ان کی فوجیں وہی خاندان و قبیلہ کے افراد - جس وقت لڑائی یا جنگ کی نوبت آتی یا جدال و قتال کی ضرورت ہوتی ، تو ہر ایک خاندان و قبیلہ کے اشخاص بلا کسی نظام و ترتیب کے یکجا جمع ہوجایا کرتے تھے ، اور جنگ کے بعد ہر شخص کو اتنا ہی حصہ مال غنیمت کا ملتا تھا جتنا وہ اپنی بہادری ، زور و قوت ، اور جوانمردی سے حاصل کر سکتا - مگر جب لوگوں نے حضریت اختیار کی تو کاروبار باہم تقسیم کر لیے گئے ، حکومتیں قائم ہوئیں ، الگ الگ پیشے ، جدا جدا عمل اختیار کیے گئے ، اور اسوقت سے فوجی ملازمت کی بنا پڑی - سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو بھرتی کیا ، وہ " مصر کی فرعونی حکومت " تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے پہل اسکی ابتدا عیسی علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار برس بیشتر اس وقت پڑی جبکہ فراعنۂ مصر نے حبشیوں اور زنگیوں کی ایک تعداد کثیر کو بھرتی کرکے ایک باقاعدہ فوج مرتب کی ، اور اسکی مدد سے " بحر احمر " کے سواحل پر آباد شدہ اقوام و قبائل کو مسخر کرلیا - بعد ازاں دوسری قوموں نے اس کی تقلید کی اور مختلف حکومتوں نے اسی کا تتبع کیا - چنانچہ اشوریا ، بابل ، فینیقیہ ، اور یونان کی قدیم حکومتوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا - یونان سے رومیوں نے اخذ کیا ، اور رومیوں سے مسلمانوں نے سیکھا -

فراعنۂ مصر کے یہاں " فوجی نظام " بدیں شکل قائم ہوتا تھا کہ وہ اپنی افواج کو لمبی ، گنجان ، اور سیدھی صفوں میں کھڑا کیا کرتے تھے - اسکی تائید ان عمارات کہنہ کے کھنڈرات اور محلات شکستہ کے بوسیدہ در و دیوار سے بخوبی ہوسکتی ہے جو مصر میں اپنے متکبر و متمرد مکینوں کی یادگار ہیں ، اور جن پر صفوف لشکر کی متعدد تصاویر کھینچی ہوئی پائی گئی ہیں -

حکومت مصر سے اس طریقہ کو اہل یونان نے استنباط کیا ، اور اپنے یہاں اسکو کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے بعد رائج کیا - انہوں نے " پلٹنیں " تیار کیں جن کو وہ (Phalanx) کہتے تھے - ان کے نظم و ترتیب کی صورت یہ تھی کہ فوجی سپاہی بالکل سیدھی صفوف میں کھڑے ہوجاتے تھے - ۴۰۰۰ جوانوں سے ایک پلٹن مرتب ہوتی - کھڑے ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک سپاہی دوسرے سپاہی سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے مقابل والے سپاہی کی دنبال سیدھہ میں کھڑا ہوتا ، اور صفیں ایک دوسرے کے پیچھے برابر چلی جاتیں - ایک عرصے تک یہ فوجی نظام بدستور اپنی حالت پر قائم رہا - لیکن مقدونیہ کے بادشاہ اور سکندر اعظم کے باپ " فیلقوس " نے پلٹن کے سپاہیوں کی تعداد مذکورۂ بالا شمار سے [illegible] کردی ، [illegible] فیلقوس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سکندر اعظم [illegible] چوگنی [illegible] - سکندر نے سپاہیوں کو اس [illegible] پاس کھڑا [illegible] کیا کہ [illegible] کندھے باہم ملے رہتے تھے ، [illegible] کی ڈھالیں ایک دوسرے سے [illegible] تھیں - [illegible] نے سپاہ [illegible] عجب طرز [illegible] طریقے سے [illegible] اکثر بڑے چوبیس [illegible] ملے ہوئے [illegible] - سب سے [illegible] صف

اسکے بعد پھر اُن منکرین و مغرورین کو مخاطب کرکے فرمایا که تمهیں معلوم هونا چاهیے که تمهاری جانب اسي طرح حق کا یه اعلان بهیجا گیا هے ' جسطرح تمهاری نسل ابلیسي کے ایک مورث اعلی فرعون کے سامنے حق کا ظهور هوا تها ' اور جسطرح تم نے باطل پر گهمنڈ کیا ' اُس نے بهي کیا تها - چنانچه فرمایا که :

فعصي فرعون الرسول فاخذناه	فرعون نے همارے رسول کي
اخــذا وبیلا - فکیــف	نافرماني کي سو همارے غضب
تتقون ان کفــرتم یومــا	نے اسے بڑا هي سخت پکڑا اور
یجعــل الولــدان شیبــاً ؟	اسکا سارا گهمنڈ اور غرور باطل
(۷۳ : ۱۶)	بیکار گیا - پهر اے منکرین اسلام !

اگر تم بهي اسي طرح نافرماني کروگے تو اُس دن کي مصیبت سے کیسے بچ سکوگے جسکي سختي بچوں کو مارے غم کے بوڑها کردیگي ؟

یه اشاره بدر اور فتح مکه کے طرف تها ' سو وعید الهي نے جو کها تها پورا کر دکهایا -

بهر حال سورهٔ مزمل کے موضوع تنزیل اور آیهٔ زیر بحث کے سباق و سیاق سے صاف ظاهر هے که یهاں حضرة موسی سے آیهٔ نساء کي طرح دعوة اور داعي میں تشبیه نهیں دي گئي هے' بلکه دعوة و داعي کے انکار اور منکر میں دي گئي هے - پس یه تشبیه آنحضرة اور حضرة موسی علیهما السلام میں نه هوئي - منکر موسی اور منکر محمد میں هوئي (صلی الله علیهما و لعنة الله علی المنکرین الخاسرین !)

(۳) ٹهیک ٹهیک اسي طرح سورهٔ " شوری " میں جهاں وحدة ادیان و توحید شرائع کي طرف توجه دلائي هے ' تو وهاں بهي دعوة اسلامي کا ذکر حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام هي کي صف میں بلا فصل کیا گیا هے' اور اسطرح اسکي قوة مرسسه کي نمایاں صنف واضح کردي هے :

شرع لکم من الدین	تمهارے لیے دین کا وهي راسته ٹهرایا
ما وصی به نوحا و الذي	هے جس کے لیے نوح کو وصیت
اوحینا الیک وما وصینا	کي گئي تهي ' اور اے پیغمبر اسلام !
به ابراهیــم و موسی	جسکے لیے هم نے تم پر وحي کي
وعیسی ؛ ان اقیمــوا	هے - نیزیه وهي راه هے که اسکے لیے
الدین و لا تتفرقوا فیه -	ابراهیم ' موسی ' اور عیسی کو بهي
(۴۲ : ۱۱)	هم نے وصیت کي تهي که دین الهي

کو قائم کرو اور اسمیں تفرقه نه ڈالو -

اب غور کرو که اس آیهٔ کریمه میں الله تعالی نے کسطرح پیغمبر اسلام کو نمایاں طور پر حضرة نوح کے ساتهه کهڑا کیا هے' اور جن انبیاء کرام علیهم السلام کو هم نے دوسري صنف مجددین میں قرار دیا هے' انمیں سے کسي کا نام نهیں لیا هے ؟ پهر اسپر بهي نظر رهے که یهاں دعوة اسلام کا ذکر جسطرح ترتیب تاریخي و زماني کو یکقلم نظر انداز کرکے کیا گیا هے ' وه اس حقیقت کیلیے بالکل ایک بے حجاب روشني هے - آیهٔ کریمه کا مقصود یه تها که دین الهي کي وحدة اور قانون ظهور رسالت کي یکساں حالت کي طرف توجه دلائي جاے - پس فرمایا که وه ایک هي شریعة الاهیه هے جسکي طرف برابر هر ظهور نے دعوة دي' اور سب کي دعوة کا مقصد قیام دین الهي و عدم تفرقهٔ و اختلاف تها - پهر اس سلسلے کو حضرة نوح سے شروع کیا - اگر بلحاظ صنف کے تمام ظهوروں میں کوئي فرق نه تها ' تو قدرتي ترتیب تو یه تهي که حضرة نوح کے بعد اُنکے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا جاتا ' اور اگر انکو کسي وجه سے نظر انداز کردیا تها تو حضرة ابراهیم ' حضرة موسی ' حضرة عیسی کے تذکرہ کو تو ضرور رهي [illegible] اور پهر سب کے اخر میں اسم کا ذکر کیا جاتا جیسا که سب کے بعد وه ظاهر هوا ' لیکن تم دیکهه رهے هو که حضرة نوح کے بعد یکایک لسان الهي اسلام کي جانب متوجه هوتي هے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے انکي دعوة کا ذکر کرتي هے - پهر انکا ذکر کرکے مکرر درمیاني کڑیوں کي طرف عود کرتي هے' اور ان میں سے بهي سب سے پہلے حضرة ابراهیم علیه السلام هي کا نام لیتي هے جو دعوة نوحي کے بعد دوسرے دور تاسیس کے مرسس تهے - البته انکے ساتهه حضرة موسی اور حضرة عیسی علیهما السلام کا ذکر بهي کردیا جاتا هے !

حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام کے درمیان اسلام کا ذکر بالکل ایک طرح کا جملهٔ معترضه معلوم هوتا هے' جو ترتیب بیان کے بالکل خلاف هے -

پس بیان کا یه انداز صاف صاف کهه رها هے که سلسلهٔ ادیان و ترصیهٔ شرائع میں اســلام کو کوئي ایسي خصوصیت حاصل هے جسکي وجه سے وه حضرة نوح کے تذکرہ سے ایک خاص تعلق و ربط رکهتا هے' اور اسلیے گو اسکا ظهور سب سے آخر هوا ' تاهم اپنے تعلق و ربط کي بنا پر حضرة نوح کے ساتهه اسکا ذکر نهایت ضروري تها - اسي طرح اسلام کے بعد حضرة ابراهیم کا نام لیا گیا اور انکو حضرة موسی و عیسی کے ناموں پر مقدم رکها - نه اسلیے که بلحاظ زمانے کے وه مقدم تهے ' کیونکه زمانے کو تو یهاں بالکل نظر انداز کردیا گیا هے اور دعوة نوحي کے بعد دعوة اسلامي کا نام آگیا هے' بلکه صرف اسلیے که حضرة ابراهیم بهي مثل حضرة نوح و حضرة ختم المرسلین کے موسس تهے - اسلیے وهي اس صف میں کهڑے هوسکتے تهے - البته انکے بعد انکے مجددوں کا بهي خاص طور پر ذکر کیا گیا ' تاکه ایک طرف تو یه واضح هوجاے که موسس و مجدد دونوں طرح کے نبیوں کا مقصد همیشه ایک هي رها هے اور سب کو ایک هي دین الهي کي وصیت کي گئي هے ' دوسري طرف یهودیوں اور عیسائیوں کے تخاطب میں اُن انبیاء کا ذکر آجاے جن کي ذات سے [illegible] تعلق هے -

(اتحــاد دعوة نوحــي و ابراهیمــي)

(۴) سورهٔ انعام میں ایک مقام پر به تفصیل حضرة ابراهیم کے مقامات و درجات الاهیه کا تذکرہ کیا هے - وهاں فرمایا :

و تلک حجتنــا آتیناها	" اور یه هماري هي حجة تهي جو
ابراهیم علی قومه' نرفع	هم نے ابراهیم کو اُسکي قوم کے مقابلے
درجات من نشآء ' ان	میں عطا کي - هم اپنے بندوں میں سے
ربک حکیــم علیــم -	جسکو ظهور حق کیلیے چن لیتے هیں '
ووهبنــا لـــه اسحــاق	اسکے مدارج علم الهي کو اسي طرح بلند
و یعقــوب کلاً هدینـــا '	کرتے هیں - بلا شبه تمهارا پروردگار
و نوحا هدینا من قبل-	حکیم و علیم هے که اسکے تمام کاموں کے
و من ذریتــه داود و	اندر حکمتیں اور مصلحتیں هوتي هیں-
سلیمــــان وایوب الخ	اور پهر دیکهو که هم نے ابراهیم کو اسحاق
(۶ : ۸۴)	اور یعقوب جیسي نسل دي که ان

دونوں کے آگے دین حق کي راه هم نے کهول دي تهي ' اور یهاں یه بهي یاد رهے که ابراهیم سے پہلے نوح کو بهي دین حق کي راه اسي طرح هم دکها چکے هیں - بهر حال هم نے ابراهیم کو اسحاق و یعقوب کي نسل دي ' اور پهر اسکي ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب (الخ) کو پیدا کیا "

اس آیهٔ کریمه کا طرز بیان بهي کس قدر واضح و نمایاں طور پر اس حقیقت مسئله کو بے حجاب کر رها هے ؟

[illegible] تذکرہ صرف حضرة ابراهیم علیه السلام کا هے جو " واذ قال ابراهیم لابیه آزر " سے شروع هوا هے اور مسلسل بڑهتا آیا هے - اسي سلسله میں حضرة ابراهیم اور انکي قوم کے مباحثه حق [illegible] کا ذکر کیا هے اور ایک خاص برهان الهي کو نقل کرکے " [illegible] " قرار دیا هے - پهر فرمایا هے که یه هماري حجة هے جو هم نے ابراهیم کو دي اور انکے درجات کو بلند کیا -

بارجود اس کے تمام مسلمان سر بکف سپاہي تے - انمیں سے کوئي شخص سواے شمشیر زني کے دوسرا کوئي پیشه یا کام اختیار نہیں کرتا تھا - حضرت عمر رضي الله عنه نے انہیں کاشت و زراعت کے بکھیڑوں میں دخل دینے اور کھیتي باڑي کے دھندوں میں پڑنے سے بھي منع فرما دیا تھا - کیونکه خلیفۂ ممدوح نے اس بات کو بخوبي سمجھه لیا تھا که مسلمانوں نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینوں پر قابض و متصرف ہونیکے بعد آرام طلبي اختیارکرنا اور جنگ سے دست کش ہونا چاہا تھا - لہذا آپ نے تمام ممالک مفتوحه میں منادي کرادي که امیر افواج (جنرل) اپني اپني رعایا (سپاہ) سے کہدیں : " بیت المال سے اُن کا وظیفه مقرر کر دیا گیا ھے - ان کے اہل و عیال کیلیے بھي وظائف کي ایک مقدار معین ہوچکي ھے - اب وہ لوگ کھیتي کرنے یا بونے کي جانب مائل نه ہوں "

حضرت عمر رضي الله عنه نے اس حکم میں اس دور اندیشي کو بھي ملحوظ رکھا تھا که جنگجو مسلمان کسي ملک کو اپنا وطن بنا کر کہیں اُسمیں با قاعده سکونت و قیام اختیار نه کرلیں ' اور اسطرح اُن کو اپنے اُن بھائیوں کي اعانت و امداد کیلیے جو کسي اور جگه مصروف جنگ ہوں ' جانا ناگوار خاطر ہو جاے - یا کسي علاقۂ مفتوحه کي حفاظت و انتظام کي غرض سے روانه ہونے وقت (جسکا اتفاق اکثر پڑا کرتا تھا) نقل و حرکت شاق نه گذرے -

مسلمانوں کي عام جماعتوں کے علاوہ فوج کي ایک علحده جماعت کو مرتب کرنا ' حضرت عمر کے عہد میں دفاتر کھلنے کے وقت سے شروع ہوا ' اور بنو امیه کے عہد میں مکمل ہوا - اس کا بیان قارئین کرام آینده صفحات میں ملاحظه فرمائینگے -

تاریخ داں حضرات سے یہ امر پوشیده نہیں ھے که خدمات جنگي کا لزوم اور با قاعده فوجي ملازمت کا دستور زمانۂ بنو امیه کے وسط میں شروع ہوا تھا - اس سے پہلے لوگ محض جہاد کے طور پر لڑائیوں میں شریک ہوکر مال غنیمت ' اور اپنے ہاتھوں سے قتل کیے ہوے دشمن کے ساز و سامان سے فائده اٹھاتے تھے - حضرت عثمان رضي الله عنه کي شہادت (سنه ۳۵ ہجري) کے بعد اہل اسلام بیروني دشمنوں کو چھوڑ کر آپس کے جھگڑوں میں مصروف ہوگئے ' اور باہمي اختلافات کي وہ افسوس ناک ابتدا شروع ہوگئي جس نے آگے چلکر ایک دائمي خانه جنگي کي شکل اختیار کرلي - مگر جب بنو امیه کے قبضه میں انتظام و انصرام سلطنت چلا گیا اور مسلمانوں کي سلطنت کا شیرازہ مکرر باہم متحد ہوگیا ' اور اموي عنصر کے غالب آ جانے سے فرقه بندیوں کا زور بھي گھٹ چلا ' تو اسوقت مسلمانوں کے خیالات کسي ایسے معامله پر رجوع اور مائل ہونے سے رک گئے ' جو انہیں جنگ پر آماده کرے اور لڑتے رہنے کا شوق دلاے - یہي وجه تھي که اس زمانے میں قوم کے افراد کي مشغولیت میں آرام طلبي اور عیش و عشرت کا انداز شروع ہوگیا - اس حالت کو دیکھکر خلفاء نے آینده نتائج کے خوفناک اور تباہ کن انجام پر نظر کي اور مجبور ہوے که فوجي ملازمت کا سلسله شروع کریں -

سب سے پہلے جس عہد میں فوجي ملازمت کي بنیاد پڑي وہ عبد الملک بن مروان (سنه ۶۵ ہجري - تا سنه ۸۶ ہجري - مطابق ۶۸۴ع تا ۷۰۵ع) کا عہد حکومت تھا ' مگر اس کا موجد حجاج بن یوسف ثقفي کو خیال کیا جاتا ھے - یہ وہ زمانه تھا جبکه اموي حکومت اپني ترقي و اقبال کے بلند ترین زینه تک پہنچ چکي تھي ' مسلمانوں کي نہایت کثرت ہوگئي تھي ' اور لوگ ہر قسم کے کار و بار خصوصاً زراعت و تجارت کي جانب زیاده مائل ہو چلے تھے -

اگرچہ اکثر اہل اسلام نے امیر معاویه کے عہد سلطنت میں جنگي اور فوجي خدمت سے الگ رہ کر گوشه نشیني اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف مائل ہونیکا قصد کیا تھا - لیکن اس مدبر امیر نے ان سب کو اپني حکمت عملي سے باز رکھا ' اور بالکل اپنے قابو میں کرلیا - بے دریغ انعامات اور عطیات کثیرہ سے وہ ہر شخص کو اپنا گرویده و مطیع بنالیا کرتے تھے - مگر جب امیر معاویه کے بعد اُن کا بیٹا یزید (سنه ۶۰ ہجري تا سنه ۶۴ ہجري مطابق ۶۸۰ع تا ۶۸۳ع) اور اوسکے بعد معاویه دوم (سنه ۶۴ ہجري تا سنه ۶۴ ہجري - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۴ع) پھر اُسکے بعد مروان بن حکم (سنه ۶۴ ہجري تا سنه ۶۵ ہجري - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۴ع) حکمراں ہوے - تو چونکه اُن لوگوں میں سے ایک بھي اس ڈھنگ کا آدمي نه تھا که لوگوں کے دل اپني جانب مائل کرتا اور قابو میں رکھه سکتا ' یا مسلمانوں کو اپني اطاعت سے منحرف نه ہونے دیتا ' اسلیے فوجي لوگوں کو آرام طلبي کي جرأت ہوتي گئي ' اور وہ رفته رفته عیش و عشرت میں منہمک و مشغول ہوگئے - چنانچه جب عبد الملک بن مروان خلافت کا والي ہوا ھے ' تو اُسوقت بھي فوج و لشکر کي وہي حالت تھي جو اوپر بیان کي گئي - نه تو سپاہي اسکے ساتھه کوچ کرتے تھے اور نه اُسکے مقام کے ساتھه قیام کرتے تھے - عبد الملک نے اِس بے ضابطگي کي شکایت اپنے " صاحب شرطه " (پولیس کمشنر) " روح بن زنباع " سے کي - اُس نے کہا که " امیر المومنین ! میري ماتحتي میں ایک شخص ھے حجاج بن یوسف - اگر آپ اُسے اپني فوج کا افسر بنادیں تو یقین ھے که وہ تھوڑے ہي عرصه میں سب کو ٹھیک اور سیدھا کردیگا - وہ ضرور فوج کو آپکے ساتھه مقیم کرائیگا ' اور آپ ہي کے ہمراہ کوچ کا حکم دیگا - میرا خیال ھے که وہ آپ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگا " عبد الملک نے اُس کي بات مان لي اور حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا - حجاج نہایت تند مزاج اور ظالم شخص تھا ' اسلیے کسي سپاہي کو اُسکے حکم سے سرتابي کرنے کا یارا نه تھا - اُسوقت سے فوج برابر خلیفه کے ساتھه کوچ و مقام کرنے لگي -

مگر خود " روح بن زنباع " کے ماتحت پھر بھي اس قاعده کي پابندي نه ہوتي تھي - اسکے سپاہي حجاج کے حکم کي ذرا بھي پروا نه کرتے - ایک دن حجاج نے ان لوگوں کو دیکھا که اور تو سب کوچ کرگئے ہیں لیکن وہ ابھي کھانا کھا رہے ہیں - حجاج نے یہ حالت دیکھه کر اُن سے دریافت کیا : " تم لوگ امیر المومنین کے ساتھه کوچ کرنے سے کیوں رک گئے ؟ " روح بن زنباع کے ملازموں نے بجاے اسکے که کوئي عذر یا اپني خطا کا اقرار کرتے ' حجاج کو مخاطب کرکے جواب دیا : " اے نالائق ! تو بھي گھوڑے سے اُترکر ہمارے ساتھه کھانا کھالے " حجاج نے انکي یہ گستاخي اور سرکشي دیکھکر کہا : " افسوس ! اب تو مجھے جو کچھه ان کي پاسداري تھي وہ بھي جاتي رہي " یہ کہه کر اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا که ان لوگوں کو کوڑوں سے پیٹ کر تمام فوج میں پھراؤ اور تشہیر کرو - اور روح بن زنباع کے خیموں کو بھي آگ لگا کر جلادو - حجاج کے ماتحتوں نے اس حکم کي فوراً تعمیل کي - جب روح بن زنباع کو واقعه کا علم ہوا تو وہ روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کي خدمت میں پہنچا اور عرض کیا : " امیر المومنین ! حجاج بن یوسف جو کل تک میري ملازمت میں ایک ادنی خادم کي حیثیت رکھتا تھا ' آج اُس نے میرے غلاموں کے کوڑے لگواے ' اور میرے خیمے جلوا دیے " عبد الملک نے جھلا کر حجاج کي طلبي کا حکم دیا - حجاج حضور میں پیش ہوا تو عبد الملک نے غضب ناک اس واقعه کا سبب دریافت کیا :

کے نیزے چھوٹے ہوا کرتے تھے' اور مابعد کي صفوف کے درجہ بدرجہ بڑے ہوتے چلے جاتے تھے - یہاں تک کہ صف پنجم کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے - فیلقوس نے سواروں کي بھي ایک جماعت مرتب کي تھي - سکندر نے اس جماعت کے اسلحہ میں بھي اضافہ کیا ' اور منجملہ جدید اسلحہ کے ایک ہتیار " منجنیق " بھي تھا -

فوج کا یہي زبردست نظام تھا جس کے ذریعہ سکندر تمام دنیا کو مغلوب کر سکا !

(رومي فوج)

رومي حکومت قائم ہوئي تو اُس نے یونانی صف بندي کے طریقہ کو اپنے یہاں رائج کیا - رومي لشکر آغاز حکومت میں ایک ایسے گروہ سے مرکب ہوتا تھا جسکے افراد کي تعداد ۶۰۰۰ ہوا کرتي تھي' اور یہ تعداد تین طبقات کے اشخاص سے ترکیب پاتي :

(۱) - نوجوان لوگ - جن کي صف لڑائي میں سب سے آگے رہتي تھي -

(۲) - ادھیڑ عمرے لوگ جو دوسري صف میں رہتے تھے -

(۳) - تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لوگ - سب سے پیچھے تیسري صف میں -

ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک جماعت سواروں کي بھي موجود رہتي جو تلواریں حمائل کیے' جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے' اپني ڈیوٹي پر مامور رہا کرتے تھے تاکہ پیادہ فوج کو بچانیکے کام آئیں - اور ضرورت پر اُن کي مدد کریں' اور موقع پڑے تو دشمنوں کو اپنے ساتھہ الجھاے رکھیں -

بعد ازاں رومیوں نے فوج کي اس فرقہ بندي کو بغیر صف کي ترتیب کے متعدد ٹکڑیوں میں منقسم کردیا - ہر ایک ٹکڑي کي تین قسمیں ' ہر قسم کے دو حصے ' اور ہر حصے میں ایک سو سپاہي ہوا کرتے تھے - یہ طریقہ قدیم نظام مذکورہ سے بالکل خلاف تھا - کیونکہ اسمیں سپاہیوں کي صرف ایک ہي پلٹن نہیں ہوتي تھي' بلکہ متعدد ٹکریاں ہوتي تھیں ' اور ہر ایک ٹکري بجاے خود ایک فوج ہوا کرتي - صفحات آیندہ میں اسکي تفصیل بیان کیجائیگي - اسلامي فتوحات شروع ہونے تک رومي فوج کا نظام اسي صورت پر قائم رہا ' اور اُسمیں کوئي تغیر نہیں کیا گیا -

ظہور اسلام کے وقت افواج رومیہ کي تعداد ۱۲۰۰۰۰ تھي' جس کے ہر دس ہزار سپاہیوں کا ایک جنرل ہوا کرتا تھا ' جو اکثر حالتوں میں " بطریق " ہوتا رہا ھے - اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تھے جن کو " طومرخان " کہتے تھے - انمیں سے ہر ایک ۵۰۰۰ سپاہیوں پر کمان کرتا ' اور ہر ایک طومرخان کے ماتحت پانچ " طربخاریہ " ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا افسر ہوتا - پھر ہر ایک طربخاریہ کے ماتحت پانچ " قومس " ہوتے - اور ہر ایک قومس ۲۰۰ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا - قومس سے نیچے " قمطرح " اور اس کے ماتحت " دامرخ " ہوتا ' جسکے ماتحت دس سپاہي ہوتے - اس نظام میں آجکل کے فوجي نظام کے ساتھہ پوري مشابہت نظر آتي ھے -

اہل فارس کے یہاں لشکر کے چار طبقے ہوتے تھے - پہلا طبقہ بڑے بڑے سرداروں کا ہوتا تھا ' جنمیں سے ہر ایک کو " میر میران " کہا جاتا تھا - اسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک کو " اسپہبد " کہتے - ہر اسپہبد کے نیچے چار " مرزبان " پھر ہر مرزبان کے نیچے چار " سالار " اور ہر سالار کے نیچے دس سوار اور پانچ پیدل ہوا کرتے - جنہیں " پیادہ " کہتے تھے -

(عربي فوج)

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب بالکل بدوي تھے - وہ بالکل وحشیانہ اور بدویانہ زندگي بسر کرتے اور آپس میں مگن رہتے - اُن کے یہاں فوج کا بھي نظام نہ تھا - قبائل جدا جدا تھے - جب کوئي قبیلہ جنگ کیلیے طیاري کرتا تو اپنے یہاں کے مردوں کو چھانٹ کر انہیں سے فوج مرتب کرلیتا جن میں سوار اور پیدل دونوں طرح کے لوگ ہوتے تھے - اُن کے پاس زمانۂ جاہلیت کے مشہور اسلحہ مثلاً کمان ' نیزہ ' اور تلوار وغیرہ موجود ہوتے - ہاں اُن عربي سلطنتوں میں جنھوں نے اسلام سے قبل تمدن کا عروج پایا ' فوجي نظام کا وجود پایا جاتا ھے - جیسے شاہان تبع اور حکمرانان حمیر' اور منذري گھرانے کے فرمانروا جنکا دارالسلطنت حیرہ ایک مشہور شہر تھا - مورخین نے ان مناذرہ کے یہاں دو فوجي جماعتوں کا ہونا بیان کیا ھے' جنمیں سے ایک کو " دوسر " اور دوسري کو " شہباء " کے نام سے موسوم کرتے تھے - باقي رہے حجاز کے عرب ' تو وہ اسلام سے پہلے اُسي بدوي فطرت پر قائم تھے جسکا اوپر ذکر آچکا ھے -

اسلام کا ظہور ہونیکے بعد اہل اسلام باقي تمام اہل عرب سے علیحدہ ہوگئے ' اور دین و مذہب کي اجتماعي قوت نے انہیں یکدست بنا کر دشمنان دین کے ساتھہ جنگ کرنے کیلیے متفق اور متحد کردیا - یہي وجہ ھے کہ اسوقت جسقدر اہل عرب مسلمان ہوے تھے ' سب کے سب سپاہي تھے - مسلمانوں کے اولین سپاہي تو مہاجرین تھے' مگر وہ مدینہ میں آے تو انصار سے ملکر ایک ہي جماعت بن گئے' جن کے کمان افسر خود نبي صلی اللہ علیہ و سلم تھے - اُن کا باہمي رابطہ اور معاہدۂ دوستي اسلامي بھائي چارہ کي قوت تھي - اُن دنوں مسلمانوں کي تعداد بہت تھوڑي تھي -

اسکے بعد نبي صلی اللہ علیہ و سلم ' ابوبکر صدیق رضي اللہ عنہ ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانوں میں غزوات و فتوحات کیوجہ سے مسلمانوں کي تعداد بڑھتي گئي - کیونکہ اب روز بروز عربي قبائل کے ہر طرح کے لوگ نجد ' یمامہ ' یمن ' اور حجاز سے آ آکر ملتے جاتے تھے ' اور اسلامي اجتماعیت ان کو ایک جماعت بناتي جاتي تھي - آخرکار وہ تھوڑے سے بہت ہوگئے' اور انہوں نے باہم ہمدوش ہوکر شام ' عراق ' اور مصر کے ملکوں پر حملے کیے ' اور ان سب کو فتح کرلیا ' نئے نئے شہر آباد کیے ' اور مختلف حصوں میں منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ مقامات میں رہنے لگے - چنانچہ کچھہ لوگ مصر میں ' کچھہ شام میں ' اور بعض عراق میں مقیم ہوگئے - بعض نے خاص خاص چھاؤنیوں میں سکونت اختیار کي -

ہر ایک چھاؤني کي فوج قبائل اور گھرانوں کے اعتبار سے منقسم تھي - مثلاً " بصرہ " کے پانچ حصے تھے جن کو " اخماس " کہتے تھے - ہر ایک حصہ (خمس) میں ایک قبیلہ حسب ذیل قبائل میں سے رہتا تھا :

(۱) ازد (۲) تمیم (۳) بکر (۴) عبد القیس (۵) اہل عالیہ (قریش ' کنانہ ' ازد ' بجیلہ ' خثعم ' اور تمام گھرانا قیس عیلان کا اور مزینہ)

یہ سب مسلمان عربوں کے قبیلے تھے ' اور اہل کوفہ کے رہنے والوں کو اہل مدینہ کے نام سے موسوم کرتے تھے - ہر ایک خمس پر انہي قبائل کے اُمراء میں سے ایک شخص امیر ہوا کرتا - اسي نظام پر مسلمانوں کي اور تمام فوجي طاقتوں کو قیاس کرنا چاہیے - خواہ وہ کوفہ میں رہتے ہوں' یا فسطاط اور مدائن کے شہروں میں جن کو مسلمانوں ہي نے آباد کیا تھا - یا اُنکے علاوہ عراق ' شام ' اور مصر کے قدیم متمدن شہروں میں بس گئے ہوں جنکي آبادیوں کو خدا نے انکے لیے کھول دیا تھا ' اور اسلامي عدل و رحمت کي برکات نے وہاں کے باشندوں کو انکا حلقہ بگوش بنا دیا تھا !

مقالات

اسیـــران جنگ

(۱)

یورپ نے جب کبھی اپنے تمدنی احسانات کا افسانہ دنیا کو سنایا ہے' تو اوسکے با اثر بنانے کیلیے: " اسلام " اور " غلامی " کی داستان پارینہ کو بھی ضرور دہرایا ہے - حالانکہ اس آسمان کے نیچے صرف اسلام ہی ایک ایسا لفظ ہے جسکا ساتھہ " غلامی " کا لفظ کسی حالت میں بھی جمع نہیں ہوسکتا : واللہ یعلم انهم لکاذبون !

لیکن اسکے متعلق پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اسلام ہی اس بدعت سئیہ کا موجد ہے ؟ کیا دنیا کی دوسری مہذب قومیں فاتحانہ حوصلہ مندیوں کے جوش میں گلا کاٹنا جانتی تھیں لیکن گلے میں طوق ڈالنا نہیں جانتی تھیں ؟ دنیا کی قدیم تاریخ اس سوال کا جواب نہایت مایوسانہ اور دردناک الفاظ میں دیتی ہے - گذشتہ قومیں اسیران جنگ کو ایسا مجرم خیال کرتی تھیں جنکی حمایت کوئی قانون نہیں کرسکتا تھا - اور اسلیے عموماً انہیں نہایت بیرحمی کے ساتھہ ذبح کر دیا جاتا تھا -

چنانچہ جنگ کے قیدیوں کے متعلق اشوری' فنیقی' مصری' اور یہودی قوموں کا عام طرز عمل یہی تھا' بلکہ انکا دست تطاول کبھی کبھی آزاد رعایا کی شہرگ تک بھی پہونچ جاتا تھا - فرعون نے بنو اسرائیل کے بچوں کو اسی ظالمانہ طرز عمل کی بدولت ذبح کرنا شروع کیا تھا - ایک مدت کے بعد خود غرضی نے اس ظالمانہ نظام میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا' یعنی قتل کی جگہ غلام بنانے کا رواج ہو گیا جو فاتح و مفتوح' دونوں کیلیے قتل سے بہر حال بہتر تھا - سب سے پہلے روما نے اسکی ابتدا کی - ابتداء میں جو سپاہی جس شخص کو گرفتار کرتا' وہی اوسکا مالک ہوجاتا' مگر چند دنوں کے بعد سلطنت روما نے اونکی ملکیت اپنے ہی لیے مخصوص کرلی -

لیکن روم نے قرون وسطی میں پھر اسی وحشت قدیم کی تجدید کی' اور اسیران جنگ کی گردنیں غلامی کے طوق سے نکل کر تہ تیغ آ گئیں - ساتھہ ہی سلطنت کو اسیران جنگ کے متعلق بیع اور غلامی کا بھی عام اختیار حاصل ہو گیا -

اسکے بعد خود غرضی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا' یعنی فدیہ لینےکا رواج پڑا - اسکی بدولت بہت سے جنرل دولت مند ہوگئے - اس اصول کو اس قدر ترقی ہوئی کہ فدیہ کی صورت نے ایک مستقل تجارت کی صورت اختیار کرلی' اور قیدیوں کے مختلف گروہوں کا خاص خاص نرخ مقرر کیا گیا -

لیکن اخیر زمانہ میں بونا پارٹ نے یافہ میں دو ہزار قیدیوں کو قتل کرکے قدیم خونیں منظر کو پھر نئے آب و رنگ کے ساتھہ دنیا کے سامنے پیش کیا' اور تہذیب و تمدن کے دربار میں یہ عذر کردیا کہ " یہ لوگ پہلے بار رہا کردیے گئے تھے' اونہوں نے پھر دوبارہ جنگ میں شرکت کی' اور یہ خونریزی اسی جرم کا نتیجہ ہے " لیکن یہ عذر نامقبول ہوا' اور اس وحشیانہ طرز عمل پر عام نکتہ چینی کیگئی - اسکے بعد رحمدلی کے جذبات نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی کہ قیدیوں کی جلا وطنی بھی تہذیب کے خلاف سمجھی گئی - یہاں تک کہ جب روس نے فرنچ قیدیوں کو سائبیریا کی طرف جلا وطن کردیا تو اوس پر بھی سخت اعتراضات کیے گئے -

لیکن قدیم علماے سیاست میں اب بھی یہ امر مختلف فیہ رہا کہ اسیران جنگ کے ساتھہ اس قسم کا وحشیانہ سلوک جائز ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اب اگرچہ بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد یہ اختلافات مٹ گئے ہیں' اور زمانہ حال کے متمدنین نے یہ متفقہ فتوی دیدیا ہے کہ " اسیران جنگ کو ایک محدود زمانے تک کیلیے اگرچہ شرکت جنگ کے خوف سے قید رکھا جاسکتا ہے' لیکن اونکو بیچنا' قتل کرنا' غلام بنانا' کسی قسم کا ضرر پہونچانا' کسی حال میں بھی جائز نہیں " تاہم یہ مسئلہ اب بھی مختلف فیہ ہے کہ اگر خود قیدی فوج کے کسی سپاہی یا جنرل کو کوئی ضرر پہونچائے' یا اوسکو حراست میں رکھنا ناممکن ہوجائے' تو ایسی حالت میں اوسکا قتل جائز ہے یا نہیں ؟ بلونتسکی اور ہنٹر نے جواز کا فتوی دیدیا ہے' لیکن عموماً ارباب سیاست کی رائے یہ ہے کہ " اس حالت میں بھی قیدی کو قتل نہ کرنا چاہیے - اگر کوئی جنرل کسی شہر یا کسی گاؤں کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھہ سکتا تو اسے جلانے یا برباد کرنے کا حق اسے حاصل نہیں ہوجاتا' پھر جان تو اینٹ پتھر کے ڈھیر سے زیادہ بیش قیمت اور عزیز ہے - پس صرف اس عذر کی بنا پر کہ قیدی قابو میں نہیں رہتا' اوسکا قتل کسیطرح جائز نہیں ہو سکتا "

عام قیدیوں کے متعلق موجودہ قانون جنگ نے یہ فیاضانہ وسعت حاصل کی ہے - لیکن جب وزراء اور سلاطین و امراء دشمن کے ہاتھہ آجاتے ہیں' اور وہ بھی قیدیان جنگ میں محسوب ہوتے ہیں' تو اسکی سیاسی کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے' اور انکے ساتھہ عام قیدیوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جاسکتا - چنانچہ عموماً تمام سلطنتوں نے ان کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ہے - جرمنی کی فوجوں نے جب میدان میں نپولین ثالث شاہ فرانس کو گرفتار کیا تو اوسکے ساتھہ نہایت شریفانہ سلوک کیا تھا' اور اسکے رہنے کیلیے خاص ایک محل خالی کردیا تھا - روس نے بھی امیر شامل چرکسی کی عزت و توقیر کو قائم رکھا تھا' اور انگریزوں نے اگرچہ جزیرۂ ہیلانا میں نپولین کے ساتھہ اچھا برتاؤ نہیں کیا' لیکن بوئروں کے سردار اور ترانسوال کے جنرل کرونجی کے ساتھہ حالت قید میں وہ بھی نہایت عزت و احترام کے ساتھہ پیش آے تھے -

لیکن تمدن و تہذیب کی وسعت کے ساتھہ جنگ کی خونیں چادر کا دامن بھی وسیع ہوتا گیا' اور اسکے تمام نتائج کی ترقی کے ساتھہ قیدیوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا - چنانچہ پہلی جنگ جرمنی و فرانس میں صرف فرانسیسی قیدیوں کی تعداد تین لاکھہ پینتالیس ہزار تک پہونچ گئی تھی' جن میں

حجاج : " امیر المومنین ! میں نے کیا کیا ؟

عبد الملک : " اگر تونے نہیں کیا تو اور کس نے کیا ؟ "

حجاج : " واللہ ! اے امیر المومنین !! یہ کام آپ نے کیا !! میرا کوڑا آپکا کوڑا اور میرا ہاتھہ آپکا ہاتھہ ہے - امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ وہ روح بن زنباع کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادیں' مگر مجھے جو درجہ امیر المومنین نے عطا فرمایا ہے' اس سے محروم کرنا شان کرم کے خلاف ہوگا "

خلیفہ نے یہ جواب سنا تو مسکرادیا اور روح بن زنباع کو اُسکے ضائع شدہ سامان کا کافی معاوضہ دلواکر حجاج کے منصب میں بھی ترقی کردی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کی کارگذاری اور لیاقت کا علم ہوا' اور اُسی روز سے وہ اسکی قدر کرنے لگا -

البـــلاغ :

شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی مندرجۂ بالا موضوع پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاہتے ہیں جسکا یہ پہلا نمبر ہے - یہ ٹکڑا ہم نے شائع کردیا' لیکن چند امور کی تصریح و تذئیل ضروری ہے :

(۱) آپکا یہ مضمون غالباً جارج زیدان مصری ایڈیٹر الہـلال قاہرہ کے مضمون سے ماخوذ ہے' جو بعینسہ اسی عنوان سے (یعنی " العرب فی الاسلام " سے) گذشتہ جنگ طرابلس کے زمانے میں شائع ہوا تھا - اگر ایسا نہیں ہے (کیونکہ محض حافظہ کی بنا پر میں کہہ رہا ہوں اور الہلال کے وہ نمبر پیش نظر نہیں ہیں) تو اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ تمام تر اسی کی تصنیفات اور علی الخصوص " تاریخ التمدن الاسلامی " سے ماخوذ ہے - چنانچہ ایک دو موقعوں پر آپنے انکا حوالہ بھی حاشیہ میں دیا تھا - میں نے انہیں کاٹ دیا' کیونکہ یہ حوالہ مضمون کی توثیق کیلیے کچھہ مفید نہ تھا -

(۲) بلاشبہ جارج زیدان مصری کی تصنیفات نہایت مفید اور پر از معلومات ہیں' علی الخصوص اسکے وہ حصے جو مستشرقین یورپ کی تحقیقات سے مترجم و مقتبس ہیں' اور براہ راست تحقیقات یورپ کا مطالعہ خالی از دقت نہیں - لیکن آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ تاریخ اسلام کی تحقیق و تفتیش کے میدان میں اسکا مرتبہ ایک معمولی درجہ کے حاطب اللیل سے ہم لوگ زیادہ نہیں سمجھتے' اور استخراج و استنباط مطالب میں تو وہ نہایت ہی کوتاہ نظر ہے - بڑی مصیبت یہ ہے کہ طرز بحث و استدلال و عقائد نظریات تاریخی میں یکقلم مستشرقین و مورخین یورپ کی تقلید کرتا ہے اور اسلیے وہ اپنے تمام مطالعہ و نظر سے صرف یہ کام لیتا ہے کہ جس چیز کو اسکے ائمۂ فرنگ نے اجتہاداً لکھدیا ہے' اسکے لیے کوئی نہ کوئی شاہد پیدا کرلے - پھر اس راہ میں سخت سخت ٹھوکریں ہیں اور گمراہیاں' سوء تفہم ہے اور رسوء نظر' غلطی استدلال ہے اور ضلالت استنباط' جہل مصطلحات علوم ہے اور قلت معلومات فن: ظلمات بعضہا فوق بعض !

تاریخ اسلام کا تمام تر ذخیرۂ اصلی قدماء مورخین ہیں' اور انکی مطبوعہ کتابوں سے وہ بے نصیب بھی نہیں' لیکن اکثر مقامات میں معلوم ہوتا ہے کہ اس ذخیرہ کے صحیح مطالعہ و نظر سے وہ محروم ہے' اور واضح سے واضح تصریحات پر بھی اُسکی نظر نہیں پڑتی - پھر بہت سے مقامات ایسے بھی ہیں جہاں فی الحقیقت اسکی عصبیۃ مسیحی نے احقاق حق سے باز رکھا ہے' اور عمداً واضح ترین تصریحات سے بھی اعراض کرجاتا ہے - یہ حالت افسوس ناک ہو مگر تعجب انگیز نہیں - کیونکہ ہمیں قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ " تحریف الکلم عن مواضعہ " اور " کتمان حق " اہل کتاب کا قدیم ترین علمی و قومی ورثہ ہے : و ان فریقاً منہم لیکتمون الحق وہم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جارج زیدان کے متعلق یہ جو کچھہ ظاہر کیا گیا' تو اسکی بنا صرف یہی نہیں ہے کہ پچھلے دنوں مولانا شبلی مرحوم نے " الانتقاد " لکھکر اسکے بہت سے متعصبانہ فریبوں کی پردہ دری کی تھی' اور وہ اپنی عمر میں پہلی مرتبہ عاجز و درماندہ ہوکر بیٹھہ گیا تھا - کیونکہ الانتقاد کے جزئیات و افراد اعتراضات میں بہت سے اعتراضات ایسے بھی ہیں جنکی نسبت میں مولانا مرحوم سے اتفاق نہیں کرسکتا' اور ایک حد تک جارج زیدان کو (صرف انکے دائرہ کے اندر) بے قصور پاتا ہوں - مثلاً بحث کا وہ حصہ جہاں مولانا بنو امیہ اور حجاج وغیرہ کے اُن مظالم سے بھی قطعی انکار کردینے پر مائل ہیں جنکو یعقوبی' طبری' دینوری' اور ابن اثیر وغیرہ صاف صاف لکھہ رہے ہیں' اور دلیل میں حافظ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کو پیش کرتے ہیں جس نے مسلم کی حدیث ائمۂ اثنا عشر کی گنتی پوری کرنے کیلیے یزید اور ولید تک کو (باوجود اقرار فسق و فجور) خلفاء و ائمۂ حقہ میں داخل کرلیا ہے !

بلکہ مصنفات جارج زیدان کے تاریخی نقائص کا میدان اس سے بھی زیادہ وسیع ہے' اور اسکی مسیحی عصبیۃ جاہلیۃ نے بے شمار نئے نئے اصول و فروع وضع کرلیے ہیں - صرف تاریخ التمدن کے اگر حصۂ دوم و پنجم ہی کو پیش نظر رکھہ لیا جائے' تو مسلمانوں کی تمدنی و علمی تاریخ کے اقلاً پچاس ساٹھہ اغلاط گن کر بتلا دیے جاسکتے ہیں -

بہر حال مقصود اصلی یہ ہے کہ آپ لوگ جارج زیدان کی تصنیفات کو کوئی معتمد و مستند چیز نہ سمجھیں' اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اسکی کتابوں کا حوالہ بقید جلد و صفحہ دیدینا کوئی بڑا ہی وسیلۂ توثیق و تصدیق ہے - حوالے سے مقصود تصدیق ہے مگر اس سے اور زیادہ تضعیف ہوجاتی ہے - اصلی چیز خود قدماء کا ذخیرۂ تاریخی ہے اور ہمت کرنی چاہیے کہ براہ راست اسی سے اکتساب مواد کیا جاسکے -

(۳) چنانچہ اس اعتماد و تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپکے مضمون میں جا بجا نہایت اہم غلطیاں پیدا ہوگئیں' اور مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ کا نصف ٹکڑہ آپنے بالکل ضائع کردیا -

جارج زیدان کا تمام تر دار و مدار اپنے ائمۂ فرنگ پر ہے' مستشرقین یورپ مسلمانوں کی ہر تمدنی ترقی کو کسی قدیم متمدن قوم کی تقلید ثابت کرنے کیلیے ہمیشہ بیقرار رہتے ہیں' اسلیے اس نے بھی مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ میں دو سخت تاریخی فریب ڈالدیے :

(الف) مسلمانوں کا فوجی نظام تمام تر رومی نظام سے ماخوذ تہا -

(ب) چنانچہ اسی لیے جب تک مسلمانوں کو قدیم متمدن قوموں کی تہذیب سے متمتع ہونے کا موقعہ نہیں ملا' وہ کوئی با قاعدہ نظام قائم نہ کرسکے - تمام عہد خلفاء راشدین اور اوائل عہد بنو امیہ فوجی نظام کی باقاعدگی سے خالی تھا - البتہ جب عبد الملک بن مروان کے عہد میں متمدن اقوام کا اختلاط پوری وسعت کے ساتھہ مسلمانوں کو نصیب ہوا' تو انہوں نے بھی اسکی تقلید کی اور اسی طرح کا ایک نظام قائم کرلیا -

لیکن آپ پر واضح ہونا چاہیے کہ یہ دونوں بیان یکسر غلط ہیں' اور یا تو انکا مبدء فریب ہے یا جہل شدید - علامۂ بلاذری' ابن سعد' ابن قتیبہ' ابو حنیفہ دینوری' طبری' یعقوبی' اور کتب حدیث و آثار کے واضح و مصرح شواہد اسکے خلاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ جارج زیدان کی جرأت پر سخت تعجب ہوتا ہے' اور غالباً کثرت اغلاط و دسائس سے گھبرا کر مولانا شبلی مرحوم نے ان امور کو بالکل نظر انداز کردیا تھا -

میں آیندہ نمبر میں اسکے متعلق چند کلمات لکھونگا -

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

رینلڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ ف لنڈ

میں دیجاتی هے : اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - چونکی حالت هے جسمیں سفید ه ف کی نفاست هے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پی اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سری گوپال ملک لین - بو بازر - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں کوشان لازمی سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهی پوری قیمت اور کبهی نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک مرتبه امتحان کے لیئے قیمت رکهی گئی هے - ایک مرتبه منگوا کر آزمایش کیجئے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلونگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دهوکا نهیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگی روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک کهوری اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندی هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے که جسکی وجه سے انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا هے - یه دوا اُن کهوئی هوئی قوت کو پهر پیدا کر دیتی هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هی عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا ذمه - کهانسی کے لیے بهی مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

براسیر خونی هو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتی جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی وغیره وغیره دفع هوتی هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبهی ایسا گمان تک بهی نهیں هوتا که وه کبهی ایسے مرض میں مبتلا تها - قیمت فی شیشی پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر با هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبری دیجاتی هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکی تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور تندرست زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالن استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سی - نانجنڈا راؤ ایل اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے هیں - " میںنے اوبهرالن کو امراض مستورات کیلیے " نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس اف - جی - ویلس - ایل - ایم ایل - آر - سی - پی انڈ اس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی هیں : " نمونے کی شیشیاں اوبهرالن کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم جی - ایم - براڈی ایم - ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈی بمبئی فرماتی هیں : " اوبهرالن مساوکه میںنے استعمال کیا هے زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا هے "

قیمت فی بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co. Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگی آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

یوہن تائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا یه هر کی دماغی کمزوریونکو دفع کرتی هے - پژمرده دلونکو تر و تازه بناتی هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتی هے - هسٹریه وغیره کو بهی مفید هے جوانی کو لوٹکی لاس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باه ایکدم کی هو جاتی هے اس کے استعمال کرتے هی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کی افزایش - رگوں کی تازگی - بال کا بڑهنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattia & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

رائے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمه کتاب قانون عیاشی - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

۱۱۱۹ افسر بھي شامل تھے - اس بنا پر اسیران جنگ کے متعلق ایک خاص قانون بنانے کي ضرورت محسوس ہوئي -

اب وہ قانون بنکر مکمل صورت میں دنیا کے سامنے آگیا ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ تمام مہذب سلطنتیں اوسپر عمل کر رہي ہیں - اسیران جنگ کے متعلق اسلام کا جو طرز عمل تھا ' اوس پر نظر ڈالنے سے پہلے اس قانون پر نگاہ ڈال لیني چاہیے -

(موجودہ قانون اسیران جنگ)

اس قانون کے نتائج و دفعات حسب ذیل ہیں :

(۱) اسیران جنگ کي آزادي کو صرف اسقدر محدود کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپني فوج میں نہ جاسکیں - اسکے علاوہ نہ تو انکو کوئي سزا دیجاسکتي ہے ' نہ انکي توہین کي جاسکتي ہے ' اور نہ ان پر آب و دانہ بند کیا جاسکتا ہے -

(۲) قیدي کو فاتح کے فوجي نظام کا پابند ہونا پڑیگا - اگر اوس نے خلاف ورزي کي تو فوجي عدالت سزا دیسکیگي -

(۳) قیدیوں کے اسباب سے کسي قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا ہے ' نہ انکے بدن کا کپڑا اوتارا جاسکتا ہے ' نہ انکي جیب سے کوئي رقم نکالي جاسکتي ہے ' اور نہ انکے زیوروں کو ہاتھہ لگایا جاسکتا ہے - بوقت اشد ضرورت کے اگر اس پر عمل نا ممکن ہو جاے تو اس حالت میں بھي ضرور ہے کہ واپسي کے وقت ان چیزوں کو لازمي طور پر واپس کردیا جاے جو انسے علیحدہ کي گئي ہیں - لیکن حسن سلوک کے طور پر عموماً افسروں کو تلوار واپس کر دیدیجاتي ہے ' اور اب اسکا عام رواج ہوگیا ہے -

(۴) قیدي عموماً کسي محفوظ شہر یا قلعہ یا چھاؤني میں رکھے جاتے ہیں - انکے لیے ایک محدود مقام متعین کردیا جاتا ہے - اوس میں سیر و تفریح کي بھي اجازت دي جاسکتي ہے - لیکن گنتي کے وقت فوراً حاضر ہو جانا چاہیے -

(۵) افسروں کو عام قیدیوں سے زیادہ آزادي دي جاتي ہے - قیدي کو بھاگ جانے کے خوف سے یا قانون جنگ کي خلاف ورزي کرنے پر جیلخانے میں بھي قید کیا جا سکتا ہے ' لیکن انکو مجرموں سے علحدہ رکھا جائیگا -

(۶) اگر متخاصمین میں شرائط مقرر ہوگئے ہیں تو انکے مطابق کھانے پینے کے بارے میں قیدیوں کے ساتھہ عمدہ سلوک کیا جائیگا ' لیکن اگر اس قسم کے شرائط مقرر نہیں ہوے ہیں تو جو خوراک فاتح کي فوج کو ملتي ہے ' وہي قیدیوں کو بھي دیجائیگي ' اور صلح و مبادلہ کے وقت تک مصارف کا بار فاتح ہي کے خزانے پر ہوگا -

(۷) دیانت اور شرافت کا اقتضا یہ ہے کہ قیدي کو اپنے ملک و قوم کے خلاف شریک جنگ ہونے پر اور اپني فوج یا اپنے وطن کے افشاء راز کرنے پر مجبور نہ کیا جاے - البتہ قیدیوں سے اس قسم کے آسان کام لیے جاسکتے ہیں جو سخت تکلیف دہ ' اور پر خطر نہوں ' اور جنگ سے غیر متعلق ہوں ' نیز فوجي عزت کو اون سے صدمہ نہ پہونچے -

(۸) قیدیوں کا بھاگ جانا کوئي جرم نہیں ہے ' البتہ انکے گرفتار کرنے کي ہر ممکن تدبیر اختیار کي جاسکتي ہے - یہاں تک کہ حالت فرار میں گولي بھي مار دي جاسکتي ہے - لیکن اگر وہ بھاگ کر اپني فوج سے مل گیا اور دوبارہ گرفتار ہوگیا ' تو اس جرم پر کہ پہلے بھاگ گیا تھا ' کوئي مزید سزا نہیں دي جاسکتي - البتہ اب اسکي نگراني سختي کے ساتھہ کي جائیگي -

لیکن اگر تمام قیدي بھاگنے کي سازش کرلیں اور اسکا راز طشت ازبام ہوجاے ' تو پھر انکو ہر قسم کي سخت سزا یہاں تک کہ پھانسي بھي دیجاسکتي ہے -

(۹) کوئي قیدي دوسرے قیدي کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا ' اسلیے اگر کوئي قیدي بھاگ جاے تو اوسکے دوسرے ساتھیوں سے باز پرس نہیں کي جاسکتي -

(۱۰) اگر قیدي عدم شرکت جنگ کا حتمي وعدہ کرلیں تو انکو اثناے جنگ میں بھي رہا کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے وطن واپس جاکر دوسرے سیاسي مشاغل میں مصروف ہوسکتے ہیں ' نیز دوسرے ملکوں سے جنگ بھي کرسکتے ہیں ' بشرطیکہ وہ ملک اوس سلطنت کا حلیف نہو جس نے انکو رہا کیا ہے -

لیکن اگر قیدیوں نے بد عہدي کي تو اس جرم میں پھانسي تک دیجاسکتي ہے - قیدي جس حکومت کي رعایا ہیں ' اگر وہ فوج کے اخلاقي حقوق کا بھي لحاظ رکھتي ہے ' تو انہیں خدمت فوجي سے مستثني کردیگي ' اور اگر اوسکا قانون اسقدر فیاض نہیں ہے ' تو قیدیوں کو وظائف عسکري سے انکار کرنے پر سزا دیسکتي ہے - باایں ہمہ اخلاقي حیثیت سے ایسا نہیں کرنا چاہیے - ولایات متحدہ امریکہ نے اس مسئلہ میں دوسرا طرز عمل اختیار کیا ہے ' یعنے اگر وہ قیدیوں کے قول و قرار کا احترام نہیں کرسکتي ' تو انہیں قیدي بناکر اوس حکومت کے پاس واپس کردیتي ہے جس نے انکو رہا کیا ہے - اگر اوس نے قیدي بنانے سے انکار کردیا تو پھر ان پر اس معاہدہ کي پابندي باقي نہیں رہتي -

(۱۱) قیدیوں کے مبادلہ سے قید کي پابندیاں اوٹھہ جاتي ہیں ' اور قیدي بالکل آزاد ہوجاتے ہیں - مبادلہ بالکل اختیاري ہے ' اور رہا شدہ قیدیوں کے متعلق بہ صراحت طے کرلینا چاہیے کہ وہ دوبارہ فوج میں شامل ہوسکیںگے یا نہیں ؟

مبادلہ میں قیدیوں کے مدارج کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے - افسر کا افسر کے بدلے میں ' زخمي کا زخمي کے بدلے میں ' مریض کا مریض کے بدلے میں ' مبادلہ کیا جاتا ہے - نیز ایک افسر کا مبادلہ متعدد چھوٹے درجے کے سپاہیوں کے عوض کیا جا سکتا ہے -

(۱۲) اختتام جنگ کے ساتھہ ہي قید کي مدت بھي ختم ہوجاتي ہے ' اور تاوان جنگ یا کسي دوسرے مال کے معاوضے میں قیدي رہا کردیے جاتے ہیں - (از تاریخ علم الحقوق مصطفی رشید پاشا)

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنين (القرآن الحکيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس و لينذروا به و ليعلموا انما هو اله واحد و ليذکر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۴ - ۵ | کلکته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه، از خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه .. ہے، جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا ہے، اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي، وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام، امام الاعلام، مجدد العصر، حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تهے، جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي، اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا، اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم، و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے، لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي، اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها، جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز، و بلاغت و انشاء مخصوص، و فهم حقائق و معارف قرانیه، و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس، عام فهم، معني خیز، حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے، اور بحمد الله که زیر طبع ہے-

یه ترجمه کیسا ہے؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں، اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے-

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جا رها ہے تاکه ارزاں هو، اور بچوں، عورتوں، سب کے مطالعه میں آسکے- قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي ہے- لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے، انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت فی پرچه چهه آنه

البيان

في

مقاصد القرآن

هـذا بـيـان لـلـنـاس ، وهـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ، اثر خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے ، یہ اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے سار و سامان طباعة کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا ہوگا ، انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۴ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

اڈیٹر الہلال کي راے

میں ہمیشہ کلکتہ کے یوروپین فرم " جینمس مرے " کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئي تو میسرز ایم - ان - احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ) سے کئي مختلف قسم کي عینکیں خرید کیں ' اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں ' او ر یوروپین کارخانوں سے مستغني کردیتي ہے - مزید براں مقابلتا قیمت بھي ارزاں ہیں - کام بھي جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

آپکو واجبي قیمت پر ہر قسم کي اصلي پتھر کي عینک مضبوط صحیح وقت دینے والي گھڑیونکي ضرورت ہو تو ان میں سے ایک منگواکر آزمایش کریں - رعایتي قیمت وغیرہ کي لاج ... پڑکر دھوکا نہ کھالیں -

صرف اپني عمر و دور و نزدیک کي بینائي کي کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لایق و تجربہ کار ڈاکٹرونکي تجویز سے اصلي پتھر کي عینک بذریعہ وي - پي کے ارسال خدمت کي جائيگي - اسپر بھي اگر آپ کے موافق نہ آے تو بلا اجرت بدل دیجائیگي -

عینک نکل کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۵ روپیہ سے آٹھہ روپیہ تک -

عینک رولد گولڈ کماني مع اصلي پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ۹ - آنہ .

دو نظر (یعني نزدیک و دور دیکھنے) کی عینک قیمت بالا نرخوں سے ۵ روپیہ زیادہ -

۱ - انگلا وچ بالکل خوشنما مضبوط و صحیح وقت کي گارنٹي ۳ سال مع محصول ۵ روپیہ -

۲ - ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کي سچي گارنٹي ۳ سال مع محصول ۶ روپیہ -

۳ - چاندیکي ڈبل کیس مثل کرولیزر کے وقت کي سچي گارنٹي ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیہ -

۴ - نکل کیس و میکا واچ نہایت پائدار و وقت کي نہایت سچي گارنٹي ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیہ -

۵ - ندو رسٹ واچ ہاتھہ کي زیب دینے والي مع تسمہ گارنٹي چار سال مع محصول ۱۵ - روپیہ سے ۲۲ - روپیہ تک -

ایم - اِن - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھري نمبر ۱ - ۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلي کلکتہ

جسکا درد وهي جانتا هے ، دوسرا کیونکر جان سکتا هے

یہ سخت سردي کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردي ہٹانے کیلیے کتنے بند و بست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے پریشان ہوتے ہیں ، اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں ' اور نیند تک حرام ہو جاتي ہے - دیکھیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیادہ تر نشیلي اشیاء اور دھتورہ ، بھنگ ، بلاڈونا ، پوٹاس ، اے او دالڈ ، دیکر بنتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کي کیمیائي اصول سے بني ہوئي دمہ کي دوا انمول جوہر ہے - یہ صرف ہماري ہي بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھي آزمائیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ في شیشي - محصول ڈاک ۵ آنہ - اس دوا کي مخصوص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھہ روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے (۳) ... استعمال میں کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے -

[illegible]

[illegible]

Tel Address: "Albalagh, Calcutta."
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad.
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۴ - ۵ | کلکتہ : جمعہ - ۵ - ۱۲ ربیع سنہ ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن اور البیان کیلیے بعض ارباب دل کو الله تعالی نے توفیق دي که وه اسکے متعدد نسخے لیکر طلبا و علماء اور مساجد و مدارس میں مفت تقسیم کریں' اور اسطرح انکي ترتیب و اشاعۃ کا اصلي نفع حاصل کیا جاے - چنانچه اس هفتے مولوي علیم الدین صاحب نے برار سے ' مولوي محمد حسن صاحب نے گجرات سے ' اور مولوي امین الدین صاحب اورسیر نے بمبئي سے بالترتیب ترجمان القرآن اور البیان کے دس دس نسخوں ' آٹهه آٹهه نسخوں ' اور سوله سوله نسخوں کي قیمت بهیجدي هے - فجزا هم الله تعالی خیر الجزاء في الدنیا و الآخرہ -

(۲) اس سے پہلے رنگون سے ایک صاحب دل درجنوں کتابوں کے بیس بیس نسخوں کیلیے قیمت بهیج چکے هیں جنکو وہ کسي مدرسه کے طالب علموں میں تقسیم کرینگے - ساتهه هي وہ پسند نہیں کرتے که انکا نام شائع هو - یه انفاق في سبیل الله کا منتہاے مرتبه هے -

(۳) اس سے زیاده قابل ذکر جناب رستم علي صاحب سول هسپتال مالاکنڈ پشاور هیں جنهوں نے ایک ایسے مقام سے جہاں سوا متعلقین دفتر کے اور کوئي تعلیم یافته آبادي نہیں ' ترجمان القرآن اور البیان کے نو نو نسخوں کي قیمت بهجوادي هے -

(۴) بعض احباب توسیع اشاعت کیلیے نمایاں طور پر کوشش کر رهے هیں ' اور دفتر انکے اخلاص و محبت کا شکر گذار هے - هم نے بارها اس خیال کو ظاهر کیا هے که کسي پریس کي اعانت کا صحیح و اصلي طریقه چنده اور عطیه نہیں هے ' بلکه توسیع اشاعت کي کوشش - اگر ایک چیز کو آپ مفید یقین کرتے هیں تو دوسروں تک پہنچائیے اور اسکے فوائد کا دائرہ وسیع کیجیے - ابتدا سے البلاغ محض گذشته پیشگي قیمتوں میں تقسیم هو رها هے اور اکثر حالتوں میں سال بهر تک اور بعض حالتوں میں چهه ماه تک یہي حالت جاري رهیگي - اسلیے سخت ضرورت هے که نئے خریدار پیدا کیے جائیں' اور امید هے که احباب کرام حتی الوسع اسکے لیے کوشش کرینگے -

شذرات

عهد التواء و انتظار

یاد رفته کا ایک لمحۂ فکرید !

رند هزار شیوه را ' طاعت حق گراں نبود
لیک صنم به سجده در ' ناصیه مشترک نخواست !

(۲)

(مشرب تجارت اور مذهب دعوة)

میں نے اگر تاجر کے مقابلے میں ایک داعي کي زندگي کا امتیاز " نفع عام " اور " اخلاص عمل " کو قرار دیا هے ' اور کہا هے که تجارت لینا اور حاصل کرنا چاهتي هے ' پر راه دعوة کي اولین شرط دینا اور کهونا هے ' تو تم انکار کرنے میں جلدي نه کرو - کیونکه بہت ممکن هے که جن نظریات مخالف کي بنا پر تم ایسا کرنا چاهو ' انسے میں بیخبر نہوں :

چو بشنوي سخن اهل دل مگو که خطا ست
سخن شناس نۀ دلبرا خطا اینجا ست !

دراصل یه سوال اس مشهور اور مشکل مسئله کے حدود میں داخل هو جاتا هے جسکا تعلق عمل انساني کي خود غرضي اور طبعي خواهش حصول نفع سے هے ' اور جو فلسفه کے دائرہ میں آکر یه سوال بن جاتا هے که انسان کے تمام جذبات و امیال ' اور اعمال و اقدام کا محور و محرک اصلي کیا هے ؟ اور اسکا کوئي جذبۂ و عمل خود غرضي یعني جلب نفع ذات سے خالي هو سکتا هے یا نہیں ؟

قدیم حکماء نے بهي اس مسئله پر نظر ڈالي هے اور حکماء جدید نے بهي - حکماء اسلام میں سے جن حکماء نے اخلاق و فلسفۂ اخلاق

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"و في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلّدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ، اور وحدۃ ملۂ امۂ مرحومہ کی تحریک کا داعی العال، نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ، و مضامین و مقالات سیاسیہ و ملیہ کا مصور و موضع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب، و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا۔

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سرنو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاهد في سبيل الله مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے۔

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ، غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے۔

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۵۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے۔

ہوتا ہے تو دل میں ٹیس اٹھتی ہے کہ سرمایۂ زندگی گھٹ گیا - یہاں اگر اشرفیوں کے ختم ہوجانے پر بھی افسوس ہوتا ہے تو صرف اسلیے کہ کاش اور ہوتا تو اور زیادہ لٹاتے :

سارت مشــرقۃ و سرت مغــرب
شتان بین مشــرق و مغــرب !

یہاں کا عالم دوسرا ہے، اور عمل کے فلسفہ ہی پر کائنات انسانی کے احکام ختم نہیں ہوگئے ہیں - اس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتی کو سوچتا اور اپنے جسم کے سکھہ اور امن کے عشق میں پاگل رہتا ہے، وہ انسان بھی ہمیشہ پیدا ہوے ہیں اور پیدا ہوتے رہینگے جنکی زندگی کی بڑی محبوب و مطلوب غرض جسم کا راحت اور چین نہیں، بلکہ درد و ایذا اور دکھہ اور ٹیس ہے - شاید ہی دنیا میں کوئی مخلوق بڑی سے بڑی راحت اور بہتر سے بہتر سکھہ پاکر اسقدر خوش ہوتا ہوگا، جسقدر دکھہ اور زخم کھاکر انکی روح عیش و نشاط سے معمور ہوجاتی ہے !

وہ اپنے کاروبار دعوۃ کی راہ میں جب نکلتے ہیں تو صرف زخم و درد ہی کے بھوکے پیاسے رہتے ہیں - حتی کہ جب انہیں کوئی نیا زخم ملتا ہے تو نئی صداے شکر انکے اندر سے اٹھتی ہے، اور جب وہ کسی نئی بربادی، کسی نئی جسمانی تباہی، کسی نئی ضرب شمشیر، کسی نئی حلقۂ زنجیر سے دو چار ہوتے ہیں، تو خوشیاں مناتے ہیں کہ آج اپنے خدا کو اپنے سے راضی کرنے کیلیے سب سے بڑی دولت ہاتھہ آئی :

در عالم نقد جاں بر دست دارند
بیا زارے کہ سوداے تو باشد !

حضرۃ رابعۂ بصریہ سے پوچھا کہ عبادت کا کیا حال ہے ؟ قالت : رکعتان في العشق، لا یصح وضوءهما الا بالدم - صرف دو رکعتیں، مگر انکا وضو صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے گرم گرم خون کے چلو بھر کر منہہ کو نہ دھو لو :

• گریزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
• کسیکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست !

سید الطائفۃ بغدادی سے ایک شخص نے پوچھا کہ چالیس اونٹ ہوں تو انکی زکواۃ کیا ہوئی ؟ کہا : اما عندکم فواحد، و اما عندنا فکلہ - تمہارے نزدیک تو چالیس میں صرف ایک، اور ہمارے مشرب میں پورے چالیسوں - یہی مذہب حضرۃ صدیق کا تھا، جب وہ سب کچھہ لٹا کر آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے تھے، اور جب حضور نے انسے پوچھا تھا کہ : ما أبقیت لاهلک ؟ اپنے اہل و عیال کیلیے کیا چھوڑ آے ہو ؟ عرض کیا : ابقیت لهم اللہ و رسولہ ! اللہ اور اسکے رسول کو - من لہ المولی فلہ الکل :

آنکس کہ ترا بخواست جاں را چہ کند ؟
فرزند و عیال و خان و ماں را چہ کنــد ؟
دیوانہ کنی ہر دو جہــانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہــاں را چہ کند ؟

(تجارت و ربح دعوۃ)

اور اگر تم تجارت تجارت ہی کہہ رہے ہو، تو پھر تمہاری دکانداری کے مقابلے میں یہاں بھی ایک خرید و فروخت موجود ہے :

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنۃ - | بلا شبہ خدا نے مومنین مخلصین کی جانوں اور مالوں کو نعائم اخروۃ کے معاوضے میں خرید لیا ہے !

یہ نہ کہو کہ راہ دعوۃ میں " اخلاص " نہیں ہو سکتا - اگر نہیں ہوسکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کی خود غرضی ہی سہی - لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ تم جن معاوضوں پر مر رہے ہو، ہر دل کیلیے انہی معاوضے میں کشش ہو ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مومن داعی اس معاوضہ کے نفع کیلیے اپنا جان و مال اور اپنا سب کچھہ دیدے، جو روز ازل ہی میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا ہے ؟ و انشد الاصمعی لجعفر الصادق علیہ و علی ابائہ و اجدادہ الصلواۃ و السلام :

اثامن بالنفــس النفیســۃ ربها
و لیــس لها في الخلق کلهــم ثمن
بها تشتــري الجنات ان انا بعتهــا
بشــي سواها، ان ذالکــم غبــن
اذا ذهبت نفســي بشي اصبتــه
فقد ذهب الدنیا و قد ذهــب الثمن !

اگر " غرض " ہی کی تلاش ہے تو اس سے بڑھکر بھی کوئی غرض دنیا میں ایک انسان کیلیے ہوسکتی ہے کہ رب السماوات و الارض کو اپنے نفس و مال جیسی حقیر و اذل متاع کا خریدار بنائے ؟ اور ایک ایسے مال کو دیکر جسے یقیناً ایک دن چھوڑنا ہی پڑیگا، اور ایک ایسی جان کو دیکر جو بجبر و اکراہ ایک دن دینی ہی پڑیگی، اسکی رضا و محبت کی دولت لازوال حاصل کر لے ؟

جاں بجــاناں دہ وگرنہ از تو بستــانند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں بکن یا آں بکن !

(ابتغاء مرضات اللہ)

قرآن حکیم نے بھی اخلاص کے معنی وہ نہیں بتلاے ہیں جو تم اپنی فلسفیانہ تفرید جذبات و امیال کے بعد قرار دینا چاہتے ہو - وہ اخلاص کی حقیقت یہی بتلاتا ہے کہ زخارف دنیوی اور زینۃ مادیہ کی جگہ محض اللہ کی خوشنودی کیلیے اپنی جان و مال کو خرچ کرنا، اور خدا کی مرضی کے حصول اور اسکی محبت کی پادشاہت کو اپنی غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹھہرانا :

و من الناس من یشري نفسہ ابتغاء مرضات اللہ، و اللہ رؤف بالعبــاد - | اور اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بھی ہیں جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رضاء حاصل کریں !

سورۂ دہر میں ان مخلصین کے اعمال بتلاے جو اپنی خدمتوں کا کوئی دنیوی معاوضہ طلب نہیں کرتے - خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، پیاسوں کو پلاتے ہیں، اور پھر کہتے ہیں کہ :

انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء و لا شکــورا ! | یہ جو ہم نے تمہیں کھلایا پلایا، سو اسکا کوئی بدلہ اور کوئی احسان مندی تم سے نہیں چاہتے - یہ جو کچھہ بھی تھا صرف اللہ کیلیے تھا اور اسیکی رضاء کیلیے !

(ایک اشارۂ حقیقت)

راہ دعوۃ و تبلیغ کا اصلی مرکز و ماخذ مقام نبوت ہے - تم نے کبھی غور کیا نہ یہ کیا بات ہے کہ قران حکیم نے جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے، ان میں سے تقریباً سب نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے ہمیشہ کہا کہ ہم داعی ہیں، تاجر نہیں ہیں ؟ حضرۃ نوح علیہ السلام نے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر، ان اجري الا علی رب العالمین (ہود) حضرۃ ہود نے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر، ان اجــري الا علی رب العالمیــن (شعرا) حضرۃ صالح نے قوم ثمود سے کہا : و ما اسئلکــم علیہ من اجر، ان اجري الا علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ لوط نے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر ان

کو اپنا موضوع قرار دیا ہے ' انکے مباحث و آراء کا بھي ایک ذخیرہ وافر موجود ہے - علامۂ ابن مسکویہ ' امام غزالي ' اور امام راغب اصفہاني نے اپني تصنیفات میں ضمناً جابجا بحثیں کي ہیں - نئے دور کے حکماء میں مل نے اس پر خاص توجہ کي ' اور ایک خاص مقالہ " فلسفۂ خود غرضي " پر لکھا - یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بالطبع خود غرض ہے ' اسکے تمام جذبات اسي کے تابع ہیں ' وہ جو کچھہ کرتا ہے اپنے نفع ذات کیلیے کرتا ہے - حتی کہ ماں باپ کي محبت بھي خود غرضي سے خالي نہیں - البتہ کوئي خود غرضي بہت واضح ہوتي ہے ' کوئي بہت مخفي ' کوئي بالکل سامنے کا قریبي نفع ہوتا ہے جسکو فوراً سمجھہ لیا جا سکتا ہے ' کوئي اسقدر دور ہوتا ہے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے ' اور اسلیے ایک نا واقف کہہ اٹھتا ہے کہ اس عمل میں کسي طرح کي ذاتي غرض پوشیدہ نہیں - یہ یکسر اخلاص ہے -

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا ' قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کیلیے روشني موجود ہے ' اور تفسیر البیان میں بہ تفصیل یہ بحث آچکي ہے - جو لوگ " اخلاص عمل " کے منکر ہیں ' انہوں نے خلوص کي ایک خاص تعریف کي ہے ' اور انکا انکار در اصل اسي خلوص سے ہے - لیکن یہ انکار ہماري موجودہ صحبت کیلیے کچھہ مضر نہیں - راہ دعوت کے خلوص اور طلب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ہے کہ داعي کي کوئي ایسي غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ہوتي جو خود اسکے لیے بھي مفید ہو ' بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ تاجر کي طرح عوض و بدل مالي کا طالب نہیں ہوتا ' اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دیسکتا - اسکے کاموں کا مقصد نفع جماعت ہے ' اور وہ جانتا ہے کہ یہ مقصد لینے اور حاصل کرنے کي راہ نہیں کھول سکتا ' بلکہ یکسر اسکے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ہے - یہاں لٹنا اور لٹانا پڑیگا ' اور قدم قدم پر اپني ذات ' اپنے جسم ' اپنے جذبات و امیال ' اپني آزادي ' اپني راحت ' اپني صحت ' اپنا ہر طرح کا عیش و عشرت ' بلکہ اکثر حالتوں میں اپني زندگي اور اپني جان تک دیديني پڑتي - پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ صحیح راہ دعوۃ اختیار کرني چاہیے ' اسي لمحہ کے اندر اسکا بھي فیصلہ کرلینا پڑتا ہے کہ تجارت کي لذات عوض و بدل سے ہمیشہ کیلیے باہر آجانا چاہیے - وہ دیکھتا ہے کہ تجارت کي دکان اور دعوۃ کي قربانگاہ ' دونوں ایک جگہ نہیں بنائي جا سکتي - یہ دو سوکنیں ہیں جو ایک شوہر کے گھر میں کبھي بھي جمع نہ ہوئیں - ضرتان ' ان رضیت احداہما ' سخطت الاخری :

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستي !
عبادت برق کي کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا !

(حقیقت اخلاص و خود غرضي)

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کا کوئي فعل نفع ذات کي خواہش سے خالي نہیں ہوسکتا ' تو یہ کون کہتا ہے کہ داعي اپنے سامنے نفع ذات کي کوئي خواہش نہیں رکھتا ؟ یقیناً اپني ذات کي نفع اسکے بھي مد نظر رہتي ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رہتي ہے - یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب وہ بھي رکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ہے - یقیناً معاوضے اور بدلے کا ایک خیال وہ بھي دیکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جسکي طلب میں تاجر بیقرار ہوتا ہے - داعي کیلیے سب سے پہلي اور سب سے بڑھکر اپني ذات کے نفع و سود کي غرض یہ ہوتي ہے کہ جس " یقین " کي قوۃ سے تجارت کي بوزي زندگي یکسر محروم ہے ' اس یقین کامل کے ساتھہ وہ سمجھتا ہے کہ اسکا سب سے بڑي اور سب سے بالا تر دات ہے جسکي خوشي اور مرضي اسي کام میں ہے جو میں کر رہا ہوں ' اور جسکا پیار اور عشق مجھکو ' میرے نفس کو ' میرے وجود معین کو ' میرے نفس خاص کو اسي وقت ملسکتا ہے ' جبکہ اس راہ فنا فرمانے دعوۃ میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں ' پھولوں کي سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں ' لعل و جواہر کو پھینکدوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں ' خود اپنے ہاتھہ سے اپني آسایش و راحت کے گھر کو جلادوں ' خود اپنے ہاتھوں اپنے مال و متاع کو غارتگروں کے حوالے کردوں ' لینے سے بھاگوں اور کھونے سے عشق کروں ' دست معطي سے دشمني کروں اور دست سائل کیلیے پکاروں ' اپنے اپکو مٹادوں ' اپنے آپکو کھودوں ' اپني آنکھوں کو ہمیشہ خونبار رکھوں ' اپنے جسم کو ہمیشہ زخموں سے چور دیکھوں ' اپنے ایک ایک زخم سے خون کي ندیاں بہادوں ' پھر اس پر بھي بس نہ کروں ' اور اگر اس محبوب حقیقي ' اس شاہد یکتا کي ایک چشم مہر ' ایک نگہ عشق پرور ' ایک تبسم جان نواز ' ایک اداء دلنواز ' بھي ملسکے ' تو سولي کے تختے کا طواف کروں ' جلاد کے ہاتھوں کو بوسہ دوں آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں :

مرتا ہوں اس آواز پہ ' ہر چند سر اڑجاے
قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جاے کہ " ہاں اور "

یہي وہ مقام ہے جسکي طرف صحیح بخاري کي یہ حدیث اشارہ کرتي ہے :

والذي نفسي بیدہ لوددت اني اقتل في سبیل اللہ ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیاء ' ثم اقتل !	اس خدا کي قسم جسکے ہاتھہ میں میري جان ہے ' میں چاہتا ہوں کہ اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں -

اسي راہ میں مجروح و مقتول ہونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار مقتول ہونے کیلیے بار بار کي زندگي کا طالب ہوں !

اے کاش بدے بجاے یک جان صد جان
تا میکشي و باز دگر میکشیم !

تم کہتے ہو کہ اگر تاجر اپني ذات کا نفع ڈھونڈھتا ہے ' تو وہ بھي نفع ذات اور خود غرضي سے خالي نہیں ہوسکتا جسکا نام داعي رکھا گیا ہے - ہاں ' یہ سچ ہے ' مگر پہلے اسے سمجھہ لو کہ داعي کي خود غرضي اور نفع ذاتي کي طلب کیا ہے ؟ تاجر اگر کسي ایک جنس کو زیادہ اچھي قیمت پا کر بیچتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج مجھے میرا مطلوب ملگیا ' کیونکہ اسکي خود غرضي کي ہوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھي - اسي طرح داعي اپنے کاروبار دعوۃ میں جس دن اپنے سرمایۂ مال و نفس کو زیادہ لٹنے ' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ہونے کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضي کیا ' اور آج اس روٹھے ہوے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھونے اور مٹنے کے مجھسے من ہي نہیں سکتا تھا - کیونکہ داعي کي خود غرضي اور خود پرستي کي ہوس طلب رضاء الہي میں پوشیدہ تھي - وہ بھي تاجر کي طرح غرض ضرور رکھتا تھا ' مگر اسکو کیا کیجیے کہ غرض کي نوعیت ہي بدل گئي - تاجر کے حصے میں وہ غرض آئي جو پانے سے پرورش پاتي ہے ' اور داعي نے اس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشو و نما ملتي ہے :

من و بیدل حریف سعي بیجا نیستم واعظ
تو و قطع منازلہا ' من و یک لغزش پاے !

تاجر جس دن کھوتا ہے ' سر پیٹتا ہے کہ تباہ ہو گیا - داعي جس دن نہیں کھوتا ہے ' ماتم کرتا ہے کہ آج اس نے اپنے محبوب کو خفا کردیا - تاجر کے لیے وہاں اگر ایک پیسہ کا بھي نقصان

اسئلة واجوبتها

فـــائـدة البـــلاغ

بعــض اسئلــة مهمــه

حديث اختلاف امتي رحمة

[از جناب مولانا علي احمد صاحب مدراسي]

جناب کو معلوم ہے کہ یہ خاکسار آغاز اشاعۃ الہـــلال سے اسکا بالالتزام مطالعہ کرتا رہا ہے' اور اس بارے میں جو خیالات رکھتا ہوں' اسے زباني عرض کر چکا ہوں جبکہ حسن اتفاق سے دہلي میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا - اب ایک عرصہ کے انتظار و اضطراب کے بعد البـــلاغ نکلا تو اسکے محاسن و فضائل الہـــلال سے بھي دو چند بلکہ دہ چند نظر آے :

نقاش نقش ثاني بہتر کشد ز اول !

علی الخصوص عربي فائدۃ البـــلاغ جو مسلسل دو اشاعتوں میں شائع ہوا - اسکي فصاحت و بلاغت لفظي اور معارف معنوي کا حال صرف ارباب ذوق و کمال ہي جان سکتے ہیں - ہندوستان کي سرزمین سے تو ادب عربي کی ایسي صدائیں مدتوں سے نہیں اٹھیں' اور نہ ان معارف و مطالب کا کہیں سراغ لگ سکتا ہے جو اسکے ہر حصے میں موجود ہیں - سچ یہ ہے کہ جناب کا معاملہ اب اس سے گذر گیا ہے کہ معمولي و رسمي الفاظ تعریف و توصیف کے اسکے لیے استعمال کیے جائیں ;

ترا چنانکہ توئی ہر کسے کجا داند
بقدر طاقت خود می کند استدراک !

....

البتہ فائدۃ البـــلاغ کے بعض مقامات ایسے ہیں جنکے متعلق جناب سے مزید ارشادات کا طالب ہوں - حاشا کہ اس سے مقصود اعتراض و ایراد مخالفانہ ہو - مقصود محض توضیح مزید ہے' اور جو احترام و ارادت جناب کي سالہا سال سے خاکسار رکھتا ہے' امید ہے کہ وہ ہر طرح سوء ظن کے دروازوں کو مسدود کردیگي -

سب سے پہلي بات یہ ہے کہ نمبر اول کے آخري صفحہ میں جہاں جناب نے حدیث "لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ وجوهکم" پر بحث کي ہے' وہاں تعجب و انکار کے لہجے میں یہ بھي فرمایا ہے کہ : و بعد هذا رحمۃ بنا و نعتقد بان الاختلاف بین الامۃ رحمۃ ؟ یعني آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم تو نماز کی صف میں ہمارے قدموں کا اختلاف بھي پسند نہیں کرتے' اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم سرے سے نماز کي جماعتوں ہي میں اختلاف کرتے ہیں' اور ہر گروہ اپني الگ جماعۃ کھڑي کرتا ہے' اور پھر اس اختلاف کو اپنے لیے رحمت شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اختلاف امۃ کا رحمت ہے ؟

لیکن نہیں معلوم جناب نے اختلاف امۃ کو رحمت قرار دینا کیونکر قابل اعتراض قرار دیا' جبکہ سمجھنے والوں ہي کا ادعا سمجھا ہي نہیں ہے بلکہ مشہور حدیث خود سرور کائنات کي موجود ہے کہ "اختلاف امتي رحمة" میري امۃ کا باہمي اختلاف رحمت ہے - پس گو اختلاف کا اس حدیث میں اور مطلب ہو' مگر لفظ تو اختلاف کا آیا ہے - اور جناب کا انکار و تعجب اس حدیث تک پہنچ جاتا ہے - از راہ لطف اسکي نسبت تشریح فرمائیے' کیونکہ بڑے بڑے مستند علماء نے اس حدیث کو اپني کتابوں میں درج کیا ہے اور حضرۃ امام شعراني نے میزان میں اس حدیث کا مصداق اختلاف ائمۂ اربعہ کو قرار دیا ہے - کما لا یخفی علیکم -

البـــلاغ :

حدیث " اختلاف امتي رحمة "

بلا شبہ آپکا یہ خیال درست ہے کہ فائدہ کي عبارت منقولہ کا انکار و تعجب اس حدیث کے سوال تک منتہی ہوتا ہے - لیکن نفس حدیث تک نہیں' بلکہ حدیث کے اس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے' اور عموماً وجہ اختلاف و تحزب و تمذہب کے مدافعت میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے -

فقیر کا اس جملہ سے مقصد صرف یہ تھا کہ جس وجود اقدس (روحی فداہ) کو امۃ کا تقدیم و تاخیر قدم میں اختلاف گوارا نہ تھا' اسکي امۃ عقائد و عبادات میں مجسمۂ اختلاف و شقاق بنگئي ہے' اور پھر کہتي ہے کہ یہ رحمت ہے - اگر یہ " رحمت " الہي ہے تو بقول جاحظ کے "عذاب الہي یقیناً اتفاق و اتحاد ہوگا" نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا !

رہا اس حدیث کي صحت و عدم صحت کا سوال' تو اگر میں آگے اور عامۃ الناس کے پیش کردہ الفاظ ہي پر آ جاؤں' تو بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ اسکي کوئی اصلیت نہیں :

قصہ کوتہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود !

مگر اس عاجز کا مقصود ہمیشہ تحقیق و کشف حق رہا ہے' نہ کہ مکابرۂ و مجادلہ - پس واضح ہو کہ جن الفاظ کے ساتھہ آپنے اس حدیث کو لکھا ہے' اگر اس سے قطع نظر کر لیا جاے' اور صرف نفس اختلاف کو پیش نظر رکھا جاے' تو بلا شبہ اختلاف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے متعلق (نہ کہ اختلاف امۃ کے متعلق) باختلاف الفاظ ایک روایت بعض محدثین نے درج کي ہے' اور چاہیے کہ اسکے تمام طرق و مسانید پر نظر ڈالي جاے -

حافظ سخاوي نے مقاصد میں اسکي تمام روایتیں جمع کردي ہیں' اور دیگر طرق کا حال بعض متاخرین کي کتابوں سے معلوم ہوجاتا ہے - میں ان تمام طرق کو یہاں جمع کرتا ہوں :

(۱) بیہقي نے مدخل میں روایت کیا ہے :

" سلیمان بن ابي کریمہ عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس : قال قال رسول اللہ صلعم : مہما اوتیتم من کتاب اللہ فالعمل بہ لا عذر لاحد في ترکہ' فان لم یکن في کتاب اللہ فسنۃ مني' فان لم تکن سنۃ مني فما قال اصحابي - ان اصحابي بمنزلۃ النجوم فی السماء' فایما اخذتم بہ اهتدیتم' و اختلاف اصحابي لکم رحمة - یعني آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : کتاب اللہ پر عمل کرو' اسکے ترک کیلیے کسي کا عذر مسموع نہیں' اگر کتاب اللہ میں کسي معاملہ کو نہ پاؤ تو میري سنت پر عمل کرو' اگر میري سنت نہ پاؤ تو میرے اصحاب کے اقوال کو ڈھونڈھو - میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے - انمیں جو ایک لوگے' اسمیں ہدایت ہوگي - اور اختلاف میرے اصحاب کا تمہارے لیے رحمت ہے - انتہی ملخصاً -

(۲) طبراني اور دیلمي نے اپني معجم و مسند میں بھي اسی طریق سے روایت کیا ہے اور انہی الفاظ سے -

(۳) نصر مقدسي نے کتاب الحجۃ میں مرفوعاً اسي روایت کو نقل کیا ہے' اور زرکشي نے اسکا ذکر کیا ہے - مگر اسناد نہیں لکھي ہے -

(۴) اسي طرح عراقي نے آدم بن ایاس کا حوالہ دیا ہے' لیکن لکھا ہے کہ مرسل اور ضعیف ہے - انکي روایت کے الفاظ یہ ہیں : اختلاف اصحابي رحمۃ لامتي -

(۵) بیہقی نے رسالہ اشعریہ میں بھي درج کیا ہے' مگر

بغیر اسناد

على رب العالمين (شعرا) حضرة خاتم المرسلين کی نسبت فرمایا :

" وما تسئلهم عليه من اجر ' ان هو الا ذكر للعالمين (اخر يوسف) "

يعني سب نے کہا کہ هم اپني خدمتون کا کوئي معاوضه ' کوئي بدله ' کوئي اجر ' تم سے نہیں چاهتے - همارا جو کچهه بهي اجر و معاوضه کا حساب هے ' اسکي جگه دوسري هے ' اور وه بارگاه رب العالمين هے !

یه اسي حقيقت ثابتهٔ و نبوبه کي طرف اشاره هے که تجارت اور اقتصاد سود و زياں کي راه دوسري هے ' اور دعوة و تبليغ کي راه دوسري هے - جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبه بهي رکهتا هو ' وه داعي نہيں هوسکتا ' اور جسپر دعوة کا ایک لمحه بهي گذر جاے ' وه بازار تجارت کا رهرو نہیں هوسکتا - انبياء کرام مقام دعوة و تبليغ کے اعلی مرتبه تهے ' پس جب کبهي انهوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپني حيثيت کو واضح کیا اور کہا که هم داعي هيں ' تاجر نہيں هيں سورهٔ هود اور سورهٔ شعراء کو دیکهه جاؤ - حضرات انبياء کرام عليهم الصلواة و السلام کے تمام مواعظ و خطاب کیا کہتے هيں - ان اجري الا على رب العالمين : رب العالمين کے لفظ پر غور کرو - الله ' الله ' جو مزدور اپني مزدوري تمام جهانوں کے مالک ' تمام عالموں کے شہنشاه ' تمام کائنات خلق کے داطر و پروردگار سے لینے والا هو ' اسکي نظروں میں زمین پر چلنے پهرنے والے انسان جو اپنے ایک ایک دانے اور ذرهٔ رزق کیلیے اسي سرکار کے محتاج هیں ' کیا هستي رکهتے هیں که انکے آگے دست طلب دراز کرے اور انهیں اپنا خریدار بنائے ؟

مباش غمزده عرفي که زلف قامت یار
جزاے همت عالي ز دست کوته ماست !

سب سے پہلے اور سب سے بڑي " غرض " (اگر غرض کي تلاش ضروري هے) تو داعي کے سامنے یهي هوتي هے ' اور اسي کو قران حکیم نے وجه الله ' سبيل الله ' مرضات الله ' اور لقاء وجه رب سے تعبیر کیا هے - تم چاهو تو اسکو اپني فلسفیانه زبان میں یوں سمجهه سکتے هو که بلا شبه انسان کا کوئي کام غرض سے خالي نہیں هوتا ' لیکن مذهب کي یقین بخشي مرضات الهي کي طلب کسي جوش و عشق کے ساتهه پیدا کردیتي هے ' جس جوش و هیجان سے ایک تاجر خریدار کي جیب کو دیکهتا هے ' پس دنیا میں بعض ایسے مجنون ' لا یعقل ' اور سحر زدهٔ مذهب انسان بهي هوتے هیں جو اس غرض کے آگے اور تمام غرضوں کو بهلا دیتے هیں ' اور اپنے اندر اور اپنے سے باهر جو کچهه بهي رکهتے هیں ' سب کو اسي غرض کیلیے لٹا دیتے هیں - تم انکو مجنون سمجهو ' اپنے جي کو سمجها لو - لیکن وه ایسے مجنون هیں که انکا جنون تمهاري هشیاري پر هنستا هے - تم ساري دنیا کي دولت کما کر بهي وه لذت ' وه عیش ' وه نشاط ' وه سرور و انبساط ایک لمحه کیلیے حاصل نہیں کرسکتے ' جو وه اپنا سب کچهه کهو کر ' اپنے هاتهوں میں هتکڑیاں پهن کر ' اپنے پانوں میں زنجیروں کے حلقے ڈالکر ' اپنے جسم کو زخموں سے چور کرکے ' بلکه اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کهڑے هوکر حاصل کیا کرتے هیں - تم میں ایک انسان نہیں جو هفت اقلیم کي پادشاهت کا تاج پهن کر بهي اس لذت کو پاسکے ' جو راه دعوة کا ایک درویش و فاقه مست اپنے دانتوں میں تنکے چبا کر حاصل کرتا هے ' اور اپني شہنشاهي کے آگے تمهارے چاندي اور سونے کے بڑے بڑے بتکدوں کو کنکر پتهر کے ایک ڈهیر سے زیاده نہیں سمجهتا - تم اس سے انکار مت کرو ' البته کہو که تم ان باتوں کے سمجهنے سے قاصر هو :

حریف کاوش مژگاں خوں ریزش نهی ناصح
بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

یہاں راه دعوة کا تذکره هے - کسي شخص خاص کے واردات کي بحث نہیں ' اور نه اشخاص کي مجموعی حالت سے عمل کي استعداد کا پته لگ سکتا هے - عملاً کتنے هم خود مجرم هیں ' لیکن هزاروں لاکهوں اور هزارها انسان اس مقام سے لذت یاب هوچکے هیں ' اور ابتک بهي زمین کبهي انسے خالي نه رهيگي - عرفي شيرازي نے کیا خوب اسکا فیصله کردیا هے :

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق
ایں نشه بمن گر نه بود با دگرے هست

البته یه یاد رهے که حقیقت ' انساني اعتراف کي منتظر نہیں ' اور دهواں جبهي اٹهتا هے جب آگ سلگتي هے - اگر آنکهوں میں بینائي هے تو دیکهه سکتے هو :

فریاد حافظ ایں همه آخر بهرزه نیست
هم قصهٔ غریب و بیان عجیب هست

(موثرات و داعیات دعوة)

اس مبحث میں سب سے زیاده اهم نقطهٔ نظر یه هے که داعي کے کاروبار اور مقاصد عمل کي نوعیت هي ایسي واقع هوئي هے که اگر وه قرباني و بذل مال و متاع سے گریز کرنا بهي چاهے تو اسوقت تک نہیں کرسکتا جب تک که دعوة کي راه سے بالکل باهر نه آجاے -

داعي خواه کسي درجه ' کسي قسم کا هو ' لیکن اگر وه داعي هے ' کوئي دعوة ' کوئي پکار ' کوئي تبلیغ اپنے سامنے رکهتا هے ' تو قدرتي طور پر اسکي زندگي اور زندگي کي تمام جد و جهد کا مقصد صرف یهي هوتا هے که اسي نه کسي طرح اپني دعوة کي کامیابي کو دیکهے ' اور کسي نه کسي طرح انسانوں کے دلوں کو اسکي طرف مائل کردے - اگر وه مخلص نہیں هے ' اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکهتا ' اگر شهرت کا بهوکا هے ' ناموري پر جان دیتا هے ' دعوة و تبلیغ کے ذریعه اپني زندگي کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاهتا هے ' یا ان اغراض کے علاوه اور کوئي غرض و مقصد نفساني و ذاتي اپنے سامنے رکهتا هے ' تو بهي به حیثیت داعي هونے کے ' به حیثیت ایک خیال ' ایک عقیدے ' کیطرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواهشمند هونے کے ' کام کي نوعیت هي اسے مجبور کریگي که اپنے کا رهم بهي دلمیں نه لاے ' اور دیدے اور لٹاے کیلیے هر وقت طیار رهے - اسکو دلوں کا رخ بدلنا هے ' اسکے آگے عقائد و افکار کا انقلاب هے ' وه لوگوں سے انکي مالوفات و محبوبات کو چهڑانا چاهتا هے ' وه ان سے اعتقاد ' عمل ' اور اعتراف و تصدیق کا طالب هے ' بس اگر اسکو هزارها روپیے دیکر ایک انسان بهي ملیگا ' لاکهوں اور کروڑوں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بهي هاتهه آئیگا ' سب کچهه دیکر اور کهو کر اسکے معاوضے میں ایک چهرے کو بهي اپني طرف مائل پائیگا ' تو وه کہیگا که یه نقصان مال نہیں ' یه اتلاف متاع نہیں ' یه ضیاع وقت و نفس نہیں ' یه تو کامیابیوں کي شہنشاهي هے ' کامرانیوں کا تاج و تخت هے ' فوز و مراد کي فتح هے ' حصول و وصول کي بهشت هے - یه لٹنا نہیں ' لوٹنا هے - یه دینا نہیں ' لینا هے - یه کهونا نہیں ' پانا هے - یه خسران نہیں ' ربح هے - یه حبط اعمال نہیں ' فوز عظیم هے - یه موت نہیں ' حیات جاوداني هے - کیونکه یهي چیز اسکا مقصد تهي ' یهي مقام اسکا منزل مطلوب تها - اگر وه نام و نمود کا طالب تها تو اسي میں هے ' اگر وه شهرت کا بهوکا تها تو اسي راه میں هے ' اگر وه عزت و شرف کا طالب تها تو اسي میں ملیگي - وه راه دعوت میں آکر کهونے اور لٹانے سے بچیگا کیوں ؟ وه تو کهونے هي میں اپني هر غرض کو مخفي دیکهے گا -

لیکن برخلاف اسکے کاروبار تجارت کي نوعیت هي ایسي هے که وه کهونے اور لٹانے کا تصور بهي نہیں کرسکتا - اگر خواب میں بهي اپني ایک کوڑي کو گرے دیکهے گا ' تو اس زور سے چیخ ماریگا که بڑے سے بڑا دیکهکر بهي ایسي بدحواسي کي چیخ نہیں نکال سکتي -

مخرج کے نقل حدیث تک کو جائز نہیں رکھتے ؟ حافظ ابن الصلاح کے مقدمہ کو دیکھیے کہ نوع اول کے آخر میں کیا لکھتے ہیں ؟ علامۂ نووی کی شرح مسلم کی تصریحات پر نظر ڈالیے کہ انہوں نے نقل و روایت کیلیے کیا شرائط بیان کیے ہیں ؟ انہی جذروں کے بیے طبقۂ محدثین متوسطین نے اصطلاح "الوجادة" (بالکسر) وضع کی' اور اسکی آٹھہ قسمیں قرار دیں جنکی رعایت کے بعد نقل حدیث جائز نہیں : السماع ' و القراة ' و الاجازه ' و المناوله ' و المکاتبه ' و اعلام الشیخ ' و الوصیة بالکتابه -

اسکے مقابلے میں آجکل کی حالت دیکھیے کہ اگر تصوف و مواعظ کی کسی کتاب میں کوئی روایت نظر سے گذر گئی' تو بغیر علم اسناد و مخارج کے ہر صاحب عمامہ حق رکھتا ہے کہ بلا تامل استدلال و احتجاج کرلے اور پورے اطمینان سے کہدے کہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور اگر متاخرین فقہاء و عامۂ مصنفین کے یہاں اسکا سراغ چل گیا' تو پھر تو اسکی توثیق میں کوئی شبہ ہی نہ رہا' اور جو شبہ کرے اسپر قطعاً انکار حدیث کا فتوی ہے !

بل ہی فتنة و لکن اکثر الناس لا یعلمون !

(معنی اختلاف صحابہ)

آئیے' اس سے قطع نظر ہی کرلیں کہ اصل روایت کا کیا حال ہے ؟ اسکو دیکھیں کہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' وہ اختلاف سے کونسا اختلاف مراد لیتے ہیں ؟ مختلف مذہبوں ' جماعتوں' عقیدوں' اور صور و اشکال عبادات و اعمال کا اختلاف ' یا کوئی اور اختلاف ؟

یہ تو آپکو معلوم ہوچکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلاف امتی رحمة" کی کوئی اصلیت نہیں ملتی' البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک اسناد بیان کی گئی ہے' بس دیکھنا یہ ہے کہ بصورت صحت روایت' صحابہ کے اختلاف سے بھی کونسا اختلاف مراد ہے؟

کیا وہ اختلاف' جس نے کئی دن تک حضرة عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا ' غذا اور پانی کو بند کیا ' اور بالآخر انکی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوا ؟

کیا وہ اختلاف جسکی مختلف دو جماعتیں مدینہ اور مکہ سے نکلیں ' اور جسکا نام تاریخ نے " جنگ جمل " رکھا ہے ؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف ' جسکی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں' اور جسکی بدولت صدہا صحابۂ کرام مقتول و شہید ہوے ؟

آپ یقیناً کہینگے کہ " اختلاف صحابہ " سے مراد یہ اختلاف تو کسی طرح نہیں ہوسکتا ' بلکہ کوئی اور اختلاف جو موجب جدال و جدال ہونے کی جگہ موجب رحمت و فیضان ہوسکتا ہے -

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے' ان میں سے بھی بعض نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ اختلاف سے مراد مذہب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں ہے- بلکہ فہم و تدبر مسائل' اجتہاد و طرز اجتہاد' استنباط و طرز استنباط' مسالک مختلفۂ علم و عمل' اور طریق سلوک و مجاہدات دینیہ کا اختلاف مراد ہے' یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امة کیلیے ایک نظیر از اسوہ ہونے کے لحاظ سے' نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا -

اصل یہ ہے کہ روایت میں جسطرح " اختلاف " کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے' وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصود کیا ہے ؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امة کیلیے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ہیں ؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے - قران حکیم میں جو کچھہ تمھیں دیدیا گیا اور جو کچھہ بتلا دیا گیا ' کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنا چاہیے - لیکن اگر ایسے معاملات پیش آجائیں کہ انکی تفصیل و جزئیات سے قران حکیم خاموش ہو' تو سنت کی طرف متوجہ ہو' اور دیکھو کہ حامل نبوت کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے ؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد اور قضایا ہیں' ان دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ہیں ؟

لیکن چونکہ فہم و استنباط مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے ' اسلیے ضرور ہے کہ صحابہ کے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو' اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائیں رکھتے ہوں - پس فرمایا کہ انکے اس اختلاف اجتہاد' اور تعدد طرق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہیے' بلکہ اسکے اندر حقیقت مرجحہ کو تلاش کرنا چاہیے - یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے' اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے - اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رک جاتی -

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے- ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابۂ کرام مختلف تھے' مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذہب و تحزب نہ تھا ' " الی اللہ و الی الرسول " کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں' اور ہر شخص اپنی راے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا' اسلیے انکا اختلاف یقیناً رحمت تھا' جس سے شریعت کے حقائق ابھرے' اور اسکا ہر گوشہ نمایاں ہوا - انکا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الہی ہے' اور جسکی نسبت امة مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ :

"لا تکونوا کا لذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البینات اولائك لهم عذاب عظیم !

حضرة ابن عباس تمتع بالعمرة الی الحج کے وجوب کے قائل تھے' بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - جب عروہ نے انسے کہا کہ افراد حج افضل ہے' تو انہوں نے کہا : تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - عروہ نے کہا : ولاکن ابوبکر و عمر لم یفعلا - لیکن حضرة ابوبکر و عمر نے نہیں کیا - اسپر حضرة ابن عباس نے غضبناک ہوکر اور " فردوہ الی اللہ و الرسول " کی روح القدس سے معمور ہوکر فرمایا : یوشك ان تنزل علیکم حجارة من السماء - اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم' و تقولون قالا ابوبکر و عمر؟ ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے سنگ باری ہو - میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ' اور اسپر تم حجة لاتے ہو کہ کہا ابوبکر و عمر نے ؟

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی واقعہ سے اندازہ کرلیجیے کہ " فردوہ الی اللہ و الرسول " کا کیا جاہ و جلال صحابۂ کرام کی نظروں میں تھا؟ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ انکا اختلاف فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا؟

صحابہ کے اندر سماع موتی میں اختلاف تھا ' لیلة الاسراء کے متعلق اختلاف تھا ' تیمم جنابت کے متعلق اختلاف تھا ' وجوب غسل از اکسال کے متعلق حضرة عایشہ کا فتوی اور تھا ' حضرة علی ' عثمان ' طلحہ ' ابو ایوب ' اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوی دوسرا تھا ' لیکن ان میں سے کوئی اختلاف بھی فتنۂ تحزب و تشیع (۱) تک منجر نہوا - یہی معنی " اختلاف اصحابی رحمة " کے ہیں ' اور فی الحقیقت یہ اختلاف رحمت الہی تھا -

چنانچہ حضرة عمر ابن عبد العزیز کا جو قول قتادہ نے نقل کیا ہے ' وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصود اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے' نہ کہ اختلاف تمذہب و تحزب - کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہوتا تو امة کیلیے توسیع اور رخصت کی سہولت نہ ہوتی -

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ : و قیل المراد اختلافهم فی الحرف و الصنائع - یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف

(۱) تشیع یعنے فرقہ بندی اور گروہ گروہ ہو جانا - یہاں تشیع سے مقصود مصطلحہ فرقۂ شیعہ نہیں ہے -

(۶) بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول بروایت سفیان عن افلح بن حمید نقل کیا ہے کہ : اختلاف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم رحمۃ لعباد اللہ - اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف خدا کے بندوں کیلئے رحمت ہے -

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ عمر ابن عبد العزیز کہا کرتے تھے : ما سرنی لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم لم یختلفوا ' لانہم لو لم یختلفوا ' لم تکن رخصۃ - یعنی اگر آنحضرۃ کے اصحاب میں اختلاف نہوتا تو امت کیلئے آسانی اور رخصت کی وسعت نہوتی -

یہاں تک تو ہم نے حافظ سخاوی کی المقاصد سے نقل کیا ہے (صفحہ ۱۲ - مطبوعہ لکھنؤ) لیکن طبقات ابن سعد میں بھی قاسم بن محمد کا وہ قول موجود ہے جو بیہقی نے مدخل میں نقل کیا ہے کہ اختلاف اصحاب رسول اللہ رحمۃ للناس -

ابن حجر مکی نے بھی الدر المنتثرہ میں اسکے مختلف طرق کو جمع کرنا چاہا ہے ' مگر ان میں جو قابل ذکر تھے وہ سب اوپر آگئے -

لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان تمام مخارج مندرجۂ صدر میں ایک صدا بھی ایسی نہیں ہے جس سے اس روایت کو کچھہ بھی تقویت مل سکے ' اور جس سے حسب اصول فن و قوم ثابت ہوسکے کہ یہ حدیث قابل احتجاج و استناد ہے -

اس حدیث کے تمام مخارج پر نظر ڈالیے - دفعہ ۲ سے لیکر ۷ تک جسقدر مخارج ہیں ' ان میں ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی توثیق و سند حاصل کی جاسکے - طبرانی اور دیلمی کا حوالہ کوئی نئی سند نہیں ہے - وہی روایت ہے جو بیہقی نے مدخل میں درج کی ہے - نصر مقدسی کے متعلق زرکشی ' حافظ سخاوی ' اور ابن حجر مکی ' سب کہتے ہیں کہ مرفوعاً روایت کی ہے ' مگر ساتھہ ہی تصریح کرتے ہیں کہ اسناد معلوم نہیں ' اور جب اسناد معلوم نہیں تو محدثین کے مسلک پر دیدا ہے کہ ایک محدث کیلئے وہی قابل قبول نہیں -

حافظ عراقی نے یہ بعد الفاظ اسی روایت کو لکھا ہے ' مگر اسناد اسکی بھی معلوم نہیں - حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ ایک نزدیک مرسل و ضعیف ہے لیکن اگر اسناد بتلائی ہوتی تو معلوم ہوتا جسکا کہ ارسال میں بھی اسکا کیا حال ہے ' اور ضعف کے کیا کیا اسباب ہیں ؟

بیہقی نے ایک اور رسالہ میں بھی اسی روایت کو درج کیا ہے ' مگر حافظ سخاوی کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ بغیر اسناد ! پس وہ بھی کوئی نئی اور معتبر سند نہیں -

حدیث کے مخارج تو بس اسی قدر ہیں - اب اسکے بعد صحابہ و تابعین کے اقوال آتے ہیں - بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے اصحاب کا اختلاف بندگان خدا کیلئے رحمت ہے - لیکن یہ قاسم بن محمد کا قول ہے - وہ آگے اوپر رفع نہیں دیتے -

اسی طرح قتادہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ اگر صحابہ اپنے اجتہاد و استخراج مسائل یا تنوع طرق و عمل میں مختلف نہوتے ' تو امۃ کیلئے رخصت اور وسعت و سہولت نہوتی - اول تو یہ سرے ہی دوسری ہے ' اختلاف امتی کا اختلاف اصحابی کے عموم سے اسے کیا تعلق ؟ پھر جو کچھہ بھی ہے ' عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے -

آخر میں طبقات ابن سعد کا ذکر آیا ہے ' لیکن یہ بھی کوئی نئی سند نہیں - قاسم بن محمد کا وہی قول ہے جو بیہقی نے مدخل میں نقل کیا ہے -

اب صرف وہ ایک ہی روایت رہگئی جو دیلمی نے مسند الفردوس میں ' طبرانی نے معجم میں ' اور بیہقی نے مدخل میں درج کی ہے - اسکے سوا اور کوئی اسناد ہمارے سامنے نہیں ہے - لیکن اسکا یہ حال ہے کہ روایت حضرت ابن عباس کی ہے ' جسے ضحاک نے ' اور ضحاک سے "جویبر" نے روایت کی - ارباب فن و نظر کو معلوم ہے کہ حضرۃ ابن عباس کی روایت بذریعۂ ضحاک کا کیا حال ہے ؟ اور ائمۂ نقد کا کیا فیصلہ ہے ؟ یہ ضحاک ابن مزاحم البلخی مشہور مفسر ہیں ' لیکن انکی احادیث کے متعلق ائمۂ حدیث نے اختلاف کیا ہے کہ درخور قبول ہیں یا نہیں ؟ اگر اس اختلاف سے قطع نظر کر لیا جائے ' جب بھی یہ امر بالکل واضح طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انکی ملاقات حضرۃ ابن عباسؓ سے ثابت نہیں اور نہ انہوں نے خود ابن عباس سے کچھہ اخذ کیا ہے - اس بنا پر انکی تمام مرویات منقطع ہیں ' اور یہ روایت بھی اسی میں داخل -

پھر ضحاک کے بعد اسکا راوی "جویبر" ہے - یہ "جویبر" وہی جویبر ابن سعید الازدی الخراسانی ہیں ' جن سے محمد بن عبد اللہ فلسطینی اور سلام بن یزید وغیرہ نے فضائل قرآن و نکاح وغیرہ میں بڑا ذخیرہ روایت کیا ہے ' اور انکی مجروحیت کتب قوم میں مشہور ہے - ابن معین کہتے ہیں کہ "لیس بشی" یعنی وہ کچھہ نہیں - نسائی اور دار قطنی جیسے آئمۂ فن کا فیصلہ ہے کہ "متروک الحدیث" جوزجانی نے کہا کہ "لا یشتغل بہ" مدارسی نے کشف الاحوال میں ابن جوزی اور سیوطی کا نقد نقل کیا ہے کہ "متروک بمرہ' و قال فی کذاب المبتدء ھالک" (صفحہ ۲۹ - مطبوعہ لکھنؤ)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ دیلمی وغیرہ کی روایت کو اگرچہ "اختلاف امتی" سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ صرف صحابہ کے اختلاف کے متعلق ہے ' تاہم اسکی صحت کیلیے بھی کوئی سامان ہمارے پاس نہیں ہے ' اور بہتر سے بہتر مخرج جو اسکا [illegible] ' اسکی اسناد بھی لائق احتجاج و اعتماد نہیں -

چنانچہ اسی بنا پر حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ :

و قد زعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ - (المقاصد صفحہ ۱۲)	اور ائمۂ فن میں سے ایک جماعت کثیرہ نے خیال کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں !

اسکے بعد خطابی کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے غریب الحدیث میں اسے لیا ہے ' اور جاحظ اور موصلی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ "لو کان الاختلاف رحمۃ لکان الاتفاق عذابا !" لیکن سوال اس رد و تغلیط کی نسبت نہیں ہے - کسی وجہ سے خطابی کی رائے یہی ہوگی - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصول معروفہ فن کے مطابق بھی انہوں نے کوئی سند لکھی ؟ یا توثیق و تصدیق کا خارج سے کوئی مزید اثر ڈالا ؟ اسکا حال یہ ہے کہ خود حافظ سخاوی ہی لکھتے ہیں : "ثم تشاغل الخطابی برد ھذا الکلام و لم یقع فی کلامہ شفاء فی عزو الحدیث ' و لکنہ اشعر بان لہ اصلا عندہ" لیکن "اصلاً عندہ" کا حسن ظن ہمارے لیے کیا مفید ؟

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را !

آپ پر واضح ہو کہ فن کا معاملہ نہایت نازک ہے ' اور اعتماد شخصی اور حسن ظن معتقدانہ یہاں کوئی چیز نہیں - متاخرین عموماً اسی اعتماد کی بنا پر اکثر روایتیں قبول کر لیتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ جب علماء نے لکھا ہے ' گو انہوں نے سند نہیں لکھی مگر ضرور کوئی نہ کوئی سند انکے پاس ہوگی - یہ بات محض حسن ظن کیلیے تو اچھی چیز ہے ' لیکن اگر فن میں اس سے کام لیا جائیگا تو پھر کوئی فن فن باقی نہ رہیگا -

فن حدیث کے اصول ہیں ' قواعد ہیں ' جرح و نقد ہے ' ائمۂ فن کی تصریحات ہیں ' روایت ہے ' درایت ہے ؟ اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے بالاتفاق ہمیں بتلا دیا ہے کہ جس حدیث کی سند نہ بتلائی جائے ' بلا تامل اسے رد کردو - پھر ہم ان بزرگوں کے اصولوں پر عامل ہوں ' یا انکی جمع و گردآوری پر ؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ محدثین کرام کی اجلہ طبقین کا یہ حال ہے کہ وہ بغیر سند اور حوالہ

مقالات

اسیران جنگ
(٢)

گذشته نمبر میں اُن قوانین و دفعات کا خلاصه هم درج کرچکے هیں جو اسیران جنگ کے متعلق آج یورپ کے ادعاء تمدن و تهذیب کا (بشرطیکه موجوده عالمگیر جنگ کے بعد یه ادعاء باقي رها هو) سدرة المنتهی هے ' اور جس سے زیاده وه آور کچهه نهیں کرسکتا - یه دفعات گذشته چالیس سال کے اندر بتدریج قرار پائے هیں ' اور سوئٹزر لینڈ کي آخري بین المللي کانگریس نے ایک پورا اجلاس انکي تکمیل میں خرچ کیا هے -

اس قانون کو پیش نظر رکهکر اب دیکهنا هے که هم اسلام کے اُس طرز عمل اور سلوک کي تفتیش میں نکلیں جو اُس نے اسیران جنگ کے ساتهه کیا هے - اور جس سے هم ایک " اسلامي قانون اسیران جنگ " کا استنباط کرسکتے هیں - لیکن اسکے لیے ضروري هے که ایک مختصر اور اجمالي نظر عرب جاهلیة کي حالت پر بهي ڈال لي جاے - کیونکه اسلام کا مبدء ظهور وهي ملک ' اور وهیں کي آب و هوا کي نشو و نما تهي

(اهل عرب اور اسیران جنگ)

اسلام کے زمانے تک اگرچه مهذب قوموں میں فدیه لیکر اسیران جنگ کے رها کر دینے کا رواج هوگیا تها ' لیکن عموماً ایک انتقام کیش عرب جاهلي بغض و کینه کے جذبات پر مال و دولت کو قربان کردیتا تها -

چنانچه ایک عورت کو جب معلوم هوا که اوسکا بهائي عمرو اوسکے دوسرے مقتول بهائي کا خون بہا لیکر صلح کرنا چاهتا هے ' تو اوسنے طنز آمیز لهجے میں انتقام لینے پر بیٹے کو اشتعال دلایا :

ودع عنـــك عمروا ان عمروا مسالم
وهل بطن عمـــرو غیر شبر لمطـــعم

عمرو کا ذکر نه کرو ' وه تو آماده صلح هے - عمرو کا پیٹ هے تو بالشت بهر کا - مگر پهر بهي نهیں بهرتا ' اسیلیے وه خون بہا لینا چاهتا هے :

فان انتـــم لم تثـــاروا و تدوا
فمشـــوا باذان النعـام المصلم !

پس اگر تم لوگ خون کا انتقام نهیں لیتے ' اور خون بہا لیتے هو ' تو جاؤ ' اور هر جگه ذلت و خواري کے ساتهه رسوا پهرو !

اس بنا پر اهل عرب اسیران جنگ سے فدیه بهت کم لیتے تهے ' اور اکثر نهایت بیرحمي کے ساتهه قتل کرڈالتے - حرب کلاب میں جب کنده کا سردار گرفتار هوا ' تو قیس بن عاصم نے پہلے اپني کمان سے اوسکے دانت توڑ ڈالے ' پهر اپنے سردار نعمان بن جساس کے بدلے میں اُسے قتل کرڈالا - بنو عبده نے جب محرق غساني اور اوسکے بهائي حبش بن دلف کو قید کیا تو فوراً دونوں کی گردن ماردي - عامر بن مالک نے سعید بن زراره کے ساتهه اس قدر سختیاں کیں که وه حالت قید هي میں مرگیا - زمانه اسلام میں حباب کو بهي بنو عامر نے قید کرکے اسي طرح قتل کردیا تها -

پهر اهل عرب اگر قیدیوں کے ساتهه کچهه زیاده فیاضي کرتے بهي تهے ' تو وه یهي تهي که ذلت کا ایک داغ دیکر انهیں رها کرتے !

عون ابن احوص نے معاویه ابن جون کو گرفتار کیا تو پیشاني کے بال کاٹ کر رها کیا - قبیلهٔ بنو یربوع نے جب عرب کے مشهور بادشاه منذر بن السماء کے بیٹے قابوس کو ایک معرکه میں قید کرلیا ' تو اسي قسم کا ذلت آمیز برتاؤ کیا -

آج مهذب دنیا حالت قید میں بادشاهوں کے ساتهه شریفانه برتاؤ کرنے پر فخر کرتي هے ' لیکن اهل عرب اونکي تذلیل و تحقیر کو اپنا مایهٔ ناز سمجهتے تهے اور یهي عرب کي اصلي فطرة حریة هے چنانچه عرب کا مشهور شاعر عمرو بن کلثوم کهتا هے :

فابو بالنهاب و بالسبایا * و ابنا بالملوک مصفدینا

یعني عام لوگ تو مال غنیمت اور معمولي قیدیوں کو لیکر پلٹے ' مگر هم بادشاهوں کو هتکڑیاں پهنا کر لاے - (١)

لونڈیوں کے ساتهه اس سے بهی زیاده وحشیانه برتاؤ کیا جاتا تها - یهاں تک که قید کي حالت میں اون سے هر قسم کا تمتع جائز سمجها جاتا - عمرو بن عمرو نے جب قبیله بنو عبس کے بهت سے قیدي گرفتار کیے تو ایک لونڈي سے ناجائز تمتع بهي کیا - اسي بنا پر فروهٔ بن مسعود نے (جو فروه عرب کا دشمن تها) عرب پر اخلاق و نسب کا بهي الزام لگایا هے ' کیونکه وه قیدي عورتوں سے جبراً علائق پیدا کرتے - صاحب عقد الفرید اور ابن قتیبه نے اسے بالتفصیل لکها هے -

(اسلام اور اسیران جنگ)

اسلام دنیا میں آیا تو پہلے معرکهٔ جهاد هي میں اوسکے سامنے اسیران جنگ کا مسئله پیش هوا - چنانچه غزوهٔ بدر میں جب آنحضرة صلی الله علیه وسلم کے سامنے ستر قیدي پیش کیے گیے ' تو اونکے بارے میں آپ نے حضرت ابو بکر سے مشوره کیا - اونهوں نے فدیه لیکر رها کردینے کي راے دي - لیکن حضرت عمر رضي الله عنه نے اس سے اختلاف کیا ' انهوں نے کها که دشمنان حق کو فدیه لیکر چهوڑنا کیسا ؟ هر مسلمان شخص کو چاهیے که خود اپنے هاتهوں سے اپنے عزیزوں کو قتل کرکے محبت حق کا ثبوت دے - لیکن آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے حضرت ابوبکر رضي الله عنه کي راے پر عمل فرمایا ' اور فدیه لیکر تمام قیدیوں کو رها کردیا -

مفسرین کرام کے نزدیک حضرت عمر رضي الله عنه هي کي راے صحیح تهي - وه کهتے هیں که اسي بنا پر آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے طرز عمل پر خدا نے یه عتاب آمیز آیت نازل فرمائي :

ما کان لنبي ان تکون له اسري حتي یثخن في الارض - تریدون عرض الدنیا و الله یرید الاخرة ' و الله عزیز حکیم - لولا کتاب من الله سبق ' لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم - فکلوا مما

پیغمبر کیلیے قیدي بنانا اوسوقت تک کیلیے جائز نهیں جبتک که وه فرض جهاد کو پوري طرح ادا نه کرلے - تم لوگ دنیوي مال و دولت کے بهوکے هو اور خدا تو صرف آخرة کا ثواب چاهتا هے - وه غالب اور حکیم هے - اگر خدا کا حکم پہلے سے نه هوچکا هوتا ' تو جو مال تم نے لیا هے اوسکي پاداش میں ' تم پر بڑا

---

(١) اس حصے کیلیے بلوغ الارب - ذکر ایام العرب از ص - ٦١ - تا ص - ٨٣ کا مطالعه بهتر هوگا - کیونکه اسمیں احوال جاهلیة کے اکثر مطالب یکجا کردیے هیں -

سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے - اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف تشیع و تمذہب کا مقصود نہیں -

(اختلاف صحابہ اور قرآن)

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے عزائم و رخص کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مقصود اختلاف افکار نہیں بلکہ اختلاف اعمال ہے - یعنی اگر تمام صحابۂ کرام ایک ہی طرح کی عملی زندگی بسر کرتے تو ایک طرف تو تقسیم عمل کے قدرتی اصول کی بنا پر صدہا اعمال ضروریہ کا دروازہ بند ہوجاتا، دوسری طرف جو نمونہ امۃ کیلئے قائم ہوتا، وہ نا قابل عمل و اتباع ہوتا -

حضرات صحابۂ کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عمل صالح اور طلب مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کیے جنکا ہر امۃ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروری ہے - سب ایک ہی راہ جہد و طلب کے عامل نہ تھے - ایک جماعت تھی جس نے تفقہ فی الدین کی طرف زیادہ توجہ کی، اور علوم نبوبہ کی حامل و محافظ ہوئی - ایک جماعت تھی جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں صرف کیا اور دشمنان حق سے شریعۃ کو محفوظ کیا - ایک گروہ تھا جس نے طلب معاش صالح اور تجارت و کسب حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اسطرح انکی تاجرانہ زندگی بھی اشاعۃ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرۃ دین کا ذریعہ بنی - غور کیجیے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، کس طرح ٹھیک ٹھیک قرآن حکیم سے ماخوذ ہے - خود اللہ تعالی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابۂ کرام کے مجموعی اعمال مقدسہ و طیبہ کی تصویر کھینچی ہے :

ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثي الليل و نصفه و ثلثه، و طائفة من الذين معك والله يقدر الليل والنهار، علم ان لن تحصوه فتاب عليكم فاقرؤا ما تيسر من القران، علم ان سيكون منكم مرضى، و اخرون يضربون في الارض، يبتغون من فضل الله، و اخرون يقاتلون في سبيل الله، فاقرؤا ما تيسر منه، و اقيموا الصلواة و اتوا الزكاة و اقرضوا الله قرضا حسنا - (٧٣ : ٢٠)

"بیشک تمہارا پروردگار تمہاری ہر حالت کی خبر رکھتا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، سب اسکے سامنے ہے - وہ جانتا ہے کہ تم راتوں کو تقریبا دو تہائی رات تک یا آدھی آدھی رات اور ایک ایک پہر تک دوق عبادت میں مستغرق کھڑے رہتے ہو، اور تمہارے اصحاب میں سے بھی ایک جماعت اس عالم میں تمہارے ساتھہ ہوتی ہے - اللہ نے رات اور دن کی تقسیم اوقات کی ایک تقدیر کردی ہے، اور وہی انکا اندازہ فرما ہے - اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ تم ان اوقات عبادت کو نباہ نہیں سکتے، پس اس نے تم پر سے اسقدر شدید عبادت اٹھادی - یہ ضروری نہیں کہ تم آدھی آدھی رات اور تین تین پہر تک خداوند کے حضور کھڑے رہو - بلکہ جسقدر بھی آسانی کے ساتھہ رات کی نوافل میں قرآن پڑھسکو، پڑھلیا کرو - خدا کو معلوم ہے کہ تم میں بعض عبادت گذار ایسے ضعیف الجسم ہیں کہ اگر آدھی آدھی رات تک اسی طرح عبادت کرینگے تو بیمار ہوجائینگے، اور خدا کا عبادت سے یہ مقصود نہیں - وہ جانتا ہے کہ کچھہ لوگ ان میں ایسے ہونگے جو تجارت اور کسب رزق نیز حصول فوائد و نعائم کی تلاش میں سفر کرینگے، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر کی حالت میں ایسی شدید عبادت کو بھی جاری رکھیں - نیز وہ خبردار ہے کہ ان میں بعض لوگ حق و صداقت کیلئے دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں، انکے شب و روز زیادہ تر اسی میں بسر ہونگے - پس چاہیے کہ راتوں کو وقت کی قید اوٹھا دو، جسقدر آسانی سے ہوسکے، قرآن کو نماز میں پڑھو - اور صلواۃ الہی کو قائم کرو، زکواۃ ادا کرو، اپنے مال دولت کو خدا کی راہ میں لٹاؤ، یہ گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جسکا بدلہ اسکے خزانے سے دونوں جہانوں میں ملیگا"

اللہ اللہ! وہ کیا لوگ تھے جنکے اعمال کی یہ تصویر و تقسیم تھی، اور وہ کیسی پاک روحیں تھیں، جنکی شان نذاریوں اور عبادت گذاریوں کا حال ایک عاشقانہ محبت و شفقت کے لہجہ میں خود خدا تعالی نے فرمایا، اور انکے ذکر باقی کو صفحات کلام اللہ میں ہمیشہ کیلیے ثبت کردیا : فهم جلساء الله، لا يشقي جليسهم، وهم الذين قال في حقهم : لئن سئلني لاعطينه، ولئن استعاذني لاعيذنه (بخاری)

بہرحال ان آیات کریمہ میں ضمناً قرآن حکیم نے خود ہی بتلادیا ہے کہ صحابہ کرام کی راہ عمل مختلف تھی - فرمایا کہ بعض فضل الہی کی تلاش میں سیر و سیاحت کرتے ہیں، اور بعض جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں - پھر کیوں آپ اس روایت میں لفظ اختلاف کا یہی مطلب نہ قرار دیں کہ انکا طریق کار حسب اصول تقسیم عمل مختلف تھا، اور یہ اختلاف قطعاً رحمت ہے، اور ایسی رحمت عظیم کہ اگر نہو تو دنیا کے عمران و تمدن کی بنیادیں ہل جائیں -

اس سے بھی ایک دو قدم اور آگے بڑھیے، اور دیکھیے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھی فی الحقیقت صحابہ کرام کی راہیں مختلف تھیں اور ان میں باہم اختلاف تھا - حضرۃ ابو ذر زہد و نسک میں منہمک تھے، حضرۃ عثمان بن مظعون اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر پر استغراق عبادۃ و ترک لذائذ دنیوی کا غلبہ تھا، حضرۃ ابن کعب، ابن مسعود، ابن عباس، حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے، مگر حضرۃ عثمان ابن عفان نے کسب و تجارت پر اوروں سے زیادہ توجہ کی - پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہوتا اور سب کے سب مثل حضرۃ ابو ذر اور ابن مظعون کے زہد و ترک لذائذ میں مستغرق ہوجاتے، تو نتیجہ یہ نکلتا کہ انکا نمونہ امۃ مسلمہ میں آگے چلکر وہ غلو اور حرج پیدا کردیتا جو اہل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا، اور جسکو اسلام نے دور کیا : ورهبانية ابتدعوها لیکن اگر سب کے سب مثل امیر معاویہ اور عمرو ابن العاص کے دہاء و سیاست اور محبت نعیم و زینۃ و ریاست میں منہمک ہوجاتے، تو تمام امۃ محض مادیۃ و جسمانیۃ ہی میں غرق ہوجاتی اور روحانی لذتوں کا کوئی بھوکا نہ رہتا - لان القدوة والاسوة اشد تاثیرا في نفوس البشر من التعاليم القولية و العلميه - فهذا هو الاختلاف الذي كان رحمة للامة -

یہ جو کچھہ عرض کیا گیا، یقین کیجیے کہ قرآن حکیم ہی کی بخشی ہوئی روشنی ہے، اور اپنی راہ بھی ہے کہ ہر روشنی جو آنکھہ دیکھے، اسکا اکتساب نور اسی آفتاب ہدایت سے کیا جاے - خود یہی زیر بحث روایت بتلاتی ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ فیصلہ کرو، اور اسلیے ہر روایت کو بھی سب سے پہلے کتاب اللہ پر عرض کرنا چاہیے - اختلاف کی نوعیت کے متعلق سورہ مزمل کی آیات اوپر گذر چکی ہیں - اب ایک اور آیت آخر سورۂ توبہ کی تلاوت کیجیے :

وما كان المومنون لينفروا كافة، فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (٩ : ١٢٢)

سارے مسلمان تو اسی کام کیلیے ہوکر نہیں نکل سکتے، پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس غرض سے نکلے کہ دین کے علم و احکام کو حاصل کرے، اور دین کا مبلغ و داعی بنکر اپنی قوم میں واپس جاے اور باطل پرستی کے نتائج سے اسکو ڈراے -

اس آیۃ کریمہ میں بتلایا ہے کہ سب لوگ خدمت دین کی ایک ہی شاخ کے نہیں ہو جا سکتے - تقسیم عمل کا قدرتی طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ دین کا کام اپنے ذمے لیلے، اور اپنے وقت کو حصول علم دین میں خرچ کرے - پس یہی اختلاف صحابہ کے مختلف گروہوں کا تھا جو امۃ کیلیے رحمت ہوا، اور یہی رحمت ہے جس سے اب ہم محروم ہیں -

کرلیا تھا ' اور عام طور پر ڈاکہ مارتے پھرتے تھے - آپ نے اونکی گرفتاري کیلیے فوج بھیجي مگر جب وہ گرفتار ھوکر آے تو سب کو آزاد کردیا - چنانچہ عرب نے اونکو عتقاء (آزاد شدہ) کا خطاب دیا - آگے چل کر اسي نام سے اونھوں نے ایک مستقل قبیلہ کي شکل اختیار کرلي ' اور بعہد عمرو بن عاص مصر میں آباد ھوگئے -

(واقعۂ شمامہ بن آثال)

مالي معاوضہ کي سب سے زیادہ توقع امراء اور رؤساء سے ھوسکتي تھي ' اسلیے اگر اسلام نے فدیہ کو حصول دولت و مال کا ذریعہ بنایا ھوتا ' تو وہ سب سے زیادہ امراء کے آگے اپنے دامن کو وسیع کرتا - لیکن اوس نے امراء کو بھي اوسي طرح آزاد کردیا ' جسطرح وہ ایک غریب بدوي کو آزاد کردیتا تھا - صحابہ کرام اھل یمامہ کے سردار شمامہ بن آثال کو گرفتار کرکے لاے ' اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے تو اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ھے ؟ اوس نے کہا : " اگر آپ قتل کرنا چاھتے ھیں تو میرے پاس زندوں میں خون ھے ' اگر احسان کرنا چاھتے ھیں تو میرے پاس زبان شکرگذار ھے ' اور اگر مال چاھتے ھیں ' تو جس قدر مطلوب ھو باساني دیا جاسکتا ھے " آنحضرت سنکر واپس گئے اور دوسرے دن پھر یہي سوال کیا ' اوس نے بھي اپنے پہلے ھي جواب کا اعادہ کیا - آپ آج بھي واپس گئے ' تیسرے دن پھر وھي سوال کیا ' اوس نے پھر وھي پہلا جواب دیا - آپنے حکم دیا کہ بلا کسي معاوضے کے اسے بالکل آزاد کردو ! وہ آزاد ھوکر مسجد سے نکلا تو ایک کھجور کے درخت کے پاس جاکر پہلے غسل کیا ' پھر مسجد میں آکر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا :

" اے محمد ! خدا کي قسم ' دنیا میں میرے لیے تمھارے چھرہ سے زیادہ مکروہ کوئي چھرہ نہ تھا - لیکن آج مجھے تمھارے رخسار سب سے زیادہ محبوب نظر آتے ھیں - میرے نزدیک تمھارے مذھب سے زیادہ مبغوض کوئي مذھب نہ تھا ' لیکن آج تمھارا دین مجھے تمام مذاھب سے زیادہ عزیز معلوم ھوتا ھے - میں تمھارے شہر سے زیادہ کسي شہر کو قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا ' لیکن آج تمھارا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ دلفریب نظر آتا ھے - میں عمرہ کي غرض سے چلا تھا - راستے میں آپ کي فوج نے مجھے قید کر لیا - اب آپ کا کیا حکم ھے " ؟

آپ نے اوسکو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا - لیکن جب وہ مکہ میں آیا تو اھل مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا کہ " یہ گمراہ ھوگیا " لیکن اوس نے کہا : " تم غلط کہتے ھو - میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مسلمان ھوا ھوں ' پھر گمراہ میں ھوں یا تم ؟ اب جبتک آنحضرت حکم نہ دینگے ' یمامہ سے مکہ میں گیہوں کا ایک دانہ بھي نہ آسکیگا " - (۱)

(آستانۂ اسلام اور غلامان عرب)

غلاموں کے ساتھہ آنحضرت کے اس کریمانہ برتاؤ کي شہرت ھوئي ' تو کفار مکہ کے بہت سے غلام آپکي خدمت میں بھاگ بھاگ کر آئے کہ آپ کے دامن کرم میں پناہ لیں - یہ رنگ دیکھکر کفار نے آپکو خط لکھا کہ " ان غلاموں کو آپ کے مذھب سے کوئي خوش اعتقادي نہیں ھے ' صرف آزادي کي کشش اونکو آپ کي خدمت میں کھینچ لیگئي ھے " صحابہ نے بھي اسکي تائید کي اور کہا : " کفار سچ کہتے ھیں - آپ ان کو واپس کردیجیے " لیکن آنحضرت صحابہ پر سخت برھم ھوے اور فرمایا : " اب ان کو واپس نہیں کیا جاسکتا - یہ خدا کي راہ میں آزاد ھیں " (۲) کفار کا بیان کیونکر سچ ھوسکتا تھا ؟ انھوں نے کہا کہ اِن غلاموں کو اسلام سے کوئي خوش اعتقادي نہیں جو اُسکے آستانۂ کرم پر آزادي کیلیے آئے ھیں ' لیکن اگر یہ سچ تھا کہ وہ آزاد ھونے کیلیے آئے تھے تو اسکا یہي مطلب تھا کہ وہ مسلمان ھونے کیلیے آئے تھے - کیونکہ اسلام اسکے سوا کیا ھے کہ وہ ھر طرح کے دماغي و جسماني غلاموں کو آزاد کردینے کیلیے ظاھر ھوا ؟

(اسیران بنو قریظہ)

تمام غزوات میں آپ نے بظاھر سب سے زیادہ سختي بنو قریظہ کے ساتھہ کي تھي جنھوں نے اپنے تخلف عہد و میثاق سے اپنے تئیں سخت سے سخت تشددات کا مستحق بنا دیا تھا ' لیکن اون کے قیدي بھي آپ کے لطف و مراعات سے محروم نہ رہے ' اور آپ نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کردیا (۱)

(قیدیوں کي ضروریات)

دور جدید کے فیاضانہ قانون کي رو سے قیدیوں کے بدن سے زیور یا کپڑا نہیں اوتارا جاسکتا ' لیکن اسلام کي فیاضي نے صرف اتنا ھي نہیں کیا بلکہ خود قیدیوں کو کپڑا بھي پہنا دیا - غزوۂ بدر میں جب حضرۃ عباس رضي اللہ عنہ آپ کے سامنے برھنہ کھڑے ھوے ' تو آپنے اونکو عبد اللہ بن سلول کي قمیص لیکر پہنائي - یہ اوسي احسان کا معاوضہ تھا کہ آپ نے اوسکے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اوسکے کفن کیلیے دیا تھا - قبیلۂ ھوازن کے قیدیوں کي تعداد تقریباً ۶ ھزار تھي ' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑا پہنا کر واپس کیا - (۲)

(اسیران جنگ کے جذبات کي رعایت)

قید کي حالت میں جسماني تکلیفوں سے زیادہ انسان کے جذبات کو صدمہ پہونچتا ھے ' لیکن آج تک دنیا کي کسي قوم نے قیدیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھا - صرف اسلام ھي ایک ایسا مذھب ھے جس نے جسم کے ساتھہ قیدیوں کي روح کو بھي سکھہ پہونچایا ھے - قید کي حالت کا وہ منظر نہایت درد انگیز اور رقت خیز ھوتا ھے جب بھائي بھائي سے ' بیٹا باپ سے ' شوھر بي بي سے بجبر ایک غیر متعین مدت کیلیے جدا کردیے جاتے ھیں - لیکن اسلام نے قید کي حالت میں ھمیشہ عزیزوں کي باھمي یکجائي سے اونکے لیے تسکین کا سامان مہیا کیا - جب حضرت علي نے ایک لونڈي کو اوسکي لڑکي سے جدا کرنا چاھا تھا ' تو آنحضرت نے اسکي ممانعت فرمائي تھي (۳) یہي وجہ ھے کہ اسلام نے کبھي قیدیوں کے مذھبي جذبات و عقائد سے بھي تعرض نہیں کیا - مدینہ میں یہود کے مذھبي اثر نے اس قدر وسعت حاصل کرلي تھي کہ اگر کسي عورت کے بچے زندہ نہیں رھتے تھے تو وہ نذر مانتي تھي : " اگر اوسکا بچہ زندہ رھیگا تو وہ اوسکو یہودي بنائیگي " - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود بنو نضیر کو جلا وطن کیا ' تو اون میں اس قسم کے بہت سے بچے بھي تھے - انصار نے انکو روکنا چاھا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ھوئي :

لا اکراہ في الدین	مذھب میں اکراہ و جبر نہیں
قد تبین الرشد	بلا شبہ اب حق باطل کے مقابلے
من الغي - (۴)	میں بالکل واضح و روشن ھوگیا ھے -

(مبادلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھہ قیدیوں کا مبادلہ بھي کیا ھے - ابن سلمہ کا بیان ھے :

" جب قبیلہ بنو فزارہ پر حملہ کیا گیا ' تو میں اوس قبیلہ کي

(۱) مسلم جلد ۲ - ص - ۷۵
(۲) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۳

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - صفحہ - ۵۴
(۲) ایضاً جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲
(۴) ابو داود جلد ۲ - ص - ۹

غنمتم حلالا طيبا و اتقو الله ان الله غفور رحيم (انفال)

سخت عذاب نازل ہوتا - مگر اب جو کچھ مال غنیمت میں تم نے لوٹا ہے ' اوسکو حلال اور پاک چیزوں کی طرح کھاؤ بلا شبہ الله بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

لیکن ترمذی کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کو اسیران بدر کے فدیہ سے کوئی تعلق نہیں ' بلکہ وہ مال غنیمت کے متعلق نازل ہوئی ہے :

فلما كان يوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم ' فانزل الله : لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم (ترمذي كتاب التفسير ص - ٥٠٣)

جب معرکۂ بدر پیش آیا تو مال غنیمت کے حلال ہونے سے پیشتر ہی لوگوں نے لوٹنا شروع کردیا - اسپر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ ہوچکا ہوتا ' تو جو کچھ تم نے لوٹا ہے اوسکی پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا -

یہی وجہ ہے کہ اس آیۃ کی تفسیر میں ہر بنائے احادیث صحیحہ ہمارا مسلک عام مفسرین کی راہ سے الگ ہے ' اور اسکی پوری تحقیق سورۂ انفال و توبہ کی تفسیر سے معلوم ہوسکیگی -

غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی الله علیہ و سلم کا جو طرز عمل رہا ' اوس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت نے فدیہ پر کوئی اثر نہیں ڈالا - چنانچہ آپ نے غزوۂ بنی مصطلق میں تمام اسیران جنگ کو فدیہ لیکر رہا کردیا تھا - (١)

(فدیہ کا مقصد)

اسلام اگرچہ فدیہ کا موجد نہ تھا ' بلکہ زمانۂ قدیم سے جو رسم چلی آتی تھی ' وہی جاری رہگئی تھی ' با اینہمہ اسلام کا طرز عمل اس معاملہ میں تمام دنیا سے مختلف تھا - اعمال کے نتائج کا اثر خود عمل سے نہیں ظاہر ہوتا بلکہ نیت سے ظاہر ہوتا ہے - اختلاف نیت سے ایک ہی عمل کا نتیجہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے - گذشتہ قوموں نے فدیہ کی جو رسم قائم کی تھی ' اوس سے اسیران جنگ پر احسان تو ضرور ہوجاتا تھا ' لیکن وہ بالکل عارضی تھا - اونہوں نے اسے مال و دولت جمع کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا - قدیم قوموں میں بہت سے جنرل اسیکی بدولت دولت مند ہو گئے - لیکن اسلام نے اسکا دائرہ صرف رہائی کے احسان تک ہی محدود کردیا - چنانچہ کفار نے جب ایک سردار کی لاش کو فدیہ دیکر واپس لینا چاہا تھا ' تو آنحضرت نے صاف انکار کردیا تھا (٢) اسلام نے اگر فدیہ کو مالی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہوتا تو فدیہ لیکر لاشوں کا واپس کرنا زندہ انسانوں کی واپسی سے زیادہ آسان اور بے ضرر تھا - حضرت ابوبکر رضی الله عنه نے اسیران بدر کے متعلق فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا ' اوس سے صرف مالی فائدہ اوٹھانا مقصود تھا - چنانچہ اونہوں نے صاف صاف کہدیا تھا کہ اس سے فوجی مصارف میں مدد ملیگی - پس اگر اس آیت کا وہی شان نزول تسلیم کرلیا جاے جسکو حضرات مفسرین کرام نے بنایا ہے ' تو اوس سے بھی صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فدیہ کو دنیوی فوائد کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے - چنانچہ خدا خود کہتا ہے :

تریدون عرض الدنیا و الله یرید الاخرة !

تم دنیوی فوائد چاہتے ہو اور خدا تمہارے لیے آخرة کا ثواب چاہتا ہے -

لیکن اس سے فدیہ لیکر بطور احسان رہا کردینے کی نفی لازم نہیں آتی - اور دراصل اس مبحث سے اس آیۃ کو کوئی تعلق ہی نہیں -

(١) ترمذی ص - ٢٩٤
(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ٩٤

مگر اسلام کا دریاے کرم ان خس و خاشاک کا بھی پابند نہیں ہوسکتا تھا - آنحضرت نے اگرچہ بعض موقعوں پر فدیہ قبول کرلیا تھا ' لیکن آپ عموماً قیدیوں کو بغیر کسی مالی معاوضے کے آزاد فرمادیا کرتے تھے - غزوۂ بنو مصطلق کے بعض اسیران جنگ سے اگر آپنے فدیہ لیا ' تو قیدیوں کا ایک گروہ بلا معاوضہ بھی رہا کردیا (١)

و كان منهم من من عليه رسول الله صلی الله عليه و سلم و منهم من افتدى ' فلم يبق امراة من بني المصطلق الا رجعت الى قومها (طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ٤٦)

اونکے بعض قیدیوں کو آپ نے احساناً رہا کردیا ' اور بعض سے فدیہ لیا - اسطرح بنو مصطلق کی ہر گرفتار شدہ عورت اپنی قوم میں واپس چلی گئی - اور ایک عورت بھی نہ بچی جو قید میں رہگئی ہو !

(غزوۂ دومۃ الجندل)

غزوۂ دومۃ الجندل میں تقریباً اکثر بچے اور عورتیں قید کرلی گئی تھیں - لیکن جب ابو زید مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اونکے رہا کرنے کی درخواست کی ' تو آنحضرت صلی الله علیہ و سلم نے حضرت علی کے ذریعہ حضرت زید بن حارثہ کو حکم دیا :

ان يخلي بينهم و بين حرمهم (ابن سعد جلد ٢ ص ٤٦)

اونکی عورتوں کو بالکل آزاد کردو -

(بنی تمیم و ہوازن)

غزوۂ بنی تمیم میں صحابہ گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لاے - آنحضرت نے اونکو رملہ بنت حارث کے گھر میں بند کردیا ' لیکن جب اوس قبیلہ کے سردار آئے اور اونکو دیکھکر قیدیوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ' تو آنحضرت صلی الله علیہ و سلم نے تمام قیدیوں کو اونکے ساتھ رہا کرکے واپس کردیا (٢)

غزوۂ ہوازن میں علاوہ بہت سے مال غنیمت کے ٦ ہزار زن و مرد گرفتار ہوے تھے (٣) لیکن جب وہ لوگ مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور مال غنیمت کے واپس کرنے کی درخواست کی ' تو آپنے فرمایا : " مال اور قیدی دونوں واپس نہیں کیے جاسکتے - ایک کو اختیار کرسکتے ہو " اونلوگوں نے قیدیوں کو واپسی کیلیے انتخاب کیا - چونکہ تمام قیدی تقسیم کردیے گئے تھے ' اسلیے آنحضرت نے ایک خطبہ دیا ' جسکا مطلب یہ تھا :

" جو لوگ قیدیوں کو بخوشی واپس کرنا چاہیں وہ واپس کردیں - لیکن اگر کچھ لوگ مالی معاوضہ چاہتے ہوں تو چاہیے کہ صبر کریں - اسکے بعد میرے حصہ میں جو مال خمس کا آئیگا ' میں اوس میں سے ہر قیدی کے عوض ١٦ اونٹ دیدونگا "

لیکن تمام صحابہ نے قیدیوں کو بخوشی واپس کردیا (٤)

(قاتلوں کے ساتھ سلوک)

بعض حالتوں میں آپ پر دشمنوں نے کمینگاہوں سے نہایت خداعانہ حملے کیے ہیں اور وہ گرفتار ہوکر آے ہیں - کفار مکہ کی ایک جماعت نے جو ٨٠ - اشخاص سے مرکب تھی ' عین نماز فجر میں آپ پر حملہ کرنا چاہا اور صحابہ نے اونکو گرفتار کرلیا - لیکن آپنے ان کو بھی بغیر کسی مالی معاوضہ کے بلا تامل آزاد کردیا (٥)

عہد نبوت میں متعدد قبائل کے ڈاکوؤں نے ایک جتھہ قائم

(١) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ١١٦
(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ١١١
(٣) یہ واقعہ ابو داؤد ' بخاری ' مسلم ' سب میں ہے -
(٤) ابو داؤد جلد ٢ - ص - ١٠
(٥) مقریزی جلد ٢ - ص - ٧٨

مرحوم مولانا شبلي نعماني

حياة علمي و ادبي پر ايک سرسري نظر

گذشته سال کي ايک صحبت

گذشته سال ايک يادگار جلسه مسلم انسٹي ٹيوٹ هال کلکته ميں زير صدارت جسٹس سيد حسن امام منعقد هوا تها - اس غرض سے که يه عاجز شمس العلما مولانا شبلي نعماني مرحوم کي حياة علمي و ادبي کے متعلق لکچر دے -

کسي کثير التصانيف مصنف کي علمي زندگي کے متعلق (علی الخصوص جبکه وہ مختلف علوم سے تعلق رکهتي هو) ايک دو گهنٹے کي صحبت ميں کيا کها جاسکتا هے ؟ تاهم ايک تقرير کي گئي ' اور چونکه مجمع هر طرح کا تها ' اسليے کوشش کي گئي که خالص علمي مباحث کا خشک مذاکره هي نهو ' بلکه زياده تر انهي پهلوؤں پر نظر ڈالي جاے ' جو عام طور پر بهي کوئي ادبي و علمي بصيرة سامعين کے ليے رکهتے هيں -

ميرے ايک عزيز و مخلص مولوي محمد يعقوب صاحب نے اس تقرير کے نوٹ بطور خود لے ليے تهے - وہ انکو مرتب کرکے اس غرض سے ميرے پاس لاے که کسي بيان ميں غلطي تو نهيں رهگئي هے - چنانچه وہ کاغذ ليکر ميں نے رکهه ليا - ليکن اسکے بعد نه تو مجهے اسکي ياد آئي اور نه مولوي صاحب نے ياد دهاني کي ضرورت سمجهي - آج ايک سال کے بعد ايک ضرورت سے کاغذات کو ديکهنے لگا تو يه پورا مضمون نکل آيا - مضمون نے پہلے سال گذشته کا وہ زمانه ياد دلايا جب ميں نے ان کاغذات کو حوالهٔ نسيان کيا تها ' اور اس ياد کے ساتهه هي مولانا شبلي مرحوم ' اور انکي نا قابل فراموش علمي و ادبي صحبتيں ياد آگئيں !

جرت الرياح علی مکان ديارهم * فکانهم کانوا علی ميعاد !

اگرچه يه ايک مختصر زباني اور سرسري تقرير تهي ' اور پهر اسکے بهي يه نامکمل و متفرق نوٹ هيں ' تاهم خيال آيا که گذشته کي هر ياد ' اور رفته کا هر تذکره کچهه نه کچهه دلچسپي ضرور رکهتا هے - اسے شائع کرديا جاے تو بهتر هے - ممکن هے که اسکے سرسري اشارات سے کوئي مفيد بات کسي کو معلوم هوجاے - اور پهر تذکرهٔ علم و ارباب علم بهر حال عدم تذکره سے بهتر هے :

(آغاز تقرير)

" ميں اس موثر اور عظيم الشان اجتماع پر اس هال کو مبارکباد ديتا هوں ' اسليے نهيں که انسانوں کا ايک بهت بڑا مجمع مجهے اپنے ارد گرد نظر آتا هے ' کيونکه مجامع هميشه هوتے هيں اور هميشه هونگے - اسليے نهيں که شوق ' اور محويت کا ايک غير معمولي اجتماع ميرے سامنے هے ' کيونکه ميں نے اس سے بهي وسيع تر حلقه هاے محويت و ذوق ديکهے هيں ' اور اسليے بهي نهيں که ايک منتخب ' اور تعليم يافته صحبت يهاں منعقد هوگئي هے ' کيونکه ايسا بارها هوا هے ' اور يه ميرے ليے کوئي نئي چيز نهيں - مگر اے حضرات ! صرف اسليے که آج کا اجتماع ان تمام موجبات تبريک سے بهي بڑهکر ايک خصوصيت اپنے اندر رکهتا هے ' اور وہ کسي متمدن اور زنده اجتماع کيليے سب سے بڑي عظمت هے جو دنيا ميں حاصل هو سکتي هے - همارا آج کا اجتماع طاقت کے ماتم ميں نهيں هے ' جسکا ماتم هميشه کيا جاتا هے - همارا ماتم دولت کے لٹنے کا نهيں هے جسکے ليے عالم دولت مجمعوں نے هميشه ماتم کيا هے - همارا ماتم دنيوي عزتوں کيليے نهيں هے جسپر حلقه بگوشان دنيا نے هميشه سينه کوبي کي هے - هم کو کسي دنيوي عز و جاه کي کشش يهاں نهيں لائي هے جسکي طاقتور زنجيروں نے هميشه بندهٔ هوس انسانوں کو مقيد کيا هے - بلکه آج هم صرف علم اور فن کے ماتم کيليے يهاں جمع هوئے هيں ' جسکي تقديس سب سے بالاتر ' اور جسکي عظمت کے آگے دنيا کي هر بڑي سے بڑي قوت بهي هيچ هے - (چيرز) هم ايک ايسے انسان کے غم ميں اشکبار هيں جو ايک فقير بے نوا تها ' جسکو کسی طرحکي دنيوي عزت حاصل نه تهي ' جو نه کبهي بڑے بڑے ايوانوں ميں رها ' اور نه چاندي سونے کے خزانے اپنے وارثوں کيليے اُسنے جمع کيے (چيرز) البته اس نے دنيوي شهنشاهيوں کي جگه چاليس سال تک سلطان علم کي خدمت گذاري کي (چيرز) پس مبارک هے وہ اجتماع جو علم اور ارباب علم کيليے هو ' اور مبارک هو تم که آج طاقت ' حکومت ' عزت ' اور دولت کي جگهه ' صرف علم اور اهل علم کي عظمت کيليے جمع هوے هو (چيرز) "

اسکے بعد مقرر نے اصل موضوع پر توجه کي ' اور اپني مشکلات کو ظاهر کيا - انهوں نے کها که " آپ اعلان ميں پڑه چکے هيں ' که ميرا موضوع " مولانا شبلي مرحوم کي حيات علمي و ادبي " هے ' ليکن حيران هوں که ڈيڑه دو گهنٹے کي صحبت کے اندر ايک چهل ساله علمي زندگي کے متعلق آپکو کيا بتلا سکتا هوں ؟ اس قسم کے علمي موضوعوں کيليے بهت کافي وقت کي ضرورت هے - همارے سامنے ايک ايسي زندگي هے جو يکسر تصنيف و تاليف ميں بسر هوئي ' اور جسکي تصنيف و تاليف کا ميدان نهايت وسيع تها - اگر صرف ايک فن هي کا تذکره هوتا تو اسکے ليے بهي ايک مختصر صحبت کافي نه تهي - يهاں تو مختلف علوم کي تصنيفات و مباحث کے مسائل درپيش هيں ' اور جن ميں بعض ايسے علوم بهي هيں جنکا ذوق باهم متضاد و مختلف هے - انهوں نے ايک هي زندگي ميں ايک هي وقت کے اندر تاريخ ' سيرة ' کلام ' فقه ' حديث ' اور ادب و شعر کے متعلق تصنيفات مرتب کي هيں ' اور اسليے هميں بهي ايک هي وقت کے اندر علوم دينيه کے خشک اور مقدس مباحث کے ساتهه عالم حسن و عشق اور ادب و شعر کي گليوں ميں بهي سراغرساني کرني هے - پهر اس سے بهي مشکل تر يه که کسي مصنف کي زندگي پر نقد و بحث کرنے کے ليے خالص علمي بحث کي ضرورت هے - اس نے جن مواضيع پر اپني مصنفات يادگار چهوڑي هيں ' انکے مقاصد اور اطراف و متعلقات کو واضح کرنا چاهيے - پهر ان مقاصد کيليے جو ذخيره متقدمين کا موجود هے ' اسکي حالت کو بکثرت مثاليں ديکر اور اقتباسات پيش کرکے ذهن نشين کرنا چاهيے - اسکے بعد دکهلانا چاهيے که ايک ايسے متفرق ' غير مرتب ' غير منظم ' اور پريشان سامان سے کيونکر ايک کامل و جامع اور مرتب و منظم عمارت طيار کي گئي ؟ اور اجتهاد فکر ' دقت نظر ' وسعت مطالعه ' اور حسن اخذ و استدلال نے کس طرح ان تمام نقصوں کو پورا کرديا جو قلت مواد اور تساهل مصنفين سے پيدا هوگئے تهے ؟

ليکن علاوه قلت وقت کے يه ايک ايسي خشک بحث هوگي جو شايد بعض طبائع پر شاق گذرے -

پهر اس سے بهي مقدم تر امر فن تصنيف و تاليف کا تذکره هے اور اسکے بغير ميري بحث کامل نهيں هوسکتي - تصنيف کي مختلف قسميں هيں ' اور مجهے بتلانا چاهيے که انکے فرائض و مقاصد کيا کيا هيں ؟ نيز يه که ايک مصنف کے ليے [illegible] دماغي ' حسن مطالعه ' اور وسعت معلومات کيونکر بهم هوسکتے هيں ' اور همارے قديم علم و فن کا ان ضروري ارکان ثلاثهٔ تصنيف ميں کيا حال تها ؟

ايسي حالت ميں آپ سمجهه سکتے هيں که اس موضوع کو قلت وقت نے کسقدر مشکل کرديا هے ؟ تا هم مجهے کچهه نه کچهه کهنا هے اور اسي موضوع پر کهنا هے - ميں مختصر اشارات سے کام لونگا ' اور کوشش کرونگا که اس علمي زندگي ميں جو عبرتيں اور بصيرتيں خواستگاران علم و بزرگي کيليے پوشيده هيں ' انهيں اپنے سفر بيان کے هر قدم پر نماياں کروں - کيونکه ان تمام مذاکرات و بيانات کا مقصد اصلي يهي هے : لقد کان في قصصهم عبرة لاولی الالباب "

ایک عورت کو گرفتار کر لایا - اسکے ساتھہ اوسکي نوخیز لڑکي بھي تھي - حضرت ابو بکر رضي الله عنه امیر الجیشؐ تھے ' اونھوں نے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو وہ لڑکي مجھہ کو ملي - میں اوسکو مدینه لے آیا - بازار میں حسن اتفاق سے آنحضرت کا سامنا ھو گیا - آپ نے اوس لڑکي کو دیکھہ کر فرمایا که اس عورت کو مجھپر ھبه کردو - میں نے کہا : خدا کي قسم مینے اب تک اسے ھاتھہ بھي نہیں لگایا ھے ' اور اب اسکو آپ کي نذر کرتا ھوں ! لیکن آپنے اوس لڑکي کو لیکر اھل مکه کے پاس واپس بھیجدیا ' اور کفار نے اوسکے عوض میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رھا کر دیا " (۱)

(واقعۂ حضرۃ صفیه)

اس واقعه سے ایک دوسرے اهم مسئله کا فیصله کیا جاسکتا ھے ' آنحضرت کے زمانے میں امراء کے خاندان کي جو عورتیں گرفتار ھوکر آئیں ' اون میں جویریه اور صفیه کے ساتھہ آپنے خود نکاح فرمایا - چونکه وہ اور باتوں کے ساتھہ حسن و جمال میں بھي نہایت ممتاز تھیں ' اسلیے یورپ اسکو بد گماني کي نگاہ سے دیکھتا ھے ' لیکن واقعه یه ھے که آنحضرت قید کي حالت میں بھي شرفاء کي عزت کا ھمیشه لحاظ رکھتے تھے - صفیه پہلے دحیه کلبي کے حصه میں آئي تھیں ' لیکن وہ ایک امیر وقت کے خاندان کي چشم و چراغ تھیں ' ظاھر ھے که ایک رئیسه کے حفظ مراتب کا دحیه لحاظ نہیں رکھہ سکتے تھے - جویریه اپنے بدل آزادي کیلیے جسطرح پریشان حال پھرتي تھیں ' وہ اونکے لیے بھي سخت توھین کا باعث تھا - اور صفیه نے تو خود اس خیال کو ظاھر بھي کردیا تھا - اس بنا پر آنحضرت نے اونکي اس ذلت کو گوارا نہیں کیا ' اور خود اونکے ساتھہ نکاح کرکے اونکي خانداني عزت میں اور اضافه کر دیا - چنانچه آپ کے طرز عمل سے صحابه کو خود بھي اسکا احساس ھوگیا تھا - صفیه کو ایک شخص نے یه کہکر آنحضرت کي خدمت میں پیش کیا :

یا نبي الله ! اعطیت دحیة صفیة بنت حي ابن اخطب سید قریظة و النضیـــر ' لاتصلـــح الا لک - (۲)	یا رسول الله ! آپ نے صفیه کو جو حي ابن اخطب سردار قریظه و نضیر کي لڑکي ھے ' دحیه جیسے معمولی شخص کے حوالے کیا ھے - لیکن وہ صرف آپ ھي کیلیے موزون ھے -

(مطعم بن عدي)

آنحضرت احسان کے معاوضے میں بھي قیدیوں کو رھا فرمایا کرتے تھے - زمانۂ جاھلیة میں مطعم بن عدي نے آپ کے ساتھہ ایک احسان کیا تھا - اسکا آپ پر اس قدر اثر تھا که جب اسیران بدر آپ کي خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا : " اگر مطعم بن عدي آج زندہ ھوتا اور وہ ان قیدیوں کے معاملے میں گفتگو کرتا ' تو میں سبھوں کو رھا کر دیتا "

(وحشیانه مراسم کا انسداد)

لیکن سب سے زیادہ آپ نے اون مظالم اور اون ذلت آمیز طریقوں کو مٹایا ' جو غلاموں کے متعلق تمام عرب میں رائج تھے - عرب میں یه ایک نہایت درد انگیز طریقه جاري ھوگیا تھا که غلاموں کے ھاتھہ پانوں باندھکر نہایت بیدردي سے قتل کردیتے تھے - چنانچه بنو عامر نے حضرت خبیب کو اسي طریقه سے قتل کیا تھا لیکن آپنے نہایت سختي کے ساتھہ اس ظلم و وحشت کو روک دیا -

لونڈیوں کے ساتھہ بغیر انقضاء مدت کے لوگ تعلق کرلیتے تھے - یہاں تک که حامله لونڈیاں بھي اس سے مستثنی نه تھیں - لیکن

(۱) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲
(۲) مسلم جلد ۱ - ص - ۵۴۹ کتاب النکاح

آنحضرت نے نہایت سختي کے ساتھہ اس کي بھي ممانعت فرمائي - آپنے ایک لڑائي میں ایک حامله لونڈي کو دیکھکر فرمایا : " شاید اسکے آقا نے اسکے ساتھہ یکجائي کي ھے " صحابه نے بھي آپ کے خیال کي تائید کي - اسپر آپنے فرمایا :

هممت ان العنه لعنة تدخل معه في قبره (۱)	جي میں آتا ھے که اس فعل کے کرنے والے پر ایسي دائمي لعنت بھیجوں جو اُسکي قبر تک اوسکے ساتھہ جاے !

پھر غزوۂ اوطاس میں عام حکم دیدیا :

لا توطاء حاملة حتی تضع ' و لا غیر ذات حمل ' حتی تحیض حیضة (۲)	حامله لونڈیوں سے وضع حمل کے قبل نزدیکي نه کي جاے ' نیز غیر حامله عورتوں سے بھي اوسوقت تک علحدگي ضروري ھے جب تک که اون پر ایک مہینه طہارت ایام مخصوصه کا نه گذر جاے -

(رقاصه لونڈیاں)

زمانۂ جاھلیة میں عموماً لونڈیوں سے رقص و سرود کا کام لیا جاتا تھا ' اور اس قسم کي لونڈیوں کا ایک خاص طبقه پیدا ھوگیا تھا جسکو " قینه " کہتے تھے - اس طبقه میں وہ لونڈیاں نہایت مودب سمجھي جاتي تھیں ' جو عین محفل کے اندر لمس و مس کا حیا سوز موقع دیتي تھیں - اس بے حیائي کا اثر اونکي وضع و لباس سے بھي ظاھر ھوتا تھا - وہ نہایت ڈھیلا ڈھالا کرته پہنتي تھیں - اوسکا گریبان نہایت کشادہ اور کھلا ھوتا تھا - چنانچه طرفه نے ان لونڈیوں کا ذکر اپنے مشہور قصیدۂ معلقه میں نہایت تفصیل سے کیا ھے ' اور ارباب فن کو معلوم ھے -

عرب جاھلیة کي یه حالت بعینه قدیم تمدن روم سے ملتي جلتي ھی جسکي رقاصه اور مغنیه عورتوں کے نیم برھنه لباس کي تصویریں اور تماثیل تم نے دیکھي ھونگي - آج یورپ کا لباس محفل رقص جسکو " فل ڈریس " کا عجیب و غریب لقب دیا گیا ھے :

بر عکس نہند نام زنگي کافور

اسي کا بقایا ھے ' اور اس سے عرب جاھلیة کي رقاصه لونڈي کے کھلے گریبان اور منظر عریاني کا اندازہ کیا جاسکتا ھے -

بہت سے لوگ جبراً لونڈیوں سے بدکاري کرواتے تھے ' اور اس طریقه سے مالي فائدہ اوٹھاتے تھے - آج بھي تمام متمدن قوموں میں یه ھو رھا ھے -

لیکن اسلام کي اخلاقي تعلیم نے ان تمام وحشیانه رسموں کو مٹا دیا - قران حکیم کي مندرجۂ ذیل آیت پر غور کرو :

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاة الدنیا و من یکرھن فان الله من بعد اکراھھن غفور رحیم (۳۴ : ۳۳)	اور اپني لونڈیوں کو زنا پر دنیوي فائدہ کیلیے مجبور نه کرو جبکه وہ پاکدامن رھنا چاھتي ھیں ' اور جو لوگ اونکو مجبور کرتے ھیں ' سو اس جبر کے بعد اگر وہ مرتکب زنا ھوجائیں تو خدا بڑا ھي معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ھے -

اسطرح لونڈیوں نے قعر مذلت اخلاقي سے نکل کر ایک نئي شریفانه زندگي کے عالم میں قران حکیم کي بدولت قدم رکھا - یہاں تک که قرآن نے اونکو " فتاة " کا خطاب دیا ' جسکے معني عربي میں شریف لڑکي کے ھیں ' لونڈي نہیں کہا -

(باقي آئنده) •

(۱) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲ کتاب النکاح
(۲) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲

بھی باقاعدہ مطالعہ نہیں کیا ہے، وہ ایک بڑی سے بڑی کتاب کو اٹھا لیتے ہیں اور محض ایک سرسری نظر ڈالکے اور ادھر ادھر سے دیکھکے بہترین معلومات حاصل کرلیتے ہیں - انکی نظروں کو کام کی باتوں سے کچھ ایسی مقناطیسیت ہوجاتی ہے کہ وہ جب صفحوں پر پڑتی ہیں تو صرف کام کی باتوں ہی پر پڑتی ہیں، اور انکے بیکار اطراف کو اسطرح چھوڑ دیتی ہیں گویا انکے غیر مفید ہونے کی نسبت وہ پہلے سے فیصلہ کرچکی ہیں! - اس حقیقت کی صرف وہی لوگ تصدیق کرسکتے ہیں جنپر یہ فیضان علم کھل چکا ہے، کیونکہ یہ بحث و استدلال کا مسئلہ نہیں ہے - زیادہ تر ذوق و کیفیت کا سوال ہے" -

درمیان میں لکچرر نے اور بہت سے نکات مطالعہ اور فن تصنیف و تالیف کے متعلق بیان کیے، پھر مولانا شبلی مرحوم کی بعض تصنیفات کو مثال کیلیے چنکر اپنے تمام گذشتہ بیانات کو منطبق کیا، اور دکھلایا کہ انھوں نے اسلامی تاریخ کی تدوین و تہذیب کے ان مشکل ترین مراحل کو کہانتک کامیابی کے ساتھ طے کیا، اور پرانے مصالحہ سے کیسی باقاعدہ اور منظم عمارتیں کھڑی کیں؟

اسی سلسلہ میں انھوں نے طریق استدلال، تعلیل واقعات، توجیہ امور، اور ترتیب و انطباق حوادث پر بھی بحث کی -

پھر فرمایا کہ "مختلف فنون کے مطالعہ کا ذکر آگیا ہے، اور میں بتلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے فقید ملت کی ایک خصوصیت "جامعیت ذوق" بھی تھی"

انھوں نے کہا کہ "اس تعلیم یافتہ مجمع میں جو میرے سامنے ہے، یہ کہنا مزید تفصیل کا محتاج نہوگا کہ ایک ہی وقت میں مختلف علوم کا مطالعہ اور ذوق پیدا کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے جو ہمیشہ اور ہر علمی عہد میں کمیاب رہی ہے - علی الخصوص ایسی چیزوں کا ایک ہی وقت میں ذوق صحیح پیدا کرنا جو باہم متضاد سمجھی جاتی ہوں - ایک دماغ ایک ہی وقت میں فلسفہ اور شاعری کا مطالعہ نہیں کرسکتا، اور بہت مشکل ہے کہ ایک شخص تاریخ کے ساتھ ادب اور کلام کا بھی مطالعہ جاری رکھے - قدماء اہل اسلام میں بھی جامعیت کی مثالیں زیادہ نہیں ملینگی - حضرت امام غزالی کی احیاء علوم الدین جس درجہ کی کتاب ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں - تصوف و اخلاق، معارف شریعت، اور علوم اسرار الدین میں حجة اللہ البالغہ کو مستثنی کردینے کے بعد اور کوئی کتاب اسکے سامنے نہیں لائی جاسکتی - مگر ساتھ ہی فن حدیث کے متعلق اسقدر بے احتیاط کتاب ہے کہ اکثر صوفیوں اور حکماء الاہیین کے اقوال کو حدیث قرار دیدیا ہے، اور اسرائیلیات سے تو اسکے متعدد ابواب مملوء ہیں - چنانچہ امام حجة الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو کہنا پڑا کہ "کلامہ فی الاحیاء غالبہ جید، لاکن فیہ اربع مواد فاسدة: مادہ فلسفیة و مادة کلامیة و مادة الاحادیث الموضوعہ" الخ

لیکن اس سے امام غزالی کے جلالۂ مرتبۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ وہ متکلم، حکیم، فقیہ، اور صوفی تھے، نہ کہ محدث و ناقد حدیث - و لکل فن رجال -

لیکن مولانا شبلی مرحوم کو اگر ہم ایک ہی وقت کے اندر مختلف علوم کے مطالعہ میں منہمک پاتے ہیں، تو اسکی قدر شناسی سے انکار نہیں کرنا چاہیے - انھوں نے ایک ہی زندگی میں متعدد زندگیوں کے کام انجام دیے - انکی تصنیفات انکے تعدد مذاق و تنوع مطالعہ کی شہادت دیتے ہیں - وہ ایک ہی وقت میں مورخ خلفاء، مورخ ملوک، مورخ علوم، اور پھر ادیب، انشا پرداز، اور شاعر تھے - جاوھا تمنے دیکھا ہوگا کہ تاریخ و کلام کی علمی صحبتوں سے اٹھکر حسن و عشق کی شاعرانہ بزموں میں نغمہ طراز ہیں، اور ادب و شعر کی مجلسیں ان کی دقیقہ سنجیوں سے رونق پا رہی ہیں!"

(باقی آیندہ)

بصائر و حکم

فلسفۂ اجتماع اور جنگ

(۱)

دنیا اور دنیا کی دلچسپیاں نہایت مختلف ہیں - ایک شخص فلسفہ سے دلچسپی رکھتا ہے، دوسرا شعر و سخن سے - ایک شخص حسن شوخ پر جان دیتا ہے، دوسرا سادہ اداؤں پر - ایک شخص مسجد میں شب بیداری کرتا ہے، دوسرا کسی میکدہ میں - ایک شخص شہر کی تنگ گلیوں میں ذوق نظارہ کو پورا کرتا ہے، دوسرا کھلے ہوے میدانوں میں - غرض دنیا کے اسی اختلاف مذاق نے ہر چیز کو با کار اور محبوب و مرغوب بنا دیا ہے - اور اسکے دسترخوان کی کوئی غذا بیکار نہیں -

لیکن دنیا کی تمام چیزوں میں صرف جنگ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر شخص یکساں دلچسپی رکھتا ہے - زاہدان شب گذار بھی واقعات جنگ کو اسی ذوق و شوق سے سنتے ہیں، جس طرح ایک ماہر سیاست میدان جنگ کی خبروں پر کان لگاے رکھتا ہے - ہیگ کانفرنس کا حال کتنے لوگوں کو معلوم ہے جو "صلح" اور "امن" کیلیے قائم ہوئی تھی؟ لیکن موجودہ جنگ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر ہیں اور کوئی فرد بشر نہیں جسے اسکی خونیں سرگذشتیں معلوم نہوں!

پس زمانۂ "جنگ" میں تمام دنیا متحد المذاق اور متحد الخیال ہوکر ایک نئی "جماعت" بن جاتی ہے - زمانۂ جنگ میں دنیا ایک انجمن ہوتی ہے، جس میں صرف جنگ ہی کے واقعات بار بار دہراے جاتے ہیں - تمام انجمنوں کے چراغ بجھہ جاتے ہیں، صرف لڑائی کی آگ دنیا کی اس مشترک انجمن کیلیے شمع ہوتی ہے - "جماعت" کے متعلق تم کو معلوم ہے کہ اسکے اعمال کسی ترتیب عقلی کے پابند نہیں ہوتے - جماعت صرف جذبات کی مخلوق ہے - اسلیے یہ "کائنات منفعلۂ جنگ" نہایت زود اعتقاد، سریع الانفعال، اور یکسر خیال پرست ہوتی ہے - جنگ کے ساتھہ ہی سریان خیال کی ایک برقی رو تمام دنیا میں دوڑ جاتی ہے - ایک بات جہاں کسی زبان سے نکلی، تمام دنیا اوسیکا کلمہ پڑھنے لگتی ہے -

قواے عقلیہ بالکل بیکار ہو جاتے ہیں، دنیا پر صرف قوت غیر شاعرہ حکومت کرتی ہے، ہر بات نہایت آسانی سے قبول کرلی جاتی ہے، درایت کا تمام دفتر پارینہ الٹ دیا جاتا ہے، مبالغہ ہر واقعہ کا جزو لازمی ہوجاتا ہے، ہر واقعہ کی اصلی صورت مسخ کردی جاتی ہے، دوست و دشمن میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی - آج ایک فریق کی فتح پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے، تو کل دوسرے فریق کی شجاعت کی داد دی جاتی ہے - ایک جہاز پورے بیڑے کی طاقت حاصل کرلیتا ہے - ایک سپاہی لاکھوں افراد سے زیادہ قوی تسلیم کرلیا جاتا ہے - لوگ اوس سے اوسی قدر مرعوب ہوجاتے ہیں، جس قدر ایک عظیم الشان بحری طاقت اور ایک کثیر التعداد مجموعۂ افواج سے مرعوب ہوسکتے تھے -

اسکے بعد انہوں نے مختصر طور پر تصنیفات کي بلحاظ موضوع و مقاصد چند قسمیں بیان کیں' اور سب سے پہلے مولانا مرحوم کی تاریخي تصنیفات کو بحث کیلیے منتخب کیا -

اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے تاریخي ذخیرہ کي ایک مختصر تاریخ بیان کي - انہوں نے کہا کہ " اگرچہ اسلام کي تدوین تاریخ کے مختلف دور ھیں' مگر میں تسہیل بیان و اختصار مطلب کي غرض سے انھیں صرف دو بڑي قسموں میں تقسیم کردیتا ھوں' یعنی قدماء مورخین کا دور جو سنه ۹۰ سے شروع ھوتا ھے' جبکہ بروایۃ ابن الندیم بعض روایات غزوات قلمبند کي گئیں' اور متاخرین مورخین کا دور جنہوں نے چوتھي صدي کے بعد نئي ترتیبات و مقاصد سے تاریخیں مدون کیں "

اسکے بعد انہوں نے قدماء کي خصوصیات تحریر و تدوین کو بیان کیا' اور دیر تک اسکي تفصیل مثالوں کو پیش کرکے ذھن نشین کرتے رھے - مثلاً انہوں نے کہا کہ " سادگي بیان' سلسلۂ روایت' صحت نقل' عدم تاثر موثرات سیاسیۃ و دینیه' اور تمام اجزاے ضروریۂ واقعه نگاري کے لحاظ سے ھمارا اصلي ذخیرہ (مثال تمام علوم اسلامیه کے) صرف متقدمین ھي کا ھے - لیکن افسوس کہ یہي دولت اصلي ضایع ھوچکي ھے' اور مستشرقین یورپ علی الخصوص علم پرستان جرمني کي بدولت جو چند کتابیں میسر آگئي ھیں' وہ ھماري ضرورتوں کیلیے کافي نہیں ھیں - سب سے قدیم تر کتاب طبقات " ابن سعد " ھے جو صحابۂ کرام کا تذکرہ ھے' اور گذشتہ آٹھ سال کے اندر مستشرقین جرمن کي مساعي حسنه سے شایع ھوا ھے - اسکے بعد ابن قتیبه' ابو حنیفه' طبري' ابن الندیم' بلاذري' یعقوبي' اور ابن ھشام ھیں' اور تمام متاخرین تقریباً انھي کتابوں سے مواد اخذ کرتے ھیں "

پھر انہوں نے متاخرین کا ذکر کیا اور کہا : " مواد تاریخ کیلیے تقریباً یہ تمام ذخیرہ بیکار ھے - کیونکہ اول تو کوئي نئي شہادت نہیں' پھر ترتیب و تنظیم اور جزئیات تاریخ کے لحاظ سے بھي کچھہ مفید نہیں " انہوں نے ابن خلدون کے مقدمه' مقریزي کي تاریخ مصر' اور اندلس کے مورخین کو اس عام تنزل تاریخي سے مستثنی کردیا' اور محي الدین مراکشي' ابن وزیر غرناطي' اور مقري کي بہت تعریف کي " جنہوں نے قرون مدینۂ اندلس کے متعلق بہترین مواد تاریخي جمع کیا' اور مذاق تصنیف کے تنزل اور تدوین علوم کي اس بد مذاقي سے محفوظ رھنے میں کامیاب ھوے جو تمام مشرق پر طاري تھا "

سلسلۂ بیان میں انہوں نے تاریخ مصنفات اسلامیۂ و عربیه کے متعلق جا بجا نہایت مفید اور دقیق اشارات کیے جو افسوس ھے کہ اردو مختصر نویسي کے رائج نہ ھونے کي وجہ سے قلمبند نہیں کیے جا سکے - مثلاً انہوں نے طرز تصنیف' طریق ترتیب' تنظیم مطالب' تقسیم ابواب و فصول' تبویب عناوین و مواضیع' اور حسن ضبط و تسلسل بیان کے لحاظ سے بھي قدماء مصنفین کو متاخرین پر ترجیح دي' اور کہا کہ " تمام دنیا میں علوم و تمدن کي ترویج و ترقي کے ساتھہ اقوام متمدنه کے علمي ذخیرہ میں بھي نئي نئي خوبیاں پیدا ھوئی ھیں' مگر تاریخ اسلام کا حال اس لحاظ سے نہایت عجیب اور بالکل برعکس ھے - یہاں مذھب' علم' اخلاق' اور سیاست' سب کي خوبیاں قدماء کے حصے میں آئیں' اور جسقدر زمانہ گذرتا گیا' ترقي کی جگھہ ھر شے میں انحطاط ھوتا گیا - حتی کہ آجکل کے ترقي یافتہ فن تصنیف کے لحاظ سے بھي تمام خوبیاں قدماء اھل اسـلام ھي کے یہاں مل سکتي ھیں "

اسي سلسلے میں انہوں نے ایک نئي بات کہي جسپر ممکن ھے کہ عام طور پر تعجب کیا جاے -

جب وہ سلسلۂ بیان میں فن تدوین علوم کے متعلق قدماء کے حالات بیان کرنے لگے' تو انہوں نے اپنا خیال ظاھر کیا کہ " نہ صرف عظمت موضوع و تقدس مضمون کے لحاظ سے' بلکہ طرز تصنیف و ترتیب' ضبط مطالب' اور حسن تقسیم و تنظیم کے لحاظ سے بھي تمام تاریخ اسلام میں بہترین کتاب " صحیح بخاري " لکھي گئي ھے' اور کوئي اسلامي تصنیف اس تک نہیں پہنچ سکتي - امام بخاري کے بعد بقیه اصحاب صحاح و جامعین سنن و معاجم و مسانید نے نئے نئے اسلوب مطالب پیدا کیے" مگر کوئي کتاب صحیح بخاري تک نہ پہنچ سکي' اور یہ میں محض فن حدیث کي قدیم خوش اعتقادیوں کي بنا پر نہیں کہہ رھا ھوں' بلکہ یقین کیجیے کہ اس فن تصنیف کو پیش نظر رکھکے جو ترقي یافتہ علمي زبانوں میں آج پایا جاتا ھے' میں نے علي وجہ البصیرۃ یہ راے قائم کي ھے "

اسکے بعد انہوں نے مثالیں دیکر واضح کیا کہ اس تمام ذخیرہ کا کیا حال ھے ؟ متقدمین کي تصنیفات ناپید' اور متاخرین کا ذخیرہ غیر مفید :

" پھر یہ حال بھي صرف مواد تاریخ و واقعات کے لحاظ سے ھے - طرز تصنیف و ترتیب و تفحص جزئیات و علل کي راھیں تو تقریباً بالکل مسدود ھیں - آجکل کے مصنف کے فرایض پچھلے مصنفین سے بالکل مختلف ھوگئے ھیں' اور اسکا کام بہت مشکل ھے - اب محض سلسلۂ سنین و اعصار سے واقعات غیر مربوط و غیر معلل کو جمع کردینا کسي مکمل تاریخ کا نام حاصل نہیں کرسکتا - فلسفۂ تاریخ کي وہ راہ جسے ابن خلدون نے پیدا کیا مگر ھمیں اسپر نہ چلا سکا' اور جسے اب یورپ نے اپنا طریقۂ کار قرار دیا ھے' ھمارے سامنے ھے' اور ھمیں اسی پر چلنا چاھیے - غور کیجیے کہ اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے ایک مورخ کے کیا فرائض ھیں ؟ "

اسکے بعد انہوں نے ان فرائض کي تشریح کي' اور پھر مثالیں دیکر بتلایا کہ " قدماء کے غیر مکمل اور متاخرین کے غیر مفید ذخیرہ سے ایک ایسي تاریخ کا مرتب کرنا کسقدر مشکل کام ھوگیا ھے - آجکل کي تاریخوں اور سیرتوں کے جو ضروري ابواب ھیں' ان میں سے ایک باب کیلیے بھي ھمیں مکمل ذخیرہ نہیں ملسکتا یہ کمي اب صرف اجتہاد فکر' سلامتي ذوق' اعتدال راے' قوۃ استدلال و استنباط' اور بہت زیادہ وسعت مطالعه و نظر ھي سے دور ھوسکتي ھے - ھماري بہت سي قیمتي معلومات ھیں جنکو کوئي با قاعدہ جگہ نہیں ملي ھے' مگر وہ کہیں نہ کہیں پریشان اور آوارہ گرد ضرور موجود ھیں - اسقدر وسیع نظر ھوني چاھیے کہ صدھا غیر متعلق کتابوں سے آپ اپنے موضوع کا مواد حاصل کرسکیں - بہت ممکن ھے کہ جو تاریخي واقعه تاریخ ابن اثیر میں آپکو ملنا چاھیے تھا' وہ خوارزمي کے کسي خط میں آپ کو ملجاے اگرچہ وہ ادب کي کتاب ھے - ھوسکتا ھے کہ آپ کسي اھم واقعه کي تفصیل کیلیے تمام تاریخوں کي ورق گرداني کرچکے ھوں اور ناکام رھے ھوں' لیکن وہ ایک کتاب حدیث کي شرح میں ملجاے' جہاں ضمناً اسکا کچھہ تذکرہ آگیا ھے !

آپ ایک عمارت بنارھے ھیں' مگر اسکا مصالحه صدھا میلوں کے رقبه میں پھیلا ھوا ھے' اور ایسے ایسے گوشوں میں پوشیدہ ھے جنکا وھم و گمان بھي نہیں ھوسکتا - پس بہت ھي وسیع تلاش و تفحص کي ضرورت ھے' اور صرف ایک فن ھي کي نہیں' بلکہ واقفیت عامه کي - ارباب کار سمجھہ سکتے ھیں کہ یہ کسقدر مشکل کام ھے ؟ "

اسي سلسلے میں مطالعه کا ذکر آگیا' اور طالبان علم کیلیے نہایت مفید نکات اونہوں نے بیان کیے - مثلاً اونہوں نے کہا کہ " محض کثرت مطالعه ھي مفید نہیں ھے بلکہ اصل شے " حسن مطالعه " و " قوت اخذ و نظر " ھے - بہت سي کتابوں کو پڑھکر بھي ایک شخص جاھل رھسکتا ھے - جب اخذ مطالب و تفحص نوادر کي قوت دماغ میں پیدا ھوجاتي ھے' تو پھر اسکي ضرورت نہیں ھوتي کہ ھر کتاب کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا جاے' اور اسکے تمام کار آمد مطالب کے نوٹس لکھ جالیں - بڑے مصنفین نے کبھي

فلسفي هو ' ليكن جب وه كسى عام واقعه كے متعلق شهادت د... ' تو اوسكي حيثيت ايک مزدور كے علم و يقين سے زياده نه هوگي - جس آنكهه اور كان سے ايک مزدور اوس واقعه كو ديكهتا هے اور سنتا هے ' اوسي كان سے سنكر ' اوسي آنكهه سے ديكهه كر ' ارسطو بهي شهادت كے كٹهرے ميں كهڑا هو گا - اگر وه حالت شهادت ميں عقلي اصول پر واقعات كا نقد كريگا ' تو جج اِسے اپنے فرائض كي توهين سمجهے گا اور سپاهي كو حكم ديگا كه ارسطو كو توهين عدالت كي پاداش ميں سزا دے !

سنه ١٨٤٨ ع ميں فرانس كے عام سياسي معاملات ميں شهادت لينے كيليے مخصوص لوگ منتخب كيے جاتے تهے - مدرسين ' اهل منصب ' مصنف ' اور انشا پردازوں كي شهادتوں سے عام ملكي مسائل كا فيصله كيا جاتا تها - ليكن اب تاجر ' زميندار ' معمولي ملازمين ' اور حرفت پيشه لوگوں كي شهادت لي جاتي هے - جب شهادتوں كا مقابله كيا گيا تو دنيا نے حيرت سے ديكها كه نتائج ميں كوئي فرق نهيں - چنانچه بڑے بڑے ججوں نے اسكا اعتراف كيا هے - ايک جج اپنے ياد داشت ميں لكهتا هے :

" اب شاهدوں كے انتخاب كا حق ميونسپلٹي كو حاصل هوگيا هے ' اور ميونسپلٹي هي سياسي اغراض كے لحاظ سے ايک شهادت كو رد اور دوسرے كو قبول كرتي هے - ميونسپلٹي كے تعلق سے معمولي درجه كے تاجروں كي شهادت قبول كي جاتي هے ' حالانكه اس سے پہلے بڑے بڑے عهده دار شاهد بنائے جاتے تهے - ليكن گواهوں كي حالت ميں اس سے كوئي محسوس فرق پيدا نهيں هوا - نتائج جيسے پہلے تهے ' ويسے هي اب هيں ' اسكي وجه يه هے كه ججمنٹ تمام پيشوں كا عطر اور خلاصه هے - جو تعليم يافته جماعت شهادت كے كٹهرے ميں كهڑي هوتي هے ' اوسكو اجتهاداً عام پيشه ور لوگوں كے تجارب كي طرف رجوع كرنا پڑتا هے - اسليے نتيجه وهي هوتا هے جو دوسري صورت ميں تها - روايت كے لحاظ سے ادنى درجه كے لوگوں ميں بهي ثقات كي كمي نهيں ' اسليے بصارت كے معاملات ميں هر شخص جج كو يكساں نتيجه پر پهونچا سكتا هے "

شاهدوں پر بهي واقعات خارجيه كا اوسي طرح اثر پڑتا هے ' جسطرح ايک عامي پر پڑتا هے - ايک جج كهتا هے :

" ايک شگفته رو عورت مسكرا كر گواهوں كي سراسيمگي كو اپنا فريفته بنا لے سكتي هے "

ايک بيرسٹر كا قول هے :

" ايک دودهه پلانے والي عورت ' اور چند غريب يتيم بچوں كي مصيبت ' گواهوں سے بلا تامل جهوٹ بلوا سكتي هے "

اگر ايک شخص كوئي پولیٹكل يا تمدني جرم كرتا هے ' اور گواه سمجهتا هے كه ملک و قوم پر اسكا عام اثر هوگا ' تو وه اوسكے خلاف نهايت بيدردانه شهادت ديگا - ليكن اگر ايک شخص كسي لڑكي كو بهگا ليگيا هے ' تو شاهد كي شهادت ميں بيرحمي كي وه جهلک نظر نه آئيگي - كيونكه وه سمجهتا هے كه اس جرم كا كوئي عام قومي اور پبلک اثر نهيں پڑيگا -

گواه اكثر نفوذ و اقتدار سے بهي متاثر هوجاتے هيں - ايک دولت مند ' خطاب يافته ' اور مشهور آدمي كے خلاف اگر كسي تعليم يافته شخص كو شهادت ديني هو ' تو اوسكي حالت اوس سے بالكل مختلف هوگي ' جب وه چور كے خلاف شهادت ديگا - ايک بيرسٹر كهتا هے :

" وكلاء كو چاهيے كه گواهوں كے حركات و اشارات كو بار بار ديكهيں - جسطرح ايک عام آدمي سے خطاب كيا جاتا هے ' ٹهيک اوسي طرح اوس سے بهي خطاب كرنا چاهيے - شاهد پر جو خارجي اثر پڑ رها هے ' اوس سے پورا فائده اوٹهانا چاهيے "

اُسوۂ حسنه

كائنات خلّت

يا

تاريخ " امة مسلمة "

ما طفل كم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ايم

(٢)

(٥) سورۂ انعام كي آية كريمه كا پهلا ٹكڑه آپ پڑهچكے هيں ليكن اسكے بقيه حصه سے بهي اس حقيقت پر روشني پڑتي هے :

و وهبنا له اسحاق و يعقوب كلاً هدينا ' و نوحا هدينا من قبل ' و من ذريته داؤد و سليمان و ايوب و يوسف و موسى و هارون ' و كذالك نجزى المحسنين - و زكريا و يحيى و عيسى و الياس ' كل من الصالحين - و اسماعيل و اليسع و يونس و لوطا و كلا فضلنا على العالمين - (٦ :)

اور ابراهيم كو هم نے اسحاق و يعقوب كي نسل بخشي ' اور نوح بهي جنكو انسے پہلے هم نے راه دعوة حق دكهلائي تهي ايسي هي ايک نسل حق كي بخشش سے ممتاز هوے تهے ' اور انكي ذريت ميں سے داؤد ' سليمان ' ايوب ' يوسف ' موسى اور هارون كو هم نے پيدا كيا ' جو اقوام و امم كي هدايت كا وسيله بنے - يه بهت هي بڑي فضيلت هے ' اور جو صاحبان احسان هيں ' انكو اسي طرح خدا تعالى جزاء خير ديتا هے - نيز زكريا ' يحيى ' عيسى ' اور الياس كه يه سب كے سب صالحين ميں سے تهے - اور اسماعيل ' اليسع ' يونس ' اور لوط كه ان سب كو هم نے تمام جهان ميں فضليت و امتياز سے سر بلند كيا ! !

سورۂ انعام كي يه اية اس لحاظ سے نهايت اهم هے كه جسطرح ايک مقام پر انبياء كرام كي ايک بڑي تعداد كا يهاں ذكر كيا گيا هے ' اسطرح اور بهت كم كيا گيا هے - اس آية نے بغير كسي پيچيدگي كے بالكل صاف صاف واضح كرديا هے كه حضرة ابراهيم كي دعوة موسسه تهي ' اسكے ليے انبياء مجددين كا ايک بڑا سلسله قائم هوا '

(پہلے كالم كا بقيه مضمون)

پس نامه نگاروں كي جماعت بهي عام افراد كي طرح هر خبر سے متاثر هوتي هے - اگر جرمن قوم كا نامه نگار هے تو اوسكو هميشه جرمن جهنڈا هي بلند نظر آئيگا - جرمني كے مظالم كي داستان كتني هي درد انگيز هو ' جرمن نامه نگار اسكي كوئي بهتر تاويل كرلے گا - مگر فرانس كا نامه نگار اس ميں اصليت سے زياده مبالغه كي رنگ آميزي كرے گا - غرضكه دنيا كي قديم و جديد تاريخ پر اعتبار كرنے كا همارے پاس كوئي صحيح ذريعه نهيں - قديم عهد ظلمت كو جديد دور برق و كهربائيت نے كچهه زياده روشن نهيں كيا - دنيا جسطرح پہلے تاريک تهي اب بهي هے -

ساتھہ ھي جماعت پر جو موثرات فرداً فرداً اثر ڈالتے تھے' وہ اب مجموعي طور پر منظر عام پر آجاتے ھیں۔ - دنیا کا سویا ھوا نفوذ و اقتدار دفعتاً بیدار ھوجاتا ھے - جنرل ' سپہ سالار ' فوج ' سلاطین اپني زرق برق وردیوں کے ذریعہ اپنے ذاتي اقتدار کا مجموعي اثر ڈالتے ھیں ' مذھب و وطینت کا جوش تازہ کیا جاتا ھے ' مقرروں کي تقریریں میدان جنگ سے لیکر ایوان سلطنت تک میں آگ لگاتي رھتي ھیں' تجارب قدیمہ کا بار بار اعادہ کیا جاتا ھے' کہا جاتا ھے کہ یہ قوم ھماري پراني دشمن ھے ' ھمارے تہذیب و تمدن کو اس نے سینکڑوں بار برباد کردیا ھے' بائیسکوپ میں فوجي نقل و حرکت کے تماشے دکھائے جاتے ھیں - قلعے فتح کیے جاتے ھیں' گرجوں میں آگ لگائي جاتي ھے ' دار العلوم اور کتب خانے لوٹ لیے جاتے ھیں ' قوم دیکھتي ھے کہ ھمارے علوم و فنون کا ' ھماري دولت و ثروت کا ' ھماري گذشتہ مجد و عظمت کا' سرمایۂ کہن دفعتاً برباد ھوا جاتا ھے - قوم زخمیوں کا چہرہ نہیں دیکھتي' اونکے چہرے کا زخم دیکھتي ھے - تلوار کي چمک ' توپ کي گرج ' کمان کي چرچراھٹ ' گھوڑوں کي ھنہناھٹ ' جنگي جہازوں کے مستول ' لہراتے ھوے پرچم ' رنگیں جھنڈے ' اور ان سب کا مجموعي ساحرانہ اثر' دنیا کے دفتر حواس کا شیرازہ درھم برھم کردیتا ھے - حقیقت صورت کے پردے میں چھپ جاتي ھے ' تکرار و اعادہ جسکا جماعت پر سب سے زیادہ اثر پڑتا تھا ' ایک عام چیز ھوجاتي ھے - ھر شخص خواھش کرتا ھے کہ باتوں کو دھراؤ ' واقعات کا اعادہ کرو' ایک ھي خبر کو بار بار اغراق و شاعري کا اضافہ کر کرکے سناتے رھو !

ایک ھي خبر مختلف اخباروں میں بار بار شائع ھوتي ھے ' اور دنیا اوسکو مختلف زبانوں سے سنتي ھے - سریان خیال کا معنوي اثر عام ھوجاتا ھے ' اور پریس کي مادي طاقت اوس میں اور بھي بال و پر لگا دیتي ھے -

پس زمانۂ جنگ میں دنیا جماعت کا ایک مشہود جولانگاہ بن جاتي ھے ' اور جماعت کے تمام موثرات نیچے سے ' اوپر سے ' اندر سے ' باھر سے ' مشرق سے ' مغرب سے ' جنوب سے ' شمال سے ' غرض ھر طرف سے اپني پوري طاقت کے ساتھہ عمل کرنے لگتے ھیں - اسلیے تمام دنیا اندھي ھوجاتي ھے ' خیرہ سر ھوجاتي ھے ' بیراھہ رو ھوجاتي ھے - افلاطون اپنے رواق میں افلاطون تھا ' مگر ان موثرات کے ھجوم میں وہ بھي مثل اوروں کے ایک انسان ھے - فلسفہ یہاں کیا کام دیسکتا ھے؟ وہ بھي اسي آب مدھوشي کا ایک گھونٹ پیکر عام حالت میں مدغم ھوجاتا ھے !!

اس عالم میں دنیا واقعات کو مسخ کردیتي ھے ' رات کو خواب میں ھوائي جہاز اُڑتا ھوا دیکھتي ھے - تناقض واقعہ بن جاتا ھے' تمام متناقض واقعات کو وہ قبول کرلیتي ھے ' " التوحید في التثلیث و التثلیث في التوحید " کي حقیقت اوسکے لیے اوتني ھي نا قابل انکار ھوجاتي ھے' جتنا فلسفہ ' تناقض و تضاد کے استحالہ کو بدیہي اور نا قابل انکار قرار دیتا تھا !

پس زمانۂ جنگ میں دنیا ایک ظلمت کدہ بن جاتي ھے ' جس میں تلوار کي چمک کے سوا دوسري روشني نظر نہیں آتي ' اور اسي برق عالم سوز کي چمک نے دنیا کو اندھا کردیا ھے !

(نامہ نگاران جنگ اور فلسفۂ اجتماع)

اب بیسویں صدي میں نامہ نگاران [illegible] استعمال [illegible] شروع کي ھے ' لیکن ھمکو اونکے فن روایت کا بھي نقد [illegible] اور انکي روایت کي حقیقت پر فلسفۂ اجتماع کي روشني میں نظر ڈالني چاھیے - بہت کم لوگ ھونگے جنھوں نے اس حیثیت سے اس موضوع [illegible]

زمانۂ جنگ میں دنیا ایک نئي جماعت بن جاتي ھے ' اور اسکے تمام افراد کے معتقدات و خیالات ' بلکہ کان ' آنکھہ ' ھاتھہ ' پاؤں ' سب ایک ھو جاتے ھیں - نامہ نگاران جنگ بھي اسي دنیا میں رھتے ھیں ' اسلیے وہ بھي اسي نئي متحدہ جماعت کا ایک جزو ھوتے ھیں - کہیں باھر سے نہیں آتے - دنیا پر جن چیزوں کا اثر پڑسکتا ھے ' وھي اُن پر بھي پڑتا ھے - بلکہ میدان جنگ کے مناظر خونیں اور اُنکا دائمي مطالعہ اون پر جنگ کا سب سے زیادہ اثر ڈالتا ھے -

اگر دنیا اندھي ھے تو وہ بھي اندھے ھیں ' اگر دنیا بہري ھے تو وہ بھي بہرے ھیں - اسلیے وہ جو کچھہ دیکھتے ھیں ' اور جو کچھہ سنتے ھیں' وہ بھي اوتنا ھي مستبعد ' قابل جرح ' اور غلط آمیز ھوتا ھے - جتنا خود ھمارے مشاھدات و مرئیات - و لیس المسئول با علم من السائل ؟

پھر یہ کیسي عجیب بات ھے کہ جب دنیا اندھي ھوتي ھے تو اندھوں سے بینائي مانگتي ھے ؟ جب وہ بہري ھوجاتي ھے تو بہروں سے سامعہ طلب کرتي ھے ؟ جب محروم العقل ھوجاتي ھے تو اپنے ھي جیسے محروم العقل ھستیوں سے عقل و دانائي کا سوال کرتي ھے ؟ جنگ کا جو عالمگیر اجتماعي اثر جماعت کے حواس و امیال پر پڑتا ھے ' اس سے نامہ نگاروں اور مورخین عصر کو کیوں مستثنی سمجھہ لیا جاے ؟ وہ بھي اسي جماعت کے افراد ھیں جو جنگ کے جماعتي ھیجان و انفجار جذبات کے سوا اور سب کچھہ کھوچکي ھے' اور عقل و استدلال و مشاھدات عقلیہ سے یکقلم محروم ھے - وہ نہ تو آسمان سے اُترے' اور نہ زمین ھي شق ھوئي تاکہ نامہ نگاروں کي ایک صف اسکے اندر سے اُبھرتي - وہ جماعت ھي کي اندھي نظر ' جماعت ھي کے بہرے کان ' جماعت ھي کے محروم العقل دماغ کو ساتھہ لیکر اس نوع فراموشي کے عین دامنوں میں چلے گئے ' جسکا ساحرانہ اثر ھزارھا میلوں اور فرسخوں کے فاصلے سے تمام دنیا کو مسحور کیے ھوے تھا - پس جس سمندر کي لہریں دور دور کي بستیوں کو پیام ھلاکت دے رھي تھیں ' وہ عین اسکے اندر ڈوب گئے ' جس آتش فشاں پہاڑ کي باران سنگي دور دور کي آبادیوں کیلیے بارش ھلاکت تھي ' وہ عین اسکے کناروں میں جاکر کھڑے ھوگئے - اب وہ صرف اوروں جیسے ایک معطل دماغ ھیں ' بلکہ اوروں سے زیادہ کھوے ھوے ' اوروں سے زیادہ گم کردہ ' اوروں سے زیادہ عقل فراموش ' اوروں سے زیادہ مدھوش و حواس فروش !

کہا جاتا ھے کہ اونکي خبریں یقیني مشاھدات کا نتیجہ ھوتي ھیں ' لیکن اوپر کي مثالوں اور علم بداھت سے ثابت ھوچکا ھے کہ جماعت کا مشاھدہ بالکل غلط ھوتا ھے ' اور وہ بھي اسي جماعت کے زیادہ غلط بین افراد ھیں -

نامہ نگاران جنگ کو جو خصوصیت تمام دنیا سے ممتاز کرتي ھے وہ یہ ھے کہ وہ ایک مخصوص جماعت ھے جنکو عیني گواھوں کي جماعت کہنا چاھیے ' اسلیے ھمکو گواھوں کي خصوصیات نفسیہ پر بحث کرنا چاھیے' تاکہ انکي قوت شہادت واضح ھوسکے -

شہادت کیلیے عموماً تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگ منتخب کیے جاتے ھیں ' لیکن جماعت تو عقل سے خالی ھوتي ھے ' اسلیے اگرچہ وہ لوگ شخصي حیثیت میں بہت بڑے دانا و ھوشمند تھے ' لیکن جماعت میں داخل ھوکر اونھوں نے بھي اپنے قواے عقلیہ کو بالکل کھو دیا ھے' اور اونکي حیثیت ایک عام فرد کي سي ھوگئي ھے -

---

عقل ایک روشني ھے ' لیکن روشني ھر جگھہ کام نہیں دیتي - سورج کو ھر شخص یکساں طور پر دیکھتا ھے ' لیکن یکساں طور پر اسکي روشني سے کام نہیں لیا جاتا - اسلیے شاھد کتنا ھي بڑا

نہیں آتا تھا - اسلیے تمام متاخرین اس سے متاثر ہوے' اور اس مشکل سے بچنے کیلیے سب نے ضروری سمجھا کہ حضرت نوح ہی کی طرف ضمیر کو لیجائیں - یہاں تک کہ ہمارے جلالین نے تو اختلاف کا ذکر بھی نہیں کیا - بطور ایک مسلم قول کے "و من ذریته" کی تفسیر "و من ذریة نوح" ہی کر دی !

جن لوگوں نے اس ضمیر کا مرجع حضرة ابراہیم کو قرار دیا ' انہوں نے تذکرۂ حضرة لوط و یونس کی مشکل کا کیا حل کیا ؟ اسکی تفصیل امام رازی نے نہیں کی حالانکہ پہلے قول کے دلائل پوری تفصیل کے ساتھہ جمع کیے ' لیکن تفسیر بالروایة کے امام ' اور تمام طبقۂ مفسرین متاخرین میں اکمل و افضل ' حافظ ابوالفداء ابن کثیر (رحمة الله علیه) نے اپنی بے نظیر تفسیر میں انکے دلائل نقل کیے ہیں :

انه دخل في الـذرية تغليباً كما في قوله تعالى : " ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه : ما تعبدون من بعدي ؟ قالوا : نعبد الاهك واله آبائك ابراهيم و اسماعيل و اسحاق " فاسماعيل عمه و دخل في آبائـــه تغليبـــاً (بر حاشيۂ فتح البيان جلد ۴ صفحه ۹۳۰)

حضرة لوط ذکر اس سلسلہ میں بطور تغلیب کے آگیا ہے اگرچہ وہ نسل ابراہیمی سے نہ تھے ' جیسا کہ اس آیة میں ہے کہ "جبکہ یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد تم کس کی پرستش کروگے ؟ تو انہوں نے کہا : ہم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد ابراہیـــم ' اسماعیل ' اور اسحاق کے خداء واحد کی پرستش کرینگے -

یہ ظاہر ہے کہ حضرة اسماعیل حضرة یعقوب کے چچا تھے ' باپ نہ تھے - لیکن اولاد یعقوب نے اونکو بھی " آبائك " میں داخل کیا - پس جسطرح یہاں تغلیباً انکا نام لیا گیا ہے ' اسی طرح نسل ابراہیمی میں حضرة لوط کو بھی داخل کر دیا -

اس سے معلوم ہوا کہ جو محققین اس طرف گئے کہ ضمیر حضرة ابراہیم کی طرف عائد ہے ' وہ بھی اس مشکل سے پوری طرح متاثر ہوے کہ حضرة لوط و یونس کا ذکر سلسلۂ ذریة میں کیوں آگیا ہے ؟ اور اسکے سوا اور کوئی حل نہ قرار دیسکے کہ حضرة لوط کو تغلیباً ذریة ابراہیم علیه السلام میں داخل کردیا جاے -

لیکن کیا یہ جواب تشفی بخش ہوسکتا ہے ؟ دلیل میں انہوں نے ایک آیة پیش کی ہے جسمیں اولاد یعقوب نے حضرة یعقوب کے چچا (حضرة اسماعیل) کو بھی انکے آباء میں داخل کیا تھا ' لیکن کیا یہ مثال واقعی اس مشکل کا حل کردیتی ہے ؟

زیادہ غور کی ضرورت نہیں ' ایک سرسری نظر ڈالکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ جواب نہ صرف ضعیف بلکہ ضعیف سے بھی کچھہ زیادہ ہے ' اور قرار دادہ تغلیب کے ثبوت میں جو آیة پیش کی گئی ہے ' اس سے پیش نظر مشکل کیلیے کوئی مدد نہیں ملتی -

بلا شبہ اولاد یعقوب نے حضرة اسماعیل کو بھی " آبائک " میں شامل کیا ' لیکن یہ کوئی طرز بیان کی مخصوص تغلیب نہیں ہے بلکہ لغت و زبان اور اطلاقات رسم و ملک کا عام سوال ہے - " چچا " اپنی بزرگی اور رشتے کی عظمت کے لحاظ سے ہر جگہ مثل باپ کے سمجھا جاتا ہے ' اور علی الخصوص عربی زبان میں تو " اب " کا اطلاق بکثرت " عم " پر ہوتا ہے - خالہ کو بھی اہل عرب " ام " کہتے ہیں - " آذر " حضرة ابراہیم کے چچا تھے - باپ نہ تھے - تورات میں حضرة ابراہیم کے باپ کا نام " تارح " ہے ' اور حضرة ابن عباس ' مجاهد ' ابن جریج ' اور سدی نے اسکی تصریح کردی ہے - لیکن قرآن حکیم نے " آذر " کو اسی آیة کریمه کے آغاز میں حضرة ابراہیم کا " باپ " کہا : و اذ قال ابراهيم لابيه آزر - خود احادیث میں اس اطلاق کے شواہد ملسکتے ہیں - ایک موقع پر آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے حضرت عباس کی نسبت فرمایا تھا : ردوا علی ابي - حالانکہ حضرة عباس آپکے چچا تھے - پس اگر " آبائک " میں حضرة اسماعیل داخل کیے گئے ' تو یہ ایک ایسی تغلیب ہے جو لغۂ عرب میں عام طور پر رائج ہے ' اور " اب " کا اطلاق " عم " پر بربناء لغة کیا جاسکتا ہے - بلکہ لغة کی بنا پر " اب " کے مفہوم کا دائرہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہے - فن لغة و الفاظ قرآنیہ کا ایک مسلم الثبوت امام لکھتا ہے :

" الاب " الوالد ' و يسمي كل من كان سبباً في ايجاد شي ' او اصلاحه او ظهوره ' اباً ' . . . . . و يسمي العـــم مع الاب ابوين ' و كذالك الام مع الاب و الجد مع الاب - (مفردات امام راغب اصفہانی صفحه ۴)

" الاب " یعنی باپ ' اور ہر اس وجود کو جو کسی چیز کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو ' اب کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - . . . . اور اہل عرب ابوین میں باپ کے ساتھہ چچا کو بھی داخل کرتے ہیں اور ماں اور دادا بھی اب کے ساتھہ تبعاً مفہوم میں داخل ہوسکتے ہیں -

لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ اُن اشخاص کو بھی کسی شخص کی نسل میں داخل کردیا جاسکتا ہے ' جو اسکی نسل سے نہیں ہیں ؟ " اب " کا اطلاق خود زبان عربی میں چچا پر ہوتا ہے اور اسلیے حضرة اسماعیل بھی آباء یعقوب میں شامل کیے گئے ' لیکن عربی میں ذریة کا اطلاق غیر ذریة و نسل پر کب ہوتا ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس بھی "ذریة" کے اطلاق میں آسکتے ؟ مثال جو دی گئی ہے وہ یقیناً لغة کے مطابق ہے' اور اسلیے بالکل ٹھیک ہے ' لیکن جس دعوے کیلیے اس سے شاہد کا کام لیا گیا ہے ' اسکے لیے لغة میں گنجائش کہاں ہے ؟ کہا گیا ہے کہ وہ بھی تغلیب ہے اور یہ بھی تغلیب ہے - لیکن وہ تو ایسی تغلیب ہے جو لغة نے کی' عرف و رسم نے کی ' اور اسکے شواہد موجود ہیں ' مگر یہ کیسی تغلیب ہے جسکے لیے نہ تو لغة مؤید ہے' نہ عرف و عوائد' اور نہ اور کوئی وجہ و سبب ؟

غرضکہ قائلین قول ثانی نے جو وجہ بتلائی ہے وہ تشفی بخش نہیں ' اور لیس بشي میں داخل ہے -

(کشف حقیقت)

اب چاہیے کہ بطور خود اس آیة کریمه پر تدبر کریں -

بلا شبہ اس آیة میں " و من ذریته " کی ضمیر حضرة ابراہیم علیه السلام ہی کی طرف عائد ہے' اور جن مفسرین کرام نے اسکا مرجع حضرة نوح کو قرار دیا ہے' انکی تفسیر بوجوہ متعددہ و بینہ مرجوح ہے -

یہ بالکل واضح ہے کہ ان آیات میں ابتدا سے حضرة ابراہیم علیه السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے ' انہی کے فضائل و مدارج کی خبر دی گئی ہے ' انہی کی نسبت اپنے اس فضل و کرم کو بتلایا ہے کہ بقاء نسل و دوام ذکر کا مرتبہ عطا کیا گیا ' وہی ہیں جنکو حضرة اسحاق اور یعقوب کی سی اولاد و احفاد دی گئی ' جنکے ذریعہ نسل ابراہیمی نے ایک وسیع سلسلہ اقوام و انبیاء کا پایا -

اب درمیان میں حضرة نوح علیه السلام کی طرف صرف اسقدر اشارہ آگیا ہے کہ حضرة ابراہیم سے پہلے انپر بھی ایسا ہی فضل الہی ہوا تھا ' لیکن یہ بالکل ایسا درمیانی و غیر مسلسل جملہ ہے ' جیسا ہم لوگ درمیان میں جملۂ معترضہ بول جاتے ہیں - اور ترتیب بیان ' ربط مضمون ' احاطۂ موضوع ' سلسلۂ ما سبق ' داعیۂ مطالب ' یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس درمیانی تذکرۂ نوح کے بعد بھی حضرة ابراہیم علیه السلام کا ذکر ہونا چاہیے - اگر ایسا نہیں

وہ سب کے سب دعوۃ ابراهیمي هي کے ذیل میں داخل هیں' کیونکه وہ سب " ذریۃ ابراهیمي " کي نسبت سے بیان کیے گیے ' اُن تمام انبیاء کرام میں سب سے زیادہ نمایاں اور عظیم الاثر انبیاء چودہ تھے' جنکے نام بعض پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے خاص طور پر لیے گئے هیں -

لیکن قبل اسکے که اس آیۃ کریمه سے هم استدلال کریں' چند اهم مباحث کا صاف کردینا نهایت ضروري هے' کیونکه انکي وجه سے اس ایۃ کا صاف صاف اور ایک هي مطلب خواہ مخواہ کو پیچیدگیوں میں پڑ گیا هے' اور حضرات مفسرین کرام رحمهم الله تعالی نے مختلف بحثیں اسکے ضمن میں چھیڑ دي هیں -

مرجع ضمیر " ذریۃ " و حقیقت " ذریۃ ")

یه بالکل ظاهر هے که اس آیۃ اور اسکے ماقبل کي آیتوں میں تذکرہ صرف حضرۃ ابراهیم علیه السلام کے مقامات و درجات هي کا هے (جیسا که گذشته نمبر میں گذر چکا) اور درمیان میں مختصر ایک ضمني اشارہ حضرۃ نوح علیه السلام کي جانب بھي کردیا گیا هے' لیکن چونکه حضرۃ نوح کے ضمني تذکرہ کے بعد پھر ایک ضمیر آگئي هے ' اسلیے حضرات مفسرین رحمهم الله کے سامنے یه بحث آگئي که اس ضمیر کا مرجع کون هے ؟ حضرۃ نوح یا حضرۃ ابراهیم ؟ (علی نبینا و علیهما السلام)

وضاحت مبحث کیلیے آیۃ کریمه کا وہ ٹکڑہ پھر ایک بار پڑھ لیجیے :

و وهبنا لــه اسحاق و یعقوب کــلا هدینا ' ونوحا هدینا من قبل' و من " ذریته " داؤد و سلیمان و ایوب - الخ یعني هم نے ابراهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسا فرزند اور پوتا دیا ' اور نوح جنکو انسے پہلے هدایت کي ' اور " انکي " ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب پیدا هوے - الخ - چونکه حضرۃ نوح کے ذکر کے بعد هي " و من ذریته " (اور انکي ذریت میں سے) آگیا هے ' اسلیے سوال پیدا هوگیا که یه " اُنکي " کي ضمیر کس کي طرف راجع هے ؟

یه بالکل واضح تھا که تذکرہ اصلي حضرۃ ابراهیم کا هے' اسلیے اس ضمیر کو بھي انهي کي طرف راجع هونا چاهیے ' لیکن حضرات مفسرین کو اسمیں ایک سخت مشکل نظر آئي - انهوں نے دیکھا که یہاں لفظ " ذریۃ " کا آیا هے اور اسکے بعد متعدد انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا هے' پس اس ضمیر کا مرجع وهي هوگا' جسکي ذریۃ اور نسل سے وہ تمام انبیاء متذکرۂ مابعد پیدا هوے هوں - لیکن جن انبیاء کا بعد میں ذکر کیا گیا هے' اُن میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس علیهما السلام کا بھي نام آیا هے' اور یه بالکل ظاهر هے که حضرۃ لوط حضرۃ ابراهیم کے معاصر تھے - انکي نسل میں سے نه تھے - اسي طرح آنکے نزدیک حضرۃ یونس کو بھي نسل ابراهیمي سے تعلق نه تھا - پس ضرور هے که " ومن ذریته " کي ضمیر کا مرجع حضرۃ نوح [illegible] اور ترتیب بیان کے لحاظ سے بھي اسکا قریبي مرجع وهي هیں - چنانچه امام ابن جریر طبري رحمة الله علیه لکھتے هیں :

و الهاء التي في قـولـه : " ومن ذریتـه " مـن ذکر نـوح ' و ذالـك ان الله ذکر في سیاق الایات التي تتلـو هـذه الا یة ' لوطا ' و معلوم ان لوطا لم یکن من ذریۃ ابراهیم .... لو ارید بالذریۃ ذریۃ ابراهیم لما دخل یونس و لـوط فیهم ' ولا شک ان لوطا لیس من ذریۃ ابراهیم ولکن من ذریۃ نوح ' فلذالـک وجب ان تکون الهاء فی " الذریۃ " من ذکر نوح - (جلد ۷ صفحه : ۱۷۲)

اور ضمیر کي " هاء " جو " ومن ذریته " میں هے ' حضرۃ نوح کے متعلق هے - اسلیے که الله تعالی نے اس آیۃ کے سلسلے میں حضرۃ لوط کا بھي نام لیا هے ' اور یه معلوم هے که حضرۃ لوط حضرۃ ابراهیم کي نسل سے نه تھے - ...... اگر قرآن کا مقصود لفظ " ذریۃ " سے حضرۃ ابراهیم کي " ذریۃ " هوتا ' تو انکي نسل میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کو کبھي داخل نه کرتا ' اور اسمیں کوئي شک نہیں که حضرۃ لوط حضرۃ ابراهیم کي نسل سے نهیں بلکه حضرۃ نوح کي نسل سے تھے - اس بنا پر ضروري هوا که " ذریته " کي " هاء " کو ذکر حضرۃ نوح هي میں سے قرار دیا جاے -

اس تفسیر کے مطابق تاویل عبارت یوں هوئي که " و نوحا وفقنا للحق من قبل ابراهیم و اسحاق و یعقوب ' و هدینا ایضاً من ذریۃ نوح ؛ داؤد و سلیمان " یعني نوح کو هم نے ابراهیم و اسحاق و یعقوب سے قبل راہ ارشاد دکھلائي ' اور نیز نوح کي نسل میں سے داؤد و سلیمان وغیرهم کي بھي هدایت کي -

تاهم چونکه آیۃ کا موضوع اور سیاق و سباق کي ترتیب صاف صاف ظاهر کرتي تھي که اصل تذکرہ حضرۃ ابراهیم کا هے نه که حضرۃ نوح کا' اسلیے ایک جماعۃ محققین کي اس طرف بھي گئي که یه ضمیر حضرۃ ابراهیم هي کی طرف راجع هے' اور اُنھی کی ذریۃ کي آگے چلکر مزید تشریح کي هے -

چنانچه امام رازي نے دونوں جماعتوں کے قول نقل کیے هیں ' اور دونوں کو " قیل " کے لفظ سے تعبیر کیا هے' نیز قائلین ذکر نوح کے دلائل بھي زیادہ تفصیل سے بیان کیے هیں :

قیل المراد و من ذریۃ نوح و یدل علیه وجوہ (الاول) ان نوحا اقرب المـذکورین - (الثاني) ذکر في جملتهم لوطا و هو کان ابن اخ ابراهیم و ما کان من ذریتـه بل کان من ذریۃ نوح' وکان رسولاً في زمان ابراهیم (الثالث) ان ولد الانسان لا یقال انه ذریته فعلی هذا اسمـاعیل ما کان من ذریۃ ابراهیم بل هو من ذریۃ نــوح (الرابع) قیل ان یونس ما کان من ذریۃ ابراهیم - والقـول الثاني - ان الضمیـر عائد الی ابراهیم علیه السلام و احتج القائلون بهذا القول بان ابراهیم هو المقصود بالذکر في هذه الایات (ج۳-ص-۷۹)

" کہا گیا هے که مراد اس ضمیر سے ذریۃ حضرۃ نوح کي هے اور اسکے لیے متعدد وجوہ هیں : (۱) اس ضمیر کیلیے سب سے زیادہ قریبي مرجع حضرت نوح هي کا هے - (۲) من جمله انبیاء ذریۃ کے حضرۃ لوط هیں' اور وہ حضرۃ ابراهیم کے بھتیجے اور انکے عهد کے ایک رسول تھے ' انکي نسل سے نه تھے - (۳) کسي آدمي کے بیٹے کو اُسکي نسل نهیں کہینگے - ذریۃ کا اطلاق اولاد کي اولاد در اولاد پر هوتا هے - پس اس بنا پر حضرۃ اسماعیل بھي حضرۃ ابراهیم کي ذریۃ میں نه هوے - ذریۃ حضرۃ نــوح کي هوئي ' مگر انکا ذکر بھي اس سلسلے میں آیا هے- (۴) حضرۃ یونس کا بھي نام آیا هے اور کہا گیا هے که وہ بھی نسل ابراهیمي سے نه تھے - دوسرا قول اس آیۃ کي تفسیر میں یه هے که ضمیر حضرۃ ابراهیم هي کي طرف راجع هے - اس تفسیر کے قائلین نے اس دلیل سے حجۃ پکڑي هے که ان آیات میں اصل مقصود حضرۃ ابراهیم کا تذکرہ هے - پس ضرور هے که انهي کي نسل کا ذکر جاري رهے!"

چنانچه عام متداول تفاسیر مثلا مدارک و خازن وغیرہ میں تم پاؤگے که دونوں قول نقل کردیے هیں' مگر ترجیح حضرۃ نوح کے مرجع هونے کو دي هے - اور قدماء میں امام ابن جریر کے علاوہ فراء ' قشیري ' ابن عطیه (رحمهم الله) بھي اسي طرف گئے هیں - بغوي نے زجاج کا یه قول نقل کیا هے : " کلا القولین جائز لان ذکرهما جمیعا قد جری " (دونوں طرح تفسیر کرنا جائز هے کیونکه دونوں کا وهاں ذکر کیا گیا هے)

اصل یه هے که حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کا آ جانا ایک ایسي سخت مشکل سمجھي گئي ' جسکا کوئي عمدہ حل نظر

چنانچه فرمایا کہ : و من ذریته : داؤد ' و سلیمان ' و ایوب ' و یوسف ' و موسیٰ ' و هارون ' وکذالک نجزي المحسنین - و زکریا ' و یحییٰ ' و عیسي ' و الیاس ' کل من الصالحین - و اسماعیل ' و الیسع ' و یونس ' و لوطا ' وکلا فضلنا علی العالمین !

گو اسکا موقع نہیں لیکن کہنے کیلیے طبیعت میں ے اختیار بیقراري اٹھتي ھے کہ گو یه مقام محض چند اسماء کو عطف کے ساتھه جمع کردینے کا تھا ' لیکن بلاغت قرآني یہاں بھي اپنے اعجاز سے غافل نہیں - تم دیکھه رهے ھو کہ ان چودہ نبیوں کے ناموں کو ایک ھي جملہ میں نہیں گن دیا ھے' بلکہ اسکے تین ٹکڑے کردیے ھیں اور سب کے درمیان وقف ھے - پہلا ٹکڑہ " محسنین " پر ختم ھوا ' دوسرا " صالحین " پر ' تیسرا " عالمین " پر - ایک بہت بڑا نکتۂ بلاغت اسمیں یہ ھے کہ اگر ایک ھي جملۂ نامہ کے اندر یہ پورے چودہ نام آجاتے ' تو وہ ناموں کے اجتماع کا اتنا بڑا جملہ ھو جاتا ' جسکو بیک دم پڑھنے سے طبیعت نہایت گراني و ثقالت محسوس کرتي - اسلیے بہ لحاظ اوصاف غالبہ ان انبیاء کي تین جماعتیں کردیں ' اور ھر جماعة کے اسماء کے بعد اُن کي زندگي کے اُن غالب اوصاف کي طرف اشارہ کردیا ' اور اسطرح ایک لنبا سلسلہ جسمیں یکے بعد دیگرے معطوف ھوتے ھوے چودہ نام آجاتے ' تین چھوٹے چھوٹے ھم وزن جملوں میں منقسم ھوگئے -

بہر حال اس سلسلے میں بقیہ انبیاء کے متعلق تو بالکل ظاھر ھے کہ وہ حضرة ابراھیم کے بعد بني اسرائیل میں آے ' اور ھمارا استدلال یہ ھے کہ یہ تمام سلسلہ دعوة ابراھیمي کے مجددین ھي کا تھا - لیکن حضرة لوط ' حضرة یونس ' حضرة الیاس ' اور حضرة الیسع کے متعلق مفسرین کو مشکلات پیدا ھوگئي ھیں -

حضرة لوط کا ذکر اوپر آچکا ھے - حضرة یونس بھي انبیاء اسرائیل کے سلسلے کے ایک نبي ھیں جنکا اصلي عبراني نام " یوناہ " ھے - وہ " متی " کے بیٹے تھے - عہد عتیق کے صحائف میں عبدیاہ نبي کے بعد انکے ظہور و مواعظ کا بھي ایک مستقل تذکرہ ھے - مثل متعدد انبیاء متاخرین کے یہ بھي امة اسرائیلي کے آخري ماتم گذاروں میں سے تھے -

پس تعجب ھے کہ حضرات مفسرین (رحمہم اللہ) نے کیونکر یہ قرار دے لیا کہ حضرة یونس نسل ابراھیمي سے نہ تھے ؟ اگر وہ مثل حضرة لوط کے نہوتے' جب بھي وہ ذریة ابراھیمي ھي میں داخل تھے کیونکہ سلسلۂ بنو اسرائیل میں جتنے انبیاء کرام آئے ' سب کے سب دعوة موسسۂ ابراھیمي کے مجدد تھے - لیکن لطف یہ ھے کہ جسماني نسل کے اعتبار سے بھي حضرة یونس نسل یعقوب سے ھیں اور یعقوب حضرة اسحاق کے بیٹے تھے ' اور اسحاق حضرة ابراھیم کے (علیہم السلام) !

حضرت " الیاس " کے متعلق بھي لوگوں نے عجیب عجیب قیاسات کیے ھیں ' اور بعضوں کا یہ حال ھے کہ وہ انبیاء کے عبراني الاصل ناموں کیلیے عربي مادوں اور مصدروں کو ڈھونڈھتے ھیں - دراصل توراة میں جو نام " ایلیاہ " کي شکل میں تم دیکھتے ھو ' وھي عربي میں آکر " الیاس " ھوگیا ھے - حضرة ایلیاہ کا مفصل تذکرہ کتاب سلاطین اول اور دوم ' دونوں میں موجود ھے - انکا ظہور " اخي اب " بادشاہ کے زمانے میں ھوا ' جو یہودي ھوکر بعل کے بتوں سے مرعوب ھوگیا تھا - انکے متعلق کتاب سلاطین دوم (۲ : ۱۰) میں لکھا ھے کہ جب یردن پار اترے ' تو ایک آتشیں رتھہ آسمان سے اترا - اور وہ یکایک غائب ھوگئے - صدیوں تک اسي کے دوبارہ ظہور کا انتظار تھا -

بہر حال یہ بھي ایک رسول اور مجدد اسرائیلي تھے ' اور دعوة ابراھیمي کي ذریة میں جسم و روح دونوں اعتبار سے داخل -

حضرة " الیسع " کے متعلق اس سے بھي زیادہ غلط فہمیاں پیدا ھوئي ھیں' اور انکي شخصیت کے متعلق کوئي صاف فیصلہ نہیں کیا گیا ھے -

بعض تو اس عام غلط فہمي کي بنا پر کہ یہ نام عربي ھیں ' الیسع کے مصادر و مواد ڈھونڈھنے لگے' بعض نے " الیاس " اور " الیسع " دونوں کو ایک قرار دیا ' بعض نے کہا کہ اسپر الف لام کا آنا اسکي عربیت کي پوري دلیل ھے -

اس سے بھي زیادہ آجکل کے بعض مدعیان تحقیق جدید نے ٹھوکر کھائي ھے' اور لکھا ھے کہ توراة میں جس نبي کا نام " یسعیاہ " آیا ھے اور جنکا ایک صحیفہ بھي موجود ھے ' وھي الیسع ھیں -

لیکن دراصل یہ تمام تحقیقات بے سود ھے - مثل اور ناموں کے یہ نام بھي عبراني ھے' مگر بغیر کسي تبدیلي کے بجنسہ عربي میں آگیا ھے - کتاب سلاطین اول و دوم میں جہاں حضرت ایلیاہ کا ذکر کیا گیا ھے' وھاں انکے ایک ساتھي " الیسع " بھي ھیں' جو انکي غیبت کے بعد انکي نبوة کے وارث ٹھہرے ' اور جب یردن پار اُترے تو یریحو کے انبیاء زادوں نے پکارا : " ایلیاہ کي روح الیسع پر اُتري " (سلاطین ۲ : ۱۵)

اگر ھمارے مصنفین نے توراة کا مطالعہ کیا ھوتا ' تو یہ دقتیں پیدا نہ ھوتیں -

بہر حال حضرة " الیسع " علیہ السلام بھي قطعاً اسرائیلي ھیں' اور اسلیے قطعاً حضرة ابراھیم علیہ السلام کي جسماني ذریة سے بھي ھیں ' اور اُنکي روحاني ذریة سے بھي ' وہ بھي مثل دیگر انبیاء بنو اسرائیل کے تجدید دعوة ابراھیمي کیلیے آے جو شریعت موسوي کے نام سے موسوم تھي -

(تفسیر آئمۂ اھلبیت علیہم السلام)

اور الحمد للہ کہ " و من ذریته " کي بھي تفسیر بعض ائمۂ اھلبیت کرام علیہم السلام نے بھي کي ھے ' اور في الحقیقت اُن خزائن و ینابیع علوم نبوت سے بڑھکر اور کون ھے جسکي تفسیر مقبول و مطلوب ھوسکتي ھے ؟

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ حضرة امام باقر علیہ و علی اجدادہ و آبائہ الصلواة والسلام سے پوچھا کہ آپ لوگ حضرات حسنین علیہما السلام کو آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم کي ذریة قرار دیتے ھیں' اور کہتے ھیں کہ یہ قرآن سے ثابت ھے - مگر میں نے تمام قرآن کا مطالعہ کیا ' مجھے کہیں انکا ذکر نہیں ملا -

اسپر حضرة امام علیہ السلام نے فرمایا :

الیس تقرء سورة الانعام "ومن ذریته داؤد وسلیمان" حتی بلغ : ویحیی وعیسی" فقال : الیس من ذریة ابراھیم و لیس له اب ؟

" کیا تو نے سورۂ انعام میں یہ آیة نہیں پڑھي کہ : و من ذریته داؤد و سلیمان " اور کیا اسي سلسلہ میں حضرة عیسي علیہ السلام کا بھي نام نہیں آیا ھے ؟ اگر آیا ھے تو حضرة عیسیٰ حضرة ابراھیم کي ذریة کیونکر ھوے - حالانکہ انکا باپ نہ تھا ؟

جواب کا مطلب یہ ھے کہ جب حضرة مریم علیہا السلام کے نسب کي بنا پر خدا نے حضرة عیسیٰ کو ذریة ابراھیم قرار دیا ' تو پھر حضرة سیدة النساء فاطمة الزھراء علیہا السلام کے لخت جگر کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کي ذریة نہوں ؟

امام رازي وغیرہ نے اس جواب کو حضرة امام باقر علیہ السلام کي طرف نسبت دي ھے' لیکن حافظ ابو الفداء نے بسلسلۂ روایت یحیی بن یعمر کي طرف منسوب کیا ھے - میں نے حضرات مفسرین اثنا عشریہ کي مصنفات اس غرض سے دیکھیں' تو تفسیر صافي میں بجنسہ حضرة امام کا مندرجۂ صدر قول ملگیا -

اس جواب سے ثابت ھوا کہ آیة انعام میں " و من ذریته " کي ضمیر کا حضرت ابراھیم کي طرف عود اسدرجہ مسلم تھا کہ جب حضرة امام نے استدلال کیا ' تو معترضین کچھه جواب نہ دیسکے -

نیز یہ کہ حضرات آئمۂ اھل بیت نبوة علیہم السلام کا بھي یہي مسلک تھا - و الحمد للہ علی ذالک -

ہے تو یہ ربط و نظم بیان کے بالکل خلاف ہے' اور لوگ اسے کلام الہی کیلیے جائز رکھیں' مگر ہم جائز نہیں رکھ سکتے -

جن مفسرین نے اس راے کو قبول نہ کیا' بلا شبہ انہوں نے حقیقت شناسی کا زیادہ ساتھ دیا' لیکن افسوس کہ جسقدر ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے' اسمیں انکی جانب سے کوئی تشفی بخش حل اُن مشکلات کا نہیں ملتا جو قائلین مذہب اول نے پیدا کردیے ہیں -

" ذریة " کے لفظ' اور حضرة لوط اور حضرة یونس کے تذکرہ نے کچھ ایسا الجھاؤ پیدا کردیا ہے کہ پہلی جماعت نے تو اسکو لا علاج قرار دیکر سرے سے ضمیر ہی کو وہاں سے ہٹا دیا' اور دوسری نے بھی تغلیب کے سوا اور کچھ چارۂ کار نہ دیکھا -

لیکن دراصل اسکا حل دوسرا ہے - ممکن ہے کہ ہم حقیقت سے کوئی قریب تر جگہ پالیں - " ذریة " کی ضمیر تو ضرور حضرة ابراہیم ہی کی طرف پھرتی ہے - اسمیں کوئی شک نہیں - لیکن " ذریة " کے لفظ سے یہاں مقصود محض جسمانی نسل ہی نہیں ہے - انبیا کی ذریة اصلی' ذریة جسمانی نہیں ہوتی' اور نہ جسمانی نسل کوئی ایسی چیز ہے کہ اسے انبیاء کیلیے خدا ایک بہت بڑی نعمت قرار دے - بلکہ یہاں حضرة ابراهیم کی وہ عظیم الشان " ذریة " معنوی مراد ہے جو انکی " دعوة موسسه " سے مثل حضرة نوح کے پیدا ہوئی اور پھیلی' اور جسکے بڑے بڑے مجدد وہ انبیاء ورسل علیهم السلام تھے' جنکے اسماء گرامی اس آیة کریمہ میں لیے گئے ہیں -

خدا تعالی یہاں اپنے احسان و فضل کا ذکر کررہا ہے' جو خصوصیت کے ساتھ حضرة ابراہیم علیه السلام پر مبذول ہوا -

اس احسان کا ایک ٹکڑہ تو خاص انکی ذات و عہد سے تعلق رکھتا تھا کہ اللہ نے انکے قلب کو تمام نقائص خارجیه سے " سلیم " رکھا اور انکی فطرة اصلیۂ اسلامیه کسی خارجی اثر ضلالت و نمائش بطلان سے مرعوب نہوئی' نیز انکو وہ " حجج الاهیه " عطا کیے گئے جنکے ذریعہ انہوں نے اپنے پاس عقل و ادراک انسانی کیلیے سب سے بڑا پیام ہدایت پایا' اور انکے مراتب معنویه مرتفع و سربلند ہوے

دوسرا حصہ احسان الہی کا وہ ہے جسے قرآن حکیم بقاء ذکر اور لسان صدق " فی الاخرین " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکی حقیقت تم گذشتہ صحبتوں میں سن چکے ہو کہ مرتبۂ نبوت کی قوة " موسسه " کی طرف اشارہ ہے' جو اپنی دعوة کے ذریعہ ایک باقی و قائم امة صالحه پیدا کردیتی ہے' اور اسطرح آنے والے قرون و اجیال میں اس دعوة کا سلسلۂ ہدایت ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے - انکی دعوة کے گھرانے اور نسل کی زندگی افراد و اشخاص کی موت و حیات کے دائرۂ اثر سے باہر ہوجاتی ہے - اگرچہ وجود موسس دنیا سے چلا جاے' لیکن اسکی " تاسیس " پر موت طاری نہیں ہوتی -

پہلے قسم کے احسان کا ذکر اس آیة میں وہاں ختم ہوتا ہے جہاں فرمایا کہ : و تلک حجتنا اتینا ها ابراهیم علی قومه' نرفع درجات من نشاء' ان ربک حکیم علیم - اور دوسرا احسان بقاء دعوة اور " لسان صدق فی الاخرین " کا وہ ہے جسکو یوں تعبیر کیا کہ : و وہبنا له اسحاق و یعقوب کلا هدینا - نیز ہم نے حضرة ابرهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد و احفاد دی جنکے ذریعہ دعوة ابراهیمی کے بقاء و تسلسل کا سلسلہ شروع ہوا - اسرائیل (حضرة یعقوب) سے بنو اسرائیل کی امة پیدا ہوئی' اور انکی اصلاح و تجدید و احیاء کیلیے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام (به تحت تاسیس ابراهیمی) آتے رہے -

پس وہ " ذریة " اور " نسل " جو حضرة ابراهیم کو خدا نے دی' جسم اور خون کی نسل نہیں ہے جسکے ماتحت تم حضرة لوط اور حضرة یونس کو کسی طرح نہیں لا سکتے' اور اسلیے حیران ہو - جسمانی نسل حضرة ابراہیم کیلیے کوئی بڑا انعام نہ تھا' بلکہ کسی پیغمبر کیلیے اللہ کا ممتاز انعام نہیں ہوسکتا - انکا گھرانا دیوار و در کا احاطہ نہیں بلکہ حق اور تبلیغ حق کا رشتہ ہے' انکا وجود گوشت اور پٹھوں کا ڈھانچ نہیں بلکہ شریعة اور شریعة کی پکار ہے' انکا وطن گرد اور غبار کا کوئی منجمد ٹکڑہ نہیں' بلکہ سچائی اور راست بازی کے دعوة کا رقبہ ہے' پھر کیوں نہیں کہدیتے کہ انکی ذریة بھی جسم اور خون کی نہیں بلکہ دعوة الہی اور رسالة ربانی کے بقاء و قیام کی ہے ؟

ساری مشکل اس آیة کی تفسیر میں لفظ " ذریة " سے پیدا ہوگئی ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس نسل ابراهیمی سے نہ تھے' اور یہ مشکل سر تا سر نتیجہ اسکا ہے کہ صنف " تاسیس " و " تجدید " کی جو حقیقت گذشتہ صحبتوں میں واضح کی گئی ہے' وہ پیش نظر نہیں ہے -

یہاں " ذریة " سے مراد دعوة ابراهیمی کی وہ " ذریة " ہے جو انکی دعوة " موسسه " نے پیدا کی - وہ " موسس " تھے - مجدد نہ تھے - پس جو انبیاء مجددین دعوة ابراهیمی کے ذیل میں ظاہر ہوے' قرآن حکیم نے ان میں سے چند ناموں کی طرف یہاں توجہ دلائی ہے' اور درمیان میں حضرة نوح کی " تاسیس " کی طرف اشارۂ مماثلة کردیا ہے' تاکہ واضح ہوجاے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراهیم کو کیسا کچھ موسس بنایا ؟ اور کیسی نسل دعوة انسے پھوٹی اور پھلی پھولی ؟

سب سے پہلی دقت اس تفسیر میں حضرة لوط کے متعلق ہے کہ انکا نام کیوں آگیا ہے ؟ لیکن یہ دقت' دقت ہی کب ہے جب کہ خود قرآن حکیم نے بتلا دیا ہے :

و ابراهیم اذ قال لقومه : اعبدوا الله و اتقوه' ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون • • • • • • • • • • • • • • • •	اور ابراهیم نے جب قوم سے مخاطب ہوکے کہا : اللہ کی پرستش کرو اور اسی سے ڈرو - اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ تمہاری فلاح اسی میں ہے - • • • • • • • • •
فامن له لوط و قال انی مهاجر الی ربی' انه هو العزیز الحکیم -	لیکن قوم کی جہالت و ضلالة کیلیے یہ دعوة حق کچھ سودمند نہ ہوئی' اور صرف لوط ابراهیم پر ایمان لاے -

تورات کتاب پیدایش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرة لوط حاران برادر تارح کے بیٹے اور حضرة ابراهیم کے بھتیجے تھے - (۱۱ : ۲۷)

اور قرآن حکیم کی مندرجۂ بالا آیت بتلاتی ہے کہ وہ حضرة ابراهیم پر ایمان لاے' اور انکی دعوة کے ساتھی ہوگئے - پس حضرة لوط گو حضرة ابراهیم کی نسل سے نہیں تھے' انکے بھتیجے تھے' لیکن چونکہ انکی دعوة' دعوة موسسۂ مستقلہ نہ تھی بلکہ دعوة ابراهیمی ہی کے تابع تھی' وہ اسی دعوة موسسه کے ایک مجدد تھے' اسلیے وہ حضرة ابراهیم کی " ذریة رسالت " ہی میں داخل تھے' اور اسی لیے اس آیة میں انکو بسلسلۂ مجددین دعوة ابراهیمی شامل کیا گیا -

(مجددین دعوة ابراهیمی)

اس آیة کریمه میں " و من ذریته " کے بعد سے " علی العالمین " تک جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے' وہ سب کے سب بلا استثناء دعوة موسسۂ ابراهیمیه کے مجدد ہیں' اور اسی لیے " ذریة " ابراهیمی میں داخل -

انکی تعداد ۱۴ - ہے' اور بیان میں ترتیب تاریخی نہیں ہے کیونکہ یہاں استقراء تاریخی مقصود نہ تھا' صرف دعوة موسسۂ ابراهیمی کی بقاء ذریة' اور قیام سلسله کو ظاہر کرنا تھا -

والنهار (۱۴ - ۲۷)

رات اور دن اور انکے خواص و موثرات کو بھي تمہارا تابع فرمان بنا دیا !

و سخر لكم الليل والنهار، والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره (۱۶ : ۲)

رات، دن، سورج، چاند، سب کو تمہارے تابع کردیا کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع هیں -

غور کرو، ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" کی زندگی میں کتنا فرق هے ؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں، ستاروں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں، کہنه اور بوسیده قبروں کي انتوں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں، خود انسانو سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں، لیکن ایک مسلم کا عقیده یه هے که "فاطر السموات و الارض" کي ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئي وجود نہیں جس سے ڈرا جاے - ایک مشرک اپنے کو دنیا کي هر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا هے، لیکن ایک مسلم وجود ذات "عزیز و متکبر" کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلی سمجھتا هے، کیونکه هر لحظه اوسکے کان میں یه آواز آتي رهتي هے :

ان العـــزة لله و لرسوله و للمومنين -

عزت صرف خدا کیلیے هے، اوسکے رسول کیلیے هے، اور مسلمانوں کیلیے هے -

اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کیطرف هاتھه پھیلاتا هے ؟ کیا تو اونمیں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں هے ؟ اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا هے ؟ کیا وہ بھي تیرے هي طرح خدا کي مخلوق نہیں ؟ اے مشرک انسان ! تو خدا کو چھوڑ کر کس سے حاجت بر آري کي درخواست کرتا هے ؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں ؟ پس ایک هي هے جسکي طرف هاتھه پھیلانا هے، ایک هي هے جس سے ڈرنا هے، ایک هي هے جسکے آگے جھکنا هے، ایک هي هے جسکے آگے گڑگڑانا هے، ایک هي هے جسکو اپنے سے بالاتر سمجھنا هے، اور هاں ایک هي هے جس سے حاجت بر آري کي درخواست هے :

قل افرأيتم ما تدعون من دون الله ؟ ان ارادني الله بضر هل هن كاشفات ضره ؟ او ارادني برحمة هل هن ممســكات رحمتـه ؟ قل حسبي اللـــه، عليـــه يتـوكـــل المتـــوكلـــون -

اگر خدا مجھ مصیبت پہونچاني چاهے تو کیا تمہارے معبود جنکو تم پکارتے هو، اوس مصیبت کو دور کرسکتے هیں ؟ اگر خدا اپني رحمت مجھپر نازل کرني چاهے تو کیا وہ روک سکتے هیں ؟ هاں کہدو که خدا هي کا رشته بس کرتا هے، بھروسه کرنے والے صرف اوسیکي ذات پر بھروسه کرتے هیں !

پس جو مسلم هے وہ خود دار هے، کیونکه خدا کے بندوں میں اوسکا کوئي همسر نہیں، پھر کس سے وہ اپني ذات کو حقیر سمجھے اور اوسکے سامنے جھکے ؟ اوسنے صرف ایک هي سے اپني ذات کو حقیر سمجھا، اور اوسیکے سامنے جھکا -

جو مسلم هے وہ آزاد هے، کیونکه مخلوقات میں کون بڑا هے جس سے وہ ڈرے ؟ اوسنے ایک کو بڑا سمجھا اور اوسي سے وہ ڈرا -

مسلم خدا کے سوا کسي سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ اسلیے که وہ دل سے اعتقاد رکھتا هے که :

خدا کے سوا نفع و ضرر کسي کے هاتھه میں نہیں -
دنیا کي هر قدرت و قوت کا مالک وهي هے -
اوسکے سوا کسي میں قوت و قدرت نہیں -
مخفي دعاؤں کا سننے والا تنہا وهي هے -
دنیا کي تمام قوتوں کي عنان حکومت صرف اوسي کے دست قدرت میں هے -
عطاے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اوسیکا کام هے -
هماري طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اوسیکا محتاج هے، پر وہ کسي کا محتاج نہیں -

تاریخ و عبر

امر بالمعروف و نہي عن المنکر

تاریخ معتزله کا ایک صفحه

غیلان دمشقي

ذیل کے مضمون میں اور اسکے بقیه سلسلے میں نه تو همیں فرقهٔ معتزله کے عقائد و کلام سے کوئي تعلق هے، اور نه انکے صحت و عدم صحت پر کوئي تبصرہ کرنا هے - ایک ایسے دور میں جبکه تمام نئے مصنفوں اور مصلحوں نے اپنے لیے راہ عمل صرف اعتزال هي کي تقلید میں پائي هے، الله تعالى نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کي رهنمائي کي، اور اشاعرہ و معتزله، دونوں کي راهوں سے بلند تر ایک تیسري راہ حقیقت و استقامت دکھلا دي - اگر اسکي هدایت و توفیق دستگیر نه هوتي تو سچ یه هے که ان دونوں راهوں کي دلدل بڑي هي قدم گیر تھي ;

بندۂ را که بفرمان خـــدا راہ رود
نگزارند که در بند زلیخـــا مانـــد

تمام عالم اسلامي نے حقیقت کو اشاعرہ کي وراثت میں دیدیا تھا - اب بعض نئے مصلحین اٹھے هیں اور اعتزال کي مفقود و منهدم راہ از سر نو درست کرني چاهتے هیں - پر افسوس که سلف صالح اور مومنون اولون کي اس راہ کي کسي کو خبر نہیں، جو اس وقت سے هے، جبکه نه تو اعتزال کي پکار بلند هوئي تھي، اور نه امام ابو الحسن اشعري کا وجود تھا - بهر حال یه موقعه اس تذکرہ کا نہیں - صرف یه

(پہلے کالم کا بقیه مضمون)

پھر کیونکر ممکن هے که شدائد و خطرات کا مهیب دیو اوس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے، جسکا قلب مطمئن خدا کے سوا کسي سے خوفزدہ نہیں ؟ اور کیونکر ممکن هے که خوف و هراس اوس دل پر قبضه کرسکے جو خدا کے سوا کسي کے قبضه میں نہیں ؟ اور هاں کیونکر ممکن هے که متکبرین کي هیبت و عظمت، جبابرۂ عالم کا قہر و غضب، سپاهیوں کي تیغ و سنان، اور فرعونوں کا جاہ و جلال اوس انسان کو مرعوب کرسکے، جسکي نظر میں یه سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں ؟

پھر جسکي یه حقیقت هے، کیونکر ممکن هے که وہ شدائد و خطرات سے خوف کھا کر نصرت حق سے باز آجاے ؟ اوسکا دل راستي اور سچائي کي سختیوں کو دیکھکر لرز جاے، اوسکي زبان قول حق سے خاموش رهے ؟ اوسکا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل هو جاے ؟ کیونکه مسلم کي حقیقت یه هے که وہ خدا کے سوا دنیا میں کسي سے نہیں ڈرتا - اپنے نفع و ضرر کي باگ اوسکے سوا کسي کے هاتھه میں نہیں دیکھتا -

پھر کیا یه سچ نہیں که مسلم فطرتاً خود دار هے که اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر هے ؟ کیا یه صحیح نہیں که مسلم فطرتاً آزاد اور حر هے که خالق کے سوا وہ کسي مخلوق سے نہیں ڈرتا، کیونکه قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اوسکي نظر میں ایک هي هے :

ان يمسسك الله بضر فلا كاشف له، و ان يمسسك بخير فهو على كل شيئ قدير، و هو القاهر فوق عباده، و هو الحكيم الخبير (انعام)

اگر وہ ضرر پہونچانا چاهے تو کوئي اوسکو هٹانے والا نہیں، اور اگر نیکي و برکت دینا چاهے تو وہ هر بات پر قادر هے، وہ بندوں پر غالب هے، وہ هر نکته سے آگاہ هے، اور هر خبر سے واقف هے -

مواعظ و خطب

الحـــريـة فـى الاســـلام

ان القـوة لله جميعـــاً (۲ : ۱٦۰)

اس سے پہلے کہ دنیا نور اسلام سے منور ہو' انسان کا کیا حال تہا ؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا' جنگل کا ہر بڑا درخت اوسکا خدا تھا' زمین کا ہر خوفناک ابہزا اوسکا خدا تھا' پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اوسکا خدا تھا - وہ سانپ کو پوجتا تھا کہ سانپ دیوتا تھا' وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیبي تھي' وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا' وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں اگني دیبي تھي اور کہیں خدا کا مظہر تھي' وہ تمام ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے - وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے' وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ اون میں انسانوں سے زیادہ قوت تھي' وہ انسانوں کو بھي پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے !

هندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا' پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا' یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا' طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا' مصر و بابل جو علم هیئۃ و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے' ستاروں کے هیکل سے آباد تھے - دنیا اسي تاریکی میں گھري ہوئي تھي' کہ کلدان میں "مسلم اول" کا ظہور ہوا' جیسے.

فلما جن علیه اللیـل را کوکبا قال هذا ربي فلما افل قال لا احب الافلین - فلمـاء رأ القـمر بـازغـاً قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهـــدني ربي لاکونن من القوم الضالین - فلما رأ الشمس بازغـــة قال هذا ربي هذا اکبر' فلما افلت قال یا قوم اني بريئ مما تشرکون' اني رجهت رجهـــي للذي فطـــر السموات و الارض حنیفاً و ما انا من المشرکین -

رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے' لیکن جب ستارے چھپ گئـــے تو اوسنے کہا : میں چھپ جانے والوں کو خدائي کیلیے نہیں پسند کرتا - پھر چاند نظر آیا تو پکار اٹھا کہ یہ میرا خدا ہے' پر جب وہ ڈوب گیا' تو کہا : میرا سچا خدا میري ہدایت نکرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا ! پھر دن کو جب سورج چمکتا ہوا نکلا تو اوسنے کہا : ہاں یہ میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے' لیکن جب وہ بھي غروب ہوگیا تو اوسنے اپني قوم کو مخاطب کیا : لوگو ! میں اون سب سے تبري کرتا ہوں جنکو تم خدا کا شریک بناتے ہو' میں تمام جھوٹے معبودوں سے منہہ پھیر کر اوس سچے خدا کیطرف رخ کرتا ہوں جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا - میں اپنے خدا کا کسیکو شریک نہیں بناتا -

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انساني کے چہرہ سے پردہ اٹھایا' اور اوسنے بتایا کہ اے انسان ! تو مخلوقات کا بندہ نہیں - تو مخلوقات کا آقا ہے - تو انکے لیے نہیں پیدا کیا گیا - وہ تیرے لیے پیدا کیے گئے ہیں - تو انکا غلام نہیں بنایا گیا' وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے' اور تیري ذات ان تمام هستیوں سے ارفع ہے - تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے' اور اور تمام مخلوقات کا آقا ہے - پھر تو جنکا آقا ہے' حیف ہے کہ انکو اپنا خدا بنائے اور انکے آگے غلامي کا سر جھکائے ؟

و لقد کرمنا بني آدم و حملنهم فی البر و البحر و رزقناهم من الطیبت و فضلنهـــم علی کثیـر ممن خلقنا تفضیـــلاً : (۱۷ - ۷۱)

ہم نے انسان کو عزت و بزرگي بخشي' اوسکو خشکي و تري میں سواري دي' اچھي چیزیں روزي کیں' اور اپني اکثر مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کي -

اے انسان ! تمام دنیا تیرے ہي لیے بني ہے - تو اسکي پرستش نکر :

الم تر ان الله سخر لکم مـــا فـــی الارض ؟ (۲۲ - ٦۴)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھہ زمین میں ہے' تمہارے لیے مسخر کردیا ؟

هو الذي خلق لکم ما فی الارض جمیعـــاً (۲ : ۲۷)

خدا وہي ذات اقدس ہے جسنے تمہارے لیے تمام زمین کي چیزیں پیدا کیں !

ملکہ آسمان و زمین کي سب چیزیں تیرے ہي لیے ہیں - تو انکے لیے نہیں ہیں - پس تو انکو خدا نہ جان :

الم تروْا ان الله سخـــر لکم ما فی السمـــوات و مـــا فی الارض ؟ (۳۱ : ۱۹)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کي تمام چیزیں تمہارے لیے خدا نے مسخر کردیں ؟

و سخر لکم ما فی السموات و ما في الارض جمیـــعا (۴۵ : ۱۲)

خدانے تمہارے لیے آسمان و زمین کي تمام چیزیں مسخر کردیں -

تو دریا کو دیبي نکہہ کہ وہ تو تیري ضروریات کا ایک خزانہ ہے :

سخر لکم البحر لتجري الفلک فیه بامره و لتبغوا من فضله (۴۵ - ۱۱)

تمہارے لیے دریا کو مسخر کردیا تاکہ اوسمیں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اپني رزق کو تلاش کرو -

و هو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا و تستخرجوا منه حلیة تلبسونها' و تری الفلک مواخر فیه و تبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون (۱٦ : ۱)

خدا وہي ذات قدوس ہے جسنے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اوس سے تازہ گوشت کھاؤ' اوس سے اپني زیب و زینت کي اشیاء نکالو' اوسمیں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پاني کو پھاڑتي ہوئي چلتي ہیں' تاکہ اوس سے خدا کي برکت تلاش کرو' اور اوسکا شکر ادا کرو -

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھہ کہ وہ تیرے ہي فائدہ کے لیے مخلوق ہوے ہیں ؛

و جعل لکم من الفلک و الانعام ما ترکبون' لتستووا علی ظهوره ثم تذکروا نعمة ربکـــم اذا استویتم علیه' و تقولوا سبحان الذي سخر لنا هذا و ما کنا له مقرنین (۴۳ : ۱۲)

کشتي اور جانور تمہارے لیے پیدا کیے تاکہ تم اونکي پیٹھہ پر سیدھے سوار ہو' پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو' اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ہمارے لیے مخلوقات کو مسخر کردیا ! ہم اپني قوت سے انکو مسخر نہ کرسکتے !

آگ دیبي نہیں وہ تو تیرے ہي لیے پیدا ہوئي ہے :

والذي جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (۳۷ ; ۸۰)

خدا وہ ہے جسنے سبز لکڑي سے تمہارے لیے آگ پیدا کي !

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہوسکتا ہے ؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار ہے :

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشي و الاشراق (۳۸ : ۱۷)

ہم نے داؤد نبي کیلیے پہاڑ کو مسخر کردیا کہ صبح و شام خدا کي تسبیح کریں -

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھي اے انسان تیرے خدا نہیں' تو خود ارنکا خداوند و آقا ہے' اسلیے تو ارنکو سجدہ نکر !

و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم الیل

تمہارے لیے آفتاب و ماہتاب کو مسخر کردیا جو حرکت کرتے ہیں' اور اسیطرح

مراسـلات

سورة والتيـــن

[از مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی]

(۱)

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے - انکی وسعت اوسکے خیال سے بالاتر اور انکی قدامت اوسکے ادراک سے باہر ہے - ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہے ' جنکی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں' دوسری طرف بلاخیز سمندر کی لہریں اوسکے ارد گرد طوفان خیز ہیں' جن کے سامنے انسان کی ہستی تو کیا اوسکی زمین بھی رائی کی طرح چھپ جاتی ہے - ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کر کے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کی قوت پر توجہ کرتا ہے' تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتی ہیں ؟ ! !

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے ' خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے ' ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ہونا اوسکے سامنے آتا ہے ' پھونک سے اوڑ جانے والی چنگاری کی قوت اوسکے پیش نظر ہوتی ہے ' اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے ' تو بے اختیار پکار اوٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی ! تو کیا ہے ؟ تیری حقیقت کچھہ بھی نہیں ! بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ ' عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا ' میدان تکوین میں مجموعۂ غبار کا ایک نقش پا !

لیکن سورۂ مبارکہ " و التین " میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید کی ہے' اور شرف انسانی کے دلائل بینہ پیش کیے ہیں - اس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھہ انسان کو کیا نسبت ہے ؟ بلا شبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے ' مگر کونسا پانی ؟ وہ ' جو آب بقاء کا ایک سرچشمہ ہے ! کچھہ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے' مگر کس ہوا کا ؟ وہ ' جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے ! ہاں' یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے ' مگر کیسا نقش پا ؟ وہ ' جو وجود بحت کا سب سے زیادہ مکمل نشان ہے ! خلاصہ یہ کہ سریر ظہور کا تاجدار اور منصۂ شہود کی رونق ' وجود انسانی ہی ہے !

انسان کا اشرف خلائق ہونا ایک ایسا بین دعوی ہے جسکے لیے احتیاج دلیل نہ تھی - لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی کبھی کبھی مانع کار ہو جاتی ہے' اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہجاتے ہیں کہ اونکے کرنیوالے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھکر ہمت ہار دیتے ہیں - لہذا ایک ایسے ناموس الہی کیلیے جو " تبیانا لکل شئ " اور " نور مبین " کی حیثیت رکھتا ہو' ضرور تھا کہ انسانی فضیلت کی کامل حقیقت کو اوسکے سامنے صاف صاف پیش کردے -

علاوہ ازیں یہ دین حنیف کے اوس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا' جسے میں حضرۃ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاح میں " قانون مجازاۃ " کے لقب سے تعبیر کرونگا -

پس اس سورۃ کے مضمون کی تقسیم دو قسموں میں ہو سکتی ہے :
(۱) شرف انسانی کا ثبوت - (۲) قانون مجازاۃ -

(مبحث اول)

و التیـن و الزیتـــون و طور سینین و ھذا البلد الامین' لقد خلقنا الانسان فی احســن تقـــویم -	انجیر' زیتون ' طور سینا ' مکۂ معظمہ ' اس دعوے پر شاہد ہیں کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے -

" تقویم " کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں :

تعـدیـل بان خـص بانتصاب القامۃ و حسن الصـورۃ و استجمـاع خواص الکائنات و نظائر سائر الممکنات (انتہی)	تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں ' اور اوس سے مراد یہ ہے کہ انسان سر و قامتی ' حسن صورۃ ' اور کائنات کے تمام خواص ' اور تمام ممکنات کی تمثیلات کا مجموعہ ہے -

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں :

" التقویم " تصییر الشیئ علی ماینبغی ان یکون فی التالیف و التعدیل یقال قومتہ تقویما فستقام و تقـــوم (انتہی)	تقـویم کے معنی ہیں کسی شی کا ایسی حـالت میں پیـدا کرنا جسکے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل میں تھی - ایسے موقعہ پر جب کوئی شے چند چیزوں سے ترتیب دیکر بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو' تو اہل عرب کہا کرتے ہیں : قومتہ تقویما فستقام و تقوم -

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں " تقویم " کے مختلف معنی نقل کرتے ہوے اپنی راے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں :

و اولی الاقوال فی ذالک بالصواب ان یقال ان معنی ذلک فی احسن صورۃ و اعدلہا - (انتہی)	تقویم کے معنی میں بہترین قول یہ ہے کہ اسکے معنی احسن و اعدل حالت کے ہیں -

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ہیں ' تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے - یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں " تقویم " کا مفہوم ادا کیا ہے ' جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " کیا بلحاظ حسن صورت ' اور کیا بلحاظ بلندی قامت ' انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے " اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت و ارادہ و انتقام ' نباتات میں نشوونما ' ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ ') فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں' وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکنون ہیں - فلینظر الناظرون و یمحص المشتاقون -

اسی مضمون کو قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے - صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ورنہ مقصود ایک ہے -

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

و صورکم فاحسن صورکم	اے انسانو ! خدا نے تمکو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے -

یہاں صورۃ سے مراد صرف نقش و نگار جسمانی یا خد و خال نہیں' بلکہ صور معقولہ و قواء ادراکیہ بھی ہیں - (کما صرح بہ الاصفہانی فی الذریعۃ و المفسرین فی تفسیرہم) --

دوسری جگہ جو بہت زیادہ مفصل ہے اسطرح مذکور ہے :

واضح کرنا ہے کہ اپنی راہ دوسری ہے' اور اس عہد ضلالت کیش میں الحمد للہ کہ صراط مستقیم سے مہجور نہیں:

راہے کہ خضر داشت ز سر چشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگـــر بردہ ایم ما!

لیکن عقائد و کلام سے باہر آکر تاریخی حیثیت سے اس نامور فرقہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو صدیوں تک مسلمانوں کی علمی و سیاسی زندگی کا ایک بہت بڑا رکن رہا' اور جسمیں ہر علم و فن کے اساطین و واضعین پیدا ہوے - ہمارا موجودہ تاریخی ذخیرہ اس کے لیے بالکل بیکار ہے - تاہم بعض ذرائع ایسے بھی بچ رہے ہیں جنسے تھوڑا بہت سراغ لگ سکتا ہے - ہم چاہتے ہیں کہ گاہ گاہ بغیر کسی ترتیب کے بعض بصائر و حکم اسکے متعلق شائع کریں -

(امر بالمعروف و نہی عن المنکر)

جس زمانے میں فرقۂ معتزلہ نے نشو و نما پائی تھی' اسلام تمام دنیا پر فیاضانہ حکومت کررہا تھا' اور تمام دنیا اوسکے فیض عام سے گل بداماں ہورہی تھی - بالخصوص علماء و فقہاء کو سلاطین و خلفاء کی قدردانیوں نے مالامال کردیا تھا -

لیکن اس حالت میں بھی اس فرقے نے اپنے دامن کو درہم و دینار کے چمکنے والے داغ سے آلودہ ہونے نہیں دیا - ایسے وقت میں جبکہ دست بہار پھولوں کا انبار لگا رہا تھا' اور ابر کرم موتیوں کا مینہہ برسا رہا تھا' اس فرقہ نے اپنا دامن قناعت ہمیشہ سمیٹے ہوے رکھا' اور خارزار حرص و طمع سے اولجھنے نہ دیا -

استغناء اور بے نیازی کی شان مختلف مظاہر میں نظر آتی ہے' لیکن اوسکا اعلی ترین مظہر امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہے - وہ ایک امانت الہی ہے جسکا بار سب سے پہلے علماء کے سر پر ڈالا گیا ہے: و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر' و اولئك ہم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

لیکن اس گروہ کی راہ میں سب سے زیادہ درہم و دینار کے خزف ریزے حائل ہوتے ہیں - سلاطین بنو امیہ نے اسی درہم و دینار کی مہر لگاکر علماء کی زبانوں کو بند کرنا چاہا تھا' لیکن علماء حق کی بے نیازی نے اس سنگ راہ کو ہمیشہ اپنے آگے سے ہٹایا' اور اس فرض کے ادا کرنے میں جان تک سے دریغ نہ کیا - خلفاء بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے وراثت شاہی میں جو خزانہ پایا تھا' وہ اوس مال و متاع سے لبریز تھا جسکو دست تظلم نے سمیٹ سمیٹ کر اوس میں بھر دیا تھا' اسلیے یہ دولت اون کے سینے کا بوجھہ تھی - وہ اوس سے خزانے کو خالی کرنا چاہتے تھے -

لیکن اس عادلانـــہ اقدام کی طـرف سب سے پہلے اونکو غیلان دمشقی نے توجہہ دلائی جو اکابر معتزلہ میں ایک مشہور و نامور متکلم گذرا ہے - اوس نے اونکو ایک خط لکھا کہ:

"اے عمر! تم نے اسلام کو ایک دلق کہن' اور ایک بوسیدہ صورت میں پایا ہے' اے وہ شخص جو تمام مردوں میں سے ایک مردہ ہے' تو کوئی قابل تقلید راہ اور کوئی زبان سے راستہ بتانے والا آدمی نہیں پاتا جس کی رہنمائی سے فائدہ اوٹھاے - آہ' سنت کا چراغ بجھہ گیا' بدعات کی تاریکی چھاگئی' دنیا کو ڈرا یا گیا ہے' عالم لوگ خود نہیں بولتے' اور جاہلوں کو بولنے کی اجازت نہیں ملتی - امام کی ذات سے قوم نجات بھی پا سکتی ہے اور ہلاک بھی ہو سکتی ہے' خدا خود کہتا ہے:

و جعلنا ھـــم ائمـــۃ یہدون بامـــرنا - ہم نے اونکو امام بنایا اور وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں -

یہی امام دنیا کو گمراہی سے بچاتے اور انکو تاریکی سے روشنی میں لاتے ہیں' لیکن ایک قسم کے امام اور بھی ہوتے ہیں:

وجعلنا ہم ائمـۃ یدعون الی النـــار - اور ہم نے اونکو ایسا امام بنایا جو آگ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں -

لیکن اس قسم کے ائمہ صاف صاف یہ نہیں کہتے کہ آگ کی طرف آؤ بلکہ دنیا کے سامنے گناہوں کا دروازہ کھولدیتے ہیں - تو اے عمر! جو لوگ خود دنیا کو گناہوں کی دعوت دیتے ہیں' کیا وہ دنیا کو گناہوں سے بچا سکتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا حاکم ہے' جو اپنے اعمال پر خود نکتہ چینی کرتا ہے؟ کیا کوئی ایسا قاضی ہے کہ جو فیصلہ خود کرتا ہے' اسی فیصلہ کے خلاف ایک حاکم کو سزا بھی دیتا ہے؟ کیا کوئی ایسا رہنما ہے جو دنیا کو سیدھی راہ دکھاتا ہے' اور خود منزل مقصود سے بھٹک جاتا ہے؟ کیا کوئی رحمدل انسان بھی تکلیف ما لا یطاق دیتا ہے؟ یا لوگوں سے بجبر اطاعت کرواتا ہے؟ کیا انصاف بھی ظلم پر آمادہ کر سکتا ہے؟ کیا سچ بھی جھوٹ بول سکتا ہے؟"

یہ خط اگرچہ خلفاء بنو امیہ کے مظالم کا ایک اجمالی متن ہے' لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز تو خود ہی اونکے ستون سلطنت کو گرا کر عدل و انصاف کا منارہ قائم کرنا چاہتے تھے' اسلیے اونکو ایک معمار ہاتھہ آگیا - اونھوں نے خوش ہوکر خود غیلان کو طلب کیا' اور اقامۃ عدل میں اوس سے اعانت کی درخواست کی - غیلان نے خزانہ اور توشہ خانہ کے انتظام کو اپنے ہاتھہ میں لیا' اور عام منادی کردی کہ "خیانت پیشہ ظالموں کا' اون ظالموں کا جنھوں نے رسول کی جانشینی کا تو دعوی کردیا' لیکن رسول کے سنت کی تقلید نہ کی' مال و متاع بک رہا ہے - جسکو لینا ہو وہ آے"

چنانچہ توشہ خانہ سے ایک موزہ نکلا جسکے دام ۳۰ ہزار درہم اوٹھے - غیلان نے اوسکو ہاتھہ میں لیکر کہا: "لوگو! خدا کے لیے بتاؤ' کیا یہ لوگ امام بنکر دنیا کی رہنمائی کرسکتے تھے؟ وہ ۳۰ ہزار درہم کے موزے اوس حالت میں پہنتے تھے جبکہ دنیا بھوک سے مرتی تھی"

اسی حالت میں ہشام ابن عبد الملک آگیا اور کہا: "یہ میری اور میرے باپ دادا کی علانیہ پردہ دری کررہا ہے - اگر موقع ملا تو اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردونگا" ہشام کے چلے جانے کے بعد غیلان اپنے دوست صالح کے ساتھہ آرمینیا کی طرف روانہ ہوگیا - ہشام نے موقع پاکر اوسکو گرفتار کرایا' اور چند روز قید رکھکر صالح اور غیلان دونوں کے ہاتھہ پاؤں کٹوا دیے' اور کہا "تمھارے خدا نے تمھارے ساتھہ کیا سلوک کیا؟" غیلان نے کہا "خدا یہ ظلم کیوں کرنے لگا؟ یہ اوسنے کیا ہے جس پر خدا لعنت کرتا ہے" (مسئلۂ جبر و قدر کی طرف اشارہ تھا) اسکے بعد صالح نے پانی مانگا' ہشام کے درباریوں نے جواب دیا کہ تمکو آب زقوم پینا پڑیگا جو دوزخیوں کے لیے مخصوص ہے - غیلان نے اس مایوسانہ جواب پر صالح کو تسکین دی' اور وہ اسی حالت تشنگی میں شہید ہوگیا - غیلان نے نماز جنازہ پڑھی اور نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا "خدا ان ظالموں سے سمجھے' انھوں نے زندہ حق کو مردہ' اور مردہ باطل کو زندہ کیا' شریف لوگوں کو ذلیل اور ذلیل لوگوں کو معزز بنایا" لوگوں نے اسکی اس آزادانہ تقریر سے متاثر ہوکر ہشام سے کہا "ہاتھہ پانوں کاٹنے سے تو اوسکی زبان اور تیز ہوگئی" ہشام نے حکم دیا کہ اسکی زبان بھی کاٹ دی جاے - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا' اور شمع ہدایت کی یہ لو ہمیشہ کیلیے خاموش ہوگئی: بل احیاء و لکن لا یشعرون!

یہ علماء حق تھے' یہ اسلام کی بخشی ہوئی وراثت علم تھی اور یہ وہ ہستیاں تھیں جنکا افسانۂ حق تو آج پڑھلو مگر انکی نسل کی تلاش میں نہ نکلو' کیونکہ وہ اب دنیاء اسلام میں نہیں بستی - ان علماء حق کے مقابلے میں آجکل کے اُن علماء منافقین و شیاطین اخرس کی ملعنت بھی ہمارے سامنے ہے جو اپنی چند روٹیوں کیلیے' یا کسی مدرسہ کی نوکری کیلیے' یا کسی امیر کے مردے کے قل کی مٹھائی کیلیے' یا شمس العلماء کے خطاب کے تحفظ کیلیے' ایک چھوٹے سے چھوٹے حق کے اظہار کی بھی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے!

مہبط تھا - ابن جریر نے بھي اسي کو پسند فرمایا ہے - چنانچه لکھتے هیں :

و اولی القول في ذالك بالصواب قول من قال طور سینین جبل معروف -	صواب تر قول اس بارہ میں اوس شخص کا ہے جو کہتا ہے که طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے -

یه شہادت ایک عجیب و غریب شہادت ہے جو ثابت کرتي ہے که ضعیف و ناتواں انساني پتله میں مادي ترقي کي قوة کہانتک ہے' اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اُڑ کر کہانتک پہونچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بني اسرائیل کي حالت پر نظر کرو' وہ ایک ایسي قوم تھي جس نے اسرائیلي برکت اور حضرة ابراهیم کے خدا کے وعدے کو فراعنه کے قدموں میں پامال کردیا تھا - اوس بدبخت قوم نے فطرت کي سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعني حریة) کو همیشه غیروں کي چوکھٹوں پر قربان کیا!

یہي بدنصیب بنو اسرائیل تھے جو انساني عبدیة کے خون سے پیدا هوئے - غلامي کے دودھ سے پلے - استبداد کي آب و هوا میں بڑھتے رہے - یہاں تک که شرف قومي کا پاک جذبه جسکي حفاظت دل کے خون اور دماغ کي روح سے هوني چاهیے تھي' فراموش کردیا گیا - آہ' صرف یہي نہیں بلکه اُنہوں نے دیکھا که ظالم مصریوں کي خون آشام تلواریں اپني پیاس اونکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتي هیں' اور اونکي مخدرات کي عصمت کي فرعونیوں کے وحشت کده پر قرباني هورهي ہے - یذبحون ابنائهم و یستحیون نسائهم - مگر تاهم اس بے حسي کي صدا سے باز نه آے که :

فاذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا قاعدون -

بد قسمت عبرانیوں کي یه حالت تھي' مگر جب جبل طور پر (جسکي قسم اس سورة میں کھائي گئي ہے) موسی علیه السلام کو قانون ملة عطا هوا' اور اوسپر آینده نسل نے عمل کیا' تو پھر وہ حالت هوئي که جو غلام تھے وہ شہنشاہ هوگئے - جس قوم کو مصر میں سوکھي روٹیوں کے ٹکڑے بھي پیٹ بھرنیکے لیے چین سے نصیب نه تھے' اوسکے قدموں پر شام کے خزانے جمع کیے - کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزه زاروں کي یه قوم مالک هوئي - اموریوں (۱) اور فرزیوں' حویوں اور یبوسیوں' کي دودھ و شہد بہانیوالي زمین اونکے قبضه میں آگئي - اسي کے آفتاب جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اُٹھے' اور اُسي کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو هلادیا - یه سب کیوں هوا؟ صرف اسلیے که پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھي' اور اب اوسپر عامل هوگئي - پہلے وہ اوس قانون الہي سے جو طور پر نازل هوا جو ترقي کے بے شمار اسرار سے معمور تھا' محروم تھي اور اب اوسکي پرستار هوگئي - پس خداوند تعالی نے اسي لیے طور کو جس سے ایک بہت بڑي قوم کے عروج و زوال کي تاریخ وابسته تھي' بطور شاهد کے پیش کیا ہے که دیکھو' یه طور شاهد ہے که انسان کو هم نے اشرف ترین پیدا کیا - کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف هستي هونے کے اسکي پرواز سب سے زیاده بلند نہیں ہے؟

جسطرح که پہلے جسم کي شہادت اور اسکے بعد روح کي شہادت بیان کي گئي تھي' اسي طرح تیسري شہادت میں پہلے جسماني و مادي ترقي کا ثبوت دیکر چوتھي شہادت اوسکي روحاني ترقي کي دلیل قرار پائي -

---

(۱) ان تمام الفاظ سے شام کے قبائل مراد هیں' اور یه تلمیح ہے کتاب خروج $\frac{۳}{۱۷ و ۱۷}$ کے اوس مضمون کیطرف جسمیں حضرة موسی علیه السلام سے انعامات کا وعده کیا گیا تھا -

(بلد امین کي شہادت)

و هـذا البلد الامین - امین امن سے مشتق ہے' جسکے معني حفاظت کرنیکے هیں - امانة کو امانة اسي لیے کہتے هیں که اوسمیں حفاظت کي جاتي ہے - امین اگر اسم فاعل کا صیغه ہے اور اپنے حقیقي معني امن میں یہاں مستعمل ہے' تو اسکے معني هونگے "حفاظت کرنیوالا" یا مثل قتیل بمعني مقتول اسم مفعول کے معني میں استعمال کیا گیا ہے' تو اسوقت اسکے معني هونگے محفوظ - بہر حال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکه معظمه (زادها الله شرفها) ہے - کذا صرح الکشاف والرازي والبیضاوي وغیرهـم -

پہلي صورت میں مطلب یه ہے که خانهٔ کعبه فارعن الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت الله میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکه وہ حرم میں داخل هوجائیں' حفاظت کرنیوالا ہے - کیونکه نص قراني میں دوسري جگه "حرما آمنا" موجود ہے -

دوسري صورت میں مطلب یه ہے که یه کعبهٔ محترمه قتل و غارت' جنگ و جدال وغیره سے محفوظ ہے - یه چوتھي قسم ہے' اور انساني شرف کے جس شعبه پر شہادت لائي گئي ہے' اسکو هم اوپر لکھ آئے هیں - اسکي تفصیل کیلیے ایک مختصر مقدمه پیش نظر رهنا ضروري ہے -

محبت کے دو درجے هیں - ایک یه که محبوب اور اوسکے جمیع متعلقات سے الفت هو - اوسکے دیار و لباس کي یاد بھي وهي دل پر اثر کرے جو اوسکي چشم بیمار کے اشارے کرتے هیں - امرء القیس نے جب ایک سفر میں اپني محبوبه کي قیام کے آثار کو دیکھا' تو بیخود هوگیا' اور یاران سفر سے کہنے لگا :

قفانبك من ذکری حبیب و منزل
بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا مرتبه یه ہے که محبوب کے سوا کسي سے محبت نه هو - اوسکا روے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کردے که ماسوا کي الفت خاکستر هوجاے' اور یه عالم هو :

جدھر دیکھتا هوں اودھر تو هي تو ہے!

یه مرتبه پہلے سے اعلی ہے اور اسي کا نام مرتبهٔ خلت ہے' جسکا نمونه حضرت ابراهیم و اسمعیل علیهما السلام تھے - حضرت ابراهیم کیلیے تو یه مقام ظاهر ہے که جب اون سے اونکے جگر گوشه و چشم و چراغ اسمعیل کي قرباني کیلیے ارشاد هوا تو وہ بلا تامل تیار هوگئے' اور اسپر حضرت باري سے یه خطاب عطا هوا :

واتخذ الله ابراهیم خلیلا	الله تعالی نے ابراهیم کو اپنا خلیل بنایا -

لیکن حضرت اسمعیل بھي اس مقام خلت سے محروم نه تھے - چنانچه جب راہ حق میں اونکو قربان کرنیکے لیے کہا گیا (اني اذبحك فانظر ما تری) تو انہوں نے بلا تامل عرض کیا که اے باپ اگر آپ قربان کرنیکے لیے طیار هیں' تو میں بھي قربان هونے کے لیے حاضر هوں -

---

یا ابت افعل ما تومر ستجدني انشاء الله من الصابرین (۲۳ : ۷)

کعبه مکرمه جو انہي پرستاران حق و فداکاران ملت کي بناء کرده تعمیر ہے' گویا تعلیم خلت کي درسگاہ ہے' جسکو یه بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبهٔ عشق میں معمور هوکر کہتے جاتے تھے :

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم' ربنا واجعلنا مسلمین	اے همارے خدا تو همارے اس کام بناء کعبه کو قبول فرما اسلیے که تو هي هماري دعا کو سننے والا اور همارے کاموں کو جاننے والا ہے -

و لقد کرمنا بني آدم	هم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی
و حملناهم في البر	اور تری و خشکی میں اونکے چلنے
و البحر و رزقناهم	کیلیے سواریاں بنائیں - عمدہ عمدہ
من الطیبات و فضلناهم	چیزیں عطا کردیں - یہانتک کہ
علی کثیر ممن	مخلوقات کے اکثر حصہ پر اونکو فضیلت
خلقنا تفضیلا -	و سعادت حاصل ہے -

اِن تمام آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم هوجاتا ہے که انکا مقصود فضیلت انساني کا ثبوت ہے " سورۂ التین " میں اس دعوے کو مدلل و مصرح کیا گیا ہے ' اور ثبوت میں چار دلیلیں بصورت قسم پیش کی گئي هیں -

محققین نے محاورات عرب و اشعار جاهلیة سے اسکا فیصله کردیا ہے که قسم اپنے ما بعد بیان کیلیے شہادت و دلیل ہوتی ہے امام رازي سورۂ ذاریات کی تفسیر لکھتے ھوے شروع ھی میں تحریر فرماتے هیں :

ان الایمان اللتي حلف الله تعالی بها ' کلها دلائل اخرجها في صورة الایمان - مثاله قول القائل لمنعمه و حق نعمک الکثیرة ' اني لا ازال اشکرک - فیذکر النعم و هي سبب مفید لدوام الشکر -	" تمام وہ قسمیں جو الله تعالی نے قرآن شریف میں بیان فرمائی هیں ' سب کی سب قسم کي صورتوں میں دلائل هیں - جس طرح کوئي اپنے محسن کا شکریه ادا کرنیکے لیے کہتا ہے : و حق نعمتک الکثیرة ' اني لا ازال اشکرک -

اور اس قول میں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کیلیے سبب قرار دیتا ہے "

اس مسئله کو پیش نظر رکھتے هوے اب همارا فرض ہے که هم یه ثابت کریں که " لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم " پر یه چار قسمیں " تین ' زیتون ' طور سینین ' بلد امین " کیونکر دلیل هوسکتي هیں ؟

(تین و زیتون کي شہادت)

" تین " کے معني بعض مفسرین نے دمشق کے ایک پہاڑ اور بعض نے بیت المقدس کے ایک پہاڑي مقام کے بیان کیے هیں - لیکن یه سب اقوال مرجوح هیں - اور انکے ضعف کي طرف بعض اور نیز مفسرین نے اشارہ بھي کیا ہے - مناسب هي نہیں بلکه ضروري ہے که اس کے معني اوسي پھل کے لیے جائیں جسکو هم اپني زبان میں " انجیر " کہتے هیں - اسیطرح زیتون سے بھی مراد وهی مشہور پھل ہے جس سے روغن نکالا جاتا ہے ' اور جو اهل عرب کي هر دل عزیز و جان پرور غذا ہے -

ابن جریر لکھتے هیں :

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن في قول الله والتین والزیتون قال تینکم هذ الذي یوکل و زیتونکم هذ الذي یعصر	حضرت حسن سے مروي ہے که قرآن شریف میں تین سے مراد وهي پھل ہے جسے لوگ کھاتے هیں - اور زیتون سے مراد وهي ہے جس سے روغن نکالتے هیں -

امام رازي اپنے تفسیر میں تین و زیتون کے معني بیان کرتے هوے حضرت ابن عباس رضي الله کا قول نقل کرتے هیں " هو تینکم و زیتونکم هذا " اے اهل عرب! تین و زیتون سے مراد یہي تمہارے مشہور پھل هیں -

ان دونوں الفاظ کے معني متعین هونیکے بعد غور کرو که یه شرف انساني پر کسطرح شاهد هیں ؟ تم جانتے هو که انجیر ایک نہایت چھوٹا سا پھل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بیشمار فوائد رکھتا ہے - ذائقه کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے - باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطہر للبدن ' مسمن بدن وغیرہ ' اسکے معمولي خواص هیں -

پس انجیر شاهد ہے که جسطرح یه جسم صغیر هوکر بیشمار فوائد کا مجموعه ہے ' اسي طرح وجود انساني بھي جسماً مختصر لیکن مختلف قوتوں کا پتلا ' گونا گون جذبات کا سرمایا ' پر ملئوں اسرار کا مجسمه ہے !

بیشک اسکي مٹھي بھر هڈیوں کا ڈھانچ عالم تکوین کي غیر محدود کوہ پیکر هستیوں کے سامنے کچھه حقیقت نہیں رکھتا ' مگر ان هڈیوں هي میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کي چوٹیوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کرسکتي ہے !

دوسري شہادت زیتون کي ہے - وہ یه که جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے هوے ہے ' اور زیتون کي قدر اوسکے روغن هي کیوجه سے ہے ' اسي طرح انساني جسم میں بھي روح کا حلول ہے ' اور اسکا شرف بھي اوسکي روح هي سے ہے - ورنه انسان مني کا ایک ڈھیر یا حشرات الارض کي گھناؤني غذا ہے اور بس -

یہاں پر دو سوال اور قابل غور هیں - ایک یه که جناب باري نے زیتون هي کو شہادت کیلیے کیوں منتخب کیا ' جبکه یه فائدہ اور روغن دار پھلوں یا اسي قسم کے تخموں سے بھي حاصل هوسکتا تھا ؟

اسکا جواب یه ہے که اهل عرب جو قرآن کریم کے اولین مخاطب هیں ' اونکے سامنے جو چیز بکثرت موجود تھي ' وہ زیتون ہے ' اور جو فوائد غذاء و دواء کے اعتبار سے انہیں حاصل هورہے تھے ' وہ بالکل آنپر واضح و آشکارا تھے -

دوسرا سوال یه هوسکتا ہے که جبکه روح جسم سے اعلی و اشرف اور اوسپر حاکم ہے ' تو اسکي شہادت کو جسم کي شہادت سے مقدم هونا چاهیے ' اور اسلیے والتین کي جگه والزیتون کے لفظ سے سورۃ کو شروع کرنا چاهیے تھا - یه درست ہے ' مگر یاد رکھنا چاهیے که دلیل و اثبات کے موقعه پر مقدم هونیکا وہ چیزیں حق رکھتي هیں جو تجارب و محسوسات کے دائرہ میں هوں - قطع نظر فلسفۂ جدیدہ کے جسکي بنیاد کا سنگ اولین هي تجربه ہے ' اگر ارسطو و افلاطون کے فلسفه کو دیکھو - اور کم از کم علامه بہاري کي سلم کے آخر میں برهان کي بحث سامنے رکھو ' تو معلوم هوجائیگا که دلیل مفید یقین وهي هوسکتي ہے جسکے مقدمات کي ترتیب امور بتیبیه اور تجربه پر هو ' یا کم از کم ایسے مقدمات کیطرف اونکي تحصیل هوتی هو - بہرحال جسم اور اوسکے فوائد محسوس اور بالکل ظاهر هیں ' اور روح غیر محسوس ہے - پس اسلیے جسم کي شہادت کو حق تھا که وہ روح کي شہادت پر مقدم هو ' اور سورۃ کو والتین هي کے لفظ سے شروع کیا جاے -

(نکته)

زیتون کے لفظ میں ایک اور لطیف اشارہ ہے - وہ یه که جب زیتون سے روغن نکال لیا جاتا ہے تو اوس سے دوسرے فوائد کے علاوہ چراغ بھي روشن هوسکتا ہے ' اور وہ اپنے ارد گرد تمام چیزوں کو منور کردیتا ہے - اسي طرح وہ روح جو قفس عنصري میں مقید ہے ' اگر بقدر طاقت بشري اوسکو بھي علائق مادیه سے پاک و صاف کرلیا جاے ' تو پھر اس سے بھي بہت سي تاریک روحیں منور ' اور ظلماتي قلوب روشن هوسکتے هیں !

(طور سینین کي شہادت)

" طور سینین " کي تفسیر میں تمام مفسرین اپني عادت قدیم کے موافق بہت سے احتمالات بیاں کرتے هیں ' مگر در اصل یه سب تکلف ہے - اس سے مراد وهي پہاڑ ہے جو حضرۃ موسی کیلیے تجلیگاہ ربانی اور بني اسرائیل کیلیے قانون شریعت کا

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے :

لک و من ذریتنا امة مسلمة لک و ارنا مناسکنا و تب علینا انک انت التواب الرحیم - ربنا و ابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم اٰیٰتک ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم (۱ : ۱۴)

اے پروردگار ! اب تو همکو اپنا فرمانبردار بندہ بنالے اور هماری نسل سے ایک مطیع و منقاد امة قائم کر - اے خدا اپنے ارکان عبادت همکو هدایت کر اور همپر رحمت نازل فرما کیونکہ تو هي تواب و رحیم هے - اور پهر اس امة میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو اونهیں سے هو' وہ رسول انکو تیرے احکام سنائے اور تیری کتاب و حکمت کی باتیں اونکو سمجهائے - تو سب کچهہ کرسکتا هے ' اسلیے کہ تو سب پر غالب اور سرچشمہ حکمت هے -

پس درگاہ خلیل میں ابراهیمی اس پر شاهد هے کہ انسانی روح کہانتک ترقی کرسکتی هے ' اور اسکی انتہا کیا هے ؟ همکو معلوم هوگیا کہ اسکی دوری اس حد تک هے جہاں پہونچکر ایک هي مقصود ' ایک هي مطلوب ' اور ایک هي شاهد و مشہود سامنے هوتا هے ' جسکی چشم و ابرو کے اشاروں اور دهن حق طلب کی مسرات پر اپنی عزیز ترین چیزونکو بهي قربان کردیا جاتا هے -

اے گم گشتگان طریق حق ! اگر دین حنیف تمهارے هاتهوں میں' اسمعیلی خون تمهاری رگوں میں' اور ابراهیمی دعاء کی امة مسلمہ تم هو' تو پهر تمهارے لیے ذریعۂ فلاح و نجات وهي جذبہ خلت ' وهي جوش محبت ' وهي سوداء عشق ' وهي طریق ابراهیمي هے ' جسکی شہادت تمهارا کعبۂ مکرمہ بزبان حال پیش کررها هے - اور اوسکی صدا اوسکے در و دیوار سے آرهی هے -

حضرة شاہ ولي الله نے حجة الله البالغه میں اس امر کو مفصل بیان کیا هے کہ روح و جسم کا وجود اور اونکا احتیاج دوسرے جانداروں میں بهی هے - لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت جن پر تیسری و چوتهی قسم شاهد هے' یہ انسان هي کیساتهہ مخصوص هے - ان دو آخری خصوصیتوں میں سے پہلی قوة حیوانیہ انسانیہ ' اور دوسری قوة ملکوتیہ کا خاصہ هے - بس ان حدائق و قوی' ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد کون هے جو انسان کے لیے کہ سکتا هے کہ : لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم ؟

الهلال :

(از جناب مولانا السید مرتضی نونهروی)

جب دوسرے سال دفعتاً یہ نورانی پرچہ نظر فقیر سے گزرا تها تو میں نے محرر و مدیر الهلال جناب علامہ دوران' وحید الزمان مولانا ابوالکلام آزاد کو لکها تها کہ یہ هلال نہیں هے - اسکا نام " البدر " هونا مناسب هے - اسنے بدریة کے افق پر تدریجاً حرکت و ترقی نہیں کی هے بلکہ بدر تکوین هي سے وہ بدر هے - لہذا مستحق تسمیۂ البدر عین الکمال روزگار هے - لیکن اس قمر کو محاق میں چند روز رهنا پڑا - ان ایام ظلمت میں افکار اهل علم و بصیرت کے اندر جو ماتم برپا تها اوس ماتمگساری کا بزبان حال یہ نوحہ تها :

خون دل خورد کن کہ شرابے بہ ازیں نیست
آتش بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

مگر بمقتضاے : والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم - اب پهر تاریکی محاق سے نکلکر' عالم اسلام و علوم و ادب کو منور کرنے لگا' اور سماے حریة رائے' و معارف قرآنی' و حقائق حکمة و بیان یزدانی کا آفتاب عالمتاب بنکر نصف النهار و نقطہ وسط النهار پر چمکنے لگا -

هنود و براهمہ اور عوام شیعہ قمر در عقرب کی نحوست کے قائل هیں - گو جناب مجلسی حق الیقین جلد ۱۴ بحار میں بقاعدہ هیئة و ریاضی اسکی تضعیف پر مائل هیں - دفاتر روایات اهل سنة و جماعت بهي اس روایت سے خالی نہیں هیں مگر محدثین و ناقدین نے اسکو قابل وثوق نہیں سمجها هے - بہر حال همارا بدر عقربیة کے خطرات سے بالکل نکل آیا هے' اور امید هے کہ البلاغ کے بلوغ رشد وکمال کا یہ روز دنیاے اسلام میں همیشہ عید و تقریب نشاط هو' جو کسي رسم و قید کی پابند نہیں !

هماری آرزؤں اور امیدوں نے بصورت البلاغ اپنا ظهور موفور السرور کیا هے' مگر قلم جادو نگار علامہ عصر حضرت آزاد هی کا هے - وهی غلغلۂ آفریں عالم ارواح و معانی سے بلند هے ' وهی علم و فن کي رنگینی هے' وهي معارف قرآنیہ کی نور افشانی هے جس پر فصاحت و بلاغت هزارہا سجدہ کرتی هے ' وهي معارف افکار اور آزادی راے کا نظارہ هے جو پہلے تها' وهي انکشاف حقائق و علوم هے جو اسکی خصوصیت تهی ' وهي معارف قرآنیہ و حدیثیہ کی جلوہ فرمائیاں هیں جنکے لیے وہ علامکو شہرت حاصل کرچکا هے بتفهیم و تامل و تبصر -

بهر رنگے کہ خواهي جامہ مي پوش * من انداز قدت را مي شناسم

البلاغ فقیر کی نظر سے گزرا تو زبان پر یہ شعر جاری هوا :

یا بدر دجی برصلہ احیاني * ان زرتکم بهجرہ افناني
بالله علیک عجل سفک دمی * لا طاقة لي بلیلة الهجران

ایک ماهوار تاریخی رسالہ

میں ایک ماهوار تاریخی رسالہ جاری کرنے کا مصمم ارادہ کرچکا هوں' جو تہذیب اخلاق اور تہذیب نفس کا کام انجام دیتا هوا ملک و قوم کی صحیح تاریخ پیش کرسکیگا ' پہلا نمبر انشاءالله جنوری میں شایع هوجائیگا - احباب کی خدمت میں گذارش هے کہ اس نگارش کے ملاحظہ فرمانے هي اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں کہ آیا آپ رسالہ کی (جسکا نام عبرت هوگا) خریداری پر آمادہ هیں ؟ نیز اپنے قیمتی مشورہ اور اعانت سے دریغ نہ فرمائیں - رسالہ کی قیمت صرف ایک روپیہ ششماهي' اور ضخامت بیس چالیس صفحات هوگی - مجهکو مخاطب کرنیکے لیے ذیل کا پتہ کافي هے

اکبر شاہ خاں - نجیب آباد

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (قرآن حکیم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۶-۷

کلکتہ : جمعہ ۸ - ۱۵ - [illegible] ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری

Calcutta : Friday, January 14, 21, [illegible] 1916.

جلد ۱

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ' اثر خامۂ ایڈیٹر الہلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام ہیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے ' جس کي توفیق صرف انہي لوگوں کو مل سکتي ہے جنھیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے ' اور انکا نور علم براہ راست مشکوۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے : و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء -

ہندوستان کي گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا - انکے فرزند حجۃ الاسلام ' امام العلام ' مجدد العصر ' حضرۃ شاہ ولي اللہ قدس سرہ تھے ' جنھوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کي ضرورت الہام الہي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کا ظہور ہوا ' اور اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کي بنیاد استوار ہوئي - شکر اللہ سعیہم ' و جعل الجنۃ مثواہم !

اس واقعہ پر ٹھیک ایک صدي گذر چکي ہے ' لیکن یہ کہنا کسي طرح مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھي تھي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الہلال کیلیے مخصوص کردیا تھا ' جنھوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرآنیہ ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد اللہ کہ زیر طبع ہے -

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الہلال کا مطالعہ کرچکے ہیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کي جگہہ لیتھو میں چھاپا جارہا ہے تاکہ ارزاں ہو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعہ میں آسکے - قیمت في جلد چھہ روپیہ رکھي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکھتے ہي قیمت بھیجدینگے ' انسے صرف ساڑھے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بھیجنا چاہیے -

البــــلاغ

فی

مقاصد القرآن

هـــذا بـيــان لـلـنــاس، وهــدى و موعظة للمتقين (۳ : ۱۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے!

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۹۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۴ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

Printed & Published by Q. Ahmed at the AL-BALAGH Press, 4½, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام آزاد الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱

کلکتہ : جمعہ ۸ - ۱۵ - ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجري
Calcutta : Friday, January 14, 21, 28 1916.

نمبر ۶ - ۷ - ۸

البـــلاغ کي اشاعت میں تاخیـــر اور اینـــدہ کیلیے اعـــلان

اینـــدہ سے البـــلاغ بـــدستور قـــدیم ہفتـــہ وار شایـــع ہـــوگا

(۱) البلاغ کي اشاعت میں ابتک نہایت بدنظمي رهي ابتدا میں ارادہ کیا تھا کہ کچھہ دنوں تک مہینے میں دوبار شائع کیا جاے' اور اسطرح جو وقت اس سے بچے وہ تصنیف و تالیف میں صرف هو' لیکن تجربے سے ثابت هوا کہ اپنے لیے ایام اشاعت کي هر صورت یکساں هے' اور کام کي کثرت و قلت دل کي جمعیت اور دماغ کے استعداد پر موقوف هے' صرف وقت هي کا سوال نہیں هے - محنت اور ذمہ داري میں اس سے کوئي فرق نہیں آتا' صرف اتني تبدیلي هو جاتي هے کہ چار مرتبہ کي جگہ دو مرتبہ کام کا اختتام و آغاز هوتا هے - مگر یہ تبدیلي اپني مشکلات کیلیے کچھہ زیادہ سودمند نہیں -

(۲) اس سے بھي بڑھکر یہ کہ ابتک یکے بعد دیگرے کچھہ ایسے افکار و حالات گرد و پیش رهے' جنکي وجہ سے طبیعت برابر بجھي رهي' اور انہماک و محویت عمل کا شعلہ نہ بھڑک سکا - اوروںکي خبر نہیں' مگر اپنے کاموں کو دیکھتا هوں تو یہي انہماک اور محویت میری زندگي کي اصلي قوت اور میرے تمام ضعف جسم و ناتواني صحت کا علاج حقیقي هے :

اے تو افلاطون و جالینوس ما !

لیکن اب تک یہ حال رہا کہ البـــلاغ کي تحریر و ترتیب میں میرے لیے وہ لذت و کیفیت هي نہ تھي' جو اپنے ذوق و شوق کے تمام کاموں میں پاتا هوں' اور جو اگر مجھہ سے چھین لي جاے تو میری قوۃ شغل و عمل یکسر هلاک هوجاے - اسي کا نتیجہ هے کہ نہ تو البـــلاغ کے کسي نمبر کو اسکي اصلي تقسیم و ترتیب کے [illegible] طیار کیا گیا' نہ تمام ابواب و فصول هي شروع هوسکے' اور نہ پیش نظر مطالب مہمہ کیلیے زبان کھلي - صرف یہي خیال سامنے رها کہ کسي نہ کسي طرح البـــلاغ مرتب هوکر نکل جاے اور سلسلہ دایر جاري رهے -

(۳) لیکن الحمد للہ کہ میرے دلکي افسردگیوں کا موسم اب بدل گیا هے' کیونکہ مجھسے باهر بھي تبدیلي هوگئي هے - اب میں مستعد هوں کہ اپنا جسقدر وقت البلاغ کیلیے نکالوں' ذوق و انہماک کے ساتھہ خرچ کروں' اور پرچہ بھي هفتہ وار شائع هو - مجھے معلوم هوا تھا کہ تاخیر اشاعت دوستوں پر بہت شاق هے -

(۴) اس نمبر کي اشاعت میں بہت دیر هوگئي - یہ تین هفتوں کي مجموعي اشاعت هے - اُن احباب کرام سے امیدوار معافي هوں جنھوں نے همیشہ میري مشکلوں اور معذوریوں پر نظر رکھکر میري کمزوریوں کو معاف کیا هے :

سخن طرازي و دانش هنر نظیری نیست
قبـــول درست مگر نالـــۂ حـــزیں گـــردد

(۵) آیندہ نمبر سے انشاء اللہ هر جمعہ کو البلاغ ڈاک میں پڑ جائیگا' اور بہت سي تبدیلیاں اسکي ترتیب و مضامین میں نظر آئیں گي - الہلال کے زمانے میں اکثر بزرگوں نے لکھا تھا کہ رسالہ کے مضامین کو طرز تحریر و انتخاب مباحث کے اعتبار سے دو بڑي قسموں میں منقسم کردیا جاے - چند مضامین نہایت آسان و سہل زبان اور تمام دقیق مطالب و علمي اشارات سے معری هوں' تاکہ هر شخص ان سے دلچسپي حاصل کرسکے' اور چند مضامین مخصوص طور پر اهل علم و نظر هي کیلیے هوں' اور صرف انھي کو رسالہ اپنے مطالب دقیقہ' مباحث مہمہ' اور انشاء مخصوص کیلیے محدود کردے -

اگرچہ یہ طریق تبلیغ و درس ابتدا سے پیش نظر رہا هے' لیکن آیندہ سے اسکي مزید کوشش کي جائیگي' اور انشاء اللہ البـــلاغ کے هر نمبر کے مضامین میں یہ تقسیم ملحوظ رهیگي - الهـــلال کے جسقدر ابواب مضامین تھے' وہ بھي اب انشاء اللہ بالالتزام البـــلاغ میں آپ ملاحظہ فرمائینگے - بعض کے مضامین مرتب هوچکے هیں' لیکن ابتک انکي اشاعت کیلیے جگہ نہ نکل سکي -

البیـــان و ترجمان القـــران

کیلیے احبـــاب کـــرام کو کسي قـــدر اور انتظار کرنا چاہیے - حتی الامکان پوري کوشش کر رها هوں کہ کسي نہ کسي طرح اسکا سلسلہ جلد شروع [illegible] جاے - تفسیر اور ترجمہ شائع هوجاتا لیکن نئے مقدمہ کي وجہ سے [illegible] هوگئي کیونکہ ضروري معلوم هوا کہ پہلے [illegible] کے ساتھہ مقدمہ پورا [illegible] کردیا جاے - [illegible] امید هے کہ بہت زیادہ انتظار نہ کرنا پڑیگا - البیـــان کا جب تک پہلا نمبر شائع نہیں هوا هے' رعایتي قیمت کے بھیجنے کي مہلت باقی هے -

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۲۱)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاسیۃ و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

تـــذكار مـــقـــدس

مـــاه ربيـــع الاول

ولادة نبوي - صلى الله عليه و سلم

و مـــا ارسلنـــاك الا رحمـــة للعـــالميـــن !

جب زمين پياسي هوتي هے تو رب السماوات و الارض پاني برساتا هے ' جب انسان اپني غذا كيليے بيقرار هوتا هے تو وہ موسم ربيع كو بهيجديتا هے ' جب خشك سالي كے آثار چها جاتے هيں ' تو آسمان رحمت پر بدلياں پهيل جاتي هيں :

الله الـذي يرسل الـرياح فتثير سحابا ' فيبســطه في السماء كيف يشـــاء و يجعله كسفاً فترى الودق يخرج من خـلالـه ' فاذا اصاب بـه من عباده ' اذا هـم يســتبشـــرون - (۳۰ : ۷۴)

وہ خدا هي تو هے جو هواؤں كو بهيجتا هے ' اور هوائيں بادلوں كو اپني جگه سے آبهارتي هيں ' اور جسطرح اسكي مرضي نے انتظام كرديا هے ' بادل فضا ميں پهيل جاتے هيں - پس تم ديكهتے هو كه أنكے اندر سے مينه برسنے لگتا هے اور تمام زمين سرسبز و شاداب هوجاتي هے - پهر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مايوس هوگئے تهے ' پاني برسا ديتا هے ' تو وہ كامياب و خرم هوكر خوشياں منانے لگتے هيں !!

خدا كي تمام مثاليں اور دانائياں جو وہ اپنے بندوں كي هدايت كيليے كهولتا هے ' هميشه عام اور قدرتي مظاهر سے تعلق ركهتي هيں ' تاكه زمين كي هر مخلوق انكي تصديق كرسكے اور ان سے دانائي حاصل كرسكے - وہ ايسے تغيرات و حوادث اور غير فطري و صناعي چيزوں كا ذكر نهيں كرتا جنكو ديكهنے اور سمجهنے كيليے كسي خاص طرح كي زندگي ' خاص طرح كے علم ' اور خاص طرح كے گرد و پيش كي ضرورت هو - بلكه اسكي هر تعليم ايسي عام اور خالص فطري حالات سے متعلق هوتي هے ' جسكو سنكر جنگل كا ايك چرواها اور متمدن آباديوں كا ايك فيلسوف ' دونوں يكساں اثر كے ساتهه خدا كي سچائي كو پاسكتے هيں - پس اگر تم نے فلسفه و حكمت نهيں پڑها هے ' اگر تم نے اجرام سماويه كے ديكهنے كيليے كسي رصد خانے كي قيمتي دوربين نهيں پائي هے ' اگر تم كو ماده كے خواص كا تجربه نهيں هے ' اگر تم كسي دار العلوم كے اندر برسوں تك نهيں رهے هو ' اگر تم صحرائي هو ' اگر تم پهاڑوں كي چوٹيوں پر گوشه نشيں هو ' اگر پهونس كي ايك چهت اور بانسوں كي ايك شكسته ديوار هي رهنے اور بسنے كيليے تمهارے حصے ميں آئي هے ' اور اسطرح تم نهيں جانتے كه اپنے خدا كو آسمان كے عجيب و غريب ستاروں كے اندر كيونكر ديكهو اور اسكے حسن و جمال كو عناصر و ذرات خلقة كي آميزش و آويزش كے اندر كيونكر ڈهونڈهو ' تاهم تم انسان هو ' تم كو روح دي گئي هے اور تم زمين پر بستے هو ' تم آسمان كي هر بدلي كے اندر ' بادلوں كے هر ٹكڑے كے اندر ' هواؤں كے هر جهونكے كے اندر ' باران رحمت كے هر قطره كے اندر ' اپنے خداوند حي و قيوم كو ' اسكي حكمت و قدرت كو ' اسكي رافت و رحمت كو ' اسكے پيار اور محبت كو ديكهه سكتے هو اور آسے پاسكتے هو - تم ميں سے كون هے جس نے اميد و بيم كي نظروں سے كبهي آسمان كو نهيں ديكها هے ' اور اسكي بجليوں كي چمك اور بادلوں كي گرج كے اندر اپني كهوئي هوئي اميد كو نهيں ڈهونڈها هے ؟

و من آياتـه ان يريكـم البرق خوفا و طمعا -

اور قدرت الهي كي ايك بڑي نشاني يه هے كه جب زمين پياسي هوتي هے اور خشك سالي كے آثار هر طرف چها جاتے هيں ' تو وہ آسمان پر بارش كي علامتوں كو پيدا كرديتا هے ' اور تم اميد و بيم كي نظروں سے أنهيں ديكهتے هو !

پهر وہ كون هے كه جب تم اور تمهاري تشنه و بيقرار زمين پاني كے ايك ايك قطره كيليے ترس جاتي هے ' خاك كا ايك ايك ذره رطوبت و نموء كيليے بيقرار هو جاتا هے ' كرۂ ارضي اپني بيخودانه حركت ميں آفتاب كے آتشكده سے قريب تر هوتي جاتي هے ' اسكي تمام كائنات نباتاتي اپنا حسن و جمال فطري كهوديتي هے ' پرند اپنے گهونسلوں ميں ' ٹهنياں درختوں ميں ' اور انسان اپنے گهروں ميں پاني كيليے ماتم كرتا اور هردم آسمان كي گرم و خشك فضاء كي طرف مايوسي كي نگاهيں آٹهاتا هے ' تو وہ اپني محبت و ربوبيت كے نقاب ميں آتا هے ' اور مايوسي كے بعد اميد كا ' نا مرادي كے بعد مراد كا ' موت كے بعد زندگي كا پيام زمين كے ايك ايك ذره تك پهنچا ديتا هے ؟

و ينزل من السماء مـاء فيحي بـه الارض بعـد موتهـا ' ان في ذالـك لايات لقوم يتفكـرون !

اس كي ربوبيت و رحمت كو ديكهو كه جب تم اميد و بيم كي نظروں سے آسمان كو ديكهتے هو اور تمام زمين پر مردني اور هلاكي چها جاتي هے ' تو وہ آسمان سے پاني برساتا هے اور زمين پر مـوت كے بعد زندگي طاري هو جاتي هے - يقيناً قدرت الهي كي اس نمود ميں صاحبان فكر و عقل كيليے بڑي هي نشانيـاں ركهي گئي هيں !

(۲)

يه وہ انتظام الهي هے جو پروردگار عالم نے انسان كے جسم كي غذا كيليے كيا هے ' پهر كيا اس نے انسان كي روح كيليے كچهه كيا هوگا ؟ وہ رب الارباب جو زمين كي پكار سنكر اسے پاني دينا [illegible] جسم كي بيقراري ديكهكر اسے غذا بخشتا هے ' كيا سرزمين روح و معني كي تشنگي كيليے كچهه نهيں ركهتا ' اور دل كي بهوك [illegible] اسكے خزانوں ميں كوئي نعمت نهيں ؟

وہ كه آسكي محبت زمين كي مٹي كو خشك نهيں ديكهه سكتي ' اور درختوں كي ٹهنيوں كو وہ سبز پتوں اور سرخ پهولوں كي زيبائش سے محروم نهيں ركهتا ' كيا روح انساني كو هلاكت و بربادي كيليے چهوڑ ديگا ' اور عالم انسانية كا مرجها جانا [illegible] خوش آئ[illegible]

وہ رب العالمين جو تمهارے جسم كو غـذا ديكر موت سے بچاتا [illegible] كيونكر ممكن هے كه تمهاري روح كو هدايت ديكر [illegible] سے نه بچاے ؟

جب فرعون نے حضرة موسى عليه السـلام سے [illegible]

من ربكـما يا موسى ! (۲۰ : ۵۱)

تمهارا پروردگار كون هے [illegible] موسى

تو حضرة موسى نے نه صرف اپنے رب العالمين كي نسبت خبر هي دي ' بلكه آسكي ربوبيت كي دليل قطعي و فطري [illegible] چند لفظوں ميں فرمادي :

ربنـا الذي اعـطى كل شي خلـقه ثم هـدى (۲۰ : ۵۲)

همارا رب وہ هے ' جو " رب " [illegible] ' اور اسليے آسكي ربوبيت نے كائنات كي هر چيز كو آسكي خلقي ضروريات بخشيں ' پهر اسكے بعد آنكي هدايت كردي تاكه صحيح اور فطري طريقه پر كاربند رهكر اپني خلقت كے مقصد كو حاصل كريں -

پس آس نے كه زمين كي مٹي كے اندر قوة نشو و نما ركهي ' اور پهر پاني برسا كر آسكي هدايت كردي ' يعنے آسكے آگے نفوذ و عمل كي راه كهولدي ' اور جس كي ربوبيت نے عالم هستي كے ايك ايك ذره كيليے خلقت اور هدايت ' دونوں كا سامان كرديا ' انسان كو بهي جسم اور روح دونوں كے ساتهه پيدا كيا هے ' اور آسكے ليے بهي خلقت اور هدايت ' دونوں كا سامان ركهتا هے -

اسكي ربوبيت نے جسطرح جسم كيليے زمين كے اندر طرح طرح كے خزانے ركهے هيں ' اسي طرح روح كي غذا كيليے بهي اسكے

مہد القول و انتظار

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواهش آں کرد که گردد فن ما !

البلاغ کی پچھلی دو اشاعتوں میں اس عاجز نے مشرب تجارت اور راہ دعوۃ کے متعلق جو کچھ عرض کیا تھا ' امید ہے کہ احباب کرام کے پیش نظر ہوگا -

پس اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت جو میں آنکے آگے واضح کرنا چاہتا ہوں ' یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ الهلال و البلاغ کے متعلق اچھی طرح سمجھہ لیں کہ اسکے تمام کام اصولاً کس قسم میں داخل ہیں ؟ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صدہا فروعی اور جزئی معاملات صاف ہو جائینگے جو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں ' اور جنکے لیے نہ تو میرے پاس وقت ہے کہ بار بار کہوں ' اور نہ دوستوں کا وقت بیکار ہے کہ مقصد اصلی کی جگہ محض شخصی حالات و معاملات کی سماعت میں ضائع ہو -

گذشتہ صحبتوں میں یہ حقیقت ایک حد تک واضح ہوچکی ہے کہ تجارت اور دعوۃ کی راہیں بالکل متضاد ہیں ' اور ایک وقت میں دونوں کا رشتہ جمع نہیں کیا جا سکتا - تجارت حاصل کرنا چاہتی ہے مگر دعوۃ کی پہلی شرط کھونا ہے -

اخبار نویسی اور تجارتی مطبوعات کی تمام شاخیں تجارت کے ماتحت ہیں ' اور یورپ جو تحریر و تصنیف کے اس طریق کا موجد ہے ' اسکو تجارت ہی کے اصول پر چلا رہا ہے -

ہر اُس شخص کو جسکی نظروں سے میرے مطبوعہ کاموں کی ایک سطر بھی گذری ہے ' اور نیز ہر اُس شخص کو جس تک میری آواز پہنچ سکتی ہے ' یہ معلوم ہوجانا چاہیے کہ میں تاجر نہیں ہوں ' اُس خدا کیلیے جسکی زمین لاکھوں کروروں تجارت کاموں اور تجارت کے قافلوں سے رکی ہوئی ہے ' یہ کچھہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے ہر بندے کو تاجر ہی بنائے - اُسکی ربوبیت و رحمت انسان کو ہر طرح کا دل ' ہر طرح کا دماغ ' ہر طرح کا فکر ' اور ہر طرح کا عشق بخش سکتی ہے ' اور کسی شخص اور جماعت کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اگر اپنے اندر کسی چیز کو نہ پائے تو ساری دنیا کو اس سے محروم سمجھے :

این نشہ بمن گر نبود با دگرے ہست !

پس میں جو کچھہ اور جیسا کچھہ بھی ہوں ' لیکن اس حقیقت کے اظہار کیلیے اپنی زندگی کے ہر اثر کو شاہد رکھتا ہوں کہ میں تاجر نہیں ہوں ' اور تجارت نہیں کرتا - خالق فطرۃ نے مجھکو تجارت کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی استعداد بھی نہیں دی ' اور ابتدائے عمر سے جن حالات و موثرات کے ماتحت رکھا ' انکی دنیا تجارت کا ہ و زیاں سے اسقدر دور ہے کہ اگر میں خود چلکر وہاں جانا بھی چاہوں تو نہیں پہنچ سکتا -

بلا شبہ میں نے پریس کھولا ' اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاری کیا ' لیکن یہ صرف اسلیے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا ' اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں مفت چھاپکر تقسیم کیا کرتا -

پس میرے تمام کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے ' نہ کہ تجارت - میری اخبار نویسی کو تم اخبار نویسی نہ قرار دو ' کیونکہ میں نے اسے ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصلی کام نہیں ہے - میں نے اگر اسے اختیار کیا تو یہ ہندوستان کی اخبار نویسی اور مطبوعہ اشاعات کیلیے بہتر ہوا اور اسکے لیے ترقی کی ایک بالکل نئی راہ کھلی ' مگر خود میرے لیے اسمیں کوئی شرف نہیں ' کیونکہ میرے کاموں کیلیے اصل راہیں دوسری تھیں :

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواهش آں کرد که گردد فن ما !

یہ ایک اصولی بنیاد ہے - اب اسکے ماتحت طرز عمل و طریق کار کی تمام چیزیں آ جاتی ہیں -

اگر تمہارے سامنے الهلال کی پوری زندگی موجود ہے ' تو تم صدہا نشانیاں اسکی پا سکتے ہو کہ تجارت اور تجارتی زندگی و اوضاع سے اسکی زندگی کی ہر شاخ بالکل متضاد تھی -

تجارتی زندگی کیلیے سب سے پہلی چیز پریس کا نفع و نقصان تھا ' لیکن دنیا جانتی ہے کہ اس چیز سے زیادہ میں نے کسی چیز سے بے پروائی نہیں کی ' اور مال و صحت کے نقصان کے سوا اس سے کوئی تجارتی معاوضہ مجھے حاصل نہ ہوا -

مجھے ملک کے دولتمند و دولت بخش طبقہ سے یکقلم بے پروا اور کنارہ کش رہنے کی خدا نے توفیق دی ' جو راہ دعوۃ کی اولین شرط مگر راہ تجارت کیلیے بربادی اور موت ہے - مجھے ارباب دولت کے عطیوں اور اعانتوں کو بلا تامل رد کردینے کی قوت ملی جسکے بغیر راہ تبلیغ میں ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکتا لیکن جسکا تصور بھی تجارتی اخبار نویسی کیلیے گناہ ہے - میں نے اپنے کاموں کی کوئی قیمت (اُس قیمت کے سوا جو کاغذ اور سیاہی کی ہر الهلال کے پڑھنے والے نے دی) کبھی بھی کسی انسان سے نہ چاہی ' اور کبھی بھی اس کیلیے کسی انسان کے چہرہ پر میری نگاہ نہیں پڑی - یہ اللہ کا احسان ہے ' اسکا فضل و کرم ہے ' اسکی ذرہ نوازی ہے ' اور میری طرف سے تم میں سے ہر شخص کو اجازت ہے کہ ان تذکروں کو میرا غرور اور گھمنڈ قرار دے ' مگر میں راہ تبلیغ کو باز کرنے کیلیے اور طلبگاران دعوۃ کے آگے نمونہ رکھنے کیلیے یہ سب کچھہ کہتا ہوں اور ہمیشہ کہونگا :

می گوییم و بعد از من گویند بہ سقتہا !

میں نے تجارت کی دکان نہیں کھولی تھی ' اسلیے کبھی بھی میں نے اپنے کار و بار کے نفع و نقصان کو تجارت کے ترازو سے نہ تولا - میرا میزان سود و زیاں دوسرا تھا ' اور با وجود اسکے کہ الهلال پریس جاری کرکے میں نے اپنا وہ سب کچھہ کھودیا جو مال دنیوی میں سے میرے پاس تھا ' میرے منافع اور فوائد کا خزانہ اتنا وسیع و عظیم ہے کہ آج ہندوستان میں کسی انسان کے پاس نہ اتنی چاندی ہے اور نہ اتنا سونا ہے ' نہ لعل و جواہر ہیں ' نہ زمین کی زراعت - میں اپنی آنکھوں سے دیکھہ رہا ہوں کہ اس سر زمین میں سب سے بڑا دولت مند آدمی میرے سوا اور کوئی نہیں ' فیالیت قومی یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین -

پھر تم اُس کی نسبت کیا کہتے ہو جس نے خاک دی اور اسکے معاوضے میں سونا پایا ؟ میں نے تین چار سال تک اپنی تبلیغ و دعوۃ کی تجارت کی ' اور زخارف دنیوی کی ایک حقیر پونجی اسمیں لگا کر کھو دی - لیکن دیکھو کہ خدا نے اسکے معاوضہ میں ہزاروں انسانوں کے دل ' لاکھوں مسلمانوں کی روحیں ' متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور بستیاں ' ان کے عقائد و اعمال کی تبدیلیاں ' صدہا مومنین کاملین اور عباد اللہ مخلصین کی ایمان پرستیاں ' اور ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ کلمۂ حق و قرآن کا ایک انقلابی دور عظیم میرے خزانۂ اقبال میں کسطرح جمع کردیا ہے ؟

سکندر دنیاے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا' جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی' لیکن دنیا اگر اسکی پیدایش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟

یہ دنیا کی ویرانیوں' ہلاکتوں' اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھہ آئیگا!

دنیا میں جسقدر پادشاہ پیدا ہوے' اگر تم انکی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو' تو اسکے سوا اور کچھہ نہوگا کہ وہ جتنے بڑے پادشاہ تھے' اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے' اتنے ہی زیادہ انکی فطری قوتوں کیلیے پتھر تھے' اتنے ہی زیادہ انکی قدرتی حرکت و نشؤ کیلیے زنجیر تھے' اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کیلیے انکے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی -

پس جنکا وجود خود دنیا کیلیے ایک زخم تھا' وہ انکی یاد میں اپنی گم شدہ شفا کیونکر پاسکتی ہے؟

(۷)

حکماء کی حکمت' فلاسفہ کا فلسفہ' صناعوں کی ایجادیں بلا شبہہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں' لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں' تو انہیں بتلانا چاہیے کہ انہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھہ اور زمین کی حقیقی مصیبت کیلیے کیا کیا؟ آسمان کی فضاء میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں - بلا شبہہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں' ان میں ثوابت ہیں' سیارات ہیں' اور انکی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں - لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی' تو اس وقت بھی بیمار تھی' اور یہ معلوم کرکے بھی بیمار ہی رہی - اسکا اصلی دکھہ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے' بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت' اپنی فطرۃ صالحہ کی نسبت' اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھہ بھی نہیں جانتا -

اس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جسنے انسان کیلیے فن تعمیر ایجاد کیا' تاکہ وہ پائدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے' تو تمھیں بتلانا چاہیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھکر نیک اور سچا انسان نہ تھا' مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر جسکر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گم شدگی ہے - سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جسکی ڈھونڈھہ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہ و بالا ہو رہا ہے - پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں' تو انکی ایجادوں نے انسان کو کسقدر امن دیا؟ کسقدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراط سعادت پر چلایا؟ طلسم حیات انسانی کا کونسا راز افشاء کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کرسکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھہ سکتی ہے' پر انکی یاد میں اسکے لیے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی' کیونکہ اُنہوں نے اسکے اصلی دکھہ کیلیے کچھہ نہیں کیا!

(۸)

اچھا' دنیاے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھہ ہے اسے چھوڑ دو' کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کیلیے کچھہ نہ تھا' تو بہت ممکن ہے کہ آج لنڈن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کردینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز ملجاے' جسکے لیے ابتداے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوتی ہے' ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمھارے سامنے ہوں' کیونکہ ہماری موجودہ صحبت انکے اعادے کی متحمل نہیں - ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں - اُن کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا' انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں' وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت متحمل نہ کرسکی تھیں' انہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی' اور اُنہیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے جنکے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے - پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا - یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے' جنسے موجودہ تمدن کی فضاء بھر گئی تھی' اور جنکے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے' حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے:

لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتواً کبیرا - (۲۵ : ۲۱)	بلا شبہہ اُنہوں نے یہ کہکر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ کی سرکشی کی!

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کیلیے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے' تو اسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کردیا گیا ہے' اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھہ جو قوم ثمود و عاد' اور بڑی بڑی آبادیوں' اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دیچکا تھا' اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے - تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خوں ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح نظر ڈالو' اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمھارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے' یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے - یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے' یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے' یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے' یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے' جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے' اور اسطرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے:

یخربون بیوتہم بایدیہم - (۵۹ : ۲۰)	اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اُجاڑ رہے ہیں -

پس اگر مسکین دنیا اُن انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے پادشاہ تھے' علم کے فرمان فرما تھے' اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے' تو تم اُسکا ہاتھہ پکڑو' اور اسے آج یورپ کے اُن میدانوں کے سامنے لیجاکر کھڑا کردو' جہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھویں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضاء کے اندر بچھایا گیا ہے' اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں' سرخ سرخ خون کی ندیوں' اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اُسکے سنہری ستون عظمت نصب کیے گئے ہیں - پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکر گذاری کیلیے اُن عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے' جو آج گیہوں اور جو کیلیے روتے ہیں کیونکہ ہوا میں اڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم انکے لیے کچھہ کام نہ آیا!!

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلیے چنیگی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کریگی' جو جودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی' جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچادیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جسپر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں

آسمانوں کي وسعت معمور ہے - جسطرح جسم کي غذا اور زمين کي ماسي حيات و نمو کيليے آسمانوں پر بدلياں پهيلتيں' بجلياں چمکتيں ' اور موسلا دهار پاني برستا ہے - ٹهيک اسي طرح اقليم روح و قلب کي فضاء ميں بهي تغيرات هوتے هيں - يہاں اگر زمين کي مٹي پاني کيليے ترستي ہے ' تو وهاں بهي انسانيت کي محرومي هدايت کيليے تڑپنے لگتي ہے - يہاں پتے جهڑتے هيں' ٹہنياں سوکهنے لگتي هيں' اور پهولوں کے رنگين ورق بکهر جاتے هيں' تو تم کہتے هو کہ آسمان کو رحم کرنا چاهيے - وهاں بهي جب سچائي کا درخت مرجها جاتا ہے' نيکي کي کهيتياں سوکهه جاني هيں' عدالت کا باغ ويران هوجاتا ہے' اور خدا کے کلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طيبه دنيا کے هر گوشے اور هر حصه ميں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے' تو اسوقت روح انسانيت چيختي ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاهيے - يہاں زمين پر موت طاري هوتي ہے تو خدا کي بارش اسے زندگي بخشتي ہے- وهاں انسانيت هلاک هوجاتي ہے تو خدا کي هدايت اسے پهر اٹهاکر بٹها ديتي ہے :

وهـــو الذي يرسل الرياح بشرا بين يـدی رحمتـه ' حتى اذا اقلت سحابا ثقالا سقناه لبلد ميت ' فانـزلنا به الماء فاخرجنا به من كل الثمـــرات ' كذالك نخرج الموتى لعلـــكم تذكرون - (۷ : ۵۵)

اور وہ پروردگار عالم هي تو ہے کہ بارش سے پہلے هواؤں کو بهيجتا ہے جو باران رحمت کے آنے کي خـوشخبـري- سنا ديتي هيں - يہاں تک کہ جب اسکا وقت آجاتا ہے تو وہ وزني بادلوں کو حرکت ديتي هيں' اور هم انهيں ايک ايسے شہر کے اوپر ليجاکر پهيلا ديتے هيں جو هلاک هوچکا ہے اور زندگي کيليے پياسا ہے - پهر پاني برستا ہے اور زمين کي موت کو زندگي سے بدلديتا ہے - اسکي نمو بخشي سے طرح طرح کے پهل پيدا هوتے هيں اور مخلوقات اپني غذا حاصل کرليتي ہے- ٹهيک اسي طرح هم مردوں کو بهي اٹهاتے هيں- اور يه جو کچهه کہا گيا ہے سو دراصل ايک مثال ہے ' تاکه تم دانائي اور سمجهه حاصل کرو-

(۳)

عالم انسانيت کي فضاء روحاني کا ايک ايسا هي انقلاب عظيم تها جو چهٹي صدي عيسوي کے وسط مين ظاهر هوا - وہ رحمت الهي کي بدليوں کي ايک عالمگير نمود تهي جسکے فيضان عام نے تمام کائنات هستي کو سرسبزي و شادابي کي بشارت سنائي ' اور زمين کي خشک ساليوں اور محروميوں کي بد حالي کا دور هميشه کيليے ختم هوگيا - وہ خداوند قدوس جس نے سينا کي چوٹيوں پر کہا تها کہ ميں اپني قدرت کي بدليوں کے اندر آتشيں بجليوں کے ساتهه آؤنگا ' اور دس هزار قدوسيوں کے ساتهه ميرے جاہ و جلال الهي کي نمود هوگي' سو بالاخر وہ آگيا' اور سعير و فاران کي چوٹيوں پر اسکے ابر کرم کي بونديں پڑنے لگيں !

يه هدايت الهی کی تکمیل تهي ' يه شريعت رباني کے ارتقاء کا مرتبۂ آخري تها ' يه سلسلۂ ترسيل رسل و نزول صحف کا اختتام تها ' يه سعادت بشري کا آخري پيام تها ' يه وراثت ارضي کی آخري بخشش تهي ' يه امۃ مسلمه کے ظهور کا پہلا دن تها ' اور اسليے يه حضرۃ ختم المرسلين و رحمۃ للعالمين محمد بن عبد الله کي ولادت باسعادت تهي - صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم -

(۴)

يہي واقعۂ ولادۃ نبوي ہے جو دعوۃ اسلامي کے ظهور کا پہلا دن تها ' اور يہي ماہ ربيع الاول ہے جسميں اس امۃ مسلمه کي بنياد پڑي جس کو تمام عالم کي هدايت و سعادت کا منصب عطا هونے والا تها - يه ريگستان حجاز کي بادشاهت کا پہلا دن نه تها ' يه عرب کي ترقي و عروج کے باني کي پيدايش نه تهي ' يه محض قوموں کي طاقتوں کا اعلان نه تها ' اسميں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگي کي دعوۃ نه تهي ' جيسا کہ هميشه هوا ہے ' اور جيسا کچهه نه دنيا کي تمام تاريخ کا انتہائي سرمايه ہے ' بلکه يه تمام عالم کي رباني بادشاهت کا يوم ميلاد تها ' يه تمام دنيا کي ترقي و عروج کے باني کي پيدايش تهي ' يه تمام کرۂ ارضي کي سعادت کا ظهور تها ' يه تمام نوع انساني کے شرف و احترام کا قيام عام تها ' يه انسانوں کي پادشاهتوں' قوموں کي بڑائيوں' اور ملکوں کي فتوحات کا نہيں ' بلکه خدا کي ايک هي اور عالمگير پادشاهت کے عرش جلال و جبروت کي آخري اور دائمي نمود تهي ! !

پس يہي دن سب سے بڑا ہے' کيونکه اسي دن کے اندر دنيا کي سب سے بڑي بڑائي ظاهر هوئي - اسکي ياد نه تو قوموں سے وابسته ہے اور نه نسلوں سے' بلکه وہ تمام کرۂ ارضي کي ايک عام اور مشترک عظمت ہے' جسکو وہ اسوقت تک نہيں بهلا سکتي جب تک کہ اسکو سچائي اور نيکي کي ضرورت ہے' اور جب تک کہ اسکي زمين اپني زندگي اور بقاء کيليے عدالت و صداقت کي محتاج ہے-

(۵)

دنيا ميں بـڑے بـڑے انقـلابات هوے هيں - يه انقـلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکهتے هيں ' اسليے ان انسانوں کي پيدايش کے ايام کو بهي دنيا عظمت کے ساتهه ياد رکهنا چاهتي ہے' اور اس اعتبار سے اسکي يادگاروں کي فہرست بڑي هي طويل ہے - اسميں پادشاهوں کے زر نگار تختوں کي قطاريں هيں' فاتحوں کي بے پناہ تلواروں کي جهنکار ہے' سپه سالاروں کے زرہ بکتر کي هيبت ہے' حکيموں کي حکمتوں اور دانائيوں کے دفاتر هيں ' فلاسفه و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن هيں' صناعوں کي ايجاديں هيں ' وطن پرستوں کے مواعظ هيں ' قومي پيشواؤں اور ملکي داعيوں کي جانفشانياں اور سر فروشيوں کي داستانيں هيں - ليکن سوال يه ہے کہ دنيا اگر اپني عظمت کے اصلي دن کو ياد رکهنا چاهتي ہے' تو ان ميں سے کس کو ياد رکهے ؟

ان ميں سے کون ہے جس نے دنيا کو سب سے بڑي چيز دي ہے' تاکه وہ بهي سب سے پہلے اور سب سے زيادہ اوسيکي ياد کو پيار کرے ؟

(۶)

آؤ' هم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاهوں کو ديکهيں جنهوں نے دنيا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوک شمشير پر رکهه ليا ' اور ايسے ايسے عجيب و غريب ايوانوں اور محلوں ميں بسے جنکي ديواريں اور چهتيں چاندي سونے اور لعل و جواهر سے بنائي گئي تهيں - انهوں نے بہت زيادہ مال و متاع جمع کيا ' انکے پاس لوهے کے بہت زيادہ آلات خونريزي تهے ' اور انکي اطاعت و غلامي ميں انسانوں کا سب سے بڑا گله تها - پس انکي پيدايش کے واقعه کو بهي سب سے زيادہ عظيم الشان اور قابل فراموش هونا چاهيے -

ليکن اگر دنيا انکي پيدايش کو ياد رکهے ' تو بتلاؤ کہ دنيا کيليے انهوں نے کيا کيا؟ انکي فتوحات بہت وسيع تهيں' اور انکي وہ دولت جو انهوں نے زمين کي بستيوں کو اجاڑ کر لوٹي تهي ' بڑے بڑے وسيع رقبوں کے اندر آئي تهي ' ليکن دنيا کو اس سے کيا ملا کہ دنيا کي گردن انکي ياد کے آگے جهکے ؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تهے' تو اسکو يوں کهو کہ انهوں نے سب سے زيادہ زمين کو ويران کيا' سب سے زيادہ اسکي آباديوں کو اجاڑا' سب سے زيادہ خون کي نديان بہائيں' اور سب سے زيادہ خدا کے بندوں کے گلے ميں اپني غلامي کي لعنت کا طوق ڈالا - پهر کيا دنيا اپني ويرانيوں ' اپنے قتل و غارت ' اپنے نهب و سلب ' اور اپني غلامي کي ملعنت کے ناپاک دنوں کو ياد رکهے؟ اور جنکي ابليسيت نے يه لعنت پهيلائي تهي ' انکي پيدائش کي نحوست پر خوشياں منائے ؟

صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا - (متی ۵ : ۱۷) اُنہوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے - نیز اُنہوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا (۱) اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا - پس در اصل اُنہوں نے جو کچھہ بھی خدمت کرنی چاہیے، وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی - تمام دنیا کیلیے اُنکے پاس کچھہ نہ تھا -

پھر اُنکا ظہور اُس وقت ہوا جبکہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا، اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوے تھیں، لیکن اُنہوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھہ کہا، اور نہ اس سے کچھہ تعرض کیا -

پہلی صدی مسیحی کے بعد جسقدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں، اُنکو حضرۃ مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھہ تعلق نہ تھا، اور وہ سر تا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں - پولس نے تمام حواریان مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو بپتسما دینا شروع کیا، اور اسطرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کرلیا -

پس اگر دنیا حضرۃ مسیح کی طرف جھکنا چاہیگی، تو دنیا کو اُنکے کارنامۂ حیات کے لیے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھہ آئیگی، جسکے اندر اُنکے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آ سکتے ہیں - اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں، لیکن ان میں دنیا کیلیے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے -

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو - نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے، سب سے پہلے دعوۃ، اعلان، ادعاء، اور نفس تعلیم کا سوال ہے - دنیا حضرۃ مسیح کی یاد پر کیونکر قناعت کرلے جبکہ خود انہوں نے دنیا کیلیے کچھہ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا، مردود کیا، اور اسکے ساتھیوں کو، اسکے دوستوں کو، اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی پادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا ؟ حتی کہ ایک آخری فتوی دیدیا " تم خدا اور دنیا، دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے " (متی ۶ : ۲۵) " اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی پادشاہت میں داخل ہو " (متی ۱۹ : ۲۳)

اس سے بھی درگذر کرو، اور اسکی بہتر سے بہتر توجیہہ جو کرسکتے ہو کرلو - نیز پولس کی دعوۃ ہی کو حضرۃ مسیح علیہ السلام کی دعوۃ تسلیم کرلو، اور ان تمام قوموں کو جنہوں نے مسیح کے نام پر بپتسما کا پانی اپنے اوپر چھڑکا، مسیحی دعوۃ کا پھل مان لو، لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے ؟ جبتک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی، جسوقت تک مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا، اور جب تک کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا، تاریخ شاہد ہے کہ اُس وقت تک اُسکا وجود دنیا کیلیے، دنیا کے علم و تمدن کیلیے، آبادی و عمران کیلیے، اخلاق و پاکیزگی کیلیے، اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی فطری حریت اور شرف انسانیۃ کیلیے ایک بدترین لعنت رہا، جس نے جلایا، ویران کیا، مسمار کیا، قتل کیا، جیل خانے بھرے، زبانوں پر مہریں لگائیں، انسانی دماغوں کو معطل کیا، لیکن انسان اور انسانیت کی راستی و ترقی کیلیے چند لمحوں کا بھی

ایک دور پیدا نہ کیا - مشہور مورخ گیزو، سیدیو، لا مارے، اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لیے بہترین راوی ہیں -

لیکن جس وقت سے کہ مسیحیت کی قوۃ نے شکست کھائی - تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا، مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقۂ غلامی سے یورپ آزاد ہوگیا، تو اسوقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی -

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کیلیے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی، تو خود اسکے بانی ہی نے ہمیں معیار حق و باطل بھی بتلا دیا ہے کہ " درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے " (مرقس ۱۹ : ۱۶) پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدایش کے اندر اپنی خوشی کو ڈھونڈتی ہے، تو اسکو انسان کی امن و سلامتی اور فطرۃ کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑیگا - کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے -

پھر کیا دنیا اسکے لیے طیار ہے ؟

یہ جو کچھہ تھا، مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بنا پر تھا، لیکن اگر اسپر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کردیا جاے جو اقوام یورپ کے اعمال تمدن سے وابستہ ہیں، تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جاے -

اسکے بعد مذاہب عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کیلیے انکے پاس بھی کوئی پیام سعادت نہیں - عظیم الشان گوتم بدھہ کی تمام تعالیم و وصایا کا ما حصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ " نجات دنیا کے ساتھہ رہکر حاصل نہیں ہوسکتی " پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرادیا، دنیا انکے پاس جاکر کیا سکھہ حاصل کریگی ؟ پھر اس نے جو کچھہ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو، لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اسکی دعوۃ محدود رہی - ہندوستان میں اُسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جاکر محدود ہوگئی - پس زمین اپنی اس مصیبت کیلیے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے، عظیم الشان بدھہ سے کیا حاصل کرسکتی ہے ؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور اُنکی پر اثر قدامت کی رفعت سے ہم انکار نہیں کرسکتے، تاہم دنیا کیلیے اُنکے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہوسکتی ہے جبکہ کوہ ہمالہ کی دیواروں اور بحر عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے، مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں -

(۱۰)

پس دنیا اگر اپنی نجات کیلیے بیچین ہے تو اسکے لیے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے، اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے - اسکا دکھہ ایک ہی ہے، اسلیے اسکی شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے - اسکا پروردگار ایک ہے، جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا، اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اسکے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے، پس اُسکی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے، اور گو بہت سے ستارے اسکی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں، مگر ان سب کا مرکز و مبدء نورانیت ایک ہی ہے :

قرآن حکیم نے آفتاب کو " سراج " کہا :

وجعلنا سراجاً وھاجا (۷۸ : ۱۴) اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا -

اور اِسی طرح اُسکے ظہور کو بھی " سراج " کہا جسکی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارضی کی ظلمتوں کیلیے پیام صبح تھی :

---

(۱) غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی ۹ : ۶)

ایسے مہلک بم اور شل ' اور ایسے بے پناہ مرکبات بنادیے جنکے آگے انساني جماعتیں بالکل بے بس ہوجاتي ھیں ' اور منٹوں کے اندر بڑي بڑي آبادیاں موت کي لعنت سے بھر جاتي ھیں ؟ اچھا ' بھاپ کي طاقت کے موجد کو بلاؤ ' اسکي بڑائي کیسی عجیب تھي جس نے بھاپ کي غیر معلوم طاقت کو انسان کے تابع کردیا ؟ لیکن آہ ! وہ اُس دنیا کیلیے کیا کرے جو موت کي نہیں ' بلکہ زندگي کي بھوکي ھے ' اور دیکھہ رھي ھے کہ بھاپ کے شیطان ھي کے اندر وہ سب سے بڑي بے پناہ خباثت ھے ' جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کي سب سے بڑي پھنکار ماري ھے ' اور تمام انساني علم و دانائي اسکے بچاؤ کیلیے بیکار ھے ؟

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے اُن مغرور بالیوں کي پیدائش پر خوشیاں منائے جنھوں نے اسکي موت اور ھلاکت کیلیے تو سب کچھہ کیا ' پر اسکے امن و سلامتي اور سعادت و طمانیت کیلیے کچھہ نہ کرسکے ؟ انکے پاس انسان کے اوڑنے ' سمندروں کے اندر جانے ' بجلي کو قابو میں کرنے ' ھوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے ' اور خود بخود بجنے والے باجوں اور بڑي تیزي سے چلنے والي سواریوں کیلیے تو بڑا ذخیرہ ھے ' لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے ' خدا کي عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے ' امن اور راحت کي پادشاھت کے قائم کرنے ' ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے ' طاقت اور حکم کے جبر سے ضعف اور ناتواني کو بچانے ' اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کي طرح نہیں ' بلکہ انسانوں کي طرح بسادینے کیلیے کچھہ بھي نہیں ھے !

تم نے یورپ کے تمدن کي کتوں کي طرح لوٹ کر اور بھیڑوں کی طرح چلکر ھمیشہ پرستش کي ھے ' اور مذھب کي تعلیمات کي ھنسي اوڑائي ھے کہ وہ اخرۃ اخرۃ کہتا ھے مگر یورپ کي طرح دنیا کیلیے کچھہ نہیں بتلاتا ' لیکن شاید تم آج قران حکیم کي اس آیت کو سمجھہ سکو جسکے متعلق حدیث صحیح میں آیا ھے کہ اسکي تلاوت آخري زمانے کے فتنہ سے بچائیگي :

ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ؟ الذین ضل سعیھم فی الحیواۃ الدنیـا وھم یحسبـون انھم یحسنون صنعا اولائـک الذین کفروا بایات ربھم و لقائه فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنـا - (١٨ : ١٠٤)

تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام و نامراد کام کرنے والے کون ھیں ؟ وہ جنکي تمام قوۃ سعي صرف دنیا کي زندگي سنوارنے ھي میں کھوئي گئي اور جہـل حقیقـت نے ان میں یہ گھمنـڈ پیـدا کـردیا کـہ وہ بہت ھي خوبیوں کا کام کر رھے ھیں ' یہي لوگ ھیں جنھوں نے اللہ کي نشانیوں اور اسکے رشتے کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا ' پس انکا تمام کیا دھرا برباد گیا ' اور قیامت کے دن انھیں کوئي وزن نصیب نہوگا -

دوسري جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ بتلاے :

یعلمون ظاھـرا مـن الحیاۃ الدنیا و ھم عـن الاخـرۃ غـافـلـون -

صرف دنیا کي زندگي کا ایک ظاھري پہلو انھوں نے جان لیا ھے اور وہ آخرۃ کے علاقوں سے بالکل غافل ھوگئے ھیں !

" اخرۃ " سے مقصود یہ نہیں ھے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کردیے جائیں ' بلکہ اسکي عملي تفسیر یورپ کي موجودہ زندگي کو سمجھو جسنے اپنے تئیں صرف دنیا ھي کیلیے وقف کردیا اور اسکے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اوسکے رشتے کیلیے کوئي وقت اور فکر نہ نکال سکي - نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کرلي جسکا نام تمدن رکھا گیا ھے ' لیکن وہ شے حاصل نہ کرسکي جو انسان کیلیے امن حقیقي کي راہ ' اور سلام و سعادت فطري کي صراط مستقیم ھے -

(٩)

تم کہہ سکتے ھو کہ یہ اُن انسانوں کا حال ھے جنکي بڑائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں - لیکن اگر دنیا کیلیے اُنکي پیدایش کي یاد میں کوئي تسکین اور راحت نہیں ھے تو وہ ان تمام صفوں سے باھر آجائیگي ' اور دنیا کے بڑے بڑے مذھبوں کے دامن میں پناہ لیگي - وہ بانیان مذھب کي عظمتوں کا نظارہ کریگي ' وہ خدا کے رسولوں اور اُسکے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈھونڈھیگي !

ھاں ' اگر دنیا ایسا کرے تو یہ في الحقیقت اُسکي مصیبتوں کا خاتمہ ھوگا ' اُسکے دائمي درد اور بیقراریوں کیلیے سکھہ اور راحت کي ایک حیات بخش کروٹ ھوگي ' اور وہ بلا شبہہ منزل مقصود کو پالیگي - قرآن حکیم نے بھي اُسکے دکھہ کا یہي علاج بتلایا ھے ' اور جبکہ وہ پادشاھوں ' قومي پیشواؤں ' کاھنوں ' اور علم و مذھب کے جھوٹے مدعیوں کے دامن غرور میں لپٹي ھوئي تھي ' تو اُسے وصیت کي کہ وہ سچائي کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کي راہ اختیار کرے ' اور اُنھي کی زندگي کو اپنا نصب العین بنائے :

اھـدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

خدایا تو ھمیں صراط مستقیم پر چلا - وہ صراط مستقیم جو تیرے نبیوں ' صدیقوں ' شھیدوں ' صالح بندوں کي راہ عمل ھے !

لیکن دیکھنا یہ ھے کہ اس میدان میں بھي آکر وہ کونسي زندگي ھے ' جس کے اعمال دعوۃ کے اندر دنیا کو پیام امن و سعادت ملسکتا ھے ؟

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاھب موجود ھیں ' وہ علم الاقوام کي تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کیے جا سکتے ھیں - ایک سیمیٹیکي سلسلہ ھے جسکے ما تحت یہودي اور مسیحي قومیں ابتک دنیا میں باقي ھیں - دوسرا آرین سلسلہ ھے جسن سے گوتم بدھہ اور ھندوستان کے تمام داعیان مذاھب وابستہ ھیں -

پھر دنیا کیلیے اگر سب سے بڑا رسول یہودي مذھب کي تاریخ میں ھے ' تو وہ حضرۃ موسی علیہ السلام کي زندگي اور انکي پیدایش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دیگي - لیکن اگر امن نے ایسا کرنا چاھا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ھے کہ حضرۃ موسی علیہ السلام کے اعمال حیاۃ میں اپنے لیے پیام امن ڈھونڈھے - حضرۃ موسی کي حیاۃ مقدس کا سب سے بڑا کار نامہ یہ ھے کہ انھوں نے مصر کي ایک جابر و ظالم گورنمنت کے پنجۂ استبداد سے بني اسرائیل کو نجات دلائي ' اور اسے غلامي کي ناپاکي سے نکالکر جو انسانیت کیلیے سب سے بڑي ناپاکي ھے ' حکومت اور امن و عزت کي طہارت تک پہنچادیا -

بلا شبہ اُنھوں نے اپني قوم یعني بني اسرائیل کي نسل کیلیے بڑا ھي مقدس جہاد کیا ' اور یہ انکا یادگار عمل اسوۂ حسنہ ھے جسکي دنیا کو تقدیس کرني چاھیے - لیکن سوال یہ ھے کہ انھوں نے تمام دنیا کیلیے کیا کیا ؟ دنیا صرف بني اسرائیل ھي ؟ تو نہیں ھے - غیر الہي عبودیت کي زنجیریں صرف بني اسرائیل ھي کے پاؤں میں نہیں تھیں ' بلکہ کرۂ ارضي کي تمام آبادي کے پاؤں اس کے بوجھہ سے زخمي تھے ' پس دنیا کیلیے وھي تلوار محبوب ھوسکتي ھے جو صرف فرعون کي ڈالي ھوئي زنجیروں ھي کو نہ کاٹے ' بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تخت غرور کو اُلٹ دے ؟

انھوں نے صرف بني اسرائیل کو غلامي سے نجات دلائي ' مگر تمام دنیا غلامي سے نکلنے کي آرزو مند ھے -

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلي مذھب مسیحي تحریک کا ھے - لیکن مسیحي دعوت کي تعلیم ھمارے سامنے ھے - اسکے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھہ کہینگي ' ھم اُنھیں حضرۃ مسیح کے نام سے قبول نہیں کرسکتے - حضرت مسیح نے کہا کہ میں

متاع هے' اور تم اپنے ان پاک جذبات کي جتني بهي حفاظت کرو کم هے - تمهارا يه عشق الهي هے ' تمهاري يه محبت رباني هے ' تمهاري يه شيفتگي انساني سعادت اور راست بازي کا سرچشمه هے' تم اُس وجود مقدس و مطهر کي محبت رکهتے هو جسکو تمام کائنات انساني ميں سے تمهارے خدا نے هر طرح کي محبوبيتوں اور هر قسم کي محموديتوں کيليے چن ليا ' اور محبوبية عالم کا خلعت اعلى صرف اسي کے وجود اقدس پر راست آيا - کرۂ ارضي کي سطح پر انسان کيليے بڑي سے بڑي بات جو لکهي جاسکتي هے' زيادہ سے زيادہ عشق جو کيا جاسکتا هے ' اعلى سے اعلى مدح و ثنا جو کي جاسکتي هے ' غرضکه انسان کي زبان انسان کے ليے جو کچهه کهه سکتي اور کرسکتي هے' وہ سب کا سب صرف اُسي ايک انسان کامل و اکمل کيليے هے ' اور اسکا مستحق اسکے سوا کوئي نهيں :

مقصود ما ز دير و حرم جز حبيب نيست
هر جا کنيم سجدہ بـداں آستـاں رسـد

و لله در مـا قال :

عبـاراتنـا شتى و حسنك واحد
و کل الـى ذاک الجمال يشير !

(وحـدہ لا شـريک)

خدا کي الوهيت و ربوبيت جس طرح وحدہ لا شريک هے که کوئي هستي اُسکي شريک نهيں ' اسي طرح اس انسان کامل کي انسانية اعلى اور عبديت کبرى بهي وحدہ لا شريک هے کيونکه اُسکي انسانيت و عبديت ميں کوئي اسکا ساجها نهيں' اور اُسکے حسن و جمال فردانيت کا کوئي شريک نهيں :

منـزہ عـن شريـک في محاسنه
فجوهر الحسن فيـه غيـر منقسم

يهي وجه هے که قران حکيم ميں تم ديکهتے هو که تمام انبياء کرام عليهم الصلواۃ و السلام کا ذکر جهاں کهيں کيا گيا ' وهاں اُن سب کو اُنکے ناموں سے پکارا هے ' اور انکے واقعات کا بهي ذکر کيا هے تو انکے ناموں کے ساتهه کيا هے - ليکن اس انسان کامل ' اس فرد اکمل ' اس صفات عبدية کے وحدہ لا شريک کا اکثر مقامات ميں اسطرح ذکر کيا هے که نه تو اُسکا نام ليا گيا ' نه هي کسي دوسرے وصف سے نامزد کيا گيا ' بلکه صرف " عبد " کے لفظ سے اسکے پروردگار نے اُسے ياد فرمايا :

سبحان الذى اسرى بعبدہ ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى -	کيا پاک هے وہ خداوند قدوس جس نے ايک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصى تک کي سير کرائي !

سورۂ جن ميں فرمايا :

و انـه لمـا قام عبد الله يـدعـوہ کادوا يـکونـون عليه لبدا -	اور جب الله کا بندہ (عبد) تبليغ حق کيليے کهڑا هوتا هے تاکه الله کو پکارے ' تو کفار اُسکو اسطرح گهير ليتے هيں گويا قريب هے که اُس پر آ گرينگے !

سورۂ کهف کو اس آية سے شروع کيا :

الحمد للـه الذي انزل على عبدہ الکتـاب -	تمام تعريفيں الله کيليے هيں جسنے اپنے " عبد " پر کتاب اُتاري -

سورۂ فرقان کي پهلي آيت هے :

تبـارک الذي نـزل الفرقان على عبدہ ليکون للعـالميـن نـذيـرا -	کيا هي پاک ذات هے اُسکي جسنے " الفرقان " اپنے " عبد " پر اُتارا تاکه وہ تمام عالم کي ضلالتوں کيليے ڈرانے والا هو !

اسي طرح سورۂ نجم ميں کها : فاوحى الى "عبدہ" ما اوحى ' حديد ميں کها : ينزل على "عبـدہ" آيات - پس ان تمام مقامات ميں آپکا اسم گرامي نهيں ليا ' بلکه اسکي جگه صرف "عبد" فرمايا - حالانکه بعض ديگر انبياء کے ليے اگر عبد کا لفظ فرمايا هے تو اسکے ساتهه نام کي تصريح بهي کردي هے - سورۂ مريم ميں حضرۃ ذکريا کيليے فرمايا : ذکر رحمـة ربك عبـدہ ذکريا - سورۂ ص ميں کها : و اذکر عبدنا داؤد - نيز : و اذکر عبدنا ايوب -

اس خصوصيت و امتياز سے اسي حقيقت کو واضح کرنا مقصود الهي تها که اس وجود گرامي کي عبدية اور بندگي اس درجۂ آخري و مرتبۂ قصوى تک پهنچ چکي هے جو انسانية کي انتها هے' اور جسمين اور کوئي عبد اس عبد کامل کا شريک و سهيم نهيں - پس عبدية کا فرد کامل وهي هے ' اور اسليے بغير اضافت و نسبت کے صرف "عبد" کا لقب اسکو ناموں اور علموں کي طرح پهچنوا ديتا هے - کيونکه تمام کائنات هستي ميں اُسکا سا اور کوئي عبد نهيں !

پس يه وہ تها که اسکے صفات الاهيه کا يه حال هے' اسکي انسانيت و عبدية کي وحدت اسطرح فرمانفرماے جميع کائنات هے' اسکي محبت و محبوبيت کا خود رب السماوات والارض نے اعلان کيا ' اور اسکي رحمت کو اپني ربوبيت کي طرح تمام عالمين پر محيط کرديا ' اُسکو الله نے اپني صفات رافت و رحمت سے متصف فرمايا ' اور اگر اپنے آپکو الرحمن الرحيم کها تو اسے بهي بالمومنين رؤف الرحيم قرار ديا - اسکو تمام قرآن حکيم ميں کبهي بهي نام ليکر نه پکارا ' بلکه کبهي صداے عزت سے نوازا که يا ايها الرسول اور کبهي طريق محبت سے پکارا که يا ايها المزمل ! اسکے وجود کي عزت و عظمت کو اپني عزت کي طرح اپنے بندوں پر فرض کرديا ' اور جابجا حکم ديا که تعزروہ و توقروہ (اسکي عزت کرو اور اسکي توقير بجا لاؤ) پهر وہ که اسکي محبوبيتوں اور عظمتوں کا يه حال تها که اسکا وجود مقدس و اطهر تو بڑي چيز هے ' وہ جس آبادي ميں بسا اور جس شهر کي گليوں ميں چلا پهرا ' اسکي عزت کو بهي خداے زمين و آسمان نے تمام عالم ميں نماياں کيا :

لا اقسـم بهـذ البـلـد و انت حل بهذ البلد -	هم مکه کي قسم کهاتے هيں مگر اسليے که تيرا وجود اُسکي سرزمين ميں رها اور بسا هے !

و من مـذهبي حب الديـار لاهلهـا
و للنـاس فيما يعشقـون مـذاهب

پس جسکي قدوسيت و جبروتيت کا يه مرتبه هو ' اُسکي ياد ميں جتني گهڑياں بهي کٹ جائيں' اُسکے عشق ميں جتنے آنسو بهي بهه جائيں' اُسکي محبت ميں جتني آهيں بهي نکل جائيں' اور اُسکي مدح و ثنا ميں جسقدر بهي زبانيں زمزمه پيرا هوں ' انسانيت کا حاصل' روح کي سعادت ' دل کي طهارت ' زندگي کي پاکي' اور ربانيت و الاهيت کي پادشاهي هے - و لله در ما قال :

راہ تو بهـر قـدم که پويند خوش ست
وصل تو بهـر سبب که جويند خوش ست !
روے تو بهـر ديدہ که بينند نکوست
نام تو بهـر زباں که گويند خوش ست !

(حشن حصول و ماتم ضياع)

ليکن جبکه تم اس ماہ مبارک ميں يه سب کچهه [illegible] اس ماہ کے واقعۂ ولادت کي ياد ميں خوشياں مناتے هو' تو [illegible] مسرتوں کے اندر تمهيں کبهي اپنا وہ ماتم بهي ياد آتا هے جسکے بعد اب تمهاري کوئي خوشي نهيں هو سکتي ؟ کبهي تم نے اس حقيقت پر بهي غور کيا هے که يه کس کي پيدايش هے جسکي ياد کيليے تم سر و سامان جشن کرتے هو ؟

انــا ارسلناک شاهداً ومبشراً و نذیراً، و داعیاً الی الله باذنه و سراجاً منیــرا - | اے پیغمبر اسلام! هم نے تمکو دنیا کے آگے حق کي گواهي دینے والا، سعادت انسانیة کي خوشخبري پھیلانے والا، الله کي طرف اُسکے بندوں کو بلانے والا، اور دنیا کي تاریکیوں کیلیے ایک چراغ نوراني بناکر بھیجا -

پس تمام کرۂ ارضي کي روشني کیلیے یهي ایک آفتاب هدایت هے، جسکي عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپني تمام تاریکیوں کیلیے نور بشارت پاسکتي هے، اور اس لیے صرف رهي ایک هے جسکے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھي نہیں بھلا سکتي، اور اگر اس نے بھلا دیا هے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگي کے ساتھه صرف اسي کے آگے اجھکنا پڑیگا، اور اُسي کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑیگا -

اس مقدس پیدایش نے دنیا میں ظاهر هوکر یه نہیں کہا که میں صرف بني اسرائیل کو فرعون کي غلامي سے نجات دلانے آیا هوں، بلکه اس نے کہا که تمام عالم انسانیت کو غیر الہي غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظهور هے - اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ رونق هي سے عشق نہیں کیا، بلکه تمام عالم کي اُجڑي هوئي بستي پر غمگیني کي، اور انکي دوبارہ رونق و آبادي کا اعلان کیا - اس نے اُس خدا کي معبتوں کي طرف دعوۃ نہیں دي جو صرف سینا کي چوٹیوں یا همالیه کي گھاٹیوں میں بستا هے، بلکه اُس رب العالمین کي طرف بلایا جو تمام نظام هستي کا پروردگار هے، اور اسلیے تمام کائنات عالم کو اپني طرف بلا رها هے - هم کو دنیا میں سکندر ملتا هے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاها تھا، لیکن هم دنیا کي پوري تاریخ میں خدا کے کسي رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کي ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جهاد کیا هو - اسکا صرف ایک هي اعلان هے جو آغاز خلقت سے ابتک کیا گیا هے، اور اسلیے اگر دنیا نسلوں، قوموں، اور رقبوں کا نام نہیں هے بلکه مخلوقات الہي کي اُس پوري نسل کا نام هے جو کرۂ ارضي کي پیٹھه پر بستي هے، تو وہ مجبور هے که هر طرف سے مایوسي کي نظریں هٹا کر صرف اس ایک هي اعلان علم کے آگے جھک جاے اور صرف اسي کي پیدایش کے دن کو اپني عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبــدہ لیــکون للعالمین نذیرا (۲۵ : ۱) | کیا هي پاک اور برکتوں کا سرچشمه هے ذات اُسکي جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تاکه وہ قوموں اور ملکوں هي کیلیے نہیں بلکه تمام عالموں کي ضلالت کیلیے ڈرانے والا هو!

دنیا میں جسقدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات موجود هیں، اگر دنیا انکو بھلا دیگي، تو یه صرف قوموں اور ملکوں کي سعادت کي فراموشي هوگي، کیونکه اس سے زیادہ انہوں نے کچھه نه کہا، لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بھلا دیا، تو یه تمام کرۂ ارضي کي نجات کو بھلا دینا هوگا، کیونکه ربیع الاول کي رحمت کسي ایک سرزمین کیلیے نہیں بلکه تمام عالمین کیلیے تھي -

(۱۱)

یہاں تک جو کچھه حوالۂ قلم هوا، یه محض ایک تمہید تھي اور اسلام کي رحمت عامہ کا ایک سرسري مطالعه لیکن اسکے بعد اصلي سوال همارے سامنے آتا هے - یعني اس پیدایش نے دنیا کي حقیقي اور عالمگیر مصیبت کیلیے کیا کیا؟ اور انسانیت کي سعادت و ارتقاء نظري کي کیونکر تکمیل کي؟ اس مبحث عظیم کا احاطه و استقصاء تو ممکن نہیں، لیکن چند سرسري اشارات آیندہ نمبر میں ملینگے -

مواعظ و خطب

مـــاہ ربـیـــع الاول

اور جشن تذکار ولادت نبوي صلی الله علیه و سلم

آن راز که در سینــه نہانسـت نه وعظ ســت
بر دار تواں گفــت، به منبر نه تواں گفــت!

عزیزان ملت! ماہ ربیع الاول کا ورود تمہارے لیے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام هوتا هے - کیونکه تم کو یاد آجاتا هے که اسي مہینے کے ابتدائي هفتوں میں خدا کي رحمت عامہ کا دنیا میں ظہور هوا، اور اسلام کے داعي برحق کي پیدایش سے دنیا کي دائمي غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کي گئیں - صلی الله علیه و علی اله و صحبه و سلم -

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور هوجاتے هو، تمہارے اندر خدا کے رسول برحق کي محبت و شیفتگي ایک بیخودانه جوش و محویت پیدا کردیتي هے - تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسي کي یاد میں، اسي کے تذکرہ میں، اور اسي کي محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاهتے هو!

تم اسکے ذکر و فکر کي مجلسیں منعقد کرتے هو، انکي آرایش و زینت میں اپني محنت و مشقت کي کمائي بے دریغ لٹاتے هو، خوشبودار اور تروتازہ پھولوں کے گلدستے سجاتے هو، کافوري شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقي روشني کے بکثرت کنول روشن کرتے هو، عطر و گلاب کي مہک اور اگر کي بتیوں کا بخور جب ایوان مجلس کو اچھي طرح معطر کردیتا هے، تو اسوقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوب مقدس کي یاد کو ڈھونڈھتے هو، اور بسا اوقات تمہاري آنکھوں کے آنسو اور تمہارے پر محبت دلوں کي آهیں اسکے اسم مبارک سے والہانه عشق کرتیں اور اُسکے عشق سے حیات روحاني حاصل کرتي هیں!

پس کیا مبارک هیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق و شیفتگي کیلیے رب السماوات و الارض کے محبوب کو چنا! اور کیا پاک و مطهر هیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمة للعالمین کي مدح و ثنا میں زمزمه سنج هوئیں!

مصلحت دید مـن آنست که یاراں همه کار
بگذارنـد و خـم طـرۂ یارے گیــرند!

انہوں نے اپنے عشق و شیفتگي کیلیے اسکي محبوبیت کو دیکھا، جسکو خود خدا نے اپني چاهتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا، اور انکي زبانوں نے اُسکي مدح و ثنا کي، جسکي مدح و ثنا میں خود خدا کي زبان، اسکے ملائکه اور قدوسیوں کي زبان، اور کائنات ارضي کي تمام پاک روحوں اور سعید هستیوں کي زبان، انکي شریک و هم نوا هے:

ان الله و ملائکته یصلون علی النبي، یا ایها الذین امنـوا، صلـوا علیـه و سلمـوا تسلیما (۳۳ : ۵۶)

(کائنات هستي کي محبوبیة اعلی)

بلا شبه محبت نبوي اور عشق محمدي کے یه پاک ولولے اور یه مخلصانه ذوق و شوق تمہاري زندگي کي سب سے زیادہ قیمتي

وہ جو کچھہ لایا اسمیں غمگینی کی چیخ نہ تھی ' ماتم کی آہ نہ تھی ' ناتوانی کی بے بسی نہ تھی ' اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا ' بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا ' جشن و مراد کی بشارت تھی ' کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی ' طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا ' امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا ' زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا ' فتح مندی کی همیشگی تھی ' اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی :

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - نحن اولیائکم فی الحیواۃ الدنیا والاخرۃ و لکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم ما تدعون -

اللہ کے وہ صالح بندے جنھوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ هی همارا رب ہے اور اسکے سوا کوئی نہیں ' پھر ساتھہ هی اسپر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھہ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا ' سو یہ وہ لوگ هیں کہ کامرانی و فتح مندی کیلیے خدا نے انکو چن لیا ہے - وہ اپنی ملائکہ نصرت کو انپر بھیجتا ہے جو هردم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے هیں کہ نہ تو تمھارے لیے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی - دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرۃ و حمایت سے فتح مند و کامیاب هوگے اور اخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد - اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمھارے هی لیے هیں ' تم جو نعمت چاهوگے تمھیں ملیگی اور جس چیز کو پکاروگے پاؤگے -

(لا تھنوا ولا تحزنوا)

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا ' اس نے کہا کہ غم اور ناکامی انکے لیے هونی چاهیے جنکے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے ' پر وہ جو جنھوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھہ وفاداری کی ' اور اس ذات کو اپنا دوست بنا لیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سر چشمہ ہے ' تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے هیں ' اور خدا کے دوستوں کے ساتھہ اسکی زمین میں کون ہے جو دشمنی کرسکتا ہے ؟

ذالک بان اللہ مولی الذین آمنوا ' وان الکافرین لا مولی لھم (۴۷ : ۱۲)

اسلیے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنھوں نے اس سے انکار کیا -

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گذاری کیلیے اپنے آپکو وقف کردیا ' وہ کسی سے نہیں ڈرسکتے ' البتہ انکی هیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاهیے :

فلا تخافوھم ' و خافون ان کنتم مومنین (۳ : ۱۷۰)

دشمنان حق کی شیطانی هیبتوں سے نہ ڈرو ' اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن هو -

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باهم جمع هوسکتے هیں - آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع هو جائیں ' شیر اور بکری هوسکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں ' لیکن خدا کا " ایمان " اور " انسان کا خوف " یہ دو چیزیں ایسی متضاد هیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں هوسکتیں ' اور اگر ایک بد بخت ایمان الہی کا دعوا کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے ' تو تم اسے اُن کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھکر آجاتے هیں ' تاکہ دوڑنے والوں کیلیے ٹھوکر بنیں ' کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے

لا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین -

نہ هراساں هو اور نہ غمگین هو ' تمھیں سب پر غالب آنے والے هو اگر تم سچے مومن هو !

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون -

یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اسکے چاهنے والے هیں ' انکے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین هونگے !

(استبدال نعمت)

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے هو ' تو تمھارا کیا حال ہے ؟ وہ تمھاری دولت کہاں ہے جو تمھیں دی گئی تھی ؟ وہ تمھاری نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمھیں سونپی گئی تھی ؟ وہ تمھاری روح حیات کیوں تمھیں چھوڑ کر چلی گئی ' جو تم میں پھونکی گئی تھی ؟ آہ ! تمھارا خدا تم سے کیوں روٹھہ گیا ؟ اور تمھارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی هی غلامی کیلیے نہ رکھا ؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمھارے هی لیے ہے ؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمھارے سوا کوئی وارث نہیں ؟

ان العزۃ للہ و لرسولہ و للمومنین و لکن المنافقین لا یعلمون -

عزت اللہ کیلیے ہے ' اسکے رسول کیلیے ' اور مومنوں کیلیے ' لیکن جن کے دل نفاق سے کھوے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے -

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کیلیے چھوڑ دیے گئے هو ' اور عزت نے تم سے منھہ چھپالیا ہے ؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرۃ تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ :

و کان حقا علینا نصر المومنین (۳۰ : ۴۷)

مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا همارے لیے ضروری ہے - یہ کسی طرح نہیں هوسکتا کہ هم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رهجائیں -

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمھارا ساتھہ چھوڑ دیا ؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا ؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں ؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور انکے حکموں کے آگے گرنا جنتے هو ' خدا کے وعدۂ لا یخلف المیعاد کیلیے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے ؟ آہ ! نہ تو اسکا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا ' مگر تم هی هو ' تمھاری هی محرومی و بے وفائی ہے ' تمھارے هی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا ' اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا :

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم و ان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

اسلیے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود هی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کیلیے ظالم نہیں ہے کہ انکو بغیر جرم کے سزا دے -

خدا اب بھی غیروں کیلیے نہیں بلکہ صرف تمھارے هی لیے ہے ' بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف خدا هی کیلیے هوجاؤ :

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم -

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمھاری مدد کریگا اور تمھارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردیگا -

(یادگار حریت)

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوا رکھتے هو ' اور مجلسیں منعقد کرکے اسکی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے هو ' لیکن تمھیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جسکی یاد کا تمھاری زبان دعوا کرتی ہے ' اسکی فراموشی کیلیے تمھارا هر عمل گواہ ہے ؟ اور جسکی مدح و ثنا میں تمھاری صدائیں زمزمہ سرا هوتی هیں ' اسکی عزت کو تمھارا وجود بٹہ لگا رہا ہے ؟ وہ دنیا میں اسلیے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے هٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے ' اور غلامی کی اُن تمام زنجیروں سے همیشہ کیلیے نجات دلا دے جنکے بڑے بڑے بوجھل حلقے انھوں نے اپنے پانوں میں ڈال لیے تھے :

یضع اصرھم و اغلالھم التی کانت علیھم

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو

یہ کون تھا جسکي ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے ؟

آہ ! اگر اس مہینہ کي آمد تمہارے لیے جشن و مسرت کا پیام ہے ' کیونکہ اسي مہینے میں وہ آیا جسنے تم کو سب کچھہ دیا تھا ' تو میرے لیے اس سے بڑھکر اور کسي مہینے میں ماتم نہیں ' کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھہ ہمیں دیا تھا ' وہ سب کچھہ ہم نے کھو دیا - اسلیے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کي یاد تازہ کرتا ہے ' تو دوسري طرف کھونے والوں کے زخم کو بھي تازہ ہو جانا چاہیے :

ما خانــہ رمیـدگان ظلمیــم
پیغام خوش از دیار ما نیســت

تم اپنے گھرونکو مجلسوں سے آباد کرتے ہو ' مگر تمھیں اپنے دل کي اجڑي ہوئي بستي کي بھي کچھہ خبر ہے ؟ تم کافوري شمعوں کي قندیلیں روشن کرتے ہو ' مگر اپنے دل کي اندھیاري کو دور کرنے کیلیے کوئي چراغ نہیں ڈھونڈھتے ؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو ' مگر آہ ' تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے - تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو ' مگر آہ تمہاري غفلت ' کہ تمہاري عظمت اسلامي کي عطر بیزي سے دنیا کي مشام روح یکسر محروم ہے ! کاش تمہاري مجلسیں تاریک ہوتیں ' تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا ' تمہاري آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں ' تمہاري زبانوں سے ماہ ربیع الاول کي ولادت کیلیے دنیا کچھہ نہ سنتي ' مگر تمہاري روح کي آبادي معمور ہوتي ' تمہارے دل کي بستي نہ اجڑتي ' تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا ' اور تمہاري زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبوي کي مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے : فانہا لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التي في الصدور :

مجھے یہ ڈر ہے دل زنـدہ ' تو نہ مرجاے
کہ زندگاني عبارت ہے تیرے جینے سے !

پھر آہ وہ قوم ' اور صد آہ اس قوم کي غفلت و ناداني ' جسکے لیے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے ' اور جسکي حیات قومي کا ہر قہقہۂ عیش فغان حسرت ہوگیا ہے ' مگر نہ تو ماضي کي عظمتوں میں اسکے لیے کوئي منظر عبرت ہے ' نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئي پیام تنبہ و ہوشیاري ہے ' اور نہ مستقبل کي تاریکیوں میں زندگي کي کسي روشني کو اپنے سامنے رکھتي ہے - اے اپني کامجوئیوں اور جشن و مسرت کي بزم آرائیوں سے مہلت نہیں ' حالانکہ اسکے جشن و طرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھي رکھدیا گیا ہے - بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں ' کان سنیں ' اور دل کي دانائي غفلت و سرشاري نے چھین نہ لي ہو : و ان في ذالــک لذکری لمــن کان لہ قلب او القی السمــع و هــو شهـــیـد !

(ظہـور و مقصد ظہـور)

ماہ ربیع الاول کي یاد میں ہمارے لیے جشن و مسرت کا پیام اسلیے تھا کہ اِسي مہینے میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جسکے ظہور نے دنیا کي شقاوت و حرماني کا موسم بدل دیا ' ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کي تاریکیاں مٹ گئیں ' خدا اور اُسکے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا ' انساني اخوت و مساوات کي یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کردیا ' اور کلمۂ کفر و ضلالت کي جگہ کلمۂ حق و عدالت کي پادشاہت کا اعلان عام ہوا :

لقـد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ' یهـدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام -	اللہ کے طرف سے تمہاري جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئي - اللہ اسکے ذریعہ اپني رضا چاہنے والوں کو سلامتي اور زندگي کي راہوں پر ہدایت

کرتا اور انکے آگے صراط مستقیم کو کھولتا ہے !

لیکن دنیا شقاوت و حرماني کے درد سے پھر دکھیا ہوگئي ' انساني شر و فساد اور ظلم و طغیان کي تاریکی خدا کي روشني پر غالب ہونے کیلیے پھیل گئي ' سچائي اور راست بازي کي کھیتیوں نے پامالي پائي ' اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئي رکھوالا نہ رہا - خدا کي وہ زمین جو صرف خدا ہي کیلیے تھي ' غیروں کو دیدي گئي اور اُسکے کلمۂ حق و عدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اُسکي سطح خالي ہوگئي :

ظهر الفساد فی البر والبحــر بماکسبت ایدی النـــاس !	زمین کي خشکي اور تري دونوں میں انسان کي پیدا کي ہوئي شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کي صلح و فلاح غارت ہوگئي !

پھر آہ ! تم اسکے آنے کي خوشیاں تو مناتے ہو ' پر اسکے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو ' اور وہ جس غرض کیلیے آیا تھا ' اسکے لیے تمہارے اندر کوئي ٹیس اور چبھن نہیں ؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لیے خوشیوں کي بہار ہے ' تو صرف اس لیے کہ اسي مہینے میں دنیا کي خزان ضلالت ختم ہوئي ' اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا - پھر اگر آج دنیا کي عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئي ہے ' تو اے غفلت پرستو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بہار کي خوشیوں کي رسم تو مناتے ہو ' مگر خزاں کي پامالیوں پر نہیں روتے ؟

(آتشین شریعت)

اس موسم کي خوشیاں اس لیے تھیں کہ اسي میں اللہ کي عدالت کي وہ " آتشین شریعت " کوہ فاران پر نمودار ہوئي جسکي سعیر کي چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دي گئي تھي ' اور جو مظلومي کے آنسو بہانے ' مسکیني کي آہیں نکالنے ' ذلت و نامرادي سے ٹھکرائے جانے کیلیے دنیا میں نہیں آئي تھي ' بلکہ اسلیے آئي تھي تاکہ اعداء حق و عدالت ناکامي کے آنسو بہائیں ' دشمنان الہي مسکیني کیلیے چھوڑ دئیے جائیں ' ضلالت و شقاوت نامرادي و ناکامي کي ذلت سے ٹھکرائي جاے ' اور سچائي و راستي کا عرش عظمت و اجلال نصرۃ الہي کي کامرانیوں اور اقبال و فیروزي کي فتح مندیوں کے ساتھہ تمام کائنات ارضي میں اپني جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے - پس وہ اللہ کے ہاتھہ کي چمکائي ہوئي ایک تلوار تھي ' جسکي ہیبت و قہاریت نے باطل پرستي کي تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کي پادشاہت اور دائمي فتح کي دنیا کو بشارت سنائي :

هــو الــذي ارسل رســولہ بالهـــدی و دین الحق لیظهــرہ علی الــدین کلــہ و لو کرہ المشــرکون -	وہ خدا ہي ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کي سعادت کے قیام اور ضلالت کي مقہوریت کیلیے دین حق کے ساتھہ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اُسے غالب کردے ' پس اسکي حقانیت کي طاقت

ہي آخر میں دائمي اور عام فتح پانے والي ہے اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہي شاق گذرے

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادي کا زخم لگانے والا ہاتھہ تھا ' وہ مظلومي کي تڑپ نہ تھي بلکہ ظلم کو تڑپانے والي شمشیر تھي ' وہ مسکیني کي بیقراري نہ تھي ' بلکہ دنیا کو بیقرار کرنے والوں نے اس سے بیقراري پائي ' وہ درد و کرب کي کروٹ نہ تھي ' بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چیني کا بستر ملا -

مقالات

الدين و السياسة

(١)

دنیوي حکومتوں نے اگرچه سیاست کو ظلم و جور، تمرد و طغیان، خود غرضي و هواے نفس، کذب و فریب، دسائس و حیل، اور حرص و مطامع کا مرادف بنا دیا ' لیکن در حقیقت وہ ایک روحاني صداقت هے، جسپر دنیا کي تمام صداقتوں کي طرح ابتلاء و امتحان، ترقي و تنزل، اور ظهور و خفاء کے مختلف دور گذر چکے هیں - آغاز خلقت میں جب انسان جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کي اندهیري غاروں میں رهتا تها، تو سیاست بهي اوسکے تمام محاسن و فضائل کي طرح انهي تاریکیوں میں عزلت گزیں رهي - پهر جب دنیوي تمدن نے ترقي کي اور متمدن سلطنتیں قائم هوئیں، تو سیاست نے بهي اس تاریک افق سے سر نکالا ' اور سلاطین کے هواے نفس کے ساتهه ساتهه مدتوں تک دنیا پر جابرانه حکومت کرتي رهي -

لیکن اوسکا یه جابرانه دور حکومت خدا کي مرضي کے مطابق نه تها ' اسلیے وہ پادشاهوں کے عظیم الشان درباروں سے رخصت هوئي ' اوسنے تاج و تخت کو ٹهوکر لگادي ' اور مذهب کے داعیان الهي کے دامن میں جاکر پناہ لي -

دنیا کي تمدني تاریخ میں یه ایک عظیم الشان انقلاب تها ' اس نے دنیا کي غیر متحرک فضا میں شعاع آفتاب کي رعشه دار انگلیوں کي طرح ایک نوراني تموج پیدا کردیا ' جسکي پهلي لهر دریاے نیل سے اوٹهي ' اور پهر ریگستان عرب میں پهونچکر آب زمزم کي سطح ساکن کے اندر مل گئي !

(القران الحکیم)

قرآن حکیم ایک مجموعه صداقت هے، اسلیے اوس نے دنیا کي تمام صداقتوں کے ساتهه سیاست کو بهي اپنے دامن میں سب سے پهلي جگه دي، اور جو نور چند لمحوں کیلیے کوہ طور پر چمکا تها ' وہ همیشه اوسکے تاج حقیقت کا طرۂ زرنگار رها ' سیاست الهي فرعون کے تاج و تخت کي ذمه دار نهیں تهي ' اوسکا کام ابو جهل و ابو سفیان کي سیادت کو محفوظ رکهنا نه تها ' وہ دنیا میں صرف میزان عدل کے قائم کرنے کیلیے آئي تهي ' اسلیے اوس نے ایک فطري مذهب کي آغوش میں اپنے آپ کو نمایاں کیا ' کیونکه فطرۃ هي ایک ایسي چیز هے جو خود عدل و انصاف سے سر مو تجاوز نهیں کرسکتي ' اور اگر وہ اپنے مرکز سے هت جاے تو دنیا کا تمام قدرتي نظام دفعة درهم برهم هو جاے -

(المیزان)

آفتاب و ماهتاب دنیا پر ایک لا زوال طاقت کے ساتهه حکومت کر رهے هیں ' اور اونکا دور حکومت سلاطین کي حکومت سے بهت زیادہ وسیع و طویل هے - گهنے درختوں کا سایه بادشاهوں کے دامن دولت سے بهت زیادہ فراخ هوتا هے - امیر و غریب کو یکساں طور پر جگه دینے کیلیے اوسکي آغوش هر وقت کهلي رهتي هے - آسمان کي حکومت سب سے زیادہ قدیم اور پائدار هے که وہ ازل هي سے تمام دنیا کے سر پر محیط هے - لیکن فطرت نے ان کو بهي خود سر، مغرور ' اور سرکش نهیں بنایا ' بلکه ایک عادلانه نظام کا پابند کردیا هے ' اور اونهوں نے فطرۃ الهي کے آگے اپني اپني گردنیں جهکا دي هیں :

الشمس و القمر بحسبان و النجم و الشجر یسجدان و السماء رفعها و وضع المیزان (٥٥ : ٤)

سورج اور چاند ایک خاص نظام کے ماتحت گردش کر رهے هیں ' درختوں نے بهي اپنے بلند سروں کو اوسي نظام کے آگے جهکا دیا هے ' یه فطري نظام قدیم سے هے ' خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اوسکو بلند کیا تو اوسي وقت ایک میزان عدل بهي قائم کردیا -

انسان فطرت کا اعلی ترین مظهر هے ' اس بنا پر خدا کي ان عظیم الشان مخلوقات کي طرح وہ بهي اسي فطرتي نظام عدل کا پابند هے ' اور اگر وہ خدا کي تمام مخلوقات میں بڑا هے تو اسکو خدا کے نظام عدل کا بهي سب سے زیادہ پابند هونا چاهیے - چنانچه الله تعالی نے آفتاب و ماهتاب کي پابندیوں کے جلوے دکها کر انسان کو بهي اسي عادلانه قانون کي پابندي کا حکم دیا :

الا تطغوا فی المیزان و اقیموا الوزن بالقسط و لا تخسروا المیزان (٥٥ : ٨)

جسطرح آفتاب و ماهتاب ' درخت اور آسمان، اپنے محور و نظام عدل سے تجاوز نهیں کرتے ' اسي طرح تم بهي اس میزان عدل کو پوري عدالت کے ساتهه قائم رکهو، اور اوس میں کسي قسم کي کمي بیشي نه کرو !

(عدالت الهي)

یهي نظام عدل هے جو سیاست مذهبي کي روح هے - مذهب دنیا میں اسیکے پهیلانے کیلیے آیا تها ' لیکن انسان کا دست ستم همیشه اس نظام کو درهم برهم کرتا رها هے، اسلیے فطرت الهي همیشه اوسکو سزا بهي دیتي رهتي هے، اور سیاست کا میزان همیشه قوت هي سے قائم رہ سکتا هے -

فطرت کي عدالت دنیوي عدالتوں سے بالکل مختلف مگر اون سے زیادہ منصف هے - دنیوي عدالتیں سزائیں دیتي هیں ' لیکن جرم و سزا میں کوئي مناسبت نهیں ڈهونڈهتیں - اگر ایک شخص نے چوري کي هے تو عدالت حکم دیتي هے که وہ تین برس تک ایک عمارت کے اندر قید کردیا جاے ' اگر ایک شخص نے مکر و فریب سے کسي کو دهوکا دیا هے تو عدالت اسکے اخلاقي مرض کا یه علاج تجویز کرتي هے که روز ایک من گیهوں پیسے - مگر فطرت جرم و سزا میں همیشه دقیق مناسبت تلاش کرتي هے ' اور اوسي مناسبت کي بنا پر سزا دیتي هے - مثلاً جن قوموں نے احکام الهي کي خلاف ورزي کي ' میزان عدل و قسط کو پامال کیا، اور خدا کے بندوں پر ظلم و جبر کے ساتهه مسلط هوگئے، تو خداوند تعالی نے بهي اون پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا '

نجات دلائے ' اور غلامي کے جو طوق اُنھوں نے اپني گردنوں میں پہن رکھے ھیں' اُنکے بوجھ سے رھائي بخشے -

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ھي کي ھے اور حکم و فرمان صرف ایک ھي کیلیے سزاوار ھے :

ان الحکم الا للہ -　　حکم و طاقت کسي کیلیے نہیں ھے مگر صرف اللہ کیلیے !

اس نے سب سے پہلے انسان کو اسکي چھني ھوئي آزادي و حریت واپس دلائي اور کہا کہ مومن نہ تو پادشاھوں کي غلامي کیلیے ھے' نہ کاھنوں کي اطاعت کیلیے' نہ کسی اور انساني طاقت کے آگے جھکنے کیلیے ' بلکہ اسکے سر کیلیے ایک ھي چوکھٹ ' اسکے دل کیلیے ایک ھي عشق ' اسکے پاؤں کیلیے ایک ھي زنجیر ' اور اسکي گردن کیلیے ایک ھي طوق اطاعت ھے - وہ جھکتا ھے تو اسي کے آگے' روتا ھے تو اسي کے لیے' اعتماد کرتا ھے تو اسي کي ذات پر' ڈرتا اور لرزتا ھے تو اُسي کي ھیبت سے' امید کرتا ھے تو اسي کي رحمت پر - وہ مشرک نہیں ھے کہ خدا کي طرح انسانوں کو بھي ھیبت اور قہاریت کي صفت بخشے :

ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ؟ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتمو ھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بہـا من سلطان - ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ - ذالک الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون -

پرستش اور غلامي کیلیے کئي اِک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ھي خداے واحد و قہار کا ھو رھنا ؟ یہ جو تم نے اپني بندگي کیلیے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ھیں' تو بتلاؤ ؟ انکي ھستي بجز اسکے کیا ھے کہ چند وھم ساز نام ھیں جو تم نے اور تمھارے بڑوں نے اپني گمراھي سے گڑھ لیے اور مدت کي ضلالت و رسم پرستي نے اُنکے اندر مصنوعي ھیبت و مرعوبیت پیدا کردي - حالانکہ خدا نے نہ تو انکے اندر کوئي طاقت رکھي اور نہ انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اُتارا - یقین کرو کہ تمھاري غلامي کے یہ تمام مصنوعي بت کچھ بھي نہیں ھیں - حکم و سلطاني دنیا میں نہیں ھے مگر صرف اللہ کیلیے' اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسي کي - یھي انسان کي فطرۃ صالحہ کي راہ ھے اور اسلیے یھي دین قیم ھے

اور دیکھو کہ اس نے انسان کي حریت صادقہ اور آزادی حق کو کس طرح مثالوں کي دانائي میں سمجھایا :

ضرب اللہ مثلاً : عبداً مملوکا لا یقدر علی شي' و من رزقناہ منا رزقاً حسناً' فہو ینفق منہ سراً و جہراً' ھل یستون ؟ (۱۶ : ۷۷)

اللہ ایک مثال دیتا ھے - یوں فرض کرو کہ ایک شخص ھے جو کسي دوسرے انسان کا غلام ھے - خود اسے کوئي اختیار حاصل نہیں - وہ اپني کسي چیز پر بازجودیکہ اُسیکي ھے' کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ھے - مگر اسکے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ھے جسپر کسي انسان کي حکومت نہیں' اسے اپني ھر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ھے' اور جو کچھ خدا نے دیا ھے' وہ اسے ظاھر و پوشیدہ ' جس طرح چاھتا ھے بے دھڑک خرچ کرتا ھے' تو کیا یہ دونوں آدمي ایک ھي طرح کے ھوے ؟ کیا دونوں کي حالت میں کوئي فرق نہیں ؟ اگر فرق ھے تو پھر وہ کہ اُسکا مالک صرف خدا ھي ھے' اور وہ کہ اُسکے گلے میں انسانوں کي اطاعت کے طوق پڑے ھوے ھیں' دونوں ایک طرح کے کیسے ھوسکتے ھیں ؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینا دنیا کیلیے خوشي و مسرت کا مہینا تھا ' تو صرف اسلیے کہ اسي مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جسنے مسلمانوں کو اُنکي سب سے بڑي نعمت' یعني " خدا کي بندگي اور انسانوںکي آقائي " عطا فرمائي ' اور اُسکو اللہ کي خلافت و نیابت کا لقب دیکر خدا کي ایک نائب و محترم امانت ٹھہرایا - پس ربیع الاول انساني حریت کي پیدایش کا مہینا ھے ' غلامي کي موت اور ھلاکت کي یادگار ھے ' خلافت الہي کي بخشش کا اولین یوم ھے ' وراثت ارضي کي تقسیم کا اولین اعلان ھے - اسي ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ھوا ' اور اسي میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کي لعنت سے خدا کي زمین کو نجات ملي -

لیکن آہ ' تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کي خوشیاں مناتے ھو' اور اسکے لیے ایسي طیاریاں کرتے ھو' گویا وہ تمھارے ھي لیے اور تمھاري ھي خوشیوں کیلیے آیا ھے ' خدا را مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کي خوشي منانے کا کیا حق ھے ؟ کیا موت اور ھلاکي کو اسکا حق پہنچتا ھے کہ زندگي اور روح کا اپنے کو ساتھي بنائے ؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کي عقلیں نہ ھنسینگی اگر وہ زندوں کي طرح زندگی کو یاد کریگي ؟ ھاں یہ سچ ھے کہ آفتاب کي روشني کے اندر دنیا کیلیے بڑي ھي خوشي ھے' لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ھے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کي طرح خوشیاں منائے ؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ھو ؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ھو جس نے اپنے نفس کي غلامي ' اپني خواھشوں کي غلامي ' ما سوی اللہ رشتوں کی غلامي ' اور غیر الہي طاقتوں کي غلامي کي زنجیروں سے اپني گردن کو چھپا دیا ھے - تم پتھروں کا ایک ڈھیر ھو' جو نہ تو خود ھل سکتا ھے اور نہ اسمیں جان اور روح ھے' البتہ چور چور ھوسکتا اور ایک دوسرے پر پٹکا جاسکتا ھے - تم غبار راہ کي ایک مشت ھو' جسکو ھوا اُڑا لیجائے تو اُڑ سکتي ھے ' ورنہ وہ خود صرف اسلیے ھے تاکہ ٹھوکروں سے روندي جاے اور جولان قدم سے پامال کي جاے - فیا للرزیۃ و یا للمصیبۃ !

گلگونۂ عارض ھے نہ ھے رنگ حنا تو
اے خوں شدہ دل' تو کسي کام نہ آیا !

پھر اے غفلت کي ھستیو ' اور اے بیخبري کي سرگشتۂ خراب روحو ! تم کس منھہ سے اسکی پیدائش کی خوشیاں مناتے ھو جو حریت انساني کی بخشش ' حیات روحي و معنوي کے عطیہ ' اور کامرانی و فیروز مندي کی خسروي و ملوکي کیلیے آیا تھا ؟ اللہ اللہ غفلت کي نیرنگي اور انقلاب کي بوقلموني ! ماسوی اللہ کي عبودیت کي زنجیریں پاؤں میں ھیں' انسانوں کي مملوکیت و مرغوبیت کے حلقے گردنوں میں ' ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالي ' اور اعمال حقہ و حسنہ کي روشني سے روح محروم ! ان سامانوں اور طیاریوں کے ساتھہ تم مستعد ھوے ھو کہ ربیع الاول کے آنے والے کي یاد کا جشن مناؤ ' جسکا آنا خدا کي عبودیت کي فتح ' غیر الہي عبودیت کي ھلاکت ' حریت صادقہ کا اعلان حق ' عدالت حقہ کي ملوکیت کی بشارت ' اور امۃ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کي بنیاد تھا ! فما لہا اولاء القوم ' لا یکادون یفقھون حدیثا !

پس اے غفلت شعاران ملت ! تمھاري غفلت پر صد فغاں و حسرت ' اور تمھاري سرشاریوں پر صد ھزار نالۂ و بکا ' اگر تم اس ماہ مبارک کي اصلي عظمت و حقیقت سے بے خبر رھو اور صرف زبانوں کے ترانوں ' در و دیوار کي آرائشوں ' اور روشني کي قندیلوں ھي میں اسکے مقصد و یادگاري کو گم کردو - تمکو معلوم ھونا چاھیے کہ یہ ماہ مبارک امۃ مسلمہ کي بنیاد کا پہلا دن ھے ' خداوندي پادشاھت کے قیام کا اولین اعلان ھے ' خلافت ارضي و وراثت الہي کي بخشش کا سب سے پہلا مہینا ھے - پس اسکے آنے کي خوشي اور اسکے تذکرہ و یاد کي لذت ھر اُس شخص کي روح پر حرام ھے ' جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الہي کي تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروي و تاسي کیلیے کوئي نمونہ نہیں رکھتا : فبشر عبادي الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ' اولائک الذین ھدٰہا ھم اللہ و اولائک ھم اولو الالباب !

انتہائی درجہ تک پہونچ چکی تھی' اور انبیاء علیہم السلام نے زبانی وعظ و نصائح اور ہدایت و ارشاد کا جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا' وہ دنیا کیلیے کافی نہ تھا - اب دنیا قوت کے نشہ میں بالکل چور چور ہوگئی تھی' اور ایسی حالت میں اوسکا مقابلہ صرف قوت هی سے کیا جاسکتا تھا - انسان پر فطرت نے جو ذمہ داریاں عاید کردی تھیں' تمدن کی ترقی اور جذبات و عواطف کی رقت و لطافت نے اونکے احساس کو اور بھی سریع الاشتعال بنادیا تھا' اسلیے قلب کی یہ حرکت ھاتھہ پانوں میں بھی جنبش پیدا کرنا چاہتی تھی' اور انسان زبان کے ساتھہ ھاتھہ سے بھی کام لینا چاہتا تھا -

(دعـــوۃ موسوی)

اس آتشکدہ کی آگ سب سے پہلے مصر کی سرزمین میں بھڑکی' جسکو فراعنہ نے ظلم و عدوان' اور تمرد و طغیان کا جولانگاہ بنا دیا تھا' جہاں ایک قوم کے ساتھہ اسر و غلامی کی حالت میں جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا' غلامی کی لعنت کی زنجیریں اسکے پانوں میں تھیں' اور انسانی حکومت کی پرستش کا داغ پیشانی پر' یہ ظالمانہ طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاہی تک ہی محدود نہ تھا' بلکہ اوسکا نظارہ ہر گلی کوچے میں نظر آتا تھا - حاکم قوم اپنی قومی حکومت کے گھمنڈ میں بنی اسرائیل کے ہر فرد کو اپنا زر خرید غلام سمجھتی تھی' اور اُسکو یقین تھا کہ سرزمین کنعان کا یہ مہجور گلہ صرف اسی لیے ہمیں دیا گیا ہے تاکہ چار پایوں کی طرح ہمارے آگے جھکے' اور کتے کی طرح ہماری جوتیوں کی گرد چاٹے - پس خدا تعالی کے ایک اولو العزم' صاحب قوت و نفوذ' اور ذکی الحس بندے نے راہ جور و ستم کا یہ درد انگیز نظارہ دیکھا' اور ایک مظلوم اسرائیلی شخص کی اچانک فریاد' اور غیرت قومی کے فوری احساس نے اوسکے جذبات رقیقہ کے برقی خزانے میں آگ لگا دی :

و دخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلن هذا من شیعتہ و هذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ فوکزہ موسی فقضی علیہ. قال هذا من عمل الشیطان انہ عدو مضل مبین (۱۴ : ۲۸)

اور ایک ایسی حالت میں جب کہ تمام شہر غافل تھا' موسی شہر میں آے' اور دو آدمیوں کو دیکھا کہ لڑ رہے ہیں' اون میں ایک موسی کی قوم کا تھا' دوسرا اوسکے دشمن کے گروہ کا - موسی کو دیکھکر اوسکی قوم کے آدمی نے اپنے دشمن کے مقابلہ میں مدد مانگی - موسی نے اوسکی مدد کی - اوسکے دشمن کو ایک گھونسا مارا اور وہ مرگیا - موسی نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو ایک شیطانی کام ہوگیا' بے شک شیطان انسان کا دشمن اور گمراہ کن ہے -

اسکے بعد اگرچہ فرعون کے غلبہ اور جبر و استبداد کے خوف سے موسی علیہ السلام گھبرا گئے' لیکن قومی حمیت کی آگ دل میں برابر سلگتی رہی - سوء اتفاق سے دوسرے دن پھر یہی ناگوار موقعہ پیش آگیا :

فاصبح فی المدینۃ خائفا یترقب فاذ الذی استنصرہ بالامس یستصرخہ قال لہ موسی انک لغوی مبین - فلما اراد ان یبطش بالذی هو عدو لهما' قال یموسی! اترید ان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض و ما ترید ان تکون من المصلحین (۱۷ : ۲۸)

اب موسی شہر میں خوف زدہ ہوکر چھپنے لگے' اتفاق سے پھر وہی پہلا سا موقع پیش آگیا - اور جس شخص نے کل اون سے مدد طلب کی تھی' اوس نے آج پھر اون سے فریاد کی - موسی نے کہا تو تو بڑا گمراہ آدمی ہے - پھر جب موسی نے اوس قبطی پر حملہ کرنا چاہا جو اون دونوں کا دشمن تھا' تو اوس نے کہا : کیوں موسی ! جسطرح تم نے کل ایک آدمی کو مارڈالا ہے - کیا آج اوسیطرح مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم زمین میں ظالم بنکر رہنا چاہتے ہو امن دوست بننا تمہیں پسند نہیں ؟

(هجـــرت)

اب تمام شہر میں اس واقعہ کی شہرت ہوگئی' اور حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے جلا وطنی کا وہ مقدس مرحلہ پیش آگیا' جو ہر حقانی جد و جہد کی پہلی منزل ہے :

و جاء رجل من اقصا المدینۃ یسعی- قال یموسی ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من النصحین- فخرج منها خائفا یترقب - قال رب نجنی من القـــوم الظلمیـــن (۱۹ : ۲۸)

شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اے موسی ! ارکان سلطنت تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں - اب تم یہاں سے نکل جاؤ' میں تمہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں - موسی شہر سے خوف زدہ ہوکر خفیہ طور پر نکلے' اور خدا کی جناب میں دعا مانگی کہ : خداوندا ! مجھکو ظالموں کے پنجہ سے نجات دے !

(حریت کا بیرونی مرکز)

مصر سے نکل کر اونکو خدا کے اوس صالح بندے کی باریابی کا شرف حاصل ہوا جو مصر کی غلامانہ اور مستبدانہ آبادی کی جگہ آزادی کی آب و ہوا میں آزادانہ زندگی بسر کررہا تھا' اور حضرۃ موسی کی دعوۃ حریت کیلیے یہ دوسری منزل تھی کہ ایک آزاد و خود مختار سرزمین میں رہکر آنے والے وقت کیلیے طیار ہوں :

فلما جاء و قص علیـــہ القصص قال لا تخـف نجوت من القوم الظلمین (۲۵ : ۲۸)

جب حضرت موسی علیہ السلام حضرت شعیب کے پاس مدین میں آے' اور اون سے اپنے واقعات بیان کیے' تو اونہوں نے اونکی حوصلہ افزائی کی اور کہا مت ڈرو' تم نے ظالم قوم کے پنجہ سے نجات حاصل کرلی -

(تکمیل و اعلان)

مذہبی حیثیت سے یہ پہلا قدم تھا جو سیاست کی طرف بڑھایا گیا تھا - لیکن قومی حمیت کی جو آگ حضرت موسی علیہ السلام کے دل میں سلگ رہی تھی' اُس کیلیے اس سے بھی زیادہ حرارت درکار تھی - چنانچہ جب فرعون کے تخت و تاج کے اولٹنے کا وقت آگیا تو آتشکدۂ طور نے اپنی حرارت کو اونکی دل کے کانون مقدس کے اندر مشتعل کردیا

فلما قضی موسی الاجل و سار باهلہ آنس من جانب الطور نارا قال لاهلہ امکثوا انی آنست نارا لعلی آتیکم منها بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون- فلما اتها نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یموسی انی انا اللہ رب العالمین (۲۹ : ۲۸)

جب موسی نے شعیب کی خدمت میں اپنے درس و فکر کے دن پورے کرلیے اور اپنے اهل و عیال کو لیکر وہاں سے چلے' تو طور کے دامن میں ایک آگ نـــظـــر آئـــی - اونـــہوں نے اپنی بیوی سے کہـــا : تم لوگ ٹھہرو' میں اوس آگ کا پتہ لگاؤں' یا آگ کا کوئی انگارا ساتھہ لے آؤں تاکہ تمہارے تاپنے کے کام آے - لیکن جب وہ اوس آگ کے پاس پہونچے تو وادی ایمن کے کنارے سے ایک ربانی صدا آئی : اے موسی یہ آگ نہیں ہے جسکے لیے تم دوڑے ہو' بلکہ میں ہوں تمام دنیا کا پالنے والا !!

جنھوں نے انکے سر غرور و طغیان کو چور چور' ریزہ ریزہ' پاش پاش کردیا :

کذبت ثمود و عاد بالقارعه فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیه و اما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیه ' سخرھا علیھم سبع لیال و ثمنیة ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعی کانھم اعجاز نخل خاویه ' فھل تری لھم من باقیه ؟ (٥ : ٦٩)

ثمود و عاد نے ھلا دینے والی چیز یعنے قیامت کا انکار کیا جو خدا کی عدالت کا دن تھا - پس ھم نے دنیا ھی میں اسکا نمونہ دکھا دیا ' ثمود کی قوم زلزلہ سے تباہ کردی گئی ' اور عاد پر آندھی کا طوفان آیا جو متصل سات رات اور آٹھہ دن تک قائم رھا - وہ لوگ اوس میں گرے ھوے کھوکھلے درختوں کی طرح نظر آتے تھے ' وہ کہ اپنی آبادیوں اور عمارتوں پر ناز کیا کرتے تھے اور ظلم و فساد کے غرور میں عذاب الھی سے غافل تھے ' آج زمین پر انکی ایک یادگار بھی نہیں دکھائی جاسکتی !

ایک مدت تک اسی نظام عدل اور اصول فطرت کی بنا پر دنیا میں قومیں بنتی بگڑتی رھیں - جب تک دنیا میں کوئی قوم یا کوئی سلطنت عدل و انصاف کے قیام کے ذریعہ خود صالح رھی ' اور اپنے ساتھہ دوسروں کی بھی اصلاح کی ' اوسوقت تک وہ ھلاکت و بربادی سے محفوظ رھی :

وما کان ربك لیھلك القری بظلم و اھلھا مصلحون - (٥ : ٦٩)

تمھارا پروردگار کسی آبادی کو اوسوقت تک ھلاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ اصلاح کی خدمت انجام دیتی ھے -

دنیا کی بادشاھت و سیاست صرف اصلاح کیلیے ھے - " اصلاح " اور " افساد " کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں لیکن ھم سورۂ انبیاء میں بار بار پڑھچکے ھو :

ان الارض یرثھا عبادی الصلحون (١٠٥ : ٢٢)

زمین کے وارث صرف ھمارے صالح بندے ھوے اور ھوں گے -

لیکن برخلاف اسکے جب کسی قوم نے عدل کو ظلم سے ' اور اصلاح کو افساد سے بدل دیا ' اور خدا کے بندوں کو خدا کی غلامی سے ھٹاکر اپنا غلام بنانا چاھا تو وہ دفعةً ھلاک کردی گئی :

الم تر کیف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد و ثمود الذین جابو الصخر بالواد و فرعون ذی الاوتاد الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیھا الفساد فصب علیھم ربک سوط عذاب (٥ : ٨٩)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمھارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتھہ کیا سلوک کیا ' جو ایسے قوی و متمدن تھے کہ دنیا میں ویسی قوی قوم اب تک پیدا نہیں ھوئی ؟ اور قوم ثمود جنھوں نے اپنے رھنے کیلیے پہاڑوں کو تراشکر گھر بناے تھے ' اور فرعون جو اپنی شان و شوکت خسروی کیلیے خیمہ و خرگاہ رکھتا تھا ؟ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے انسانی آبادیوں میں فتنہ و ظلم کا بڑا سر اوٹھایا تھا ' اور عدل و اصلاح کی جگہ اون میں فساد پھیلا رکھا تھا - پس مشیت الھی نے اپنے تازیانۂ عذاب کو حرکت دی اور ان سب کو نابود کردیا -

ان آیات کریمہ نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغیان کے نتائج ھی کی تصریح نہیں کی بلکہ اسکے سرچشمۂ اصلی کی طرف اشارہ بھی کردیا ' یعنی قوت کا صحیح استعمال جس طرح دنیا کے نظام عدل و معیار انصاف کو قائم رکھہ سکتا ھے ' اوسی طرح اوسکا غلط استعمال اس شیرازہ کو درھم و برھم بھی کردیتا ھے -

(عذاب الھی کا پہلا دور)

لیکن ھواے نفسانی قوت کا مرکز ثقل اکثر بدل دیتی ھے ' اور جب تک کوئی روحانی طاقت ان اغراض فاسدہ کی مقاومت نہیں کرتی ' قوت ھمیشہ بیراہ روی اختیار کرتی رھتی ھے - ان قوموں نے دنیا میں ظلم و عدوان کی جو آگ بھڑکا دی تھی ' اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انکے ضمیر کا احساس بالکل فنا ھوگیا تھا - وہ وسیع ملک رکھتے تھے ' دولت و ثروت کا ذخیرہ اونکے پاس تھا ' زور جسمانی نے پہاڑوں کو اونکے لیے زم کردیا تھا - مگر زمین صالح تھی - اوس نے نیکی کے تخم کیلیے اپنی آغوش کھول دیا تھا ' اور عدل و انصاف کا چشمہ اسکے ایک ایک مسام سے ابل سکتا تھا - اگر یہ قومیں زمین کی اصلاح پر آمادہ ھوتیں تو وہ بھی اونکو صالح قوم کا خطاب دیتی ' اور اپنے آپ کو ھمیشہ کیلیے اونکے قدموں کے نیچے ڈالدیتی ' لیکن اونھوں نے زمین کو اپنی اھوا و فساد کا مرغزار بنایا ' اور اوس میں گل و ریحاں کے بجاے کانٹے بوے - اسلیے جو چیزیں نیکی کے بیج کی تربیت و نشو و نما کر سکتی تھیں ' وھی اون کیلیے عذاب الھی بن گئیں - ثمود کو خود زمین ھی نے پیس دیا ' عاد کی نسل کو خود ھوا نے اوڑا دیا ' اور فرعون کو خود دریاے احمر نے ... نگل لیا -

خداوند تعالی نے قران حکیم کی دوسری آیتوں میں اسی اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھہ بیان فرمایا ھے :

فاما من طغی و آثر الحیوة الدنیا فان الجحیم ھی الماوی - واما من خاف مقام ربه و نھی النفس عن الھوی فان الجنة ھی الماوی (٣٧ : ٧٩)

لیکن جو شخص سرکش ھوا اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اوسکا ٹھکانا صرف جہنم ھے ' لیکن جو شخص خدا سے ڈرا ' اور اپنے دل کو اون نفسانی خواھشوں سے روکا جو ظلم و تمرد اور طغیان و فساد کی طرف لیجاتی ھیں تو اوسکا ٹھکانا جنت ھے -

(عذاب الھی کا دوسرا دور)

لیکن دنیا کی ترقی کے ساتھہ قوانین فطرت نے بھی ترقی کی ھے اور اس ترقی کی حرکت نہایت عجیب و غریب ھے - دنیا کی ھر چیز ترقی کرتی ھے تو بڑھتی ھے ' اوبھرتی ھے ' پھیلتی ھے ' لیکن قوانین فطرت کی نشو و نما بالکل اسکے برعکس ھوئی - اونھوں نے ترقی کی تو سکڑنا شروع کیا ' اور سمٹ کر انسان کے گرد جمع ھوگئے - وہ پہلے خاک کے ذرات میں ملے ھوے تھے ' ھوا کے امواج میں بکھرے ھوے تھے ' پانی کی موجوں کے ساتھہ لہرے ھوے تھے ' اسلیے جب کوئی قوم نظام عدل کی خلاف ورزی کرتی تھی ' تو خاک کے تودوں ' ھوا کے جھونکوں ' اور دریا کی لہروں کے اندر ھیجان پیدا ھوتا تھا ' اور وہ زمین کی زلزلہ انگیزی ' ھوا کے قیامت خیز تموج ' اور سمندر کی طوفانی لہروں کی صورت میں نمود کرکے پیس ڈالتے تھے ' اوڑا لیجاتے تھے ' بہا کر ساحل عدم تک پہونچا دیتے تھے - لیکن اب اونھوں نے صرف انسان ھی کے دل و دماغ کو اپنا نشیمن بنالیا کہ وہ تمام مظاھر فطرت کا مجموعہ تھا ' پس اب اون تمام ذمہ داریوں اور اون تمام فرائض کا بوجھہ صرف انسان ھی کے سر پر آگیا ' جس کو آسمان و زمین نے ... اپنے کندھے سے پھینک دیا تھا :

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا و حملھا الانسان انه کان ظلوما جھولا (٧٢ : ٣٣)

ھم نے اپنی امانت کو آسمان ' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا ' ان سب نے اوسکے اوٹھانے سے انکار کیا ' اور اوس سے ڈر گئے - لیکن انسان آگے بڑھا اور اس بوجھہ کو اوٹھا لیا - بلا شبہ ایسا کرکے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور بڑی ھی نادانستگی کی -

انبیاء کرام کا ظہور اسی ترقی کی مکمل صورت تھی ' لیکن آغاز فطرت سے انسانی قوت نے جو بے راہ روی اختیار کی تھی ' اب وہ اسے

اسکے معني هين ؛ دفع الحق ؛ کے ' یعنے کسي ایسي چیز کو دیدینا جو لینے والے کا حق تھا ' تم نے اپنے پاس سے اسے نہیں دیا - یہي وجہ ہے کہ اداء خراج ' اداء جزیہ ' اداء امانت ' عربي میں بکثرت آتا ہے - خراج اور جزیہ حکومت کا حق ہے - امانت ' امانت رکھنے والے کي چیز ہے - اسے واپس دینا ' اسکے حق کو ادا کرنا ہے - پس حضرۃ موسی نے " ادوا " فرمایا یعنے ایک ایسي چیز مانگي جو فرعون کي ملکیت نہ تھي ' حضرۃ موسی کا حق تھا - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رعایا کسي قوم کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق نہیں بنائي گئي ہے ' اگر خدا نے کسي گروہ کو کسي شخص کے ہاتھہ میں دیدیا ہے تو اوسکا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اوس سے آلہ بے جان کي طرح کام لے اور اپنا غلام بنالے ' اگر ایک قوم کسي ضعیف فرقہ کي قسمت کی مالک ہوگئي ہے ' تو وہ اوسکو اپنے اغراض ذاتي و قومي کا ذریعہ نہیں بنا سکتي - رعایا صرف ایک امانت الہي ہے ' اور جب کوئي قوم اس امانت میں خیانت کرتي ہے تو خدا اوسکو واپس لیکر اپنے دوسرے امانت دار بندوں کے حوالے کردیتا ہے -

پھر اونھوں نے بنو اسرائیل کو " عباد اللہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ' جس میں یہ اشارہ تھا کہ رعایا بادشاہوں کي محکوم ہوکر اونکي غلام نہیں بن جاتي ' بلکہ اوسکے گلے میں غلامي کا صرف ایک ہي حلقہ ڈالا گیا ہے ' اور وہ حلقہ صرف خدا کي عبودیت کا ہے - وہ " عباد اللہ " ہیں - " عباد السلاطین " نہیں ہیں - انکو خدا کي بندگي کیلیے پیدا کیا گیا ہے - انسانوں کے تخت غرور کے آگے جھکنے کیلیے نہیں بنایا گیا - پھر اونھوں نے اپنا تعارف " رسول امین " کے لقب سے کرایا ' جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ فرعون نے امانت الہي میں خیانت کي ' اسلیے خدا اب اپني امانت کو ایک دوسرے امین بندے کے سپرد کرنا چاہتا ہے -

خدا نے اپنے صالح بندوں کو جہاں کہیں تاج و تخت کي بشارت عظیمہ دي ہے ' اوس سے حکومت کرنے کي صلاحیت ہي مراد ہے ' اور دنیا کي جس سلطنت نے سیاست کے اس اصول زریں کو پامال کردیا ' وہ دفعتاً برباد ہوگئي - دنیا کے جبابرہ میں فرعون نے سب سے زیادہ بیدردي کے ساتھہ اس اصول کو پامال کیا تھا ' وہ بنو اسرائیل کو نہ صرف غلام بلکہ اپني جائداد غیر منقولہ سمجھتا تھا ' اور اونکے واپس کرنے پر کسي طرح راضي نہیں ہوتا تھا ' اسلیے حضرۃ موسی نے جبراً اونکو چھین لینا چاہا کہ جبر کا علاج صرف جبر ہي سے ہوسکتا ہے - خدا تعالی نے حکم دیا :

فاسر بعبادي لیلا انکم متبعون (۴۴ : ۲۲)	میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' تمہارا تعاقب کیا جائیگا -

(عذاب الہي کا ظہور)

حضرت موسي علیہ السلام اس امانت الہي کو لیکر نکلے تو حسب اطلاع الہي فرعون نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھہ اونکا تعاقب کیا - اب اگرچہ اس قسم کے سرکشوں کي سزا کیلیے خدا نے خود انسان ہي کو مسلط کردیا تھا ' اور دوسري فطري مخلوقات نے اپنا یہ منصب انسان ہي کو دیدیا تھا ' تاہم فرعون کي ہلاکت و بربادي میں سب نے کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - دریاے احمر کي موجیں اونکو نگل گئیں ' خوش فضا باغوں نے اونکا ساتھہ چھوڑدیا ' زمین سے اوبلنے والے چشمے اون سے علحدہ ہوگئے ' لہلہاتي ہوئي کھیتیاں اون سے روٹھہ گئیں ' اور آسمان و زمین تک کو اون پر رحم نہ آیا :

واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون - کم ترکوا من جنت وعیون و زروع و مقام کریم و نعمۃ کانوا فیہا فکہین	ہم نے موسی کو حکم دیا کہ دریا کو ساکن چھوڑدو اور نکل بھاگو - فرعون اپنے لشکر سمیت اوسمیں ڈوب جائیگا ' چنانچہ حکم الہي پورا ہوا ' اور وہ سب کے سب دریا کي لہروں میں نابود
کذلک واورثنہا قوما آخرین ' فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین (۴۴ : ۲۳)	ہوگئے - پھر دیکھو کہ یہ کون لوگ تھے ؟ انکي کیسي شان و شوکت تھي ؟ کیسا جاہ و جلال تھا ؟ کیسا گھمنڈ اور کیسي شرارتوں سے بھري ہوئي صدائیں تھیں ؟

لیکن بالاخر خدا کے عذاب سے کوئي طاقت انہیں نہ بچاسکي - کسقدر سرسبز باغ ' کیسي کیسي دلفریب نہریں ' شاداب و پرثمر زراعت گاہیں ' عالیشان و پرتکلف عمارتیں ' عیش و نشاط کي نعمتیں ' غرضکہ وہ سب کچھہ جو دنیوي جاہ و جلال میں سے انکے پاس تھا اور جنکے اندر وہ بیفکري کے مزے اوڑا رہے تھے ' اپنے بعد چھوڑ گئے ' اور ہم نے دوسري قوموں کو انکا وارث بنایا جو ان پر قابض ہوگئیں ' اور باوجود اس درد انگیز انقلاب کے نہ تو آسمان ہي انپر رویا اور نہ زمین ہي نے آنسو بہاے ' اور نہ انکو اپني حالت کے اصلاح کي مہلت دیگئي - کیونکہ مہلت پوري ہوگئي تھي ' اور آسمان و زمین کا خداوند جب ناراض ہو جاے تو پھر تمام کائنات ہستي میں کون ہے جو ان بدبختوں سے راضي ہوسکتا ہے ؟

(سیاست حقہ کا آخري ظہور)

قوت اگرچہ سیاست کا جزو لازمي ہے ' لیکن اوس میں رحم و تلطف اور رفق و ملاطفت کي بھي آمیزش کي جا سکتي ہے ' چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کو خدا نے جب فرعون کے پاس بھیجا ' تو سب سے پہلے اسي پیغمبرانہ اخلاق کے اظہار کي تلقین کي :

اذہبا الی فرعون انہ طغی فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشي (۴۶ : ۲۰)	اے موسی تم اور ہارون فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے ' بااینہمہ اوسکے ساتھہ نرمي سے گفتگو کرنا - شاید وہ عبرت حاصل کرے ' یا اوسکے دل میں خوف خدا پیدا ہو جاے -

(اخلاق اور سیاست)

لیکن فرعون کے جبر و استبداد ' غرور و عناد ' اور حکومت ابلیسي کے گھمنڈ نے اوسکو حضرت موسی علیہ السلام کے دریاے لطف کے ایک قطرے سے بھي تشنہ لب رکھا ' اور دریاے احمر کي لہروں میں اونکي معجزانہ قوت نے نہایت عبرت ناک طور پر بحر عدم کے ساحل تک پہونچا دیا - تاہم الہي سیاست فطرتاً رحم کے ساتھہ ہم آغوش رہنا چاہتي تھي - فرعون کو اوسکے تمرد نے اگرچہ اس تلطف آمیز سیاست سے فائدہ اوٹھانے کا موقع نہیں دیا ' لیکن جب دنیا کے ساتھہ تمدن نے اور زیادہ ترقي کي ' تو اخلاق و سیاست کي تصویریں ایک مرقع میں نظر آگئیں - اسلام اسي اخلاق و سیاست کا مجموعہ ہے -

لیکن ہر اجتماع و ترکیب سے پہلے اسکے متفرق اجزاء کا الگ الگ ہونا ضروري ہے ' اور ہر اعتدال کیلیے افراط و تفریط کا وجود لازمي ہے ' سیاست کا ایک جزو یعني قوت کو تو حضرت موسی علیہ السلام نے پیدا کردیا تھا ' اور اوس کي آخري نمایش دریاے احمر میں ہوچکي تھي لیکن دوسرا جزو یعني اخلاق اب تک معدوم تھا - حضرت عیسی علیہ السلام نے اوسکو بھي پیدا کردیا ' اور اوسکے حریف یعني سیاست و قوت کي رگ گردن کاٹ ڈالي یہود ٹھوس پتھر کي طرح سخت تھے ' لیکن حضرۃ مسیح نے اپني معجزانہ آتش بیانیوں سے اونکو اس قدر گداز کردیا کہ وہ ایک سیال مادہ بن گئے ' جو ہر قوت کے سامنے جھک جاتا تھا ' لچک جاتا تھا ' دب جاتا تھا !

اگر کوئي شخص اونکے گال پر ایک طپانچہ مارتا تھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنا دوسرا گال بھي اوسکے سامنے پیش کردینگے ' اگر کوئي شخص ایک میل اون کو بیگار لیجانا چاہتا تھا تو وہ دو میل تک اوسکا بوجھہ پہونچادیتے تھے - اظہار قوت کا سب سے بڑا ذریعہ حکومت ہے لیکن اونہوں نے دنیوي حکومت کیلیے کچھہ نہ چاہا ' اور صرف خدا کے غریب بندوں ہي کو آسماني حکومت کي بشارت دي - قوت

خدا تعالی کو دنیا کے ایک سب سے بڑے سرکش اور مستبد بادشاہ' اور سب سے بڑی ظالم حکمراں قوم کو ہلاک کرنا منظور تھا' اسلیے وہ خود ھی دنیا میں اوبرایا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنی جلال و قہاریت کی قضا میں اترتا رہا ہے' اور حضرت موسی علیہ السلام کے وجود مطہر کے اندر سے اس نے اپنی پاک حرمت اور انسانیۃ کی مدنی آزادی کے ظہور کا اعلان کردیا - لیکن ابھی حضرت موسی اس راہ کے پہلے مرحلہ میں تھے' اور اقتضاے بشریت سے انکے دل میں خوف و ہراس باقی تھا - وہ جب اپنی تنہائی اور فرعونیوں کی کثرت و قوت کا مقابلہ کرتے تھے تو قدرتی طور پر انکے اندر ہراس پیدا ہوجاتا تھا - پس قوۃ ربانیۃ الہی نے سب سے پہلے انکے قلب کو مختلف طریقوں سے عزم و ثبات کا کامل جوہر بخشا' اور دکھلا دیا کہ طاقت صرف انسانوں کی قلت و کثرت ھی میں مخفی نہیں ہے' حق اور ربانی نصرت کی روح سے معمور ہوکر ایک تنہا انسان لاکھوں انسانوں پر غالب آسکتا ہے - چنانچہ سب سے پہلے انہیں حکم دیا :

و ان الق عصاک ' فلما راھا تھتز کانها جان ولی مدبرا و لم یعقب- یموسی اقبل ولا تخف انك من الامنین (۳۱ : ۲۸)

اے موسی اپنی لاٹھی پھینک دو! جب موسی نے اپنی لاٹھی کو دیکھا تو وہ سانپ کی طرح حرکت کررھی تھی' وہ ڈرے اور پیٹھ پھیرکر بھاگے - خدا نے کہا اے موسی ! ہم تمہیں ہٹنے کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ہو- تمہارا کام صرف آگے بڑھنا ہے آگے بڑھو' کیونکہ تمہیں آگے ھی بڑھانے کیلیے تو سب کچھ دیا گیا ہے' خوف نکرو' تم ہمیشہ امن میں رہوگے -

موسی علیہ السلام کے ہاتھہ نے اب تک اگرچہ تلوار کا قبضہ نہیں پکڑا تھا' لیکن خدا نے انکو دکھلا دیا کہ جو طاقت حق کی حمایت میں اٹھتا ہے' اسکے پاس لوہے کی تلوار نہو لیکن وہ خود اپنی انگلیوں کے اندر ھی تلوار کی چمک رکھتا ہے :

اسلك یدك في جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء اضمم الیك جناحك من الرهب فذانك برهانان من ربك الی فرعون و ملائه انهم کانوا قوما فاسقین (۳۳ : ۲۸)

اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو' وہ اسکے اندر سے چمکتا ہوا نکلیگا - اور اس سے تمہیں کچھہ نقصان نہ پہنچیگا - اپنے بازو کو سمیٹ لو' تمہارے خدا کی طرف سے فرعون اور اسکی قوم کیلیے یہ دو نشانیاں ہیں' اور وہ لوگ تھے جنہوں نے عدالت الہی کے قانون کو توڑ دیا تھا اور اللہ کی اطاعت سے باہر ہوگئے تھے -

حضرت موسی علیہ السلام اب اگرچہ ان معجزانہ آلات حرب سے مسلح ہوگئے' لیکن سیاسی میدان میں تلوار کی چمک اور توپوں کی گرج سے زیادہ دل کی قوت اور زبان کی طاقت و روانی کام آتی ہے' اسلیے انہوں نے اپنی کمزوریوں کا عذر کیا :

قال رب اني قتلت منهم نفسا فاخاف ان یقتلون و اخي هرون هو افصح مني لسانا فارسله معي ردا یصدقني اني اخاف ان یکذبون (۳۳ : ۲۸)

الہی ! انکی قوم کے ایک آدمی کو میں نے مار ڈالا ہے - ایسا نہ ہو کہ وہ اسکے عوض میں مجھے قتل کردیں ' میرا بھائی ہارون مجھہ سے زیادہ فصیح و متقرر ہے' اسکو مدد گار حامی بناکر میرے ساتھہ کردے تاکہ وہ میری تصدیق کرے' ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں

خدا نے انکی تمام دعائیں قبول کیں اور حضرۃ ہارون علیہ السلام کی مدد سے انکے دست و بازو کو قوی ترکردیا :

قال سنشد عضدك باخیك و نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما بایتنا انتما و من اتبعکما الغلبون (۳۵ ; ۲۸)

خدا نے کہا : ہم تیرے بھائی کے ذریعہ تیرے دست و بازو کو قوی کردینگے اور تم دونوں کو اپنے معجزات قاہرہ کی برکت سے ایسا غلبہ عطا کرینگے کہ وہ لوگ تمہارے پاس پھٹک بھی نہ سکینگے - صرف تم اور تمہارے ساتھیوں ھی کو غلبہ حاصل ہوگا -

(حضرت موسی کا خطبہ)

خدا تعالی نے ان معجزات قاہرہ اور ان بشارات عظیمہ کے ساتھہ حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا - فرعون مشرک بھی تھا' مے نوش بھی تھا' بدکار بھی تھا' فاسق بھی تھا' فاجر بھی تھا - غرض وہ سب کچھہ تھا جو دنیا کا ایک سیاہ کار اور شریر و ظالم انسان ہوسکتا ہے -

لیکن اب غور کرو کہ تفسیر قران کا دوسرا اہم مقام تمہارے سامنے ہے' اور افسوس کہ تم نے قران کا حق فہم کبھی بھی ادا نہ کیا - حضرت موسی علیہ السلام ایک پیغمبر حق تھے - توحید الہی' رد شرک و اصنام پرستی' تزکیہ نفس و اخلاق ' درس کتاب و حکمت' انکے فرائض نبوت کے حقیقی ارکان ہیں - انکا مخاطب ایک مشرک و فاجر بادشاہ اور ایک مشرک و فاجر حکمران قوم تھی - اگر " سیاست " اور " دین " دو الگ الگ چیزیں ہیں جیسا کہ نادانی اور جہل کے ابلیس نے تمہیں سمجھایا ہے ' اور اگر ایک قوم کو غلامی سے نجات دلانا ایک غیر دینی عمل ہے جیسا کہ بد بختانہ تم سمجھتے آئے ہو' تو اب ضرور تھا کہ حضرۃ موسی کی دعوت و تبلیغ بھی اس چیز سے بالکل الگ رہتی جسکا نام تم نے " سیاست " رکھا ہے - وہ آتے اور فرعون سے سب کچھہ چاہتے' مگر وہ نہ چاہتے جو نہ تو دین ہے اور نہ پیغمبرانہ دعوۃ کا کوئی جزو حقیقی' مگر قران حکیم تمہارے سامنے موجود ہے - خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی' نہ اسکی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں' نہ اسکی سیہ کاریوں کا حال لیا' بلکہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس دعوت کا صرف ایک ھی مقصد بتاکر رخصت کیا :

اذهب الی فرعون انه طغی (۲۵ : ۲۰)

فرعون کے پاس جاو کیونکہ وہ بڑا سرکش اور ظالم ہوگیا ہے -

حضرت موسی علیہ السلام اسکے پاس آے ' اور انہوں نے بجز اسکے اور کچھہ نہ کہا کہ :

ان ادوا الی عباد الله اني لکم رسول امین (۱۷ : ۴۴)

خدا کے بندوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو مجھے واپس دیدو جسے تم نے اپنا محکوم بنا رکھا ہے - میں تمہارے پاس ایک امانت دار رسول بنکر آیا ہوں -

تم نے غور کیا یعنی حضرۃ موسی نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں کہا کہ فسق و فجور چھوڑ دو' گناہ اور شرارت سے باز آجاؤ' نیک زندگی اختیار کرو' پاک طریقوں پر عمل کرو' بلکہ اولین مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں کے پاؤں میں تو نے اپنی محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈالدی ہیں' انہیں چھوڑ دے اور مجھے واپس دیدے - خدا نے مجھے اس قوم کا امین بنایا ہے - اسکے بندوں کو میں آزادی دلاؤنگا - محکومی کی جگہ ایک حکمران قوم بناؤنگا - خدا کے بندے خدا کی امانت ہیں - تو ظالم و مستبد ہے - اسلیے تو اس امانت کا مستحق نہیں - یہ شرف اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے کہ میں اس امانت کو ٹھیک ٹھیک اپنے پاس رکھونگا !

یہ مطالبہ اگرچہ نہایت مختصر الفاظ میں کیا گیا' لیکن درحقیقت وہ سیاست کی روح' سیاست کا مغز' اور سیاست کی حقیقی تفسیر تھا - پہلے تو حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا مطالبہ " ادوا " کے لفظ سے کیا " ادوا " کا اصل " الاداۃ " ہے اور

صرف کیا کرتے تھے - متبعین اسلام کو کفار مکہ کی سفیہانہ آویزشوں پر صبر و تحمل کا جو حکم دیا گیا تھا ' وہ نہ تو کسی قسم کی کمزوری پر مبنی تھا ' اور نہ اوس سے اخلاق مسیحی کی تکمیل مقصود تھی ' بلکہ سیاسی مصالح کی بنا پر اوس کے ذریعہ قوت کے خزانے کو ایک اجتماع عظیم اور مقصد وحید کیلیے جمع کرنا اور محفوظ رکھنا مقصود تھا - چنانچہ جب اس سیاست الہی کے اظہار کا وقت آگیا ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ :

یا ایہا النبی جاہد الکفـــار و المنفقین وا غلظ علیہـــم (۹ : ۷۴)	اے پیغمبر کفار اور منافقین سے جہاد کرو ' اور اونکے ساتھہ پوری سختی سے پیش آو -

تو قوت کا یہ سرچشمہ دفعتاً اوبل پڑا ' اور وھی فقیر و مظلوم مسلمان جنھوں نے سالہا سال تک دشمنان حق کے مظالم خاموشی کے ساتھہ سہے تھے ' اس جوش و قوت کے ساتھہ سر فروشی کیلیے طیار ہوگئے کہ آگ کے شعلے ' سمندر کی موجیں ' پہاڑوں کی چوٹیاں ' تیروں کی بارش بھی انکے سیلاب کو نہ روک سکی :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم شاور حین بلغہ اقبال ابی سفیان ' فقـــام سعد بن عبادہ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ والذی نفسی بیـــدہ لو امرتنـــا ان نخیضھا البحر لا خضناھا ولو امرتنا ان نضرب اکبـادھـــا الی برک العماد لفعلنا (مسلم ج - ۲ - ص - ۸۴)	آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے بدر کی طرف پیش قدمی کی ہے تو آپنے صحابہ سے مشورہ کیا ' انصار میں سے سعد بن عبادہ اوٹھے اور کہا : کیا آپ کا روی سخن ہماری طرف ہے ؟ اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھہ میں ہماری جان ہے ' اگر آپ فرمائیں تو ہم دریا میں

گھس پڑیں ' اور اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرادیں -

لیکن یہ سیلاب ایک معتدل قوم کے دل سے اومنڈا تھا ' اسلیے وہ دریاے احمر کی موجوں کی طرح ہر جسم کے نگلنے کیلیے اندھا دھند تیار نہ تھا ' بلکہ اسکا حال بالکل مختلف تھا - جو تنکا اوس کی سطح پر جسقدر جنبش پیدا کرتا تھا ' اوسی قدر مساوی و ہم وزن طاقت کے ساتھہ وہ آپے تھپیڑے بھی لگاتا تھا :

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم و اتقو اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (۲ : ۱۹۰)	جو شخص تم پر ظلم کرے ' تم بھی اوسپر اوسی قدر ظلم کرو جس قدر اوس نے تم پر کیا ہے ' اس سے آگے بڑھنے میں خدا سے ڈرو اور یقین رکھو کہ خدا صرف پرہیز گاروں کے ساتھہ ہے -

سیاست و اخلاق کے جو اجزاء شریعت موسوی و عیسوی میں الگ الگ بکھرے ہوے پڑے تھے ' اسلام نے اون میں باہم ترکیب دیدی ' اور رحمت اور فیاضی سے سیاست پر اخلاق کے جزء کو غالب کردیا - لیکن مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اور ہم اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاھتے - یہ ایک مستقل عنوان ہے ' اور اللہ تعالی درس و بیان معارف اسلامیہ کی ہم سب کو توفیق عطا فرماے -

بہرحال صفوۃ القول یہ کہ اسلام جسطرح اخلاق و عقائد اور عادات و خصائل کا مکمل مجموعہ ہے ' اوسی طرح سیاسیات میں بھی وہ ایک کامل ترین مذہب ہے - اور سیاست صحیحہ اور دین الہی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں ' بلکہ دین حق کا اہم ترین مقصد سیاست حقہ کا قیام ہی ہے - اس حقیقت کو صرف وہی سمجھہ سکتا ہے جسنے قرآن حکیم کو پڑھا ہے ' مگر قرآن کے پڑھنے والے زیادہ نہیں ہیں -

یہی وجہ ہے کہ جب عقائد و عبادات کے تمام ارکان قائم ہوگئے تو اونکے ساتھہ اوسکے سر چشمۂ سیاست یعنی حکومت کی بھی تکمیل ہوگئی ' اور دنیا کو اوسکی تکمیل کا مژدہ سنا دیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

بصائر و حکم

جنگ اور مطالعۂ علم النفس

(۲)

(سپاھیوں کی روایت)

واقعات جنگ کے متعلق نامہ نگاروں سے زیادہ قابل اعتبار شہادت خود فوجی سپاھیوں کی خیال کی جاتی ہے - لیکن اوسکی حقیقت بھی سراب سے زیادہ نہیں - چنانچہ ذیل کی مثال سے اسکی تشریح ہوسکتی ہے جو پیرس کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی اور ہم اسے موسیو لیبان کی زبانی نقل کرتے ہیں :

" دریا میں طوفان آیا اور تند ہوا کے جھونکوں نے ایک اسٹیمر کو جنگی جہاز سے دور پھینکدیا - طوفان اور برق و باد کے تھمنے کے بعد جہاز اوسکی تلاش میں روانہ ہوا - دن کا وقت تھا ' سورج نہایت تیزی کے ساتھہ چمک رہا تھا ' مطلع بالکل صاف تھا - ایک شخص نے ایک ڈوبتے ہوے اسٹیمر کی طرف اشارہ کیا ' تمام لوگوں کی نگاہیں اوسکی طرف اوٹھہ گئیں - ہر سپاھی نے دیکھا کہ ایک اسٹیمر ھچکولا کھا رہا ہے ' اور اوسپر ڈوبنے کی خبر دینے والی جھنڈیاں لہرا رہی ہیں - کپتان نے فوراً ایک کشتی بھیجی کہ اوسکو بچاے - کشتی نہایت سرعت سے آگے بڑھی - جو لوگ اس کشتی میں تھے ' وہ جوں جوں ڈوبنے والے اسٹیمر سے قریب ہوتے جاتے تھے ' اونکو مصیبت زدہ لوگوں کا ایک غول نظر آتا جا تھا ' وہ ڈوبتے تھے ' اوچھلتے تھے ' ہاتھہ پاؤں مارتے تھے ' شور و شغب کرتے تھے - لیکن جب کشتی قریب پہونچی تو معلوم ہوا کہ یہ سب وہم کی کرشمہ سازیاں تھیں ' نہ اسٹیمر تھا ' نہ ڈوبنے والے آدمی - ساحل کے قریب چند سرسبز درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کے دریا میں ڈال دی گئی تھیں ' جنکو ہوا کے جھونکے حرکت دیتے تھے ' وہی ٹہنیاں اسٹیمر ' جھنڈیاں ' ڈوبنے والے آدمیوں کا غول ' غرضکہ سب کچھہ بنگئی تھیں " ! !

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فوج کے مشاہدات میں وہم کی قوت اختراعی کسطرح عمل کرتی ہے ' اور سریان خیال اوس وہم پرستی کو کیونکر عام کردیتا ہے -

فوج کے سپاھیوں سے زیادہ خود سپہ سالاروں کی شہادت وقیع ہوتی ہے - لیکن اون کی رپورٹیں عموماً سپاھیوں کے بیان سے مرتب کی جاتی ہیں ' اور سپاھیوں کی شہادت کی جو وقعت ہے اوسکا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں - یہ رپورٹ جب کسی محکمہ کے سامنے پیش ہوتی ہے تو وہ اوسکو بدل دیتا ہے ' اور جدید رپورٹ مرتب کرتا ہے - یہ رپورٹیں فوجی افسر اعلی کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں ' وہ ان سب کو بدلکر ایک نئی رپورٹ لکھتا ہے ' اس حک و محو اور تغلیط و ترمیم میں اصل حقیقت بالکل گم ہو جاتی ہے -

پس ہم جنگ کے متعلق یقینی طور پر صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ کس نے فتح پائی اور کسنے شکست کھائی - اسکا علم بھی آخر میں ہوتا ہے ' اور صرف اسی کا انتظار کرنا چاھیے -

(جنگ اور تمدن)

مصائب جنگ میں تمدن کی بربادی سب سے بڑی مصیبت ہے ' ہم مال و دولت کی بربادی کی تلافی کرسکتے ہیں ' مقتولین جنگ

کی نمائش کیلیے جنگ ناگزیر ہے ' لیکن اونہوں نے کہا کہ اپنے دشمنوں کو بھی پیار کرو - غرض حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں قوت جس درجہ افراط تک پہونچ گئی تھی ' ٹھیک اوسی کے مقابل حضرۃ مسیح نے اوسکو درجہ تفریط تک پہونچا دیا - اگرچہ اپنے اپنے وقتوں میں دونوں چیزیں صحیح اور عین اعتدال تھیں -

(امۃ وسطا)

اس بنا پر اعتدال کلی و دائمی کیلیے جس قسم کے الگ الگ افراط و تفریط کی ضرورت تھی ' اب وہ پوری ہو گئی ' اور مراحل ارتقاء جس جامع و مکمل مذہب کو ڈھونڈھ رہے تھے ' اوسکے ظہور کا وقت آگیا - پس زبان الہی نے اوس معتدل امت کے پیدا ہونے کی بشارت دنیا کو سنا دی :

وكذالك جعلنـٰكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس و يكون الرسول عليكم شهيدا (۲ : ۱۳۷)

اسی طرح ہم نے تمکو ایک عدل و دوسط کی قوم بنایا ' تاکہ تمام دنیا کیلیے نمونہ بنو ' اور پیغمبر تمہارے لیے نمونہ ہو -

داعی مذہب اسلام نے اس " امۃ وسطا " کیلیے اپنا اعلی نمونہ قائم کردیا - حضرت موسی علیہ السلام کو چونکہ ایک سخت طاقتور بادشاہ اور سخت جابر قوم کا مقابلہ کرنا تھا ' اسلیے خدا نے اونکو فطرتاً پر جلال بنایا تھا - اسی بنا پر فرعون کے سامنے نرم کلامی کی تلقین کرنا پڑی ' لیکن پیغمبر اسلام خود ہی فطرتاً رحم و شفقت ' کرم و رافت ' عفو و درگذر کا خلق عظیم تھا :

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك (۳ : ۱۵۳)

یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم اونکے لیے فطرتاً نرم خو پیدا کیے گئے ' اور اگر تم سخت و سنگدل ہوتے تو لوگ تمہارے گرد جمع ہی نہ ہوتے اور بھاگ جاتے -

حضرت موسی علیہ السلام سے اپنی قوم کی ذلت برداشت نہ ہوسکی ' اور وہ چند دنوں کے بعد اسکو لیکر چلے گئے - لیکن پیغمبر اسلام نے کامل ۱۳ برس تک اپنی قوم کی ہدایت یاب ہونے کا انتظار کیا ' طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں ' اور اپنے متبعین کو مختلف قسم کے جسمانی مصائب میں مبتلا دیکھا ' با اینہمہ خدا نے اونکو صبر و سکون کا اعلی ترین معیار بتلادیا تھا :

و اصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة و العشي يريدون وجهه و لا تعد عيناك عنهم (۲۷ : ۱۸)

اون لوگوں کے ساتھ رہکر صبر کرو جو صبح و شام اپنے خدا کی پکار میں سرگرم رہتے ہیں ' اور صرف خدا کی مرضی تلاش کرتے ہیں ' اپنی نگاہ اون سے نہ پھیرو -

کفار مکہ کی ایک ایک کنکری اگرچہ اوسکے متبعین کو ٹھوکر لگانا چاہتی تھی ' لیکن اون لوگوں نے داعی اسلام کے اسوۂ حسنہ کی اس عدیم النظیر طاقت کے ساتھہ تقلید کی کہ ایک تنکے کو بھی نگاہ گرم سے نہ دیکھا ' بلکہ بعض موقعوں پر تو وہ کیا کہ اخلاق مسیحی اسکے آگے ہیچ ہے :

و عباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (۲۵ : ۶۴)

اور خدا کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں - اور جب جاہل اونکو نامعقول طریقے سے مخاطب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم سلامت رہو - ہمیں اپنی راہ چلنے دو !

لیکن اسی ضعف میں اونکی قوت کا راز بھی چھپا ہوا تھا - دنیا میں ایک ہی اصول متضاد نتائج پیدا کرتا ہے - کبھی تو قوت دبکر بالکل فنا ہوجاتی ہے ' اور کبھی وہ جسقدر دبائی جاتی ہے اوسیقدر ابھرتی بھی ہے ' اور آہستہ آہستہ اپنے بکھرے ہوے اجزاء کو جمع کرلیتی ہے - پانی کی سوتیں بعض اوقات تو خاک پتھر کے اندر دب کر بالکل خشک ہوجاتی ہیں ' لیکن کبھی اندر ہی اندر منافذ پیدا کرکے زمین کے اندرونی حصے میں اپنا جال پھیلا دیتی ہیں ' اور ایک دن چشمہ کی صورت میں اوبل پڑتی ہیں - یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں - قوت کی موت اور اوسکی زندگی درحقیقت تربیت ہی پر موقوف ہے - حضرت عیسی علیہ السلام چونکہ یہود کی شقاوت کو توڑنا چاہتے تھے اسلیے اونہوں نے اپنا ایک خاص مظلومانہ نمونہ قائم کیا ' لیکن پیغمبر اسلام مسلمانوں کو ایک طاقتور قوم و عزیزترین ہستی بنانا چاہتا تھا - وہ آسمان کی پادشاہت غریبوں اور مسکینوں کو نہیں دیتا تھا بلکہ دنیا کی پادشاہت کی بشارت سے مسکینوں کو صاحب تاج و تخت بنانے والا تھا ' اسلیے اسنے ابتدا ہی سے اون کو عزم و استقلال کی تعلیم دی - اور ایک بلند تر مطمح نظر کیلیے تیار کیا - چنانچہ اوس مظلومی کے زمانے میں جب کہ ارض مکہ کی ایک ایک کنکری مسلمانوں کو ٹھوکر لگاتی تھی اور دنیوی عیش و نعم کے تمام دروازے اونپر بند ہوگئے تھے ' اس نے خدا کی نصرت سے معمور ہوکر بشارت دی کہ آج ظلم و جبر کے پتھروں کو اوٹھا لو ' کل کو تمام دنیا تمہارا بوجھہ اوٹھائیگی :

شكونا الى رسول الله صلى الله عليه و سلم قلنا له الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا ؟ قال كان رجل فيمن قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنشار فيوضع على راسه فيشق باثنين و ما يصده ذلك عن دينه و يمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب و ما يصده ذلك عن دينه والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضر موت لا يخاف الا الله - (بخاری جزء ۴ - ص ۲۰۱)

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت سے اپنے مصائب کی شکایت کی ' اور کہا کہ آپ ہمارے لیے خدا سے مدد نہیں مانگتے اور اوسکی درگاہ میں دعا نہیں کرتے ؟ آپ نے فرمایا کہ گذشتہ قوموں میں ایسے راسخ العزم لوگ تھے کہ زمین میں گڑھے کھود کر انہیں ڈال دیا جاتا تھا ' پھر آرے سے اونکے دو ٹکڑے کردیے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیاں اونکے بدن پر چلائی جاتی تھیں جو اونکی رگوں و ہڈیوں تک سے الگ کردیتی تھیں - تاہم یہ آزمائشیں بھی اونکو سچائی سے نہیں ہٹا سکتی تھیں - خدا کی قسم دین اسلام اسقدر کامل اور غالب ہوگا کہ ایک سوار یمن سے حضرموت تک اسطرح بے خوف و خطر چلا جائیگا کہ خدا کے سوا اوسکو کسی چیز کا ڈر نہوگا -

دنیا کے خزائن و دفائن میں قوت کا خزانہ سب سے زیادہ قیمتی اور مستحق حفاظت ہے - اسلیے اوسکو ہر وقت اور ہر جگہ آسانی کے ساتھہ صرف نہیں کیا جاسکتا - ہر چیز اجزاء کی تقسیم سے فنا ہوجاتی ہے ' اور کوئی عظیم الشان نتیجہ پیدا نہیں کرسکتی - عرب جاہلیۃ سے زیادہ فیاضی کے ساتھہ کسی قوم نے جنگی قوت کو خرچ نہ کیا ہوگا - لیکن انتشار و پراگندگی کے سوا اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا :

لا يقاتلونكم جميعاً الا في قرى محصنة او من وراء جدر باسهم بينهم شديد ' تحسبهم جميعا و قلوبهم شتى ذلك بانهم قوم لا يعقلون

وہ متفق ہوکر تم سے نہیں لڑ سکتے ' صرف قلعہ بند گانوں میں یا کسی دیوار کی آڑ میں چھپکر حملہ کرینگے - وہ باہم نہایت سخت جنگ کرتے تھے ' اسلئے تم اونکو ایک متحدہ جماعت سمجھتے ہو ' لیکن جماعت صرف اتفاق ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اونکے دلوں میں اتفاق کہاں ؟ وہ ایک نادان و بے عقل قوم ہے ' اتفاق و اجتماع قواء کے فواید نہیں سمجھتی -

لیکن تکمیل مذہب ' نشر امن و سلام ' اور عدل و انصاف کے قیام کا جو مقصد اسلام کے پیش نظر تھا ' وہ ایک متفقہ جماعت اور متحدہ قوت کا محتاج تھا ' اسلئے وہ اپنی قوت کا خزانہ اوس طرح نہیں صرف کرسکتا تھا ' جس احمقانہ طریقے سے اہل عرب

آتشکدہ جنگ کي صورت میں نمایاں ہوگا - سلطنتیں اسي بنا پر ایک چھوٹي سي چھوٹي بات پرگرفت کرتي رهتي هیں - صلیبي لڑائیاں ایک دن میں نہیں قائم ہوئیں ' عیسائي پادریوں نے ایک مدت تک مسلمانوں کي وحشت کي داستان سنا سنا کے تمام یورپ کو اس جنگ پر آمادہ کیا تھا - شورش فرانس سو برس کي آتش بیانیوں کا نتیجه تهي - دولة عثمانیه کا جمهوري انقلاب ایک مدت کي کوششوں کا حاصل تها - غدر سنه ۵۷ - ایک زمانه کي بدگمانیوں کي آخري شکل تهي -

حقیقت یه هے که جماعت کسي محکم عقیدے کي پابند نہیں هوتي ' اسلیے کوئي عقیده کتنا هي صحیح و مستحکم هو' مگر دفعتاً اوسکے دماغ پر کوئي اثر نہیں ڈال سکتا - البته وه اوسکو سنتي هے اور اپنے دماغ میں محفوظ رکهتي هے - یه برق کا خزانه نہیں هوتا جس میں دفعتاً آگ لگ جاے ' البته جماعت پر خیالات عرضیه نہایت قوي اثر ڈالتے هیں - عقائد محکمه ایک پہاڑ هیں ' لیکن پہاڑ میں جنبش نہیں هوتي ' بر خلاف اسکے عام اور وقتي افکار پاني کي ایک رو هیں جو پہاڑوں کو بهي هلا دیسکتي هے - پاني کتنا هي ٹیڑها ترچها هوا کرے لیکن اوسکي قوت میں کوئي فرق نه آئیگا - اسیطرح عام خیالات کتنے هي متناقض اور ایک دوسرے سے لڑ رہے هوں اور ادنی درجه کے هوں ' تاهم جماعت پر اونکا یکساں اثر پڑتا هے - حامیان جنگ صلیبي نے التوحید في التثلیث کي اوتني هي محافظت کي تهي ' جسقدر مسلمانوں نے کلمه توحید کي - غدر سنه ۵۷ ایک معمولي بات پر برپا هوگیا تها - شعبده گر مختلف رنگ کي ڈبیه اپنے جهولي سے نکالتے هیں ' اور جماعت سب کو یکساں دلچسپي سے دیکهتي هے - وه اون میں تلازم ' تشابه ' اتحاد ' مناسبت ' ربط و توافق نہیں ڈهونڈهتي ' اسي طرح وقتي اسباب سے جو عقائد و خیالات پیدا هو جاتے هیں ' جماعت اونهي کے سہارے پر چلتي هے ' اور اون میں مناسبت نہیں ڈهونڈهتي - یهي وه موقع هے جهاں جماعت کے لیڈر کو دور اندیشي سے کام لینا چاهیے - اوس نے عقائد محکمه کا جو بیج ایک مدت سے بویا تها ' اوسکے کاٹنے کا وقت یهي هے - اوسکو چاهیے که ان وقتي عوارض و اسباب سے کام لیکر قوم کے دماغ کو میدان جنگ کے ٹیلیفون سے دفعتاً ٹکرا دے - دنیا کي تمام لڑائیوں میں توپ اور گولے کے حملوں کا بڑے شوق سے نظاره کیا جاتا هے ' حالانکه وه ایک دماغي حمله هوتا هے - کارتوس سپاهي کے پیٹي سے نہیں نکالے جاتے ' بلکه اوسکے دماغ سے نکالے جاتے هیں جس میں ایک مدت سے بهر دیے گئے تهے - یهي وجه هے که زمانه جنگ میں دماغي انتشار کیوجه سے اکثر ملکوں میں بغاوتیں هوجاتي هیں - اسي ڈر سے شکست کي خبروں کو چهپایا جاتا هے ' فتح و ظفر کي جهوٹي خبریں اوڑائي جاتي هیں - پس اگر همکو جنگ کي حقیقي مصیبتوں سے بچنا هے ' تو زره اور خود سے زیاده اپنے دماغ کو مضبوط کرنا چاهیے که ان خیالات عرضیه کي کهیں ٹهوکر نه کها جاے -

(استــــدراک)

گذشته اشاعة میں به تحت " بصائر و حکم " جو مضمون " فلسفۂ اجتماع اور جنگ " کے عنوان سے نکلا تها ' اسي سلسلے کا یه دوسرا نمبر هے - لیکن چونکه اپنے ربط و ترتیب بیان میں ایک مستقل حیثیت رکهتا هے ' اسلیے نئے عنوان سے درج کردیا گیا -

اس مضمون میں اور اس سے قبل کے تمام اُن مضامین میں جو بصائر و حکم کے ذیل میں شائع هوے هیں ' اور جهاں جهاں واقعات سے استدلال کیا گیا هے ' وه سب کے سب موسیو لیبان صاحب تمدن عرب و هند کي ایک تصنیف سے ماخوذ هیں ' جسکا ترجمه سعد پاشا زغلول وزیر مصر نے " روح الاجتماع " کے نام سے شائع کیا هے -

اُسوۂ حسنہ

اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ و سلم کا ایک صفحہ

اعمال نبوت به حیثیت محتسب

(احتساب)

احتساب ایک سنہري زنجیر هے ' جس میں تمدن ' اخلاق ' مذهب ' اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے هوے هیں - اگر اس کي بندشیں ڈهیلي پڑ جائیں ' تو دفعتاً نظام عالم کي ایک ایک کڑي درهم برهم هو جاے - اسي غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکها - خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے جنکي خلاف ورزي موجب ملامت بلکه بعض اوقات قومي جرم خیال کي جاتي هے - سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت هر قسم کي مادي ' اخلاقي ' اور مذهبي ترقي کرنے کا موقع دیتے هیں - حکماء نے فلسفه اخلاق ایجاد کیا ' جو اخلاقي قوانین کي پیروي پر جمعیة بشري کو مجبور کرتا هے -

اگر یورپ کو اپني تهذیب پر فخر هے که وه انسان کي هر فرو گذاشت پر سختي کے ساتهه گرفت کرتي هے ' اگر رومن لا کو اپنے اوپر ناز هے که وه دنیا کے قواے متضاده کو اپنے مرکز سے هٹنے نہیں دیتا - اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گهمنڈ هے که وه اخلاقي قواء کي تربیت کرتا هے ' تو همکو اون کے بڑے بول سے مرعوب نہیں هوجانا چاهیے - هم رسم و رواج کے غلام نہیں هیں که یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفته هو جائیں ' هم قانوني سختیوں کے برداشت کرنے کے خوگر نہیں هیں که اپنے هاتهه کو هتهکڑي کے حوالے کردیں - قیاسات عقلي هماري غذاے روحاني نہیں هے که یونانیوں کے طلسم میں پهنس جائیں ' بلکه همارے رگ اور پٹھے ایک پاک مذهب کے سلسلے میں جکڑے هوے هیں ' همارے گوشت و خون پر چمڑے کي جگه مذهب کا غلاف چڑها هوا هے ' همارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذهبي احساس حرکت دے رها هے ' پس همکو هر دلفریب رسم و رواج ' هر مرعوب کرنے والے قانون ' اور هر متحیر کردینے والے فلسفه کو چهوڑ کر اپني باگ صرف اسلام هي کے هاتهه میں دیدیني چاهیے ' اور اسپر فخر کرنا چاهیے که :

رشتــــه در گردنم افگنــــده دوست
میبرد هر جا که خاطــر خواه اوست

مذهب کي قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالا تر هے - یهي وجه هے که الله تعالی نے هم پر آنحضرة (صلی الله علیه و سلم) کا اتباع فرض کر کے همکو تمام دنیا کي مادي و اخلاقي غلامي سے آزاد کر دیا هے :

لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنـــة -	یقیناً تمهارے لیے الله کے رسول کي زندگي میں پیروي و اتباع کیلیے بهترین نمونه رکها گیا هے -

الله تعالی نے یه نہیں فرمایا که تم رسول الله کي تقلید کرو کیونکه ایک شخص کي تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کي تقلید کي نفي نہیں هوجاتي - بلکه یه فرمایا که تمهاري تقلید صرف

کی یاد بھی بھلا دیسکتے ہیں ' مجروحین کے زخموں سے بھی آنکھہ بند کر لےسکتے ہیں ' لیکن ہم تاریخ کو بھلا نہیں سکتے ' وہ ہمیشہ ہمارے سامنے رہیگی ' اور اگر ہمکو یہ یقین ہے کہ جن واقعات کو وہ نہایت آب و رنگ کے ساتھہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے ' اونپر کذب و مبالغہ کا رنگ چڑھا ہوا ہے ' تو اُسکی پھانس ہمارے دلوں کیلیے تلوار کی نوک سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوگی -

جنگ اگر جنگ ہے تو مثل اور تمام مصائب کے اس تاریخی غلطی کی مصیبت بھی اوسکے لیے لازمی ہے - لیکن ایک جماعت نے تمدن و تہذیب کی چادر کے اندر ایک خوشنما خواب دیکھا ہے ' اور وہ یہی ہے کہ اسکی تعبیر ایک صلح عام کی صورت میں ظاہر ہوکر جنگ کے ساتھہ جنگ کے تمام مصائب کا بھی خاتمہ کردیگی - اگر یہ تعبیر صحیح ہے تو ہمکو اسکا خیر مقدم کرنا چاہیے - فلسفۂ تاریخ کا سنگ بنیاد کہا جاتا ہے کہ ابن خلدون نے رکھا ہے ' لیکن اگر اس زمانہ میں جنگ کا ہمیشہ کیلیے خاتمہ ہوجاے ' تو اوسکے حقیقی نتائج اب ظاہر ہونگے ' اور دنیا کی صحیح تاریخ کا دور جدید بیسویں صدی سے از سرنو شروع ہوجائیگا -

لیکن ہم کہیں حالت خواب میں فریب تو نہیں کھاتے ؟

کیا تمدن جنگ کو مٹا سکتا ہے ؟

چند ظاہر بیں لوگ مایوسانہ جواب اس بنا پر دیتے ہیں کہ فن جنگ کی جدید ترتیب ' مصارف قواے بحریہ و بریہ کی وسعت ' آلات مہلکہ کی ایجادات نے تو اور زیادہ جنگ کے دست و بازو کو قوی کردیا ہے - پھر عالمگیر صلح کی تشکیل کیونکر ممکن ہے ؟ لیکن یہ تو کوئی مایوسی کی وجہ نہیں - بگاڑنا بنانے سے زیادہ آسان ہے - جس دولت نے بحر و بر میں یہ خزانہ لٹایا ہے ' وہی اوسکو سمیٹ بھی سکتی ہے - جن دماغوں نے جدید فوجی نظام قائم کیا ہے ' وہی اوسکو درہم برہم بھی کر سکتے ہیں ' جن مشینوں نے مہلک آلات جنگ ڈھالے ہیں ' وہی اونکو پھر خاک آلود لوہے کے قالب میں ڈھال بھی سکتے ہیں - یہ کام بہت آسان ہے ' اور مادی طاقت اسکو بآسانی کر سکتی ہے -

لیکن اصلی بحث یہ ہے کہ کیا ہمارا دل بھی قساوت کے جذبات سے خالی ہوسکتا ہے ؟ فوجی بارکیں سپاہیوں سے خالی کردی جائیں ' کارخانوں سے توپوں کے ڈھالنے کی مشینیں نکال دی جائیں بارود کے مخازن سے بارود نکالکر گیہوں بھر دیا جاے ' لیکن انسان کے دل و دماغ کے اندر جو کچھہ ہے ' اسے کیونکر نکالکر پھینکدیں ؟

کیا تمدن رحمدلی پیدا کرتا ہے ؟ جذبات و تمدن میں کیا علاقہ ہے ؟ تمدن کا اصلی کام کیا ہے ؟

یہی سوالات جنگ و صلح کا فیصلہ کر سکتے ہیں ' اگر علم و تہذیب کی برکت سے دنیا جنگ کو مٹانا چاہتی ہے تو یہ ایک دماغی جہاد ہے ' اسلیے اسپر صرف عقلی حیثیت ہی سے بحث کرنی چاہیے - اس میدان میں زنگ آلود تلوار اور جوہر دار خنجر ' دونوں بیکار ہیں - تمدن نظام عالم میں کسی قسم کی کمی نہیں کر سکتا - وہ ایک ذرہ کو بھی نہیں مٹا سکتا - اوس کا کام کسی جدید چیز کو پیدا کرنا نہیں ہے ' بلکہ دنیا کے مواد کو مختلف قالب میں بدلدینا ہے -

دنیا پہلے زمین پر بیٹھہ کر کھاتی تھی ' اب میز کرسی پر کھاتی ہے ' پہلے ہمارے دسترخوان پر پتوں کے اندر کھانا چنا جاتا تھا ' اب رنگین تشتریاں سامنے رکھی جاتی ہیں ' پہلے ہم چلو سے پانی پیتے تھے ' اب گلاس میں پیتے ہیں - مادہ ایک ہے ' لیکن مختلف قالبوں میں جلوہ گر ہورہا ہے - جنگ بھی دنیا کی ایک قدیم ذہنی و مادی طاقت ہے - تمدن اسکو مٹا نہیں سکتا ' اوسکی شکلکو بدل سکتا ہے - آج یورپ و ایشیاء کے بحر و بر میں جو طوفان خیز نظارہ نظر آتا ہے ' وہ تمدن کی اسی ترقی یافتہ جنگ کی ایک مہیب شکل ہے - کہا جاتا ہے کہ تمدن اسکو مٹا دے گا ' لیکن اگر وہ اس میں کامیاب ہوا تو وہ تمدن نہیں ' بلکہ وقت ہے - اگر تمدن تمدن ہے تو اوسکا حقیقی فرض یہ ہے کہ وہ اسکو اور زیادہ ترقی دے ' اور وہ اپنے فرض کو پوری مستعدی کے ساتھہ انجام دے رہا ہے ' پس جنگ کو مٹانا بعینہ تمدن کو مٹانا ہے - تمدن جذبات کو بہت زیادہ لطیف و رقیق کردیتا ہے ' وحشی قومیں گالی گلوج کو معمولی بات سمجھتی تھیں ' لیکن تمدن کے زمانے میں اسی پر لڑائیاں چھڑ جاتی ہیں - وحشی قومیں صرف اپنے قبیلہ کی نگرانی کرتی تھیں ' لیکن ڈاوننگ اسٹریٹ کا دفتر خارجیہ آج ہر اوس طالب العلم کی مردم شماری کررہا ہے جو جرمنی میں رہتے ہیں اور اپنے آپ کو انگریزی سلطنت کا شہری باشندہ کہتے ہیں - اخبارات کی اشاعت معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی اہم بنا دیتی ہے - جو آگے چل کر جنگ کا سبب بن جاتے ہیں - پس ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ تمدن اسباب جنگ کو اور زیادہ ترقی دیتا ہے اور بہت زیادہ ترقی دیگا -

جنگ تو پھر بھی ایک بہت بڑی مصیبت ہے ' لیکن تمدن نے دنیا کی کس مصیبت کو کم کیا ہے ؟ تعلیم کی اشاعت کے ساتھہ ساتھہ جرائم نے بھی غیر معمولی ترقی کی ہے ' فرانس کا ایک جج کہتا ہے : " اسوقت چار ہزار مجرموں میں صرف تین ہزار طالب العلم ہیں " اوس نے مجرموں کی جو فہرست مرتب کی ہے ' اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ تر جرم وہی نوجوان طلباء کرتے ہیں ' جنسے انکے اصلی پیشہ کی تعلیم چھڑا دی گئی ہے اور علوم و فنون کی نری تعلیم دی جاتی ہے -

کمیت کے ساتھہ اگر کیفیت کا لحاظ کیا جاے تو تعلیم کا چہرہ اور بھی سیاہ نظر آئیگا - پہلے سادہ طریقہ سے جرائم کیے جاتے تھے ' اب اون میں علمی آفرینش کرلی گئی ہے - جو چیز برقی صندوق میں رکھی جاتی ہے ' وہ بجلی ہی کی کنجی سے کھولی جاتی ہے - پس تمدن دنیا کے ایک ذرے کو بھی نہیں مٹا سکتا ' البتہ ذرے کو آفتاب بنا دیتا ہے - بیسویں صدی میں فلسفہ کتنی ہی ترقی کرجاے ' لیکن جنگی تاریخ اوتنی ہی مشتبہ رہیگی جسقدر وہ اوس دن تھی ' جب قابیل نے اپنے بھائی کے اوپر تلوار اوٹھائی تھی - یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں غزوات اسلامیہ کا حال بہت کم مذکور ہے ' اور مغازی کے دفتر کو صحاح ستہ نے نہایت مختصر کردیا ہے - اکثر صحابہ مغازی کے متعلق بہت کم روایت کرتے تھے ' اور اس باب میں اسلام کی تاریخ کو ایک خاص درجۂ امتیاز حاصل ہے -

(دماغ کا اثر جنگ پر)

لیکن ہر قوت کا ایک رد عمل بھی ہوتا ہے ' اگر ہم کسی گیند کو زمین پر پٹکیں تو وہ اوچھل کر ہماری طرف آئیگا - یہی فطری اصول جنگ اور دماغ کے اثرات پر بھی راست آتا ہے - جنگ دماغ کو ایک فانوس خیال بنادیتی ہے ' لیکن دماغ پر صرف جنگ ہی کا حملہ نہیں ہوتا ' بلکہ کبھی کبھی دماغ بھی میدان جنگ پر حملہ کردیتا ہے - اگر تم کسی قوم کے مظالم کی ' وحشت کی ' خونریزی کی ' داستان ایک قوم کو بار بار سناتے رہو ' اوسکی طرف سے قوم کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرتے رہو ' اوسکے اعمال کو بد ترین شکل میں دکھاتے رہو ' تو آہستہ آہستہ دماغ اوس سے متاثر ہوتا رہیگا ' رفتہ رفتہ کاسۂ دماغ میں یہ قطرے جمع ہوکر ایک دن چھلک جائینگے ' اور وہی دن ہوگا جب مقدمات جنگ کا شعلہ ایک

امام حسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اوٹھاکر منہہ میں ڈال لی - آپکی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا: " کخ کخ " کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا " (۱)

آپ ایک مرتبہ شب کو حضرت علی (ع) اور حضرت فاطمہ کے پاس آے اور فرمایا : " تملوگ اوٹھکر تہجد نہیں پڑھتے ؟ " حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا " یا رسول اللہ ! ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے ' اگر وہ جگائیگا تو جاگینگے " آنحضرت خاموش ہوگئے مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتھہ ہاتھہ مارا اور یہ آیت پڑھی :

كان الانسان اكثر شي جدلا   آدمی بڑا ہی جھگڑا لو ہے - (۲)

(احتساب قوم)

اگرچہ وہ تمام جزئی مواقع جہاں آنحضرت نے احتساب کا فرض ادا کیا ہے ' احتساب قومی کے تحت میں داخل ہیں ' لیکن آپ نے کلی طور پر دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیہ کے ساتھہ اپنی اس خصوصیت کا اظہار تمام قوم کے سامنے فرمایا -

ایک موقع پر فرمایا :

" میری اور میری شریعت کی مثال بعینہ اوس شخص کی سی ہے ' جس نے ایک قوم کے پاس آکر یہ وحشت انگیز خبر سنائی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر تمہاری طرف آتے ہوے دیکھا ہے ' میں ایک نذیر عریاں ہوں (عرب میں کسی اہم و انقلابی واقعہ کی خبر ننگے ہوکر دیتے تھے) پس تمکو ہوشیار ہوجانا چاہیے - چنانچہ ایک گروہ نے اوسکا کہنا مانا اور وہ رات ہی رات بھکے نکل گیا اور دوسرے گروہ نے اوسکو جھٹلایا ' نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے دھاوا مارا ' اور اوسکا استیصال کردیا "

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :

" میری اور تمام لوگوں کی مثال اوس شخص کی سی ہے جس نے آگ بھڑکائی ' جب آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی ' تو پروانے اوس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے ' اوس نے پروانوںکو آگ میں جانے سے روکنا چاہا ' لیکن وہ سب اوسکے قابو میں نہ آ سکے اور آگ میں گھس گئے -

اسی طرح میں تم لوگوں کی کمر پکڑ کر کھینچتا ہوں تاکہ آگ میں داخل ہونے نہ پاؤ ' لیکن لوگ اوسمیں گھسے جاتے ہیں " (۳)

(عقائد)

آنحضرت کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تھا - عقائد میں بد ترین چیز شرک فی اللہ تھی ' اور آنحضرت نے صرف شرک ہی کے مٹانے کیلیے جہاد کیا جو احتساب کی آخری منزل ہے - لیکن اسکے علاوہ اور بھی بہت سے عقائد ہیں - جو علم دسترس سے باہر ہیں - اگر عام لوگوں کو اون میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جاے ' تو مذہبی عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا ہوجائیں ' اور اسلامی عقائد کی سادگی فنا ہوجاے جو اسلام کا سب سے بڑا زیور ہے - اسی غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت قرار دی تھی کہ وہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے - چنانچہ عہد نبوت میں جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آے ہیں ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھہ صحابہ کو زجر و توبیخ کی ہے -

(۱) بخاری جزء ۲ - ص - ۱۲۸

(۲) بخاری جزء اول - ص - ۵۰

(۳) بخاری جزء ۸ صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۲

ایک مرتبہ صحابہ مسئلہ قضا و قدر کے متعلق مباحثہ کررہے تھے ' جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حریف فرقے پیدا کردیے - آنحضرت نے دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا ' اور فرمایا :

لهذا خلقتم تضربون القرآن بعضه ببعض لهذا هلك الامم قبلكم (۱)	کیا تملوگ اسی لیے پیدا کیے گئے ہو ؟ تملوگ قران کو ٹکڑے ٹکڑے کررہے ہو ' گذشتہ قوموں کو اسی قسم کے لا یعنی مسائل نے برباد کردیا -

اسلام نے اگرچہ عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد کو مٹادیا تھا ' تاہم بعض باتیں باقی رہ گئی تھیں ' اور کبھی کبھی اونکا ظہور ہوجاتا تھا - عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے صاحبزادے ابراہیم نے انتقال کیا تو اتفاق سے اوسی دن سورج میں گہن بھی لگ گیا - لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم ہی کی موت کا اثر ہے - لیکن آپنے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا ' اور فرمایا : " چاند اور سورج میں کسی کے مرنے جینے سے گہن نہیں لگتا "

(عبادات)

عبادات چونکہ روزکی چیز تھی جس میں سہو و غفلت اور بے عنوانی کا پیدا ہونا ضروری تھا ' اسلیے آنحضرت کو اس کے متعلق احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تھی (۲) - اسلام نے اداے نماز کیلیے جماعت کو واجب کردیا تھا ' لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تھے - ایک مرتبہ آنحضرت نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈھونڈھا تو نہیں پایا ' نہایت برہم ہوے اور فرمایا: " جی میں آتا ہے کہ ایک شخص کو امام بناکر خود اون لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگاکر اونکو آگ میں پھونک دوں (۳)

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے جس سے کارو باری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے - ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی ' آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آگیا ' اور فرمایا " تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کررہے ہو - امام نماز میں تخفیف کرنی چاہیے ' کیونکہ اون میں مریض ' ضعیف کارو باری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۴)

نماز کا اصلی مقصد خشوع و خضوع ہے ' لیکن جب کسی کے طرز عمل سے انکا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت اسکو ٹوک فرماتے تھے - ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھہ نماز پڑھی - نماز پڑھ چکا تو آپنے فرمایا: " نماز کو پھر دوہراؤ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں - اوس نے تین بار نماز دوہرائی اور آپ نے تینوں بار ٹوکا ' آخر میں اوس نے کہا: " اب میں اس سے بہتر نہیں پڑھ سکتا " آپنے تکبیر ' قرات ' رکوع ' سجود ' قیام و قعود کے وہ طریقے بتاے جن سے اطمینان ' سکون ' وقار ' اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا - (۵)

عبادات اور مقدمات عبادات کے متعلق آپ نہایت معمولی اور جزئی باتوں پر بھی گرفت فرماتے تھے - ایک بار سفر میں تھے ' نماز عصر کا وقت آگیا ' صحابہ نے پاؤں کا مسح کیا آپ نے دیکھا تو دور سے چلاکر آواز دی :

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۱۲

(۲) بخاری جزء ۲ - ص - ۳۴

(۳) صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۱ - ص - ۲۴۳

(۴) بخاری جزء ۱ - ص - ۲۹

(۵) بخاری جزء ۱ - ص - ۱۴۸

اسي پاک ذات میں محدود ہے کیونکہ تمہیں اعمال صالحہ کا یہ خزانہ دوسري جگھہ نہیں مل سکتا - اس طرز بیان سے نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا اتباع لازم کردیا گیا بلکہ ساتھہ ھي دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کي نفي بھي کردي اسلیے صرف ایک ھی آفتاب ہے جسکي روشني ظلمت زار دنیا کي ہر اندھیري راہ اور ہر تیرہ و تاریک راستے میں ہماري رھنمائي کرسکتي ہے :

چو غلام آفتابم ھمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسي آفتاب کي روشني سے اور سیارے بھي نور حاصل کرتے ھیں اسلیے انکا اتباع بھي ہم پر واجب ہو جاتا ہے :

خیر القرون قرني — بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے اسکے بعد
ثم الذین یلونہم — ان لوگوں کا دور جو اسکے بعد آئینگے
ثم الذین یلونہم - — پھر وہ لوگ جو اسکے بعد ان اسوۂ حسنہ کي تقلید کرینگے -
اصحابي کالنجوم - — میرے اصحاب مثل ستارے کے ھیں -

اسي بنا پر اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام کي اس خصوصیت کا بار بار ذکر کیا ہے

و ھو الرسول النبي الامي المکتوب في التوراۃ و الانجیل : یامر بالمعروف و ینھی عن المنکر و یحل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث - (۷: ۱۵۶) — اور یہ وھي پیغمبر امي ہے جسکي بعثت توراۃ و انجیل میں لکھي ھوئي ہے - وہ نیکي کے کاموں کا حکم دیتا ہے برائیوں سے روکتا ہے پاک و مفید چیزوں کو انپر حلال اور ناپاک و مضر چیزوں کو حرام کرتا ہے -

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ — تم لوگ بہترین امت ہو جسکو دنیا کي ھدایت و رھنمائي کیلیے نمایاں کیا - تم نیکي کا حکم دیتے ہو برائي سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو !

لیکن ان آیتوں کي عملي تفسیر ہمکو صرف احادیث کي کتابوں میں ڈھونڈھنا چاھیے جنکے ذریعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابۂ کرام کے مواقع احتساب کے ایک ایک جزئیات کا پتہ لگ سکتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ھدایت و ارشاد کیلیے جو آفتاب و سیارے پیدا کیے تھے وہ ھمیشہ ضیاء گستر رھتے تھے -

(اسوۂ نبوي)

احتساب کي ترتیب اصلاح نفس سے شروع ہوکر بالترتیب محتسب کے قبیلہ اور قوم تک منتہی ہو جاتي ہے - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرض احتساب کو اسي ترتیب کے ساتھہ ادا فرمایا ہے -

(اصلاح نفس)

آنحضرت کي ذات پاک جامع فضائل تھي اللہ تعالی نے آپ کے تمام زلات کو معاف کردیا تھا با اینہمہ آپ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے - صحابہ نے اس ریاضت شاقہ کو دیکھکر عرض کیا " یا رسول اللہ ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناھوں کو معاف کر دیا ہے پھر آپ کیوں اس قدر مصروف عبادت رھتے ھیں ؟ آپ نے فرمایا :

افلا اکون عبدا شکورا — کیا میں خدا کے شکر گذار بندہ ہونے کي کوشش نہ کروں ؟ (۱)

(۱) بخاری مطبوعہ برلن ص - ۹۹ جزء - ۸ -

چنانچہ جب کبھي اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے جو قلب کو خدا کي طرف سے پھیر دیسکتے تھے یا نفس میں غرور و تکبر پیدا کرسکتے تھے تو آپ نہایت سختي کے ساتھہ انکا انکار فرماتے - حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں بني تھیں آپ کي نظر پڑي تو فرمایا :

امیطي عنا قرامک فانہ لا تزال تصاویرہ تعرض في صلاتي (۱) — ہمارے سامنے سے اپنا پردہ ھٹالو کیونکہ اسکي تصویریں ھمیشہ میري نماز میں خلل انداز ہوتي رھتي ھیں -

ایک صحابي نے بطور تحفہ کے آپ کو حریر کا ایک جبہ دیا آپ نے اسکو پہنکر نماز پڑھي - نماز سے فارغ ہونے کے بعد نہایت ناگواري سے اوتار کر پھینکدیا اور فرمایا :

لا ینبغي ھذا للمتقین (۲) — یہ پرھیزگاروں کے قابل نہیں ہے -

غرور و کبر کا سرچشمہ مدح و تعریف ہے امراء و سلاطین کو اسي مرض نے دنیا کي تمام چیزوں سے بالا تر بنا دیا ہے آنحضرت اگرچہ خیر البشر تھے لیکن اگر کوئي شخص آپ کو انبیائے سابقین پر ترجیح دیتا تھا تو آپ اسکو منع فرماتے تھے - ایک صحابي اور ایک یہودي میں جھگڑا ہوگیا - صحابي نے غصہ میں قسم کھائي اور کہا " اسي خدا کي قسم جس نے محمد کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے " یہودي نے بھي قسم کھائي اور کہا : " اس خدا کي قسم جس نے موسی کو تمام دنیا پر ترجیح دي ہے " صحابي نے اسپر غصہ میں آکر یہودي کے منہہ پر طمانچہ مارا اس نے آنحضرت سے شکایت کي - آپ نے حکم دیا کہ " مجھے موسی پر ترجیح نہ دو " (۳)

(احتساب قبیلہ و خاندان)

خیرات گھر ھي سے شروع ہوتي ہے اسي بنا پر اللہ تعالی نے آنحضرت کو حکم دیا تھا : و انذر عشیرتک الاقربین اپنے خاندان کے قریبي رشتہ داروں کے آگے حق کو پیش کرو اور عذاب الہي سے ڈراؤ - جب یہ آیت نازل ہوئي تو آپ نے اپنے تمام قبیلہ اور تمام خاندان کو جمع کرکے ایک پیغمبرانہ لہجہ میں اس حکم الہی کو سنایا :

" یا معشر قریش ! یا معشر بني عبد مناف ! یا معشر بني قصی ! یا معشر بني عبد المطلب ! اے فاطمہ محمد کي بیٹي تم سب اپنے آپ کو دوزخ کي آگ سے بچاؤ کیونکہ میں تمہیں قیامت کے دن کچھہ بھي نفع و نقصان نہ پہونچا سکوں گا ! اے فاطمہ تجھکو مجھہ سے صرف جسماني تعلق ہے اور میں رشتے کي بیل کو صرف دنیا ھي میں سرسبز و شاداب رکھہ سکوں گا " (۴)

یہ ایک عام احتساب تھا لیکن مخصوص مواقع پر بھي آپ ازواج مطہرات اور اہل و عیال کو نیکي کي ترغیب دیتے اور برائي سے روکتے رھتے تھے - ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ ایک رات دو اٹھے اور فرمایا : " سبحان اللہ ! آسمان سے فتنۂ و فساد کي بارش ہورھي ہے اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ھیں - حجروں میں سونے والیوں کو (ازواج مطہرات) کو جگادو کیونکہ دنیا کي بہت سي کپڑے پہننے والي عورتیں آخرت میں برھنہ نظر آئینگي " (۵)

آپ نے تنزہ نفس اور استغناء و قناعت کیوجہ سے باوجود فقر و فاقہ کے اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ کو حرام کردیا تھا -

(۱) بخاري جزء ۱ - ص - ۷۰
(۲) بخاري جزء ۴ - ص - ۸۰
(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۰۸
(۴) ترمذي صفحہ ۵۲۹ کتاب التفسیر -
(۵) بخاري جزء ۲ - ص - ۳۰

واپس آیا - آپ نے اسي غرض سے دوسري مرتبه پهر اوسیکو بهیجا ' اسپر بهي کچهه اثر نه هوا تو تیسري بار فرمایا : " جاکر اون عورتوں کے منه میں خاک جهونک دو " (۱)

جنازہ کے متعلق بهي اسي قسم کي متعدد رسمیں پیدا هوگئي تهیں - مثلاً اهل عرب جنازہ کے ساتهه سواري پر جاتے تهے - آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے چند اشخاص کو دیکها که وه ایک جنازه کے ساتهه سوار هوکر جا رهے هیں - فرمایا : " کیا تمهیں شرم نهیں آتي که فرشتے پیدل هیں اور تم سواري پر جا رهے هو ؟ " (۲)

جنازہ کي مشایعت صرف کرته پهنکر کرتے تهے ' اظهار غم کیلیے چادر اوتار ڈالتے تهے ' چادر عرب کا عام لباس تها - آنحضرت نے اسي وضع میں چند اشخاص کو دیکها تو فرمایا : " کیا جاهلیة کے طریقه پر عمل کررهے هو ؟ " (۳)

جنازہ میں عورتیں بهي عموماً شریک هوتي تهیں ' چنانچه آپ نے چند عورتوں کو بیٹهے هوے دیکها تو پوچها " کیوں بیٹهي هو ؟ بولیں : " ایک جنازے کا انتظار هے " فرمایا : " کیا اوسکو غسل دوگي ؟ " اون سبهوں نے کہا " نهیں " پهر فرمایا " تو کیا لاش کو کاندها دوگي " اون سبهوں نے کها " نهیں " پهر فرمایا " تو کیا لاش کو قبر میں اوتاروگي ؟ " بولیں " نهیں " - تو آپ نے فرمایا : " پهر واپس جاؤ " (۴)

عرب کي فخر پسند طبیعت همیشه باپ دادا کے کارناموں کا ذکر نهایت بلند آهنگي سے علي رؤس الاشهاد کرتي تهي - یهاں تک که زمانهٔ حج میں بهي یه داستان پارینه تازه کي جاتي تهي : (فاذکروا الله کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا - اس کو " مناشرت " کهتے تهے - فخر و غرور کے اظهار کا یه طریقه اکثر بڑي بڑي نزاعیں قائم کردیتا تها - اسلام نے اس رسم کو بالکل هي مٹا دیا - لیکن اسکا اثر مختلف صورتوں میں پهیل گیا تها ' منجمله اونکے ایک صورت یه تهي که باپ دادا کے نام کي قسم کهاتے تهے - ایک مرتبه حضرت عمرؓ نے بهي قسم کهائي - آپنے فرمایا : " خدا باپ دادا کے نام کي قسم کهانے سے منع کرتا هے ' صرف خدا کي قسم کهاني چاهیے ' ورنه خاموشي بهتر هے " (۵)

(اخـــلاقي اصــلاح)

آنحضرت صلی الله علیه و سلم کي بعثت کا اصلي مقصد اصلاح اخلاق و تزکیه نفس تها ' جسکو خود آپ نے ظاهر فرما دیا تها :

انما بعثت لاتمم مکارم الخلاق - ‌ میں اخـلاق کـي تـکمیل کیلیے مبعوث هوا هوں -

اور یه مقصد همیشه آپ کے پیش نظر رهتا تها ' اصولي طور پر آپنے اخلاق کے متعلق جو اصلاحیں کیں ' وه اونکے علاوه هے ' جزئي طور پر جب کسي شخص سے کسي قسم کي بد اخلاقي کا ظهور هوتا تها ' تو آپ فوراً اوسکو تنبیه فرمادیتے تهے - چنانچه احادیث میں اسکي به کثرت مثالیں ملتي هیں ' جنکے جزئیات کي تفصیل حسب ذیل هے :

(انســداد گداگــري)

اسلام نے زکواة کا ایک مستقل نظام قائم کردیا کیونکه خاص خاص لوگ اوسکے حقیقي مستحق تهے ' لیکن عام طور پر اسلام گداگري اور مفت خواري کو نهایت ذلیل پیشه قرار دیتا هے - یهي وجه هے که آنحضرت صلی الله علیه و سلم غیر مستحق لوگوں کو اس سے نهایت سختي کے ساتهه روکتے تهے -

---

(۱) صحیح - مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۵
(۲) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۰
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۱
(۴) سنن ابن ماجه - ص - ۲۶۹
(۵) بخاري جزء ۸ - ص - ۲۷

ایک مرتبه ایک انصاري نے آپ سے سوال کیا ' آپنے پوچها : " تمهارے گهر میں کچهه پونجي بهي هے " اوس نے کها " ایک ٹاٹ هے جسکو اوڑهتا بچهاتا هوں - ایک پیاله هے جس میں پاني پیتا هوں " - آپنے فرمایا " اوسکو جاکر لے آؤ " وه جاکر اوٹها لایا ' آپنے تمام صحابه کے سامنے اوسکو بغرض فروخت پیش کیا - ایک صحابي نے ایک درهم پر لینا چاها ' دوسرے صحابي نے قیمت میں اضافه کرکے دو درهم پر لے لیا - آپنے دونوں درهم اوس انصاري کے حوالے کیے اور فرمایا " ایک درهم کا غله لیکر گهر میں دے آؤ ' دوسرے درهم کا ایک بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ " وه بسولا خرید لایا ' آپنے خود دست مبارک سے اوس میں دسته لگایا ' اور حکم دیا که " جنگل میں جاکر لکڑي کاٹو اور بیچو - ۱۵ دن تک میں تمهاري صورت نه دیکهوں - " وه لکڑي کاٹ لایا اور اوسکو فروخت کیا - دس درهم هاتهه آے - اس رقم کو لیکر آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوا - آپنے فرمایا : " اس رقم سے کچهه غله اور کچهه کپڑا خرید کر کهاؤ پهنو ' گداگري سے یه بهتر هے ' وه تو آدمي کے چهرے کا داغ هے - صرف اپا هج لوگوں کیلیے هي جائز هوسکتي هے " (۱)

(رشـوت خـــواري)

عدل و انصاف کي بربادي اور ظلم کي روح خبیث کا سب سے بڑا سبب رشوت خواري هے - عهد نبوت میں چونکه آنحضرت کے فیض صحبت سے صحابه کا معیار اخلاق نهایت بلند هوگیا تها - اسلیے رشوت خواري کي مثالیں نهیں ملتیں - تاهم جب کبهي کسي کے طرز عمل پر رشوت کا شبهه بهي هوتا تها تو آنحضرت اوسپر تنبیه فرماتے تهے - حکام و عمال کو اکثر رشوتیں نذر و هدیه کے ذریعه سے دي جاتي هیں - آنحضرت کے زمانه میں بهي اسي قسم کا ایک واقعه پیش آیا - آپنے قبیلهٔ ازد کے ایک شخص کو صدقه وصول کرنے کیلیے بهیجا ' اوس نے واپس آکر آنحضرت کے سامنے صدقه کا مال پیش کیا اور کہا " اتنا مسلمانوں کا مال هے اور اس قدر مجهے هدیتاً ملا هے " چونکه اس قسم کا هدیه رشوت کا ذریعه بن سکتا تها اور اگر علانیه اسکا انسداد نه کیا جاتا تو لوگ بهي اس طریقه سے فایده اٹهاتے ' اسلیے آپ نے ایک خطبه دیا اور فرمایا : " اس عامل کو دیکهو جو کهتا هے که یه مال مسلمانوں کا اور یه مال میرا هے - ذرا وه اپنے گهر میں تو بیٹهه کے دیکهے که اوسکے پاس هدیه آتا هے یا نهیں ؟ (۲)

(خیانت کا انسداد)

معاملات میں سب سے زیاده خیانت ' چالاکي ' اور خدع و فریب کا موقعه تجارتي کاروبار میں مل سکتا هے ' اسلیے آنحضرت خاص طور پر اسکي طرف اپني توجه مبذول رکهتے تهے - ایک مرتبه بازار میں سے گذرے اور ایک شخص کے غله کے ڈهیر کے اندر هاتهه ڈال کے دیکها تو نمي محسوس هوئي - چونکه بهیگنے سے غله کا وزن بڑه جاتا هے اسلیے آپ نے فرمایا : " جو شخص دهوکا دیتا هے ' وه هم میں سے نهیں هے " (۳)

عرب میں چونکه غله بهت کم آتا تها ' اسلیے جب باهر سے سوداگر غله لاتے تهے تو لوگ شهر سے باهر هي تخمیناً خرید لیتے تهے ' لیکن اس سے کئي طرح کے نقصانات پیدا هوتے تهے - اولاً تو تمام شهر محروم رہ جاتا تها ' دوسرے یه ایک غیر معین و غیر معلوم بیع تهي ' اسلیے آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے اس سے روکا - آپ عموماً لوگوں کو اسپر سزا دیتے تهے (۴)

---

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۳۹۷
(۲) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۱۳
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۴۰۳
(۴) بخاري جزء ۳ - ص - ۹۸

ويل للاعقاب من النار (١) ایڑیوں کیلیے آگ کا عذاب ہے -

ابتداے اسلام میں نماز کے قیام و ادا کی حالت بالکل ابتدائی تھی اور تمام جزئیات و فروعات ابھی واضح نہیں ہوے تھے - اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذہب کی ہر تعلیم میں ہوتا ہے - موجودہ حالت ایک مدت کے تغیرات کے بعد پیدا ہوئی تھی - چنانچہ ابتدا میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تھوک دیتے تھے - ایک مرتبہ آپ نے مسجد میں تھوک کا دھبہ دیکھا' خود اوٹھے اور اپنے دست مبارک سے اوسکو مٹا دیا' پھر فرمایا : " نماز میں ہر شخص خدا سے سرگوشی کرتا ہے' اسلیے کسی شخص کو قبلہ کی طرف تھوکنا نہیں چاہیے' البتہ دائیں بائیں' یا اپنے پانوں کے نیچے تھوک سکتا ہے - (٢)

(یہاں یہ واضح رہے کہ اسوقت مسجد کا فرش پختہ نہ تھا - صحن مسجد اور عام سطح زمین میں سوا حدود عمارت کے اور کوئی امتیاز قائم نہ تھا - ریتلی زمین تھی اور وہ ہر طرح کی رطوبت جذب کرلیتی تھی - لیکن اب مسجدوں کا داخلی حصہ پختہ ہوتا ہے' پس وہاں تھوکنا مسجد کی صفائی اور نمازیوں کے حقوق نشست و مقام پر حملہ کرنا ہے -)

(بدعت)

نظام مذہبی کا سب سے زیادہ خطرناک مرض بدعت ہے' آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگرچہ اسلام اس مرض میں مبتلا نہیں ہوسکتا تھا تاہم جاہلیة کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی کبھی نظر آجاتی تھی - اسلیے آپ ہمیشہ اونکے مٹانے میں مصروف رہتے تھے -

بدعت کی اگرچہ مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں لیکن اسکی بدترین شکل رہبانیت اور جوگ ہے' جو یہود و نصاری کے مذہب کا جزء بن گئی ہے - و رہبانیة ابتدعوہا - عرب پر چونکہ یہود و نصاری کا مذہبی اثر غالب تھا' اسلیے وہاں اس قسم کی بدعات پیدا ہوگئی تھیں ایک مرتبہ آنحضرت نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے جا رہا ہے آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے ؟ لوگوں نے کہا " اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے - ضعف کیوجہ سے بیٹوں کے سہارے چلتا ہے " آپ نے فرمایا : " اوس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے ؟ خدا اس سے بے نیاز ہے " عقبہ بن عامر کی بہن نے خانہ کعبہ تک ننگے پانوں پیدل جانے کی منت مانی' اور عقبہ کو آنحضرت کے پاس بھیجا کہ پوچھ آئیں - آنحضرت نے فرمایا : " سواری پر بھی جا سکتی ہے " (٣)

ایک مرتبہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور لوگ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سن رہے تھے' لیکن ایک شخص کھڑا تھا - آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اوس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا' سایے میں نہ بیٹھے گا' کسی سے بات چیت نہ کرے گا' اور روزہ رکھے گا - آنحضرت نے حکم دیا کہ اوسکو بیٹھنا چاہیے' سایے میں آنا چاہیے' گفتگو کرنی چاہیے' اور روزہ کو بھی پورا کرنا چاہیے (٤)

اسی طرح آپ کو ایک شخص نظر آیا جسکو ایک آدمی ناک میں نکیل ڈالکر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا - آپ نے اوسکی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا " اسکا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ " (٥)

(١) بخاری جزء ١ - ص - ٢٧
(٢) بخاری جزء ١ - ص - ٨٦
(٣) صحیح مسلم جلد ٢ - ص - ١٧
(٤) بخاری جزء ٨ - ص - ١٤٣
(٥) بخاری جزء ٨ - ص - ١٤٣

لیکن ان بدعات سے زیادہ اون اصولوں کا مٹانا ضروری تھا جن کی بنا پر بدعات پیدا ہوتی ہیں - بدعت کا سب سے بڑا سرچشمہ' تشدد آمیز مذہبی انہماک ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عبادت کو نہایت سہل و آسان طریقے پر قائم کیا ہے' اس لحاظ سے اگرچہ خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کی عمارت نہیں قائم کی جاسکتی تھی' تاہم ابتداء میں صحابہ کا ایک پرجوش و مخلص گروہ نہایت شدت کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا - جب آنحضرت نے ایک دن چھوڑ کے روزہ رکھنا شروع کیا' تو اکثر صحابہ نے بھی اسکی تقلید کی - لیکن آپ کو نظر آیا کہ یہی چیز بدعت کا پیش خیمہ بھی ہے - آپ نے صحابہ کو سختی کے ساتھ منع فرمایا - اسپر بھی لوگ باز نہیں آے' تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کردیا کہ لوگ خود گھبرا کر باز آجائیں گے - (١) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو کثرت صوم و صلاة سے اسی بنا پر روکدیا تھا - حضرت سلمان رضی اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ کو بھی شدت زہد سے منع فرمایا تھا' اور آپ نے اونکی تائید کی تھی (٢)

(رسم و رواج کا انسداد)

رسم و رواج کو جب استحکام ہوجاتا ہے تو بدعات کی طرح اونکا چھوڑنا بھی نہایت شاق گذرتا ہے - حالانکہ اکثر حالتوں میں وہ بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نہیں ہوتیں' اور بڑی قیامت یہ ہے کہ بعض اوقات مذہبی حیثیت پیدا کرلیتی ہیں -

عرب میں بہت سے مضر رسمیں قائم ہوگئی تھیں جن کی پابندی نہایت ضروری خیال کی جاتی تھی' اسلیے بدعات کے ساتھ ساتھ ان کا بھی انسداد کیا گیا -

عرب کے جذبات نہایت رقیق و لطیف تھے' اسلیے وہ اعزہ و اقارب کی موت سے نہایت متاثر ہوے تھے جسکا اظہار مختلف حیثیتوں سے کیا جاتا تھا - عورتیں نہایت شدت کے ساتھ میت پر گریہ و بکا کرتی تھیں' منہ نوچنا' بال منڈوا ڈالنا' گریباں چاک کردینا' شوہر کی موت پر برسوں تک خاص خاص پابندیوں کے ساتھ گھر سے باہر رہکر ماتم کرنا' عرب کی عورتوں کا عام شعار تھا - آنحضرت نے ان تمام رسوم کو نہایت سختی سے مٹایا' لیکن شخصی حالتوں کے علاوہ میت پر قومی حیثیت سے بھی ماتم کیا جاتا تھا - یعنی قبیلہ کی بہت سی عورتیں جمع ہوکر میت کے محاسن و فضائل بیان کرتیں اور باہم روتی تھیں' اسی رسم کا نام " نیاحة " ہے - آنحضرت کے زمانے تک یہ رسم قائم تھی' لیکن آپ کے سامنے جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آے تو اس طرح کی عورتوں کو سختی کے ساتھ تنبیہ کی -

حضرت ام سلمہ کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تو بہ حسرت بولیں : " مسافر مسافرت میں مرا - اوس پر اسقدر گریہ و بکا کروں گی کہ یادگار رہے گا " چنانچہ اس غرض سے اونھیں تو عرب کے دستور قدیم کے مطابق ایک عورت نے گریہ و بکا میں اونکا ساتھ دینا چاہا - آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا : " کیا اوس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جس سے خدا نے اوسکو نکال دیا ہے " (٣)

جب حضرة جعفر بن ابی طالب کے قتل کی خبر آئی تو اونکی عورتوں نے اسی طریقہ سے نوحہ کرنا شروع کیا - ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کی - آپ نے منع کرنے کا حکم دیا لیکن وہ ناکامیاب

(١) بخاری جزء ٨ - ص - ١٧٤
(٢) بخاری جزء ٨ - ص - ٣٢
(٣) صحیح مسلم جلد ١ - ص - ٣٤٠

مشابہت ھوجاتي ' تو آپ فوراً ٹوکدیتے - ایک مرتبه حضرت ام سلمه دوپٹا اوڑہ رھي تھیں - آپ نے دیکھا تو فرمایا :

لية لا ليتين — ایک ته کرکے اوڑھو دو ته نه کرو

کیونکه دو ته کرنے سے عمامه کے ساتھه مشابہت پیدا ھوجاتي تھي' جو مردوں کی خاص وضع ھے - آپ کو اسپر اسقدر اصرار تھا که ایک عورت نے پردہ سے آپ کو ایک خط دینا چاھا' اسکے ھاتھوں میں منہدي نه تھي - آپ نے فرمایا : یه مرد کا ھاتھه ھے یا عورت کا ؟ اسنے کہا میں عورت ھوں ' فرمایا " اگر تم عورت ھو تو منہدي لگاؤ "

اکثر عورتیں نہایت غیر محتاط لباس پہنتي تھیں - اسکے متعلق خود قرآن حکیم میں آیتیں نازل ھوئي ھیں - خود آنحضرت صلی الله علیه و سلم جب کبھي اس قسم کي بی احتیاطي ملاحظه فرماتے تھے تو فوراً روکدیتے تھے - حضرت اسماء بنت ابي بکر آپ کے سامنے باریک کپڑا پہن کے آئیں تو آپ نے منه پھیر لیا ' پھر فرمایا : " عورت بلوغ کے بعد صرف منه اور ھاتھه کھلا رکھه سکتي ھے " (۱) -

عورتیں عموماً راستوں میں مردوں کے دوش بدوش چلتي تھیں - ایک مرتبه آپ مسجد سے نکلے تو دیکھا که مرد و عورت دونوں ساتھه ساتھه راہ میں چل رھے ھیں ' آپ نے فرمایا : " تم کو درمیان راہ چلنے کا کوئي حق حاصل نہیں ' تم کو راستے کے کنارے چلنا چاھیے " اسکے بعد سے عورتیں دیواروں سے لگ کر چلنے لگیں - اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب حدیث میں مذکور ھیں :

(رفع نزاع باھمي و اصلاح ذات البین)

اسلام نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان الہي یه جتایا ھے :

فاصبحتم بنعمته اخوانا — خدا نے تمکو باھم دشمني کے بعد بھائي بھائي بنادیا -

لیکن باھمي اختلاف و تنازع سے یه رشتۂ اخوت ٹوٹ سکتا تھا' اسلیے آنحضرت کے فرائض احتساب میں سب سے اھم فرض رفع نزاع تھا - چنانچه جب کبھي آپ کو کسي شر و فساد خانگي کي خبر ملتي تو آپ جاتے اور اصلاح فرماتے - ایک مرتبه آپ کو خبر ملي که قبیله بني عمرو بن عوف میں باھم کچھه نا چاقي پیدا ھوگئي ھے - آپ چند صحابه کے ساتھه تشریف لیگئے ' اور معامله کے سلجھانے میں اسقدر دیر لگي که نماز کا وقت آگیا - چنانچه حضرت بلال کے درخواست کرنے پر حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائي (۲)

عبدالله بن سلول ایک بار نہایت گستاخانه پیش آیا ' یہاں تک که صحابه سے ضبط نہو سکا اور وہ لڑنے بھڑنے پر تیار ھوگئے ' اسپر عبد الله بن سلول کے حامي بھي اوٹھے ' اور فریقین باھم دست و گریباں ھوگئے ' لیکن آنحضرت نے مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر الگ کیا اور فرمایا که صلح فساد سے بہتر ھے (۳)

واقعه حک کے متعلق خود مسلمانوں کے دو قبیلوں اوس و خزرج میں سخت نزاع قائم ھوگئي' اور دونوں فریق آمادہ جنگ ھوگئے لیکن آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے انکو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا -

(مـراعـاة ادب)

آنحضرت صلی الله علیه و سلم کو بڑوں کے ادب و تعظیم کا نہایت خیال رھتا تھا ' معمولي باتوں پر بھي گرفت کرتے تھے - ایک موقع پر جب حضرت عبد الله بن مسعود کے چھوٹے بیٹے نے گفتگو میں مسابقت کرني چاھي تو آپ نے فوراً ٹوکدیا :

الکبر الکبر (۴) — یعني پہلے بڑے کو بولنے دو !

---

(۱) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱

(۲) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۸

(۳) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱

(۴) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۳۶۰

اسئلة و اجوبتها

حکـومـۃ شـوریٰ اور اسـلام

خـلافة راشدۂ اسلامیه کا نظام جمہـوري

منهـاج نبـوۃ اور شـوریٰ

(از جناب مولوي مصباح الدین صاحب - لشکر گوالیـار)

عرصه ھوا الھـلال میں جناب نے اسلام کے حکم شوریٰ اور خلافۃ راشدہ کے نظام حکومت کے متعلق ایک مضمون تحریر فرمایا تھـا' اور دھلي کے کسي شخص نے اسپر اعتراض کیا تھا - خاکسار نے وہ مضمون جو پیسه اخبار میں شائع کیا گیا تھا ' حضور کي خدمت مبارک میں بھیجا تھا اور استدعا کي تھي که اس مسئله کو ایک بار بالکل واضح کردیا جاے - جناب نے از راہ کرم لکھا تھا که عنقریب اسپر توجه کي جائیگي - اسکے بعد جب الھـلال میں " القارعه " کے عنوان سے جناب نے مسئله خلافۃ اسلامي پر مضمون لکھا تو اسمیں یه بھي لکھا تھا که اسلام نے اپنا نظام حکومت ایک خاص طرح کا جمہوري قرار دیا ھے' اور کوئي حکومت اسلامي نہیں ھوسکتي جب تک که وہ پارلیمنٹري طرز حکومت پر عامل نہو - اسپر بھي بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا' اور اس وقت مکرر خاکسار نے جناب کو اس اھم مسئله پر توجه دلائي تھي' لیکن صد افسوس که اسکے بعد مقدس الھـلال کي اشاعت بند ھوگئي' اور دل کي حسرت دل ھي میں رھگئي -

اب تیسري بار جناب کو زحمت دیتا ھوں اور ملتمس ھوں که البـلاغ میں اس کے لیے بھي کچھه جگه نکالي جاے - معترضین کا بیان ھے که خلافت راشدہ کا طرز حکومت ایک طرح سے شخصي تھا - ایک شخص خلیفة المسلمین ھوتا تھا' اور سب اسکي متابعت کرتے تھے - حضرت عمر رضی الله عنه نے خالد بن ولید کو معزول کردیا اور باوجود مخالفت کے مسلمانوں کے مشورہ کي کچھه پروا نه کي - حضرۃ ابوبکر نے منکرین زکواۃ سے قتـال کیا اور بہت سے صحابه اسکے مخالف تھے - پس پارلیمنٹ کہاں ھوئي اور ارکان شوریٰ کي راے کي متابعت خلیفه کیلیے کیونکر واجب ھوئی ؟ وغیرہ وغیرہ - ضرورت اسکي ھے که سب سے پہلے جناب خلفاء راشدین کے طرز حکومت کو واضح فرمادیں تاکه موجودہ زمانے کي اصطلاحات پارلیمنٹ وغیرہ کو اس سے ملاکر معلوم کیا جاسکے که کسقدر حالت مختلف اور کسقدر متحد تھي ؟ خاکسار نے الفاروق کو اسي خیال سے بار بار دیکھا تاکه کم از کم حضرۃ عمر کے عہد کا نمونه صاف ھوجاے' لیکن تشفي نہوئي - بعض حضرات کا یه بھي خیال ھے که جب تک سلطان عبد الحمید سریر اراے خلافت تھے ' اس وقت تک دولۃ عثمانیه ٹھیک ٹھیک اسلامي خلافۃ کي مصداق تھي' لیکن اسکے بعد یورپ کے اثرات سے متاثر ھوکر نوجوان ترکوں نے شورش کي' اور انکو معزول کرکے تمام رشتۂ حکومت اپنے ھاتھوں میں لے لیا - اب سلطان ترکي کوئي اختیار نہیں رکھتے' اور تمام اختیار پارلیمنٹ کے ھاتھه میں ھے - اسمیں عیسائي ممبر بھي ھیں' یہودي ممبر بھي ھیں' ہنود بھي ھیں - اب امیر المومنین کي اسلامي طاقت محض برائے نام ھے -

(حفظ الید و حفظ اللسان)

اسلام نے ایک عظیم الشان اخلاقی اصول یہ قائم کیا تھا :

المسلم من سلم المسلمون من یدہ و من لسانہ - مسلمان وہ ہے ' جس کے ہاتھہ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہونچے -

اس اصول کی خلاف ورزی کا اثر اگرچہ ہر موقع پر برے نتائج پیدا کرتا ہے ' تاہم برابر درجہ کے لوگ انتقام لیکر اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں کمزور انسانوں کو تو اسکا بھی موقعہ نہیں ملسکتا - چنانچہ اس قسم کے موقعوں پر جب کوئی شخص اس اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تھا ' تو آپ فوراً ٹوکدیتے تھے - حضرت ابو ذر غفاری فرماتے ہیں کہ میںنے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی - آپ نے فرمایا " تم اوسکو گالی دیتے ہو ؟ تم میں زمانۂ جاہلیت کا اثر ابھی باقی ہے - تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں - جنکو خدا نے تمہارے سپرد کردیا ہے - جو تم کھاؤ ' وہی اونکو کھلاؤ - جو تم پہنو ' وہی اونکو پہناؤ ' اور اونکی طاقت سے زیادہ اون سے کام نہ لو ' اگر لیتے ہو تو اونکی اعانت کرو " (۱)

حضرت ابو مسعود انصاری کہتے ہیں : " میں اپنے غلام کو مار رہا تھا - یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی کہ اے ابو مسعود ! ہوشیار ! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے - میںنے پیچھے موڑ کے دیکھا تو آنحضرت تھے " حضرت ابو مسعود پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اونہوں نے غلام کو آزاد کردیا (۲)

(مداحی کا انسداد)

انسان خوشامد پسند ہے ' اور مداحی اس دبی ہوئی چنگاری کو اور بھی ابھار دیتی ہے - امرا و سلاطین کو اسی نے تباہ کردیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خود مدح سے نفرت تھی اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے - چنانچہ ایک آدمی نہایت مبالغہ آمیز طور پر ایک شخص کی مدح کررہا تھا ' آپ نے دیکھا تو فرمایا : " تم نے اوسکو ہلاک کردیا " (۳)

(عیش پرستی کا انسداد)

عیش پرستی بظاہر تمدن کا زیور ہے ' لیکن درحقیقت اوسکے اندرونی نظام کا اصلی گھن یہی چیز ہے - آنحضرت کی زندگی نہایت سادہ تھی ' آپ تمام لوگوں کو اسی سادگی کی تعلیم دیتے تھے ' اور جب کبھی کوئی چیز اسکے خلاف نظر سے گذرتی تو اوس سے بیزاری ظاہر فرماتے تھے -

ایک مرتبہ آپ راستے سے گذرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی - آپ نے فرمایا کسکا مکان ہے ؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا - آپ خاموش ہوگئے ' لیکن دل میں بات رکھہ لی - وہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور سلام کیا ' آپ نے منہہ پھیر لیا - اونہوں نے کئی بار سلام کیا لیکن آپ کا اعراض بدستور قائم رہا - اونہوں نے اپنے دوستوں سے آنحضرت کی ناراضی کا سبب پوچھا - تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا - وہ فوراً گئے اور اوس مکان کو منہدم کردیا - آپ دوسری بار اوس طرف سے گذرے تو فرمایا کہ وہ عمارت کیا ہوگئی ؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ! صاحب خانہ نے آپ کی ناراضی کے خوف سے اوسکو گرادیا - آپنے فرمایا ہر وہ گھر جو ضرورت سے زائد ہو ' صاحب خانہ پر وبال ہے - (۴)

ایک مرتبہ آپ کسی لڑائی سے واپس آے ' حضرت عائشہ نے شوق و محبت سے گھر کو ایک نہایت رنگین پردہ سے سجادیا آپ تشریف لاے تو حضرت عائشہ نے سلام کیا لیکن آپ کے چہرہ سے ناراضی کے آثار ظاہر ہوے اور سلام کا جواب تک نہیں دیا - پھر خود اپنے دست مبارک سے پردے کے دو ٹکرے کردیے اور فرمایا کہ خدا نے ہمکو مٹی اور پتھر کے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے - (۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھہ بھی اس قسم کے مواقع پیش آے ہیں -

(عفت و عصمت)

اسلام پاکبازی اور عفت کی تعلیم دینے کیلیے آیا تھا :

والذین لفروجہم حفظون کامیاب مسلمان وہ ہیں جو عفیف اور پاکباز ہیں -

اس بنا پر جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے جن سے مسلمانوں کی اس خصوصیت پر حرف آسکتا تھا ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوراً اوس سے تعرض فرماتے تھے -

حضرت فضل ابن عباس نہایت وجیہ آدمی تھے ' زمانہ حج میں آنحضرت نے اونکو اپنے ساتھہ سوار کرلیا تھا - ایک خوشرو عورت آنحضرت کی طرف فتوی پوچھنے کیلیے بڑھی - فضل نے اوسکو شوق کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا ' آنحضرت نے خود دست مبارک سے اونکی ٹھڈی پکڑ کر اونکا منہ اوسکی طرف سے پھیر دیا - (۲)

یورپ کو آج اپنے تہذیب و تمدن پر بڑا ناز ہے اگرچہ یورپ کی اخلاقی حالت کے اصلی منظر نہایت نفرت انگیز ہیں - بظاہر ہر انگریز کو ستر عورت کا خیال رہتا ہے اور کسی نے کسی انگریز کو راہ میں برہنہ تن بہت کم دیکھا ہوگا ' لیکن اسلام کی تہذیب اس بارے میں صرف نمائشی لباس آرائی ہی کو کافی نہیں سمجھتی - ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک شخص کو میدان میں برہنہ نہاتے ہوے دیکھا ' فوراً منبر پر تشریف لاے اور ایک عام خطبہ دیا :

ان اللہ حی ستیر یحب الحیاء و الستر فاذا غسل احدکم فلیستر - خدا صاحب حیا اور پردہ دار ہے ' وہ حیا اور ستر پوشی کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو کوئی غسل کرے چاہیے کہ پردہ ڈال کر کرے

آنحضرت کو ستر عورت کا اسقدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ مسور بن مخرمہ نے ایک بھاری پتھر اوٹھایا - اس حالت میں اونکا تہبند گرگیا - آپ نے فوراً ٹوکا کہ کپڑا اوٹھاؤ - برہنہ نہ ہو (۳) لیکن یورپ کی ستر پوشی کا یہ حال ہے کہ غسل خانوں ' حماموں ' بحری ساحلوں ' اور پیراکی کے حوضوں میں صدہا متمدن انسان برہنہ ہوکر ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں -

(اصلاح شئون النساء)

اس معاملہ میں عورتوں کی حالت مختلف حیثیتوں سے قابل توجہ و محتاج اصلاح تھی - عرب میں مخنثوں کا ایک گروہ موجود تھا ' جو علانیہ گھروں میں آتا جاتا تھا - ایک بار ایک مخنث نے ازواج مطہرات کے سامنے ایک عورت کے محاسن کو ایک مرد کی نظر و ذوق سے بیان کیے - آنحضرت نے فوراً حکم دیا کہ یہ لوگ گھر میں نہ گھسنے پائیں (۴)

عرب کی عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں ' ان میں ایک بد اخلاقی یہ بھی تھی کہ بعض عورتیں مردوں کی وضع اختیار کرتی تھیں - آنحضرت نے ان پر عموماً لعنت بھیجی ہے - لیکن جب کبھی کسی عورت کی وضع کو مردوں سے بلا قصد بھی

(۱) بخاری جزء ۱ - ص - ۱۱
(۲) ابو داود ص - ۳۴۷ - جلد
(۳) بخاری جزء - ۳ - ص - ۱۷۷
(۴) ابو داود جلد - ۲ - ص - ۳۵۶

(۱) ابو داود ص - ۲۱۶ - جلد - ۲
(۲) بخاری جزء - ۸ - ص - ۵۱
(۳) ابوداؤد جلد - ۲ - ص - ۲۰۱
(۴) مسلم جلد - ۲ - ص - ۲۴۴

عن ابن شهاب كان عمر بن الخطاب اذا نزل الامر المعضل دعا الفتيان فاستشارهم ليقتفي حدة عقولهم (كنزالعمال ج-١-ص-١٦٣)

زهري روایت کرتے هیں که حضرت عمر کو جب کوئي مشکل مسئله پیش آتا تو نوجوانوں کو طلب فرماتے اور ان سے مشورہ لیتے ' تاکه انکي ذهانت عقل کا اتباع کریں -

بلاذري جو مشهور مورخ هے ' ایک ضمني موقع پر لکهتا هے :

كان للمهاجرين مجلس في المسجد فكان عمر يجلس معهم و يحدثهم عما ينتهي اليه من امر الآفاق (فتوح البلدان -)

مسجد نبوي میں مهاجرین کي ایک مجلس تهي - حضرت عمر انکے پاس بیٹهتے تهے اور ملک کے جو واقعات ان تک پهونچتے تهے انکو بیان کرتے تهے -

قرآن و حدیث کے بعد فقه کا درجه هے - فقه اسلامي کا تیسرا رکن اجماع هے ' جو مشورۂ ملت کي سب سے کامل اور محتاط حد هے - یعني علماے امت کا کسي مذهبي غیر منصوص مسئله پر اور قوم کے ارباب سیاست کا کسي طریقه سیاست پر اتفاق کرنا - آنحضرت نے جماعت کي اکثریت کو همیشه ایک بالاتر جگه دي - کبهي فرمایا که لا تجتمع امتي على الضلالة - میري امة کبهي بهي ضلالت پر اجماع نہیں کرسکتي - کبهي ارشاد هوا که يد الله على الجماعة - جماعت پر الله کا هاتهه هے - اس سے متخلف نه کرو - شخصیت کے مقابله میں جماعت کي قوت کو قائم کرنا جمهوریت کي اصلي بنیاد هے ' اور اس سے بڑهکر اسکے لیے تصریح کیا هوسکتي هے ؟

ان تصریحات کے علاوہ تاریخ و احادیث کے بکثرت واقعات هیں جن سے ثابت هوتا هے که خود آنحضرت باتباع حکم الهي اور نیز خلفاے راشدین باقتداے سنت نبوي ' هر امر اهم میں لوگوں سے مشورہ لیتے تهے ' اور مسائل پر اجماع کرتے تهے - مسجد نبوي اسلام کي مجلس عمومي یا سینیٹ تهي - اکابر مهاجرین و انصار ارکان خاص ' اور عام مسلمان ارکان عام تهے - مدینه کي گلیوں میں الصلوٰة جامعة کي ندا انعقاد مجلس کا اعلان کردیتي - اس قسم کي مجالس میں جو واقعات پیش هوے ' انکي ایک مختصر فهرست ذیل میں هم پیش کرتے هیں :

(عهد نبوت)

طریقۂ اذان ' تکذیب واقعۂ افک ' جنگ بدر میں آگے بڑهنا ' بدر کے کنویں پر مقیم هونا ' فدیۂ اسیران جنگ بدر ' جنگ احد میں مدینه سے نکلکر لڑنا ' غزوۂ خندق میں مدینه کے اندر محصور هوکر لڑنا ' ایام خندق میں حمله آوروں سے مدینه کي ایک تهائي پیداوار پر صلح کرنیکي بحث ' حدیبیه میں جنگ کا مسئله ' وغیرہ

(عهد خلافت راشده)

کتابت قرآن ' قتال اهل ارتداد ' جنگ شام ' مجوسیوں سے جزیه لینے کي بحث ' ملک عراق و شام کو فوج کي جاگیر میں دینے کا مسئله ' نهاوند کي لڑائي میں حضرت عمر کي شرکت کي بحث ' بعض عمال و حکام کا تقرر ' امراء فوج کا انتخاب ' تقسیم غنیمت ' فوج کي تنخواہ ' سنه هجري کا تعین ' غسل جنابت بغیر خروج ' ترتیب دفاتر ' وبا زدہ ملک میں داخل هونیکي بحث ' تجارت غیر قومي پر محصول ' جنگ افریقه ' بیت المال کا تعلق و تصرف ' وغیرہ ذالک -

شخصي اور غیر شخصي حکومتوں میں بڑا فرق یهي هے که شخصي حکومتوں میں همیشه سلاطین و ملوک نے ملک کي آمدني کو اپني خاص چیز سمجها هے ' جسپر وہ هر قسم کا اختیار تصرف و اقتدار رکهتے هیں ' اور اپنے فوائد ذاتي سے بچا کر جو کچهه رعایا کیلیے خرچ کرتے هیں ' اسکو اپنا احسان قرار دیتے هیں لیکن دستوري و جمهوري حکومت کي سب سے پہلي خصوصیت یه هے که محاصل ملکي کو انکے دست قهر سے نجات دلاے ' کیونکه وہ پبلک کي چیز هے ' اور پبلک هي کي ضرورتوں میں اسکو صرف هونا هے - البته رئیس ملک کو اپني خدمات و انتظام کے معاوضه میں بقدر ضرورت اوس سے دیا جاسکتا هے - لیکن یه ایک ایسي مساوات هے جسکي تعمیل یورپ کي دستوري حکومتوں میں بهي اب تک نهوسکي ' اور لاکهوں روپے هر سال ملوک و سلاطین اور ارکان خاندان شاهي کے اسراف و نشاط کیلیے دیے جاتے هیں - هم العربیة في الاسلام کے ایک نمبر میں سلاطین یورپ اور پریسیڈنٹ جمهوریت فرانس و امریکه کي تنخواهوں کا حال درج کرکے اسکا مقابله خلفاء راشدین کي تنخواهوں سے کرچکے هیں -

لیکن اسلام اپنے اول ظهور سے اسپر عامل هے - ملک کي آمدني کو وہ مال الله اور پهر مال المسلمین سمجهتا هے ' اور اسي لیے خزانۂ ملکي کا نام اوسکي اصطلاح میں بیت مال المسلمین هے یعني تمام مسلمانوں کے مال کا خزانه ! -

عهد نبوت میں خراج و جزیه کي جو رقم ممالک مفتوحه سے آتي تهي ' آپ اوس سے صرف اسقدر لیتے جسقدر ایک فقیر الحال شخص کي نا گزیر ضرورتوں کیلیے لا بدي هے ' اور تمام رقم ملک کے اهل حاجت کي امداد اور مسلمانوں کي عام ضروریات میں صرف هوتي تهي - اکثر ایسا هوتا تها که بادشاہ عرب بهوک سے پیٹ پر پتهر باندهتا تها ' اسکے گهر میں مهینوں چولها نهیں جلتا تها ' اکثر راتوںکو چراغ میں تیل تک میسر نه آتا تها ' لیکن خزانۂ ملکي سے وہ اس حالت میں بهي ایک پیسه لینا گوارہ نکرتا تها - جب اوسنے وفات پائي تو اوسکي زرہ ایک یهودي کے هاں چند سیر جو پر رهن تهي !

حکومت کو ذاتي ملک نه قرار دینے پر سب سے بڑي دلیل یه هے که آپ نے اپنا جانشیں اپنے کسي عزیز کو قرار نهیں دیا -

خلفاے راشدین بهي اس اسوۂ حسنه کے بهترین نمونه تهے ' خلفاے اربعه میں سے کسیکو بهي یه حق نه تها که بمعاوضۂ خدمت ملکي چند درهم ماهوار سے زیادہ حاصل کرے - حضرت ابو بکر رضي الله عنه اپنے آغاز ایام خلافت میں بهي تجارت کرتے تهے ' اور اپنے لیے بیت المال سے کچهه نه لیتے تهے ' جب خدمات خلافت کي گرانباري سے مجبور هوگئے اور تجارت کیلیے وقت نه نکال سکے تو مسلمانوں کے مشورہ کے بعد خود بهي بقدر احتیاج لینے لگے - حضرت عمر بهي بیت المال سے حق مقررہ سے زیادہ نهیں لیتے تهے ' اور اس حق مقررہ کي بهي خود انهوں نے تفصیل کردي تهي - یعني گرمي اور جاڑوں کیلیے دو جوڑے کپڑے ' ایک متوسط الحال قریشي کیطرح اهل و عیال کے اخراجات ' حج کیلیے سال میں ایک بارسواري ' اور بس !

ایک بار ایک مسلمان نے صرف اس بنا پر انکي اطاعت سے انکار کیا که اوسکو شبهه هوا که حضرت عمر نے اپنے حق سے زیادہ چادر لیلي هے - بیت المال سے ایک اونٹ گم هوتا تها تو حضرت عمر (ض) گهبرا جاتے تهے که میں جوابدہ هوں - کار و بار خلافت کیلیے جب چراغ جلاتے تهے تو فراغت کے بعد فوراً بجهادیتے تهے که اب مجهے اس سے فائدہ اٹهانے کا حق نهیں

ایک بار حضرت عمر کي بیوي نے ایک مسلمان قاصد کي معرفت جب وہ خلافت کے طرف سے قسطنطنیه جا رها تها ' قیصر کي بیوي کو کچهه تحفه بهیجا - قیصرہ نے رومي قاصد کے هاتهه ایک گرانبها هدیه حضرت عمر کي بیوي کے لیے بهیجدیا - حضرت عمر کو جب معلوم هوا تو گهر میں تشریف لاے اور وہ گرانبها هدیه لیکر بیت المال میں داخل کردیا ' اور فرمایا " یه عام مسلمانوں کي چیز هے ' کیا اس سے پہلے بهي قیصر نے تمهکو هدیه بهیجا تها ؟ "

البـــلاغ :

آپ نے ایک نہایت اهم دیني اور تاریخي بحث چهیڑدي هے جو بغیر اسکے صاف نهیں هوسکتي که نہایت شرح و بسط کے ساتهه نظر ڈالي جاے - آپکے سوال کو میں چند ٹکروں میں منقسم کردیتا هوں تاکه بسہولت تمام پہلو بحث میں آسکیں :

(۱) خلافۃ راشدۂ اسلامیه کا طرز حکومت جسکو آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم نے " علی منهاج النبوۃ " فرمایا یعنے وہ طریق نبوۃ پر کاربند هوگي ' کیا تها ؟

(۲) موجودہ پارلیمنٹري طرز حکومت اور اسلامي طریق شوری -

(۳) ایک ایسا دار الشوری جسمیں غیر مسلم ارکان بهي هوں ' کیا اسلامي دارالشوری هوسکتا هے ؟

الهلال کي جلد (۳) میں جو سلسلۂ مضامین " الحریۃ في الاسلام " کے عنوان سے شائع هوا هے ' آپ اسپر مکرر نظر ڈال لیں - نہایت شرح و بسط کے ساتهه اس مسئله کا حل شرعي اسمیں موجود هے اور ایک طالب حق کو کفایت کرتا هے - البته یه سلسله نا تمام رهگیا تها ' اور ایک پورا ٹکرہ جو " حکم شوری " کے عنوان پر لکها گیا تها ' اس خیال سے شائع نهوا که زیادہ مفصل و مدلل کرکے شائع کرنا مقصود تها - لیکن اس ٹکرے کو بهي اب شائع کردیا جاتا هے - یه ایک مختصر اور اجمالي نظر هے - آپکے مطالعه میں آجاے - اسکے بعد بقیه سوالات کا جواب عرض کرونگا -

(حکـــم شوری)

یعني تمام داخلي و خارجي معاملات ملکي اور امور انتظامي و قانوني ملک کے اهل الراے اور وکلاء ملت اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں ' اس مسئلۂ کے اثبات و تفصیل سے پہلے ایک تمهید کي ضرورت هے -

هر دستوري (مقید بقانون) حکومت کیلیے ایک اصولي قانون هوتا هے ' جو باهمي مشورہ سے منفصل هوکر آینده تمام قوانین کیلیے ایک اصول موضوعه اور سنگ بنیاد قرار پاتا هے - یورپ کے جمهوري و پارلیمنٹري دور نے اسے " قانون اساسي " کے لفظ سے تعبیر کیا هے - حکومت همیشه اس بنیادي قانون کي متابعت پر مجبور هوتي هے اور جتنے قوانین و اصول وضع هوتے هیں ' سب کے سب اسي اولین قانون اساسي کے ماتحت رهتے هیں - اسکي تمام دفعات اصولي و کلي هوتي هیں - وہ جزئیات سے کوئي تعلق نهیں رکهتا - هر شاخ حکومت و نظام سلطنت کیلیے اصولي دفعات وضع کردیتا هے -

اسلام کا بهي ایک قانون اساسي هے یعني " قرآن اور اسکي عملي تفسیر جسکا نام " سنت " هے - اسي پر تمام قوانین اسلامي کي بنیاد هے -

اسلام کا یه قانون اساسي دنیا کے تمام دیگر قوانین اساسیه کے خلاف انسانوں کا گهڑا هوا نهیں هے بلکه اوس مقنن اعظم کي وضع کردہ هے جسکے قوانین فطرت سے دنیا کا ذرہ ذرہ جکڑا هوا هے ' اور جسکے کلمات و سنن میں کبهي تغیر و تبدل نهیں هوسکتا : لا تبدیل لکلمات الله - و لن تجد لسنۃ الله تبدیلا -

اس قانون اساسي کے ماورا جو معاملات ملکي اور امور انتظامي و قانوني هیں ' اسلام کا حکم هے که وہ همیشه باهمي مشورۂ عام سے طے هوں - مسجد نبوي هماري مجلس شوری تهي - مهاجرین و انصار مجلس کے ارکان خاص ' اور عام مسلمین اسکے ارکان عام تهے - " الصلوۃ جامعۃ " انعقاد مجلس کا اعلان تها ' آنحضرت صلی الله علیه و سلم جو مشورۂ انساني سے مستغني تهے ' وہ بهي بربناے تعلیم امت استشارہ فرماتے تهے اور تمام خلفاے راشدین کا اسي پر عمل تها - همکو اس مسئله میں زیادہ کاوش کي ضرورت نهیں ' خود قرآن حکیم نے اس مسئله کو فیصل کردیا هے :

وشـــاورهـم في الامر (۳ - ۱۵۳)

معاملات حکومت میں ان سے مشورہ کرلیا کرو

دوسري جگه صحابه کرام کي توصیف و مدح میں خدا فرماتا هے :

وامرهـــم شوری بینهـم (۴۲ - ۳۶)

انکے معاملات حکومت باهمي مشورہ سے طے هوتے هیں -

پہلي آیۃ نے حکم دیا ' اور دوسري نے اسکي تعمیل کي خبر دیدي -

پہلي آیت کي تفسیر میں صاحب فتح البیان نے ایک مشہور عالم ابن خواز مداد کا یهه قول نقل کیا هے :

واجب علی الولاۃ مشاورۃ العلماء فیمـــا لایعلمون و فیمـا اشکل علیهم من امور الدنیا و مشاورۃ وجوہ الجیش فیمـــا یتعلق بالحرب و وجوہ الناس فیما یتعلق بالمصالح و وجوہ الکتاب والعمال والوزراء فیما یتعلق بمصالح البلاد و عمارتها (ج - ۲ - ص - ۱۳۰ مصر)

حکام ملک پر اون معاملات میں جنکو وہ نهیں جانتے اور دیگر امور دنیاوي میں اصحاب علم سے ' معاملات جنگ میں افسران فوج سے ' مصـــالح عـــامه میں معززین ملک سے ' اور معاملات ملکي میں اهل دفتر و حکام و وزرا سے مشورہ کرنا واجب هے -

وہ امام یا سلاطین جو حکم شوری کي تعمیل نهیں کرتے ' امام قرطبي حسب ذیل فتوی انکے متعلق نقل کرتے هیں :

لا خلافـ في وجوب عزل من لا یستشیر اهل العلم و الدین - (فتح البیان ج - ۲ - ص - ۱۳۰)

جو خلیفه اهل علم و اهل دین سے مشورہ نه کیا کرے ' اوسکي معزولي کے واجب هونے میں کسي کو اختلاف نهیں -

" الحریۃ فی الاسلام " کي گذشته صحبتوں میں هم حکم شوری کي تشریح کرچکے هیں - اب دیکهنا چاهیے که عمل کي حیثیت سے اسلام نے اسکا کیا نمونه پیش کیا ؟ آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے متعلق حضرت عائشه کي شهادت هے که :

ما رایت رجلاً اکثر استشارۃ للرجال من رسول الله صلعم :- (رواہ البغوي)

میں نے رسول الله سے زیادہ کسیکو اس بارے میں نه پایا که لوگوں سے مشورہ کرتے هوں لیا جاے -

حضرۃ ابو هریرہ سے مروي هے :

ما رایت احدا اکثر مشورۃ لاصحابه من رســول الله صلعـم (رواہ الترمذي)

میں نے آنحضرت صلعـم سے زیادہ کسیکو اپنے اصحـاب سے مشورہ لیتے نهیں دیکها -

حضرت ابو بکر صدیق رضی الله عنه نے عمرو بن عاص کو لکها تها

ان رسول الله صلعم شاورنا في الحرب فعلیك بـــه (کنز العمال - ج - ۱ - ص ۱۶۲)

رسول الله صلعم امور جنگ میں هم لوگوں سے مشورہ لیتے تهے پس تم بهي ایسا هي کیا کرو

اس حدیث سے نه صرف آنحضرت کا طرز عمل ظاهر هوتا هے بلکه حضرت ابوبکر کا بهي اصول عمل واضح هوجاتا هے -

اسکے بعد حضرت عمر کا دور هے - اونهوں نے مهاجرین و انصار کي باقاعدہ مجلسیں قائم کیں ' اون سے همیشه امور مملکت میں مشورہ لیا - عام مسلمانوں کو بهي هر مسئله میں اعتراض کا حق حاصل تها ' عهد فاروقي کي تاریخ ان واقعات سے اسقدر لبریز هے که انکو کسي ایک مضمون میں ضمناً سمیٹنا ممکن نهیں - مثالاً چند واقعات حوالۂ قلم هیں :

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اُجرت دی - ابومسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ پادشاہ کے درباریوں میں تھا ' اسلیے وہ اپنی دولت اور جائداد کو ہمیشہ مشتبہ نگاہ سے دیکھتا تھا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برہنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشی کیلیے ایک تالاب میں جاکر بیٹھ گیا - اسی حالت میں ایک دوست کی نگاہ پڑگئی ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسی بن صبیح نے بھی اسی اشتباہ کی بنا پر مرنے سے پہلے اپنی تمام دولت لٹادی -

محدثین کرام کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذہب کی خدمت پر کسی سے ایک حبہ معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے تھے - تاریخ معتزلہ میں بھی اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکی طلاقت لسانی پر فریفتہ ہوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاہوں کے عطیہ کو تو واپس ہی کردیتے تھے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے ہاتھہ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " ہاں لیکن میں اپنی خوش بیانی پر معاوضہ لینا نہیں چاہتا "

معتزلہ اگرچہ زہد و قناعت کی بنا پر تعلقات سلطنت سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے ' یہاں تک کہ ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ اُمور سلطنت سے کچھہ تعلق پیدا ہوگیا تو آخر میں اُونہوں نے اس سے توبہ کی ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو ہمیشہ کیلیے ظلم کی بنیاد متزلزل ہوجاتی ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم ہوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و ہوا ہے جو خزانہ شاہی سے زیادہ اون کے جیب و دامن کو بھرتی رہتی ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تھے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز ہوکر احتساب کے فرض کو پوری قوت و نفوذ کے ساتھہ ادا کرسکتے تھے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کی نگرانی کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ ہی کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضی ابن ابی داؤد نے ابویعقوب شحام کا انتخاب کیا ' اور خضل بن مروان کی نگرانی کی خدمت اوسکو تفویض کی نتیجہ یہ ہوا کہ فضل کا جو ہاتھہ رعایا کی ہر چیز کی طرف بے روک ٹوک بڑھتا تھا ' اب احتساب کی سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکی مطلق العنانی دفعتاً جاتی رہی -

(معتزلہ کی علمی زندگی)

اسلام نے جو آزادی فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاہب کو بخشی تھی ' اسکو مسلمانوں کی علمی ترقی ' اور خلفاے عباسیہ کی بے تعصبی نے اور زیادہ ترقی دیدی تھی - اسلیے ہر فرقہ نہایت آزادی کے ساتھہ اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرسکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کی علمی خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاری کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکی مذہبی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا تھا ؛ ابراہیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبریاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو عموماً بڑھی پڑھائی جاتی تھی - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علی نے اسی غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کی اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھی -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دہریہ کی طرف توجہ کی - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندی تھا جسکا پورا نام ابوالحسین احمد بن یحی ہے - وہ بعض ذاتی اغراض سے ملحد ہوگیا اور الحاد کی تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھی تھی جسکا نام واسغ تھا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیا تھا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کی تھی جسکا نام فرید تھا ' ایک کتاب معتزلہ کی ہجو میں بھی لکھی تھی - وہ نہایت تنگدست تھا ' اور غالباً شکم پروری ہی کی غرض سے ملحد ہوگیا تھا ' اسلیے دوسرے مذاہب کی تائید میں بھی معاوضہ لیکر اُجرتی کتابیں لکھدیا کرتا تھا - بعض کتابوں میں یہود و نصاری اور ثنویہ اور ارباب تعطیل کے مذاہب باطلہ کی تائید کی تھی -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے ہر قسم کی کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندی نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودی کے دامن میں پناہ لی اور وہیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکی تصنیفات کے رد میں معتزلہ کی مجموعی طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابوالحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کی تغلیط ابو ہاشم نے کی ' شیخ ابوعلی ابوالحسین خیاط اور زبیری نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراہیم نے اوسکی چاروں کتابوں کا رد کیا -

لیکن ان مذہبی سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدنی ترقیوں نے بغداد کو ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ کا مرکز بنا دیا تھا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کی لہروں کے ساتھہ مختلف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھی برپا رہتا تھا - خلفاے عباسیہ کی علمی بے تعصبی نے ہر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تھا ' اس آزادی سے یہودی ' سوفسطائی ' ثنوی ' مجوسی ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات کے اس تراکم اور زبان کی اس آزادی نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتھہ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھی سجایا جاتا تھا ' لیکن اس دنگل کے مرد میدان صرف معتزلہ ہی ہوسکتے تھے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کی طرح محض علمی زور آزمائیاں نہیں ہوتی تھیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھے ' اور اسی غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپنی علمی طاقت کا جولانگاہ بنایا تھا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلی سے پوچھا : " کیا کوئی چیز حواس خمسہ کے ادراک سے باہر بھی ہے ؟ " جہم نے کہا " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا ؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھی ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہی کے ذریعہ سے تفریق کی جاسکتی ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہی جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسی دوسرے کی بتائی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

اس واقعہ سے زیادہ واضح اور زیادہ روشن حضرت عمرؓ کا وہ خطبہ ہے جسمیں اونہوں نے خلیفہ اور عام اهل ملک کے حقوق مالی کا ذکر کیا ہے :

انما انا وما لکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت و ان انتقرت اکلت بالمعروف ، لکم علی ایها الناس خصال فخذونی بها ، لکم علی ان لا اجتبی شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الامن وجهه ولکم علی اذا وقع فی یدی ان لا یخرج منی الا فی حقه ، ولکم علی ان ازید فی اعطیا تکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ۶۷)	تمہارے مال کی اور میری مثال ایک یتیم کے مربی کیطرح ہے ، اگر مین مستغنی ہونگا تو کچھہ نہ لونگا اور اگر محتاج ہونگا تو حسب دستور کچھہ کہانیکو لے لونگا - لوگو ! مجھپر تمہارے چند حقوق هیں جنکا تمکو مجھسے مطالبہ کرنا چاهیے - مجھپر تمہارا حق ہے کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ، مجھپر تمہارا حق ہے کہ جب میرے هاتهہ تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے هاتهہ سے بیجا طور سے نہ نکلے ، مجھپر تمہارا حق ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ کروں -

الله الله ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتی ہے اور نہیں ملتا ، اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائی گئی تهی کہ اگر وہ اپنا حق مانگنا بهول جائیں تو خود پادشاہ وقت انکو یاد دلائے کہ تمہیں مجھسے مطالبہ کرنا چاهیے !!

حضرت عثمان رضی الله عنہ کا بهی خود اپنے متعلق یہی طرز عمل تها ، آخر ایام میں جب بعض اعزہ کے متعلق طرفداری کا میلان ان سے ظاهر ہوا تو فوراً مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت انکی طرف سے مشتبہ ہوگئی - حضرت علی علیہ السلام [illegible] بشدت اسی پر عمل تها - عبد الله بن زمعہ نے جب ان سے بلا استحقاق کچھہ طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لی و لک و انما هو فئ للمسلمین !	یہ مال نہ میرا ہے اور نہ تیرا ، یہ عام مسلمانوں کی آمدنی ہے -

(نہج البلاغة ص - ۹ ۴۸)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رہا تها تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے کہ بیت المال کا اسقدر روپیہ کیوں بیکار صرف کیا جا رہا ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکهنے کیلیے ایک خاص چراغ رکهتے تهے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تها ، اور اپنے ذاتی مطالعہ کیلیے دوسرا چراغ رکهتے تهے جسمیں اپنی ذاتی تنخواہ سے تیل ڈالتے تهے -

کیا ان واقعات کے بعد بهی اسمیں شبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کا نظام دستوری یا جمہوری نہ تها ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامہ کی کوئی قوم پیش کرسکتی ہے ؟ کیا تاریخ ماضی کے خزانہ میں اس سے بہتر کوئی نظیر موجود ہے ، اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونہ ملسکتا ہے ؟

یہ تو مسلمانوں کی حکومة ماضیہ کا افسانہ تها جو اونکی مذهبی تعلیمات کی سطح پر ٹهیک تیرہ سو برس هوے کہ قائم ہوئی تهی ، لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگی حاصل کی ہے ، اگر مذهبی احساس اونمیں پهر پیدا ہوگیا ہے ، اگر جوہر و روح اسلام کے وہ پهر طالب هیں ، تو دین کے بعد اونکی سب سے پہلی کوشش دنیا کی صحیح سیاست کیلیے ہونی چاهیے ، کیونکہ اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکها ہے - وہ ایک هی حقیقت شرعی ہے - قران حکیم نے ، احادیث نے ، تاریخ اسلام نے ، همکو جس طرز سیاست کی آب وهوا میں زندہ رکهنا چاها ہے ، اوسی میں همارے لیے زندگی ہے ، اور اوسکے بغیر موت ہے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزلہ کا ایک ورق

نظائر و امثال

(۲)

معتزلہ میں اگرچہ دعوة حق کی آخری منزل شہادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقی هی کو حاصل ہوا ، تاهم احتساب کی وہ خصوصیت جو کسی گروہ کو سلاطین سے بے نیاز ، جاہ پرستی سے متنفر ، مناصب دنیا سے بیزار کردیتی ہے ، اس فرقہ کے هر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے -

محمد بن اسمعیل عسکری کی بے نیازی کا یہ عالم تها کہ ایک بار بادشاہ وقت نے اونکے پاس خط بهیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کی تاریخ زندگی کا روشن صفحہ ہوتے هیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائی سے کہا : " میں ذرہ هاے خاک کے برابر بهی اس خط کی وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچہ اس عسرت کے ساتهہ زندگی بسر کرتا تها کہ وہ مستحقین زکوة میں داخل ہوگیا تها ، تاهم جب اوس کو ایک بادشا نے دس هزار درهم کا عطیہ دینا چاها ، تو اوس نے صاف انکار کردیا ، البتہ ایک دوست کے دو درهم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکی وجہ پوچهی - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس هزار کی ضرورت ہے ، وہ مجھہ سے زیادہ اوسکے مستحق تهے - میری ضروریات کیلیے یہ دو درهم کافی هیں "

ابوبکر محمد بن ابراهیم کو ایک بادشاہ نے عطیہ لینے پر اسقدر مجبور کیا کہ اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹهوکوادیں - با اینهمہ اوس نے قبول نہیں کیا -

صلہ و عطیہ هی کی خصوصیت نہ تهی ، بلکہ علماے حق کو هر اوس چیز سے احتراز تها جو سلاطین و امراء کی طرف منسوب ہوتی تهی - ابو عبد الله حسین بن علی کی فاقہ مستی اس درجہ تک پہنچ گئی تهی کہ ایک مرتبہ ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکها تو وہ تصنیف و تالیف میں مصروف تها - ابو الحسن نے حجرے میں پانی ڈهونڈها تو نہیں ملا ، ادهر اودهر نگاہ دوڑائی ، کهانے پینے کی کوئی چیز نظر نہیں آئی ، اوس نے تعجب سے سادہ پوچها " آپ اس فاقہ مستی میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے هیں ؟ " حسین بن علی نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیہ کو چهوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراهم ہوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علی نے کہا " تو پهر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رهنا هی بہتر ہے "

لیکن با اینهمہ اسکے زهد کی یہ کیفیت تهی کہ عضد الدولہ اوسکے لیے خوان شاهی سے طعام خاصہ بهیجتا تها اور وہ اوس میں سے ایک لقمہ بهی منہہ میں نہیں ڈالتا تها -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلی تها جو نگینہ پر نام کهودا کرتا تها - ایک مرتبہ ایک امیر کا خادم ایک نگینہ لیکر آیا ، اوس نے نام کهودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیادہ دیسکتا ہوں " چنانچہ اوس نے سو دینار تک اجرت دینا چاهی ، لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک کہ گهر میں سے اسکی عورتوں نے پکارا : " تنگدستی سے هم سب کا برا حال ہو رها ہے ، اس رقم سے انکار کردینا کسی طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

آل انڈیا محمڈن کانفرنس

اور دعوة اسلامی

اواخر نومبر میں اس عاجز نے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں جوائنٹ سکریٹری کانفرنس کو رجسٹرڈ خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ وہ سالہاے گذشتہ کی طرح امسال بھی کانفرنس کے پروگرام میں میری تقریر کیلیے وقت رکھیں' اور میری تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " ہوگا -

اس خط کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے جو خط لکھا ' اور اسکے جواب میں جو خط میں نے بھیجا ' ان دونوں کی نقل حسب ذیل ہے - میں بیمار ہوں ' اور اس اشاعت میں اسکے متعلق اور کچھہ نہیں لکھہ سکتا - آیندہ نمبر میں انشاء اللہ لکھونگا - یہ محض ایک شخصی مسئلہ نہیں ہے' بلکہ کانفرنس کے اصول مباحث و مواعظ کا ایک عام سوال پیدا ہو گیا ہے' اور مسلمانوں کو معلوم کرنا چاہیے کہ اسکے احاطہ کے اندر اسلام کی دعوة و تعلیم کیلیے گنجایش ہے یا نہیں ؟

(۱)

(صاحبزادہ صاحب کا خط)

میں گذشتہ پانچ ہفتوں میں والدہ صاحبہ کی علالت اور اپنے جواں کہپوبیت بھانجے کی علالت اور انتقال کے سبب سے سخت پریشانیوں میں رہا ' اور نیز چونکہ آپکے خط کے مضمون کے متعلق مجھکو جناب والا آنریری سکریٹری صاحب کانفرنس اور دیگر ممبروں سے مشورہ کرنا تھا ' اسلیے جواب میں دیر ہوئی - معاف فرمائیں -

آپکو معلوم ہے کہ اس کانفرنس کے وجود کا مقصد اور موضوع تعلیمی تحریک کی اشاعت اون اصول کے مطابق ہے جو سر سید علیہ الرحمة نے قائم کیے' اور جنپر علی گڈہ کی تحریک مبنی ہے - پس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جو کچھہ بھی تعلیمی تجاویز پیش ہوں اور انکے متعلق جو کچھہ تقریریں ہوں' ان سب میں اصلی غرض کا ملحوظ رہنا لازمی امر ہے - کانفرنس میں جو تعلیمی مسایل یا مسلمانونکی تعلیمی ضرورتوں کے متعلق جو تجاویز پیش ہوں' ان سے اتفاق یا اختلاف کرنیکا ہر ایک ممبر کو حق ہے - لیکن کانفرنس کے وجود کا جو مقصد اور موضوع ہے' اسپر کانفرنس کے پلیٹ فارم پر حملہ کرنیکا کسیکو حق نہیں - اسقدر تمہید کے بعد اب میں آپکو آپکی وہ تقریر یاد دلاتا ہوں جو گذشتہ سال راولپنڈی کے اجلاس کانفرنس میں آپنے فرمائی تھی - اور جس میں آپنے فرمایا تھا کہ کانفرنس کی تعلیمی تحریک اس قسم کی ہے جیسے کہ کسی مردہ کو موم روغن کے ذریعہ سے زندہ کرنیکی کوشش کرنا - اس سے مجھکو بحث نہیں کہ آپنے جس راے کا اظہار کیا تھا' وہ صحیح ہے یا کیا؟ لیکن یہ میں ضرور عرض کرونگا کہ کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اس قسم کی تقریر قطعاً ان مقاصد کے منافی ہے جنکے لیے یہ کانفرنس قائم ہے - سالہا سال کی کوشش کے بعد بڑی مشکلات کا سامنا کرکے راولپنڈی میں کانفرنس کا اجلاس اس غرض سے کیا گیا تھا کہ سرحد کے مسلمانونکو تعلیم کی طرف توجہ ہو' اور شمال مغربی اضلاع میں جو اسلامی خطہ ہے اور جو جہل کی تاریکی کیوجہ سے نہایت پستی کی حالت میں ہے' اوس میں تعلیم کے ذریعہ سے بیداری کے سامان پیدا ہوں - چنانچہ حتی الامکان مختلف تحریکوں اور لکچروں کے ذریعہ سے حاضرین کو تعلیمی تحریک کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی - لیکن آپنے آخری اجلاس میں جو تقریر فرمائی' اوس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو اثر کانفرنس کے مقاصد کی تائید میں پیدا ہوا تھا ' وہ بہت کچھہ زایل ہوگیا - ایسی حالت میں سب سے اول یہ امر صاف ہو جانا ضروری ہے کہ جس تعلیمی تحریک کی اشاعت کیلیے یہ کانفرنس قائم ہے اور جن اصول کے مطابق اور جن مقاصد کیلیے سر سید علیہ الرحمة نے اسکی بنا قایم کی ہے' انکو آپ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے مفید اور ضروری سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ اور انکو قوم میں مقبول عام کرانے کی کوشش کرنا کانفرنس کے ممبروں کا فرض تصور کرتے ہیں یا نہیں ؟ اس امر کی نسبت جواب آنے پر جناب کے اول خط کے متعلق جواب عرض کیا جاویگا - والسلام -

خاکسار : آفتاب احمد

(۲)

(خط کا جواب)

جس دن آپکا والا نامہ پہنچا' اسی دن سے نزلہ و درد گلو میں مبتلا ہوں' تمام کام معطل ہیں - آج تھوڑی سی مہلت ملی تو سب سے پہلے جناب یاد آے -

افسوس ہے کہ مجھے ان حوادث کی خبر نہ تھی جنکا ذکر جناب نے آغاز خط میں کیا ہے' ورنہ تاخیر جواب کیلیے کسی طرح اظہار شکایت نہ کرتا - انا للہ و انا الیہ راجعون' و عظم اللہ اجورکم بعطائکم -

میں آپکا شکرگذار ہوں کہ آپنے اپنے خیالات صاف صاف ظاہر کردیے ' اور ان مصنوعی اور نمایشی عذرات سے بالکل کام نہ لیا جو آجکل ایسے مواقع میں عموماً اخفاء اصلیت کیلیے کام میں لاے جاتے ہیں - یہی شان ایک مسلمان کی تمام معاملات میں

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۸ کا)

بادشاہ سندہ نے ہارون الرشید کو لکھہ بھیجا کہ " میں نے اپ کے مذہب اور اپ کی قوم کے متعلق جو باتیں سنی تھیں' انپر یقین نہیں کرتا تھا ' لیکن اج انکی تصدیق ہو گئی " ہارون الرشید کو یہ خط پڑہ کے سخت رنج ہوا اور بے اختیار پکار اٹھا " کیا اب کوئی ایسا شخص نہیں رہا جو مذہب اسلام کی حمایت کرے ؟ " لوگوں نے کہا " ہاں ! اے امیر المومنین ! ایسے لوگ ہیں' مگر اسوقت انکی زبانیں بند کردیگئی ہیں' اور انمیں سے اکثر تو قید خانوں میں پڑے ہوے سڑرہے ہیں" ہارون الرشید نے علماء معتزلہ کو بلوایا اور اس مسئلہ کا جواب پوچھا - انہی لوگوں میں ایک لڑکا بھی تھا - اسنے کہا " یہ سوال ہی صحیح نہیں ' کیونکہ ہر مخلوق حادث ہوتی ہے اور خدا قدیم ہے' اسلیے وہ اپنا مثل پیدا ہی نہیں کر سکتا - قدرت کا یہاں کوئی سوال نہیں ! "

ہارون الرشید اس جواب سے اسقدر خوش ہوا کہ اوسی لڑکے کو مناظرہ کیلیے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن لوگوں نے کہا کہ اور مسائل بھی پیش آئینگے - ایسے شخص کو بھیجنا چاہیے جو علم کلام کے تمام مسائل پر حاوی ہو - چنانچہ اس غرض کیلیے معمر معتزلی کا انتخاب ہوا ' لیکن اوس برہمن نے جس نے فقیہ موصوف کے ساتھہ مناظرہ کیا تھا ' اپنی رسوائی کے خوف سے راستے میں زہر دلوا دیا -

(استدراک)

معتزلہ کے یہ تمام حالات زیادہ تر قاضی ابوبکر یحیی کی تاریخ معتزلہ سے لیے گئے ہیں جسے پچھلے دنوں ڈاکٹر ارنلڈ نے شائع کیا تھا - بعض بعض واقعات مقریزی کی تاریخ مصر جلد دوم اور ابن خلکان وغیرہ سے بھی ماخوذ ہیں -

خود واصل کے پاس آیا، اوس سے بالمشافہ بحث کي، اور اس فرقۂ الحاد کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے!

ابو الہذیل علاف سرگروہ معتزلہ کو مناظرہ میں نہایت کمال حاصل تھا، وہ مخالف کو چند فقروں میں بند کردیتا تھا - بالخصوص مجوس اور فرقۂ ثنویہ کے ساتھہ جو مناظرے کیے ہیں، وہ خاص طور پر شہرت رکھتے ہیں - انہي مناظروں کے اثر نے تین ہزار آدمیوں کو اوسکے ہاتھہ پر مشرف باسلام کرایا!

معتزلہ کے مناظروں کا عام اثر اسلیے ہوتا تھا کہ وہ ہر شخص کو عقلي گورکھہ دھندوں میں پھنسانا نہیں چاہتے تھے، بلکہ اکثر سیدھا سادھا جواب دیدیتے تھے، جو معترض کے دل میں اُتر جاتا تھا - ایک مرتبہ ابوالہذیل کے پاس ایک آدمي آیا اور کہا: "مجھے قران مجید کی بعض آیتوں میں شبہہ ہے اسکو حل کرنا چاہتا ہوں - لوگوں نے اس غرض کے لیے آپ هي کا نام بتایا ہے" ابوالہذیل نے پوچھا "آپ کو کیا شبہہ ہے؟" اس نے کہا: "مجھے قران کي بعض آیتیں متناقض اور بعض اصول عربیت کے مخالف معلوم ہوتي ہیں" ابو الہذیل نے کہا "میں اُن میں سے ہر ایک کا الگ الگ جواب دوں یا ایک عام تقریر کردوں جو سب کا جواب ہو جاے" اس نے کہا "ایک کلي جواب بہتر ہوگا" ابوالہذیل نے کہا:

"آپ کو یہ معلوم ہے کہ آنحضرت شرفاے عرب میں سے تھے، اور انکي زبان مستند مانی جاتي تھي - آپ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت کا شمار عقلاے عرب میں کیا جاتا تھا - آپ سے یہ بھي مخفي نہیں کہ اہل عرب نے آنحضرت سے مناظرے کیے، آپ کو ان کوششوں کا بھي علم ہے جو اہل عرب نے آپ کي تکذیب میں کیں؛ تو کیا ایک معمولي درجہ کے آدمي کے بہکانے سے آپ اُن لوگوں کے اقوال کو چھوڑدیتے ہیں جو عربی لغت کے سب سے بڑے ماہر تھے؟ اور جنہوں نے بہت سے مناظروں کے بعد اسلام کو قبول کیا تھا؟"

اس نے اسي وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا -

فن مناظرہ میں سب سے زیادہ ضرورت انتقال ذہني اور قوت حافظہ کي ہوتي ہے - ابوالہذیل کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ اسنے ایک مجلس مناظرہ کے اندر سات سو عربی اشعار استشہاد میں پیش کیے!

صالح بن عبد القدوس ایک مجوسي تھا اوس نے ایک مرتبہ مناظرہ میں دعوی کیا کہ "عالم ہستي نور و ظلمت کی ترکیب سے پیدا ہوا ہے" ابو الہذیل نے سوال کیا کہ "ان دونوں کے امتزاج سے کوئي تیسري چیز پیدا ہوئي، یا نور و ظلمت کی حقیقت میں کوئی تغیر پیدا ہوا؟" صالح نے کہا "نہیں عالم صرف نور و ظلمت کا نام ہے، امتزاج نے کوئي تیسري چیز نہیں پیدا کي" - ابوالہذیل نے کہا "اصول فلسفہ کي بنا پر دو متضاد عناصر کي ترکیب سے ہمیشہ ایک تیسري حقیقت پیدا ہوتي ہے، اور اگر ترکیب و انضمام سے یہ حقیقت جدیدہ وجود میں نہیں آے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ عنصر متضاد نہیں تھے، بلکہ صرف ایک هي عنصر تھا -"

صالح ساکت ہوگیا -

صالح اور ابوالہذیل میں ہمیشہ مجلس مناظرہ گرم رہتي - ابوالہذیل اوس پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ ہنسي مذاق میں بھي اوسکو زیر کردیتا تھا - ایک بار صالح کا ایک صغیر السن بچہ مرگیا، ابو الہذیل اوسکي طرف سے گذرا تو نہایت افسردہ پایا - ابو الہذیل نے کہا "تم کي کیا بات ہے؟ آدمي تو تمہارے نزدیک صرف ایک سبزۂ روئیدہ ہے" اوس نے کہا "مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ اوس نے میري کتاب الشکوک نہیں پڑھي" ابو الہذیل نے کہا "کتاب الشکوک کس فن کي کتاب ہے؟"

صالح نے کہا "میںنے ایک کتاب لکھی ہے جسکو پڑھ کر ہر چیز میں شک پیدا ہوجاتا ہے" ابو الہذیل نے کہا "تو پھر اوسکا مرنا بھي مشکوک ہے، اور اس میں بھي شبہہ ہے کہ اوس نے وہ کتاب پڑھي یا نہیں؟"

اسي ظریفانہ طریقہ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد نے بھي ایک سوفسطائي کو بند کردیا تھا اور اوس نے اپنے عقائد سے توبہ کرلي تھي -

معتزلہ نے فن مناظرہ میں اسقدر شہرت حاصل کی کہ وہ اکثر مناظروں میں حج مانے جاتے تھے - مسئلہ نسخ شریعت میں ایک شخص نے کسي یہودي سے گفتگو کی اور بات اسقدر بڑھي کہ ابو القاسم معتزلي کو دونوں نے حکم مانا -

رفتہ رفتہ مناظرہ کا ذوق اسقدر عام ہوگیا کہ خود خلفا نے بھي اوس میں حصہ لیا اور دربار شاہي بھي مجلس مناظرہ بن گیا، لیکن اس بزم کي شمع بھي معتزلہ هي تھے - ایک مرتبہ مامون الرشید نے ابو الہذیل علاف اور زادان ثنوي سے مناظرہ کرایا، سوء اتفاق سے جعفر برمکي مجلس مناظرہ میں شریک نہوسکا، لیکن فرط شوق سے خود زادان کے پاس پہونچا اور اس مناظرہ کے متعلق جو واقعات تھے اوسکي تصدیق کرنی چاہي - زادان نے کہا "یہ واقعات سچ ہیں، لیکن اسکا کیا علاج کیا جاے کہ تمہارے هي یہاں مجلس ہوتی ہے، اور تمہارا هي بادشاہ اوسکا صدر نشین ہوتا ہے"

(ہندوستان میں مجلس مناظرہ)

اب ان مناظروں کي شہرت بغداد سے نکل کر اقصاے ہند تک پہونچي - چنانچہ بادشاہ ہندوستان (سدھہ) نے ہارون الرشید کو کہا کہ "آپ اس قوم کے بادشاہ ہیں جو اپنے مذہب کو صرف تلوار کے ذریعہ سے پھیلانا جانتي ہے، لیکن اگر آپ کو اپنے مذہب کي صداقت پر اعتماد ہے تو مناظرہ کیلیے ایک عالم کو بھیجیے - اگر آپ کا مذہب حق ہوگا تو میں مسلمان ہوجاؤنگا، ورنہ آپ کو ہمارے مذہب میں داخل ہونا پڑےگا" یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فقہاء کي مخالفتوں سے ہارون الرشید نے معتزلہ کو بحث و مناظرہ سے روکدیا تھا، بلکہ اکثر معتزلہ کو قید کردیا تھا، اسلیے مناظرہ کیلیے ایک فقیہ کو بھیجنا پڑا - فقیہ موصوف جب بادشاہ ہندوستان کے دربار میں پہونچے، تو اوس نے نہایت تعظیم کي اور ہندوستان کے تمام پنڈتوں کو جمع کیا -

مناظرہ شروع ہوا تو ان میں سے ایک برہمن نے پوچھا: حقانیت کی کیا دلیل ہے؟ فقیہ موصوف نے ثوري، سفیان، شعبي، اور ابن عون کے سلسلہ سے روایت شروع کی - برہمن خاموشي کے ساتھہ تمام روایتوں کو سنتا رہا، جب وہ سلسلہ روایت ختم کر چکے تو اس نے کہا "جس شخص کي حدیثیں آپ نے سنائي ہیں، اسکي نبوت پر کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے"؟ عالم موصوف نے قرآن مجید کي چند آیتیں پڑھ دیں جن میں آنحضرت کو نبي اور پیغمبر کہا گیا تھا، برہمن نے کہا "اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے؟ ممکن ہے کہ پیغمبر نے اسکو خود هي گڑھ لیا ہو" اب وہ بالکل خاموش ہو گئے - اوسنے اصول اسلام کو چھوڑ کر علم کلام کے ایک خاص مسئلہ پر گفتگو شروع کي - اسنے پوچھا "کیا تمہارا خدا قادر ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں" اسنے کہا "تو کیا وہ اپنا مثل بھي پیدا کر سکتا ہے" فقیہ موصوف نے جواب دیا "یہ تو علم کلام کا مسئلہ ہے، ہملوگ اسکو بدعت سمجھتے ہیں"

اب برہمن نے بادشاہ کي طرف مخاطب ہوکر کہا "میں نے تو پہلے هي کہدیا تھا کہ مسلمانوں کي قوم ایک جاہل قوم ہے، وہ صرف تلوار کے ذریعہ سے اپنے مذہب کو پھیلا سکتي ہے"

و خبر دار هو - گذشته صدي کے تمام مسائل اصلاح و دعوة ميں سے آپ حضرات کو صرف سر سيد مرحوم هي کي تحريک کا حال معلوم هے - اسکے استغراق سے مهلت نهيں - آپ کو کيا معلوم که مسئله " تحريک جديد " و " دعوة تعليم جديد " (متعلق اهل اسلام) خود ايک موضوع مستقل هوگيا هے ' اور گذشته صدي کے اندر تمام عالم اسلامي نے اسپر نظر ڈالي هے ' اور ايک وسيع لٹريچر اسکا موجود هے - اسکے ديکهنے سے ايک شخص ان تمام مشارب و مذاهب و طرق و اساليب کو معلوم کر سکتا هے جو اس مسئله سے تعلق رکهتے هيں ' اور اسلام کي ديني تعليمات اور مسلمانوں کے قومي خصائص و مقومات کے علم صحيح کا اسدر اندازه کرکے حقيقت شناسي کے طرف قدم اٹها سکتا هے - ميرے گذشته دس سال کے ليل و نهار ' سفر و حضر ' صحت و مرض ' هر حال کے مطالعۂ دائمي کا ايک خاص موضوع يه چيز بهي رهي هے - آپکو سنکر تعجب هوگا که متعدد رسائل و اخبارات و مجلات عالم اسلامي کے سوا ' خاص اسي موضوع پر کم از کم پچاس کتابيں ميري نظر سے گذري هيں ' جنکے وجود کا بهي خبر داران هند کو علم نهيں - پهر اسکے ساتهه هي الحمد لله ميں نے اس بارے ميں ايک مجتهدانه بصيرة پائي هے ' اور اسلامي تاريخ کے استقرائي نتائج نے ميري مدد کي هے ' اور قران و سنة نے حجج و دلائل و براهين کے ساتهه بتلايا هے که اس مسئله کي صحيح و سعيد راه کيا هے ؟ والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم -

پس اس بارے ميں ميرا تخاطب آپ حضرات سے نهيں هے ' اور نه ميں اس بارے ميں آپ حضرات سے کچهه کهنا چاهتا هوں - يه موضوع دوسرا هے ' اور اسکي کائنات اس دنيا سے بالکل مختلف هے جسميں آپ لوگ بستے هيں - موجوده مسئله سے اسکا کوئي تعلق نه تها ' اور يه بالکل بے سود تها که آپنے اپني خواهش کو کانفرنس کے ايک اصول کي شکل ميں پيش کرديا -

آپ لوگوں کا دعوا هے که آپ سر سيد مرحوم کے مسلک کے داعي هيں - سر سيد کا بڑا کارنامه يه بتلايا جاتا هے که انهوں نے تقليد کا قلع و قمع کيا اور اجتهاد راے کا دروازه کهولنا چاها - ليکن آپ لوگ خود هي ايک بدترين تقليد اعمى ميں گرفتار هوگئے هيں ' اور يه تقليد اس تقليد سے هزار درجه افسوس ناک هے جو مقلدين فقه هدايه ، يا مقلدين تفسير جلالين و مدارک کي بيان کي جاتي هے - تاهم ميں اس بارے ميں کچهه نه کهونگا ' کيونکه کهنا بيکار هے - " تقليد " کا پهلا خاصه يه هے که سوال کا جواب نهيں ملسکتا :

و لکن لا حيـــاة لمن تنـــادي

(۳) بهر حال آپنے ميرے شخص خاص کے معاملے کو کانفرنس کا اصولي مسئله بناکر ايک اهم بحث چهيڑ دي هے ' جسکو اگر صاف نه کيا گيا تو کانفرنس کے دروازوں پر مسلمانوں کيليے قفل چڑهادیے جائينگے - اسکا صاف کرنا تو اب ناگزير هوگيا هے - ليکن ان دو چار دنوں کے اندر آپکے ليے کچهه ضروري نهيں هے که ايک شخصي معاملے کو کسي اصول موضوعه کے حوالے کرکے الگ هوجائيں -

(۴) سر دست اس مسئله کو يوں صاف کيا جاسکتا هے که آپ مجهسے شخصاً دريافت کر ليں که آينده کانفرنس ميں کس موضوع پر تقرير کرونگا ؟ اور پهر اس سے اندازه کرليں که وه تقرير کيسي هوگي ؟

ميں نے پہلے آپکو لکها تها - اب بالتشريح لکهتا هوں ' که ميري تقرير کا موضوع " صراط مستقيم " هوگا - اسکي تشريح ' اور وه بيانات جو قران حکيم نے صراط مستقيم کے متعلق کيے هيں ' اس موضوع کے کسي حصه کو نه تو سر سيد کے تعليمي مشن سے کوئي تعلق هے اور نه کچهه اسکي بحث هے - يه ايک خالص مذهبي موضوع هے اور از سرتا پا قران و سنة سے متعلق -

(۵) الحمد لله که خدا نے هندوستان کے هر گوشے کو ميري آواز کي پذيرائي کيليے آماده کرديا هے اور هر جگه هزار ها دل پيدا کرديے هيں جو ميري هر آواز کے استقبال کيليے مستعد هيں - و اما بنعمة ربک فحدث - کوئي روک جو آپ حضرات اسکے ليے پيدا کريں ' سودمند نهيں هوسکتي ' اور گينڈ کي قوت جذب کا فعل جس قوة سے هوتا هے ' اتني هي طاقت سے قوة دفع جواب بهي ديتي هے - راولپنڈي ميں خود آپ لوگوں نے ميري مخالفت کرکے پبلک کو اپنے سے بدظن کرايا ' اور پهر اسکے نتائج لازمي هيں - علي الخصوص پونا کو تو ميں آپسے زياده جانتا هوں - کانفرنس کا پنڈال آپ مجهپر بند کرکے ديکهه ليں ' ميں کسي اور گوشے ميں خدا اور اسکے رسول کا پيام مسلمانوں کو پهنچا سکتا هوں - ميرا ذاتي نقصان اس سے کچهه نهوگا ' اور اگر کوئي شخص اس حماقت ميں گرفتار هے که کانفرنس کا پليٹ فارم ميرے ليے ايک بهت هي بڑي عجيب و غريب دولت هے جس سے محروم هوکر لٹ جاؤنگا ' تو اسکي حماقت بهت هي افسوس ناک هے - اگر آپ لوگ سمجهتے هيں که کانفرنس ميں ميري تقرير روک کر کوئي بڑي کاميابي حاصل کرسکتے هيں ' تو بسم الله ' اسکا بهي تجربه هوجاے ' جيسا که چار پانچ سال سے بيسيوں تجربے آپ لوگ کرچکے هيں - مع الله اور اسکے رسول کي ان تعليمات کو ' جنکا ' لکهنا ' مدون کرنا هے ' جنکو ميري بصيرة حق سمجهتي هے ' اور ميرا معامله اب وهاں تک پهنچ گيا هے که اب لوگوں کے يه ارادے اسکے ليے بالکل خارج از بحث هيں - مولوي نذير احمد مرحوم کا ترجمة القران آپکے پاس شايد هوگا - اسميں سوره جن کو نکاليے اور کسي وقت فرصت ملے تو اس آيت پر غور کيجيے : و انه لما قام عبد الله يدعوه ' کادوا يکونون عليه لبدا -

هونی چاهیے - اگر هم سب ایسا هي کیا کریں تو نصف اندرونی اختلافات کا خاتمه هوجائے -

لیکن جناب نے اپنے خط میں (معاف فرمائیگا) ترتیب مقدمات و طرز استدلال کے ایسے متعدد مسامحات جائز رکھے هیں جنکی وجه سے مجھے عرض جواب میں بڑي هي مشکل پیش آگئي ہے - اگر ان امور کي نسبت لکھتا هوں' تو صفحوں کے صفحے چاهییں' مگر نه مجھے اسکي مہلت نه آپکو - اعراض کرتا هوں تو جو خلط مبحث آپنے کردیا هے' وه دسي مقصود کو صاف و واضح نہیں هونے دیتا - ایک چیز آپکي اور آپکے هم خیال بزرگوں کي خواهش هے' اور ایک چیز کسي کام کے اصول و مقصد اور شرائط وغیره کا مسئله - کچھه ضروري نہیں نه پہلي چیز دوسري کي بنیاد ثاني الذکر هي پر رکھي جائے - آپ اگر دونوں مسئلوں کو الگ رکھتے تو بات زیاده صاف اور روشن هوتي -

آپ نے کیسي تعجب انگیز غلطي کي هے جبکه خود هي ایک مقدمه قائم کیا هے اور قبل اسکے که مخاطب اسے تسلیم کرے' یا اسکا مقدمهٔ مسلمه هونا ثابت هوجاے' پوري شکل بھي قائم کرلي هے اور پھر نتیجه بھي نکال لیا هے ؟

آپ لکھتے هیں که " کانفرنس کا موضوع تعلیمي هے" یه بالکل ٹھیک هے اور اسکا نام هي اسکے لیے شاهد :

گواه عاشـــق صادق در آستیں باشـــد !

لیکن اسکے بعد ارشاد هوتا هے که "ان اصولوں کے مطابق جو سر سید مرحوم نے قائم کیے" گذارش هے که مقدمه کا یه ٹکڑه کہاں سے ماخوذ هے ؟ میں اسے تسلیم نہیں کرتا - کانفرنس کے مقاصد کي فہرست ' دفعات و قواعد ' شرائط و ضوابط' عهد اولیں کي مجلسیں' ارکان اساسي کي تقریریں' خود سید صاحب کي تقریر جو انہوں نے علي گڈه کے دونوں جلسوں اور لاهور میں کي' نیز اسکي تمام رپورٹیں' یه تمام ذخیره موجود هے - میں بہت ممنون هونگا . اگر آپ انسے ثابت کردکھائیں که خود سید صاحب مرحوم نے یه کہاں لکھا هے ؟ اور کانفرنس کي تحریروں کے متعلق یه فیصلهٔ امر و نہي کس نے قرار دیا هے ؟

بلا شبه سر سید مرحوم اسکے باني تھے' لیکن باني هونے سے یه کہاں لازم آتا هے که مسئلهٔ تعلیم کو انہوں نے ایک خاص اصول کے ماتحت کرکے کانفرنس کے حوالے کردیا هے' اور اب اسکے پلیٹ فارم پر اسکے ایک حرف سے بھي انحراف و اختلاف جائز نہیں ؟

قرآن حکیم سے همارے مجتهدین و فقہاء مسائل کا استخراج کیا کرتے هیں - اس استخراج و استنباط کي انہوں نے متعدد قسمیں قرار دي هیں - ایک یه که صاف صاف کسي آیت میں کوئي حکم هو اسکو " صــراحـــة الـــنص " کہیں گے - ایک یـــه که صاف صاف حکم نہو' لیکن اور طرق بیان سے دلالت هوتي هو یا اشاره کیا گیا هو' تو اسکے لیے " دلالة النـــص " اور " اشارة النـــص " وغیره اصطلاحات قائم کي هیں -

آپکے لیے بھي یه دروازه باز هے - صراحة النص کا تو اصلي مطالبه هے ' لیکن خیر' دلالة النص هي سہي - کسي نه کسي طرح یه واضح کردیجیے که جناب کا پیش کرده اعتقاد فلاں نص سر سید سے ماخوذ هے -

یا للعجب ! آپ لوگ فخر کرتے هیں اگر ایک نصراني کانفرنس کے پلیٹ فارم پر آکر بہت سي ایسي باتیں کہه جاے جو آپکے عقائد و اغراض کے بالکل ضد هوں' لیکن آپ لوگونکا اعتقاد یه هے که کوئي مسلمان اختلاف نہیں کرسکتا ؟

پھر کیا آپکو یاد نہیں رها که آپکا یه مقدمه کس طرح همیشه پامال کیا جاچکا هے' اور کتني نظیریں اسکے لیے مخالف و ضد موجود هیں ؟

کیا بمبئي کانفرنس کے پریسیڈنٹ مسٹر بدرالدین طیب جي نہیں بنائے گئے جو بکسر علي گڈه کي تحریک هي کے مخالف تھے ؟ کیا انہوں نے اپنے اختتامي ایڈریس کے اندر وه کچھه نه کہا جو سر سید مرحوم کے مشن اور عقائد و اصول تعلیم کے سرتا سر خلاف تھا؟ انسے یه شرط نہیں کرائي گئي تھي !

سر سید مرحوم پردهٔ نسواں کے کسقدر اشد شدید حامي تھے ؟ اور خارجي تعلیم نسواں کے ولولوں پر کیسے غضب ناک هوجاتے تھے ؟ حتی که میر ممتاز علي کے رساله حقوق نسواں کو پھاڑ کر ردي کے ٹوکرے میں ڈالدیا تھا' لیکن آپکے پیشروؤں نے مسٹر طیب جي کو صدر بنایا' اور انہوں نے پرده کي علانیه مخالفت پریذیڈنشل ایڈریس میں کي -

پھر دوسري دهلي کانفرنس کي صدارت کیلیے سر آغا خاں لاے گئے ' انہوں نے مسلمانوں کے تنزل کے جو اسباب اساسي بتلاے ' ان میں عورتوں کا پرده بھي تھا - کیا یه سر سید کے عقائد کے خلاف نه تھا ؟

اسي پونا کانفرنس کا صدر آپنے جسٹس عبد الرحیم کو بنایا هے جو سر سید کے بہت سے بنیادی اصولوں هي کے مخالف هیں - کیا انسے بھي آپنے یه مقدمه طے کرا لیا هے ؟ آپکو معلوم هے که وه ایڈریس میں کیا کہیں گے؟ آپکو معلوم نہیں مگر مجھے معلوم هے -

مدراس کانفرنس کا صدر ایک مسیحي عهده دار (جسٹس اٹم) تھا - اس مقدمه کا اثر زیاده سے زیاده یه هے که سر سید مرحوم کے مذهب تعلیم سے انحراف نہو - لیکن ایک مسیحي شخص کے متعلق تو یه سوال بھي پیدا هوسکتا تھا که کہیں وه نفس اسلام کے خلاف کوئي بات نه کہدے - آپ تو اسوقت اس جگهه پر نه تھے' لیکن مرحوم محسن الملک کے کاغذات میں اس اقرار نامے کي نقل تلاش کیجیے جو انہوں نے جسٹس موصوف سے کرایا تھا !

پہلي لکھنؤ کانفرنس میں تو خود سر سید مرحوم نے مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اوده پنچ سے یه مقدمے طے نه کیا ' حالانکه بڑي ضرورت اس مقدمے کي اس وقت تھي - معلوم نہیں آپکو وه واقعات معلوم هیں یا نہیں ؟

معاف فرمائیگا ' آپنے یه ایک اصولي سوال چھیڑ دیا هے' اور اسکے معني یه هیں که آل انڈیا کانفرنس جسکو تمام مسلمانوں کي نیابت دي جاتي هے ' اپنے پلیٹ فارم کیلیے ایک خاص مذهب رکھتي هے' اور جو اسکے خلاف راے رکھتا هو' اسے وهاں قدم رکھنے کا حق نہیں - یه کانفرنس کا ایک خطرناک اقفال هے' اور ضروري هے که ایک بار اس مسئله کو پبلک کے سامنے ٹھیک ٹھیک فیصل کرلیا جاے - آجتک کسي کو بھي اسکا خیال نہیں هوا تھا -

(۲) بهر حال یه تو آپکا مقدمه هے - رهي اصلي حقیقت تو یه بھي صحیح نہیں که میں نے راولپنڈي کانفرنس میں کانفرنس کے مقاصد کو سامنے رکھکر اسکا رد کیا تھا - بلکه اسکا مقصد عام طور پر مسئلهٔ دعوة و اصلاح کا مبحث تھا ' اور یه دکھلانا مقصود تھا که مسلمانوں کي هر دعوة کو اصولاً مذهبي هونا چاهیے' اور اسیکے واسطه سے تعلیم بھي پھیلاني چاهیے' یه نہیں هونا چاهیے که مذهب سے الگ هوکر ایک مستقل تعلیمي دعوت قرار دي جاے ' جسمیں کبھي کامیابي نہیں هوسکتي -

نیز یه که اسلام میں " تعلیم " کي کوئي علحده دعوة نہیں هے - اسکي دعوة ایک هي هے ' اور اسي کے اندر سب کچھه موجود هے -

لیکن معاف فرمائیگا' یه جو کچھه کہا گیا' اسکو آپ حضرات بالکل نہیں سمجھه سکتے' بلکه قدیم و جدید جماعتوں میں آج کوئي گروه ایسا موجود نہیں هے جو اس حقیقت کا صحیح اندازه شناس اور محرم

کے فن میں اُستاد تھے : مخرمة بن نوفل ' جبیر بن معطم ' عقیل بن ابي طالب - علم الانساب عرب کا موروثي فن تھا ' اور خاص کر یہ تینوں (۱) بزرگ اس فن کے لحاظ سے تمام عرب میں ممتاز تھے - حضرت عمر نے اُن کو بلاکر یہ خدمت سپرد کي کہ تمام قریش اور انصار کا ایک دفتر تیار کریں ' جس میں ھر شخص کا نام و نسب مفصلاً درج ھو - اِن لوگوں نے ایک نقشہ بناکر پیش کیا ' جس میں سب سے پہلے بنو ھاشم ' پھر حضرت ابوبکر کا خاندان ' پھر حضرت عمر کا قبیلہ تھا - یہ ترتیب اُن لوگوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دي تھي - لیکن اگر وہ قائم رھتي تو خلافت خود غرضي کا آلہ بن جاتي - حضرت عمر نے فرمایا " یوں نہیں بلکہ آنحضرت کے قرابت داروں سے شروع کرو ' اور درجہ بدرجہ جو لوگ جسقدر آنحضرت سے دور ھوتے گئے ھیں اسي ترتیب سے اُن کے نام آخر میں لکھتے جاؤ - یہاں تک کہ جب میرے قبیلے تک نوبت آے تو میرا نام بھي لکھو" اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاھیے کہ خلفاے اربعہ میں سے حضرت عمر کا نسب سب سے اخیر میں جاکر آنحضرت سے ملتا ھے - غرض اِس ھدایت کے موافق رجسٹر تیار ھوا ' اور حسب ذیل تنخواھیں مقرر ھوئیں : (۲)

تقسیم مراتب	تعداد تنخواه سالانه
جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے -	۵ - ھزار درھم
مہاجرین حبش اور شرکاے جنگ اُحد -	۴ - ھزار درھم
فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ھجرت کي -	۳ - ھزار درھم
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لاے -	۲ - ھزار درھم
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے -	۲ - ھزار درھم
اھل یمن -	۴۰۰ درھم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاھدین -	۳۰۰ - درھم
بلا امتیاز مراتب -	۲۰۰ - درھم

جن لوگوں کے نام درج دفتر ھوے ' اُن کي بیوي بچوں کي تنخواھیں بھي مقرر ھوئیں - چنانچہ مہاجرین اور انصار کي بیویوں کي تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درھم تک اور اھل بدر کي اولاد ذکور کي دو دو ھزار درھم مقرر ھوئي - اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ھے کہ جن لوگوں کي جو تنخواہ مقرر ھوئي ' اُن کے غلاموں کي بھي وھي تنخواہ مقرر ھوئي ' اور اس سے اندازہ ھو سکتا ھے کہ اسلام کے نزدیک غلاموں کا کیا پایہ تھا ؟

جسقدر آدمي درج رجسٹر (۳) ھوے ' اگرچہ سب درحقیقت فوج کي حیثیت رکھتے تھے ' لیکن اُن کي دو قسمیں قرار دي گئیں :

(۱) جاحظ نے کتاب البیان و التبین (جلد دوم صفحہ - ۳۷ مطبوعہ مصر) میں لکھا ھے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعار عرب اور انساب و اخبار کے حافظ تھے ' مخرمہ بن نوفل ' ابوالجہم ' حویطیب بن عبد العزي ' عقیل بن ابیطالب -

(۲) تنخواھوں کي تفصیل میں مختلف روایتیں ھیں - میں نے کتاب الخراج صفحہ - ۲۴ و مقریزي جلد اول صفحہ ۹۲ و بلاذري صفحہ - ۴۴۸ و یعقوبي صفحہ ۱۷۵ و طبري صفحہ ۲۴۱۱ کے بیان کو حتی الامکان مطابق کرکے لکھا ھے -

(۳) اس موقع پر ایک امر نہایت توجہ کے قابل ھے - وہ یہ ھے کہ بہت سے ظاھر بینوں کا خیال ھے کہ حضرت عمر نے تمام عرب کي جو تنخواھیں مقرر کیں ' اسکو فوجي صیغے سے چنداں تعلق نہیں ' بلکہ یہ رفاہ عام کي غرض سے تھا - لیکن یہ نہایت غلط خیال ھے ' اولاً تو یہاں مورخوں نے اس واقعہ کا شان نزول بیان کیا ھے ' لکھا ھے کہ ولید بن ھشام نے حضرت عمر سے کہا : " قد جیت الشام فرایت ملوکہا قد دونوا دیوانا و جندأ فاتخذ بقوله " یعني میں نے شام کے بادشاھوں کو دیکھا ھے

(۱) جو لوگ ھر وقت جنگي مہمات میں مصروف رھتے تھے - گویا یہ فوج نظام یعني با قاعدہ فوج تھي -

(۲) جو لوگ معمولاً اپنے گھروں پر رھتے تھے ' لیکن ضرورت کے وقت طلب کیے جاسکتے تھے - اُن کو عربي میں " مطوعہ " کہتے ھیں ' اور آجکل کي اصطلاح میں اس قسم کي فوج کو والنٹیر کہا جاتا ھے - البتہ فرق اتنا ھے کہ آجکل والنٹیر تنخواہ نہیں پاتے -

فوجي نظم و نسق کا یہ پہلا دیباچہ تھا ' اور اسوجہ سے اسمیں بعض بے ترتیبیاں بھي تھیں - سب سے بڑا غلط مبحث یہ تھا کہ فوجي تنخواھوں کے ساتھہ پولیٹکل تنخواھیں بھي شامل تھیں اور دونوں کا ایک ھی رجسٹر تھا - لیکن رفتہ رفتہ یعني سنہ ۲۱ ھ میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر مرتب اور منتظم کردیا کہ غالباً اس عہد تک کہیں اور کبھي نہیں ھوا تھا - چنانچہ ھم ایک ایک جزئي انتظام کو اس موقع پر نہایت تفصیل سے لکھتے ھیں اس سے معلوم ھوگا کہ عرب کے ابتداے تمدن میں انتظامات فوجي کي اسقدر شاخیں قائم کرنا اور ایک ایک شاخ کا اس حد تک مرتب اور با قاعدہ ھونا اُسي شخص کا کام تھا جو فاروق اعظم کا لقب رکھتا تھا -

اس صیغے میں سب سے مقدم اور اُصولي انتظام کو ملک جنگي حیثیت سے مختلف حصوں کے اندر تقسیم کردینا تھا - حضرت عمر نے سنہ ۲۰ ھ میں فوجي اور ملکي حیثیت سے ملک کي دو تقسیمیں کیں : ملکي اور فوجي - ملکي کا حال دیواني انتظامات کے ذکر میں گزر چکا - فوجي حیثیت سے چند بڑے بڑے مرکز قرار دیے جنکا نام (۱) " جند " رکھا ' اور یہي اصطلاح آجتک قائم ھے - اُن کي تفصیل یہ تھي : مدینہ ' کوفہ ' بصرہ ' موصل ' فسطاط ' مصر ' دمشق ' حمص ' اردن ' فلسطین - حضرت عمر کے زمانے میں فتوحات کي حد اگرچہ بلوچستان کے ڈانڈے سے مل گئي تھي ' لیکن جو ممالک آئیني ممالک کہے جاسکتے تھے

(پہلے کالم نمبر ۳ کا بقیہ نوٹ)

کہ وہ دفتر اور فوج رکھتے ھیں - آپ بھي دفتر بنائیے اور فوج مرتب کیجیے - چنانچہ حضرت عمر نے ولید کے قول پر عمل کیا - دوسرے یہ کہ جن لوگوں سے جنگي خدمت نہیں لیجاتي تھي اور قدیم جنگي خدمتوں کا استحقاق بھي نہیں رکھتے تھے ' حضرت عمر اُنکي تنخواہ نہیں مقرر کرتے تھے - اسي بنا پر مکہ کے لوگوں کو تنخواہ نہیں ملتي تھي - فتوح البلدان میں ھے : " ان عمر کان لا یعطي اھل مکة عطاءً ولا یضرب علیهم بعثا " یہي وجہ تھي کہ جب صحرا نشین بدوؤں نے حضرت ابو عبیدہ سے تنخواہ کي تقرري کي درخواست کي ' تو اُنھوں نے فرمایا کہ جب تک آبادي میں رھنے والوں کي تنخواھیں مقرر نہو جائیں ' صحرا نشینوں کا روزینہ نہیں مقرر ھوسکتا - البتہ اسمیں شک نہیں کہ اول اول فوج کے رجسٹر میں اور بھي بہت سي قسم کے لوگ شامل تھے - مثلاً جو لوگ قرآن مجید حفظ کرلیتے تھے ' یا کسي فن میں صاحب کمال تھے ' لیکن استقراء سے معلوم ھوتا ھے کہ رفتہ رفتہ یہ خلط مبحث جو بضرورت اختیار کیا گیا تھا ' مٹتا گیا - چنانچہ اسي مضمون میں آگے اسکي بحث آتي ھے -

(۱) جند کي تحقیق کے لیے دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۳۲ مورخ یعقوبي نے واقعات سنہ ۲۰ - ھجري میں لکھا ھے کہ اِس سال حضرت عمر نے فوجي صدر مقامات قائم کیے ' لیکن مورخ مذکور نے صرف فلسطین ' جزیرہ ' موصل ' اور قنسرین کا نام لکھا ھے ' یہ صریح غلطي ھے -

مختارات

الحــرب فــی الاســلام

ا ـــــ ہ ـــــ

اسلام اور نظام فوجي

الہــلال نمبر ۳ میں ایک مضمون عنوان بالا سے شائع ہوا تھا ' جو بابو جارج زیدان ایڈیٹر الهــلال قاهره کے مضامین سے ماخوذ تھا - اسمیں ظاهر کیا گیا تھا کہ حجاج بن یوسف (عہد عبد الملک اموي) تک مسلمانوں کا تمدن فوجي نظام سے محروم تھا ' حجاج نے سب سے پہلے ایک با قاعدہ نظام کي بنیاد ڈالي اور رومي نظام سے اصول و قواعد اخذ کیے -

اس مضمون کے ساتھہ ہم نے ایک مختصر نوٹ لکھا تھا ' اور اس خیال کي تغلیط کرتے ہوے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اشاعتوں میں اس موضوع پر مفصل بحث کرینگے -

ہم نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کا فوجي نظام نہ تو عبدالملک اموي کے زمانے میں قائم ہوا ' اور نہ حجاج بن یوسف کو اسمیں کچھہ دخل ہے - خلافۃ راشدہ کے ابتدائي دور ہي میں اسکي باقاعدہ بنیاد پڑ گئي تھي ' اور قدماء مورخین کے علاوہ کتب حدیث کے ضمني اشارات و آثار سے بھي اسپر روشني پڑتي ہے -

اسي اثناء میں ہمیں معلوم ہوا کہ شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم نے الفاروق میں ایک مستقل عنوان سے اسپر نظر ڈالي ہے ' اور تمام شواہد و واقعات جمع کردیے ہیں - الفاروق کے دیکھنے سے اس خیال کي پوري تصدیق ہوئي - فی الحقیقت جس وسعت و تحقیق کے ساتھہ انہوں نے اس بحث کو لکھدیا ہے ' اسپر سوا چند حدیث الطبع کتابوں کے شواہد اور بعض آثار صحابہ کے اور کچھہ اضافہ نہیں ہوسکتا -

ہمارا عرصہ سے خیال تھا کہ " مختارات " کے عنوان سے ایک نیا باب رسالہ میں بڑھایا جائے - اسکا مقصد یہ ہو کہ بعض اہم اور قدیم مصنفات کے مفید مقامات و ابواب اقتباس و تہذیب کے بعد درج کیے جائیں - صدہا کتابیں ہیں جو شائع ہوچکي ہیں ' لیکن عام و سرسري نظر و مطالعہ کي رو میں انکے اہم مقامات بھي دب گئے ہیں - ضرورت ہے کہ انہیں از سر نو ابھارا جائے اور بعنوان مذہب ملک کے سامنے پیش کیا جائے -

غیر مطبوعہ مصنفات کے مفید ابواب و حصص بھي اسمیں درج کیے جاسکتے ہیں ' اور عربي و انگریزي کتب کے تراجم و منقولات اسکا اصلي موضوع ہے -

چنانچہ " مختارات " کے باب کو اس اشاعۃ سے شروع کیا جاتا ہے ' اور سب سے پہلے الفاروق کے اس حصہ کو شائع کرتے ہیں - الہلال و البلاغ کي تحریر و تصنیف کي تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ کسي اردو کتاب کا کوئي حصہ اسمیں نقل کیا گیا ہے ' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ موجودہ عہد کي کسي کتاب سے کوئي چیز نقل کي گئي ہے - لیکن امید ہے کہ موضوع کي اہمیت اور منقول عنہ کتاب کي رفیع وقعت اسي کي مستحق تصور کي جائیگي -

(عرب جاہلیۃ اور نظام فوجي)

عرب میں شاہان یمن وغیرہ کے یہاں فوج کا کوئي منتظم بندوبست نہیں تھا - اسلام کے آغاز تک اسکي ضرورت ہي نہیں پیش آئي ' حضرت ابوبکر کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ خلافت کے پہلے سال غنیمت سے جسقدر بچا ' وہ سب لوگوں پر دس دس روپے کے حساب سے تقسیم کردیا گیا - دوسرے سال آمدني زیادہ ہوئي تو یہ تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئي ' لیکن نہ تو فوج کي کچھہ تنخواہ مقرر ہوئي ' نہ اہل فوج کا کوئي رجسٹر بنا ' اور نہ کوئي محکمہ جنگ قائم ہوا -

حضرت عمر رض کي اوائل خلافت تک بھي یہي حال رہا ' لیکن سنہ ۱۵ ہجري میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر منتظم اور باقاعدہ کردیا کہ اسوقت کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے -

(حضرت عمر کا فوجي نظام)

حضرت عمر کے توجہ کرنے کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں - عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ جو بحرین کے حاکم مقرر کیے گئے تھے ' پانچ لاکھہ درہم لیکر مدینہ میں آئے ' اور حضرت عمر کو اس کي اطلاع دي - پانچ لاکھہ کي رقم اس وقت اسقدر اعجوبہ چیز تھي کہ حضرت عمر نے فرمایا : خیر ہے ! کہتے کیا ہو ؟ انہوں نے پھر پانچ لاکھہ کہا - حضرت عمر نے فرمایا : تم کو گنتي بھي آتي ہے ؟ ابوہریرہ نے کہا ہاں ! یہ کہکر پانچ دفعہ لاکھہ لاکھہ کہا - حضرت عمر کو یقین آیا تو مجلس شوری منعقد کي ' اور راے پوچھي کہ اسقدر زر کثیر کیونکر صرف کیا جاے ؟ حضرت علي ' حضرت عثمان ' اور دیگر صحابہ نے مختلف تجویزیں پیش کیں - ولید بن ہشام نے کہا کہ میں نے شام کے والیان ملک کو دیکھا ہے کہ ان کے یہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رہتا ہے - حضرت عمر کو یہ راے پسند آئي اور فوج کي اسم نویسي اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا ہوا - (۱) ایک اور روایت میں ہے کہ راے دہندہ نے سلاطین عجم کا حوالہ دیا ' اور یہي روایت قرین قیاس ہے ' کیونکہ جب دفتر مرتب ہوا تو اس کا نام دیوان رکھا گیا ' اور یہ فارسي لفظ ہے - دبستان ' دبیر ' دفتر ' دیوان ' سب ایک مادہ کے الفاظ ہیں جنکا مشترک مادہ " دب " ایک پہلوي لفظ ہے ' جسکے معنے نگاہ رکھنے کے ہیں -

(تمام ملک کو فوج بنانا)

بہر حال سنہ ۱۵ ہجري میں حضرت عمر نے فوج کا ایک مستقل محکمہ قائم کرنا چاہا - اس باب میں ان کي سب سے زیادہ قابل لحاظ جو تجویز تھي ' وہ تمام ملک کو فوج بنانا تھا - انہوں نے اس مسئلے کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا ایک فطرتي سپاہي ہے ' باقاعدہ طور سے عمل میں لانا چاہا - لیکن چونکہ ابتداء میں اسکي تعمیم ممکن نہ تھي ' اسلیے اول قریش اور انصار سے کام شروع کیا - مدینہ منورہ میں اسوقت تین شخص بہت بڑے نساب اور حساب و کتاب

(۱) مقریزي صفحہ ۹۲ اور فتوح البلدان صفحہ ۴۴۹ -

تھے آباد کیے - (۱) سنہ ۱۹ھ میں جب یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تو اُن کے بھائی معاویہ نے حضرت عمر رضي الله عنه کو اطلاع دي کہ سواحل شام پر زیادہ تیاري کي ضرورت ہے - حضرت عمر نے اُسي وقت حکم بھیجا کہ تمام قلعوں کي نئے سرے سے مرمت کرائي جاے ' اور اُن میں فوجیں مرتب کیجائیں ' اس کے ساتھ تمام دریائي منظر گاھوں پر پہرہ والے تعینات کیے جائیں ' اور آگ روشن رھنے کا انتظام کیا جاے (۲) -

اسکندریہ میں یہ انتظام تھا کہ عمرو بن العاص کي افسري میں جسقدر فوجیں تھیں' اُس کي ایک چوتھائي اسکندریہ کے لیے مخصوص تھي ' ایک چوتھائي ساحل کے مقامات میں رھتي تھي ' باقي آدھي فوج خود عمرو بن العاص کے ساتھ فسطاط میں اقامت رکھتي تھي - یہ فوجیں بڑے بڑے وسیع ایوانوں میں رھتي تھیں' اور ھر ایوان میں اِن کے ساتھ ایک عریف رھتا تھا ' جو اُن کے قبیلہ کا سردار ھوتا تھا اور جسکي معرفت اُن کو تنخواھیں تقسیم ھوتي تھیں - ایوانوں کے آگے صحن کے طور پر وسیع افتادہ زمین ھوتي تھي (۳) -

سنہ ۲۵ھ میں جب ھرقل نے دریا کي راہ سے مصر پر حملہ کرنا چاھا ' تو حضرت عمر نے تمام سواحل پر فوجي چھاؤنیاں قائم کردیں - یہاں تک کہ عمرو بن العاص کي ماتحتي میں جسقدر فوج تھي' اُسکي ایک چوتھائي اِنھي مقامات کے لیے مخصوص کردی (۴) - عراق میں بصرہ و کوفہ اگرچہ خود محفوظ مقام تھے ' چنانچہ خاص کوفہ میں چالیس ھزار سپاھي ھمیشہ موجود رھتے تھے اور انتظام یہ تھا کہ اِن میں سے دس ھزار بیروني مہمات میں مصروف رکھے جائیں (۵) ' تاھم اِن اضلاع میں عجمیوں کي جو فوجي چھاؤنیاں پہلے سے موجود تھیں' از سرنو تعمیر کرکے فوجي قوت سے مضبوط کردی گئیں - حزیبہ اور زابوقہ میں سات چھوٹي چھوٹي چھاؤنیاں تھیں' وہ سب نئے سرے سے تعمیر کردی گئیں (۶) -

صوبۂ خوزستان میں نہایت کثرت سے فوجي چھاؤنیاں قائم کي گئیں' چنانچہ نہر تیری' مناذر' سواق الاھواز' سرق' ھرمزان' سوس' بنیان' جندی سابور' مہرجانقذق' یہ تمام مقامات فوجوں سے معمور ھوگئے (۷) - رے اور آذر بایجان کي چھاؤنیوں میں ھمیشہ دس ھزار فوجیں موجود رھتي تھیں -

(۱) فتوح البلدان صفحۂ ۱۵۰ میں ہے: و رتب ابو عبیدۃ بیالس جماعۃ من المقاتلۃ ' و اسکنہ قوماً من العرب الذین کانوا بالشام فاسلموا بعد قدوم المسلمین الشام -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ہے: ان معاویۃ کتب الي عمر بن الخطاب بعد موت اخیہ یزید ' یصف لہ حال السواحل ' فکتب الیہ في مرمۃ حصونہا و ترتیب المقاتلۃ فیہا و اقامۃ الحرس علی مناظرہا و اتخاذ المواقید لہا -

(۳) مقریزي جلد اول صفحۂ ۱۶۷ میں ہے : و کان لکل عریف قصر ینزل فیہ بمن معہ من اصحابہ و اتخذوا فیہ اخایذ -

(۴) دیکھو طبري صفحۂ ۲۵۹۴ و مقریزي صفحۂ ۱۶۷

(۵) تاریخ طبري صفحۂ ۱۸۰۵ میں ہے و کان بالکوفۃ اذاذاک اربعون الف مقاتل ' و کان یغزو ھذین الثغرین ری و آذربیجان ھم عشرۃ الاف في کل سنۃ - فکان الرجل نصیبہ في کل اربع سنین غزوۃ -

(۶) فتوح البلدان صفحۂ ۴۵۰

(۷) طبري صفحۂ ۲۶۵۰ -

(فوجي چھاؤنیاں کس اُصول پر قائم کي تھیں)

اِسي طرح اور سیکڑوں چھاؤنیاں جابجا قائم کي گئیں ' جن کي تفصیل کي چنداں ضرورت نہیں - البتہ اِس موقع پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اِس سلسلے کو اسقدر وسعت کیوں دیگئي تھي اور فوجي مقامات کے انتخاب میں کیا اُصول ملحوظ تھے ؟ اصل یہ ہے کہ اسوقت تک اسلام کي فوجی قوت نے اگرچہ بہت زور اور وسعت حاصل کرلي تھي ' لیکن بحری طاقت کا کچھہ سامان نہ تھا - اُدھر یوناني مدت سے اس فن میں مشاق ھوگئے تھے - اسوجہ سے شام و مصر میں اگرچہ کسي اندروني بغاوت کا کچھہ اندیشہ نہ تھا ' کیونکہ اھل ملک باوجود اختلاف مذھب کے مسلمانوں کو عیسائیوں سے زیادہ پسند کرتے تھے ' تاھم رومیوں کے بحري حملوں کا ھمیشہ کھٹکا لگا رھتا تھا - اس کے سوا ایشیاے کوچک ابھي تک رومیوں کے قبضے میں تھا' اور وھاں اُنکي قوت کو کوئي صدمہ نہیں پہنچا تھا - اِن وجوہ سے ضرور تھا کہ سرحدي مقامات اور بندر گاھوں کو نہایت مستحکم رکھا جاے - یہي وجہ تھي کہ حضرت عمر نے جسقدر فوجي چھاؤنیاں قائم کیں' اُنھي مقامات میں کیں' جو یا تو ساحل پر واقع تھے' یا ایشیاے کوچک کے ناکے پر تھے - عراق کي حالت اِس سے مختلف تھي' کیونکہ وھاں سلطنت کے سوا ملک کے بڑے بڑے رئیس جو مرزبان کہلاتے تھے' اپني بقاے ریاست کے لیے لڑتے رھتے تھے' اور دب کر مطیع بھي ھو جاتے تھے تو اُن کي اِطاعت پر اطمینان نہیں ھو سکتا تھا - اِس لیے اِن ممالک میں ھر جگہ فوجي سلسلہ قائم رکھنا ضروري تھا کہ مدعیان ریاست بغاوت کا خواب نہ دیکھنے پائیں -

(فوجي دفتر کي وسعت)

حضرت عمر نے اس سلسلے کے ساتھہ انتظامات کے اور صیغوں پر بھي توجہ کي' اور ایک ایک صیغے کو اسقدر منتظم کردیا کہ اُسوقت کے تمدن کے لحاظ سے ایک معجزہ سا معلوم ھوتا ہے فوجوں کي بھرتي کا دفتر جسکي ابتداء مہاجرین اور انصار سے ھوئي تھي' وسیع ھوتے ھوتے قریباً تمام عرب کو محیط ھوگیا - مدینہ سے عسفان تک جو مکہ معظمہ سے دو منزل اِدھر ہے ' جسقدر قبائل آباد تھے' ایک ایک کي مردم شماري ھوکر رجسٹر بنے - بحرین جو عرب کا انتہائي صوبہ ہے بلکہ عرب کے جغرافیہ نویس اسکو عراق کے اضلاع میں شمار کرتے ھیں' وھاں کے تمام قبائل کا دفتر تیار کیا گیا - کوفہ ' بصرہ ' موصل ' فسطاط ' حیرہ ' وغیرہ میں جسقدر عرب آباد ھوگئے تھے' سب کے رجسٹر مرتب ھوے - اِس بیشمار گروہ کي علی قدر مراتب تنخواھیں مقرر کي گئیں ' اور اگرچہ اِن سب کا مجموعي شمار تاریخوں سے معلوم نہیں ھوتا' تاھم قراین سے معلوم ھوتا ہے کہ کم سے کم آٹھہ دس لاکھہ ھتیار بند آدمي تھے - ابن سعد کي روایت ہے کہ ھر سال تیس ھزار نئی فوج فتوحات کیلیے بھیجي جاتي تھي (۱) کوفہ کي نسبت علامۂ طبری نے تصریح کي ہے کہ وھاں ایک لاکھہ آدمي لڑنے کے قابل بسائے گئے ' جن میں سے ۴۰ ھزار باقاعدہ فوج تھي - یعني اُن کو باري باري سے ھمیشہ رے اور آذر بایجان کے مہمات میں حاضر رھنا ضرور تھا -

(سالانہ بھرتي)

یہي نظام تھا جس کي بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب و داب قائم رھا ' اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا - جسقدر اس نظام میں کمي ھوتي گئي' اسی قدر عرب کي طاقت میں ضعف آتا گیا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے اسمیں تبدیلي کي یعني شیر خوار بچوں کي تنخواہ بند کردي - عبد الملک بن مروان

(۱) کنز العمال صفحہ ۳۳۱ - امام مالک نے مؤطا میں ۳۰ ھزار کے بجاے ۴۰ ھزار کي تعداد بیان کي ہے -

وہ صرف عراق ' مصر ' جزیرہ ' اور شام تے - چنانچہ اسي اصول پر فوجي صدر مقامات بھي انھي ممالک میں قائم کیے گئے - موصل جزیرہ کا صدر مقام تھا - شام کي وسعت کے لحاظ سے وہاں متعدد صدر مقام کرنے ضرور تے' اس لیے دمشق ' فلسطین ' حمص ' اردن " چار صدر مقام قرار دیے - فسطاط کي وجہ سے جو اب قاہرہ سے بدل گیا ' تمام مصر پر اثر پڑتا تھا - بصرہ ' کوفہ ' یہ دو شہر فارس ' خوزستان ' اور تمام مشرق کي فتوحات کے دروازے تے

(بارکیں ' سواري ' اور رسد)

ان صدر مقامات میں جو انتظامات فوج کے لیے کیے تے' حسب ذیل تے :

(۱) فوجوں کے رہنے کے لیے بارکیں تھیں - کوفہ ' بصرہ ' فسطاط ' یہ تینوں شہر در اصل فوج کے قیام اور بود و باش کے لیے آباد کیے گئے تے - موصل میں عجمیوں کے زمانے کا ایک قلعہ ' چند گرجے ' اور معمولي مکانات تے - ھرثمہ بن عرفجہ ازدي (گورنر موصل) نے حضرت عمر کي ہدایت کے بموجب داغ بیل ڈال کر اسکو شہر کي صورت میں آباد کیا ' اور عرب کے مختلف قبیلوں کے لیے جدا جدا محلے بسائے -

(۲) ہر جگہ بڑے بڑے اصطبل خانے تے جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھ تیار رہتے تے - یہ صرف اس غرض سے مہیا رکھے جاتے تے کہ دفعتاً ضرورت پیش آجاے تو ۳۲ - ہزار سواروں کا رسالہ فوراً تیار ہوجاے - (۱) سنہ ۱۷ - ہجري میں جزیرہ والوں نے دفعتاً بغاوت کردي تو یہي تدبیر کلید ظفر تھہري - ان گھوڑوں کي پرداخت اور تربیت میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا - مدینۂ منورہ کا انتظام حضرت عمر نے خود اپنے اہتمام میں رکھا تھا - شہر سے چار منزل پر ایک چراگاہ (۲) تیار کرائي تھي' اور خود اپنے غلام کو جسکا نام ھني تھا ' اسکي حفاظت اور نگراني کے لیے مقرر کیا تھا - ان گھوڑوں کي رانوں پر داغ کے ذریعہ سے یہ الفاظ لکھے جاتے تے ' " في سبیـــل اللـــه " (۳) کوفہ میں اسکا اہتمام سلمان بن ربیعة الباہلي کے متعلق تھا ' جو گھوڑوں کي شناخت اور پرداخت میں کمال رکھتے تے' یہاں تک کہ اُن کے نام میں یہ خصوصیت داخل ہوگئي تھي ' اور سلمان الخیل کے نام سے پکارے جاتے تے - جاڑوں میں یہ گھوڑے اصطبل خانے میں رکے - تے تے - چنانچہ چوتھي صدي تک یہ جگہ " آري " کے نام سے مشہور تھي جس کے معنے اصطبل خانہ کے ہیں ' اور اسي لحاظ سے عجمي اسکو آخور شاہ جہاں کہتے تے - بہار میں یہ گھوڑے ساحل فرات پر عاقول کے قریب شاداب چراگاہوں میں چرائے جاتے تے - سلمان ہمیشہ گھوڑوں کي تربیت میں نہایت کوشش کرتے تے' اور ہمیشہ سال میں ایک دفعہ گھوڑ دوڑ بھي کراتے تے -

خاص کر عرب نسل کے گھوڑوں کو اُنھوں نے نہایت ترقي دي - اس سے پہلے اہل عرب نسل میں ماں کي پروا نہیں کرتے تے - سب سے پہلے سلمان نے یہ امتیاز قائم کیا - چنانچہ جس گھوڑے کي ماں عربي نہیں ہوتي تھي' اُسکو دوغلا قرار دیکر تقسیم غنیمت میں سوار کو حصے سے محروم کردیتے تے - (۱)

بصرہ کا اہتمام جزء بن معاویہ کے متعلق تھا جو صوبۂ اہواز کے گورنر رہ چکے تے -

(۳) فوج کے متعلق ہر قسم کے کاغذات اور دفتر انھي مقامات میں رہتا تھا -

(۴) رسد کے لیے جو غلہ اور اجناس مہیا کي جاتي تھیں' وہ انھي مقامات میں رکھي جاتي تھیں' اور یہیں سے اور مقامات کو بھیجي جاتي تھیں -

(فوجي چھاؤنیاں)

ان صدر مقامات کے علاوہ حضرت عمر نے بڑے بڑے شہروں اور مناسب مقامات میں نہایت کثرت سے فوجي چھاؤنیاں قائم کیں' اور عرب کو تمام ممالک مفتوحہ میں پھیلا دیا - اگرچہ یہ اک عام اُصول تھا کہ جو شہر فتح ہوتا تھا' اُسي وقت ایک مناسب تعداد کي فوج وہاں متعین کردي جاتي تھي (۲) جو وہاں سے ٹلتي نہ تھي چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے جب شام فتح کیا ' تو ہر ہر ضلع میں ایک ایک عامل مقرر کردیا جس کے ساتھ ایک معتدبہ فوج رہتي تھي ' لیکن امن و امان قائم ہونے پر بھي کوئي بڑا ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں فوجي سلسلہ قائم نہیں کیا گیا ہو -

سنہ ۱۷ ہجري میں حضرت عمر نے جب شام کا سفر کیا تو اُن مقامات میں جہاں ملک کي سرحد دشمن کے ملک سے ملتي تھي' یعني دلوک ' بنبج ' رعبان ' قورس ' تیزین ' انطاکیہ ' وغیرہ (عربي میں اُن کو فروج یا ثغور کہتے ہیں) ایک ایک شہر دورہ کیا اور ہر قسم کا فوجي نظم و نسق اور مناسب انتظامات کیے - جو مقامات دریا کے کنارے پر واقع تے اور بلاد ساحلیہ کہلاتے تے (یعني عسقلان ' یافا ' قیساریہ ' ارسوف ' عکا ' صور ' بیروت ' طرسوس ' صیدا ' ایاس ' لاذقیہ) چونکہ رومیوں کي بحري طاقت کي زد پر تے' اِس لیے اسکا مستقل جداگانہ انتظام کیا ' اور اسکا افسر کل عبد اللہ بن قیس کو مقرر کیا - (۳) بالس چونکہ عربي فرات کے ساحل پر تھا اور عراق سے ہم سرحد تھا ' اسلیے وہاں فوجي انتظام کے ساتھ اسقدر اور اضافہ کیا کہ شامي عرب جو اسلام قبول کرچکے

(۱) تاریخ طبري صفحہ ۲۵۰۴ میں ہے کان لعمر اربعة آلاف فرس' عدة لکون ان کان یشتیها في قبلة قصر الکوفة - و بالبصرة نحو منها - و قیمه علیها جزء بن معاویة - و فی کل مصر من الامصار الثمانیة علی قدرها - فان نابتتهم نایبة رکب قوم و تقدموا الی ان یستعد الناس -

(۲) حضرت عمر نے گھوڑوں اور اونٹوں کي بود و باش اور پرداخت کے لیے عرب میں متعدد چراگاہیں تیار کرائي تھیں - سب سے بڑي چراگاہ مقام ربذہ میں تھي جو مدینۂ منورہ سے ۴ - منزل کے فاصلے پر نجد کے ضلع میں واقع ہے - یہ چراگاہ دس میل لمبي اور اسیقدر چوڑي تھي - دوسري مقام ضریہ میں تھي جو مکہ معظمہ سے سات منزل پر ہے - اسکي وسعت ہر طرف سے چھہ چھہ میل تھي' اسمیں قریباً ۴۰ ہزار اونٹ پرورش پاتے تے - ان چراگاہوں کي پوري تفصیل خلاصة الوفا باخبار دار المصطفی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ میں ہے -

(۳) کنز العمال جلد - ۲ - صفحہ - ۳۳۱ -

(۱) کتب رجال میں سلمان بن ربیعہ کا تذکرہ دیکھو -

(۲) فتوح البلدان صفحہ ۱۲۸ میں ہے : و کان المسلمون کلما فتحوا مدینة ظاهرة او عند ساحل رتبوا فیها قدر من یحتاج له الیه من المسلمین - فان حدث في شي منها حدث من قبل العدو سرّبوا الیها الامداد - اور صفحہ ۱۵ میں ہے : و ولي ابو عبيدة كل كورة فتحها عاملا و ضم الیه جماعة من المسلمين و شحن النواحي المخوفة -

(۳) تاریخ طبري صفحہ ۲۵۲۳ - اصل عبارت یہ ہے قسم عمر الارزاق و سمي الشواتي و الصوایف و سد فروج الشام و مسالحها و اخذ یدور بها ' و سمي ذلك في كل كورة ' و استعمل عبد الله بن قيس علي السواحل من كل كورة -

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لنڈن

یه مشهور ناول جو که سوله جلدوںمیں هے ابهي چهپ کر نکلی هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور آب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریلیل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکته

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکس فورسٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں کراساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهي پوري قیمت اور کبهي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکهی گئی هے- ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دهوکا نهیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک گهڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈوگی انعام دیا جاویگا - هنسي هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یه دوا ان کهوئي هوئي قوت کو پهر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا ذمه - کهانسي کے لیے بهي مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta.

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت فی شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر با هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهی - ڈاکٹر ایم سی ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے هیں " میںنے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ار - سي - پي ایلنگ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتی هیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم جي - ایم - براڈلي ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکارکاڈي بمبئی فرماتي هیں : " اوبهرالین جسکو که میںنے استعمال کیا هے " زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Vallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ! یه دماغي کمزوري کو دفع کرتي هے - پژمرده دلوںکو تازه بناتي هے - یه ایک نهایت عمده ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے هیں - اسکے استعمال سے ا ماه ولیسه کو قوت پهر ملتي هے - هسٹریه وغیره کو بهي مفید هے جو لوگ کو لیواکے ... قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کےبیرونی استعمال سے ... ایکبارگي ... جاتي هے اس کے استعمال کرکے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑهنا باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مفت - مشوره مفت - فهرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist Post Box 141 Calcutta

مفت ! مفت !!

رائے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

نے اور بھی اسکو گھٹایا ' اور معتصم باللہ نے سرے سے فوجی دفتر میں سے عرب کے نام ھی نکال دیے' اور اُسی دن درحقیقت حکومت بھی مسلمانوں کے ھاتھہ سے نکل گئی - یہ ایک انقلابِ عظیم بیچ میں آگیا تھا - ھم پھر حضرت عمر کے فوجی نظام کی طرف واپس آتے ھیں - حضرت عمر نے فوجی دفتر کو یہاں تک وسعت دی کہ اھل عجم بھی اُسمیں داخل کیے گئے - یزد گرد شاھنشاہ فارس نے دیلم کی قوم سے ایک منتخب دستہ تیار کیا تھا جس کی تعداد چار ھزار تھی' اور جند شاھنشاہ یعنی فوج خاصہ کہلاتا تھا - یہ فوج قادسیہ میں کئی معرکوں کے بعد ایرانیوں سے علحدہ ہوکر اسلام کے حلقے میں آگئی - سعد بن ابی وقاص گورنر کوفہ نے ان کو فوج میں داخل کرلیا ' اور کوفہ میں آباد کرکے اُن کی تنخواھیں مقرر کردیں (۱) -

(فوجی اقوام)

چنانچہ اسلامی فتوحات میں ان کا نام بھی جا بجا تاریخوں میں آتا ھے - یزد جرد کی فوج ھراول کا سردار ایک بڑا نامی افسر تھا جو سیاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا - سنہ ۱۷ ھجری میں یزد گرد اصفہان کو روانہ ھوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھہ جن میں ستر بڑے بڑے نامی پہلوان تھے' اصطخر کی طرف بھیجا کہ وہ ھر ھر شہر سے چیدہ بہادر منتخب کرکے ایک دستہ تیار کرے - ابو موسیٰ اشعری نے جب سنہ ۲۰ ھجری میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزد گرد نے سیاہ کو حکم دیا کہ اس چیدہ رسالے کے ساتھہ ابو موسیٰ کے مقابلے کو جائے - سوس کی فتح کے بعد سیاہ نے مع تمام سرداروں کے ابو موسیٰ سے چند شرائط کے ساتھہ امن کی درخواست کی - ابو موسیٰ کو شرائط پر راضی نہ تھے' لیکن بالآخر واقعہ سے حضرت عمر کو اطلاع دی - حضرت عمر نے لکھہ بھیجا کہ تمام شرائط منظور کر لیے جائیں - چنانچہ وہ سب کے سب بصرہ میں آباد کیے گئے اور فوجی دفتر میں نام درج کرکے اُن کی تنخواھیں مقرر کردی گئیں - انمیں سے چھہ افسروں کی (جن کے نام یہ ھیں : سیاہ' خسرو' شہریار' شیرویہ' شہرویہ' افرودین) ڈھائی ڈھائی ھزار اور سو سو بہادروں کی دو دو ھزار تنخواہ مقرر ھوئی - تستر کے معرکہ میں سیاہ ھی کی تدبیر سے فتح حاصل ھوئی تھی - (۲)

باذان نوشیروان کی طرف سے یمن کا گورنر تھا' اسکی ماتحتی میں جو ایرانی فوج تھی' اُسمیں سے اکثر مسلمان ھوگئے تھے - اِن کا نام بھی دفتر فوج میں لکھا گیا - تعجب یہ ھے کہ فاروقی لشکر ھندوستان کے بہادروں سے بھی خالی نہ تھا - سندھ کے جاٹ جنکو اھل عرب زط کہتے تھے' یزد گرد کے لشکر میں شامل تھے - سوس کے معرکہ کے بعد وہ اسلام کے حلقہ بگوش ھوے' اور فوج میں بھرتی کرکے بصرہ میں آباد کیے گیے - (۳)

یونانی اور رومی بہادر بھی فوج میں شامل تھے - چنانچہ فتح مصر میں اِن میں سے پانسو آدمی شریک جنگ تھے' اور جب عمرو بن العاص نے فسطاط آباد کیا تو یہ ایک جداگانہ محلے میں آباد کیے گئے - یہودیوں سے بھی یہ سلسلہ خالی نہ تھا' چنانچہ مصر کی فتح میں ان میں سے ایک ھزار آدمی اسلامی فوج کے ساتھہ شریک تھے - (۴)

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۲۸۰ -

(۲) طبری واقعات سنہ ۱۷ ھجری ذکر فتح سوس و فتوح البلدان از صفحۂ ۳۷۲ تا ۳۷۵ -

(۳) فتوح البلدان صفحہ ۳۷۶

(۴) مقریزی نے صفحہ ۲۹۸ میں ان سب کے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھے ھیں -

غرض حضرت عمر نے صیغۂ جنگ کو جو وسعت دی تھی' اُس کے لیے کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہ تھی - یہاں تک کہ مذھب و ملت کی بھی کچھہ قید نہ تھی - والنتیر فوج میں تو ھزاروں مجوسی شامل تھے جنکو مسلمانوں کے برابر مشاھرے ملتے تھے - فوج نظام میں بھی مجوسیوں کا پتہ ملتا ھے' چنانچہ اسکی تفصیل غیر قوموں کے حقوق کے ذکر میں آئیگی - لیکن یہ یاد رکھنا چاھیے کہ صیغۂ جنگ کی یہ وسعت جسمیں تمام قوموں کو داخل کرلیا گیا تھا' صرف اسلام کی ایک فیاضی تھی' ورنہ فتوحات ملکی کے لیے عرب کو اپنی تلوار کے سوا اور کسی کا کبھی ممنون ھونا نہیں پڑا - البتہ اِس سے بھی انکار نہیں ھوسکتا کہ جن قوموں سے مقابلہ تھا' انھیں کے ھم قوموں کو اُن سے لڑانا فن جنگ کا بڑا اُصول ھے :

که خرگوش هر مرز را هم شگفت
سگ آن ولایت تواند گرفت

جیسا کہ ھم اوپر لکھہ آئے ھیں' ابتداے انتظام میں فوجی صیغہ صاف صاف جداگانہ حیثیت نہیں رکھتا تھا - یعنی جو لوگ اور اور حیثیتوں سے تنخواھیں پاتے تھے' اُن کے نام بھی فوجی رجسٹر میں درج تھے' اور اُسوقت یہی مصلحت تھی - لیکن حضرت عمر نے اب یہ پردہ بھی اُٹھا دینا چاھا - شروع شروع میں تنخواہ کی کمی بیشی میں قرآن خوانی کے وصف کا بھی لحاظ ھوتا تھا' لیکن چونکہ اس کو فوجی اُمور سے کچھہ تعلق نہ تھا اسلیے حضرت عمر نے اسکو صیغۂ تعلیم سے متعلق کرکے اِس دفتر سے الگ کردیا - چنانچہ سعد بن وقاص کو یہ الفاظ لکھہ بھیجے : لا تعط علی القرآن احد -

(تنخواھوں میں ترقی)

اسکے بعد تنخواھوں کی ترقی کی طرف توجہ کی' وہ فوج جو زراعت' تجارت' اور اس قسم کے تمام اشغال سے بزور باز رکھتے تھے' اس لیے ضرور تھا کہ اُن کی تمام ضروریات کی کفالت کی جاے' چنانچہ اس لحاظ سے تنخواھوں میں کافی اضافہ کیا گیا - ادنی سے ادنی شرح جو ۲۰۰ سالانہ تھی ۳۰۰ کردی - افسروں کی تنخواہ سات ھزار سے لیکر دس ھزار تک بڑھا دی - بچوں کی تنخواہ دودھہ چھوڑنے کے دن سے مقرر ھوتی تھی' اب حکم دیدیا کہ پیدا ھونے کے دن ھی سے مقرر کردی جاے -

(رسد کا انتظام)

رسد کا بندوبست پہلے صرف اسقدر تھا کہ فوجیں مثلاً قادسیہ میں پہونچیں تو آس پاس کے دیہات پر حملہ کرکے جنس اور غلہ لوٹ لائیں' البتہ گوشت کا بندوبست دارالخلافت سے تھا یعنی حضرت عمر مدینۂ منورہ سے بھیجا کرتے تھے - (۱) پھر یہ انتظام ھوا کہ مفتوحہ قوموں سے جزیہ کے ساتھہ فی کس ۲۵ آثار غلہ لیا جاتا تھا اور وہ رسد کے کام میں آتا تھا - مصر میں غلہ کے ساتھہ روغن زیتون' شہد' اور سرکہ بھی وصول کیا جاتا تھا جو سپاھیوں کے لیے سالن کا کام دیتا تھا - جزیرہ میں بھی یہی انتظام تھا - لیکن اِسمیں رعایا کو زحمت ھوتی تھی چنانچہ حضرت عمر نے آخر میں اس کے بجاے نقدی مقرر کردی (۲) جسکو رعایا نے نہایت خوشی سے قبول کیا -

(۱) فتوح البلدان صفحۂ - ۲۵۶ - اصل عبارت یہ ھے : فاذا احتاجوا الی العلف و الطعام ' اخرجوا خیولا في البر فاغارت . علی اسفل الفرات . و کان عمر یبعث الیھم من المدینۃ الغنم والجزر -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۷۸ و ۲۱۶ -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ ۲۲ - ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر - ۸ - ۹

Calcutta : Friday, 28th Jan. & 4th Feb. 1916.

ترجمان القرآن

یعنی قرآن حکیم کا اردو ترجمہ، از خامۂ ایڈیٹر الہلال

آسمانی صحائف و اسفار کے حقیقی حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکی تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے، جس کی توفیق صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جنہیں حق تعالی انبیاء کرام کی معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے، اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

هندوستان کی گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی، وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا - انکے فرزند حجۃ الاسلام، امام الاعلام، مجدد العصر، حضرۃ شاہ ولی اللہ قدس سرہ تھے، جنھوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کی ضرورت الہام الہی سے محسوس کی، اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کا ظہور ہوا، اور اردو زبان مین ترجمۃ القران کی بنیاد استوار ہوئی - شکر اللہ سعیہم، و جعل الجنۃ مثواہم!

اس واقعہ پر ٹھیک ایک صدی گذر چکی ہے، لیکن یہ کہنا کسی طرح مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کی جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھی تھی، اسکی تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الہلال کیلیے مخصوص کردیا تھا، جنھوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز، و بلاغت و انشاء مخصوص، و فہم حقائق و معارف قرآنیہ، و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس، عام فہم، معنی خیز، حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے، اور بحمد اللہ کہ زیر طبع ہے -

یہ ترجمہ کیسا ہے؟ ان لوگوں کیلیے جو الہلال کا مطالعہ کرچکے هیں، اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروری ہے -

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کی جگہہ لیتھو میں چھاپا جارہا ہے تاکہ ارزاں ہو، اور بچوں، عورتوں، سب کے مطالعہ میں آسکے - قیمت فی جلد چھہ روپیہ رکھی گئی ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکھتے ہی قیمت بھیجدینگے، انسے صرف ساڑھے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بھیجنا چاہیے -

---

نوٹ - ڈبل نمبر ہونے کی وجہ سے قیمت فی پرچہ چھہ آنہ

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly Rs. 6-12

البلاغ

مرسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماهی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبر 9 — کلکته : جمعه ۲۹ ربیع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري — جلد [illegible]
Calcutta : Friday, February 4, 1916.

دعــوة الى القــران

(۱) قرآن حکیم کي اشاعة اور تبلیغ مسلمانوں کا قومی عشق تها - اُنهوں نے جو کچهه کیا صرف اسي کیلیے کیا' اور اُنکي تاریخ محامد و فضائل میں جو کچهه بهي هے صرف اسي کے لیے هے - انهوں نے اپنا وطن چهوڑا تو اُسی کیلیے' عزیز و اقربا سے مهجور هوے تو اُسي کي خاطر' مال و دولت لٹایا تو اُسي کي یاد میں' انکي تلواریں بے نیام هوئیں تو اسی کي صولت کیلیے' اور انکي گردنوں کا خون بہا تو اُسی کے عشق میں! آه' انکي قومي زندگي کي عام صدا یه تهي:

إن صــلاتي و نسکي و محــیاي و ممــاتي لــله رب العــالمین - میري عبادت' میري قرباني' میرا جینا میرا مرنا' غرضکه زندگي اور زندگي میں جو کچهه هے' سب کچهه الله کیلیے هے جو تمام جهانوں کا پروردگار هے؟

لیکن انقلاب زمانه نے آج اُسي قوم کو اِس حالت تک پهنچادیا هے که قرآن کي تبلیغ کي راه میں ایثار نفس اور فدویت جسم و جان کي توقع کیا کي جاے' مال و دولت کے کسي حقیر حصے کا انفاق بهي ناپید هوگیا هے!!

(۲) حدیث صحیح میں آیا هے که میري اُمة پر ایک وقت ایسا آئیگا جب ایک چهوٹي سی نیکي اتنا ثواب حاصل کریگي' جسقدر بڑي سے بڑي نیکي آج حاصل کرتي هے' کیونکه جب تاریکي بهت بڑهجاے اور روشني کي تمام قندیلیں بجهه جائیں' تو اُس وقت دیاسلائي کي ایک تیلي بهي بهت قیمتي هوتي هے' اور اگر ایک ٹمٹماتا هوا دیا بهي میسر آجاے تو اُسے بجلي کے لیمپ سے بڑهکر لوگ غنیمت سمجهتے هیں

یقیناً وه وقت آ گیا - تاریکي هر طرف هے مگر روشني کا کوئي سامان نهیں کرتا - ایسي حالت میں اگر کسي طرف سے ایک هلکي سي شعاع بهي نظر آجاے تو اُسکي ویسي هي عزت کرني چاهیے جیسي روشني کے عهد میں کسي قیمتي سے قیمتي فانوس کي کیا کرتے تهے -

(۳) ترجمان القرآن اور البیان کي توسیع اشاعة کیلیے بعض احباب کرام جو کچهه سعي کررهے هیں' میں اُسے اِسي نظر سے دیکهتا هوں' اور چاهتا هوں که لوگ بهي اسی نظر سے دیکهیں - ان دونوں کتابوں کیلیے سب سے بڑي ضرورت اس چیز کي هے که غیر مستطیع مسلمانوں میں (اور وهي مسلمان سب سے زیاده اسکے مستحق هیں) اسکي اشاعة کا انتظام کیا جاے' اور مسلمانوں کا کوئي حلقه اور کوئي طبقه ایسا باقي نه رهے جسکے اندر اسکے چند نسخے نه پهنچ جائیں - علی الخصوص انگریزي و عربي مدارس کے طلباء' مساجد کے ائمه و حفاظ' اور بالعموم تمام علماء کرام و ارباب درس و وعظ اسکے اصلي مخاطب هیں - ان میں سے هر شخص اپنے ساتهه ایک بڑا دائره دعوة و اثر کا رکهتا هے' اور اگر قرآن حکیم کے فهم و درس کي صحیح راه اُسکے آگے کهل جاے تو هزاروں مسلمانوں کے اندر تبدیلي پیدا هوجاے -

(۴) سو الحمد لله که بعض ارباب اخلاص کو الله نے اِسکي توفیق دي هے که اُنکي متعدد جلدیں لیکر مفت تقسیم کریں' اور اسطرح اُنهوں نے ایک ایسے عهد میں جبکه انفاق في سبیل الله کی سچي مثالیں ناپید هو رهي هیں' اور مسلمانوں کے مال و دولت میں خدا اور اسکے کلمة حق کے لیے کوئي حصه نظر نهیں آتا' ایمان بالله اور عشق کلام الهي کا ایک قابل صد عزت نمونه پیش کیا هے -

اس سلسلے میں سب سے زیاده مستحق ذکر حاجي عبد الشکور صاحب هیں جنهوں نے تفسیر البیان کي پچاس جلدوں کي قیمت بهیجدي هے - ان جلدوں کو وه اپنے وطن میں تقسیم کرینگے -

لیکن سب سے زیاده قابل تقلید نمونه اُن احباب بهاولپور کا هے جنهوں نے اپني ایک رسمي اور تفریحي صحبت کي دلاویزیوں پر الله کے کلام مقدس کي تبلیغ کو ترجیح دي هے!

جناب شیخ محمد عبد الله صاحب بهاولپور سے لکهتے هیں:

" میرے ایک دوست مسٹر علي احمد خاں بي - اے هیں جنکي تنخواه میں الله کے فضل سے پچاس روپیه کا اضافه هوا هے - اس ترقي کي خوشي میں دوستوں کي خواهش تهي که چاء اور شیریني کي کوئي صحبت منعقد هو' لیکن سب کي یه راے قرار پائي که چند لمحوں کي بیفائده صحبت کي جگه اگر دین کي کوئي خدمت هوجاے اور خدا کا کلام اسکے بندوں تک پهنچ جاے' تو یه بڑي هي سعادت کي بات هوگي - پس هم سب نے قرار دیا که جو روپیه ٹي پارٹي میں خرچ کرنے کیلیے نکالا گیا تها' اس سے آپکے ترجمة القرآن کے نسخے منگوائے جائیں اور ارباب دل میں مفت تقسیم کیے جائیں - چنانچه سو روپیه کا مني آرڈر مرسل خدمت هے - ترجمان القران کي قیمت میں محسوب هو' اس روپیه سے جسقدر نسخے آپ بهیجیں گے' مسٹر موصوف کے احباب میں تقسیم کردیے جائینگے "

الله تعالی مسٹر موصوف اور انکے تمام دوستوں کو اس عمل خیر کیلیے جزاء خیر دے - بظاهر یه ایک معمولي سا واقعه هے' لیکن غور کیجیے تو مسلمانوں کیلیے محبت قرآني کا ایک بهت بڑا نمونه هے - اگر لوگ اِسي طرح اپنے اولین فرض اسلامي کو محسوس کریں' تو بغیر کسي بهت بڑے دنیوي نقصان کے گوارا کیے وه الله کي خدمت کیلیے بهت کچهه کر سکتے هیں -

اسي طرح شیخ عبد الحمید صاحب (رسولپور ضلع میرٹهه) نے چند جلدوں کي قیمت بهیجدي هے' اور چند قومي لائبریریوں کا پته لکها هے که انکي جانب سے مفت وهاں بهیجدي جائیں۔

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے بازخواں این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهـلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ھے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیة اسلامیة کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ ' اور وحدة کلمة امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و مقالات سیاسیه و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ھے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ھے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ھے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ھیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ھیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ھے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ھے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ھے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ھے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے ھیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ھیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداري پیدا هوگئي ھے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ھے -

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ھے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ھے' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ھے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ھے -

(۷) چھه مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی ھے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئي ھے - ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چھپے گي - تیسري' چوتھي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے ھیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھی ھیں' اس قسم کي دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں هوتی ھیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی

(۹) با ایں همه قیمت صرف سات روپیه ھے - ایک روپیه جلد کي اجرت ھے -

تو قومی کی بڑی بڑی چٹانوں کو پانی کی طرح بہا دیسکتی ہے، تو یہ وہ تو اسکے سعادت مند فرزندوں کا گھرانا اور اسکے عشاق قدیم کی بزم محفل تھی - یہاں تو گفت و شنود حسن و عشق اور قبول و فراز وصل و وصول کی جگہ صرف ایک تبسم امید نواز ہی دیوانہ بنا دینے کیلیے کافی تھا :

شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ می بندی

چرا بگردن حافظ نمی نہی رسنے ؟

پس یہ اطاعت شعاران عشق اپنے پر اسرار و غیر مرئی معشوق کے حکموں کے آگے سچے عاشقوں کی طرح گر گئے، اور اپنے وجود کو ایک فرماں بردار مرکب بناکر اسکے سپرد کردیا - پھر کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو سواری کے ایک چارپاے کی تو شکایت کرتے ہیں، مگر اسکو نہیں دیکھتے جسکے ہاتھ میں اسکی لگام تھی، اور جسکے بوجھ نے اس مسکین کی پیٹھ پر قابو پایا تھا؟ اولـئك حـزب الشيطان، الا ان حـزب الشيطان هـم الخاسرون

(۵۹ : ۱۹)

قرآن حکیم نے ہمکو شیطان کا ایک بڑا خاصہ یہ بھی بتلایا ہے کہ وہ اپنے وفادار غلاموں کو ایک کام کا حکم دیتا ہے، لیکن جب وہ اسکی تعمیل کرتے ہیں تو دنیا سے کہتا ہے کہ مجھے اس کام سے کیا واسطہ ؟

كمثل الشيطان اذ قـال للانسان اكفر، فلما كفر قال انی بری منـك ! (۵۹ : ۱۶)	انکی مثال شیطان کی سی ہے - اس نے انسان سے کہا کہ کفر و ضلالت اختیار کر، جب انسان نے اس حکم کی تعمیل کی تو پھر وہ الگ ہوگیا، اور

کہنے لگا کہ مجھے اس کام سے کوئی واسطہ نہیں - میں تیرے کفر سے بالکل بری الذمہ ہوں -

پس یہ بیفائدہ ہے اگر آج بھی وہ ظاہر کرے کہ مجھے اس شر و فساد سے کوئی واسطہ نہیں اور میں اس سے بری الذمہ ہوں، کیونکہ ہمیں اسکی قدیمی عادت معلوم ہے، اور اگرچہ ہمیشہ سب کچھ وہی کرتا ہے، پر ہمیشہ اپنے کو الگ دکھلاتا اور ظاہر کرتا ہے کہ اسے کوئی سروکار نہیں -

یاد رکھو کہ شر و فساد جسقدر ہے شیطان ہی کی وسوسہ اندازی کا نتیجہ ہے، ورنہ اسلام کا کوئی چھوٹا سے چھوٹا فرزند بھی راہ فساد اختیار نہ کرتا : ان الشيطان للانسان عدوا مبين -

اسی وسوسہ اندازی کا نتیجہ تھا کہ لیگ سے پہلے بھی شر و فساد پیدا ہوا، اور اجلاس کے اندر بھی - پس ہمارا جو کچھ بھی معاملہ ہے، وہ جہل و نادانی کی ان پتلیوں سے نہیں ہے جو دنیا کے سامنے ناچ رہی تھیں، بلکہ جو کچھ بھی ہے وہ اس خوفناک آسیب سے ہے جسکی روح انکے اندر حلول کر گئی تھی، اور جب وہ چیخ رہے تھے تو اسی کی آواز انکے حلقوں سے نکل رہی تھی !

اس سے بھی بڑھکر قابل تذکرہ شرارت اُن لوگوں کی ہے جو لیگ کے گذشتہ اجلاس کے اثرات و نتائج کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں، اور اس ہنگامہ کے واقعات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں، گویا انہوں نے لیگ کے اجلاس کو بالکل کھودیا -

لیکن ہم کو یقین ہے کہ یہ تمام کوششیں بیکار ہیں، اور غلط فہمی خواہ کتنی ہی سخت ہو لیکن انسان کی بینائی نہیں چھین سکتی - گذشتہ اجلاس کی کامیابی و ناکامی کا اندازہ صرف اس چیز سے کیا جاسکتا ہے کہ اجلاس کا مقصود اصلی کیا تھا، اور وہ حاصل ہوسکا یا نہیں ؟

یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس سال لیگ کے بمبئی میں منعقد کرنے کا کوئی مقصد اسکے سوا نہ تھا کہ ہندو مسلمانوں کے ملکی اتفاق کی طرف سعی و طلب کا ایک نمایاں قدم بڑھایا جاے، اور موجودہ حالات و مقتضیات کے مطابق مسلمانوں کی طرف سے ایک زندہ سیاسی آواز بلند ہوسکے -

یہی مقصد تھا جسکے لیے ایک جماعت اس بات پر اڑ گئی کہ لیگ کا اجلاس ضرور بمبئی ہی میں منعقد کیا جاے، اور اسکے فوائد کے یقین کا اسقدر اسپر استغراق طاری ہوا کہ انعقاد کی خوشی میں باہمی راضی نامہ کی ایک بد ترین اور قابل صد نفرت شکل بھی اس نے منظور کرلی -

یہ راضی نامہ وہ ہے جسکو سر سید علی امام کی اس "صلح فرما" خصوصیت کا دوسرا عمل سمجھنا چاہیے جسکا پہلا عمل مسئلہ مسجد کانپور کی مشہور "صلح" ہے -

اس راضی نامہ کا مقصد یہ تھا کہ لیگ کے اجلاس میں سوا تین تجویزوں کے جنکے الفاظ تک قرار پا چکے تھے، اور کوئی کارروائی نہ کی جاے : وفاداری، توسیع عہد ویسراے، اور ایک کمیٹی کا انعقاد -

اب اسکے بعد واقعات پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ یہ تمام مفسدانہ ساز و سامان جو راضی نامہ کے بعد بھی جاری رکھے گئے، اُس مقصد اصلی کو کہاں تک نقصان پہنچا سکے جو لیگ کے انعقاد سے مقصود اصلی تھا ؟

آل انڈیا مسلم لیگ، اسکے کاموں، اسکی کارکن جماعت، اور اسکے سرپرستوں کے طریق عمل کے متعلق ابتدا سے ہماری ایک خاص طرح کی راے رہی ہے، اور جو اُن دونوں جماعتوں کے افکار سے بالکل مختلف ہے جنکو موجودہ لیگ کے موافقین و مخالفین کے نام سے پکارا جاتا ہے - با ایں ہمہ ہم یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ لیگ کے آغاز وجود سے لیکر اس وقت تک اگر اسکا کوئی اجتماع ایسا ہوا ہے جسکو نسبتاً مفید و کامیاب کہا جاسکے، تو وہ یہی عجیب و غریب اجتماع تھا جو باوجود ان تمام مفسدانہ طاقتوں اور مفسدانہ ساز و سامان مقاومت کے ساحل بمبئی پر منعقد ہوا -

انعقاد کا پہلا مقصد یہ تھا کہ ہندو مسلمانوں کے ملکی اتحاد کی طرف ایک زیادہ نمایاں اور موثر قدم بڑھایا جاے - اسکو کوئی قوۃ فساد نہ روک سکی - نہ افساد و اضلال کی طاقتوں کا وہ سب سے بڑا ہولناک بت روک سکا جسکے چہرے پر نقاب رہتا ہے، اور نہ اسکے مندر کے وہ پجاری روک سکے جو اسکے پر اسرار حکموں پر رقص عبادت کرتے ہیں - لیگ اور کانگریس کے اجلاس ایک شہر میں ہوے، لیگ کے ممبر ہوم رول لیگ میں شریک ہوے، اور ماڈریٹ کانگریسی پارٹی سے زیادہ اظہار جوش کے ساتھ اسکی کارروائی میں حصہ لیا، پھر کانگریس میں شریک ہوے، اور ممبران کانگریس لیگ میں آے - یہ چیز فی نفسہ ہماری نظروں میں کوئی ایسی وقیع چیز نہیں ہے - مگر چونکہ کانگریس اور مسلمانوں کی تفریق کو ہمیشہ ایک بت بناکر مسلمانوں نے پوجا ہے، اسلیے اسکا پاش پاش ہونا ہر طرح ایک اہم واقعہ ہونے کی استعداد رکھتا ہے -

اس سے بھی اہم تر چیز یہ تھی کہ مسلمانوں کے سیاسی مجمع سے ایک ایسی آواز اٹھے جسمیں کچھ جان ہو، اور جسکی روح کو وقت کا فرضی اور وہمی سوال اٹھاکر ہلاک نہ کیا جاسکے - سو اس میں کوئی شک نہیں کہ مسٹر مظہر الحق کا ایڈریس اس اعتبار سے لیگ کی تمام تاریخ کا حاصل زندگی ہے، اور باوجود ہجوم مشکلات و احاطۂ موانع کے اُنہوں نے جسقدر بھی اظہار حقیقت کی توفیق پائی، وہ ہمیشہ یادگار رہیگی -

انکے ایڈریس میں جو کچھ موجود ہے، وہ بلحاظ وقت کی مشکلات کے اسقدر وقیع ہے، کہ اسکی وقعت پر غیر موجود کا افسوس غالب نہیں آ سکتا -

شذرات

مسلم لیگ

مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس کا تذکرہ اخبارات و رسائل کے صفحات اور بحث و مذاکرہ کی صحبتوں میں قریب الاختتام ہے - کامل چار ہفتے اسپر گذر چکے ' اور ہر شاہد و سامع نے اسکے نقد و بحث میں کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - تاہم بہت سی ضروری باتیں اب تک باقی ہیں ' اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اصلیت کو مشتبہ کرنے کیلیے چند مفسدانہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں -

جنوری کے اوائل میں اگر ہمیں فرصت ملتی تو بہ تفصیل اس واقعہ کی نسبت لکھتے - لیکن اب تفصیل کا موقعہ نہیں رہا - صرف ان غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کردینا چاہتے ہیں ' جنکا اثر واقعہ کی عارضی حیثیت کی جگہ اصولی نتائج و عبر پر پڑتا ہے -

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز جو سامنے آتی ہے ' وہ مسلمانان بمبئی کے اندرونی اختلافات کا مسئلہ ہے ' جسکو عام طور پر لیگ کے ہنگامہ کی اصلی علت قرار دیا جاتا ہے -

ہم اس تعجب اور حیرانی کے ظاہر کرنے کیلیے الفاظ نہیں پاتے ' جسکے ساتھہ ہم نے ان تحریروں کو پڑھا ہے جو بعض مدعیان علم و واقفیت نے شائع کی ہیں ' اور جنکے اندر وہ یقین کے ساتھہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانان بمبئی کے سیاسی اختلاف اور پارٹی فلینگ نے لیگ کے جلسے کو اس مصیبت سے دوچار کیا !

دنیا میں علم و یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ مشاہدہ ہے ' سماع ہے ' روایت ہے ' قیاس صحیح ہے ' اور تواتر و تسلسل واقعات ہے - ہم حیران ہیں کہ لیگ کے اجلاس بمبئی کے متعلق یہ تمام ذرائع موجود ہیں ' اور ان میں سے ہر ذریعہ صاف صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس ہنگامہ کو نہ تو مسلمانان بمبئی کے کسی سیاسی اختلاف آراء سے تعلق تھا ' اور نہ مختلف سیاسی جماعتوں کی کشمکش سے - یہ جو کچھہ ہوا ' اسکی علة اصلی صرف ایک ہی تھی ' اور وہ صرف اسی مخفی طاقت کی کارفرمائی تھی جو ہمیشہ خود تو پس پردہ رہتی ہے ' لیکن اپنے تنخواہ دار سپاہیوں کو آگے بھیجدیتی ہے - تاکہ میدان رزم میں خیمہ نشیں سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کریں -

لیگ کے اجلاس سے پہلے جو کچھہ ہوا ' اور لیگ کے اجلاس کے اندر جو کچھہ ہوا ' دونوں کی پوری سرگذشت دنیا کے سامنے موجود ہے - اور وہ اس حقیقت کو اسدرجہ روشن و واضح صورت میں نمایاں کر رہی ہے کہ ہندوستان کے مخفی دسائس و فریب کی پوری تاریخ میں ایسا بے نقاب جلوہ کبھی بھی نظر نہیں آیا تھا -

ان ناداںوں یا دانستہ حق پوشوں کا بیان ہے کہ لیگ نے اس سال کانگریس سے ملنا چاہا ' اور ہندوستان کے مستقبل کی امیدوں میں وہ یک قلم ہندوں کے ہمدوش کھڑی ہوگئی - مثل آور مقامات کے بمبئی میں بھی مسلمانوں کا ایک گروہ اس بدعتی کا مخالف موجود تھا - اس نے پہلے کوشش کی کہ جلسہ نہو - پھر جب سید علی امام نے بمبئی میں راضی نامہ کرانے کی یادگار عزت حاصل کی ' تو مجبوراً ساتھہ ہوگیا - تاہم اختلاف شدید تھا - اسکی دانشمندی و سیاست فہمی کسی طرح بھی گوارہ نہیں کرسکتی تھی کہ مسلمان ہندوں کے ساتھہ ملکر اپنے آپکو تباہ کر ڈالیں - پس وہ ایک مجاہد حق جماعت کی طرح جہاد فی سبیل الحق کیلیے طیار ہوگیا ' اور شہر کے بدمعاشوں اور اراذل کی ایک پلٹن طیار کرکے لیگ پر حملہ کردیا -

لیکن جن لوگوں کو اخبارات کے صفحوں پر اسطرح علانیہ کذب سرائی سے عار نہیں آتا ' کیا وہ بتلاسکتے ہیں کہ جس جماعت نے لیگ کی مخالفت میں حصہ لیا ' ان میں وہ کون لوگ ہیں جنکو سیاست فہمی اور قوم پرستی کا یہ خلعت عطا ہورہا ہے ؟ کیا پچاس ساٹھہ آدمیوں کی وہ جماعت جو وزیٹروں کے حلقہ میں آکر بیٹھہ گئی تھی ' اور جسے صرف یہ تعلیم دی گئی تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد " شیم شیم " کا نعرہ بلند کرتے رہنا ' چنانچہ وہ مسکین اپنے پیشواؤں کے شور و غل پر بھی اسی آموختہ کو دھرا دیتے تھے ؟ اگر وہ نہیں تو پھر کیا علی خاں معروف بہ عبد الرؤف جو پرانی گاڑیوں کو رنگا کرتا ہے ' اور جس غریب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کانگریس کیا بلا ہے اور لیگ کس جانور کا نام ہے ؟ اگر وہ بھی نہیں تو پھر کیا بمبئی کے بدمعاشوں کا وہ سردار جو اسٹیج کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا اور جو لیگ سے اپنے سیاسی اختلاف کو اس ماہرانہ جملے میں ادا کرتا تھا کہ " میرا ملک کابل کیوں ہندوں کو بخش رہے ہو " ؟ اگر یہ لوگ صرف مزدور تھے ' اور سیاست کا معلم وہی تھا جسکے ذریعہ انہوں نے مزدوری پائی ' تو پھر کیا سلیمان قاسم مٹھا کے روپیوں کی تھیلیوں میں اس سیاسی فہم و تدبر کو ڈھونڈھیں ' حالانکہ روپیہ سے آلو اور بمبئی کے بدمعاش ' دونوں چیزیں خریدی جاسکتی ہیں مگر نہ تو عقل خریدی جاسکتی ہے اور نہ علم !

لطف کی بات یہ ہے کہ ان بحث کرنے والوں میں اکثر لوگ وہ ہیں جو خود بمبئی میں موجود تھے ' لیکن انکی واقفیت کا یہ حال ہے کہ بیچارے علی خاں سندھی کو " مولانا عبد الرؤف " کے لقب سے لکھتے ہیں ' اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بمبئی کا بڑا لیڈر ہے جس نے بھرے جلسے میں مخالفت کی ' اور محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے شور و غل مچایا - حالانکہ بمبئی کا ہر شخص اس شخص کے حالات سے واقف ہے ' اور ہر جگہ اس قسم کے باجے بازاروں میں بکثرت ملتے ہیں ' جنکو کوکدیا جائے تو بجتے رہینگے -

بہرحال بمبئی میں لیگ کے موقعہ پر جو کچھہ ہوا ' اسکو کسی سیاسی اختلاف و جماعت بندی سے کوئی تعلق نہیں - ہر شخص جانتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد ان لوگوں کی نظروں میں کس درجہ مہیب چیز ہے ' جنہوں نے اپنی کامیابیوں کا محل تفریق عناصر کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے ' اور علی الخصوص موجودہ حالات میں کانگریس اور لیگ کا یکجا ہونا اور مل جلکر ایک کمیٹی بنانا ' انکے مقاصد کیلیے کس درجہ ہولناک ہے ؟ بمبئی میں انہی مقاصد سے لیگ کو منعقد کیا جاتا تھا - پس کوشش کی گئی کہ اسکی راہ میں موانع پیدا کیے جائیں - اسکے لیے ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ اختیار کیا جاتا رہا ہے ' اور وہ ہم سب کو معلوم ہے - شیطان کو کبھی بھی انسانوں نے اپنے سامنے نہیں دیکھا ہے ' اسکی وسوسہ اندازیوں نے ہمیشہ انسانوں ہی کو اپنی سواری کا گدھا بنایا ہے :

الذي يوسوس في صدور الناس من الجنة و الناس -

پس شیطان اس موقعہ پر بھی اپنے ابلیسانہ تخت فساد کے ساتھہ آترا ' اور اس نے اپنے فرمان بردار اور اطاعت شعار فرزندوں کو پیار کیا - تعجب اسکی نگاہ لطف کی ایک پر اسرار گردش ثابت

گلستاں کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں ہے' لیکن گلستاں سعدی کی ہے - اسلیے وہ حقیقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہے' اسی کا نام گلستاں ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہے -

پس " قرآن " جس کتاب کا نام ہے' وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہوسکتی - معتزلہ نے اسے مخلوق قرار دیکر ایک طرف تو اُن بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کیلیے سب سے بڑا فتنہ تھا' دوسری طرف قرآن کی الٰہی عظمت و قدوسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کردیا - قرآن کی ربانی و الٰہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی روح تھی - پس اگر آغاز عہد ہی میں اسکی پوری حفاظت نہ کی جاتی تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ تورات اور انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزت الٰہی کو بھی غارت کردیتے -

اللہ تعالیٰ نے فرزندان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعۃ جماعۃ یعنی محدثین کرام کو اس بدعۃ مضلہ کے انسداد کیلیے کھڑا کردیا' اور اُنھوں نے اپنا خون بہاکر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکیم کی حفاظت کی -

(مسئلہ کی اہمیت)

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہے کہ اس قسم کی بحثیں جنکے لیے ہمارے سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا' اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی کردی' محض ایک لفظی نزاع تھی' اور صرف سوء فہم و کج ذہنی نے انکو اہم و وقیع بنا دیا تھا -

وہ ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اُن سے زیادہ عقلمند ہیں کیونکہ ان بحثوں کی بے وقعتی و بے اثری کو خرد مندانہ محسوس کررہے ہیں - لیکن افسوس کہ ہم ان سے متفق نہیں ہوسکتے - یہ مسائل جس عہد میں پیدا ہوے' وہ اسلام کی نشو و نماء اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا - اسکے سرچشمے بہت کر بہہ رہے تھے' اور ایک تنکا بھی اُنکی راہ میں آ جاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہوکر ایک دن بڑی بڑی نہروں کے دہانوں کو بند کردینگے - محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا' اور اسلام کی حفاظت کیلیے کمر بستہ ہوگئے - اُنکی مثال اُس جانباز عاشق کی سی تھی' جو اپنے معشوق کے تلووں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہے تو اِس زور سے چیختا ہے' گویا اُسکے پہلو میں خنجر نے شگاف دیدیا - وہ اُس ایک ایک تنکے' ایک ایک کانٹے' اور مٹی کے ایک ایک ذرے کیلیے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے جو اسلام کی راہ میں آ جائیں' اور اسکی صراط مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں - اگر اس وقت اللہ تعالیٰ فرزندان اسلام کی اس سب سے زیادہ برگزیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کردیتا' اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم کرکے ان تمام فتنوں کا سد باب نہ کرتے' تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آرہی ہے' اور اسکی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہا لیگیا ہوتا -

آج تمہارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں' تو تمہیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا جتنا کسی انگلی کے پورتے میں سوئی کی خلش سے ہو سکتا ہے - تم اُن پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جاں نثاروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اسکی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اسطرح بیچین ہوجاتے تھے' گویا انکے بستر پر دھکتے ہوے انگارے بچھا دیے گئے !

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو' یہ در اصل انھی محدثین کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اسکو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قران کیلیے اٹھائی جاے' اور کوئی بات ایسی اسکی نسبت کہی جاے جو اسکی غیر انسانی عظمت کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگاے -

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو - یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا ؟ معتزلہ کہتے تھے کہ قران مخلوق و حادث ہے - ہر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاہیے - اور اس طرح قرآن کیلیے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قران نے کرایا اور نہ رسول نے کچھ کہا' پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ابلیسی دروازہ کھولتا تھا ؟ اور کیا یہ شریعۃ پر اضافہ کرنا اور اسلامی اعتقاد کی ترمیم نہ تھی ؟

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی انکو گوارا نہ کیا' واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے - ہم دیکھ رہے ہیں کہ انھی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا' اور ان کوششوں کے بعد بھی اسلامی عقائد غیر دینی اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے - صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جنکے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا - نہ تو انقلابات علمی کے موثرات انکی استقامت حق پر غالب آسکے - اور نہ انسانی افکار و اوہام کی دلکشیاں انکے دلوں کو جمال قران و سنت کے عشق سے پھیر سکیں - فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جسکے لیے زبان نبوت نے اول روز ہی حکم سنادیا تھا : لا یزال طائفۃ من امتی قائمین علی الحق' حتی یاتی امر اللہ وھم غالبون -

بہر حال علماء حق اور محدثین کرام نے اس بدعۃ شدیدہ اور فتنۂ عظیمہ کا اس قوۃ و سرفروشی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں اسکے واقعات یاد گار رہینگے -

اگر یہ مسئلہ صرف عامۂ معتزلہ تک محدود رہتا' تو پیروان اسلام کے سواد اعظم کیلیے (جو اُسکا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی' یہ صرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا اور زبان و قلم کا جہاد اسکے لیے کافی تھا' لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اس مذہب کا ساتھ دیا' اور بعض خلفاء عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھ ہوکر خلق قران کے مسئلہ کو بجبر پھیلانا چاہا - انھوں نے حکومت کے زور' سزاؤں کے اعلان' قیدخانوں کی زنجیروں' اور جلادوں کی تلواروں کو حرکت دی' اسلیے یہ علمی مسئلہ' علمی نہ رہا' بلکہ ارباب حق کیلیے ابتلاء و آزمایش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بنگیا -

(مامون الرشید کا استبداد)

خلفاے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمران گذرا ہے - اسکی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہوگئی تھیں - وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا' عربیۃ کا کامل الفن تھا' علم و حکمت کا عاشق اور حریت و آزادی کا حامی تھا - اسکی حریت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا - الحاد آزاد تھا' ثنویت کی پرسش نہ تھی' مانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی' مزدکیۃ کیلیے کوئی درہ نہ تھا' یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی' وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے -

لیکن دوسری طرف اسلام کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھیے' تو اسکے ہاتھ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں !

مامون الرشید کے اسی استبداد داخلی کے سلسلے میں مسئلۂ خلق قرآن کا فتنۂ عظیمہ بھی ہے' جسنے تیسری صدی ہجری میں علماء حق کیلیے ابتلاء و امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کردیا تھا - اُس نے معتزلہ کا مذہب خلق قبول کرلیا' اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا - اس نے چاہا کہ

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلۂ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علمائے سلف کی حریت حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ !

اسلام کے ابتدائی عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کی بنیادیں رکھی ہیں، اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراط مستقیم اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھلائی ہے، ان میں سے ایک معرکۃ الآراء اور شدید الاختلاف مسئلہ "خلق و قدم قرآن" کا بھی ہے -

(مسئلہ خلق قرآن)

مسئلۂ "خلق و قدم قرآن" سے مقصود یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل میں موجود ہے، اسمیں الفاظ ہیں اور معانی ہیں، الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتی اور نکلتی ہے - معانی کے حقائق متصورہ ہیں جنکا وجود معقولی بھی ہے اور وجود خارجی بھی - پس ان اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث ؟ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ؟

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ دان اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا - اسلام کی اصلی سرزمین ان لا حاصل اور قواء عملیہ کو بیکار کرنے والی کاوشوں سے بالکل پاک تھی - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اُن سوالات سے صحابہ کو روکا جو انکی عملی زندگی اور انکے نصب العین سے اُنکو ہٹانے والے تھے - اسلام نے عمل سعادت کی ایک ہی سیدھی راہ کھول دی تھی، اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی رہروی میں مشغول رہیں - آپکے بعد تمام عہد صحابہ بھی اسی حال میں بسر ہوا - لیکن بنو امیہ کی حکومت نے نظام خلافۃ اسلامی میں ایک انقلاب عظیم کرکے اسکی اجتماعی قوت کی نشوؤ نما روک دی، اور نئے نئے فتنوں اور ہلاکتوں کا دروازہ کھول دیا - ایک بڑا فتنہ علوم عقلیۂ قدیمہ اور مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا - ایک طرف نو مسلم عجمی اقوام اپنی تمام پرانی بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھہ لائیں، دوسری طرف اہل کتاب اور مجوسی علماء حکومت اموی کی تمام شاخوں اور محکموں پر حاوی ہوگئے - ان لوگوں نے جہاں اپنی مذہبی روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں، وہاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھی کھولدیا، جو اسکندریہ و سوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہوچکے تھے -

در اصل اس سوال کو پیدا کرنا ہی ایک سخت ضلالت اور مسلک شریعۃ سے انحراف تھا - قرآن اللہ کا کلام ہے جسکو خدا کے رسول نے ہم تک پہنچایا - ہماری معلومات اسکی نسبت صرف اسی قدر ہے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کیلیے اتنا علم کافی ہے - وہ مخلوق ہے یا قدیم ؟ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا، نہ اللہ کے رسول نے، نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے - پس جو کچھہ ضروری تھا، وہ وہی تھا جو بتلا دیا گیا، اور جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروری ہی نہیں ہے، اور اسکی فکر و کاوش میں ہمارے لیے کوئی سعادت نہیں -

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا، اور صرف اسی راہ میں امن تھا - لیکن افسوس کہ مسلمان اُن فتنوں سے نہ بچ سکے جو انسے پہلے کی قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے -

پھر قدم و حدوث کے اعتبار سے بھی دیکھا جاے تو مسئلہ بالکل واضح تھا، اور اسکی حقیقت ایک ہی تھی - اللہ اور اسکی تمام صفات کاملہ قدیم ہیں - اسکی ایک صفت کلام بھی ہے - قرآن اللہ کا کلام ہے، پس حروف و اصوات و الفاظ کی جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ہے، اسکی حقیقت نظمی و ترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہیے -

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کی اور راہیں بھی کھولدیں - فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یونانی سے متاثر ہوچکا تھا، اس مسئلہ کو بالکل دوسری نظر سے دیکھا - انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا - اس سے پہلے نہ تھا - وہ ایک با معنی عبارت ہے - عبارت جملوں سے مرکب ہے، جملے الفاظ سے، اور الفاظ حروف سے - یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے نکلتے ہیں، تو ہماری آواز ہوتے ہیں جو اس سے پہلے نہ تھی، اور جسکا حدوث ہمارے ہی حلق و زبان سے ہوا - پس ان اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے، قدیم نہیں ہو سکتا - علاوہ بریں اللہ ہر شے کا خالق ہے - قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے - اسے بھی مخلوق ہونا چاہیے -

ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائی - انھوں نے دعوا کردیا کہ قرآن مخلوق ہے، اور اسطرح گمراہی و فساد کا ایک بڑا دروازہ امۃ پر کھولدیا - انکی ہدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ہوگئی - وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات حروف کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے، دوسری چیز ہے، اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے، بالکل دوسری - قرآن حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے - وہ نہ تو حرفوں کا نام ہے اور نہ ان آوازوں کا جو انسان کے حلق سے نکلتی ہیں - "الحمد للہ رب العالمین" کا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت میں جو آواز پیدا کرتا ہے، اور انکی حرکات صوتیہ سے جو تموج ہوا کے ذرات میں ہوتا ہے، یقیناً حادث ہے - لیکن ساتھہ ہی وہ قرآن بھی نہیں ہے - قرآن تو اُس حقیقت نظمی کا نام ہے جو ان حرفوں کی ایک خاص الہی ترتیب و تنظیم سے متشکل ہوئی، اور "الحمد للہ رب العالمین" بنکر لسان وحی پر جاری ہوئی - وہ قدیم ہے، اسلیے کہ خدا بھی قدیم ہے -

کا فرض ادا کریں - لیکن اسمیں بڑي ھي مشکلیں تھیں - ھر قدم پر اسکا خوف لگا تھا کہ کہیں مامون کے مقابلہ سے پہلے ھي گرفتار نہ کرلیے جائیں' یا قتل کا فتوی نہ دیدیا جاے۔

وہ اللہ کي طرف جھکے' اس راہ میں اسکي نصرۃ غیبي سے مدد چاھي' اور ایک خاص تدبیر کرکے جمعہ کے دن جامع رصافہ میں پہنچے - انکا چھوٹا سا لڑکا بھي انکے ساتھہ تھا -

(جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان)

نماز جمعہ ابھي ختم ھي ھوئي تھي کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتھہ ایک عجیب واقعہ دیکھا - ایک شخص جو اپني صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ھوتا ھے' پہلي صف میں کھڑا ھوگیا ھے' ایک چھوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھہ لگاے اسکي طرف نگراں ھے' اور باواز بلند باھم سوال و جواب ھو رھا ھے :

اجنبي نے پکار کر پوچھا : " میرے بیٹے ! قران کي نسبت تو کیا کہتا ھے ؟ "

بچے نے پکار کر جواب دیا : " کلام اللہ' منزل' غیر مخلوق - اللہ کا کلام' اتارا ھوا' غیر مخلوق ! ! "

آہ' یہ چند لفظ تھے جو ایک بچے کي زبان سے نکلے' لیکن في الحقیقت انھي کے اندر دعوۃ حق اور امر بالمعروف کي ایک کائنات ایمان مخفي تھي - یہ وہ صدا تھي جسکے لیے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا' لیکن اسکي در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں ھوئي تھي - صرف ایک بار اس جملہ کو کہدینا ھي وہ جہاد اعظم تھا' جسکي فضیلت کے آگے ایک ھزار برس کي شب ھاے عبادت اور روزھاے صیام بھي کچھہ حقیقت نہیں رکھتے تھے !

اسلیے نہیں کہ خلق قران کا مسئلہ دعوۃ حق کي قوتوں کے خرچ کرنے کیلیے سب سے بڑا مصرف تھا' اور اسلیے بھي نہیں کہ اس صدا کے ایک بار بلند ھوجانے سے وہ جیل خانے کھل جاسکتے تھے جنکے اندر علماء حق محبوس تھے' اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتي تھیں جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پانوں میں پڑي تھیں' بلکہ صرف اسلیے کہ جبر و استبداد غیر شرعي سے ایک کلمۂ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تھا' اور انسان کا ھاتھہ بڑھا تھا تاکہ خدا کي کھولي ھوئي زبانوں کو بند کردے - پس اس وقت زمین کے ھر اس بسنے والے پر جو خدا کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دل میں رکھتا تھا' فرض ھوگیا تھا کہ اس انساني جبر کو توڑے' اور خدا کي وفاداري کیلیے انساني اطاعت سے سرکش ھو جاے -

اس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کي ضرورت نہ تھي' بلکہ صرف ایک ھي مقدس لمحہ کي جسکے اندر صداے حق کي ایک نڈر آواز بلند ھوجاے - اس ایک آواز کا بلند کردینا ھي اصلي کام تھا - اسکے بلند کردینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کام کیا کیا ؟ حق کا کہنا جب جرم ھوجاے تو حق کا کہدینا ھي سب سے بڑا کام ھے !

اگر شیخ عبد العزیز کناني اسکے بعد ھي قتل کردیا جاتا' جب بھي اسکے کام کي عظمت کا ایک ذرہ بھي نہ گھٹتا :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جایر	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ھے جو کسي جابر پادشاہ کے مقابلہ میں کہا جاے -

(حاکم پولیس اور شیخ کي گفتگو)

اس سوال و جواب کي ایک ھي صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچادیا - لوگ حیرت سے دم بخود ھوگئے اور حیران ھوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے - بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئي بڑي ھي مصیبت آنے والي ھے - لیکن شیخ عبد العزیز بے خوف و ھراس اپني جگہ پر کھڑے تھے' اور انکا لڑکا سامنے کے ستون سے ٹیک لگاے دوبارہ منتظر سوال تھا !

اتنے میں کوتوال شہر سپاھیوں کي ایک جماعت لیکر مسجد میں پہنچ گیا' اور شیخ عبد العزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلی کے دفتر میں لے گیا' جسکو آجکل کي اصطلاح میں پولیس کمشنر کہنا چاھیے - اس وقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا - دونوں میں حسب ذیل گفتگو ھوئي :

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر : " کیا تم پاگل ھو ؟ "

شیخ عبد العزیز : " نہیں "

عمرو : کسي نے تمھیں بہکایا ھے ؟

شیخ : نہیں -

عمرو : خود کشي کرنا چاھتے ھو ؟

شیخ : نہیں - الحمد للہ میں صحیح العقل ھوں' اپنے ھوش و حواس میں ھوں اور علم و معرفۃ رکھتا ھوں -

عمرو : کسي نے تم پر ظلم کیا ھے - تم مظلوم ھو ؟

شیخ : نہیں -

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اِسے پوري نگراني و حفاظت کے ساتھہ میرے مکان میں پہنچا دو - سپاھیوں کي جماعت نے شیخ کو گھیر لیا' دو آدمیوں نے انکے دونوں ھاتھہ اپنے ھاتھوں میں لے لیے اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل ھوے -

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) انسے پہلے ھي مکان پہنچ گیا تھا' اور صحن میں ایک آھني کرسي پر بیٹھا تھا - ایک نہایت ھي مکلف اور مطلا افسر پولیس کي وردي اسکے جسم پر تھي (۱) شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کرکے اس نے مزید تحقیق شروع کي :

عمرو : تم کہاں کے رھنے والے ھو ؟

شیخ : مکہ معظمہ کا -

عمرو : آج مسجد میں تمنے جو کچھہ کیا اس سے تمھارا مقصد کیا تھا ؟

شیخ : طلبت القربۃ الی اللہ و رجاء الزلفی لدیہ ! (اللہ کے قرب کي طلب' اور اس کے رضا کي امید !)

عمرو : نہیں' تمھارا مقصد یہ معلوم ھوتا ھے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو' اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف ھو اسلیے حماقت سے سمجھتے ھو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ھو جائیگي اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکونگا -

شیخ : اگر اعلان حق کے سوا اور کوئي خیال میرے سامنے تھا' تو وہ صرف یہ تھا کہ کسي طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں' اور انکي موجودگي میں اس مسئلہ کي نسبت مدعیان خلق قران سے مناظرہ کروں

عمرو : سبحان اللہ ! اسکي بھي آپکو جرأت ھے ؟

شیخ : تم کو میري خواھش پر تعجب کرنے اور حقارت کي نظر ڈالنے کا کوئي حق نہیں - تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ھوگے' مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ھوں !

عمرو : اچھا' یہي سہي' پھر کیا تم طیار ھو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاھر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو ؟

شیخ : الحمد للہ' اللہ کي مدد سے بالکل طیار ھوں - صرف یہي ایک چیز ھے جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا' اور میں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپکو اور اپنے عزیز بچے کي جان کو ڈالدیا - خدا کي مقدس کتاب کي عزت برباد ھورھي ھے' اور اسکي نسبت اس بات کا اقرار لیا جارھا ھے جسکا اقرار

(۱) شیخ عبد العزیز نے اپنے رسالہ میں یہاں " شوار " کا لفظ لکھا ھے - شوار سے مقصود وہ خاص لباس ھے جو اس زمانے کے افسران فوج و پولیس کي سرکاري وردي ھوتي تھي -

اپني حکومت کے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے' اور اُس چیز کا اقرار کرائے جسکے لیے شریعت نے اُنھیں کوئي حکم نہیں دیا ھے - بلا شبہ وہ اپنے بھائي امین الرشید کو قید خانے کي کوٹھري میں قتل کرا سکتا تھا' اور یقیناً اسکے بھیجے ھوے جلادوں کي تلواروں میں یہ قدرت تھي کہ مسکین امین کے تکیے کي ڈھال پر غالب آ جائیں' لیکن اسکي پوري حکومت اور حکومت کي تمام طاقتیں بھي اس سے عاجز تھیں کہ حاملین شریعت اور علماء حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکیں' اور انکو حق و ہدایت کي اُس راہ سے پھرادیں جسپر انکا یقین اور نور ایمان اُنھیں چلا رہا تھا !

تاہم فتنہ عظیم تھا' اور اسکے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھہ کیا جو ایسے مواقع میں ہمیشہ ہوا ھے - بہت سے علماء حق قید ھوے' بہت سے جلا وطن کیے گئے' بعض خاک و خون میں بھي تڑپے' اور بہتوں کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھي گئے -

(فتنہ کي ابتدا)

غالباً سب سے پہلے سنہ ۲۱۲ - ھجري میں مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاري طور پر اعلان کیا اور دار الخلافة میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ھوا - لیکن جبر و تشدد کي ابتدا سنہ ۲۱۸ سے نظر آتي ھے' جبکہ مامون الرشید پوري قوت کے ساتھہ آمادہ ھوگیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذھب مسلمانوں میں پھیلا دے -

چنانچہ اسي سنہ میں اس نے ایک فرمان اسحاق بن ابراھیم گورنر بغداد کے نام بھیجا - فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علماء شہر کو جمع کرو - جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کریں اُنھیں چھوڑ دو' جو انکار کریں اُنکي نسبت خبر دو - پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندي قاضي القضاة اور ابراھیم بن مہدي اگر انکار کریں تو قتل کردیے جائیں - لیکن انکے علاوہ دیگر منکرین خلق قرآن کو صرف قید کردیا جاے - (ابو الفداء - جلد دوم - صفحہ - ۳۱)

ابراھیم بن مہدي کے قتل کا تو پولیٹکل اسباب سے وہ خواستگار ھي تھا - لیکن بشر بن ولید کیلیے قتل کي سختي اسلیے تھي کہ وہ قاضي القضاة تھے - افسوس کہ ان دونوں کا ثبات اس پہلي آزمایش ھي میں ھلاک ھوگیا' اور خلق قرآن کا اقرار کرکے اپني جان بچالي' اور بہت سي کمزور روحوں نے بھي انکا ساتھہ دیا' لیکن علماء حق کي ایک مقدس جماعت ایسي بھي تھي جسکے لیے حکومت کي تلواروں اور دنیوي عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھکر خدا کا فرمان ہیبت و سطوت رکھتا تھا - اُنھوں نے صاف انکار کردیا' اور قید خانے کي بیڑیاں خوشي خوشي پہن لیں - اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا' جسکو شریعت کے احیاء و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قویم کے اعلان و حفظ کي خدمت درگاہ الہي سے سپرد ھوئي تھي' اور جسکي قرباني کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کیلیے روز ازل ھي سے چن لیا تھا - یعني حضرة امام احمد بن حنبل رحمة اللہ علیہ جو في الحقیقت تمام ائمۂ سلف میں اپني مخصوص فضیلتوں کي بنا پر ایک ھي شخص ھیں' جنکو " امام اھل سنت و الجماعة " کے لقب سے پکارا جا سکتا ھے -

ھم اس مضمون کے دوسرے نمبر میں امام موصوف کي اس یادگار قرباني کا حال بہ تفصیل لکھینگے' یہاں صرف اسي قدر اشارہ کرکے ایک دوسرے واقعہ کي طرف متوجہ ہوتے ھیں -

(جامع رصافہ)

اس واقعہ کے بعد ھي مصائب و محن کا ایک سیلاب امنڈ آیا' اور تمام بغداد کانپ اٹھا - علماء کے سامنے صرف دو ھي راھیں تھیں - یا اس چیز کا اقرار کریں جسکا اقرار شریعت نے انسے نہ کرایا' یا جلاد کي تلوار دیکھیں اور قید خانے کي زنجیروں سے ھم آغوش ھوں-

بہتوں نے بغداد سے ھجرت کي' بہتوں نے گھر سے نکلنا بند کردیا' بہتوں کي عزلت گزیني یہاں تک بڑھي کہ جمعہ کي جماعت کي شرکت بھي ترک کردي - لیکن کسي کو اسکي جرأت نہیں ھوتي تھي کہ مامون الرشید کي سطوت و جلال کے مقابلے کیلیے اٹھے' اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعي سے آے روکے -

مامون نے گذشتہ واقعات ھي پر قناعت نہ کي' بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا - بغداد کي سب سے بڑي مسجد " جامع رصافہ " تھي جو رصافہ کے شرقي جانب واقع تھي' اور جسکا صحن ھمیشہ علماء ملت کے درس و مواعظ کي مجلسوں سے پر رھتا تھا - مامون نے حکم دیا کہ فقہاء و محدثین میں سے کوئي عالم مسجد میں درس نہ دے' اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے - صرف بشر مریسي اور محمد بن جہم کیلیے یہ منصب مخصوص ھے جو اکابر معتزلہ' اور خلق قرآن کے دعاة میں سے تھے -

انھي دونوں شخصوں کے ہاتھہ میں تمام فقہاء و محدثین کي موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا - جو عالم مسئلۂ خلق قران کي مخالفت میں ایک لفظ بھي زبان سے نکالتا تھا' پولیس اسے گرفتار کرلیتي تھي' اور انکے سامنے لیجاتي تھي - وہ جو حکم دیتے تھے اسکي معاً تعمیل کي جاتي تھي - علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائي کیلیے دکھہ اٹھانے کي طاقت نہیں رکھتا تھا' بظاھر انکا ھم زبان بنگیا تھا' اور نفاق کے سپر پر انکي تلوار کو روکتا تھا -

یہ متوحش خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامي میں پھیل گئیں' اور ھر شہر میں اسي فتنہ کا چرچا ھونے لگا -

(شیخ عبد العزیز الکناني)

مکۂ معظمہ میں اس وقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبد العزیز بن یحیي کناني تھے - انھوں نے جب اس فتنہ کا حال سنا' اور مامون کے قہر و جبر' معتزلہ کے استیلاء' اور علماء کي خاموشي کي سرگذشتیں معلوم کیں' تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کي روح ایماني کے اضطراب سے بے اختیار ھوگئے' اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ کے انسداد کي راہ میں اپني زندگي قربان کردینگے - وہ اپنے رسالہ میں (جو خاص طور پر اسي واقعہ کي نسبت لکھا ھے اور جسکا قلمي نسخہ جامع اموي دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ھے) لکھتے ھیں :

اتصل بي و انا بمکة ما ابتلي بہ الناس في بغداد و کیفیة استطال علیھم بشر المریسي و لبس علی امیر المومنین و عامة اولیائہ' فطار نومي' و خرجت من بلدي' متوجھا الی ربي' و اسالہ سلامتي - حتی قدمت بغداد فشاھدت من غلظ الامر و امتدادہ اضعاف ما کان یتصل بي -

میں مکہ میں تھا جب مجھکو بغداد کے واقعات معلوم ھوے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت مصیبت میں مبتلا ھوگئے ھیں' اور کس طرح بشر مریسي انپر سختیاں کر رھا ھے' اور کس طرح امیر المومنین اور ارکان سلطنت پر انکا داؤ چل گیا ھے - پس میں غفلت سے چونکا اور اپنے شہر سے نکلا - اللہ کي طرف میري نظر تھي اور اسي کے فضل و نصرة سے اپني سلامتي کا خواستگار تھا - یہانتک کہ بغداد تک پہنچ گیا اور اپني آنکھوں سے تمام حالت دیکھي - مجھپر روشن ھوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا زیادہ سخت و پر مصیبت ھے جتنا میں نے سنا تھا - انتہی :

ھم شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ھیں -

(ورود بغداد)

شیخ عبد العزیز بغداد پہنچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم کیے - سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسي طرح مامون الرشید کے دربار تک پہنچیں' اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف

مقالات

تربیت عسکریہ
اور
قرآن حکیم

انسان نہایت سرکش اور مغرور ہے ' اوس نے بارہا حقوق الہی میں دست اندازی کی ہے ' اوسکی عظمت و جبروت کے سراپردۂ جلال کو چاک چاک کرنا چاہا ہے ' اوسکے دامن توحید پر چنگل مارا ہے ' اور پتھروں بلکہ کنکریوں تک کو اوسکا شریک بنا دیا ہے -

اوس نے خدا کی پاکی و قدوسیت کو بھی اپنے انسانی جذبات کے ساتھہ ملوث کرنا چاہا ' اور اوسکے صالح بندوں کو اوسکا بیٹا بنایا : سبحانہ و تعالی عما یقولون علوا کبیرا (۱۷ :)

اوس نے کبھی کبھی غرور و تکبر کے گھمنڈ میں آکر خود اپنا نسب نامہ بھی خدا کے ساتھہ جوڑ دیا ہے ' اور اسطرح اپنے خاندان کو تمام دنیا سے اونچا کرنا چاہا ہے ! تعالی اللہ عما یشرکون !

اوس نے خدا کے بھیجے ہوے پیغمبروں کو ساحر ' مجنون پاگل اور دیوانہ کہا ہے ' اونکو طرح طرح کی اذیتیں دی ہیں ' اونکے ساتھہ ہر موقع پر گستاخی کی ہے ' بلکہ کبھی کبھی خدا کے ان صالح بندوں کو قتل بھی کردیا ہے -

لیکن اس سرکش انسان کا خون اس قدر گراں قیمت اور بیش بہا ہے کہ اس تمرد و طغیان پر بھی خدا نے اوسکی حرمت کو قائم رکھا - لیکن جب سرکشی و عصیان نے بہت زیادہ سر اوٹھایا ' اور خدا کے دائرۂ عفو و کرم کے حدود سے آگے بڑھگئی ' تو قانون تعذیب الہی کو بھی حرکت ہوئی ' اور خدا نے ظالم قوموں پر اپنی عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا - انھوں نے اوسکو بد اعمالیوں کی پوری پوری سزا دی - ثمود کو زمین نے پیس کر غبار بنا دیا ' عاد کو ہوا کے جھونکے خس و خاشاک کی طرح اوڑا لیگئے ' قوم نوح کو طوفان کا ریلا تنکے کی طرح بہا لیگیا ! وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ ' ان اخذہ الیم شدید ! (۱۱ :)

(حقوق العباد)

لیکن با ایں ہمہ خدا نے اپنے حقوق کی حفاظت و احترام کیلیے [illegible] خون [illegible] خدا کے [illegible] بڑی [illegible] قوموں کو [illegible] اونکی یادگاروں کو [illegible] دیا ' لیکن وہ جس سرزمین پر آباد تھے ' اوسکے دامن پر خون [illegible] دھبہ بھی نظر نہیں آیا -

البتہ جب انسان نے حقوق الہی کے حدود سے بھی آگے قدم بڑھایا ' اور خود اپنے بھائیوں کے فطری حقوق کو پامال کرنا چاہا ' اونکے ملک چھین لیے ' اونکی آزادی و خود مختاری سلب کرلی ' اونکے بچوں کی آزادانہ نشو و نما روکدی ' اونکی زمینوں پر اپنے عیش و نشاط کے محل تعمیر کیے ' اونکے جسم سے نکلے ہوے پسینے اور گردنوں سے بہے ہوے خون سے اپنی تشنگی ظلم کو تسکین دی ' اور پوری قوم و ملک کو اپنی قومی سیادت و عظمت کیلیے ایک آلۂ بیجان بنا لیا تاکہ اپنی قدرتی حرکت کو چھوڑ کر صرف اونہی کے اشاروں پر حرکت کریں ' تو اس وقت خدا نے بھی اپنے شکنجۂ عذاب کو پہلے سے زیادہ سخت کیا ' اور جو سیاست الہی پہلے سے قائم تھی ' اوسکا رنگ بالکل بدل گیا - پہلے سیاست ربانی کا منصب صرف آسمان و زمین اور ابر و دریا کو حاصل تھا ' جنکی عذاب کی چکی چند لمحوں کے اندر قوم کی قوم کو پیس ڈالتی تھی ' مگر اب یہ خدمت خود انسان ہی کو ' بلکہ صرف انسان کے ہاتھہ کی دس انگلیوں کو سپرد کردی گئی - انسان جب تک خدا کے حقوق کو پامال کر رہا تھا ' خدا اپنی عظیم الشان مخلوقات کے ذریعہ سے اونکو عذاب دیتا تھا - اب خود انسان کے حقوق روندے جارہے تھے ' اسلیے خدا نے بھی انسانیۃ کی عزت و احترام کو قائم رکھنے کیلیے خود انسان ہی کو کھڑا کردیا !

زمانۂ وحشت میں انسان نے کتنے انسانوں کے حقوق پامال کیے ہونگے ؟ کتنے انسانوں کو قتل کردیا ہوگا ؟ کتنے بچے ذبح کردیے ہونگے ؟ کتنی عورتوں کے سر سے چادر عصمت اوتار لی ہوگی ؟ ان حقوق کے تحفظ کیلیے تلواریں بھی چمکی ہونگی ' نیزوں نے بھی اپنی روانی دکھائی ہوگی ' کمانوں کی چڑ چڑاہٹ کی آواز سے بھی وحشت کدۂ عالم گونج اٹھا ہوگا ' لیکن تاریخ نے ان واقعات کو یاد نہیں رکھا ' وہ اسوقت موجود نہ تھی - اسلیے وہ بھی ان قوموں کے ساتھہ جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کے تنگ غاروں میں گم ہوگئی - البتہ زمانۂ تمدن کی تاریخ نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات کو اب تک ازبر رکھا ہے ' اور اس آموختہ کے یاد کرنے میں سب سے زیادہ زبان تیغ نے مدد دی ہے - خون کے دھبوں نے اونکے نقوش رنگین کو کبھی مٹنے نہ دیا -

(DIVIDE AND RULE.)

تربیت عسکری کیلیے پہلی چیز ایک متحدہ قومیت کا پیدا ہونا ہے - محض انسانوں کی ایک بھیڑ سے متمدن فوج نہیں بن سکتی جب تک کہ قومیت کی روح ایک متحد جماعت پیدا نہ کردے - باہمی اتفاق و اتحاد کی زنجیریں سب کے پاؤں میں ہوں ' کسی ایک مقصد کے عشق اور ایک حکم کی اطاعت میں سب کے سب ایک بن جائیں - یہی وجہ ہے کہ جو حکومتیں اپنے جبر و استبداد کے قائم کرنے کیلیے کسی قوم کے متحدانہ جذبات کو [illegible] چاہتی ہیں ' وہ سب سے پہلے سیاسی فریب و دسائس کے ذریعہ اوس میں پھوٹ ' نفاق ' بغض ' کینہ ' اور باہمی انتقام کے جذبات خبیثہ پیدا کرکے اونکی جمعیت کو توڑ دیتی ہیں ' اور اسطرح رفتہ رفتہ اونکی قومیت فنا ہوجاتی ہے -

لیکن اس خدع و فریب کی ضرورت اسوقت ہوتی ہے ' جب قوم میں کچھہ لوگ بیدار دماغ ' متحرک اعصاب ' اور مضطرب دل رکھتے ہوں ' اور سیاست کی چھپی ہوئی چالوں کے زہر آلود اثر سے متاثر ہوتے رہتے ہوں - لیکن جب کوئی قوم دل و دماغ کھوکر

خدا اور اسکے رسول نے نہیں ایا - مسلمانوں کي زبانوں کو خدا نے کھولا ہے ' مگر تم بند کر رہے ہو' اور بغیر کسي جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کي تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں - پس میں علم رکھتا ہوں ' مجھے شریعت کي معرفة خدا نے عطا فرمائي ہے ' میرا فرض ہے کہ اس فتنہ کے انسداد کي کوشش کروں - نتیجہ الله کے ہاتھہ میں ہے -

عمرو : اچھي بات ہے - تم امیر المومنین کے دربار تک پہنچا دے جاؤگے ' لیکن اگر وہاں پہنچکر تم نے اپنا کوئی اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کیلیے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسي عجیب بات تھي کہ کسي طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ کوئي اور دنیوي مقصد ہے - دربار تک پہنچنے کیلیے اس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہے -)

شیخ : اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمہارے لیے حلال ہے -

عمرو : تمہارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھي شبہ ہے ' جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کي علانیہ مسجد میں توہین کرچکے ہو -

شیخ : حکم صرف خدا اور اسکے قرآن کا ہے -

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا ' اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کي طرف جاتا ہوں' تم شیخ اور اسکے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ -

شہر کي تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کي نظروں سے دیکھہ رہي تھي' جنھوں نے موت کي تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا' اور اب اسکے منہہ میں بیخوف و خطر جا رہے تھے '

راہ میں انہوں نے لوگوں کي آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے :

" دار الخلافة میں باہر کے مسافر زندگي اور راحت کیلیے آتے ہیں ' لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا "

ہاں واقعي ان دونوں نے موت کیلیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟

ہاں ' مگر اس موت کیلیے جو تمام امة مرحومہ کو استبداد کي موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کي زندگي بخشنے والي تھي !

بل احیاء و لکن لا یشعرون !

قصر شاہي بغداد کے شرقي حصہ میں تھا - یہ مجمع دجلہ کو عبور کرکے ایوان خلافت تک پہنچا ' اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کي حفاظت میں چھوڑکر خود اندر گیا - کچھہ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا :

" میں نے تمہارا حال امیر المومنین کي خدمت میں عرض کردیا کہ تم مسئلہ خلق قرآن کي نسبت ان علماء دار الخلافة سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو جو خلق کے قائل ہیں - امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا - پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگي ' امیر المومنین خود بہ نفس نفیس شریک مجلس ہونگے - اگر پیر تک کیلیے کسي شخص کو اپني ضمانت میں پیش کرو تو تمہیں رہا کردیا جاے "

شیخ نے کہا : " میں مسافر ہوں ' کسي شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اسکي ضمانت پیش کرسکوں ' علی الخصوص ایسي حالت میں کہ ایک شاہي مجرم ہوں ' میرے لیے کسے غرض ہے کہ اپني جان مصیبت میں ڈالیگا ؟ "

عمرو نے کہا : " خیر ' ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں - جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھکر اسکے لیے ایسي پرخطر جرات کر رہے ہو' تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے - تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو - اگر اب بھي تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمہاري مسافرت پر رحم کرکے امید ہے کہ امیر المومنین تمہاري کل کي جرات کو معاف کردیں "

جرات حق کي پہلي برکت اور خدا کي نصرة کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہي جو اسلیے تھا کہ شیخ کو سزا دے ' خود بخود اسپر اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسي کي ضمانت لیے رہا کردیتا ہے :

ان تنصر الله ' ینصرکم - (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کي مدد کروگے تو خدا بھي تمہاري مدد کریگا)

(مناظـــرہ کے دن)

مامون الرشید نے تمام علماء دار الخلافة کو پیر کے دن دربار شاہي میں حاضر ہونے کا حکم دیدیا - شیخ عبد العزیز پیر کے دن قصر شاہي میں حاضر ہوے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا - وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا ' عمرو نے دیکھتے ہي کہا :

" امید ہے کہ اب تمہیں عقل آ گئي ہوگي' اور تم اس جنون سے باز آ گئے ہوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھہ نہیں ہے - تم امیر المومنین کے حکم و عقیدے کي اس سختي سے مخالفت کرنا چاہتے ہو - اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھہ نہ دیکھوگے - اب بھي اس حماقت سے باز آ جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ معافي دلا دونگا - نیز شاہي انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کردیے جاؤ گے کیونکہ تمہارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے "

لیکن شیخ عبد العزیز کیلیے یہ تمام باتیں بے سود تھیں - انہوں نے کہا : " حق مظلوم ہوگیا ہے - میں اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں - مجھے جب اپني زندگي کي پروا نہیں تو مال و جاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو؟ "

برو ایں دام بر مـــرغ دگـــرنـــہ
کہ عنقـــا را بلنـــد ست آشیـــانـــہ !

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا اور کہا : " افسوس تمہاري غربت پر اور صد افسوس تمہارے بچے کي یتیمي اور تمہاري بیوي کي بیوگي پر ! میں تمہیں ہلاکت سے نکالنے کي کوشش کر رہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانے ہو رہے ہو" !

شیخ کي روح حق سے صداے یقین اٹھي : " الله کي وہ نصرة و اعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کیلیے ہے مجھے کبھي نہیں دلا سکتي' اور اگر میرے لیے الله نے اپني راہ میں موت ہي لکھدي ہے تو یہ شہادت ہے ' پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسي نعمت ہو سکتي ہے جسکا ایک مومن کو عشق ہو ؟ "

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے ' تو صحبت ختم کردي اور مامون الرشید کو اسکے آنے اور آمادۂ مناظرہ ہونے کي اطلاع دي - پھر شیخ کو ایک ایسي جگہ بٹھادیا جہاں سے وہ تمام آنے والے لوگوں کو دیکھہ سکے ' اور کہا کہ اجتماع کي تکمیل کے بعد تم حضرت شاہي میں طلب کیے جاوگے -

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میري ہلاکت کا اسدرجہ یقین تھا کہ باوجود میري طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کر سکا ' اور آخر میں پھر نصیحت کي :

فقد حرصت على
ذا ملك جهدي ، وانت
حريص على سفك
دمك جهدك ! فقلت :
يا عمرو ! معونة الله معه
والطف من ان تذهب
ومن يتوكل على الله فهو
حسبه !

میں نے تمہاري نجات و سلامتي کیلیے وہاں تک کوشش کي جہاں تک میرے امکان میں تھا ' مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کیلیے حریص ہو اور اسکے لیے اپني پوري قوة سعي صرف کر رہے ہو - میں نے کہا : اے عمرو ! الله کي اعانت اس سے زیادہ نرمي اور مہرباني رکھنے والي ہے کہ مجھے بھلادے ' اور جس نے الله پر بھروسہ کیا ' اسکو خدا بس کرتا ہے !

[لها بقية صالحة]

کو اور کہیں نہیں لے گئیں ، اُسی کے محل تک بحفاظت پہنچا دیا جسنے سر غرور کو کچلنے کیلیے ایک دن یہ شیر خوار بچہ اُٹھنے والا تھا - پھر محل فرعوني کي عورتوں کو اُنپر مہربان کردیا ، اُنھوں نے اپنے بچوں کي طرح خاص شاهي محل کے اندر پرورش کي ، اور اُنکي والدہ هي اُنکي دایه قرار پائیں - اسمیں الله کي بڑي مصلحت یه تھي که حضرة موسى کي پرورش شاهي محل میں هوگي ، و پادشاهوں کے جاه و جلال باطل کا رعب اُنکے دل سے نکل جائیگا ، اور بچپن هي سے شاهانه زندگي ، سیاست و ملک داري کے طریقے ، اور ظالمانه حکومتوں کے تمام اسرار و خفایا اُن پر منکشف هوجائینگے -

فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا و حزنا - ان فرعون و هامان و جنودهما کانوا خاطئین (۲۸ : ۷)

پھر اوسکو آل فرعون نے دریا سے نکال لیا ، اور اس بچے کو پرورش کیا تاکه آگے چلکر وہ اونکا دشمن اور سرمایه رنج و غم بنے - بے شک فرعون هامان ، اور اونکا لشکر غلطي پر تھا - جبکه اپنے دشمن کو اپنے گھر کے اندر پالرھا تھا !

(آغاز کار)

اسکے بعد آزمائش و ابتلاء کے متعدد موقعے پیش آے - اونهوں نے ایک ظالم شخص کو عین حالت ظلم میں قتل کردیا :

و دخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلن : هذا من شیعته و هذا من عدوه - فاستغاثه الذي من شیعته علی الذي من عدوه ، فوکزه موسى فقضی علیه - قال هذا من عمل الشیطان انه عدو مضل مبین ! (۲۸ : ۱۴)

اور جب که تمام لوگ غافل تھے موسى شہر میں آے ، اور اوسمیں دو آدمیوں کو جھگڑتے هوے دیکھا ، اون میں ایک آدمي اونکي قوم کا تھا ، اور دوسرا اونکے دشمن کے گروه کا - موسى کو دیکھکر اونکي قوم کے آدمي نے دشمن کے ظلم کي فریاد کي ، اور موسى نے اوسکو ایک ایسا گھونسا مارا که وہ مرگیا - یه حال دیکھکر وہ گھبراے که شیطان نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا - بے شک شیطان گمراہ کن دشمن هے -

اب خدا نے ظلم و فساد اور انساني عبودیت و غلامي کي سر زمین سے اونکو دور کرنا چاها ، کیونکه ضرورت تھي که وہ کسي آزاد مقام پر رهکر آنے والے وقت کیلیے طیار هوجائیں - پس وہ نکلے اور ایک طرف خدا کي رهنمائي کے سہارے پر چل کھڑے هوے :

و لما توجه تلقاء مدین قال عسى ربي ان یهدیني سواء السبیل - (۲۸ : ۲۱)

جب موسى مصر سے نکل کر مدین کي طرف روانه هوے ، تو کہا که خدا مجھکو ضرور سیدھا راسته دکھائیگا -

(درسگاہ مدین)

خدا نے اونکي رهنمائي کي ، اور بخط مستقیم اونکو اپنے ایک صالح بندے کي آغوش تربیت میں ڈالدیا - وهاں اونهوں نے کامل آٹھه سال تک آزادي کي هوا میں اپنے جذبات حقه و قواء صالحه کو نشو و نما دي - پھر جب پلٹے تو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے کیلیے تمام ساز و سامان نصرة سے مسلح تھے :

و ان الق عصاك فلما راها تهتز کانها جان ولی مدبرا و لم یعقب - یموسى اقبل و لا تخف ، انك من الامنین - اسلك یدك في جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء ، و اضمم الیك جناحك من الرهب فذانك برهانن من ربك الی فرعون و ملائه انهم کانوا قوما فاسقین - (۲۸ : ۳۱)

اور هم نے موسى کو حکم دیا که اپني لاٹھي کو پھینک دو ، موسى نے اپنے هاتھه سے عصا پھینک دیا ، لیکن جب دیکھا که وہ سانپ کي طرح حرکت کر رها هے ، تو پشت پھیر کر بھاگے ، اور پھر اوس طرف رخ نه کیا - هم نے کہا اے موسى ! آگے بڑھو ، مطلق خوف نه کھاؤ تم محفوظ رهوگے ، پھر هم نے حکم دیا که اپنے هاتھه کو گریبان میں ڈالو ، وہ چمکتا هوا نکلیگا - تمھارے خدا کي طرف سے فرعون اور اوسکے ارکان سلطنت کیلیے یه دو نشانیاں دیگئي هیں -

(سپه سالار جنگ)

فوج کي تنظیم و ترتیب کیلیے جس سپه سالار کي ضرورت تھي وہ تمام آلات حرب سے مسلح هوگیا ، لیکن وہ جن لوگوں سے اپني فوج کو مرتب کرنا چاهتا تھا ، وہ خود گرفتار زندان مصیبت تھے ، اسلیے اُس نے اپنا پہلا مطالبه جو فرعوني گورنمنٹ سے کیا ، وہ اسي فوج کي رهائي کا مطالبه تھا :

ان ادوا الي عباد الله اني لکم رسول امین (۴۴ : ۱۷)

خدا کے ان بندوں کو میرے حوالے کردو ، میں تمھارے پاس ایک امانت دار پیغمبر بن کے آیا هوں -

(داخلي تبلیغ)

لیکن فرعون نے جیسا که تمام ظالم بادشاهوں کا طریقه هے ، اُسکے اس الهي مطالبه کو رد کردیا - پس ضرور هوا که اب کچھه دنوں تک مصر هي میں رهکر بنو اسرائیل کي تربیت و تعلیم کا انتظام کیا جاے ، اور صدیوں کي محکومي و غلامي نے جس درجه انکے فوجي قوي کو معطل کر دیا هے ، اسي درجه کي قوي و موثر تعلیم کے ذریعه انمیں حریت و استقلال کے عزائم پیدا کیے جائیں -

پس حکم الهي کے مطابق حضرة موسی علیه السلام اپني دعوة کي داخلي تبلیغ میں مشغول هوگئے اور بني اسرائیل کو آنے والے وقت کیلیے طیار کرنا شروع کردیا - اس طیاري کا طریقه اور اسکے اصول جو قرآن حکیم نے بتلاے هیں ، هم کسي دوسري صحبت میں انکي طرف متوجه هونگے -

(پہلي فوجي نمایش)

جب ایک اچھي مدت اسپر گذر گئي تو حکم الهي هوا که اب وقت آگیا هے که اس طیار کردہ فوج کي حرکت شروع هوجاے - پس پہلي منزل یه هے که اب فرعوني گورنمنٹ کے ساز و سامان اور احکام و قوانین کي بالکل پروا نه کرو - وہ بنو اسرائیل کو اپني غلامي سے نکلنے نہیں دیتي ، مگر تم اسکو اپنے ساتھه لیکر راتوں رات نکل کھڑے هو - تمھارا تعاقب کیا جائیگا ، لیکن عذاب الهي بھي اسکے تعاقب سے غفلت نہیں کریگا :

فاسر بعبادي لیلا انکم متبعون (۴۴ : ۲۲)

میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ، کیونکه تمھارا تعاقب کیا جائیگا -

اُنھوں نے حکم الهي کي تعمیل کي ، اور اسطرح فوج کیلیے جس اجتماع و انضمام کي ضرورت هوتي هے اُسکا قوام تیار هوگیا -

(روح عسکري)

لیکن فوج صرف آدمیوں کي اُس صف هي کا نام نہیں هے جو میدان جنگ میں دیوار کي طرح کھڑي کردي جاتي هے ، بلکه جسطرح دنیا کي هر حقیقت مادہ و قوت سے مرکب هے ، اُسي طرح فوج بھي جسم و روح کے مجموعه کا نام هے - یه روح تلواروں کے چمکتے هوے جوهر میں نہیں مل سکتي ، اُسکا آشیانه شہسواروں کے خود میں نہیں هے ، وہ حلقه دار زرہ کے جال میں مرغ رشته بپا کي طرح گرفتار نہیں هے ، اُس نے ان تمام قیود سے آزاد هوکر صرف سپاهیوں کے دل هي کو اپنا گھر بنایا هے - اسي گوشے میں اُسکي معجزانه طاقت کي کار فرمائیاں ظاهر هوتي هیں - فوج کي تعداد کي کمي بیشي سے اسپر کوئي اثر نہیں پڑتا - ایک سو اور ایک هزار کے اختلاف سے اسکي حقیقت بدل نہیں جاتي ، سامان جنگ کے عدم و وجود کو اسمیں کوئي دخل نہیں ، وہ چاهے تو ایک انسان کے اندر چمک کر اسے ایک هزار انسانوں پر غالب کردے :

اپنے سرچشمۂ احساس کو بالکل فنا کردیتي هے ' تو پھر ان فریب کاریوں کي ضرورت هي نهيں هوتي ' بلکه سر بازار تلوار سے اوسکے نقش وجود کو حرف غلط کي طرح مٹا دیا جاتا هے -

دنیا کي ملکي تاریخیں اس قسم کي بهت سي مٹي هوئي قوموں کو نمایاں کرسکتي هیں ' لیکن مذهبي تاریخ واقعات میں تسلسل و نظام اور ترتیب نهيں ڈھونڈھتي - وه دنیا کو محض عبرت کا افسانه سناتي هے - اسلیے وه صرف ایک اهم اور کثیر النتائج واقعه کا انتخاب کرلیتي هے ' جو تمام دنیا کیلیے مجموعه عبرت هوتا هے ' اور اسکو بار بار دنیا کے آگے پیش کرتي رهتي هے - اس اصول هي بنا پر اوس نے همکو صرف فرعون کے مظالم کي داستان سنائي هے ' جسکا انتهائي ظلم و عدوان یه تها که وه اپني اجنبي رعایا کے اندر پھوٹ اور نااتفاقي ڈالکر حکومت کرتا تها اور ایک گروه کو ضعیف اور دوسرے کو قوي رکھتا تها :

ان فرعون علا فی الارض و جعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم - (۲۸ : ۳)

فرعون نے خدا کي زمین میں بهت سر اوٹھایا ' اور اوسکے رهنے والوں میں پھوٹ ڈالکر اُنکو گروه درگروه کردیا - و ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھتا اور ابھرنے نه دیتا -

مذهبي حکومتوں کے سوا ظلم هر دنیوي سلطنت کا مایه خمیر هے ' اور باوجود مختلف قسم کے مظالم کے وه اپني زندگي کے وه دن پورے کرلیتي هیں جو خدا نے اونکے لیے مقرر کردیے هیں - لیکن جب کوئي سلطنت ظلم کو اس انتهائي درجه تک پهونچادیتي هے که انساني حقوق کا کوئي ٹھکانا نهيں رهتا تو یه اوسکي زندگي کا آخري دن هوتا هے - اسوقت اوسکا تاج و تخت اولٹ دیا جاتا هے ' اور وه صفحۂ هستي سے حرف غلط کي طرح مٹا دي جاتي هے -

آج بھي هم دیکھه رهے هیں که خدا کا یه قانون کس طرح کام کر رها هے ؟

(ظلم کي موت هي سے عدل پیدا هوتا هے)

لیکن دنیا پر یکے بعد دیگرے همیشه متضاد قوتوں نے حکومت کي هے ' رات کے جانے کے بعد همیشه دن جلوه گر هوا هے ' تاریکي کے بعد همیشه روشني چمکي هے ' سیاهي کے بعد همیشه سفیدي نے ظهور کیا هے - یهي حال حکومتوں اور سلطنتوں کا بھي هے - جب ایک ظالم حکومت مٹتي هے تو اُسکي جگه اسیوقت ایک عادل سلطنت قائم هو جاتي هے - ظلم کا جانا هي عدل کے ظهور کا پیام هے ' اور رات اگر ختم هوگئي هے تو اسکے یهي معني هیں که دن آ گیا -

جب جابرانه قوموں کي قوت فنا هو جاتي هے ' تو ایک عادلانه نظام قائم هوجاتا هے - فرعون کي جابرانه سلطنت کا زوال ایک دوسري قوم کي عادلانه حکومت کا مقدمه تها ' اسلیے خدا نے فرعونیوں کي هلاکت کے ساتھه هي عدل الهي کے قیام کا بھي مژده سنا دیا :

و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض و نری فرعون و هامان وجنودهما منهم ما کانوا یحذرون (۲۸ : ۳)

اور هم اپنے دائمي قانون عدل کي بنا پر چاهتے هیں که جو لوگ هماري زمین میں کمزور بنا کر ایک مدت تک رکھے گئے هیں ' ان پر احسان کریں ' اور انکو دنیا کي پیشوائي عطا فرمائیں ' بڑي بڑي طاقتور قوموں کے تاج و تخت کے وهي وارث هوں ' اور انکي پادشاهت زمین پر قائم هوجاے - فرعون و هامان اور انکي حکمران قوم کو انکے طرف سے جس چیز کا کھٹکا تھا اور جسکے لیے وه اُنهیں کمزور رکھتے تھے ' وهي انکے سامنے لائینگے !

(انقلاب قوة و ضعف)

یه تو سلطنت فرعوني کے انقلاب کي سرگذشت تھي ' لیکن غور کرو که اس آیة کریمه کے اندر قرآن حکیم نے کس طرح اپنے ایک قانون الهي کي خبر دیدي هے ؟ وه بتلاتا هے که دنیا قوت کے جاه و جلال کي نمایش گاه هے ' اور کمزوروں کي هلاکت کا مقتل هے - طاقتور قومیں کمزوروں کو اپنا غلام و محکوم بناتي هیں ' ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈالتي هیں ' انکے مختلف فرقوں اور مختلف گروهوں کو باهم ملنے نهيں دیتیں ' کیونکه اگر وه ملکر ایک هو جائیں تو پھر کمزور نه رهیں اور اتفاق و یگانگت کي طاقت اعلی ظالموں کا تخت و تاج اولٹ دے - یهي حال مصر میں بنو اسرائیل کا تها -

لیکن اسکے ساتھه هي دنیا کا ایک مستثنی قانون بھي هے ' اور خدا کے زبردست هاتھه کي گاه گاه چمک جانے والي حرکت بھي هوتي هے - جب ظلم اور طاقت کے شیطان کا غرور حد سے بڑھجاتا هے تو ایسا بھي هوتا هے که دنیا طاقت والوں کي جگه کمزوروں کا گھر بنا دي جاتي هے ' اور وهي زمین جو کمزوروں کیلیے قتل گاه تھي ' طاقت والوں کي تباهي و هلاکت کا تماشا گاه بن جاتي هے - پس اُس دن چھوٹے بڑے کیے جاتے هیں ' اور بڑوں کو چھوٹا بنایا جاتا هے - وه که کمزور کردیے گئے تھے ' وه که بیکس اور بے نوا تھے ' وه که صرف رونے ' ماتم کرنے ' بے بسي کي چیخیں مارنے ' اور لٹنے لٹانے کیلیے تھے ' وقت آتا هے که احسان الهي کے سزاوار ٹھہرتے هیں ' اور کمزوري کي جگه طاقت کیلیے ' بیکسي کي جگه فرمانروائي کیلیے ' رونے کي جگه خوشیوں کیلیے ' ماتم کي جگه عیش و کامراني کیلیے ' اور لٹنے کي جگه لوٹنے کیلیے ' تمام عالم میں نمایاں هو جاتے هیں - قوة فرعوني کي جگه قوة موسوي کي تلوار آن کي آن میں دنیا کو پلٹ دیتي هے ' اور صدیوں کي گري هوئي قومیں پھر جاه و جلال رباني کے ظهور و قیام کیلیے دنیا کي وارث اور خلیفه بنا دي جاتي هیں !

(تربیت عسکري)

لیکن جسطرح تلوار کي آخري حرکت کسي سلطنت کي شهرگ کو کاٹ دیتي هے ' اوسي طرح اوسکي پهلي جنبش نظام حکومت کو قائم بھي کردیتي هے - حکومت سیاست کا سرچشمه هے ' اور سیاست کي پیاس همیشه تلوار هي کے پاني سے بجھتي هے - خدا تعالی حضرت موسی علیه السلام کو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے اور بنو اسرائیل کي حکومت قائم کرنے کیلیے ایک تیغ برهنه کي صورت میں نمایاں کرنا چاهتا تها ' اسلیے دیکھو که کس طرح اونکو بچپن هي سے میدان جنگ کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنایا ' اور طرح طرح کي آزمایشوں میں ڈالدیا ؟ ابھي اُنھوں نے دنیا میں پهلا هي قدم رکھا تها که ماں کے آغوش محبت سے جدا هوگئے ' اور جس آغوش کي محبت سے زمین پر رینگنے والے کیڑے بھي محروم نهيں رهتے ' الله کي معلمانه مشیت نے اپنے رسول اولوالعزم کو اس سے محروم کردیا - دریاے نیل کي طوفان خیز موجوں کي آغوش میں اُنهیں ڈالدیا گیا که ایک دن دریا کے طوفان هي میں سے انکو اپني راه نکالني تھي :

و اوحینا الی ام موسی ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه في الیم ولا تخافي ولا تحزني انا رادوه الیک و جاعلوه من المرسلین (۲۸ : ۶)

اور هم نے موسی کي ماں کے دل میں یه بات ڈالدي که اوسکو دوده پلاے ' اور اگر فرعون کے ظلم کیوجه سے اوسکي جان کا خوف هو ' تو دریا میں ڈالدے - اور کسي قسم کا خوف یا غم نه کرے ' هم پھر اسکي گود میں اسکے لخت جگر کو واپس کردینگے ' اور اسکو اپنا پیغمبر بنائینگے -

حضرة موسی کي والده نے اپنے لخت جگر کو دریا کي لهروں کي آغوش میں ڈالدیا - لیکن نیل کي لهریں اس امانت مقدس

مختارات

الحـــرب فـــی الاســـلام

تاریخ اسلام اور نظام عسکری

(۲)

(رسد کا مستقل محکمہ)

رفتہ رفتہ حضرت عمر نے رسد کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا، جسکا نام اهراء تھا - چنانچہ شام میں عمرو بن عتبہ (۱) اس محکمہ کے افسر مقرر ہوے - "اهراء" ہری کی جمع ہے - ہری ایک یونانی لفظ ہے جسکے معنی گودام کے ہیں - چونکہ رسد کے یکجا جمع ہوے اور وہاں سے تقسیم ہوے کا طریقہ یونانیوں سے لیا گیا تھا، اس لیے نام میں بھی وہی یونانی لفظ قائم رہا - تمام جنس اور غلہ ایک وسیع گودام میں جمع ہوتا تھا اور مہینے کی پہلی تاریخ فی سپاہی ایک من دس تار کے حساب سے تقسیم ہوتا تھا - اسکے ساتھ فی کس ۱۲ تار روغن زیتون، اور ۱۲ تار سرکہ بھی ملتا تھا - اس کے بعد اور بھی ترقی ہوئی، یعنی خشک جنس کے بجاے پکا پکایا کھانا ملتا تھا - چنانچہ مورخ یعقوبی نے حضرت عمر کے سفر شام کے ذکر میں اسکی تصریح کی ہے -

(خوراک اور کپڑا اور بھتہ)

تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بھی دربار خلافت سے ملتا تھا، جسکی تفصیل ردیف کے نمبر میں آئیگی - ان تمام چیزوں کے ساتھ بھتہ بھی مقرر تھا، جسکو عربی میں "معونة" کہتے ہیں - سواری کا گھوڑا سواروں کو اپنے اهتمام سے مہیا کرنا پڑتا تھا - لیکن جو شخص کم مایہ ہوتا اور اسکی تنخواہ بھی ناکافی ہوتی اسکو حکومت کی طرف سے گھوڑا ملتا تھا - چنانچہ خاص اس غرض کے لیے حضرت عمر کے حکم سے خود دار الخلافہ میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے - (۲)

بھتہ اور تنخواہ وغیرہ کی تقسیم کے اوقات مختلف تھے - شروع محرم میں تنخواہ، فصل بہار میں بھتہ اور فصل کٹنے کے موسم خاص خاص جاگیروں کی آمدنی تقسیم ہوتی تھی - (۳) تنخواہ کی تقسیم کا یہ طریقہ تھا کہ ہر قبیلے کے ساتھ ایک عریف یعنی مقدم یا رئیس ہوتا تھا - فوجی افسر جو کم سے کم دس دس

(۱) تاریخ طبری صفحہ ۲۵۲۶ - اهراء کے معنی اور مفہوم کیلیے دیکھو لسان العرب اور فتوح البلدان صفحہ ۲۰۸ -

(۲) کتاب الخراج صفحہ ۲۷ - اصل عبارت یہ ہے: "کان لعمر بن الخطاب اربعة الاف فرس، فاذا کان فی عطاء الرجل خفة او کان محتاجا اعطاه الفرس"

(۳) طبری صفحہ ۲۴۸۶ - اصل عبارت یہ ہے "و امر لهم بمعاونهم فی الربیع من کل سنة، و باعطیاتهم فی المحرم من کل سنة، و بفیئهم عند طلوع الشعری فی کل سنة، و ذالک عند ادراک الغلات"

سپاہیوں پر افسر ہوتے تھے، اور جو امراء الاعشار کہلاتے تھے، تنخواہ اُن کو دیجاتی تھی - وہ عریف کو حوالہ کرتے تھے، اور عریف اپنے اپنے قبیلے کے سپاہیوں کے حوالہ کردیتا - ایک ایک عریف کے متعلق ایک ایک لاکھ درہم کی تقسیم تھی - چنانچہ کوفہ و بصرہ میں سو عریف تھے جن کے ذریعے سے ایک کرور کی رقم تقسیم ہوتی تھی - اس انتظام میں نہایت احتیاط اور خبرگیری سے کام لیا جاتا تھا - عراق میں امراے اعشار نے تنخواہوں کی تقسیم میں بے اعتدالی کی، تو حضرت عمر نے عرب کے بڑے بڑے نساب اور اهل الراے مثلاً سعید بن عمران اور مشعر بن نعیم وغیرہ کو بلا کر اسکی جانچ پر مقرر کیا - چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ نہایت تحقیق اور صحت کے ساتھ لوگوں کے عہدے اور روزینے مقرر کیے، اور دس دس کی جگہ سات سات سپاہی پر ایک ایک افسر مقرر کیا - (۱) عریف کا تقرر بھی فاروقی ایجادات سے تھا، جسکی تقلید مدتوں تک کی گئی - کنز العمال باب الجہاد میں بیہقی کی روایت ہے "اول من دون الدواوین و عرف العرفا عمر بن الخطاب"

تنخواہوں میں خدمت اور کارگزاری کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا تھا - قادسیہ میں زهرة، عصمة، ضبی وغیرہ نے بڑے مردانہ کام کیے تھے، اسلیے اُن کی تنخواہیں دو دو ہزار سے ڈھائی ڈھائی ہزار ہوگئیں - مقررہ رقموں کے علاوہ غنیمت سے وقتاً فوقتاً جو ہاتھ آتا تھا اور علی قدر مراتب فوج پر تقسیم ہوتا تھا، اسکی تو کچھ انتہا ہی نہ تھی - چنانچہ جلولاء میں نو نو ہزار اور نہاوند میں چھ چھ ہزار درہم ایک ایک سوار کے حصہ میں آئے تھے!

صحت اور تندرستی قائم رکھنے کے لیے حسب ذیل قاعدے مقرر تھے:

(اختلاف موسم کے لحاظ سے فوج کی تقسیم)

(۱) جاڑے اور گرمی کے لحاظ سے لڑائی کی جہتیں متعین کردی تھیں، یعنی جو سرد ملک تھے ان پر گرمیوں میں، اور گرم ملکوں پر جاڑوں میں فوجیں بھیجی جاتی تھیں - اس تقسیم کا نام شاتیہ اور صائفہ رکھا اور یہی اصطلاح جنگ قائم ہے - یہاں تک کہ ہمارے مورخین مغربی مہمات اور فتوحات کو صرف "صوائف" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - یہ انتظام حضرت عمر نے سنہ ۱۷ ہجری میں کیا تھا - علامہ طبری لکھتے ہیں: "و سمی الشواتی و الصوائف - و سمی ذالک فی کل کورة"

(۲) فصل بہار میں فوجیں اُن مقامات میں بھیجدی جاتی تھیں، جہاں کی آب و ہوا عمدہ اور سبزہ و مرغزار ہوتا تھا - یہ قاعدہ اول اول سنہ ۱۷ ہجری میں جاری کیا گیا جبکہ مدائن کی فتح کے بعد وہاں کی خراب آب و ہوا نے فوج کی تندرستی کو نقصان پہنچایا

(۱) یہ واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ طبری صفحہ ۲۴۹۵ و ۲۴۹۶، و مقریزی صفحہ ۹۳ میں ہیں -

يا ايها النبي حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون (۸ : ۶۶)

اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کیلیے آمادہ کرو ' اگر تم میں بیس آدمی بھی ثابت قدم ہونگے تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آجائینگے ' اور اگر تم میں سو آدمی بھی صبر کی طاقت رکھنے والے ہونگے تو کافروں کی ایک ہزار جمعیت پر غالب آجائینگے -

عزم و استقلال اور صبر و ثبات کی طاقت صرف افراد کی کثرت سے پیدا نہیں ہوسکتی ' اسکو آزادی کی زندگی ہی پیدا کرتی ہے جو ہوائے انسانی کی نشو و نما کی وطنی تربیت گاہ ہے -

لیکن آزادی ایک ایسا جوہر ہے ' جو کبھی تو اس قدر ارزاں ہوجاتا ہے کہ ہر زندان کے جھکتے ہوے دروں میں مل سکتا ہے ' اور کبھی اس قدر گران قیمت ہوجاتا ہے کہ صرف تاج شاہی کے چمکتے ہوے موتیوں ہی میں اسکی جھلک نظر آتی ہے -

حضرت موسی علیہ السلام جس قوم کی تعلیم و تربیت کیلیے خدا کی طرف سے مامور ہوے تھے ' اوس کے اندر یہ جوہر بالکل مفقود ہوگیا تھا - فرعون کی غلامی نے اوسکے تمام شریفانہ جذبات فنا کردیے تھے ' اوس نے کبھی حکومت کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا - حضرت موسی علیہ السلام کی پیغمبرانہ دعوۃ کی طاقت نے مومنین بالغیب کا ایک چھوٹا سا گروہ ضرور پیدا کردیا جس نے جذبۂ صادقہ کی روح سے معمور ہوکر فرعون کو للکارا تھا :

فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیواة الدنیا (۲۰ : ۷۵)

جو حکم چاہو ہمارے لیے دو ' تمہاری حکومت زیادہ سے زیادہ اس دنیوی زندگی ہی کا فیصلہ کرسکتی ہے کہ ہمیں قتل کردے - اس سے زیادہ تم اور کیا کرسکتے ہو ؟

لیکن یہ بھی صرف نور ایمان کی ایک جدید روح کی صدا تھی جسنے غلاموں کے ملک میں حریت حقہ کا غلغلہ بلند کرکے ایک نمونہ قائم کردیا ' ورنہ بنو اسرائیل کے حلقے سے کبھی اِس قسم کی صدائیں بلند نہیں ہوسکتی تھیں -

(جہاد فی سبیل اللہ سے اعراض)

پس اس بنا پر بنو اسرائیل کی فوجی تعلیم و تربیت کیلیے وہی مقدس مقام موزوں تھا ' جہاں انسان نے سب سے پہلے آزادی کی ہوا کھائی ہے - یعنے آبادیوں اور بستیوں سے الگ کوئی صحرا اور میدان ' جہاں نہ کسی کی حکومت ہو ' نہ کسی انسان کا حکم - ابر و ہوا کے مالک ہوں اور خود مختار پرندوں کے جھنڈ ' اسی فضاے وطنی و حقیقی میں رہکر وہ اپنی گم شدہ حریۃ کو تلاش کرسکتے تھے جو مصر کی آبادیوں میں کھو گئی تھی !

لیکن حضرت موسی علیہ السلام نے پہلے آنے والے جاہ و جلال و عظمت کو یاد دلاکر اُنکے جذبۂ شجاعت کو تازہ کرنا چاہا :

واذ قال موسی لقومه یا قوم اذکروا نعمت الله علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتکم مالم یوت احدا من العالمین - یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب الله لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین - (۵ : ۲۳)

جب موسی نے اپنی قوم سے کہا : اے لوگو خدا کی نعمتوں کو دیکھو ' اُس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے تھے ' اب تمکو بادشاہ بناتا ہے ' اور وہ عظمت عطا فرماتا ہے جو ابتک کسیکو بھی ندی تھی - پس عزم اور ہمت کرو ' اور ارض مقدس میں داخل ہوجاو - اُسکی حکومت صرف تمہاری ہی قسمت میں لکھدی گئی ہے ' اور ہرگز بزدلوں کی طرح پیٹھہ نہ پھیرو ' اسکا نتیجہ بجز ناکامیابی و محرومی کے کچھہ نہ ہوگا -

لیکن یہ امتحان ایک ایسی قوم کیلیے سودمند نہ ہو سکا جو صدیوں سے غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی - بنو اسرائیل کی بزدلی نے نہایت مایوسانہ جواب دیا :

قالوا یموسی ان فیها قوما جبارین ' وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها - فان یخرجوا منها فانا داخلون (۵ : ۲۵)

اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اے موسی ارض مقدس میں ایک نہایت ہیبتناک قوم رہتی ہے - ہم اُس میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے - وہ اپنے ساز و سامان اور طاقت سے ہمیں پیس ڈالینگے - جب تک کہ وہ ملک سے خود بخود نہ ہٹ جائیں ' ہم اُسکا رخ نہ کرینگے -

اِس داخلہ سے محض شاہی جاہ و جلال کا منظر دکھانا مقصود نہ تھا ' بلکہ بنو اسرائیل کی قدیم کھوئی ہوئی عظمت کو خلافت الٰہی کی صورت میں قائم کرنا تھا ' اور خلافت الٰہی کے قائم کرنے کیلیے جس قسم کی شجاعت درکار ہوتی ہے ' اُسکو صرف نور ایمان ہی قائم کرسکتا تھا - بنو اسرائیل کے دل اس کی حرارت سے خالی تھے - دو مخلص مومنوں نے اپنے نور ایمان کی حرارت سے اُنکے دلوں کو گرمانا چاہا :

قال رجلان من الذین یخافون انعم الله علیهما ادخلوا علیهم الباب - فاذا دخلتموه فانکم غالبون ' وعلی الله فتوکلوا ان کنتم مومنین - (۵ : ۲۶)

جو لوگ بیت المقدس میں داخل ہونے سے ڈر رہے تھے ' انہیں میں سے دو آدمیوں نے جن پر خدا نے نور ایمان کے ذریعہ سے احسان کیا تھا کہا : جہاد فی سبیل اللہ سے انکار نہ کرو اور اللہ پر اعتماد کرکے ارض مقدس میں داخل ہوجاؤ - جب اُسکے اندر داخل ہوجاؤ گے تو تم یقیناً غالب ہوگے - اگر تم مسلمان ہو تو خدا پر بھروسہ کرو -

لیکن اس پر بھی اونکے دلوں میں حرارت پیدا نہ ہوئی ' اور انہوں نے صاف جواب دیدیا :

قالوا یموسی انا لن ندخلها ابدا ما داموا فیها ' فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون - (۵ : ۲۷)

ان لوگوں نے کہا اے موسی ! جبتک یہ طاقتور لوگ اُس شہر میں ہیں ' ہم اُسمیں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھہ جاکر لڑو ' ہم اس جگہہ بیٹھہ کر تماشا دیکھینگے -

(چہل سالہ قیام صحراء)

اب حضرت موسی علیہ السلام کو بالکل مایوسی ہوگئی ' اور اونہوں نے اس بزدل قوم سے علیحدہ ہونا چاہا :

قال رب انی لا املک الا نفسی و اخی فافرق بیننا و بین القوم الفسقین (۵ : ۲۸)

حضرت موسی نے کہا : خداوندا ! میں صرف اپنے وجود پر اور اپنے بھائی ہارون ہی پر اختیار رکھتا ہوں ' اپنی قوم کی بزدلی اور روحانی موت کو کیا کروں ؟ اب مجھہ میں اور اس بدکار قوم میں علحدگی کردے -

لیکن حکم الٰہی ہوا کہ اے موسی ! تم مایوسی کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ہو ' تمہاری پیغمبرانہ استقامت کی طاقت کو ان مشکلوں کا مقابلہ کرنا چاہیے - بنی اسرائیل کو مدتوں کی غلامی نے جہاد فی سبیل اللہ کی مقدس راہ سے نا آشنا کردیا ہے - وہ چھوٹی چھوٹی راحتوں کے عاشق ہیں ' بڑے مقصد کی راہ میں مصیبت اٹھانے سے جی چراتے ہیں - غلامی کی زندگی کا یہ لازمی نتیجہ ہے - پس اس سے نہ گھبراؤ اور انہیں یہاں سے نکالکر کسی آزاد و بے قید صحرا میں جا بساؤ ' وہاں کی خالص اور فطری ابر و ہوا میں ایک زمانہ بسر کریں - عہد غلامی کی پرورش یافتہ نسل مٹ جاے - ایک نئی مستعد نسل پیدا ہو ' پھر وہ راہ جہاد کی مشکلات کو برداشت کرسکیگی :

قال فانها محرمة علیهم اربعین سنة یتیهون فی الارض فلا تأس علی القوم الفسقین (۵ : ۲۹)

خدا نے کہا : بیت المقدس کا داخلہ اونکے لیے چالیس سال تک حرام ہوگیا - اب اسی سر زمین میں وہ سرگرداں رہینگے - حصول عظمت میں یہ چہل سالہ تاخیر انہی کی بزدلی کا نتیجہ ہے - پس ایسے لوگوں کی محرومی پر تمہیں افسوس نہیں کرنا چاہیے -

اسد سے دبل ضرور اپنے ساتھ رکھتا تھا - سوئیاں ' سوا ' ڈورا ' قینچی ' سوبالی ' توبڑا ' چھلنی (۱) "

(قلعه شکن آلات)

قلعوں پر حمله کرنے کے لیے منجنیق کا استعمال اگرچه خود آنحضرت کے زمانے میں شروع هوچکا تھا ' چنانچه سب سے پہلے سنه ۸ ھ میں طائف کے محاصرے میں اس سے کام لیا گیا - لیکن حضرت عمر کے زمانے میں اسکو بہت ترقي هوئي ' اور بڑے بڑے مقام اسی کے ذریعے سے فتح هوے ' مثلاً سنه ۱۶ ھ میں بہر سیر کے محاصرے میں ۲۰ منجنیقیں استعمال کی گئیں - محاصرے میں ... اور ... جسکو دبابه کہتے تھے - یه ایک لکڑي کا ... میں اوپر تلے کئی درجے هوتے تھے اور نیچے پہیے ... هوتے تھے - ... اندازوں اور ... اور ... اندازوں کو اس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا - اسکو ریلتے هوے آگے بڑھاتے چلے ... اس طرح قلعه کی جڑ میں پہنچ جاتے تھے اور قلعه کی دیواروں کو آلات کے ذریعے سے توڑ دیتے تھے - بہر سیر کے محاصرہ میں یه آله بھي استعمال کیا گیا تھا -

(سفر میـــنا)

راسته صاف کرنا ' سڑک بنانا ' پل باندھنا ' یعني جو کام آجکل سفر مینا کي فوج سے لیا جاتا ہے ' اسکا انتظام بھي نہایت معقول تھا ' اور یه کام خاص کر مفتوحه قوموں سے لیا جاتا تھا - عمرو بن العاص نے جب فسطاط فتح کیا تو مقوقس ' والي مصر نے یه شرط منظور کي که فوج اسلام جدھر رخ کرے گي ' سفر مینا کي خدمتوں کو مصري انجام دیں گے (۲) - چنانچه عمرو بن العاص جب رومیوں کے مقابلے کے لیے اسکندریه کي طرف بڑھے تو خود مصري منزل بمنزل پل باندھتے ' سڑک بناتے ' اور بازار لگاتے گئے - علامۂ مقریزي نے لکھا ہے که چونکه مسلمانوں کے سلوک نے تمام ملک کو گرویده کرلیا تھا ' اس واسطے قبطي خود بڑي خوشي سے ان خدمتوں کو انجام دیتے تھے -

(خبر رساني اور جاسوسي)

جاسوسي اور خبر رساني کا انتظام نہایت خوبي سے کیا گیا تھا اور اسکے لیے قدرتي سامان ھاتھه آگئے تھے - شام و عراق میں کثرت سے عرب آباد تھے ' اور ان میں سے ایک گروہ کثیر نے اسلام قبول کرلیا تھا - یه لوگ چونکه مدت سے ان ممالک میں رہتے تھے ' اس لیے کوئي واقعه اُن سے چھپ نہیں سکتا تھا - ان لوگوں کو اجازت تھي یه اپنا اسلام لوگوں پر ظاهر نه کریں ' اور چونکه یه لوگ ظاهري وضع قطع سے پارسي یا عیسائي معلوم هوتے تھے ' اسلیے دشمن کي فوجوں میں جہاں چاھتے تھے چلے جاتے تھے - یرموک ' قادسیه ' تکریت میں انہي جاسوسوں کي بدولت بڑے بڑے کام نکلے - (۳) شام میں هر شہر کے رئیسوں نے خود اپني طرف سے اور اپني خوشي سے جاسوس لگا رکھے تھے ' جو قیصر کي فوجي تیاریوں اور نقل و حرکت کي خبریں پہنچاتے تھے - قاضي ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ھیں : (۱) " فلما رای اهل الذمة وفاء المسلمین لهم و حسن السیرة فیهم ' صاروا اشداء علی عدو المسلمین علی اعدائهم ' فبعث اهل کل مدینة ممن جری الصلح بینهم و بین المسلمین رجالا من قبلهم ' یتجسسون الاخبار عن الروم و عن ملکهم و ما یریدون ان یصنعوا " اُردن اور فلسطین کے اضلاع میں یہودیوں کا ایک فرقه رهتا تھا جو سامرہ کہلاتا تھا ' یه لوگ خاص جاسوسي اور خبر رساني کے کام کیلیے مقرر کیے گئے ' اور اس کے صلے میں اُن کي مقبوضه زمینیں اُنکو معافي میں دیدی گئی تھیں (۲) - اِسي طرح جراجمة کی قوم اس خدمت پر مامور هوئی اور اُن کو بھي خراج معاف کردیا گیا -

(پرچه نویسوں کا انتظام)

فوجي انتظام کے سلسلے میں جو چیز سب سے بڑھکر حیرت انگیز ہے ' یه ہے که باوجودیکه اس قدر بیشمار فوجیں تھیں اور مختلف ملک ' مختلف ممالک ' مختلف طبائع کے لوگ اِس سلسلے میں داخل تھے ' ساتھه ھي وہ نہایت دور دراز مقامات تک پھیلي هوئي تھیں ' جہاں سے دارالخلافة تک سیکڑوں هزاروں کوس کا فاصله تھا ' تاهم تمام فوج اِس طرح حضرت عمر کے قبضۂ قدرت میں تھي که گویا وہ خود هر جگہه فوج کے ساتھه موجود ھیں - اسکا عام سبب تو حضرت عمر کي سطوت اور اُن کا رعب و داب تھا - لیکن ایک بڑا سبب یه تھا که حضرت عمر نے هر فوج کے ساتھه پرچه نویس لگا رکھے تھے ' اور فوج کي ایک ایک بات کی اُنکو خبر پہنچتي رهتي تھي - علامۂ طبري ایک ضمني موقع پر لکھتے ھیں : " و کانت یکون لعمر العیون في کل جیش فکتب الی عمر بما کان في تلک الغزاة ' و بلغه الذي قال عتبة (۳) " - ایک اور موقع پر لکھتے ھیں (۴) " و کان عمر لا یخفی علیه شي في عمله "

اس انتظام سے حضرت عمر یه کام لیتے تھے که جہاں فوج میں کسي شخص سے کسي قسم کي بد اعتدالي هو جاتي تھي ' فوراً اسکا تدارک کردیتے تھے ' جس سے اوروں کو بھي عبرت هو جاتي تھي - ایران کي فتوحات میں عمرو معدیکرب نے ایک دفعه اپنے افسر کي شان میں گستاخانه کلمه کہدیا تھا ' فوراً حضرت عمر کو خبر هوئي اور اُسي وقت اُنھوں نے عمرو معدیکرب کو تحریر کے ذریعے اسي چشم نمائي کي که پھر اُنکو کبھي ایسي جرأت نہیں هوئي - اِس قسم کي سیکڑوں مثالیں ھیں جنکا استقصاء نہیں هو سکتا -

(۱) فتوح البلدان صفحه ۳۱۸ -

(۲) مقریزي صفحۂ ۱۶۳ میں ہے - " فخرج عمرو بالمسلمین و خرج معه جماعة من رؤساء القبط و قد اصلحوا لهم الطرق و اقاموا لهم الجسور و الاسواق "

(۳) تاریخ شام ازدي صفحۂ ۲۴۹ و ۲۴۷۵ - ازدي کي عبارت یه ہے : لما نزلت الروم منزلهم الذي نزلوا به ' دسسنا الیهم رجالا من اهل البلد کانوا نصاری و حسن اسلامهم و امرناهم ان یدخلوا عسکرهم و یکتموا اسلامهم و یاتونا باخبارهم -

(۱) کتاب مذکور صفحۂ ۸۰ -

(۲) فتوح البلدان صفحه ۱۵۸ -

(۳) طبري صفحۂ ۲۲۰۸ -

(۴) طبري صفحۂ ۲۵۲۶ -

تها - چنانچه عتبه بن غزوان کو لکها که همیشه جب بهار کا موسم آجاے تو فوجیں شاداب اور سرسبز مقامات میں چلی جائیں (۱)

(بهار کے زمانے میں فوجوں کا قیام)

عمر بن العاص گورنر مصر موسم بهار کے آنے کے ساته هي فوج کو دم، بهیجدیتے تهے ' اور حکم دیتے که سیر و شکار میں بسرکریں' اور گهوڑوں کو چراکر اور فربه بناکر لائیں -

(آب و هوا کا لحاظ)

(۳) بارکوں کی تعمیر اور چهاونیوں کے بنانے میں همیشه عمده آب و هوا کا لحاظ کیا جاتا تها ' اور مکانات کے آگے کهلے هوے خوش فضا صحن چهوڑدیے جاتے تهے - فوجوں کے لیے جو شهر آباد کیے گئے ' مثلاً کوفه ' بصره ' فسطاط وغیره ' ان میں اصول صحت کے لحاظ سے سڑکیں ' کوچے ' اور گلیاں نهایت وسیع هوتي تهیں- حضرت عمر کو اسمیں اسقدر اهتمام تها که مساحت اور وسعت کي تعین بهي خود لکهه کر بهیجي تهي - چنانچه اسکي تفصیل ان شهروں کے ذکر میں گزرچکي هے -

(کوچ کي حالت میں فوج کي آرام کا دن)

(۴) فوج جب کوچ پر هوتي تهي تو حکم تها که همیشه جمعه کے دن مقام کرے اور پورے ایک شب و روز قیام رکهے ' تا که لوگ دم لے لیں اور هتهیاروں اور کپڑوں کو درست کرلیں - یه بهي تاکید تهي که هر روز اُسي قدر مسافت طے کریں جس سے تهکنے نه پائیں' اور پڑاؤ وهیں ڈالا جاے جهاں هر قسم کي ضروریات مهیا هوں- چنانچه سعد بن وقاص کو جو فرمان فوجي هدایتوں کے متعلق لکها ' اسمیں اور اهم باتوں کے ساته ان تمام جزئیات کي تفصیل بهي لکهي (۲)

(رخصت کے قاعدے)

رخصت کا بهي با قاعده انتظام تها - جو فوجیں دور دراز مقامات پر مامور تهیں اُن کو سال میں ایک دفعه ورنه دو دفعه رخصت ملتي ' بلکه ایک موقع پر جب اُنهوں نے ایک عورت کو اپنے شوهر کي جدائي میں دردناک اشعار پڑهتے سنا تو افسروں کو احکام بهیجدیے که کوئي شخص چار مهینے سے زیاده باهر رهنے پر مجبور نه کیا جاے -

لیکن یه تمام آسانیاں اسي حد تک تهیں جهاں تک ضرورت کا تقاضا تها ' ورنه آرام طلبي ' کاهلي ' عیش پرستي سے بچنے کے لیے سخت بندشیں بهي کي تهیں - نهایت تاکید تهي که " اهل فوج رکاب کے سهارے سے سوار نه هوں ' نرم کپڑے نه پهنیں ' دهوپ کهانا نه چهوڑیں ' حماموں میں نه نهائیں "

(فوج کا لباس)

تاریخوں سے یه پته نهیں چلتا که حضرت عمر نے فوج کے لیے کوئي خاص لباس جسکو وردي کهتے هیں قرار دیا تها - اُن کے جو احکام فوج کے نام منقول هیں ' اُن میں صرف اسقدر هے که لوگ عجمي لباس نه پهنیں - لیکن معلوم هوتا هے که اس حکم کي تعمیل پر چنداں زور نهیں دیا گیا ' کیونکه سنه ۲۱ هجري میں جب مصر میں ذمیوں پر جزیه مقرر هوا تو فوج کے کپڑے بهي اُسمیں شامل تهے اور وه یه تهے - اُون کا جبه ' لمبي ٹوپي یا عمامه ' پاجامه ' موزه (۱) حالانکه اول اول پاجامه اور موزه کو حضرت عمر نے بتصریح منع کیا تها -

(فوج میں خزانچي و محاسب و مترجم)

فوج کے متعلق حضرت عمر کي اور بهت سي ایجادیں هیں جنکا عرب میں کبهي وجود نه تها - مثلاً هر فوج کے ساته ایک افسر خزانه ' ایک محاسب ' ایک قاضي ' اور متعدد مترجم هوتے تهے - ان کے علاوه متعدد طبیب اور جراح بهي هوتے تهے - چنانچه جنگ قادسیه میں عبد الرحمن بن ربیعة قاضي' زیاد بن ابي سفیان محاسب' بلال هجري مترجم تهے - (۲) فوج میں محکمهٔ عدالت ' سرشته حساب ' مترجمي ' اور ڈاکٹري کي ابتدا بهي اسي زمانے سے هے-

(فن جنگ میں ترقي)

فوجي قواعد کي نسبت همکو صرف اسقدر معلوم هے که حضرت عمر فوجي افسروں کو جو احکام بهیجتے تهے' اُن میں چار چیزوں کے سیکهنے کي تاکید هوتي تهي - تیرنا ' گهوڑے دوڑانا ' تیر لگانا ' ننگے پانؤں چلنا - اس کے سوا همکو معلوم نهیں که فوج کو کسي قسم کي قواعد سکهلائي جاتي تهي - تاهم اسمیں بهي شبه نهیں که حضرت عمر کے عهد میں سابق کي نسبت فن جنگ نے بهت ترقي کي - عرب میں جنگ کا پهلے یه طریقه تها که دونوں طرف کے غول بے ترتیب کهڑے هو جاتے تهے' پهر دونوں طرف سے ایک ایک سپاهي نکل کر لڑتا تها اور باقي تمام فوج چپ کهڑي رهتي تهي - اخر میں عام حمله هوتا تها - اسلام کے آغاز میں صف بندي کا طریقه جاري هوا ' اور فوج کے مختلف حصے قرار پاے - مثلاً میمنه ' میسره ' و غیره - لیکن هر حصه بطور خود لڑتا تها - یعني تمام فوج کسي ایک سپه ســالار کے نیچے رهکر نهیں لڑتي تهي - سب سے پهلے سنه ۱۵ هجري میں یرموک کے معرکه میں حضرت خالد کي بدولت تعبیه کی طرز پر جنگ هوئي یعنے کل فوج جسکي تعداد ۴۰ هزار کے قریب تهي' ۳۶ صفوں میں تقسیم هوکر حضرت خالد کي ماتحتي میں کام کرتي تهي' اور وه تمام فوج کو تنها لڑاتے تهے -

حضرت عمر رضي الله عنه کے زمانے میں فوج کے جسقدر حصے اور شعبے تهے حسب ذیل هیں :

قلب — سپه سالار اِسي حصے میں رهتا تها -
مقدمه — قلب کے آگے کچهه فاصلے پر هوتا تها
میمنه — قلب کے دائیں هاته پر رهتا تها -
میسره — بائیں هاته پر -
ساقه — سب سے پیچهے -
طلیعه — گشت کي فوج جو دشمن کي فوجوں کي دیکهه بهال رکهتي تهي -
ردء — جو ساقه سے پیچهے رهتي تهي تا که دشمن عقب سے حمله نه کرسکے -
رائد — جو فوج کے چاره اور پاني کي تلاش کرتي تهي -
رکبان — شترسوار -
فرسان — سوار -
راجل — پیاده -
رمــاة — تیر انداز -

هر سپاهي کو جنگ کي ضرورت کي تمام چیزیں اپنے ساته رکهني پڑتي تهیں - فتوح البلدان میں لکها هے که کثیر بن شهاب (حضرت عمر کے ایک فوجي افسر تهے) کي فوج کا هر سپاهي

(۱) تاریخ طبری میں هے " وکتب عمر الی سعد بن مالک و الی عتبة بن غزوان ان یتربعا بالناس في کل حین ربیع في اطیب ارضیهم" کتاب مذکور صفحه ۲۴۸۶ -

(۲) عقدالفرید جلد اول صفحه ۴۹ میں یه فرمان بعینه منقول هے-

(۱) فتوح البلدان صفحهٔ ۲۱۵ -

(۲) طبري واقعات سنه ۱۴ هجري صفحه ۲۲۲۶ -

[illegible] نے آنحضرت کے جسد اطہر کو [illegible] کردیا تھا' لیکن اسلام کی [illegible] تھی - حالانکہ ابھی آپ دفن بھی [illegible] مسجد میں تشریف لائے' دیکھا کہ [illegible] صحابہ سے [illegible] آئے - پھر روکا' [illegible] خود ایک خطبہ [illegible] آگے ہمہ تن گوش بنا دیا:

[illegible] محمد [illegible] الرسول (۱)

جو لوگ تم میں سے محمد کو پوجتے تھے تو انہیں معلوم ہو کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کے وصال کے ساتھ انکے اسلام کا بھی خاتمہ ہوچکا' لیکن جو لوگ خدا کے پوجنے والے ہیں' انکو یقین کرنا چاہیے کہ انکا خدا اب تک زندہ ہے' اور کبھی نہ مریگا - خدا خود کہتا ہے کہ محمد تو صرف ایک [illegible] ہیں' جیسا کہ انکے پہلے پیغمبر آئے اور اپنا فرض نبوت ادا کرکے دنیا سے چلے گئے -

صحابہ کہتے ہیں کہ " اس خطبہ کے بعد لوگونکو ایسا محسوس ہوا گویا یہ آیت [illegible] ہے جو کبھی نازل ہی نہیں ہوئی تھی " ابھی زبان سے وہ کچھہ اسطرح بر وقت ادا ہوئی کہ ہر شخص کے دل میں اتر گئی اور ہر زبان نے اسکو بار بار دہرایا !

غالباً اسی ضبط و استقلال کا اثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں انہی کی بیعت کیلیے سب سے پہلے ہاتھہ بڑھایا -

خلافت کے بعد احتساب کا ایک نہایت نازک موقع اور پیش آیا' یعنی ایک گروہ نے زکواۃ روک دی - حضرت ابوبکر نے اون سے جہاد کرنا چاہا - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا: " کلمہ گویوں کے ساتھہ کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہے ؟ " لیکن حضرت ابوبکر نے صاف کہدیا: " جو لوگ نماز اور زکواۃ میں ذرہ برابر بھی تفریق کرینگے' اور ایک بکری کا بچہ بھی روک لینگے' میں اون سے مقاتلہ کرونگا " چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بعد میں اون کی اصابت رائے کو تسلیم کرنا پڑا (۲)

ان اہم مواقع کے علاوہ احتساب کے اور بھی جزئی موقعے عہد نبوت میں پیش آئے' اور اونہوں نے اس فرض کو ادا کیا - صحابہ کرام کے پیغمبرانہ اعمال کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ تمام واقعات کو جمع کرنا ممکن نہیں - عید کے دن کچھہ عورتیں حضرت عائشہ کے گھر میں گا رہی تھیں - حضرت ابوبکر آئے اور اونکو ڈانٹا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے اونکو گانے کی اجازت دیدی (۳)

ایک مرتبہ ایک عورت کے پاس سے گذرے - دیکھا کہ وہ بالکل خاموش ہے - لوگوں سے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اوس نے عرب کے قدیم طریق رہبانیت پر " خاموش حج " کیا ہے - اونہوں نے اوس سے کہا: " یہ جائز نہیں' یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا - "

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس فرض کے ادا کرنے پر اونکو اسلام کی قوت یا خلافت کی سطوت نے اس قدر دلیر کردیا تھا' بلکہ یہ قوت خلافت سے پہلے بھی ہمیشہ اسی طرح اپنا عمل انجام دیتی رہی - ابتدائے اسلام میں جب اسلام کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا'

(۱) بخاری جزء ۲ - ص - ۷۲ کتاب الجنائز -
(۲) بخاری جزء ۱۵۹۲ -
(۳) بخاری جزء ۲ - ص - ۱۴ کتاب العیدین -

اوسوقت بھی اونہوں نے اسی دلیری کے ساتھہ اس فرض کو ادا کیا - ایک مرتبہ آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن معیط نامی ایک شقی آیا اور آپکی اس مقدس گردن کو پکڑ کے زور سے دبایا جسکے اندر سے تمام کائنات ارضی کی سعادت کی صدائیں نکلتی تھیں - حضرت ابوبکر فوراً آگئے اور ہاتھہ پکڑ کے اوسکو دور دھکا [illegible] " تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کرنے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف خدا ہے ؟ " (۱)

(اسوۂ احتساب فاروقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو اونکے ہاتھہ میں تلوار تھی - اسلام لانے کے بعد بھی وہ تلوار اونکے ہاتھہ میں ہر جگہ نظر آتی ہے -

ہم حدیثوں میں قدم قدم پر پڑھتے ہیں کہ جب کسی نے شان اسلام کے خلاف کوئی بات کی' حضرت عمر رض نے فوراً تلوار اوٹھا لی - حاطب بن بلتعہ نے مدینہ سے اہل مکہ کو ایک خط لکھا' جس کے ذریعہ اونکو مسلمانوں کے مخفی حالات معلوم ہوگئے - حضرت عمر رض نے فوراً تلوار سنبھال لی اور آنحضرت سے عرض کیا: " اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اوڑا دوں " (۲)

ایک غزوہ میں عبد اللہ ابن ابی نے کہ منافقوں کا لیڈر تھا' کہا: " مدینہ چل کر محمد کو نکال دیا جائیگا " حضرت عمر نے فوراً آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی: " حکم دیجیے کہ اس منافق کا فیصلہ کردوں " لیکن رحمۃ للعالمین نے دونوں موقعوں پر اونکو روک دیا (۳)

احتساب کیلیے نرمی و ملاطفت کے ساتھہ بہت زیادہ دلیری' آزادی' اور جرات کی ضرورت ہوتی ہے - حضرت عمر میں احتساب کی یہی آخر الذکر شان زیادہ نمایاں نظر آتی ہے جسکے بغیر کوئی انسان سچائی کا محتسب نہیں ہوسکتا - اسیران بدر اور صلح حدیبیہ کے واقعہ میں اونہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے طرز عمل سے جس طرح اختلاف کرنے کی جرات کی' اوسکا حال ہر اوس شخص کو معلوم ہے جس نے صحاح کا مطالعہ کیا ہے - جب آنحضرۃ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنی چاہی تو دیکھو کہ اونہوں نے بے اختیار دامن پکڑ کے روک لیا (۴)

تمام صحابہ کو کم و بیش احتساب کے ادا کرنے کا خیال تھا' لیکن کسی کی یہ جرات نہ تھی کہ آنحضرۃ کی بیویوں کے معاملے میں بھی روک ٹوک کرتا - اس معاملہ میں صرف حضرت عمر تمام صحابہ کے اندر ممتاز نظر آتے ہیں - حضرت سودہ کو باہر نکلنے پر اونہی نے ٹوکا تھا - (۵) اور خود آیت حجاب نے بھی اونکی تائید کی - یہاں تک کہ خود حضرت ام سلمہ کو ایک بار شکایت کرنی پڑی کہ " اے عمر ! اب تم اسقدر بڑھ چلے ہو کہ ازواج مطہرات اور خود آنحضرت کے معاملے میں بھی دخل دینے لگے ؟ " (۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں مستحق ادب خیال کیے جاتے تھے' لیکن ایک موقع پر جب خود اونکی بہن نے جوش غم میں حد شریعت سے تجاوز کرکے نوحہ کیا' تو حضرت عمر رض نے اونکو گھر سے نکلوا دیا - (۷)

(۱) بخاری جزء ۵ - ص - ۱۰ -
(۲) بخاری جزء ۵ ص - ۷۸
(۳) بخاری جزء ۹ ص - ۱۴۵
(۴) بخاری جزء - ۱ ص - ۹۷
(۵) بخاری جزء - ۸ ص - ۵۴
(۶) بخاری جزء - ۴ ص - ۱۲۷
(۷) بخاری جزء - ۹ ص - ۸۲ -

ہوتا ہے ' لیکن اس طریقہ میں جس قوت کی ضرورت ہوتی ہے ' وہ ایک لدنی جوہر مقدس ہے جو ہر شخص میں پیدا نہیں ہوسکتا۔

ایمان باللہ ' انقطاع علائق ماسوی اللہ ' تقوی ' طہارت ' زهد و عبادت ' اور فضائل و اخلاق کی عملی زندگی سے انسان میں ایک خاص کیفیت الاعدہ و راسخہ پیدا ہوجاتی ہے ' جسکو شریعت کی زبان میں روحانیت ' اور علم النفس کی اصطلاح میں نفوذ کہتے ہیں - جن لوگوں میں یہ روحانیت پیدا ہوجاتی ہے وہ اپنے وجود کے اندر طاقت و سلطانی کی ایک ایسی نافذانہ قوۃ پالیتے ہیں ' جو تلوار کی دھار اور آگ کی لپٹ سے زیادہ مخلوقات پر اثر رکھتی ہے - پس اس قوت کے حصول کے بعد وہ انسانوں کے سامنے آتے ہیں تو نیکی کا ایک فرشتہ نمایاں ہوجاتا ہے - انکے حضور میں کبھی برائی سر نہیں اٹھا سکتی ' اور کوئی انسان گناہ نہیں کر سکتا - جو لوگ انکی صحبت میں رہتے ہیں ' انپر انکی یہ قوۃ روحانی از سرتا پا چھاجاتی ہے ' اور بسا اوقات اسطرح خیر مجسم بنا دیتی ہے کہ گناہ کی ہوس ہی معدوم ہوجاتی ہے -

صلحاء امت میں یہ قوۃ اعتقاد راسخ اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے ' اور اسکی ایک خاص حد ہے - لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ظہور کا مقصد چونکہ اصلاح نفوس ہوتا ہے ' اسلیے اللہ تعالی انکی فطرۃ کے اندر ہی اس قوۃ کو اس انتہائی حد تک ودیعت کردیتا ہے جو انسانیۃ کبری کا درجۂ قصوی ہے ' اور جو صرف انبیاء ہی کیلیے مخصوص ہے -

وہ جب دنیا میں آتے ہیں تو بغیر کسب و اخذ کے اس قوۃ الہی کا اعلی ترین سر چشمہ ہوتے ہیں ' اور انکے سلطان نفوذ و احاطۂ کلی کے آگے دنیا کی تمام طاقتیں فدا ہوجاتی ہیں - انکے پاس لوہے کے آلات اور خون ریزی کے اسلحہ میں سے کچھہ نہیں ہوتا ' لیکن یہی قوۃ الاهیہ ہوتی ہے جو انکو از سرتا پا ایک شمشیر الہی بنا دیتی ہے اور انکا وجود ' انکی نقل و حرکت ' انکی کردار و رفتار ' انکا کھانا پینا ' رهنا سہنا ' غرضکہ زندگی اور وجود کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا کا اللہ محافظ ہوتا ہے ' اور انکے اندر نیکی کی نافذانہ و عاملانہ قوۃ کی بجلیاں بھر دیتا ہے -

انبیاء کرام کے ظہور کا مقصد سعادت انسانی اور سلام ارضی ہے ' اسلیے انکو نبوت کی جسقدر طاقتیں بخشی جاتی ہیں ' وہ انکے کام اور کام کی وسعت کے مطابق ہوتی ہیں - سپہ سالار فوج کو جتنی بڑی فوج سے لڑنا ہوتا ہے ' اسی کے مطابق اسکو فوجی سر و سامان بھی دیا جاتا ہے ' اور اسی کے مطابق اسکے سپاہیوں کی تعداد اور طاقت بھی ہوتی ہے - اسلام سے پہلے جسقدر انبیاء کرام علیہم السلام آے ' انکا جہاد صرف محدود ملکوں اور قوموں کی گمراہیوں کے مقابلے میں تھا - لہذا انکا سامان جنگ بھی انکے کام کے مطابق تھا - لیکن اسلام کا ظہور تمام کرۂ ارضی کی ضلالت کو نابود کرنے کیلیے تھا ' اور تمام نوع بشری کی اصلاح اسکے سامنے تھی - پس اسکا پیغمبر بھی تمام پچھلی قوتوں سے زیادہ قوۃ لیکر آیا ' اور تمام پچھلی فوجوں اور فوجی سر و سامان سے زیادہ وسیع و عظیم اسکی فوج اور اسکا سامان جنگ تھا -

یہی وجہ ہے کہ پیغمبرانہ طاقتوں میں سے ہر طاقت پیغمبر اسلام کو زیادہ ملی ' اور یہی وجہ ہے کہ اور تمام پیغمبروں کی طیار کردہ جماعت سے کہیں زیادہ طاقتور جماعت اس نے طیار کی - اعمال نبوت میں سب سے بڑی طاقت یہی قوۃ نفوذ و تربیت ہے ' اسی قوۃ سے وہ دنیا کی تمام شیطانی قوتوں کو نابود کردیتے ہیں - پس اسلام کے پاس اس قوۃ کا خزانہ بھی سب سے زیادہ وسیع تھا ' اور اس نے صحابہ کرام کی جو جماعت اس قوۃ سے طیار کی تھی ' وہ تمام پچھلی خلفاء نبوت جماعتوں سے بڑھکر اس قوۃ روحانی کو اپنے اندر رکھتی تھی -

عہد نبوۃ کی تاریخ ہمیں اور کچھہ نہیں بتلاتی ' صرف اسی قوۃ الہی کی ایک روحانی سرگذشت ہے - صحابہ کو جس چیز نے احتساب حق کی پیغمبرانہ فنون سے معمور کردیا تھا ' وہ اسی قوت کی تربیت تھی ' اور صحابہ کی زندگی میں احتساب حق کا جو عملی نمونہ نظر آتا ہے اور جو انکی زندگی کی ایک ایک ادا کے اندر جلوہ افگن ہے ' وہ اسی قوۃ معلمہ و مربیہ کی منفعلہ و تربیت یافتہ تصویر تھی -

حضرت حنظلہ تمیمی فرماتے ہیں : " ہم لوگ آنحضرت کی خدمت میں تھے کہ آپ نے جنت و دوزخ کا ذکر اس موثر طریقہ سے کیا کہ ہم نے اونکو اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیا ' لیکن میں خدمت مبارک سے اوٹھکر بال بچوں میں آیا اور اونکے ساتھہ چہل اور ہنسی مذاق کرنے میں مصروف ہوگیا ' تو وہ اثر زائل ہوگیا جو آپ کے فیض صحبت نے پیدا کردیا تھا - پھر مجھکو وہ تذکرہ یاد آے تو میں فوراً اوٹھا اور حضرت ابوبکر سے مل کر کہا کہ میں منافق ہوگیا ہوں - آنحضرۃ کی خدمت میں جو ذوق و شوق مجھپر طاری ہوگیا تھا ' وہ گھر پہنچکر باقی نہ رہا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے آخر ہم بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں "

لیکن حضرت حنظلہ کو اونکے اس جواب سے تسکین نہیں ہوئی - اونہوں نے براہ راست آنحضرت سے اسکا ذکر کیا - آپ نے فرمایا : " تم لوگوں کی جو حالت میرے پاس ہوتی ہے ' اگر یہ قائم رہ جاتی تو تم سے فرشتے راستوں میں مصافحہ کرتے " (سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۲۵)

روحانیت کی اس قوۃ کی اصلی پہچان یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر ایک عامل و نافذ طاقت پیدا کردیتی ہے ' اور اسلیے اسکا وجود جسطرح انسانوں کو نیک بنا دینے کیلیے تیار لیتا ہے ' دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتا - وہ وعظ کرسکتے ہیں ' ہدایت کرسکتے ہیں ' نیکی کی خوبیاں بتا سکتے ہیں ' مگر اپنی جلال و سلطانی حق سے چھاکر آے نیک نہیں بنا دیسکتے - صحابہ کرام میں اس قوۃ حق کے کرشمے ہمیں ہر جگہ نظر آتے ہیں - لیکن خاص طور پر حضرۃ علی ' حضرۃ عمر ' اور حضرۃ ابوبکر (رضی اللہ عنہم) اس قوۃ کا مظہر تھے - حضرت ابوبکر صدیق نے جب سب سے پہلے تنہا ہجرت کرنی چاہی ' تو اسی قوۃ کا اعتراف تھا جسکی بنا پر ابن دغنہ نے آپ کو جانے سے روکا :

"مثلک یا ابا بکر لایخرج ولا یخرج انک تکسب المعدوم و تصل الرحم وتحمل الکل و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق فانا لک ... واعبد ربک ... (بخاری جزو ۵)

اے ابوبکر ! تم جیسا شخص نہ ہجرت کرسکتا ہے ' اور نہ ہجرت کرنے پر اسکو مجبور کیا جا سکتا ہے - تم مفلسوں کو مال دیتے ہو ' حقوق رحمی ... ' قوم کا ... اپنے سر ... لیتے ہو ... ضیافت کرتے ہو ' ... فیصلے کی ... مدد کرتے ہو ' تم میرے پڑوسی ہو ' ... اپنے شہر میں خدا کی عبادت کرو -

چنانچہ کفار قریش نے بھی ابن د... سے ... کے اندر عبادت کرنے اور قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی اور اسطرح کفار باوجود انتہاء شقاوت و مخالفت کے خود انکو ہجرت سے روکنے لگے !

انہوں نے شوق عبادت میں گھر کے اندر ایک مسجد ... اور عبادت و قرات میں مصروف ہوگئے ' لیکن جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو اُن پر سخت خشیت و رقت طاری ہوجاتی تھی '

حقيقت يه هے كه آزادي صداقت اور دليري حق ادب كے منافي نهيں ' ورنه خود حضرت عمر سے زياده آنحضرت كا ادب كون كرسكتا تها؟ اپني ذات كے علاوه جب كبهي كسي دوسرے سے كوئي حركت صادر هوجاتي جو آنحضرت كے ادب كے ذرا بهي منافي هوتي ' تو وه اسكي برداشت كي طاقت نهيں ركهتے تهے - آنحضرت كي خدمت ميں چند عورتيں نهايت اونچي آواز كے ساتهه گفتگو كررهي تهيں ' اتفاق سے حضرت عمر آگئے تو سب كي سب بے تحاشا اُٹهه كے بهاگ گئيں كه اس جرأت پر كهيں انكي تلوار احتساب كو حركت نهو جاے - اُنهوں نے كها: "اے اپني جان كي دشمنو! رسول الله سے زياده مجهه سے ڈرتي هو؟ " (۱)

حضرت عمر كے كارنامه احتساب ميں سب سے زياده نماياں وه واقعات هيں ' جهاں انهوں نے صحابه كو كثرت روايت حديث سے روكا هے - حديث كي روايت جس قدر ضروري هے ' اسي قدر مشكل بهي هے - صحابه كے زمانه ميں اگرچه كذب في الرواية كا (يعنے عمداً غلط اور جهوٹ روايت كرنے كا) احتمال نه تها - تاهم غلطيوں كے پيدا هونے كا انديشه تها ' اور بعض موقعوں پر غلطياں پيدا بهي هوئيں - چنانچه اسكے متعلق حضرت عائشه ' حضرت ابن عمر ' حضرت ابو هريره اور حضرت عبد الله بن عباس كي تنقيدي روايات كو پيش نظر ركهنا چاهيے - پس اسي بنا پر حضرت عمر روايت حديث كي غير محتاط كثرت پر نهايت سخت گيري كرتے تهے - حضرت ابوهريره نے جب كثرت سے روايتيں كيں ' تو اونهوں نے صاف صاف كهديا - " اب اگر تم نے احتياط نه كي تو كوڑوں سے پٹوا كر نكلوا دونگا " (۲)

ايک بار حضرت ابو موسى اشعري نے اونكو تين بار سلام كيا ' وه مصروف تهے جواب نهيں ديا - وه واپس چلے گئے - فارغ هوے تو بلا كر واپس جانے كي وجه پوچهي - اونهوں نے كها : " آنحضرت نے فرمايا هے كه تين بار اجازت طلب كرنے پر اگر اجازت نه ملے تو واپس جاو" حضرت عمر نے كها : "اس حديث كي صحت پر گواه لاو" چنانچه حضرت ابو سعيد خدري نے شهادت دي ' تو اونكا دامن چهوڑا (۳)

دو عورتوں ميں زد و كوب هوئي - ايک حامله تهي - اوسكا حمل ساقط هوگيا - حضرت عمر كے سامنے مقدمه پيش هوا تو آپ نے صحابه سے دريافت فرمايا : " كسي نے آنحضرت سے اسكے متعلق كوئي حديث سني هے ؟ " مغيره نے كها : " هاں ' آنحضرت نے اوسكي ديت ايک غلام يا ايک لونڈي دلوائي هے " ليكن اونهوں نے تسليم نه كيا اور اس حديث پر شهادت طلب كي ' چنانچه جب محمد بن مسلم نے گواهي دي تو اسكے مطابق فيصله كيا (۴)

اونهوں نے اس معامله ميں اس قدر سخت گيري كي كه بعض موقعوں پر صحابه چيخ اوٹهے : لا تكن عذابا على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" (۵) يعنے اے عمر! اصحاب رسول كيليے تم عذاب نه هوجاو!

حضرت عمر كي نگاه اگرچه هميشه اسي قسم كے جلائل امور پر پڑتي تهي ' تاهم وه جزئيات احتساب سے بهي بے پروا نه تهے - جب ايک عورت شريک جنازه هوئي تو انهوں نے اسكو ڈانٹا كه تمهاري

(۱) بخاري جزء - ۸ ص - ۲۳

(۲) تذكرة الحفاظ جلد اول تذكره عمر فاروق -

(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۵۴ -

(۴) بخاري جزء - ۹ ص - ۱۱

(۵) ابو داود جلد - ۲ ص - ۳۴۹

شركت كا حكم شرعي موجود نهيں ' ليكن آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے اسكو اجازت ديدي (۱)

ايک بار طائف كے دو آدميوں نے مسجد نبوي ميں شور و غل كيا - حضرت عمر نے انكو بلوا كر كها : " اگر تم مسافر نه هوتے تو ميں تمكو سزا ديتا تم مسجد نبوي كے اندر شور كرتے هو؟ " (۲)

ايک بار حضرة ابن زبير كے بدن پر حرير كا كپڑا ديكها تو اسكو پهاڑ ديا - انكے باپ زبير نے كها " تم نے بچے كو دل شكسته كرديا " فرمايا " بچوں كو حرير نه پهناؤ " يعنے بچپن سے انهيں عيش و راحت جسم كا عادي نه كرو - اسلام هر مسلمان كو سپاهي كي طرح ساده وضع اور محنت پسند ديكهنا چاهتا هے - (۳)

رويشد ثقفي ايک شخص تها جس نے شراب كي دكان كهولي تهي - حضرت عمر نے دكان ميں آگ لگوادي اور فرمايا : " تو فويسق هے نه كه رويشد " حضرت علي عليه السلام نے بهي ايک گاؤں كو جلواديا تها جس ميں شراب كي تجارت هوتي تهي (۴)

حضرت عمر (ض) نے ايک آدمي كو ديكها كه دوده ميں پاني ملا كر بيچ رها هے - اس سے چهينكر دوده كو زمين پر گرا ديا (۵)

انبياے سابقين كي جو محرف اور ناقابل وثوق كتابيں عرب ميں پهيلي هوئي تهيں جن سے اسلام ميں بهي اختلاط مذهبي پيدا هوجانے كا خوف تها ' حضرت عمر نے اُن سب كو جلا ديا -

اے كاش اسرائيليات كا تمام ذخيره نابود هوجاتا -

سعد بن ابي وقاص نے اميرانه ٹهاٹ كے ساتهه ايک محل بنايا اور بادشاهوں كي طرح پردے ميں رهنے لگے ' حضرت عمر كو خبر هوئي تو اوس محل كو جلوا ديا - يه شدت تهي جو اسلامي احتساب كے نمونوں نے همارے سامنے پيش كي هے - يه امارت اور سلطاني كے بڑے بڑے محل هي هيں جنكے اندر انسانية كي بربادي كي تمام خباثتيں پليں ' اور يهي محل هيں جنهوں نے خلفاء اسلام كي كچي ديواروں كي جگه بنكر ' اسلام كي اصلي طاقت كو پاش پاش كرديا !

اس قسم كے سيكڑوں واقعات هيں جنكي تفصيل اس مختصر مضمون ميں نهيں كي جاسكتي -

(ايک دقيـــق نكته)

آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے امر بالمعروف و النهي عن المنكر كا يه طريقه بتايا هے :

من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه ' فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان (مسلم جلد - ۱ ص - ۳۸ كتاب الايمان)

تم ميں سے جو شخص كسي برائي كو ديكهے تو چاهيے كه اسكو اپنے هاتهه سے بدلدے ' ليكن اگر اس پر قادر نهو تو زبان سے ٹوكے ' اگر اس پر بهي قادر نهو توكم ازكم دل هي سے برا سمجهے ' مگر يه اخري صورت ادنى درجه كا ايمان هے -

يه حديث احتساب مختلف درجوں كي اس قدر جامع هے كه ايک صاحب اقتدار بادشاه سے ليكر ايک اپاهج فقير تک اسكے اندر اپنا حكم اور طريقه پا لے سكتا هے ' ليكن اسكے علاوه احتساب كا ايک اور طريقه بهي هے جس پر هر شخص عمل نهيں كرسكتا - احتساب كا هر طريقه هاتهه ' زبان ' يا كم از كم دل كي قوت كا محتاج

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۲۷۱

(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۹۷

(۳) الحسبة في الاسلام لحجة الاسلام ابن تيميه - ص - ۴۴

(۴) الحسبة في الاسلام - ص - ۴۳

(۵) الحسبة في الاسلام - ص - ۴۳

اور اسکا روحانی اثر کفار کے بال بچوں پر پڑتا تھا ' وہ سب پروانہ وار اس شمع ہدایت پر ٹوٹ ٹوٹ کے گرتے - یہ حال دیکھکر کفار کو خوف ہوا کہ ہمارے بال بچے کہیں مسلمان نہ ہوجائیں - چنانچہ کفار نے اس دعوت کو اپنا قول و قرار دیدیا - لیکن حضرت ابوبکر نے فرمایا " اب میں تمھاری همسائیگی سے خدا کی همسائیگی میں جاتا ہوں " خدا نے بھی انکی یہ آرزو بہت جلد پوری کردی اور جلد ہی دنوں کے بعد ہجرت نبوی کا واقعہ پیش آ گیا -

حضرت عمر (رض) کی قوۃ احتساب اور روحانی اثر کا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی - جب چند عورتوں نے آنحضرت کے سامنے نہایت بلند آواز سے گفتگو کی ' اور آنحضرت کے رعب و ملاحظہ سے بھی کچھ خوف نہ کیا ' تو یہ حضرت عمر ہی کی ہیبت تھی جس نے انکو دیکھتے ہی آرام سے بٹھا دیا تھا ' اور اس موقع پر آنحضرت نے حضرت عمر کی اس روحانی قوۃ احتساب کا اعلان کیا تھا :

ما لقیک الشیطان سالکا فجا ... همیشه شیطان تمھاری راہ سے
قط الا سلک فجا غیر فجک ... بچ کے چلے گا -

(بخاری جزو ۵)

(ایک متفرق نظر)

خلافت کے فرائض نے اگرچہ حضرت ابوبکر (رض) و حضرت عمر (رض) کے دائرۂ احتساب کو نہایت وسیع کردیا ہے ' تاہم صحابہ کا زمانہ خیر القرون تھا ' اسلیے صحابہ کا ہر فرد سرگرم احتساب رہتا تھا - یہاں تک کہ معمولی سے معمولی چیزوں پر بھی روک ٹوک کی جاتی تھی -

اسلام نے دنیا کی مدنیۂ صالحہ کو جو ترقی دی ہے ' اسکا اثر ایک ایک جزئیات میں نظر آتا ہے - کھانے پینے اوٹھنے بیٹھنے ' ملنے جلنے ' غرض ہر چیز میں عرب کی حالت قابل اصلاح تھی ' اور اسلام نے اوسکی اصلاح کی - منجملہ ان تمام اصلاحوں کے ایک جزئی اصلاح یہ بھی تھی کہ کھانے پینے کی حالت میں حرص و طمع کا اظہار نہ ہونے پاے - اسی بنا پر آنحضرت نے ایک ساتھہ دو دو کھجوروں کے کھانے کی ممانعت فرمادی تھی ' کیونکہ اس سے حرص و طمع کا اظہار ہوتا تھا - احادیث کی اصطلاح میں اسکو " قران " کہتے ہیں -

ایک مرتبہ قحط کا زمانہ تھا ' حضرت ابن زبیر لوگوں کو کھجوریں تقسیم کردیا کرتے تھے ' لوگ شدت گرسنگی میں کھاتے تھے ' تو تہذیب اور ارشاد نبوی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے - لیکن جب حضرت عبد اللہ ابن عمر اودھر سے گذرتے تو لوگوں کو ٹوکتے : " آنحضرت نے قران سے منع فرمایا ہے ' البتہ اپنے دوسرے شریک طعام سے اجازت لیکر ایسا کیا جاسکتا ہے " (بخاری جزء ۳)

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر نے ابو ایوب انصاری کو دعوت دی ' وہ آے تو دیوار پر ایک منقش و مصور پردہ لگا ہوا تھا - حضرت ابن عمر نے معذرت کی کہ " عورتوں نے ایسا کیا ہے " لیکن انھوں نے دعوت کو رد کردیا اور اوٹھکر چلے آے -

غرض احتساب کا دائرہ صحابہ ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جو لوگ اونکی صحبت سے مستفید ہوتے تھے ' وہ بھی نہایت آزادی کے ساتھہ اس فرض کو ادا کرتے تھے ' اور خود صحابہ کو ٹوکتے تھے - ایک مرتبہ حضرت ابو ہرزہ سلمی گھوڑے پر سوار ہوکر آے اور اوترکر نماز پڑھنے لگے ' گھوڑا بھاگا ' انھوں نے نماز چھوڑ کر اسکا تعاقب کیا اور پکڑ لاے ' پھر نماز پوری کی - ایک شخص نے دیکھا تو کہا : " اس بڈھے کی اس جرأت کو دیکھیے کہ گھوڑے کے پکڑنے کیلیے نماز چھوڑ دی " انھوں نے کہا : " جب سے آنحضرت کا ساتھہ چھوٹا کسی نے مجھہ کو ملامت نہیں کی تھی - میرا گھر بہت دور ہے ' اگر گھوڑا بھاگ جاتا تو میں شام تک گھر نہیں پہونچ سکتا تھا ' میں آنحضرت کی آسانیاں دیکھہ چکا ہوں (بخاری جزء ۸)

تفسیر البیــــان

ازر جماعــۂ طـلـبـاء

تفسیر کے حقیقی مخاطب و مستحق طلباء ہیں

مجھے اس بات سے ایک گونہ افسوس ہے کہ آپنے عام مسلمان خریداروں کے لیے البیان کے چندے میں ایکروپیہ کی رعایت کی ہے ' بشرطیکہ ایک ماہ کے اندر خریداری کی درخواستیں آپ کے دفتر میں پہونچ جائیں - مگر ان خریداروں کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں رکھی جن کے لیے البیان کا مطالعہ از بس ضروری ہے ' اور قوم کے لیے عموماً اور آپ جیسے فاضل اجل ' داعی الی الحق ' اور اسلام کے دلدادہ کے لیے خصوصاً لازم ہے کہ ان کی حالتوں کو درست کیا جاے - تاکہ آیندہ ترقی کے لیے ایک مفید عنصر ثابت ہوں -

آپ کو معلوم ہوگا کہ آجکل کے ترجمے لکھے نوجوانوں پر مغربی تعلیم نے ایسا اثر کیا ہے کہ وہ اسلامی حقانیت اور اس کے معانی کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں ' اور اس طرف سے بہت کچھہ غفلت کر رہے ہیں ' آجکل کے طالب علم کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے ؟ اور قرآن حکیم کی کیا تعلیم ہے ؟ مگر میرے خیال میں ایک طرح وہ راستی پر ہیں ' کیونکہ ان کو ایسی ہی تعلیم دی جارہی ہے جس میں مستغرق ہونے کے بعد وہ مذہبی تعلیم کی کسی طرح پروا نہیں کرسکتے - پھر عموماً وہ غریب اپنے تعلیمی اخراجات کے نیچے اس قدر دبے ہوئے ہیں کہ ان میں اتنی طاقت ہی نہیں ہوتی ہے کہ عمدہ عمدہ مذہبی کتب کا مطالعہ کر سکیں -

اگرچہ جو قیمت سالانہ آپنے البیان کی رکھی ہے ' اسقدر زیادہ نہیں ' مگر ایک طالب علم کے لیے زیادہ ہے ' کیونکہ اس کے تعلیمی اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ ایک کوڑی بھی ان کتب کے مطالعہ کے لیے نہیں بچا سکتا - میں نے اکثر طالب علموں کو اسوقت کہتے سنا ہے کہ " افسوس البیان کا مطالعہ ہمارے لیے ازحد ضروری ہے ' مگر ہم کچھہ نہیں کر سکتے - ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کی خریداری کے لیے رقم مہیا کر سکیں "

میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم طالب علموں کے لیے کسی قدر ہمیشہ کے لیے البیان کے سالانہ چندے میں رعایت کی جاے ' تو بہت سے طالب علم اس کو خریدنے کے لیے تیار ہو جائینگے -

اس زمانہ میں اس بات کی سخت سے سخت ضرورت ہے کہ کسی صورت سے طالب علموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کا اثر ڈالا جاے ' اور اسلام کا من جانب اللہ ہونا ثابت کیا جاے - اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ قـــرآن کریـم کی ایک مفصل اور مشرح تفسیر اونکے سامنے پیش کی جاے ' جس کو وہ بآسانی مطالعہ کرسکیں - یہ تو ہر طرح معلوم و یقین ہے کہ صرف آپ ہی کی تفسیر اس ضرورت کو پورا کر سکتی ہے ' مگر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ (طالب علم) کیا طریقہ اختیار کریں جس سے فیضیاب ہو سکیں ؟

.... بی - اے -
متعلم ایل - ایل - بی - کلاس

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۰ | کلکته : جمعه ۶ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 11,th February 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامۂ ایڈیٹر الهـلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجۂ عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت ' في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

Tel Address- "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad.
45, Ripon Lane.
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و پریس و قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۰ | کلکتہ : جمعہ ۶ - ربیع الثاني سنہ ۱۳۳۴ ھجري | جلد ۱
Calcutta : Friday, 11th February 1916.

دعوة الى القران

گذشتہ اشاعة کے آخري صفحہ میں ہم نے تفسیر البیان کي قیمت کے متعلق ایک مراسلة درج کي تھي - اُسکے متعلق پنجاب کے ایک صاحب غیرت و درد بزرگ لکھتے ھیں :

" اس خط کو پڑھکر خاکسار کي طبیعت پر نہایت اثر پڑا' الله الله ایک جماعت تو ان لوگوں کي ھے جنکو جناب کي قلمي خدمات سے مستفید ھونے کي توفیق ملي ھے مگر اپني بدبختي سے محروم رھتي ھے - اور ایک جماعت اُن لوگوں کي ھے جو مستفید ھونے کیلیے مضطرب ھیں' لیکن اتني استطاعت نہیں رکھتے کہ اپني حسرت پوري کریں - حقیقت یہ ھے کہ جناب کي تصنیفات کے اصلي مستحق یہي لوگ ھیں - انگریزي مدارس کے تعلیم یافتہ طلباء کي مذھبي اصلاح تمام آیندہ نسل کي اصلاح ھے' اور انہي کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کي ھے کہ جناب کي روح بخش تصنیفات سے فیض یاب ھوں - جس وقت سے جناب نے البیان کا اعلان کیا ھے' میں اسکي ضرورت محسوس کر رھا ھوں اور اپنے اکثر دوستوں سے بھي عرض کرچکا ھوں - اس مشکل کے دور کرنے کا اصلي علاج یہ ھے کہ ایک مستقل فنڈ اس غرض سے کھولدیا جائے کہ جو طلباء' علماء' اور عام طور پر غیر مستطیع اشخاص البلاغ اور البیان کو انکي اصلي قیمت دیکر نہیں خرید سکتے' انسے نصف قیمت لي جاے' اور نصف قیمت اس فنڈ سے ادا کردي جاے - جناب کے عقیدتمندوں کا دائرہ بحمد لله اسقدر وسیع ھے کہ کسي ایسے فنڈ کے قائم کرنے میں ذرا بھي دقت نہیں ھوسکتي - صرف اعلان کي ضرورت ھے - جناب نے خاکسار کي درخواست پر پانچ شخصوں کے ساتھہ رعایت منظور فرمالي لیکن اسطرح کس کس شخص کیلیے صرف دفتر ھي پر بار ڈالا جائیگا' علی الخصوص جبکہ الہلال پریس کي ضبطي ضمانت کے نقصانات کثیرہ اس صبر و تحمل کے ساتھہ جناب نے گوارہ کیے ھیں - بہر حال میں اس بارے میں صرف تحریک ھي نہیں کرتا بلکہ اپني جانب سے پچاس روپیہ کي ایک حقیر رقم بھي پیش کرتا ھوں - بشرطیکہ دیگر ناظرین البلاغ بھي خاکسار کا ساتھہ دیں' اور بہت جلد اس فنڈ کو اس حد تک پہنچا دیں کہ ھزاروں غیر مستطیع صاحبان علم میں ھم " البلاغ " اور " البیان " کو تقسیم کرسکیں - جناب از راہ نوازش اس عریضہ کو شائع فرمادیں - البتہ خاکسار کے نام کے اظہار کي ضرورت نہیں - "

حقیقت حال یہ ھے کہ جس وقت سے البیان اور ترجمان القرآن کا اعلان ھوا ھے' تقریباً ھر روز پندرہ بیس خطوط اُن علماء و طلباء کے پہنچتے ھیں' جو انکے مطالعہ کا نہایت شوق ظاہر کرتے ھیں:- لیکن مالي مجبوریوں کي وجہ سے خرید نہیں سکتے - پچھلے نمبر میں صرف ایک خط بطور نمونہ کے درج کردیا گیا تھا' تاکہ ملک کي حالت کا اندازہ ھو سکے - الہلال کي پوري سہ سالہ زندگي ایسے ھي درخواستوں کے ھجوم میں گذري' اور البلاغ کا بھي یہي حال ھے -

الہلال کے متعلق احباب کو معلوم ھے کہ اسکے صدھا نسخے ھمیشہ مفت تقسیم کیے گئے' اور نو سو سے زاید اشخاص سے نصف قیمت بلکہ اس سے بھي کم منظور کرلي گئي -

موجودہ حالت پریس کي مالي مشکلات کي جیسي کچھہ ھے' اسکو الله ھي بہتر جانتا ھے' اور اگر اسکا فضل و کرم عزم و ارادہ کي لازوال دولت سے مالا مال نہ کردیتا' تو سچ یہ ھے کہ البلاغ کا ایک نمبر بھي نکالنا مشکل تھا' با ایں ھمہ دفتر نے اب بھي اس قسم کي درخواستوں کو منظور کرلینے کي کوشش کي' اور الله ھي کے فضل پر اعتماد ھے - وہ چاھیگا تو اپني دعوة حق کي اشاعة و توزیع کا خود بخود سامان کردیگا -

الله تعالی آپکو جزاے خیر دے کہ آپنے محض محبت ایماني و شیفتگي قرآني کے رشتے سے البلاغ و البیان کے متعلق یہ تجویز پیش کي ھے منظور ھوگا تو آپکي تحریک ضایع نہوگي اور وہ جس کام کیلیے چاھے دلوں کو کھول دے سکتا ھے !

اعتذار

جنگ یورپ کا جو اثر ابتدا سے کاغذ کے مسئلہ پر پڑا ھے' اس سے احباب کرام بے خبر نہیں ھیں - الہلال جس کاغذ پر چھپتا تھا' اُسکي قیمت زیادہ سے زیادہ پونے چار روپیہ فی رِم تھي - وھي کاغذ البلاغ کیلیے چھہ روپیہ في رم کے حساب سے لینا پڑا' لیکن ھم نے اس اضافہ کو بھي گوارا کرلیا اور برابر البلاغ اُسي کاغذ پر چھپتا رھا -

لیکن اب حالت یہاں تک پہنچ گئي کہ اس قسم کے کاغذ سے تمام بازار یکسر خالي ھوگیا ھے' اور اگر چار گني قیمت بھي دي جاے جب بھي میسر نہیں آ سکتا - مجبوراً دوسرے قسم کے کاغذ کو قبول کرنا پڑا اور آج پہلي مرتبہ اسپر البلاغ چھاپا جاتا ھے - اسکي قیمت بھي الہلال کے کاغذ سے ڈیوڑھي ھے !

(۲)

آج جمعرات کا دن ھے - اس نمبر کے تمام فارم چھپ چکے ھیں' صرف آخري فارم شذرات کا باقي ھے' مگر یکایک مولانا کي طبیعت بدمزہ ھوگئي ھے' اور اُمید نہیں کہ اس حالت میں آج شذرات لکھے جاسکیں اور کمپوز ھوسکیں - مجبوراً مراسلات کا ایک مضمون جو کمپوز شدہ طیار تھا' شذرات کي جگہ دیدیا جاتا ھے تاکہ با قاعدہ اشاعت میں اب پھر فتور نہ آے -

[منیجر]

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیہ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبيل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبيل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۰) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

(۳) قومي يا نيشنلسٹ - اس فرقه كي تهيوري يه هے كه صرف كاشت اور سكونت كي زمينيں شخصي ملكيت سے نكال ليجائيں ' كيونكه ثروت كا اصلي منبع زمين هے ' اور جب تمام زمين جمهوري گورنمنٹ كي ملك هوجائيں گي' تو اهل حاجت اور مفلسوں كي حالت بهت كچهه سنبهل جائيگي -

اشتراكيين كے يه مختلف فرقے تمام ممالك متمدنه ميں روز بروز بڑهتے جاتے هيں اور هر جگه انكي تعداد روز بروز بڑهتي جاتي هے - يورپ كے بعض بعض ملك كے اكثر باشندے سوشيلزم كے معتقد هوتے جاتے هيں - اس فرقه كي تمام اطراف عالم ميں خفيه سوسائٹياں ' انجمنيں ' اور اخبارات هيں ' جو انكے خيالات كي اشاعت كرتے هيں ' ملك ميں موجوده نظام سلطنت كے برخلاف جوش پيدا كرتے هيں ' سلاطين ' حكام ' ملاك ' اور ارباب ثروت كے قتل كي تدبيريں كرتے هيں - ناچار گورنمنٹوں كو انكي مزاحمت پر آماده هونا پڑتا هے ' اور طرح طرح سے انكي بيخكني كي كوششيں كرتي رهتي هيں - ليكن يه تمام كوششيں بے سود ثابت هوتي هيں اور سوشلزم كا سيلاب نهيں تهمتا -

سنه ۱۸۸۰ ع سے اس مذهب كے پيرو جرمني ميں بهت بڑه رهے هيں - سنه ۱۹۰۸ ع ميں جرمني ميں اشتراكيين كي تعداد دس لاكهه تهي ' سنه ۱۹۱۰ ع ميں بيس لاكهه هوگئي - جرمني كے علاوه فرانس ' بلجيم ' هولينڈ ' پولينڈ ' روس ' امريكا ' رومانيا ' اٹلي ' بروسيا ' سوئٹزرلينڈ ' انگلينڈ ' اور امريكا كا بهي يهي حال هے -

اشتراكيين كي تعداد ميں روز بروز اضافه هونا كوئي تعجب انگيز امر نهيں ' كيونكه سوشلزم كا اصلي مقصود فقراے قوم اور مزدور پيشه اشخاص كي حمايت هے ' اور يه معلوم هے كه ملك ميں مزدوروں اور فقيروں كي تعداد تمام فرقوں سے زياده هے - اس حالت ميں فرض كرلينا چاهيے كه يورپ كے تمام فقرا اور مزدور پيشه درحقيقت سوسيلسٹ هيں - ليكن عجيب تر يه هے كه سوشيلزم كي آواز سے تمام يورپ اسقدر گونج اٹها هے كه اسكي تاثير سے يورپ كا كوئي فرقه بچ نهيں سكتا ' كنسرويٹو پارٹي جسكا منتہاے مقصد قديم آداب و رسوم كي حمايت اور ذاتي اعزاز و مناصب كي محافظت هے ' اسكو بهي كسي قدر تغير كے بعد سوشيلزم كا هم آهنگ هونا پڑا - انتها يه هے كه كالج اور اسكول كے پروفيسر اور ٹيچر ' اور دير و كنيسه كے راهب اور پادري بهي اصول اشتراكيت ميں كسيقدر ترميم كے بعد اشتراكيين كے هم آواز هوگئے هيں -

اس چيخ ' پكار ' شور و فرياد ' واويلا و هنگامه كا اثر يه هے كه تمام يورپ كے خيالات ميں موجوده نظام تمدن كے انقلاب كے متعلق عجيب قسم كا تلاطم برپا هوگيا اور هر شخص جديد تمدن كے مصائب كو محسوس كررها هے -

اس مقدمه كے ساتهه چند مقدمات كا اور اضافه كرو :

(۱) يورپ ميں تمدن كي بنا شخصي فوائد ' خود غرضي اور ذاتي منافع پر هے - باپ بيٹے كو نهيں پوچهتا - بيٹا باپ كي خبر نهيں ليتا ' پهر ملك كے عام افراد كے ساتهه اسكو كيا همدردي هوسكتي هے ؟

(۲) يورپ كي ثروت اور دولت كا اصلي سرچشمه صنعت اور تجارت هے - هر شهر ميں كمپنياں اور كارخانے هيں جنكے مالك اشخاص يا جماعت كے چند افراد هيں - هر كارخانه ميں هزاروں مزدور كام كرتے هيں ' جنكي روزانه آمدني انكے روزانه اخراجات كے ليے مشكل سے كافي هوسكتي هے - نتيجه يه هے كه ايك طرف تو كارخانه داروں كي مختصر جماعت كارخانه كے منافع كثيره سے مالا مال هوجاتي هے ' دوسري طرف ادني طبقے ميں فقرا اور مساكين كي تعداد بهي بڑهه رهي هے -

(۳) بنكوں كے وجود نے يه قيامت برپا كرركهي هے كه ايك پيسه كا قرض بهي بغير سود كے نهيں مل سكتا - جائدادیں عام پبلك كے هاتهه سے نكل كر مالكان بنك كے تصرف ميں آتي جاتي هيں ' اس سے فقرا اور ناداروں كي كثرت هو رهي هے -

(۴) تمدن جديد نے ضروريات زندگي كي قيمت اسقدر بڑها دي هے كه كم ثروت والوں كو وهاں زندگي بسر كرنا مشكل هے - كهانے كي چيزيں اسقدر گراں هيں كه فقرا انكو خريد نهيں سكتے - ملك كي شدت حاجت كي وجه سے نرخ اشيا ميں گراني حد سے زياده بڑه جاتي هے ' اور آزادي تجارت كي بنا پر گورنمنٹيں اس ميں زياده روك ٹوك نهيں كرسكتيں -

(۵) گورنمنٹوں نے فقيروں اور بے ساز و سامان شخصوں كے ذاتي مصارف كے ليے كوئي سامان نهيں كيا - يه تو هے كه اندهوں ' كوڑهيوں ' لولوں ' اور مجبوروں كيليے امدادي محكمے قائم هيں ' ليكن ايك مجبور قرضدار كے اداے قرض كي كوئي صورت نهيں - ايك مزدور كو اگر آج كوئي مزدوري نه مل سكي تو وه كل كيا كهائيگا ؟ ايك نقير كے پاس كپڑا نهيں ' وه كپڑا كهاں سے لائيگا ؟ يورپ عام مصالح كي نگراني تو كر رها هے ' ليكن شخصي ضرورتيں اور اتفاقي حاجات كا اسكے يهاں كوئي بندوبست نهيں -

(۶) اتفاق سے اول تو يورپ مذهب سے آزاد هے ' اور اسليے وه شخصي همدردي كي قدر نهيں كرسكتا - علم و تمدن نے اسكے بجاے ملكي اور جمهوري همدردي قائم كردي هے جو شخصي ضروريات كيليے كافي نهيں ' دوسرے وهاں جس مذهب كا رواج هے وه عيسائيت هے ' جسنے مال و دولت كي سخت تحقير كي هے ' عام نصائح كے سوا اسنے ارباب ثروت كو اهل حاجت كي مالي امداد كيليے بهي كوئي حكم نهيں ديا ' اسليے عيسائي ممالك ميں فقرا كے ساتهه يه بے اعتنائي كچهه بعيد نهيں هے -

يورپ كے تمام ممالك ميں انگلستان باعتبار ثروت كے سب سے زياده ممتاز هے - ليكن يهاں بهي يه حالت هے كه جنگ سے پهلے ۱۷۰۰۰۰۰ تعداد صرف ان فقرا كي تهي جنكي گورنمنٹ امداد كرتي تهي - جرمني كي سنه ۱۸۷۰ ميں مجموعي آبادي ۴۰۰۰۰۰۰ كرور تهي - آجكل ۶۰۴۰۰۰۰۰ كرور هے - سالانه اموات كي تعداد سے پيدايش كي تعداد ۹ لاكهه زياده هو رهي هے - اسي كے ساتهه ساتهه فقرا اور مساكين كي تعداد بهي بڑه رهي هے - جرمني كے كارخانے كاشتكارياں ' دستكارياں ' اور هر قسم كے ذرائع صرف چار كرور ادميوں كي كفالت كرتے هيں - اسكا لازمي نتيجه يه هے كه اشتراكيين كي تعداد نهايت سرعت كے ساتهه بڑه رهي هے -

ان تمام بيانات مذكورۂ بالا سے بالكل واضح هوگيا كه يورپ آجكل عجيب قسم كے اقتصادي مصائب ميں مبتلا هے ' اب سوال يه پيدا هوتا هے كه اسنے ان مشكلات كے حل كرنے كيليے كيا تدابير اختيار كي هيں ؟

جرمني نے جنگ سے پهلے يه طے كيا تها كه اشياے نرخ ميں كمي كي جاے - اسنے فقرا اور مساكين كے ليے الگ بازار قائم كيے جهاں خوراك كي معمولي چيزيں ارزاں قيمت پر فروخت هوتي هيں - پوليس كو حكم ديا هے كه ان بازاروں ميں اهل ثروت نه جانے پائيں ' اس قسم كے چار بازار صرف برلن ميں قائم كيے گئے هيں -

انگلستان كي گورنمنٹ بهي نقرا كي اعانت كيليے آماده هوئي هے ' سنه ۱۹۰۶ ع ميں انگلستان نے فقرا اور اهل حاجت پر ۱۴۷۸۶۰۰۰ گني صرف كيا ' ان اخراجات سے ۱۷۰۰۰۰۰ لاكهه افراد كي اسنے اعانت كي ' ان ميں سے ۵۳۸۰۰۰ كي تا زندگي ' ۵۳۰۰۰۰ كي ايك مدت دراز تک ' ۶۴۰۰۰۰ كي صرف ايك سال تک - انگريز مزدوروں نے باهمي مشورۂ و امداد كيليے ٹراڈيسيلين نام ايك عام انجمن بهي قائم كي هے جو بهت كامياب هو رهي هے -

پروشيا (جرمني) كي گورنمنٹ نے اصول اشتراكيت كے مطابق حسب ذيل قوانين جاري كيے جو پروشيا كے شهري قانون كے اڻيسويں باب كي مختلف دفعات ميں مذكور هيں :

مراسلات

اسلام اور سوشیلزم

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی - ناظم دار المصنفین - اعظم گڈھ)

آجکل کی جدید عربی مصطلحات میں "سوشیلزم" کو "اشتراکیۃ" سے تعبیر کرتے ہیں ' اور سوشیلزم کے معتقد اور پیرو یعنی سوشیلسٹ کو "اشتراکی" کہتے ہیں -

سوشیلزم اس خیال پر مبنی ہے کہ دنیا میں ایک طرف تو ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو لاکھوں اور کروروں روپے کی جائداد رکھتے ہیں ' اور جنکے قبضے میں انکی حاجت سے بہت زیادہ روپیہ ہے - دوسری طرف ایسے افراد پائے جاتے ہیں ' جنکے پاس اتنا بھی نہیں جس سے اپنی ستر پوشی کرسکیں یا شکم سیر ہوسکیں ' اسلیے وہ کروروں روپے جو ارباب ثروت کے پاس بیکار پڑے ہیں ' وہ ان فقرا اور مساکین پر تقسیم کردیے جائیں تاکہ دونوں گروہ آسانی سے زندگی بسر کرسکیں -

اس مسئلہ کو زیادہ صاف کرنے کے لیے ہمکو علم اقتصاد سیاسی یعنے پولیٹکل اکانمی کی طرف رخ کرنا چاہیے - اکانمی نے یہ طے کردیا ہے کہ انسان کی ہر قسم کی دولت اور پیداوار کے اصول اولی دو چیزیں ہیں " محنت " اور " راس المال " کیونکہ انسان کے تمام ذرائع آمدنی کا اصلی منبع صرف دو چیزیں ہیں " زراعت " اور " صنعت " انکے علاوہ اور دوسری ہر قسم کی آمدنیاں انہیں دونوں ذرائع مذکورہ کے ماتحت ہیں ' مثلاً " زمینداری " کہ اسکی اصلی آمدنی زراعت پر موقوف ہے - " تجارت " صنعت اور زراعت کی پیداوار کے باہمی مبادلہ کا نام ہے ' نوکریوں کے ذریعہ سے جو روپیہ مالک سے وصول کیا جاتا ہے ' وہ درحقیقت اسی زراعت اور صنعت کی بواسطہ یا بلا واسطہ آمدنی ہے -

پہلے ہمکو صنعت اور زراعت کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے - صنعت ان مادی چیزوں کو جنکو ہر مقام پر یا بعض بعض مقام پر خدا نے قدرتی طور سے پیدا کردیا ہے اور جو بیکار پڑی ہیں ' حاجت انسانی کے مناسب بنانے کا نام ہے ' ان مادی چیزوں کو حاجت انسانی کے مناسب بنانیکے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے " کام کرنے والوں کی محنت کی " اور " ان آلات اور اوزار کی جن سے کام کرنے والا اپنے اثر فاعلی کو ان مادی چیزوں پر صرف کرتا ہے " آلات اور اوزار کے لیے " راس المال " اور " سرمایہ " کی ضرورت ہے ' اسلیے صنعت و دستکاری کی اصلی آمدنی کا منبع " مزدوروں کی محنت " اور کارخانہ دار کا سرمایہ ہے ' یہی حال زراعت کا ہے - زمین کی درستگی کے لیے مزدور بھی ' اور آلات زراعت کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے -

خلاصۂ تفصیل ماسبق یہ ہے کہ دنیا کی ہر نوع اور قسم کی آمدنی کی اصل ' مزدور اور اهل سرمایہ ہیں - دونوں آمدنی کے پیدا کرنے میں برابر کے شریک ہیں ' اسلیے تقاضاے انصاف یہ ہے کہ زراعت اور صنعت کی تمام آمدنی دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونی چاہیے - ایک حصہ مزدوروں کو دیا جاے اور دوسرا حصہ اهل سرمایہ لیں ' لیکن تمام دنیا میں اهل سرمایہ اور کارخانہ دار تمام منافع کے اصلی مالک بن جاتے ہیں ' اور مزدوروں کو انکے حق سے اسقدر کم دیا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے اوقات بسری کرسکتے ہیں ' اسلیے ضرورت ہے کہ مزدوروں کی اعانت کیجاے -

ان تمام مقدمات بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ فقرا اور مزدوروں کی امداد کیجاے - یہی خیال سوشیلزم اور اشتراکیت کا سنگ بنیاد ہے ' اس خیال کی کامیابی کے لیے انکو بہت سے مراتب طے کرنے پڑتے ہیں جنکا ماحصل یہ ہے کہ موجودہ نظام زندگی بالکل بدل دیا جاے - ہر قسم کی جائدادیں اور ملکیتیں اهل سرمایہ اور ارباب ثروت کی شخصی ملکیت و تصرف سے نکال کر وقف عام کردیجائیں - تمام کاشتکاریاں ' جائدادیں ' اور کارخانے جمہور ملک کی ملکیت ہوں ' گورمنٹ کو مخصوص افراد کے قبضے سے نکال کر عام پبلک کے زیر انتظام کیا جاے - ہر قسم کے آلات و سرمایہ مشترک طور سے تمام اهل ملک یا گورنمنٹ کی ملک ہوں ' ملک کے تمام افراد محنت صرف کریں ' ہر قسم کا منافع ایک جگہ جمع ہو ' اور وہ تمام اهل ملک پر مساوی طور سے گورنمنٹ کی زیر نگرانی تقسیم ہو ' ہر شخص کے امتیازات شخصی مٹا دیے جائیں ' ذاتی اعزاز و تفوق کی کوئی مثال باقی نہ رہے - بادشاہ ' اور رعایا ' غلام ' اور حاکم ' امیر اور فقیر ' معزز اور ذلیل ' غرض کہ ہر قسم کے تفاوت مراتب کو صفحۂ عالم سے محو کردیا جاے ' اور تمام عالم میں ہر چیز کے اندر مساوات عامہ ہوجاے ' اندیشہ ہے کہ انکا خیال مساوات ' خدا کی غیر معمولی عظمت کو بھی تسلیم نہیں کرتا !

"اکانمی" جس سے " اشتراکیت " کو تعلق ہے ' اسکا بانی اول تو ایک فرانسیسی عالم انٹوان ڈی مونٹکریتیاں المتوفی سنہ ۱۶۱۵ ع ہے اور اسکا مدون ڈاکٹر کینسی سنہ ۱۷۵۸ ع ہے ' لیکن اکانمی کو فن کی حیثیت سے جسنے دنیا کے سامنے روشناس کیا ' وہ ایڈم اسمتھ ہے جسکی اس فن میں پہلی تصنیف سنہ ۱۷۷۶ ع میں شائع ہوئی - اسمتھ کے بعد دو انگریز عالم ملتھس ' ریکارڈو ' اور فرانسیسی عالم جان بپٹسٹ پیدا ہوے - انھوں نے اس فن کو تکمیل تک پہنچا دیا - یہ علماے فن اقتصاد انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں تھے - اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ اشتراکیت انیسویں صدی کی پیداوار ہے -

جن اکانمسٹ اور علماے اقتصاد کا ہم نے تذکرہ کیا ' وہ نفس فن کے اصول اور ان اصول کو عملی صورت میں لانے کی نسبت کسی قدر مختلف الراے ہیں - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکیین اور سوشیا لسٹس کے چند فرقے ہوگئے :

(۱) فوضوی یا کمونسٹ یا نہلسٹ - اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ تمام دنیا سے ہر قسم کی شخصی ملکیتیں اور امتیازات مٹا دیے جائیں ' دنیا کا ذرہ ذرہ ذاتی ملک سے نکل کر جمہور کی ملک ہوجاے ' تاکہ تمام انسان مساویانہ حیثیت سے زندگی بسر کریں - یہ فرقہ بجبر ملکیت کو مٹانا چاہتا ہے - عہدہ داران و ارباب ثروت کو مار ڈالنا اس کے نزدیک ثواب ہے -

(۲) اجتماعی یا سوشیالسٹ - یہ فقط یہ چاہتا ہے کہ صرف آلات شخصی تصرف سے نکال کر عام پبلک کی ملک کردیے جائیں ' تاکہ فقرا اور مزدور ارباب ثروت و اهل سرمایہ کی احتیاج کے بغیر کام کرسکیں -

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاريخ عهد عباسيه کا ايک صفحه

مسئله خلق قرآن اور مناظره دربار مامون الرشيد

علماء سلف کي حرية حقه اور دعوة الى الحق کا ايک نظاره

(۲)

(مناظره کا اهتمام اور هيبت و اجلال دربار)

مامون الرشيد نے مناظره کي طياري کيليے غير معمولي احکام جاري کردیے تهے - اپني نوعيت کے لحاظ سے يه ايک عجيب و غريب مناظره تها ' اسليے تمام امراؤ رؤساء ' علماء و فقهاء ' ارکان و وزراء ' افسران فوجي و ملکي ' اپنے تمام ساز و سامان جاه و جلال کے ساتهه اسميں شريک هونے کيليے نکلے - عبد العزيز کناني نے ڈيوڑهي ميں بيٹهے هوے ديکها که انساني جاه و جلال اور سطوت و هيبت کے بڑے بڑے مناظر يکے بعد ديگرے انکے سامنے سے گذر رهے هيں !

وه اپنے رساله ميں لکهتے هيں :

" عمرو بن مسعده نے مجهے ايسي جگه بٹهايا جهانسے ميں تمام آنے والوں کو اچهي طرح ديکهه سکوں - بعد کو مجهے معلوم هوا که خاص امير المومنين کے حکم سے ايسا کيا گيا تها - اس سے مقصد يه تها که دربار ميں جانے سے پہلے هي دربار کے جاه و جلال کي هيبت مجهپر طاري هو جاے' اور ميں ديکهه لوں که کيسے پر هيبت و سطوت مجمع کے سامنے مجهے جانا پڑيگا' اور آزادي و بے باکي کي زبان کهولني پڑيگي ؟ ليکن افسوس که وه انساني جاه و جلال کے جلوے دکهلا کر ايک ايسے شخص کي آنکهوں ميں ڈر اور هيبت پيدا کرنا چاهتے تهے ' جسکي نگاهوں کے سامنے رب السماوات و الارض کا لا زوال جاه و جلال موجود تها ' اور جو نگاه خدا کي عظمت و قدوسيت کے جلووں ميں محو هو چکي هو' اسکو انسانوں اور انسانوں کے قيمتي کپڑوں اور آهني تلواروں کي قطاريں کيا ڈرا سکتي هيں ؟ "

مبيں حقير گدايان عشق را ' کين قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کله اند !

شيخ عبد العزيز نے ديکها که سب سے پہلے امراء بنو هاشم کا گروه نمودار هوا جنکے سياه عماموں کے طلائي شملے هوا ميں اوڑ رهے تهے ' اور آفتاب کي روشني ميں انکا سنهري رنگ اسطرح درخشنده تها که نگاهيں زياده دير تک نظاره کي تاب نهيں لا سکتي تهيں - انکي عبائيں بهي سياه تهيں جنکو خلفاء عباسيه نے اپنا قومي لباس قرار ديا تها ' اور عباؤں کي سياهي کے اندر سنهري ساز و يراق اور طلائي قبضۂ و ميان شمشير کي متحرک چمک اسطرح نظر آتي تهي ' گويا ابر آلود آسمان پر بجليوں کي مضطرب لهريں کوند رهي هيں !

اسکے بعد علماء و فضلاء دار الخلافة کا مقدس جلوس تها ' جنکے لباس اور ساز و سامان سواري ميں اگرچه سونے چاندي کے تکلفات نه تهے اور هر چيز سے سادگي اور بے تکلفي نماياں تهي ' تاهم انکا عظيم الشان گروه ' غلاموں کے حلقے ' خدام کا جاه و حشم ' مذهبي زندگي کا مقدس جاه و جلال ' اور پر هيبت و وقار چهرے ' بجاے خود ايک ايسي هيبت رکهتے تهے جو مصنوعي تکلفات و آرائش کے ساز و سامان سے بے نياز تهي - اس جلوس ميں سب سے پہلے بشر مريسي کي سواري تهي جو اس وقت فرقۂ معتزله کا سب سے زياده نامور رئيس تها - اسکے بعد دار الخلافة کا قاضي القضاة اپنے جاه و حشم رياست کے ساتهه جلوه آرا تها - پهر تمام قضاة و ارباب افتاء کي جماعت تهي - انکے بعد متکلمين و فقهاء اور ارباب درس و علوم کا سلسله - ليکن ان سب ميں زياده نماياں حصه فرقۂ معتزله کے علماء کا تها ' اور جو علماء معتزله ميں سے نه تهے ' وه بهي اقلا مسئلۂ خلق قرآن ميں سرکاري حکم کے آگے سر اطاعت جهکا چکے تهے -

اس نظارۂ تقدس کے بعد وزراء و ارکان سلطنت کا پر عظمت نظاره تها - انکے عمامے بهي سياه تهے' مگر طلائي شملوں کي جگه عماموں کے بالائي پيچ پر ايک مطلا حاشيه لگا تها ' اور وه اس احتياط سے لپيٹا گيا تها که عمامه کا نصف زيرين قطر طراز شعاعيں کا ايک سنهري دائره بنگيا تها - انکے گهوڑوں کے ساز و يراق بهي مطلا تهے ' اور سنهريورديوں سے ملبوس غلاموں کا شاندار حلقه هر سوار کے گرد و پيش جلوه فروش عظمت و اجلال تها !

اعيان حکومت کے بعد افسران فوجي کي سب سے زياده موثر اور هولناک هيبت تهي جو اپني اپني فوجوں کے ساتهه محل شاهي کي طرف آ رهے تهے ' اور انکي برهنه تلواريں ' رو به آسمان نيزے ' طرح طرح کے اسلحۂ جنگ ' ايک آهني سمندر کي طرح متلاطم نظر آتے تهے !

شيخ عبد العزيز اس فوجي نظارۂ دهشت کا ذکر کرتے هوے لکهتے هيں :

وركب القوم بالسلاح لاحداث الهيبة في نفسي و سائر الناس الذين يوشك ان نفسهم -	اور مسلح فوج کي اسليے نمايش کي گئي تاکه ميرے دل پر وحشت و هيبت طاري هوجاے - نيز اس خيال سے بهي که ميں نے حکم سلطاني کو ٹهکرا کر اگر عام رعايا کے اندر کوئي مفسدانه

جوش پيدا کرديا هو' تو وه بهي اس فوجي نمايش سے مرعوب هوکر دب جاے -

اس سے معلوم هوتا هے که حکومت نے يه ساز و سامان صرف شيخ کو ڈرانے هي کے ليے نهيں کيا تها ' بلکه عام رعايا کے اندر مخالفانه جوش پيدا هوجانے کا بهي اسے انديشه تها - اسکي

دفعہ اول : گورنمنٹ پر فرض ہے کہ اُن لوگوں کي معاش کي متکفل ہو جو خود اپني معاش پيدا نہيں کر سکتے -

دفعہ دوم : بيکاروں کے ليے اُنکي حالت کے مناسب کوئي خدمت يا کام مقرر کيا جائيگا -

دفعہ سوم : جو لوگ سستي ' کاهلي ' يا کسي اور عادت مذموم کے سبب سے کام سے متنفر هوں ' اُنکو گورنمنٹ کي نگراني ميں مفيد اشغال کے اندر مصروف کيا جائيگا -

دفعہ ششم : گورنمنٹ پر فرض هے کہ وہ اپنے کارخانے اور ملز قائم کرے ' جن سے محتاجوں کي زندگي کا سامان هوسکے ' اور فضول خرچ لوگوں کي بهي تہذيب اخلاق هو -

دفعہ دهم : ديہاتوں ميں مينوسپلٹي کا فرض هے کہ ديہات کے مفلسوں اور محتاجوں کي حاجت پوري کيا کرے -

دفعہ یاز دهم : مينوسپلٹي پر فرض هے کہ وہ ناداري اور افلاس کے اسباب کي تحقيق کرے اور اسکے انسداد کے تدابير اختيار کرے -

يہانتک گورنمنٹوں اور حکومتوں کي کوششوں کا بيان تها - مذهب کي حيثيت سے يورپ کے مذهبي علما اور پادري بهي ان اقتصادي مشکلات اور معاشرتي مصائب کو دور کرنے کے ليے اُٹهے هيں ' ليکن کيا تم خيال کرتے هو کہ ان علماے مسيحيت نے انجيل مقدس يا مسيحي تعليمات کي هدايت سے ان عقدوں کے حل کرنے کي کوشش کي هوگي ؟ نہيں ' اُنکو اُس مسيحي مذهب ميں اسکي کوئي هدايت نہيں ملتي ' جسنے اهل دولت کو سخت تحقير کے ساتهہ اپني آسماني بادشاهت سے نکالديا هے ' اسليے اُنکو چارہ کار اسکے سوا اور کچهہ نظر نہ آيا کہ وہ بهي تهوڑي ترميم کے ساتهہ اشتراکيين کي صف ميں کهڑے هوجائيں - ان مذهبي علماء کے اشتراکي اصول کے لحاظ سے دو فرقے هيں : " فرقۂ انجيلي اشتراکي " اور " کيتهولک اشتراکي " ان مذهبي فرقوں کو اشتراکي يا سوشيالسٹ کہنا صرف اسليے جائز هے کہ سوشيالسٹ کا لقب خود انهوں نے اپنے ليے خوشي سے اختيار کيا هے ' ورنہ در حقيقت وہ سوشيالسٹ نہيں هيں - انهوں نے فقرا ' اهل حاجت و افلاس ' اور غريب مزدوروں کي حمايت صرف اسليے جائز رکهي هے کہ مذهبي وقار آزاد خيال يورپ کے ادنى طبقے ميں قائم هوجاے ' بہرحال انجيلي اشتراکيين نے (جسکے ممبر زيادہ تر گرجوں کے پادري هيں) حسب ذيل تجويزيں اختيار کي هيں :

" مسيحي اشتراکي مزدوروں کي انجمن مذهبي عقائد کے احترام اور ملک و حکومت کے محبت پر مبنى هے - وہ گورنمنٹ سے درخواست کرتي هے کہ اهل پيشہ اور مزدوروں کے ليے خاص مفيد قوانين وضع کيے جائيں - يتيم بچوں ' بيوہ عورتوں ' اور مجبور لوگوں کے ليے امدادي فنڈ قائم کيے جائيں - کام کي مناسبت سے مزدوروں کے ليے کام کرنے کے گهنٹے محدود کردیے جائيں - سرکاري املاک اور ديہاتي جائدادیں مزدوروں کو معمولي نرخ سے زيادہ ارزاں نرخ پر ديں - اعانت فقرا کے ليے آمدني پر ٹيکس ' اور وراثت کے قرب و بعد اور کمي و بيشي کے لحاظ سے ترکہ پر محصول لگايا جائے "

کيتهولک اشتراکيين کي حسب ذيل تجاويز هيں .

" باهمي امداد کے ليے انجمنيں قائم کي جائيں - سرمايہ مزدوروں کے سپرد کيا جاے ' گورنمنٹ اُجرت کار اور اوقات کار کي تعين کردے - سرپرستوں اور بچوں کا اور اهل سرمايہ اور مزدوروں کا باهمي تعلق صاف کرے - قرض دهي کي انجمنيں قائم هوں جو اهل حاجت کو بغير سود کے قرض ديں "

اس تفصيل سے هم اس نتيجہ پر پہونچ گئے هيں کہ يورپ ميں جنگ نہ هوتي جب بهي وہ سخت مصيبت ميں مبتلا تها - اقتصادي مشکلات روز بروز بڑهتے جاتے هيں - اهل افلاس اور ارباب احتياج کي امداد و اعانت کي کوئي صحيح راہ اب تک نہ نکل سکي -

مختلف ممالک اور انجمنيں مختلف تدابير سے ان مشکلات کي عقدہ کشائي کر رهي هيں - ليکن ابتک کوئي باقاعدہ اصول آسکے ليے مدون نہ هوا -

اب همکو يہ ثابت کرنا هے کہ گذشتہ اقوام کے تمدن ميں بهي اس قسم کي مشکلات پيدا هوئيں ' اور وہ بهي انکو حل نکر سکيں - گذشتہ زمانے ميں يهود اور سلافي اقوام ميں دستور تها کہ تمام زمين ايک وقت پر تمام افراد ميں تقسيم کردي جاتي تهي - بعض قوموں ميں زمين کا تمام اختيار ايک شخص کو ديديا جاتا تها - وہ زمين اور اُسکے منافع کو تمام قوم ميں تقسيم کر ديتا تها - فراعنۂ مصر کے زمانہ ميں بهي اسي اصول اشتراکيت پر عمل هوتا تها -

گذشتہ اقوام ميں يونان بهي ايک خاص پايہ رکهتا هے - ليکن اپنے زمانۂ تمدن ميں وہ بهي اشتراکيت اور سوشلزم سے نہ بچ سکا - مشہور مقنن سولن کے عهد ميں ايتهنز کے اندر ارباب ثروت اور نادار فرقہ ميں ايک عجيب فتنہ برپا هوا -

نادار اور مفلس فرقہ کو ضد تهي کہ شهر کي تمام دولت ايک جگہ اکٹهي کرکے تمام افراد پر مساوي طور سے تقسيم کردي جاے - اهل ثروت کي جماعت کو اصرار تها کہ دولت و ثروت کي مقدار حسب مدارج اعزاز هوني چاهيے - سولن نے اس فتنہ پر کوئي توجہ نہ کي - ليکن اسپارٹا ميں ليکرگا نے اصول اشتراکيت تسليم کرليا ' اور اسپارٹا کي تمام دولت اُسنے افراد پر برابر برابر تقسيم کردي - ايران ميں مزدکي فرقہ کا وجود بهي انهي بواعث کا نتيجہ تها - مزدک کي راے تهي کہ تمام فتنوں کا سبب واحد دولت اور عورتيں هيں ' اسليے دولت کو بندش ملکيت سے اور عورتوں کو قيود زوجيت سے آزاد کرکے تمام ملک کے استعمال کيليے عام کردينا چاهيے - ايران کے طبقۂ زيريں نے حصول دولت کيليے اور طبقۂ اعلى نے حصول سامان عيش و مسرت کيليے ان خيالات کو قبول کرليا - ليکن اسکا جو نتيجہ هوا ' وہ مدائن کے کهنڈروں سے پوچهو -

ان واقعات سے ثابت هوتا هے کہ ان اقتصادي اور اشتراکي مصائب کا کامل اندفاع نہ گذشتہ اقوام سے هوسکا ' اور نہ موجودہ زمانہ ميں يورپ ان عقدوں کو حل کرسکا - نيز اس سے يہ بهي ثابت هوتا هے کہ اشتراکيت هر اُس تمدن کے ليے لازمي هے جسکي بنياد روحانيت اور مذهب پر نہو - بہرحال موجودہ يورپ اور اقوام گذشتہ کے عقلا اور اشتراکيين نے ايک مدت کے تجربوں کے بعد ان دقتوں کو هموار کرنے کے ليے جو تجويزيں پيش کي هيں ' گو انکا مفصل ذکر ہو چکا هے ' ليکن يہاں بطور نتيجہ باختصار پهر اعادہ کرتے هيں :

(۱) ذاتي اعزاز و امتياز مٹا ديا جاے ' اور تمام افراد مساوي الرتبہ هو جائيں -

(۲) حکومت جمهور ملک کي مجموعي طاقت کا نام هو -

(۳) اهل حاجت کي امداد کے ليے لوگوں کي آمدني پر ٹيکس لگايا جاے ' اور اُسکے ليے فنڈ مقرر کيا جاے - سود سے بچنے کے ليے قرض دينے والي انجمنيں قائم کي جائيں - گورنمنٹ کا فرض هے کہ وہ فقرا اور محتاجوں کي خبر لے ' اور وہ بازار کا نرخ مقرر کرے -

يہ وہ اصول هيں جنکي بنا پر اقوام عالم نے کشاکش و مشکلات مذکورہ سے رهائي حاصل کرني چاهي هے - ان اصول کي يہ تين دفعات بالا درحقيقت تين قسم کي اصلاحت سے مُرکب هيں :

(۱) اصلاح معاشرت - (۲) اصلاح حکومت - (۳) اصلاح اقتصاد -

ليکن اب تک يہ اصول خيالي هيں ' عالم وجود ميں کوئي منتظم سلسلہ انکا ابتک قائم نہوا - اب آؤ ' هم تمهيں بتلائيں کہ اسلام نے ان اصولوں کو کہاں تک ملحوظ رکها ' جس کي وجہ سے اُسکا تمدن اشتراکيت کے جرائيم سے هميشہ محفوظ رها هے ؟ -

یه نگاہوں کو خیرہ کردینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا ' جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا ' اور ایک غریب الوطن اجنبي کیلیے بہت مشکل تھا که پہلي نظر میں اس نظارے سے متأثر نہو - (۱)

تمام خدام و متعلقین دربار کو جونکه شیخ کے متعلق معلوم تھا که یه شاهي مجرم ہے اور اس کے موجودہ عہد حکومت کا سب سے بڑا کفن بردني جرم کیا ہے ' اسلیے انہوں نے چاہا که مامون کے حضور میں جسقدر سختي اور بے احترامي اسکے ساتھه ہوسکے ملحوظ رکھیں' اور اسے مجرم لوگوں کي طرح دربار میں نه لائیں - چنانچه اس موقعه کے متعلق شیخ عبد العزیز اپنے رساله میں لکھتے ھیں :

فاراح الستر ' و اخذ الرجال بیدي وعضدي ' و جعل اقوام ایدیهم في ظهري و علی رقبتي ' و طفقوا یعدون بي ؛ فنظرني المامون و انا اسمع صوته " خلوا عنه " و کثر الضجیج من الحجاب و القواد بمثل ذالك ' فخلوا عني ' وقد کدت یتغیر عقلی من شدة الجزع وعظیم ما رایت في ذالك الصحن من السلاح ' وهو مدء الصحن ' وکنت قلدل الخبرة بدار امیر المومنین ' ما رایتها قبل ذالك و لا دخلتها -

" پردہ هٹا ' اور خدام بارگاہ نے میرے هاتھوں اور بازؤں کو پکڑ لیا ' وہ اسطرح مجھه پر ٹوٹ پڑے که انکا ایک هاتھه میرے سینے پر تھا اور ایک هاتھه کاندھے پر - انہوں نے اسطرح سختي و بے احترامي کے ساتھه چاہا که مجھے اندر لیجائیں - مگر اُسي وقت مامون الرشید کي نگاهیں مجھپر پڑیں اور میں نے اسکي آواز سني که وہ کہه رہا ہے : " اُسے چھوڑ دو " مامون کے کہنے کے ساتھه هي اور لوگوں نے بھي اسکي تعمیل میں " چھوڑ دو ' چھوڑ دو " کا غل مچایا ' اور بے شمار آوازیں ایک ساتھه بلند هوگئیں - حکم شاهي پاتے هي خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا - لیکن دربار شاهي کے اچانک نظارے ' خدام و حجاب کي اس دارو گیر ' اهالیان دربار کي صداؤں کے هنگامه ' اور برهنه تلواروں اور اسلحۂ جنگ سے بھرے هوے صحن کي هولناکی نے میرے هوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا ' اور قریب هوا که شدت هراس اور هیبت نظارہ سے میري عقل متغیر هو جاے - اور میرا حال یه تھا که یه پہلا موقعه تھا که کبھي اس سے پہلے میں نے محل شاهي کو دیکھا تھا نه کبھي اسمیں قدم رکھا تھا - میري معلومات بھي امیر المومنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑي تھي " انتہی -

علماے حق کے اس صدق بیان اور راستي فطرة کو دیکھو که شیخ عبد العزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپني کمزوري کي سرگذشت لکھه رہے ھیں جو اس موقعه میں انسے ظاهر هوئي' اور

(۱) مامون الرشید تخت پر نہیں تھا' کیونکه یه مجلس مناظرہ تھي اور هارون الرشید سے لیکر مقتدر بالله تک خلفاء عباسیه کا یہي قاعدہ رہا که علمي مجالس میں همیشه مثل اور شرکاء مجلس کے فرش هي پر بیٹھتے تھے - البته صدر ایوان میں اُنکي جگه اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا - ڈاکٹر جي - سلیمان (G. Salmon) نے ابوبکر خطیب بغدادي کي تاریخ مدینة السلام کا جو ٹکڑا ایڈٹ کرکے چھاپا ہے ' اسمیں ایک خاص عنوان خلفاے عباسیه کي مجالس علمیه کے متعلق بھي ہے - اسمیں تشریح کردي ہے که هارون و مامون جب کبھي کسي مجلس مناظرۂ و محادثۂ علمیه میں یا بیت الحکمة میں آتے تھے' تو عام علماء و حکماء کي طرح خود بھي فرش پر بیٹھتے تھے ' اور مامون کا تو یه حال تھا که بسا اوقات اپنے معتمد علماء کو صدر میں اپني جگه دیدیتا تھا !

اس دربار میں پہونچکر جسکے جلوؤں نے قیصر روم کے ایلچي کو اپنے عہد تنزل میں بھي مبہوت و لا یعقل کردیا تھا' وہ نڈول نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نه رکھه سکے ؟ (۱)

بهر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملي' اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے - وہ لکھتے ھیں که مامون الرشید کي آواز برابر میرے کانوں میں آ رهي تھي : " ادخلوہ و قربوہ " اسکو اندر لاؤ اور مجھسے قریب کرو ! چنانچه وہ بلا تامل آگے بڑھنے لگے - یہاں تک که اُنھوں نے اس عہد کي زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا ' اور بغیر کسي عجز و انحناء کے بآواز بلند کہا : " السلام علیک - یا امیر المومنین و رحمة الله و برکاته " مامون نے جواب دیا : " و علیک السلام و رحمة الله و برکاته " اور ساتھه هي ایک لمحه تک سر سے لیکر پیر تک اُنکو دیکھتا رہا - اُسکے بعد کہا " اور آگے آؤ " شیخ آگے بڑھے' پھر کہا " آگے آؤ " شیخ اور آگے بڑھے' تیسري مرتبه پھر اسي حکم کو دهرایا - شیخ بالکل قریب چلے گئے - صاحب الستر بھي ساتھه تھا ' اور بتدریج آنکو آگے بڑھاتا جاتا تھا - یہاں تک که اُن میں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصله رهگیا که دو آدمي درمیان میں بیٹھه سکتے تھے - شیخ اپني جگه پاکر بیٹھه گئے ' مگر ابتک انکے دل میں هیبت و رعب کے اثرات باقي تھے -

(صاعقۂ حق کي پہلي گرج)

شیخ جونہي اپني جگه پر بیٹھے ' ایک طرف سے صدا آئي :

" اس کے لیے تو صرف اسقدر کہدینا کافي ہے که قبح الله و جهک (عربي میں تذلیل و تحقیر کي ایک گالي ہے) خدا کي قسم میں نے اپني پوري عمر میں کسي شخص کو اسقدر بد صورت نہیں دیکھا "

شیخ لکھتے ھیں که میں نے اس آواز کو سنا ' لیکن ابتک میرے دل میں هیبت و هراس کا تھوڑا بہت اثر باقي تھا ' اسلیے میں خاموش رہا - حتی که کہنے والے کی طرف میں نے نظر اٹھا کے دیکھا بھي نہیں -

(۱) المقتدر بالله عباسي کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کیلیے ایک سفیر بھیجا تھا' جس سے خلیفۂ موصوف نے " قصر حسني " میں ملاقات کي تھي - اس ملاقات کي تفصیلي حالت خطیب بغدادي نے اپني تاریخ میں درج کي ہے - وہ لکھتے ھیں که سفیر دهلیز میں قدم رکھتے هي بالکل مبہوت هوگیا - ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے هوش و حواس بجا نه رہے - اس نے حجاب سے کہا که کچھه دیر کیلیے مجھے تنہا چھوڑ دیا جاے تاکه اپنے هوش و حواس میں آجاؤں !

الله الله انقلاب زمانه کي نیرنگیاں ! ایک زمانه وہ تھا که روم کا سفیر همارے دربار میں آتا تھا اور همارے عظمتوں کو دیکھکر بےهوش هوجاتا تھا - آج خود هم غیروں کے ساز و سامان دیکھکر شدت مرعوبیت سے بیعقل و حواس هوگئے ھیں ' اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر الله کي طرح پوج رہے ھیں - حتی که هیبت و هراس کے سوا کبھي خودداراته احساس کا ایک لمحه بھي همیں میسر نہیں آتا !

آگ تھے ابتداے عشق میں هم
هوگئے خاک ' انتہا ہے یه !

آگ کے شعلے بجھه جاتے ھیں لیکن راکھه کي ڈھیر میں چنگاریاں دبي دبائي باقي رهتي ھیں اور هوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتي ھیں - پھر کیا اس چولہے کي چنگاریاں کبھي بھي نه بھڑکینگی ؟ کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئي جھونکا انپر سے نہیں گذریگا ؟ و هوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و هوالولی الحمید !

كرو كه ايك مسافر و غريب الوطن اجنبي كي صرف ايك هي صداے
حق نے مامون الرشيد اعظم كي اُس حكومت كو جو قيصر قسطنطنيه
كو " روم كا كتا " كهكر خطاب كرتي تهي اور كتے كي طرح عاجزي كي
زمين پر لوٹا دينے كي طاقت بهي ركهتي تهي' كس طرح لرزا ديا
تها ؟ اور كسطرح وه گهبرا كر اپني فوجوں اور انكي برهنه تلواروں
كي نمايش كر رها تها' كه كهيں اس غريب الوطن كي مقاومت
ميري مطيع رعايا كے دل سے ميري هيبت نه نكال دے ؟

پهر اور زياده غور كرو' اور ديكهو كه يه عبد العزيز كون تها ؟
دنيا كي پادشاهت اسكے پاس كتني تهي ؟ خزانۂ و فوج ميں سے
كيا ركهتا تها ؟ كتنے غلام اسكي ركاب كو تهامتے تهے ؟ كتنے محل اس
نے اپني آسايش كيليے تعمير كيے تهے ؟

آه ' دنيا كے ان تمام سامانوں اور دنيوي جاه و جلال كي ان
تمام نمايشوں ميں سے تو اس كے پاس كچهه بهي نه تها - ايك تنها
مسافر جسكو بغداد ميں آے هوے چوتها دن تها ' ايك غريب الوطن
فقير جسكا شهر بهر ميں ايك بهي ساتهي اور حمايتي نه تها ' ايك
اجنبي محض جس كے جسم پر مسكيني كے لباس اور غربت كي
فقر نمائي كے سوا اور كچهه نه تها - با اين همه اسكے پاس ايك ايسي
طاقت تهي' جسكي فرماں روائي و ملوكي كے آگے مامون الرشيد كي
پوري سلطنت بهي هيچ تهي' اور جسكے جاه و جلال كے آگے اسكي
وه سطوت و ابهت بهي كچهه نهيں كرسكتي تهي جس سے قيصر روم
ڈرتا اور شاه فرانس لرزتا تها - يه طاقت نه تو تخت شاهي كے
اوپر پيدا هوتي هے' اور نه شهنشاهي كے عظيم الشان قصروں اور
محلوں ميں - اسكا گهر انسان كا ٹوٹا هوا دل هے' اور اسكا محل ايمان
بالله كي زخمي روح هے - پادشاه كا تخت جسم پر حكم كرسكتا
اور لوهے كي تلوار گردن كي رگوں كو كاٹ سكتي هے ' پر نه تو اس
طاقت الهي كے آشيانے كو اجاڑ سكتي هے' اور نه اس كي اقليم
سلطنت پر اسكي فرماں روائي چل سكتي هے- وهاں صرف خدا هے'
اسكا ايمان هے' اسكے كلمۂ حق كي خسروي هے' اسكي صداقت و راستي
كي ملوكي هے' اور حق و معروف كے ايك هي فرمان اعظم كا حكم هے!

اولائك كتب في قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه ' و يدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ' رضي الله عنهم ورضوا عنه ' اولائك حزب الله ' الا ان حزب الله هم المفلحون ! (٥٨ : ٣٠)

يهي وه راست باز انسان هيں جنكے دلوں ميں الله نے اپنے ايمان كا نقش جما ديا ' اور اپني روح نصرة و فتح مندي سے انكي مدد كي ' پس اب خوف و هراس اور ناكامي و نامرادي انكے ليے نه رهي ' وه انكو بهشتوں كي بهشتي زندگي ميں داخل كريگا - وهاں باغ و چمن
كا دائمي عيش هے اور نهروں كي رواني كا نظارۂ راحت - الله انسے
راضي هوا اور وه الله سے راضي هوے - يه الله كي جماعت هے '
اور يقين كرو كه الله كي جماعت هي فلاح و مراد پانے والي هے -

پس شيخ عبد العزيز كے وجود غربت و فلاكت كے اندر جو
هيبت و اجلال پيدا هوگيا تها ' اور جس نے مامون اعظم كو اپني
فوجوں كے نكالنے اور تلواروں كے چمكانے پر مجبور كرديا تها ' وه
شيخ عبد العزيز كي هيبت نه تهي جسكو تلوار كي ايك حركت
دو ٹكڑے كرديسكتي تهي ' وه خدا سے عبد العزيز كي هيبت تهي'
وه حق پرستي اور ايمان بالله كي قهاريت تهي' وه جرأت ايماني اور
سطوت روحاني كا نا ممكن التسخير اجلال تها - كما قال في المثنوي :

هيبت حق ست اين از خلق نيست
هيبت اين مرد صاحب دلق نيست !

فلا تخافوهم و خافون ان كنتم مومنين !

(داخلہ)

جب تمام اركان و شركاء مجلس مناظره آچكے' تو شيخ عبد العزيز
كي بهي طلبي هوئي - ايك كے بعد ايك متعدد دهليزيں تهيں
جنسے شيخ كو گذرنا پڑا' سلطاني دهليزوں كے مرحلے كے بعد ايوان هاے
خلافت كا ايك سلسله شروع هوا ' جن ميں سے هر ايوان ايك
پوري شهنشاهي كے ساز و سامان شوكت و ابهت سے معمور تها' اور
هر ايوان كے خاتمه پر اسكا پهلا رهنما رخصت هوجاتا اور نيا هاتهه اپنے
پيچهے آنے كا اشاره كرتا تها - اسكے بعد اور بهي بهت سے مرحلے آے
جنكي تمام جزئيات شيخ نے لكهي هيں - اور انسے زياده خطيب
بغدادي وغيره مورخين عهد عباسيه كي روايتوں سے واضح هوتي هيں -
ليكن سرگذشت كا يه تمام حصه دولت عباسيه كے جاه و جلال
سلطنت كے كارخانوں سے تعلق ركهتا هے ' مگر هم اس وقت مضطرب
هيں كه مجلس مناظره تك جلد سے جلد پهنچيں ' اور انساني
حكومتوں كے جاه و جلال كي جگه ايك داعي حق كے جاه و جلال
خداوندي كا جلوه ديكهيں -

(صـــاحب الستـــر)

يهاں تك كه " صاحب الستر " يعني رئيس حجاب كا ايوان
خاص آگيا - عهد عباسيه ميں " صاحب الستر " كا عهده بالكل ويسا
هي تها جيسا آجكل يورپ ميں (Lard Chambar Lain) يا تركي
ميں " وزير تشريفات " كا هے- يعني شاهي ملاقات و حضور كا متوسط
و وسيله - اسكو " حاجب " بهي كهتے تهے ' اور يه قصر شاهي كا
وه آخري برزخ هوتا تها جسكے بعد خليفه كے حضور ميں كوئي
شخص پهنچ سكتا تها - اسلام نے جب خليفۂ وقت كيليے كوئي
محل هي نه بنايا تو اسكے دروازے كيليے دربان كهاں سے آتا ؟ اسليے
خلفاے راشدين كا تمام عهد اس عهده سے خالي رها - سب سے پہلے امير
معاويه نے دهليز شاهي كي بنياد ڈالي' اور شاهان عجم كي روايتيں
سنكر حاجب كا عهده اسكے ليے قرار ديا (١)

حاجب صحن دربار تك لے گيا - صحن كے دونوں جانب كمروں
كا ايك سلسله تها' جسميں مخصوص وزراء و ندماء انكي حضور تك
پهنچنے اور انتظار كرتے تهے - يهاں پهنچكر شيخ سے حاجب
نے پوچها :

" آپكو وضو كے تجديد كي خواهش هے ؟ "
شيخ نے كها " نهيں " حاجب نے كها :
" تو قبل اسكے كه آپ امير المومنين كے حضور ميں پهنچيں'
دو ركعت نماز نفل پڑهه ليجيے "

شيخ نے نماز پڑهي' اور جب نماز پڑهي تو يه كهنا غير ضروري
هے كه كس عالم ميں پڑهي' اور اپنے اُس خداوند قدوس كے حضور
ميں كيونكر كهڑے رهے جسكے كلمۂ حق كيليے عنقريب ايك
انساني شهنشاهي كے حضور ميں لجانے والے تهے :

بجرم عشق تو ام مي كشند ' غوغائيست
تو نيز برسر بام آ كه خوش تماشائيست

و الله يعلم ما تسرون و ما تعلنون !

(ايـــوان دربـــار)

اب پرده اُٹها ' اور شيخ نے يكايك ديكها كه كرۂ ارضي كے
موجوده عهد كا سب سے بڑا شهنشاه (مامون اعظم) اسكے سامنے هے -

(١) الاستيعاب ميں حافظ ابن عبد البر نے اسكي تصريح
كي هے - نيز تمام مورخين اسلام كا اسپر اتفاق هے -

اسوۂ حسنہ

الحسبـــة فـــي الاســلام

احتساب اور اسلام

(نزہت یافتگان عہد مقدس نبوت)

(۲)

(احتساب محتسب)

اگرچہ فرض احتساب ہر موقع پر ہاتھ کی قوت ' زبان کی آزادي ' اور قلب کی جرأت کا محتاج ہوتا ہے ' لیکن جب کبھی خود محتسب کے اعمال و افعال کا احتساب کرنا پڑتا ہے تو نسبتاً ہر موقع سے زیادہ ان چیزوں کي ضرورت ہوتي ہے -

اسلام میں منصب خلافت کے اور فرائض کي ساتھ خلفاء کا ایک فرض احتساب بھي تھا ' اسلیے ہر خلیفہ محتسب بھي ہوتا تھا - اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھي خلیفہ کا وجود عام صحابہ سے بالاتر سمجھا جاتا تھا - چنانچہ حضرت عبد الله ابن عباس نے حضرت عمر کے خوف و ھیبت سے مدت تک ایک ضروري مسئلہ کے پوچھنے کي جرات نہ کي (۱) لیکن یہ رعب و داب کچھہ جبر و استبداد ' غلبہ و قہر ' ظلم و ستم کا نتیجہ نہ تھا جو انسان کے ہاتھہ میں ھتکڑیاں پہنا دیتا ہے ' منہ میں لگام لگادیتا ہے ' دل کي حرکت کو بند کردیتا ہے ؛ بلکہ اوسکو صرف نور ایمـــان ' پابندي فرائض ' اور فضـــائل اخلاق کے مجموعہ نے پیـــدا کیا تھا ' اسلیے خلفاء راشدین کو ہر شخص نہایت آساني کے ساتھہ روک ٹوک سکتا تھا - جب حضرت عمـــر نے مہر کے بارے میں سختي کي اور لوگوں کو بیش قرار مہر باندھنے سے روکنا چاہا ' تو ایک عورت نے نہایت آزادی سے کہا : " عمر ! تمکو اسکا حق حاصل نہیں ہے ' خدا نے تو مہر کے بارے میں قنطارا مقنطرہ (روپیہ پیسے کے بہت بڑے ڈھیر) کا لفظ کہا ہے " یہ سنتے ھي حضرت عمر نے اوسکے حسن استدلال اور آزادي اعلان حق کي داد دي اور فرمایا : " مردوں نے غلطي کي ' اور ایک عورت نے صحیح بات کہي " (فتح الباري جلد - ۹ - صفحہ - ۱۷۵)

ایک شخص نے جب ان سے کہا : " اے ابن خطاب ! تم انصاف نہیں کرتے ' اور ہمکو فیاضانہ عطیہ نہیں دیتے " تو وہ اس قدر برہم ہوے کہ اوسپر حملہ کرنا چاہا ' لیکن جب ایک دوسرے شخص نے یہ آیت پڑہ دي :

خذ العفو و امر بالمعروف　　معاف کرنے کا طریقہ اختیار کرو ' نیکي
و اعرض عن الجاھلین !　　کا حکم دو ' اور جاہلوں سے درگذر کرو !

تو دفعتاً ٹھنڈے پڑگئے (بخاري جزء ۹ -)

لیکن یہ روشن زمانہ صرف ۳۰ برس کا زمانہ تھا - اسکے بعد خلافت بنو امیہ قائم ہوني ' اور ایک حدیث صحیح کي بنا پر " ملک عضوض " کا زمانہ شروع ہو گیا - اب جمہوریت اسلامي فنا ہوگئي ' نظام روحاني اولٹ دیا گیا ' صحابہ کے عہد فضائل کا مجموعہ درہم برہم ہوگیا ' اور ان سب کي جگہ شخصیت و استبداد نے لیلي ' اسلیے اس زمانے میں فرض احتساب کا ادا کرنا درحقیقت لوہے کي اوس زنجیر کي کڑیوں کو توڑنا تھا ' جو ہاتھوں میں ڈالنے کیلیے ڈھالي جا چکي تھي - لیکن جو ہاتھہ حق کي حمایت کیلیے اوٹھتا ہے ' وہ اگر اونکے توڑنے کي طاقت نہیں رکھتا تو کم از کم انکے اندر پھنسنے کي طاقت تو ضرور رکھتا ہے !

اس زمانہ میں عہد نبوت کي جو روشن یادگاریں باقي رہ گئي تھیں ' اونکا نور ایمان اس عہد ظلمت میں بھي حق کو حق اور باطل کو باطل دکھاتا تھا ' اور وہ جبابرۂ بنو امیہ کو ہمیشہ ٹوکتي رہتي تھیں -

آنحضرت صلی الله علیہ وسلم مدة العمر نماز عید بن کیلیے منبر نہیں لے گئے ' اور خطبہ ہمیشہ نماز کے بعد دیتے رہے - خلفاے راشدین کے زمانے تک یہي سنت قائم رہي - لیکن امراے بنو امیہ نے اسکو بدلدینا چاہا ' کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ نماز کے بعد لوگ متفرق ہو جاتے ہیں اور انکے خطبوں کے سننے کیلیے کوئي دلچسپي ظاہر نہیں کرتے - پس انہوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ نماز سے پہلے خطبہ دیدیا جاے ' اور اسطرح لوگوں کو اپنے خطبوں کے سننے کیلیے مجبور کردیں - لیکن جب پہلے پہل مروان نے اسکي ابتداء کي اور عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ کیلیے منبر پر چڑھنے لگا ' تو اسي وقت ایک مسلمان نے اسکا دامن پکڑ کر روکا اور چلا کر کہا : " یہ سنت نبوي کے بالکل مخالف ہے " لوگوں نے اسپر اوسکو چشم نمائي کي ' لیکن حضرت ابو سعید خدري بھي موجود تھے - انھوں نے کہا : " اس شخص نے اپنا فرض اسلامي ادا کیا ہے - آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ہاتھہ سے ' زبان سے ' یا کم از کم دل سے ہر برائي کا انکار کرنا چاہیے " (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۰ - و شرح منتقي للشوکاني)

ایک مرتبہ مقدام بن معدیکرب ' عمرو بن اسود ' اور قبیلہ بنو اسد کا ایک شخص ' یہ تینوں آدمي امیر معاویہ کے دربار میں حاضر ہوے - امیر معاویہ نے باتوں باتوں میں کہا : " مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسن بن علي نے انتقال کیا " مقدام نے " انا لله و انا الیہ راجعون " پڑھا - اونکے اس اظہار افسوس پر ایک خوشامد پیشہ درباري نے کہا : " کیا آپ اسکو کوئي مصیبت خیال کرتے ہیں ؟ " اونھوں نے کہا " کیوں نہیں ؟ آنحضرت نے اونکو (یعني حضرة حسن ابن علي علیہما السلام کو) اپني گود میں رکھکر فرمایا تھا کہ یہ خاص میرا بیٹا ہے ' پس جگرگوشۂ رسول کي وفات کیوں نہ ہمارے لیے مصیبت ہو ؟ " اسپر قبیلہ بنو اسد کے اوس آدمي نے جو اونکے ساتھہ آیا تھا ' کہا : " وہ ایک شرارہ تھے جسکو خدا نے بجھا دیا " مقدام یہ سخت گستاخانہ فقرہ سنکر آگ بگولا ہوگئے اور جوش میں آکر بے باکانہ بول اٹھے : " میں جب تک تمکو کوئي سخت بات اسي جگہہ نہ سناؤنگا یہاں سے نہ ٹلونگا " پھر امیر معاویہ کي طرف مخاطب ہوکر کہا : " میں کچھہ کہنا چاہتا ہوں ' اگر وہ حق ہو تو تم تصدیق کرنا - حق نہ ہو تو جھٹلا دینا " امیر معاویہ نے اجازت دي - اونہوں نے کہا : " میں تمہیں خدا کي قسم دلاکر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت نے سونے کے زیور پہننے کي ممانعت نہیں کي ؟ " معاویہ نے کہا " ہاں " اونہوں نے پوچھا : " میں تم سے خدا کي قسم دلاکر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت نے حریر کے پہننے سے منع نہیں فرمایا ؟ " کہا " ہاں " پھر انہوں نے سوال کیا : " میں تمہیں خدا کي قسم دلاکر پوچھتا ہوں کہ آنحضرت نے جانوروں کي کھال کے فرش سے منع نہیں فرمایا ؟ " امیر معاویہ کو کہنا پڑا " ہاں " -

اب اونہوں نے اس اقرار و تصدیق کے بعد کہا : " خدا کي قسم ' میں تمہارے محل میں یہ تمام چیزیں دیکھہ رہا ہوں ! "

امیر معاویہ کي سیاست یہ تھي کہ مال و دولت کے چھینٹوں سے گرم دلوں کو ٹھنڈا کیا کرتا تھا - مسلمانوں کو طمع مال کي راہ سب سے پہلے اسي نے دکھلائي - چنانچہ اس موقع پر بھي یہي اصول کام میں لایا گیا - اس نے حکم دیا کہ مقدام کو فوراً انعام و اکرام سے مالا مال

(۱) یعني مسئلۂ ایلاؤ تخییر

اسکے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجه هوا' اور شیخ کا نام' خاندان' ابوت' جدیت' قبیله' وطن' محله' مکه معظمه کے موسم کے حالات' اور اس قسم کی اور بہت سی باتیں دریافت کیں' جنکو هم نظر انداز کردیتے هیں - اسکے بعد کہا :

" تمھارا بغداد میں آنا اور جامع رصافه میں کھڑے هوکر میرے ایک حکم دینی و شرعی کو توڑنا' اور خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا' اور پھر مناظره کی خواهش کرنا' یه تمام حالات میں نے سنے هیں' اور اسی لیے علماء دار الخلافه کو میں نے آج مدعو کیا ہے "

شیخ لکھتے هیں که " مامون الرشید کا یه جمله کہنا که تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا' میرے لیے رحمت الہی هوگیا - میرے دل پر ابھی هیبت کا اثر ایک باقی تھا' مگر مسئلۂ خلق قرآن کی نسبت جب یه قول باطل میں نے سنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی' اور دعوة حق کی غیرت سے میں معمور هوگیا - ساری هیبت و دهشت یکقلم کافور هوگئی اور میں دلیرانه جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کیلیے بالکل مستعد هوگیا "

مامون کے جملے ابھی پورے ختم بھی نہیں هوے تھے که شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوان دربار میں گونج اٹھی' تمام اهل دربار اس جسارت اور بے باکی پر ٹوکتے رهے' مگر اس نے کسی کی پروا نه کی' اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی مخاطب کرتا ہے' گرجتی هوئی آواز میں تقریر شروع کی:

" یا امیر المومنین ! میں ایک فقیر الحال طالب العلم هوں - اپنے وطن اور خانۂ خدا کے مقدس جوار میں تھا که میں نے خلیفۂ وقت کے مظالم و جبر کی درد انگیز سرگذشت سنی - مجھے معلوم هوا که حق مظلوم هوگیا ہے' سنت کی روشنی بجھه گئی ہے' بدعت کی آندھیاں زور و شور سے چل رهی هیں' حق کا کہنا جرم هوگیا ہے' اور باطل پرستی کے صلے میں جاه و عزت کی بخشش هورهی ہے - جس چیز کا اقرار خدا تعالی نے امۃ مرحومه سے نہیں کرایا' جسکی گواهی اسکے رسولوں نے نہیں دی' جسکا اعلان خلفاے راشدین نے نہیں کیا جنکی خلافت طریق نبوت پر تھی' اور جسکے لیے کسی ایک صاحب رسول الله کی زبان کو بھی حرکت نہیں هوئی' اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان هر مومن کیلیے شرط قرار دے رها ہے' جو هارون الرشید کے گھر میں پیدا هوا اور وه هادی کا لڑکا تھا - جسکے نه تو تابعین کو پایا' نه اصحاب رسول الله کو دیکھا' نه عہد نبوت کی برکتوں میں اسکا کوئی حصه ہے - تاهم وه شریعت الہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہے جسکو تابعین نے نه جانا اگرچه دنیا سے مومن گئے' صحابه نے نه جانا' اگرچه کفر کی چھینٹ بھی انپر نه پڑی' رسول الله (صلی الله علیه و سلم) نے اسکے لیے کچھه نه کہا حالانکه صاحب وحی و رسالت تھے "

شیخ عبد العزیز اب وه عبد العزیز نه تھا جسکو عمر بن مسعده نے کوتوالی میں اپنے سامنے کھڑا کیا تھا' اور جو دربار مامونی کے دروازے میں قدم رکھتے هی اسکی هیبت و اجلال سے لرز اٹھا تھا - اب وه ایک دوسری هی روح حق تھی' جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلی هوکر صرف رب السماوات و الارض کی مدوست سے فیض یاب جلال و قہاریت تھی' اور مامون الرشید اگر تمام کرۂ ارضی کی بکھری هوئی طاقتوں کو جمع کرکے اپنے ساتھه لے آتا' جب بھی اسکی صدا کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تھا !

شیخ کے جوش و خروش' بے باکانه طرز بیان' مساویانه مقابلے' اور هنگامه ساز آواز کی هولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اسطرح دم بخود کردیا که (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا هوش نه تھا - حتی که جب انھوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھه ذکر کیا' جب بھی نه ان حجاب و خدام بارگاه کی تلواروں کو حرکت هوئی' جو اسے دھکیلتے هوے دربار میں لارهے تھے' اور نه ان امرا و رؤساء کی زبانیں هلیں' جنھوں نے اسکے کم رو چہرے کی حقارت کی تھی ! الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یحزنون !

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی :

" آه ! تم هوا کا وه جھونکا هو جس سے شریعت کی آگ تو نه روشن هو سکی مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کردیا - تم سیلاب خلافت کی وه رو هو' جو بدعات و محدثات کی خس و خاشاک کو تو نه بہا سکی مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا - تم امارت و سیادت کی وه تلوار هو جو بطلان و ناحق کوشی کی فوجوں کو تو نه قتل کرسکی پر اس نے ارباب حق کے سروں کو اپنی برش و روانی کا تختۂ مشق بنایا ! ابتک تمھارا دعوا رسول کی جانشینی کا رها تھا - مگر اے مامون بن هارون ! تو اب رسول کی جانشینی هی کا نہیں بلکه رسول سے زیاده حق رسالت کا مدعی هوگیا ہے - رسول خدا نے امۃ سے اسکا اقرار کبھی نہیں کرایا که وه کلام الله کو غیر مخلوق کہیں' مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں هوسکتا جب تک وه بطلان کے اس کلمه پر ایمان نه لاے - تو نے صرف اس جرم پر که ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نه کیا جو خدا کے رسول اور اسکے تربیت یافتوں نے انکے آگے کھول دی ہے' اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کھینچی' اور انھیں کافروں کی طرح قید خانوں میں قید کردیا - رسول الله کی سنت کے اتباع کیلیے تیرے پاس سزا و عقوبت ہے' اور بدعت و ضلالت کیلیے پیشوائی و سیادت کی عزت ! خدا کے رسول نے ذمیوں کو امان دی ہے' مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کیلیے امان نہیں ہے - اے مامون ! الله سے ڈر' اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسمیں بہت ڈھیل ہے' مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہیں - وه زمین کے ائمۂ و خلفاء کو تلوار بخشتا ہے تو انسے چھین بھی لیتا ہے - تم سے پہلے دمشق کے ائمۂ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا' مگر تمھارے هاتھوں انکا خون بھی مباح کیا گیا - نه هو که تمھارا خون بھی کسی کے هاتھوں مباح کیا جاے - تم انکے تخت کے وارث هوے هو' مگر انکے جور و طغیان کی وراثت نه لو "

مقالات

ی زندگی میں کسقدر فرق عظیم و تبائن کلی ہے ؟ علمی حیثیت سے حکماء صرف اصول و کلیات قائم کرسکتے ہیں - اونکے جزئیات کا احاطہ اونکے دسترس سے باہر ہے - عملی طہارت کے لحاظ سے دیکھا جاے تو وہ کوئی چیز نہیں - لیکن انبیاء کرام میں پہلی چیز عملی نمونہ کی روح القدس ہے' اور چونکہ انکا کام فلسفہ نہیں بلکہ انسانی زندگی کی سعادت ہے' اسلیے وہ زیادہ تر جزئیات ہی پر نظر ڈالتے ہیں - اولکو کلیات سے بہت زیادہ بحث نہیں ہوتی - وہ پاک انسان بنا لے آتے ہیں ' فلسفہ کی نظریات وضع کرنے نہیں آتے -

حکماء اور انبیاء میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ انبیاء خود عمل کرتے ہیں' اور دوسروں سے عمل کرواتے ہیں' لیکن حکماء کی پوری جماعت کا یہ حال رہا ہے کہ انہوں نے عمل کے دائرہ میں قدم بھی نہیں رکھا ' اور کسی عملی گروہ کے پیدا کرنے کا شرف تو کسی حکیم کو حاصل نہیں - پس نبوت کی حقیقت دو جزو سے مرکب ہے' علم اور عمل - خدا نے انہی دونوں اجزاء سے نبوت کی تحدید کی:

یتلو علیہم آیتہ	وہ پیغمبر اون پر خدا کی آیات کی تلاوت
و یزکیہم و یعلمہم الکتب	کرتا ہے' اونکے اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے ' اور
و الحکمۃ -	اونکو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ احتساب میں ہم نے جن اعمال جزئیہ کا حوالہ دیا ہے ' اون سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے - ان جزئیات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ کس طرح صحابہ کی ایک ایک ادا پر پڑتی تھی ' اور آپ کس طرح اون پر گرفت کرتے رہتے تھے' اور اس پیغمبرانہ دارو گیر نے کس درجہ صحیح نظام عمل و نمونۂ اخلاق حسنہ قائم کردیا تھا ؟

حکماء کے حالات میں مبسوط کتابیں لکھی جا چکی ہیں ' لیکن تمام دنیا کے حکماء کی مجموعی تاریخ بھی اس قسم کا عملی نظام نہ قائم کرسکی ' اور نہ کسی حکیم نے فرض احتساب ادا کرنے کیلیے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا -

(رافت و رحمت)

خدا نے آنحضرت کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت یہ بتائی ہے:

بالمومنین رؤف رحیم-	وہ مسلمانوں پر نہایت شفقت '
	بے غرضانہ محبت ' اور کمال لطف و مہر رکھتے ہیں !

آپ کے سلسلۂ احتساب میں ہم نے جن واقعات کو جمع کردیا ہے ' اون سے حرف بحرف اسکی تصدیق ہوتی ہے - ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرض احتساب آپ کا روزانہ معمول تھا - آپ ایک جزئی سے جزئی بات پر بھی روک ٹوک کرتے تھے - تاہم آپ نے کسی موقع پر بھی بلا ضرورت سختی و خشونت کا اظہار نہیں کیا ' بلکہ اکثر مواقع ایسے پیش آے جہاں زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکالا ' کسی فعل پر اظہار ناراضی کرنا ہوا تو سلام کا جواب نہیں دیا ' کہیں منہ پھیر لیا ' کہیں کوئی آیت پڑھ دی' کہیں کوئی پر اثر جملہ فرمادیا- یہی رفق و ملاطفت تھی' جسکی کشش تمام دنیا کو آپ کی طرف کھینچ لاتی تھی' اور اسی نے صحابہ کے عمل کو یکسر سنوار دیا تھا - اور اسی بنا پر خدا نے بھی فرمایا :

اسلام اور تربیت عسکری

ایک ابتدائی اور سرسری مطالعہ

ہم نے گذشتہ نمبر میں " تربیت عسکری " کے عنوان سے ایک سلسلۂ بحث شروع کیا تھا - ارادہ تھا کہ پہلے قصص بنو اسرائیل پر نظر ڈالکر پھر اسلام کی تربیت عسکری پر متوجہ ہونگے' اور دونوں کا باہم ارتقائی تعلق و ربط واضح کرنے کی کوشش کرینگے - لیکن سلسلۂ تاریخ بنو اسرائیل میں قرآن حکیم کی تصریحات و اشارات اسقدر وسیع ہیں کہ رسائل و جرائد کے مقالات میں انکو سمیٹنا بہت مشکل ہے - حضرۃ موسی علی نبینا و علیہ السلام کی زندگی اور اعمال اجتماعیہ کے بعد بھی بنو اسرائیل کی تاریخ خلافۃ و وراثت ارضی کا بہت بڑا سلسلہ باقی رہجاتا ہے ' اور علی الخصوص قصہ طالوت و جالوت اور عہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے اشارات اسقدر اہم و ضروری ہیں کہ کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتے -

لیکن بالفعل ہم اس صحبت کو اس ہفتہ ملتوی رکھتے ہیں کہ فرصت تحریر نہیں ' اور اسکی جگہ اسلام کے نظام عمل عسکری پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں - یہ تکرہ پہلے سے لکھا ہوا بلکہ کمپوز کیا ہوا موجود ہے - اسکی اشاعت میں ہمارے لیے بہت آسانیاں ہیں -

---

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

لو کنت فظا غلیظ القلب	اگر تم اکھڑ اور سخت طبع ہوتے تو
لانفضوا من حولک	لوگ تمہارے پاس سے بھاگتے -

(احتساب اور وحدت قومیت)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ تنازع و اختلاف کے زمانے میں فرض احتساب ادا نہیں کیا جاسکتا - خدا نے احتساب کی علت اوس ولایت عامہ یعنی نیکی کے رشتہ کی برادری و رفاقت کے حق کو قرار دیا ہے ' جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر حاصل ہے اور جس نے تمام فرزندان اسلام کو ایک زنجیر اتحاد میں منسلک کردیا ہے :

والمومنون والمومنات بعضہم	مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
اولیاء بعض' یامرون بالمعروف	ایک دوسرے کی دوست اور
و ینہون عن المنکر	مددگار ہیں' نیکی کا حکم دیتے
	ہیں اور برائی سے روکتے ہیں -

لیکن اختلاف اور تفرقہ کے زمانے میں یہ حق ولایت زایل ہوجاتا ہے - ہر شخص ایک دوسرے کا دشمن بن جاتا ہے ' ایک جماعت اور مذہب کی جگہ بیسیوں جماعتیں بن جاتی ہیں اور ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتی پھاڑتی ہیں - اسلیے نہ کوئی کسیکو روکتا ہے اور نہ کوئی کسیکی سنتا ہے - یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں احتساب کی مثالیں پیشتر کی نسبت کم ملتی ہیں' کیونکہ اختلاف کی بنیاد پڑ چکی تھی -

کردیا جاے - لیکن مقدام نے جو کچھہ پایا ' اسي وقت فقرا کو تقسیم کردیا - (ابو داؤد - کتاب اللباس)

صحابہ کرام نے حالت میں اس قسم کي آزادي حق و امر بالمعروف کي مثالیں اس کثرت سے ملسکتي هیں کہ دنیا کي پوري تاریخ اخلاق و فضائل اسکي نظیر پیش کرنے سے عاجز هے - لیکن اس سلسلۂ مضامین کا ماخذ صرف احادیث کي کتابیں هیں ' اور کتب حدیث میں سے بھي صرف معتمد ترین ذخیرہ حدیث یعني صحاح ستہ ' پس جسقدر حصہ عام تاریخ کے ذخیرہ سے تعلق رکھتا هے ' اسکو نظر انداز کردیتے هیں -

(احتسـاب کا اثــر و نفــوذ)

شریر روحوں اور ناپاک هستیوں نے هر زمانہ میں خدا کے نیک بندوں کو قوت کے صحیح استعمال سے روکا هے - فرعون نے اسي لیے حضرت موسی علیہ السلام کو ارض مصر سے نکال دیا تھا ' قریش اور رؤساء یہود کي سازشیں مسلمانوں کے استیصال قوت هي کیلیے قائم هوئي تھیں - منافقین نے اسي غرض سے مسجد ضرار کو مسلمانوں کي تفریق کا آلہ بنایا تھا -

لیکن قوت هي کا صحیح استعمال اخلاق کا سنگ بنیاد هے ' اور اوسي نے نظام عالم کو قائم رکھا هے - اگر آفتاب اپني پوري طاقت کے ساتھہ زمین میں حرارت نہ پہونچاتا ' اگر ابر اپني پوري طاقت کے ساتھہ اوس میں رطوبت نہ پیدا کرتا ' اگر کرۂ هوا کي پوري طاقت اوس میں عمل نہ کرتي ' تو زمین کي گود میں ایک سبز پتہ ' ایک رنگین ورق گل ' ایک دانۂ غلہ بھي نظر نہ آتا !

لیکن خدا کي رحمت کبھي کبھي چھپے هوے چشموں کي سوتوں کو کھول دیتي هے ' برف سے ڈھکے هوے پاني میں رواني پیدا هوجاتي هے ' وہ اوبل اوبل کر اور بہہ بہہ کر دنیا کو سیراب کردیتي هیں -

اسي رحمت الہي نے عہد نبوت و عہد صحابہ میں قوت الاهیہ کو پوري آزادي و وسعت دیدي تھي ' اسلیے اوسکے استعمال صحیح کے نتائج صحابہ کرام کي هر شعبۂ زندگي میں کامل و اکمل نظر آتے هیں -

احتساب کا سب سے زیادہ عظیم الشان اثر یہ هے کہ وہ انسان میں حق کے قبول کرنے ' اسکي جستجو میں سرگرداں رهنے ' اور اسپر عمل پذیر هونے کا مادہ پیدا کردے - عہد نبوت و عہد صحابہ میں احتساب کے یہ آثار قائمہ هر جگہہ نمایاں نظر آتے هیں - اوپر گذر چکا هے کہ حضرت عمر کو مہر کے معاملہ میں جب ایک عورت نے ٹوکا تو انہوں نے کس صداقت کے ساتھہ اپني غلطي کا اعتراف کرلیا - ایک بے ادبي یا ایک الزام پر جب انہوں نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاها ' تو قرآن مجید کي ایک آیت نے انکا هاتھہ پکڑ لیا - یہ کوئي مخصوص موقع هي نہ تھا ' بلکہ قرآن حکیم کے احتساب نے اُن میں اسکا عام مادہ پیدا کردیا تھا - چنانچہ امام بخاري نے اسي حدیث میں اُنکي خصوصیت احتساب کي تصریح بھي کردي هے : کان وقافا عند حدود اللہ ! یعني وہ منا هي قرآن سے آگے کبھي تجاوز نہیں کر سکتے تھے !

حق کي جستجو کا شوق هر صحابي کے دل کو قوت احتساب کي رهنمائي کا منتظر رکھتا تھا - ایک مرتبہ حضرۃ انس بن مالک مدینہ میں آے - لوگوں نے اتباع سنت کے شوق میں اُن سے پوچھنا شروع کیا کہ همارا کوئي فعل آنحضرت کے افعال و اقوال کے خلاف تو نہیں هے ؟ اُنہوں نے کہا : " بس میں اتنا فرق پاتا هوں کہ تم لوگ نماز میں صف سیدھي نہیں رکھتے " (بخاري جزء - ۱)

آنحضرت نے عہد صحابہ کو خیر القرون کہا هے ' لیکن اگر اس مبارک زمانے کي تمام خصوصیات کي تعلیل کي جاے ' تو ان میں سب سے زیادہ نمایاں جزو عمل وهي هوگا ' جسکے نظام کو صرف احتساب هي نے قائم کیا تھا - آنحضرت نے جس بنا پر عہد نبوت کو خیر القرون یعني بہترین عہد فرمایا هے ' آپکي خود هي تصریح بھي کردي هے :

ثم ان بعدکم قوما یشهدون	پھر تمہارے بعد ایک ایسي قوم
ولا یستشهدون و یخونون	پیدا هوگي ' جو گواهي دیگي مگر
ولا یوتمنون و ینذرون	حق کي گواهي دینے کي اسمیں
ولا یوفون (بخاري جزء ٥)	کوئي طلب نہوگي ' وہ خیانت کریگي '

اُسمیں امانت نہوگي ' اور نذر مانیگي تو اوسکو پورا نہ کریگي -

اس سے معلوم هوا کہ جن فسادات کو خیر القرون کے بعد کي قوموں میں بیان کیا هے ' انکا نہونا هي خیر القرون کي اصلي خصوصیت هے - لیکن اس خصوصیت کو صرف احتساب هي کے اثر نے قائم رکھا تھا - صحابہ کے بعد جو زمانہ پیدا هونے والا تھا ' وہ تابعین کا زمانہ تھا - لیکن اس مبارک زمانے کو بھي صرف قوت احتساب هي نے پیدا کیا - چنانچہ صحابہ کي نسل خود شہادت دیتي هے :

کانوا یضربوننا علی الشهادة	صحابہ همکو بیجا شہادت دینے اور
و العهد و نحن صغـار	معاهدہ کرنے پر بچپن هي میں سزا
(بخاري - جزء ٥)	دیتے تھے ' تاکہ اسکي عادت نہ پڑے -

صحابہ کے بچے جس طرح برائیوں سے روکے جاتے تھے ' اوسي طرح اون سے نیکي پر عمل بھي کرایا جاتا تھا - ایک مرتبہ صبح کو آنحضرۃ نے اعلان کرادیا کہ جو لوگ عاشورے کا روزہ رکھہ چکے هیں اونکو روزہ پورا کرنا چاهیے ' اور جو لوگ افطار کر چکے هیں ' وہ بھي بقیہ دن روزہ رکھیں - اس اعلان کے بعد صحابہ نے اسپر اس شدت کے ساتھہ عمل کیا کہ خود بھي روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں سے بھي روزہ رکھواتے تھے ! جب کوئي بچہ بھوک کي شدت سے روتا تھا تو بہلانے کیلیے اس کے کھلونے اوسکے هاتھہ میں دیدیتے تھے - (مسلم جلد ۱ - صفحہ ۴۲۳)

عہد نبوت میں عدل و انصاف کے معیار کو صحابہ کي اسي تربیت پذیري نے بلند تر کردیا تھا - ایک مرتبہ آنحضرت نے فرمایا " اگر کوئي عامل ایک دھاگا بھي اپنے پاس چھپا رکھے گا تو یہ اوسکي خیانت میں محسوب هوگا ' اور قیامت میں اسکو نمایاں کیا جائیگا " ایک صحابي پر جو کسي مقام کے حاکم تھے ' اسکا اسقدر اثر هوا کہ فوراً آنحضرۃ کي خدمت میں حاضر هوے اور عرض کیا " یا رسول اللہ ! مجھے اس خدمت سے معاف رکھیے " آپنے وجہ پوچھي تو انہوں نے آپ کي اس وعید شدید کا حوالہ دیا اور کہا : " اسکے خوف سے میرا دل کانپ اوٹھتا هے ! "

آہ ' اُن مسلمانوں کو آج کہاں ڈھونڈھیں جنکي صرف یہي خصوصیت نہیں تھي کہ :

کنتم خیر امة اخرجت للناس	تمہارا ظہور ایک بہترین امت کي
تـا مـرون بالمعـروف	حیثیت سے هوا هے ' جو نیکي کا
و تنهـون عـن المنـکر	حکم دیتي اور برائیوں سے روکتي هے -

بلکہ ساتھہ هي یہ خصوصیت بھي تھي :

ما آتاکم الرسول فخذوه	پیغمبر خدا تم کو جس چیز کا حکم دیں '
و ما نهٰکم عنـه فانتهوا	اوسکو قبول کرلو ' اور جس چیز سے روکیں '
و اتقوا اللہ ان اللہ شدید	اوس سے رک جاو ! خدا سے ڈرو ' خدا
العقـاب - (حشر ۷)	سخت عذاب دینے والا هے -

خدا کا رسول حکم دیتا تھا ' وہ قبول کرتے تھے - رسول روکتا تھا ' وہ رک جاتے تھے - وہ بیج ڈالتا تھا ' انہوں نے اپني زمین قلب کو اسکے لیے صالح بنادیا تھا - وہ سراسر حسن تھا ' یہ سراسر عشق تھے !

قوت فاعلہ اور قوت منفعلہ کا یہي امتزاج روحاني تھا جس نے صحابہ کے روشن زمانے کو پیدا کیا ' اور اب انہي دونوں قوتوں کے فقدان نے دنیا کو گمراهي میں مبتلا کردیا هے - نہ دعوۃ حق کیلیے همارے علماء میں فعل هے - نہ عام افراد امت میں انفعال و تاثر !!

(ایک ضروري نکتہ)

ایک نادان ملحد کہہ اُٹھتا هے کہ شریعت اور فلسفہ اخلاق ' دونوں کا ایک هي مقصد هے ' لیکن وہ نہیں دیکھتا کہ انبیاء اور حکماء

فوج او میدان کارزار میں بھوک پیاس کي جو تکلیفیں برداشت کرني پڑتي هیں' روزه کے ذریعے مسلمانوں کو اسکا خوگر بنایا گیا -

اقسام جهاد کی وسعت نے جهاد بالمال کي ایک خاص قسم پیدا کردي تھي' یعني کلمهٔ حق کیلیے جان کے ساتھه مال کو بھي ... - زکوة و صدقه کے ذریعه اسلام نے اسکا باضابطه نظام قائم کردیا - حج اسلام کے تمام اعمال کا مجموعه هے' اور اس میں ایک اهم ترین امور جهادکا نمونه هے - فوجي زندگي کیلیے سفر هے ' شدائد سفر هیں' عزیزوں اور قریبوں سے جدائي هے' صرف ایک هي وردي پر قناعت کرني هے' اور ایک هي میدان میں سب کو جمع هوکر اپنے مقصود وحید کو ڈھونڈھنا هے - تفصیل کا موقعه نهیں' مگر حج کے اندر فوجي زندگي کي یه تمام تعلیمیں موجود هیں -

ان تمام عبادات کے ادا کرنے کیلیے جو شرائط اور پابندیاں فرض کي گئي هیں' اُنکے متعلق اسلام کو مذاهب پر یه فضیلت حاصل هے که اُس نے مذهب کي تمام پابندیوں کو نهایت آسان کردیا هے - حالت سفر و مجبوري میں انسان صرف تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا هے - تعداد رکعات کے لحاظ سے نماز کي صرف دو رکعتیں کافي هیں' سفر میں روزه رکھنا ضروري نهیں -

لیکن خدا نے ان آسانیوں کو عیش و نعم کا ذریعه نهیں بنایا هے جیسا که هوا پرست امراء سمجھتے هیں' بلکه اُن کا مقصود صرف اُس عظیم الشان فرض کو آسان کردینا تها جسکا نام جهاد هے - چنانچه آیت تیمم ایک سفر جهاد هي میں نازل هوئي' اور قصر نماز اور افطار رمضان کا حکم اگرچه اب هر سفر کو شامل هوگیا هے' لیکن آنحضرت اور صحابه کے سفر کا مقصد صرف جهاد هي هوتا تها - اِس بنا پر جو مسلمان کامل طور پر فرائض و عبادات کا پابند هے' وهي مسلم هے - اور جو مسلم هے' وه لازمي طور پر مجاهد في سبیل الله اور فوج حق کا سپاهي هوگا -

پس ایک ایسي قلیل جماعت نے جسکو روز اول هي سے فوجي تعلیم دیگئي هو' جسکا مجموعهٔ عبادت تربیت عسکري کا بهترین مظهر هو' جس نے کامل دس سال تک صبر و استقلال' عزم و ثبات' اور جفا کشي کي پوري مشق حاصل کرلی هو' اگر بدر و حنین میں کفار کي صفیں اُلٹ دیں' خیبر کے قلعوں کو چور چور کردیا' اور قیصر و کسری کو جاکر پامال کر آئي' تو کوئي تعجب انگیز امر نهیں -

البته دنیا نے همیشه فوج کي حقیقت کے سمجھنے میں غلطي کي هے - اسلام کا سب سے بڑا فوجي کارنامه یه هے که اُس نے اسي عالمگیر غلطي کا پرده چاک چاک کردیا - ایک مدت تک دنیا نے فوج کا مفهوم صرف اسي قدر سمجھا تها که فوج بهت بڑي تعداد کے مجموعه کا نام هے اور اسکي طاقت صرف تعداد اور آلات هي سے عبارت هے' آج بھي جبکه فوجي نظام اپنے انتهائي درجه کو پهونچ گیا هے' کثرت کو همیشه قلت کے مقابلے میں ترجیح دي جاتي هے' اور فتح و ظفر کي امیدیں اوسي فوج کے ساتھه وابسته رهتي هیں' جو وسیع رقبه زمین کے ساتھه وسیع اعداد و شمار پر بھي قابض هو -

اسکے بعد اس نظام میں کسي قدر ترقي هوئي' اور جسماني صحت و تندرستي اور عصبي طاقت کا بھي اضافه کیا گیا -

چنانچه عام طور پر فوجي قابلیت پیدا کرنے کیلیے اسپارٹا میں ایک قانون نافذ کیا گیا تها' جسکا منشا یه تها که جو بچے فطرتاً ضعیف اور کمزور پیدا هوں' اونکو هلاک کردینا چاهیے - اسپارٹا میں اس قانون پر عمل کیا گیا' اور چند هي دنوں میں اس کي سر زمین نے اپني آغوش کو قوي هیکل نوجوانوں سے بھر لیا -

لیکن درحقیقت فوجي نظام کي یه ترکیب ایک فلسفیانه غلطي پر مبني تھي' یه نظام اس اصول پر مبني تها که فوج صرف اپني جسماني طاقت هي سے لڑتي هے' اور جسماني طاقت کے جمع کرنے کے صرف دو هي طریقے هوسکتے هیں - ایک طریقه یه هے که غیر محدود تعداد کي ترکیب سے میدان جنگ میں طاقت کا ایک عظیم الشان پهاڑ کھڑا کردیا جاے' دوسري راه یه هے که اگر اسقدر افراد کا اجتماع ناممکن هو' تو تعداد کي کمي کو افراد کي جسماني طاقت کي زیادتي سے پورا کیا جاے اور زیاده طاقتور سپاهي جمع کیے جائیں - چنانچه قدیم تاریخوں میں اسي غلط خیال کي بنا پر عظیم الشان فتوحات کو غیر محدود فوج اور غیر معمولي طاقت کے سپه سالاروں کي طرف عموماً منسوب کیا گیا هے -

لیکن حقیقت یه هے که فوج میدان جنگ میں کسي خارجي طاقت سے نهیں لڑتي' بلکه وه حریف کا مقابله صرف جذبات کي اندروني قوت سے کرتي هے' اور جذبات کي یه قوت غیر محدود تعداد اور غیر معمولي طاقت کے سپاهیوں کے ساتھه مخصوص نهیں هے - وه چند کمزور انسانوں اور مسکینوں کے اندر بھي پیدا هوسکتي هے' اور پیدا هوکر وهي نتائج حاصل کرسکتي هے' جو کسي فوج کا ایک ٹڈي دل حاصل کرسکتا هے -

اسلام پهلا فوجي مذهب هے' جس نے تربیت عسکري کي بنیاد اسي اصول پر قرار دي' اور اسي اصول پر اوس نے مجاهدین اسلام کي فوجي تعلیم شروع کي - اوس نے بتایا که فتح و ظفر صرف بڑي بڑي جماعتوں کے ساتھه هي مخصوص نهیں هے' بلکه ایک چھوٹا سا گروه بھي اپنے اندر ایمان بالله پیدا کرکے ایک عظیم الشان جماعت کو شکست دیسکتا هے :

وکم من فئـة قلیلـة	کتنے هي چھوٹے گروه هیں جو بڑے
غلبت فئـة کثیرة باذن	بڑے گروهوں پر خدا کے حکم سے
الله و الله مع الصبرین	غالب آگئے' اور خدا صرف ارباب عزم
(٢ : ٢٥٠)	و همت هي کے ساتھه هے -

اسپـارٹا کي سر زمیں جن ضعیف بچوں کو اپني آغوش سے نهایت بیدردي کے ساتھه پھینک دیتي تھي' اسلام نے اُونکو اپني آغوش محبت میں اُٹھا لیا' کیونکه فوج صرف جذبات صالحه کي روح سے طاقتور هوکر لڑتي هے' اور جذبات کا اثر ضعیف الاعصاب لوگوں پر قوة والوں سے کهیں زیاده پڑتا هے (١)' پس وهي تو بهترین فوجي خدمت انجام دیسکتے هیں - انکو ضعف و ناتواني کے جرم سے ٹھکرایا کیوں جاے؟ چنانچه کتب احادیث میں هم دیکھتے هیں که آنحضرت صلی الله علیه و سلم کا فوجي دربار صرف بڑے بڑے جسموں اور چوڑے چوڑے سینوں هي کیلیے نه تها' بلکه اسمیں همیشه ضعیفوں اور ناتوانوں کو خاص رحمت و محبت کے ساتھه ڈھونڈھا جاتا تها :

ایغوا الی الضعفاء فانما	میرے پاس ضعیفوں کو لاؤ'
ترزقون وتنصرون بضعفائکم	کیونکه تمکو اُنھي کي بدولت
(ابو داؤد جلد - ١ - ص - ٣٤٨)	روزي اور مدد ملتي هے -

اس بنا پر اسلام نے فوجي نظام کي ترتیب میں ماده کو بالکل نظر انداز کردیا' اور اُوسکي ترکیب صرف روح سے کي' یهي روح هے جسکو اسلام کا نظام اخلاق کها جاتا هے -

اسلام ایک مکمل مذهب کے تمام اجزاء کا مجموعه هے' اسلیے اوس نے عقائد و عبادات کے سلسله میں اخلاق کو بھي نمایاں جگهه دي هے - لیکن اسلام نے مسلمانوں کو خاص طور پر جن اخلاق حسنه کي تعلیم دي' وه تمام تر فوجي گروه سے تعلق رکھتے هیں - اوس نے صبر و توکل اور عزم و استقلال کي هر موقع پر تعلیم دي' اور یهي چیزیں هیں جنکے ذریعه سے کوئي فوج میدان جنگ میں ثابت قدم

---

(١) علم النفس کا یه ایک مسلم مسئله هے -

اسلام کي تربيت عسکري کا عنوان نہايت اهم اور بيحد وسيع هے - سب سے پہلے قرآن حکيم کي وہ تصريحات سامنے آتي هيں جن ميں مسلمانوں کے قومي خصائص واضح کيے گئے هيں' اور اُن ميں هر خصوصيت کے اندر عسکري تربيت کي ايک حقيقت اعلى موجود هے - اسکے بعد اقوال و اعمال نبوت هيں - آنحضرت صلى الله عليه و سلم کي زندگي' انکا اسوۂ حسنه' انکے اعمال طيبه ' تمام ايام و واقعات مقدسۂ جهاد فى سبيل الله کے واردات و حالات ' ان سب چيزوں کو سامنے لانا اور ان ميں نظم و ترتيب پيدا کرنا اس مبحث کيليے ضروري هے -

ليکن ان چيزوں کو بهي هم آينده کسي مطمئن صحبت کيليے اٹها رکهتے هيں' اور آج صرف ايک عام اور سرسري نظر ڈالکر نظام اسلامي اور نظام موسوي کے باهمي تعلق و ربط کي کڑي ڈهونڈهتے هيں-

(دعوۃ اسلامي)

حقوق الله و حقوق العباد کي جو عادلانه تقسيم خدا نے کردي هے' اوسکو عدل و حقيقت کے ساتهه قائم رکهنا ايک مکمل مذهب کا اصلي فرض هے - انسان نے ابتداء هي سے ان حقوق ميں دست اندازي شروع کي ' اور جسقدر اوس نے حقوق الله کو پامال کيا ' اوسي قدر حقوق العباد بهي پامال هوتے گئے - حضرت ابراهيم عليه السلام کے زمانے ميں حقوق الله کي بربادي اپنے انتهائي درجے تک پهونچ گئي تهي ' اور انسان نے علانيه خدائي کي صفتوں کا دعوى کرديا تها :

الم تر الى الذي حاج ابراهيم في ربه ان اته الله الملك ' اذ قال ابراهيم ربي الذي يحيي و يميت - قال انا احي و اميت (۲ : ۲۶۰)

کيا تم اوس شخص کو نهيں ديکهتے جس نے ابراهيم سے اوسکے خدا کے بارے ميں اس غرور کي بنا پر حجت کي' که خدا نے اسکو بادشاه بنا ديا تها ؟ جب ابراهيم نے کها که ميرا خدا وہ هے جو زنده کرتا هے اور مار ڈالتا هے ' تو اوس سرکش نے کها که مجهه ميں بهي يه طاقت موجود هے که زنده کرتا هوں اور مارتا هوں -

ليکن خدا تعالى نے اپنے حقوق کي محافظت کيليے کبهي زمين پر انسان کا خون نهيں بهايا ' صرف انسان کے ظلم هي نے زمين کو خون سے رنگين کيا هے ' اور يه دهبا اُوسکے دامن پر اوسوقت سے لگا هے' جب ايک بهائي (قابيل) نے دوسرے بهائي (هابيل) پر تلوار اُٹهائي هے - يهي وجه هے که احاديث ميں تمام دنيا کي خونريزيوں کا ذمه دار قابيل هي کو قرار ديا گيا - حضرت موسى عليه السلام کے زمانے تک حقوق الله بالکل مٹ گئے تهے ' اور شيطان انسان کے اندر سے صاف صاف بول رها تها :

و قال فرعون يا ايها الملاء ما علمت لکم من اله غيري (۲۸ : ۳۸)

اور فرعون نے اپنے ارکان سلطنت سے کها : ميں اپنے سوا نهيں جانتا که تمهارا اور بهي کوئي خدا هے -

وہ اگر اسي دعوي پر قانع رهتا ' تو ممکن تها که خدا کا غصه اُوس سے چشم پوشي کرتا ' اور اُوسکے سر پر خدا کي تلوار نه چمکتي' جيسا که حضرت ابراهيم عليه السلام کے زمانے تک دنيا پر خدا کا ابر کرم محيط رها - ليکن اُوس نے اس حد سے بهي ترقي کي ' اور حقوق العباد کي حدود ميں ظلم و جبر کا قدم رکها - اس نقطے پر پهونچکر هميشه خدا کي تلوار ميان سے نکل آئي هے ' اور دنيا کو خون کے دريا ميں تيرنا پڑا هے - چنانچه خدا نے اپنے حقوق سے تو چشم پوشي کرلي' ليکن وہ حقوق العباد کي پامالي کو نهيں ديکهه سکتا تها ' اسليے حضرت موسى عليه السلام کو اُسکي حفاظت کيليے فرعون کے پاس بهيجا :

اذهب الى فرعون انه طغى (۲۶ : ۲۰)

اے موسى ! فرعون کي طرف جاؤ کيونکه وہ نهايت ظالم و سر کش هوگيا هے ' يعني خدا کے بندوں پر نهايت ظلم کرتا هے -

يه پهلا دن تها که خدا کے ايک صالح بندے نے بسط عدل ' قيام امن ' حمايت حق کيليے هاتهه ميں تلوار لي' اور اُسي دن سے تربيت عسکري کي مذهبي روح نے دنيا ميں ظهور کيا -

اسلام دين الهي کي آخرين تکميل تهي' بس وہ حقوق الله اور حقوق العباد ' دونوں کی حفاظت کا تنہا ذمہ دار تها - ايک طرف تو وہ اُن بتوں کو چور چور کرنا چاهتا تها جنهوں نے خدا کي جبروت و قدوسيت کا اپنے آپ کو شريک بنا ليا تها - دوسري طرف وہ ان تمام بيڑيوں سے انسانيت کو کامل نجات بخشنا چاهتا تها جو طرح طرح کي سياسي ' مذهبي ' اخلاقي ' معاشرتي ' اور ذهني غلاميوں کي اسکے پاؤں ميں ڈالدي گئي تهيں' اور جنکي وجه سے تمام کرۂ ارضي حقوق العباد کے غصب و هلاکت کا ايک جهنم کده بن گيا تها !

پس تکميل دين الهي يعني حقوق الله و حقوق العباد کي کامل محافظت کيليے اسلام نے تمام انبياء کرام ميں صرف انهي دو اولو العزم پيغمبروں کے اسوہ حسنه کو اپني امت کيليے نصب العين قرار ديا - چنانچه حقوق الله کي حفاظت کيليے اُوس نے حضرت ابراهيم عليه السلام کے نقش قدم کي پيروي کي تعليم دي :

قد کانت لکم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه -

تمهارے ليے ابراهيم اور اسکے ساتهيوں کي ذات ميں پيروي و اتباع کيليے بهترين نمونه رکها گيا هے -

اسلام نے کامل دس سال تک هر قسم کي جسماني تکليفيں برداشت کيں' هر قسم کي دنيوي ذلتيں سهيں' هر قسم کے مصائب کا مقابله کيا ' ليکن کفار کے ساتهه کسي قسم کي سختي نهيں کي' اور اونکو نهايت نرمي و محبت کے ساتهه توحيد کي دعوت ديتا رها - اسطرح جب اوس نے مسلمانوں کو اسوۂ ابراهيمي کا خوگر بنا ليا ' اور اسيکے ساتهه ساتهه فوجي تعليم کي سب سے بڑي عملي مشق يعني صبر و تحمل اور عزم و استقلال کي تکميل هوگئي ' تو پهر حقوق العباد کي محافظت کيليے اسوۂ موسوي کے اتباع کي بهي تعليم دي ' اور وحي الهي نے دعوۃ موسوي اور دعوۃ محمدي کي اس مشابهت کو نماياں کيا :

انا ارسلنا اليکم رسولاً شاهداً عليکم کما ارسلنا الى فرعون رسولا - (۱۵ : ۷۳)

هم نے تمهارے پاس اپنا ايک پيغمبر بهيجا جو حق و عدالت کي شهادت ديتا هے' جس طرح فرعون کي جانب اپنا ايک پيغمبر بهيجا تها -

يهيں سے عملاً اسلام کي فوجي زندگى شروع هوتي هے - حق و صداقت کا جو وعظ وہ آج تک صرف زبان سے سناتا تها ' اب اُسميں زبان تيغ کو بهي شريک بنا ليا گيا -

ليکن اسلام کے تمام اعمال و عبادات پر غور کرنے سے معلوم هوجاتا هے که يه محض کوئي فوري تغير نه تها جو انصار مدينه کي اعانت يا کفار مکه کے دست ظلم کي رهائي سے وقوع ميں آيا هو - بلکه اسليے که اسلام کا حقيقي دستور العمل صرف جهاد تها' اور وہ اب مسلمانوں کے نظام عمل کے رگ رگ ميں سرايت کرگيا تها - فرائض اسلام کي ابتداء نماز سے هوتي هے اور وہ تمام تر فوجي قالب ميں ڈهالي گئي هے' نماز کے تمام ارکان مجاهدين حق کے اعمال هي کي تصوير هيں :

کان النبي صلعم و جيوشه اذا علوا الثنايا کبروا و اذا هبطوا سبحوا' فوضعت الصلوة على ذالک (ابو داود ج-۱ ص-۳۴۹ کتاب الجهاد)

آنحضرت اور مجاهدين کي فوجيں جب پهاڑيوں کے اوپر چڑهتي تهيں تو تکبير کا غلغله بلند کرتي تهيں' اور جب اوپر سے نيچے کي طرف اُترتي تهيں تو سبحان الله کا نعرہ مارتي تهيں - پس نماز ميں بهي قيام و قعود ' رکوع و سجود' اور تکبير و تسبيح کو اُسي قالب ميں ڈهالا گيا -

کو چاند اور سورج میں ڈھونڈھتی ہے مگر نا کامیاب ہوتی ہے ' اور یہی نا کامیابی اوسکا گنجینۂ مراد ہے :

فلما رای القمر بازغا قال هذا ربي ' فلما افل قال لئن لم یهدني ربي لاکونن من القوم الظلمین - فلما را الشمس بازغة قال هذا ربي ' هذا اکبر - فلما افلت قال یقوم اني بري مما تشرکون - (انعام : ۷۷)

جب چاند کو چمکتے ہوے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے - لیکن جب وہ ڈوب گیا تو اسکی فطرۃ صالحہ بول اٹھی : اگر میرا خدا مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں راہ ہدایت سے بھٹک جاتا - پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے ' یہ سب سے بڑا ہے - لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا ' تو اس نے کہا : لوگو ! میری جستجو ان جلووں میں گم نہیں ہوسکتی - میری فطرۃ صالحہ نے حقیقت تک مجھے پہنچا دیا ہے - میں اوس چیز سے علحدہ ہوتا ہوں جسکو تم شریک خدا بناتے ہو !

لیکن ان تغیرات سے عام طور پر لوگ اوس وقت تک بیخبر رہتے ہیں ' جب تک کہ زلزلے کا ایک دھکا اونکو ہوشیار نہیں کردیتا - پس حرکت روحانی تو برابر جاری رہتی ہے ' مگر جمود و غفلت انسان کی آنکھوں پر پردے ڈالدیتی ہے ' اور وہ حرکت کے نتائج پر غور نہیں کرسکتا - اسی غفلت اور مدہوشی کے عالم میں اچانک ایک پر ہیبت اور زلزلہ انگیز آواز سنتا ہے :

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا !

حق آیا اور باطل مٹ گیا ' باطل مٹنے ہی کے لیے تھا -

وہ گھبرا کے آنکھہ کھولتا ہے ' اور اوسکو نظر آتا ہے کہ جو گھر تین سو ساٹھہ تصویروں سے سجایا گیا تھا ' اوس کی زینت کیلیے صرف ایک ہی قندیل کافی ہے :

الله نور السموات و الارض

خدا ہی کی ذات آسمان و زمین کا اصلی نور ہے !

(کون و فساد یا اصلاح و افساد)

تم نے دیکھا ؟ مادیات میں ' معتقدات میں ' روحانیات میں ' اخلاق و عادات میں ' کس ترتیب و انتظام کے ساتھہ عمل کون و فساد جاری ہے ؟ اصلاح و افساد کیونکر دست و گریباں ہیں ؟ نور و ظلمت کسطرح ہم آغوش ہیں ؟ خیر و شر کس درجہ مخلوط ہیں ؟ اصلاح کو افساد اور افساد کو اصلاح کیونکر مستلزم ہے ؟

پس تم جس چیز کو " اصلاح " کہتے ہو ' دوسرا اوسیکو " افساد " کہہ سکتا ہے ' چنانچہ فرعون نے کہا :

و قال فرعون ذروني اقتل موسی و لیدع ربه اني اخاف ان یبدل دینکم او ان یظهر في الارض الفساد (مومن : ۲۷)

فرعون نے کہا : مجھکو چھوڑ دو کہ موسی کو قتل کردوں ' اور وہ اپنے خدا کو اپنی مدد کیلیے بلالے - میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے ' یا یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلاے -

فرعون نے حضرۃ موسی پر فساد پھیلانے کا الزام لگایا حالانکہ حضرۃ موسی کی ساری دعوۃ اسی لیے تھی کہ وہ فرعون کو مفسد قرار دیتے تھے اور اسکے افساد سے دنیا کو نجات دلانا چاہتے تھے -

منافقین سے کہا گیا :

لا تفسدوا فی الارض

زمین میں فساد نہ کرو !

انہوں نے جواب دیا :

انما نحن مصلحون

ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں - مفسد کیسے ہوسکتے ہیں ؟

لیکن با اینہمہ اختلاط و التباس ' افساد و اصلاح میں ایک حد فاصل بھی ہے :

مرج البحرین یلتقین بینهما برزخ لا یبغین (الرحمن : ۱۸)

خدا نے کھارے اور میٹھے دریاؤں کے پانی کو باہم ملا کر بہایا ' پھر بھی ان دونوں کے درمیان ایک حد ہے - جس سے آگے نہیں ہوسکتے -

ایک دوسرے کی حد میں داخل ہوکر انسان اس پردے کو اٹھانا چاہتا ہے ' پھر بھی حقیقت بے نقاب نہیں ہوتی ' اسلیے مفسد و مصلح کی حقیقی تمیز صرف خدا ہی کر سکتا ہے جس نے اس پردے کو قائم کیا ہے :

و الله یعلم المفسد من المصلح -

خدا ہی مفسد کو مصلح سے جدا کرتا اور اسکا علم رکھتا ہے -

تم نے اصلاح و افساد کو دیکھا ' لیکن تم غور سے نہ دیکھہ سکے ' کیونکہ ان پر پردے پڑے ہوے تھے ' تمکو اور زیادہ غور سے دیکھنا چاہیے ' کیونکہ وہ ایات الہی ہیں :

و من آیاته منامکم باللیل و النهار و ابتغاؤکم من فضله (روم : ۲۲)

اور خدا کی آیات میں سے تمہارا رات کا سونا ' اور دن کو خدا کے احسان کی تلاش کرنا ہے -

لیکن اس آیت کے اختلاف کے اندر اس سے بھی زیادہ محیر العقول آیت الہی ہے :

ان في اختلاف اللیل و النهار و ما خلق الله في السموات و الارض لایات لقوم یتقون -

رات دن کے اختلاف اور تمام عالم کائنات کے اختلافات کے اندر ارباب تقوی کیلیے بڑی ہی نشانیاں ہیں -

اسلیے خدا نے اصلاح و افساد سے زیادہ اختلاف اصلاح و افساد کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بنایا ہے :

یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب

خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹاتا ہے ' اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم کرتا ہے ' اور اوسیکے پاس ام الکتاب ہے -

عالم کائنات اسی ام الکتاب کا ایک ورق ہے ' اس کتاب کو اولٹو تو تمکو اول ہی صفحے پر نظر آئیگا کہ دنیا ایک قانون فطری اور ایک نظام الہی کی تابع ہے ' اور اس سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتی - اصلاح و افساد بلکہ تمام نظام عالم اسی قانون پر چل رہا ہے - تم کو یہ دقیق حقیقت نظر نہیں آتی تھی ' اسلیے خدا نے خود ہی اسکی تفسیر بھی کردی :

لا الشمس ینبغي لها ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار و کل في فلک یسبحون -

نہ سورج کو یہ حق حاصل ہے کہ چاند کو پالے ' نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے ' سب اپنے دائرہ و محور میں گھوم رہے ہیں -

(جزئیات اصلاح و افساد)

تم کس آسانی سے کہدیتے ہو کہ یہ افساد ہے ' یہ اصلاح ہے - زید مفسد ہے ' عمر مصلح ہے - لیکن تم کو اب معلوم ہوا ہوگا کہ اصلاح و افساد کا ایک قانون ہے ' وہ ایک نظام خاص کا منبع ہے ' اسلیے تمکو بے پروائی کے ساتھہ کسیکو مصلح و مفسد کے خطاب دینے میں تامل کرنا چاہیے ' اور سب سے پہلے ایک منطقیانہ ترتیب کے ساتھہ اصلاح و افساد کی حقیقت متعین کرلینی چاہیے -

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو ذیل کے عنوانات کے تحت میں واضح کیا ہے :

(۱) جزئیات افساد و اصلاح اور اونکے آثار و علائم کی تعیین و تشخیص -

(۲) اصلاح و افساد یا خیر و شر دنیا میں مخلوط اور بالکل ملے جلے ہیں ' لیکن اصلاح افساد پر ' خیر شر پر ' کماً و کیفاً غالب

باب التفسير

الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ماستطعت !)

دنیا عالم کون و فساد ہے ' اس میں ایک چیز بنتی ہے تو دوسری بگڑتی ہے - ایک چراغ بجھتا ہے' تو دوسرا جلتا ہے - کلیوں کے دھن تنگ کا نقشہ بگڑ جاتا ہے' تب پھولوں کا شگفتہ چہرہ متبسم ہوتا ہے - قطرہ اپنی صورت بدل دیتا ہے ' تب موتی اپنی آب و تاب دکھاتا ہے - سیاھی اپنی روانی کھو دیتی ہے ' تب صفحۂ قرطاس پر ایک نقش ثابت جلوہ آرا ہوتا ہے - یہ ابدی قانون ہمیشہ سے جاری ہے ' اور ہمیشہ جاری رہیگا :

کل یــــوم هــو فی شان   ہر دن کی شان نت نئی ہے !

قدرت کا یہی عمل ہے جسکو اللہ تعالی قران حکیم میں آیات الہیہ یعنی خدا کی نشانیوں سے تعبیر کرتا ہے' اور بندوں کو اوسکی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے :

ان فی اختلاف اللیل و النهار   رات دن کے اختلاف اور اون تمام
و ما خلق اللــه فی السموات   چیزوں کے تغیرات میں جنکو خدا
و الارض لا یات لقــوم یتقون -   نے آسمان و زمین میں پیدا کیا
ہے ' اوس قوم کیلیے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں ' جو راہ تقوی اختیار کرتی ہے !

قدرت کا یہ عمل افق عالم کے سوا خود انسان کے اندر بھی جاری ہے - اسکو وہ خود محسوس نہیں کرتا - اسلیے خدا محسوس کراتا ہے :

و فی انفسکم افلا تبصرون ؟   اللہ کی نشانیاں صرف تم سے باہر ہی نہیں ہیں بلکہ خود تمہارے وجود کے اندر بھی موجود ہیں - پھر کیا تم اپنے وجود کو بھی نہیں دیکھتے ؟

انسان دیکھتا ہے کہ ایک گھر بگڑتا ہے اور دوسرا بنتا ہے ' مگر کبھی اونکی طرف دھیان نہیں کرتا - انسان کو بتایا جاتا ہے کہ اوسکے جسم کے ذرات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں ' پھر بھی وہ جاننے کی طرح نہیں جانتا - لیکن یہ بیخبری' یہ بے حسی' یہ سرگشتگی بھی ایک فطرتی اصول کا نتیجہ ہے' اسلیے یہ بھی خدا کی ایک بڑی آیت ہے -

انسان جس چیز کو پیہم و متصل دیکھتا رہتا ہے ' اوسکی اہمیت کا اندازہ بہت کم کرتا ہے - سورج نکلتا ہے ' اور چاند کو اُسکے سنہرے تخت پر بٹھاکر ڈوب جاتا ہے - یہ انقلاب حکومت کیسا عجیب و غریب ہے ؟ لیکن انسان اپنی آنکھیں بند کرکے سو جاتا ہے ' اور اس جلوے کی کچھہ پروا نہیں کرتا - وہ اسکو ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے ' اسلیے تعجب اور کاوش سے دیکھنا نہیں چاہتا - مگر دنیا میں جب دفعتاً کوئی نیا انقلاب ہو جاتا ہے تو وہ دم بخود ہوکے رہ جاتا ہے' اسلیے کہ دفعتاً ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے -

انسان اپنے مخفی اثرات کا بھی احساس نہیں کرتا - اسکے جسم کے ذرے رفتہ رفتہ بدلتے رہتے ہیں ' اور اوسکی عمر آہستہ آہستہ گذرتی جاتی ہے - مگر وہ ہوشیار نہیں ہوتا - یہاں تک کہ قبر کا دھانۂ خاک اسکے لیے کھل جاتا ہے اور آواز اُٹھتی ہے :

الهکم التکاثر حتی زرتم   کثرت لذائذ و فوائد دنیوی کی غفلت نے
المقابر کلا سوف تعلمون   تمہیں بیدار ہونے نہ دیا ' یہاں تک کہ
ثم کلا سوف تعلمون !   قبروں کا چہرہ تمہیں نظر آ گیا !

لیکن فطرۃ الہی سب کی تربیت کرتی ہے - اگر جسم کیلیے دن اور رات ہیں' اگر آنکھہ کیلیے خواب و بیداری ہے' اگر اعضاء کیلیے سکون و حرکت ہے' تو روح بھی ان انعامات الہیہ کی سب سے زیادہ مستحق ہے - وہ پھول کی سیج پر مست خواب رہتا ہے ' اسی حالت غفلت میں دفعتاً رات کا پردہ پھٹتا ہے اور روح بیدار ہو جاتی ہے -

لیکن تمہاری طرح تمہاری روح مرغ سحر کی آواز اور بانگ موذن سے بیدار نہیں ہوتی - وہ بہت سوتی ہے' اور سخت غفلت کی نیند سوتی ہے ' اسلیے اوسکے جگانے کیلیے بجلی کی کڑک ' بادل کی گرج ' اور دھماکے کی آواز کی ضرورت ہوتی ہے - بجلی چمکتی ہے ' بادل گرجتے ہیں ' طوفان اُمنڈتا ہے ' آندھی چلتی ہے ' زلزلہ آتا ہے ' زمین پھٹتی ہے ' تب کہیں جاکر وہ بیدار ہوتی ہے - اور اگر نہیں بیدار ہوتی' تو پانی کے ساتھہ بہہ جاتی ہے' آندھی کے ساتھہ اُڑ جاتی ہے' زمین کی زلزلہ انگیز لرزش کے ساتھہ پیوند خاک ہو جاتی ہے :

حتی اذا جاء امرنا و فار التنور   یہاں تک کہ جب ہمارے قانون
قلنا احمــل فیهـا من کل   تعذیب و انقلاب کا وقت آ گیا
زوجین اثنتین و اهلک الا من   اور عذاب کے تنور نے جوش مارا
سبــق علیــه القــول -   تو قوم نوح کی ہلاکت کا سیلاب
بہہ اُٹھا - اور ہم نے نوح کو حکم دیا کہ اپنے لیے کشتی طیار کرو !

فارسلنـا علیهم ریحـا صرصرا   پس ہم نے اونکے اوپر آندھی
فی ایام نحسات لنذیقهم عذاب   بھیجی جو ہلاکت کے برے
الخــزي فی الحیوۃ الــدنیا -   دنوں میں نمودار ہوئی ' تاکہ
اُنہیں ناکامی و ذلت کے عذاب کا مزا اسی زندگی میں چکھا دیں -

و اخذت الذین ظلموا الصیحة   اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا '
فاصبحوا فی دیارهم جثمین -   اونکو ایک ناگہانی کڑک نے
پکڑ لیا ' وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے !

(کون و فساد روحانی)

کون و فساد کا یہی دائمی عمل معتقدات و روحانیات میں بھی نظر آتا ہے - ایک عقیدہ قائم ہوتا ہے' تو دوسرا بدل جاتا ہے - توحید نور افگن ہوتی ہے ' تو شرک کی تاریکی مٹ جاتی ہے - دل میں ایک گھر کرتا ہے' تو تین کو اوس سے نکلنا پڑتا ہے -

یہ روحانی تغیرات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں' لیکن صرف انسان کی فطرۃ صالحہ ہی کو اسکا احساس ہوتا ہے - وہ اونکے نتائج

(صفحۂ ١٣ کا بقیہ مضمون)

ہو سکتی ہے - اسلام دنیا میں حق و صداقت کی اشاعت کیلیے آیا تھا ' لیکن حق و صداقت کا میدان صرف جہاد ہی کے ذریعہ سے فتح ہو سکتا تھا ' اور صبر جہاد کی حقیقت کیلیے اصلی شرط ہے ' پس اُس نے ہمیشہ حق و صبر کو لازم و ملزوم قرار دیا :

والعصر ' ان الانسان لفی   زمانہ اور اسکے حوادث و نتائج شاہد
خســر ' الا الذین آمنوا   ہیں کہ انسان کی قوتیں اور انسان
و عملو الصالحـــات وتوا   کے تمام اعمال بڑے ہی گھاٹے ٹوٹے میں
صوا بالحق وتواصو بالصبر !   رہتے ہیں اور صرف وہی انسان کامیاب
ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے اندر یقین پیدا کیا ' اور اپنے عمل کو صالح رکھا ' نیز باہم حق کی وصیت کی اور صبر کی طرف ایک دوسرے کو بلایا

و اذا تـولى سعى في الارض لـيـفسد فيـها و يهلك الحرث والنسل و الـله لا يحب الـفساد (بقرہ : ۲۰۵)

وہ اللہ کي زمين ميں اصلاح کيليے بلکہ فساد پھيلانے کيليے قدم اٹھاتا ھے' تاکہ زراعت اور نسل کو ھلاکت کردے' وہ مفسد ھے اور خدا فساد کو پسند نہيں کرتا -

(۱۰) ايک شخص باب کي نا فرماني کرتا ھے' ماں کا کہنا نہيں مانتا' بھائي کي مدد نہيں کرتا' تعلقات رحمي کو منقطع کرديتا ھے' خانہ جنگي شروع ہوتي ھے اور نظام خانگي درھم برھم ھوجاتا ھے' اسليے وہ مفسد ھے :

يقطعـون ما امر الله به ان يوصـل و يفسدون في الارض' اولـئك هـم الخسرون (بقرہ: ۲۰)

خدا نے جس چيز کے جوڑ نے کا حکم ديا ھے' اوسکو کاٹ ديتے ھيں' اور زمين ميں فساد پھيلاتے ھيں' وھي لوگ ھيں کہ نامراد و ناکام رھينگے -

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض و تقطعوا ارحامكم؟ (محمد : ۲۴)

تو پھر کيا تم چاھتے ھو کہ زمين ميں فساد پھيلاؤ اور خدا کے قائم کيے ھوے رشتوں کو قطع کرو؟

(۱۱) توحيد اصلاح کا اصلي منبع ھے' اسليے جو شخص مشرک ھے وہ سب سے بڑا مفسد ھے :

و ما من اله الا الـله و ان الـله لهوالعزيزالحكيم - فان تـولوا فان الله عليـم بالمفسديـن - (آل عمران: ۵۹)

خدا کے سوا کوئي معبود نہيں' اور بلا شبہ خدا ھي کي ذات ھے جو عزيز و حکيم ھے - پھر اگر تم اُسي کے نہيں آگے جھکتے اور اپني غير انساني پرستش گاھوں کو نہيں چھوڑتے ھو تو يقين کرو کہ اسکا نتيجہ تمھارے ھي آگے آئيگا' اور خدا مفسدوں سے خوب واقف ھے -

(۱۲) ايک پيمانہ عدل قائم ھو جاتا ھے' اور دنيا کے سامنے اصلاح کا دروازہ کھل جاتا ھے' مگر ايک تاجر اوس پيمانہ کے برابر نہيں ديتا' وہ فساد کرتا ھے' اور بعد اصلاح کے افساد کرتا ھے' اسليے ايک پيغمبر پکارتا ھے :

فاوفو الكيل و الميـزان ولا تبخسو الـنـاس اشيـاءهم و لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها (اعراف ۸۳)

پيمانے اور ترازو کو پورا کرکے تولو' اور لوگوں کو اونکي چيزيں کم نہ دو' زمين ميں اصلاح کے بعد فساد نہ پھيلاؤ-

(۱۳) مذھب ميں ثابت قدم رھنا اصلاح کي تکميں ھے' اور تذبـذب و ضعف اعتـقاد فتـنہ و فساد کي روح رواں - حضرت موسى عليہ السلام نے توحيد کي تعليم دي' مگر اونکو معلوم تھا کہ يہ عقيدہ ابھي راسخ نہيں ھوا ھے اسليے شرک کا خوف ھے' پس حضرت ھارون کو نصيحت کي :

و قال موسى لاخيه هارون اخلفني في قومي واصلح و لا تتبع سبيل المفسدين (اعراف : ۱۳۸)

موسى نے اپنے بھائي ھارون سے کہا : قوم کي ھدايت کيليے ميرے خليفہ بن جاؤ' اصلاح کرو' اور مفسدين کا اتباع نہ کرو' جو بنکر پھر بگڑجاتے ھيں -

(۱۴) انـفاق مال يعني صدقۂ و زکوۃ اور خيـرات و بخشش سے دنيا کي اصلاح ھوتي ھے اسليے بخل افساد ھے :

و منهم من عهد الله لئن آتيـٰنا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصلحين - فلما آتيهم من فضله' بخلوا به' و تولوا وهـم معرضون (توبہ : ۷۶)

اور بعض ان ميں سے وہ لوگ ھيں جنھوں نے خدا سے عھد کيا کہ اگر ھم کو مال و دولت عطا کريگا تو ھم تيري راہ ميں خرچ کرينگے' اور اسطرح صالحين ميں سے ھوجائينگے' پھر جب خدا نے اونکو مال ديا تو محبت مال ميں خدا کو بھول کر بخل کرنے لگے -

(۱۵) تمام اھل مذاھب اپنے اعمال و عقائد کو ذريعہ اصلاح و ارشاد سمجھکے بجا لاتے ھيں' ليکن ھر وہ عمل جو تعليمات اسلاميہ کے مخالف ھے' افساد ھے - گرفتاران عذاب پکارتے ھيں :

ربنا اخرجنا نعمل صالحاغير الذي كنا نعمل (فاطر: ۳۵)

خدا يا ھم کو جھنم سے نکال کہ ھم صالح اعمال بجا لائيں' وہ نہيں جنکو پہلے صالح کام سمجھکر کرتے تھے بلکہ وہ جو في الحقيقت اصلاح ھے -

(۱۶) افساد بجا سے خود افساد ھے' ليکن اسکے ليے گروہ بندي کرنا اور اجتماعي قوت پيدا کرنا دوسرا فساد ھے' چنانچہ خدا نے مفسد گروھوں کا خاص طور پر ذکر کيا :

و كان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض و لا يصـلحـون -

شھر ميں نو گروہ تھے جو زمين ميں فساد پھيلاتے تھے' اور اصلاح نہيں کرتے تھے -

ذوالقرنين سے لوگوں نے استدعا کي :

قالوا يا ذالقرنين ان ياجوج و ماجوج مفسدون في الارض - (کہف : ۹۳)

اون لوگوں نے کہا اے ذوالقرنين ياجوج و ماجوج کا گروہ زمين ميں فساد کرتا ھے -

ان کے علاوہ فساد کے اور بھي بے شمار جزئيات ھيں جو اصولاً انھي کے تحت ميں داخل ھوسکتے ھيں - خدا نے لفظ فساد کے ساتھ اگرچہ اونکا ذکر نہيں کيا ليکن وہ سب سرچشمۂ فساد ھيں - شراب خواري' قمار بازي' سود خواري' وغيرہ کو خدا نے رجس يعني ناپاکي کہا ھے' ليکن يہ بھي فساد کي مختلف تعبيريں ھيں' کيونکہ ھر گناہ کي ترکيب فساد کے خميرھي سے ھوتي ھے - اللہ تعالى نے تمام ابواب فساد کا جزئيتاً وکليتاً قرآن ميں ذکر کيا ھے' ليکن مفسدين کي کوئي خاص دنيوي علامت نہيں بتلائي جو اونکے اعمال کي عکسي تصوير يا اونکا پرتو ھو' پس وہ صرف اپنے اعمال ھي سے پہچانے جا سکتے ھيں - فساد در اصل عدم محض و تيرگي خالص کا نام ھے' اور تاريکي ميں صرف تاريکي ھي نظر آتي ھے - البتہ افساد کے نتائج نہايت عبرت انگيز طريقے سے بيان فرمائے ھيں اور قرآن حکيم کا اصولي طرز بيان يہي ھے کہ وہ نتائج و خواص اعمال پر سب سے زيادہ زور ديتا ھے اور اسي کے اندر انکے تمام اطراف نظر و بحث آجاتے ھيں -

مگر نتائج افساد بھي کوئي وجودي چيز نہ تھي جسکو اجسام کي طرح دکھلا ديا جاتا' اسليے اوس ميں بھي تعداد و امتياز کو ملحوظ نہيں رکھا ھے' بلکہ ايک ھي عبرت انگيز بربادي مختلف ھلاکتوں کي صورت ميں جلوہ گر ھوتي ھے - [البقية تتلى]

(بقيہ مضمون صفحہ ۲۰ کا)

[۱۰]

دوسرے دن ميجر استوارٹ نے اپنے دوست کو ايک تار دکھلايا جو لندن سے آيا تھا اور جسميں اُسکي بہن نے لکھا تھا کہ ميں بيمار ھوں فوراً چلے آؤ - ميجر نے اس عارضي جدائي پر سخت افسوس ظاھر کيا اور کہا کہ عنقريب واپس آؤنگا -

ميجر استوارٹ ۱۵ - اپريـل کو برلن گيا تھا اور ۱۵ - دسمبر کو واپس روانہ ھوا - يعني ايک توپ کے دھانہ کا صرف پيمائشي عدد معلوم کرنے کيليے اُس نے کامل نو ماہ صرف کيے!

ميجر برلن سے روانہ ھوکر سيدھا پيرس پہنچا' اور جنرل بلر اور وزير نظارۂ جنگ سے ۱۹ - دسمبر کو ملاقات کي - اس ملاقات سے ايک ھفتہ کے بعد يعني ۲۶ دسمبر کو حکومت فرانس نے فيصلہ کيا کہ جنگي طياروں کيليے ايک نئي رقم منظور کي جاے' اور فرانسيسي توپوں کي تجديد و ترقي کيليے نئے ساز و سامان عمل ميں آئيں - اس تجديد کا سب سے بڑا نتيجہ فرانس کي مشھور ۷۵ مليميٹر والي توپ ھے -

دو ماہ کے بعد حکومت جرمني نے معلوم کر ليا کہ فرانس نے نئي طيارياں شروع کردي ھيں' اور جرمني کي ۰۰ مليميٹر والي توپ کا جواب طيار کر رھا ھے -

ہے - یعنی بلحاظ حقیقت کے بھی ' بلحاظ وجود کے بھی' اور بلحاظ نتائج کے بھی -

(٣) ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے ' جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کردیتی ہے -

(٤) اصلاح و افساد کا توازن طبعي صرف دین الہي کے ذریعہ سے قائم رہ سکتا ہے -

(٥) لیکن اس توازن کے قائم رکھنے کیلیے جزئیات عمل میں مصالح عامہ کا لحاظ ضروري ہے -

(٦) اعمال صالحہ کي ایک محدود زندگي ہے' اور وہ جسمانیات کي طرح صحت و مرض یعنی اصلاح و افساد سے گھري ہوئي ہے -

(٧) جمہوریت صالحہ اور اجتماعي قوت عادلہ اسکو امراض سے محفوظ رکھتي ہے اور اصلاح کو ترقي دیتي ہے -

اب ان تمام مراتب پر بہ ترتیب غور کرنا چاہیے -

(بعض ابتدائي جزئیات)

(١) چور چوري کرتا ہے - ایک کا گھر برباد ہوتا ہے' لیکن خود چور کا گھر آباد ہوجاتا ہے - اسلیے یہ افساد بھي ایک دوسري صورت میں اصلاح ہے - با اینہمہ اسکو ہر شخص افساد کہتا ہے - حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب مصر میں پیمانہ کي چوري کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے کہا :

تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد في الارض و ما کنا سارقین (یوسف ٧٣)	خدا کي قسم تملوگ جانتے ہو کہ ہم اسلیے یہاں نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور ہم چور نہیں ہیں -

(٢) ایک شخص اس سے بھي زیادہ ترقي کرتا ہے ' اور محدود چوري کي جگہ ڈاکے ڈالتا ہے - اس سے اگرچہ لٹنے والونکي بستي بالکل لٹ جاتي ہے' مگر لوٹنے والوں کا گھر مال و دولت کي کان بھي بن جاتا ہے ' پس اسمیں افساد کے ساتھہ اصلاح بھي ہے - مگر انبیاء کرام اسکو مایۂ فساد کہتے ہیں - حضرة لوط علیہ السلام نے اپني قوم سے کہا :

ائنکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون في نادیکم المنکر (عنکبوت : ٢٨)	تم فعل خلاف وضع فطري کرتے ہو ' ڈاکہ ڈالتے ہو' اور اپني مجلسوں میں بد اخلاقیوں کے کام کرتے ہو -

یہ فساد ایسا عظیم تھا کہ بالآخر حضرة لوط سے دیکھا نہ گیا ' اور وہ بیقرار ہوکے پکار اٹھے :

رب انصرني علی القوم المفسدین	خدا یا مجکواس مفسد قوم کے مقابلے میں نصرت دے !

(٣) ایک شخص غیر فطري طریقوں سے لذت نفساني حاصل کرتا ہے ' اور اسکو اپنے نفس کي بھلائي اسي میں نظر آتي ہے ' وہ اسکو فلسفۂ عیش و امید کے لقب سے یاد کرتا ہے ' لیکن تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسا مفسدانہ فلسفہ ہے جو حفظ صحت کو' نسل کو' مال و دولت کو' انسان کے قواے طبعي کو یکسر برباد کردیتا ہے ؟ انھي نتائج مہلکہ کے لحاظ سے ایک پیغمبر خدا نے بے اختیار ہوکر کہدیا تھا :

رب انصرني علی القوم المفسدین	خدا یا مجکو مفسد لوگوں پر نصرت عطا کر !

(٤) ایک حکومت ' ایک قوم کي حریت و ازادي سلب کرلیتي ہے ' اس سے غلاموں کي طرح کام لیتي ہے ' اسکي قوت کو فنا کردیتي ہے ' اسکي اخلاقي طاقت کو برباد کردیتي ہے ' اوسکا یہ عمل باطل یکقلم سرچشمۂ فساد ہے' لیکن وہ کہتي ہے کہ میں اپني قوم کي اصلاح کرتي ہوں اور اسیکي اصلاح و عروج کیلیے دوسري قوم کو اپنا عالم بناتي ہوں - پس جو شخص اس حکومت کے خلاف جہاد کرتا ہے' وہ اوسکو مفسد قرار دیتي ہے' لیکن تم کو معلوم ہے کہ خدا اوسکو کیا کہتا ہے ؟

ان فرعون علا في الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح ابناء هم و یستحیي نساء هم - انه کان من المفسدین (قصص)	فرعون نے مصر میں سر کشي کا بڑا ہي سر اٹھایا تھا - اس نے رعایا کو کمزور کرنے کیلیے گروہ در گروہ کردیا - اون میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاہتا تھا' وہ اون کے بچوں کو ذبح کرتا' اونکي عورتوں کو بے عصمتي کیلیے چھوڑ دیتا - بلا شبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا -

(٥) ایک شخص علمي قوت سے قوا میں تغیر پیدا کرنا چاہتا ہے ' کیمیاء بناتا ہے ' جادو سے اشیاء کي صورت بدل دیتا ہے ' اور اون اصول کي مخالفت کرتا ہے جن پر دنیا خدا کے حکم سے چل رہي ہے - تمکو یہ فعل کیسا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے ؟ لیکن کیا خدا کي قدرت بھي اسکو پسند کرتي ہے ؟

فلما القوا قال موسی ماجئتم به السحر ان الله سیبطله ' ان الله لا یصلح عمل المفسدین ، (یونس ٨٢)	جب جادو گروں نے اپني رسیاں پھینکیں تو موسی نے کہا تم نے جس چیز کو نمایاں کیا ہے خدا اسکو باطل کردیگا ' خدا مفسدین کے اعمال کو کبھي صلح نہیں دیتا -

(٦) جو شخص دنیا میں صرف غلبۂ و قہر اور جبر و استبداد کو پھیلانا چاہتا ہے' وہ مفسد ہے' اور اُسکے یہ اعمال مفسدانہ ہیں -

تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین (قصص : ٨٣)	یہ آخرت کا گھر ہم صرف اُنھي لوگوں کیلیے بنائینگے' جو نہ تو خدا کي زمین میں بڑائي اور سرکشي کرنا چاہتے ہیں' اور نہ ہي زمین کا فساد اُنھیں پسند ہے - اور انجام کار انہي لوگوں کیلیے ہے جو متقي ہیں -

(٧) ایک شخص کے پاس بہت دولت ہے ' اُسکي ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ہے' دوسرے انسان محتاج ہیں ' اُنکي حالت کے اصلاح کي ضرورت ہے' مگر وہ شخص اپنے خزانہ کو مقفل رکھتا ہے ' اور خدا کے بندوں کیلیے خدا ہي کي بخشي ہوئي دولت میں سے کچھہ نکالنا نہیں چاہتا :

واحسن کما احسن الله الیک ولا تبغ الفساد في الارض ان الله لا یحب المفسدین (قصص ١٧)	اے قارون ! انسانوں پر احسان کر جیسا کہ خدا نے تجھپر احسان کیا ہے ' اور زمین میں فساد نہ پھیلا ' خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

(٨) ایک راست باز جماعت حج کیلیے سفر کرتي ہے ' دنیا میں نیکي پھیلانے کیلیے اوٹھتي ہے' دنیا کو نور ایمان سے منور کرنا چاہتي ہے ' مگر ایک قوم اُسکو روکدیتي ہے' اوسکي راہ میں رکاوٹ پیدا کرتي ہے ' اُس قوم کي یہ روش انسان کے حقوق کي پامالي ہے اور نیکي کیلیے ہلاکت ہے' اسلیے وہ بھي مفسد ہے :

الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله زدناهم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون (نحل ٩٠)	جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کي راہ سے مسلمانوں کو روکدیا ' ہم اُنکے عذاب پر عذاب بڑھائینگے ' اسلیے کہ وہ فساد کرتے تھے -

(٩) جو شخص انسان کي بوئي ہوئي کھیتیوں کو پامال کردیتا ہے' اُسکے مویشیوں کو زہر دیتا ہے' انسان کے لگاے ہوے درختوں کو کاٹ ڈالتا ہے' اسکي رزق اور محنت پر دست اندازي کرتا ہے' وہ بھي مفسد ہے :

موجودہ جنگ یورپ میں اگر جرمنی کے حیرت انگیز سامان جنگ کے مقابلے میں کسی اسلحہ کا نام لیا گیا ہے تو وہ فرانس کی سب سے بڑی توپ ہے جسکا دھانہ ۷۵ ملی میٹر کا بیان کیا جاتا ہے' اور جو اسی نام سے مشہور ہوگئی ہے - ذیل کی سرگذشت سے معلوم ہوگا کہ حکومت فرانس کو اس توپ کی ایجاد کا خیال کیونکر پیدا ہوا؟

[۴]

سنہ ۱۸۹۶ کا موسم بہار ابھی شروع ہی ہوا تھا' کہ گورنمنٹ فرانس کو جرمنی کی ایک جدید جنگی ایجاد کی خبر ملی - معلوم ہوا کہ بعض جرمن کارخانوں نے ایک ایسی نئی توپ ایجاد کی ہے جو اُن تمام توپوں سے زیادہ تیز چلنے والی اور زیادہ مہلک آتشباری کرنے والی ہے جو اس وقت تک ایجاد ہوچکی ہیں - فرانس کی نظارت جنگ نے اسکی تحقیقات کرنی چاہیے - اسی زمانے میں انگلستان کا ایک فوجی افسر میجر استوارٹ سیر و سیاحت کیلیے فرانس گیا تھا اور انگلستان کے اخبارات نے کسی واقعہ کے ضمن میں اُسکی سراغرسانی کی قابلیتوں کی تعریف کی تھی - گورنمنٹ فرانس نے میجر مذکور کی خدمات حاصل کرلیں' اور اس عجیب توپ کی خفیہ تحقیقات کا کام اُسی کے سپرد کردیا -

میجر استوارٹ ہر طرح اس کام کیلیے موزوں تھا - جرمن زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا' توپ سازی اور آلات توپ کی ایجادات کے فن سے بھی اِسے بڑی دلچسپی رہی تھی - بلکہ ایک حد تک اس فن کا ماہر تھا -

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ باپ کی طرف سے گو انگریز تھا' مگر ماں فرانسیسی تھی' اور اسلیے اسکی رگوں میں فرانسیسی خون موجود تھا - اس قسم کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ ضرورت تحریک جذبات کی ہوتی ہے - فرانسیسی تعلق کی وجہ سے وہ فرانس کی قومی خدمت' اپنے قومی جذبات صرف کرکے کرسکتا تھا -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہ ایک زمانے میں مشرقی افریقہ کی سیاحت کرچکا تھا - مشرقی افریقہ جرمنی کے ماتحت ہے اور ایک خالص جرمن نو آبادی ہے - یہاں وہ عرصہ تک شہر دمار میں ہیرے کی کانوں کی تفتیش کا کام کرتا رہا - بہت سے قیمتی ہیرے اس نے دریافت کیے' اور اس دریافت کے ذریعہ تمام جرمنی میں شہرت حاصل کرلی - حتی کہ بعض اخبارات نے اسکے حالات زندگی شائع کیے' اور بڑے بڑے امرا اور سرمایہ داروں نے خط و کتابت کی -

غرضکہ ان تمام وجوہ سے میجر استوارٹ کا انتخاب ایک بہترین انتخاب تھا - میجر نے جرمنی کے بڑے بڑے آدمیوں کے نام چند تقریبی خطوط بھی حاصل کرلیے' اور تمام ضروریات کار فراہم کرکے برلن روانہ ہوگیا -

[۵]

برلن پہنچکر میجر استوارٹ ایک نہایت عالیشان ہوتل میں مقیم ہوا' اور اپنے سابقہ تعلقات اور جدید تقریب و معرفی کے خطوط کے ذریعہ وہاں کی بڑی بڑی سوسائٹیوں میں رسائی پیدا کرلی -

میجر استوارٹ کا اصلی مقصد توپ سازی کے کارخانوں علی الخصوص مشہور کارخانۂ کرپ کے اسرار و خفایا سے وابستہ تھا' اور اسمیں یا تو وہاں کے ملازموں سے مدد مل سکتی تھی' یا فوجی حلقہ کے کسی افسر سے - لیکن اس نے اپنی زندگی اور زندگی کی تمام صحبتوں کو ان دونوں جماعتوں سے ابتدا میں الگ رکھا تاکہ کسی قسم کا شبہ نہوسکے' اور زیادہ تر امرا و رؤساء کی صحبتوں میں اپنی آمد و رفت شروع کردی -

جب کچھہ عرصہ اس حالت پر گذر چکا' تو ایک قدم آور آگے بڑھایا' اور عام مجمعوں کی آمد و رفت شروع کی - اسطرح کے مجمعوں میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے ہیں' اور بلا سابقہ تعارف کے محض لہو پرستی و عیش دوستی کا رشتہ نئے نئے تعلقات پیدا کردیتا ہے -

• ایک بیفکر اور دولت مند عیاش کی لا ابالانہ زندگی میں اس نے اپنے مقصود کی طرف تیز قدمی کی - وہ ہر روز بڑے بڑے تھیٹروں میں جاتا' کلبوں میں بالالتزام شریک ہوتا' قمارخانوں میں بڑی بڑی بازیاں لگاتا' گھنٹوں بیلرڈ کھیلتا' رقص و سرود کے تماشا گاہوں میں قیمتی سے قیمتی جگہ اسکے لیے ہمیشہ محفوظ رہتی - تاش کے پتوں میں اسکی زندگی کی سب سے بڑی محبوبیت تھی - وہ اکثر اپنے نئے دوستوں سے کہتا: " صبح کے بستر کی چاء اور رات کے لذیذ ڈنر سے مجھے محروم کردو' مگر ان محبوب پتوں کو میری نظروں سے اوجھل نہونے دو - انکی رفاقت میں ہارنا بھی ایک عیش بہشت ہے " تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اسکی امیرانہ عیش پرستیوں کا چرچا جا بجا ہونے لگا' اور بہت سے فوجی افسروں اور فوجی کارخانوں کے متعلقین سے اسکی دوستانہ ملاقاتیں ہوگئیں -

وہ بلا ناغہ تھیٹر میں جاتا' اور جب تماشہ ختم ہو جاتا تو بعض فوجی افسروں کو اپنے ساتھہ ہوتل میں لیجاتا اور ایک حاتمانہ فیاضی کے ساتھہ قیمتی سے قیمتی شراب پلاتا - طرح طرح کے تذکرے درمیان میں آتے' کبھی مشرقی افریقہ کے حالات بیان کرتا' کبھی جنوبی افریقہ کے قمار خانوں اور عیش کدوں کے افسانے سناتا' کبھی اُن بڑی بڑی بازیوں کے واقعات کہتا جو اس نے کارلو کے مشہور عالم قمار خانے میں لگائی تھیں -

[۶]

یہ تمام فوجی افسر بھی پرلے درجہ کے عیاش اور قمار باز تھے - انکے لیے ایک ایسے اجنبی مسافر کی صحبت جو اپنی دولت بلا دریغ لٹا رہا تھا' نعمت غیر مترقبہ تھی - وہ اپنی قسمت پر ناز کرتے کہ بلا طلب و سعی ایک ایسی طلائی صحبت میسر آگئی ہے' جسکا کبھی انہیں تصور بھی نصیب نہ ہوا تھا - میجر استوارٹ بھی روز بروز اپنی فیاضی کا دام زیادہ پھیلاتا جاتا' اور ایک ایک نشست میں پانچ پانچ پونڈ خرچ کر دیتا -

تھوڑے ہی دنوں میں میجر استوارٹ کو ان افسروں کے تمام حالات معلوم ہوگئے - اس نے دیکھا کہ سب کے سب قماربازی میں مبتلا ہیں' اور جیسا کہ اس کا لازمی نتیجہ ہے' روز افزوں افلاس و فقر نے سب کو مصیبت زدہ بنا دیا ہے - ان میں سے چند آدمی ایسے تھے جو قمار بازی کو کسی علمی و اعدادی اصول پر منطبق کرنے کے خبط میں گرفتار تھے - انکا عقیدہ تھا کہ ایسے علمی اصول دریافت کیے جاسکتے ہیں جنکے معلوم ہو جانے کے بعد کبھی بازی غلط نہیں ہو سکتی اور کبھی آدمی ہار نہیں سکتا - انمیں سے ایک افسر تو اسکو علم الاعداد کا مسئلہ بتلاتا تھا - لیکن دوسرا مصر تھا کہ ریاضی سے اسے کوئی تعلق نہیں' اسکی کنجی قدیم زمانے کے مخفی علوم میں دریافت کرنی چاہیے - البتہ اس علمی ماتم میں سب یکساں شریک تھے کہ " افسوس سائنس نے سب کچھہ دیا لیکن! ابتک جوے کے لیے کوئی علم صحیح دریافت نہ کرسکا"! - جب کبھی دنیا کی آیندہ علمی ترقیات کا موضوع بحث درمیان میں آتا تو وہ بالاتفاق کہتے: " مستقبل کے علمی عہد کا سب سے بڑا حکیم وہی ہوگا جو جوے کو ایک با قاعدہ فن بنا دے " میجر نے اپنے دوستوں کی اس کمزوری کو محسوس کر لیا' اور اسی پر اپنے نفوذ و اثر کی عمارت کھڑی کی - سب سے پہلے اس نے اس قسم کی روایتیں سنائیں جن میں بعض عجیب و غریب انسان کسی پر اسرار علم کے ذریعہ ہمیشہ جیتتے تھے اور کوئی انسے جیت نہیں سکتا تھا - اس نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ قمار خانہ کارلو میں ایک اسپینی سیاح نے دو ماہ تک قیام کیا اور تقریباً سو

برید فرنگ

جواسیس الحرب

(ایک فرانسیسی جاسوس جرمنی میں)

(فرانس نے اپنی سب سے بڑی توپ کیونکر ایجاد کی ؟)

ایک دلچسپ حکایت

انسان کے اعمال جذبات کا باہم ربط و اختلاف دنیا کا سب سے زیادہ عجیب منظر هے - اخلاقی محاسن کا حکم حسن و قبح هر نئے دائرے میں آکر بدلتا ' اور هر نئے میدان عمل میں ایک نئی صورت اختیار کرتا هے - ایک هی چیز ایک جگه حسن هے ' دوسری جگه قبح - ایک هی فعل ایک دائرے میں نیکی هے ' دوسرے دائرہ میں بدی - ایک هی عمل ایک کیلیے اصلاح هے ' دوسرے کیلیے افساد - ایک هی حکم ایک جماعت کیلیے زندگی هے ' دوسرے کیلیے موت - نیولوں کی سیج محل شاهی میں آراستہ کی جا رهی هے ' مگر دوسری جگه باغ و چمن کی تمام دولت لٹ رهی هے '

ز عمارت جمنست بر بهار منتها ست
که گل بدامن ما دسته دسته می آید !

[۲]

شخصی اور جماعتی ' دونوں حالتوں میں " جاسوسی " اور " مخبری " کس قدر واضح فعل قبیح هے ؟ جاسوسی کے معنی یه هیں که در پردہ کسی کے کاموں کا کھوج لگانا ' اور چھپ کر اسکے اعمال کی ٹوہ میں رهنا - یه فی الحقیقت انسان کے فطرتی حق خود مختاری و آزادی میں مداخلت هے ' اور کسی انسان کو اسکا حق نہیں پہنچتا که دوسرے انسان کے آزادانہ اعمال و افعال کی مخفی سراغرسانی کرکے اسکے اختیار و حق عمل کو سلب کرے - علاوہ بریں چھپ کر کسی کام کے انجام دینے سے انسانی عزم و ارادہ کا شرف اور احساس عزت بالکل فنا هوجاتا هے ' اور اسطرح کا متجسس جہاں دوسرے کی آزادی عمل میں دست انداز هوتا هے ' وهاں اپنے دماغ و جذبات کے شرف کو بھی کھو دیتا هے - یہی وجه هے که عام طور پر اخلاق نے جاسوسی کو نہایت مذموم فعل قرار دیا ' اور قرآن حکیم نے فرمایا که :

لا تجسسوا ' چھپ کر ٹوہ میں نه رهو -

لیکن یہی جاسوسی جب ایک دوسرے بهیس میں نمودار هوتی هے ' اور ملکی و فوجی خدمت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیتی هے ' تو یکایک اخلاقی احکام کی کائنات میں ایک انقلاب عظیم هوجاتا هے ' اور وهی چیز جو اس سے پہلے غیر اضافی حالت میں انسانی رذالت و خباثت کا بد ترین فعل سمجھی جاتی تھی ' اب جرات ' شجاعت ' شہامت ' اور جذبات فائقه و فاضله کا نمونه بن جاتی هے !

اگر ایک شخص تمہارے اعمال کی جاسوسی کرے ' چھپ چھپ کے تمہارے کاموں کو دیکھے ' راتوں کی تاریکی میں تمہارے پیچھے چلے ' اور دروازوں کی آڑ سے تمہارے اعمال کا کھوج لگاے ' تو اسپر تمہیں کسقدر غصہ آئیگا ؟ تم کہوگے که یه انسانیت نہیں هے شیطنت هے - یه اخلاق کی هلاکت هے ' یه شرافت نفس کا خاتمه هے -

لیکن اب تم خود اُٹھتے هو که اپنی قوم اور ملک کیلیے اسکے دشمنوں کی جاسوسی کرو ' انکے سازوسامان جنگ کا سراغ لگاؤ ' انکی مخالفانه تدبیروں کو چھپ کے معلوم کرو ' انکی تعداد فوج اور اسباب و اسلحه کے مخفی حالات دریافت کرو ' اور ان معلومات کے ذریعه اپنی حکومت ' اپنی فوج ' اپنی قوم کی کامیابی و فتح مندی میں معین هو - یه بھی جاسوسی هے - البته اس جاسوسی کا مقصد دوسرا هوگیا هے - جو شخص تمہارے افعال کی جاسوسی کرتا تھا ' اسکا مقصد یا تو تم سے شخصی دشمنی تھی ' یا تمہاری کسی دشمن جماعت یا دشمن حکومت کے احکام کی تعمیل - مگر تم اپنے لیے نہیں ' بلکه اپنی قوم اور اپنی جماعت کے فوائد کیلیے اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتے هو ' اور اسکے دشمنوں کی مخفیات کی سراغرسانی کرتے هو - پس مقصد کے اختلاف نے تمہارے اخلاقی حکم کو بھی بدلدیا هے - پہلی صورت میں تم جاسوسی کو بدترین عیب سمجھتے تھے ' دوسری صورت میں ایک ایسی فضیلت جسکی تم کو آرزو هے ' جسکے لیے قومی ناموری هے ' بہتر سے بہتر صله هے ' اور عزت و احترام کا نمایاں استحقاق - و انما الا عمال بالنیات !

[۳]

دنیا کی قدیم سے قدیم جنگوں کی تاریخ میں بھی "جاسوسی" کا پته چلتا هے ' اور همیشه فوجی اعمال کے نہایت اهم اجزاء میں سے ایک چیز جاسوسی بھی رهی هے - قدیم روایتوں میں هم نے نہایت دلچسپی کے ساتھ اُن جاسوسوں اور عیاروں کے حالات پڑھے هیں جو بهیس بدل بدل کے دشمن کی فوجوں میں جاتے تھے ' اور اُنکی آنکھوں میں خاک ڈالکر اپنی تمام مطلوبه معلومات حاصل کرلیتے تھے - موجودہ زمانے کی ترقیات نے جس طرح " سراغرسانی " کے علم کو ایک بہت بڑا فن بنا دیا هے اور اسقدر ترقی دی هے که اسپر صدها کتابیں لکھی گئی هیں - اسی طرح " فوجی جاسوسی " کے کاموں میں بھی عجیب عجیب وسعتیں پیدا کی گئی هیں ' اور گذشته پچاس سال کی لڑائیوں میں جاسوسوں کی سرگذشتیں نہایت عجیب و غریب رهی هیں -

موجودہ جنگ یورپ نے جہاں هر طرح کے جنگی مباحث و مذاکرات کا دروازہ کھولدیا هے ' وهاں فن جاسوسی اور اسکی وقیع و اهم سرگذشتوں کے بھی عجیب عجیب سلسلے اخبارات و رسائل میں نکل رهے هیں - یورپ کی کوئی ڈاک ایسی نہیں آتی جسمیں جاسوسی کی گذشته و موجودہ سرگذشتوں کا ذخیرہ نه هو - حال میں ایک فرانسیسی اهل قلم نے فرانس و جرمنی کے جنگی تعلقات قبل از جنگ کی سرگذشت شائع کی هے ' جس سے موجودہ جنگ کی طیاریوں ' جرمنی کی مخفی کوششوں ' اور جاسوسی کے دلچسپ واقعات و حوادث پر ایک نہایت وقیع روشنی پڑتی هے -

ہر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

بنکلی کی مسٹریز اف دی کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوں میں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑی سی رہگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - آپ اسکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بؤبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

امراض مستورات

کے لیئے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا عرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگوں کو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجوں کی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور تمام زندگانی حاصل کریں یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر - ڈاکٹر ایم سی - ننجنڈا راو اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - "میںنے اوبہرالین کو امراض مستورات کیلیئے نہایت عمدہ اور مناسب پایا" -

مس ایف - جی - ڈبسر - ایل ایم ایل ار - سی - پی اینڈ ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں : - "نمونے کی شیشیاں اوبہرالین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پایا" -

مس ایم جی - ایم - ڈاکٹر - ام ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لندن) سپرنٹنڈنٹ سپرنٹنڈ ڈاکٹر ہاسپٹل فرماتی ہیں : "اوبہرالین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے ان شکایتوں کیلیئے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے" -

قیمت فی بوتل - ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیئے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

نصف قیمت اور طبلہ انعام

ہمارا سائنس فکس فرسٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب وہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں ساگوان لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیئے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ ضرور آزمایش کیجیئے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیئے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیئے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیئے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک کوری اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک طبلہ و ڈگی انعام دیا جاویگا - ہندی ہارمونیم سکھنا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ

۱۳ - ۱۷ - ۲۰ - روپیہ

ڈبل

۲۱ - ۲۷ - ۲۹ - روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ... آنا چاہیئے -

.. Iyer Co. .. Srigopal Mallik Lane
Bowbazar, Calcutta

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکی وجہ انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا ان دہرتی ... کو پھر پیدا کر دیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اوراس سے ... تو ہمارا دمہ -

کہانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے قیمت دو روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists
Dharamtola Street, Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

... اور نہایت لاجواب

قیمت سنگل ریڈ

۱۴ - ۱۸ - ... روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ

۲۱ - ۲۸ - ۲۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور ... آنا چاہیئے -

Imperial Depot 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتی جنون - مرگی جنون - غمگین رہنے کا جنون - عقل میں فتور - بے خوابی وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح وسالم ہوجاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta

مفت! مفت!!

... صاحب ڈاکٹر ... صاحب کا تصنیف کردہ ... کا رہنما و صحت ... کا بیمہ کتاب قانون ... مفت روانہ ہوگا -

Swasthy ... 30/2, Harrison Road Calcutta

مرتبہ بازي لگائي - صرف گیارہ مرتبہ ھارا - ایک کم نوے مرتبہ روپیہ کا ڈھیر اسي کے سامنے تھا !

اسي سلسلے میں وہ اپني مہارت کا بھي ضمناً تذکرہ کردیتا ' مگر اس ادعاء میں کافي جزو انکسار کا بھي ھوتا - وہ کہتا : " اس میدان میں دعوی کون کرسکتا ھے ؟ تاھم مہارت بھي ایک علمي حقیقت ھے اور اس سے میں انکار نہیں کرتا "

ان تذکروں نے بیچارے قمار زدہ افسروں کو بالکل مدھوش کردیا اور وہ یکسر اسکے قابو میں آگئے - ایک طرف روزانہ فیاضیوں کي چاٹ ' دوسري طرف قمار بازي کي مہارت اور اسکے دقیق نکتوں کے حاصل کرنے کا شوق ' تیسري طرف دولت اور تمول کا قدرتي اثر ونفوذ - تھوڑے ھي دنوں میں انکا یہ حال ھوگیا کہ میجر اسٹوارٹ کو ایک دیوتا کي طرح پوجنے لگے -

[۷]

ان دوستوں میں ایک شخص جنگ زولو کا نامور افسر تھا - کئي تمغے بھي اس نے حاصل کیے تھے - لیکن قمار بازي کي لت نے بالکل مفلس و قلاش کردیا تھا - میجر اسٹوارٹ نے زیادہ تر اسي پر نظر رکھي ' اور اسي کي اخلاقي کمزوریوں کو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بنانا چاہا -

سب سے پہلا وار یہ کیا کہ اس سے تنہا صحبتیں شروع کردیں اور یقین دلایا کہ جس چیز کي تمہیں تلاش ھے ' میرا وجود اسي کي کنجي ھے - تم دیکھتے ھو کہ نہایت بے دردي کے ساتھہ روپیہ لٹاتا ھوں ' اور تم اسپر سخت متعجب ھوتے ھو - حالانکہ جو چیز مفت حاصل کي جاتي ھے ' مفت لٹائي بھي جاتي ھے - میري تمام دولت صرف مشق و مہارت قمار کا نتیجہ ھے - چند ایسے نکتے حاصل کرلیے ھیں جنکي بدولت سو بازیوں میں اسي بازیاں میري کہیں نہیں گئیں - اگر تم چاھو تو علم و عمل قمار کي یہ سب سے بڑي قیمتي چیز تمہیں بھي سکھادوں -

اس جادو کا اس غریب کے پاس کوئي منتر نہ تھا - پھر اس سے بھي بڑھکر یہ کہ قمار بازي کیلیے بے دریغ روپیہ دینا شروع کردیا - ایکسو بیس پاؤنڈ کا اس پر ایک قرض تھا جس سے بہت پریشان و عاجز رھتا تھا - وہ بھي اس فیاض اجنبي نے ادا کردیا -

[۸]

لیکن ساتھہ ھي وہ دوسرے شکاروں سے بھي غافل نہ تھا - نہیں معلوم کونسا شخص آگے چلکر زیادہ مفید ھو؟ اسلیے جسقدر فوجي افسر اسکے دام میں پھنس چکے تھے ' سب سے تعلقات بڑھاتا جاتا تھا -

اسي اثناء میں خود بخود ایک عجیب واقعہ پیش آیا ' جسکا اسے شان و گمان بھي نہ تھا - ایک دن میجر اسٹوارٹ اور اسکا سحر زدہ قمار دوست ھوٹل کے کمرے میں بیٹھے تھے ' اور میجر اسکے پھنسانے اور اچھي طرح اپنے قابو میں لانے کیلیے ایک نیا دام ڈال رھا تھا - اس نے کہا کہ " مشرقي افریقہ میں ابتک متعدد مقامات ایسے باقي ھیں جہاں ھیرے کي بڑي بڑي کانیں نکل سکتي ھیں ' اور جنکي نسبت گذشتہ قیام افریقہ کے زمانے میں پوري تحقیقات کرچکا ھوں - لیکن یورپ کے سرمایہ داروں کو اسکي خبر نہیں - میرا ارادہ ھے کہ ایک نئي کمپني قائم کروں ' اور فرانس اور جرمني ' دونوں ملکوں سے اسکے لیے سرمایہ فراھم کیاجاے - اگر میں ایسا کرسکا تو تم بھي اسکے حصہ دار ھوگے ' خواہ ایک کوڑي بھي نہ دیسکو "

یہ سنکر فوجي افسر کي زبانسے بے اختیار نکل گیا :

" یہ نہایت ھي عمدہ خیال ھے - لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تمھاري مجوزہ کمپني اس آنے والے وقت سے پہلے قائم ھوسکے جبکہ ھماري نئي توپیں بالکل مکمل ھو جائینگي اور یورپ کي سب سے

ان فرانسیسي بندروں سے ھوگا - ایسي حالت میں بہتر ھے کہ سال دو سال تک فرانس و جرمني کي کسي مشترکہ کمپني کا خیال چھوڑ دو - تمھاري محبت مجھے مجبور کرتي ھے کہ ایک سرکاري راز کو اس بے تاملي سے ظاھر کردوں - اگر تم نے کمپني قائم کي تو دو سال تک کوئي جرمن سرمایہ دار اسکے حصے نہیں خریدیگا "

میجر اسٹوارٹ نے اپنے مخفي جذبات کو ضبط کرکے نہایت بے پروائي سے کہا :

" ھم فوجي لوگ جنگ کے خواب دیکھتے دیکھتے پاگل ھوگئے ھیں - یہ قصے اخباروں کي وھم سازیوں کیلیے چھوڑ دو - ھمیشہ کہا جاتا ھے کہ فلاں حکومت جب فلاں قسم کي توپیں بنالیگي تو جنگ یورپ شروع ھوجائیگي - فلاں حکومت کے پاس جب اتنے ڈریڈناٹ جہاز ھوجائینگے تو وہ ایک منٹ صبر نہ کریگي - مگر یہ کہیں توپوں کا ڈھلنا ختم ھوتا ھے ' اور نہ جہاز ھي بن چکتے ھیں - میں ان باتوں کو صرف گپ سمجھتا ھوں "

فوجي افسر نے نہایت صفائي کے ساتھہ جواب دیا :

" ھاں تمام یورپ کا یہي حال ھے ' مگر ھمارے پروگرام جنگ کو ایسا سمجھنا تمھاري غلطي ھے - تم خود اپني آنکھوں سے دیکھہ لوگے کہ جونہي کارخانہ کرپ نے اپني آخري ایجاد مکمل کرلي ' یورپ کا نقشہ یکایک درھم برھم ھوجائیگا "

میجر اسٹوارٹ کے سامنے خود بخود راستہ کھل گیا - اس نے نہایت سادگي سے پوچھا :

" کونسي آخري ایجاد ؟ "

افسر نے کہا :

" یہ کوئي نہیں بتلا سکتا ' مگر کارخانہ کرپ کا ایک انجینیر میرا ھمراز و ھم صحبت ھے - اسکي زباني سننے میں آیا ھے کہ شاید کوئي نئي توپ طیار ھو رھي ھے - اسکے دھانے کا قطر ۷۵ ملیمیٹر ھوگا اور اسکي زد کا مقابلہ دنیا کا کوئي صناعي آلہ نہیں کرسکے گا "

میجر اسٹوارٹ نے کہا :

" خیر ' ھمیں ان بحثوں سے کیا غرض ؟ شامپین کا ایک گلاس اس ایجاد سے کہیں زیادہ قیمتي ھے - آو ایک جام اڑائیں اور کہیں ٹہلنے چلیں - ان باتوں سے دنیا کے کاروبار معطل نہیں ھو سکتے "

[۹]

اب بند خود بخود ٹوٹ چکا تھا - بغیر اسکے کہ میجر روشني کي مزید تلاش کرے ' خود ھي روشني اسکے آگے چمک گئي - ایک دن جبکہ جام و مینا کي گردش خوب ھوچکي تھي ' میجر نے پھر متوقعہ جنگ یورپ کا تذکرہ چھیڑ دیا - اس نے جرمن افسر کے گلاس میں شامپین انڈیلتے ھوے کہا تھا :

" لیکن میرے دوست ! پیرس کے اخبار تو کہتے ھیں کہ ھمیشہ سنہ ۷۱ ھي نہیں رھیگا ' جبکہ سیدان کا معرکہ پیش آیا تھا اور جرمني نے فرانس کو کچل ڈالا تھا "

افسر نے رومال سے منہ پونچھا اور قہقہہ لگایا :

" اگر ھمیشہ سنہ ۷۱ نہیں ھے تو سنہ ۹۹ تو آنے والا ھے ؟ یقین کرو کہ جرمني کو اب اپني قدرتي سیادت کیلیے زیادہ انتظار کي ضرورت نہیں ھے - تمام سامان مکمل ھوچکا ھے - برلن میں عنقریب فوجي روانگي کا ترانہ گایا جائیگا - اب ھمارے سفر کا دوسرا پروگرام ھے - ایک ھي کوچ میں جرمن فوج سیدھي پیرس پہنچ جائیگي ' اور جہاں آج نمایش پیرس کي عمارتیں کھڑي کي جارھي ھیں ' یہ ھماري فوج کي چھہ کمپنیوں کے قیام کیلیے بہت ھي عمدہ میدان ھوگا "

بعد کو واقعات سے معلوم ھوا کہ فوجي افسر کا یہ بیان جرمني کے اس پروگرام کي طرف اشارہ تھا جو فروري سنہ ۱۸۹۷ میں جمعیۃ فرانسیس کیلیے اس نے تجویز کیا تھا -

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (القرآن الحکیم)

البلاغ

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۱ | کلکته : جمعه ۱۳ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 18th February, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل ہے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا ہے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے ' اور یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد الله که زیر طبع ہے -

یه ترجمه کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها ہے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

البلاغ

فی

مقاصد القران

ھــذا بـیـان لـلـنـاس ‘ و ھـدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر‘ اثر خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور ارسکي محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے‘ یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کي تفسیر کا هوگا‘ انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

---

نوادر آثار مطبوعات قدیمهٔ هند

تاریخ هندوستان

ترجمه فارسي " هسٹري آف انڈیا " مصنفهٔ مسٹر جان مارشمن

مطبوعهٔ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

هندوستان کي تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه محنتیں کي هیں‘ ان میں مسٹر جان- سي مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هے - اسکا نهایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحیم گورکهپوري نے کیا تها‘ اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بهرام شاه نبیرهٔ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نهایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تها۔ اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چهپائي بهي هے - یعنے چهپي تو هے ٹائپ میں‘ لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا هے - کاغذ بهي نهایت اعلی درجه کا لگایا گیا هے - علاوه مقدمه و فهرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هیں - قیمت مجلد ۳ - روپیه -

ترجمه تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازي رحمة الله علیه کي تفسیر [illegible] درجه کي کتاب هے‘ جسکا اندازه ارباب فن هي خوب کر سکتے [illegible] اگر آج یه تفسیر موجود نه هوتي تو صدها مباحث و مطالب [illegible] تهے جو همارے معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف [illegible] کرکے اسکا اردو ترجمه کرایا تها‘ ترجمے کے متعلق ایڈیٹر هلال [illegible] راے هے که وه نهایت سلیس و سهل اور خوش اسلوب [illegible] ترجمه هے

لکهائي اور چهپائي بهي بهترین درجه کي هے - جلد اول کے [illegible] نسخه دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود هیں پہلے [illegible] دو روپیه تهي اب بغرض نفع عام - ایک روپیه ۸ - آنه [illegible] گئي هے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکته " کے نام آئیں

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address- "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۱

کلکتہ : جمعہ ۱۳ - ربیع الثاني سنہ ۱۳۳۴ ھجري
Calcutta : Friday, 18th February 1916.

جلد ۱

افکار و حوادث

گذشتہ جنوري میں "مجوزہ شیعہ کالج" کا جو وفد هز آنر سر جیمس مستن بہادرکي خدمت میں بمقام لکھنو پیش هوا تھا ' اسکي روئداد اب ایک رسالہ کي شکل میں شائع کي گئي ھے- روئداد کا خلاصہ یہ ھے کہ ۱۴ - جنوري کو گورنمنٹ هاؤس لکھنو میں ایڈریس پیش کیا گیا ' اور اُسکے جواب میں خطاب ملوکانۂ همایوني نے عرض و نیاز کے ایک ایک لفظ کو خلعت قبولیت و پذیرائي عطا فرمایا :

دیدار هم میسر و بوس و کنار هم
از بخت شکر دارم و از روزگار هم !

ادھر عرض نیازکي ارادت کیشي تھي' تو اودھر نگاہ ... کرم کي عجز پروري - ادھر عشق کام طلب کي امیدواري تھي ' تو اودھر حسن عشق نوازکي کام فرمائي - ادھر " ادعوني " کي تعمیل میں دست دعا دراز تھا ' تو ادھر وعدۂ " استجب لکم " کي تصدیق میں دروازۂ استجابت باز- ایک طرف سراسر عشق تھا - دوسري طرف سراسر حسن :

وجود او همہ حسن ست و هستیم همہ عشق
بہ بخت دشمن و اقبال دوست سوگند ست !

رسم و راۂ کوچۂ عشق کے ... جانتے هیں کہ یہاں حق و هنر کا سوال کام نہیں دیتا ... دنیا کا سارا دار و مدار محض بخشش و کرم پر ھے : اُسکي نظریں جسپر پڑ جائیں اور اُسکي بے نیازي جسکو سرفراز کردے' وهي سب سے زیادہ مستحق' اور اُسي میں سب سے بڑا هنر ھے - اِستحقاق اور هنر دکھلا کر چاندي اور سونا لیا جاسکتا ھے لیکن محبت کي نظریں اور پیارکي ادائیں نہیں خریدي جاسکتیں - ارسطو اگر لیلي کے ... کا پردہ اُٹھاتا اور قیس کي دیوانگي کے مقابلہ میں اپنے فن منطق کو پیش کرتا ' تو آپکو اچھي طرح معلوم ھے کہ کیا جواب ملتا :

معمورۂ دلے اگرت هست بازگوے
کاینجا سخن بہ ملک فریدوں نمي رود

پس عالم حسن و عشق کے کاروبار اور رد و قبول کے احکام دوسرے هیں ' اور یہاں سب سے بڑا جوهر' سب سے بڑا هنر' سب سے بڑا استحقاق ' سب سے بڑي دلیل ' اور سب سے بڑا صغرا کبری یہ ھے کہ اُس کي نظریں قبول کرلیں ' اور وہ کہ سب چاهنے والوں کي چاهتیں اُسي کیلیے هیں' خود کسي کي شیفتگي کو اپني چاهتوں کیلیے چھانٹ لے - پھر جسکو خود وہ چاھے' اسکي قسمت کا کیا پوچھنا کہ عشق کي شہنشاهي اور اقلیم حسن کي فرماں روائي ھے - بن پڑے تو اپني چاهتوں میں اس خوش نصیب کو بھي شامل کر لیجیے کہ محبوب کا محبوب بھي محبوب هوتا ھے ' اور مذهب عشق کا منتہاء کمال یہي ھے :

چاهیے اچھوں کو جتنا چاهیے
وہ اگر چاهیں تو پھر کیا چاهیے ؟

مرحوم ذوق کي غزلوں میں میں اپنا ذوق بہت کم پاتا هوں تا هم ایک شعر انکا بھي یاد آگیا :

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رھے
نہ خدائي کي هو پروا نہ خدا یاد رھے

اردو شاعري میں جس چیز کو " معاملہ گوئي " کہتے هیں' شعراے ایران اُسے " وقوعہ گوئي " سے تعبیر کرتے هیں - اواخر عہد صفویہ میں فغاني کے اسکول نے جو شعرا پیدا کیے' انھوں نے خاص طور پر اس رنگ کو بہت ترقي دي - ازآنجملہ ضمیري صفاهاني ھے جسکا ایک شعر مجھے نہیں بھولتا :

چو مي بینم کسے از کوے او دل شاد مي آید
فریبے کز وے اول خوردہ بودم یاد مي آید

اس وفد نے جو ایڈریس پیش کیا تھا وہ اسقدر دلچسپ نہیں ھے جسقدر ایڈریس کا جواب دلچسپ ھے' اور ایسا هونا ضروري تھا - عشق خواہ کسي شکل میں هو' عجز و نیاز کیلیے ھے- دلبري و رعنائي کیلیے نہیں ھے - یہ خواص حسن کے هیں - اسکا کوئي جلوہ دلربائي و نظارہ پروري سے خالي نہیں هوتا - یہ تو وہ چیز ھے کہ اگر بے مہري و غیظ و غضب ... هو' جب بھي پیارکرنے هي کي چیز هوتي ھے' پھر لطف و نوازش اور بخشش و کرم کي هوش ربائي کا کیا پوچھنا :

ساغرکو مرے هاتھہ سے لیجیو کہ چلا میں !

هزانر اپنے جواب میں فرماتے هیں :

" اس بیان سے میرا هرگز یہ مطلب نہیں ھے کہ مجھہ کو کسي قوم یا مذهب کے لوگوں کي کوئي خاص رعایت منظور ھے - نہ میرا یہ منشا ھے کہ جو بڑي بلیغ کوششیں ابتک مسلمانوں کي ترقي تعلیم کي نسبت کي گئي هیں انکي بیقدري کي جاے"

لیکن هم حیران هیں کہ اس جملے کے کہنے کي کیا ضرورت تھي ؟ بھلا ایک منٹ کیلیے بھي کوئي عقلمند هز آنرکي نسبت ایسي بدگماني کرسکتا ھے ؟

نہ هم سمجھے نہ تم آے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپني جبیں سے

آب حیات

ہندی کایا پلٹ ' یونانی اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد وغبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھہ ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں- اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش' تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھہ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوی تپ' تپ پر سوت' سل ' پیچش' صفراوی اسہال ' سرسام ' درد سر' درد پہلو ' نمونیا ' ذات الجنب' تپش دل ' ناسور ' بدھہ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' بواسیر ' نواسیر ' بھگندر' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد' قبض ' درد قولنج' درد کمر' نقرس ' چھپاکی' متلی ' قے ' زخموںمیں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس' تشنج' بیخوابی' کھانسی خشک و تر' کرم' پھوڑے ' ورم پستان ' درد دل' ہیضہ ' طاعون' خنازیر' درد شکم ' زہر دار ڈنگ' بھڑ' سانپ' بچھو' آگ سے جلنا ' گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا' درد' چوٹ ' خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھہ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار-

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل ' دق ' کھانسی ' سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)
عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھہ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھہ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطبائے ہندوستان سے جمع ہوتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا-

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ' ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے' صرف دس قطرہ آبحیات کے دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی- یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی- اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لا علاج بیماروں کا کوئی ہم قیمت علاج ہے' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھہ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھہ لو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد- خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھہ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت [illegible] اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی [illegible] مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں' اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ-

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھہ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آیندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ' غلام ' نبی زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

چیز ہے' اور جب تک یہ دور نہ ہوگي اس وقت تک کوئي سعي تجدید و احیاء کامیاب نہیں ہو سکتي - مسلمانوں کا سیاسي تنزل' اخلاقي تنزل' علمي تنزل' مدني و عمراني تنزل' یہ تمام جزئیات تنزل ہیں مگر ان میں سے کوئي بھي کلي اصل نہیں ہے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کي جڑ تک نظر پہنچیگي تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ہیں' اور ان میں سب سے زیادہ اہم و نافذ علت مسلمانونکي تالیف کے بعد تفریق' توحید کے بعد تعدد' اجتماع کے بعد افتراق' اور نزول علم کے بعد بغي و عدوان ہے -

بظاہر اس چیز کو ہر شخص محسوس کرتا ہے' اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ہوے کوئي آنکھ ایسي نہیں ہے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ہیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ہے اور دشمني پر محبت کو ترجیح دیني چاہیے - با ایں ہمہ بد بختي یہ ہے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکي اصل اہمیت کوئي بھي نہیں دیتا اور کسي کو اسکي توفیق نہیں ملتي کہ ظواہر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے' اور صحت نظر کے ساتھہ اصلیت مستورہ کي تشخیص کرے - اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسي کا قدم یہاں تک پہنچا بھي ہے تو بدبختانہ اسکے بعد کي منزل علاج گم ہوگئي ہے' اور یہ افسانہ بہت طول طویل ہے -

درخت جب سوکھتا ہے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکي شاخوں میں رطوبت نہیں رہي' بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ہے اور اسمیں اب زندگي باقي نہیں رہي - اسي طرح کوئي قوم اسلیے نہیں بگڑتي کہ اس نے اپني تعلیم سعادت کي فروعات کو چھوڑ دیا' بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ہاتھوں سے جاتا رہا - جب تک جڑ میں زندگي ہے' اسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھي خشک نہیں ہوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پاني نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں پے اوپر سمندر کے سمندر بھي انڈیلدو' وہ سر سبز نہیں ہوسکتے -

اسلام کے بھي اصول ہیں اور فروع ہیں - پس مسلمانوں کي تباہي و بربادي کو اصول میں ڈھونڈھنا چاہیے نہ کہ فروع میں - اسلام کي اولین اصل عقیدۂ "توحید" ہے - اسي عقیدے کے اندر مسلمانوں کي تمام روح حیات مضمر تھي' اور اسي روح نے انکو دائمي زندگي کي خوشخبري سنائي تھي - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسي عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسي اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ہیں - جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کي طرح زبان سے تو ایک صانع کل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپني عملي زندگي پر صدہا غیر الہي عبودیتوں کي لعنت بھي طاري کرلي جاے' اسي طرح توحید کي حقیقت کے ساتھہ یہ ضلالت بھي جمع نہیں ہوسکتي تھي کہ ایک فاطر السماوات والارض کي بندگي کا دعوا کرکے' بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کي طرح بہت سي جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ہوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضي کي سعادت و ہدایت کیلیے ایک ایسي امۃ عادلہ طیار ہو' جو تمام پچھلي قوموں کے برخلاف اپنے تمام عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ہو' اسکا مبدۂ حکم و سلطاني ایک ہو' اسکا مصدر امر و نہي ایک ہو' اسکي کتاب اللہ ایک ہو' اسکا رسول اللہ ایک ہو' اسکا قبلہ ایک ہو' اسکا نام ایک ہو' اسکے خصائص و اعمال ایک ہوں - یعنے جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ہو' اسي طرح اسکا قرآن بھي اپني ہدایت میں' اسکا رسول بھي اپني تعلیم کتاب و حکمت میں' اور اسکي امۃ بھي اپنے خصائص و معاملہ اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ہو!

ان ہذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یہي وجہ ہے کہ قرآن نے اسلام کي حقیقت اصلي اُس چیز کو بتلایا ہے' جو اختلاف و تفرق کے ساتھہ جمع ہي نہیں ہوسکتي - وہ ہر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تالف" اور کفر کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ہے - اور جس شدت اور اعادۂ و تکرار کے ساتھہ شرک سے روکتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح تفریق و شقاق سے بھي باز رکھنا چاہتا ہے - وہ بار بار کہتا ہے کہ تم "مغضوب علیہم" یعنی یہود اور "الضالین" یعنی نصاری کي ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور "انعام یافتہ" جماعتوں کي راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ہے کہ یہود و نصاری کي سب سے بڑي ضلالت یہ تھي کہ انہوں نے نزول "علم" یعني نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کي - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پر وہ ایک نہ رہے' اور مختلف مذہبوں' مختلف جماعتوں' مختلف ناموں' مختلف غیر الہي عبودیتوں میں متفرق ہوگئے :

الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعا' و کل حزب بما لدیہم فرحون (۳۰ : ۳۲)

ان لوگوں کي راہ اختیار نہ کرو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا' اور ایک امۃ ہونے کي جگہ گروہ گروہ ہوگئے - ہر فرقہ اپنے ہي خیالات و اوہام کو حق سمجھتا ہے اور اسپر قانع اور خوشحال ہے !

اس سے بھي زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسي امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہي ہے' اور تحزب و تفرق عذاب الہي - خدا جب کبھي کسي قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اسمیں باہمي تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ہے :

قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم بأس بعض (۶ : ۶۵)

کہدے کہ اللہ اسپر قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئي عذاب لاے یا تمہارے قدموں کے نیچے ہي سے اسکا عذاب نمایاں ہو' یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہوجاؤ' اور باہم ایک دوسرے سے لڑکر خود اپني ہي تلوار سے اپنے کو ہلاک کرو -

اللہ کے رسول نے سب سے بڑي وصیت امۃ کو یہي کي :

لا ترجعوا بعدي کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض (بخاري)

میں نے تمکو عذاب شقاق و افتراق سے نکالکر اتحاد و تالیف کي رحمت کا پیکر بنا دیا ہے - لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باہم ایک کي تلوار دوسرے کي گردن پر چلے -

اور یہي چیز ہے جسکي طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دي :

الا ہم واحد' و نبیہم واحد' و کتابہم واحد' افامرہم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ' ام نہاہم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بہم علی اتمامہ؟ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲)

انکا خدا ایک ہے' نبي ایک ہے' کتاب ایک ہے' پھر کیا ہے کہ وہ باہم اختلاف کرتے ہیں؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم دیا ہے کہ اسکي پیروي میں مختلف ہو رہے ہیں؟ یا اس نے اختلاف سے روکا ہے اور وہ حکم الہي کي نافرماني کر رہے ہیں؟ یا پھر یہ ہے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو مکمل کرنا چاہتے ہیں؟

قرآن حکیم کي بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدي ٹکڑے میں کہانتک نقل کروں؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ہے اور سب پڑھتے

شذرات

مجـــوزۂ شیعـــہ کالـــج

" الزمـوا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعه، و ایاکم و الفرقة، فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب، الا من دعا الی هذا الشعار فاقتلوہ و لو کان تحت عمامتي هذہ !! " (۱)

(حضرۃ علي علیه السلام - نہج البلاغه صفحه ۲۶۱)

ماذا التـقاطع في الاسلام بینـکمر
و انتمر یا عباد اللـہ اخـوان !

(۱)

باوجود کئي هفتوں کے اعراض و اغماض کے، آج میں مجبور هوا هوں که وقت کے ایک ایسے مسئلہ کي نسبت چند کلمات لکھوں جو همیشه سے اسلامي مباحث و نظر کا سب سے زیادہ مشتبه و ظنون آلود موضوع رها ہے ' اور جو اسقدر نا مبارک موضوع ہے جسکو کسي طرح بھي بد گمانیوں اور غلط فہمیوں کي آلودگي سے الگ نہیں کیا جاسکتا - تاهم سچائي کي ناقابل انکار حقیقت پر میرا اعتماد ہے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف کا فرض شرعي خوف ظنون و هجوم شبہات سے ساقط نہیں هوجاسکتا - اگر دنیا میں ایسے لوگ موجود هیں جنکو چراغ کي روشني دهندلي نظر آتي ہے ' تو یہ انکي آنکھوں کا ضعف ہے جسکو دور کرنا چاهیے - انکي خاطر چراغ گل نہیں کیے جاسکتے : فذکر ان الذکر تنفع المومنین !

میں آج مجوزہ شیعه کالج کے متعلق اپنے خیالات ظاهر کرنا چاهتا هوں - مجھه کو یقین ہے که میري اس تحریر کو پڑھکر بہت سے لوگ ظنون فاسدہ میں مبتلا هونگے ' اور کوشش کي جائیگي که اسکو فریقانہ جذبات و عصبیة کي طرف منسوب کیا جاے - لیکن الحمد للہ که مجھکو اپنے اُن صدها برادران شیعه کے جذبات و آراء صادقه بھي معلوم هیں جو میرے مسلک و اصول کے متعلق پوري بصیرة رکھتے هیں ' اور امید واثق ہے که انکي اصلي حقیقت شناسي وقت کے صناعي و خارجي جذبات سے کبھي بھي مغلوب نه هوسکیگي :

فاما الـذین في قلـوبهم زیـغ فیتبعون ما تشابه منـہ ابتغـاء الفتنـــة (۳ : ۱۸)	البته جن لوگوں کے دماغوں میں کجي اور راستي سے انحراف ہے ' تو وہ کلام حق کي صاف صاف اور کھلي کھلي باتوں پر غـور و تفکـر نہیں کرینگے - بلکه

صرف اُنھي چیزوں کے پیچھے لگے رهینگے جن میں انکو تشابه اور ابہام نظر آئیگا تاکه فتنه و فساد پیدا کریں اور لوگونکو راہ حق سے بھٹکائیں -

(مسئلۂ اصـلاح و تجدید امـة)

سب سے پہلے میں یه ظاهر کردینا چاهتا هوں که مسئلۂ " اصلاح و تجدید امة " کے متعلق میرا ایک خاص مسلک ہے ' اور اس مسلک کي بنیاد محض بعض جزئیات عروج و تنزل کے مشاهدہ و تاثر پر نہیں ہے جیسا که گذشته پچاس سال کي تمام اصلاحي تحریکوں کا حال رها ہے ' بلکه اسکي بنیاد وہ کلیات و اصول عقائد هیں جنکو اسلام کي تصریحات ' کتاب و سنت کي محکمات ' عقل و براهین کي دلالت ' تاریخ و استقراء تاریخي کے نظر و اخذ ' اور تمام جزئیات ترقي و تنزل امم کے درس و فکر کے بعد میں نے قرار دیا ہے - اور اس بارے میں ایک پورا مرتب سلسلۂ عمـل اپنے پیش نظـر رکھتا هوں -

منجمله اُن عقائد و اصول کے جن پر میرا مسلک دعوۃ مبني ہے ' ایک سب سے بڑا اهم اصول وہ ہے جسکو میں " مسئلۂ تحزب و تمذهب " سے تعبیر کرتا هوں هیں ' یعنے مسلمانوں کا توحید و تالیف کے بعد پھر متفرق هوکر گروہ در گروہ هو جانا اور ایک امة قیمه کي جگه مختلف ناموں اور مختلف مذهبوں میں بٹ جانا - میرا یه عقیدہ ہے که مسلمانوں کے تمام ادبار و تنزل کي اصلي و حقیقي علت یہي

(۱) حضرۃ امیر علیه السلام کے ایک خطبه کے مشہور کلمات مقدسه هیں - فرمایا که " سواد اعظم کي معیت کو اپنے اوپر لازم کرو که اللہ کا هاتھه جماعت کے ساتھه ہے - جماعت سے الگ نہو اور تفریق سے بچو ' کیونکه جو شخص اپني جماعت سے الگ هوگیا وہ شیطان کیلیے هوگیا جس طرح بکري اپنے ریوڑ سے الگ هوکر بھیڑیے کے لیے هوجاتي ہے - آگاہ هو که جو شخص تفریق کلمه کي طرف بلاے اور جماعت میں پھوٹ ڈالے اسے قتل کر ڈالو ' اگرچه وہ رهي بسر هو جو میرے عمامے کے نیچے چھپا ہے - (یعني اگر میں خود تفرقه و علحدگي کا باعث هوں تو میں بھي اسي کا مستحق هوں) " سواد اعظم " سے مقصود یه نہیں ہے که صرف تعداد کے لحاظ سے کوئي بڑي جماعت جیسا که لوگ سمجھتے هیں ' بلکه مقصود اسلام اور اسکي قومي جماعت ہے ' اور وهي اعظم ہے - ابن ماجه کي حدیث کا بھي یہي مطلب ہے -

[بقیه نکار و حوادث]

هم نے ابھي کہا ہے که شیوۂ عشق و کمال شیفتگي یه ہے که معشوق پر حکمراني نه کیجیے ' بلکه اپنے عشق کو اسکے فرمان حسن کا محکوم کردیجیے - فلسفۂ حسن و عشق کے سب سے بڑے حکیم عرفي شیرازي کا قول فیصل آپکو معلوم ہے :

قبول خاطر معشوق شرط دیدارست
بحکم شوق تماشا مکن که بے ادبیست

آپکو اگر دعوائے محبت ہے تو هر اس شے کو پیار کیجیے جسپر پیار کي ایک غلط انداز نظر بھي اُس نے ڈالدي هو - مذهب عشق کي منزل " تفویض " یہي ہے :-

چنانچه الحمد للہ هم دیکھتے هیں که اکثر مدعیان عشق و کمال عشق نے یہي شیوۂ اختیار کیا ہے - از انجمله مجمع عشاق علي گڈہ (کثرهم اللہ تعالی) ہے - باوجودیکه یہاں کا هر مجنون و فرهاد مسئلۂ تعلیم و مرکز تعلیم کے بارے میں ایک لمحه کیلیے بھي متحمل رقابت نه تھا ' لیکن جونھي نظر محبوب نے اپني محبوبیت کا اعلان کردیا ' معاً سب نے ادعاء رقابت کي تلوار نیام میں رکھه لي ' اور اب فیصلۂ سرکار حسن کے آگے سب کي گردنیں خم هیں :

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آے !

مذاکرہ علمیہ

علم الانسان

ANTHROPOLOGY.

تلک اثارنا تدل علینا
فاسئلوا حالنا عن الاثار!

اگر هم انسان کو بہ حیثیت ایک نوع کے اپنے درس و مطالعہ کا موضوع قرار دیں' تو اسکے متعلق متعدد سوالات پیدا هونگے -

مثلاً یہ کہ نوع انسانی کیونکر عالم وجود میں آئی ؟ اسکی نوعی حیثیت دفعتاً پیدا هوگئی یا بتدریج پیدا هوئی ؟ وہ کب سے ہے ؟ اسکی ترکیب جسمانی کیا ہے ؟ اسکی اور دیگر حیوانات کی ترکیب جسمانی میں کیا فرق ہے ؟ موثرات خارجیہ کا اس پر کیا اثر پڑا ہے ؟ مختلف اقوام میں باهمی علاقہ کیا ہے ؟ مختلف اقوام عالم کسی ایک فرد انسانی هی سے پیدا هوی هیں یا چند افراد سے ؟ زبان ' مذهب ' اخلاق ' عادات ' اور رسوم میں اختلاف کے اسباب کیا هیں ؟ یہ مختلف شکلیں کن عام اصول کے ماتحت هیں ؟

ان سوالات کے جواب اگر علیحدہ علیحدہ دیے جائیں تو وہ مختلف اور مستقل علوم کے مباحث هونگے -

مثلاً انسان کی تدریجی یا مستقل آفرینش کا تعلق علم الحیات سے ہے - اسکی ترکیب جسمانی کی بحث علم تشریح اور علم وظائف الاعضاء میں داخل ہے - انسان اور دیگر حیوانات کی جسمانی ساخت میں وجوہ مشابہت و اختلاف کا علم تشریح اضافی کا موضوع ہے - و هلم جرا -

لیکن اگر ان تمام سوالات پر یکجائی نظر ڈالی جاے' اور کسی ایک سلسلہ کے ماتحت انکے جواب دیے جائیں تو یہ مجموعی جوابات ایک کلی علم الانسان کا مایۂ خمیر هونگے -

پس درحقیقت علم الانسان (Anthropology) نوع انسانی کی ایک تاریخ طبیعی ہے جس میں بحث کے تمام ممکن پہلوؤں پر نظر ڈالی جاتی ہے ' اور قانون ارتقاء (یعنی کائنات کی رفتہ رفتہ بتدریج ترقی و تکمیل) کی روشنی میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نوع انسانی پر آغاز آفرینش سے لیکر اسوقت تک کیا کیا تغیرات گزرے هیں ؟

(نوع انسانی کی قدامت)

نوع انسانی کے متعلق اولین سوال یہ پیدا هوتا ہے کہ اسکی آفرینش مستقل ہے یا تدریجی ؟ یعنی اسکی موجودہ نوعی حیثیت اسکے عالم وجود میں آنے کے وقت سے ہے یا یہ مختلف تغیرات تدریجی کا نتیجہ ہے' جسے اصطلاح میں ارتقاء کہتے هیں ؟

لیکن هم اس سوال کو سردست قلم انداز کرتے هیں -

اسکے بعد دوسرا سوال یہ پیدا هوتا ہے کہ نوع انسانی اس کرۂ ارضی پر کب سے ہے ؟ بظاهر اس سوال کا جواب تاریخ دیسکتی ہے ' لیکن تاریخ کی طرف رجوع کرنے سے پہلے غور کرلینا چاهیے کہ تاریخ اپنا سرمایۂ اطلاع کن ماخذوں سے فراهم کرتی ہے ؟ تاریخ کے ماخذ حسب ذیل هیں :

(۱) وہ کتابیں جو اقوام یا ممالک کے حالات میں لکھی گئی هیں -

(۲) قصے ' کہانیاں ' قومی روایات ' اشعار وغیرہ -

(۳) آثار عتیقہ جو حفریات (زمین کی کھدائی کے کاموں) کے سلسلہ میں دستیاب هوے هیں -

یہ ظاهر ہے کہ پہلے دو ماخذ صرف ان حالات و تغیرات پر روشنی ڈال سکتے هیں جو نوع انسانی پر آخری چند هزار سال کے اندر گزرے هیں - کیونکہ تصنیف و تالیف اور فسانہ طرازی و شعر گوئی دراصل انسان کے ارتقاء مدنی کا نتیجہ ہے' اسلیے یہ چیزیں بھی صرف اپنے عہد یا اپنے عہد سے کسیقدر پہلے کے حالات هی بیان کرسکتی هیں' مگر نوع انسانی کی عمر کا بیشتر حصہ جو اس زمانے سے پہلے گزرا ہے' هنوز تاریکی میں رهتا ہے -

انسان کے اس ماضی مجہول کو اصطلاح میں " عہد قبل التاریخ " کہتے هیں یعنے تاریخ کی تدوین و روایت سے پہلے کا زمانہ - عہد قبل التاریخ کے حالات صرف آثار عتیقہ هی سے معلوم هوسکتے هیں - آثار عتیقہ سے جو نتائج نکلتے هیں ' گو وہ تخمینی هوتے هیں ' تاهم واقعیت سے خالی نہیں هوتے - اسلیے یقینی ذرائع کی عدم موجودگی میں ان تخمینی ذرائع سے ضرور کام لیا جاسکتا ہے -

اس تفصیل سے معلوم هوگیا هوگا کہ نوع انسانی کے عہد قبل التاریخ کے حالات دراصل صرف آثار عتیقہ هی اپنی زبان خاموشی سے بیان کرسکتے هیں - نیز یہ کہ تاریخ کے پاس اس سلسلہ میں جسقدر بھی سرمایۂ معلومات ہے' وہ سب کا سب علم الاثار هی کا نتیجہ ہے -

(عہد قبل التاریخ)

نوع انسانی کے عہد قبل التاریخ کی تاریخ ابھی بالکل نامکمل ہے - مدفون آثار کی تنقیب جسقدر وسعت و سرگرمی کے ساتھہ کی جارهی ہے' اسیقدر عجیب و غریب انکشافات هوتے جاتے هیں - اسوقت تک جسقدر آثار دستیاب هوے هیں ' انکے لحاظ سے علماء آثار نے عہد قبل التاریخ کی تقسیم تین دوروں میں کی ہے :

(۱) دور حجری - یعنی وہ زمانہ جبکہ انسان اپنے آلات وغیرہ پتھر سے بناتا تھا - پتھر هی میں رهتا تھا اور پتھر هی سب سے بڑا اسکا آلہ تھا -

(۲) دور برنزی - یعنی وہ زمانہ جبکہ انسان اپنے آلات وغیرہ ایک قسم کی مرکب دھات سے بنانے لگا جسے " برونز " کہتے هیں اور جو زیادہ تر تانبے اور جست کو ملاکر بناتے هیں -

هیں : و اعتصموا بحبل الله جمیعا و لا تفرقوا ' و اذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمته اخوانا - اگے چلکر فرمایا : ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ماجاءهم البینات - اور اُن قوموں کی طرح نه هو جاؤ جو تم سے پہلے گذر چکی هیں' اور جنکا حال یه رها هے که خدا کی شریعت کے نزول کے بعد پھر متفرق هوگئیں اور اتحاد کی جگہه اختلاف کی راه اختیار کی -

لیکن بد بختانه مسلمانوں نے وهی کیا جس سے وه روکے گئے تھے - خدا نے انکو دوسروں کیلیے تلوار دی تھی ' انہوں نے خود اپنوں پر چلائی - خدا نے انکو ایک بنایا تھا' وه متعدد جماعتوں میں متفرق هوگئے - خدا نے انکو ایک شریعت دی تھی' انہوں نے بہت سی شریعتیں بنالیں - خدا نے انکا ایک هی نام "مسلم" رکھا تھا : هو سماکم المسلمین من قبل و فی هذا (۲۲ : ۷۸) ان الدین عند الله الاسلام (۳ : ۱۷) یعنے دین الہی صرف اسلام هے اور الله نے تمہارا نام همیشه سے اور همیشه کیلیے صرف مسلم رکھا هے - مگر ان میں سے هر جماعت نے اپنا الگ الگ نام رکھا ' اور اصلین کتاب و سنت سے اسقدر بعد و هجر' اور "ما انزل الله بها من سلطان" سے اسقدر شغف و وصل هوگیا ' که اپنے ٹھہرائے هوے ناموں سے اپنے تئیں پکارکر هر جماعت خوش هوتی هے' مگر خدا کے ٹھہرائے هوے نام میں اسکے لیے بڑا هی دکھه اور بڑی هی ذلت ہے ' حتی که اگر اسطرف دعوة دی جاتی هے تو اسے کفر و ضلالت سے منسوب کرتی هے - ٹھیک ٹھیک یہودیوں کی حالت انہوں نے اپنے اوپر طاری کرلی که " فتقطعوا امرهم بینهم زبرا کل حزب بما لدیهم فرحون !

پس یه اختلاف و شقاق ایک عذاب الہی هے ' مسلمانوں کی سب سے بڑی معصیت هے' سب سے بڑا طغیان هے' سب سے بڑا عدوان هے' انکے تمام مصائب و خسران قومی کا مبدء حقیقی هے - زمین کی سطح پر مسلمانوں نے اس سے بڑھکر اور کوئی گناه نہیں کیا ' اور خدا نے جسقدر بھی اسوقت تک انکو سزائیں دی هیں ' وه سب کی سب اسی بڑے جرم کی پاداش هیں : ذالک بان الله لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم و ان الله سمیع علیم (۸ : ۵۵)

اس اختلاف و تحزب کے علل و اسباب کیا کیا هیں ؟ اسکا علاج حقیقی کیا هے ؟ دائمی علاج اگر نه هوسکے تو عارضی علاج کی کیا صورت هے ؟ جسقدر علاج ابتک کیے گئے کیوں کامیاب نہیں هوے ؟ ان پہلوؤں پر میں اس وقت نظر نہیں ڈالونگا ' کیونکه مقصود صرف اپنے اصول دعوة و اصلاح کو واضح کرنا هے' نه که اصل مسئله پر نظر ڈالنا -

(عود الی المقصد)

سطور مندرجه صدر سے یه چیز تمہارے سامنے واضح هوگئی هوگی که مسئله اختلاف و تفریق کے متعلق میرا عقیده کیا هے' اور کس نظر سے میں اسے دیکھتا هوں ؟ اسی عقیده کا نتیجه هے که همیشه اتحاد کلمه کی دعوة میرے تمام کار و بار دعوة کی اولین بنیاد و اساس رهی هے ' اور یه کسی طرح بھی ممکن نہیں که اپنی تحریر و تقریر کی کسی شاخ میں اس اصل مہم سے اعراض کرسکوں - ایک شخص فروعات عمل میں ٹھوکر کھا سکتا هے ' لیکن اپنے عقیدے اور اصل و قلیه کو کبھی نہیں بھلا سکتا -

الحمد لله که گذشته چار سال کی متصل تحریر و اشاعات کی زندگی میں میں نے کبھی اس اصل جلیل و عظیم سے سر مو انحراف نہیں کیا' اور میری اُن تمام تحریرات و مطبوعات میں جو هر آٹھویں دن دنیا کے سامنے آشکارا هوجاتی تھیں' ایک مضمون' ایک سطر' ایک لفظ ' نہیں دکھلایا جاسکتا جسمیں فریقانه تعصبات اور فرقه بندی کے ناپاک جذبات کا ایک شائبه بھی پایا جاتا هو و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

جو شخص اپنے عقائد محکمه میں نفس اختلاف و شقاق هی کو ایک ایسی ضلالت سمجھتا هو جو کبھی اسلام کے ساتھه جمع نہیں هوسکتی' اور جو شخص اسلام کی حقیقت کو " وحدت " اور کفر مفہوم " تفرق " یقین کرتا هو ' کیونکر ممکن هے که وه خود تفریق و اختلاف کا موجب بنے ' اور جس آگ کو بجھانے کیلیے اٹھا هے ' اسکو اور زیاده بھڑکاے ؟

میں نے الحمد لله که سنی شیعه کی تفریق سے فہم حقیقت کی ایک بالا تر جگه پائی هے ' اور میں عزت پاکر پھر اسے نہیں کھو دونگا که فرو تر جگه اختیار کروں - راه حقیقت طلبی میں میرا پہلا قدم وهی تھا جو ان تمام فریقانه راهوں سے یک قلم الگ هوکر ایک دوسری گم شده راه کے سراغ میں اٹھا' اور اُس صراط مستقیم کو اپنے سامنے پایا جسکی نسبت اول دن هی کہدیا گیا تھا که :

فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله - اسلام کی اس ایک هی صراط مستقیم کو اختیار کرو - بہت سی راهوں پر نه چلو -

میں نے همیشه اتحاد کلمه کی دعوة دی ' همیشه اختلاف و انشقاق کی تمام صداؤں سے مخالفت کی ' همیشه اُن لوگوں کو ملامت کی جو محض فریقانه جذبات کی وجه سے مسلمانوں کے حقوق پامال کرتے اور انکو اپنی اسلامی اخوت کا کوئی حصه دینا نہیں چاهتے هیں - میں نے کبھی سنیوں کی کسی بات کو محض اسلیے اچھا نہیں کہا که وه سنی هیں' اور شیعوں کی کسی سچائی سے اسلیے انکار نہیں کیا که وه شیعه هیں - حق و باطل کے مقام کی طہارت جماعت بندی کی گندگی سے آلوده نہیں هوسکتی ' اور یه تفریقات اس شخص کے لیے کیا موثر هوسکتی هیں جو سرے سے اس تفریق کی زنجیر هی کو توڑ چکا هو ؟ میں نہیں جانتا که سنیت کیا چیز هے اور شیعیت کسے کہتے هیں ؟ میں الله پر ایمان رکھتا هوں' اسکی کتاب میرے پاس هے' میں نے اسکے رسول کو پہچانا هے ' مجھکو عقل دی گئی هے اور اشیاء کے حقائق ثابته کو تسلیم کرتا هوں' پس جو چیز سفید هے سفید هے ' جو سیاه هے سیاه هے - کوئی سفید کپڑا اسلیے سیاه نہیں هوجا سکتا که اسکو فلاں فرقه نے پہنا ' اور کوئی حق اسلیے باطل نہیں هوجا سکتا که یه فلاں انسان کی طرف منسوب هے -

یه هیں میرے عقائد ' یه هے میرا مسلک ' اور یه هے وه بصیرة راسخه جو کتاب و سنت نے مجھے عطا کی هے - اسی بصیرة نے مجھکو همیشه فریقانه نزاعات سے الگ رکھا - اور وهی آج مجھکو مجبور کرتی هے که اپنے ان عزیز و محترم بھائیوں کے آگے جنھوں نے اپنی مصلحت پر غیروں کے مقاصد کو ترجیح دی هے ' دشمنوں کی طرح نہیں بلکه دوستوں کی طرح ' غیروں کی طرح نہیں بلکه اپنوں کی طرح' بڑوں کے حکم و غرور کے ساتھه نہیں بلکه چھوٹوں کے عجز و نیاز کے ساتھه ' مجوزه شیعه کالج کے طرز و اسلوب کار سے اپنا اختلاف پیش کروں : فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد -

---

اطلاع

اگر الهلال کی پہلی شش ماهی جلد کسی صاحب کے پاس مکمل موجود هو' اور وه فروخت کرنا چاهیں تو دفتر کو اطلاع دیں -

تصویر نمبر (۲)

ان حالات کي مجموعي معلـومات کي بناء پر علمـاء آثار اس نتیجه پر پهنچے که اس گڑهے کے بالائي پندره فیت مختلف تغیرات علم الارض کے بعد پیـدا هوے هیں - زیریں پنـدره فیت مختلف تغیرات و حوادث ارضي کا نتیجه هیں - یهـاں کسي وقت انسانوں کي آبادي تهي' اور دور جلیدي میں کوئي عظیم الشان سیلاب بهي یهاں سے گذرا هے -

(دنیا کے چند اور مشهور غار)

اس سلسله میں دنیا کے چند غاروں کا تذکره دلچسپي سے خالي نه هوگا' جو علم الارض اور علم الاثار کي مشترک علمي دلچسپیوں کے لحاظ سے مشهور هیں -

ان غاروں میں سے سب سے زیاده مشهور اور قدیم غار "گرگاس" هے - یه غار فرانس کے سلسله کوه بیرن میں مقام ینثاں کے قریب واقع هے - اس غار کے گرد و پیش جو آثار پاے جاتے هیں' ان سے معلوم هوتا هے یهاں دور جلیدي میں سیلابوں اور طوفان کا سلسله جاري رها هے - اس غار میں داخل هونے کے بعد سب سے پہلے ایک بڑا هال ملتا هے - اس هال کا طول ۵۰۰ فیت هے - اسکي چهت اسقدر پست هے که ایک آدمي کهڑا هوکے اسے اپنے هاتهه سے چهو سکتا هے - دروازه کے پاس چولہے' هڈیاں' اسلحه' اور راکهه کے ڈهیر ملتے هیں - ان آثـار سے ثابت هوتا هے که یهاں کے باشنـدے "ارر نیک" نسل کے تهے - "ارر نیک" فرانس کے ایک شهر کا نام هے - یه نسل اسي شهر کي طـــرف منسوب کي جاتي هے اور وه دور حجري میں آباد تهي - غار کے اندر داخله کے بعد سب سے پہلے اس کے دونوں جانب گول گول گڑهے ملتے هیں - ان گڑهوں کے اوپر چونے وغیره کا ایک دبیز پلاسٹر هے - اور پلاسٹر پر هتیلیوں کے نشانات ابتک قائم هیں -

یه نشانات زیاده تر بائیں هاتهه کي هتیلیوں کے هیں - معلوم هوتا هے که یه لوگ هم لوگوں کي طرح اکثر اپنے داهنے هاتهه سے کام لیتے تهے' اور اُنهوں نے یه نشانات اپنے بائیں هاتهه کي هتیلیاں رکهکے داهنے هاتهه کي اُنگلیوں سے بناے هیں - اُنگلیوں کے درمیان جو جگهه خالي رهتي هے' اُسکو سیاه مٹي سے رنگدیا هے - اکثر هتیلیوں کے نشانوں میں صرف چار اُنگلیوں کے نشان هیں - گو یه بالکل ممکن هے که اُنهوں نے ان نشانات کے بنانے میں عمداً ایک اُنگلي کا نشان نه بنایا هو' مگر بظاهر معلوم هوتا هے که وه کسي مذهبي خیال کي بناء پر اپني ایک انگلي کاٹ ڈالا کرتے تهے - چنانچه آسٹریلیا کے اصلي باشندوں میں بعض قبائل عبادت و ثواب کے خیال سے اسوقت تک اپني ایک انگلي کاٹ ڈالا کرتے هیں -

دیواروں پر ان جانوروں کي تصویریں بني هوئي هیں جو اس غار کے باشندے اپنے لیے شکار کرکے لایا کرتے تهے - ان تصاویر میں اس عهد کي نو آموزي و سادگي کے آثار پوري طرح نمایاں هیں - مثلاً منجمله دیگر تصاویر کے ایک تصویر بهینس کي هے - اس قدیم مصور نے سینگ اس طرح بناے هیں گویا وه اس بهینس کو سامنے سے کهڑا دیکهرها هے - لیکن پیر اس طرح بناے هیں گویا دهنے یا بائیں طـرف کهڑے هوکر اُسکي تصویر کهینچي گئي هے - اسکے علاوه پیروں کي شکل میں بهي فرق هے - معلوم هوتا هے که یه اس جانور کے پیروں کي تصویر هے جس کا تصور اُس نے اپنے ذهن میں قائم کیا هے' نه که اس جانور کے پیروں کي جسے وه شـکار کـرکے لایا کـرتا هے - (دیکهو تصویر نمبر ۱)

اس سلسله کوه بیرن میں ایک اور غار هے جو غار ینو کے نام سے مشهور هے - یه غار پہلے غار کے مشرق میں واقع هے - اس غار کا طول قریباً ڈیڑهه میل هے - اس کا ابتدائي نصف حصه پتهروں سے پٹا هوا هے - اسکے بعد دوسرے نصف حصه میں ایک وسیع مکان ملتا هے - مکان میں جو نقوش و آثار هیں' اُنکے دیکهنے سے معلوم هوتا هے که غار کے باشندے اِسے هـال کے طور پر استعـمال کیا کـرتے تهے - اسکي دیواروں پر مختلف جانوروں کي ۵۰ تصاویر موجود هیں - یه تمام تصاویر اپني صنعت کے لحـاظ سے پہلے غـار کي تصاویر سے بهتر هیں' مثلاً ان تصاویر میں ایک تصویر گهوڑے کي هے - مصور نے اس تصویر میں صرف بدن کے بنانے هي پر اکتفاء نهیں کي هے بلکه گهوڑے کي ایال اور دم کو بهي نمایاں کرنے کي کوشش کي هے' اور اس میں ایک حد تک کامیاب معلوم هوتا هے - چهره' ناک' آنکهه' اور دهانه کا محض سرسري خاکه هي نهیں بلکه ایک خوبصورت گهوڑے کے چهرے کي مکمل تصویر هے - (دیکهو تصویر نمبر ۲)

اس غار میں صرف مرئي اشیاء هي کي تصویریں نهیں هیں بلکه کچهه معني خیز نقوش اور بعض خیالي شکلیں بهي نظر آتي هیں - غرض اس غار کے تمام نقش و نگار کے دیکهنے سے یه معلوم هوتا هے که غار کے باشنده اس دور میں تهے جب انسان فن تصویر و رسم میں ایک حد تک ترقي کرچکا تها -

موجوده صدي کے آغاز میں علماء یورپ کي کوشش سے ایشیاء اور افریقه میں جو تنقیبات هوئي هیں ان سے یه امر پایه ثبوت کو پهنچ گیا هے که اس قسم کا علمي خزانه صرف یورپ کي سرزمین هي میں نهیں هے بلـکه ایشیـا اور افـریقه کي زمینوں میں وه آثـار مدفون هیں جو اگر آج پوري طرح منظر علم پر آجائیں تو علم الارض اور علم الاثار میں ایک عظیم الشان اضافه هوجاے - لیکن یه داستان بهت طویل اور ایک مستقل صحبت کي طالب هے -

غار " ینو " کي ایک دیوار کا نقش - یه گاے کي تصویر هے جسکو مصور کامیابي کے ساتهه نهیں بنا سکا -

تصویر نمبر (۱)

(۳) دور حدیدي - یعني وہ زمانہ جبکہ انسان نے اپنے آلات وغیرہ لوهے سے بنانا شروع کیے -

ان مختلف دوروں کے زمانہ کا قطعي تعین نہ صرف مشکل هي هے بلکہ قریباً نا ممکن هے - علماء حفریات اور علماء آثار عتیقہ صرف اسقدر کہنے پر اکتفا کرتے هیں کہ آثار و علائم سے ثابت هوتا هے کہ انسان کرہ ارضي پر کروروں سال سے آباد هے -

لیکن سر راے لنکسٹر نے (جو علم الانسان کا ایک مشہور محقق هے) اس موضوع پر اخبار ڈیلي ٹیلیگراف میں چند مضامین شائع کیے تھے ' جس میں یہ خیال ظاهر کیا هے کہ انسان اس کرہ مین) پر اقلاً ۱۰ - لاکھہ سال سے آباد هے -

(آثار عتیقہ کے اقسام ثلاثہ)

جن آثار عتیقہ سے انسان کے عہد قبل التاریخ کے حالات مستنبط کیے جاتے هیں ' وہ تین قسم کے هیں :

(۱) حیوانات کي هڈیاں -

(۲) خود انسان کي هڈیاں -

(۳) آلات اسلحہ ' اثاث البیت ' نقوش وغیرہ -

ذیل میں هم چند واقعات قلمبند کرتے هیں ' جن سے یہ اندازہ هوجائے گا کہ علماء فن ان آثار سے کیونکر نتائج اخذ کرتے هیں ؟ اور زمین کے اندر کي چند هڈیاں ' چند شکستہ پتھر ' چند معمولي و ناقابل التفات لکیریں ' کیونکر دنیا کي قدیمي تاریخ کو روشني میں لاتي هیں ؟

(عہد اثري کي ایک غار)

یورپ کي ایک مشہور غار میں ایک اثري (عالم آثار عتیقہ کي زیر نگراني کھدائي کا کام شروع هوا - ۲۰ - فت گہرا کھودنے کے بعد ایک چولھا ملا - اس چولھے کي کل کائنات پتھر کے چند ٹکڑے تھے جنکو کھڑا کرکے چولھا بنا لیا گیا تھا - اسکے قریب هي هڈیوں کا ایک ڈھیر تھا - یہ هڈیاں اسقدر بوسیدہ هوگئي تھیں کہ ایک غیر ماهر فن اثریات انکے متعلق کوئي راے قائم نہیں کرسکتا تھا - بوسیدہ هڈیاں بحفاظت تمام ایک ماهر فن کے ملاحظہ کے لیے بھیجدي گئیں - اس نے مطالعہ و درس کے بعد یہ راے ظاهر کي کہ اس ڈھیر میں مختلف حیوانات کي هڈیاں شامل هیں - بعض هڈیاں دریائي گھوڑے کي هیں ' بعض اس خاص نسل کے گھوڑے کي هیں جو چین کے ریگستانوں میں بکثرت هوتا هے ' کچھہ خشکي کے گھوڑے کي هڈیاں هیں ' انکے علاوہ بیل اور هرن کي چند هڈیاں بھي اس میں شامل هیں -

اس ڈھیر میں ان حیواني هڈیوں کے علاوہ انسان کے بھي ۱۳ دانت اور داڑھیں موجود تھیں جو تحقیقات سے نہایت منضبط ثابت هوئیں - یہ دیکھکر اس ماهر فن نے یہ راے قائم کي کہ جس شخص کے دانت هیں ' اسکي عمر مرتے وقت زائد سے زائد ۳۰ سال کي هوگي - ان واقعات سے آخري نتیجہ یہ نکالا گیا کہ اس غار میں کبھي گوشت خور انسان آگئے تھے اور بسے تھے - انکي حجري صناعت میں سے چولھا ' اور انکے وجود میں سے دانت اور داڑھیں ' آنے والي نسلوں سے اپنا علاقہ قائم کرنے کیلیے باقي رهگئي هیں !

یہ دانت جب ایک دوسرے ماهر فن کو دکھاے گئے تو اس نے بعض نتائج کا مزید اضافہ کیا - اس نے کہا کہ دانتوں کي قطع سے معلوم هوتا هے کہ جس جبڑے میں یہ لگے هونگے ' اسکي هڈي بہت بڑي هوگي ' اور اسي تناسب سے وہ کھوپڑي بھي موجودہ انسانوں کي کھوپڑي سے بہت زیادہ بڑي هوگي جس سے یہ جبڑے وابستہ تھے -

(ایک دوسري اهم غار)

اسي طرح ایک باغ میں سلسلہ تنقیب جاري تھا - مزدور ۳۰ فت تک کھودتے هوے چلے گئے - دیکھا گیا تو ۱۵ فت تک زمین کي ویسي هي حالت هے جیسي عام طور پر هوتي هے ' لیکن اسکے بعد ۳ فت گہري ایک تہ ملي جس میں کائي اور درختوں کي جڑیں موجود تھیں -

ان آثار سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ۱۰ فیت کي بالائي زمین کي تخلیق سے پہلے یہاں کوئي جنگل موجود تھا -

اسکے بعد دو یا تین فیت کي ایک اور تہ ملي - اس تہ میں گھونگے ' سیپ ' وغیرہ ملے - ان آثار سے علماء نے یہ راے قائم کي کہ یہاں کسي زمانہ میں طوفان آیا تھا -

اسکے بعد ایک نئي تہ شروع هوئي - اسکا حجم ۵ فیت سے ۷ فیت تک تھا - اس تہ میں بڑے بڑے درختوں کي جڑیں ملیں ' ان جڑوں کو دیکھکر یہ راے قائم کي گئي کہ یہاں کي زمین نہایت سر سبز و بار آور هوگي - اس تہ میں جڑوں کے علاوہ پتھر کے چند اسلحہ اور مٹي کے برتنوں کے چند ٹکڑے بھي ملے - اس سے علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کبھي دور حجري کے لوگ آباد تھے -

اسکے بعد کي تہ کا حجم ۲ اور ۸ فیت کے درمیان تھا - اس تہ میں خاص قسم کے پتھروں کے ٹکڑے ملے جن سے ان خوفناک جانوروں کا سراغ ملتا هے جو دور جلیدي میں اس کرہ ارضي پر اکثر آبا کرتے تھے - سب سے آخري تہ کا حجم ۳ یا ۴ فیت تھا ' اسکے بعد صرف پتھر کي چٹانیں تھیں -

انسان کے ابتدائي عہد کا ایک صناعي عمل

یہ سب سے زیادہ پرانا اثري نقش هے جو ایک پتھر پر بنایا گیا تھا اور اب نصف ٹوٹ گیا هے - کسي جانور کے لمبے لمبے پچھلے دو پاؤں نظر آتے هیں اور اسکے سامنے ایک آدمي لیٹا هے -

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

تاریخ عهد عباسیه کا ایک صفحه

مسئله خلق قرآن اور مناظرهٔ دربار مامون الرشید.

علماء سلف کي حريۃ حقه اور دعوۃ الى الحق کا ایک نظاره

(۲)

(شیخ عبد العزیز کي بقیه تقریر)

جوں جوں وقت گذرتا جاتا تها ' شیخ کا جوش و خروش بڑهتا جاتا تها - سارے دربار پر ایک بیخودانه هیبت طاري تهي - درجوں کي قطاریں جسکے ترانے کیلیے نکالي گئي تهیں ' امراؤ رؤسا کا پر عظمت جلوس جسکي زبان کو گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاهتا تها ' خدام و حجاب کي برهنه تلواریں جسکو سزا دینے اور ایک ادنی اشاره شاهي پر قتل کردینے کیلیے چمک رهي تهیں ' اور جو ایک فقیر الحال اجنبي اور بیکس مجرم کی طرح بغداد کي کوتوالي میں کهڑا کیا گیا تها ' حق کي شهنشاهي کو دیکهو که وهي شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اسطرح بادشاهوں کي طرح غضبناک هورها اور شهنشاهوں کي طرح حکمراني کر رها هے ' گویا بغداد کے تخت پر مامون کي جگهه اسکو بٹها دیا گیا هے ' اور ایوان دربار کے اندر اور باهر جو کچهه هے ' وه مامون الرشید اعظم کیلیے نهیں هے بلکه عبد العزیز بن یحیی الکناني کیلیے هے !

اور پهر دیکهو که ان چند لمحوں کے اندر کوئي چیز بهي نهیں بدلي - وهي مامون هے ' وهي اسکا تاج و تخت هے ' وهي اسکے ارکان و وزرا هیں ' وهي فوجیں هیں ' وهي انکي بے نیام تلواریں هیں ' وهي مجلس مناظره هے ' اور وهي عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجود تنها ' لیکن صرف ایک چیز بدل گئي - یعني عبدالعزیز کا دل اور اسکي ایمان و حق پرستي کي روح الهي - اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتهه هي تمام کائنات جسم و طاقت میں بهي انقلاب عظیم هوگیا - جو انسان قهر کیلیے تیے ' خود مقهور هوگئے - جو زبانیں حکم کیلیے تهیں ' خود محکوم هوگئیں - جو هاتهه عتاب کیلیے تیے ' خود معتوب هوگئے - جو آنکهیں سحر و ساحري کیلیے تهیں ' خود مسحور هوگئیں ' اور جو عظمتیں کسي سے سجده خواه تهیں ' اب خود هي کسي عظمت اعلی و رفعت کبری کے آگے سر بسجود هوگئیں ! من له المولى فله الکل !

شیخ نے تقریر جاري رکهي اور خلافۃ اسلامي اور اسکے فرائض کي طرف متوجه هوے ' اور بکثرت قران حکیم کي آیات اور احادیث کي تصریحات بیان کرکے دکهلایا که مسلمانوں کے امیر کو کیسا هونا چاهیے ' اور خلفاے عباسیه علی الخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے هیں ؟ پهر انهوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابه کے اتباع کتاب و سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا ' اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے سے چند حدیثیں روایت کیں ' جن میں خلافۃ راشده کے بعد فتنه و فساد کے پیدا هونے کي خبر دیگئي تهي ' اور بتلایا گیا تها که نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لاے جائینگے اور انکو کتاب و سنت کي راه سے منحرف کرنے کي کوشش هوگي -

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں ' ان میں عبد الله ابن نمیر الهمداني بهي هیں جو محمد بن عبد الله ابن نمیر الهمداني استاذ امام بخاري کے والد هیں ' نیز عبد الرزاق الصغاني هیں جو حضرۃ امام احمد ابن حنبل کے مشهور شیوخ میں سے هیں -

شیخ نے رساله میں اپني پوري تقریر نقل کي هے جو چار صفحوں میں آئي هے - رساله کي جو نقل اس وقت پیش نظر هے ' وه فلسکیپ کاغذ کي تقطیع پر لکها گیا هے ' اور هر سطر میں ۲۵ سطریں هیں - لیکن بخوف طوالت بقیه تقریر کو هم نظر انداز کردیتے هیں - تقریر کا خاتمه ان الفاظ پر هوا :

" اے امیر المومنین ! خدا تعالی نے هم سے اپنے کلام کي نسبت صرف یهي اقرار چاها هے که وه الله کا اُتارا هوا کلام هے جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی الله علیه وسلم پر اُتارا اور اُسکي زبان عربي هے جیسا که فرمایا : وانه لتنزیل رب العالمین ' نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربي مبین - اُس نے کبهی بهي هم سے اسکا اقرار نهیں کرایا هے که تم قرآن کو مخلوق کهو اور نه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے کبهي اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا - جب کبهي کوئي کافر مسلمان هوتا تها تو آپ اس سے الله کي وحدانیت کا اقرار لیتے ' اپني رسالت پر گواهي دلاتے ' اور ارکان اربعه کي طرف دعوۃ دیتے ' لیکن یه نه کهتے که قرآن کو مخلوق تسلیم کرو - پهر تمام اصحاب رسول الله کا بهي یهي حال رها ' اور باوجودیکه ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تے ' اُنهوں نے کبهي بهي اُس حد سے باهر قدم نهیں نکالا جو قرآن و سنت نے قرار دیدي هے - پس اے امیر المومنین ! تجکو کیا هوگیا هے که اُمۃ مرحومه کیلیے رحمت هونے کي جگه عذاب بننا چاهتا هے ؟ اور جب تک کوئي مومن قرآن کے مخلوق هونے کا اقرار نه کرے ' تیري تلوار سے نجات نهیں پاسکتا ؟ و الله که یه بدعتوں اور فتنوں کا وهي سیلاب هے جسکے اُمنڈ نے کي همکو خبر دي گئي تهي ' اور جس سے اصحاب رسول الله نے همیشه بیزاري کي تهي - گمراهوں اور بدعتیوں کا یه تمام گروه جو تیرے گرد جمع هوگیا هے اور تجکو صراط مستقیم سے بهٹکا رها هے ' کیا تیري نظر میں انکي دلیلوں کي اُس سے زیاده وقعت هے جو رسول الله اور اُنکے اصحاب کو خدا نے دي تهي ؟ اگر توحید اور عدل یهي هے ' اور خدا کي تمام صفتوں سے انکار کیے بغیر کوئي مومن مومن نهیں هو سکتا ' تو کیا وه سب کے سب مومن نه تیے جو اگر مومن نه تیے تو خود همارا ایمان بهي باقي نهیں رهتا ؟ "

بریدِ فرنگ

ایک نئی زمین کا اکتشاف

دائرۂ قطب شمالی

توپوں کي صداؤں' فضائي قنابل کي آتش افشانيوں' جهازوں کے تصادم' اور قتل و غارت کے هنگامۂ دارو گير ميں يورپ سے ايک نئي صداے علمي و اکتشاف ارضي کا بهي غلغله بلند هوا هے' اور انگلستان کي پچهلي ڈاک اسکي تفصيلات سے لبريز هے -

ناروے کا ايک نو عمر سياح جارج استيفنسن سنه ۱۹۱۳ کے اوائل ميں قطب شمالي کي سياحت کيليے طيار هوا تها' اور کنيڈا کي قومي انجمن جغرافيه اور امريکه کي مجلس تاريخ طبيعي نے اسکے تمام مخارج سفر اپنے ذمے ليليے تهے - استيفنسن کي يه مهم سياحت اس سلسلۂ تحقيقات کي تيسري مہم تهي' جس ميں سے پہلي سنه ۱۹۰۶ع ميں مرتب هوئي تهي' اور دوسري سنه ۱۹۰۸ ميں -

استيفنسن نے " کارلوک " نامي ايک جهاز کا انتظام کيا' دو چهوٹي کشتياں ساتهه ليں' تين سال کي تمام ضروريات زندگي فراهم کيں' مختلف علوم و فنون کے ماهرين کي ايک مختصر جماعت کو معيت کيليے منتخب کيا' اور جون سنه ۱۹۱۳ع ميں جزيرۂ وکٹوريا کے جنوبي ساحل سے روانه هوگيا -

اُن تمام سياحتوں کيليے جنکي منزل مقصود قطب شمالي هو' سب سے پہلي منزل بحر بوفور (Beaufort) هے - ليکن قبل اسکے که جهاز وهاں تک پہنچے' موسم نے نامساعدت کي' اور جاڑے کي فصل شروع هوگئي - اب سب سے بڑي مصيبت ايک خاص طرح کي شمالي کہر تهي جس سے سال ميں آٹهه مهينے سطح سمندر بالکل مستور رهتي هے - مجبور هوکر استيفنسن مع اپني جماعت کے ايک جزيره ميں اتر گيا اور موسم کا انتظار کرنے لگا - جهاز ساحل سمندر ميں چار مهينے تک کهڑا رها' ليکن جولائي سنه ۱۹۱۴ع ميں غرق هوگيا -

يه حال ديکهکر استيفنسن کي جماعت ميں سخت اختلاف پڑگيا - اکثر ساتهيوں نے همت هاردي اور واپسي کا اراده کرديا - ليکن استيفنسن اپنے عزم پر برابر قائم رها اور مصائب سفر کي حکومت کنيڈا کو اطلاع دي - کنيڈا نے ايک دوسرا جهاز روانه ... جزيره هرشل (Herschel) ميں استيفنسن سے ملاقي هوا' اور وه پهر از سر نو اپني جد و جهد سياحت ميں مشغول هوگيا -

ليکن اب استيفنسن نے اپني تحقيقات کے مقصد ميں کسي قدر تبديلي کردي - جزائر بحر بوفور کے قيام کے اثناء ميں اسے خيال هوا که سب سے پہلے شمالي الاسکا (Alaska) کي تحقيقات کرے' جسکے متعلق بعض سياحوں نے بيان کيا هے که اوقيانوس منجمد شمالي کے وسط ميں ايک عمده زمين واقع هے اور وه آباد کي جاسکتي هے -

۲۷ - اپريل کو استيفنسن عرض شمالي کے ۷۳ درجه اور طول غربي کے ۲۴۰ درجه تک پہنچ گيا - يہاں اسپر بڑے بڑے مصائب آے - دو کے سوا تمام ساتهيوں نے رفاقت چهوڑ دي' اور ۱۳ رفيق نذر اجل هوگئے - تاهم اس نے همت نه هاري اور سفر جاري رکها - مگر ۷۴ درجه تک پہنچکر زاد راه نے بهي پيام اختتام سنايا - يه مصيبت لا علاج تهي - مجبوراً بنکس (Banks) ميں اتر پڑا جو ۳۰ ميل راس پرنس البرٹ سے مغرب ميں واقع هے (قطب شمالي کو نقشه ميں نکالکر ايک نظر ڈال ليجيے)

فروري سنه ۱۹۱۵ع ميں شمال کي طرف مزيد سياحت شروع کي' اور بالآخر ۱۹ جون کي صبح کو اسکي منتظر آنکهوں کا ايک جديد سرزمين کے منظر بري نے استقبال کيا' جسکي تلاش ميں برف و سرما کي تين مهلک فصليں اسنے برداشت کي تهيں !

يه نئي مکتشفه زمين نقشه ميں عرض شمالي کے درجه ۷۸' اور طول غربي کے ۱۱۷ درجه ميں واقع هے' اور اسکا داخلي طول ۰۰ ميل تک اندازه کيا گيا هے -

استيفنسن تکميل تحقيقات کے بعد واپس روانه هوا - نقطه مارٹن (Marttin Pt.) تک تو اسکے ورود کي دنيا کو خبر ملي' ليکن اس کے بعد تمام گذشته سال انتظار و تجسس ميں بسر هوگيا اور کوئي مزيد اطلاع نهيں ملي - يہانتک که عام طور پر اسکي هلاکت کا يقين کر ليا گيا - ليکن گذشته نومبر ميں يکايک ايک پيغامبر کنيڈا ميں پہنچا' اور اس سے معلوم هوا که استيفنسن راس کليٹ (C. Kellett) ميں بخيريت موجود هے' اور بعض ديگر علمي تحقيقات ميں مشغول هے -

اس جديد ارضي اکتشاف نے علماء فن کے آگے ايک مبحث کهولديا هے - ارض جديد کي جيولوجي' نباتاتي' حيواني اور مقناطيسي حالات و موثرات کے متعلق عرصه تک بحث و ... کا سلسله جاري رهيگا - بشرطيکه يورپ کے موجوده تمدن کي اتني عمر اور بڑهجاے' که وه کرۂ ارضي کي اس نئي متاع يغما سے متمتع هوسکے -

زمين کا جسقدر بحري و بري حصه يورپ کے تصرف ميں قدرت نے ديديا تها' کيا اسکو امن اور راحت دينے کے کام سے فارغ هوگيا هے که اب اسکے چهپے هوے چند ٹکڑوں پر بهي متصرف هونا اور انکي خبروں سے فتح مندانه مسرت حاصل کرنا چاهتا هے ؟

الحجــة لك عليهـــم و الحـــق معـــك ' اتبعناک ' و ان تـكن الحجة لهـــم عليك ' عاقبناک -

کوئي فريق نه بنوں) پس مناظره کر - اگر تيري حجة تيرے مخالفين پر واضح هوگئي اور حق تيرے ساتهه ثابت هوا تو هم تيري پيروي کرينگے ' اور اگر تو حجة نه لاسکا اور حق نے تيرے مخالفين کا ساتهه ديا ' تو پهر تيرے ليے اسکي سزا هے "

(آغـاز منـاظره)

شيخ نے مناظره کيليے پوري آمادگي ظاهر کي' اور مامون نے بشر مريسي رئيس معتزلۂ عهد کو حکم ديا که مناظره شروع کرو -

بشر اپني جگه سے اٹهکر مامون کي نشست کے قريب آيا' اسکي تمام جماعـت اسکے ساتهه تهي - مامون نے خود هي فيصله کرديا تها که دليل بشر پيـش کريگا اور شيخ جواب ديگا - خارج از موضوع کوئي بات نهيں کي جائيگي - دلائل کا تمام دار و مدار صرف قران کي اندروني شهادت پر هوگا' اور هر فريق پورے ضبط و سکون اور کشاده دلي کے ساتهه مخالف کي تقرير سنيگا - مامون نے دونوں فريق کو مخاطـب کرکے اس بارے ميں جو تقرير کي ' وه نهايـت وقيع هے' اور گويا اداب مناظره پر ايک بهترين درس هے - جس قدر حصه شيخ نے اپني رساله ميں نقل کيا هے ' هم کسي دوسري صحبت ميں اسکا ترجمه کرينگے -

اب مناظره شروع هوا - بشر يکے بعد ديگرے قران کريم کي آيات پيش کرتا ' اور شيخ اسکا جواب ديتے - پهر رد و جواب الجواب کا سلسله جاري هوتا - شيخ نے حرف بحرف تمام مناظره نقل کيا هے اور پورے شرح و بسط اور انصاف و عدالة کے ساتهه مخالف کي تمام دليلوں اور تقريروں کو بهي قلمبند کيا هے -

افسوس که هم اس منـاظره کو نقـل نهيں کرسکتے' کيونکه بهت طول طويل هے اور رساله کے اوراق کا بڑا حصه اسي پر مشتمل هے - نيز زياده تر خالص علمي دلائل و مباحث سے تعلق رکهتا هے جسکے مطالعه ميں عام قارئين البلاغ کيليے کوئي دلچسپي نه هوگي - عموماً جو دلائل کتب کلام و عقائد و اختلاف ميں مسئلۂ قدم و خلق قرآن کے متعلق نظر آتے هيں' وهي فريقين کي طرف سے پيش هوے' اور هماري موجوده صحبت کا موضوع مسئلۂ خلق قرآن نهيں بلکه علماء سلف کے امر بالمعروف و نهي عن المنـکر کا ايک نظاره دکهلانا هے -

بشر مريسي کے طرف سے جسقدر آيتيں قرآن حکيم کي پيش کي جاتي تهيں' اسکے جواب ميں خود قرآن هي سے عبد العزيز استشهاد لاتے اور ثابت کرديتے که ان آيات کو خلق قرآن سے کوئي تعلق نهيں -

اسي سلسله ميں حروف و اصوات کي بحث نکل آئي - جهم بن صفوان نے اگرچه نفي صفات کي بنا پر خلق قران کا دعوی کيا تها ' ليکن بشر مريسي کا اعتقاد اشاعره کے اعتقاد سے اقرب تها - وه زياده تر حروف و اصوات عربيه کے حدوث و خلق پر زور ديتا' اور "کلام الله" اور "قران عربي" ميں تفريق کرکے اس قران کے خلق و حدوث کو قطعي قرار ديتا' جو عربي زبان ميں هم پڑهتے اور لکهتے هيں - ليکن شيخ عبد العزيز نے ثابت کيا که جو قرآن اتارا گيا وه عربي ميں تها' جيساکه جا بجا فرمايا : انا انزلناه قرانا عربيا - يا کها: بلســان عربي مبين - پس وه چيز جو عربي زبان ميں اتري تهي اگر عربي تهي ' تو قطعاً عربي کے حروف و اصوات هي ميں تهي' انسے مجرد نهيں هوسکتي' اور وهي کلام الله هے - پس کلام الله عربي ميں اترا ' اسي کو رسول نے تلاوت کيا ' اور وهي هماري زبانوں سے بهي نکلتا هے - کوئي دوسري چيز نهيں هے -

(فتح و شکست کا آخري ميدان)

"سلسلۂ بحث بڑهتا جاتا تها ' اور مامون کا يه حال تها که کبهي شيخ کے حسن جواب کي داد ديتا' اور کبهي بشر کے استدلال و استشهاد سے خوش هوتا که يکايک بشر نے کها :

"ميں اپنے اور تمام دلائل و براهين کو خود هي چهوڑ ديتا هوں کيونکه اسطرح رد و کد ميں کوئي نتيجه نهيں نکلے گا - اب صرف ايک سوال کرتا هوں' اسکا جواب دو - تمام بحث کا ابهي خاتمه هوجائيگا اور حق کے اعتراف کے بغير تم کوئي راه نجات اپنے سامنے نه پاؤگے "

يه کهکر اس نے سوال کيا:

" قران نے صدها مقام پر الله کو خالق کل شي کها هے يا نهيں يعني خدا هر چيز کا خالق هے ؟ "

شيخ نے کها : " هاں وهي هر شے کا خالق هے "

بشر نے کها : " قران بهي "شے" هے يا نهيں ؟ "

شيخ نے کها: "پہلے "شے" کي حقيقت سن لو پهر جواب مانگو"

بشر زياده تيز هوکر بولا : " ميں اور کچهه سننا نهيں چاهتا ' پہلے ميرے سوال کا جواب دو - قران بهي " اشياء " ميں داخل هے يا نهيں؟"

شيخ نے پهر کها : " تمهارا طرز سوال هي غلط هے - اسميں دهوکا هے - تم کو چاهيے که صبر و ضبط کے ساتهه پہلے ميري تقرير سن لو"

بشر نے کها: " تقريريں بهت هوچکيں' اميـر المومنين کو نتيجۂ مناظره کا انـتظار هے - اب اور کسي تقرير کی ضـرورت نهيں - تم ميرے سوال کا جواب دو "

شيخ نے پهر جواب سے اعراض کيا - اسپر بشر نے مامون سے کها: " يا امير المومنين ! حاکم کا فرض عدل و انصاف هے - آپ حکم هيں - اگر عبد العزيز حجة رکهتا هے تو سوال کا جواب کيوں نهيں ديتا ؟ "

يه حالت ديکهکر محمد بن جهم معتزلي نے پکارا: "ظهر امر الله و هم کارهون ! " بشر کے گروه ميں سے ايک اور شخص اٹهکر کهڑا هوگيا اور چيخ کر کها: "يا امير المومنين ! جاء الحق و زهق الباطل - ان الباطل کان زهوقا " شيخ عبد العزيز لکهتے هيں که خود بشر بهي اپنا جوش و تعصب نه روک سکا اور بار بار کهنے لگا : " و لکن قعد حمار الشيخ على القنطرة" يعني بالاخر شيخ کا گدها پل ديکهکر بيٹهه گيا ' اور آگے نه بڑهسکا !

شيخ کا اعراض ديکهکر مجلس کو يقين هوگيا که شيخ کے پاس اس دليل کا کوئي جواب نهيں اور اس نے تلوار رکهدي - اگر وه تسليم کرتا هے که قران بهي شے هے اور اشياء ميں داخل' تو لازمي طور پر ماننا پڑتا هے که الله هر شے کا خالق هے اور هر شے مخلوق هے - پس قران بهي مخلوق هے - اگر نهيں مانتا تو عقل و بداهت سے انکار کرتا هے کيونکه يه ظاهر هے که قران بهي اشياء ميں داخل هے - يه کسي طرح نهيں کهه سکتے که وه شے نهيں - اگر شے نهيں تو کيا هے ؟

خود مامون الرشيد کا بهي يهي خيال تها - اسے يقين هوگيا تها' که شيخ عبد العزيز بالکل بے بس هوگيا هے ' اسي ليے جواب سے بچنا چاهتا هے - اس نے پهلي دفعه غضبناک هوکر شيخ سے کها : " يا عبد العزيز ! تجهے کيا هوگيا هے' کيوں سوال کا جواب نهيں ديتا ؟ "

(اعـــلان حـــق)

شيخ لکهتے هيں که " في الحقيقت اس وقت ميں کشمکش ميں مبتلا هوگيا تها ' اور صاف نظر آتا تها که قران کے "شے" ماننے کے ساتهه هي يه سب لوگ شور مچائينگے که قـران کا مخلوق هونا ثابت هوگيا - ليکن مامون کے غضب ناک هوتے هي الله نے ميري مدد کي ' اور يکايک راه کاميابي دکهلادي "

اسکے بعد انہوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جس نے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیۂ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب و احتراز کی وصیت کی - پھر کہا :

" صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ' اور الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا ولی ہے ' مجھے تیری مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے کی توفیق دیدی - میں نے جو کچھہ کہا ہے' اگر حق ہے تو اسکی تصدیق کر' اور ان مفسدوں کا ساتھہ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں - اگر حق نہیں ہے تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا' اور مجھکو جھٹلا تاکہ میں اُس چیز کے حق ہونے کی راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسی نے بھی نہ جانا - یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی سنت اور انکا طریق ہے کہ انہوں نے حجۃ پیش کی اور منکرین سے حجۃ طلب کی ' لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہے جنھوں نے راہ حجۃ و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جورو قہر کے دامن میں پناہ لی تھی' اور کہا تھا کہ : حرقوہ وانصروا الھاتکم ان کنتم فاعلین - ابراہیم کو آگ میں جلادو' اور اسطرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئی حجۃ نہیں لا سکتے - ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کی نصرت کیلیے حجۃ و دلیل نہ تھی' اسلیے وہ حضرۃ ابراہیم پر جورو قہر اور ظلم و ستم کرکے اپنے اعتقاد کو منصور و فتحمند کرنا چاہتے تھے - پس اگر دلیل و حجۃ کی سنت کی جگہ قہرو ظلم کی سنت پر تو عمل کریگا ' تو یاد رکھہ کہ یہ ملۃ ابراہیمی کی سنت نہوگی ' ملۃ نمرودی کا اتباع ہوگا - با ایں ہمہ پیروان ابراہیم علیہ السلام اسکے لیے بھی طیار ہیں ' اور تو دیکھہ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لیے طیار نہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا "

یاد ہوگا کہ جب عبد العزیز دربار میں پہنچا تھا تو ایک طرف سے آواز آئی تھی : " اس شخص کیلیے تو صرف یہی کہدینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجھک - خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو اس سے زیادہ بد شکل نہیں دیکھا " شیخ نے یہ جملہ سنا تھا مگر اُسوقت خاموشی اختیار کرلی تھی - اب وہ اسطرف متوجہ ہوے :

" اور اے امیر المومنین ! تو نے کہا ہے کہ میری خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کیلیے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے' لیکن میں نے دربار میں آتے ہی سب سے پہلی آواز جو سنی ' اسی سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنے والوں کے علم و حجۃ کا کیا حال ہے ؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں ؟ پھر کیا رہی یہ لوگ مجھسے مناظرہ کرینگے جنکے پاس سب سے بڑی دلیل بطلان حق کیلیے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا ؟ اور میں انکی نگاہوں میں جمیل و حسین نہیں ؟ اے امیر المومنین ! میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایوان دربار کی دیواروں پر بنے ہوے ہیں اگر خوشنما نہوتے ' تو تو انکو ملامت کرتا یا انکے صناع اور صانع کے قلم کو ؟ اگر تیری ملامت صناع تک پہنچتی تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کرکے انہوں نے صناع کائنات پر ملامت نہیں کی اور اسکی صناعت کو ذلیل نہیں ٹھرایا ؟ کیا یہی وہ توحید ہے جسکے یہ لوگ مدعی ہیں' اور جو کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جاے ؟ حضرۃ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جمال جسم اور حسن خلقۃ عطا فرمایا تھا ' لیکن بادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکالکر ملک و سلطنت عطا کی تو انہوں نے کہا : " اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم " اے بادشاہ ! اپنی سلطنت میرے سپرد کردے میں حفاظت کرنے والا اور صاحب علم ہوں - یہ نہیں کہا کہ " انی حسن جمیل " مجھے سلطنت دیدے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں - "

(مامون کی محویت)

شیخ لکھتے ہیں :

" میں جب تک تقریر کرتا رہا ' مامون اسطرح ٹکٹکی لگاے میری جانب نگراں تھا ' گویا پتھر ہے ' جسمیں نہ تو ارادہ ہے نہ روح - اثناء تقریر میں کئی بار میں نے دیکھا کہ اُسکی آنکھیں تر ہوگئی تھیں' اور قریب تھا کہ اُنسے آنسو بہ نکلے - یہ حال دیکھکر تمام اہل دربار متحیر تھے' اور جبکہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے' تو اُنہوں نے دیکھا کہ شدت تاثر و محویت سے وہ خود ہی بیحال ہورہا ہے - ان میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہوگیا کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کیلیے قتل و سلب کے سوا اور کچھہ نہیں رکھتا تھا ' وہ کس طرح صامت و ساکن بیٹھا ہے' اور جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں سن رہا ہے ؟ حالانکہ وہ اللہ کی نصرت حق سے بیخبر تھے' اور نہیں جانتے تھے کہ سب کچھہ اُسی کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے " -

(مامون کی تقریر)

شیخ جب تقریر ختم کرچکے تو مامون الرشید کچھہ دیر تک خاموش رہا - پھر کہا :

" اے عبد العزیز ! اللہ تجھپر رحم کرے - تو نے جو کچھہ کہا میں نے سنا' اور جن جن چیزوں کو تو نے میری طرف نسبت دی' ان کیلیے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا - الحمد للہ کہ میں انسے بری ہوں - میں بندگان خدا پر ظلم نہیں کرنا چاہتا' بلکہ انکو حق اور توحید کی طرف بلاتا ہوں جسکر دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھپر ظاہر کیا ہے - با ایں ہمہ یقین کرکہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا ' اور خدا کی قسم' میں تیری سختی اور درشتی کی وجہ سے اپنا انتقام تجھسے نہ لونگا ' بلکہ تیری دلیلوں کو سنونگا اور تیرے براہین کو وزن کرونگا - مجھپر ظاہر ہوگیا کہ تو حق کی غیرت رکھتا ہے اور اسکے لیے بے باک ہے - تو نے اپنے گھر کو دنیا کیلیے نہیں چھوڑا بلکہ اُس چیز کیلیے چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے - پس تیری حمیت حق اسکی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جاے' اور تیری کوئی سختی مجھکو اس اعتراف سے نہیں روک سکتی - میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے - اگر تیرے پاس حجۃ ابراہیمی ہے تو پیش کر جسکی پیروی کیلیے تو یہاں تک آیا ہے' اور جب تک تو قرآن کی اس شہادت اور عقل صریح کی اُس دلیل کو نہ جھٹلادے جو قرآن کو مخلوق ثابت کرتی ہے' اس وقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجۃ ابراہیمی کا پیرو ثابت کرے - حجۃ ابراہیمی یہ تھی کہ جب منکر خدا نے اُس سے جھگڑا کیا تو حضرۃ ابراہیم نے کہا : " اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے ' اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال دیکھہ " یہ حجۃ ایسی تھی جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ و حس نے اسپر گواہی دی - پس تو بھی حجۃ لا ' اور صاحبان علم و حجج سے مناظرہ کر "

مامون کے آخری الفاظ یہ تھے :

و قد جمعت المخالفین لک لتناظرھم بین یدی' واکون انا الحاکم بینکم ؟ فان تبین	" اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو انسے میرے سامنے مناظرہ کرے' اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم دونوں فریق کیلیے ہوں (یعنی خود

باب التفسير

الاصــــلاح والافســـاد

(ان اريد الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(۲)

(بعض جزئيات نتـائج افســـاد)

(۱) بنو اسرائيل نے احکام توراة کي مخالفت کي ' اور خدا کي زمين ميں عدل و اصلاح کي جگۂ عصيان و فساد پهيلايا - بخت نصر اوٹها' اور پا مال کرديا ' کيونکه افساد کا آخري نتيجه يهي هے :

و قضينا الى بني اسرائيل فى الكتاب لتفسدن في الارض مرتين' و لتعلن علوا کبيرا - فاذا جاء وعد اولاهما بعثنا عليکم عبادا لنا اولى باس شديد - فجاسوا خلال الديار و کان وعـــدا مفـعولا - (اســـرائيل : ۴)

هم نے بني اسرائيل کيليے کتاب ميں فيصله کرديا تها که تم لوگ دو بار زمين ميں فساد پهيلاؤ گے' اور بڑي هي حد درجه کي سرکشي کروگے' سوجب پهلا عهد فساد کا آيا تو هم نے تمهارے اوپر اپنے طاقتور و جنگ آزما بندے بهيجديے جنهوں نے تمام شهر کو اجاڑ ديا ' اور خدا کا وعده پورا هونے والا تها -

(۲) ايک قوم نے احسان کي ناشکري کي' اور آنحضرت کے اونٹوں کا گله لوٹ ليا ' چرواهوں کو قتل کرديا ' اسلام لاکر پهر مرتد هوگئي - قرآن حکيم نے اس افساد کي سزا مقرر کي' اور اونکو وه ديگئي:

انما جزاء الذين يحاربون الله و رسوله و يسعون في الارض فســـادا ان يقـتلوا او يصلبوا او تقـطع ايديهم و ارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض - (مائده : ۳۷)

اونلوگوں کي سزا جو خدا اور خدا کے رسول سے لڑتے هيں اور زمين ميں فساد پهيلاتے هيں ' يه هے که قتل کرديے جائيں ' يا پهانسي پر لٹکيں ' يا اونکے هاتهه پانوں الٹے کاٹدا لے جائيں ' يا جلا وطن کرديے جائيں -

(۳) الله تعالے مصلحين کي جماعت کو بتدريج بڑهاتا هے' اور مفسدين کي جمعيت کو بتدريج توڑتا گهٹاتا ' اور پهر بالکل مٹا ديتا هے - البته اس تدريج عروج و زوال کي رفتار مختلف هوتي هے :

و اذکرو اذ کنتم قليلا فکثرکم و انظـــروکيف کان عاقبـة المفسديـن (اعراف ۸۵)

اور ياد کرو که جب تم تهوڑے تهے' تو خدا نے تمکو زياده کرديا ' اورساتهه هي ديکهو که مفسدين کا کيسا انجام هوا ؟ ادهر تم بڑهتے گئے اودهر وه گهٹتے گئے !

(۴) فرعون نے خدا کي زمين ميں اسنکبار کيا ' ايک قوم کي آزادي سلب کرلي ' اوسکي قوت کو برباد کرديا ' اسکو غلاموں کي طرح اپنا محکوم رکهنا چاها' يه عمل فساد تها ' پس اسکا لازمي نتيجه نکلا اور اسکي تباهي کا وقـت آگيا - آخري وقت آنکهه کهلي ' مگر اب وقت گذر چکا تها :

الآن و قد عصيت قبـل وکنت من المفسديـن (يونس : ۹۱)

اے فرعون اب تو خدا کے آگے جهکنا چاهتا هے حالانکه پہلے سرکشي کرچکا هے اور زمين کے مفسدوں ميں سے تيرا وجود بهي تها !

(۵) اسي طرح اور بهي متعدد گذشته قوميں تهيں' جنکا مايه خمير فساد تها ' الله تعالى کے حکم سے کوئي زلزله کے ساتهه پيوند خاک هوگئي:

و اخذت الذين ظلمو الصيحة فاصبحـــوا فـــي ديارهـــم جثمين -

جنلوگوں نے ظلم کيا تها ' اونکو عذاب الهي کي کڑک نے پکڑليا ' اور وه اپنے گهروں ميں بيٹهے کے بيٹهے هي رهگئے -

کسي کو هوا اپنے ساتهه اڑا لے گئي :

فارسلنا عليهم ريحا صرصرا في ايام نحسات لنذيقنهم عـــذاب الـخـــزي في الحيوة الدنيا -

هم نے اون پر آندهي بهيجي انکي نامبارکي کے دنوں ميں' تاکه هم اونکو دنيا ميں ذلت و نامرادي کا عذاب چکهاديں -

کسي کو پاني اپنے ساتهه بها ليگيا :

حتـــى اذا جـــاء امرنا و فار التنــور

يهاں تک که جب همارے قانون عذاب کا وقت آگيا اور تنور نے جوش مارا -

ديکهو ' جزاء و سزا ميں کسقدر مناسبت هے ؟ فساد عدم هے ' يه قوميں بهي معدوم هو گئيں - افساد نتائج اصلاح کو مٹاتا هے ' يه قوميں بهي مٹ گئيں - کما تدين تدان -

(بعـــض جزئيات نتائج اصـلاح)

ليکن اعمال صالحه کي حالت اعمال مفسده سے بالکل مختلف هے - وه زندگي اور طاقت و صحت هيں ' اسليے زندگي هي کے نتائج کا اون سے ظهور هوتا هے - وه روشني هيں' اسليے روشني هي کے تمام آثار و علائم اپنے ساتهه رکهتے هيں - اسي بنا پر الله تعالى نے اعمال صالحه سے زياده اعمال صالحه کے نتائج و آثار کا ذکر کيا هے :

(۲) ارباب اصلاح جو کام کرتے هيں ' صرف اپنے نور ايمان کي هدايت سے کرتے هيں' اونکو ترغيبات کي ضرورت نهيں هوتي:

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات يهديهم ربهـم بايمانهم تجـــري من تحتهم الانهار في جنت نعيـم (يونس ۹)

جو لوگ اللـه پر ايمـان لاے اور صالح اعمال اختيار کيے تو الله انکے ايمان کي روشني کو انکے ليے شمع هدايت بنا ديتا هے - انکے ليے نعمتوں کي جنة هے' اور اسکي نهروں کي رواني کا عيش نظاره !

نيکي و بدي اور فساد و صلاح ميں يهي فرق هے جسکو خدا نے اجمالاً بيان کيا هے - هر بدي کے اندر ترغيبات کا ايک ذخيره چهپا رهتا هے جو نفس اماره کو اپني طرف بلاتا هے ' ليکن نيکي نهايت ساده صورت ميں نماياں هوتي هے' کيونکه وه انسان کي فطرة اصلي هے اور فطرة کا هر جمال ساده هوتا هے-

(۳) مصلحين هر شخص سے جهک کے ملتے هيں' تکبر و غرور سے اونکو نفرت هوتي هے' استکبار اون سے چهو نهيں جاتا :

ان الذين آمنوا و عملـوا الصالحات و اخبتوا الى ربهم اولئك اصحـــب الجنة هم فيها خلدون - (هود : ۲۵)

جو لوگ ايمان لاے' صالح اعمال اختيار کيے' اور اپنے پروردگار کيليے عاجزي کي' سو يهي لوگ " اصحاب الجنة " هيں جو اپني حياة بهشتي ميں هميشه شاد و خرم رهينگے !

" اخبات " يعنى عاجزي و تواضع اگرچه خود عمل صالح ميں داخل هے اور اسليے مستقل حيثيت سے اسکے ذکر کي ضرورت نه

شیخ نے کہا : " مجکو جواب دینے سے انکار نہیں ' لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ھے ' اسمیں ایک سخت دھوکا اور فساد ھے اسلیے میں پہلے اُسے صاف کرنا چاھتا تھا - با ایں ھمہ اگر امیر المومنین کو اسپر اصرار ھے تو اچھا ' میں تسلیم کرلیتا ھوں کہ قرآن بھی اشیاء میں داخل ھے "

یہ اقرار سنتے ھي بشر اچھل پڑا' اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھہ بول اٹھے :

" اگر قرآن بھی اشیاء میں داخل ھے تو قرآن کہتا ھے کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ھے اور تمام اشیاء مخلوق ھیں ' پس قرآن کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا "

شیخ نے گرج کر کہا :

" ھرگز نہیں ! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا - قرآن کہتا ھے : و یحذرکم اللہ نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے " نفس " سے ڈراتا ھے - اس آیت سے ثابت ھوتا ھے کہ اللہ کا بھی نفس ھے - اور پھر قرآن کہتا ھے کہ کل نفس ذائقۃ الموت ھر نفس کیلیے ضرور ھے کہ وہ موت کا مزہ چکھے - پس اگر اشیاء میں قرآن داخل ھوکر مخلوق ھوگیا' تو کیا خدا بھی " کل نفس " میں داخل ھوکر اور نفس ھوکر موت کا مزہ چکھے گا ؟ "

شیخ عبد العزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا ' اور ایسا معلوم ھوا ' گویا یہ الفاظ نہیں تھے ' ایک بجلی تھی جو یکا یک کوند گئی ' اور تمام نگاھوں کو خیرہ اور دلوں کو دھلا گئی - خود بشر مریسی مبہوت ھوکر دیکھتے کا دیکھتا ھي رھگیا ! فوقع الحق و بطــل ما کانوا یعملـــون -

یا تو مامون الرشید غضب ناک ھوکر شیخ سے جواب طلب کررھا تھا اور اُسے خلق قرآن کے اعتراف پر مجبور سمجھتا تھا' یا بے اختیار ھوکر عبد العزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا' اور پکار پکار کر کہنے لگا " معاذ اللہ ! معاذ اللہ !! خدا کي ذات موت سے بري ھے ! "

(خـــاتمــہ)

بشر مریسي نے اپنے آخري سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا - شیخ نے بھي اسکا جواب ایسا ھي دیا - وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجۃ کا اعلان آخري تھا !

مامون الرشیــد نے حکم دیا کہ مناظـرہ ختم کیا جاے ' اور عبد العزیز سے مخاطب ھو کے کہا :

" اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ھماري آجکي صحبت میں نہ ھوسکا ' لیکن اسمیں کوئي شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابي کے ساتھہ مقابلہ کیا ' اور اسکي کسي دلیل کے آگے میں نے تجھے عاجز نہ پایا - تیري فضیلت علمي پر تیرے جوابات گواہ تھے - تیري جرات و ثابت قدمي تیري فضیلــت کا اصلي جوھر ھے - تو نے جس بے خوفي و بے جگري سے میرے حضور میں زبان کھولي اور جسطرح میرے جلال و غضب اور موت و سلاکت کے خوف سے بے پروا ھو کر تقریر کي' واللہ کہ میں اسکي قدر کرونگا ' اور تیري درشتي و تلخ گوئي کو اپني قدر دانیوں اور حلم سے تھکا پھونگا - میرے طرف سے تیرے لیے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ھے - اور تیرا جوھر استعداد اسکا مستحق ھے کہ میري مجلس علم کا ندیم ھو - تو اب مدینۃ السلام میں قیام کر اور ھر بدھہ کے دن میري صحبت علمي میں شریک ھو "

شیخ لکھتے ھیں : " اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درھم میري قیام گاہ پر بھیجدیا جاے - نیز قیام کیلیے ایک سجا سجایا محل سرکاري بھي مرحمت ھو - پھر تلوار کي نیام پر ھاتھہ رکھا جو مجلس کي برخاستگي کا اشارہ تھا - تمام اھل دربار اٹھہ کھڑے ھوے - میں جب رخصت ھونے لگا تو مامون مسکرایا اور کہا " آج تو نے اپنے بڑے ھي طاقتور حریف پر فتح پائي "

اسکے بعد لکھتے ھیں :

" میں جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں ' دکانوں ' اور کوٹھوں پر چشــم براہ پایا - لوگ منتظر تھے کہ میري اس جرات کا کیا نتیجہ نکلتا ھے ؟ جب انھوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ واپس جارھا ھوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رھا ھوں تو انکي حیرت اور خوشي کي حد نہ رھي - لوگ ھر طرف سے مبارکباد دینے اور ارباب حق کي فتح پر خوشیاں منانے کیلیے ھجوم کرتے' اور مجھسے مصافحہ کرنے کے واسطے اپني جانوں کو تہلکہ میں ڈالتے - حتی کہ جوش خلائق اور شدت ھجوم سے میں عاجز آگیا اور گھر تک پہنچنا دشوار ھوگیا - "

" اسکے بعد جب تمام علماء شہر و امصار کو واقعات منـــاظرہ کي خبـــر ملي تو اس غیر متوقــع تائیــد غیبـــي پر سجدۂ شکر بجا لاے ' اور اس ایــک نمونے نے ھــزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا - جو خوف جان و مال سے اظہار حق نہیں کرسکتي تھیں ' پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسي کو جرات نہیں پڑتي تھي - لیکن اب لوگوں کو معلوم ھوگیا کہ اگر جرات و ثابت قدمي کے ساتھہ حق کا اعلان کیا جاے ' تو اللہ کي نصرت کبھي ساتھہ نہیں چھوڑتي اور ھر شخص کامیابي حاصل کرسکتا ھے "

" صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رھتا اور وہ مجلس مناظرہ کے حالات پوچھتے - میں روایت کرتے کرتے تھک گیا - یہاں تک کہ خبر دور دور پھیل گئي اور حجــاز و شــام تک سے لوگ دریافت کرنے کیلیے آنے لگے - تب عاجز آکر میں نے چاھا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ھر شخص اسے پڑھکر حق کي فتــح اور باطــل کے خـــذلان کي سرگذشتہ معلوم کرلے "

(استـــدراک)

(۱) شیخ نے اپني تقریر کے ابتدائي حصہ میں (جو البلاغ کي گذشتہ اشاعۃ میں نکلا ھے) کہا ھے : " خدا نے مسلمانوں سے خلق قرآن کا اقـــرار نہیں کرایا لیکن ایک انسان کراتا ھے (یعنی مامون) جو ھارون کے گھر میں پیدا ھوا اور ھارون ھادي کا بیٹا تھا "

شیخ کے رسالہ میں ایسا ھي لکھا ھے لیکن یہ صحیح نہیں ھے - خلیفہ ھارون الرشید ھادي کا بیٹا نہیں ھے بلکہ ھارون اور ھادي دونوں محمــد بن منصــور ملقــب بہ مہدي کے بیٹے ھیں - مہدي کے بعد تیرہ ماہ تک ھادي تخت نشیں رھا - اسکے بعد ھارون الرشید خلیفہ ھوا - غالباً یہ کتابت کي غلطي ھے -

(۲) تقریر میں انھوں نے کہا : " تم سے پہلے ائمۂ جور نے جو کچھہ کیا ' اللہ نے اسکے لیے تم کو کھڑا کردیا " یہ اشارہ بنو امیہ کي طرف تھا جنکو ھلاک کرکے آل عباس نے اپني حکومت قائم کي -

(۳) اس سرگذشت کو ھم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ھمارے موجودہ عہد کے علماء ' سلف کے ان واقعات کو پڑھیں اور عبرت پکڑیں - امر بالمعروف و نہي عن المنکر اور دعوۃ و تبلیغ حق ھي وہ اصلي و حقیقي فرض ھے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا ھے ' اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالي ھے تو انکو یقین کرنا چاھیے کہ انھوں نے اپني ھستي مٹادي اور راستے کے پتھر اور جنگل کي گھانس انسے زیادہ قیمتي ھے -

لسعيـه و انا لـه كاتبون - (انبياء : ٩٤)

كوشش كبهي ضائع نه جائيگي' اور همارا قانون ايسا هي هے -

اونكو ناكاميابي پر ناكاميابي هوتي هے' مگر وه اپني دهن ميں لگے رهتے هيں - كيونكه اونكا نور ايمان بتاتا هے كه وهي ايک دن كامياب هونگے - خدا كے پورے هونے والے وعدے كي دستاويز اونكے هاتهه ميں هوتي هے - وه ايک مقصد اعلى كيليے كوشش كرتے هيں' اونكو دهمكايا جاتا هے مگر وه نهيں ڈرتے - اونكو ملامت كي جاتي هے مگر وه آزرده خاطر نهيں هوتے' اسليے كه وه خدا كے وعدوں پر يقين ركهتے هيں :

فمن آمن و اصلح فلا خوف عليهم و لا هم يحـزنـون - (انعام : ٤٨)

جو شخص ايمان لايا اور اپني اصلاح كي تو اسكے ليے نه تو كسي طرح كا ڈر هے اور نه وه كبهي غمگين هوگا -

(١٤) عمل صالح انسان كے دل كو سنوارتا هے' اسليے پچهلے گناهوں كا جو داغ دل ميں هوتا هے' اوسكو بهي مٹا ديتا هے :

و الـذين آمنـوا و عملـو الصالحات و آمنوا بما نـزل على محمـد و هو الحـق من ربهم' كفر عنهم سيآتهم و اصلح بالهم (محمد : ٢)

اور جو لوگ ايمان لاے' عمل صالح كيا' اور قران حكيم پر يقين كيا جو انكے پروردگار كي طرف سے انكے ليے پيام حق هے' سو وه يقين كريں كه انكے تمام گناه جهڑ گئے اور انكے دل كو سنوار ديا گيا -

اونكي گناهوں كي ناكام زندگي كو نيكي كي سعيد و كامياب زندگي سے خدا بدل ديتا هے :

الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولئك يبـدل الله سيآتهم حسنات' و كان اللـه غفـورا رحيمـا - (فرقان : ٧٠)

مگر جس شخص نے توبه كي' ايمان لايا' اور عـمل صالح كيا' تو خدا اسكے گناهوں كو نيكيوں سے بدل ديتا هے' اور خدا بڑا معاف كرنے والا اور رحم كرنے والا هے -

حضرت عمر رضي الله عنه جب تلوار ليكر آنحضرت (صلى الله عليه و سلم) كے قتل كرنے كيليے چلے تهے' تو يه تلوار كيسي مفسدانه نظر آتي تهي ؟ مگر اب اوسكے جوهر ميں ايمان و اصلاح كے نور چمكتے هوے نظر آتے هيں - كيا يه بدي كو نيكي كے ساتهه بدلدينا نهيں هے ؟

(١٥) صالحين تقوى اختيار كرتے هيں' جچي تلي هوئي بات كرتے هيں' اور وه اونكے اعمال كا سنگهار بن جاتي هے :

يا ايها الذين آمنوا اتقو الله و قولوا قولا سديدا' يصلح لكم اعمالكم و يغفر لكم ذنوبكم - (احزاب : ٧٠)

مسلمانو! خدا سے ڈرو' ٹهيک اور پكي بات بولو' وه تمهارے اعمال كو تمهارے ليے سنوار ديگا' اور تمهارے گناهوں كو معاف كرديگا -

(١٦) مصلحين نهايت پاک و با مراد زندگي بسر كرتے هيں :

من عمل صالحا مـن ذكر و انثى و هو مومن فلنحيه حيوة طيبة و لنجزينهم اجرهم باحسن كانوا يـعمـلـون - (نحل : ٩٩)

جس عورت و مرد نے عمل صالح كيا اور وه مومن بهي هے' تو هم اوسكو ايک پاک زندگي عطا كرينگے اور اسكے كاموں ميں ايسي قوت ديدينگے كه محنت سے زياده اسكا پهل پايگا -

(١٧) مصلحين كے اعمال كے نتائج كسي نه كسي طرح اونكي اولاد كو بهي مل جاتے هيں' اور اگر نهيں ملتے تو اونكو يقين كرنا چاهيے كه اونكا باپ صالح نه تها - اگر كسي قوم كو حكومت نهيں ملتي تو اوسكو ماننا چاهيے كه اوسكے آباء و اجداد نے جو تاج سر پر ركها تها' اوس ميں صلاح و فلاح كا موتي نه تها - حضرة موسى جب ايک عالم الهي سے فيض ياب هونے كيليے نكلے اور وه انكے ساتهه روانه هوا تو راه ميں ايک شهر پڑا - شهر والے اتنے بد اخلاق تهے كه انهوں نے رهنے كي جگه تک نه دي - ليكن حضرة موسى كے ساتهي نے شهر كے باهر ايک پراني ديوار كي تعمير شروع كردي - حضرة موسى نے اس تعمير پر تعجب كيا تو انهوں نے يه علت بتلائي كه اسكے نيچے ايک صالح مرد و عورت كي دولت هے جسكے وارث انكے يتيم بچے هونگے :

و اما الجدار فكان لغلامين يتيمين في المدينـة و كان تحته كنز لهما و كان ابوهما صالحا' فـاراد ربـك ان يبلغا اشدهمـا و يستخرجا كنزهما رحمة من ربـك - (كهف : ٨٢)

ديوار شهر كے دو يتيم بچوں كي تهي' اوسكے نيچے اون دونوں كا خزانه دفن تها اور اون دونوں كا باپ صالح تها' خدا نے چاها كه جب وه جوان هوجائيں تو اپنا خزانه نكال ليں' اور ايسا نهو كه انكے جوان هونے سے پہلے هي ديوار پراني هوكر گر جاے -

ليكن اسكے ليے اولاد كو بهي صالح هونا چاهيے' ورنه نتيجه بر عكس هوگا - حضرة موسى كے ساتهي نے اسي سفر ميں ايک لڑكے كو قتل بهي كرديا كيونكه بر خلاف ان يتيم بچوں كے وه مفسد هونے والا تها :

و اما الغلـم فـكان ابواه مـومنـين فخشينـا ان يرهقهمـا طغيـانـا و كفرا - (كهف : ٧٩)

وه لڑكا جسكو ميں نے قتل كيا' سو اسكے باپ ماں مومن تهے' مجهكو خوف پيدا هوا كه طغيان و كفر كي وجه سے كهيں سركشي نه كرے -

(١٨) صالحين كو ابدي شهرت حاصل هوتي هے' اور وه هميشه دائم رهتي هے - بقاء' دوام' استمرار' اصلاح كے لازمي خواص هيں :

رب هب لي حكماء الحقني بالصلحين و اجعـل لي لسان صدق في الاخـرين - (شعراء : ٨٣)

خدايا مجهے نبوت دے' اور مجهكو صلحا ميں داخل كر' اور آنيوالي نسلوں ميں ميرا دائمي ذكر قائم ركهه !

(١٩) صلحاء كا دل حرص و طمع سے خالي هوتا هے' رشک و حسد سے اونكو نفرت هوتي هے' وه جزاء آخروي كے آگے دنيوي مال و دولت كو هيچ سمجهتے هيں :

قال الذين يريدون الحيـوة الدنيا : يليت لـنا مثـل ما اوتي قارون انه لذو حظ عظيم - و قال الذين اوتوا العلم و يلكم ثواب اللـه خير لمن آمن و عـمل صالحـا - (قصص : ٨٠)

اونلوگوں نے جو دنيوي زندگي كے طالب تهے' حسرت كهائي كه كاش همارے پاس بهي وه هوتا جو قارون كو ديا گيا هے - وه كيسا بڑا نصيبور هے ! مگر جو لوگ صاحب علم و سعادت تهے اونهوں نے كها يه كونسي چيز هے جسكے ليے حسرت كررهے هو؟ صد افسوس تم پر ! اصلي نعمت تو الله كا وه بدله هے جو صالحوں كو انكے اعمال كا ملتا هے' اور خدا كے مومن و صالح بندوں كيليے وهي سب سے بڑي چيز هے -

(٢٠) بدي كا نتيجه كتنا هي دل خوش كن هو مگر وه معدود هے' شـراب كا نشه هميشه نهيں رهتا مگر حق كا متوالا هميشه مست رهتا هے - چوري سے دولت كثيره هاتهه آسكتي هے' مگر اوسكو گن سكتے هيں - ليكن تجارت سے جو فوائد حاصل هوتے هيں' اونكي كوئي خاص حد نهيں - ايک معمولي دكاندار اپني زندگي خوش گذراني كے ساتهه بسر كرديتا هے' اور اوسكو كچهه معلوم نهيں هوتا كه كيا آيا اور كيا گيا ؟ مگر چور روپيه كو گن گن كے ركهه ديتا هے' پهر بهي چند دنوں ميں تمام دولت اوڑ جاتي هے - دل كا دكهه اور ضميركي بے امني اسكے علاوه هے -

تھي ' ليکن قرآن حکيم کا طرز خطاب يہ ہے کہ وہ عام کے بعد خاص کو مستقلاً بيان کرتا ہے ' جس سے اوسکا اہتمام شان واضح کرنا مقصود ہوتا ہے - چنانچہ تم کو معلوم ہے کہ عام نمازوں کے بعد صلواۃ وسطی کا ذکر مستقل طور پر کيا گيا حالانکہ احکام نماز ميں نماز کي ہر شکل ' ہر قسم ' اور ہر طريق داخل تھا - اسي اصول کي بنا پر خدا نے اخبات کا ذکر بھي يہاں مستقلاً کيا ہے -

۴) مصلحين کے اعمال کبھي ضائع نہيں ہوتے - عمل صالح کا بيج کبھي بھي سڑ گل نہيں سکتا - وہ قطعاً پھليگا اور قطعاً پھل لائيگا -

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات انا لا نضيع اجر من احسن عملا (کہف : ۲۹)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا ' تو انکو ہمارا يہ قانون معلوم ہو جانا چاہيے کہ ہم عمل صالح کرنے والے کے اجر اور مکافات کو کبھي ضائع نہيں کرتے -

زنا سينکڑوں بچوں کو ضائع کرديتا ہے ' ليکن نکاح اپنے نتائج اپني گود ميں ديکھتا ہے -

(۵) مصلحين ميں ہميشہ باہم محبت و يگانگي ہوتي ہے باہمي پھوٹ اور نفاق صاحب اصلاح گروہ ميں نہيں ہو سکتا :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا - (مريم : ۹۶)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا ' سو قريب ہے کہ خداے رحمن انکے ليے محبت کا دروازہ کھولديگا -

ليکن عمل فاسد کا نتيجہ صرف بغض و عداوت ہے :

فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة (مائدہ : ۱۷)

ہم نے قيامت تک کيليے اقوام نصارى کے درميان بغض و عداوت کي آگ بھڑکا دي -

انما يريد الشيطن ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر و الميسر ويصدكم عن ذكر الله و عن الصلوة فهل انتم منتهون ؟

شيطان چاہتا ہے کہ تمہارے درميان شراب نوشي و قمار بازي کے ذريعہ بغض و عداوت ڈالدے ' اور تم کو ذکر خدا اور نماز سے روکدے ' تو کيا تم باز نہيں آوگے ؟

(۶) مصلحين کي ايک بہت بڑي خصوصيت يہ ہے کہ وہ عدل الہي کے قيام کيليے اپني تمام قوتوں کو وقف کرديتے ہيں ' اور جب کبھي اُن پر ظلم کيا جاتا ہے تو پتھر اور گھانس کي طرح بيحس و حرکت نہيں پڑے رہتے بلکہ انسان کي طرح اٹھتے ہيں اور ظالموں سے انکے ظلم کا بدلہ ليتے ہيں تاکہ ظالم کو سزا ملے اور عدل قائم ہو - اس بارے ميں انکا ارادہ اور فعل دونوں يکساں ہوتا ہے - جيسا کہتے ہيں ويسا ہي کرکے دکھاديتے ہيں - انکي زندگي کي بنياد ارادہ نہيں بلکہ عمل ہوتا ہے :

انهم يقولون ما لا يفعلون الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و ذكروا الله كثيرا و انتصروا من بعد ما ظلموا (شعراء : ۲۲۷)

ان مفسدوں کا يہ حال ہے کہ جو کچھہ زبان سے کہتے ہيں اسکے خلاف عمل کرتے ہيں - البتہ وہ لوگ جو اللہ پر ايمان لاے ' عمل صالح کيا ' زيادہ سے زيادہ اللہ کے ذکر ميں لگے رہے ' اور ظلم کا بدلہ لينے ميں فتح مندي حاصل کي ' بعد اسکے کہ انپر ظلم کيا گيا تھا اور وہ مظلوم تھے - سو انکا حال ايسا نہيں ہے -

ليکن اگر کسي نے ظالم کي حمايت کي ' يا اوسکے ظلم پر خاموش رہا ' يا خاموش رہنے کي ہدايت کي ' تو وہ مفسد ہے - کيونکہ وہ عمل فاسد کي اعانت کرتا ہے -

(۷) مصلحين کي ايک خصوصيت يہ ہے کہ انکا اعتماد صرف اللہ پر ہوتا ہے ' پس وہ صبر کرتے ہيں اور صبر کے معني کسي عمل اور کاميابي کي راہ ميں مشکلوں کے برداشت کرنے اور قرباني کے ہيں :

الذين صبروا و على ربهم يتوكلون (عنکبوت : ۵۸)

جن لوگوں نے صبر کيا اور جو خدا ہي پر بھروسا رکھتے ہيں -

(۸) مصلحين معاملات ميں نہايت ديانت دار ہوتے ہيں - شرکت کے کاموں کو نہايت ايمانداري سے انجام ديتے ہيں ' مشترکہ چيزوں پر خود قابض نہيں ہو جاتے بلکہ دوسروںکو بھي مداخلت کا موقع ديتے ہيں :

و ان كثيرا من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و قليل ما هم (ص : ۲۳)

اور بہت سے ساجھے کا کام کرنے والے ايک دوسرے پر زيادتي کرتے ہيں مگر وہ لوگ جو ايمان لاے اور عمل صالح کيا ' تو انکا شيوہ عدل اور ديانت داري ہے - البتہ ايسے لوگ تھوڑے ہيں -

(۹) خدا مصلحين کي دعا قبول کرتا ہے ' انکي پکار کبھي مردود نہيں ہوتي - اور اونکے مال و دولت کو بڑھاتا ہے :

و يستجيب الذين آمنوا و عملوا الصالحات ' و يزيدهم من فضله (شورى : ۲۷)

اور جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا سو خدا انکي دعا کو قبول کرتا ہے اور انکے کاموں کے پھل ميں اپنے فضل سے برکت اور فراواني بخشتا ہے -

(۱۰) وہ کبھي ذليل و رسوا نہيں ہوتے ' بلکہ ہميشہ معزز اور بلند و ممتاز ہوتے ہيں - تمام دنيا پر شرف و فضيلت صرف انہي کيليے ہے - اشخاص کي حالت ميں بھي اور جماعت کي حالت ميں بھي :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات اولئك هم خير البرية (بينہ : ۶)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا ' سو وہ دنيا کي بہترين ہستي ہيں -

اگر کوئي قوم دنيا ميں ذليل ہے تو سمجھہ لينا چاہيے کہ وہ عمل صالح نہيں کرتي :

(۱۱) وہ ہميشہ حق اور قرباني کي باہم وصيت کرتے رہتے ہيں اور ايک دوسرے کو اسکي دعوة ديتے ہيں ' پس تمام کائنات ارضي ميں کاميابي اور فتح و مراد انہي کيليے ہے - زندگي کے تمام مشکلات اور عمل انساني کي تمام ناکاميوں سے وہ محفوظ ہوجاتے ہيں :

والعصر ان الانسان لفي خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (والعصر : ۳)

زمانہ شاہد ہے کہ انسان کيليے ناکاميابي کے سوا کچھہ نہيں ہے - مگر وہ لوگ جو ايمان لاے ' عمل صالح کيا ' حق اور صبر کي باہمدگر وصيت کي ' تو انکے ليے ناکامي کي جگہ ہميشہ کام و مراد کي زندگي ہوگي !

(۱۲) مصلحين کو ظلم و غصب حقوق کا کبھي ڈر نہيں ہوتا ' کيونکہ وہ دليري کے ساتھہ ظلم کا مقابلہ کرتے ہيں ' اور طاقت کے ساتھہ اپنے حقوق کو محفوظ رکھتے ہيں :

و من يعمل من الصالحات و هو مؤمن فلا يخاف ظلما و لا هضما (طہ : ۱۱)

اور جو شخص عمل صالح کرتا ہے ' اور ساتھہ ہي اللہ پر يقين رکھتا ہے ' سو اسکے ليے ظلم اور غصب حق سے کوئي خوف نہيں - نہ اسپر ظلم ہوسکے گا اور نہ اسکا حق مارا جائيگا -

(۱۳) مصلحين کي کوششيں کبھي رائگاں نہيں جاتيں :

فمن يعمل من الصالحات و هو مؤمن فلا كفران

جو شخص عمل صالح کرتا ہے اور اللہ پر ايمان لايا ہے ' تو اوسکي

مراسلات

اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام اور سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوي)

گذشتہ نمبر میں اقوام جدیدہ و قدیمہ کے اشتراکي مذاهب اور انکے اثرات پر بہ تفصیل بحث کرچکے هیں - اب هم دکهلانا چاهتے هیں کہ اس بارے میں اسلام کي تعلیمات کیا هیں ؟ سوشیلزم کے اعتبار سے سب سے بڑے اصلاح معاشرت کا مسئلہ سامنے آتا ہے ' یعني ذاتي اعزاز و امتیاز مٹادیا جاے اور تمام افراد باعتبار معاش و مال کے مساوي الرتبہ هوجائیں -

مساوات کي چار صورتیں هیں ' مساوات نسبي و قومي ' مساوات حقوق و قانون ' مساوات رتبہ ' مساوات مالي -

(مساوات نسبي و قومي)

اسلام نے نسبي و قومي امتیاز بالکل مٹا دیا ہے ' اور تمام مسلمانوں میں ایک عام اسلامي برادري قائم کردي ہے - ایک مسلمان کو کسي دوسرے مسلمان پر کوئي قومي یا نسبي امتیاز حاصل نہیں ہے - قرآن مجید میں ہے :

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم (حجرات)	لوگو ! هم نے تمکو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ' اور تمکو مختلف قوم اور قبائل بنایا ' تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پهچانو ' خدا کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ اور مکرم وهي ہے جو زیادہ پرهیزگار هو -

دوسري آیت یہ ہے :

انما المومنون اخوۃ (حجرات)	مسلمان سب آپس میں بهائي هیں -

رسول الله صلی الله علیہ و سلم نے فرمایا ہے :

ان الله قد اذهب عنکم عبیۃ الجاهلیۃ و فخرها بالاباء - انما هو مومن تقي او فاجر شقي - الناس کلهم بنو آدم و آدم من تراب (ترمذي باب مفاخرۃ)	خدا نے جاهلیت کي نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنا تم سے دور کردیا ہے - آدمي یا مومن اور پرهیزگار ہے ' یا بدکردار اور شقي ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو اور آدم مٹي سے بنا تها -
انسابکم هذہ لیست بمسبۃ علی احد - کلکم بنو آدم ...... لیس لاحد علی احد فضل الا بالدین و تقوی (مشکوۃ باب مفاخرۃ)	نسب کسي کا کسي کے لیے باعث عار نہیں ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو ...... ایک کو دوسرے پر دین و تقوی کے سوا اور کوئي سبب فضیلت نہیں ہے -
لا فضل لعربي علی عجمي و لا لعجمي علی عربي	عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئي فضیلت نہیں ہے -

یہ احکام صرف عام نصائح هي نہیں هیں ' بلکہ عملاً بهي اسلام نے اسکا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا - حضرت زید جو رسول الله صلی الله علیہ و سلم کي پهوپهي زاد بہن تهیں ' انکو رسول الله نے ایک غلام سے بیاہ دیا - بلال رض ' سلمان رض ' حذیفۃ ' صهیب رض ' جو حبش ' ایران ' اور یمن وغیرہ کے زر خرید غلام تهے ' اسلام نے معزز ترین عرب کي صف بصف ان کو کهڑا کردیا -

حضرت بلال رضي الله عنہ حبش کے ایک ادنی غلام تهے جنکو حضرت ابوبکر رضي الله عنہ نے خرید کر آزاد کردیا تها - حضرت عمر (رضي الله عنہ) انکو اپنا آقا کہا کرتے تهے - حضرت سلمان جو فارس سے عرب میں غلام بنکر آے تهے ' رسول الله (صلی الله علیہ و سلم) نے انکو اپنا نقیب فرمایا ہے اور انکا نام حضرت ابوبکر (رضي الله عنہ) حضرت عمر (رضي الله عنہ) حضرت علي (رضي الله عنہ) حضرت ابن مسعود (رضي الله عنہ) کے پہلو بہ پہلو لیا ہے - حضرت بلال نے مدینہ میں آکر شادي کرني چاهي تو مدینہ کي گلیوں میں لوگوں سے پکار کر کہا : " لوگو ! تم جانتے هو کہ میں ایک معمولي زرخرید غلام هوں ' تم میں کوئي شریف ہے جو اپني بیٹي میري زوجیت میں دے " ؟ انصار نے کہا : " اے بلال ! مدینہ کا هر شریف اپني بیٹي تمهاري زوجیت میں دینا اپني عزت سمجهتا ہے "

(مساوات حقوق قانوني)

مساوات حقوق پر اسلام نے جس شدت سے عمل کیا ہے ' اسکي نظیر تمام دنیا میں نہیں مل سکتي - اسلام کي نظر میں جسطرح ایک حبشي اور ایک قریشي نسب کي حیثیت سے برابر هیں ' اسی طرح حقوق میں بهي بالکل مساوي هیں - اس کا ثبوت گو اوپر کي آیات اور احادیث سے نہایت وضاحت سے هو رها ہے ' تاهم مزید توضیح کے لیے هم چند آیات ' احادیث ' اور واقعات پهر پیش کرتے هیں جن سے ثابت هوگا کہ اسلام نے کیونکر اعلی و ادنی ' امیر و غریب ' قریب و بعید ' دوست و دشمن ' سب کے ساتھہ عدل و انصاف اور قانون و حقوق میں مساوات کا حکم دیا ہے :

یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله و لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو اعدلوا هو اقرب للتقوی (آل عمران)	مسلمانو ! انصاف پر مضبوطي سے قائم رهو ' اور خدا هي کیلیے گواهي دو ' کسي گروہ کي دشمني اس بات کا باعث نہو کہ تم انصاف نکرو - انصاف کرو کہ یہ تقوی سے قریب تر ہے -

اس آیت سے ثابت هوتا ہے کہ همکو دوست و دشمن ' سب کے ساتھہ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ہے :

و اذا قلتم فاعدلو ولو کان ذا قربی - (انعام)	جب بولو انصاف کی بات بولو ' اگرچہ کسي تمهارے قرابت دار هي کے خلاف هو -

اس آیت کریمہ نے قریب و بعید میں مساوات کا فیصلہ کردیا :

کتب علیکم القصاص في القتلی - (بقرہ)	تمپر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا -
النفس بالنفس (مائدہ)	جان کے بدلے جان -

ان دونوں آیتوں کا اطلاق تمام افراد انسان میں جان و زندگي کی مساوات ثابت کرتا ہے :

ان الــذین آمنــوا وعمــلوا الصالحات لهم اجر غیر ممنون (سجد : ۷۵)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا' اونکے لیے غیر منقطع معاوضہ ہے -

(۲۲) ہر چیز کا مرجع اللہ تعالی کي ذات ہے' اسلیے نیکي کے نتائج بھي اوسي کي طرف منتقل ہوجاتے ہیں' لیکن تم نہیں جانتے کہ اس معراج روحاني کا زینہ کیا ہے؟ خدا خود بتلاتا ہے :

الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعــه (فاطر: ۱۱)

خدا کي طرف کلمات طیبہ چڑھتے ہیں اور عمل صالح اوسکو اونچا کردیتا ہے - (اس آیت کي مزید تفسیر آگے آئیگي)

پس ہر نیک نیت کا' ہر سچي شہرت کا' ہر سچي کوشش کا' زینہ صرف اعمال صالحہ ہیں' جو اونکو خدا تک پہونچا دیتے ہیں -

(۲۳) بیٹے کے ساتھہ باپ کي محبت عمل صالح ہے' کیونکہ وہ بیٹے کے اعمال صالحہ کا نتیجہ ہوتي ہے' اور کوئي عمل صالح نتیجہ بد پیدا نہیں کرسکتا - حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھي کیونکہ وہ صالح تھے' اور اسلیے اونکو اپنے عمل صالح کا بہترین معاوضہ ملا تھا - لیکن انکے بھائیوں نے اس محبت کو جذب کرنا چاہا' مقصد نیک تھا' لیکن طریق اخذ و جذب مفسدانہ تھا' اسلیے نا کامیابي و ذلت دائمي نصیب ہوئي :

اقتلــوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجه ابیکم و تکونوا من بعــده قوما صالحین - (یوسف: ۹)

یوسف کو قتل کر ڈالو یا اوسکو کسي جگہ پھینکدو' باپ کي محبت تمہارے طرف منتقل ہو جائیگي' اور تم اوسکے بعد ایک صالح جماعت بن جاؤگے -

(۲۴) دنیا کے بادشاہ ہمیشہ صلحاء ہوتے ہیں' متعدد غیر صالح قوموں نے اپني سلطنت کھودي - حالانکہ وہ ایک مدت تک وارث تاج و تخت رہ چکي تھیں - متعدد حکمراں قومیں اعمال فاسدہ کے نشے میں چور ہیں اور سمجھتي ہیں کہ یہي اعمال تہذیب و تمدن کے زیور ہیں - لیکن اونکو خدا کے ہاتھہ کي گردش پر نگاہ رکھني چاہیے جو آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہے' اور ایک مرتبہ دفعتاً چمک کر اُلٹ دیتا ہے : جعلنا اعالیها سافلها :

إن الارض یرثها عبادي الصلحون (انبیاء: ۱۰۵)

زمین کے وارث صرف خدا کے صالح بندے ہوتے ہیں - فساد کے ساتھہ حکومت نہیں باقي رہسکتي -

(۲۵) نیکي اور اصلاح کا ثمرہ پورا پورا ملتا ہے :

واما الذین آمنوا وعملو الصالحات فیوفیهم أجورهم والله لا یحب الظلمین (آل‌عمران : ۵۰)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا تو خدا اونکو پورا معاوضہ دیگا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا -

(۲۶) صلحاء تلاوت کرتے ہیں' خدا کا سجدہ بجا لاتے ہیں' امر بالمعروف والنهي عن المنکر کرتے ہیں' اور نیکي کي راہ میں سب سے آگے رہنا چاہتے ہیں :

من اهل الکتاب امة قائمة یتلون آیات الله آناء اللیل وهم یسجــدون - یؤمنون بالله والیوم الاخر و یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر و یسارعون في الخیــرات. و اولائك من الصالحین - (آل‌عمران : ۱۰۸)

اور اہل کتاب میں ایک مستعد گروہ ہے جو خدا کي آیات راتوں کو پڑھتا ہے اس حال میں کہ وہ سر بسجود ہوتا ہے' خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے' نیکي کا حکم دیتا ہے' برائي سے روکتا ہے' اور نیکي کي طرف تیزي سے بڑھتا ہے' وہي لوگ صلحاء میں سے ہیں -

(۲۷) صلحاء کا ولي اور رفیق و مددگار صرف خدا ہوتا ہے' اسلیے وہ اوسي سے رشتۂ مودت جوڑتے ہیں :

ان ولي الله الذي نزل الکتب و هو یتــولی الصــا لحین - (اعــراف : ۱۹۶)

میرا ولي صرف خدا ہے جس نے کتابیں نازل کیں' اور وہ صالحوں کو دوست رکھتا ہے -

(۲۸) برائي کتني هي پھیلي ہو' تاریکي کا بادل کتنا هي غلیظ ہو' مگر صلحا کا نور ایمان اونکو برائیوں میں ملوث ہونے سے بچا لیتا ہے :

و نجینه من القریة التي کانت تعمل الخبائث انهم کانوا قوم سوء فسقین و ادخلنا في رحمتنا انه من الصالحین - (انبیاء ۷۴)

اور ہم نے لوط کو اوس گانوں سے نجات دي جو بدکاریاں کرتا تھا' وہ نہایت بري اور بدکار قوم تھي - اور ہم نے اوسکو اپني رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھا اور صالحین کي جگہ ہماري آغوش رحمت هي ہے !

(۲۹) صلحاء مصیبت کے وقت مایوس نہیں ہوتے' ناشکري نہیں کرتے' اور خوشحالي میں غرور و فخر سے بھي بچتے ہیں کہ اونکا ظرف وسیع ہوتا ہے :

ولئــن اذقنــا الانســان رحمة ثم نزعتها منه انه لیئوس کفور ولئن اذقناه نعماء بعد ضراء مستــه لیقولن ذهب السیئات عني انه لفــرح فخور الا الذین صبروا و عملــوا الصلحت اولئک لهــم مغفرة و اجر کبیر (هود ۱۲ : ۱۳ : ۱۴)

اور اگر ہم نے انسان کو اپني رحمت کا مزا چکھایا اور پھر اوس سے رحمت کو چھین لیا' تو وہ نا امید و نا شکرا ہو جاتا ہے' اور اگر نعمت کي لذت مصیبت کے بعد چکھائي' تو کہتا ہے کہ اب تو برائي میرے پاس سے چلي گئي' اور خوش ہوکر غرور سے اترانے لگتا ہے' البتہ ان لوگوں کا یہ حال نہیں ہوتا جنھوں نے اعمال صالحہ اختیار کیے' مشکلات میں صبر کیا - سو اونکے لیے مغفرت اور بڑا معاوضہ ہے -

(۳۰) وہ لوگوں کي امانت ادا کرتے ہیں' اور نہایت منصفانہ فیصلہ سناتے ہیں - خدا نے صلحاء کے ذکر کے بعد اونکو عدل احکام کا حکم دیا ہے - کیونکہ عمل صالح کا یہي نتیجہ ہونا چاہیے :

ان الله یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلهــا و اذا حکمتــم بین النــاس ان تحکموا بالعدل - (نساء : ۶۱)

خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتیں کو ادا کرو' اور جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھہ کرو -

اب اعمال فاسدہ و اعمال صالحہ کي فہرست تمہارے سامنے ہے' مصلحین و مفسدین کي جماعت تمہارے آگے کھڑي ہے - نتائج پیش نظر ہیں' مختلف حیثیتوں سے مقابلہ کرو' اعمال فاسدہ کس کثرت سے ہیں' اور کسقدر نقش و نگار کے پردے میں چھپے ہوے ہیں؟ لیکن نتائج کا حال مختلف ہے' اعمال فاسدہ کا صرف وهي ایک نتیجہ ہے جسکا عبرت ناک منظر گذشتہ قوموں کے افسانے پیش نظر کردیتے ہیں - لیکن اعمال صالحہ کے نتائج کس کثرت سے ہیں' اور کس قدر مختلف ہیں؟ اعمال صالحہ اپنے خواص و نتائج و آثار سے کبھي الگ نہیں ہوسکتے' اسلیے خدا نے اعمال کے ساتھہ اونکے نتائج و آثار کا بھي ذکر کیا ہے - لیکن اعمال فاسدہ کے نتائج اون سے جدا بھي ہوجاتے ہیں - اسلیے کوئي مفسد دفعتاً برباد نہیں ہوجاتا' وہ آہستہ آہستہ ہلاک ہوتا رہتا ہے - قرآن حکیم کي اصطلاح میں اسیکا نام " اہمال " ہے - یعني بتدریج ہلاکت و تباہي کا قانون الہي -

(البقیة یتلي)

انا معشر العرب سواء — ہم عرب لوگ آپس میں برابر ہیں -
الا یستعبد بعضنا بعضاً — ایک دوسرے کو غلام نہیں بناتے -

مساوات رتبہ کی ایک صورت اور رہگئی کہ حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کا باہمی اختلاف رتبہ بھی اُٹھہ جاے، لیکن اگر اس سے مقصد یہ ہے کہ دنیا میں کوئی حاکم ہو نہ محکوم، آقا ہو نہ غلام، تو اسوقت تک یہ ایک ناقابل عمل اصول ہے جبتک دنیا میں مختلف الاستعداد اور مختلف الاخلاق انسان موجود ہیں، اور اُن میں باہمی امداد کی احتیاج باقی ہے - قرآن کہتا ہے :

و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضاً سخریا - — ہم نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی تاکہ ایک دوسرے کو اپنے کام میں لے سکیں -

اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ باوجود امتیاز مراتب، حقوق میں یکسانی ہو، تو یہ عین حکم اسلام ہے - حقوق کو چھوڑو، اسلام کی شریعت میں تو رعایا اور غلام کا لفظ بھی بولنا مستحسن نہیں، سب انسان عباد اللہ یعنی صرف اللہ کے غلام ہیں -

(مساوات مالی)

فقرا اور اہل ثروت کے باہمی تصفیہ کے لیے اشتراکیت نے جو اصول قرار دیے ہیں، ان میں سب سے زیادہ نا قابل عمل اصول یہی ہے - تاریخی حیثیت سے اس اصول کی غلطی اسطرح ثابت ہے کہ سولن کے عہد سے لیکر جو اس اصول کی تاریخ پیدایش ہے، اب تک دنیا اس پر عمل نہ کرسکی - سوشیلسٹ کہتے ہیں کہ دولت کی اصل محنت ہے اسلیے تمام افراد کو محنت کرنی چاهیے، اور اسکا منافع مساوی طور سے تقسیم کردینا چاهیے - لیکن یہ ایک صریح غلطی ہے - یہ صحیح ہے کہ دولت کا زیادہ تر مدار محنت ہی پر ہے، لیکن تمام افراد کی محنت یکساں نہیں ہوتی - جب تک تمام افراد محنت، مقدار محنت، مہارات علم، قوت، صحت تدبیر، اور عقل میں مساوی نہوجائیں، انکی محنتوں کا معاوضہ بھی مساوی نہیں ہوسکتا - ایک شخص اپنی قوت دماغی سے ایک شے ایجاد کرتا ہے، آسکی درستی اور تکمیل میں سالہا سال کے شدائد برداشت کرتا ہے، اور ایک مزدور صرف آسکی نقل اُتار سکتا ہے، کیا دونوں کی محنتوں کا ایک ہی معاوضہ دیا جائیگا ؟ ایک شخص ۲۴ گھنٹوں میں ۲۰ گھنٹے محنت کرسکتا ہے، دوسرا صرف ۱۰ - گھنٹے، تیسرا ۵ - گھنٹے، چوتھا ۲ گھنٹے، کیا یہ انصاف ہے کہ ان تمام مختلف الدرجات اشخاص کی محنت کی ایک ہی قیمت ہو؟ ایک ماہر فن دستکاری ایک شے نہایت عمدگی سے طیار کرتا ہے - اسکا رفیق وہی چیز نہایت بھدی اور بد وضع بنا تا ہے، کیا دونوں کا ایک نرخ ہوگا ؟ ایک ماہر علوم جو کسی کالج کا پروفیسر ہو، کیا اسکی تنخواہ ایک نیم عالم کے برابر ہوگی جو کسی معمولی اسکول کا ٹیچر ہو ؟ ایک لائق بیرسٹر اور ایک معمولی وکیل کا معاوضہ ایک ہوگا ؟ ایک جنرل اور ایک سپاہی کی قیمت ایک ہوگی ؟ ایک دانشمند وزیر اور ایک محرر کا معاوضہ مساوی ہوگا ؟ کون کہہ سکتا ہے کہ ان سب کی محنتوں اور قابیلتوں کی ایک قیمت ہوگی، اور جب ایک قیمت نہ ہوگی تو دولت اور قیمت محنت کے اختلاف مراتب کا مٹانا فطرت اور قدرت کی مخالفت ہے -

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ تمدن افراد میں باہمی احتیاج پیدا کرتا ہے - اگر دولت و تمول میں لوگ مختلف الدرجہ نہوں، تو ایک بیمار کو نوکر، ایک کمزور کو بار بردار، ایک تاجر کو محرر، ایک گورنمنٹ کو سپاہی، ایک نا واقف فن طعام کو باورچی (وقس علی ذلک) کیونکر هاتهہ آسکتا ہے ؟ قرآن مجید نے انہی دو اصولوں کو مد نظر رکھکر اختلاف مدارج مالی کی طرف اشارہ کیا ہے :

والله فضل بعضكم على بعض في الرزق، فما الذين فضلوا برادي رزقهم على ما ملكت ايمانهم فهم فيه سواء (نحل) — خدا نے رزق میں ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے، تو جنکو برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق لوٹا کر ان لوگوں کو کبھی نہیں دینگے جنکے وہ مالک ہیں تاکہ وہ سب برابر ہوجائیں -

دوسری آیت میں بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضاً سخرياً (زخرف) — ہم نے دنیاوی زندگی میں انکے درمیان انکی معیشت تقسیم کردی اور ایک کو کئی درجہ دوسرے پر بلند کیا تاکہ ایک دوسرے کو اپنے کام میں مدد کیلیے لے سکیں -

اس بیان سے ظاہر ہے کہ سوشیلزم میں مساوات مالی کا اصول نہایت خطرناک غلطی پر مبنی ہے - لیکن جو نتیجہ اس اصول کے ذریعہ سے اشتراکیین حاصل کرنا چاہتے ہیں، اسلام نے انکا دوسرا مفید ذریعہ بتادیا ہے جسکا بیان آگے آئیگا - اس تمام تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ فقرا اور اہل احتیاج کی امداد کے لیے اصلاح معاشرت کی جو مفید و حقیقی تجاویز تھیں، اسلام نے اُن سے دریغ نہیں کیا ہے، اور جو کچھہ افراط و تفریط تها، اُس سے صاف منع کردیا ہے -

(اصلاح اقتصادی یا مالی)

اسلام نے اقتصادی امور میں جو اصلاحیں کی ہیں، امرا اور اہل ثروت کو جس متعدل حالت پر رکھا ہے، فقرا اور اہل افلاس کی امداد و اعانت کی جو صورتیں پیدا کی ہیں، اُنکو پڑھکر یہ فیصلہ کرنا نہایت آسان ہوگا کہ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسنے تمدن کی تمام مشکلوں کو اس نکتہ سنجی کے ساتھہ حل کردیا ہے کہ جدید تمدن بھی باوجود اپنی انتہائی وسعت کے نوع انسان کے لیے کوئی جدید اور مفید تجویز پیش نہ کرسکا - مضمون کے گذشتہ نمبر میں ہم اُن اقتصادی مشکلات کا بیان کرچکے ہیں جن میں آجکل یورپ مبتلا ہے، اور جن سے مسیحی مذہب انکو نجات دلانے سے بالکل عاجز ہے - لیکن مسلمانوں کے ہزار سالہ تمدن میں صرف اُنکا ایک مذہب تھا جو ہر راہ میں اُنکے لیے مشعل ہدایت تھا -

عقلاے یورپ نے مصائب اقتصادی سے رهائی پانے کے لیے سب سے ضروری تجویزیں یہ پیش کی ہیں :

(۱) اہل حاجت کی امداد کے لیے لوگوں کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جاے، اور اُنکے لیے فنڈ مقرر کیا جاے -
(۲) سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والی انجمنیں قائم کی جائیں -
(۳) گورنمنٹ کا فرض ہے کہ فقرا اور اہل حاجت کی خبرگیری کرے، بازار کا نرخ مقرر کرے -

یہ تمام تجویزیں جنکو یورپ ایک مدت کے تجربہ کے بعد سمجھا ہے، لیکن جن پر اب تک عمل نہ کرسکا، اسلام انکو اپنے ابتداے پیدایش ہی میں سمجھہ چکا تھا، اور ایک مدت دراز سے وہ ان پر عامل ہے -

(اسلام میں مال کا رتبہ)

سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ دولت و مال کا کیا رتبہ ہے ؟ اسلام کے سوا اکثر مذاهب نے اس نکتہ کے سمجھنے میں غلطی کی ہے - عیسائیت کا حکم ہے کہ اہل دولت آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتے - یہودیت نے ایک حد قدر کی ہے، مگر اُنکی دولت کے ثمرات و فو بنی اسرائیل تک محدود ہیں - بودھہ مذہب

عن عبادة بن الصامت قـال قـال رسـول الله صلى الله عليه و سـلم اقيموا حدود الله علي القريب و البعيدكـم ولا تاخذ في الله لومة لائم (ابن ماجه كتاب الحدود)

عبـادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ خـدا کے حدود (یعني خدا کے مقرر کردہ قواعد و آئین) دور و قریب سب پر یکساں جاري کرو' اور خدا کے معاملہ میں تم ملامـت کرنے والوں کي ملامت کي پروا نہ کرو -

یہ حدیث تعزیر و سزا میں قانوني مساوات کو ثابت کرتي ہے' اور یہ اسلام کا صرف قولي حکم نہیں ہے بلکہ اسکا اس پر عمل بھي رہا - قبیلۂ مخزوم کي ایک عورت چوري میں ماخوذ ہوئي - قریش نے رسول اللہ سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا جنکو رسول اللہ بہت عزیز رکھتے تھے - لیکن جب اس واقعہ کے متعلق آپ سے سفارش کي گئي تو آپ نے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا :

انما اهلك الذين قبلكم انهم كانـوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه - و اذا سرق فيهم الوضيع اقاموا عليه الحدود ايم الله لوان فاطمة بنت محمد سـرقت لقطعت يدها ' (بخاري الشفاعة في الحـدود)

تم سے پہلي قومیں اسلیے ہلاک کي گئیں' کہ جب کبھي اُن میں کوئي بڑا آدمي چوري (یا کوئی جرم) کرتا تو اُسـکو چھـوڑ دیتے اور جـب کوئي معمولي آدمي چوري کرتا تو اُسکو سزا دیتے - خدا کي قسم اگر محمد کي بیٹي فاطمہ بھي چوري کرتي تو میں اُسکا ہاتھہ کاٹتا -

حضرت عمر(ض) نے ایک جرم پر اپنے بیٹے عبد اللہ پر خود اپنے ہاتھہ سے حد جاري کي' اور گو وہ اسي سزا میں مرگئے لیکن حضرت عمرنے حد سے ہاتھہ نہیں روکا - ان احکام او ر واقعات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے مساوات قانوني کا کسقدر لحاظ کیا ہے ؟

اب آؤ' عام مساوات حقوق کي نسبت اسلام کا طرز عمل بتائیں -

یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے' لیکن کبھي آپ نے اپنے لیے عام مسلمانوں سے زیادہ امتیاز نہیں چاہا - ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے لوگوں نے کام تقسیم کر لیے - رسول اللہ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لیا - حضرت انس ایک نوجوان صحابي دس برس رسول اللہ کي خدمت میں رہے' لیکن اُنکا بیان ہے کہ اس طویل عرصہ میں جتني خدمت میں نے رسول اللہ کي کي' اُس سے زیادہ آپ نے میري خدمت کي !

خلفاے راشدین جو اسلام کے زندہ پیکر تھے' انکا بھي ہمیشہ یہي طرز عمل رہا - حضرت عمر جب بیت المقدس جا رہے تھے تو ایک اونٹ تھا جسپر باري باري سے حضرت عمر کا غلام اور خود حضرت عمر سوار ہوتے تھے - جب بیت المقدس کے قریب پہونچے' تو غلام کي باري تھي - غلام نے کہا "امیر المومنین شہر قریب ہے آپ سوار ہوں" حضرت عمر نے فرمایا "نہیں حق تمہارا ہے تم سوار ہو" آخر غلام سوار ہوا اور حضرت عمر(ض) پیادہ اونٹ کي ڈوري پکڑے ہوے شہر میں داخل ہوے - حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام مخلوق خلیفۂ اسلام کي شان و عظمت دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئي تھي !

واقعۂ اجنادین میں رومي سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا - وہ جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنے جب صحابہ کو دیکھکر واپس ہوتا ہے تو رومي سپہ سالار سے ایک تعبیر کے عالم میں کہتا ہے :

هم بالليل رهبان و بالنهار فرسان لو سرق ابن ملكهم قطعوه' و اذا زنى رجموه!

یہ لوگ رات کو راہب عبادت گذار اور دن کو فوجي سوار ہیں - اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھي چوري کرے تو ہاتھہ کاٹیں' اور اگر زنا کرے تو پتھراؤ کریں !

حضرت ابوبکر رضی اللہ نے خلافت کي پہلي تقریر جو کي تھي اُسکے حسب ذیل فقرے پڑھو :

و ان اقواكـم عـنـدي الضعيف حتى اخذلـه بحقه' و ان اضعفكم عندي القوى حتى اخذ منـه الحق - (ابن سعد جزء ۳ صفحه ۱۲۹)

تم میں جو سب سے قوي ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے' یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں' اور تم میں جو سب سے کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوي ہے یہانتک کہ اُسکا حق دلواؤں -

شاہزادہ یمن مسلمان ہوگیا تھا - صرف اسلیے مرتد ہوکر عیسائي ہوگیا کہ ایک عام اور غریب مسلمان کے مقابلہ میں حضرت عمر(ض) نے اُسکو کوئي ترجیح نہ دي - حضرت علي (ض) جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ بنکر آئے' تو اُنکو مدعي کے برابر کھڑا ہونا پڑا' فارس کي لڑائي میں جب مغیرہ بن شعبہ رستم کے پاس سفیر بنکر گئے' اور اسلامي مساوات کے جوش میں وہ رستم کے برابر تخت پر بیٹھہ گئے' تو درباریوں نے یہ گستاخي دیکھکر اُنکو تخت سے اُتار دیا' اُسوقت اُنکے منہہ سے کس بیساختگي کے ساتھہ یہ الفاظ نکلے ہیں :

لا يستعبد بعضنا بعضا (۱)

ہمارے یہاں تو ایک دوسرے کو غلام بنانے کا دستور نہیں ہے !

ایک مرتبہ ایک شخص نے صرف اسلیے حضرت عمر کي اطاعت سے انکار کیا کہ اُسکو خیال ہوا کہ حضرت عمرنے تقسیم غنیمت میں اپنا حصہ عام مسلمانوں سے زیادہ لیا ہے - منصور عباسي بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا - ایک شخص نے جب اُسپر قاضي کے یہاں دعوى کیا تو معمولي آدمیوں کي طرح اُسکو مدعي کے برابر قاضي کے سامنے کھڑا ہونا پڑا - اسلام کے زیر سایہ جو قومیں رہیں' اُنکو بھي ہر قسم کے مذہبي اور ملکي حقوق حاصل رہے - اس تفصیل کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے مساوات حقوق پر عمل نہیں کیا ؟

(مساوات مراتب)

اسلام باہمي افراد میں ترجیح رتبہ اور فضیلت مدارج کا قائل ہے' قرآن مجید میں ہے :

انظر كيف فضلنا بعضهم على بعض -

دیکھو ہمنے کسطرح اُنمیں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دي ؟

اور عقل بھي اُسکو تسلیم نہیں کرتي کہ مختلف اعمال' اخلاق' اطوار' اور اوضاع کے آدمي اعزاز و فضیلت میں مساوي الدرجہ ہوجائیں - اسلیے اشتراکیت کا یہ اصول کسي قدر ترمیم طلب ہے - اسلام نے نہایت نکتہ سنجي کے ساتھہ اسکي یوں ترمیم کي ہے کہ اُسنے اعزاز و مرتبت کي دو قسمیں قرار دي ہیں "صحیح اعزاز و منزلت" اور "ناجائز اعزاز و منزلت" نا جائز اعزاز و منزلت وہ ہے جو غرور' نخوت' مناصب دنیوي' وجاہت موروثي' نسب اور دولت پر مبني ہو - صحیح اعزاز و منزلت وہ ہے جسکي بنا اخلاق' حسن عمل' اور نیک کرداري پر ہو - خدا فرماتا ہے :

ان اكرمكم عـنـد الله اتقكم - (حجرات)

خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک کردار ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں :

الكرم التقوى (ترمذي باب مفاخرت)

بزرگي نیک کرداري ہے -

مساوات رتبہ کي واقعیت دریافت کرنے کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا وہ قول پھر پڑھو' جو اُنھوں نے دربار فارس میں فخر و شرف کے لہجے میں کہا تھا :

(۱) طبري جلد ۴ صفحه ۱۰۸ - مطبوعه مصر -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں بیچاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Oalcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

همارا سائنس فکس فرموٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانہ میں گواساں لکڑي سے طیار کیا هوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک [illegible] آزمائش کیجیے [illegible] پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگر یہ مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیونگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دهوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - هر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندی هارمونیم سکھنا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے هي عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا دمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ موروثي جنون، مرگي والا جنون، غمگین رهنے کا جنون، عقل میں فتور، نیند کي خرابي وغیرہ وغیرہ دفع هوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي اسے مرض میں مبتلا تھا - قیمت فی شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهر - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایف ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا"

مس ایم جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکارڈي بمبئي فرماتي هیں: "اوبھرالین جسکو مینے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹانین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا، یہ هوالی دماغی شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - مسلوبہ وغیرہ کو بھی مفید ہے جوا لیس کو لیونکی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

یہ دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باہ ایکبارگي دور هو جا تی ہے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta

مفت! مفت!!

رائے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب تلافی عیاشي - مفت روانہ هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

تک کوگداگر اور سائل بننے کي اجازت ديتا ہے‘ ليکن اسلام نے دولت کو معيشت انساني کا ستون قرار ديا ہے :

ولا تؤتو السفہاء اموالکم التي جعل الله لکم قياما (نساء)

تم اپنا وہ مال بيوقوفوں کو نہ ديدو جسکو خدا نے تمہاري معيشت کا قوام بنايا ہے -

قرآن مجيد نے مال کو جو پايہ بخشا ہے‘ اُسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ اُسنے مال کو پچيس جگہ "فضل" کہا ہے‘ اکيس مقام پر لفظ "خير" کے ساتھہ تعبير کيا ہے‘ بارہ مرتبہ "حسنہ" اور "رحمۃ" کے لفظ سے ياد کيا ہے - (۱) اسلام کے فرائض خمسہ ميں سے دو فرض کے ادا کرنے کا شرف صرف اهل ثروت کو عطا هوا ہے -

(مال عام قـوم کا حق ہے)

مساوات مالي کي بحث ميں هم يہ ثابت کرچکے هيں کہ تمام قوم يا تمام ملک ميں مال و دولت کي مساوات عقلاً اور عملاً محال ہے‘ ليکن اس سے چارہ نہيں هوسکتا کہ ملـک و قوم کي تمام دولت اگرچہ ملکيت کي حيثيت سے افراد کے تصرف ميں هو‘ ليکن اُسکي بقا اور ترقي کے ليے يہ ضروري ہے کہ وہ تمام دولت قوم اور ملک کي مجموعي دولت قرار دي جاے تاکہ هر فرد کو لحاظ رہے کہ دوسرے فرد کي دولت برباد اور تلف نہو جاے‘ اور قوم و ملک کي مجموعي دولت رو بہ زوال نہ هو - اگر کوئي شخص خود اپني دولت آپ هي ضائع کر رها هو تو بهي قوم و ملک کو اسکي اصلاح و بقا کے ليے دخل دينا جائز هو - قرآن مجيد نے اس نکتہ کو ملحوظ رکها ہے :

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم (نساء)

بيوقوفوں کو اپنا مال نديدو -

اس آيت ميں بيوقوف سے مراد نابالغ يا نا سمجهہ يتيم لڑکے هيں‘ اور اُنکے سرپرستوں کي طرف خطاب کيا گيا ہے - يہ مال خود يتيموں کا ہے جو امانتاً اُنکے سرپرستوں کے پاس جمع ہے - خود سرپرستوں کا نہيں ہے - اس بنا پر چاهيے تها کہ آيت يوں هوتي : "بيوقوفوں کو اُنکي دولت نديدو" ليکن يتيموں کي شخصي دولت عام سرپرستوں کي دولت اسليے قرار دي گئي تاکہ شخصي دولت کو قوم و ملک کا حق قرار ديا جائے - اس سے زيادہ صاف يہ آيت ہے :

يا ايها الذين آمنو لا تاکلو اموالکم بينکم بالباطل (نساء)

ايمان والو! تم لوگ اپني دولت آپس ميں ناجائز طريقہ سے نہ حاصل کرو -

يہ ظاهر ہے کہ لوگ ناجائز طريقہ سے دوسرے هي کي دولت حاصل کرتے هيں - خود اپني دولت کيسے حاصل کرينگے ؟ پس اس سے اشارہ اسي بات کي طرف ہے کہ گو وہ مال شخص غير کے تصرف ميں ہے ليکن در حقيقت وہ کل قوم کا حق ہے - اسليے اُسکي حفاظت و بقا کي کوشش عام قوم و ملک کا فرض ہے -

(ذرائع معاش)

مذهب اسلام نے اپنے تمام پيروؤں کو کسب معاش کي تعليم دي ہے - اُسکا عام حکم ہے :

ليس للانسان الا ما سعى -

انسان جو کچهہ کوشش کرتا ہے وهي اُسکے ليے ہے -

بيهقي کي روايت ہے :

طلب کسب الحلال فريضۃ بعد الفريضۃ -

پاک کمائي کا حاصل کرنا فرض ہے بعد فرائض ديني کي -

تمام ذرائع معاش ميں سے اسلام نے زراعت‘ حرفت‘ اور تجارت کو پسند کيا ہے‘ ليکن تجارت کو سب سے زيادہ رتبہ ديا ہے - مفسرين کي راے ہے کہ قرآن مجيد ميں جہاں جہاں ابتغاے فضل (يعني خدا کے فضل کي تلاش) کا لفظ آيا ہے‘ وهاں تجارت هي مقصود ہے - نماز جمعہ کے بعد حکم ہے :

فاذا قضيت الصلواۃ فانتشروا في الارض و ابتغوا من فضل الله - (جمعہ)

جب نماز هوجاے تو زمين ميں پهيل جاؤ‘ اور خدا کا فضل ڈهونڈو (يعني تجارت ميں مشغول هو)

صحابہ کي تعريف ميں ہے -

تراهم رکعا سجدا يبتغون فضلاً من الله و رضوانا (محمد)

تم اُنکو رکوع اور سجدہ کرتے هوے‘ خدا کا فضل اور رضا ڈهونڈهتے هوے ديکهوگے (يعني تجارت)

دوسري جگہ صحابہ کے تجارتي سفر کي مدح ميں کہا گيا ہے :

و اخرون يضربون في الارض يبتغون من فضل الله -

اور دوسرے لوگ هيں جو خدا کا فضل ڈهونڈهتے هوے (تجارت کرتے هوے) ملک ميں سفر کرتے هيں -

حج ميں تجارت کرنا اسلام سے پہلے لوگ برا سمجهتے تهے - اسلام نے ان الفاظ ميں اسکي اجازت دي :

لتشهدوا منافع لهم - (حج)

(حج کو آئيں) تاکہ وہ اپنے منافع و فوائد تجارت کو ديکهيں -

تحصيل معاش کے ليے تجارت کرنے کا اس آيت ميں حکم ديا گيا :

يا ايها الذين امنوا لا تاکلوا اموالکم بينکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (نساء)

ايمان والو! تم لوگ اپنا مال آپس ميں ناجائز طريقہ سے نہ کهاؤ‘ ليکن يہ کہ تجارت هو آپس کي رضامندي سے -

حاکم نے کنى ميں روايت کي ہے کہ حضرت عمر نے فرمايا :

يا معشر قريش لا يغلبنکم هذا و اصحابہ علي التجارۃ فانها نصف المال (کنز العمال) (ج - ۲ ص - ۲۱۸)

اے قريش ! تجارت ميں يہ لوگ تم پر بڑهہ نہ جائيں‘ کيونکہ تجارت نصف دولت ہے -

احاديث ميں صنعت اور دستکاري کے بهي فضائل آے هيں :

عن المقدام بن معديکرب عن رسول الله صلى الله عليہ وسلم - قال ما کسب الرجل کسبا اطيب من يدہ (ابن ماجہ ابواب التجارۃ)

مقدام بن معديکرب نے روايت کي ہے کہ رسول الله صلي الله عليہ وسلم نے فرمايا : انسان کوئي کمائي اپنے هاتهہ کي کمائي سے بہتر نہيں پيدا کرسکتا ہے !

ايک شخص نے سوال کيا کہ يا رسول الله ! بہتر کمائي کيا ہے ؟ آپ نے فرمايا :

عمل الرجل بيدہ و کل بيع مبرور - (طبراني)

انسان کے هاتهہ کا کام اور هر ايماندارانہ تجارت !

حديث ميں آيا ہے کہ رسول الله صلى الله عليہ وسلم بکري چراتے تهے‘ حضرت زکريا نجار تهے‘ حضرت ابوبکر صديق بزاز تهے -

حضرت علي رضي الله عنہ سے مروي ہے کہ جب رسول الله صلى الله عليہ وسلم مدينہ منورہ تشريف لاے‘ تو آپ نے زراعت کے متعلق قريش کو خطاب کرکے فرمايا :

يا معشر قريش انکم باقل الارض مطرا فاحرثوا فان الحرث مبارک (کنز العمال بحوالہ ابن جرير) ج - ۲ - ص - ۲۱۹)

اے گروہ قريش تم ايسي زمين هو جہاں بارش کم هوتي ہے‘ تو زراعت کرو‘ زراعت ميں برکت دي گئي ہے -

(۱) حجج القرآن امام ابو الفضائل رازي - صفحہ - ۸۷ - ۸۸ -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۲

کلکته : جمعه ۲۰ - ربيع الثاني سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 25th February, 1916.

جلد ۱

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اديٹر الهــلال

آسماني صحائف و اسفارے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور انكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

قيمت في پرچه

چار آنه

Printed & Published by O. Ahmad * e AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مرسول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبر - ۱۲
کلکته : جمعه ۲۰ - ربیع الثاني سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 25th February 1916.
جلد ۱

شذرات

مجوزه شیعه کالج

ایتها النفوس المختلفه ! و القلوب المتشتة ! الشاهدة ابدانهم ' و الغائبة عنهم عقولهم ' اظارکم علی الحق و انتم تنفرون عنه نفور المعزی من وعوعة الاسد ! هیهات هیهات ان اطلع بکم سرار العدل ' او اقیم اعوجاج الحق !

(حضرة علي علیه السلام - نہج البلاغة صفحه ۲۶۷)

گذشته نمبر میں میں اپنے اصول دعوة اور مسلک عمل کے متعلق بالاختصار عرض حال کرچکا هوں - آج اپنے اختلاف اور وجوه اختلاف کو ظاهر کرونگا -

(تحریک کي ابتدا)

کسي مولود کي حالت کا صحیح اندازه کرنے کیلیے سب سے پهلي چیز اسکے مولد و منشاء کو معلوم کرنا هے - اس اعتبار سے " مجوزه شیعه کالج " کیلیے بهي سب سے پهلي بحث یه سامنے آتي هے که اس تحریک کا مبدء و مولد کیا هے ؟ یعني کیا حالات و اسباب تهے جن سے اس تحریک کي تخلیق و تکوین هوئي ؟ اسکا مبدء خود انسان کے قلب کے اندر هے جهاں ضرورتوں کا احساس اور حقیقتوں کا علم هوتا هے ' یا باهر کا القا هے جس نے اپني مصلحتوں کیلیے دوسروں کي مصلحتوں کا نام اختیار کیا هے ؟ پهر جس فضاء میں اس تحریک کے مخلوق صناعي نے پرورش پائي ' وه کهاں کي فضاء اور کس سر زمین کا موسم تها ؟ میداني سر زمینیں تهیں جهاں بیج بویا جاتا هے ' یا پهاڑوں کي چوٹیاں تهیں جنکي بلندي سے پاني برستا هے ؟

اس بارے میں دنیا کي معلومات حسب ذیل هیں :

غالباً تین سال کا زمانه گذرا که شیعه کانفرنس کے بعض ارکان نے علي گڈه کالج کے متعلق بعض تحریرات شائع کیں ' اور اس مسئله کو چهیڑا که علي گڈه کالج میں شیعوں کے حقوق به حیثیت شیعه هونے کے کیا کیا هیں ' اور ان کو اس طرح پامال کیا جا رها هے ؟ ساتهه هي اس بارے میں ارکان کالج سے خط و کتابت بهي شروع کي ' اور اپنے جماعتي مطالبات کي ایک فهرست پیش کي - سب سے پهلي مراسلت غالباً نواب وقار الملک کے عهده نظامت کے عهد میں هوئي تهي -

مطالبات کي فهرست میں نے اس زمانے میں دیکهي تهي مگر اس وقت انکي تمام جزئیات یاد نهیں - به حیثیت مجموعي اس فهرست کا یه حال تها که : خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا ' بعض مطالبات تو واقعي مستحق قبول تهے اور بعض صحیح نه تهے - مثلاً شیعه طلباء کے حقوق دیني اور اهتمام ضروریات دینیه کے متعلق جو کچهه تها ' اصولاً سب درست تها - لیکن اسکے ساتهه هي یه مطالبه بالکل بے معني تها که کالج کا ایک سکریٹري سني هو اور اسکے بعد دوسرا شیعه - کالج کا سکریٹري یقیناً شیعه هونا چاهیے اور اگر همیشه شیعه هي هوتا رهے تو اور بهتر - لیکن اسلیے که وه مسلمان اور صاحب صلاحیت هے - نه اسلیے که وه شیعه هے ' کیونکه سنیت اور شیعیت ' سب مصنوعي اور خود ساخته اسماء هیں : سمیتموها انتم و اباءکم ما انزل الله بها من سلطان - نام کي سچائي اس کرۂ ارضي پر صرف ایک هے - اور وه " اسلام " هے : هو سماکم المسلمین !

مطالبات میں شیعه طلبا کي دیني تعلیم و تربیت اور دیني اعمال کے حقوق کے متعلق جسقدر دفعات تهیں ' اصولاً انکي صحت میں کچهه کلام نهیں ' لیکن علي گڈه کالج کي سر زمین میں سرے سے مذهب اور اسلام کي تعلیم و تربیت هي کو کون پوچهتا هے که سني اور شیعه دینیات کي بحث کي نوبت آئے ؟ اگر ارکان شیعه کانفرنس کو اسکي شکایت تهي که انکي مخصوص تعلیم دینیات کا کالج میں کوئي انتظام نهیں ' تو وه مجهے بتلائیں که عام طور پر نفس مذهب و اسلام کي تربیت هي کا وهاں کونسا انتظام هے ؟ جن ارکان کالج سے وه شیعوں کے حقوق مانگ رهے تهے ' وه پہلے نفس اسلام کے مطالبه سے تو عهده برا هوجائیں ؟ محض مسلمانوں کو پرچانے کیلیے اور انسے چندے وصول کرنے کیلیے تو اس بستي کا هر فرد مذهب مذهب قوم قوم پکارنے لگتا هے ' اور جب مسلمانوں کے سامنے آکر کهڑا هوتا هے تو معلوم هوتا هے که مذهب اور مذهب کي تربیت کا دکهه اس سے زیاده اس دنیا میں اور کسي کو نهیں هے " لیکن اگر کالج میں جاکر انکے اعمال کا تجسس کیا جاے ' اور دیکها جاے که طلباء کے سامنے کالج کے ٹرسٹیوں نے ' کالج کے عهده داروں نے ' کالج کے پروفیسروں نے " مذهب کا "

اطلاع : بعض ناگزیر اسباب سے آینده جمعه کو رساله نهیں نکلیگا [illegible] کو ڈبل نمبر شائع هوگا -

آب حیات

جلدی کایا پلٹ، جوانی اکسیر البدن، اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد!)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھ ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا، اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں- اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش، تنگدست بن جاتے ہیں- اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق، تپ محرقہ، صفراوی تپ، تپ پر سوت، سل، پیچش صفراوی اسہال، سرسام، درد سر، درد پہلو، نمونیا، ذات الجنب، تپش دل، ناسور، بدھ کا زخم، درد کان، مسوڑوں سے خون آنا، پھوڑے پھنسیاں، پٹھوں کا اکڑاؤ، بواسیر، نواسیر، بھگندر، تالو کا سوراخ، دانت کا درد، قبض، درد قولنج، درد کمر، نقرس، چھپاکی متلی، قے، زخموں میں کیڑے پڑنا، کثرت پیاس، تشنج، بیخوابی، کھانسی خشک و تر، کرم، چھوٹے، ورم پستان، درد دل، ہیضہ، طاعون، خنازیر، درد شکم، زہر دار ڈنگ، بھڑ، سانپ، بچھو، آگ سے جلنا، گرمی کی شدت سے جسم پر گرمی دانے نکلنا، درد، چوٹ، خارش لکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار-

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل، دق، کھانسی، سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیر پور سندھ

سر - اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا، بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یور... ن سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطبائے ہندوستان سے جمع ہوتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہو گیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہو کر کہدیا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں، ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے، صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے، اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی- یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہو گئی- اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لاعلاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھ لو اور وہاں سے تصدیق کر لو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد- خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بنائے ہیں' اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں' ناسور، بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ-

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دوا - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہو کر آئندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی، سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی، غلام، نبی
زبدۃ الحکماء لاہور- موچی دروازہ

ایڈریس کے جواب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز سے ہز آنر کیلیے کچھہ ایسی محبوبیت و مطلوبیت ہے کہ باربار اسکی تعریف کرتے ہیں' بار بار اعانت کا وعدہ کرتے ہیں' بار بار کام کرنے والوں کو داد دیتے ہیں' اور پھر بھی جی نہیں بھرتا اور یہی کہتا ہے کہ ایک بار آور کہدیجیے : من احب شئیا اکثر ذکرہ :

اعــد ذکــر نعــمــان لنــا ' ان ذکــرہ
هي المســـك ما کــررتــه یتـضــوع

چنانچہ آخر میں وہ خود ہی فرماتے ہیں : " میں آپ سے تین بار کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اس صوبے کی گورنمنٹ آپ کی اس تجویز کو قابل تحسین و آفرین سمجھتی ہے' اور اسکی تائید کرتی ہے' اور جب اسکا وقت آئیگا تو حتی الامکان آپ کی امداد میں ہرگز کوتاہی نہ کریگی - آپ پورا اطمینان رکھیں کہ میں اور میرے ماتحت عہدہ دار ہر طرح جہاں تک امکان میں ہے' آپ کی اعانت کرنے پر آمادہ رہینگے "

انہوں نے ایک افسر اعلی کی طرح صرف اپنی گورنمنٹ کی زیادہ سے زیادہ ممکن اعانت کا وعدہ ہی نہ کیا' بلکہ ایک سچے مربی اور سرپرست کی طرح کام کرنے کی تدبیریں اور انکے قیمتی نکتے بھی سمجھا دیے -

شیعہ کالج کیلیے چالیس لاکھہ کا سرمایہ تجویز کیا گیا ہے - ظاہر ہے کہ چالیس لاکھہ کی رقم جلد جمع نہیں ہوسکتی اور اسلیے جلد کالج بھی نہیں بن سکتا - مگر تاخیر کا یہ پہلو ہز آنر کو گوارا نہیں - انہوں نے فرمایا کہ چالیس لاکھہ کی فراہمی کا انتظار نہ کیجیے' اگر بارہ لاکھہ بھی جمع ہو جائیں تو کام شروع کردیجیے :

" آپ پہلے اس کمتر رقم یعنی بارہ لاکھہ کے فوراً جمع کرنے کا ارادہ کریں' اگر یہ رقم وصول کرلی جاویگی تو میں اسکی ذمہ داری کر سکتا ہوں کہ گورنمنٹ آپ کی اعانت کریگی اور اپنے حد امکان پوری مدد دیگی "

اس سے بھی زیادہ بے خطا تدبیر یہ بتائی کہ :

" اپنی جماعت کے بڑے بڑے زمیںداروں کو آمادہ کیجیے - وہ اپنی سالانہ آمدنی کا جزو معقول سرمایہ تعمیر میں دیں ؛ وہ اپنی سالانہ مالگذاری میں سے کوئی مقررہ رقم فی صدی کالج کے مستقل اخراجات کیلیے دینا منظور کریں - ہندوستان کے ہر حصہ سے اپنی جماعت کے اشخاص کو لکھنؤ میں بلائیے تاکہ بڑے جلسہ میں شریک ہوں' اور انسے درخواست کیجیے کہ وطن کی واپسی سے پہلے کالج کے قیام کا قابل اطمینان بندوبست کرتے جائیں "

ایڈریس کے اس جواب کے پڑھنے کے ساتھہ مندرجہ ذیل واقعات کو بھی پیش نظر رکھہ لیجیے :

(١) سندھ کے مسلمانوں نے خود ہی اپنی تعلیم و ترقی کیلیے ایک دائمی فنڈ قائم کرنا چاہا' اور تجویز کی کہ ہر زمیندار فی صدی کے حساب سے ایک رقم اسمیں داخل کرے - علی گڈہ کانفرنس نے اسکے متعلق بار بار رزولیوشن پاس کیے اور حکام سے التجائیں کیں کہ خدا را اسمیں مدد دیجیے' مگر چار سال ہوگئے' ابتک کوئی نتیجہ نہیں نکلا -

(٢) بمبئی میں ایک مسلمان نے آٹھہ لاکھہ روپیے گورنمنٹ کو دیے ہیں تاکہ مسلمانوں کی تعلیم میں خرچ کیے جائیں - اگر گورنمنٹ اپنے عام اصول کے مطابق اتنی ہی رقم خود بھی دیدے یا شیعہ کالج کی طرح کسی بڑی سرکاری زبان سے اسکے لیے چند الفاظ کہلوا دے تو ایک عمدہ کالج کی بنیاد فوراً پڑ جاسکتی ہے - مگر گورنمنٹ بمبئی نے ظاہر کیا ہے کہ جنگ کی وجہ سے سردست روپیہ نکالنا مشکل ہے -

(٣) بنگال میں ایک کالج کا مسئلہ سالہا سال سے درپیش ہے' لیکن موجودہ حالات و موانع کی وجہ سے اسمیں برابر تاخیر ہورہی ہے - متعدد بار کہا گیا ہے کہ جنگ کی وجہ سے سردست روپیہ کی فراہمی مشکل ہے -

مجوزہ شیعہ کالج کی تحریک کی تولید اور نشو و نما کی یہ اجمالی سرگذشت تھی - اسکے مطالعہ سے ہر صاحب عقل سمجھہ لے سکتا ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ اور سوال اصلی ایک نئے کالج کا اور برادران شیعہ کی خواہشوں کا ہے' یا اُن مقاصد مخفیہ کا جنکے لیے اس تحریک کو آلہ بنایا گیا ہے ؟

(الساکت عن الحق شیطان اخرس)

ایک طرف تو اس تحریک کی تولید و نشوونما کا یہ حال نظر آتا ہے' دوسری طرف علی گڈہ کے ارکان کالج اور محافظین مسئلہ تعلیم جدید کا موجودہ رویہ ہے' اور ضروری ہے کہ چند کلمات اسکی نسبت بھی کہے جائیں -

علی گڈہ کالج اور علی گڈہ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے ہمیشہ دعوا کیا ہے کہ ہمارا موضوع مسلمانوں کی جدید تعلیم اور علی الخصوص اعلی تعلیم ہے - ہمارا موضوع پالیٹکس نہیں ہے - پس پولیٹکل معاملات میں ہم سے کسی آزادانہ رویہ کی خواہش کرنا ایک ایسی چیز کا مطالبہ ہے جو ہمارے دائرۂ عمل ہی سے باہر ہے - البتہ تعلیم کے متعلق ہم سب کچھہ کرسکتے ہیں اور کررہے ہیں -

اُنہوں نے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق ایک خاص اصول وضع کیا ہے' اور ہمیشہ سے کہتے آے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیمی حیات و ممات کا دار و مدار اسی اصول پر ہے - اس اصول کو وہ " ایک قومی مرکز کے قیام و تکمیل " کے نام سے پکارتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کیلیے صرف تعلیم ہی کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ تعلیم سے بھی زیادہ ایک " قومی مرکز " کے قائم کرنے کی ضرورت ہے - جب تک کہ ایک ایسا مرکز موجود نہ ہوگا' متفرق کوششیں کچھہ سود مند نہیں ہوسکتیں - پھر اسکے بعد دعوا کرتے ہیں کہ علی گڈہ کالج ہی مسلمانوں کا قومی مرکز ہے' اور اسی کے قیام و تکمیل پر مسلمانوں کی تمام حیات و ممات قومی کا دار و مدار ہے -

انکی اصلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسکو دنیا بھر کی چیزوں کا مرکز ثابت کردیں' لیکن جب اسمیں کامیابی نہیں ہوتی تو مجبوراً " تعلیمی مرکز " کے قرار دینے ہی پر اکتفا کرلیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ دین و دنیا کا اور کوئی کام نہ کریں - صرف کالج ہی کو پوجیں اور صرف کالج ہی کو روپیہ دیں ؛ جاهدوا في سبيلـه باموالكم و انفسكم ! اگر وہ ایسا نہ کرینگے اور آور کاموں میں لگ جائینگے' تو مرکز قائم نہ ہوگا' اور مرکز نہوا تو پھر قوم قوم نہیں -

نیز ان لوگوں نے اپنی تقلید اور پرستش کا ایک نیا بت بنایا ہے' اور اسکا نام رکھا ہے " سر سید کی پالیسی " یونانی علم الاصنام میں ہر طاقت کیلیے ایک مخصوص بت ہوتا تھا - یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ رزق کا دیوتا علم کے دیوتے کے کاموں میں مداخلت کرے' یا کیوپڈ وینس کی حکومت میں خلل ڈالے - لیکن ان لوگوں نے صرف ایک ہی بت بنایا ہے اور اسکے اختیارات اسقدر وسیع ہیں کہ علم و عمل کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں - یہ کہتے ہیں کہ ہم " سر سید کی پالیسی " سے سر مو تجاوز نہیں کرینگے' اور مسلمان صرف وہی ہے جو " سر سید کی پالیسی " پر نہ صرف ایمان مجمل بلکہ ایمان مفصل کا اقرار کرے -

سر سید مرحوم کی پالیسی کا اس بارے میں یہ حال تھا کہ انہوں نے پہلی لکھنؤ کانفرنس اور نیز میرٹھہ کانفرنس میں خاص رزولیوشن پیش کیے کہ جب تک مسلمان اپنی تمام متفرق اور علحدہ علحدہ کوششوں کو ترک کرکے ایک مکمل تعلیمی مرکز نہیں بنا لینگے' انکی کشتی طوفان ہلاکت سے نہیں

مذهب کے اتباع کا ' اور مذهب کي عملي زندگي کا کونسا نمونه پیش کیا ھے؟ اور اپنے علم و عمل میں مذهب کو کتني اهمیت و وقعت دیتے هیں؟ تو اسوقت کهل جاے که نمایش و تصنع کے ان پردوں کے پیچھے کیا چھپا ھے؟ اور کس طرح عملي الحاد کو مذهب ' اور کفر و ارباب کفر کي پرستش کو اسلام پرستي کا نام دیا جارها ھے - مذهب کے ان پرستاروں او ر اسلام کے ان غمگساروں میں سے اکثر وہ هیں جنکو پانچ وقت الله کے حضور میں جهکنے سے بهي شرم آتي ھے ' با ایں همه انکا دعوا ھے که هم مسلمانوں کیلیے مصلح هیں - اور مسلمانوں مدں بهي بهت سي فریب خوردہ روحیں ایسی هیں جو یقین کرلیتي هیں که گهوڑے کے بالوں سے ریشمي چادر بني جاسکتي ھے اور فسق و الحاد سے مسلمانوں کي اصلاح هوسکتي ھے!

بهر حال مطالبات کیے گئے اور اس بارے میں ارکان کالج سے مراسلۃ شروع هوئي - نفس مطالبات کے اعتدال و عدم اعتدال کے متعلق تو میں نے اپني راے ظاهر کردي ' لیکن دوسرا اهم سوال یه پیدا هوتا ھے که ان شکایتوں کا اصلي مبدء کیا تها؟ وہ خود پیدا هوئي تهیں یا پیدا کرائي گئي تهیں؟ ممکن ھے که شکایتوں کا بیج خود بخود زمین میں پڑ گیا هو لیکن اسمیں تو کوئي شک نهیں که پاني اسے باهر سے ملا ' اور اگر بیج کو باهر سے پاني نه ملے تو زمین کے اندر کي رطوبت اتني نهیں هوتي جو اسے ایک تناور درخت بنادے -

یہ وہ وقت تها جبکه مسلمانوں کي تعلیم اور علي گڈہ کي مرکزیت و احاطۂ اثر کے متعلق احکام و اوامر میں ایک انقلاب عظیم هو رها تها ' اور جو چیز کل تک سب سے زیادہ محبوب تهي کیونکه سب سے زیادہ وفا سرشتانه خلقت اور سب سے زیادہ اطاعت شعارانه خصائص کا اسکي نسبت یقین کیا جاتا تها ' وهي اب سب سے زیادہ مبغوض و مردود هوگئي تهي ' کیونکه واقعات کي تبدیلي نے ثابت کردیا تها که طاقت اور مرکزیت پیدا کرکے یهي سب سے اچهي چیز کسي وقت سب سے زیادہ مضر اور پر خطر بهي هو جاسکتي ھے - ساتهه هي واقعات عمومي کے تغیرات نے اسکي بهي ضرورت پیدا کردي تهي که اگر تفریق و نزاع باهمي کي کوئي نئي بنیاد پڑ جاے ' تو حال کیلیے سب سے بڑي مصلحت اور مستقبل کیلیے سب سے بڑي بشارت هوگي -

علي گڈہ کالج اور شیعه جماعۃ کے حقوق کا مسئله اس غرض کے حصول کیلیے به یک کرشمه دو کار هوگیا - ایک طرف علي گڈہ کي مرکزیت ' تعلیم کے احاطه و اثر ' اور وحدت جذبات و خصائص پر بهي اس نے پورا اثر پڑتا تها ' دوسري طرف اتحاد عمومي کیلیے بهي اس سے بڑهکر اور کوئي فتنه کارگر نهیں هوسکتا تها که : جعلوا اهلها شیعا کي پوري پوري تعمیل تهي - پس جیسا که قاعدہ ھے اور جیسا که همیشه هوا ھے ' مخفي و زیر حجاب رهنے والي قوتیں آگے بڑهیں ' اور اس مسئله کو پرورش کیلیے خاص طور پر اپني گودوں میں اٹها لیا -

رفته رفته یه مسئله یهاں تک بڑها که بعض شیعه ارکان و سرپرستان کالج نے کالج اور کالج کي اعانت سے دست برداري کا اراده کرلیا - هز هائنس نواب صاحب رامپور نے تار کے ذریعه اپني علیحدگي کي اطلاع دي ' اور جب ایک وفد انکي خدمت میں حاضر هوا تو انهوں نے مطالبات کي فهرست نکالکر پیش کردي - اسي وقت یه امر بالکل واضح هوگیا تها که کونسي قوتیں اس مسئله کے اندر کام کر رهي هیں -

با ایں همه اس وقت بهي میري یهي راے تهي اور اب بهي یهي راے ھے ' که خود ارکان کالج نے بهي اس بارے میں سخت غلطي کي ' اور وہ یقیناً اس بات کیلیے جوابدہ هیں که باوجود علم و خبرداري کے ابتدا هي میں انهوں نے اس فتنه کو کیوں نهیں روکا؟ انکو چاهیے تها که وہ ان تمام مطالبات کا جو انکے بهائیوں نے انکے آگے پیش کیے تهے ' پوري کشادہ دلي کے ساتهه استقبال کرتے ' اور اپني قواعد پرستیوں اور حاکمانه بے مهریوں کي جگه خوشي خوشي کهدیتے که جو کچهه هم کرسکتے هیں اس سے همیں انکار نهیں ھے - اگر بعض مطالبات ناقابل قبول تهے تو انسے انکار کردیتے ' لیکن جسقدر حصه قابل عمل و قبول تها ' اسکے مان لینے میں ایک لمحه کي بهي دیر نه لگاتے -

ارباب کالج نے سب سے پهلي غلطي یه کي که مطالبات پیش کرنے والوں کے حق و اهمیت سے صاف صاف انکار کرنا شروع کردیا - کبهي کها که اس طرح شکایت کرنا اور جواب مانگنا بالکل ناقابل التفات ھے - همارے ٹرسٹیوں میں شیعه ممبر بهي موجود هیں اور وهي سب کچهه هیں ' انکے سوا نه تو اور کوئي شیعوں کا وکیل ھے اور نه کسي کو حق نیابت و ترجماني حاصل ھے - کبهي کها که هم نے دینیات کي ایک کمیٹي بنادي ھے اور دینیات کي نگراني کیلیے فلاں فلاں شیعه حضرات ملازم هیں - اسکے سوا اور کچهه نهیں هوسکتا -

حالانکه یه سب باتیں فتنه کي تهیں - ایسي هي غلطیوں سے چهوٹي چهوٹي باتیں اتني اهم بن جاتي هیں که انسے اغیار فایدہ اٹهاتے هیں اور تفریق کلمه کا ایک بنا بنایا کهیل انهیں ملجاتا ھے - کالج والوں کو سمجهنا تها که معامله دوسرا هو گیا ھے اور ایک نئے فتنه کي بنیاد رکهي جارهی ھے - اسوقت قانون کالج کا حواله دینا اور اپنے کانسٹي ٹیوشن کا راگ گانا بالکل لاحاصل ھے - کوشش صرف اسکي هوني چاهیے که فتنه کو زیادہ بڑهنے نه دیا جاے -

پهر شکایتیں بهي کیا هیں ' اور انکي حقیقت کیا ھے؟ محض چهوٹي چهوٹي باتیں هیں جن میں کچهه بهي دهرا نهیں ھے - اگر کوئي نئي کمیٹي بن گئي یا چند نئے آدمیوں کو لے لیا گیا ' یا چند تعطیلیں بڑها دي گئیں ' تو ان باتوں سے کالج کا کیا بگڑتا ھے ' اور بهر حال اپنے هي عزیزوں ' اپنے هي بهائیوں ' اپنے هي گهر کے ساتهیوں کو اس سے خوشي ملتي ھے - یه بهتر ھے اس سے که غیروں کو خوشي ملے - اگر ایک بهائي غلطي کررها ھے تو تم غلطي مت کرو اور اسے منالو - ایسا نهو که وہ اپنوں سے روٹهه کر غیروں کي چوکهٹ پر چلا جاے - اور بڑي سے بڑي مصیبت اور بڑا سے بڑا دکهه برداشت کیا جاسکتا ھے ' مگر یه نهیں دیکها جاسکتا که اپنوں کا سر هو اور غیروں کي چوکهٹ -

بهر حال اس بارے میں ارکان کالج نے بهي غلطي کي اور فرصت کو اپنے هاتهوں ضائع کردیا - یهانتک که اس مسئله نے دوسرے دور میں قدم رکها اور ایک علحدہ شیعه کالج بنانے کا خیال پیدا کیا گیا - صورت حال یوں قرار دي گئي که علي گڈہ کالج صرف سنیوں کا کالج ھے ' اسلیے چاهیے که شیعوں کا بهي ایک الگ کالج قائم هو -

(ڈیپوٹیشن)

رفته رفته تمام ابتدائي مراتب طے کیے گئے اور بالاخر مسئله اس حد تک پهونچ گیا که ١٣ جنوري کو زیر ریاست هز هائنس نواب صاحب رامپور ایک ڈیپوٹیشن هز آنر سر جیمس مسٹن کي خدمت میں حاضر هوا اور ایڈریس پیش کیا -

ایڈریس کے جواب میں هز آنر نے جس عدیم النظیر جوش و محبت کے ساتهه اس تجویز کا خیر مقدم کیا ' اور جس طرح گورنمنٹ کي اعانت و شرکت کے والهانه و مخلصانه وعدے کیے ' انکو پڑهکر مجهے ذرا بهي تعجب نه هوا ' کیونکه تعجب همیشه غیر متوقع نتائج پر هوتا ھے اور یه چیز پہلے سے معلوم تهي -

شئون اسلامیہ

عراق و لیلائے عراق

ایک لمحۂ اشک سرزمین "تجری من تحتها الانهار" کی یاد میں !

یقولون "لیلی" بالعراق مریضة
فما لك لا تضنی و انت صدیق !
شفی الله "مرضی" بالعراق ، فانني
علی کل مرضی بالعراق شفیق
فان تك "لیلی" بالعراق مریضة
فانی فی بحر الحتوف غریق !
اهیم با قطار البلاد و عرضها
و ما لی الی "لیلی" الغداة طریق !

یہ اشعار عہد امویہ کے مشہور عاشق قیس عامری کی طرف منسوب ہیں - کہتے ہیں کہ ایک دن قیس اپنی شوریدگی میں بے خبر پڑا تھا کہ اسکے کانوں میں کسی کی آواز آئی جو کہہ رہا ہے :

الا ان لیلی بالعراق مریضة
و انت خلی البال تلهو و ترقد !

"لیلی عراق میں بیمار پڑی ہے اور تیرا حال یہ ہے کہ بیفکر و بیخبر کھیل کود میں اپنا وقت کاٹ رہا ہے" :

فلو کنت یا مجنون تضنی من الهوی
لبت کما بات السلیم المسهد !

" اے مجنوں اگر تو واقعی بیماری محبت کا مریض ہے ' اور تجھے لیلی کے عشق و شیفتگی کا دعوی ہے' تو ضرور تھا کہ تیرے محبوب کے دکھہ میں پڑنے کے ساتھہ ہی تجھپر بھی دکھہ طاری ہوجاتا' اور اسکی بیقراری سے زیادہ تجھہ میں بیقراری اور بے چینی ہوتی - عشق کا دعوا اور بے دردوں کی طرح بیفکری' یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں "

کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی قیس مجنوں پر ایک بجلی سی گرگئی' جوش تاسف میں اُس نے گریبان پھاڑ ڈالا ' سر اور چہرے پر خاک ملنے لگا' عراق و لیلائے عراق کے سوا اسکی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلتا تھا ' وہ بیخودانہ اُٹھا اور ایک سچے دیوانۂ عشق کی شان سے کوہ و بیاباں کی طرف روانہ ہوگیا - ابو عیسی روایت کرتا ہے کہ اس وقت مندرجۂ بالا اشعار اسکی زبان پر تھے - جنکا ترجمہ حسب ذیل ہے :

" آہ' کہتے ہیں کہ لیلی عراق میں بیمار پڑگئی ہے - پھر تجھے کیا ہوگیا ہے کہ صحیح و تندرست نظر آتا ہے - حالانکہ اس محبوبہ مریضہ کے عشق کا دعوا رکھتا ہے ؟

اگر واقعی یہ سچ ہے کہ لیلی عراق میں بیمار ہے تو مجھے بیماری کی دعوة نہ دو - میں تو موتوں اور ہلاکتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں !

میں شہروں میں گشت لگاتا ہوں اور عراق تک پہنچنے کی راہ ڈھونڈھتا ہوں' لیکن افسوس کہ لیلی تک پہنچنے کی تمام راہیں بند ہوگئی ہیں !

خدا سرزمین عراق کے تمام بیماروں کو شفا دے' کیونکہ جب سے میں نے اپنے بیمار عراق کی خبر سنی ہے' عراق کے ہر بیمار کیلیے شفیق ہوگیا ہوں !!"

(٢)

لیکن اے سرزمین عراق ! اے بہشت زار دجلۂ و فرات ! اے مصداق تجری من تحتها الانهار ! اے مابۂ عشق حہل کرور نفوس ملت ! قیس عامری کی لیلی چند دنوں کیلیے تیری آبادیوں میں آ بسی تھی اور اسلیے وہ تجھہ تک پہنچنے کیلیے بیقرار تھا' لیکن آہ' ہمارے لیے تو تیری تمام سرزمین یکسر لیلی زار حسن و جمال ہے ' اور تیری کسی ایک عمارت کے اندر ہی نہیں ' بلکہ تیری خاک کے ہر ذرے کے اندر ہمارے عشق ماضی کا ایک حجلۂ حسن و جمال آراستہ ہے ! قیس عامری کی لیلی اگر بادیۂ نجد کے خیموں سے نکلکر تیری سرزمین میں آ گئی تھی' تو ہمارے اقبال رفتہ کی بھی ایک لیلی ہے جو ریگ زار حجاز سے نکلی' اور صدیوں تک تیری سرزمین اسکے لیے منزل عیش و نشاط رہی - بابل و نینوا کی وراثت تیری ہی سرزمین میں ہم کو دی گئی تھی - کلدان اور مدائن کے مدفون خزانے تو نے ہی ہمارے سپرد کیے تھے - ہارون الرشید کی سنہری کشتیاں تیرے ہی دجلہ میں تیرتی تھیں' مامون اعظم کا دربار عظمت و اجلال تیرے ہی خاک کا ایک افسانہ گذشتہ ہے - تو ہی ہے کہ تیری زمین کا ایک ایک کھنڈر' تیری خاک کا ایک ایک تودہ ' تیری نہروں کی ایک ایک لہر' کاروان رفتۂ لیلی کا نقش قدم اور کار و بار عشق ماضی کا افسانہ سرا ہے - اور پھر اے سرزمین لیلی ! تیری ہی فضاء محبوب ہے جسکے ہر ذرے سے آج بھی بازگشت ناقۂ لیلی کی صدائیں اُٹھہ رہی ہیں' اور ہر اُس مجنوں کیلیے ملامت ہے جو عشق لیلی کے دعوے کے ساتھہ سرزمین لیلی سے

عمارہ کا منظر دجلہ کی طرف سے !

نکلدگي - چنانچه انهوں نے اس رزولیوشن کا نام " مسلمانوں کي قسمت کا فیصله رکھا " اور همیشه دوسرے کالجوں ' اسکولوں اور مستقل تعلیمي کوششوں کي مخالفت کرتے رهے - حتی که لکھنو کانفرنس میں انکو اسي مسئلۂ کے متعلق اسقدر جوش آ گیا که بهت سے لوگ اسکے متحمل نه هوسکے - مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اوده پنچ نے پھبتیاں اڑائیں ' اور لوگ جلسه سے اٹھکر چلے آے -

ان تمام امور کے علاوه سب سے بڑي چیز یه هے که یه لوگ اپنے آپکو اتحاد و جمعیۃ کلمہ کا داعي قرار دیتے هیں ' اور اسي بنا پر شیعه مطالبات کا ایک بڑا حصه ان لوگوں نے منظور نہیں کیا ' کیونکه اسکے ماننے سے مسلمانوں میں تفریق بڑھتي -

مجهکو یہاں اس سے کوئي بحث نہیں که انکے یه تمام مسالک و عقائد صحیح هیں یا غلط ؟ بحث صرف یه هے که انکے مدعیانه عقائد کا یه حال هے - پس اب سوال پیدا هوتا هے که مجوزه شیعه کالج کا وجود انکے ان عقائد مسلمه اور انکے امام معصوم کے مذهب و ملت کے لحاظ سے کیا حکم رکھتا هے ؟

کیا ایک علحده کالج کا قائم کرنا آنکے اصول " مرکزیت " کیلیے پیغام هلاکت نہیں هے ؟

کیا شیعه کالج کے نام سے اسکي دعوة دینا ' کلمۂ اتحاد کیلیے فتنۂ عظیم نہیں هے ؟

کیا علي گڈه کالج کے اندر دو مسجدوں کا بنانا تفریق تھا ' مگر " شیعه کالج " کي بنیاد رکھکر آب و هواے تفریق میں آینده نسلوں کو طیار کرنا تفریق نہیں هے !

کیا یه سچ نہیں هے که شیعه کالج کي اصل بنیاد علي گڈه کالج هي کي مخالفت سے پڑي ' اور اسطرح علي گڈه کالج کے احاطه و اثر کو نقصان پهنچایا جارها هے ؟

کیا اس کالج کا وجود " سر سید کي مسلمه پالیسي " اور مسلک تمرکز و جمیعۃ فریقین کیلیے جسپر محمڈن کالج کي بنیاد رکھي گئي تھي ' سخت مہلک نہیں هے ؟

کیا ارکان کالج میں هر شخص کا یه اعتقاد و علم راسخ نہیں هے که یه تحریک موجوده عهد کي سب سے زیاده مضر تحریک هے ' اور اس سے سخت نقصان مسلمانوں کو پهنچیگا ؟

اگر ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں هے تو میں پوچھتا هوں که علي گڈه پارٹي نے اس وقت تک اسکي مخالفت و اصلاح اور کلمۂ حق کے اعلان کیلیے کیا کارروائي کي هے ؟ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس نے جسکي نسبت کہا جاتا هے که اسکا موضوع صرف مسئله تعلیم هے ' مسئله تعلیم قومي کي اس یکسر هلاکت و بربادي کیلیے کونسي صدا بلند کي هے ؟ یه کیا هے که علي گڈه کالج کي بستي کا هر فرد یکسر بهرا گونگا بن گیا هے جیسا که سر سید نے نہیں بلکه صاحب شریعت نے کہا هے که الساکت عن الحق شیطان اخرس اور یه کون هے جسنے تمام مصلحین قوم ' ماهرین فلسفه تعلیم ' اور مجددین مائۃ حاضره کي زبانوں پر ایسے قفل چڑھا دیے هیں که کسي کے حلق سے آواز نہیں نکلتي ' اور سب پر هلاکت کي چپ اور موت کي خاموشي چھا گئي هے ؟ اموات غیر احیاء و لا یشعرون ایان یبعثون (١٦ : ٢١)

تمهارا مسلک مرکزیت اب کہاں فنا هوگیا ؟ تمهاري دعوت قومیت کس گوشے میں دفن کردي گئي ؟ تمهاري چهل ساله محنت اکارت جارهي هے ' تم کہاں چھپ گئے هو ؟ تمهارے امام معصوم کا مذهب ذبح کیا جا رها هے ' تم کیوں نہیں بولتے ؟ تمهاري شریعت تعلیم مٹائي جارهي هے ' تمهارے گلوں میں پھندے کیوں پڑ گئے هیں ؟ یا سبحان الله ! اگر ایک مسلم الله اور رسول کے نام کي دعوة دے تو اسپر اپني کانفرنس کا دروازه بند کرنا چاهتے هو ' اور کہتے هو که سب سے پہلے سر سید پر ایمان لانے کا اقرار کرلے ' اسکے بعد وه تقریر کر سکتا هے - اس کا سب سے بڑا جرم یه هے که اس نے سر سید کي شریعت سے انحراف کیا - لیکن آج سرے سے علي گڈه کالج کا اصولي بنیاد هي منهدم کیا جا رها هے اور سر سید کي شریعت مرکزیت کي دھجیاں اڑ رهي هیں مگر تم سب پر نفاق کي موت طاري هوگئي هے اور تم سب مردوں کي طرح بیحس و حرکت پڑے هو ؟

تم کہتے هو که همارا دائرۂ عمل قومي تعلیم هے - سیاست نہیں هے - اچھي بات هے - لیکن اب بتلاؤ که یه جو کچھه هے سیاست هے یا تعلیم ؟ اگر قومي تعلیم کا مسئله هے تو تمهاري قومیت اور قومي تعلیم کي لن ترانیاں کہاں دفن هوگئیں ؟

تم بھلا ان سوالات کا جواب کیا دوگے ' میں خود هي حقیقت کو بے نقاب کردیتا هوں تاکه هر انسان تمهاري اصلي صورت دیکھه لے ' اور معلوم هوجاے که حق سے تمهارا رشته کیا هے ؟ نه تو تمهارے اعتقادات بدلے هیں اور نه هي تمهارے مسلک پر کوئي موت طاري هوئي هے ' بلکه اصلي مصیبت یه هے که تمهارے دل پر موت چھا گئي اور تمهارے ایمان نے تم کو چھوڑ دیا - اصل یه هے که تمهارے صوبه کا سب سے بڑا حاکم علانیه شیعه کالج کي تحریک کا ساتھه دے رها هے اور کھلے بندوں اسکي حمایت کررها هے - یه دیکھکر تمهارے هوش و حواس غائب هوگئے هیں ' اور مارے ڈر اور هیبت کے تمهاري جان نکلي جارهي هے - تم دیکھتے هو ' مگر بول نہیں سکتے - سنتے هو ' مگر زبان نہیں هلا سکتے - چاهتے هو ' مگر هل نہیں سکتے - تم کہتے هو که اگر هم نے ذرا بھي زبان هلائی تو عجب نہیں که هم دربار شاهي سے مردود هو جائیں - نخشي ان تصیبنا دائره - (٥ : ٥٧)

یه هے تمهاري حق پرستي ' یه هے تمهاري صداقت ' یه هے تمهاري مدة العمر کے دعوں اور لن ترانیوں کي کائنات و حقیقت ! آه ' ایک انسان کے ڈر نے تمهاري روح پر ایسي هلاکت طاري کر دي هے که تم اس چیز کو زبان سے نہیں نکال سکتے جسکو تمهارا دل حق کہه رها هے - اے سست ایمانو ! تم انسان سے ڈرتے هو ' مگر افسوس که تمهارے دل سے خدا کا خوف اس طرح نکل گیا هے جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے اڑ جاتا هے : علی خوف من فرعون و ملائهم ان یفتنهم ! (١٠ : ٨٢)

یهي وه مقام هے جہاں آکر تم میرے مقابلے میں بالکل بیدست و پا هوجاتے هو ' اور تمام دنیا دیکھه لیتي هے که حق کس کے ساتھه هے ؟ اسکے ساتھه هے جو اعلان حق کي وجه سے اپني زندگي کو هر وقت خطروں اور هلاکتوں میں گھرا هوا دیکھتا هے پھر بھي اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رهسکتا ' یا انکے ساتھه هے جو اپني پنجاه ساله کمائي کو صرف ایک انسان کے وهمي خوف اور هیبت کي وجه سے اپنے هاتھوں تاراج کررهے هیں ؟ فاي الفریق احق بالامن ان کنتم تعلمون ؟

(۴)

الله تعالی نے مسلمانوں سے بہشت و نعائم بہشت کا وعدہ کیا تھا' اور باغوں کی سرسبز و شاداب زندگی کی بشارت دی تھی :

وبشر الذین آمنوا و عملوا الصالحات ان لہم جنات (بقرہ)

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے' تو انکو باغوں کی زندگی کی بشارت دیدو -

مشہد مبارک حضرت امام حسین علیہ و علی اباۂ و اجدادہ الصلواۃ والسلام

یہ باغ وہ تھے جنکا سب سے زیادہ نمایاں وصف یہ تھا :

تجری من تحتہا الانہار (بقرہ) — انکے تلے نہریں بہہ رہی ہونگی -

یہی جنت تھی جسکا ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا تھا' اور جسکا وعدہ گذشتہ صالح قوموں سے بھی کیا گیا تھا :

تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا (مریم)

ہمارے بندوں میں جو متقی ہوگا' ہم ایسی ہی جنت کا اسے وارث بنائیں گے -

ارباب ایمان و عمل صالح کیلیے یہ وعدہ آخرۃ میں پورا ہونے والا ہے - لیکن اسمیں کچھہ شک نہیں کہ دنیا میں بھی پورا ہوگیا' اور جو لوگ خدا کے متقی بندے تھے' انھوں نے اپنی آنکھوں سے بہشتی زندگی کی نعمتوں کو دیکھہ لیا - کرۂ ارضی کی تمام بہشتی سر زمینوں کے وہی وارث ہوے' اور فتح مندی و کامرانی کی سلطانی و کامرانی صرف انھی کیلیے نامزد کی گئی - اس بہشتی زندگی میں نہ تو انکے لیے غم تھا اور نہ ہی نامرادی' نہ مایوسی کو وہاں بار تھا' اور نہ نا امیدی کا وہاں نام و نشان - وہ جو چاہتے تھے پاتے تھے' اور جس نعمت کیلیے اٹھتے تھے' وہ خود انکے سامنے جھکنے کیلیے دوڑتی تھی :

جنات عدن التی وعد الرحمن عبادہ بالغیب انہ کان وعدہ ماتیا - لا یسمعون فیہا لغوا الا سلاما' و لہم رزقہم فیہا بکرۃ و عشیا ! (مریم)

دائمی عیش و مراد کے باغ جنکا وعدہ خداے رحمن نے اپنے نیک بندوں سے کیا' اور جو اگرچہ انکے سامنے نہیں ہیں اور نہ ابھی وہ دیکھہ سکتے ہیں' مگر الله کا وعدہ یقیناً پورا ہوکر رہیگا - اس بہشتی زندگی میں سلامتی و کامرانی کے سوا کوئی بیکار و فضول صدا انکے کانوں میں نہیں پڑیگی - انکی رزق صبح و شام انکے لیے طیار رہیگی - اپنی احتیاج اور رزق کیلیے وہ کبھی دکھہ نہ اٹھائینگے !

اس بہشتی زندگی کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ تجری من تحتہا الانہار پس آخرۃ کی جنت اعلی کا پرتو دنیا کی حیاۃ بہشتی میں بھی نظر آگیا' اور وہ تمام بہشتی سر زمینیں مسلمانوں کو سپرد کردی گئیں' جنکے تلے پاک و شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں - آہ' سر زمین عراق ہی وہ دنیا کی جنت تھی جو عاقبت کی جنت کا ایک ظل کامل ہے' اور جسکے نیچے دجلہ و فرات کی نہریں ہر جگہ اور ہر حصے میں بہہ رہی ہیں ! یہی جنت دنیا کے سب سے بڑے تمدنوں اور بڑی سے بڑی قوموں کی وراثت میں آئی - بابل و نینوا کے تمدن نے یہیں نشو و نما پایا' اور ایرانیوں کا تخت جلال و عظمت صدیوں تک یہیں حکمرانی کرتا رہا - بالاخر وراثت ارضی کی جب آخری بخشش ہوئی تو دنیا کے تمام خزائن و دفائن کے ساتھہ تجری من تحتہا الانہار کی بہشت ارضی بھی مسلمانوں ہی کو سپرد کی گئی : تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا !

دنیا نے انقلابات و تغیرات کے سینکڑوں رنگ بدلے - مسلمانوں نے اپنے اعمال صالحہ سے اگر اس بہشت ارضی کا اپنے اپکو مستحق ثابت کیا تھا' تو بد اعمالیوں سے اپنی نا اہلی کا خود ہی فیصلہ بھی کردیا - انکے باہمی اختلاف و شقاق کی تلواریں سب سے زیادہ اسی مدینۃ السلام میں چمکیں' اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ہمیشہ اس بہشت سے دوسرے کو بیدخل کرنا چاہا - خدا کی زمین صرف صلحاء کیلیے ہے : ان الارض یرثہا عبادی الصالحون اور اس بنا پر کچھہ عجیب نہ تھا اگر اس بہشت ارضی کے بسنے والوں کو حکم الہی ملتا جیسا کہ آور بہت سی سر زمینوں میں ملا :

اہبطوا ! بعضکم لبعض عدو - اس جنت سے نکل جاؤ - تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے -

لیکن الله کا وعدہ سچا ہے اور وہ صرف پورا ہی ہونے کیلیے ہے - اس نے تجری من تحتہا الانہار کی بہشت کی جہاں کہیں بشارت دی ہے' وہاں ساتھہ ہی یہ بھی فرما دیا ہے : تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ! یعنی اس سر زمین بہشت کے تلے نہریں بہہ رہی ہونگی' اور اسمیں مسلمان ہمیشہ رہینگے - کبھی اس سے نکالے نہ جائینگے - اسکے وعدہ کی سچائی کو دیکھو کہ دنیا میں صدہا انقلابات و تغیرات ہو چکے ہیں' لیکن " خالدین فیہا " کے وعدہ کا فرمان حق ابتک بدستور نافذ و قائم ہے' اور تیرہ صدیوں کی عظیم الشان مدت کے اندر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا ہے کہ اس وعدہ کی سچائی میں فرق آیا ہو - اس وعدۂ الہی کے ماضی کو تمام دنیا دیکھہ چکی ہے' مگر مستقبل کو دیکھنا ابھی باقی ہے :

و کان وعدا مفعولا !

قبہ زبیدہ خاتون زوجہ ہارون الرشید

اطلاع

اگر الہلال کی پہلی شش ماہی جلد کسی صاحب کے پاس مکمل موجود ہو' اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر کو اطلاع دیں -

بغداد کا جدید پل

تغافل بھی کر رہا ہے ' حالانکہ عشق لیلی کا دعوا اور مسکن لیلی سے غفلت ' یہ دونوں چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں :

ولو کنت یا مجنون تصدی من الہوی
لبت کما بات السلیم المسہد !

پس افسوس ہر اس دل پر' جس سے "لیلی" کی یاد کو ایک لمحہ کیلیے بھی بھلا دیا' اور صد افسوس ہر اس آنسو پر جو "لیلی" کے سوا کسی دوسرے کیلیے بہایا گیا :

اذا کان هذا الدمع یجری صبابة
علی غیر لیلی ' فهو دمع مضیع !

(۳)

مندرجۂ بالا سطور بے اختیار قلم سے نکل گئیں جبکہ موجودہ واقعات کی تقریب سے ہم نے ارادہ کیا کہ سرزمین عراق و بغداد کے بعض مناظر البلاغ کے صفحات پر شائع کریں - عالمگیر جنگ یورپ کے معرکے کچھہ عرصہ سے سرزمین ایشیا میں منتقل ہوگئے ہیں' ازانجملہ سرزمین بغداد ہے جہاں مہینوں سے میدان اقدام و ادبار گرم ہے ' اور خصوصیت کے ساتھہ قط العمارہ اور مابین بصرۃ و بغداد کے مقامات دنیا کے سامنے آرہے ہیں - چنانچہ اس مرقع میں بھی سب سے پہلے العمارہ کی آبادی کا ایک منظر آپ کے سامنے ہے جو دجلہ کے کنارے واقع ہے' اور اگر آپ چشم تصور سے کام لیں تو انہی ساحلی عمارتوں کے عقب میں جنگ عراق گذشتہ کے بہت سے عبرت انگیز نتائج و حوادث نظر آسکتے ہیں - وهموا بما لم ینالوا !

یہ مناظر دجلہ کے سلسلے میں پہلا منظر تھا - نہر دجلہ کا دوسرا منظر بغداد جدید کی وسط آبادی کا ہے جہاں مغربی و مشرقی آبادی کو ایک نئے پل کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے ' اور پل کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی کشتیاں بکثرت نظر آرہی ہیں - یہ کشتیاں اب تو زیادہ تر شہر کی اندرونی آمد و رفت کیلیے کام میں لائی جاتی ہیں ' لیکن کسی زمانے میں ہارون الرشید اور مامون اعظم کی سیر و تفریح کا بڑا ذریعہ بھی تھیں ! و تلک الایام نداولها بین الناس -

تیسرا مرقع سفارت خانہ برطانیہ کی جدید عمارت اور دجلہ کی قدیم روانی' دونوں کا مشترک منظر ہے - دجلہ کی سطح ' اگرچہ بالکل خاموش اور ساکن ہے - حتی کہ ایک ہلکی سی لہر بھی اسپر حرکت کرتی ہوئی نظر نہیں آتی ' تاہم اگر آپ سننا چاہیں تو اسکی زبان چپ نہیں ہے - آپ کو معلوم ہے کہ صدائیں صرف لبوں کی حرکت ہی سے نہیں نکلتیں - بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خاموش چہرہ اور ایک غیر متحرک لب ان غوامض و اسرار کی شرح و تفصیل کردیتا ہے جنکے لیے زبان کی حرکت اور حلق کی آواز بالکل گونگی ہوتی ہے - خاموش فصاحت نے اکثر گویائی کے دعووں کو شکست دی ہے :

لسان عدیی فی الهوی و هو ناطق
و دمعی فصیح فی الهوی و هو اعجم !

نظارۂ دجلہ کی ان تین منزلوں کے بعد اب ذرا ان لوگوں کے حالات پر بھی نظر ڈال لیجیے جنکی یاد دجلہ کی یاد اور سرزمین دجلہ سے وابستہ ہے - ایک عجیب مخروطی شکل کا گنبد آپ دیکھہ رہے ہیں جو کسی هشت پہلو عمارت کے اوپر سے نمایاں ہے ' اور عمارت کے ہر طرف پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں - یہ مشہور زبیدہ خاتون زوجۂ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے ' اور دجلہ کے بعد ہی آپکے سامنے آگیا ہے تاکہ مکان کے ساتھہ اسکے پچھلے مکینوں کو بھی دو گھڑی یاد کرلیں -

بغداد اور بغداد والوں کو یہیں چھوڑ دیجیے' اور آگے بڑھیے - اب آپ گنبدوں اور مناروں کی ایک موثر سرزمین کی طرف بڑھ رہے ہیں جسکی یاد و تذکرہ کی تقدیس کو زمانہ کے صدہا تغیرات و حوادث بھی نقصان نہ پہنچا سکے' اور جو سرزمین عراق کا سب سے زیادہ پر اثر اور تاریخی حصہ ہے - یہ کربلا کی سرزمین عبرۃ و بصیرۃ ہے ' اور روضہ حضرۃ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا درخشاں گنبد اور اسکے سر بفلک منارے آپ دیکھہ رہے ہیں - یہ منارے حق کی طاقت کا اعلان ہیں ' اور کلمۂ حریۃ کی فتح اور کلمۂ استبداد کے خسران و خذلان کی شہادت ہیں - وہ بتلا رہے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت حق کی ہے نہ کہ انسانی تاج و تخت کی ' اور خدا کی زمین پر سب سے بڑا فتحمند وہی ہے جس نے سب سے زیادہ مظلومی کے ساتھہ اپنا خون بہایا - تیرہ سو برس ہوے کہ اس سرزمین پر دو گروہ باہم معرکہ آرا ہوے تھے - ایک گروہ صرف بہتر بھوکے پیاسے انسانوں کا ضعیف و ناتوان مجمع تھا ' اور جانوں اور گردنوں کے سوا اسکے پاس کچھہ نہ تھا - دوسری طرف دمشق کا تاج و تخت ' حکومت و سلطنت ' ساز و سامان خسروی و ملوکی ' اور ہزارہا انسانوں کا قاہر و جابر گروہ تھا - بظاہر پہلی جماعت نے شکست پائی ' کیونکہ قتل کی گئی ' اور اسکے خون سے ساحل فرات کی سرزمین مدتوں تک سرخ رہی' لیکن فی الحقیقت یہ ایک محض عارضی منظر تھا - غور کیجیے کہ آخر کی فتحمندی اور عاقبۃ کار کی کامیابی کس کو ملی ؟ انکو جنکے نام و نشان سے بھی آج تمام سطح ارضی خالی ہے' یا اسکو جسکا گنبد آجتک اپنے بقاء ذکر اور کلمۂ باقیہ کے ثبوت میں سر بفلک استادہ ہے ؟ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آج تمام شاہان بنو امیہ میں سے کسی ایک شخص کی قبر کا بھی دنیا سراغ نہیں لگا سکتی - کیونکہ بنو عباس نے انکی قبروں کو اکھاڑ اکھاڑ کے مسمار کردیا' اور کوئی اثر دنیا میں باقی نہ رکھا - برخلاف اسکے مدفن کربلا کا اثر مجسم ابتک حی و قائم موجود ہے' اور اگرچہ مخالفین کے دست تظلم نے بارہا اسکو بھی مسمار و بے نام و نشان کرنا چاہا' تاہم اسکا نشان کسی طرح نہ مٹ سکا کہ ظلم کا دھبہ کبھی نہیں دھل سکتا - پھر کیا بقاے قبور و آثار کے بارے میں بھی زمین قانون بقاے اصلح کی پابند ہے ' اور اپنی گود میں صرف اسی کے اثر کو باقی رکھنا چاہتی ہے جو اصلح تھا ؟

سفارت خانہ برطانیہ بغداد

کھائي جاني ھے جسمیں بڑائي اور عظمت ھو - اسلیے تمام قسموں میں صرف عظمتوں ھي کو تلاش کرتے رھے - انکي شھادت حق و دلالة حقائق پر نظر نه ڈالي - امام رازي گو فرماتے ھیں که قسم ایک طرح کي دلیل ھے' لیکن چونکه اصل حقیقت سے پوري طرح متاثر نہیں ھیں' اسلیے اُسي غلطي کو شروع کر دیتے ھیں جو اعتراف معني دلیل کے ساتھه جمع نہیں ھو سکتي تھي - یعني تین اور زیتون کي عظمت اور بزرگي کو ثابت کرنا چاھتے ھیں - پھر جب اور کچھه نظر نہیں آتا تو فرماتے ھیں که تین (انجیر) کا مزہ بہت اچھا ھے' اور وہ معدے کیلیے مسہل و ملین ھے' اور زیتون کي لکڑي کے اندر تیل ھے ! گویا نه تو دنیا کے اندر کوئي اور پھل ملین ھے اور نه کوئي اور شے اپنے اندر روغن رکھتي ھے !

سچ یه ھے که متاخرین میں یه فضیلت و منزلت الله تعالی نے صرف حضرة شیخ الاسلام ابن تیمیه اور انکے ارشد تلامذہ علامه ابن قیم کیلیے مخصوص کردي تھي که حقـائق و معارف کتاب و سنت کے جمال حقیقي کو بے نقاب کریں' اور جو پردے متاخرین نے یکے بعد دیگرے ڈالدیے ھیں' انکو الله کي بخشي ھوئي قوة مجددہ و مصلحه سے چاک چاک کردیں - چنانچه تاریخ اسلام کے ان دو عظیم الشان انسانوں نے اقسام القرآن کي اس حقیقت کو جا بجا واضح کیا ھے - اور موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ھے جسکے دلونکو الله ان مصلحین حقیقي کي تصنیفات کے فہم و درس کیلیے کھول دے که انکا نور علم مشکواة نبوة سے براہ راست ماخوذ تھا -

(موضوع ســـورۂ والـتین)

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ھے تو اسکو جذبات و موثرات کا ایک عجیب مخلوط اور متضاد ھجوم نظر آتا ھے باھر دیکھتا ھے تو اسکي ناکامیاں اور مایوسیاں اوسکي کامیابیوں اور امیدوں سے زیادہ نظر آتي ھیں -

جذبات کے اعتبار سے وہ ایک ھي وجود ھے جو کبھي فرشتوں کي طرح محبت و ھمدردي اور شرافت و عفت کا پیکر ھے' اور کبھي قتل و ھلاکت اور خونریزي و سفاکي میں سانپوں کے زھر سے بدتر اور درندوں کے پنجوں سے اسفل ھے - وھي انسان جو جـانوروں کو تـکلیف میں دیکھکر ھمـدردي کے جـذبات سے معمور ھوجاتا ھے' بسا اوقات اپنے بھائیوں کا بیدریغ خون بہانے لگتا ھے تاکه انکے خون سے اپني خود غرضي کي پیاس بجھاے -

خارجي اعمال کے لحاظ سے اسکي بوقلموني اور زیادہ عجیب ھے - وہ ایک ھي وجود ھے جو کبھي تاج و تخت حکومت پر جلوہ آرا ھوتا ھے' اور کبھي کتوں کي طرح غلامي کي خاک پر لوٹتا ھے - کبھي اسکي ھمت سر بفلک عمارتوں کے بنانے' پہاڑوں کے کاٹنے' سمندروں کے مسخر کرنے سے نہیں تھکتي' اور کبھي ایسا ھوتا ھے که پتوں کي ایک دیوار کو کھڑا کرنا بھي اسکے لیے مشکل ھو جاتا ھے -

وہ کبھي بجلي سے ڈرتا ھے' طوفان سے لرزتا ھے' آسمان کو دھشت و خوف سے دیکھتا ھے' اور پھر اسقدر انکے مظاھر و شئون سے مرعوب ھوجاتا ھے که انکي پرستش و بندگي شروع کردیتا ھے' اور کہتا ھے که میں انکے آگے صرف جھکنے اور عاجزي ھي کیلیے ھوں - اسکے تنزل و تسفـل کیلیے یه مثال بھي کافي نہیں - ایک وقت آتا ھے جبکه دنیا میں پتھر کے اُن ٹکڑوں کیلیے جو راستوں میں ٹھوکریں کھاتے ھیں' عزت ھوتي ھے' پر انسان کیلیے کوئي عزت باقي نہیں رھتي - وہ انسان ھوکر پتھروں کے آگے ماتھا ٹیکتا' انکو اپنے آقا اور خداوند کي طرح پوجتا' اور اپني حیات و ممات کو انکي رضا و غضب میں منحصر یقین کرتا ھے - کتا زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ھے که وہ کتے سے اشرف و اعلی ھے - گھوڑا اور ھاتھي انسان کے چاکر بن جاتے ھیں که انسان کي عظمت کا مقابله نہیں کرسکتے' مگر انسان کتے سے بھي بدتر اور گھوڑے اور ھاتھي سے بھي اسفل ھے که اپنے سے اعلی کے آگے نہیں بلکه اپنے ھي جیسے کے سامنے یا اپنے سے بھی بدتر کے آگے جھکتا اور [illegible] ھوتا ھے !

تم کسي کتے کو نہیں دیکھو گے که وہ کسي دوسرے کتے کے آگے عاجزي کرے' لیکن یه انسان ھی ھے که اپنے جیسے ایک انسان کو چاندي سونے کے تخت پر بٹھاتا ھے' اور پھر کتوں کی طرح اسکے آگے زمین پر لوٹتا اور کہتا مذلت جانتا ھے -

اعمـال انساني کے اس اختلاف و تضاد اور [illegible] و [illegible] عملیه کي اس بوقلموني و رنگا رنگي میں انساني فطرة اصلیه کی حقیقت گم ھوجاتي ھے - [illegible] نہیں کھلتا که یه عجیب جانور جو سب سے بڑا بھي ھے اور سب سے چھوٹا بھي' اسکی اصلی مذاق فطرة کیا تھي جو اسے دیگئي تھی؟ وہ فی نفسه شیطان ھے یا فرشته؟ بھیڑیا ھے یا بکري؟ تاریکي ھے یا روشني؟ نیک ھے یا بد؟ اچھا ھے یا برا؟

(مسئلۂ خیر و شر فطرة انساني)

یه سوال انسان کي اصل فطرة و جبـلة کی نیکی اور بدي کا ھے - یعني کیا بالطبع وہ نیک بنایا گیا ھے یا بد؟ یا دونوں؟ اسکے داخلي جذبات و داعیات کي کشا کش اور خارجی اعمال و نتائج کا میدان تو نور و ظلمت' ملکوتیة و بہیمیة' حسن و بد رائي' علو و تسفل' عظمت و ذلت' نیکی و بدي' دونوں کا مجموعه نظر آتا ھے' اور کچھه پته نہیں چلتا که در اصل وہ کیا ھے؟

دنیـا میں ابتـدا سے لیکر ابتک اس سـوال کے متعلق تین مختلف مذاھب نظر آتے ھیں :

(۱) انسان کي اصلي جبلت و فطرة بدي ھے' البته [illegible] تربیت اسکو عارضي طور پر خوشنما بنادیتي ھے - وہ خصائص فطرة کے اعتبار سے ایک خالص حیوان ھے - لیکن تربیت پذیري کے اعتبار سے انپر فوقیت رکھتا ھے - درخت کی جڑ اور شاخیں متناسب نہیں ھوتیں' لیکن انکو کاٹ کر اور چھیل کر ھم درست کرلیتے ھیں فطرة کي تمام خلقت کا یہي حال ھے - اصل فطرة میں ھموار و اعتدال نہیں ھوتا - چھیل چھال کر اسے سڈول بنالیا جاسکتا ھے - یہی حال انسان کا ھے - باھر کي صناعي تربیت سے ایک نیا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتا ھے' لیکن جب اوپر کا رنگ کمزور ھوجاتا ھے تو اصلی ته نظر آجاتي ھے - بڑا سے بڑا مہذب انسان بھي غصه و انتقام میں درندہ بن جاتا ھے - اسلیے که اسکا مصنوعي رنـگ اُتر گیا اور اسکي اصلي فطرة شر اُبھر آئي -

یه مذھب "مذھب شر" یا "مذھب یاس" ھے - وہ دنیا کی ھر چیز کو شر اور یاس کي نظر سے دیکھتا ھے - یونان میں دیو جانس کلبی (Diogenes) اسي فلسفۂ اخلاق کا مشہور نقشوا گذرا ھے -

(۲) دوسـرا مذھب اُن لوگوں کا ھے جو انسان کی فطرة کو بالکل ایک سادہ حالت میں دیکھتے ھیں اور کہتے ھیں که اسمیں نه تو نیکي ھے اور نه بدي ھے - نه وہ کانٹوں کی چبھن ھے اور نه پھولوں کي مہک - وہ محض ایک منفعل' اثر پذیر' اور نقش انگیز وجود ھے جو اپنے ساتھه کچھه نہیں لاتا مگر دنیا میں آکر جو کچھه پاتا ھے لے لیتا ھے - وہ ایک دامن ھے جسکے اندر سوا گنجایش و عمق کے اور کچھه نہیں ھے - اسمیں ھر طرح کا [illegible] بھرلینے کي صلاحیت ھے مگر ابھي کوئی چیز اسمیں بھري نہیں گئی ھے - اب اگر اسیکو پتھر ملا ھے تو اسکو بھر لیگا' پھول ملے ھیں تو انکو اُٹھا لیگا - یه تشبیه واضح تر یه که انسان کي فطرة اصلاً ایک سفید [illegible] ھے - اسپر کوئي نقش نہیں ھوتا - نه تو [illegible] کی تصویر ھوتی ھے اور نه پھول کي - اب جو کچھه اسپر بنا یا جائیگا [illegible] بن جائیگا -

حکماء یـونان میں اس مذھب کا ایک دور رھا ھے - [illegible] نے بھي زیادہ تر اسي کي [illegible] کي تھی' آج [illegible] حکماء اخلاق کا ایک بڑا گروہ [illegible] کہتا ہے -

(۳) تیسرا مذھب "جامع خیر و شر" ہے [illegible] ھے

آدمـي زادہ طرفه معجـون ست !

نیکي اور بدي' دونوں [illegible] فطرة میں موجود ھیں [illegible] وہ شیطان اور فرشته دونوں ھے [illegible] ملکوتي و بہیمي دونوں [illegible]

اسئلة و اجوبتها

تفسیر سورة و التین

اقسام القران

(از جناب مولوي وصي احمد صاحب بلگرامي)

جناب علامهٔ دوراں وحید الزماں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دام مجدکم - پس از سلام مسنون گذارش یه هے که البلاغ نمبر ۵ و ۶ میں جناب مولوي مظهر الدین صاحب شیرکوٹي نے جو سورهٔ و التین پر روشني ڈالي هے ' اوسکے متعلق چند ضروري استفسارات هیں :

ملاحظه هو فرماتے هیں : " انجیر ' زیتون ' طور سینیا ' مکهٔ معظمه ' اس دعوے پر شاهد هیں که همنے انسان کو بهترسے بهتر حالت میں پیدا کیا هے "

طور سینا اور مکهٔ معظمه کي شهادت تو واضح هے که حضرت موسی اور جناب رسالت مآب صلی الله علیه و آله و سلم کي آنکهیں نور وحدت سے انهیں مقاموں پر منور هوئیں - ضعیف انسان کی بزرگي پر یه دونوں صاد کرتے هیں ' اور اسلیے گواه لاے جاسکتے هیں - مگر تین اور زیتون کي شهادت کے متعلق جناب موصوف یوں فرماتے هیں :

(۱) " انجیر ایک نهایت چهوٹا پهل هے ' لیکن غذا و دوا میں بے شمار فوائد رکهتا هے - ذائقه کے لحاظ سے نهایت شیریں هے - باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطهر کلتین ' مسمن بدن ' وغیره اسکے معمولي خواص هیں - پس انجیر شاهد هے که جسطرح جسم صغیر هوکر بیشمار فوائد کا مجموعه هے - اسیطرح وجود انساني بهي جسماً مختصر ' لیکن مختلف قوتوں کا پتله هے "

(۲) " جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے هوے هے ' اور زیتون کي قدر اوسکے روغن هي کي وجه سے هے ' اسیطرح انساني جسم میں بهي روح کا حلول هے ' اور اسکا شرف بهي اوسکي روح هي سے هے ' ورنه انسان مٹي کا ایک ڈهیر هے - اور بس "

همنے یه سب مانا ' لیکن سوال یه پیدا هوتا هے که جسطرح انجیر اپنے جسم صغیر میں بیشمار فوائد اور زیتون اپنے قالب میں تیل کا خزانه رکهتا هے ' اسي طرح روے زمین پر اور نیز ملک عرب میں هزاروں لاکهوں ایسے پهل هیں ' جو یهي خواص رکهتے هیں - پهر کیا وجه که اتني بڑي شهادت پیش کرتے وقت جناب باري نے انجیر اور زیتون هي کو چنا ؟

جناب موصوف کي توضیح سے تسکین نهیں هوتي - انگریزي پڑهنے والے طلبا کي آنکهیں اور دل ظاهر هے که آجکل کلام مجید کي معرفت و برکات سے نابینا هیں - اندها آدمي مجبوراً هر هر قدم پر ٹٹولتا [illegible] هے ' اس صورت میں بینا آنکهوں کا فرض هے که [illegible] هیں - لهذا یه عریضه ارسال خدمت گرامي هے که تین اور زیتون کي شهادت پر سلوک مذکورهٔ بالا کا لحاظ کرتے هوے جناب مزید روشني ڈالنے کي تکلیف گوارا فرمائیں ' باعث مشکوري هوگا - و السلام -

البلاغ :

قرآن حکیم کے فهم و درس کا جو ذوق آپکے خط سے ظاهر هوتا هے ' اس سے یه فقیر نهایت خوش وقت هوا - الله تعالی آپکے اس ذوق میں برکت و ثبات عطا فرماے ' اور آپکے امثال و نظائر سے همارے جدید مدارس کي عمارتیں معمور هو جائیں -

آپکا سوال در اصل مسئلهٔ " اقسام القران " سے تعلق رکهتا هے - یعني قرآن حکیم کي جن سورتوں میں الله تعالی نے حروف قسم کے ساتهه بعض اشیاء کا ذکر فرمایا هے ' انکي حقیقت ' اور جواب قسم سے انکا ربط و تعلق - ازانجمله سورة والتین هے ' اور اسمیں سب سے پہلے تین و زیتون کي قسم نظر آتي هے - درس و فهم حقائق قرانیه کي مختلف راهیں هیں ' اور بسا اوقات انکي حقیقت مختلف نظروں کو مختلف روشنیوں میں نظر آتي هے - تین و زیتون کے متعلق ایک تفسیر امام رازي رحمة الله علیه کي تهي جسکو مولانا مظهر الدین صاحب نے اپنے مضمون میں نهایت خوبي سے پیش کیا هے ' اور انکے خصائص کو نوع انساني کے جسم و حقیقت کے خصائص سے تشبیه دي هے - لیکن اسمیں کوئي شک نهیں که سورة کے موضوع اور بقیه اقسام کے ربط کیلیے صرف اتنا هي کافي نهیں هے - مزید غور و فکر اور جستجوے حقیقت کیلیے قدم اٹهانا چاهیے - میں آپکے سوال کا جواب دو صحبتوں میں دونگا -

(چند مقدمات مهمه)

سب سے پہلے چند مقدمات آپکے سامنے آجائیں جن پر همارے تمام مباحث تفسیر مبني هیں -

(۱) قرآن حکیم کي هر سورة کا ایک موضوع (سبجکٹ) هے - اور اول سے لیکر آخر تک وه سورة اسي پر مبني هے ' جسقدر مطالب درمیان میں آگئے هیں وه سب کے سب اسي ایک موضوع اصلي کے ناگزیر و ضروري اطراف بحث و تعلیم هیں -

(۲) هر سورة کي ابتدا و انتها اس موضوع کے معلوم کرنے کي کنجي هے -

(۳) جب هر سورة کا ایک موضوع هے تو یه چیز بهي ضمناً آپکو معلوم هوگئي که قران کي تمام آیات باهم مربوط و مسلسل هیں ' اور اِک نظم و اسلوب حقیقي کے ساتهه سلسلهٔ بیان بتدریج اجمال سے تفصیل ' دعوے سے دلیل ' اور تعلیم سے امثال و نظائر کیطرف بڑهتا اور کهلتا جاتا هے - اسي کو قران حکیم نے " تصریف آیات " سے جا بجا تعبیر کیا هے - " صرف " کے معني لغة میں " رد الشي من حالة الی حالة " کے هیں (کما صرح به الاصفهاني)

(۴) " قسم " کے معني شهادت و دلالت کے هیں ' قران حکیم نے جس چیز کو حروف قسم کے ساتهه پیش کیا هے ' وه ایک شاهد هے جو اپنے ما بعد دعوے کیلیے دلیل پیش کرتا هے - قسم کا مقصد استشهاد هوتا هے - هم خدا کي قسم کهاتے هیں - یعنے کهتے هیں که خدا شاهد هے که هم نے جهوٹ نهیں بولا - سورهٔ والفجر میں هے " هل في ذالك قسم لذي حجر " یعنے ان چیزوں میں صاحب عقل کیلیے بڑي هي شهادت هے - منافقین کهتے تهے که " اشهد انك لرسول الله " هم گواهي دیتے هیں آپ الله کے رسول هیں - خدا نے انکي تکذیب کي اور کها : " اتخذوا ایمانهم جنة " انهوں نے اپني قسموں کو ڈهال بنالیا هے - یه ظاهر هے که منافقین نے شهادت دي تهي - قسم نهیں کهائي تهي - پس خدا نے خود هي شهادت کو قسم سے تعبیر کرکے حقیقت کهولدي -

لیکن چونکه عام مفسرین متاخرین نے اس حقیقت پر غور نهیں کیا ' اسلیے وه اس دهوکے میں پڑگئے که قسم اُس چیز کي

خدا نے اسکو روشني دي هے' اور اسکے اندر آئینه رکهدیا هے - وہ دنیا میں آنا هے اور باهر کے پردوں سے اندر کي روشني کو ڈهانپ دیتا هے - باهر کے گرد و غبار سے اندر کے آئینه کو مکدر کردیتا هے - اب تم کہتے هو که وہ تاریک هے' مگر نہیں سونچتے که اسکي اصل روشني تهي - تاریکي نه تهي - اس نے روشني کو چمکنے نه دیا - تم کہتے هو که اسکے دامن میں زنگ اور غبار تها - حالانکه زنگ و غبار نه تها بلکه صاف و شفاف آئینه تها - باهر سے گرد اڑ رهي تهي - اسکو چاهیے تها که دامن سے ڈهانپ لیتا' مگر اس نے گرد و غبار کو پسند کیا اور آئینه کي چمک کي قدر نه کي - اب وہ غبار آلود هے - کچهه دنوں کے بعد بالکل تاریک هوکر لوهے کا ایک سیاہ ٹکڑا بن جائیگا' مگر اسلیے نہیں که اسکے پاس لوها تها' بلکه صرف اسلیے که آئینه کو صاف نه رهنے دیا

یہي انسان کي وہ فطرة اصلي هے جسکو قرآن حکیم فطرة صالحه قرار دیتا هے' یعني وہ فطرة جو بالکل اپني اصلي نیکي کي حالت میں هے' اور باهر کي کسي بدي سے اسکو آلودہ نہیں کیا گیا هے - یہي فطـرة صالحه دین الہي هے' یہي دین قیم هے' یہي دین حنیفي هے' یہي صـراط مستقـیم هے' یہي فطـرة الله هے' یہي صبغة الله هے' اور قرآن کي اصطلاح میں سب سے آخر مگر سب سے زیادہ جامع و حاوي نام اسي کا "اسلام" هے -

اور اسي لیے قرآن کہتا هے که انسان کي اصلي فطرة "اسلام" هے اور "کفر" ایک صناعي اور غیر فطري عمل هے - اگر ایک انسان "مسلم" هے تو اسکو یوں کہو که وہ اپني اصلي فطرة صالحه پر قائم هے' اسکي فطري روشني نور دے رهي هے' اسکي فطرة خیر کي قندیل کو باهر کا کوئي طوفان بجها نه سکا' اور وہ ویسا هي هے جیسا فطرة نے اسے بنایا تها - لیکن اگر ایک انسان "مسلم" نہیں هے تو اسکے یه معني هیں که فطرة حقیقي کا چراغ بجهه گیا' اسکے اندر کا آئینه زنگ آلود هوگیا' گرد و غبار کي تو بر تو تہوں نے اسکو سیاہ کردیا' اور وہ فطرة کي صورت حقیقي کي جگه ایک مسخ شدہ غیر فطري و مصنوعي جانور بن گیا - معصیت سے یه فطري آئینه زنگ آلود هوتا هے' اور کفر زنگ آلودگي کي وہ آخري حالت هے جبکه آئینه بالکل سیاہ هوگیا' اور ایک دهندلي سي چمک بهي اس میں باقي نه رهي: ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و ابصارهم غشاوة - اور: سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون - وغیرہ تصریحات قرآنیه میں اسي آخري مرتبۂ ضلالت کي طرف اشارہ هے - اور: لهم قلوب لا یفقهون بها اور: جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوہ - اور: کالانعام بل هم اضل میں اسي فطرة صالحه کي پامالي اور ایک غیر فطري حالت مسخ و انقلاب کو واضح کیا گیا هے - یه وقت تفصیل کا نہیں - اشارات پر اکتفا کیجیے -

اور ٹهیک ٹهیک یہي معني هیں مسلم کي اس مشہور حدیث کے جسکي شرح میں عجیب عجیب حیرانیاں لوگوں کو هو رهي هیں که:

ما من مولود الا یولد علی الفطـرة و ابـواہ یهودانه و ینصرانه -	دنیا میں کوئي بچه پیدا نہیں هوتا مگر اپني اصل فطرة پر - پهر یہودي اسے یہودي بنا لیتے هیں اور نصراني نصراني

ایک دوسري روایة میں هے: ما من مولود یولد الا و هو علی هذہ الملة - یعني جسقدر بچے پیدا هوتے هیں' سب ملة اسلام پر پیدا هوتے هیں -

انسان کي فطرة صالحه هي کا نام اسلام هے' اور هر بچه جو پیدا هوتا هے' اپني اصلي اور بے میل فطرة هي پر پیدا هوتا هے' پس انسان کا هر بچه "اسلام" پر پیدا کیا گیا - اب وہ دنیا میں آتا هے اور باهر کي هوائیں اسکے اندر کي روشني کو تہه و بالا کرنے لگتي هیں - اگر یہودیت کے اثرات اس نے پائے' تو یہودیت کا جهونکا اسکے چراغ فطرة کو گل کردیگا' اگر مجوسیت کا طوفان اٹها' تو اسي میں اسکي کشتي فطرة ڈگمگانے لگیگي - پر یه جو کچهه هوگا' باهر کا اثر و کسب هے - اسکے اندر کي فطرة صرف اسلام تهي - یعني صرف نیکي و خیر تهي -

تمهید بڑهتي جاتي هے اور یه مبحث خود ایک مستقل صحبت هے - اگر اس بارے میں قرآن حکیم کي مزید تصریحات جمع کي جائیں تو صفحوں کے صفحے اسي میں صرف هوجائیں - یہي معني هیں ذریة انساني کے "بلی" کہنے کے جبکه خدا نے انسے پوچها که "الست بربکم؟" کیا میں هي تمہارا پروردگار نہیں هوں؟ پس انسان کي فطرة اصلي تصدیق هے جو اسکے اندر ودیعت کردي گئي اور اب اگر "بلی" کي جگه یعني تصدیق ربوبیت کي جگه وہ انکار کرتا هے' تو یه اسکي فطرة کي صدا نہیں هے - ایک غیر فطري صناعي هے -

اور اسي فطرة صالحه کا نام قران حکیم نے "قلب سلیم" رکها هے یعني وہ دل جو بالکل صحیح و سالم هو اور اپني اصلي تندرستي و اعتدال پر قائم هو - کوئي نیا عارضه اور بیماري اسے نہیں لگ گئي هے - حضرة ابراهیم علیه السلام کي نسبت فرمایا که اذ جاء ربه بقلب سلیم جبکه وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم یعني فطرة صالحه غیر آلودہ کے ساتهه حاضر هوے - تم کو معلوم هے که حضرة ابراهیم کي یه فطرة صالحه وہ تهي جسکو باهر کا کوئي بڑا سے بڑا جلوہ بهي مرعوب نه کرسکا' اور اسکے اندر کي روشني پکار اٹهي: اني وجهت وجهي للذي فطر السماوات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین -

اور یہي وجه هے که خدا کي شریعت کا کام صرف یه هوتا هے که اس فطرة صالحه پر انسان نے صناعي و خارجي ضلالت کا جو زنگ چڑها دیا هے' اسے دور کردے' اور اسکي اصلي روشني پهر چمک اٹهے - یہي وجه هے که هدایت الہي کو قرآن نے "ذکر" کے لفظ سے تعبیر کیا' اور ضلالت و کفر کو "نسیان" کہا - "ذکر" کے معني حفظ اور یاد کے هیں' نسیان بهولنے کو کہتے هیں - چونکه فطرة اصلي کو انسان بهلا دیتا هے اور اسي کا نام ضلالت هے - پس ضلالت نسیان هوي اور هدایت فطرة اصلي کے بهلاے هوے سبق کو پهر تازہ کردینا - اسلیے اسکو ذکر کہا - نسیان کي انتہا "غفلت" هے' "غفلت" کو قران نے منتہاء ضلالت قرار دیا هے - لهم قلوب لا یفقهون بها' و لهم اذان لا یسمعون بها' و لهم اعین لا یبصرون بها' اولئک کالانعام بل هم اضل - اولئک هم "الغافلون" -

ایک اور آیت بهي نسیان کے متعلق اس سر سري نظر میں سن لو: الذین نسو الله فانساهم انفسهم - وہ لوگ که انہوں نے الله کے رشته کو بهلایا' اور نتیجه یه نکلا که اپنے نفسوں هي کو بهول گئے -

اسکا مطلب یه هے که اپنے نفسوں کو یعني اپني فطرة صالحه کو بهول گئے - کیونکه فطرة صالحه تو وہ تهي جس نے کہا تها "بلی" یعني خدا کي ربوبیت اور اسکے رشتے کا اقرار کیا تها - اب اگر وہ اس هستي کے رشتے کو بهلا رهے هیں جسکے آگے فطرة اصلي "بلی" کہه چکي هے' تو اس رشتے کو نہیں بهلا رهے بلکه اپني فطرة هي کو بهلا رهے هیں -

(عـود الی المقصود)

بهر حال' قرآن حکیم انسان کي فطرة کو خالص نیکي قرار دیتا هے' اور بدي سے اسکي فطرة صالحه کو پاک بتلاتا هے - وہ کہتا هے که اسکي فطرة صرف تندرستي اور صحت هے - البته وہ دنیا میں آکر بہت سي بیماریاں مول لے لیتا هے - بیماري باهر کا اثر هے' اندر صرف تندرستي هے -

سورۂ والتین کا موضوع اصلي یہي حقیقت هے - یعني اسمیں انسان کي فطرة صالحه کي اسي گم شدہ اصلیت کو واضح کیا گیا هے' اس موضوع کیلیے قرآن نے مفصل درس بهي دیے هیں' لیکن یه منجمله مجمل مگر جامع و حاوي دروس کے هے -

ہے - دنیا میں آکر جس قسم کے خارجي موثرات ملتے هیں ' انهي کے مطابق اسکي کوئي ایک قوۃ نشوو نما پاتي اور بروز کرتي ہے - اگر نیک اثرات اسکے لیے جمع هوجائیں جنکو تم "نیکي" کے لقب سے پکارتے هو' تو اسکي قوت ملکوتي اُبهریگي اور چمکیگي ' لیکن اگر برخلاف اسکے بدي کا گرد و غبار چها جایگا تو نیکي کي چمک ماند پڑجائیگي ' اور بدي کي تاریکي پهیل آتهیگي - اس مذهب کے پیروں کے نزدیک انسان کے اندر بالقوۃ ملکوتیۃ و بهیمیۃ دونوں هیں' مگر انکا فعل تربیت و تاثرات سے نمود پکڑتا ہے - گویا نیکي اور بدي دو بیج هیں جنکو انسان اپنے ساتهه دنیا میں لاتا ہے ' پهر جس بیج کو تربیت و تاثر کا پاني ملجاتا ہے ' وهي پهولتا پهلتا اور تناور درخت بنتا ہے -

دنیاے قدیم و جدید' دونوں میں اس مذهب نے بہت ترقي و مقبولیت حاصل کي ہے - ارسطو کا بهي یهي مذهب تها ' اور تقریباً تمام حکماء اسلام نے اسي کو قبول کیا ہے - ابن مسکویه جس نے یوناني اخلاق کو سب سے زیادہ مشرح و منظم لکها ہے' اسي مذهب کا داعي ہے - دور جدید کے حکماء اخلاق میں بهي یهي مذهب زیادہ مقبول ہے - امام فخر الدین رازي وغیرہ تمام مفسرین تفسیر قرآن میں اسي مذهب کو پیش نظر رکهتے هیں' اور " و هدیناہ النجدین " اور " فالهمها فجورها و تقواها " وغیرہ آیات کریمه کي تفسیر اسي مذهب کی بنا پر کرتے هیں - کہا جاسکتا ہے که مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق دنیا کا غالب اور عام اعتقاد یهي ہے - اور چونکه انساني اعمال و نتائج میں خیر و شر دونوں نظر آتے هیں' اسلیے هر شخص سمجهتا ہے که یهي مذهب زیادہ صحیح و احق ہے -

(القـرآن الحکیـم)

قرآن حکیم نے دین الهي کا دوسرا نام " العلم " رکها ہے :

و لئن اتبعت اهواءهم	اور اگر تونے انکي خواهشوں کي پیروي
بعد الـذي جاءک	کي' بعد اسکے که تیرے پاس علم یعني
مـن العـلـم -	دین الهي آ چکا ہے - الخ -

هر جگه گمراہ قوموں کے بغي و ضلالت پر ملامت کرتے هوے کہا:

فما اختلفوا الا بعد ما جاءهم العلم بغیا بینهم - (۴۵ : ۱۶)

حاملین قرآن کي نسبت کہا : في صدور الذین اوتو العلم - وہ انکے سینوں میں ہے جنکو علم دیا گیا - نیز کہا که یه " برهان " ہے " بصائر " ہے " نور " ہے' " بصیرۃ " ہے ' اور هر جگه کفر کو کہا که وہ " ظن " ہے " شک " ہے' تخمین ہے ' اور اٹکل کي باتیں اور قیاسات هیں : ما لهم بـذالك من علم انهم الا یظنون - پهر دین الهي کے ماننے اور اطاعت کرنے کو " ایمان " کہا ' اور ایمان والوں کو " مومن " - ایمان امن سے ہے اور امن کے معني " طمانیۃ النفس " اور زوال خوف و شک کے هیں - اِن تمام تصریحات سے واضح هوا که دنیا میں علم و یقین صرف ایک هي ہے اور وہ وحي الهي ہے' اور اسکے سوا اور جسقدر ادعاء علم کے اعلانات هیں' ظن اور شک سے آگے نہیں بڑهسکتے - نیز یه که " ایمان " کے معني " یقین " حاصل کرنے کے هیں ' اور مومن وہ ہے جسکے پاس " شک " کي جگه " یقین " هو - یهي وجه ہے که مومن اور غیر مومن کو " الذین یعلمون " اور " و الـذین لا یعلمون " اور " الاعمي " اور " البصیر " سے تشبیه دي - یعنے صاحبان علم اور بینا ' اور ارباب جهل اور اندهے !

اس بنا پر علم اضافي و محدود تو دنیا کے پاس ہے' مگر علي الاطلاق " العلم " قرآن کے سوا اور کوئي نہیں' اور قرآن جس کے پاس ہے وهي دنیا میں سب سے زیادہ اعلم اور سب سے بڑا جاننے والا ہے -

پس شک و ظـن کے تمام اختلافات کو اسي " العلم " اور " البصائر " کے آگے عرض کرنا چاهیے که وهي ایک حکم حقیقي ہے -

اس عاجز نے جہاں تـک غور کیا ہے' معلوم هوتا ہے که مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق قرآن حکیم کا فیصله ان تینوں مذهبوں سے الگ ہے - اور تمام دنیا میں وہ پہلي آواز ہے جو انسانیت کے شرف فطري و خیریت کو ان تمام ظنون و اوهام کي پیدا کردہ ذلتوں سے نجات بخشتي ہے - ان تینوں مذهبوں میں پہلا مذهب فطرۃ انساني کو زمین کي گهانس اور مٹي کے تودوں سے زیادہ حقیر قرار دیتا ہے - گهانس حیوانات کي غذا ہے اور مٹي سے دیوار بنائي جا سکتي ہے' مگر یه مذهب کہتا ہے که انساني فطرۃ میں مضرۃ کے سوا کوئي نفع نہیں - یه مغرور انسان کا اپني نسبت پہلا مایوس فیصله تها -

اسکے بعد دوسرا مذهب سامنے آتا ہے اور اسکو ایک سادہ صفحه قرار دیتا ہے جسمیں نه تو نیکي کا نقش ہے اور نه بدي کا - بلا شبه یه مذهب انسان کیلیے پہلے مذهب جیسا بے رحم نہیں' تاهم یه بهي اسکي فطـرۃ کو کوئي شرف نہیں بخشتا' اور ایک منفـعل اور هر طرح کے اثر کو قبول کرنے والا وجود قرار دیکر چهوڑ دیتا ہے -

تیسرا مذهب سب سے زیادہ مقبول ' سب سے زیادہ عام ' اور اس بارے میں انساني علم کي سب سے بڑي جست ہے - لیکن وہ بهي پهولوں کے ساتهه کانٹوں کو برقرار رکهتا ' اور انسان کو فرشتگي دیکر شیطنت کا بهي مساوي حصه بخشتا ہے - اسکي غـایت تحقیق یه ہے که بالفطرۃ اسمیں نیکي بهي ہے اور بدي بهي - پس وہ جسطرح اچها ہے ' برا بهي ہے - اگر بدي کا پله نه جهکا تو نیکي کے پلے کو بهي زیادہ وزن نصیب نہیں - نتیجه کے اعتبار سے اسکي فطرۃ یہاں بهي شرافت و احترام سے محروم و نامراد ہے : و ذالك مبلغهم من العلـم -

ان تینوں مذهبوں نے فطرۃ انسانیۃ کي حقیقت کو کهو دیا' اور وہ اپنا سراغ نه پاسکے -

یه مذاهب حکماء اخلاق اور عام افکار و آراء انساني کے هیں - لیکن آج جسقدر مذاهب دنیا میں موجود هیں ' انکا فیصله بهي یهي ہے - اکثر حالتوں میں تو وہ پہلے مذهب کي دعوۃ دیتے هیں - بعض حالتوں میں اگر انکے شارحین تاویلات رکیکه سے کسي بلند درجه کو حاصل کرنا چاهتے هیں' تو بهي آخري مذهب سے آگے انکا قدم نہیں بڑهتا -

لیکن قرآن یعنے " العلم " دنیا میں اسلیے نہیں آیا که فطرۃ کے محجوبه جمال کو اور زیادہ مستور کردے' بلکه اسکي دعوۃ کي اولین حقیقت یه تهي که انساني ضلالت و ظنون نے فطرۃ و حقیقت پر جو پردے ڈالدیے هیں' انکو اسطرح چاک چاک کردے که انسان اپنے هي آئینه کے اندر اپني صورت دیکهه لے - پس وہ اولین آواز ہے جس نے سب سے پہلے اس گم شدہ حقیقت کا سراغ بتلایا ' اور دعوا کیا که انسان کي فطرۃ و جبلۃ نه تو محض ایک صفحۂ سادہ ہے ' نه صرف بدي اور شر کي ناپاکي ہے' اور نه هي ملکوتیت اور بهیمیت کا مرکب ' بلکه وہ ایک خالص و کامل نیکي ہے' جسمیں خیر کے سوا اور کچهه نہیں ہے' اور کوئي قوۃ اسکے اندر ایسي نہیں رکهي گئي ہے جسمیں بدي اور برائي کا اصلاً بیج هو - وہ صرف نیکي هي لیکر دنیا میں آتا ہے ' نیکي هي کیلیے پیدا کیا گیا ہے ' اور نیکي هي کیلیے اسکو سب کچهه دیا گیا ہے - لیکن وہ دنیا میں آکر اپني فطري نیکي کي حفاظت نہیں کرتا ' اسکے نشوو نما کي راهیں بند هو جاتي هیں' اور اسکے طبیعي اُبهار کو اسطرح دبا دیا جاتا ہے جس طرح کسي پودے پر ایک پتهر رکهکر اسکي قوۃ پامال کردي جاے - پس انسان کے اندر جو کچهه ہے وہ خالص نیکي ہے ' اور جسقدر بهي برائي ہے' وہ اسکا کسب خارجي ہے - نیکي اسکا فطري عمل ہے' اور بدي غیر فطري ' خارجي ' اور یکسر صناعي - اگر وہ نیک ہے تو یه فطرۃ ہے ' اگر بد ہے تو یه تصنع ہے - اسکو بیج ایک هي دیا گیا ہے جو صرف نیکي کا ہے - جب وہ اُبهرتا ہے تو تم کہتے هو که یه نیکي ہے ' جب پامال کردیا جاتا ہے تو تم کہتے هو که بدي ہے - حالانکه تم نہیں جانتے که پهل اور پتوں کا نه لگنا کوئي الگ وجود نہیں ہے ' بلکه درخت کے نشوونما کے عدم کا نام ہے -

خلاف رسم دریں عہد خرق عادت داں
کہ کارھاے چنیں از شمار بوالعجبی ست

قران حکیم کي تمام دعوة کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ " ما وجدنا علیہ اباءنا " اور " انا وجدنا اباءنا علی امة و انا علی آثارهم مقتدون " کے خلاف ایک یکسر صداے احتجاج ہے جو دنیا سے اسکے سوا کچھہ نہیں چاھتي کہ تقلید کي جگہ اجتہاد' اور جہل کي جگہ علم و برھان کو اپنا دستور العمل بناے - لیکن صدیوں سے تمام عالم اسلامي کا یہ حال ھو رہا ہے کہ علم و فن کي کوئی شاخ نہیں جو تقلید اعمی و اتباع بغیر بصیرة کے استیلاء ضلالت سے بچي ھو' اور جس تقلید کے متعلق بالاتفاق سب نے فیصلہ کردیا تھا کہ وہ جہل کا دوسرا نام ہے اور علم کے ساتھہ جمع نہیں ھوسکتی کیونکہ علم نام حصول دلیل کا ہے' اسي کا نام آج علم رکھا گیا ہے - درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں منتہاے کمال یہ رھگیا ہے کہ چند اقوال زید و عمر کے نقل کردیے جائیں' اور جس راہ پر ایک بھیڑ چلتي ھوئي نظر آ گئي ہے' اسي پر خود بھي گام زن ھو جائیں - کہ انا علی اثارهم مقتدون !

جو روشني بکلي گم ھو گئي ہے' اسکي ایک چھوٹي سي کرن بھي موجودہ عصر ظلمت میں کم از آفتاب نہیں - صاحب معراج العقول کي سب سے زیادہ ممتاز چیز یہي ہے - اور ھر جگہ نمایاں نظر آتي ہے - وہ حق کو نہ تو کسی ایک مصنف کي ملکیت میں دیدیتے ھیں اور نہ کسي مسئلہ کي صداقت و عدم صداقت کا معیار سنیت و شیعیت کو قرار دیتے ھیں - متعدد مقامات میں انھوں نے صاحب عماد الاسلام اور علامۂ مجلسي کے تشدد و تقشف پر پوري بیباکي کے ساتھہ رد و طعن کیا ہے' اور متعدد مقامات ھیں جہاں وہ امام فخر الدین رازي کي تحسین کرتے ھوے نظر آتے ھیں' اور اس سے بالکل بے پروا ھیں کہ کس شخص کا تعلق کس فرقہ سے ہے ؟

جو حال ھمارے یہاں متاخرین فقہاء ترکستان و ما وراء النہر کے تشدد و غلو کا ہے' بعینہ یہي حال تاریخ اثنا عشریہ میں عہد صفویہ کے اواخر کا رھا ہے جبکہ پولٹیکل حالات نے غلو و تشدد کو آھستہ آھستہ جزو مذھب بنا دیا' اور بتدریج مسلک اثنا عشریہ قرون گذشتہ سے ھٹکر بالکل ایک نئي چیز بن گیا - اس عہد کي ایک بڑي خصوصیت توسیع باب تکفیر' و غلو و حرج احکام' و تشدد عصبیة احزابي و مذھبي ہے -

ھندوستان کے بعض گذشتہ افاضل شیعہ نے بھي اسي مسلک و اختیار کیا - ازانجملہ علامہ مجلسي صاحب بحار ایران میں ھیں' اور مولانا السید دلدار علي مرحوم صاحب عماد الاسلام وغیرہ کتب شہیرہ ھندوستان میں .

لیکن صاحب معراج العقول نے اس حق گویانہ آزادي کے ساتھہ جسکي نظیر آجکل بہت کم ملتي ہے' صاف صاف ان بزرگوں کے مسلک کي تغلیط کي ہے' اور واضح کردیا ہے کہ اس تشدد و غلو نے نہایت سخت نقصان علمي و ذھني قوم کو پہنچایا ہے - سبحان اللہ کیا مبارک تھا وہ آزاد و حق گو قلم جس سے مندرجہ ذیل سطریں دیباچۂ معراج العقول میں نکلیں :

" فاصبحت الشیعة جماهیرهم فی الدور المتاخرة من الدولة الصفویه الی الان صفر الید من علوم البرهان و ذوق العرفان جمیعاً الا ماشاء اللہ' فصارت اسواء حالاً من الاشاعرة "

عہد صفویہ نے مذھب شیعہ میں جو بدعتیں پیدا کیں' منجملہ انکے ایک تصوف سے بعد و ھجر اور بالعموم صوفیاء کرام کي تکفیر و تفسیق ہے - اسي کا اثر ہے جو ھندوستان کے افاضل شیعہ تک پہنچا اور ایک مشہور فاضل نے کہا :

ایں کلام صوفیاں شوم نیست
مثنوي مولوي روم نیست

[illegible] صوفیاء کي مخالفت میں بہت [illegible] صاحب معراج العقول کا اعتدال مسلک اور ذوق سلیم [illegible] افراط و تفریط کا متحمل نہیں ھوسکتا تھا - انھوں نے قابل تحسین جرات کے ساتھہ اس تشدد کے خلاف اپني پر زور صدا بلند کي ہے' اور نہایت تفصیل سے صوفیاء کے مسلک پر بحث کرکے ایک طرف متصوفین جاھلین کے خرافات و اباطیل کي پردہ دري کي ہے' دوسري طرف تصوف صالح و حقیقي کے احترام حقیقت کا بلا خوف لومة لائم اعتراف کیا ہے - منجملہ متشددین منکرین و مکفرین صوفیاء کے ایک صاحب کتاب الشہاب الثاقب بھي ھیں - مصنف نے ایک مخصوص فصل میں انکے اعتراضات پر نقد کیا ہے اور صوفیاء کرام کے دعوی کشف پر نہایت منصفانہ بحث کی ہے - صاحب الشہاب نے نفحات الانس سے چند واقعات نقل کرکے مولانا جامي کي تکفیر و تفسیق کي تھي - اسپر مصنف معراج لکھتے ھیں " و اکتفا فی الاستدلال بالسب و الشتم علی الجامي بانہ ناقلہ و ھو فاسق و کافر ثم انہ سني و لکنا لسنا ممن یقلدہ فلا نرضي بمقالہ و لا نوافقہ فی ھذہ العصبیة القبیحة والمشاتمة الفضیحة - و الجامي عندنا فاضل عارف - و اما تسننہ علی حد یجب علی مثلہ تفسیقہ و تکفیرہ و عداوتہ فلا نسلمہ "

متاخرین علماء شیعہ میں شیخ بہاء الدین عاملي کے بعد غالباً صاحب معراج العقول دوسرے شخص ھیں جنھوں نے تصوف کے متعلق انصاف و راستي سے کام لیا ہے -

متعدد اعمال صحیحۂ و شرعیہ ھیں جنکو شارع نے بعض خاص مصالح و حکم سے قرار دیا لیکن دنیا نے اصلی حکمت و علت کو بالکل بھلا دیا' اور اسکي جگہ صرف رسم و قشر پر قانع ھوگئي - حقیقت کا یہ احتجاب اور رسم کا یہ رسوخ و احاطہ بسا اوقات طرح طرح کي مضرتوں کا مولد و منبع ثابت ھوا ہے -

ازانجملہ عمل " استخارہ " ہے - یہ ایک صحیح عمل شرعي تھا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ بسا اوقات انسان مختلف راھوں اور پہلوؤں کو دیکھکر ایک عالم کشمکش و تذبذب میں مبتلا ھوجاتا ہے' اور اسکي قوة فیصلہ گم ھوجاتي ہے - ایسي حالت میں بہتر ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو حضرت اللہ کي طرف لیجاے اور اسکے حضور ملتجي ھو کہ جس راہ میں اسکے لیے امن و فلاح ہے' اسکی طرف رھنمائي کردے -

لیکن ان لوگوں نے اسے ایک کھیل بنا دیا ہے' اور عوام شیعہ کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے - متعدد لوگوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ ھر وقت تسبیح ھاتھہ میں ہے اور " افعل " اور " لا تفعل " کے اشارۂ وجوبي کے انتظار میں بلا فصل متحرک - کھانا کھانا ہے تو استخارہ' پانی پینا ہے تو استخارہ' یہ استخارۂ شرعی نہیں ہے بلکہ شارع کے ایک قرار دادہ عمل مقدس کا عملي استہزاء ہے - صاحب معراج العقول نے اس بارے میں بھي نہایت خوبي سے داد تحقیق دي ہے' اور ایک مستقل فصل میں اسپر بحث کي ہے - چنانچہ لکھتے ھیں : " حتی ان کثیرا منهم اتخذوها شعارا و دثارا لیلا و نهار بل کانهم عدوها من اهم الواجبات الی ان صارت من شعائر التشیع.......... و سرت هذه العقیدة فی علمائهم و جهالهم جمیعاً - حتی رایت بعض اجلة الادبا والفقهاء انہ بنی کل حرکة و سکون من لیلہ و نهارہ علی الاستخارة حتی انہ کان لا یدخل علی اهلہ و عیالہ بدونها "

فریقانہ نزاعات اور تحزب و تمذھب کي عصبیة جاھلیة کے بحران نے صدیوں سے اعتدال مسلک کو گم کردیا ہے' اور تقلید نے ھمتوں کو اسقدر پست کردیا ہے کہ کسي شخص کو راہ حقیقت میں قدم رکھنے کي جرأت نہیں ھوتي - اللہ تعالی صاحب معراج العقول کو جزاے خیر دے جنھوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور اجتہاد و استقلال فکر کے ساتھہ اپني سیاحت تحقیق ختم کي - افسوس کہ اصلي چیز مباحث الاھیہ و کلامیہ تھے - مثلاً بحث حسن و قبح اشیاء

مطبوعات جدیدہ

معـــراج العقـــول (۱)

مفلس کی قسمت سے زیادہ اُس شخص کی بدقسمتی پر افسوس کرنا چاہیے جسکے پاس دولت کا کچھہ نہ کچھہ بقیہ موجود ہے، مگر وہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا -

یہی حال آج تمام عالم اسلامی، اور علی الخصوص مسلمانان ہند کا ہے - وہ ہر چیز میں صرف اسی چیز کا ماتم کرتے ہیں جو جا چکی ہے، مگر جو کچھہ موجود ہے اس سے خبردار ہونے اور کام لینے کا کسی کو ہوش نہیں - مذہب کو، علم کو، تمدن کو، اخلاق کو، معاشرت کو، غرضکہ حیات قومی کی جس شاخ کو دیکھیے گا یہی نظر آئیگا کہ مسلمانوں کی جیب اسقدر خالی نہیں ہے جسقدر انکا ہاتھہ بدنصیب ہے -

صرف اسی بات کو دیکھیے کہ ہندوستان سے علم و ارباب علم کے رخصت ہو جانے پر کس قدر آنسو بہائے جاتے ہیں، اور کس طرح ہمیشہ ماتم کیا جاتا ہے کہ علم و قلم کی صحبتیں برہم ہوگئیں؟ لیکن اس چیز پر کسی کی نظر نہیں پڑتی کہ علم و قلم کی آج بھی جو قابلیتیں موجود ہیں، وہ کس طرح ضائع کی جارہی ہیں، اور ملک کی ناقدر شناسی اور بے امتیازی نے کس طرح انہیں مٹنے کیلیے گمنامی میں چھوڑ دیا ہے؟ کتنے ہی ارباب علم و فضل ہیں جنکا جوہر علمی آج صرف اسلیے رائگاں جارہا ہے کہ انکو امن کی ایک رات اور دل جمعی کی ایک صبح بھی نصیب نہیں - کتنے ہی ارباب قلم ہیں جو بہتر سے بہتر علمی خدمت انجام دیسکتے ہیں لیکن انکی تمام قابلیت کچھہ نہیں کرسکتی کیونکہ اتنی استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ ضرورت کی چند کتابیں خرید سکیں - کتنے ہی صاحبان استعداد و فکر ہیں جنکے لیے اصلی مشغلہ علم و فن کا تھا لیکن انکا سارا وقت اسمیں خرچ ہوتا ہے کہ :

چہ خورد بامداد فرزندم !

لوگ اسپر ماتم کرتے ہیں کہ جانے والے چلے گئے، مگر کسی کی آنکھہ نہیں اٹھتی کہ جو باقی ہیں انکی خبر لیں -

ایسے ہی ارباب علم و ذوق میں سے جناب مولانا سید مرتضی صاحب نونہروی ہیں جنکی ایک تصنیف "معراج العقول" پچھلے دنوں شائع ہوئی ہے، اور جسکے مطالعہ کے بعد سطور مندرجۂ صدر کی ہر صاحب نظر تصدیق کرسکتا ہے -

صاحب "معراج العقول" موجودہ عہد کے علماء شیعہ میں ایک ممتاز اہل نظر ہیں - اور منجملہ اُن مخصوص بزرگوں کے ہیں جنکو اجتہاد فکر، حریت رائے، اور اصابت فہم نے شاہراہ عام کی تقلید پرستیوں سے الگ کردیا ہے، اور اسلیے نہ تو وقت کی مقبول عام صفوں میں انکے لیے کوئی جگہ رہی ہے، اور نہ خود انکو ہی اُن صفوں میں جگہ پانے کی کوئی حسرت ہے - زمانے نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے مقابلے میں ناقدردانی کا حربہ اٹھایا ہے، مگر انہوں نے بھی اپنی بے نیازیوں سے ہمیشہ اسکے سر غرور و جہل کو شکست دی ہے :

تا روا بود بہ بازار جہاں جنس وفا
رونقــی گشتم و از طالع دکاں رفتم

صاحب معراج العقول مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے زمانے میں بعہدۂ نظامت علوم و فنون، ریاست حیدر آباد دکن سے تعلق رکھتے تھے - انقلاب و تغیرات نے ورق الٹا تو اپنے وطن کا رخ کیا - ایک عرصہ سے وہیں عزلت گزیں ہیں اور بے نیازانہ و عالم پرستانہ مشغول تصنیف و تالیف رہتے ہیں - زمانے کو اگر انکے علم و فضل کی خبر نہیں ہے تو نہو، مگر انکو زمانے کی جہل پرستی اور خیرہ مذاقی کا حال اچھی طرح معلوم ہے :

ز مرغان حرم در کام زاغاں طعمہ اندازد
مدار روزگار سفلہ پرور را تماشــا کن

معراج العقول عربی کی ایک ضخیم کتاب ہے جو ۸ سو صفحوں پر ختم ہوئی ہے اور حسن طباعت کے متعلق اسقدر کہدینا کافی ہے کہ نامی پریس کانپور میں غیر معمولی اہتمام کے ساتھہ چھاپی گئی ہے - کتاب کا موضوع کلام و الاھییات ہے، اور جناب مصنف کے مطالعہ و نظر کا اصلی موضوع یہی ہے - ان مباحث کیلیے متاخرین نے زیادہ تر یہ روش اختیار کی تھی کہ کسی چیز کو بطور متن کے قرار دیکر اسکی شرح لکھتے تھے، اور اس ضمن میں تمام پیش نظر مباحث ایک خاص ترتیب کے ساتھہ آجاتے تھے - صاحب معراج العقول نے بھی اسی کا تتبع کیا، اور مشہور دعاء مشلول کو جو اسماء حسنی کا مجموعہ ہے، شرح کیلیے منتخب کیا - کلام و الاھییات کے جتنے اہم مباحث ہیں، وہ سب کے سب مختلف صفات باری تعالی عز اسمہ سے تعلق رکھتے ہیں - اسلیے اسماء حسنے کی شرح لکھنے کے یہ معنی ہیں گویا کلام و مباحث الاھیۂ حکمیہ پر ایک جامع کتاب لکھدی -

افسوس کہ البلاغ کی محدود و مشروط صحبتیں تفصیلی تبصرہ کی متحمل نہیں، کتاب نہایت ضخیم ہے اور جن مباحث و مسائل پر مشتمل ہے ان میں سے ہر مسئلہ اسقدر وسیع اطراف بحث رکھتا ہے کہ جب تک تفصیل کے ساتھہ نقد و تبصرہ نہ کیا جائے کتاب کی حیثیت واضح نہیں ہو سکتی - اس سے بھی زیادہ یہ کہ کتاب عربی میں ہے، یعنی اُس زبان میں ہے جو مرحوم عرفی کے عہد میں بھی مخصوص بہ خواص تھی، اور "حدیث زیر لبی" ہی کیلیے موزوں سمجھی جاتی تھی :

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی ست
کہ اہل شوق عــوام اند و گفتگو عربی ست

اور جب اُس عہد کا یہ حال تھا تو ہمارے عہد کی نسبت تو سوال ہی بیکار ہے :

مجلس جو بر شکست تماشا بما رسید !

پس اسکے سوا چارہ نہیں کہ سرسری اشارات پر اکتفا کیا جائے - سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابل ذکر خصوصیت جو اُس کتاب کو موجودہ عہد کی بہترین مصنفات کا درجہ دیتی ہے، وہ اجتہاد فکر و استقلال رائے ہے جسکی روشنی کتاب کے ہر مبحث میں نمایاں ہے - یہ وہ فضیلت عظمی و مزیت کبری ہے کہ اگر کتاب میں اور کچھہ نہ ہوتا، اور آٹھہ سو صفحوں کے اندر صرف ایک سطر بھی اس دولت عظمی سے بہرہ ور ہوتی، جب بھی صاحب معراج العقول کے شرف و امتیاز کیلیے کافی تھا -

(۱) یہ کتاب نہایت اہتمام اور تکلف سے چھاپی گئی ہے - ۸ سو صفحوں پر ختم ہوئی ہے - قیمت پانچ روپیہ ہے اور ہر جا مصنف سے " نونہرہ ضلع غازیپور " کے پتہ سے ملسکتی ہے -

فرشتوں کو ایک عیب هزاروں هنر کے سامنے هیچ نظر آیا ' اسلیے خود اپني غلطي کا اعتراف کیا :

قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك أنت العليم الحكيم (بقره : ۳۱)

اُن لوگوں نے کہا : خدایا همکو تو صرف اُسي قدر علم هے جتنا تو نے همکو سکهایا هے - بیشک تو هي بڑا علم والا ' اور تیري هي دانائي سب سے بڑي دانائي هے !

پس خیر و شر کے اعمال کا یه امتزاج علم و دانائي پر مبني هے :

ربنا ما خلقت هذا باطلا -

جس طرح مقدار و کمیت کے لحاظ سے خیر شر پر اور اصلاح افساد پر غالب هے ' اُسي طرح کیفیت کے لحاظ سے بهي وہ شر و فساد سے زیادہ لطیف ' نرم ' رقیق ' اور تربیت پذیر هے - شر و فساد ایک کوئله هے جو پهونکنے کے بعد بهڑکتا هے ' لیکن خیر و اصلاح بجلي کي رو هے جو دفعتاً مشتعل هو جاتي هے - اصلاح اصل فطرۃ صالحه هے اور افساد خارجي ضلالت کا نتیجه ' پس ضرورت صرف تزکیۂ و تربیت کي هے تاکه زنگ دور هو جاے اور آئینه چمک اٹهے :

قد افلح من زکهـا وقد خاب من دسها -

وہ شخص کامیاب هوا جس نے اوسکا تزکیه کیا ' اور وہ ناکامیاب رها جس نے اوسکو دفن کر دیا -

اس تربیت و تزکیه کے بعد اوسکا قوام اس قدر لطیف هو جاتا هے که :

یکاد زیتها یضيء و لو لم تمسسه نار - نور علی نور ' یهدی الله نورہ من یشاء (نور : ۳۵)

قریب هے که اس کا تیل روشن هوجاے اگرچه اوس میں آگ نه لگائي جاے - روشني پر روشني هے - خدا اپني روشني کي طرف جسکو چاهتا هے راہ دکهاتا هے -

یه وهي نور هے جسکو حضرت موسی نے شجر طور پر ' حضرت ابراهیم نے آفتاب و ماهتاب میں ' ایک نبيِ امي نے غار حرا کي تاریکي میں دیکها تها - کیونکه اس چراغ کا نور نه تو چاند اور سورج کي روشني میں ماند پڑ سکتا هے ' نه رات کي تاریکي اوس پر پردہ ڈال سکتي هے -

(الحـد الفاصل)

لیکن با اینهمه تاریکي موجود هے - گو روشني میں مدغم هوگئي هے - دنیا میں بہت سے اندهے بهي هیں ' اسلیے وہ روشني کو نہیں دیکهه سکتے - پس خیر و شر کے درمیان ایک حد فاصل کي ضرورت هے که آب شیریں و آب شور باهم ملنے نه پائیں - خدا نے یه حد بهي قائم کردي هے :

مرج البحــرین یلتقین ' بینهمـا برزخ لا یبغیـــن

میٹهے اور کهارے پاني کے دو دریا جو باهم مل گئے هیں ' مگر اونکے درمیان ایک پردہ بهي هے که ایک دوسرے کی حد میں داخل نہیں هوسکتا -

جس وقت سے خیر و شر هے اوسیوقت سے یه حد بهي قائم کردي گئي هے - چنانچه حضرت آدم کو بهي یه حد بتلا دي گئي تهي :

و لا تقربا هذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین (بقرہ : ۳۳)

اور اس درخت کے قریب نه پهٹکنا تاکه زیادتي و انحراف کرنے والوں میں سے نه هو جاؤ -

لیکن یه حد محسوس چیز نہیں هے ' اسلیے شریعت نے اسکي امتیاز کا ذریعه صرف ذوق صحیح کو قرار دیا هے - چنانچه آنحضرت نے فرمایا " که گناہ وہ هے جو دل میں کهٹکے " اور یه ذوقي شهادت فطرتي چیز هے - آدمي جب گناہ کرتا هے تو اوسکا دل دهڑکنے لگتا هے ' چهرہ متغیر هو جاتا هے ' اسیکا نام نور ایمان هے اور یهي خیر و شر کي حد فاصل کو قائم رکهه سکتا هے - لیکن با اینهمه اختلاط عام هے ' شر مستطیر هے ' تاریکي هر طرف پهیلي هوئي هے ' اسلیے آدمي کا پاؤں پهسل جاتا هے ' اور وہ سرحد سے آگے قدم رکهدیتا هے ' اس بنا پر :

ان منکم الا واردها کان على ربک حتماً مقضیـا (مریم : ۷۲)

تم میں سے کوئي ایسا نہیں جو جهنم میں نه اوترے ' یه تمهارے پروردگار کا قطعي فیصله هے -

لیکن خدا کي رحمت بڑي نقاد هے ' وہ جانتي هے که دنیا میں زر خالص کا وجود بہت کم هے - اسلیے وہ اپنے دامن میں اوس سونے کو بهي چهپا لیتي هے جو خاک کے ذروں میں مخلوط هے - جهنم کي آنچ بهي اسیلیے دکهائي گئي که سونا صرف آنچ هی سے پاک هو سکتا هے :

و آخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عمـــلا صالحـا و آخر سیا عسی الله ان یتوب علیهـم ان الله غفور رحیم (توبه : ۱۰۳)

اور دوسرے لوگ وہ هیں که انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ' انہوں نے اچهے اور برے دونوں طرح کے کام ملے جلے کیے تهے -

لیکن دنیا کي فضاے غیر محدود (التعادل و التوازن) میں هزاروں سیارے گردش کر رهے هیں ' اور هر ایک چاهتا هے که دوسرے کي حد میں قدم رکهے ' اسلیے اگر فطرت اونکو کسي مضبوط رسي میں جکڑ نه دیتي تو وہ ایک دوسرے کي طرف بڑهتے ' بڑهـ کے ٹکراتے ' اور نظام عالم درهم برهم هو جاتا - پس قدرت الهي اونکو کشش باهمي سے ایک دوسرے کي طرف بڑهنے نہیں دیتي ' اسلیے سب کے سب اپنے اپنے طور پر ایک نهایت منتظم ' ایک نهایت با قاعدہ ' ایک نهایت مرتب گردش کر رهے هیں :

لا الشمس ینبغي لهـا ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار و کل في فلک یسبحون

نه سورج کو یه حق هے نه چاند کو پا لے ' نه رات دن کے آگے بڑهـ سکتي هے ' سب ایک محور پر گردش کر رهے هیں -

انسان کا ' انسان کے اعمال کا ' انسان کے اخلاق و عادات کا بهي یهي حال هے - وہ ایک دوسرے سے ٹکرانا چاهتے هیں ' اسلیے وحي الهي مذهب کي سنهري زنجیر سے اونکي مطلق العنانیوں کو جکڑ دیتي هے :

واعتصموا بحبل اللـــه جمیعا -

سب کے سب خـــدا کي رسي کو مضبوط پکڑ لو ' که ایک دوسرے پر تعدي نه کرنے پاے اور دنیا کي میزان عدل کا پله برابر رهے -

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنـا معهم الـکـتـاب و المیـزان لیقوم الناس بالقسط (حدید : ۲۵)

هم نے اپنے رسولوں کو دلائل حقه و براهین واضحه کے ساتهه بهیجا اور انکے ساتهه کتاب اور میزان کو اوتارا - تاکه عدل و توازن قائم رهے -

لیکن انسان کے جذبات ' فطرت کي دوسرے قواے طبیعیه سے زیادہ ذکي الحس ' زود اثر ' اور سریع الاشتعال هیں - اسلیے وہ باوجود اس جذب و کشش کے باهم ٹکرانا چاهتے هیں - پس :

لو اتبع الحق اهــواءهم لفسدت السموات و الارض و من فیهن (مومنون ۲۳)

اگر حق بهي اونکا اتباع کرتا ' تو زمین و آسمان اور اونکے رهنے والے بــرباد هوجاتے -

دنیا کو اس تباهي سے بچانے کیلیے اوسکو بجبر و اکراہ ایک مرکز پر لانے کي ضرورت هوتي هے ' اور یهي فطري ضرورت ' جهاد ' قصاص ' اور تعزیر و عقوبت کي سنـگ بنیاد هے :

و انزلنا الحدید فیه باس شدیـد و منافع للناس (حدید : ۲۵)

اور هم نے لوها اوتارا که اس میں سلطان و نفوذ کي بڑي خوفنا کي هے اور لوگوں کیلیے فوائد بهي هیں -

قرآن حکیم نے جا بجا اسي توازن طبعي کے ذریعه قیام امن و سلام عام کي طرف اشارہ کیا هے :

و لو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض و لکن الله ذو فضل على العلمین (بقرہ : ۲۵۳)

اور اگر خدا بعض آدمیوں کے ظلم و زیادتي کو بعض کے ذریعـه دفع نه کراتا ' تو زمین تباہ هو جاتي - لیکن خدا تو دنیا پر احسان کرنے والا هے -

باب التفسير

الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ما استطعت !)

(۳)

(الاختـــلاط و الالتـــباس)

تم نے اصلاح کو افساد سے ' مصلحین کو مفسدین سے ' نوْر کو ظلمت سے ' پھول کو کانٹوں سے ' الگ کرکے دیکھہ لیا - لیکن سوال یہ ہے کہ مفسدین و مصلحین کي یہ صفیں صرف کاغذ هي کے صفحے پر علحدہ قائم کي جاسکتي هیں' یا سطح زمین پر بھي انکي بزم آرائي هوسکتي ہے ؟ چاند سے داغ صرف تصویر هي میں جدا کیا جاسکتا ہے ' یا وہ آسمان پر بھي در حقیقت جدا هوسکتا ہے ؟ قرآن حکیم اسکا جواب نفي میں دیتا ہے :

فالهمها فجورها وتقواها - خدا نے نفس انساني کو بدکاري اور پرهیزگاري دونوں کي راهیں دکھلا دیں -

اصلاح و افساد اور خیرو شر کي بھي دونوں متضاد حالتیں هیں' جو عمل انساني میں ودیعت کیگئي هیں ' اسلیے افساد و اصلاح بھي ایک دوسرے سے علحدہ نہیں هوسکتے -

بد قسمت لوگ تقدیر کي بڑي شکایت کرتے هیں ' لیکن یہ شکایت صحیح نہیں ہے - اونکو اصل فطرت هي کي شکایت کرني چاهیے کہ اوس نے دنیا میں برائي کا وجود کیوں رکھا ؟ هم اگرچہ اسکي جرأت نہیں کرسکتے لیکن خدا کے دوسرے معصوم بندوں نے اس قسم کي جرأت کي تھي :

اذ قال ربك للملئكة اني جاعل في الارض خليفة ' قالوا اتجعل فيها من يفسد فيهـــا و يسفكـــد الدماء - (بقرا: ۲۸)

جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا هوں' تو انھوں نے عرض کیا : کیا تو اوس نوع کو خلیفہ بنائیگا جو زمین میں فساد و خونریزي کریگي -

خدا نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اوسکي تحقیق چند سطروں کے بعد آئیگي - لیکن حضرت آدم کے عمل نے تو جنت هي میں فرشتوں کے اعتراض کي بظاهر تصدیق کردي :

فازلـهما الشيطن عنهـا فاخرجهما مما كانا فيه ' و قلنـا اهبطوا بعضكـم لبعض عدو ' ولكم في الارض مستـقر و متـاع الى حين (بقرہ: ۳۴)

پس اون دونوں کو شیطان نے راہ اطاعت سے ڈگمگادیا ' اور اوس عیش و آرام کے گھر میں جس میں وہ آباد تھے رهنے نہ دیا - هم نے کہا کہ یہاں سے اترو ' تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے ' اور تمھارے لیے اب زمین هي میں ٹھکانا ' اور ایک مدت مقررہ تک زندگي بسر کرنا ہے -

لیکن تم کو صرف حضرت آدم کے عمل هي کو نہیں دیکھنا چاهیے ' بلکہ اوسکے دقیق نتائج پر بھي نظر ڈالني چاهیے - حضرت آدم نے غلطي کی ' اور خود اپنا بنا بنایا گھر اوجاڑا ' لیکن تم نے دیکھا کہ اس افساد نے کیا اصلاح کي ؟ اس تخریب نے کیا تعمیر کي ؟ بغور دیکھو ! اس تخریب نے ایک عالم کھڑا کردیا ' جس میں آدم کي اولاد چلتي پھرتي نظر آتي ہے ' اسلیے حضرت آدم کا یہ گناہ فرشتوں کے اعتراض کي تصدیق نہیں کرتا ' بلکہ یہ اوسکا عملي جواب ہے - اونھوں نے کہا تھا کہ فساد سے دنیا برباد هوجائیگي ' خدا نے اونکو دکھادیا کہ اصلاح و افساد لازم ملزوم هیں' اسلیے اگر ایک گھر برباد هوگا تو دوسرا آباد بھي هوجائیگا -

تم نے دیکھہ لیا کہ تخلیق عالم کا سنگ بنیاد خیر و شر کي اجتماعي حالت کي سطح پر رکھا گیا ہے' اگر ترکیب نہ هوتي تو تعمیر نا ممکن تھي' اسلیے خیر و شر اور اصلاح و افساد نہ صرف اشخاص کا بلکہ مادہ عالم کا مایۂ خمیر هیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ مادہ عالم کي ترکیب میں دونوں اجزاء برابر کی نسبت رکھتے هیں یا اِنمیں کوئي جزء غالب بھي ہے ؟ خدا کا فیض عام جواب دیتا ہے کہ :

سبقت رحمتي على غضبي - میري رحمت میرے غصے پر سبقت لیگئي ہے -

اسلیے خیر شر پر' اصلاح افساد پر' غالب ہے - اور خدا نے فرشتوں کو یہی جواب دیا ہے - فرشتوں کو حضرة آدم کے دامن پر صرف ایک فساد کا دھبا نظر آیا تھا جسکو خون کے چھینٹوں نے اور رنگین اور نمایاں کردیا تھا ' لیکن خدا نے کہا کہ ایک دھبہ هزاروں نقش و نگار کے پردے میں چھپ جا سکتا ہے :

و علم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة - فقال انبؤني باسماء هـا اولاء إن كنتم صادقين (بقرہ : ۲۹)

اور آدم کو اللہ نے کل چیزوں کے نام سکھادیے پھر اُنکو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے کہا ! مجھے اِن کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے هو -

---

(بقیہ مطبوعات جدیدہ صفحہ ۱۳)

و مسئلہ تعلیل و عدم تعطیل افعال واجب بالاعراض و مسئلہ علمیہ جزئیات مادیہ وغیرہ ' لیکن ان پر بحث کرنے کیلیے کافي وقت اور گنجایش صفحات مطلوب ' اور اس سے میں مجبور هوں -

یہ نہ سمجھا جاے کہ چونکہ فاضل مصنف نے متاخرین شیعہ سے اختلاف کیا ہے اسلیے میں کتاب کو مستحق تحسین سمجھتا هوں ' بلکہ میرے نزدیک کتاب کے بہترین مواقع وہ هیں' جہاں انھوں نے مسائل کلامیہ پر بحث کرتے هوے اشاعرہ و معتزلہ کے مذاهب کا رد و قبول کیا ہے ' اور متعدد مقامات پر اشاعرہ کے رد کرنے میں حق انکے ساتھہ ہے ' اور میرا مسلک اشاعرہ و معتزلہ دونوں سے الگ ہے' و الحمد للہ علی ذالك -

آخر میں میں ضروري سمجھتا هوں کہ جناب راجہ ابو جعفر صاحب رئیس فیض آباد کي اس علم پرستانہ فیاضي کا اعتراف کروں کہ انھوں نے اس کتاب کي اشاعت کا سروسامان کیا - موجودہ عہد کے رؤسا میں اسکي مثالیں ناپید هیں ' کچھہ شک نہیں کہ راجہ صاحب ممدوح نے اپنے اس انفاق في سبیل العلم سے ایک قابل صد تحسین نمونہ قائم کیا ہے -

جناب مصنف کي متعدد تصنیفات اور علی الخصوص اس کتاب کي دوسري جلد ہے' جسکي اشاعت کا ابتک کوئي سروسامان نہیں هوا - افسوس اس عہد جہل پرور پر' اور صد افسوس اس عصر ضلالت اندیش پر' جسمیں ایسے ارباب علم و نظر موجود هوں مگر انکے بہترین اثرات علمیہ صرف چاندي کے چند سکوں کے نہ ملنے سے شائع نہو سکیں - کیا اس وسیع ملک میں جہاں صدها رؤساء و ارباب دولت موجود هیں ' اور جہاں متعدد بڑي بڑي اسلامي ریاستیں قائم هیں ' کوئي بھي نہیں جو علم کي بیکسي پر روے' اور ارباب علم کي کس مپرسي پر غمگین هو؟ جو لوگ هزاروں روپیہ نمایش و لہو و لعب اور اطاعت طواغیت حکومت میں ضائع کررہے هیں ' کیا انکي دولت میں علم و خدمت علم کیلیے کوئي حصہ نہیں ہے ؟

اُسنے کہا "اُس مذہب و طریقہ پر جس پر ہم سب تھے کوئی نہیں رہا۔ کہ میں تمہیں اُسکے پاس جانے کا حکم دوں - اب ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ آگیا ہے جو دین ابراہیم کو لیکر مبعوث ہوگا - وہ اُرض ہاجرہ سے اُٹھےگا ' اُسکا ٹھکانا کھجوروں والا ایک مقام ہوگا جو پتھریلی زمین کے درمیان واقع ہے - اگر تمکو قدرت ہو تو اُسکے پاس جانا ' اُسکی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ صدقہ نہ کھائیگا ' لیکن ھدیہ قبول کرلیگا ' اور اُسکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی"

دوسری روایتوں میں ہے کہ صاحب عموریہ نے اُن سے کہا :

"ایک شخص ارض شام سے دو جھاڑیوں کے درمیان نکلیگا ' وہ ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کی طرف ہر سال ایک رات کو نکلتا ہے ' آیندہ سال بھی ایک خاص رات کو جو عام طور پر معلوم ہے نکلیگا - لوگ اُسکے پاس آئیں گے - وہ بیماریوں کی دوا دیگا اور اُنکے لیے دعا کریگا ' اور وہ شفا پائیں گے - تم بھی اُسکے پاس جانا اور جس شخص کو ڈھونڈتے ہو اُسکو پوچھنا " چنانچہ میں آیا ' اور اُن دونوں جھاڑیوں کے پاس آدمیوں کے ساتھہ ٹھہرا رہا - جب وہ رات آئی ' جس میں وہ ایک جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی میں جایا کرتا تھا تو وہ نکلا - لوگوں کے ہجوم سے میں رکا رہا - یہانتک کہ وہ جھاڑی میں گھسکر مجھہ سے بالکل چھپ گیا ' صرف اُسکے شانے نظر آتے تھے - میں نے اُسکے شانوں کو پکڑا - لیکن وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا اور کہنے لگا تمہیں کیا ضرورت ہے ؟ میں نے کہا میں آپ سے دین ابراہیم حنیفی کے متعلق کچھہ پوچھنا چاھتا ہوں - اُسنے کہا : اسوقت تو اس مذہب کو کوئی نہیں پوچھتا - ایک نبی کا زمانہ قریب آیا ہے - وہ اس گھر کے قریب نکلیگا ' اور اُس دین کو زندہ کریگا جسکو تم پوچھہ رہے ہو - چنانچہ جب میں وہاں سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا ' تو آپ نے فرمایا : اگر یہ صحیح ہے تو تم نے عیسی ابن مریم سے ملاقات کی -

بہرحال واقعہ جو کچھہ ہو حضرت سلمان (ض) نے عموریہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تک پہونچنے کا واقعہ اسطرح بیان کیا ہے :

" قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ گذرا - میں نے اُنکے وطن کا پتہ پوچھا ' اُن لوگوں نے مجھے اُسکا نام بتایا - میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں اپنی بکریاں اور گائیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھکو بھی اپنے وطن تک لیچلو - اُن لوگوں نے مجھے سوار کرلیا ' اور مجھے وادی القری میں لے آئے ' اور مجھے غلام بناکر ایک یہودی کے ہاتھہ بیچ ڈالا - میں نے اُس جگہ کھجور کے درخت دیکھے اور میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ یہ وھی سرزمین تو نہیں ہے جسکا مجھکو نشان دیا گیا ہے - اسکی تصدیق ابھی تک نہیں ہوئی تھی ' لیکن کھجور کے دیکھنے سے میرے دل میں آرزو پیدا ہوگئی تھی - میں نے وہاں قیام کیا - یہانتک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص اُسکے پاس آیا اور اُس سے مجھے خرید لیا - وہ مجھے لیکر مدینہ میں آیا اور اُن نشانیوں کی بنا پر جو صاحب عموریہ نے مجھکو بتائی تھیں میں نے مدینہ کو فوراً پہچان لیا - مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وھی سرزمین ہے جسکا پتہ مجھے دیا گیا ہے - میں اس شخص کے یہاں ایک نخلستان میں کام کرتا رہا - اسی زمانے میں رسول اللہ مبعوث ہوے ' لیکن مجھپر آپ کا حال مخفی رہا - چنانچہ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور اُسکے نیچے میرا آقا بیٹھا تھا - اسی حالت میں ایک یہودی جو میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا آیا ' اور اُسکے پاس کھڑے ہوکر کہنے لگا : " خدا بنی قیبلہ کو ہلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو قبا میں مقیم ہے اور مکہ سے آیا ہے ٹوٹے پڑتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہے " خدا کی قسم اُسکے اس کہنے کے ساتھہ ہی مجھے لرزہ سا آگیا اور درخت ھلنے لگا - یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑونگا - اسکے بعد میں جلدی سے اُترا اور اُس سے اس خبر کو پوچھنے لگا - میرے آقا نے ہاتھہ اُٹھاکر مجھے ایک طمانچہ مارا ' اور کہا : تمہیں اس سے کیا مطلب - تم اپنا کام کرو - میں نے کہا : مجھے صرف اس خبر کی تصدیق کرنی تھی - اُسنے کہا : نہیں تم اپنا کام سنبھالو - چنانچہ میں اپنا کام کرنے لگا - جب شام ہوئی تو میرے پاس جو کچھہ مال تھا اُسکو اکٹھا کرکے رسول اللہ کے پاس آیا - آپ قبا میں مقیم تھے - جب میں وہاں داخل ہوا تو آپ کے پاس چند صحابہ تھے - میں نے کہا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھہ مال نہیں ہے ' اور آپ کے پاس اصحاب بھی ہیں ' اہل حاجت اور مسافر ہیں ' میرے پاس کچھہ مال تھا جسکو میں نے صدقہ کے لیے رکھہ چھوڑا تھا ' جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا تو آپ سے زیادہ کوئی اسکا مستحق نظر نہیں آیا - اس بنا پر میں یہ مال لایا ہوں - یہ کہکر میں نے مال کو رکھدیا - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسکو صرف کرو - لیکن خود اسکو ہاتھہ نہیں لگایا - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی نشانی ہے - میں وہاں سے لوٹا اور کچھہ مال اور جمع کرکے لایا - میں نے سلام کرکے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے - میرے پاس اور بھی کچھہ مال تھا جسکو میں بطور تحفہ کے پیش کرنا چاھتا تھا ' آج اُسکو لایا ہوں - آپنے قبول کیا اور اصحاب کے ساتھہ اُس میں شریک ہوے - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہے - میں لوٹ کر کچھہ دنوں کے بعد پھر آیا تو آپ بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھہ ساتھہ جارہے تھے - آپ کے ارد گرد آپ کے اصحاب تھے ' آپ کے پاس صرف دو چادریں تھیں ' ایک اوڑھے ہوے ' اور دوسری کا تہبند باندھے ہوے تھے - میں نے سلام کیا اور ادھر اُدھر آپ کی پیٹھہ دیکھنے لگا ' جب آپ کو میرا مقصد معلوم ہوا تو چادر پیٹھہ سے اُٹھادی اور مجھکو مہر نبوت ویسی ھی نظر آئی جیسا کہ مجھہ سے بیان کیا گیا تھا - میں اُسکے چومنے کے لیے ٹوٹ پڑا ' اور رونے لگا - آپنے فرمایا ذرا ھٹ چلو - میں ھٹ کر آپ کے سامنے بیٹھہ گیا اور اپنا واقعہ بیان کیا - آپکو یہ واقعہ عجیب تر معلوم ہوا ' اور آپ نے چاہا کہ صحابہ بھی اُسکو سنیں ' اسکے بعد میں اسلام لایا - لیکن غلامی کی وجہ سے بدر و احد کی لڑائی میں شریک نہو سکا - مجھہ سے رسول اللہ نے کہا : کہ تم مکاتب بنجاؤ - میں نے اپنے آقا سے اسکی درخواست کی تو اُس نے درخواست اس شرط پر قبول کی کہ میں تین سو کھجور کے درخت اسکے لیے لگادوں ' اور چالیس اوقیہ چاندی ادا کردوں - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائی کی مدد کرو - چنانچہ ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق کسی نے تیس ' کسی نے بیس ' کسی نے پندرہ ' کسی نے دس پودے مجھکو دیے - آپ نے فرمایا : " اسکو لیکر چلو اور زمین کھودو - جب اُنکے بٹھانے کا ارادہ کرنا تو مجھے اطلاع دینا - میں اُنکو خود اپنے ہاتھہ سے بٹھاؤنگا " میں نے زمین کھودنے کی تیاری کی تو اور صحابہ نے بھی میری مدد کی - اسکے بعد رسول اللہ آئے اور اپنے ہاتھہ سے اُنکو بٹھانے اور مٹی برابر کرنے لگے ' اور خدا سے برکت مانگی - اُس ذات کی قسم جسکے ہاتھہ میں سلمان کی جان ہے ' اُن میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا - اب مجھپر صرف درہم باقی رهگئے تھے - اتفاق سے ایک روز رسول اللہ اپنے صحابہ کے ساتھہ تھے کہ صحابہ میں سے ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا ' جسکو اُس نے کسی کان میں پایا تھا - اُس نے سونا رسول اللہ پر تصدق کردیا - آپ نے فرمایا آخر سلمان غریب کا کیا حال ہے ؟ اُسکو بلاؤ - چنانچہ میں آیا - آپ نے فرمایا اُسکو لیجاؤ اور اپنا بدل کتابت ادا کردو - میں نے کہا اتنے میں کیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا بقیہ بھی خدا تمہاری طرف سے ادا کردیگا "

بہرحال بدل کتابت ادا کرکے وہ آزاد ہوگئے -

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

حضرت سلمان فارسی ' جیسا کہ آنکے اس انتساب سے ظاہر ہوتا ہے ' ایرانی النسل تھے - اسلام سے پہلے آنکا نام مایہ تھا - آنکا سلسلہ نسب یہ ہے : مایہ بن بودخشاں بن مورسلاں بن بہبودان بن فیروز بن سہرک - سہرک جن پر آنکے شجرۂ نسب کی انتہا ہوتی ہے ' ابن الملک کی اولاد میں تھے - ایک مرتبہ خود حضرت سلمان (ص) سے آنکا نسب پوچھا گیا - آنہوں نے سلمان بن اسلام بتلایا - لیکن یہ اسلام کی شیفتگی کا اثر تھا کہ وہ اپنے آپ کو صرف اسلام کی طرف منسوب کرنا پسند فرماتے تھے -

وطنیت کے متعلق اختلاف ہے - بعض روایتوں میں ہے کہ رام ہرمز (خلیج فارس) کے رہنے والے تھے - بعض راویوں کا بیان ہے کہ آنکا وطن جی تھا جو اصفہان کا ایک شہر ہے -

آنکے اسلام لانے کا قصہ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے ' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنہوں نے نظرِ اجتہاد سے اکثر مشہور مذاہب کو خوب جانچ کر اسلام قبول کیا تھا - استیعاب میں ہے کہ وہ کچھہ اوپر دس برس خدا کی عبادت کرنے کے بعد جناب رسالت پناہ تک پہونچے - بہر حال آنہوں نے اپنے اسلام لانے کا قصہ خود ہی بیان کیا ہے ' جو حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

(جستجوے حق)

" میں اصفہان کے ایک گانوں جی کا رہنے والا تھا ' میرا باپ وہاں کا دہقان تھا ' اُس کو مجھہ سے اسقدر محبت تھی کہ مجھکو لڑکیوں کی طرح گھر سے نکلنے نہیں دیتا تھا - اس زمانے میں میرا مذہب مجوسی تھا - میں ایسی آگ کے پاس رہتا تھا جو کبھی بجھنے نہیں پاتی تھی - بعض گانوؤں میں میرے باپ کی جائداد تھی اور وہ ایک مکان کی تعمیر میں مصروف تھا - ایک دن اُسنے مجھے بلاکر کہا : " بیٹا ! میں اس عمارت کی تعمیر میں جیسا کہ تم دیکھتے ہو ' مصروف ہوں - تم میری جائداد کی طرف چلے جاؤ ' لیکن وہاں رہ نہ جانا ' کیونکہ اگر ایسا کروگے تو میں اپنی تمام جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر تمہاری فکر میں مصروف ہوجاؤنگا " میں اس غرض سے نکلا تو میرا گذر ایک گرجے کی طرف ہوا - میں وہاں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھکر آنکے پاس گیا تاکہ دیکھوں وہ کیا کر رہے ہیں - مجھکو آنکی نماز خوش آئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ انکا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے - چنانچہ میں غروب آفتاب تک وہاں سے نہ ٹلا اور نہ اپنے باپ کے پاس واپس آیا - یہانتک کہ میرے باپ نے میری جستجو میں آدمی دوڑاے - جب عیسائیوں کی نماز مجھے پسند آئی تو میں نے آن سے پوچھا " اس مذہب کا مرکز کہاں ہے ؟ " انہوں نے شام کا پتہ بتایا - میں وہاں سے چلکر اپنے باپ کے پاس آیا - اُسنے کہا : بیٹا ! تم کہاں تھے ؟ میں نے تو پہلے ہی تم سے کہدیا تھا کہ رک نہ رہنا - میں نے کہا " میرا گذر کچھہ لوگوں پر ہوا جو گرجے میں نماز پڑھ رہے تھے ' مجھکو آنکی نماز اور آنکا مذہب خوش آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ آنکا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے " اُسنے کہا " نہیں بیٹا ! تمہارا اور تمہارے آبا و اجداد کا مذہب اُس دین سے افضل ہے " میں نے کہا " خدا کی قسم ہرگز نہیں " یہ سنکر وہ میری طرف سے بدظن ہوگیا اور میرے پانوں میں بیڑی ڈالکر مجھے قید میں رکھا - میں نے عیسائیوں کے پاس آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ میں نے تمہارا مذہب اختیار کرلیا ہے - جب تمہارے یہاں کوئی شام کا قافلہ آے تو مجھے خبر دینا - چنانچہ آنکے پاس تاجروں کا ایک قافلہ آیا تو آنہوں نے مجھے خبر کی - میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ لوگ واپس جانے کا قصد کریں تو مجھے اطلاع دیں - چنانچہ جب قافلہ واپس جانے لگا تو آنہوں نے مجھے اسکی اطلاع دی - میں بیڑیاں توڑ تاڑ کر نکلا اور آنکے ساتھہ شام کی طرف روانہ ہوا - جب شام میں آیا ' تو میں نے پوچھا " تمہارا عالم کون ہے ؟ " آنہوں نے پادری کو بتایا - میں نے اُسکے پاس جاکر اپنا واقعہ بیان کیا ' اور گذارش کی کہ آپ کی خدمت میں رہکر نماز پڑھنا اور علم سیکھنا چاہتا ہوں ' کیونکہ میں نے آپ کا مذہب قبول کرلیا ہے - اُسنے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دی - چنانچہ میں اُسکے پاس رہا ' لیکن وہ ایک بدترین مذہبی شخص تھا - لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور اُسکی رغبت دلاتا تھا ' لیکن جب لوگ صدقہ کا مال جمع کرتے تھے تو اپنے خزانہ میں رکھہ لیتا تھا یہانتک کہ اُسکے پاس درہم و دینار کے سات گھڑے جمع ہوگئے تھے - چنانچہ جب اُسنے انتقال کیا اور لوگ اُسکی تجہیز و تکفین کے لیے جمع ہوے ' تو میں نے کہا " کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ ایک بدترین شخص تھا " ساتھہ ہی میںنے صدقہ کے مال کے متعلق اُسکا تمام کارنامہ بیان کیا - آن لوگوں نے اسکا ثبوت مانگا - میں نے آن سانوں گھڑوں کا سونا اور چاندی نکال کر رکھدیا - جب آن لوگوں نے یہ دیکھا تو کہا کہ خدا کی قسم ہم اسکو دفن نہیں کرینگے - اُسکے بعد اُسکو سولی پر لٹکایا اور پتھر مارے ' اور دوسرے شخص کو اُسکا قائم مقام مقرر کیا - میں نے مسلمانوں کے سوا کسی شخص کو اُس قائم مقام سے بہتر نہیں پایا - میرے دلمیں اُسکی محبت اسقدر پیدا ہوگئی کہ اُسکے پہلے کسی چیز کی نہیں ہوئی تھی - جب اُسکی وفات کا زمانہ آیا تو میں نے کہا " اب تو یہ وقت آپہونچا ' آپ میرے لیے کیا فرماتے ہیں ؟ " اُسنے کہا : " بیٹا میں جس طریقہ پر ہوں ' اُس پر بجز ایک شخص کے جو موصل میں رہتا ہے مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا ' لوگوں نے اپنے مذہب کو بالکل بدل دیا ہے " چنانچہ جب اُسکا انتقال ہوگیا ' تو میں صاحب موصل کے پاس آیا اور اُسکو اس واقعہ کا حال بیان کیا - اُسنے مجھے قیام کی اجازت دی ' اور میں ایک مدت تک اُسی طریقہ پر رہا جس پر اُسکا پیشرو تھا - لیکن جب اُسکی موت کا بھی زمانہ آگیا تو میں نے کہا " اب یہ وقت آپہونچا ' مجھے آپ کیا وصیت کرتے ہیں " اُسنے کہا : " بیٹا جس روش پر میں ہوں اُسپر بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں قیام پذیر ہے ' میری دانست میں کوئی دوسرا نہیں ہے ' تم اُس سے جاکر ملاقات کرو " چنانچہ میں اُسکے پاس آیا اور اس واقعہ کی خبر دی ' اور وہاں بھی ایک مدت تک رہا - جب اُسکی وفات کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں نے مجھکو فلاں فلاں کی خدمت میں رہنے کی وصیت کی تھی ' آپ مجھے کہاں جانے کی وصیت کرتے ہیں ؟ اُسنے کہا " میری دانست میں میرے مذہب پر بجز ایک شخص کے جو عموریہ میں ہے ' کوئی نہیں ہے - اگر تمہیں استطاعت ہو تو اُس سے جاکر ملو " جب اُسکا انتقال ہوچکا تو میں صاحب عموریہ سے ملا ' اور واقعہ بیان کیا - اُسنے ٹھہرنے کی اجازت دی - میں نے وہاں قیام کیا اور اُس کو ٹھیک اُسی روش پر پایا جس پر اُسکے اصحاب تھے - میں وہاں ایک مدت تک رہا - مجھے وہاں کچھہ مال ہاتھہ آیا جس سے میں نے گاے اور بکریاں وغیرہ خرید لیں - جب اُسکی بھی موت کا وقت آگیا تو میں نے کہا " آپ مجھے کسکے یہاں جانے کا حکم دیتے ہیں؟

مچھلي کو پاني میں فروخت کرنا ' پرندوں کو هوا میں بیچنا ' جانوروں کو ماں کے پیٹ میں هونے کي حالت میں بیع کرنا ' زمین کو یا مال کو کاشت یا تجارت پر اسطرح دینا که اُسکي شرح حصهٔ خاص (مثلاً چار سو من غله یا چار سو روپیه) سے مقرر کرلي جاے ' کیونکه ان تمام صورتوں میں بیع حالت مستقبل پر مبني هے جسکے متعلق کوئي فیصله نہیں کیا جاسکتا -

سطور بالا سے دو نتیجے مستنبط هوتے هیں :

(۱) اسلام نے دولت کو ایک مہتم بالشان رتبه دیا هے - اپنے پیرروں کو تحصیل دولت اور کسب معاش کي سخت تاکید کي هے ' اُنکے لیے تحصیل دولت و طلب معاش کي تمام راهیں کهول دي هیں -

(۲) وہ تمام صورتیں جن سے باهمي فساد ' مضرت ' اور شخصي فوائد کے مقابله میں جمهور کي ملکیت کا نقصان متصور هے ' ممنوع قرار دیدي هیں -

(ارباب دولت اور فقرا)

نتائج سابقه سے یه ثابت هوتا هے که اسلام نے ارباب ثروت کي بڑي قدر کي هے ' لیکن اسکے مقابله میں سوال پیدا هوتا هے که اُسنے دوسرے طبقه یعنے فقرا کے لیے کیا سامان کیا ؟ اس باب میں اُسکي سب سے پہلي کوشش یه هے که اُسنے اُن ارباب ثروت کو سخت تحقیر کي نگاه سے دیکها هے ' جنهوں نے اپني زندگي کا سب سے اهم مقصد جمع مال قرار دیا اور جو دولت کو مقصود بالذات سمجهتے هیں :

ویل لکل همزة لمزة الذي جمع مالا و عدده - یحسب ان ماله اخلده (سورهٔ همزه)

برا هو هر ایک چغلخور عیب جو کا جسنے مال جمع کیا اور اسکو گنا ' اور وہ گمان کرتا هے که اُسکا مال اُسکو همیشه باقي رکهیگا -

دوسري جگه هے :

و الذین یکنزون الذهب و الفضة ولا ینفقونها في سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم (سورهٔ توبه)

اور جو لوگ سونا اور چاندي جمع کرتے هیں ' اور اُسکو خدا کي راه میں نہیں خرچ کرتے تو انکو عذاب دردناک کي بشارت دیدو -

(بخل و اسراف)

ان آیات سے ثابت هوتا هے که اسلام نے بخالت کي مذمت کي هے ' تو کیا وہ اسراف کو پسند کرتا هے ؟ کیا وہ اسکو پسند کرتا هے که تمام دولت اهل حاجت اور فقرا میں تقسیم کر دیجاے ؟ نہیں ' وہ دیگر مذاهب کي طرح اسکو نہیں پسند کرتا - اُسکي تعلیم هے که حقداروں کو اُن کا پورا حق دو ' لیکن اداے حق میں اسراف نه کرو :

و ات ذالقربی حقه و المسکین وابن السبیل و لا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (سورة الاسراء)

قرابت داروں ' مسکینوں ' اور مسافروں کو اُنکا حق دو ' اور زیاده فضول خرچي نه کرو - فضولخرچ لوگ شیطان کے بهائي هیں -

هر شخص اپني ذات پر خرچ کرنے کا مختار هے ' جتنا چاهے خرچ کرسکتا هے - لیکن اسلام اسکو بهي جائز نہیں رکهتا ' وہ کہتا هے :

کلوا و اشربو و لا تسرفوا - کهاؤ اور پیو اور اسراف نه کرو -

اسلام نے اس باب میں نہایت معتدل طریقه اختیار کیا هے - وہ دیگر مدعیان روحانیت مذاهب کي طرح یه نہیں کہتا که اپنا تمام سرمایه فقیروں کو دیکر خود فقیر بن جاؤ ! اور نه دنیا داروں کي طرح وہ بخل کي تعلیم دیتا هے ' اُسکا اعلان هے :

و لا تجعل یدک مغلولة الی عنقك و لا تبسطها کل البسط فتقعد ملوماً مدحورا (سورة الاسراء)

اپنا هاتهه اپني گردن میں نه باندهه لو (یعنی بالکل بخالت نه کرو) اور نه اُس کو پورا کهول دو (یعنی اسراف نه کرو) که حقیر و ذلیل هوجاؤ -

اسلام کہتا هے :

و اقصد في مشیك - اپني چال میں میانه روي اختیار کرو -

لوگ پوچهتے هیں که هم کو کیا خرچ کرنا چاهیے ؟ اُسکے جواب میں خدا فرماتا هے :

و یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو (بقره)

لوگ تجهسے پوچهتے هیں که هم کیا خرچ کریں ؟ کہدے که جو حاجت سے زیاده هو -

اس بیان سے معلوم هوگیا هوگا که اسلام بخل و اسراف کے درمیان میانه روي کي تعلیم دیتا هے ' وہ خدا کي راه میں مال کا وہ حصه خرچ کرنے کو کہتا هے جو حاجت سے زیاده هو -

(زکوة)

احادیث نے حاجت سے زیاده هونے کي تفسیر یه کردي هے که جو نقد مسلمان کے پاس اسکي تمام ضروري ضروریات کے بعد سال بهر میں بچ جاے ' اور وہ کم ازکم دو سو درم کي مالیت هو ' یعني چالیس انگریزي روپئے ' اُسکا چالیسواں حصه خدا کي راه میں فقرا کو دیا جاے - اسي کا نام زکوة هے - اسلام میں زکوة هر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض هے - استطاعت سے مراد یهي هے که اُسکے پاس چالیس روپیے اُسکي ضروریات سے زاید سال بهر میں باقي رهیں ' ایسے شخص پر چالیسواں حصه ' یعنے ایک روپیه واجب هے -

زردشت کے مذهب میں بهي زکوة فرض هے - لیکن اُس میں زاید از حاجت مال کا دسواں حصه فرض کیا گیا هے - لیکن به ظاهر هے که به مقدار ایسي هے جو بآساني نہیں دي جاسکتي - اسلام نے چالیسواں حصه اسقدر اعتدال کے ساتهه رکها هے جس سے زیاده اعتدال نہیں هوسکتا -

اسلام نے مال زکوة کے مستحقین پر تقسیم کرنے کا با قاعده انتظام کیا هے - تمام ملک کي زکوة بیت المال میں جمع کي جاے ' اور وہ خلافت کي زیر نگراني تمام مستحقین کو حسب حاجت دي جاے - اس سے دو فائدے مقصود هیں - اول یه که مستحقین ملک کي انتظام اور سلسله کے ساتهه اعانت کي جاے ' ایسا نه هو که ایک شخص کو بہت مل جاے دوسرے کو کچهه نه ملے - دوسرے یه که خود اصحاب زکوة بهي باقاعده ادا کرتے رهیں ' اور اُن سے بتاکید سالانه رقم وصول کي جاے -

زکوة کي یه رقم کس کو دي جاے گي ؟ اس کا جواب بهي خود قرآن مجید نے دیدیا هے :

انما الصدقات للفقرآء والمساکین و العاملین علیها ' و المؤلفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل الله و ابن السبیل ' فریضة من الله (توبه)

زکوة صرف فقرا ' مساکین ' تحصیلداران زکوة ' نو مسلموں ' اور غلاموں کے آزاد کرنے میں خرچ کي جاے ' نیز قرضداروں کو دي جاے ' اور خدا کي راه میں ' اور مسافروں کو -

اس سالانه چنده کے علاوه ایک اور فنڈ بهي اسلام نے مستحقین اعانت کے لیے قائم کیا هے :

و اعلموا انما غنمتم من شي فان لله خمسه و للرسول و لذي القربی و الیتامی و المساکین و ابن السبیل - (انفال)

جو کچهه مال غنیمت تمهارے هاتهه آے ' اُسکا پانچواں حصه خدا اور اُسکے رسول ' اقربا ' یتیم ' مساکین اور مسافر کے لیے هے -

مقالات

اصلاح معاشیت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام و سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب دسنوي)

(۲)

(کسب معاش کي اصلاح)

اسلام نے ایک طرف تو اس سختي و احاطه کے ساتھ کسب معاش کا حکم دیا که دنیا کي کسي تعلیم میں اسکي نظیر نہیں ملسکتي' دوسري طرف معاش کے بعض اُن ذریعوں اور صورتوں کو پوري سختي کے ساتھ روک بھي دیا جن سے انسان کي نوعي مساوات و فطري حقوق کو نقصان پہنچتا تھا' اور نیز طرح طرح کے اخلاقي و اجتماعي فسادات پیدا ہوتے تھے - یه ممنوعه وسائل معاش چار قسموں میں آسکتے ہیں :

(۱) بغیر حق کے ایک انسان کا دوسرے انسان کے مال و نتائج محنت پر قبضه -

(۲) اس قسم کے وسائل جنکي وجه سے دولت صرف چند افراد میں محدود رہجاے اور دولت کے سیران عام و تقسیم قومي میں خلل پڑجاے -

(۳) بعض خاص خاص فساد انگیز وسائل معاش -

(۴) ایسي صورتیں جن سے ایک فریق کو نقصان پہنچے -

چنانچه اسلام نے بطور ایک اصول کے کہدیا ہے :

یا ایها الذین امنوا لاتا کلوا اموالکم بینکم بالباطل

اے ایمان والو ! آپس میں اپنا مال ناجائز طریقه سے نه کھاؤ

پہلي صورت کي مثال رشوت ہے' رشوت درحقیقت بے استحقاق آمدني کا نام ہے - قرآن مجید میں ہے :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الى الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم - (بقرہ)

آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقه سے نه کھاؤ' اور نه حکام کو مال دو تاکه تم لوگوں کے مال کا ایک حصه گناہ سے حاصل کرو -

دوسري صورت کي مثال " سود " ہے - سود میں بے شمار اخلاقي اور اقتصادي مضرتیں مضمر ہیں - اخلاقي حیثیت سے سود کو دیکھو تو معلوم ہوگا که اس سے انسان کي باھمي مہرباني و شفقت کي عمارت منہدم ہوجاتي ہے - غریب سے غریب آدمي کو بلا سود قرض ملنا مشکل ہوجاتا ہے - متوسط الحال انسان قرض لیکر اصل ادا کرسکتا ہے' لیکن سود کے بار کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا' اور آخر کو اُسکو اپني ساري دولت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے - اعلی طبقه کے لوگ بلا شبهه سود دے بھي سکتے اور لے بھي سکتے ہیں' لیکن اسمیں بھي شک نہیں که سود بڑي سي بڑي دولت میں بھي گھن لگا دیتا ہے - دوسري سب سے بڑي اقتصادي مضرت اسمیں یه ہے که اس سے دولت چند افراد اور چند جماعتوں میں محدود ہوجاتي ہے - مثال کے لیے ہندوستان کے مہاجن اور یورپ کے بینکر پیش نظر ہیں - یہي وہ عظیم الشان مضرت ہے جس سے بچنے کي غرض سے ارباب اشتراکیة غربا کے لیے قرض دینے والے انجمنیں قائم کرنا چاہتے ہیں - لیکن اسلام کي فکر عاقبت اندیش نے نفس سود ہي کو اپنے پیرووں کے لیے حرام کردیا' جس سے به تمام اخلاقي اور اقتصادي مضرتیں خود بخود دور ہوگئیں - قرآن مجید میں ہے :

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطان من المس - (بقرہ)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اُس شخص کیطرح اٹھیں گے جنکو شیطان نے چھوکر مخبوط کردیا ہے -

یا ایها الذین آمنوا اتقو الله و ذروا ما بقي من الربا ان کنتم مؤمنین' و ان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله - و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون - (بقرہ)

اے ایمان والو ! خدا سے ڈرو اور جو کچھ سود باقي رہگیا ہو وہ چھوڑ دو' اور اگر تم ایسا نکرو تو خدا اور رسول سے جنگ کرنے کا اعلان دو اور اگر تم باز آؤ تو تم اپني اصل لے سکتے ہو - تم نه کسي پر ظلم کرو' اور نه تم پر کوئي ظلم کرے -

آخري آیت میں حرمت ربوا کي وجه بھي ظاہر کردي گئي ہے - اسي طرح اسلام میں " احتکار " بھي ممنوع ہے - (احتکار کے یه معنے ہیں که غله وغیرہ عام ضرورت کي چیزوں کو گراني کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے روک رکھنا) کیونکه اس سے ایک حریص انسان کو فائدہ ہوتا ہے' لیکن جمہور ملک کو نقصان پہونچتا ہے -

تیسري صورت سے مراد " قمار بازي " ہے جسکي لاٹري وغیرہ مختلف صورتیں آج یورپ میں اور کسي قدر ہندوستان میں جاري ہیں' اور جن میں سے بعض صورتوں کو مجبوراً دفع فساد کے لیے گورنمنٹ کو روکنا پڑا :

انما الخمر و المیسر و الازلام رجس من عمل الشیطان

شراب' قمار بازي' جوے کے پانسے یه سب چیزیں ناپاک ہیں' شیطاني عمل میں سے -

اسي طرح بیع کي وہ تمام صورتیں اسلام نے ناجائز کردي ہیں جن سے باھمي منازعت و فساد کا خوف ہو' جیسے ملامسه' منابذہ' بیع الحصاۃ' بیع الغرر - یه ان اقسام تجارت کے نام ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں جاري تھے' اور اب بھي ان کي بعض قسمیں اور ملکوں میں پائي جاتي ہیں - ملامسه سے مطلب یه ہے که رات کي تاریکي میں یا دن کو آنکھ بند کرکے ایک متعین قیمت دیکر انسان دکان سے جو چیز چاہے اُٹھا لے - منابذہ کے یه معني ہیں که خریدار آنکھ بند کرکے قیمت پھینک دے' اور دکاندار آنکھ بند کرکے اٹکل سے کوئي چیز اُٹھا کر دیدے - بیع الحصاۃ سے مراد یه ہے که خریدار کنکري پھینکے' دکان کي جس چیز پر جاکر وہ کنکري گرے' خریدار وہ چیز لیلے - بیع الغرر سے مقصد دھوکے اور مکر کي خرید و فروخت ہے' جیسے خریدار کي ناواقفیت میں کسي غیر کي چیز خریدار کے ہاتھ بیچڈالے - اسلام نے ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے -

چوتھي صورت سے مراد اُس قسم کي تجارت ہے جسمیں سامان بیع کے موجود ہونے یا قبضے میں آنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا جاتا ہے - جیسے میوہ پکنے سے پہلے درخت کے میوہ کو بیچدینا'

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لنڈن

یه مشهور ناول جوکه سوله جلدوںمیں هے ابهي چهپ کر نکلی هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه از اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حرف کي کتابت هے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکته

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکسن فورسوٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گراسان لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهي پوري قیمت اور کبهی نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکهی گئی هے- ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیویںگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دهوکا نهیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک گهڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈوگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یه دوا ان کهوئی هوئي قوت کو پهر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا دمه - کهانسي کے لیے بهي مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هوجاتا هے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها - قیمت فی شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني - مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمره زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے" نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایند ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکارڈي بمبئي فرماتي هیں : "اوبهرالین جسکو که مینے استعمال کیا هے" زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا هے"

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه
هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شدا ' یه هر قسم کي دماغي شکایتونکو دفع کرتي هے - پژمرده دلونکو تازه بناتي هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتي هے - هسٹریه وغیره کو بهی مفید هے دوا لیس گولیونکی بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکدم رفع هو جاتي هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑهنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sa..ya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

اس فنڈ کا خزانہ بھي بیت المال ہے، اِسي کے ساتھہ مسلمانوں کے پاس ایک تیسرا فنڈ بھي اس کام کیلیے ہے - عید اضحیٰ کي قرباني اور اسکي کھال کي قیمت :

و یذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام، فکلوا منہا و اطعموا البائس الفقیر - (حج)

اور تاکہ نام لو خدا کا (قرباني کرتے وقت) اُس جانور پر جو خدا نے تمکو دیا ہے، خود کھاؤ اُسمیں سے اور مشقت زدہ فقیروں کو کھلاؤ -

کیا مبارک ہوگا وہ دن جب اسلام کے بیت المال میں یہ تمام فنڈ جمع ہوتے ہونگے، اور ان اھل حاجت ' فقرا ' مساکین، اور یتیمونکي امداد کیجاتي ہوگي !

اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام نے اھل دولت کو کسب معاش کا موقعہ دیا ہے، تو دوسري طرف اھل احتیاج کي بھي اُسنے کچھہ کم خبرگیري نہیں کي ہے - یہي وہ چیز ہے جسکو آج موجودہ تمدن کي خود غرضانہ تاریکي میں اھـل اشتراکیۃ ڈھونڈھتے ھیں اور نہیں پاتے ھیں - اِنھیں تدابیر کا اثر تھا کہ اسلام میں ایک ایسا زمانہ بھي آیا ہے جب لوگ خیرات دینے کیلیے فقیر ڈھونڈھتے تھے، اور نہیں ملتے تھے - کیا یورپ میں بھي کبھي ایسا زمانہ آئیگا ؟

اسلام کي اس فیاضي سے کسي کو یہ شبہہ نہ ہو کہ وہ قوم میں ایک اپاھج یا شکستہ اور گداگر جماعت طیار کرنا چاھتا ہے - قرآن مجید نے زکوۃ اور صدقات کے مصارف خود حصر کے ساتھہ مقرر کردیے ھیں ' اور اسلام میں برابر اسي پر عمل ہوتا رہا - حدیث شریف میں ہے :

لا تحل الصدقۃ لغني و لا لـذي مـرۃ سوی (ترمذي)

خیرات مالدار آدمي کو اور جس کو کمانیکي قوت ہو اور جس کے اعضا درست ہوں، حلال نہیں -

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنے آخري حج میں صدقہ کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ دو آدمي مانگنے کو آے ' آپ نے اُن پر نظر ڈالي، اور پھر نیچي کرلي - وہ دونوں صحیح الاعضاء اور مضبوط تھے - آپ نے فرمایا :

ان شئتما آتیتکما و لا حظ فیہا لغني و لا لقوي مکتسب - (ابو داؤد)

اگر تم چاہو تو میں تم کو دوں ' لیکن اس میں مالدار اور مضبوط کمانے والے آدمي کا کچھہ حصہ نہیں ہے -

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا یا رسول اللہ کچھہ زکوۃ دیجیے ! آپنے فرمایا :

ان اللہ لم یرض بحکم نبي و لا غیرہ في الصدقات، فجزاہا ثمانیۃ اجزاء - فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک - (ابو داؤد)

خدا زکوۃ کے بارے میں کسي نبي یا غیر نبي کے فیصلہ پر راضي نہیں ہوا ہے، بلکہ خود اُس نے اُس کے آٹھہ حصے کیے ھیں - اگر اُن میں سے تم کسي میں ہو تو میں تم کو دوں -

حضرۃ زبیر بن عوام سے مروي ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

لان یاخذ احدکم حبلۃ فیاتي بحزمۃ حطب علی ظہرہ، فیبیعہا فیکف اللہ بہا وجہہ خیرلہ من ان یسال الناس (بخاري)

تم میں سے کوئي شخص رسي لے ' اور اپني پیٹھہ پر لکڑي کا گٹھا لیکر آے اور اُس کو بیچے ' اور خدا اُس کي عزت اُس سے رکھہ لے، اُس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے -

مستطیع گداگروں کي نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

ما یزال الرجل یسال الناس حتی یاتي یوم القیامۃ و لیس في وجہہ مزعۃ لحم - (دار قطني)

جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے وہ قیامت میں آئیگا تو اُس کے منھہ میں گوشت نہ ہوگا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرۃ ثوبان سے فرمایا :

من یتقبل لي بواحدۃ اتقبل لہ بالجنۃ لا یسال الناس شیئا (ابوداؤد)

کون میري ایک بات مانتا ہے ؟ میں اُسکے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں - لوگوں سے مانگا نہ کرو !

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور کچھہ اُسنے مانگا - آپنے فرمایا تمہارے پاس کچھہ ہے ؟ اُسنے کہا ھاں ایک کمل ہے - آپنے کمل بیچکر ایک کلھاڑي خریددي کہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچے -

حضرت عمر کے پاس ایک غیر مستحق گداگر آیا - آپنے اسکو پکڑ کر ایک شخص کے پاس نوکر رکھا دیا - خانۂ کعبہ میں حضرت عمر رضي اللہ نے ایک شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو سخت سزا دي - (۱) ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کي فیاضي کا نتیجہ گداگروں کي جماعت بڑھانا ہے -

اب ھمکو صرف ایک بات لزکہني باقي رھگئي ہے - اھل اشتراکیۃ اور یورپ کي اصلاح طلب پارٹي چاھتي ہے کہ بازار کا نرخ مقرر کیا جاے اور بازار میں کھانے کي چیزونکي نگراني کیجاے - آجکل یورپ اور امریکا کے بازاروںمیں کیمسٹري کے زور سے جسطرح چیزوں کي تبدیل ماھیت کي جاتي ہے ' جسطرح ظاھر نما چیزیں بنائي جاتي ھیں، اور معمولي قیمت کي چیزیں ظاھري آب و تاب اور ملمع کي وجہ سے گراں قیمت بکتي ھیں ' اس طرز تجارت سے غربا اور عام ملک کو جو نقصان پہونچتا ہے وہ محتاج اظہار نہیں - اس حالت میں سوشیالیست پارٹي کا اپني درخواست پر زور دینا بجا ہے -

لیکن اسلام اس ضرورت کو بھي پورا کرچکا ہے - اسلام میں انھیں اغراض کیلیے صیغۂ احتساب قائم ہوا تھا - محتسب اس صیغہ کا اعلی عہدہ دار ہوتا تھا ' اسکے فرائض وھي ہوتے تھے جسکو اھل اشتراکیۃ تعین نرخ و نگراني اشیاے بازار کے لیے طلب کرتے ھیں -

ان تمام مباحث اور ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ آج متمدن ممالک جن مصاحب میں مبتلا ھیں ' اسکا اصلي سبب یہ ہے کہ جدید تمدن کي بنیاد کسي صحیح مذھب پر نہیں ہے - اب مصلحین تمدن و معاشرت اور عقلاے یورپ جو اصلاحات پیش کرتے ھیں ' اُنمیں گو بعض باتیں غلط ھیں جنکي اسلام نے تردید کردي ہے، لیکن بقیہ امور وھي ھیں جنکو اسلام پہلے ھي دن سمجھہ چکا تھا، اور اُسکي اصلاح کي تدبیریں کرلي تھیں - یہي وجہ ہے کہ اُسکا تمدن اشتراکیۃ کے جرائیم سے پاک رہا - حضرت عثمان کے عہد میں امراے شام کے پاس بے انتہا دولت جمع ہوگئي تھي - حضرت ابو ذر غفاري، جو ایک بلند پایہ صحابي تھے ' اُنھوں نے ان لوگوں کي سخت مخالفت کي اور کہا کہ یہ دولت تمام فقرا پر تقسیم کر دیجاے - لیکن چونکہ اس زمانہ میں فقرا کے حقوق کا کافي طور سے انتظام تھا، اسلیے حضرت ابو ذر کا کوئي ہم آھنگ پیدا نہو سکا -

بہر حال اگر اس تفصیل کے بعد کہ اُسنے دنیا میں ہر قسم کي جائز مساوات قائم کي ' اسنے جمہوریت کي بنا ڈالي ' اُسنے امرا اور اھل ثروت کو ھمدردي کي تعلیم دي، اُسنے فقراے ملک کا مستحکم اور پائدار بندوبست کیا، اگر یہ دعوي کیا جاے تو کون انکار کرسکتا ہے کہ اسلام ھي دنیا کا تنہا مذھب ہے جسکے بیڑے کو اشتراکیۃ کے طوفان کا کوئي خوف نہیں - وہ صالح اشتراکیۃ کا معلم و محافظ ہے ' اور غیر صالح افراط تفریط کا مخالف -

(۱) مشکوۃ باب الزکوۃ -

(۱) ان تمام واقعات کے لیے مشکوۃ ' باب من لا تحل لہ الصدقہ دیکھو -

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الکریم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس و لینذروا به و لیعلموا انما هو اله واحد و لیذکر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۳-۱۴ | کلکته : جمعه ۲۷ - ربیع الثاني ۵ - جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' از خامه ادیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تہے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هولي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله وه زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت في پرچه چهه آنه

البلاغ

في

مقاصد القرآن

هـذا بيـان لـلـنـاس، و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، اثر خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکي محیط الکل معلمانه دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحه کي تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

لیجئے ! مزیدار متهائي کهائیے

Phone No. 241. Calcutta. — ٹیلیفون نمبر ۲۴۱ کلکته

جاپان کے مشهور و معروف کارخانے کی متهائیاں اب هندوستان میں بهي میسر هونے لگیں -

موریناگا کمپني جاپان میں سب سے بڑي متهائي بنانے والي کمپني هے -

THE MORINAGA CONFECTIONERY, Co., Ltd. JAPAN.

ان متهائیوں میں ایسي کوئي چیز نہیں جو مذهب کے خلاف هو -

صرف دودهه اور میوجات کے جوهر سے بنائي گئي هیں - اسمیں کوئي جزو کسي چیز کے بیکار اور بے اثر حصے کا نہیں لیا جاتا -

بچوں کیلیے نهایت ضروري چیز هے - لذیذ اور خوش ذایقه هونے کے علاوہ مفید صحت و توانائي بهي هے - اور هر شخص اسے ذوق و رغبت سے کهانا چاهتا هے -

باوجود ان تمام خوبیوں کے اس کي قیمت بهت هی کم رکهی گئي هے -

یه متهائیاں تمام هندوستان میں نهایت کثرت سے بکتي هیں -

کم سے کم ایک مرتبه تو منگواکر تجربه کیجیے !!

Sole Agents for India :—

Bessho & Co. 111, Radha Bazar Street, Calcutta. & Hornby Road, Bombay.

هندوستان کے واسطے سول ایجنٹ :—

بیشو اینڈ کمپنی نمبر ۱۱۱ - رادها بازار سٹریٹ - کلکته - و هارن بی روڈ - بمبئی -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45. Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۳ - ۱۴
کلکتہ: جمعہ ۲۷ - ربیع الثانی و ۵ - جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۴ ہجری
Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.
جلد ۱

البیان

البیان کی اشاعت میں تاخیر پر تاخیر ہو رہی ہے اور اسکے سوا چارہ نہیں کہ اُن احباب کرام سے بخشش و عفو کا خواستگار ہوں جنہوں نے ہمیشہ میری کمزوریوں پر نظر رکھکر میرے قصوروں سے درگذر کی ہے - میں اپنے تمام کاموں کو تنہا انجام دیتا ہوں' اور اللہ کی مشیت ایسی ہی ہے کہ اپنی محنتوں اور بیداریوں کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا جاؤں - مجھے ایک ہی وقت کے اندر مختلف ذوق' مختلف لٹریچر' مختلف افکار' اور مختلف مطالعہ و نظر کے بیسیوں کام انجام دینے پڑتے ہیں' اور دار الارشاد کا سلسلہ اور اپنی زندگی کی اولیتیں انکے علاوہ ہیں' اسلیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کاموں کے اختتام و تکمیل کے متعلق ارادے ہوتے ہیں مگر میرا اندازہ بالکل غلط نکلتا ہے اور بیسیوں غیر متوقع موانع نکل آتے ہیں - اگر میں کسی دن چند گھنٹوں کیلیے بیمار ہوجاتا ہوں تو یکایک دس بارہ کام رک جاتے ہیں اور اسکے سوا چارہ نہیں نظر آتا کہ اپنی ہلاکت گوارا کرلوں مگر کاموں میں خلل نہ پڑنے دوں' البیان کے متعلق پوری امید تھی کہ ربیع الاول سے پہلے نکل جائیگا لیکن ایک طرف تو میں اپنی مجبوریوں اور کاموں کی کثرت و ہجوم سے درماندہ ہوتا رہا' دوسری طرف البلاغ کے تسلسل کار کی وجہ سے پریس کو بھی زیادہ مہلت نہیں ملی - نتیجہ یہ نکلا کہ ابتک پہلا نمبر نہ نکل سکا -

با ایں ہمہ جسقدر کوشش ہوسکتی ہے کی جا رہی ہے اور حتی الامکان سعی یہی ہے کہ جس وقت بھی پریس کو مہلت ملے سب سے پہلے البیان کے فارم مشین پر چڑھا دیے جائیں' ایک نمبر نکل جاے تو پھر خود بخود کام کا تسلسل دقتوں کو دور کردیگا - امید ہے کہ احباب کرام تھوڑا سا توقف اور گوارا کرلینگے' اور عجب نہیں کہ انتظار کی تلخی سے زیادہ نتیجہ شیریں ہو

ایک اور بڑی اور لاعلاج دقت یہ ہے کہ دنیا میں امن کی طرح کاغذ کا بھی قحط ہوگیا ہے - خشک سالی یہاں تک بڑھگئی ہے کہ نقدی سے بازار میں ہر وقت خریدا جاسکتا ہے مگر کاغذ نہیں ملتا - البیان کیلیے مجبوراً جو کاغذ لیا لیا' وہ اسقدر گراں پڑا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا - مجوزہ قیمت کیونکر اسکو کفایت کریگی؟ بہر حال پہلا نمبر نکل جاے تو پھر اس مسئلہ پر غور کیا جائیگا - ترجمان القرآن کا بھی یہی حال ہے' اور اسکے لیے بھی تھوڑا سا انتظار اور گوارا کر لینا چاہیے -

خاتمۂ سخن

مجوزہ شیعہ کالج

" نصحت لکم' ولکن لا تحبون الناصحین "

گذشتہ دو نمبروں میں ہم نے بالاجمال اپنے وہ خیالات ظاہر کردیے جو مجوزہ شیعہ کالج کی تحریک [illegible] اسکے [illegible] کے اسباب و موجبات میں سے ہمارے پیش نظر ہیں - اب آخری سوال یہ سامنے آتا ہے کہ موجودہ حالت میں [illegible] چاہیے؟

ہم اسکا جواب نہایت اختصار سے دینگے' کیونکہ اس [illegible] کی مفصل تحریر کی گنجایش [illegible] میں [illegible] نہیں -

(۱) ہمارا عقیدہ [illegible] ہے کہ [illegible] کے سوا اور کوئی کالج قائم نہ کیا جاے' بلکہ [illegible] کالج بھی [illegible] نظام اور صحیح نظام تربیت کے ساتھہ قائم ہوسکیں' بہت مفید اور ضروری ہیں - "مرکز" اور "تعلیمی مرکز" کا خیال [illegible] غلط نہیں ہے' مگر جو مطلب ارباب علی گڈھ نے سمجھا ہے وہ [illegible] صحیح نہیں - دنیا کی غلطیاں اسلیے غلط نہیں ہوتیں کہ [illegible] میں صحت نہیں ہوتی' بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سچ کو [illegible] سے ممزوج و آلودہ کرکے دکھلایا جاتا ہے' اور یہ آدھا سچ [illegible] جھوٹ سے کہیں زیادہ فتنہ پرداز ہے - یقیناً اصول مرکزیت ایک [illegible] اور صحیح ترین چیز ہے' کوئی کام ہو بغیر اسکے چارہ نہیں' اور یہ بھی غلط نہیں ہے کہ علی گڈھ کالج مسلمانان ہند کی عالی تعلیم کے مرکز کی حیثیت پیدا کرچکا ہے' مگر ساتھہ ہی اسکے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ اور کوئی مفید کام نہ کیا جاے' اور صرف مرکز مرکز پکارتے رہنا مسلمانوں کی تمام روز افزوں ضرورتوں کو پورا کردیگا - خوارج نے کہا تھا کہ "ان الحکم الا للہ" جس پر حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: "کلمۃ حق یراد بہا الباطل" کہ یہ کہنا کلمۂ حق ہے' مگر مقصود باطل ہے - اس اصول [illegible] کا بھی یہی حال ہے -

(۲) پس اس سے بڑھکر خوبی کی اور کونسی بات ہوسکتی ہے کہ ایک نیا کالج مسلمانوں کیلیے اور قائم ہوجاے' لیکن کالج قائم کرنے کے یہ معنی نہ تھے کہ باہمی اختلاف و نزاع کی زمین طیار کرکے اسیر غیروں کے ہاتھوں قدم رکھی [illegible] جاتی - چاہیے تھا کہ علی گڈھ کالج کے نزاع سے الگ ہوکر [illegible] خدمت قومی اور جذبات صالحۂ اسلامیہ پر اسکی بنیاد رکھی جاتی - اگر

آب حیات

ہندی کایا پلٹ، یونانی اکسیر البدن، اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے باعث ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا، اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں- اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش، تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے، کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آدبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق، تپ محرقہ، صفراوی تپ، تپ پر سوت، سل، پیچش، صفراوی اسہال، سرسام، درد سر، درد پہلو، نمونیا، ذات الجنب، تپش دل، ناسور، بدھ کا زخم، درد کان، مسوڑوں سے خون آنا، پھوڑے پھنسیاں، پٹھوں کا اتراؤ، براسیر، نواسیر، بھگندر، تالو کا سوراخ، دانت کا درد، قبض، درد قولنج، درد کمر، نقرس، چھپاکی، متلی، قے، زخموں میں کیڑے پڑنا، کثرت پیاس، تشنج، بیخوابی، کھانسی خشک و تر، کرم، چمونے، ورم پستان، درد دل، ہیضہ، طاعون، خنازیر، درد شکم، زہر دار ڈنگ، بھڑ، سانپ، بچھو، آگ سے جلنا، گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا، درد، چوٹ، خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار-

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل، دق، کھانسی، سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا، بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطبائے ہندوستان سے جمع ہوتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہو گیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہو کر کہدیا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا-

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں، ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے، صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے، اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی- یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہو گئی- اور آبحیات کے جادو کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لا علاج بیماروں کا کوئی ام قیمت علاج ہے، تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھ لو اور وہاں سے تصدیق کر لو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد- خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے، جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بنائے ہیں، اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے، فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے، قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں، ناسور، بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ-

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہو کر آئندہ دورۂ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی، سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی، غلام، نبی زبدۃ الحکماء لاہور- موچی دروازہ

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله و ما نزل من الحق ؟

کیا مسلمانوں کیلیے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ انکے دل خدا کی یاد اور اسکے اتارے ہوے حق کیلیے انکے اندر درد اور شکستگی پیدا کریں اور وہ اسکے حضور ذلیل ہوکر جھک جائیں ؟ ؟

افسانۂ ہجر و وصال !

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
بس آج کی شب بھی سو چکے ہم !

کیا دنیا میں جس طرح بہار و خزاں کے موسم آتے ' ربیع و خریف کی ہوائیں چلتیں' اور جاڑے اور گرمیوں کا سورج بدلتا ہے' اسی طرح دلوں کی شورشوں کا بھی کوئی موسم ہے ؟ روحوں کی بیقراری کی بھی کوئی فصل ہے؟ دیوانگی اور سراسیمگی کا بھی کوئی وقت ہے ' جسکی ہوائیں چلتی ہیں اور جنکے بادل نمودار ہوتے ہیں ؟ میں نہیں جانتا کہ ایسا ہو - مگر میں پاتا ہوں کہ میرے دل کی دیوانگی ٹھہر ٹھہر کے اٹھتی اور میری روح کی شورش کروٹیں لے لیتی ہے - میں کچھ عرصہ سے اس دریا کی مانند جو اتر گیا ہو' چپ تھا ' لیکن آج اس سمندر کی مانند جسکی تہ سے موجیں جوش مار رہی ہوں' پھر آہوں سے بھر گیا ہوں ' فریادوں سے معمور ہوگیا ہوں' شورشوں سے لبریز ہوں ' اور دیوانگیوں کے سرجوش سے میرا ساغر ضبط چھلک گیا ہے- آج مجھے پھر اس حالت کی تلاش ہے جسکو اپنے سرو چہرہ پر اڑا سکوں' پھر ان شعلوں کی جستجو ہے جنکو اپنے دل و جگر میں چھپا سکوں - پھر دیوانہ وار تلاش میں ہوں اور مجھے بیماروں کی بستی کی ضرورت ہے - جس عرصہ داری سے آگاہ دیا اور دردمندی نے مجھے عاجز کردیا' اب میں چاہتا ہوں کہ جی بھرکے روؤں اور جسقدر چیخ چیخ کے نالہ و فریاد کرسکتا ہوں کرتا رہوں - میری چیخیں تمہارے عیش و نشاط کو مکدر کردیں' میرا نالہ و بکا تمہارے عیش کدوں کو ماتم کدہ بنادے' میری آہوں سے تمہارے دلوں میں ناسور پڑجائیں ' میری شورش غم سے تمہارے چہروں کی مسکراهٹ معدوم ہو جاے - میں تم کو غم و ماتم سے بھردوں - میں تم کو درد و حسرت کا پتلہ بنادوں - تمہاری آنکھیں ندیوں کی طرح بہہ جائیں' تمہارا دل تنور کی طرح بھڑک اٹھے ' تمہاری زبانیں دیوانوں کی طرح چیخ اٹھیں ' اور تمہاری غفلت عیش اور بے دردی نشاط کی وہ بستی جو مدتوں سے برابر آباد چلی آتی ہے' اسطرح اجڑ جاے کہ پھر کبھی آباد نہو :

روے بازار مراد امروز عرفی با منست
دیدۂ ترمی فروشم دامن تر میخرم !

* * *

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی نیند اگر موت کی نیند نہ ہو' تو کبھی نہ کبھی ضرور ختم ہوتی ہے' اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ سونے والا کبھی نہ جاگے - پھر بعضوں کی نیند ایسی ہوتی ہے کہ اک ذرا سی اواز انکو جگا دینے کیلیے کافی ہوتی ہے - بعض کی ایسی سخت ہوتی ہے کہ انکے لیے چیخنے اور شور مچانے کی ضرورت ہوتی ہے - بعض ایسے بھی زیادہ غفلت کی نیند سونے والے ہوتے ہیں کہ انکو جھنجھوڑنے اور ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے - اور اگر سونے والے کے جاگ اٹھنے کیلیے یہ بھی بیکار ہو' تو پھر ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوسکتا کہ بھونچال آجاے' آتش فشاں پہاڑ پھٹ اٹھیں' پہاڑوں کے ٹکرانے کے دھماکوں سے کان کے پردے ریزہ ریزہ ہوجائیں اور پھر بھی نیند کے متوالے آنکھیں نہ کھولیں -

سو یقین کرو کہ خدا کی بھی اپنے بندوں کے ساتھ ایسا ہی حال ہے - اسکی صدائیں اٹھتی ہیں تاکہ غفلت کے سونے والے آنکھیں کھولیں - اور اس پر بھی وہ کروٹ نہیں لیتے ' تو ہر طرف شور و غل مچنے لگتا ہے تاکہ سونے والوں کی نیند ٹوٹے - اگر اسپر بھی نیند نہیں ٹوٹتی تو ہاتھ نمودار ہوتے ہیں اور وہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے اٹھاتے ہیں - صبح آتی اور آفتاب کی کرنیں دیواروں سے اتر کر صحنوں اور میدانوں میں پھیل گئیں - اب بھی اٹھ جاو اور اس دن کو اپنے ہاتھ سے نہ کھو - جو جاکر پھر واپس نہیں آئیگا - لیکن' آہ' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جھنجھوڑنے پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں اور نیند کے متوالے کروٹ نہیں لیتے تو پھر دھماکے ہوتے ہیں' زلزلے آتے ہیں' زمینیں پھٹنے لگتی ہیں' دلزلہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتے ہیں' اور صداوں اور آوازوں کی ہولناکیوں سے تمام دنیا بھر جاتی ہے - سو یہ بھی سب کچھ اسلیے ہوتا ہے تاکہ اسی طرح انسان جاگے اور اب بھی آنکھیں کھولدے - اگر اسپر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر خدا کا فرشتہ پکار اٹھتا ہے کہ :

اموات غیر احیاء! و ما یشعرون ایان یبعثون - یہ زندوں کی آبادی نہیں بلکہ مردوں کی بستی ہے - وہ اٹھنے اور اٹھاے جانے کی ہستی سے بالکل غافل ہو گئے ہیں!

* * *

اس غفلت اور ہوشیاری کی تمام تدبیریں ہوچکیں' اور ایک سونے والے کو جگانے کیلیے جو کچھ کیا جاسکتا ہے' وہ سب کچھ ہو چکا' پر افسوس کہ تمہاری آنکھیں ایک بند ہیں' تمہاری غفلت کا نشہ اسی طرح نہیں اترتا ' اور تمہاری موت کی نیند کسی طرح بھی نہیں ٹوٹتی - دنیا میں انسان کیلیے عقل و بصیرت ہے' عقلا کی دانائیاں ہیں' عابدوں کی ہدایتیں ہیں' واعظوں کے وعظ ہیں' خدا کے مقدس نوشتے ہیں ' اور رسولوں کی بتلائی ہوئی تعلیمات ہیں' پھر حوادث و تغیرات ہیں' انقلابات و تبدلات ہیں' آثار و علائم ہیں' استنباط و استشہاد ہے' لیکن آہ' وہ قوم جسکی غفلت کیلیے یہ سب کچھ بیکار ہے ! نہ تو دنیا کے گذرے ہوے واقعات میں اسکے لیے کوئی اثر ہے ' نہ حال کے حوادث و تغیرات میں اسکے لیے کوئی پیغام ہے ' نہ اللہ کے کلام سے ڈرتی اور کانپتی ہے اور نہ بندوں کی ہدایتوں سے عبرت پکڑتی ہے :

ما یاتیہم من ایات ربہم الا کانوا عنہا معرضین (۶ : ۴)	اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی ایسی نہ آئی جسکو دیکھ کر انہوں نے عبرت پکڑی ہو اور غفلت و سرکشی سے باز آگئے ہوں -

بلکہ بسا اوقات ایسا نظر آتا ہے کہ جسقدر عبرت کی صدائیں جگانا چاہتی ہیں' اتنی ہی اسکی نیند زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے :

و لقد جاءہم من الانباء ما فیہ مزدجر حکمۃ بالغۃ فما تغنی النذر! (۵۴ : ۴)	اور بلا شبہہ انکے پاس ایسی خبریں آچکی ہیں جن میں بڑی ہی تنبیہ اور ہشیاری ہے اور بہت ہی بڑی حکمت و دانائی ' پر افسوس کہ حوادث و انقلاب کی یہ ڈراونی ہدایت بھی انکی بیداری کیلیے کافی نہ ہوئی !

دنیا میں سب سے پہلے انسان کے آگے تاریخ یعنی دنیا کے گذرے ہوے واقعات آتے ہیں' اور انہی سے انسان تجربہ کی دانائی اور بصیرۃ حاصل کرتا ہے - وہ دیکھتا ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طرح سے

صورت میں یه سوال صرف ایک نئے کالج کا سوال هوتا اور کوئي راست باز انسان ایسا نهوتا که اس تحریک کي پر جوش دل سے تائید نه کرتا - مگر اب یه کالج کا مسئله نهیں رها بلکه افتراق امۃ و انشقاق ملت کے فتنۂ خوابیدہ کے ایقاظ و ازدیاد کا (لا قدر الله)

(۳) لیکن بهرحال جو کچهه هونا تها هوچکا ' اور اب اسکے سوا کچهه چارۂ کار نهیں که ماضي کے اعادہ سے مایوس هوکر صرف صورت موجودہ پر غور کیا جاے - تو جهاں تک میں سونچتا هوں گو فتنه کروٹ لیچکا هے مگر اب بهي اسکو سلایا جاسکتا هے ' اور اگر الله تعالی داعیان تحریک کے دلوں کو کهول دے اور وہ مسلمانوں کي تباہ حالیوں پر رحم کهائیں ' اور اسکے ضدیوں کے زخموں کو اور زیادہ گهرا نه کرنا چاهیں ' تو اب بهي کچهه نه کچهه صورت اصلاح پیدا هوسکتي هے ' اور اس تحریک سے نقصان کي جگه فائدہ کي امید بهي کي جاسکتي هے -

(۴) میں داعیان شیعه کالج سے یه نهیں چاهتا که وہ اس تحریک کو چهوڑ دیں ' اور نه اسکا آرزومند هوں که اپنے طریق کار میں کوئي بڑي بنیادي تبدیلي کریں ' بلکه نهایت عاجزي اور کمال منت کے ساتهه صرف دو جزئي تبدیلیوں کا خواستگار هوں جنسے نه تو انکے مقصد اصلي میں (اگر وہ محض اشاعۃ تعلیم و خدمت ملت هے) کوئي حرج واقع هوسکتا هے اور نه انکي راہ میں کوئي رکاوٹ پیدا هوتي هے - اول یه که وہ جو کچهه چاهیں کریں اور جو چاهیں بنائیں مگر خدا کیلیے اسکا نام " شیعه کالج " نه رکهیں - کیونکه اُن انسانوں کیلیے جو قران نامي کتاب کے ماننے والے اور محمد بن عبد الله علیه الصلواۃ و السلام کے پیرو هیں ' اس زمین پر بجز " اسلام " کے اور کوئي نام نهیں هے - ابتک اس بدعۃ سے خاک هند محفوظ رهي هے که سني کالج ' شیعه کالج ' اور اهلحدیث کالج کے ناموں سے کالج قائم هوے هوں - پس خدا را افتراق و انشقاق کي هلاکتوں کا ایک نیا دروازہ نه کهولیں -

پهر قطع نظر اسکے دیکهنا یه هے که مجوزہ کالج کو " شیعه کالج " کے نام سے موسوم کرنے کي ضرورت کیا پیش آئي هے ؟ زیادہ سے زیادہ یه کها جاسکتا هے که چونکه اسکے قیام سے مقصود مسلمانوں کے اس گروہ کي تعلیم و تربیت خصوصي هے جو " شیعه " کهلاتا هے ' اسلیے اسکا نام بهي شیعه کالج رکها جاے - سو اگر یهي مقصد هے تو میں نهیں سمجهتا که اسکو نام سے کیا علاقه هے اور اگر اسکا نام شیعه کالج نه رکها جائیگا تو اس کے مقصد کو کیا نقصان پهنچے گا ؟ مقصد اصلي کا حصول اس پر موقوف هے که عملاً زیادہ تر شیعه افراد هي اسمیں تعلیم پائیں ' انهي کي تعلیم دینیات کا اسمیں خاص انتظام کیا جاے ' اور ان سب اصولي امور کو اسکے کانسٹي ٹیوشن میں داخل کردیا جاے - پس اگر اسکا نام شیعه کالج نه رکها جاے بلکه سرے سے " کالج " بهي نه کها جاے ' جب بهي حصول مقصد میں کوئي حرج واقع نهیں هوتا -

بزرگان شیعه کانفرنس و حضرات مجلس منتظمه کالج کو غور کرنا چاهیے که ابتک هندوستان میں کوئي کالج اور مدرسه کسي خاص فرقه کے نام کے ساتهه قائم نهیں هوا هے ' اور وہ نه صرف تفریق و انشقاق اور تمذهب و تحزب کي جهیل کو بهرنے کي جگه زیادہ وسیع کر رهے هیں ' بلکه اس سے بهي بڑهکر یه که نام اور انتساب کے ایک نئے فتنه کي بنیاد رکهنے والے بن رهے هیں ' جو ابتک کسي کو نهیں سوجها تها - نئے نئے فتنوں کي راہ کهولنے کے لیے حضرۃ امیر علیه السلام نے جو کچهه فرمایا هے ' خدا را اسے نهج البلاغۃ کے خطبۂ نهروان میں دیکهه لیں -

مسلمانوں کا کوئي کام هو اور خواہ کوئي فرقه انجام دے ' مسلمانوں هي کا کام هے ' اور اسکا نام بجز اسلام اور انتساب اسلام کے کچهه بهي نهیں هوسکتا - میں حضرات ائمۂ کرام علیهم السلام کي تصریحات مندرجۂ اصول کافي وغیرہ سے ثابت کرنے کیلیے طیار هوں که جسطرح سنیوں کیلیے صرف اسلام هي کا نام سچا نام هے ' اسي طرح برادران شیعه کیلیے بهي اس خدا کے عطا فرمودہ هوے نام کے سوا اور کوئي نام شرعي نهیں هوسکتا

اگر کسی وجه سے حضرات مجوزین کالج مدرسۂ اسلامیه وغیرہ ناموں سے اسکو موسوم کرنا نهیں چاهتے ' تو خیر ' کسي ایسے عام نام سے موسوم کردیں جسمیں کسیطرح کي بهي نسبت نهو ' مثلاً دار العلوم وغیرہ - اسطرح وہ اپنے مقاصد میں سے کسي چیز کو بهي نهیں کهوئینگے ' مگر تمام مسلمانوں پر ایک عظیم الشان احسان و فضل کرنے کا ذریعه هونگے - ایسا احسان جس سے بڑهکر اور کوئي احسان نهیں هوسکتا اور سونچیں تو انکا احسان خود انهي کے وجود کیلیے هے -

دوسري عاجزانه التماس یه هے که جس طرح انهوں نے اسکي تعلیم کا دروازہ قابل تحسین فیاضي کے ساتهه تمام مسلمانوں کیلیے کهلا رکها هے ' اسي طرح اعانت کرنے اور اسکي بنا میں شریک هونے کا دروازہ بهي اپنے بهائیوں پر بند نه کریں ' اور یه تخصیص نه رکهیں که صرف شیعوں هي کا روپیه اسکے لیے قبول کیا جائیگا - وہ خاص طور پر خود کوشش کریں ' اور خاص طور پر برادران شیعه هي سے اعانت کے طالب هوں ' لیکن دروازہ عام طور پر کهلا هو ' اور اگر غیر شیعه مسلمان بهي اسکي خدمت کا شرف حاصل کرنا چاهیں تو اسے نامنظور نه کریں - اسطرح کرنے سے وہ اپنے اصول عمل کو نهایت صاف اور غیر مشتبه بنادینگے اور انکے خاص مقاصد کا کچهه بهي نقصان نهوگا - اگر انهوں نے دو اعانۃ کي فهرست سب کیلیے کهلي رکهي تو اس سے یه نتیجه کبهي بهي نهیں نکلتا که کل کو کوئي اسپر دعوا کردیگا - جبکه اسکي بنیاد رکهنے والے وهي هیں اور اصلاً انکا مقصد یهي هے که خاص طور پر برادران شیعه کي تعلیم کا انتظام هو ' تو پهر غیر شیعه مسلمانوں کي شمولیت کسي طرح بهي اسمیں خلل انداز نهیں هوسکتي - اگر بقول ارکان شیعه کانفرنس کے شیعه ارباب فیض کا لاکهوں روپیه محمڈن کالج علي گڈہ سے شیعه حقوق کو حاصل نه کراسکا ' تو پهر چند غیر مسلمانوں کا تهوڑا سا روپیه کیوں مجوزہ کالج کي خصوصیت و تصرف میں خلل ڈال سکیگا ؟ مجهے شخصاً معلوم هے که متعدد غیر شیعه اشخاص بصورت قبولیت اس ہم مذهبي شرکت کرنے کیلیے طیار هیں ' اور انهوں نے مجهه سے کها هے که همارے لیے یه بڑے هي فخر اور عزت کي بات هوگي اگر همارے عزیز بهائي همارے ناچیز هدیوں کو قبول کرلیں ' اور سب سے پہلے میں خود اس خوشي کو حاصل کرنے کیلیے اپنے اندر نهایت بے چین جوش پاتا هوں -

یه خاتمۂ سخن هے - وقت نهیں که اس داستان کو طول دیا جاے ' ورنه یه حکایت بڑي هي درد انگیز هے اور بهت سي راتوں کو آنکهوں میں کاٹ دینے والي هے - الله دلوں کا بهید جاننے والا هے اور اسکي نظر سے کسي کا دل چهپا نهیں - وہ بهتر جانتا هے که مجوزہ شیعه کالج کے متعلق جو کچهه میري زبان سے نکل رها هے ' یه فریقانه تعصب کي خباثت اور جماعت بندي کے ناپاک حسد کا نتیجه هے یا محض کلمۂ اسلام کي محبت کا جسمیں کسي فریقانه این و آن کي گنجایش نهیں ' اور محض اپنے عزیز بهائیوں کو ایک سخت ٹهوکر سے بچانے کا اضطراب جو اُس حد سے کوسوں آگے گذر چکا هے جهاں شیعه سني کي تمیز کا نام و نشان هو ؟ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ' اولئك الذین هداهم الله و اولئك هم اولوا الالباب !

آنکھیں دیکھنے کیلیے ہیں، کان سننے کیلیے ہیں، اور دل پہلو میں رکھا گیا ہے تا تڑپے اور بیقرار ہو۔ لیکن وہ سب کچھہ تمہارے لیے بیکار ہوگیا ہے جسکو آنکھہ دیکھتی ہے، اور وہ سب آوازیں بے اثر ہوگئی ہیں جو کانوں سے سنائی دیتی ہیں، اور وہ تمام فکریں اور عبرتیں ڈوب گئی ہیں جنسے دل تڑپتے اور روحیں بیقرار ہوتی ہیں۔ پس جو کچھہ کیا جاے لا حاصل ہے، اور جو کچھہ کہا جاے بیکار ہے۔ آہ، تم غافل ہوگئے ہو، تم پر موت کا پنجہ چل گیا ہے، تم گمراہی کے قبضے میں آگئے، تمہارے احساس فنا ہوگئے اور تمہارے دل کی دانائی میت دی گئی۔ اگر ایسا نہوتا تو جو کچھہ ہوچکا ہے اور جو کچھہ ہو رہا ہے، وہ ایسا تھا کہ اندھے بنیا ہوجاتے، لنگڑے چلنے لگتے، گونگوں کی زبان سے دنیا ہل جاتی، اور لولوں کے ہاتھہ شیروں کے پنجے کی طرح طاقتور ہوجاتے۔ آہ، تمہاری غفلت سے بڑھکر آجتک دنیا میں کوئی اچنبھے کی بات نہوئی، اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے دل چھوٹ گئے۔ آہ، تم ایسے نہ تھے، پھر تم ان لوگوں کی طرح کیوں ہوگئے جنکے لیے خدا کا رسول ماتم کرتا تھا؟

لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اعين لا يبصرون بها و لهم اذان لا يسمعون بها اولائك كالانعام بل هم اضل اولائك هم الغافلون (۷ : ۱۷۸)

انکے پاس دل ہیں مگر سمجھتے نہیں، انکے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، انکے پاس کان ہیں مگر سنتے نہیں، وہ مثل چارپایوں کے ہوگئے بلکہ انسے بھی بدتر، اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں!!

* * *

آہ، کوئی نہیں، سب گمراہ ہوگئے، سب نکمے نکلے، سب غافل ہوگئے، سب پر نیند کی موت چھاگئی، سب نے ایک ہی طرح کی ہلاکت پی لی، سب ایک ہی طرح کی تباہیوں پر ٹوٹتے، سب نے خدا کو چھوڑ دیا، سب نے اسکے عشق سے منہہ موڑ لیا، سب نے اسکے رشتے کو بٹہ لگایا، سب غیروں کے ہوگئے، سب نے غیروں کی چوکھٹوں کی گرد چاٹی، اور سب نے ایک ساتھہ ملکر گندگیوں اور ناپاکیوں سے پیار کیا۔ آہ، سب نے عہد باندھا کہ ہم ایک ہی وقت میں گمراہ ہوجائینگے، اور سب نے قسم کھائی کہ ہم ایک ہی وقت میں خدا کی پکار سے بھاگینگے۔ آہ، سب اس سے بھاگ گئے، سب نے اس سے غول در غول بنکر بیوفائی کی۔ کوئی نہیں جو اسکے لیے روے، کوئی نہیں جو اسکے عشق میں آہ و نالہ کرے۔ اسکی محبت کی بستیاں اجڑ گئیں، اسکے عشق اور پیار کے گھرانے مٹ گئے، اسکے گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا، اور اسکے کھیتوں کی حفاظت کیلیے کوئی آنکھہ نہ جاگی! سب شیطان کے پیچھے دوڑے، سب نے ابلیس کے ساتھہ عاشقی کی، اور سب نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی آشنائی کیلیے آسے پکارا۔ پھر اسپر قیامت یہ ہے کہ کسی کو ندامت نہیں، کسی کو شرمندگی سے نہیں دیکھا، کسی کے گلے سے توبہ و انابت کی آواز نہیں نکلتی، کسی کی پیشانی میں سجدہ کیلیے بیقراری نہیں، کوئی نہیں جو روٹھے ہوے کو منانے کیلیے دوڑجاے، اور کوئی نہیں جو اپنی بدحالیوں اور ہلاکتوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ و زاری کرے۔

ولقد اخذنا هم بالعذاب فما استكانوا لربهم وما يتضرعون! (۲۳ : ۴۱)

ہم نے انہیں عذاب کی تکلیفوں میں مبتلا بھی کیا، پھر بھی اپنے خدا کے آگے نہ جھکے، اور ان میں شکستگی اور عاجزی پیدا نہ ہوئی۔

آہ، میں کیا کروں، اور کہاں جاؤں، اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں، اور یہ کیونکر ہو کہ تمہاری روحیں پلٹ جائیں، اور تمہاری غفلت مرجاے۔ یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم پاگلوں سے بھی بدتر ہوگئے ہو، اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقلمند ہیں۔ تم کیوں

اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو، اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھہ کہتے اور سمجھتے ہو پر نہ تو راستبازی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے، اور نہ گمراہوں کے نقش قدم کو چھوڑتے ہو:

افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها؟ (۴۷ : ۲۵)

کیا یہ لوگ قرآن کی آیتوں پر غور نہیں کرتے یا ایسا ہوا ہے کہ انکے دلوں پر قفل چڑھگئے ہیں؟

کیا تم وہ ہو جنکے لیے کہا گیا کہ:

وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي آذانهم وقرا! (۱۷ : ۴۸)

اور انکے دلوں پر ہم نے پردے ڈالدیے ہیں کہ نہ سمجھیں، آنکھیں بیکار ہوگئیں اور انکے کان بہرے ہوگئے ہیں۔

آہ، تم کو معلوم ہے کہ خدا کا قانون کبھی توڑنے والا نہیں، اور اسکی سنۃ اللہ کبھی انسانوں کی کسی بھیڑ کیلیے بدل نہ جائیگی۔ اسکا یہ قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے اور زہر کھانے سے آدمی مرجاتا ہے، اور اسی طرح غفلت و معصیت ہلاکت لاتی ہے اور خدا کی نافرمانیوں سے عذابوں اور دردناکیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے، اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے، اور آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا:

سنة الله في الذين خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا (۳۳ : ۲۶)

یہ اللہ کا قانون ہے جسکے مطابق تمام گذری ہوئی قوموں سے سلوک ہوا اور اللہ کے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ پاؤگے!

* * *

پس میں آج سب کچھہ چھوڑ کے تم سے ایک ہی آخری بات کہنی چاہتا ہوں، اور یقین کرو کہ اسکے سوا جو کچھہ کہا جاتا ہے اگر وہ اس بات کے لیے نہیں کہا جاتا تو سب کچھہ بیکار ہے اور اس میں تمہارے لیے کوئی برکت و امن نہیں۔ سو یاد رکھو اور ماننے کیلیے جھک جاؤ کہ تمہاری زندگی کا ہر عمل بیکار ہے، اور تمہاری فکروں کی ہر فکر گمراہی و ضلالت ہے۔ تمہارے لیے صرف ایک ہی راہ نجات ہے اور بغیر اسکے کسی طرح چھٹکارا نہیں۔ تم جب تک اس پہلی منزل سے نہ گذروگے، اس وقت تک خدا کا قہر تم سے ٹھنڈا نہوگا، اور تم کبھی مراد اور خوشحالی نہ پاؤگے۔ تمہارے سفر عمل کا پہلا قدم یہ ہے کہ توبہ کرو، توبہ کرو، اپنی تمام قوتوں اور تمام طاقتوں کے ساتھہ خدا کے آگے جھک جاؤ، اسکی سرکشی اور بغاوت چھوڑ دو، اسکے عشق اور محبت کو اسقدر پیو کہ بدمست ہو جاؤ، اور اسکے آگے اسطرح گرو اور اسطرح روؤ اور اسقدر زاری کرو کہ اسے تم پر پیار آجاے، اور وہ تمہیں پہلے کی طرح پھر اپنی گود میں اٹھالے، اور سب کچھہ تمہیں کو دیدے، جسطرح کہ سب کچھہ تمہیں کو اس نے بخشدیا تھا:

يا ايها الذين آمنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا و يكفر عنكم سيئاتكم و يغفر لكم و الله ذو الفضل العظيم (۸ : ۲۹)

مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ہوجاؤ، تو اللہ تمام دنیا میں تمہارے لیے ایک امتیاز اور سربلندی پیدا کردیگا، نیز تمہاری تمام برائیوں کو دور کردیگا اور تمہیں بخشدیگا۔

تم اسکے آگے کیوں نہیں جھک جاتے؟ وہ تو بڑا ہی فضل و کرم کرنے والا ہے!

تم نے غفلت کو خوب آزما لیا، تم نے نافرمانی کی حد تک کراہت چکھہ لی، تم نے گناہ اور معصیت کے پھلوں سے اچھی طرح اپنے دامن بھر لیے، تم نے دیکھہ لیا کہ ایک خدا کی چوکھٹ سے تم نے سرکشی کی اور کس طرح ساری دنیا تم سے سرکش ہوگئی، اور ایک اسکے روٹھنے سے کس طرح تمام دنیا تم سے

بابُ التفسیر

الحق و الباطل

او الاصلاح و الافساد

حقیقت بقاے اسلام و فناے کفر

آج هم چاهتے هیں که قران حکیم کی تفسیر کے ایک نهایت هی اهم مسئله کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین شروع کریں -

یه مسئله نهایت عظیم الشان هے اور قران حکیم کے متعدد بیانات و تصریحات هیں جنکا فهم صحیح اس کے سمجھنے پر موقوف هے - هم کوشش کرینگے که اس سلسله کی هر صحبت ایک مستقل صحبت هو' اور اپنے اندر لذت و تکمیل مطالعه میں ماسبق و مابعد کی محتاج نهو - و ما توفیقي الا بالله -

(بقاء حق و فناے باطل)

قران حکیم کے مطالعه سے معلوم هوتا هے که اس نے اپني تمام تعلیمات کي بنیاد ایک خاص حقیقت و قانون پر رکھي هے جس کو وه حق کے بقاء اور باطل کے شکست و هلاکت سے تعبیر کرتا هے - یعني وه کهتا هے که کائنات عالم میں ایک چیز هے جسکا نام حق هے - اسکا خاصۂ قدرتي یه هے که وه صرف کامیابي و فتح اور بقاء و دوام کیلیے هے - نقصان اور هلاکت کبھي اسکے لیے نهیں هوسکتي - اسکے بالمقابل ایک دوسري چیز هے جسکا نام " باطل " هے - سو جسطرح پهلي چیز صرف بقاء کیلیے تھي' اسی طرح یه صرف فناء و هلاکت کیلیے هے - اسکو کبھي بھي کامیابي نهیں ملسکتي اور کبھي وه حق پر غالب نهیں آ سکتي - پھر جا بجا انهي دو حقیقتوں کو اور مختلف ناموں سے بھي پکارا هے اور مختلف حالتوں میں آکر انکي مختلف صورتیں بنگئي هیں - تاهم هر جگه انکے ان دو قدرتي خاصوں کا دعوا اور اعلان عام موجود هے' اور اس پر اسقدر زور دیا گیا هے که دو تهائي قران اسي قانون بقاء حق و فناء باطل کے ذکر سے لبریز هے - کهیں صرف صاف اور ساده دعوا کردیا هے' کهیں دلائل و شواهد پیش کیے هیں' کهیں مثالوں کے پیرایه میں سمجھایا هے' کهیں حق و باطل کے مشهور معرکوں کي سرگذشتیں دهرائي هیں' اور کهیں مختلف قوموں اور ملکوں کے قصص و واقعات سناکر اسکي حقیقت کو ذهن نشین کیا هے - پھر کهیں اس قانون کے نفاذ کے آثار و علائم بتلاے هیں' کهیں اسکے نتائج و ثمرات کو گنایا هے' کهیں بتلایا هے که اسکي حکومت ابتداء خلقت سے هے اور آخر تک رهیگي' کهیں خبر دي هے که دنیا کا ماضي اور مستقبل یکساں طور پر اس قانون کي صداقت کي شهادت هے' اور کهیں نهایت شرح و بسط سے ان تمام شبهوں اور اعتراضوں کے جواب دیے هیں' جنکو نادان و غافل انسان اس قانون کي اٹل پادشاهت پر کر بیٹھتا هے -

پھر اس سے بھي زیاده یه که یه قانون قران حکیم اور دین الهي کیلیے ایک ایسي بنیادي حقیقت هے جو اسکي تعلیم و هدایت کي تمام شاخوں پر جاري ۔

بتلایا جاتا هے' سب کے اندر سے اسي قانون الهي کي صدائیں اٹھ رهي هیں - قصص و واقعات هیں تو اسی قانون کیلیے' امثال و حکم هیں تو اسي قانون کیلیے - احکام و نواهی هیں تو اسی قانون کیلیے - کائنات هستي اور مظاهر قدرت کے مطالعه کا حکم دیا جاتا هے تو اسي کے لیے - ملکوت السماوات والارض کے تفکر و تدبر پر زور دیا جاتا هے تو اسی کي غرض سے - غفلت اور اعراض پر تنبیه کي گئي هے تو اسي کي خاطر' اور تعقل و تفقه کا حکم دیا گیا هے تو صرف اسي کے واسطے - دنیا میں جو کچھ هے اور جو کچھ هوتا هے' قرآن کهتا هے که سب کو اسي قانون کیلیے دیکھو اور سب پر اسي کے سمجھنے کیلیے غور و فکر کرو - وه کهتا هے که اگر آسمان پر هر طرف سے گھٹائیں امنڈ آئی هیں اور ٹھنڈي هواؤں کے جھونکے چل رهے هیں تو تمهیں کیا هوگیا هے که تم اس قانون کو نهیں سمجھتے ؟ اگر سمندروں میں موجیں اٹھ رهي هیں اور بڑے بڑے جهاز ان میں تنکوں کی طرح تیر رهے هیں تو تمهاري آنکھوں کو کیا هوگیا هے که تم اس قانون کو نهیں دیکھتے ؟ باغوں میں پھول کھلے هیں اور کھیت شادابی سے لهلها اٹھے هیں' پر قران کهتا هے که پھولوں کے اوراق میں بھی اسی قانون کو پڑھو اور کھیتوں پر سے بھي اسي لیے گذرو تاکه خدا کے اس سب سے بڑے اور سب سے سچے قانون کو پالو -

هم یهاں ان آیات کو نقل نهیں کرینگے کیونکه انهی پر آگے چلکر بحث کرنی هے' اور وه نهایت کثرت سے هیں تاهم تم قران کے جس حصه پر نظر ڈالوگے اس قانون کا دعوا هر جگه نظر آئیگا :

و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (۱۷ : ۸۱)
اور کهدے که حق آیا اور باطل نابود هوا یقیناً' اور که باطل صرف نابود هونے اور کھو جانے هي کیلیے هے -

سورۂ یونس میں هے :

و یحق الله الحق بکلماته و لو کره المجرمون (۱۰ : ۸۲)
اور الله اپنی کلمات سے حق کو حق کر دکھائیگا اگرچه باطل پرستوں پر یه شاق گذرے !

وه هر جگه کهتا هے :

ان الله سیبطله' ان الله لا یصلح عمل المفسدین (۱۰ : ۸۱)
الله باطل کو عنقریب معدوم کردیگا - وه فساد والوں کو کامیابی نهیں دیتا -

حضرة یوسف نے بھي یهي کها تھا .

الله لا یفلح الظالمون
خدا ظلم والوں کو فلاح نهیں دیتا -

اسي سلسله میں وه اور زیاده اس حقیقت کو واضح کرتا هے جبکه کهتا هے که :

ان الله لا یهدي القوم الفاسقین
خدا فاسقوں کو هدایت نهیں دیتا - یعني راه فلاح انهیں نهیں ملتي -

اور پھر اسکے علاوه عام طور پر انبیاء کرام علیهم السلام اور اسکے تمام متبعین کي زندگي کو دیکھا جاے تو انکا ایک ایک عمل اور ایک ایک قول اسي قانون کا یقین و ظهور هوگا - قرآن حکیم کے علاوه جسقدر خدا کي مقدس کتابیں دنیا میں آئیں' ان سب نے بھي اسی قانون کي بادشاهت کا اعلان کیا - اخلاق میں آج بھي همکو سچائي کي کامیابي اور باطل کي شکست کا یقین دلایا جاتا هے' اور عام طور پر گو ایسے انسان کم هیں جنکو سچائي کي فتح پر سچا یقین هو' تاهم بولتے سب هیں که کامیابي حق هي کیلیے هے -

پس ایک نهایت اهم اور مقدم سوال یه پیدا هوتا هے که قرآن حکیم اور تمام مقدس نوشتوں کے اس دعوے کي حقیقت کیا هے ؟ اور حق کے بقاء و فتح اور باطل کے فناء و شکست کي حقیقت کیوں بطور ایک قانون کے پیش کي جاتي هے ؟ یه کیوں هے که حق کامیاب هو اور کیوں نه یه سمجھ لیں که کامیابي باطل کیلیے هے ؟

دین الهي اور قرآن حکیم نے اپنے تمام دعووں کي صداقت کي

گئي ؟ پس مان جاو اور اب بهي باز آجاو - تمامون کو آزماچکے ' آؤ تقوی و راستبازي کو بهي آزمالیں - سر کشیوں کو چکهه چکے ' آؤ اطاعت کا بهي مزہ دیکهہ لو - غیروں سے رشتہ جوڑ کا تجربہ کر چکے ' آؤ اسي ایک سے پهر کیوں نہ جوڑ جائیں جس سے الگ ہو کر ذلتوں اور خواریوں ' ٹهوکروں اور نامرادیوں کے سوا کچهه بهي هاتهہ نہ آیا :

امَلا یتوبون الی الله و یستغفرونه و الله غفـــور رحیـــم !

پهر کیا ہے کہ اب بهي تم الله کے آگے نہیں جهکتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے - حالانکہ الله تو بڑا هي بخشدینے والا اور بڑا هي رحمت فرما ہے -

* * *

تمهارے خدا نے تمهارے ساتهہ کونسي برائی کي تهي کہ تم نے اسے چهوڑ دیا ' اور اسے چهوڑ کے کونسی دوا ... نعمت ہے جو تمهیں هاتهہ آ گئي ؟ خدا سے بڑهکے وہ اور کون ... ہے جسکے حسن نے تم کو خدا سے چهین لیا ؟ اور اس سے بڑهکر کس کے پاس محبت اور پیار ہے جسکي زنجیریں تمهارے پانوں میں پڑگئیں ؟ تم غیروں کے پاس جاتے هو تا کہ ٹهوکریں کهاؤ ' پر خدا کے پاس نہیں دوڑتے تاکہ وہ تمهیں پیار کرے ؟ اگر تم محبت ... هو تو الرحمن الرحیـــم سے بڑهکر اور کون ہے جسکے عشق میں اسے چهوڑ رہے هو ؟ اگر تم رزق کے بهوکے هو تو رب العالمین سے بڑهکر اور کون ہے جسکے خزانوں کی لالچ نے تم کو متوالا کردیا ہے ؟ اگر تم اپني محنت کي مزدوري مانگتے هو ' تو مالک یوم الدین سے بڑهکر کون ملگیا ہے جو تمهیں بدلہ دیگا ؟ آہ ' آہ ' ثم آہ ' علی ما فرطتم في جنب الله !

ام اتخذوا من دونه الهة ؟ قل هاتوا برهانکـــم - (۲۱ : ۲۴)

پهر کیا ان لوگوں نے خدا کو چهوڑ دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ہے ؟ ... ایسا هی ہے تو انسے کہو کہ اپني دلیل پیش کریں کہ وہ کونسی حقیقت ہے جس نے انکي نظروں میں دوسروں کو معبود بنا دیا ہے ؟

پهر کیا تم بالکل اُس سے بے نیاز هوگئے هو اور اب تمهیں خدا کے آگے جهکنے کي کوئي ضرورت نہیں رهي ؟ کیا تم کبهي بیمار نہ پڑوگے جبکہ طبیب مایوسي کا پیام دیگا اور عزیز و اقربا دیکهہ دیکهہ کر نا امیدي سے رہ جائینگے ' اور کیا اس وقت تمهیں خدا کو پکارنے اور هر طرف سے مایوس هوکر اسي سے راحت اور سکهہ مانگنے کي ضرورت نہوئي ؟

کـلا اذا بلغـــت التراقي و قیل من راق ' وظـــن انه الفراق ' و التفـــت الساق بالســـاق ' الی ربــك یومئذ المساق ' فلا صـدق و لا صلی ' و لـکن کـذب و تولـی - (۷۵ : ۲۸)

هاں ' جب وہ گهڑي آئے کہ جان ... سے کهنچکر گردن کي هنسلي تک آپهنچے اور دیکهنے والے بول اُٹهیں کہ اسکا علاج کرنے والا کون ہے ؟ اور بیمار خیال کرلے کہ اب کوچ کا وقت آگیا ' اور اسکے درد اور بدچیني کا یہ عالم هو کہ ایک پنڈلي دوسري پنڈلي پر پٹکنے لگے ' سو یہ وہ وقت هوگا کہ الله هي کي طـرف انسان کا کوچ هوگا - پهر بتلاؤ کہ اُس وقت اُس بدبخت کا کیا حال هوگا جس نے نہ تو کبهي خدا کے حکم کو مانا اور نہ کبهي اسکے آگے عبادت کیلیے جهکا. بلکہ همیشہ سچائیوں کو جهٹلایا اور حکموں سے منہ موڑا ؟

* * *

اگر تم کو آنکهیں دي گئي تهیں تو اسي لیے تاکہ تم اسکو دیکهو. اگر تم کو دل دیا گیا تها تو اسی لیے تا صرف اسی کو پیار کرو ' اگر تم کو آنسو دیے گئے تهے تو اسي لیے تاکہ صرف اسی کی یاد میں بہاؤ ' اور اگر تمهاري پیشاني بلند کي گئي تهي تو اسي لیے تا اسي کے آگے جهکاؤ ' پر آہ ' تمهاري زبانیں اسکي حمد کے زمزموں سے محروم هوگئیں ' تمهارے دل اسکي محبت کے پهوڑنے سے اجڑ گئے ' تمهاري روحیں ... اسکي چاهت کي جگہ غیروں کي چاهتیں بهر گئیں ' تمهارے قدم اسکي طرف بڑهنے سے رو جهل هوگئے ' اور تمهاري آنکهوں میں اسکے عشق کے درد و غم کیلیے ایک قطرۂ اشک بهي نہ رها - تمهاري مسجدیں تڑپ رهي هیں کہ راست بازوں کي تڑپتي هوئي اور مضطرب نمازیں انکو نصیب هوں ' مگر حیوانوں ... چار پایوں کے کهڑے رهنے اور اوندهے هوجانے کے سوا وهاں اور کچهہ نہیں هوتا - حالانکہ تمهارا خدا تمهارے کهڑے رهنے اور اوندهے گر پڑنے کا بهوکا نہیں ' اور اگر صرف پانوں کو کهڑا رکهنا هي عبادت هوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کهڑے نہیں رهسکتے : فویل للمصلین الـــذین هم عن صلاتهم ساهون (۱۰۷ : ۴) و اذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالی یراؤن الناس و لا یذکرون الله الا قلیلا (۴ : ۱۴۲)

* * *

بہت هوچکا ' اب بهي چهوڑ دو ' آہ ' بہت سوچکے اب بهي چونک اٹهو ' بہت کم هوچکے اب بهي اپنے کو پالو - خدانے تم کو وہ مہلت دي ہے جس سے بڑهکر آجتک زمین کي کسي مخلوق کو بهي مہلت نہ دي گئي ' پهر نہ هو کہ وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے ' اور تمهاري جگہ کسي اور کو اپني چاهتوں کي شہنشاهي اور اپني محبت کا تاج و تخت دیدے ' جیسا کہ اس نے همیشہ کیا ہے :

و ربك الغني ذو الرحمه ان یشـــاء یذهبکـــم و یستخلف من بعد کم ما یشاء کما انشـــا کم من ذریة قوم آخرین -

اور تمهارا پروردگار بے پروا اور فیاض ہے - اگر وہ چاهیگا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگا اور تمهارے بعد کسي دوسري جماعت کو کهڑا کردیگا جس طرح کہ خود تم کو دوسروں میں سے اُسنے منتخب کیا تها !

اگر تم ... اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے کہ اُسے نہ دوگے ' اور اپني جانوں کو اسکي محبت سے بهي زیادہ پیارا سمجهتے هو کہ ... میں نہ ڈالوگے ' اور اگر تمهارے دلوں کي آهیں تمهارے جگر ... اور تمهاري آنکهوں کے آنسو ' اب اسکے لیے نہیں رہے هیں بلکہ دوسروں کا مال هوگئے هیں ' تو یقین کرو کہ وہ بهي تمهارا محتاج نہیں ہے ' اور اسکي کائنات انسانوں سے بهري پڑي ہے - وہ اگر چاهیگا تو اپنے کلمۂ حق کي خدمت کیلیے درختوں کو چلا دیگا ' پہاڑوں کو متحرک کردیگا ' کنکروں اور خاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں اُٹهنے لگینگي ' پر وہ فاسق اور نا فرمان انسانوں سے کبهي بهي کام نہ لیگا ' اور اپنے پاک کام کي عـــزت کو ... کي گندگي سے کبهي آلودہ نہ هونے دیگا - اور پهر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ سچ دیکها کہ جب تمهارے اندر سے اسکي پکار کو جواب نہ ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبت کے هاتهوں سے اشارہ کررها ہے :

یا ایهـــا الذین امنوا من یرتد منکـــم عن دینه فســـوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبـــونه اذلة علی المومنیـــن اعزة علی الکافـــرین ' یجاهـــدون في سبیل الله ولا یخـــافون لومة لائم ذالك فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو فضل عظیم -

اے مسلمانو ! تم میں سے جو شخص دین حق کي راہ سے پهر جائیگا سو اسے یقین کرنا چاهیے کہ خدا اپنے کلمۂ حق کیلیے اسکا محتاج نہیں ہے - قریب ہے کہ وہ ایک قوم کو نمایاں کرے جو الله کو چاهنے والي هوگي اور الله اسے پیار کریگا - وہ مومنوں کے آگے نہایت عاجز و نرم هونگے پر دشمنان حق کیلیے نہایت مغرور و سرکش ' الله کي راہ میں بیخوف مجاهد هونگے ' اور کسي الزام دینے والے کے الزام کي پروا نہ کرینگے - یہ الله کا بڑا هي فضل ہے - جس کو چاهے چن لے - وہ بڑا هي فضل و کرم والا ہے -

پھر اجتماعي حالت ميں ديکھو تو يہي قانون نظر آتا ہے - طاقتور گھرانے اور نسليں ضعيف گھرانوں اور نسلوں کو مقابلے ميں شکست ديديتي ہيں - قوي قوميں کمزور قوموں کو ہلاک کر ديتي ہيں - جس جماعت اور قوم کے پاس طاقت ہے' وہ طاقت کے قدرتي حق کا حربہ ليکر اٹھتي ہے اور کہتي ہے کہ خدا کي زمين ميرے ليے ہے' کيونکہ ميں طاقتور ہوں - پس تمام کمزور قوميں اسکے دعوے کے آگے جھک جاتي ہيں اور اپني جگہ خالي کرديتي ہيں تا طاقت والي قوميں اسپر قابض ہوجائيں - يہ بھي بقاء اصلح ہے - اصلح نے غير اصلح کو شکست ديدي' اور فطرة نے اصلح اقوام کو بقاء کيليے چھانٹ ليا -

اسي طرح عام طور پر تمام حيوانات کو ديکھو - طاقتور اور اصلح حيوانات باقي رہتے ہيں' ضعيف و غير اصلح مٹ جاتے ہيں يا تو وہ خود اپني جگہ خالي کرديتے ہيں' کيونکہ ضعف کا نتيجہ موت ہے - يا پھر ضعف کي وجہ سے اپنا دفاع نہيں کر سکتے اور طاقت انکو اپنا لقمہ بنا ليتي ہے - شير بکري کو کھا ليتا ہے' بڑي مچھلي چھوٹي مچھلي کو نگل ليتي ہے - ہوا ميں اڑنے والے جانور چھوٹے چھوٹے کيڑوں اور بھنگوں کو ہلاک کرکے اپني غذا بنا ليتے ہيں -

نباتات کو ديکھو' جو درخت طاقتور ہوتا ہے اسي کو زمين اپني گود ميں جگہ ديتي ہے اور جو کمزور ہوجاتا ہے اسکو چھانٹ ديتي ہے - وہ خشک ہوکر فنا ہوجاتا ہے - ايک ہي جگہ دو چيزيں نظر آتي ہيں - ايک بڑے تناور درخت کي جڑيں ہيں جو پھيلي ہوئي ہيں' ساتھہ ہي چھوٹے چھوٹے درختوں کے پودے پاني دے ديکر اگائے گئے ہيں - فطرة بڑے درخت کو باقي رکھنے کيليے چھانٹ ليتي ہے - اسکے پھيلے ہوے ريشے زمين کي تمام رطوبت اور قوة نشوء کو کھينچ ليتے ہيں اور ضعيف پودوں کيليے کچھہ باقي نہيں رہتا - وہ فنا ہوجاتے ہيں - تم ہزاروں درخت لگادو اور صدہا تخم زمين ميں چھڑک دو - پھل وہي لائيگا اور زندگي و بقا اسي کو مليگي' جو اصلح ہوگا - غير اصلح کو زمين قبول نہ کريگي اور وہ اپني غير اصلحيت سے اپني موت کا اعلان کرديگا -

جمادات کا بھي يہي حال ہے - البتہ انکے جمود اور ٹھونس اجزا کي وجہ سے انکے اعمال و تغيرات کي رفتار بہت ہي دھيمي ہے' اور گھڑي کے گھنٹے کي سوئيں کي حرکت کي طرح تم انکي حرکت و تغير کو ديکھہ نہيں سکتے -

اس سے قطع نظر' دنيا ميں وجود اور زندگي ميں سے جو کچھہ ہے' سب بقاء اصلح کے ماتحت ہے - پھر کتنے ہي حيوانات ہيں جو زمين کي گود ميں پيدا ہوے' پر اس نے انہي کو قبول کيا جو اصلح تھے - کتنے ہي انواع حيوانات کي نسليں ہيں جو مدتوں تک زمين ميں چلي پھريں' مگر باقي وہي رہيں جو اصلح تھيں - کتنے ہي درخت اگے اور طرح طرح کي سر سبزياں زمين کي سطح پر نظر آئيں مگر جن ميں ضعف و نقص پيدا ہوگيا' وہ سب کے سب چھانٹ ديے گئے' اور جو تندرست رہے' باقي رکھے گئے - جنگل ميں صدہا درخت کھڑے ہيں - جو سر سبز ہيں' پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوے ہيں' وہي پالے جائينگے' انہي کي رکھوالي کي جائيگي' اور انہي کو زندہ رکھا جائيگا' مگر جو سوکھہ گئے' انکي شاخوں ميں سبز پتے نہ رہے' اور وہ انکے سايے ميں راحت اور آرام باقي نہ رہا' سو وہ کاٹ ديے جائينگے - انکي لکڑياں چولھوں ميں جل جل کر پکاريگي کہ دنيا ميں زندگي صرف اصلح کيليے ہے - غير اصلح کو آگ اور سوختني کے سوا کچھہ نہ مليگا - نظيري نيشاپوري اسي کو کہتا ہے :

تو نخل ميوہ فشاں باش در حديقۂ دہر
کہ کم درخت قوي خشک شد کہ نہ شکستند

آبنوس کے درخت کي لکڑي سے کنگھي بني اور زلف معشوق کي معطر لٹوں سے ہم کنار ہوئي' ليکن اسي کي ہم جنس لکڑياں تھيں جو چولھے ميں جل رہي تھيں' اور اسي گھر کے چولھے ميں جسکے صحن باغ ميں آبنوس کے شانۂ حسين سے دست حسن آرائش پا رہا تھا - غور کرو تو يہ بھي بقاء اصلح ہے - اصلح نے وہي جگہ پائي جو اصلح کيليے تھي - غير اصلح کو وہي جگہ ملي جو اسکے ليے قرار ديدي گئي تھي - فطرة انتخاب کرتي ہے -

اچھا' ايک گھر گر گيا اور ايک کي چھتيں استحکام و استواري کے ساتھہ قائم ہيں - تم نے کبھي سونچا' کہ يہ کيا ہے ؟ کيا يہي نہيں ہے کہ جو عمارت اصلح ہے اور قوي ہے' باقي رہيگي' جو غير اصلح ہے' فنا ہوجائيگي ؟

شہروں کو ديکھو' آباديوں کو ديکھو' زمينوں کو ديکھو' نہروں کو ديکھو' کتنے ہي شہر ايک وقت ميں آباد ہوتے ہيں' پر آگے چلکر چند شہروں کي آبادي بڑھتي اور قائم رہتي ہے - باقي اجڑ جاتے ہيں اور انسانوں کي جگہ زاغ و زغن کا آشيانہ بنتے ہيں - کيوں ؟ اسليے کہ قانون بقاء اصلح نافذ ہے - جو آباد رہا وہ اصلح تھا - جو اجڑ گيا وہ اصلح نہ تھا -

زمين ہر جگہ ايک ہي طرح کي زمين ہے مگر ہر زمين آباد نہيں - آباد وہي ہوتي ہے جو آبادي کے ليے اصلح ہے - تم کہتے ہو کہ اسکي ہوا اچھي ہے' اسکا پاني صحيح ہے' اسکا موسم خوشگوار ہے - الفاظ بہت سے ہوگئے مگر مطلب سبکا ايک ہي ہے - يوں کہو کہ جو زمين آباد رہنے کيليے اصلح تھي وہ آباد رہي' جو اصلح نہ تھي آباد نہ ہوئي - اسکا اصلح نہونا ديکھہ لو - چٹيل ميدان ہے' جنگل ہے' اشرف المخلوقات کي جگہ سانپوں اور کيڑوں کا مسکن ہے !

پھر يہ کيا ہے کہ ايک زمين پر کانٹے نظر آتے ہيں' اور ايک پھولوں اور سرسبزيوں سے بہشت بني ہوئي ہے ؟ اسليے کہ پہلي اصلح نہيں ہے - وہاں پھول نہيں آگتا' وہ مفسد ہے - مفسد کو يہ حق نہيں کہ پھولوں کا تاج اسکے سر پر رکھا جاے - اسکے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا جائيگا - دوسري زمين اصلح ہے - پس وہ دلفريب رنگتوں اور روح پرور عطر بيزيوں سے دلفريب بنائي جائيگي' اور حسن و خوبروئي کا باغ وہاں آراستہ ہوگا -

ايک نہر کيوں سوکھہ گئي ؟ اصلح نہ تھي کيونکہ نہر بننے اور پاني کے جاري رہنے کي قوت اس سے چھن گئي - جمنا اور گنگا کيوں بہہ رہي ہيں ؟ اسليے کہ اصلح ہيں - غير اصلح نالے اور نہريں سب اسي ميں آکر جذب ہوجائينگے -

(عالم معنويات اور بقاء اصلح)

اب چند لمحوں کيليے ايک اور دنيا ميں آؤ - خيالات ہيں' افکار ہيں' علوم ہيں' ايجادات ہيں' تعليمات ہيں' قوانين ہيں' زبانيں ہيں' اسماء ہيں' اصطلاحات ہيں' راگنياں ہيں' ضرب المثليں ہيں' تصنيفات اور کتب ہيں - اس قسم کي تمام چيزوں کو جن کا تم تصور کرسکتے ہو اپنے سامنے لاؤ' اور ديکھو کہ ان سب ميں بھي تنازع البقاء جاري ہے - پھر انتخاب طبيعي ہے' اور بقا و عاقبت اسي کيليے ہے جو اصلح و اوفق ہے - ہزارہا خيالات و افکار پيدا ہوتے اور پھيلتے ہيں - ليکن باقي وہي رہيگا جو اصلح ہے - صدہا علوم قائم ہوے اور صدہا ايجادات کي گئيں' مگر انتخاب طبيعي نے ثابت کرديا کہ جو علوم نافع تھے انکو عروج و اشاعۃ نصيب ہوئي' جو نافع اور اسليے اصلح نہ تھے' مٹ گئے - نافع علوم کے مقابلے ميں نہ ٹھہر سکے - چاندي سونا بنانے کي کيمياء کا فن کتنے عرصہ سے دنيا ميں پيدا ہوچکا ہے ؟ اور کتنے ہي انسانوں نے اسکے ليے اپني زندگياں وقف کردي ہيں ؟ ليکن ديکھو

ہمیشہ یہي دعوا کیا ہے کہ کامیابي و نصرۃ ظاہر ہوکر بتلا دیگي کہ حق کون ہے اور باطل کس کے پاس ہے ؟

یا قوم اعملوا علی مکانتکم	اے لوگ ! تم یہي جگہ کام کرو ، میں
اني عامل فسوف تعلمون	بھي کام کررہا ہوں عنقریب جان
من له عاقبة الدار - انه	جاؤ گے کہ انجام کار کس کیلیے ہے ؟
لا یفلح الظالمون -	اللہ کبھي ظالموں کو فلاح نہیں دیتا -

پس جب تک اس قانون کي حقیقت اور سچائي کو نہ سمجھہ لیا جاے ' اس وقت تک کوئي انسان نہ تو قرآن کو سمجھہ سکتا ہے اور نہ دین حق کے ایمان و حقیقت میں اسکا کوئي حصہ ہوسکتا ہے -

(قانون انتخـاب طبیعي یا بقاء اصلح)

لیکن قبل اسکے کہ اصل بحث شروع ہو ' یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ تمام عالم وجود و حیات میں " تنازع البقاء " یعني بقاء اور زندگي کے قائم رکھنے کیلیے ایک دائمي جنگ اور مقابلہ قائم ہے ' اور اسي حالت سے " انتخاب طبیعي " اور " بقاء امثل و اصلح " کي حقیقت واضح ہوتي ہے - یعني فطرۃ صحیح اور طاقتور کو بقاء اور زندگي کیلیے چھانٹ لیتي ہے اور کمزور و غیر صالح کو فنا کیلیے چھوڑ دیتي ہے -

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر وجود کے اندر اسکي طلب رکھدي ہے کہ اپنے تئیں باقي رکھے اور ہلاک ہونے سے بچاے - یہ بقاء کا عشق اسکي طبیعۃ کا خلقي عشق ہے ' اور اسقدر قوي ہے کہ وہ جو کچھہ کرتا ہے صرف اسي کے لیے کرتا ہے اور اسکي تمام جد و جہد حیاۃ کا مبدء یہي ہے -

لیکن دوسري طرف کائنات ہستي کا یہ حال ہے کہ اسکا ہر گوشہ اور ہر ذرہ اپنے اندر ایک خلقت و مقصد رکھتا ہے اور اسکي کوئي چیز ایسي نہیں ہے جو بغیر کسي وجود و مقصد کے ہو - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا وجود و خلقت اور اعمال خلقت سے بالکل اٹي ہوئي ہے اور اس کا کوئي گوشہ خالي اور بیکار نہیں ہے - اسکي مثال یوں سمجھو کہ ایک مکان ہے اور اسکے صدہا کمرے ہیں ' مگر گھر کا کوئي کمرہ خالي نہیں ہے - اب جب کبھي کوئي شخص گھر کے کسي کمرہ پر قبضہ کرنا چاہیگا تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ اٹھا اور ایک خالي کمرہ میں بس گیا ' بلکہ کوشش کرني پڑیگي کہ اسکو خالي کراے ' اور جو شخص پہلے سے اسمیں موجود ہے وہ یا تو ہٹ جاے یا مٹ جاے -

اس حالت کا قدرتي نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وجود کے بناؤ کیلیے لازمي ہوگیا کہ کسي دوسرے وجود پر بگاڑ طاري ہو ' اور ہر طاقت کے پیدا ہونے کیلیے ضروري ٹھرا کہ کوئي دوسري طاقت کمزور ہوجاے - پس دنیا میں ہر زندگي اپنے کو باقي رکھنا چاہتي ہے ' اور باقي رہنے کیلیے جد و جہد کرتي اور اپني راہ کو صاف کرتي ہے - چونکہ ہر ہستي یہي کررہي اور اسي کیلیے اسکي حرکت و جہد ہے ' اسلیے دنیا میں بقاء کي خواہش و طلب سے کشاکش کي ایک باہمي جنگ قائم ہوگئي ہے - ان گنت فوجیں ہیں جو باہمدگر لڑ رہي ہیں ' ٹکرا رہي ہیں ' ایک دوسرے کو پامال کررہي ہیں ' اور ہر فوج چاہتي ہے کہ کامیاب و فتح مند ہو - خود باقي رہے ' دوسروں کو فنا کردے - حیوانات ' نباتات ' جمادات ' بلکہ تمام معنویات و معقولات میں بھي یہ باہمي جنگ قائم ہے ' اور اس تنازع میں چونکہ بقاء کیلیے فنا مستلزم اور تعمیر بغیر تخریب کے ہو نہیں سکتي ' لہذا ناقص چیز بگڑتي ہے اور سالم وجود بنتا ہے - ناقص جگہ خالي کرتا ہے اور سالم قابض ہوجاتا ہے - اسي حالت کا نام تنازع البقاء ہے اور اسي سے انتخاب طبیعي قانون ہمارے سامنے آتا ہے -

اب اس کشمکش میں کامیابي اور بقا صرف اسیکے لیے ہے جس کے اندر عدل و صحت کي وہ حالت پیدا ہو جاے جسکا نام طاقت اور تندرستي ہے - جسطرح جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا ہے ' ٹھیک اسي طرح اس جنگ میں بھي طاقت

اور صحت فتح پائیگي ' اور ضعف اور نقص شکست کھاکر رفتہ رفتہ مٹ جائیگا - اسي سے قانون مدافعۃ پیدا ہوتا ہے - یعني اس کشمکش میں جو وجود اپنا دفاع طاقت کے ساتھہ کام کرسکے گا اور دوسرے سے مغلوب نہوگا وہي باقي رہیگا -

یہ چیز کہ دنیا میں طاقت اور صحت باقي رہتي ہے اور ضعف و نقص فنا ہو جاتا ہے ' بتلاتي ہے کہ قدرت الہي نے دنیا میں زندہ رہنے ' باقي رہنے ' نشو و نما پانے ' اور غالب ہونے کو صرف طاقت و صحت کا خاصہ قرار دیا ہے ' اور اس کا یہ قانون ہے کہ وہ طاقت کو منتخب کرلیتي ہے تاکہ وہ باقي رہے اور ضعف کو چھانٹ دیتي ہے تاکہ وہ ہلاک ہوجاے - پس در اصل یہ فطرۃ کا قانون انتخاب ہے - طاقت کو باقي رکھنے کیلیے الگ کرلینا اور ضعف کو ہلاکت کیلیے جدا کردینا - اسي کا نام انتخاب طبیعي اور نیچرل سلکشن ہے -

(بقـــاء اصلــح و امثل)

اسي انتخاب طبیعي سے بقاء اصلح کي حقیقت واضح ہوتي ہے - انتخاب طبیعي کے معني یہ ہیں کہ فطرۃ دنیا میں صرف طاقت و صحت اور سلامتي و موفقیت کو باقي رکھتي ہے - پس اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو وجود سب سے زیادہ طاقتور ' تندرست ' صحیح و سالم ' اور نقص و خرابي سے پاک ہوگا ' وہي باقي رہیگا ' اور جو ایسا نہیں ہے وہ مٹا دیا جائیگا - یہي معنی بقاء اصلح کے ہیں - اصلح یعني ارفق ' امثل ' اجود ' اعدل ' اسلم ' اصح ' اور اقوی -

اب دنیا پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کي ہر خلقت اور حیات و وجود کے ہر گوشہ میں کس طرح قانون بقاء اصلح نافذ ہے اور بغیر انقطاع و تزلزل کے کام کررہا ہے ؟

حیوانات میں سب سے پہلے خود انسان کو دیکھو ' انفراد کي حالت میں بھي جانچو اور اجتماع کي حالت میں بھي مطالعہ کرو - انسان کا جسم طرح طرح کے اعضاء داخلي و خارجي سے مرکب ہے اور ان سب کے افعال ہیں ' خواص ہیں ' باہم ترتیب و امتزاج کا اعتدال ہے ' اور پھر اس سے قوت اور ضعف ' صحت اور بیماري ' نقص اور سلامتي کي مختلف حالتیں اسپر طاري ہوتي رہتي ہیں -

پس سب سے پہلے تو اسکے ہاتھہ میں شکار کا برچھا ' عملیات کا آلہ ' جد و جہد کا متحرک ہاتھہ ' اور طلب نفع و سود کا ولولۂ فطري ' اور ہجوم و دفاع کا بڑھنا اور ہٹنا نظر آتا ہے - وہ اپنے کو باقي رکھنے اور قوي بنانے کیلیے جن جن چیزوں کا محتاج ہے ' ان میں سے ہر چیز کو جد و جہد کرکے حاصل کرتا ہے اور اپنے وجود کے بقاء کے عشق میں صدہا وجودوں کو مٹادیتا ہے - وہ جانوروں کو ہلاک کرتا اور انکا گوشت کھاتا ہے - ان جانوروں کے مقابلے میں وہ اصلح ہے ' پس اصلح کیلیے غیر اصلح فنا ہوجاتے اور اصلح اضعف کو مٹا دیتا ہے - وہ اپنے تمام اعمال حیات میں فوائد و قوی کو حاصل کرتا اور مضرت کو دور کرتا ہے - اسکے بھي یہي معني ہیں کہ وہ باقي رہنے کیلیے اپنے کو قوي بناتا اور ضعف و اضمحلال سے بچتا ہے - وہ ہلاکت کے ہر حملے کو اپنے سے دور کرتا ' انکے دور کرنے کے وسائل عمل میں لاتا ' اور ہر نقصان پہنچانے والے اثر کو دفع کرتا ہے - یہ بھي وہي طلب بقاء اور اصلح بننے کي سعي ہے - اسي طرح اسکے تمام اعمال کو دیکھہ جاؤ - سب کے اندر یہي چیز نظر آئیگي - پھر اسکے بعد دیکھوگے کہ جب انسان کے اندر ضعف پیدا ہوگیا ' نقص پیدا ہوگیا ' فتور آگیا ' اعتدال سے انحراف ہوگیا ' اسکے کارخانۂ جسم کا کوئي پرزا ٹوٹ گیا ' زنگ آلود ہوگیا ' یا اور کوئي ایسي حالت طاري ہوگئي جس کے بعد وہ اصلح نہ رہا اور ضعف و نقص اسپر چھا گیا ' سو اسکا قدرتي نتیجہ یہ نکلیگا کہ وہ ہلاک ہوجائیگا اور باقي رہنے کے قابل نہ رہیگا - فطرۃ اسکو چھانٹ دیگي ' کیونکہ وہ کہتي ہے کہ میري دنیا صرف اصلح ' اسلم ' اور اقوی کیلیے ہے - ناقص یہاں نہیں بس سکتا -

یہ تشابہ و تماثل جنین میں اور بھی زیادہ نمایاں ہوتا ہے - انسان ، چرپاے ، اور پرندے کے جنین اپنے دور اول میں اسدرجہ متشابہ ہوتے ہیں کہ تمیز مشکل ہوتی ہے -

(مسئلۂ وحدت اصل انواع)

یہ گونہ گوں انواع و اصناف مستقل بالذات ہیں یا ایک دوسرے سے مشتق و منشعب ؟ یعنی ہر نوع الگ الگ اپنا نوعی وجود و اصل رکھتی ہے یا باہم ایک دوسرے سے نکلی ہوئی ہیں ؟ یہ ایک گرہ ہے جسکی کشایش سے تشابہ اور تباین دونوں عاجز ہیں -

مختلف طبقات ارضی کے درس کے لیے عرصہ سے جابجا زمیند. کھودی جارہی ہیں - اس سلسلہ میں بہت سے حیوانات کے آثار و بقایا بھی دستیاب ہوے ہیں - ان آثار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انواع مستقل بالذات نہیں ہیں بلکہ تشبیہ کی زبان میں ایک درخت کی مختلف شاخیں ہیں - بعدی ایک ہی نوع سے تمام نوعیں نکل آئی ہیں - سب سے پہلے فرانس کے چند پروفیسر یعنی علامۂ مالیہ ، لا مارک ، ایتان ، جو فرسان ، ہیلر وغیرہ نے اس وحدت اصل کے مسئلہ پر غور کیا ، اور اسکو نظریہ کی صورت میں پیش کیا - مگر شرح و بسط اور دلائل و براہین سے اسکو اسدرجہ مستحکم نہ کرسکے کہ عالم علمی میں آواز بازگشت پیدا کرسکتا -

اس مسئلہ کیلیے ان علماء فرانس کی تحقیقات فی الحقیقت ایک دوسرا دور تھا - پہلا دور حکماء اسلام کا ہے جنہوں نے اس نظریہ کی صدا سب سے پہلے بلند کی - علامۂ ابن مسکویہ صاحب فوز الاصغر ، مصنفین رسائل اخوان الصفاء ، امام راغب اصفہانی ، مولانا روم ، حکیم سنائی ، اور عمر خیام وہ حکماء ہیں جنہوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں ہیلر اور لا مارک سے کہیں پہلے اسے واضح کرنا چاہا -

ڈارون نے اس مسئلہ کو اپنے ہاتھہ میں لیا ، اور ایک طویل درس و مطالعہ ، غور و فکر ، اور کد و کاوش کے بعد اس بلند آہنگی سے اس کا صور پھونکا کہ تمام عالم علمی گونج اٹھا - یہ اس مسئلہ کا تیسرا دور ہے ، اور اسی دور میں آکر اس نظریہ نے مقبولیت حاصل کی ہے -

(قانون تنازع البقاء)

دنیا میں ایک طرف ہر شے کو اپنا وجود عزیز ہے اور اسکے حفظ و بقاء کے لیے ساعی و کوشاں ہے ، دوسری طرف بعض کا وجود بعض کے فنا کے ساتھہ وابستہ - اسلیے تمام عالم میں ایک جنگ بپا ہے ، اور ہر شے اسمیں حملہ آور یا مدافعہ کی حیثیت سے مصروف پیکار ہے - یہی جد و جہد ہے جسکو (Struggle for Existence) کہتے ہیں - اور عربی میں اسکا ترجمہ " تنازع البقاء " ہے یعنی اپنی بقاء و قیام کیلیے عالم وجود کی ہر شے ایک دوسرے سے کشمکش اور تصادم میں ہے -

جنگ کا قاعدہ ہے کہ اسمیں قوی اپنے سر پر فتح کے نشان اڑاتا ہے اور ضعیف مذلت و شکست کی خاک - اس قاعدہ عامہ کی بناء پر اس مخصوص جنگ میں بھی طاقتور سر بلند و فتحیاب ہوتا ہے ، اور کمزور پامال و مقہور - چونکہ جنگ برابر جاری رہتی ہے اسلیے نتیجۂ لازمی یعنی پامالی کی ضربیں کمزور پر برابر بڑھتی ہیں - یہ پیہم ضربیں ضعیف کے نقش ہستی کو بتدریج پامال کردیتی ہیں - یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مرقع کائنات اس سے خالی ہو جاتا ہے -

یا یوں کہو کہ بقاء و استمرار وجود ایک خلعت ہے جو صرف اسی کو ملتا ہے جسکو تمام ہمچشموں اور حریفوں پر برتری و تفوق حاصل ہو - معیار تفوق کیا ہے ؟ کشاکش ہستی میں غلبہ و چیرہ دستی - پس جو شخص اسمیں بوجہ قوت کے غالب ہوتا ہے اسکو طبیعت (نیچر) چن لیتی ہے اور یہ خلعت بے بہا بخشدیتی ہے -

گو تعبیریں دو ہیں - مقصد و مفاد ایک ہے - یعنی بقاء قوی اور فناء ضعیف -

تعبیر کی طرح نام بھی دو ہیں - ڈارون اور اسکے پیرو اسکو انتخاب طبیعی یا (Natural Selection) کہتے ہیں ، اور پروفیسر ویلز اور ہمنوایان ویلز بقاء اصلح یعنی (Survival of the Fittest)

(تشریح)

تمام اجسام موثرات خارجیہ ، موسم ، غذا ، طرز بود ماند وغیرہ سے متاثر ہوتے ہیں -

برفستان کے باشندے گورے برف کی طرح سفید ہوتے ہیں - اگر انمیں سے کوئی انسان کسی تپتے ہوے گرم ریگستان میں رہنے لگے تو اس کا رنگ خراب ہوجائیگا ، تاہم صباحت قائم رہیگی - چند نسلوں کے بعد یہ صباحت ملاحت سے بدلجائیگی - ایک زمانے کے بعد نسلیں سبزہ رنگ ہونے لگینگی - اسکے بعد پھر سیاہ فام - جن خاندانوں کے پیشرو برف کی طرح سفید تھے ، اب انکی یادگاریں بھونرے کی طرح سیاہ ہیں -

موثرات خارجیہ کی تاثیر کی یہ ایک نہایت سادہ اور عام الوقوع مثال ہے - رنگ کی طرح اعضاء کی ساخت ، قوی ، بلکہ نفس وجود تک اثر پذیر ہوتا ہے -

شیر ایک درندہ ہے - قدرۃ اسکے پنجوں میں ناخن اور دانتوں میں کچلیاں ہوتی ہیں - یہ ناخن اور کچلیاں تیز اور زود شگاف ہوتی ہیں - لیکن فرض کرو کہ شیروں کی ایک جماعت کسی

(صفحہ ۱۰ کے نوٹ)

(۱) انگریزی میں (Fibre) ان بال یا تاگے کی طرح باریک اور لمبے اجسام کو کہتے ہیں جن سے رگیں اور نسیج مرکب ہیں - عربی میں اسکا ترجمہ "لیف" ہے جسکی جمع الیاف آتی ہے - فائبر کے لفظی معنی " ریشہ " کے ہیں کیونکہ وہ دیکھنے میں بالکل مثل ریشے کے معلوم ہوتے ہیں - ہم نے لیف کی جگہ اردو کے ایک سبک اور سہل لفظ یعنی " ریشے " کو اصطلاح کیلیے مناسب سمجھا ، اور یہ اپنے معنی پر پوری طرح حاوی بھی ہے -

(۲) حویصلہ (جمع حویصلات) وہ مجوف چھوٹا سا جسم جسمیں کوئی خلط پائی جاے - یہی کرہ ہے جسمیں حیوانات منویہ پیدا ہوتے ہیں - انکو انگریزی میں (Vesicle) کہتے ہیں -

(۳) فن تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھہ کا ڈھیلا دو قسم کی رطوبتوں سے لبریز ہوتا ہے - اول پانی کی طرح ایک سیال رطوبت ، جسکے دو خزانے ہوتے ہیں - اور دونوں خزانوں کے درمیان ایک پردہ سا حائل ہوتا ہے - عربی میں اس رطوبت کو رطوبت مائیہ اور اس حجاب کو قزحیہ کہتے ہیں - انگریزی میں دونوں کو علی الترتیب (Aqueous humours) اور (Iris of eye) کہتے ہیں -

(۴) یہ دوسری رطوبت ہے جو منجمد اور عدسی صورت میں (عدسی صورت میں یعنی دال کی طرح) ایک آبگینی جسم میں پائی جاتی ہے - اسکو عربی میں رطوبت بلوریہ اور انگریزی میں (Vitreoushumours) کہتے ہیں -

(۱) پروفیسر ویلز موجودہ عہد کا مشہور حکیم طبیعی اور مذہب نشو و ارتقاء کا ایک رکن اعظم تھا - دو سال ہوے کہ اس نے انتقال کیا - اسکے حالات الہلال کی چوتھی جلد میں مفصل شائع ہوچکے ہیں -

انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ اسکا نفس ہے - باہر جو کچھہ ہے وہ افاق ہے - قران حکیم نے جا بجا اسے تنبیہ کی ہے کہ اپنے اندر بھي دیکھے اور اپنے سے باہر کو بھي سمجھے - یعنے انفس اور افاق دونوں پر تفکر کرے : و سنریهم ایاتنا في الافاق و في انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (۴۱ : ۵۳) عنقریب وہ الله کي نشانیاں افاق اور انفس میں یعنے اپنے سے باہر اور اپنے اندر دیکھینگے - یہ مشاهدہ حقیقت اصلي کو انپر کھولدیگا اور وہ پالینگے کہ بلا شبہ دین الهي کي دعوۃ حق ہے - دوسري جگہ زور دیا و في انفسکم افلا تبصرون - تم اپنے اندر نہیں دیکھتے کہ کیا ہے ؟ اگر تم دیکھو تو تمھیں معلوم ہوجاے کہ شریعۃ الهي کوئي نئي چیز تم سے نہیں چاھتي - تمھاري فطرۃ اصلي ھي کا ظهور خالص چاھتي ہے - اسي کا نام دین قیم ہے -

(استشهاد و طـریق استشهاد)

سورۂ و التین نے اسي حقیقت کو بیان کیا ہے اور اسپر شهادت پیش کي ہے - بیان بمنزلۂ دعوے کے ہے ' اور شهادت اسکي دلیل ہے - دعوا تمھیں معلوم ہوچکا : لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم - ہم نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا ہے - اب دلیل کا حصہ باقي ہے ' لیکن قبل اسکے کہ دلائل پر نظر ڈالیں ' اسپر غور کرلینا چاھیے کہ اُس غلطي کا اصلي سبب کیا تھا ' جسکو سورۂ والتین دور کرنا چاھتي ہے ؟

اسکا اصلي سبب اعمال انساني کي رنگا رنگي اور بوقلموني تھي - انسان نے جب اپنے آپکو دیکھنا چاھا تو اپني فطرۃ کو نہ دیکھہ سکا کہ وہ محجوب و مستور ہوگئي تھي - اس نے اپنے اعمال و افعال کو دیکھا اور انکے اندر ایک عجیب متضاد اختلاف نظر آیا - اس نے دیکھا کہ نیکي اور بدي دونوں باهم دست و گریباں هیں - اگر ایک طرف اسکے اندر نیکي و شرافت کے رقیق و لطیف جذبات نظر آتے هیں ' تو دوسري طرف درندگي و بہیمیت کي خوفناکي بھي نظر آتي ہے - اگر وہ فرشتوں کي طرح محبت و احسان کي آنکھیں رکھتا ہے ' تو بھیڑیوں اور بچھوؤں کي طرح اسکے پاس حرص و غرض کا پنجہ اور خونریزي و سفاکي کي زهریلي ڈنک بھي ہے - اگر ایک طرف پادشاهوں کے زرنگار تخت ' اور حکموں اور فرمانروائیوں کي عظمت و کبریائي نظر آتي ہے جو انساني عظمت و جلال کي شهادتیں دے رهي هیں ' تو انهي کے سامنے غلاموں کي پا بزنجیر صفیں بھي دست بستہ کھڑي هیں جو انسان کو کتے اور بلي سے بھي زیادہ حقیر ثابت کر رهي هیں ' کیونکہ نہ تو کتے نے اپنے جیسے کتے کے آگے سر جھکایا اور نہ بلي نے کبھي بلي کو سجدہ کیا -

اس نے دیکھا کہ یہي انسان حاکم بھي ہے محکوم بھي ساجد بھي ہے مسجود بھي ' عالم بھي ہے جاهل بھي ' عاقل بھي ہے ابلہ بھي ' نیک بھي ہے بد بھي ' شهنشاهي کا تخت ' حکمراني کا فرمان ' فتح مندي کي تلوار ' نیکي کي فرشتگي ' اور سچائي کي قدوسیت بھي رهي ہے - اور غلامي کي خاک ' محکومي کي ذلت ' مقتولي کي گردن ' بدي کي شیطنت ' اور شر کي رذالت بھي ۔ اسکے سوا اور کوئي نہیں !

یہي انسان ہے جو رات کو دروازوں پر پاسباني کرتا ہے تاکہ اسکے هم جنس گھر کے اندر امن سے سوئیں ' اور یہي انسان ہے کہ دوسرے طرف سے آکر مکان میں نقب بھي لگاتا ہے تاکہ اپنے هم جنسوں کو دکھہ اور نقصان پہنچاے - اگر عبادت گاهوں کے اندر فرشتے نہیں آتے بلکہ انسان ھي ہوتے هیں ' تو ڈاکوؤں کے جتھوں کے اندر بھي بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم ھي کي اولاد ہوتي ہے -

پس اعمال انساني کي اس رنگارنگي اور نور و ظلمت کے اس اختلاط کو دیکھکر وہ اس دھوکے میں پڑگیا کہ جس مخلوق کے اعمال کا یہ حال ہے ' اسکي فطرۃ کا بھي یہي حال ہوگا - اگر وہ اپنے اعمال کے اندر نیکي اور بدي اور عظمت و ذلت دونوں رکھتا ہے ' تو اسکي فطرۃ کے اندر بھي نیکي و بدي اور فوز و خسران دونوں ہونگے - اگر وہ اپنے اعمال اور نتائج اعمال کے اندر عظمت کا تخت اور ذلت کي بندگي ' دونوں جلوے دکھلاتا ہے ' تو اپني فطرۃ کے اندر بھي طاقت و تسلط اور مقهوریت و مخذولیت ' دونوں رکھتا ہوگا -

اس نے اعمال کو دیکھکر فطرۃ کیلیے حکم لگانا چاھا ' اور اسکے افراد کي حالت کو دیکھکر نوع کیلیے فیصلہ کردیا -

اسي غلطي نے اسکے اندر یہ عقیدہ پیدا کیا کہ هم صرف برائي اور نیکي ھي کیلیے نہیں هیں جیسا کہ بعض افراد نظر آتے هیں ' بلکہ حقیر ہونے اور برے رهنے کیلیے بھي هیں جسطرح کہ اکثر افراد شهادت دیتے هیں - پس نیکي اور برائي دونوں کیلیے اسمیں ایک مانوس قناعت پیدا ہوگئي ' اور اس غیر صالح قناعت نے عزم اور همت کي پیاس کو بالکل بجھادیا - ایک غلام ساري عمر غلامي اور بندگي میں خوش خوش گذار دیتا ہے ' اور کبھي اسکے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں بھي ویسا ھي انسان هوں جیسا میرا آقا ' پھر میں کیوں صرف بندگي کیلیے هوں اور یہ کیوں آقائي کیلیے ؟ ایک محکوم قوم ویسي ھي خوشي اور سکھہ کے ساتھہ غلامي کي خاک پر لوٹتي ہے ' جسطرح ایک حاکم قوم عزت و عظمت کے تخت پر فرمانروائي کرتي ہے ' اور کبھي اسکے اندر یہ بیقراري نہیں اٹھتي کہ هم بھي انسان هیں ' همارے پاس بھي وہ سب کچھہ ہے جو ان حاکموں کے پاس ہے ' پھر هم کیوں ذلت کیلیے هیں اور یہ کیوں عظمت و فرمانروائي کیلیے ؟ هزاروں مزدور هیں جو کارخانوں میں پھرکیوں کي طرح چکر کھاتے هیں اور اسمیں اتنے ھي خوش ہوتے هیں جسقدر کارخانہ کا مالک - لیکن کبھي ان میں یہ تڑپ نہیں اٹھتي کہ اگر هم بھي چاهیں تو کارخانہ کے مزدور کي جگہ کارخانے کے مالک بن سکتے هیں ' اور یہ کیا ہے کہ همارے ھي طرح انسان همارے مالک بنگئے ؟ پھر اسي طرح دیکھو کہ هزارها انسان هیں جو طرح طرح کي بدیوں اور خباثتوں کي گندگیوں میں ڈوبے ہوے هیں ' مگر کبھي نہیں سونچتے کہ نیک و پاک انسان بھي آخر همارے ھي طرح انسان هیں ' یہ کیوں ہے کہ وہ نیک هیں مگر هم نیکي کیلیے جنبش نہیں کرسکتے ؟

هر طرح کي مثالیں سامنے لاؤ ' اور ادنی و اعلی حالتوں کے اختلاف کے جسقدر پہلو ہوسکتے هیں ' ان سب پر نظر ڈالو - تم پاؤگے کہ پستي و ذلت اور بدي و شرارت کي هر زندگي کے اندر ایک باطل قناعت اور قاتل بے حسي پیدا ہوگئي ہے ' اور یہي قناعت و بے حسي قوتوں کو پامال اور انسانیۃ اعلی کي تمام بڑي سے بڑي طاقتوں کو ضائع کر رهي ہے -

اب غور کرو کہ یہ حالت کیوں پیدا ہوئي ؟ اسکا سبب بجز اسکے اور کچھہ نظر نہیں آئیگا کہ چونکہ انسان کے اعمال اور اسکے ثمرات متضاد اور مخلوط هیں ' اور اکثر حالتوں میں پستي و ناکامي کے نمونے زیادہ ' اور عظمت و کامراني کے امثال کم هیں ' اسلیے هر نامرادي کي حالت میں انسان نے نامرادوں پر نظر ڈالي ' اور هر برائي کي زندگي میں اس نے بروں کو دیکھا - یعني نامرادوں کو دیکھکر اپني نامرادي پر ' گرے ہوؤں کو دیکھکر اپني گري ہوئي حالت پر ' بروں کو دیکھکر اپني برائیوں پر وہ ایک طرح کا استدلال کرنے لگا ' اور انسے شهادت لا کر اپني حالت کو فطري اور لابدي سمجھنے لگا - اس غلط استشهاد نے اسکے اندر غلط قناعت پیدا کي ' اسکے احساس کو فنا کردیا ' اسکي طلب بجھہ گئي ' اور وہ اپني ذلت و برائي کو اصلي اور شدني چیز سمجھکر ایک بناوٹي خوشحالي میں مبتلا ہوگیا - غلام کے اندر آقا بننے کا کیوں جوش نہیں اٹھتا ؟ اسلیے کہ وہ اپنے جیسے غلاموں کو دیکھتا ہے اور

ایسے جنگل میں پہنچ جاے جہاں اسے گوشت نہ ملے تو کیا ہوگا ؟ اکثر تو مرجائینگے - کچھہ ایسے سخت جاں ہونگے کہ جی بچینگے - بھوک کی شدت انکے لیے گھانس پتوں کو گوارا کردیگی - وہ سبزی کھانا شروع کردینگے - آنے والی نسلیں اسی عالم میں آنکھہ کھولینگی' انکے لیے یہ معمولی بات ہوگی - ایک معتدبہ زمانے کے بعد تمام آلات و اعضاء سبعیت و درندگی یعنی بڑے بڑے دانت' خونخوار پنجے' قوی اور ہضم کن معدہ' یہ سب کے سب بوجہ تعطیل و عدم استعمال ازکاررفتہ ہوجائینگے' اور اسکے بعد یا تو یہ نسل ضعیف ہوتے ہوتے فنا ہوجائیگی' یا باقی رہیگی مگر بالکل ایک نئے قسم کا شیر بنکر -

گوشت خور (Carnivora) جانوروں کی آنتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور نبات خور جانوروں کی لمبی - جب اس جماعت کی کئی نسلیں نباتات خوری کے عالم میں گذربنگی تو انکی آنتیں بھی گزشت خور جانوروں کی طرح لمبی ہوجائینگی - آنتوں کی طرح وہ تمام اعضاء بھی نشو و نما پائینگے' جنکی گوشت خور زندگی میں ضرورت ہونی ہے -

اب فرض کرو کہ اس خاندان کے چند اعضاء کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں انکو غذا صرف پانی میں ملسکتی ہو تو پھر کیا ہوگا؟ سابق کی طرح یہ بھی اسی کے خوگر ہوجائینگے - اب وہ اعضاء بھی مضمحل و افسردہ ہوجائینگے جو نباتات خوری کی زندگی میں بڑھے تھے - جبکہ وہ زمین میں اپنی غذا ڈھونڈھتے تھے - اور انکے بدلے اب وہ اعضاء بڑھینگے جنکی ضرورت اس تیسری زندگی میں ہوگی -

مختصراً یہ کہ جب غذا کا تغیر ایک عرصہ تک جاری رہتا ہے تو اسکے بعد اعضاء میں بھی تغیر ہو جاتا ہے -

مؤثرات خارجیہ سے اعضاء میں تغیرات کا ہونا محض امکان و احتمال یا فرض و تخمین ہی نہیں ہے' بلکہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ایک نوع کے مختلف ممالک میں رہنے والے افراد کے باہمی موازنہ کے وقت صاف نظر آ جاتا ہے' اور انکار کی گنجایش نہیں رہتی -

یہی وہ قانون طبیعۃ ہے جسکا اصطلاحی نام عربی میں مطابقت اور انگریزی میں (Adaptation) ہے -

کسی نسل کے اسلاف (پہلوں) میں مؤثرات خارجیہ سے جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں' وہ ابتداً عارضی ہوتے ہیں' مگر ساتھہ ہی آنے والی نسلوں میں برابر مستقل ہوتے رہتے ہیں - جسقدر زمانہ گزرتا جاتا ہے' اتنے ہی وہ مستحکم اور راسخ ہوتے جاتے ہیں - جب زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو پھر یہ تغیرات اسدرجہ راسخ ہوجاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو وہ عارضی تغیر کے بدلے جوہری و اصلی معلوم ہوتے ہیں - اور اسی بنا پر ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ اصلاً مختلف انواع ہیں -

تمام اختلافات جن کو لوگ اصلی و جوہری سمجھتے ہیں انکی سراغ رسانی کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وہ بسیط سادہ' اور عارضی تغیرات تھے جو مؤثرات خارجیہ کیوجہ سے پیدا ہوے تھے - پھر نسلاً بعد نسل دائمی' راسخ' مرکب' اور روز افزوں ہوتے گئے یہی چیز قانون وراثت یا (Heredity) ہے -

تنازع البقاء' انتخاب طبیعی بقاء اصلح' مطابقت' اور وراثت' یہی چارستون ہیں جن پر نظریہ ڈارون کی عمارت قائم ہے -

تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ڈارون اصناف و انواع کے تعدد کا سرچشمہ زیادہ تر قانون مطابقت اور قانون وراثت ہی کو قرار دیتا ہے -

یہاں تک مذہب نشو و ارتقاء کا خلاصہ بطور تمہید کے بیان کیا گیا - اب ہم دوسرے نمبر میں بتلائینگے کہ "تحول الفجائی" سے مقصود کیا ہے ؟ اور کہاں تک وہ قابل رد یا قابل قبول ہے ؟

اسئلۃ واجوبتها

تفسیر سورۃ و التین

اقسام القران

(۲)

گذشتہ صحبت میں یہ مسئلہ ایک حد تک واضح ہو چکا ہے سورۂ والتین کا موضوع اصلی فطرۃ صادقۂ انسانی کے شرف و خیریت کا اعلان ہے' اور یہ بتلانا ہے کہ انسان نے اپنی حقیقت و فطرۃ کے متعلق جسقدر مایوس فیصلہ کیے ہیں وہ سب غلط ہیں' نہ تو الله نے اسکی فطرۃ کو شر اور بدی کیلیے بنایا ہے اور نہ اسکی حقیقت اسقدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ کائنات ہستی کے ہر وجود و ظہور کے آگے جھک جاے' اور انکے کرشموں کے سامنے اپنے تئیں حقیر و لاچار سمجھہ لے - اگر وہ اپنی فطرۃ صادقہ کو عمل غیر صالح سے پامال نہ کرے تو وہ دنیا میں بڑی سے بڑی عظمت حاصل کرسکتا ہے -

اس موقعہ پر اسقدر اور سمجھہ لینا چاہیے کہ انسان کا اپنی فطرۃ صادقہ کی حقیقت سے بیخبر رہنا' در اصل اسکی تمام ناکامیوں کی اصلی جڑ ہے - کائنات عالم کے دائرۂ حقیقت کیلیے اسکا وجود بمنزلۂ ایک نقطۂ و مرکز کے ہے' پس جب تک انسان اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں پائیگا' وہ تمام عالم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا' اور حقیقت کو نہیں پا سکتا تو اپنی تخلیق کی غرض و مقصد کو بھی پورا نہیں کر سکتا - سب سے پہلی چیز یہ تھی کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے اسکے لیے ہے' وہ کسی کیلیے نہیں ہے - لیکن اپنے شرف و عظمت اور خیریت و حرمت کے احتجاب نے اس حقیقت تک پہنچنے نہ دیا - وہ کائنات عالم کے ادنے ادنے جلووں سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوگیا' اور سمجھنے لگا کہ جب بجلی کی چمک مجھسے بڑی ہے' سمندر کا طوفان مجھسے زیادہ قہار ہے' شیر کا پنجہ مجھسے زیادہ قوی ہے' ہاتھی کا وجود مجھسے زیادہ عظیم ہے' حتی کہ مچھر کی ڈنک اور رینگنے والے زہریلے کیڑوں کا زہر بھی میرے لیے سخت خوفناک ہے' تو پھر میری ہستی کیا ہے اور مجھہ میں کونسی بڑائی ہو سکتی ہے ؟ اسی خیال کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو اسنے اینٹ اور پتھر تک کی پوجا شروع کردی' اور دوسری طرف اپنے وجود کو اسقدر ذلیل سمجھہ لیا کہ جھکنے' گرنے' لوٹنے' پوجنے' اور بندگی کرنے کے لیے اسکے اندر ایک قوی اور دائمی استعداد پیدا ہوگئی - اس صناعی و خارجی ضلالت سے ہر قوۃ نے غیر فطری فائدہ اٹھایا' اور جب چاہا ایک ادنی کرشمۂ قوت دکھلا کر اسکے جسم و دماغ کو اپنے آگے جھکا دیا -

تحقیر و تذلیل نفس انسانی کی یہ انتہائی حالت اسی کا نتیجہ تھی کہ اس نے اپنی فطرۃ کی خیریت کو نہ سمجھا اور ہمیشہ اسکے خلاف فیصلہ کیا - اس نے چارپایوں کو دیکھا اور سانپوں اور بھیڑیوں کی درندگی و خوفناکی پر نظر ڈالی' پھر اسی طرح اپنی نسبت بھی فیصلہ کرلیا کہ اسمیں بدی اور بہیمیت کے سوا کچھہ نہیں ہے' اور اگر نیکی کا کوئی جزء ہے بھی' تو وہ بدی کے ساتھہ ممزوج و مخلوط یعنی ملا جلا ہے -

یہ تنزل انسانی کی اصلی علت اور انسانیۃ اعلی اور خلقۃ کبری کی گم شدگی تھی - سورۂ والتین نے اسی کا سراغ بتلایا ہے - پس فی الحقیقت اسکا موضوع انسانیۃ اعلی کا اعلان ہے -

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم - ثم رددناه اسفل سافلين - الا الذين آمنوا و عملو الصالحات فلهم اجر غير ممنون ' فما يكذبك بعد بالدين ا ليس الله باحكم الحاكمين -

انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا - پھر اسکو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا - مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح کیے تو انکے اعمال کے نتائج صرف بہتری ہی کیلیے ہیں - انکے عمل صالح کا بدلہ کبھی منقطع نہوگا - ہمیشہ پھل دیگا - پس اس حقیقت کے سمجھہ لینے کے بعد کون ہے جو اعمال کے نتائج سے انکار کریگا ' اور اس بارے میں رسول کی تعلیم کو جھٹلائیگا ؟ کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا ہی نہیں ہے جسکے قانون جزا و سزا میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی ؟

(تفصیل استشہاد)

حضرة نوح علیه السلام کے بعد دین الہی کا سلسلہ حضرة ابراهیم خلیل الله علیه السلام سے شروع ہوتا ہے ' اور ظہور اسلام اسی کا آخری مکمل ظہور ہے - حضرة ابراهیم کی نسل سے بنو اسرائیل پیدا ہوے جنکے احیاء کیلیے حضرة موسی کی دعوة کا ظہور ہوا اور انہوں نے بنو اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نکال کر عزت و خلافت کے درجہ پر پہنچا دیا - انکے بعد جب بنو اسرائیل نے پھر الله کے احکام سے سرتابی کی اور اصلاح کی جگہ افساد کا طریق اختیار کیا تو روز بروز تنزل و تسفل میں مبتلا ہونے لگے ' پس انبیاء مجددین کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ یکے بعد دیگرے اصلاح کرتے رہے - لیکن سلسلۂ تنزل بھی برابر بڑھتا گیا - حتی کہ وراثت ارضی سے بنو اسرائیل محروم ہوگئے اور انپر یکسر تباہی و بربادی طاری ہوگئی - اسوقت حضرت عیسی علیه السلام کی دعوة کا ظہور ہوا ' جن پر چند غریب اور فاقہ مست انسان ایمان لاے ' لیکن الله نے انہی غریب مچھیروں اور فقیروں کو یہ درجہ دیا کہ انکی دعوة و تبلیغ عالم میں پھیلی ' اور تمام روم و یونان میں مسیحی مذہب پھیل گیا -

پس انسان کے اعمال عظیمہ و صالحہ کے ان مظاہر کے تین قریبی درجے ہوے :

(۱) دین الہی کی وہ بنیاد جو بیابان حجاز میں حضرة ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام نے ڈالی ' اور اسکی اینٹیں رکھتے ہوے امة مسلمه کے ظہور کی دعا مانگی :

و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل : ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم ! (۲ : ۱۲۱)

اور جب حضرة ابراهیم و حضرة اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں رکھہ رہے تھے ' تو انکی زبانوں پر یہ پاک دعا جاری تھی : اے پروردگار ! ہمارے اس کام کو قبول کرلے - تو دعاوں کا سننے والا ہے اور تو ہماری نیتوں کو خوب جاننے والا ہے !

الله تعالی نے اس دعا کو قبول کیا ' نسل اسماعیلی سے امة مسلمه کا ظہور ہوا ' اور وہ آخری معلم ربانی آگیا جس نے تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیۂ الہی سے جماعة مومنین پیدا کردی -

(۲) دعوة موسوی کی وہ روشنی جو طور سینا پر چمکی اور وادی ایمن کے بقعہ مبارکہ سے " انی انا الله رب العالمین " کی صداء حق اٹھی :

فلما اتاها نودي من شاطي الواد الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسی ! انی انا الله رب العالمین ! !

پس جب موسی کوہ طور کے پاس پہنچے تو وادی ایمن کے کنارے کہ زمین کا ایک مبارک حصہ تھا ' درخت سے ندا اٹھی : اے موسی ! میں ہوں تمام جہانوں کا پروردگار !

یہی کوہ طور کی وادی ایمن کی روشنی تھی جس نے بنو اسرائیل کو ظلمت تنزل و تسفل سے نجات دلائی ' اور عظمت و خلافت الہی کے درجہ تک مرتفع کیا -

(۳) دعوة مسیحی کا وہ ظہور جو سلسلۂ اسرائیلی کا آخری ظہور تھا اور جو بیت المقدس کی سر زمین میں ہوا :

فامنت طائفة من بنی اسرائیل و کفرت طائفة فایدنا الذین امنوا علی عدوهم فاصبحوا ظاهرین !

پس بنو اسرائیل کی ایک جماعت اسپر ایمان لائی اور ایک جماعت نے انکار کیا - مومنوں کو ہم نے انکے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی - نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان والوں کی کامیابی اور فتح مندی ظاہر ہوگئی -

قرآن حکیم کی مخاطب جو جماعتیں تھیں ' انکی معلومات میں بھی انسانی عظمت و قدوسیت کے بالاتفاق یہی تین جلوے تھے - اہل کتاب حضرة موسی اور حضرة عیسی علیه السلام کے نام لیوا تھے ' اور مشرکین مکہ کا بڑا ادعائی شرف یہ تھا کہ اپنے تئیں حضرة ابراهیم کی طرف منسوب کریں -

پس سورۂ والتین میں سعادت انسانی کے انہی تین ظہوروں سے انسان کی فطرة صالحه و عظمت و شرف پر شہادت لائی گئی ہے - "تین اور زیتون" سے مقصود سر زمین شام ہے جہاں حضرة عیسی کا ظہور ہوا اور جو تمام انبیاء مجددین اسرائیل کا مقام ظہور ہے ' "طور سینین" سے اشارہ دعوة موسوی کی طرف ہے جسکی تجلی کا مطلع اسی مقدس پہاڑ کا دامن تھا - "بلد امین" یعنی ہمیشہ امن میں رہنے والا گھر خانۂ کعبہ ہے ' اور اسمیں اشارہ حضرة ابراهیم کی دعوة موسسۂ ابراهیمیه اور اسکے نتائج کی طرف ہے -

استشہاد کی ترتیب شاخ سے اصل کی طرف ' نسل سے مورث کی طرف ' فاضل سے افضل کی طرف ' اور حسن سے احسن کی طرف ہے - یعنی ظہور سعادت انسانی کے اس سلسلہ میں افضل ترین بنیادی مرتبہ دعوة ابراهیمی کا ہے - اسکے بعد مرتبۂ قیام شریعت موسوی کا ' اسکے بعد مرتبۂ تجدید انبیاء بنی اسرائیل کا عموما اور حضرة عیسی کا خصوصا - (علی نبینا و علیهم الصلواة و السلام) پس ترتیب جڑ سے شاخ کی طرف نہیں ہے ' بلکہ شاخ سے جڑ کی طرف ہے اور اسمیں بالترتیب تینوں درجوں کے مراتب یکے بعد دیگرے ملحوظ رکھے گئے ہیں - چونکہ سب سے آخری ظہور مسیحی سب سے زیادہ قریب تھا ' اسلیے سب سے پہلے اسکا ذکر کیا گیا ' اسکے بعد اس سے اعلی مرتبہ دعوة موسوی کا تھا ' پس اسکا ذکر کیا ' پھر سب سے اعلی ترین مرتبہ بمنزلۂ اصل و حقیقة الحقائق کے مقام خلت کبری حضرة ابراهیم کا تھا ' پس اسپر مدارج ثلاثہ ختم ہوگئے -

(تین و زیتون)

" تین و زیتون " سے سر زمین شام کا مراد لینا بالکل واضح ہے :

(۱) " طور سینا " اور " بلد امین " دونوں میں اشارہ اس سرزمین کی طرف کیا گیا ہے جہاں ان کی دعوتوں کا ظہور ہوا - پس معلوم ہوا کہ اس سورة میں سرزمین کی طرف اشارہ کرکے اس سرزمین کی مشہور دعوة و امة کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے - اس بنا پر "تین و زیتون" میں بھی اشارہ کسی سرزمین ہی کی طرف ہوگا جیسا کہ ما بعد کی دو شہادتوں میں ہے -

(۲) دنیا کی تمام سرزمینوں میں اس وقت بھی جبکہ قرآن حکیم نازل ہوا ' اور اب بھی جبکہ ملکوں کی طبعی پیداوار کی فہرست ہمارے سامنے موجود ہے ' انجیر اور زیتون ایک مخصوص پیداوار سرزمین شام کی ہے - جس کثرت کے ساتھہ اور جسقدر اعلی درجہ کی یہ دونوں چیزیں وہاں ہوتی ہیں ' کہیں نہیں ہوتیں - زیتون کا تیل شام کی عام غذا ہے - گھی کی جگہ عام طور پر اسی کو استعمال کرتے ہیں - عیسائیوں کے بڑے بڑے

سمجھتا ہے کہ یہ صرف میرے هي لیے نہیں ہے بلکہ سب کیلیے ہے ' اور اسلیے ایک قدرتي چیز ہے جسپر صرف صبر هي کرلینا چاهیے - پس اس نے غلاموں پر نظر ڈالي اور غلاموں سے اپني غلامي پر شہادت لایا - اگر وہ غلاموں کي جگہ اقاؤں کو دیکھتا اور ان سے شہادت لیتا کہ آخر وہ بھي تو اِنسان هي هیں اور اسي کرۂ ارضي کي پیٹھہ پر بستے هیں ' تو فوراً اسکا احساس مردہ زندہ هوجاتا ' اور اپني فطرۃ کے شرف و خیریت کو پا لیتا - ایک مزدور کیوں اسي میں خوش ہے کہ اٹھارہ گھنٹے کي محنت کے معاوضہ میں صرف ایک روٹي پاے ؟ اسلیے کہ وہ اپني ادنی حالت کیلیے اپنے هي جیسي ادنی حالت کے مزدوروں کو دیکھتا اور انسے استشہاد کرتا ہے ' اگر وہ انسے استشہاد کرتا جنکي وہ مزدوري کرتا ہے تو اسکے اندر بھي ولولۂ عزم و طلب پیدا هوتا - ایک بد انسان کس طرح برائي میں اپنے اندر تسکین و قناعت پیدا کرلیتا ہے؟ اسلیے کہ وہ بروں هي کو دیکھتا ہے' اور انهي سے استشہاد کر کے سمجھہ لیتا ہے کہ انسان اسلیے بھي بنایا گیا ہے کہ برائي کرے جیسا کہ سب کررہے هیں ' اور جب سب کررہے هیں تو وهاں ایک آور سهي :

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نشود

ز زهد همچو توئي یا به فسق همچو مني !

پس حاصل مبحث یہ ہے کہ انسان نے فطرۃ انساني کي حقیقت و خیریت کے سمجھنے میں غلطي کي اسلیے کہ اُس نے :

(۱) اعمال انساني کو خیر و شر اور عظمت و ذلت کا مجموعہ دیکھا -

(۲) پس وہ سمجھا کہ انسان کي فطرۃ میں بھي خیر و شر اور ذلت و عظمت دونوں هیں -

(۳) اس نے اعمال کي راہ سے فطرۃ کو دیکھنا چاها اور افراد کي حالت کو دیکھکر نوع کو بھي اسي پر قیاس کرلیا -

(۴) اسي اعتقاد کا اثر اسکے تمام اعمال حیات میں پڑا - جب اُس نے انساني فطرۃ کو خیر و شر کا مجموعہ سمجھہ لیا تو اسکے اندر شر و تسفل کي حالت میں ایک گمراہ قناعت پیدا هوگئي - وہ سمجھنے لگا کہ جب برائي فطرۃ هي میں ہے تو نیکي کا نہونا کوئي ایسي چیز نہیں جسپر افسوس کیا جاے ' اور جسکے لیے اچھنبا هو -

اسکي یہ حالت دراصل ایک استشہاد و استدلال ہے جو وہ تمام ادني و سافل حالتوں کے افراد سے کرتا ' اور عموماً اعمال شر و تسفل کو اپنے سامنے لاتا ہے -

(سورۂ والتین کے مطالب کي ترتیب)

سورۂ والتین کا موضوع ' اور مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق انسان کي غلطي کے اصلي اسباب معلوم هوگئے - اب دیکھو کہ سورۂ والتین نے اس حقیقت کے اظہار و ثبوت کیلیے مطالب کي ترتیب کیا اختیار کي ہے؟

(۱) اس نے دعوا کیا کہ انسان کي فطرۃ هم نے نیک و صالح پیدا کي ہے - وہ صرف شرف و عظمت کیلیے ہے - اسکو بہترین حالت عدل پر هم نے پیدا کیا ہے اور عدل هي خیر کي حقیقت ہے : لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم -

(۲) ساتھہ هي اس نے اُس غلطي کا ازالہ کیا جسکي وجہ سے انسان نے اپني فطرۃ کے متعلق ایسي عظیم الشان غلطي کي - اسکي بڑي غلطي یہ تھي کہ وہ انسان کي فطرۃ کے معلوم کرنے کیلیے انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے ' اور برے انسانوں کو دیکھکر فطرۃ کي برائي پر استشہاد کرتا ہے - پس سورۂ والتین نے انساني اعمال کي عظمت و جبروت کیلیے انسان کي عظمت و شرف سے استشہاد کیا ' اور یہ کہا کہ تم برے هوؤں کو دیکھکر اپني فطرۃ کو کیوں گرا هوا سمجھتے هو؟ انکو نہیں دیکھتے جو گرنے کي جگہ بلند هوے ؟ یہ لوگ جو فطرۃ صادقہ کو قائم رکھکر بلند هوے' وهي لوگ هیں جنکي طرف و التین و الزیتون' وطور سینین' و هذا البلد الامین کے تین جملوں میں اشارہ کیا گیا ہے - اور یهي وہ انعام یافتۂ الهی گروہ هیں جنکي راہ صراط مستقیم ہے اور جنکي راہ کي طلب سورہ فاتحہ میں سکھلائي گئي ہے : صراط الذین انعمت علیهم انکي راہ جن پر خدا نے انعام کیا - یهي حزب اللہ ہے - یهي اولیاء اللہ هیں - یهي خیر البریہ هیں' یهي البصیر هیں' اور یهي اصحاب الجنۃ هیں -

(۳) رها اعمال انساني کي بو قلموني اور خیر و شر کا سوال تو یہ اسلیے نہیں ہے کہ انسان کي فطرۃ برائي ہے - اسکي فطرۃ تو عدل و خیر هي ہے' البتہ وہ جب اسکو ضائع کردیتا ہے اور اعمال سافلہ میں مبتلا هوجاتا ہے تو جس طرح اسکي خلقت سب سے اعلی تھي' اسي طرح اسکا اکتساب عمل اسکو سب سے زیادہ ادنی بھي بنا دیتا ہے - حتی کہ اپني حقیقت انساني کو مسخ کرکے بسا اوقات چارپایوں اور درندوں سے بھي بد تر هو جاتا ہے - تم یہ حالت مسخ دیکھکر کہتے هو کہ یہ فطرۃ ہے' مگر نہیں سمجھتے کہ فطرۃ نہیں' خارج کا کسب و عمل ہے - پس اعمال انساني میں خیر و شر اور عظمت و تسفل جو تمهیں نظر آتا ہے' اس میں تفریق کرو - نیکي و عظمت اسکي خلقت ہے' اور شر و تسفل اسکي ضلالت عمل اور ضیاع فطرۃ - یہ اسکا عمل هي ہے جس نے اُسے چارپایوں سے بھي بدتر بنا دیا ہے : ثم رددناہ اسفل سافلین - اسفل سافلین یعني انسان سے بھي ادنی تر حالت تک گرے هوے وهي هیں جنکا نام مغضوب اور ضالین ہے - پھر حزب الشیطان' اولیاء الطاغوۃ ' شر البریہ ' الاعمي' اور اصحاب النار بھي وهي هیں -

(۴) یہ غلطي اسلیے ہے کہ تم اللہ کے قانون جزا و مکافات سے بیخبر هو - اسکا قانون ہے کہ هر بیج پھل لاتا ' اور اسي طرح انسان کا هر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے - زهر جب کھایا جایگا انسان مریگا ' اور معصیت جب کبھي کي جائیگي عذاب آیگا - پس اعمال کے جزا هي سے تمام نتائج پیدا هوتے هیں - اگر تمهارے اعمال فطرۃ صالحہ یعني دین الهي کے مطابق هیں اور تم نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے' تو تم اپنے فطري بڑائي اور نیکي حاصل کروگے ' اگر تم نے ضائع کردیا تو پھر تم مسخ هو جاؤگے اور تم سے برا جانور زمین کي پیٹھہ پر اور کوئي نہ هوگا - جانور نے اپني اصلي فطرۃ کو ضائع نہیں کیا - وہ سافل ہے - تم نے اپنی فطرۃ هي کو ضائع کردیا ' پس تم سافلوں سے بھي اسفل اور بد سے بھي بدتر هوگئے !

(۵) پس جن لوگوں نے اپني فطرۃ کو عمل غیر صالح سے ضائع کردیا وہ انسانیۃ سے گرگئے ' مگر جنھوں نے ایمان باللہ سے انکار نہ کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جو صالح هیں اور اسلیے نور فطرۃ کو قائم رکھنے والے اور چمکانے والے هیں ' سو وہ اعلی سے اعلی مراتب انسانیۃ تک فائز هوے ' اور همیشہ ایسا هي هوگا - اس دوسري جماعت کي بڑي خصوصیت یہ ہے کہ انکے عمل صالح کا درخت همیشہ پھل دیگا - انکے نتائج حقہ کي برکتیں اور نعمتیں کبھي بھي ختم نہونگي - وہ اسفل سافلین کي حالت میں نہونگے کہ فنا اور هلاکت انپر طاري هو - وہ " شجرۂ خبیثہ " نہیں هیں - " شجرۃ طیبہ " هیں - لہذا فرمایا : فلهم اجر غیر ممنون !

(اصل تفسیر)

اب اصل سورۃ کي یکجا تلاوت کرو :

و التین و الزیتون' وطور سینین وهذا البلد الامین-	انجیر اور زیتون ' طور سینا ' اور مکہ معظمہ شاهد هیں کہ بلا شبہ هم نے

مختارات

خــواطــر فى الاســلام

تاریخ مدنیۂ اسلامیہ کا ایک سرسری د

اردو زبان میں ابتک کوئی کتاب ایسی نہیں ... جسمیں اختصار کے ساتھہ تاریخ اسلام کے مختلف دوروں پر نظر ڈالی گئی ہو ' اور فلسفۂ تاریخ کے اصول پر عقل ... عروج و زوال سے بحث کی گئی ہو -

عربی زبان کی جدید مطبوعات میں ایک کتاب " خواطر فی الاسلام " ہے جسکو عطا حسنی بک نامی ایک جدید تعلیم یافتہ مصری نے تصنیف کیا ہے - کتاب کا موضوع تقریباً وہی ہے جسکی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ' البتہ طرز بحث و نظر زیادہ دقیق اور بلند نہیں ہے اور یہ حال مصر کی تمام تصنیفات کا ہے - یوں سمجھنا چاہیے کہ اپنے موضوع میں ایک ابتدائی درجہ کی مگر دلچسپ کتاب ہے -

پچھلے دنوں مجھے خیال ہوا تھا کہ بحالت موجودہ اگر اسی کا اردو ترجمہ شائع ہوجاے تو بہتر ہے - چنانچہ ایک اہل قلم نے میری خواہش پر اسکا ترجمہ شروع کردیا اور اب قریب الاختتام ہے - کتاب میں بالترتیب تمام اسلامی دوروں پر نظر ڈالی گئی ہے - آجکی اشاعت میں بضمن مختارات اٹھارویں فصل کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جو خلافۃ راشدہ کے دور کیلیے بطور تمہید کے ہے - آیندہ اشاعۃ میں انیسویں فصل شائع ہوگی اور وہی اصل بحث اور اسلیے زیادہ اہم و دلچسپ ہے -

فصــل هشتــم

اسلامی دور اول

اسلام کا پہلا دور حروب و فتوحات کی رزمگاہ ہے - مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے حکم عام پر عمل کیا ' اور توفیق الہی انکی حلیف تھی - اسلیے کوئی قلعہ نہ تھا جو انکی انگلیوں کے اشاروں پر فتح نہ ہوا ہو ' اور کوئی ملک نہ تھا جس نے اسلامی حرکت سیاسی کے سامنے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو -

اسلام وہ پہلی سلطنت ہے جس نے انسانوں سے انسانیۃ کیلیے جنگ کی ' اور اقوام عالم کو یہ جتلادیا کہ فاتح مسلمان اپنے مغلوب دشمن پر رحم کرتے ہیں - اور جب انکا مقابل تابع و فرمان بردار ہو جاے ' تو وہ اوسکے ساتھہ رحیمانہ نرمی کے سلوک سے پیش آتے ہیں - خواہ وہ لڑنے سے پہلے صرف رعب اسلام سے مرعوب ہوکر اطاعت گذار ہوا ہو ' یا جنگ کے بعد شکست کھا کر -

اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک بادشاہ دوسرے پر غالب آتا تو وہ اپنے مقابل کو قتل کر ڈالتا یا اوسکو قید کر لیتا تھا - اور اسکے ساتھہ اوسکے ننھے بچوں اور حجلہ نشیں شہزادیوں کا بھی وہی نقصان ہوتا جو انکے بدقسمت بادشاہ کا ہوتا - ... جس طرح ...

کے رہنے کے گھر لوٹے جاتے ' انکی عورتوں کو بھی قید کیا جاتا ' اور ... کو ظالم فاتح عموماً تہ تیغ کر دیتے - یہی تباہی شاہی حرم سرا پر بھی آتی تھی - مورخوں نے بکثرت ایسے واقعات بیان کیے ہیں جنکے ذکر سے ہمارے جسم کانپ اٹھتے ہیں اور انکے سننے سے کان بہرے ہوجاتے ہیں - اسی طرح یہ وحشیانہ سلوک اوس مقابل کے ساتھہ بھی ہوتا جو ہتھیار ڈالدیتا اور مطیع و منقاد ہو جاتا - ... اس دشمن میں جو جنگ کے بعد زیر ہوا ہو اور اس میں جو بعد جنگ کے مطیع ہوتا ہو ' کوئی فرق نہ تھا ' اور سب کی عزت و ناموس کا خاتمہ یکساں طور پر کیا جاتا - ان بیدردوں کو نہ تو شہزادیوں کی عصمت دری پر رحم آتا اور نہ شہزادوں کی جوانی پر -

اس قسم کے واقعات سے ہم کتاب کو طوالت دینا نہیں چاہتے - اگر قبل از اسلام کے زمانہ پر تم نظر ڈالوگے تو وہ اس قسم کے ہیبتناک حوادث سے سیاہ نظر آئیگا - دولت شرقیہ ' حکومت رومانیہ ' اور سلطنت فارس کے عہد پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی تاریخ ان ہولناک جنگوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے جنمیں یہ سلطنتیں مبتلا ہوئیں - لیکن ہمیشہ فتح کے بعد انہوں نے اپنے بدقسمت مفتوح حریفوں کو ایسی ایسی وحشت ناک سزائیں دیں کہ ان پر زمانہ ابتک اشک ریز ہے اور ہمیشہ رہیگا -

وہ مسلمان ہی ہیں جنہوں نے فتح کا قدم اس حالت میں آگے بڑھایا کہ ہاتھوں میں قرآن اور سر پر لواء اسلام تھا - اور اسلیے اسلامی فتوحات کا مقصد سواء اسکے کچھہ نہ تھا کہ اشاعۃ کلمۂ عدل و حق ہو ' اور انسانیۃ راحت تامہ اور سعادت کاملہ سے مستفید ہو - مسلمانوں نے انسانوں کو استبداد کے پنجوں سے چھڑایا ' حریت کی روح پھونکی اور ہوا سے پالا ' اور غارتگر دشمنوں سے اوسکو محفوظ و مامون رکھا - غرض مسلمانوں کی فتح انسانیۃ کی فتح تھی - اہل عقل و صاحب سیاسۃ کیلیے یہی وہ عقدہ تھا جسکو اسلام نے حل کیا ' اور یہی وہ روشن دلیل تھی جس نے ظاہر کردیا کہ دین حنیف کی وہ اعجاز آفریں تاثیر کیا تھی جس نے عالم کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرلیا تھا اور دہشت مزاجوں کو نرم دل اور جہالت کدوں کو مدنیۃ آباد بنا دیا تھا -

اس موقعہ پر یہ ضروری ہے کہ صرف مدنیۃ نصرانیۃ سے بحث کی جاے - لہذا اسکے لیے مثالاً اوس زمانہ فترۃ کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو بت پرست اقوام پر غلبۂ نصاری کے بعد سے شروع ہوا ' اور ظہور اسلام تک رہا - یعنی سنہ ٣٠٦ ع سے (جبکہ شاہ قسطنطین نصرانی ہوگیا تھا) سنہ ٦٢٢ ع تک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا سنہ ہجرت ہے - اسوقت شرقی سلطنت کے نصرانی تاجدار یا تو مذہب کے سایہ میں بر سر حکومت تھے یا خود حکومت مذہب پر سایہ افگن تھی - زمانۂ فترہ کی تاریخ کلیسا ہمکو بتاتی ہے کہ عیسائیۃ اسوقت فساد کی جڑ اور انسانیۃ کشتی کا ٹھکانا تھی جسکے حاملین کا صرف یہ کام تھا کہ بعض بعض پر لعنتوں کے تبر برسایا کریں اور قوی ضعیف کو بیرحمی و بیدردی سے قتل کر ڈالے جیسا کہ ہم پہلے بتفصیل تحریر کر آے ہیں - مشرقی مسیحی سلطنت کی شام ' مصر و فارس کی لڑائیاں جو اس قرن

مذهبي اعمال کا ابتک یه ایک مقدس جزء هے - انکے تمام مذهبي رسوم میں اسي تیل کو " مقدس تیل " کہا جاتا هے - روم کے تمام عیسائي پادشاہ جب تخت نشین هوتے تھے تو مقدس تیل انکے سینے پر لگایا جاتا تھا اور کہتے تھے که یه حضرة سلیمان کا اتباع هے - آجتک تاج پوشي کي رسم میں ایک پیالي روغن زیتون کي بھي رکھي جاتي هے - قطع نظر ان تمام خصوصیات کے ' اس سے تو کوئي انکار نہیں کرسکتا که تمام عرب میں یه دو چیزیں شام کي مخصوص و ممتاز پیداوار سمجھي جاتي تھیں ' اور اسقدر مشہور تھیں که بچه بچه جانتا تھا - اشارہ کیلیے یه کافي هے -

(۳) پس جب تین و زیتون کا اشارہ بھي کسي ملک کي طرف هونا چاهیے اور وہ شام کے سوا اور کوئي نہیں هوسکتا ' تو پھر یه ظاهر هے که شام کا سب سے بڑا آخري ظہور تو حضرة عیسی کي دعوة هے ' اور ساتھه هي یه سرزمین تمام اسرائیلي انبیاء مجددین کے ظہور کا بھي گھر هے -

نیز چونکه اسکے بعد هي دعوة موسوي کي طرف اشارہ موجود هے ' اسلیے ربط بھي یہي چاهتا هے که حضرة عیسی کي دعوة کي طرف بھي اشارہ هو -

(۴) سب سے زیادہ یه که تین اور زیتون کي تفسیر کے متعلق صحابهٔ کرام و تابعین عظام رضوان الله علیهم اجمعین کي جو روایات موجود هیں ' ان سب پر مجموعي نظر ڈالنے کے بعد یہي تفسیر مرجح ثابت هوتي هے ' اور قرآن حکیم کي سب سے زیادہ صحیح تفسیر وهي هے جو صحابه کي تفسیر سے مطابق هو که انکے علوم حامل وحي سے براہ راست ماخوذ تھے -

امام ابن جریر طبري نے تمام روایتیں جمع کردي هیں - انپر نظر ڈالو - سب سے پہلے حضرة کعب کا ایک قول سامنے آتا هے که " التیــن مسجد دمشق و الزیتون بیت المقدس " تین مسجد دمشق هے اور زیتون بیت المقدس - پھر حضرت عبد الله ابن عباس کي نسبت سے اس قول کي شہرت ثابت هوتي هے که " الزیتــون بیت المقدس " یعني زیتون بیت المقدس هے -

لیکن اسکے بعد بعض کبار تابعین کي تصریحات آتي هیں جنھوں نے اس امر پر زور دیا هے که " هو تینکم و زیتونکم " یعني تین اور زیتون سے یہي انجیر اور زیتون مراد هے جو تم استعمال کرتے هو - اور کوئي چیز مقصود نہیں هے - حضرة حسن ' عکرمه ' مجاهد ' قتادہ وغیرہ سبنے یہي کہا هے -

اب ان دونوں تفسیروں کو جمع کرو - جن صحابه سے اس قول کو شہرت هوئي که تین اور زیتون سے مراد مسجد دمشق اور بیت المقدس هے ' انکا مقصود یه نه تھا که دمشق کي کسي عمارت کا نام تین هے اور بیت المقدس کا نام زیتون ' بلکه یه واضح کرنا تھا که تین و زیتون میں اشارہ سرزمین شام کي طرف هے ' کیونکه وهاں ان دو چیزوں کي پیداوار بکثرت هوتي هے اور یه اسکے خصائص میں سے هیں - پس " زیتون یعني بیت المقدس " سے مطلب نه تھا که زیتون میں اشارہ بیت المقدس کي طرف هے -

لیکن بہت سے لوگوں کو اسمیں غلطي هوئي اور انھوں نے یه سمجھه لیا که طور سینا کي طرح زیتون بھي بیت المقدس کے کسي پہاڑ کا نام هے - اور پھر طرح طرح کي مزید تاویلیں اسمیں هوگئیں - یه حال دیکھکر بعض اجلهٔ تابعین نے غلطي کو دور کرنا چاها ' اور زور دیکر کہا که " هو تینکــم و زیتونکــم " تین اور زیتون کسي پہاڑ یا ملک کا نام نہیں هے - وہ بھي انجیر اور زیتون کا درخت هے جو تم استعمال کرتے هو - گویا انھوں نے واضح کیا که تین و زیتون سے اسکي جاے پیدایش مقصود هے - یه نہیں که خود اس سرزمین کا نام هي تین زیتون هو -

چنانچه امام ابن جریر کا بھي قریب قریب یہي خیال هے - تمام روایات جمع کرکے لکھتے هیں :

و الصواب من القول في ذلك عندنا من قال التین هو التین الذي يؤكل و الزيتون هو الزيتون الذي يعصر منه الزيت لان ذالك هو المعروف عند العرب .... الا ان يقول قائل اقسم ربنا بالتين و الزيتون - و المراد من الكلام القسم بمنابت التين و منابت الزيتون فيكون ذالك مذهبا - (جلد ۳۰ : ۱۵۴)

اس بارے میں همارے نزدیک ان لوگوں کا قول ٹھیک هے جنھوں نے کہا که تین وهي تین هے جو کھایا جاتا هے ' اور زیتون وهي درخت هے جس سے تیل نکلتا هے - کیونکه عرب میں یه معروف تھا - اور اس نام کے کسي پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تھے - هاں یه هو سکتا هے که ایک شخص کہے که الله نے تین اور زیتون کي قسم کھائي مگر مقصود اس سے تین و زیتون کي پیدایش کے مقامات کي قسم کھانا هے - سو اگر یه کہا جاے تو یه ایک مذهب هو گا -

اس سے معلوم هوا که جو لوگ تین و زیتون سے یہي پھل اور درخت مراد لیتے هیں ' انکو صرف اس سے انکار هے که کسي ملک یا پہاڑ کا نام تین و زیتون نہیں هے ' اور یه بالکل صحیح هے - لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے که ان چیزوں سے ان چیزوں کي پیدایش کي سرزمین مراد نه هو -

(احســن تقــویم)

" احسن تقویم " میں " تقویم " ٹھیک ٹھیک بمعني تعدیل کے هے - یعني هم نے انسان کو بہترین قوام و عدل پر پیدا کیا - تعدیل خلقت میں جسم اور نطرة ' ظاهر و باطن ' سب داخل هیں - اور جن صحابه و تابعین سے " في اعدل خلق و احسن صورة " بکثرت منقول هے ' اور نیز جو صحابه استقامت صورت و جسم کو پیش کرکے حقیقت تعدیل خلقت کو سمجھانا چاهتے هیں ' ان سب کا مقصود بھي تعدیل فطرة هے اور اس بارے میں کوئي اختلاف نہیں - کسي نے کہا که انسان کا قد دیکھو ' کسي نے کہا جسم کا تناسب دیکھو ' کوئي اور آگے بڑھا اور کہا که خلقت کي تعدیل معنوي پر بھي نظر ڈالو - تعدیل کا ایک بڑا نمونه انسان کا قد هے ' اسکي تري نمود اسکے تناسب اعضاء و جسم میں هے ' اور پھر اسکي نطرة عدل و قوام مستقیم پر پیدا کي گئي هے - پس سب نے ایک هي حقیقت کو فہم کیا اور اسکو مختلف تعبیرات سے سمجھانا چاها -

شئون اسلامیه

جو اپنے اسلاف سے سنتے چلے آے تھے - حضرۃ ابو بکر صدیق (رض) نے مرتدین سے جنگ کی' اور اون پر فتحیاب ہوے - اسطرح تمام جزیرۃ العرب میں تعلیم قران عام ہوگئی اور اوس نور الہی کی تنویر سے عرب کا کوئی کنبہ خالی نہ رہا - اونکی وفات کیوقت زید بن حارثہ کی سیادت میں جس مہم جنگی کو جناب رسول اللہ صلعم نے شام کی جانب بہیجنا چاہا تہا' اسکو جناب صدیق اکبر نے بھی شام پر حملہ آور ہونیکا حکم دیا - اسکے علاوہ بلاد فارس کی جانب بہی لشکرکشی کی - یہ فوج کشی حضرت ابوبکر کی ناعاقبت اندیشانہ یا بلا سوچے سمجھے نہ تھی' بلکہ کمال احتیاط' کمال حسن تدبیر' اور بہترین طریقہ سیاسۃ پر عمل میں آئی تھی' جسکی شہادت ان لشکروں کی فتوحات ہیں اور اوراق تاریخ میں موجود ہیں - حضرت ابو بکر صدیق نے کلام ربانی نبی عربی سے پڑھا تھا' لہذا باین لحاظ اونکو حکمت قرآنی اوس دہن مبارک سے عطا ہوئی تھی جو سرچشمہ حکمت و علوم جدیدہ تہا - پس صدیق اکبر کی سیاسۃ عظیمہ اور حکمت عالیہ ذرا بہی قابل تعجب نہیں -

انکے بعد عمر فاروق خلیفہ ثانی کا دور آیا - اونکی قابل فخر حسن تدبیر' شہرۂ آفاق سیاسۃ' مایۂ روزگار حکمت و تدبر' بے مثل حکمت عملی نے بہت سے با جبروت سلاطین کا نام صفحۂ دنیا سے محو کردیا' اور زمانہ سے یہ اقرار کرا لیا کہ اسوقت اس زمین کی سطح پر عمر فاروق کا کوئی مثل و نظیر نہ تھا :

مضى الدهر و ما اتين بمثله
و لقد اتى فعجزن عن نظرائه

اگر تم اِس مدنیت کے بادشاہ اور حکمت و سیاست کے امام یعنی فاروق اعظم کے ایام جاہلیۃ کے حالات پڑھوگے تو تمکو معلوم ہوگا کہ یہی علم و حکم کا پیکر قبل از اسلام ایک سادہ و معمولی بدوی وجود تھا جسکی ترقی کی کائنات کل یہ ہے کہ وہ مویشیوں کا تاجر ہے اور اس غرض سے شام و فارس کا گاہ گاہ سفر کرلیتا ہے - مگر اسی وجود نے جب انوار قرآنی کو اپنے قلب میں جذب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے آداب و حکمت الہی کی تعلیم پائی تو عدل و فضل' سیاسۃ و ریاست' علوم و حکم کی وہ آیات بنیات ظاہر ہوئیں کہ تمام اہل تحقیق کے نزدیک اونکی کوئی مثال نہیں ملسکتی -

یہی حالت بقیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی ہے کہ اونمیں سے ہر ایک میدان حرب کا بطل' لشکر کا سپہ سالار' سیاسۃ کا امام' اور ہدایت کا آفتاب تھا - چنانچہ حضرت علی' ابو عبیدہ' سعد بن ابی وقاص' طلحہ' زبیر' عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم - اور اکثر صحابہ مدنیۃ فاضلہ کی بلند ترین منزل میں ہیں -

نسیم شمال

سراج الاخبار افغانیہ و مجلۃ البلاغ ہند

و ان کنت لا تدري' فتلک مصیبۃ
و ان کنت تدري' فالمصیبۃ اعظم !

بر قارئین کرام پوشیدہ نیست کہ مجلۃ الہلال و البلاغ از آغاز اشاعۃ الی الآن در اقتباس آرا و افکار معاصرین کرام نسبت خودش یک مسلک مخصوصی پیش گرفتہ' و گاہے از باب تقریظات جرائد و مجلات عصر نقل و اقتباس نہ نمودہ - حتی کہ جرائد و مجلات شہیرۂ عالم اسلامی علی الخصوص روزنامہ ہاے آستانۂ علیہ و مصر و شام مثل اقدام و ترجمان حقیقت و ہلال و سبیل الرشاد و المنار و البلاغ بیروت وغیرہا از مرحمت و لطف کریمانہ و حسن ظن معاصرانۂ خود شان ہرچہ درین باب بکرات و مرات نگارش فرمودند' علی سبیل الاشارہ ہم ازان نقل و حکایت درمیان نہ آمد - لاکن این اولین دفعہ ست کہ بر خلاف مسلک قدیم خود از یک جریدۂ شہیرۂ عالم اسلامی بعض سطور را در صفحات البلاغ اقتباس می کنیم کہ بطور تقریظ البلاغ تازہ نگارش یافتہ -

این جریدۂ جلیلۂ یگانہ سراج الاخبار افغانیہ ست کہ از دار الامارۃ دولۃ علیۂ اسلامیۂ افغانیہ خلد اللہ تعالی شوکتہا و ملکہا ہر ہفتہ توزیع و نشر' و در اسم محترم خود یک یاد آوری دل افروز و یک تذکار روح پرور راسم سامی ; محبوب اعلی حضرۃ سراج الملۃ و الدین را داراست' و بدین واسطہ مرکز آمال و مطمح انظار و جالب قلوب تمام ملت اسلامیہ می باشد :

و من مذهبي حب الديار لاهلها
و للناس فيما يعشقون مذاهب

مدیر و محرر این جریدۂ شریفہ حضرۃ ادیب جلیل و فاضل نحریر عالی جناب معالی آداب میرزا محمود طرزی از اجلۂ مشاہیر عصر اند کہ سالہاے دراز در ممالک عربیۂ اسلامیہ علوم و فنون قدیمہ و حدیثہ را بنہج جدید اخذ و تحصیل' و باز از طلب مخصوص حضرۃ ملوکی طرف وطن مبارک خود عودت' و مدتہا ست کہ پیوستہ در خدمت ابناے وطن' و دعوۃ و تبلیغ کلمۂ حق و صدق' و نشر و توزیع علوم و فنون' و تدوین مصنفات و ادبیات نافعہ' و ترتیب و تحریر جریدۂ محترمۂ سراج الاخبار افغانیہ' اوقات گرامی خود را وقف نمودہ' و بدان واسطہ در تمام عالم اسلامی بیرق شہرت و لواء عزت را بر افراشتہ اند - فطوبی لرجل یعیش و یموت فی قوم یعرف اقدار الرجال !

ہنگامیکہ در سنہ ۱۹۰۴ عودت فرماے وطن مبارک بودند و از دمشق شام بہ خاک ہند وارد' این فقیر در بمبئی مقیم بود - ہنوز آن لمحات گرانمایۂ وقت خود را فراموش نہ کردہ ام کہ از صحبت و ملاقات این فاضل یگانہ خوش وقت و سعادت اندوز بودم :

فترة میں ہوئیں' اون نفرت آمیز حالات سے معمور ہیں جو دامن مسیحیت پر سخت بدنما داغ ہیں' اور ہمارا خیال ہے کہ اوس ظلم آلود دامن کو دیکھکر عیسائیة کی روح اب بھی کانپتی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اوس سے انسانیة کی روح بھی سخت تلاطم میں ہے - اس زمانہ کے مجوسی سلاطین اور نصرانی ملوک بالکل یکساں ہیں - اگر کوئی مدعی امتیاز اچھے برے واقعات کی تلاش کریگا تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بناسکتا - جس بیرحمی کے کارنامے مجوسیوں کی تاریخ حملہ آوری میں موجود ہیں وہی ظالمانہ حوادث مسیحی حملوں میں بھی نظر آتے ہیں -

اور اگر ایسا ہوا تو اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں - اسلیے کہ نصرانیة اس دنیا کیلیے نہیں ہے بلکہ صرف عاقبت کیلیے ہے - جیسا کہ خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا " میری سلطنة اُس جہان میں ہے "

اِس زمانہ فترة میں گذشتہ تمدن کے تاجدار اور علوم قدیمہ کے وارث روم و فارس تھے' لیکن باوجود اس تفوق کے وہ خود ہمجیة و وحشت میں غرق تھے' اور وہ شرمناک حرکتیں اُن سے صادر ہوتی تھیں جن سے انسانیة بیزار ہے -

عرب قرن فترة میں بالکل جاہل اور عالم بدویة میں تھا - اوسمیں مدنیة کی بو تک نہ تھی اور تمدن کے نام سے بھی واقف نہ تھا - اسی طرح وہ اُس علم و فلسفہ سے بھی جاہل تھا جو عجم میں پھیل چکا تھا - اہل عرب کی صنعت یہ تھی کہ وہ مویشیوں کو چراتے تھے اور چراگاہوں کیلیے لڑتے تھے - انکی تجارتی کائنات صرف یہ تھی کہ کچھہ سوداگران عرب' فارس اور شام کے بازاروں میں اپنے جانوروں کو فروخت کر کے وہاں کی تھوڑی سی دولت حاصل کرلیا کرتے تھے - اور انکی مثال بعینہ ایسی تھی جسطرح کہ آج بعض عربی سوداگر قاہرہ کی شاہراہوں پر کبھی کبھی جانوروں کو بیچتے نظر آجاتے ہیں -

انہی بدوی عربوں نے جب ذکاوت و عقل کی منزل میں قدم رکھا تو نہایت قلیل وقت میں انکی وہ حالت ہوگئی جو ہم کو صحابۂ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے - سیاست ملکی میں انکا حزم و احتیاط' تسخیر ممالک میں انکی حسن تدبیر' فتح بلاد میں انکا اسوۂ حسنہ' اور شہروں کی آبادی و زینت میں انکا ولولۂ مدنیة اپنی آپ نظیر ہے -

آج تمام عالم جاپان کی ترقی سے حیرت زدہ ہے اور اُس کے موجودہ ارتقاء نے عقول عالم کو حیرت میں غرق کردیا ہے - لیکن اسکی ترقی کا زمانہ بھی پینتیس سال ہے' اور ان اسباب کی بنا پر ہے جنکو زمانہ کے انقلاب نے اسوقت پیدا کردیا ہے' اور انپر غور کرنیکے بعد جاپان کی ترقی میں کوئی غرابت و حیرت باقی نہیں رہتی -

انیسویں صدی میں تمدنی وسائل علمی اسباب کی طرح اسقدر بکثرت موجود ہیں کہ جلد سے جلد وہ قوم جو بدویة و توحش میں غرق ہے' تمدن و علوم کا آفتاب بن سکتی ہے - یورپ و امریکہ میں تعلیم عام ہے' مدارس کی کثرت نے ہر کس و ناکس' شہری و دیہاتی کیلیے اپنے دروازے کھول رکھے ہیں -

جب جاپان کی منجمد سطح متحرک ہوئی اور اسکے تخت حکومت پر گذشتہ بیدار مغز بادشاہ جلوس فرما ہوا تو اس نے جوشیلے لائق جاپانیوں کا ایک لشکر عظیم مرتب کیا' اور یورپ و امریکہ میں تحصیل علوم و فنون کی غرض سے اسکو بھیجا - نیز اپنے ملک میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے' اور یورپ و امریکہ کے فاضلوں کو بلاکر انکا پروفیسر مقرر کیا' ساتھہ ہی پارلیمنٹی حکومت کی بنیاد ڈالی - ایسی حالت میں کوئی عجیب بات نہیں اگر ایک جاہل قوم تیس سال کے اندر ایک بڑی قوی قوم بن جاے -

لیکن اگر ہم عرب کی تاریخ کو پڑھیں اور اسکی جہالت سابقہ کو سامنے لائیں' تو کوئی چیز بھی سواے اسلام کے ایسی نظر نہیں آتی جو اہل عرب کے اسلامی تمدن کی معاون ہوتی' اور انکو مدنی و علمی ترقی کی طرف حرص دلاتی' یا عمرانیة کے جذبہ کو پیدا کرتی - بلکہ اسکے برعکس اونمیں ظہور اسلام سے پہلے بدویانہ درشت مزاجی موجود تھی' اور جاہلانہ جنگ و جدال رات دن کا مشغلہ تھا - تربیت مویشی اونکی دین و دنیا تھی' اور حفظ نسب و بلاغة و فصاحت فطری کائنات علمی - مگر اسلام کے بعد انکی حالت میں ایک نا قابل فہم انقلاب ہوگیا - دنیا کا امن و امان انہی کے ذات سے وابستہ ہوگیا - انہوں نے وہ علم حاصل کیا اور اوس صداقت کی پرستش کی' جس نے علم ہندسہ' الجبرہ' طبعیات' کیمیا' تاریخ وغیرہ تمام اون علوم سے بے نیاز کردیا جنکی ایک فاتح لشکر اور سیاسی جماعت کو سخت ضرورت ہوتی ہے - اسباب ظاہر کے لحاظ سے بغیر اون فنون و علوم کے فتح و نصرت اور حکومت و سیاست محال ہے' مگر انہوں نے محال کو واقعہ بنا دیا - وہ علم کیا تھا اور وہ صداقت کونسی تھی؟ وہ صرف قران اور اوسکے حقائق و معارف تھے' جنکو اہل عرب نے نبی امی صلعم کی مقدس زبان سے سنا' اور اونکی مردہ رگوں میں برقی قوة کیطرح وہ تعلیم کام کرگئی - وہ حقانیت کا ایک نور تھا جس نے تمام عرب کو ایک ہی جلوہ میں بیخود کردیا' اور عرب کے بدوی و وحشی فخر روزگار ہوگئے -

پس عرب کے اسلامی انقلاب کو اس نظر سے نہ دیکھو کہ ایک نئی قوم پیدا ہوگئی' بلکہ اس لحاظ سے دیکھو کہ تمدن وحکمت کو کس جذبہ نے پیدا کیا؟ گذشتہ متمدن قوموں نے تبدریج تمدن و علوم کو حاصل کیا اور پھر دنیا کی رزمگاہ میں در آے - آج ہمارے سامنے جاپان ہے جس نے یورپ سے تمدن و علم کو اخذ کیا اور کامیابی کے ساتھہ مشہور ہوگیا - مگر عربوں کے پہلے دور میں کوئی تمدنی سر چشمہ ایسا نہیں ملتا جس سے انہوں نے فائدہ اُتھایا ہو - صرف دین اسلام کا ظہور اور قرآن مجید کی تعلیم تھی جو انکو ملی - اور بغیر علوم و تمدن کو اخذ کیے ہوے انہوں نے تمدن و عمران' مساوات و امن' اور تعمیر و سلام کے ایسے تیس سال پیدا کردیے جنکی نظیر نہ تو دنیا کے قدیم تمدنوں میں ملتی ہے اور نہ جدید تمدن میں -

تمام عالم میں ایک متنفس بھی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم' ایسا نظر نہیں آتا جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ یہ سب کچھہ ثمرہ اونہی انوار الہیہ کا نہ تھا' جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوے - بلکہ اس صدی میں اکثر ایسے معترفین پیدا ہوگئے ہیں جنکو صاف صاف اقرار ہے کہ عربستان کے نبی امی ہی نے اس موجودہ تمدن کی حرکت پیدا کی تھی' اور وہ اسلام ہی ہے جس نے دوبارہ مدنیة کو زندہ کیا - اور اس لحاظ سے بلاشک و شبہہ نبی عربی کا وجود رحمة للعالمین ہے - چنانچہ اکثر عقلاء فرنگ اور محققین یورپ نے یہ تصریح کردی ہے کہ اگر اسلام ظاہر نہ ہوتا اور بلاد معمورہ عالم سلاطین روم و فارس کی عنایتوں کے دست نگر رہتے تو عمرانیة مٹ جاتی' شہر اجڑ جاتے' اور علوم و فنون کا لاشہ کبھی کا تڑپکر ٹھنڈا ہوگیا ہوتا - جو شخص صفحات تاریخ پر تحقیق و تدقیق کی نظر ڈالیگا وہ اسکو ایک قول صادق اور عقیدہ راسخہ پائیگا -

جب ہم جناب ابو بکر صدیق (رض) کی طرف دیکھتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے بعد خلیفہ ہوے' تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اونہوں نے سیاست کا وہ مستحکم ستون قائم کردیا تھا' جسکو مدارس سیاسیہ کے بڑے بڑے ماہر بھی نہیں قائم کرسکتے - ملک رانی کے بہترین اصول سے آپ واقف تھے' سطوت و سیاست کے پوشیدہ طریق آپ پر منکشف ہوگئے تھے - حالانکہ اسلام سے پہلے صدیق اکبر بھی دیگر ابناء عرب کی طرح بدویانہ زندگی رکھتے تھے - پس اگر قرآن شریف نازل نہ ہوتا تو اہل عرب علوم و فنون' معاشرت و معاملات اور تاریخ سیاست سے بالکل جاہل رہتے - سواے اون چند روایتوں کے

انسان کي حياة صالحه

اور اسکي طبعي عمر

سلسلهٔ الاصلاح والافساد کي ايک مختصر صحبت

دنيا معدوم تهي ' وجود ميں آئي ' پهر معدوم هوجائيگي ' نباتات ' حيوانات ' معدنيات ' کا وجود صفحهٔ هستي پر نه تها ' خدا نے ان کو پيدا کيا ' اور وهي ايک دن ان کو ارنت بهي ديگا ' دنيا کے نشيب و فراز مٹ جائينگے ' اور خدا اور خدا کے فرشتے ايک هموار ميدان ميں کهڑے هوکر انسان کے اعمال فاسده و صالحه کا جائزه لينگے :

کلا اذا دکت الارض دکا	جب زمين جور جور کردي جائيگي '
دکا و جاء ربک و الملک	اور تمهارا پروردگار اور اسکے فرشتوں کے
صفا صفا (فجر : ۲۲)	پرے کے پرے آ جائينگے -

اعمال صالحه و اخلاق فاضله کے قائم رکهنے کيليے دهی فطري ديا گيا ' پيمانه عام قائم کيا گيا ' خير و شر کی حد بندي کردي - ليکن کيا تمهارے اعمال اس قانون الهي سے آزاد هيں ؟ نهيں ! تمهارے اعمال ' تمهارے اخلاق ' تمهارے فضائل بهی دنيا کی اور چيزوں کي طرح معدوم تهے - قوت صالحه نے اونکو پيدا کيا ' مگر وقت و مکان کے لحاظ سے ان ميں بهی ايک سلسلهٔ وجود و عدم جاري هے -

جسطرح دنيا کي ايک عمر هے ' اشخاص کي ايک محدود زندگی هے ' اقوام کے موت و حيات کي ايک مدت هے - يهي حال تمهارے فضائل و مناقب کا بهي هے - حضرة آدم کا سلسله نسب قيامت تک قائم رهيگا مگر بني آدم کا حسب چار پشتوں سے زياده نهيں جل سکتا - ايک شخص جد و جهد کرکے فضائل کا اکتساب کرتا هے ' علوم سيکهتا هے ' حکومت کي بنياد ڈالتا هے - مذهب کا سنگ بنياد رکهتا هے ' اوسکا بچه اس جد و جهد کا ذکر اوسکي زبان سے سنتا هے ' اوسکے اعمال کو ديکهتا هے - باپ مرجاتا هے ' اور وه اونهي طريقوں پر عمل کرتا هے جن پر باپ نے عمل کرکے يه بنياد قائم کي تهي ' ليکن ديوار ميں ذرا سا شگاف هو جاتا هے ' کيونکه باپ حصول محاسن کا موجد تها ' يه مقلد هے ' اور مقلد و مجتهد کا فرق ظاهر هے - دو پشت اسطرح گذر جاتي هے اور شرف خانداني قائم رهتا هے - تيسري پشت شروع هوتي هے ' اور يه سلسلهٔ خاندان صرف آبا و اجداد کي سني سنائي باتوں کي تقليد کرتا هے ' اسليے شگاف ميں اور زياده وسعت پيدا هوجاتي هے - پهر چوتهي پشت شروع هوتي هے ' اور معزز انسان آباء و اجداد کے فضائل اور جد و جهد کا مرقع زرين ديکهتا هے اور يقين کرليتا هے که اب يه وراثت دائمي هے ' جد و جهد اور عمل حق کي کوئي ضرورت نهيں - جب قلعه مستحکم هوگيا تو پهر فوج کي کيا حاجت هے ؟ پس وه هاتهه پانوں توڑ کے بيٹهه جاتا هے ' يه حال ديکهکر محرکات و وسائل عمل بهي اسکو چهوڑ ديتے هيں اور کسي دوسرے خاندان کا هاتهه پکڑ ليتے هيں - وه خاندان ان آلات و اسلحه کو ليکر اوٹهتا هے ' اور قلعه فتح کرليتا هے - ديوار دهم سے گر پڑتي هے ' اور چار پشت کے بعد اعمال صالحه کا گهرانا عموماً دوسري جگهه منتقل هوجاتا هے -

اگرچه بهت سے خاندانوں کا شرف اس سے زياده مدت تک قائم رهتا هے ' اور بهت سے خاندان اس سے پہلے بهي برباد هو جاتے هيں ' ليکن معلوم هوتا هے که اعمال صالحه کي متوسط عمر يهي هے - قرآن حکيم اور حديث و تاريخ سے بهي اسکي تائيد هوتي هے :

ليس على الذين آمنوا	جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا '
و عملوا الصالحات جناح	اونپر کوئي گناه اوس چيز کيليے نہيں هے
فيما طعموا اذا ما اتقوا	جسکو اونهوں نے کهايا ' جبکه تقوى
و آمنوا و عملوا الصالحات	اختيار کيا ' ايمان لاے ' اور عمل
ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا	صالح کيا ' پهر تقوى اختيار کيا اور
و احسنوا و الله	ايمان لاے ' پهر تقوى اختيار کيا اور
يحب المحسنين -	احسان کيا ' اور خدا احسان کرنے
(مائده : ۹۴)	والوں کو دوست رکهتا هے -

ايمان و عمل صالح کے بعد ايک درجه قائم هوگيا ' اسکے بعد خدا نے تين بار تقوى و ايمان و احسان کي هدايت کي ' اسليے يه چاروں درجے مکمل هوگئے - چوتهے درجه پر احسان کا حکم ديا که عمل صالح کي تکميل احسان هي هے -

خدا نے اگرچه ان مراتب اربعه کو چند متعين اشخاص کے ساتهه محدود کرديا هے ' ليکن يه قرآن حکيم کا عام انداز هے که باپ کے اعمال کو اولاد کي طرف منسوب کر ديتا هے ' اسکے بعد کے تينوں مراتب نيچے کي پشتوں کے ساتهه تعلق رکهتے هيں - حديث شريف ميں آنحضرت نے حضرت يوسف عليه السلام کے مناقب کا ذکر ان الفاظ ميں فرمايا هے :

انما الکريم ' ابن الکريم '	شريف ' شريف کا بيٹا ' شريف کا
ابن الکريم ' ابن الکريم	بيٹا ' شريف کا بيٹا ' يوسف بن
يوسف بن يعقوب -	يعقوب هے -

يعني آپ نے کرم کا انحصار چار پشتوں ميں کيا ' جسکا مقصد يه هے که حضرت يوسف کے خاندان نے شرافت کي کامل مدت کو پورا کرليا ' اور يهي چار پشتوں کي مدت اوسکي آخري سرحد هے -

ايک بار نوشيروان نے نعمان سے کہا " کيا عرب ميں کوئي قبيله سب سے ممتاز هے ؟ " اوس نے کہا هاں ! نوشيروان نے وجه فضيلت پوچهي - نعمان نے جواب ديا : جس خاندان ميں تين سردار متصل هوتے چلے آئيں ' يه چوتهے کي نوبت آے ' تو تمام قبيلے ميں وه خاندان ممتاز خيال کيا جاتا هے - نوشيروان نے اس خاندان کو طلب کيا تو آل حذيفه بن بدر الفزاري نے شرافت کي يه آخري سند پيش کي - اگر سلاطين عالم کے خاندانوں پر نگاه غائر ڈالي جاے تو وه بهي اسکي تائيد کرينگے ' اور خلافت راشده کا دور تو اسکي واضح مثال هے :

خير القرون قرني ثم الذين	بهترين زمانه ميرا زمانه هے پهر وه
يلونهم ثم الذين يلونهم -	لوگ جو اسکے بعد آئينگے پهر وه
	جو اس کے بعد -

آنحضرت صلی الله عليه و سلم نے چوتهے دور کا ذکر نهيں کيا که فتنه و فساد کا زمانه قابل ذکر نهيں -

عموماً اقوام کي عمر ' اشخاص سے زياده ممتد هوتي هے - يهي حال اخلاق و فضائل کا بهي هے - اشخاص اور اشخاص کے ساتهه اونکے محاسن زندگي بهي چلے جاتے هيں ' ليکن قوم باقي رهتي هے ' اور اوسکے ساتهه اوسکي اخلاقي روح بهی قائم رهتي هے - پس اگر هم اپني اخلاقي زندگي کو ترقي دينا چاهتے هيں ' تو همکو اپنے تمام اعمال صالحه کو جمهوريت کے قالب ميں ڈهال دينا چاهيے - اسلام کے قالب ميں فطرتاً يه روح موجود تهي ' اسليے اوسکے تمام قواے طبعي ايک مرکز پر جمع هوکر جسم کو حرکت ديتے تهے ' ليکن امتداد زمانه نے اس مرکز کو اپني جگه سے هٹا ديا ' اسليے شخصيت نے جمهوريت کي جگه ليلي اور خلافت نے حکومت کي صورت اختيار کرلي ' جب تک بدن ميں قوت تهي مرض کے نتائج علانيه محسوس نهيں هوے ' ليکن جب جسم کي قوت ميں اضمحلال پيدا هوا تو دفعتاً ظاهر هوگئے - دنيا نے ديکهه ليا که مرض نے رطوبت غريزي کو خشک کرديا هے ' اور حرارة اصليه کا چراغ بجهه گيا ' اوسوقت خدا کا فرشته پکارا - ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ايدي الناس - رطوبت اگرچه خشک هوگئي هے ' حرارت اگرچه بجهه گئي هے ' مگر جسم باقي هے ' اور وه پهر اسي معجون مرکب سے توانائي حاصل کرسکتا هے -

۱

تذکرت ایاماً مضت و لیالیا

خلت ٬ فجری من ذکرهن دموعي

الا ٬ هل لنا یوماً من الدهر عودة

و هل لي الی وقت الوصال رجوع ؟

و هل بعد اعراض الحبیب وصل

و هل لبدور قد افلن طلوع ؟

اما معلوم نیست که آن طرف چه طورست ؟

اینکه هرگز فراموشت نه کنم

هیچت از بنده یاد مي آید ؟

بلکه باید گفت :

بهر تو شنیده‌ام سخن ها

شاید که تو هم شنیده باشي !

همین تذکرهٔ و یادآوري یک صحبت رفتهٔ قدیم بود که از مطالعه تقریظ البلاغ با جگرے پر ار خون و دلے پر از اضطراب تازه گشت ٬ و یک تقریب مخاطبة و معادثهٔ صدیق قدیم انگاشته بے اختیار این چند کلمات از خامه حسرت نگار تراوش یافته -

و الان یضیق صدری ولا ینطلق لساني :

و من بعد هذا مایدق بیانه

و ماکتمه احظی لدید و اجمل

انما اشکوا بثی و حزني الی الله و اعلم من الله ما لا تعلمون !

و ان کنت لا تدری فتلك مصیبة

و ان کنت تدری ٬ فالمصیبة اعظم !

وهو الذي ینزل الغیث من بعد ما قنطوا ٬ و ینشر رحمته ٬ و هو الولي الحمید !

* * *

معاصر محترم ممدوح در شماره ۱۰ ماه رواں به عنوان تقریظ مي نگارد :

(البلاغ)

" البلاغ " نام یک رسالهٔ فواید اسالهٔ اسلامیه است که در تحت ریاست تحریري ادیب فاضل ٬ و لبیب کامل ٬ وطن پرور غیور ٬ و الفاظ فصیح و بلیغ مشهور هند ٬ جناب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد در هر پانزده روز یک بار بکمال زینت و زیبائي اشاعت و انتشار مي یابد - مسلك و مقصد اعظم این رسالهٔ بلاغت توام از نام نامي این روز نامهٔ گرامي بخوبي ظاهر و آشکار ست - چنانچه علاوه بر معاني که ازاں مراد و مفاد یگانهٔ تبلیغ احکام اسلام و ترغیب به حفظ و ترتیب قوانین منیف شرع شریف حضرت خیرالانام علیه السلام اخذ و استنباط میشود ٬ مطلب و مقصد فصاحت و بلاغت آن نیز مفهوم و معلوم میگردد - طرز تحریر و شیوهٔ تحریر این جرید فریده خیلی مرغوب و پسندیده است - چنانچه اصل هر واقعه و هر بحث و بیان را از آیات بینات قرآن عظیم الشان اخذ و استناد مي نماید -

جناب مولانائے موصوف در خصوص رنگیني عبارات ٬ و سنگیني کلمات ٬ و متانت الفاظ و لغاتی که درحین تقریر و اثنائے تحریر خود شان بی تکلفانه استعمال مي فرمایند ٬ در همگنان معروف ٬ و در خلق و ایجاد مضامین جید و عناوین جدید طبع عالي شان به حیثیت یک موجد و مخترع در عالم اسلامي تسلیم میشود -

قبل ازین " الهلال " نام یک رسالهٔ معتبر دیگری که طرز تحریر و نهج تقریر و وضع تقطیع و ترکیب آنرا رسالهٔ مفاسد ازالهٔ " البلاغ " عیناً پیروي و تعقیب میکند ٬ نیز در تحت مدیریة جناب فاضل مشار الیه در عرصهٔ ادبیات رونق افزای عالم مطبوعات مي گردید ٬ ولی پیش از مدت ده ماه بنا بر بعض اشکالات مالی و اشغالات کثیرهٔ مدیر عرفان تخمیز خود به توقیف و تعطیل مجبور شد - و دریغا در مدت مدید شایقان دیدار و عاشقان گفتار خود را در انتظار میداشت - تا بتاریخ اول محرم سنه ۱۳۳۴ در عوض آن شمارهٔ نخستین رسالهٔ " البلاغ " الغرا در معرض طبع و انتشار آمده ٬ عالم علم و ادب را یک رونق تازه و یک طراوت بی اندازهٔ بخشید - و بدینصورت مطلوب همهٔ هواخواهان و جمیع مشترکین " الهلال " را به چهرهٔ ملاحت شهرهٔ خود حظ و سرور فوق العادة عطا فرموده ٬ بنظافتهای صوري و لطافتهای معنوي خود گرویده و مجلوب ساخت - و درین خصوص ذات جناب مولانا ابو الکلام خیلی شایان تمجید و تحسین میباشد - علاوه بر اخلاق حمیده و اوصاف پسندیدهٔ مانند حب دین و وطن و جوش اسلامي که مولانا و بعضي از امثال شانرا در قطعهٔ هندوستان به آن شهرت حاصل است ٬ صفت اعجاز کلامي و فصاحت و بلاغت بیاني و عبور علوم دینیه تنها از صفات ممتاز و مخصوصیتی است که حق سبحانه تعالی خاص به ایشان عطا فرموده و ادبیات زبان اردو را به آن عروج و ترقی داده است - انسان اگر مجلدات " الهلال " را در زیر نظر دقت و مطالعه بگیرد ٬ بے شبهه در مقابل جودت تحریر و تقریر و جیادت مفهوم و معناي آن محو و حیران خواهد ماند - و از آنجا قوت سحر نگاري و جادو زباني صاحب و مدیر انرا اندازه و تخمین خواهد توانست - حقیقتاً جناب مولانا در مسلک خود یک شیوهٔ احسن و یک اصول بسیار مستحسنی را که نظیر آن کمتر یافته میشود از پیش گرفته تعقیب مي کند -

رسالهٔ مصورهٔ " البلاغ " بلحاظ صورت و معنی از جراید برگزیده و ممتاز اردو زبان قطعهٔ وسیعهٔ هندوستان است ٬ و هیچ اخبارے نیست که بقواعد مخصوصه و اصول موضوعهٔ وے که برائے خود اخذ و انتخاب نموده ٬ دعوی همسري نماید - در لطافت و پاکیزگي خود یگانهٔ جریدهٔ است که در همهٔ هندوستان بطبع میرسد - یکی از خصوصیات لازمهٔ آن اینست که بحروف " تایپ " و تصاویر بسیار زیبا و مهمي مطبوع و مزین مي گردد - قیمت سالیانه آن تنها ۱۲ روپیه انکلیزي و شش ماههٔ آن ۶ روپیه و ۱۲ - آنه میباشد ٬ و حجمش هم گاهی از ۲۴ صحیفه کمتر نمیشود - مجلدات رسالهٔ مصورهٔ " الهلال " که قبل ازین اشاعت مي یافت ٬ نیز هر یک به قیمت ۷ روپیه انکلیزي در ادارهٔ علیهٔ " البلاغ " در کلکته بفروش میرسد که همهٔ آنها به اعتبار صفائي تصاویر کثیره و استفادهٔ ارباب ذوق شایان مطالعه و لازم خریدنست - ما همهٔ اهالي وطن عزیز خود را که بزبان اردو کم و بیشی آشنائي دارند و یک شوق و لذت علمي را مالک باشند ٬ به اشترای مجلدات " الهلال " و اشتراک رسالهٔ " البلاغ " ترغیب و تحریض داده مي گوییم که مطالعهٔ این چنین آثار مفیده برائے ایشان باعث بسی استفاده و توسیع معلومات و تولید عزائم و همم است -

" سراج الاخبار افغانیه " رفیق معزز و محترم خود " البلاغ " را بکمال فرحت و مسرت استقبال و پذیرائي مي کند ٬ و همواره بتمام کامیابي و موفقیت اشاعت آنرا در تحت مدیرت جناب کمالات مآب فضیلتمند مولانا ابو الکلام آرزو دارد ٬ و همهٔ عالم اسلام را بشارت میدهد که الحمد لله در هندوستان نیز بعضی چنین ذواتی وجود دارند که بکمال فعالیت مدافعهٔ دیني را نموده با همهٔ موجودیت خود شان بر حفظ حرارت اسلامي درین قوم و ملت خود کوشش ورزیده ٬ آنرا از شر و ضرر نجات و رستگاري میدهند " زاد الله تعالی امثالهم "

البلاغ :

سخن طرازي و دانش هنر نظیري نیست

قبول دوست مگر نالهٔ حزین گردد !

ایک ملازم شخص نے گھاس خریدی، وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا ... انہیں لادی - وہ راستے سے گذرے تو لوگوں نے کہا آپ کے بدلے ہم اٹھا لیتے ہیں، اسنے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول الله کے صحابي هیں، اسنے معذرت چاهي، مگر اُنہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ نیت کرلی ہے کہ اسکو تمہارے گھر تک پہونچاؤنگا -

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر ہوکر گئے، فوج کے نوجوانوں کے پاس ہوکر گذرے تو اُن سبھوں نے اُنکي هنسي اُڑائي - ایک شخص نے کہا آپ سنتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا ان سے درگذر کرو، خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا -

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے، لیکن جب کبھي نکلتے تو لوگ کہتے "کرک آمد کرک آمد" وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہیں تو لوگ کہتے کہ یہ سب آپ کو گدڑیے سے تشبیہ دیتے ہیں - لیکن وہ اُن سے درگذر کرتے -

لیکن باوجود اس زهد اور حلم و انکسار کے اُن میں رهبانیت کا شائبہ تک نہ تھا، اور صرف یہي نہیں کہ خود رهبانیت سے بچتے، بلکہ دوسروں کو بھي اس سے بچانے کي کوشش کرتے - حضرت ابوالدرداء سے رسول الله نے اُن کي مواخاۃ کرادي تھي - ایک دن حضرت ابو الدرداء کي بي بي نے اُن سے شکایت کي کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں (یعنے میرا حق ادا نہیں کرتے) اسلیے حضرت سلمان فارسي نے وہ رات وهیں بسر کي - جب ابو الدرداء نماز کو اُٹھے تو اُنہوں نے روک لیا - صبح هوئي تو کھانا تیار کروایا، اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کر لیا، وہاں سے نہ ٹلے - ابو الدرداء رسول الله کي خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا: سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں، اعتدال کے ساتھہ عبادت کرو -

(منـــاقـــب)

حضرت سلمان کو زهد، عبادت، حلم و انکسار، اور اخلاق حسنہ کي وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا، جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ ہوا ہوگا - رسول الله صلی الله علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین شخصوں یعني حضرۃ علي، عمار، اور سلمان کي مشتاق ہے - (رضي الله عنهم) - حضرت عائشہ فرماتي هیں کہ سلمان کو رسول الله سے وہ قربت حاصل تھي کہ قریب تھا کہ هم لوگوں پر غالب آ جائیں - حضرت علي (رضي الله عنه) فرماتے ہیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے - وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھي خشک نہیں هوسکتا، وہ اهل بیت میں سے ہیں - حضرت عبد الله بن عمر کا وظیفہ ساڑھے تین هزار اور حضرت سلمان فارسي کا چار هزار تھا - لوگوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ان کو امیر المومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے، جو انکا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول الله کے ساتھ شریک ہوے، اُن میں ابن عمر نہیں شریک ہوے -

(وفـــات)

حضرت سلمان فارسي کي وفات کا واقعہ بھي نہایت عجیب ہے - جب اُنکي موت کا وقت آیا تو اُنہوں نے اپني بي بي سے کہا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھي ہے - اُسکو اُٹھا لاؤ - وہ مشک کي ایک تھیلي اُٹھا لائیں - حضرت سلمان فارسي نے پیالے میں پاني منگوایا اور مشک کو اُسمیں حل کردیا - پھر بي بي سے فرمایا: اسکو میرے اِرد گرد چھڑک دو، کیونکہ میرے پاس ایک ایسي مخلوق آنے والي ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتي ہے، اور کھانا نہیں کھاتي (ملائکہ) اور دروازہ بند کرکے تم نیچے چلي جاؤ - اُن کي بي بي نے تعمیل حکم کرکے تھوڑي دیر تک باهر ٹھہري تھیں کہ اُنہوں نے ایک نہایت آهستہ آواز سني - جاکر دیکھا تو اُنکا وصال ہوچکا تھا -

مواعظ وخطب

سورۂ کریمہ ماعون

(از مولانا خواجہ عبد الحي - سابق پروفیسر میرٹھہ کالج)

دولت کے کرشمے بھي عجیب و غریب ہیں - ایک مجسمہ شیطنت اور ملعونیت، ایک پیکر فسق و فجور انسان، زریں لباس زیب تن کیے ہوے تمہاري مجلس میں آ جاتا ہے - اُس کا ایک ایک فعل، ایک ایک حرکت اخلاق انساني کو توڑنے والي، اور نظام عالم کو درهم برهم کرنے والي ہوتي ہے، مگر سونے کا چمکدار تھیلا سب کي آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے اور تمام حاضرین سر بسجود ہوکر "انت الہنا" پکارنے لگتے ہیں - اسکي تمام برائیاں نیکیاں بن جاتي ہیں، اسکے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے ہیں، اور وهي فساد و شیطنت کا پتلا، معبود و مطلوب هر بو الهوس بن جاتا ہے - دولت کے یہ کرشمے ہیں، تم ان کو روز مرہ مشاہدہ کرتے ہو، مگر تم ان سے نصیحت و عبرت حاصل نہیں کرتے - یمرون علیها و هم عنهـــا معرضون -

دولت اپنے ساتھہ خوبیاں بھي لیکر آتي ہے اور برائیاں بھي، قرآن حکیم مال جمع کرنے سے تمکو نہیں روکتا بلکہ مختلف مقامات پر اس کو "خیر" سے تعبیر کیا ہے مگر اسکے یہ معني نہیں ہیں کہ اسکے اندر عیب نہیں، قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے هر ایک بحث کي تنقیح کرتا ہے، اسکے محاسن و فضائل ظاہر کرتا ہے، اسکے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے، اور پھر بتلا دیتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟

بخل ایک نہایت هي مذموم و قبیح شے ہے، جسوقت کسي قوم سے مالي و جاني قرباني کا مادہ جاتا رہتا ہے، وہ قوم تباہ هو جاتي ہے، اور زندہ قوموں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتي -

سورۂ صف میں فرمایا: هل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم، تومنون بالله و رسوله و تجاهدون في سبیل اللـه باموالـکم و انفسکم، ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتائیں جس کا یقیني اور قطعي نتیجہ یہ ہو کہ عذاب الیم سے نجات مل جاے، وہ تجارت واحد صرف یہ ہے کہ الله و رسول پر سچ سچ ایمان لے آؤ اور مال و جان کو حق کي راہ میں قربان کرو - حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھي علم ہوگا تو تم دیکھہ لوگے کہ اس میں تمہارے لیے بڑي هي خیر و برکت ہے -

پھر اس قرباني کو زیادہ واضح، نتیجہ خیز، اور موثر بتلانے کي غرض سے سورۂ توبہ میں فرمایا: قل ان کان اٰباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارۃ تخشـون کسادها و مسـٰکن ترضونها، احب الیکـم من الله و رسوله و جهاد في سبیله فتربصوا حتی یاتی اللـه بامره، والله لا یهـدي القوم الفسقیـن - مسلمانو! اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائي، عورتیں، برادري، وہ مال جو تم نے کمایا ہے، وہ سوداگري و تجارت جسکي کساد بازاري کا تمہیں ڈر ہے، وہ مکانات جو تمہیں بہت هي مرغوب هیں، اگر ان میں سے ایک چیز بھي تمکو زیادہ عزیز ہے الله سے اپنے رسول سے اور پھر اسکي راہ میں قرباني کرنے سے، تو یقین کرو کہ تمہارے لیے الله کی رحمت و مغفرت کا دروازہ بند ہوگیا ہے - بس اب تم الله کے آخري فیصلہ کا انتظار کرو اور اس بات کا یقین کرو کہ خداے حکیم و عالم بد اخلاقوں کي کبھي رهنمائي نہیں کرتا -

غور کرو، کہ اس جاني و مالي قرباني سے بھاگنے کا نتیجہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا، اب ایسي قوم کی مذہب کا دروازہ تو مقفل

اُسوۂ صحابہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

(۲)

(غـــزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جس وقت واقع ہوئیں' حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے' اسلیے مجبوراً شریک نہو سکے - بدل کتابت ادا کرکے جب وہ آزاد ہوگئے تو غزوۂ خندق پیش آیا' اور یہ پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شریک ہوے - اسکے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے - غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی - اسکے کھودنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہوگیا تھا - چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے' اس بنا پر اُنکے متعلق انصار و مہاجرین میں حجت ہوئی - انصار کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں' اور مہاجرین اُنکو اپنی طرف کھینچتے تھے - حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ جناب رسول اللہ نے اس جھگڑے کو ان الفاظ میں چکا دیا کہ :

سلمان منا اهل البیت   سلمان ہمارے اهل بیت میں سے ہیں -

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اسقدر عزت نہ دی ہوگی کہ اُسکو اپنے اهل بیت میں شامل کرلیا ہو - یہ مساوات اسـلام ہی نے قائم کی تھی اور یہ اُسیکا خاصۂ لازمی ہے -

(اخــلاق و عــادات)

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم' منکسر المزاج' قانع' رحم دل' زہد پیشہ' اور فیاض طبع تھے - بیت المال سے اُنکو چار ہزار درہم ملتے تھے - لیکن وہ اُنکو تقسیم کردیتے تھے' اور خود اپنے ہاتھہ کی کمائی پر بسر کرتے تھے - وہ جس زمانے میں مدائن کے امیر تھے' کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بناکر معاش پیدا کرتے تھے - چنانچہ کچھہ لوگ اُنکی طرف گذرے اور یہ حالت دیکھکر کہا : آپ تو یہاں کے امیر ہیں' اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفہ ملتا ہے' پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ اُنہوں نے کہا : میں اپنے کسب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں - بعض روایتوں میں ہے کہ اُنکا وظیفہ پانچ ہزار تھا' اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے - لیکن اس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چن لاتے تھے' اور اُنکے پاس صرف ایک عبا تھی جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا پہنتے تھے - جو وظیفہ ملتا تھا اُسکو تقسیم کردیتے تھے' اور کماکر گذر اوقات کرتے تھے - اُنہوں نے اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا تھا' جہاں کسی کا گھر مل جاتا' اُسکے سایہ میں پڑ رہتے تھے - ایک مرتبہ حذیفہ (رض) نے اُن سے کہا ہم آپ کے لیے گھر کیوں نہ بنادیں - انہوں نے فرمایا کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو؟ کیا میرے لیے ویسا ہی گھر بناؤگے جیسا کہ تمہارا مدائن میں ہے ؟

اُنہوں نے کہا نہیں' ہم تمہارے لیے بانس کا گھر بنائینگے' اور اُسکی چھت نیچی ہوئی' وہ اسقدر پست ہو گا کہ جب تم کھڑے ہوگے تو تمہارا سر اُس سے لگ جائیگا' اور اس قدر تنگ ہو گا کہ جب سونے جاهوگے تو تمہارے پہلو اُسکے دونوں کناروں سے مل جائینگے - اُنہوں نے کہا اب تم نے میرے دل کی بات کہی -

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے' لیکن حضرت سلمان (رض) زہد کی وجہ سے اُسکو ہمیشہ مکروہ سمجھا کیے' ایک بار اُن سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا :

حـــلاوة رضــاعتهـــا و   یعنے اُسکے دودھہ کی شیرینی اور اُسکے
مـــرارة فطـــامهـــا -   دودھہ چھوڑنے کی تلخی اسکا سبب ہے -

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا' زکوۃ و خیرات کے مال کہانے سے اسقدر بچتے تھے کہ ایک مرتبہ اُنکے غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجیے - اُنہوں نے فرمایا : تمہارے پاس کچھہ مال ہے - اسنے کہا نہیں - آپ نے کہا پھر یہ کیونکر ہو گا ؟ اُسنے جواب دیا کہ میں لوگوں سے سوال کر کے یہ مال ادا کردونگا - آپ نے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو؟

وہ زہد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبال جان سمجھتے تھے - وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوے تو سعد بن ابی وقاص اُنکی عیادت کو آے' حضرت سلمان اُنکو دیکھکر رونے لگے - اُنہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں' رسول اللہ آپ سے بہت خوش تشریف لیگئے - آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملینگے اور حوض کوثر پر رسول اللہ سے بھی ملاقات ہوگی - حضرت سلمان نے فرمایا : خدا کی قسم میں موت کی گھبراہٹ یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا - لیکن رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاہیے - حالانکہ ہمارے آس پاس یہ سانپ ہیں !

جس سامان دنیا کو انہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا' وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹے کے سوا کچھہ نہ تھا -

حضرت سلمان فارسی کا توکل اور اُنکی قناعت عام طور پر مشہور تھی - یہانتک کہ بعض صحابہ نے اُنکی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا -

عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا' مجھے نیند آگئی تو سلمان آے اور سلام کیا' میں نے سلام کا جواب دیا' اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر پایا - انہوں نے نہایت عمدہ - توکل اختیار کرو کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے اور اس جملہ کو بار بار دوہراتے رہے -

رحمدلی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے غلاموں سے دو کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے تھے - ایک دفعہ ایک شخص اُنکے پاس آیا' وہ اُس وقت آٹا گوندہ رہے تھے - اس نے کہا آپ کا خادم کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا ہم نے اسکو ایک ضرورت کے لیے بھیجا ہے' ہم نے پسند نہیں کیا کہ اس پر دو کاموں کا بار ڈالا جاے -

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے - وہ مدائن کے امیر تھے - ایک مرتبہ نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھہ لیے جاتا تھا اس سے انکے جسم میں خراش آگئی' وہ رک گئے اور پلس آکر اُسکا بازو ہلاکر کہنے لگے : جب تک جوانی کا لطف نہ اٹھالو خدا تم کو زندہ رکھے -

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لیے آتا تھا' اُسنے حضرت سلمان فارسی کو دیکھا تو انکے بدن پر صرف ایک چھوٹی سی عبا تھی' اسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں اسلیے اسنے بلا کر کہا کہ یہاں آو - یہ بوجھہ اٹھا لیچلو - حضرت سلمان کو بوجھہ لیجاتے ہوے لوگوں نے دیکھا تو اس سے کہا کہ تو یہاں کے گورنر ہیں - اسنے کہا مجھے کیا معلوم تھا ؟ حضرت سلمان نے فرمایا جب تک اسکو تمہارے گھر تک نہ پہونچادونگا ہرگز نہ اُتارونگا

مدارس اسلامیہ

جـــامـــع ازهـــر

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب دسنوي)

چوتهي صدي كے وسط میں جبكه اخشیدي سلطنت كا اولوالعزم فرمان روا كافور فوت هوچكا تها اور اُسكي جگه احمد بن علي بن الاخشیدي تخت مصر پر بتهایا گیا تها ' تو احمد بن علي اپني كم سني كي وجه سے سلطنت كا بار نه اُتها سكا اور اسكا چچا زاد بهائي حسین بن عبد الله اسكي طرف سے منتظم سلطنت قرار پایا - جعفر بن الفرات ان دنوں وزیر اعظم تها - احمد جو اصلي وارث تاج و تخت تها اور جسكو اخشیدي سلطنت كا سچا درد هوسكتا تها وہ كم سن تها ' آوروں كو بقاے سلطنت كي كیا پروا هوسكتي تهي ؟ اُنكي كوشش صرف ذاتي كامیابیوں تك محدود رهي - نتیجه یه هوا كه سلطنت كے تمام اركان مضمحل هوگئے - اُمرا كي غفلت سے مداخل مخارج سے كہیں بڑهگئے - فوجوں كے مقررہ تنخواهوں میں روز بروز كمي هونے لگي - آخر فوج كے ایك دسته نے اصلاح سلطنت سے نا امید هوكے المعز لدین الله كو جو اُن دنوں افریقه كا بادشاہ تها' لكها كه " تم آؤ مصر پر حمله كرو هم تمهاري مدد كرینگے " معز نے یه نوید جانفزا سنتے هي ابوالحسن جوهر بن عبد الله كي زیر امارت ایك فوج مصر كي طرف روانه كردي - اخشیدي سلطنت كي طرف سے بهي مقابله كے لیے فوج بهیجي گئي - ۱۱ - شعبان سنه ۳۵۸ میں دونوں فوجوں كا مقابله هوا ' مگر جو سیلاب پهیل چكا تها ' وہ اب كسي كے روكے كب رك سكتا تها ؟ كچهه دنوں تك تو مصري فوج برابر كا جواب دیتي رهي ' مگر آخر اسكے پاے استقلال كو لغزش هوئي اور شكست فاش كهائي -

دوسرے دن جوهر اپني كامیاب فوج كے ساتهه بڑے جاہ و جلال سے مصر میں داخل هوا اور امن عام كا اعلان كیا - جب فاطمیین كو ملك مصر پر پورا اقتدار حاصل هوچكا ' تو اُنكو خیال پیدا هوا كه اس فتح كي یادگار میں ایك نیا شهر آباد كرنا چاهیے جو بني فاطمه كے نام كو قیامت تك زندہ ركهے - یه فوري تحریك بهت جلد قوت سے فعلیت میں آگئي' اور اُسي سال سنه ۳۵۸ میں یه شهر آباد هوگیا جسكا نام فتح كي مناسبت سے المنصوریه ركها گیا - لیكن جب سنه ۳۶۲ میں خلیفه فاطمي المعز لدین الله نے قیروان كو چهوڑ كر مصر كو دارالخلافت بنایا تو خلیفه كے نسبت سے اسكا نام القاهرة المعزیه ركها گیا - اب صرف " قاهره " زبانوں پر رهگیا هے -

اُس زمانه كي رسم یه تهي كه جب كوئي نیا اسلامي شهر بسایا جاتا تو تبركاً وهاں پہلے مسجد كي بنیاد ڈالي جاتي تهي - چونكه فاطمیین شیعه تهے ' اسلیے اهل سنت كي مسجد میں خطبهٔ خلافت دینا نامناسب خیال كرتے تهے - ان وجوہ سے جوهر نے روز شنبه ۲۴ جمادي الاولى سنه ۳۵۹ كو اُس مسجد كي بنیاد ڈالي جسكي قسمت میں آگے چلكر جامع ازهر هونا تها - دو برس كي متواتر جانفشانیوں كے بعد سنه ۳۶۱ میں اسكي عمارت طیار هوگئي - اسكا نام فاطمیین نے سیدة النساء فاطمة الزهراء كي طرف منسوب كركے جامع ازهر ركها - اسكي وسعت اور صرف كثیر كا اندازہ اس سے هوسكتا هے كه اسكي صرف ایك قطار میں ۷۶ ستون سنگ مرمر كے تهے -

سنه ۷۰۲ میں ایك سخت زلزله آیا جسكے صدمه سے جامع ازهر كي كچهه دیواریں گرپڑیں - سالار نامي ایك امیر نے پهر نئے سرے سے تعمیر كرائي - سنه ۱۱۶۷ میں امیر عبد الرحمن كتخدا نے نصف جدید عمارتوں كا اس پر اضافه كردیا جنمیں صرف سنگ مرمر كے ۵۰ ستون تهے - اگر متعلقات جامع كو بهي شمار كرلیا جاے تو ازهر كے كل ستون كي مجموعي تعداد ۳۷۵ هوگي -

اگر تم قدیم عمارت كي جو فاطمیین كي یادگار هے ' سیر كرنا چاهوگے تو تمهیں اندر جانے كے لیے تین دروازے ملینگے - اندر پهونچكر تم كو معلوم هوگا كه یه مسجد چاروں طرف سے گهري هوئي هے ' اُسكي اندروني سطح سنگ مرمر سے مزین هے' جس پر كوفي خط میں قرآن شریف كي آیتوں كا طغرا هے - جدید و قدیم دونوں عمارتوں كے دو حصے هیں - ایك چهت هے جس میں لكڑي كي كڑیاں هیں اور اُن میں بڑی دیدہ ریزي سے نقش و نگار بناے گئے هیں - دوسرا پتهر كا كهلا صحن هے جس میں طلبا ایام گرما میں شب كو سوتے هیں - پہلے اس میں دس محرابیں تهیں جن میں سے اب صرف چهه رهگئي هیں - مگر ان محرابوں میں صرف دو مشهور هیں - ایك كا امام شافعي المذهب هے اور دوسرے كا مالكي - كل مسجد میں صرف ایك منبر هے جس پر كهڑے هوكر امام جمعه اور عیدین كا خطبه پڑهتا هے - اذان دینے كے لیے پانچ بهت بلند منارے هیں جن پر چڑهكے موذن اذان كہا كرتے هیں - جامع ازهر كي ایك عجیب و غریب رسم یه هے كه یهاں موذن اندهے مقرر كیے جاتے هیں تاكه مناروں پر چڑهتے وقت پردہ نشین گهروں كي پردہ دري نه هو - جب موذن اذان كهنا چاهتے هیں تو ایك بار " المیقـــاتي " كا نعرہ بلند كرتے هیں - اس آواز كو سنكر اور مسجدوں كے موذن بهي اذان كے لیے طیار هو جاتے هیں -

مقریزي كے كلام سے ایسا معلوم هوتا هے كه موسم حج میں ان مناروں پر كثرت سے روشني كي جاتي تهي جس سے ساري مسجد بقعهٔ نور بن جاتي تهي - اس جلوهٔ نور كے حسن منظر كا اس سے اندازہ هو سكتا هے كه خلفاے فاطمیین نے صرف اسكي سیر دیكهنے كي غرض سے ایك قصر بنایا تها -

دولة فاطمیه جب اپني زندگی كے دن پورے كر چكي اور ایوبیه خاندان كا سب سے بڑا پرجوش ممبر سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب مصر پر قابض هوا تو اس نے شیخ صدر الدین بن درباس شافعي كو مصر كا قاضی القضاة مقرر كیا - شوافع كے هاں چونكه ایك شهر میں دو جگه نماز جمعه نهیں هوسكتي' اسلیے جامع ازهر كے بدلے جامع حاكمي میں نماز جمعه هونے لگی ' كیونكه یه مسجد ازهر سے زیادہ وسیع تهي - تقریباً سو برس تك جامع ازهر میں نماز جمعه موقوف رهي - جب سلطان ظاهر سنه ۶۵۸ میں مصر كا حكمراں هوا تو اس نے شافعي قاضي كو اس خدمت سے سبكدوش كركے اسكي جگه ایك حنفي قاضي القضاة مقرر كیا' جس نے ازهر میں پهر جمعه پڑهنے كي اجازت دیدي' اور جب سے آج تك برابر یهاں نماز جمعه بڑے شان و شوكت سے ادا كي جاتي هے -

(مدرسـة الازهـر)

چونكه یه مقدس عمارت مذهبی شان كے ساتهه دولة فاطمیه كی یادگار تهی ' اسلیے جب كوئي شخص مصر پر نیا حكمراں هوتا ' تو وہ كچهه نه كچهه مذهبي خاطر یا بقاے نام كي غرض سے اُن عمارتوں پر اضافه كرتا جاتا جو گذشته سلاطین كے نام زندہ كر رهی تهیں - كسي نے دارالاقامة ' كسي نے حمام' كسي نے باورچي خانے بنوادیے - چنانچه اسوقت جامع ازهر كي وسعت ۱۲۲۵۰ گز هے - یهاں كا هر كمرہ جسكو ازهر كی اصطلاح میں رواق كهتے هیں' بمتوسط وسعت كا هوتا هے' جس میں دو تین الماریاں بهي هوتي هیں - مختلف ممالك اسلامیه كے لیے یهاں الگ الگ دارالاقامة هیں' اور اُنكا مهتمم جسكو ازهر كي زبان میں شیخ كهتے هیں' الگ هوتا هے ' اور اسكا

هوجاتا هے ' وه مغضوب و ملعون هوجاتي هے اور خدا کي لعنت کا آهني طوق اسکي گردن ميں پڑجاتا هے ' پھر دنيا ميں کون هے جو الله کے ذليل کيے هوے کو عزت دے ؟

بخل اگرچه تم ابتدا ميں صرف مال کے ليے کروگے مگر اس کا فساد عظيم جان کے عزيز هونے تک پهنچ جائيگا ' اور خدا کے راسته ميں دکهه اٹھانا بھي تمهارے ليے مشکل نہيں امر هوجائيگا -

قرآن حکيم نے اسي بخل کو ليا ' اور ايک مستقل سورة ميں اسکے نتائج کو واضح کيا :

ارئيت الذي يکذب بالدين ' فذلك الذي يدع اليتيم ولا يحض على طعام المسکين -

کيا تم نے اس شخص کو ديکها جس کو اتنا بھي يقين نہيں که اسکو کسي نه کسي دن اپنے اعمال کا خود جوابده هونا پڑيگا ' اور اگرچه زبان سے وه قيامت کا اقرار کرتا هے ' مگر اسکے اعمال اسکے اس اقرار کي تکذيب کر رهے هيں ؟ جو شخص يتيموں کي ذرا بھي پروا نه کرے بلکه جب وه اپني حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لے کر آويں تو انکو دهکا ديکر نکالدے - تو کيا اس عمل قبيح سے يه ثابت نہيں هوا که اس کو قيامت پر ذرا بھي يقين نہيں ؟ اسکے ساتهه تو اسکے اعمال جائينگے نه که مال و دولت - مگر حقيقت يه هے که اسکو وهم و گمان بھي نہيں که هر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دينا هے - خير اسکو بھي جانے دو ' اگر يه نه سهي تو کم سے کم اتنا تو هوتا که دوسروں هي کو نيکي کي ترغيب ديتا ' مگر اس بدبخت کي حالت عجيب هے که اوروں کو بھي مساکين و فقرا کي خدمت کرنے پر ترغيب نہيں ديتا - اسکے يه تمام اعمال و افعال صاف صاف اعلان کر رهے هيں که اسکو قيامت سے قطعي انکار هے ' ورنه کيا اتني معمولي نيکي سے بھي گريز کرتا ؟

يه وه جماعت هے جسکے پاس مال هے ' دولت هے ' اور وه الله کے راسته ميں خرچ نہيں کرتي ' بلکه اسکو خزانوں اور کوٹھريوں ميں مقفل کرکے بند رکھتي هے ' ان کي بعينه وهي حالت هے جو يهوديوں کي تھي : والذين يکنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم - يوم يحمى عليها في نار جهنم فتکوى بها جباههم و جنوبهم و ظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون - جو لوگ سونا اور چاندي ' مال اور دولت ' جمع کرکے خزانوں ميں جمع کرتے هيں اور غربت و افلاس کے خوف سے الله کے راسته ميں خرچ نہيں کرتے ' تو انکو عذاب اليم کي خوشخبري سنادو - اس مال کو جهنم کي آتش ميں گرم کرکے ان کے ماتھے ' ان کے لبوں ' اور ان کے پشتوں پر داغ ديا جائيگا - اسوقت انسے کہا جائيگا که يهي وه مال و متاع زندگي هے جو بيحد مرغوب و محبوب هونے کے باعث تم جمع رکھتے تھے ' ديکهو يه اس گاڑنے اور جمع کرنے کا نتيجه هے -

رسول الله صلي الله عليه و سلم کو ايک مرتبه جهاد کيليے روپيه کي ضرورت تھي - آپ نے مسجد ميں جاکر خطبه ديا اور صحابه رضی الله عنهم سے فرمايا کهجور لاؤ -

حضرت عمر رضی الله عنه گهر سے کهجور ليکر دربار نبوت ميں حاضر هوے - يه اس وقت امير تھے ' رسول الله صلی الله عليه و سلم نے فرمايا : تم نے گهر ميں کيا چهوڑا اور همارے ليے کيا لاے ؟

حضرت عمر نے عرض کيا : تمام مال جمع کيا ' نصف حضور کي خدمت ميں پيش کرديا اور نصف اپنے اهل و عيال کيليے رکهه آيا هوں -

اب حضرت ابو بکر رضی الله عنه حاضر هوتے هيں - يه اس زمانه ميں غريب تھے - رسول الله صلی الله عليه وسلم نے حضرت ابوبکر سے دريافت فرمايا : همارے ليے کيا لاے : اور گهر ميں کيا چهوڑا ؟ عرض کيا : جو کچهه گهر ميں موجود تها سب کچهه جمع کرکے لے آيا هوں اور گهر ميں الله اور اسکا رسول هے -

دنيا نے ديکهه ليا که ان قربانيوں نے کيا نتائج پيدا کيے ' اور جس وقت مسلمانوں ميں يه جذبه قدرتي پيدا هوجائيگا اسکے نتائج دوباره ديکهه لينگے -

ان تين آيتوں ميں ارباب مال و دولت کی تصوير کهينچ دي جب وه انفاق في سبيل الله سے گريز کريں - اس کے ساتهه اب ان لوگوں کي طرف توجه دلائي جاتي هے جو نماز تو پڑھتے هيں مگر در اصل اسکے مقصد حقيقي کا ذرا بھي خيال نہيں کرتے :

فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون الذين هم يراؤن و يمنعون الماعون - جو لوگ نماز پڑھتے هيں ' چاهيے تها که نماز انکے اندر تمام وه خصائص پيدا کرديتي جو نماز کے اصل مقاصد هيں ' مگر هم ديکهتے هيں که جاني قرباني تو کجا ' مالي قرباني سے بھی گريز کرتے هيں ' معمولي روز مره کے استعمال کي چيزيں تک لوگوں کو دينے سے انهيں انکار هے - ايک عالم سے اتنا نہيں هو سکتا که اپني کتابيں دوسرے کو پڑھنے کيليے عاريتاً ديدے ' ايک طالب علم يه نہيں کرسکتا که اپنے قلم و دوات سے دوسرے کو نفع پهنچادے ' ايک عورت ميں اتني قدرت بھي نہيں پيدا هو سکتي که اپنے برتن دوسري پڑوسن کو استعمال کے ليے ديدے - جب نماز پڑھتے هيں ' اور نهايت خشوع و خضوع کا اظهار کرتے هيں ' تو بڑي لمبي نمازيں هوتي هيں ' پيشاني پر سجده کا نشان پڑ جاتا هے ' مگر قرباني کا اتنا ماده بھي پيدا نہيں هوتا - پس افسوس ايسے نمازيوں کيليے - وه نماز کي اصل حقيقت کو بهول گئے - وه نماز سے بالکل غافل هيں ' وه محض لوگوں کو دکهلانے کي غرض سے نماز پڑھتے هيں - الله کيليے انکے پاس کچهه نہيں هے !

اس چهوٹي سي سورة ميں قدوس حق نواز نے بخل کي حقيقت کو واضح کرديا هے که اس سے قوميں تباه ' ملتيں برباد ' اور مذاهب نا پيد هوجاتے هيں - اب يه بخل خواه ارباب دولت ميں پيدا هو جس کو تم آساني سے سمجهه سکتے هو ' خواه ان عابدان گوشه نشين ميں پيدا هو ' جو کنج عزلت ميں بيٹهکر ادعاء زهد و عبادت کرتے هيں ' نمازيں پڑھتے هيں مگر بے سود ' سجدے کرتے هيں مگر لا حاصل ' دعائيں مانگتے هيں مگر قبول نہيں هوتيں -

حقيقت يهي هے که ابتدا ميں قوموں کے اندر مالي قرباني کا جذبه پيدا هوتا هے ' جب اسميں کامل و مکمل هوجاتي هيں تو پهر جاني قرباني کا حکم هوتا هے - اسي جگه ديکهو ' سورة ماعون ميں بخل کي مذمت بتلائي تا که بخل سے بچيں ، اور الله کے راسته ميں مال خرچ کريں - ايک مدت تک جب اس پر عمل هوتا رها ' قوم مالي قرباني کيليے ايک حد تک تيار هوگئي تو پهر سورة کوثر نازل هوئي جسميں جاني قرباني پر زياده زور ديا گيا اور اس کا ايک هي نتيجه بھي بتا ديا : ان شانئك هو الابتر

(وظـــائف)

یہاں طلبا کو دو قسم کے وظائف دیے جاتے ہیں - اول ماہانہ نقد' دوم سامان خورد و نوش - دونوں قسم کے طلبا کی ایک خاص تعداد ہے جن سے زائد کو مدرسہ وظیفہ نہیں دیتا جب تک اسمیں سے کوئی جگہ خالی نہو - کھانے' میں ہر طالب علم کو زیادہ سے زیادہ چھہ روٹیوں تک لینے کا اختیار ہے - ازہر کا مذہبی اقتدار دیکھو کہ عمائد مصر خود تبرکا اپنے لیے ازہر سے روٹیاں مقرر کراتے ہیں - طلبا کی اس مالی امداد کی تعداد کم سے کم ۲ قرش یعنی ۵ آنہ' اور زیادہ سے زیادہ سو قرش ماہانہ یعنی پندرہ روپیہ دس آنہ ہے - اس وقت جامع ازہر میں تین ہزار وظیفہ خوار طلباء ہیں -

(اخـــلاق)

چونکہ جامع ازہر کے طلبا مختلف مذاہب کے ہیں اور مختلف ممالک کے باشندے ہیں' اسلیے اُنکے اخلاق و عادات پر کوئی ریمارک نہیں کیا جاسکتا - عموماً وہاں کے طلبا کے وہی اخلاق و عادات ہیں جو ہندوستان کے عربی خواں طلبا کے ہمیں نظر آتے ہیں -

(مدرسین)

جـامـع ازهـــر میں دو قسم کے علما ہیں' ایک وہ جو سنہ ۱۲۸۸ ھ سے (جس سے ازہر کا دور جدید شروع ہوتا ہے) پہلے کے ہیں' اِن کی تعداد روز بروز کم ہوتی جاتی ہے - اس وقت اُنکی تعداد اُنسٹھہ ہے - دوسرے وہ علما ہیں جنکا تعلق ازہر سے اسکے بعد شروع ہوا ہے - ان دونوں قسم کے علما کی تعداد بحیثیت درجات حسب ذیل ہے :

مدرسین درجہ اول	۷۲
مدرسین درجہ دوم	۷۳
مدرسین درجہ سوم	۱۱۰

مدرسین درجہ اول کو اختیار ہے کہ وہ جو علم اور جو کتاب چاہیں پڑھا سکتے ہیں' کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے - درجہ دوم کے علما صرف صرف و نحو کی متوسط کتابیں پڑھا سکتے ہیں - درجہ سوم کے اساتذہ چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھاتے ہیں - درجہ ثانی و سوم کے مدرسین اگر درجہ اول میں آنا چاہیں تو اونکو درجہ اول کی مدرسی کا امتحان دینا ہوگا - خود مجلس انتظامیہ بھی ترقی دے سکتی ہے - بشرطیکہ اُنکی قابلیت و وسعت معلومات کا جوہر مجلس پر ظاہر ہوگیا ہو - بہ لحاظ اختلاف مذاہب مدرسین کی تقسیم حسب ذیل ہے :

حنفی	۷۲	شافعی	۱۰۰
مالکی	۷۷	حنبلی	۲

(تنخواہ)

حساب و جغرافیہ و ریاضی وغیرہ پڑھانے کیلیے بیس اساتذہ اور ہیں' پس تمام اساتذہ کی مجموعی تعداد ۲۷۲ ہوئی - ان اساتذہ کی تقسیم بحیثیت تنخواہ ماہانہ یہ ہے :

	روپیہ	آنہ	پائی
درجہ اول	۲۳	۲	۰
درجہ ثانی	۱۵	۱۰	۰
درجہ ثالث	۹	۱۱	۶

یہ نقشہ صرف اُن اساتذہ کی تنخواہ کو بتلاتا ہے جو دور جدید کے بعد مقرر کیے گئے ہیں - دور جدید سے پہلے کے علما کے مشاہرے اِن سے زیادہ ہیں - مدرسین کو خورد و نوش کے سامان کی تکلیف نہیں دی جاتی' مشاہرہ کے علاوہ کھانا اور رہنے کے لیے کمرے بھی دیے جاتے ہیں' جہاں ضروریات زندگی کے سامان موجود رہتے ہیں -

(لباس)

ازہر میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ خدیو کی طرف سے علما کو سالانہ پوشاکیں ملتی ہیں' اور اب کپڑوں کے بدلے اُنکی قیمت ہی دیدیجاتی ہے - مدرسین کی بوجہ اختلاف ملک و ملت کوئی خاص پوشاک نہیں ہے' مگر عموماً سب عربی لباس زیب بدن کرتے ہیں - البتہ جدید تعلیم یافتہ اساتذہ جو حساب و جغرافیہ کی تعلیم دیتے ہیں' فرنچ ڈریس پہنتے ہیں -

مدرسین سرکاری کمیٹیوں اور مجامع عامہ میں ایک خاص وضع کی پوشاک پہنتے ہیں' جسکو مصر کی زبان میں "کساوی تشریفیہ" یعنی عزت کا لباس کہتے ہیں - یہ لباس حکومت مصری اُس شخص کو بھی بطور خلعت کے دیتی ہے جو کوئی خاص علمی قابلیت رکھتا ہے -

(اعـــزاز)

علماے ازہر پر سلطنت کا بہت کم دباؤ پڑتا ہے - مصر میں کیا کیا انقلابات نہ ہوے - فاطمیین' ایوبیین' چراکسہ' دولۃ عثمانیہ کی یکے بادیگرے سلطنتیں قائم ہوئیں' مگر ازہر جس شان سے پہلے تھا اب تک اُسی شان سے قائم ہے - اب بھی سیاست کا اثر علماے مصر پر بہت کم ہوتا ہے - اُنکو ایک حد تک آزادی نصیب ہے' اسی لیے خواص و عوام اُنکو نگاہ عزت سے دیکھتے ہیں - شیوخ ازہر جب سوار ہوکر بازاروں میں نکلتے ہیں' تو دوکاندار اُٹھہ اُٹھہ کر تعظیم کرتے ہیں اور رکاب کو بوسہ دیتے ہیں - جب شروع شروع یہاں ریل جاری ہوئی ہے تو سعید پاشا نے علما کے لیے کرایہ معاف کردیا تھا - اب بھی نصف کرایہ لیا جاتا ہے - ازہر کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب کوئی مدرس انتقال کرتا ہے تو اُسکی تنخواہ اُسکی اولاد پر تقسیم کرکے اُنھیں ازہر میں جبری تعلیم دلائی جاتی ہے -

(تعلیم و تدریس)

جامع ازہر کی علمی زندگی کی ابتدا سنہ ۳۶۵ سے ہوتی ہے جبکہ دولۃ فاطمیہ کو مصر پر قبضہ کیے ہوے آٹھہ سال گذر چکے تھے - چونکہ سلطنت کا مذہب اسوقت شیعہ تھا' اسلیے صفر سنہ ۳۶۵ ہجری کو قاضی علی بن نعمان نے جامع ازہر میں شیعی فقہ پر املا کیا' اور اب وہ کتاب کی صورت میں موجود ہے جسکا نام الانتصار ہے - جب تک فاطمیہ دولت رہی' یہاں شیعی فقہ کا درس ہوتا رہا - جمعہ کو خود امراے سلطنت اور خلیفۂ فاطمی درس کی شرکت سے مشرف ہوتے تھے - دولت فاطمیہ کی اُس شاہانہ توجہ کو دیکھکر جو معقولات و ریاضی کی طرف ملتفت تھی' بہ قرینۂ غالب معلوم ہوتا ہے کہ ازہر میں علوم عقلی و ریاضی کی بھی تعلیم ہوتی ہوگی - دولت فاطمیہ کے علمی خزانۂ میں ایک لاکھہ کتابیں تھیں جن میں سے چھہ ہزار صرف علم طب کی تھیں - دو کرۂ فلکی تھے جن میں ایک چاندی کا تھا اور اُسکی نسبت مشہور تھا کہ وہ خود بطلیموس کے ہاتھہ کا بنایا ہوا ہے اور اسکے بنانے میں تین ہزار اشرفیاں صرف کی گئی ہیں - خدا جانے گردش چرخ نے اسکو یہاں کیونکر پہونچا دیا؟ ایک جغرافیائی نقشہ بھی تھا جس میں کاغذ کے بدلے نیلگوں ریشمیں کپڑے کی زمین تھی اور اُس میں دنیا کے تمام پہاڑ' دریا' آبادیاں' سونے چاندی سے بنائی گئی تھیں -

جامع ازہر میں دو سو دو برس تک شیعی علوم کا درس ہوتا رہا - سنہ ۵۶۷ میں جب دولۃ فاطمیہ برباد ہوگئی' اور اُسکی جگہہ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب جو سلطنت ایوبیہ کا ایک پرجوش ممبر تھا تخت مصر پر جلوہ افروز ہوا' تو اُس نے دو اور نئے مدرسہ تعمیر کراے - ایک میں فقہاے شافعیہ درس دیتے تھے' دوسرے میں علماے مالکیہ' اور اس خیال سے کہ شیعی سلطنت کی کوئی زندہ یادگار مصر میں باقی نرہے' اُس نے جامع ازہر میں تدریس موقوف کرادی - چنانچہ پورے ایک سو دس برس تک جامع ازہر کی درسگاہیں شرف تدریس سے محروم رہیں - سنہ ۶۵۸ ہجری میں جب ایوبیہ خاندان چراکسہ کے ہاتھہ سے برباد ہوا اور سلطان ظاہر مصر پر قابض ہوا' تو اُس نے پھر ازہر کی آراستگی کا حکم دیا - اب گویا ازہر کی علمی زندگی دوبارہ شروع ہوتی ہے' اور اپنی

تقرر طلبه کے انتخاب سے هوتا هے - شیخ الرواق کے فرائض رهي هیں جو انگریزي کالجوں کے پرا کٹر کے هیں - هر کمره میں چٹائیوں کا فرش هوتا هے جو هر ششماهي پر بدل ڈالي جاتي هیں -

جامع ازهر میں جہاں ٬ مصر ٬ شام ٬ بغداد ٬ حضر موت ٬ یمن ٬ کرد ٬ ترک ٬ حبش ٬ طرابلس ٬ تیونس ٬ افغانستان ٬ مراکش ٬ سوڈان ٬ جزیرہ جاوا ٬ اور حجاز کے لیے علحدہ علحدہ بورڈنگ هیں٬ وهاں غریب هندوستان کے لیے بهي ایک خاص دارالاقامة هے - انهي دارالاقامتوں میں طلبه رهتے هیں اور اسلیے تاکه تعلیم کے سوا کسي اور طرف ملتفت نہوں ٬ اُنکو وظائف دیے جاتے هیں - وظائف کي مقدار طالب علم کے احتیاج کے موافق هوتي هے ٬ کسي کو صرف کهانادیا جاتا هے٬ کسي کپڑے بهي دیے جاتے هیں٬ کسي کو ذاتي مصارف کے لیے نقد دیا جاتا هے -

(مالي حالت)

سلاطین فاطمیه میں سے پہلے پہل المعزلدین الله کے بیٹے العزیز بالله نے طلبا و مدرسین کے وظائف مقرر کیے اور دارالاقامے بنواے - جمعه کے دن یه لوگ خود حلقۂ درس میں شریک هوتے تهے - عید کے دن مدرسین کو خلعت دیا جاتا تها - حاکم بامر الله نے ازهر کے لیے دو تنور اور ستائیس قندیلیں چاندي کي بنوائیں تهیں جو ایام رمضان میں روشن کي جاتي تهیں - ان کے سوا اکثر امراء و سلاطین ازهر کے لیے بڑي بڑي جاگیریں وقف کرتے تهے - سب سے پہلے جس نے جامع ازهر کے لیے جاگیر وقف کرنے کي عزت حاصل کي٬ وه دولت فاطمیه کا علم دوست خلیفه الحاکم بامر الله هے - اسکے بعد یکے بعد دیگرے اور امراے سلطنت نے بهي جاگیریں وقف کیں - خاندان خدیوي نے بهي بڑي بڑي رقموں سے ازهر کي امداد کي هے - حکومت خدیوبه ۶۶۱۱ - گینی سالانه سے ازهر کي اعانت کرتي هے - ازهر کي موقوفه جاگیروں کي سالانه آمدني ۸۰۰۰ گینی سے کم نہیں هے -

(طلبـاء ازهر)

قاعده هے که الناس علی دین ملوکهم - لوگوں نے جب دیکها که اُمراء و سلاطین کي ازهر کي طرف خاص توجه هے٬ تو مختلف ممالک سے کثرت کے ساتهه طلبه تحصیل علم کے شوق میں جامع ازهر میں آنے لگے - مشکل سے کوئي مسلمانوں کي آبادي هوگي جہاں کا کوئي طالب علم ازهر کي تعلیم سے مشرف نه هوا هو - ابهي ازهر اپنے بچپن کي منزلیں بهي طے کرنے نه پایا تها که اُسکي درسگاه طلبا سے بهرگئي تهي٬ اور اب تو اُسکے آغوش درس میں دور دور کي علمي اولادیں پرورش پا رهي هیں - حنفي ٬ شافعي ٬ حنبلي ٬ مالکي ٬ ترکي ٬ هندي ٬ حجازي ٬ طرابلسي ٬ مختلف رنگ و بو کے پهولوں سے ازهر کا دامن پر هے - سنه ۸۱۸ - هجری میں یہاں ۷۵۰ طالب علم تهے - سنه ۱۲۹۲ هجری میں یہاں کے طلبا کي تعداد ۱۱۰۹۵ تهي - سنه ۱۳۱۰ هجري میں یہاں ۸۲۵۹ طالب علم تعلیم پارهے تهے - سنه ۱۳۲۰ میں ۱۰۴۰۳ - طلبا تهے - ان طلبا کي تعداد به لحاظ اختلاف مذاهب حسب ذیل هے :

حنفیه	۲۹۵۱
مالکیه	۲۶۵۴
شافعیه	۴۵۶۹
حنابله	۲۹

مصریوں کے مقابله میں غیر مصري طلبه بهت کم هیں جو ذیل کے نقشه سے ظاهر هوگا :

شامي	۲۶۴	جبرت (ملک حبش)	۶
ترک	۱۰۴	هندوستاني	۳
طرابلس الغرب	۵۱	حجازي	۷
جزائر	۲۷	جاوا	۷
مراکش	۲۲	افغان	
تیونس	۲۰	دارفور (سوڈان)	۱۴
کرد	۹	سنارد (سوڈان)	۲۸
بغدادي	۲	برنو (سوڈان)	۱۴
بربري	۴۵	صلیح (سوڈان)	۱۳
			۶۴۵

(لبـاس)

ان طلبا کا کوئي ایک خاص لباس نہیں هے جو انکي دلي یکجہتي کا عنوان بن سکے - هر طالب علم اپنے وطن کي پوشاک پہنتا هے - مگر یوروپین ڈریس کوئي طالب علم نہیں پہنتا - عمامه وهاں کے ضروریات لباس سے هے - عموماً اُنکي وضع عربي هے - سروں پر سفید رنگ کے عمامے هوتے هیں - بدن پر عبائیں هوتي هیں - هاں سادات سبز عمامے باندهتے هیں ٬ یه سرکاري طور پر سنه ۷۷۳ میں شعبان بن ناظر سلطان مصر نے سادات کیلیے یه شناخت قرار دي تهي - اسي کي طرف اشاره کرکے ایک شاعر ابو جابر نامي کہتا هے :

جعلـوا لابنـاء الرسول علامـة
ان العـلامة شـان مـن لم یشهر

ترجمه - لوگوں نے اولاد رسول کیلیے علامت مقرر کي هے - لیکن علامت کي ضرورت گمنام لوگوں کے لیے هے -

نـور النبـوة فـي کریـم وجوههـم
یغني الشریف عن الطراز الاخـضر

ترجمه - اُنکے چهروں سے نبوت کي روشني چمک رهي هے٬ اسلیے اُنکو سبز پوشاک کي علامت کي حاجت نہیں -

(انتظام صحت)

پہلے یہاں طلبا کے صحت کا انتظام نه تها - دولة خدیویه نے اسکي طرف توجه کي اور صفائي کا اهتمام کیا - پہلے یہاں کي عمارت هر طرف سے گهري هوئي تهي - اب تازه هوا آنیکے لیے میدان وسیع کیا گیا هے - ایک ڈاکٹر اور ایک عطار خانه بهي خاص مدرسه کے متعلق هے جہاں سے دوائیں مفت دي جاتي هیں

(قواعد داخلۂ مدرسه)

یہاں کسي طالب علم سے کسي قسم کي فیس نہیں لي جاتي جو طالب علم که صرف اسباق میں شریک هونا چاهتا هے ٬ اُس لیے کوئي قید نہیں هے ٬ هر شخص شریک هوسکتا هے - هاں اب دار الاقامه میں داخل هونیکے لیے مندرجه ذیل شروط کي پابندي کي جاتي هے :

(۱) پندره برس سے کم عمر نہو -

(۲) معمولي نوشت و خواند سے واقف هو -

(۳) کم سے کم نصف قرآن مجید کا حافظ هو -

(۴) اندهے طلبا کو پورا قرآن یاد هونا چاهیے -

پہلے طالب علم کا قرآن میں امتحان لیا جاتا هے - اگر صد امتحان نے اُسکي کامیابي کي شهادت دي ٬ تو وه جامع ازهر ڈاکٹر کے پاس جاتا هے ٬ وهاں اُسکو چیچک کا ٹیکه لگایا جاتا هے یہاں سے فارغ هوکر وه اُن اساتذه کي خدمت میں حاضر هوتا هے جن سے اُسکا سبق متعلق هوگا - اگر اُنهوں نے اجازت دي تو اُسکا نام اُس بورڈنگ هوس میں داخل کیا جاتا هے جہاں وه رهنا چاهتا هے - اُسکے بعد مدرسه ازهر کے عام رجسٹر میں اُسکا نام درج کیا جاتا هے - یه قواعد مصري طلبه کے ساتهه مخصوص هیں -

مصري طالب علم جب مدرسه میں داخل هونیکي درخواست کرتا هے تو شیخ الرواق ٬ منتظمین اور سر برآورده طلبا کي ایک مجلس منعقد کرتا هے - یه مجلس اُس طالب علم کا امتحان لیتي هے اور کامیابي کے بعد اسکے داخله کي اجازت دیتي هے -

۱ ـ مآثر الکرام ـ و سرو آزاد

مصنفۂ

حسان الهند مولانا میر غلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حکیم شمس الله قادري صاحب ـ ایم ـ اے ـ ایس ـ ایف
آر ـ ایچ ـ ایس ـ عالم آثار قدیمه کا

ریویو

علم تاریخ کي دو قسمیں هیں ـ ایک وه سلسله واقعات هے که جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کي جاتي هے ' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا هسٹري کے نام سے تعبیر کرتے هیں ـ دوسري قسم وه هے که جس میں کسي ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا هے' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفي کہتے هیں ـ

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسي بهي کہتے هیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا هے ـ عبراني' یوناني' رومي لٹریچر میں اس قبیل کي بہت سي کتابیں موجود هیں ـ لیکن اُن میں زیاده تر ملکي بهادروں کے نامي کارنامے یا اولیا و شهدا کے کشف وکرامات منضبط هیں ـ قرون وسطی میں مسلمانوں نے اِس فن کو اِس قدر ترقي دي که جس کي نظیر دنیا میں نہیں مل سکتي ـ ان لوگوں نے تراجم ' طبقات' وفیات و اعیان وغیره کے عنوانوں میں هزاروں کتابیں لکهه ڈالیں' اور ان میں علماء و فضلا ' شعرا' حکما ' امرا وغیره وغیره غرض هر طبقه کے لاکهها آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کردیا ـ اس موقعه پر یه ظاهر کردینا بهي خالی از دلچسپي نه هوگا که یه تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تهے جو بلاد ایران ' روم و شام و مصر میں رهتے تهے ـ برخلاف اس کے هندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتهه بهت بے اعتنائي سے کام لیا ـ

مسلمانان هند کي تاریخ پانچویں صدي هجري سے شروع هوتي هے ـ اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک هندوستان کي مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامي گرامي اهل کمال پیدا هوے هیں ـ مگر افسوس هے که ان کے حالات مصنفین کي بے التفاتي سے اس طرح ناپید هوگیے که اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بهي نہیں مل سکتے ـ

مولانا آزاد بلگرامي بارهویں صدي میں ایک نامي گرامي مصنف گزرے هیں ـ انهوں نے اسماء الرجال میں بهت سي کتابیں لکهي هیں' اور موقعه پر فخر کے ساتهه اس امر کا ذکر کیا هے که وه هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف هیں ـ چنانچه اُن کي اصل عبارت یه هے :

" و پیش از مَن احدی آستین سعي باین درجه نه شکسته و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف باین جد و جهد نه بسته " ـ

مولانا آزاد سے پہلے اگرچه ملا عبد القادر بدایوني اور شیخ ابو الفضل ـ بختاور خان عالمگیري وغیره مورخین نے اپني تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بهي قلم بند کیا هے ـ لیکن یه تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کي حیثیت نہیں رکهتي هیں ـ مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحة المرجان ' مآثر الکرم ـ تراجم شعرا میں ید بیضا ـ خزانۂ عامره ـ تراجم صوفیه میں روضة الاولیا ' شجرۂ طیبه ' وغیره وغیره ـ اس اعتبار سے اگر هم یه کهیں تو کچهه بیجا امر نه هوگا که مولانا آزاد بلگرامي هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف هیں ـ

مآثر الکرام اسماء الرجال کي ایک قابل قدر او ر بیش قیمت کتاب هے ـ علامه مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے هیں ـ پہلے حصه میں ان ڈیڑه سو (۱۵۰) مشاهیر علما و صوفیه کا تذکرہ قلم بند کیا هے' جو فتح اسلام سے لیکر بارهویں صدي هجري کے خاتمه تک سرزمین هندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے هیں ـ دوسرا حصه جس کا نام سرو آزاد هے شعرا کے متعلق هے ـ اس میں فارسي اور هند کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ هے ـ اور هر ایک شخص کي نسبت وه تمام باتیں درج کردي هیں جو اس کي سوانح عمري کے لیے ضروري اور کار آمد هیں ـ مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمیذ ـ اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیره اور ان کے ضمن میں بهت سے تاریخي واقعات و علمي نکات کا تذکرہ بهي آگیا هے ـ

مصنف نے حصه اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا هے ـ پہلي فصل میں اولیاے کرام کے حالات هیں ـ دوسري فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ هے ـ هر فصل کي ابتدا میں ایک تمهید هے ـ پہلی تمهید میں هندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر هے ـ اسي طرح دوسري تمهید میں اهل اسلام میں علوم و فنون کے پهیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمی کا بیان هے ـ

حصه دوم یعني سرو آزاد کي ابتدا میں ایک مقدمه هے جس میں فارسی شاعري کي تاریخ بیان کي هے ـ شعرا کے تراجم درج کیے هیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتي نکات کا بهی تذکرہ کردیا هے ـ

ان دونوں حصوں میں ایک خاص باب یه هے که اکثر مشاهیر دکن کے حالات بهی آگئے هیں ' اور نواب نظام الملک آصفجاه اور اُنکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتهه لکها هے که اُن کے هم زمانه تصنیفات سے کسي میں بهی نہیں مل سکتا ـ

بارهویں صدي کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آے هیں مصنف نے اُنکا ذکر نهایت عمدگی سے بیان کیا هے' اور بعض باتیں تو ایسي لکهی هیں که جو کسي دوسري تاریخ میں مشکل سے مل سکتی هیں' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکهتے هیں اُن کیلیے یه حصه (سرو آزاد) ایک لا جواب تحفه هے ـ

فن تراجم میں یوں تو هندوستان میں بهت سی کتابیں لکهي گئي هیں ـ لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسي هیں جو هر زمانه میں عزت و رفعت کی نگاهوں سے دیکهي جا سکتي هیں ـ ان میں ایک مآثرالامرا هے جس میں هندوستان کے بڑے بڑے وزرا' امرا اور عهده داروں کا تذکرہ منضبط هے ـ دوسري کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصه دوم سرو آزاد هے' جس میں علما' فقرا اور شعرا کے حالات لکهے هیں' اور هر ایک کا حال اس تفصیل سے درج هے که کسي دوسري کتاب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی ـ

مآثرالامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائیٹي کي علم دوست جماعت نے مدت هوئي که تین ضخیم جلدوں میں چهاپ کر شایع کردیا هے ـ لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابهي تک گوشۂ گمنامي میں پڑے هوے تهے ـ

خدا بهلا کرے مولوي عبد الله صاحب کا که باوجود بے بضاعت هونیکے اس کتاب کو نهایت اعلیٰ اهتمام سے چهپوا کر هندوستان کي علمی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے ' اور تمام اهل ملک کو ان کے احسان کا مشکور هونا چاهیے ـ اور جو حضرات تاریخي مذاق رکهتے هیں ان کے لیے یه دونوں چراغ هدایت کا کام دینگے ـ پہلے حصه کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات هیں ـ ان کي قیمت حسب ذیل رکهی گئي هے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیه	علاوه محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیه	علاوه محصول ڈاک

---

۲ ـ اعظم الکلام في ارتقاء الاسلام

(یعنے اردو ترجمه)

" پرپوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مُصنفه

نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغعلي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامه مصنف نے بزبان انگریزي سنه ۱۸۸۳ ع میں ایک یوروپین عالم ریورنڈ ملکم میکال کے اس اعتراض کي تردید میں که " مذهب اسلام مانع ترقي هے " قرآن ' حدیث ' فقه اور تاریخ سے نهایت عالمانه طریق پر یه ثابت کیا هے که اسلامي روحاني ' اخلاقي اور دماغي ترقي کا حامي ' تغیر زمانه کے ساتهه نئے تمدن و سیاست کا ساتهه دینے والا' اور زنده ضروریات کے مطابق هر قسم کے قوانین کي بنیاد بننے کي صلاحیت رکهنے والا مذهب هے ـ اُس کي فطرت جمود و خمود کے منافي هے ـ اسي ضمن میں اسلام کے متعلق دوسرے یوروپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور' سرتهه اسمتهه ' پالگرس

اسي بهلي شان و شوکت سے مختلف الاوطان اور مختلف المذاهب طلبا و مدرسين کا گلدسته نظر آنے لگتا هے - امراء و سلاطين کي علمي فياضياں پهر ازهرکو روز بروز ترقي ديني لگيں - دور دور سے جامع ازهر کي علمي کشش طلبا کو کهينچ لائي - اعراق ' بغداد ' غرناطه ' قيونس ' عسقلان ' تبريز ' اندلس ' اصفهان سے طلبا آرهے تهے - علم کے ذوق و شوق ميں دور دراز سفرکي مصيبتوں کو کچهه خاطر ميں نه لاتے ' گمنامي اور جهل کے بادلوں ميں چهپے هوے ازهر ميں داخل هوتے ' اور علم و شهرت کي روشني سے درخشنده هوکر نکلتے - امام عزالدين بن عبد السلام ' امام سبکي ' شهاب قرآنی ' ابن هشام سراج بلقيني ' شيخ جلال الدين سيوطي ' ابراهيم بن عيسى اندلسي ' عزالدين عمر بن عبد الله عمر القدسي ' ابو حبان محمد بن يوسف غرناطي ' تاج الدين تبريزي ' امام اصفهاني ' امام زيلعي ' حافظ عراقي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' علاء الدين حموي ' رضي شاطبي ' محمد بن محمد بغدادي ' قاسم بن محمد قيونسي ' شيخ الاسلام زکريا انصاري ' يه تمام لوگ جو آسمان علم کے آفتاب و ماهتاب هيں ' اسي درسگاه کے فيضياب اور اسي ميخانه علم کے جرعه نوش تهے !

(نصـاب تعليـم)

دولة فاطميـه کے بعد جامع ازهر ميں اول اول فقه شافعي کا درس ديا گيا ' اسکے بعد اور مذاهب کے علوم کا بهي درس ديا جانے لگا - گو يهاں معقولات کي بهي تعليم هوتي تهي ' مگر چونکه ابتدا هي سے جامع ازهر ميں ايک مذهبي شان قائم هوگئي تهي ' اسليے اس کي درسگاه رفته رفته عقلي علوم سے محروم هوگئي -

سنـه ۱۳۰۰ تک اس خيال ميں کوئي تبديلـي نهيں هوئي ' مگر جب چودهويں صدي کا آفتاب طلوع هوا ' تو علماء و امراے مصرکو خيال هوا که ازهر ميں معقولات کي تعليم بهي لازمي طور سے هوني چاهيے - مگر چونکه عوام کے دماغ ميں يه خيال راسخ هوچکا تها که مذهبي مدارس کو فلسفيانه تعليمات سے پاک هونا چاهيے ' اسليے سنه ۱۳۰۱ ميں ايک استفتا شيخ محمد ابناني شيخ الاسلام مصر و شيخ جامع الازهر اور شيخ محمد البنا مفتي مصرکي خدمت ميں پيش کيا گيا که علـوم عقليه طبعييات (فزکس) کيميا (کيمسٹري) رياضـي (ميتهميٹکس) کي تعليم کي اسلام اجازت ديتا هے يا نهيں ؟ بالاتفاق دونوں نے اسکے اباحت بلکه ضرورت کا فتوی ديا - اسوقت سے معقولات جامع ازهر کے درس ميں داخل هيں مگر سرکاري طور پر يه علوم عباس علمی پاشا خديو حال کے عهد ميں ۲۰ محرم سنه ۱۳۱۴ کو داخل کيے گئے - اب ازهر ميں فلسفه ' منطق ' حساب ' جغرافيه ' تاريخ اسلام ' رياضي ' هندسه ' تقرير و تحرير وغيره کي بهي تعليم دي جاتي هے ' اور بغرض تشويق طلبه معززين مصر نے علوم جديده ميں کامياب هونے والے طلبه کے ليے سالانه وظائف مقرر کردیے هيں -

بالفعل جامع ازهرکي پوري مدت خواندگي ميں حسب ذيل علوم پڑهاے جاتے هيں : صرف نحو ' معاني ' بيان ' بديع ' فقه ' اصول فقه ' حديث ' اصول حديث ' تفسير ' علم کلام ' علم الاخلاق ' حساب ' جبر ' مقابله ' علم عروض و قافيه ' تاريخ اسلام ' منطق ' علم الخطابيه و الکتابية ' علم لغت ' جغرافيه ' علوم عقليه فلسفه -

جامع ازهر کا کوئي مطبوعه نصاب موجود نهيں هے ' اسليے ازهرکي داخل نصاب کتابونکے نام نهيں بتاے جاسکتے ' مگر يهاں کتابيں پڑهائي جاتي هيں - ان ميں سے اکثر وه کتابيں هيں جو هندوستان ميں نهيں پڑهائي جاتيں - علوم بهي حسب ذيل عام هندوستاني عربي مدارس سے زياده هيں -

(علـم صـرف)

مراح مؤلفه احمد بن مسعود ' کافيه ' ابن حاجب مع شـرح شيخ السلام رضي ' تصريف مع شروح سعد تفتازاني ' تعريف ' نظم العقود طحطاوي ' لامية الافعال ابن مالک ' رسالة الجوهرة في فن الاشتقاق -

(عـلـم نحو)

اجرومیه مع شروح ' توضيح ابن هشام مع شرح ' ازهريـة مع شروح ' قطر الندی عبد الله بن هشام ' مذهب ابن هشام ' الفيه ابن مالـک مع شروح ابن عقيل و اشموني ' مغني اللبيب ابن هشام - تسهيل ابن مالک -

(عـلـم اللـغـة)

قاموس فيروز آبادي مع شرح سيد مرتضی ' صحاح جوهري مختار الصحاح رازي ' المصباح المنير ' فقه اللغة امام منصور ثعالبي اساس زمخشري ' المزهر عـلامه و حافظ عبد الرحمن جلال الدين سيوطي ' لسان العرب جمال الدين انصـاري -

(فـقـه حنفي)

نور الايضاح شيخ شرنبلالی ' کنز نسفي مع شروح طـلائي و ابن نجيم و زيلعی عيني ' تنوير الابصار مع شرح حصفکي ' البدائيه امام مرغيناني ' الهداية ' الغاية ' فتح القدير ' الاشباه و النظائر ابن نجيم ' کتاب الخراج امام ابو يوسف ' ملتقي للشيخ حلبي مـع شرح حصفکي ' مجمع البحرين ابن ساعاتي ' قدوري ابوالحسن بغدادي ' جامع الفصولين ابن قاضي سماوية -

(فـقـه مالـکي)

عشماويه شيخ عشماوي مع شرح ابن ترکی ' العزيه ' رساله ابن ابي زيـد مع شرح اقـرب المسالـک ' مختصر خليـل مع شروح ' المجموع ' العاصمية ' البقرة ' القصاوي -

(فقـه شافعي)

التقريب شيخ احمد مع شرح خطيب شربيني ' الاشباه و النظائر جـلال الـدين سيوطی ' التحرير شيخ الاسلام زکريا ' منهج الطلاب ' منهاج الطـالبين شيـخ محي الديـن يحی نـووي ' العبـاب ' نهج الطلاب ' البهجة ' الجيز امام غـزالي ' الروض نووي ' الارشاد ' کشف النقاب ' فتاوی ابن حجر ' فتاوی الرملي ' الرحبيه ' الترتيب ' کشف الغوامض ' الغيه -

(فـقـه حـنـبـلی)

متن الدليل ' الغاية ' زاد المتقنع ' متن المنتهی ' الاقناع ' المقنع لابن قدامـه ' مختصر المقنع ' الانصاف ' الفروع ' تصحيح الفـروع ' مختصر الشاطبي -

(اصـول فـقـه)

جمع الجـوامع لـلسبکي مع شرح قـاضي عضد ' منـار الانوار للنسفي مع شرح ابن مالک و حصفکي و ابن نجيم ' التفتيح لصدر الشريعة ' تنقيح الفصول ' الورقات لامام الحرمين مع شروح الورقات للخطاب ' التحرير للکمال بن ابن الهمام ' اصول البدائع ' المرآت -

(عـلـم حـديث)

صحيح بخاري مع قسطلاني و عسقلاني و عيني و زکريا انصاري ' صحيح امام مسلم مع شرح محي الدين نووي ' مختصر البخاري شيخ ابن ابی جمره ' الشفاء قاضي عياض مع شرح خفاجي و ملا علي قاري ' موطا امام مالک مع شرح زرقاني و ابن عبـد البر ' الجامع الصغير للسيوطي ' مع شروح ' الاذکار امام نووي مع شرح ' التجريد ' شمائل ترمذي ' التـرغيب و الترهيب امام منذري ' الاربعين امام نووي ' صحيح ترمذي ' صحيح نسائی ' صحيح الاشعث ' صحيح ابن ماجه ' مواهب لدنيـه امـام قسطـلاني ' السيـرة الحلبيه امام حلبي -

نے هیں که اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق دي هے' اور اپنے مقصد میں کہانتک کامیاب هوا هے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹھایا هے پھر کسي دوسرے کے لیے اس پر اضافه کرنے کی بہت کم گنجایش باقي رکھي هے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب هذا اور اس کی دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وہ اسی مصنف کي دوسری کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگي جو چھپ کر اردو زبان میں تیار هوگئي هے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم هوئي هے' تو مصنف کا علمي پایه اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت هوگا - افسوس هے که سواے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھي پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلشر کتاب هذا (مولوی عبد الله خانصاحب کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن) نے اراده کیا هے که مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمی مسودات کو شایع کردیا جاے جو وہ اس دنیاے فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا هے - یه رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے هیں جو تقریباً دو هزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع هوں گے ان میں سے هر ایک رساله ایک بیش بہا علمي خزنه هے' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا هے - یه رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمده کاغذ پر دو حصوں میں چھاپي گئی هے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیه علاوه محصول ڈاک - مولوی عبد الله خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانه آصفیه سے مل سکتی هے - فقط -

۴ - گلشن هند

تصنیف میرزا علي دهلوي المتخلص به لطف پر

حکیم سید شمس الله قادري صاحب عالم اثار قدیمه کا ریویو

لارڈ وارن هیسٹنگز گورنر جنرل (سنه ۱۸۷۳ ع سنه ۱۸۸۲ ع) کے زمانه میں نواب علي ابراهیم خاں نے گلشن ابراهیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے هند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلکرسٹ کي فرمایش سے سنه ۱۸۰۱ میں بعہد مارکولس آف ویلزلي (سنه ۱۷۹۸ ع - سنه ۱۸۰۵ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچھه اضافه کے بعد اردو میں اس کا ترجمه کیا اور گلشن هند نام رکھا - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنه ۱۵۴۱ ع میں نادر شاہ کے همراه دهلي آے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاهي دربار میں ملازمت کرلي - فارسي کے شاعر تھے - هجري تخلص تھا - میرزا علي لطف دهلي میں پیدا هوے اور وهیں نشو و نما پائي جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وهاں سے کلکته پهونچے - کچھه عرصه یہاں قیام رها اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاه (سنه ۱۷۶۸ ع - سنه ۱۸۲۸ ع) کي حکومت تھي - نواب اعظم الامرا ارسطو جاه ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاه نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا' اور چار سو روپیه ماهوار مقرر کردي - سنه ۱۸۱۲ ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال هوا (گلشن هند - ص - ۱۴۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۹۷ - تاریخ گلزار آصفیه - ص ۴۵۰) نظم اردو کے باوا آدم ولی دکھني سے لیکر سنه ۱۸۰۱ ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے هیں' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن هند میں مندرج هے - مصنف نے هر شخص کے ضروري حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ' اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیره کا ذکر کیا هے - اسي کے ضمن میں هندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بھی لکھدیے هیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم هوئي هیں - مشہور محدث شاہ ولي الله صاحب دهلوی کی نسبت لکھا هے که آپ اردو کے بھي شاعر تھے' اشتیاق تخلص تھا -

یه بھي معلوم هوتا هے که فارسي کے مشہور شاعر میرزا عبد القادر بیدل بھي اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچه اُن کے دو بیت بھي گلشن هند میں منقول هیں - اس تذکرہ میں بعض ایسے شعراء کا بھي کلام درج هے جن کا نام تو بہت مشہور هے' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دهلوي اردو کے بلند پایه شاعر هوے هیں اس وقت ان کا دیوان ناپید هے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکھتے هیں :

" دیوان نہیں ملتا .... آج یه نوبت هے که پانچ غزلیں بھي پوري نه ملیں' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوي صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سوله شعر درج کیے هیں - گلشن هند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج هے - سید محمد میر اثر کي مثنوي "خواب و خیال" نہایت مشہور هے' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئي - گلشن هند میں اسکا انتخاب بھی درج هے - میرزا لطف چونکه بڑے بڑے شعرا میر' انشا' مصحفي' منت وغیره کے هم عصر اور صحبت یافته تھے' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھي لکھے هیں جن کا دوسري کتابوں میں پته تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا هے که سرکار کمپني نے کلکته وورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمه قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکته بلواے گئے - مگر بوجه پیرانه سالي وهاں نه جاسکے - یه ایسا واقعه هے جس کو کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیانی سے کام لیا هے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھي لکھه دي هیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے کلام پر جو نکته چیني کي هے اُس کي نسبت لکھا هے که :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے - چنانچه وہ سب اعتراض جمله کرکے ایک رساله لکھا اور اوس کا نام تنبیه الغافلین رکھا - عوام کي طبیعت تو ان اعتراض سے البته تشویش میں پڑتي هے' نہیں تو صاف نزاع معلوم هوتي هے' جب باریک بینوں کي نگاہ اس سے جا لڑتی هے " -

الغرض گلشن هند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ هے - سنه ۱۹۰۶ ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پته معلوم تھا - ایک نسخه انڈیا آفس لائبریري واقع لندن کا - دوسرا نسخه پروفیسر گارسن ڈي تاسي کے کتب خانه کا - تیسرا نسخه اودهه کے کتب خانه شاهي کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا هے) سنه ۱۹۰۵ ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسی کو طغیاني هوئي' جس کی وجه سے هزاروں گھر غرق هوگئے' لاکھوں کا نقصان هوا - کسي آفت رسیده کا کتب خانه بھي بہه گیا - اس میں یه نادر الوجود تذکرہ بھي تھا - مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار هیں اسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یه تذکرہ گزرا تو اُنھیں بدرجه غایت پسند آیا' اور اسے انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دار طرز عمل کي وجه سے اس کو نه چھاپ سکي' تو شمس العلماء نے مولوي عبد الله خان کو اس کے شایع کرنے کي راے دي' اور خود اُس کي تصحیح کی' اور بہت سے حواشي بھي لکھے - کتاب کي ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بي - اے - سکریٹری انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانه مقدمه بھي لکھا هے' جس میں زبان اردو کے نشوو نما کي تاریخ اور اُس کے قدیم تصنیفات کا بیان' تذکرہ هذا کے خصوصیات' نہایت وضاحت سے بتلاے هیں -

مولوي عبدالله خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے - امید هے که جو لوگ اردو کي ترقي کے خواهاں هیں وہ ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیه -

(۴) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کی کتاب " کرٹیکل اکسپوزیشن آف دي پاپیولر جہاد " کا اردو ترجمه ترجمهٔ مولوی غلام الحسنین صاحب پاني پتي - علامهٔ مصنف نے اس کتاب میں یورپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا هے که " مذهب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا هے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقه اور تاریخ سے عالمانه اور محققانه طور پر ثابت کیا هے که جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعی تھے' اور ان کا یه مقصد هرگز نه تھا که غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

هیر - سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے ' اور صدہا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں ' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی ' جس کا ثبوت فہرست مضامین کتاب ھذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی و قومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں ' اور دیکھایا جاتا ہے کہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا ' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کررکھی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھہ دینے والا ثابت کیا جاے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں ' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتر[illegible] کا جواب تحقیقی ' اور قرآن و حدیث اور تعامل مسلمانان صد[illegible] اور تاریخ و فقہ اور مقننین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سر زمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے ' بلکہ وہ یہ آیۃ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے ' اور اس کا نیچر ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھہ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور ریورنڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھہ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار الحرب ' دارالاسلام ' حقوق ذمیاں ' شہادت غیر مسلمین ' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غیر ' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذہبی آزادی ' تعمیر گرجا ' معاہدوں کی پابندی ' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت ' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنے فقہ کے دور مذاہب اربعہ کا شیوع ' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا ' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ٹرکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلۂ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا ب[illegible] ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے جس کے وجود سے اردو زبان زیربار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی عبد الحق صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی ' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم [illegible] تی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات [illegible] عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی ' احادیث ' مسائل فقہ ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا ' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنے ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں ' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے ' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد ' ٹرو پرافٹ ' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ھذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر ' ڈبلیو - سی بلنٹ ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے ' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں ' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام [illegible] اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ نا[illegible] تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا [illegible] لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی ج[illegible] تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہو سکے جو مذ[illegible] اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو [illegible] تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہ[illegible] خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈ[illegible] مسئلہ بہی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے ' لیکن اردو [illegible] پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے ' کیونکہ مصنف اکثر [illegible] ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت [illegible] مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا [illegible] صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظ[illegible] محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بدلنے اور پبلک کی واق[illegible] کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے [illegible] عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن [illegible] قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصر[illegible] رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگ[illegible] زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوا[illegible] کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اس[illegible] تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مر[illegible] نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب [illegible] کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کرد[illegible] جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے [illegible] اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہ[illegible]

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

ریلنڈ کی مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سوہ جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رهگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسپر سنهري حروف کي کتابت ہے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

همارا سائنس فکسن فروٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانہ میں گواسان لکڑي سے طیار کیا هوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پرفروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے- ایک مرتبہ منگوا کر آزمائش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیویںگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دهوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - در ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈوگی انعام دیا جاویگا - هندسي هارمونیم سکھیا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا ہے- یہ دوا اُن کھوئی هوئی قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے هي عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا دمہ -کھانسي کے لیے بھي مفید ہے- قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا هوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ [illegible] جنون [illegible] [illegible] غمگین رهنے کا جنون' عقل میں فتور [illegible] کے خرابي وغیرہ [illegible] دفع هوجاتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا ہے [illegible] ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھی [illegible] مرض میں [illegible]
قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرائن

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ کہ اتنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرائن استعمال کریں اور دل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهد - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ میڈیکل افسر مدراس فرماتے هیں - " میںنے اوبھرائن کو امراض مستورات کیلیے " نہایت عمدہ اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - اینڈ - ایس - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبھرائن کي اپنے مرض پر استعمال کرائي اور بیحد نفع بخش پایا "

مس ایم جي - ایم - بهادجي ایم - ڈي (لندن) بی - ایس - سي - (لندن) سهنٹ جان اسپتال ارکا ڈاکی دمنٹي فرماتي هیں : " اوبھرائن بہتسوں مریضوں میں استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتلوں کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ
هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا ہے یہ دوا کل دماغی شکایتوں دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے افسردہ رگیںپھر قوت پھر چلتي ہے - هسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید ہے جو لیس کو اسکي بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کےبیروني استعمال سے ضعف باہ [illegible] هو جاتي ہے اس کےاستعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي آرایش - زلفوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -
نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

ا ے صاحب ڈاکٹر [illegible] داس صاحب کا تصنیف کردہ جوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2 Harrison Road Calcutta

(۵) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني کي لاثاني تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنه کي مفصل سوانح عمري اور اُن کے ملکي ' مالي ' فوجي انتظامات اور ذاتي فضل و کمال کا تذکرہ مندرج ہے - قيمت ۳ روپيه -

(۶) آثار الصناديد - مرحوم سر سيد کي مشهور تصنيف جس ميں دهلي کي تاريخ اور وهاں کے آثار و عمارات کا تذکرہ مندرج ہے - نامي پريس کانپور کا مشهور اڈيشن - قيمت ۳ روپيه -

(۷) ميڈيکل جيورس پروڈانس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشهور کتاب - يہ کتاب وکيلوں ' بيرسٹروں اور عهده داران پوليس و عدالت کے ليے نهايت مفيد و کار آمد ہے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطبوعه مطبع مفيد عام آگرہ قيمت سابق ۶ روپے قيمت حال ۳ روپيه -

(۸) علم اصول قانون - مصنفهٔ سر فيڈرک پولاک (؟) ال - ال - ڈي کا اُردو ترجمه جو نظام الدين حسن خاں صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيکورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خاں صاحب بي - اے کي نظر ثاني کے بعد شايع هوا ہے - مترجمه مسٹر مانک شاه دين شاه ششن جج دولت آصفيه - آخر ميں اصطلاحات کا فرهنگ انگريزي و اُردو شامل ہے - کل تعداد صفحات (۸۰۸) قيمت ۸ روپيه -

(۹) تمدن هند - قيمت پچاس روپيه -

(۱۰) داستان ترکتازان هند - ۵ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں کے ابتدائي حملوں سے دولت مغليه کے انقراض تک تمام سلاطين هند کے مفصل حالات منضبط هيں - اعلى کاغذ پر نهايت خوشخط چهپي ہے حجم (۲۲۵۶) صفحه - قيمت سابق ۲۰ روپيه قيمت حال ۶ روپيه -

(۱۱) الغزالي - مصنفهٔ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي کي سوانح عمري اور ان کے علمي کارناموں پر مفصل تذکرہ - حجم (۲۸۲) صفحه طبع اعلى قيمت ۲ روپيه -

(۱۲) جنگل ميں منگل - انگلستان کے مشهور مصنف اڈيارڈ کپلنگ کي کتاب " دي جنگل بک " کا اُردو ترجمه - مترجمه مولوي ظفر علي خاں بي - اے - جس ميں انوار سهيلي کي طرز پر حيوانات کي دلچسپ حکايات لکهي گئي هيں - حجم ۴۶۲ صفحه قيمت سابق ۴ روپيه حال دو روپيه -

(۱۳) وکرم اروسي - سنسکرت کے مشهور ڈراما نويس کالي داس کے ڈراماڻين کا ترجمه - مترجمه مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايک عالمانه مقدمه لکها ہے جس ميں سنسکرت ڈراما کي تاريخ اور مصنف ڈراما کے سوانحي حالات مذکور هيں - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(۱۴) افسر اللغات - عربي فارسي کے کئي هزار متداول الفاظ کي کار آمد ڈکشنري - حجم ۱۲۲۶ صفحه - قيمت سابق ۶ روپيه قيمت حال ۲ روپيه -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ کے معنے اُردو زبان ميں رکهے گئے هيں -

(۱۵) قران السعدين - جس ميں تذکير و تانيث کے جامع قواعد لکهے هيں ' اور کئي هزار الفاظ کي تذکير و تانيث بتلائي گئي ہے - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(۱۶) دربار اکبري - مولانا آزاد دهلوي کي مشهور کتاب - جس ميں اکبر اور اُس کے اهل دربار کا تذکرہ مذکور ہے - قيمت ۳ روپيه -

(۱۷) فغان ايران - مسٹر شوسٹر کي مشهور کتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " کا ترجمه - حجم (۵۰۰) صفحه مع ۲۱ تصاوير عکسي - قيمت ۵ روپيه -

(۱۸) صنمخانه عشق - حضرت امير مينائي کا مشهور ديوان قيمت ۳ روپيه -

۱۹ - حکمت بالغه

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چريا کوٹي نے ايک فيا ... نيا سلسله جديد تصنيفات و تاليفات کا قائم کيا - مولوي ... کا مقصود يه ہے که قرآن مجيد کے کلام الهى هونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل کيے گئے هيں اُن سب کو ايک جگه مرتب و مدون کر ديا جاے ' اس سلسله کي ايک کتاب موسوم به " حکمت بالغه " تين جلدوں ميں چهپ کر تيار هو چکي ہے -

پهلي جلد کے چار حصه هيں - پہلے حصه ميں قرآن مجيد کي پوري تاريخ ہے جو " اتقان في علوم القرآن " علامه سيوطي کے ايک بڑے حصه کا خلاصه ہے - دوسرے حصه ميں تواتر قرآن کي بحث ہے اس ميں ثابت کيا گيا ہے که قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) پر نازل هوا تها ' وہ بغير کسي تحريف يا کمي بيشي کے ويسا هي موجود ہے ' جيسا که نزول کے وقت تها - اور يه مسئله کل فرقهاے اسلامي کا مسلمه ہے - تيسرے حصه ميں قرآن کے اسماء و صفات کے نهايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بهت سے علمي مضامين پر معرکة الارا بحثيں هيں - چوتهے حصه سے اصل کتاب شروع هوتي ہے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد کي ايک سو بيشين گوئياں هيں جو پوري هوچکي هيں - پيشين گوئيوں کے ضمن ميں علم کلام کے بهت سے مسائل حل کيے گئے هيں ' اور فلسفهٔ جديده جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصيلي بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ايک مقدمه اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمه ميں نبوت کي مکمل اور نهايت محققانه تعريف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے هوے آيهٔ خاتم النبيين کي عالمانه تفسير کي ہے - پہلے باب ميں رسول عربي صلعم کي ان معرکة الارا پيشين گوئيوں کو مرتب کيا ہے جو کتب احاديث کي تدوين کے بعد پوري هوئي هيں ' اور اب تک پوري هوتي جاتي هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں کو لکها ہے جو تدوين کتب احاديث سے پہلے هوچکي هيں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي ہے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ کے مستند اقوال سے ثابت کيا ہے که آنحضرت صلعم اُمي تهے ' اور آپ کو لکهنا پڑهنا کچهه نهيں آتا تها - قرآن مجيد کے کلام الهي هونے کے نو عقلي دليليں لکهي هيں - يه عظيم الشان کتاب ايسے پر آشوب زمانه ميں جب که هر طرف سے مذهب اسلام پر نکته چيني هورهي ہے ' ايک عمده هادي اور رهبر کا کام دے گي - عبارت نهايت سليس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو ميں اس کتاب سے ايک بهت قابل قدر اضافه هوا ہے - تعداد صفحات هر سه جلد (۱۰۹۴) لکهائي چهپائي و کاغذ عمده ہے قيمت ۵ - روپيه -

۲۰ - نعمت عظمى

امام عبد الوهاب شعراني کا نام نامي هميشه اسلامي دنيا ميں مشهور رها ہے - آپ دسويں صدي هجري کے مشهور ولي هيں - " لواقح الانوار " صوفياے کرام کا ايک مشهور تذکرہ آپ کي تصنيف ہے - اس تذکرے ميں اولياء فقراء اور مجاذيب کے احوال و اقوال اس طرح پر کلمات چهانٹ کے جمع کيے هيں که ان کے مطالعه سے اصلاح حال هو ' اور عادات و اخلاق درست هوں ' اور صوفياے کرام کے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - يه لا جواب کتاب عربي زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلى درجه کے اديب هيں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکهتے هيں - اس کتاب کا ترجمه نعمت عظمى کے نام سے کيا ہے - اس کے چهپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافه هوا ہے - تعداد صفحات هر دو جلد (۷۲۹) خوشخط کاغذ اعلى قيمت ۵ - روپيه -

(نوٹ ۱) ايک روپيه في جلد کے حساب سے هر کتاب کي عمده جلد بن سکتي ہے -

(نوٹ ۲) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغيره ذمهٔ خريدار هوگا -

المشتهر عبد الله خان بک سيلر اينڈ پبلشر کتب خانه آصفيه حيدرآباد - دکن

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴: ۵۲)

نمبر - ۱۵ - ۱۶ | کلکته : جمعه ۱۲ - ۱۹ جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 17th and 24th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامۂ ایڈیٹر الھـــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام ھیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل ھے ' جس کي توفیق صرف انھي لوگوں کو مل سکتي ھے جنھیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا ھے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ھوتا ھے : و ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء -

ھندوستان کي گذشته قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تھا - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام العلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تھے ' جنھوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الہام الھي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیھما کا ظھور ھوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار ھوئي - شکر الله سعیھم ' و جعل الجنة مثواھم !

اس واقعه پر ٹھیک ایک صدي گذر چکي ھے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجھا جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھي تھي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الھلال کیلیے مخصوص کردیا تھا ' جنھوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت [illegible] عبارت میں مرتب کیا ھے ' اور بحمد الله که زیر طبع ھے -

یه ترجمه کیسا ھے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الھلال کا مطالعه کرچکے ھیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ھے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتھو میں چھاپا جارھا ھے تاکه ارزاں ھو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چھه روپیه رکھي گئي ھے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکھتے ھي قیمت بھیجدینگے ' انسے صرف ساڑھے چار روپیه لیے جائینگے درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بھیجنا چاھیے -

نوٹ ــــ دونوں نمبر ھوے لے . ۶حه ' - [illegible] .

البيان

فى

مقاصد القرآن

هذا بيان للناس، و هدی و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

يعنى قرآن حكيم كي مفصل تفسير، از خامه اديٹر الهلال

اس تفسير كے متعلق صرف اسقدر ظاهر كردينا كافي هے كه قرآن حكيم كے حقائق و معارف اور اسكي محيط الكل معلمانه دعوة كا موجوده دور جس قلم كے فيضان سے پيدا هوا هے، يه اسي قلم سے نكلي هوئي مفصل اور مكمل تفسير القرآن هے !

يه تفسير موزوں كتابي تقطيع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهينے كے وسط ميں اسكے كم سے كم ٦٤ اور زياده سے زياده ١٠٠ صفحے اعلى درجه كے ساز و سامان طباعة كے ساتهه شائع هوتے رهينگے - اس سلسلے كا پهلا نمبر جسميں نصف حصه مقدمهٔ تفسير اور نصف سورهٔ فاتحه كي تفسير كا هوگا، انشاء الله عنقريب شائع هوجائيگا - قيمت سالانه قبل از اشاعت چار روپيه - بعد كو پانچ - روپيه -

نوادر آثار مطبوعات قديمهٔ هند

تاريخ هندوستان

ترجمه فارسي " هسٹري آف انڈيا " مصنفهٔ مسٹر جان مارشمن

مطبوعهٔ قديم كلكته سنه ١٨٥٩

هندوستان كي تاريخوں كے لكهنے ميں جن انگريز مصنفين نے جانكاه محنتيں كي هيں، ان ميں مسٹر جان - سي - مارشمن كا نام خصوصيت كے ساتهه قابل ذكر هے - اسكا نهايت سليس و فصيح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحيم گوركهپوري نے كيا تها، اور بحكم لارڈ كيننگ پرنس بهرام شاه نبيرهٔ سلطان ٹيپو مرحوم و مغفور نے نهايت اهتمام و تكلف سے طبع كرايا تها اس كتاب كي ايک بڑي خوبي اسكي خاص طرح كي چهپائي بهي هے - يعنے چهپي تو هے ٹائپ ميں، ليكن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ كے بالكل نستعليق خط كا هے - كاغذ بهي نهايت اعلى درجه كا لگايا گيا هے - علاوه مقدمه و فهرست كے اصل كتاب ٤٠٤ صفحوں ميں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هيں - قيمت مجلد ٣ - روپيه -

ترجمهٔ تفسير كبير اردو

حضرت امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه كي تفسير جس درجه كي كتاب هے، جسكا اندازه ارباب فن هي خوب كر سكتے هيں اگر آج يه تفسير موجود نه هوتي تو صدها مباحث و مطالب عاليه تهے جو هماري معلومات سے بالكل مفقود هو جاتے -

پچهلے دنوں ايک فياض صاحب درد مسلمان نے صرف كثير كركے اسكا اردو ترجمه كرايا تها، ترجمے كے متعلق ايڈيٹر الهلال كي راے هے كه وه نهايت سليس و سهل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمه هے

لكهائي اور چهپائي بهي بهترين درجه كي هے - جلد اول كے كچهه نسخه دفتر البلاغ ميں بغرض فروخت موجود هيں پهلے قيمت دو روپيه تهي اب بغرض نفع عام - ايک روپيه ٨ - آنه كردي گئي هے -

تمام درخواستيں : " منيجر البلاغ كلكته " كے نام آئيں -

Printed & Published by Q. Ah... at the AL-BALAGH Press, 40, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱

کلکتہ : جمعہ ۱۲ ؛ ۱۹ و ۲۶ جمادي الاول سنہ ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916.

نمبر - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

اني مهاجر الی ربی ، انہ هو العزیز الحکیم !

(۲۹ : ۲۵)

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا
و یاتیک بالاخبار من لم تزود !

" یمحو الله ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب - و اما نرینك بعض الذي نعدهم او نتوفنیك ، فانما علیك " البلاغ " و علینا " الحساب " ! اولم یروا انا ناتي الارض تنقصها من اطرافها ؟ و الله یحکم ، لا معقب لحکمه ، و هو سریع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل کفی بالله شهیدا بیني و بینکم ، و من عندہ علم الکتاب ! (۱۳ : ۴۳)

۲۸ - مارچ کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعہ ۳ - ڈیفنس ایکٹ پہنچا کہ میں چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باهر چلا جاؤں - بعد کو یہ مدت ایک هفتہ تک بڑھادي گئي - اس سے پہلے گورنمنٹ دهلي ، پنجاب ، اور متعدد اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکي هیں ، تاهم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز هي :

یا عبادي الذین امنوا ! ان ارضي واسعة ، فایاي فاعبدون ! (۲۹ : ۵۶)	اے میرے بندو کہ مجھپر ایمان رکھتے هو ! یقین کرو کہ میري زمین بہت وسیع ہے اور کسي ایک ٹکڑے میں محدود نہیں - پس میرے هي آگے جھکو اور صرف میري هي بندگي کرو !

کا حکم مل چکا ہے ، یہ احکام بالکل بے اثر هیں ، اور ترک وطن و ذهاب الی الله تو وہ منزل محبوب و مطلوب ہے ، جسکا منزل تبلیغ و دعوة کے بعد پیش آنا هر دعوة کے بقاء و ظهور کیلیے ناگزیر ہے - پس اگر یہ منزل پیش آگئي ہے تو خداے قدوس کي تحمید و تقدیس کرني چاهیے کہ انشاء الله اخري منزل بھي دور نہیں : اعملوا علی مکانتکم ، اني عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر کہ مي ترسم
گمان برند کہ ایں بندہ بے خداوند ست !

جب کہ تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے هوے طریقے تھے ، اور جب کہ سعي و عمل کا هر ولولہ اس سے زیادہ بلند نہیں هوسکتا تھا کہ غیر قوموں کي مجلسي و اجتماعي طریقوں کي ادھوري اور ناقص تقلید کرکے امة مرحومہ کو بھي انکي طرف دعوة دیجاے ، تو فضل و رحمت الهي نے اس عاجز کي راهنمائي کي ، اور بغیر اسکے کہ کوئي انساني نمونہ یا مادي تحریک اس کے لیے محرک هوئي هو ، خود بخود اُس راہ عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الهي کے اس دنیا میں کوئي نہیں پاسکتا - پس ابتدا هي سے اس عاجز نے تمام نام نہاد سیاسي و تعلیمي و قومي تحریکوں سے الگ هوکر صرف دعوة و تبلیغ اسلامي و قراني کي صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ، اور ایک ایسے عہد ضلالت میں جو طرح طرح کي انساني آوازوں سے گونج رها تھا ، سب سے پہلے " اجیبوا داعی الله " کي صدا بلند کي - نیز اس گم شدہ حقیقت کو آشکارا کردینے کي توفیق پائي کہ مسلمانوں کي نجات و فلاح نہ تو محض دعوة تعلیم میں ہے نہ دعوة قومیت و سیاست میں ، نہ انجمنوں کي کثرت میں ہے اور نہ محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ، بلکہ جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور داعي اسلام کي سنت مقدسہ سے کوئي دعوة حقہ ماخوذ نہوگي اور انساني طریقوں کي جگہ الهي سرچشموں سے فیض یاب هوکر نشو و نما نہ پائیگي ، اُس وقت تک وہ کامیابي اور فوز و فلاح حاصل نہیں هوسکتي جس کے متعلق کلام الهي نے فرما دیا ہے کہ صرف متقین و مومنین هي کیلیے مخصوص ہے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنہ هم کو بتلاتا ہے کہ سب سے پہلي منزل تبلیغ و دعوة کي ہے ، دوسري ذهاب الی الله اور ترک وطن کي ، اور پھر تیسري ظهور امر الهي کي : ساوریکم آیاتي فلا تستعجلون !

سو الحمد لله کہ یہ حقیقت اب کسي بحث و دلیل کي محتاج نہیں رهي ہے کہ حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق و رفیق دعوة و تبلیغ کي عطا فرمائي ، اور جس طرح اسکو وسع دائرہ و اعلان و ظهور و سلطان و نفوذ ، و رسوخ و انتشار

افکار و حوادث

مسئلہ مسلم یونیورسٹی

اور علوم و معارف جدیدہ !

دنیا کے عجائب و غرائب کي فہرست بڑي طولانی ہے - شاهنامہ کے عجیب و غریب " سیمرغ " سے لیکر دل نکارلي کے عجیب الخواص "پهول" تک ' ایک سے ایک عجب المخلوقات ' اور ایک سے ایک محیر العقول ہے !

اگر بابل کے معلق باغ اور مصر قدیم کے پر اسرار مقبروں سے قطع نظر کرلیا جاے جنکي ملکیت کا تاریخ قدیم کو دعوا ہے ' جب بهي دیوار قہقہہ کي طلسم آرا دیوار ' اسکندر اعظم کا اعجوبہ زا چشمۂ حیات ' اور بادش بخیر حاتم طائي کي فیاضانہ سیاحتوں کے انکشافات دنیا کي دلچسپیوں کیلیے کیا کم هیں ؟

* * *

تاهم موجودہ زمانہ عقل و دانائي اور تجربۂ و مشاهدہ کا عہد ہے - لوگ کہتے هیں کہ اب هم بہت زیادہ عقلمند هوگئے هیں - اسلیے ان عجیب عجیب قصوں کو نہیں مان سکتے - لیکن اگر ان قصوں کو نہیں مان سکتے تو اس واقعہ کو تو مان سکتے هیں کہ مسلم یونیورسٹي بلا توقف لے لیني چاهیے ' اسلیے کہ مہاراجہ دربهنگہ اور پنڈت مدن موهن مالویا نے لیلي ' اور اسلیے کہ ایک لاکهہ روپیہ ماهوار ملیگا ' اور اسلیے کہ علي گڈہ میں هر سال تقسیم سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد هوگا ' اور اسلیے کہ " برٹش گورنمنٹ رحمت الهي ہے " اور اسلیے کہ " سر سید علیہ الرحمۃ کا حقیقي مقصد ایسا هي تها " اور اسلیے کہ " خالق اکبر نے هم کو اسي لیے بنایا ہے کہ احکامات و اوامر کي تعمیل کریں " اور اسلیے کہ " مسلمانوں کي مسلمہ قومي پالیسي گورنمنٹ کے اعتماد پر مبني ہے " اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ کہ بنارس کي طرح علي گڈہ کي گلیاں بهي گذشتہ فرزري کے عجیب و غریب مناظر و مشاهد کو دیکهہ لینگي ' اور یہ سب سے بڑي نعمت ہے جسکے لیے کوئي ذي روح اس کرۂ ارضي پر بیقرار هوسکتا ہے ' اور سب سے بڑي دولت کونین ہے جو آدم کي اولاد کو دنیا میں ملسکتي ہے :

و في ذالک فلیتنا فس المتنا فسون -

* * *

اگر مسلم یونیورسٹي کے بلا انتظار لے لینے کیلیے یہ حقائق و دقائق "دلیل و برهان" هوسکتے هیں' اور دنیا میں ایسے دماغ باقي هیں جو علمي سنجیدگي کے ساتهہ ان چیزوں کو پیش کرنے سے نہیں شرماتے ' اور ایسے لوگ موجود هیں جو دلائل و شواهد کي طرح ان کو قبول کرلے سکتے هیں ' تو پهر دنیاے قدیم کي کوئي روایت بهي عجیب نہیں ' اور بلا تامل مان لینا چاهیے کہ دنیا میں اب بهي وہ تمام عجائب و غرایب هوسکتے هیں جو کسی مجہول ماضی میں هو چکے هیں - اب هم کو پورا یقین ہے کہ فردوسي کے سیمرغ سے مایوس هوجانے کا فیصلہ صحیح نہیں تها - اسکے گهونسلے سے اب بهي " زال " پیدا هو سکتا ہے ' کیونکہ مسلم یونیورسٹي کے لیے اپنے هي سب کچهہ هوجائیگا ' اور اگر آپکي آنکهیں جاني رهیں تو اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ " گل بکاولي " کو تلاش کیجیے ' کیونکہ حقائق کے ثبوت کا دار و مدار اب حقائق پر نہیں بلکہ صرف نقلي ' حکم ' اطاعت ' اور خوش اعتقادي و حسن ظن پر آ کر رهگیا ہے '

اور اگر ایسا هي ہے تو غریب " تاج الملوک " نے کیا خطا کي ہے کہ اسکي مشہور و متواتر روایت کو نظر انداز کردیا جاے ؟

* * *

حقیقت میں یہ واقعہ بهي دنیا کے عجائب و نوادر میں سے ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ انکے تمام امراض کا علاج ' انکے تمام جستجوؤں کا مقصود ' انکي تمام امیدوں اور آرزوں کا مرکز و ملجا ء مسلم یونیورسٹي ہے ' اور یہي وہ چیز ہے جو غرناطہ اور قرطبہ اور بغداد اور کیمبرج اور اکسفورڈ اور نہیں معلوم کیا کیا کچهہ مسلمانوں کے حوالے کردیگي - دوسري طرف جب انسے کہا جاتا ہے کہ " اگر یہ متاع اسقدر قیمتي ' اسقدر عظیم و اهم ' اور اسدرجہ موت و حیات ملت کا فیصلہ کرنے والي ہے ' تو خدا را جلدي نہ کیجیے - بغیر کامل حد و جہد اور سعي و کوشش کے خاتمہ نہ کردیجیے - ایک هي غمزۂ تمکین طلب پر اپني تمام متاع دل و جاں نذر نہ کردیجیے - صبر ' استقامت ' فکر راسخ ' اور سعي و جہد کامل دنیا میں همیشہ عزائم امور کیلیے ایک حقیقت ثابتہ رهے هیں - آپ بهي انسے کام لیجیے ' اور ساتهہ هي اپني اصلاح حال اور حقیقي و معنوي ترقیات و توسیعات میں سرگرم رهیے کہ اصل کار یہي ہے - اور اگر ایسا نہیں ہے اور چند مہینوں یا ایک سال کے اندر آپکي ساري کائنات سعي و تدبیر غارت جا رهي ہے ' تو پهر خدا را آہ و واویلا نہ مچائیے ' مخفي اور در پردہ کوششیں نہ کیجیے - یہ تعلقہ داري کا مقدمہ یا جد امجد مرحوم کي وراثت کا جهگڑا نہیں ہے - دلائل و حقائق کا مقابلہ ہے - سنجیدگي کے ساتهہ واقعي دلائل پیش کیجیے - دنیا میں عقل و فہم کي بخشش عام ہے ' اور آپ جیسي نہیں مگر سمجهہ هر شخص رکهتا ہے " تو پهر اسکے جواب میں یا تو بگڑ جاتے هیں کہ تم " مسلمہ قومي پالیسي " کے دشمن هو ' یا روٹهہ جاتے هیں کہ تم هماري بات نہیں مانتے ' یا پهر دلیل پیش کرنے پر آتے هیں تو یہ فرماتے هیں کہ بنارس میں لڈو بٹ چکے هیں - تم بهي بے تحاشا دوڑ جاؤ !

(" علوم جدیدہ ")

اصل یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹي کے بلاتوقف لیلینے کے متعلق جسقدر مصنفات و اسفار محققین عہد نے شائع کیے هیں ' انسے مسلم یونیورسٹي کا هندو یونیورسٹي اکٹ پر لے لینا ضرور ي ثابت هوتا هو یا نہو ' لیکن اسمیں تو کچهہ شک نہیں کہ ضمناً ایک عظیم الشان کام ضرور انجام پا گیا - همارا اشارہ اس جدید فن منطق کي طرف ہے جو " علماء مسلم یونیورسٹي " نے مدون فرمایا ہے اور جس نے ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں ارسطو سے بڑهکر آجتک کوئي انسان احمق نہیں هوا - مسکین ارسطو کے وقت سے لیکر اس وقت تک دنیا اس عالمگیر غلطي میں مبتلا رهي ہے کہ دعوے اور دلیل میں ربط کي ضرورت هوتي ہے - مگر یہ کیسا سفیہانہ اور احمقانہ خیال تها ؟ همارے محققین کاملین نے اپني سیف منطق کي پہلي ضرب اسي پر ماري ' اور ثابت کر دیا کہ اس سے بڑهکر اور کوئي غلط خیال نہیں هوسکتا - دلیل کیلیے صرف ایک هي شے ضروري ہے - یعنے وہ بلا کسي درمیاني فصل کے معاً دعوے کے بعد کہدي جاے - اب رهي یہ بات کہ اسمیں اور دعوے میں ربط بهي هو ' تو ایسا سمجهنا ایک خالص حماقت ہے جسمیں بدبخت ارسطو گرفتار تها ' اور کچهہ ضرور نہیں کہ هر انسان گرفتار هو !

* * *

اس سے بهي بڑهکر ان مباحث حکمیۂ و فنیہ نے جس' قدیمّ غلطي کي ضلالت سے نوع انساني کو نجات دلائي ' وہ " برهان " کي تعریف کا مسئلہ ہے - تمام دنیاے قدیم و جدید کس درجہ عقل و دانائي سے محروم تهي ' جب کہ یقین کررهي تهي کہ

عام کي حيرت انگيز و محير العقول نشانيوں سے ممتاز کيا ' وہ کلمۂ حق و صدق کي شہنشاهي و خسروي اور دعوۃ الى اللہ کي فتح مندي و کامراني کي ايک عجيب و غريب مثال ہے ' اور کم از کم هندوستان کي سر زمين ميں اسکي کوئي قريبي مثال موجود نہيں ہے - باوجود اُن تمام حالات و واقعات کے جو سب کو معلوم هيں اور باوجود اُن صدها موانع و مہالک کے جنکو هر شخص ديکهه رہا ہے ' اللہ کي مرضي اسي کي مقتضي هوئي که جتني مدت تک کيليے اس نے ضروري سمجها ہے ' ايک غير مسعور و غير متزلزل هستي بناکر مجهکو اور ميرے کاموں کو دنيا ميں قائم کردے ' اور ايسي نا قابـل فہـم و نا قابـل توجيہ قوت دیدے جسکو کوئي غير الهي طاقت نقصان نه پہنچا سکے - چنانچه دنيا نے ديکهه ليا که ايسا هي هوا ' اور جو کچهه هوا وہ انساني عقل و ادراک کي رسائي سے يکسر ما فوق ہے - گذشته زمانے کے تمام واقعات کو اپنے سامنے لاؤ ' اور پهر اللہ کي حکمت اور اس کے عدل و عمل کے تسلط و نفوذ کو ديکهو که کيسي عکوي ' ... کس درجه جا دمانه اسعد ' اور مقدر خسروانه حال و ... کے ساتهه دعوۃ حق و قران کا سلسله جاري رها ' اور کيسي ... انگيز مدتوں ميں سے يه دعوۃ محفوظ و محفوظ گذر گئي ؟ حالانکه صدها منکرين اور جاحدين منافقين و مخذولين طرح طرح کي آرزوئيں اور کوششيں کرتے کرتے عدم هوگئے ' اور قدرت حق کي بو العجبيوں اور کرشموں اور سلطان دعوۃ کي شہنشاهيوں اور خسرويوں کو ديکهتے ديکهتے شدت تعجب و حيرت سے پاگل هوگئے ' مگر " و تمت کلمۃ ربك صدقا و عدلا " کے قانون کو نه بدلنا تها اور نه بدلا ' اور " لا مبدل لکلماته " کي حقيقت غير مسخر تهي اور غير مسخر رهي : الا ' ان اولياء اللہ لا خوف عليهم و لا هم يحزنون !

ميں نے ابتداء اشاعۃ الهلال سے ليکر اس وقت تک جو کچهه لکها اور کہا ہے ' اسکا حرف حرف زمانے کے علم و حافظه ميں محفوظ ہے - ميں نے نه تو کبهي تعليم کا ذکر کيا ' نه سياسي اصولوں اور تقليدوں کي دعوۃ دي ' نه اُن رهنماؤں اور پيشواؤں کي راہ اختيار کي جنهوں نے امۃ مرحومه کي تجديد و احياء کو غير قوموں کي تقليد و اتباع ميں محدود ديکها ہے ' اور نه کبهي انسانوں کے بنائے هوئے طريقوں اور حکمت عمليوں کو اختيار کيا ' جو ابناء زمانه کي بلند پروازيوں کا هميشه منتہاء خيال رہا ہے - برخلاف اسکے ميں نے هميشه خدا کا نام ليا ' ميں نے هميشه قران کي دعوۃ دي ' ميں نے هميشه ايمان ' يقين ' اعتقاد ' اور عمل صالح کا ذکر کيا ' اور ميں نے جب کبهي کوئي بات کہي تو اسکو وحي الهي کي دائمي اور غير متغير يقينيات اور حقائق کي بنا پر پيش کيا - ميں اپنے سامنے ايک " يقين " رکهتا تها ' اور ميري دعوۃ کي بنياد انساني افکار پر نہيں بلکه ايک ديني اعتقاد پر تهي - دنيا کي هر چيز بدل سکتي ہے مگر الهي اعتقاد و يقين نہيں بدل سکتا - اسليے زمانه کي کوئي تبديلي ميرے ليے موثر نه هو سکي - ميں نے ابتدا سے ليکر اس وقت تک ايک هي اعلان کيا ' اور اسي اعلان کے نتائج و ثمرات هيں جو مجهکو اپنے اعمال و اشغال کي هر ساخ ميں نظر آئے - ميں نے الهلال کي اولين اشاعت کے سب سے پہلے مضمون کو ان سطروں پر ختم کيا تها جنکو دنيا نے بهلا ديا هو مگر ميں نہيں بهلا سکتا :

" آتش خدائے حي و قيوم ہے جسکے کان فرزندوں کے سننے کيليے هر وقت طيار ' اور نعمه امن يجيب المضطر اذا دعاہ سے سننے وار هر قلب مشتاق هيں ' اور جس کي آنکهيں کسي حال ميں بے خبر نہيں اور هر آن و هر لمحه ان ربك لبالمرصاد کي تکائي لگائي هوئي هيں ' يه آخري التجا ہے که اگر وہ ... ميں ... اور اخلاص کي کوئي سرگرمي ديکهتا ہے ' اگر ... ميں ... اور اس نے کلمۂ حق کي خدمت کي ايسي ... تپش ... دل کے اندر موجود ہے ' اور اگر واقعي اس کي راہ ميں فدويت و جاں فروشي کي ايک آگ ہے جس ميں برسوں سے بغير دهويں کے جـــل رها هوں ' تو اپنے فضل و لطف سے مجهــه کو اتني مہلت عطا فرمائے که اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے ديکهه لوں - ليکن اگر يه ميرے تمام کام محض ايک تجارتي کار و بار اور ايک دکاندارانه مشغله هيں جنميں قومي خدمت اور ملت پرستي کے نام سے گرم بازاري پيدا کرنا چاهتا هوں ' تو قبل اسکے که ميں اپني جگهه پر سنبهل سکوں ' وہ ميري زندگي و مہلت کا خاتمه کردے ' اور نيز ميرے تمام کاموں کو ايک دن بلکه ايک لمحه کيليے بهي کاميابي کي لذت چکهنے نه دے - باغوں کے سر سبز و ثمر دار درختوں کي حفاظت کي جاتي ہے ' مگر جنگل کے خشک درختوں کو جلا ديا هي چاهيے - جس دل ميں خلوص و صداقت کو جگه نه ملي ' اسکو صادقوں اور راست بازوں کي طرح کاميابي کا ملنے کيوں پاوں زند جائے ؟

ام حســـب الذيــن اجترحـــوا السيئات ان نجعلهم کالذين آمنـــوا و عملـــوا الصـــالحــات ' سواء محياهم و مماتهم ؟ ســاء مــا يحکمـــون ! (۴۵ : ۲۰)

وہ لوگ جنهوں نے بديوں اور برائيوں کي راہ اختيار کي ہے ' کيا ايسا سمجهتے هيں که هم انکو اُن لوگوں جيسا کردينگے جو ايمان لائے اور اعمال صالحه اختيار کيے ؟ کيا راست بازوں اور مفسدوں کي زندگي اور موت ايک طرح کي ہے ؟ افسوس انکي سمجهه پر اور افسوس انکے فيصله پر !

يه وہ جملے هيں جو جولائي سنه ۱۹۱۲ ميں ميرے قلم سے نکلے تهے اور جنکو ميں برابر الهلال کي هر جلد کے اختتام اور نئي جلد کے افتتاح کے موقعه پر دهراتا رہا هوں - سو الحمد للہ که اس کريم ذرہ نواز نے ميري درماندگيوں کو قبول کرليا ' اور واقعات نے هر منزل و هر قدم پر ثابت کرديا که ميري يه عاجزانه دعا بے اثر نه رهي - يه اسي کے هاتهه ميں تها که وہ بتلا ديتا که جو کچهه کيا جارہا ہے ' وہ اصلح و احق ہے جسکو بڑهنے اور پهيلنے کيليے چهوڑ دينا چاهيے ' يا مفسد و باطل ہے جسکو فنا هو جانا اور مٹ جانا چاهيے ؟ پس اس نے بتلا ديا که حقيقت کيا ہے ' اور ارباب بصيرۃ نے ديکهه ليا که حکمۃ الهي کيا چاهتي ہے ؟ دعوۃ حقه و کاذبه کي تفريق کا يہي معيار ہے - اور اگر خدا سچائي اور صداقت کے ساتهه بهي وهي کرے جو باطل اور افساد کے ساتهه کرتا ہے ' تو دنيا سے امن اور ايمان اُٹهه جائے اور خدا کے ماننے کيليے انسان کے پاس کوئي روشني نه رہے - يه محال ہے که صادق اور کاذب ايک هي نتيجه پائيں ' اور يه کبهي نہيں هوسکتا که خدا کا سلوک حق اور باطل ' دونوں کے ساتهه يکساں هو : لا يستوي اصحاب النار و اصحاب الجنه ' اصحاب الجنۃ هم الفائزون -

اور پهر اس کے فضل و کرم کي بخششوں اور نعمتوں ميں سے سب سے بڑي اور سب سے آخري نعمت وہ ہے جو اس نے موجودہ واقعه کے اندر پوشيدہ رکهي ہے - يعني البـــلاغ کي دعوۃ و تبليغ کو اسکي دوسري منزل تک عروج و رفعت بخشي گئي ' اور مقام ذهاب الى اللہ و ترک وطن پيش آيا : اني ذاهـب الـى ربـــي سيهدين (۳۷ : ۹۷) فسبحان الذي بيدہ ملکوت کل شي و اليه ترجعون -

يه جو کچهه تها ' کلمۂ حق و عدل کي دعوۃ و تبليغ کي سرگذشت تهي جو الحمد للہ و المنه که اپني دوسري منزل تک پہنچ گئي ہے - و لا مبدل لکلماته - رها خود اس عاجز کے وجود کا معامله ' تو شخص و ذات کا کہاں کبهي بهي سوال نہيں هوا ہے ' اور ميري نفسي کيليے مرحوم عرفي کا يه شعر سالہا سال سے مونس و رفيق ہے :

اميد هست که بيگانگي عرفي را
بدوستي سخن هاے آشنا بخشند !

و افوض امري الى اللہ ان اللہ بصير بالعباد -

چانسلري هے ' تمام معلمين و اساتذهٔ يونيورسٹي كي جماعت اپنے اپنے مدارج علميه كے مطابق شاندار اور طويل الذيل جبے پہنے هوے تمكنت افلاطوني ' عظمت سقراطي ' اور شان يوناني و روماني كے ساتهه يمين و شمال رونق افزا هے ' اور يكے بعد ديگرے حاملين علوم و فائزين مراتب عاليهٔ تعليميه كے مقدس غول بڑهتے هيں اور سند بكف اور چغه بدوش هوكر واپس جاتے هيں ! الله الله ! كون هے جو ايك لمحه كيليے بهي اس بهشت تعليمي و جنت قومي كے منظر روح پرور كو ديكهه لے اور پهر اسكے عشق جنون آور سے مست و لا يعقل نهوجاے ؟ يونيورسٹي كے پيش كرده هزارها نقائص ايك طرف ' اور اس منظر قومي و تعليمي كا نظارهٔ يك لمحه ايك طرف ! اگر مسلم يونيورسٹي مين اور كچهه نه هوتا ' اور صرف سال بهر ميں ايك بار اس منظر جاں نواز و مشهد روح پرور كا ايك نظاره ميسر آجاتا ' جب بهي يه سودا اسقدر ارزاں تها ' گويا گرد و خاك كي ايك مٹهي ديكر بهشت شداد مول ليلي ! البته يه ايك خالص " تعليمي مسئله " هے اور اسكو صرف عرفاء تعليم و كاملين حقائق قوميه هي سمجهه سكتے هيں - شرف قزويني نے انهي حقائق و معارف كے متعلق كها هے :

بيا كه مسئلهٔ عشق ازاں دقيق ترست
كه حل شود شرف از فكر باطل همه كس

نا محرمان اسرار كا يهاں گذر نهيں :

كين زمين را آسمانے ديگرست !

* * *

بعض ارباب اشارات و اصحاب معارف سے يه بهي منقول هے كه اگر قوم كي ديدهٔ بصيرة بينا هوتي تو بنارس هندو يونيورسٹي كا گذشته جلسه فهم حقيقت كيليے بس كرتا تها - سبحان الله ! كيسا عجيب و غريب منظر تها جو چشم فلك نے پهلي مرتبه خاك هند ميں ديكها ! عظيم الشان واليان رياست كا هجوم ' اعلى ترين حكام و فرماں روايان ملك كا اجتماع ' شوكت و عظمت قومي كا عديم النظير مظاهره ' اور تعليمي فرمانفرمائي و خسروي كے عهد حكومت كا افتتاح ! اس سے بڑهكر ايك قومي يونيورسٹي كيليے اور كيا هو سكتا هے ؟ كيا يه منظر اسكے ليے كافي نهيں هے كه قوم كي آنكهيں كهليں اور وه بهي كسي نه كسي طرح يونيورسٹي ليلينے كيليے پاگل هوجاے ؟ افسوس كه قوم ميں " ماهرين مسئلهٔ تعليم " كا قحط الرجال هے اور " عملي كام " اور " مسئلهٔ قومي تعليم " كے حقائق و اسرار سمجهنے والے ناپيد هيں - اگر ايسا نهوتا تو يه روز بد ديكهنا نصيب نه هوتا ! لوگ كيسي تمسخر انگيز غلطي كرتے هيں جبكه كهتے هيں كه قومي يونيورسٹي كسي بڑے جلسے ' كسي بڑے مجموعهٔ عمارت ' اور نامون اور رسموں كے كسي طول طويل سلسلے كا نام نهيں هے ؟ كوئي ان بيخبروں سے پوچهے كه اگر يونيورسٹي جلسه ' عمارت ' اور اسم و رسم كا نام نهيں تو اور كسي چيز كا نام هے ؟ يه نادان هندو يونيورسٹي ايكٹ كو ديكهتے هيں اور صرف اختيارات ' عهدهٔ وائس چينسلر كي منظوري و عدم منظوري ' ريگوليشنز كا انتظار ' وغيره وغيره چند الفاظ انهوں نے سيكهه ليے هيں ' حالانكه حقيقت يونيورسٹي نه تو ان جزئيات و فروعات ميں هے ' اور نه اختيارات كا مسئله في نفسه كوئي قابل [illegible] هے - اصلي حقيقت تو وه نقرئي هتوڑا تها جس سے بنارس [illegible] هندو يونيورسٹي كا سنگ بنياد نصب كيا گيا ' اور اگر ايك ايسي هي نقرئي هتوڑے كي با عظمت ضرب سرزمين علي گڈه كو بهي نصيب هوگئي ' تو ساري مشكلين حل ' اور ساري اميدوں كيليے پيام بشارت هے '

افسانهٔ زلف

يا " مسلم يونيورسٹي "

اولا يرون انهم يفتنون في كل عام مرة او مرتين ' ثم لا يتوبون و لا هم يذكرون ! (توبه)	كيا يه لوگ نهيں ديكهتے كه كوئي برس ايسا نهيں گذرتا كه ايك بار يا دو بار وه بلاؤں ميں نه ڈالے جاتے هوں ' پهر بهي انكي غفلت كا يه

حال هے كه نه تو توبه كرتے هيں اور نه واقعات و حوادث كي تنبيهوں اور سرزنشوں سے نصيحت پكڑتے هيں !

رات اور زلف كا يه افسانه
قصه كوته ' بڑي كهاني هے !

مسئله مسلم يونيورسٹي كي گذشته سه ساله تاريخ جن واقعات و حوادث سے عبارت هے ' ميں انكو اس وقت به تفصيل نهيں دهراؤنگا كيونكه واقعات ابهي اس قدر پرانے نهيں هوے هيں كه حافظه كيليے تجديد ذكر كي ضرورت هو -

نفس تجويز كي ابتدائي تحريك ' گورنمنٹ كا اولين مراسله ' فونڈيشن كميٹي كا پهلا انعقاد ' ڈيپوٹيشن كي تشكيل و شكست ' فونڈيشن كميٹي كا دوسرا اجلاس علي گڈه ' پهر مسلم يونيورسٹي ايسوسي ايشن كا قيام ' على الخصوص اسكا پچهلا اجلاس ' يه اور نيز ان واقعات و حوادث كے بے شمار اطراف و نتائج ' نه صرف مسلم يونيورسٹي نامي كسي مسئله كي سرگذشت هے بلكه مسلمانوں كي گذشته سه ساله حيات قومي و اجتماعي كي ايك ايسي مكمل تاريخ هے ' جسميں اس تين سال كے اندر كي هر چيز ديكهي اور پڑهي جاسكتي هے !

على الخصوص حق و باطل اور اصلاح و افساد كي باهمي آويزش اور حق كے قدرتي اور لازمي خواص فتح و نصرت كے ظهور و اعلان كے لحاظ سے تو مسئلهٔ مسلم يونيورسٹي كي تاريخ اسدرجه پر عبرت و بصيرة هے كه اگر هندوستان كے اور تمام واقعات و حوادث سے قطع نظر كر ليا جاے تو صرف يهي واقعه اس حقيقت كے اعلان كيليے بس كرتا هے كه حق جاگ اٹها هے ' اور جب وه جاگ اٹهے تو پهر باطل كيليے امن و بقاء نهيں هے -

[۲]

مسئلهٔ مسلم يونيورسٹي كے واقعه كو دنيا خواه كچهه هي سمجهے مگر ميں نے هميشه اسميں ايك هي چيز كو ديكها اور هميشه اس سے ايك هي طرح كي صدائيں سنيں - ميں نے ديكها كه حق و باطل معركه آرا هيں ' اور گو مختلف صداؤں ' مختلف ناموں ' اور مختلف شكلوں ميں منظر آرائياں هو رهي هيں مگر انكے اندر بجز حق و باطل كے مقابلے كے اور كچهه نهيں هے - ميري يه صاف نظارگي بهتوں كو خوش نه آئي ' اور بهتوں نے كوشش كه اسقدر صاف لفظوں ميں مطلب نه كها جاے ' ليكن ميں اپنے مشاهده كو جهٹلا نهيں سكتا تها - الحمد الله كه ابتدا سے ليكر اسوقت تك ميں نے جو كچهه ديكها ' صاف صاف كها ' اور كوئي سعي ' كوئي آرزو ' كوئي قوت ميري نگاه كو گرد آلود نه كر سكي :

بندهٔ را كه بفرمان خدا راه رود
نگزارند كه در بند زليخا ماند

غور كرو كه اس تمام عرصه كے اندر يكے بعد ديگرے كيسے كيسے واقعات پيش آے ' اور كس طرح هر موقعه پر حق نے بتلاديا

" برهان " اس چیزکو کہتے هیں جسکے مان لینے سے دعوے کا مان لینا لازم آجاے ؟ حالانکہ مصنفین صحائف مسلم یونیورسٹی و مدونین اسفار مسئلۂ قومي و تعلیمي نے (جن میں بڑے بڑے ماهرین فلسفۂ تعلیم موجود هیں) ثابت کردیا ہے کہ نہ صرف یہ تعریف غلط هي ہے ' بلکہ اصل حقیقت بالکل اسکے برعکس ہے - دعوے اور برهان میں جسقدر بعد لزومی هو ' اسیقدر وہ زیادہ صحیح اور مسکت برهان هوگا - مثلاً دعوا یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی جن شرائط کے ساتھ اسوقت مل رهي ہے ' وہ قبول کر لینا چاهیے ' کیونکہ اس سے مسلمانوں کا تعلیمي و قومی مقصود حاصل هوجائیگا - دلیل یہ ہے کہ ایک لاکھہ روپیہ ماهوار ملتا ہے ' جس وقت تک کوئی شخص روپیہ کی اس تعدادمیں اس صریح حقیقت ثابتہ کو جھٹلا نہ دے ' اُس وقت تک یہ دعوا غلط نہیں هوسکتا !

* * *

ارسطو نے شاعري کو محاکات کا نتیجہ قرار دیا ہے ' یعني وہ کہتا ہے کہ انسان میں بالطبع نقالي کا مادہ موجود ہے - وہ جس حالت کو دیکھتا ہے ' اس سے مدفعلانہ متاثر هوتا ہے اور اسي کو دهراتا ہے - مگر مسئلہ مسلم یونیورسٹي کا محقق کہتا ہے کہ یہ اس قدیم مدعی علم کي سخت کوتاہ نظري تھي - شاعري هي نہیں بلکہ قومي زندگي کے تمام اعمال و افکار علی الخصوص مسئلۂ تعلیم و قومیت کا دار و مدار " اصول محاکات " یعني نقالي پر ہے - دوسروں کو جس طرح کرتے دیکھو ' اسي طرح خود بھي کرو - اگر ایک هندو انسانوں کي کوٹھي بیچ کر رهي ہے ' تو انکا کرنا بجاے خود ایک دلیل عمل ہے - اسکے بعد اور کسي دلیل کی ضرورت باقی نہیں رهتی - مسلمانوں کے تمام قومي و تعلیمي کاموں کا معیار اسي حقیقت کو هونا چاهیے - انکے لیے نہ تو کوئي چیز سعادت ہے نہ شقاوت - شقاوت اور سعادت کا معیار دوسروں کا سعادہ و سعادت ہے ' اور اور شقاوت ہے - پس جب مہاراجہ دربھنگہ اور پنڈت مدن موهن مالویۃ نے کہدیا کہ یہ چیز سعادت ہے ' تو اب امام مسلمانوں کو چاهیے کہ بے چون و چرا اسکے آگے سر بسجود هوجائیں ' اور اگر دوسرے کو بھي علیگڈہ کي فضاء میں اڑتا هوا دیکھیں تو جھٹ آنکھیں بند کر لینا چاهیے !

* * *

یہ محققین عہد ' ماهرین مسئلۂ تعلیم ' محرمان اسرار و رموز قومیات و تعلیمات جدیدہ ' اور مجددین و مصلحین عصر تعلیمی کي جماعت تھي - لیکن انکے بعد ارباب سلوک و معرفت و اصحاب حقائق و معارف کا ایک مقدس گروہ سامنے آتا ہے ' اور علمي طرز بحث کي جگہ عارفانہ انداز بیان کے ساتھہ کہتا ہے کہ یہ مقام استدلال و براهین کا نہیں بلکہ محض وجدانیات و جذبات کا ہے :

گر باستدلال کار دین بدے
فخر رازي رازدار دین بدے

جب مذهب اور مذهب کے اعتقادات جیسي اهم و عظیم چیز کے متعلق غزالي و رازي کا فتوی ہے کہ اس مقام کو استدلال و عقلیات سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان سے طے کرو ' تو پھر یونیورسٹي کے متعلق دلیل و برهان کا طلب کرنا کب جائز هوسکتا ہے ؟ اگر خدا کے وجود و صفات کا ثبوت عقل و دلیل سے نہیں بلکہ صرف وجدان و جذبات کے اعتراف سے ملتا ہے ' تو پھر مسلم یونیورسٹي کی صفات کے متعلق یہ مغرورانہ کاوش عقل و ذهن کی کیوں هے ؟ یہ مقام دوسرا ہے - یہاں عقل کے دعووں سے کام نہیں چلتا - اس یونان کدۂ اسرار و معارف کا سب سے بڑا افلاطون وہ ہے جو سب سے زیادہ بے عقلي و ناداني کا اقرار کرے - یہاں فلسفۂ و عقل کي پرسش نہیں هوتي - اس عالم میں بقراط کے طب ' ارسطو کي منطق ' اور افلاطون کي اشراقیات سے کہیں زیادہ اس چراغ کي بے رونقي مقبول ہے

جو مولانا روم کي کائنات قصص و حکایات میں حضرت موسی علیہ السلام سے ایک جنگل میں ملا تھا اور خدا کو اپنے صحرائي جھونپڑے میں دعوۃ دینا چاهتا تھا تا کہ اپني بکریوں کا دودھ پلاے :

ملت عشق از همہ دین ها جدا ست
عاشقاں را ملت و مذهب خدا ست

پھر کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا کے مقدس نوشتے کیا کہتے هیں ؟ حضرۃ مسیح نے عقل کا دعوی کرنے والوں کو " سانپ کے بچوں " کا تاریخي لقب عطا فرمایا اور کہا کہ " تو آسمان کي بادشاهت میں داخل نہیں هوسکتا جب تک زمین پر سب سے زیادہ نادان و بے عقل نہ بن جاے "

ز زیرکی نہ برد ... دل مقصود
مگر طریق رهش ... سر نیازکدی

* * *

مشہور ہے کہ امام فخر الدین رازی نے دو سو دلیلیں خدا تعالی کے وجود کے اثبات میں جمع کی تھیں' اور اعلان کردیا تھا کہ هم نے اس راہ کو عقل کي راهنمائي سے طے کرلیا - یہ خبر سنکر شیطان نے اپنا بھیس بدلا اور مجلس درس میں آکر امام رازي سے مباحثہ شروع کردیا - جو دلیلیں انھوں نے تمام عمر کي فکر و کاوش سے قائم کي تھیں ' یکے بعد دیگرے بحث کرتے اور شیطان ایک دو اعتراض کرکے انکو باطل کردیتا - یہ حال دیکھکر امام صاحب بہت پریشان هوے اور اللہ کے حضور اپنے عجز کا اقرار کیا - خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رها ہے " اب دلیلوں کو چھوڑدو - یہ دلیل و استدلال کا مقام نہیں ہے - بس اس سے کہو کہ میں بے دلیل کے کہتا هوں کہ خدا ہے اور اسکو کوئي حجۃ نہیں " بزرگان طریقت روایت کرتے هیں کہ جب انکار دلیل کي یہ آخري دلیل امام رازي نے پیش کي تو شیطان نے عاجز و درماندہ هوکر ایک نعرہ مارا ' اور راہ فرار اختیار کي کہ اس دلیل کا جواب میرے بس کوئي نہیں یہي حال دیکھکر مولانا روم نے کہدیا تھا :

پاے استدلالیاں چوبین بود
پاے چوبین سخت بے تمکین بود

چنانچہ خانقاہ مسلم یونیورسٹي کے پیر طریقت بھي ایسا هي فرماتے هیں - ارشاد هوا کہ دلیلوں کا یہ مقام نہیں - بغیر کسي دلیل کے هم کہتے هیں کہ مسلم یونیورسٹي کو جلد سے جلد لےلینا چاهیے اور حق اسي میں ہے - اگر معلم الملکوت اس آخري ملکوتي و لاهوتي دلیل کو سنکر چیخ اٹھا تھا ' تو اے هزار حسرت و افسوس انسان کے قلب غافل پر ' اگر اس دلیل کو سنکر بے اختیار رو نہ پڑے !

* * *

نیز فرمایا کہ مسلم یونیورسٹي کا مسئلہ دلائل و شواهد سے تعلق نہیں رکھتا ' بلکہ صرف ایک لمحۂ تصور سے عبارت ہے جو صالح اعتقاد اور صافي و پاک ذهن کے ساتھہ میسر آ جاے - دنیا کي تمام اشیاء و موجودات کا مشاهدہ آنکھیں کھولکر کرتے هیں ' مگر یہ وہ سر لاهوتي و رمز ناسوتي ہے جسکا مشاهدہ اُس وقت تک نہیں هوسکتا جب تک آنکھیں اچھي طرح بند نہ کرلیجیے ! "

هاں آنکھیں بند کیجیے اور چشم تصور سے کام لیجیے - مسلم یونیورسٹي قائم هوچکي ہے ' اور سینٹ هال میں تقسیم انعامات و سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہے - ایک مسلمان والي ریاست یا کوئي بڑی قومي شخصیت جسکے چانسلر هونے کا گورنمنٹ گزٹ نے اعلان کردیا ہے ' با کمال شوکت و ابہت و با یک دنیا عظمت و رفعت ' سریر آراے مسند

هیں جنهوں نے ابهي اُس منظر کو نہیں بهلایا هوگا جبکه ۲۸ دسمبر کي صبح کو فونڈیشن کمیٹي کے اجلاس کي آخري نشست هوئي هے اور یه رزولیوشن باتفاق پاس کرانا چاها هے که ۲۶ آدمیوں کي ایک جماعت کو اس مسئله کے رد و قبول کا پورا اختیار دیدیا جاے - کیسا مغرورانه اعلان' کیسا فتح مندانه گهمنڈ ' کیسا مالکانه حکم ' اور کس درجه شادمانی و مسرت کا بےخودانه و بے ساخته جوش و خروش تها' جب دو روز کي متصل سعي اور تدابیر کے بعد طرح طرح کي غلط فہمیاں پهیلاکے کا کام انجام کو پہنچا دیا گیا' اور بظاهر اُس پورے مجمع میں مجکو ابني صداے حق کے اعلان و انداز کیلیے تن تنہا چهوڑ دیا گیا ؟ پهر وه نادان اور نا قابل فراموش گهڑي' جب میري آواز کو فریب خورده مجمع نے قبول نه کیا' اور نادان انسان یه نه سمجهے که جس آواز کو اسوقت رد کر رہے هیں' قریب هے که اسي کے سننے' اُسي کے ماننے' اور اُسي کي اطاعت کرنے کیلیے انکو بیقرار هونا پڑیگا - اسکے بعد ان قابل رحم روحوں کا شور و غل جنکے اندر بجز نادانی' غلط فہمي اور سوءِ فہم کے اور کچهه نه تها ' اور ساتهه هي رزولیوشن کے پاس کرنے کا پادشاهانه اعلان' جس نے خوشیوں اور شادمانیوں کي مستي سے نادانوں اور بیخبروں کو متوالا کردیا تها : و زین ذلک في قلوبکم و ظننتم ظن السوء' و کنتم قوماً بورا - (۴۸ : ۱۲)

با ایں همه نتیجه کیا نکلا ؟ فتح مندیوں اور کامرانیوں کے اس اعلان نے کتني عمر پائي ؟ کامیابي و نصرة کا یه گهمنڈ جس نے اپني بڑائي کا اعلان کیا تها حالانکه بڑا صرف خدا هے ' کتني مدت تک زندگي پا سکا ؟ بلا شبهه ۲۸ - کي صبح کو چند سو آدمیوں کے مجمع میں مجکو شکست دیدي گئي' لیکن اسکے بعد کتني صبحیں فتح و کامیابي کي نصیب هوئیں ' اور صبح صرف ۲۸ دسمبر هي کي نه تهي ؟ کیا ایسا نہیں هوا که ابهی تین چار مہینے بهي نہیں گذرے تہے که " ...بة للمتقین " کي قدرت و جبروت یکا یک نمایاں هوئي اور همواً بمالم ینالوا کے قانون فطرت نے ظاهر هو کر بتلادیا که فتح کسکے لیے اور شکست کسکیلیے کون هے ؟ اور پهر کیا یه سچ نہیں هے که جو رزولیوشن اس درجه غرور اسکندري اور نشاط جمشیدي کے ساتهه پاس کیا گیا تها ' بالاخر نامراد و خاسر هوا ' اور جس ڈیپوٹیشن کي دیوار اتني محنتوں اور مشقتوں سے چني گئي تهي' اسکو خود هي اپنے هاتهوں گرانا پڑا ؟ الله الله ! اُس قدوس حکیم کي مصلحتیں اور اُس حي و قیوم کي قدرتیں ! جن هاتهوں نے اس ڈیپوٹیشن کي تجویز کي کامیابي پر خوشي سے سرمست هوکر دس دس منٹ تک متصل تالیاں بجائي تهیں ' انهي هاتهوں کو میں نے دیکها که زمین کهود رهے هیں' اور اس چار ماهه طفل نو مولود کو سپرد خاک کر رهے هیں ! ! اگر عقل مر نه گئي هو' اور ایمان بالله کي روح نے جسم کو چهوڑ نه دیا هو' تو کلمهٔ حق و صدق کي کامیابي اور دعوة الہلال کي فتح مندي کیلیے اس سے بڑهکر اور کیا نشاني هوسکتي هے ؟ لیکن : و من لم یجعل الله له نوراً فما له من نور ؟

[۵]

لیکن مسئلهٔ مسلم یونیورسٹي کي تاریخ اسي واقعه پر پہنچکر ختم نہیں هوجاتي - اگر انسان کي غفلت حق کي طاقت کو بار بار آزمانا چاهتي هے تو حق بهي اپنے خواص کے بار بار اظہار و اعلان سے نہیں تهکتا - فونڈیشن کمیٹي کے اولین اجلاس اور مجوزه ڈیپوٹیشن کے حادثه نے اگرچه بتلادیا تها که آگ کا خاصه حرارت هے اور اسکو چهونے سے هاتهه جل جاتا هے' لیکن نادانوں نے چاها که انگاروں سے کهیلنے کا تجربه ابهي اور جاري رکهیں- چنانچه اسکے بعد علي گڈه میں فونڈیشن کمیٹي کا دوسرا اجلاس کیا گیا' بڑي بڑي کوششوں اور تدبیروں سے اپنے هم مشرب اشخاص مختلف اطراف هند سے جمع کیے گئے' خاص علي گڈه میں جلسه منعقد کرکے یقین کیا گیا که همارے دارالخلافه کے اندر آکر باهر کي کوئي جماعت کامیاب نہیں هوسکتي : ظنوا انهم مانعتهم حصونهم من الله - انهوں نے گمان کیا که همارے قلعه کي تدبیر الله کي طاقت کو آنے نه روکدینگي - فاتاهم الله من حیث لم یحتسبوا - پس خدا اس راسته سے آیا جهانسے ظهور طاقت کا انهیں گمان بهي نه تها - و قذف في قلوبهم الرعب - نتیجه یه نکلا که اپنے حصار و لشکر کے اندر جلسه کرکے بهي وه ناکام رهے' اور کلمهٔ حق کي هیبت اسطرح انکے دلوں پر چها گئي که باوجود کمال جد و جهد کے کچهه بهي نه کرسکے ' اور داعیان حق نے جو کچهه چاها وهي هوا - و لکم فیها ما تشتهي انفسکم و لکم ما تدعون !

پهر اسي - اے - میں مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن قائم کي گئي ' اور اسکے ضمن میں متعدد جزئي واقعات پیش آے' مگر هر جزئي سے جزئي واقعه میں بهي قوت حق و غلبهٔ آراء ملت کي طاقت اپنے آثار و شواهد دکهلاتي رهي ' اور اس میدان کے کسي گوشے نے بهي اسکو پناه نه دي - حتی که گذشته اجلاس ایسوسي ایشن کا آخري واقعه پیش آیا جسمیں مخفي طیاریوں اور درپرده تدبیروں کو منتہاء سعي تک پہنچا دیا گیا تها - جنگ کے زمانے کے شدید اثرات ' بعض آزاد خیال افراد کي نظربندیاں ' ایک عرصه کے التوا و خاموشي کي وجه سے عام طور پر دلوں کي افسردگي ' جنگ کے زمانے کي وجه سے آزادانه خیالات کے اظہار کي عام طور پر بندشیں ' اور اور بہت سے ایسے وقتي حالات و اسباب پیش نظر تہے جنکي وجه سے ان لوگوں کو پورا یقین هوگیا تها که موجوده فرصت حصول مقصد کیلیے سب سے زیاده قیمتي هے ' اور کچهه عجب نہیں که شمله کے وعدے علي گڈه کي کوششوں سے پورے هوجائیں - اس اجلاس کے انعقاد کي سرگذشت بهي اس سے کم دلچسپ نہیں هے جس قدر اجلاس کے اندر کے واقعات دلچسپ هیں - دوسري فونڈیشن کمیٹي میں طے پایا تها که ایک ڈیپوٹیشن آخري گفتگو کیلیے وائسراے هند کي خدمت میں حاضر هو' اور اب اس کے تمام مراتب ابتدائي طے پاچکے تہے ' لیکن صورت حال یوں ٹهرائي گئي که گویا ڈیپوٹیشن کے آنے کي اس طرف سے درخواست کي گئي هے اور وهاں سے جواب صاف مل گیا هے که جب تک اصولي شرائط هندو یونیورسٹي کے منظور نه کرلیے جائیں' اس وقت تک ڈیپوٹیشن کا آنا بیکار هے - اس سے مقصود یه تها که مسلمانوں کے سامنے یونیورسٹي کا مسئله آخري رد و قبول کي شکل میں آجاے اور لوگ گهبراکے اور پریشان هوکے فیصله کردیں که جب اس طرح دو ٹوک جواب مل گیا هے تو اب لے لینے کے سوا کوئي چاره نہیں -

لیکن با ایں همه اس سعي کا بهي جو نتیجه نکلا وه دنیا کو معلوم هے - بالاخر اُسي ناکامي نے انکا استقبال کیا جو اولین اجلاس فونڈیشن کمیٹي سے انکي رفیق حال و همدم اعمال هے' اور بجز اسکے که ماتموں میں ایک نئے ماتم کا اور حسرتوں میں ایک اور نئي حسرت کا اضافه هو گیا' اس پورے گروه کو اور کچهه بهي هاتهه نه آیا-

[۶]

اب ۱۰ - اپریل کو پهر فونڈیشن کمیٹي کا اجلاس لکهنو میں منعقد کیا گیا هے اور یه لوگ تین سال کے متواتر و مسلسل تجربه کے بعد اب پهر آئے هیں که خدا کو اور اسکے کلمهٔ حق کي قوت کو ایک بار اور آزمالیں - یه محض فونڈیشن کمیٹي کا ایک مجمع هي نہیں هے' بلکه اُن کوششوں اور تدبیروں کي انتہا هے جو مشیت الهي کے مقابلے میں انسانوں کا کوئي گروه کرسکتا هے - ان لوگوں نے سمجها هے که اگر هم ایک مرتبه آخري جانبازانه کوششوں کا سامان اور کرلینگے تو ضرور خدا

کہ وہ کہاں ہے اور باطل نے دیکھہ لیا کہ خصائص حق کا قانون کسطرح اٹل اور غیر متغیر ہے ؟

[۳]

اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب پہلے پہل مسلم یونیورسٹی کے متعلق دنیا نے معلوم کیا ہے کہ جن امیدوں اور ولولوں میں انکو مبتلا کیا گیا تھا ' ضرور نہیں ہے کہ اصلیت ویسی ہی ہو - اس زمانے میں الہلال نیا نیا شائع ہوا تھا - اس نے مسلسل چار اشاعتوں میں تعلیمی ممبر کے اولین مراسلہ پر بحث کی اور مسلم یونیورسٹی کی تحریک اور اسکے دعاة و واعظین کے متعلق خصوصاً اور تمام قومی تحریکوں اور جماعتی کاموں کے متعلق عموماً ' ان افکار اساسیہ اور عقائد صحیحہ کا اعلان کیا جنکی صداؤں سے سرزمین ھند کی اسلامی آبادی اسوقت تک آشنا نہ ہوئی تھی - یہ سلسلۂ مقالات بھی الہلال کے ان ابتدائی مقالات میں سے ہے جنھوں نے مسلمانان ھند کے آگے سب سے پہلے اسلام کے احکام دینیہ و اوامر شرعیہ کی بنا پر حریۃ فکر' و اجتہاد رائے' و دعوۃ الی الحق' و توصیۂ معروف ' و احتساب شرعی کی دعوۃ پیش کی ' اور جسکو چند مہینوں کے اندر حکمۃ الہی نے وہ فتح مندانہ نشر و اعلان اور خسروانہ قبولیت و رفعت عطا فرمائی کہ وہی دعوۃ' وہی پکار' وہی الفاظ' وہی جملے ' وہی ترکیبیں ' وہی عقائد ' ہزاروں انسانوں ' صدہا جماعتوں ' بڑی بڑی آبادیوں ' بڑے بڑے شہروں ' بلکہ مسلمانان ھند کے سب سے زیادہ وسیع و غالب حصے کی زبانوں سے نکلنے لگے - حتی کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو اس وقت دعوۃ الہلال کے اشد شدید منکرین و جاحدین میں سے تھے' دوسرے ناموں اور بھیسوں میں آکر انہی عقائد کا وعظ کرنے لگے اور سلطان حق کی قہرمانیت و شہنشاہیت کے آگے سر بسجود ہو جانے کیلیے مجبور ہو گئے - و للہ در ما قال ::

کر گفتۂ زعشق گہے حرف آشنا
آں ہم حکایتیست کہ ازمن شنیدۂ !

چونکہ اس وقت تک انقلابی دور دعوۃ شروع نہیں ہوا تھا ' اور استعباد فکر' و اسر ذہن ' و تقلید اشخاص ' و اتباع افکار مالوفۂ و متوارثہ کی بندشیں ہر جماعت اور ہر گروہ کیلیے زینت باؤ گردن تھیں' اسلیے اس سلسلۂ مقالات کا شائع ہونا تھا کہ ہر طرف سے رد و انکار کی صدائیں اٹھنے لگیں' اور ان لوگوں نے جنکی تمام عمر انسانی پرستشوں اور طرح طرح کی دنیاوی طاقتوں کی عبودیتوں میں بسر ہوئی تھی ' حیران ہو ہوکے چلانا شروع کیا :

اجعل الالہۃ الہا واحداً ؟ ان ھذا لشي عجاب ! ! (۳۸ : ۴)	کیا اس شخص نے تمام معبودوں سے انکار کرکے صرف ایک ہی کو معبود قرار دیدیا ہے ؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے !

بعضوں نے سب سے بڑی وجہ انکار یہ بتلائی :

ما سمعنا بھذا في الملۃ الاخرہ' ان ھذا الا اختلاق - (۳۸ : ۷)	ہم نے ایسی بات تو کبھی اپنی پرانی ملت میں نہ سنی ' کچھہ نہیں ' یہ اس شخص کی من گھڑت بات ہے !

بہتوں نے عاجز آکر وہ آخری صداے باطل بھی بلند کی - اسوقت سے دنیا میں بلند ہوتی آئی ہے جب سے کہ حق کی دعوت اور پکار موجود ہے :

حرقوہ و انصروا الھتکم ان کنتم فاعلین (۲۱ : ۶۸)	اسکو جلادو' اسکو ہلاک کردو' اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم حقیقت میں کچھہ کرنے والے ہو !

حتی کہ بعض ایسے مخصوص افراد بھی جنکے افکار و عزائم میں تبدیلی ہو چکی تھی اور آزاد بیانیوں کی راہ پر چلنا چاہتے تھے ' یکایک قدیم اثرات سے پاک نہوسکے اور الہلال کی صدائیں ابتدا ابتدا میں انہیں بھی خوش نہ آئیں - لیکن پھر غور کرو کہ چند دنوں کے بعد ہی ان حالات کا نتیجہ کیا نکلا ؟ دنیا کی ان نظروں نے جو ایک غیر معلوم مدت سے حق و باطل کے ان گنت معرکے دیکھہ چکی ہے ' اس معرکے میں بھی کیا دیکھا ؟ کس کے ساتھہ اللہ تھا جس نے اسکو تنزل کی جگہ عروج ' ادبار کی جگہ اقدام' شکست کی جگہ فتح ' اور ذلت و رسوائی کی جگہ عظمت و رفعت بخشی ؟ اور کون تھے جنکو روز بروز ناکامی و نامرادی اور ذلت و خسران کے سوا اور کچھہ ہاتھہ نہ آیا ؟ کس کے ساتھہ سچائی تھی جو ہمیشہ " لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون " اور " لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرہ " کا مصداق رہا ؟ اور کون رشتۂ حق و صدق سے محروم تھا جس نے ان الباطل کان زھوقا کے سوا اور کچھہ نہ پایا ؟ اسکا جواب میں خود نہ دونگا - ان سوالوں کا جواب ہندوستان کے زمین و آسمان سے پوچھو ' خاک ھند کے ایک ایک ذرہ سے پوچھو ' ہر اس ستارے سے پوچھو جو گذشتہ تین سال کے اندر ہندوستان کی راتوں میں نکلا ' اور آفتاب کی ہر اس کرن سے پوچھو جو پچھلے تین سالوں کی ہر صبح کو چمکی اور ہر شام کو غروب ہوئی ' اور اگر یہ تمام صدائیں بھی اسکے لیے کافی نہوں' تو پھر خود انہی ہستیوں کے پاس جاو جنھوں نے صداے حق کے انکار و جحود میں منکرین سابقین اور جاحدین اقدمین سے اپنا رشتہ جوڑا ہے ' اور انکے پہلوؤں کے اندر اتر کے دیکھو کہ دل کا ایک ایک گوشہ اور اسکی گہرائی میں کا ایک ایک گوشہ کیا کہہ رہا ہے ؟ کس ناکامی کا داغ ہے ' اور کس نامرادی کا ماتم ؟

[۴]

اس عہد کے بعد ہی نہ صرف مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ ' بلکہ مسلمانان ھند کے اعمال و افکار عمومی کی تاریخ کا وہ مشہور اور یادگار واقعہ پیش آیا جو بصیرتوں کا ایک صحیفہ عبرتوں کا ایک سرچشمہ ' اور قلوب مومنین و ارواح صادقین کیلیے موعظتوں اور حکمتوں کی روشنیوں کا ایک آفتاب عالمتاب تھا : لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید ! (۵۰ : ۳۶) یعنی فونڈیشن کمیٹی کا پہلا اجلاس جو ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ کو قیصر باغ لکھنو میں منعقد ہوا - آہ ' کیا دنیا میں ایسی غفلتیں بھی بستی ہیں' جنکے جگانے کیلیے زلزلوں اور آتش فشانیوں کے دھماکے بھی بیکار ہوتے ہیں ' اور کیا ایسی آنکھیں بھی موجود ہیں جنکے لیے دوپہر کے سورج میں بھی روشنی نہیں ؟ فونڈیشن کمیٹی کا یہ اجلاس اور اس کے نتائج و عواقب قاھرہ اعلان حق و فتح صداقت کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا کہ اگر لوگوں کے دلوں کو حق و انابت اور خشیت ایمانی کا ایک ذرۂ احساس بھی ملا ہوتا تو ہدایت یابی اور توبۂ و رجوع الی الحق کیلیے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا - وہ سمجھہ جاتے کہ حق کس کے ساتھہ ہے اور اللہ کی مشیت کا ہاتھہ کسکی جانب سے حرکت کر رہا ہے ؟ وہ اعلان و ظہور اور انقلاب وقت و افکار کی روشنیوں کی ایک ایسی مجلی دوپہر تھی کہ اندھوں کو بھی راہ مل جاتی تھی اور تہہ خانوں کو بھی روشنی سے چمک اٹھنا تھا ' لیکن افسوس انسان کی غفلت پر' اور صد حسرت دلوں کے اعراض اور عقلوں کی ضلالت پر' کہ سرگشتگان خواب و سرمستی کی رات اسپر بھی ختم نہ ہوئی" اور حق پرستی کی راہ اسطرح انکے سامنے سے گم ہوگئی کہ ایسی واضح و آشکارا رہنمائیوں کے بعد بھی صراط مستقیم پر قدم نہ رکھہ سکے : ما یاتیھم من ایات ربھم الا کانوا عنھا معرضین !

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک صحیح الفکر دماغ اس واقعہ کو دیکھے اور پھر بھی معلوم نہ کر سکے کہ خدا کیا چاہتا ہے ؟ ہزارہا انسان

کو شکست دیدینگے' کیونکہ انسانوں کي طرح لڑتے لڑتے وہ بھي تھک جا سکتا ھے' اور اگر بہت زیادہ روپیہ' بہت زیادہ سازشیں' بہت زیادہ انسان' اور بہت زیادہ انساني تدبیروں کا مواد جمع کرلیا جاسکے تو کیوں نہیں خدا کو بھي ھار مان لیني پڑے؟ چنانچہ مہینوں سے طرح طرح کے سامان کیے جا رھے ھیں' اور بڑے بڑے دعوے اور بڑے بڑے اعلانات سننے میں آ رھے ھیں - اب دیکھنا یہ ھے کہ اس آخري معرکے کا نتیجہ کیا نکلتا ھے؟ کیا کلمۂ حق و جماعت کي پچھلي فتح مندیاں صرف اسلیے تھیں کہ بہت زیادہ سامان اسکے حریفوں نے نہیں کیا تھا اور اب زیادہ سامان کرکے اُسکو شکست دیدي جائیگي؟ یہ سچ ھے کہ صوبۂ متحدہ کي گورنمنٹ نے پچھلے اجلاس ایسوسي ایشن کي شرکت کے بعد ھي مجکو اپنے صوبے میں داخل ھونے سے روک دیا ھے' اور اسلیے میں اس جلسہ میں شریک نہیں ھوسکتا' لیکن غالباً وہ خدا کو لکھنؤ میں آنے سے نہیں روک سکتي' اور اسکے آنے اور نمودار ھونے کي راھیں ھمیشہ ایسي رھی ھیں جنکا انسانوں کو وھم و گمان بھي نہ تھا: فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا -

یہ وھي حق اور باطل کا مقابلہ ھے جو برسوں سے ھورھا ھے' یہ وھي اشخاص اور جماعت کے فوائد کي معرکہ آرائي ھے جسکا میدان عرصہ سے گرم ھے' یہ وھي اصلاح اور افساد کے قوت و ضعف کا فیصلہ ھے جو اگرچہ ازل روز ھي ھوچکا ھے مگر ایک آخري فیصلہ غالباً ابھي باقي ھے - پس قریب ھے کہ حق ظاھر ھو' اور کچھہ دور نہیں کہ جس کلمہ کے ساتھہ اللہ کي مشیت و حکمت شامل ھے' وہ اپني آخري فتح مندي کا اعلان عام کردے:

اعملوا علی مکانتکم انا عاملون - وانتظـــروا انا منتظـــرون (۱۱ : ۱۲۲) وما ربک بغافل عمـا تعملون (۱۱ : ۱۲۳)

اے لوگو! تم اپني جگہ کام کیے جاؤ' ھم اپني جگہ کام کررھے ھیں - اور پھر نتیجہ کا انتظار کرو - ھم بھي انتظار کرنے والے ھیں! .... اور تمھـــارا پروردگار اُن کاموں سے غافل نہیں جن میں تم لگے ھوے ھو -

(دلائـــل و مباحث)

ھمارا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ایک مضمون اُن تمام دلائل و مباحث کے متعلق بھي لکھینگے جو اس وقت تک مسلم یونیورسٹي کے بلا انتظار العلمدے کے لیے شائع کیے گئے ھیں - چنانچہ اسي غرض سے ھم نے ایک پورے فارم کي جگہ خالی رکھي' اور تمام کاغذات و رسائل جمع کرائے جو اس وقت تک شائع کیے جاچکے ھیں -

لیکن اب کہ لکھنے کا ارادہ کیا ھے' اور اُن تمام مضامین و رسائل پر نظر ڈالي ھے جو ابتدا سے لیکر اسوقت تک شائع کیے گئے ھیں' علی الخصوص وہ تحریریں جو گذشتہ اجلاس ایسوسي ایشن کے موقعہ پر شائع کي گئیں' نیز وہ بعض رسائل جو پچھلے دو چار ھفتوں کے اندر نکلے ھیں' تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ کس چیز کو دلیل و ثبوت کے لفظ سے [illegible] اور اس تمام ذخیرۂ اشاعات کي کس سطر کو قابل بحث [illegible]؟ اس تمام ذخیرہ میں ایک دلیـــل بھي ایسي [illegible] جو ثابت کرسکے کہ بحالت موجودہ (جبکہ گورنمنٹ [illegible] انڈیا اور گورنمنٹ انگلستان نام نہاد قومي یونیورسٹیوں کے [illegible] انقطاعی مقام اختیار کرچکي ھے) چند دنوں [illegible] یونیورسٹي کي ترمیت قوانین متعلقہ [illegible] اور دوائر نفوذ و احاطہ کے معائنہ میں کونسا نقصان [illegible] و رسائل شائع کیے گئے ھیں [illegible] تلبیسات [illegible]

[illegible] ایک نئي [illegible]

[illegible]

اس بیان میں کئی دھوکے اور مغالطات ھیں - اول تو قومي یونیورسٹي کے متعلق نہ صرف حکومت ھند بلکہ حکومت بالا بھي اپني پالیسي صاف و واضح کرچکي ھے اور ایک قوم کو دیچکي ھے - اب اسمیں تبدیلی کا خوف دلانا ایک ایسي سوفسطائیت ھے جسکو بجز علي گڈہ کے " محققین تعلیم " کے اور کوئي اختیار نہیں کرسکتا - ثانیاً ابھي ابھي جدید ممبر تعلیمات دھلي کي صحبت میں ظاھر کرچکا ھے کہ " ھندو یونیورسٹي کي شرائط پر مسلم یونیورسٹي ھر حال میں طیار ھے - آپ جب چاھیں لیلے سکتے ھیں " -

(۲) دلیل نہیں مگر ایک بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ھے کہ مسلم یونیورسٹي لے لینے کي صورت میں علي گڈہ کالج کي ازادانہ حالت کچھہ نہ کچھہ بڑھ ھي جائیگي - گھٹ کسي طرح نہیں سکتي - مگر یہ بیان اپني شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسا کامل ترین قسم کا جھوٹ ھے جس سے زیادہ غلط بیاني انسان کي زبان نہیں کرسکتي - دلیل میں یہ لوگ علي گڈہ کالج کے موجودہ قانون اور ھندو یونیورسٹي ایکٹ کا مقابلہ کرتے ھیں اور بلا دریغ سفید کو سیاہ اور دن کو رات دکھلاتے ھیں - علي گڈہ کالج اور گورنمنٹ کے اختیارات کي اصلي بنا قانون ٹرسٹیاں کي دفعہ ۱۴۷ ھے: " لوکل گورنمنٹ اور ڈائرکٹر تعلیمات کو کالج کي تعلیم کے اندروني انتظامات اور بورڈنگ ھاؤس کے انتظام اور کالج کے اسٹاف کے تقرر اور موقوفي اور تبادلہ نیز معاملات متعلق تعلیم مذھبي میں بجز اسکے جسکا ذکر دفعہ ۱۴۴ میں ھے' مداخلت کرنے کا اختیار نہوگا "

دفعہ ۱۴۴ جسکا اسمیں ذکر ھے یہ ھے " لوکل گورنمنٹ کو اختیار ھوگا کہ اس امر کي نسبت اپنا اطمینان کرنے کي غرض سے کہ کالج کا اسٹاف کالج کے طالب علموں کي تعلیمي ضروریات کیلیے کافي ھے' ٹرسٹیوں سے وقتاً فوقتاً استفسار کرے' اور اگر استفسار کے بعد لوکل گورنمنٹ کو یہ معلوم ھو کہ کالج اسٹاف کا کوئی عہدہ دار اس کام کے قابل نہیں ھے' تو ٹرسٹیوں کو ھدایت کریگي' کہ اس شخص کو اس عہدہ سے علحدہ کردیا جاے "

ان دفعات سے واضح ھوگیا کہ موجودہ قوانین کي بنا پر لوکل گورنمنٹ کو صرف اسقدر اختیار حاصل ھے کہ اگر کالج کي تعلیمي ضروریات کیلیے کوئي عہدہ دار قابل نہو تو وہ ٹرسٹیوں کو ھدایت کردیگي کہ اسے علحدہ کردیں -

علاوہ بریں قانون ٹرسٹیاں اسوقت ھمارے سامنے ھے - اسمیں جسقدر دفعات گورنمنٹ اور عہدہ داران گورنمنٹ کے علائق سے تعلق رکھتي ھیں' ان سب میں حسب ذیل الفاظ کے سوا اور کچھہ نہیں ملسکتا:

" ڈائرکٹر کو ...... صلاح دینے کا اختیار ھوگا - ٹرسٹیوں کا فرض ھوگا کہ مشورہ پر لحاظ کریں - عمل نہ کرنے کے وجوہ قلمبند کریں (دفعہ ۱۴۱) وزیٹر (یعني لفٹننٹ گورنر) مشورہ دینے کا مجاز ھوگا (دفعہ ۱۴۲) وزیٹر کو جائز ھے کہ اپني راے لکھے - کوئي تجویز پیش کرے - ٹرسٹیوں کو میعاد معین کا فرض ھوگا کہ مشورہ پر غور کرے (دفعہ ۴۳ ضمن ۲) گورنمنٹ کو اختیار ھوگا کہ تحقیقات کرے (دفعہ ۱۳۹)

اس سے معلوم ھوا کہ موجودہ حالت میں قوانین کالج [illegible] کے کسی علاقہ کو قانوناً " صلاح و مشـــورہ' تجاویز [illegible] زیادہ تسلیم نہیں کرتے' اور پھر حسبہ [illegible] ۱۴۷ [illegible] اندروني معاملات میں وہ آزاد ھے؟

[illegible] ھندو یونیورسٹي ایکٹ اور اسکي دفعات [illegible] لفظوں میں یہ ھے کہ ھر بنیادي و اساسي [illegible] بلاد منظوري [illegible] منظوري کا اختیار [illegible] ھے' اور ضوابط کي ترتیب بھي [illegible] گورنمنٹ ھي [illegible] متعلق ھے -

فرانس کا ایک مشہور عالم نباتی "دي کاندل" ہے - اس نے سنہ ۱۸۲۰ میں اپنی کتاب شائع کی اور اسمیں تنازع البقاء کے قانون کو ایک منظم شکل میں پیش کیا - وہ لکھتا ہے کہ نباتات نباتات ہمیشہ ایک عالم تدرج و مزاحمۃ اور کشمکش میں ہے' اور جو فرد اور قسم اصلح و اقوي هوتي ہے' باقي رهتي ہے' اور جو اصلح نہیں رهتي مٹ جاتی ہے -

(تیسرا دور)

یہ انتخاب طبیعي کا دوسرا دور تھا کہ عالم نباتات میں بھی اس قانون کا کشف ہوا - تیسرا دور خود چارلس ڈارون کا ہے جس نے اس قوت کے ساتھہ مسئلہ نشو و ارتقاء کو پیش کیا کہ وہ ایک مدلل و مرتب نظریہ بنکر تمام علمي دنیا میں شائع ہوگیا - ڈارون نے اپنے نظریہ کي بنیاد جن قوانین پر رکھي' ان میں سب سے زیادہ اہم تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي ہے - اس نے انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون طبیعۃ قرار دیا' اور نہایت تفصیل و کثرت سے اسکے امثال و نظائر جمع کیے - اس نے اپنی دوسری کتاب کا نام ہي یہ رکھا کہ "پیدائش انواع بواسطۂ انتخاب طبیعي یا بواسطۂ حفظ انواع اکمل در تنازع البقاء"

ڈارون نے ظاہر کیا کہ تنازع البقاء جمادات سے لیکر حیوانات تک میں جاري و ساري ہے' اور طبیعۃ اسي درخت اور اسي حیوان کو باقي رکھتي ہے جو اصلح و اقوى ہو - اس نے تنازع البقاء کی دو حالتیں قرار دیں : فاعلي اور مفعولي - فاعلي سے مقصود وہ کشمکش ہے جو حیوانات میں ایک کو دوسرے کے ساتھہ در پیش ہے اور مفعولي وہ کشمکش ہے جو احیاء و حیوانات کو قواے طبیعۃ صامتہ کے ساتھہ پیش آتي ہے - پھر "انتخاب" کی بھی دو قسمیں کرتا ہے - طبیعي اور صناعي - طبیعي اصل انتخاب ہے جو خود فطرۃ بتدریج کررهي ہے - اصلح کو باقي رکھتي ہے - غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے - صناعي وہ انتخاب ہے جو انسان کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے - وہ طرح طرح کي موثر تدبیروں اور تربیتوں سے ایک نوع کے درخت کو قوت پہنچاتا اور بہتر حالت میں لاتا ہے - پس وہ اصلح ہوکر حسب قانون طبیعۃ باقي رهتا ہے - مثلاً کسي ایک زمین کو درست کرتا ہے' جھاڑیاں کاٹ دیتا ہے' اسکے اطراف کو صاف کردیتا ہے' وہ اصلح ہوکر اگنے لگتي ہوجاتي ہے' یا کسي ایک نسل حیواني کو لیکر پرورش کرتا ہے' عمدہ آب و ہوا میں رکھتا عمدہ غذا کھلاتا' اچھے اصولوں پر پرورش کرتا ہے - وہ اصلح ہوکر باقي رهتي ہے' اور اسکے مقابلے میں غیر تربیت یافتہ نسل مٹ جاتي ہے - وغیرہ ذالک من الامثال و الاشباہ - لیکن آگے چلکر تم کو معلوم ہوگا کہ انتخاب طبیعي اور صناعي کا یہ فرق ڈارون کي سخت غلطي تھي - جس انتخاب کو وہ صناعي کہتا ہے' وہ کوئي مستقل قسم نہیں ہے بلکہ اسي انتخاب طبیعي کي ایک قوۃ عاملہ ہے - طبیعت نے انتخاب کیلیے مختلف عوامل و وسائل قرار دیے ہیں' ان میں خود انسان کا ہاتھہ بھی فطرۃ کے اعمال کا ایک آلہ ہے - فطرۃ الہي کبھي تو اسے ہاتھہ میں تلوار دیدیتي ہے تاکہ غیر اصلح ہستیوں کو قتل کرکے مٹادے اور اسطرح فطرۃ کا دنیا میں خلیفہ ہو' اور کبھي اصلاح و تربیت کي قوت دیدیتي ہے تاکہ باقي رہنے والي قوتوں کی اصلحیت کا ذریعہ بن جاے اور اصلح دنیا میں باقي رہے - خود انسان کوئي چیز نہیں ہے - ڈارون انسان تھا - وہ ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھسکا' قرآن العلم ہے اور اختلافات کیلیے حکم' وہ اصل حقیقت کو واضح کردیگا - و لتعلمن نبأہ بعد حین -

ڈارون کے بعد ہي (بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ تقریباً اسکے معاصرین میں) مشہور "[illegible]" ہے' جس نے خاص طور پر مسئلۂ "انتخاب طبیعي" کو اپنے درس و نظر کا موضوع قرار دیا اور مستقل طور پر اس قانون کے کشف و حقیقت کیلیے اپنے اعمال علمیہ وقف کردیے - مسلسل سیاحتوں اور بعض غیر آباد اور غیر متمدن ممالک کے مشاہدات نے اسکو بہت مدد دی' اور مختلف قسم کے حیوانات علي الخصوص صنف طیور کا اس نے خاصتاً مطالعہ کیا - الہــلال جلد ۴ کي آخري اشاعت میں ہم یہ تفصیل اسکے تجارب پر بحث کرچکے ہیں - حیوانات و احیاء میں انتخاب طبیعي کے قانون کو جس وسعت کے ساتھہ اسنے ثابت کیا ہے' وہ درجہ خود ڈارون کو بھي نصیب نہیں - سب سے پہلے بقاء امثل و اصلح (نیچرل سلکشن) کي اصطلاح اسي نے وضع کی ہے - پس ڈارون اور ویلز انتخاب طبیعي کا تیسرا درجہ ہیں' جنھوں نے جمادات اور نباتات کے علاوہ خود حیوانات میں بھي قانون انتخاب کي حقیقت و نفاذ کو معلوم کیا -

(چوتھا دور)

لیکن اس دور تک انتخاب طبیعي کا قانون اگرچہ عالم حیوانات تک پہنچ چکا ہے اور انسان نے دیکھہ لیا ہے کہ مطرح جمادات و نباتات کي طرح خود اسکي نوع یعنے حیوانات میں بھی اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے' تاہم ابتک وہ [illegible] سے آگے نہیں بڑھسکا کہ حیوانات کا تنازع البقاء مرتبہ وجود انساني سے نیچے جاري ہے' اور جب نوع حیواني ترقی کرتے ہوے [illegible] انساني تک پہنچ گئي تو چونکہ انسان زنجیر ارتقاء کي آخري کڑي ہے اسلیے اسکے بعد اور کچھہ نہیں ہوتا -

ڈارون کے مباحث و مذاکرات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف انسان کے وجود کي تکوین تک ابھی [illegible] محدود رکھتا ہے - وہ کہتا ہے کہ دنیا میں مخلوقات کا سلسلہ اور جمادات کي ابتدائي تخلیقات سے شروع ہوا' عالم نباتات تک پہنچتا ہے' اور نباتات سے حیوانات میں - پھر حیوانات میں [illegible] اولی (پروٹو پلاسم) کے ارتقاء اور مذہب [illegible] طرف بھي اشارہ کرتا ہے - یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے آخري زنجیر [illegible] ہے یعنی وجود انسان تک - اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہے' چونکہ سلسلۂ ارتقاء کو اسکے بعد نہیں دیکھتا' اسلیے [illegible] عوامل و موثرات ارتقاء ہیں' مثلاً انتخاب طبیعي و مطابقت و وراثت' انکو بھي وجود انساني کے بعد معلوم [illegible]

ڈارون کي اصلي غلطي یہ تھي کہ [illegible] انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون فطرۃ کي [illegible] دیکھتا تھا' بلکہ اپنے نظریہ وحدۃ انواع (یعنے اصل میں [illegible] ہي نوع ہے جس سے تمام انواع و عوالم خلقت [illegible] ہیں) کے ضمن میں اس قانون کو بھي جگہہ دي [illegible] - اسکا مذہب یہ تھا کہ ایک ہي نوع سے مختلف انواع [illegible] پیدا ہوگئیں کہ دنیا میں چار قوانین طبیعۃ : تنازع البقاء' انتخاب طبیعي' مطابقت' اور وراثت کام کررہے ہیں' اور جس طرح [illegible] اور صناعۃ مفید و نافع چیز کو چھانٹ لیتا اور بچالیتا ہے' اور ناقص کو چھوڑ دیتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح طبیعۃ بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ضائع کردیتي ہے - پس [illegible] نوع بہ تحت قانون مطابقت و وراثت' مختلف [illegible] احتیاجات خلقت و تلاش غذا وغیرہ سے متاثر ہوکر [illegible] ہوئي' تنازع البقاء جاري تھا' انتخاب طبیعي نے اصلح [illegible] باقي رکھا' غیر اصلح کو ضائع کردیا - نتیجہ یہ نکلا [illegible] وجود برابر قائم و ترقي پذیر رہا - حتی کہ خلقت کي [illegible] زنجیر تک پہنچا جو انسان ہے -

حالانکہ "انتخاب طبیعي" کا قانون ایک مستقل [illegible] ہے' جو مسئلۂ وحدت انواع کا تابع نہیں' اور اگر [illegible] مستقلاً ہر نوع کو ایک علحدہ نوع بھي مان [illegible]

باب التفسیر

الحــق و البــاطـــل

حقیقت بقـــاء اســـلام و فنائے کفر

گذشتہ صحبت میں " تنازع البقاء " اور " انتخاب طبیعی " اور " بقاء اصلح و امثل " کی حقیقت پر ہم ایک مجموعی نظر ڈال چکے ہیں - اب قبل اسکے کہ اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوں ' مسئلہ انتخاب طبیعی کے تدریجی ارتقاء اور اسکے مختلف دوروں پر ایک سرسری نظر ڈال لینا ضروری ہے -

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ قانون انتخاب طبیعی کے متعلق اس وقت تک انسانی معلومات کس درجہ تک پہنچی ہیں اور زیادہ سے زیادہ انسان جو اسکے متعلق جانتا ہے وہ کیا ہے ؟ گذشتہ صحبت میں ہم نے جو کچھہ لکھا وہ گویا اس وقت تک کی حاصل شدہ معلومات کا ایک مرتب سلسلہ تھا ' لیکن یہ بھی ہے کہ اس قانون کے علم و اختبار کے درجہ بدرجہ جو مختلف مراتب رہے ہیں ' انکو بھی مختصراً واضح کردیا جائے - ہمارے لیے ہمیشہ ایک بڑی مصیبت موضوع کی وسعت ' خیالات و افکار کا ہجوم و انتشار ' اور اختصار بیان کی ناگزیر ضرورت ہوتی ہے ' اور اس صحبت میں بھی یہی مشکل درپیش ' تاہم جہاں تک ممکن ہوگا ' اختصار سے کام لینگے ' اور عمداً اہم سے اہم اطراف بحث کو بھی ترک کردینگے -

یہاں اس قدر ظاہر کردینا ضروری ہے کہ یہ [illegible] حصہ بعض احباب کی نظروں میں خشک اور [illegible] محض تاریخی حالات و علمی مصطلحات پر مبنی ہے - [illegible] ان حضرات کو چاہیے کہ وہ اس ٹکڑے کو چھوڑ دیں اور اس کے بعد کے عنوان سے مطالعہ فرمائیں جہاں سے قرآن [illegible] شروع ہوئی ہیں -

(۲)

مراتب کشف و تحقیق بقاء اصلح

گذشتہ صحبت میں انتخاب طبیعی پر جو مجموعی نظر ڈالی گئی ہے ' اسکے امثال و نظائر کو ہم نے انسان سے شروع کیا [illegible] نباتات و جمادات تک پہنچکر افکار و ذہنیات و عالم معنویات کی طرف چلے گئے ' لیکن اس قانون کی تحقیق و کشف کی تاریخ بالکل اس کے برعکس واقع ہوئی ہے - یعنی سب سے پہلے انسان نے جمادات میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو معلوم کیا ' اسکے بعد حیوانات میں ' پھر انسان کے اجتماع و تمدن میں ' اور سب سے آخر عالم افکار و ذہنیات و معنویات میں - حسب قانون ارتقاء ' اس قانون کے کشف و علم میں بھی قدرتی اور پر اسی طرح ارتقاء کا ہونا ضروری تھا -

(بقاء اصلح کا اولین کشف)

یہ عجیب بات ہے کہ قانون تنازع البقاء کی سب سے پہلی روشنی زمین کے بالائی سطح کی روشن فضاء کی جگہ اسکے اندرونی طبقوں اور نہایت عمیق غاروں کی تاریکی میں چمکی !

چارلس ڈارون سے کچھہ پہلے چند علماء طبقات الارض (جیوالوجی) اور علماء احافیر و اثریات (آرکیوا لوجی) کے نام ہم کو معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے زمین کے اندرونی طبقات کی بتدریج تکوین و تخلیق کے مطالعۂ و درس میں تنازع البقاء کی طرف رہنمائی پائی ' اور انکو خیال ہوا کہ طبیعۃ کا کوئی غیر معلوم قانون ہے جو بہتر و اصلح اشیاء کو قائم رکھتا اور ناقص شدہ اجزاء کو فنا کر دیتا ہے - انتخاب طبیعی کے کشف کا یہ پہلا درجہ تھا جو گویا عالم جمادات میں ہوا - ان علماء نے تکوین ارض کے مختلف دوروں کی جو طبقات الارضی عمر قرار دی ' اسمیں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے اصولوں کو ایک نا مکمل اور ابتدائی صورت میں ملحوظ رکھا ہے -

(دوسرا دور)

اسی دور میں قبل اسکے کہ چارلس ڈارون اپنے مشہور مذہب ارتقاء کو دنیا کے سامنے پیش کرے ' فرانس میں لامارک اور جوفروا دو مشہور حکماء طبیعی کا ظہور ہوا ' جنہوں نے ڈارون کی طرح مسئلہ وحدۃ انواع کو اپنا موضوع بحث قرار دیا -

لامارک پیرس کے باغ نباتات کا مہتمم تھا اور اس میں نباتات کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ طرح طرح کے حیوانات کا بھی موجود تھا - حیوانات و نباتات کی مختلف انواع کے علمی درس و مطالعہ اور تربیت صناعی کے اعمال و نتائج سے اسکو مسئلۂ وحدت انواع کی طرف ایک قوی تحریک ملی ' اور بالترتیب سنہ ۱۸۰۹ اور سنہ ۱۸۱۵ میں اس نے اپنی دو کتابیں " فلسفۂ حیوانات " اور " تاریخ حیوانات معدومہ " شائع کیں - ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب وحدت انواع میں اسکا زیادہ تر اعتماد قانون وراثت (Heredity) اور قانون مطابقت (Adaptation) پر تھا (جنکی تشریح گذشتہ اشاعت کے مضمون التحول الفجائی میں کی جاچکی ہے) تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتا ' تاہم اس سے بیخبر بھی نہیں ہے - اپنی دوسری کتاب میں جمادات کے علاوہ نباتات میں بھی طبیعۃ کے انتخاب کی طرف اشارہ کرتا ہے -

لامارک کا معاصر جوفروا ہے (المتولد سنہ ۱۷۷۲) اس نے سنہ ۱۸۲۸ میں اپنی کتاب " اصل وحدۃ ترکیب عضوی " شائع کی - اسکا اعتماد زیادہ تر قانون مطابقت یعنی موثرات خارجیہ پر تھا - وہ کہتا ہے کہ آب و ہوا ' حرارت ' رطوبۃ ' اور مقدار کاربونک ایسڈ کے اختلافات سے ایک نوع متاثر ہوکر مختلف انواع کی شکل میں منتقل ہوتی - تاہم اس نے بھی تنازع البقاء کی طرف اشارات کیے ہیں ' اور معلوم ہوتا ہے کہ نباتات تک اسکی بھی نظر پہنچ چکی تھی -

اسی زمانے میں دو مشہور شخص جرمنی کے اندر بھی مسئلۂ وحدت انواع و مشہور ارتقاء پر غور کر رہے تھے - یعنی مشہور شاعر " گیتے " (Goethe) اور مشہور طبیعی " اوکن " - گیتے نے سنہ ۱۷۹۰ میں اپنی کتاب " تحول نباتات " شائع کی اور اوکن (المتوفی سنہ ۱۸۵۱) نے سنہ ۱۸۱۸ میں " فلسفۂ طبیعی " یہ لوگ بھی لامارک کی طرح ابھی تنازع البقاء کی حقیقت سے پوری طرح با خبر نہیں ہیں ' لیکن کبھی کبھی اسطرف بھی ایک دو قدم بڑھ آتے ہیں ' اور جمادات کے علاوہ نباتات میں بھی ایک مزاحمۃ اور کشاکش کو دیکھہ لیتے ہیں -

لیکن سب سے زیادہ جس شخص نے عالم نباتات میں انتخاب طبیعی کے قانون کا مطالعہ کیا اور اسکو قوت کے ساتھہ پیش کیا " وہ

آج تک تمام ممالک متمدنہ اپنے ارتقاء علمي کا آخري مرتبہ سمجھتے تھے' اس نے ثابت کردیا کہ وہ ادنی ترین مرتبۂ وھم و ضلالت ھے -

ازآنجملہ مذھب ارتقاء ھے - وہ انسان کے ارتقاء و تسلسل اجتماعي و مدني کا قائل نہیں' بلکہ مذھب دَور کو از سر نو قائم کرتا ھے یعني کہتا ھے کہ ترقي کے بعد پھر تنزل شروع ھوتا ھے اور تنزل کے بعد پھر ترقي شروع ھوتي ھے - لیکن ساتھہ ھي انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کے ماتحت انسان کي اجتماعي و قومي زندگی کو اس قدر شرح و بسط اور دلائل و حقائق کے ساتھہ دیکھتا ھے کہ قدماء میں سے کسي کو بھي یہ درجہ نصیب نہیں -

نیٹشے کے علاوہ جرمني کے جدید حکماء میں ایک عظیم الشان شخص ٹریٹشکے (Treitschke) (۱) بھي گذرا ھے جس نے گو کوئی کتاب یادگار نہیں چھوڑي مگر اپنے دروس و خطبات میں مسئلہ بقاء اصلح کو انسان کي حیاۃ اجتماعی پر نہایت وسعت کے ساتھہ منطبق کیا -

(حاصل صحبت)

قانون انتخاب طبیعي کے مختلف دوروں اور انساني علم کے منتہاے تحقیق کي یہ مختصر سرگذشت ھے' انسان ھزاروں برس تک انتخاب طبیعي سے بالکل بے خبر رھا - پھر سب سے پہلے جمادات و نباتات اور عام اجسام حیہ میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو اُس نے معلوم کیا' اور عرصہ تک اسي پر قانع رھا - وہ دنیا کي ھر چیز میں تنازع البقاء کي جنگ کا تماشہ دیکھتا مگر خود اپنے وجود اور اپنے اعمال حیات کي طرف اُسے بالکل بیخبر تھا کہ خود اسکے اندر کیا ھو رھا ھے ؟ وہ درختوں' چڑیوں' رینگنے والے کیڑوں کا مطالعہ کرتا اور کہتا کہ انتخاب طبیعي کا اخذ و دفع جاري ھے اور فطرۃ اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ہلاکت دیتي ھے' پر کبھي خود اپنے وجود کو نہیں دیکھتا کہ یہاں بھي کس طرح اصلح باقي رھتا اور غیر اصلح مٹ جانے کیلیے چھوڑ دیا جاتا ھے ؟ یہ خود فراموشي انسان کي ایک عام غلطي ھے' اور اسکي نظر و فکر کے تمام دائروں میں نظر آتي ھے -

لیکن پھر وہ آگے بڑھا' اور اس نے دیکھا کہ خود انسان کي اجتماعي زندگي بھي اسي قانون کے ماتحت ھے - اسپنسر نے اسکے لیے قدم اُٹھایا اور ٹریشکے اور نیٹشے نے اس مطالعہ کو آخري مرتبۂ کشف و بحث تک پہنچایا - لیکن تاھم یہ آخري مرتبہ بھي صرف اس حد تک پہنچکر رھگیا کہ انسان کي اجتماعي زندگي میں بقا قومي و صحیح کیلیے ھے - لیکن یہ حقیقت کہ کیا انفرادي حالت میں بھي بقاء اصلح کا قانون کام کرتا ھے ؟ تو اس کے جواب سے تمام مجمع انساني خاموش ھے - پھر سب سے زیادہ اھم اور ضروري سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ تم زندگي اور بقاء کو "اصلح" کیلیے قرار دیتے ھو' لیکن "اصلح" اور "اصلاح" کي حقیقت کیا ھے ؟ اور اصلحیت کے حصول کے صحیح اصول کیا ھیں ؟ اس سوال کے جواب میں یا تو خاموشي ھے' یا پھر اختلافات و نزاعات' ظنون و اوھام' تخمین و قیاسات ھیں - سب سے زیادہ بہتر جواب دینے کي نیٹشے نے کوشش کي ھے' مگر آگے چلکر تم کو معلوم ھو جائیگا کہ وہ بھي نہیں بتلا سکتا کہ "اصلح" کي اصل حقیقت کیا ھے ؟

ان مراتب و توضیحات کے بعد ھم بالکل مستعد ھوگئے ھیں کہ مسئلہ بقاء حق کي تیسري صحبت شروع کریں' اور دیکھیں کہ یہ سب کچھہ تو انساني علم کي انتہا تھي' مگر قران حکیم یعنے "العلم" کیا بتلاتا ھے ؟

* (۱) جرمن زبان میں عموماً "تي" غیر ملفوظ ھوتا ھے اور "سي' ایچ" کا تلفظ اکثر اوقات "ش" سے کرتے ھیں - غالباً اس نام میں بھي "تي" پڑھا نہیں جاتا - لوگ انگریزي ترکیب سمجھکر غلطي نہ کریں -

[۳]

القـــران الحکیـــم

(حقیقت حق و باطل)

دنیا اور دنیا کي تمام مخلوقات اور انکے اعمال و نتائج پر جب ھم نظر ڈالتے ھیں تو سب سے پہلے ھم کو اعمال ھستي کے اندر متضاد اور باھمدگر مخالف حقیقتوں کي دو صفیں نظر آتي ھیں' جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے اپنے آثار و خواص کے ساتھہ موجود ھیں اور تمام اعمال حیات انھي کے ملنے اور الگ ھونے' جڑنے اور ٹوٹنے' متحد ھونے اور متخالف ھونے' ٹکرانے اور ایک دوسرے پر گرنے' اور پھر باھم متضارب و متصادم ھونے سے عبارت ھیں - ھستي کا کوئي گوشہ نہیں جس میں متضاد قوتوں کي کشاکش نظر نہ آتي ھو - دنیا نام ھي اس کشاکش قواء متضادہ کا ھے - یعني دو باھم لڑتي ھوئي مخالف قوتوں کے آثار و خواص دنیا کي ھر چیز میں نظر آتے ھیں -

ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو مختلف دائروں میں آکر ھم مختلف ناموں سے پکارتے ھیں - سب سے پہلا نام انکا "کون و فساد" ھے - یعني ھم دیکھتے ھیں کہ دنیا میں اشیا کا بننا' سنورنا' درست ھونا ھے' یا انکا بگڑنا' بکھرنا' معدوم ھونا ھے - بننا تکوین ھے اور بگڑنا فساد - اسکے بعد ھم فلسفہ و نظریات حکیمہ میں آتے ھیں تو ھمکو "وجود و عدم" کي اصطلاح معلوم ھوتي ھے - یہ بھي انھي دو حقیقتوں کي تعبیر ھے - فلسفہ بتلاتا ھے کہ دنیا میں وجود و عدم کا سلسلہ برابر جاري ھے - چیزیں مختلف صورتوں میں وجود پاتي ھیں' اور پھر انکي صورتیں معدوم ھوجاتي ھیں - تکوین صور وجود ھے اور اعدام صور عدم - علوم مادیہ میں انھي حقیقتوں کو دوسرے ناموں سے پکارتے ھیں - علم کہرباء (الکٹرسٹی) میں انھي کا نام منفي و مثبت ھے - یعني ایک قوت نفي کي ھے ایک اثبات کي - طبعیات میں انھي کا نام جذب و دفع ھے - اسي کو انجذاب و سلب بھي کہتے ھیں -

اخلاق میں آکر بھي دو حقیقتیں ھیں جنکو تعمیر و تخریب سے تعبیر کیا جاتا ھے - یعني بنانا اور خراب کرنا - پھر جب کچھہ اور آگے بڑھتے ھیں تو کون و فساد کے یہي دو چہرے ھیں جو خیر اور شر' نیکي اور بدي' روشني و اندھیاري کے نقابوں میں اپني نمایش کرتے ھیں اور انکو نئے ناموں سے پکارا جاتا ھے - لیکن خواہ کتنے ھي مختلف ناموں سے پکارا جاے' در اصل حقیقت ایک ھي ھے' اور مختلف علوم میں آکر انساني علم نے انکے مختلف نام رکھدیے ھیں -

اور آگے بڑھو اور دیکھو کہ یہي دو حقیقتیں اور کن کن شکلوں میں موجود ھیں اور کام کر رھي ھیں ؟ تمام اجسام و وجود پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کي تمام موجودات میں یا قوت ھے یا ضعف' یا قوي ھے یا ضعیف' یا سالم ھے یا ناقص' یا عدل ھے یا انحراف' سو یہ بھي في الحقیقت وھي دو مختلف حالتیں ھیں جنکو پہلے مختلف ناموں سے پکار چکے ھو -

جسم کیلیے تم کہتے ھو کہ صحت و تندرستي ھے اور بیماري و ناخوشي' جذبات و حسیات میں کہتے ھو کہ لذت ھے یا الم' خوشي ھے یا غم' اشک حسرت ھیں یا تبسم عیش -

ان سب سے بھي بڑھکر تمھاري عام اصطلاح یہ ھے کہ ایک حالت کو "موت" کہتے ھو' اور ایک حالت کو "زندگي" - زندگي تمھارا عشق عمل ھے' اور موت تمھارے لیے پیام یاس -

سو یہ بھي فی الحقیقت وھي دو مختلف حالتوں کي صفیں ھیں جو اس رنگ میں بھي آگئي ھیں' اور پہلے انکو اور شکلوں میں تم پہچان چکے ھو -

جب بھي قانون انتخاب طبيعي کي حقيقت بدستور قائم رهتي هے' اور وه هر حال ميں ايک محکم و ناقابل انکار حقيقت هے - بهرحال ڈارون تک انتخاب طبيعي عالم حيوانات تک ميں تو معلوم هوگيا مگر خود انسان کے وجود' اسکے اعمال' اور فرد و اجتماع کي کشاکش و مزاحمة کي حقيقت پر کوئي روشني نهيں پڑي - اس حد تک پهنچکر قدرتي طور پر يه سوال پيدا هوتا تها که يه تنازع البقاء' يه فطرة کا انتخاب' يه قوة مصلحة و مدبرة عالم کا حفظ اصلاح و دفع افساد' کيا صرف پتھروں' مٹی کے منجمد ٹکڑوں' درختوں کي جڑوں اور چارپايوں اور چڑيوں مي تک محدود هے' يا تنازع البقاء خود انسان کي زندگي اور اعمال کے اندر بھي جاري هے اور اصلح باقي رهتا هے اور غير اصلح فنا هو جاتا هے؟ پھر کيا يه ممکن هے که فطرة چڑيوں اور چار پايوں ميں سے تو اصلح کو انتخاب کرلے' مگر خود انسان کيليے اسکا قانون انتخاب بيکار هو؟

ڈارون کے بعد جس شخص نے انتخاب طبيعي کو نسبتاً زياده وسيع دائره ميں ديکھنا' چاها' وه پروفيسر " هيگل " هے' جو مذهب ڈارون کے مشهور منتصرين ميں سے هے' تاهم کوئي مدلل وسعت پيدا نهو سکي' کيونکه سب سے زياده توجه اسکي قانون وراثت و مطابقة پر رهي - ساتھه هي اس نے تنازع البقاء کا دائره ايک لحاظ سے تنگ بھي کرديا - وه کهتا هے که تنازع البقاء اس لحاظ سے که ايک وجود دوسرے وجود کا مقابله کر کے بوجه اصلحيت اسکو فنا کردے' صرف ذي روح اجسام هي ميں محدود هے - حالانکه هيگل سے پہلے هم انتخاب طبيعي کو تمام کائنات عالم ميں کام کرتا هوا ديکھه چکے هيں -

(آخري درجهٔ کشف و تحقيق)

اب اسکے بعد حکماء يورپ همکو دو گروهوں ميں منقسم نظر آتے هيں - ايک گروه نے اپنا قدم آگے بڑهايا اور اس حقيقت کو واضح کرنے کي کوشش کي که سلسلهٔ ارتقاء انسان تک پهنچنے کے بعد معدوم نهيں هوگيا' بلکه خود انسان ميں بھي جاري هے اور تمام قوانين طبيعة مثلاً انتخاب طبيعي وغيره بدستور کار فرما هيں - دوسري جماعت نے اس سے انکار کيا - اسنے کها که اب عالم عضوي ميں ارتقاء کے هونے کا کوئي ثبوت نهيں - صرف تحول و تبدل هم ديکھه رهے هيں - يه آخري جماعت " مذهب تحول " کے نام سے مشهور هوئي - اور پهلي " مذهب ارتقاء " کے نام سے -

پروفيسر هيگل پهلي جماعت ميں سے هے' مگر زياده قوت کے ساتھه آگے بڑھنا نهيں چاهتا - انگلستان ميں سب سے بڑا شخص جس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبيعي کو وسعت ديکر چوتھے مرتبه ميں پهنچا ديا' وه مشهور حکيم هربرٹ اسپنسر هے - اس نے مسئله ارتقاء پر بالکل ايک نئي قسم کي نظر ڈالي' عوامل ارتقاء کو خود انسان کي اجتماعي اور قومي زندگي ميں نافذ و جاري قرار ديا' اور انسان کي پوري اجتماعي زندگي کو قوانين ماديهٔ طبعية پر مرتب کرديا - اس بارے ميں اسکي کتاب " اصول سوشيالوجي " ايک انقلاب آفرين کتاب سمجھي جاتي هے -

اسپنسر کهتا هے که خود انسان کي اجتماعي زندگي' اقوام کي پيدايش و موت' تمدن و تهذيب کا عروج و زوال' اور نيز هيئة اجتماعيه کي هر شاخ اسي قانون کے ماتحت هے - يهاں بھي هر جگه تنازع البقاء جاري هے - جماعتوں کا مقابله هے' اصولوں کا مقابله هے' صناعتوں کا مقابله هے' علوم کا مقابله هے' تمدن و شايستگي کا مقابله هے' دولت و اقتصاد کا مقابله هے' پھر زندگي اسي کيليے هے جو اصلح هے اور طبيعة باقي اسي کو رکھيگي جس ميں قوت هے

اسپنسر کے علاوه اس عهد ميں اور بھي بعض مصنفين ايسے ملتے هيں جنهوں نے تنازع البقاء اور انتخاب طبيعي کے قانون کو حيوانات و اجسام کے علاوه ذهنيات و معنويات ميں بھي ديکھنا چاها تها - ازانجمله علم طبقات الارض کا ايک مشهور پروفيسر چارلس لائل هے' جس نے سنه ۱۷۶۰ ميں اپنی کتاب " قدامت جنس بشري " شائع کي' اور اس ميں قانون تنازع البقاء و انتخاب طبيعي کو دنيا کی تمام زبانوں اور لغتوں پر منطبق کرنا چاها - اس نے کتاب کا مواد زياده تر مشهور ماهر علم اللسان ميکس ملر سے ليا هے اور دعوا کيا هے که دنيا کي زبانوں کے اندر بھي تنازع البقاء جاري هے - جو زبان اصلح هے باقي رهتي هے' غير اصلح مٹ جاتي هے - يه گويا انتخاب طبيعي کا عالم معنويات ميں مشاهده تها' اور اس اعتبار سے بلاشبه پروفيسر موصوف کو ايک مخصوص مزيت حاصل هے -

لائل نے اپني کتاب ميں اُن اعتراضات کا جواب بھي ديا هے جو مذهب ارتقاء پر کيے جاتے هيں اور سب کي مثاليں علم اللسان سے پيش کي هيں - ايک مشهور اور بڑا اعتراض يه هے که سلسلهٔ ارتقاء کي متعدد درمياني کڑياں هيں جو نهيں ملتيں - لائل کهتا هے که هاليند کي زبان کو ديکھو جو انگريزي اور جرمن زبان ميں ايک درمياني کڑي کا درجه رکھتي هے - اگر زبانوں کے تنازع البقاء ميں يه زبان فتح مند نهوئي اور اسليے بوجه غير اصلحيت مٹ گئي' تو عجب نهيں که ايک زمانه آئے جب علماء علم اللسان کهيں که جرمن اور انگريزي زبان ميں کوئي باهمي تعلق نهيں کيونکه دونوں کا درمياني ٹکڑه نهيں ملتا -

لائل کے علاوه جرمني کا ايک اور محقق شلائخر بھي اس سلسله ميں قابل ذکر هے جس نے خاص اسي موضوع پر ايک کتاب لکھي اور سنه ۱۸۶۳ ع ميں شائع کي - کتاب کا نام اسی موضوع کو ظاهر کرتا هے - يعني " مذهب ڈارون و علم اللغات " اس کتاب ميں اس نے ظاهر کيا هے که تمام لغات عالم مذهب ڈارون کے مطابق پيدا هوئي هيں' مقابله اور کشمکش ميں هيں' پھر طبيعت انتخاب کرتي هے' اصلح رهتي هے' غير اصلح مٹ جاتي هے -

(حکماء جرمني کا جديد دور)

ان تمام لوگوں نے قانون انتخاب طبيعي کو اجسام و حيوانات سے بڑھا کر اجتماعيات و معنويات تک پهنچا ديا' ليکن في الحقيقة اس مسئله کي تحقيق و کشف کا آخري درجه جرمني کي پرزور و انقلاب آفريں سر زمين کيليے مخصوص تها جسکے اندر گذشته قرن کے اندر چند ايسے افراد عاليه و افکار مجدده پيدا هوے جنهوں نے قانون انتخاب طبيعي کو بالکل ايک نئي کائنات [illegible] و تحقيق تک پهنچا ديا - [illegible] مسئله کا يه آخري دور هے' اور يهاں تک پهنچکر انسان نے جو کچھه اس بارے ميں سمجھا هے' گويا [illegible] منتهاے علم هے -

يه آخري دور ڈاکٹر لوئس بخنر سے شروع هوتا هے جس نے شهر اورنبرگ کي يونيورسٹي ميں مسلسل چھه لکچر مذهب نشو ارتقا پر ديے' اور سنه ۱۸۷۵ع ميں ان کا مجموعه چھپ کر شائع هوا هماري اس تحرير کا تاريخي حصه اسي سے ماخوذ هے - بخنر اسپنسر کے همقدم هوکر کائنات عالم کي هر خلقت اور خود انسان کي اجتماعي زندگي کي هر شاخ پر تنازع البقاء کو منطبق کيا هے

بخنر کے بعد جرمني کے علمي حلقوں ميں برابر اس مسئله [illegible] درس و مطالعه جاري رها - يهاں تک که تاريخ علم و حکمت انسان کا وه سب سے بڑا شخص پيدا هوا جس کے آگے يونانيوں [illegible] دور علم اور يورپ کي تمام کائنات فکر گرد هوگئي' يعني [illegible] پروفيسر نيشے (Nietzsche) اس عجيب و غريب حکيم نے دنيا پوري کائنات علم و فلسفه کو يکسر منقلب کرديا' اور جن اصولوں

نہیں ملسکتي ' اور یه کبھي نہیں ہوسکتا که پاني کي طرح جھاگ کو اور سونے کي طرح میل کو بچا کر رکھا جاے -

(۴) اسکے بعد کیسے واضح لفظوں میں فرمایا که کذالك یضرب الله الحق و الباطل - حق اور باطل کي یہ مثال ہے : فاما الزبد فیذهب جفاء - پس جھاگ جو نافع نہیں ہے وہ باطل ہے ' باطل بہہ جائیگا ' چھانٹ دیا جائیگا - فنا ہو جائیگا ' حق وہ ہے جسکي تعریف ما ینفع الناس کے لفظوں سے سمجھہ لو - یعني وہ چیز جو نافع ہے ' اور اسلیے اصلح اور امثل و ارفق ہے - پس رہي باقی رہیگي اور باقي رکھي جائیگي -

(۵) انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کي صحیح حقیقت یہي ہے - اور اس آیت نے صاف صاف طور پر واضح کردیا ہے که بقاء حق اور فناء باطل اسي قانون کا ظہور ہے -

اگر تم کہو که تنازع البقا کي اسمیں صراحت نہیں تو اسکے لیے سورۂ بقرہ کو پڑھو - فرمایا :

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولکن الله ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲)

اور اگر الله ایسا نہ کرتا که بعض انسانوں کے ذریعه بعض کو دفع کرایا تو زمین بگڑ جاتي لیکن الله کي حکمت کائنات کیلیے فضل و احسان ہے که وہ فساد کو اصلاح سے دور کراتا ہے -

اس آیۂ کریمه میں صاف صاف واضح کردیا که اگر ایک گروہ کے ذریعه دوسرے کو دفع نه کیا جاتا تو زمین میں اصلاح باقي نه رہتي اور وہ صرف نقص اور فساد کا گھر بنجاتي - خدا تعالی کي حکمت نے تنازع البقاء کے ذریعه ایک سے دوسرے کو دفع کرایا اور یہي دافعۂ فساد بقاء اصلح و امثل کا ذریعه ہے - پس یہ بڑي ہي حکمت اور عدل فرمائي ہے که اس نے تنازع حیات میں طاقت و تعلیم کو دفع و غلبه کا ذریعه بنایا تاکه صرف صحت ہي دنیا میں باقي رہے - یہي چیز ہے جسکو ڈارون نه پا سکا اور جسکے لیے جرمني کا حکیم اعظم " نیشے " بیقرار ہے مگر اپنے سامنے نہیں پاتا -

اب تمام مقدمات ختم ہوگئے - آیندہ صحبت سے اصل مبحث شروع ہوگا اور وہ اسقدر اہم و اعظم ہے که اگر بہتر طریقه سے صاف ہوگیا تو دو تہائي قران حکیم کي تفسیر ایک ہي مضمون میں ہوجائیگي -

شرح موطا

حضرت شاہ ولي الله رحمه الله علیه نے موطاء امام مالک کي شرحین عربي اور فارسي میں لکھي ہیں - " مصفی " اور " مسوی " - دونوں چھپ چکي ہیں مگر کم یاب ہیں - میرے پاس شرح فارسي مطبوعه اور عربي قلمي موجود تھي لیکن اب تلاش کرنے سے معلوم ہوا که یا تو کوئي صاحب لیگئے یا بمبئي میں ضائع گئیں - اگر کسي صاحب کے پاس ہوں اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر البلاغ کو اطلاع دیں - (ابو الکلام)

اسئلة و اجوبتها

حکم رضاع و محرمات رضاعة

(از جناب مولوي حکیم غلام غوث صاحب - خالپور)

جناب اعلی و اقدس تحیة و تسلیم -

یه استفتا .... بھیجا گیا تھا .... نے درمختار کي ایک عبارت کا تکرہ لکھکر فتوی دیا ہے که " ان روایات سے معلوم ہوتا ہے که اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہے ' اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے - اسکے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ' پس نکاح دونوں میں جائز ہے - یعنے بھائي کي لڑکی اور بہن کے لڑکے کا نکاح باہم درست ہے " تم کلامه -

اور ہمکو ضرورت ہے دلائل اور احادیث کي - رضاعت میں دودھه کي مقدار کیا ہے ؟ اصلي علت و مصلحت حرمت کیا ہے ؟ ان روایات متعددہ سے یہ نتیجه نکلتا ہے جو جواب میں ظاہر کیا گیا ہے ؟ ساٹھه برس کي عورت ' انیس سال سے بیوہ ' کیا اوس سے دودھه آنا ممکن ہے ؟ اگر ممکن ہے تو حرمت رضاعت میں اوسکو دخل ہے یا نہیں ؟

آپکا مطالعه وسیع اور اجتہاد قوي ہے ' اسلیے عرض ہے که تشریح کے ساتھه آگاہي بخشیں ' اور اس مسئله پر تشریح کے ساتھه سنکر عمل کرنا ہے

اگر جواز کا مسئله طمانیت بخش نه ملا ' تو شاید وہ کہیں لڑکی نکالدیا نہیں - دیوبند سے جواب آ گیا ' لیکن ضرورت تفصیل کي باقي ہے

(استفتا)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئله میں که ایک شخص کي لڑکي اور اوسکي حقیقي بہن کا لڑکا ہے - یہ تو ظاہر ہے که انکا نکاح جائز ہے ' مگر بات یہ آ پڑي ہے که اوس شخص کي وہي بہن جسکا لڑکا ہے مرگئي ' اور وہ بچه دودھه پر تھا - پرورش کے لیے ایک ایسي عورت کو سونپا گیا جسکي عمر ساٹھه برس سے متجاوز اور ۱۹ سال سے بیوہ تھي - یہ عورت لڑکي والے اور اوسکي بہن لڑکے والي کي بھي والدہ ہے !

بچه کو دودھه مختلف عورتیں پلاتي رہیں - اب نکاح ہونے کي بات سنکر اوسي انیس سال کي بیوہ عورت نے ظاہر کیا ہے که یہ بچه میرے پستان چوسا کرتا تھا - دودھه تو نہیں آتا تھا ' مگر پاني نکلتا تھا -

اور یہ بھي ہے که وہي بیوہ عورت جو لڑکي اور لڑکے کے ماں باپ کي والدہ ہے یہ پیوند نہیں چاہتي - دوسري جگه کے لیے اسکا اصرار ہے اور انکا انکار -

مشرح جواب کي بدلائل عقلي و نقلي ضرورت ہے -

البـــلاغ

سب سے پہلے یہ سمجھه لینا چاہیے که حکم رضاعة سے شارع کا مقصود کیا ہے ؟ کتاب و سنة کي تصریحات بینه سے ہم اس اصل تک پہنچ چکے ہیں که شریعت کا کوئي حکم مصلحت و حکمت سے خالي نہیں ہوتا ' اور ضرور ہے که ہر حکم اپنے بیانات میں اسکي

اب آؤ آگے بڑھو - تم انسان هو اور اسلیے ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو اس سے زیادہ نہ دیکھہ سکے ' لیکن قران حکیم آگے بڑھتا ہے اور ان متضاد حالتوں کو زیادہ وسیع ' زیادہ احاطہ کن ' اور زیادہ حقیقت فرما اصطلاحوں سے موسوم کرتا ہے - تم کہتے هو کہ تکوین ہے اور افساد ' وجود ہے اور عدم ' تعمیر ہے اور تخریب ' بناؤ ہے اور بگاڑ ' ضعف و نقص ہے اور قوت و کمال ' عدل ہے اور انحراف ' موت ہے اور زندگی ' قران حکیم کہتا ہے کہ حق ہے اور باطل ' اصلاح ہے اور افساد ' هدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' اطاعت ہے اور طغیان ' حسنات هیں اور سیئات ' اور پھر ان سب سے بڑھکر اور ان سب سے جامع و مانع " اسلام " ہے اور " کفر " -

جس طرح تم کائنات هستی کے هر عمل میں بناؤ دیکھتے هو اور بگاڑ ' اجسام و وجود میں قوۃ دیکھتے هو اور ضعف ' حسیات میں الم دیکھتے هو اور لذت ' اپنی حیاۃ جسمانی میں عدل مزاج کو دیکھتے هو اور انحراف کو ' پھر کہتے هو کہ یہ تندرستی و بقاء ہے اور وہ بیماری و هلاکت - ٹھیک ٹھیک اسی طرح قران حکیم کہتا ہے کہ هدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' سعادت ہے اور شقاوت - پھر جسطرح تم کہتے هو کہ ضعیف مٹ جایگا اور بیمار مر جائیگا - طاقت و صحت باقی رکھتی ہے اور کمزوری و بیماری هلاک کردیتی ہے - ٹھیک اسی طرح وہ کہتا ہے کہ باطل مٹ جائیگا اور گمراہ هلاک هوگا ' هدایت انسان کو باقی و قائم رکھتی ہے اور ضلالت هلاک کرتی ہے - عمل صالح صرف بقاؤ فتح کیلیے ہے اور عمل مفسد فنا و خسران کیلیے !

تم اپنے محدود علم میں صرف اتنا جانتے هو کہ طاقت و صحت اور زور و توفق زندگی کو بڑھاتا اور نقصان و هلاکت سے بچاتا ہے ' لیکن " العلم " اور " البصائر " یعنی قرآن بتلاتا ہے کہ صرف اتنا هی نہیں بلکہ اور آگے بڑھو اور یوں بولو کہ عمل صالح و حق باقی رکھتا اور طاقت بخشتا ہے ' اور عمل غیر صالح فنا لاتا اور نقصان و کمزوری پیدا کرتا ہے - وہ کہتا ہے کہ تم اتنے سارے لفظ نہ بولو اور ایک هی حقیقت کو بہت سی شکلوں میں دیکھکر گم نہو جاؤ - بلکہ صرف ایک هی بات بولو - دنیا میں یا حق ہے یا باطل ' یعنی یا قوت ہے یا ضعف - حق باقی رهیگا اور باطل تباہ و هلاک هوگا - یعنی طاقت باقی رهیگی اور کمزوری ابد ا موت تک پہنچکر فنا هو جائیگی -

تم کہتے هو کہ دنیا میں انتخاب طبیعی یا بقاء اصلح کا قانون جاری ہے ' اور کائنات هستی کے تمام وہ انقلابات و تغیرات اسی کا نتیجہ هیں جن میں وجود اور اعدام ' غلبہ اور انہزام ' اور زندگی اور موت کا سلسلہ همیں نظر آتا ہے - یہ بالکل سچ ہے مگر پھر تم کیوں نہیں آگے بڑھتے اور کیوں نہیں تسلیم کرلیتے کہ یہی انتخاب فطرۃ کا قانون ہے جو حق کو باقی رکھتا ہے اور باطل کو فنا کرتا ہے ؟

اصطلاحات کے اختلاف نے کس طرح حقیقت کو پیچیدہ بنادیا ہے ؟ تم جب کبھی قانون انتخاب طبیعی پر بحث کرتے هو اور کہتے هو کہ بقاء اصلح کیلیے ہے ' تو یہ نہیں جانتے کہ ٹھیک ٹھیک اسی حقیقت کا اقرار کررہے هو جسکو قران حق و باطل اور اسلام و کفر کے نام سے پیش کرتا ہے - تم کہتے هو کہ ضعف و نقص فنا هوگا - طاقت اور اصلیت باقی رهیگی - قران کہتا ہے کہ یہی شے جس کو تم ضعف کہتے هو میری زبان میں باطل اور کفر ہے ' اور وہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا تم سمجھتے هو - پس بقاء طاقت کیلیے ہے - طاقت صرف حق ' سچ ' عدل ' اور عمل صالح میں ہے - وہ باقی رهیگا ' اور جو اسکے مقابلے میں اٹھیگا فنا هو جائیگا -

(انتخـــاب طبیعـــي اور قران حکیـــم)

اب هر طرف سے هٹ کر سب سے پہلے قرآن حکیم اور العلم حقیقی کے سامنے مسئلۂ انتخاب طبیعی کو عرض کرو - قرآن حکیم نے صاف صاف اس تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے قانون کو جا بجا واضح کیا ہے اور وہ بقاء اصلح و امثل کو ایک قانون الهی اور امر مقدر قرار دیتا ہے - چونکہ آگے چلکر تمام آیتوں کی تفسیر هوگی ' اسلیے یہاں صرف ایک آیت کریمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے ' سورہ رعد میں فرمایا :

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیا و مما یوقدون علیه في النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثله کذالک یضرب الله الحق والباطل ' فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث في الارض ' کذالک یضرب الله الامثال للذین استجابوا لربهم الحسنی (۱۳ : ۱۷)

الله نے آسمان سے پانی برسایا پس اپنی اپنی گنجائش کے مطابق زمین کے نالے پانی سے بھر گئے اور بہہ نکلے - ساتھہ هی زور و شور سے پانی کی رو گرنے لگی اور پانی کی سطح جھاگ سے بھر گئی - اب دیکھو کہ کس طرح پانی کی رو جھاگ کو بہا لیجا رهی ہے اور صرف بقدر ضرورت پانی نیچے باقی رهگیا ہے ؟ اسی طرح اس وقت بھی جھاگ اٹھتی ہے جب آگ پر صفائی کیلیے سونے کو اور اور طرح طرح کی چیزوں کو تم رکھتے هو اور تپاتے هو - میل کٹ کٹ کر نکل جاتا ہے اور خالص اور صاف سونا باقی رهجاتا ہے - ٹھیک ٹھیک یہی مثال حق اور باطل کی ہے - پس جو چیز محض جھاگ ہے وہ بہہ کر رائگاں جائیگی اور اسکو بقا و زندگی نہیں دی جائیگی ' لیکن جو چیز نفع اور فائدہ دینے والی ہے اور اسلیے نافع وجود کا حکم رکھتی ہے ' وہ زمین پر باقی و قائم رهیگی - اسی طرح الله تعالی سعادت و بقاء حیاۃ کی حقیقتوں کو مثالوں کی دانائی میں سمجھاتا ہے تاکہ اطاعت فرمایان حق نصیحت پکڑیں -

یہ آیۃ کریمہ عجیب و غریب ہے اور چند جملوں کے اندر اعجاز الهی و بلاغت ربانی نے ایک کائنات حقیقت اور دنیاء معارف کو بھر دیا ہے - آگے چلکر اسکی تفصیل آئیگی - مگر یہاں چند امور پر غور کرو :

(۱) اس آیۃ میں الله تعالی نے صاف صاف واضح کردیا ہے کہ دنیا میں بقاے وجود کیلیے الله تعالی کا کونسا قانون کام کررها ہے ؟ پھر بتلا دیا ہے کہ وہ انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح ہے -

(۲) فرمایا اسکی مثال یوں ہے کہ پانی برسا اور زور سے نالے ' ندیاں ' اور وادیاں بہنے لگیں - پانی کے زور سے جھاگ پر جھاگ اٹھہ رهی ہے اور ابل ابل کر اطراف میں پھیل رهی ہے - لیکن دیکھو کہ پانی کی رو جھاگ کو کس طرح بہاکر لیجاتی ہے جو بیکار اور لا حاصل ہے ' اور کس طرح پانی کا مفید ' ضروری ' نافع ' اور بقدر ضرورت حصہ وهیں جم کر رهجاتا ہے ؟ اسکے بعد اس حالت کو اس وقت دیکھو جبکہ کھوٹ اور میل صاف کرنے کیلیے کسی چیز کو آگ پر تپاتے هو - اسوقت بھی میل کٹ کٹ جھاگ کی صورت میں نکل جاتا ہے اور اگر سونا ہے تو صاف مجلی اندر رهجاتا ہے -

(۳) پس یہ جو کچھہ هورها ہے سو کیا ہے ؟ فرمایا کہ یہ ایک قانون ہے کہ واما ماینفع الناس فیمکث في الارض - یعنی جو چیز میں نفع اور فائدہ ہے وهی زمین پر رهیگی ' اور جو نافع نہ ہے وہ جھاگ اور میل کی طرح چھانٹ دی جائیگی - اسکو زندگی

(احادیث رضاعة)

اب آپ احادیث صحیحۂ باب پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے که سطور مندرجۂ صدر محض عقلی استنباط و تعلیل هی نہیں هیں بلکه احادیث صحیحه سے ٹھیک ٹھیک یہی امور بطور اصول کے معلوم هوتے هیں -

سب سے پہلے حضرۃ عائشه کی حدیث مسلم وغیرہ سامنے آتی هے که "لا تحرم المصة و المصتان" یعنی ایک دو مرتبه بچے کا پستان چوسنا حرمت رضاعة کا موجب نہیں هوسکتا - پھر حدیث ام الفضل مندرجۂ مسلم میں ایک شخص نے آنحضرۃ سے پوچھا: کیا ایک مرتبه بچے کے منه لگا دینے سے حرمت هوجاتی هے؟ فرمایا: لا تحرم الرضعة و لا الرضعتان و لا المصة والمصتان - ایک دوسری روایت میں "لا تحرم الاملاجة و لا الا ملاجتان" بھی آیا هے - اسی طرح احمد و نسائی اور ترمذی نے حضرۃ ابن زبیر سے روایت کی هے که "لا تحرم من الرضاعة المصة والمصتان" ترمذی میں هے: "الصحیح عن اهل الحدیث من روایة ابن الزبیر عن عائشه کما فی الحدیث الاول" حاصل سب کا یه هوا که بچے کے ایک دو بار منه لگا دینے اور دودھ پی لینے سے حرمت نہیں هوسکتی - "رضعه" سے مقصود رضاع کا ایک مرتبه هونا هے - بچے نے جب پستان منه میں لیا اور بغیر کسی کے چھڑائے خود چھوڑ کے دوبارہ پینا چاہا تو یه ایک "رضعه" هے - "مصه" کے معنی هیں کسی چیز کو تھوڑا سا لینا - یا تھوڑا سا پینا - "ملج" کے معنی بھی یہی هیں - یعنی بچے کا هونٹوں میں پستان کو لینا اور دودھ پینا - پس تمام احادیث میں یہی الفاظ فرمائے جنسے واضح هوگیا که ایک دو مصه و رضعه سے حرمت نہیں هوتی -

اسکے بعد حضرۃ عائشه کی وہ مشہور حدیث پڑھیے جسکو باختلاف الفاظ و باتحاد معنی بخاری و مسلم اور ترمذی و احمد وغیرہ نے روایت کیا هے که "کان فیما نزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات" الخ - اس حدیث سے ثابت هوا که آخری تعداد اسکی پانچ رضعات هیں - یعنی بچے کا پانچ بار پینا - قصۂ ارضاع سالم بھی اسکا موید هے که "ثم ارضعیه خمس رضعات" اور خوف طوالت مانع تفصیل هے -

ان تمام روایات سے ثابت هوگیا که چونکه اصل علت حرمت دودھ کا تغذیه اور اس سے جسم کا طیار هونا هے' اور یه حالت ایک دو مرتبه پی لینے سے اس درجه تک نہیں هوتی که ماں کے حقوق قائم هوجائیں' اسلیے شارع نے ایک دو بار پینے کو وجه حرمت نہیں قرار دیا' اور اسکی مقدار و تعداد اتنی مقرر کردی جس سے مولود کے جسم کو کافی مقدار میں غذا ملسکے -

چنانچه صحابه میں حضرۃ علی' حضرت عایشه' حضرۃ ابن مسعود' ابن زبیر رضی الله عنهم کا یہی مذهب تھا که خمس رضعات معلومات سے کم میں حرمت نہیں هوتی - حضرۃ عطاء' طاؤس' سعید بن جبیر' عروہ ابن الزبیر' لیث بن سعد' وغیرهم بھی اسی طرف گئے هیں - ائمۂ امصار میں حضرۃ امام شافعی' امام احمد (فی ظاهر مذهبه) ابن حزم' اور اسحق کا بھی یہی مذهب هے - لیکن حضرۃ امام اعظم ابو حنیفه اور امام مالک رحمهما الله نے قلت و کثرت اور تعداد و مقدار کو اس بارے میں اهمیت نه دی' اور بسبب اهمیت حکم تحریم رضاع هر حال میں حرمت کو ضروری قرار دیا سو بقول صاحب حجة الله یه ایک طرح کی مزید احتیاط هے - مگر احادیث و روایات وهی هیں جو اوپر درج کردی گئیں - وجوہ و قیاسات حنفیه شرح معانی و غیرہ میں به تفصیل دیکھے جاسکتے هیں' اور امام المحققین حجة الاسلام حضرۃ امام ابن قیم نے زاد المعاد میں اور شیخ المتاخرین امام شوکانی نے نیل میں نہایت تفصیل کے ساتھه تمام پہلوؤں پر بحث کردی هے -

اب اسکے بعد اور آگے بڑھیے - ترمذی میں حضرۃ ام سلمه سے هے که "لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء فی الثدی و کان قبل الفطام" دار قطنی کی روایت میں هے "لا رضاع الا ما کان فی الحولین" ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں لائے هیں: "لا رضاع بعد فصال و لا یتم بعد احتلام" ان سب سے بڑھکر حضرۃ عائشه کی حدیث هے که جب آنحضرۃ نے انکے پاس ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا که یه کون هے؟ حضرۃ عائشه نے کہا میرا برادر رضاعی هے- اسپر فرمایا: "یا عائشه! انظرن من اخوانکن فانما الرضاعة من المجاعه" اس حدیث کو ترمذی کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے روایت کیا هے - حاصل ان تمام روایات کا یه هے که حرمت رضاعة کیلیے ضروری هے که دودھ پینے کی عمر میں بچه اسقدر دودھ پیے جس سے اسکا معدہ کافی غذائیت حاصل کرسکے - اور اسکے لیے ضروری هے که بچے نے اس زمانے میں دودھ پیا هو جبکه اسکی غذا صرف دودھ تھی اور اسلیے وہ اپنی بھوک کو صرف ماں کے دودھ هی سے دور کر سکتا تھا - یعنی ابتدا کے دو سال یا کچھه زیادہ -

اسکے علاوہ ابو داؤد کی ایک اور روایت مرفوع بھی هے که "لا رضاع الا ما انشر العظم و انبت اللحم" لیکن اسکے اسناد میں ابو موسی الهلالی اور انکے والد دو مجہول شخص هیں - امام بیہقی کی ایک روایت سے خود ابو موسی کی مجہولیت تو دور هوجاتی هے مگر انکے والد کی مجہولیت باقی رهتی هے - تاهم بصورت صالحیة احتجاج' یه روایت بھی سابق روایات کی موید هے - یعنی دودھ کا اسقدر پینا جس سے مولود کے جسم و هیکل میں نشو و نما هوسکے -

پس غور کیجیے که ان تمام روایتوں سے بھی وهی علت اصلی ثابت هوئی جو بطور اصل کے اوپر لکھی جاچکی هے - چونکه وجه تحریم دودھ کا تغذیه اور اس سے جسم کا نشو و نما پانا هے' اسلیے واضح کردیا گیا که وهی رضاعة سبب حرمت هو سکتی هے جو دودھ پینے کے زمانے میں هوئی هو' بچے کیلیے غذاء اصلی هو' اور اس سے اسکے جسم و هیکل میں نشو و نما هو سکے -

خود شارع نے اسکی اخری مقدار "خمس رضعات معلومات" قرار دیدی هے - پس دودھ پینے کے زمانے اور "حولین" میں جب کبھی خمس رضعات معلومات هو تو یه وہ رضاعة هوگی' جسکو شارع نے "ما فتق الامعاء فی الثدی" ای فی زمن الثدی قرار دیا هے' اور یہی وہ مقدار هے جو شارع کے نزدیک "ما انشر العظم و انبت اللحم" هے -

(صورت مسئوله)

اب آپکے سوال کی طرف متوجه هوتا هوں - آپنے ایک تو مخصوص صورت حال پیش کی هے - ساتھه هی نفس مسئلۂ رضاعة کے متعلق بھی تشریح چاهی هے - اصل مسئله کیلیے تو غالباً سطور مندرجۂ صدر کافی هونگی' رهی صورت مسئوله تو ضمناً اسکا بھی جواب هوگیا - روایات مندرجۂ صدر سے ثابت هوگیا که وجه حرمت تغذیۂ شیر هے - یعنی مولود کا دودھ پینا - پس اگر کوئی عورت بہلانے کیلیے بچے کے منهه کو اپنی چھاتی سے لگادے اور وہ بغیر دودھ کے محض چوستا رهے' تو اس سے هرگز حکم تحریم رضاعة ثابت نہیں هوسکتا' اور بجز احمق و بے عقل کے کوئی شخص اسکا تصور بھی نہیں کریگا - صورت مسئوله میں عورت کا یه کہنا که پانی نکلتا تھا' محض لغو و بے اثر هے - جب عورت عرصه سے بیوہ هوچکی تھی بلکه سن یاس تک پہونچ چکی تھی تو دودھ کا وجود هی باقی نه رها' اور چونکه وجه حرمت دودھ کا پینا هے' اسلیے حرمت کا بھی وجود باقی نہیں -

آپ دیکھه رهے هیں که احادیث صریحه تو اس حالت کو بھی وجه حرمت قرار نہیں دیتے که بچه ایک دو بار پستان منهه میں

مصلحت و حکمت کي طرف بهي اشاره کردے - یه دوسري بات هے که بعض اوقات اپنے قصور فهم و نارسائي فکر سے هم علل و حکم کو نه سمجهه سکیں -

یه معلوم هے که قران حکیم نے اُن عورتوں کو جنکا بچپنے میں دودهه پیا هو' مثل ماں کے قرار دیا : و امهاتکم اللاتي ارضعنکم - (۴ : ۲۲) اور انحضرة صلی الله علیه و سلم نے فرمایا : ان الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب - یعنی نسب کے تعلق سے جو رشتے حرام هیں' دودهه کے رشتے سے بهي الله نے حرام کردیے - یه روایت حضرة علي علیه السلام کي هے جسکو امام احمد و ترمذي نے درج کیا هے - لیکن اسي هم معنی روایات حضرة ابن عباس و حضرة عائشه رضی الله عنهما سے بخاري و مسلم وغیرہ میں باختلاف جزئیات الفاظ موجود هیں -

اب غور کیجیے که اس حرمت کي علت کیا هے ؟ سر فکر صحیح بتلاتي هے که اولاد اور ماں کے تعلق میں سب سے زیاده نمایاں چیز پیدایش کے بعد رضاعة هي هے - بچه جب دنیا میں آتا هے تو اسکي غـذا کیلیے دنیا کي تمام پیداوار و حاصلات یکقلم بیکار هوتي هیں - نباتات کي نعمتیں اسکے کام نهیں آسکتیں' حیوانات کا گوشت اسکے لیے ایک پتهر سے زیاده قیمتي نهیں هوتا ' پاني جس شے دنیا کي هر چیز زندگي پاتي هے اور جو زندگي کیلیے سب سے بڑي ضروري نعمت هے' وه بهي اسکے لیے بیکار هوتا هے - صرف ایک هي غـذا هوتي هے جو تمام کائنات ارضي کي غذاؤں میں سے اسکے کام آسکتي هے اور جسکو حاصل کرکے وہ دنیا میں ایک کامل انساني جسم و شکل اختیار کرسکتا هے - یه غذا دودهه هے' اور فطرة الهي نے قبل اسکے که وه دنیا میں آے ' ماں کے جسم کے اندر هي اسکا انتـظام کردیا هے : ربنـا الـذی اعطی کل شی خلقه ثم هدی (۲۰ : ۳۰)

یهي چیز اسکی زندگی کا اولین وسیله اور اسکے بقاء وجود کا ذریعهٔ وحید هے - اگر ایک بچے کي نشو و نما اور ارام و آسایش کا تمام انتظام کردیا جاے اور صرف یهي ایک چیز اس سے چهین لي جاے ' تو دنیا اور دنیا کا تمام دستر خوان نعائم و لذائذ اسکے لیے بیکار هو جائیگا اور وه تهوڑے هي دیر کے بعد هلاک هوجائیگا - کیونکه یهي اسکي غذا هے ' اسي غذا سے اسکا جسم بنتا ' گوشت بڑهتا ' خون صالح پیدا هوتا ' اور هڈیوں کے اجزا نشو و نما پاتے هیں - موجوده زمانے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تحقیق و اختبار کے بعد تسلیم کرلیا هے که بچے کي صحیح و صالح غذا ماں کا دوده هے - جو لوگ حیوانات کے دوده سے بچے کو پالتے هیں ' وه اسکي ابتدائي زندگي هي میں اسکو صحت و توانائي سے محروم کردیتے هیں -

پس دوده کا تغذیه ماں اور اولاد کے تعلق کا سب سے زیاده بنیادي معامله هے - اس بنا پر اگر ایک عورت نے کسي دوسرے کے بچے کو بهي دوده پلایا اور پرورش کیا ' تو وه ٹهیک ٹهیک مثل اسکے حقیقي ماں کے هوگئي - جسطرح ماں کا دوده اسکے جسم کے اجزاء کي تولید و نمؤ کا ذریعه تها ' اسي طرح اسکے دوده سے اسکے هیکل جسم کا ایک ایک ذره بنا اور هڈیوں کے اجزا تک میں پیوست هوگیا -

یه امومة یعنے ماں هونے کا ایک صحیح اور طبیعي اشتراک هے ' اور اسلیے ضروري هے که جو حقوق حقیقي ماں کے بچے پر هوں ' وهي حقوق امومة رضاعة یعني دوده پلانے والي کے بهي قرار دیے جائیں ' اور جو اثرات ان حقوق سے مرتب هوتے هیں ' وه سب کے سب اس حالت میں بهي مرتب هوں -

ایک اور دقیق نکته بهي اس بارے میں پیش نظر رهے - الله تعالی کے صفات میں ایک تو خالقیت هے اور ایک ربوبیت - مجازي طور پر والدین بهي بچے کیلیے خلقت اور ربوبیت ' دونوں کا واسطه هوتے هیں ' پس اگر امومة حقیقي کو مجازي خالقیت حاصل هے تو امومة رضاعة کو مجازاً ربوبیت - ربوبیت کے معنی پرورش اور حسب احتیاج و وقت ضروریات پورا کرنا هے -

لهذا شارع نے دوده پلانے والي امومة کو بهي امومة حقیقي کے لقب سے موسوم کیا ' اور انکا شمار بهي " امهات " میں هوا که : و امهاتکم اللاتي ارضعنکم - اور : ان الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب - کیونکه نسب میں ایک بڑي چیز حق رضاعة هے اور وه امهات حقیقي اور امهات مرضعه دونوں میں مشترک هے -

چنانچه تاریخ اسلام کے ایک عظیم الشان شخص ملهم و مجدد' یعني حضرت حجة الاسلام شاه ولی الله رحمة الله علیه لکهتے هیں :

ومنها الرضاعة فان التي ارضعت تشبه الام من حیث انها سبب اجتماع امشاج بنیتة و قیام هیکلـه ' غیر ان الام جمعت خلقته في بطنها و هذه درت علیه سد رمقة في اول نشاءته فهي ام بعد الام و اولادها اخوة بعد الاخوة - (حجة الله البالغه مطبوعه مصر ۲ : ۹۸)

اور محرمات شرعیه میں سے رضاعة بهي هے ' اور اسکي علت یه هے که جس عورت نے دوده پلایا تو وه حقیقي ماں کے مشابه هوگئي - اس بنا پر که اسي کا دوده بچے کے اخلاط جسم کے اجتماع اور صورت جسم کے قیام اور نشوؤ نما پانے کا مثل ماں کے ذریعه هوا - حقیقي ماں کے شکم میں اسکے جسم کي خلقت کا اجتماع و انضمام هوا تها ' اور دوده پلانے والی نے اسکي پهلي نمود میں غذا دیکر اسکی خلقت و جسم کو نشو و نما بخشي - پس یه اسکي دوسري ماں هوئي بعد حقیقي ماں کے ' اور اسي لیے اسکي اولاد بهائي بهن هوے بعد هم بطن بهائي بهنوں کے -

اس علت و مصلحت کے معلوم کرنے کے بعد قدرتي طور پر حسب ذیل امور سامنے آجاتے هیں :

(۱) حکم رضاعة میں اصل وهي هے جو اس لفظ سے ظاهر هوتا هے - یعنی دوده کا پینا ' پس شبه رضاعة کي هر وه حالت جس میں یه اصل نهو' رضاعة میں داخل نهیں -

(۲) بچے کي ابتدائي عمر کا جو حصه ایسا هوتا هے جس میں اُس کي غذا دودهه هوتي هے ' اُسي حصهٔ عمر سے یه متعلق هوگا - کیونکه مقصود اصلي تغذیهٔ شیر و تربیت مولود هے -

(۳) چونکه اصل حرمت تغذیهٔ شیر هے اسلیے حکم رضاعة کے نفاذ کیلیے ایک کم سے کم مقدار بهي هوني چاهیے - لیکن یه مقدار ایسي هي هوني چاهیے جس سے علت نهي و حرمت یعنی نشو و نماء جسم و تولید خون وتشکیل هیکل و بنیه حاصل هو و الا فلا

چنانچه حضرة شاه ولي الله نے بهي اس کے طرف اشاره کیا هے جبکه فرمایا هے : ولما کان الرضاع انما صار سببا للتحریم لمعني المشابهة بالام في کونها سبباً لقیام بنیة المولود و ترکیب هیکلة ' وجب ان یعتبر في الارضاع شیئان : احد هما القدرة الذي یتحقق به هذ المعني .... و الثاني ان یکون الرضاع في اول قیام الهیکل و تشبح صورة الولد ' و الا ' فهو غذاء بمنزلة سائر الاغذیة الکائنة بعد التشبح و قیام الهیکل (۲ : ۹۸) یعني چونکه رضاعة کا سبب حرمت هونا اس علة پر مبني هے که مولود کے جسم و وجود کے نشو و نما کا ذریعه مرضعه کا دوده هوتا هے ' اسلیے ضروري هوا که رضاعة میں دو چیزیں بطور اصل کے دیکهي جائیں - اول اتني مقدار میں رضاعة کا هونا جس سے یه صورت پیدا هو' دوسرے یه رضاع انسان کے اول عهد میں هو جبکه دودهه اسکي غـذا هوتي هے' اور اسي سے اسکا جسم و هیکل نشوؤ نما پاتا هے - انتهی ملخصاً -

" قال رسول اللہ صلعم : سموا باسماء الانبیاء و احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن " یعنی انبیاء کرام کے نام رکھا کرو اور سب سے زیادہ پیارا نام اللہ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے -

ان تمام تصریحات و واقعات سے ثابت ہوا کہ :

(۱) شارع نے ناموں کے معانی و مطالب کی رعایت کی ہے جیسا کہ عقل صحیح کہتی ہے کہ ہونی چاہیے - نام سب سے پہلی چیز ہے جو مسمی کو نمایاں کرتی ہے - پس اگر اسمیں رعایت معانی صحیحۃ و مستحسنۃ ملحوظ نہو تو اسکا اثر مسمی کی شخصیت و وجود پر لا محالہ پڑیگا -

(۲) مسلمانوں کے ناموں کیلیے ضروری ہے کہ تمام غیر شرعی نسبتوں سے پاک ہوں - بحکم حدیث مسلم " لا یقولن احدکم عبدی و امتی - کلکم عبید اللہ و کل نسائکم اماء اللہ " یعنی اپنے غلاموں اور زیردستوں کو کوئی اپنا بندہ اور بندی نہ کہے - نہ سب صرف اللہ ہی کے بندے ہو ' اور سب عورتیں اللہ ہی کی بندیاں ہیں -

(۳) مومن و مسلم ہستی وہ اشرف و اعلی ہستی ہے جسکو خدا نے " خیر البریہ " قرار دیا ہے ' یعنی تمام کرۂ ارضی میں اس سے اشرف و اعلی کوئی وجود نہیں - پس انکے نام بھی ایسے ہونے چاہئیں جو بہ لحاظ اپنے مطالب و معانی کے اشرف و اعلی ہوں ' اور شرف انسانیت و ایمان کو واضح کرنے والے ہوں ' نیز تمام غیر الہی نسبتوں سے پاک ہوں - اگر خود انکی پیشانی خدا کے سوا اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتی ' تو انکے ناموں میں بھی خدا کے سوا اور کسی کی عبودیت و غلامی کی نسبت نہیں ہوسکتی -

(۴) آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیشہ ایسے ناموں کو بدل دیا جنکے معانی اخلاق حمیدہ و خصائص حسنہ کے خلاف تھے ' کیونکہ یہ شرف انسانی و اسلامی کے خلاف ہے - لیکن آجکل ہزارہا جاہل مسلمان ایسے نام اپنے بچوں کے رکھتے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے کریہہ الصوت اور معانی کے لحاظ سے ارذل و اسفل ہیں ' مثلاً دمڑی ' چھکوڑی ' بھوسی ' شبراتی ' چھٹن ' ببن ' بدھن ' وغیرہ وغیرہ من الخرافات ' تو یہ سب شرعاً بالکل نا جائز ہیں اور اپنے وجود مومن و مسلم کو جو اللہ کے آگے زمین و آسمان کی تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے ' ذلیل و خوار کرنا ہے - علماء کا فرض ہے کہ ایسے ناموں کو حکماً بدلدیں ' بشرطیکہ وعظ کی قیمت وصول کرنے اور پیری و مرشدی کے نذرانے لینے کے سوا اور بھی کوئی کام وہ کرنا چاہتے ہوں -

(۵) فرمایا کہ انبیاء کرام کے نام رکھو - کیونکہ انبیاء کرام کے نام نہایت اجمل و احسن ہیں - انکے ہم اسم ہوکر انکے اعمال جلیلہ و اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شرق ہوگا - و لنعم ما قیل :

فتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم
ان التشبہ بالکرام کرام

سب سے زیادہ محبوب نام اللہ کو عبد اللہ اور عبد الرحمن جیسے نام ہیں ' اور یہ بالکل ظاہر ہے - عبد اللہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ انسان جسکی غلامی او عبودیت کیلیے اللہ کے سوا اور کسی کی چوکھٹ نہیں' سو جو انسان عبد اللہ ہوگا ' یعنے صرف اللہ ہی کا اور اللہ ہی کیلیے ہوگا ' اس سے بڑھکر اللہ کو اور کون محبوب ہوسکتا ہے ؟ پھر اس حدیث پر غور کرو کہ اللہ کو اپنی عبدیت و غلامی کس درجہ محبوب ہے کہ ناموں میں بھی وہ انہی ناموں کو محبوب رکھتا ہے جنمیں اسکی غلامی کی طرف اشارہ ہو - آہ ' جس ذات کو نام میں بھی غیر کی عبدیت پسند نہیں ' وہ عمل کے اندر دوسروں کی غلامی میں تم کو دیکھنا کب گوارا کریگا ؟ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء - محبوب کہتا ہے کہ عاشق کی ساری خطائیں معاف ہیں لیکن یہ خطا معاف نہیں ہو سکتی کہ میرے سوا کسی دوسرے کو بھی اپنے دل میں جگہ دے ' کہ دل صرف میرے لیے ہے :

اذا کان ھذ الدمع یجری صبابة
علی غیر لیلی فھو دمع مضیع

میں نے جب ابو داؤد میں یہ الفاظ پڑھے تھے : احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ - تو کہہ نہیں سکتا کہ قلب و جگر کا کیا حال ہوا تھا ؟ آہ ' ایسا کیوں نہیں ہے کہ جگر پھٹ جاتے اور کیوں دلوں کے ٹکڑے منھہ سے نہیں نکل پڑتے ؟ اللہ اللہ ! اسکو تو ناموں میں بھی وہی نام پسند جسمیں اسکے غلامی کی نسبت ہو ' اور ہمیں اپنے کاموں میں وہ کام پسند جو دوسروں کی غلامی کی لعنت سے مخذول و ملعون ہوں !

سارت مشرقة و سرت مغرب
شتان بین مشرق و مغرب

آپ کہینگے کہ مبحث کیا ہے اور کہہ کیا رہا ہوں ؟ ہاں یہ سچ ہے ' مگر میں کیا کروں ' کوئی بحث ہو مگر دل کے اصلی زخم کو نہیں بھلا سکتا ' اور جب ٹیس اور ٹپک ہو تو ہر صحبت میں آہ نکل ہی آتی ہے :

تمثل لی لیلی بکل سبیل !

رہا آپکا دوسرا سوال کہ یاسین اور طہ نام رکھا جاے یا نہ رکھا جاے ؟ تو مولانا رحیم بخش صاحب نے جو جواب دیا ہے صحیح ہے ' اور اولی یہی ہے کہ انسے احتراز کیا جاے کیونکہ انکے معانی یقینی طور پر متحقق نہیں اور اسلیے طرح طرح کے خدشات لاحق ' اور حضرة امام مالک کی نہی قابل قبول و معدل -

البتہ مولوی صاحب کا یہ تشدد کہ جس شخص کا نام طہ ہو اسکے پیچھے نماز درست نہیں ' بالکل غلط اور یکسر قابل رد و انکار ہے - صحت امامت کے شرائط ہم کو معلوم ہیں ' اور ان پر تسمیۂ طہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا - معلوم نہیں اصلی حالات کیا ہیں اور کیا امور مفتی کے سامنے پیش کیے گئے ؟ بہر حال اگر ایک شخص کا نام طہ ہو اور وہ نماز پڑھاتا ہو تو بلا تکلف اسکے پیچھے نماز پڑھیے - کوئی دلیل شرعی اسکے خلاف نہیں -

لیلے اور دودہ پیلیے - مصة و لا مصتان' رضعة ولا الرضعتان' املاجة و لا الا ملاجتان' نصوص صریحه و قاطعه هیں - پهر جب دودہ کے وجود اور حالت مرضعیة میں بهي ایک دو بار مکیدن و نوشیدن وجه حرمت نہیں' تو صورت مسئوله میں کیونکر حرمت هو سکتي هے ؟ جن ائمهٔ کرام رحمهم الله نے حرمت میں قلت و کثرت اور مقدار و عدد کو تسلیم نہیں کیا هے' انکے نزدیک بهي دودہ کا وجود بهر حال ضروري هے - پس کسي طرح بهي اس عورت کا بیان مفید حرمت نہیں هو سکتا -

چنانچه یہي وجه هے که گیارهویں صدي کے مجدد و مصلح امام المتاخرین علامهٔ شوکاني نے اپنے مختصر در البهیه میں باب الرضاع کو حسب ذیل جامع و حاوي لفظوں میں لکها هے :

انما يثبت حكمه بخمس	رضاعة کا حکم پانچ مرتبه دودہ پیلے
رضعات مع تيقن وجود	سے ثابت هوگا ایسی حالت میں
اللبن و يحرم ما يحرم	که دودهه کا وجود یقیني هو' اور پهر
بالنسب (نسخهٔ قلمی	رضاعه سے بهي وہ تمام رشتے حرام
منقول از خط مصنف)	هو جائینگے جو نسب سے هوتے هیں -

سبحان الله ! کیا جامع و مانع الفاظ هیں' اور کس طرح چند لفظوں کے اندر باب الرضاع کے تمام مباحث مهمه و طویله کو ختم کردیا هے - حضرة علامهٔ شوکاني کے یہي خصائص و فضائل و آیات باهرهٔ حکمة یمانیه هیں جنکو دیکهکر روح بے اختیار جوش تحسین و آفرین سے معمور هو جاتي هے' اور ارباب حق و وفا و پرستاران کعبهٔ کتاب و سنت بیخودانه پکار اٹهتے هیں :

و اني و ان كنت الاخير زمانه
لات بما لم يستطعه الاوائل

اب غور کیجیے که کس طرح علامه و مجدد ممدوح نے " مع تيقن وجود اللبن " کي قید لگا کر آپکے سوال کا جواب صاف دیدیا هے اور یه حقیقت اسقدر واضح هے که اسدرجه بحث و تحقیق کي بهي ضرورت نه تهي

بهر حال جو جواب آپکے سوال کا بعض علماء عصر نے دیا هے که " عورت کا بیان مفید حرمت نہیں اور نکاح هوسکتا هے " بالکل صحیح هے - رها یه مسئله که اس بارے میں " صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں" تو یه امر البته بحث طلب' اور صحیح بخاري وغیرہ میں حدیث عقبه بن الحرث اور واقعه امة سوداء موجود' اور مذهب حضرة عثمان و ابن عباس و زهري و الحسن و اسحق و الا وزاعي و احمد بن حنبل و مالک رحمهم الله معلوم' لیکن آپکي پیش کردہ صورت کو اس مسئله سے کوئي تعلق نہیں - مجرد مرضعه کي شہادت معتبر هو یا نهو' لیکن یہاں تو سرے سے حالت رضاعة هي مفقود هے - کوشش کیجیے که یه جاهلانه خیال دور هوجاے اور جو رشته شرعاً جائز هے' اسکو شریعة پر افتراء کرکے اور اسکي نسبت غیر صحیح سے نا جائز فائدہ اٹهاکر نه روکا جاسکے' که یه ایک خدمت دیني هوگي اور آپکا اجر الله کے یہاں طیار هے -

مسئلهٔ تسمیهٔ طه و یاسین

(ایک مستفسر - ارآرہ)

(۱) ناموں میں معني اصلي ملحوظ هوتے هیں یا نہیں ؟

(۲) یاسین اور طه نام رکهنا جائز هے یا نہیں ؟

یہاں مولوي رحیم بخش صاحب نے ان سوالوں کا یه جواب دیا هے که :

(۱) معاني کا ملحوظ هونا عقلاً ضروري نہیں مگر اس کا بالکل انکار بهي نہیں کیا جاسکتا - احادیث صحیحه سے معلوم هوتا هے که آنحضرة نے متعدد ایسے ناموں کو بدلدیا جنکے معاني اچهے نه تهے - ترمذي میں هے : ان النبي صلعم كان يغير الاسم القبيح

(۲) یاسین اور طه نام رکهنا یقیناً منع هے که وہ اسماے الہي و اسماء آنحضرة صلی الله علیه وسلم میں سے ایسے نام هیں جنکے معاني معلوم نہیں - کیا عجب که انکے وہ معاني هوں جو غیر خدا یا غیر رسول پر صادق نه آسکیں - چنانچه امام ابن عربي نے احکام القران میں حضرة امام مالک کا قول نقل کیا هے که یاسین نام نه رکهو کیونکه وہ الله کا نام هے -

نیز مولوي صاحب موصوف یه بهي فرماتے هیں که جس شخص کا نام طه یا یاسین هو' اسکے پیچهے نماز پڑهنا جائز نہیں - اب جناب سے گذارش هے که اسکا جواب البلاغ میں مرحمت هو -

البلاغ :

ناموں میں انکے معاني کی رعایت کا هونا عقلاً واضح و بین' اور احادیث صحیحه سے ثابت و معلوم هے - اگر ناموں میں معاني ملحوظ نہیں تو عبد المسیح اور عبد العزی کیوں ناجائز هوں اور کیوں بدلے گئے ؟ کسي عمارت کا هم نام رکهتے هیں تو مهمل و بے رعایت نہیں رکهتے' کتابوں کا نام رکهتے هیں تو کتاب کے موضوع و مقصد کو ملحوظ رکهتے هیں' حتی که اپنے پالتو محبوب جانوروں کے ناموں میں بهي رعایت معاني ضرور کرتے هیں پهر یا للعجب اگر انسان کے نام میں جس سے وہ مدة العمر پکارا جائیگا اور جو همیشه کیلیے اسکا علم و خطاب هوگا' معاني صحیحه و مفهومات مستحسنه کي رعایت ملحوظ نه رکهي جاے - احادیث اس بارے میں بے شمار هیں اور کتب محدثین میں یه مبحث بتفصیل موجود هے - حضرة عمر رضی الله عنه نے اپني ایک لڑکي کا نام " عاصیه " رکها تها - آنحضرة نے بدلکر " جمیله " رکها - عاصیه کے معني گناهگار اور نافرمان کے تهے' آپنے نام بدلکر گویا اشارہ کردیا که انسان کیلیے بہتر وصف جمال هے نه که عصیان - حضرة علي علیه السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام حرب یعني لڑائي رکها - عرب میں یه نام بکثرت رکها جاتا تها - آنحضرة نے سنا تو فرمایا حسن رکهو - جب دوسرے صاحبزادے پیدا هوے تو پهر حضرة علي نے وهي " حرب " تجویز کیا - آپنے پهر بدلدیا اور حسین رکها - تیسرے صاحبزادے محسن هیں' انکا نام بهي پہلے حرب رکها تها' آنحضرة نے بدلکر محسن کردیا -

حضرة سعید بن مسیب کہتے هیں که میرے جد امجد جب آنحضرة صلی الله علیه و سلم کي خدمت میں حاضر هوے تو آپنے نام پوچها - عرض کیا " حزن " یعني رنج و ملال - فرمایا " بل انت سهل " لیکن چونکه حزن مشهور هوچکا تها' لوگ اسي نام سے پکارتے رهے -

مجهے اس وقت فرصت بالکل نہیں هے اور کتابوں کو نہیں دیکه سکتا' لیکن یاد پڑتا هے که ابو داؤد میں بروایت ابو وهب کے

اسوۂ حسنہ

تفویض و اطاعت

عہد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

تم نے غور کیا ہوگا کہ عالم کی اکثر قوتیں ایک قوت کے تابع ہوتی ہیں، اور اوس ایک ہی قوت پر تمام قوتوں کی ہستی کا دار و مدار ہوتا ہے - ایک جرنل کی بہادری ہزاروں اور لاکھوں کو بہادر بنا سکتی ہے، اور اسی ایک کے جبن و بزدلی سے دل فوج ذلت و نامرادی کا جامہ پہن لیتی ہے - اس قسم کی چھوٹی چھوٹی مثالیں بکثرت پیش نظر لائی جاسکتی ہیں، مگر ان سب سے گذر کر نظام عالم کی ایک مجموعی مثال سامنے لاؤ - جسطرح تمام عالم کی طاقت و حرکت کا سرچشمہ ایک جرم آفتاب ہے اور بغیر سورج کے اس عالم کی نزہت و رونق قائم نہیں رہسکتی، بعینہ یہی حالت مذہب کی بھی ہے - کل مذہبی اعمال و افکار اور حرکت و سکون کا سرچشمہ محض اوس شخص کا وجود ہوتا ہے جو مذہب کا مفاد بنکر آتا ہے، اور ایک صحیح تعلیم الہی لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے - اگر وہ اپنی پیش کردہ صداقت کا مکمل نمونہ ہے تو اسکی قوت جذب و کشش عالم کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور پھر اسی کی حرکت و قوت میں وہ زور پیدا ہوجاتا ہے کہ تمام عالم اوس سے حرکت میں لایا جاسکتا ہے، طبقات ارضی اوس سے اولٹے جاسکتے ہیں، اور زمین و آسمان زیر و زبر کیے جاسکتے ہیں -

حکماء کہتے ہیں کہ انسان میں بالطبع نقل کا مادہ موجود ہے، جیسا دیکھتا ہے ویسا کرتا ہے - اسی کو ارسطو اصول محاکات سے تعبیر کرتا ہے - لیکن مذہب ایک حقیقت ہے جس کو اسوۂ حسنہ کہتا ہے - اللہ تعالی انبیاء کو مبعوث کرتا ہے اور بار بار اونکی زندگی اور اونکے اعمال کی طرف توجہ دلاتا ہے - اسی طرح عہد انبیاء کے جو مقدس نفوس ہیں، اونکے سوانح و حالات کو بھی پیش کرتا ہے - جہاں قرآن کریم نے یہ کہا کہ : لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو لقاء اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا (احزاب : ٨) وہاں صحابہ کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ : لقد کان لکم فیہم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر و من یقول فان اللہ غنی حمید - (٦:٦٠) ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھہ اونکے متبعین کے بھی اسوۂ حسنہ کا ذکر کیا گیا :

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا لقومہم انا براء منکم و مما تعبدون من دون اللہ - (ممتحنہ : ٤)

ایک جگہ حکم ہوا کہ : یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول تو اوسکے بعد ہی متصل فرمایا : و اولی الامر منکم - اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اولی الامر کے اولین مصداق ہیں - پس جس طرح اسوۂ انبیاء کرام کو یاد دلایا گیا ہے اسی طرح آغوش نشینان عہد نبوت کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کا بھی ذکر کیا گیا ہے -

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بخاری)

(تفویض اور اسوۂ صحابہ)

تفویض کے معنی کسی شے کو سونپ دینے کے ہیں - قرآن حکیم اور احادیث و آثار اس لفظ کو کمال مرتبۂ ایمان کیلیے استعمال کرتے ہیں، اور بہ تصریح واضح کرتے ہیں کہ جب تک یہ مرتبہ حاصل نہو، اس وقت تک کوئی انسان مومن کامل نہیں ہوسکتا

تفویض اسلامی سے مقصود یہ ہے کہ ایک انسان اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھہ رکھتا ہے، وہ سب کچھہ اللہ اور اسکے رسول کے سپرد کردے اور یقین کرلے کہ میری جان اور میری جان کے لوازم میں سے جو کچھہ ہے، وہ میرا نہیں بلکہ اللہ اور اسکے کلمۂ حق کا ہے - تمام کائنات عالم اسی تفویض پر قائم ہے -

روح اگرچہ ہمارے جسمانی پیکروں میں ہے مگر ہر وقت خیال رہے کہ یہ ہماری نہیں بلکہ کسی اور کی ہے - مال و متاع، دولت و تمول ہمارے خزانوں میں مقفل ہو، مگر یہ یقین ایک لمحہ کیلیے بھی ہم سے جدا نہ ہو کہ یہ سب کچھہ ہمارا نہیں بلکہ کسی دوسرے کا ہے - اعزا و اقارب کا رشتۂ الفت ہمارے گلے میں ہو، مگر اوس ایک رشتہ کے قائم رکھنے کیلیے ہر ان تمام رشتوں کو توڑا جاسکے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا یومن احدکم حتی	اوسوقت تک مومن کامل کوئی نہیں
اکون احب الیہ من	ہو سکتا جب تک وہ اوسکی جان و مال اور
مالہ و اولادہ و نفسہ	اہل و عیال سے زیادہ میں عزیز نہ ہوجاؤں -

اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا - جان، اہل و عیال، مال - اور اگر غور کرو تو انسان کی محبوبات و مطلوبات میں سے جو کچھہ ہے سب اسی کے اندر ہے - اس سے باہر کچھہ نہیں - سب سے پہلے وہ اپنی جان اور زندگی کا عاشق ہے اور یہ وہ عشق ہے جو اس سے صدہا عشقوں کو چھڑادیتا ہے - پھر اہل و عیال کی محبت و تعلق کا مرتبہ ہے کہ بسا اوقات انسان اپنی جان کو قربان کر ڈالنا چاہتا ہے مگر اپنی اولاد و عیال کو دکھہ میں نہیں دیکھہ سکتا - اسکے بعد مال ہے، اور اسکی محبت کی زنجیریں بھی بڑی ہی سخت ہوتی ہیں - مال اسکی زندگی کے قیام کا ذریعہ، اسکی محنت کا حاصل، اور اسکے بقا کیلیے وسیلۂ غذا ہے -

پس اس حدیث میں مومن کی زندگی اور مرتبۂ ایمان کی تکمیل کی یہ تصویر کھینچی گئی ہے کہ جان، مال، اہل و عیال، سب ہی محبت کے رشتوں پر ایمان و حق کا رشتہ غالب آجاے اور صاحب قرآن و داعی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت و متابعت کے آگے کوئی چیز حتی کہ خود اپنی جان بھی وقیع نہو - یہی تفویض ہے، اور یہی وہ حقیقت ایمان و اسلام ہے جسکی عملی تصویر ہم کو صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آسکتی ہے -

اس حدیث کے مطابق تفویض کی ہم بھی تین قسمیں قرار دیتے ہیں : تفویض نفس، تفویض مال، اولاد، اور ان تینوں قسموں کے لحاظ سے ہم صحابہ کرام کے جستہ جستہ واقعات پیش کرینگے -

اس سلسلہ میں ہم ترتیب خلافت کو ملحوظ رکھکر پہلے خلفاء اربعہ کی مقدس زندگی پر نظر ڈالتے ہیں -

(حضرۃ صدیق رض)

سب سے پہلے حضرۃ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی زندگی کے چند متفرق واقعات یکجا کرینگے جن سے آن کے تفویض مال و متاع کا اسوۂ حسنہ واضح ہوتا ہے -

[١]

دنیاء اسلام جانتی ہے کہ حضرت بلال نے صدر اسلام میں جب سرزمین اسلام پر قدم رکھا تو مصائب و آلام نے اونکو کسطرح گھیر لیا تھا، اور کفار عرب کیسے ہیبت ناک عذاب اونکو دیا کرتے تھے ؟ یہ زہرہ گداز خبر جب حضرت ابو بکر کے گوش گذار ہوئی تو بے اختیار تڑپ اٹھے - رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا : کاش اسوقت میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو خرید لیتا " آخر کار پھر جسطرح ممکن ہوا جستجو کرکے اونکو خریدا اور آزاد کردیا - (ترمذی وغیرہ)

تفویض مال کی یہ سنت حسنہ صرف ایک ہی مرتبہ انسے ادا نہیں ہوئی - بعینہ اس قسم کے متعدد واقعات ظہور

المسئلة والمناظرة

بیع غرر و مسئلہ اجارہ اراضی، مروجہ

از جناب مولانا ابو النصر محمد عبد القادر صاحب
مفتی ریاست جموں

مخدومنا مولانا ابو الکلام سلمہم اللہ الصمد دار السلام - السلام علیکم و رحمۃ اللہ - معروض آنکہ جناب کے رسالہ البلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ صفحہ ۱۹ میں ایک مضمون مولوی سید سلیمان صاحب کے نام سے چھپا ہے، جسمیں وہ لکھتے ہیں کہ زمین کاشت کو حصہ مقررہ پر دینا بیع غرر میں داخل ہے - خاکسار کی راے میں مولویصاحب کی تقریر تفصیل طلب ہے - ورنہ اطلاق تحقیق سے بعید ہے - یہاں جموں میں سے ایک جاہل عید نے یہی پنجاب کے رواج ٹھیکہ پر جو مالک زمین اپنی زمین مزارعہ کو بطور اجارہ کے نقدی مقررہ یا غلۂ مقررہ پر دیدیتے ہیں، بہت فتنہ اور شور و غل بپا کر رکھا تھا - جناب کے اخبار نے زخم پر نمک کا کام دیا، اسلیے مجبوراً خاکسار کو بھی کچھہ لکھنا پڑا - امید ہے کہ جناب موافقین کی تحریرات دیکھکر اپنی راے زرین اور فکر متین سے مسلم پبلک کو فتنہ سے بچاوینگے - اور اگر جناب کچھہ لکھنا مناسب نہ سمجھیں تو پھر خاکسار کی تحریر کو طبع کردیں تاکہ محتسبان حق خود فیصلہ کرلیں - میری کم بضاعتی یا طرز تحریر سے ناواقفیت مانع نشر حقیقت نہو -

مولوی محمد سلیمان صاحب البلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ میں لکھتے ہیں:

" زمین کو یا مال کو کاشت یا تجارت پر اسطرح دیں کہ اسکی شرح حصہ خاص (مثلاً چار سو من غلہ یا چار سو روپیہ) سے مقرر کرلی جاے، ان تمام صورتوں میں بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے، جسکے متعلق کوئی حصہ نہیں کیا جا سکتا "

عبارت مذکورہ سے دو احتمال ہوسکتے ہیں:

(۱) کوئی شخص اپنی اراضی کسی مزارع کو اس شرط پر دیوے کہ پیداوار میں سے جو میرا حصہ ہے، وہ میں اسقدر رقم یا اسقدر غلہ پر فروخت کرتا ہوں - تو یہ بلا شبہہ بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے -

(۲) ایک شخص اراضی کاشتکار کو اس قرار داد پر دیوے کہ میں اپنی اراضی اتنی رقم پر یا اتنے غلہ پر ایک سال کیلیے یا زیادہ کیلیے بطور اجارہ و کرایہ کے دیتا ہوں - یہ طریق پنجاب میں عام طور پر مروج ہے -

مالکان اراضی مزارعین کے خوف خیانت سے اراضی بطور ٹھیکہ کے طریقہ مذکورہ پر دیتے ہیں - مولوی صاحب کی غرض اگر اسی طریق کو بیع غرر میں شامل کرنا ہے تو یہ بعید از تحقیق ہے - بیع کے معنی کسی چیز کا بعوض مالک ہونا ہی نہیں ہے - بلکہ بیع چار انواع کو شامل ہے - کما فی شرح الوقایۃ: و اعلم ان التملیکات اربعۃ انواع، فتملیک العین بالعوض بیع، و بلا عوض ھبۃ، و تملیک المنفعۃ بعوض اجارۃ، و بلا عوض عاریۃ - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تملیک اجارہ ہے جسکے مشہور معنی مراد ہیں - اور صحیح مسلم نے باب ہی کراء الارض باندھا ہے، اور زمین کا کرایہ پر دینا جائز اور مفتی بہ ہے - ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ میں صاف موجود ہے: و لو استاجر ارضاً لبناء او غرس صح - (شرح وقایہ صفحہ ۲۹۶)

بلوغ المرام محشی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۳ میں ہے: و عن حنظلۃ ابن قیس رض قال سالت رافع ابن خدیج رض عن کراء الارض با الذھب و الفضۃ فقال لا باس بہ - انما کان الناس یواجرون علی عہد رسول اللہ صلعم علی الماذیانات و اقبال الجداول و اشیاء من الزرع فیھلک ھذا، و یسلم ھذا - و یسلم ھذا و یھلک ھذا و لم یکن للناس کراء الا ھذا فلذالک زجر عنہ - فاما شیء معلوم مضمون فلا باس بہ - رواہ مسلم - شیخ المحدثین حافظ امام ابن حجر عسقلانی رح مولف کتاب مذکور نے بعد ذکر اس حدیث کے لکھا ہے: و فیہ بیان لما اجمل فی المتفق علیہ من اطلاق النھی عن کراء الارض - و شارح کتاب مذکورہ صاحب سبل السلام اور علامہ امام شوکانی یمنی حدیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں: و قد جمع بین احادیث النھی عن المزارعۃ و بین الاحادیث الدالۃ علی جوازھا، بوجوہ، احسنہا ان النھی کان فی اول الامر ثم ابیح و یدل علی ھذ الجمع حدیث جابر و حدیث رافع ابن خدیج فی الباب عند مسلم، و یؤیدہ مما وقع من المزارعۃ فی عہدہ صلعم و فی عہد الخلفاء - و من البعید غفلتہم عن النھی کانوا یدفعون الارض الی من یزرعھا ببذر من عندہ علی ان یکون لمالک الارض ما ینبت علی مسائل المیاہ و روس الجداول فنھوا عن ذالک مما فیہ من الغرر فربما ھلک ذادون ذالک - انتہی

حضور علیہ السلام کا بعد فتح خیبر یہود خیبر کو اراضی حصہ مقررہ نصف یا ربع پر دینا بھی اسی کا موید ہے - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تو بالکل ایسی ہے جیسے مکان کرایہ پر دیے جاتے ہیں، پھر جب مکانوں کا کرایہ پر دینا جائز و مباح ہے تو معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے کس دلیل سے زمین کے کرایہ پر دینیکو بیع غرر میں شمار کرلیا ہے - ملاحظہ ہو موطا امام محمد رح صفحہ ۳۵۶: قال محمد و بہذا نأخذ لا بأس بکرائھا بالذھب و الورق و بالحنطۃ کیلاً معلوماً و ضرباً معلوماً ما لم یشترط ذالک مما یخرج منھا فان اشترط مما یخرج منھا کیلاً معلوماً فلا خیر فیہ و ھو قول ابی حنیفۃ و العامۃ من فقہائنا - و قد سئل عن کرائھا سعید ابن جبیر بالحنطۃ کیلاً معلوماً فرخص فی ذلک فقال ھل ذلک الا مثل البیت یکری؛ مولانا مخدومنا محمد عبد الحی صاحب مرحوم محدث لکھنوی اسیکی شرح تعلیق الممجد میں لکھتے ہیں: ای لیس ذلک الا مثل کراء البیت بالذھب و الفضۃ و الحنطۃ المعلومۃ و غیر ذلک فلما جاز ذالک، جاز ھذا -

مولوی صاحب ممدوح کی غرض اگر صورت ثانیہ مروجہ پنجاب ہے تو جناب کو تفصیل کے ساتھہ مدلل لکھنا چاہیے اور اگر غرض صورت اول ہے یا کچھہ اور، تو بھی پبلک کو شبہ اور فتنۂ و فساد سے بچانا چاہیے - خاکسار نے جو کچھہ لکھا ہے نیک نیتی اور اعلان حق کے لیے لکھا ہے - اگر مولوی صاحب خلاف مدلل مبرہن لکھیں جس سے بندہ کی تسکین ہوجاوے تو بندہ فوراً رجوع کیلیے تیار ہے -

البـــلاغ:

یہ عاجز آپکی راے سے بالکل متفق ہے اور آپکا بیان صحیح و مدلل ہے - جہاں تک میں غور کرتا ہوں آپکی بیان کردہ صورت اجارہ ہی کی معلوم ہوتی ہے اور اجارہ کو بیع غرر مروجۂ جاہلیۃ و حال سے کوئی تعلق نہیں - غالباً مولانا سید سلیمان صاحب کا بھی یہی مقصد ہوگا - امید ہے کہ وہ خود اسپر لکھینگے - اصولاً بیع غرر اور اسکے اطلاقات کے چند پہلو ضرور قابل غور ہیں اور مسئلہ کو حدود حیل سے بالکل الگ کرلینا چاہیے کہ شریعت میں حیلہ نہیں ہے اگر آیندہ فرصت ملی تو کچھہ عرض کرونگا - سردست جناب کی تحریر کی اشاعت کافی ہے - اور میں اس سے متفق ہوں -

شیعہ کالج کا نام بدل دینا اور کالج فنڈ میں غیر شیعہ کی امداد [illegible] کر لینا ' یہ دو ایسی باتیں ہیں جکے ماننے میں غالباً کسی کو عذر نہ ہوگا - اُن افراد اور اُس جماعت کی مخالفت سے قطع نظر جو سوا شیعوں کے دنیا کے کسی فرد بشر کو جنت کیلیے مستحق ہی نہ سمجھتے ہوں ' ایسے تعصب کی مخالفت تو کوئی روک نہیں سکتا - رہا یہ کہ عام شیعوں کا کیا خیال ہے ؟ تو مذہب امامیہ بد قسمتی سے ایسے لوگوں کی امانت نہیں ہے جو کسیطرح اہل نہیں اور اپنے بیجا تعصب سے مذہب کو بدنام کرتے ہیں ' ورنہ خود اسلام (یا اسکا کوئی طریق اختیار کیا جاے) تعصب سے کوسوں دور ہے -

خدا کرے آپ کی ترمیموں کی تائید میں ہندوستان کے ہر گوشہ سے صدائیں بلند ہوں !

(سید وصی احمد بلگرامی)

البـــلاغ :

الحمد للہ کہ سورۂ و التین اور حقیقت شہادۃ تین و زیتون کے متعلق آپنے جو سوال کیا تھا ' اسکا جواب آپکے لیے موجب تسکین و اذعان ہوا - اپنی محبت اور حسن ظن کی وجہ سے آپنے جو کچھہ لکھا ہے ' اللہ تعالی ہم سب کو اسکا اہل ثابت کرے -

مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق فقیر نے جو کچھہ لکھا ہے ' وہ محض ایک مخلصانہ التماس ہے جو اگر سنی گئی تو کلمۂ اسلام و ملت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی ' اور اگر اعراض کیا گیا تو و ما علینا الا البـلاغ - اللہ علیم و خبیر ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ جو کچھہ لکھا گیا وہ فریقانہ تعصب و تحاسد کا نتیجہ ہے یا ایک ایسے دل کی صدا ہے جو اس طرح کے تمام جذبات سافلہ و رذیلہ سے الحمد للہ کہ بالکل پاک ہوچکا ہے - آپکو یاد ہوگا کہ جب آپ نے شیعہ کالج کے متعلق خط لکھا اور پھر خود آکر ملے اور سخت اصرار کیا کہ اس تحریک کی اصلاح کیلیے میں قلم اُٹھاوں تو میں نے کیا جواب دیا تھا ؟ آپ بسبب اپنے کمال جوش اتحاد و عشق وحدۃ اسلامی کے مصر تھے کہ دوسرا کالج قائم ہی نہ ہونا چاہیے - لیکن میں نے اس سے مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ صرف طرز عمل اور طریق کار کا سوال ہے ' اور اگر اُن حالات سے الگ رہکر اس تحریک کو شروع کیا [illegible] جو [illegible] کی خود غرضانہ مصلحتوں کا نتیجہ ہیں ' تو [illegible] تحریک [illegible] وجہ اختلاف نہ ہونی چاہیے -

خط کے اخر میں آپ لکھتے ہیں کہ جو [illegible] نہیں آج فرقۂ امامیہ کی امامت [illegible] کسی طرح [illegible] اہل نہیں - لیکن میں تو کوئی وجہ نہیں [illegible] ایسی [illegible] مایوس راے آپ قائم کریں - میں دیکھتا ہوں کہ الحمد للہ جماعۃ شیعہ میں (اور جماعۃ صرف ایک ہی ہے جسکا نام اسلام ہے) ہر جگہ اور ہر حصہ میں ایسے ارباب نظر و راے موجود ہیں جنسے بڑی بڑی امیدیں ہم سب کی وابستہ ہیں ' اور انشاء اللہ تعالی مایوسی کی جگہ ہر طرح فتح باب امید ہے - جماعۃ امامیہ کا سب سے بڑا مرکز و مبدء علوم و مذہب سرزمین عراق اور علی الخصوص عتبات عالیات (زاد اللہ شرفہم) ہیں ' اور آپ کو معلوم ہے کہ حضرات مجتہدین کرام عراق و حجج اسلامیۂ عتبات عالیات نے سالہا سال سے کس طرح وحدۃ امۃ و اتحاد کلمہ کیلیے قولاً و فعلاً اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے ' اور علی الخصوص حضرۃ شہید خامس آیۃ اللہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال مقدسہ ہمارے سامنے ہیں ' اور انکے نقش قدم پر چلنے والے انسے بڑھکر اپنے اقدام حق کا ثبوت دے رہے ہیں - پھر ہندوستان میں بھی جہانتک فقیر کی معلومات ہے ' ایسے ارباب نظر و فکر موجود ہیں جنکی توجہات گرامی سے کسی طرح بھی ہم نا امید نہیں ہوسکتے - علی الخصوص جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ جنکی ذات گرامی سے فقیر کو ہمیشہ بہترین توقعات رہی ہیں اور مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق بھی امید واثق ہے کہ وہ آخری صحبت کی دو گذارشوں پر ضرور توجہ فرمائینگے ' اور انشاء اللہ مسئلۂ وحدۃ کلمہ و حفظ بیضۂ ملت و اتحاد احزاب و فرق اسلامیہ کی دعوۃ حقہ پر ہم سب سے زیادہ انکی نظر صائب کام فرما ہوگی - نیز چونکہ جناب ممدوح کی خدمت میں فقیر کو شخصاً نیاز حاصل ہے ' اور وہ فقیر کے مسلک و اصول سے بخوبی واقف ہیں ' اسلیے کسی طرح یہ امید نہیں کیجا سکتی کہ اس بارے میں بعض نادان و نافہم طبائع کی پیدا کردہ غلط فہمیاں انکے لیے موجب عدم التفات ہوسکیں - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعبـاد -

---

ایک اہم علمی مسئلہ !

تجربہ کی قوت ' اور یہ کہ تجربہ سے تمام مشکلیں دور ہو جاتی ہیں !

یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ صناعۃ کے مسئلہ میں ملک اور سرزمین کو دخل نہیں !

رنگون سوپ ورکس اس اکتشاف کا ذریعہ ہے

یورپ اور ممالک متمدنہ کی صناعیوں اور عملی ایجادات کا سلسلہ جس وقت سے شروع ہوا ہے ' اسی وقت سے یہ مسئلہ بھی تمام مشرقی ممالک اور علی الخصوص اہل ہند کے سامنے ہے کہ کیوں یورپ کی سی صنعتیں اور مصنوعہ چیزیں ہماری سرزمین میں نہیں بن سکتی ہیں ؟

اس سوال کا ہمیشہ ایک ہی جواب رہا ہے اور جس وقت سے سوال ہے اس وقت سے وہ جواب بھی موجود ہے - صنعت و حرفت کی کنجی تجربہ ' کوشش ' سرمایہ ' اور سرمایہ کے صحیح استعمال میں پوشیدہ ہے - اگر ہندوستان بھی انہی اصولوں سے کام لے اور تجربہ کی راہ میں اولوالعزمانہ قدم رکھے تو وہ سب کچھہ کر سکتا ہے جو یورپ ' امریکہ ' اور جاپان میں ہو رہا ہے !

اس جواب کی صداقت کا عملی ثبوت " رنگون سوپ ورکس " یعنی صابون سازی کا کارخانہ واقع رنگون ہے - اس کارخانے نے کافی سرمایہ لگا کر اور جدید علمی و صناعی اصولوں سے کام لیکر صابون بنانے کا کام جاری کیا اور جاپان کے ماہرین کیمستری سے مدد لی - اسکا نتیجہ ہمارے سامنے ہے - بہترین ' خوشبودار ' خوش رنگ ' مفید رنگ و جلد ' اور بالکل بے ضرر صابون مثل ولایتی صابونوں کے بننے لگے ' اور تھوڑے ہی عرصے میں اسکا غلغلہ دور دور تک پہنچ گیا -

اگر آپ کے دل میں ملکی صنعت و حرفت کا درد ہے ' تو کیا یہ ضروری نہیں کہ آپ اس کارخانے کے صابونوں کو ولایتی صابونوں پر ترجیح دیں ' جب کہ چیز ویسی ہی اور قیمت میں ارزانی ہے ؟

اس کارخانے کا صدر دفتر " مکان نمبر ۱۶ - گلی نمبر ۴۸ - رنگون " ہے اور اسکی ایک شاخ کلکتہ کیننگ اسٹریٹ - میتہ بلڈنگ نمبر ۳۴ " میں موجود ہے - کم سے کم ایک بار تجربہ تو کیجیے اور دیکھیے کہ خود اپکے ملک میں بھی کیا کچھہ ہو رہا ہے مگر آپکی بے التفاتیاں اور یورپ کی پرستش ہے جس نے ملکی صنعت و حرفت کا دروازہ بند کردیا ہے !

میں آے - چند مرتبہ مختلف غلاموں کو گرفتار عذاب دیکھا اور
خرید کر آزاد کردیا - یہانتک کہ حضرت بلال کیطرح جو غلام
خریدے گئے اور پھر آزاد کیے گئے ' ارنکا شمار سات تک ہے -
(استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

[۲]

جب حضرت ابو بکر مشرف باسلام ہوے ہیں تو اونکے پاس
چالیس ہزار درہم تہے - عرب جاہلیۃ میں اسقدر روپیہ کا ہونا ایک
غیر معمولي دولت مندي تھي لیکن حضرۃ ابوبکر نے یہ تمام روپیہ
راہ اسلام میں بے دریغ لٹا دیا حتی کہ خود آنحضرۃ نے فرمایا:
ما نفعني مال ما نفعني مال ابي بکر - یعني ابو بکر کے مال کے
برابر کسیکے مال نے مجھکو نفع نہیں دیا (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلعم نے صحابہ سے سوال کیا کہ آج
جنازہ کي نماز کس نے پڑھي؟ تمام خاموش رہے مگر حضرۃ ابو بکر
نے عرض کیا : یا رسول اللہ میں نے - اسي طرح آپنے چند سوال کیے
اور سبکے جواب میں سامعین نے سکوت کیا ' لیکن حضرت ابو بکر
نے ہر ایک کے جواب میں ہاں کہا - یہانتک کہ آپنے دریافت فرمایا :
مسکین کو آج کہانا کس نے کہلایا ہے ؟ حضرت ابو بکر نے عرض
کیا کہ میں نے - اسکے بعد ارشاد نبوي ہوا : وجبت له الجنـــة
(مسلم جزء ۲ - ص - ۲۷۴)

[۳]

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرۃ نے ہم تمام
صحابہ کو صدقہ کرنیکا حکم دیا - میرے پاس کافي مقدار میں
مال موجود تہا - میں نہایت خوش ہوا کہ آج قطعاً جناب صدیق
سے بازي لے جاؤنگا - آخرکار نصف مال میں نے گھر چھوڑا اور
نصف لاکر خدمت نبوي میں پیش کردیا - لیکن حضرت
ابوبکر کل مال لے آئے - آنحضرۃ نے مجھسے سوال کیا کہ تم اپنے
اہل و عیال کیلیے کسقدر مال رکھہ آے ہو؟ میں نے کہا کہ نصف -
یہي سوال جناب ابوبکر سے کیا گیا - ارنہوں نے جواب میں عرض کیا
کہ کچھہ نہیں' خدا اور اوسکے رسول کا نام میرے اہل و عیال کا سرمایہ
اور میرے گھر کي دولت ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اسکے بعد
مجھے یقین ہوگیا کہ اب میں کبھي حضرۃ ابوبکر سے آگے قدم نہیں
رکھہ سکتا (ترمذي - ج - ۳ -)

[۴]

تم صدر اسلام کي صعوبتوں کو دیکھو' اسوقت عالم اسلامي
کي بینوائي کو دیکھو' یکسر غربت و افلاس کو دیکھو' بروقت
بلاؤں اور مصیبتوں کا حصار و ہجوم دیکھو' پھر سونچو کہ کیا صحابہ
کرام کو یہ خیال نہ تہا کہ آج گھر لٹا کر کل کیا کہائینگے ؟ کیا اونکو
یہ خبر نہ تھي کہ اس عالم افلاس میں بظاہر دولت کے آنیکي
کہیں سے بھي توقع نہیں ' پھر گذران اوقات کیونکر ہوگي ؟ بھوکے
بچے کیا کہائینگے ؟ بھوک پیاس سے ارنکا تڑپنا کسطرح دیکھا
جائیگا ؟ یہ تمام خیالات ارنکے سامنے بھي تہے - اور آج کي طرح
وہ بھي عاقبت بیں تہے - تاہم انکے قلب میں ایمان تہا ' سینہ
میں جوش تفویض تہا ' سر میں عشق اطاعت رسول کا سودا تہا '
رگ رگ میں جاں نثارانہ خون تہا ' اور ایثار و جانفروشي کا طوفان اندر
سے اوبل رہا تہا جسکے زور سے یہ تمام بندھن کٹ جاتے ہیں - اور
جب یہ کیفیت طاري ہوجاتي ہے تو پھر لوٹنے میں نہیں بلکہ لٹانے
میں مزہ آتا ہے - بننے میں نہیں بلکہ بگڑنے میں خوشي ہوتي ہے -
اقامت میں نہیں بلکہ غربت میں عیش و سرور معلوم ہوتا ہے -
[illegible] قصروں میں نہیں بلکہ ہیبت ناک جنگلوں میں
[illegible] ہے - اگر تمہاري مادي آنکھیں اس عالم وجد و سرور کو
[illegible] نہیں کرسکتیں تو صفحۂ قرطاس پر ان واقعات کو تو
دیکھہ سکتي ہیں ! فہل من مدکر؟

(مراسلات)

مجـــوزۂ شیعـــہ کالـــج

البلاغ نمبر ۱۳ اور ۱۴ وصول ہوا - شیعہ کالج پر خاتمۂ سخن اور
سورۂ والتین کا تتمہ باب تفسیر نظر سے گذرا - مگر قبل اسکے کہ ان
کے متعلق کچھہ راے زني کیجاے ' کیا حقیر کو یہ کہنے کي اجازت
ہے کہ عالیجناب میرزا محمود طرزي بے ایڈیٹر سراج الاخبار کابل
نے حضور کے بارہ میں جو کچھہ فرمایا ہے ' وہ گویا میرے منہہ سے
بات چھین لي ہے ؟ آپ سے برتر صاحب زبان و قلم ' آپ سے عالي
مرتبہ مصلح ملت ' اور آپ سے بڑھکر مومن مخلص اس وقت
کون ہے ؟ آپ کے دل کي کیفیت میں جو کچھہ بھي کیف ہے ' وہ
الہلال مرحوم و البلاغ کي آنکھوں سے ٹپکتا ہے - اسپر حضور یہ ستم
کرتے ہیں کہ میرزا موصوف کے جواب میں نظیري کا شعر پیش
کرتے ہیں - یہ محض انکسار ہے - جناب میرزا محمود نہ معلوم آپ
کو کیا جواب دیں ' مگر انکي طرف سے اور نیز ہندوستان کے گوشہ
گوشہ سے یہ صدا اٹھہ رہي ہے : (نظامي)

دبیر نکتہ سنجي ' ساحري ' نے نے غلط گفتم
فسوں سازي فسوں خواني فسون سامري داني !

غالب نے اپنے دیوان کے بارے میں دعوی کیا ہے کہ :

غالب اگر فن سخن دیں بودے
آں دیں را ایزدي کتاب ایں بودے

آج وہ دعوی اگر آپ کریں تو کس کو کلام ہوسکتا ہے ؟ مگر
شاعرانہ تعلي کي جگہ آپ کے انکسار طبع نے البــلاغ کا مرتبہ
بلند کردیا ہے !

کیا عرض کروں کہ سورۂ تین کي تفسیر پڑھکر آنکھیں کسقدر
روشن ہوگئیں - بیشک حضور سي کا قلم ہے جس نے اس میدان
میں یوں گل افشاني کي کہ میدان میدان نہ رہا بلکہ چمن
حقائق و معارف ہوگیا - تین اور زیتون کي شہادت دینے کي و
یہ بیان کیگئي تھي وہ دل کو لگتي نہ تھي - تفسیر کے معني
ہیں کہ آنکھوں کے سامنے جتنے پردے پڑے ہوں سب اٹھہ جائیں
یہي حالت حضور کي تحریر پڑھکر ہوئي - ہندوستان کے مد
مدعیان علم کہاں ہیں آپ کا ایسا دماغ لائیں جو فلسفۂ قدیم
موجودہ فلسفۂ یورپ کا احاطہ کرکے فلسفۂ اسلام سے اسکا موازنہ کر
اور دکھادیں کہ سب باطل اور ظن ہیں - فقط اسلام ہي حق
عین فطرت ہے - سبحان اللہ ! حضور یقین مانیں کہ میں
ایک عزیز کو پرسوں وہ تفسیر سنانے لگا تو محویت کا یہ عالم ہوا
گیارہ بجے شب سے پڑھتے پڑھتے صبح کے تین بج گئے ! قادر الکلامی
اور معجز بیاني کسي میں ایسي تو ہو؟ تین اور زیتون سے
اشارہ جناب حضرۃ عیسی علیہ السلام کي ذات مقدس کیطرف
تو آیت قرآني کے معني بالکل واضح ہوگئے - اور مزید
و جواب کي مطلق گنجایش نہیں -

اس تفسیر کو دیکھکر تفسیر القرآن کیلیے بیچیني اور بڑھ گئی
خدا آپ کي ذات کو ہم میں تا صد و سي سال باقي رکھے !
گمراہاں راہ کیلیے ہمیشہ شمع ہدایت ثابت ہوں -

شیعہ کالج کي بابت یہ عرض کرنا ہے کہ حضور کي
عین صائب ہے - میں خود امامیہ طریق رکھتا ہوں مگر ہاں
و تفریق کو حقیقت امامیت نہیں سمجھتا جیسا کہ اہل
وغیرہ سمجھتے ہیں - حضور کي راے سے مجھے اتفاق کلي ہے -
" استیٹسمین " وغیرہ میں میں ایک مضمون بھیجنے
جسمیں آپ کي تحریر کا حوالہ رہیگا اور دو ترمیمیں جو پیش
ہیں انکي تائید ہوگي -

دي ويريس نے جو درخت لگاے تهے ' انميں ايک درخت يه بهي تها - سنه ۱۸۸۶ع سے سنه ۱۹۰ ع تک وه برابر اس درخت کو لگاتا رها - پہلے هي سال يعني سنه ۸۷ع ميں جو درخت نکلے ' وه اصل سے مختلف الشکل تهے - دوسرے سال سنه ۸۸ع ميں جو درخت پيدا هوے ' وه نه صرف اصل سے مختلف هي تهے بلکه خود انميں باهم اختلاف بهي تها -

سنه ۱۹۰۰ع ميں دي ويرس کے پاس اس درخت کے ۸۰۰ پودے تهے جنکي ترتيب و تسميم کے بعد مختلف ۷ - اصناف پيدا هوتے تهے - يه ياد رکهنا چاهيے که يه ۸ سو پودے ايک هزار پودوں ميں سے منتخب کيے گئے تهے - اس حساب سے تحول فجائي کا اوسط ۲ - ۱۱ في صدي هوا -

ڈاکٹر وهالٹ چيرث کہتے هيں :

" ميں نے سنه ۱۸۹۸ع ميں ولايتي بيگن کي الکم نامي قسم کے ۲۴ درخت لگاے - پهول آنے سے پہلے ميں نے ان کو اکهاڑ کے اپنے چهوٹے پائيں باغ ميں لگاديا - وهاں درخت لگ گئے اور خوب پهلے پهولے - انمير جو پهل لگے وه ويسي هي تهے جيسے که انکي اصل ميں لگتے تهے - تنا تقريباً دو ميٹر کا لمبا مگر اتنا نازک اور پتلا که دوهرا هو هوکے زمين پر آگيا تها ' پتوں کا رنگ هرا ' سطح پر جهرياں کم ' پهل کا قد ميانه وضع ' شکل دوري مسطح اور عرض ميں کسيقدر مستطيل ' پر مغز ' خوش ذائقه ' پکنے کے بعد رنگ سبزي سے قرمزي هوجاتا تها - قرمزي کے ساتهه کسيقدر زردي بهي هوتي تهي - تمام پهل ايک ساتهه پکتے تهے - ان پهلوں ميں جو پهل سب سے اچهے تهے ' ان ميں سے چند پهلوں کے بيج ليکے ايک کيسے ميں رکهه ليے - دوسرے سال جب فصل آئي تو ميں نے پهر يه بيج بوے - مجهے انتظار تها که ابکے بهي الکم کے بيگن پيدا هونگے - کيونکه ميں نے نهايت عمده پهلوں کے بيج پوري احتياط کے ساتهه محفوظ رکهے تهے اور کوشش کي تهي که ان ميں دوسري قسم کا ايک بيج بهي ملنے نه پاے - پهر جس جگه يه بيج بوے گئے تهے ' وهاں اور کوئي درخت بهي نه تها - با ايں همه جب انکي کلي پهوٹي تو اصل سے بالکل مختلف تهي' بڑهي تو تنا سيدها مگر بلندي ايک اور ثلث ميٹر سے زياده نه تهي - شاخ کم اور سخت' لچک ندارد ' پتے سبز تهے مگر عريض و گنجان اور سطح پر شکنيں ' پهل کي شکل اصلي پهل سے همشکل تهي مگر ذائقه اور رنگ دگرگوں ' سرخي اور لذت دونو زياده ' مگر زردي مفقود - ميں سمجها که نه تو يه بيگن کي کوئي قسم هے اور نه الکم کا درخت ' ميري غفلت سے غالباً بيج ضائع هوگئے اور يه کوئي دوسري هي چيز هے جو الکم کي جگه بو دي گئي -

پهر سنه ۱۹۰۰ع ميں ميں نے فلاد سيڈ اسٹور (مخزن تخم) سے الکم کے بيج خريدے - يه بيج ان درختوں کے تهے جو پنسلفانيا ميں بوے گئے تهے جهاں سے ميں نے پہلے الکم کے درخت ليے تهے - يه بيج بوے ' درخت بهي لگے - مگر ان درختوں سے بالکل مختلف جن کے حالات پہلے بيان کيے جا چکے هيں - يه ياد رکهنا چاهيے که ان درختوں کے گرد و پيش ولايتي بيگن کي کسي اور قسم کا ايک درخت بهي نه تها -

جيسا که ميں نے پہلي دفعه کيا تها اس بار بهي نهايت احتياط کے ساتهه بهترين پهلوں کے بيج رکهه ليے اور دوسرے سال بوے پر حيرت و صد تعجب ! که ابکي بهي سنه ۱۸۹۹ع کي طرح ساخيں ' پتے ' پهول ' سب کچهه اصل سے مختلف اور سنه ۹۹ع کے درختوں اور پهلوں سے مشابه نکلے ! اس مرتبه اسکي وجه ميں اپني غفلت کو نهيں قرار ديسکتا تها کيونکه بيجوں سے ليکے پهل کے آنے تک تمام کام ميں نے خود کيے ' اور اسي توجه و اعتناء کے ساتهه جيسا که ميں تمام تجارب علميه ميں کرتا هوں - يه اختلاف هر بيج ميں تها ' اور ايک درخت بهي اپني اصل کي طرح نه تها -

مجهے يقين هوگيا که اب يه دوسري قسم پيدا هوگئي هے - ميں نے اس کا نام واشنگٹن رکها هے - يه قسم رنگ و ذائقه اور برگ و بار' دونوں ميں اپني اصل سے مختلف هے "

غرض پروفيسر دي و يريس اور ڈاکٹر وهالٹ کے تجارب سے معلوم هوتا هے که اس آهسته خرام تدريج کے بغير بهي جو ڈارون مانتا هے' بالکل ممکن هے که ايک اصل کي بعض فرعيں يکايک اپني اصل سے مختلف هوجائيں اور ايک مستقل نوع قرار ديجا سکيں -

(عالم حيوانات)

ان تجارب کا اثر صرف نباتات پر هے ' اسليے ان سے صرف نباتات ميں تحول فجائي کا ثبوت ملتا هے - اب دوسرا سوال يه هے که آيا حيوان ميں بهي تحول فجائي هوسکتا هے ؟

يه صحيح هے که نباتات کي طرح حيوانات ميں بهي تحول فجائي کے وقوع کي کوئي شهادت قطعي و يقيني موجود نهيں' ليکن سوال يه هے که :

(۱) کيا تحول فجائي ممکن هے ؟

(۲) کيا تحول فجائي محض احتمال هے' يا اس حد سے گذر کر واقعه کي صورت ميں بهي کهيں آچکا هے ؟

(۳) حيوانات ميں اسکے وقوع کے ليے کوئي امر مانع هے ؟

(۴) طبقات الارض کے درس و مطالعه سے کيا معلوم هوتا هے ؟

نباتات ميں تحول فجائي کے متعلق هم جسقدر لکهه چکے هيں' اس سے اندازه هوگيا هوگا که اول الذکر دو سوالوں کا جواب اثبات ميں هے - البته وقوع کي شهادتيں ابهي اس کثرت تک نهيں پهنچي هيں که يه نظريه اپنے آخري دور اذعان تک پهنچ جاے -

تحول فجائي کے ماننے ميں پس و پيش اس بناء پر نه تها که اسکا مظهر کون هے ؟ بلکه اس بناء پر تها که آيا وه في نفسه ممکن الوقوع بهي هے يا نهيں ؟ اور اگر هے تو اسکے وقوع کا کيا ثبوت هے ؟ اسليے جب نباتات ميں اسکے وقوع کا ثبوت ملچکا هے تو اب حيوان ميں اسکے امکان کا سوال نهيں رها بلکه ثبوت وقوع کا سوال سامنے آگيا هے -

فرانس کے ايک مشهور حکيم طبيعي موسيو داسترے نے حال ميں اس موضوع پر نهايت تفصيل سے بحث کي هے جس کا خلاصه رساله سائنٹفک امريکن ميں شائع هوا هے - اس بحث کے ذکر سے پہلے زمين کے مختلف طبقات کو سمجهه لينا چاهيے - چونکه طبقات ارض کا ذکر عرضاً آگيا هے هم صرف اصل نظريه کے ذکر پر اکتفا کرينگے -

(طبقات ارضيه)

يه مشتعل و ملتهب اجرام جنکو فلکيات ميں " شموس " يعني سورج کہتے هيں' تمام سيارات کے وجود کا سرچشمه هيں - قانون اشتعال کي بناء پر يه اجرام بڑے بڑے دهکتے هوے ٹکڑے اچهالتے رهتے هيں - يه ٹکڑے تهوڑي دور جاکے پهر واپس آ جاتے هيں اور انهي ميں گر پڑتے هيں' يه اجرام پهر انکو اچهالتے هيں اور وه پہلي مرتبه کيطرح پهر واپس آجاتے هيں - يه سلسله برابر جاري رهتا هے -

يه اجرام اپنے محور پر گردش کرتے رهتے هيں - اسي حالت ميں اتفاق سے کبهي کوئي ايسا واقعه پيدا هو جاتا هے جسکي وجه سے کوئي ٹکڑه ان اجسام ميں سے نکلجاتا هے اور پهر انميں واپس نهيں آتا - اسي وقت اس ٹکڑے کے گرد ايک مخصوص دائره بندا هو جاتا هے ' اور وه ٹکڑه مستقل هوکر اس دائره ميں بلا انقطاع گردش کرنے لگتا هے -

تمام سيارات کي طرح زمين بهي آفتاب کے جسم کا ايک ٹکڑا هے - اسکے انفصال و انقطاع کي صورت وهي هوئي جو [illegible] کے نکال

مذاکرہ علمیہ

التحول الفجائي

یعنی

(MUTATION)

(۲)

(اعصار تغیرات)

ان دونوں دتونوں کو صحیح تسلیم کرنے بعد بھی ایک سوال رهجاتا هے - یعنی یه تمام تنوع و تعدد کتنے عرصے میں هوا ؟

ڈارون نے مدت کي تعیین نہیں کي تھي اسلیے تقدیر و تخمین کے سامنے ایک غیر محدود میدان پڑا تھا مگر تھوڑي هي دور کے بعد عمر زمین کي آخري سرحد ملجاتي تھي

علماء طبقات الارض زمین کي جو عمر تجویز کرتے تھے وہ ان کثیر التنوع اور سست رفتار تدریجي تغیرات کے لیے ناکافي معلوم هوتي تھي - اسلیے قدرتي طور پر دو صورتیں پیدا هوگئي تھیں :

(۱) زمین کي عمر کا تخمینه غلط هے -

یه صورت قرین قیاس اور دلائل و برهان سے بے نیاز تھي - اسلیے عموماً یہي اختیار کي گئي اور علماء ارض نے اپنے تخمینه کے حدود وسیع کرکے سو ملین سال تک مدت عمر ارض وسیع کردي -

(۲) یه مانا جاے که جسطرح مخصوص حالات کے بعد ایک فرد سے دوسري مختلف فرد پیدا هوجاتي هے' اسیطرح مخصوص حالات کے بعد ایک نوع سے دوسري مختلف نوع پیدا هوگئي هے -

اس اجمال کي تفصیل یه هے که جسطرح نوع مجموعه افراد کا نام هے' اسیطرح فرد مجموعه حریصلات کا نام هے - حریصله کي تعریف تم پڑھ چکے هو - یعنی وہ ابتدائي کرۂ حیات جس سے بتدریج جنین بنتا اور پھر حیوان کي شکل اختیار کرتا هے - ان حریصلات میں سے هر ایک حریصلے سے ایک اور حریصله پیدا هوتا هے - پہلا حریصله مرجاتا هے' دوسرا حریصله اسکي جگه لے لیتا هے - اپنے پیشرو کي طرح اس حریصلے سے بھي ایک اور حریصله پیدا هوتا هے - یه بھي مرجاتا هے اور اسکي جگه نو پید حریصله لیلیتا هے - غرض اسیطرح حریصلات کي موت و پیدایش کا سلسله جاري رهتا هے (۱) پس فرد و نوع دونوں مستقل بالذات کوئي شے نہیں هیں' بلکه اول الذکر حریصلات اور ثاني الذکر افراد کے مجموعه کا نام هے -

پس جسطرح یه ممکن هے که ایک مجموعۂ حریصلات (فرد) سے دوسرا مجموعه حریصلات اسطرح پیدا هوجاے که دونوں میں نمایاں اختلاف هو' اسیطرح یه بھي ممکن هے که ایک مجموعه افراد (نوع) سے دوسرا مجموعه افراد (نوع) اسطرح پیدا هوجاے که دونوں میں امتیاز واضح هو - اور نیز جسطرح مجموعه حریصلات میں اختلاف کے لیے یه ضروري نہیں که بتدریج و بدفعات پیدا هو' اسیطرح مجموع افراد میں بھي اختلاف کے لیے اس قید کي کچھ ضرورت نظر نہیں آتي -

(التحول الفجائي)

یہي مقام سے نظریه "تحول فجائي" پیدا هوتا هے' اور اس مضمون میں همارا اصلي مقصود یہي جدید نظریه هے -

تحول "حول" سے هے - حول کے معنی "تغیر الشي و انفصاله عن غیره" کے هیں یعنی کسي چیز میں ایسے تغیر کا هونا که وہ کسي دوسري چیز سے بالکل الگ هوجاے - مذهب ڈارون کي بنیاد اس اعتقاد پر هے که مختلف موثرات و گرد و پیش کي بنا پر بتدریج تغیرات پیدا هوتے هیں اور پھر وہ یہاں تک بڑھ جاتے که بالکل ایک مختلف نوع پیدا هوجاتي هے - پس ایسے تغیر کیلیے صحیح ترین لفظ عربي میں "تحول" هے -

لیکن کیا حسب مذهب ڈارون همیشه یه تحول بتدریج هوتا هے یا کبھي ایسا بھي هوسکتا هے که بغیر کسي بڑي علم الارضي یا طبیعیاتي مدت کے یکایک هوجاے ؟ تحول فجائي اسي دوسرے پہلو کا نام هے - "فجائي" یعنی یکایک' اچانک -

یه صورت ایک زمانے تک محض اجمال کي حد تک رهي' سب سے پہلے هالینڈ کے ایک عالم نباتات پروفیسر ڈي ویریس نے اس اجمال کو علمي مسئله کي صورت میں بتفصیل پیش کیا -

دنیا کے تمام اکتشافات و اختراعات قریباً اتفاق و بخت کي رهنمائي سے هوے هیں - پروفیسر ڈي ویریس نے امسٹردم کے باغ میں ایک دفعه سو قسم کے بیج بوے' اور نہایت احتیاط کے ساتھ انکي نگراني شروع کي - جس پودے میں اصلي درخت سے ذرا بھي اختلاف نظر آتا تھا' اسکے گرد ایک اوٹ کھڑي کردیتا تھا تا که ایک پودہ دوسرے پودے سے ملنے نه پاے' اور یه شبه نه هو که یه اختلاف متعدد پودوں کے باهم ملنے کا نتیجه هے -

یه سلسله عرصه تک جاري رها' یہاں تک که پروفیسر موصوف نے دیکھا که بعض درخت اپنے هم نوع درختوں سے اسقدر علحدہ هوگئے که انکو مستقل نوع یا کم ازکم مستقل صنف کہنا بیجا نه تھا -

ایک درخت هے جسکے پتوں کي قطع گدھے کے کان سے ملتي هوئي نظر آتي هے - یه درخت امریکن نژاد هے - سنه ۱۶۱۳ع میں امریکه سے هالینڈ لایا گیا - یہاں کي آب و هوا سازگار هوئي اور جنگلوں اور باغوں' دونوں مقامات میں پیدا هونے لگا - سنه ۱۸۷۵ میں دیکھا گیا که شہر بلورهم کے اطراف میں یه درخت بکثرت پیدا هوا' بڑھا' اور کتنے گونہ گوں اقسام پیدا هوگئے' گویا اسوقت یه خطہ علم طبقات الارض کے دور اول میں هے' اور نئے نئے اصناف پیدا هو رهے هیں !

(۱) حریصلات کا نظریه دلچسپ اور علمي حیثیت سے نہایت اهم هے - مگر اجمال ناکافي هے اور تفصیل کا موقع نہیں - مواد پیش نظر هے - بشرط فرصت انشاء الله تعالی اس نظریه پر بھي مفصل بحث کي جائیگي - اس مضمون میں اصل نظریه کي تشریح اور دلائل کے علاوہ اس پر بھي بحث کي جائیگي که حکماء اسلامیه کے مشہور و معروف مسئله تجدد امثال اور اس نظریه کچھ فرق هے یا نہیں ؟ اگر هے تو کسقدر هے ؟

مدارس اسلامیه

جامع ازهر

(۲۰)

(طریق درس)

جامع ازهر میں اعلی اور ادنی درجه کی حیثیت سے تقسیم نہیں ہے ' اور نه ایک درجه کے لیے الگ الگ کمرے ہیں ' وهی جامع مسجد کا صحن بهي ہے اور وهي درسگاه بهی ہے - صحن مسجد میں پتهر کا فرش ہے - اسي پر طلبه بیٹهتے هیں' اور هر مدرس کے لیے ایک ستون مخصوص ہے - عموماً مدرسین بهی اُسي ستون سے ٹیک لگاکر فرش پر بیٹهه جاتے هیں اور کبهي کبهی اُن کی نشست کرسي پر بهي هوتي ہے - جب کوئی مدرس درس دینا چاهتا ہے تو ستون سے تکیه لگاکر قبله رخ بیٹهه جاتا ہے - طلبه گرد حلقه باندهکر چار زانو هوجاتے هیں' هر طالب علم کے هاتهه میں کتاب هوتي ہے - شیخ کے سامنے بهی کتاب هوتي ہے - جب استاد درس شروع کرنا چاهتا ہے تو پہلے بسم الله اور حمد و نعت پڑهکر رسول الله صلعم پر درود و سلام بهیجتا ہے - اس سے فارغ هوکر اکثر تو خود اور کبهي کبهي طلبه سے کتاب کی عبارت پڑهواتا ہے اور پهر اُسکي تفسیر کرتا ہے - کتاب کا مطلب بیان کرنے میں ایک لفظ کتاب سے باهر نہیں بتاتا - یہاں تک که مثل بحث کرنے میں بهي اسکا خیال رکهتا ہے که مثال کتاب سے باهر نه هو - اسي وجه سے ازهر میں سو برس پہلے جو درس دیا جاتا تها ' وهي بعینه لفظ بلفظ آج بهي دیا جاتا ہے - طلبا استاد کی تقریر کو قلمبند نہیں کرتے - هاں اثناے تقریر میں اگر وه کچهه نه سمجهے هوں یا اُس مسئله پر کوئي اعتراض پیدا هوتا هو تو استاد سے پوچهه سکتے هیں اور استاد خوشي سے اُنکي غلط فہمي دور کردیتا ہے' اثناے درس میں اگر طالب علم قانون اخلاق کي خلاف ورزي کرے تو اسانده چشم نمائي کرسکتے هیں' اور عموماً اشاره و کنایه میں اُسکي غلطي پر تنبیه کردي جاتي ہے -

استاد آخر میں سورهٔ فاتحه پڑهکر درس ختم کردیتا ہے اور رخصت هوتے وقت هر طالب علم اُٹهه اُٹهه کر اُستاد کے هاتهه کو بوسه دیتا ہے اور اُن سے دعاے خیر کي درخواست کرتا ہے -

پہلے اساتذه مسائل کي مشق نہیں کراتے تهے مگر فرمان خدیوي مصدره ۲۰ محرم سنه ۱۳۱۴ کي رو سے اب مشق مسائل بهي ضروریات درس میں سے شمار کي جانے لگي ہے -

ازهر میں تعین اوقات کے لیے کوئي پروگرام نہیں هوتا مگر روز مره کا معمولي پروگرام یه ہے :

طلوع آفتاب سے پہلے	تفسیر و حدیث -
طلوع کے بعد سے	فقه -
نماز ظهر کے بعد	نحو و صرف' معاني و بیان و بدیع' اصول فقه
نماز عصر کے بعد	حساب ' تاریخ ' جغرافیه ' اور علوم جدیده -
بعد نماز مغرب	منطق' آداب البحث ' هیئة ' فلسفه -

یه درس کي مجلسیں عموماً کم سے کم ایک گهنٹه تک اور زیاده سے زیاده دو گهنٹے تک قائم رهتي هیں - معمولاً یہاں کے طلبا چار سبق پڑهتے هیں - دو صبح اور دو شام - انقلاب موسم کي وجه سے دن کے بڑهنے گهٹنے کا اسباق کي زیادتي و کمي پر بهي اثر هوتا ہے

ازهر کے دور جدید میں اسکا بهي انتظام کیا گیا ہے که مقصود بالذات علوم میں' علوم آلیه سے زیاده وقت صرف کیا جاے -

(مدت تعلیم)

جامع ازهر کي حیات وسطي میں مدت خواندگي کي کوئي تحدید نه تهي ' اسلیے تحصیل علم کي علت غائي صرف شکم پروري خیال کي جاتي تهي' اور ازهر بجائے جامع (یونیورسٹي) هونے کے فقیروں کا تکیه بن گیا تها - طلبا بچپن میں داخل هوتے تهے اور بوڑهے هوکر نکلتے تهے - طلبا امتحان میں یا تو داخل هي نه هوتے ' یا قصداً فیل هوجاتے که نه فارغ هونگے اور نه مدرسه سے نکلنا پڑیگا - ازهر کي انتظامي مجلس نے اس مسئله پر کافي غور کرنے کے بعد یه قانون جاري کردیا که جو طالب علم چند بار امتحان میں شرکت نه کرے یا امتحان میں ناکامیاب هو' وه ازهر سے خارج کردیا جاے - اسکے علاوه اُنہوں نے مدت خواندگي کي بهي تعداد کي ' درجهٔ عالم حاصل کرنے کیلیے کم سے کم باره برس اور زیاده سے زیاده ۱۵ - برس تک ازهر اُسکي اعانت کرسکتا ہے -

(امتحانات)

علوم قدیمه کے لیے وهاں کوئي سالانه امتحان نہیں ہے جس سے طلبه کي تعلیمي استعداد اور مدرسین کي محنت و جانفشاني کا اندازه هوسکے ' یا جو ترقي درجات کا معیار بن سکے - طالب علم جب اپنے آپ میں خود هي اوپر درجوں کي لیاقت محسوس کرتا ہے تو وه ان درجوں کو چهوڑ کر آگے بڑهتا ہے ' اور یوں هي بڑهتا هوا اپنے خیال میں علم کي دشوار گذار راه طے کر ڈالتا ہے -

علوم جدیده کا سالانه امتحان لیا جاتا ہے - آخري تعلیمي منزل پر پہنچ کر ازهر کي یونیورسٹي اپنے طلبا کو تین قسم کے سارٹیفکٹ (شهادت) تقسیم کرتي ہے ' گو یه امتحانات اور اسناد سنه ۱۲۸۸ - سے جاري هیں مگر شیخ الجامع کے عدم حسن انتظام کي وجه سے انکا نظم کچهه اچها نہیں رها - سنه ۱۳۰۵ - میں کچهه اصلاح کي گئي مگر وه پہلے سے بهي زیاده ناکافي رهي - اسلیے سنه ۱۳۱۴ - میں پهر امتحان کے قواعد پر نظر ثاني کي گئي ' اور ان پر آج تک عمل در آمد هوتا ہے -

یه غیر سرکاري سند مدارس اسلامیهٔ هند کي طرح اُس شخص کو دي جاتي ہے جس نے شیوخ ازهر سے معتبر کتابیں پڑهي هوں اور حسن قابلیت و وسعت معلومات کا اچها نمونه پیش کیا هو - اس سند میں اس بات کي شهادت دي جاتي ہے که اس نے ازهر میں تعلیم پائي ہے ' علوم و فنون میں ماهر ہے ' درس و تدریس اور افتا کا استحقاق حاصل ہے مشایخ ازهر اسمیں اتصال اسناد بهي لکهتے هیں یعني اس نے بخاري مجهسے پڑهي اور میں نے فلاں سے پڑهي ' اُس نے فلاں سے ' اور یوں هي یه سلسله امام بخاري تک ملادیا جاتا ہے - سند کا یه قدیم طریقه ہے - اسکے موجد محدثین هیں - هندوستان میں بهي یه طریقه رائج ہے - اس سند میں استاد کچهه نصیحتیں بهي لکهه دیتے هیں' جس میں تقوی اور خوف خدا کي هدایت کرتے هیں - نیز لکهتے هیں که جو تمهیں معلوم نهو' اُسکي نسبت فتوی نه دو' محکمه سرکاري میں یه سند کچهه کام نہیں دے سکتي -

(شهادة العالمیة)

یه سند اُس طالب علم کو دي جاتي ہے جس نے مسلسل کم سے کم ۱۲ - برس تک ازهر میں تعلیم پائي ہے - اور اُن تمام علوم کو حاصل کیا هو جو ازهر میں پڑهائے جاتے هیں - اس امتحان کا طریقه یه ہے که کم سے کم آٹهه دن پہلے شیخ الجامع

کي ہے - ابتداء انقطاع میں یہ شعلۂ مجسم تھا - فضاء محض میں گردش کا اقتضاء یہ تھاکہ اسکي حرارت نکلے' خروج حرارت کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ جسم میں برودت پیدا ہو' برودت اپنے ساتھہ انجماد لاتي ہے - چنانچہ جب اسکي حرارت نکلي تو اسمیں انجماد شروع ہوا ' اور اس سیال کرے کے بالائي حصہ پر ایک سطح منجمد قشري تیار ہوگئي - (انجماد قشري یعني ایسا انجماد جسپر چھلکے کي طرح بالائي غلاف ہو) یہ قشر باریک تھا اور ان مواد سے تیار ہوا تھا جو پگھلے ہوے بہتے پھرتے تھے - یہي قشر یا سطح منجمد زمین کا طبقۂ اولی کہلاتي ہے -

طبقہ اولی کے نیچلے ایک آتشکدہ تھا جو برابر جل رہا تھا - بخارات پیدا ہوے اور اس طبقہ کے مسامات کي راہ سے نکلکر بلند ہوگئے - اوپر جاکے ابر بنے اور ابروں سے دریا پیدا ہوے ' ان دریاوں میں ارضیت کے قابل جو اجزاء تھے' وہ نیچے بیٹھگئے ' اور ایک دوسرا طبقہ تیار ہوگیا - اس طبقہ میں حیوانات کے بقایا و آثار اور مختلف اقسام کے پتھر بھي پاے جاتے ہیں - یہ طبقہ ثانیہ کہلاتا ہے -

اسکے بعد ایک اور طبقہ ہے - یہ طبقہ مختلف قسم کے پتھروں سے مرکب ہے - اسکو طبقہ ثالثہ کہتے ہیں - اسکے بعد وہ طبقہ ہے جسکو طبقہ رابعہ کہتے ہیں' اور جسکے متعلق موسیو داسترے نے اپنے مضمون میں دعوی کیا ہے کہ حیوانات میں تحول فجائي علم الارض کے دور اولین میں ہوا تھا -

موسیو داسترے نے اس دعوی پر ان بقایا و آثار سے استدلال کیا ہے جو طبقہ اولی کے گڑھوں کے درس و نظر (اسٹڈي) کے وقت نظر آتے ہیں -

ان خندقوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا تمام انواع حیوان اسوقت بہت تھوڑے عرصہ کے اندر پیدا ہوگئے تھے - کیونکہ طبقہ اسدرجہ باریک ہے کہ انکي ساخت کے لیے طویل زمانے کی ضرورت نہیں -

تاریخ طبیعي (نیچرل ہسٹري) میں ایک اصطلاح زحافات یعني (Reptiles) بي ہے - زحافات سے مراد وہ حیوانات ہیں جنکے جسم کا ترلم ہنسي اور ٹھنڈے خون سے ہوتا ہے -

زحافات علم الارض کے دور ثاني میں پیدا ہوے ہیں - انکے بقایا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر غیر معمولي تنوع و اختلاف تھا - بعض بلي سے بھي چھوٹے تھے - بعض ہاتھي سے بھي بڑے - بعض گوشت کھاتے تھے - بعض نباتات - بعض پاني میں رہتے تھے - بعض خشکي میں - بعض دو پیروں پر چلتے تھے - بعض چار پر - یہ تنوع اور اختلاف اگر اُسي تدریج کے ساتھہ ہوا ہے جو ڈارون مانتا ہے' تو اسکے لیے ایک غیر معمولي طویل مدت چاہیے - مگر جیسا کہ اس طبقہ کے درس سے معلوم ہوتا ہے ' وہ کسي غیر معمولي و طویل مدت کي جگہ بہت ہي کم مدت میں تیار ہوا ہے -

موسیو داسترے ان تمام نظریات کو پیش کرکے استدلال کرتے ہیں کہ : -

" اس طبقہ ارضي کے حالات سے تحول فجائي پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ طبیعۃ کا اصول تسلسل صرف قانون تدریج ہي کا پابند نہیں - جب نباتات کے علاوہ حیوانات میں بھي اسکا سراغ چلتا ہے تو پھر اس نظریہ کي تضعیف کي کوئي وجہ ہم نہیں پاتے ' اور ہم کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے' جب تحول فجائي بالکل قطعي حد تک پہنچ جائیگا "

(استــدراک)

تحول فجائي کے مسئلہ کو اس قدر تشریح و تفصیل سے ہم نے کیوں لکھا ہے ؟ اور کیا مقاصد اسکي تحریر سے پیش نظر ہیں ؟ انکو ہم آیندہ بسلسلۂ " بقاء حق و فناء باطل " لکھینگے جسکا سلسلہ جاري ہے - یہاں صرف چند اشارات کر دیتے ہیں :

(۱) قانون نشوء و ارتقاء اور مذہب ڈارون کي بنیاد قانون تدرج تخلیق و نشوء پر ہے - یعني کوئي چیز دنیا میں یکایک نہیں پیدا ہو جاتي - بتدریج مختلف دوروں سے گذر کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچتي ہے' اور یہي تحول تدریجي ایک نوع کو دوسري نوع میں بدل دیتا ہے - یہ قانون بالکل صحیح ہے اور ہمارا روزانہ مشاہدہ بھي اسکي تصدیق کرتا ہے ' لیکن جو عموم و اطلاق اسمیں پیدا ہوگیا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کي بعض تعلیمات کے متعلق مدعیان علم کو شبہات پیدا ہونے لگے ہیں -

(۲) کہا جاتا ہے کہ بغیر تدریجي تخلیق و نشوء کے کوئي تخلیق و تبدیلي نہیں ہو سکتي - تمام انقلابات مادیہ کا یہي حال ہے - پس اگر مذہب کسي موقعہ پر اچانک اور ناگہاني تغیرات و تخلیقات کي خبر دیتا ہے تو وہ قابل تسلیم نہیں -

(۳) ہم سرے سے اس اصول ہي کو تسلیم نہیں کرتے کہ حق و باطل اور علم و جہل کا معیار انساني ظن و تخمین اور اسکے قیاسي نظریات ہیں - ظن اور شک کا مقابلہ کبھي اُس کتاب الہي سے نہیں ہو سکتا جسکا دعوا یہ ہے کہ میرے پاس ظن نہیں بلکہ یقین ہے ' اور جو سب سے پہلي معرفي اپني ان لفظوں میں کراتي ہے کہ :

لاریب فیہ (آغاز بقرہ) — اس کتاب میں شک و شبہہ کو دخل نہیں

تاہم جن لوگوں کے ایمان و یقین کا سر رشتہ انساني ظن و تخمین کے ہاتھہ میں ہے ' وہ اگر چاہیں تو بغیر اپنے اصول سے انحراف کرنے کے اعلانات قرانیہ کو بھي تسلیم کر سکتے ہیں - یہي نظریۂ تحول فجائي ہے جو یکسر ڈارون کے قانون نشو و تدریج کے خلاف وقوع کي شہادت دیتا ہے' اور یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ نباتات و حیوانات میں بغیر تدریج کے تھوڑے ہي عرصے کے اندر تحولات و انقلابات ہو جا سکتے ہیں - پھر جب غیر تدریجي تحول کا اعتراف شروع ہوگیا تو قانون تحول تدریجي کا عموم کہاں رہا ؟ اور کب نظریۂ ڈارون اس حد تک پہنچ گیا کہ اسکي بنا پر ایک ایسي کتاب کو جھٹلایا جاے جو دعوا کرتي ہے کہ میں ظن و تخمین و نظریات نہیں ہوں - برہان و یقین اور بصائر و " لاریب فیہ " ہوں ؟ اور جسکا لانے والا اعلان کرتا ہے کہ :

ھذہ سبیلي ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انـا و من اتبعنی (آخر یوسف)	یہ ہے میري راہ - میں اللہ کیطرف اس یقین و علم کي بنا پر بلاتا ہوں جو مجھے حاصل ہے -

اس نظریۂ تحول فجائي سے (جوگو ابھی اپني ابتدائي منزل میں ہے مگر نہیں معلوم آگے چلکر کیا کیا مزید معلومات اسکے بارے میں حاصل ہونے والي ہیں) بے شمار نتائج و بدائع سامنے آتے ہیں - ازانجملہ قرآن حکیم کي اس آیۃ کي تفسیر کرو

اولیـــس الذي خلق السماوات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم ؟ بلی وھو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئــاً ان یقــول لہ " کن " فیکـــون (اخر یاسین)	کیا وہ خداے حکیم جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ' اسپر قادر نہیں کہ انکے مانند پیدا کردے ؟ بلا شبہ قادر ہے اور وہ سب سے بڑا قوۃ خالقیۃ و مکونیۃ رکھنے والا اور صاحب علم ہے اسکي قدرت و خالقیت کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کسي چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے لیے حکم دیتا ہے کہ " ہوجا " اور بس وہ ہوجاتي ہے -

فسبحان الذي بیدہ ملکوت کل شيء و الیہ ترجعون !

۱ ـ مآثر الکرام - و سرو آزاد

مصنفۂ

حسان الهند مولانا میر غلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حکیم شمس الله قادري صاحب - ایم - اے - ایس - ایف

آر - ایچ - ایس - عالم آثار قدیمه کا

ریویو

علم تاریخ کي دو قسمیں هیں - ایک وہ سلسله واقعات هے که جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کي جاتي هے ' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا هسٹري کے نام سے تعبیر کرتے هیں - دوسري قسم وہ هے که جس میں کسي ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا هے ' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفی کہتے هیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسي بھي کہتے هیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا هے - عبراني ' یوناني ' رومي لٹریچر میں اس قبیل کي بہت سي کتابیں موجود هیں - لیکن اُن میں زیادہ تر ملکي بہادروں کے نامي کارنامے یا اولیا و شہدا کے کشف و کرامات منضبط هیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اِس فن کو اِس قدر ترقي دي که جس کي نظیر دنیا میں نہیں مل سکتي - ان لوگوں نے تراجم ' طبقات ' وفیات و اعیان وغیرہ کے عنوانوں میں هزاروں کتابیں لکھہ ڈالیں ' اور ان میں علماء و فضلا ' شعرا ' حکما ' امرا وغیرہ وغیرہ غرض هر طبقه کے ابھرے آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کر دیا - اس موقعه پر یه ظاهر کر دینا بھی خالي از دلچسپي نه هوگا که یه تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بلاد ایران ' روم و شام و مصر میں رهتے تھے - برخلاف اس کے هندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھه بہت بے اعتنائي سے کام لیا -

مسلمانان هند کي تاریخ پانچویں صدي هجري سے شروع هوتي هے - اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک هندوستان کي مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامي گرامي اهل کمال پیدا هوے هیں - مگر افسوس هے که ان کے حالات مصنفین کي بے التفاتي سے اس طرح ناپید هوگیے که اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھی نہیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامي بارھویں صدي میں ایک نامي گرامي مصنف گزرے هیں - انہوں نے اسماء الرجال میں بہت سي کتابیں لکھي هیں ' اور موقعه پر فخر کے ساتھه اس امر کا اظہار کیا هے که وہ هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف هیں - چنانچه اُن کي اصل عبارت یه هے :

" و پیش از من احدي آستین سعي بایں درجه نه شکسته و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف بایں جد و جہد نه بسته " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچه ملا عبد القادر بدایوني اور شیخ ابو الفضل - بختاور خان عالمگیري وغیرہ مورخین نے اپني تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھي قلم بند کیا هے - لیکن یه تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کي حیثیت نہیں رکھتي هیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحة المرجان ' مآثر الکرام - تراجم شعرا میں ید بیضا - خزانۂ عامرہ - تراجم صوفیه میں روضة الاولیا ' شجرۂ طیبه وغیرہ وغیرہ - اس اعتبار سے اگر هم یه کہیں تو کچھه بیجا امر نه هوگا که مولانا آزاد بلگرامي هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف هیں -

مآثر الکرام اسماء الرجال کي ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب هے - علامه مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے هیں - پہلے حصه میں ان ڈیڑھ سو (۱۵۰) مشاهیر علما و صوفیه کا تذکرہ قلم بند کیا هے ' جو مقدم سلام سے لیکر بارھویں صدي هجري کے خاتمه تک سرزمین هندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے هیں - دوسرا حصه جس کا نام سرو آزاد هے شعرا کے متعلق هے - اس میں فارسي اور هندي کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ هے - اور هر ایک شخص کي نسبت وہ تمام باتیں درج کردي هیں جو اس کي سوانح عمري کے لیے ضروري اور کار آمد هیں - مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمذ - اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخي واقعات و علمي نکات کا تذکرہ بھي آگیا هے -

مصنف نے حصه اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا هے - پہلي فصل میں اولیاے کرام کے حالات هیں - دوسري فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ هے - هر فصل کي ابتدا میں ایک تمہید هے - پہلي تمہید میں هندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر هے - اسي طرح دوسري تمہید میں اهل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمی کا بیان هے -

حصه دوم یعنے سرو آزاد کي ابتدا میں ایک مقدمه هے جس میں فارسي شاعري کي تاریخ بیان کي هے - شعرا کے تراجم درج کیے هیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتي نکات کا بھی تذکرہ کردیا هے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص بات یه هے که اکثر مشاهیر دکن کے حالات بھی آگئے هیں ' اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور آنکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھه لکھا هے که اُن کے هم زمانه تصنیفات سے کسي میں بھی نہیں مل سکتا -

بارھویں صدي کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آے هیں مصنف نے آنکا ذکر نہایت عمدگی سے بیان کیا هے ' اور بعض باتیں تو ایسي لکھی هیں که جو کسي دوسري تاریخ میں مشکل سے مل سکتي هیں ' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکھتے هیں اُن کیلیے یه حصه (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفه هے -

فن تراجم میں یوں تو هندوستان میں بہت سی کتابیں لکھي گئي هیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسي هیں جو هر زمانه میں عزت و رفعت کی نگاهوں سے دیکھي جا سکتي هیں - ان میں ایک ماثرالامرا هے جس میں هندوستان کے بڑے بڑے وزرا ' امرا اور عہدہ داروں کا تذکرہ منضبط هے - دوسري کتاب ماثر الکرام اور اس کا حصه دوم سرو آزاد هے ' جس میں علما ' فقرا اور شعرا کے حالات لکھے هیں ' اور هر ایک کا حال اس تفصیل سے درج هے که کسي دوسري کتاب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی -

ماثرالامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائیٹي کي علم دوست جماعت نے مدت هوئي که تین ضخیم جلدوں میں چھاپ کر شایع کردیا هے - لیکن ماثر الکرام کے دونوں حصے ابھي تک گوشۂ گمنامي میں پڑے هوے تھے -

خدا بھلا کرے مولوي عبد الله صاحب کا که باوجود بے بضاعت هونیکے اس کتاب کو نہایت اعلیٰ اهتمام سے چھپوا کر هندوستان کی علمی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے ' اور تمام اهل ملک کو ان کے احسان کا مشکور هونا چاهیے - اور جو حضرات تاریخي مذاق رکھتے هیں ان کے لیے یه دونوں چراغ هدایت کا کام دینگے - پہلے حصه کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات هیں - ان کي قیمت حسب ذیل رکھی گئي هے :

ماثر الکرام	قیمت	۲ روپیه	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیه	علاوہ محصول ڈاک

---

۲ ـ أعظم الکلام في ارتقاء الاسلام

(یعنے اردو ترجمه)

" پرپوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مُصنفه

نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامه مصنف نے بزبان انگریزي سنه ۱۸۸۳ ع میں ایک یوروپین عالم ریورنڈ مالکم میکال کے اس اعتراض کي تردید میں که " مذهب اسلام مانع ترقی هے " قرآن ' حدیث ' فقه اور تاریخ سے نہایت عالمانه طریق پر یه ثابت کیا هے که اسلامي روحاني ' اخلاقي اور دماغي ترقي کا حامي ' تغیر زمانه کے ساتھه نئے تمدن و سیاست کا ساتھه دینے والا ' اور زنده ضرورات کے مطابق هر قسم کے قوانین کي بنیاد بننے کي صلاحیت رکھنے والا مذهب هے - اس کي فطرت جمود و خمود کے منافي هے - اسی ضمن میں اسلام کے مدافع دوسرے یوروپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور ' بوسورتھه اسمتھه ' پاڈاکس

(پرنسپل) اُن مضامین کی تعیین کرکے طالب علم کو اطلاع دیتا ہے جن میں امتحان لینا مد نظر ہوتا ہے - امتحان کے دن شیخ الجامع کي زیر صدارت مجلس امتحان منعقد ہوتي ہے جسکے ممبر علما و اساتذہ ہوتے ہیں - ہر ممبر کو امتحان دینے والے طالب علم سے مضمون کے متعلق ہر قسم کے سوالات کرنیکا اختیار ہوتا ہے - اسوقت طالب علم اپنے کو ایک مدرس از ممتحنین کو شاگرد کي حیثیت سے خیال کرکے اُن سوالات کا جواب دیتا ہے ' اور یوں حسب حیثیت اول ' دوم ' سوم ' درجہ میں کامیابي کي سند دي جاتي ہے- اس سند پر خدیو معظم کے بھي دستخط ہوتے ہیں' اور بعض ممتاز کامیاب طالب علموں کو اسکے ساتھہ خلعت بھي دیا جاتا ہے - اس سند کے حاصل کرنے والے طلبہ جامع ازہر اور مصر کے دیگر مدرسوں میں ہر قسم کي تدریس کے علاوہ مصري محکمہ قضاء شرعي اور افتاء کي خدمات سے بھي مستفید ہوسکتے ہیں -

(شہادۃ الاہلیۃ)

یہ امتحان کا سب سے ادنی پیمانہ ہے - اس سرٹیفکٹ کے حاصل کرنے والے طلبہ وہ ہیں ' جنہوں نے کم سے کم آٹھہ سال تک مسلسل ازہر میں تعلیم حاصل کي ہے - اس امتحان کے دینے والے طلبہ کیلیے شیخ الجامع کي ماتحتي میں تین علما مقرر کیے جاتے ہیں جو ان کا امتحان لیتے ہیں - حسب حیثیت کامیابي کے بعد شہادۃ الاہلیہ کي سند دیجاتي ہے - اسپر شیخ الجامع کا دستخط ہوتا ہے - یہ طلبہ مساجد میں امام ' خطیب ' واعظ ' معلم ' نیز چھوٹے چھوٹے مکتبوں کے مدرس ہوسکتے ہیں -

ازہر ایک اور قسم کي سند اُن طلبا کو بھي دیتا ہے جنھوں نے ازہر میں تین سال تک پڑھا ہو- اس سند کا صرف اتنا نتیجہ ہے کہ یہ طلبا فوجي خدمت سے سبکدوش کردیے جاتے ہیں ' اِن مذکورہ بالا امتحانات کي کوئي فیس نہیں لیجاتي -

(تعطیل)

جامع ازہر میں سالانہ تعطیلیں بھي ہوا کرتي ہیں اور انکے علاوہ ہفتہ کے بعد دو روز کي معمولي تعطیلیں بھي ہوتي ہیں - گرمي کے موسم میں بھي ڈیڑہ مہینہ کي تعطیل ہوتي ہے بشرطیکہ رمضان ایام گرما میں نہ آیا ہو' ان کے علاوہ اور غیر معمولي چھٹیاں بھي ہوا کرتي ہیں - مثلا جب یہاں کوئي استاد انتقال کرتا ہے تو عموما مدرسہ تین دن کیلیے بند ہوجاتا ہے ' طلبہ ان دنوں میں شب کو ماتم کي مجلسیں منعقد کرتے ہیں - اس جمع کي نشست وہیں پر ہوتي ہے جہاں بیٹھکر مرحوم استاد درس دیا کرتا تھا - فاتحہ خواني کے بعد یہ مجمع منتشر ہوجاتا ہے- اسکے سوا چار ہفتوں تک نماز جمعہ کے بعد وہیں بیٹھکر قرآن مجید تلاوت کرتے ہیں اور اُسکا ثواب مرنے والے استاد کیلیے تحفہ بھیجتے ہیں -

(انتظامي مجلس)

جامع ازہر نے چونکہ آغوش سلطنت میں پرورش پائي ہے اسلیے اسکي ابتدائي زندگی هي سے اسکا انتظام سلاطین و امرا سے متعلق رہا - یعني جسکے ہاتھہ میں مصر کي عنان حکومت ہوتي تھي وہي ازہر کا شیخ الجامع یا آنریري پرنسپل بھي ہوا کرتا تھا - بادشاہ کي طرف سے مذاہب اربعہ کے مشایخ اور شیوخ الاروقہ اسکي تعلیمي حالت کي نگراني کرتے تھے ' مگر گیارھویں صدي میں [illegible] سے یہي مناسب سمجھا گیا کہ ازہر میں شیخ الجامع کا [illegible] یا عہدہ مقرر کیا جاے جسکے ہاتھہ میں ازہر کي کل انتظامي [illegible] اور یہ تمام منتظم ازہر اور اساتذہ کا افسر کل قرار دیا جاے - اِس معزز عہدے کیلیے صرف علما مخصوص ہیں - اُن میں سے بھي صرف ایسے شخص کا انتخاب ہوسکتا ہے جو علم و فضل کي حیثیت سے فخر مصر ہو-

شیخ الجامع کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ کسي خاص مذہب کا ہو بلکہ مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کا انتخاب ہوسکتا ہے - اول اول جو عالم شیخ الجامع مقرر ہوے تھے ' وہ امام ابو عبد اللہ تھے جو مالکي مذہب رکھتے تھے- سنہ ۱۰۹۰ ہجري سے سنہ ۱۱۷۱ھ تک یہ عہدہ علماے مالکیہ هي کے ہاتھوں میں رہا - سنہ ۱۱۷۱ سے سنہ ۱۲۸۷ تک علماے شافعیہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے' اور سنہ ۱۲۸۷ سے علماے حنفیہ بھي اس عہدہ کے فرائض ادا کرنے لگے -

پہلے دستور تھا کہ شیخ الجامع جب تک زندہ رہتا ' اس عہدے سے سبکدوش نہ کیا جاتا ' مگر سنہ ۱۲۷۷ میں یہ قاعدہ منسوخ ہوگیا-

جامع ازہر کے شیخ الجامع کا مصر میں وہ رتبہ اور عزت ہے' جو خلفاے عباسیہ و بنو امیہ کے عہد میں قاضی القضاۃ کیلیے تھي ' یا آج کل قسطنطنیہ اور تیونس میں شیخ الاسلام کو حاصل ہے - شیخ الجامع مصري علما کا سرگروہ تسلیم کیا جاتا ہے جسکو قوم کے شخصي معاملات میں بھي دخل دینے کا حق حاصل ہے -

مگر قاضي مصر سے اسکا درجہ کم ہے ' کیونکہ قاضي حضرۃ خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم کي طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شیخ الجامع کا انتخاب خود خدیو مصر کرتا ہے -

جب کسي کو شیخ الجامع ہونے کي عزت حاصل ہوتي ہے تو خدیو اپنے محل شاہی میں علما و فضلا کو بڑے هي تزک و احتشام سے دعوت کرتا ہے اور آخر میں سلطنت مصر کي طرف سے شیخ الجامع کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا جاتا ہے -

علاوہ سامان خورو نوش کے شیخ الجامع کو ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ مدرسہ کي طرف سے دیا جاتا ہے - پہلے ازہر کے اختیارات و انتظامات محض شخصي تصرف میں ہوتے تھے مگر سنہ ۱۳۱۲ میں اس کے لیے ایک انتظامي مجلس قائم کي گئي جسکے ارکان کي تعداد پانچ ہوتي ہے - ان میں سے ایک شیخ الجامع ہوتا ہے' دو ازہر کے جلیل القدر اساتذہ ' اور دو حدیوي سلطنت کے با اثر حکام - آمدني و خرچ کي حساب فہمي ' نصاب کي ترمیم ' ازہر کے لیے مفید قوانین کا بنانا ' ان کے فرائض میں سے ہے -

یہ ایک دھندھلي سي تصویر ہے اُس عربي یونیورسٹي کي جو آج غالباً دنیا کي سب سے قدیم یونیورسٹي ہے - جسکي پرانے در و دیوار سے مسلمانوں کي اگلي تہذیب اور علمي عروج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اسوقت جامع ازہر کي عمر ۹۷۹ برس کي ہوچکي ہے- جامع ازہر کو چھوڑکر مصر میں اور بھي بہت سے چھوٹے چھوٹے مدارس ہیں جنکي تعداد ۳۹۹ تک بیان کي جاتي ہے - اِن مدارس میں ۱۱۹۰۲ طلبہ اسوقت تعلیم پا رہے ہیں اور ۷۷۱ علما اپني درس و تدریس سے اُن مدرسوں کي رونق بڑھا رہے ہیں -

اور جانتے هیں کہ اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق دي هے اور ایسے مقصد میں کہانتک کامیاب هوا هے - اور جس سبجکت پر قلم اتھایا هے پھر کسي دوسرے کے لیے اس پر اضافه کرنے کی بہت کم گنجایش باقي رکھي هے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب هــذا اور اس کي دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وہ سی مصنف کي دوسری کتاب " تحقیق الجهاد " کو پڑھیگي جو چھپ کر اُردو زبان میں تیار هوگئي هے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم هولي هے ' تو مصنف کا علمي پایه اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت هوگا - افسوس هے کہ سواے معدودے چند مضامین مطبوعه " تہذیب الاخلاق " کے ابھي پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لهذا پبلیشر کتاب هذا (مولوی عبد الله خانصاحب کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا هے کہ مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمي مسودات کو شایع کردیا جاے جو وہ اس دنیاے فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا هے - یه رسائل نہایت جستہ جستہ جمع کیے گئے هیں جو تقریباً دو هزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع هوں گے - ان میں سے هر ایک رساله ایک بیش بہا علمي خزنه هے ' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا هے - یه رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگ -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپي گئی هے ' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیه علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد الله خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانه آصفیه سے مل سکتی هے - فقط -

۳ - گلشن هند

تصنیف میرزا علي دهلوي المتخلص به لطف پر

حکیم سید شمس الله قادري صاحب عالم اثار قدیمه کا ریویو

لارڈ وارن هیسٹنگز گورنر جنرل (سنه ۱۸۷۳ ع سنه ۱۸۸۲ع) کے زمانه میں نواب علي ابراهیم خان نے گلشن ابراهیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے هند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلگرسٹ کي فرمایش سے سنه ۱۸۰۱ میں بعهد مارکوئس آف ویلزلي (سنه ۱۷۹۸ ع - سنه ۱۸۰۵ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچھه اضافه کے بعد اردو میں اس کا ترجمه کیا اور گلشن هند نام رکھا - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنه ۱۵۴۱ع میں نادر شاہ کے همراہ دهلي آے ' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاهي دربار میں ملازمت کرلي - فارسي کے شاعر تھے - هجري تخلص تھا - میرزا علي لطف دهلي میں پیدا هوے اور وهیں نشو و نما پائي - جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وهاں سے کلکته پہنچے - کچھه عرصه یہاں قیام رها اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنه ۱۷۶۸ع - سنه ۱۸۲۸ ع) کي حکومت تھي - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا ' اور چار سو روپیه ماهوار مقرر کردي - سنه ۱۸۱۲ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال هوا (گلشن هند - ص - ۱۴۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۹۷ - تاریخ گلزار آصفیه - ص - ۴۵۰) نظم اردو کے باوا آدم ولی دکهني سے لیکر سنه ۱۸۰۱ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے هیں ' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن هند میں مندرج هے - مصنف نے هر شخص کے ضروري حالات مثلاً خاندان ' قوم و وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمذ ' اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا هے - اسي کے ضمن میں هندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بھي لکھدیے هیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم هولي هیں - مشہور محدث شاہ ولي الله صاحب دهلوي کي نسبت لکھا هے کہ ' اردو کے بھي شاعر تھے ' اشتیاق تخلص تھا -

یه بھي معلو... کے مشہور شاعر میرزا
عبد القادر بیدل ... کے نام دي... کرتے تھے - چنانچه اُن کے
مو بیت بھي گا... معض... اس تذکرہ میں بعض
ایسے شعراء کا بھي ... هے - ترجمه ... مشہور هے ' مگر

کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دهلوي اردو کے بلند پایه شاعر هوے هیں اس وقت ان کا دیوان نایاب هے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکھتے هیں :

" کو دیوان نہیں ملتا .... آج یه نوبت هے کہ پانچ غزلیں بھي پوري نه ملیں ' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوی صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سوله شعر درج کیے هیں - گلشن هند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج هے - سید محمد میر اثر کي مثنوي "خواب و خیال" نہایت مشہور هے ' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن هند میں اسکا انتخاب بھی درج هے - میرزا لطف چونکہ بڑے بڑے شعرا میر ' انشا ' مصحفي ' منت وغیرہ کے هم عصر اور صحبت یافته تھے ' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھي لکھے هیں جن کا دوسري کتابوں میں پته تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا هے کہ سرکار کمپني نے کلکته فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کي تصنیف و تالیف کا محکمه قائم کیا ' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکته بلواے گئے - مگر بوجه پیرانه سالي وهاں نه جاسکے - یه ایسا واقعه هے جس کو کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیاني سے کام لیا هے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھي لکھه دي هیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے کلام پر جو نکته چیني کي هے اس کي نسبت لکھا هے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے - چنانچه وہ سب اعتراض جمله کرکے ایک رساله لکھا اور اوس کا نام تنبیه الغافلین رکھا - عوام کي طبیعت تو ان اعتراض سے البته تشویش میں پڑتي هے ' نہیں تو صاف نزاع معلوم هوتي هے ' جب باریک بینوں کي نگاہ اس سے جا لڑتی هے " -

الغرض گلشن هند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ هے - سنه ۱۹۰۶ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پته معلوم تھا - ایک نسخه انڈیا آفس لائبریري واقع لندن کا - دوسرا نسخه پروفیسر گارسن ڈي تاسي کے کتب خانه کا - تیسرا نسخه اودهه کے کتب خانه شاهی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا هے) سنه ۱۹۰۵ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسیٰ کو طغیاني هولي ' جس کی وجه سے هزاروں گھر غرق هوگئے ' لاکھوں کا نقصان هوا - کسی آفت رسیدہ کا سب خانه بھي بهه گیا - اس میں یه نادر الوجود تذکرہ بھي تھا - مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار هیں اسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یه تذکرہ گزرا تو انھیں بدرجه غایت پسند آیا ' اور اوسے انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دار طرز عمل کي وجه سے اس کو نه چھاپ سکے ' تو شمس العلماء نے مولوي عبد الله خان کو اس کے شایع کرنے کي راے دي ' اور خود اس کي تصحیح کی ' اور بہت سے حواشي بھي لکھے - کتاب کي ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بي - اے - سکریٹري انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانه مقدمه بھي لکھا هے ' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کی تاریخ اور اس کے قدیم تصنیفات کا بیان ' تذکرہ هذا کے خصوصیات ' نہایت وضاحت سے بتلاے هیں -

مولوي عبدالله خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے - امید هے کہ جو لوگ اردو کي ترقي کے خواهاں هیں وہ ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیه -

(۴) تحقیق الجهاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کي کتاب " کرٹیکل اکسپوزیشن آف دي پاپیولر جهاد " کا اردو ترجمه مترجمۂ مولوي غلام الحسنین صاحب پاني پتي ' علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یوروپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا هے کہ " مذهب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا هے " فاضل مصنف نے قرآن ' حدیث ' فقه اور تاریخ سے عالمانه اور محققانه طور پر ثابت کیا هے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعي تھے ' اور ان کا یه مقصد هرگز نه تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

هیو - سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے ' اور صدھا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں ' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی ' جس کا ندرت فہرست مضامین کتاب ھذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی و قومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں ' اور دیکھایا جاتا ہے نہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصا تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا ' جنھوں نے بعض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کررکھی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھہ دینے والا ثابت کیا جاے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں ' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی ' اور قرآن وحدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ وفقہ اور مقننین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سرزمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے ' بلکہ وہ یہ آیۃ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے اور اس کا نیچر ایسا پر حکمت ہے نہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھہ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور ریورنڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھہ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار العرب ' دارالاسلام ' حقوق ذمیاں ' شہادت غیر مسلمین ' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غیر ' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذہبی آزادی ' تعمیر گرجا ' معاھدوں کی پابندی ' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت ' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنی فقہ کے دور ' مذہب اربعہ کا شیوع ' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا ' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ترکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلۂ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس [illegible] مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے [illegible] سے اردو زبان زیربار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی [illegible] صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی ' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی ' احادیث ' مسائل فقہ ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا ' اور نہ اصلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنی ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں ' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے ' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد تر ورپرافت ' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ھذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر ' ڈبلیو - سی بلنٹ ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے ' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں ' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام کے اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ [illegible] تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جاے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہوسکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈہ کا مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے ' لیکن اُردو خواں پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے ' کیونکہ مصنف اکثر [illegible] ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظر کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے احباب میں سب سے زیادہ عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن اُسی قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوام غیر کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسلام کو تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب اسلام کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں -

جسکا درد وهي جانتا هے، دوسرا کیونکر جان سکتا هے

یه سخت سردي کے موسم میں تندرست انسان کا جاں بلب هو رها هے - سردي هٹانے کیلیے کئے بندوبست کیے جاتے هیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمه کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بهت هي پریشان هوتے هیں' اور رات دن سانس پهولنے کي وجه سے دم نکلے جاتے هیں ' اور نیند تک حرام هو جاتي هے -

دیکهیے ! آج اودو دسعدر تکلیف هے - لیکن افسوس هے که اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیاده تر نشیله اشیاء از ردهتورہ ' بهنگ ' بلا ڈونا ' پوٹاس ' ماے او دالڈ ' دیگر بنتي هے - اسلیے فائده هونا تو درکنار مریض بے موت مر جاتا هے - ڈاکٹر درمن کي کیمیائي اصول سے بني هوئي دمه کي دوا ایک انمول جوهر هے یه صرف هماري هي بات نهیں هے بلکه هزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح هیں - آپنے بهت خرچ کیا هوگا - لیکن ایک مرتبه اسے بهي آزمائیں - اسمیں نقصان نهیں - قیمت ایک روپیه چار آنه في شیشي - محصولڈاک ۵ آنه - اس دوا ني دو خاص فوائد هیں - (۱) ایک خوراک میں دمه دبتا هے - (۲) اور کچهه روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال میں رهے دوره نهیں هوتا هے -

---

ترجمه تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخرالدین رازي رحمة الله علیه کي تفسیر جس درجه کي کتاب ہے جس کا اندازه ارباب فن هي خوب کرسکتے هیں اگر آج یه تفسیر موجود نه هوتي تو صدها مباحث و مطالب عالیه تھے جو هماري معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے - پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب در دمسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمه کرایا تھا، ترجمه کے متعلق اوڈیٹر الهلال کي راے ہے که وه نهایت سلیس و سهل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمه ہے - لکھائي اور چھپائي بھي بهترین درجه کي ہے - جلد اول کے کچھ نسخے دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود هیں پہلے ۔ دو روپیه تھي اب بغرض نفع عام ایک روپیه آٹھ آنه کردي گئي ہے -

تمام درخواستیں: منیجر البلاغ کلکته کے نام آئیں

نوادر آثار مطبوعات قدیمهٔ هند

تاریخ هندوستان

ترجمه فارسي " هسٹري آف انڈیا " مصنفه مسٹر جان مارشمن

مطبوعهٔ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

هندوستان کي تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه محنتیں کي هیں' اُن میں مسٹر جان-سي مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هے - اسکا نهایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحیم گورکهپوري نے کیا تها' اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بهرام شاه نبیرهٔ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نهایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تها اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چهپائي بهي هے - یعنے چهپي تو هے ٹائپ میں' لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا هے - کاغذ بهي نهایت اعلی درجه کا لگایا گیا هے - علاوه مقدمه و فهرست کے اصلي کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هیں - قیمت مجلد ۳ - روپیه -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ " کلکته کے نام آئیں -

مسیحا کا ... تیل

نهایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اس کام کے لیے بهت سے قسم کے تیل اور چکني اشیا موجود هیں' اور جب تهذیب و شایستگي ابتدائي حالت میں تهي تو تیل ' چربي ' مسکه ' گهي اور چکني اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافي سمجها جاتا تها - مگر تهذیب کي ترقي نے جب سب چیزوں کي کاٹ چهانٹ کي تو تیلوں کو پهولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر و خشبو دار بنایا گیا ' اور ایک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - لیکن سائینس کي ترقي نے آج کل کے زمانه میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کر دیا هے ' اور عالم متمدن نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جویاں هے - بناء برین هم نے سالها سال کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے دیسي و ولایتي تیلوں کو جانچکر " موهني کسم تیل " تیار کیا هے - اسمیں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لي هے ' بلکه موجوده سائنٹیفک تحقیقات سے بهي جسکے بغیر آج مهذب دنیا کا کوئي کام چل نهیں سکتا - یه تیل خالص نباتاتي تیل پر تیار کیا گیا هے ' اور اپني نفاست اور خشبو کے دیرپا هونے میں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب گهنے اُگتے هیں - جڑیں مضبوط هو جاتي هیں اور قبل از وقت بال سفید نهیں هوتے - درد سر ' نزله ' چکر اور دماغي کمزوریوں کے لیے از بس مفید هے - اسکي خوشبو نهایت خوشگوار دل آویز هوتي هے' نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے قیمت في شیشي ۱۰ - آنه علاوه محصول ڈاک -

مسیحائی ملیریا مکسچر اکسیر دافع بخار هر قسم

همنے خلق الله کي ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالها سال کي کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا هے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعه اشتهارات عام طور پر هزارها شیشیاں مفت تقسیم کردي هیں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانیں اسکي بدولت بچي هیں ' اور هم دعوے کے ساتهه کهه سکتے هیں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار یعني پرانا بخار' موسمي بخار' باري کا بخار' پهر کر آنے والا بخار' اور وه بخار جسمیں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو' یا وه بخار جسمیں متلي اور قے بهي آتي هو - سردي سے هو یا گرمي سے ' جنگلي بخار هو' یا بخار میں درد سر بهي هو' کالا بخار' یا آسامي هو' زرد بخار هو' بخار ساته گلٹیاں بهي هوگئي هوں ' اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے - اگر شفا پانے کے بعد بهي استعمال کیجاے تو بهوک بڑه جاتي هے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا هونے کي وجه سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي و چالاکي آجاتي هے - نیز اسکي سابق تندرستي از سر نو آجاتي هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پیر ٹوٹتے هوں ' بدن میں سستي هو اور طبیعت میں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دیر سے هضم هوتا هو - تو یه تمام شکایتیں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هو جاتي هیں ' اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هو جاتے هیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیه چار آنه - چهوٹي بوتل باره آنه

پرچه ترکیب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے

المشتهر و پروپرائٹر

ایم - ایس - عبد الغني کیمسٹ - ۴۲ و ۴۳ کولو ٹوله اسٹریٹ - کلکته

(٥) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني کي لاثاني تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنه کي مفصل سوانح عمري اور آن کے ملکي ' مالي ' فوجي انتظامات اور ذاتي فضل وکمال کا تذکرہ مندرج ھے - قيمت ٣ روپيه -

(٦) آثار الصناديد - مرحوم سر سيد کي مشهور تصنيف جس ميں دهلي کي تاريخ اور وهاں کے آثار و عمارات کا تذکرہ مندرج ھے - نامي پريس کانپور کا مشهور اڈيشن - قيمت ٣ روپيه -

(٧) ميڈيکل جيورس پروڈنس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشهور کتاب - يه کتاب وکيلوں ' بيرسٹروں اور عهده داران پوليس و عدالت کے ليے نهايت مفيد و کارآمد ھے - تعداد صفحات (٣٨٠) مطبوعه مطبع مفيد عام آگرہ قيمت سابق ٦ روپے قيمت حال ٣ روپيه -

(٨) علم اصول قانون - مصنفهٔ سر ڈبليو ايچ رٹيگن ال - ال - ڈي کا اردو ترجمه جو نظام الدين حسن خاں صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيکورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خاں صاحب بي - اے کي نظر ثاني کے بعد شايع هوا ھے - مترجمه مسٹر مانک شاہ دين شاہ ششن جج دولت آصفيه - آخر ميں اصطلاحات کا فرهنگ انگريزي و اردو شامل ھے - کل تعداد صفحات (٨٠٨) قيمت ٨ روپيه -

(٩) تمدن هند - قيمت پچاس روپيه -

(١٠) داستان ترکتازان هند - ٥ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں کے ابتدائي حملوں سے دولت مغليه کے انقراض تک تمام سلاطين هند کے مفصل حالات منضبط هيں - اعلى کاغذ پر نهايت خوشخط چهپي ھے حجم (٢٢٥٦) صفحه - قيمت سابق ٢٠ روپيه قيمت حال ٦ روپيه -

(١١) الغزالي - مصنفهٔ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي کي سوانح عمري اور ان کے علمي کارناموں پر مفصل تذکرہ - حجم (٢٨٢) صفحه طبع اعلى قيمت ٢ روپيه -

(١٢) جنگل ميں منگل - انگلستان کے مشهور مصنف اڈيارڈ کپلنگ کي کتاب " دي جنگل بک " کا اردو ترجمه - مترجمه مولوي ظفر علي خاں بي - اے - جس ميں انوار سهيلي کي طرز پر حيوانات کي دلچسپ حکايات لکهي گئي هيں - حجم ٤٦٢ صفحه قيمت سابق ٤ روپيه حال دو روپيه -

(١٣) وکرم اروسي - سنسکرت کے مشهور ڈراما نويس کالي داس کے ڈراماؤں کا ترجمه - مترجمه مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايک عالمانه مقدمه لکها ھے جس ميں سنسکرت ڈراما کي تاريخ اور مصنف ڈراما کے سوا عي حالات مذکور هيں - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(١٤) افصح اللغات - عربي فارسي کے کئي هزار متداول الفاظ کي کرآمد ڈکشنري - حجم ١٢٢٦ صفحه - قيمت سابق ٦ روپيه قيمت حال ٢ روپيه -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ کے معنے اردو زبان ميں رکهے گئے هيں -

(١٥) قران السعدين - جس ميں تذکير و تانيث کے جامع قواعد لکهے هيں ' اور کئي هزار الفاظ کي تذکير و تانيث بتلائي گئي ھے - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(١٦) دربار اکبري - مولانا آزاد دهلوي کي مشهور کتاب - جس ميں اکبر اور اس کے اهل دربار کا تذکرہ مذکور ھے - قيمت ٣ روپيه -

(١٧) نفان ايران - مسٹر شوسٹر کي مشهور کتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " کا ترجمه - حجم (٥٠٠) صفحه مع ٢١ تصاوير عکسي - قيمت ٤ روپيه -

(١٨) صنمخانهٔ عشق - حضرت امير مينائي کا مشهور ... قيمت ٣ روپيه -

١٩ - حکمت بالغه

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چريا کوٹي نے ايک نهايت مفيد سلسله جديد تصنيفات و تاليفات کا قائم کيا - مولوي صاحب کا مقصود يه ھے که قرآن مجيد کے کلام الهى هونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل کيے گئے هيں ان سب کو ايک جگه مرتب و مدون کر ديا جاے ' اس سلسله کي ايک کتاب موسوم به " حکمت بالغه " تين جلدوں ميں چهپ کر تيار هو چکي ھے -

پهلي جلد کے چار حصه هيں - پہلے حصه ميں قرآن مجيد کي پوري تاريخ ھے جو " اتقان في علوم القران " علامه سيوطي کے ايک بڑے حصه کا خلاصه ھے - دوسرے حصه ميں تواتر قرآن کي بحث ھے اس ميں ثابت کيا گيا ھے که قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) نازل هوا تها ' وہ بغير کسي تحريف يا کمي بيشي کے ويسا هي موجود ھے ' جيسا که نزول کے وقت تها - اور يه مسئله کل فرقهاے اسلامي کا مسلمه ھے - تيسرے حصه ميں قرآن کے اسماء و صفات کے نهايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بہت سے علمي مضامين پر معرکة الارا بحثيں هيں - چوتهے حصه سے اصل کتاب شروع هوتي ھے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد کي ايک ... پيشين گوئياں هيں جو پوري هوچکي هيں - پيشين گوئيوں کے ضمن ميں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کيے گئے هيں ' اور فلسفهٔ جديده جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر کرتا ھے ان پر تفصيلي بحث کي گئي ھے -

دوسري جلد ايک مقدمه اور دو بابوں پر مشتمل ھے - مقدمه ميں ثبوت کي مکمل اور نهايت محققانه تعريف کي گئي ھے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے هوے آيهٔ خاتم النبيين کي عالمانه تفسير کي ھے - پہلے باب ميں رسول عربي صلعم کي ان معرکة الارا پيشين گوئيوں کو مرتب کيا ھے جو کتب احاديث کي تدوين کے بعد پوري هوئي هيں ' اور اب تک پوري هوتي جاتي هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں کو لکها ... تدوين کتب احاديث سے پہلے هوچکي هيں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي ھے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ کے مستند اقوال سے ثابت کيا ھے که آنحضرت صلعم امي تهے ' اور آپ کو لکهنا پڑهنا کچهه نهيں آتا تها - قران مجيد کے الهي هونے کے نو عقلي دليليں لکهي هيں - يه عظيم الشان کتاب ايسے پر آشوب زمانه ميں جب که هر طرف سے مذهب اسلام پر نکته چيني هو رهي ھے ' ايک عمده هادي اور رهبر کا کام دے گي - عبارت نهايت سليس اور دل چسپ ھے ' اور زبان اردو ميں اس کتاب سے ايک بہت قابل قدر اضافه هوا ھے - تعداد صفحات هر سه جلد (١٠٩٤) لکهائي چهپائي و کاغذ عمده ھے قيمت ٥ - روپيه

٢٠ - نعمت عظمى

امام عبد الوهاب شعراني کا نام نامي هميشه اسلامي دنيا ميں مشهور رها ھے - آپ دسويں صدي هجري کے مشهور بزرگ هيں - " لواقح الانوار " صوفياے کرام کا ايک مشهور تذکرہ آپ کي تصنيف ھے - اس تذکرے ميں اولياء فقراء اور مجاذيب کے احوال و اقوال اس طرح پر کات چهانٹ کے جمع کيے هيں که اس کے مطالعه سے اصلاح حال هو ' اور عادات و اخلاق درست هوں ' اور صوفياے کرام کے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رهے - يه لاجواب کتاب عربي زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد ... صاحب وارثي نے جو اعلى درجه کے اديب هيں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکهتے هيں - اس کتاب کا ترجمه نعمت عظمى کے نام سے کيا ھے - اس کے چهپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافه هوا ھے - تعداد صفحات هر دو جلد (٧٢٩) - کاغذ اعلى قيمت ٥ - روپيه -

(نوٹ ١) ايک روپيه في جلد کے حساب سے هر کتاب کي عمده جلد بن سکتي ھے -

٢) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغيرہ ذمهٔ خريدار

مشتهر عبد الله خاں بک سيلر ... کتب خانه آصفيه حيدرآباد - دکن

مضامین اور تصاویر کی فہرست

البلاغ

مولانا ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی نے اس اخبار کو الہلال جلد ششم قرار دیا ہے۔

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بيـان للنـاس، و هـدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، از خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکي محیط الکل معلمانه دعوۃ کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یہ اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعت کے ساتھہ شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا هوگا، انشاء اللہ عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

Printed & Published by Q. Ahmed at the Al-Balagh Press, 40, Ripon Lane Calcutta

فہرستِ مضامین

جلد ہفتم

الہلال

۱۰ر جون تا ۹ر دسمبر ۱۹۲۷

ابو الکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی

لکھنؤ

فہرست تصاویر

پیش لفظ

جون ۱۹۸۴ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلسِ انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابو الکلام آزاد کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِ فہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلسِ انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلسِ انتظامیہ اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں کے عکس کی طباعت و اشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلسِ انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ ـــــ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرۂ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ و ماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور مجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہوگی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایئے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئرپورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیبِ خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہوگی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۸۸ء کو اکادمی کی مجلسِ عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب ـــ منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جارہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد اوّل	۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳ شمارے
جلد دوم	۸ جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵ جون ۱۹۱۳ء	۲۴ شمارے
جلد سوم	۲ جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴ دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵ شمارے
جلد چہارم	۷ جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴ جون ۱۹۱۴ء	۲۱ شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸ شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱ شمارے
جلد ہفتم	۱۰ جون ۱۹۲۷ء	تا	۹ دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴ شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کرلیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلّدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہوجائے۔ مجلّدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ــــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ــــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ــــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے: تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہوجائے۔
- متن میں (اور صفحات کے تسلسل میں بھی) کئی جگہ غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم 'نقل مطابق اصل' کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کرکے متعلقہ جلدوں میں شامل کردیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کردیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جارہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ موردِ الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اترپردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جارہا ہے اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنس نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پراسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ یہ جلوہ گری "ہرچند کہیں کہ ہے، نہیں ہے" کہ ذیل میں آجاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے اندازِ قد کی بہرحال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور سیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ تو مل گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ جوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۸ء میں گورکھپور آگیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا۔ بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کرلی تھیں، مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا، قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبرد زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ـــــ اور اعجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کرکے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرواسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کردے۔ ہاں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا شہود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرواسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرواسٹیٹ کرایا جاتا تاکہ اس کی نگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پینبۂ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرواسٹیٹ کرایا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور ماؤ ذ عکس سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہرچند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آجائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہم عفو اور درگذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، ان میں سب سے پہلے جناب مصطفےٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ لکھنؤ کھڑے رہ کر ان کی فوٹو کاپیاں نکلوائیں۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی، ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا۔ یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلس انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید اطہر مسعود رضوی، پبلی کیشن آفیسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدق دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں آنا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساسِ فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت نو میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اترپردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

مضامین و تصاویر کی فہرست

الہلال

جلد ہفتم

۱۰ جون ۱۹۲۷ء تا ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء

فہرست مضامین

فہرستِ تصاویر

جلد ہفتم

الہلال

۱۰ جون تا ۹ دسمبر ۱۹۲۷

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

۱۵

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين — القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱ | کلکتہ : جمعہ ۹ ذوالحجہ ۱۳۴۵ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, June 10. 1927.

فہرس

اعتذار

(۱) الہلال کی اشاعت میں اندازہ سے زیادہ تاخیر ہوگئی امید تھی کہ نئے ٹائپ کی مطلوبہ مقدار پہلی مئی تک مل جائیگی اور پہلے ہفتہ سے پرچہ نکل جائیگا ' لیکن پہلی مئی کی جگہ مئی کے اواخر تک بھی ٹائپ کی کافی مقدار طیار نہوسکی ' اور سارا مہینہ اسی انتظار میں نکل گیا - اب بھی جسقدر ٹائپ مہیا ہوا تھا وہ کافی نہ تھا - کم از کم ایک ہفتہ اور انتظار کی ضرورت تھی لیکن چونکہ اب زیادہ تاخیر نا قابل برداشت تھی ' اسلئے کسی نہ کسی طرح پہلا نمبر مرتب کرکے شائع کر دیا جاتا ہے - امید ہے کہ اس ہفتہ ٹائپ کی پوری مقدار حاصل ہوجائیگی ' اور جرمنی اور قاہرہ کا ٹائپ بھی پہنچ جایگا جسکا ایک عرصہ سے انتظار تھا .

(۲) اسی سبب سے اس نمبر کے بعض اہم مضامین درج ہونے سے رہگئے - " باب التفسیر " کا حصہ ٹائپ ہیلئے چھوڑ دیا گیا تھا ' لیکن ٹائپ کی کمی کی وجہ سے کمپوز نہ ہوسکا اور اسی حصہ " مطبوعات جدیدہ " کا ایک صفحہ دیکر فارم پورا کردیا گیا - حالانکہ اسکی جگہ اس فارم میں نہ تھی - انشاء اللہ آیندہ نمبر سے تمام ابواب اپنی اصلی ترتیب میں درج ہوسکینگے .

(۳) ایک اہم سوال آیندہ الہلال کے مضامین اور اسکے طرز بیان کا ہے - یہ ظاہر ہے کہ الہلال کے فوائد عام نہیں ہوسکتے جب تک کہ اسکا دایرۂ بحث و نظر عام فہم نہو - اور عام فہم جبھی ہوسکتا ہے جبکہ مطالب کے سہل ہونے کے ساتھہ انکا اسلوب بیان اور زبان بھی سہل ہو - لیکن مشکل یہ ہے کہ ہر طرح کے مطالب کا عام فہم طریقہ پر بیان کرنا آسان نہیں ' بعض دقیق اور علمی مطالب ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں کتنا ہی کھلا کر بیان کیا جاے ' ایک حد تک مشکل اور گراں ضرور ہونگے - اس مشکل کا ہم نے یہ حل سوچا ہے کہ آیندہ الہلال میں دونوں قسم کے مضامین درج کئے جائیں بڑا حصہ تو سہل و عام فہم ہو ' لیکن کچھہ حصہ بلند اور خاص قسم کا بھی ہو - اس طرح عوام و خواص ' دونوں کے ذوق و نظر کا سامان مہیا ہوجایگا - باقی رہا زبان کا معاملہ ' تو وہ ہر حال میں حتی الوسع سہل اور صاف اختیار کی جائیگی ' کسی درجہ کا موضوع ہو ' لیکن اسلوب بیان مشکل اور دیر فہم نہوگا .

کي رهائي سے نئي اميديں فروغ پانے لگيں، هندو مسلمان کے باهمي تفرقه اور اسکے پيچ در پيچ معاملات نے جنکي ابتدا سنه ۱۹۲۳ ميں هوچکي تهي، اب زياده وسيع اور گهري حالت اختيار کرلي، اور اسلئے اصلاح حال کي کوششوں کي اهميت اور مقدار بهي ده چند هوگئي - نتيجه يه نکلا که دنوں نے هفتوں کي شکل اختيار کي، هفتے تيزي کے ساتهه مهينے بنے، اور مهينوں نے ديکهتے ديکهتے برس کا دائرہ پورا کرديا - اس طرح سنه ۱۹۲۴ - کا خاتمه بهي سامنے آگيا اور مجهے سر اٹهانے کي مهلت نه ملي .

***

اب جو چيز ميرے ارادوں کي تعميل ميں سب سے بڑي روک تهي، وه مسٹر سي، آر، داس کا وجود تها - وه کسي طرح بهي اس پر راضي نهيں هوتے تهے که ميں کلکته کا قيام ترک کروں، اور ميں محسوس کرتا تها که ميرے تمام ارادوں کي تعميل کے لئے کلکته کا قيام ترک کرنا سب سے پہلي چيز هے - کئي ماه اس کشمکش ميں نکل گئے - بالآخر ستمبر سنه ۲۴ - ميں ميں نے اراده کرليا که کسي نه کسي طرح يه منزل طے کرليني چاهيے - چنانچه دهلي کے قيام کا اراده کيا اور نقل مکان کے تمام ضروري انتظامات عمل ميں لانا شروع کرديے - يهانتک که اواخر دسمبر ميں کتب خانه بهي صندوقوں ميں بند هوکر کلکته سے دهلي پهنچ گيا که ميرے نقل مکان کي سب سے بڑي متاع يهي تهي .

ليکن جنوري سنه ۱۹۲۵ - ميں جب بلگام کانگرس سے واپس هوا اور ميرے نقل قيام کے معامله نے شهرت پائي، تو مسٹر سي، آر، داس اپنے اوصاف و محاسن کي ساري گيرائيوں اور محبت و رفاقت کي تمام کششوں کے ساتهه کچهه اس طرح راه روک کر کهڑے هوگئے که ميرے لئے دهلي کي طرف قدم اٹهانا ناممکن هوگيا - يقيناً ميرا اراده متزلزل نه هوتا اگر اُن کے ساتهه ملک کے بعض اهم مقاصد کي اميديں بهي صف آرا نه هو جاتيں - يه وه وقت تها جب ملک کي عام حالت کي طرف سے ميں نهايت افسرده دل رکهتا تها، اور نهايت اضطراب کے ساتهه محسوس کر رها تها که اگر کانگرس کے هندو رهنماؤں ميں سے ايک اولوالعزم شخص بهي ايسا نکل آئے جو هر طرح کي سياسي مشغوليتيں اور انکے سود و زياں کي آلودگياں چهوڑ کر صرف ملکي مسئله کے حل کے لئے اٹهه کهڑا هو، تو ميں باوجود هر طرح کے افسرده کن حالات کے اميد و مراد کا ايک کامياب قدم اٹها سکتا هوں - ميرے دل پر اس جوانمرد سياست کي خوبياں نقش تهيں - مجهے يقين تها که مهاتما گاندهي کے بعد يهي ايک شخص هے جو اگر آماده کار هوگيا تو بهت ممکن هے راه کي رکاوٹيں دور کي جاسکيں - وه مجهے همرهي و رفاقت کا يقين دلاتے تهے اور مستعد تهے که بنگال کونسل کے آينده معرکه کے بعد همه تن اس کام کيلئے وقف هو جائينگے - نتيجه يه نکلا که اتني دور تک قدم اٹها دينے کے بعد، پهر واپس لوٹنا پڑا اور اس سلسله ميں وقت و مصارف کے جو گراں قدر نقصانات پيش آئے، برداشت کرلينے پڑے

ليکن اس اثنا ميں مشيت الهي ايک دوسرا هي فيصله کر چکي تهي - مسٹر داس مجهے روک کر دارجلنگ گئے، ليکن وهاں پيام اجل خود اُنهيں روک لينے کي طياري کر رها تها - جولائي ميں يکايک اُن کا انتقال هوگيا، اور کلکته واپس آئے تو اس طرح واپس آئے که هميشه کے لئے رخصت هوچکے تهے، اور اُنکے ساتهه وقت کي وه اميديں بهي رخصت هو چکي - تهيں جنکي منت کهڑي کرکے انهوں نے پانچ ماه پہلے ميري راه روکي تهي !

دريں چمن که بهار و خزاں هم آغوش ست
زمانه جام بدست و جنازه بردوش ست

***

بهر حال کهانتک اس افسرده کن داستان کو طول ديا جائے ؟ مختصر يه هے که يکے بعد ديگرے اس طرح کے حالات پيش آتے رهے که وقت جو اپني تيز رفتاري ميں کبهي همارے حالات کي پروا نهيں کرتا، برابر نکلتا گيا، اور ديکهتے ديکهتے سنه ۱۹۲۳ - کي جگه سنه ۱۹۲۶ - کا خاتمه سامنے آگيا !

يک لمحه غافل بودم و صد ساله راهم دور شد !

اب بهي طبيعت کا ميلان کسي ايسي ذمه داري قبول کرنے کي طرف نه تها - ليکن انساني طبيعت کے انفعال و تاثر کا کچهه عجيب حال هے - گزشته ستمبر ميں اشغال کے پے در پے التوا اور ملک کي اجتماعي و ذهني ضروريات کے تقاضے سے طبيعت کچهه اس طرح متاثر هوگئي که جب ايک موقعه پر بعض دوستان عزيز نے خصوصيت کے ساتهه الهلال کي اشاعت پر زور ديا اور اس کي ضرورت کے مختلف پہلوؤں پر توجه دلائي تو طبيعت انکار کي طرف مائل نه هو سکي - خيال هوا که ميرے ذاتي حالات کا مقتضا کچهه هي کيوں نه هو، ليکن ترجيح وقت کي ضرورت هي کو هے، اور کام کرنے والوں کيلئے ناگزير هے که اسکے سامنے سر تسليم خم کرديں -

ايک حقيقت بالکل واضح تهي اور اس کا ميرے پاس کوئي جواب نهيں تها - يه واقعه هے که اگر سنه ۱۲ - اور سنه ۱۶ - ميں الهلال ضروري تها تاکه مقصد و عمل کي مسدود راه قوم پر کهول دے، تو سنه ۲۷ - ميں بهي وه ضروري نهيں هے تاکه سفر کي سب سے بڑي نازک اور پر خطر منزل ميں وقت کي رهنمائي کرے - مجهے تسليم کرنا پڑا که اگر تقسيم عمل کے فقدان سے اس ضرورت کا کوئي دوسرا انتظام موجود نهيں، تو چاهيے که اپني تمام ناتوانيوں اور درماندگيوں کے ساتهه غيرت و عمل کے مختلف گوشوں ميں جسقدر بهي کام کرسکتے هيں، کرتے رهيں - اعلا کوشش سے باز نه آئيں - سعي کي تکميل اور کوشش کي مساعدت مشيت الهي کے فيصله پر موقوف هے، اور جو اسکے کرنے کي چيز هے وه اسي کے حواله کردیني چاهئے .

***

الهلال کے تيسرے دور کا پہلا پرچه شائع کرتے هوئے مدت کے وقت نے فکر و تصور کے هر گوشے ميں جنبش پيدا کردي هے - افکار و مطالب کا هر طرف سے هجوم هے - وقت کي درماندگي اور گنجايش اوراق کي کوتاهي کسي طرح بهي اُسکا ساتهه نهيں دے سکتي جي چاهتا هے، گياره سال کي خاموشي کي تلافي ايک هي مجلس ميں کرديجيے :

روي بازار مراد امروز تري با همه ست
ديدۂ تر مي فروشم دامن تر مي خرم !

ليکن مشکل يه هے که طبيعتيں طوالت بيان کي متحمل نهيں اور رشتۂ بيان کا يه حال هے که ايک مرتبه کهل جائے تو پهر جلد لپيٹا نهيں جا سکتا :

ايں رشته به انگشت نه پيچي که دراز ست !

مجبوراً قلم روکتا هوں - آج کے ليے اس سے زياده کي ضرورت نهيں - باقي مطالب جو اس موقعه کے لحاظ سے ضروري تهے، اُنکے ليے آينده اشاعت کا انتظار کيجيے - اب گياره برس کے بعد يه برهم شده مجلس ديريں پهر آراسته هوئي هے تو جهانتک جوش بيان اور ذوق سماع ساتهه ديگا، مجهے کهنا هے اور حريفان بزم کو سننا هے :

زخمه بر تار رگ جـان مي زنم
کس چه داند تا چه دستان مي زنم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مئے کہ می رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ تہ شیشہ ہائے دوش من ست!

الحمد للہ وحدہ - الہلال کا پہلا نمبر جون سنہ ۱۹۱۲ - میں شائع ہوا تھا اور آخری نمبر نومبر سنہ ۱۹۱۴ میں - پھر نومبر سنہ ۱۹۱۵ سے دوسرا سلسلۂ اشاعت "البلاغ" کے نام سے شروع ہوا اور مارچ سنہ ۱۹۱۶ میں ختم ہوگیا - اب یہ تیسرا سلسلۂ اشاعت ہے جو کامل گیارہ برس کے بعد از سر نو شروع ہوتا ہے :

ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیی لنا من امرنا رشدا .

* * *

اِس دنیا میں انسان کی بے چارگی اور مشیت الہی کے حکم و سلطان کا سب سے بڑا مظہر انسانی ارادوں کی نا کامی اور قضاء مشیت کا فیصلہ ہے - اسی لئے بعض عرفاء نے کہا ہے کہ "عرفت ربی بفسخ العزائم" یہ عجیب بات ہے کہ سنہ ۱۹۱۶ - کے اواخر سے لیکر گذشتہ ستمبر تک کوئی خیال بھی میرے ذہن سے اسقدر بعید نہ تھا جسقدر الہلال کی سہ بارہ اشاعت اور اسکی ذمہ داریاں قبول کرنے کا خیال تھا - میری شخصی زندگی اور اسکی احتیاجات ' نیز قومی و علمی مقاصد اور انکا مقتضی ' دونو اس بات کے مخالف تھے کہ الہلال جیسے رسالہ کی ہفتہ وار اشاعت کی ذمہ داری تیسری مرتبہ اپنے اوپر لیتا - جہانتک میری شخصی حالت کا تعلق ہے ' سب سے پہلا سوال صحت کا تھا اور میں دیکھہ رہا تھا کہ وہ روز بروز کمزور ہو رہی ہے ' اور یہ زندگی کی ابتدائی احتیاطوں کے خلاف ہوگا اگر سنہ ۱۹۱۲ اور سنہ ۱۹۱۶ کی سی محنتیں پھر اسکے لئے مہیا کی جائیں - قومی و علمی مقاصد کا یہ حال تھا کہ بعض اہم تصنیفات کی تکمیل و اشاعت عرصہ سے ملتوی چلی آتی تھی ' اور الہلال جیسے رسالہ کی ہفتہ وار اشاعت کا بوجھ اٹھا لینے کے بعد مشکل تھا کہ انکے لیے فراغ خاطر میسر آسکتا - اسکے علاوہ طبع و فکر کی کاوشوں اور طلب و نظر کی وسعت پیمائیوں نے بے شمار ارادے نہاں خانۂ دل میں جمع کر رکھے تھے - ان سب کیلئے بھی اوقات فراغ کی ضرورت اور خلوت و انزوا کی جستجو تھی - یہی وجہ ہے کہ ۶ - جنوری سنہ ۱۹۲۳ - میں جب قید خانہ سے نکلا تو اس بارے میں ایک طے شدہ ارادہ اپنے سامنے رکھتا تھا - خیال تھا کہ جونہی وقت کی سیاسی مشغولیت مہلت دیگی ' پہلا کام یہ کرونگا کہ چار پانچ سال کیلئے کسی ایسے گوشے میں کہ صحت کی درماندگیوں کیلئے سودمند اور چند رفقاء علم و عمل کی موجودگی سے دلپسند ہوگا ' مقیم ہوجاونگا اور اپنے پیش نظر علمی و عملی مقاصد کی مشغولیت و تکمیل کے سوا اور کسی کام سے علاقہ نہیں رکھونگا :

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے !

احباب و مخلصین میں جن حقیقت شناسوں کی نظر ان کاموں کی اہمیت پر تھی وہ تو انہی کے متمنی تھے ' لیکن عام طور پر لوگوں کو طلب الہلال کی تھی - کوئی وقت بھی اسکی طلب و اصرار سے خالی نہیں جاتا تھا ' تاہم میری طبیعت کا یہ حال تھا کہ کسی طرح بھی اسکے لئے آمادہ نہیں ہوتی تھی - تمام تر جستجو اسی بات کی تھی کہ فراغ خاطر اور یکسوئی طبع کے ساتھہ اپنی علمی زندگی میں مشغول ہوجاؤں اور ان ارادوں کی تکمیل کی سعی کروں جو مدتوں سے وقت و مہلت کے منتظر ہیں -

* * *

لیکن اس تمام طلب و جستجو کا بالآخر نتیجہ کیا نکلا ؟

یہ نکلا کہ وقت کے تقاضے ' احباب کے پیہم اصرار اور التوا و انتظار عمل کی ناقابل برداشت حالت سے عاجز آکر مشغولیت کی وہی صورت اختیار کرلینی پڑی جس سے سالہا سال تک اس درجہ گریز رہا تھا - یعنی فیصلہ کرلینا پڑا کہ الہلال جاری کردیا جائے ' اور ساتھہ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھنے کی بھی کوشش کی جائے - اگر دونوں کاموں کا بیک وقت انجام دینا دشوار ہے تو دشواری پر غالب آنا چاہئے - اگر صحت ساتھہ نہیں دیتی تو کیا مضائقہ ؟ آ ئے ساتھہ لیکر چلئے - ضرورت ہماری درماندگیوں اور کمزوریوں کا انتظار کیوں کرے ؟ کیوں وہی ہو جو ہماری پسند اور انتخاب ہے ؟ کیوں وہ نہ ہو جو وقت کا حکم اور مشیت الہی کا فیصلہ ہے ؟

سالہا سال سے جس دقائق فراغ اور کیمیائے سکون کی جستجو تھی ' بالآخر اسکا نتیجہ نکلا تو یہ نکلا !

این رسم و راہ تازہ ز حرمان عہد ماست
عنقا بہ روزگار کسے نامہ بر نبود !

* * *

جنوری سنہ ۲۰ - سے تقریباً دو سال تک کا زمانہ تحریک ترک موالات و لا تعاون کا زمانہ تھا اور اسکی خود فروشانہ سرگرمیوں میں اتنی مہلت ہی نہیں مل سکتی تھی کہ مستقبل کی طرف نظر اٹھائی جائے - لیکن ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو جب میں گرفتار ہوگیا ' اور اسکے چند ماہ بعد مہاتما گاندھی کی گرفتاری پر تحریک کی عملی سرگرمیاں ختم ہوگئیں ' تو قید خانہ کی کوٹھری میں موقعہ ملا کہ مستقبل کی طرف نظر اٹھاؤں اور وقت کی ضرورتوں اور اپنی استعداد کو دیکھکر آیندہ کاموں کا فیصلہ کروں - میں نے فیصلہ کیا ' اور اسی فیصلہ کو دل و دماغ لیکر ۶ - جنوری سنہ ۲۳ - کو باہر نکلا ' لیکن باہر نکلنے کے بعد ملک کی جو صورت حال سامنے آئی ' وہ بھی بےبسی کا ایک منظر تھا - اندازکردی جاتی - تحریک کی عملی قوتیں ختم ہوچکی تھیں ' تفرقۂ و انتشار ہر گوشے میں نمایاں تھا ' کانگریس دو متحارب جماعتوں میں بٹ گئی تھی ' اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرائی شروع ہوگئی تھی - ضروری تھا کہ بقدر استطاعت اصلاح حال کی کوشش کی جاتی - لیکن جب کوشش شروع کی تو بتدریج اسکا دامن پھیلتا گیا - یہانتک کہ پورا سنہ ۱۹۲۳ - اسی میں نکل گیا .

جنوری سنہ ۲۴ - میں حالات نے نئی صورتیں اختیار کیں - کانگریس کی ایک جماعت نے اسمبلی اور کونسلوں کیلئے شرکت ' اور ملک کی سیاسی خاموشی میں ہلچل پیدا کردی - مہاتما گاندھی

مذاکرۂ علمیّہ

ذرۂ آب کی سرگزشت

علمی مطالب کے بیان کا ایک دلچسپ اور دلنشیں طریقہ یہ ہے کہ تمثیلات و حکایات کے پیرایہ میں بیان کیے جائیں تاکہ وہ لوگ بھی دلچسپی لے سکیں جو علمی مطالب کے خشک مباحث کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ یورپ کے بعض اہل قلم اس قسم کی ادبیات لکھنے میں شہرت و امتیاز حاصل کر چکے ہیں۔ منجملہ انکے مسٹر ونشیلڈ ہیں جو شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے رسالہ سائینٹفک امریکن میں ایک دلچسپ سلسلہ لکھنا شروع کیا تھا جسکے ہر نمبر میں کوئی ایک علمی موضوع بطریق تمثیل و حکایت بیان کرتے تھے۔ ہم آج اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ یہ ذرۂ آب کی سرگزشت ہے اور خود اسی کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ پانی کا وہ چھوٹا سے چھوٹا خوردبینی (Microscopic) ذرہ جو چشم غیر مسلح (Naked eye) سے دکھائی بھی نہیں دیتا۔ اپنے نشو و بلوغ کے مختلف درجوں سے گزر کر کس طرح ایک عظیم اور بے کنار سمندر کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور پھر ابتدا کی اس بے مایگی سے لیکر انتہا کی عظمت بے پایاں تک کیسے کیسے عجیب تغیرات و تاثرات اس پر گزرتے ہیں؟ وہ کبھی بادلوں کی چادر ہے۔ کبھی بارش کی بوند ہے۔ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی سطح منجمد ہے۔ اور کبھی نہروں کی روانی کی صورت میں گنگا جمنا اور دجلہ و فرات ہے۔ حکمت الہی اور فطرۃ کائنات کے یہ تمام عجائب اس مختصر سی داستان میں آپ سن لینگے۔ اس مضمون کے ساتھ دو تصویریں بھی درج کی جاتی ہیں جو ذرۂ آب کے تبدلات کے دو مختلف منظر پیش کرتی ہیں۔ ایک تصویر میں پہاڑی نہر کا منظر دکھلایا ہے جب وہ جم کر بالکل برف ہو گئی ہے۔ دوسری تصویر میں قلم فطرۃ کی نہایت ہی عجیب گلکاری ہے۔ یعنی منجمد پانی کے وہ بلوری مربع ہیں جن میں طرح طرح کے نقوش بن گئے ہیں۔

میں پانی کا ایک ننھا سا ذرہ ہوں۔ اتنا چھوٹا ہوں کہ انسانی آنکھ لاکھ کوشش کرے مجھے دیکھ نہیں سکتی۔ قوی سے قوی خوردبین میں بھی میں نظر نہیں آسکتا۔ تاہم میں موجود ہوں۔ یقینی طور پر موجود ہوں۔ میرے وجود میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کرسکتا۔ میں اپنے ہی جیسے ننھے ننھے ذروں سے مل کر موسلادھار مینہ کی صورت میں شور برپا کرتا ہوں، دریا کی شکل میں موجیں مارتا ہوں، پھر بے پایاں سمندروں کی نیلگوں سطح بنکر زمین کے چاروں طرف پھیل جاتا ہوں۔ میں اس سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہوں۔ میں تمام حیوانات و نباتات کے جسموں میں موجود ہوں۔ بلکہ اکثر جسم مجھی سے بنے ہیں۔ میں زمین کے بھی تقریباً ہر مادہ میں موجود ہوں۔ حتی کہ سنگلاخ چٹانوں اور ٹھوس دھاتوں تک میں سمایا ہوا ہوں۔ میری سرگزشت بہت طولانی ہے۔ اگر سننا چاہتے ہو تو مجھے انکار نہیں۔

(میری پیدایش)

میں کس طرح پیدا ہوا؟ یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ بے شمار صدیاں گزر چکی ہیں۔ کم سے کم دس کروڑ برس پہلے میں پیدا ہوا تھا۔ اس تمام مدت کے اندر کیسے کیسے عجیب و غریب حالات مجھپر گزرے؟ یہ ایک نہایت طویل داستان ہے۔ تم اسے شروع سے آخر تک کسی طرح بھی نہیں سن سکتے۔ اس کیلئے کئی سو برس درکار ہونگے۔ تمہاری عمر زیادہ سے زیادہ سو برس کی ہوتی ہے حالانکہ یہ بمشکل میری زندگی کی ایک ساعت ہے!

ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جب میں پانی نہ تھا۔ کوئی دوسری ہی چیز تھا۔ پھر ایک عجیب طریقہ پر میری ہستی کی ابتدائی بناوٹ ہوئی۔ یہ کروڑوں برس پہلے کی بات ہے۔ دراصل میری ولادت ایک آتش فشاں پہاڑ یعنی آگ کے پہاڑ کی گردن میں ہوئی تھی۔ یہ پہاڑ اب موجود نہیں ہے۔ بجھکر خاک ہوگیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب زمین نئی نئی جمی تھی۔

میں اس طرح پیدا نہیں ہوا جس طرح نر اور مادہ کے ملنے سے حیوان اور پھول پتے پیدا ہوتے ہیں۔ میری پیدائش دو ذاتوں سے نہیں، تین ذاتوں سے ہوئی ہے۔ "ہیڈروجین" کے دو جوہر "آکسیجن" کے جوہر سے مل گئے۔ انکے ملتے ہی میں اچانک ظاہر ہوگیا!

یہ تین جوہر جنکے ملنے سے میری خلقت ہوئی ہے، بہت پہلے سے موجود تھے۔ اتنے پہلے سے جسکا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ میرے ان اجداد کی تاریخ ضرور عجیب اور عظیم الشان واقعات سے لبریز ہوگی۔ اگر مجھے کسی طرح معلوم ہوجاتی تو میں آفتاب کی اصلیت اور ستاروں کے گزشتہ انقلابات کے تمام اسرار فاش کردیتا۔ یہ تینوں جوہر اثیر (ایتھر) یا لامتناہی فضا میں موجود تھے جس سے کہ آفتاب کی تکوین ہوئی ہے۔ پھر جب ستارے آفتاب سے جدا ہوئے تو میرے ان تینوں بزرگوں نے اپنے لئے زمین پسند کرلی۔ وہ شاید جانتے تھے کہ زمین ہی زندوں کا مسکن بنیگی، لہذا انہوں نے کمال دانشمندی سے باقی تمام ستاروں پر اسے ترجیح دی۔ صرف ترجیح ہی نہیں دی بلکہ یہ احسان عظیم بھی کیا کہ اسے کرہ بننے کیلئے جس ابتدائی سروسامان کی ضرورت تھی، اسکے بنانے میں اس کا ہاتھ بھی بٹایا۔ حالانکہ وہ خود اس وقت نہایت کمزور اور کم مقدار تھے۔

میری تکوین کے وقت یہ تینوں حضرات، جیسا کہ ابھی کہہ چکا ہوں، آتش فشاں کی گردن میں معلق تھے۔ انکے لئے پہاڑ کے آتشیں پیٹ میں باہم ملاقات و معانقہ ناممکن تھا۔ کیونکہ وہاں سخت گرمی تھی اور دباؤ بھی بے حساب تھا۔ لہذا وہ اوپر کو چلے۔ یہاں انہوں نے حرارت میں جو ذرا کمی پائی تو بے صبری سے بیچ گردن ہی

مطبوعات جدیدہ

فتوح الشام کي سرياني تاريخ

پہلي صدي ہجري کي اسلامي فتوحات پر عربي زبان ميں تاريخ کا وافر ذخيرہ موجود ہے ، ليکن يہ کمي هميشه محسوس کي گئي ہے کہ تمام تر بعد کے مورخين کے قلم سے مدون ہوا ہے ۔ خود اُس عہد کي کوئي قلمي شہادت موجود نہيں - يہي وجہ ہے کہ فتوحات مصر و شام کي تاريخي روايات پر زمانۂ حال کے نکتہ چينوں نے اعتراضات کئے هيں ، اور بعض سرگزشتوں کي نسبت خيال کيا ہے کہ مبالغہ سے خالي نہيں هيں ۔

ليکن حال ميں مشہور انگريز مستشرق ڈاکٹر رائٹ کو ايک سرياني تاريخ کا پتہ چلا ہے - خيال کيا جاتا ہے کہ يہ دمشق کے کسي مسيحي عالم کي تحرير ہے جو فتوحات شام کے زمانہ ميں موجود تھا اور اکثر واقعات اپني آنکھوں سے ديکھہ چکا تھا - بد قسمتي سے اسوقت تک پوري کتاب دستياب نہيں ہوئي ہے - صرف ايک صفحہ ملا ہے - وہ بھي دست برد زمانہ سے محفوظ نہيں - اُس ميں کل ۲۹ سطريں هيں - سات ابتدائي سطريں تو کيڑے نے بالکل کہا ڈالي هيں - باقي سطور ميں بھي جا بجا الفاظ مٹ گئے هيں يا کرم خوردہ هيں - زمانۂ حال کے مشہور جرمن مستشرق پروفيسر نولڈک Noeldeke نے اس صفحہ کي عبارت حل کي ہے اور اُس پر ايک مختصر رسالہ شائع کيا ہے - چونکہ يہ ايک نہايت قيمتي تاريخي شہادت ہے اسلئے اسکا خلاصہ بعض ضروري تشريحات کے ساتھہ هم شائع کر ديتے هيں ۔

اِس صفحہ ميں جنگ يرموک کا حال لکہا ہے - معلوم ہے کہ فتوحات شام ميں يہ جنگ سب سے بڑي اور فيصلہ کن جنگ تھي - اِسي لئے يہ کرم خوردہ صفحہ مورخين کي نظر ميں غير معمولي اهميت رکھتا ہے - ذيل ميں اُسکي هر سطر کا ترجمہ ملاحظہ هو :-

۱ — ۷ ... (پڑھي نہيں گئي)

۸ — ... کانون ثاني (جنوري) ميں معاهدہ قرار پايا اور هماري جانيں بچيں ۔

۹ — حمص اور دوسرے بہت سے گاؤں برباد اور اُنکے باشندے قتل هوے ۔

۱۰ — ... (کرم خوردہ) ... محمد ؟ ... مقتول اور قيدي بکثرت تھے ۔

۱۱ — ... (کرم خوردہ) جليل سے بيت ...

۱۲ — عرب اطراف (دمشق ؟) ميں پھيل گئے -

۱۳ — هر جگهه نمودار هوے -

۱۴ — اور آئے ... اور ... انکي طرف ... اور ... دوران -

۱۵ — سنہ ... اور بيس ميں فوج کا هراول روانہ هوا اور بھيڑوں کے گلے ضبط کرلئے ۔

۱۶ — اطراف حمص ميں ، اور رومي اُنکے مقابلہ پر آگئے -

۱۷ — ... اور تاريخ دس

۱۸ — ماہ آب - (يعني اگست) ميں رومي دمشق سے مفرور هوگئے ۔

۱۹ — ... اُنکي تعداد دس هزار کے قريب تھي ، اور

۲۰ — ايک سال بعد رومي آئے اور ماہ آب (اگست) کي ۲۰ تاريخ سنہ

۲۱ — ۹۴۷ ميں رومي جابيہ کے مقام ميں جمع هوگئے ۔

۲۲ — اور روميوں کے بہت زيادہ آدمي قتل هوئے

۲۳ — تقريباً پچاس هزار

۲۴ — سنہ (۷) ۹۴ ميں ... ۲۵ — ... اور پھيل گئے

۲۶ — ... خوش هوے ۲۷ — ...

۲۸ — ... ۲۹ — ليکن رومي رنجيدہ هوے

(قوسين کے مابين جتنے الفاظ هيں مستشرق نولڈک کے بڑھا ئے هيں)

اِس کرم خوردہ صفحہ نے ايک اهم اور قيمتي بات دنيا کي معلومات ميں اضافہ کردي ہے - ابتک جنگ يرموک کي ٹھيک تاريخ معلوم نہيں تھي - اسلامي مورخين نے کوئي معين تصريح نہيں کي ہے - اُنکا بيان صرف اس قدر ہے کہ رجب سنہ ۱۵ ھ ميں هوئي تھي - ليکن اِس سرياني صفحہ نے اُسکي تاريخ متعين کردي - اِسميں ۲۰ آب سنہ ۹۴۷ مذکور ہے - يہ سنہ مسيحي نہيں " سلوکيدي " ہے - سلوکيدي تاريخ شاہ " سوليکوس " کي تخت نشيني سے شروع هوتي ہے - يہ سکندر اعظم کي وفات کے بعد (سنہ ۳۲۳ قبل مسيح) شام کا بادشاہ تھا - قديم زمانے ميں يہي تاريخ شام ، عراق ، فلسطين اور اناطوليہ وغيرہ ممالک ميں رائج تھي - يہوديوں کي بول چال ميں اِس سنہ کا نام " منيان هشطاروت " ہے - غرضکہ اِس سرياني سند کے بموجب جنگ يرموک ، ۲۰ آب سنہ ۹۴۷ سلوکيدي ميں هوئي تھي - يعني ۲۰ - اگست سنہ ۶۳۶ عيسوي ميں - هجري حساب سے يہ تاريخ ٹھيک ۱۲ - رجب سنہ ۱۵ هوتي ہے ۔

اِس صفحہ سے ايک اور اهم نقطہ بھي حل هوجاتا ہے - يعني جنگ کے اصلي محل کا تعين - عرب مورخ اُسے خود " يرموک " ميں قرار ديتے هيں - ليکن يہ سرياني مورخ " جابيہ " بتاتا ہے - جابيہ درياے يرموک سے کچھہ فاصلہ پر ہے - غالباً لڑائي جابيہ هي ميں هوئي تھي - ليکن چونکہ يرموک عرب ميں زيادہ مشہور تھا اس لئے عربي مورخين نے اُسے يرموک هي کي طرف منسوب کرديا - پھر يہ وجہ بھي هوسکتي ہے کہ اسلامي لشکر نے اپنا پڑاؤ يرموک هي کے کنارے ڈالا هوگا - کيونکہ يہ لڑائي اگست کے مہينہ ميں هوئي ہے جبکہ شام ميں پاني کي قلت هوتي ہے - ضروري ہے کہ عرب دريا کے قريب رهنے پر مجبور هوئے هوں ۔

عرب مورخوں نے اِس جنگ ميں رومي فوج کي تعداد کئي لاکھہ بتائي ہے - مورخ بلاذري وغيرہ قريب دو لاکھہ کے قرار ديتے هيں ۔ مقتولين کي تعداد بھي بلاذري نے تقريباً ستر هزار بتائي ہے - بعض يورپين مورخ اِسے مبالغہ کہتے تھے - ليکن اِس سرياني صفحہ نے عرب مورخين کي تصديق کردي - اِس ميں رومي مقتولين کي تعداد کا تخمينہ پچاس هزار ہے جو عرب مورخين کے بيان کے قريب قريب ہے - ظاهر ہے مقتولين کي اِتني بڑي تعداد اُسي فوج ميں هوسکتي ہے جو ڈيڑھ دو لاکھہ سے کم نہ هو ۔

ہوتے بہی بدلی ایک عظیم الشان کالی گھٹا کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔ وہ پورے آسمان پر چھاگئی تھی اور سورج کو زمین کے ایک حصہ سے چھپادیا تھا۔ اب ہم دو مخالف اور متضاد قوتوں کے بیچ میں تھے۔ ایک طرف قوت جاذبہ تھی۔ یہ ہمیں مجبور کرتی تھی کہ ایک دوسرے سے ملیں اور باہم پیوست ہوں تاکہ بڑے بڑے قطرے وجود میں آئیں۔ دوسری طرف قوت دفع کرنے والی تھی اور اسکی کوشش یہ تھی کہ ہم باہم ایک دوسرے سے جدا رہیں اور منتشر ہو جائیں۔ لیکن یہ قوت آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی اور پہلی قوت قوی ہوتی گئی۔ لہذا ہماری باہمی پیوستگی برابر بڑھتی رہی اور بڑے بڑے قطرے بنتے گئے۔

ہوتے ہوتے یہ قطرے اتنے بڑے اور وزنی ہوگئے کہ ہوا میں اُن اٹھانے کی قوت باقی نہ رہی۔ اب ایک عظیم انقلاب پیش آیا۔ قطرے مینھ کی صورت میں زمین پر آ کر گرے، اور میں جو کبھی تنہا زمین بوس ہوگیا۔ یا تو ہوا کی گود میں اِتنی بلندی پر اڑتا پھر رہا تھا، یا اب گر کر دریائے زخار کا ایک نہایت ہی حقیر جزو ہو کر رہ گیا۔ اِتنا حقیر کہ تم شاید تصور بھی نہیں کرسکتے۔ سوئی کی نوک پر پانی کی جتنی بڑی بوند ٹھہر سکتی ہے، اُس سے بھی کہیں زیادہ میں چھوٹا تھا۔ اِس بوند میں میرے جیسے کروڑوں ذرے موجود ہوتے ہیں!

(سمندر میں واپسی)

سمندر میں پہنچکر ایک اور انقلاب میں نے دیکھا۔ فضا میں اتنی مدت تک آزاد رہا تھا کہ ہوا کے وسعت ہی میں تھا۔ ہوا مجھے تھوڑی اور بلندی سے بھی۔ لیکن اب سمندر میں خود میں نے تمام ہوتے مواد گھیرنا اور پکڑنا شروع کردیے۔ یہ مواد مختلف قسم کے ہیں اور تمہارے علماء نے انکے الگ الگ نام رکھے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور کھانے کا نمک ہے۔ اِس کا نام اصطلاح میں "کلورایڈ سوڈیم" یا "کلورایڈ سوڈاف" ہے۔ اسکے بعد "کلورائڈ مگنیشیم" پھر "سلفائڈ مگنیشم" اور "کلسیم" اور "پوٹیشیم" اور "کاربن" اور "برومائڈ" اور "آیوڈائڈ" اور "فلورائڈ" وغیرہ ہیں۔ اِنہی مواد میں سونا چاندی بھی داخل ہیں۔ چونکہ سمندر کا پانی اُن سے خالی نہیں ہے۔ ہم نے باوجود رقیق ذرات ہونے کے بہت سے مواد جذب کرلئے، جس طرح ہوا نے گیس بنا کر بھی ہمیں قید کر رکھا تھا۔ ہم نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ خود ہوا سے بھی اپنی پرانی قید کا بدلہ لے لیا۔ لیکن وہ بھی انتقام پر اتر آئی۔ اُسنے غیظ و غضب سے ہم پر حملے کیا اور موجوں کی شکل میں ہمیں اُچھالنا شروع کیا۔ دوسری مصیبت یہ پیش آئی کہ بعض علاقوں میں سورج بھی ہم پر نہایت سختی سے اپنی گرم شعاعیں ڈالنے لگا۔ اِس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارا وزن کم ہوگیا اور رفتار سست پڑگئی۔ اِس دوران میں میری حالت ناقابل بیان تھی۔ کبھی میں ساحل پر آکر گرتا تھا، کبھی دھارے میں پڑکر خط استوا سے قطب تک چلا جاتا تھا، اور کبھی زمین کے چاروں طرف چکر کھاتا پھرتا تھا۔

ستم یہ ہوا کہ ہوا اور سورج دونوں مخالف ہوکر ہمیں نیچا دکھانے پر تل گئے۔ ایک مرتبہ میرے بہت سے بھائی بہد آبی ذرے سطح سمندر پر غفلت میں پڑے تیر رہے تھے کہ ایکایک ہوا نے حملہ کردیا اور قید کرلینا چاہا۔ سورج بھی فوراً اسکی امداد پر مستعد ہوگیا اور اپنی شعاعوں کا لشکر اتار دیا۔ اب مقابلہ ناممکن تھا۔ یہ تمام ذرے قید ہوگئے۔ میری جو شامت آئی تو میں بھی تماشہ دیکھنے اوپر آگیا۔ ہوا اور سورج نے دیکھا تو مجھے بھی فوراً صاف کیا اور قید کرکے اوپر لے چلے۔ میری نادانی دیکھو کہ میں اِس قید پر بہت خوش ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ سمندر میں رہنے سے ہوا میں رہنا کہیں اچھا ہے۔ چنانچہ بغیر کسی عذر کے روانہ ہوگیا۔ بہت اوپر لیجاکر ہوا نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں خوش و خرم لامتناہی فضا میں رقص کرنے اور دوڑنے لگا۔ اب مجھے کوئی غم نہ تھا۔ جب ذرا جی گھبراتا تو نیچے نظر کرکے خشکی اور تری کا تماشہ دیکھ لیا کرتا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ میری اس خوشی کی عمر بہت تھوڑی ہے۔

(ہوائی ذرات اور پہاڑ میں)

مدت دراز تک میں اِسی حالت سے آسمان پر سیاحی کرتا رہا۔ کبھی [illegible] تنہا پھرتا، کبھی بھاپ کے ابر کے ساتھ ہوا خوری کرتا۔ [illegible] ایک دن میں سفر و سیاحت میں مصروف تھا کہ یکایک سردی نے آ گھیرا۔ [illegible] ۔ میں [illegible] برف کے ایک [illegible] میں جو نہایت لطیف [illegible] اور [illegible] تھا [illegible] دوسرے ہوائی ذرات کے ساتھ سرد ہوا میں قائم تھا۔ [illegible] بڑتیں اور [illegible] کی شکل میں سورج اور چاند کے گرد نظر آتیں۔ اِسکے بعد میرے ہوائی ذرات نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ [illegible] شکل کی ایک [illegible] چادر سی بن گئی۔ یہی حال دوسرے بادلوں کا بھی ہوا۔ پھر سب باہم مل گئے، اور برف کا بھاری بادل بن کر فضا میں چل پڑے۔ چلتے چلتے ایک بہت ہی قدیم اور سربفلک پہاڑ ملا۔ میں نے ایسا پہاڑ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اِس کی برف جمی ہوئی تھی۔ ہمارا بادل اچانک اُس کی چوٹی پر آ پڑا۔ اب بھی [illegible] تھی، مگر غضب یہ ہوا کہ ہمارے بادل پر دوڑا اور بہت سے ہوائی بادل بھی آ گرے۔ میں انکے نیچے بالکل دفن ہوگیا۔ یہاں کی سردی ناقابل بیان تھی۔ یا تو میں خط استوا کے سمندروں میں گرم سورج کے نیچے رہتا تھا، یا اب برف کی بے شمار تہوں کے نیچے دبا پڑا تھا!

لیکن خوش نصیبی سے میرے اوپر کی برف کو گرمی آ لگی۔ شاید خود اُسے بھی سردی لگی اور وہ آہستہ آہستہ پہاڑ سے نیچے کی طرف پھسلنے لگی۔ اب مجھے پھر اِس مصیبت سے نکلنے کی امید بندھی۔ مگر ابھی قسمت میں آرام نہ تھا۔ اوپر سے اور برف برابر گررہی تھی۔ قبل اِسکے کہ میری برف پگھل کر پانی ہو،

منجمد نہر کا ایک منظر جو کوہ الپس کی چوٹیوں سے سطح میں بہہ رہی ہے

میں ہم آغوش ہوگئے- اُنکا ملنا نہ تھا - ایک طلسم تھا- فوراً میرا وجود ظہور میں آگیا ! .

لیکن یہ نہ سمجھنا کہ اِن تینوں بزرگوں کو صرف ایک ہي فرزند نصیب ہوا- ایک اکیلا میں ہي پیدا نہیں ہوا تھا- میرے ساتھہ بیک وقت میرے کروڑوں بھائي بہن بھي پیدا ہوگئے تھے- سب ٹھیک میري ہي طرح پیدا ہوئے اور بالکل میرا ہي سا قد و قامت پایا - میں کیا کہوں ہم سب کس دوزخ میں تھے ؟ ہماری جنم بھومي میں قیامت کي گرمي تھي - دم منھہ کو آتا تھا- گلا گھٹا جاتا تھا- ایک پر ایک گرا پڑتا تھا - آخر اِسکے سوا کوئي صورت نظر نہ آئي کہ کسي طرح باہر نکل بھاگیں- چنانچہ ہم آہستہ آہستہ اوٹکر پہاڑ کي گردن تک پہنچے- یہاں جو ذرا دباؤ میں کمي ہوئي اور ہماري قوت بڑھي ' تو ہم سب نے ایک ساتھہ زور مارا اور اچانک باہر کود پڑے- ہمارا نکلنا کوئي معمولي سي بات نہ تھي - ایک ہولناک دھماکا تھا - پہاڑ کي پوري چوٹي اُڑکر ریزہ ریزہ ہوگئي- پھر ہم نے فوراً بھاپ کے ایک ستون کي شکل اختیار کرلي- یہ ستون بہت لمبا تھا- ہم سیدھے اوپر کي طرف اُٹھتے رہے- اب ہم اپني سب سے پہلي قید سے آزاد ہوگئے تھے .

(فضـــا میں پـــرواز)

پہاڑ کي چوٹي توڑ کر جب ہم باہر نکلے تو میں نے اپنے آپکو فضا میں اڑتے گرم ہوا میں بہت اونچي بلندیوں پر لے گئي- میں نہیں کہہ سکتا کتني دور تک [illegible] کا کوئي [illegible] تاہم مجھے یقین ہے [illegible] سے دس میل کو ضرور اونچا ہونگا - وہاں پہنچکر میں تھوڑا [illegible] آکسیجن اور نائٹروجن کے عناصر [illegible] ہوا مرکب ہے ' مجھے [illegible] میرے کروڑوں کروڑ آبي ذرے رقص کر رہے تھے- کسي کو قرار نہ تھا- حیرت انگیز سرعت سے اوپر نیچے ہوتے رہتے تھے- ساتھہ ہي سخت تصادم بھي جاري تھا- ہر لمحہ لاکھوں ذرے آپسمیں ٹکراتے مرتے اور ہوا کے عناصر بھي اسے [illegible] ہوتے- میں کہہ نہیں سکتا کس غرض سے یہ تمام رقص و تصادم جاري تھا؟ بلکہ مجھے یہ بھي معلوم نہیں آنکے وجود سے مقصود اصلي کیا تھا؟ میں صرف اپنا مشاہدہ بیان کررہا ہوں- اسرار اور علل کا شناسا نہیں ہوں .

بہر حال ہواؤں نے ہمیں اپني گود میں اٹھا لیا اور مشرق کي سمت لے چلیں- تم کہوگے مشرق کي طرف کیوں لے گئیں؟ یہ اِس لئے کہ اُن بلندیوں پر ہوائیں ہمیشہ پچھم سے پورب ہي کي طرف چلتي ہیں- ہواؤں کي گود میں آرام سے بیٹھکر میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں آبي اور خاکي ذروں کے ساتھہ پورے کرۂ زمین کا پہلي مرتبہ دورہ لگایا .

یہ بڑے اچھے دن تھے - ہمارے لئے خوشي ہي خوشي تھي- ہوا نہایت لطیف تھي- ہم پاني کے ذرے پوري آزادي اور وسعت کے ساتھہ چلتے پھرتے تھے- یہ آزادي ہمارے لئے سب سے بڑي نعمت تھي- کیونکہ حرکت ہماري فطرت میں ہے - ہم ایک دم بھي ٹھہر نہیں سکتے- اُس وقت حرکت کي ہمیں پوري آزادي تھي- لیکن اِسکا نتیجہ یہ ضرور تھا کہ ہم میں ہروقت سخت تصادم جاري رہتا تھا- ایک لمحہ میں لاکھوں مرتبہ باہم ٹکراتے تھے !

اُس زمانہ میں ہمارا مسکن بادلوں اور ہواؤں کے اوپر تھا- یہ تمام چیزیں نشیبي فضا میں رہتي ہیں اور ہم اُنسے بلندي پر تھے- ہم اپنے اوپر آسمان کو سیاہ دیکھتے اور آفتاب کالا دکھائي دیتا - تارے ہمیں ٹھیک دوپہر کو بھي نظر آجاتے تھے - وہاں ہوا اِس قدر لطیف ہے- زمین سے دسواں حصہ بھي اُس میں کثافت نہیں - لیکن ہوا کي اِس لطافت نے آفتاب کي شعاعیں بہت تیز کردي تھیں - کیونکہ لطیف ہوا دھوپ بہت کم جذب کرتي ہے - یہي باعث ہے کہ وہاں سردي بھي بلا کي پڑتي ہے- سورج کي شعاعیں بہت تیز تھیں لیکن مجھپر انکا کوئي اثر نہیں پڑتا تھا- اُنکا اثر صرف اُنہیں جسموں پر پڑسکتا ہے جو بہت سے ذروں سے مرکب ہوا کرتے ہیں- مجھپر کیسے اثر پڑتا؟ میں تو محض ایک چھوٹا سا ذرہ تھا .

(بادلوں میں داخلہ)

مدت دراز تک ہم اِسي حالت میں رہے- پھر ہوا کا وہ حصہ ٹھنڈا پڑگیا جہاں ہم تھے- میں فوراً اپنے لاکھوں ساتھیوں کے ساتھہ خاک کے ایک ذرہ سے لپٹ گیا جو پاس ہي اُڑرہا تھا- اس حرارت کا ٹھنڈک کا [illegible] ہوا کہ میں [illegible] ایک [illegible] قطرہ بن گیا - لیکن یہ قطرہ نہایت ہي چھوٹا اور ہلکا تھا [illegible] ہوا میں برابر اڑتا رہا - [illegible] قطرہ کي طرح [illegible]

برف کے بلوري ذرے جس طرح کہ خوردبین میں نظر آتے ہیں

[illegible] موجود تھیں - اگر وہ اُس وقت آسمان کي طرف نگاہ اُٹھاکر دیکھتیں تو اُنہیں اِس گنبد نیلگوں میں بادل کي ایک خوبصورت چادر ہلتي نظر آتي ! —

اِس اثنا میں کبھي کبھي ہوا کي ہلکي موجیں ہم سے ٹکراتي تھیں اور ہمیں ایک دوسرے سے جدا کردیتي تھیں- اس حالت میں ہمارا بادل غائب ہوجاتا تھا- کیونکہ ہوا کے تصادم سے گرمي بڑھہ جاتي تھي اور ہماري پُراني فطرت عود کر آتي اور ہم اُڑجاتے تھے- یہ عمل مدت تک جاري رہا- آخرکار ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم اتفاق سے نشیبي فضا میں سیر کر رہے تھے- اچانک ہوا کي موجیں آکر ٹکرا گئیں- اِس وقت اُنکي رفتار بہت زیادہ تیز تھي- اِس سرعت کا لازمي نتیجہ حرارت کي زیادتي ہوئي - ہم نے غبار کا ایک ذرہ پکڑ کر سہارا لینا چاہا - مگر اچانک سیال پاني کي ننھي بوند بنکر رہ گئے - یہي حال میرے دوسرے بھائي بندوں کا بھي ہوا- سب پاني کي بوندیں بن گئے - پھر اِن سب بوندوں نے مل کر ایک چھوٹي سي اندھي بدلي کي شکل اختیار کرلي - یہ بدلي کي دوسري حالت تھي جو ہم پر طاري ہوئي.

ہماري یہ دوسري بدلي آہستہ آہستہ بھاري اور موٹي ہوتي گئي- کیونکہ بے شمار آبي ذرے اُس میں آکر جمع ہونے لگے- ہوتے

تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ شاہی کے قیام میں زیادہ تر اس وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے کہ خود شاہ پسندوں میں پھوٹ پڑ گئی ہے - اُنکی دو پارٹیاں ہوگئی ہیں اور ایک دوسرے کو آگے بڑھنے سے روک رہی ہے -

عجیب بات یہ ہے کہ دونوں پارٹیوں کے لیڈر دو ضدی عورتیں ہیں - دونوں میں سخت عداوت ہے - ایک دوسری کو پیس ڈالنے پر تلی ہوئی ہے اور پس پردہ سخت جنگ ہو رہی ہے - صدیوں کے بعد آج جرمنی پھر عورتوں کی سازشوں کا آماجگاہ بن گیا ہے .

یہ دونوں لڑنے والی عورتیں کون ہیں ؟ ساس اور بہو! سابق قیصر ولیم کی نئی دلہن اور سابق ولی عہد کی بیگم - یہ ہیں وہ دو آتش مزاج اور اولوالعزم عورتیں جو پروشیا کے تخت کے لئے خانہ جنگی کی طیاریاں کر رہی ہیں !

یہ ایک کھلا راز ہے کہ شاہزادی ہرمائن (سابق قیصر کی دوسری بیوی) اپنے بڑھے شوہر کے دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہے - خود قیصر ولیم امریکا کے ایک مشہور اخبار میں ایک حد تک اس کا اعتراف کرچکے ہیں - قیصر نے اپنے مضمون میں اپنی دو محبتوں کی سرگزشت لکھی تھی - پہلی محبت کا تعلق متوفی ملکہ آسٹا سے ہے - اس کے بارے میں قیصر نے یہ جملہ لکھا تھا : " اُسکی جدائی کا داغ میرے قلب سے کبھی مٹنے والا نہیں " لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ داغ مٹ گیا اور بدنصیب شہنشاہ کے آنسو زندگی کی ایک نئی دلچسپی نے بہت ہی جلد خشک کردیے - ایک دن یہ غمزدہ انسان اپنی ڈاک کا تھیلا دیکھ رہا تھا - اچانک ایک خط نظر آیا - یہ خط ایک بیوہ کے لڑکے نے لکھا تھا .

قیصر کہتا ہے " مجھے فوراً اپنے ایک مرحوم وفادار افسر کا نام یاد آگیا اور اس مناسبت نے دلچسپی پیدا کردی " چنانچہ خط و کتابت جاری ہوگئی اور قیصر کے دل میں محبت کی گدگدی پیدا ہونے لگی - شاہزادی ہرمائن کی شادی اِسی اتفاقی خط و کتابت کا نتیجہ ہے - قیصر نے بڑی گرم جوشی سے اپنی نئی بیوی کا ذکر کیا ہے - ڈورن میں آنے جانے والے واقف ہیں کہ بڑھا شہنشاہ کس طرح اپنی نئی دلہن کے قبضہ میں ہے - سابق ملکہ کے ساتھ وہ ایک سخت گیر شوہر تھا - مگر اب وہ پورے معنوں میں مطیع و فرمانبردار ہے .

یہ واقعہ ہے کہ جنگ میں ناکامی کے بعد قیصر کی طبیعت بالکل بجھ گئی تھی - وہ بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں گزارنا چاہتا تھا - مگر شاہزادی ہرمائن نے آکر اُس میں ایک نئی روح پھونک دی - یہ اُسی کے اِصرار کا نتیجہ تھا کہ قیصر نے کھوئے ہوئے تاج و تخت کا پھر خیال کیا اور برلن واپس جانے کی کوشش شروع کردی .

جاننے والے جانتے ہیں کہ ہرمائن کیسی بلند حوصلہ اور مستقل مزاج عورت ہے ؟ وہ اپنے سر پر تاج دیکھنے کیلئے سخت بیچین ہے - ممکن ہے وہ پورے جرمنی کی ملکہ نہ بن سکے - لیکن پروشیا کے شاہی تخت پر بیٹھنے کا تو اُسنے عزم مصمم کرلیا ہے - قیصر کی اس وقت بھی یہی ضد ہے کہ اُسے سب لوگ " امپریس " (شہنشاہ ملکہ کے) لقب سے پکاریں .

میدان میں ایک طرف ہرمائن ہے اور پوری قوت سے کام کر رہی ہے - دوسری طرف شاہزادی سیسیلیا سابق ولی عہد کی بیوی کھڑی ہے - یہ شاہزادی اپنے شوہر کی طرف سے بالکل نا اُمید ہوگئی ہے - اب اُسنے اُمیدوں کا مرکز اُس کا لڑکا ہے جسکی عمر اس وقت ۲۱ برس کی ہوگی - جو اسی کو مسند شاہی پر بٹھانا چاہتی ہے - قیصر ولیم کا یہ پوتا نہایت خوبصورت، خوش اخلاق، ملنسار اور بہادر ہے - دنیا جرمنی اُس سے محبت کرتا ہے - اُس کی شخصیت کے متعلق طرح طرح کے عقیدتمندانہ قصے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں .

اِن دونوں شاہزادیوں میں جان توڑ مقابلہ ہو رہا ہے - دونوں اس جنگ میں غیرمعمولی ہمت و مہارت ظاہر کر رہی ہیں اور دونوں نے لاکھوں دلوں پر قبضہ کرلیا ہے - مگر ایسے آثار موجود ہیں جو ہرمائن کی فتحمندی کا زیادہ یقین دلاتے ہیں - بلکہ اس وقت تک وہ کئی کامیابیاں حاصل بھی کرچکی ہے - چنانچہ اپنے اور اپنے شوہر کیلئے حکومت سے دو لاکھ پچاس ہزار ایکڑ زمین اور ایک لاکھ پونڈ نقد حاصل کرچکی ہے - روز بروز اُسکا اقتدار بھی بڑھتا جاتا ہے - بظاہر اُسکی کامیابی قریب ہے - معزول قیصر کی واپسی کے خلاف جو قانونی بندش کئی سال سے قائم تھی، چند مہینے بعد ختم ہو جائیگی - خیال کیا جاتا ہے کہ اُس وقت قیصر کو کوئی قوت بھی جرمنی میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتی !

یہ عجیب بات ہے کہ اس لڑائی میں دونوں کے شوہر بڑی حد تک بے غرض ہیں - معزول قیصر کی زندگی ختم ہونے پر ہے - اِس لئے اُسے اپنی ذات کے لئے اب کچھ لینا نہیں ہے - صرف اپنی محبوب بیوی کی رضا جوئی پیش نظر ہے - اسی طرح سابق ولیعہد بھی تاج و تخت سے بیزار ہے - صرف اپنے بیٹے کی محبت اُسے مجبور کر رہی ہے کہ اپنی بیوی کی کوششوں کا ساتھ دے .

پاؤں کی کیلیں

بعض آدمیوں کے پیروں میں کیلیں نکل آتی ہیں - یہ کیلیں کئی قسم کی مختلف ہوتی ہیں - کبھا پڑتا ہے جس سے پاؤں کی کھال موٹی ہو جاتی ہے - کیل میں بھی کھال موٹی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی گوشت میں آهنی کیل کی طرح ایک سخت کیل بھی پڑ جاتی ہے جو سخت تکلیف دیتی ہے - عام طور پر اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور عارضی آرام ہو جاتا ہے مگر وہ پھر بڑھ جاتی ہے اور پریشان کرتی ہے - بہت سے لوگ اُسے دوا لگا کے داغ دیتے ہیں مگر زیادہ فائدہ نہیں ہوتا .

یہ کیلیں تنگ جوتا پہننے سے پیدا ہوتی ہیں - کبھی پاؤں کے تلوے میں ہوتی ہیں - کبھی انگلیوں کے اوپر اور کبھی اُن کے درمیان پڑ جاتی ہیں - تنگ جوتے سے جس مقام پر زیادہ دباؤ پڑتا ہے، وہاں التہابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے - اگر جوتا اتارا نہ جائے تو کھال کٹ جاتی ہے لیکن اُتارنے کے بعد یہ التہاب اکثر کیل کی شکل اختیار کرلیتا ہے .

یہ کیلیں تندرستی کے لئے نہایت مضر ہیں - سینہ اور حلق پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکا میں اِس سے بچنے کے لئے عام طور پر ڈھیلے جوتے پہنے جاتے ہیں - انگریز اِس بارے میں سب سے زیادہ محتاط ہیں - حتیٰ کہ کبھی کبھی اُن کے جوتے اِتنے ڈھیلے ہوتے ہیں کہ برے معلوم ہوتے ہیں - انگریزوں کی احتیاط کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ لارڈ ولنگٹن سے پوچھا گیا سپاہی کو سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہے ؟ اُنھوں نے کہا : " تین چیزوں کی : ڈھیلا جوتا - ڈھیلا جوتا - ڈھیلا جوتا "

برید فرنگ

جمهوریة اور شهیة کي نئي کشمکش

تاج کیلئے دو جرمن عورتوں کي مخفي جنگ

الهلال کے مقاله نگار مقیم برلن کے قلم سے

(اصل انگریزي سے ترجمه کیا گیا)

چند دن هوئے برلن کي سڑکوں نے ایک هیبت ناک منظر دیکها - شاهراهوں پر اِس طرح گولیاں چلتیں اور لاشیں گرتي تهیں جس طرح عام بغاوتوں کے زمانه میں هوا کرتا هے - یه لڑائي جمهوریت پسندوں اور شاه پسندوں کے درمیان تهي - پولیس بهي بے دهڑک فیر کر رهي تهي اور علانیه جمهوریت پسندوں کے خلاف تهي - لڑائي کي اهمیت کا اندازه اِس سے کیا جاسکتا هے که پریسیڈنٹ هینڈنبرگ کا حریف هرتیلان بهي اِس میں شریک تها اور سخت زخمي هوا .

سابق قیصر جرمني

لیکن یه لڑائي کتني هي سخت هو' مجهے اُس کي تفصیلات پر بحث کرنے کي ضرورت نهیں - ریوٹر ایجنسي نے اِس فرض سے سبکدوش کردیا هے - مجهے اِس وقت اصلي معامله پر غور کرنا هے - یه لڑائي اور اِس جیسي بهت سي لڑائیاں جو جرمني میں هوتي رهتي هیں' بجاے خود زیاده اهمیت نهیں رکهتیں - اصلي اهمیت اُس سبب کو حاصل هے جو اِن خانه جنگیوں کا موجب هے .

دنیا جانتي هے که جرمني میں اگرچه جمهوري حکومت قائم هوگئي هے مگر ملک کا عام رجحان شاهي کي طرف هے - جرمني آج بهي اُسي طرح تاج و تخت کي پرستش کرتا هے' جس طرح جنگ سے پہلے کرتا تها - معزول قیصر اس وقت بهي جرمن دلوں کا ویسا هي دیوتا هے جیسا اپنے عروج کے زمانه میں تها - جرمني میں جمهوري حکومت اِس لئے قائم نهیں هوگئي هے که باشندوں کي اکثریت اُسے چاهتي هے' بلکه اِس وجه سے هے که جرمني کے لئے انگلستان اور فرانس کو خوش رکهنا ضروري هے اور وه سابق قیصر اور خاندان هوهنزولرن کي حکومت پسند نهیں کرتے .

پهر دنیا یه بهي خوب جانتي هے که اب اِن دونوں طاقتور حریفوں کا رعب کم بلکه تقریبا زائل هوگیا هے - اب جرمن علي الاعلان اپنے شاه پسندانه میلان کا اظهار کرتے اور جنگي سپهسالار اپنے آقا ولیهلم کي وفاداري کے کهلے بندوں مقر هیں - خود جنرل هنڈنبرگ موجوده رئیس جمهوریت بهي اپنے اِس رجحان کے لئے مشهور هوچکا هے - انتخاب سے پہلے تو اُس نے صاف صاف اعلان کردیا تها که " سابق قیصر کي وفاداري کي جو قسم میں نے کهائي تهي' اُس سے ابتک آزاد نهیں هوا هوں " یهي باعث هے که جب وه رئیس جمهوریت منتخب هوا تو عام طور پر دنیا نے خیال کیا که یه قیصر کے واپس آنیکي تمهید هے - یه خیال بے بنیاد بهي نه تها - یه واقعه هے که اِس بوڑهے جنرل نے سیاسي زندگي کي بوجهل ذمه داریاں زیاده تر اسي غرض سے قبول کیں که اپنے پرانے آقا کے لئے زمین طیار کرے - برلن کے سیاسي حلقوں میں تو یهانتک کها جاتا هے که هنڈنبرگ نے یه منصب خود قیصر کے اصرار و حکم سے قبول کیا هے - صرف هنڈنبرگ هي نهیں' جو جماعت اِس وقت برسر حکومت هے' اُسکي اکثریت بهي سراسر شاه پسند هے .

میں جس پہلو پر روشني ڈالنا چاهتا هوں' وه ابتک عام نظروں سے تاریکي میں هے - باوجود شاه پرستي کے تمام میلان کے ابتک شاهي حکومت کا قیام کیوں وجود میں نهیں آسکا؟ یه سوال اکثر دلوں میں پیدا هوتا هے مگر صاف جواب حاصل کرنا دشوار هوجاتا هے .

نئي برف نے آکر اُسے ٹهوس یخ بنا دیا - اب میں سخت اور شفاف برف کي چٹان کا ایک جزء بن گیا تها - قدرت کے کرشمے دیکهو! ایک وقت میں بهاپ کا ذره تها' هر طرف اُڑتا پهرتا تها - اب ایک نهایت ٹهوس جسم کا جزء بن گیا - جب تک هوا میں رها' آزادي سے حرکت کرتا تها' سمندر میں بهي زیاده بندش نه تهي - لیکن برف میں پڑکر مجهے صدیوں ایک تنگ اور سرد قیدخانه میں رهنا پڑا - نه وهاں روشني نظر آتي تهي - نه کسي طرف جنبش کرسکتا تها - اندهیرا گهپ - موت کي سي خاموشي - قبر سے بدتر قیدخانه!

(سمندر میں واپسي)

صدیاں گزرگئیں - میں نا امید هوچکا تها - سمجهتا تها کبهي رهائي نصیب نه هوگي - مگر یه بهي میري غلطي تهي - جس برف میں میں مقید تها وه برابر پیچهے اُترتي جاتي تهي' در اصل اُسنے ایک برفاني سیلاب کي شکل اختیار کرلي تهي - اُترتے اُترتے وه زمین کے کنارے پهنچ گئي - میں بالکل غافل تها - اچانک اُسکا ایک بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر سمندر میں گرپڑا اور زور کا دهماکا هوا - میں سمجها پهاڑ پهٹ پڑا هے - پهر خاموشي چهاگئي اور میري نا امیدي لوٹ آئي - لیکن بالآخر ایک دن جبکه میں غافل تها' برف کا وه ٹکڑا ایک چٹان سے ٹکراکر پاش پاش هوگیا' اور میں قید سے آزاد هوگیا - اب میں پهر اُسي سمندر میں پڑا تیر رها هوں جس سے کسي زمانه میں هوا قید کرکے آسمان پر لے اُڑي تهي - یه هے میري سرگزشت کا ایک حصه - باقي حصے کسي دوسري فرصت میں بیان کرونگا .

اسنے مجھے دیکھتے ہی جوش کے ساتھہ کہا "میرا نام ایلن ہے" ایلن واقعی اپنے پورے معنوں میں منظر جمال ہے - قد میانہ ' جسم سڈول ' نہ فربہ نہ لاغر ' ہاتھہ پاؤں تناسب اعتدال کا نمونہ - اسکا رنگ صاف بتا رہا تھا کہ یہودی نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہوگیا ہے -

میرے خیال میں اسکی سب سے زیادہ عجیب چیز اسکی آنکھیں ہیں - سچ مچ کی سحر کار ' جادو بھری آنکھیں ' نہ چھوٹی نہ بڑی ' صاف اور سنہری ' دراز پلکوں کے نیچے ساکن ' لطیف ابروؤں کے سایہ میں مطمئن ' لیکن ہزاروں معانی و مطالب حسن سے لبریز !

اپنے خندۂ جانستان سے بجلیاں گراتی ہوئی میرے استقبال کو بڑھی - رسمی سلام وکلام کے بعد ایک صوفے پر بیٹھہ گئی اور بعد کسی انتظار کے اپنی باریک ' تھنڈی ' مگر سنجیدہ آواز میں کہنا شروع کردی :

"اب مجھے بے لاگ حقیقت کا اعلان کردینا چاہئے" اسنے کہا "میں بہت دن خاموش رہی لیکن کب تک خاموشی کے ساتھہ دنیا کی تہمتیں برداشت کرتی رہوں ؟ میں نے سخت عذاب جھیلا ہے - آہ ! کیسا نا قابل تحمل عذاب ! عالمگیر انسانی تحقیر کا عذاب ! دشمنوں نے دنیا بھر میں مشہور کردیا ہے کہ میں ایک بد چلن اور آوارہ گرد عورت ہوں ! کیا میں بد چلن عورت ہوں ؟ یہ کیسی خوفناک تہمت ہے !"

اب اسکے چہرہ پر ہلکی سی زردی چھا گئی :

"لوگوں نے سب ہی کچھہ کہا اور لکھا - وہ کون سا برا لفظ تھا جو میری نسبت نہیں لکھا گیا - کیا یہ سچ نہیں ہے ؟"

ایک لمحہ خاموشی کے بعد اسنے پھر تقریر شروع کی :

"دشمنوں نے دنیا کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ مجھہ میں وہ تمام رذالتیں جمع ہیں جو کسی عورت میں ہوسکتی ہیں - میں ساحرہ ہوں - غارت گر ہوں - آوارہ ہوں - ہرجائی ہوں - پرنس کارل کو برباد کرنے والی ہوں - اسکی بیوی بچے سے اسے جدا کرنے والی ہوں - میں اسے بھگا لائی ہوں - اسکے خاندان میں پھوٹ ڈالنے والی ہوں - آہ ! غریب و ناتواں ایلن رومانیا کی جملہ مصائب کی تنہا ذمہ دار ہے ! جب میں اپنی انگلی یوں ہلاتی ہوں (اسنے اپنی مخروطی انگلی اٹھاکر کہا) تو رومانیا کا قدیم شاندار تخت شاہی لرز جاتا ہے - الٹ کر پاش پاش ہوجاتا ہے !"

اس نے ایک غم ناک قہقہہ مارا "بلا شبہ یہ عجیب ہے اگر ہولناک نہیں ہے" یہ کہکر وہ کرسی سے اٹھہ کھڑی ہوئی - پھر بیٹھہ گئی اور سنجیدگی سے کہنے لگی :

"میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں - تم نے سنا ہوگا میں گزشتہ سال میلانو میں تھی - تمام اخباروں نے لکھہ مارا کہ پرنس کارل میرے ساتھہ بھاگ آیا ہے - حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ تھا - اصلیت صرف اتنی ہے کہ رومانیا میں سخت سیاسی مشکلات در پیش تھیں - مصائب نے پرنس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا - اتفاقیہ میری اس سے ملاقات ہوگئی - اسے ایک سچے رفیق و مونس کی ضرورت تھی - اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس کی رفاقت و ہمرہی کا فیصلہ کر لیا"

اس نے پہلو بدلا اور کرسی اپنی انگلی سے کریدنے لگی :

"تم سمجھہ سکتی ہو" اس نے رنجیدہ پیرایہ میں کہا "میں کیسی سخت مشکل میں پڑ گئی تھی ؟ صرف یہی ایک خیال مجھے تسلی دیسکتا تھا کہ سچی دوستی کے معنی ہیں نفس کی کامل قربانی ' اور میں اپنی قربانی کرکے فرض دوستی ادا کر رہی ہوں - بلا شبہ جب کبھی میں دشمنوں کی تہمتیں سنتی تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا - لیکن پھر صبر و عزم سے کام لیتی اور سمجھتی کہ یہ حالت زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتی - دراصل دشمنوں کی یہ تمام شرارت اسلئے تھی کہ شاہزادہ کو ہمیشہ کے لئے ... کردیا جائے - اس میں شک نہیں شرارت بہت دنوں تک کامیاب رہی - حتی کہ ایسا وقت بھی ہم پر گزرچکا ہے جب اس دنیا میں ایک انسان بھی ہمارا ہمدرد نہ تھا"

"تم نے بر وقت کیوں ان تہمتوں کی اصلیت ظاہر نہیں کردی ؟" میں نے سوال کیا -

"میں متکبر تھی" اس نے تیزی سے جواب دیا "ہاں میں متکبر تھی - میری خودداری کو سخت ٹھیس لگی تھی - اس دنیا کو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتی تھی - میں اس دنیا سے جو سنگ دل انسانوں سے بھری ہوئی ہے نفرت کرتی ہوں - شاید میں ہمیشہ نفرت کرتی رہوں - میں کیوں دنیا کی کمینہ تہمت تراشیوں کے جواب میں اپنے آپ کو نمایا کرتی ؟ تم خود دیکھتی ہو معاملہ بالکل صاف تھا - کسی صفائی کی ضرورت ہی نہ تھی - مجھے یقین ہے کہ میرا دامن بے داغ ہے - پھر میں اپنی صفائی کی کیوں کوشش کرتی ؟ جو آدمی اپنی صفائی کرتا ہے وہ گویا خود اپنے اوپر تہمت اوڑھ لیتا ہے"

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ پھر بولی :

"اس تمام قصہ کی بنیاد صرف اتفاق پر ہے - بالکل اتفاقیہ طور پر پرنس سے میری ملاقات ہوگئی - میں پرنس سے دوستی کا رشتہ جوڑنے پر مجبور ہوگئی کیونکہ اس وقت اسے دوستی کی ضرورت تھی - میں نے کوشش کی کہ ٹھیک وہ روش اختیار کروں جو ایسے حالات میں کسی مخلص دوست کی ہوسکتی ہے - کیا ایک دوست کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ اپنی دوستی کیلئے اپنی برئت ثابت کرے ؟"

"پھر اب کیوں تم نے رائے بدل دی ؟ کیا تمہارے اور پرنس کے درمیان کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے یا عنقریب ہونے والی ہے ؟" میں نے سوال کیا -

اسنے شانے ہلا کر بے صبری سے جواب دیا :

"ہمارے درمیان کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہوسکتی ہے - کیونکہ ہمارا معاملہ ایسی محبت کا معاملہ نہیں ہے جو ہوا و ہوس کی محبت ہو اور جیسا کہ لوگ یقین کررہے ہیں - ہمارا علاقہ نفس انسانی کے ان پست درجوں سے کہیں بالا تر ہے - کہا جاتا ہے کہ دوستی ' حقیقی دوستی : سورج کے نیچے کمیاب ہے - اور مرد اور عورت کے درمیان تو اور زیادہ - لیکن میں یہ کہنے کی جرات کرتی ہوں کہ میں نے اس دنیا میں ایک انسان کے ساتھہ دوستی کی ہے - پرنس کو ایک دوست کی ضرورت تھی - میں اسکی دوست بن گئی - اسے ابتک دوست کی ضرورت ہے ' اس لئے میں ابتک اسکے ساتھہ ہوں - میں چونکہ اسکی دوست ہوں اسلئے اسکی تمام مصائب و فوائد کی بھی دوست ہوں ' اور ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کرسکتی کہ اسکی خوشحالیوں کی راہ میں روک ثابت ہوں"

مدام جوش سے تقریر کررہی تھی - وہ مجھے یقین دلانا چاہتی تھی کہ پرنس اور اسکی بیوی میلینا کے ملاپ اور مفاہمت کو وہ ناپسند نہیں کرتی -

حسن و عشق اور تاج و تخت

رومانیا کا تخت شاهي ایک فتنه گر حسن کے رحم پر

(قیس کي داستان لیلیٰ کي زباني)

الهلال کے مقاله نگار پیرس کے قلم سے

اس وقت دنیا کے کسي ملک میں بهي وه عجیب صورت حال درپیش نهیں هے جو ایک برس سے رومانیا کو ایک سخت داخلي اضطراب میں مبتلا کیے هوئے هے - ملک میں هر وقت خانه جنگي اور خونریزي برپا هو جانے کا اندیشه هے - نهیں کها جاسکتا حالات کي یه نازک صورت حال کس حد تک پهنچکر رکیگي ؟

یه تمام اضطراب و اختلال کیوں هے ؟ صرف اسلیے که پرنس کارل سابق ولي عهد رومانیا پر کماندار عشق کا بے پناه تیر چل گیا اور وه ایک فتنه گر حسن کي نگاه برق پاش کا مقابله نه کرسکا :

عشق ازین بسیار کرد ست و کند !

دوران جنگ میں جب جرمن فوجیں بخارست (دارالحکومت رومانیا) پر قابض تهیں ، تو یه شاهزاده اپني فوج کے ایک افسر کي لڑکي پر فریفته هوگیا اور اس سے اوڈیسا میں خفیه شادي کرلي - لیکن جنگ کے بعد جب دونوں رومانیا واپس آئے تو بادشاه پر یه رشته گراں گزرا اور اسنے علحدگي کا حکم دیدیا .

ملکه اور بهي زیاده سخت تهي - عرصه تک کشمکش جاري رهي - بالاخر شهزاده کو مجبور هو جانا پڑا اور اپني بیوي کو طلاق دیدي - ایک شیر خوار بچه اسکي گود میں تها - طلاق کے بعد مع اپنے بچے کے رومانیا سے جلا وطن کردي گئي .

اسکے بعد شاهزاده کي شادي یوناني شاهزادي هیلینا سے کردي گئي - اسوقت عام طور پر یقین کیا جاتا تها که اب ولي عهد مطمئن هوکر شاهي زندگي بسر کریگا اور یه ناگوار حادثه فراموش هوجایگا - لیکن واقعات اسکے برخلاف ثابت هوئے - چند هي دنوں بعد شاهزاده کو اپني نئي بیوي سے نفرت هوگئي اور اس نفرت نے عشق و الفت کا ایک نیا محل ڈهونڈه نکالا - دسمبر سنه ۱۹۲۵ کي صبح کو اچانک معلوم هوا که شاهزاده بخارست سے پوشیده نکل گیا هے ، اور میڈم لوپسکو نامي ایک عورت بهي اسکے ساته فرار هوگئي هے - شهزاده کي ایک تحریر اسکي نشست کے کمره سے ملي - اس میں لکها تها که میں اب ولي عهدي سے دست بردار هو جاتا هوں - جس ولي عهدي سے مجهے اپني زندگي کي ابتدائي راحت بهي نهیں مل سکتي ، بهتر هے که اسے کسي دوسرے کیلئے چهوڑ دوں !

اس واقعه نے تمام یورپ میں هلچل مچادي - ۴ - جنوري سنه ۱۹۲۶ - کو روماني پارلیمنٹ کا جلسه هوا اور اسنے طے کیا که شهزاده کا پانچ برس کا لڑکا جو پرنس هلینا کے بطن سے هے ولي عهد مقرر کیا جاے - ساته هي اعلان کیا گیا که دس برس کیلئے پرنس کارل کا داخله رومانیا میں ممنوع قرار دیا جاتا هے .

پرنس پر یه کارروائي شاق گزري - اب وه اپنے ملک میں واپس آنا اور اپنا حق واپس لینا چاهتا هے - اس صورت حال کا نتیجه یه هے که ملک دو گروهوں میں بٹ گیا هے - حلقۂ حکومت پرنس کے خلاف هے ، مگر رعایا کي اکثریت اسکي حمایت پر تلي هوئي هے - پرنس کي مخالفت میں سب سے زیاده سرگرم خود اسکي ماں هے - اس ملکه کي سختي اس حد تک پهنچ گئي هے که اسے " دل میں خنجر رکهنے والي ماں " کے لقب سے خود رومانی پکارنے لگے هیں .

ولي عهد کي موجوده روش کي تمام ذمه داري اسکي نئي محبوبه میڈم لوپسکو کے سر ڈالدي گئي هے - یورپ کے اخبارات اسکے خلاف مضامین شائع کر رهے هیں - اور اسے " خوفناک ساحره " اور " قزاق " کا لقب دیا جا رها هے - وه سال بهر تک تو خاموش رهي ، لیکن اب پهلي مرتبه زبان کهولي هے - حال میں ایک انگریز اخبار نویس خاتون اس سے پیرس میں ملي تهي - اس خاتون نے اپني ملاقات کي سرگذشت حسب ذیل بیان کي هے :

" میں نے رومانیا کا تخت شاهي نهیں هلایا - نه پرنس کارل میري وجه سے تخت شاهي سے دست بردار هوا هے جیسا که دنیا نے همارے دشمنوں کے کهنے سے یقین کر رکها هے - میں نه تو ساحره هوں - نه قزاق هوں - میں محض پرنس کي ایک مخلص دوست هوں - میں پرنس کے فرائض کي راه میں کبهي رکاوٹ نهیں بن سکتي "

ان الفاظ سے میڈم لوپسکو نے اپني گفتگو شروع کي :

" میں نے پرنس کارل کو تخت شاهي سے علحده نهیں کیا " میڈم نے کها " میں انهیں بادشاه بننے سے هرگز نهیں روکتي - میں تو محض انکے رنج میں شریک اور جلاوطني کي رفیق هوں - اس سے زیاده میري کوئي حیثیت نهیں "

انگریز خاتون لکهتي هے : میڈم لوپسکو پیرس کے مضافات میں مقیم هے - مکان اچها خاصه دو منزله هے - مکان کے گرد آهني احاطه هے اور اسمیں مضبوط دروازے لگے هیں - همیشه خفیه پولس کے دو آدمي نگراني کرتے هیں - پهاٹک کي کنجي ایک وفادار دربان کے پاس رهتي هے - وهي کهولتا اور بند کرتا هے .

مکان کے اندر میں نے هر چیز آراسته اور کهریلو پائي - نیچے ریشمي فرش بچها تها - جابجا نفیس کرسیاں رکهي تهیں - خوبصورت گلدستے قرینے سے میزوں پر چنے تهے - غرضکه گهر کي مجموعي هیئت صاف بتا رهي تهي که اس میں کوئي با سلیقه عورت رهتي هے .

میرے لیے دروازه کهلا - میں معترف هوں که میڈم لوپسکو کو اچانک اپنے سامنے دیکهکر میں دم بخود ره گئي - یهي وه سحر والي ساحرۂ حسن هے جسنے رومانیا کي پوري سلطنت اپني چشم ابرو کے ایک اشاره سے هلا ڈالي ! یهي وه شهرۂ آفاق مگر پر اسرار عورت هے جسے بهت کم آدمیوں نے دیکها هے مگر سب نے اسکے بارے میں خیال آفریني کي هے ! اسي کي نسبت مشهور هے که اسکي جانستاں اداؤں کے مقابل کے ایک بادشاه نے اسکا تاج و تخت چهوڑ دیا ! میں تسلیم کرتي هوں که میں نے اسکي جو تصویر اپنے ذهن میں کهینچ رکهي تهي ، وه اس سے بالکل مختلف نکلي .

یه ایک نهایت حسین عورت هے - عمر بیس برس سے کچه کم هوگي - بال سرخ نهیں هیں جیسا که عام طور پر مشهور هوئے هے - اسکے بالوں کا رنگ پکے گیهوں کا رنگ هے جب ڈوبتے هوئے سورج کي زرد شعاعوں سے وه چمک دار هوجاتا هے - چهره کے گرد گهنے ، ریشمیں ، سنهري ، بالوں کا هجوم هے - بال نهایت شاندار هیں انکے فیشن کے خلاف اپني پوري درازي رکهتے هیں - وه عورت نهیں هے - گلاب کا نازک ، تازه ، شگفته ، خنداں ، اور دلفریب پهول هے !

یونانی زبان کو حاصل تھا - اس عہد کی صنعت کتابت و تزئین کے آثار بھی محفوظ ھیں - یعنی ایسی کتابیں بھی محفوظ ھیں جو مطلا و مذھب یا مصور لکھی گئی تھیں ' اور کاغذ کی جگہ ھرن کی جھلی استعمال کی گئی تھی - مذھبی اعمال و رسوم کی بعض اشیاء بھی پائی جاتی ھیں جو اسپین کے آخری مسیحی فرمانروا راڈرک کے استعمال میں آتی تھیں ۔

عمارت کا ایک دوسرا حصہ اندلس کے اسلامی عہد تمدن کی یادگاروں پر مشتمل ھے اسمیں تقریباً دو ھزار مجلدات عربی تالیفوں کی ھونگی - کچھہ ذخیرہ تصاویر و نقوش اور صنعتی اشیاء و نوادر کا بھی ھے ۔

(اسکوریال کی خاموش شہادت)

لیکن کیا اندلس کے آٹھہ سو برس کے اسلامی تمدن کا صرف اتنا ھی ذخیرہ دنیا کے حصہ میں آیا تھا جو اسکوریال میں محفوظ ھے ؟ اور کیا یہ ذخیرہ بھی اندلس کے دوسرے مسیحی دور کی علمی حفاظت کا نتیجہ ھے ؟

نہیں ' تاریخ ان دونوں سوالوں کا جواب نفی میں دیتی ھے ۔

دنیا کی تاریخ میں شاید ھی علم و تمدن کیلئے ایسے تاریک و المناک ایام آئے ھوں جیسے اسلامی حکومت کے زوال و اخراج کے بعد اندلس میں آئے - سنہ ۱۴۹۱ع میں جب غرناطہ کا آخری مسلمان فرمانروا ابو عبد اللہ اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ھوکر مجبور ھوگیا کہ غرناطہ دشمن کے حوالہ کردے ' تو اسوقت فرڈی نند اور اھالی غرناطہ میں ایک معاھدہ ھوا تھا - اسمیں ۶۷ شرطیں تھیں جو آجتک صفحات تاریخ پر ثبت ھیں - ان شرطوں میں بعض شرائط اسلامی مدرسوں اور کتب خانوں کے بارے میں بھی تھیں - جس طرح فرڈی نند نے مسلمانوں کی مذھبی آزادی اور شہری و مدنی حقوق کے احترام کا عہد کیا تھا ' اسی طرح اس بات کا بھی عہد کیا تھا کہ تمام اسلامی مدرسے قائم رکھے جائینگے ' اور اسلامی کتب خانے مسلمانوں کی ملکیت تسلیم کئے جائینگے - لیکن اس معاھدہ اور اسکی ۶۷ شرطوں کا نتیجہ کیا نکلا ؟ مشہور مورخ لارس اور رامبو کے لفظوں میں یہ نکلا کہ " دنیا میں شاید ھی کسی انسانی گروہ نے انسانوں کے قتل' آبادیوں کی ویرانی ' علم و مدنیۃ کی بربادی ' اور وحشت و بربریۃ کی اشاعت میں ایسی مجنونانہ بیتابی دکھلائی ھوگی جیسی کہ اسپین کے عام برادران مسیحیت نے دکھلائی - پچاس برس کے اندر نہ صرف مسلمانوں سے ' بلکہ علم و مدنیۃ کی تمام علامتوں اور نشانیوں سے پورا جزیرہ نماے اندلس صاف کردیا گیا " !

اسپین میں علوم و کتب کی موجودگی اسلامی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت تھی ' لیکن جب مسیحی حکومت کا علم لہرانے لگتا تو اسکا پہلا نتیجہ یہ نکلتا کہ مدرسوں کی عمارتیں منہدم ھوجاتیں اور کتابیں کے انبار آگ کے حوالے کردیے جاتے - کامل ڈیڑھ سو برس تک (جو اندلس میں اسلامی حکومت کے زوال اور مسیحی اقتدار کے عروج کا زمانہ ھے) اسکا سلسلہ جاری رھا - جب کسی شہر سے عرب خارج کئے جاتے ' تو فاتح جماعت کا پہلا کام یہ ھوتا کہ ڈھونڈ ڈھونڈھکر کتابیں جمع کی جاتیں اور آگ کے حوالے کردی جاتیں - آخری کتب خانہ جو جلایا گیا ' وہ غرناطہ کا شاھی کتب خانہ تھا جسکی حفاظت کا خصوصیت کے ساتھہ فرڈی نند نے معاھدہ تسلیم میں عہد کیا تھا - مورخین یورپ نے اس کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد اسی ھزار سے ایک لاکھہ تک بیان کی ھے - تاریخ کے جس انسان کو اتنے بڑے ذخیرۂ علم و مدنیۃ کے ضائع کردینے کی لا زوال شہرت حاصل ھوئی ' وہ تاریخ اسپین کا مشہور کارڈینل فرانسسکو زی مینس Cordinal Francisco Ximens ھے ۔

کارڈینل مذکور کو اسپین کی تاریخ میں وھی درجہ حاصل ھے جو ایک دوسرے کارڈینل ریشیلیو Richelieu کو فرانس کی تاریخ میں حاصل ھوا ھے - دونوں مذھبی حلقہ سے نکلکر حکومت و فرمانروائی کے حلقہ میں آئے ' اور ترقی کرتے کرتے نائب السلطنت کے عہدہ تک پہنچ گئے - یہی وجہ ھے کہ مورخین نے دونوں شخصیتوں کا مقابلہ کیا ھے اور انکے خصائص پر بحثیں کی ھیں - زمانہ حال کے بعض مورخوں نے زی مینس کو ریشیلیو پر ترجیح دی ھے ' کیونکہ وہ آخر الذکر سے کہیں زیادہ علم و فن کا شائق تھا - یہ کہتے ھیں کہ اسی کی کوشش سے اسپین کی پہلی یونیورسٹی وجود میں آئی جو الکالا Alcala میں قائم ھوئی تھی اور جسکی نسبت فرانسس اول نے کہا تھا " تنہا زی مینس نے تنہا وہ کام کیا جو فرانس میں کئی بادشاھوں کی ایک پوری صف کرسکتی ھے " اور پھر یہ اسی کی محنت و توجہ کا نتیجہ تھا کہ سنہ ۱۵۱۷ ع میں کتب مقدسہ کی مختلف زبانوں کا ایک مکمل ایڈیشن مع ترجموں اور تشریحات کے چھہ جلدوں میں چھپکر شائع ھوا ۔

لیکن مذھبی تعصب و جنون کی یہ کیسی عجیب مثال ھے کہ سنہ ۱۴۹۹ میں اسی کارڈینل نے جو یونیورسٹی کا موسس اور فن طباعت کا قدردان ھے ' ایک دوسرے مقدس آدمی فرڈیننڈ ڈی ٹالاویرا Ferdinand de Talavera کے ساتھہ ملکر یہ فتوی صادر کیا ھے کہ غرناطہ کا شاھی کتب خانہ جلا دیا جائے ' کیونکہ خود اسی کے الفاظ میں " اسکی کتابیں انجیل کی تعلیم سے مطابقت نہیں رکھتیں " !

مشہور مورخ کانڈی Conde لکھتا ھے :

" ان اسی ھزار کتابوں کے علمی مطالب کی قدر و قیمت [illegible] ' ان میں سے ھر کتاب کی جلد اس درجہ [illegible] و عجیب و غریب صنعتوں سے [illegible] کہ لوگوں کے جلتے ھوئے شعلوں میں سے جلدوں [illegible] اور [illegible] کی بڑی مقدار حاصل کرلی "

یہ معاملہ یہیں تک [illegible] نہیں ھوا بلکہ [illegible] شاھی کتب خانہ جلادینے کے بعد محکمہ تفتیش مقدس Inquisition — نے تمام شہر میں [illegible] کہ مسلمانوں کے گھروں کی تلاشی لی اور عربی کی جس قدر کتابیں ملیں ضبط کرلی جائیں - مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر ڈوزی Dozy کی تاریخ مسلمانان اندلس Histoire des Musalmans d' Espagne کی شہادت کے مطابق یہ ذخیرہ بھی شاھی کتب خانہ کے ذخیرہ سے کسی طرح کم نہ تھا ۔

ان حالات کے بعد ظاھر ھے کہ اندلس کے اسلامی تمدن کا کوئی علمی ذخیرہ ایسا باقی نہیں رھا تھا جو موجودہ دنیا تک پہنچ سکتا ۔

کتب خانۂ اسکندریہ کے جلانے کی کہانی میں بیان کیا گیا ھے کہ کتابیں چھہ مہینے تک شہر کے حماموں میں ایندھن کی جگہ جلتی رھی تھیں - افسانہ میں کتابیں چھہ ماہ تک جلتی رھیں - لیکن سچے واقعہ میں آگ کا عمل اتنا کمزور نہیں ھو سکتا کہ چھہ ماہ تک کتابوں کو مہلت زندگی دیدے - غرناطہ کا حادثہ افسانہ نہیں ھے واقعہ ھے ' اس لئے جو کچھہ بیان کیا گیا ھے یہ ھے کہ " کامل سات دن تک کتابوں کے ڈھیر جلتے رھے " !

آثار عتیقہ

وہ اچانک کرسی کی پشت سے ٹیک لگاکر بیٹھ گئی اور چھت کی طرف نظر اٹھاکر دیکھنے لگی - مجھے سخت حیرت ہوئی کیونکہ اب اسکے ایک دلربا نازنین کی جگہ اچانک ایک حکیم اور فلسفی کا لب و لہجہ اختیار کر لیا تھا :

" دوستی اُس چیز سے بہت بلند ہے جسے محبت کہتے ہیں - دوستی سراسر قربانی اور اعتماد ہے ' مگر محبت سراسر انانیت اور خود پرستی ہے - یہی سبب ہے کہ جب میں دیکھتی ہوں لوگ ہمارے باہمی تعلق کو عشق و محبت کا تعلق بتاتے ہیں تو میرے جذبات سخت مجروح ہوجاتے ہیں - اگر ہم میں عشق ہوتا تو میں اِتنی خوش نصیب اور مطمئن نہ ہوتی جتنی اِس وقت ہوں - محبت چند ہفتے ' چند مہینے ' شاید چند برس رهتی ہو - لیکن دوستی زندگی کا ایک ابدی معاهدہ ہے - جوں جوں وقت گذرتا ہے ' اسکا جوش افسردہ نہیں پڑتا بلکہ اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے "

" اعلی خیال ہے " میں نے اسکی تصدیق کی " لیکن اب کیا ارادہ ہے ؟ آیندہ کا پروگرام کیا ہے ؟ "

مادام لوپسکو کرسی سے اٹھہ کر کھڑکی کے پاس گئی - ریشمیں پردہ ھٹاکر سورج پر نظر ڈالی - پھر لوٹ آئی :

" سچ یہ ہے میں نے ابتک کچھہ بھی غور نہیں کیا ہے ". اُس نے بے پروائی سے جواب دیا " در اصل کوئی پروگرام نہیں ہے - قدرتی طور پر معاملہ کا دار مدار ...... " وہ اچانک رک گئی " میں پیرس میں بہت خوش ہوں " بات ٹالنے کے لئے کہنے لگی " میری دلی تمنا ہے کہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں - بالکل بھول جائیں - میں خاموش زندگی بسر کرنا چاهتی ہوں "

یہ اُس نے سچ کہا - یہ عجیب عورت پیرس سے صرف پندرہ منٹ کے فاصلہ پر مقیم ہے - مگر تین تین هفتہ تک شہر نہیں جاتی - واقعی وہ تنہائی پسند ہے .

" میں یہاں رهنا پسند کرتی ہوں " اُس نے کہا " کیونکہ یہاں ہر طرف خاموشی ہے - موسم بہار میں یہ درخت ہرے بھرے ہو جائینگے "

میں نے اِس افواہ کے متعلق سوال کیا کہ کونسی عاشق و معشوق عنقریب سیاحی شروع کرنے والے ہیں - اُس نے جواب دیا :

" مجھے سیاحی کا شوق نہیں ہے - میرے خیال میں رومانیا دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت ملک ہے "

در حقیقت یہ نازنین حیرت انگیز جاذبیت اور کشش رکھتی ہے - کوئی شخص بھی اُس کے تاثیر جمال سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتا - اُس کی شخصیت سادہ لیکن پورے معنی میں موثر ہے - اِس ملاقات کے بعد مجھے کوئی تعجب نہیں اگر رومانیا کا تخت شاهی اِس عورت کے خوف سے تھر تھرا رہا ہے !

اندلس میں اسلامی تمدن کا اخری نقش قدم

(کنیسۂ اسکوریال کے عربی آثار)

اندلس (اسپین) کے موجودہ دارالحکومت میڈرڈ سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ایک عظیم الشان مسیحی خانقاہ " اسکوریال " کے نام سے موجود ہے جسے شاہ فلپ ثانی نے سنہ ۱۵۸۴ میں تعمیر کیا تھا - جہانتک عمارت کے طرز و قسم کا تعلق ہے ' وسعت و بزرگی کے سوا اسمیں کوئی خاص بات ایسی نہیں جو قابل ذکر ہو - اندلس کے آخری مسیحی عہد کی تمام عمارتوں کی طرح یہ عمارت بھی تعمیری فنون لطیفہ کی تمام خوبیوں سے خالی ہے - با ایں همہ اسکی دلکشی میں کلام نہیں - همیشہ دنیا کے سیاح اور محقق اسکی زیارت کیلئے آتے رهتے هیں اور دنیا کی مشہور عمارتوں کے سلسلے میں اِسکا نام بھی برابر لیا جاتا ہے .

یہ اسلئے ہے کہ اسی عمارت کے ایک حصہ میں اندلس کا شاهی کتب خانہ محفوظ ہے - اندلس کے قبل از اسلام اور بعد از اسلام عہد کے متعلق جو کچھہ بھی موجودہ دنیا کی وراثت میں آیا ہے ' وہ اسی خانقاہ کی سنگین دیواروں کے قبضہ میں ہے ' اور اسلئے علم و تاریخ کے سراغ رسانوں کیلئے یہ مقام بھی لندن کے برٹش میوزیم' پیرس کے قومی کتب خانے' قاهرہ کے دارالآثار' اور برلن کے کتب خانۂ مشرقی سے کم قدر و قیمت نہیں رکھتا - بلکہ بعض حالتوں میں کہیں زیادہ قیمتی ہے .

(کتب خانے کے دو حصے)

اس کتب خانے میں تقریباً ۴۵ هزار نسخے کتابوں کے محفوظ هیں - پرانے سکوں ' تصویروں ' نقوش ' اور مختلف قسم کی تاریخی اشیاء و نوادر کی بھی ایک کافی مقدار جمع کی گئی ہے - ایک حصہ اُن کتابوں اور تاریخی آثار کا ہے جو اندلس کے قبل از اسلام عہد سے تعلق رکھتے هیں - دوسرا حصہ وہ ہے جسکا تعلق عہد اسلام کے آثار سے ہے - ان دونوں حصوں کی موجودگی بجائے خود تاریخ کی ایک نہایت عبرت انگیز داستان ہے !

پہلے حصہ میں قبل از اسلام عہد کے وہ تمام نوادر و آثار موجود هیں جنکی اُس عہد کی تمدنی استعداد دیکھتے ہوئے توقع کی جا سکتی ہے - تورات و انجیل کا وہ نسخہ جو اسپین کے مسیحی حکمرانوں کی تلاوت کا خاص نسخہ تھا ' اپنی کامل و اصلی حالت میں موجود ہے - ایک سو سے زیادہ لاطینی زبان کی مذہبی کتابیں بھی اُس عہد کی یادگار هیں - ایک بڑی تعداد اُن نوشتوں کی بھی ہے جو قدیم اندلسی زبان میں لکھے گئے تھے اور اندلس کے ملکی و سیاسی انقلابات انکے وجود پر کوئی مخالفت اثر نہ ڈال سکے - ایک خاص مقدار مسیحی مذہبی کتب کی یونانی زبان میں بھی ہے ' اور اس سے اُس مذہبی و علمی اقتدار کا سراغ لگتا ہے جو ازمنۂ وسطی میں

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

به بدمستی مزد گر شهم ساز و مرا ساقی
هنوز از بادهٔ دوشینه ام پیمانه بود ارد!

یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں جو زمانہ سب سے زیادہ باہر کے اسلامی معاملات کے انہماک کا زمانہ تھا۔ یعنی حرکت خلافت کا زمانہ، اُسوقت کسی شخص کو بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ باہر کے اسلامی معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا ہندوستانی قومیت کے نقطۂ خیال سے کہاں تک موزوں ہو سکتا ہے؟ یا یہ کہ نام نہاد پان اسلامیزم اور ہندوستانی نیشنلزم دو متضاد جذبے ہیں جو بہ یک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ اُسوقت بھی ایک گروہ حرکت خلافت کا مخالف تھا، لیکن اس میں ہندو مسلمان دونوں تھے، اور اُس کی مخالفت بھی اس بنا پر نہ تھی کہ یہ معاملہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کا ہے، بلکہ اس لئے تھی کہ وہ اس قدر دُور تک جانا پسند نہیں کرتا تھا جس قدر دور یہ حرکت جانا چاہتی تھی۔ مطالبات خلافت پر موقوف نہیں، خود ہندوستان کے سیاسی مطالب کے لئے بھی وہ اس طریق عمل سے متفق نہ تھا۔

لیکن جونہی ۱۹۲۲ء میں حرکت کی سرگرمیاں رُکیں اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے فوراً طرح طرح کی بحثیں اور کاوشیں شروع ہو گئیں۔ اب ہر شخص سوچنے لگا کہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کے معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا کہاں تک قومیت و وطنیت کے جذبات کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ مسئلہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور مسلمانوں سے گزر کر اسلام کی تعلیم تک پہنچ گیا۔ اب سیکڑوں دماغ و قلم ہیں جنھیں اس سوال کی بحث و کاوش سے فرصت نہیں ملتی کہ اسلام کی دینی تعلیم کی روح قومیت کے موافق ہے یا مخالف؟

یہ حالت بظاہر کتنی ہی عجیب معلوم ہوتی ہو مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ علم الاجتماع کے مطالعہ کرنے والے ایسے ہی احوال و تغیرات میں جماعت کے ذہنی قوانین کی جستجو کیا کرتے ہیں۔ جب آدمی بیکار ہوتا ہے تو ضرورت سے زیادہ سوچنے لگتا ہے۔ مشغول آدمی کو زیادہ خیال آرائیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ یہی حال جماعتوں اور قوموں کا بھی ہے۔ جبوقت تک وہ عملی زندگی میں مشغول رہتی ہیں، ذہن و فکر کو ضرورت سے زیادہ دقیقہ سنجیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ لیکن جونہی ہاتھ پاؤں بیکار ہو جاتے ہیں، ذہن و خیال اُبھر آتا ہے اور اپنی کارستانیاں شروع کر دیتا ہے۔ پہلے ارادہ کی ساری قوت عمل میں مشغول تھی۔ اب عمل کی جگہ تخیل کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔ پہلے کسی کو ذہنی بلند پروازیوں کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اب جس کسی کو دیکھو غیر ضروری بحثوں، بے محل کاوشوں، فرضی صورتوں، تخمینی سوالوں، بے قید تخیلات، اور مطلق العنان اوہام و ظنون سے سرگراں ہو جاتا ہے!

ذہن و عمل کے قوا کا یہی عدم توازن ہے جس سے جماعتوں کی زندگی میں عملی استعداد کی افسردگی اور تعطل کی بنیاد پڑتی ہے، اور بعض اوقات یہ علت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ عمل کی استعداد بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ یا اس درجہ کمزور پڑ جاتی ہے کہ کوئی نمایاں اور عظیم قدم نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

ہر قوم کی تاریخ میں اس حالت کی مثالیں ڈھونڈھی جا سکتی ہیں۔ قومی عروج کے زمانے پر نظر ڈالوگے تو وہ سراپا عمل نظر آئے گا، لیکن تنزل کا عہد دیکھوگے تو عمل کی جگہ تخیل کی فرمانروائی ہوگی۔ پہلی حالت میں تخیل محدود مگر قدم بے روک ہوتا ہے۔ دوسری حالت میں قدم رُک جاتا ہے مگر خیال آسماں پیمائیاں شروع کر دیتا ہے۔ عربوں نے جب روم اور ایران کے تخت الٹ دیئے تھے تو اُن کی سادگی فکر کا یہ حال تھا کہ قضاؤ قدر کے مسئلہ میں وہم و گمان کا دخل بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن جب قضاؤ قدر اور جبر و اختیار کی گتھی سلجھانے کے لئے اُنھوں نے پچاس سے زیادہ مذہب گڑھ لئے، تو وحشی تاتاریوں کے جولان قدم سے اُن کے تمام دار الخلافے پامال ہو رہے تھے!

آج بھی یورپ کی قوموں میں اس کی مثالیں صاف نظر آ رہی ہیں۔ اینگلو سکسن نسل کے مقابلے میں فرانسیسی قوم زیادہ ذہنی اور تخیل پسند ہے، اور اس لئے کسی طرح بھی اپنا روز افزوں تنزل روکنے پر قادر نہیں ہے۔

۱۹۲۰ء میں حالات کی سرعت نے ذہن و تخیل کو زیادہ بے لگام ہونے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔ جماعتی ذہن نے مسئلہ خلافت کو محض اس کی سادہ اور عملی شکل میں دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنھوں نے اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی کہ مسلمانوں کا مطالبہ حق و انصاف کے خلاف نہیں ہے، اور اگر ہندوؤں نے اُن کا ساتھ دیا تو اس سے دونوں کے دل زیادہ قریب و متحد ہو جائیں گے۔ وہ اصل ملک کو اُس کی موجودہ منزل حیات میں اس سے زیادہ کاوش کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ اُٹھے، اور قبل اس کے کہ ذہن و خیال کو چون و چرا کی مہلت ملے، کام شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند مہینوں کے اندر ایک عام حرکت ظہور میں آ گئی۔ مطالبۂ خلافت ہندو مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ بن گیا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں ہندوؤں نے اسیں ویسی ہی گہری اور بے ریا دلچسپی ظاہر کی جیسی خود مسلمان ظاہر کر رہے تھے، بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض حالتوں میں خود مسلمانوں سے بھی اُنکے قدم پیش پیش تھے۔

لیکن جب عملی مشغولیت کا دَور ختم ہو گیا تو رَدِ فعل کا عمل در آمد شروع ہو گیا۔ وہی چیز جو چند دن پہلے ملک کا سب سے زیادہ مقبول عمل تھی، اب ایک مشتبہ اور بحث طلب چیز بن گئی، اور فکر و خیال نے طرح طرح کی کاوشیں شروع کر دیں۔ جبوقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ قید خانے جا رہے تھے تاکہ ٹرکی کے ساتھ انصاف کیا جائے، اُسوقت کسی کو بھی یہ بات نہ سوجھی کہ اس مطالبہ کا اس درجہ انہماک ہندوستانی قومیت کے ساتھ میل کھاتا ہے یا نہیں؟ لیکن اب ہر شخص اسی خیال سے متفکر ہے، اور کوئی قلم و زبان نہیں جس پر یہ سوال طاری نہ ہو!

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو نکتہ چینی کے رنگ میں اس مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں، دوسری طرف مسلمان اہل قلم ہیں، اور چونکہ خود انکے سامنے بھی کوئی صاف اور واضح حقیقت نہیں ہے، اس لئے کچھ عجیب طرح کے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے الہلال کے پچھلے صفحات میں [illegible] قسم کی بحثیں دیکھی تھیں کہ اسلام کی وسعت نظر وطنیت کی تنگ نظری کی متحمل نہیں، چونکہ بات کے محل و موقعہ پر ان کی نظر نہیں ہے، اس لئے وہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام "نیشنلزم" کا مخالف ہے اور کسی مسلمان کو "نیشنلسٹ" نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانان ہند کی سیاسی بے حسی سے سخت نالاں ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ باہر کے اسلامی مسائل کے لئے اُن میں جس قدر دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اُس قدر خود اپنے ملک کے لئے نہیں ہوتی تو وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی وسعت ملاق و احساس ہی اس صورت حال کے لئے ذمہ دار ہے، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اب اسے خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ حالانکہ نہ تو اسلام کی وسعت نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ قومیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ نہ قومیت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اسلامی ذہنیت کا دائرہ تنگ کیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں افراط و تفریط میں داخل ہیں، اور ہر معاملہ کی طرح یہاں بھی حقیقت اطراف میں نہیں بلکہ وسط میں ڈھونڈھنی چاہئے۔

وہ "وسط" کیا ہے؟

اس تحریر سے مقصود اُسی کی جستجو و تحقیق ہے۔ چونکہ مسئلہ کے اطراف وسیع ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ انھیں چند حصوں میں منقسم کر دیا جائے۔ آج پہلا حصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

۱

حیاۃ اجتماعیہ اور اس کا سلسلۂ ارتقاء

"قومیت" کیا ہے؟ انسان کی اجتماعی زندگی کے احساس و اعتقاد کی ایک خاص حالت کا نام ہے۔ یہ انسانوں کے کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتی ہے اور اس کے ذریعہ اُس کی ایک بڑی جمعیت باہم مربوط ہو کر زندگی بسر کرتی اور اجتماعی زندگی کے کشاکش سے عہدہ برآ ہوتی ہے۔ اس سے قبل اس کے کہ اس بارے میں اسلام کی تعلیم و دعوت پر نظر ڈالی جائے خود انسان کی حالت پر نظر ڈالنی چاہئے کہ اُس کے اجتماعی رشتوں اور رشتوں کے احساس و اعتقاد کا کیا حال ہے؟

جس طرح کائنات ہستی کی ہر شئے پر قانون نشوؤ ارتقاء جاری ہے۔ یعنے ہر چیز ابتدائی حالت سے انتہائی درجہ تک، طفولیت سے رُشد و بلوغ تک، تنگی سے وسعت تک، پستی سے بلندی تک، اور نقص سے کمال تک بہ تدریج ترقی کرتی ہے، اور اس رفتار ترقی میں اُسے مختلف درجوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اُسی طرح انسان کا احساس اجتماع بھی تدریجی ترقی کا ایک پورا ارتقائی سلسلہ ہے۔ یہ ایک نہایت محدود اور تنگ دائرہ سے شروع ہوتا ہے لیکن بہ تدریج بڑھتا اور پھیلتا ہے

عالم شرق و اسلام

شام کی حرکت استقلال

فرانسیسی مظالم کے چند خونیں مناظر

الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے

شام کی حرکت استقلال پر کامل بیس مہینے گذر چکے - ان بیس مہینوں کے اندر اسکے فرزندوں کا خون جس بے دردی کے ساتھ بہایا گیا ہے ' اور خود انہوں نے بھی جس بے پروائی کے ساتھ اپنا خون بہنے دیا ہے ' وہ ایک ایسی سرگزشت ہے جو ظلم و مظلومی ، جبر و استبداد کی تاریخ میں ایک بڑے ہی دردانگیز داستان کا اضافہ کرتی ہے !

میں آج آپ کو چند تصاویر بھیجتا ہوں - فرانسیسی حکومت نے محکمہ ڈاک اور تار پر جیسا جابرانہ احتساب قائم رکھا ہے ' اسے دیکھتے ہوئے امید نہیں کہ یہ بسلامت پہنچ سکیں - لیکن اگر پہنچ گئیں تو کم از کم ایک لمحہ کے لئے آپ ان قتیلان حریت و استقلال کی یاد سے اپنا دل و دماغ غمگین کر سکینگے جنہیں بیسویں صدی کے سورج کی روشنی میں یورپ کی سب سے بڑی متمدن قوم نے علانیہ قتل کیا ہے ' اور صرف اسلیے قتل کیا ہے کہ اپنے وطن عزیز کی غارتگریوں پر دل دردمند اور زبان ماتم سرا رکھتے تھے !

فرانس ' " انقلاب فرانس " کے مبادی حریت و استقلال کا فرانس ' بے شمار انسانوں کا علانیہ قتل جائز رکھتا ہے - اسلیے کہ وہ اپنے وطن کیلیے حق اور استقلال کا لفظ بولنے کی جرات کرتے ہیں !

ان تصویروں میں پہلا منظر دو شہیدان وطن کی نعشوں کا ہے جنہیں دمشق کے میدان مرجہ (ساحۃ المرجۃ) میں پھانسی دی گئی تھی اور پھانسی کے بعد انکی نعشیں چھوڑ دی گئی تھیں تاکہ دو دن تک لٹکتی رہیں ' اور تمام باشندگان دمشق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جرم وطن پرستی کی سزا اس دنیا میں کیا ہے ؟

ان میں پہلی نعش جسکے سر پر طربوش ہے شیخ احمد خیاط کی ہے - یہ مشہور شامی زعیم حرکۃ سعید عکاش کا عزیز تھا - دوسری نعش جسکے سر پر عمامہ ہے شیخ عبد العزیز سلامی کی ہے - یہ اطراف دمشق کے ایک دروزی قبیلہ کے شیخ تھے .

ان دونوں شہیدان وطن کا جرم کیا تھا ؟ یہ تھا کہ ۱۰ جنوری سنہ ۲۶ کو دروازۂ دمشق کے سامنے دروزی قبائل کی ایک جانفروش جماعت نے فرانسیسی فوج کو سخت ہزیمت دی تھی ' اور اس ہزیمت کی ذلت مٹانے کیلئے اس مہذب قوم کو ضرورت تھی کہ چند بے گناہ انسانوں کا خون بہاکر اپنے دل انتقام پرست کو تسکین دے - چنانچہ بہت سے آدمی گرفتار کئے گئے اور انمیں سے شیخ خیاط اور شیخ سلامی کو فوراً پھانسی پر چڑھا دیا گیا - ان کا جرم یہ قرار دیا گیا کہ یہ شیخ سعید عکاش کے دوستوں میں سے ہیں جسکا گروہ دمشق سے باہر فرانسیسی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیرہا ہے - جب انسے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ عکاش کے دوستوں میں نہیں ہیں ؟ تو ان دونوں سرفروشان حق نے بے تامل جواب دیا " شام کا کون ایسا بے عزت انسان ہوسکتا ہے جو عکاش جیسے بہادر اور جانفروش وطن کی دوستی سے انکار کرے ؟ "

دوسرے مرقع میں بھی ایک نعش سولی پر لٹک رہی ہے ' یہ بھی ایک وطن پرست غیور کی ہے جسے "باغیوں" میں شمار کیا گیا - اسکا نام احمد دباغ تھا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے فرانسیسی فوج کی خدمت و اعانت سے انکار کردیا تھا - اگر آپ تصویر کو غور سے دیکھینگے ' تو نعش کے سینے پر کچھ حروف لکھے نظر آئینگے - دراصل یہ ایک کاغذ ہے جو پھانسی دیدینے کے بعد ہر نعش کے سینے پر چسپاں کر دیا جاتا ہے اور اسپر " مجرم " کے جرم کی نوعیت اور مقدار لکھدی جاتی ہے - جب تک نعش لٹکتی رہتی ہے یہ کاغذ بھی چسپاں رہتا ہے تاکہ جب کبھی کسی شخص کی نظر پڑجائے تو وہ اسکا جرم و گناہ معلوم کرلے - کونسا جرم ؟ کونسا گناہ ؟ حقوق وطن کی حفاظت کا جرم ! اور حقوق عامہ کے مطالبہ کا گناہ ! اس سے بڑھکر آج یورپ کی عدالت میں کسی کا کوئی جرم نہیں ہے :

فمن شاء فلينظر الى فمنظري
نذير الى من ظن ان الهوى سهل

اکتوبر سنہ ۲۵ سے لیکر اسوقت تک جتنے آدمیوں کو پھانسی کے ذریعہ قتل کی سزا دی گئی ہے انکی تعداد سینکڑوں سے کسی طرح کم نہوگی - صرف دمشق کے میدان مرجہ میں سینکڑوں زیادہ آدمی سولی کے تختے پر کھڑے ہوچکے ہیں - انمیں سے چند سولیوں کی تصویر لینے کا ایک مقامی عکاس کو موقعہ ملگیا تھا - بعض ذرائع سے انکی نقلیں مجھہ تک پہنچ گئیں - اگر آپکے ذریعہ یہ مناظر شائع ہوسکے تو ممکن ہے برادران ہند کی آنکھیں چند قطرات اشک بہانے میں بخل نہ کریں - ان جاندادگان عشق وطن کیلئے آنسوؤں کے یہ چند قطرے بھی بہت قیمتی ہونگے - جو ابھی تک اسوقت تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں ' اور تاریخ کے صفحات میں ہنوز کسی مدتوں انتظار کرنا ہے .

دمکان کی وحدت نمایاں ہوئی اور اِس نقطۂ وحدت نے نسلی دائرہ سے زیادہ وسیع وعام دائرہ اپنے گرد کھینچ لیا۔ یہ دائرہ مختلف قبیلوں اور نسلوں کو باہم دگر مربوط ومتحد کردیتا ہو۔

"وطنیۃ" کے بعد جذبۂ اجتماع کے لئے "جنسیت" کی منزل نمایاں ہوتی ہو۔ اِس سے مقصود انسانی علاقہ کا ایک ایسا وسیع دائرہ ہو جو تمام پچھلے دائروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہو، اور اُن سب بالاتر رشتۂ اشتراک پیدا کرتا ہو۔ ضروری نہیں کہ یہ رشتہ کسی خاص اصل پر مبنی ہو۔ کہیں وطنیۃ نے ایک زیادہ وسیع صورت اختیار کرلی ہو اور دوسری وطنیتوں کو بھی اپنے اندر جذب کرلیتی ہو۔ کہیں ایسا ہوا ہے کہ کوئی بعید تاریخی نسل کا اشتراک نقطۂ اتحاد بن گیا ہو اور جس قدر انسانی جماعتیں اِس سے وابستگی پیدا کرسکتی ہیں، پیدا کرلیتی ہیں، اگرچہ مختلف اقطاع ارضی میں آباد ہوں۔ رنگ اور زبان بھی اِسمیں وجہ اشتراک کا کام دیتی ہو اور وہ تمام مختلف وطنیتیں اور نسلی جماعتیں شامل ہوجاتی ہیں جو رنگت میں یا زبان کے ابتدائی مُواد میں اشتراک رکھتی ہوں "جنسیت" کا یہ دائرہ تمدن کی وسعت وترقی اور ملکی وسیاسی مقاصد کی کش کمش سے بہ تدریج ظہور پذیر ہوا۔ مختلف وطنیتوں نے دیکھا کہ وطنیۃ کے دائرہ سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اتحاد اور ہمرشتگی کا پیدا کرسکتی ہیں جو مختلف وطنیتوں کو اپنے اندر سمیٹ لے گا، اِس لئے انھوں نے "جنسیت" کی طرف قدم بڑھایا۔ آنگلو جنسیت دنیا کی مختلف نسلوں اور وطنیتوں کا مجموعہ ہو۔ فرانسیسی جنسیت ہر اُس فرد کو اپنے میں شامل کرلیتی ہو جو چند خاص اجتماعی ومعیشتی عقائد واعمال میں شریک ہوجاتا ہو۔ لاطینی جنسیت اُن تمام قوموں کو منسلک کرتی ہو جو لاطینی حلقہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ سفید، سُرخ، زرد، اور گندمی رنگت کی بھی تقسیم پیدا ہوگئی، اور جنس کا کام دینے لگی۔

بہرحال احساس اجتماع کا یہ ایک ایسا دائرہ ہو جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہو اور انسانوں کی بڑی بڑی تعداد اِسمیں سمٹ آتی ہو۔

"جنسیت" کے بعد اِس سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اُس رشتہ کا پیدا ہوجاتا ہو جو جغرافیہ کی بڑی بڑی تقسیموں سے پیدا ہوگیا ہو۔ مثلاً ایشیا، افریقہ، مشرق، مغرب، اِس دائرہ میں پہونچکر انسان محسوس کرنے لگتا ہو کہ اُس کے باہمی علائق کی دُنیا وطن وجنس سے بھی زیادہ وسیع ہو۔ ایشیا کا باشندہ تمام ایشیا کو اپنا وطن سمجھنے لگتا ہو، اور یورپ کا باشندہ تمام بر عظم یورپ میں اپنے لئے جذبۂ وطنیۃ محسوس کرتا ہو۔

جغرافیہ کی تقسیم پر پہنچکر اضافی وسعت کی تمام کڑیاں ختم ہوجاتی ہیں، اور وہ منزل سامنے آجاتی ہے جو حقیقت کے عموم واطلاق کی آخری منزل ہو اور جہاں پہونچکر یہ سلسلۂ ارتقا درجۂ بلوغ وتکمیل تک پہنچ جاتا ہو۔ یہ منزل "انسانیت" اور "ارضیۃ" کی منزل ہو۔ یہاں پہونچکر انسان محسوس کرتا ہو کہ رشتوں، علاقوں کی تمام حد بندیاں اور اضافی نسبتیں جو اُسنے بنا رکھی تھیں، اِن میں سے کوئی بھی حقیقی وفطری نہیں ہو۔ حقیقی رشتہ صرف ایک ہی ہو اور وہ یہ ہو کہ تمام کرۂ ارضی انسان کا وطن ہو، تمام نسل انسانی ایک ہی گھرانے کے افراد ہیں اور ہر انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے۔ اِس منزل پر پہونچکر انسان کے اجتماعی علائق کا سفر ختم ہوجاتا ہو اور وحدۃ نسلی، وحدۃ مکانی اور وحدت جنسی کی جگہ فاطر السماوات والارض کی بنائی ہوئی ایک ہی وحدۃ انسانی اپنی کامل اور بے پردہ صورت میں آشکارا ہوجاتی ہو!

انسانی علم ومعرفت کے سفر میں یہ منزل وحدت اور کل کی منزل ہو، اُس کا ہر سفر جزء وفرد سے شروع ہوتا ہو، اور کل اور نوع کی وحدۃ پر ختم ہوجاتا ہو۔ یہی وہ مقام ہو جہاں تعین اور تسمیہ کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں، اضافت اور نسبت کی تمام تنگ نظریاں اور حد بندیاں دُور ہوجاتی ہیں، اور عارف منزل شناس دیکھ لیتا ہو کہ اِس کائنات کثرت میں حقیقت بجز وحدۃ کے اور کچھ نہیں ہو! ہر گوشہ میں پہلے کثرت ہو، افراد ہیں، اجزاء ہیں، لیکن اگر جستجوئے حقیقت کا قدم رُکے نہیں تو بالآخر وحدۃ، نوع، اور کل کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ نسل، وطن، قوم، جنس، سفید، سیاہ، افریقی، ایشیائی، بہت سے اسماء گڑھ لئے گئے تھے، حالانکہ مسمّیٰ ایک سے زیادہ نہ تھا اور وہ صرف "انسان" ہو:

عباراتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدت سے کثرت کی طرف

تم نے نوع انسانی کو اُس کی طفولیت کے گہوارہ میں دیکھا؟ یہ وہی انسان ہو جسکی وسعت نظر وعلائق کے لئے آج کرۂ ارضی کا پورا دائرہ بھی کافی نہیں ہو۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہو کہ نظام شمسی کے دوسرے ستاروں سے اپنا رشتۂ وجود جوڑلے، لیکن اُسوقت کیا حال تھا؟ اُسوقت اس کے ادراک واحساس کی غفلت ومحجوبیت کا یہ حال تھا کہ خود اپنے وجود کی وسعت ونوعیت کی بھی خبر نہیں رکھتا تھا۔ وہ اِس طرح باہمدگر علحدگی اور بے رشتگی کی زندگی بسر کرتا تھا گویا ایک نوع کی جگہ مختلف انواع کے افراد ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کے علم وادراک کی بند آنکھیں کھلنے لگیں۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ اپنے انفرادی وجود میں تنہا نہیں ہو۔ ایک ایسے مجموعہ کا فرد ہے جس کا ہر فرد اُسی کی طرح انسان ہو۔ لیکن چونکہ علم واحساس کی یہ رفتار قرب سے بُعد کی طرف تھی، اِس لئے سب سے پہلے وہ رشتہ نمایاں ہوا جو سب سے زیادہ قریب تھا، اور سب سے آخر اُس رشتہ کا ہر اُبھرا جو سب سے زیادہ دُور تھا۔ قرب وبعد کے اِن دونوں کناروں کے درمیان جس قدر منزلیں پیش آئیں، اُن میں سے ہر منزل اپنی ماقبل منزل سے دُور تر لیکن مابعد منزل سے قریب تر تھی۔ انسانی ادراک واحساس کے لئے سب سے زیادہ قریبی اور سامنے کا رشتہ کیا تھا؟ ماں باپ کا رشتہ، اِس لئے سب سے پہلے اُسی کا احساس بیدار ہوا۔ سب سے زیادہ دُور کا رشتہ کیا تھا؟ "انسانیۃ" اور "انسانی اخوت" کا رشتہ۔ اِس لئے سب سے آخر اِسی منزل کی نمود ہوئی۔

انسانی اخوت کا رشتہ دُور کا رشتہ اِس لئے ہوا کہ یہ ایک غیر محدود کثرت کو وحدت میں لانے کے بعد نمایاں ہوسکتا تھا اور چونکہ ہمیشہ کثرت وتعدد کی وسعت میں انسانی عقل گم ہوجایا کرتی ہو، اِس لئے وحدت تک پہنچتے پہنچتے اُسے بہت دیر لگ جاتی ہو۔

اصل یہ ہو کہ کائنات ہستی وحدت وکثرت کی صورت آرائیوں کا ایک عجیب فریب طلسم ہو، اِس لئے جب کبھی کاروانِ عقل جستجوئے حقیقت میں نکلتا ہو، تو اُسے کثرت سے وحدت کی طرف بڑھنا پڑتا ہو، اور جب تک منزل بہ منزل پوری مسافت طے نہیں کرلیتا، حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہو کہ حقائق ہستی کے ہر گوشہ میں انسانی علم کی تاریخ ایک پوری داستان سیاحت ہے۔ درجہ بدرجہ اور منزل بہ منزل علم نے ترقی کی ہو اور جستجو نے سُراغ پایا ہو۔ جس طرح انسان کو صرف اتنی بات معلوم کرنے کے لئے کہ ایک ہزار ہم شکل جانور ایک ہزار قسمیں نہیں ہیں، بے شمار زمانہ مطلوب تھا، اسی طرح وہ خود اپنے وجود کی نوعی وحدت اور اسکے عالمگیر رشتے کا علم واحساس بھی فوراً حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ ناگزیر تھا کہ ایک پوری مسافت منزل بہ منزل طے کی جائے، چنانچہ طے کی گئی، اور بالآخر وحدت انسانی کی منزل نمودار ہوگئی!

انسان کی حیات انفرادی

یہ انسان کی نوعی زندگی کی سرگزشت تھی اب کچھ دیر کے لئے اُس کی انفرادی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ نوعی زندگی کے علم کے لئے تاریخ کے اوراق اُلٹنے پڑے تھے، لیکن فرد کی زندگی کا صفحہ تو ہروقت ہماری نظروں کے سامنے ہو۔ یہاں بھی دیکھو، کس طرح احساس اجتماع کا فطری سلسلۂ ارتقا درجہ بدرجہ ظہور کرتا ہو اور منزل بہ منزل آگے لے جاتا ہو؟ جب ایک بچہ ماں کی گود میں آنکھیں کھولتا ہو تو ماں کے سوا اور کسی انسانی رشتے کا احساس نہیں رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کا ادراک اُبھرتا اور پھیلتا ہو، اور احساس کی وہ کڑیاں نمودار ہونے لگتی ہیں جو قرب سے بُعد کی طرف اُس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ پہلے صرف ماں باپ ہی کے دامن سے لپٹا تھا، یہ "اُمومتہ" اور "ابوۃ" کی ابتدائی کڑیاں تھیں۔ پھر اُس کے گھر کی چار دیواری اُسکی دُنیا ہوگئی۔ نظر طفولیت کی نارسائی اِس سے آگے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ "عائلہ" کی منزل تھی۔ پھر اُس کی عمر کچھ زیادہ ہوئی تو اپنے گھرانے اور خاندان کے تمام رشتہ داروں کو بھی جاننے پہچاننے لگا اگرچہ وہ اُس کے گھر کی چار دیواری میں نہ رہتے ہوں۔ یہ وہی منزل ہو جسے پہلے "قبیلۃ" کے نام سے پہچان چکے ہو۔ اِس اثنا میں مسکن ومکان کا رشتہ بھی بوجہ قریبی ہونے کے دائرہ احساس وادراک میں آجاتا ہو۔ پہلے اپنے ہمسایہ سے پھر اپنے محلے کے لوگوں سے پھر پوری بستی اور شہر سے مانوس ہوجاتا ہو۔ یہ وہی منزل ہو جو "بلدیۃ" کے نام سے نوع کو پیش آچکی ہو۔

اِن ابتدائی احساسات کے بعد وہ وقت آتا ہو جب طفولیت کا عہد ختم ہوجاتا ہو اور نظر وادراک اِس حد تک نشو ونما پالیتے ہیں کہ مشاہدہ کی طرح سماع سے بھی علم واحساس حاصل کریں، تو تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہو اور اس کی ذہنیت اسی سانچے میں ڈھلنا شروع ہوجاتی ہو جو انسان کی تمدنی زندگی نے پیدا کرلی ہو۔ لیکن اب بھی احساس اجتماع کی رفتار وہی رہتی ہو جو قرب سے بُعد کی طرف ہونی چاہئے۔ وہ اپنے دل میں پہلی کشش وطن کی طرف پاتا ہو۔ پھر قوم وجنس کا سرا کھینچتا ہے، سب سے آخر میں انسانیت آتی ہو اور اس کے دل کے دروازہ پر دستک دینے لگتی ہو!

اگر ایک بچہ کو باقاعدہ تعلیم وتربیت کی ہوا نہ لگے، تو اُس صورت میں بھی اُسے ایسی ہی منزلیں پیش آئینگی۔ البتہ بعض کڑیاں جو تہذیب وتمدن کے افکار وعقائد سے پیدا ہوگئی ہیں اُس کے سامنے نہ آئیں۔ وہ قدرتی طور پر پہلے اپنے مولد ومسکن کا رشتہ محسوس کرے گا۔ پھر اطراف وجوانب کی طرف کھینچے گا۔ پھر اپنے ملک واقلیم کا تصور کرے گا، اور سب سے آخر دنیا اپنے رشتۂ انسانیۃ کے ساتھ نمود کریگی!

اور بالآخر وسعت و بلوغ تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کی طرح اُس کی بھی ایک کڑی ابتدائی ہے اور ایک انتہائی ہے۔ ابتدائی کڑی میں اُس کا احساس اُس کے جسم و دماغ کی طرح گہوارۂ طفولیت میں سوتا نظر آتا ہے۔ پھر جوں جوں دماغی ادراک نشوونما پاتا ہے، اجتماعی رشتوں، علاقوں کا احساس بھی وسعت پذیر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے اُس نقطۂ بلوغ و کمال تک پہنچ جاتا ہے جو اس سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہے۔

حلقات تسعۂ ارتقا

انسانی حالت پر ہمیشہ دو مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالی جاتی ہے: نوعی اور انفرادی۔ نوعی سے مقصود یہ ہے کہ بہ حیثیت ایک نوع کے اُس پر جو کچھ گزر چکا ہے اس کی جستجو کی جائے۔ انفرادی سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ایک انسانی وجود پر جو کچھ گزرتا ہے اس کی تحقیق کی جائے۔ پہلی کے لئے تاریخ و آثار کا اور دوسری کے لئے خود انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر انسان کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی احساس و ادراک کا یہ سلسلۂ ارتقا نوع اور فرد دونوں زندگیوں میں یکساں طور پر موجود ہے، اور اس کی بڑی اور اصولی کڑیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) اموتہ۔
(۲) ابوۃ۔
(۳) عائلہ۔
(۴) قبیلہ۔
(۵) بلدیۃ۔
(۶) وطنیۃ۔
(۷) جنسیت و قومیۃ۔
(۸) براعظمیت یا تقسیم بہ لحاظ جغرافیہ۔
(۹) انسانیت و ارضیۃ۔

"اموتہ" کے معنی عربی میں ماں ہونے اور ماں کے رشتہ کے ہیں۔ اس سے مقصود انسان کی وہ ابتدائی حالت ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی سالمی دنیا صرف ماں کی گود ہوتی ہے۔ اس ابتدائی منزل میں انسان کا علاقۂ اجتماع صرف "اموتہ" میں محدود ہوتا ہے۔ فطرۃ کا فرشتہ اُس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے معصوم ہاتھ ماں کی گردن میں حمائل ہوجاتے ہیں۔ یہ فردیۃ سے اجتماعیت کی طرف انسان کا پہلا قدم ہے۔

"ابوۃ" سے مقصود باپ کا رشتہ ہے۔ ماں بچے کو باپ کے آغوش محبت میں رکھ دیتی ہے اور اب وہ ماں کے ساتھ ایک دوسرے وجود کا رشتہ بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔

تمدن کے وجود میں آنے سے پہلے انسان انفرادی اور خلقی زندگی بسر کرتا ہوگا۔ اُس وقت ازدواج مدنی (یعنی تعین و التزام کے ساتھ مرد و عورت کے ملنے) کا وجود نہ تھا۔ ممکن ہے عام حیوانات کی طرح والد کا بنیادی رشتہ محض اموتہ کا رشتہ ہو اور ابوۃ کا تعین اور تشخص وجود میں نہ آیا ہو۔ میں نے "ممکن ہے" کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس بارے میں علمائے علم الانسان کے نظریات مختلف ہیں اور کوئی واضح روشنی موجود نہیں۔ بہرحال ابتدا میں ابوۃ کا تشخص ہو یا نہ ہو، جس دن سے یہ تشخص شروع ہوا ہے، اموتہ کے بعد احساس اجتماع کی دوسری منزل یہی ہے۔

"عائلہ" عربی میں خاندان کو کہتے ہیں لیکن خاندان کا لفظ ہماری زبان میں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ "عائلہ" کا اطلاق اُس سے کم تر دائرے پر ہوتا ہے۔ اس سے مقصود وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کے اکٹھے ہونے سے ایک گھرانے کی مشترکہ زندگی کا نظام قائم ہوتا ہے۔ یہ اس سلسلۂ ارتقا کی تیسری کڑی ہے۔ انسان نے جب انفرادی زندگی کی جگہ مل جل کر رہنا شروع کیا تو اس کا پہلا منظر یہ تھا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کا حلقہ بنا کر رہتا تھا تاکہ زندگی کی کش مکش میں تنہا رہنے کی جگہ ایک جتھا پیدا ہوجائے۔ "قریبی رشتہ داروں" کے اس احساس ہی سے اجتماعی ارتقا کی یہ تیسری منزل وجود میں آئی ہے۔ کیونکہ اب ماں باپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کا بھی رشتہ محسوس کیا جانے لگا اور اجتماعیۃ کے احساس میں وسعت ہوگئی۔

"قبیلہ" اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔ اور یہ بہ نسبت "عائلہ" کے زیادہ وسیع حلقہ مہیا کرتی ہے۔ تمدن کے ابتدائی ایام میں جب کچھ عرصہ تک "عائلہ" کا نظام جاری رہا تو ہر خاندان کی نسل بڑھتی اور پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچ پانچ دس دس پشتیں گزرنے کے بعد ہر خاندان کے افراد کی تعداد سینکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی۔ اتنی بڑی تعداد صرف "عائلہ" کی چار دیواری میں سمٹ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ایک وسیع تر حلقۂ تعارف پیدا ہوگیا، اور باوجود مختلف جگہوں میں رہنے کے ہر فرد اُس حلقہ کی نسبت سے پہچانا جانے لگا۔ جنگ و صلح کے موقعہ پر بھی یہ حلقے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوتے ہونگے۔ اس طرح "قبیلہ" کی بنیاد پڑی، اور اب اس منزل میں پہنچ کر وہی انسان جس کا احساس اجتماع صرف "اموتہ" اور "ابوۃ" میں محدود تھا، اپنے آپ کو ایک وسیع حلقۂ انسانی کا رکن سمجھنے لگا۔ یہ پورا حلقہ ایک خاص مورث اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا اور اس کے وجود کو اپنی رشتہ داریوں اور قرب جوئیوں کے لئے اعتقاد و شرف کا مرکز ٹھہراتا۔ یہیں سے نسب کی بنیاد چلی اور اس کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ عرب، افریقہ، ہندوستان، امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں آج تک قبائل کا نقش قدم ڈھونڈھا جا سکتا ہے۔ عرب میں تو قبائل کی تقسیم اور نسب کی حفاظت کا ایسا دور دورہ رہا کہ تمدنی اور شہری زندگی کا اختلاط بھی اسے نہ مٹا سکا۔ اسوقت بھی اندرون عرب میں ہر قبیلہ بہ حیثیت قبیلہ کے اُسی طرح موجود ہے جس طرح چھٹی صدی عیسوی سے پہلے تھا۔ ہندوستان میں راجپوتوں کے مختلف نسلی سلسلے اور سورج بنسی اور چندر بنسی کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہے۔

یہ جو نسل انسانی کی آج بڑی بڑی اصولی تقسیمیں کی جارہی ہیں۔ مثلاً سامی، آرین، منگولین تو ان کی بھی بنیاد جب پڑی ہوگی، اسی "قبیلہ" کی منزل میں پڑی ہوگی۔ اب اگرچہ نسل انسانی اس منزل سے بہت آگے بڑھ چکی ہے لیکن اس کی انفرادی زندگی میں یہ اب بھی ویسی ہی نمایاں منزل ہے جیسی بہ حیثیت نوع کے تاریخ میں پیش آئی تھی۔ اب بھی جب انسان کا بچہ بڑا ہوتا ہے اور طفولیت کے سادہ احساسات کی جگہ تربیت و سماع کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں، تو وہ اپنے گھرانے کے حلقے سے ایک زیادہ وسیع حلقۂ رشتہ داریوں کا محسوس کرتا ہے۔ یہی احساس "عائلہ" کے بعد "قبیلہ" کا احساس ہے۔

اس چوتھی کڑی پر نسل کا دائرہ ختم ہوجاتا ہے، اور مکان کا رشتہ ظہور کرتا ہے۔ اب تک انسان کا احساس اجتماع صرف نسل کے رشتے میں محدود تھا۔ کیونکہ اُس کے دماغ کے لئے سب سے زیادہ قریبی رشتہ یہی تھا اور ہمیشہ اُس کے ادراک کا سفر قرب سے بعد کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن اب ایک دوسرا رشتہ بھی دعوت اعتقاد دینے لگا۔ ابتدا میں انسان کی زندگی محض انفرادی زندگی تھی، پھر عائلہ اور خاندان کی بنیاد پڑی، لیکن پھر بھی وہ عرصہ تک ویسی ہی غیر شہری زندگی بسر کرتا رہا جیسی آجکل بھی صحرائی قبائل یا ایشیا اور یورپ کے جپسیوں کی زندگی ہے۔ وہ پانی، چارہ، اور غذا کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرتا رہتا تھا۔ لیکن جب ایک کافی مدت اس حالت پر گزر گئی، تو ہر قبیلہ اور گروہ کے لئے کوئی خاص حصۂ زمین مسکن و مولد کی شکل میں متعین ہوگیا۔ مثلاً کوئی خاص قبیلہ تھا جو خزاں میں ایک جگہ رہتا اور بہار میں دوسری جگہ چلا جاتا۔ عرصہ کے تواتر قیام سے یہ دونوں مقام اُس کے لئے مسکن و موطن بن گئے۔ یا کسی جماعت نے کسی ایک ہی مقام پر قیام اختیار کرلیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اس جگہ میں اپنے لئے خصوصیت محسوس کرنے لگی۔ ساتھ ہی ایسا بھی ہوا کہ مختلف قبائل کسی ایک ہی حصۂ ارضی میں آس پاس رہنے لگے اور عرصہ تک قریب رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی قرب و علائق کی ایک خاص حالت پیدا ہوگئی۔ ان اسباب سے اُس اجتماعی احساس اور جذبہ کی بنیاد پڑی جسے میں نے "بلدیۃ" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اس احساس کی پانچویں منزل ہے اس منزل میں پہنچ کر انسان ایک نیا رشتہ محسوس کرنے لگا جو کسی ایک ہی جگہ رہنے سہنے اور وہیں پیدا ہونے کے اشتراک کا رشتہ ہے۔

ایک مدت تک جس مقام پر انسان رہتا ہے قدرتی طور پر اُس سے زیادہ مانوس ہوجاتا ہے اس اُنس کے اسباب ایک سے زیادہ ہیں۔ اوّل تو اُس مقام کی ارضی خصوصیات کے ساتھ اُس کی زندگی کے حالات کچھ اس طرح مل جل جاتے ہیں کہ وہاں کے ہر موسم اور ہر حالت کے ساتھ اُس کی زندگی کی کوئی نہ کوئی حالت وابستہ ہوجاتی ہے، اور اس کے تصور میں اُس کے لئے کشش پیدا ہوجاتی ہے۔ ثانیاً، مشاہدہ کے استمرار و تواتر میں بجائے خود حیوانی دماغ کے لئے تاثیر ہے۔ جن چیزوں سے اس کا لگاتار واسطہ رہتا ہے قدرتی طور پر اُن سے زیادہ مالوف ہوجاتا ہے۔ ثالثاً، مکان و قیام کے ساتھ نسل و رفاقت کے بھی تمام رشتے جمع ہوجاتے ہیں۔ جس مقام پر انسان پیدا ہوا ہو اور پرورش پائی ہو وہیں اس کے تمام عزیز و اقارب اور جانے پہچانے ہوئے آدمی ہوتے ہیں اور اس لئے اُن کی محبتوں کی یاد وہاں کے چپہ چپہ میں بس جاتی ہے۔ غرضکہ انسان نے نسل کے بعد مکان و وطن کا رشتہ بھی محسوس کیا اور بہ تدریج اس کی گہرائیاں بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ یہ اس کے جذبات محبت کا مرکز اور مکانی دل بستگی کے دلولوں کا محور بن گیا:

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ
بواد، وحولی اذخر وجلیل!

"بلدیۃ" کے بعد چھٹی کڑی "وطنیۃ" کی آتی ہے۔ وطنیۃ "بلدیۃ" کے رشتہ کی ایک خاص ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ جب تمدن میں مزید ترقی و وسعت ہوئی، بکثرت آبادیاں اور شہر بس گئے، اور انسان کے باہمی علائق بھی زیادہ وسیع ہوئے، تو "بلدیۃ" کے جذبات میں بھی وسعت شروع ہوگئی، اور اب انسان نہ صرف اپنے مسکن و مولد ہی کو بلکہ اُس تمام علاقے کو اپنا وطن محسوس کرنے لگا جس کے ایک گوشہ میں وہ آباد تھا۔ پھر بتدریج اس دائرہ میں اور وسعت ہوئی، چھوٹے چھوٹے علاقوں کی جگہ زمین کے بڑے بڑے حصے داخل ہوگئے، یہاں تک کہ اب ایک پوری اقلیم بھی مفہوم وطنیۃ میں داخل ہوجاتی ہے!

نسل کے اجتماعی احساس نے افراد کی کثرت کو نسل کے نقطۂ وحدت میں سمیٹ دی تھی۔ اب مکان

علم ترقی کرے گا ان عناصر کے شمار میں تخفیف ہوتی جائے گی. بہت ممکن ہو ایک زمانہ آئے جب ہم دعویٰ سے کہہ سکیں کہ صرف ایک ہیڈروجین ہی تمام عناصر و کائنات کی اصل ہو، سب کچھ اُسی سے ظہور پذیر ہوا ہو"

میں "شاباش! اگر کائنات، ہیڈروجین سے بنی ہو تو بتاؤ مرغوں کی وہ سنہرے پَر والی کیونکر وجود میں آئی جسنے پہلا انڈا دیا تھا؟ ظاہر ہے وہ خود تو انڈے سے پیدا نہیں ہوئی"

وہ "یہ سب سے پہلی مرغی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ظہور پذیر ہوئی تھی"

میں "کس چیز سے ظہور پذیر ہوئی؟"

وہ "میں نہیں جانتا"

میں "تو تم اُس کا وجود ثابت نہیں کر سکتے؟"

وہ "میں ہر چیز کا عالم نہیں ہوں"

میں "تمھارے اس صریح اعترافِ عجز کی داد دیتا ہوں. لیکن تم کہہ چکے ہو کہ اولین مادۂ حیات پیدا نہیں کیا گیا. اب ہم کائنات کی اصل و ابتداء کے موضوع پر پہنچ گئے - ہیڈروجینی انڈے کی بحث پر مگر تم نے اپنے جہل کا اعتراف کر لیا اور نہیں بتا سکے کہ وہ انڈا پیدا کیا گیا یا پیدا نہیں کیا گیا؟"

وہ "یہی سہی. لیکن میں برابر مدعی ہوں کہ کائنات اُس طرح پیدا نہیں ہوئی جس طرح توراۃ میں لکھا ہے"

میں "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کائنات کس طرح خلق ہوئی ہو بہرحال کسی نہ کسی طرح وجود میں ضرور آئی ہے"

وہ "میں صفائی سے اعتراف کرتا ہوں کہ علم اس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہا ہے اور بقول "سٹرلاینگ" کبھی مستقبل میں اس کا فیصلہ ہو سکے گا"

میں "تمھارے اس اعترافِ جہل کی بھی میں قدر کرتا ہوں. اچھا اب بحث کا رخ ذرا پھیر دیں. کیا تم یقین کرتے ہو کہ تمام نوری مخلوقات سبزیاں، اور حیوانات صرف ایک ہیڈروجین کے مختلف مرکبات ہیں"

وہ "ہاں"

میں "کیا خالی ظرف سے کسی چیز کا نکالنا ممکن ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں. لیکن جناب! میں نے یہ کب کہا کہ ہیڈروجن ایک خالی ظرف ہے؟"

میں "لیکن میں بھی تو یہ نہیں کہتا. اچھا یوں سہی، کیا کسی ظرف سے اُتنا نکالا جا سکتا ہے جتنا اُس میں نہیں ہے؟"

وہ "نہیں"

میں "تو کیا ہیڈروجین سے اُتنا حاصل کیا جا سکتا ہے جتنا اُس کے اندر نہیں ہے؟"

وہ "نہیں"

میں "کیا تم خیال کرتے ہو کہ مادۂ حیات ہیڈروجین سے وجود میں آیا ہے؟"

وہ "بیشک، تمام آفتی اجسام (nebulae)، نباتات، حیوانات تمام اہلِ فن، مصور، شاعر، مصنف، فلاسفر، علماء، غرضکہ تمام کائنات اُسی اصلی ہیڈروجینی انڈے کی پیداوار ہیں"

میں "اس عجیب طلسمی انڈے کے خواص و ممیزات کیا ہیں؟"

وہ "اس میں کوئی طلسم یا جادو نہیں - یہ نیچر، کائنات کی ماں ہے"

میں "ہاں والدہ ماجدہ! لیکن ضرور ہے کہ اس اصلی ہیڈروجینی انڈے میں کچھ خاصیتیں تھیں. خود ہیڈروجین کہاں سے آیا؟"

وہ "نہیں معلوم"

میں "یہ عجیب خواص اُس میں کیونکر پیدا ہو گئے؟"

وہ "نہیں معلوم"

میں "تم قائل ہو کہ ہیڈروجین میں کچھ خاصیتیں تھیں جنھوں نے بتدریج کائنات کو ظاہر کیا. لیکن کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ ہیڈروجین میں یہ خواص بغیر کسی صاحبِ ادراک اور عاقل ہستی کے عمل کے خود بخود موجود ہو گئے؟"

وہ "موضوع نہایت دقیق ہے. میری ناقص عقل اُس کے فہم کی قابلیت نہیں رکھتی"

میں "میرا سوال یہ ہے کہ ان عجیب خواص کا انڈا یا ہیڈروجینی کتلہ جس سے تمام کائنات رونما ہوئی اور جس سے مادۂ حیات اُچھل کر برآمد ہوا، ممکن ہے کہ بغیر کسی ذہانت اور عقلی قوت کے وجود کے موجود ہو گیا ہو؟ اگر ہیڈروجین میں عقل و ادراک نہیں تو تم جو اس سے بنے ہو، کیونکر عاقل اور صاحبِ ادراک ہو؟"

وہ "میں آج مزید گفتگو نہیں کر سکتا. شب بخیر"

تیسری مجلس

میں ایک رسالہ اُٹھا کر دیکھنے لگا. اتفاق سے اسمیں یہ قصہ درج تھا کہ ایک شہزادے نے اپنی محبوبہ کو ایک آہنی انڈا تحفتہً بھیجا. محبوبہ اُسے دیکھ کر سخت برہم ہوئی اور اُسے زور سے زمین پر دے مارا. انڈا ٹوٹ گیا. اُس کے اندر سفیدی چاندی کی تھی. زردی سونے کی زردی کی ڈلی کے اندر چھوٹا سا طلائی تاج اور الماس کی انگوٹھی رکھی تھی. یہ قصہ پڑھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاہزادہ کا بھیجا ہوا یہ انڈا اس عظیم انڈے کے مقابلہ میں ہیچ ہے جس کے اندر سورج، چاند، ستارے ثریا، زمین، عالم نباتات و حیوان اور دنیا بھر کی عقل و حکمت بھری ہوئی ہے. میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا بھائی آ گیا اور کہنے لگا؛ "کس سوچ میں ہو؟"

میں "کیا تم بتا سکتے ہو کہ دنیا میں کوئی دریا بھی ایسا ہے جو کسی سرچشمہ سے نہ پھوٹا ہو؟"

وہ "بالکل معمولی سوال ہے. نہیں"

میں "کیا اثرات، بغیر موثرات کے موجود ہو سکتے ہیں؟"

وہ "ہر اثر کے لئے موثر و سبب کا وجود ضروری ہے. لیکن بواعث و اسباب کی بحث نہایت پیچیدہ ہے. شاید آپ ڈیوڈ ہیوم کے اس قول سے متفق نہیں کہ مسبب اور سبب کے مابین ذہنی تعلق ہے جو دن اور رات کے درمیان ہے؟"

میں "ہاں میری یہ رائے نہیں. رات، دن کے بعد ضرور آتی ہے لیکن دونوں میں کوئی سببی علاقہ نہیں ہے. خیر آؤ، ہم اُسی عجیب طلسمی انڈے پر غور کریں. "نیچر" کیا ہے؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کب آیا؟ کیا تم "نیچر" کی تعریف بیان کر سکتے ہو؟"

وہ "نیچر کی تعریف آسان نہیں. بقول ایک حکیم کے "آسمان کے نیچے چلو اور نیچر کی تعلیمات و قوانین سے آگاہ ہو" یا بقول ایک دوسرے حکیم کے، "نیچر کی بوقلمونی پر نظر کرو. ذرّے باہم وابستہ ہیں، جذب کرتے ہیں اور جذب ہوتے ہیں. نیچر کا قرب تمھیں اُس کے وصل سے شادکام کرے گا"

میں "تم کہہ چکے ہو کہ نیچر نے سب سے پہلا انڈا تیار کیا اور اُسے مختلف الاشکال زندہ پرجمال مرکبات بنانے کی قوت بخشی. میں بغیر مزید حجت حاصل کئے نیچر کی یہ قابلیت تسلیم نہیں کر سکتا. آخر بتاؤ تو نیچر ہے کیا بلا؟ فرشتہ ہے؟ بھوت ہے؟ کیا یہ سنٹ کلاز (فرضی گلابی رنگ کا بوڑھا جو کرسمس میں اچھے بچوں کے سے تحفے لاکر غائب ہو جاتا ہے) ہے، رات کو چپ چپاتے آتا اور صبح ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے؟"

وہ "براہ عنایت مذاق نہ کیجئے"

میں "تم کہتے ہو نیچر ہر چیز کی ماں ہے اور اُس کی اولاد سمندر کے کناروں پر بچھی ہوئی ریگ کے ذرّوں سے بھی زیادہ ہے لیکن پھر بھی تم میری اس سے تعریف نہیں کراتے"

وہ "نیچر ہر قسم کی تعریف و تعارف سے برتر ہے. اُس کے دامن میں زمین آسمان دونوں بچوں کی طرح پڑے ہیں"

میں "تمھارے خیال میں نیچر ایک اَن دیکھی قوت نہیں ہے جس کی شخصیت، ذرات سے الگ ہو کر کارفرمائی کرتی ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں حکیم سٹوارٹ مِل کہتا ہے "نیچر ہر ہونے والی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ وہ صرف اُس چیز کا نام ہے جو انسان کی قوت و ذہانت کے بغیر واقع ہوتی ہے"، وہ نیچر ہی ہے جسنے ہمیں آسمان، زمین، پھول پتی، مکھیاں اور سمندر کی مچھلیاں بخشی ہیں"

میں "لیکن تم کہہ چکے ہو کہ ہر چیز اولین ہیڈروجینی انڈے سے ہوئی ہے. اور اس طلسمی انڈے نے اپنی قوت نیچر سے حاصل کی ہے پس اب بتاؤ اس انڈے اور نیچر میں کیا فرق ہے؟"

وہ "دونوں کا تجزیہ و فصل بہت مشکل ہے. لیکن یہ یقینی ہے کہ ایک دوسرے کا مُسبب نہیں ہے"

میں "خیر ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ شروع میں ہیڈروجینی انڈا موجود تھا اور اُسی سے تمام کائنات وجود میں آئی، لیکن کیا تم یہ نہیں تسلیم کرو گے کہ اس انڈے کے لئے بھی کوئی خالق ہونا چاہئے اور اُسی خالق کو اُس کا نگراں اور مربّی ہونا چاہئے؟ کائنات کا یہ ارتقا صرف ازلی و ابدی خدا ہی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہونا چاہئے"

وہ "میں یہ تسلیم نہیں کرتا"

میں "پھر خدا کی جگہ پر کسے رکھتے ہو؟ اگر انڈا فعلاً موجود تھا تو اُس کے لئے کسی عاقل ہستی کا وجود ضروری ہے. اگر انڈا خود بخود موجود ہوا اور خود اُسی نے اپنے آپ کو بنایا ہے اور خود ہی اپنا مربی و محافظ تھا تو بس: یہی وہ ہستی ہے جسے ہم خدا کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اگر اس انڈے میں اپنے سنبھالنے اور حرکت کرنے کی ذاتی قوت نہیں تو ضرور کوئی اُس سے بھی بڑی قوت ہو گی جسنے اُسے حرکت دی اور اُس میں حسب مرضی تصرف کیا"

اسپر اُسنے غور کرنے کی مہلت مانگی.

چوتھی مجلس

دوسرے دن آنے کے ساتھ ہی کہنے لگا:

"جس چیز کو تم خدا کہتے ہو وہ محض "نظام" ہے جو کائنات میں جاری و ساری ہے. سٹوارٹ مل کہتا ہے: بلا استثنا تمام مظاہر اٹل قوانین کے ماتحت ہیں جن کی راہ میں کوئی طبیعی یا غیر طبیعی قوت حائل نہیں ہو سکتی"

میں "مل نے واقعی، علم منطق پر نفیس کتابیں تصنیف کی ہیں، کیا اچھا ہوتا اگر فلسفہ پر گفتگو کرتے وقت بھی وہ منطق ہی کی پیروی کرتا. مگر افسوس اس بحث میں آکر وہ اپنی ساری منطق بھول جاتا ہے. وہ کہتا ہے "تمام ظواہر یعنی ستاروں کی حرکت، آلو کی پیدائش کرکٹ کا کھیل. شراب کا نشہ" اگر وہ گفتگو صرف ستاروں تک محدود رکھتا تو شاید ہم مخالفت میں زبان نہ کھول سکتے. مگر جب آلو، کرکیٹ کے ذکر پر آ کر ہم اُسے نا خوش کر سکتے ہیں. سادہ لوح کہہ سکتا ہے کہ ان امور کا کسی دوسری قوت سے کوئی تعلق نہیں لیکن عقلمند جانتا ہے کہ اٹل قوانین کے اندر کوئی حقیقی قوت موجود ہے جو نیکی اور تقویٰ کی طرف آدمی کو لے جاتی ہے. خود [illegible] بھی اپنی منطقی کتاب میں تصریح کی ہے کہ اٹل قوانین کے اندر کوئی قوت مخفی ہے. یہ قوت، اگرچہ حکومت نہیں کرتی مگر موجود ضرور ہے. پس اب بتاؤ "نیچر" سے تمھارا مقصود کیا ہے؟ "نیچر" اور [illegible] کے قوانین میں کیا فرق ہے؟ میں ہکسلے اور ٹنڈل وغیرہ کی کتابیں پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ خواص اعضاء، بجلی، کیمیا، نباتات، حیوانات، وغیرہ مباحث پر بڑے سلیقہ سے گفتگو کرتے ہیں، لیکن جہاں فلسفہ میں آئے اُنکے حواس گم ہو گئے، محض معمولی سطح کے آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے لگتے ہیں. - اُن کی تمام تر ذہانت اسپر صرف ہوتی ہے کہ "خدا"، "معجزہ" اور "خلق" کے الفاظ پر بحث شروع کر دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ ہنر دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کو دوسرے الفاظ "نیچر"، "فطرت"، "قانون"، "نا موس" سے بدل دیتے ہیں. میں "نیچر" اور "قانون" دونوں کی علحدہ علحدہ تعریف جاننا چاہتا ہوں. تم کہتے ہو قانون، قوتِ فعالہ ہے یعنی زبردست محرک. لیکن اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے. یہ محض فرضی

بصائر و حکم

مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟

مومن اور منکر کا ایک دلچسپ مکالمہ

جلال فی اللہ غفرلہٗ!

چھ مجلسیں

پہلی مجلس

میرا بھائی ایک ایسا ہی "آزاد خیال" شخص ہے جیسے آزاد خیال اشخاص بیسویں صدی کی عام پیداوار ہیں۔ بحث و مناظرہ کا اسے بہت شوق ہے۔ اپنے تیز اور قطعی خیالات کے اظہار میں کبھی تامل نہیں کرتا اور جب کبھی گفتگو کرتا ہے تو اس کا معارضہ سخت اور بحث بے جھجک ہوتی ہے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں آتا کہ "بلعام" کی گدھی بولی ہو جیسا کہ تورات میں بیان کیا گیا ہے!"

میں نے جواب دیا:

"میں نہایت خوش ہوں گا اگر دنیا بھر کے گدھوں کا منہ باندھ دیا جائے اور وہ کبھی اپنی کرخت آواز دنیا کو نہ سنا سکیں"

میرا جواب بھائی نے مذاق پر محمول کیا وہ سنجیدہ تھا اور علمی مباحث میں ہرگز مذاق گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اسنے چیں بجبیں ہو کر کہا:

"میں مہمل گفتگو پسند نہیں کرتا۔ سنجیدہ دقیق مباحث میں میرا جی لگتا ہے"

میں نے کہا:

"بہت بہتر۔ کوئی سنجیدہ مسئلہ پیش کرو تاکہ میں بھی سنجیدگی سے گفتگو کروں"

ایک لمحہ غور کرنے کے بعد کہنے لگا:

"تعجب ہے آپ ہمیشہ مجھی سے سوال چاہتے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ مسئلہ میں ہی حملہ آور ہوں اور آپ مدافعت کریں؟ آج خود آپ ہی کیوں نہ پہلا گولہ پھینکیں؟ کیا مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے؟"

میں نے جواب دیا:

"کیوں نہیں؟ کسی عمارت کا ڈھا دینا تعمیر سے زیادہ آسان ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تم کوئی عمارت ہی نہیں رکھتے۔ تمھارے پاس کوئی مثبت چیز سے ہی نہیں۔ صرف انکار اور منفی پہلو ہے۔ پھر میں کس چیز پر حملہ کروں؟ تاہم ایک مسئلہ میں تمھاری زبان سے ائمۂ الحاد کے فتوے سننا چاہتا ہوں"

اُسنے وعدہ کیا کہ میرے ہر سوال پر سنجیدگی کے ساتھ بحث کرے گا اور ملحدین کے افکار پوری وضاحت سے پیش کرے گا۔

میں نے سوال کیا۔

"مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟"

ساتھ ہی میں نے کہا،

"سوال بالکل آسان اور صاف ہے۔ "معتقد طلاء" نے اسے ضرور حل کیا ہوگا، تمھاری کیا رائے ہے؟"

وہ کچھ گھبرا سا گیا:

"یہ سوال بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس پر بحث کی کیا ضرورت ہے؟"

اسنے جواب دیا۔

"ممکن ہے تمھارا خیال صحیح ہو"

میں نے کہا:

"لیکن اگر میری ذاتی رائے پوچھتے ہو تو میں اس سوال کو بہت اہم سمجھتا اور تمھارے جواب کا بے چینی سے منتظر ہوں۔ خود تم نے مجھ سے سوال کی خواہش کی تھی۔ اب تمھیں جواب سے گریز نہیں کرنا چاہئے"

وہ "یہ سوال بظاہر بالکل معمولی ہے لیکن در اصل اپنے اندر ایک دقیق فلسفی بحث چھپائے ہے۔ یا تو آپ اسے کسی دوسری شکل میں پیش کیجئے یا اپنا مقصود واضح کر دیجئے"

میں "تم بہت ڈر رہے ہو۔ حالانکہ تمھیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ سوال کچھ جال نہیں ہے جس میں پھنس جاؤ گے۔ مجھے اس موضوع کے متعلق صرف اتنی ہی واقفیت ہے کہ انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور مرغی بچے سے بنتی ہے"

اُسنے میری تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا:

"اگر یہ سچ ہے تو کیا علم طبقات الارض کے ماہر سر چارلس لائل نے یہ اصل قرار نہیں دے دی ہے کہ "ماضی کو حاضر کے دلائل سے واضح کرنا چاہئے؟"

وہ "بیشک"

میں "تو انڈے اور مرغی کا یہ معاملہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آ رہا ہے؟"

وہ "ہاں"

میں "یہ تو ضرور ہے کہ پہلی مرغی اور پہلے انڈے کا وجود اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہوگا؟"

وہ "بیشک"

میں "اگر یہ صحیح ہے تو پہلی مرغی انڈے سے پہلے وجود میں آئی کیونکہ وہ انڈے سے پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو سر چارلس لائل کا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر کا مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور ماضی کو واضح نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں ہر مرغی انڈے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حاضر کی اس دلیل و مشاہدہ سے ہمیں یہی کہنا چاہئے کہ ہمیشہ مرغی انڈے ہی سے پیدا ہوتی رہی ہے۔ مگر تمھیں ابھی تسلیم کرنا پڑا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا نہیں ہوئی"

اسپر وہ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا:

"آپنے بلا بحث یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ سب سے پہلی مرغی بغیر انڈے کے موجود ہوئی؟ خود مرغی کوئی مستقل وجود نہیں ہے۔ اُسی انڈے کی ترقی یافتہ کامل صورت ہے۔ اگر ہم صحیح علمی اصول کی روشنی میں غور کریں تو فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ انڈا پہلے ہوا ہے، لہذا ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلی مرغی بھی انڈے ہی سے وجود میں آئی ہے"

میں "بہت خوب۔ تو اب یہ طے پا گیا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا ہوئی ہے۔ یعنی انڈے کا وجود مرغی کے وجود سے پہلے ہوا یعنی سب سے پہلا انڈا مرغی کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی لائل کا نظریہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر، ماضی کی تائید نہیں کر رہا ہے، سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ہر انڈا مرغی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی بتا دو کہ اگر سب سے پہلا انڈا مرغی سے پیدا نہیں ہوا تو کہاں سے آیا؟ کیونکر آیا؟ کب آیا؟"

وہ "میں سمجھ گیا۔ آپ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ انڈا خدا نے پیدا کیا"

میں "میں سائل ہوں، مجیب نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آسمانی کتابوں کے قائل اس سوال کا یہ صاف اور معمولی جواب دے کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ سب سے پہلا انڈا خدا نے خود پیدا کیا تھا لیکن یہ بے دلیل ہے۔ اگر تم علمی دلائل و براہین سے کوئی فیصلہ کن جواب دے سکو تو میں نہایت ممنون ہوں گا"

وہ "کیا انڈے کا مسئلہ تمام حقائق کائنات پر چسپاں ہو سکتا ہے؟"

میں "بیشک۔ ضرور ہے کہ شروع شروع گیہوں کا سب سے پہلا دانہ موجود ہوا ہو، سب سے پہلی بلی ہو، سب سے پہلی گائے ہو، سب سے پہلی بکری ہو۔ سب سے پہلا انسان ہو... اگر تم انڈے کی گتھی سلجھا دو تو میں باقی تمام کائنات کو اُسی پر قیاس کر لوں گا، اور ہم آفرینش کا راز دنیا پر کھول سکیں گے"

وہ "آفرینش کا سوال بہت قدیم سوال ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کائنات، تدریجی ارتقا کے ساتھ وجود میں آئی ہے"

میں "سچ ہے۔ لیکن اصل حیات اس سے مستثنیٰ ہے۔ زندگی کا پہلا تخم ضرور ہے کہ پیدا کیا گیا ہے۔ نظریۂ ارتقا مجھے مرعوب نہیں کر سکتا ارتقا کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے کوئی وجود موجود ہو، اور اُس میں تدریجی ترقی ہوئی ہو۔ لیکن عدم محض میں کیونکر ترقی ممکن ہے؟ ضرور ہے کہ پہلے انڈے کا وجود تسلیم کرو پھر اُس پر خلقت کی عمارت کھڑی کرو۔ پس میرا سوال یہی ہے کہ وہ سب سے پہلا انڈا کہاں سے آیا؟"

وہ "میں ڈاکٹر باسٹن کے اس نظریہ سے بالکل متفق ہوں کہ ہر جاندار غیر عضوی بے جان مواد سے وجود میں آیا ہے"

میں "لیکن ہکسلے اور ٹنڈال نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ہے اور تمام علماء نے وہی قدیم نظریہ تسلیم کیا ہے کہ جاندار جاندار سے موجود ہوا ہے"

اسپر وہ لاجواب سا ہو گیا اور کہنے لگا باقی گفتگو کل ہوگی،

دوسری مجلس

دوسرے دن میں نے اُس سے کہا:

"کل میں زندگی کی اصل کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ میرا سوال ایک ایسے انڈے کے متعلق تھا جو زندہ عناصر سے مرکب ہے۔ لیکن تم نے ڈاکٹر باسٹن کا قول پیش کر دیا کہ انڈا غیر جاندار مواد سے وجود میں آیا ہے۔ حالانکہ میرا سوال جاندار انڈے کے متعلق تھا، مردہ انڈے سے بحث نہ تھی۔ لیکن خیر میں تمھاری خاطر فرض کئے لیتا ہوں کہ سب سے پہلا غیر عضوی مردہ مواد سے ظہور پذیر ہوا تھا مثلاً ہم کہیں سب سے پہلے انڈے کی اصل، ریت کا ایک ذرہ تھا مگر یہ کہنے کے بعد بھی سوال بدستور قائم رہتا ہے۔ اب اُس کی صرف لفظی شکل بدل جاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ریت کا ذرہ کہاں سے آیا؟"

وہ "ریگ کا ذرہ اور ہر عنصر بہت سے ایسے دقیق ذرات واجزا سے مرکب ہے جنھیں انسانی نگاہ کسی طرح بھی مشاہدہ نہیں کر سکتی لیکن باوجود اس کے ہم ان غیر مرئی ذرات کے وجود کے قائل ہیں۔ سر دست ۶۴ عناصر کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے لیکن جوں جوں

میں "عجیب سہی، معجزہ نہ سہی"

اس کے بعد میں نے سوال کیا۔

"کیا تم اسپنسر کے متبعین کا یہ عقیدہ تسلیم کرتے ہو کہ تمام ظواہر زمین و آسمان، ایک مجہول مخفی قوت کا اعلان ہیں جو اُن کے پسِ پردہ کارفرما ہے؟ اسی قوت کا نام میری بول چال میں "خدا" ہے"

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا،

"انسان اپنے افعال و اعمال میں کچھ اختیار رکھتا ہے یا محض مشین کے ایک پرزے کی طرح بغیر اپنے ارادہ و اختیار کے عمل کرتا ہے؟"

وہ "کانون کا مذہب یہ ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے، قاتل اس لئے قتل کا ارتکاب کرتا ہے کہ وہ اس پر مجبور ہوتا ہے۔ قضا و قدر سے وہ بالکل بے بس ہو چکا ہوتا ہے"

میں "اس عقیدے کے ماننے والوں کا علاج یہ ہے کہ سب ایک ساتھ پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں اور ہمیشہ کے لئے دنیا کو اُن سے نجات دے دی جائے"

آخر میں میں نے ایک سوال کیا،

"ہم کس منزل کی طرف جا رہے ہیں؟"

وہ "موت کی طرف۔ موت ہی ہم سب کی منزلِ مقصود ہے جس دن تم مر گئے، اُس دن سے تم معدوم ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ جسم کے ذرات غیر فانی ہیں، ہمیشہ باقی رہینگے۔ لیکن وہ چیز جسے تم شخصیت یا ضمیر کہتے ہیں، دائمی طور پر فنا ہو جائے گی۔ مجھے قیامت یعنی دوسری زندگی کا ہرگز یقین نہیں ہے۔ میں دوبارہ زندگی کے لطف اُٹھانے کا متمنی نہیں ہوں۔ مرتے ہی، عدمِ محض طاری ہو جائے گا۔ روز لوگوں کو مرتے دیکھتے ہو۔ اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ آخری سانس کے ٹوٹتے ہی عقلی قویٰ ختم ہو جاتے ہیں اور انسان خاک میں مل جاتا ہے، خاک ہی سے اُٹھا تھا، خاک ہی میں مل گیا۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا، نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ!"

میں "تو تمہارا نظریۂ ارتقا، ایک منحوس مذہب ہے اور آخرت میں اُس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، وہ انسان کو کس قدر جلد فنا کر دیتا ہے؟ پہلے تو وہ انسان کو ابدیت کا سبز باغ دکھاتا ہے اور جب وہ مسکین قبضہ میں آ جاتا ہے تو ناامید کر کے چھوڑ دیتا ہے اس کے پاس بدبخت انسان کے لئے اُمید اور یقین کا کوئی سُراغ نہیں"

وہ "ہمیں حقیقت کی پیروی کرنا چاہئے، نتائج کو چھوڑ دینا چاہئے"

میں: "تو تمہارا عقیدہ ہے کہ عمر ختم ہونے پر جسمِ انسانی کے اجزا اور عناصر مضمحل ہو کر اپنا عمل چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی قوتِ اصلیہ محرکہ ختم ہو جاتی ہے اور پورا کارخانہ اچانک رُک جاتا ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر وہی طلسمی انڈا ہمارے سامنے آ موجود ہوتا ہے قدرتی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ انڈے میں کوئی محدود قوت پوشیدہ کر دی گئی تھی، جبھی تو ایک معین زمانہ کے بعد وہ ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ اس کے بعد دو ہی صورتیں ممکن ہیں: یا تو دائمی موت یا نئی زندگی کا آغاز، میرے دوست کیا یہ ممکن نہیں کہ جس نیچر نے ایک مرتبہ ہمارے طلسمی انڈے کو اپنی قوت کا مظہر بنایا تھا وہی کچھ مدت آرام لینے کے بعد پھر انگڑائی لے کر اُٹھے اور نئی قوت نئی مستعدی اور نئے چولے میں اپنی نمود کرے؟ یہ خیال ہماری خودداری اور شرف کے کس قدر خلاف ہے کہ ہمارا آغاز تو ایک نطفہ سے ہو اور خاتمہ دائمی فنا پر ہو جائے! یہ زندگی اور یہ موت دونوں نہایت مکروہ و نامبارک ہیں! انسان میں جو چیز سب سے افضل ہے یعنی اُس کی شخصیت، ضمیر، عقل، اور اگر خفا نہ ہو تو کہوں کہ روح، یہ سب تو فنا ہو جائیں اور ادنیٰ چیزیں، گوشت، ہڈیاں کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ برقرار رہیں؟ یہ کیسی عجیب منطق کیسی عجیب معقولیت، اور کیسا عجیب فلسفہ ہے؟"

اس گفتگو پر میرے مخاطب کے چہرے کا رنگ بدل گیا، وہ گہرے سوچ میں پڑ گیا۔ دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہنے لگا "پھر ملینگے"

استدراک

مضمون مندرجۂ صدر ایک انگریز اہلِ قلم مسٹر جیکب ارٹر کی کتاب سے ماخوذ ہے جو حال میں شائع ہوئی ہے۔ ہم نے یہاں "ترجمہ" کی جگہ "اخذ" کا لفظ اس لئے اختیار کیا کہ اُردو میں انگریزی تحریر کے مطالب بہ تصرف منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ انگریزی عبارت کا بجنسہٖ ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے مطالب کو کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کا بہتر اور مؤثر طریقہ یہی ہے۔ بعض مقامات میں حذف و اضافہ بھی کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں ضروری تھا۔

گئے اور انہیں کھانے کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملا۔ شوہر نے اپنی بیوی کو روتے دیکھ کر پوچھا،

"پیاری کیا بات ہے؟"

"بھوک سے میرا دم نکلا جاتا ہے" عورت نے روتے ہوئے جواب دیا۔

شوہر نے کہا "میں ابھی بندوبست کرتا ہوں"

چنانچہ وہ اُٹھا، گھنٹی بجائی، خادم دوڑا آیا، اور اُسنے اُس سے کہا "میری بیوی کے لئے ابھی پلیٹ میں روٹی اور مکھن لاؤ"

سنہ ۱۹۱۵ء میں مسٹر لائڈ جارج اپنی موٹر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں شام ہو گئی۔ ڈرائیور موٹر روک کر اُترا اور لالٹین جلانے لگا۔ مسٹر لائڈ جارج بھی اُتر پڑے اور پیچھے کی بتی دیکھنے لگے۔ ڈرائیور اپنے کام سے فارغ ہو کر تیزی سے اپنی جگہ پر آ بیٹھا اور موٹر چھوڑ دی، اُسے کیا معلوم تھا کہ لائڈ جارج گاڑی کے پیچھے کھڑے ہیں، موٹر چل دی اور یہ پیچھے کھڑے چلاتے رہ گئے، اب رات اندھیری ہو گئی تھی۔ لائڈ جارج سخت پریشان تھے، اُن کا مکان ۵ میل دور تھا، مجبوراً پیدل چلے تھوڑی دور پر پاگل خانہ تھا، اُنھوں نے خیال کیا شاید یہاں کوئی سواری مل جائے، اطمینان سے آگے بڑھے اور پھاٹک پر دستک دی، دربان آرام کر رہا تھا، دستک سُنکر خفا ہوا، اور دروازہ کھولا، وزیر نے اپنی ضرورت بیان کی اور موٹر کے لئے درخواست کی، مغرور دربان نے حقارت سے سر ہلایا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لائڈ جارج نے اُسے روکا اور کہا "تم جانتے نہیں میں وزیر مال ہوں!" دربان نے کہا "درست، درست! وزیر صاحب اس وقت ہمارے پاگل خانے میں آپ جیسے چھ وزیر بند ہیں، اگر پسند کریں تو اُن سے حضور کی ملاقات کرا دوں! بہتر یہ ہے کہ اسی سڑک پر سیدھے چلے جاؤ، زیادہ مسافت نہیں ہے۔ تڑکے تڑکے گھر پہنچ جاؤ گے!"

وزیر کی پھر کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی اور خاموش روانہ ہو گئے، مگر خوش قسمتی سے ڈرائیور اُن کی تلاش میں موٹر واپس لے آیا۔

ایک مرتبہ ایک دولتمند عورت نے اپنے محلہ کے تمام لڑکوں کی دعوت کی۔ لڑکے کھاتے جاتے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا "کل میرے باپ نے مجھے ایک چمچہ خرید کر دیا ہے جس پر لکھا ہے "باپ کا تحفہ بیٹے کو"۔ اس پر دوسرے لڑکے نے کہا "بہت شیخی نہ بگھارو کل میرے باپ نے بھی مجھے ایک چمچہ دیا ہے جس پر لکھا ہے "سیوائے ہوٹل"، اس طرح لڑکے نے اپنے باپ کی چوری نادانستہ کھول دی۔

ایک فلسفی کہتا ہے "شادی کا مطلب یہ ہے کہ ۳ ہفتے تعارف کے، تین مہینے محبت کے، تین سال باہمی تکرار اور جھگڑے کے، پھر تیس سال درگزر اور چشم پوشی کے!"

تفریح و ترویحِ فکر

بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے

انگلستان میں ایک مشہور مَثَل (ایکٹر) تھا اُس کے زمانہ میں کوئی آدمی بھی اس فن میں اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا، ایک مرتبہ وہ اپنا تھیٹر لے کر مانچسٹر گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلوق دیکھنے آئی۔ خیال کیا گیا کہ ایکٹر یہاں بہت کامیاب ہوگا۔ مگر اتفاق سے اُنھیں دنوں میں ایک خوبصورت رقاصہ بھی مانچسٹر پہونچی۔ یہ عورت اگرچہ اپنے فن میں ذرا بھی مہارت نہیں رکھتی تھی، لیکن تھی نہایت حسین اور دلفریب۔ پبلک نے سُنا تو ایکٹر کو چھوڑ کر رقاصہ کی طرف رُخ پھیر دیا۔ شہر کے ایک معزز آدمی نے یہ حالت دیکھی تو فن سے دلچسپی ظاہر کرنے کے لئے ایکٹر کے پاس گیا، اور ہمدردی کی راہ سے کہنے لگا "افسوس، لوگوں کو فن کی قدر نہیں۔ تمھارے جیسے ماہر کو چھوڑ کر اُس جاہل عورت کے ہو گئے ہیں!" ایکٹر نے فوراً جواب دیا "نہیں حضرت! افسوس نہ کیجئے فن، نیچر کا مقابلہ نہیں کر سکتا" ایکٹر کا مقصود یہ تھا کہ میں تو صرف فن کا ماہر ہوں، لیکن رقاصہ، نیچر کی دولت یعنی حُسن کی مالک ہے، میرا اُس کا کیونکر مقابلہ ہو سکتا ہے؟

ایک مرتبہ انگلستان کی ایک کمسن شاہزادی اپنی ماں کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے لندن کی ایک سڑک پر جا رہی تھی۔ راستہ میں فاقہ زدہ مزدوروں کی ایک بڑی بھیڑ دکھائی دی جو غل مچا رہی تھی، شاہزادی نے اپنی ماں سے دریافت کیا "یہ کون لوگ ہیں اور کیوں چلا رہے ہیں؟" ماں نے جواب دیا "یہ مزدور ہیں، روٹی کے لئے پریشان ہیں" شاہزادی نے تعجب سے کہا "روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں خرید لیتے!"

پرنس آف ویلز کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ شاہی دعوت میں تھے۔ دسترخوان پر بڑے بڑے معزز لوگ جمع تھے اور بادشاہ اُن سے گفتگو میں مصروف تھا۔ کھانے کے دوران میں ولیعہد نے اچانک بادشاہ سے کہا "بابا، بابا!" بادشاہ نے لڑکے کو جھڑک دیا اور خاموش رہنے کا حکم دیا، جب گفتگو ختم ہوئی تو بادشاہ نے لڑکے سے کہا "کہو کیا کہتے تھے؟" ولیعہد نے کہا "اب کچھ نہیں۔ اُس وقت آپکے کیک میں ایک کیڑا تھا۔ میں اُسی کی بابت کہنا چاہتا تھا مگر آپنے مجھے چپ کر دیا اور کیڑا کھا گئے!"

شاہ ایڈورڈ کا قصہ ہے کہ ولیعہدی کے زمانہ میں اُنھوں نے ایک مرتبہ اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا اور ۵ پونڈ طلب کئے۔ ملکہ نے روپیہ کے بجائے لمبا چوڑا خط بھیجا اور کفایت شعاری کی خوبیاں بتائیں۔ ایک ہفتہ بعد ولیعہد نے ماں کو شکریہ کا خط لکھا "آپکا خط موصول ہوا۔ اب مجھے ۵ پونڈ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے آپ کا خط ۲۰ پونڈ میں فروخت کر ڈالا!"

موجودہ شاہ جارج کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں انھوں نے اپنی ایک کھلائی سے فرمائش کی کہ انھیں کوئی کہانی سُنائے۔ کھلائی نے کہا نہیں تم خود کوئی کہانی لکھ کر مجھے سُناؤ۔ چنانچہ شہزادہ نے حسبِ ذیل کہانی لکھی:

"ایک حقیر جھونپڑے میں میاں بیوی رہتے تھے، دونوں بالکل مفلس تھے۔ کچھ بھی کھانے کو نہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ دو دن گزر

نہیں بلکہ سراسر دعوی ہی دعوی ہے"

وہ "لیکن اب تمام علماء بالاتفاق یہی کہہ رہے ہیں کہ ہر چیز بلا کسی استثنا کے "قانون" ہی کے ذریعہ واقع ہوتی ہے"

میں "ہمارے ملک کی تمام تجارت، مال، کے ذریعہ چل رہی ہے لیکن ظاہر ہے خود مال اپنے ارادہ سے تجارت نہیں چلا رہا ہے۔ مال، قادر یا جاندار قوت نہیں ہے۔ تمام سلطنت قانون سے چل رہی ہے۔ مگر خود قانون حکمران نہیں ہے بلکہ جج اور مجسٹریٹ قانون کے بموجب عمل کرتے ہیں، کہا جاتا ہے نیچر میں کچھ قدیم موروثی قوتیں ہیں اور ڈارون کے بقول وہی فعّال و مؤثر قانونی قوت ہے جو نظام عالم میں جاری وساری ہے۔ بہت بہتر۔ مگر آپ کچھ بہت دور کی کوڑی نہیں لائے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کرتے ہیں کہ "خدا" کے لفظ کی جگہ دو لفظ: نیچر اور قانون رکھ دیے۔ یعنی دو اندھے، بہرے، گونگے وجود۔ تم تو ان یونانیوں سے بھی بدتر ہو جو ایک نامعلوم دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ وجود میں کوئی ایک قوت یا فعّال ہستی موجود ہے۔ یا یہ کہ ہیڈروجینی انڈے میں حیات پائی گئی۔ لیکن اس بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ آخر یہ انڈا بنا کیسے؟ کیونکر محفوظ رہا؟ کس طرح ایسے عجیب روپ بھر سکا جو انتہائی عقل و ذہانت پر دال ہیں؟ سچ یہ ہے کہ تم واجب الوجود خدا کی جگہ ایک غیر موجود کو بٹھاتے ہو حالانکہ ساتھ ہی ایک فعّال قوت کے وجود کو بھی مانتے ہو اور یہ کہ ذرات، ازلی ابدی قوتوں سے رونما ہوئے ہیں۔ اب براہ عنایت مجھے بتا دو کہ اس ہیڈروجینی انڈے کا جھٹکا کس سے لگا؟ کیونکر لگا؟ کب لگا؟ کون اس کے نیچے اپنے پیٹ کے نیچے رکھ کر سینے بیٹھا؟ کس نے بچہ پیدا کرایا؟ تھیں "خدا" پسند نہیں۔ "قانون" اور "نیچر" کے لفظوں پر فریفتہ ہو گئے ہو بہت بہتر۔ یہ رشتہ مبارک ہو اور پھل پھول لائے، لیکن تم یہ بتانے پر راضی نہیں کہ آخر "میاں قانون" نے "بی نیچر" سے کیونکر شادی کی اور بچے کیسے جنے؟ انسانی قلوب میں کوئی حکمران قوت ضرور موجود ہے لیکن ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے "ہم اس قوت کو ہرگز نہیں جان سکتے" میں تم سے اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ عقل حق کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔ مسٹر اسپنسر یہ بھی کہتا ہے کہ "نیچر ایک نامعلوم قوت کا مظہر ہے اور یہ کہ انسان اس قوت کے بھید سے قطعاً جاہل ہے" لیکن اسپنسر کیونکر سمجھ سکے کہ قانون قدرت کے پیچھے ایک قوت موجود ہے؟ نیز مسٹر ڈیل نے اس خیال کی کس بنیاد پر تائید کی اور کیوں یقین قائم کیا کہ ہم سبب اول کا علم کسی طرح بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ان اقوال کی روشنی میں تم دیکھ سکتے ہو کہ لامذہبوں اور اہل مذاہب میں فقط لفظی جھگڑا ہے۔ اہل مذاہب جس چیز کو "خدا" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں بعینہ اسی چیز کو لامذہب "نیچر کی مافوق قوت" بتاتے ہیں، دونوں گروہ اس قوت کو فعّال اور ازلی ابدی قرار دیتے ہیں۔ سارا جھگڑا صرف لفظ "خدا" میں ہے"

وہ "لیکن فلاسفہ تمھارے خدا کا مذاق اڑاتے ہیں کیونکہ تم نے اسے ایک خاص شخصیت، اخلاق، اور عقلی و ذہنی اوصاف کا مالک بنا رکھا ہے"

میں "لیکن تم بھی تو تسلیم کرتے ہو کہ اگر وہ مافوق فطرت قوت معدوم ہو جائے تو کائنات میں کوئی چیز بھی رونما نہیں ہو سکتی۔ پس تسلیم کر کے تم بھی میرے اس ایمان میں شریک ہو جاتے ہو کہ ایک فعّال قوت موجود ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا یہ قوت کوئی ایسا اثر ظاہر کر سکتی ہے جو خود اس کے اندر ذاتی طور پر موجود نہیں؟ زیادہ صاف لفظوں میں یوں سمجھو کہ اگر وہ قوت خود عاقل و مدرک نہیں تھی تو اس نے تمھیں کیونکر عاقل و مدرک بنا دیا؟ تمھارے اندر یہ ذہانت و عقل کس سرچشمہ سے آئی؟"

وہ "مجھے اپنے آباء [illegible] سے ورثہ میں ملی ہے"

میں "درست! اور یہ بھی مسلّم ہے کہ تمھارے ایک جد امجد حضرت بندر بھی ہیں؟"

اس جملہ پر وہ خفا ہو گیا۔ میں معذرت کر کے آگے بڑھا:

"اسپنسر وغیرہ فلاسفہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیچر کے پرے ایک مجہول قوت موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی بکواس کرتے ہیں۔ ذرات و جزیات کا ذکر کرتے ہیں، اُن کا حجم و وزن بتاتے ہیں اور انھیں جمع کرنے والی قوت کا بیان کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر جب میں پوچھتا ہوں یہ ذرات و جزیات کیا چیز ہیں؟ تو کوئی جواب نہیں دیتے۔ مثلاً کہتے ہیں "۶۴ عنصر موجود ہیں اور یہ سب ہیڈروجینی کی مختلف شکلیں ہیں" بہتر۔ لیکن خود ہیڈروجینی کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کیونکر آئی؟ جواب ندارد۔ اصل یہ ہے فلاسفہ کا گروہ علم اور دین دونوں سے بے بہرہ ہے۔ قانون کشش کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اسی قانون کے بموجب سیب زمین پر گرتا ہے۔ سورج، زمین کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور زمین، سورج کو۔ مانتا ہوں، مگر خود کشش، جذب، جاذبیت کیا چیز ہے؟ کوئی جواب نہیں ملتا۔ "ایتھر" کا ذکر کرتے ہیں جو ہوا سے کہیں زیادہ لطیف ہے۔ اور کہتے ہیں "روشنی اسی ایتھر کے اہتزاز و ارتعاش کا نتیجہ ہے" بہت خوب۔ مگر خود "ایتھر" کیا ہے؟ خاموشی! آخر مجبور ہو کر لاگیت تک کو اعتراف کر لینا پڑا کہ "ہمیں یقین ہے ہم اشیاء کی ماہیت و حقیقت نہیں جانتے۔ لیکن بایں ہمہ یہ بھی یقین ہے کہ اشیاء کا سلسلہ معقول ہے"

اس پر گفتگو ختم ہو گئی۔

پانچویں مجلس

دوسرے دن پھر میں نے کہا:

"کیا تمھیں یقین ہے کہ ذرہ سے لیکر سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان حتی کہ انسان تک کی پوری زنجیر میں کوئی کڑی الگ نہیں ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ اگرچہ پروفیسر ولیس کہتا ہے کہ نیچر میں متعدد ایسے دور اور بکثرت ایسے حالات پائے گئے ہیں جن میں خارجی مؤثرات نے مداخلت کی ہے لیکن ڈارون نے اس قول سے اختلاف کیا ہے۔ اول الذکر کی رائے اگرچہ قابل احترام ہے لیکن محض ایک بے دلیل دعوی ہے"

میں "ولیس یہ بھی تو کہتا ہے کہ "انسان میں موسیقی، ریاضی، ذہانت اور رقت کے اوصاف اسے ہرگز اپنے اسلاف حیوانات سے ورثہ میں نہیں ملے ہیں"

وہ "یہ دعوی ہے مگر دلیل؟"

میں "نیز وہ کہتا ہے: انسان میں جو ایک خاص قابلیت ہے وہ اُس کے اندر ایک خاص روح یا طبیعت کا پتہ دیتی ہے"

وہ "لیکن یہ بھی کوئی دلیل نہیں"

میں "اگر ہم اس علامہ کے قول سے متفق نہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ نیچر ایک اندھی بڑھیا تھی، اُس کے پیٹ میں مُردہ اندھی غبار کے ذرات بھرے پڑے تھے جو تاریکی میں محض اتفاقات سے ٹکرائے اور ملے حالانکہ اس فیلسوف کا نظریہ یہ ہے کہ "عالم مادہ میں ایک دوسرا عالم روح بھی ہے جو ذرات کی امداد کرتا اور اُن میں قوت و حرکت پیدا کرتا ہے"

وہ "لیکن یہ بھی دلیل نہیں"

میں "تم قائل ہو کہ بسائط (غیر مرکب) یا جزیات یا ذرات اولین مادہ ہیں۔ یہی سب سے پہلے ہوئے اور تمام کائنات انھی سے بنی نیز تم یہ بھی مانتے ہو کہ یہ بسائط یا ذرات اپنی حرکت اور نشوونما کے لئے ایک اور قوت کے محتاج تھے۔ لیکن جب میں تم سے اس قوت کی حقیقت دریافت کرتا ہوں تو تم سے کوئی جواب نہیں بنتا۔ اس بارے میں زیادہ سے زیادہ تمھاری پرواز یہ ہو سکتی ہے کہ نتائج و ظواہر دیکھ کر اس قوت کے متعلق کچھ سرسری رائے زنی کر دو۔ لیکن ہربرٹ ولیس کا نظریہ یہ ہے کہ غیر معنوی ہوا سے اولین تخم حیات پہنچ گیا۔ اسی تخم سے نباتات کا ظہور ہوا، نباتات سے حسّاس حیوان پیدا ہوا اور حسّاس حیوان سے عاقل و ذہین حیوان یا انسان ظاہر ہوا۔ یہ علامہ کہتا ہے "یہ تمام ادوار ایک عجیب دانائی اور کل نظام پر دلالت کرتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ ایک عالم روحانی ضرور موجود ہے جس کی ہمہ گیری کے سامنے عالم مادی محض دوسرے درجہ کی چیز ہے"

وہ "یہ تو اس علامہ کا قول ہے مگر عالم روح کے وجود کا ثبوت؟"

میں "قطعی ثبوت پیش کرنا تو بہت مشکل ہے۔ لیکن ہمیں تمام نظریوں کو سامنے رکھ کر اُس نظریہ کو بہرحال قبول کرنا پڑتا ہے جو عقل سے زیادہ قریب ہو۔ جذب، اتصال، کشش یعنی یہ مقناطیسی قوت کہاں سے آئی؟ نظریۂ ارتقاء ہمیں کوئی جواب نہیں دیتا۔ نیچر کا قانون ہے کہ سیب آسمان پر اڑ کر نہیں چلا جاتا بلکہ ہمیشہ ٹوٹ کر زمین ہی پر گرتا ہے۔ لیکن کل میری بیوی اس قانون کی راہ میں سدّراہ ہو گئی۔ اُس نے سیب ہاتھ سے روک لیا اور زمین پر گرنے نہیں دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور مخفی قوت بھی ضرور موجود ہے!"

وہ "اگر تم اُس عالم روح کا مجھے یقین دلا دو تو از حد ممنون ہوں گا"

صحبت کل کے لئے ملتوی ہو گئی۔

چھٹی مجلس

میں: "مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش سے پست ترین اقوام تک میں بھی مذہب موجود تھا؟"

وہ "ہاں"

میں "تو انسان میں مذہب کا خیال اُسی طرح جبلّی ہے جس طرح چڑیوں میں اپنا گھونسلہ بنانے کا اور شہد کی مکھی میں چھتا طیار کرنے کا؟"

وہ "ہاں"

میں "مذہب کا یہ خیال انسان کی فطرت میں کیسے پیدا ہوا؟"

وہ "ترقی و ارتقاء کے ذریعہ"

میں "یعنی جس طرح سیب جنگلی سیب سے، بادام جنگلی بادام ترقی کر کے ظاہر ہوا ہے اُسی طرح انسان نے بندر کے درجہ سے ترقی کی ہے؟"

وہ "ہاں، علماء و فلاسفہ کا یہی خیال ہے"

میں "تو بندر میں بھی، کہ جس سے انسان نے ترقی کی ہے، ضرور ناقص اخلاقی شعور یعنی ضمیر موجود ہوگا؟ ضرور ہے حیوانات میں اس قسم کا کچھ نہ کچھ شعور موجود ہو، ورنہ اُن کی ترقی یافتہ صورت انسان میں ہرگز نہ پایا جاتا... اگر یہ صحیح ہے تو انسان کی اخلاقی ذہنیت نے اسی بندر سے بتدریج ترقی کی ہوگی اور وہ آہستہ آہستہ مذہب، عقائد وغیرہ پر غور کرنے لگا ہوگا پھر مثلاً اُس نے تورات بنائی، اُس نے انجیل لکھی، قرآن مرتب کیا، اور دنیا میں مذہب پھیل گیا؟"

وہ "بیشک"

میں "تو اب ہمیں بندر سے اُتر کر سانپ بچھو، مچھلی اور چڑیوں کی بابت بھی یہی کہنا چاہئے کہ ان میں بھی یہ دینی شعور موجود تھا، پھر اور نیچے اُتر کر کیچڑ کو دیکھنا چاہئے جو مادۂ حیات کا ابتدائی سرچشمہ ہے۔ پھر چونکہ کیچڑ ننھے ننھے ذرات و جزیات سے مرکب ہے اس لئے ان ذرات میں بھی اس شعور کو تسلیم کرنا چاہئے۔ پھر اور چند سیڑھیاں نیچے اُتر کر ہیڈروجین یعنی اُسی انڈے کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا چاہئے جو تمام کائنات کی اصل الاصول ہے اور بعد ادب مان لینا چاہئے کہ اس انڈے میں بھی یہ شعور موجود تھا۔ واقعی یہ عجیب انڈا تمام معجزوں کا باپ ہے!"

وہ خفا ہو گیا کیونکہ میں نے معجزہ کا لفظ استعمال کیا تھا، کہنے لگا:

"عجیب کہئے مگر براہ عنایت معجزہ نہ کہئے"

کے ختم ہونے سے پہلے اُن کی تعداد ۹۰۰ تک پہنچ جائے گی، وزارت کا ایک بڑا کارنامہ، وہ قانون ہی جو حکام کے لئے بنایا گیا ہی، اِس قانون نے حکام کے فرائض و اختیارات صاف صاف واضح کر دیئے ہیں اور اُنھیں بے سبب معزولی کے خطرہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے"

تعزیری قوانین کے متعلق وزیر نے بیان کیا:

"ضابطۂ قوانین صرف دس مہینے سے جاری ہوا ہی، پہلے ضابطہ میں صرف ۲۶۰ دفعات تھیں مگر اسمیں ۶۴۰ دفعات ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہی کہ پہلے انصاف کی جو راہیں بند تھیں، اب بالکل کھلی ہیں۔ پہلے انصاف، سب کے لئے یکساں نہ تھا، امیروں اور طاقت وروں کے ساتھ رعایتیں کی جاتی تھیں اور غریبوں اور کمزوروں کا حق مارا جاتا تھا۔ مگر اب یہ ناممکن ہی۔ قانون کی نظر میں سب بالکل برابر ہوگئے ہیں"

وزیر کے بیان میں سب سے اہم حصہ وہ تھا جس میں اُنھوں نے موجودہ ترکی عدالتوں کی حیثیت کے متعلق یورپین مبصروں کی شہادتیں پیش کی تھیں، اُنھوں نے کہا۔

"معاہدۂ لوزان کے بموجب ہمنے ۵ سال کے لئے چار یورپین قانونی مشیر ملازم رکھے تھے۔ ہم نے اُن سے اپنی عدالتوں کی موجودہ حیثیت کے متعلق رپورٹ طلب کی تھی۔ اُنھوں نے اب یہ رپورٹ پیش کر دی ہی۔ وہ لکھتے ہیں" اِس تمام مدت میں ترکی عدالتوں کے خلاف ہمارے سامنے ۶ شکایتیں پیش ہوئیں۔ ہم نے جانچ کرکے معلوم کرلیا کہ وہ سب کی سب بالکل بہتان ہیں۔ ہماری ملازمت عنقریب ختم ہونے والی ہی۔ ہم اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے اور ہر جگہ یہ اعلان کرینگے کہ موجودہ ترکی عدالتیں، اپنے افسروں کی دیانت: قابلیت: انصاف پسندی، اور مقدمات کے جلد سے جلد فیصلہ کرنیکی وجہ سے دُنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ عدالتوں سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں ہیں"

وزارت تعلیم

مصطفے نجاتی بک وزیر تعلیم نے اپنے محکمہ کے متعلق بیان کیا:

"سنہ ۱۹۲۶ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۵،۶۵۵ تھی، مدرسوں کی تعداد ۱۰،۵۳۹۔ اور طالب علموں کی ۳،۴۶،۴۵۹ تھی لیکن اب مدرسے ۶،۰۸۸ ہیں، مدرس ۱۲،۷۶۶ ہیں اور طالب علم ۴۵۵،۸۵،۳ ہیں"

اِس کے بعد وزیر نے پوری تفصیل سے اپنی وزارت کی کوششوں پر تبصرہ کیا اور بتایا ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں۔ پھر تعلیم و تربیت کے اُس بورڈ کا ذکر کیا جو انگورہ میں قائم ہوا ہے۔ نیز تعلیمی انسپکٹروں کی کارگزاریاں سنائیں جو تمام ملک میں دَورہ کرتے پھرتے ہیں، اُنھوں نے اپنی تقریر اِس تصریح پر ختم کی "اِس سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم نہ دنیا کے لئے مفید تھی نہ دین کے لئے، لیکن اب اُس کی حالت بالکل بدل گئی ہی۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے وبائ سے آزاد ہی، دل و دماغ کو آزاد کرتی ہی۔ جدید ترین علمی اصول پر جاری ہی۔ ترکی قومیت کا جذبہ جگاتی ہی، ترکی قوم کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنا رہی ہی۔ مختصر یہ کہ اب ہماری تعلیم کا مطمح نظر ترکی صدر جمہوریت کے لفظوں میں یہ ہی۔

"تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہئے کہ اُس سے مستفید ہو کر لوگ باتونی اور مغرور بنیں۔ تعلیم کا اصلی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اپنی مادی و معنوی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے"

بّری و بحری فوج

رجب بک وزیر جنگ نے بّری فوج کے متعلق یہ نہایت مختصر مگر اہم تصریح کی،

"جمہوری فوج، اپنے جملہ اصلاحات و ترتیبات کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے طیار ہی۔ فوج کی صحیح حالت بیان کرنے کے لئے میں صرف اسی قدر کہوں گا کہ وہ مستقبل قریب میں وطن مقدس کی حفاظت کے لئے پوری طرح آراستہ ہی۔ مستقبل قریب سے میری مراد یہ ہی کہ "کل"!

وزیر بحر احسان بک نے کہا،

"بحری وزارت جمہوری بیڑے کی تقویت کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہی"

ہیٹ کا قضیہ

جزیرۂ قبرص کے شرعی محکمہ نے ایک مسلمان کو اِس جرم پر میراث پانے سے محروم کر دیا ہے کہ اُسنے ہیٹ پہننا شروع کر دیا ہی۔ ٹرکی میں یہ خبر پہنچی تو اخبارات کے نامہ نگار یہاں کے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے سوال کیا۔ مفتی کا جواب حسب ذیل تھا:

"ٹرکی میں لاکھوں مؤمن، ہیٹ پہنتے ہیں۔ مگر اِس سے اُن کے دینی عقائد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ قبرص کے شرعی محکمہ کا یہ حکم، جہالت، تعصب اور ریاکاری پر مبنی ہی۔ شریعت کی نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں"

مزدوروں کا قانون

عنقریب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ اُس مسودۂ قانون پر غور کرنے والی ہی جو مزدوروں اور کارخانہ داروں کے متعلق طیار کیا گیا ہی۔

اِس قانون کا خلاصہ یہ ہی کہ دس سال سے کم عمر بچوں کو مزدور نہیں بنایا جائے گا۔ مزدوری کا وقت روزانہ دس گھنٹے ہوگا، درمیان میں ایک گھنٹہ آرام کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو حکومت کی اجازت سے ۱۱ گھنٹے بھی مزدوروں سے کام لیا جاسکتا ہی۔ مگر اِس صورت میں زیادہ گھنٹوں کی مزدوری دگنی دی جائے گی اور اِس کے بعد مزدور کو بارہ گھنٹے آرام کے لئے دیئے جائیں گے۔ کوئی مزدور اچانک کام سے علحدہ نہیں کیا جاسکے گا۔ طرفین کو پندرہ دن پہلے نوٹس دینا ضروری ہی۔ علحدگی کے وقت مزدور کو اُس کی پوری اُجرت دی جائے گی۔ کارخانہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی تندرستی کی حفاظت کریں۔ اُنکے لئے مفت دواخانے اور ڈاکٹر مہیا کریں اور اُنھیں زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کریں۔ جو مزدور کام کے دَوران میں مرجائیں، اُن کی تجہیز و تکفین کارخانہ داروں کے ذمہ ہوگی۔ نیز اُنکے خاندان کو اُن کی روزانہ مزدوری کا چھ سو گنا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

پٹرول کے چشمے

عباس حلمی پاشا سابق خدیو مصر کا قائم کردہ صنعتی و تجارتی بینک "موفقہ" اور "شار کوئی" کے علاقہ میں پٹرول کے چشمے تلاش کر رہا ہے۔ حکومت نے اُسے زمین کھودنے کی اجازت دے دی ہی اگر یہ چشمے مل گئے تو اُن سے کام لینے کے لئے بینک سرمایہ داروں سے معاملہ طے کرے گا۔

ترکی کلب

جدید قومی حرکت کے ساتھ اناطولیہ کے طول و عرض میں بکثرت کلب قائم ہوگئے تھے، یہ کلب پچھلے نازک زمانہ میں وطنی جہاد کے مرکز تھے، اور اب امن کے زمانہ میں قومیت کے مدرسے بن گئے ہیں۔ حال میں تمام کلب گھروں کی ایک بڑی کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی، دو سو دس نمائندے مختلف علاقوں سے منتخب ہوکر شریک ہوئے۔ محمود اسعد بک وزیر محاکم عدالت نے صدارت کی۔ اُن کا خطبہ اِس جملہ سے شروع ہوا "جمہوریت ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر ترکی کلب قائم ہیں" اور اِس عبارت پر ختم ہوا "قومی جذبہ، جیسا کہ ہمارا وطنی شاعر کہتا ہی: ایک بے روک سیلاب ہی جو زمانہ کا شکم توڑ کر بہتا اور راہ کی تمام رکاوٹیں اپنی قوت قاہرہ سے دُور پھینک دیتا ہے" میں اِس پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ قومی جذبہ، روشن حقیقت کا سیلاب ہی جو تمام تاریکیاں نابود کر دیتا ہی اور قوموں کو اُن کی قومی زندگی کی درخشاں صبح میں پہنچا دیتا ہی"

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

جدید وزارت

عدلی پاشا یکن کی وزارت پچھلے دنوں مستعفی ہوگئی تھی۔ استعفا کا سبب بالکل معمولی تھا۔ پارلیمنٹ میں مصری بینک کی اعانت کے سلسلہ میں بعض ممبروں نے تجویز پیش کی تھی کہ اِس اعانت پر وزارت کا شکریہ ادا کیا جائے۔ مجلس نے اتنی ذرا سی بات پر شکریہ غیر ضروری سمجھا اور تجویز مسترد کر دی۔ وزارت نے پارلیمنٹ کے اِس فعل کو بے اعتمادی پر محمول کیا اور استعفا دیدیا۔ حالانکہ یہ محض غلط فہمی تھی جیسا کہ سرکاری طور پر اعلان ہوچکا ہی۔ لیکن چونکہ استعفا پیش کیا جاچکا تھا اِس لئے وزارت نے واپس لینے میں اپنی سبکی دیکھی اور فیصلہ پر قائم رہی۔

مقام مسرت ہی کہ اِس واقعہ سے سیاسی پارٹیوں کے اتحاد میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ مصر کے برطانی "دوستوں" نے اِس کی بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ نئی وزارت میں پارٹیوں کا وہی تناسب ہے جو پُرانی وزارت میں تھا۔ بلکہ اُس کے تمام رُکن بھی وہی ہیں جو سابق وزارت میں تھے۔ صرف سابق وزیر اعظم عدلی پاشا نہیں ہیں لیکن اُنھی کی پارٹی کے ایک رُکن عبد الخالق ثروت پاشا وزیر اعظم ہیں۔

مصر ٹرکی کی روش اختیار کر رہا ہی

ٹرکی کے موجودہ انقلاب نے مصر کی اجتماعی و ذہنی حالت پر بہت اثر ڈالا ہی۔ مصر اگرچہ موجودہ تمدن سے مدت ہوئی متاثر ہوچکا تھا لیکن علماء ازہر کا رسمی اقتدار نئی اصلاحات کا مخالف تھا، اور نیا طبقہ اِن کی مخالفت پر قادر نہ تھا۔ اب ترکی انقلاب نے ملک میں ایک نئی ذہنیت پیدا کر دی ہی۔ مواد پہلے سے پختہ ہوچکا تھا۔ ایک نئی جنبش کی ضرورت تھی اور وہ ٹرکی کے انقلاب سے پیدا ہوگئی۔ اب اچانک صورت حال اِس درجہ منقلب ہوگئی ہی کہ معلوم ہوتا ہی ازہر کا اثر بھی ختم ہوچکا ہی۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور موجودہ پارلیمنٹ، دونوں کی کوشش ہی کہ ٹرکی کی طرح مصر کی سیاسی زندگی پر سے بھی سرکاری علماء کا اثر اُٹھا دیں تاکہ سیاسی اصلاحات بے روک ٹوک نافذ کی جاسکیں لیکن جو لوگ قدیم و جدید کی نزاع میں معتدل روش رکھتے ہیں وہ بجا طور پر اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ علماء قدیم کے جمود کا یہ ردّ عمل درمیانی حد سے گزر کر افراط و تفریط تک پہنچ جائے گا۔

یہ جد و جہد اخبارات کے کالموں، کتابوں کے صفحوں، پارلیمنٹ کے جلسوں، مقرروں کی تقریروں، اسکولوں کے کمروں، حتیٰ کہ چائے خانوں تک میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہی۔ علماء پر بُری طرح لے دے ہو رہی ہی اور اُنھیں ترقی و اصلاح کا دشمن ثابت کیا جا رہا ہے۔ یہ جد و جہد اتنی وسیع اور قوی ہی کہ علماء اُس کے مقابلہ میں پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں اور شکستوں پر شکستیں اُٹھا رہے ہیں چنانچہ نکاح و طلاق اور تعدد ازدواج کے مسائل میں علماء ازہر کی رائے کے خلاف حکومت نے بے تأمل فیصلہ کر دیا۔ نئے اصلاحی قوانین معیشت کے سلسلے میں یہ مسائل زیر بحث تھے۔

علماء ازہر کی بے وقعتی کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہی کہ گزشتہ ماہ پارلیمنٹ میں شیخ الازہر پر خیانت، غبن، اور فریب دہی کا علانیہ الزام لگایا گیا، اور سر بر آوردہ ممبروں نے مطالبہ کیا کہ اُن پر مقدمہ چلایا جائے۔ اِس معاملہ کا تعلق اُس خلافت کانفرنس سے تھا جو دو برس پہلے علماء ازہر نے منعقد کی تھی۔ شیخ ازہر نے محکمۂ اوقاف سے تین ہزار پونڈ (۴۵ ہزار روپیہ) یہ کہکر وصول کئے تھے کہ دینی مدارس پر خرچ کئے جائیں گے، لیکن اب یہ راز طشت از بام ہوگیا ہی کہ یہ تلم

برید شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

ٹرکی اور بلغاریہ

مشہور "معاہدہ ٹیرانا" کے بعد بلقان میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ یہ معاہدہ اٹلی اور البانیا کے مابین اسی سال ہوا ہے اور اس کی رو سے البانیا تقریباً اٹلی کی ماتحتی میں آگیا ہے۔ اس معاہدہ نے یوگوسلاویا (سرویا) کو بہت ناراض کر دیا ہے، اور اٹلی کے میدان میں آجانے کے بعد بلقان کا سیاسی توازن ٹوٹ گیا ہے۔ اس کے بعد ہی اٹلی نے ہنگری سے بھی ایک معاہدہ حال ہی میں سرانجام دیا ہے اسنے صورت حال اور بھی زیادہ پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ عنقریب روآنیا بھی اٹلی کی گود میں جا رہا ہے۔ اور کوشش کی جا رہی ہے کہ بلغاریہ کو بھی بلا لیا جائے، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بلقان میں ایک نئی سرگرمی رونما ہوئی ہے اور اٹلی، ہنگری، رومانیہ، البانیہ اور بلغاریہ کا جتھا بن گیا ہے یا عنقریب بن جانے والا ہے۔ اس جتھے کی اصلی غرض کیا ہے؟ دو سمجھی جاتی ہیں:

(۱) البانیہ پر اٹلی کا قبضہ

(۲) بالشویک روس کے خلاف مشرقی یورپ کی سلطنتوں کا اتحاد۔

درحقیقت یہ صورت حال برطانیہ کی خارجہ پالیسی نے پیدا کی ہے اور روس کے خلاف عالمگیر جہاد شروع کرنے کی طرف یہ اہم خطرناک عملی قدم ہے۔

اس بلقانی پیچیدگی نے یوگوسلاویا کی پوزیشن بہت خراب کر دی ہے، وہ اس جتھے میں شریک نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ البانیہ پر اٹلی کا اقتدار اُسے کسی حال میں بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بالکل بے یار و مددگار رہ گیا ہے اور اُس کی سلامتی کو واقعی خطرہ درپیش ہے۔ یوگوسلاویا کے بعد اس صورت حال کا سب سے زیادہ اثر ٹرکی پر پڑتا ہے، کیونکہ بلقان کی ہر تبدیلی اُس کے حال و مستقبل پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی بھی پریشان ہے اور یوگوسلاویا کے ساتھ علانیہ ہمدردی ظاہر کر رہی ہے۔

ٹرکی کی بظاہر یہ کوشش ہے کہ مذکورۂ بالا جتھے کے مقابلہ میں یوگوسلاویا، بلغاریہ، یونان اور ٹرکی مل کر ایک جتھا قائم کریں۔ مگر اس راہ میں سخت مشکلات ہیں۔ یوگوسلاویا، بلغاریہ کے بہت سے علاقے دبائے بیٹھا ہے اس لئے بلغاریہ اُس سے ملنے پر طیار نہیں۔ ادہر یونان اپنی ناقابل فراموش بربادیوں کی وجہ سے ٹرکی کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ تاہم کوشش ہو رہی ہے۔ اس کوشش کی ایک تازہ مثال وہ اہم مضمون ہے جو محمود بک نے اپنے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" میں بلغاریہ کے متعلق شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ترکی جمہوریت نے بلغاریہ سے تعلقات بڑھانے میں ہر ممکن سعی کی اور پورے اخلاص سے کام لیا۔ چنانچہ ایک خاص سفیر صوفیا بھیجا اور تجارتی معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی۔ بڑی جد و جہد کے بعد بالآخر معاہدہ پر دستخط ہوگئے۔ مگر بعض مخفی اسباب کی وجہ سے دوستانہ تعلقات پھر بھی قائم نہ ہو سکے۔ ہمیں تعجب ہے کہ بلغاریہ کا سرکاری اخبار "لابلگارہ" بلقانی اتحاد پر شرح و بسط سے گفتگو کرتا ہے مگر اس سلسلہ میں ٹرکی کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔ بلغاریہ، بلقانی جتھے میں تنہا شامل ہو جانا چاہتا ہے مگر اپنے قریبی پڑوسی، ٹرکی، کا کوئی خیال نہیں کرتا"

اس کے جواب میں بلغاری اخبار کا یہ جملہ بہت معنی خیز ہے:

"محمود بک بلغاریہ کو الزام دیتے ہیں مگر یہ حقیقت بالکل بھول جاتے ہیں کہ بلغاریہ نے اب تک کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ بلقانی اتحاد کی بحث درپیش ہے، لیکن اسے بلغاریہ نے پیش نہیں کیا ہے، بلغاریہ اس وقت اپنی داخلی مشکلات میں اس درجہ منہمک ہے کہ ہرگز اس قسم کے کسی اتحاد کا خیال نہیں کر سکتا۔ اٹلی سے بلغاریہ کے تعلقات دوستانہ ہیں اور اُن کی بنیاد بلقان کے امن و سلامتی پر ہے۔ پھر ترکی جمہوریت اور اُس کے محترم صدر سے بھی ہمارے اخلاص میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ ہم ٹرکی کے موجودہ انقلاب کی پوری عزت کرتے اور اُس کے حیرت انگیز نتائج سے ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے"

بہرحال ۱۹۱۴ء کی طرح اسوقت بھی بلقان کی گتھی بہت زیادہ اُلجھی ہوئی ہے۔ مستقبل کے متعلق سردست پیشین گوئی کرنا مشکل ہے۔

پورا ملک سپاہی بنجائے

قومی مدافعت کی کمیٹی کے اُس مسودۂ قانون کو تحقیقاتی کمیٹی نے پاس کر کے وزارت کے حوالہ کر دیا ہے جو تمام ملک کو سپاہی بنا دینے کے متعلق اِدہر ایک برس سے زیر غور تھا۔ وزارت نے بھی اسے منظور کر لیا ہے اور عنقریب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔

اس اہم قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ بیس سال کی عمر سے ۴۶ سال کی عمر تک ہر باشندہ فوجی خدمت کے لائق ہے۔ فوجی خدمت جبری ہوگی۔ پیدل فوج میں خدمت کی مدت ڈیڑھ سال ہے، جنگی موسیقی میں دو سال۔ جندرمہ میں ڈھائی سال اور بحری فوج میں تین سال۔ بحری فوج، جندرمہ اور افسروں کے مدرسہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی رضا کار منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس قانون نے طالب علموں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں اعلیٰ تعلیم یافتوں کے لئے فوجی خدمت کی مدت صرف ۶ مہینے رکھی گئی ہے۔ ثانوی (سکنڈری) تعلیم پانے والوں کے لئے ۸ مہینے ابتدائی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے دس مہینے۔ نیچے درجوں میں پڑھنے والے طالب علم اُسوقت تک معاف ہیں جب تک اپنی تعلیم ختم نہ کرلیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ زمانہ انتیس ۲۹ سال کی عمر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ جو طالب علم اس عمر میں بھی فارغ التحصیل نہیں ہوگا اُسے فوجی خدمت میں زبردستی داخل کر دیا جائے گا، جو لوگ فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہنا چاہتے ہیں اُنھیں چھ سو ترکی پونڈ ادا کرنا چاہئے۔ نیز کم از کم ۶ مہینے کسی مقام پر جنگی قواعد سیکھنی چاہئے۔

اس قانون سے حکومت کا صاف مقصد یہ ہے کہ پوری ترکی قوم کو سپاہی بنا دینا چاہتی ہے، یہ موجودہ حکومت کی بیدار مغزی اور دور اندیشی کی ایک بین دلیل ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے نتائج مستقبل قریب میں نہایت شاندار ظاہر ہونگے۔

ٹرکی کا میزانیہ

۱۹۲۷ء کے میزانیہ (بجٹ) کی تحقیقات ختم ہوگئی۔ اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی ۱۹،۴۵،۸۰،۵۵۴ ترکی پونڈ ہے اور خرچ ۱۹،۴۴،۷۴،۴۰۰ پونڈ ہے۔ یعنی آمدنی خرچ سے کسی قدر زیادہ ہی ہے۔

کمیٹی کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ بری بحری فوج، جندرمہ (یعنی فوجی پولیس) اور چند دوسرے محکموں کے علاوہ حکومت کے پاس ۲۰،۷۸۴ چھوٹے بڑے عہدے دار اور ۹،۷۸۱ معمولی ملازم اور خدمت گار ہیں۔

ذیل کے نقشہ سے موجودہ سال کے مصارف کی اہم مدیں معلوم ہوں گی:

قومی پارلیمنٹ	۱۹،۹۶،۱۴۴	پونڈ ترکی
صدر جمہوریت کا عملہ	۲،۱۳،۰۴۴	"
محکمۂ حسابات	۴،۴۴،۳۲۵	"
محکمۂ مشورت	۲،۳۴،۴۲۴	"
صدر معاملات مذہبی کا عملہ	۱۷،۹۶،۲۴۰	"
وزارت مال	۲،۹۳،۸۱،۸۱۱	"
عام قرضے	۹۸،۷۴،۷۰۹	"
وزارت داخلیہ	۵۸،۷۲،۷۷۴	"
ڈاک اور تار	۵۴،۷۱،۵۶۸	"
امن عام	۵۹،۵۵،۶۳۳	"
جندرمہ	۵۱،۹۵،۲۹۲	"
مہاجرین کی آبادی	۲۵،۷۵،۸۵۹	"
وزارت خارجیہ	۳۲،۱۴،۰۹۶	"
مطبوعات	۳،۹۴،۰۶۸	"
محکمۂ حفظان صحت	۳۲،۰۲،۸۸۰	"
محکمۂ عدالت	۵۱،۹۵،۷۵۶	"
وزارت تعلیم	۶۱،۵۸،۹۳۰	"
پبلک ورکس	۲،۵۷،۲۳،۰۴۳	"
وزارت تجارت	۱۰،۰۵،۶۱۱	"
بندرگاہوں کا محکمہ	۴،۲۴،۱۲۳	"
وزارت زراعت	۳۷،۲۷،۲۹۸	"
وزارت جنگ	۵،۸۰،۹۶،۱۳۴	"
جنگی ضروریات	۵۱،۹۰،۴۵۷	"
محکمۂ نقشہ کشی	۷،۴۵،۰۶۷	"
وزارت بحر	۵۶،۲۷،۱۸۰	"

محکمۂ قانون و عدالت

بجٹ پر بحث کے سلسلہ میں حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاری پر بھی پارلیمنٹ میں دلچسپ تبصرے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ محمود اسعد بک نے محکمۂ عدالت کے متعلق حسب ذیل تصریحات کیں۔

"عدالتوں کی وزارت پوری کوشش کر رہی ہے کہ اپنے عہدے داروں کو خوش حال بنا دے تاکہ وہ دیانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ چنانچہ عدالت عالیہ کے ججوں کی تنخواہ پہلے ۱۹۰ پونڈ تھی اب ۴۰۰ پونڈ (ترکی) ماہوار کر دی گئی ہے۔ اسی طرح تمام عہدہ داروں کی تنخواہ میں ۵۰ فی صدی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں سات سو سے زیادہ چھوٹی بڑی عدالتیں موجود ہیں، وزارت نے پوری کوشش کی ہے کہ اُس کے تمام ملازم، مدارس کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں۔ چنانچہ خاص اس مقصد سے اُسنے بکثرت تعلیم گاہیں جاری کی ہیں، وزارت کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس قلیل مدت میں اُس کے ۸۰ فیصدی ملازم باضابطہ تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں، انگورہ کے مدرسۂ قانون (لا کالج) میں جو صرف ۲ سال پہلے جاری ہوا ہے، اسوقت ۶۰۰ طالب علم موجود ہیں۔ سال بعد

"مسجد کا انتظام شمالی افریقہ کے محکمۂ اوقاف کے ہاتھ میں ہے۔ مسجد کے لئے تین امام اور ایک مفتی مقرر کیا گیا ہے۔ ان چاروں کا فرض یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی مختلف ضروریات پوری کرنے کی کوشش کریں"

مراکشی حاجیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو موصوف نے کہا:

"گزشتہ برسوں میں مراکش اور شمالی افریقہ کے حاجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کیونکہ حجاز کی حالت ابتر اور بدامنی عام تھی۔ مگر اب جبکہ سلطان ابن سعود نے حجاز میں امن امان قائم کر دیا ہے تو شمالی افریقہ کے مسلمانوں میں حج کا شوق بھی عام ہو گیا ہے۔ اس سال بکثرت حاجی جا رہے ہیں"

جزیرۃ العرب اور مسیحی تبلیغ کا مجنونانہ عزم

مسیحی یورپ، جزیرۃ العرب کی آزادی سلب کرنے پر ہی قانع نہیں ہے بلکہ اب اس کے تبلیغی حلقے کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کے اس گہوارے کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنا لیا جائے۔ یہ کوشش زیادہ تر برطانیہ کی تبلیغی جماعتوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ مثال وہ اعلان ہے جو حجازی حکام کے ہاتھ فلسطین میں لگا ہے۔ یہ اعلان "انجمن تبلیغ مسیحیت در عالم و جزیرۃ العرب واقع نمبر ۱۹ ہیلنڈ روڈ اپر نورووڈ۔ لندن" کی طرف سے خفیہ عیسائیوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس پر مسٹر راشد صدر انجمن اور پادری پارکر کے دستخط ثبت ہیں۔

مصری اخبارات نے یہ اعلان شایع کر دیا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

یسوع مسیح جزیرۃ العرب کے لئے

"دیکھ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اس کا لحاظ نہ کرو گے؟ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا"

(یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۱۹)

"عرب کے لئے نماز پڑھو"

"عرب کا رقبہ ۱۰ لاکھ مربع میل ہے۔ آبادی ۴۰ لاکھ سے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ تک ہے۔ لیکن اب تک وہاں انجیل نہیں پہنچی ہے۔ باشندے بت پرستی کی موت مر رہے ہیں۔ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ ہے۔ اسی میں کعبہ ہے جس کی طرف ۲۲ کروڑ مسلمان شیطان کی ترغیب سے منہ کرتے ہیں تاکہ روز جھوٹی اور ریاکارانہ نماز پڑھیں۔ اے مسیحیو! عرب کے لئے نماز پڑھو اور دعائیں کرو تاکہ خدا انھیں نجات دے۔ انھیں شیطان نے دھوکہ دیا ہے اور ان کے لئے ایک جھوٹی کتاب بنائی ہے۔ یہ کتاب "قرآن" ہے۔ یہ قرآن، خدا کے زندہ اور نجات دینے والے کلمہ کی جگہ قائم ہو گیا ہے۔ عرب تک انجیل کون پہنچائے گا؟ وہ کون مرد خدا ہے جو اپنے گھر سے نکلے گنہگاروں پر روئے، اچھی کھیتی کرے، اور خوش و خرم اپنی لگائی ہوئی کھیتی کاٹے؟"

یسوع مسیح نے یہ حکم دیئے ہیں:

(۱) "اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا لیکن جب تک عالم بالا پر سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو"

(لوقا باب ۲۴ آیت ۴۹)

(۲) اور اس نے ان سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس باب ۱۶۔ آیت ۱۵)

(۳) "پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انھیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو اور انھیں یہ تعلیم دو کہ ان سب باتوں کو مانیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہر روز تمھارے ساتھ رہوں گا"

(متی باب ۲۸۔ آیت ۱۹ و ۲۰)

مسیح کے حکم پر عمل ہماری قدرت سے باہر نہیں ہے

"یسوع نے پاس آ کر ان سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا" (متی باب ۲۸۔ آیت ۱۸)

"لفظ "اور" اور "دنیا کے آخر تک" کے صاف معنی یہ ہیں کہ مسیح کا حکم ہر زمانہ میں اس کے شاگردوں کے لئے عام ہے۔ اور ہم بھی اس کے مخاطب ہیں۔ مسیح سب کی طرف سے فدیہ ہو کر مرا اور مر کر زندہ ہو گیا۔ وہ تمھاری طرف سے فدیہ ہوا، میری طرف سے فدیہ ہوا اور عرب کی طرف سے فدیہ ہوا۔ پس جو مسیح کے حکم کا مطیع ہے وہ یہ دعوت لیکر عرب میں جائے۔

"بے شمار حاجی سالانہ عرب کا ریگستان طے کر کے مکہ حج کو جاتے ہیں اسی شہر میں..... نبی پیدا ہوا تھا (نبی کے ساتھ "کاذب" کا لفظ ہے) مدینہ میں اس کی زیارت کرتے ہیں، اسی میں اس کی قبر ہے۔ پس مسیح کے حاجیوں میں کون ہے جو ان بے شمار حاجیوں کی ہدایت کے لئے جائے تاکہ وہ ایک اکیلے مسیح کے حاجی بن جائیں؟ اگر ہم عذاب جھیلنے میں مسیح کے شریک ہوئے ہیں تو ہم ملکوت الٰہی میں بھی اس کے شریک بنیں گے۔ اللہ نے بیٹے سے کہا تیرا تخت ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اے مسیح کے حاجیو! چلو۔ آؤ دوڑیں اور بادشاہت لے آئیں!

"وہ برّے سے لڑینگے، اور برّہ ان پر غالب آئے گا۔ کیونکہ وہ خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار اس کے ساتھ ہیں وہ بھی غالب آئیں گے"

(مکاشفہ باب ۱۷۔ آیت ۱۴)

"اور خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے، شیطان کو تمھارے پاؤں سے جلد کچلوا دے گا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تمھارے شامل حال ہو"

(رومیوں باب ۱۶۔ آیت ۲۰)

"اسرائیل کے بیٹوں سے کہہ کہ آگے بڑھیں۔ ملک عرب کی طرف ـــ تمام جہان کی طرف کیونکہ... کیونکہ بادشاہ کا حکم فوری تھا"

(سموئیل اول باب ۲۱ آیت ۸؟)

"میں مسیح کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ میں زندہ نہیں ہوں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے جسم کے اندر میری زندگی در اصل ایمان کی زندگی ہے خدا کے بیٹے کی زندگی جسنے مجھ سے محبت کی اور میرے لئے اپنی جان دی اور انھوں نے شہر آگ سے جلا دیا"

(یشوع باب ۶ آیت ۲۴ (؟)

"سو ۱۰۰ نئے کار مبلغوں کی شدید ضرورت ہے۔ وہ بے خوف و خطر قبائل عرب میں جائیں اور انھیں انجیل کی دعوت پہنچائیں۔ وہاں سو ۱۰۰ قبیلے ایسے موجود ہیں جنھیں انجیل کی دعوت آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہے۔ یہ قبیلے خیموں میں ویسی ہی زندگی بسر کرتے ہیں جیسی "ابراہیم" بسر کرتے تھے۔ ان میں ایک قبیلہ "صلیبی" کہلاتا ہے اور ان قدیم "صلیبی مجاہدوں" کی نسل سے ہے جنھیں عربوں نے قید کر لیا تھا۔ دو مرتبہ مجھے زیارت میسر آ چکی ہے حالانکہ وہ اس سے زیادہ زیارت کا خواہشمند ہے۔ اس قبیلہ کے لوگ ابتک چند انگریزی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "گو" (یعنی جاؤ) کام کرنے والے کم ہیں۔ کیا ان قبیلوں کو فنا ہو جانے کے لئے چھوڑ دینا روا ہے؟ کیا اللہ کے کنیسہ کو جسے اسنے اپنے خون سے خریدا ہے، مناسب نہیں ہے کہ اللہ کی دعوت کو لبیک کہے؟ اے شخص! تیرا جواب کیا ہے؟ کیا تو ندامت میں گرنا اور ہمیشہ کے لئے حقارت کا مورد بننا چاہتا ہے؟ یا تو اس عمل کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے جو اس ذات کو پسند ہے جسنے ہم سے محبت کی، ہماری طرف سے فدیہ ہوئی اور اپنے خون سے ہمارے گناہ دھو ڈالے؟

"کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری بابت اور دوسروں کی بابت ابدالآباد تک، کہا جائے کہ تیرے اور تیرے بھائیوں کے گناہ مسیح کے سب سے زیادہ قیمتی خون سے دھوئے گئے؟ تم نے اس کے حکم جان لئے۔ ضرورت معلوم کی، خدا کی پکار سنی، مسیح سے قوت و حاجت حاصل کی، مگر اسکے بعد بھی تم نہیں گئے؟

"میری تجھ سے درخواست ہے کہ عرب کے لئے دعا کر۔ خود عرب میں جا۔ دوسروں کو عرب میں بھیج۔ کتاب مقدس عرب میں لیجا۔ کبھی اپنی نماز میں عرب اور عربوں کو نہ بھول۔ عرب اور عربوں کو مسیح کی طرف بلا۔ ۲۲۰ ملین مسلمانوں کو دین مسیح کی طرف دعوت دے۔ سو ۱۰۰ مبلغوں کے لئے دعا کر کیونکہ عرب میں ان کی سخت ضرورت ہے۔ دعا کر کہ کتاب مقدس عرب میں پہنچ جائے۔ دعا کر کہ خدا سو ۱۰۰ مبلغوں کو برکت دے۔ مسیح نے کہا ہے: "میں بہت جلد آؤں گا" آمین"

اس اعلان کی مجنونانہ و متعصبانہ اسپرٹ دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بیسویں صدی کی ایک صدا و دعوت ہے جو جدید تمدن کے مرکز اعظم لندن کی ایک مشنری سوسائٹی سے بلند کی گئی ہے۔ لیکن واقعہ یہی ہے، اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انگلستان کی مذہبی جماعتیں عرب کی طرف کس نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ یقیناً تاریخ اسلام کے اوراق شریف حسین اور اس کے لڑکوں کو کبھی معاف نہ کریں گے جسنے عرب کا دروازہ یورپ کے داخلہ کے لئے کھول دیا۔

فلسطین کی چٹھی

بحر میت۔ شرق اردن۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)

(عربی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا)

بحر میت سے نمک

کچھ مدت سے تجویز تھی کہ بحر میت (مردہ سمندر) کے پانی سے نمک [illegible] کیا جائے۔ اب مجھے معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجویز علمی صورت اختیار کرنے والی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم کام [illegible] والا ہے کہ دو ریلوے لائن قائم کی جائیں گی۔ ایک شہر [illegible] شروع ہو کر عمان اور حیفا تک بنائی جائے گی۔ دوسری خود [illegible] متصل کرے گی۔ ان دونوں لائنوں سے بیشمار فوائد حاصل [illegible] نہر سویز سے یہ علاقے بلکہ دور دور کے علاقے بھی بے نیاز ہو [illegible] یہی نہیں بلکہ پورے مشرق قریب میں بحر میت، کا نمک جرمنی کے مقابلہ کر سکے گا اور فلسطین میں ایک نیا تجارتی مرکز قائم ہو [illegible] انہی اسباب سے یہودی سرمایہ دار ان علاقوں میں زمینیں [illegible] لگے ہیں۔ عربوں کو ابھی صورت حال سے پوری واقفیت [illegible] لئے زیادہ قیمت کی لالچ میں آ کر اپنی زمینیں فروخت کر رہے ہیں۔

شرق اردن میں نئی بیداری

عربی قوم کے حالات سمجھنے والے اس صورت حال سے متعجب [illegible] جو اچانک شرق اردن میں رونما ہو گئی ہے۔ اب سے پہلے [illegible] میں کوئی سیاسی حرکت موجود نہ تھی۔ لیکن گزشتہ ہفتہ عرب باشندوں نے برطانوی وصایت اور شریف عبداللہ کی نام نہاد حکومت کے خلاف بہت موثر طریقہ پر آواز بلند کی ہے۔

دار الحکومت عمان میں پہلی مرتبہ سیاسی انجمن قائم ہوئی ہے [illegible] تمام سربر آوردہ عرب مشائخ اور روشن خیال نوجوان شریک [illegible] نے برطانیہ اور امیر عبداللہ سے اپنے وعدے پورے کرنے [illegible] ہے۔ انجمن کے نمایندوں نے امیر عبداللہ سے ملاقات کی [illegible] مجلس یا پارلیمنٹ کے قیام پر زور دیا۔ امیر عبداللہ نے دو [illegible] کی مہلت طلب کی ہے اور وعدہ کیا کہ وہ انگریزی حکومت سے گفت و شنید کرینگے۔

انجمن نے اپنے عام جلسے میں اعلان کر دیا ہے کہ امیر عبداللہ کی حکومت کو برطانیہ سے براہ راست معاہدہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور یہ کہ وہ تمام معاہدے کالعدم ہونگے جو ملک کی باضابطہ منظوری حاصل کئے بغیر کئے جائینگے۔ انجمن نے بلا تامل یہ اعلان بھی کر دیا ہے "اگر شرق اردن میں ظلم و استبداد کا اسی طرح دور دورہ رہا تو باشندگان فلسطین خطرناک سے خطرناک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے"

برطانی حلقوں کی پریشانی کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ عربی قبائل میں

رقم خلافت کانفرنس پر صرف کر دی گئی۔ اخبارات نے اس معاملہ کو بہت اُبھارا اور علماء کے خلاف مظاہرہ شروع کر دیا حتیٰ کہ بات پارلیمنٹ تک پہنچ آئی۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخ ازہر کی حیثیت محض ایک عالم اور پرنسپل ہی کی نہیں ہے۔ اُن کا درجہ مصر میں وہی تھا جو ٹرکی میں شیخ الاسلام کا تھا۔ وہ ہمیشہ اس لقب سے مخاطب بھی کئے جاتے تھے۔ مگر دوران بحث میں پارلیمنٹ کے نمبروں نے صاف اعلان کر دیا کہ مصر میں شیخ الاسلام کا کوئی عہدہ نہیں ہے۔ اس اہم اعلان پر کسی ممبر نے اعتراض کیا نہ مدد نے ٹوکنے کی ضرورت محسوس کی۔ گویا علاناً مان لیا گیا کہ مصر کسی شیخ الاسلام کا وجود تسلیم نہیں کرتا!

یہ اور اسی قسم کے واقعات یقین دلاتے ہیں کہ مصر میں بھی ٹرکی جیسا ایک انقلاب انگیز ذہنی انقلاب جلد رونما ہونے والا ہے۔ در اصل بلاد اسلامیہ کے لئے اب اس انقلاب کی منزل سے گزرنا اگزیر ہو گیا ہے۔ علماء قدیم اصلاح و تجدید کی جگہ اصلاح کی مخالفت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ زمانہ کا مزاج اس سختی کا متحمل نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی معتدل اور صحیح امتزاجی حالت کی جگہ ردِّ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے افراط تھی، تو اب تفریط کا دَور دَورہ ہو جاتا ہے۔ ٹرکی میں یہی ہوا۔ مصر میں ہو رہا ہے؛ اور دیگر اسلامی ممالک بھی جلد یا بدیر اسی حالت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ شاید اس افراط و تفریط کے بعد اعتدال و قوام کا دَور شروع ہو۔ بظاہر حال تو اصحاب اعتدال کے لئے کوئی قریبی اُمید نظر نہیں آتی۔

عربی انسائیکلوپیڈیا

مصر میں علمی بیداری غیر معمولی وسعت اختیار کر رہی ہے۔ جنگ کے بعد سے رفتار ترقی بہت تیز ہو گئی ہے۔ اچھے اچھے اہل علم و قلم پیدا ہو گئے ہیں۔ بڑی سرگرمی سے کوشش ہو رہی ہے کہ ملک جلد سے جلد متمدن ملکوں کے قریب پہنچ جائے۔ اسوقت تصنیف و ترجمہ کی سطح بھی سابق سے بلند ہو گئی ہے۔ قومی اخبارات نے بھی بہت زیادہ ترقی کی ہے اور قریب ہے کہ یورپین اخبارات کے درجہ پر پہنچ جائیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم تجویز عربی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) کی تجویز ہے۔ یہ تجویز اگرچہ پرانی ہے اور گیارہ جلدوں کی ایک ابتدائی دائرۃ المعارف موجود بھی ہے لیکن اُس پر پہلے کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا گیا تھا۔ اب خود حکومت نے اس کی طرف عملی قدم اُٹھایا ہے۔ وزیر اعظم اور وزیر تعلیم دونوں نے ملکر ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کا کام یہ ہوگا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے طریقوں پر غور کرے۔ وزیر اعظم نے تصریح کی ہے کہ انگریزی، فرانسیسی، اور دوسری زبانوں کی انسائیکلوپیڈیا کا عربی زبان میں حذف و اضافہ کے ساتھ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کی بہترین صورت ہے۔ ملک کے علمی حلقے اس رائے کی تائید کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقدمہ کا ترجمہ بھی شروع کر دیا ہے۔ ایک موقر مصری اخبار نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے اُس کی انڈکس (یعنی فہرست اسماء و الفاظ) ترجمہ کر لی جائے تاکہ علمی اصطلاحات کے وضع و انتخاب کا مرحلہ طے ہو جائے۔ عربی انسائیکلوپیڈیا کی تجویز جس درجہ اہم ہے، حاجت بیان نہیں لیکن ہمیں اس رائے سے قطعاً اختلاف ہے کہ انگریزی اور فرنچ انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ حصول مقصد کے لئے کافی ہوگا۔ بغیر مستقل ادارہ تصنیف و ترتیب کے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور جب خود حکومت کا محکمہ تعلیم اس کے لئے آمادہ ہو گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس درجہ کا اہتمام ناقابل عمل ہو۔

عربی کا موجودہ ملک الشعراء

چند دن ہوئے مصر میں بڑی ادبی چہل پہل دیکھی گئی۔ اسمیں تقریباً تمام سر برآوردہ ادباء و شعراء نے حصہ لیا۔ صرف مصر ہی کے ادباء نے نہیں بلکہ فلسطین، شام، عراق، بحرین وغیرہ عربی ممالک نے بھی کافی دلچسپی ظاہر کی۔ بہت سے ادیب و شاعر بذات خود آکر شریک ہوئے، بہتوں نے اپنا کلام بھیجا۔ تقریب یہ تھی کہ مصر کے مشہور اور سابق درباری شاعر شوقی بک کے کمال فن کے اعتراف میں قومی مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مؤتمر عربی (عربی کانفرنس) منعقد کی جائے، سلطان مصر نے مؤتمر کی سرپرستی کی اور جملہ ارکان حکومت اور اسلامی سلطنتوں کے سفراء شریک ہوئے۔

مؤتمر کے جلسے کئی روز تک جاری رہے۔ عربی زبان اور اسکی شاعری پر مبسوط مضامین پڑھے گئے۔ جشن تہنیت قصیدے سنائے گئے۔ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین حسینی اور یہود دیوان کے "حاخام اکبر" بھی مؤتمر کی شرکت کی غرض سے مصر آئے تھے۔

در اصل مصریوں میں وطنیت کے جذبات بہت ترقی کر گئے ہیں، وہ اپنے وطن کی عزت بڑہانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور انمیں کبھی کبھی حد اعتدال سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثال میں خود یہی واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ احمد شوقی موجودہ عصر کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ مگر اس درجے نہیں جو مصریوں نے اپنی مبالغہ پسندی سے اُنھیں دے دیا ہے۔ اُنھیں "امیر الشعراء" اور "ملک الشعراء" کا خطاب دینا اصلیت سے زیادہ ہے۔ وقت کے عربی شعراء میں ان سے بلند پایہ رکھنے والے شعراء خود مصر میں موجود ہیں۔

ہمارے خیال میں عراق کے مشہور فلسفی شاعر جمیل صدقی زہاوی نے شوقی پر صحیح تنقید کی ہے۔ ہم اُسے یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ زہاوی لکھتے ہیں:

"شوقی بڑے شاعر ہیں مگر ملک الشعراء نہیں ہیں۔ شوقی حال کے نہیں، ماضی کے شاعر ہیں۔ شوقی آگے کی طرف چل رہے ہیں مگر اُن کا چہرہ پیچھے کی طرف مڑا ہوا ہے۔ موجودہ عربی نسل اُنھیں اس لئے پسند کرتی ہے کہ اُن کا کلام اُس کی ذہنیت و ذوق کے مطابق ہے۔ لیکن جب عربی عقل و ذہنیت مستقبل قریب میں اپنی موجودہ سطح سے بلند ہو جائے گی تو شوقی کا شعر مر جائے گا"

بہرحال یہ مظاہرہ نہایت شاندار اور پُر اثر تھا۔ کئی دن تک عظیم الشان اجتماع جاری رہا جسمیں تمام ادباء و شعراء عصر کے برقی اور بریدی پیام نظم و نثر سنائے گئے اور شرکاء نے تقریریں کیں۔ تیسرے دن رات کو ایک عالیشان ڈنر ہوا۔

مسٹر فلبی اور حجاز

مشہور انگریز مستشرق مسٹر فلبی جو کچھ عرصہ سے جدہ میں مقیم ہیں، پچھلے دنوں مصر آئے تھے۔ مصری اخبارات نے اُن کی حسب ذیل گفتگو شایع کی ہے:

"میں حجاز کی موجودہ تاریخ مرتب کر رہا ہوں۔ اسمیں شریف حسین کی خود مختاری کے دن سے سلطان ابن سعود کے قبضہ تک تمام مستند حالات جمع کئے جائیں گے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جزیرہ نمائے عرب کی مفصل تاریخ لکھوں گا۔ کیونکہ ایک انگریزی کمپنی نے اس کی فرمائش کی ہے"

سلطان ابن سعود کی شخصیت کے بارے میں مسٹر فلبی نے کہا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ ابن سعود موجودہ زمانہ کے عظیم ترین آدمیوں میں سے ہے۔ وہ صرف سپہ سالار اور مدبر ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔ بلاشبہ اب تک دُنیا نے اُنکی صرف جنگی قابلیت ہی دیکھی ہے، انتظامی قابلیت نہیں دیکھی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ انتظامی قابلیت میں کم درجہ ہیں۔ انتظامی قابلیت ملک کی تنظیم و ترتیب اور سیاسی اصلاحات کا نام ہے۔ یہ چیز ہفتوں اور مہینوں میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔ ابن سعود کی انتظامی قابلیت کا یہ کارنامہ کیا کم ہے کہ اُنھوں نے نہایت قلیل مدت کے اندر حجاز میں ایسا امن امان قائم کر دیا جیسا اس ملک میں عرصہ سے نہیں دیکھا گیا ہے"

"مسئلہ خلافت" کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے نہیں معلوم ابن سعود منصب خلافت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں لیکن مجھے بہ تحقیق معلوم ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔ مجھے جہاں تک اس شخص کی ذہنیت کا پتہ چلا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ خود کسی چیز کی طرف بڑھنا نہیں چاہتے الا یہ کہ وہ خود ان کے سامنے آجائے۔ فتح حجاز کی بھی انھوں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ خود بخود حاصل ہو گئی"

یمن و نجد کی کشیدگی کے متعلق اُنھوں نے کہا:

"ابن سعود نے بار بار اعلان کر دیا ہے کہ اُنھیں امام یحییٰ سے جنگ کرنے کا ہرگز شوق نہیں۔ وہ اس لڑائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور بغیر شدید مجبوری کے اس کی طرف کبھی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔ شدید مجبوری کی خود اُنھوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ امام یحییٰ اُن کی سرحدوں پر علانیہ حملہ کر دیں۔ میرے خیال میں امام یحییٰ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ الا یہ کہ اٹلی اُنھیں اسپر مجبور کر دے"

مسٹر فلبی کے اس آخری جملہ کو مصری اخبارات نے بہت اہمیت دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اٹلی کا عرب کے دونوں بادشاہوں کی لڑائی میں بہت نفع ہے۔ اٹلی خوب جانتا ہے کہ امام یحییٰ ابن سعود کو کامل شکست دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اُنکے حملہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابن سعود بھی حملہ آور ہونگے۔ اُسوقت اٹلی سیاسی میدان میں آکر دیگا اور سلطان نجد سے مطالبہ کرے گا کہ یمن میں پیش قدمی نہ کریں کیونکہ یمن کے ساتھ اس کا معاہدہ حمایت ہو چکا ہے اس طرح اسے عرب کے معاملات و مسائل میں مداخلت کا پورا موقع مل جائے گا۔

جدید انگریزی نجدی معاہدہ کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا

"ابھی تک معاہدہ طے نہیں پایا ہے۔ لیکن گفت و شنید جاری ہے۔ اُمید ہے طرفین جلد ایسی شرطوں پر پہنچ جائیں گے جو دونوں کے لئے باعزت اور مفید ہوں گی"

مسجد پیرس

سلطان مراکش کے وزیر تشریفات (چیمبرلین) قاہرہ آئے ہیں۔ ان کا نام سید قدور بن غبریط ہے۔ یہ مراکش کے سربرآوردہ شخص ہیں جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ اپنے درباری عہدہ کے علاوہ شمالی افریقہ کے محکمہ اوقاف کے صدر بھی ہیں۔ پیرس میں جو عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی ہے وہ زیادہ تر انہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ آج کے مصری اخبارات میں ان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا ہے:

"میں مصر اس لئے آیا ہوں کہ یہاں کے مخیر اور فیاض مسلمانوں سے مسجد پیرس کی بعض ملحقہ نامکمل عمارتوں کی تکمیل کے لئے امداد حاصل کروں۔ یہاں سے میں فلسطین اور شام بھی جاؤں گا۔ شام میں میری ایک کوشش یہ بھی ہوگی کہ فرانسیسی حکام کو حجاز ریلوے کے دوبارہ اجراء پر آمادہ کروں تاکہ حاجیوں کو سفر میں آسانی ہو"

مسجد پیرس کی تاریخ تعمیر بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

پیرس میں جامع مسجد تعمیر کرنے کا خیال ۵۰ برس سے موجود تھا مگر عمل میں نہ آسکا۔ پہلے فرانس میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن حالات میں جلد جلد تبدیلی ہوئی اور مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ ہو گئی۔ ظاہر ہے اب مسجد کا قیام ضروری تھا چنانچہ سلطان مغرب "بائی تیونس" اور امراء الجزائر کی فیاضیوں نے یہ عظیم الشان مسجد عروس البلاد پیرس میں تعمیر کر دی

مسجد ۹ ہزار مربع میٹر کے وسیع رقبہ میں بنائی گئی ہے۔ اُس کے ساتھ اندلسی وضع کا نہایت دلفریب باغچہ ہے۔ صحن میں پانی کا عظیم الشان فوارہ ہے اور اُس کے گرد عربی طرز کے خوبصورت ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ شفاخانہ بھی ہے ہفتہ میں تین دن اُس کے دروازے کھلتے ہیں اور غریب مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا ہے یہ اگرچہ ابتدائی حالت میں ہے لیکن بتدریج ترقی کر جائے گا۔ اُس میں وہ تمام کتابیں جمع کی جائیں گی جو دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ایک علمی ایوان بھی ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم علماء و ادباء جمع ہونگے اور مبادلہ خیالات کریں گے۔ ساتھ ہی مشرقی طرز کا ایک حمام بھی بنایا گیا ہے جو تمام یورپ میں اپنی وضع کا تنہا حمام ہے۔ ایک مشرقی ہوٹل بھی کھولا گیا ہے۔ اس میں مشرقی عربی کھانے معتدل قیمت پر ملتے ہیں۔ چائے خانہ بھی ہے جسمیں جوق جوق فرانسیسی آتے ہیں اور عربی قہوہ پیتے ہیں۔

والے پوری سنجیدگی سے [illegible] ہیں اور اُن کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے فوٹو بھی [illegible] بھیج دیتے ہیں۔ صرف فوٹو ہی نہیں بلکہ اپنی آمدنی کا تخمینہ اور [illegible] کی رسیدیں بھی روانہ کر دیتے ہیں تاکہ اخبار نویس اُنھیں معمولی آدمی خیال نہ کرے۔

اخبارات کے بعض مباحث خاص طور پر ان مجنونوں کا جنون خط نویسی اُبھار دیتے ہیں۔ مثلاً روحانیات، نباتیات، نسائیات وغیرہ۔ ان مباحث پر اخبار میں ایک مضمون بھی ہماری بدبختی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہر طرف سے مجنونوں کے خط آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ جنون مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں میں ہے۔ ویسے بھی عورتوں کی ایک جنسی خصوصیت یہ ہے کہ انھیں لکھنے کے لئے کسی مناسبت اور ربط مقصد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکے ہر خط میں ایک نئے موضوع پر بحث ہوتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مجنون خاتون اپنے رازوں کے لئے کسی ایک اخبار نویس کو "صندوق" بنا دینا ضروری تصور کرتی ہے۔ بدقسمتی سے مجھے بھی ایک خاتون نے ایک مرتبہ اس عزت کا مستحق سمجھا۔ مسلسل تین سال تک ہر روز ایک خط پہنچ جاتا۔ ان خطوط میں اُس کی مفصل سوانحعمری ہوتی تھی۔ خانہ داری کے جھگڑے، شوہر کے معاملات، محبت کے اثرات، بیوفائی کے شکوے، غرضکہ کوئی بات نہ تھی جو ان خطوں میں تفصیل سے موجود نہ ہو۔ میں نے کبھی کسی خط کی رسید نہیں بھیجی۔ مگر محترم خانم کو رسید کی چنداں پرواہ نہ تھی اُسے صرف خط لکھنے سے کام تھا۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

لیکن یہ سلسلہ ایک مرتبہ اچانک ٹوٹ گیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ محترم خاتون اب اپنے جنون سے شفا پا گئی۔ اور مجھے بھی نجات ملگئی!

عورتوں کا سب سے سخت جنون، مذہبی جنون ہوتا ہے۔ جب یہ کسی "خوش نصیب" اخبار نویس سے خوش ہو جاتی ہیں تو اپنے خطوط کے ساتھ گنڈے تعویذ بھی بھیجا کرتی ہیں، اور بڑی بڑی قسمیں دلا کر مرسل الیہ کو مجبور کرتی ہیں کہ یہ تعویذ ضرور استعمال کرے۔ لیکن جب اخبار نویس سے وہ ناراض ہوئیں تو بس اُس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ وہ کون گالی ہے جو اُسے دی نہیں جاتی؟ اتنی بد دعائیں اور لعنتیں آتی ہیں کہ غریب اخبار نویس کتنا ہی مستقل مزاج ہو ضرور کانپ اُٹھتا ہے!

بلاشبہ ہم مجنونوں کے خط پڑھنے پر مجبور نہیں ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مجنوں خط کتابت ہی کافی نہیں سمجھتے بذات خود بھی ملاقات کو تشریف لے آتے ہیں اور یہ مصیبت بالکل لاعلاج ہے!

ایک دن دفتر میں چپراسی نے ایک ملاقاتی کارڈ میرے حوالہ کیا۔ "مسیو بگوذنل" نیچے کی سطر میں یہ لفظ تھے "ایک اہم شخصی معاملہ" میں نے اندر آنے کی اجازت دیدی۔ پہلی نظر میں خیال ہوا اچھا خاصہ سنجیدہ باوقار آدمی ہے۔

"جناب! میں آپکی کوئی خدمت بجا لا سکتا ہوں؟" خاموش ملاقاتی سے میں نے سوال کیا۔

"آپ اُس معاملہ سے واقف ہیں جس کے لئے میں حاضر ہوا ہوں"

اُسنے متین آواز میں جواب دیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ انکار کرنا پڑتا ہے" میں نے عاجزی سے کہا۔

"تجاہل عارفانہ نہ برتئے۔ آپ خوب جانتے ہیں" حضرت کا جواب تھا۔

"جناب، آج پہلی مرتبہ مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے"

"لیکن آپ اپنے مضامین میں ہمیشہ میرا ذکر کرتے ہیں!"

"عجیب! یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں اسم گرامی سے واقف ہوا ہوں"

"ریاکاری چھوڑ دیجئے۔ بیوقوف نہ بنائیے ... میں روزانہ آپکے مضامین میں اپنا ذکر پڑھتا ہوں" اچانک اُس کی صورت بدل گئی۔ غصہ سے کانپنے لگا "تم میرے خاندان کے راز جانتے ہو۔ اپنے گندے مضامین میں یہ راز لکھ کر مجھے رسوا کرتے ہو ... آہ! لیکن خیر اب اس کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ میں اس وقت اسی لئے آیا ہوں کہ اپنے آپ کو اور دنیا کو تمھاری شرارتوں سے نجات دیدوں ..." آپ میری حیرانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے اس عجیب سلسلۂ کلام کے خاتمہ پر اچانک سنا "میں قتل کر ڈالوں گا"

فوراً جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا ... "خدایا کیا کروں؟" میں نے خیال کیا۔ "اب میرا کام تمام ہوا ... عنقریب میرے دوست میرا جنازہ اُٹھانے آئیں گے ... لیکن خود اس پاگل کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ عدالت جنون کے عذر پر اُسے رہا کر دے گی ... میں نے ارادہ کیا اس عجیب ملاقاتی پر ٹوٹ پڑوں اور پستول چھین لوں لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ میری ایڈیٹری کا بڑا میز ہمارے مابین حائل تھا۔ افسوس اخبار نویسی کا منحوس میز! میں نے اپنے حواس بجا کئے:

"سگریٹ پیجئے" میں نے مصنوعی بے خوفی سے کہا اور فوراً کوٹ کی جیب سے سگریٹ کی خوشنما ڈبیا نکالکر پیش کر دی۔ خلاف توقع سگریٹ نے اُس کا غصہ بالکل فرد کر دیا۔ وہ خاموش بیٹھکر دھواں اُڑانے لگا۔

"واقعی میں خطاوار ہوں۔ مگر براہ عنایت مجھے وہ مضمون بتائیے جس میں آپ کو رسوا کرنے کی میں نے جرأت کی ہے" میں نے ڈرتے ڈرتے بڑی لجاجت سے کہا۔

مجنوں نے جیب سے ایک پلندا نکالا اور میرے سامنے پھینک دیا میں نے غور سے تمام مضمون دیکھے۔ اُن میں کوئی ایک بھی شخصی معاملات پر نہ تھا۔ کسی میں مکانوں کی گرانی پر بحث تھی۔ کسی میں بازار کے نرخ پر کسی میں علمی نمائش پر، اور کسی میں عورتوں کے کترے ہوئے بالوں اور اونچے لباس پر گفتگو تھی۔ اسی طرح عام معاشرتی معاملات سے سب کا تعلق تھا۔ میں نے حیرت سے مجنوں کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ میرا تعجب سمجھ گیا۔ کھڑا ہو گیا۔ اخبار اُٹھا کر جا بجا سے پڑھنا اور ہر ہر فقرے پر مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ آخر میں اُسنے عورتوں کے کترے ہوئے بالوں پر مضمون پڑھنا شروع کیا اور جوش سے چلایا۔

"یہ دیکھو۔ اب بھی انکار کرو گے؟ کیسے بند بند لفظوں میں میرے خاندان کا مضحکہ اُڑایا ہے؟ اس فقرے کے کیا معنی ہیں 'جو عورت اپنے بال کٹواتی ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور گنجی ہو جائے گی' یہ میرے چچا ڈاکٹر بگوزنل پر کھلی چوٹ ہے! غلط کہتا ہوں؟ میرا چچا گنجا ہے۔ ایک دن وہ میڈم ... پر خفا ہوئے۔ لیکن میں تفصیل کیوں بیان کروں؟ تمھیں سب معلوم ہے۔ میرے چچا کو بھی جانتے ہو۔ اس میڈم کو بھی! اور اُس کی خفگی کے سبب کو بھی۔ تمھیں سب راز معلوم ہے۔ تم ہمیں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ تم کمینہ ہو!"

خوش قسمتی سے اس سخت لفظ نے اُس کا غصہ پھر کم کر دیا۔ میں نے گھنٹی بجائی۔ نوکر کے آنے پر مجھے اطمینان ہوا۔ مجنوں نے ایک پُر از حقارت نظر مجھ پر ڈالی اور کہا۔

"جناب! اس مرتبہ معاف کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رہے مجھے اور میرے خاندان کو نہ چھیڑیئے ورنہ کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل ڈالونگا"

وہ بغیر سلام کئے چلا گیا۔ میں نے بھی شائستگی کی ضرورت محسوس نہیں کی، اور میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کے عدم احساس پر کوئی صاحب مجھے ملامت کرنا پسند نہ کرینگے۔

اشتہار

(امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے)

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) **مجذوب**: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہے؟ وہ ولی اللہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قیمت ۴ر (۲) **حسین و یزید**: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہے۔ قیمت ۵ر (۳) **صداقت رسول**، پوری سیرت نبوی اسطرح سمیٹکر جمع کر دی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ قیمت ۴ر (۴) **مناظرۂ ابن تیمیہ**: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے قیمت ۵ر **منیجر ہند بک ایجنسی**" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ ۱۰۲ بالیگنج کلکتہ

عالم مطبوعات و صحائف

نہایۃ الارب اور مسالک الابصار

علمار تاریخ نے ہر زبان کی ادبیات کی طرح عربی علم ادب کے بھی تین دَور قرار دیے ہیں۔ پہلا دَور تحریر و تدوین کا ہے۔ دوسرا تکمیل و تنقیح کا۔ تیسرا توسیع و تہذیب کا۔ اس آخری دَور نے تصنیف و تالیف کی صناعت میں جو نئی نئی وسعتیں پیدا کیں، اُن میں ایک خاص قسم اُن کتابوں کی ہے جنھیں متاخرین "موسوعات" اور "مجامیع" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "موسوعات" سے مقصود ایسی کتابیں ہیں جو کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی جاتی تھیں بلکہ متعدد علوم و فنون کا مجموعہ ہوتی تھیں۔ بعض علمار نے اس کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ تمام علوم و فنون اور ان کی چھوٹی بڑی شاخیں اسمیں آگئیں۔ اس قسم کی "موسوعات" بیس سے لیکر ۵۰ جلد تک کی لکھی گئیں!

دراصل یہ موسوعات ایک طرح کی انسائیکلوپیڈیا تھیں، اُس عہد کے علمار موسوعات کا تاریخ علوم میں وہی درجہ ہے جو یورپ کی سترہویں صدی کے انسائیکلوپیڈین علمار کا موجودہ تاریخ علوم میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ موسوعات کی ترتیب علوم کی ترتیب تھی جو ایک خاص حد تک پھیلکر ختم ہو جاتی ہے مگر انسائیکلوپیڈیا کے لئے لغت و قوامیس کی ترتیب اختیار کی گئی جس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے۔

اس عہد کی کتب موسوعات میں دو کتابوں کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی شہاب الدین احمد نویری کی نہایۃ الارب اور ابن فضل اللہ العمری کی مسالک الابصار، پہلی کتاب تیس سے زیادہ جلدوں میں ختم ہوئی ہے اور دوسری کم و بیش بیس جلدوں میں ہے۔

ان دونوں کتابوں کے کامل نسخے عزیز الوجود تھے۔ پچھلے دنوں مصر کے مشہور محقق کتب احمد زکی پاشا نے عرصہ کی محنت و کاوش کے بعد انکے دو صحیح و کامل نسخے مرتب کئے انکا بڑا حصہ قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے بذریعہ عکس حاصل کیا گیا تھا۔ چار سال ہوئے حکومت مصر نے ان دونوں کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور کتب خانۂ خدیویہ کے "احیار کتب عربیہ" کے سلسلہ میں ان کی طباعت شروع ہوگئی۔ گذشتہ سال دونوں کتابوں کی تین تین جلدیں چھپ گئی تھیں **اب دو جلدیں مزید چھپکر شائع ہوگئی ہیں اور ہمارے سامنے ہیں۔**

اگرچہ یہ عہد متاخرین کی تصنیف ہیں اور جو کچھ ہے جمع و تالیف ہے تاہم چونکہ اب وہ ذخیرہ بھی ہمارے پاس موجود نہیں جو ان کتابوں کے عہد تالیف میں موجود تھا، اس لئے ان دونوں کتابوں سے تاریخ و علوم کے مختلف اہم مسائل پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔ ہم عنقریب ان دونوں نئی جلدوں کے بعض مفید مطالب ہدیۂ قارئین کرینگے۔

مذہب اور دنیائے جدید

حال میں پروفیسر وائٹ ہیڈ کی ایک تصنیف:

"Religion in the Making"

کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ دراصل ان کی چار تقریروں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے گذشتہ سال بوسٹن یونیورسٹی میں کی تھیں۔ جو حضرات انگریزی کی جدید الطبع مصنفات پر نظر رکھتے ہیں، انھوں نے پروفیسر موصوف کی وہ کتاب ضرور دیکھی ہوگی جو پچھلے دنوں "علم اور دنیائے جدید" کے نام سے شائع ہوئی تھی، وہ بھی ان کی بعض تقریروں کا

نجدی تحریک نہایت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ بکثرت قبیلے نجدی مذہب اختیار کرچکے ہیں اور بہت سے اختیار کرنے کی طیاری میں ہیں برطانوی حکام اس دینی تحریک سے خائف ہیں اپنے علاقوں میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ابھی چند دن ہوئے برطانی حکام نے دو عرب سرداروں، نیفا پاشا الجالی شیخ المشائخ اور مثقال پاشا الفائز شیخ قبائل صخر کو طلب کیا تھا اور بڑی آؤ بھگت کی تھی۔ مگر اُنھوں نے حکومت کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔

اس علاقہ کے باشندوں میں یہ تحریک بھی پھیل رہی ہے کہ امیر عبداللہ کی حکومت اُلٹ دی جائے اور ملک کا تعلق براہ راست برطانوی حکام سے ہوجائے۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اگر ملک برطانی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کرسکتا تو کم از کم برائے نام عربی حکومت کی دوہری مصیبت سے تو نجات حاصل کرلے۔ یقیناً برطانیہ کی براہ راست حکومت اس سے کہیں زیادہ بہتر اور ذمہ دار ہوگی جسقدر اس کے بٹھائے ہوئے پتلے امیر عبداللہ کی ہے۔

(فوجی قانون کا اعلان)

شرق اردن کی مذکورۂ بالا بیداری اور دروزی مجاہدین کی آمد و رفت کی وجہ سے امیر عبداللہ نے علاقہ "ازرق" میں فوجی قانون (مارشل لا) کا اعلان کر دیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ ایک طرف ملک کی عام رائے مرعوب کر دی جائے، دوسری طرف فرانس بھی خوش ہوجائے۔ فرانس مدت سے شاکی تھا کہ دروزی مجاہدین اس علاقہ میں پناہ لیتے اور یہاں سے تر و تازہ ہوکر واپس آتے ہیں۔

یہودی بیت المال

گزشتہ سال یہودی بیت المال کی آمدنی ۷۷۰،۱۰ پونڈ یعنی ۱۰۲۶۵۵ روپے ہوئی۔ امریکہ کے یہودیوں کا عطیہ ۳۲۸۰۲ پونڈ کینیڈا کا ۲۰ ہزار ۵۳۶ پونڈ اور رومانیہ کا ۳۵۰۰ پونڈ ہے۔ دنیا کی ترقی خواہ قوموں کی اولوالعزمیاں ایسی ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہماری ہمتوں کا جو حال ہے وہ معلوم ہے!

حضرت یوسف کی قبر

فلسطین کے ایک قدیم شہر "سیخم" میں کھدائی ہورہی ہے اگر یہ تحقیقات کامیاب ہوئی تو بہت صدیوں کے راز دنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اس شہر میں یورپین محققین کی ایک جماعت حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تلاش کر رہی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس شہر سے بے شمار اسرائیلی روایات وابستہ ہیں اور اُن پر سے جلد پردہ اُٹھنے والا ہے۔

بروایت توراۃ سیخم ہی میں حضرت ابراہیم نے محراب بنائی تھی اور شاہ بلوط کے ایک بڑے درخت کو بطور مقدس علامت کے قرار دیا تھا۔ نیز اسی شہر میں حضرت یعقوب نے عامر کی اولاد سے زمین خریدی اور مقدس محراب بنائی۔ نیز سنگلاخ زمین میں ایک کنواں بنایا تھا جو ۸۰ فٹ گہرا اور ۹ فٹ کے قطر میں تھا۔ لیکن شیشام بن عامر جسنے زمین بیچی تھی، یعقوب کی لڑکی "دینا" پر عاشق ہوگیا اور اُسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ عقد سے پہلے ہی اُس کے ساتھ زن و شوکی زندگی بسر کرے۔ اس پر یعقوب کے لڑکوں کو غصہ آیا اور انھوں نے "سیخامیوں" کو قتل کر ڈالا۔ پھر یعقوب (علیہ السلام) اس علاقے سے چلے گئے۔ مگر جانے سے پہلے انھوں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مخالف قبیلہ کے تمام دیوتا اور عبادت کے آلات ایک غار میں پھینک دئیے جائیں۔

موجودہ کھدائی سے ایک غرض ان دیوتاؤں کی تلاش بھی ہے۔ سیخم میں یعقوب علیہ السلام کا کنواں ابتک موجود ہے۔ روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام کی لاش بھی مصر سے لاکر اسی علاقہ میں دفن کی گئی تھی۔ ایک مقبرہ عرصہ سے حضرت یوسف کی طرف منسوب ہے چونکہ یہ عربی قبائل کے تحت و تصرف میں تھا اس لئے اب تک اسکی تحقیقات نہ ہوسکی۔

لیکن اب ڈاکٹر ارنسٹ سلین کو، جو اس تحقیقاتی جماعت کے صدر ہیں، قبر کھولنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ حضرت یوسف کی لاش مومیا کی ہوئی صحیح و سالم دستیاب ہوجائے گی۔ نیز قدیم مصری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں بھی نکلیں گی کیونکہ پہلے مصر میں انکی نعش مصری طریقہ پر دفن کی گئی تھی، وہاں سے کنعان میں لائی گئی۔ اگر یہ اُمیدیں کامیاب ہوئیں تو یقیناً اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ حضرت یوسف کے عہد کا فرعون کون تھا؟

اسی شہر میں ایک ٹیلہ پر کھدائی کرتے ہوئے ایک اور قدیم شہر اور تمدن کے نشان ملے ہیں۔ علمائے آثار کا خیال ہے کہ یہ عمارت مشہور اسرائیلی بادشاہ "عزبوم اول" کا قلعہ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے اسی ٹیلہ میں حضرت یعقوب کی قوم کے دیوتا اور دوسری یادگاریں بھی مدفون ہیں۔

سیخم فلسطین کا ایک نہایت ہی قدیم شہر ہے۔ اس کی تاریخ کا آغاز اُسوقت سے ہوا ہے جب نئے نئے عبرانی، کنعان کی سرزمین پر نمودار ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے اب تک اس شہر کے بہت سے آثار دستیاب ہوچکے ہیں۔ اُس کی شہر پناہ اور دو بہت ہی عظیم الشان پھاٹک نکل آئے ہیں۔ نیز ایک محل کی بنیادیں بھی ملی ہیں جو نو ستونوں پر قائم تھا اور اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی مل گئے ہیں۔

غرضکہ یہ تحقیقات دُنیا کے علم میں معقول اضافہ کردے گی اور اسرائیلی تاریخ کے وہ پہلو روشنی میں آجائیں گے جو اب تک تاریکی میں ہیں۔

(پارٹیوں کا اتحاد)

سیاسی جماعتوں کے اختلاف کی وبا فلسطین میں بھی انگریزی قبضہ کے ساتھ پہنچی اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ مصلحین مدت سے کوشش کررہے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں میں اتحاد قائم ہوجائے مگر آجتک کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اب کچھ مدت کی خاموشی کے بعد پھر اس قسم کی کوششیں شروع ہوئی ہیں، بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ کیونکہ اکثر لیڈر اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔

ارتھوڈکس مسیحی

کل ارتھوڈکس مسیحیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، عیسائیوں میں یہ فرقہ یہاں سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ کیونکہ کوئی طاقت ور سلطنت اُس کی پشت پناہی پر موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے اب یہ فرقہ بھی اپنے حقوق کے لئے عملی کوشش شروع کرنے والا ہے۔

شریف علی

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ شریف علی سابق شاہ حجاز بہت جلد یہاں آنے والے ہیں۔ آمد کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ محض تبدیل آب و ہوا مقصود ہے۔ لیکن بعض حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے کہ اُنھیں اس لئے بلایا گیا ہے کہ فلسطین کے مسلمانوں میں برطانیہ کے موافق جذبات کو ترقی دیں۔ فلسطین میں شریف حسین اور اُن کے خاندان کا پروپیگنڈا سالہا سال سے جاری ہے۔ عوام کی ایک جماعت اُس سے متاثر ہوچکی ہے۔ برطانیہ کا ایک زمانہ میں خیال تھا کہ اگر اس ملک نے براہ راست برطانی حکومت منظور نہیں کی تو یہاں بھی شریف حسین کا کوئی لڑکا بٹھا دیا جائے گا، مگر بعد کے حالات نے یہ خیال پورا نہ ہونے دیا۔

شرفائے مکہ کے اس خاندان کی بدبختی پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ برطانیہ کے ہاتھوں ایسا روز بد دیکھنے کے بعد بھی وہ اب تک اُس کی انگلیوں پر ناچ رہا ہے۔ عراق میں امیر فیصل عبودیت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ شرق اردن میں امیر عبداللہ غلام بنا ہوا ہے، اور اب امیر علی فلسطین کو گمراہ کرنے آرہے ہیں!

تذکرہ

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے زمانۂ نظر بندی کی یادگار تصنیف تاریخ و ادب کے علاوہ حقائق دین اور معارف تجدید و دعوت کے اہم مباحث کا مجموعہ۔ آخر میں اپنے سوانح و خواطر حیات پر بے نظیر تحریر اب درجۂ اوّل کا کوئی نسخہ باقی نہیں رہا۔

درجۂ دوم قیمت ۳ سوم ۲

منیجر البلاغ پریس۔ ۱۱۔ بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

اخبار نویس کی ڈاک

حال میں ایک نہایت دلچسپ کتاب اس نام سے فرانس میں شائع ہوئی ہے۔ اس فن اخبار نویسی کے تیس فرانسیسی ایڈیٹروں نے اپنی اپنی صحافتی زندگی کا سب سے زیادہ دلچسپ اور یادگار واقعہ لکھا ہے۔ کتاب از حد مقبول ہوئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اُس کے نسخے نکل چکے ہیں۔ کئی دوسری زبانوں میں بھی ترجمے شائع ہوگئے ہیں ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لئے ہم اُس کا ترجمہ بالاقساط درج کرینگے۔ آج اُس کا پہلا مضمون ملاحظہ ہو۔ یہ مشہور اخبار نویس مسیو کلیمان وڈیل نے حسب ذیل سُرخی سے لکھا ہے:

اخبار نویس اور مجنوں

مجھ سے دماغی امراض کے ایک ماہر ڈاکٹر نے کہا:

"میں اپنے مریض سے پہلا سوال یہ کرتا ہوں "کیا تم اخبار نویسوں سے خط و کتابت رکھتے ہو؟ اگر وہ اقرار کرتا ہے تو سمجھ لیتا ہوں اسکے علاج میں کافی وقت لگے گا"

"یہ کیونکر؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ اخبار نویسوں سے خط کتابت کرنے والے سب لوگ مجنوں ہوتے ہیں" اُسنے جواب دیا، "لیکن مجھے یقین ہے کہ اُن میں سے اکثر ضرور پاگل ہوتے ہیں!"

مدت کے بعد مجھے ڈاکٹر کی سچائی پر ایمان لانا پڑا۔ میرا تجربہ بھی یہی ہے کہ پراگندہ دماغ اور پاگل ہی زیادہ تر اخبار نویسوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اس مصیبت کو میرے ہم پیشہ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

روز ڈاک میں میرے پاس ہزاروں خطوط پہنچتے ہیں۔ لکھنے والے ان کی تزئین و آرائش میں غیر معمولی محنت کرتے ہیں، قسم قسم کی روشنائی استعمال کی جاتی ہے۔ کوئی عبارت سرخ ہے، کوئی نیلی، کوئی سبز کہیں پر بڑے بڑے حروف، کہیں پر حروف کے گرد پھول پتیاں بنی ہوئیں۔ بسا اوقات عبارت کا آغاز سنجیدگی سے ہوتا ہے مگر چند سطروں کے بعد ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ کسی مجنوں کا خط ہے!

مثلاً ایک واقعہ سنئے۔ پیرس کے باشندوں کو شکایت پیدا ہوئی کہ موٹروں کی کثرت نے راستہ چلنا مشکل کر دیا ہے۔ اخبارات میں بھی اس کا ذکر ہوا۔ اب کیا تھا؟ ہزاروں خط روزانہ ہمارے پاس آنا شروع ہوگئے۔ ہر خط میں اس مشکل کا ایک نیا حل موجود ہوتا تھا۔ کیسا حل؟ ایسا حل کہ اگر میں بیان کروں تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ ایک صاحب نے لکھا "اس مشکل کا بہترین حل یہ ہے کہ دریائے سین اسفلٹ سے پاٹ دی جائے اور شہر کی سڑکوں کے بجائے اُسی پر موٹر چلیں!"

اور سنئے امن و امان کے حامیوں نے یہ تجویز لکھ بھیجی "تمام یورپ ایک جمہوریت کے ماتحت ہوجائے!" یہی نہیں بلکہ ازراہ عنایت اس "افلاطونی جمہوریت" کا دستور العمل بھی مرتب کرکے بھیج دیا!

ایک "ماہر اقتصادیات" نے لکھا "حکومت، پارے کے بنک نوٹ تیار کرے تاکہ اقتصادی حالات کی تبدیلی کے ساتھ اُن کا رنگ وزن، اور نرخ بھی خود بخود تبدیل ہوتا رہے"

یہ عاقلانہ تجویزیں، مذاق سے پیش نہیں کی جاتیں۔ اُنکے سوچنے

اطلاع ضروری

افسوس ہے کہ الہلال کی اشاعت کی ابتدائی مشکلات یکے بعد دیگرے پیش آتی رہیں - اور تاریخ اشاعت تک ان کا سلسلہ جاری رہا - یہ پہلا نمبر جسکی تاریخ اشاعت ۱۰ - جون تھی، متعدد رکاوٹوں کی وجہ سے آج ۱۴ - جون کو ڈاک میں ڈالا جا رہا ہے اب آیندہ جمعہ تک صرف تین دن باقی رہگئے ہیں ممکن نہیں ہے کہ نمبر ۲ وقت پر نکل سکے - اسلیے مجبوراً آیندہ جمعہ ناغہ کرکے ' اسکے بعد کے جمعہ سے اشاعت شروع کی جائیگی۔ بجاے اسکے کہ آیندہ ایک دن کی بھی تاخیر پیش آئے ' بہتر ہے کہ ابتدا میں ایک مرتبہ چند دنوں کی تاخیر گوارا کر لی جائے۔

مدیر

Printed and Published by
Masud-Hasan Zuberi at The Al-Halal Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor: Maulana Abu-al-Kalam Azad.

مجموعہ تھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک مکمل نظریۂ علم و مذہب کی متضمن ہیں پہلی کتاب میں علم کے مستقبل پر نظر ڈالی ہو۔ اور اس میں اُسی اصول نظر کے ماتحت مذہب کے مستقبل پر بحث کی ہو۔

کتاب کے ۴ باب ہیں (۱) مذہب کی تاریخ (۲) مذہب اور عقائد (۳) جسم اور روح (۴) تبصرہ۔

ان ابواب میں سب سے زیادہ اہم باب "جسم اور روح" کے مسئلہ پر ہو۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"ہم اس مادی دنیا کے باہر ان ظاہری اجزا کے علاوہ جو اس کی وضع و ترتیب میں شامل ہیں کوئی واقفیت نہیں رکھتے یہ اجزاء کیا کیا ہیں؟ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہو:

(۱) خلاقیت (Creativity) جو ہر وجود کے وقتی ارتقا میں ظاہر ہوتی ہو۔

(۲) خیالی موجودات و اشکال کا عالم جو خود تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر حقیقت رکھنے والی چیزوں میں ایک خاص مناسبت کے ساتھ متشکل ہوجاتا ہو۔

(۳) وہ حقیقی مگر غیر مادی قوت جس کا تصور کرتے ہوئے ہم ایک ایسی معین قوت کا تصور کرنے لگتے ہیں جس کے کاموں میں قصد اور ارادہ کو دخل ہونا چاہیے"

پروفیسر موصوف کے خیال میں "یہی غیر مادی اور حقیقی ہستی وہ ہو جسے انسان خدا کہتا ہو۔ وہی خدا جو ہر ذی عقل مذہب کا خدائے بزرگ و برتر ہو"

مذہب کے حقائق کی طلب و جستجو کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی سوال یہ ہو کہ یہ سفر کس نقطہ سے شروع کیا جائے؟ جن جن قدموں نے ٹھوکر کھائی ہو صرف اس لئے کھائی ہو کہ قدم اُٹھائے مگر اس کا فیصلہ نہیں کیا کہ کس رخ سے قدم اُٹھانا چاہیئے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر بڑھتے گئے منزل مقصود سے دوری بھی بڑھتی گئی!

اسی لئے قرآن حکیم نے اس بارے میں عقل انسانی کی رہنمائی کی۔ وہ بتلاتا ہو کہ خدا کی ہستی اور اس کے اعمال و صفات کی جستجو دائرہ ہستی سے الگ ہوکر نہیں بلکہ خود اس کے اندر سے کرنی چاہیے اور اس سفر کی صحیح جہت یہ ہو کہ کائنات کے حسن و جمال اور نظم و اتقان کے مطالعہ و تفکر کے نقطہ سے قدم اُٹھائے جائیں۔

مذہب و عقل کے سلسلہ میں پروفیسر موصوف کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہو کہ انھوں نے کتب سماوی کی یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی۔ مشہور حکیم کانٹ کا مذہب یہ تھا کہ خدا کی ہستی کا تصور و دنیا کے نظام اخلاقی کی ایک ضرورت ہو مگر پروفیسر موصوف اس سے متفق نہیں ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "کائنات ہستی کے ہمہ گیر حسن و جمال کے مطالعہ سے ہم عالم ایجاد کا عقدۂ تخلیق حل کرسکتے ہیں۔ کانٹ کا نظام اخلاقی کیا ہو؟ وہ بھی اسی نظام جمال کا ایک منظر ہو"

پروفیسر موصوف نے صفات الٰہی کے موضوع پر بھی نظر ڈالی ہو اور ان کی نظر اسی پہلو پر گئی ہو جو متکلمین اسلام میں معتزلہ نے اختیار کیا تھا۔ معتزلہ کی نظر تنزیہہ کی طرف گئی تھی اور اشاعرہ کی نظر قدرت کی طرف اس لئے معتزلہ خدا کی طرف کسی اعتبار سے بھی شر کی نسبت گوارا نہیں کرتے، لیکن اشاعرہ کہتے ہیں کہ اس کی قدرت و خلقت کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں البتہ اس کے تمام احکام و اعمال حکمت و عدالت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اسی طرح مسیحی علم کلام میں تنزیہہ کا مسلک سینٹ آگسٹائن کی طرف منسوب ہو۔

پروفیسر موصوف کہتے ہیں:

"خدا کی اچھائی ہی خدا کی صد ہو۔ خدا کی ابدی ہستی اسی حال میں کامل کی جاسکتی ہو جب شر کے منافی ہو"۔

اس سوال کے جواب میں کہ اگر خدا کی قدرت اور اس کے اعمال صرف خیر ہی میں محدود ہیں تو یہ قدرت کا نقص ہو، ...

"اس کا ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے البتہ ہم حق، حسن اور خیر کا ایک ہمہ گیر نظام محسوس کر رہے ہیں۔ یہ خود ہم میں بھی موجود ہو اور اس کا مبدء خدا کی کامل ہستی ہو، جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اذعان ہوجاتا ہو کہ اس ابدی و ازلی مبدء میں شر کی گنجائش نہیں"

دراصل پروفیسر موصوف نے اس منزل پر پہونچکر سخت غلطی کی اور اسی لئے سوال اور جواب، دونوں حقیقت سے ہٹ گئے ہیں۔ یہ موقعہ بحث و تشریح کا نہیں، قارئین الہلال باب التفسیر کے مباحث کا انتظار کریں۔

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

آبِ حیات

تمام اقسام کی انسانی وحیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق
بیس (۲۰) سال میں بیس ہزار سرٹیفکیٹ وصول ہو چکے ہیں
قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عہ) نمونہ کی شیشی ۸ر

اکسیر عنبری مقوی اعضائے رئیسہ اور مردانہ طاقت بڑھانے والی گولیاں قیمت فی شیشی چار روپیہ

نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے
قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲ر)

مفصل فہرست ادویہ مفت

مینیجر کارخانہ آبِ حیات پنڈی بہاؤالدین
(پنجاب)

Ab=i=Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

ہندوستان کا بہترین قومی اور ادبی ہفتہ وار اخبار

استقلال ہند (دہلی)

ایڈیٹر ــــ کنجن سنگھ

(دنیائے صحافت کا یہ روشن ستارہ ۲ جون سنہ ۱۹۲۷ کو طلوع ہوگا)
آپ کو استقلال ہند کیوں ضرور مطالعہ کرنا چاہئے ؟ اس لئے کہ

(۱) استقلال ہند ہندوستانیوں کو پیام اتحاد سنا ئیگا
(۲) استقلال ہند غلامی کی زنجیروں کو توڑ ےگا
(۳) استقلال ہند غریبوں کو سرمایہ داروں کے دام تزویر سے رہائی دلائیگا
(۴) استقلال ہند ہندوستانی ریاستوں کو غیر ملکی اقتدار سے بچائیگا -
(۵) استقلال ہند میں بلند پایہ سیاسی و ادبی مضامین شایع ہونگے
(۶) استقلال ہند سے بہتر افسانے آپ کو دیگر اخبارات میں نہ مل سکینگے
(۷) استقلال ہند میں ہر ہفتہ غیر ملکی وقایع نگاروں کے مضامین شایع ہونگے
(۸) استقلال ہند میں ظریفانہ مضامین کا خاص اہتمام ہوگا -
(۹) استقلال ہند میں واقعات حاضرہ کے متعلق پر لطف کارٹون شایع ہوا کریں گے -
(۱۰) استقلال ہند نامور شعراء ملک کا تازہ ترین کلام پیش کریگا
(۱۱) استقلال ہند کے دائرہ ادارت میں اکثر محب وطن انشاء پرداز منسلک ہیں
(۱۲) استقلال ہند بہترین کاغذ پر دیدہ زیب اعلانی چھپائی کے ساتھ شایع ہوگا -

ان تمام محاسن کے باوجود قیمت فی پرچہ صرف ایک آنہ
قیمت سالانہ چار روپے ــــ ششماہی دو روپے آٹھ آنے

آج ہی نمونہ کے لئے خط لکھئے

منیجر استقلال ہند ــــ چاندنی چوک - دہلی

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن - حدیث - تصوف - فقہ - عقاید - تاریخ اور علوم جدید پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگائیں - سرمایہ دار اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر ملاحظہ فرمائیں - پتہ یہ ہے

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

The SUFI PRINTING and PUBLISHING Co. Ltd.
PINDI BAHA-UD-DIN (PUNJAB)

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح)

یہ ترجمہ جسکے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالی نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر مکمل ہو گیا ہے اور باکثرت طلب کیا جا رہا ہے - آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے تحت لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے - زبان ایسی شستہ اور صاف کہ ہر معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے - اعلی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی زمین حنائی چھپی ہوئی پختہ ہے - ہدیہ مجلد چرمی منقش نقرئی پندرہ روپئے جلد اعلی منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش کے ساتھ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں - نمونہ مفت -

---

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ع سے قابل اہل قلم اڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اس کا شعار ہے - آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار' اردو جرائد میں کثیر الاشاعت سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشتہر' عربی و انگریزی اخبارات کا خلاصہ' دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا' ملاحظہ و مطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا - نمونہ مفت - قیمت سالانہ ۶ روپیہ - ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ - سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ایک آنہ ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ -

---

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچیوں کا اتالیق' طالب علموں کا استاد' علم و فن کا خزینہ' معلومات کی کان اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ' ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے - زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمائیے قیمت سالانہ ۴ روپیہ -

(محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ و غنچہ - بجنور).

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲ | کلکتہ : جمعہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۴۵ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, June 24, 1927.

فہرس

اطلاعات ضروری

(۱) ہر چیز کی ابتدا ہوتی ہے اور تکمیل - الہلال کے یہ دو نمبر نئے سلسلۂ اشاعت کی ابتدا تھی - ہمیں امید ہے کہ تیسرے نمبر سے اسکی ظاہری و معنوی تکمیل شروع ہو جائیگی -

(۲) اِن دونوں نمبروں میں متعدد اہم ابواب شروع نہ ہوسکے - اب آئندہ نمبر کی ترتیب ابتدا سے ایسی اختیار کی جائیگی کہ زیادہ سے زیادہ ابواب و اقسام کی گنجایش نکل آئے - خاص مضامین میں سے ملکی و سیاسی مباحث اور باب التفسیر کے مختلف عنوان' اور عام قسم کے مضامین میں سے افسانہ و تاریخ کا حصہ اہم ہے - امید ہے کہ آیندہ نمبر سے شروع ہو جایگا -

(۳) تصاویر کا بھی مطلوبہ ذخیرہ طیار ہوگیا ہے - ٹائپ کے حصہ کے تمام مضامین تقریباً مصور ہونگے - ایک خاص صفحہ صرف تصاویر کا بھی بڑھا دیا جایگا - بعض مضامین کیلئے متعدد رنگوں میں چھپی ہوی تصاویر ضروری تھیں - انکی لوحیں بھی بنکر طیار ہوگئی ہیں -

(۴) مصر اور جرمنی کا ٹائپ بھی آگیا ہے - امید ہے کہ مزید حسن و زیبائش کا باعث ہوگا -

(۵) عالم شرق و اسلام کے مشاہیر اہل قلم کے متعدد اہم مقالات (علاوہ ہفتہ وار چھٹیوں کے) پچھلی ڈاک میں آگئے ہیں - اور آیندہ درج ہونگے

(۶) شائقین الہلال سے امید ہے کہ توسیع اشاعت کیلئے پوری کوشش کرینگے' کیونکہ الہلال کے گرانقدر مصارف صرف اسکی غیر معمولی اشاعت ہی سے پورے کیے جاسکتے ہیں -

(۷) رسالہ کی خریداری وغیرہ امور کے متعلق جو خطوط ہوں براہ عنایت انہیں مولانا ابوالکلام کے نام نہ بھیجئے تو اسکی وجہ تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے - براہ راست "منیجر" کے نام آنا چاہئیں -

منیجر

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ دو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں .

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(حکایت برق و خرمن)

اس بارے میں میرے اجزاء فکر اور اوراق نظر کی پریشان حالیوں کا بھی کچھہ عجیب حال ہے - علم کی زندگی سیاست کی زندگی سے کچھہ اس طرح مختلف واقع ہوئی ہے کہ دونوں کا ایک وقت اور ایک محل میں جمع ہونا بہت مشکل ہے - میری زندگی کی مشکلات میں پہلی مشکل یہ واقع ہوئی کہ میں نے چاہا دونوں کو بہ یک وقت اور بہ یک محل جمع کردوں :

پنبه را آشتی ایں جا به شرار افتادست !

دراصل ذوق کی وسعت' طلب کی عدم قناعت' نظر کی بلند پیمائیاں' اور فکر کی مشکل پسندیاں نہ تو ایک راہ پر صبر کرسکتی ہیں' نہ سہل و آسان روشیں اختیار کرسکتی ہیں - دنیا نے فکر و عمل کے الگ الگ گوشے بنائے ہیں' اور استعداد و صلاحیت کے دائرے بناکر اُن میں لکیریں کھینچ دی ہیں' تاکہ تقسیم عمل کے حدود قائم ہو جائیں - لیکن یہ تقسیمیں اور حد بندیاں ہمیشہ نہیں چل سکتیں - کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کا جوش اور فکر کی وسعت ان چھوٹے چھوٹے خانوں کی تنگ نائیوں میں قانع نہیں رہسکتی' اور حد بندیاں توڑکر باہر نکل جاتی ہے - میں فکر کی یکسوئی اور ایک ہی راہ پر پڑ جانے کی آسانیوں سے بے خبر نہیں ہوں - لیکن کیا کروں ؟ مبدءِ ازل نے طبیعتیں تقسیم کرتے ہوئے مجھہ کا حصہ ایسے ہی پسند کیا کہ ہر راہ کی پیمائش اور ہر کوچے کی نورش کا اضطراب اسمیں ودیعت کردیا جائے - علم کا استغراق اور سیاست کی خود فروشیاں دنیا کیلیے متضاد ہوں تو ہوں' لیکن میرے لیے تو ایک ہی دماغ کا سودا اور ایک ہی دل کی تپش تھی :

روے دریا سلسبیل و قعر دریا آتش ست !

جہاں تک بن پڑا' آب و آتش کی اس یک جائی اور برق و خرمن کی اس ہم آمیزی میں کوتاہی بھی نہ ہوئی - سیاسی زندگی کی سرگردانیاں ایسی ہی سخت کیوں نہ رہی ہوں' لیکن ذہن و فکر کی مشغولیتوں میں کبھی خلل نہ ڈال سکیں - لوگوں نے گوشہ ہائے چمن کے سکون اور قفس خانوں کے بے خلل استغراق میں علم و نظر کے مرحلے طے کیے ہیں' لیکن یہاں جو کچھہ پیش آیا یہ تھا کہ سیاسی و ملکی صف آرائیوں کے ہنگامے تھے' یا نظر بندی کی سختیاں اور قید خانے کی کوٹھڑیاں تھیں - تاہم دماغ اپنے کاموں میں مشغول اور فکر اپنی کاوشوں میں سرگرم تھا :

تا دست رسم بود زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقهٔ پشمینه ندارم

لیکن اس طرزِ طبیعت میں کوئی چیز بھی اپنے قدرتی خواص معطل نہیں کردیتی - برق کے لیے کرنا اور خرمن کے لیے جلنا ناگزیر ہے - نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایک طرف ذوق علم کاغذ و قلم کے انبار لگا رہا تھا' تو دوسری طرف سیاسی مشغولیت کی آتش اندازیاں بھی اپنے کام میں سرگرم تھیں :

متاعی جمع کن شاید که غارتگر شود پیدا !

سنہ ۱۶ سے لیکر سنہ ۲۱ - تک یکے بعد دیگرے اس طرح کے حالات پیش آتے رہے کہ ایک طرف میں اپنا سرمایۂ فکر جمع کرتا جاتا تھا - دوسری طرف دست برد زمانہ اُنھیں پوری بے دردی کے ساتھہ منتشر کرتا جاتا تھا - اور چونکہ یہ خود اپنی اختیار کردہ زندگی کا لازمی نتیجہ تھا' اس لیے صبر کے سوا چارۂ کار بھی نہ تھا :

ایں کار چو خود کردم' با خرد چه توانم کرد ؟

(سنہ ۱۶ - سے ۲۱ - تک)

سنہ ۱۶ - میں جب بنگال سے مجھے خارج کیا گیا اور رانچی لیا' تو یہ وہ وقت تھا کہ البلاغ اور دارالارشاد کی مشغولیت کے ساتھہ میں نے اپنے افکار و تحقیقات کی تحریر و ترتیب بھی شروع کردی تھی - جن امور کی تکمیل و ترتیب پیش نظر تھی' وہ کسی ایک ہی موضوع سے تعلق نہیں رکھتے تھے - بے شمار گوشے سامنے آتے تھے' اور ہر گوشۂ نظر میں اس کثرت سے متفرق اور منتشر حقیقتیں نمایاں ہوتی تھیں کہ ان سب کا جمع کرنا' اور اصول و کلیات کے ماتحت لانا آسان نہ تھا - ضرورت تھی کہ عرصہ تک فکر و کاوش کا معاملہ جاری رہے - بہت سی چیزیں ابتدائی شکل میں مرتب ہوئی تھیں - بہت سی ناتمام تھیں - برسوں سے دماغ اس کا عادی ہوگیا ہے کہ ہمیشہ کسی نہ کسی گوشۂ تحقیق کی فکر اور کسی نہ کسی عقدۂ کار کے حل میں مشغول رہتا ہے' اور ایسے بے شمار یاد داشتیں جو فی الحقیقت کسی نہ کسی معاملۂ علم و تحقیق کی اصولی بنیادیں ہوتی ہیں' قلم سے نکلتی رہتی ہیں - اُسوقت تک کم از کم ایک ہزار چھوٹے بڑے پرچے تو صرف یاد داشتوں ہی کے سیاہ ہوچکے ہونگے !

تالیف نسخه هاے وفا کر رہا تھا میں
مجموعهٔ خیال ابھی فرد فرد تھا !

یہ تمام ذخیرہ' دماغ کا حاصل اور زندگی کا سرمایہ تھا - اسمیں سے کچھہ حصہ تو اپنے ساتھہ رانچی لے لیا تھا - باقی حصہ کلکتہ کے سکونتی مکان میں چھوڑ دیا تھا - کیونکہ اسوقت حالات کی رفتار کچھہ عجیب طرح کی تھی - نہیں کہا جاسکتا تھا کہ مستقبل میں کیا پیش آتا - لیکن جب پانچہ ماہ کے بعد حکومت ہند نے میری نظر بندی کے احکام جاری کیے' تو ایک ہی وقت میں رانچی اور کلکتہ' دونوں جگہ خانہ تلاشی کی گئی - اور پھر اُس وقت سے لگاتار سلسلہ اس کا جاری ہوگیا - رانچی میں دو مرتبہ اور کلکتہ میں تین مرتبہ یہ معاملہ پیش آیا - کلکتہ میں نہ صرف میرے سکونتی مکان اور مطبع ہی کی تلاشی لی گئی بلکہ اُن تمام مکانات کی بھی لی گئی جہاں کوئی ادنیٰ سا شبہہ بھی میرے کاغذات کی موجودگی کا ہوسکتا تھا - کاغذات زیادہ تر متفرق مسودات تھے - یاد داشتیں تھیں - مجمل اشارات تھے - میں عموماً یاد داشت فارسی میں یا عربی میں لکھا کرتا ہوں کیونکہ اردو میں اختصار ممکن نہیں - تلاشی کا کام زیادہ تر انگریز حکام یا بنگالی ماتحتوں کے ذمہ تھا - اور ان میں کوئی مسلمان تھا بھی تو ٹوٹی پھوٹی اردو کے سوا کچھہ نہیں جانتا تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ ہر کاغذ جو اسرار اور ہر سطر سیاسی راز بن گئی' اور سب کو ایک تغئیر کی شکل میں جمع کرکے قبضہ میں لے لیا گیا - کاش احتیاط کے ساتھہ جمع کرتے اور احتیاط کے ساتھہ رکھتے - لیکن ان میں کون تھا جسے ان چیزوں کا درد ہوتا ؟ نتیجہ یہ نکلا کہ نصف سے زیادہ اوراق تو تلاشی کے وقت ہی بے احتیاطیوں میں ضائع ہوگئے' اور نصف جو باقی رہے' انھیں بھی اس بے احتیاطی کے ساتھہ اِدھر اُدھر جوڑ دیا گیا کہ کوئی ایک چیز بھی اپنی اصلی شکل میں باقی نہ رہی - پھر اس پر طرہ یہ کہ یہ برباد شدہ ذخیرہ بھی پورا واپس نہیں ملا - جو کاغذات کلکتہ سے لیے گئے تھے' بیان کیا جاتا ہے کہ کچھہ دنوں تک پرلیس کمشنر کے دفتر میں رہے تھے - اتفاقاً وہاں کے ایک گوشہ میں آگ لگ گئی - اور دفتر کے سامان کے ساتھہ بعض اوراق بھی جل گئے - پرلیس کے دفتر میں آگ بھی لگی تھی تو اُسی وقت' جب یہ دفتر پریشانی وہاں جمع تھا !

گرنی تھی جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو ؟

الہلال کا تیسرا دور

باز نوائے بلبل عشق تو یاد می دہد !
ہر نہ بعشق نیست خوش عمر بہ باد می دہد !

(مقاصد و مطالب)

جب کسی چیز کے اوصاف اسکی خصوصیات کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں تو پھر ذات اور صفات کی تفریق اٹھہ جاتی ہے - ذات کا تصور ہی اوصاف کے تصور کیلئے کافی ہوتا ہے - الہلال کے ظاہری و باطنی اوصاف جتنے بھی تھے اور جیسے کچھہ بھی تھے ' خصوصیات کا درجہ رکھتے تھے ' اور اب بھی کہ گیارہ برس کی کافی مدت گزر چکی ہے ' بدستور خصوصیات ہیں - پس جہانتک مقاصد و مطالب کا تعلق ہے ' کسی تشریح و تفصیل کی ضرورت نہیں - صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ الہلال تیسری مرتبہ اسلئے نکل رہا ہے تاکہ تیسری مرتبہ الہلال نکلے - الہلال کے مقاصد و مطالب کی تشریح میں اگر صفحے کے صفحے لکھڈالے جائیں ' جب بھی اتنی وضاحت نہ ہوسکے گی ' جتنی اس ایک جملہ میں موجود ہے :

تو خود حدیث مفصل بخوان ازین مجمل

ایکن ممکن ہے بعض طبیعتیں کیلئے کہ معانی و حقیقت سے کہیں زیادہ صورت و لفظ سے آشنائی رکھتے ہیں ' یہ کافی نہو اور انکا انتظار باقی رہے ' اسلئے بہتر ہوگا کہ چند الفاظ اس بارے میں بھی حوالۂ قلم کردیے جائیں -

(مقاصد خاص و مقاصد عام)

الہلال جب سنہ ١٩١٢ - میں نکلا تھا تو اس کے پیش نظر کچھہ مقاصد تو خاص قسم کے تھے اور کچھہ عام قسم کے

عام مقاصد کا تعلق عام علم و ادب اور سیاست و صحافت کے عام مباحث سے تھا ' اور مقصود یہ تھا کہ اردو زبان میں ہر اعتبار سے ایک ایسا بلند پایہ رسالہ وجود میں آجائے جو زمانہ کی رفتار ترقی کا ساتھہ دے سکے ' اور فکر و نگارش کے ہر میدان میں ایک نئی قسم کی بلندی پیدا کردے -

خاص مقاصد کا تعلق اس کی " دعوت " سے تھا - وہ دعوت جو مذہب میں مجتہدانہ نظر و فکر کا ایک نیا دروازہ کھولنی تھی ' اور سیاست میں آزادی فکر و عمل اور علوئے نظر و رائے کی طرف مسلمانوں کو لیجانا چاہتی تھی - اس کی دعوت کا معاملہ اس درجہ وسیع اور گہرا ہے کہ یا تو صرف مجمل اشارہ کیا جا سکتا ہے ' یا پوری تفصیل کی جاسکتی ہے - ادھوری تفصیل یا تفصیل نما اجمال سود مند نہوگا - اس لئے صرف اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں -

بہر حال اس کے مقاصد کا ایک حصہ " دعوت " تھا اور یہ خاص تھا - ایک حصہ علم و ادب اور صحافت و کتابۃ کے اعلی نمونوں پر مشتمل تھا اور یہ عام تھا - اس کی " دعوت " نے اگر قوم کی سیاسی و دینی ذہنیت (منٹیلٹی) میں انقلاب پیدا کرنا چاہا تھا ' تو تحریر و کتابت نے ادبیات کی رفتار بدل دینی چاہی تھی - ان دونوں قسموں کے مقاصد میں اسے کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ؟ اس کے جواب کا معاملہ اب تاریخ کے سپرد ہوچکا ہے - بہتر ہے کہ اس میں مداخلت نہ کی جائے -

دنیا اور دنیا کے ساتھہ ہندوستان گیارہ بارہ برس آگے بڑھچکا ہے ' سنہ ١٢ اور ٢٧ کے درمیان تغیر و ترقی کی ایک بڑی مسافت حائل ہے - تاہم جہانتک الہلال کے عام و خاص مقاصد کا تعلق ہے ' صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی - اسکے لئے اب بھی دونوں میدان عمل ویسے ہی منتظر و باز ہیں ' جیسے سنہ ١٢ اور ١٦ میں تھے - اب بھی اسکی " دعوت " کیلئے وقت کی احتیاج راہ تک رہی ہے - اور اسکی تحریر و کتابۃ اور آرایش اوراق و صحائف کی جگہ بزم سخن میں خالی ہے - البتہ حالات کی تبدیلی نے سفر میں نہیں لیکن منزل کے محل میں ضرور تبدیلی کردی ہے ' پہلے اگر اسکا سفر ابتدا کے نقطہ سے شروع ہوا تھا تو آپ بعد کی منزلوں سے شروع ہونا چاہیے ' پہلے دعوت کی ضرورت اسلئے تھی کہ راہ کھلے اور سفر شروع ہو ' اب کہ دروازہ کھل چکا ہے اور قدم بھی رسم و راہ سفر سے نا آشنا نہ رہے ' اسکی صدائیں اسلئے مطلوب ہیں کہ راہ کی مشکلیں حل کی جائیں ' اور سعی و طلب کے جو قدم اٹھہ چکے ہیں وہ بے راہ روی سے محفوظ رہیں :

مرا چو خضر عقل پیر باید از چپ و راست
کہ تم رہی نہ کنم ور نہ عزم راہ خطاست !

اس سلسلہ میں اگرچہ بہت سی چیزیں اہم ہیں اور انہیں جلد از جلد بیان میں آنا چاہئے ' لیکن خصوصیت کے ساتھہ تین موضوع وقت کی ضروریات کے اصلی موضوع ہیں ' اور اسلیے الہلال کے صفحات پر انکا خصوصیت کے ساتھہ انتظار کرنا چاہئے :

(١) ملک کی موجودہ سیاسی زندگی کے عملی مسائل .

(٢) مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا موجودہ ذہنی اور عملی انتشار جو پچھلی حرکت کے رد فعل (ری ایکشن) کی صورت میں نمایاں ہوا ' اور اسکے عملی مسائل و مباحث .

(٣) مسلمانان ہند کی قومی و اجتماعی ذہنیت کی تشکیل اور اسکے اہم مباحث .

(الہلال کے دینی اور علمی مباحث)

انکے علاوہ ایک اور قسم بھی اہم ہے - الہلال نے اپنے دینی و علمی مباحث میں نظر و تحقیق کا ایک خاص دروازہ کھولا تھا ' لیکن وہ محض ابتدا تھی - ضرورت تھی کہ ان بنیادوں پر عمارتیں اٹھائی جاتیں - بارہ سال گزر گئے - لوگ انتظار کرتے کرتے تھک گئے انتظار و طلب نے مایوسی کی شکل اختیار کرلی - لیکن مجھے مہلت نہ ملی کہ اس کام کی تکمیل و اشاعت کی طرف متوجہ ہوتا - جو اصحاب علم و ذوق ان چیزوں کے طالب کار تھے ' ان پر میری سیاسی مشغولیتیں شاق گزرتی تھیں - وہ چاہتے تھے ' ہمہ تن انہی کاموں کیلئے وقف ہو جاؤں - میں اپنی سیاسی مشغولیت ترک کر دینے پر قادر نہ تھا - اب بھی قادر نہیں ہوں - لیکن ساتھہ ہی یقین رکھتا ہوں کہ نہ صرف علمی و دینی تحقیقات کے لحاظ سے بلکہ خود قوم کی عملی زندگی کی صحیح نشوونما کیلئے ان کاموں کی تکمیل سب سے زیادہ ضروری ہے -

موجودہ ترکی شاعری کا ایک نمونہ

شاعـــر اور بلبل

موجودہ عہد کے ترک اهل قلم نے جدید ترکی علم ادب کو دو قسموں میں منقسم کردیا ہے- پہلی قسم "قبل از دستور" کی ہے- دوسری "بعد از دستور" کی - "دستور" سے مقصود سنہ ۱۹۰۸ کا انقلاب ہے جب عثمانی پارلیمنٹ قائم ہوئی تھی -

عہد "بعد از دستور" کے شعرا میں ضیاء الدین خسرو زادہ خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہیں- عالمگیر جنگ سے پہلے انکے کلام کا ایک مجموعہ "نغمۂ فلک" کے نام سے شائع ہوا تھا اور اس درجہ مقبول ہوا تھا کہ فرانسیسی اور طلیانی زبانوں میں بھی اسکا ترجمہ ہوگیا - اب انکے کلام کا ایک نیا مجموعہ "نغمۂ ارض" شائع ہوا ہے - "نغمۂ فلک" میں اجرام سماوی کی بزم طرب آراستہ کی گئی تھی - لیکن نغمۂ ارض زمین کے مناظر حسن اور سامان جمال کی طرف دعوت نظر اور صلائے ذوق ہے !

اِس مجموعہ میں پہلی نظم "شاعر اور بلبل" کے عنوان سے ہے اور چار حصوں میں ختم ہوئی ہے - ہم اسکے ایک حصہ کا ترجمہ آج شائع کرتے ہیں- اُردو کے شائقین ادب اِس سے اندازہ کرسکینگے کہ موجودہ ترکی شاعری کے ذوق و تخیل کا کیا حال ہے ؟

* * *

"شاعـــر اور بلبل"

شعراء نے بلبل دیکھی اور اُس سے سوال کیا :

"گانا ختم کرنے کے بعد تیری جگہہ کہاں ہوئی ؟"

بلبل نے جواب میں اپنے شیریں راگ شروع کردیے - سب کے دل گرما گیے - سب کے سر جھک گئے - ایک لمحہ کامل خاموشی میں گزر گیا !

آخر ایک شاعر نے سر اُٹھایا :

"کیسی عجیب چڑیا ہے ! دنیا کی تمام زبانیں سمجھتی ہے - اسی لیے روئے زمین کے سب ملکوں کی سیاحت کرچکی ہے !"

دوسرے نے کہا :

"بے شک یہ تمام زبانیں سمجھتی ہے - لیکن خود ایک ایسی زبان بولتی ہے جسے گو سمجھتے سب ہیں مگر بول کوئی نہیں سکتا ــــ"

سب گردنیں جھکاکر بحر خیال میں ڈوب گئے - پھر کسی نے ایک لفظ بھی نہ کہا !

* * *

شاعر جمع تھے - رات کا وقت تھا - تاریکی پھیلی ہوئی تھی - چمن زار سے بلبل نکلی - قریب کے درخت پر آ بیٹھی دلکش نغمے بلند ہوگئے - ہر شاعر کا سر بے اختیار اُٹھ گیا -

مجمع پر [illegible] خاموشی چھائی تھی !

راگ دلفریب اور فضا غمناک تھی !

ایک شاعر کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں :

"جا ' جا ' ــــ او خوش گلو گویے جا ــــ دوست عزیز ــــ آہ تو نے میرے وطن [illegible] شفاف آسمان کے نیچے پرورش پائی ہے ــــ میرے دل کے دروازے [illegible] تیرے لئے کھل گئے ــــ میں تجھسے محبت کرتا ہوں ــــ وطن عزیز اور میرے دوستوں کا حال سنا ــــ مجھے وہ دل کشا باغ و چمن یاد ہیں ــــ وہ بلوری نہر ــــ وہ چھوٹی سی پہاڑ کی چوٹی ــــ زرافشاں کرنوں میں چمکتی ہوئی ــــ وہ آباد شہر مجھے سب کچھہ ابتک یاد ہے ــــ تیری شیریں آواز نے فراموشی کے بادل میرے دماغ سے ھٹا دیے ــــ یاد داشت رفتہ واپس آگئی ــــ تذکار محزون نے پھر زخم دل نکو نشتر چبھو دیا - آہ ! مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے کان پانی بہنے کا شور سن رہے ہیں ــــ پہاڑوں اور جنگلوں سے پانی لہراتا ہوا باغوں میں چلا آ رہا ہے - ہرے بھرے باغ ــــ سرد و شیریں پانی ــــ افسوس ! میں پردیس کی مصیبتیں کیوں جھیل رہا ہوں ؟ رنج و کلفت میں کیوں اسیر ہوں ــــ ؟ "

بلبل نے راگ میں جواب دیا :

"آسمان پر سورج چاند کی جوڑی همیشہ بنی رہے ! ستاروں کی بزم عشرت کبھی برهم نہ ہو ! ہم ہر وقت اُنسے لطف اٹھاتے ہیں ــــ چشموں کے مدھ ہر انسان کیلئے کہاں ہیں ــــ امیدوں کا طائر میموں ہر دل پر بازو کھولے اُڑ رہا ہے ــــ محبت کی دیوی سب سے هم آغوش ہونے کو طیار ہے ــــ مسرت کی مقدار لا متناهی ہے ــــ عیش حیات کی صراحی کبھی خالی نہیں ہوئی ــــ کامرانی کا جام همیشہ سے گردش میں ہے ــــ جتنا جی چاہے پی لو ــــ آخر کار هم ایک ہی مکان کے صحن میں جمع ہونگے ــــ وہاں ' اُس آخری وطن میں ' اپنے محبوب عزیز کو گلے لگائینگے ــــ "

روتے ہوئے شاعر نے ٹھنڈی سانس بھری اور چپ ہوگیا -

* * *

دوسرے شاعر کی ابھری آواز بلند ہوئی :

"میرے وطن کی سرحدیں کس طرح طے کیں ؟ ــــ خوبصورت چڑیا ! هم وطنوں نے تجھے کیوں جانے دیا ؟ ــــ کسی نے بھی تجھے نہیں روکا ؟ ــــ کیا تو پھر وهاں جائیگی ؟ ــــ اگر جائیو تو مجھے بھی ساتھہ لیتی جائیو ــــ پھولوں سے لدے پھندے باغ اپنے ساتھہ لے چل! آہ وہ باغ جنکی مخملی زمین پر میری مسین بھیگی تھیں ــــ میں یہاں غمزدہ ہوں ــــ زندگی اور کامرانی کا بوسہ حاصل کرنے سے پہلے ہی قبر کی آغوش میں چلا جاونگا - آہ ' زندگی اور کامرانی کا بوسہ ــــ نئے چمکتے ہوے آفتاب کا بوسہ ــــ ماہ دو هفتہ کی سرد اور پر عیش کرنوں سے هم آغوشی ــــ لیکن میری قبر پر ایک ناتمام آنسو بھی نہیں بہایا جائیگا ــــ "

بلبل نے جواب دیا :

"آفتاب و ماهتاب کی جوڑی سلامت رہے ــــ زندگی میں سب اُنسے مسرت لوٹتے ہیں ــــ هم سب کے سروں پر آسمان کی نیلی شبنمی تنی ہے ــــ ہر دل میں آرزوئیں ہیں - [illegible] روح

ان مسودات میں حسب ذیل کتابیں ایک حد تک مرتب تھیں : تاریخ معتزلہ - سیرۃ شاہ ولی اللہ - دیوان غالب اردو پر تبصرہ - خصائص مسلم - امثال القرآن - شرف جہاں قزوینی پر تبصرہ - مقدمۂ تفسیر کا تمام اجزاء - ترجمان القرآن کا مسودہ سورۂ ہود تک - تفسیر البیان سورۂ نساء کے ابتدائی حصہ تک - مضامین اور یاد داشتوں کا ذخیرہ انکے علاوہ ہے - قیام رانچی کے ابتدائی زمانے میں دو رسالے نئے لکھنا شروع کیے تھے - ایک وحدۃ قوانین کائنات پر - دوسرا قانون انتخاب طبیعی اور معنویۃ کائنات پر - انکے اوراق بھی اسی ذخیرہ میں شامل ہوگئے -

اسکے بعد رانچی کی زندگی میں وہاں کی مقامی خدمات سے جسقدر وقت بچا' تصنیف و تالیف میں صرف ہوا - مقدمہ' ترجمہ' اور تفسیر کے بارے میں بہت سی تبدیلیاں فکر و خیال میں ہوگئی تھیں - تقریباً از سر نو کام شروع ہوا تھا - جنوری سنہ ۲۰ - میں اپنا تمام نیا ذخیرہ لیکر رانچی سے نکلا - اس مرتبہ ارادہ کرلیا تھا کہ کم از کم ترجمان القرآن کسی نہ کسی طرح شائع کر دینا چاہئے - اسی خیال سے متن قرآن کی کاپیاں ایک دوست عزیز کے اپنے اہتمام و صرف سے لاہور میں لکھوالیں' اور ترجمہ کی کتابت کا کام بھی ستمبر ۱۹۲۱ - میں شروع ہوگیا -

اگر پانچ چھہ ماہ تک بھی یہ حالت باقی رہتی' تو باوجود ہر طرح کی سیاسی مشغولیتوں کی سرگرانیوں کے' عجب نہیں کہ کسی نہ کسی طرح یہ ایک چیز مکمل ہوجاتی - لیکن اسے کیا کیجیے کہ اگر ایک طرف ان خرمن سازیوں اور سرمایہ اندوزیوں کی کوششیں جاری تھیں - تو دوسری طرف نگاہ برق کی دعوت میں بھی کوتاہی نہیں ہوتی تھی - ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو میں گرفتار ہوا' اور پھر خانہ تلاشیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا - مختلف اغراض سے (جنکی تشریح کا یہ موقعہ نہیں) پے در پے تلاشیاں کی گئیں -

نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف بے شمار مسودات و اوراق' بلکہ کتابت کی ہوئی کاپیوں کا بھی تمام ذخیرہ پریشان و منتشر ہوکر پولیس کے قبضہ میں چلا گیا - ۹ - جنوری سنہ ۲۳ - کو جب رہا ہوکر واپس آیا' تو سنہ ۱۹۱۶ - سے لیکر سنہ ۲۰ - تک کی تمام محنت تقریباً رائگاں ہوچکی تھی !

و متی یساعدنا الوصال و دھرنا * یومان' یوم نوی ؛ یوم صدود

عرصہ کی رد و کد کے بعد اوراق واپس ملے' لیکن تمام تر ناقص' منتشر' اور برباد شدہ تھے - اب بغیر نئی محنت کے اُن کا کوئی حصہ بھی کام نہیں دے سکتا تھا - یہ بربادی پہلی بربادی سے بھی زیادہ ہمت شکن تھی' لیکن چونکہ خود اختیاری حالات کا نتیجہ تھی اس لئے جس طرح پہلی مرتبہ صبر و خاموشی کے ساتھ برداشت کرلی گئی تھی' اس مرتبہ بھی برداشت کرلینی پڑی - حتی کہ آج سے پہلے شاید اسکا تذکرہ بھی قلم و زبان سے آشنا نہیں ہوا -

جن لوگوں کو تصنیف و تالیف کے معاملات کی خبر ہے' وہ جانتے ہیں کہ ایک مفکر اور اہل قلم کے لئے یہ بات کتنی مشکل اور اذیت دہ ہوتی ہے کہ اپنی لکھی ہوئی چیز برباد دیکھے اور دوبارہ قلم اُٹھانے پر مجبور ہو - مشہور ہے کہ جب کارلائل کی تاریخ انقلاب فرانس کا مسودہ جل گیا' تو عرصہ تک اس کا یہ حال تھا کہ قلم پکڑتا اور بغیر ایک حرف لکھے چھوڑ دیتا - کارلائل کا حادثہ اتفاقی تھا - اس لیے اسے شکایت زیب دیتی تھی اور اُس کی بے شکیبی بھی قابل ملامت نہیں - لیکن میرے حوادث پیش آئے' اتفاقی نہ تھے - اختیاری تھے - اس لیے دل کے لیے جتنے ہی درد انگیز اور ہمت شکن ہوں' لیکن دماغ کے لیے ان میں کوئی وجہ شکایت نہیں ہوسکتی تھی - مجھے دونوں مرتبہ تسلیم کرلینا

پڑا کہ یا تو اس طرح کی زندگی اختیار نہیں کرنی تھی - کی ہے تو پھر اس کے تمام لازمی نتائج گوارا کرلینے چاہئیں - سرمد کا فیصلہ صرف ایک گرشتۂ عشق ہی کا نہیں بلکہ انسان کی تمام سعیوں کیلئے عام و ابدی فیصلہ ہے :

یا تن بہ رضاء دوست می باید داد * یا قطع نظر ز یار می باید کرد !

قصد کے خلاف اس حصۂ بیان میں بہت طول ہوگیا - مختصر یہ ہے کہ جہانتک میری مذہبی اور علمی تدوینات کا تعلق ہے' حالات کی رفتار کچھہ عجیب طرح کی رہی ہے عرصہ کے انتظار و التواء اور بار بار کی تعمیر و تخریب سے طبیعت کچھہ اس طرح اُکتا گئی ہے کہ اب نہ تو ترتیب و ضبط کی طرف مائل ہے' نہ آرائش گفتار اور زینت بیان کا شوق ہے - صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح بھی بنے' اور جس شکل و حالت میں بھی ممکن ہو' وہ تمام مطالب و تحقیقات ایک مرتبہ شائع ہو جائیں' جو اس تمام مدت کی دماغی گردش و جستجو کا نتیجہ ہیں -

چنانچہ اب کہ الہلال تیسری مرتبہ شائع کرنا پڑا ہے' اسکے صفحات کا ایک خاص حصہ اس مقصد کیلئے بھی وقف رہیگا -

البتہ یہ یاد رہے کہ نہ تو ہر طبیعت ان مباحث کی شائق ہے اور نہ ہر مخاطب انکے بار فہم کا متحمل :

بزم میں اہل سخن بھی ہیں تماشائی بھی !

رسالہ کی حسن ترتیب بھی اسکی متحمل نہیں کہ کوئی ایک ہی قسم کی چیز زیادہ جگہ روک لے - اسلئے ناگزیر ہے کہ حسب گنجائش جستہ جستہ جگہ نکالی جاے' اور ترتیب اشاعت ایسی اختیار کی جاے کہ صحبت کا ذائقہ بدلتا رہے - ایک ہی سلسلۂ بیان سے طبیعتیں اُکتا نہ جائیں -

(عام مقاصد)

لیکن اگر ان خاص مقاصد سے قطع نظر کر لی جاے' جب بھی عام مقاصد کی ضرورت و اہمیت کا یہ حال ہے کہ اگر الہلال کے درجہ کے دس رسالے بھی ملک میں شائع ہوں جب بھی ضرورت پوری نہوگی:

چند حقیقتیں صاف اور تسلیم شدہ ہیں - یقیناً ان میں دو رایوں کی گنجایش نہیں : موجودہ زمانہ " پریس " اور مطبوعات کا زمانہ ہے - نہ صرف علم و ادب کی ترقی کیلئے بلکہ قومی و اجتماعی زندگی کی نشو ونما کیلئے بھی انکا وجود ناگزیر ہے - علم و ادب کی صحیح ترقی بجاے خود قوم کے اجتماعی ذہن و فکر کی ترقی ہے - جیسی جیسی اسکی سطح بلند ہوتی' اتنی ہی قومی زندگی کی سطح بھی بلند ہوتی جائیگی - جہانتک " پریس " اور صحافۃ (جرنلزم) کا تعلق ہے' دنیا اسقدر آگے نکل چکی ہے کہ اب دس برس پیشتر کی صحافۃ صدیوں کی پرانی چیز معلوم ہوتی ہے - قومی زندگی کی تعمیر کیلئے ایک بنیاد کی اینٹ زبان ہے' زبان کی ترقی کے لئے پہلی چیز اسکی ادبیات (لٹریچر) ہیں' ادبیات کی نشو و نما بغیر اعلی درجہ کے رسائل و مطبوعات کے ممکن نہیں -

یہ' اور اس طرح کی وہ تمام باتیں جو معروف و معلوم ہیں' اگر صحیح ہیں' تو کیا اسکی ضرورت لوگ محسوس نہیں کرتے کہ تمام بر اعظم ہند میں کم از کم ایک رسالہ اردو کا ایسا موجود ہو جو اپنی ظاہری اور باطنی خصوصیات میں دنیا کی ترقی یافتہ صحافۃ کا نمونہ پیش کرسکے ؟

دنیا نے انیسویں صدی کے اوائل میں طباعت و صحافۃ کا کام جس نقطہ پر چھوڑا تھا' اردو زبان کی صحافۃ سنہ ۱۹۲۷ - میں اُس پر قناعت کیے ہوے ہے - آخر یہ حالت کب تک باقی رہیگی ؟

مطبوعات جدیدہ

کیا یورپ میں عربي نسل موجود ھے ؟

مندرجۂ صدر سوال کے جواب میں ڈاکٹر احمد شاھین ایک مصري اهل قلم نے ایک دلچسپ کتاب شائع کي ھے جو مصر کي تازہ ڈاک میں آئي ھے - اِس میں مختلف تاریخي اور جغرافیائي مصادر سے ثابت کیا ھے کہ اسوقت تک براعظم یورپ کے مختلف مقامات میں عربي نسل کي آبادیاں موجود ھیں - غالباً اس موضوع پر یہ پہلي کتاب ھے جو تاریخي تحقیقات کا ایک نیا میدان اهل نظر کیلئے مہیا کرتي ھے - مصنف نے فرانس کي عربي النسل آبادي کے بارے میں جو کچھه لکھا ھے' هم اس کا خلاصه یہاں ترجمه کر کے درج کرتے ھیں :

" ساتویں صدي کے اوائل میں عربوں نے فرانس پر حکمراني کي تھي - کاسون کے علاقه پر اُنکا پورا قبضه تھا اور یگور' رویگ' جیوِد' وان ڈگلے' لورا' اور وادي رون تک اُنکي فوجیں بڑھتي رھتي تھیں - اُنکا سب سے بڑا حریف ڈیوک ڈاکٹن تھا' اور برابر مقابلے کر رھا تھا - لیکن جب اُسکا ایک نیا دشمن پرنس چارلس مارٹل پیدا ھو گیا' تو اُس نے عربوں سے صلح کرلي اور اپني لڑکي عرب سپه سالار عثمان بن علي سے بیاہ دي - اسکے بعد سنه ۲۵۵ ھ میں خود عربوں میں پھوٹ پڑ گئي - سپہ سالار عثمان نے خلیفۂ اندلس سے الگ ھو کر خود مختاري کا اعلان کر دیا - خلیفه نے اُسکي سرکوبي کیلیے ایک فوج گراں بھیجي - اهل یورپ نے یه حالت دیکھي تو باھم متفق ھوکر عربوں کے مقابله پر آ گئے اور " بواتیه " کا تاریخي معرکه واقع ھوا - عربوں کو شکست ھوئي' اور وہ فرانس میں ھرطرف بھاگ نکلے - فرانس کے عام باشندوں نے انکے ساتھه بد سلوکي نہیں کي' بلکه مفرورین کا گرم جوشي سے خیر مقدم کیا - اُنکي شرافت' نیکي' اور اخلاق کي شہرت وہ مدت سے سنتے آئے تھے .

فرانسیسیوں کا یه حسن ظن آج تک باقي ھے - دیہاتوں میں ابتک عربوں کي شجاعت اور فیاضي کي داستانیں پھیلي ھوئي ھیں جب کاموں سے فارغ ھوکر فرانسیسي کسان رات کے وقت بیٹھتے ھیں تو یه پراني کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے ھیں .

مقام مونٹر کسویل کے قریب ایک گاؤں " کرندلیه " نام موجود ھے - یہاں کے باشندے عام فرانسیسیوں سے بالکل علحدہ زندگي بسر کرتے ھیں - آپسے رشته داریاں بھي منظور نہیں کرتے - اِنکي زبان بھي خاص ھے دوسرے لوگ اُسے نہیں سمجھتے - کیونکه اُس میں عربي الفاظ بکثرت موجود ھیں - یه لوگ شادي کي تقریب میں فرانسیسیوں کي طرح ناچ کے جلسے بھي نہیں کرتے - اپني عورتوں کو باھر نکلنے سے بھي روکتے ھیں - اُنکي اکثر عورتیں ابتک برقعه پہنتي ھیں .

فرانس کے علاقوں میں بکثرت ایسے دیہاتي موجود ھیں جو اپنے رنگ' ذھانت' اور محنت و مشقت میں تمام فرانسیسیوں سے بالکل مختلف ھیں - یه لوگ بھي دراصل عربي نسل سے ھیں - ملک کي آب و ھوا نے اُنپر زیادہ اثر نہیں ڈالا - صرف زبان بدل گئي ھے - تاھم " الله " کا تلفظ اسوقت تک صاف کرتے ھیں - اِس لفظ کا استعمال اُنکي زبان میں عام ھے - اور بھي بہت سے عربي لفظ اُنکي بول چال میں موجود ھیں .

یهي باعث ھے که مشہور فرانسیسي مورخ مسیو حمو نے لکھا ھے :

" جب کسي کسان کو دبلا' سانولا' تیز نظر' اور چوڑي باؤ' تو سمجھه لو که وہ قدیم عربوں کي نسل سے ھے "

ایک دوسرا مورخ تصریح کرتا ھے :

" میں نے بہت سے فرانسیسي کسان ایسے دیکھے ھیں جنکے نام ابتک عربي ھیں - مثلاً فتح الله' عبد الله' باب الله وغیرہ - اُن کي زبان بھي عربي ھے اگرچه بگڑ گئي ھے - میرے سوال پر اُنھوں نے بتایا که اُن کا نسب محفوظ ھے اور یه که وہ عربي النسل ھیں "

ڈوسب اور ڈوریان بوگے کے علاقوں کے باشندے ابتک عربوں کو یاد کرتے اور اُن کي بڑي تعریفیں کرتے ھیں - وہ تمام قدیم آثار اور شکسته قلعوں کو عربي بتاتے ھیں - مغربي اور متوسط فرانس میں ابتک بہت سي عربي یادگاریں مثلاً پھاٹک اور تالاب وغیرہ موجود ھیں - اُن کے نام بھي عربي ھیں - اگرچه اُنھیں فرانسیسي لب و لہجه نے مسخ کر ڈالا ھے .

تاریخ' عربي فتوحات کي برکتوں کے ذکر سے لبریز ھے - اُنھوں نے صرف یهي نہیں کیا که اُن تاریک زمانوں میں علم کا نور فرانس میں پھیلایا بلکه ھر طرح کي تمدني اصلاحات بھي جاري کیں - چنانچه آب پاشي کے ذرائع اُنھي نے مہیا کیے اور باشندوں کو اُنسے فائدہ اٹھانے کے طریقے سکھائے - مختلف قسم کے غلے لے گئے اور اُنکي کاشت رائج کي - الپس کے پہاڑوں پر عمدہ گھاس مویشیوں کیلئے اُنھي کي پیدا کي ھوئي ھے - اوبوسوں کے علاقے میں دري اور قالین بننے کے کارخانے قائم کئے - کورتین نامي گاؤں میں ابتک اِن کارخانوں کے عرب مزدوروں کي نسل موجود ھے - عربوں کے جانے سے پہلے فرانسیسي کشتي اور جہاز بنانا نہیں جانتے تھے - عربوں ھي سے اُنھوں نے یه فن سیکھا - موسیو فرومندین اور کلوجه زندہ مورخین نے اپني کتابوں میں ثابت کیا ھے که اهل فرانس نے فن تعمیر بھي عربوں ھي سے سیکھا تھا - اِسکا زندہ ثبوت ابتک موجود ھے - فرانس کا موجودہ فن تعمیر صاف بتا رھا ھے که عربي ذوق اُس میں کار فرما ھے "

میں امیدوں کا بسیرا ہے — سب کا مسرت میں حصہ ہے — نہ تو سورج کی کرنوں نے کبھی بخل کیا - نہ چاند کی بخشش جمال میں کبھی کوتاہی ہوئی — آخر کار ہم سب ایک ہی چار دیواری میں جمع ہونگے — جہاں اپنے محبوب عزیز کے بوسہ ہاے عشق سے لذت دوام حاصل کرینگے ! "

***

عین اُس وقت کالی گھٹائیں ہٹ گئیں - ستاروں کے جھرمٹ میں بدر منیر جھومتا ہوا بر آمد ہوا -

تمام تاریکیاں معدوم ہوگئی تھیں - آسمان کی مجلس شب افروز آراستہ تھی - نور کے فرشتے صف بستہ کھڑے تھے !

ایک شاعر نے دبی زبان سے کہا :

" بلبل اپنی نغمہ سرائی میں صادق اور اپنے زیر و بم میں معصوم ہے — یہ دیکھو ماہتاب سامنے ہے — اُسکی روپہلی چاندنی ہمیں دعوت نشاط دے رہی ہے ! آخر کار دوستوں سے ملاقات یقینی ہے — پھر ہم کیوں رنج کریں ؟ کیا سورج کی چمک ' چاند کی مسکراہٹ ' ستاروں کی شب افروزی ' پھولوں کا قہقہہ ' شاخوں کا رقص ' باد صبا کی اٹکھیلیاں ' دریاؤں کی خوش خرامی ' اور پھر فطرۃ کے اس تمام جلوہ زار عیش و جمال کے سامنے اس مطرب کائنات کی نغمہ سنجی ' ہمارے سرور روح کیلیے کافی نہیں ؟ "

سب کے چہروں پر اطمینان کا سکون پھیل گیا - لبوں پر تبسم دوڑنے لگا - گویا اِس طائر میمون نے فکروں کا پہاڑ سر سے گرا دیا -

اب ہجر و فراق کا تلخ جام سب کے سامنے سے ہٹ گیا تھا - عیش دوام کی صراحی سب کے منہ سے لگی تھی !

***

آتش دان کے سامنے ایک بڑھا چپ بیٹھا تھا - افسردہ نگاہیں آگ پر تھیں - ٹھنڈی سانس لیکر بولا :

" آہ ! میں اِس ایندھن کی طرح ہوں — قریب ہے کہ سب لکڑی جل جائیگی — بالکل جل جائیگی — اِسی طرح میں بھی عنقریب جل جاؤنگا — سر تا سر جل جاؤنگا — "

لیکن فوراً بلبل کی آواز کان میں آئی - مایوس بڑھا جھنجھلا کر بولا :

" چپ اَو زباں دراز چڑیا چپ — جوانی کے دن یاد نہ دلا — وہ دن جب جسم میں قوت اور چستی تھی — جب نہ آنکھیں دیکھنے سے تھکتی تھیں ' نہ کان سننے سے — خوشی کے دنوں کی یاد تازہ نہ کر — میں اب زندہ اور پر امید انسان کی جگہ ہڈیوں کا ایک ڈھیر ہوں — مجھے پچھلا زمانہ بھول جانے دے — "

بلبل نے جواب دیا :

" ماضی بعینہ مستقبل ہے — اگر مستقبل تاریک ہے تو ماضی کی یاد اُسے روشن کردیگی — ماضی کی روح پرور نسیم ' حاضر کی گرمی ہلکا کردیگی — آفتاب زندگی ہر وقت درخشاں ہے — خود ہم اُسے اپنے فکروں کے بادلوں سے چھپا دیتے ہیں — "

ماضی ' حاضر ' مستقبل ' تینوں بڑھے کے دماغ میں آئے اور مل جل گئے - دل میں گدگدی پیدا ہوئی - آرزوں کے معطر پھول شگفتہ ہوگئے - وہ پھول جو چالیس برس کی عمر میں کلیوں کی پنکھڑیاں توڑ کر مسکرائے تھے !

بڑھے نے آہستہ سے کہا :

" بلبل نے سچ کہا — بے شک زندگی کا آفتاب ہر وقت روشن ہے — شباب اور پیری ایک ہی ہے — عاقل پیری کو بھی جوانی بنا سکتا ہے — بشرطیکہ جوانی کا پر جوش پانی بڑھاپے کے ساکن پانی میں ملا دے — مسرت کے دنوں کی یاد سے بڑھکر بھی کیا اس دنیا میں کوئی مسرت ہوسکتی ہے ؟ "

پھر وہ چارپائی پر لیٹ گیا اور بلبل کے نغموں میں بے خبر سو گیا !

ماں

(مادری محبت و شعور پر چند خیالات)

" دنیا کا سب سے زیادہ دلکش اور موثر منظر کیا ہے ؟ ماں کے وجود کا منظر ہے جب وہ اپنے بچہ کو تمنا بھری نظروں سے دیکھتی ہے ! اِس سے زیادہ دلفریب نظارہ کوئی نہیں ہوسکتا کہ ہر قسم کے افکار و خیالات سے خالی الذہن ' سادہ دل بچہ کودتا اچھلتا پھرتا ہے ' اور اُسکی ماں مادرانہ محبت و ہوشیاری سے اُسکی معصومانہ حرکتوں کی نگرانی کر رہی ہے !" (نامق کمال)

***

" اُس احساس سے زیادہ خوشگوار احساس شاید کوئی نہیں جو ماں کے دل میں اپنے بچہ کے کھلانے کے وقت پیدا ہوتا ہے ! - اس احساس سے زیادہ الم ناک احساس کوئی نہیں جو ماں اپنے بچہ کو تکلیف میں دیکھکر محسوس کرتی ہے - اِس باب میں عورت ' مرد سے کہیں زیادہ زندگی اور زندگی کی حقیقت کا شعور رکھتی ہے "

" انسان ' باپ سے زیادہ ماں سے متاثر ہوتا ہے - سب سے پہلی صورت جو ہمارے ذہن میں قائم ہوتی ہے وہ ہماری ماں ہی کی صورت ہوتی ہے - ہم زندگی بھر اُس صورت سے متاثر رہتے ہیں - جب ہم حسن کا احساس کرتے ہیں تو ہمارے سامنے اپنی ماں کا وہ چہرہ آجاتا ہے جو ہمیں ہنسایا کرتا تھا - کبھی ہم اُسی کے خط و خال کو نا دانستہ حسن کا معیار قرار دیتے ہیں - ہم اپنی ماں کے کس قدر مزاج داں ہوتے ہیں ؟ صرف اُس کی آنکھیں دیکھکر ہم سمجھہ جاتے ہیں کہ وہ خوش ہے یا ناخوش ' حالانکہ ہم بالکل بچہ ہوتے ہیں اور ہمارا سادہ ذہن دنیا کی کوئی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا " (بوفی)

***

" دنیا کی کوئی زبان بھی مادری محبت کی قوت ' خوبصورتی ' اور بہادری کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی - مرد جھجک کر رہ جاتا ہے - اُس کی قوت جواب دے جاتی ہے ' مگر ماں اپنے بیٹے کی محبت میں کبھی کمزور اور سست نہیں پڑتی - ماں ہمیشہ امانت و اخلاص کا ستارہ بنکر زندگی کے اِس صحرا میں اپنے بچے کی رہنمائی کرتی رہتی ہے " (شاپن)

***

" باپ بے اعتنائی کرسکتا ہے - بھائی دشمن بن سکتا ہے - زن و شو میں عداوت پیدا ہوسکتی ہے - لیکن ماں کی محبت میں کبھی فتور نہیں پڑ سکتا - وہ زندگی بھر یکساں حالت میں تر و تازہ رہتی ہے - لڑکا کتنے ہی قصور کرے ' ماں کی محبت برقرار رہتی ہے - وہ ہمیشہ آس لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کسی نہ کسی دن اُس کا لخت جگر نادم ہوکر اُس کی شفقت بھری گود میں ضرور آجائیگا - ماں زندگی بھر بچہ کی مسکراہٹ یاد رکھتی ہے - وہ مسکراہٹ جو اُس کے سینہ کو مسرت سے لبریز کردیتی تھی ! اِس یاد کی [illegible] زندگی میں وہ کسی طرح بھی اپنی مادری محبت سے دست بردار نہیں ہوسکتی " ([illegible])

ذریعہ جسم انساني تک پہنچ جاتي هيں - یہ اثر اگرچہ خطرناک نہیں ہے مگر کافي گھبراہٹ اور دهشت طاري کردیتا ہے - اس مچھلي کي یہ برقي قوت ایک مرتبه عمل کرنے کے بعد پھر عارضي طور پر ختم هو جاتي ہے اور جب تک کچھ عرصه سکون و آرام کي زندگي بسر نه کرلے کام نہیں دیسکتي .

تارپیڈو کي تقریباً بیس قسمیں گرم اور نیم گرم سمندروں کے متفرق حصوں میں پائي جاتي هیں .

(نیل کي برقي مچھلي)

برقي مچھلیوں کي دوسري جنس دریاے نیل میں پائي جاتي ہے ' جس کو علمي اصطلاح میں الکٹریکس مالپٹیرورس (Electricus Malapterurus) کہتے هیں - اس کي صورت تارپیڈو مچھلي سے مختلف ہے - یه ایک چھوٹي سي مضبوط وزن دار مچھلي ہے جس کي کھال چکني اور پر چھوٹے چھوٹے هوتے هیں - اسکي مونچھیں بھي هوتي هیں مگر چھوٹي - بھورے جسم پر چھوٹے چھوٹے سیاہ داغ هوتے هیں - اس مچھلي کا بھي برقي آله ویسا هي تارپیڈو مچھلیوں کي طرح هوتا ہے .

(ستارہ بیں)

برقي مچھلیوں کي تیسري قسم داغدار ہے - اس کا اصطلاحي نام اسٹروسکوپس گوٹیٹس (Astrascopus guttatus) ہے - اسکي شکل سب سے علحدہ اور عجیب هوتي ہے یہ ایک چھوٹي مگر قوي الجثه مچھلي ہے جو ایک فٹ لمبي اور صورت میں مینڈک سے مشابه هوتي ہے - اسکا سر بڑا اور اوپر کي طرف

تارپیڈو برقي مچھلي

چپٹا هوتا ہے - اسکے تھوتھن اور کھردرے بدن پر چھوٹے چھوٹے چھلکے هوتے هیں جسم کے اوپر کا حصه چھوٹے چھوٹے گول داغوں سے بھرا هوتا ہے

اس کي اصلي خصوصیت اسکے سر کي ساخت ہے - یه سر ایک مربع بکس کي طرح هوتا ہے - دونوں آنکھیں سرے پر اس طرح لگي هوتي هیں که ادھر اودھر یا نیچے نہیں دیکھ سکتیں - یہي وجہ ہے که اسکا نام ستارہ بیں (Star gazer) رکھا گیا ہے -

اس مچھلي کي آنکھوں کے پیچھے ایک جوڑے کے دو چھوٹے چھوٹے برقي خزانے هوتے هیں - پرنسٹن یونیورسٹي کے پروفیسر اولرک ڈاهلگرن (U ric Dahlgren) نے اس برقي خزانے کے اجزاء کا مطالعه کیا ہے - اس برقي آله کي ساخت بالکل نئي وضع کي ہے - اس میں بہت سے مسطح پرت مساوي مقدار کے هوتے هیں جنکو الکٹروپلیکس (Electroplax) کہتے هیں ' اور هر دو پرتوں کے درمیان ایک گاڑھا قوام هوتا ہے - ستارہ بیں مچھلیوں کي بہت سي دوسري قسمیں جاپان اور یورپ کے ساحلوں پر ملتي هیں - چونکه یه مچھلیاں گوشت خوار هیں ' اسلئے قرینه یہي ہے که چھوٹي چھوٹي مچھلیاں برقي صدمے سے بیحس هوکر انکے وسیع دھانے کا نواله بن جاتي هونگي -

(برقي ایل)

جس مچھلي میں سب سے زیادہ برقي قوت ودیعت کي گئي ہے وہ برقي ایل (Eel) ہے جسکا اصطلاحي نام الکٹریکس الکٹروفورس (Electricus Electroforus) ہے - یہ مچھلي برازیل اور گائنا کے دریاؤں میں پائي جاتي ہے - ایل مچھلي کو هندوستان میں بام مچھلي کہتے هیں اور کھائي بھي جاتي ہے - برقي ایل اگرچه اپني لمبي اور سانپ نما شکل میں بام مچھلي سے مشابه هوتي ہے مگر علم حیوانات کي تحقیقات میں اسکي باطني ساخت بام سے مختلف ہے -

برقي ایل اپني برقي قوت میں تمام برقي مچھلیوں سے زیادہ طاقتور ہے - یه برقي آلات کے دو جوڑے رکھتي ہے اور دونوں میں به کثرت چھوٹي چھوٹي کوٹھریاں هوتي هیں - اس برقي آله کا ایک جوڑا اسکي دم کے اوپر هوتا ہے ' دوسرا نیچے - برازیل کي حد میں برازیل کي برقي ایل کي لمبائي چھ فٹ تک هوتي ہے - اس کا برقي صدمه ایسا تیز و شدید هوتا ہے که مس هوتے هي جسم کو بالکل شل کردیتا ہے .

ڈاکٹر ایم ' اي ' بلاک (M. E. Block) اپني کتاب مچھلیوں کي طبعي تاریخ (Natur.l History) میں برقي ایل پر متعدد تجربوں کا بیان کرتے هیں - ان سے ظاهر هوتا ہے کہ یہ مچھلیاں جب [illegible] میں هوتي هیں [illegible] برقي صدمه [illegible] [illegible] لہرائے لگتي ہے - اسمیں جسقدر سختي زیادہ هوگي اتنا هي زیادہ برق کا صدمه بھي شدید هوگا - جب یه اپني آزادي کي حالت میں پاني کے اندر هوتي هیں تو ان میں برقي قوت زیادہ رهتي ہے ' مگر جب قید کرلي جاتي هیں تو گھٹ جاتي ہے -

تارپیڈو کا برقي خزانه [illegible]

جب برقي مچھلي مرنے لگتي ہے تو اسکي برقي قوت بھي کم هوتي جاتي ہے - یہانتک که مرنے کے بعد بالکل زائل هوجاتي ہے - ان مچھلیوں کي برقي لہر دھات کي اشیا اور تمام برق بردار conductor اشیاء میں فوراً سرائت کرجاتي ہے مگر شیشه اور ریشم پر اثر نہیں کرتي - چھوٹي مچھلیاں ان سے مس هوتے هي شل هوجاتي هیں اور یه به آساني اُن کا شکار کرلیتي هیں .

بعض لوگوں نے دعوا کیا ہے که اگر دھات کے دو تاروں سے یه مچھلي چھو دي جائے تو دونوں تاروں کے درمیان ایک برقي شرارہ پیدا هوجائیگا - مگر یه دعوی ابھي تجربے کا محتاج ہے - ایک ماهر بیان کرتا ہے که اکتالیس آدمي ایک دوسرے کا هاتھ پکڑ کر حلقه میں کھڑے هوگئے ' اور اس حلقه کے ایک سرے پر برقي ایل کا جسم چھو دیا گیا - معاً حلقه کے تمام آدمیوں کو اسي طرح کا برقي صدمه محسوس هوا جیسا کسي بہت بڑے برقي آله کے استعمال سے هوسکتا ہے !

مذاکرۂ علمیّه

برقي مچهلياں

حکمت الهي کي کارفرمائياں بهي کيسي عجيب و غريب هيں! انسان نے لاکهوں برس کي سراغ رسانيوں کے بعد کائنات کي ايک سب سے بڑي قوت کا کهوج لگايا جسکا نام قوت برق هے - يه قوت آج اس کي کاربرداري کا سب سے بڑا خزانه هے - زمين اس سے روشن هوتي هے - آسمان پر طيارے اسي کے ذريعه اڑتے هيں - سواري کيلئے سب سے بڑا مرکب يهي هے - کارخانوں کيلئے سب سے بڑي قوت حرکت اسي سے ملتي هے - خبر رساني بهي اسي کي بدولت هے [illegible] دار و مدار هے - زمين کي طاقت کے تمام خزانے خالي هو جائيں' ليکن اس لازوال خزانے کے ختم هو جانے کا کبهي انديشه نهيں -

ليکن جب انسان نے اس عجيب خزانۂ قوت پر قبضه کرکے فخر و غرور سے سر اٹهايا' تو قدرت نے اپنے پردۂ اسرار کا ايک نيا گوشه کهول ديا - انسان نے ديکها اور ديکهکر ششدر رهگيا که جس چيز کو وه اپني طاقتوں کا سب سے بڑا خزانه سمجهکر اسقدر مغرور هو رها هے' وه قدرت کے کارخانۂ حيات ميں اس سے زياده قدر و قيمت نهيں رکهتي که چند حقير اور مجهول جانوروں کے جنگ و شکار کا ايک معمولي سا هتهيار هے!

قدرت نے هر جاندار کو اسکي غذا کے حصول کيلئے مختلف قسم کي قوتيں اور طرح طرح کے آلات ديے هيں - کسي جانور کے پاس بڑے بڑے پنجے هيں - کسي کے پاس لمبے لمبے دانت هيں' کوئي سينگ کے هتهيار سے لڑتا هے' کوئي اپني تيز سانس کے ذريعه اپنا شکار کهينچ ليتا هے - ايسا هي ايک هتهيار برقي قوت کا خزانه (بيٹري) بهي هے - جن جانوروں کے پاس يه خزانه هے' وه اسے ايک هتهيار کي طرح کام ميں لاتے هيں - جب انکا شکار قريب آتا هے' تو برقي قوت کي لهريں اسے بے هوش يا شل کر ڈالديتي هيں' اور وه اسے به آساني اپنا نواله بنا ليتے هيں!

ان جانوروں کا برقي خزانه انکے دوران خون کي حرکت سے کچهه عجيب تعلق رکهتا هے که هميشه برقي قوت اس سے حاصل کي رهتي هے - قوت کي تيزي اور اجراء کيلئے محرک کي ضرورت هے - يه کام انکے جوش اور غضب کے هيجان سے ليا جاتا هے - جونهي وه جوش ميں آتے هيں' غضب و هيجان کي حرارت برقي خزانه کيلئے تازه قوت بهم پهنچا ديتي هے' اور برقي لهريں تيزي کے ساتهه اٹهنے اور ٹکرانے لگتي هيں!

ان جانوروں ميں سب سے زياده عجيب برقي مچهلياں هيں - آج هم انکي بعض اقسام کي تشريح کرتے هيں - يه تشريح اس دلچسپ اور محققانه مضمون سے ماخوذ هے جو رساله سائنٹفک امريکن کي پچهلي اشاعت ميں شائع هوا هے -

([illegible])

سنه ۱۸۸۲ع کے موسم سرما ميں جب [illegible] کي وسٹ Key west کي [illegible] تحقيق ميں مشغول تها تو ايک [illegible] مچهلي اسکے هاتهه ميں لگي [illegible] - اس نے کہا [illegible] مچهلي [illegible] ميں نے اس کے جسم ميں [illegible] اس سے مس هوا [illegible] هوگيا!

برقي مچهلي کا يه پهلا انکشاف تها -

([illegible])

يه مچهلي اس جنس کي [illegible] Torpebo يا برقي رے (Electric ray) [illegible] اس جنس کي [illegible] سب سے چهوٹي قسم کي مچهلي تهي - [illegible] (Bahama) [illegible] کي (Key west) کے [illegible] "[illegible]" (numb fish) يعني [illegible] کهتے هيں - [illegible] زمانے ميں اس طرح کي [illegible] [illegible] هونگي [illegible] سے [illegible]؟

[illegible] مچهليوں کا جسم [illegible] عموماً [illegible] هوتي هے - يه برقي مچهلياں [illegible] ميں ساحل کے قريب [illegible] جو امريکه کي [illegible] الکاهل کي تارپيڈو [illegible] طول [illegible] هوتا هے اور وزن ايک من [illegible] سے زياده نهيں هوتا - رنگ [illegible] هے - [illegible] طور پر غذا کے [illegible] نهيں کي جاتيں -

[illegible] تارپيڈو مچهليوں کا برقي آله [illegible] هوتا هے - يه آله ايک [illegible] کي طرح هوتا هے [illegible] کي [illegible] کي طرح [illegible] چهوٹي [illegible] بهي هوتي هيں - [illegible] ابهي [illegible] چارسو تک ديکهي گئي هيں - اس طرح کي تهيلياں [illegible] کے نيچے' سر کے دونوں جانب' آنکهوں کے پيچهے' اور [illegible] کے جڑ سے ملي هوئي پائي گئي هيں - اس تهيلي کي هر کوٹهري گويا جسم کے پٹهوں کي ايک تبديل شده صورت هے - وه ايک شفاف اور متحرک گاڑهے قوام (Jelly) سے بهري هوتي هے -

تارپيڈو مچهلي ميں اس تهيلي کا برقي خزانه سب سے بڑا هوتا هے - وه اپنے دشمن پر اسي هتهيار سے حمله کرتي اور اسے شل کرديتي هے - چاقو' برچهي' تلوار سے اس پر حمله نهيں کيا جاسکتا کيونکه دهات کي اشياء فوراً برقي لهر قبول کرليتي هيں اور ان کے

موجوده زمانے کي سب سے بڑي خصوصيت يه بتلائي جاتي ہے
که علوم و تمدن کي ترقي اور سير و حرکت کے حيرت انگيز وسائل نے
قوموں اور ملکوں کا تفرقه دور کر ديا ہے ' بحر و بر کے ڈانڈے مل گئے
هيں ' اور ساري دنيا ايسي هوگئي ہے ' جيسے ايک مسلسل آبادي
کے مختلف محلے اور حصے هوتے هيں !

ليکن اس پر بهي هم ديکهه رہے هيں که قوموں اور ملکوں کے
مکان کا تفرقه جسقدر کم هوتا جاتا ہے ' دل اور دماغ کا تفرقه اُتنا هي
بڑهتا جاتا ہے - جسقدر تيزي سے بيسويں صدي کي موٹريں اور
طيارے دوڑ رہے هيں ' اُتني هي تيزي سے قوموں کے دل بهي ايک
دوسرے سے برگشته هو رہے هيں !

ليکن اب سے تيره سو برس پہلے جب دنيا موجوده زمانے کے تمام
وسائل قرب و اجتماع سے محروم تهي ' بحر احمر کے کنارے '
ريگستان عرب کے وسط ميں ' حجاز کي " چٹيل اور بے زراعت
وادي " کے اندر ' ايک صداء اجتماع بلند هوئي ' اور نسل انساني
کے منتشر افراد کا ايک نيا گهرانا آباد کيا گيا - انساني اجتماع
و يگانگت کي يه پکار صرف اتنا هي نہيں چاهتي تهي که ملکوں کي
سرحديں اور جغرافيه کي حديں ايک دوسرے سے قريب هوجائيں '

الهلال کے مقاله نگار مقيم جده ۲۸ - مئي کے مراسله ميں
لکهتے هيں :

" آجکل بحر احمر کا يه ساحلي مقام تمام کرهٔ ارضي کے انسانوں
کا مرکز بن گيا ہے - خشکي اور تري ' دونوں راهوں سے قوموں اور
ملکوں کے قافلے پہنچ رہے هيں - ايسا معلوم هوتا ہے که جده کي
زمين شق هوگئي ہے اور انسانوں کے انبوه اُگل رهي ہے -

اخبارات سے آپکو معلوم هوچکا هوگا که برطانوي نمائنده جده ميں
مقيم تها تاکه سلطان ابن سعود سے نئے معاهده کے مواد پر گفتگو
کرے - نمائنده [illegible] سانهه سيکرٹري کا بهي ايک پورا اسٹاف تها
ايک دن ميں نے مغرب کي نماز ساحل کي ريگ پر ادا کي جہاں
بعض رؤساء جده کے طلب کي طرح ايک روزانه اجتماع " نادي الصلوة "
کے نام سے قائم هوگيا ہے - نماز کے بعد جب ميں لوٹا اور بازار کے
قريب پہنچا ' تو ديکها که هوں برطانوي نمائنده کے اسٹاف کے
چند انگريز کهڑے بازار کے نظاره ميں غرق هيں - ان ميں ايک شخص
مسٹر رابرٹس نامي تهے جن سے ميں ايک دو مرتبه مل چکا تها ميں
نے انسے پوچها " آپ کس چيز کے نظاره ميں اسقدر [illegible] رہے
هيں ؟ " انہوں نے کہا :

عرفات ميں حاجيوں کا اجتماع !

بلکه اس کا مقصد نسل انساني کے بکهرے هوئے دلوں اور
برگشته روحوں کو ايک دوسرے سے جوڑ دينا تها -

يه پکار سني گئي - کرهٔ ارضي کے سارے گوشوں اور خشکي اور تري
کي ساري راهوں سے اس پکار کي بازگشت بلند هوئي - انجن اور برق
کي برق رفتار سواريوں کے ذريعه نہيں ' تار اور لاسلکي کے کاڑے
هوئے ستونوں پر سے نہيں ' بلکه دل کے اعتقاد اور روح کے ايمان کے
ذريعه اُسکي پکار سب نے سني ' اور اسکي پکار کا جواب سب کي زبانوں
سے نکلا !

يه اسلام کي پکار تهي ! يه اسلام کا فريضهٔ حج تها !

اِس نے ملکوں کو اکٹها کرديا ' قوموں کو جوڑ ديا ' نسل اور
زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کرديئے ' گورے کو کالے کے ساتهه اور
بادشاه کو فقير بے نوا کے ساتهه ايک هي مقام ميں ' ايک هي وضع
و لباس ميں ' ايک هي صورت و اعتقاد کے ساتهه ' اسطرح جمع
کرديا که انساني گمرهي کے بنائے هوئے سارے اِمتيازات مٹ گئے '
انساني اخوت و وحدت اپني اصلي صورت ميں بے نقاب
هوگئي !

" ديکهو ' يه هندوستانيوں کا گروه ہے - يه پانچ بلند قد جاوي
کهڑے هيں - انکے ساتهه ايک چيني کي مغولي صورت دکهائي دے
رهي ہے - دوسري طرف ايک ترکستاني کي سفيد ٹوپي [illegible]
کي بڑي سي پگڑي ہے - انکے پيچهے ايک گروه [illegible]
جبے پہنے جا رها ہے اور انکے ساتهه افغان امرائ کا ايک [illegible]
هنس هنس کر باتيں کر رها ہے - تيسري طرف دو حبشي کهڑے
هيں اور ايک مصري طربوش انکے پيچهے نظر آرهي ہے [illegible]
قوموں کي آباديان جغرافيه کے نقشے ميں ڈهونڈهي جائيں ' تو ديکهيے
کيسے عظيم سمندر اور بے کنار صحرا ان ميں حائل نظر آتے هيں ؟ ليکن
يہاں ان سب کو جمع کر ديا گيا ہے - سال کے اس موسم ميں [illegible]
دنيا کے تمام گوشے اس جگه ايک جا هوجاتے هيں - [illegible]
حصے ميں بهي ايسا منظر نظر آسکتا ہے ؟ [illegible]
کوئي منظر ہے جو انساني اجتماع کي [illegible]
پته دے ؟ ميں سوچ رها هوں که اس کے هاتهوں [illegible]
سرا ہے جس سے بحر و بر کے يه تمام گوشے کهينچ [illegible] هيں ؟
اسلام کے هاتهه ميں ! چهٹي صدي کے صحراء عرب [illegible] سلام آج
بهي انساني اخوت کي سب سے بڑي زنده قوت ہے "

عالم شرق و اسلام

حج سنہ ۱۳۴۵

" وادي غير ذي زرع " میں قوموں کا ہجوم اور ملکوں کا اتصال !

و اذن في النا[illegible]حج يأتوك رجالاً وعلى كل ضامر يأتين من كل فج عميق !

منی میں حاجیوں [illegible]

موسم حج میں مسجد حرام کا اجتماع جمعہ

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنی زندگی کے آخری اوقات میں!

امام علی علیہ السلام

ایک مغربی شاعر کہتا ہے: "اگر تم ایک انسان کو اس کے تمام اوصاف و خصائل اور ضمیر و معنویت کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو۔ اُس وقت کا انتظار کرو جب موت کا دروازہ اُس پر کھل جائے۔ اُس وقت وہ سارے بناوٹی پردے ہٹ جائینگے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیا کرتا ہے۔ اُسکی روح موت کی دستک سنتے ہی سارا نقاب پھاڑ ڈالتی ہے اور بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے!" یہ بالکل صحیح ہے۔ انسانی حقیقت کا بے پردہ معائنہ صرف اُس کی زندگی کے آخری لمحوں ہی میں کیا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمیں خیال ہوا کہ اگر دنیا کے اکابر و مشاہیر کے صرف وہ حالات جمع کر دیے جائیں جن کا تعلق اُن کی زندگی کی آخری گھڑیوں سے ہے، تو یہ اخلاق، حکمت اور موعظت کا نہایت عبرت انگیز مجموعہ ہوگا، اور انسانی طبیعت و اخلاق کے بے شمار نکتے اُن سے حل ہو جائینگے۔ چنانچہ اسی خیال سے مشاہیر عالم کے حالات پر نظر ڈالی گئی، اور جستجو و تحقیق کے بعد ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہو گیا۔ اس میں تاریخ اسلام کے تمام اکابر و مشاہیر خلفاء راشدین سے لیکر علماء و حکماء تک آگئے ہیں۔ انکے علاوہ عام مشاہیر عالم کے حالات وفات کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ بہ حیثیت مجموعی جب اس ذخیرہ پر نظر ڈالی گئی، تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہی متفرق حالات جو اپنی انفرادی صورت میں کوئی خاص اثر نہیں رکھتے تھے اب یکجا ہو کر تاریخ عالم کی کیسی مفید، پُرتاثیر، اور قیمتی چیز بن گئے ہیں؟ آج ہم اس مجموعہ میں سے حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے حالات شائع کرتے ہیں۔ آیندہ بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود صرف قبل از موت حالات کا بجنسہ جمع کر دینا ہے۔ کسی طرح کی بحث و نظر مقصود نہیں ہے۔ البتہ حالات کے جمع کرنے میں پوری کاوش و جستجو کی گئی ہے۔

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی: امام علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ "خوارج" کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اسنے اپنا سیاسی مذہب یہ آیت قرار دی تھی کہ "ان الحکم الا للہ" یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہیئے۔ دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہذا وہ کوفہ اور دمشق، دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں چھپکر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دینگے۔ اور انہوں نے بدل ہی دی۔

عمرو بن بکیر تمیمی نے کہا: "میں حاکم مصر عمرو بن العاص کو قتل کر دوں گا، کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے!"

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا: "میں معاویہ بن ابی سفیان کو قتل کروں گا کیونکہ اسنے شام میں قیصریت قائم کی ہے!"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی بن ابی طالب کے نام سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑی: "میں علی کو قتل کر دوں گا!"

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی۔ دو پہلے شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن عبدالرحمٰن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مکہ سے چلکر عبدالرحمٰن کوفہ پہونچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ عبدالرحمٰن اُن کے ہاں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اسکی ملاقات ہو گئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شجنہ بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمٰن اُس پر عاشق ہو گیا۔ سنگ دل نازنین نے کہا: "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر طلب کروں وہ ادا کرو۔" ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا: "تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز، اور علی کا قتل!" عبدالرحمٰن نے کہا: "منظور، مگر علی کو کیونکر قتل کروں؟" خونخوار معشوقہ نے جواب دیا: "چھپکر۔ اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دیگا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا۔" عبدالرحمٰن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے:

ثلاثة آلاف وعبد وقینة ... وضرب علی بالحسام المصمم
فلا مهر اغلی من علی وان غلی ... ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم

(طبقات ابن سعد۔ کامل مبرد وغیرہ)

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے: "خدا کی قسم، مجھے آں حضرت صلعم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی۔"

عبدالرحمٰن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپنے لوٹا دیا۔ تیسری دفعہ آیا تو فرمایا: "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے؟ واللہ یہ چیز (اپنی ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا) اس کے خون سے (سر کی طرف اشارہ کر کے) ضرور رنگ جانے والی ہے۔" (ابن سعد)

کبھی کبھی جب اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے: "تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے، اور انھیں مجھ سے راحت دے۔" (ابن سعد)

ایک دن خطبہ میں فرمایا: "قسم اس پروردگار کی جسنے بیج اگایا اور جان پیدا کی! یہ اس سے ضرور رنگ جانے والی ہے (اپنی ڈاڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا: "امیر المومنین! ہمیں اُس کا نام بتایئے، ہم ابھی اُس کا فیصلہ کر ڈالیں گے۔" فرمایا: "تو تم ایسے آدمی کو قتل کر دو گے جسنے مجھے ابھی قتل نہیں کیا ہے؟"

عرض کی گئی: "تو پھر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔" فرمایا: "نہیں، میں تمہیں اُسی حال میں چھوڑ جاؤں گا جس حال میں تمہیں رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے۔"

لوگوں نے عرض کیا: "اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دینگے؟"

فرمایا: "کہوں گا: خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ آیا ہوں، تو چاہے تو اُن کی اصلاح کرے اور چاہے انھیں بگاڑ دے۔"

(مسند امام احمد۔ مسند علی)

حادثہ سے پہلے

آپکی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپکے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپنے سر اٹھایا۔ پھر ڈاڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا: "حیف تجھ پر، تو خون سے رنگی جائے گی۔" (ابن سعد)

آپکے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا کچھ پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: "امیر المومنین ہوشیار رہئے۔ یہاں کچھ لوگ آپکے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔"

(الامامة والسیاسة)

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے؟ چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی: "ہوشیار رہئے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپکے قتل کی فکر میں ہیں۔" (ابن سعد)

یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگائے دیکھا اور اُس سے کہا: "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ۔" اُسنے تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔ انہوں نے کہا: "تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے حالانکہ یہ زمانہ جنگ کا نہیں؟" عبدالرحمٰن نے کہا: "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں۔" اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علی کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا: "آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں۔" آپنے جواب دیا: "لیکن اُسنے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے!"

(الکامل)

ایک دن آپ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ابن ملجم منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ لوگوں نے سنا کہ وہ دانت پیسکر کہہ رہا ہے: "واللہ میں انھیں تیرے شر سے نجات دیدوں گا۔" امیر المومنین جب مسجد سے اپنے گھر لوٹے تو لوگ اُسے گریبان سے پکڑ کر لائے اور تمام واقعہ سنایا۔ آپنے فرمایا: "لیکن ابھی تک اسنے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ چھوڑ دو۔" (الکامل)

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اُسے دیکھ کر عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اريد حباءه ويريد قتلي ... عذيرك من خليلك من مراد

ابن ملجم برابر براءت ظاہر کیا کرتا تھا لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا: "جو بات ہونے والی ہے ضرور ہو کر رہے گی۔"

اسپر بعض لوگوں نے کہا: "آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟" فرمایا: "اپنے قاتل کو کیسے قتل کر دوں؟" (کامل)

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم، اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا

شام کي حرکت استقلال

فرانسيسي مظالم کے چند خونين مناظر !

غوطه (دمشق) ميں دو وطن پرست غيور گرليوں سے مار ڈالے گئے اور انکي نعشين سڑک پر چھوڑ دي گئيں

۷ - اکتوبر کے حادثه کے بعد بے شمار آدمي پھانسي پر چڑھاے گئے - ايک پھانسي کا منظر جسميں تين نعشيں لٹک رهي هيں !

دمشق کے محله ميدان کا ايک منظر - بے گناه اور غير مسلم آبادي کا قتل عام - بے شمار لاشيں سڑک پر پڑي هيں - عرصه تک يه اسي طرح پڑي رهيں !

میں تمھیں خداہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمھارے لئے سلامتی اور رحمت چاہتا ہوں"

اس کے بعد " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ (طبری جلد ۶)

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسن نے مسجد میں خطبہ دیا:
" لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہو گیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیشقدمی کر گئے اور نہ پچھلے اُس کی برابری کر سکیں گے۔ رسول اللہ صلعم اُسے جھنڈا دیتے تھے اور اُس کے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی۔ اُسنے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر ۷۰۰ درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے" (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا) (مسند حسن)

زید بن حسین سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام پڑ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ نے کہا " چلو ام المومنین عائشہ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے بھتیجے کی موت سنکر اُن کا کیا حال ہے؟"

حضرت زید کہتے ہیں " سب لوگ ہجوم کر کے ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی۔ اُنھوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے سے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال، آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموش لوٹ آئے"

حضرت زید فرماتے ہیں " دوسرے دن مشہور ہوا ام المومنین رسول اللہ کی قبر پر جا رہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے، استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں، نہ بولتی تھیں ..... شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک سنبھلتی نہ تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا لڑکھڑا جاتی تھیں بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

" اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام! اے ابو القاسم تجھ پر سلام! اے رسول اللہ! آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپکے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپکو سنانے آئی ہوں! میں آپ کو آپکے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں! بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز، قتل ہو گیا! واللہ وہ قتل ہو گیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی! واللہ وہ قتل ہو گیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا! میں رونے والی غمزدہ ہوں! میں اُس پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں! اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور معزز ترین وجود قتل ہو گیا! ..." (عقد الفرید ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ نے جب امیر المومنین کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا " اب عرب جو چاہیں کریں! کوئی انھیں روکنے والا باقی نہیں رہا" (استیعاب)

مرثیہ

آپکے مشہور صحابی ابو الاسود الدئلی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے:

الا ابلغ معاویۃ بن حرب ٭ فلا قرت عیون الشامتینا

مقالات

اسلام اور " نیشنلزم "

لا تقل دارہا بشرقی نجد
کل نجد للعامریۃ دار!

(۲)

انسان اپنی نوعی زندگی میں اپنے اجتماعی رشتوں کی مختلف منزلوں سے درجہ بدرجہ کیونکر گزرا؟ اُس کی انفرادی زندگی میں آج بھی یہ تمام منزلیں کس طرح یکے بعد دیگرے پیش آتی ہیں؟ اسکی مختصر سرگزشت تمھاری نظروں سے گزر چکی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

(۱) قومیت اور وطنیت انسان کے اجتماعی رشتہ کی ایک خاص حالت کا نام ہے۔ لیکن یہ کوئی مستقل حالت نہیں ہے۔ ایک سلسلۂ دراز کی مختلف کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔

(۲) یہ سلسلہ " انسان کی اجتماعی زندگی اور اجتماعی ربط و علاقہ کے احساس و اعتقاد " کا سلسلہ ہے۔ جس طرح کائنات ہستی کی ہر چیز اپنے ابتدائی نقطہ سے شروع ہو کر بہ تدریج بلوغ و کمال تک پہنچتی ہے اور جس طرح انسان نے اپنے علم و عمل کے ہر گوشے میں بہ تدریج ترقی کر کے حقیقت و کمال تک رسائی حاصل کی ہے، اُسی طرح اس معاملہ میں بھی اُس کا سفر ابتدا سے انتہا تک، طفولیت سے رشد و بلوغ تک، اور نقص سے کمال تک پہنچا اور ختم ہوتا ہے۔ اس ارتقائی سلسلہ کی ابتدائی کڑی " امومۃ " اور انتہائی " انسانیۃ " ہے۔ جس رشتہ کو قومیت اور جنسیت سے آج تعبیر کیا جاتا ہے، وہ در اصل اس سلسلۂ ارتقا کی ایک درمیانی کڑی ہے۔

(۳) چونکہ درمیانی کڑی ہے، اس لئے وہ اجتماعی رشتہ کی کوئی حقیقی حالت نہیں ہے۔ محض ایک اضافی چیز ہے۔ جس طرح ایک زمانے میں انسان نظر کی تنگی اور علم کی کوتاہی سے صرف " امومۃ " اور " ابوۃ " یا " عائلہ و قبیلہ " کے رشتہ پر قانع تھا، اُسی طرح جب وسعت علائق کے ایک دو قدم اور آگے بڑھے، تو قومیت و جنسیت کا دائرہ پیدا ہو گیا۔ بلاشبہ یہ دائرہ پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے، لیکن فطرۃ کی حقیقی وسعت کے مقابلے میں پھر تنگ اور ناتمام ہے۔ فطرۃ اور حقیقت کی اصلی وسعت کیا ہے؟ " انسانیت " اور " ارضیۃ " کا عالمگیر رشتہ۔ یہی انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک ہی فطری رشتہ ہے۔ باقی سب اضافی، اور اس لئے غیر حقیقی ہیں۔

(۴) اس معاملہ کی پوری وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اسی قسم کی دوسری حالتیں بھی سامنے لائی جائیں۔ انسان نے صرف اپنے ہی کو نہیں بلکہ اپنے سے باہر کی بھی ہر چیز اسی طرح پائی ہے۔ اُسنے پہلے زمین کے اُس ٹکڑے کو سب کچھ سمجھا تھا جس میں پیدا ہوا تھا۔ اب بھی جب پیدا ہوتا ہے تو گھر کی چار دیواری ہی اس کی دنیا ہوتی ہے۔ اُسنے زمین کی عام مخلوقات پر نظر ڈالی، اور اُن میں سے ہر قسم اور نوع کو مدتوں کے بعد پہچان سکا۔ اُسنے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اور ہزاروں لاکھوں برس کے بعد یہ حقیقت معلوم کر سکا کہ سورج کا ایک نظام اجتماع ہے اور خود کرۂ ارضی بھی اُسی کا ایک جزو ہے۔

علم و ادراک کے ان تمام سفروں میں اُن کی درمیانی منزلیں جو درجہ رکھتی ہیں، وہی درجہ یہاں کی بھی درمیانی منزلوں کا ہے۔ زمین کے بارے میں انسانی علم کی ایک درمیانی منزل یہ تھی کہ آبادی صرف اس کے نصف حصہ میں ہے باقی سمندر ہے۔ یہ منزل علم اور حقیقت کی منزل تھی، یا جہل اور محجوبیت کی؟ اگر علم اور حقیقت کی منزل نہ تھی، تو پھر بعینہ وطنیت اور جنسیت بھی اس سفر کی ویسی ہی درمیانی منزلیں ہیں۔ یہ انسان کے جہل و نقص کی منزلیں کیوں نہ ہوں؟ انسان نے جب پہلے پہل جہاز رانی شروع کی تھی تو (مثلاً) ہر سمندر کے گوشہ کو پانی کی ایک مستقل دنیا یقین کر لیا تھا اور انکے جداگانہ نام رکھ دیئے تھے۔ پھر ایک وقت آیا جب اُسے معلوم ہوا کہ یہ اُسکے علم و نظر کی ناتمامی تھی۔ در اصل زمین کا سمندر ایک ہی ہے۔ اُسی کے مختلف گوشے ہیں جو ادھر اُدھر پھیل گئے ہیں۔ جب اُسنے ایک سمندر کو پچاس سمندر خیال کیا تھا، تو یہ منزل علم و حقیقت کی منزل تھی، یا نقص و جہل کی؟ اگر نقص و جہل کی تھی تو انسانی اجتماع و اعتقاد کی وہ حالت کیوں جہل و نقص کی حالت نہ ہو جب وہ یقین کرتا ہے کہ انسانیت کا ایک ہی رشتہ اجتماع، ایک ہی رشتہ اجتماع نہیں ہے، بلکہ بیسیوں ٹکڑے اور بے شمار قسمیں ہیں؟ بلاشبہ جس طرح زمین کے ایک حصہ کا علم و یقین، اُس حالت کے مقابلے میں جب انسان کو زمین کا اتنا علم بھی حاصل نہ تھا، علم کی وسعت تھی اور حقیقت سے قرب تھا۔ اُسی طرح یہاں بھی قومیت و جنسیت کی حالت اُس حالت کے مقابلہ میں جب انسان عائلہ اور قبیلہ کے تنگ دائروں پر قانع تھا، علم کی زیادہ وسعت اور حقیقت سے زیادہ قرب ہے، لیکن یہ ایک اضافی حالت ہوئی۔ علم اور حقیقت نہیں ہے۔ علم و حقیقت کی منزل اگر نمودار ہو جائے تو پھر وہ کمال کا نقطہ اور ارتقا کی انتہا ہوگی۔ اُس وقت کسی پچھلی منزل پر قانع رہنا ترقی نہیں ہوگی، تنزل ہوگا۔

اگر آج ایک شخص امریکہ کے وجود سے منکر ہو اور کہے کرہ کا صرف ایک ہی حصہ آباد ہے، تو تم کیا کہو گے؟ یقیناً یہی کہو گے کہ چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے دنیا طیار نہیں ہو سکتی۔

اچھا، تم اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ انسان کو نسل و مکان یا جنس و قوم کے رشتے پر قناعت کر لینی چاہئے کیونکہ ایک زمانے میں اُس کا علم و ادراک انہی دائروں میں محدود تھا؟ تم نے ابھی کہا تھا کہ " دنیا چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے طیار نہیں " کیا اب تمھیں ٹھیک اُسی طرح یہ نہیں کہہ دینا چاہئے کہ " دنیا ہزاروں برس پیشتر کا جہل قبول

رہا۔ اُسنے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو بھی اپنا شریک بنا لیا تھا۔ دونوں تلوارے کر چلے اور اُس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیرالمومنین نکلا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

اُس رات امیرالمومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا " فرزند! رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپکی اُمت سے میں نے بڑی تکلیف پائی" فرمایا " دعا کر خدا تجھے ان سے چھٹکارا دیدے"

(کامل)

اسپر میں نے دعا کی " خدایا! مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما۔ انھیں مجھ سے بدتر ساتھی دے" (ابن سعد)

حضرت حسن (علیہ السلام) فرماتے ہیں اسی وقت ابن التیاح مؤذن بھی حاضر ہوا اور پکارا " الصلوۃ! " (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اُٹھے۔ ابن التیاح آگے تھا۔ میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپنے پکارا " لوگو، نماز!" روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں جگاتے پھرتے تھے (ابن سعد)

ایک اور روایت میں ہے کہ موذن کے پکارنے پر آپ اُٹھے نہیں۔ لیٹے رہے۔ موذن دوبارہ آیا مگر آپ سے پھر بھی اُٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اُس کی آواز دینے پر آپ بہ مشکل اُٹھے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے مسجد کو چلے:

اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا

(موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنیوالی ہے)

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

(موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے یہاں نازل ہوجائے)

(احیاء العلوم جلد ۴)

" فزت برب الکعبۃ "!

آپ جوں ہی آگے بڑھے، دو تلواریں چمکتی نظر آئیں، اور ایک آواز بلند ہوئی " حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری!" شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی۔ لیکن ابن ملجم کی تلوار آپکی پیشانی پر لگی اور دماغ تک اُتر گئی۔ (ابن سعد)

زخم کھاتے ہی آپ چلائے " فزت برب الکعبۃ " (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) (احیاء ج ۴)

نیز پکارے " قاتل جانے نہ پائے " لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل بھاگا۔ (ابن سعد)

عبدالرحمٰن نے بھی تلوار گھما نا شروع کردی۔ اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے دوڑے اور بھاری کپڑا اُس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا (الکامل)

قاتل اور مقتول

امیرالمومنین گھر پہنچائے گئے۔ اُپنے قاتل کو طلب کیا جب وہ سامنے آیا تو فرمایا " اے دشمن خدا! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟ " اُسنے کہا " ہاں " فرمایا " پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ " وہ کہنے لگا " میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے " فرمایا " میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا۔ اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے " (طبری جلد ۶)

آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے پکار کر کہا " او دشمن خدا تو نے امیرالمومنین کو قتل کر ڈالا! " کہنے لگا " میں نے امیرالمومنین کو قتل نہیں کیا البتہ تیرے باپ کو قتل کیا ہے! " انھوں نے کہا " والد میں امید کرتی ہوں امیرالمومنین کا بال بیکا نہ ہوگا " کہنے لگا " پھر کیوں شور سے بہاتی ہو! " پھر بولا " بخدا میں نے مہینہ بھر اسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے۔ اگر اب بھی یہ بے وفائی کرے تو خدا اسے غارت کردے " (ابن سعد)

امیرالمومنین نے حضرت حسن سے کہا " یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو، نرم بچھونا بچھا دو۔ اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہوسکتا۔ قصاص لوں گا یا معاف کردوں گا۔ اگر مرجاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کردینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔ (ابن سعد) اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کردو اور کہو کہ " امیرالمومنین قتل ہوگئے! امیرالمومنین قتل ہوگئے! " خبردار میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسن اگر میں اس کی اس ضرب سے مرجاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اُسے بھی مارنا۔ اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا کیونکہ میں نے نبی صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو " (طبری)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا " اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اسنے مجھے مارا ہے لیکن اگر معاف کردو تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (کامل) دیکھو زیادتی نہ کرنا۔ کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (ابن سعد)

وصیتہ

پھر آپ بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا " خدا نخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں؟ " آپنے جواب دیا " میں تمیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو " (طبری)

پھر اپنے صاحبزادوں حسن اور حسین کو بلا کر فرمایا " میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمھارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اُسپر نہ کڑھنا ہمیشہ حق کہنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا۔ مظلوم کے حامی رہنا۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا "

پھر اپنے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا " جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کرلی؟ " اُنھوں نے عرض کی " جی ہاں " فرمایا " میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے ان دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر انکی رائے کے کوئی کام نہ کرنا "

پھر امام حسن حسین (علیہما السلام) سے فرمایا " میں تمیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمھارا بھائی ہے۔ تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اس سے محبت کرتا تھا "

پھر امام حسن سے فرمایا " فرزند! میں تجھے وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی۔ اپنے اوقات میں نماز قائم کرنے کی۔ میعاد پر زکوۃ ادا کرنے کی۔ ٹھیک وضو کرنے کی کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوۃ کی نماز مقبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی۔ غصہ پی جانے کی۔ رشتے جوڑنے کی۔ بردباری کی۔ دین میں عقل و دانش کی۔ ہر معاملہ میں تحقیق کی۔ قرآن کے مزاولت کی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ فواحش سے اجتناب کی " (طبری جلد ۶)

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا " خدا سے ڈرتے رہو اُس کی اطاعت کرو۔ جو تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے اُس کا غم نہ کرو۔ اپنے پروردگار کی عبادت پر کمر بستہ رہو، چست و چالاک بنو سست نہ بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر۔ ہمیں اور انھیں دنیا سے بے رغبت کردے۔ ہمارے اور انکے لئے آخرت اوّل سے بہتر کر " (الامامۃ والسیاسۃ)

آخری وصیت

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی " یہ علی بن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسن میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا۔ سب ملکر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم (رسول اللہ صلعم) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو، اُن سے بھلائی کرو، خدا تم پر حساب آسان کردے گا۔ اور ہاں، یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ اُنکے منہ میں خاک مت ڈالو۔ وہ تمھاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور دیکھو تمھارے پڑوسی! تمھارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ یہ تمھارے نبی کی وصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید تم انھیں ورثہ میں شریک کردینگے۔ اور دیکھو، قرآن! قرآن! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے میں کوئی تم سے بازی لے جائے۔ اور نماز! نماز! کیونکہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔ اور تمھارے رب کا گھر! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوۃ! زکوۃ! زکوۃ، پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کردیتی ہے۔ اور ہاں، تمھارے نبی کے ذمی! تمھارے نبی کے ذمی! (یعنی وہ غیر مسلم جو تمھارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو اُن پر تمھارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمھارے نبی کے صحابی! تمھارے نبی کے صحابی! یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! اُنھیں اپنی روزی میں شریک کرو۔ اور تمھارے غلام! تمھارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہیں کروگے تو خدا تمھارے دشمنوں سے تمھیں محفوظ کردے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ جب بات کرو تو میٹھی زبان میں بات کرو ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ چھوڑنا، ورنہ تمھارے اشرار تم پر مسلط کردیئے جائینگے، پھر تم دعائیں کروگے مگر قبول نہ ہونگی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند رہو خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقویٰ پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کو تم میں یاد رکھو

کی بولی میں "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جب کسی عقیدے کا اظہار کیا جاتا ہے، تو اُس کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہے۔ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں۔ مختصراً یوں سمجھنا چاہئے کہ شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور یہ اُسی وقت دی جاسکتی ہے جبکہ دو باتیں موجود ہوں:
ایک یہ کہ جس بات کی گواہی دی جائے، اُس پر گواہ کو پورا پورا یقین ہو۔ ایسا یقین جیسا اپنی آنکھ سے دیکھی بھالی چیز پر ہوتا ہے۔
دوسری یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو جس کی سچائی اور حقیقت پوشیدہ ہوگئی ہو اور دنیا میں عام طور پر اسے جھٹلایا جا رہا ہو، اس لئے ضرورت ہو کہ اُس پر گواہی دیکر اُسے نمایاں اور عالم آشکارا کر دیا جائے۔
اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کے لئے "شہادت" کا لفظ موزوں نہ ہوگا۔ اظہارِ خیال کے دوسرے الفاظ کافی ہونگے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جن جن امور کا اعلان کیا ہے، وہ تمام تر وہی ہیں جو عقائد و ایمان کی بنیادی سچائیاں ہیں اور جن کی حقیقت انسان کے جہل و گمراہی سے اس درجہ پوشیدہ ہوگئی تھی کہ اُنکے جھٹلانے پر تمام دُنیا نے ایکا کر لیا تھا۔ ضرورت تھی کہ انکے لئے نوعِ انسانی کے دل و زبان سے از سرِ نو گواہی دلوائی جائے۔ تاکہ ایک طرف اُنکے یقین و اعتقاد کا اعلان ہو جائے، دوسری طرف اُنکے جھٹلانے کی تکذیب ہو جائے۔
پھر اس شہادت کے بھی مراتب اور اقسام ہیں لیکن ان کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں۔

اب غور کرو کہ اس دعا میں جس طرح توحید اور رسالت کا اقرار لفظ "شہادت" کے ساتھ کیا گیا ہے، ٹھیک اُسی طرح انسانی برادری کی حقیقت پر بھی "شہادت" دی گئی ہے۔ اس سے تین باتیں واضح ہوگئیں:
اوّل یہ کہ اسلام کے نزدیک انسانی برادری کا قیام اس درجہ اہم تھا کہ اس کے اقرار کے لئے بھی "شہادت" کا لفظ اختیار کیا ہے جو اُسنے ایمان و عقائد کی بنیادی صداقتوں کے اقرار کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔
دوسرے یہ کہ یہ ایک ایسی بات تھی جس کے لئے زیادہ سے زیادہ مضبوط یقین و ایمان مطلوب تھا۔ ایسا یقین جو ایک گواہ گواہی دیتے ہوئے کسی بات کی واقعیت پر رکھتا ہے۔
تیسرے یہ کہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ہر طرف جھٹلائی جا رہی تھی۔ اور چونکہ جھٹلائی جا رہی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ اُس پر "گواہی" دی جائے، اور اُس کی گواہی ہمیشہ کے لئے قائم کر دی جائے۔

انسان کی عالمگیر اخوت کی راہ میں سب سے بڑی روک چار چیزیں تھیں: نسل۔ وطن۔ رنگت۔ زبان۔ انہی چار امتیازات کی بنا پر الگ الگ حلقے بنائے گئے تھے، اور انسانیت کا ایک دائرہ بے شمار چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹ گیا تھا۔ اسلام نے نہ صرف ان چاروں سے انکار کیا، بلکہ انکے خلاف اس درجہ واضح اور قطعی اعلانات کر دیئے کہ کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ "نسل" کی نسبت صاف صاف کہدیا کہ سب کی نسل ایک ہی ہے۔ "وطن" کی نسبت کہدیا کہ عرب ہو یا عجم، سب ایک ہی خدا کی زمین کے باشندے ہیں۔ "زبان" اور "رنگت" کی نسبت فیصلہ کر دیا کہ یہ خدا کی حکمت و قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کسی جگہ کی آب و ہوا ایک رنگ پیدا کرتی ہے۔ کہیں کی آب و ہوا دوسرا رنگ۔ کہیں ایک خاص طرح کی زبان ادائے مطلب کے لئے وجود میں آگئی۔ کہیں دوسری زبان۔ لیکن یہ اختلافات انسان کے امتیاز اور تفرقہ کی بنیادیں نہیں ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ہی اُسنے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا، اُس کے ہر گوشہ کی وضع و قطع ایسی رکھی جس کے ساتھ امتیازِ نسل و قوم جمع ہی نہیں ہوسکتا۔ روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دی گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، سب میں یہ روح کام کر رہی ہے۔ انسانی اخوۃ کے قیام و نفوذ کا ایک پورا نظام ہے جو اپنے ہر فرد کو مجبور کر دیتا ہے کہ اس حقیقت کا اقرار کرے، اُس کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دے، اس کے یقین و ایمان کی عملی تصویر بنجائے!
اس بارے میں بے شمار چیزیں کھولنے اور بیان کرنے کی ہیں لیکن یہاں ذکر ضمناً آگیا ہے، اس لئے صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا۔

اسلام کو اپنی اس دعوت میں کہاں تک کامیابی ہوئی؟ انسانی برادری کا گم گشتہ حلقہ قائم ہوگیا یا نہیں؟ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ لیکن تاریخ اور مشاہدہ کا یہ فیصلہ تو بلا نزاع مسلم ہے کہ:
(۱) عرب کی نسلی اور وطنی عصبیت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی۔
(۲) عرب سے باہر وہ جہاں جہاں پہنچا، ایک ایسی انسانی اخوۃ کی دعوت جو وطنی اور نسلی امتیازات سے بالاتر تھی، اُس کے ساتھ ساتھ گئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں جب یورپ کی تمامی زندگی "عائلہ" اور "قبیلہ" کی سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھی، اسلام اسپین اور فرانس میں انسانی اخوۃ کا پیغام سنا رہا تھا!
(۳) اُسنے ایک ایسا عالمگیر معاشرتی نظام قائم کر دیا جو ہر طرح کے نسلی و وطنی تعصبات سے بالاتر ہے، اور جس کی بنیاد انسانی اخوۃ اور وحدۃ پر ہے۔
(۴) قرونِ وسطیٰ (مڈل ایجز) کے بعد یورپ کے تمدن کا نیا دور شروع ہوا، اور اسنے قومیت و جنسیت کا صور [illegible] سے پھونکا کہ تمام دُنیا اس کی صدائے بازگشت سے گونج [illegible] اب "انسانیۃ" کی راہ میں جنسیت و قومیت کی کڑی حائل [illegible] ہے لیکن اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ تمام کڑیاں [illegible] کر لی تھیں۔
(۵) اگر کہا جائے کہ اسلام کی دعوت سے بھی انسانیت کا عام حلقہ پیدا نہ ہوسکا۔ بلکہ "اسلامیت" کا ایک نیا [illegible] گیا، تو یہ صحیح ہے لیکن چند حقیقتیں تسلیم کرنی پڑیں گی:
اولاً یہ قصور زمانے کی استعداد کا ہے نہ کہ اسلام کی دعوت کا۔ مختلف وجوہ سے جن کی تشریح آگے آئے گی دُنیا کو منزلِ انسانیت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا۔
ثانیاً اگرچہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ پیدا ہوگیا مگر کیسا وسیع حلقہ؟ ایسا وسیع حلقہ کہ اسوقت تک کے تمام عملی حلقوں میں سب سے زیادہ وسیع حلقہ وہی ہے۔ بلاشبہ وہ بھی ایک چار دیواری کھینچ دینے پر مجبور ہوگیا، لیکن کیسی چار دیواری؟ اس درجہ وسیع چار دیواری کہ دنیا کے تمام بنائے ہوئے حلقے اُس کے پھیلاؤ کے اندر آگئے۔ اُسنے کسی گوشے، کسی دائرے، کسی ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کو بھی اپنی چار دیواری سے باہر رہنے نہیں دیا۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ کم از کم اسلام کی دعوت نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا دائرہ پیدا کر دیا جو نوعِ انسانی کے تمام پچھلے دائروں سے اوپر اور صرف ایک ہی دائرہ مطلقہ انسانیۃ سے نیچے ہے۔ وہ انسان کو تمام پچھلے درجوں سے بلند کرکے ایک ایسی سطح تک پہونچا دیتا ہے جہاں سے "انسانیت" کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہے۔ وہ [illegible] قدم اُس سطح تک پہنچا دیتا ہے جہاں سے صرف ایک قدم آگے بڑھنا رہجاتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے منزلوں کی منزلیں باقی ہیں!
اس اعتبار سے اگر گزشتہ اجتماع کی تمام کڑیوں پر نظر ڈالی جائے، تو اُن میں ایک نئی کڑی سابق کڑیوں اور پھر آخری "انسانیۃ واضحیۃ" سے نیچے بڑھا دینی ہے۔ اور اس سلسلۂ ارتقا کی نو منزلوں کی جگہ دس منزلیں ہو جائیں گی:

(۱) اموۃ
(۲) ابوۃ
(۳) عائلہ
(۴) قبیلہ
(۵) بلدیۃ
(۶) وطنیۃ
(۷) قومیت وجنسیت
(۸) براعظمیت یا تقسیم بہ لحاظ جغرافیہ
(۹) اسلامیت
(۱۰) انسانیۃ واضحیۃ

"اسلامیت" کی سرحد "انسانیۃ" کی سرحد [illegible] اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل [illegible] جاسکتی ہے!
لیکن کیا دنیا میں اس کی قابلیت موجود ہے؟ [illegible] کے لئے ہمیں دوسری مجلس کا انتظار کرنا چاہئے۔

کرنے کے لئے طیار نہیں"؟ کیسی عجیب بات ہے کہ تم ایک ہی چیز کو ایک جگہ ٹھکراتے ہو اور دوسری جگہ اپنے سر پر جگہ دیتے ہو؟ اس سے بھی بڑھ کر انسان کی عالمگیر غفلت و مجبوبیت کا کوئی منظر ہو سکتا ہے کہ اُسے چھ سو برس پیچھے ہٹنے سے تو انکار ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کہ ہزاروں برس پیچھے دھکیل دیا جائے؟

۳

اسلام اور عصبیت قوم و جنس

ان مقدمات کی تشریح کے بعد اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے اس بارے میں دنیا کو جس طرف لیجانا چاہا تھا، وہ کونسی منزل اور کونسا نقطہ ہے؟

وہ منزل "انسانیة" کی منزل ہے۔ وہ نقطہ اس سلسلۂ ارتقا کا نقطۂ کمال ہے!

چھٹی صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو دنیا کے قدم "قبیلہ" اور "وطنیة" کی منزل سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا، اور عرب کی آبادی قبیلوں کا مجموعہ تھی۔ ہر قبیلہ اپنی نسلی جنسیت کے دائرہ کے اندر محدود تھا، اور اس سے باہر کی کوئی وسعت قبول نہیں کرتا تھا۔ ان تنگ دائروں کے اعتقاد سے فخر و غرور، نسل انسانی کی تحقیر و تذلیل، اور باہمدگر غلبہ و تسلط کے جس قدر بھی جذبات پیدا ہوجایا کرتے ہیں (جن کی تشریح آگے آئے گی) وہ سب کے سب اس شدت و قوت کے ساتھ اُن کے خمیر میں سرایت کر چکے تھے کہ شاید ہی کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر مل سکے۔ اُن میں کا ہر فرد اپنے قبیلہ کے انتساب سے بڑھکر دنیا کی کوئی عظمت و بڑائی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں جانیں اُن کی آن میں قربان ہوجاتی تھیں تاکہ قبیلہ کے شرف و غرور کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ معاملہ اس درجہ معلوم و مسلم ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حماسہ میں آج بھی انکے اشعار پڑھتے ہیں تو جذبات نسل و نسب کی شدت و حرارت سے دل و دماغ تنور کی طرح گرم ہوجاتا ہے۔ دنیا کی کسی قوم کی شاعری ان جذبات میں عرب جاہلیة کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

عربی میں قبیلہ، خاندان، نسل، اور مکان کی اس حد بندی کے اعتقاد اور اس کے غلو کو "عصبیت" سے تعبیر کرتے تھے۔ اس عصبیت کی پہلی بنیاد عربیت پر تھی، یعنے غیر عرب کے مقابلہ میں عرب کی فضیلت! اور اس کے بعد عربیت میں بھی ہر قبیلہ اپنے نسلی امتیاز کے غرور سے سرگراں تھا۔

عرب سے باہر بھی دنیا کا تمام آباد حصہ قبیلہ اور وطن سے زیادہ وسیع دائرہ کوئی نہیں رکھتا تھا۔ رومی تمدن نے رومن قومیت کی بنیادیں استوار کی تھیں، لیکن اُس کی بنیاد بھی نسل اور وطن ہی پر تھی۔ سسلی کے حاکم نے جب ایک رومانی کو گرفتار کرکے دُرّوں سے پٹوایا تھا تو وہ اُسکی ہر ضرب پر چیختا تھا "میں رومانی ہوں"۔ مشہور رومی خطیب سسرو نے اس حاکم کے خلاف تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "ایک رومانی فورم کے وسط میں لٹایا جاتا ہے اور دُرّوں سے پیٹا جاتا ہے، مضروب نہ درد و اذیت کی شکایت کرتا ہے، نہ تو دہائی دیتا ہے۔ صرف اس جملہ کی تکرار کرتا ہے کہ میں رومانی ہوں! اے مجلس قضاة! اس مظلوم کو یقین تھا کہ میں اپنے آپ کو رومانی کہکر ساری تکلیفوں اور بے عزتیوں سے بچا سکتا ہوں۔ کیونکہ ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ رومانی ہونا ہر انسان کے لئے حفاظت اور شرف کی سب سے بڑی ضمانت تھی"۔ یہ سسرو کی قانونی تقریروں میں سب سے زیادہ فصیح تقریر سمجھی گئی ہے۔ سسرو نے صرف

اسپر زور دیا کہ وہ رومانی تھا۔ یہ نہیں کہا کہ انسان تھا۔ اُسے انسانیت کا نہیں، رومانیت کا استغراق تھا!

لیکن اسلام ان منزلوں میں رُک نہ سکا۔ اسنے اُن تمام رشتوں اور رشتوں کی بنیادوں سے انکار کردیا جو انسان کے ظلم و نظر کی کوتاہیوں نے بنا رکھے تھے۔ وہ نسل، وطن، جنس، رنگ، زبان، کسی غیر حقیقی رشتے کو تسلیم نہ کرسکا۔ اُسنے انسان کو صرف ایک ہی رشتے کی دعوت دی۔ انسانیت اور انسانی برادری کے فطری رشتہ کی!

یا ایھا الناس! انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر (۴۹: ۱۳)

"اے جمع انسانی! ہمنے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، پھر ایسا کیا کہ تمھیں مختلف شاخوں اور قبیلوں کی صورت دے دی بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے۔ لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جاسکے۔ باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف و عزت کا معیار کیا ہے تو اسکی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہے۔ اللہ کے حضور وہی سب سے زیادہ شریف ہے جو سب سے زیادہ اپنے کاموں میں پرہیزگار ہے"!

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہے۔ اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کردیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں، خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہے کہ باہم دگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ تمام کرۂ ارضی پر پھیلی ہوئی نسل انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہوجائے اور جب منقسم ہوگئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعۂ تعارف پیدا ہوجائے۔ یہ تمام حلقے تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہے، یہ عربی ہے۔ یہ آرین ہے، یہ منگولین ہے۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہوجاتی ہے۔ لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہے، نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہے۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہوسکتا ہے، اور وہ انسان کی سعی و عمل کا امتیاز ہے۔

اب تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہوگئی۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی، مگر اُس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کردے!

جو بڑھ کر خود اُٹھا لے ہاتھ میں، مینا اُسی کا ہے!

رشتۂ انسانیت کی وحدة و اخوة کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کردیا کہ "خلقناکم من ذکر و انثیٰ"۔ تمام نوع انسانی ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان، ایک ہی گھرانا ہے۔ پس جب فی الحقیقت نہ تو نسل میں امتیاز ہے کہ نسل ایک ہی ہے۔ نہ وطن میں تفرق ہوئی کہ وطن بھی سب کا ایک ہی کرۂ ارضی ہے، تو پھر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے کیوں الگ ہے؟ کیوں ایک ہی خاندان اور ایک ہی گھرانے کے رشتہ دار ایک دوسرے سے کٹ کر غیر اور اجنبی بن جائیں؟

اس بارے میں اسلام کی بنیادی تصریحات اس درجہ مشہور و معلوم ہیں کہ یہاں اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف اشارہ ہے۔ منجملہ اُن قرآنی تصریحات کے جو انسانی وحدة کا اعلان کرتی ہیں، وہ تمام آیتیں ہیں جن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مجمع انسانی کی اصل وحدة تھی۔ تفرقہ گمراہی اور فطرة الٰہی سے دُوری کا نتیجہ ہے:

وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا، ولولا کلمة سبقت من ربک لقضی بینھم فیما فیہ یختلفون (۱۰: ۱۹)

اسلام کے داعی اول کی تعلیم اور عمل کا جو کچھ حال تھا، وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ آپنے نسل و جنس کے غرور و تنگ نظری کو عصبیة جاہلیة سے تعبیر کیا اور بار بار اعلان کردیا کہ "لیس منا من مات علی العصبیة۔ لیس منا من دعیٰ الی العصبیة۔ لیس منا من قاتل علی العصبیة" یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی عصبیت کے تعصب پر دنیا سے جائے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کے تعصب کی طرف دعوت دے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر کسی دوسری جماعت سے لڑائی لڑے۔ حجة الوداع یعنی آخر حج کے موقعہ پر جو آپ کی زندگی کا آخری حج تھا، آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی۔ کلکم ابناء آدم" (صحیحین) "لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقویٰ الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب" (رواہ الجامع) آج کے دن سے نسل و قومیت کے سارے امتیازات مٹ گئے۔ اب نہ کسی عرب کو عرب ہونے کی وجہ سے عجمی پر فضیلت ہوسکتی ہے۔ نہ عجمی کو عربی پر۔ فضیلت اسی کے لئے ہے جو اپنے عمل میں فضیلت رکھتا ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور اس لئے سب ایک ہی صنف میں اور ایک ہی درجہ کے ہیں!

اسلام کی دعوت میں انسانی وحدت و اخوة کی حقیقت کو کس درجہ اہمیت حاصل تھی؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ آنحضرت (صلعم) سے جو دعائیں پانچ وقت کی نماز میں ثابت ہیں، اُن میں سے ایک دعا یہ ہے۔ زید بن ارقم نامی ایک راوی کہتے ہیں کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: (وکان رسول اللہ صلعم یقول فی دبر کل صلوٰة):

"اللھم ربنا و رب کل شئی۔ انا شھید انک انت الرب وحدک لا شریک لک! اللھم ربنا و رب کل شئی، انا شھید ان محمدا عبدک و رسولک! اللھم ربنا و رب کل شئی، انا شھید ان العباد کلھم اخوة (مسند امام احمد، ابو داؤد)

"خدایا! ہمارا اور ساری کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ صرف تو ہی پروردگار عالم ہے، تیرے سوا کوئی نہیں۔ خدایا! ہمارا اور ساری کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ محمد اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تیرا بندہ ہے اور تیرا رسول ہے! خدایا! ہمارا اور تمام کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے کتنے ہی تفرقے پیدا کر رکھے ہوں لیکن تونے اُن سب کو ایک ہی رشتۂ انسانیت میں جوڑ دیا ہے"!

غور کرو، اس دعا میں کے بعد دیگرے تین شہادتیں ہیں: پہلی پروردگار عالم کی توحید و ربوبیت کی ہے۔ دوسری رسول کی رسالت اور بندگی کی ہے۔ یہ دونوں شہادتیں اسلام کے دینی عقائد کی بنیاد اور اولین اصول ہیں۔ اب ان دو اہم ترین عقیدوں کی شہادت کے ساتھ ہی تیسری شہادت جس بات کی دی جارہی ہے ضروری ہے کہ وہ بھی اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس درجہ اہم ہو کہ ان دونوں کے بعد تیسری جگہ پاسکے۔ وہ کیا ہے؟ "ان العباد کلھم اخوة" خدایا! اگرچہ انسان نے تیری بنائی ہوئی انسانی برادری چھوڑ کر طرح طرح کی نئی برادریاں اور رشتے بنا رکھے ہیں، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح تیری وحدانیت اور تیرے رسول کی رسالت برحق ہے، اُسی طرح یہ بھی برحق ہے کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے جہل و مجوبیت سے کتنا ہی یہ مقدس رشتہ بھلا دیا ہو، لیکن یہ رشتہ حقیقی ہے اور قائم ہے!

داعی اسلام توحید اور رسالت کے بعد جس حقیقت کا اعلان عام کرنا چاہتا تھا، وہ انسان کی انسانی برادری تھی!

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ قرآن و اسلام

دوسری سیٹھ بدری پرشاد کی جو وہاں کے مالکان آراضی میں سے ہے اور ہندوستان کی زمیندارانہ خصائل کا کامل نمونہ ہو۔ مصنف کے قلم کو "پریم" سے زیادہ بدری پرشاد کی تصویر کھینچنے میں کامیابی ہوئی ہو۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ ہندوستانی زندگی کے جس افسانہ پر سر اوڈوائر کے قلم سے دیباچہ نکلے گا، سیاسی حیثیت سے اُسکی روح کیا ہوگی؟ افسانہ کا معاشرتی ماحصل جو کچھ بھی ہو لیکن سیاسی ماحصل یہ ہو کہ ہندوستان کی اصلی آبادی دیہات کی آبادی ہو۔ اُس کے حقیقی اور عملی مسائل اقتصادی اور زرعی ہیں بلکہ سیاسی ضرورت اُنہی کے حل اور اصلاح کی ہو۔ سیاسی نظام کی ترقی نہ تو ضروری ہو نہ سود مند!

قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود!

آشور اور بابل کی نئی تاریخ

Ancient Records of Assyria And Babylonia

آشور (اسیریا) اور بابل کا ما بین النہرین تمدن، تاریخ قدیم کی وہ عجیب داستان ہو جو صرف ہزاروں برس پہلے کے کھنڈر اور زیر زمیں اینٹوں ہی کی زبانی سنی جا سکتی ہو۔ قلم و کتابت کے ذریعہ بہت کم صدائیں ہم تک پہنچی ہیں۔ علمارِ آثار نے اس عہد کے آثار سے بہت کچھ ذخیرۂ علم حاصل کر لیا ہو۔ یہ اب تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہو گئی ہو۔ تاہم بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری ہو۔

حال میں شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک پروفیسر مسٹر ڈی۔ ڈی لکنبل (D. D. Luckenbill) نے اس موضوع پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہو جو پچھلے ماہ شائع ہو گئی۔ اسمیں کوشش کی ہو کہ جس قدر بھی معلومات آثار قدیمہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، وہ سب تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیجائیں۔ تاریخ کی ابتدا اُس زمانہ سے کی ہو جو تاریخ کی ابتدائی روشنی کا زمانہ ہو، اور ختم اُس عہد پر کیا ہو جب سرزمین نینوا تباہ ہو جاتی ہو۔ مصنف نے دیباچہ میں تصریح کی ہو کہ:

"اس تاریخ کا تمام تر دار و مدار آثار قدیمہ پر ہو۔ آثار سے جو معلومات حاصل کی جاتی ہیں وہ بہت حد تک ایک خاص طریق استدلال پر مبنی ہوتی ہیں۔ اگر اس طریق استدلال کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بھی غلط ثابت ہو جائے تو نتائج کا بہت بڑا سلسلہ نظر انداز کر دینے کے قابل ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہو کہ حتی الامکان استدلالی طریقہ کی جگہ استنباط و استخراج کے سادہ طریقہ پر قناعت کروں لیکن یہ ہر جگہ کام نہیں دے سکتا تھا۔ بعض مقامات ایسے ہیں کہ استدلال کے بغیر قدم بڑھایا ہی نہیں جا سکتا۔ ایسے موقعوں پر طریق استدلال کام میں لایا گیا ہو مگر یہ احتیاط کر لی ہو کہ اول تو صرف مستند علمار آثار کے بیانات پر قناعت کر لی جائے۔ ثانیاً حتی الوسع استدلال میں بھی قریبی اور صاف استدلال سے نکالے ہوئے نتائج لئے جائیں"!

قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت

Indian Serpent-Lore or The Nagas in Hindou Legend

ڈاکٹر جے۔ دوجل Vogel نے مندرجہ صدر نام سے ایک کتاب لکھی ہو۔ ہندوؤں کے علم الاصنام میں سانپ کے وجود نے کیوں اہمیت حاصل کر لی؟ اور کس طرح اس کی پرستش کا رواج ہوا؟ اس کتاب میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہو۔ مصنف نے پہلے ہندوستان میں سانپوں کی کثرت اور انکے اثرات پر بحث کی ہو۔ پھر "ناگ" اور اس کے تخیل پر نظر ڈالی ہو اور اس سلسلہ میں وہ تمام افسانے بھی درج کر دئیے ہیں جن کا تعلق ناگ بادشاہوں اور ناگ کی قوم سے ہو۔

کتاب بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہو اگرچہ تحقیقات کا پایہ بلند نہیں ہو۔ ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ آیندہ شایع کریں گے۔

تجہیز و تکفین کی فضول خرچیاں

Funeral Customs: Their Origin and Development

مسٹر بی۔ اس۔ پکل Puckle نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہو کہ مسیحی رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین کے جو طریقے یورپ میں رائج ہیں، ان پر تاریخ و فلسفہ کے نقطۂ خیال سے نظر ڈالی جائے، اور اقتصادی حیثیت سے اُن کا مسرفانہ پہلو بھی واضح کیا جائے۔ کتاب کا موضوع اگرچہ صرف یورپ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو لیکن تجہیز و تکفین کا مسئلہ عام ہو، اس لئے جا بجا نہایت دلچسپ اور مفید مباحث آ گئے ہیں۔ یہ کیا بات ہو کہ موت جو زندگی کا خاتمہ اور حسرت و ماتم کا پیغام ہو، اُس ساز و سامان سے علحدہ نہ ہو سکی جو انسان نے زندگی کی شان و شوکت اور ہنگامہ آرائیوں کے لئے اختیار کئے تھے؟ وحشی قوموں سے لے کر موجودہ عہد کی متمدن قوموں تک، کوئی بھی اسپر راضی نہیں ہوتا کہ موت کا مرحلہ محض خاموشی و غمگینی کے ساتھ طے کر لے؟ مصنف اس کے جواب میں چار سبب بتلاتا ہو:

(۱) یہ قدیم اور عالمگیر اعتقاد کہ بعض رسوم کی ادائیگی پر میت کی آیندہ عافیت موقوف ہو۔

(۲) اگر میت کے ساتھ انصاف اور فیاضی ملحوظ نہ رکھی گئی تو وہ زندوں کو ستانے لگے گا۔

(۳) رائے عامہ جسے حق حاصل ہو کہ جنازوں کی شان و شوکت یا سادگی و بے وقعتی پر اظہار خیال کرے۔

(۴) میت کے عزیزوں قریبوں کے دماغ کی وہ عارضی حالت جو کچھ عرصہ کے لئے دنیا اور دنیا کے تمام مصالح و فوائد سے بے پروا ہو جاتی ہو اور فضول خرچی کی مضرتوں کا احساس باقی نہیں رہتا۔

لوزان کی آیندہ مسیحی کانفرنس

معلوم نہیں قارئین الہلال کو اُس کانفرنس کا حال معلوم ہو یا نہیں جو ۱۹۱۔ء میں اس لئے قائم کی گئی تھی تاکہ تمام مسیحی ممالک کے مذہبی عقائد و نظام کی وحدت و یک جہتی کے لئے مسلسل کوشش شروع کی جائے؟ یہ کانفرنس لوزان میں منعقد ہوئی تھی جس کا نام ترکی معاہدۂ صلح کے سلسلہ میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہو۔ اب آیندہ اگست میں اس کا دوسرا اجلاس منعقد ہوگا۔ پچھلی ڈاک کے تمام اخبارات اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں۔

یہ مسیحی مذہب کا حال ہو جسنے اول دن سے اصول و عقائد کے تفرقہ میں پرورش پائی تھی۔ لیکن اسلام کی بنیاد اس حالت میں پڑی کہ کلیسا اور کلیسا کے اختلافات کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں رکھی گئی تھی۔ پھر کیا مسلمانوں کے لئے اسمیں کوئی عبرت نہیں ہوگی؟ کاش ہندوستان میں بھی کسی "لوزان" کی صدا بلند ہو!

ٹرکی کی جدید مردم شماری

ترکی حکومت نے نئی مردم شماری کا انتظام کیا ہو۔ اس سلسلہ میں اخبار نیر ایسٹ لندن نے لکھا تھا کہ "ٹرکی حکومت کی جانب سے بار بار ظاہر کیا گیا ہو کہ اُس کی موجودہ آبادی ساڑھے تیرہ ملین (ایک کرور پینتیس لاکھ) سے کم نہیں ہو لیکن واقعہ یہ ہو کہ اس سے بہت کم ہو" اسپر مطلب بے نے جو موجودہ ترکی حکومت میں دیوانی امور کے ڈائرکٹر جنرل ہیں، ایک بیان شائع کیا ہو اور نیر ایسٹ کی تغلیط کی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ "یہ تخمینہ تمام سرکاری کاغذات سے ثابت شدہ ہو، اور بہت ممکن ہو کہ آیندہ مردم شماری میں اس سے بھی زیادہ تعداد ثابت ہو"۔

آزادی پر دُنیا کی نئی نظر

مئی کے کنٹم پریری ریویو میں سر ہربرٹ سیموئل نے ایک مطول مقالہ "لبرٹی" (آزادی) کے عنوان سے لکھا ہو۔ انگلستان کے درمیانی طبقہ کا زاویۂ نگاہ معلوم کرنے کے لئے یہ ایک نہایت مفید تحریر ہو۔ یہ نہ تو اس میدان میں زیادہ دور تک بڑھا جاتا ہو۔ نہ اسپر قانع ہو کہ قدم نہ اُٹھائے۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہو کہ اُسے ایک درمیانی جگہ مل گئی ہو۔

مقالہ نگار نے آزادی کی وہی پانچ قسمیں کی ہیں جو آجکل عام طور پر کی جاتی ہیں:

(۱) شخصی
(۲) دماغی
(۳) سیاسی
(۴) اقتصادی
(۵) قومی

پھر بتلایا ہو کہ ان میں سے ہر آزادی کا ایک حلقہ ہو لیکن مشکل یہ پیش آ جاتی ہو کہ ہر حلقہ دوسرے حلقہ سے متناقض ہو جاتا ہو۔ مجبوراً ان سب میں اتنی کمی بیشی کر دینی پڑتی ہو کہ مجموعی حالت میں اعتدال پیدا ہو جائے۔ کبھی شخصی آزادی گھٹا دی جاتی ہو تاکہ سیاسی آزادی کو صدمہ پہنچے۔ کبھی سیاسی آزادی محدود کر دی جاتی ہو تاکہ شخصی آزادی کا درجہ گھٹ نہ جائے۔ ان تمام حلقوں کے ایسے حدود قائم ہو جائیں جو باہدگر موافق و مطابق ہوں، دنیا کی عملی مشکلات میں سے سب سے بڑی مشکل ہو۔ جس دن ہم یہ مشکل حل کر لینگے، آزادی کا عملی عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔

جدید رُوس کا جدید تمدن

اسی رسالہ میں مسٹر سی۔ ایچ ہر فورڈ کا ایک نہایت دلچسپ مقالہ "بالشویزم کی تہذیب" پر نکلا ہو۔ مسٹر موصوف لکھتے ہیں:

"بالشویسٹ روس کو ہم اسوقت تک صرف تعصب ہی کی عینک میں سے دیکھتے رہے ہیں لیکن یہ حالت کب تک باقی رہے گی؟ کب تک حقیقت سے زیادہ ہمیں اپنے متعصبانہ جذبات کا پاس رہے گا؟ روس کے اس انقلاب کو ہم ... کا تنزل

عالم مطبوعات و صحائف

اس باب سے مقصود یہ ہو کہ اس کے نیچے وہ تمام مفید اور دلچسپ معلومات جمع کی جاسکیں جو مشرق و مغرب کی مطبوعات و صحائف سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔

" صحائف " کے ساتھ " مطبوعات " کا لفظ اس لئے بڑا یا گیا ہو تا کہ اخبارات و رسائل کے علاوہ ہر قسم کی مطبوعہ چیزیں بھی اس کے دائرۂ نظر میں آجائیں۔ ہر ہفتہ دنیا کے مختلف حصوں میں ایک بڑی تعداد کتابوں کی شائع ہوتی رہتی ہو۔ ان کا بڑا حصہ ایسا ہو جو یا تو بآسانی میسر آجاتا ہو یا کم از کم علمی اخبارات و رسائل کے ذریعہ انکے ضروری مطالب و فوائد معلوم ہوجاتے ہیں۔ اس عنوان کے نیچے اُن کا تذکرہ کیا جا سکے گا، ضروری مطالب اخذ و نقل کئے جاسکیں گے، اور بعض حالتوں میں مختصراً نقد و تبصرہ بھی ہوجائے گا۔

اخبارات و رسائل کا یہ حال ہو کہ اگر تمام زبانوں کے اخبارات میں سے صرف انگریزی، عربی، اور ترکی زبان کے اخبارات ہی چُن لئے جائیں، اور ان میں سے بھی صرف وہی لئے جائیں جو نہایت وقیع درجہ کے ہیں، جب بھی ان کی تعداد اتنی بڑی ہوگی کہ نہ تو بہ آسانی خریدی جاسکتی ہو، نہ ہر شخص اپنے اوقاتِ فراغ میں اُن سب کا مطالعہ کر سکتا ہو۔ اس لئے علم و اطلاع کا بہتر و سہل ذریعہ یہی ہو کہ اُن کا خلاصہ نظر سے گزرتا رہے۔ ہر اخبار میں خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو کام کی چیزیں چند ہی ہوتی ہیں اور بہ آسانی چُن لی جاسکتی ہیں۔ یہی حال کتابوں کا ہو۔ یورپ کی زبانوں میں متعدد رسائل کا موضوع یہی ہے۔ اُردو پریس نے ابھی تقسیم عمل کے اس درجہ تک کہاں ترقی کی ہوگی کہ اس قسم کے پرچے شائع ہوں! البتہ یہ ممکن ہو کہ چند صفحات اس کے لئے مخصوص کرلئے جائیں۔ الہلال میں یہ باب اسی غرض سے قرار دیا گیا ہو۔

ابھی باب کی اہمیت اور نفع کا اندازہ شاید فوراً نہ ہوسکے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس نمبر میں بہت کم جگہ اس کے لئے نکل سکی۔ لیکن اگر چند ہفتوں تک اس کا مطالعہ جاری رہا تو آپ محسوس کرلیں گے کہ یہ کس درجہ مفید اور دلچسپ چیز ہے؟ الہلال کے ان چند صفحات کا مطالعہ کرلینا مغرب و مشرق کی مطبوعات کے تمام وقیع ذخیرہ کا مطالعہ ہوگا۔

الہلال کے ان چند کالموں کے لکھنے کے لئے جس محنت و صرف کی ضرورت ہو، مشکل ہو کہ آپ اُس کا اندازہ لگا سکیں۔ جو چیز ہفتہ بھر کی لگاتار محنت و کاوش کے بعد لکھی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کے اندر آپ پڑھ لیں گے۔ ممکن ہو مطالب کی دلچسپی اتنا وقت بھی محسوس نہ ہونے دے۔ تاہم اس واقعہ سے آپ کو بےخبر نہیں رہنا چاہئے کہ سینکڑوں روپیہ کے صرف اور ایک اہل قلم کے پورے سات دن کی محنت سے یہ چند کالم تیار کئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس کی صرف ایک سطر لکھنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ کئی کئی سو صفحوں کی کتاب یا اخبارات و رسائل اول سے لیکر آخر تک پڑھ ڈالے جائیں، اور بعض اوقات تو ایسا ہوگا کہ سینکڑوں صفحے پڑھکر رکھ دینے پڑینگے اور ایک سطر بھی میسر نہ آئے گی!

اسوقت دفتر الہلال میں مغرب و مشرق کے وقیع اخبارات و رسائل کا بہت بڑا ذخیرہ ہفتہ وار آتا ہو۔ انگریزی، فرانسیسی، طلیانی، جرمن، اسپینی، عربی، ترکی، فارسی اور جاپانی زبان کے روزنامہ، سہ روزہ، ہفتہ وار، ماہوار، سہ ماہی، ہر قسم کے اخبار و رسائل مہیا کئے گئے ہیں۔ طلیانی اور اسپینی زبانوں کے سوا باقی تمام زبانوں کے مطالعہ اور اخذ و ترجمہ کا انتظام موجود ہو۔ اور اُمید ہو کہ بہت جلد ان دو زبانوں کے مطالعہ کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ یہی حال نئی کتابوں کا ہو۔ شاید ہی کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہو کہ نئی مطبوعات کا وافر ذخیرہ یہاں نہ پہنچتا ہو۔ ہم کوشش کرینگے کہ حتی الوسع اس تمام ذخیرہ کا بہترین خلاصہ ہر ہفتہ جمع کر دیا کریں۔

یہ واضح رہے کہ " عالم مطبوعات و صحائف " کا باب " مطبوعات جدیدہ " سے مختلف ہو۔ " مطبوعات جدیدہ " کا عنوان اس لئے رکھا گیا ہو تا کہ اُن کتابوں پر نقد و تبصرہ کیا جائے، یا اگر کسی خاص کتاب کا کوئی اہم حصہ قابل اشاعت ہو تو اُسے بجنسہٖ نقل کر لیا جائے، لیکن عالم مطبوعات و صحائف کا دائرۂ نظر عام و وسیع ہو۔ اسمیں ہر طرح کی مطبوعات سے ہر طرح کی ضروری معلومات منتخب کرکے جمع کی جائیں گی۔

تاریخ کبیر ذہبی

تاریخ اسلام کے عہد متاخرین میں امام شمس الدین الذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) کو علم و تصنیف کا جو درجہ حاصل ہو، وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اُن کا عہد آئمۂ فن کا عہد تھا تاہم جو قبولیت و شہرت اُن کی مصنفات کو حاصل ہوئی، اُس سے اُن کے بڑے بڑے معاصر حتیٰ کہ شیوخ و اساتذہ بھی محروم ہیں۔ اُنکی مصنفات میں ایک بڑا حصہ تاریخ و رجال کا ہو۔ لیکن افسوس ہو کہ اس وقت تک میزان الاعتدال کے سوا (جسے سب سے پہلے ہندوستان کے ایک عالم مولانا عبدالحئی مرحوم فرنگی محلی نے چھپوا کر شائع کیا) اور کوئی مطول کتاب شائع نہ ہوسکی۔

تاریخ میں ان کی سب سے بڑی کتاب " تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر الاسلام " ہو جو تاریخ کبیر ذہبی کے نام سے مشہور ہو۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کی جسقدر تاریخیں لکھی گئیں، سب کی سب اس سے ماخوذ ہیں۔ کوئی متأخر مؤرخ ایسا نہیں جو اس کا حوالہ نہ دیتا ہو۔ اس کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تمام ناقص ہیں۔ بدقسمتی سے کسی ایک مقام پر بھی کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں۔

یورپ کے مستشرقین اور مستشرق جماعتوں کا ایک خاص طریق کار یہ ہو کہ وہ جب کوئی خاص کتاب شائع کرنی چاہتے ہیں تو پہلے اُس کے تمام موجودہ نسخوں کی ایک یادداشت طیار کر لیتے ہیں۔ یہ یادداشت نہایت قیمتی ہوتی ہو۔ اس سے معلوم ہوجاتا ہو کہ دنیا کے مختلف مقامات میں اس کے کون کون سے نسخے موجود ہیں، اور کیونکر اُن سب سے اس کا ایک مکمل اور صحیح نسخہ مرتب کیا جا سکتا ہو؟ ۱۸۹۹ء میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر دی گوئے de Goeje نے ایک یادداشت اس کتاب پر شائع کی تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کی پہلی اور پانچویں جلد پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہو۔ دوسری اور چوتھی اکسفورڈ میں ہو۔ تیسری، دسویں اور تاہرہ میں ہو۔ چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہو۔ نویں سے لے کر بارہویں جلد تک قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں موجود ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ ان میں سے اکثر جلدیں ناقص ہیں اور جب تک اُنکے ناقص اجزاء کے مقابلہ میں دوسرے نسخوں سے کامل اجزاء نہ مل جائیں مکمل نسخہ کی ترتیب مشکل ہو۔ اس یادداشت میں ان اجزاء کا بھی حال درج تھا، اور امید کی گئی تھی کہ مکمل نسخہ مرتب ہو جائیگا۔

ہندوستان میں بھی اس کے نسخے جا بجا پائے جاتے ہیں مگر مکمل نسخہ کہیں نہیں ہو۔ رامپور کے کتب خانے میں تین جلدیں ہیں۔ لکھنؤ کے کتب خانۂ مولانا حامد حسین مرحوم میں بھی تین ہیں۔ بانکی پور میں ایک جلد ہو۔ مولانا ابوالکلام . . کے کتب خانہ میں دو جلدیں ہیں یعنی دوسری اور چوتھی۔ غالباً حیدرآباد میں بھی بعض جلدیں پائی جاتی ہیں۔

اصل کتاب کی ایک کتابت میں بارہ جلدیں ہیں اور ایک میں تیرہ۔ مصنف نے ابتداء اسلام سے اپنے عہد تک یعنے ساتویں صدی ہجری تک کے حالات و تراجم جمع کرنے کا التزام کیا تھا۔ ترتیب یہ اختیار کی ہو کہ پوری مدت ستر بابوں میں منقسم ہو یعنی ہر بیس برس کے لئے ایک باب ہو۔ ہر باب میں پہلے وقائع و حوادث بہ ترتیب سنین جمع کئے ہیں۔ پھر وفیات و تراجم بہ ترتیب حروف تہجی بیان کئے ہیں۔ دوسری اور چوتھی جلد جو مولانا کے کتب خانہ میں موجود ہیں، ان میں ۴۱ھ سے ۱۳۰ھ تک کے، اور ۱۹۱ھ سے ۲۴۰ھ تک کے حالات ہیں۔

دنیا اس کتاب کی اشاعت سے مایوس ہوچکی تھی۔ لیکن اب شائقین علم یہ سنکر نہایت خوش ہونگے کہ نہ صرف اس کا مکمل نسخہ مرتب کر لیا گیا ہو، بلکہ اُس کی طباعت کا کام بھی شروع ہوگیا ہو۔ چنانچہ جرمنی سے پروفیسر ہارٹ من لکھتے ہیں کہ تاریخ کا مکمل نسخہ جو گذشتہ پندرہ سال سے زیر تصحیح و تکمیل تھا اب مکمل ہوگیا ہو۔ اور پہلی جلد کی چھپائی بھی شروع ہوگئی ہو۔

پروفیسر موصوف کا یہ خط مولانا ابوالکلام کے نام آیا ہو جن سے اُن کی خط و کتابت ۱۹۱۲ء سے جاری ہو۔ اسمیں انھوں نے مولانا کے کتب خانہ کی دونوں جلدیں طلب کی ہیں، اور اس کام کی نہایت دلچسپ تاریخ بھی بیان کی ہو تا کہ الہلال میں شائع کی جائے۔ پروفیسر موصوف یورپ کے اُن مشاہیر اہل علم میں سے ہیں جنھوں نے ازراہ عنایت الہلال کے لئے تحریر مقالات کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آئندہ اُن کی تحریر کا ترجمہ بسلسلۂ مقالات شائع کرینگے۔

پریم

A. Tale of Modern India

مندرجۂ صدر نام سے مسٹر ایچ۔ کے۔ گوردن نے ایک ناول لکھا ہو جو پچھلی ڈاک کی نئی کتابوں میں ہمارے پاس پہونچا ہو۔ اس میں پنجاب کی دیہاتی زندگی کی ایک دلچسپ داستان بیان کی گئی ہو، اور مصنف کا بیان ہو کہ یہ داستان نہیں ہو ایک سچی سرگزشت ہو۔ سر مائیکل اوڈوائر (سابق گورنر پنجاب) نے اسپر دیباچہ لکھا ہو اور یہ رائے قائم کی ہو کہ " زمانۂ حال کی ہندوستانی زندگی کے مسائل سمجھنے میں یہ سرگزشت بہت مدد دے گی "

اس افسانہ میں اگرچہ متعدد سیرتیں (کیرکٹرز) دکھائی گئی ہیں لیکن دو سیرتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ایک تو خود " پریم " کی جو اپنی کاشتکاری کی پر صعوبت زندگی شروع کرتا ہو

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار قسطنطنیہ کے قلم سے)

دو تاریخی دشمن رُو در رُو

سابق خدیو مصر کا مقدمہ

عباس پاشا حلمی، دورِ حاضر کے سربرآوردہ مشاہیر میں سے ہیں۔ جنگ عمومی کے آغاز تک مصر کے فرمانروا تھے۔ برطانیہ سے اِن کی مخالفت تاریخی واقعہ بن گئی ہے۔ باہمی عداوت کی سرگزشت خود لارڈ کرومر نے اپنے پُرزور سیاسی قلم سے لکھی ہے اور "عباس ثانی" کے نام سے دنیا کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ لارڈ موصوف نے عباس کی مذمت میں اپنی تمام قوت کتابت صرف کردی ہے۔ مگر شروع سے آخر تک کتاب پڑھ ڈالنے کے بعد اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہ خدیو برطانیہ کا دشمن تھا" کیونکہ "برطانیہ نے اس کے ملک غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا"

یہاں ہم خدیو کی وطن پرستی کی تاریخ بیان کرنی نہیں چاہتے لیکن یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آخر کار اسی وطن پرستی نے عباس حلمی کو اپنے تاج و تخت سے محروم کرایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ برطانیہ نے مصر میں اُس کی تمام ذاتی جائداد ضبط کرکے پورا پورا انتقام لے لیا۔

آج مصر میں خدیو کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہے حالانکہ جنگ سے پہلے وہ مصر کا سب سے بڑا صاحب املاک تھا۔ خدیو کی سابق دولت کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں۔ وہ اپنے عہد حکومت میں دنیا کے چند سب سے زیادہ دولتمند فرمانرواؤں میں سے تھا

بہرحال وہ قدیم تاریخی دشمنی آج پھر منظر عام پر آگئی ہے۔ پہلے اُس کا دائرہ شاہی محل، انگریزی ریزیڈنسی اور سیاسی حلقوں میں محدود تھا۔ آج وہ عدالت کے ایوان میں جلوہ آرا ہے اور جج اُس پر محاکمہ کرنے بیٹھے ہیں۔

مقدمہ کی نوعیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سابق خدیو نے قسطنطنیہ کی مخلوط اعلیٰ عدالت میں حکومت برطانیہ پر دعویٰ دائر کیا ہے اور اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کیا ہے جو دورانِ جنگ میں ضبط کرلی گئی تھی۔ خدیو کا دعویٰ یہ ہے کہ برطانیہ نے اُس کی جائداد ضبط کرنے کے بعد اُسے صرف ۶۰۰،۰۰۰ پونڈ معاوضہ ادا کیا۔ یہ رقم بہت کم ہے۔ اُسے ۲۸،۲۳،۸۰۲ پونڈ معاوضہ ملنا چاہئے۔

مدعا علیہ کا جوابِ دعویٰ

دعویٰ اپنے اجمال میں صاف اور سادہ ہے۔ لیکن تفصیلات نے بہت سی پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں جن کے حل کرنے میں اس وقت ترکی، مصر، برطانیہ اور بعض دوسرے یورپین ملکوں کے قابل ترین علمائے قانون مشغول ہیں۔ یہ پیچیدگیاں دراصل برطانیہ کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں۔ برطانوی وکیل مورس اموس نے کل عدالت میں اپنے اعتراضات پیش کئے تھے۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ عدالت، جس کے سامنے مقدمہ پیش ہے، اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہیں رکھتی۔ برطانی نمائندے نے اس کے لئے متعدد دلیلیں پیش کی ہیں۔ اول مدعی کی شخصیت۔ ثانیاً دعوے کا موضوع۔

انگریزی وکیل نے کامل تین گھنٹے تقریر کی۔ اور اِن دونوں نقطوں پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی۔ اُس کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

"مدعی کی شخصیت، موجودہ عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ یہ اس لئے کہ خدیو کی جنسیت مصری ہے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ اس عدالت کے سامنے صرف اُنھی لوگوں کے دعوے آسکتے ہیں جو ترکی جنسیت رکھتے ہوں اور برطانیہ یا اُس کی رعایا کے خلاف دعویٰ رکھتے ہوں" اپنے دعوے کے ثبوت میں وکیل نے کہا "ابتک مصری حکومت سابق خدیو کو "مصری" ہی گردانتی ہے اور اُن کی ترکی جنسیت تسلیم نہیں کرتی۔ اس بارے میں مصری اور ترکی حکومت میں گفت و شنید بھی ہوچکی ہے۔ مگر مصری حکومت اپنے فیصلہ پر قائم ہے۔ میرے لئے سرکاری کاغذات پیش کرنا مشکل ہے۔ لیکن میرے پاس موجودہ مصری وزیر اعظم عبدالخالق ثروت پاشا کا خط موجود ہے جو اُن سے خاص اس موقعہ کے لئے حاصل کیا گیا ہے"

اس کے بعد وکیل نے وزیر اعظم مصر کا خط پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

"آپ کا خط پہونچا۔ افسوس جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ اس کا اصلی سبب وزارت کا استعفا تھا۔ اسی استعفا کی وجہ سے اُس نوٹ پر دستخط بھی دیر سے ہوئے جو سابق خدیو عباس پاشا کے متعلق مصری حکومت ترکی سفیر کے حوالہ کرنے والی تھی۔ آج اس نوٹ پر دستخط ثبت ہوگئے اور ترکی سفیر کو دے دیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصری حکومت سابق خدیو کی جنسیت کی تبدیلی تسلیم نہیں کرتی۔۔۔ میں آپ کی اس مہم میں پوری کامیابی کا خواہشمند ہوں"

خط سُنانے کے بعد انگریزی وکیل نے کہا:

"اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہوگیا کہ عباس حلمی مصری ہیں۔ ترکی نہیں ہیں۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے مصر پر اپنے حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کا اعلان کیا۔ اُس وقت سے خدیو انگریزی رعایا ہوگئے۔ لہذا اُن کا موجودہ دعویٰ برطانیہ کا ایک داخلی معاملہ ہے۔ یعنی برطانیہ کی ایک رعایا نے حکومت برطانیہ پر دعویٰ کیا ہے۔ موجودہ عدالت کو ایسے مقدمات سننے کا قانوناً حق نہیں ہے۔ بنا بریں عدالت کو اس مقدمہ پر غور نہیں کرنا چاہئے"

اس کے بعد وکیل نے دوسرے نقطہ پر بحث شروع کی:

"خدیو اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ عدالت کو معاوضہ کے دعوؤں پر غور کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عدالت، معاہدۂ لوزان کے بموجب وجود میں آئی ہے اور اِس معاہدہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ ترکی برطانی عدالت صرف اُن دعوؤں پر غور کرے گی جو ترکی یا دول اتحاد طرفین پر کسی جائداد کے متعلق دائر کرینگے بشرطیکہ اُس جائداد کا طرفین کو علم ہو۔ لیکن خدیو کسی جائداد کا مطالبہ نہیں کررہے ہیں بلکہ معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ معاوضہ کا معاملہ اس عدالت کے اختیار سے باہر ہے"

یہ کہکر وکیل نے معاہدۂ لوزان کی دفعہ ۵۸ پڑھی جس کا مضمون یہ ہے:

"ٹرکی اور دول اتحاد باہمی رضامندی سے اُن تمام نقدی معاوضوں کے مطالبہ سے دست بردار ہوتے ہیں جن کا تعلق یکم اگست ۱۹۱۴ء سے تاریخ معاہدہ تک طرفین کی جائداد سے ہے عام اس سے کہ وہ جائدادیں تباہ ہوگئی ہوں یا ضبط کرلی گئی ہوں"

وکیل نے کہا "اس تصریح کے بعد خدیو کا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہوجاتا ہے" یہاں پر انگریزی وکیل کو اعتراف کرنا پڑا کہ "لوزان کا معاہدہ اُن معاہدوں سے بالکل مختلف ہے جو دول اتحاد نے جرمنی، آسٹریا، اور بلغاریہ سے کئے ہیں۔ یہ معاہدے غالب اور مغلوب کے مابین ہوئے تھے، اسی لئے اُن میں فاتح کی سخت شرطیں موجود ہیں۔ لیکن لوزان کا معاہدہ دو برابر کے حریفوں میں ہوا تھا غالب اور مغلوب میں نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے اُس کی تمام شرطوں کی بنیاد مساوات پر ہے"

یہ تاریخی واقعہ بھی اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ "لوزان کانفرنس میں اتحادیوں نے ٹرکی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ تین کرور پونڈ تاوان جنگ طلب کیا تھا۔ مگر ٹرکی نے صاف انکار کردیا۔ اس کے بعد ڈیڑھ کرور طلب کیا۔ اسپر بھی ٹرکی راضی نہ ہوا۔ آخر ایک کرور بیس لاکھ پر اصرار کیا گیا۔ مگر ٹرکی نے اس بارہ میں گفتگو کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ مجبوراً اتحادیوں کو مذکورۂ بالا دفعہ ۵۸ پر راضی ہونا پڑا جس کی رو سے طرفین ہر قسم کے مالی معاوضوں سے دست بردار ہوگئے"

اس کے بعد وکیل نے معاہدے کی دفعہ ۶۵ اور ۶۶ پر بحث کی "بلاشبہ ان دفعوں میں طرفین نے تسلیم کیا ہے کہ ضبط شدہ جائدادیں واپس کردیں گے یا اُن کی قیمت ادا کردیں گے۔ مگر اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ ایسے دعوے اُس عدالت میں پیش ہوسکتے ہیں جو طرفین خاص اسی غرض سے مقرر کرینگے موجودہ عدالت کی یہ حیثیت نہیں ہے، لہذا اس مقدمہ پر غور کرنا اُس کے اختیار سے باہر ہے"

اس کے بعد وکیل نے یہ اعتراض پیش کیا کہ "معاہدۂ لوزان کی رُو سے طرفین ایسی ہی جائدادوں کا مطالبہ کرسکتے ہیں جو کسی ایک فریق کے قبضہ میں ہیں۔ کیونکہ اگر قبضہ میں نہیں ہیں تو اُن کی واپسی بھی ناممکن ہے۔ مدعی عباس پاشا کی فی الحال کوئی

بتلاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے تمدنی اور تعلیمی ترقیات کے مدارج پورے سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہم ہر طرح کے تعصبات سے الگ ہو کر اعتدال فکر کے ساتھ روسی انقلاب کا مطالعہ کریں"

ترک اور نسل ابراہیمی

پچھلے دنوں پروفیسر حقی بے نے جو جامعۂ قسطنطنیہ میں اسلامی تاریخ کے مدرس ہیں، ایک عجیب نظریہ اخبارات میں شائع کیا تھا۔ ماحصل اس کا یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نسل سے تھے جو ترکوں کی نسل ہے۔ نظریہ کے اثبات میں لغات قرآن، اور علم الاقوام سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن جتنی باتیں ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر نکالی گئی تھیں، اُن میں ایک بھی ایسی نہ تھی جو اہل علم کے لئے قابل التفات ہو۔ خصوصاً قرآن سے استدلال تو نہ صرف غیر مفید بلکہ عدم فہم و تدبر پر مبنی تھا۔

پچھلی ڈاک کے ترکی اخبارات میں پھر یہ بحث چھڑ گئی ہے۔ توحید افکار میں ایک اہل قلم نے طول طویل مضمون لکھا ہے، وقت کے مقالہ نگار نے اُس کے رد پر زور قلم صرف کر دیا ہے۔ توحید افکار کا مضمون حقی بک کی تائید میں ہے۔ وقت کا مضمون تغلیط میں۔ ضمناً یہ بحث بھی چھڑ گئی ہے کہ قدیم تقسیم اقوام کی بنا پر منگولین نسل کا ایک حلقہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہاں تک نکتہ چینیوں سے محفوظ ہے؟ توحید افکار کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قدیم تاتاری نسل اپنی ایک مستقل شاخ رکھتی ہے۔ مشرق اقصیٰ اُس کا محض وطن نہ تھا۔ یہ دنیا کے وسطی حصوں سے وہاں پہنچی تھی۔

اس سلسلہ میں لفظ "تارخ" اور "آزر" کی اصلیت نے بھی ایک سخت نزاع پیدا کر دی ہے۔ یہ بحث بھی چھڑ گئی ہے کہ "تارخ" اور "آزر" اصلاً ایک ہی لفظ ہیں یا دو مختلف نام ہیں؟ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کو "آزر" کا بیٹا بتلایا گیا ہے: اذ قال ابراھیم لابیہ آزر" لیکن توراۃ میں "تارخ" ہے۔ مفسرین نے اس کی یوں توجیہ کی ہے کہ "آزر" حضرت ابراہیم کا باپ تھا چچا تھا۔ باپ "تارخ" ہی تھا۔ لیکن چونکہ اُسی نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی تھی۔ نیز عربی میں چچا پر بھی باپ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لئے قرآن نے "آزر" کو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بہرحال یہ، اور اس طرح کی بحثیں ایک طرح کی کاوش فکر اور تفنن طبع ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی وقعت نہیں جہاں تک حضرت ابراہیم کے باپ کی شخصیت کا سوال ہے، صاف بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ "تارخ" اور "آزر" سے ایک ہی شخصیت مراد ہے۔ قدیم الفاظ و اعلام میں اس طرح کے تبدلات بکثرت ہوئے ہیں۔

امریکہ کے شامی اور استقلال شام

قارئین الہلال کو غالباً معلوم ہوگا کہ امریکہ میں شامی مہاجرین کی بڑی بڑی نو آبادیاں ہیں۔ انھوں نے امریکن جنسیت قبول کر لی ہے۔ اور عام امریکن آبادی کی طرح تمول و خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے خاص عربی اخبارات ہیں، کلب ہیں، ہوٹل ہیں، جہاز رانی کی کمپنیاں ہیں، اور خاص نیویارک میں بڑے بڑے آباد محلے ہیں۔ غالب تعداد مذہباً کیتھولک مسیحی ہے۔ کثیر مسلمان بھی ہیں۔

چونکہ اِن کی جدید تمدنی زندگی کی ابتدائی نشوونما فرانس کے زیر اثر ہوئی تھی، اس لئے قدرتی طور پر جذبات کا میلان اُسی طرف رہتا ہے۔ جنگ کے بعد جب فرانس نے شام پر غاصبانہ قبضہ کیا، تو انھوں نے شام کو مبارکباد دی۔ پھر جب شامیوں نے فرانسیسی مظالم سے عاجز آکر اعلان جنگ کر دیا، تو ان کے اخبارات علانیہ فرانس کے حامی اور دروزیوں کی "وحشت و جہالت اور ناشکر گزاری" پر تاسف تھے!

چونکہ مہاجرین امریکہ ابنائے شام کی سب سے بڑی متمول اور طاقتور جماعت ہیں، اس لئے قدرتی طور پر انکے خیالات کا مسئلہ شام پر نہایت مضر اثر پڑتا تھا۔

یہ حال دیکھ کر متعدد شامی لیڈروں نے امریکہ کا سفر کیا۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر عبد الرحمن شہبندر گئے تھے، جنھوں نے امریکہ کی تمام شامی آبادیوں میں لکچر دیئے اور صورت حال سے مطلع کیا۔ اُنکے بعد مشہور شامی زعیم، امیر شکیب ارسلان نے اسی غرض سے امریکہ کا سفر کیا اور کئی ماہ تک مقیم رہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کوششیں پوری طرح بار آور ہوئی ہیں اور امریکن شامیوں کی رائے عامہ میں بہت کچھ تبدیلی ہوگئی ہے کئی ہفتہ سے امریکہ کے جس قدر عربی اخبارات آرہے ہیں، سب سے اس تبدیلی کا پتہ چلتا ہے۔ پچھلی ڈاک کے البیان اور الہدیٰ میں کئی مضامین شام کے مسئلہ استقلال پر نکلے ہیں۔ سب میں وہی نقطۂ خیال کام کر رہا ہے جو شام کا مخلصانہ وطنی نقطۂ خیال ہے۔ الہدیٰ لکھتا ہے:

"بلا شبہ ہم فرانس کے علم و ادب کے مقروض ہیں۔ ہمیں اس قرضہ کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ہم اس کے لئے طیار نہیں کہ اس کے معاوضہ میں اپنا وطن عزیز اور اُس کا وطنی استقلال غنیمت کی طرح حوالہ کر دیں۔ ہم فرانس کے آگے عبودیت و محکومیت کا سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں"

پارہ کا فوری علاج

ہر شخص جانتا ہے کہ کچا پارہ اگر جسم کے اندر چلا جائے تو نہایت مضر ہوتا ہے۔ پارہ کا پھوٹنا مشہور ہے ایک مدت سے طبی حلقوں کو تلاش تھی کہ اسکا کوئی فوری اور قطعی علاج معلوم ہو جائے اب امریکہ کے مشہور طبی رسالہ "جرنل آف دی میڈیکل السوسی ایشن" میں اس کا مجرب اور سہل علاج بتلایا گیا ہے۔ امریکہ کے تمام مستند طبی حلقے اس کی تائید کرتے ہیں:

"اگر کوئی شخص پارہ کھا گیا ہو تو پہلے ایک یا دو گلاس دودھ پلا دو۔ پھر چند کچے انڈے کھلا دو۔ یہ چیزیں جب پارے سے ملتی ہیں تو فوراً ایک نمک طیار ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ معدہ میں پارہ ہضم نہ ہو سکے گا اور دودھ اور انڈے کی چکناہٹ معدہ کی دیواروں کو چکنا بھی کر دے گی تاکہ پارہ جذب نہ ہو سکے۔ البتہ یاد رہے کہ ہر حال میں دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ ایک یہ کہ پارہ کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو یہ علاج عمل میں آجائے۔ دوسرے یہ کہ معدہ کی صفائی اچھی طرح کر دی جائے"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں نیز نام اور پتہ صاف ہونا چاہیے ورنہ تعمیل میں دیر ہوگی۔
منیجر الہلال، کلکتہ

مکتوب فلسطین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

جامعۂ عبرانی

فلسطین کی عبرانی یونیورسٹی نے اعلان کیا ہو کہ وہ عربی زبان کا شعری لغت مرتب کر رہی ہے۔ اس سے مقصود لغت کی ایک ایسی کتاب ہو جس میں اُن تمام لفظوں اور محاوروں کی تحقیق کی جائے گی جو عربی اشعار میں استعمال ہوئے ہیں۔

یہ تجویز نہایت اہم اور ایک بڑی ضرورت پوری کرنے والی ہو عربی علم ادب سے مہارت رکھنے والے جانتے ہیں کہ عہد جاہلیت اور مولدین کے کتنے اشعار محض اس لئے مشکل ہو گئے ہیں کہ موجودہ کتب لغت میں اُن کے الفاظ اور محاوروں کی پوری تحقیق موجود نہیں۔

تحقیقات سے مجھے معلوم ہوا کہ اس غرض کے لئے یونیورسٹی نے علماء کی ایک کمیٹی بنائی ہو۔ مشہور یہودی علامہ ہرفنز اس کے صدر ہیں۔ کام شروع ہو گیا ہو۔ لیکن اس کی تکمیل میں تقریباً پندرہ برس لگیں گے۔

اسی سلسلہ میں یونیورسٹی کی ایک اور تجویز بھی قابل ذکر ہو۔ عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے جرمنی کے مشہور مستشرق پروفیسر بیکر کا نام سنا ہوگا۔ یہ اس وقت پروشیا کے وزیر تعلیم ہیں انھوں نے سالہا سال کی کوششوں سے عربی زبان کی بکثرت قدیم قلمی تحریریں جمع کی ہیں۔ علمی دنیا میں ان کا مجموعہ نہایت نادر اور قیمتی سمجھا جاتا ہو۔ فلسطین کی یہودی یونیورسٹی نے گزشتہ ماہ یہ تجویز منظور کی ہو کہ پروفیسر مذکور سے یہ تاریخی مجموعہ خرید لیا جائے اور پورے اہتمام کے ساتھ شایع کر دیا جائے۔ خیال کیا جاتا ہو کہ اگر یہ مجموعہ شایع ہوا تو دس جلدوں میں ختم ہوگا۔

عبرانی یونیورسٹی کے کارناموں میں مشرق کی اکثر قوموں کے لئے بڑی ہی عبرت ہو۔

عبرانی اپنے بولنے والوں کی پراگندگی و بربادی کے بعد خود بھی برباد ہو گئی تھی۔ مُردہ زبانوں میں اُس کا شمار تھا۔ مذہبی کتابوں اور عبادت خانوں کے باہر اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا لیکن سخت جان یہودیوں کی تیس برس کی کوششوں نے آج اُسے ایک زندہ زبان بنا دیا ہو۔ اسوقت فلسطین میں عربی کے بعد سب سے زیادہ مستعمل یہی زبان ہو۔ عدالتوں اور بازاروں تک میں بولی جاتی ہو، اسمیں نئے علوم و فنون ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہو۔ اپنی خاص یونیورسٹی رکھتی ہو جس کا شمار موجودہ عہد کی بہترین یونیورسٹیوں میں ہو!

عبرانی یونیورسٹی کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہو کہ دو سال کی قلیل مدت میں اُسنے ایک لاکھ ۸۰ ہزار کتابیں اپنے کتب خانہ میں جمع کر لی ہیں جو تمام تر یہودی علوم اور یہودی قوم سے تعلق رکھتی ہیں!

قومی مؤتمر

فلسطین کی قومی مؤتمر (کانگرس) نے ایک عام اجتماع منعقد کرنے کی دعوت شایع کی ہو۔ اس سے غرض اُس قانون پر بحث و اعتراض ہو جو گورنمنٹ نے فلسطینی قومیت یا جنسیت کے متعلق عمل میں بنایا ہو۔ یہ قانون اُن تمام لوگوں کو فلسطینی جنسیت سے خارج کرتا ہو جو فلسطین کے باہر بود و باش رکھتے ہیں۔ نیز اُنھیں اپنے ملک میں واپس ہونے سے بھی منع کرتا ہو۔ اس قانون کی وجہ سے باشندے سخت ہیجان میں ہیں۔

مجلس تشریع

ملک میں مجلس تشریع (لیجسلیٹو کونسل) کے قیام کا مطالبہ عام ہو گورنمنٹ بھی اسپر غور کر رہی ہو۔ اس راہ میں بڑی رکاوٹ یہ ہو کہ جن لوگوں پر قوم کو اعتماد ہو، حکومت اُنھیں پسند نہیں کرتی۔ اور حکومت کے آدمیوں پر قوم کو اعتماد نہیں۔ اس صورت میں کونسل کا قیام کیسے ہو سکتا ہو؟ حکومت ڈرتی ہو کہ اپنا ایک نیا دشمن کیوں پیدا کرے؟ قوم خیال کرتی ہو حکومت کے ہاتھ میں ایک نیا ہتیار کیوں دے؟ لیکن متعدد سیاسی رہنماؤں نے اعلان کیا ہو کہ ہم حکومت کے ساتھ اتحاد عمل کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ سچائی کے ساتھ قومی مطالبے کی طرف عملی قدم اُٹھائے۔ ایسے معاملات میں "سچائی" کی قید ہمیشہ مشتبہ ہوتی ہو!

ایک اہم انکشاف

پروفیسر ولیم یہاں آثار قدیمہ تلاش کر رہے ہیں۔ حال میں اُنھیں "تل تنشا" پر زمین کے اندر ایک دیوار ملی ہو۔ سولہ سے بیس فٹ تک موٹی ہو۔ خیال کیا جاتا ہو یہ ۱۸۰۰ قبل مسیح میں تعمیر ہوئی تھی۔

ڈاکٹروں کی تعداد

آخری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اسوقت فلسطین میں کل ۵۳۴ ڈاکٹر ہیں۔ ان میں ۳۷۲ یہودی ہیں ۴۰ عرب ہیں ۱۲۳ یورپین ہیں۔ یہودی ڈاکٹروں میں ایک تہائی عورتیں ہیں۔

امیر عبداللہ

اخبارات نے امیر عبداللہ کی ایک ملاقات کا حال شایع کیا ہو جو اُنھوں نے ایک مصری اخبار نویس سے حال میں کی تھی۔ امیر نے کہا:

"مصر میں ذہنی بیداری اس طرح اُبل رہی ہو جس طرح کڑھتا اُبلتا ہو۔ اس کے مستقبل اور نتیجہ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا قدیم خیالات و افکار کے باب میں فکر کی آزادی میرے نزدیک نہایت مستحسن ہو۔ تجدید و اجتہاد میں جو چیز مجھے بہت پسند ہو وہ اعتدال ہو جلد بازی اور شرقی فضائل و اخلاق کی تحقیر مجھے پسند نہیں"

مصر کی سیاسی بیداری کے متعلق امیر نے گفتگو کرنے سے انکار کیا۔ البتہ ڈرتے ڈرتے اتنی تصریح کی "مصر کے دوستوں کو یہ بیداری بہت مرغوب ہو"

اپنی ریاست کے متعلق اُنھوں نے کہا "میں اپنے ملک کو وہ تمام دستوری (پارلیمنٹری) حقوق دینا پسند کرتا ہوں جو اُسکے لئے مضر نہ ہوں" اور اُس کی "عقلی استعداد" کے مطابق ہوں"

انگریزی معاہدہ کے متعلق کہا "معاہدہ ابھی آخری منزل میں نہیں پہونچا ہو۔ البتہ گفت و شنید ختم ہو گئی ہو۔ ممکن ہو مزید ترمیم ہو۔ بہرحال مجھے یقین ہو کہ یہ ویسا ہی معاہدہ ہوگا جیسا برطانیہ نے عراق سے کیا ہو"

اپنے والد شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بارے میں اُنھوں نے کہا "اپنی آخری حاضری کے وقت میں نے عرض کیا تھا کہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کریں۔ مگر اُنھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے والد قبرص میں محض اپنی خوشی سے مقیم ہیں۔ وہ بالکل آزاد ہیں جس ملک میں چاہیں قیام کر سکتے ہیں"

فلسطین کی ایک بڑی شخصیت

فلسطین کے ایک ممتاز اور معزز سیاسی رہنما موسیٰ کاظم پاشا ہیں۔ شروع سے وطن کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ قومی انجمن کے فی الحال صدر ہیں۔ اخبارات نے اُن کی ایک سیاسی گفتگو شایع کی ہو۔ یہ فلسطین کی عام رائے کی صحیح ترجمانی کرتی ہو۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"ملک کا مطالبہ یہ ہو کہ قومی حکومت دستوری بنیادوں پر قائم ہو۔ قومی مجلس اُس کی پشت پناہ اور نگراں ہو دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی صرف ملکی مجلس ہی کے سامنے جوابدہ ہو۔ ہم برطانوی حکمبرداری تسلیم نہیں کرتے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ایک معین مدت تک کے لئے اپنے خارجی معاملات اجنبیوں کے ہاتھ میں رہنے دیں۔ لیکن ہم کامل اندرونی آزادی چاہتے ہیں ہم سردست اپنے ملک کے لئے وہی سیاسی حیثیت چاہتے ہیں جو عراق کو حاصل ہو۔ یعنی ہم انگریزوں سے اس شرط پر معاہدہ کر سکتے ہیں کہ ملک کی اندرونی آزادی محفوظ رہے اور دستوری حکومت قائم کرنے دیجائے۔ ہماری راہ میں سب سے بڑی مشکل یہودی قوم ہو ہم یہودیوں سے کوئی عداوت نہیں رکھتے۔ ہم اپنے ملک میں اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ مگر وہ زیادتی کرنا چاہتے ہیں ہمارے ملک کو غصب کرنا چاہتے ہیں، یہ بات ہم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ عربوں کو برطانیہ سے بیشمار شکایتیں ہیں۔ سب سے بڑی شکایت یہ ہو کہ اُسنے اُن کی آزادی سلب کر لی۔ دوسری شکایت یہ ہو کہ تقریباً تمام اعلیٰ اور درمیانی عہدے یہودیوں اور انگریزوں کے لئے خاص کر دیے، تیسری یہ کہ انگریزی حکومت نے ہماری تعلیم اپنے قبضہ میں کر لی ہو جس سے ملک کو سخت نقصان پہنچ رہا ہو۔ چوتھی یہ کہ بیشمار ٹیکس غریب ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ پانچویں یہ کہ ظالمانہ قانون جاری کئے گئے ہیں۔ اس قانون سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ حکومت جسے مشتبہ سمجھے ۶ مہینے کے لئے بغیر مقدمہ چلائے قید کر سکتی ہو"

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

مصر و برطانیہ کی نزاع

"قوم کی روح کو نہ جنگی قانون مغلوب کر سکتا ہو نہ ظالم کا ظلم، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت"

(سعد پاشا زغلول)

مصر کی موجودہ سیاسی جد و جہد کی پوری تاریخ اس ایک جملہ میں پنہاں ہو۔ برطانیہ نے ہر ممکن ذریعہ سے اس چھوٹی سی قوم کو مغلوب و مقہور کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نہتی قوم نے مغلوب ہونے سے ہمیشہ انکار کیا۔ برطانیہ کو مجبوراً ظلم و جور کے ہتیار رکھ دینا پڑے۔ سیاسی بازی گری شروع کی۔ مگر اس قوم نے فریب کھانے سے بھی انکار کر دیا۔ برطانیہ کا آخری اور خطرناک حربہ، زیور پاشا کی وزارت تھی۔ یہ شخص مصری تھا مگر برطانیہ سے زیادہ مصر کے لئے مُضر تھا۔ اپنے ملک کی سیاسی زندگی کا گلا گھونٹنے کی پوری کوشش کی، مگر قوم نے اُسے بھی چشم زدن میں گرا دیا۔ آج مصر پر حکومت خود مصریوں کی ہو۔ آج مصر کی حکومت، عام رائے کے ماتحت ہو۔ عام رائے برطانیہ کے خلاف ہو، اس لئے ملک کی حکومت بھی برطانیہ کے خلاف ہو۔ عام رائے ملک میں برطانیہ کا کوئی امتیاز باقی رہنے

جائداد بھی برطانیہ کے قبضہ میں نہیں ہے۔ کیونکہ مصر اب ایک خود مختار سلطنت ہے اور برطانیہ کو اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق باقی نہیں رہا"

"علاوہ بریں" وکیل نے مزید استدلال کرتے ہوئے کہا "معاہدۂ لوزآن نے یہ بھی تصریح کردی ہے کہ برطانیہ اُنھی ملکوں کی جائدادیں واپس کرے گا جو اس معاہدہ کے وقت ٹرکی کے قبضہ سے نکلے ہیں۔ ظاہر ہے مصر کا شمار ایسے ملکوں میں نہیں ہے مصر جنگ سے پہلے ہی ٹرکی سے علٰحدہ ہوچکا تھا"

اس موقعہ پر وکیل نے لاہائی کی عدالت عالیہ کے مشہور جج موسیو کوبر کا یہ قول نقل کیا کہ کسی ملک کے اپنی سلطنت سے علٰحدہ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ سلطنت یہ علٰحدگی تسلیم بھی کرے فعلاً کسی ملک کی حکومت کا بے اختیار ہوجانا اس کے لئے کافی ہے کہ اُسے حکومت کے اختیار سے محروم تسلیم کرلیا جائے"

اس قول سے وکیل نے یہ استدلال کیا کہ "ٹرکی نے اگرچہ مصر کی علٰحدگی سرکاری طور پر اُس وقت تسلیم نہیں کی تھی۔ مگر مصر فعلاً اُس سے علٰحدہ ہوچکا تھا اور اگر اُس وقت کی علٰحدگی قانوناً جائز نہ ہو تو پھر ۱۹۱۴ء میں انگریزی حمایت نے تو مصر کو قطعاً الگ کردیا تھا اور دول نے بھی اسے تسلیم کرلیا تھا۔ اگر یہ بھی معتبر نہ ہو تو مارچ ۱۹۲۲ء میں مصر کے اعلان خود مختاری پر تو کوئی زدو قدح نہیں ہوسکتی۔ یہ اعلان صرف دول یورپ ہی نے نہیں بلکہ خود ٹرکی نے بھی تسلیم کرلیا ہے"

غرضکہ انگریزی وکیل نے ہر ممکن دلیل سے ثابت کرنا چاہا کہ خدیو عباس کا موجودہ دعویٰ اگر بے بنیاد نہ ہو تو بھی اس عدالت میں پیش نہیں ہوسکتا۔ عدالت میں ۶۰ سے زیادہ سربرآوردہ ترک اور سفراء دول موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی انگریزی وکیل کی تقریر پسند نہیں کی۔ اُس کی تقریر غیر دلچسپ اور افسردہ کن تھی تمام حاضرین اس بات پر مسکرا رہے تھے کہ وہ بار بار جوش میں آکر تمسخر انگیز حرکتیں کرنے لگتا تھا سب سے زیادہ تمسخر انگیز منظر اُس کی عینک میں تھا۔ وہ اپنی عینک کسی طرح بھی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بار بار ناک پر رکھتا اور پھر گھبرا کر اُتار دیتا۔ جب رکھتا تھا تو اس طرح ججوں کو دیکھنے لگتا تھا گویا کتاب پڑھ رہا ہے۔ جب اُتار دیتا تھا تو اس طرح نظریں اُٹھا دیتا تھا گویا اندھیرے سے اچانک روشنی میں آگیا ہو!

برخلاف اس کے خدیو کے پیروکار بڑے سلیقہ اور وقار کے وکیل تھے۔ انکے سرگروہ مشہور قانون داں طاہر بک ہیں۔ یہ آستانہ کے مدرسۂ قانون کے مہتمم ہیں اور لوزآن کانفرنس میں ترکی وفد کے قانونی مشیر تھے۔

خدیو کے وکلاء کی بحث

خدیو کی طرف سے تین وکیل تھے۔ تینوں نے انگریزی وکیل کی بحث کے تین اہم نقطوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا۔

طاہر بک نے خدیو کی جنسیت پر بحث کی اُنھوں نے کہا:

"خدیو، ترکی رعایا ہیں۔ کیونکہ ترکی قانون جنسیت اُنھیں ترکی رعایا قرار دیتا ہے اور مصری قانون جنسیت اُنھیں مصری تسلیم نہیں کرتا۔ خود برطانیہ معترف ہے کہ ۵ نومبر ۱۹۱۴ء تک خدیو کا شمار ترکی رعایا میں تھا، پھر اس تاریخ کے بعد بقول اُس کے خدیو مصری رعایا ہوگئے۔ حالانکہ ۱۹۲۶ء کے مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ خدیو کو مصری جنسیت سے خارج کررہی ہے۔ کیونکہ مصر میں اُن کی عدم موجودگی اور مصر میں اُن کے داخلہ کی ممانعت کی وجہ سے اُن پر وہ شرطیں عائد نہیں ہوتیں جو مصری رعایا ہونے کے لئے قانون میں درج ہیں۔ اس قانون میں صاف لکھا ہے کہ وہی لوگ مصری رعیت ہیں جو ۵ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو مصر میں موجود تھے اور اسکے بعد بھی برابر وہاں بود و باش رکھتے ہیں۔ خدیو عباس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوئیں۔ بلاشبہ ۱۹۱۴ء میں خدیو اپنے ملک واپس جانا چاہتے تھے مگر خود انگریزی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے اُنھیں واپسی سے روک دیا"

اس کے بعد طاہر بک نے مصری وزیراعظم عبدالخالق ثروت پاشا کے مذکورۂ بالا خط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"یہ نام نہاد خط، اس مقدمہ میں پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ طرفین نے عدالت کے سامنے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ ایسے کاغذات پیش نہیں کئے جائیں گے جو پہلے سے طرفین کے معائنہ میں نہیں آچکے ہیں۔ انگریزی وکیل نے یہ کارروائی بالکل خلاف اصول کی ہے۔ تاہم میں اس خط پر چند لفظ کہے بغیر نہیں رہ سکتا یہ خط محض شخصی اور سنہ کا خط ہے۔ سرکاری دستاویز نہیں ہوسکتا خود میرے پاس ترکی حکومت کے سرکاری کاغذات موجود ہیں جن سے میرے موکل کی ترکی جنسیت پوری طرح ثابت ہوتی ہے مگر میں نے پیش نہیں کئے کیونکہ میں کوئی کارروائی باہمی معاہدہ کے خلاف نہیں کرنی چاہتا۔ ثروت پاشا کے خط پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ خط صرف اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ مدعا علیہ مقدمہ پر اپنے موافق اثر ڈالے۔ نیز یہ ایک ایسی حکومت کے وزیراعظم نے لکھا ہے جس کی مصلحت اسی میں ہے کہ میرا موکل مقدمہ ہار جائے۔ کیونکہ اُس کی جائداد اسی حکومت کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے متمتع ہورہی ہے۔ اس خط کو کتنی ہی اہمیت دی جائے مگر وہ مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ کو باطل نہیں کرسکتا جسنے خدیو کو مصری جنسیت سے محروم کردیا ہے"

اس کے بعد ترکی وکیل نے اپنے حریف کے اس بیان کی تردید کی کہ خدیو کی جنسیت کے بارے میں مصری اور ترکی حکومتوں کے مابین گفت و شنید ہوئی تھی۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی حکومت نے اس بارے میں مصری حکومت سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ترکی حکومت پوری تاکید سے خدیو کو ترکی سمجھتی رہی ہے۔ پھر وہ ایک ایسے صاف معاملہ پر گفتگو کرکے اُسے مشتبہ کیسے بنا سکتی تھی؟ ممکن ہے یہ حقیقت ثروت پاشا کے لئے تکلیف دہ ہو۔ ممکن ہے حکومت برطانیہ کو موجودہ مشکل سے نکالنے کے لئے مصری حکومت اپنے سر ذمہ داری لے لے مگر ان تمام کوششوں کے بعد بھی حقیقت، حقیقت ہی رہے گی۔ خدیو، ترکی سے مصری نہیں ہوجائیں گے۔ ہمارے موکل نے انگریزی وکیل کے اس بیان پر عصمت پاشا کو توجہ دلائی تھی۔ اسپر انھوں نے جو جواب بھیجا ہے وہ میں عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہوں"

اس کے بعد انھوں نے عصمت پاشا کا حسب ذیل خط پڑھ کر سنایا:

"آپکی جنسیت کے متعلق ہمیں حکومت مصر کے کسی اعتراض کا آجتک علم نہیں۔ ہماری وزارت خارجیہ بھی اب تک ناواقف ہے کہ مصر میں ترکی سفیر کو مصری حکومت نے اس بارے میں کوئی نوٹ دیا ہے۔ آپکی جنسیت کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ معاملہ کسی حال میں بھی معرض بحث میں نہیں لایا جاسکتا"

طاہر بک کے بعد خدیو کے دوسرے وکیل مسیو برگریہ نے اس نقطہ پر بحث کی کہ مصر، ترکی سے کب علٰحدہ ہوا؟ اُنھوں نے ثابت کیا کہ ٹرکی مصر سے معاہدۂ لوزآن کے وقت سے دستبردار ہوا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ معاہدہ کی دفعہ ۱۶ میں صاف لکھا ہے کہ ٹرکی اپنی حدود کے باہر جملہ مقبوضات سے دست بردار ہوتا ہے پھر مصر اور سوڈان کے متعلق اسی دفعہ میں مزید تصریح موجود ہے کہ ان دونوں ملکوں سے دست برداری ۵ نومبر ۱۹۱۴ء سے تصور کی جائے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کی باضابطہ علٰحدگی معاہدۂ لوزآن سے ہوئی ہے۔ نہ کہ کسی اور معاہدہ یا واقعہ سے۔

اس کے بعد خدیو کے تیسرے وکیل مسیو گارز نے وکیل کے اس اعتراض پر بحث کی کہ موجودہ عدالت اس مقدمہ پر غور نہیں کرسکتی اُنھوں نے کہا:

"میرے موکل کی جائداد مصر میں تھی۔ برطانیہ نے اُسے ضبط کرلیا۔ ثبوت یہ ہے کہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جبکہ یہ واقعہ پیش آیا مصر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اگرچہ اس قبضہ کا باضابطہ اعلان ۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ہوا ہے"

اس کے بعد وکیل نے بین الاقوامی قوانین کی بہت سی کتابوں کے حوالے پڑھ کر بتایا کہ کسی ملک پر قبضہ اگر فعلاً موجود ہو اور اس قبضہ کے لئے کوئی معاہدہ یا اعلان نہ بھی ہوا ہو جب بھی وہ قبضہ قانوناً تسلیم کیا جائے گا۔ فعلاً اُس کا موجود ہونا اُس کی موجودگی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ تمام علماء قانون نے قبضہ کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی ملک کی مدافعت کی ذمہ داری اور اُس کے معاملات میں مداخلت کا نام قبضہ ہے۔ یہ چیز اُس وقت سے موجود تھی جب سے برطانیہ کی فوجیں مصر میں داخل ہوئیں۔

اپنے دعویٰ کی دلیل میں وکیل نے لارڈ ملنر اور دوسرے ذمہ دار انگریزوں کی تصریحات بھی پیش کیں اور بتایا کہ مصر فعلاً انگریزی حمایت میں تھا اگرچہ اُس کا باضابطہ اعلان ۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔ وکیل کی سب سے بڑی دلیل، جسنے پوری عدالت کو سکتہ میں ڈال دیا، انگریزی سپہ سالار مصر کا وہ اعلان تھا جو اُسنے اگست ۱۹۱۴ء میں شایع کیا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ برطانیہ نے اُسے مصر کی حمایت و مدافعت کے لئے مقرر کیا ہے۔

غرضکہ وکیل نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جبکہ خدیو کی جائداد ضبط ہوئی ہے، مصر برطانیہ ہی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد وکیل نے اُن تمام اعتراضوں کو ایک ایک کرکے رد کردیا جو انگریزی وکیل نے معاہدۂ لوزآن پر بحث کرتے ہوئے ضبط شدہ جائدادوں اور اُن کے معاوضہ کے متعلق پیش کئے تھے۔

ترکی حکومت کا بیان

تمام کارروائی ختم ہونے کے بعد ترکی حکومت کے نمائندے وصفی راشد بک نے عدالت کے سامنے ۱۹ بڑے صفحوں پر لکھی ہوئی ایک دستاویز پیش کی۔ اسمیں ترکی حکومت نے مقدمہ کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ اسکے بعد ترکی وزیر خارجیہ کا یہ پیغام پڑھا گیا:

"عباس حلمی پاشا ترکی جنسیت رکھتے ہیں۔ ہم نے مصری حکومت سے جو گفت و شنید کی تھی وہ خدیو کے بارے میں نہیں بلکہ مصری قانون جنسیت کے بارے میں تھی۔ چونکہ خدیو جنگ عمومی کے قبل ہی سے قسطنطنیہ میں مقیم ہیں اس لئے مصری قانون کی دفعہ ۲ و ۳ کی رُو سے وہ مصری رعایا نہیں ہوسکتے"

آخر میں عدالت نے انگریزی وکیل سے پوچھا کہ اُسے کچھ اور کہنا ہے؟ وکیل نے انکار کیا۔ اسپر عدالت برخواست ہوگئی فیصلہ کی تاریخ کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

کرینگے ۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا ۔ اُسوقت مصر کے وزیر اعظم برطانیہ کے ساختہ پرداختہ احمد زیور پاشا تھے ۔ اُنھوں نے اس اہم واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا ۔ اب لارڈ جارج کی سیاحت مذید نے یہ سوال مصری پارلیمنٹ میں پیدا کر دیا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ لارڈ جارج مصر میں برطانوی نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ اُنھوں نے شاہ مصر کے سامنے اپنے کاغذات پیش نہیں کئے ؟

اس قانونی سوال کا جواب وزیر اعظم نے یہ دیا ہے کہ سفراء کا اپنے کاغذات پیش کرنا، قرون وسطی کی رسم ہے جبکہ بادشاہ باہم ایک دوسرے سے خط و کتابت کرتے تھے ۔ موجودہ زمانہ میں یہ رسم کوئی معنی نہیں رکھتی اور بعض حکومتوں، مثلاً سوٹزرلینڈ نے اسے بالکل موقوف کر دیا ہے ۔ تاہم ابتک یہ رسم اکثر ملکوں میں باقی ہے اور مصر میں بھی تھی ۔ لہذا اگرچہ زیور پاشا کی وزارت نے برطانوی نمائندے کی اس فرد گزاشت پر کوئی اعتراض نہیں کیا تاہم ابھی وقت ہے، موجودہ وزارت حکومت برطانیہ سے اس بارے میں گفتگو کریگی ۔

"ہائی کمشنر" ؟

دوران بحث میں ایک اور قانونی سوال پیدا ہو گیا ۔ برطانوی نمائندہ ہائی کمشنر کیوں کہلاتا ہے ؟ حالانکہ عام طور پر سیاسی نمائندے اس لقب سے نہیں پکارے جاتے ۔

اس کے جواب میں وزیر اعظم نے بیان کیا ۔ بین الاقوامی کتب قانون میں عام طور پر سیاسی نمائندوں کا لقب

"Minstre Plenipotentiare"

"[illegible]" ہے ۔ لیکن بعد میں ایک نیا لقب ہائی کمشنر کے نام سے رائج ہو گیا ۔ یہ لفظ بین الاقوامی کتب قانون [illegible] ہی کہیں نظر آتا ہے ۔ بین الاقوامی طریق عمل نے بھی [illegible] ابتک پوری طرح متعین نہیں کئے ہیں ۔ تاہم اس قدر [illegible] کہ یہ لقب ایسے دو ملکوں کے سیاسی نمائندوں کے لئے [illegible] کیا جاتا ہے جن کے سیاسی علائق صاف بنیادوں پر قائم [illegible] ۔ یہی سبب ہے کہ معاہدہ لوزان سے پہلے جدید ترکی میں [illegible] انگلستان اور فرانس کے سیاسی نمائندے "ہائی کمشنر" کہلاتے تھے ۔ اسی طرح اسوقت ولایات متحدہ امریکہ میں کینیڈا کا سیاسی نمائندہ ہائی کمشنر کہلاتا ہے ۔ حالانکہ ایک لمحہ کے لئے بھی کینیڈا کو امریکہ کے زیر اثر نہیں کہا جا سکتا ۔ اعلان خود مختاری سے پہلے مصر میں انگریزی نمائندہ اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا اس لئے اب تک اسی لقب سے پکارا جاتا ہے، کیونکہ مصر اور برطانیہ کے سیاسی علائق متعین اور صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہیں"

محمل مصری

اس سال محمل مصری کہ معظمہ نہیں گئی ۔ وجہ یہ ہوئی کہ گزشتہ سال موسم حج میں ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا تھا ۔ کئی صدیوں سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ محمل کے ساتھ ایک مصری فوج اور توپخانہ جاتا ہے ۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ اُسوقت حجاز میں امن پوری طرح قائم نہ تھا اور مقامی حکومت، محمل کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لیتی تھی جب عادت گزشتہ سال بھی محمل کے ساتھ مصری فوج گئی ۔ نجدیوں سے اُس کا بعض اُمور میں اختلاف ہوا اور اختلاف نے کشت و خون کی صورت اختیار کرلی ۔ اس نزاع میں بہت سے نجدی مارے گئے کیونکہ وہ نہتے تھے اور مصری فوج کا کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا ۔

اس واقعہ کے بعد سلطان ابن سعود نے حکومت مصر کو لکھا کہ آئندہ سے محمل کے ساتھ مسلح فوج نہ آئے ۔ مصری حکومت نے اسے منظور نہیں کیا کیونکہ گزشتہ سال کے واقعہ کے بعد خطرہ کا امکان اور زیادہ بڑھ گیا ہے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمل کی روانگی ملتوی رہی ۔

سلطان ابن سعود نے اپنی خواہش کے جواز پر تین دلیلیں پیش کی تھیں ۔ ایک یہ کہ اب حجاز میں ہر طرح امن امان ہے اور حجاز کی حکومت محمل اور حجاج کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے ۔ دوسرے یہ کہ کسی سلطنت میں غیر سلطنت کی مسلح فوج کا داخل ہونا، اُس کی خود مختاری کے منافی ہے ۔ تیسرے یہ کہ شرعی احکام کے بموجب بھی یہ مناسب نہیں کہ ہتیار بند فوج بلا ضرورت حدود حرم میں داخل ہو ۔

مصری حکومت نے اپنے انکار کی دو وجہیں قرار دی ہیں : ایک یہ کہ کئی صدیوں سے برابر یہ رسم چلی آتی ہے ۔ دوسرے یہ کہ اُسے حکومت حجاز کی اس ذمہ داری پر پورا اطمینان نہیں ہے کہ وہ محمل اور مصری حاجیوں کی حفاظت کر سکے گی ۔

بہر حال اس سال محمل نہیں گیا ۔ البتہ مصری حاجیوں کی ایک بڑی تعداد حج کے لئے روانہ ہو گئی ہے ۔

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

اس وقت چین کی کیا حالت ہے ؟

یہ سوال ہے جو بیرونی دنیا میں عام طور پر پوچھا جا رہا ہے ۔ مگر کوئی صاف جواب نہیں ملتا ۔ کیونکہ برطانی دعایۃ (پروپیگنڈا) نے اصلیت پر پردے ڈال دئے ہیں اور اس قدر غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں کہ حقیقت معلوم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے ۔

برطانیہ کو پورے چین سے پرخاش نہیں ہے ۔ شمالی حکومت تو اُس کے زیر اثر ہے ۔ اس لئے باوجود حد درجہ بد نظمی اور عام بد امنی کے اس حکومت کے خلاف اُس کی زبان نہیں کھل سکتی ۔ بلکہ اُلٹی تعریفیں کی جا رہی ہیں ۔

لیکن چین کی جنوبی حکومت کے خلاف اُس کے پریس کی تمام قوتیں وقف ہو گئی ہیں ۔ جتنی بھی بُرائیاں ہیں ۔ سب اُس کے سر تھوپی جا رہی ہیں ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ یہ حکومت قوم پرستوں کی حکومت ہے اور برطانی ملک گیر پالیسی کے خلاف شمشیر کف ہے !

بیرونی دنیا کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ جنوبی چین کمیونسٹ روس کے اثر و اقتدار میں ہے ۔ وہاں سرے سے کوئی باضابطہ حکومت ہی نہیں ہے ۔ قتل و غارت اور بے امنی عام ہے ۔ حالانکہ یہ صریح کذب و افترا ہے ۔

قوم پرست چین ہرگز روسی کمیونسٹوں کے اثر میں نہیں ہے ۔ یہ سچ ہے کہ اُس میں کمیونسٹوں کو بہت قوت حاصل ہے ۔ مگر وہ کمیونسٹ روسی نہیں خود چینی ہیں ۔ کمیونزم کچھ روس کی ذاتی جائداد نہیں ہے ۔ وہ معاشرتی عقائد کا ایک مذہب ہے اور ہر قوم اُسے قبول کر سکتی ہے بغیر اس کے کہ کمیونسٹ روس کے ماتحت یا زیر اثر ہو ۔ بلاشبہ قوم پرست چین، روس کی طرف مائل ہے ۔ لیکن اس کی وجہ بالکل معقول ہے ۔ وہ روس ہی ہے جس نے دول یورپ کے جتھے سے نکل کر چین کے ساتھ انصاف کیا اور وہ تمام مراعات از خود چھوڑ دیں جو اُسے پچھلے غاصبانہ معاہدوں کی رو سے حاصل تھیں اور جن کے برقرار رکھنے کے لئے برطانیہ جنگ پر تلا ہوا ہے اور تمام دول یورپ اور امریکہ کو بھڑکا رہا ہے ۔

اسی طرح قومی حکومت کی سرحدوں میں امن و امان بھی عام ہے اتنا عام جتنا دنیا کی باقاعدہ سے باقاعدہ حکومت میں ہو سکتا ہے ۔ یہاں چوری قزاقی کی وارداتیں سنی نہیں جاتیں ۔ تقریباً روز بڑے بڑے شہروں میں عظیم الشان جلوس اور مظاہرے نکلتے رہتے ہیں، مگر انتظام ایسا مکمل ہے کہ کبھی کوئی تصادم نہیں ہوتا ۔ پھر یہاں ہندوستان کی طرح مذہبی جھگڑے بھی پیدا نہیں ہوتے ۔ کوئی مقام نہیں جہاں بودھ، کنفیوشس اور اہل اسلام موجود نہ ہوں ۔ بہت سے علاقوں میں دیسی عیسائیوں کی بھی آبادیاں ملی جلی موجود ہیں ۔ لیکن سب امن و صلح کے ساتھ رہتے ہیں ۔ حکومت قومی ہے اس لئے کبھی کوئی باہمی نزاع پیدا ہی نہیں ہوتی ۔

دنیا بھر میں یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ جنرل چنگ کے شیک کی علحدگی کے بعد قومی حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے ۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے ۔ بلاشبہ جنرل مذکور یورپین اثرات سے متاثر ہو کر قومی حکومت سے باغی ہو گیا ۔ یہ بھی سچ ہے کہ اُس کے ماتحت ایک بڑی فوج بھی ہے ۔ کئی علاقوں پر قابض ہے اور نان کنگ اُس کا صدر مقام ہے لیکن اس سے مرکزی حکومت کی قوت میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے ۔ وہ آج بھی کافی طاقتور ہے اور اُسکی مظفر و منصور فوجیں شمالی چین کو فتح کرتی ہوئی برابر بڑھ رہی ہیں ۔

پھر جنرل کے شیک کی بغاوت بھی ابتک ایک معما ہے ۔ اسوقت تک مرکزی حکومت سے اُس کا کوئی قابل ذکر تصادم نہیں ہوا ۔ اُسنے ہانکو پر حملہ نہیں کیا بلکہ سیدھا شمالی چین کی طرف روانہ ہو گیا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی بغاوت برطانیہ کے لئے عملاً کچھ مفید نہ ہو سکی بلکہ سراسر نقصان ہی پہنچا ۔ پہلے اُس کے حلیف شمالیوں پر صرف کنٹون کا دباؤ تھا ۔ اب یہ جنرل الگ ہو کر نئی طاقت سے دہرا دباؤ ڈال رہا ہے ۔

علاوہ بریں اگر قوم پرست حکومت کو اس با اثر سپہ سالار کی علحدگی سے نقصان پہنچا تو ساتھ ہی قدرت نے اُس کی فوراً تلافی بھی کر دی یعین وقت پر چین کا مشہور عیسائی جنرل "فینگ" (جو کئی سال تک پیکن کا حاکم رہ چکا ہے) اُس سے آملا اور اپنی تازہ دم منظم فوج لا کر اُس کی قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا ۔ یہ جنرل اپنی جنگی قابلیت کی ایک پوری تاریخ رکھتا ہے ۔ تمام یورپ و امریکہ اور جاپان کے اخبارات اب سے چند سال پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ جیسی باقاعدہ فوج اس کے پاس ہے کسی دوسرے چینی جنرل کے پاس نہیں ہے ۔ لیکن اب جبکہ وہ کمیونسٹ ہو کر قوم پرست حکومت کے جھنڈے تلے آگیا ہے تو کہا جا رہا ہے کہ اُس سے بُرا متمرد کوئی نہیں !

یہ اسی جنرل کے اتحاد کا نتیجہ ہے کہ قوم پرست فوجیں تیزی سے "پیکن ۔ ہانکو ریلوے" اور "ٹین سن ۔ پاکو" لائن پر بڑھتی چلی جاتی ہیں ۔ ان کی قوت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے ۔ نئی نئی قومیں اُن کی فتوحات دیکھ کر اُن سے ملتی جاتی ہیں ۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم خبر یہاں کے چینی حلقوں میں یہ پھیلی ہوئی ہے کہ عنقریب صوبہ "شانسی" کا جنگی حاکم جنرل "ین ہی ۔ شان" قوم پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے والا ہے ۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو قومی حکومت کو غیر معمولی قوت حاصل ہو جائے گی ۔ (۱۳ ۔ جون کی سرکاری خبر مظہر ہے کہ یہ جنرل قوم پرستوں سے مل گیا ۔ الہلال)

غرضکہ اسوقت چین کی حالت قومی نقطہ نظر سے نہایت عمدہ اور امید افزا ہے ۔ قومی حکومت روز بروز طاقت ور ہوتی جا رہی ہے ۔ پیکن کی (شمالی) حکومت کو سخت زوال ہو رہا ہے ۔ برطانیہ اور دوسری سلطنتوں میں اس صورت حال سے سخت بےچینی پیدا ہو گئی ہے ۔ وہ پیکن کے بچانے کی فکر کر رہی ہیں ۔ لیکن کامیابی کی کوئی امید نظر

دینا نہیں چاہتی، اس لئے حکومت بھی برطانوی امتیازات اُٹھا لینے پر تلی ہوئی ہے۔

مصر کی خود مختاری تسلیم کرلینے کے بعد بھی برطانیہ نے اپنے لئے کئی مالکانہ امتیازات باقی رکھے ہیں۔ انگریزی فوج مصر کی سرزمین پر موجود ہے۔ مصری فوج کا سپہ سالار انگریز ہے۔ متعدد انتظامی محکموں پر انگریز عہدہ داروں کی نگرانی ہے۔ طور سینا اور طرابلس کے سرحدی علاقے انگریز افسروں کی ماتحتی میں ہیں۔

ظاہر ہے یہ امتیازات ملکی آزادی اور قومی خود مختاری کے قطعی منافی ہیں۔ ان کی موجودگی میں مصر کا اعلان خود مختاری بالکل بے معنی اور مضحکہ انگیز رہجاتا ہے۔ مصر نے سالہا سال صبر کیا، لیکن اب وہ طیار ہوگیا ہے کہ اپنے حقوق کا آخری مطالبہ شروع کردے۔

انگریز افسروں اور سپہ سالار کی موقوفی

اس سلسلہ میں مصری حکومت کی پہلی کارروائی یہ تھی کہ اُسنے انتظامی محکموں کے تمام انگریز عہدہ دار برخاست کردیے صرف محکمہ عدالت، محکمہ مال، اور بعض دوسرے عہدوں پر گنتی کے انگریز رہنے دئے، لیکن انکے لئے بھی خاص خاص شرطیں مقرر کردی گئیں یہ واقعہ عدلی پاشا کی وزارت میں ہوا تھا۔ اب ثروت پاشا نے آکر دوسرا قدم اُٹھایا ہے، اور یہ قدم نہایت نتیجہ خیز ہے۔ مصری پارلیمنٹ کی جنگی کمیٹی نے طے کردیا کہ سردار سپاہ کا عہدہ توڑ دیا جائے اور اُس کے اختیارات ایک جنگی مجلس کے سپرد کردیے جائیں۔ حکومت نے بھی یہ تجویز پسند کی اور اُسے جاری کرنا چاہا۔ مگر انگلستان اپنے غاصبانہ دعووں سے دست بردار ہونے کے لئے طیار نہیں ہے۔

برطانیہ کا دعویٰ ہے کہ ۲۸ر فروری ۱۹۲۲ء کی تصریح میں یہ طے پاگیا ہے کہ مصری فوج انگریزی سردار سپاہ کے ماتحت رہے گی۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے۔ اس تصریح میں فوج کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ صرف اس تصریح میں بلکہ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۲ء تک کے کسی معاہدہ یا گفت وشنید میں اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ مصری حکومت کی حجت یہ ہے کہ انگریزی حمایت (پروٹکٹوریٹ) کے زمانہ میں مصری فوج "سردار" کے ماتحت تھی لیکن اب اعلان خود مختاری کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قدیم نظام باقی رکھا جائے۔

غرضکہ اس وقت یہ مسئلہ برطانیہ اور مصر کے درمیان سخت نزاع کا موجب ہوگیا ہے۔ طرفین ہی اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا منظور نہیں کرتے۔ اس مسئلہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔ انگریز سپہ سالار کی ماتحتی میں مصری فوج رہنے کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ یہ فوج بھی انگریزوں ہی کی ہے۔ برطانیہ خوب سمجھتا ہے کہ "سردار" کی موقوفی کے بعد مصر کو جنگی قوت حاصل ہوجائے گی اور زبردستیوں کا وہ سلسلہ بند ہوجائے گا جو مدت سے برطانیہ جاری کئے ہوئے ہے۔

لارڈ جارج لائڈ کی بے ضابطگی

ابھی یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ ایک اور نئی مشکل پیدا ہوگئی۔ یہ مشکل برطانوی ہائی کمشنر لارڈ جارج لائڈ نے پیدا کی ہے۔ موصوف چند سال پہلے ہندوستان کے ایک صوبہ کے گورنر تھے۔ ہندوستان سے انگلستان واپس گئے اور فوراً مصر بھیجدیے گئے۔ مصر پہونچکر اُنھیں یاد نہیں رہا کہ اب ایک ایسے ملک میں آئے ہیں جو ہندوستان کی طرح برطانیہ کے ماتحت نہیں ہے۔ بات بات میں حاکمانہ شان دکھانے لگے۔ قاہرہ میں اُن کی آنکھیں شاہی استقبال اور مظاہر عبودیت ڈھونڈھتی تھیں۔ یہاں اس کا امکان نہ تھا۔ مایوس ہوکر دیہاتی علاقوں پر نظر ڈالی۔ وہاں علاقہ "منیا" میں چند قدیم الدار خاندان موجود ہیں۔ اُنھوں نے ممدوح کی خواہش پوری کردی۔ ایک پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اسپشل ٹرین پر دھوم دھام سے پہنچے۔ خشوع وخضوع کے مظاہرے قبول کئے، اور کسانوں میں بالکل ویسی ہی حاکمانہ تقریر کی جیسی تقریروں کے وہ ہندوستان میں عادی رہ چکے ہیں۔

لیکن جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی، تو عام رائے میں سخت برہمی پیدا ہوگئی۔ ہر طرف سے اعتراض شروع ہوا کہ برطانوی ہائی کمشنر کو اس کارروائی کا کیا حق تھا؟ اخبارات سے گزر کر یہ معاملہ پارلیمنٹ تک پہنچا۔ وہاں ممبروں نے نہایت سخت نکتہ چینی کی اور حکومت کو مجبور کیا کہ جواب طلب کرے۔

سب کو معلوم ہے کہ مصری پارلیمنٹ پر زغلول پاشا کی وطن پرست پارٹی حاوی ہے۔ اس واقعہ سے فائدہ اُٹھاکر انگریزی اخبارات نے لکھنا شروع کردیا ہے کہ برطانیہ کی مخالفت صرف یہی جماعت کر رہی ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ برطانیہ کی مخالفت پر تمام جماعتیں متحد ہیں۔ ذیل میں ہم چند اقتباس صرف اُن تقریروں کے دیتے ہیں جو معتدل جماعت کے سربرآوردہ ممبروں نے اس معاملہ پر پارلیمنٹ میں کی ہیں۔

حسین یوسف عامر آفندی نے کہا "ہمیں برطانوی نمائندہ سے صاف کہدینا چاہئے کہ مصر اپنی آزادی کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے کے لئے طیار نہیں۔ اگر ہم نے برطانیہ کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی پسند کی تھی تو صرف اس لئے کہ ہمیں یہ پالیسی مصر کی خود مختاری کے لئے مفید معلوم ہوئی تھی۔ اگر برطانیہ ہماری ملائمت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ہم اپنی پالیسی بدل ڈالنے میں ایک لمحہ بھی پس وپیش نہیں کرینگے"

ابراہیم دسوقی آفندی نے کہا "برطانوی نمائندے کو حق ہے کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے سیر کرے۔ نیز ملکی خاندانوں کو بھی حق ہے کہ جس طرح چاہیں اُس کی آؤ بھگت کریں لیکن ساتھ ہی برطانوی نمائندے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مصر ایک آزاد ملک ہے، اور یہ کہ اس سرزمین میں جب 'ملک' کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ ہستی ہوتی ہے جو مصر کے تخت پر بیٹھی ہے۔ میں اُس پالیسی کے ہرگز کوئی معنی نہیں سمجھتا جس کا نتیجہ ملک کی خود مختاری کی قطعی پامالی ہو"

طراف علی آفندی نے کہا "مصر کی مصالحانہ پالیسی کو اُس کی کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس حق ہے اور ہم حق کی قوت سے قوی ہیں"

سب سے زیادہ اہم اور پُر زور تقریر، معتدل جماعت کے مشہور زعیم ابراہیم الہلباوی بک کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ایک زمانہ میں برطانیہ کے بڑے مداح اور مخلص خدمت گذار تھے۔ ۱۹۰۶ء کے مشہور حادثہ "دنشوائی" میں انھی نے انگریز مجرموں کی طرف سے قانونی پیروی کی تھی اور اُنھیں سزا سے بچالیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا:

"بہت سی تقریریں ہوچکی ہیں۔ لیکن معاملہ اس قدر اہم ہے کہ میں بھی گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔ دنیا دیکھ لے کہ میں نوجوان نہیں ہوں، میرا سر سفید ہوگیا ہے۔ بڑھاپا اپنی جملہ کمزوریوں کے ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مصری پارلیمنٹ پُرجوش نوجوانوں کے تہور کا ساتھ دے رہی ہے۔ میں سعد پاشا کی جماعت میں سے بھی نہیں ہوں۔ البتہ میں مصری ہوں، اور چونکہ تمام مصر برطانوی نمائندے سے نالاں ہے اس لئے قدرتی طور پر میں بھی نالاں ہوں۔ اس برطانوی نمائندے نے سیاسی دستور العمل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُسنے ہمارے ملک کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا کردیا ہے..."

پارلیمنٹ میں اُس مصری پولیس افسر پر بھی لے دے ہوئی جسنے "منیا" میں لارڈ جارج لائڈ کی تقریر ترجمہ کی تھی۔ ایک مقرر نے اس مناسبت سے نپولین اعظم کا یہ تاریخی واقعہ بیان کیا "ایک جنگ میں دشمن فوج کے ایک بڑے افسر نے نپولین کے لئے جاسوسی کی تھی جس سے بالآخر بادشاہ کو فتح ہوئی۔ فتح کے بعد جاسوس طرح طرح کی امیدیں لے کر نپولین کے خیمہ کی طرف دوڑا۔ وہ یقین کرتا تھا کہ نپولین اس شاندار خدمت پر اُس سے مصافحہ کرے گا اور اپنے سینہ سے لگائے گا۔ لیکن نپولین نے جونہی اُسے دیکھا، ناگواری کے ساتھ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک لمبی لاٹھی کے سرے پر اشرفیوں کی تھیلی باندھی اور جاسوس سے کہا "یہ ہے تیرا اصلہ، لے لے۔ تیرے جیسے خائن کو میں اپنا ہاتھ مس کرنا پسند نہیں کرتا"

ابراہیم الہلباوی بک نے سلطان عبدالعزیز کا بھی ایک عجیب واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا "ستر برس گزرے سلطان عبدالعزیز نے فرانس کی سیاحت کی تھی۔ ایک دن وہ پیرس میں جارہے تھے۔ نپولین ثالث شاہ فرانس اُنکے پہلو میں بیٹھا تھا۔ سلطان فرانسیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ لیکن ترکی وزیر خارجہ راشد پاشا جانتے تھے اور دونوں فرمانرواؤں کی گفتگو کا ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ نپولین نے راشد پاشا سے کہا "سلطان المعظم سے کہو کہ جزیرہ کریٹ میں باغیوں پر رحم کریں اور نئے انتظامات جاری کریں" راشد پاشا نے اس جملہ کا ترجمہ ترکی میں اپنے آقا کو سنایا۔ اس پر سلطان کا جواب کیا تھا؟ بالکل خاموش ہوگئے، گویا سنا ہی نہیں۔ نپولین نے خیال کیا سلطان مطلب نہیں سمجھے۔ راشد پاشا سے پھر ترجمہ کرنے کو کہا۔ مگر انھوں نے محسوس کرلیا تھا کہ سلطان ناراض ہوگئے ہیں چنانچہ دوبارہ ترجمہ کرنے سے معذرت کی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ سلطان نے اپنی قیام گاہ پر پہنچتے ہی عالی پاشا وزیر اعظم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً راشد پاشا وزیر خارجہ کو برطرف کردو۔ وزیر کو اس اچانک عتاب پر بہت تعجب ہوا۔ ڈرتے ڈرتے سبب پوچھا۔ سلطان نے کہا "راشد پاشا نے ایک ایسے جملہ کا ترجمہ مجھے سنایا جو ہرگز سنانا نہیں چاہئے تھا کیونکہ وہ میرے ساتھ بطور مترجم کے نہیں تھے۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے تھے۔ میرے وزیروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کون بات میری سلطنت کے مصالح اور عزت کے مطابق ہے کون مخالف ہے۔ جب ایک اجنبی بادشاہ نے ایک ایسی بات مُنہ سے نکالی تھی جس سے میری سلطنت کے معاملات میں مداخلت پائی جاتی ہے تو میرے وزیر خارجیہ کا فرض تھا کہ اُس بات کا مجھے ترجمہ سُنانے سے صاف انکار کردیتا!"

ایک اور مشکل

لارڈ جارج لائڈ کی اس کارروائی نے ایک اور معاملہ کی یاد بھی تازہ کردی ہے۔ عام سیاسی دستور یہ ہے کہ جب کسی سلطنت کا سفیر یا نمائندہ دوسرے ملک میں پہنچتا ہے تو اُس ملک کی حکومت کے سامنے اپنی تقرری کے کاغذات پیش کرتا اور اُس کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ مصر میں بھی یہی دستور جاری تھا۔ جنگ سے پہلے تک جتنے برطانوی نمائندے آئے اپنے کاغذات خدیو کے سامنے پیش کرتے رہے۔ لارڈ کچنر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن دوران جنگ میں یہ رسم موقوف ہوگئی کیونکہ اب مصر خود مختار نہیں رہا تھا۔ برطانیہ کا ایک مقبوضہ ملک تھا۔ مصر کے اعلان خود مختاری کے بعد سب سے پہلا برطانوی نمائندہ، یہی لارڈ جارج لائڈ تھے۔ یہ دسمبر ۱۹۲۵ء میں پہنچے۔ خیال تھا کہ اپنے کاغذات شاہ مصر کے سامنے پیش

کے لئے موت! لیکن جری دل موت سے کب ڈرتے ہیں؟"

اضطراب و مسرت!

پورا پیرس ہمہ تن گوش تھا۔ دو دن گزر گئے، دوشنبہ کی شام کو میدانوں اور پبلک مقاموں میں ایسا ہجوم تھا جیسا جنگ کے بعد کبھی دیکھا نہیں گیا۔ مضطرب دل اور لڑکھڑاتی زبانیں چلا رہی تھیں "خبر! خبر؟" "یہ لو خبر آگئی!" اچانک شور مچا "ننجیسر پہنچ گیا!" اخبارات کے ضمیموں کی جلی سرخی تھی۔ بعض اخبار فروشوں پر ٹوٹ پڑی۔ کش کش اور ہجوم میں بہت سے اخبار پھٹ گئے۔ ایک خریدتا تھا اور دس اُس کے ہاتھ سے چھینتے تھے۔ کئی عورتیں بھیڑ میں گر پڑیں۔ کئی ہونٹ کھل گئے "سفید چڑیا نیویارک کے آسمان پر دیکھی گئی!" یہ خبر تھی جو اخبارات نے شایع کی تھی۔ اب کیا تھا؟ مسرت اور قومی فخر و غرور کی عام لہر دوڑ گئی۔ مصافحے اور معانقے ہونے لگے۔ ہر ہونٹ پر ہنسی تھی اور ہر آنکھ میں مسرت کے آنسو تھے۔

کپتان کی ماں!

اچانک مجمع میں ایک طرف جنبش ہوئی۔ انسانوں کا سیلاب ایک خاص گوشہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہجوم سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔ میں نے بھی اپنی باگیں چھوڑ دیں۔ لاکھوں آدمی کی بھیڑ ایک سہ منزلہ مکان کے سامنے پہنچکر رک گئی۔ یہ کپتان کی ماں کا گھر تھا۔ سخت کش مکش ہوئی سب کی خواہش تھی کہ میڈم کے کمرے میں پہنچ جائیں۔ خوش قسمتی سے مجھے اوپر چڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ ساٹھ برس کی ایک پُروقار بوڑھی خاتون ہمارے سامنے تھی! مسرت نے اُس کا عجب حال کر دیا تھا۔ ہر لمحہ شادی مرگ کا اندیشہ تھا۔ اسوقت وہ پورے فرانس کی ماں تھی پورا پیرس اُسے کھڑا اسلام کر رہا تھا!

یقینی خبر

دو دن پھر گزر گئے۔ "سفید چڑیا" کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آج پورا پیرس اُداس ہے۔ سب کے دل دھڑک رہے ہیں۔ انتظار سے تنگ ہو کر پیرس پھر میدانوں کی طرف چلا۔ پہلے سے کہیں زیادہ ہجوم تھا لیکن تمام آوازیں بند ہوگئیں کامل سکون چھا گیا۔ ایک لمحہ کے بعد تالیوں کا شور بلند ہوا۔ بیک وقت لاکھوں تالیاں بجرہی تھیں۔ پھر یکا یک نعرے بلند ہونے لگے "ننجیسر پہنچ گیا!" "سرکاری طور پر تصدیق ہوگئی!" سرکاری عمارتوں پر جھنڈے اُڑا دئے گئے۔ پورے یورپ سے "مبارک! سلامت!" کے پیغام حکومت فرانس کے نام آنے لگے اب بھی پیرس کی خوشی ناقابل بیان تھی! فرانس نے امریکہ کو شکست دیدی!!

لیکن...

"لیکن؟"

"لیکن" کا حال کوئی پیرس کے دل سے پوچھے "افسوس! خبر غلط تھی" اخبارات کی اس سرخی نے پیرس کا تمام سرور و عیش رنج و الم سے بدل دیا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ نیویارک کے آسمان پر جو "سفید چڑیا" منڈلاتی نظر آئی تھی، وہ فرانسیسی جہاز نہ تھا۔ امریکہ ہی کا ایک ہوائی جہاز تھا۔

اسوقت تمام پیرس اُداس ہے، کیونکہ اُس کے قومی فاتح کا کہیں پتہ نہیں۔ کیا وہ بحر اعظم کی موجوں پر ہے؟ کینیڈا کے پہاڑوں پر ہے؟ آئرلینڈ کے جنگلوں میں ہے؟ خدایا! وہ کہاں ہے؟ ہر زبان یہی سوال کرتی ہے مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ کپتان کے دو بھائی ہیں ایک اُسے انگریزی آبنائے میں تلاش کرکے نا امید واپس آچکا ہے۔ دوسرا سواحل امریکہ میں ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ مگر ابتک کہیں کوئی سراغ نہیں ملا!

عقاب موت

پیرس کی بے چینی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس بہادرانہ عزم سے پہلے بھی ننجیسر اُسے محبوب تھا۔ دوران جنگ میں اس نوجوان نے ایسے حیرت انگیز کارنامے دکھائے تھے کہ اُس کا جنگی لقب "عقاب موت" ہوگیا تھا۔ جنگ میں اسے بار بار کاری زخم آئے۔ ۲۴ آپریشن کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ اب یہ فوج کے لائق نہیں رہا۔ مگر زخم بھرتے ہی وہ پھر فوج میں تھا۔ سپہ سالار نے کہا "تم فوج میں قبول نہیں کئے جاسکتے" اُسنے فوراً جواب دیا "لیکن میں فوج کو قبول کرسکتا ہوں" چنانچہ برابر لڑتا رہا۔ ۴۵ ہوائی معرکے سر کئے ۷۰ دشمن جہاز برباد کر ڈالے۔ فرانس کا سب سے بڑا جنگی تمغہ حاصل کیا۔ ۲۴ چھوٹے تمغے اور ستارے پائے۔ یہ سب حکومت فرانس کی طرف سے تھے۔ برطانیہ اور امریکہ کے تمغے اِس کے علاوہ ہیں۔

کپتان کی ماں سے ملاقات

کپتان کی بوڑھی ماں کا کیا حال ہے؟

خوش قسمتی سے اس معزز خاتون نے چند لمحے مجھے بھی بخشے۔ میں اُس کی ملاقات کو بے اختیار اور بغیر اطلاع کے پہنچ گیا تھا۔ دروازہ پر میں نے دستک دی، دستک کے ساتھ ہی پٹ کھل گئے اور میں نے ایک مضطرب آواز سُنی: "کوئی خبر لائے ہو؟" یہ غمزدہ ماں کی آواز تھی۔ افسوس، میرے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ فرط تأثر سے میری آواز بند ہوگئی "خبر کا نہ ہونا خود اچھی خبر ہے" خاتون نے سر بلاکر شکستہ آواز میں کہا۔ اس سے اُس جانگداز اندیشہ کا پتہ چلتا تھا جس میں اس کا الم زدہ دل مبتلا تھا! بایں ہمہ اس کے صبر و تحمل کا وقار بدستور قائم تھا۔ وہ اب بھی ہنستی تھی مگر ایسی ہنسی جیسی ہزاروں نالہ ہائے درد کی چیخیں پوشیدہ تھیں۔

"تمام دنیا آپکے قلق میں شریک ہے" میں نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا "صاحب تمھیں بھی امید ہے نہ؟" خاتون نے اضطراب سے کہا۔

"بلاشک! مجھے کیا بہتوں کو یقین ہے کہ کپتان امریکہ کے کسی غیر آباد علاقے میں پہنچ گیا ہے" میرا جواب تھا۔

مدم اب اپنے آنسو روک نہ سکی۔ "ماما! رو نہیں" اُس کے ایک لڑکے نے کہا۔

"کیا؟" خاتون نے سخت جد و جہد سے اپنے کو سنبھالکر کہا "میں روتی نہیں ہوں۔ مجھے اب تک یقین ہے۔ وہ ضرور لوٹ آئے گا۔ تین مہینے گزر جائیں۔ ۶ مہینے گزر جائیں، مگر یہ امید میرے دل میں برابر زندہ رہے گی!"

میں اس گھر میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ بمشکل مجھ سے اجازت مانگی گئی۔ سڑک پر پہنچتے پہنچتے میرا رومال بھی تر تھا!

شاید اسوقت بھی وہ گرجا میں قربان گاہ کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی "پارلی" یعنی پیرس کے گم شدہ محبوب کے لئے دعا مانگ رہی ہے۔

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک کتاب کا ذکر کیا تھا جو حال میں شایع ہوئی ہے اور جسمیں تیس فرانسیسی اخبار نویسوں نے اپنی اپنی زندگی کے اہم واردات و حوادث بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک سرگزشت پچھلی اشاعت میں آپکی نظر سے گزر چکی ہے۔ آج ایک دوسری سرگزشت درج کی جاتی ہے۔ یہ موسیو گستن شیرو کے قلم سے نکلی ہے جو عرصہ تک اخبار طاں پیرس کے مشرقی مقالہ نگار رہ چکے ہیں۔ اس سرگزشت میں انھوں نے اپنے قیام طرابلس کے زمانے کے بعض واردات لکھے ہیں جب اٹلی اور اندرون طرابلس کے عربوں میں لڑائی جاری تھی:

صحراء کے خونی ایرا!

یورپین تہذیب سے دُور، طرابلس، صحرائے افریقہ کے دامن میں پوشیدہ پڑا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں یکایک اٹلی نے حملہ کیا اور مغربی ممالک پر اُس کے بند دروازے کھل گئے!

مجھے وہ رات عمر بھر یاد رہیگی جو میری اخباری زندگی کی سب سے زیادہ عجیب رات ہے۔ یہ رات مجھے طرابلس میں پیش آئی تھی۔

میں اپنے ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ وہ نوجوان عرب کمرے میں آیا جو میری خدمت کرتا اور روز صبح گھوڑا تیار کر دیتا تھا۔ اُسنے کمرے میں ہر طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور میرے تنہا ہونے کا پورا یقین حاصل کرکے کہنے لگا:

"محمد سعید ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اگر آپ رازداری کا وعدہ کریں تو میں آج ہی رات آپکو اُسکے پاس لے چلوں"

پھر مجھے متعجب دیکھ کر بولا:

"آپ اُسے نہیں جانتے مگر وہ آپکو جانتا ہے"

میں غور کرنے لگا۔

علی میرے زین کی رکاب صاف کرنے لگا۔

"ملعون یوسف آج پھر رکاب صاف کرنا بھول گیا" علی بڑبڑا رہا تھا۔

"آج رات جب ڈاکخانہ سے نکلئے گا تو میں آپ کا پیچھا کرونگا بشرطیکہ کوئی ساتھ نہ ہو!" اُسنے مجھے مخاطب کئے بغیر کہا۔

اُسوقت طرابلس محفوظ نہیں تھا۔ ذراسی بے احتیاطی بھی یورپین کے لئے موت کا باعث تھی۔ میرا فرانسیسی ہونا، میری زندگی کے لئے ضمانت نہ تھا۔ کسی طرف سے اچانک ایک گولی آکر میرا خاتمہ کرسکتی تھی۔ میں متردد تھا کہ بغیر کچھ معلوم کئے محمد سعید کے ہاں چلا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ میرا قاعدہ تھا کہ روز رات کو تار گھر جاکر اپنے دن بھر کی معلومات پیرس کے اخبارات کو بھیجا کرتا تھا۔

شاید گیارہ بجے میں تار گھر سے نکلا۔ رات نہایت تاریک تھی سڑکوں پر کوئی روشنی نہ تھی۔ میں تنہا نہ تھا۔ ایک اٹالین اور ایک فرانسیسی اخبار نویس بھی میرے ساتھ تھے۔ تھوڑی دُور چلکر یہ دونوں اپنے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ اب مجھے اپنے ہوٹل کی طرف تنہا جانا تھا۔

ایک چوراہے پر پہنچکر مجھے محسوس ہوا کہ کسی کی پرچھائی میں نے دیکھی ہے۔ میرا خیال صحیح تھا۔ میرا خدمتگار علی میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

برید فرنگ

جرمنی کی چٹھی

کمزور قوموں کے لئے عبرت و موعظت

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

گزشتہ جنگ عظیمی میں جتنی بربادیاں جرمنی پر آئیں، اُن کا تصور بھی بیرونی دُنیا نہیں کر سکتی۔ جنگ نے جرمنی کو بالکل دیوالیہ کر دیا تھا۔ تمام خزانے خالی ہوگئے تھے۔ صنعت و حرفت فنا ہوگئی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں نوجوان قتل ہوئے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں بیکار ہو گئے تھے۔ پورا ملک فقر و فاقہ میں مبتلا تھا پھر جنگ، شکست پر ختم ہوئی۔ ایسی شکست جس کی نظیریں تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ تمام بیرونی مقبوضات نکل گئے۔ ۱۳ فی صدی اصلی ملک کم ہوگیا۔ ۱۰ فیصدی آبادی نکل گئی۔ ۲۵ سے ۷۵ فی صدی تک قیمت کی خام پیداوار جاتی رہی۔ مزید برآں یہ کہ اس برباد شدہ ملک پر تاوان جنگ کا اتنا بھاری بوجھ ڈالدیا گیا جس کی مثال دُنیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جرمنی کے دوست اور دشمن دونوں یقین کرتے تھے کہ اب اس ملک کی تاریخ ختم ہوگئی۔ اتنی سخت ضربوں کے بعد بھی کبھی کوئی بچا ہے؟ لیکن پورے دس برس بھی ابھی اسپر نہیں گزرے تھے کہ یہ مردہ پھر قبر سے نکل آیا اور اس طرح زندہ ہوگیا کہ سچ مچ طلسم معلوم ہوتا ہے، جرمنی نے جو معجزہ دکھایا ہے اُس کے بیان کے لئے ہومر جیسے شاعر کی ضرورت ہے۔

آج جرمنی، پھر اول درجہ کی یورپین طاقت بنتی جاتی ہے مجلس اقوام میں اسوقت اُسے وہی مرتبہ حاصل ہے جو برطانیہ اور فرانس کو ہے جنھوں نے آج سے ۸ برس پہلے ورسیلز کے محل میں بیٹھکر اُس کا گلا گھونٹا تھا۔ آج سے دو برس پہلے جرمنی کا سکہ تباہ ہوگیا تھا۔ نجات کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ مگر آج جرمنی دنیا کی تیسری اقتصادی قوت ہے اور برطانیہ اور امریکہ کے بعد سب سے بڑی تجارت کا مالک بن گیا ہے۔ اسوقت اُس کی صنعت و حرفت نہایت تیزی سے اُس سطح تک آرہی ہے جہاں جنگ سے پہلے تھی!

آخر اس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب بالکل صاف ہے۔ اس ملک پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جرمنی کو جس چیز نے موت کے مُنہ سے نکالا وہ اُسکی ہمت، محنت، اشتراک عمل، اور اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگا لینا ہے۔ جرمن قوم کی یہ امتیازی صفت ہے کہ فتح و شکست، دونوں حالتوں میں ہموار رہتی ہے۔ قوم کے تمام افراد اور جماعتوں میں اتنی بڑی خود اعتمادی موجود ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم میں پائی نہیں جاتی۔ دراصل یہی خود اعتمادی اُس کی کامیابی کا اصلی راز ہے۔

جرمنی کی موجودہ ترقی صرف پچھلے تین سال سے شروع ہوئی ہے۔ یہ ملک تقریباً اُن تمام اقتصادی مشکلات پر غالب آگیا ہے جو یورپ کی اکثر سلطنتوں کی زندگی خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جرمنی نے سب سے پہلے اپنے سکّے کی طرف توجہ کی۔ اسوقت دُنیا میں جرمنی ہی وہ ملک ہے جس کا سکّہ اپنی حقیقی قیمت پر قائم ہے۔

جن لوگوں نے جرمنی کو دوران جنگ میں دیکھا ہے وہ موجودہ حالت میں دیکھ کر ضرور دنگ ہوجائیں گے۔ جرمنی کے تاریک دن نکل گئے۔ درخشاں مستقبل صاف نظر آرہا ہے۔ برلن اب پھر عروس البلاد ہے۔ جنگ سے پہلے پیرس، وائنا، اور برسلز میں بھی وہ عظمت و جلال موجود نہ تھا جو آج برلن میں ہر طرف دیکھا جاسکتا ہے!

فتحمند فرانس منحوس دنوں کا انتظار کر رہا ہے جیسا کہ ایک فرانیسی وزیر نے حال میں اعلان کیا ہے۔ صرف دولتمندوں نے پیرس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا ہے، اس لئے فرانس کے پائے تخت پر ہر جگہ اُداسی چھاگئی ہے۔ لیکن برلن کے تھیٹر اور کلب گھر عیش پسند امیروں سے لبریز ہیں۔

آج جبکہ تمام یورپ فقیر ہوچلا ہے اور روز بروز دولت کم ہو رہی ہے، جرمنی کی دولت میں روز افزوں ترقی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ سال جرمن عورتوں نے صرف اپنے لباس پر ۲۷ کروڑ روپیہ صرف کیا تھا! ممکن ہے آپ خیال کریں بحالات موجودہ یہ جرمن عورتوں کا تباہ کُن اسراف ہے، لیکن ایک جرمن مدبر نے جس روشنی میں اسے دیکھا ہے وہ آپکے خیال سے بالکل مختلف ہے۔

وزیر موصوف نے عورتوں کے اس اسراف کے بارے میں کہا "گزشتہ زمانہ میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ سال میں کپڑوں کے دو جوڑے دیکر عورتوں کو مطمئن کر دیتے۔ ایک جوڑے میں بھی کام نکل جایا کرتا تھا۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے سال بھر کے کپڑوں میں جتنا خرچ ہوتا تھا اُس سے زیادہ اب عورتوں کی ریشمین جرابوں میں صرف ہوجاتا ہے۔ اگر گھر میں کم سے کم بارہ جوڑے موجود نہ ہوں تو عورت شکایت کرتی ہے کہ پہننے کو کچھ بھی نہیں ہے! لیکن میں عورتوں کو ہرگز ملامت نہیں کروں گا۔ دراصل ہمیں اُن کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ اس اسراف سے وہ ملک کی بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ جنگ نے ہماری ہمتیں پست اور ولولے سرد کر ڈالے تھے۔ ہم کرکھو لکر کاہلی کی زندگی پر اُتر آئے تھے۔ مگر ہماری عورتیں اُٹھیں دل کھولکر خرچ کرنے لگیں، اور اس طرح مردوں کو مجبور کر دیا کہ پہلے سے زیادہ محنت کرکے ملک کے لئے دولت پیدا کریں"

تازہ ترین اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت افراد کی شخصی آمدنی ۵۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک سالانہ ہے۔ گویا ہر فرد کی آمدنی ۷۹۰ مارک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اپنی جنگ سے پہلے کی خوشحالی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ جنگ سے پہلے افراد کی آمدنی اس سے صرف ۱۵ فیصدی زیادہ تھی۔

جرمنی کی صنعتی ترقی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۱۹۲۲ء میں برآمد کی قیمت ۵۵،۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک تھی لیکن ۱۹۲۶ء میں بڑھ کر ۹،۸۸،۹۰،۰۰،۰۰۰ مارک تک پہنچگئی ہے۔ جرمنی کا تجارتی بیڑہ تباہ ہوگیا تھا لیکن اب پھر اس کا بیڑہ سمندروں میں پھیلا نظر آرہا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں یہ بیڑہ صرف ۳،۰۰،۰۰۰ ٹن وزن کا تھا۔ اب ۱۹۲۵ء میں اُس کا وزن ۳۲،۰۰،۰۰۰ ٹن ہوگیا ہے۔ جرمنی کی خوشحالی اب اس درجہ پر پہنچ گئی ہے کہ حکومت نے ارادہ کیا ہے "ایبن" اور "مالیڈمی" کے دو زرخیز علاقے ہالینڈ سے خرید لے!

جرمنی کی موجودہ خوشحالی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس وقت کام کرنے والوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ جنگ سے پہلے جو لوگ بیکاری کی زندگی بسر کرتے تھے اب وہ کام کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اس وقت ملک میں ۱،۷۰،۰۰،۰۰۰ آدمی شدید محنت کے کام کر رہے ہیں، حالانکہ جنگ سے پہلے ایسے محنتی کارکنوں کی تعداد اس سے آدھی تھی۔

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

فرانس کی عظمت!

۸ مئی کو تڑکے تڑکے پیرس کے آسمان پہ ایک عظیم نقش اُڑتی دکھائی دی۔ اس پر ایک بڑی انسانی کھوپڑی، دو بیٹھی ہڈیوں اور دو روشن شمعوں کی تصویریں بنی تھیں!

یہ نقش نہ تھی، فرانس کی قومی عظمت تھی، اور تاریخ کی ابدیت کی طرف جارہی تھی۔ یہ علم و حکمت، اور انسانی اولوالعزمی کے میدان میں فرانس اور امریکہ کا مقابلہ تھا، اور ایک خوفناک موت کی طرف جانے والا تھا۔

امریکہ کی طرف سے اعلان ہوا تھا "ہم بحر اعظم اٹلانٹک کو بلا انقطاع ایک ہی پرواز میں عبور کرلیں گے۔ نیویارک سے اُڑینگے اور پیرس میں جاکر دم لیں گے!" فرانس نے سُنا تو اُسے اس اعلان میں اپنی عظمت کی تحقیر محسوس ہوئی۔ اُسنے کہا "قبل اس کے کہ تم پیرس آؤ اور تاریخ کی لازوال شہرت حاصل کرو۔ ہم تم سے بازی لے جائیں گے اور نیویارک پر اپنے جلال کا پرچم اُڑائیں گے!"

یہ بہادرانہ الفاظ تھے جو فرانس کی طرف سے کپتان ننجیسر نے کہے۔ ۳۵ سال کی عمر، بھرپور جوانی، دلفریب مردانہ حسن، نازنینان پیرس کی دل پسندیوں کا مرکز۔ یہ ننجیسر ہے! مگر فرانس کی عظمت سب سے بالاتر ہے!

وہ اُٹھا، اپنے ایک رفیق کو ساتھ لیا۔ اور ہوائی جہاز میں اُڑ چلا۔ اتنی بڑی مہم اور صرف ایک انجن کا جہاز! مخلوق چلائی "موت! موت!" مگر کپتان نے جواب دیا "ہاں فرانس کی عظمت

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کرے گا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مؤثرات ڈھونڈھےگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۲ کے بعد کی جماعتی ذہنیت تعمیر ہوئی تھی۔

[illegible] ہفتہ وار مصور رسالہ تھا [illegible] صحافت کی [illegible] مختلف [illegible] [illegible] کئی [illegible] مجموعہ تھا [illegible] مختلف ابواب [illegible] [illegible] اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور [illegible] خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام سامان نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا [illegible] علم و ادب کے [illegible] مکمل [illegible] [illegible] جلدوں کی تکمیل [illegible] پرچوں [illegible] چھپوا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ کہ [illegible] ایک جلد [illegible] [illegible] جلدیں [illegible] ہیں [illegible] کہ اس قیمتی ذخیرہ کے [illegible] جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنھی درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
,, ,, ,, چہارم ۱۰ روپیہ — ,, ,, ,, پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

منیجر "البلاغ پریس"

ہم دونوں شہر کے بازار سے گزر کر تنگ گلیوں میں داخل ہو گئے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ پورا شہر سو رہا تھا۔ بندوقوں کی آواز بھی بہت کم سنائی دیتی تھیں۔

میں نے اپنے تئیں اچانک عربوں کے محلہ میں پایا۔ الف لیلہ کے پُراسرار اور اونچی دیواروں سے گھرے ہوئے مکانات میرے دونوں طرف تھے!

علی ایک پست اور گول دروازے کے سامنے رُک گیا، اپنے دونوں ہونٹھ بھینچے اور ایک خاص قسم کی شیریں آواز میں چلایا:

"محمد! محمد!"

فوراً دروازہ کھلا۔ میں اندر داخل ہوا۔ خادم کے ہاتھ میں شمع تھی۔ اس کی روشنی میں مجھے ایک بھاری بھرکم شیخ دکھائی دیا۔

"آپ محمد سعید کے گھر میں ہیں" شیخ نے اپنی فصیح زبان میں کہا "گویا آپ خود اپنے گھر میں ہیں۔ محمد سعید میں ہی ہوں۔ میں آپکا منتظر تھا۔ میری زندگی آپکے لئے حاضر ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں گے؟ یہاں جتنے لوگ ہیں، سب میرے فرمانبردار اور آپکے دوست ہیں"

محمد سعید کی ظاہری ہیئت بتاتی تھی کہ مالدار ہے اور دوسرے بہت سے شیخوں کی طرح اِس فتنہ کی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا ہے۔ وہ مجھے ایک غلام گردش میں لے چلا میں نے دیکھا وہاں بہت سے لوگ سو رہے ہیں۔ پھر ہم ایک بڑے ایوان میں پہنچے۔ شیخ نے تالی بجائی اور ایک خادم نے پیتل کی سینی لاکے رکھدی۔ سینی میں ٹھنڈے پانی سے لبریز گلاس، مٹھائی کی تشتری اور قہوہ کی پیالیاں تھیں۔

محمد سعید نے ایک بلند بیٹھک پر مجھے بٹھایا۔ سیر و سبز اور نرم قالین بچھا تھا۔ خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں اپنے مکان میں آپ کا استقبال کرتا ہوں" محمد سعید نے میرے چہرے پر اپنی تیز سیاہ آنکھیں جما کر کہا "یہاں آپکو آنے کی زحمت دیکر میں نے عربی اخلاق کے خلاف عمل کیا ہے۔ معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے یقین تھا۔ آپ ایک ایسے شخص کو تسلی دینے کی غرض تکلیف گوارا کریں گے جس کی زندگی ختم ہو چکی ہے اور جو یہاں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے ملک کی بربادی دیکھ رہا ہے، میں بغیر کسی تمہید کے اپنی دعوت کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ یہاں طرابلس میں آپ تین فرانسیسی موجود ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ ان غاصب طلیانوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ محمد سعید اُس شخص کا بیٹا ہے جس نے آپ کی قوم کے ایک بڑے آدمی کی خدمت کی تھی اور اُس سے اپنے خدمت پر اعلیٰ سندیں حاصل کی تھیں۔ میرا باپ ٹیونس میں فرانس کے سپہ سالار اعظم اسکوآٹ کا معتمد تھا"

محمد سعید نے میرا تعجب محسوس کر لیا۔ وہ مسکرایا: چند دن ہوئے آپ خود اُس کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہے" شیخ نے پہلو بدل کر کہا "مجھے آزادی سے گفتگو کرنیکی اجازت دیجئے میں مطمئن ہوں کہ خدا کے سامنے بے خوف کھڑا ہوں گا۔ کیونکہ مجھے اپنا کوئی ایسا گناہ معلوم نہیں جس پر میں نادم ہوں۔ لیکن اُس بدنصیب ملک کی قسمت معلوم کرنے سے پہلے مرجانا میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ آپنے خود اپنی آنکھوں سے پرسوں چودہ لاشیں پھانسی پر لٹکی دیکھی ہونگی۔ خدا اُنھیں کبھی معاف نہ کرے گا جنھوں نے ان معصوموں کی جان لی ہے! میں نے سُنا ہے آپ نے ان بے گناہوں کے لئے چند کلمے شفقت کے کہے تھے۔ آپ میری بات غور سے سنئے اور صاف جواب دیجئے۔ کیا واقعی میری قوم فنا کر دالی جائے گی؟"

میں نے مضطرب شیخ کو ہر طرح اطمینان دلایا اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کا خیال کیا۔ وہ سمجھ گیا:

"میں آپکے ساتھ دو آدمی بھیجنے کو مستعد ہوں۔ وہ آپ کو حفاظت سے پہنچا دیں گے۔ لیکن ممکن ہے کسی کی تجسس نظریں پڑ جائیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے آپ یہیں سو جائیں؟ صبح قریب ہے؟"

اُسنے پھر تالی بجائی۔ خادم کو قالین لانے کا حکم دیا۔ مجھ سے کہنے لگا: "آپ اسی جگہ سوئیں گے جہاں بیٹھے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کس چیز پر آپ بیٹھے ہیں؟ آپ محمد سعید کی تھوڑی سی مگر پوری دولت پر بیٹھے ہیں"

یہ کہکر اُسنے اُس بیٹھک کا فرش حقارت سے اُلٹ دیا جس پر ہم بیٹھے تھے اور اوپر کا تختہ ہٹا کر جوش سے کہنے لگا:

"دیکھو"

میں نے دیکھا۔ مگر کیا دیکھا؟ عمر بھر اسے نہ بھولوں گا۔ میں نے دیکھا عظیم صندق میں سونا اس طرح بھرا پڑا ہے جس طرح کوٹھی میں غلہ بھرا ہوتا ہے!

"یہ سب مجھے اپنے چچاؤں سے ملا ہے۔ قافلہ والوں سے اور خود میں نے کمایا ہے" اُسنے سادگی سے کہا "اگر اِس سب کے لٹا دینے سے میری قوم کی جان بچ سکتی ہے تو میں اسے لٹا دینے پر بخوشی تیار ہوں"

پھر اُسنے بے پرواہی سے ڈھکن چھوڑ دیا۔ وہ زور سے صندوق پر گرا۔ اور محمد سعید باہر چلا گیا۔ اُسنے اپنے خزانہ میں قفل تک نہیں لگایا۔ میں نے عربی شب بخیر کی آواز سنی اور پھر اُس کا پرجوش چہرہ غائب تھا!

میں آرام کی نیند سو گیا۔ میں اِس قدر متأثر تھا کہ یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ میں صحرا کے خزانہ پر لیٹا ہوں!

کیا یہ خواب تھا؟

نہیں، لیکن جب غور کرتا ہوں تو یہ واقعہ بھی کم از خواب نہیں! محمد سعید کی آرزو پوری نہیں ہوئی۔ آہ ریگ کا ملک اُس کی قوم کے لئے آزاد نہ ہو سکا۔ مگر اس کا پُراسرار خزانہ مجھے کبھی بھی اب بھی مجھے اُس عظیم تر خاک صندوق کی یاد آجاتی ہے!

بیسویں صدی کا آدم خور گروہ

یورپ کی زبانوں میں ایک لفظ قدیم سے موجود ہے جس کا تلفظ انگریزی میں Cannibalism ہے۔ یعنی انسانی گوشت کھانے کا مذہب اور طریقہ۔ ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یورپ میں انسانی گوشت کھایا جاتا تھا۔ صلیبی لڑائیوں کے مسیحی مجاہدین جب اسلامی ممالک میں پہنچے تھے تو جب کبھی غذا کی قلت ہوتی انسان کا گوشت کھانا شروع کر دیتے تھے۔ مشہور مورخ گبن اور جی ڈ شہادت دیتے ہیں کہ انطاکیہ، طرابلس، عکا، اور خود بیت المقدس میں صلیبی مجاہدین انسانی گوشت کا علانیہ استعمال کرتے تھے!

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اِس مذہب کے پیروں سے اب بھی سرزمین یورپ خالی نہیں ہے۔ پچھلی ڈاک کے انگریزی اخبارات میں ایک عجیب تفصیل آئی ہے۔ وسط یورپ سے ایک امر یکہ لکھتا ہے کہ زیکوسلاویا میں چھبیس آدمی اِس جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں کہ ان کی سب سے زیادہ مرغوب غذا آدمی کا گوشت ہے!

پولیس کی تحقیقات ظاہر کرتی ہے کہ یہ لوگ ایک جنگل کے قریب خیموں میں رہتے تھے۔ اُس طرف سے جو آدمی نکلتا تھا اُسے قتل کرکے کھا جاتے تھے۔ مجرموں نے عدالت میں اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے ایک مہینے کے اندر صرف ۶ آدمی نوشجان کئے۔ پانچ عورتیں اور ایک طالب علم! یقیناً انکے نزدیک انسانی گوشت کی ایک خاص قسم طالب علم کا گوشت ہوگا!

اُنھوں نے اپنا عذر یہ بیان کیا کہ "ہم کام نہ ملنے کی وجہ سے بالکل غریب ہو گئے تھے۔ گوشت خرید نہیں سکتے تھے۔ صرف چاول اور آلو پر گزر تھی! مجبور ہو کر یہ طریقہ اختیار کیا"!

اُنھوں نے آدمی شکار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے: "جب کوئی شخص اُس راستہ پر نظر آتا تھا، ہم اُس سے بڑے اخلاق سے ملتے تھے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور دم دلاسا دیکر اپنے خیموں میں لے آتے تھے۔ پھر اُسے مانوس اور غافل کرنے کے لئے یورپ کی اقتصادی و سیاسی حالت پر گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا اور وقت کے سیاسی مباحث میں غور و فکر کرنے لگتا تو پیچھے سے اُس کے سر پر کلہاڑی مار دیتے تھے۔ پھر اُس کے کباب بنا کر کھا لیتے تھے!"

اِس بیان کی سادگی اور واقعیت کا تو اعتراف کرنا چاہئے۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلہاڑی مارنے کے فیصلہ کن عمل سے پہلے "اقتصادی اور سیاسی مباحث" کا تذکرہ کیوں ضروری سمجھا گیا تھا؟

طالب علم جسکی عمر صرف ۸۷ برس ہے!

پچھلے دنوں فرانس کی مشہور گرینوبل یونیورسٹی کے ایک علمی امتحان میں ایک طالب علم دیکھا گیا جس کی عمر صرف ۸۷ برس ہے۔ حاضرین کو زیادہ حیرت اِس لئے بھی ہوئی کہ یہ عجیب طالب علم ملک کا ایک مشہور آدمی ہے۔ اس کا نام مسیو لوئی اندریہ ہے۔ یہ فرنچ پارلیمنٹ کا ایک سابق ممبر، پولیس کا سابق کمشنر اور کئی سال تک فرانس کا دوسرے ممالک میں سفیر بھی رہ چکا ہے!

لوگوں کی حیرت دیکھ کر اُسنے سنجیدگی سے کہا "میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میرا علمی شغف بدستور جوان ہے!"

اُسنے کامل ۳ گھنٹہ امتحان کی کمیٹی کے روبرو زبانی امتحان دیا۔ اور قوی دلائل سے اپنا تاریخی موضوع بحث ثابت کر دیا۔ ممتحنوں نے بڑی سختی برتی اور اعتراض کرنے میں اُس کی عمر کی کوئی رعایت نہیں کی۔ جب پوری طرح اُس کا علمی تبحر ثابت ہو گیا تو فن تاریخ میں ڈاکٹری کی سند دی گئی۔

امتحان کا ایوان بڑے بڑے علماء و مشاہیر سے پُر تھا۔ مشہور مسیو کلیمنشو بھی موجود تھے۔ یہ "طالب علم" کے پُرانے دوست ہیں۔ کامیابی پر سب سے پہلے انہی نے تالی بجائی۔ پھر تحسین و آفریں کی صداؤں سے پُورا ایوان گونج اُٹھا۔

یہ "طالب علم" اپنی حاضر جوابی میں قدیم سے مشہور ہے۔ اُس کا یہ واقعہ اب تک لوگوں کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ وہ پارلیمنٹ میں تقریر کر رہا تھا۔ ایک ممبر نے اُٹھکر اُس پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ مقرر نے طعنہ زنی کی راہ سے معترض کو مخاطب کیا "میں "نامعلوم" محترم ممبر کا نہایت شکر گزار ہوں گا اگر وہ مجھے اپنی تقریر ختم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں" معترض نے غصہ سے کہا "مسیو اندریہ! میں نامعلوم نہیں ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں" مقرر نے فوراً یہ مسکت جواب دیا "میں نے کب کہا کہ آپ میرے لئے "نامعلوم" ہیں۔ البتہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ دُنیا کے نزدیک بھی "معلوم" ہیں!"

الهلال

۳و۴

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۳ و ۴ — کلکتہ : جمعہ ۱ - و ۸ - محرم ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 1 & 8 July 1927.

فہرست

پنجاب ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ

کیا ہندوستان میں دلآزار اور نفرت انگیز مذہبی حملوں کی روک کیلیے کوئی قانون نہیں ہے ؟

مولانا ابوالکلام نے حسب ذیل تحریر بعض اخبارات میں بغرض اشاعت بھیجی ہے :

جناب من ! بکثرت لوگوں نے بذریعہ خطوط اور زبانی دریافت کیا ہے کہ " رنگیلا رسول " نامی کتاب کی اپیل کے فیصلہ سے جو صورت حال پیدا ہوگئی ہے ، اسکی نسبت میری رائے کیا ہے ؟ میں چاہتا ہوں مندرجہ ذیل سطور اس بارے میں شائع کردی جائیں ۔

میرے خیال میں بلاشبہ اس فیصلہ سے وقت کا ایک بہت ضروری سوال پیدا ہوگیا ہے ۔ وہ صرف مسلمانوں ہی کیلیے نہیں بلکہ اُن تمام لوگوں کیلیے قابل غور ہے جو چاہتے ہیں کہ ملک کی اخلاقی اور دماغی فضا شائستہ اور پاک رہے ، اور لوگ قلم و زبان کی گندگیوں سے آلودہ نہوں ۔ ہندوستان جیسے مختلف المذاہب ملک میں تو صلح و امن کا قیام بھی بہت کچھہ اسی پر موقوف ہے ۔ اگر فی الحقیقت اس بارے میں کوئی قانونی روک موجود نہیں ، تو ہمیں منتظر رہنا چاہیے کہ ہر مذہب کا پیرو دوسرے مذہب اور اسکے رہنماؤں کو علانیہ گالیاں دینا شروع کردیگا اور ظاہر ہے کہ اسکے نتائج کیا ہونگے ؟

میں نے کتاب زیر بحث نہیں دیکھی ہے ، لیکن اب اسکے دیکھنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی ۔ جسٹس کنور دلیپ سنگھ اپنے فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ " کتاب مقدس بانی (داعی) اسلام کی ہجو پر مشتمل ہے ۔ طرز تحریر معاندانہ ہے ۔ اور مسلمانوں کے احساسات مجروح ہونے کا احتمال ہے ۔ بلکہ ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا خیال بھی حق بجانب ہے " با ایں ہمہ

دو نمبروں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے اس نمبر کی قیمت ۷ - آنہ ہے - نہ کہ ۵ - آنہ جیسا کہ لوح پر ہے -

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - ماکلوڈ اسٹریٹ سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جارہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مراسلہ (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

دشمني اور نفرت کے جذبات بڑھرہے ہیں اور اُنکا سب سے بڑا باعث اسي طرح کي مذہبي بد زباني اور مذہبي دلازاري کي کوششیں ہیں؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اب مسلمانوں اور آریا سماجیوں سے بھي گزرکر معاملہ مسلمانوں اور ہندؤں کا بن گیا ہے‘ اور اس قسم کے حملوں سے روز بروز دونوں جماعتوں کے دلوں کي برگشتگي بڑھ رہي ہے؟ یقیناً جج کي نظر قانون پر رہني چاہیے - لیکن قانون پر نظر رکھنے کے معني یہ نہیں ہیں کہ وہ تعزیرات ہند کے صفحات سے باہر کے لیے اپني آنکھیں میچ لے - یقیناً جج کے لیے ضروري ہے کہ وہ بیروني اثرات سے متاثر نہو‘ لیکن بیروني اثرات سے متاثر نہونے کا یہ منشا نہیں ہے کہ مقدمہ کي نوعیت اور حالات کي افتاد کے لیے بھي اُسکے پاس کوئي گوشۂ نگاہ نہو -

یاد رکھنا چاہیے کہ قانون اور اخلاق‘ دونوں کا حکم بہت حد تک حالات اور گرد و پیش کے تابع ہوتا ہے - ایک ہي فعل ایک وقت اور جگہہ میں جرم نہیں ہوتا‘ مگر دوسري جگہہ اور دوسري حالت میں جرم ہوجاتا ہے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر یورپ یا امریکہ میں اس قسم کي کتاب حضرت مسیح کي نسبت لکھي جاے‘ اور وہاں دفعہ ۱۵۳ الف - کے مضمون کي کوئي دفعہ موجود ہو‘ تو اُسکي زد میں کتاب نہیں آئیگي - اُسے قانوني گرفت میں لانے کے لیے کسي دوسرے قانون کي ضرورت ہوگي - یا غالباً گرفت میں لانے کي ضرورت ہي پیش نہ آئے - لیکن ہندوستان جیسے ملک کي حالت وہاں سے بالکل مختلف ہے - یہاں اگر ایک شخص اسطرح کي مذہبي بد زباني اور ہجو سرائي کرتا ہے‘ تو قطعاً اُسکے اثرات بہت زیادہ شدید اور بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں‘ اور اسکي وجہہ سے صرف لکھنے والے ہي کے برخلاف نہیں‘ بلکہ اُسکے ہم مذہبوں کے خلاف بھي نفرت کے خیالات پھیل جاتے ہیں - کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے عوام کي یہ ذہنیت غلط ہے اور اس میں اصلاح ہوني چاہیے - لیکن میں یاد دلاؤنگا کہ قانون اور عدالت کا فرض اصلاح (ریفارم) نہیں ہے‘ بلکہ صورت حال کے مطابق لوگوں کے عقائد و جذبات کا اعتراف کرنا ہے - یہ صورت حال اچھي ہو یا بري لیکن موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے‘ تو جب تک موجود ہے‘ دفعہ ۱۵۳ - الف کي زد میں اس طرح کے تمام مذہبي حملے آنے چاہئیں - تعزیرات ہند کا مجموعہ ہندوستان کي دماغي اصلاح کیلیے مرتب نہیں ہوا ہے - امن و انتظام کے قیام کے لیے مرتب ہوا ہے - اُسے اس سے کوئي غرض نہیں کہ کیا ہونا چاہیے؟ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور جو کچھہ ہو رہا ہے‘ اُسے ملحوظ رکھتے ہوے باشندوں کے جذبات و مصالح کا کیونکر تحفظ کیا جاسکتا ہے؟

اب دوسري دفعہ ۲۹۸ - پر نظر ڈالیے - اپنے مقصد اور مقصد کے بیان میں یہ کسقدر واضح ہے؟ مگر جسٹس موصوف کہتے ہیں‘ اس قسم کے افعال کے لیے یہ بھي سودمند نہیں - دفعہ میں "دلازاري" کا لفظ ہے - وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ کتاب دلازار ہے - تاہم اُنکے خیال میں یہ دلازاري وہ "دلازاري" نہیں ہے جو ۲۹۸ - میں مقصود ہے - وہ کہتے ہیں کہ اگر اس قسم کي کتابیں اس دفعہ کے ماتحت لائي جائیں‘ تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ ہر طرح کي آزادانہ نکتہ چیني جرم ہوجائیگي - کیونکہ کوئي نکتہ چیني کسي پیشواے مذہب کے خلاف کتني ہي معتدل کیوں نہو‘ اُس کے پیروؤں کیلیے ضرور دلازار ہوگي -

مجھے افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں جسٹس موصوف کي تنقیح پہلي تنقیح سے بھي زیادہ تعجب انگیز ہے - اگر یہ طرز تنقیح تسلیم کرلیا جاے تو مجھے خوف ہے کہ صرف ۲۹۸ - ہي نہیں بلکہ تعزیرات ہند کي پانچ سو گیارہ دفعات میں سے اکثر دفعات کا نفاذ مشتبہ ہوجائیگا!

تین چیزیں ہیں‘ اور تینوں کا حکم ایک نہیں ہوسکتا - ایک چیز نکتہ چیني ہے - ایک سخت نکتہ چیني ہے - ایک بدزباني اور ہجو ہے - دفعہ ۲۹۸ - مذہبي "دلازاري" کو روکتي ہے - دیکھنا یہ چاہیے کہ ان تینوں قسم کي چیزوں میں سے کونسي چیز اس "قانوني دلازاري" کے ماتحت آتي ہے؟ بلا شبہ ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے غیر روادار لوگ موجود ہیں جو اپنے عقیدہ کے خلاف کسي طرح کي نکتہ چیني بھي نہیں سن سکتے - ہر طرح کي نکتہ چیني ان کے لیے دلازار ہوجاتي ہے مگر یہ معلوم ہے کہ اس طرح کے معاملات میں قانون کسي خاص انتہائي حالت کا اعتراف نہیں کرتا‘ بلکہ ہر طرح کي نرم و گرم حالتوں سے ایک معتدل اور مناسب اوسط نکال لیتا ہے - دلازاري کے احساس کي ایسي حالت ایک انتہائي درجہ کي حالت ہے - قانون اسکا لحاظ نہیں کرتا - وہ ہر طرح کي گرم اور نرم طبائع سامنے رکھکر معلوم کرتا ہے کہ اس بارے میں احساس دلازاري کا اوسط درجہ کیا ہوسکتا ہے؟ یہ اوسط بالکل واضح ہے یہ ایک ایسے آدمي کي جماعت کا احساس ہے جو ایک طرف تو ہر انسان کے آزادانہ حق رائےزني کا پورا احترام کرتا ہے دوسري طرف اس حق کا بے اعتدالانہ اور حملہ آورانہ استعمال بھي گوارانہ نہیں کرتا - ایسے شخص یا ایسي جماعت کیلیے مذہبي نکتہ چیني‘ اگرچہ کتني ہي آزادانہ کیوں نہو‘ کبھي "دلازار" نہیں ہوسکتي البتہ ہر طرح کي بد زباني‘ ہجو‘ تذلیل و تحقیر‘ اور مسخر اڑانے کي کوشش ضرور "دلازار" ہوگي - یہي "دلازاري" دفعہ ۲۹۸ - کي زد میں آتي ہے‘ اور اگر زیر بحث رسالہ کي روش اور زبان ایسي ہي ہے (اور خود جسٹس موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ ایسي ہي ہے) تو پھر کوئي وجہ نہیں کہ کیوں وہ اس دفعہ کي زد میں نہ آئے؟

بہر حال ہندوستان کي اعلی عدالتوں میں سے ایک عدالت کا فیصلہ اسکے خلاف ہوچکا ہے‘ اور اب اسکے سوا چارہ نہیں کہ ایک صاف اور غیر مشتبہ قانون کے ذریعہ اسطرح کي مذہبي دلازاریوں کا (نہ کہ نکتہ چیني کا) سد باب کردیا جاے - ہز ایکسلنسي گورنر پنجاب نے بھي مسلمانان پنجاب کے وفد کا جواب دیتے ہوے اسکي ضرورت تسلیم کرنے پر میلان ظاہر کیا ہے - ہم کسي زیادہ تفصیل کے ساتھہ اس بارے میں اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرینگے -

---

اطلاع

افسوس ہے کہ ہمارا پچھلا اندازہ صحیح نہ نکلا اور طباعت و اشاعت کي مشکلات دور نہ ہوسکیں - اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ ہر ہفتہ کے پرچے یکجائي نکالدیے جائیں - چنانچہ یہ نمبر ۳ اور ۴ کا مجموعہ ہے جو شائع ہو رہا ہے - اسکے بعض فارم پہلے چھپ چکے تھے جنکي پیشاني پر صرف یکم جولائي ہے - لیکن بعد کو جو فارم چھپے اُنپر ۱ — ۸ جولائي لکھدیا گیا ہے - ضخامت بھي اِسکي اُس سے زیادہ ہے جسقدر آخري صفحہ کے عدد سے معلوم ہوتي ہے ٹائیپ کے آخري حصہ میں ۱۲ الف - سے ۱۲ د تک چار صفحے مزید بڑھا دیے گئے ہیں‘ اور رسالہ کي ضخامت پوري دو جزء ہے -

ہمیں اس بد نظمي کے لیے جسقدر افسوس ہے اُسکا اظہار الفاظ میں سودمند نہ ہوگا جب تک عمل کے ذریعہ ظہور میں نہ آئے - ہم اس بارے میں بجز اِسکے اور کچھہ کہنا نہیں چاہتے کہ انتہائي کوشش جو مطبع کي دقتیں دور کرنے کے لیے کي جاسکتي ہیں ہم کر رہے ہیں‘ اور انشاءاللہ ہمیں اُمید ہے کہ یہ اس مطابع کي آخري بدنظمي ثابت ہوگي اور آیندہ ہر نمبر ٹھیک اپنے وقت پر شائع ہوگا -

متعدد باب جو اس وقت تک شروع نہ ہوسکے تھے‘ وہ بھي آیندہ نمبر کے لیے کمپوز ہو رہے ہیں -

مینیجر

وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا فعل دفعہ ۱۵۳ - الف کي زد میں نہیں آتا جو پراسکیوٹر کے طرف سے لگائي گئي ہے - کیونکہ انکے لفظوں میں "یہ دفعہ ایسے وسیع مفہوم کیلیے وضع نہیں ہوئي ہے - یہ صرف اسلیے وضع ہوئي ہ کہ کسي شخص یا جماعت پر جو اسوقت زندہ موجود ہ کسي کو حملہ کرنے کي جرأت نہو - گذشتہ مذہبي رہنماؤں کے خلاف حملے ' اگرچہ کیسے ہي شرارت انگیز اور سفیہانہ کیوں نہوں ' اسکے مفہوم میں داخل نہیں ہوسکتے "

دوسرے لفظون مین جسٹس موصوف کي راے یون بیان کي جا سکتي ہ کہ ۱۵۳ - الف کا تعلق ایسي تحریر و تقریر سے ہے جسکے ذریعہ کسي جماعت کے خلاف دوسري جماعت مین دشمني و نفرت پیدا کي جاے - لیکن اگر ایک شخص کسي مذہب یا باني مذہب کے خلاف بد زباني کرتا ہے ' تو اسے یہ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اُس نے دو جماعتوں کے اندر دشمني و نفرت پیدا کرني چاہي ہے - کیونکہ یہ ایک شخص کا ذاتي فعل ہے - اسکي وجہ سے خود اُسکي ذات س مذہب کے پیروؤں کے نزدیک قابل نفرت ہو جاسکتي ہے' لیکن اِسے " دو جماعتوں میں دشمني و نفرت پیدا کرنا " نہیں کہا جا سکتا -

نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ جسٹس موصوف نے دو صورتیں قرار دي ہیں : ایک یہ کہ مثلاً ایک شخص کوئي ایسي کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے خلاف ہندؤں کے اندر یا ہندؤں کے برخلاف مسلمانوں کے اندر دشمني و نفرت پیدا ہوسکتي ہے - دوسري صورت یہ ہے کہ کسي مذہب یا باني مذہب کے خلاف دلازار حملہ کیا جاے - وہ کہتے ہیں دفعہ ۱۵۳ - الف کا تعلق پہلي صورت سے ہے - دوسري صورت سے نہیں ہے -

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں صورتیں مختلف ضرور ہیں - اس میں بھي شک نہیں کہ دفعہ ۱۵۳ - الف کا ابتدائي مفہوم جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ افراد سے - لیکن اسکے ساتھہ ہي میں انکے اس خیال سے متفق نہیں ہوسکتا کہ زیر بحث معاملہ پر اس دفعہ کي زد نہیں پڑتي اور وہ اس دائرۂ اثر سے بالکل باہر ہے -

بلاشبہ میں ماہر قانون نہیں ہوں - میں یہ بھي پسند نہیں کرونگا کہ جسٹس موصوف کي قانوني قابلیت کے اعتراف میں کوتاہي کروں - لیکن میں سمجھتا ہوں ' معاملہ اسقدر صاف اور واضح ہے کہ اسمیں کسي طرح کي قانون موشگافي کي ضرورت ہي نہیں ہے - ہر شخص جو قانون کے منشاء ' الفاظ ' اور حالات پر معمولي درجہ کي نظر بھي رکھتا ہے ' بغیر کسي کاوش کے معلوم کرلے سکتا ہے کہ جسٹس موصوف کي نظر صرف ایک ہي پہلو پر گئي ہے - دوسرا پہلو انہوں نے نظر انداز کردیا ہے -

علاوہ بریں اگر دفعہ ۱۵۳ - الف کي زد اسطرح کے افعال پر نہیں پڑتي تو دفعہ ۲۹۸ - بھي موجود ہے - لیکن مشکل یہ ہے کہ جسٹس موصوف کي تنقیح میں اسطرح کے معاملات دفعہ ۲۹۸ - کے ماتحت بھي نہیں آسکتے -

پہلے میں چند الفاظ اِن دونوں دفعات کي نسبت کہنا چاہتا ہوں -

سنہ ۱۸۶۸ - میں جب ایکٹ نمبر ۴۵ - یعني مجموعہ تعزیرات ہند نافذ ہوا ' تو اس میں کوئي دفعہ ایسي موجود نہ تھي جسکے ذریعہ " مختلف طبقات میں دشمني و نفرت پیدا کرنے " کے افعال صاف اور صریح لفظوں میں روکے جاسکیں - اسمیں آٹھواں باب ان جرائم کي نسبت موجود تھا جو آسودگي عامۂ خلائق میں خلل انداز ہوسکتے ہیں - لیکن اسکي تمام دفعات زیادہ تر بلوے اور بلوے کے اشتعال وغیرہ سے تعلق رکھتي تہیں - البتہ ایک باب " جرائم متعلق مذہب " موجود تھا - اسمیں ۲۹۵ - سے لیکر ۲۹۸ - تک چار دفعات رکھي گئي تھیں - پہلي دفعہ کا تعلق مذہبي معابد اور متبرک مقامات کي توہین سے تھا - دوسري کا مذہبي اعمال و رسوم سے ' تیسري کا اموات و قبور سے - چوتھي دفعہ ۲۹۸ - تھي ' اور اُس کے الفاظ یہ تھے :

" جو شخص سونچ بچار کر مذہب کي نسبت کسي شخص کا دل دکھانے کي نیت سے کوئي بات کہے ' یا کوئي آواز نکالے ' یا کوئي حرکت کرے ' یا کوئي چیز سامنے لائے ' تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسي قسم کي قید کي سزا دي جائیگي "

واضعان تعزیرات ہند نے خیال کیا تھا کہ یہ دفعات کافي ہیں ' لیکن بعد کو تجربے سے معلوم ہوا کہ کافي نہیں ہیں - سنہ ۱۸۹۸ - میں ایکٹ نمبر ۴ - کے ذریعہ تعزیرات ہند کي ترمیم کي گئي اور دفعہ ۱۵۳ - الف - کا اضافہ کیا گیا میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس دفعہ کے الحاق سے اصلي مقصود گورنمنٹ کي سیاسي اغراض کا پورا کرنا تھا ' لیکن میں یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ اِس کا دائرہ اس درجہ تنگ ہے جس درجہ جسٹس موصوف نے قرار دیا ہے - اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں :

" جو کوئي ایسي باتوں کے ذریعہ جو تلفظ سے ادا کي جائیں ' یا لکھي جائیں ' یا اشاروں کے ذریعہ ' یا نقوش مرئیہ کے ذریعہ ' یا اور کسي ذریعہ سے ملک معظم کي رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان دشمني یا نفرت کے خیالات بڑھائے ' یا بڑھانے کا اقدام کرے ' تو اُسے ایسي قید کي سزا دي جائیگي .... الخ "

اب تعزیرات ہند میں دو دفعہ ہوگئیں - ۲۹۸ - اور ۱۵۳ - الف -

پہلي دفعہ ہر طرح کي مذہبي " دلازاري " کو جرم قرار دیتي ہے جو عمداً عمل میں لائي جائے - دوسري دفعہ ہر ایسے فعل کو جس کے ذریعہ برطانوي ہندوستان کي دو مختلف جماعتوں کے درمیان دشمني اور نفرت کے خیالات پیدا ہوں یا ہوسکتے ہوں ' تعزیري جرائم میں شمار کرتي ہے -

میں نے اپني عادت کے خلاف بار بار یہ دفعات پڑھیں اور صورت حال پر غور کیا ' میں کوئي معقول وجہ نہیں دیکھتا کہ اس قسم کي تحریریں جیسي کہ زیر بحث تحریر ہے ' کیوں ان دونوں دفعات کي زد میں نہیں آتیں ؟ جسٹس دلیپ سنگھ کہتے ہیں " ایسي کتنني ہي دلازار اور سفیہانہ کیوں نہ ہوں ' اس کي زد میں نہیں آتیں " مگر میں یہ کہنے کي جرأت کرتا ہوں کہ اگرچہ کتنني ہي کم دلازار اور کم سفیہانہ کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ واقعي دلازار اور سفیہانہ ہیں ' تو اِن دفعات کي زد سے بچ نہیں سکتیں ۔

امر تنقیح طلب صرف یہ ہے کہ اس قسم کي چیزوں سے " دو مختلف جماعتوں میں دشمني اور نفرت کے خیالات " پیدا ہوتے ہیں یا نہیں ؟ نیز اِس سے " کسي فرد یا جماعت کي دلازاري " ہوتي ہے یا نہیں ؟ سب سے پہلے دفعہ ۱۵۳ - الف کو لیجیے - جسٹس موصوف کي نظر صرف فرد اور جماعت کے فرق کي طرف گئي ہے - بلا شبہ یہ فرق پیش نظر رکھنا چاہیے - مگر سوال یہ ہے کہ دفعہ کا منشا صرف فعل کي صورت اور اُسکي لفظي نسبت سے تعلق رکھتا ہے ' یا اُسکا زور فعل کے اثر اور نتائج پر ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے ' اور میں امید کرتا ہوں کہ قانوني نقطۂ خیال سے اسکا صرف یہي جواب ہوسکتا ہے' تو پھر معاملہ کا فیصلہ نہایت آسان ہے - یہ کوئي نظري مسئلہ نہیں ہے - تمامتر واقعہ سے تعلق رکھتا ہے - دیکھنا یہ چاہیے کہ اس قسم کي مذہبي بد زباني اور ہجوگوئي کا برطانوي ہندوستان کي مختلف جماعتوں میں کیا اثر پیدا ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ برسوں سے ملک کي دو جماعتیں یعني مسلمانوں اور آریا سماجیوں میں با ہمدگر

آئرلینڈ کا ایک عملاق جس کا قد ۲۵۵ سنٹي میٹر تھا -

ایک جرمن عورت جس کا قد ۲۴۵ سنٹي میٹر تھا

عمالیق یا دراز قد آدمی

درازي قد کي علمي توجیهه

قد کي درازي اگر ایک خاص معتدل حد تک هو تو حسن و جمال کي دلاویزیوں میں سے شمار کي جاتي هے - خواجه حافظ نے اسي قد کي درازي میں اپني " عمر دراز " کي " کوتاهی " کا پیغام سنا تھا :

بالا بلند ' سروقد خوش خرام من
کوتاه کرد قصۂ عمر دراز من !

لیکن یهي " بالا بلندي " جب حد سے گزر جاتي هے تو حسن و دلاویزي کي جگه عجائب الخلقة میں شمار هونے لگتي هے مختلف قوموں میں ایسے عجیب الخلقة دراز قد آدمي پائے گئے هیں اور اب بهي پائے جاتے هیں - عربوں کي ایک قدیم شاخ نے مصر پر حمله کیا تھا - اسکے اکثر افراد قد آور تھے - اسي لیے عربي میں انکا نام " عمالیق " پڑگیا تھا - غیر معمولي دراز قد کو عربي میں " عملاق " کہتے هیں -

تھوڑي مدت گزري نیویارک میں ایک عجیب آدمي ظاهر هوا تھا اسکي عمر ۲۴ سال تھي - یه شخص اِس قدر لانبا تھا که جب موٹر میں بیٹھتا تو اُسکي چھت میں سوراخ کرنا پڑتا تاکه اُسکا سر باهر نکلا رهے - کیونکه وه کسي طرح بھي موٹر میں سما نه سکا تھا - بازاروں میں لوگوں نے اُسے دیکھا تو تصویریں لینے لگے - اُسکا قد ۸ - فٹ تھا !

سنه ۱۹۲۴ع میں ومبلي (لنڈن) کي مشهور نمائش میں ایک عملاق نمودار هوا تھا - اسکي عمر صرف ۲۳ سال تھي مگر قد دو میٹر ۸۴ - سنٹیمٹر تھا - وه لنڈن اِس لئے آیا تھا که اجرت لیکر اپني نمائش کرے - وه اپنے قد کي درازي کي وجه سے همیشه اپني خاص خوراک اور پاني کا ٹب ساتھه رکھتا تھا - کیونکه یه دونوں چیزیں اُسکے مناسب حال کهیں بھي دستیاب نهیں هوتي تھیں - اِسکي خوراک کتني تھي ؟ اسکا اندازه اِس سے هو سکتا هے که اُسکے روز کے ناشته میں ۱۵ - انڈے ' ۳ - بڑي مچھلیاں ' ۵ - پلیٹ سالن کے ' ۱۲ - روٹي کي ٹکیاں ' اور ۸ - پیالیاں چاے کي هوتي تھیں !

آج کل یورپ کے بعض علمي رسائل میں یه بحث چھڑ گئی هے که اس طرح کي غیر معمولي دراز قدي کي علت کیا هے ؟

عام طور پر علماء کا خیال هے که اِسکي علت دماغي گلٹي هے - مشاهده سے معلوم هوچکا هے که هر انسان میں دماغ کے نیچے اور ناک کے پیچھے ایک گلٹي هوتي هے - اسے عربي میں " الغدة النكغبة " اور انگریزي میں Parotid gland کہتے هیں - یهي گلٹي قد کي کمي بیشي کي علت هوا کرتي هے -

انساني جسم گلٹیوں سے بھرا پڑا هے - یهي اُسے قائم رکھتي هیں اور اُسیکے اجزاء سے جسم کا توازن برقرار رهتا هے - چنانچه فربهي و لاغري ' بلند قامتي و پسته قدي ' ذهانت و بلادت ' دوران خون کي تیزي و سستي ' سب کا تعلق انھي گلٹیوں سے هے اس دماغي گلٹي کا ایک اهم کام یه بھي هے که وه ایسے مواد خارج کرتي رهتي هے جو خون کے ساتھه جذب هوتے رهتے اور هڈیاں بڑھاتے رهتے هیں - جب ان مواد کا اخراج کم هو جاتا هے تو انسان پسته قد رہ جاتا هے - جب ضرورت سے زیاده هو جاتا هے تو هڈیاں غیر معمولي طور پر بے حد بڑھنے لگتی اور آدمي کا قد بھي بہت بڑھ جاتا هے -

یه دماغي گلٹي دو حصوں میں منقسم هے : ایک حصه آگے هوتا هے - دوسرا پیچھے هوتا هے - دونوں ایک عظمي (هڈي کے) صندوقچه میں بند هوتے هیں - یه صندوقچه کھوپڑي کے اندر بطور ایک چھوٹي سي کوٹھڑي کے رکھا هوتا هے - ریڈیم شعاعوں کے ذریعه تحقیق هوا هے که ایسے آدمیوں

موجوده زمانے کا سب سے بڑا عملاق ایک روسي ماشذوف نامي هے - قد ۲۸۵ سنٹي میٹر-

دیکھا گیا - معلوم هوتا هے ریگ کي بوجهه سے اِنکا چھلکا چٹک گیا تھا اور ریگ کے ذرے اندر پہنچ گئے تھے - امتداد زمانه سے اندروني اور بیروني دونوں حصے پتھرا گئے هیں اور لاکھوں برس سے قائم هیں .

اسکے علاوه بعض اور یادگاریں بھي دستیاب هوئي هیں - شاید وه اِن انڈوں سے بھي زیاده قیمتي ثابت هوں - وه یادگاریں پتھرائے هوئے انساني دانت هیں اور کئي هزار برس کے پرانے هیں - وهاں انکي موجودگي اِس بات کا قطعي ثبوت هے که کسي زمانه میں یه صحرا انسانوں سے معمور تھا - تحقیقات سے ثابت هوا هے که یه دانت

غاروں میں رهنے والے انسانوں کے نهیں هوسکتے (کیونکه اُن دنوں میں زمین پر غار موجود هي نه تھے) خیال کیا جاتا هے که انسان نهروں اور جھیلوں کے کنارے رهتے هونگے - مکان بھي نه تھے - آسمان کي چھت کے نیچے سوتے هونگے - اُسکے بعد بتدریج گھر بنانا شروع کیا - پھر پتھر کے اوزار طیار کئے - اِسي لئے اُس عهد کو " عهد حجري " کہتے هیں .

یه تحقیقاتي کمیشن اِس صحراء میں ابھي تین سال اور رهیگا - اُسے یقین هے که مزید تحقیقات کا دروازه عنقریب کھلنے والا هے دنیا کا تمام حلقۂ علم اسکے آخري نتائج کي راه تک رها هے -

مذاکرۂ علمیّہ

انسان کی تخلیق و ظہور کا اولین محل

(صحراء "گوبي" انسانیت کا اولین گہوارا ہے)

ایک نیا نظریہ

صحراء "گوبي" واقع منگولیا میں یوروپین علماء کی ایک جماعت تحقیقات میں مصروف ہے - اِسکي غرض یہ جدید نظریہ ثابت کرنا ہے کہ یہي صحراء انسانیت کا اصلي گہوارہ ہے - یہیں سے نکل کر انسان کي نسل تمام دنیا میں پھیلي •

اِس جماعت کے صدر پروفیسر انڈروز نے یورپ و امریکہ کے علمي رسائل میں حسب ذیل بیان شائع کیا ہے :

"اِس بات کے ثبوت میں متعدد دلائل موجود ہیں کہ انسان نے اپني سب سے پہلي نشوؤنما صحراء گوبي میں حاصل کي ہے - یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اُن نہایت پرانے زمانوں میں جبکہ تمام یورپ اور امریکا برف سے ڈھکا ہوا تھا' وسط ایشیا میں ایک خطہ ایسا موجود تھا جو طوفان برف سے محفوظ تھا - وہ خطہ یہي صحراء تھا - اُس وقت صرف یہي ایک زمین زندگي کي نشوؤنما کي صلاحیت رکھتي تھي -

پھر ہمارے سامنے اِس امر کے بھي دلائل موجود ہیں کہ انسان جس راستہ سے دنیا کے دوسرے خطوں میں آباد ہونیکے لیے پہنچا' وہ راستہ یورپ اور امریکا کے درمیان واقع تھا - علماء کو فرانس اور امریکا کي زمینوں کے اندر سے ایسے آثار دستیاب ہوے ہیں جو باہمدگر پوري مشابہت رکھتے ہیں' اور صاف بتا رہے ہیں کہ اُنکي اصل اور سرچشمہ ایک ہي ہے - نیز اُنسے یہ بھي ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وسط ایشیا سے تعلق رکھتے ہیں -

اکثر علماء یقین کرتے ہیں کہ ہماري زمین ایک کروڑ برس پہلے عظیم الخلقت حیوانوں سے آباد تھي - یہ تمام حیوان نابود ہوگئے - بعض کي ہڈیاں ملتي ہیں - اِنمیں سب سے اہم حیوان وہ تھے جنھیں آجکل علماء علم حیوان "ڈینوسر" اور "مستوڈن" کے نام سے موسوم کرتے ہیں - صحراء گوبي اِن حیوانوں سے لبریز تھا - اسي نامعلوم زمانہ میں یہ منتشر ہوے - ایک طرف سے چین پہنچے' دوسري طرف سے امریکا میں وارد ہوے - یہي سبب اُس مشابہت کا ہے جو امریکا اور مشرق قریب' کے زیر زمین آثار میں ہم دیکھ رہے ہیں •

ممکن ہے اعتراض کیا جائے کہ ایسے بے آب و گیاہ ریگستان میں زندگي کیونکر قائم رہ سکي ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ تقریباً ایک کروڑ سال پہلے یہ صحراء ریگستان نہ تھا - بلکہ سبز و شاداب علاقہ تھا - ہر طرف درختوں کي کثرت تھي' دریا بہہ رہے تھے' زمین صاف تھي' اور پھلوں اور ترکاریوں سے لبریز تھي - اُس وقت یہ صحراء انسان کے ظہور اور نشوؤنما کیلیے سب سے زیادہ موزوں مقام تھا •

زندگي یہاں برابر بڑھتي اور ترقي کرتي رہي - یہانتک کہ رینگنے والے جاندار ظاہر ہوے - پھر چھاتیاں رکھنے والے حیوان پیدا ہوے - پھر انسان نے ظہور کیا - قدیم انسان موجودہ انسان سے بہت کچھ مختلف تھا - امتداد زمانہ کے ساتھہ ساتھہ اُسنے بھي ترقي کي - اُسکي نسل بڑھتي گئي - یہانتک کہ یہ علاقہ اُسکے لیے ناکافي ہوگیا - پھر یہ مصیبت بھي پیش آئي کہ یہاں کا جنگل خشک ہونا شروع ہوگیا - آہستہ آہستہ درخت سوکھنے لگے - پاني کم ہونے لگا - مجبوراً انسان نے ہجرت کي' اور یہ جنگل ریگستان ہوکر رہگیا جیسا کہ اِس وقت ہم دیکھ رہے ہیں •

یہاں سے نکل کر انسان سب سے پہلے چین' ہندوستان' روس' فرانس' جرمني' برطانیا' اور امریکا پہنچا - اُسکي جماعتیں برابر آگے بڑھتي اور نئي نئي زمینیں تلاش کرکے آباد ہوتي گئیں - حتی کہ تمام قابل بود و باش سرزمینوں پر اُسکا قبضہ ہوگیا "

یہ اِس جدید نظریہ کا خلاصہ ہے - پروفیسر انڈروز کي جماعت بحث و تفحص کے بعد ایسے نتائج پر پہنچي ہے جو اِس نظریہ کي پرزور تائید کرتے ہیں - چنانچہ اُسے "ڈینوسر" اور "مستوڈن" اور چھاتي رکھنے والے حیوانات کي ہڈیاں ملي ہیں - اِن ہڈیوں کي کثرت اِس یقین پر مجبور کرتي ہے کہ یہ حیوانات اِس صحراء میں باہر سے آئے ہوے مسافر نہیں تھے - بلکہ مقیم تھے - یہ بھي ماننا پڑیگا کہ اُس وقت یہ مقام صحراء نہ تھا - سرسبز جنگل تھا - اور یہ کہ اِسمیں سے بعض حیوانوں کي بلندي چھہ میٹر سے بھي زیادہ تھي •

اِس تحقیقاتي کمیشن کو سب سے اہم چیز جو ہاتھہ آئي ہے' وہ ڈینوسر جانور کے انڈے ہیں - ایسے قرائن موجود ہیں جنسے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ڈینوسر کي مادہ کے حسب عادت ریت کے اندر دبے ہوے انڈے دیے تھے - مگر اچانک آندھي آئي اور ریگ نے انڈوں کو چھپا لیا - لاکھوں برس تک دبے رہنے کے بعد بالآخر یہ انڈے

صحراء گوبي کے ایک سرسبز گوشہ کا منظر

عمدگي سے کیے جاسکتے هیں - لیکن اگر دوسري صورت هوتي هے تو حیوان سے کام لیتا هوں - مثلاً اُن مقامات میں جهاں ریل اور سڑکیں نہیں هیں باربرداري کا کام جانور زیادہ اچها کرسکتے هیں - آخري درجه میں انسان سے کام لیتا هوں - یه اصول اگرچه همارے اسلاف کو معلوم تها مگر اُن سے عملاً کام لینا صرف پچاس برس هي سے شروع هوا هے .

اب غور کرنا چاهئے ' اهل و قابل اشخاص کا انتخاب کیونکر کیا جاے ؟ فرض کرو ' حکومت امریکا کو ایک مرد یا عورت کي ضرورت هے - امریکا کي آبادي دس کرور هے - وہ کیا صفتیں هیں جو مطلوبه مرد اور عورت میں هوني چاهئیں ؟

عام طور پر پہلي شرط یه قرار دي جاتي هے که وہ شخص امریکن هو - یہیں پیدا هوا هو ' یا امریکن قومیت اختیار کرچکا هو - دوسري شرط یه سمجهي جاتي هے که اُسکي عمر سوله برس سے زیادہ اور ساٹهه سے کم هو - اِس شرط کي رو سے دو ثلث آبادي دائرۂ انتخاب سے باهر نکل جاتي هے -

حالانکه انتخاب میں همیں کسي ایک شرط یا صفت هي پر اڑ جانا نہیں چاهئے - کیونکه کبهي عمر کا معامله قومیت سے زیادہ اهم هوتا هے - کبهي تربیت ' قدرتي قابلیت سے زیادہ کار آمد هوتي هے - کبهي تجربه ' قابلیت سے زیادہ ضروري هوتا هے - همیں اگر اصلح انسان کي ضرورت هے تو اسکے لیے قومیت ' وطنیت ' اور عمر کي شرطیں ابتدائي شرطیں کیوں سمجهي جائیں ؟

طویل غور و فکر اور تجربه کے بعد میں نے انساني انتخاب کا ایک پیمانه طیار کیا هے - اُسمیں ۲۳ - درجے رکهے هیں - انتخاب کے وقت اِس پیمانه سے فائدہ اٹهانا چاهئے - ذیل میں اُسکي تفصیل ملاحظه هو :

(۱) قومیت (۲) نسل
(۳) شہریت (۴) عمر
(۵) ابتدائي تربیت یا وراثت (۶) ذهني قابلیت
(۷) جسماني قابلیت (۸) عملي قابلیت
(۹) اولین ماحول (۱۰) تعلیم
(۱۱) عام تربیت (۱۲) تجربه
(۱۳) فطري قابلیت (۱۴) فني مهارت
(۱۵) مزاج (۱۶) سیکهنے کي قابلیت
(۱۷) حرکات و سکنات (۱۸) عام ذهني یا بدني شکل
(۱۹) قد و قامت (۲۰) سختي یا نرمي
(۲۱) رنگ (۲۲) کاٹهي
(۲۳) مجموعي هیئت

جب مجهے کسي آدمي کي ضرورت هوتي هے تو میں یه پیمانه سامنے رکهه لیتا هوں اور هر شخص کو اِن تیئیس وجوہ انتخاب کي بنا پر جانچتا هوں - جسکے نمبر زیادہ نکلتے هیں ' اُسے انتخاب کرلیتا هوں - البته جانچنے والے کیلیے بهي صاحب نظر هونا ضروري هے -

عام طور پر لوگ انتخاب میں فني مهارت (اکسپرٹ نس) کو دیکهتے هیں اور دوسري تمام صفات نظر انداز کر جاتے هیں - حالانکه یه سخت غلطي هے - جانور اور چڑیاں پالنے والے مذکورہ بالا صفات تمام کے تمام ملحوظ رکهتے هیں - کیونکه وہ سب ضروري ' اور انسان و حیوان کے مفید و مضر هونے کا سبب هوتي هیں .

ان تیئس وجوہ انتخاب پر نظر ڈالنے سے معلوم هوگا که ان میں کچهه تو ایسے هیں جنکے لیے خارجي معلومات حاصل کرنے کي ضرورت هوگي - مثلاً تعلیم ' جنسیت ' تربیت وغیرہ - اور کچهه ایسے هیں جنکے لیے بے خطا قیافه شناسي کي ضرورت هوگي - قیافه شناسي کي یه استعداد بغیر اسکے حاصل نہیں هوسکتي که انساني دماغ و جسم کے علوم میں سے هر علم سے ضروري واقفیت حاصل کرلي جاے -

انساني مزاج اور قابلیت کا صحیح طور پر معلوم کرنا بہت مشکل هے - قد و قامت ' رنگ روپ ' اور جسم کي کاٹهي سے بهي طبیعت کا اندازہ کرنا آسان نہیں - اِس بارے میں انسان ' حیوان سے بہت کچهه مختلف هے - طویل تجربه کي ضرورت هے که انسان ' انسان شناس نگاہ پیدا کرلے - بارها ایسا هوا که میں کسي مرد کي ذهانت یا کسي عورت کے حسن سے دهوکا کها گیا هوں -

اِنهي تجربوں کي بنا پر میري پخته رائے هے که اگر کسي شخص کے متعلق یقین هوجائے که وہ زندگي بهر کام میں لگا رهے گا ' تو اُسکے امتحان میں دس بیس هزار ڈالر اور چار پانچ سال خرچ کر ڈالنا کچهه بیجا نه هوگا -

بلا شبه مناسب اور اصلح آدمي کا انتخاب مشکل هے - لیکن مذکورہ بالا پیمانه اگر کام میں لایا جائے تو بڑي حد تک آساني هوجاتي هے اور انتخاب میں زیادہ غلطي نہیں هوتي -

(ایک مثال)

کچهه مدت پہلے ریلوے میں ایک معمولي جگه خالي هوئي تهي - اسکے لئے آدمي کا انتخاب میرے سپرد کیا گیا - میں نے اخبارات میں حسب ذیل اعلان شایع کیا :

" ریلوے میں کام کرنے کیلئے ایک امریکن نوجوان کي ضرورت هے - اُسے تجربه کار اور خوش اخلاق هونا چاهئے - ساٹهه ڈالر تنخواہ دي جائیگي - تین مہینے امتحان کیا جائیگا - پهر اضافۂ و ترقي کا سوال پیدا هوگا - درخواست کرنے والوں کو اپني تین تصویریں بهیجني چاهئیں : ایک اپنے رخسار اور کنپٹي کي - دوسري پورے چہرہ کي - تیسري پورے قد کي "

تین سو درخواستیں آئیں اور چهه گهنٹے معاینه میں صرف هوئے - ۲۹۰ - میں نے پہلي هي نظر میں مسترد کردیں - کیونکه اُنکي شکلوں میں کوئي نمایاں عیب موجود تها - بعضوں کے لباس اور خط و خال سے صاف معلوم هوتا تها که محض ناکارہ هیں - بعضوں کي هیئت اور قطع بتلا رهي تهي که بڑے ضدي هیں - سیکهنے کي قابلیت نہیں رکهتے - بعضوں کے دل و دماغ اور اخلاق کي کمزوري عیاں تهي -

باقي دس تصویروں کي میں نے پوري دیدہ ریزي سے جانچ کي - دو آدمي مطلوب تهے - مگر جانچ میں چار پورے اترے - اور تجربه نے بتا دیا که میري جانچ درست تهي - خود آدمیوں سے ملاقات کرنے سے یه کہیں بہتر هے که اُن کي تصویریں منگا لي جائیں اور اُنکا دقت نظر کے ساتهه مطالعه کیا جائے "

(چار تصویریں)

اسکے بعد مصنف نے نو آدمیوں کي تصویریں درج کي هیں اور هر تصویر کے نیچے صاحب تصویر کے اوصاف بهي درج کردیے هیں :

(۱) دماغي آدمي — یه شکل ایک ایسے آدمي کي هے جو سنجیدہ ' مطمئن ' حلیم هے - کم منفعل هوتا هے - زیادہ غور کرتا هے - سوچ سمجهکر رائے قائم کرتا هے اور اُس سے کبهي هٹتا نہیں - حال سے زیادہ ماضي پر نظر رکهتا هے - سست عمل هے - مگر هوشیاري سے کام کرتا هے - همیشه ایک هي طریقه پر رهتا هے -

مطبوعات جديده

قابليت کا مقياس و ميزان

انسان کے انتخاب ميں انتخاب اصلح

هر شخص جانتا هے که دنيا ميں وهي کام کامياب هوسکتا هے جسے اُس کا اهل اور قابل آدمي انجام دے - بهتر سے بهتر کام بهي کامياب نهيں هوگا ' اگر اسکے ليے اهل آدمي ميسر نه آئينگے -

ليکن هر کام کيلئے اُسکي ضرورت کے مطابق اهل آدمي کيونکر چنا جائے ؟ اسکا فيصله آسان نهيں هے -

دنيا ميں قدرت الهي کے قوانين عمل ميں سے ايک قانون " إنتخاب اصلح " کا هے - يعنے قدرت هر چيز ميں اصلح اور بهتر کو چهانٹ ليتي هے - غير صالح اور کمتر کو چهوڑ ديتي هے - زندگي ' صحت ' طاقت ' اور کامراني کي ساري بنياد اسي قانون پر هے - افسوس انسان کي نا مرادي پر ' اگر وه خود اپني جنس کے انتخاب ميں ايسا نه کرسکے !

موجوده زمانے ميں " اهل آدمي کا انتخاب " ايک مستقل علمي موضوع هو گيا هے - اسکے بڑے بڑے ماهر فن هيں - حال ميں اس فن کے ايک بهت بڑے امريکن ماهر نے اس موضوع پر ايک کتاب لکهي هے جو امريکه کي ايک تجارتي انجمن کے اهتمام سے شائع هوي هے - يه دراصل اُن مقالات کا مجموعه هے جو مصنف کتاب نے وقتاً فوقتاً اس موضوع پر لکهے تهے ' اور امريکه کے مختلف علمي رسائل ميں شائع هوے تهے - کتاب نهايت مفيد اور دلچسپ هے ' اور چونکه ايک خالص نظري مسئله کو عملي اُصول و قواعد کي شکل دي گئي هے ' اسليے علمي حلقوں نے اُس کا نهايت پرجوش استقبال کيا هے - هم وقتاً فوقتاً اسکے بعض ضروري مباحث الهـلال ميں شائع کرتے رهينگے - آج اسکے بعض ابتدائي مباحث کا ترجمه هديۀ قارئين کرتے هيں -

پہلے باب ميں انتخاب اهل کي ضرورت پر بحث کرتے هوے مصنف لکهتا هے :

(انتخاب اصلح)

" تمام کام جبهي انجام پاسکتے هيں جب اهل آدميوں کے سپرد کئے جائيں ' ورنه آلات کي ايجاد ' بجلي کے استعمال ' اور کوئله کي کفايت سے کوئي فائده حاصل نه هوگا - يه چيزيں کام ميں مدد ديتي هيں ' ليکن کام کو کامياب نهيں بنا سکتيں - کاميابي صرف اهل و اصلح کارکنوں کے انتخاب پر موقوف هے .

هم هر چيز انتخاب کرتے هيں - کوئي چيز خريدتے انتخاب کرکے خريدتے هيں - تم بازار ميں ايک دانه سيب ليتے جاتے هو تو ايک ايک چن کر ليتے هو - يه نهيں کهتے که سب سيب هي هيں ' بغير انتخاب کے لے ليں - يهي حال آدميوں کا بهي هے - سيب کي طرح سب آدمي بهي يکساں نهيں هوتے - کچهه اچهے هوتے هيں ' کچهه برے - کچهه اهل هوتے هيں ' کچهه نا اهل - لهذا انميں بهي انتخاب هونا چاهئے - اچها اور قابل لے لينا چاهئے - برا اور نا کاره چهوڑ دينا چاهئے - پهر محض اتناهي کافي نهيں هے که اهل و قابل کا انتخاب کرليا جاے ' بلکه اُسے اُسي حيثيت ميں بهي رکهنا چاهئے جسکا وه مستحق هے - مثلاً اگر ايک موسيقي داں کو موسيقي کي خدمت کيلئے منتخب کيا جائے ' تو اُسے در بدر پهر کر روٹي کمانے سے مستغني کردينا بهي ضروري هے - تاکه بے فکر هوکر اپني پوري قابليت سے فائده پهنچاسکے "

(معيار انتخاب)

اِسکے بعد اس سوال پر بحث کرتے هوے - که " هر کام کيلئے اهل اور صالح شخصيت کے انتخاب کيلئے کوئي معيار اور قاعده بن سکتا هے يا نهيں " ؟ - لکهتا هے :

" ميرے دفتر ميں چاليس آدمي کام کرتے هيں - جب ميں کوئي نيا کام شروع کرتا هوں اور نئے آدميوں کي ضرورت محسوس هوتي هے ' تو سب سے پهلے غور کرتا هوں که يه کام آله کے ذريعه سے ديا جاسکتا هے ' حيوان کے ذريعه ' يا آدمي کي ضرورت هے ؟ اگر پهلي صورت ممکن هوتي هے تو وهي کام ميں لاتا هوں - کيونکه آلات حيوان و انسان سے بهتر کام کرتے هيں - مثلاً پن چکي ' آب پاشي ' بهاري بوجهه اٹهانا - ظاهر هے يه کام آلات کے ذريعه آساني اور

ميں يه گلٹي بهت بڑي هوتي هے ' اور بونوں ميں بهت هي چهوٹي هوتي هے - اِس گلٹي کي ايک خاصيت يه بهي بيان کي جاتي هے که وه خون ميں نمکين ماده کو معتدل رکهتي هے ' اور اُسے اُتني مقدار ميں کرديتي هے ' جتني سمندر کے پاني ميں هوتي هے -

تاريخ ميں بهت سے عماليق کے نام محفوظ هيں - فرانس ميں ايک شخص " جان تورنر " نامي گزرا هے - ١٥ - برس کي عمر ميں اُس کا قد غير معمولي سرعت سے بڑهنے لگا - يهاں تک که ٨ - فٹ ٣ - انچ تک پهنچ گيا - اُس کا جوتا ١٤ - انچ لمبا هوتا تها -

مرنے پر اُس کے دماغ کا وزن کيا گيا تو دو سير تهائي اونس تها سر کي جانچ کرنے پر معلوم هوا که اُس کي دماغي گلٹي بهت بڑي تهي -

ڈاکٹروں کا خيال هے که وه زمانه جلد آنے والا هے جب انسان چند نشتر کي پچکارياں (يعني انجيکشن) ليکر اپنا قد جتنا چاهے گا بڑها لے گا - اگر کتے کو انجيکشن ديديا جائيگا تو وه گهوڑے کے برابر هو جائيگا - يه بات بظاهر عجيب معلوم هوتي هے - مگر علم جس سرعت سے ترقي کر رها هے ' اُسے ديکهتے هوے اب کوئي بات بهي عجيب نهيں رهی هے -

برید فرنگ

فرانسیسی اولوالعزمی کی قربانی

کپتان ننجیسر کي مفقود الخبري !

بیسویں صدي کے تمام وسائل علم و احاطه کي شکست !

انسان کي علمي اولوالعزمیوں اور قدرت کي قہرمان حکومت میں ایک مسلسل جنگ جاري هے !

اُس نے سمندر کے طوفانوں کا مقابله کیا اور طاقتور سے طاقتور جہاز طیار کر لیے !

اُس نے زمین کي پہنائي کا مقابله کیا ' اور بہاپ اور بجلي پر قبضه کرکے ایسی سواریاں بنالیں ' جو ایک مدت میں دو دو میل طے کرلیتي هیں !

اُسنے آسمان کي طرف دیکها - هوا میں پرند هر طرف اور رهے تهے ' لیکن انسان کیلیے کوئی جگه نه تهي - بالاخر اُس نے یہاں بهي کامیابی حاصل کي ' اور ایسے طیارے ایجاد کرلیے جو تمام کرهٔ ارضي کي فضا میں چکر لگا رهے هیں !

ان پے درپے کامیابیوں کے بعد اُسنے دم لیا ' اور فخر و غرور سے سر اٹهایا ' خشکي ' تري ' هوا ' تینوں مسخر هو چکے هیں !

لیکن قدرت ! اٹل ' بے پروا ' بے مہر ' اور قہرمان قدرت ! کیا اُسکے حاکمانه قوانین بهي مسخر هوگئے ؟ کیا سچ مچ کو انساني اولوالعزمي نے اُسے شکست دیدي ؟

اولوالعزم انسان کا سر اپني بے بسي کے تصور سے جهک گیا - کیونکه اُس نے دیکها که ان ساري اولوالعزمانه کامرانیوں کے بعد بهي اُس تناسب میں کوئي فرق نہیں آیا هے جو اُسکي بے بسي اور قدرت کي حاکمانه سطوت کا روز اول سے قائم هوچکا هے !

پہلے وہ چهوٹي چهوٹي باد باني کشتیوں ' جانوروں کي سواریوں اور دشت و جبال کے قافلوں میں قوانین قدرت کے سامنے بے بس تها - اب بیسویں صدي کے دخاني جہازوں ' زیر آب کشتیوں ' برق رفتار ریلوں ' اور باد پیما طیاروں کے اندر بے بس هے !

قدرت آگے بڑهنے سے نہیں روکتي - خود اُکساتي رهتي هے که آگے بڑهے - لیکن یه گوارا نہیں کرتي که اُسکي بے بسي کي حدیں ٹوٹ جائیں - وہ برابر بڑهتا رهیگا - قدرت آسے برابر دعوت اقدام دیتي رهیگي -

لیکن اُس کي بے بسي ' بیچارگي ' بے دست و پائي ; تو وه اٹل هے ' اٹمت هے ' نا قابل تغیر هے ' ابدي هے ' اُس کي پیشاني خلقت کي سر نوشت هے جو قلم قدرت نے صبح ازل کي روشني میں نقش کردي هے - اُس کا مقام بدلتا رهیگا - کل تک وه جس جگه کهڑا تها ' آج اُس سے سیکڑوں کوس اونچا هوگیا هے - کل اِس سے بهي بلندي پر هوگا - مگر فضاء عالم لا محدود هي هے - وه کتنا هي بلند هوتا جائے ' پهر بهي بلندي باقي هي رهیگي !

قارئین الهــلال کپتان ننجیسر کي هوائي مہم اور اُسکے نتیجه سے بے خبر نہیں هیں - گذشته نمبر میں همارے مقاله نگار پیرس کي چٹهي شائع هوچکي هے جس نے نہایت موثر پیرایه میں اس مہم کي مفقود الخبري کي سرگذشت سنائي تهي - اب کئي هفته اور گزر چکے - اس عرصه میں رائٹر نے دو مرتبه ایسی خبریں دیں ' جیسے امید بندهتي تهي که از کم کپتان کي موت کا سراغ لگ جایگا - لیکن بعد کو پهر انکی تغلیط کردي گئي - نتیجه یه نکلا که دنیا اب تک اس اولوالعزمي کے نتیجه سے بے خبر هے !

هر ایجاد کي طرح طیاروں کي ایجاد بهي علمي قربانیوں کي ایک بہت بڑي داستان هے ' لیکن موجوده عہد میں هوائي مہموں کي مفقود الخبري کا یه غالباً چهٹا یا ساتواں واقعه هوگا - اس سے پہلے انگلستان ' امریکه ' اٹلی ' اور هالینڈ کے متعدد طیارے مفقود الخبر هوچکے هیں -

لیکن موجوده عہد میں انساني قافلوں کي مفقود الخبري ' اس درجه عجیب واقعه هے ؟ ریل ' تار ' اور اسٹیمر نے تمام دنیا کو ایک کردیا هے ' خشکي اور تري کا چپه چپه اور گوشه گوشه ایک دوسرے سے ملگیا هے ' بیسویں صدي کي معلوم ' محکوم ' اور مسخر دنیا هے ' اور انسان کي علمي اور عقلي فتح مندیاں اپنے منتہاء عروج تک پہنچ چکي هیں - تاهم قدرت کي حاکمانه سطوت کے مقابلے میں انسان اب بهي اسدرجه بے بس هے که دنیا کے تمام وسائل علم و اطلاع جواب دیچکے هیں اور اب تک نه تو اس هوائي مشین کا کچهه سراغ لگ سکا هے ' نه اُسکے اولوالعزم سائق کا کچهه پته چلا هے - دنیا فرانس اور امریکه کے هوائي مقابله کے نتیجه کیلئے مضطرب تهي ' لیکن اسے ایک دوسرے هي مقابله کے نتیجه کي خبر سني پڑي - وه مقابله ' جسمیں ایک طرف قدرت الهي کي اٹل حاکمانه سطوت هے ' دوسري طرف انسان کے ناقص اور محدود علم کي بلند پروازیاں هیں ! وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

نمبر ۱

(۲) دماغي عملي آدمي — اپنے آپ کو بہت کچھہ سمجھتا ہے - بلند همت ہے - محنتي ہے - مضبوط اراده رکھتا ہے - شک کو پاس آنے نہیں دیتا - فصیح اللسان ہے - اپني قوت اور اپنے کام کي اهمیت پر یقین رکھتا ہے - صاف دماغ کا مالک ہے -

(۳) عملي دماغي آدمي — خوش کلام - دلوں کا محبوب - سب کو راضي رکھنے والا ' بلند همت ' فراخ دل ' ترقي اور محنت کا شیدائي - بہت حرکت کرنے والا ' بہت نفع پہنچانے والا ' تنہائي میں کام کرنے والا ' مستقل مزاج -

(۴) عمل کي قوت نفوذ رکھنے والا آدمي — مضبوط اراده ' مضبوط رائے ' سخت مزاج ' سنگ دل ' جلد منفعل هوجانے والا ' تنہائي پسند ' بھروسه اور اعتماد کے لائق - اس کي مثال اُس هیرے کي سي ہے جو خراد سے هنوز محروم ہے -

(۵) مستعد عملي آدمي — سخت اور درشت مزاج ' عزم صادق کا مالک ' کم غور کرنے والا ' اپنے نفس پر بھروسه رکھنے والا ' کتني هي مشکلات هوں مگر اپنے اراده پر عمل کرنے والا -

(۶) دماغي عملي آدمي — خوش گفتار ' بڑي بڑي اسکیمیں سوچنے والا ' دوسروں پر اثر ڈالنے والا ' اپنے اصلي خیالات چھپانے والا ' اپني رائے پر جما رهنے والا ' گرد وپیش پر نظر رکھنے والا ' اپنے اوپر بہت بھروسه رکھنے والا ' صاف دماغ کا مالک -

(۷) دماغي عملي آدمي — مستقل رائے رکھتا ہے ' زیاده نفع پہنچاتا ہے - معاملات پر صحیح رائے رکھتا ہے - خوش تقریر ہے - صاف بیان ہے - فراخ دل ہے - ترقي اور رفاه عام کے کام زیاده پسند کرتا ہے -

(۸) دماغي آدمي — نرم مزاج ' محبوب ' حلیم ' مضبوط رائے رکھنے والا ' سست عمل ' مفکر ' متاثر نہیں هوتا ' حق کو سنتا ہے اور قبول کرلیتا ہے -

نمبر ۲

(۹) دماغي عملي آدمي — صاف رائے رکھتا ہے ' بحث میں قوي دلیلیں لاتا ہے ' مخلص ہے ' حق کا جویا ہے ' زنده ضمیر کا مالک ' معتمد ہے ' مخاطب کو اپني گفتگو سے قائل کردیتا ہے -

ان نو قسموں میں اصولي قسمیں در اصل چار هیں : دماغي ' عملي ' دماغي عملي ' عملي دماغي - اور انهي کے متعدد نمونے دکھائے گئے هیں - دماغي اور عملي کا مطلب واضح ہے - " دماغي عملي " سے مقصود ایسي شخصیت ہے جسکے خصائل میں اگرچه عملیت کا عنصر بھي موجود ہے لیکن غلبه دماغیت کو ہے - " عملي دماغي " اسکے برعکس ہے - اسمیں عملیت غالب اور دماغیت مغلوب هوتي ہے - خالص " دماغي " عملي قوت سے ' اور خالص " عملي " دماغي اوصاف سے عاري هوتا ہے -

هم اس مضمون کي وضاحت کے لیے چار تصویریں بھي کتاب سے نقل کردیتے هیں جن سے چار اصولي قیافے واضح هو جائینگے :

(۱) دماغي

(۲) عملي

(۳) دماغي عملي

(۴) عملي دماغي

تصویر نمبر (۱) خالص دماغي کي ہے - هر شخص جو انسان شناسي کي کچھہ بھي نظر رکھتا ہے ' پہلي نگاه هي میں رائے قائم کرلیگا که اسکے خط و خال کي مجموعي شہادت ذهن و فکر کا اعلان ہے - عملیت سے خالي ہے - مگر نمبر (۲) اسکے برعکس ہے - یه ایک ٹھوس عملي قیافه ہے جسمیں ذهنیت کي هلکي سي جھلک بھي نظر نہیں آتي - نمبر (۳) اور (۴) میں پہلي ذهنیت کے غلبه اور عملیت کي موجودگي کا پته دیتي ہے ' اور دوسري میں عملیت کے غلبه کے ساتھہ ذهنیت کا عنصر بھي نمایاں ہے -

نمبر ۳

نمبر ۴

جولائی سنه ۱۹۲۷ مین جولائی سنه ۱۹۲۵ پر ایک نظر!

دیش بندھو چترنجن داس

۱۷ - جون سے پہلی جولائی تک تمام ملک نے دیش بندھو چترنجن داس کی یادگار میں جلسے منعقد کیے ہیں - یه دیکھکر بے اختیار خیال سنه ۱۹۲۵ - کی طرف منتقل ہوگیا - سنه ۲۵ - اور سنه ۲۷ - میں صرف دو برس کی مدت حائل ہے ' لیکن ان دو برسوں کے اندر ملک کی سیاسی و قومی زندگی میں کیسی کیسی عظیم تبدیلیاں ہوگئیں ؟ سنه ۲۵ - اگرچه سنه ۲۰ - اور سنه ۲۱ - نه تھا - مگر پھر بھی سنه ۲۵ - تھا - ۲۶ - اور ۲۷ - نه تھا - کاش سنه ۲۷ - میں ہم سنه ۲۵ - کی زندگی ہی واپس لا سکیں !

اس تقریب سے مسٹر سی - آر - داس کی شخصیت بھی سامنے آگئی - فی الحقیقت ملک کو اسکی موجودہ منزل حیات میں ایسے ہی سیاسی رہنماؤں کی ضرورت تھی - دو سال گزرگئے مگر ابتک داس کی جگه ملکی رہنماؤں کی صف میں خالی ہے ' اور نہیں معلوم کب تک خالی رہیگی !

جولائی سنه ۲۵ - میں مسٹر داس کی وفات پر ایک تحریر حوالۂ قلم ہوئی تھی ' تاکه ایک مقامی انگریزی اخبار کے خاص نمبر میں شائع ہو - مناسب معلوم ہوا که اس موقعه پر اسے شائع کردیا جاے - جولائی سنه ۲۷ - میں جولائی سنه ۲۵ - کے افکار و خیالات پر یه ایک نظر باز گشت ہے !

(تاریـــخ کا انتظار)

فرانس کے مشہور مصنف ویکٹر ہیوگو Victor Hugo نے والٹیر Voltaire کی صد ساله یادگار مناتے ہوے کہا تھا " زندگی کتنی ہی شاندار او عظیم ہو لیکن تاریخ اپنے فیصله کیلئے ہمیشه موت کی منتظر رہتی ہے " اگر یه سچ ہے تو ہندوستان کے مورخ کا انتظار ختم ہوچکا - دیش بندھو چترنجن داس کی زندگی کی عزت اب تاریخ کے اوراق کیلئے ایک فیصل شدہ واقعه ہے - وہ اپنی زندگی میں اپنے لیے جو بات نہیں بتلا سکے تھے ' اپنی موت سے دنیا پر آشکارا کرگئے !

ہندوستان نے اپنی جدید تاریخ میں شاید ہی کسی قومی رہنما کی موت پر ایسا عالمگیر ماتم کیا ہوگا ' جیسا دیش بندھو کی ناگہانی وفات پر ہوا - ۱۹ - جون کو جب اُنکی نعش کلکته کی طولانی سڑکوں پر سے گزری تو اس عظیم الشان شہر نے اپنی پوری آبادی استقبال کیلئے صف بسته کردی تھی - ماتمی انسانوں کا ایک صحرا تھا جو ایک کنارہ سے دوسرے تک پھیلا ہوا تھا - غمگین دلوں اور اشکبار آنکھوں کی وہ اَن گنت تعداد اسکے علاوہ ہے جو راس کماری سے لیکر کشمیر تک ' ہر جگه ہندوستان میں دیکھی جاسکتی تھی !

پہلی جولائی کی مغموم اور خاموش سه پہر کے اضافه نے اس ماتم کی تاثیر اور زیادہ مکمل کردی - اس دن بر اعظم ہند کے گوشے گوشے میں ماتمی مجلسیں منعقد ہوئیں جنکی روئداد سے اسوقت تک اخباروں کے صفحے رنگے ہوتے ہیں -

ہندوستان جو بد قسمتی سے زندگی کے ہر گوشے میں طرح طرح کے تفرقوں میں بٹ چکا ہے ' موت کے اس ماتم میں کس طرح متحد ہوگیا تھا ؟ مذہب ' نسل ' جماعت ' کوئی اختلاف بھی یه اتحاد نه روک سکا - سب نے به یک وقت محسوس کیا که ہم میں سے ایک بڑی زندگی جدا ہوگئی ہے - ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو انکی زندگی میں اُنکی پیروی نه کرسکے تھے - بہت سے ایسے بھی تھے جنکے قدم ہمیشه اُنکے خلاف اٹھا کرتے تھے - تاہم جب وہ مر گئے ' تو ان میں سے کوئی بھی اپنے آنسو اُنکی عزت سے نه روک سکا - زندگی کیلئے موت کا یہی فیصله ہے جسکا تاریخ انتظار کیا کرتی ہے !

(موت کا ماتم اور زندگی کے آثار)

ہندوستان کے کروڑوں دلوں کا یه متحدہ احساس ہندوستان کی موجودہ تاریخ کا ایک اہم واقعه ہے - ایسے ہی واقعات سے احساس قومیت کے ضعف و قوت اور اس کے نشو و نما کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے - اس میں صرف ایک ہر دلعزیز انسان کی موت کا غم ہی نہیں ہے - بلکه کروڑوں دلوں کی زندگی کی جھلک بھی دکھائی دے رہی ہے - یه موت کی مایوسی میں زندگی کی امید ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے که ملک کی عام زندگی میں غفلت اور افسردگی کتنی ہی نمایاں ہوگئی ہو ' لیکن اس کی تہه میں ایک گہری اور حقیقی بیداری جگه پکڑ چکی ہے ' اور جیسا که تاریخ کا تجربه شہادت دیتا ہے ' بیداری کی یه اندرونی قوت جب ایک مرتبه جگه پکڑلے تو پھر اسے پامال نہیں کیا جاسکتا - وہ اپنے نشو و نما اور تکمیل میں ہمیشه سے اٹل رہی ہے اور ہمیشه اٹل رہیگی !

(دیش بندھو کی کامیابی کا راز)

لیکن میں اسوقت اتنا دور نہیں جانا چاہتا - میں صرف اس بات پر غور کرنا چاہتا ہوں که اس شخصیت نے ایک ہندوستانی سیاسی رہنما کے جو کامیابی حاصل کی ' اسکا راز کیا ہے ؟ ہر شخص کو معلوم ہے که ان کی ملکی رہنمائی کی عمر کوئی بڑی مدت نہیں ہے - اُن کی نمایاں قابلیتوں پر اگرچه مدت سے نظریں پڑ رہی تھیں اور سنه ۱۹۱۷ میں وہ اچھی طرح بنگال والوں کو نمایاں ہوگئے تھے ' تاہم ان کی رہنمائی کا اصلی عہد تحریک لا تعاون (نون کو اپریشن) سے شروع ہوتا ہے - یه زیادہ سے زیادہ پانچ سال کا زمانه ہے - اتنے قلیل عرصه کے اندر ہی انہوں نے ہندوستان کی تاریخ میں اپنی نمایاں جگه پیدا کی اور تمام ملک نے قوت تسلیم کرلیے - ہمیں معلوم کرنا چاہیے که اس غیر معمولی کامیابی میں اُنکے کن غیر معمولی اوصاف کو زیادہ دخل تھا ؟

جس طرح ایک مکمل تصویر بنانے کیلیے کوئی ایک رنگ ہی کافی نہیں ہوتا - اسی طرح ایک بڑے آدمی کیلیے بھی کوئی ایک قابلیت کافی نہیں ہو سکتی - کتنے ہی مختلف رنگ چاہئیں جنسے کمال اور بڑائی کی ایک شاندار تصویر کھینچی جا سکتی ہے - دیش بندھو میں یه مختلف اوصاف اپنی کافی مقدار میں جمع ہوگئے تھے - وہ دماغی اور اخلاقی ' دونوں طرح کے وصفوں سے مالدار تھے - انکی ذہانت غیر معمولی تھی - اُنکی رائے تعجب انگیز حد تک صائب اور بحث و استدلال کی قوت علی درجه

بات کے قائل نہیں تھے کہ انتظار کرو اور سونچو - "جو پتھر راستے میں آجائے اسے فوراً ہٹا دینا چاہیے اور رکنا نہیں چاہیے" یہی اُنکے سفر کا دستورالعمل تھا - شکسپیر نے ہملٹ میں انسانی دماغ کی وہ حالت بتلائی ہے جب وہ حیران ہوکر سونچتا ہے "کروں یا نہ کروں ؟" یہ "کروں یا نہ کروں" اُن میں نہ تھا !

اُنکا دوسرا وصف بھی ایک طرح اسی وصف کے ساتھہ بیان کیا جا سکتا ہے - ہندوستان کی قومیت کی راہ میں سب سے زیادہ مشکل روک ہندو مسلم مسئلہ کی پیچیدگیاں ہیں - حالات ایسے گہرے اور شدید ہیں کہ بسا اوقات ایک بڑا سے بڑا ہندوستانی محب الوطن بھی فرقہ وارانہ تنگ نظری سے اپنے دماغ کی نگہبانی نہیں کر سکتا - بڑی ہی ہمت، عشق وطن اور جنون آزادی کا بڑا ہی طاقتور جذبہ چاہیے جو ہمیں ایسی بلندی پر پہنچادے جہاں تک اِن نچلے جذبات کی رسائی نہو - میں وثوق کے ساتھہ

جن لوگوں کو ہندو مسلم مسئلہ کی حالی مشکلات کا علم ہے، وہ جانتے ہیں کہ معاملہ کس درجہ مشکل اور پیچیدہ ہے ؟ معاملہ کی کوئی جانب اختیار کی جائے، ضروری ہے کہ مشکلوں اور مزاحمتوں کا ایک طوفان عظیم سامنے آ جائے - گزشتہ فروری (سنہ ۱۹۲۴) میں دھلی کی آل پارٹیز کانفرنس نے کامل ایک ہفتہ تک نشست جاری رکھی لیکن بالاخر بلا کسی فیصلہ کے منتشر ہوگئی - ایسا مشکل اور ہمت آزما معاملہ جب دیش بندھو کے سامنے اچانک آ گیا تو انہوں نے کیا کیا ؟ میں پہلی مرتبہ لوگوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ صرف پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کردیا !

یہاں میں نے پانچ منٹ تھوڑے وقت — معنی میں مجازاً استعمال نہیں کیا ہے - بلکہ سچ مچ گھڑی کے پانچ منٹ مراد ہیں - بنـگال لیجس لیٹو کاونسل کے انتخاب سنہ ۲۳ - سے جب ہم فارغ ہوے، تو مخالفین نے کانگرس کو ناکام رکھنے کے

کہہ سکتا ہوں کہ چترنجن داس نے ایسی بلندی حاصل کرلی تھی اور وہ کسی حال میں بھی اُس سے اُترنے کیلئے طیار نہ تھے - اِس بارے میں اُنکا دل فراخ اور فیاض تھا - وہ ملک کی آزادی اور نجات کیلئے وہ ساری چیزیں قربان کر دینے کیلئے طیار تھے، جو اس اعلی مقصد سے کمتر درجہ کی ہو سکتی ہیں - صرف یہی روح ہندوستان کا مسئلہ حل کر سکتی ہے - افسوس کے ساتھہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ مقام اسوقت تک بہت کم ہندوستانی رہنماؤں کو حاصل ہو سکا ہے -

(میثاق بنـــگال)

ہندو مسلم مسئلہ کے سلسلے میں "میثاق بنگال" (بنگال پیکٹ) ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے - اس پر موافق مخالف، دونوں طرح کی رائیوں کا نہایت پر جوش مظاہرہ ہوچکا ہے - لیکن اسوقت تک بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ یہ میثاق وجود میں کیونکر آیا تھا ؟

لئے ہر طرح کے ہتیار آزمانا شروع کردیے - ان میں سب سے زیادہ موثر اور آزمودہ ہتیار فرقہ وارانہ حقوق کا مسئلہ چھیڑ دینا تھا - اُس وقت کاونسل کے اندر اور باہر، دونوں جگہ جماعت کی کامیابی بہت کچھہ اسپر موقوف تھی کہ مسلمان کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں ؟ جیسا کہ معلوم ہے، مسلمان دو جماعتوں میں منقسم تھے : ایک جماعت کانگرس کے ساتھہ تھی - ایک باہر - کانگرس کی کوشش تھی کہ تمام مسلمان کانگرس کا ساتھہ دیں - مخالفین کوشش کر رہے تھے کہ ہندو مسلم مسئلہ چھیڑ کر انہیں اس سے باز رکھا جائے - اس اثناء میں وہ ایک عجیب چال چلے - انہوں نے ممبران کاونسل سے کہا کہ اگر کانگریس پارٹی میں شامل ہی ہونا چاہتے ہو تو کم از کم اِس کا فیصلہ کرلو کہ مزید سیاسی حقوق ملنے پر مسلمانوں کی نمائندگی کا کیا حال ہوگا ؟ یہ انہوں نے اس لئے کہا کہ اُن کا خیال تھا، مسلمانوں کی جانب سے جو مطالبات پیش ہونگے، اُنھیں کانگرس

۱۹ - جون سنه ۱۹۲۵ - کو کلکته کی تمام آبادی سڑکوں پر جمع ہوگئی تھی تاکہ مسٹر داس کی نعش کا استقبال کرے۔
لیکن اپریل سنه ۲۶ - میں بھی آبادی سڑکوں پر دوبارہ جمع ہوگئی تاکہ ایک
دوسرے کا سر پھوڑے۔

پارٹي منظور نه کر سکے گي- نتیجه یه نکلیگا که مسلمان مایوس هوکر الگ هو جائینگے ' اور مسلمانوں کي علحدگي کے بعد کانگرس پارٹي نه تو کاونسل کے اندر کچهه کر سکیگي - نه باهر مضبوط هو سکیگي -

چنانچه مسلمانوں کے مطالبات کي ایک فہرست ایک بڑے سرکاري افسر کے یہاں طیار کي گئي - اچانک ایک دن صبح مجھے معلوم هوا که آج مطالبات پیش کیے جائینگے - میں نے اُسي وقت مسٹر داس سے بذریعه ٹیلي فون گفتگو کي - میں نے دریافت کیا که

دارجلنگ میں جنازہ کا کلکته کي طرف کوچ

اگر یه مطالبات پیش هوے تو آپکا طرز عمل کیا هوگا ؟ انهوں نے بلا کسي تامل کے جواب دیا " میں فوراً منظور کر لونگا - کوئي وجه نهیں که ایک معقول مطالبه منظور نه کیا جاے اگرچه بے موقعه پیش هوا هو " - یقیناً انهوں نے یه فیصله پانچ منٹ سے بهي کم مدت میں کردیا تها !

اس طرح ایک سخت خطرہ سے فوراً نجات ملگئي - البته ایک دوسرا خطرہ پیدا هوگیا - یعنے مخالفت کا وہ طوفان عظیم جو اس کے خلاف شروع هوا - لیکن اسکے فرو کرنے کیلئے بهي هم اس وقت کافي طاقتور تهے -

(کارپوریشن دي میرشپ)

شاید کلکته سے باهر بہت کم لوگوں کو یه بات معلوم هوگي که جب کارپوریشن کلکته کے پچهلے انتخابات میں کانگرس کو کامیابي هوئي ' اور کارپوریشن کے لیے میر کے انتخاب کا مسئله پیش آیا ' تو مسٹر داس بالکل طیار نه تهے که خود میر منتخب هوں - پهلي مرتبه جب اس بارے میں مجهه میں اور اُن میں مشورہ هوا تو انهوں نے زور دے کر کہا " میں چاهتا هوں پہلا میر ایک مسلمان هو - یه اُس روح کا عملي ثبوت هوگا جو کانگرس پارٹي نے مسلمانوں کي نسبت ظاهر کي هے - اور چونکه بجز تمهارے اور کوئي مسلمان ایسا موجود نهیں جسے هم سب بالاتفاق منتخب کرلیں' اسلیے تم اسکے لیے

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم؟
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

مغرب اقصیٰ اور اندلس پر ایک نظرِ اعتبار!

ایک مصری سیاح کے تاثرات

الجزائر

۹۷ سال سے الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہے۔ فرانسیسوں کی چستی و چالاکی، ذہانت و زندقی مشہور ہے۔ الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہے۔ ملک کا اکثر حصہ، جنت کا نمونہ بن گیا ہے۔ اسمٰعیل پاشا خدیو نے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ "افریقہ کا یہ خطہ یورپ بن جائے" خدا نے الجزائر میں اُن کی دعا قبول کرلی! محال ہے کہ کوئی سیاح اسے نیم متمدن افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہے، فرانس کا ٹکڑا ہے، بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا — پیرس ہے!

الجزائر "پیرس" بن گیا ہے۔ یعنی الجزائر کی سرزمین لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہے؟ کیا انھیں بھی "پیرس" کے باشندوں کی زندگی حاصل ہے؟ افسوس! سرزمین "بہشت" بن گئی ہے مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے غلامی اور غلامی کی زندگی کے "جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہے! وہ نہ تو "اپنے" رہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے۔ فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہے، اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں گویا نئی تہذیب انہیں دھکیل رہی ہے، اور ملک کے اُن گوشوں کے اندر قید کر رہی ہے جو علم و تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا، بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دوکان نہیں، چلئے خاکو سیرگاہوں، درجہ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا۔ گویا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہوگیا ہے بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں۔ الجزائری انھیں محلوں میں قید ہیں۔ یورپین محلوں اور بازاروں میں اگر آتے بھی ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون!

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے۔ اور فرانسیسی بڑھ رہے ہیں۔ اُن کا ٹڈی دل یورپ سے چلا آ رہا ہے اور الجزائری جوق جوق پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں حتیٰ کہ اسوقت ان کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہے۔ پائے تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہونگے!

اگر تاریخ کا افسانہ صحیح ہے اور قومیں اُسی طرح فنا ہو جاتی ہیں جس طرح افراد اور حیوانات و نباتات، تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانۂ زوال کے لئے گنجائش نکال لینی چاہئے۔ عنقریب ایک بڑی قوم صفحۂ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹ جانیوالی ہے۔ یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر پڑی سسک رہی ہے زیادہ سے زیادہ سو برس اُسے دم توڑنے میں اور لگیں گے۔ کون کہتا ہے جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے۔ یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور غفلت اپنے پیروں سے اُسے کچل رہی ہے!

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت فرق ہے۔ زمین میں بھی اختلاف ہے۔ باشندوں کے طبائع و خصوصیات میں بھی اختلاف ہے۔ مراکش زیادہ سرسبز اور خوبصورت ہے۔ مراکش، اسپین سے بہت مشابہ ہے۔ وہ در اصل اسپین ہی ہے صرف سمندر کی گردن نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی بہت مشابہت ہے۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں!

اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ، دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت میں یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی۔ آسمان تمدن پر ایک روشن سورج تھی اور چار دانگ عالم کو روشن کر رہی تھی۔ لیکن جس قدر اس کی ترقی کی رفتار تیز رہی تھی، اُسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر ہوا۔ یوں کہنا چاہئے کہ اس پر قبل از وقت بڑھاپا آگیا

مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت اُنکے ہر حلقہ اور ہر درجہ کی یکساں معنویت ہے۔ ایسی معنویت جو ایک ادارہ و تمدن رفتہ کی خبر دیتی ہے۔ سب پرانے بادشاہوں کا سادہ دراز اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر اولیاء کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے۔ ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر و مرشد اور ثقہ عالم معلوم ہوتا ہے سکون سکوت، آہستگی، سنجیدگی، ہر حال میں ملحوظ رہیگی۔ ہاتھ ہلائینگے تو رُک رُک کر، سر گھمائیں گے تو سوچ سوچ کر، بولیں گے تو ٹھہر ٹھہر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامن لباس سنبھالتے ہوئے! میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند بادشاہوں کا تھا لیکن پوری قوم عیش پسند ہوگئی اور سب نے بادشاہوں کا لباس پہن لیا!

ممکن ہے کہ آج کے مراکشی نے اسپین فتح کیا ہو اور آدھا فرانس تہ و بالا کر ڈالا ہو۔ نازک جوتیاں پہننے والا پہاڑوں پر کیسے دوڑ سکتا ہے؟ لمبے لمبے جبے، بھاری بھاری عمامے انسان کو کب چست و چالاک بننے دے سکتے ہیں؟ لیکن نہیں وہ بھی مراکشی تھے۔ اُسوقت مراکش جوان تھا۔ اب بوڑھا ہوگیا ہے!

مراکشیوں اور جزائریوں میں فرق

اہل مراکش کے چہروں پر مجھے وہ نیکی دکھائی دی جو اہل جزائر کے چہروں پر موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ محض ظاہری فرق ہے یا حقیقی ہے؟ مراکشی داڑھیوں کی پرورش کرتے ہیں۔ خدا انکے گھنے بالوں میں برکت دے! برخلاف انکے جزائری کلّوں کی صفائی کرتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ خدا انھیں طول و عرض میں پھیلائے! مراکشی کتنے ہی غیظ و غضب کا اظہار کرے مگر بغض و کینے سے اُس کا دل خالی ہے وہ واقعی نیک اور پاک دل ہوتا ہے۔

مراکشی کی ساکن نظریں اُس کے باطنی سکون کی خبر دیتی ہیں لیکن اس سکون کے ساتھ غفلت بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات حماقت تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُن میں یہ غفلت و حماقت کہاں سے آئی؟ حالانکہ وہ شراب اور ہر قسم کے نشوں سے قطعی طور پر دور ہیں۔ اگر واقعی ان میں غفلت و حماقت موجود ہے تو یہ اُس عیش و راحت کا نتیجہ ہوگی جس میں وہ صدیوں سے مبتلا ہیں۔

میرے خیال میں مراکشی غفلت و حماقت کے اس قدر شکار نہیں ہوئے ہیں جس قدر مصائب نے اُنکے حواس گم کر دیئے ہیں ہر طرف سے اُن کے وطن پر اغیار کی یورش ہے۔ وہ بے بس ہو گئے ہیں۔ چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ اس حالت نے اُنھیں مدہوش بنا دیا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں: وتری الناس سکاریٰ، وما ھم بسکاریٰ، ولکن عذاب اللہ شدید!

برخلاف ان کے جزائری کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں۔ لیکن کمزوری اُنھیں نیچا کئے دیتی ہے۔ اُن کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا بیمار شیر ہیں، اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں۔ اُن میں زندہ دلی بھی ہے، اور اتنی ہے کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کرلے!

اہل مراکش کی عربیت میرے لئے بہت مشکل تھی۔ برخلاف اس کے الجزائر کی زبان مصر و شام کی عربی سے زیادہ قریب ہے البتہ الجزائر کی زبان میں یہ خرابی بہت نمایاں ہوگئی ہے کہ انھوں نے بکثرت فرانسیسی لفظ داخل کر لئے ہیں فصیح عربی وہاں تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہے۔

اندلس

اندلس (اسپین) اسلام و عرب کی آٹھ صدیوں کا اندلس بہت مفصل ہے۔ لاکھ مختصر کیا جائے مگر اس کا نقشہ کھینچا نہیں

طیار ہو جاؤ " اسوقت تک الڈرمین کا انتخاب بھی نہیں ہوا تھا - انہوں نے پانچ الڈرمین میں ایک نام میرا اسی غرض سے رکھا تھا تاکہ مجھے میر منتخب کیا جاسکے -

لیکن میں نے نہایت اصرار کے ساتھہ اس سے اختلاف کیا - میں نے کہا - جہانتک میری ذات خاص کا تعلق ہے میں نہ تو اب اور نہ کبھی آئندہ اپنے آپ کو ان مناصب کے لئے مستعد کرسکتا ہوں - میری زندگی کی رفتار ابتدا سے دوسری ہے - وہ کسی طرح ان مناصب کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتی - باقی رہا کسی مسلمان کا میر ہونا' تو بلا شبہ مسلمانوں کو پوری کشادہ دلی کے ساتھہ موقعہ دینا چاہیے - لیکن اسوقت ہر اعتبار سے ضروری ہے کہ آپ ہی میر منتخب کیے جائیں - خود مسلمانوں کی بھی خواہش یہی ہے -

(میرا اُن کا باہمی تعلق)

میں چند الفاظ اپنے اور اُن کے باہمی تعلقات کی نسبت کہے بغیر نہیں رہ سکتا - اُن کی برادرانہ محبت کی یاد میرے دل کا ایک نا قابل اندمال زخم ہے - ہمارا ایک دوسرے سے تعارف سوسائٹی میں نہیں ہوا - نہ ہم میں اور کسی طرح کا ذاتی تعلق تھا - محض قومی خدمت کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے روشناس ہوے - لیکن طبیعتوں کی مناسبت نے بہت جلد دلی علاقہ کی صورت اختیار کرلی - حتی کہ ہم محسوس کرنے لگے کہ دو بھائیوں کی طرح ایک دوسرے سے منسلک ہوچکے ہیں -

سنہ ۱۹۱۷ - سے پہلے ان کی شہرت زیادہ تر بہ حیثیت ایک کامیاب بیرسٹر کے تھی - اسی سنہ میں وہ پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں ہوئے - میں اسوقت نظر بند ہوچکا تھا اور رانچی میں مقیم تھا - اخبارات میں ان کی سرگرمیوں کا حال پڑھتا رہا - جنوری سنہ ۲۰ میں جب رہا ہوکر واپس آیا' تو پہلی مرتبہ اُن سے شناسائی ہوئی - ایک دعوت میں جو مجھے دی گئی تھی ' وہ بھی شریک تھے - لیکن یہ شناسائی محض سرسری تھی - اس کے بعد ہی " نان کواپریشن " کی تحریک کا ابتدائی زمانہ شروع ہوگیا اور اگست میں کانگریس کا خاص اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا - اس موقعہ پر وہ اس نظام عمل سے متفق نہ ہوسکے - سال کے آخر تک مخالف رہے - اور اس لئے یہ زمانہ ہم دونوں نے باہمی مخالفت میں بسر کیا - وہ ناگپور کانگریس کے لئے مخالفانہ طیاریاں کر رہے تھے - میری کوششیں موافقانہ تھیں -

ناگپور کانگریس میں وہ اس لائحہ عمل سے متفق ہوگئے' اور پھر ہم دونوں از سرنو ملے تاکہ بنگال کے کاموں کی نسبت مشورہ کریں - فی الحقیقت اسی زمانہ سے میرے اُن کے تعلقات کا اصلی زمانہ شروع ہوتا ہے - اس تاریخ سے لیکر اُن کے انتقال تک میرا اُن کا شب و روز ساتھہ رہا - روز بروز باہم ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے گئے - انہیں مجھپر اعتماد تھا - اور میرے دل پر ان کی خوبیاں نقش تھیں -

باہمی علائق کا یہ زمانہ کچھہ عجیب گونا گوں حالت میں بسر ہوا - اس میں دسمبر سنہ ۲۱ - کا وہ یادگار وقت بھی شامل ہے جب سب سے پہلے بنگال میں " سول ڈس اوبیڈینس " کا قدم اٹھایا گیا اور دو ہفتہ کے اندر اُس نے حکومت کو مجبور کردیا کہ سختی و مقابلہ کی جگہ صلح و آشتی کا ہاتھہ بڑھائے - اس زمانہ میں ہم رات کے دو بجے تک اکٹھے بیٹھتے' اور دوسرے دن کا پروگرام تجویز کرتے - ۹ دسمبر سنہ ۲۱ - کو ہمیں معلوم ہوگیا کہ اب ہماری گرفتاری میں تاخیر نہیں کی جائیگی - اُس دن رات کے گیارہ بجے مسٹر کیرن شنکر رائے کے مکان پر ہمارا آخری اجتماع ہوا' اور دوسرے دن سہ پہر کو بہ یک وقت گرفتار کرلیے گئے - قید خانہ میں بھی ہماری یک جائی قائم رہی - البتہ انہیں چھہ ماہ کی سزا دی گئی تھی - مجھے ایک سال کی - اس لیے وہ مجھہ سے چھہ ماہ پہلے رہا ہوگئے -

۹ - جنوری سنہ ۲۳ - کو جب میں رہا ہوا' تو کانگریس دو جماعتوں میں بٹ چکی تھی - اور نئی سوراجیہ پارٹی کے لیڈر مسٹر داس تھے - دونوں جماعتیں مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن میں کسی میں بھی شریک نہیں ہوا' اور اپنا وقت تمام تر اس کوشش میں صرف کردیا کہ کسی طرح یہ اختلاف دور ہوجاے - یا کم از کم ایسی شکل اختیار کرلے کہ کانگریس کی مجموعی طاقت باہمی جنگ و جدال میں ضائع نہ جاے - چونکہ دونوں طرف جماعت بندی کے شدید جذبات کام کر رہے تھے' اور متحدہ نقطۂ عمل اپنی جگہہ سے ہٹ چکا تھا' اسلئے قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں - بالآخر کامل آٹھہ ماہ کی جد و جہد کے بعد مجھے اپنی کوشش میں کامیابی ہوئی اور دہلی کے خاص اجلاس کانگریس میں ایک متفقہ فیصلہ ہوگیا -

اس کوشش کے اثنا میں مسٹر داس کا جو طرز عمل ظاہر و باطن رہا' اسنے میرے دل پر انکی غیر معمولی صفات کا اثر اور زیادہ گہرائی کے ساتھہ نقش کردیا - میں اس کام میں بہ حیثیت ایک صلح جو (پیس میکر) کے مجبور تھا کہ حسب ضرورت دونوں طرف رد و کد کروں' اور کبھی ایک جماعت کو دباؤں - کبھی دوسری کو - بارہا ہم میں نہایت تیز اور سخت بحثیں بھی ہوگئیں - مجھے جس طرح " نو چینجرز " کے جمود و تقلید سے اختلاف تھا - اسی طرح " پرو چینجرز " کی بے قیدی سے بھی متفق نہ تھا - با ایں ہمہ ان تمام حالات کے اندر بھی جو حقیقت برابر مجھپر کھلتی گئی' وہ بہ حیثیت ایک سیاسی قائد اور مدبر کے مسٹر داس کی شخصیت تھی -

جہانتک ہندو مسلم مسئلہ کا تعلق ہے' میرا انکا معاملہ کچھہ عجیب طرح کا تھا - میں ڈرتا ہوں کہ ملک کی موجودہ آب و ہوا میں بہت کم لوگ اُسے ٹھیک طور پر سمجھہ سکینگے - ہم جب کبھی اس طرح کے معاملات پر گفتگو کرتے تھے' تو بلا مبالغہ ہمیں ایک ادنی احساس بھی کسی طرح کی تفریق کا نہیں ہوتا تھا - بارہا وہ کسی معاملہ میں ہندوں کی کسی جماعت کے نقطۂ خیال کے خلاف راے دیتے - اور میں مسلمانوں کے کسی گروہ کی راے سے متفق نہ ہو سکتا - میرے دل میں کبھی یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ ان میں میرے ہم مذہبوں کے خلاف کوئی فرقہ وارانہ جذبہ ہے - اسی طرح وہ بھی کبھی اس کا خیال نہیں کر سکتے تھے کہ میری حق پسندی فرقہ وارانہ خود غرضی سے آلودہ ہو سکتی ہے - وہ تمام معاملات جو آج ملک میں فرقہ وارانہ نزاعات کا ایک طوفان برپا کر دیتے ہیں' ہمارے سامنے آتے تھے' اور ہم اس آسانی کے ساتھہ فیصلہ کر لیتے تھے کہ ہم دونوں کے علاوہ کسی تیسرے کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی تھی - بارہا ہم نے ایک دوسرے سے یہ سوال کیا کہ کیا تمام ملک کے اندر دس بیس انسان بھی ایسے پیدا نہیں ہو سکتے جو اسی طرح انصاف اور حق پسندی کے ساتھہ ہر معاملہ پر نظر ڈالیں ؟

بے خبر نہ تھا۔ عاشوراء کی مجلس کا خاتمہ ابھی نازنینوں کے ہاتھوں پر ہوا کرتا تھا۔ اُنکے چہرے کھلے ہوئے زہد شکن حسن سے تر آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی، ادائیں مستانہ۔ اور ہاتھوں میں جام اور بلوری صراحیاں، آموجود ہوئیں۔ دَور چلنے لگا۔ کس چیز کا دَور؟ پانی کا؟ نہیں۔ شربت کا؟ نہیں۔ مے کا! یا درویشوں کی اصطلاح میں "شراب طہور" کا! محرم کی مجلس! حسین علیہ السلام کا ماتم! اور ساغر و پیمانہ! یہ ساقی! یہ سال بھر کے بھوکے خانقاہ نشین درویش!

ساقی نے تین پھیرے کئے۔ یاران قدح نوش پر ستی جیسی کچھ عجب "سرور" کا عالم ہوا۔ ہر پہلو میں ایک ایک ساقی نے جگہ لے لی۔ پھر "نغمۂ معرفت" شروع ہوا۔ تمام حاضرین نے وجد کے ساتھ گانا شروع کیا۔ صرف ایک میں اپنی خشک طبعی کی وجہ سے اس "سعادت" سے محروم رہا تھا۔

اس "نغمۂ معرفت" کے چند بند ملاحظہ ہوں:

"کاف اور نون "کُن" کے خطاب سے بھی پہلے ہم موجود تھے۔ قبل اس کے کہ کسی کو دیدار ربانی حاصل ہو، ہم رب سے قاب قوسین او ادنیٰ تھے!"

"آدم سے پہلے، حوا سے پہلے ہم حق تھے اور حق کے ساتھ "بستر مبہم" میں ہم آغوش تھے!"

"ہم ایک رات مریم بتول کے ساتھ لیٹے (معاذاللہ!) ہم ہی عیسیٰ مسیح کے باپ تھے!" (معاذاللہ)

"ہمیں کو موسیٰ کلیم نے پکارا تھا "رب ارنی" (خدایا مجھے اپنا جلوہ دکھا)

"ہمیں نے موسیٰ کو جواب دیا تھا "لن ترانی" (تو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا)

"ہم ہی طور سینا پر جلوہ گر ہوئے تھے!......"

جب رات زیادہ گئی۔ درویش اور نازنین حجروں کی طرف مڑ گئے تو میں اپنے رفیق کے ساتھ دن بھر کی پیاس سے قریب موت، بیابا سے نیچے اُتر رہا تھا۔

حکومت نے اب "غم و ماتم" کی یہ مجلسیں موقوف کر دی ہیں۔ استنبول کے عیاش، سابق خانقاہ نشین درویش، اُنکے غم میں مدتوں روئیں گے۔

موجودہ ترکی حکومت کی اصلاحات الحاد و بے دینی سے تعبیر کی جاتی ہیں کہ اُسنے اس طرح کے تمام "مذہبی" اور "مقدس" اعمال و رسوم بند کر دیئے ہیں۔ لیکن کیا آپکے قارئین کرام میں سے کوئی بزرگ مجھے بتلائیں گے کہ اسلام کے نقطۂ خیال سے اس طرح کی رسوم کیا حکم رکھتی تھیں؟ اور ان کا انسداد "الحاد" اور "بے دینی" ہے؟ یا "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا قیام ہے؟

امیر البحر بریسٹل اور ترکی انقلاب

امیر البحر بریسٹل، ٹرکی میں امریکہ کے سیاسی نمائندے ہیں اس ہفتہ انھوں نے ترکی انقلاب کے متعلق اپنے خیالات یہاں کے اخبارات میں شایع کئے ہیں۔ اُنکے خیالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مشرق قریب میں میری زندگی کے یہ ۹ برس میری پوری پچھلی زندگی کے اہم ترین سال ہیں۔ میں نے اس مدت میں بے شمار عقلی و ذہنی فوائد حاصل کئے۔ میں نے ایک قوم کی موت اور اُس کی دوبارہ زندگی اپنی آنکھوں سے دیکھی!

"ٹرکی کا موجودہ انقلاب، درحقیقت تاریخ جدید کا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ انقلاب اچانک نہیں ہوگیا جیسا کہ بہت سے لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ یہ سالہا سال سے اندر ہی اندر اپنی منزلیں طے کر رہا تھا، یہاں تک کہ مناسب موقعہ پر نمایاں ہوگیا۔ بلاشبہ انقلاب بہت جلد ہوگیا۔ لیکن اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے ٹرکی کو عین وقت پر ایسے اولوالعزم، مدبر، بہادر اور قابل رہنما مل گئے، جو بجا طور پر تاریخ کی عظیم ترین شخصیتوں کے ساتھ وزن کئے جا سکتے ہیں۔ ان ترکی رہنماؤں نے اپنی ان تھک کوششوں اور حیرت انگیز جوش سے ایک نہایت قلیل مدت کے اندر وہ نتائج حاصل کر لئے جنکے لئے قوموں کو صدیوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے!

"کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ٹرکی کی آخری جنگ، وطنی حکومت کا قیام، پھر سابق حکومت کی برطرفی، اور جمہوریت کی تاسیس، ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گے، اور اُنکے ساتھ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُنکے رفقاء کے نام بھی ہمیشہ زندہ رہیں گے!

سنہ ۱۹۱۹ء میں جب میں یہاں پہونچا، تو قریب تھا، یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے۔ لیکن آج کیا حال ہے؟ آج ٹرکی صحیح معنوں میں خودمختار، طاقتور اور زندہ ملک ہے۔ ایک امید افزا مستقبل اُس کے سامنے ہے۔ میں بغیر کسی جھجک کے اعلان کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھے ٹرکی کی جنگ آزادی کا خیال آتا ہے، میرا سر شریف اور بہادر قوم کی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے!

"تلوار کا جہاد ختم ہو چکا۔ اب تجارتی و اقتصادی جہاد شروع ہوا ہے۔ یہ جہاد پہلے جہاد سے بھی زیادہ سخت ہے اور عظیم قربانیاں طلب کرتا ہے۔ اس میدان میں بھی ترک پوری طرح ساعی ہیں، لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اب تک اُنھیں نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ملک کی ناتجربہ کاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر کوششیں جاری رہیں تو ترک یہ میدان بھی سر کر لینگے۔ نئی ریلوں کا جاری ہونا، نئی بندرگاہوں کا کھلنا، نئی سڑکوں کی تعمیر، زراعت کی ترقی، تعلیم کا عموم، حفظان صحت کا اہتمام اور اقتصادی معاملات سے عام دلچسپی، یہ ساری باتیں ایک نہایت روشن مستقبل کی خبر دے رہی ہیں!

"عدل و انصاف اور امن امان کا دَور دورہ اور ماہرین فن الیات و اقتصادیات کی کثرت ہمیں بہت کچھ امیدیں دلا رہی ہے۔ پھر ٹرکی کا صلح جویانہ مسلک، اپنے پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات جنگی قوت کے عاجلانہ استعمال سے پرہیز، ایسی باتیں ہیں جو دنیا بھر میں ٹرکی کو معزز بنا رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرکی، بدامنی اور فساد کے اس مرکز (مشرق قریب) کی ہمیشہ یوں ہی نگرانی کرتا رہے گا اور اُسے کبھی پھٹنے نہیں دے گا۔

"میں خیال کرتا ہوں کہ اب امریکہ، ٹرکی کو پہلے سے زیادہ جاننے پہچاننے لگا ہے۔ اہل امریکہ عملی لوگ ہیں، اور ہمیشہ صرف نتائج ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ قدیم ٹرکی کے متعلق مشہور تھا کہ یہاں ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اگر موجودہ حکومت نے موجودہ مساوات کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دکھایا (جیسا کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ کر دکھائیگی) تو کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ میں بہت جلد عزت و عظمت حاصل نہ کرلے"

انگورہ۔قیصریہ ریلوے

گزشتہ ہفتہ "انگورہ، قیصریہ" ریلوے ..... لائن کا افتتاح ہوگیا۔ یہ ریلوے مختلف حیثیتوں سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ جنگی نقطۂ نظر سے تو یہ ٹرکی کے لئے بمنزلۂ روح ہے۔ جنگ آزادی کے زمانے میں ترکوں نے یہ حقیقت معلوم کرلی تھی۔ دشمن انگورہ کے دروازوں پر کھڑا دستک دے رہا تھا اور ترکی فوجیں دور دراز علاقوں میں بکھری پڑی تھیں۔ کیونکہ اندرون ملک میں کافی ریلوے لائینیں نہ تھیں۔ پہلے انگورہ سے قیصریہ تک گھوڑوں اور گاڑیوں پر چھ اور نو دن لگتے تھے۔ فوجی نقل و حرکت کے لئے اس سے بھی مدت صرف ہوتی تھی۔ اب ریل بنجانے کے بعد یہ پوری مسافت صرف چند گھنٹوں کی مسافت ہے!

تجارتی اور اقتصادی لحاظ سے بھی یہ ریلوے بہت مفید ہوگی۔ اندرون ملک کی پیداوار بہ آسانی ہر جگہ منتقل کی جاسکے گی اور ضروری اشیاء بہ آسانی وہاں پہنچ جایا کرے گی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس ریلوے نے ترکی عزم و ہمت کا ناقابل رد ثبوت بہم پہونچا دیا ہے۔ یہ ریلوے صرف ترکی سرمایہ اور ترکی محنت سے طیار ہوئی ہے۔ باہر کے کسی آدمی سے کوئی مدد نہیں لی گئی۔ جب ترکی پارلیمنٹ نے اس کی اسکیم منظور کی تھی تو یورپ کے سرمایہ دار ہنستے تھے۔ وہ کہتے تھے ترک یہ کام تن تنہا انجام نہیں دے سکیں گے۔ لیکن ترکوں نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ انجام دے دیا اور یورپ کی زبانیں حیرت سے بند ہوگئیں!

یہی سبب ہے کہ اس کے افتتاح پر تمام ملک نے مسرت کا عام مظاہرہ کیا۔ افتتاحی جلسہ بھی بڑا شاندار تھا۔ اس جلسہ میں عصمت پاشا وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"قیصریہ کے باشندے ۴۰ سال سے کوشاں تھے کہ کسی طرح اُنکے زرخیز علاقے میں ریل جاری ہو جائے۔ مگر پچھلی حکومتوں کو اس کی توفیق نہ ملی۔ موجودہ جمہوریت نے ملکی آزادی کی طرف سے اطمینان حاصل کرتے ہی سب سے پہلا کام اپنے سامنے یہی رکھا تھا جسکی تکمیل آج ہمارے سامنے ہے۔ جب ہم نے اپنے داخلی پروگرام پر عمل کرنا چاہا اور ریلوے لائنوں کی تعمیر کا ارادہ کیا، تو ہر طرف سے صدائیں اُٹھیں "یہ ناممکن ہے" ہم نے کہا "ناممکن کیسے ہے؟ ہر باشندے کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی خوش حالی کے لئے کوشاں ہو۔ فرض بھی کبھی ناممکن ہوا کرتا ہے؟" ہم اپنی قدرت و قابلیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مگر دوسرے حلقوں سے ہماری بے چارگی اور بے قدرتی کا اعلان کیا جاتا تھا لیکن آج کسی کو ہمیں ناقابل کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہ ریلوے درحقیقت ہماری ایک داخلی اور خارجی فتح ہے۔ لیکن جس طرح ہماری جنگی فتوحات نے ہمیں مغرور اور غافل نہیں کیا تھا، اسی طرح یہ فتح بھی ہماری ہمتوں کو اور آگے بڑھائے گی۔ یہ ریلوے محض ایک ابتدا ہے۔ کئی اور اہم لائنیں طیار ہو رہی ہیں بہت سی عنقریب شروع کی جانے والی ہیں۔ ہم جلد تمام ملک میں، ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہنی خطوط کا جال بچھا دینگے"

روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی!

ادہر کئی مہینہ سے انگلستان اور روس کے تعلقات کی کشیدگی نے خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ ابھی تک جنگ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد تصفیہ نہ ہوا تو مستقبل قریب میں جنگ یقینی ہے۔ اگر یہ جنگ ہوئی تو اُس میں ٹرکی کی کیا حیثیت ہوگی؟

یہ سوال ہے جو اسوقت انگلستان، روس، اور خود ٹرکی میں ہر جگہ پوچھا جا رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس جنگ میں ٹرکی کو اپنے جغرافی محل و اطلاق کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ طرفین کوشاں ہیں کہ اُسے اپنے ساتھ ملالیں۔ مگر جہاں تک ترکی کی عام رائے کا تعلق ہے، روس کی طرف رجحان عام ہے ترکی اخبارات روس کی حمایت میں مضامین شایع کر رہے ہیں اور کہتے ہیں روس نے ٹرکی کی اُسوقت مدد کی تھی جب انگلستان نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر اُسے نیست و نابود کر دینے کی

جاسکتا۔ اسپین کے چپہ چپہ میں عبرتیں ہیں۔ رومن زمانے کی یادگاریں ہیں، اس سے پہلے کی، اور اس کے بعد کی یادگاریں ہیں۔ لیکن متمدن تعلیم کے سرا فرساں عربی یادگاروں ہی کی قدر کرتے ہیں، اور انہی کے مشاہدے کے لئے تمام دنیا سے شتر دعال کر کے آتے ہیں۔

اندلس میں ابتک بہ کثرت عربی آثار باقی ہیں اگرچہ متعصب اور جاہل اسپینیوں نے اُن کے مٹانے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ انہوں نے عرب اور عربوں کو انتہے دینی جوش کے ساتھ برباد کیا۔ عربوں کا سمندر تک پیچھا کیا، اور اب خود عربی ممالک میں اُن کا قلع قمع کر رہے ہیں!

اسپینیوں نے عربی یادگاریں محو کرنے کی پوری کوشش کی مگر چند یادگاریں اتنی سخت جان تھیں کہ ابتک موجود ہیں۔ پتھر اور چونے کی یادگاروں کے علاوہ بہت سی معنوی یادگاریں بھی ایسی قائم ہیں کہ انھیں کوئی انسانی قوت مٹا نہیں سکتی۔ اسپینی زبان، بے شمار عربی الفاظ سے لبریز ہے۔ ان الفاظ کا نکال دینا ناممکن ہے۔ انکے نکال دینے کے بعد "اسپینی زبان" زبان ہی نہیں رہے گی۔ پھر اسپین میں کتنے بے شمار چہرے ہیں، جو پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم عربی ہیں! پیشانی کی ساخت، ناک کی قطع، بالوں کی سیاہی، نرمی، اور پیچ و خم، سب عربی ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جو عربی سیاح کی آنکھوں سے لپک کر معانقہ کرتیں اور زبان حال سے پکارتی ہیں:

دانا نری اقدامنا فی نعالہم وانفنا بین اللحی والحواجبا!

پھر اسپین کی پوری سرزمین، اور اُس سرزمین کا ذرہ ذرہ عرب شہیدوں کے خون سے تر ہے۔ اسپینی لاکھ کوشش کریں اپنی سرزمین سے شہیدوں کا خون جلا وطن نہیں کر سکتے!

اسپین میں ابتک عربوں کے محلے موجود ہیں اگرچہ عرب اُن میں آباد نہیں ہیں۔ مکین نہیں رہے۔ لیکن مکان اب تک موجود ہیں! عربی بازار ہیں، عربی قلعے ہیں، عربی محل ہیں، عربی باغ ہیں۔ مسجدیں بھی ہیں جن کے میناروں پر اب موذن کی صداؤں کی جگہ سنہری صلیبوں کی نمائش ہوتی ہے!

عبرت کے مقامات میں بھی کبھی کوئی ہنسا ہے؟ لیکن میں نے اپنے تئیں اندلس کی عبرت گاہوں میں حیرت سے دیکھا کہ مسکرا رہا ہوں! میں "قصر الحمراء" کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے وہ بادشاہ اور امراء سر نیچے کئے اور کمر جھکائے رینگتے نظر آتے تھے جنھوں نے آباؤ اجداد کی عظمت اپنی عیش پسندی کی نذر کردی اور خود ذلیل و خوار ہو کر خس و خاشاک کی طرح بہ گئے! میں نے انھیں پکار کر کہا "قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا، فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا؟"

لیکن میرا یہ جذبہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ فوراً دل نے آہ کی اور دل کی آہ نے آنکھوں میں پہونچکر قطرات اشک کی صورت اختیار کرلی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ میری زبان پر تھی: کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم، ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین! کذالک واورثناہا قوما آخرین۔ فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین!

(علی عبد الرازق)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

منیجر "الہلال" کلکتہ

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ٹرکی کا محرم - امیر البحر برسٹل کا بیان - انگورہ قیصریہ ریلوے - روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ٹرکی کا محرم

ہجری سال ختم ہو رہا ہے۔ نئے سال کی آمد آمد ہے۔ یہاں چائے خانوں میں آجکل بعض لوگ جماہیاں لے رہے ہیں۔ انھیں سال نو کی ذرا بھی خوشی نہیں۔ محرم کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ محرم کے پرانے جلسوں اور مجلسوں کی موقوفی پر!

ان کا غم ایک حد تک بجا ہے۔ واقعی ٹرکی خصوصاً قسطنطنیہ کا محرم بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ نئی حکومت نے جہاں اور بہت سی پرانی رسمیں موقوف کردی ہیں، محرم کے جلسے بھی روک دئے ہیں۔ حکومت کی یہ کتنی ہی بڑی اصلاح کیوں نہ ہو لیکن جنھیں ان جلسوں کی چاٹ پڑ چکی ہے، انھیں ناراض ہونے سے نہیں روکا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں "زندگی کا آدھا مزہ جاتا رہا"

حکومت نے ۱۹۲۵ء میں محرم کے مراسم موقوف کر دئے۔ اب وہ افسانہ بن گئے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ دنیا انھیں فراموش کرے یا تاریخ اپنے صفحات میں ان کے لئے جگہ نکالے، ہم ایک نظر اور انھیں یاد کرلینا چاہتے ہیں۔

میں جو کچھ لکھنے والا ہوں، سنی سنائی باتیں نہیں ہیں، چشم دید واقعات ہیں۔ زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں۔ صرف خانقاہوں کے محرم کا ذکر کروں گا۔

حالت یہ تھی کہ خانقاہوں کے بے فکرے ملّا اور نام کے صوفی سال بھر تک محرم کا بے چینی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کی کمائی اور خوش وقتی کا اصلی موسم یہی تھا۔ پہلی محرم سے خانقاہوں میں سیاہ پردے پڑ جاتے تھے۔ اُنکے پُر اسرار رہنے والے اپنے سفید اور سبز جامے اتار کر سیاہ جامے پہن لیتے تھے۔ پانی کے نل بند کر دئے جاتے تھے۔ لاکھ پیاس لگی ہو مگر وہاں پانی مل نہیں سکتا تھا۔ پانی کے ظروف تک ہٹا دئے جاتے تھے۔ جہلا سمجھتے تھے یہ لوگ اہل بیت کے محب ہیں، پانی تک نہیں پیتے حالانکہ یہ محض فریب تھا۔ یہ محرم بھر سیراب رہتے تھے۔ پانی رنگین بوتلوں میں بھر کر مکان کے کونوں، غسل خانوں، اور پاخانوں میں رکھ دیا جاتا تھا! اور یہ محرم کے روزے دار وہاں جاجا کر اپنی پیاس بجھالیا کرتے تھے!

مجھے بارہا خانقاہوں میں محرم کی مجلسیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سب سے آخری مجلس کی یاد ابتک میرے دل میں تازہ ہے۔ چونکہ یہ سب سے آخری مجلس تھی۔ اس کے بعد قانون نے اس طرح کی مجلسیں ممنوع ٹھہرادیں۔ اس لئے اسے ایک تاریخی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں اُس کا مختصر حال درج کئے دیتا ہوں۔

پرانی خانقاہ

باسفورس کی نیلگوں سطح کے کنارے، ایک سرسبز بلند پہاڑ پر، ایک عظیم خانقاہ تھی۔ محرم کے دنوں میں ایک دوست کے ساتھ میں اس خانقاہ میں گیا۔ تیسرا پہر تھا۔ پہاڑ دشوار گزار تھا۔ میں بہت تھک گیا تھا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ عمارت میں داخل ہوتے ہی میں نے بے اختیار پانی مانگا۔ اپنی غلطی پر میں اب تک نادم ہوتا ہوں۔ ہر طرف سے درویشوں کی سیاہ تیز آنکھیں مجھ پر اٹھ گئیں اور غیظ و غضب سے گھورنے لگیں۔ ایک آواز بلند ہوئی "خارجی!" دوسری آواز بلند ہوئی "یزیدی!" تیسری آواز بلند ہونے والی تھی کہ میرے دوست نے اُسے روک دیا۔ درویش میرے رفیق سے واقف تھے۔ اُسنے انھیں یقین دلایا کہ یہ شخص (یعنی میں) خارجی نہیں ہے۔ محب اہل بیت کرام اور صوفیوں کا معتقد ہے۔ یہ حرکت محض نادانستہ ہوگئی ہے!" اگر میں اس مکاری اور ریاکاری کی حقیقت سے واقف نہ ہوتا تو یقیناً متاثر ہوتا اور عجب نہیں ان درویشوں کے ہاتھ چوم لیتا جو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں پیاسے رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک وسیع ایوان میں مدعو کئے گئے۔ نماز باجماعت ہوئی۔ پھر مرثیہ شروع ہوا۔ واقعی نہایت پُر تاثیر مرثیہ تھا۔ حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔

نماز کی جگہ دسترخوان

مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم سمجھے اب نماز ہوگی۔ مگر نماز کے بجائے ہم "عاشورا کی دعوت" پر بلائے گئے۔ درویشوں کو ہماری یہ حرکت بہت ناگوار گذری کہ ہم نے کھانے پر نماز پڑھنے کو کیوں مقدم رکھا؟ جب ہم دسترخوان پر پہنچے تو گھنی داڑھیوں کے اندر اُنکے گال غصہ سے لال نظر آرہے تھے!

کھانا پُر تکلف تھا۔ مگر پانی کا نام نہیں۔ میں شروع ہی سے بہت پیاسا تھا۔ حلق میں لقمے اٹکتے تھے۔ مگر خوف سے پانی کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ کھانا ختم ہوگیا۔ اب پانی کی امید بندھی مگر بالکل عبث۔ جہنمی پیاس کے ساتھ بیٹھا میں دل ہی دل میں اپنے رفیق کو کوس رہا تھا۔

سیاہ پوش پریوں کا غول!

اچانک ایک دروازہ کھلا اور ایوان میں سیاہ پوش پریوں کا غول داخل ہوگیا! مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ حقیقت سے

فلسطین

قومیں مر کر پھر کس طرح جی اٹھتی ہیں؟

اسرائیل کے منتشر گھرانے کا اجتماع!

صیہونی تحریک

اس ہفتہ کی ڈاک میں ہمارے مقالہ نگار فلسطین کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔ لیکن مصری معاصر "السیاسة" میں اُس کے نامہ نگار کی ایک نہایت دلچسپ تحریر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اس کا موضوع اہم اور ضروری ہے اس لئے ہم بریدِ مشرق کے سلسلہ میں اس کا ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں۔

یہودیوں کی پراگندگی

پہلی صدی مسیحی میں رومن بھیڑیے نے اسرائیل کی بھیڑوں کا سراغ لگا لیا، اور پھر اس طرح حملہ آور ہوا کہ اس گھرانے کا پورا گلہ یا تو ہلاک ہوگیا، یا منتشر ہوگیا۔ اپنے وطن سے بھاگ کر یہودی دنیا بھر میں بکھر گئے۔ لیکن جہاں بھی پناہ لی، مارے، ستائے، اور ذلیل کئے گئے۔ لیکن یہ قوم ایسی سخت جان تھی کہ ہر قسم کی بربادیوں اور قتل عام پر بھی زندہ رہی۔ صرف زندہ ہی نہیں رہی بلکہ اپنا اجتماعی شیرازہ بھی دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رکھا۔

عربوں یا مسلمانوں کا عہد، یہودیوں کے لئے سب سے زیادہ مبارک ثابت ہوا۔ اسلامی ملکوں میں وہ ظلم و ستم سے محفوظ ہوگئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انھیں پوری شہری اور مدنی آزادی حاصل ہوگئی۔ وہ اپنے تمام مذہبی شعائر قائم رکھ سکتے تھے اور اپنے تمام اجتماعی و معاشرتی اعمال میں خود مختار تھے۔ متعدد یہودی مورخوں نے تسلیم کیا ہے کہ اگر اسلام کی سیاسی قوت قائم نہ ہوجاتی، تو یہودی قوم قطعاً برباد ہوجاتی!

اپنی آخری بدنصیبی کے ابتدائی دَور کے بعد اس قوم کے لئے سب سے زیادہ سخت زمانہ وہ تھا، جب اسلامی سلطنتیں تہ و بالا ہونے لگیں اور مسیحیت نے ازسرِ نو سنبھالا لیا۔ اس منحوس عہد میں یہودیوں کی پراگندگی آخری حد تک پہنچ گئی۔ تاریک قرونِ وسطیٰ (مڈل ایجز) کے مسیحی تعصب نے اُنھیں بُری طرح برباد کیا۔ کوئی مسیحی ملک تھا جہاں یہودیوں پر عام جہاد کا اعلان نہ کر دیا گیا ہو۔ اُن کے معبد بند کر دیے گئے۔ اُن کی انجمنیں توڑ دی گئیں۔ اُن کی کتابیں جلا دی گئیں۔ اُنکے علماء پھانسی پر لٹکائے گئے۔ اُنھیں مجبور کیا گیا کہ اپنا دین چھوڑیں یا قتل اور آگ میں جلنا منظور کریں!

بالآخر یہ تاریک دن بھی نکل گئے۔ نئی تہذیب کا سورج ظلمت کدۂ مغرب میں طلوع ہوا اور "اسرائیل" کی مُردہ لاش نے آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کیا۔ دنیا سمجھی تھی یہ قوم فنا ہوگئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتی ہے کہ اُس میں زندگی کے آثار پوری طرح موجود ہیں۔ اب یورپین ملکوں میں یہودیوں کو دینی و اجتماعی آزادی مل گئی اور وہ امن سے زندگی بسر کرنے لگے۔

مگر یہ دن زیادہ دراز نہیں نکلے۔ مسیحی یورپ نے یہودیوں سے سیاسی خطرہ محسوس کیا اور ازسرِ نو ظلم شروع کر دیا۔ اس مرتبہ دینی تعصب کی جگہ سیاسی تعصب کارفرما تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک تقریباً یہی حالت رہی۔ یہودیوں کی مخالف تحریک کو اُسوقت کی بول چال میں "L' ANTI-SEMETIONE" یعنی مخالف سامی تحریک کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں کو غیر سامی قرار دینا خود ایک سخت ظلم تھا۔ یہودی ہی دنیا میں خالص ترین سامی ہیں۔

یہودی مفکرین نے نہایت دانشمندی سے اب یہ طے کیا کہ اس ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ظاہری قومی خصوصیات، مثلاً زبان، لباس، طرز بود و باش سے دست بردار ہوجائیں، اور جس ملک میں رہیں، اسی کی وضع و قطع اختیار کرلیں تاکہ مخالفین کا تعصب اور ظلم کم ہوجائے۔ لیکن یہ تجویز بھی کچھ زیادہ سودمند ثابت نہ ہوئی۔ خصوصاً روس میں جہاں یہودیوں کا قتل عام جاری تھا۔

وطنی مرکز کی طرف عود

اب یہودیوں میں اچانک ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ فلسطین کی یاد ہر زمانہ میں اُنھیں بے چین رکھتی تھی۔ لیکن یہ یاد محض روحانی تھی۔ اب جو خیال پیدا ہوا اُس نے فلسطین کو ایک نئے روپ میں دکھایا۔ اُنھیں نظر آیا کہ یہ مقدس وطن جس سے نکلے ہوئے دو ہزار برس ہو چکے ہیں، ازسرِ نو اُن کا وطن بن سکتا ہے۔

اس دعوت کا مُبشّر ایک روشن خیال، متدین، آسٹریا کا یہودی اخبار نویس تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر تھیوڈور ہرٹسل تھا۔ اپنی دعوت اُسوقت شروع کی جبکہ روس اور فرانس میں یہودیوں کے حقوق تلف ہو رہے تھے۔ اسنے سنہ ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب "یہودی سلطنت" کے نام سے شائع کی اور قوی دلائل سے ثابت کیا کہ "یہودی مسئلہ کا تنہا حل یہی ممکن ہے کہ تمام یہودی ایک ملک میں جمع ہوجائیں، اور تمام سلطنتیں اُنکے ملک کی خود مختاری تسلیم کرلیں"

یہ دعوت دنیا بھر کے یہودیوں نے پسند کی اور سنہ ۱۸۹۷ء میں اپنی پہلی کانفرنس شہر "بال" میں منعقد کی۔ اسمیں مختلف ملکوں کے دو سو یہودی نمائندے شریک ہوئے تھے۔

اب سے تیس برس پہلے روس کے یہودیوں میں فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کی تحریک موجود تھی۔ کئی سو یہودی ہجرت کر بھی چکے تھے اور بیت المقدس میں ایک انجمن "محبین صیہون" کے نام سے قائم بھی ہوگئی تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے یہودیوں کو سرزمین مقدس کی طرف ہجرت کی دعوت دی جائے۔ مگر یہ انجمن کامیاب نہیں ہوئی۔ صرف چند زراعتی نوآبادیاں فلسطین میں قائم ہوسکیں۔

لیکن "بال کانفرنس" نے قومی وطن کی تحریک منظور کرلی اور اسے یہودیوں کی قومی تحریک بنا دیا۔ اس تحریک کا نام "صیہونی تحریک" قرار پایا (صیہون، ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی بابت توراۃ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس اسی پر تعمیر ہوا تھا) اور اُس کے لئے ایک قابل عمل پروگرام طیار کیا گیا۔ پروگرام حسب ذیل تھا:

"صیہونی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک ایسا قومی وطن پیدا کیا جائے جس کی حمایت بین الاقوامی قانون کے ذمہ ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مندرجۂ ذیل وسائل اختیار کئے جائیں:

(۱) یہودی کاشتکاروں اور دستکاروں کو فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کیا جائے۔

(۲) مقامی اور بین الاقوامی انجمنوں کے ذریعہ یہودیوں کی شیرازہ بندی کی جائے۔

(۳) یہودی قومیت کا جذبہ تمام قوم میں جگایا جائے۔

(۴) عثمانی حکومت کو یہودی وطن کی تجویز قبول کر لینے پر آمادہ کیا جائے۔

عملی جدوجہد کا آغاز

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے وائنا میں مرکزی انجمن قائم کی گئی اور ڈاکٹر ہرٹسل نے جدوجہد شروع کردی۔ آز سنہ ۱۸۹۹ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک کئی مرتبہ سلطان عبدالحمید سے ملاقاتیں کیں اور اُنھیں یہ تجویز قبول کر لینے پر بہت بہت راغب کیا، مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ جب ادھر سے بالکل نا اُمیدی ہوگئی تو ڈاکٹر نے برطانیہ سے گفت و شنید شروع کی اور جزیرہ نمائے سینا میں یہودی نوآبادی قائم کرنے کی اجازت چاہی۔ برطانیہ نے اسے منظور کرلیا، اور مصری حکومت بھی آمادہ ہوگئی کہ یہ علاقہ یہودیوں کے حوالہ کردے۔ مگر بعد میں اس تجویز پر عمل نہیں کیا جاسکا، کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ صحرا آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ڈاکٹر ہرٹسل نے پھر انگریزی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُسنے یہودیوں کو جنوب افریقہ میں ایک وسیع علاقہ پیش کردیا۔ لیکن چھٹی یہودی کانفرنس نے اسے بھی نامنظور کردیا کیونکہ زمین کے ماہروں نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا "یہ سرزمین بھی آبادی کے لئے موزوں نہیں ہے"

ڈاکٹر ہرٹسل کا سنہ ۱۹۰۴ء میں انتقال ہوگیا لیکن مرنے سے پہلے دو کام ایسے کر گیا جو یہودی قومیت کے لئے عملی بنیاد بن گئے۔ ایک "یہودی نوآبادی بینک"، اور دوسرا "یہودی [illegible]"

اس کے بعد بھی صیہونی کانفرنسیں برابر منعقد ہوتی رہیں اور یہودیوں میں قومی روح پھونکتی رہیں۔ اُن کی نظر فلسطین پر لگی ہوئی تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ترکی حکومت اس بارے میں [illegible] [illegible] نہیں چاہتی تھی۔ خود فلسطین کے مسلمان اور عیسائی باشندے بھی اسے گوارا کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔

عالمگیر جنگ عالم

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ [illegible] [illegible] چھڑ گئی، اور اُس کے ساتھ یہودیوں میں بھی نئی [illegible] پیدا ہوگئی۔ اُنکے [illegible] نے [illegible] کیا کہ جرمنی، ترکی اور [illegible] کے اتحادیوں کی فتح سے اُن کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا [illegible] ہوگا۔ لہذا اُنھوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا اور جنگ میں اپنی دولت و اثر سے [illegible] کی بڑی مدد کی۔

اس تمام جدوجہد کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ یہودیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگئی۔ ۲ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء کا دن اُن کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ یہی وہ دن ہے جس میں برطانیہ نے یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی تجویز منظور کی۔ یہ یادگار دستاویز "تصریح بالفور" کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اُسوقت لارڈ بالفور برطانیہ کے وزیر خارجہ تھے۔ انہی نے انگلستان کے مشہور یہودی ساہوکار لارڈ راتھچیلڈ کے نام سرکاری مراسلہ بھیجا تھا۔ اس [illegible] کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

تصریح بالفور

"میں انتہائی مسرت سے حکومت برطانیہ کی جانب سے آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ ہز مجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قومی وطن کا قیام پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ برطانیہ کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی جو فلسطین کے غیر یہودی باشندوں کے

ٹھان لی تھی۔

اس سوال پر ترکی حکومت بھی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے، کیونکہ جنگ کی صورت میں اُسے لامحالہ کسی ایک فریق کا ساتھ دینا پڑے گا۔

مکتوب عراق

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بغداد کے قلم سے)
(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

تعلیم

مجھے اپنے اس پہلے مراسلہ میں عراق کی تعلیمی حالت پر کچھ نہ کچھ تبصرہ ضرور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تعلیم کا معاملہ نہایت اہم ہے خصوصًا عراق جیسے ملک کے لئے جو خود مختاری کے لئے بیچین ہے مگر فقدانِ علم کی وجہ سے اپنی آرزو پوری نہیں کر سکتا۔

بدنصیبی سے عراق میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کوئی درس گاہ موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقیوں کو بیرونی دنیا پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر طالب علم قسطنطنیہ اور بیروت جاتے ہیں۔ کچھ لندن بھی بھیجے گئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ جانے والوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے۔

موجودہ حکومت نے یا تو اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ ہی نہیں کی یا کچھ موانع حائل ہو گئے۔ بہر حال عراق میں اعلیٰ تعلیم بالکل مفقود ہے۔ البتہ حکومت ابتدائی تعلیم کی اشاعت میں زیادہ مستعدی کا اظہار کر رہی ہے۔ اسوقت ابتدائی مدارس میں طالب علموں کی تعداد ۲۳۸۰۰ ہے۔ مکاتب میں ۱۳۴۵۵ ہے۔ اور شبینہ مدرسوں میں ۲۰۷۸ ہے یعنی کل تعداد ۳۹۳۳۳ ہے۔ یہ تعداد اگر گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں رکھی جائے، تو تقریبًا ڈیوڑھی ہوگی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی (سکنڈری) تعلیم کا درجہ ہے اور اسی تناسب سے اُس کی ترقی بھی ہونا چاہیئے۔ لیکن یہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے بغداد، موصل، نجف، بصرہ، حلہ، عمارہ، کرک، سلیمانیہ میں ثانوی مدرسے قائم کئے ہیں مگر طالب علموں کی تعداد ابتک ۱۰۶۱ سے زیادہ نہیں ہو سکی!

ابتدائی اور ثانوی کے علاوہ دو مدرسے معلین کی تعلیم کے لئے بھی ہیں۔ ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے۔ اول الذکر میں طالب علموں کی تعداد ۲۹۵ ہے اور ثانی الذکر میں ۸۸۔

تعلیم کی زبان عربی ہے اور درجۂ تعلیم کچھ زیادہ پست نہیں ہے۔ البتہ مدرسۃ الحقوق (یعنی مدرسۂ قانون) اور مدرسۃ الہندسہ (یعنی انجنیری کے اسکول) میں تعلیم کا معیار نہایت ناقص ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی تعلیم عربی ہی میں ہوتی ہے۔ اور عربی زبان میں ان علوم پر کتابیں بہت کم ہیں۔ عراقی طالب علم چونکہ کوئی یورپین زبان جانتے نہیں، اس لئے مجبورًا یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے کہ صرف اُن یادداشتوں کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے جو طلبا اساتذہ کی تقریروں سے طیار کر لیتے ہیں۔

البتہ ایک بات بہت امید افزا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب حکومت نے اپنے خرچ سے طالب علموں کو یورپ اور امریکہ بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ اسوقت ان طالب علموں کی تعداد چالیس تک پہنچی ہے لیکن اسی سال ۲۰ کا اور اضافہ بھی ہونے والا ہے۔ انکے علاوہ چند طالب علم وزارت جنگ نے انگلستان بھیجے ہیں اور محکمہ بیطری نے چند لڑکوں کو کلکتہ کی درس گاہوں میں بھیجدیا ہے۔

امیر فیصل سے ملاقات

چند دن ہوئے امیر فیصل "شاہ عراق" نے ایک مصری اخبار نویس کو اپنی ملاقات کا موقعہ دیا۔ مقامی اخبارات نے ملاقات کی حسب ذیل تفصیل شائع کی ہے:

انگریزی عراقی معاہدہ کے متعلق امیر فیصل نے کہا "اس معاہدہ کی مدت، ۱۹۲۸ء کے آغاز میں ختم ہو جائے گی۔ معاہدہ میں ایک دفعہ اس بارے میں موجود ہے کہ ہر چار سال بعد معاہدہ کی تجدید یا ترمیم ہوا کرے گی۔ عراق میں جوں جوں قابلیت پیدا ہوتی جائے گی برطانیہ اُسے زیادہ آزادی اور حقوق دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دن مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کا ممبر ہو جائے گا، اور دنیا کے دوسرے خود مختار ملکوں کی طرح ایک خود مختار ملک کی زندگی بسر کر سکے گا"

امیر فیصل نے کہا "مجھے یقین ہے عراق بہت جلد یہ درجہ حاصل کر لے گا۔ بہت جلد سے میری مراد ایک دو سال ہے"

مجھے اُمید ہے آپکے قارئین کرام کا ذوق سیاسی اس سے مستغنی ہوگا کہ میں امیر کے بیان پر رائے زنی کروں۔

عراق کی حکومت کو اب تک بیرونی سلطنتوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق امیر فیصل نے کہا:

"ہماری نظر میں اس مسئلہ کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ جن سلطنتوں کے فوائد عراق سے وابستہ ہیں، وہ ایک نہ ایک دن ہماری حکومت کے اعتراف پر ضرور مجبور ہو جائیں گی۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ مستقبل قریب میں ہم ٹرکی سے سیاسی تعلقات قائم کر سکیں گے۔ حکومت ایران کے نمائندے نے اگرچہ مجلس اقوام میں عراقی حکومت کا وجود تسلیم کر لیا ہے مگر طہران کی مرکزی حکومت نے اب تک عملی اعتراف کا کوئی ثبوت نہیں دیا"

اب تک عراق کے قنصل دوسرے ملکوں میں موجود نہیں ہیں۔ بیرونی دنیا میں عراق کے معاملات کا ذمہ دار صرف برطانیہ ہے۔ اس صورت حال کی تاویل ہمارے "خود مختار بادشاہ" نے یہ کی:

"عراق کو اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ کیونکہ بجز ایران اور ٹرکی کے بیرونی دنیا میں ہمارے مصالح کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب ان دونوں پڑوسیوں سے ہماری مفاہمت ہو جائے گی تو ہم سیاسی نمائندوں کا تبادلہ کریں گے۔ دوسرے ملکوں سے اس طرح کے علائق پیدا کرنے کا ہمیں کوئی خیال نہیں ہے!"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ عراق کی "دو سال کے اندر ملجانیوالی خود مختاری" کے ساتھ یہ توجیہ کہاں تک جمع ہو سکتی ہے؟ مصر کے موجودہ ذہنی انقلاب کے متعلق امیر نے یوں اظہار خیال کیا:

"میں نے اس ذہنی انقلاب کی پوری تحقیق نہیں کی ہے۔ اس لئے میری رائے چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم اپنی محدود واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر مصر برابر اسی طرح ذہنی ترقی کرتا گیا تو بہت جلد مغربی قوموں کے برابر ہو جائے گا۔ البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ ذہنی انقلابوں کی بنیادیں ہمیشہ قومی روایات پر قائم ہونا چاہئیں۔ اسوقت مصر، تمام عربی ممالک کے لئے شمع ہدایت بنا ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکی ذہنی ترقی صالح روایات پر مبنی ہو، تاکہ دوسری عربی قومیں بھی اپنی عربیت و قومیت قائم رکھتے ہوئے اس کا ساتھ دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ قومی بیداری صرف عقل و ذہن ہی تک محدود نہیں رہنا چاہیئے۔ عملی بیداری بھی ہونی چاہیئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مشرق کی موجودہ بیداری محض ذہنی و نظری ہے۔ حالانکہ قومیں عملی بیداری ہی سے کامل قومی ترقی حاصل کر سکتی ہیں"

عراقی فوج اور برطانیہ

انگریزی عراقی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ ہے کہ ۱۹۲۸ء میں معاہدہ پر نظر ثانی کی جائے گی، اور برطانیہ اپنی تمام فوجی قوت ملک سے ہٹا لے گا۔

اب جبکہ یہ مدت ختم ہو رہی ہے تو قدرتی طور پر عراقی حکومت کو خیال ہوا کہ اپنی قومی فوج میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اُسنے جبری بھرتی کی تجویز منظور کر لی۔ برطانی ہائی کمشنر پہلے تو برابر خاموش رہا، لیکن جب حکومت نے عملًا کارروائی شروع کر دینی چاہی تو اُسنے اعتراض کیا اور اس تجویز سے حکومت کی مخالفت ظاہر کی۔

اُسنے اپنے نوٹ میں لکھا ہے

"عراق کی مدافعت صرف عراقی فوج نہیں کر سکتی۔ اُسے برابر انگریزی قوت کی ضرورت ہے۔ عراق کے پاس ہوائی بیڑہ موجود نہیں ہے۔ اس بیڑے اور فوج کی تنظیم کے لئے کافی روپیہ بھی نہیں ہے۔ لہذا جبری بھرتی کی تجویز ناقابل عمل ہے۔ علاوہ بریں یہ غیر ضروری بھی ہے۔ کیونکہ برطانیہ اپنی "دوستی" میں برابر "وفادار" ہے اور عراق کی مدافعت کی ذمہ داری قبول کر چکا ہے"!

یہ ہے ہمارے امیر کی وہ موعودہ خودمختاری جس کا دو تین سال کے اندر انہیں انتظار ہے!

برطانی ہائی کمشنر کے اس اعتراض پر عراقی وزارت نے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ مگر امیر نے منظور نہیں کیا اور اسپر زور دیا کہ حکومت برطانیہ سے مزید گفت و شنید جاری کی جائے۔

اسوقت صرف یہ فوج ہی کی مشکل درپیش نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا معاملہ بھی درپیش ہے۔ عراقی حکومت نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریلوے اور بندرگاہ سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ اُسنے وعدہ کیا تھا مگر برطانیہ اسپر آمادہ نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کیوں آمادہ ہو؟

کویت کی پنچایت

نجد و عراق میں کئی سال ہوئے ایک معاہدہ ہوا تھا اور فریقین نے اتفاق کیا تھا کہ وقتًا فوقتًا عراقی اور نجدی نمائندوں کی پنچایت منعقد ہوا کرے اور قبائل کے تمام باہمی معاملات کا فیصلہ اُسی کے ہاتھ میں ہو۔ چنانچہ اس قسم کی ایک پنچایت اسی ماہ کویت میں منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ ادہر عراقی نجدی قبائل میں کئی لڑائیاں اور غارت گریاں ہو چکی ہیں۔

کردستان

سلیمانیہ کی کمشنری میں کردوں کے دو علاقے "شاہ بازار" اور "بنجوین" اب تک حکومت عراق کے مطیع نہیں ہوئے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان علاقوں کے باشندے قرب و جوار کے علاقو پر حملے بھی کرتے رہتے تھے۔ اس ہفتہ حکومت نے "بنجوین" کے شہر پر فوجی قبضہ کر لیا ہے اور مشہور کردی زعیم شیخ محمود سے لڑائی ہو رہی ہے

ہے کہ ملک میں ہم نے پوری طرح امن امان قائم کر دیا ہو اگرچہ کبھی کبھی ہتیار بند ٹولیاں غارت گری کر جاتی ہیں" ایک اعتبار سے یہ بیان صحیح ہو۔ بلاشبہ اسوقت در وزکوئی قابل ذکر جنگی کاروائی نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں ہر شخص جانتا ہو اور خود حکومت فرانس بھی جانتی ہو کہ یہ سکون، ایک آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہو۔

شام کی قومی تحریک

اس نقطہ پر پہنچنے کے بعد قدرتی طور پر سوال ہوتا ہو کہ آخر شام کی قومی تحریک کیا ہو؟ اُس کے مقاصد کیا ہیں؟ اُس کی تاریخ کیا ہو؟ جواب کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہو اور وہ اس مراسلہ میں ممکن نہیں۔ تاہم ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہو تاکہ آپکے قارئین حقیقت حال سے بے خبر نہ رہیں۔

شام کی قومی تحریک کے متعلق یہ سمجھنا سخت غلطی ہو کہ وہ فرانس کی خصومت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو۔ یہ تحریک جنگ عمومی سے پہلے بھی موجود تھی اور خود عثمانی حکومت کے مقابلہ میں شروع ہوئی تھی۔

جنگ عام میں شام کا رجحان دول اتحاد کی طرف تھا اور اسی رجحان کی وجہ سے شام کو مرحوم جمال پاشا کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ اتحادیوں کی طرف یہ رجحان محض اس لئے تھا کہ شام امید کرتا تھا وہ اتحادیوں کے ذریعہ اپنی وطنی آزادی حاصل کر سکے گا۔ اتحادیوں میں فرانس سے اُسے بڑی عقیدت تھی۔ کیونکہ فرانس ۵۰ برس سے یہاں اپنا اثر پھیلا رہا تھا، اور شامی تحریک کی علانیہ پیٹھ ٹھونکتا تھا۔ یہی وجہ ہو کہ جب جنگ کے خاتمہ پر فرانس کو شام کی وصایۃ (مینڈیٹ) ملی تو ملک میں مسرت کے نعرے بلند ہوگئے اور سادہ لوح باشندوں نے یقین کیا کہ اب فرانس کے ہاتھوں آزادی کی دولت ضرور ملجائے گی۔ مگر اُنھیں جلد ہی اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ اُنھوں نے دیکھ لیا کہ فرانس ترکوں سے بھی زیادہ مستبد اور سخت گیر ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ آزادی دینی نہیں چاہتا، بلکہ اُن کی قومیت بھی برباد کر ڈالنا چاہتا ہو۔

فرانس نے قبضہ حاصل کرتے ہی یہ کیا کہ ملک کے چار ٹکڑے کر ڈالے، اور چاروں کو ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظام اور دستور کے ماتحت رکھا۔ چنانچہ لبنان ایک علیحدہ جمہوریت" بنا دی گئی۔ دمشق کی حکومت الگ کر دی۔ جبل حوران کو بھی ایک علیحدہ قطعہ بنا دیا۔ اور اسی طرح بلاد علویین کو بھی ایک مستقل ملک قرار دے دیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے ان چاروں حصوں میں کسی قسم کا سیاسی اجتماعی، اور انتظامی رشتہ دار تباط باقی نہ رہے، بلکہ الگ الگ ہو کر ایک دوسرے کی مخالفت شروع کر دیں۔

یہی نہیں بلکہ ہر حصہ ملک میں فرقہ وارکش مکش بھی پیدا کر دی جو شرق میں مغربی حکومتوں کا سب سے بڑا آلہ کار ہو۔ پہلے مسلمانوں عیسائیوں، یہودیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ پھر ان میں سے ہر فرقہ کی مختلف شاخوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کر دیا۔ عرب اور غیر عرب کا جھگڑا، شیعہ اور سنّی کا جھگڑا، ترکوں اور چرکسیوں کا جھگڑا، ارمنی اور یہودیوں کا جھگڑا، غرضکہ بے شمار فتنے پیدا کر دیئے۔

لیکن باوجود ان تمام ریشہ دوانیوں کے مجموعی طور پر شام کے وطن پرست اب تک اپنی اصلی تحریک بچائے ہوئے ہیں۔ اُن کا مطالبہ صرف ایک ہو، اور وہ یہ ہو کہ فرانس شام کو خالی کر دے۔ وطنی جماعت سے اتر کر مستقل پارٹی ہو، اور اسکا مطالبہ یہ ہو کہ شام کی موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔ تیسرا گروہ ابن الوقت لوگوں کا ہو۔ وہ فرانس کے بھی حامی ہیں اور گاہ گاہ ملک کے بھی حمایتی ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہو کہ جس طرح برطانیہ نے عراق اور شرق یردن میں دو برائے نام بادشاہ بٹھا دیئے ہیں، اسی طرح فرانس کو بھی شام میں ایک "بادشاہ" کا پتلہ بٹھا دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں متعدد شاہزادوں اور امیروں کا نام لیا جاتا ہو جن کا ذکر اوپر آچکا ہو لیکن زیادہ میلان عباس حلمی سابق خدیو مصر یا ان کے چھوٹے بھائی پرنس محمد علی اور پرنس یوسف کمال کی طرف ظاہر کیا جاتا ہو۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

انگریزی مصری نزاع

پچھلے مکتوب میں اس نزاع اور اُس کے بنیادی نقطوں پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ نزاع کی اصلی بنیاد درحقیقت مصری فوج کا معاملہ ہو۔ مصری حکومت انگریزی "سردار" کا عہدہ منسوخ کر کے فوج اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہو۔ برطانیہ اسے منظور نہیں کرتا۔ اور مصر کو مصنوعی آزادی اور نام نہاد خود مختاری دیکر بدستور محکوم رکھنا چاہتی ہو۔

اس نزاع میں برطانیہ نے اپنے وہ تمام حربے استعمال کئے جن کا وہ مدت سے عادی ہو۔ سر آسٹن چمبرلین نے پارلیمنٹ کے ایوان میں کھڑے ہو کر اپنا وہی پرانا راگ الاپا "یورپین باشندوں کی زندگی خطرے میں ہو"۔ ساتھ ہی جنگی جہاز بھی بھیجدیئے۔ مزید برآں تمام یورپ میں مصر کے خلاف دعایۃ (پروپگنڈا) شروع کر دی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس، اٹلی، اور بعض دوسرے یورپین ممالک کے اخباروں نے مصر کے خلاف زہر اُگلنا اور برطانیہ کو سخت سے سخت کارروائی کا مشورہ دینا شروع کر دیا۔ درحقیقت فرانس اور اٹلی، دونوں مصر کی بیداری سے اُسی طرح خائف ہیں، جس طرح خود برطانیہ ہو۔ اٹلی کو خوف طرابلس کی وجہ سے ہے فرانس کو الجزائر، ٹیونس، مراکش، اور خود شام کی وجہ سے۔

لیکن ان تمام دہمکیوں اور تہدیدوں کا اثر کیا ہوا؟ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری حکومت انگریزی قوت کے سامنے فوراً جھک جائے گی۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہو کہ وہ زمانے لد گئے جب اس طرح کے مظاہرے رعب پیدا کر دیا کرتے تھے۔ مصری حکومت خلاف توقع اسوقت تک اپنے مسلک پر قائم رہی ہو۔

جان بل کی عادت ہو کہ جب دھمکی سے حریف مرعوب نہیں ہوتا تو خود نرم پڑ جاتا ہو۔ چنانچہ مصری حکومت کی استقامت دیکھتے ہی لارڈ لائیڈ جارج بہت کچھ نرم پڑ گئے ہیں اور اپنے مطالبات ہلکے کرتے جاتے ہیں۔ ابھی تک نزاع ختم نہیں ہوئی ہو۔ لیکن خیال کیا جاتا ہو کہ امروز فردا میں نرم گرم تصفیہ ہو جائے گا۔

انگریزی مصری گفت و شنید پردۂ راز میں ہو۔ لیکن یہاں کے اخبارات نے وہ بنیادی نقطے شایع کر دیئے ہیں جن پر مصری حکومت کی آخری یادداشت مبنی ہو۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مصری پارلیمنٹ بدستور تنفیذی قوت کی نگرانی کا حق رکھتی ہو۔

(۲) وزارت جنگ اور اُس کی تمام شاخوں پر مصری پارلیمنٹ کا اقتدار قائم رہے گا۔

(۳) وزارت جنگ کی تمام مجالس بدستور قائم رہیں گی اور اُن کی موجودہ قوت و اختیار میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۴) تمام سرزمین مصر پر مصری حکومت کا اقتدار برقرار رہے گا، اور پوری مملکت کی نگرانی مصری پارلیمنٹ کے ہاتھ میں رہیگی۔

اگر برطانیہ نے یہ بنیادیں تسلیم کر لیں، جسکا قوی امکان ہو، تو موجودہ نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا۔

مصر کی ذہنی و اجتماعی ترقی

جنگ عظیم کے بعد مصر نے صرف سیاسی ترقی ہی نہیں کی بلکہ اُس کی ذہنی و اجتماعی حالت میں بھی عظیم تغیرات ہوئے۔ یہ تغیرات کس درجہ تک پہنچ چکے ہیں؟ اس کا جواب مشکل ہو۔ بیرونی دنیا اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ البتہ سیاسی ترقی، ہمیشہ ذہنی و اجتماعی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہو۔ مصر کی موجودہ سیاسی بیداری سے اُس کی ذہنی و اجتماعی بیداری کا اندازہ کیا جا سکتا ہو۔ پچھلے دنوں یہاں "مؤتمر عربی" منعقد ہوئی تھی، جس کا تذکرہ اپنے پچھلے خط میں کر چکا ہوں۔ اس مؤتمر میں دوسرے عربی ممالک کے جو فضلا آکر شریک ہوئے تھے، انھیں مصر کی حالت دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ ذیل میں صرف ایک مشہور شامی فاضل علامہ محمد کرد علی کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں جن کا اظہار اُنھوں نے شام میں جا کر کیا ہو۔ موصوف کہتے ہیں:

"سب سے پہلے میں نے سنہ ۱۹۰۱ء میں مصر کی زیارت کی تھی آخری سفر کا ۲۶ سال کے بعد اب اتفاق ہوا۔ مجھے وہ انقلاب عظیم دیکھ کر سخت حیرت ہوئی جو اس چوتھائی صدی کے اندر مصر پر طاری ہو گیا ہو۔ میں نے اپنے اس آخری سفر میں مصر کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ ہر طبقہ کو غور سے دیکھا۔ تقریریں سنیں، قصیدے سنے، انجمنیں دیکھیں۔ تھیٹر دیکھے۔ اخبارات کا معائنہ کیا۔ کتبخانوں کی سیر کی۔ غرضکہ ہر پہلو پر نظر ڈالی۔ مجموعی طور پر میں نے یہ اثر قبول کیا کہ مصر نے حیرت انگیز ترقی کر لی ہو۔ سب سے زیادہ نمایاں حقیقت میں نے یہ دیکھی کہ فرانسیسی تہذیب، جس کی تخم ریزی فرانسیسی علماء نے انیسویں صدی کے اوائل میں کی تھی وہ مصر کے انگریزی اقتدار سے مغلوب نہ ہو سکی، بلکہ اُس نے انگریزی تہذیب کی خصوصیات کو شکست دیدی۔ مصر نے اس تمدن میں تراش خراش کر کے ایسی تبدیلی پیدا کر لی ہو کہ وہ فرانسیسی کی جگہ مصری یا عربی تمدن بن گیا ہو۔ اسوقت کا قاہرہ، پرانے زمانہ کا بغداد، قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ، غرناطہ ہے، اسے صحیح معنوں میں تمام عربی دنیا کا علمی و ذہنی مرکز تسلیم کرنا چاہئے۔ اسوقت ملک میں دس ہزار مکتب جاری ہیں۔ لیکن مصری حکومت اسے کافی نہیں سمجھتی۔ دس ہزار مزید جاری کرنا چاہتی ہو۔"

دینی یا شہری حقوق کے منافی ہو۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ یہ تصریح صیہونی انجمن تک پہونچا دیں"

یہ تصریح دراصل ڈاکٹر حایم ویزان کی کوششوں سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ اسوقت صیہونی انجمن کی انتظامی مجلس کے ممبر تھے اور اب اُس کے صدر ہیں۔ اس تصریح کے صادر ہوتے ہی فرانس، اٹلی، جاپان، اور امریکہ نے اسے تسلیم کرلیا۔ یہودیوں نے ایک لمحہ ضایع کئے بغیر عملی کارروائیاں شروع کردیں۔ ڈاکٹر ویزان کی صدارت میں ایک نمائندہ وفد فلسطین بھیجا گیا تاکہ برطانوی حکام کی تائید سے یہودیوں کی ہاجرت اور آبادی کا سامان مہیا کرے۔

یہودیوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ مجلس اقوام سے بھی اس کی تصدیق چاہی۔ چنانچہ فلسطین کی برطانی وصایة (مینڈیٹ) کی دستاویز کے دیباچہ میں تحریر ہے "تمام دول اتحاد اس بات پر متفق ہیں کہ برطانی سلطنت اُس تصریح کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے ذمّہ دار ہے جو ۲ نومبر کو اُس کی جانب سے ظاہر کی گئی ہے"

اس دستاویز کی دفعہ ۲ میں ہے:

"حکمبردار حکومت اس امر کی ذمّہ دار ہے کہ ملک (فلسطین) میں ایک ایسی سیاسی، انتظامی، اقتصادی صورت حال پیدا کردے جو یہودی وطن کے قیام کے لئے ضروری ہے"

چوتھی دفعہ میں ہے:

"یہ طے پاگیا کہ یہودیوں کی نمائندہ مجلس فلسطین میں ایک ذمّہ دار مجلس تسلیم کی جائے گی، اور اُن تمام اقتصادی واجتماعی معاملات میں اُس سے مشورہ لیا جائے گا جن کا تعلق "یہودی وطن" سے ہے۔ یہ بھی طے پاگیا کہ صیہونی انجمن ہی ایک ایسی مجلس ہے جو یہودیوں کی قائم مقام اور ذمہ دار ہے۔ لہذا وہ اسوقت تک یہودیوں کی نمائندہ تسلیم کیجائے گی جب تک اپنی یہ حیثیت برقرار رکھیگی۔ لہذا صیہونی انجمن کو اختیار دیا جاتا ہے کہ برطانیہ کے مشورہ سے وہ تمام تدابیر اختیار کرے جن سے "قومی وطن" کے لئے دُنیا بھر کے یہودیوں سے امداد واعانت حاصل کی جاسکتی ہے"

غرضکہ اس دستاویز میں اسی طرح کی اور بھی کئی تصریحیں موجود ہیں۔

اجرار، عمل، اور ترقی!

جس دن سے بالفور کی تصریح جاری ہوئی ہے، یہودی اپنی تجویز کو حیرت انگیز سرگرمی اور جوش سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اُنھوں نے کئی مجلسیں بنا رکھی ہیں:

(۱) عام صیہونی انجمن۔ اس کی ۷۶ شاخیں ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس انجمن میں ہر یہودی مقررہ فیس ادا کرکے داخل ہوسکتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۶ لاکھ تیس ہزار تھی۔ اس انجمن کی سالانہ کانفرنس درحقیقت صیہونی تحریک میں سب سے زیادہ با اختیار مجلس ہوتی ہے۔ یہی پروگرام بناتی، عزل ونصب کرتی، میزانیہ منظور کرتی اور سال کے لئے مختلف مجلسیں منتخب کرتی ہے۔

ان کمیٹیوں میں سب سے زیادہ اہم اُس کی جمعیة عاملہ اور مرکزی جمعیة ہے۔ جمعیة عاملہ میں دس ممبر ہوتے ہیں۔ ۵ ہمیشہ لندن میں رہتے ہیں اور ۵ بیت المقدس میں۔ ان کا کام اُن تمام اقتصادی سیاسی مسائل کا حل کرنا ہے جن کا تعلق فلسطین کے یہودیوں سے ہے۔

(۲) مالی مجالس۔ ان سے مقصود یہودی وطن کی مالی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ یہ مجالس دراصل تین بینک ہیں:

(۱) یہودی نوآبادی بینک۔ اس کا دفتر لندن میں ہے اور اُس کا راس المال تیس لاکھ پونڈ ہے۔

(۲) فلسطینی انگریزی انجمن۔ اس کا راس المال بھی ۳۰ لاکھ پونڈ ہے۔

(۳) یہودی بیت المال۔ اس کا دفتر بھی لندن میں ہے اور سرمایہ ۲۲ لاکھ پونڈ ہے۔

یعنی یہودیوں کی قومی تحریک کے پاس اسوقت ۸۲ لاکھ پونڈ ۱۲ کروڑ روپیہ موجود ہے۔

یہ ہے وہ عملی قوت جس سے قومیں مرکر زندہ ہوتی ہیں! یہ وہ قوم تھی جس کا حوادث عالم خاتمہ کرچکے تھے جس کی پیشانی پر ذلت ومسکنت کی مُہر لگ چکی تھی۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں مظلوم، بے بس، اور تباہ حال تھی۔ جس کی کل تعداد چند ملین نفوس سے زیادہ نہیں۔ بااینہمہ جب اُسنے زندہ ہونے اور زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا تو دنیا کی کوئی رکاوٹ بھی اس کی راہ نہ روک سکی۔ حتیٰ کہ بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو بھی راستہ خالی کردینا پڑا!

لیکن اُس کے مقابلہ میں ہمارا کیا حال ہے؟ اُن مشرقی اقوام کا کیا حال ہے جو صدیوں سے حکمرانی کرتی آئی ہیں۔ جو اب بھی حکومت کی عزت سے محروم نہیں، جنھیں حکومت کے تخت سے اُترے ابھی پوری ایک صدی بھی نہیں گزری ہے۔ جن کی تعداد کروڑوں نفوس سے متجاوز ہے۔ اور جو اپنی قومی کامرانیوں اور فتحمندیوں کی ایک مسلسل اور قریبی تاریخ رکھتی ہیں؟

جواب کی ضرورت نہیں، لیکن یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا جب غفلت دُور ہوگی اور دانش رفتہ واپس آجائے گی؟ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وہو شہید!

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

شام کا مستقبل

شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر ایم ہنری پونسو، مدت سے پیرس میں مقیم ہیں۔ ملک میں عام طور پر خیال کیا جارہا ہے کہ ان کی غیر حاضری محض اس وجہ سے ہے کہ نئی اصلاحات کے اجرار کے لئے وہ مرکزی حکومت سے مشورے کررہے ہیں۔

کچھ نہیں کہا جاسکتا اُن کی اس پُراسرار غیر حاضری کی اصلی وجہ کیا ہے؟ لیکن اس کی وجہ سے ملک میں عام بےچینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک گروہ اس صورت کو نیک شگون سمجھتا ہے اور بڑے بڑے ہوائی قلعے بنا رہا ہے۔ دوسرا گروہ اسے شگون بد سمجھتا ہے اور ناامیدی کا اظہار کررہا ہے۔ شاید ہائی کمشنر کے رُوپوش کردینے میں حکومت کی بھی یہی مصلحت تھی کہ ملک کے جذبات میں اختلاف حال پیدا ہوجائے اور متحدہ مطالبے کی قوت کمزور پڑجائے۔ اگر یہی مصلحت تھی تو اسمیں شک نہیں کہ یہ ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے!

آئندہ شام کا نظام حکومت کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اسوقت کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ خود فرانس بھی نہیں دے سکتا۔ شام کے بارے میں فرانس کی پالیسی ابتک نہایت مضطرب رہی ہے۔ کبھی وہ چاہتا ہے اس ملک کو الجزائر کی طرح اپنا ایک محکم نوآبادی علاقہ بنالے۔ کبھی سوچتا ہے ٹیونس کی سی برائے نام ریاست قائم کردے۔ کبھی امیر عبدالقادر الجزائری مرحوم کی اولاد کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے۔ کبھی شام کے تخت کے لئے سلطان عبدالحمید کے کسی لڑکے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ کبھی شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بیٹوں پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ غرضکہ اُس کا مسلک ابتک استوار نہیں ہوا ہے۔

شام کی موجودہ مشکلات درحقیقت اسی سیاسی اضطراب کا نتیجہ ہیں۔ جب تک فرانس اپنی روش مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کرے گا، اُسوقت تک یہ مشکلات دُور نہیں ہوں گی۔

ایک نیا نظریہ

آجکل دمشق میں مغرب اقصیٰ کے ایک وزیر سید قدور بن غبریط آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی آمد کی غرض یہ بتائی ہے کہ پیرس کی مسجد کے لئے چندہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں کی عام رائے اسے تسلیم نہیں کرتی۔ لوگ کہتے ہیں یہ کام اتنا اہم نہ تھا کہ اس کے لئے ایک وزیر اپنے فرائض وزارت چھوڑ کر اتنا طویل سفر اختیار کرتا۔ پھر اگر یہ کام اتنا ہی اہم تھا تو بھی شام میں چندہ کی تحریک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ملک اندرونی شورشوں سے برباد ہورہا ہے۔ چندے کے لئے سب سے مناسب مقام، مصر اور ہندوستان تھے۔ (ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ "سب سے مناسب مقام" اب اگر صرف مصر ہی کو سمجھا جائے تو ہندوستان کو کوئی شکایت نہ ہوگی! - الہلال)

پھر آخر سید قدور بن غبریط کیوں آئے ہیں؟ اس کا جواب وہی دیا جارہا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کرآئے ہیں، یعنی فرانس کی سیاسی حکمت عملی کا اضطراب۔ خیال کیا جاتا ہے اب فرانس، شام کو مراکش کے ماتحت کردینا چاہتا ہے۔ اس کی صورت یہ تجویز ہوئی ہے کہ سلطان مراکش کے بھائی یا لڑکے کو شام کا "بادشاہ" بنادیا جائے گا۔ اور حکومت کی باگیں مراکش کے فرانسیسی حکام کے ہاتھوں میں رہیں گی!

اگر یہ افواہ صحیح ہے تو بدنصیب شام کی طرح فرانس کے تدبر پر بھی ماتم کرنا چاہئے۔ شام، مراکش سے کہیں زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک ہے۔ بھلا شامی یہ تجویز ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کرسکتے ہیں کہ مراکش کے ماتحت ہوجائیں؟ جب سے یہ افواہ مشہور ہوئی ہے ہر طرف عام ناراضی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ شام کے باشندے بڑے مہمان نواز ہیں، مگر اس افواہ نے اُنھیں سید قدور سے سخت متنفر کردیا ہے۔ چند دن کی بات ہے کہ دمشق کی بلدیہ (میونسپلٹی) کے رئیس نے مراکشی مہمان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا اور معززین شہر کو خطوط کے ذریعہ دعوتیں بھیجی تھیں۔ مگر چونکہ اُسوقت تک یہ افواہ پھیل چکی تھی، اس لئے چھ سات آدمیوں سے زیادہ دعوت میں مجمع نہ ہوسکا اور اس مہمان "عزیز" نے معلوم کرلیا کہ شام اب اُنھیں اُنکے مقصد سفر سے الگ کرکے نہیں دیکھ سکتا!

جہاد آزادی

"دروز" ابتک جہاد آزادی سے تھکے نہیں ہیں۔ بلاشبہ اُنھیں سخت نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ مٹھی بھر قوم اور فرانس جیسی سلطنت سے جنگ! تاریخ کی بڑی سے بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ مگر یہ بہادر قوم کسی طرح بھی ہتیار رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی!

دروزیوں کی موجودہ قوت کیا ہے؟ اُن کا پروگرام کیا ہے یہ بات بھی ویسی ہی مبہم ہے جیسی خود فرانس کی حکمت عملی ہے۔ ہائی کمشنر نے پیرس میں تقریر کرتے ہوئے شام کی حالت یہ بتائی

اولاد میدان عمل میں ہمیشہ سرگرمی دکھاتی رہی - پنجاب میں آباد ہونے والے عام یونانیوں کے برعکس اس کی جدوجہد برابر جاری رہتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہی باختری یونانیوں نے ۲۰۰ قبل مسیح میں دوبارہ ٹیکسلا اور دیگر قریبی علاقوں پر اپنا قبضہ جمالیا۔

تورانیوں کا دور

یونانیوں نے ٹیکسلا پر کچھ اوپر ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد سیستان کے رہنے والے تورانیوں نے جو ہندوستان میں آکر شاکا کہلائے تھے، دریائے اٹک کو عبور کرلیا اور پنجاب پر حملہ کردیا۔ قریب ایک صدی قبل مسیح میں ٹیکسلا پر ان کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اُن کے بعد اہل پارتھیا پہنچے اور اُن کا دَور دورہ رہا۔

اہل کشان کا حملہ

۵۰ء یا ۶۰ء میں اہل کشان نے جو اول اول چین کے شمال مغرب سے آئے تھے، اہل پارتھیا کو مغلوب کرکے وادی کابل اور ٹیکسلا پر قبضہ کرلیا - دوسری صدی عیسوی میں اہل کشان کا ایک عظیم الشان بادشاہ کنشک تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت وسط ایشیا سے حدود بنگال تک پھیلی ہوئی تھی - پشاور (پرش پور) اس کا سرمائی دارالخلافہ تھا - پانچویں صدی عیسوی تک اہل کشان کا عروج رہا - پھر ان کا زوال شروع ہوگیا - ٹیکسلا کی کھدائی میں بہت سے ساسانی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں - ان سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اہل کشان کے زوال کا ابتدائی باعث کوئی ساسانی حملہ ہوا تھا۔

ٹیکسلا کی تباہی

لیکن اس خاندان کی آخری اور مکمل تباہی اس وحشی قوم کے ہاتھوں ہوئی جس کو افتالی کہتے ہیں - یہ لوگ ۴۵۵ء میں ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے - کشان کی سلطنت زیرنگیں کرلی - اور خاندان گپتا کی عظیم الشان سلطنت کو بھی تباہ اور برباد کردیا - ایک چینی سیاح فاہیان نامی نے ۴۰۰ء میں ٹیکسلا آکر بدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی تھی - اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شمال مغربی ہندوستان میں بدھ مذہب کی زیارت گاہیں بہت آباد اور مشہور تھیں - لیکن ان افتالی وحشیوں نے یہ تمام علاقہ بڑی بے دردی سے ویران کردیا۔ ٹیکسلا اور دوسرے مقامات کی خانقاہیں اور مندر انہی لوگوں کے ہاتھوں برباد ہوگئے - اس افتالی فتنہ کے بعد ٹیکسلا کو پھر کبھی عروج نصیب نہیں ہوا - ساتویں صدی عیسوی میں ٹیکسلا سلطنت کشمیر کا ایک صوبہ بن چکا تھا - اور مقامی حکام کی خانہ جنگیاں اس کے باقی ماندہ مندروں اور خانقاہوں کی تباہی کا باعث ہو رہی تھیں

موجودہ آثار

اب ہم ان خانقاہوں مندروں اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو ٹیکسلا کی کھدائی سے برآمد ہوئی ہیں۔

دھرماراجیکا ستوپہ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قابل ذکر" دھرماراجیکا ستوپہ ہے (ابتدا میں لفظ "ستوپہ" صرف ان ٹیلوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو مردوں کو دفن کرنے کی غرض سے بنائے جاتے تھے - لیکن بعد کو اس کا اطلاق ان ٹیلوں کے لئے مخصوص ہوگیا جو بدھ یا بدھ کے حواریوں کے برکات محفوظ کرنے یا کسی متبرک مقام کی یادگار قائم کرنے کے لئے بنائے جانے لگے) یہ ستوپہ، چیر ٹوپ کے نام سے بھی مشہور ہے بڑا ستوپہ تمرا نالہ کی سطح سے بہت اوپر ایک اونچے میدان میں واقع ہے - اس کے نزدیک دوسرے چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر اور پجاریوں کے رہنے کے مکان بھی ہیں - بڑا ستوپہ گول ہے - اس کے گرد ایک بلند چبوترہ ہے جس میں چاروں طرف زینے لگے ہیں - یہ چبوترہ ستوپے کے گرد طواف کرنے کے لئے بنایا گیا تھا - چھوٹے ستوپوں میں سے ایک ستوپے کا تبرک خانہ پتھروں کا بنا ہوا ہے - اس خانے کے اندر سے ایک ڈبیا ملی ہے جو چار انچ اونچی ہے - اس ڈبیا کے اندر ایک اور چھوٹی سی ڈبیا ہے اور اسمیں کچھ جلی ہوئی ہڈی، کچھ راکھ، اور سونے، موتی، اور ہڈی کے چند دانے پائے گئے ہیں - اسی خانہ میں پتھر کا ایک چھوٹا سا ستوپہ بھی دستیاب ہوا ہے جس کے نیچے کی طرف لعل، بلور، سنگ سلیمانی، یاقوت، نیلم، عقیق، فیروزہ صدف، پکھراج، اور ہڈی کے منقش دانے اور نگینے بڑی تعداد میں موجود تھے - ایک اور چھوٹے ستوپے کے تبرک خانہ سے کئی پرانے سکے سیفٹی پن کی طرح سونے کا ایک زیور نیلم، بلور، اور یاقوت کے دانے، اور مونگے کے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں - یہ چیزیں سرکار ہند نے لنکا کے پیروان بدھ کو تحفہ کے طور پر دیدی ہیں اور اب لنکا کے ایک مندر میں موجود ہیں - ان کے علاوہ مندروں میں چونے اور مٹی کی کئی مورتیاں بھی ملی ہیں ایک اور چھوٹے ستوپے کے اندر سے چاندی کی ڈبیا ملی ہے جس کے اندر ایک اور چھوٹی سنہری ڈبیا تھی اس میں ہڈیوں کے چند باریک ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں - ان ہڈیوں اور جسم انسانی کی سوختہ راکھ کی نسبت علمار آثار نے مختلف قیاسات لگائے ہیں - بعض کا خیال ہے کہ یہ خود بدھ اعظم کے نعش کی راکھ ہے، لیکن اسوقت تک بدھ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سے اس قیاس کی پوری طرح تصدیق نہیں ہوتی - بعض کا خیال ہے کہ یہ بدھ اعظم کی نہیں لیکن دوسرے اکابر مذہب کی نعش کا بقیہ ہے - غالباً یہ دوسرا قیاس ہی قرین صواب ہے۔

ایک مندر میں بدھ کے ایک مجسمہ کا ٹکڑا ملا ہے اسمیں صرف پاؤں اور لباس کا نچلا حصہ باقی رہ گیا ہے - یہ پاؤں ایڑی سے انگوٹھے تک ۵ فٹ ۳ انچ ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسمہ قریباً ۳۵ فٹ بلند ہوگا! ایک اور چھوٹے ستوپے سے سلطنت کشان کے ۵ طلائی سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

ان ستوپوں اور مندروں کے ساتھ بعض دوسری عمارات بھی ہیں - ایک گلی میں بدھ کی دو بڑی بڑی مورتیں پائی گئی ہیں جن کے سر ضائع ہوچکے ہیں لیکن مورت کی وضع سے حالت استغراق ظاہر ہوتی ہے - ان ستوپوں سے ذرا آگے ایک کھلے میدان میں ایک تالاب برآمد ہوا ہے جس کے پہلوؤں میں چار چھوٹے چھوٹے ستوپے اور ہیں - یہ تالاب تورانی یا پارتھیائی عہد کا بنا معلوم ہوتا ہے - ایک ستوپہ کے اندر سے برتن میں رکھی ہوئی کچھ راکھ اور عہد کنشک کے چند سکے بھی ملے ہیں۔

ان کے علاوہ اور کئی طرح کے تبرکات اور بدھ کی مختلف حالتوں کی مورتیاں اور قدیم سکے بھی ملے ہیں جن سے ٹیکسلا کی تاریخ پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔

کنال ستوپہ

دوسرا ستوپہ جو کھدائی سے برآمد ہوا ہے وہ ستوپہ کنال کے نام سے موسوم ہے - ہوان چوانگ (چین کا مشہور سیاح) جب ٹیکسلا آیا تھا تو وہ اسی شہر میں مقیم ہوا تھا - اسے آجکل سرسکھ کہتے ہیں - شہر کے مضافات میں جن چار بدھ یادگاروں کا اس سیاح نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک راجہ ایلا پترا کا تالاب تھا - یہ متبرک تالاب حسن ابدال میں واقع تھا جسے سکھ آجکل پنجہ صاحب کہتے ہیں اور جس کے متعلق اُن کی کئی عجیب غریب روایات مشہور ہیں - دوسرا ایک ستوپہ ہے جس سے بدھ کی ایک پیشین گوئی کے مطابق خزانہ برآمد ہونا چاہئے تھا - تیسرا ہدیۂ سر والا ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا - چوتھا وہ ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے اس مقام پر بنوایا تھا جہاں ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹے کنال کی آنکھیں اُس کی سوتیلی ماں نے نکلوادی تھیں۔

ستوپہ کنال شہر سرکپ کے مشرقی جانب واقع ہے - اس کی کرسی شمالاً جنوباً ۱۰۵ فٹ لمبی، اور شرقاً غرباً ۶۳ فٹ چوڑی ہے یہ ستوپہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے - ایک چھوٹا سا ستوپہ اس ستوپے کے اندر سے بھی برآمد ہوا ہے۔

ستوپہ کنال کے نزدیک ایک خانقاہ بھی ہے - اس کی دیواریں جو ۱۳-۱۴ - فٹ بلند تھیں اب بھی کہیں کہیں باقی ہیں - یہ خانقاہ قریباً دو سو فٹ لمبی اور ڈیڑھ سو فٹ چوڑی ہے - چاروں طرف برآمدے اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔

شہر سرکپ

شہر سرکپ کے کھنڈروں سے تمام شہر کا پورا پورا نقشہ ظاہر ہوتا ہے - مکانات، بازار، دکانیں، گلیاں، چوک، شاہی محل، چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر، یونیورسٹی کی عمارات، تمام کی تمام نمودار ہو چکی ہیں

برآمد شدہ اشیار

اس شہر کی کھدائی سے ایک کثیر تعداد مختلف اشیار کی برآمد ہوئی ہے - جن کا صرف اجمالی ذکر کیا جاسکتا ہے:

مٹی کے مختلف برتن - پانی پینے کے پیالے - بڑے بڑے گھڑے - پختہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں - کھلونے - سادہ اور نقش دار طشتریاں - آہنی برتن، پھاوڑے - کرسیاں - تپائیاں - گھوڑوں کی لگامیں - کنجیاں - تلواریں - تیر - کانسی اور تانبے کے برتن - عطر دان - کئی ہزار سکے - سونے چاندی کے زیور ... مثلاً طلائی کنگنوں کی جوڑیاں - طلائی بالیوں کا ایک جوڑا - طلائی جھمکے - طلائی جھومر - سونے کی انگشتریاں - طلائی زنجیریں - طلائی ہار - طلائی تعویذ طلائی آویزے جن میں یاقوت کے نگینے لگے ہوئے ہیں - طلائی سکے - طلائی تمغے - عقیق - یاقوت اور شیشے کے نگینے - مختلف سکے اور سکے ڈھالنے کے سانچے وغیرہ وغیرہ۔

بہت سی چیزیں جو اُسوقت کی تہذیب، تعلیم، تاریخ، اور تمدن پر روشنی ڈالتی ہیں - دستیاب ہو چکی ہیں۔

جنڈیال کے ٹیلے

شہر سرکپ کے شمال کی جانب کچا کوٹ سے گزر کر جنڈیال کے دو اونچے اونچے ٹیلے ہیں ان میں سے ایک ٹیلے کی کھدائی سے ایک مندر کے کھنڈر ... برآمد ہوئے ہیں - یہ مندر ایک مصنوعی ٹیلے پر جو سطح زمین سے ۲۵ فٹ بلند ہے تعمیر کیا گیا تھا - اس مندر کا طول ۱۵۸ فٹ ہے - اب تک یقین سے معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ مندر کس مذہب کا ہے؟ البتہ یہ ظاہر ہے کہ تورانی یا پارتھیائی عہد میں جب ٹیکسلا میں زرتشتیوں کا زور تھا، تعمیر ہوا تھا۔

دوسرا ٹیلہ پہلے ٹیلے سے ذرا پچھم کی طرف ہے - اس ٹیلے پر بھی ایک بہت بڑی عمارت کے کھنڈر ... موجود ہیں انہی ٹیلوں کے قریب دو اور چھوٹے ٹیلے بھی ہیں - ان میں سے ایک کے اندر سے ایک ستوپہ برآمد ہوا ہے اور دوسرے سے ایک ستوپہ کے آثار۔

شہر سرسکھ

سرکپ والے مندر سے قریب ڈیڑھ میل خانپور کی طرف شہر سرسکھ کے کھنڈرات ہیں - یہ شہر ٹیکسلا کا سب سے آخری اور جدید شہر ہے - غالباً راجہ کنشک نے آباد کیا تھا - شہر کی فصیل ساڑھے اٹھارہ فٹ موٹی ہے - اور فصیل کے باہر برج ہیں - سرسکھ کا عام نقشہ قریب قریب مستطیل ہے - یہاں سے چند تانبے کے سکے

آثار عتیقہ

ٹکسلا

ہندوستان قدیم کا ایک مکمل منظر زمین کے نیچے!

دُنیا کے ایک عظیم تمدن کی سرگزشت اطلال و آثار کی زبانی!

پیروان بدھ کے شہر، دار العلوم، خانقاہیں

(از جناب میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد)

راولپنڈی کے قریب ایک قدیم شہر کے جو آثار برآمد ہوئے ہیں، اور جن کا ذکر "ٹکسلا یونیورسٹی" کے نام سے تمام دنیا کے اخبارات میں ہو چکا ہے، موجودہ عہد میں علم الآثار کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس اثر کی یہ ہے کہ یہ ایک پرانی آبادی کا مکمل نقشہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ پورا شہر، شہر کی تقسیم، اس کے محلے، اس کی سڑکیں، اس کی عمارتیں، اس کے دینی و علمی حلقے، سب اس طرح سامنے آجاتے ہیں، گویا حوادث ایام کے قلم نے پرانے کھنڈروں اور افتادہ تودوں کی سیاہی سے صفحۂ ارض پر ایک پرانا نقشہ کھینچ دیا ہے:

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الآثار

کسی پرانے تمدن کا آثار [illegible] دیکھنا اتفاق بہت کم میسر آیا ہے۔

اس اکتشاف کے جستہ جستہ حالات اگرچہ شائع ہو چکے ہیں لیکن اس وقت تک پوری شرح و تفصیل کے ساتھ کوئی نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ امید ہے میر ولی اللہ صاحب کی مندرجۂ ذیل تحریر دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ ہم کسی آئندہ اشاعت میں ٹکسلا کے ضروری نقوش و تصاویر بھی شائع کریں گے۔

جغرافیائی محل

راولپنڈی کے شمال مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر ٹکسلا ریلوے سٹیشن کے شمال مشرق، ایک قطعۂ زمین ہے۔ یہاں آج سے چند سال پہلے صرف بے رونق زمین، اونچے اونچے ٹیلے، اور چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں تھیں، اور اب کچھ عرصہ سے زمین سے نکلے ہوئے مکانوں، خانقاہوں، مندروں کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آج سے ڈیڑھ دو ہزار برس پہلے اسی قطعہ میں عظیم الشان شہر آباد تھے۔ ایسے شہر جن کی دولت و شوکت اور علمی کارناموں کو یونان اور ایران کی شاندار سلطنتیں بھی حیرت و رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھیں!

یہ علاقہ ایک شاداب وادی میں واقع ہے جو دریائے ہرو اور اس کے دو معاونوں لنڈی اور تمراہ سے سیراب ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی حفاظت کے لئے قدرت نے ایک طرف مارگلہ اور دوسری طرف مری اور ہزارہ کے پہاڑوں سے ایک قلعہ بنا دیا ہے۔ یہی دریا اور پہاڑ زمانۂ قدیم میں ٹکسلا کی آبادی اور رونق کا باعث تھے۔

چونکہ یہ علاقہ ہندوستان اور وسط ایشیا کی شاہراہ پر واقع ہے، اس لئے ہندوستان کی پرانی تاریخ میں اس علاقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ انگریزوں سے پہلے ہندوستان پر جتنی بیرونی قومیں حملہ آور ہوئیں، سب کی سب اسی راستے سے داخل ہوئی تھیں۔ اور اسی وجہ سے اس علاقہ پر یکے بعد دیگرے کئی قومیں تھوڑے تھوڑے عرصہ تک حکمران بھی رہی ہیں۔

اکتشاف

چین کا مشہور سیاح ہوانگ چوانگ جو ساتویں صدی عیسوی میں یاترا کی غرض سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کے سفرنامہ کی ان یادداشتوں نے جو ٹکسلا کے متعلق تھیں، غالباً سب سے پہلے آثار قدیمہ کے ماہرین کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ ایک مدت سے گرد و نواح کے زمینداروں کو اس علاقہ میں پرانے سکے اور دیگر آثار ملتے رہتے تھے اور علم الآثار کے بعض انگریز شائقین بھی یہاں سے کچھ نہ کچھ ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ لیکن آثار کے ان بیش بہا دفینوں کی باقاعدہ اور منظم کھدوائی چند سال ہوئے سر جان مارشل سی، آئی، ای، ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمۂ ہند نے شروع کی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے تین شہروں کے قریب قریب مکمل کھنڈر اور مختلف قوموں کے بے شمار سکے، زیور، برتن، اور بتوں کا ایک عدیم المثال عجائب خانہ موجود ہے!

ریلوے سٹیشن ٹکسلا کا نام پہلے "سرائے کالا" تھا۔ اب چند سال سے اسے ٹکسلا کہتے ہیں۔ سٹیشن کے قریب جو گاؤں آباد ہے۔ اس کا نام "سرائے کالا" یا "ڈھیری شاہان" ہے۔ ممکن ہے یہ نام شاہان قدیم کے بسائے ہوئے شہروں کے ان کھنڈروں کی وجہ سے پڑ گیا ہو جو اس علاقہ میں بکثرت موجود ہیں۔

تین شہر

اب تک تین چار میل کے فاصلہ کے اندر تین پرانے شہروں کے کھنڈر مل چکے ہیں۔ ان میں سب سے پرانے شہر کا نام "بھڑ" ہے۔ اس شہر کے کھنڈر سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن اور تمرا نالہ کے درمیان واقع ہیں۔ اس شہر کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲۰۰ گز اور چوڑائی شرقاً غرباً ۷۳۰ گز ہے۔ یہ شہر یونانیوں کے آنے سے کئی سو سال پہلے آباد ہوا تھا۔

دوسرا شہر "سرکپ" ہے۔ اس کی فصیل اب تک موجود ہے۔ فصیل کا گھیرا ۶ ہزار گز اور موٹائی ۱۵ سے ۲۱ فٹ ہے۔ فصیل کے بیرونی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر حفاظت کے لئے برج بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر غالباً دوسری صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا۔

ٹکسلا کا تیسرا شہر "سرسکھ" ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ شہر شاہان کشان (غالباً راجہ کنشک) کا آباد کیا ہوا ہے۔ فصیل کا دور قریباً تین میل ہے اور دیوار ۱۸ فٹ موٹی ہے۔ فصیل کے باہر [illegible] فٹ کے فاصلہ پر برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ "سرسکھ" کی فصیل کے اندر آجکل تین چھوٹے چھوٹے گاؤں میرپور، ٹوپکیاں اور پنڈ کا گرا آباد ہیں۔

ان شہروں کے علاوہ بدھ مذہب والوں کے بنائے ہوئے ستوپوں، خانقاہوں، اور دیگر قدیم عمارات کے آثار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔

تاریخی حالات

اس شہر کا اصلی نام "ٹکسلا" یا "تکھشلا" تھا۔ یونانی مورخین نے اسے "ٹیکسلا" لکھا ہے۔ شہر کی قدامت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مہابھارت میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں یہ علاقہ سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا۔ اس کی تصدیق ان کتبوں سے ہوتی ہے جو نقش رستم میں دارا کی قبر پر اور خود ٹکسلا میں بھی ملے ہیں۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹکسلا میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی جو علوم و فنون کی تعلیم و تحقیق کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھی۔

سکندر اعظم کا حملہ

چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر میں سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا۔ ٹکسلا کی سلطنت اس وقت دریائے اٹک سے دریائے جہلم تک پھیلی ہوئی تھی یہ بغیر لڑائی کے سکندر اعظم کے حوالے کر دی گئی۔ جب سکندر نے راجہ پورس پر حملہ کیا۔ تو راجہ آمبھی والئی ٹکسلا نے فوج سے سکندر کی امداد کی۔ اس کے صلہ میں سکندر نے راجہ کو نہ صرف سلطنت ٹکسلا ہی پر بحال رہنے دیا۔ بلکہ اپنے مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ بھی دے دیا۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں سکندر اعظم کی وفات کے بعد راجہ چندر گپت نے یونانی فوجوں کو دریائے اٹک کے پار ہٹا دیا اور پنجاب اور ٹکسلا کی تمام ریاستیں اس کے تصرف میں آگئیں۔ چندر گپت کی حکومت کی سخت گیری سے تنگ آکر ٹکسلا نے خود مختاری کے لئے جد و جہد کی اور بالآخر موریا حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہو گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد راجہ کا ولی عہد شہزادہ اشوک آپہنچا۔ اور اس علاقہ کو دوبارہ فتح کر کے ٹکسلا میں بہ حیثیت نائب السلطنت کے متمکن ہو گیا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے آخری سالوں میں راجہ اشوک کی وفات پر سلطنت موریا کا شیرازہ پھر پریشان ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ ٹکسلا بھی سلطنت کے دوسرے صوبوں کی طرح خود مختار ہو گیا، اور اس کی آزادانہ حکمرانیوں کا تیسرا دور شروع ہوا۔

دوسرا یونانی دور

یونانی حملہ آوروں کی ایک جماعت جو سکندر اعظم کے ساتھ آئی تھی، باختر میں آباد ہو گئی تھی۔ یہ نو آباد جماعت اور اس کی

برید فرنگ

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

شیخ سنوسی - اور آمریکہ کی کامیاب ہوائی مہم

شیخ سنوسی

اس ہفتہ اخبار "طان" نے اپنے ایک نامہ نگار کا نہایت دلچسپ مضمون شایع کیا ہو - یہ نامہ نگار ملک عسیر (یمن) گیا تھا اور مشہور مجاہد طرابلس السید احمد الشریف یعنی شیخ سنوسی سے ملاقات حاصل کی تھی - یہ مضمون دراصل اسی ملاقات کے متعلق ہو، ذیل میں اُس کے اہم حصے ملاحظہ ہوں:

شیخ سنوسی کی شخصیت

شیخ سنوسی بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو کچھ مدت پہلے صاحب اختیار و قوت تھے - اُن کا نام دول یورپ کے دلوں پر رعب طاری کردیتا تھا - اُن کی شخصیت تمام دنیا میں خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن جس طرح جنگ عظیم نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج اُن کے سروں سے اُتار پھینکے، اُسی طرح صحرا کے اس درویش بادشاہ کو بھی اُس کی حکومت سے محروم کر دیا - آج یہ اولوالعزم انسان جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہو - لیکن اسپر بھی اُس کی شخصیت اب بھی اُتنی ہی وزنی ہو جتنی کبھی تھی، بلکہ وہ معزول فرمانرواؤں میں اسوقت سب سے زیادہ باثر، معزز، اور طاقتور ہو - یہ اس لئے کہ اُس کی بادشاہی صرف گوشت پوست کے پتلوں پر قائم نہ تھی کہ اُن کے ٹوٹتے ہی وہ بے قدر و قیمت ہو جاتا - اُسکی حکومت جسموں کے ساتھ ساتھ دلوں اور روحوں پر بھی قائم تھی - وہ اب بھی قائم ہو اور کوئی انسانی قوت اُسے زائل نہیں کر سکتی -

شیخ سنوسی آجکل عسیر میں موجود ہیں - عسیر سے اُنکے دیرینہ خاندانی تعلقات ہیں - شیخ سنوسی کے دادا سید محمد سنوسی، سید احمد ادریسی کے شاگرد اور مُرید تھے اور انہی کے حکم سے طرابلس گئے تھے - اس رشتہ کی وجہ سے شیخ سنوسی کا عسیر میں بہت اثر ہو - بلکہ کہا جاسکتا ہو کہ اسوقت عسیر کی حکومت شیخ سنوسی ہی کے ہاتھ میں ہو - عسیر میں آکر اُنھوں نے دو کام بہت اہم کئے - ایک یہ کہ امیر علی ادریسی کو معزول کر دیا جو ایک ناسمجھ نوجوان تھا اور اُس کی جگہ اُس کے چچا امیر حسن ادریسی کو حاکم بنا دیا جو مدبر اور دانشمند آدمی ہو - دوسرا کام یہ کیا کہ نجد و عسیر میں معاہدہ کراکے عسیر کو یورپین اقتدار سے بچا لیا -

عسیر کے قلعہ میں

شیخ سنوسی سے مجھے قلعہ میں شرف ملاقات حاصل ہوا - رات کا وقت تھا - دو غلام ہمارے سامنے روشن موم بتیاں لئے چل رہے تھے اور پیچھے دس بارہ سپاہی ننگی تلواریں لئے ساتھ تھے - پھاٹک پر ہم ایک لمحہ رُکنے پر مجبور ہوئے کیونکہ ایک سنتری کو بچھو نے کاٹ لیا تھا -

ہم صحن میں پہنچے - جابجا ذکر جاکر لیٹے تھے - ہمیں دیکھ کر کھڑے ہوگئے - پھر ایک تنگ دروازے میں گھسے اور ایک دوسرے صحن میں پہنچے - یہ بالکل خالی تھا - ہم برابر ایک صحن سے دوسرے صحن میں پہنچتے رہے - یہاں تک کہ ایک مکعب شکل کی مختصر عمارت کے سامنے پہونچے - یہی شیخ سنوسی سے ملاقات کی جگہ ہو -

شیخ سنوسی کا حلیہ

میں اندر داخل ہوا تو جلیل القدر شیخ کو اپنے انتظار میں پایا - موصوف کا قد درمیانہ، جسم لاغر، صورت مراکشی، رنگ گورا ناک بڑی اور خمیدہ، داڑھی ہلکی اور چھوٹی، مونچھیں لمبی اور پتلی - لباس مراکشی - اس حال میں وہ مجھ سے ملے - ملاقات کے وقت اُن کے اعصاب میں سخت ہیجان تھا اور نہایت غضبناک معلوم ہوتے تھے - میں قالین پر بیٹھ گیا - شیخ میرے سامنے تھے - وزیر نے میرا تعارف ان لفظوں میں کرایا "یہ بڑے شریف آدمی ہیں ان کی بات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہو"

شیخ سنوسی کا جوش

شیخ نے بڑے ہی جوش سے تقریر شروع کردی - اٹلی کا نام جب جب زبان پر آتا تھا تو دانت پیستے تھے "ہم سنوسی آزادی کیساتھ زندہ رہیں گے اور آزاد ہی مریں گے" شیخ نے قہر آلود آواز میں کہا "ہم موت کے آخری لمحہ تک یورپین ملک گیری سے لڑینگے بہت ممکن ہو آج ہم فتح حاصل نہ کرسکیں - لیکن میدان سیاست میں ہمیشہ اچھے موقعے آتے رہتے ہیں - عنقریب ہمارا موقعہ بھی آجائے گا"

آزادی کی قیمت

"بعض ایسی سلطنتیں بھی موجود ہیں جو ہم سے کہتی ہیں "اپنی تلوار نیام میں رکھ لو، ہم تمھیں اتنی اتنی دولت دیتے ہیں!" یہ وہ سلطنتیں ہیں جو علم و حکمت کی دعویدار ہیں - مگر وہ عربی علم النفس سے قطعًا جاہل ہیں - اگر وہ پہاڑ اُحد کے برابر بھی ہمیں سونا تول دیں، اور افریقہ کی پوری ریگ کو الماس و زمرد بنا دیں، جب بھی ہمارا یہی جواب ہوگا "نہیں!" آزادی، چاندی سونے اور ہیرے اور موتی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہو - وہ کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں کی جاسکتی"

سنوسی طریقہ

یورپ میں شاید یہی سمجھا جاتا ہو کہ سنوسیت محض ایک بدوی درویشوں کا طریقہ ہو - یہ سمجھنے والوں کی غلطی ہو - ہماری ہر خانقاہ بیک وقت، مسجد، مسافر خانہ، مدرسہ اور فوجی بارک ہو - ہر خانقاہ کا شیخ بیک وقت نماز کا امام، مدرسہ کا معلم، مجلس کا واعظ اور فوج کا سپہ سالار ہو - تمام صحرا افریقہ ہماری خانقاہوں سے لبریز ہو - تمام خانقاہیں صرف ایک مرکز کے تابع ہیں اور اس مرکز کا امام خود میں ہوں!

"ہماری تحریک صرف طرابلس ہی میں عام نہیں ہو بلکہ سوڈان مصر، حجاز اور یمن تک میں پھیلی ہوئی ہو - بلاشبہ ان ملکوں میں اُسنے سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں نہیں لی ہو - لیکن جب ہم چاہیں ہزاروں مجاہد ان علاقوں سے حاصل کرسکتے ہیں"

اٹلی نے کیا حاصل کیا؟

"میری عدم موجودگی میں بھی طرابلس اور برقہ کے غازی سنوسی اٹلی سے نبرد آزمائی کر رہے ہیں اور ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے - وہاں میرے چچا کا لڑکا میرا قائم مقام ہو اور ہرگز ذلت قبول نہیں کرسکتا - اتنی طویل اور خونریز جنگوں کے بعد بھی اٹلی سمندر سے کچھ زیادہ دُور تک نہ جاسکا - اندرون ملک پر اٹلی کا قبضہ محال ہو"

صحرائی جنت

"مصریوں کے ہاتھ سے "جغبوب" چھین کر اٹلی والے خوش ہو رہے ہیں کہ "اب ہم سنوسیوں کو مار لیں گے!" لیکن یہ بھی ان کی سخت غلطی ہو - جغبوب ہمارا ایک مقدس شہر ہے، صرف اسوجہ سے نہیں کہ وہاں محمد سنوسی (رح) کی قبر ہو بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ہمارا عقلی مرکز ہو - وہیں ہماری سب سے بڑی علمی جامعہ (یونیورسٹی) ہو ہم نے اس صحرائی خطہ کو جنت بنا دیا ہو - اس میں نہریں جاری کی ہیں اور پورا شہر آباد کر دیا ہو - جغبوب پر قبضہ، اٹلی کی ایک بہت بڑی سیاسی غلطی ہو - عنقریب اُسے اپنی اس حماقت کی سزا مل جائے گی - ہم اپنے اس متبرک شہر کو ہرگز اٹلی کے علم کے نیچے نہیں دیکھ سکتے - ہم اپنے خون سے اسے دوبارہ خرید لیں گے!"

طلیانی جنسیت

"ہم سے اٹلی کہتا ہو "ہماری جنسیت قبول کرلو" ہرگز نہیں! یہ ہمارا جواب ہو اور قیامت تک یہی جواب رہے گا - میں اپنی اور اپنے چچیرے بھائی اور تمام سنوسیوں کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اپنی گردنیں کٹوا دینا ہمارے لئے اس سے کہیں زیادہ آسان ہو کہ طلیانی (اٹالین) جنسیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں میں صحرا کا باشندہ تھا - اب حکومت حجاز کی رعیت ہوں - اگر حالات مجھے اس جنسیت کی محافظت نہ کرنے دیں تو میں مصری ہونا پسند کروں گا - میں مصریوں سے محبت کرتا ہوں - میں مصریوں کا شکر گزار ہوں - میں زندگی بھر اُن کا احسان مند رہوں گا - کیونکہ اُنھوں نے اپنے طرابلسی بھائیوں کی بڑی مدد کی تھی اور جغبوب کی بڑی شجاعت سے مدافعت کی تھی - وہ جغبوب جو سلطان عبدالمجید نے ہمیں مصری وقف سے بخش دیا تھا"

اسلامی روح

شیخ سنوسی بڑے غصہ، جوش، اور تلخی سے تقریر کر رہے تھے - اچانک وہ چپ ہو گئے - شاید سستانے لگے - پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا:

"جب تم یورپ پہنچنا تو اٹلی والوں سے کہدینا کہ اُنھوں نے اب تک اسلامی روح نہیں سمجھی ہو - اگر سمجھی ہوتی تو ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ جغبوب پر قبضہ کرکے وہ ہمیں زیر کرلیں گے - بہت سی سلطنتیں جو آج بڑی ہیں کل چھوٹی ہو جائیں گی - جرمنی اور روس کو دیکھو

ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک آئینے کا دستہ، اور شاہنشاہ اکبر کے زمانے کے کچھ پیسے برآمد ہوئے ہیں۔

لال چک کے آثار

سرسکھ کے شمال مشرق میں ڈیرہ سو گز کے فاصلہ پر چار چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جنھیں آجکل لال چک کہتے ہیں۔ ان ٹیلوں کے نیچے سے بدھ مذہب والوں کی ایک آبادی کے آثار نکلے ہیں۔ ان میں ستوپے، مندر، اور خانقاہیں ہیں۔ یہ غالباً چوتھی صدی مسیحی کی تعمیرات ہیں۔ ان کھنڈروں سے عہد افتالی کے کئی نقرئی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہو کہ یہ عمارتیں چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے پہلے جلکر پیوند زمین ہو گئیں۔ ایک ستوپے کی اندرونی بھرتی سے مختلف زمانوں اور مختلف بادشاہوں کے ایک سو چالیس سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کی بنیادی چنائی میں سے سونے، یاقوت، لعل، یشب، اور سیپ کے تیس منکے ملے ہیں لیکن یادگاری ہڈی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا ہو۔

بادل پور کا ستوپہ

بادل پور کا ستوپہ جو موضع بھیرہ کے قریب واقع ہو، دستبرد زمانہ کا زیادہ شکار ہوا۔ کرسی کے سوا اس کے آثار بہت کم باقی ہیں۔ اس ستوپے کے مشرق کی طرف ایک وسیع خانقاہ کے بھی کھنڈر ہیں جو سکے یہاں سے برآمد ہوئے ہیں، وہ تمام کنشک ہوشک، اور واسودیو (یعنی شاہان کشان) کے عہد کے ہیں۔ یہ غالباً تیسری صدی عیسوی کی تعمیر ہو۔

مصوّر دیواریں

بدھ عمارات کے وہ سلسلے جو موہڑہ مرادو اور جولیان کے نزدیک واقع ہیں، نہایت محفوظ حالت میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہاں بعض ستوپے ایسے ہیں جن کی تمام سطح پر تصویریں ہی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ان ستوپوں کے ساتھ خانقاہیں بھی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے بعض پرانے کنوؤں کے کھنڈر... بھی نظر آتے تھے۔ جواب بھر چکے ہیں اور ان پر کاشت ہوتی ہو۔ خانقاہوں میں چاروں طرف حجرے تھے۔ ایک گوشہ میں غسل خانہ، مجلس خانہ، باورچی خانہ، نعمت خانہ، اور انبار خانہ تھا۔ ان مقامات پر بدھ کی حالت استغراق کی کئی مورتیاں ہیں۔

ٹکسلا کی آتشزدگی

جس آگ سے یہ عمارات تباہ ہوئیں وہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان حجروں میں سے ایک یاقوت کی جلی ہوئی مہر برآمد ہوئی ہو جس پر عہد گپتا کے براہمی خط میں یہ الفاظ کندہ ہیں " سری کلیشورا داسی"، اسی عہد کی ایک اور تحریر بھوج پتر پر لکھی ہوئی بھی ملی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش زدگی کا حادثہ عہد گپتا سے پیشتر کا نہیں ہو سکتا، اور اس کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی کا زمانہ ہو۔ یہاں سے ساسانی کشانی نمونے کے چند کھوٹے سکے، آہنی میخیں، قبضے، تانبے کے زیور، اور مٹی کی مورتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔

ایک زیر تنقیب حصہ

بھلّر ستوپہ کے قریب بدھ مذہب کی یادگاروں کا ایک اور سلسلہ بھی زیر تنقیب (کھدائی) ہو۔ یہ سلسلہ سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن کے قریب، سرائے کالا سے ۵ میل اور دریائے ہرو سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہو۔ ہوان چوانگ کا بیان ہو کہ بھلّر ستوپہ شاہنشاہ اشوک نے اس مقام پر بنایا تھا جہاں مہاتما بدھ نے اپنے سابق جنم میں اپنا سر قربان کیا تھا۔ اسوقت اُس ستوپے کا کوئی نشان باقی نہیں کیونکہ جو ستوپہ موجود ہو وہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں ہو سکتا۔ ستوپے کے سامنے ایک وسیع صحن ہو اور چاروں طرف کمروں اور ایک خانقاہ کے آثار ہیں۔

"شہر بھڑ"

شہر بھڑ جو ٹکسلا کا سب سے قدیمی شہر ہو، موضع بھڑ درگاہی کے پاس ہو۔ یہاں سے مٹی کے برتن، مٹی کی مورتیں، چاندی کے کھوٹے سکے، طلائی زیورات (چوڑی اور آویزہ وغیرہ) موتی نیلم، یاقوت، مونگے، اور دیگر قیمتی پتھروں کے منکے، ایک تنگ و تاریک کنواں، اور اس کنویں سے خالی مٹکے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے، برآمد ہوئے ہیں۔ بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ زیور.. تیسری صدی قبل مسیح میں یہاں رکھے گئے تھے۔

مقالات

اسلام اور نیشنلزم

۳

عصبیت نسل و وطن

گذشتہ مجلس میں ہم اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اسلام کی دعوت "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی دعوت تھی۔ اس لئے اُس کا رجحان ان تمام تعصبات کے خلاف تھا جو نسل و وطن کے امتیازات سے پیدا ہوگئے تھے۔ اب ضروری ہے کہ مختصراً عصبیت نسل و وطن کی بھی تشریح کر دی جائے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ اسلام کی روح جس چیز کی مخالف ہے، وہ صاف اور معین صورت میں کیا ہے؟

دو چیزیں ہیں: ایک نسل و وطن کا تحفظ ہے۔ ایک نسل و وطن کا تعصب ہے۔ اسلام کی روح تعصب کی مخالف ہے۔ تحفظ کی مخالف نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اس طرح کا دائرہ بنتا ہے، تو گو اس کی ابتدا تحفظ کے جذبات سے ہوتی ہے، لیکن آگے چلکر تحفظ تعصب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پہلے انسانوں کی ایک جماعت وطنیۃ اور قومیت کا دائرہ اس لئے کھینچتی ہے تاکہ اُس کے اندر رہکر دوسروں کے حملوں سے اپنی حفاظت کرے، یہ قومیت "دفاعی قومیت" ہوتی ہے لیکن جب کچھ عرصہ تک یہ دائرہ قائم رہتا ہے تو پھر قومی حفاظت کی جگہ قومی برتری اور وطنی گھمنڈ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اور "دفاعی قومیت" اچانک "ہجومی قومیت" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اب قومیت اپنا بچاؤ ہی نہیں چاہتی۔ دوسروں پر حملہ بھی کرنا چاہتی ہے ساتھ ہی نسلی اور قومی برتری کا نشہ دوسرے انسانوں سے علیحدگی اور ان کی تحقیر و تذلیل کے جذبات بھی برانگیختہ کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف قومی حلقوں میں باہمدگر تصادم شروع ہو جاتا ہے، اور انسانیت کے تمام اعلیٰ جذبات افسردہ ہوکر رہجاتے ہیں۔

اس صورت حال کا علاج صرف یہی تھا کہ حتی الامکان تنگ دائروں کا قیام ہی روک دیا جائے۔ جب کبھی کوئی تنگ دائرہ بنے گا، تو چونکہ یہ حقیقی انسانی دائرہ کی وسعت میں قطع و برید ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ وسعت نظر و احساس کی جگہ تنگی نظر و ضیق صدر کی بنیادیں پڑجائیں۔ اسلام نے اسی لئے ان تمام تنگ دائروں کی ہمت افزائی کرنے سے انکار کر دیا، لیکن افسوس ہے کہ دنیا ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی تھی کہ اس وسعت نظر کی متحمل ہو سکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا ایک ایسا دائرہ تو بن گیا جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے لیکن نوع انسانی کی حد بندیاں نہ ٹوٹ سکیں!

وطنی و نسلی عصبیت کی اگر تحلیل کی جائے تو تین چیزیں ایسی نکلیں گی جنھیں خاص خاص لفظوں میں تعبیر کرکے بتلایا جا سکتا ہے کہ اس عصبیت کے عناصر کیا کیا ہیں:

(۱) جماعتی تنگ نظری۔

"جماعتی تنگ نظری" سے مقصود یہ ہے کہ جب انسانوں کا کوئی گروہ دوسروں سے الگ ہوکر ایک چھوٹے سے دائرہ کے اندر محصور ہو جاتا ہے، تو اس کا دل تنگ، نظر محدود، اور ظرف کوتاہ ہو جاتا ہے اُس کی ذہنیت ایک محدود گوشے کے اندر سکڑ کے رہجاتی ہے۔ اُس کا جماعتی دماغ نظر کی وسعت، حوصلہ کی فراخی، اور ارادوں کی بلندی پیدا نہیں کر سکتا۔ زندگی اور زندگی کے ہر گوشہ میں پیمانۂ فکر وسعت سے ناآشنا ہو جاتا ہے۔ انسانی ہمدردی کے جذبات بھی نہایت تنگ اور محدود ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے کو اور اپنے تنگ گوشے ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اُس سے باہر کا کوئی اثر قبول نہیں کر سکتا۔ وہ انسان ہونے پر بھی نوع انسانی سے الگ رہنا چاہتا ہے۔ اُس میں اور انسانیت میں ایک ناقابل عبور دیوار کھنچ جاتی ہے!

جماعتی مزاج کی اس حالت کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ واضح مثال ہندوستان کی ذاتوں کا نظام (کاسٹ سسٹم) ہے۔ یہ دنیا کے اُس عہد کی سب سے زیادہ طاقتور اور دیرپا یادگار ہے جب اُس کے قدم "قبیلہ" کی منزل میں جم چکے تھے۔ "قبیلہ" کی حدبندی کو منو نے ذات کی تقسیم میں منقسم کر دیا، اور جماعتی حدبندی کی حفاظت کے لئے اُنکے الگ الگ کام اور پیشے قرار دے دئیے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ "انسانیت" کے تمام اعلیٰ جذبات فنا ہوگئے، اور حلقہ بندی کی ساری تنگ نظریاں اپنی انتہائی حالت میں پیدا ہوگئیں۔ اب دنیا منو کے عہد سے ہزاروں برس آگے بڑھ چکی ہے لیکن ہندوستان اب بھی طیار نہیں ہے کہ ان حدبندیوں کی سرحد عبور کرکے انسانیت کی وسعت کی طرف قدم اُٹھائے!

(۲) نسلی اور وطنی غرور و کبر۔

دوسری چیز نسلی اور وطنی بڑائی کا گھمنڈ ہے اور اس سے بڑھکر انسانیت اور انسانی حقوق کے لئے کوئی جذبہ مہلک نہیں۔ یہ اعتقاد اور عمل کے تمام گوشے پامال کر دیتا ہے۔ انسانیت، عمل، استعداد، اور حق کی جگہ ایک غیر طبعی معیار فضیلت یعنے نسل اور وطن کا معیار قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے قدیم نمونے عرب جاہلیت کے غرور نسب اور ہندوستان کے برہمنوں کے نسلی گھمنڈ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نئے نمونے یورپ کی قومیتوں اور جنسیتوں کی شکل میں دنیا کے سامنے ہیں۔ علم، استعداد اور مساوات کی اس سب سے بڑی صدی میں بھی ایک انگریز سب سے پہلے انگریز ہونے کو اور ایک امریکن سب سے پہلے امریکن ہونے پر نظر رکھتا ہے!

البتہ یاد رہے کہ "غرور" اور "خودداری" میں فرق ہے۔ جماعت اور فرد دونوں کے لئے مذموم غرور و کبر ہے۔ خودداری نہیں ہے۔

(۳) جماعتی برتری کا غلو۔

تیسری چیز وہ ہے جسے "جماعتی برتری کے غلو" سے تعبیر کرنا چاہئے۔ جب ایک دائرہ وطنیۃ اور قومیت کا بن جاتا ہے، تو آہستہ آہستہ اس میں قومی برتری کے جذبات نشوونما پانے لگتے ہیں۔ ایک خاص حد تک تو ان میں غلو نہیں ہوتا، لیکن جب اُس حد سے متجاوز ہو جاتے ہیں، تو پھر قومی گھمنڈ اور کبریائی کا ایک جنون ہوتا ہے جس کے نشہ سے قوم کا ہر فرد متوالا ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے نوع انسانی کا ہر فرد اسکی قومی برتری کے سامنے سربسجود ہو جائے اور زمین کا ہر ٹکڑہ اس کے قدموں سے پامال ہو۔ اُسکی حرص غیر محدود اور اس کے قومی مطامع لاتناہی ہوتے ہیں۔ رومیوں نے ساری دنیا کو دو قسموں میں بانٹ دیا تھا: حاکم اور محکوم۔ وہ صرف اپنے کو حاکم قوم سمجھتے۔ باقی ساری دنیا محکومیت کے لئے تھی۔ نپولین کی پے درپے لڑائیوں نے فرانس کی آبادیاں جوان مردوں سے خالی کر دیں۔ اُس کی عالمگیر اولوالعزمیوں کی وجہ سے تمام یورپ فرانس کا دشمن ہوگیا۔ تاہم نپولین جو جماعتی دماغ کے بھیدوں کا سب سے بڑا نباض تھا، جب کبھی عوام کے سامنے آتا اور نعرہ لگاتا۔ فرانس کی عظمت، فرانس کا جھنڈا، فرانس کے جھنڈے کے تین رنگ" تو فرانس اپنی ساری بربادیاں اور خونریزیاں بھول جاتا اور وطنیۃ کے جنون سے بیخود ہوکر پکارنے لگتا "زندہ باد فرانس" اتنا ہی نہیں بلکہ قومی اور وطنی گھمنڈ کے اس نشہ میں وہ یہ بھی بھول جاتا کہ جس شاہی استبداد سے نجات پانے کے لئے اُس نے ہزاروں فرانسیسیوں کے سر گلوٹین کی چھری سے جدا کر دیئے تھے: وہی استبداد آج نپولین کی شخصیت میں ایک درجہ اور شدید ہوکر موجود ہوگیا ہے، اور شاہی کی جگہ "شہنشاہی" اُس پر مسلط ہے۔ وہ دیوانہ وار پکارتا "زندہ باد شہنشاہ"!

نیٹشے اور برن ہارڈی نے جرمنی کو "حاکم قومیت" اور "محکوم دنیا" کا جو جام پلایا تھا، اُس کی سیہ مستیاں ابھی دنیا دیکھ چکی ہے۔ "دنیا میں سب سے بڑی قوم جرمن کو ہونا چاہئے یا برطانیہ کو؟" اس سوال نے ۵ برس تک تمام کرۂ ارضی کو خون اور آگ کے حوالے کر دیا۔ آج "برطانی شہنشاہیت" کا بے پناہ جذبہ دنیا کی کسی قوم کو سر اُٹھانے نہیں دیتا۔ سب کو پامال اور سربسجود دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ بھی وہی قومی برتری کا غلو اور جنون ہے۔ "قومیت" کا وہی حلقہ جو کبھی اس لئے بنا تھا کہ اپنی حفاظت کرے۔ اب اس لئے باقی ہے تاکہ دنیا کی کسی قوم اور ملک کے لئے حفاظت باقی نہ رہے!

اسلام کی دعوت جس عصبیت کی مخالف تھی اور جسے اس نے "عصبیۃ جاہلیۃ" سے تعبیر کیا، وہ یہ عصبیت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ اُس نے "وطنیۃ" اور "قومیت" کی جس حالت سے اختلاف کیا، وہ وہی حالت ہے جب دفاع اور تحفظ کی جگہ ہجوم اور تعصب کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں البتہ: چونکہ اصل بنیاد اس حالت کی یہی ہے کہ انسانیت جیسے وسیع رشتے کی جگہ تنگ اور محدود دائروں کا پیدا ہو جانا، اس لئے اس کی ذہنیت کا عام رجحان اسی طرف رہا کہ سرے سے تنگ دائرے وجود ہی میں نہ آئیں۔

۴

یورپ کی جدید قومیت

"قومیت" اپنے سادہ معنوں میں اگرچہ پہلے سے موجود تھی لیکن موجودہ زمانے میں "قومیت" کے لفظ سے جن اجتماعی عقائد و جذبات کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، یہ دراصل یورپ کے نئے عہد تمدن کی پیداوار ہے۔ اس کی پیدائش انسانی آزادی و حقوق کی حفاظت کے لئے ہوئی تھی، لیکن اب انسان کی آزادی و حقوق کے لئے یہی چیز سب سے بڑی مصیبت بنگئی ہے۔

اٹلی نے کیسی سخت شکست اُٹھائی؟ دیسری کس طرح پارہ پارہ ہوگئی؟ لیکن پھر چند دنوں کے بعد صورت حال میں انقلاب ہوا۔ آج وہ پھر دنیا کی عظیم سلطنتیں بن گئی ہیں۔ اسی طرح آج اٹلی توی ہو اور ہم ضعیف ہیں، لیکن کون جانتا ہو کل کیا ہوگا؟ کیا اٹلی کے پاس کوئی ضمانت موجود ہو کہ اُس کی قوت ہمیشہ یوں ہی برقرار ہوگی اور ہم کبھی کروٹ نہیں لینگے؟ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔"

غلامی یا سیاہ موت!

"میں ہرگز ہرگز اٹلی کی ملک گیر پالیسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہو! بالکل ناممکن ہو! قیامت تک ناممکن ہو! میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے خوں ریزی مرغوب ہو۔ میں ہرگز جنگ کا خواہشمند نہیں ہوں۔ میں صلح چاہتا ہوں، اٹلی سے بھی صلح چاہتا ہوں۔ مگر صلح کی بنیاد کیا ہو؟ کیا غلامی؟ ہرگز نہیں۔ غلامی سے پہلے تو سیاہ موت! پھر کیا ہو؟ اقتصادی امتیازات؟ میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ اقتصادی امتیازات دینے کو آمادہ ہوں۔ لیکن یہ اُسوقت جب طرابلس کی سرزمین پر اٹلی کا ایک سپاہی بھی باقی نہ رہے اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ جنگ! متواتر جنگ! قیامت تک جنگ!"

شیخ سنوسی کا غصہ

اب شیخ سنوسی کا غصہ حد بیان سے تجاوز کرچکا تھا۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ میں نے آجتک کبھی کسی آدمی کو اتنے غیظ و غضب میں نہیں دیکھا۔ میں ہرگز اپنی اس حالت کی پردہ پوشی نہیں کرنی چاہتا کہ اُن کا غصہ دیکھکر خوفزدہ ہوگیا تھا!

دیر تک چپ رہنے کے بعد اُنھوں نے جرمنی کی تعریف شروع کی اور ہنڈنبرگ کو بہت سراہا۔ میں سمجھا اب غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ مگر اچانک وہ پھر زور سے چلائے "جنبوب! اٹلی والوں سے کہدینا کہ آزادی یا موت! ..."

وہ جوش سے بالکل بیخود ہوگئے۔ کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا جوش و غضب دیکھکر میں نے یہی بات موزوں سمجھی کہ مجلس ختم ہوجائے۔ خلاف دستور میں نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ شیخ بالکل خاموش ہوگئے۔ مگر تمام بدن سے کانپ رہے تھے اُنھوں نے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ شاید کہہ ہی نہ سکے صرف ہاتھ کے اشارے سے مجھے خدا حافظ کہا۔

نیویارک سے پیرس تک

میں اپنے پچھلے مکتوب میں کپتان نجیسر کا مفصل ذکر کرچکا ہوں کہ کس طرح وہ پیرس سے ہوائی جہاز پر نیویارک کے لئے روانہ ہوا اور لاپتہ ہوگیا۔ کپتان نجیسر کی داستان، فرانس کی عظمت کی داستان تھی، اب امریکہ کی عظمت کی داستان بھی سن لیجئے۔ آج پورا پیرس، دل شکستہ پیرس، چارلس لنڈبرگ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہو۔ یہ ۲۲ سالہ نوجوان، امریکہ کی پوری عظمت کا نشان ہو،

کپتان نجیسر ایک پرواز میں بحر اعظم اٹلانٹک عبور نہ کرسکا۔ اس کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ امریکہ کا ہوائی فاتح چارلس اس مہم میں کامیاب ہوگیا۔ آج تمام دنیا کی نظریں اس نوجوان کے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں جس کے رخسار ہنوز بچپن کے بھولے پن سے لبریز ہیں مگر جس کے دل میں نپولین اور واشنگٹن کا خون بھرا ہوا ہے!

اسنے اپنا ہوائی جہاز خود اپنی نگرانی میں بنایا تھا اُس کا نام "گہوارۂ موت" رکھا تھا۔ اسکی حیثیت اکہری تھی۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ ایسے معمولی جہاز سے یہ مہم کیسے سر کی جاسکتی ہو؟ روانگی کی رات کو ہوا باز نے اپنا بہت سا وقت نیویارک کے ایک سینما میں گزارا۔ واپسی پر اُسنے خادم کو ہدایت کی کہ ٹھیک ۲ بجے رات کو جگا دے۔ چنانچہ اُسوقت سے اپنے جہاز کے پُرزوں کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر امریکن گھڑی کے حساب سے ٹھیک ۷ بجکر ۵۲ منٹ صبح، اور یورپین گھڑی کے حساب ۱۲ بجکر ۵۲ منٹ دوپہر کو نیویارک کے ہوائی اسٹیشن سے اُڑا۔ یہ ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء کا دن تھا۔

اس کی گود میں اُس کی عزیز سیاہ بلی بھی تھی اور وہ اُسے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا۔ مگر بعد میں یہ خیال کرکے کہ اتنی بلندی پر پہونچکر وہ شاید زندہ نہ رہیگی، اپنے ایک دوست کو یہ کہتے ہوئے دیدی "یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ اسکی خوب خاطر کرنا!"

جب جہاز کے انجن نے حرکت کی تو اُس کا ایک دوست رونے لگا۔ ہوا باز نے کہا "کیوں روتے ہو؟ رونے کی کوئی وجہ نہیں، خدا حافظ!" اب "گہوارۂ موت" ہوا میں تھا!

روانگی کے بعد نوجوان کی ماں نے کہا "چارلی، ضرور پیرس پہنچ جائے گا۔ مجھے یقین ہو۔ اگر جہاز میں جگہ ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ سفر کرتی!" زندہ قوم کی عورتوں کا یہ حال ہو!

۲۱ مئی کی شام کو "گہوارۂ موت" پیرس میں تھا! جہاز اُترتے ہی امریکن سفارتخانہ کا ڈاکٹر دوڑا اور ہوا باز کا طبی معائنہ کرنا چاہا۔ بہادر لڑکے نے ڈاکٹر کو روک دیا "کوئی ضرورت نہیں میں ذرا بھی تھکا نہیں ہوں"

پھر حاضرین کے اصرار پر اُسنے اپنے اس حیرت انگیز سفر کے متعلق صرف اس قدر کہا:

"نیویارک کے رصدخانے نے اُڑنے سے پہلے مجھے خبر دی کہ فضا کی حالت بہت ہی خراب ہو۔ راستہ میں مجھے اس کی پوری تصدیق ہوگئی۔ ۱۶۰۰ کیلومیٹر مسافت میں نے سخت برفانی آندھیوں میں طے کی۔ میں اس طوفان سے بچنے کے لئے کبھی ۳۰۰۰ میٹر بلندی پر اُڑجاتا تھا اور کبھی اتنا نیچا ہوتا تھا کہ سمندر کو چھو سکتا تھا۔ میں اس حال میں سطح سمندر سے صرف ۳ میٹر بلند ہوتا تھا۔ راستہ بھر مجھے ذرا بھی نیند محسوس نہیں ہوئی۔ میں ایک ایسی حالت میں تھا جو نیند کی حالت قبول نہیں کرسکتی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پیرس سے بھی آگے تک میں جاسکتا تھا۔ کیونکہ میرے جہاز میں کافی پٹرول بچ رہا ہو"

اس گفتگو کے بعد ہوا باز آرام کے لئے چھوڑدیا گیا۔ دوسرے دن امریکن سفارتخانے میں اُسے مدعو کیا۔ یہاں سفیر نے بے تار کی تار برقی کے ذریعہ نوجوان کی ماں سے گفتگو کا انتظام کر رکھا تھا۔

"ہیلو" ہوا باز نے اپنی ماں کو مخاطب کیا "معاملہ کچھ بھی نہ تھا! تم خیریت سے ہوگی۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ مہم سر ہوگئی!"

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی کون سی تھی؟" اخبار نویسوں نے سوال کیا۔

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی، پیرس پہنچنے اور لاکھوں آدمیوں کے ہجوم میں گھرے ہونے کی گھڑی تھی" ہوا باز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "نیویارک سے پرواز بہت ہی تکلیف دہ تھی میں سمجھتا تھا اس سے زیادہ تکلیف پیش نہیں آئے گی۔ لیکن سمندر پر پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تکلیف کچھ بھی نہ تھی۔ میں اب نہایت ہی کثیف کہر میں گھر گیا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا برف کی ہولناک بارش ہو رہی تھی اور میں بار بار ہمت ہار جاتا تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ برفانی طوفان کے اوپر نکل جاؤں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اسوقت میں نے ناامیدی محسوس کی اور واپسی کا خیال کیا۔ مگر ناکامی کی ذلت، موت سے زیادہ سخت تھی۔ میں نے اپنے دل سے کہا "ایک دن مرنا ہو۔ کچھ پرواہ نہیں اگر اسی سمندر میں قبر بنجائے" میں برابر جد و جہد کرتا رہا یہاں تک کہ طوفان نکل گیا اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب مجھے سمندر میں ماہی گیروں کی چند بادبانی کشتیاں نظر آئیں۔ اب میری مسرت ناقابل بیان تھی۔ میں بالکل نیچے اُتر آیا۔ قریب تھا میرا جہاز کشتیوں کے مستول سے ٹکرا جائے۔ میں نے چلا کر کہا "کیا یہی آئرلینڈ کا راستہ ہو؟" وہ حیرت سے میرے جہاز کو تک رہے تھے۔ شاید مجھے مجنوں سمجھے۔ اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا یا دیا اور میں نے سنا نہیں۔ بہر حال تقریباً ۴ بجے شام کو مجھے دُور زمین دکھائی دی۔ میں پھر نیچے اُتر آیا اور غور سے وہ سنگلاخ چٹانیں دیکھیں جو سمندر میں بھوتوں کی طرح سر نکالے کھڑی تھیں۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ آئرلینڈ ہو۔ اب مجھ اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ میں آئرلینڈ اور انگلینڈ کی فضا میں بالکل نیچے اُڑ رہا تھا مگر کسی نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں راستہ بھولا نہیں۔ سیدھا پیرس آگیا۔ لیکن عین وقت پر یہاں کے ہوائی اسٹیشن کا راستہ بھول گیا۔ مگر زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اسٹیشن کی روشنی نے میری رہنمائی کی"

اس گفتگو کے بعد ہوا باز کپتان نجیسر کی ماں سے ملنے گیا۔ پیرس کی نازنینوں نے جو خوبصورت نجیسر کھوچکی ہیں، اُسے دیکھا تو چلائیں "واقعی یہ خوبصورت ہو!"

غرضکہ وہ ہوائی مہم سر ہوگئی جو اب تک ناممکن معلوم ہوتی تھی، نیویارک سے پیرس تک ۶ ہزار کیلومیٹر کی مسافت ایک پرواز میں طے ہوگئی اور صرف ساڑھے ۳۳ گھنٹوں کی مدت میں!

۲۵ ہزار ڈالر مہم سر کرنے والے کے لئے انعام تھا۔ ۲۲ سالہ نوجوان چارلس نے اسے حاصل کرلیا!

گزر چکی ہو۔ یہ قومیت کا تحفظ نہیں ہو۔ قومیت کا تعصب ہو، یہ "انسانیت" اور "انسانی برادری" کے عین ضد ہو۔ یہ "انسانی آزادی و حقوق" کے اعتقاد کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ یہ آزادی کے نام سے آزادی کی پامالی، اور قومیت کے نام سے صرف طاقت کی معبودیت ہو!

نئی قومیت کے محاسن و مفاسد

اگر یورپ کی قومیتوں اور ان کے اعمال پر نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل حقیقتیں سامنے آئیں گی:

(۱) "انسانی آزادی" اور "قومی حقوق" کے مبادیات نئے قائم ہوگئے اور ان کی وجہ سے یورپ کے ذہن و اجتماع کا انقلاب عظیم وجود میں آگیا۔ جدید "قومیت" کے اصول و عقائد نے جماعتوں کے اندر ایک ایسی نئی اجتماعی طاقت پیدا کر دی جو تمام پچھلی اجتماعی طاقتوں سے زیادہ منظم اور قوی تھی۔

(۲) قومیت کے نشو و نما سے پہلے یورپ مذہبی تعصبات میں مبتلا تھا۔ مسیحیت کی مذہبی جکڑ بندیاں اتنی سخت تھیں کہ ذہن و دماغ کو ہلنے نہیں دیتی تھیں۔ اب "قومیت" کے فروغ نے مذہب کے تعصبات دھیمے کر دیئے۔ مذہب کی جگہ قومیت، اجتماع و ارتباط کا رشتہ بن گئی۔ قومیت نے جب سر اٹھایا تھا، تو اُسے شاہی استبداد سے کہیں زیادہ پوپ اور کلیسا کے استبداد کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ والٹیر نے بیت المقدس کی جگہ انسانی آزادی کے لئے جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا۔ جب اس معرکہ میں قومیت فتحمند ہوئی تو یہ فتح شاہی اور کلیسائی، دونوں طرح کے استبدادوں پر فتح تھی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت جڑ پکڑتی جاتی تھی، اور مسیحی جمود اُکھڑتا جاتا تھا۔

(۳) "قومیت" کے فروغ سے پہلے یورپ ذہن و اعتقاد کے جن دائروں میں بند تھا، وہ حد درجہ تنگ تھے۔ اس لئے قومیت نے پچھلے دائروں سے ایک زیادہ وسیع دائرہ مہیا کر دیا اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گوشۂ فکر و عمل میں ایک ایسی وسعت پیدا ہوگئی جس کا اس سے پہلے وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

(۴) مذہبی اور نسلی تعصبات کی جگہ "قومیت" کے قائم ہوجانے کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک کے اندر تمام جماعتیں اور تمام طبقات باہمدگر متحد اور منسلک ہوگئے۔ یہ احساس کہ "فلاں انسان ہمارا ہم قوم اور ہم وطن ہو" اتنا قوی اور موثر ہوگیا کہ اس پر کوئی تعصب غالب نہ آسکا۔ مسیحیت اور یہودیت کی تاریخی اور روایتی دشمنی مسلّم ہو۔ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی بدنصیب یہودیوں نے وہ ظلم و ستم برداشت نہ کئے ہونگے جو یورپ کی مسیحی حکومتوں میں انھیں صدیوں تک جھیلنے پڑے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر تک کسی انسان کے لئے یہودی ہونا ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ لیکن اب "قومیت" کے جذبہ نے یہ تمام جذبات مغلوب کر دیئے۔ سب سے پہلے انگلستان اور فرانس نے، پھر بہ تدریج یورپ کی دوسری قومیتوں نے ان کا حق قومیت بھی اُسی طرح تسلیم کر لیا، جس طرح اُن ملکوں کے مسیحی باشندوں کا تسلیم کیا تھا۔ ایک یہودی، انگریز، فرانسیسی یا جرمن ہوکر اُسی طرح ان ملکوں کے شہری اور قومی حقوق سے متمتع ہونے لگا، جس طرح مسیحی باشندے ہوتے تھے۔ انیسویں صدی میں انگریز یہودیوں کے لئے تمام برطانی عہدوں اور منصبوں کے دروازے کھول دیئے گئے حتیٰ کہ وزارت کے بڑے سے بڑے مقام کے لئے بھی یہودیت مانع نہ رہی۔

یہ تو تھے "قومیت" کے محاسن تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی:

(۱) یہ جو کچھ بھی ہوا، صرف یورپ میں اور یورپ کے باشندوں میں ہوا۔ یورپ کے حدود سے باہر کے لئے نہ تو انسانی آزادی کا اعلان موثر ہوسکا، نہ قومی حقوق کا اعتقاد۔ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ قدیم رومن اصول کے مطابق یورپ نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا برتر اور کمتر اقوام میں منقسم ہو۔ آزادی اور حقوق کے تمام اصول برتر اقوام کے لئے ہیں نہ کہ کمتر اقوام کے لئے۔ یورپ اور امریکہ دنیا کا نصف برتر حصہ ہی، بقیہ دنیا کمتر حصہ ہو۔ اس لئے اُسے کوئی حق نہیں کہ انسانی آزادی اور قومی حقوق کا مطالبہ کرے جو برتر انسانوں کے لئے مخصوص ہیں!

(۲) فرانس جس وقت اپنے ملک کے اندر تیسرے انقلاب آزادی کی طیاریاں کر رہا تھا، تو اُس وقت کسی فرانسیسی کے ذہن میں اس بات کا خطرہ بھی نہیں گزرا کہ اسی آزادی کی امیر عبد القادر جزائری اور اس کی بدبخت قوم کو بھی ضرورت ہو یا نہیں جسے فرانس نے اپنی فوجی طاقت سے غلام بننے پر مجبور کر دیا ہو؟ آج فرانس کی معلم حریت "قومیت" شام میں جو کچھ کر رہی ہو، دنیا کے سامنے ہے۔ انگلستان کہتا ہو وہ چھوٹی قوموں کا محافظ ہو۔ آزادی کا پشت پناہ ہو۔ محب الوطنوں کے لئے گوشۂ امن ہو۔ لیکن یہ سب کچھ کن حالات میں اور کن کے لئے ہو؟ بلاشبہ اُسنے روس کے فراریوں کو پناہ دی، فرانس کے جلاوطنوں کے لئے دروازے کھول دیئے، یونان کی آزادی کے لئے اپنا قومی شاعر بائرن پیدا کر دیا، اٹلی کے میزینی کو اپنی آبادیوں میں جگہ دے دی، اور یورپ کے بے شمار انقلابی نقشے لندن کی گلیوں اور مکانوں ہی میں کھینچے گئے، مگر مشرق اور ایشیا کے لئے اُس کی یہ "حریت پرور" قومیت کیا فیصلہ کرتی رہی؟ وہ روس اور آسٹریا کے مظلوموں کو پناہ دیتا رہا، لیکن خود اُس کے ظلم و تسلط کے مظلوموں کے لئے اُس کے پاس پناہ دینے کا کیا سامان تھا؟ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ آج مشرق اور ایشیا کا ہر گوشہ زبان حال سے جواب دے رہا ہو!

(۳) چونکہ "دفاعی قومیت" کی جگہ "ہجومی قومیت" کا جماعتی مزاج پیدا ہوگیا تھا، اس لئے خود یورپ کو بھی اپنی "قومی عصبیت" کے نتائج سے نجات نہ مل سکی۔ بلاشبہ غیر یورپین اقوام و بلاد کے مقابلہ میں اُسنے اپنے لئے آزادی و حقوق کا ایک بلند معیار قرار دے لیا، لیکن یہ معیار گروہ بندی کی تنگ نظری اور قومی برتری و تسلط کے جذبات پر غالب نہ آسکا جو "ہجومی قومیت" کے لازمی خواص ہیں۔ "قومی برتری" کی حرص نے تصادم و کشاکش کی حالت پیدا کر دی، اور جماعتی ذہنیتوں پر "حق" کی جگہ اُسی "طاقت" کے ...... اصول کی فرمانروائی قائم ہوگئی جس کے خلاف اس زور شور سے اعلان جنگ کیا گیا تھا۔ "قومی برتری" کی اس کشاکش نے یورپین طاقتوں کے لئے ایک کبھی ختم نہ ہونے والی باہمی جنگ کی حالت پیدا کر دی ہو۔ ہر قومیت دوسری قومیت کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہو۔ مقابلہ کا ایک بڑا میدان مشرق کی کمزوریوں نے بہم پہونچا دیا۔ ہر قوم چاہتی ہو اس میدان میں سب سے بڑھ کر غاصب اور سب سے زیادہ طامع ثابت ہو۔ استعمار، تجارت، اسلحہ سازی، مادی تقدم، اور معنوی نفوذ! ہر گوشہ میں دوڑ جاری ہو۔ پچھلی عالمگیر جنگ قومی مزاج کی اسی مجنونانہ حالت کا نتیجہ تھی، اور ابھی اُس کے عالمگیر ذبح کا خون خشک نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرے تصادم کا میدان طیار ہونے لگا!

(۴) اسی طرح قومی "عصبیت" کی ساری مزاجی کیفیتیں اپنی پوری شدت کے ساتھ پیدا ہوگئیں۔ تمدن کی ترقی جذبات و امیال کی صورت بدل دیتی ہو۔ طبع نہیں بدل سکتی۔ عرب جاہلیت کا غرور اور ہندوستان کے برہمنوں کی مغرورانہ تنگدلی ایک دوسری صورت میں اُبھر آئی جو پہلی صورت سے کہیں زیادہ طاقتور اور بے پناہ ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "انسانیت" کا دائرہ اب بھی ویسا ہی تنگ ہے جیسا پہلے تھا۔

رَدِّ فعل

ضروری تھا کہ اس حالت کا رَدِّ فعل پیدا ہو۔ "ہجومی قومیت" کا مجنونانہ غلو اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ اب دنیا کا تغیر پسند مزاج زیادہ عرصہ تک متحمل نہیں ہوسکتا۔

انیسویں صدی ابھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی کہ اس کے آثار شروع ہوگئے۔ سوسائٹی کے نچلے طبقوں نے دیکھا کہ آزادی اور مساوات کی اتنی ہنگامہ آرائیوں کے بعد بھی حقیقی آزادی اور مساوات بدستور مفقود ہیں۔ موجودہ نظام قومیت جو آزادی و مساوات کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، اب خود آزادی و مساوات کی راہ میں روک بن گیا ہو۔ نئے دور سے پہلے دنیا کا استبداد اور غیر مساویانہ امتیاز چند افراد اور خاندانوں میں محدود تھا۔ اب وہ بڑے گروہوں میں پھیل گیا ہو۔ اس لئے حق و مساوات کے مقابلہ میں طاقت اُتنی سمٹی ہوئی اور مرکزیت کی حالت میں نہیں ہو جس قدر پہلے تھی۔ تاہم جہاں تک انسانی آزادی و مساوات کا تعلق ہو، نوع انسانی اب بھی اُس سے اُسی طرح محروم ہو جس طرح پہلے تھی!

اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرمایہ داری کی طاقت نے اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ اقتدار حاصل کر لیا ہو۔ پہلے انسانوں پر جو اختیار و تسلط صدیوں کی شاہی نسل اور امیرانہ روایت حاصل کر سکتی تھی اب وہ اختیار چند مہینوں اور برسوں کے اندر ایک سرمایہ دار محض روپیہ کے ذریعہ حاصل کر لیتا ہو اور دنیا کی صلح و جنگ اور ملکوں اور قوموں کی حکومت و محکومی کی باگ فوراً اُس کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہو!

انیسویں صدی کے "سوشلزم" کی تخم ریزی اسی رَدِّ فعل کا نتیجہ تھی۔ اب یہ بڑھتے بڑھتے "کمیونزم" تک پہونچ گیا ہو، اور صرف یورپ کا نظام قومیت بلکہ ہیئتِ اجتماعیہ (سوسائٹی) کا پورا نظام اُلٹ دینا چاہتا ہو۔

عالمگیر جنگ یورپ اس نظام قومیت کی نامرادیوں کا سب سے بڑا اعلان تھا۔ ۵ سال تک خون اور آگ میں رہ کر جب دنیا نے دوبارہ سنبھالا لیا تو زندگی اور امن کی جستجو از سر نو شروع ہوگئی۔ اُن تمام لوگوں نے جن کی ذہنیت کسی قومی نظام حکومت کی غرض پرستیوں سے آلودہ نہ تھی، محسوس کر لیا کہ پچھلا نظام اب دنیا کو زیادہ عرصہ تک مطمئن نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے حکما اور مفکرین میں ایک بڑا گروہ پیدا ہوگیا ہو جو قومیت کی اس عصبیت سے اُکتا گیا ہو اور "قومیت" کی جگہ "انسانیت" کی وسیع فضا ڈھونڈھ رہا ہو۔ طرح طرح کے نئے نظرئے اور نئی تجویزیں دماغوں میں نشو و نما پارہی ہیں۔ "دنیا کے نظام اجتماع کی نئی تقسیم" اور "انسانی برادری کا غیر مشروط حلقہ" وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ موضوع فکر ہو۔

اگر بحیثیت مجموعی دنیا کی موجودہ ذہنی فضا پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آتا ہو کہ ایک موسم ختم ہو رہا ہو اور دوسرے کی آمد آمد ہو۔ جس زمانہ سے ہم گذر رہے ہیں، عجب نہیں مستقبل کا مورخ اسمیں عہد داخل کے آثار کی جستجو کرے۔ نہیں کہا جاسکتا نئے موسم کا پیغام کیا ہوگا؟ لیکن یہ ضرور ہو کہ دنیا اس وقت تک جن اجتماعی دائروں میں محصور رہی ہو اُس سے ایک زیادہ وسیع —

دفاعی قومیت کی پیدائش

ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کے بعد جب یورپ نے کروٹ بدلی اور نئے تمدن کی نشوونما شروع ہوئی، تو اُس کے ساتھ ساتھ ایک نئے قسم کی اجتماعی زندگی بھی نشوونما پانے لگی۔ یہ وہ وقت تھا جب ایک طرف علم اور آزادی کی روح تمام یورپ میں پھیل رہی تھی، دوسری طرف شخصی حکومتوں کا استبداد اور اجنبی تسلط کا ظلم اپنی تمام پُرانی روایتوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نئی کشمکش شروع ہوگئی۔ ایک طرف شاہی تاج و تخت اور اس کے غیر محدود دعوے تھے۔ دوسری طرف علم و آزادی کے پیدا کئے ہوئے نئے نئے اصول اور نئے نئے ولولے تھے۔ تاج و تخت کے مقابلے میں جب عوام کے جذباتِ آزادی جوش میں آئے تو خود بخود ایک نہایت مؤثر اور طاقتور لفظ وجود میں آگیا یہ لفظ پہلے سے موجود تھا لیکن اس کے ساحرانہ معانی لوگوں کو معلوم نہ تھے۔ اب ہر شخص کے سامنے آگئے۔ یہ لفظ "قوم" تھا، اور یہ انکشاف "قوم ہونے" یعنے "قومیت" کا انکشاف تھا۔ شاہی تاج و تخت کا دعوا تھا جیسا کہ بدنصیب لوئس شانزدہم نے بعد کو کہا: "حق اور طاقت میں ہوں" عوام اب اسے تسلیم کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔ خود بخود سوال پیدا ہوگیا کہ اگر شاہی نسل اور تاج و تخت کی وراثت، حق اور طاقت کا جائز سرچشمہ نہیں ہو تو پھر کون ہے؟ وہ کونسی قوت ہے جس کے سامنے شاہی تاج و تخت کو بھی سر جھکا دینا چاہیئے؟ خود بخود جواب پیدا ہوگیا کہ "قوم" ہے۔ صرف "قوم" ہی ہر طرح کے حق و طاقت کا سرچشمہ ہے۔ صرف قوم ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اوپر حکومت کرے!

"رعیت" اور "قوم"

اُس وقت تک عوام کا اعتقاد یہ تھا کہ طاقت کا مرکز شاہی تاج و تخت ہے۔ اب طاقت کا ایک نیا مرکز نمودار ہوگیا جو خود اُسی کے اندر پوشیدہ تھا مگر اُسے خبر نہ تھی۔ یہ "قوم" اور "قوم ہونے" کی طاقت تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یکایک صورتِ حال میں ایک عظیم انقلاب ہوگیا۔ یعنی "رعیت" کی جگہ "قومیت" نے لے لی۔ اب عوام "رعیت" نہ تھے۔ "قوم" تھے۔ جب تک وہ "رعیت" تھے، ساری قوت شاہی اور شاہیت میں مرتکز تھی۔ اب وہ "قوم" ہوگئے تو ساری قوت خود اُنہی میں سمٹ آئی۔ صرف اتنی تبدیلی نے دنیا کی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل دیا۔ کارلائل CARLYLE کے بلاغت طراز لفظوں میں "رعیت کا قوم ہوجانا دنیا کا ایک ہی مرتبہ اُلٹ پلٹ ہوجانا تھا۔ زبانوں کا کوئی لفظ بھی اُس انقلاب حال کی تعبیر نہیں کرسکتا جو صرف ان دو سادہ لفظوں کے اُدل بدل ہوجانے سے نوعِ انسانی کی تاریخ میں پیدا ہوگیا!"

دنیا میں صرف انسان ہی پیدا نہیں ہوتے۔ الفاظ بھی پیدا ہوتے ہیں، اور جس طرح ایک عظیم انسان کی پیدائش دنیا کے انقلاب کی پیدایش ہوتی ہے، اُسی طرح بعض عظیم لفظوں کی پیدائش میں بھی عظیم انقلابات مضمر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ لفظ "قوم" کی پیدائش تاریخ کا انقلابِ عظیم تھا، لیکن اگر کارلائل چند قدم آگے بڑھ سکتا تو دیکھتا کہ دنیا کا سب سے بڑا انقلاب لفظ "قوم" کی پیدائش میں نہیں بلکہ "انسان" کی پیدائش میں مضمر ہے۔ کون ہے جو اُس انقلاب کی عظمت کا نقشہ کھینچ سکتا ہے؟

جن ہاتھوں نے انقلاب فرانس کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی، اُن میں والٹیر Voltaire اور روسو Rousseau سب آگے ہیں۔ روسو کی کتاب عقدِ اجتماعی Social Contract دنیا کے جدید جمہوری عہد کا اولین صحیفہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب جب لکھی گئی تھی، تو لوگ اس کی خیالی نقشہ آرائیوں پر ہنستے تھے لیکن کارلائل کے تاریخی اور ضرب المثل لفظوں میں "جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس کی جلد باندھنے کے لئے اُن لوگوں کا چمڑا استعمال میں لایا گیا جنھوں نے اس کی ہنسی اڑائی تھی!"

روسو نے انسانی آزادی و حقوق کا نقشہ کھینچتے ہوئے قوم اور قومیت کے بھی خال و خط آراستہ کئے ہیں۔ وہ انسان کی انفرادی آزادی کے اعتقاد کے ساتھ "قوم" کا حلقۂ ارتباط بھی قائم کرتا ہے اور اسے ایک "معاشرتی معاہدہ" سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے سوسائٹی کا ہر فرد آزاد ہے اور تمام افراد کے حقوق مساوی ہیں، لیکن سوسائٹی کا انتظام قائم رکھنے کے لئے ایک منظم حلقہ کی ضرورت ہے۔ یہ حلقہ قومی نظام کا حلقہ ہے۔ "قوم" اور "قوم ہونا" ہی وہ تنہا نظام ہے جسے حکم اور نظم کی ساری قوتیں حاصل ہونی چاہیئں۔ اسمیں شک نہیں کہ روسو نے جس آزاد نظامِ معاشرت اور دنیا کے "آزاد اور روشن عہد" کا خواب دیکھا تھا، اُس کی تعبیر دنیا کو نہیں ملی، لیکن اُس کے "قومیت" اور "جمہوریت" کے اصول دُنیا نے بغیر کسی تأمل کے قبول کرلئے، اور پھر انقلابِ فرانس کا وہ خونیں سیلاب نمودار ہوا جو عہدِ قدیم کے تمام شخصی اور شاہی اصول و عقائد بہالے گیا!

گذشتہ دو صدیوں سے دنیا "قومیت" کے انہی بنیادی اصول پر گامزن ہے۔

جدید "قومیت" کے مبادیات

یہ جدید "قومیت"، جن مبادیات اور عقائد پر قائم ہوئی، اسکے اہم اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کا جو گروہ کسی خاص جغرافیائی حدود کے اندر، نسل، یا وطن، یا زبان، یا معاشرت کی یکانگت کی بنا پر آباد ہو، جب اُس کے افراد اپنے آپ کو ایک "قوم" محسوس کریں، تو وہ ایک "قوم" ہیں، اور کسی کو حق حاصل نہیں کہ انکے "قوم" ہونے سے انکار کرے۔

(۲) ہر قوم کا پیدائشی اور فطری حق ہے کہ وہ آزاد رہے، اور اپنی پسند کے مطابق اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کرے۔ کسی دوسری قوم کو حق نہیں کہ اسمیں مداخلت کرے۔

(۳) "قومی آزادی" کے حق کی بنا قدرتی حق ہے، نہ کہ طاقت اور تحفظ۔ اگر ایک قوم کمزور ہے، یا اپنے معاملات کا بہترین انتظام نہیں کرسکتی، تو اس کی وجہ سے کسی دوسری طاقتور یا زیادہ شائستہ قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہوجاتا کہ اُس پر حکومت کرے۔ طاقت کے ذریعہ کسی قوم کے حقِ قومیت کو سلب کرنا، دُنیا کے عالمگیر اور قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

(۴) ہر طرح اور ہر نوعیت کی بالادستی اور اقتدار کا مرکز "قوم" ہے۔ کوئی جماعت یا کوئی فرد کوئی ایسا اختیار کام میں نہیں لاسکتا جسے براہِ راست قوم سے بطریقِ جائز حاصل نہ کیا گیا ہو۔

(۵) قوم کے تمام افراد اپنے تمام شہری، معاشرتی، اور قانونی حقوق میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ نسل، خاندان، اور پیشہ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوسکتا۔ معاشرتی ترقی و تنزل کا معیار ہر فرد کی قدرتی اور اکتسابی قابلیت ہے۔ نہ کہ نسل و خاندان۔

قوم، قومیت، اور قومی حقوق کے یہ مبادیات دراصل انسانی آزادی و حقوق کے اُسی مواد سے پیدا ہوئے تھے جنھیں یورپ میں نئے تمدنی عہد نے پیدا کیا تھا۔ اور جن کے واعظ والٹیر، روسو، اور فرانس کے انسائیکلوپیڈین اصحاب تھے۔ "قوم" اور "قومیت" کے حقوق اس نقطہ سے شروع ہوئے کہ انسان اور انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس اصل نے کہ "ہر انسان فطرۃً آزاد ہے اور اس کی آزادی کے لئے کوئی روک نہیں ہونی چاہیئے جب تک وہ کسی دوسرے کی آزادی کے لئے روک نہ ہو" یہ قاعدہ بھی پیدا کردیا کہ "ہر قوم کو آزاد ہونا چاہیئے۔ اور کسی فرد یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ اُس کی آزادی میں خلل انداز ہو"

ان مبادیات کا جس سرزمین نے بہ حیثیت ایک قوم کے دُنیا میں اعلان کیا وہ امریکہ اور فرانس ہے۔ امریکہ کے اعلانات ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۹ء کے تاریخ میں ثبت ہوچکے ہیں۔ اُسنے انہی مبادیات کی بنا پر انگلستان کا مقابلہ کیا اور فتحمند ہوئی۔ فرانس کا اعلان اُسکے انقلاب کا اعلان ہے جو تاریخ میں "اعلانِ حقوقِ انسانی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے فرانسیسی اسمبلی نے ۲۷ اگست ۱۷۸۹ء میں منظور کیا تھا۔

"ہجومی قومیت"

گذشتہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یورپ کی جدید "قومیت" کے عناصر انسانی آزادی و حقوق کے مواد سے حاصل کئے گئے تھے، اُس کا ظہور ہجوم کے لئے نہیں بلکہ دفاع کے لئے ہوا تھا۔ یہ دراصل پورے معنوں میں "دفاعی قومیت" تھی جو شاہی استبداد اور اجنبی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ ایک طرف مظلوم اور پامال رعایا اُٹھی تاکہ بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و ستم کے مقابلے میں "قومی حق" کا علم بلند کریں۔ دوسری طرف کمزور قوموں نے سنبھالا لیا تاکہ اجنبی حکمرانی کا مقابلہ کرنے کے لئے مرکزِ "قومیت" میں اپنی منتشر قوتیں جمع کرلیں۔ انگلستان اور فرانس نے شاہی تاج و تخت کے استبداد کا مقابلہ کیا۔ امریکہ نے انگلستان کی محکومیت سے انکار کردیا۔ یونان اور بلقانی قوموں نے عثمانی شہنشاہی سے آزادی حاصل کرلی۔ پولینڈ روسی تسلط کے خلاف بار بار اُٹھا اور مقابل ہوا۔ اٹلی نے آسٹریا کی فوجیں ہمیشہ کے لئے اپنے وطن سے باہر کردیں۔ اسی طرح یورپ کے ہر گروہ نے اپنے اپنے وطن کے جغرافیائی حدود بنائے اور اُن کے حصار میں اپنی "قومیت" کا قلعہ تعمیر کرلیا۔ نپولین کے زوال کے بعد جب یورپ کا نقشہ از سرِ نو بنایا گیا، تو یہ وطنی اور قومی حدبندیاں نقشہ کے خطوط میں داخل ہوگئیں۔

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ کیا انسانی آزادی و حقوق کے وہ تمام اصول جو اِن قومیتوں کا مایۂ خمیر تھے، دُنیا میں قائم ہوگئے؟ کیا امریکہ کے "اعلانِ آزادی" اور انقلاب فرانس کے "اعلانِ حقوقِ انسانی" کے مبادیات نے دُنیا کی تمام قوموں کے لئے حق و آزادی کی نعمت مہیا کردی؟ کیا واقعی طاقت کی جگہ حق کا اور استبداد کی جگہ آزادی کا دعویٰ تسلیم کرلیا گیا؟

دُنیا نے حیرت و دہشت کے ساتھ دیکھا کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ وہی "قومیتیں" جو انسان کے انفرادی و قومی حقوق کی حفاظت اور دفاع کے لئے وجود میں آئی تھیں کچھ دنوں کے بعد انسانی آزادی و حقوق کی پامالی و اتلاف کا ذریعہ ہوگئیں۔ اُن کی ابتدا "دفاعی قومیت" سے ہوئی تھی لیکن اُن کا ظہور "ہجومی قومیت" کی شکل میں ہوا۔ جماعتی تنگ نظری، وطنی غرور و کبر، اور قومی برتری و اقتدار کے تمام جذبات اُبھر آئے، اور انسانی آزادی و حقوق کے مبادیات و اصول اس لئے رہ گئے کہ ہر قوم صرف اپنے لئے اُن کا نفاذ چاہے، اور اپنے سوا سب کو اُن سے محروم دیکھے!

یہ وہی "وطنی و قومی عصبیت" کی حالت ہے، جس کی تشریح اوپر

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR: MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۵ | کلکتہ : جمعہ ۱۵ ـ محرم ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 15, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ھی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ـ

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ـ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ـ

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کر لی ھی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رھی ھی ـ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ـ

اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی ھین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ـ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ـ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یه نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون هون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ـ یاد رکھیی ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله ھی ـ ضروری ھی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا

(۶) اگر آپ دو تین ہفتہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے - مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری معاملات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

مطبوعات جديدة

ايك صدى قبل ايك مغربى خاتون كى مشرقية

ايك مرد نما انگريز خاتون جو شام مين متوطن هوگئى تهى .

لیڈي اسٹن هوپ

حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم موسیو بلوشر نے ایک نئے قسم کے تاریخي موضوع پر کتاب لکھي ہے : " اٹھارھویں صدي میں مغرب و مشرق کا اتصال " اسمیں اُن تمام یورپین اشخاص کے حالات جمع کیے ھیں جنھوں نے اٹھارھویں صدي میں " مشرقیة " اختیار کرلي تھي . " مشرقیة " سے مصنف کا مقصود یہ ہے کہ مشرقي ممالک کي رسوم ' معاشرت ' وضع و قطع ' اور ذوق و فکر کا اس طرح اختیار کرلینا ' گویا مغربیة ترک کر کے سرتا سر مشرقیة اپنے اوپر طاري کرلي ہے !

مصنف کو اس موضوع میں اُس سے کہیں زیادہ کامیابي ہوئي ہے ' جتني کامیابي کي بظاھر توقع کي جاسکتي ہے - ایک بہت بڑي تعداد یورپ کي تمام اقوام کي نظر آتي ہے جسنے ترکي ' مصر ' شام ' عراق ' ھندوستان ' اور چین میں توطن اختیار کرلیا تھا ' یا بہت زیادہ مدت تک بیٹے مقیم ھوگئي تھي ' اور اپنا مغربي جامہ اُتار کر سرتاسر مشرقي جامہ پہن لیا تھا - سترھویں اور اٹھارھویں صدي کے ھندوستان کے ھندوستاني انگریزوں ' ھندوستاني فرانسیسیوں ' اور ھندوستاني ڈچوں کے حالات سے تو هم بے خبر نہیں ھیں ' لیکن دوسرے مشرقي ممالک کے ان مشرقي مغربیوں کے حالات یقیناً همارے لیے نئي دلچسپي کا باعث ھونگے -

اب زمانے کي رفتار اُلٹ چکي ہے - اب مغربیوں کي مشرقیة کا نہیں بلکہ مشرق کي " مغربیة " کا دور دورہ ہے - یقیناً ایک ایسے عہد میں یہ حالات همارے لیے عبرت انگیز دلچسپي سے خالي نہونگے -

آج هم اس کتاب سے ایک انگریز خاتون کے حالات مع تصاویر کے نقل کرتے ھیں - یہ خاتون مشہور انگریز مدبر سر ولیم پٹ کے خاندان سے تعلق رکھتي تھي - اِسے شام و لبنان کي مشرقیة نے کچھہ اس طرح لبھا لیا تھا کہ اپنا وطن ' اپني قوم ' اور مغربي دنیا کے تمام علائق ترک کرکے همیشہ کیلیے لبنان میں مقیم ھوگئي اور بالآخر وھیں پیوند خاک ھوئي :

(لیڈي اسٹن هوپ)

سنہ ۱۷۷٦ - میں ایک انگریز لڑکي پیدا هوئي - باپ کي طرف سے اُسکا رشتہ لارڈ اسٹن هوپ سے ' اور ماں کي طرف سے لارڈ چٹہم سے ملتا تھا -

لارڈ اسٹن هوپ " باغي لارڈ " کے لقب سے مشہور تھا - کیونکہ وہ انقلاب فرانس کا بہت بڑا مداح اور جمہوریت کا حد غلو تک حامي تھا -

لارڈ چٹہم ' مشہور برطانوي وزیر اعظم ولیم پٹ کا باپ تھا - نپولین اعظم کے نام کے ساتھہ پٹ کا نام بھي همیشہ زندہ رہے گا - دونوں کي دشمني ' دشمني کي حد سے بھي تجاوز کرگئي تھي - ولیم پٹ نے جب جان دي ' تو اسکے آخري الفاظ یہ تھے : " جنگ ' جنگ " یعنے فرانس سے جنگ !

یہ لڑکي بچپن ھي سے عجیب الاطوار تھي - انتہا پسندي اُسے اپنے دادھیال سے ورثہ میں ملي تھي - مستقل مزاجي اور خیال کي آزادي ننھیال سے پائي تھي -

جب وہ چار برس کی تھي ' اُسکي ماں مرگئي - باپ نے نئي شادي کرلي - لڑکي اپنے باپ کي بیوي سے نباہ نہ کرسکي اور اپني ناني کے گھر چلي گئي - ناني کي موت کے بعد اپنے ماموں ولیم پٹ کے ھاں اُٹھہ آئي - یہاں اُسے انگلستان کے مشہور ترین آدمیوں اور یورپ کے بڑے بڑے مدبروں کے دیکھنے کا موقعہ ملا ' اور یورپین سیاست کے بہت سے راز اُس پر کھل گئے -

سنہ ۱۸۰٦ - میں ولیم پٹ کا بھي انتقال ھو گیا - مگر مرنے سے پہلے بھانجي کے نام پندرہ سو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کر گیا - اب اُسنے متوفي ماموں کا گھر بھي چھوڑ دیا اور دیہات میں اُٹھہ گئي - کئي سال دیہاتي زندگي میں بسر کردیے -

اپنے ماموں کے گھر اور دیہات میں انگلستان کے بہت سے معزز نوجوانوں سے اُسکي دوستي ھوگئي تھي - بعض کي محبت نے اُسکے دل کا التفات حاصل بھي کیا ' مگر نا معلوم اسباب کي بنا پر وہ شادي نہ کر سکي ' یا شادي کرني نہ چاھي -

یہ بات نہ تھي کہ وہ بد صورت ھو اور مرد اُس سے نفرت کرتے ھوں - اُسکا شمار حسینوں میں تھا - سرو قامت اور چھریرا بدن رکھتي تھي - لیکن اُسکے خط و خال زنانہ ھونے کي جگہہ زیادہ تر مردانہ تھے - اس لیے نسواني کشش اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے تھے -

(مشرق کی سیاحت)

سنہ ۱۸۱۰ - میں اُسکا بھائی بھي مر گیا - اس سے وہ بڑي محبت کرتي تھی اور اپني زندگي اُسکي خدمت کیلیے وقف کردي تھي - یہ حادثہ اسکے لیے ناقابل برداشت تھا - چنانچہ غم غلط کرنے کیلیے سمندر کے سفر کا قصد کیا - پہلے صرف جبل طارق تک جانے کا

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے ھین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W.

ھے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار' پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں' پرانی تصویریں' پرانے سکے اور نقوش' پرانے زیور' آرائش و تزئین کا ھر قسم کا سامان' اور ھر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر' اگر آپ کو مطلوب ھیں' تو ھم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم ھماری نمایش گاھوں اور ذخائر کی فہرستیں ھی منگوا لیجیے - اھل علم اور اھل دولت' دونوں کیلیے ھمارا ذخیرہ قیمتی ھے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ھے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر' شام' فلسطین' ھندوستان' ایران' ترکستان' چین' وغیرہ ممالک میں ھمارے ایجنٹ ھمیشہ گردش کرتے رھتے ھیں -

با این ھمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ھیں'

براعظم یورپ ' امریکہ ' اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل' کتب خانے' اور عجائب خانے' ھم سے نوادر حاصل کرتے رھتے ھیں - قاھرہ کے نئے ایوان شاھی کے نوادر ابھی حال میں ھم ھی نے فراھم کیے ھیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ھوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھی پہلے ھم ھی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن ھے کہ ھمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

" اُس کي شخصيت ' ذاتي عظمت اور انوکھے اطوار سے مرکب ہے - اِس مرکب کي تعليل کرنے کي ناکام کوشش کي جگہ ہميں اُسکا نام جنون رکھدينا چاہيے "

يہ شاعر کي راے ہے - ليکن خود خاتون نے شاعر کو کس نظر سے ديکھا ؟ وہ اپني ياد داشت ميں لکھتي ہے :

" يہ شخص تصنع کا عادي ہے - زنانہ اطوار رکھتا ہے - ہميشہ اپنے پيروں کي سبکي اور نزاکت دکھانے کي کوشش کرتا ہے - مذہب کے بارے ميں جب اس سے سوال کيا جاتا ہے تو صاف جواب دينے سے ڈرتا ہے "

وہ اپنے ملاقاتيوں کے ساتھہ ايوان ميں مردوں کي طرح بيٹھا کرتي تھي - گفتگو کا انداز يہ تھا گويا مقرر تقرير کر رہا ہے - رات رات بھر باتيں کرتي رہتي - يہانتک کہ ملاقاتي بے اختيار ہوکر سو جاتے تھے !

(بڑھاپا اور خاتمہ)

اسکي زندگي کے آخري دن بڑي ہي تکليف ميں کٹے - بڑھاپے کے زمانہ ميں سود خوار يہوديوں کا افسون اُس پر چل گيا تھا - قرض کي عادت پڑگئي تھي - اسراف کي کوئي حد نہ رہي تھي - نتيجہ يہ نکلا کہ ديواليہ ہوگئي - صرف چار غلام باقي رہ گئے - باقي تمام خدم و حشم رخصت کرنا پڑے اور تمام جائداد ہاتھہ سے نکل گئي - حتی کہ ولیم پٹ کا وظيفہ بھي قرضہ کي نذر ہوگيا - سنہ ۱۸۳۸ ميں اِس خود دار خاتون نے ملکہ وکٹوريا اور وزير اعظم انگلستان کو اپني حالت زار سے آگاہ کيا اور اعانت کيلیے بڑي بڑي منتيں کيں مگر کوئي شنوائي نہ ہوئي -

نتيجہ يہ نکلا کہ صحراء کي ملکہ فاقے کرنے لگي - عمر کي زيادتي ' بڑھاپے کي کمزوري ' پراني عظمت کي ياد ' موجودہ بے سروساماني ؛ غرضکہ سيکڑوں مصيبتيں بيک وقت ٹوٹ پڑي تھيں - بالآخر بيمار ہوئي اور سنہ ۱۸۳۹ - ميں اپنے پيچھے ايک عجيب تاريخ چھوڑ کر فوت ہوگئي - بيروت کے انگرز قونصل نے سنا تو فوراً پہنچا ' اور تجہيز و تکفين کے رسوم انجام ديکر محل کے باغ ميں نعش دفن کردي -

مدت کي غفلت کے بعد سنہ ۱۹۱۱ - ميں انگلستان کو يہ خاتون ياد آئي اور اُس کي قبر پختہ بنوادي گئي - مصنف کا بيان ہے کہ سنہ ۱۹۱۳ - ميں اُس نے قلعہ کے کھنڈر اور اسکي نئي بني ہوي قبر دير الياس ميں ديکھي تھي -

ليڈي اسٹن ہوپ لا مارٹين کے ہمراہ اپنے قلعہ ميں
ليڈي کے سر پر پگڑي ہے اور لا مارٹين برہنہ سر ہے -

افسانہ

محبت اور قرباني
يا
سزا اور انتقام ؟

وکٹر ہيگو کا " بشپ " اور تاريخ اسلام کا " بغدادي "

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتي
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گريز پاي را

(۱)

انگريزي تعليم يافتہ اشخاص ميں بہت کم لوگ ہونگے جنہوں نے فرانس کے مشہور انشا پرداز وکٹر ہيگو Victor Hugo کي مصنفات کے انگريزي ترجمے نہ پڑھے ہوں - نثر ميں اُس کي بہترين کتاب " ميزربل Les Miserables تسليم کي گئي ہے - اس قصہ ميں اُس نے دکھايا ہے کہ انساني زندگي کي تمام شقاوتيں اور مصيبتيں صرف اس ليے موجود ہيں کہ سوسائٹي کا نظام اور اخلاق غلط ہے - اس کے پاس رحم ' محبت ' عفو ' اور اصلاح کے ليے تو کوئي جذبہ نہيں ' ليکن وہ قانون اور سزا پر پورا اعتقاد رکھتي ہے - نتيجہ يہ ہے کہ انسان کو جرم اور مصيبت سے بچانے کے ليے وہ کچھہ نہيں کرسکتي - ليکن جرم پر سزا دينے اور مصيبت پر نفرت کرنے کے ليے ہر وقت طيار رہتي ہے !

ايک شخص جو اپني يا اپنے عزيزوں کي بھوک سے عاجز آکر چوري کرتا ہے ' يا نيکي اور خدا پرستي کي تعليم نہ ملنے کي وجہ سے گمراہ ہو جاتا ہے ' اُسے کتني ہي سزائيں دي جائيں ' وہ جرم کرتا ہي رہيگا - کيونکہ سزا نے نہ تو اس کي بھوک کا علاج کيا ' نہ اس کي روح کي تاريکي کے ليے نيکي کي روشني بہم پہنچائي - اس کا علاج رحم اور محبت ہے - مگر يہي چيز سوسائٹي کے پاس نہيں ہے !

وہ کہتا ہے ' جرم اور گناہ روح کا زخم ہے - يہ محبت کے مرہم ہي سے اچھا ہوسکتا ہے - ليکن دنيا کے پاس مرہم نہيں ہے - صرف سزا کا تازيانہ ہے !

ارادہ تھا - لیکن جب وہانتک پہنچ گئي تو آگے بڑھنے کا شوق دامنگیر ہوا - یہانتک کہ مشرق کے تمام مشہور مقامات یونان' ترکي' مالٹا' مصر' وغیرہ کي اُس نے سیر و سیاحت کرلي - اُس وقت یہ تمام ممالک عثماني سلطنت کے زیر نگیں تھے -

(مشرقیة کي ابتدا)

ایک مرتبہ اس سیاحت کے اثنا میں ایسا اتفاق ہوا کہ اُسکي کشتي سمندر میں ٹوٹ گئي - قریب تھا کہ سب ڈوب جاتے - لیکن عین وقت پر بچا لیے گئے - چونکہ اس حادثہ میں اس خاتون کے کپڑے ضائع ہو گئے تھے' اسلیے ایک ترک افسر نے اپني جنگي وردي اُتار کر دیدي اور اُسنے شکریہ کے ساتھہ قبول کرلي - یہ پہلا موقعہ تھا کہ اپنا مغربي اور جنسي لباس ترک کرکے اسنے مشرقي اور مردانہ کپڑے پہنے' لیکن یہ وضع کچھہ ایسي دل کو بھا گئي کہ مدة العمر کے لیے مردانہ مشرقي وضع اختیار کرلي !

لڑکي ایک ترک افسر کي وردي پہنے اسکندریہ میں داخل ہوئي اپني سہیلي کو بھي مردانہ لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا - چند روز آرام کرکے فلسطین روانہ ہوئي - یہاں ترکي وردي اُتار کر مصري ممالیک کا پر شوکت لباس اختیار کرلیا - سر پر عمامہ' جسم پر قفطان اور جبہ' سنہري تلوار کمر میں' اس انگریز خاتون کي جو سر ولیم پٹ وزیر اعظم برطانیہ کي بھانجي تھي' دلپسند وضع تھي !

ملکہ زینوبیا (زباء) کي اس ویران راجدھاني کے کھنڈروں میں (کیونکہ وہ فلسطین ھي میں تھي) اُسے غیر معمولي کیفیت محسوس ہوئي - یہاں اس مرد نما خاتون کو صحرا نشینوں نے ملکۂ صحراء کا تاج پہنایا !

(مشرقیة کا فیصلہ)

معلوم ہوتا ھے' اسي زمانہ میں اسکے اندر مشرقي توطن اور مشرقي زندگي کا خیال پیدا ہوگیا تھا' اور اُسنے اپني بقیہ زندگي کیلیے ایک آخري فیصلہ کر لیا تھا - وہ حماة اور انطاکیہ ہوتي ہوئي دیر الباس نامي مقام پر پہنچي' اور یہاں آبادي سے باہر پہاڑ پر اپنے لیے ایک قلعہ طیار کرایا - یہي قلعہ اُسکا گھر اور یہي پہاڑ اُسکا وطن ہوگیا - یورپ اور یورپ والوں کو بالکل بھول گئي - عربي حقہ منہہ سے لگا کر دھواں اڑاتي - گھوڑے پالتي - غلام خریدتي - اور ایک مشرق نژاد امیر کي سي زندگي بسر کرتي - اس کے پاس چالیس غلام تھے - خود اسي نے انہیں جنگي قواعد بھي سکھائي تھي -

آھستہ آھستہ اس نے بڑي قوت اور اھمیت حاصل کرلي - اب اُسکي حیثیت ایک طاقتور شیخ قبیلہ کي ہوگئي تھي - بستي کے تمام قبائل اس کے مطیع ہوگئے تھے - یہ پوري فیاضي کے ساتھہ انہیں روپیہ دیتي' اور اُنھي کي زبان میں اُن سے باتیں کرتي - اُنکے تمام جھگڑے قضیے اِسي کے سامنے آتے - یہ تمام مقدمات کا ایک حکمران کي طرح فیصلہ کرتي اور مجرموں کو سزائیں دیتي - قرب و جوار کے سرکش لوگوں سے مقابلہ بھي جاري رہتا - اسکي دھاک تمام علاقہ میں بیٹھہ گئي تھي - لوگ اسکے رعب سے کانپتے تھے - اُسکے پاس ایک جلاد بھي نوکر تھا جو عادي مجرموں کو قتل کرتا تھا - قید خانہ بھي بنایا تھا - مجرموں کو اسمیں قید کرتي تھي -

۲۵ - برس یہاں رھي' اور اِسطرح رھي' کہ اس علاقہ کي ایک طاقتور امیر سمجھي جاتي تھي - بسا اوقات دول یورپ بھي مجبور ہوئیں کہ اُسکي خوشامدیں کریں - انگریز ہونے پر بھي وہ انگریزوں اور انگریزي حکومت سے سخت نفرت کرتي تھي - اِس جوار میں جب کبھي انگریز ریشہ دواني کرتے' یہ فوراً اسکا توڑ کردیتي - اُسوقت انگلستان کي خارجي نظارت یقین کرتي تھي کہ یہ عجیب و غریب انگریز عورت مشرق میں اُسکي ایک خطرناک دشمن ھے !

اُسکي همت' شجاعت' قوت : کا اندازہ اس سے ہوسکتا ھے کہ لبنان کے مشہور دروزي سردار "امیر شہاب" جیسے جبار سے بھي اسنے مقابلہ کیا تھا !

اِس سے بھي بڑھکر یہ کہ محمد علي خدیو اول کے بیٹے ابراھیم پاشا نے جب شام پر حملہ کیا' تو اس سے درخواست کي کہ یہ غیر جانب دار رہے - یہ ابراھیم پاشا وھي تھا جس نے ایک طرف حجاز میں نجدیوں کا تخت الٹ دیا تھا' دوسري طرف سلطنت عثمانیہ کو اپنے جبروت کے آگے جھکنے پر مجبور کردیا تھا !

اُسے گھوڑوں کا بڑا شوق تھا - اصیل سے اصیل عربي گھوڑے اُسکے اصطبل میں بندھے رھتے تھے - بلیوں سے بھي بہت محبت تھي - اُسکا قلعہ بلیوں سے بھرا رھتا تھا - وہ جادو' نجوم' اور تناسخ کي بھي قائل تھي -

(لامارٹین سے ملاقات)

سنہ ۱۸۳۲ - میں مشہور فرانسیسي شاعر و مصنف لامارٹین (۱) اس سے ملا تھا جب اُس نے مشرق قریب کا سفر کیا تھا - اُسوقت وہ بڑھي ہوچکي تھي - شاعر نے اسکي بابت اپنا تأثر جن لفظوں میں ظاہر کیا ھے وہ حسب ذیل ھیں :

ليڈي اسٹن هوپ

مشرق کے سفر اور مشرقیت سے پہلے

(۱) لامارٹین انیسویں صدي کا مشہور فرانسیسي شاعر اور مصنف ھے جس کي نسبت تسلیم کیا گیا ھے کہ شعر موسیقي (لیریک) کے جدید مذھب (اسکول) کا باني رھي ھے - مشرق اور مشرقي شاعري سے بھي اسے غیر معمولي دلچسپي تھي - خیال کیا جاتا ھے' اسکے کلام کا وہ حصہ جس میں خدا کي حمد و ثنا ایک نئے اسلوب میں کي گئي ھے اور اسکي صفات و تجلیات کے مظاہر کا استغراق نمایاں ہوتا ھے' در اصل اسلامي الاھیات و تصوف کے مطالعہ کا پرتو ھے - سنہ ۱۸۳۰ - میں اُس نے اسلامي ممالک کا سفر کیا - اُسوقت سلطان عبد المجید خاں مرحوم تخت عثماني پر متمکن تھے - اُنھوں نے جب اس سیاح کے حالات سنے تو ملاقات کیلیے بلایا' اور اسمرنا اور لبنان میں ایک بہت بڑا قطعۂ زمین بطور جاگیر کے بخشدیا - اُس کے بعد سے لامارٹین کچھہ عرصہ اسمرنا میں رھا - کچھہ عرصہ لبنان میں - اسي زمانہ میں اس نے اپنا مشہور سفر نامۂ مشرق مرتب کیا اور دولة عثمانیہ کي تاریخ آٹھہ جلدوں میں لکھي - مندرجۂ متن راے اُسکے سفر نامہ سے ماخوذ ہوگي' اگرچہ مصنف نے حوالہ نہیں دیا ھے - (الهلال)

" تو كيا وه بات ٹھيك تھي " پوليس افسر نے متعجب هوكر كہا " جو اس شخص نے هم سے بيان كي تھي ؟ جب هم نے اِس سے دريافت كيا كہ يہ قيمتي سامان تمهيں كيونكر ملا ؟ تو اُس نے كہا كہ......"

بشپ نے اُس كي بات ختم هونے كا انتظار نهيں كيا - خود هي يہ كہكر پوري كردي :

" اُس نے كہا كہ يہ چيز مجھے ايك بڑھے پادري نے دي تھي جس كے يہاں ميں نے رات بسر كي تھي ' مگر تم نے اُسكي بات باور نہ كي اور گرفتار كركے ميرے پاس لے آئے - كيوں ؟ يہي بات هے ؟ اگر يہي بات هے تو تم نے غلطي كي "

پوليس افسر نے جين كو چھوڑ ديا - جين كي كند اور اكھڑ طبيعت كے ليے ممكن نہ تھا كہ وہ اس لطيف مگر حيرت انگيز طرز عمل كي نزاكت محسوس كرسكتا - صورت حال كي عجيب ' غير متوقع ' اور انقلابي نوعيت نے اسے مبهوت كرديا - اُس كي آنكھيں كھلي تھيں مگر اُسے كچھہ دكھائي نهيں ديتا تھا - بشپ اٹھا اور چاندي كے دونوں شمعدان جو اُس كي چوري سے بچ رہے تھے ' اٹھا سامنے كر ديے :

" ميرے دوست ! يہ اپني چيز ليلو اور خدا كے امن اور سلامتي كے ساتھہ جاؤ - مگر ديكھو ' جب كبھي تم واپس آؤ ' تو ياد ركھنا - تمهارے ليے بالكل غير ضروري هے كہ باغ ميں سے گزرنے كي زحمت برداشت كرو - تم اس گھر ميں هميشہ اُس كے صدر دروازے سے داخل هوسكتے هو - رات هو يا دن - وہ كبھي اندر سے بند نهيں كيا جاتا - صرف بھڑا ديا جاتا هے "

جين نے بغير اس كے كہ صورت حال سمجھہ سكا هو ' ايك ايسے آدمي كي طرح جو اپنے هوش و حواس ميں نہ هو ' هاتھہ بڑھا ديا اور شمعدان لے ليے - اب بشپ ايك قدم آگے بڑھتا هے اور جين كے كان ميں كہتا هے :

" ديكھو يہ نہ بھولنا كہ تم نے مجھہ سے آج كيا وعدہ كيا هے ؟ تم نے وعدہ كيا هے كہ اِس سامان كي قيمت سے ايك راست باز آدمي كي زندگي بسر كروگے "

جين نے كوئي وعدہ نهيں كيا تھا - وہ تو مبهوت اور دم بخود كھڑا تھا - بشپ نے اُس كے كہنے كا انتظار نهيں كيا - اُسے جو كہنا چاهيے تھا ' وہ خود هي اُس كي طرف سے فرض كرليا - قبل اس كے كہ منظر ختم هو ' بشپ كي زبان پھر كھلتي هے - وہ جين كے كاندهے پر شفقت سے هاتھہ ركھتا هے اور كہتا هے :

" جين والجين ! ميرے دوست ! ميرے عزيز بھائي ! اب تم زيادہ عرصہ تك برائي كي زندگي ميں نهيں رهسكتے - ميں نے آج تمهاري روح تم سے خريد لي هے - ميں اُسے تاريكي سے نكال كر خدا كے حوالہ كرتا هوں ! "

***

" ميرے دوست ! تم يہ اپنے شمعدان كيوں چھوڑ گئے ؟ يہ بهي چاندي كے هيں اور دو سو ميں فروخت هو سكتے هيں "

ميں نے جب كبھي قصہ كا يہ حصہ پڑھا هے ' تو محسوس كيا هے كہ كوئي چيز ضرورت سے زيادہ يہاں آگئي هے - ميں خيال كرتا هوں ' اگر وكٹر هيوگو يہ منظر وهيں پر ختم كرديتا جہاں بشپ نے شمعدان ديكر كہا تھا " سلامتي كے ساتھہ جاؤ " تو يہ تصوير كہيں زيادہ موثر اور مكمل هوتي - اس سے زيادہ بشپ كو خود اپني زبان سے كہنے كي ضرورت نہ تھي - اس سيرة (كيريكٹر) كي ساري تاثير اُس كي حالت كي رفعت اور كيفيت ميں هے - صراحت اور وضاحت ميں نهيں هے — بسا اوقات عمل كي تاثير ايك مقدس خاموشي هوتي هے جسے چھونا نهيں چاهيے - زبان كي گويائي اُس ميں مخل هوسكتي هے مگر اضافہ نهيں كرسكتي !

***

بهر حال جين يہاں سے نكلتا هے ' اور اب وہ وقت آتا هے كہ زندگي بهر كي خواب گراں كے بعد اچانك اُس كي آنكھيں كھلتي هيں اور وہ ديكھتا هے كہ افكار و احساسات كي ايك بالكل نئي دنيا اُس كے اندر پيدا هوگئي هے - يہ اُس كي زندگي ميں پہلا موقعہ تھا كہ نفرت ' حقارت ' اور ' سزا كي جگہ رحم ' محبت ' اور عفو و بخشش كي دل نواز صدا اُس كے كانوں ميں پڑي تھي - يہ پہلا موقعہ تھا كہ اُسے معلوم هوا ' اس دنيا ميں صرف " قانون " اور " سزا " هي نهيں هے بلكہ ان سے بهي ايك بالا تر حقيقت هے جو " محبت " اور " قرباني " هے اور جس كي وسعت اور گہرائيوں كي كوئي انتہا نهيں - وہ كتنا هي اس حقيقت كي تاثير سے بچنا چاهتا ليكن يہ اُس كي روح و دل زخمي كيے بغير نهيں رهسكتي تهي - وہ قيد خانہ تولون كا مشہور مجرم سہي ' مگر پھر بهي انسان تھا - سانپ اور بھيڑيا نہ تھا - سانپ كا پھن اور بھيڑيے كا پنجہ بهي تو محبت اور فياضي كے سامنے نهيں اُٹھہ سكتا ؟ نا ممكن تھا كہ وہ بشپ كي رحمت و قرباني سے اپني شقاوت و معصيت كا مقابلہ نہ كرتا - اُس كا دل جيسے سوسائٹي كي بے مہري ' قانون كي سنگ دلي ' اور زندگي كي محروميوں نے پتھر كي طرح سخت كرديا تھا ' اب محبت كي دل نوازيوں سے بے اختيار پگھلنے لگا - سچ يہ هے كہ اب اُس كي روح اُس كي نهيں رهي تهي - اُسے بشپ كي نگاہ محبت نے خريد ليا تھا - اس خريد و فروخت ميں بشپ نے چند برتن كھوئے ' ليكن جين نے اپني پوري زندگي جو گُم هوچكي تهي واپس پالي - اگر بشپ جين كو قانون اور سزا كے حوالے كرديتا تو كيا پاتا ؟ چاندي كے چند برتن جو اُس كے گھر سے چرائے گئے تھے - ليكن چاندي كے برتن زيادہ قيمتي هيں يا خدا كے ايك بھٹكے هوئے بندے كي خدا كے طرف واپسي ؟ بشپ كا فيصلہ يہ تھا كہ چاندي نهيں بلكہ انسان قيمتي هے ! اُس نے برتنوں كے ساتھہ شمعدان بهي ملاديے - كيونكہ پھر بهي يہ سودا بہت ارزاں تھا !

***

اس قصہ میں ایک نہایت ھی موثر سیرۃ (کیریکٹر) ایک قصبہ کے بشپ (بڑے پادری) کی ھے ' اور اسی سے قصہ شروع ھوتا ھے - یہ بشپ رحم اور محبت کا پیکر تھا - انسان کی شقاوت اور مصیبت کے لیے اُس کے دل میں نفرت کی جگہ رحمت تھی - وہ اِس حقیقت سے بے خبر نہ تھا کہ انسانی روح نفرت و بغض سے نہیں بلکہ محبت اور فیاضی سے شکار کی جاسکتی ھے - وہ اپنی تمام بیش قرار تنخواہ بے نواؤں کی اعانت اور بیماروں کی تیمارداری میں خرچ کرڈالتا اور کہتا " یہ میرے گھر کا خرچ ھے " - وہ اپنا تمام وقت ابناء جنس کی خبر گیری و خدمت میں صرف کردیتا اور کہتا " یہ میرے اوقات کی تقسیم ھے " - جب کبھی کوئی بیمار پڑتا ' یہ اس کے سرھانے پہنچ جاتا - جب کبھی کوئی مصیبت میں مبتلا ھوتا ' یہ اُس کے دروازہ پر دستک دیتا - جب کبھی کوئی مجرم گرفتار ھوتا ' یہ اُسے توبۂ و انابت کی تسکین دینے میں مشغول نظر آتا !

اُس کا دروازہ ھمیشہ کھلا رھتا - ھر آنے والے کے لیے وہ ایک ھی آواز رکھتا تھا " اندر چلے آؤ " اُس کی راتیں خدا کے تصور میں بسر ھوتی تھیں اور دن اس کے بندوں کی محبت میں !

***

اُسی زمانہ میں ایسا اتفاق ھوا کہ فرانس کا ایک مشہور مجرم اٹھارہ برس کی سزا جھیل کر تولون کے قید خانہ سے رھا ھوا اور اُسی قصبہ سے گزرا - جاڑے کا موسم تھا - ایک پہر رات گزر چکی تھی - بھوک اور تھکن سے چور چور ھو رھا تھا - سارے قصبہ کا بار بار چکر لگایا کہ رات بھر کے لیے کہیں پناہ مل جائے مگر میسر نہ آئی - وہ ایک رھا شدہ قیدی تھا - کون تھا جو ایسی قابل نفرت مخلوق کو اپنی چھت کے نیچے دیکھنا گوارا کرتا ؟ مجبوراً اس نے ایک احاطہ کی شکستہ کوٹھری میں پناہ لی ' لیکن وہ کتے کا گھر تھا - کتے نے بھی گوارا نہ کیا کہ اُس کے ساتھہ شب باش ھو ! پھر اس نے سونچا ' میرے لیے صرف قید خانہ ھی میں جگہ نکل سکتی ھے - وہ قصبہ کے قید خانہ کے دروازہ پر پہنچا اور بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ رات بھر کے لیے اسے جگہ دیدی جائے - لیکن دروازہ کے محافظ نے کہا " یہ سرائے نہیں ھے - قید خانہ ھے - اگر یہاں آنا چاھتے ھو تو پہلے اپنے کو گرفتار کراؤ "

افسوس بد قسمت انسان ! قید خانہ بھی اُسے پناہ نہیں دے سکتا جب تک وہ جرم نہ کرے !

***

آخر اتفاقات اُسے بشپ کے دروازہ پر پہنچاتے ھیں - حسب معمول آواز آتی ھے " اندر چلے آؤ " یہ مکان میں جاتا ھے اور اپنی داستان مصیبت سناتا ھے - بشپ ایک دوست اور بھائی کی طرح اُس کا خیر مقدم کرتا ھے اور اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھہ میز پر بٹھا کر کھانا کھلاتا ھے - گرم کمرہ ' گرم غذا ' آرام و عافیت سے رات بسر کرنے کا سامان ؛ صورت حال کی یہ تبدیلی جین والجین کی طبیعت میں (کیونکہ رھا شدہ قیدی کا یہی نام تھا) شگفتگی پیدا کردیتی ھے - وہ بشپ سے بے تکلف ھوکر باتیں کرنے لگتا ھے - لیکن وہ سخت متعجب ھوتا ھے جب دیکھتا ھے کہ بشپ اُسے گفتگو میں " جناب " کرکے مخاطب کرتا ھے - اُس نے اپنی زبان سے لاکھوں مرتبہ دوسروں کو " جناب " کہا تھا ' لیکن خود اپنے لیے یہ لفظ کبھی نہیں سنا تھا - اُس کی ساری عمر قید خانے کے سپاھیوں کی گالیاں سننے میں بسر ھوئی تھی - وہ حیران ھوکر کہتا ھے " میں ایک رھا شدہ قیدی ھوں - اگر تم میرے حال سے واقف ھوتے تو ایسا نہ کہتے " لیکن بشپ کہتا ھے " میں تم سے واقف ھوں - کیونکہ تم میرے بھائی ھو ! "

کھانے کے بعد وہ جین کے لیے اپنے کمرے کے ساتھہ کا کمرہ طیار کرادیتا ھے - چاندی کا شمع دان روشنی کے لیے رکھدیتا ھے ' اور شب بخیر کہکر رخصت ھوجاتا ھے -

جین شکر گزار ھوکر سو جاتا ھے - عمر بھر میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ قید خانہ کے سخت اور ٹھنڈے فرش کی جگہ ایک نرم اور گرم بستر سے اس کا جسم مس ھوا تھا !

***

اب ایسا ھوتا ھے کہ پچھلے پہر اُس کی آنکھہ کھلتی ھے - اس کا دماغ جو شام کی مصیبتوں سے تھک کر معطل ھوگیا تھا ' کئی گھنٹے آرام پاکر اپنی اصلی حالت میں واپس آجاتا ھے اور اپنا گرد و پیش سونچنے لگتا ھے - اچانک اس کے خیالات میں جنبش ھوتی ھے - طمع و حرص کے مجرمانہ جذبات بھڑک اُٹھتے ھیں - جرم کا ذوق خفتہ بیدار ھوجاتا ھے - اسے یاد آتا ھے کہ کھانے کی میز پر چاندی کے قیمتی برتن موجود تھے جو اسی کمرے میں ایک جگہ رکھے ھوئے ھیں - وہ اُٹھتا ھے - پہلے بشپ کے کمرے میں جاتا ھے - نہیں معلوم جرم و گناہ کے کیسے خوفناک ارادے اُس کے اندر کھول رھے تھے ؟ لیکن جب بشپ کے ساکن اور نورانی چہرے پر نظر پڑتی ھے تو جھجھک کے رہ جاتا ھے - گھبراھٹ میں جلد جلد چاندی کے برتن اُٹھاتا ھے ' اور باغ کی دیوار پھاند کر روانہ ھوجاتا ھے -

***

بشپ صبح اُٹھتا ھے - وہ خیال کرتا ھے کہ اپنے مہمان کے لیے گھر کی گائے کا تازہ دودھہ مہیا کرے - لیکن اتنے میں خادمہ آتی ھے اور خبر دیتی ھے کہ یہ " مہمان عزیز " چاندی کے تمام برتن لیکر بھاگ گیا - بشپ سنتا ھے ' لیکن اُس کی زبان سے شکایت کا ایک حرف نہیں نکلتا - وہ کہتا ھے ' لکڑی یا لوھے کے برتن بھی اُسی طرح کام دے سکتے ھیں جس طرح چاندی کے برتن ' وہ بہ آسانی مہیا کرلیے جائینگے !

اتنے میں دروازہ کھلتا ھے اور پولیس کے سپاھی جین والجین کو گردن سے پکڑے نمودار ھوتے ھیں - اُن سے معلوم ھوتا ھے کہ صبح یہ قصبہ سے نکل کر تیزی سے بھاگا جا رھا تھا - پولیس کے ایک سپاھی کو شبہ ھوا اور گرفتار کر لیا - شبہ کی تصدیق اُس بقچہ سے ھوئی جو اِس کی بغل میں تھا - اُس سے چاندی کے قیمتی برتن نکلے -

یہی موقعہ بشپ کی سیرۃ (کیریکٹر) کی سب سے زیادہ موثر تصویر پیش کرتا ھے - جونہی بشپ کی نظر جین پر پڑی ' بے تامل آگے بڑھا :

" میرے دوست کیا تم ھو ؟ " بشپ نے کہا " میں تمھیں دیکھہ کر بہت خوش ھوا - لیکن یہ کیا بات ھے کہ تم جاتے ھوئے اپنے شمعدان یہیں چھوڑ گئے ؟ حالانکہ وہ بھی تو چاندی کے ھیں " اُس نے چاندی کے لفظ پر زور دیا " اور کم سے کم دو سو روپیہ میں فروخت ھوجا سکتے ھیں ؟ "

پولیس افسر ایک دوسرے ھی طرح کے معاملہ کا متوقع تھا - یہ صورت حال دیکھی تو گھبرا گیا :

مذاكرهٔ علميه

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

یورپ کے طبي حلقے سالها سال سے اعادۂ شباب اور درازي عمر کے جن تجربوں میں مشغول تھے ' اُن میں سب سے زیادہ کامیابي ڈاکٹر وورو نوف کو هوري هے جو بندر بي گلٹیوں کي قلم انسان کے جسم میں لگا کر بوڑھاپے کو جواني سے بدل دیتا هے - اُس کي حیرت انگیز عملي کامیابیوں کا غلغله چار سال سے بلند هے ' اور اب اس درجه مشہور هو چکا هے که هر چوتھے پانچویں هفتے اِس بارے میں کوي نه کوي خبر ریوٹر ایجنسي کے ذریعه دنیا میں مشتہر هوجاتي هے -

سب سے پہلے سنه ۱۹۲۲ - میں ریوٹر نے یه خبر مشتہر کي تھي که سابق قیصر جرمني نے ڈاکٹر وورو نوف کو بلایا هے تا که اس عملیه کا تجربه کریں - اُسکے بعد سنه ۱۹۲۴ - میں فرانس کي هافاس ایجنسي نے خبر دي که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو الجزائر بھیجا هے تا که رهاں کي بهیڑوں پر اس عملیه کا تجربه کریں - اُسي زمانے میں پیرس کے مشہور مصور رساله لا الستراسیوں نے اس عملیه کي تاریخ اور عملي نتائج پر متعدد مضامین لکھے ' اور تھوڑے عرصه کے بعد انگلستان کے اخبارات سے معلوم هوا که ڈاکٹر وورو نوف نے لنڈن کا سفر کیا هے اور شاهي طبي مجلس کے زیر اهتمام ایک وقیع جلسه میں تقریر کي هے - اس جلسه میں انهوں نے ایک ۷۵ - برس کا سالخورده آدمي بھي پیش کیا تھا جو حد درجه کمزور هو چکا تھا ' مگر اب اس عملیه کے ذریعه زیاده سے زیاده چالیس برس کا طاقتور جوان معلوم هوتا تھا !

اس کے بعد فرانس اور انگلستان کے طبي رسالوں میں یه مبحث از سر نو چھڑ گیا - مختلف پہلوؤں سے اس پر بحثیں هوتي رهیں -

شاید هندوستان هي وہ جگه هے ' جہاں اس عملیه کي کامیابي اور مقبولیت کا سب سے پہلے اور سب سے بہتر اندازہ لگایا جا سکتا تھا - بندروں کي سب سے بڑي آبادي افریقه کے بعد هندوستان میں هے - اور اگر عمده نسل کے بندروں کي جستجو هو تو وہ غالباً صرف هندوستان اور اسکے جزیروں هي میں مل سکتے هیں - اس لیے هر ایسے عملیه کے لیے جس میں اِس " انسان سے ایک درجه فرو تر " جانور کي ضرورت هو ' ضروري هے که هندوستان سے اپني ضرورت پوري کرنے کا انتظام کرے - سنه ۱۹۲۵ع میں اچانک معلوم هوا که شمالي هند میں ایک نئي قسم کي تجارت شروع هوگئي هے اور خوب فروغ پا رهي هے - یه تجارت بندروں کے فرانس بھیجنے کي تجارت تھي - معلوم هوا که فرانس کي ایک حیوانات فروش دکان سیکڑوں هزاروں کي تعداد میں عمده نسل اور قسم کے بندر طلب کر رهي هے ' اور بمبئے ' کلکته ' کولمبو سے ایک ایک جهاز میں سو سو بندر بھیجے جا رهے هیں - یه صورت حال اس بات کا قطعي ثبوت تھي که ڈاکٹر وورو نوف کا عملیه کم از کم مقبول خوب هو رها هے !

حال میں ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے ایک نئي خبر شائع کي تھي - اس سے معلوم هوا تھا که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو فرانس اور اٹلي کے سرحدي مقامات میں سے ایک نهایت پر فضا اور معتدل مقام دیدیا هے ' اور انهوں نے رهاں ایک قدیم قلعه میں بهت بڑي تعداد بندروں کي جمع کرلي هے - مقصود اس سے یه هے که خود یورپ میں بندر پال کر بڑي تعداد پیدا کرلي جائے ' تاکه اس عملیه کے انجام دینے میں سهولت هو -

اس خبر کے دو هفته بعد پیرس کے مشهور اخبار طان میں ایک ملاقات کا دلچسپ حال شائع هوا جو اسي سرحدي مقام کے قدیم قلعه میں (جو اب بندروں کي قیام گاہ هے) مسٹر چرچل اور ڈاکٹر موصوف میں هوئي تھي - ملاقات کي سرگزشت ڈاکٹر ایم - لوئي فارست کے قلم سے نکلي تھي جو ڈاکٹر وورو نوف کے پرانے دوست هیں -

چونکه یه معامله موجوده دنیا کا سب سے زیاده اهم طبي انکشاف هے ' اس لیے هم چاهتے هیں ایک جامع تحریر اس موضوع پر شائع کردیں - هم نے مختلف مصادر سے اس مبحث کے تین اهم حصے لے لیے هیں اور انهیں ضروري تصاویر کے ساتھ شائع کر دیئے هیں - پهلا ٹکڑه نیویارک کے مڈیکل جرنل کے ایک مضمون سے ماخوذ هے جو دنیا کے معتمد طبي رسائل میں سے هے - دوسرا پیرس کے مشهور مصور رساله " لا الستراسیون " کے مضامین سے مرتب کیا گیا هے جو اس موضوع پر شائع هوئے تھے - تیسرا " طان " پیرس سے لیا گیا هے جس میں مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کي ملاقات کي سرگزشت بیان کي گئي هے - اس کا مختصر خلاصه هندوستان کے بعض انگریزي اخبارات میں بھي شائع هوگیا تھا ' لیکن اب ڈاک کے اخبارات میں " طان " آگیا هے اور اس میں پوري سرگذشت درج هے -

(۱)

(انساني عمر کي درازي)

زندگي کي بیمه کرنے والي کمپنیوں کي سالانه رپورٹیں ظاهر کرتي هیں که گزشته صدي کے آخري پچیس برسوں میں انسان کي عمر پہلے سے باره برس زیاده هوگئي هے - امریکن پروفیسر ڈاکٹر میو نے واشنگٹن یونیورسٹي مین پچھلے مهینه تقریر کرتے هوئے کها :

نیکي اور بدي میں کشمکش شروع هوگئي - مقابله سخت تها مگر جیت نیکي هي کیلیے تهي - جین نے تاریکي اور گناه کا دشت بے کنار پیچهے چهوڑا ' اور ایک هي جست میں نیکي اور خدا پرستي کي بلندیوں پر پهنچ گیا :

بال بکشا و صفیر از شجر طوبی زن
حیف باشد چو تو مرغے که اسیر قفسی !

نیکي کي دنیا بدي کي دنیا سے کس قدر دور معلوم هوتي هے اور پهر دیکهو تو کتني نزدیک هے ؟ جب تک تم نے اُسکي طرف قدم نهیں اُٹهایا ' وه اِتني دور هے که اُس کا نشان راه بهي تمهیں دکهائي نهیں دیتا - لیکن جونهي تم اُسکي طرف چلے ' وه اِتني نزدیک هوجاتي هے که ساري مسافت ایک قدم سے زیاده نهیں ! یوناني علم الاصنام کي ضرب المثل تهي : " مریخ کے مندر اور عطارد کے مندر میں صرف ایک دیوار حائل هے " کیونکه دونوں ایک هي احاطه میں تهے' اور جهل و خونریزي کے مندر سے نکل کر علم و امن کے مندر میں جانے کیلیے صرف اِتنا کرنا پڑتا تها که بیچ کے ایک دروازے سے نکلکر دوسرے دروازے میں قدم رکهدیا - یه اس طرف اشاره تها که علم و جهل ' محبت و جنگ ' اور نیکي و بدي کي دنیائیں کتني هي وسیع اور دور دراز نظر آتي هوں ' مگر اُسکے لیے جو ایک سے نکل کر دوسري میں قدم رکهنا چاهے ؛ اس سے زیاده مسافت نهیں هے که ایک گهر کي چوکهٹ سے نکلے اور دوسري چوکهٹ میں قدم رکهدیا !

طے می شود ایں ره به درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم !

***

بالاخر فرانس کا وه مشهور مجرم جسکے لیے چوري پیشه اور قتل تفریح تهي ' جسے دنیا کا قانون اور سوسائٹي کا انصاف اٹهاره برس عذاب میں رکهه کر بهي جرم سے روک نهیں سکا تها ' جسکي شقاوت اور سیه کاري اس حد تک پهنچ چکي تهي که قید خانه سے نکلتے هي پهلا وار اپنے محسن پر کر گزرا ' اور ذرا بهي ضمیر کي ملامت محسوس نه کي ؛ اب ایک شریف ' راست باز ' خدا پرست ' اور فیاض آدمي تها جسکي دولت بندگان خدا کي بے لوث خدمت میں اور جسکي زندگي مصیبت زدوں اور بے سر و سامانوں کي غمخواري میں صرف هوتي تهي ! اِتنا هي نهیں بلکه گذشته کے احساس اور مستقبل کي طلب نے اب اسکے اندر نیکي اور ایثار کي ایک ایسي اعلی روح پیدا کردي تهي جسکي طاقت کي کوئي انتها اور جسکي وسعت کا کوئي کناره نه تها - بشپ کا نمونه اُسے اپني روحاني بلندي کي سطح سے بهي ایک زیاده بلندي کي طرف دعوت دے رها تها !

***

انسان کتنا هي نیک بننا چاهے لیکن سوسائٹي اسے نیک بننے نهیں دیتي - وه اُسکا زندگي کے هر گوشے اور هر موڑ پر تعاقب کرتي هے - جین کچهه سے کچهه هوگیا ' اُسکي روح بدل گئي ' اُسکا دل پلٹ گیا ' اُس کا سینه جو کبهي شیطان کا نشیمن تها ' مقدسوں کي نیکیوں کا آشیانه اور فرشتوں کي پاکیوں کا خزینه بن گیا ؛ تاهم سوسائٹي نه تو اُسے معاف کرسکي ' نه اُسکي راه روکنے سے باز آئي - ایک کے بعد ایک آزمایشیں آتي گئیں ' اور اُسکي وه نیکي جو بشپ نے شمعدان پکڑاتے هوے اسکے دل کے ریشے ریشے میں اتار دي تهي ' متزلزل نه هوئي - وه قربانیوں پر قربانیاں کرتا گیا - اس نے انسان کي خدمت اور محبت کیلیے اپنا سب کچهه دیدیا - لیکن انسان اُسے انصاف کا ایک کلمه ' اعتراف کا ایک اشاره ' عزت کي ایک غلط انداز نظر بهي نه دے سکا !

***

افسانه بهت طول کهینچتا هے - سالها سال گزر جاتے هیں - یورپ کے بعض اهم واقعات شروع هوتے هیں اور ختم هو جاتے هیں - " واٹرلو " کا معرکه اور " فرانس کا تیسرا انقلاب " بهي هو چکتا هے ' لیکن جین کي عجیب و غریب زندگي کي مسلسل اور غیر مختتم قربانیاں ختم هونے پر نهیں آتیں - وه اپني زندگي کا تمام آخري حصه صرف کر کے جس یتیم اور مظلوم لڑکي کي پرورش کرتا هے اور سمجهتا هے که اُسکي زندگي کي ساري نامرادیوں اور شقاوتوں کا صله اس بچه کي محبت میں مل جایگا ' وه بهي اُس سے بے پروا هو جاتي هے - جس شخص کي زندگي کو وه ایک ایسے زهره گداز اور دهشت انگیز خطره میں پڑکر بچاتا هے جس کا تصور بهي انسان کو سہما دے ' وه بهي اُسکے ساتهه انصاف نهیں کرسکتا اور اُس سے منهه موڑ لیتا هے - آخر وه وقت آتا هے جب اسي برس کي عمر میں تن تنها بستر موت پر کروٹیں بدلتا هے - اُسوقت انسان طیار هوتا هے که اُسکے ساتهه انصاف کرے -

ساري عمر کي نیکي اور قرباني کے بعد اعتراف کي یهي چند گهڑیاں تهیں جو سوسائٹي اُسے دے سکي !

***

وکٹر هیوگو کي یه طیار کي هوي سیرة (کیرکٹر) نهایت مقبول هوي هے - یورپ کے بڑے بڑے مصوروں نے اسکا مرقع کهینچنے میں اپنے کمالات کے جوهر دکهلائے هیں - سب سے بهتر مرقع موریس کا تسلیم کیا جاتا هے جو گذشته صدي کا نامور فرانسیسي مصور تها - اس مرقع میں اُس نے وه منظر دکهلایا هے جب پولیس کے سپاهي جین کو گرفتار کرکے لاتے هیں اور بشپ کے سامنے پیش کرتے هیں - جین دم بخود کهڑا هے - اسکے هاتهه میں چوري کے مال کا بقچه هے - بشپ مسکراتا هوا آگے بڑهتا هے اور چاندي کے شمعدان اُسے پکڑا رها هے - نیچے یه عبارت درج هے " میرے دوست ! تم رات جاتے هوے یه شمعدان کیوں چهوڑ گئے ؟ یه بهي تو چاندي کے هیں اور دو سو روپیه میں فروخت هو سکتے هیں " ؟

***

کچهه عرصه هوا میں سفر میں تها اور گزران وقت کے لیے یه قصه پڑهه رها تها - میں نے خیال کیا ' وکٹر هیوگو نے اپنے زور تخیل سے انساني سیرة کا ایک بڑا هي بلند اور دلاویز نقشه کهینچا هے ' لیکن اگر اُس نے مشرق کي شاعري کي طرح (کیونکه اُس نے سعدي اور حافظ کا مطالعه کیا تها) مشرق کے اخلاق و تصوف کا بهي مطالعه کیا هوتا تو اسے معلوم هوجاتا که اس طرح کي اخلاقي سیرة یهاں کي عملي زندگي کے واقعات رہ چکے هیں - پهر مجهے خیال آیا که سید الطائفه جنید بغدادي (رح) اور ابن ساباط کا واقعه کس درجه اس سے مشابه ' اور اپني تفصیلات میں کیسا شاندار اور موثر هے ؟

***

" ابن ساباط " کي سرگزشت کیلیے آئینده مجلس افسانه سرائي کا انتظار کیجیے -

" وصاف "

ایک ۷۵ برس کا بوڑھا آدمي
عملیهٔ تقایم سے پہلے

اِن تجربوں کے بعد اُس نے اِنسان کو لیا اور خاطر خواہ کامیابي حاصل هوئي - چالیس سے ساٹھہ برس تک کے آدمیوں پر تجربه کیا گیا جنکي شرائین سخت هوگئي تهیں' اور پیري کے جمله لوازم اُن پر ٹوٹ پڑے تھ - جوان آدمیوں کا خون اُن کے جسم میں پہنچایا گیا اور یه تمام عوارض دور هوگئے - یه خیال نہیں کرنا چاهیے که اس طریقه میں جوان آدمي کا بہت سا خون لیا جاتا هے - نہیں' بہت هي کم خون - اِتنا کم' جتنا معمولي زخم سے بهه جایا کرتا هے - اور وہ اِس عمل کے لیے کافي هوتا هے - ایک سنٹي میٹر مکعب سے دو سنٹي میٹر تک خون کافي هوتا هے - اِس میں اصلي شرط یه هے که دونوں کے خون کي فعالي خاصیت یکساں هو - یهي سبب هے که خون لینے سے پہلے اُس کي طبي جانچ کرلي جاتي هے - سب سے بہتر خون باپ کے لیے بیٹے کا هوتا هے - لیکن بهر حال طبي معائنه ضروري هے -

(۲) گلٹیوں کا نظریه

دوسرا طریقه گلٹیوں کي عملیات کا هے - یه طریقه اُس نظریه پر مبني هے جو آجکل بہت عام اور مقبول هو رها هے - نظریه یه هے که جسم کے پورے نظام کا دار و مدار اُن گلٹیوں پر هے جو خون میں بلا واسطه اپنا ماده پہنچاتي رهتي هیں - اِن گلٹیوں کي مثال بالکل اُس ننھے سے پرزه کي هے جو موٹر میں حرکت کے وقت پہلا شراره پیدا کرتا هے -

گلٹیوں کي جسم میں تاثیر مسلم هے - مثلاً جب گردن کي " غدهٔ درقیه " (Thyroid Gland) خراب هو جاتي هے تو انسان میں غفلت و حماقت کي سي ایک کیفیت پیدا هو جاتي هے - اِس غدود یا گلٹي کے اوپر دو گلٹیاں اور بهي موجود هیں - یه اِتني چهوٹي هیں که پن کے سر سے زیاده نہیں هیں - اگر یه جسم سے نکال دي جائیں تو فوراً تشنج شروع هو جائے اور زیاده سے زیاده چهه گھنٹے کے اندر انسان مر جائے - اسي طرح گردوں کے اوپر کي گلٹیاں بهي اگر نکال دي جائیں تو چشم زدن میں اس طرح دم نکل جائے' گویا بجلي گر پڑي - وجه یه هے که یه دونوں گلٹیاں ایک خاص طرح کا ماده خارج کرتي رهتي هیں جس کا نام " اڈرینالین " هے - یهي ماده قلب کي حرکت کا اصلي موجب هے -

غرضکه اِس قسم کي بہت سي گلٹیاں انسان کے جسم میں موجود هیں - لیکن تجربه کرنے والوں نے اپنے علاج میں صرف تناسلي گلٹیوں سے کام لیا هے - یه ثابت هوچکا هے که تناسلي گلٹیوں هي سے وہ ماده خارج هوتا هے جس سے مرد کي مردانگي ظاهر هوتي هے'

چهرے پر بال نکلتے هیں' اور وہ تمام حالات پیدا هوجاتے هیں جنسے مرد' مرد هوتا اور اُس میں رونق شباب ظاهر هوتي هے -

(گلٹیوں کے عملیات)

اِن گلٹیوں کو قوي اور چست کیوں کر کیا جائے ؟ علماء نے اِس کے چند طریقے نکالے هیں

ایک طریقه یه هے که اِن گلٹیوں پر عمل جراحي کرتے هیں اور اُن کي شرائین مختلف دواؤں کے ذریعه تروتازه کردي جاتي هیں' جن سے مادهٔ منویه آتا هے اور جو بڑهاپے میں خشک هو جاتي هیں - یه طریقه اب تک پوري طرح کامیاب نہیں هوا هے' اگر هو بهي جائے تو صرف اُنهي بوڑھوں کے لیے مفید هوسکتا هے جن کے قوی ابهي مضبوط هیں اور جسم میں مادهٔ منویه کافي مقدار میں پیدا هوتا رهتا هے - لیکن جن کے قوی بالکل کمزور هوگئے هیں' اُن کے لیے یه طریقه مفید نه هوگا - یهي وجه هے که یه طریقه مقبول نہیں هوا -

دوسرا طریقه پچکاري کے ذریعه مواد داخل کرنے کا هے - تندرست حیوان کي تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصه حاصل کیا جاتا هے' اور بوڑھے جسموں کي گلٹیوں میں پہنچا دیا جاتا هے - لیکن یه طریقه بهي زیاده کار آمد ثابت نہیں هوا - کیونکه اول تو ایسے مواد کا حاصل کرنا مشکل هے - پهر اِس کا اثر بهي زیاده دیر پا نہیں هوتا - کچهه مدت کے بعد جاتا رهتا هے -

یه طریقه سب سے پہلے ایک امریکن ڈاکٹر براؤن سیکر نے معلوم کیا تها اور خود اپنے جسم پر اسکا تجربه کیا تها - یه ڈاکٹر بہت بوڑھا هوگیا تها - عمر ستر سے بهي زیاده هوگئي تهي - علمي اشغال کي قوت باقي نہیں رهي تهي - بڑے غور و فکر کے بعد اُسے خیال هوا که اِس طریقه کا تجربه کیوں نه کیا جائے ؟ چنانچه تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصه حاصل کیا اور اپنے جسم میں پچکاري کے نشتر کے ذریعه داخل کردیا - نتیجه حیرت انگیز تها - اچانک شباب کي قوتیں عود کر آئیں !

تیسرا طریقه وہ هے جسے پیوند یا قلم لگانے سے تعبیر کیا جاتا هے یعني جس طرح درختوں کي دو مختلف شاخوں کا باهمدگر پیوند لگایا جاتا هے' اسي طرح ایک جسم کا کچهه حصه دوسرے جسم میں لگا دیا جائے - اسي لیے هم نے اسے " تقلیم " کے لفظ سے تعبیر کیا هے جو عربي میں قلم لگانے کے معني میں بولا جاتا هے - ایک دوسرا لفظ " تطعیم " بهي هے - لیکن اسمیں قلم لگانے سے زیاده ٹیکه لگانے کا مفهوم پایا جاتا هے - مصر کے بعض رسائل نے غلطي سے اسے " تطعیم " کہنا شروع کردیا هے - حالانکه تطعیم اِسکے لیے موزوں نہیں

وهي ۷۵ برس کا بوڑھا
عملیه کے بعد

ڈاکٹر گورسکی

جس نے غدودیاتی طریق کے ذریعہ اعادۂ شباب کے عملیہ میں کامیابی حاصل کی

" اعداد و شمار سے ثابت ہوگیا ہے کہ انسان کی عمر بڑھ رہی ہے۔ سولہویں صدی سے انیسویں صدی کے وسط یعنی سنہ ۱۸۵۰ع تک ' انسان کی عمر میں بیس برس کا اضافہ ہوچکا ہے۔ اس کے بعد بھی ترقی برابر جاری رہی - اِس وقت انسان کی متوسط عمر ۵۸ - سال تک پہنچ چکی ہے "

پروفیسر مذکور کے خیال میں اِس زیادتی کا اصلی سبب علم حفظان صحت کی ترقی اور عقل انسانی کی وسعت ہے - اب انسان بہت سے ایسے امراض پر غالب آگیا ہے جو پہلے نا قابل علاج تھے - اُسنے بتایا کہ مرد کی زندگی کیلیے سب سے زیادہ خطرہ پچاس اور اٹھاون سال کی درمیانی عمر میں ہوتا ہے - لہذا اِس موقعہ پر غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے - عورت کی زندگی ۱۶ - اور ۱۸ - سال کی عمر میں سب سے زیادہ خطرے میں ہوتی ہے - تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اکثر عورتیں اِسی عمر میں مرتی ہیں

عمر کی درازی میں وراثت کو بھی بہت دخل ہے - جن خاندانوں میں عمر زیادہ ہوتی ہے ' اُنکی نسل زیادہ مدت تک زندہ رہتی ہے - یہ اِس لیے کہ عمر کا تعلق جسم کی اُن خلایا یا تبدیلیوں سے ہے جو زندگی کی محافظ اور پرورش کرنے والی ہیں - علماء علم الحیاۃ نے اب یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ زندگی کی اِن تبدیلیوں کی قوت و صلاحیت عام طور پر موروثی ہوتی ہے - لہذا طویل العمر خاندانوں کے افراد کو زیادہ عمر پانے کی امید رکھنی چاہیے - بشرطیکہ بے اعتدالیوں سے زندگی کی قوتیں قبل از وقت ضایع نہ کردیں -

حال میں مشہور روسی عالم ڈاکٹر وورو نوف نے اعلان کیا ہے :

" عنقریب انسان ۱۲۵ - سال کی عمر حاصل کرلیگا ' اور علم کی ترقی بہت جلد اس مدت کو ۱۴۰ - سال تک بڑھا دیگی "

اور بہت سے علماء نے بھی اِسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے- دنیا بھر میں زندگی کی درازی کیلیے ایک زبردست تحریک پیدا ہوگئی ہے -

(اعادۂ شباب)

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان اِتنی عمر لیکر کریگا کیا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر ساٹھہ برس کے بعد ہی بڑھاپے کی کمزوریاں اُسے مغلوب کر لیتی ہیں ' اور اُس کے بعد تو اُسکی زندگی موت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے ؟

بلا شبہ یہ سوال بہت اہم ہے -

لیکن علماء علم حیات اِس سے غافل نہیں ہیں - اُن کا جواب یہ ہے کہ بڑھاپے کی یہ حالت طبیعی اور اٹل نہیں ہے بلکہ عوارض کا نتیجہ ہے - اگر یہ عوارض دور کردیے جائیں تو سو برس کی عمر میں بھی انسان ویسا ہی خوش حال رہ سکتا ہے - جیسا تیس برس کی عمر میں ہوتا ہے - وہ کہتے ہیں - یہ عوارض دور کردیے جاسکتے ہیں -

بڑھاپے کی لاچاریاں دور کرنے کا مسئلہ نیا نہیں ہے - قدیم سے انسان نے اِس پر غور کیا ہے اور دواؤں کی شکل میں اُسکے بہت سے حل تجویز کیے ہیں - مگر تجربے اور عمل سے کوئی بھی کارگر ثابت نہ ہوا - اب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ علماء شاید یہ مہم سر کرلیں -

(سائنس کانگرس کا اعلان عظیم)

گزشتہ سال سوئٹزر لینڈ میں سائنس کانگرس نے اعلان کیا تھا :

" یہ خیال محض بے بنیاد ہے کہ بڑھاپا ایک طبعی حالت ہے جو لازمی طور پر ہر انسان پر طاری ہوتی ہے - بڑھاپا بھی دراصل بیماری کی طرح ایک عارضہ ہے - جس طرح ہر بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں' اُسی طرح اِس بیماری کے بھی جراثیم ہیں' اور علم نے معلوم کر لیے ہیں - اگر ان کے معدوم کر دینے میں کامیابی ہوگئی ' تو بڑھاپا بھی معدوم ہو جایگا " !

(۲)

(اعادۂ شباب کے کامیاب طریقے)

بڑھاپا دور کرنے یا بہ الفاظ علمی اس کے جراثیم معدوم کر دینے کے جو طریقے اِس وقت تک کامیاب ہوچکے ہیں ' وہ کچھہ کم اہمیت نہیں رکھتے : - ہم مختصراً اُن تمام طریقوں کا یہاں ذکر کر دیتے ہیں -

(۱) تجدید مادۂ دموبہ

اِس طریقہ کا موجد پیرس کا ایک ڈاکٹر گورسکی ہے - اِس طریقہ کی طرف اِسے ڈاکٹر کارل کی کیمیاوی تحقیقات سے رہنمائی ہوئی - ڈاکٹر کارل حیوان کا کوئی عضو یا عضو کا کوئی حصہ ایک عرق کے اندر جس میں دو ثلث خون اور ایک ثلث اسی حیوان کی جنین کا جوہر شامل ہوتا تھا ' رکھدیتا ' اور وہ عضو حیرت انگیز طور پر زندہ رہتا - ڈاکٹر گورسکی نے یہ دیکھکر خیال کیا کہ اگر بوڑھے حیوان کے جسم میں اُسی نسل کے جوان حیوان کا خون منتقل کردیا جائے تو اُسے جوان ہوجانا چاہیے - چنانچہ اُس نے تجربہ کیا اور کامیاب رہا - چودہ برس کا ایک بوڑھا کتا اور ۲۴ - برس کا بوڑھا گھوڑا ' دونوں جوان ہو گئے !

مشہور عالم ڈاکٹر وورونوف

جو اعادۂ شباب کے عملیۂ تعلیم کا موجد ہے

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانہ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے فلسفۂ تاریخ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنا دینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا، اتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اُسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بنجائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ و علیٰ آبائہٖ و اجدادہٖ الصلوٰۃ والسلام) کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ اُن کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے جس قدر اس حادثہ پر بہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے، اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ امام حسین کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اُس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!

بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے؟ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے، تو اکثر صورتوں میں اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اسوقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے، وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد، زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے، نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات۔ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں، وہ بھی در اصل تاریخ نہیں ہیں۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثۂ کربلا کی "تاریخ" ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں!

ذیل میں ہم وفیات مشاہیر عالم میں سے (جس کا ذکر دوسرے نمبر میں ہو چکا ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واردات و حوادث نقل کرتے ہیں۔ یہ حادثۂ کربلا کی "تاریخ" نہیں ہے، مگر تمام تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک "تاریخ" کا تعلق ہے، اس حادثہ کے واقعات میں یہ پہلا ہے۔ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے، بلکہ مجرد واقعات وفات کا اس طرح یکجا کر دینا ہے کہ اُس سے ایک مرتب و مسلسل بیان پیدا ہو جائے۔ البتہ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی ہے۔ شاید اس قدر کاوش و جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

تمہید

اہل بیت، شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور حسین بن علی علیہما السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تھا، اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُنھوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے، ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپنے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجدیا اور خود بھی سفر کی طیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپکے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے نیز حکومت کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے کہا "لوگ یہ سنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے" حضرت حسین نے جواب دیا "میں نے عزم کر لیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں" ابن عباس بے اختیار پکار اٹھے: "خدا آپکی حفاظت کرے۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے، اور ملک پر تبضہ حاصل کر لیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے۔ حاکم بدستور اُن کی گردن دبائے بیٹھا ہے۔ اُسکے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا در حقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں، وہ آپکو دھوکا نہ دیں، اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں تو خود آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

ابن عباس کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباس پھر دوڑے گئے۔ "اے ابن عم" اُنھوں نے کہا "میں خاموش رہنا چاہتا تھا، مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق والے، دغاباز ہیں۔ اُنکے قریب بھی نہ جائیے یہیں قیام کیجئے، کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کی دسترس سے باہر ہونگے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے، اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے"

لیکن حضرت حسین نے جواب دیا:

"اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کر چکا"

ابن عباس نے کہا:

"آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح قتل نہ کر ڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان (رض) اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس نے جوش میں آکر کہا:

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپکے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں!" (ابن جریر)

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبد اللہ بن جعفر کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپکو سمجھایا۔ آپکے چچیرے بھائی عبد اللہ بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا:

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آ جائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپکے لئے ہلاکت اور آپکے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اسوقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں" (ابن جریر۔ کامل۔ مقتل ابن احنف وغیر ذلک)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انھوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جا کر کہا "حسین بن علی کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو" عمرو نے کہا: آپ خود خط لکھ لائیے۔ میں مہر کر دوں گا۔ چنانچہ عبد اللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اُس راستہ سے دور کر دے جسمیں ہلاکت ہے اور اُس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جسمیں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپکے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپکی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبد اللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپکے پاس بھیج رہا ہوں۔ انکے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپکے لئے امن، سلامتی، نیکی، احسان، اور حسن جوار ہے۔ خدا اسپر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل، نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام"

ہے - اس میں ٹیکہ لگانے کے عملیہ کی طرح کوئی خارجی مادہ داخل نہیں کیا جاتا ' بلکہ ایک عضو کی قلم دوسرے عضو سے پیوند کردی جاتی ہے -

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تندرست جسم کی تناسلی گلٹیوں کا پیوند بڑھے آدمی میں لگادیا جاتا ہے اور وہ بالکل جوان ہو جاتا ہے - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۰ - میں ایک انگریز ڈاکٹر جان ہنٹر نے اس کا تجربہ کیا تھا - بڑھے کتے میں جوان کتے کی گلٹیاں لگائیں اور اسکا بڑھاپا دور ہوگیا - پھر سنہ ۱۸۴۹ - میں ڈاکٹر برتھولد نے مرغ پر یہی تجربہ کیا اور کامیاب ہوا - انیسویں صدی کے آخر میں کئی آدمیوں پر بھی اس عملیہ کے تجربے کامیاب ہوچکے ہیں -

لیکن یہ محض تجربے ہی تجربے تھے - ابھی اس حد تک معاملہ نہیں پہنچا تھا کہ عملی حقیقت کی طرح تسلیم کرلیا جاتا - مگر سنہ ۱۸۹۴ - میں ڈاکٹر شٹناخ نے والنا میں از سر نو تجربے شروع کیے - انکا سلسلہ ابتک جاری ہے - اس ڈاکٹر کے تجربے زیادہ تر چوہوں پر تھے - تمام تجربے کامیاب ہوے اور ثابت ہوگیا کہ زیادہ سے زیادہ بڑھے چوہے بھی جوان ہوسکتے اور چالیس مہینے تک زندہ رہسکتے ہیں - حالانکہ چوہوں کی عمر کا اوسط تیس مہینے سے زیادہ نہیں - اس کے معنی یہ ہوئے کہ انکی عمر میں تقریباً ۴۵ - فی صدی کا اضافہ ہوگیا - اگر اسی پر آدمی کی عمر کا بھی قیاس کیا جائے تو اسی سے سو برس تک پہنچ جانا ممکن معلوم ہوتا ہے -

(ڈاکٹر وورو نوف)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عملیہ کی آخری کامیابی کی عزت ایک روسی ڈاکٹر کے نام لکھی جا چکی تھی جو عرصہ سے پیرس میں مقیم ہے - یعنی ڈاکٹر وورو نوف -

ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربے حیوان سے شروع کیے - سب سے پہلے سنہ ۱۹۱۸ - میں ۱۲ - برس کے بڑھے دنبے میں ایک جوان دنبے کی تناسلی گلٹی کا پیوند لگایا - نتیجہ یہ ہوا کہ دو مہینے کے اندر بڑھے دنبے کی حالت بدل گئی - پہلے اسکا سر جھکا رہتا تھا - ہاتھہ پاؤں کانپتے تھے - پیشاب بند ہو ہو جاتا تھا ' اور توالد و تناسل کی قوت بالکل مفقود ہوچکی تھی - لیکن اس علاج کے بعد اسکی جوانی واپس آگئی ' جوش شباب پیدا ہوگیا ' سینگ مارنے لگا ' اور مادہ اس سے حاملہ بھی ہوگئی - ڈاکٹر نے صرف اتنے تجربے ہی پر اکتفا نہیں کی - بلکہ کچھہ روز بعد یہ پیوند الگ کرکے دیکھا کہ اب دنبے کی حالت کیا ہوتی ہے ؟ ہوا یہ کہ پیوند کے الگ ہوتے ہی بڑھاپا لوٹ آیا - ڈاکٹر نے دوبارہ پھر پیوند لگا دیا ' وہ پھر از سر نو جوان ہوگیا !

(۸۵ برس سے چالیس برس !)

اسکے بعد ۷۵ - برس کے ایک بڑھے انگریز پر تجربہ کیا - یہ نہایت ہی ردی حالت میں تھا - کمزوری حد کو پہنچ چکی تھی - پیٹ کی کھال لٹک آئی تھی - بینائی تقریباً جاچکی تھی - کان بھی بہرے ہونے کے قریب تھے - اس نے اپنی جوانی کا تمام زمانہ ہندوستان کے گرم و سخت موسم میں بسر کیا تھا - وہ اس قدر کمزور تھا کہ ڈاکٹر کے مطب تک بھی خود نہیں چڑھ سکا جو پہلی منزل پر واقع تھا - نوکر اسے اپنی پیٹھہ پر لاد کے لے گیا -

لیکن اس علاج کے بعد وہ جوان ہوگیا - قوت واپس آگئی ' حتی کہ سر پر بال بھی نکل آئے - حالانکہ سالہا سال سے اسکا سر گنجا ہو رہا تھا ! (صفحہ ۱۱ - کی دونوں تصویریں اسی شخص کی تصویریں ہیں)

ڈاکٹر وورو نوف کا بیان ہے کہ سب سے بہتر پیوند اس قلم کا ہوتا ہے جو جوان آدمی کی تناسلی گلٹی سے لی جاتا ہے - علاج کیلیے بہت ہی قلیل حصے کی ضرورت ہوتی ہے - اتنے قلیل کی کہ آدمی کی صحت کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا - مگر چونکہ دنیا بھر کی قوموں کے قوانین نے اسے ممنوع قرار دیدیا ہے ' اس لیے مجبوراً ترقی یافتہ بندر کی گلٹیوں سے کام لیا جاتا ہے - کیونکہ حیوانات میں بندر سے زیادہ کوئی جانور انسان سے قریب نہیں ہے - تحلیل کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ بندر کا خون بالکل انسان کے خون کی طرح ہے -

ابتک بکثرت آدمیوں کا علاج ہو چکا ہے ' اور سب پر کامیاب رہا ہے ' سب از سر نو جوان ہوگئے ہیں - ڈاکٹر وورو نوف کا آخری اعلان یہ تھا کہ " دسمبر سنہ ۱۹۲۶ - تک وہ ایک ہزار بڑھوں پر یہ عملیہ کرچکے ہیں ! "

(جنس اناث اور عملیۂ تسلیم)

جس طرح بڑھے مردوں کے لیے یہ عملیہ کامیاب ہوا ہے ' کیا بڑھی عورتوں کے لیے بھی کامیاب ہوسکتا ہے ؟ کیا آئندہ زمانے میں دونوں جنس یکساں شباب کی طرف لوٹ سکیں گے ' یا زندگی اور انتفاع کے ہر میدان کی طرح ' اس میدان میں بھی عورتیں محروم رہجائیں گی ؟

حال میں ڈاکٹر وورو نوف نے اس سوال کا جواب دیتے ہوے کہا ہے ؟

" اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے اس کمیونسٹ عورت کی ملاقات کرادوں جو ۶۵ برس کی عمر اور اس کی ساری محرومیاں لیکر میرے پاس آئی تھی اور اب از سر نو جوان بنکر واپس جا چکی ہے " !

(باقی آئندہ)

الہلال کی مکمل قدیم جلدیں

گاہے گاہے باز خواں این قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہی حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں،

الہلال جلد سوم

" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸ روپیہ

" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ۔ (منیجر الہلال)

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔ (ابن جریر وغیرہ)

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہو گئے۔ "صفاح" نام مقام پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپنے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا "اُنکے دل آپکے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں" فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لحظہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اُس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اُس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔ (ایضاً)

مسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپکے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپنے سُنا تو بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ ہم آپکے اور آپکے اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ لہذا یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپکے خلاف کھڑے ہو جائیں گے"

آپ خاموش ہو گئے، اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے" اُنھوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے"

اسپر آپ نے ساتھیوں کو نظر اُٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں" (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوں کی ایک بھیڑ آپکے ساتھ ہو گئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کرینگے۔ آپ اُنکی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبد اللہ بن یقطر قتل کر ڈالے گئے۔ ہمارے طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہونگے"

بھیڑ نے یہ سُنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے! (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہو لیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے ساتھ برابر لگا رہے، اور اُسوقت تک پیچھا نہ چھوڑے، جب تک اُنھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچا دے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ تہ بند باندھے، چادر اوڑھے، نعلین پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا:

راہ میں ایک خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے، قاصد آئے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آئیے تاکہ خدا ہمیں آپکے ہاتھ پر جمع کر دے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آ گیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے لئے طیار ہو جن پر میں مطمئن ہو جاؤں، تو میں تمھارے شہر میں چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں"

دشمنوں نے آپکے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکارو" حضرت حسین نے حُر بن یزید سے کہا "کیا تم علیحدہ نماز پڑھوگے؟" اُسنے کہا "نہیں، آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے"

وہیں عصر کی بھی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپنے پھر خطبہ دیا:

دوسرا خطبہ

"اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو، اور تمھاری رائے اب اُس کے خلاف ہو گئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی، تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی طیار ہوں"

اہل کوفہ کے خطوط

اسپر حُر نے کہا "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں"

آپنے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے اُنڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اسپر حُر نے کہا "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپکو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں" حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے"

پھر آپنے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپنے خفا ہو کر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حُر نے جواب دیا "واللہ اگر آپکے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اُسے بتا دیتا! لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آ سکتا" آپنے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اُسنے کہا "میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں" آپنے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا" اُسنے کہا "واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا" جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپکو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ اگر پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھئے۔ شاید خدا میرے لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کر دے، اور آپکے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں" یہ بات آپنے منظور کر لی اور روانہ ہوئے۔ (ابن جریر اور کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپنے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر

گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہو، اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اُس کی مخالفت کرتا ہو، نہ اپنے قول سے، سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشیگا۔ دیکھو، یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں، رحمٰن سے سرکش ہوگئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے۔ حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھرایا جا رہا ہے۔ میں اِن کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ تمھارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر پہنچے۔ تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کروگے۔ نہ مجھے دشمنوں کے حوالے کروگے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمھارے لئے راہِ ہدایت ہے۔ کیونکہ میں حسین ابن علی، ابن فاطمہ، رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمھاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے بال بچے تمھارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ۔ اور مجھ سے گردن نہ موڑو لیکن اگر تم یہ نہ کرو، بلکہ اپنا عہد توڑ دو، اور اپنی گردن سے میری بیعت کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ، بھائی، اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور اب بھی اپنا ہی نقصان کروگے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت بگاڑ دی۔ جو بدعہدی کرے گا، خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔ عجب نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کردے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (ابن جریر و کامل وغیرہ)

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:

"معاملہ کی جو صورت ہوگئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہوگئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے؟ کوئی نہیں جو اُس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقاء الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"

زہیر کا جواب

یہ خطبہ سُنکر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا "تم بولو گے یا میں بولوں؟" سب نے کہا "تم بولو" زہیر نے تقریر کی:

"اے فرزند رسول اللہ! خدا آپکے ساتھ ہو! ہم نے آپکی تقریر سُنی۔ واللہ، اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، اور ہم سدا اُس میں رہنے والے ہوں، جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے اُس کی جدائی گوارا کرلیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپکے ساتھ مرجانے کو ترجیح دیں گے!" (ایضاً)

حُر کی دھمکی کا جواب

حُر بن یزید آپکے ساتھ برابر چلا آرہا تھا۔ بار بار کہتا تھا "اے حسین اپنے معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے" ایک مرتبہ آپنے غضبناک ہو کر فرمایا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تمھاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کروگے؟ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا جواب دوں؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سُنکر کہا تھا:

سامضی وما بالموت عار علی الفتیٰ   اذا ما نوی حقاً وجاہد مسلما!

(میں روانہ ہوتا ہوں، مرد کے لئے موت، ذلت نہیں ہے جبکہ اُس کی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کر رہا ہو)

وآسی الرجال الصالحین بنفسہ   وفارق مثبوراً یغش ویرغما

(اور جبکہ اپنی جان دیکر صالحین کا مددگار ہو اور دغا باز، ظالم، ہلاک ہونے والے سے جُدا ہو رہا ہو) (ایضاً)

چار کوفیوں کی آمد

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے ۴ سوار آتے دکھائی دئے۔ اُن کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا ناقتی لا تذعری من زجری   وشمّری قبل طلوع الفجر

(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے بہت تیز چل!)

بخیر رکبان وخیر سفر   حتی تحلی بکریم النجر

(سب سے اچھے مسافروں کو لے چل، سب سے اچھے سفر پر چل، یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا)

الماجد الحر رحیب الصدر   اتی بہ اللہ لخیر امر!

(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے۔ اللہ اُسے سب سے اچھے کام کے لئے لایا ہے!)

ثمت ابقاہ بقاء الدہر!

(خدا اُسے ہمیشہ سلامت رکھے!)

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا: "واللہ مجھے بھی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے، چاہے قتل ہوں یا فتحیاب ہوں" حر بن یزید نے اِن لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا "یہ لوگ کوفہ کے ہیں۔ آپکے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا یا واپس کردوں گا" آپنے فرمایا "تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کروگے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے، لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کروگے تو میں تم سے لڑوں گا" یہ سُنکر حُر خاموش ہو گیا۔

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپنے پوچھا "لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "شہر کے سرداروں کو رشوتیں دیکر ملا لیا گیا ہے۔ عوام کے دل آپکے ساتھ ہیں مگر اُن کی تلواریں کل آپکے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی" (ایضاً)

آپکے قاصد کا قتل

اِس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے اُنھیں قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی۔ ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ اُنھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپکی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اور فرمایا: منھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا! (بعض ان میں سے مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں، مگر حق پر ثابت قدم ہیں، اُسمیں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے) خدایا! ہمارے لئے اور اُن کے لئے جنت کی راہ کھول دے! اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور انھیں جمع کر!"

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا:

"واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپکے ساتھ کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپکے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہو جائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے، جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ آپکے حسین سے لڑیں! میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلئے۔ میں اپنے پہاڑ "آجا" میں آپ کو اُتاروں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلۂ طے کے ۲۰ ہزار بہادر تلواریں لئے آپکے سامنے کھڑے ہو جائینگے۔ واللہ جب تک اُن کے دم میں دم رہیگا، آپکی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے گا"

آپنے جواب دیا:

"خدا تمھیں جزائے خیر دے، لیکن ہمارے اور ان کے مابین ایک عہد ہو چکا ہے۔ ہم اُس کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا، ہمارا اِن کا معاملہ کس حد پر پہنچکے ختم ہوگا؟" (ایضاً)

خواب

اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ "قصر بنی مقاتل" نامی مقام سے کوچ کے وقت آپ اونگھ گئے تھے۔ پھر چونک کر باآواز بلند کہنے لگے "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین" تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپکے صاحبزادے علی نے عرض کیا "یہ (انا للہ اور الحمد للہ) کیوں؟" فرمایا "جان پدر! ابھی اونگھ گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا جا رہا ہے "لوگ چلتے ہیں اور موت اُنکے ساتھ چلتی ہے!" میں سمجھ گیا کہ یہ ہماری ہی موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے" علی نے کہا "خدا آپ کو روز بد نہ دکھائے! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" فرمایا "بیشک ہم حق پر ہیں" اِس پر وہ بے اختیار کہہ اُٹھے: "اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں!"

یہ وہی آپکے صاحبزادے ہیں جو میدان کربلا میں شہید ہوئے اور علی الاکبر کے لقب سے مشہور ہیں (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ۔ امالی سید مرتضیٰ وغیر ذلک)

ابن زیاد کا خط

صبح آپ پھر سوار ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حُر بن یزید اُنھیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ ہتیار بند تھا۔ حضرت حسین کی طرف سے اُسنے منہ پھیر لیا، مگر حُر کو سلام کیا، اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"حسین کو کہیں ٹکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ پائے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ قاصد تمھارے ساتھ رہیگا اور دیکھتا رہیگا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو"

حُر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا اور کہا "اب میں مجبور ہوں۔ آپکو بے آب گیاہ کھلے میدان ہی میں اُترنے کی اجازت دے سکتا ہوں" زہیر بن القین نے حضرت سے عرض کیا "اِن لوگوں سے لڑنا اُس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئے گی" مگر آپنے لڑنے سے انکار کر دیا "میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" زہیر نے کہا "تو پھر اُس سامنے کے گاؤں میں چل کر اُتریئے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جائیے" آپ نے پوچھا "اُس کا نام کیا ہے؟" زہیر نے کہا "عقر" (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سُنکر آپ منقبض ہوگئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ!" (ایضاً)

کربلا میں ورود

آخر آپ ایک اُجاڑ سرزمین پر پہنچکے اُتر پڑے۔ پوچھا، اِس زمین کا نام کیا ہے؟ معلوم ہوا "کربلا" آپنے فرمایا "یہ کرب اور بلا ہے" یہ مقام پانی سے دُور تھا۔ دریا میں اور اُسمیں ایک پہاڑی حائل تھی۔ (الامامۃ والسیاسۃ)

یہ واقعہ ۲ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا ہے۔

بریدِ شرق

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

چین کے بڑے سپہ سالار

قدیم چینی مثل ہے " فوج جمع کرلینا آسان ہے مگر اُس کے لئے سپہ سالار مہیا کرنا مشکل ہے " یہ مثل چین پر مدت سے صادق آرہی ہے۔ چین میں قحط الرجال ہے۔ بڑے آدمی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن اسوقت خلاف عادت چند ایسے آدمی پیدا ہوگئے ہیں جو دُنیا کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

" چنگ سولین "

جنگی حیثیت سے چین کا سب سے بڑا آدمی جنرل چنگ سولین سمجھا جاتا ہے۔ یہ شمالی افواج کا سپہ سالار اعظم اور پائے تخت پیکن کی حکومت کا مالک ہے۔ اب سے پہلے یہ منچوریا میں قزاقوں کا سردار تھا۔ جنگ بکسر کے دَوران میں اُسنے شہرت حاصل کی۔ یہ اُسوقت بھی قزاقوں کی ایک بڑی ٹولی کا سردار تھا۔ یہ لوگ " سرخ داڑھی والے " کہلاتے تھے اور اُن کے نام سے باشندے تھراتے تھے۔ جنگ روس اور جاپان کے زمانہ میں بھی اسنے بہت نام پیدا کیا اور اپنے ڈاکوؤں کے ذریعہ روس کو بہت پریشان کیا۔ اُسوقت سے اسنے جاپان کی سرپرستی حاصل کرلی اور برابر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء میں منچوریا کا جنگی حاکم بنا دیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں جنرل " وو، پی، فو " سے اُس کا اختلاف ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ چنگ سولین نے شکست کھائی۔ مگر اُس کی ہمت میں فرق نہیں آیا۔ جاپان کی مدد سے اُسنے پھر قوت حاصل کرلی اور منچوریا میں اپنی کامل خودمختاری کا اعلان کردیا۔

۱۹۲۶ء میں اُسنے " وو، پی، فو " سے صلح کرلی اور دونوں نے ملکر پیکن فتح کیا، نئی حکومت قائم کی، اور صدر جمہوریہ چین کو نکال باہر کیا۔ پھر " وو، پی، فو " کو بھی پیکن سے بے دخل کردیا۔ اب وہ پائے تخت کا تنہا مالک ہے۔

" وو، پی، فو "

یہ جنرل صوبہ ہونان کا حاکم ہے۔ یہ صوبہ اپنے رقبہ میں فرانس کے برابر ہے۔ گزشتہ سال اسے دریائے ینگ زی کے کنارے کنٹونیوں نے بہت سخت شکست دی۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ نہایت مسلح و منظم فوج موجود تھی۔ مگر قوم پرستوں سے پِٹ گئی۔ یہ تن تنہا میدان سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن آدمی اولوالعزم تھا۔ فوراً نئی فوج مرتب کرلی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہ کنفوشس مذہب کا عالم اور چینی زبان کا شاعر ہے۔

" سن، شن، فنگ " اور " تنگ، ٹنگ، شنگ "

شمالی چین میں ان دو بڑے سپہ سالاروں کے علاوہ دو اور سپہ سالار بھی بہت مشہور ہیں: ایک مارشل " سن، شن، فنگ " دوسرا جنرل " شنگ، ٹنگ، شنگ " اول الذکر کو کنٹونیوں نے شنگھائی کی لڑائی کے نیچے برباد کر ڈالا۔ دوسرا اُس کی مدد کو چلا۔ لیکن ناکام ہوکر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہ شخص اپنی جسمانی قوت کے اعتبار سے پورے چین میں ایک آدمی سمجھا جاتا ہے۔

جنوبی چین (یعنی قوم پرست چین) کی مشہور شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

جنرل کے شیک

ڈاکٹر سن یٹ سن کا دست راست تھا۔ کنٹونی فوج کا سپہ سالار تھا۔ لیکن حال ہی میں بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہوگیا اور نان کنگ میں اپنی علحدہ حکومت قائم کرلی۔ اپنی جنگی قابلیت، شجاعت، ایثار اور حب الوطنی میں مشہور ہے۔ اس کی فوج میں ایک آسٹرین جنرل " جالنز " بھی موجود ہے اور بہت نام پیدا کر رہا ہے۔

اوجین چن

کنٹون کا وزیر خارجہ ہے۔ لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور مدت تک وکالت کرتا رہا۔ پھر کنٹون آیا اور قومی حکومت کے سب سے بڑے سیاسی عہدے پر فائز ہوگیا۔

ایم بروڈین

مشہور روسی کیمونسٹ اور مدبر ہے۔ اس کی پوری زندگی انقلابی افکار پھیلانے میں گزری۔ ۱۹۲۲ء میں انگلستان گیا اور انگریز مزدوروں میں بغاوت پھیلانا چاہی۔ لیکن حکومت نے گرفتار کرکے قید کردیا۔ قید کی مدت ختم ہونے کے بعد ملک بدر کردیا گیا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ اُسنے قیدخانہ کی اسیری کی۔ بارہا گرفتار اور قید ہوچکا ہے۔ اسوقت کنٹون میں اس سے زیادہ کسی کا اثر نہیں۔ چینی انقلاب میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اور اب تک اُس کی روح رواں بنا ہوا ہے۔

" ہسوان ٹنگ "

چین کے مشاہیر کے ذکر کے ساتھ ہمیں بے اختیار چین کا معزول نوجوان شہنشاہ " ہسوان ٹنگ " یاد آجاتا ہے۔ اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ اُس کی عمر صرف ۴ برس تھی، اپنے آبائی تخت سے معزول کیا گیا۔ اسوقت اس کی عمر ۱۹ برس ہے۔ ٹیانسٹین میں جاپان کے زیر سایہ مقیم ہے۔ تین سال ہوئے اسنے ایک منچورین شاہزادی سے شادی کرلی ہے اور اب خاموش بیٹھا مستقبل کا انتظار کر رہا ہے۔

چونکہ انقلاب چین کے حالات میں وہاں کے مشاہیر کا ذکر آیا کرتا ہے اور ناواقفیت کی وجہ سے لوگ ان کی حیثیت کا اندازہ نہیں کرسکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آج مختصراً اُن شخصیتوں سے آپ کو روشناس کردوں جو موجودہ انقلاب میں زیادہ نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔ ادہر چند دنوں کے اندر صورت حال میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں انکی نسبت آئندہ ڈاک کے خط میں بہ تفصیل لکھوں گا۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

عید الاضحیٰ۔ انگورہ کی عید۔ خلق فرقہ سی۔ بیرونی ممالک میں ترکی کی حقوقیں ترکی کی تعمیر۔ ترکستان اور بالشویک۔ ترکی اور روس۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ۔ شورش کا استیصال۔ ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی اور حکومت۔ یہودیوں، یونانیوں اور ارمنیوں میں شادیاں

عید الاضحیٰ

کئی دن سے عید الاضحیٰ کے استقبال کی طیاریاں ہورہی ہیں۔ شہر میں غیر معمولی چہل پہل ہے اور اجنبی سے اجنبی آدمی بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بڑا اسلامی تہوار قریب آگیا ہے۔ میدان، قربانی کے جانوروں اور اُن کے خریداروں سے پُر نظر آتے ہیں۔ یورپ والوں کے لئے اس سے زیادہ عجیب منظر اور کیا ہوگا کہ جدید ترین فیشن میں ملبوس، ہیٹ لگائے، ترکی عورتیں اور مرد عید کے لئے قربانی کے بھیڑ خرید رہی ہیں اور انھیں اپنی موٹروں پر ساتھ بٹھا کر چلے جارہے ہیں۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحج) تو بازاروں کی یہ حالت تھی کہ خریداروں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی تھی۔ دکانیں آدمیوں سے لبریز تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سال بھر کے لئے پوری خرید و فروخت آج ہی ہوجائیگی!

عرفہ کے دن تیسرے پہر ہی سے تمام شہر بن سنور کر دلہن بن گیا۔ جدہر دیکھو جمہوریت ترکی کے ہلالی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ دکانوں پر بھی، مکانوں پر بھی، جہازوں اور بادبانی کشتیوں پر بھی۔ شہر کے تمام جنگی مرکزوں اور قلعوں سے توپیں دغنا شروع ہوئیں، اور انکی مسلسل صداؤں نے باشندوں میں مسرت کا جوش اور بھی زیادہ کردیا۔

عید کے دن صبح تڑکے ہی سے مسجدیں نمازیوں سے لبریز ہوگئیں اور بڑی ہی شان و شوکت سے نماز ادا کی گئی۔ اخبارات کے کالم عید کے مضامین سے پُر تھے۔ نیم سرکاری اخبار " ملیت " نے عید قرباں اور حج کے متعلق ایک طویل مضمون کعبہ اور عرفات وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ شائع کیا۔ حج کے روحانی و اجتماعی فوائد بیان کئے۔ اُسے مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع قرار دیا۔ ترکوں کو حج کی ترغیب دی۔ دوسرے اخباروں نے بھی اسی قسم کے مضامین شائع کئے ہیں۔

نماز کے بعد لوگ مسجدوں سے نکلے تو دروازوں پر " اسلامی دار شفقت " کے لڑکوں نے اُن کے سینہ پر پھول لگانا شروع کئے۔ " اسلامی دار شفقت " ایک یتیم خانہ ہے یہ اپنی عمارت کی بلندی و شوکت اور حسن انتظام کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہے۔ اس کے یتیم عید کے دن مسجدوں کے دروازے گھیرے کھڑے تھے۔ ہر نمازی کے کوٹ میں پھول لگا دیتے تھے اور وہ کچھ نہ کچھ اُن کے چندہ کے صندوقچہ میں ضرور ڈال دیتا تھا۔

انگورہ کی عید

استنبول کی طرح انگورہ کی عید بھی حسب معمول بہت شاندار تھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قومی پارلیمنٹ کی عمارت میں لوگوں سے ملاقات کی اور عید کی مبارکباد قبول کی۔ اس کے بعد گھوڑدوڑ

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی ہم ہزار فوج لیکر آ پہونچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ اُسنے آتے ہی حضرت حسین کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا "آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟" آپنے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے: "تمھارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کے لئے طیار ہوں"

ابن زیاد کی سختی

عمر بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ چنانچہ فوراً عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ خط پڑھکر ابن زیاد نے کہا:

اَلآن اذ علقت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ، ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجے میں آپھنسا ہے، چاہتا ہے نجات پائے مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا!)

پھر جواب لکھوایا:

"حسین سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حسین اور انکے ساتھیوں تک پانی نہ پہونچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمان بن عفان پانی سے محروم رہے تھے"

پانی پر تصادم

عمر بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیجدئے اور آپ اور آپکے ساتھیوں پر پانی بند ہوگیا۔ اس پر آپنے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ ۳۰ سوار اور بیس پیدل لے کر جائیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمرو بن الحجاج نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا، لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

عمر بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسین نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لیکر اپنے اپنے پڑاؤ سے نکلے اور ایک درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی لیکن لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ حضرت امام نے عمر سے کہا تھا "ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہوجائیں" عمر نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھود ڈالا جائیگا" آپنے فرمایا "میں بنا دوں گا" عمر نے کہا "میری تمام جائداد ضبط کرلی جائے گی" "آپنے فرمایا "میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دیدوں گا" مگر عمر نے منظور نہیں کیا۔ (ابن جریر وغیرہ)

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں آپنے تین صورتیں پیش کی تھیں:

(۱) مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

(۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کرلینے دو۔

(۳) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیجدو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہو وہی مجھ پر بھی گزرے گی"

عمر کا خط

بار بار کی گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا:

"خدا نے فتنہ ٹھنڈا کردیا۔ پھوٹ دور کردی۔ اتفاق پیدا کردیا۔ اُمت کا معاملہ درست کردیا۔ حسین مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے طیار ہیں ...... اس میں تمھارے لئے بھی بھلائی ہو اور اُمت کے لئے بھی بھلائی ہو"

شمر کی مخالفت

ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہوگیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا "میں نے منظور کیا" مگر شمر بن ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا "اب کہ حسین قبضہ میں آچکے ہیں اگر بغیر آپکی اطاعت کے نکل گئے، تو عجب نہیں عزت و قوت حاصل کرلیں اور آپ کمزور و عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہو کہ اب اُنھیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کرلیں۔ مجھے معلوم ہوا ہو کہ حسین اور عمر باہم رات رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں"

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کرلی اور شمر کو خط دیکر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسین مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپکو ہمارے حوالے کردیں تو لڑائی نہ لڑی جائے اور اُنھیں صحیح و سالم میرے پاس بھیجدیا جائے۔ لیکن اگر وہ یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہدیا کہ اگر عمر بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا، ورنہ چاہئے کہ اُسے ہٹا کر خود فوج کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمر کو سخت تہدید بھی کی گئی تھی:

"میں نے تمھیں اس لئے نہیں بھیجا ہو کہ حسین کو بچاؤ، اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو، میرا حکم صاف ہو اگر وہ اپنے آپکو حوالے کردیں تو صحیح و سالم میرے پاس بھیجدو۔ لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تأمل حملہ کردو، خون بہاؤ، لاش بگاڑدو۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد اُن کی لاش گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کرلیا ہو کہ اگر قتل کردوں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام کے مستحق ہوگے۔ نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤگے" (ابن جریر وغیرہ)

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسین

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ اسکی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں اور اُنھی کے بطن سے اُن کے چار صاحبزادے: عباس، عبد اللہ، جعفر، اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر ان چاروں کا اور انکے واسطے سے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اُسنے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اُس کے ان عزیزوں کو اماں دیدی جائے اور اُسنے منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ اُسنے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بلاکر کہا "تم میرے دادھیالی ہو، تمھارے لئے میں نے امن و سلامتی کا سامان کرلیا ہو" لیکن انھوں نے جواب دیا "افسوس تم پر، تم ہمیں تو اماں دیتے ہو لیکن فرزند رسول اللہ کے لئے اماں نہیں ہو!"

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہونچایا اور وہ طوعاً و کرہاً بخوف عزل آمادہ تعمیل ہوگیا۔ (ایضاً)

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب قریب پہونچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا کہ ابن زیاد کا جواب آگیا ہو اور اُس کا مضمون یہ ہو۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسین کو اس کی اطلاع دیں۔ اس اثنا میں فریقین کے بعض پُرجوش آدمیوں میں جو ردو کد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہو۔

دونوں فوجوں میں باہمی ردو کد

حضرت امام کے طرفداروں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اُس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے کہ اُس کے نبی کی اولاد اور اس شہر (کوفہ) کے تہجد گزار عابدوں کے خون سے اُن کا ہاتھ رنگین ہوگا" ابن سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا "شاباش! اپنی خوب بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو" زہیر بن القین نے کہا "اے عزرہ! خدا ہی نے ان نفسوں کو پاک کردیا ہو اور ہدایت کی راہ دکھائی ہو۔ خدا سے ڈر، اور ان پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن" عزرہ نے جواب دیا "اے زہیر! تم تو اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟" زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہو۔ میں نے حسین کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں کو جمع کردیا ہو۔ میں نے اُنھیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے اور رسول اللہ کی ان سے محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جا رہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں انکی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں ان کی مدد کروں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کے اُس حق کی حفاظت کروں گا جسے تم نے ضایع کردیا ہو"

امام حسین کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو اُنھوں نے کہا "اگر ممکن ہو تو آج اُنھیں ٹال دو، تاکہ آج رات اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں، اُس سے دعا کریں، مغفرت مانگیں کیونکہ وہ جانتا ہو میں اُس کی عبادت کا دلدادہ، اُس کی کتاب کا پڑھنے والا، اُس سے بہت دعا و استغفار کرنے والا ہوں" چنانچہ یہی جواب دیا گیا اور فوج واپس گئی (ابن جریر و یعقوبی)

(باقی آئندہ)

انقلاب کے لئے پیشتر سے میدان کھلا ہوا اور اپنا کام کر رہا ہو۔ نئی عمارتیں بلند ہوں یا نہ ہوں، قسطنطنیہ یورپ کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہی وجہ ہو کہ غازی کمال پاشا نے یہاں آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ شہر اب تک اُن کی زیارت سے محروم رہا۔ لیکن اب اُس کی اُمید برآنے والی ہو۔ غازی تشریف لا رہے ہیں۔ مشہور شاہی محل "بگلربیگ" اور "طولمہ باغچہ" کی صفائی ہو رہی ہو۔ موصوف اسی میں اُتریں گے۔ شہر بھر میں استقبال کی عام طیاریاں ہیں۔ وہ چاہتا ہو اِس موقعہ پر اپنی عقیدت و اخلاص کا ایک تاریخی مظاہرہ کرے۔ امید ہو کہ دو ہفتے بعد غازی کی روانگی کی خبر ہمیں معلوم ہو جائے گی۔ (تازہ تار برقیوں سے معلوم ہوا ہو کہ غازی موصوف قسطنطنیہ پہنچ گئے اور شہر نے عظیم الشان استقبال کیا۔ الہلال)

شورش کا استیصال

ٹرکی کے مشرقی صوبے تمدن سے ہنوز دور ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ ان میں سرکشی اور شورش پسندی زیادہ پائی جاتی ہو۔ وہ موجودہ اصلاحات کے مخالف اور جمہوری عہد کو نامبارک خیال کرتے ہیں۔ پچھلے برسوں انھوں نے بغاوت بھی کر دی تھی، اور حکومت کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن حکومت نے بروقت سرکوبی کر دی اور امن و امان قائم ہو گیا۔

امن امان تو قائم ہو گیا، مگر فساد کی جڑیں بدستور موجود رہیں۔ یہ بہت جلد نشو و نما حاصل کر لے سکتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ شورش پسند عناصر پوری طرح منتشر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جدید احکام کے مطابق آئندہ ماہ اگست میں ۸۰ خاندان مشرقی صوبوں سے مغربی صوبوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اِس سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوگا کہ مشرقی صوبوں کا امن مضبوط ہو جائے گا بلکہ خود اِن سرکش خاندانوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ متمدن علاقوں میں آ کر اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مشرقی خبر رسانی کی کمپنی اور حکومت

سنہ ۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت نے یہ کمپنی بند کر دی تھی۔ کیونکہ اُس نے جدید قوانین کے ماتحت اپنے آپکو رجسٹری کرانے سے انکار کر دیا تھا نیز وہ رقم بھی ادا نہیں کی تھی جو یونانی قبضہ کے دوران میں اُسکے ذمہ واجب الادا تھی۔ لیکن اب کمپنی نے از سر نو درخواست پیش کی ہو اور حکومت کے تمام مطالبے منظور کر لئے ہیں۔ لہذا اُس کا دفتر دوبارہ کھل گیا ہو اور کام شروع ہونے والا ہو۔

اِس کمپنی نے ۳۰ سال تک خبریں پہنچانے کا ٹھیکہ لیا ہو۔ سمندر کے نیچے اِس کے تار بچھے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے اسٹیشن اودیسا، قسطنطنیہ، چناق قلعہ، کلیشیا، قاباتیہ، سا قص میں ہیں۔

ٹھیکہ کی اہم شرط یہ ہو کہ کمپنی کے جملہ ملازم ترک ہوں گے۔ البتہ ماہرین فن دوسری قوموں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اُن کی تعداد کا اوسط دس میں ایک سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ شرط بھی ہو کہ ضرورت کے وقت حکومت کمپنی کے تاروں پر قابض ہو کے خود استعمال کر سکتی ہو۔

یہودیوں، یونانیوں، ارمنیوں میں ازدواج

ترکی حکومت کے جدید قوانین کی رو سے ہر شخص کو حق ہو کہ جس قوم کے فرد سے چاہے شادی کر لے۔ اِس سے پہلے نکاح کا معاملہ ہر قوم کے دینی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھا۔ اُنکی منظوری اور تصدیق کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پابندی اُٹھ گئی۔ اب نکاح کی مذہبی رسوم ادا کرنے اور رجسٹرار کے ہاں نام اور رضامندی ثبت کر دینے سے نکاح قانوناً مکمل ہو جاتا ہو۔ م

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

رحلت فتنی یا سعد عنہا فدبنی
جنونا! فزدنی من حدیثک یا سعد!

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، محرم کی تیرہویں تاریخ ہو۔ گویا تیرہ دن اِس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہو۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسنے غور کیا ہوگا کہ اِس سال کا اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم انقلاب انگیز واقعہ کی یاد لپٹی ہوئی ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یاد آوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لئے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں تھی، مگر جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے نچوڑ نہیں ہو گیا ہو!

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیرکٹر) کا اندازہ اُس کے حافظہ کی آمادگی سے کر لیا جا سکتا ہو۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیر ضروری اور بری باتوں کی یادداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اِس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کار آمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اُس کے حافظہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بری باتیں ہی یاد رکھ سکتا ہو۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہو۔ اُنکے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہو کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل اُلٹ جاتا ہو۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ اِس طرح بھلا دی جاتی ہیں کہ بار بار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں، وہ نہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں، بلکہ اُن کی یاد آوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہو کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں! صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اِس حقیقت کی سب سے زیادہ واضح مثال سامنے آجائے گی۔ اُس وقت مسلمان اُٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے، آج کسی کو اُن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو باتیں قرآن حکیم کی بے شمار تعزیروں، تہدیدوں، یادگاروں، اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں، وہ اِس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہوں گی۔ اُس وقت اُن کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لئے عبرت و موعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہو جن کی یادداشت میں قومی زندگی کے لئے غفلت و اعراض ہو۔ وہ اُن چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنہیں یاد رکھنا چاہئے۔ ہم اُن چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنھیں ہمیشہ کے لئے بھلا دینا چاہئے!

سارت مشرقۃ و سرت مغربا
شتان بین مشرق و مغرب!

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اول و آخر دونوں میں پوشیدہ ہو، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہو، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہو، اور اُس کی بنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہو۔ ہر سال جب ۳۰ ذوالحجہ کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا ہلال طلوع ہوتا ہو، تو وہ اِس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کر دیتا ہے۔ یعنی فی الحقیقت اُس واقعہ کی ایک جاودانی یادگار ہو!

یہ دنیا کی تمام قومی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بلکہ کمزوری کی فتحمندیوں کی یادگار ہو۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بے سر و سامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہو۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہو۔ محکومی و بے چارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہو۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہو جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہو جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سر و سامان انسان کی روح "ہجرۃ" نے فتح کیا تھا! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہو۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتیار کی فتح فراموش کر دی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ

دیکھے گئے۔ پہلی دَوڑ میں عربی اور ترکی گھوڑے شریک تھے۔ دوسری میں انگریزی نسل کے گھوڑے بھی شامل ہو گئے تھے۔

"خلق فرقہ سی"

"خلق فرقہ سی" قومی جماعت کا نام ہے اور اسوقت ٹرکی میں صرف یہی ایک سیاسی جماعت موجود ہے۔ اس کی سالانہ مؤتمر بھی ہوا کرتی ہے۔ یہ وقت اس کے جلسوں کا تھا۔ مگر انتخابات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی مدت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ نئے انتخابات کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سال کی قومی مؤتمر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ اسمیں غازی مصطفٰے کمال پاشا اپنا وہ طویل و عریض خطبہ سنائیں گے جس کا ٹرکی کے اندر اور باہر مدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ میں موجودہ قومی حکومت کی پوری تاریخ بیان کی جائے گی۔ اس کے سنانے میں کئی دن صرف ہوں گے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ خطبہ اپنے موضوع، اسلوب، اور طوالت کے لحاظ سے سیاسی خطبوں کی تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کریگا۔ اسے خطبہ نہیں، تاریخ کی ضخیم کتاب کہنا چاہئے!

بیرونی ممالک میں ترکی حقوق

ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو اختیار دے دیا ہے کہ جن ملکوں میں ترکوں کی جائدادیں ضبط کی جا رہی ہیں، اُن ملکوں کے باشندوں کی جو جائدادیں ترکی سرزمین میں موجود ہیں، حکومت اُنھیں ضبط کر لے۔

پارلیمنٹ کے اس فیصلہ نے بحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ عام طور پر سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ترکوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یونان اور یوگوسلاویا میں یہ صورت حال موجود ہے۔

ٹرکی کی نئی تعمیر

امریکن کمپنی "اولن" نے مرسین اور سمسون کی بندرگاہوں کی توسیع کا ٹھیکہ ترکی حکومت سے حاصل کر لیا ہے اور عنقریب کام شروع ہونے والا ہے۔ کمپنی نے کئی ریلوے خطوط جاری کرنے اور کئی نئے شہر آباد کرنے کی بھی درخواست کی تھی۔ مگر چونکہ کافی ضمانت پیش نہ کر سکی اس لئے حکومت نے منظوری دینے سے انکار کر دیا۔

ترکستان اور بالشویک

"ڈینکین" اور "کولچک" کی خونریز بغاوتوں کے بعد اب یورپ کی سرمایہ دار سلطنتیں روسی ترکستان میں ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں تاکہ اس ملک کو بالشویکوں کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کریں اور سویٹ جمہوری نظام حکومت درہم برہم کر ڈالیں۔

ہندوستان میں کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ ترکی جمہوریت نے دُنیا بھر کے لوگوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دئے ہیں۔ ہر خیال کے لوگ یہاں جمع ہو سکتے ہیں اور اپنی تحریکیں چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ اس ملک کی اندرونی سیاست میں دخل نہ دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ بالشویک روس سے ترکوں کے تعلقات دوستانہ ہیں، تاہم اُنھوں نے ترکستانی بغاوت پسندوں کو اپنے ملک میں رہنے اور روس کے خلاف پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت دیدی ہے۔

ان لوگوں نے "جدید ترکستان" نام ایک اخبار جاری کیا ہے اور مغربی ترکستان میں بغاوت پھیلانی چاہتے ہیں۔ مغربی ترکستان کا رقبہ ۰۰۰،۰۰۰، ۲۷ کیلو میٹر اور آبادی ۰۰۰،۰۰۰، ۳۰ ہے۔

لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار سلطنتوں کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوں گی۔ بلاشبہ اُنھیں چند کرائے کے ترکستانی مل گئے ہیں۔ لیکن ملک کی عام آبادی بالشویکوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جس قدر آرام، خوشحالی، اور آزادی اُسے اس عہد میں نصیب ہوئی ہے اتنی کبھی پچھلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی۔ زار کی حکومت اس ملک پر حد درجہ ظلم کیا کرتی تھی۔ ترکی زبان کی تعلیم موقوف تھی۔ تمام مدرسے بند کر دئے گئے تھے۔ دینی کتابوں کی اشاعت ممکن نہ تھی۔ ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کئے جاتے تھے مگر بالشویک عہد میں ملک کو پوری اندرونی آزادی حاصل ہو گئی، اور صحیح معنی میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ پھر خود روسیوں کی بھی وہاں ایک بڑی آبادی موجود ہے۔ آخری اعداد و شمار کی رُو سے مغربی ترکستان میں ۳ لاکھ روسی آباد ہیں۔ یہ سب جنگجو ہیں، اور اپنی دولت، تعلیم، ترقی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ترکستانیوں کو پناہ دینے کی وجہ سے روس، ٹرکی پر ناراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ترکی قوانین سے واقف ہے۔ صرف یہی لوگ یہاں نہیں ہیں بلکہ آذربیجان اور "سفید روس" کے بغاوت پسند بھی پہلے سے موجود ہیں اور پوری آزادی سے اپنے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

ٹرکی اور روس

ہم اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس ترکی روسی معاہدے کا ذکر کر چکے ہیں جو ۲ سال کی مسلسل گفت و شنید کے بعد طے پایا ہے۔ اس معاہدے کے متعلق سرکاری طور پر یہی اعلان کیا گیا تھا کہ محض تجارتی معاہدہ ہے۔ لیکن اب، جبکہ روس اور برطانیہ کے تعلقات کی کشیدگی نے جنگ کا احتمال پیدا کر دیا ہے اور ساری دُنیا کی نظریں جغرافیائی موقعہ کی وجہ سے ٹرکی پر لگی ہوئی ہیں، اس معاہدے پر سے بھی پردہ اُٹھنے لگا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدے کی اصلی شرطیں کیا کیا ہیں؟ لیکن برطانی حلقے اسے سیاسی معاہدہ قرار دیتے اور سخت اندیشوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

ترکی اخبار بھی معاہدے پر اظہار رائے کر رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی ہمدردیوں کا میلان روس کی طرف ہے۔ اخبار "جمہوریت" نے ایک طویل افتتاحیہ شایع کیا ہے جسمیں لکھتا ہے:

"گزشتہ چند صدیوں سے خرس روس ہمارا سب سے بڑا اور خونخوار دشمن تھا۔ لیکن اس آخری معاہدے نے دشمنی کی تمام باتیں یک لخت بھلا دی ہیں۔ زار کی حکومت، جنگ عظیم کا سب سے بڑا سبب تھی۔ وہ ٹرکی کی لاش پر اپنی عمارت کھڑی کرنی چاہتی تھی۔ لیکن حرص و طمع نے اُسے ہمیشہ کے لئے کالعدم کر دیا اور انقلاب پرست نوجوان روس نمودار ہو گیا۔ اُسوقت ہم نے دیکھا کہ ہماری دوستی اور حمایت کا جھنڈا اُس کے کاندھوں پر لہرا رہا ہے!

"ترکوں کی تمنا تھی کہ بالشویک روس کامیاب ہو جائے اور روس کی آرزو تھی کہ ترکی قوم فتحمند ہو جائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ دشمن مشترک تھا۔ میدان جنگ میں دونوں بھائیوں نے معانقہ کیا اور تلوار کے زور سے اپنی آزادی قائم کر دی۔ یہ حقیقت ہے کہ روس نے عین وقت پر ٹرکی کو برباد ہونے سے بچا لیا۔

"اس صورت حال میں کون خیال کر سکتا ہے کہ ہم ان سرمایہ دار حکومتوں کی دھمکی میں آکر اپنے دوست سے بیوفائی کرینگے؟ ترکی قوم کی نظر میں مادیت سے زیادہ اخلاق کا وزن ہے۔ ہم ہرگز بیوفائی کا دھبہ اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتے"

صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ بلقان میں بھی اس معاہدہ کی وجہ سے کھلبلی پڑ گئی ہے۔ سب سے زیادہ پریشانی یونان کو ہے۔ ایتھنس کا نیم سرکاری اخبار "بریاہ" لکھتا ہے:

"اس معاہدہ کو معمولی سمجھنا یا اُس سے غفلت برتنا سخت غلطی ہوگی۔ ٹرکی اور روس، دونوں کے ارباب حل و عقد زیادہ سے زیادہ قریب اور باہم وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اُن کا اتحاد عمل دُنیا کی قسمت پر زبردست اثر ڈالنے والا ہے۔ خصوصاً عالم اسلامی کی پوری قسمت اسی اتحاد سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں میں بالشوزم مقبول ہوتا چلا جاتا ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں یورپ کی غلامی سے اُنھیں یہی بھوت نجات دے سکتا ہے۔ ٹرکی کی دوستی، بالشوزم کے لئے بمنزلہ فتح کے ہے"

ترکی عورت اور حق انتخاب

موجودہ ترکی انقلاب کی تاثیر و قوت کا سب سے بڑا مظہر، ترکی عورت ہے۔ چند سال پہلے تک ترکی عورت کو ملک کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اب سے ۵۰ برس پہلے تو وہ محض ایک بے حقیقت وجود تھی۔ اُسے تعلیم سے جبراً روکا جاتا تھا۔ سخت اور غیر شرعی پردے میں زبردستی رکھا جاتا تھا، اور اُس کے حقوق کے لئے کوئی شنوائی نہ تھی۔

لیکن اب کیا حالت ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی ترکی عورت گزشتہ زندگی اختیار کرنے پر راضی ہو سکتی ہے۔ بکثرت عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ہیں۔ انشا پرداز ہیں۔ مقرر ہیں۔ ڈاکٹر ہیں..... لیکن ترکی عورت اسی درجہ پر قانع نہیں ہے۔ اب وہ ملکی پارلیمنٹ میں انتخاب کا حق بھی مانگتی ہے۔ اس تحریک کی لیڈر انجمن نسواں کی رئیس "نزیہہ محی الدین" خانم ہیں انھوں نے پرسوں اپنا اعلان شایع کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ آئندہ انتخابات کے موقعہ پر ترکی عورتیں صرف اُنھیں مرد امیدواروں کے لئے کوشش کریں گی، جو عورتوں کے اس حق کے حامی ہونگے!

ترکی قانون اساسی میں تصریح مذکور ہے کہ حق انتخاب صرف مردوں کے لئے ہے۔ ظاہر ہے قانون اساسی کی تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی اکثریت کو رائے دینا چاہئیے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ اس مرتبہ پارلیمنٹ میں اُن کے حامیوں کی اکثریت ہو جائے تاکہ اُن کا مطالبہ پورا ہو سکے۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا کا سفر آستانہ

بیزنطیہ، قسطنطنیہ، شہنشاہوں کا یہ عظیم شہر، نہیں معلوم عظمت و جلال کے کتنے جلوے دیکھ چکا ہے! روم کی عظمت اُسنے دیکھی، قسطنطین کا جاہ و جلال اُسنے دیکھا، محمد فاتح کا دبدبہ اُسنے دیکھا... مگر وہ ہنوز نئے نئے جلووں کے لئے مضطرب ہے۔ موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت کے انتظار میں ہے۔ یعنی غازی مصطفٰے کمال پاشا کے لئے چشم براہ ہے!

مدت سے قسطنطنیہ کی آرزو تھی کہ غازی ممدوح اُسے اپنی آمد سے مشرف کریں۔ غازی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس شہر میں اُن کا استقبال اتنا شاندار ہوگا، جتنا کبھی کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا ہوا ہوگا۔ مگر اسپر بھی وہ اب تک نہیں آئے۔ حالانکہ اناطولیہ کے ایک ایک گاؤں کا بار بار دورہ کر چکے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہے کہ موصوف ٹھوس عمل پسند کرتے ہیں۔ دھوم دھام، شان و شوکت ناپسند کرتے ہیں۔ اناطولیہ اگرچہ ترکی سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، مگر سابق سلاطین نے اُسے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا اور ترقی دینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ موجودہ ترکی انقلاب کی تمام اُمیدیں اناطولیہ ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لئے غازی کمال پاشا اور اُن کے رفقاء وہیں دَورے کرتے رہے اور قومیت اور زندگی کی روح پھونکتے رہے۔ قسطنطنیہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ ٹرکی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہاں ترکی

اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہے، اور بعضوں نے انکو اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہئیے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے، اور حضرت عمرؓ نے باتفاق صحابہ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کرلی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں - ایران کے لئے فارسی، شام کے لئے سریانی، اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری) ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کرلی گئی تھیں، تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کرلیا تھا جو ان باتوں کے حساب کتاب میں رائج تھا، اور اُس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا - ایران اور روم و مصر کی زبانیں اختیار کرلیں، مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا - غور کرنا چاہئیے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہوسکتی کہ صحابۂ کرام محض قومی تعصب اور تنگدلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے - اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رُکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے - ثانیاً اُس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اُس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے - خود اسی عہد میں حضرة عمرؓ نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کئے ہیں، اور اُن میں جو باتیں کارآمد اور ضروری نظر آئی ہیں بلاتامل اختیار کرلی ہیں - جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آیا، وہ ایرانیوں، رومیوں، اور مصریوں کو باصرار طلب کراتے اور اُن سے مشورہ لیتے - دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد، اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا - فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے - یعنے ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد - چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے، اس لئے حضرة عمرؓ نے چاہا، اُس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے - مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مسیحی مدینہ میں طلب کیا گیا تھا - طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں: " ابعث لنا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا " ایک رومی کو بھیجدو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب اُستوار کردے - (صراط مستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمرؓ کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کرلینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی دوسری ہی علت ہونی چاہئیے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دئیے، اور ایک نیا سنہ از سر نو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابۂ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجہ کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا - وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لئے تھا - بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلح لفظوں میں نہ ادا کرسکتے ہوں - یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات ایک بات کی علت اُس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس میں آج دنیا دیکھ رہی ہے، لیکن اُن کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچا کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں، لیکن دماغ جاتا اُسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہوسکتے ہیں - یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام " تزکیہ " کے ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (۲ : ۶۲) یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کردی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے - اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اسمیں رکھی جائے گی، وہ قبول ہی نہیں کرے گا - صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اسمیں سما سکتی ہیں!

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی - قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر اُستوار ہوتی ہیں، اُن میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے اُن کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا - اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کرسکیں - جب حضرة عمرؓ نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن اُن کی طبیعت اُن کی طرف مائل نہ ہوسکی - اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھودینی تھی۔

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے - جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی - قوم کا سنہ اُس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے - یہ اُس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور تمام عالم پر اُس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کردیتا ہے - یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے - ہر طرح کی یادگاریں مٹ جاسکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی - کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے، اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے - آج آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام اُن کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں، اور ہمارا حافظہ اُن سے گردن نہیں موڑ سکتا!

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرة عمرؓ اور صحابہ کے سامنے آتا اور اُن کا دماغ غلط فیصلہ کرتا - اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہوجاتی - کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو - نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں - دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کرسکے - وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کرلینے کے اُن کا سنہ قبول نہ کرسکے - خود بخود انکی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ، اور ایسا ہونا چاہئیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو - انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، انکے حساب کتاب کے قواعد قبول کرلئے، اُنکے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا، لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوسکے - یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو، اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے - انھوں نے ایسا ہی کیا، اور اسلام نے جو ذہنیت اُن کی پیدا کردی تھی، اُسے یہی کرنا تھا!

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھوچکا ہے - ہر عہد کا مورخ دراصل اُسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اُسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اُس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کرسکتی ہے - اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دَور صحابۂ کرام کے عہد پر ختم ہوگیا، اور اُس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اُس دَور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں - متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشوونما پاچکی تھی - اس لئے ان مصنفوں نے جب اُس عہد کے حالات پر قلم اُٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اُس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کرکے اُس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اُس کی ہر بات رنگ ڈالی - تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے - ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے حتی کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا - اگر عہد صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اول کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں، اور اُن کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پَرتو موجود ہے - مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو تم انگلی رکھ کر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے - امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے " ولم یحب التاریخات القدیمۃ " یعنے حضرت عمرؓ ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کررہے تھے، مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں - اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے - اور یہ معاملہ اُن کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کردیں - واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی نئے نئے معنی پہنانے لگے - میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامۂ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے - وہ لکھتے ہیں حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا - (یعنی دَورۂ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند سالوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی - جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کردی گئی ہے) چونکہ اسلام نے " نسئی " سے روکا تھا، اور کبیسہ پر " نسئی " کا شبہ ہوسکتا تھا، اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا - مورخ موصوف کو یہ دُور از کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے اُن کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار " نسئی " کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے - حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں

تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتحمندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا، تو اُسوقت اسی معنوی فتحمندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی: ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمة الذین کفروا السفلیٰ، وکلمة اللہ ھی العلیا، واللہ عزیز حکیم! (۹: ۴۰)

تذکار محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اسدرجہ المناک اور درد انگیز تھا، اور اُس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے، کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اُس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے دورد کی تمام یادآوریاں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و ماتم میں محدود ہو گئیں اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کر دیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثہ کربلا کی المناکیاں اور عبرت انگیزیاں ناقابل فراموش ہیں۔ لیکن ہمارے جماعتی ذہن و فکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ و اعتبار کے دوسرے پہلو فراموش کر دیئے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعہ کی تذکار ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سے کیوں چشم بصیرت بند کر لی جائے؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیہ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب کتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اُسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیہ کے عام الفیل تھا۔ یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابۂ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب نکالتے۔ ہجرۃ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا، وأن اللہ علی نصرھم لقدیر (۲۲: ۴۰) اس لئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے "سنہ اذن" سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت کا کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ براۃ کے نزول کے بعد "سنہ براۃ" کا بول چال میں رواج رہا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ، "سنة الوداع" تھا۔ یعنی آنحضرۃ (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو "حجة الوداع" کے نام سے مشہور ہو گیا تھا اور ہجرۃ کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنة التمحیص، سنة الترفئہ۔ سنة الزلزال۔ سنة الاستئناس۔ برونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرۃ (صلعم) کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی لیکن حضرت عمر (رض) کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام نے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع کر دیئے، اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا۔ اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اُسوقت تک واقعۂ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرۃ عمر (رض) اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرہ سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا، لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ:

رفع الی عمر بن الخطاب صک محلہ شعبان فقال ای شعبان ھو؟ أشعبان الذی نحن فیہ، او اللآتی؟ ثم جمع وجوہ الصحابہ فقال ان الاموال قد کثرت وما قسمنا منہا غیر موقت فکیف التوصل الی ما یضبط بہ ذلک؟ فقالوا یجب ان یعرف ذلک من رسوم الفرس فعندھا استحضر عمر الھرمزان وسألہ عن ذلک، فقال ان لنا حسابا نسمیہ "ماہ روز" فعربوا الکلمة وقالوا "مورخ" ثم طلبوا وقتا یجعلونہ اول التاریخ دولة الاسلام، فاتفقوا علی أن یکون المبدء من سنة الھجرة (تاریخ کبیر ذہبی - وتاریخ مصر مقریزی)

"ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جسمیں شعبان کا مہینا درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا، یا آئندہ برس کا؟ پھر آپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: آ حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہو گئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہو جاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہو سکیں۔ اسپر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اُنکے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرۃ عمر نے ہرمزان کو بلایا۔ اُسنے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روز" کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں "مورخ" بنا لیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اُس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرۃ کے برس سے کیجائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا!"

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اسمیں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

کان عند عمر عامل جاء من الیمن فقال لعمر أما تؤرخون تکتبون فی سنة کذا وکذا من شھر کذا اکذا؟ فاراد عمر والناس ان یکتبوا من مبعث رسول اللہ صلعم ثم قالوا من عند وفاتہ، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الھجرة (تاریخ کبیر ذہبی ومقریزی جلد ۲)

"حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا۔ اسنے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اسپر حضرۃ عمر اور اَور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا۔ پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرۃ کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرۃ سے سنہ کا تقرر ہو"

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

ان ابا موسی الاشعری کتب الی عمر انہ تاتینا منک کتب لیس لھا تاریخ وقد کان عمر دوّن الدواوین ووضع الخراج واحتاج الی تاریخ ولم یحب التاریخات القدیمة فجمع علیہ عند ذلک واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبدأ من الھجرة (ریاض النضرة)

"ابو موسیٰ اشعری نے حضرۃ عمر کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کر دیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے اور اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اُنھیں اختیار کریں۔ اب موسیٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہو گئی۔ صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرۃ کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے"

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرۃ سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ:

جمع عمر الناس فسألھم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ھاجر رسول اللہ صلعم وترک مکہ ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی - مقریزی طبع ثانی جلد ۱ صفحہ ۵۶)

"جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس دن سے جس دن آں حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے"

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ اُن امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ سنہ ۱۶ کے واقعات میں لکھتا ہے:

وفیھا ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الھجرة، فکتبہ من الھجرة (جلد ۲: ۱۶۶)

"اُسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے اُنھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے۔ لیکن حضرۃ علی نے رائے دی کہ ہجرۃ سے شروع کرنا چاہیے"

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے:

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ حضرۃ عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری وطبری وغیرہما) برونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اُسنے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا۔ انہی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کر لیا جائے، لیکن حضرت عمر اور اَور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں

---

(۱) برونی نے یہ تفصیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کی ہے اور اُسکے الفاظ روایت مندرجۂ متن سے مختلف ہیں۔ چونکہ اُسنے کوئی تخریج درج نہیں کی تھی اس لئے حسب اصول فن روایت اس سے اساسی استدلال نہیں [illegible] (آثار الباقیہ صفحہ ۳۰)

السحر الحلال في مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور مذہبی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ ان پر بحث کریگا اور ان کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی دعوت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور متعدد اوراق کا مجموعہ تھا۔ اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علاحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں بھی مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی تعداد بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

اول تو یہ اُن روایات کے خلاف ہو جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ اُن میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہو۔ نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً "نسئ" مصطلحۂ جاہلیتہ اور "کبیسہ" مصطلحۂ حساب قطعاً دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس "نسئ" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا، وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کر دینا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا، اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار پا جاتا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال و طاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہو جاتے تھے اور اُن کے تقرر و تعین کی اہمیت و مصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن "کبیسہ" بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اُس کا مقصد دوسرا ہے، اور اُس کے اجراء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اُس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہ جاتی ہو اُسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ پڑ جائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ "نسئ" کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی "نسئ" سمجھ لیتے، یا اُنھیں کبیسہ پر "نسئ" کا شبہ ہو سکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنے ہزارویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم و سنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اُس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اسمیں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابۂ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے اُنھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کر کے اس کے رواج و قبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ، اور کجا یہ معاملہ جو حساب و کتاب کے ایک علمی اصول و قواعد کا معاملہ ہو! حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کر دی۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ و استفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت عمر بے شمار معاملات میں ایران و روم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہو کہ صحابۂ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع و تشبہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، اُن کا محل دوسرا ہو، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں۔ اس معاملہ سے اسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہر حال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی تعدد و ناز توجیہ کے اختیار کئے، یہ بات سامنے آجاتی ہو کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اس لئے چاہئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے، اندر ہی طیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطۂ نظر، واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص ہو۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ سنہ کی ابتداء قرار دینے کے لئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کسی چیز کی طرف اُن کی نگاہ نہ گئی۔ ہجرۃ نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سروسامانیوں اور مظلومیوں کی یاد تازہ کرتا تھا، اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

بہتر ہے کہ یہ بحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھا جائے۔ آج کی مجلس قصد سے زیادہ طولانی ہو چکی ہو۔ ممکن ہو کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض طبائع پر شاق گزر رہی ہو۔

ہوائے الاسکا کی پیمایش

سائنٹفک امریکن میں الاسکا (قطعۂ ارض مابین امریکہ و جاپان) کی پیمایش بذریعۂ طیارات پر ایک نہایت دلچسپ مضمون نکلا ہو۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:

"تین طیاروں کے ذریعہ سے ایک سرکاری مہم نے الاسکا کے جنگلوں پہاڑوں اور جھیلوں کی صرف پندرہ دنوں میں اتنی پیمایش کر لی جو معمولی پیمایش کے ذریعہ پندرہ برس میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس مہم نے ایسے ایسے مقامات کی تصویریں لیں جہاں اب تک انسان کا گذر نہیں ہوا تھا اور جو بیش قیمت جنگلوں اور جھیلوں سے بھرے ہیں۔ اس ۴۴ ہزار میل کی پیمایش کی مہم میں دس ہزار میل صرف پندرہ دنوں میں ناپ لئے گئے اور طیاروں نے دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایسے صحیح اور صاف نقشے کھینچ لئے کہ جنگلوں کے درخت بھی گن لئے جا سکتے ہیں"۔

فرانس کا جنگی نظام

مینچسٹر گارجین میں مسٹر ڈیوڈ لو اک کا ایک مضمون مندرجۂ صدر عنوان پر شائع ہوا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"فرانس نے گذشتہ جنگ کے بعد پہلا مسئلہ جو پیش نظر رکھا وہ اپنے فوج کی ترتیب و تنظیم ہو۔ اب یہ نظم ترتیب تکمیل کے ہو ۱۹۲۷ء میں پارلیمنٹ اس پر فیصلہ صادر کرے گی۔ فرانس کا مقصد یہ ہو کہ ساری فرانسیسی قوم جنگ کے لئے ہر دم تیار رہو۔ جس وقت جنگ کا موقع آجائے تو تیاری میں وقت ضایع نہ ہو۔ یہ پوری مشین جو امن کے زمانہ میں تیار کھڑی تھی فوراً چلنے لگے۔"

کیا بحالت موجودہ دنیا امن و سکون کا وہم و گمان بھی کر سکتی ہو؟ یہ فرانس ہو۔ یعنی مجلس اقوام کا، برطانیہ کے بعد، دوسرا پیامبر امن!!

جدہ میں عربی بنک

سلطان ابن سعود نے امیر حبیب فلاح کو اس بات کی اجازت دے دی ہو کہ جدہ میں ایک عربی بنک قائم کیا جائے جس کی شاخیں پورٹ سعید، سویز، اور قاہرہ میں ہوں گی۔ اس بنک کا خاص مقصد یہ ہو کہ حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔

ترکی خواتین کا لباس

ترکی انجمن نسواں نے ترکی خواتین کے لئے ایک نیا لباس تجویز کیا ہو۔ چونکہ موجودہ لباس جو ترکی خواتین استعمال کر رہی تھیں بالکل یورپین عورتوں کا سا لباس تھا، جس پر بے اندازہ روپیہ صرف ہوتا تھا۔ اس لئے نئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ لباس اقتصادی اور خوبصورتی، دونوں پہلوؤں سے بہتر ہوگا۔

فہرس

آیندہ سے فہرست پہلے صفحہ کی جگہ یہاں آخری صفحہ پر درج ہوا کرے گی

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.
Editor :—Maulana Abul-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ — کلکتہ : جمعہ ۲۲ - محرم ۱۳٤٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کر لین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون کی حروف کی چھپائی اختیار کر لی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔

اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بہترین حروف یہی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یه نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون هون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

آثار عتیقہ

ازمنۂ وسطی مین عربی طبابة

عربی طبابة اور اطباء یورپ مین

روم کے کتب خانہ ویٹیکن کے بعض مشرقي آثار

دنیا کے اکثر علوم وفنوں کي طرح فن طب نے بھي عربي تمدن کے ھاتھوں نشوؤ نما حاصل کي ھے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کي طرح اسے بھي پیدا کیا' مدون کیا' اور اس درجہ تک پہنچاکر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کي نا تمام درو دیوار کا ابتدائي درجہ ھوتا ھے - چھٹي صدي عیسوي میں اسلام نے ظہور کیا اور ریگستان عرب میں انسانوں کي ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پھیلادي - یہ آئي' اور اس نے علم و تمدن کے ھرگوشے پر نظر ڈالي - بنیادیں ھر جگہ تھیں ' اور دیواریں بھي اکثر جگھوں میں اٹھنے لگي تھیں ' لیکن تکمیل کہیں بھي نہیں ھوري تھي - اس نے دنیا علم و تمدن کي وسعت کے ھر گوشے کو ھاتھہ لگایا اور ھر دیوار پر اینٹیں رکھیں - نتیجہ یہ نکلا کہ آج علم و فن کي کوئي شاخ بھي ایسي نہیں ھے جسکے سلسلۂ وسعت و تکمیل کي ایک سب سے بڑي کڑي عربي و اسلامي تمدن کي علمي جد و جہد نہو - یہي سبب ھے کہ مورخین علوم نے عربي تمدن کو عہد قدیم و حاضر کیلیے " واسطة العقد " قرار دیا ھے - یعنے درمیان کي کڑي - یہي کڑي ھے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا ھوا ھے - یہ عہد قدیم کو جدید سے ملاتي ھے' اور عہد جدید کي سب سے قریب ترکڑي ھے !

ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کي تمام درس گاھوں میں عربي حکما کا فلسفہ ھي نہیں بلکہ طب بھي پڑھا جاتا تھا - ذکریا رازي' ابن رومیہ ' بوعلي سینا' ابن رشد ' ابن زھر' ابن طفیل ' ابن مسکویہ ' کي کتابیں فن کا اصلي سرمایہ تھیں - جدید طب کي تاریخ میں آج تک کینن Canon یعني قانون شیخ کا ذکر موجود ھے جو سولھویں صدي تک پیرس اور روم نے طبي مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا - فلسفہ کي طرح طب کي تاریخ میں بھي ایوي سینا Avicenna ' ایویروس دي گریت Averroes' اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے ھیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلي سینا' ابن رشد' اور ابن باجہ کے عربي ناموں کے یوروپین مخارج ھیں ' اور اس سے پتہ لگایا جاسکتا ھے کہ ان ناموں نے اس عہد کے یورپ میں کس درجہ شہرت اور قبولیت حاصل کرلي تھي ؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاھوں کي محرابوں پر شیشے کے رنگین جوکھٹوں میں جہاں ارسطو' بقراط ' اور جالینوس کي تصویریں بنائي گئي تھیں ' وھاں بوعلي سینا ' ابن رشد ' فارابي ' اور ذکریا رازي کي تصویریں بھي منقش تھیں - یہ شیشے اس وقت تک یورپ کے محل میں موجود ھیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپني مصنفات میں شائع کیے ھیں -

عربي فن طب کے اس عروج و احاطہ کا سب سے بڑا زندہ ثبوت اسکي بے شمار مصطلحات ھیں جو اسوقت تک یورپ کي زبانوں میں مستعمل ھیں - اگر انھیں الگ کر دیا جاے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئي ذریعۂ بیان باقي نہیں رھیگا انگریزي زبان یورپ کي دوسري زبانوں کے مقابلہ میں اصلاً کم علمي ھے' تاھم انگریزي طب میں بھي سیکڑوں الفاظ ملینگے جو در اصل عربي اسماء و مصطلحات ھي سے وجود میں آئے ھیں - مثلاً :

تمر ھندي (اِملي)	Tamarind
یاسمین	Jasmine
یشب	Jasper
تریاق	Theriac
قند	Candy
روغن بلسان	Balsam
عنبر	Amber
کافور	Camphar
بلور	Blawer

عرب اطباء اٹلي کے شاھي محل میں

مذاکرۂ علمیّہ

انساني عمر کي درازي اور اعادۂ شباب

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کا مکالمہ

ڈاکٹر وورو نوف

ذيل کے مضمون ميں مشہور فرانسيسي اهل قلم ايم - لوئي فارست نے ڈاکٹر وورونوف سے اپني ايک ملاقات کا حال بيان کيا هے - ڈاکٹر وورو نوف اور انکے عمليه تقليم کا حال هم گذشته اشاعت کے اسي باب ميں بيان کر چکے هيں - يه اس سلسله کا تيسرا ٹکڑا هے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وورونوف ' اور ميں' ريويرا کے قريب ايک خوبصورت گاؤں ايزءيں' موسيو ايم بالسن کے مهمان تهے - سه پهر کے ناشته کے وقت ڈاکٹر وورو نوف کے نئے انکشافات پر بهت هي دلچسپ گفتگو هونے لگي - اس گفتگو سے معلوم هوا که ان کے عمليه کے ذريعه صرف حيات انساني هي نهيں بڑھ جاسکتي' بلکه دنيا کي اقتصادي ترقي ميں بهي غير معمولي انقلابات رو نما هونے والے هيں -

(دنيا کا آينده اقتصادي انقلاب)

ڈاکٹر وورونوف همیں یه بتلا رهے تهے که انهوں نے اطاليه کے سرحد پر گريمالڈي کے قلعه ميں کيوں بود باش اختيار کي هے ؟ اور ايسے نظر فريب مناظر کے درميان جيسے که اس مقام ميں هيں' اپنے بندروں کي قيام گاه اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانه کيوں بنايا هے ؟

ڈاکٹر موصوف نے بيان کيا که حيواني غدود کے افعال و خواص کي تحقيقات نے مجهے نئے نئے نتائج پر پہنچا ديا هے - ميں نه صرف هر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا هوں' بلکه قريب هے که جانوروں کي ايک نئي نسل بهي پيدا کردوں - خصوصاً غير معمولي قوت رکهنے والي بهيڑ جس کے گوشت اور اون کا وزن اتنا زياده هوجائيگا' جتنا آج تک کسي کے وهم و گمان ميں بهي نهيں آيا !

مسٹر ونسٹن چرچل يه گفتگو انتهائي دلچسپي سے سن رهے تهے - دونوں ميں نهايت دلچسپ گفتگو هوئي - ميں لفظ به لفظ تو اسے لکهه نهيں سکتا مگر حسب ذيل روئداد لکهتے هوئے اس کي معنوي صحت کا ذمه دار هوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچها " کيا يه سچ هے که آپ اپنے grafting (پيوند) کے عمل سے هر اس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑها دے سکتے هيں جو انسان کي غذا اور ديگر ضروريات کے لئے کام ميں لائے جاتے هيں ؟ "

" قطعاً - ميں نے يه بهي کيا هے اور اس سے بهي بڑهکر " - ڈاکٹر وورونوف نے بغير کسي تامل کے جواب ديا -

" کيا آپ هر انگريزي بهيڑ کے اون کے وزن ميں ايک پاؤ کا اضافه کر دے سکتے هيں ؟ " مسٹر چرچل نے مزيد تشريح کي -

" بهت آساني سے - ميں نے اس سے بهي زياده کاميابي حاصل کي هے " ڈاکٹر کا قطعي جواب تها !

" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربه کيا هے ؟ "

" سيکڑوں جانوروں پر - بهيڑ کے تو گله کے گله پر "

" کيا ميں برطانوي وفد بهيج سکتا هوں تاکه وه ان عملي نتايج کي جانچ پڑتال کرے ؟ "

" به خوشي - جس وقت آپ کا جي چاهے "

وه جانور جن پر ڈاکٹر وورونوف نے اپنے تجربے کئے هيں ' الجزائر ميں هيں ' اور آئنده اکتوبر ميں برطانوي ماهرين حيوانات ان کا معائنه کرنے کے ليے جانے والے هيں - اب يه معلوم کرنا آسان هے که اقتصادي نقطۂ نظر سے يه انکشاف کيسي عظيم الشان اهميت رکهتا هے ؟

مسٹر چرچل

الانبیق	Alembic

اسکا مادہ یوناني هے لیکن یورپ میں عربي سے آیا کیونکہ الف لام موجود هے -

الکیمیا	Alchemy
الکحل	Alcohol
البق (داغ چشم)	Albuge
لبان	Olibanum
روغن نفط	Naphtha
الاکسیر	Elixir
قرنیۃ العین	Carnea
شجر البان	Ben
سمسم	Sesame
جرثومہ	Germ
مسک	Musk
عرق	Arrack
نرجس (نرگس)	Nareissus
زعفران	Saffran
شقائق النعمان	Aneman
فلفل	Pepper
فاد زهر	Bezaar
لیمون	Lemon
سنا مکي	Senna
مروارید	Margaret
صابون	Soape
رب	Rab
لوز	Lozenge
فرزجہ	Pessary
شربت	Syrupus
لعوق	Linctus
ریوند	Rhie
قرنفل	Caryophylli
بورق	Borice
صندل	Santali
کرویہ (زیرہ)	Carui
کباب چیني	Cubebae
قنب (بهنگ)	Cannb
طرطیر	Tartaratum
زنجبیل	Zingiber
سنبل	Sumbul
مرح	Myrrhae
جلابہ	Jalap
شیاف	Suppo
مر	Myrrha

اسي طرح بے شمار الفاظ هیں -

(عربي عملیات طبیہ کے آثار)

پندرهویں صدي تک یورپ میں امراض کے علاج کا تمام دارو مدار عربي طب اور عرب اطباء پر تها - یورپ کے بادشاہ جب کبهي کسي پیچیدہ مرض میں مبتلا هوتے ' تو مصر و شام سے عرب اطباء اسي طرح بلائے جاتے تهے ' جس طرح موجودہ زمانے میں یورپ کے اطباء مشرقي ممالک میں بلائے جاتے هیں - اس عهد کے بعض قیمتي آثار اس وقت تک یورپ میں موجود هیں - ان سے عربي اطباء کے وهاں قیام کرنے اور بعض حیرت انگیز معالجات انجام دینے کا ثبوت ملتا هے - مشهور فرانسیسي مستشرق پروفیسر رینو Reinaud نے اپني تحریر "حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کے علمي اتصال" میں اس طرح کي پانچ تصویریں نقل کی هیں جن میں سے تین تصویریں شاهان یورپ کے معالجات سے تعلق رکهتي هیں - ان میں سے ایک تصویر هم آج الهـلال میں شائع کرتے هیں -

یہ مرقع پوپ کے محل میں صقلیہ (سیسلي) کے قدیم اوراق و کتب کے ساتهہ آیا تها - جن اهل نظر نے اس کي جانچ کي هے وہ متفق هیں کہ :

(۱) یہ تصویر تیرهویں یا چودهویں صدي کي هے - اور سیسلي میں طیار کي گئي هے -

(۲) شاهان سیسلي میں سے ایک بادشاہ کو اس حالت میں دکهلایا گیا هے کہ عرب اطباء اس کا معالجہ کر رهے هیں -

(۳) یہ معالجہ ' داغ دینے کا عملیہ تها - یہ اس کي حالت ' اس کے طریقے ' اور اس کے اوزار کي شکل و قطع واضح کرتي هے - عربي میں اس طرح داغ دینے کو "کي" کهتے هیں - اب بهي بعض ممالک میں داغنے کا طریقہ رائج هے - لیکن جدید طب نے اسے غیر ضروري قرار دیدیا هے -

(۴) شاهان سیسلي میں سے یہ کس کي تصویر هے ؟ اس بارے میں اهل نظر نے مختلف رائیں قایم کي هیں - بعض کا خیال هے کہ یہ فریڈریک دوم کي تصویر هے جو عربي علوم و تمدن کا بہت بڑا قدر دان تها' اور جس نے هر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار میں جمع کیے تهے - یہ سنہ ۱۲۲۰ ع - میں تخت نشین هوا تها -

لیکن بعض خیال کرتے هیں یہ اس قدر پراني نهیں هے - غالباً یہ اس وقت کي هے جب نیپلس اور سیسلي کي حکومتیں مل کر "دو سیسلیوں کي حکومت" سمجهي جاتي تهیں ' اور چارلس دوم حکمران تها - اس چارلس کے متعلق بهي تاریخي تصریحات موجود هیں کہ اس نے کئي بار اپنے علاج کے لیے مصر اور مراکش سے عرب اطباء طلب کیے تهے - اگر یہ خیال صحیح هو تو اس صورت میں یہ چودهویں صدي کي تصویر هوگي - کیونکہ چارلس دوم آف نیپلس نے سنہ ۱۳۰۹ ع میں انتقال کیا هے -

بهر حال اس میں شک نهیں یہ قدیم عهد کي ایک قیمتي یادگار هے - اس سے اس عهد کے عرب اطباء کي شکل و صورت ' وضع و لباس ' اور طریق عملیات پر جو روشني پڑتي هے ' اس کي تاریخي قدر و قیمت کا موجودہ عهد کے مورخین نے اعتراف کیا هے -

بریدِ فرنگ

مکتوب لندن

(الہلال کے مقالہ نگار لندن کے قلم سے)

اس ہفتہ یہاں کا سب سے زیادہ اہم واقعہ شاہ فواد سلطان مصر کا پہلی مرتبہ برطانیہ کے دارالحکومت میں ورود ہے - لندن کے لیے مشرقی فرماں رواؤں کی آمد میں اب کوئی ندرت نہیں رہی ہے - ایک زمانہ وہ تھا جب سلطان عبدالعزیز اور شاہ ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تھا، اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کی ساری توجہ اُن کی مہمان نوازی اور پذیرائی میں مرکوز ہوگئی تھی - ایک زمانہ آج کل کا ہے جبکہ لندن کے ریجنٹ اسٹریٹ کے لیے "مشرقی بادشاہوں" کا وجود روز مرہ کا نظارہ ہوگیا ہے - اب لندن اُن کے استقبال کا نہیں بلکہ ان کی دوڑ دھوپ کا تماشا دیکھا کرتا ہے !

تاہم اس دفعہ مختلف قسم کے حالات ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولی اہمیت اور دلچسپی پیدا کردی ہے - سب سے پہلی بات تو وہ حالات ہیں جن میں اس مہمانی و میزبانی کا اجتماع ہوا ہے -

سیاسی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ دو ملکوں کے تعلقات اس درجہ کشیدہ ہوں جیسے کہ اس وقت مصر و انگلستان کے ہیں، اور پھر ایک کا بادشاہ دوسرے کا مہمان بنا ہو - ایک طرف انگریزی مصری جھگڑا جاری تھا - انگریزی بیڑا مصری سمندروں میں تخویف و تہدید کے مظاہرے کررہا تھا - دوسری طرف شاہ انگلستان اور شاہ مصر کے مابین پیام و سلام بھی ہورہے تھے !

کچھ مدت ہوئی شاہ انگلستان نے شاہ مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تھا - لیکن اس تازہ جھگڑے کی وجہ سے عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اس دعوت کے قبول کرنے کا یہ موزوں وقت نہیں ہے - مگر خلاف توقع دعوت منظور کرلی گئی، اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بھی ہوگیا !

جن غیر معمولی حالات میں یہ دعوت قبول کی گئی تھی، ویسا ہی ایک غیر معمولی حادثہ بھی پیش آتے آتے رہ گیا - لندن کے لیبر اخبارات کی اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلی جائیں، تو معلوم ہوتا ہے عین سفر کے وقت ایک سخت جھگڑا پیدا ہونے والا تھا - عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب کسی ملک کا بادشاہ سفر کرتا ہے، تو کم از کم وزیراعظم ضرور ساتھ ہوتا ہے - حکومت برطانیہ مصر کی موجودہ وزارت کو پسند نہیں کرتی کیونکہ اُس نے قوم پروروں کا ساتھ دیا ہے - اس لیے کوشش کی گئی کہ وزیراعظم سلطان کے ساتھ سفر نہ کریں - لیکن جب یہ خبر ظاہر ہوگئی، تو رائے عامہ میں سخت اضطراب پیدا ہوگیا - بالآخر یہی طے ہوا کہ وزیر اعظم ضرور ساتھ جائیں - چنانچہ وہ بھی سلطان کے ساتھ آئے ہیں - معلوم ہوا ہے کہ مصری پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس ہزار پاونڈ کی منظوری دیدی ہے -

مصر اور انگلستان، دونوں ملکوں میں سوال کیا جارہا ہے کہ شاہ مصر کی سیاحت کا مقصد کیا ہے ؟ شاہ جارج نے کیوں اُنہیں دعوت دی ؟ کیوں اُنہوں نے منظور کرلی ؟ سرکاری جواب تو دونوں جگہ یہ دیا جاتا ہے کہ سیاحت محض "سیاحت" ہے - سیاست سے اُسے کوئی تعلق نہیں - لیکن یہاں کے جو حلقے اندرونی حالت پر نظر رکھتے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس طرح کی سیاحتیں بغیر اہم سیاسی مقاصد کے نہیں ہوا کرتیں -

اِدھر کئی سال سے برطانیہ دیکھ رہا ہے کہ مصر سے اُس کے موجودہ تعلقات برقرار نہیں رہ سکتے - مصری قوم میں سیاسی بیداری پیدا ہوگئی ہے - وہ غیر مساویانہ علائق برداشت نہیں کر سکتی - وہ اب خوشنما الفاظ سے بہلائی نہیں جاسکتی - مصنوعی آزادی اُسے مطمئن نہیں کرسکتی - لہذا طوعاً و کرہاً اُسے یہ حقیقت تسلیم کرلینی پڑی ہے کہ "تبدیلی کے بغیر چارہ نہیں" جیسا کہ سنہ ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تھا -

فواد اول سلطان مصر

مصر بھی دیکھتا ہے کہ اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کی قوت نہیں - برطانی عداوت اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی - انگریز نہر سویز کسی حال میں بھی چھوڑ نہیں سکتے - لہذا اسی میں بہتری ہے کہ انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا ہوجائیں جو ہر طرح دوستانہ ہوں، مگر ساتھ ہی جن سے مصر کی خودمختاری کو کوئی نمایاں گزند بھی نہ پہنچے -

ایسے تعلقات کی بنیاد کیا ہوسکتی ہے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمہ دار حلقوں کا خیال ہے کہ یہ بنیاد ایک نئے حلف نامہ سے رکھی جا سکتی ہے - دونوں ملک باہم ایک حلف نامہ ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کی کامل آزادی تسلیم کرلے اور اندرونی مداخلت سے باز آجائے - مصر برطانیا کو نہر سویز کی طرف سے پورا یقین دلادے کہ ہمیشہ برطانیا کے لیے محفوظ رہیگی اور اس کے خلاف کبھی اُس کا قدم نہیں اُٹھیگا -

(بندروں کي پرورش گاہ)

جسطرح ایک مالي درختوں میں قلم لگاتا ھے ' اسي طرح علم نے جراح کے نشتر کے ذریعہ علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے ھیں - انکے سمجھنے کیلئے ڈاکٹر وورونوف کي تحقیقات کا مطالعہ انکے آغاز عمل سے کرنا چاھئے - یعني اس روز سے مطالعہ کرنا چاھیے ' جس روز سے انھوں نے بندر کے غدود کي قلم آدمي میں لگا کے ' بوڑھوں کو جوان بنانا شروع کر دیا ھے -

ایسے لوگ بہت ھي کم ھیں جنھوں نے گریمالڈي کے قلعہ میں ڈاکٹر وورونوف کے بندروں کي قیام گاہ اچھي طرح دیکھي بھالي ھو- یہ مقام آدھے فرانسیسي اور آدھے اطالوي سرحد کے اندر واقع ھے - البتہ اسکا دروازہ فرانس ھي میں ھے -

یہ قلعہ نسبتاً جدید طرز کي ایک عمارت ھے' مگر اسکے پہلو میں اسلامي حکومت کي ایک قدیم یادگار بھي موجود ھے - یہ ایک برج ھے جو دس صدیوں سے زیادہ پرانا ھے' اور شاید اُس اعادۂ شباب کا نشان ھے جو اُسکے سایہ میں پرورش پا رھا ھے - یہ قیام گاہ بجاے خود دنیا میں ایک نمونۂ بہشت ھے - ھرے بھرے نباتات' لہلہاتے سبزہ زار' صاف اور خوشگوار ھوا ' اسپر نیلگوں بحر متوسط کا دلفریب منظر ! یہ مقام ملکہ وکٹوریا کو اسقدر پسند تھا کہ وہ یہاں ایک پتھر کے بنچ پر بیٹھکر دیر تک سمندر کو دیکھا کرتي تھیں - آج ھملوگ اُسي بنچ پر بیٹھکر ڈاکٹر وورو نوف سے اُنکے انکشافات پر گفتگو کرتے رھے !

" ڈاکٹر وورو نوف - تمہارے والد کا کیا حال ھے ؟ " میں نے ایک دن پوچھا -

ڈاکٹر وورو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد ھوں - اُنھیں بہت سخت زکام ھوگیا ھے - تم جانتے ھو انکي عمر سو برس کے قریب ھے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا .. جواب ملا کہ وہ مر گئي -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف ھے - " نورا " ایک بندریا تھي مگر انسانوں سے زیادہ انسانیت رکھتي تھي - وہ بلا کي ذھین تھي - ڈاکٹر وورو نوف اُسے اسلیے عزیز رکھتے تھے کہ وہ بہت دلیري اور خوشي سے ھر طرح کے عمل جراحي کیلیے مستعد ھوجاتي تھي - وہ شاید نسل انساني کے مفاد کیلیے اپني قرباني کي ضرورت محسوس کرتي تھي !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کي زندگي میں بڑا اضافہ کردیا ھے - اب وہ اپني عمر سے کہیں زیادہ کمسن ھوگئي ھے - اس کے بعد نورا میں بھي دوسري کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تھا ' اور وہ پھر سے جوان ھوگئي تھي - لیکن افسوس ھے کہ کچھہ دنوں کے بعد وضع حمل کرتے ھوے مرگئي ' اور موجودہ دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دے گئي !

(اسوقت تک کي عملي کامیابي)

ھر شخص یہ جاننا چاھتا ھے کہ ڈاکٹر وورو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے ھیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بوڑھوں کو جوان بنا دیا ھے ؟ اس کا جواب اُنھي کي زباني حسب ذیل ھے -

" میں ایک ھزار سے زیادہ قلم لگانے کا عمل کر چکا ھوں - اس تعداد میں بالشبھہ طبیب بھي شامل ھیں - آپ سمجھہ سکتے ھیں کہ یہ لوگ بغیر اس عمل کو سمجھے ھوئے ھرگز عمل جراحي کے لیے راضي نہ ھوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وھي لوگ انکار کرسکتے ھیں جو بغیر سمجھے بوجھے ھر بات سے انکار کردینے کے عادي ھیں - ان کا یہ طرز عمل علم کے اصول کے قطعاً خلاف ھے "

" آپ پر یہ بات بھي واضح ھوني چاھیے کہ اگر مجھے میرے ھزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجہ حاصل نہ ھوتا ' تو میں ساري دنیا میں قوي اور تندرست بندرونکي اس درجہ تلاش نہ کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتھہ بندروں کي یہ قیام گاہ نہ بناتا جس کا وسیع کارخانہ آپ دیکھہ رھے ھیں "

" میں امید کرتا ھوں کہ عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کي بے شمار قیام گاھیں تعمیر ھوجائیں گي - یہ مقام ان کي نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب ھے - یہ جانور بھي نسل انساني کے لیے اسي طرح کارآمد ھے جس طرح بیل یا بھیڑ "

" میں نے قلعہ گریمالڈي میں بندروں کي قیام گاہ اس لیے بنائي کہ غیر ملکي بندر اس آب و ھوا کے عادي ھوجائیں - یہ گویا ان کي مرکزي قیام گاہ ھوگي جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بھیجے جائیں گے - اس وقت ھمارے پاس ایک علحدہ اور منتخب جانور خانہ بھي ھے جس میں بندروں کي خاص طور پر پرورش اور دیکھہ بھال کي جاتي ھے - سرد راتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُنھیں مصنوعي گرمي پہنچائي جاتي ھے اور اس وقت تک قایم رکھي جاتي ھے جب تک اس میں تدریجي کمي کرکے بندروں کو یہاں کي آب و ھوا کا عادي نہیں کر دیا جاتا "

" مختصر یہ کہ میرا مقصد اس جانور کو بھي اسي طرح پالتو اور مانوس بنا لینا ھے - جس طرح انسان نے رفتہ رفتہ گھوڑے ' بھیڑ ' اور بکریوں کو بنا لیا ھے "

(عارضہ سرطان کي تحقیقات)

" في الحال دنیا میں بندروں کي تعداد بہت زیادہ نہیں ھے - بندروں کو نا موافق آب و ھوا سے اور مناسب غذا کي کمي سے سخت جنگ کرني پڑتي ھے - میں نے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھا ھے کہ جس طرح انسان قحط سالي میں موت کا شکار ھو جاتے ھیں ' اسي طرح ایک ایک دن میں ھزاروں بندر بھي غذا نہ ملنے سے مر جاتے ھیں -

" دنیا میں سب سے زیادہ تعداد اُن جانوروں کي ھے ' جنھیں انسان کے ذریعہ غذا ملتي ھے - بندروں کي جان بچانے کیلیے بھي یہي طریقہ اختیار کرنا چاھیے - انھیں بھي موقع دینا چاھیے کہ انسان کے تہذیب و تمدن سے مستفید ھوں اور بھوکے نہ مریں - اگر ایسا ھوا تو وہ عجائب خانوں کي محض زینت ھونے کي جگہ نوع انساني کو عظیم الشان فوائد پہنچائینگے "

" بندروں کي ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچھہ ملتي جلتي ھے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت ھي قریبي رشتہ دار ھے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقي کي ' مگر افسوس ھے کہ یہ تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انساني ساخت و طبیعت سے بہت دور ھیں "

" سرطان کي تحقیقات سفید چوھوں اور سوروں پر کي جا رھي ھے - میرے خیال میں یہ تحقیقات کبھي مکمل اور مفید نہیں ھو سکتي جب تک کہ اعلی قسم کے بندروں پر تجربے نہ کیے جائیں "

زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا اور سخت تکلیفیں اٹھا رہا تھا - فیلپ نے اسے اِس حالت میں دیکھا تو رو دیا - ایک دن اُسے خیال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمہ ہو جانا چاهئے - چنانچہ وہ اسکے پاس گیا اور روتے ہوے کہا :

" میرے عزیز بھائي ' مجھے تمھاري ذات پر پورا بھروسہ ہے - تم ایک عقلمند ' دیانت دار' اور بردباد آدمي ہو - میري مدد کرو - آؤ' ہم دونوں ملکر ان پاگلوں کي خدمت کریں اور اُنھیں اِس موذي مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلادیں - تمام ملک میں تمھاري نیکي اور دانشمندي کے چرچے ہو رہے ہیں - کہو تم طیار ہو؟ "

سچي محبت کي یہ دلنواز صدا سنتے ہي اچانک مجنون کا دماغ صحیح ہوگیا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھایا - فیلپ نے اسکي بیڑیاں فوراً کٹوادیں ' اور وہ زندگي بھر اسکے ساتھہ وفاداري اور سلامت روي کے ساتھہ کام کرتا رہا "

اِس قسم کے اور بھي بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلي امراض کے دور کرنے کے لیے بہت سے نئے طریقے ایجاد کیے - فیلپ درحقیقت اِس فن کا امام ہے - ابتک اِس راہ میں اُسي کي پیروي کي جا رہي ہے -

اگر غور کیجیے تو اس مختصر سے واقعہ میں اقوام مشرق کیلیے کیسي عظیم عبرت و موعظت پوشیدہ ہے ؟ ایک قومیں وہ ہیں جو اپنے اُن مشاہیر کي یاد بھي نہیں بھلا سکتیں' جنھوں نے اُنکے پاگلوں کیلیے زندگي اور تندرستي کي راہ نکالي تھي - ایک ہم ہیں کہ اپنے اُن مصلحوں اور پیشواؤں کي بھي عزت کرنے کیلیے آمادہ نہیں جو صرف پاگلوں کي زندگي ہي کیلیے نہیں بلکہ تمام ذي ہوش افراد قوم کي زندگي و سعادت کے لیے قربانیاں کر رہے ہیں !

کسي آبادي میں مریضان جنون کي تعداد زیادہ سے زیادہ اِتني ہوسکتي ہے کہ ہر دس ہزار میں ایک انسان مجنون تصور کرلیا جاے - اس اعتبار سے کہنا چاهئے کہ ڈاکٹر فلپ پینیل نے ایک لاکھہ انسانوں میں سے دس انسانوں کي خدمت کي' مگر فرانس اسے فراموش نہ کر سکا - لیکن مشرق میں تو ایسے جاں نثاران قوم موجود ہیں جو لاکھہ میں سے دس کے لیے نہیں بلکہ پورے لاکھہ کے لیے زندگي اور سعادت کے دروازے کھولنا چاهتے ہیں ' مگر لوگوں کا کیا حال ہے ؟ یہ حال ہے کہ گردن موڑ کر اُنھیں دیکھنے کے لیے بھي طیار نہیں !

فرانس نے صرف یہي ایک صد سالہ یاد گار نہیں منائي ہے - یورپ میں اب عام دستور ہوگیا ہے کہ تمام مشاہیر قوم کي یادگاریں ہر پچیس' پچاس' اور سو سال کے بعد منائي جاتي ہیں - غالباً اس قسم کي صد سالہ یاد گار سب سے پہلے سنہ ۱۸۸۷ ع میں منائي گئي تھي جب کہ " والٹیر " کي وفات پر سو سال گزرے تھے - اُسي موقعہ پر وکٹر ہیوگو نے وہ تاریخي تقریر کي تھي جو دنیا کے موجودہ علم ادب کي اول درجہ کي چیزوں میں سے تسلیم کي جاتي ہے -

(اسموئیل کرومپٹن کي صد سالہ برسي)

لیکن جب فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کي صد سالہ برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان بھي تذکار مشاہیر کي مشغولیت سے فارغ نہ تھا - فرانس ذهن و جذبات کا گھر ہے اور انگلستان عملیات و صنائع کا - یہ فرق اس معاملہ میں بھي نمایاں تھا - فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے طبیب کي برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان انساني ضروریات کے سب سے بڑے صناع کي یاد میں مشغول تھا !

یہ صناع اسموئیل کرومپٹن ہے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کي ایسي مشین ایجاد کي تھي جس کي وجہ سے کپڑا بننے کي صنعت دست انساني کي احتیاج سے بے نیاز ہوگئي - اور کپڑے کي ساخت کا سب سے بڑا اقتصادي انقلاب ظہور میں آگیا -

میں جس وقت پیرس کے نیم سرکاري اخبار طان میں اس برسي کي روئداد پڑہ رہا تھا ' تو میرا ذهن بے اختیار هندوستان کي اُس عظیم شخصیت کي طرف منتقل ہوگیا جو دنیا کو " کرومپٹن " کي جگہ اُس غیر معلوم مگر بلا نزاع " عظیم الشان انسان " کي طرف متوجہ کرنا چاهتي ہے ' جس نے اب سے ہزاروں برس پہلے ہاتھہ سے چلانے کا سہل اور سادہ چرخا ایجاد کیا تھا - میں نے اپنے دل میں کہا " افکار و اصول کے یہ کیسے دو مختلف نقطے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں نمودار ہوگئے ہیں ؟ انیسویں صدي کے مغرب کا کرومپٹن ' اور بیسویں صدي کے مشرق کا گاندھي ! " معاملہ اتنا عظیم ہے کہ مجھے رائے زني کي جرأت سے احتراز کرنا چاهیے - اس قسم کے اختلافات کا ہمیشہ حال نے نہیں بلکہ مستقبل نے فیصلہ کیا ہے - کرومپٹن پر ایک صدي گزر چکي ہے - گاندھي پر کم از کم ایک چوتھائي صدي گزر جانے دو !

صد سالہ برسي کا یہ عظیم اجتماع بولٹن میں ہوا تھا - اس موقعہ پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشینوں کي نمائش بھي کي گئي تھي - تمام قدیم ترین آلات حتی کہ چار ہزار برس پہلے کے مصري چرخے بھي جمع کیے گئے تھے - اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ بات واضح کر کے دکھلا دي جاے کہ اسموئیل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقي کي تھي ' اور اُن کے مقابلہ میں موجد کي ایجاد نے کیسي حیرت انگیز مشین ایجاد کردي ؟ سر ٹامس فلنکر نے جو بولٹن کے میر ہیں ' نمائش کا افتتاح کیا - اُنھوں نے موجد کي تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا :

" ہمیں اِس پاک دل اور بے ریا دیہاتي کي اولوالعزمي کے سامنے جھک جانا چاهیے جس نے دنیا کو ایسي عجیب ایجاد بغیر کسي ذاتي طمع یا نفع کے بلا معاوضہ دیدي ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھہ نہایت غربت کي زندگي بسر کرتا رہا "

بولٹن کے سب سے بڑے میدان میں موجد کا اسٹیچو کھڑا ہے اور اپنے خط و خال سے اُس کي اولوالعزمي ' ثابت قدمي ' اور فراخ

خیال کیا جاتا ہے کہ اِس شاہي سیاحت کے اثناء میں بے ضابطه طور پر اسي " حلف نامه " پر تبادلۂ خیال ہوگا - یه نہیں کہا جاسکتا کہ ایسي معاہدۃ جس میں ایک طرف مسلم گھمنڈ اور دوسري طرف بے سروسامان قومیت ہے' حقیقت و صداقت کے ساتھہ وجود میں آ بھي سکتي ہے یا نہیں ؟

انگلستان کا پریس جس زور و شور سے سلطان فواد کي پذیرائي کر رہا ہے ' اور آج کے سرکاري اہتمامات بھي جس درجه کے کیے گئے تھے ' وہ یقیناً غیر معمولي ہیں - یہاں کے تمام مشرقي اور مشرق دوست حلقے محسوس کررہے ہیں کہ اس کي تہه میں کوئي خاص چیز کام کر رہي ہے -

انگلستان کے رہي سرکاري اور نیم سرکاري اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامه فرسائي کر رہے تھے' اب سلطان مصر کي تعریفوں کے پل باندہ رہے ہیں - سلطان کے اعزاز و تکریم کا جذبه یہاں تک بڑھگیا ہے کہ اب اُن کي " مشرقیت " بھي مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رہي ہے - کوشش کي جارہي ہے کہ اُنہیں " مغربي " بنا دیا جائے - ڈیلي نیوز کے مقاله نگار خارجیه کو پہلي مرتبه اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ سلطان فواد محمد علي خدیو اول کے خاندان سے ہیں' اور محمد علي یوروپین ترکي کا باشندہ تھا - ایشیائي ترکي کا نه تھا - وہ لکھتا ہے :

" اس موقعه پر ہم یه حقیقت فراموش نہیں کرسکتے کہ ہمارا مہمان عزیز اگرچه اس اعتبار سے ہمارا مہمان ہے کہ وہ باہر سے انگلستان میں آیا ہے ' لیکن اس اعتبار سے اُسے مہمان نہیں کہه سکتے کہ وہ مغرب میں مشرق کا مہمان ہے - وہ مشرق کا نہیں بلکه خود مغرب کا ایک فرمانروا ہے جیسے اتفاقات نے مشرق کے ایک تاج و تخت کا مالک بنادیا ہے - ہمارے قارئین میں سے ہر شخص تاریخ مصر کي اس ابتدائي حقیقت سے با خبر ہوگا کہ وہاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلی محمد علي اعظم تھا جو البانیا کے ایک قصبه قواله کا باشندہ تھا ' اور البانیا یورپ ہي کا ایک ٹکڑا ہے - مشرق اور ایشیا میں نہیں ہے - في الحقیقت سلطان فواد کي شخصیت میں آج ہم لوگ یوروپین نژاد فرمانروا کي پذیرائي کر رہے ہیں ! "

محمد علي کے خاندان کي مغربیت سو برس تک انگلستان کو یاد نه آئي ' لیکن اب اچانک اس کا انکشاف ہوگیا ہے !

آپ کے دوست انریبل مسٹر پٹیل یہاں سے واپس روانه ہوگئے جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں ' کہه سکتا ہوں کہ ایک خاص معیار عمل کے اندر رہکر' انہوں نے یہاں کے سرکاري حلقوں پر اچھا اثر ڈالا ہے - لیجس لیٹو اسمبلي کي ریاست کے ساتھہ کانگرسي ہونے کي روایات ملحوظ رکھنا ' اور کھدر کي دھوتي اور ٹوپي بھي سنبھالے رکھنا ' آسان نه تھا ' لیکن اُنہوں نے کسي نه کسي طرح بات بنائے رکھي - یہاں کے ہندوستاني حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ غالباً آیندہ کمیشن میں ہندوستاني ممبر کي جگه اُنہي کو دي جائیگي -

اس ہفته میں آپ کے اس ارشاد کي تعمیل نه کر سکا کہ جو کچھه لکھوں ہندوستان کے متعلق لکھوں - آیندہ ڈاک سے اس کا سلسله شروع کروں گا - مجھے امید ہے' سلطان فواد اور مصر کا معامله بھي آپ کے صفحات کے لیے غیر ضروري اور غیر دلچسپ نه ہوگا -

مکتوب فرانس

(الهلال کے مقاله نگار پیرس کے قلم سے)

فیلپ بینیل کي صد ساله برسي

اس موسم کا ایک شاندار واقعه یه تھا کہ فرانس میں بڑے دھوم دھام سے فیلپ بینیل کي صد ساله برسي منائي گئي -

فیلپ بینیل سنه ۱۷۴۵ - میں پیدا ہوا ' اور سنه ۱۸۲۶ - میں فوت ہوا - یه عقلي امراض کا سب سے بڑا طبیب تسلیم کیا گیا ہے - اِس سے پہلے پاگلوں کو بہت تکلیف دیجاتي تھي - زنجیروں میں باندہ دیا جاتا تھا - غلیظ مکانوں میں رکھا جاتا تھا - بدترین غذا کھلائي جاتي تھي - چوپایوں سے بھي بدتر سلوک کیا جاتا تھا - اِس طبیب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کي ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبه پیدا کردیا - پہلے جنون لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا - اسي نے سب سے پہلے بتایا کہ لا علاج نہیں ہے -

فرانس کے مشہور پاگل خانه " بیسیٹر " کے اعلی افسر ڈاکٹر روبینوفچ نے فیلپ کي برسي پر ایک مضمون لکھا ہے اور اخبار " ماتان " کے افتتاحي کالموں میں شایع ہوا ہے - مضمون نگار لکھتا ہے :

" فیلپ اِسي پاگل خانه میں معالج تھا جس میں اِس وقت میں خدمت کر رہا ہوں - فیلپ کا درجه خواص کي نظر میں " مسیح جدید " کا درجه ہے - اِسنے عقلي بیماروں کے علاج میں رحم اور شفقت کو تام کیا - اِسنے ظلم اور سختي کے خلاف اُس وقت صدا بلند کي جب پورے فرانس میں ہولناکي پھیلي ہوئي تھي ' اور ہر طرف خون بہه رہا تھا !

" بیسیٹر پاگل خانه سے فیلپ کا تعلق ستمبر سنه ۱۷۹۳ - میں ہوا - اُسوقت یہاں پچاس پاگل موجود تھے - یه زنجیروں میں بندھے رہتے تھے - ان میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخي پاگل شاہي باڈي گارڈ کا ایک پرانا سپاہي تھا - یه نہایت ہي قوي ہیکل تھا اور غیر معمولي جسماني قوت رکھتا تھا - شراب کي عادت پڑگئي اور ہمیشه مدہوش رہنے لگا - نتیجه یه نکلا کہ دماغ خراب ہوگیا - فوج سے نکال دیا گیا - جوش جنون میں اُسے یه سوجھا کہ میں فرانس کا سپه سالار اعظم ہوں - جو کوئي یه بات تسلیم نه کرتا ' اُسے بري طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانه بھیج دیا گیا - یہاں وہ دس برس سے

" بنابریں مصري حکومت نے فیصله کیا ہے که فوج اور سرحدوں کا موجوده نظام برقرار رہے ' لیکن ساتهه هي مصري وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئي ٹهیس بهي نه لگے - وہ بدستور مصري پارلیمنٹ کے سامنے جوابده رهیگا "

" إس طریقه پر' جو مصلحت اور نظام کے هر طرح مطابق ہے ' مصري حکومت نے إس مشکل کا معقول حل ڈهونڈه نکالا ہے - حکومت کو پورا یقین ہے که ابتک جو دوستانه رویه برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکها ہے ' وہ برابر قایم رہے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کو سکے گا جو موجوده مشکل اور دوسري مشکلات کا موجب هیں "

إس بیان سے صاف معلوم هوتا ہے که برطانیا کے ابتدائي مطالبات مصري سیادت و حکمراني کے منافي تهے ' اس لیے مصري حکومت نے اُنهیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تها - پهر اُنمیں کچهه ترمیم و تبدیلي هوئي ' اور ایسي شکل میں پیش کیے گئے جو مصري حکومت کي نظر میں ایک حد تک لائق قبول تهے' لهذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جهگڑا ختم هو گیا -

(حج براه مصر)

إس سال موسم حج کي کامیابي کا اندازہ اُس سرکاري رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے جو صرف آٹهه روز کی ہے إس سے معلوم هوتا ہے که ۲۲ - مئي سے ۳۰ - مئي تک سوئز کي بندر گاه سے سفر کرنے والے حاجیوں کي تعداد حسب ذیل تهي :

۱۵۰۷ مصري ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائري ۹۸ تیونسي
۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسي ۱ روسي ۲ روماني ۱۴۷ ایراني
۱۴ عربي ۲۷ سروین ۵۲ افغاني ۲۳ افریقي ۱۷ اسپیني
۵۹۸ فلسطیني ۲۶ سنگالي ۴۳۲ شامي ۱۵۷ هندوستاني
۲۴ جاوي ۱۷۱ عراقي - یعني کل ۳۷۸۵ حاجي تهے -

جون کے پہلے هفته کي رپورٹ سے ظاهر هوتا ہے که :

۳۱۵ منگولي ۲۶۲ ترک ۲۷۶ جزائري ۱۲۰۵ تیونسي
۲۰۲ مراکشي ۳۰۷ طرابلسي ۲ روسي ۵۸۲ ایراني ۱۸۱۹ شامي
۵ سروین ۲ بلغاري ۵۸۱ عراقي ۱۹ نیجیریائي ۴۳ حجازي -
یعني کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کي راه سے سفر کیا -

مجموعي تعداد تقریباً ساڑهے دس هزار هوئي - صرف دو هفته کے اندر إتنے حاجیوں کا نهر سویز سے گزرنا إس سال کے موسم حج کي شاندار کامیابي کا ایک بین ثبوت ہے -

---

مکتوب شام

(الهلال کے مقاله نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچهلے مکتوب میں شام کي مضطرب سیاسي حالت پر روشني ڈال چکا هوں - آج بهي وهي حالت ہے جو اُس وقت تهي - نه تو کوئي تبدیلي هوئي ہے - نه کسي قریبي تبدیلي کے آثار نظر آتے هیں - البته ایک اهم واقعه ضرور پیش آیا ہے اور تمام ملک کي دلچسپي کا مرکز بن گیا ہے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسي هائي کمشنر موسیو پونسو شام سے غائب تها اور پیرس میں مقیم تها - بیان کیا گیا تها که وہ شام کے آئنده نظام حکومت پر مرکزي حکومت سے گفت و شنید کر رها ہے - اُس کي طویل غیر حاضري نے ظاهر بینوں کو طرح طرح کي امیدوں میں مبتلا کر دیا تها - لوگ کهتے تهے - هائي کمشنر کي پیرس میں موجودگي ضرور نتیجه خیز ثابت هوگي - یهي وجه ہے که إن سب کو واپسي کا بڑي بے چیني سے انتظار تها -

لیکن اب انتظار کي مدت ختم هوگئي - هائي کمشنر واپس آ گیا ہے - لیکن امیدوں کے یه تمام خوش آئند خواب اس وقت تک تعبیر سے محروم هیں - اس وقت تک هائي کمشنر نے نه تو کوئي اعلان کیا ہے ' نه بظاهر آثار نظر آتے هیں - مگر طرح طرح کي افواهیں ضرور پهیل رهي هیں -

مجهے با خبر حلقوں سے جو کچهه معلوم هوا ہے ' یه ہے که پیرس میں هائي کمشنر اور شامي وفد کے مابین بهت سي ملاقاتیں هوئیں اور عرصه تک بحث و مذاکره جاري رها - شامي وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کي تهیں - لیکن هائي کمشنر نے صرف چند منظور کر لیں - باقي تمام رد کر دیں - مثلاً وفد کا مطالبه تها که تمام سیاسي مجرموں کو عام معافي دیدي جاے - مگر حکومت نے سیاسي قائدین کو معافي دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک هي نظام حکومت کے ماتحت رکهنے کا مطالبه کیا تها - لیکن حکومت نے إسے صرف إس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا که نظام حکومت ریاست هاے متحده کا نظام هو - یعنے چهوٹے چهوٹے صوبے الگ الگ قائم رهیں اور اپني جگه خود مختار هوں - مگر انهیں کسي مرکزي نظم میں متحد کر دیا جاے - إس سے مقصود یه ہے که ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نه هو سکے - ایک قوم بهت سے ٹکڑوں میں منقسم هوکر اپني وطني قوت ضائع کر دے -

اصل یه ہے که همیشه اجنبي اقتدار ملک کي قومي وحدت کا مخالف هوتا ہے - وہ هر طرح کي صورت حال گوارا کر لے سکتا ہے لیکن یه بات گواره نهیں کر سکتا که ملک میں قومي وحدت کي روح پیدا هوجاے - شام میں یه روح پہلے سے موجود ہے - زبان ' وطن ' رسم و رواج ' اور اجتماعي خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشته میں منسلک کر دیا ہے - لیکن فرانس چاهتا ہے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دے - وہ ایک رشتهٔ قومیت قائم نه رکهه سکیں - بهر حال دیکهئے - فرانس کا آینده طرز عمل اس بارے میں کیا هوتا ہے ؟

شام و عراق کي سرحدوں پر قبائل عرب کي خانه جنگي صدیوں سے جاري ہے - اب دونوں ملکوں کي حکومتیں اسکا قطعي سدباب کر دینا چاهتي هیں - چنانچه حال میں طرفین کے دستخط سے عربي ' انگریزي ' اور فرانسیسي زبانوں میں ایک اعلان هوائي جهاز کے ذریعه ' سرحدي قبائل میں تقسیم کیا گیا ہے - اسکا ترجمه حسب ذیل ہے :

" شام و عراق کي سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاه کیا جاتا ہے که شام اور عراق' دونوں ملکوں کي حکومتوں نے متفق هوکر طے کر لیا ہے که تمهاري آپس کي خانه جنگي ' کشت و خون ' اور چوري و قزاقي قطعاً نا جائز اور ممنوع ہے - نیز هتیار بند هوکر سرحد کے اُس پار جانا بهي ممنوع ہے - آئنده جو کوئي إس طرح کي کوئي بات کریگا ' اُسے نهایت سخت سزا دیجائیگي "

دلي ثابت کر رها هے - انگلستان کے تمام سوت کے کارخانوں میں اس کي تصویریں آویزاں هیں اور بڑي عزت و احترام کي نظروں سے دیکھي جاتي هیں -

یه صناع سنه ۱۷۵۳ ع میں پیدا هوا اور سنه ۱۸۲۷ ع میں انتقال کر گیا -

(عثماني شهزاده کي وفات)

اس هفته کا ایک افسوس ناک واقعه پرنس برهان الدین کي وفات هے جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے -

آپ کو معلوم هے که سنه ۱۹۰۸ ع میں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کردیے گئے ' تو حسب معمول ان کے خاندان سے کوئي تعرض نهیں کیا گیا تها - سلطاني خاندان کے دوسرے شهزادوں کي طرح اُن کي بھي تنخواهیں مقرر کردي گئي تھیں - سنه ۱۹۱۹ ع میں جب سلطان عبدالحمید کا انتقال هوگیا ' تو اُن کے لڑکوں نے سلطان کي ذاتي جائداد اور اموال و متاع کے ورثه کا دعوی کیا - سلطان عبدالحمید کي ذاتي جائداد کا فیصله اس قدر مشکل تها ' جتنا شاید هي دنیا کے کسي فرمانروا کي جائداد کا هوا هو - ترکي میں جو کچھه تها سب اُنهي کا تها ' اور اُن کا جو کچھه تها ' اس میں سے کچھه بھي اُن کا نه تها - بهر حال ایک کمیشن کا تقرر هوا ' اور اُس نے دعوے کي سماعت کے بعد فیصله کر دیا - اس فیصله میں دعوے کا بهت قلیل حصه تسلیم کیا گیا تها - اکثر مطالبات رد هوگئے تھے - سلطان کي اولاد اس فیصله پر راضي نه هوئي ' لیکن چونکه اس کے بعد هي جنگ نے انقلاب انگیز صورت اختیار کرلي تھي؛ اس لیے مزید کار روائي کا موقعه نه تها -

جنگ کے بعد جب دوباره امن و امان کا وقت آیا ' تو قومي مجلس نے جمهوري حکومت کا اعلان کر دیا ' اور پھر کچھه عرصے بعد خاندان سلطاني کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے - ان میں سلطان عبدالحمید کا خاندان بھي تها - اس خاندان کے بعض افراد بیروت چلے گئے - بعض نے یورپ کي راه لي - انهي میں پرنس برهان الدین بھي تھے - انهوں نے جلا وطني کے بعد ترکي حکومت پر سلطان عبدالحمید کے ورثه کا از سر نو دعوی کیا تها - انهیں پوري اُمید تھي که اس میں کامیاب هونگے - یه زیاده تر سوئٹزر لینڈ میں بعض ترک امراء کے ساتھه رها کرتے تھے - خود ان کي مالي حالت عثماني خاندان کے دوسرے ارکان سے بهتر نه تھي - پچھلے مهینے پیرس آئے تاکه ترکي سفیر سے ملاقات کریں - شهر کے ایک سب سے ادنی درجه کے هوٹل میں ٹهرے جو انکي مفلسانه حالت کا لازمي نتیجه تها - وهیں اچانک بیمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنیا کے انقلابات صرف تاریخ هي میں نهیں ڈهونڈهنے چاهئیں - خود همارا عهد بھي اپني تاریخ مرتب کر رها هے - زار ' قیصر ' اور عبدالحمید ' موجوده صدي کے سب سے بڑے شخصي اور مستبد فرمانروا تھے - اُن کے جاه و جلال اور سطوت و جبروت کے هیبت انگیز واقعات دیکھنے والے هزاروں لاکھوں کي تعداد میں ابھي زنده موجود هیں - لیکن انقلاب کي ایک هي گردش نے انهیں کتني بلندي سے کتني پستي تک پهنچا دیا ؟ آج ان میں سے ایک کا لڑکا پیرس کے سب سے زیاده ادنی هوٹل میں دم توڑ چکا هے ' اور اُس کے سرهانے ایک آنکھه بھي ایسي موجود نهیں جو اُس پر آنسو بها رهي هو - و تلک الایام نداولها بین الناس !

مکتوب مصر

(الهلال کے مقاله نگار مقیم قاهره کے قلم سے)

(انگریزي مصري نزاع)

پچھلے هفتے انگریزي مصري نزاع پر گفتگو کرتے هوے وه بنیادیں بتا چکا هوں جو مصري حکومت نے تصفیه کے لیے پیش کي تھیں - آج ایک هفته گزرنے کے بعد بھي دنیا کي معلومات اس جھگڑے کے متعلق آگے نه بڑهسکیں ' کیونکه تمام گفتگو پردهٔ راز میں هے - طرفین کي پارلیمنٹوں میں مطالبه کیا گیا که گفت و شنید شایع کردي جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ایک هي جواب دیا - یعني ابھي تک فریق ثاني نے اسکي اشاعت کي اجازت نهیں دي هے - اس سے صاف ظاهر هوتا هے که دونوں اسے شائع کرنا سردست مناسب نهیں سمجھتیں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں میں سخت انتشار پیدا کردیا هے - برطاني اخبارات دعوی کر رهے هیں که مصر دب گیا اور انگریزي مطالبات منظور کرلیے - مصري اخبارات مدعي هیں که برطانیا سختي سے باز آگیا ' اسلیے مصر نے بھي مصالحت کے لیے آمادگي ظاهر کردي - مگر کیونکر ؟ کهانتک ؟ اسکا کوئي جواب نهیں ملتا !

لیکن یه یقیني هے که تصفیه هوگیا هے - باقي رها یه سوال که کس کي ضد پوري هوي ؟ تو اس بارے میں کوئي قطعي بات نهیں کهي جا سکتي - البته عبدالخالق ثروت پاشا مصري وزیر اعظم کي ایک تصریح ضرور موجود هے - یه تصریح انهوں نے مصري پارلیمنٹ میں کي هے - اگرچه یه بھي مبهم هے ' تاهم معامله پر کچھه نه کچھه روشني ضرور ڈالتي هے - اُنهوں نے کها :

" یه بات سخت افسوسناک هے که پچھلے دنوں مصري اور برطانوي حکومتوں میں غلط فهمي پیدا هوگئي تھي - اس غلط فهمي نے برطانیا کو آماده کیا که اپنے هائي کمشنر کے ذریعه مصري حکومت کے پاس ایک نوٹ بھیجے - اس نوٹ میں مصري فوج اور محکمهٔ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تھے - ساتھه هي یه بھي درج تها که برطانیا متمني هے که نزاع دوستانه طور پر ختم کردي جاے - مصري حکومت نے برطانوي نوٹ پر اچھي طرح غور و خوض کرنے کے بعد فیصله کیا که اسکے مطالبے اپني مجموعي هیئت میں مصري حکمراني ' مصري پارلیمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسي کو نقصان پهنچانے والے هیں "

" چونکه ایسے معاملات میں حکومت کو اپني مرضي سے فیصله کرنے کا اختیار نهیں - قانون کي رو سے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے پر مجبور هے - لهذا اُسنے بغیر کسي تامل کے کهدیا که یه مطالبات انکي مجموعي هیئت میں منظور نهیں کئے جا سکتے "

" مگر چونکه مصري حکومت هر غلط فهمي کے دور کرنے کے لیے مستعد رهتي هے ' اس لیے اُسنے معامله کو ایک اور طریقه پر سلجھا دینا چاها جس کا اُسے قانوناً اختیار تها اور جو مصر کے بنیادي حقوق کے منافي نهیں هے - چنانچه اُسنے فوج کے مسئله میں غور و بحث کے بعد طے کیا که برطانیا کے کون کون مطالبے قابل قبول هیں اور کون نا قابل قبول ؟ جو امور فوج کیلیے مفید تھے ' یا جنسے کوئي مضرت پیدا نهیں هوتي تھي ' انهیں اُسنے بطور خود منظور کرلیا "

سیر فی الارض

أولم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہوچکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہے۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جاسکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یورپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں، بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض برے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی برائی سے بھی بھلائی پیدا ہوجاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگزار ہوجاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزل مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم روز پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہرحال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تخت شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہوجائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرجکر اُسے بیدار کردیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیام ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہوجائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نقش محفوظ رکھتا اور قوم کو اُس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کرلیتی ہیں۔

اے مسلمین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرستی" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو مگر ہے تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہوگئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہوجائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگو سلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحل پر بھی رُکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگو سلاوی بندرگاہ راگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل دیرآزو میں اُتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا معقول تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو، البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمھارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمھارا کام تمام ہوجائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رُکا۔ پھر خوبصورت خلیج انٹیفاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پایۂ تخت ہے۔

یہ شہر، ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اُسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُنکے آبا و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہو رہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جارہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا وہ شور و ہنگامہ کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہوکر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتی کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

مطبوعات جدیدہ

علم الاثار مصر

(روح کے متعلق قدیم مصریوں کا عقیدہ)

مصر کی قدیم تہذیب دنیائے قدیم کی تاریخ کا ایک نہایت اهم باب هے - اگر یہ باب الگ کر دیا جاے تو نوع انسانی کی عقلی ترقیات کی ایک نہایت اهم کڑی مفقود هو جائیگی -

اب سے سو برس پہلے مصر کے اهرام اور حیرت انگیز آثار دنیا کیلیے معما تھے - آج وہ معما نہیں هیں' مدرسہ کا کام دے رهے هیں - قدیم مصری خط " هیرو گلیفی " پڑھ لیا گیا هے - قدیم مصری زبان کے ضخیم لغت طیار هوگئے هیں - قدیم مصری تحریریں دستیاب هوگئی هیں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثریہ کا ایک مرتب ذخیرہ مدون هو گیا هے جسے مصریات (اجپٹیا لوجیا) سے تعبیر کیا جاتا هے اور روز بروز اسکی وسعت بڑھتی جاتی هے - حال میں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کی بے نظیر کتاب اثار مصر پر شائع هوی هے - یہ قاهرہ کے دار الاثار کے ناظر تھے - انہوں نے تمام عمر اثریات مصر کی تحقیقات میں بسر کر دی - یہ کتاب اس موضوع پر علمی دنیا کی آخریں تحقیقات پیش کرتی هے - هم چاهتے هیں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اهم مباحث الہلال میں شائع کرتے رهیں -

(بقاء روح کا مصری اعتقاد)

" قدیم مصری تمدن کے سب سے زیادہ عجیب آثار جو هم تک پہنچے هیں' انکے مقبرے اور انکی ممی کی هوی نعشیں هیں - اهرام بھی دراصل اسی غرض سے بنائے گئے تھے کہ مقبرہ کا کام دیں - اس سے انکے مذهبی عقائد پر جو موت' بعد الموت' اور روح کے خلود و ابدیت سے تعلق رکھتے تھے' غیر معمولی روشنی پڑتی هے -

(مقبروں کی تاسیس)

قدیم مصر میں مقبروں کا آغاز اس طرح هوا کہ پہلے مردے کو زمین کھود کر تنگ گڑھے میں گاڑ دیتے تھے - نعش لٹانے کا بھی رواج نہ تھا - سر سینہ پر جھکا دیا جاتا تھا اور اکڑوں بٹھا کر زمین برابر کر دیتے تھے - اسکے بعد قبر یاد رکھنے کیلیے زمین اونچی کرنے لگے - قبر پر مٹی کا ڈھیر لگا دیا جاتا تھا - پھر مردے کو اوپر کی مٹی سے بچانے کے لیے قبر کے اندر چھت بنانے لگے - پھر چھت کے گرد مٹی کی دیواریں بنادینے کا رواج پڑا - اس کے بعد تابوت کا خیال پیدا هوا' اور پتھر کے تابوتوں میں مردے رکھے جانے لگے - پھر قبر کو بیرونی صدموں سے بچانے کیلیے اس پر عمارتیں بنانے لگے - انھی عمارتوں نے ترقی کرتے کرتے اهرام کا عظیم و مہیب درجہ حاصل کر لیا - اس وقت بھی دریاے نیل کے مصب اور فیوم کے مابین تقریباً سو هرم موجود هیں' اگرچہ انمیں سے اکثر منہدم هو جانے کے قریب هیں -

اب یہ بات محقق هوگئی هے کہ مصر کے اهرام در حقیقت مقبرے هی تھے - قدیم مورخین کا یہ خیال بالکل بے بنیاد هے کہ یہ قلعے هیں' یا طوفان سے بچنے کے لیے بنائے گئے تھے' یا ان میں خزانے مدفون هیں - قدیم مصری زبان میں اهرام کے نام هی سے ان کا مقصد اور موضوع معلوم هو جاتا هے - مثلاً " مسکن ابدی " " مقام کمال " " مکان خلود " " مقر روح " وغیرہ -

مقبروں کے باب میں یہ تدریجی ترقی کیوں هوئی ؟ اس لیے کہ روح کی ابدیت کا اعتقاد بھی مصریوں میں بہ تدریج ترقی پذیر هوا تھا - جس زمانہ میں وہ روح کی بقاء کے قائل نہ تھے' قبروں کے معاملہ کو کوئی اهمیت نہیں دیتے تھے - پھر جوں جوں یہ عقیدہ بڑھتا گیا' مقبروں کی اهمیت بھی بڑھتی گئی - مقبروں کو اس عقیدہ سے کیا تعلق هے ؟ بہت قریبی تعلق هے - مصریوں کا یہ عقیدہ اس شکل میں تھا کہ جب تک جسم محفوظ رهتا هے' روح بھی قائم رهتی هے - کیونکہ جسم سے علحدہ روح کا وجود نہیں هو سکتا - اس عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ مردے کا جسم زیادہ سے زیادہ مدت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے - اتنے مستحکم مقبرے بنانا' اور لاشوں کو ممی کرنا' اسی غرض سے تھا -

(زندگی کا مصری تخیل)

یہ عقیدہ کیونکر موجود هوا ؟ مصریوں کا خیال تھا کہ زندگی ایک آدمی سے دوسرے آدمی میں ناک اور منہہ کی راہ منتقل هوتی هے - اور یہ کہ انسانی جسم کے بعض اعضاء زندگی کی حفاظت کرتے هیں' مگر صرف اسی حالت میں جب کہ خود ان کی بھی حفاظت کی جائے - چنانچہ هاتھہ کی نبض زندگی کی محافظ هے' اس لیے هاتھہ میں چوڑی پہنکر نبض کی حفاظت کی جاتی تھی - گردن کو بھی ایسا هی عضو سمجھتے تھے اور اس کی حفاظت کے لیے هار پہنتے تھے - کان کے لیے بالیاں' سینہ کے لیے چاندی سونے کی لوحیں' بازو کے لیے بازو بند' اسی لیے ان میں رائج هوگئے - بہت ممکن هے کہ دنیا میں زیور کا استعمال اسی عقیدہ سے شروع هوا هو -

(موت)

ان کا اعتقاد تھا کہ زندگی همیشہ رهتی هے - لیکن نیند کی حالت میں اور کبھی کبھی غشی کے حالت میں آدمی سے جدا هو جاتی هے - وہ کہتے تھے جب جسم بگڑ جاتا هے تو زندگی کا علاقہ بھی اس سے همیشہ کے لیے منقطع هو جاتا هے - اسی خیال سے نعش کی حفاظت کا خیال پیدا هوا - اور بالاخر ممی کرنے کا طریقہ رائج هو گیا - یہ طریقہ اتنا عجیب' اتنا صحیح' اور اتنا بے خطا تھا' کہ چار چار هزار برس گزر جانے پر بھی آج اصلی حالت میں ان کی نعشیں موجود هیں ! "

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے کثرت شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کرسکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اتارنا چاہی۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُنھوں نے مجھے گھونسے دکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کر دیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ پوری آبادی، معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آئی۔ امراء، سکوں و وقار سے چلتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں۔ اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ملک مسلح ہے۔ ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف امن امان قائم ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ میں تیرانا میں دو ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں۔ چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی۔ مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں۔ قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے۔ ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت بہت مشکل ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں۔ آدمی جب تک اِن تمام سکوں سے واقف نہ ہو جو بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کر سکتا۔ مگر تم بے کھٹکے بازار میں جا سکتے ہو۔ جو چاہو خریدو۔ دکاندار جو سکّے بھی دے، بے گنے لے لو۔ ناممکن ہے کہ تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے۔ ایک دن میں نے نوٹ خریدے دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی۔ اسمیں ترکی، اور امریکن، اور صربی (سروین) سکے ملے جلے تھے۔ میں نے رقم بغیر گنے جیب میں رکھ لی اور روانہ ہو گیا۔ ابھی ۵۰ ساٹھ قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔ مڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ چلّاتے ہیں۔ ہاتھ ہلاتے ہیں۔ میں رک گیا۔ کیا دیکھتا ہوں جوتے والا کھڑا ہانپ رہا ہے:

"جناب!" اُسنے ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہا "مجھ سے سخت قصور ہوا۔ میں بڑا ہی بیوقوف ہوں۔ بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ آپ کو کم رقم دی ہے۔ یہ لیجئے آپکے دام ہیں۔ معاف کیجئے!"

لیکن پُر امن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے۔ تیرانا اسوقت فوج سے لبریز ہے۔ شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پٹی پڑی ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دیگئی ہیں۔

مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟ "یوگو سلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے" یہ جواب دیا جاتا ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے۔ پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہے۔ ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پرائمو ڈی ریویرا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈکٹیٹر ہے۔ مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں۔ وہ البانیہ کا نپولین بننا چاہتا ہے۔ تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے۔ وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے۔ تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں۔ اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے۔ وہ اُسکی...

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستایش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی؛ اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔ اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزاء خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ لو اور تاریکی میں ادہر اُدہر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بیچین ہوئے۔ جعفر عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اجازت دی" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار کھائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل و اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: "کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان کے سینے میں توڑوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اسوقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی۔ اور ایک مرتبہ نہیں ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپکی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہ)

حضرت زینب کی بیچینی اور آپکا توصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حوی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اف لک من خلیل ؛ کم لک بالاشراق والاصیل!

اے زمانہ! تیرا برا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں

من صاحب او طالب قتیل والدہر لا یقنع بالبدیل!

کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ کبھی عوض قبول نہیں کرتا۔

وانما الامر الی الجلیل وکل حی سالک السبیل!

اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دُہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سنے، وہ بے قابو ہو گئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آ جائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

"کیونکر اس حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟" آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اس پر ان کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہوگئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلّی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے، آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھو، ہمارے لئے، اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اُسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (یعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسین بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثماً و لھم عذاب مھین۔ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1]" دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی! ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں اُن کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تونے آگ قبول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے منع کیا۔ "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہوگیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کردو؛ تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکو کاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی اُنھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اُٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبداللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اس پر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپنے ازسر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اُس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آجتک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیئے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر لے سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو۔ ابوسعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ اُنھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے، زمین سرسبز ہوگئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آئیے" اس پر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اُٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سُنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کرینگے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو اُن سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اُسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اُسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیرخواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبیداللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں نکلوا دیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑ دینگے، تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چُن چُن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پُرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سُنی تو زہیر کو بُرا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اُسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسین اور اُن کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کر دیں" یہ اُن کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سُمیّہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم ازکم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اُسے قتل نہ کرو۔ اسے اُس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کرلیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حُر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حُر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ، شانوں سے اُڑ جائیں گے" حُر نے کہا "کیا اُن تین شرطوں

---

[1] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل اُن کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ اُن کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔ خدا مومنین کو اسی حالت پر چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر و انا ابن القین — اذودہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے انھیں حسین سے دور کرونگا

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر ہاتھ مارکر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا — فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھ، خدانے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا

و حسنا والمرتضی علیا — وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسن سے اور علی مرتضیٰ سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے چنانچہ انھوں طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہوجائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار — وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے

لنضربن معشر الفجار — بکل عضب صارم تبار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑادیں گے

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار — بالمشرفی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہوجاؤ! اے قوم! حسین کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی — نحن و رب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قریب زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کریگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا گئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لاکر رکھدی۔ (ایضاً)

ایک جوان رعنا

اِن کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اُس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین بھوکے باز کی طرح لوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھادیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھاکر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔

راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچاسکے! افسوس! تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُسوقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چلو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تونے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہو!" (یعقوبی و ابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہوگئے۔ اِن میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبداللہ بن عقیل (۴) عبدالرحمن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبداللہ بن جعفر (۷) عون بن عبداللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبداللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبداللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبداللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

اِن سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر پڑے۔ لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسین نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑالیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اُٹھائی۔ لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذراسی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹالیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچادے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے زغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ عبداللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کرسکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُسوقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں اُنکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسین سے بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر! کیا ابوعبداللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہوجائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشا ئیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیو

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو آپنے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں "میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں" یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسین میں پہنچ گیا!

حضرت حسین کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسول اللہ! میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اُسنے کہا "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے ہونچا اور کہا "اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کر لیتے۔ تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کرسکتا"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا "گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارز طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہمگر پیکار کرتے۔ لشکر حسین سے حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسین نے اُنھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہے" اور اجازت دی۔ عبد اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کر ڈالے اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسین یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کردئے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کردئے۔ نیزوں کے مُنہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کر ڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسین کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان لو کن سے لڑرہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسین دَوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! منھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی۔ بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کرڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر اشجع من ذی لبد ہزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلادئے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کردئے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے۔ حسینی فوج کے صرف ۴-۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے۔ خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دَوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسین نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے" اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئے۔ مگر کبتک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے لبسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزرچکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کررہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو!" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کرواڈالا۔ (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بے لبسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا "دشمن اب آپسے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُسوقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے، جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کرملوں جس کا وقت آگیا ہے" یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں" مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اقتل حتی اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو یہی حالت ہوگی کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربہم بالسیف ضربا مقصلا لا ناکلا عنہم ولا مہللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا، نہ بھاگوں گا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہورہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپکے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

حکم دیتا ہے کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہے۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہے، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف" اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہے انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے!

***

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دَلدل میں مچھر اُس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادی میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

***

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی بزرگی و درویشی کی شہرت ہے، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے۔ دوسری بدی کی۔ دُنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کر سکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہے۔ اُس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی بڑی چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہے" اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے مگر پرانے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ "جرائم کا شیطان اور بُرائیوں کا عفریت" تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق التجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہونچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہے۔ یہ دو برس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ انکا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کم سن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر و بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُسپر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی؛ لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرۃ کس فیاضی سے بخشتی ہے، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے!

***

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کر لیا گیا۔ اب یہ ایک کم سن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اسکا پہنچا الگ کر دیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے، دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کر دئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کر کے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنا لیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچا دیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا، اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُسپر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچکر نکل جاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہجاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہے جرم کی ایک خبیث روح ہے۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہے مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

***

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ خر وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ ایک موقعہ پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود نکل بھاگنے کی طیاری کر رہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیا۔ وہ طیار ہو گیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کر دے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے تھوڑے سے زیادہ ساتھی اُس کی نشاندہی پر موت کے گھاٹ اُتار دئے گئے! ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہے جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

***

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلا دی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جا سکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہے۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہے۔ اُنہیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے!

***

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہے؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اسپر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہے؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہے اُس کے لئے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر اُمڈ آتا ہے۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے، تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس حسین منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے؟ اور جان و مال کی کیسی ہولناک

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہو۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہیگا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہو کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ، کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا برا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے پھر نرغہ ہوا آپنے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اُترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر، تن سے جدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہو کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضۃ وذھبا   انا قتلت الملک المحجبا

مجھے چاندی سونے سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہو!

قتلت خیر الناس اما وابا   وخیرھم اذ ینسبون نسبا

میں نے اسے قتل کیا ہو جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہو!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "واللہ تو مجنون ہے!" پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات بکتا ہو۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اُتار لئے پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالوگے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیماری آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا!"

۴ نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہو؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگزرد نظیری خونیں کفن بہ حشر ٭ خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست!

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرہ کی تیسری صدی قریب الاختتام ہو۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہو۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہوگیا ہو۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریسس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہو۔

٭٭٭

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہو۔ یہ جتنا کم ہوتا ہو، اُتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہو۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہو، اُتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اُس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے جھونپڑے ڈالکر رہتا ہو، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہو؟ محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہو اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہو۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہو، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہو؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہو، صنعت وحرفت کارخانے کھولتی ہو، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہو، حکومت دامارت شان وشکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہو۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہوجاتی ہو، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن وراحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دَور شروع ہوجاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی ومحبت کی دنیا اور راحت وبرکت کی بہشت تھی، اب افلاس ومصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہو۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت وفیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری وخود غرضی کا پتھر ہوتا ہو۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش ونعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہو، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش وراحت کے ایوانوں میں حسن وجمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہو، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہوجاتی ہیں!۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہو، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہو۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہو۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اُن کے دروازہ پر لکھا جاتا ہو "انصاف کا گھر"۔ انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہو؟ یہ ہوتا ہو کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی وتغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بدطوار بنجانے پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا پُر ہیبت جبہ پہنکر آتا ہو، اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

سخت محنت؛ افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی محنتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگاکر رکھ دیا "بس ٹھیک ہے. اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگاکر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستالو۔ اتنی دیر میں مَیں تمھارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن ساباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رُومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن ساباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھڑی کھولی جو ابن ساباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر وہ تھان کھولکر بچھائے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُسنے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اسکے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھڑی کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن ساباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمھارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پُرشکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلاویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!۔

قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ لوٹا، اور باہر نکل گیا۔

* * *

اب ابن ساباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن ساباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں معاملات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آجتک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہجاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔

...... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفر اللہ میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور بہ اطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بنجائے......"

* * *

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا۔

"یہ لو، میں تمھارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا۔ ابن ساباط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تامل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمھارا کوئی حق نہیں، لیکن تمھاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے: کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کام تھا" اُسنے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تاثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اسمیں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن ساباط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطر ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لوگے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اس پر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ......"

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹالیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو، میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمھارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھڑی تم اُٹھالو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں بھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھڑی کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھڑی اس قدر بھاری تھی کہ ابن ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے، اُتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا! اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن ساباط نے اپنی گٹھڑی اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جسمیں پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھڑی کے بوجھ سے بالکل ہی جُھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ آگئی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن ساباط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تامل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر دجلہ آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بے حد بھاری! اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن ساباط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا: "کتے کے بیٹے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھڑی اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

* * *

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پُرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن ساباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچ کر رُک گیا

بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو دیں آسکی ہو؟ اس بات کے سونچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے۔ نہ وہ سونچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابنائے جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہوسکتا ہے، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھا رہتا ہے مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُسپر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھیرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑکر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مُہلت ملی ہے۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہے کہ جس طرف رُخ کیا، ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہوجائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طول طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کرکے اب کسی طرح نکل بھاگا ہے، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دُور دُور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہوکر آگے بڑھا۔ کچھ دُور چلکر اسنے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی ہے اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر اُمرا کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سونچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے، اور وسط میں ایک نسبتہً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہوسکتی ہے، اندر چلا گیا۔ اندر جاکر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پُرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہیں اور اُن کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہوگیا ہے!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہوگئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کرسکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر دردانگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہے۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنی قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہے جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بناکر اُس میں گدہوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کردیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمایش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جاسکتا ہے؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے گن کر دس گدہے ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جارہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جاسکتے ہیں اُٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بیکار ہے۔ زیادہ لیتا ہے تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کشمکش میں گرفتار رہا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اُسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائے کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندھنے کے لئے سود مند نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے، دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کردیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت، اُس کے داغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہوگئے تھے۔

***

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبراکر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کرسکے، دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہوگیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑھ گئے۔ نظر اُٹھاکر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے، اور اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہوگئے ہیں۔

***

اس شخص کی وضع قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسّی لپیٹ کر جسم پر چُست کرلیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسمیں کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہوگئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کردی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہے خصوصاً اُس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسے جو کچھ سمجھنا تھا، سمجھ چکا ہے۔ اس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دُور کر دے سکتی ہے۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی آواز میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پاسکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہے اور میں تمھاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سونچنے لگا ہو پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمھاری پیشانی پسینہ سے تر ہورہی ہے۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسی

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف سمتوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مباحث اوراق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے اور اُسکا ہر باب اپنی مخصوص خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں علمی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے حسب قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور وہ دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پرانا سرداب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرداب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلادے۔

***

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی، یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دہری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اس لئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسم، ایک پُراسرار اندازِ نگاہ کی دلآویزی سامنے ہے!

"میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلنوا اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو بیخود کر چکی تھی کہنا شروع کیا "میں نے اپنی خدمت پوری کرلی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اُس کی وجہ سے بار بار تمھیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں مجھے اُمید ہے تم معاف کردوگے۔ اس دُنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کردیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمھیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں، جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کرلی تھی میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان تھے افسوس میں آج اس سے زیادہ تمھاری تواضع اور خدمت نہ کرسکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آیندہ جب کبھی تمھیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

***

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہا ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب و غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سُنا تھا، وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پُتلہ اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے مُنہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے؛ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہوسکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سُنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مُہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور وہ بیک دفعہ تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں، اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت و گمرہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنے پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کررہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور اتمعاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گرپڑی:

"یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا لیکن اُس نے چور کو پکڑ کر اور سزا دلا دینے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اس "کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سونچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہوجاتی، تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کردیتا، اور آخر تک پہونچ کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ "میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی..... مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سونچتا اور پھر یہی سوال دُہرانے لگتا۔

***

سُورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غار کے گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

"یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

"تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھُلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے عجیب "اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" "تاجر نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی" تھے!

اتنے میں عشا کی اذان ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جاچکے، شیخ بھی اُٹھے جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں دجلہ کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک گرتی رہیں مگر اب نہیں رُک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو مُنہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

***

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گذر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے اُن فقرا میں ہے جو سب میں پیش

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۷ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ ۔ محرم ۱۳۴٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔

پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ہی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بہترین حروف یہی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	- - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر

(قدیم مصری عقائد - معاد اور حشر و نشر)

مقتبس از تحقیقات ڈاکٹر احمد کمال بک مرحوم

(۲)

(ممی کرنا)

لاش کے ممی کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ناک کے راستے سے دماغ نکال لیتے تھے - پھر معدہ اور آنتیں نکال کر پیٹ صاف کرتے تھے - قسم قسم کے خوشبوئیں اندر بھرتے تھے - پھر جسم کو نمک دیکر ستر دن تک نول تار میں رکھتے تھے - اس کے بعد دھوتے تھے اور کپڑے کی پٹیوں میں ملفوف کر دیتے تھے - جسم کی حفاظت کیلیے ٹونے اور ٹوٹکے بھی کرتے ' اور قسم قسم کے تعویذ لٹکاتے - یہ دستور عام تھا کہ چہرے اور انگلیوں پر سونے کا ملمع کر دیتے تھے - خیال تھا کہ جس طرح سونا بگڑتا نہیں ' اسی طرح اِس عمل سے جسم بھی نہیں بگڑے گا - قبر کے اندر مردے کے کئی بت بھی رکھدیتے تھے - تاکہ اگر جسم میں کچھہ بگاڑ پیدا ہو تو اِن بتوں کی وجہ سے روح برابر آتی جاتی رہے - ممی کرنے کا جو طریقہ مصریوں نے ایجاد کیا تھا ' وہ علم کی اتنی ترقی پر بھی جو بیسویں صدی تک ہو چکی ہے ' موجودہ دنیا ایجاد نہ کر سکی - حتی کہ اس کا مصالحہ بھی ہمیں معلوم نہیں -

(سحر)

لیکن روح کی واپسی کے لیے صرف اسی قدر کافی نہیں تھا - سحر کی بھی ضرورت سمجھی جاتی تھی - اِس موقعہ پر جو سحر کیا جاتا تھا ' وہ " اوزیرس " کے افسانہ سے اخذ کیا گیا تھا - افسانہ یہ ہے کہ "اوزی ریس" کو اُس کے بھائی " ست " نے قتل کر کے اُس کی بوٹیاں کاٹیں اور ہر بوٹی دوسری بوٹی سے بہت دور پھینک دی - اُن کا خیال تھا کہ اوزی ریس پہلا آدمی تھا جسے موت آئی اِس سے پہلے آدمی مرتے نہیں تھے - اس کے قتل کے بعد اُس کی بیوی " ایزیس " بہن " نفتیس " ' بیٹے " هوریس " ' دوست " انوبس " اور " توت " نے سحر کے زور سے اُس کی منتشر بوٹیاں جمع کرلیں - اُنھیں باہم جوڑا ' اور جب پورا جسم جمع ہوگیا تو اُسے برہنہ ' ریگ پر کھڑا کردیا - پھر " هوریس " اور " توت " نے جادو کا اوزار اُس کے منھہ ' آنکھہ ' کان ' بازو ' اور پیروں پر رکھا - اوزار رکھنا تھا کہ فوراً پورا جسم اِسطرح جڑ گیا ' گویا کبھی کٹا ہی نہ تھا - لیکن روح اب بھی واپس نہ آئی - وہ تو قاتل " ست " کے قبضہ میں تھی - یہ دیکھکر " هوریس " ' " توت " اور اُن کے ساتھیوں نے روح کی جستجو شروع کی - آخر معلوم ہوا کہ روح تین جانوروں : بیل ' ہرن ' اور بط میں سما گئی ہے - انھوں نے کوشش جاری رکھی ' اور اِن جانوروں کے جسم سے روح نکالنے میں کامیاب ہوگئے - اُس وقت " هوریس " خوشی خوشی روح لایا ' اور اپنے باپ " اوزی ریس " کے منھہ پر بوسہ دیکر اُس کے جسم میں اتار دی - " اوزی ریس " زندہ ہو گیا - شاید اُسی وقت سے بوسہ ' محبت کی علامت قرار پا گیا ہے !

اس واقعہ کے بعد سے " اوزی ریس " دائمی زندگی کا دیوتا تسلیم کرلیا گیا - کیونکہ موت اُسے مغلوب نہ کرسکی - اس دیوتا سے دوسرے دیوتاؤں ' فرعونوں ' اور تمام مصریوں کو زندگی حاصل ہوئی - سقارہ میں چھٹے خاندان کے ایک ہرم پر " کتاب ابدیت " کا یہ باب کندہ ہے اور پڑھہ لیا گیا ہے -

(آخرت کی زندگی)

مصریوں کا ابتدا میں عقیدہ یہ تھا کہ آخرت میں بھی انسان بالکل ویسی ہی زندگی بسر کرتا ہے ' جیسی دنیا میں اسکی زندگی ہوتی ہے - فرق صرف اسقدر ہے کہ یہاں کے مصائب و آلام وہاں نہیں ہیں - یہی سبب ہے کہ وہ مردے کی قبر میں وہ تمام چیزیں رکھدیا کرتے تھے جو دنیاوی زندگی میں اُسے مرغوب تھیں - چنانچہ قسم قسم کے کھانے ' کپڑے ' زیور ' ساتھہ دفن کر دیتے تھے اور سمجھتے تھے ' وہ مرنے کے بعد بھی اِنسے متمتع ہوگا - یہی نہیں بلکہ قبر کی دیواروں پر ان چیزوں کی تصویریں بھی بنا دیتے تھے - نیز اُسکی دلچسپی کی چیزوں مثلاً شکار ' دریا ' میدان جنگ وغیرہ کے مناظر بھی کندہ کردیتے - اُنھیں یقین تھا کہ سحر کے ذریعہ یہ تمام تصویریں اور نقوش اصلی ہوجائینگے ' اور اُن سے مردے کو وہی لطف حاصل ہوگا جو زندگی میں حاصل ہوتا تھا !

لیکن بتدریج اِن خیالات میں وسعت ہوئی - اُنھوں نے محسوس کیا کہ دنیاوی زندگی آخری زندگی کا کوئی اعلی نمونہ نہیں ہے - چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ " جنت " کا خیال پیدا ہوا -

(جنت)

لیکن جنت کے تخیل نے بھی بتدریج ترقی کی - شروع میں اُنکی جنت ' سرزمین مصر ہی جیسا ایک خیالی خطہ تھا جسمیں نہریں جاری تھیں ' سبزہ لہلہاتا تھا ' زندگی کی جملہ دلفریبیاں جمع تھیں - لیکن اس جنت میں باوجود ہر قسم کے آرام و راحت کے ' آدمی کو محنت کرنے پر بھی مجبور ہونا پڑتا تھا - اُسے اپنا باغ خود درست کرنا پڑتا اور کھانے کے لیے خود ہی کھیتی کرنی پڑتی تھی - بعد میں محنت کا خیال جاتا رہا ' اور بلا کسی تکلیف کے کھانا پانی حاصل ہونے لگا - اِس کے بعد جنت سرزمین مصر سے اٹھکر ملاء اعلی میں پہنچ گئی جہاں کی رونق اور دلفریبی حد تصور سے باہر ہے !

یہ معاد کے مصری عقیدے کی انتہائی ترقی تھی -

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار' پراني قلمي اور مطبوعه کتابیں' پراني تصویریں' پرانے سکے اور نقوش' پرانے زیور' آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان' اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر' اگر آپ کو مطلوب هیں' تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت' دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر' شام' فلسطین' هندوستان' ایران' ترکستان' چین' وغیره ممالک میں همارے ایجنت همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل' کتب خانے' اور عجائب خانے' هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنت آپسے مل سکے -

والٹیر

جسنے کلیسائی اور شاهي استبداد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا !

مہذب ' سنجیدہ ' با اصول ' فیاض ' اور دوستوں کا وفادار دکھائی دیتا ہے - کبھی اپنے دوستوں پر جان و مال قربان کرنے پر تلا ہے - کبھی دشمنوں کو پاؤں سے روند ڈالنے پر اڑا ہے - والٹیر ایسي هي متناقص صفات و اخلاق کا مجموعہ ہے !

لیکن یہ صفتیں اُسکي شخصیت کي اصلي بنیادیں نہیں هیں - اُسکي شخصیت کے ستون جس چٹان پر قائم تھے ' وہ اُسکي اعلی دماغي قابلیت اور حیرت انگیز ذهانت تھي - ثبوت کے لیے کسي تاریخي شہادت کي ضرورت نہیں - اُسکي کتابیں خود سب سے بڑي شہادت هیں - نوارے ضخیم جلدیں اُسکي یادگار هیں - اُنکا هر صفحہ روشني کے حرفوں میں لکھا ہے - هر سطر اپني جگہہ پر ایک کامل سحر ہے - اِتني بڑي ' اِتني کثیر ' اِتني متنوع کتابیں ' کم لوگوں نے چھوڑي هیں - وہ معلومات و مباحث کي وسعت و تنوع کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کا حکم رکھتي هیں - تاهم حشو و زواید بہت کم هیں -

خود والٹیر کا قول ہے " میرا پیشہ یہ ہے کہ جو کچھہ میرے ذهن میں آئے اُسے کہہ ڈالوں " زندگي بھر اسنے اسي پر عمل کیا - لیکن اسکے ذهن میں همیشہ وهي آتا تھا جو کہنے کے لائق هوتا تھا - لغو افکار سے اسکا دماغ بالا تر تھا ' اُسکي سب سے بڑي مہارت یہ تھي کہ هر خیال کو ایسے پیرایہ میں ادا کردیتا تھا کہ سامعین وجد کرنے لگتے تھے !

والٹیر کي سب سے زیادہ موثر ' دلچسپ ' اور عجیب تحریریں وہ هیں ' جو اس نے مسیحي کلیسا کے خلاف لکھي هیں - معلوم ہے کہ اُس نے کلیسا کے جمود اور تعصب کے خلاف (خود اُسي کے لفظوں میں) جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا - اِن تحریروں میں اُس نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لفظ اور سطریں نہیں هیں ' جرار فوجیں هیں جو حملہ آور هو رهي هیں - در حقیقت مسیحي کلیسا کے هزار سالہ تخت حکومت کے پائے اسي کے نوک قلم سے ٹوٹے ' اور اس طرح ٹوٹے کہ پھر کسي طرح بھي استوار نہ هوسکے !

والٹیر کي شہرت صرف اسکي کتابوں اور قصیدوں هي سے نہیں هوئي بلکہ وہ بہت بڑا مقرر اور لسان بھي تھا - اِنھیں مختلف قابلیتوں کے مجموعہ نے اُسے اپنے زمانہ کا سب سے بڑا آدمي بنا دیا !

والٹیر ' غضب کا محنتي تھا - کام سے کبھي نہیں تھکتا - یہي سبب ہے کہ وہ اتنا بڑا علمي ذخیرہ چھوڑ گیا ' جتنا اسکے کسي هم عصر کے امکان میں نہ تھا - اُسکي غیر معمولي چستي کے ثبوت میں خود اُسي کے بہت سے اقوال پیش کیے جا سکتے هیں - وہ کہتا ہے :

" سستي اور عدم ایک چیز ہے "

ایک اور جگہہ لکھتا ہے :

" تمام آدمي اچھے هیں ' بجز اُنکے ' جنکے پاس کرنے کے لیے کوئي کام نہیں ! "

اُسکے سکرٹري کا بیان ہے :

" والٹیر بڑا سخي تھا - صرف اپنے وقت میں بخل کرتا تھا "

اُسکا مشہور مقولہ ہے :

" زندگي کے مصائب کم کرنے کے لئے نفس کو همیشہ زیادہ سے زیادہ کام میں مشغول رکھنا چاهئے ... میري عمر جتني زیادہ هوتي جاتي ہے ' محنت کي ضرورت کا اتنا هي زیادہ یقین هوتا جاتا ہے - جو شخص محنت کا عادي هوجاتا ہے ' اُسے محنت میں اتني مسرت حاصل هوتي ہے کہ زندگي کي تمام کلفتیں بھول جاتا ہے "

اُسکا یہ قول ضرب المثل هو گیا ہے :

" اگر خود کشي منظور نہیں ہے تو اپنے لیے کوئي کام پیدا کرلو " اِسي جملہ سے لوگوں نے خیال کیا ہے کہ اسکے دل میں خود کشي کا خیال پیدا هوا کرتا تھا - اسي لیے وہ همیشہ کام میں منہمک رهتا تھا -

(اٹھارهویں صدي کي روح)

ویکٹر هیوگو کا قول ہے :

" والٹیر اور اُس کي روح کا سمجھہ لینا پوري اٹھارهوي صدي کي روح کا سمجھہ لینا ہے "

" اٹلي ایک بڑي تہذیب کا منبع تھا - جرمني سے اصلاح دیني کا سر چشمہ پھوٹا - لیکن فرانس ؟ تو فرانس میں والٹیر تھا - والٹیر ایک پوري قوم تھا - انقلاب عظیم کي دعوت تھا - نہیں ' سرتاپا انقلاب تھا - فرانس کا مشہور انقلاب ' جس نے خون کي موجوں سے ایک نئي دنیا پیدا کر دي ' والٹیر هي کا ایک افسون حیات تھا - یہ شخص اپنے اندر سب کچھہ رکھتا تھا - اُس میں " مونٹین " کا شک تھا - " رابیلیہ " کا تمسخر تھا - " لوتھر " کي حملہ آورانہ قوت تھي - اُسي نے میراںو ' مورات ' ڈانٹن ' روبسپیرو ' پیدا کیے تھے ' اور وہ بارود بنائي تھي جس سے اُنھوں نے دنیا کے تمام نظام هاے قدیم کي عمارتیں بہ یک دفعہ هوا میں اُڑادیں ! "

لامارتین کہتا ہے :

" اگر انسان کا عمل اُس کي عظمت کا میزان ہے تو بلا شک والٹیر موجودہ یورپ کا سب سے بڑا کاتب تھا - قدرت نے اُس کي عمر میں برکت دي - ۸۳ سال زندہ رها - قدیم نظام کے معائب معلوم کیے ' اس کے خلاف جہاد کیا ' اور جب مرا تو وهي فتحمند تھا - "

کسي مصنف کو بھي اپنے عہد میں اِتنا اقتدار حاصل نہیں هوا ' جتنا والٹیر نے حاصل کیا تھا - تمام جہان اُس کا مخالف تھا - کلیسا جو اُس وقت تک سب سے بڑي قوت تھي ' دشمن تھا - حکومت خون کي پیاسي تھي - اُسے قید کیا گیا - جلا وطن کیا گیا - ذلیل کیا گیا - اُس کي کتابیں روکي گئیں ' جلائي گئیں '

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

والٹیر

FRANCOIS DE VOLTAIRE.

اردو علم ادب کي بے مايگي هرگوشۂ عام و فن میں نمایاں ھے - لیکن سب سے زیادہ افسوس ناک کمي یہ ھے کہ اِس وقت تک علوم و ادبیات کي وہ اُمہات و اصول بھي اردو میں منتقل نہ ھوسکیں جن کے بغیر موجودہ عہد کي کوئي زبان ' ترقي پذیر زبان تسلیم نہیں کي جا سکتي - " اُمہات و اصول " کا لفظ جب کبھي علوم و کتب کے لیے بولا جاتا ھے تو اُس سے مقصود یہ ھوتا ھے کہ ھر علم و فن کي وہ بنیادي چیزیں ' جو بمنزلۂ اصل و اساس ھیں ' اور جنھوں نے اپنے اپنے دائرۂ بحث و نظر میں مبادیات و قواعد کا درجہ حاصل کر لیا ھے - مثلاً منطق میں ارسطو کا مقالہ ' ریاضي میں اقلیدس کے مقالات ' قانون میں سولن کے مباحث ' طب میں جالینوس کے رسائل خمسہ ' نظام حکومت میں افلاطون کي جمہوریۃ ' تاریخ میں میں ھیرو دوٹس کي کتاب ' فن بلاغۃ میں جاحظ کے مقدمات ' قصص میں الف لیلہ ' منطق استقرائي میں بیکن کا مقالہ ' وغیرہ ذلک - علوم و ادب کا کتنا ھي وسیع و وقیع ذخیرہ فراھم ھوجائے ' مگر وہ سب برگ و بار ھیں - سب سے پہلے اُن کي جڑیں زبان میں اُستوار ھوني چاھیئں - لطف یہ ھے کہ یہ کام کچھہ ایسا دشوار بھي نہیں - اھل علم کي اگر ایک مختصر جماعت مستعد ھوجائے ' تو دو تین سال کے اندر اُمہات علوم و ادب کا بڑا حصہ اردو میں منتقل ھو جا سکتا ھے - لیکن مشکل یہ ھے کہ نہ تو اس وقت تک ھم میں ایسے اھل علم پیدا ھوئے ھیں جنھیں خدمت علم کا اس درجہ شوق ھو ' نہ ملک میں علمي طلب ھے جو اھل علم کو اِس طرف متوجہ کرے - بنیاد ان تمام کار و بار علم کي قومي تعلیم ھے ' اور وھي اس وقت تک مفقود ھے -

اِس سلسلہ کا ایک اھم گوشہ یورپ کي جدید تاریخ اجتماع و تمدن کي اُمہات و اصول اور اُنکے رجال علم و نظر ھیں - موجودہ دور کي تاریخ ' انقلاب فرانس سے شروع کي جاتي ھے - انقلاب فرانس کي تخم ریزي جس عہد میں ھوئي ' وہ اٹھارھویں صدي کا ابتدائي حصہ ھے - اِس عہد میں چند شخصیتیں ایسي پیدا ھوگئي تھیں ' جنکي دماغي سیرت میں وقت کي تمام انقلابي قوتیں سمٹ آئي تھیں - وہ سرتا پا پیکر انقلاب تھیں - اُنھي کے دماغ و قلم نے انقلاب فرانس کي تخم ریزي کي ' اور اُنھي کے مبادیات و اصول ھیں جن سے یورپ کے نئے دور کي تاریخ کا آغاز ھوا - مورخین نے انھیں " انقلاب کے ارکان ثلاثہ " سے تعبیر کیا ھے - اگرچہ تعداد میں تین سے زیادہ ھیں ' لیکن قلم و کتابت کي تقسیم میں اُنکے حلقے تین ھي ھیں :

(۱) والٹیر Valtaire -

(۲) روسو Rausseou -

(۳) اور انسائیکلو پیڈیا کے اھل قلم The Encyclopedie -

آخري جماعت اس لقب سے اسلیے موسوم ھوئي کہ اس نے سب سے پہلے فرانسیسي زبان میں انسائیکلو پیڈیا مرتب کي ' اور علم اور حریت فکر کے مباحث کي اشاعت اُس کے اوراق و مجلدات کے ذریعہ ھوئي - اس میں سب سے زیادہ نامور اھل قلم دو تھے : ڈیڈرو diderot اور ڈالمبرٹ D' Alembert -

ایک مدت سے مجھے خیال تھا کہ ان ارکان ثلاثہ کي وہ تحریریں جن کا شمار اُمہات و مبادیات میں سے کیا جاتا ھے ' اردو میں منتقل کردي جائیں ' تاکہ علاوہ اردو علم ادب کي تکمیل کے ' غیر انگریزي داں طبقہ کے مطالعہ کیلیے تاریخ جدید کے ذھني مبادیات مہیا ھوجائیں ' اور وہ اسکے محاسن و نقائص ' دونوں سے با خبر ھوسکیں - کئي سال ھوے ' میں نے روسو کا "لا کنٹرکٹ سوشیل" Le Contrat Social اور ایمیل Emilius ترجمہ کیلیے بعض دوستوں کو دیا تھا - کچھہ حصہ کا ترجمہ ھوا بھي ' لیکن افسوس ھے کہ انکي بے ذوقي تکمیل سے مانع ھوي اور اُسکے بعد مجھے بھي توجہ کرنے کي مہلت نہ ملي - میرے کرنے کے کام دوسرے ھیں جن کي تکمیل و اشاعت سے ابتک عہدہ برا نہ ھوسکا - ان کاموں کے لیے وقت کہاں سے لاؤں ؟

لیکن اب الہلال شائع ھوا ھے تو اسکے صفحات کے تنوع میں ھر طرح کے بحث و نظر کي گنجائش ھے - خیال ھوا ' کم از کم ایک سلسلہ مضامین اس موضوع پر ایسا مرتب کردیا جاے ' جس سے ایک حد تک کتابوں کے فقدان کي تلافي ھوسکے - چنانچہ آج " والٹیر " سے یہ سلسلہ شروع کیا جاتا ھے - اس کے تین حصے ھیں - پہلا حصہ جو آج شائع کیا جاتا ھے اُسکي دماغي سیرۃ پر اجمالي نظر ھے اور اُسکے مختصر حالات زندگي پر مشتمل ھے - دوسرے میں اُسکے اصول و تعلیمات کا خلاصہ ھے - تیسرے میں اسپر نقد و تبصرہ ھے - اور وھي اس سلسلہ کي سب سے زیادہ اھم چیز ھوگي -

(والٹیر)

ایک دن والٹیر ' مشہور رقاصہ روماتیل کے ساتھہ اُسکي گاڑي میں بیٹھا تھا - رقاصہ تھیٹر جا رھي تھي جہاں اُسے والٹیر کے شہرۂ آفاق ڈراما " میروب " کي مشق کرنا تھي - وہ بہت پریشان تھي - کہنے لگي " کامیابي کے ساتھہ یہ ڈراما اور اُسکے دقیق جذبات دکھانے کیلیے ضروري ھے کہ میرے جسم میں شیطان حلول کر جائے "

" سچ ھے بیگم ! ھر فن میں کامیابي اسي پر موقوف ھے کہ شیطان جسم میں حلول کر جائے " والٹیر کا جواب تھا !

والٹیر کے تمام دشمنوں نے خصوصاً کلیسائی حریفوں نے بیک زبان کہا ھے کہ شیطان اِسکے اندر حلول کیے تھا - چنانچہ سینٹ بوف کا قول ھے " ابلیس اُسکے جسم میں تھا " رومیسٹر کہتا ھے " یہہ شخص ' جہنم کي تمام قوتوں اور ھولناکیوں کا مالک تھا " !

در اصل والٹیر اپنے وقت کا پورا آدمي تھا - یورپ کي اٹھارویں صدي کي ادبیات کي سچي تصویر اِس فلسفي شاعر میں ھم دیکھہ سکتے ھیں - اُسکي تصانیف میں اُس عصر کي جملہ بھلائیاں اور برائیاں دونوں جمع ھوگئي ھیں - کبھي وہ نہایت مذموم ' کج خلق ' بد اطوار ' فحاش ' بے اصول ' مفرط ' اور کمینہ نظر آتا ھے - کبھي از حد لطیف '

پڑا - یہ اُس کا پہلا عشق تہا - اسلیے عمر بہر اسکي چبھن دل میں باقي رهي !

سنہ ۱۷۱۵ - میں والٹیر اپنے والد سے علحدہ هوکر پیرس پہونچا - اِسي زمانہ میں لوئي چہاردهم نے انتقال کیا اور لوئي پانزدهم تخت نشین هوا - بادشاہ کمسن تہا ' اسلئے سلطنت کي باگیں اُسکے مربي فلیپ ڈورلین کے هاتهوں میں آ گئیں - یہ شخص کم همت اور ضعیف الارادہ تہا - ملک میں بد امني پہیل گئي - پیرس اِسکا مرکز تہا - والٹیر شورش پسندوں میں داخل هوگیا ' اور اپني بے باکي اور جرات کي وجہہ سے بہت جلد ممتاز جگہ حاصل کرلي -

اُسکي جرأت کا اندازہ صرف اِس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ھے کہ نائب سلطنت نے کفایت شعاري کے خیال سے شاهي اصطبل کے آدھے گہوڑے بیچ ڈالنے کا حکم دیا تہا - اِس پر والٹیر نے ایک مضمون میں لکہا " کاش نائب سلطنت آدھے گدھوں کي فروخت کا بہي حکم صادر کردیتے جو حکومت کي اونچي کرسیوں پر بیٹہتے هیں ! "

حکام کي نظر سے یہ مضمون گذرا تو سخت برهم هوے - پہر نائب سلطنت کي هجو میں دو قصیدے شایع هوئے اور خیال کیا گیا کہ والٹیر نے هي لکہے هیں - اب پوري حکومت اسکي دشمن هوگئي - ایک دن کسي تفریح گاہ میں نائب سلطنت نے والٹیر کو دیکہا اور بلاکر کہا " میں تم سے شرط باندهتا هوں کہ عنقریب تمہیں ایک ایسي جگہہ دکہاؤنگا جسے تمہاري ان آنکہوں نے کبہي نہیں دیکہا ھے ! " والٹیر نے تمسخر سے سوال کیا " وہ کون جگہہ هوسکتي ھے ؟ " نائب نے کہا " باسٹل کي تاریک کوٹہریاں ! "

اِس گفتگو پر پورے چوبیس گہنٹے بہي نہیں گذرے تہے کہ والٹیر باسٹل کے خوفناک قید خانہ میں بند تہا - یہ واقعہ سنہ ۱۷۱۷ - ء ھے - کاش اُس وقت حکومت کو معلوم هوتا کہ ایک دن یہي باسٹل والٹیر کے پیدا کردہ انقلاب کے هاتهوں منہدم هوکر رهیگا !

اِس وقت تک والٹیر اپنے اصلي نام " فرانسوا منري اروبہ " سے مشہور تہا - لیکن قید هونے کے بعد آیندہ حکومت کے شکنجہ سے بچنے کے لیے ' ایک فرضي نام اختیار کرلیا جو والٹیر تہا - یہ فرضي نام اس درجہ مشہور هوا کہ آج تاریخ کے سوا کہیں بہي اس کا اصلي نام نہیں ملسکتا -

قید خانہ میں اُسنے بڑي همت و جرات سے کام لیا ' اور اپني شہرۂ آفاق کتاب " هنریاد " تصنیف کي - یہ در اصل هنري چہارم کا قصہ ھے جو پہلے پروٹسٹنٹ هوا تہا - پہر دوبارہ کیتہولک هوگیا ' اور آخرکار قتل کیا گیا -

قید خانہ میں وہ گیارہ مہینے رها - اِس اثنا میں اُسے سخت جسماني تکلیفیں دي گئیں - لیکن بعد میں خود نائب سلطنت کو رحم آ گیا - عزت کے ساتهہ رها کر دیا گیا اور سالانہ وظیفہ بہي مقرر هوگیا - والٹیر کي شوخ طبعي کا اندازہ اِس سے هو سکتا ھے کہ اُس نے نائب سلطنت کو شکریہ کا خط اِن الفاظ میں لکہا تہا :

" اعلی حضرت نے میرے رزق کا جو اهتمام کیا ھے ' اس کے لیے شکرگزار هوں - مگر میري دست بستہ درخواست ھے کہ میري سکونت کے انتظام کرنے کي حضور کبہي زحمت گوارا نہ کریں !

اُسکا اشارہ قید خانہ کي طرف تہا -

باسٹل سے نجات پانے کے بعد والٹیر نے اپنا مشہور ڈراما " اوڈیپ " لکہا - یہ ایک نہایت هي درد انگیز قصہ ھے - بہت مقبول هوا اور مسلسل ۴۵ دن تک پیرس کے تہیٹروں میں دکہایا گیا - والٹیر کے والد کو اِسکا حال معلوم هوا تو خلاف اُسکے دیکہنے کے لیے پیرس آیا - تماشہ دیکہتے وقت اپني مسرت بار بار یہ کہکر ظاهر کرتا " آہ شیطان آہ شیطان ! "

اسي ڈراما میں اُسنے اپنے یہ انقلاب انگیز خیالات ظاهر کیے تہے :

" همارے کاهن ویسے نہیں هیں جیسا سادہ لوح عوام اُنہیں سمجہتے هیں "

" اِن کاهنوں کے علوم و معارف کیا هیں ؟ در اصل هماري سادہ لوحي اور زود اعتقادي هي اُن کے علوم و معارف هیں ! "

" همیں اپني قوت پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاهیے - هر چیز خود اپني آنکہوں سے دیکہني چاهیے - در حقیقت هماري عقل هي همارا معبود ' همارا عبادت خانہ ' اور همارا کاهن ھے "

اِس ڈراما سے والٹیر نے چار هزار فرینک حاصل کیے - اُس نے یہ رقم ضایع نہیں کي - بلکہ اُسے اپنا رأس المال قرار دیا اور بڑي هوشیاري سے اُسے بڑهاتا رها - اُسکا اصول تہا کہ آدمي کو اپني روزي اپني محنت سے کماني چاهیے اور اپني کمائي سے کچہہ نہ کچہہ پس انداز ضرور کرنا چاهیے - وہ کہا کرتا تہا " فلسفہ چہانٹنے سے پہلے آدمي کو زندہ رهنے کي حکمت سیکہني چاهیے " !

جنہوں نے چھاپنے ' بیچنے ' اور پڑھنے والوں تک کو سزا دی گئی - مگر والٹیر کے عزم و ہمت میں فرق نہ آیا - وہ تمام دشمنوں پر غالب آیا - تمام مشکلات پر فتحمند ہوا - اُس نے ہمیشہ حق و حقیقت کا اظہار کیا اور بالاخر دنیا کی گردنیں اُس کے علمی و عقلی جبروت کے آگے جھک گئیں - یا تو اُسے ذلیل سمجھا جاتا تھا - یا پھر یہ ہوا کہ بادشاہ ' شہنشاہ ' اور روم کے پوپ تک ' اُس کی خوشامدیں کرنے لگے - سب اُس کی ہیبت سے لرز اٹھے - پاپاؤں کی روحانی گدی اور بادشاہوں کے زریں تخت ہلنے لگے آدھی دنیا نے اِس ساحر کیلیے اپنے کان کھول دئے' اور اُس کی زبان و قلم کا ہر لفظ باشندگان یورپ کے دلوں میں اُتر گیا !

والٹیر ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوا تھا جس کی سب سے بڑی ضرورت تخریب اور شکست و ریخت تھی - جرمنی کا نیتشے کہتا ہے " ہنسنے والے شیروں کے نمودار ہونے کی ضرورت ہے " والٹیر نے یہ نہیں کہا' مگر وہ سچ مچ کو شیر کی طرح گرجتا اور ہنستا ہوا اٹھا ' اور قدیم نظام کی کہنہ عمارت ڈھا دی - درحقیقت یورپ کی موجودہ ندداری اور تہذیب کا سہرا دو ہی آدمیوں کے سر ہے : والٹیر اور روسو - اِنہی دونوں نے انقلاب فرانس کی تخم ریزی کی' اور وہ سب کچھہ مہیا کر دیا جس کی اِس انقلاب کو ضرورت تھی - بدنصیب لوئی شانزدہم نے قتل ہونے سے چند دن پہلے قید خانہ میں والٹیر اور روسو کی کتابیں دیکھی تھیں - وہ بے اختیار چلا اٹھا " اِنہی دو آدمیوں نے فرانس کو برباد کیا ہے ! " ظاہر ہے کہ فرانس کی بربادی سے بدنصیب بادشاہ کا مقصود اپنے خاندان کی بربادی تھی - نپولین اعظم کہا کرتا تھا " بور بون (فرانس کا خاندان شاہی) اپنا تخت و تاج محفوظ رکھہ سکتا تھا اگر والٹیر اور روسو کا منہہ بند کر دیتا " خود والٹیر کہتا ہے " کتابیں ہی قوموں پر حکومت کرتی ہیں " اِسی کا مقولہ ہے " دماغی تربیت سے بڑھکر کوئی ذریعہ آزادی کا نہیں" ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " جب قوم سوچنے لگ جائے تو پھر منزل مقصود سے اُسے روکنا نا ممکن ہو جاتا ہے " والٹیر کے ظہور کے ساتھہ فرانس نے سوچنا شروع کیا ' اور دنیا کی کوئی قوت بھی اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکی -

(مختصر سوانح حیات)

والٹیر کا اصلی نام " فرانسو ماری اورئہ " ہے - سنہ ۱۶۹۴ ع میں پیرس میں پیدا ہوا - اُس کا باپ رجسٹرار تھا اور ماں ایک شریف گھرانے کی خاتون تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ والٹیر نے اپنی غصہ ور طبیعت اپنے باپ سے ورثہ میں پائی تھی ' اور ذہانت ماں سے - والٹیر کے پیدا ہونے میں اُس کی ماں کو اِتنی تکلیف ہوئی کہ جانبر نہ ہو سکی - وہ خود بھی از حد کمزور تھا - حتیٰ کہ اُس کی دائی نے گود میں لیتے ہی کہہ دیا تھا " بچہ ایک دن سے زیادہ نہیں جیئگا " لیکن اُس کا اندازہ غلط تھا - وہ ۸۴ سال تک زندہ رہا - البتہ بیماریوں اور جسمانی تکلیفوں میں ہمیشہ مبتلا رہا -

والٹیر کا ایک بڑا بھائی بھی تھا - اسکا نام " ارمان " تھا - لیکن وہ ازاد خیالی کے جرم میں کلیسا کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا - اُسکا ایک واقعہ بہت مشہور ہے - وہ جب قید تھا اور پھانسی کا حکم صادر ہوگیا تھا ' تو بعض دوستوں نے رائے دی - توبہ کر کے جان بچالے - لیکن یہ سنکر وہ بہت غضب ناک ہوگیا - اُس نے کہا " دوستو! شکریہ - اگر تم خود پھانسی پر لٹکنا پسند نہیں کرتے تو اُن لوگوں کی راہ کیوں روکتے ہو جو پھانسی پانا پسند کرتے ہیں ؟ "

والٹیر کا باپ اپنے دونوں لڑکوں کی شکایت کیا کرتا تھا " خدا نے مجھے دو پاگل بیٹے دیے ہیں : ایک کو نثر کا جنون ہے ' دوسرے کو نظم کا " والٹیر نے شعر کہنا اُس وقت سے شروع کیا جبکہ وہ اپنا نام بھی صحیح طور پر نہیں لکھہ سکتا تھا - اُسکا باپ عملی زندگی کا عادی تھا - اُسنے اپنے لڑکے کی یہ حالت دیکھکر افسوس کے ساتھہ یقین کر لیا کہ یہ بالکل ناکارہ نکلیگا - اُسے کیا معلوم تھا' ایک دن اُسکا یہی " ناکارہ " تمام یورپ کا سب سے بڑا اہل قلم تسلیم کیا جائگا !

والٹیر کی ماں کے انتقال کے بعد اُسکا خاندان پیرس چھوڑ کر دیہات میں جا بسا - یہاں ایک دولتمند فاحشہ نے والٹیر کو دیکھا اور اُسمیں آثار ذہانت و نجابت پائے - چنانچہ مرنے سے پہلے وہ یہ نیک کام کر گئی کہ دو ہزار فرنک والٹیر کو ہبہ کر دیے - تا کہ " اس روپیہ سے اُسے کتابیں خرید دی جائیں " .

والٹیر کو اِن کتابوں سے بڑا نفع ہوا - وہ عمر بھر اِس آبرو باختہ عورت کا احسان مند رہا - اِسکے بعد ایک راہب کو اُس سے محبت ہو گئی - لیکن یہ راہب دراصل ملحد تھا - اِس نے اُسے شک و الحاد کی تلقین کی ' اور کلیسا کی طرف سے نفرت و انکار دلنشین کر دیا -

اِسکے بعد وہ پادریوں کے مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلیے داخل کیا گیا - یہاں اُسنے فن مناظرہ اور علم کلام سیکھا - اُس وقت بڑا علمی کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک ہی مسئلہ کو بہ زور جدل دو متناقض پہلوؤں سے ثابت کردیا جائے - والٹیر نے اِس فن میں کمال حاصل کر لیا - نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مسئلہ پر بھی اُسے یقین باقی نہ رہا - مدرسہ میں وہ بڑا محنتی طالب علم مشہور تھا - حتیٰ کہ فرصت کے اوقات میں بھی جبکہ اور لڑکے کھیل کود میں مصروف ہوتے ' وہ اساتذہ سے الٰہیاتی مسائل پر بحث کیا کرتا - اپنی طالب علمانہ زندگی کے متعلق وہ کہا کرتا تھا " پادریوں نے مجھے لاطینی زبان اور بہت سی بیہودہ بکواس سکھائی ہے ! "

تعلیم ختم کرنے کے بعد اُسے عملی دنیا کی طرف توجہ ہوئی ' اور اپنے لیے کوئی پیشہ منتخب کرنا چاہا - اُسنے اپنے باپ سے بلا پس و پیش کہدیا " میں شعر و ادب کو اپنا پیشہ بناؤنگا " باپ بہت خفا ہوا اور بہت سمجھایا - مگر اُسنے ایک نہ سنی اور اپنی ہٹ پر قائم رہا - لطف یہ ہے کہ اِس پیشہ کے متعلق خود اُسکی رائے یہ تھی : " شعر و ادب اُن لوگوں کا مشغلہ ہے جو اجتماعی زندگی میں بے فائدہ بننا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سر پر بوجھہ ہونا چاہتے ہیں - یہ اُن لوگوں کا پیشہ ہے جو بھوکوں مر جانا پسند کرتے ہیں "

۲۱ - برس کی عمر تک والٹیر نے اپنے تئیں رندی و عیاشی کیلیے وقف کر رکھا تھا - راتیں باہر گزارتا تھا اور دن گھر پر :

همه شب شراب خوردن همه روز خواب کردن !

اُسکے والد کو اِس بہتک سے بڑی تکلیف تھی - اُسنے لاکھہ کوشش کی مگر اصلاح کی کوئی صورت نہ نکلی - آخر اپنے ایک سخت گیر رشتہ دار کے ہاں بھیجدیا - شروع میں تو اِس نئے مربی نے بڑی سختی کی - لیکن پھر اُسکی غیر معمولی قابلیت و ذہانت دیکھکر آزاد چھوڑ دیا - والد کو معلوم ہوا تو اُسنے واپس بلا لیا اور ہالینڈ میں فرانسیسی سفیر کے حوالہ کر دیا کہ اپنی نگرانی میں رکھے - یہیں ہالینڈ کے پائے تخت لاہائی میں والٹیر نے ایک دوشیزہ سے عشق کیا' مگر راز جلد کھل گیا' اور حضرت کو ہزاروں حسرتوں کے ساتھہ وطن بھاگنا

پر جوش نو مسلم هي کا استقبال کر سکتے تھے - بونا پارٹي (بونا پارٹ کو اسکي فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے "بونا پارٹي" کہتے تھے) اسکے لیے بھي بے دریغ طیار ھو گیا "

نپولین کے مورخوں میں فین سب سے زیادہ جوش مخالفت رکھتا ھے - اس نے اپني تاریخ صرف اسلیے لکھي ھے تا کہ وہ تمام مواد جمع کردے جو نپولین کي مخالف جماعتوں نے اسکے خلاف راے عامہ پیدا کرنے کیلیے طیار کیا تھا - وہ اس معاملہ میں اسکي " انتہا درجہ کي شیطنت " محسوس کرتا ھے ؛ اور واقعہ کے ناگوار پہلوؤں کي تکمیل کیلیے اتنا حصہ اور بڑھا دیتا ھے کہ " اس نے بار بار مسلمان مشایخ کو خوش کرنے کیلیے مسیحي مذھب کي ھنسي اڑائي اور عیسائیوں کو گالیاں دیں "

بوربون خاندان اور انکے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغہ قائم کر رکھا تھا - ھر مہینہ کوئي نہ کوئي رسالہ انگلستان سے چھپکر نکلتا اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا - اس کام کیلیے تنخواہ دار اھل قلم مہیا کیے گئے تھے - انھي میں ایک شخص تیبر نامي تھا - اسنے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا تھا کہ " کیا بونا پارٹ ترک (مسلمان) ھو گیا ھے ؟ " تھیرس اس رسالہ کا ذکر کرتے ھوے لکھتا ھے " اس میں نپولین کي کئي تصویریں اس طرح کي بنائي گئي تھیں ' جیسي از منۂ وسطی (مثل ایجز) میں پیغمبر اسلام کي بنائي گئي تھیں - نہایت خونخوار قیافہ - چشم و ابرو سے قتل و خونریزي کے جذبات ٹپک رھے ھیں - ایک ھاتھہ میں برھنہ تلوار ھے - دوسرے میں قرآن "

چند سالوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا تاکہ اُس کي تاج پوشي کي رسم ادا کرے ' تو لنڈن کے ایک اخبار کا کارٹون بہت مشہور ھوا تھا - اس میں نپولین کے ایک ھي دھڑ پر دو رو پشت چہرے بنائے تھے - ایک پر پگڑي تھي - ایک برھنہ تھا - پگڑي والے سر کے منھہ سے یہ الفاظ نکل رھے تھے " میں مشرق میں اس لیے آیا ھوں تا کہ دین محمدي زندہ کردوں " مگر برھنہ سر کہہ رھا تھا " میں مشرق سے واپس آگیا تاکہ نوتر دم کے گھنٹوں کا مقدس بلاوا سنوں ! " پہلا جملہ نپولین کے اعلان مصر سے ماخوذ تھا - دوسرا اُس کي ایک پر جوش تقریر سے ' جس میں اُس نے مذھب کي ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے ھوئے کہا تھا " میرے حافظہ میں کسي چیز کي یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نہیں کرتي ' جس قدر گرجے کے گھنٹے کي مسلسل صدائیں "

لیکن جب کہ مخالفین نے اس معاملہ کو اس درجہ اھمیت دي ' تو موافقین نے بھي اُس کي اھمیت گھٹانے میں کوئي کمي نہیں کي - نپولین کے اکثر ثنا خواں اس بارے میں ساکت رھے ھیں - بعضوں نے ذکر کیا بھي ھے تو اس سے زیادہ نہیں کہ اُس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاھر کیا تھا - بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بھي کام لیا ھے اور لکھہ دیا ھے کہ " یہ واقعہ ھي سرے سے غلط ھے " فوشے اور کلیپر مورخانہ سنجیدگي کے ساتھہ لکھتے ھیں " منجملہ اُن تہمتوں کے جو شہنشاہ کے دشمنوں نے تراشي تھیں ایک تہمت یہ بھي تھي " گین تھیوم اور لیس کیس نے (اور آخرالذکر اُن لوگوں میں سے ھے جو سینٹ ھلینا میں نپولین کے رفیق رھے تھے) اس معاملہ کا کوئي ذکر نہیں کیا ھے - بوریین نپولین کا سکرٹري اور مصر و شام میں اُس کے ساتھہ تھا - وہ نپولین کے واقعات مصر بہت تفصیل سے بیان کرتا ھے ' لیکن اس معاملہ کا کوئي ذکر نہیں کرتا - خود نپولین نے سینٹ ھلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تھے جو دو جلدوں میں مرتب ھوکر شائع ھوئے - اس میں وہ مصر کے واقعات کا بہ تفصیل ذکر کرتا ھے - اسلام کا بھي ذکر کرتا ھے - یہ بھي کہتا ھے کہ اگر ضرورت ھوتي تو اسلام قبول کر کے تمام اسلامي ممالک زیر نگیں کر لیتے اور ایک عظیم مشرقي مملکت کي بنیاد رکھدینے میں مجھے تامل نہ ھوتا - لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتا کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا -

(مصر کے مسلمان مورخ)

نپولین کے حملۂ مصر کا زمانہ اگرچہ مشرق کے دماغي و علمي تنزل کے بلوغ کا زمانہ تھا ' اور مصر و شام کے عہد وسطی کي رھي سہي علمي قوتیں نویں صدي ھجري میں تقریباً ختم ھو چکي تھیں ' تا ھم جامع ازھر کے وسیع حلقۂ درس و تدریس کي بدولت علم کي کمیت بدستور قائم تھي - اگرچہ کیفیت مفقود ھوچکي تھي - شہاب الدین خفاجي صاحب درۃ الغواص - سید مرتضی زبیدي صاحب تاج العروس - شمس الدین الشامي صاحب سیرۃ الشامیہ و عقود الجمان - ابو بکر مرعي صاحب [illegible] الدریہ - نور الدین الحلبي صاحب سیرۃ حلبیہ - ابن [illegible] المحبي صاحب خلاصۃ الاثر - ابو الفتح اسحاقي صاحب لطائف الاخبار - ابو العباس مقري صاحب نفح الطیب - شمس الدین بکري صاحب تحفۃ البھیہ - ابن یوسف الحلاق صاحب تحفۃ الحباب - شمس الدین تمرتاشي صاحب تنویر الابصار - شرنبلالي شارح متون حنفیہ - شیخ اسماعیل زرقاني شارح موطا و مواھب - وغیرہ علماء مصر کا زمانہ تقریباً گیارھویں اور بارھویں صدي ھجري کا زمانہ ھے ' اور اُس عہد سے متصل ھے جب نپولین مصر میں داخل ھوا ھے - ھجري سنہ کے حساب سے حملۂ مصر سنہ ۱۲۱۳ - میں ھوا ھے - یعنے تیرھویں صدي کے بالکل اوائل میں -

چنانچہ ھم دیکھتے ھیں کہ اس زمانے میں بھي علماء مصر و شام ' خصوصاً علماء ازھر کي ایک بہت بڑي تعداد موجود تھي جو درس و تدریس کے ساتھہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھي رکھتي تھي - ان میں سب سے زیادہ نمایاں اشخاص جنکا نپولین اور فرانسیسي حکام سے زیادہ سابقہ رھا ' یا انھوں نے اُس عہد کے حالات قلمبند کیے ' حسب ذیل ھیں :

(۱) شیخ عبد اللہ الشرقاوي : جامع ازھر کے مشاھیر اساتذہ میں سے تھے - نپولین نے مصر کے شہري انتظام کے لیے چودہ ارکان کي ایک مجلس شوری بنائي تھي جو " دیوان " کے نام سے پکاري جاتي تھي - شیخ شرقاوي کو اسکا رئیس منتخب کیا تھا - انھوں نے ۲۰ - سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑي ھیں - ان میں ایک قیمتي کتاب تحفۃ الناظرین ھے جس میں فرانسیسیوں کے حملہ سے لیکر انکي واپسي تک کے چشم دید حالات بالاختصار بیان کیے ھیں - سنہ ۱۱۵۰ میں پیدا ھوے ' اور ۱۲۲۷ مطابق سنہ ۱۸۱۲ میں انتقال کیا - تحفۃ الناظرین مصر میں چھپ گئي ھے -

(۲) شیخ سلیمان فیومي : یہ بھي اساتذۂ ازھر میں سے تھے ' اور مشیخت کے درجہ تک پہونچ چکے تھے - نپولین نے انھیں بھي " دیوان " کا رکن منتخب کیا تھا - نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبي نے قتل کرڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجي عدالت میں تحقیقات کي ' تو یہ بڑے مخمصہ میں پھنس گئے - لیکن بالآخر نجات پائي - انھوں نے بھي ایک مختصر رسالہ

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام

کیا نپولین مسلمان ہوگیا تھا ؟

اٹھارھویں صدي کے اوائل کا ایک تاریخي مبحث

نپولین کا حملۂ مصر اس کي فاتحانہ اولالعزمیوں کا ایک غیر معمولي واقعہ ہے - اُس کي زندگي کے تمام مورخوں نے یہ واقعہ بڑي شرح و تفصیل سے لکھا ہے - یکم جولائي سنہ ۱۷۹۸ ع کو فرانسیسي فوج نے سرزمین مصر پر قدم رکھا تھا ' اور سنہ ۱۸۰۱ ع میں واپسي پر مجبور ہوئي تھي -

لیکن اس حملہ کي داستان کا ایک واقعہ ایسا ہے جس میں نہ تو تمام مورخ متفق ہوسکے - نہ کوئي ایک رائے مضبوطي کے ساتھہ ظاہر کي جاسکي - بعضوں نے اُسے اِس درجہ غیر وقیع تصور کیا کہ یکقلم نظر انداز کردیا - بعضوں نے اس قدر اہمیت دي کہ خاص خاص عنوان اور ابواب اُس کے لیے ترتیب دیے - نپولین کے عہد میں اور اُس کے کچھہ عرصہ بعد تک اُس کي مخالفت اور موافقت کے جذبات نہایت شدید تھے - اس لیے یہ واقعہ مخالفوں کے لیے بہت زیادہ اہم ' مگر موافقوں کے لیے نظر انداز کر دینے کے قابل تھا -

یہہ نپولین کے مسلمان ہونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرنے کا واقعہ ہے -

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ نپولین نے مصر پہنچنے سے پہلے ہي ایسے اعلانات طیار کر لیے تھے جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تھا اور مملوکوں کے خلاف (جو وہاں عملاً حکمراني کر رہے تھے اگرچہ حکماً سیادت دولۃ عثمانیہ کو حاصل تھي) اُبھارا تھا - ان اعلانات میں نپولین نے یہ بھي لکھا تھا " میں اسلام و قرآن کا مخالف نہیں ہوں - بلکہ سچا حامي ہوں - میں چاہتا ہوں ' اصلي اسلام تازہ ہوجائے ' اُس کي عظمت و شوکت برقرار رہے ' اور اُس کے دشمن ناکام و نامراد ہوں " اس میں بھي سب کا اتفاق ہے کہ اس نے مصر جاتے ہوئے راستہ میں اسلام و قرآن کي نسبت غیر معمولي واقفیت حاصل کرلي تھي - وہ مصر کے علما و مشائخ کو اپني واقفیت سے متعجب کردینے کي کوشش کرتا ' اور اُنہیں بار بار یقین دلاتا کہ اسلام کي بہت بڑي عزت اُس کے دل میں ہے - اس سے بھي کسي نے انکار نہیں کیا ہے اور خود اُس نے بھي اپنے سینٹ ہلینا کے خود نوشتہ تذکرہ میں اعتراف کیا ہے ' کہ اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر اُس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کي تھي ' اور وہ کم سے کم شرطیں معلوم کرلي تھیں جو مسلمان ہونے کے لیے ضروري ہیں - یہ واقعہ بھي مسلّم ہے کہ اُس کے بعض فوجي افسر مسلمان ہوگئے تھے اور مسلمان خاندانوں میں رشتہ داریاں کرلي تھیں - چنانچہ ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجي حاکم منتخب ہوا تھا ' علانیہ مسلمان ہوگیا تھا ' اور " عبداللہ جاک " کے نام سے مشہور تھا - اُس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بھي کر لیا تھا -

لیکن ان تمام متفقہ امور کے ساتھہ جس بات میں اختلاف ہے ' وہ یہ ہے کہ نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بھي ظاہر کیا تھا یا نہیں ؟

اُس کے مخالفین کہتے ہیں - وہ مسلمان ہوگیا تھا - یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا - اُنہوں نے نپولین کے جرائم کي فہرست میں یہ واقعہ بھي شامل کیا ہے ' اور اس سے اُسکي طبعي منافقت ' بے دیني ' اور ابن الوقتي پر استدلال کیا ہے -

نپولین نے جب شام پر حملہ کیا ' تو سر سڈني اسمتھہ نے جو انگریزي بیڑہ کا امیر البحر تھا شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بھیجا تھا - اسمیں لکھا تھا : " وہ انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحي بہادر ہے پوري طرح بھروسہ کریں ' اور نپولین کي کچھہ پروا نہ کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تھا ' اور اب مصر کے شیخوں کے ہاتھہ پر مسلمان ہو چکا ہے ! "

نپولین کے مشہور بحري حریف لارڈ نیلسن نے اپني مشہور اور تاریخي آشنا ' لیڈي ہملٹن کو لکھا تھا :

" یہ کوئي تعجب کي بات نہیں کہ وہ (نپولین) مصر میں دین محمدي کا غازي بن گیا ہے اور اِسکي خبریں ہندوستان کے تباہ شدہ مسلمان نبابوں (نوابوں) تک پہنچ گئي ہیں - مجھے یقین ہے - اگر آسٹریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کي ضرورت ہوتي تو وہ بلا تامل اپنے تمام فوجي افسروں کے ساتھہ اُس درخت کے تنہ کي پوجا شروع کر دیتا جسپر وہ مردوں کي کھوپڑیاں رکھا کرتے ہیں ! "

انقلاب فرانس کا مشہور ابن الوقت تَلیراند Talleyrand نپولین کے تذکرہ میں لکھتا ہے " اُس نے کبھي اس بات پر ندامت ظاہر نہیں کي کہ وہ مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کي پگڑي اور جبہ پہنکر گیا تھا ' اور کہا تھا ' میں دین محمدي زندہ کرنے اور اسکے لیے جنگ مقدس کرنے آیا ہوں ! "

نپولین کا مشہور انگریز سوانح نویس ایلیسن کہتا ہے " وہ اُس کي زمانہ ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیادہ مکمل مظہر تھا - اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباہ نہ کر دیا ہوتا اور قسمت اس سے موافق ہوتي ' تو یقیناً وہ ہندوستان کے ساحل پر قرآن حمایل کیے ہوے اُترتا ' اور حیدر علي سے کہتا : میں دین محمدي کے دشمنوں کو ہندوستان سے نکالنے کیلیے آگیا ہوں - اُسکے بعد اگر وہ دیکھتا کہ ہندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے اور انگریزوں کے بر خلاف اُبھارنے کیلیے اِسکي ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو مقدس دیوتاؤں کا پرستار ظاہر کرے ' تو اس میں بھي اُسے اُتنا ہي تامل ہوتا ' جتنا تامل مسلمان ہونے میں ہوا تھا ! " -

سر والٹر اسکاٹ کا قلم اُن تمام انگریز اہل قلم میں جنھوں نے اُس عہد میں نپولین پر قلم اُٹھایا ہے ' زیادہ مسلّم تسلیم کیا گیا ہے - وہ بھي اس واقعہ میں نپولین کي " منافقانہ طبیعت " کا پورا ظہور دیکھتا ہے اور لکھتا ہے " مصر کے متعصب [illegible] صرف ایک

شيخ خليل بكري

جو نپولين کے زمانہ میں نقیب السادات مصر تھے -

درج کیے جاتے تھے - یہ دنیا میں عربی زبان کا سب سے پہلا اخبار تھا - اس کی تحریر سید مذکور کے ذمہ تھی - اس طرح واقعات و حوادث کی کتابت و تدوین کا انہیں ایسا مستند موقعہ مل گیا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا - سنہ وفات ١٢٣٠ ھ ہے -

(دو شامي مورخ)

لیکن مصر سے باہر دو مشرقی قلم آور بھی تھے جو اس عہد کے حوادث و سوانح ضبط کتابت میں لا رہے تھے : نقولا ترک ' اور امیر حیدر شہاب -

پہلا مصنف لبنان کے ایک مسیحی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قسطنطنیہ سے آکر وہاں مقیم ہوگیا تھا - اس نے نپولین کی زندگی ہی میں نپولین کی تاریخ عربی زبان میں لکھی تھی جس کا پہلا حصہ مع فرانسیسی ترجمہ کے سنہ ١٨٣٩ ع میں پیرس سے شائع ہوا - اس حصہ میں فرانسیسیوں کے مصر سے اخراج تک کے واقعات درج ہیں - اس کتاب کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے جب خیال کیا جائے ' کہ یہ مشرق کی سب سے پہلی کتاب ہے جو نپولین کے حالات میں لکھی گئی ' اور اُس وقت لکھی گئی جب خود یورپ میں بھی اس کی کوئی بڑی تاریخ نہیں لکھی گئی تھی - نپولین کے حملۂ شام کے واقعات کا بڑا حصہ مصنف کے چشم دید واقعات میں سے ہے - اس نے سنہ ١٢٤٤ - مطابق سنہ ١٨٢٨ - میں انتقال کیا -

امیر حیدر لبنان کے خاندان " شہاب " کا ایک صاحب علم و قلم امیر تھا - اُس نے کئی کتابیں شام و لبنان کی تاریخ میں لکھی ہیں جن میں نپولین کے حملۂ مصر و شام کے حوادث بھی آگئے ہیں - ان میں سے غرر الحسان اور نزهة الزمان خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں - امیر موصوف کا سال وفات سنہ ١٢٥١ - مطابق ١٨٣٥ ع ہے -

(علماء مصر کی تصویریں)

فرانسیسیوں نے مصری دیوان کے تمام ارکان کی تصویریں کھینچ لی تھیں - اور بطور عجائب شرق کے اپنے ساتھ فرانس لے گئے تھے - جبرتی نے یہ تصویریں دیکھی ہیں ' اور ان کی صناعیوں پر تعجب ظاہر کیا ہے - مستشرق مارسل نے جسے نپولین عربی طباعت کے اهتمام کے لیے اپنے ساتھ لیا تھا ' اپنی کتاب " معلومات مصر " میں یہ تمام تصویریں درج کردی ہیں - ہم ان میں سے شیخ شرقاوی ' شیخ بکری ' اور شیخ سلیمان فیومی کی تصویریں اس تحریر کے ساتھ شائع کردیتے ہیں - ان سے اُس عہد کے علماء و مشائخ مصر کی وضع و قطع اور شکل و شمائل نظروں کے سامنے آجائیگی - مصر و شام میں تاریخ اسلام کے ازمنۂ وسطی سے لیکر بارھویں صدی تک ' معاشرتی زندگی تقریباً یکساں رہی ہے - اس لیے یہ تصویریں اگرچہ صرف ڈیڑھ سو برس پیشتر کی ہیں ' لیکن اُن کی وضع و قطع سے تقریباً چارسو برس پیشتر تک کی وضع و قطع کا اندازہ کر لیا جاسکتا ہے - ساتویں ' آٹھویں ' اور نویں صدی ہجری کے علماء مصر و شام ' مثلاً امام ذہبی ' امام مزی ابن دقیق العید ' تقی الدین سبکی ' حافظ برزالی ' حافظ ابن حجر عسقلانی ' حافظ سخاوی ' جلال الدین سیوطی ' وغیرہم کا لباس اور وضع و قطع تقریباً ایسی ہی ہوگی ' جیسی شرقاوی اور فیومی کی ہے - شیخ بکری کی زندگی چونکہ امراء کی سی زندگی تھی ' اس لیے وہ سمور کا جبہ پہنے ہیں اور ہاتھ میں مصری شبقہ یعنی تمباکو کا پائپ ہے -

(عربی مورخین کی شہادت)

اب دیکھنا چاہیے کہ نپولین کے اظہار و عدم اظہار اسلام کے بارے میں ان مورخین کی شہادت کیا ہے ؟ اس بارے میں سب سے زیادہ معتبر شہادت انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے - ان میں سے چند مورخ تو خود اُن لوگوں میں سے ہیں ' جن کے سامنے نپولین کے اظہارات ہوئے ہونگے - مثلاً شیخ مہدی شیخ الازہر ' اور شیخ شرقاوی رئیس الدیوان - اور بعض ایسے ہیں جو اپنے چشم دید حالات قلمبند کر رہے ہیں اور اس بارے میں کوئی خاص مورخانہ تعصب نہیں رکھتے - مثلاً شیخ جبرتی اور سید اسماعیل خشاب -

ان کی شہادت یہ ہے کہ نپولین نے نہ صرف اپنے تئیں اسلام کا دوست ظاہر کیا تھا ' بلکہ مسلمان ہونے کا بھی دعوی کیا تھا - وہ اسلامی لباس پہنکر علما و مشائخ سے ملتا ' مسجد میں جاتا ' اور نماز جمعہ میں شریک ہوتا - چنانچہ اُس نے اپنی تصویر بھی اس لباس میں اُتروائی تھی جو آجتک موجود ہے ' اور جسے پروفیسر مارسل نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے - مزید تفصیل آئندہ نمبر میں ملیگی -

شيخ سليمان فيومي

جو اُس عہد کے مشاہیر علماء مصر میں سے تھے

حوادث مصر پر لکھا ہے : " الوقائع و النوازل " سنه ۱۲۳۲ ھ مطابق سنه ۱۸۱۶ میں انتقال کیا -

(۳) شیخ خلیل البکری - مصر میں عرصه سے خاندان وفائیه کا سجادۂ طریقت قائم ہے - چونکه نسلاً حضرة " ابوبکر " کی اولاد میں ہیں - اسلیے " بکری " کہلاتے ہیں - جو شخص سجادہ نشین ہوتا ہے اسے " نقیب السادات " کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے جو سرکاری لقب ہے - نپولین کے زمانه میں سجادہ نشین شیخ خلیل تھے - نپولین نے انہیں بھی دیوان کا رکن چنا تھا - ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسی افسروں میں بہت زیادہ رسم و راہ پیدا ہوگئی تھی - نپولین اکثر انکے مکان پر آتا - یه اسکی دعوتوں میں شریک ہوتے - انہی نے نپولین کو ایک جرکسی غلام بطور ہدیه کے دیا تھا جسے نپولین اپنے ہمراہ فرانس لے گیا تھا - یه شاعر اور ادیب تھے - اسوقت کے حوادث مصر پر متعدد قصائد لکھے

نپولین مصری اسلامی لباس میں

جب اس نے جامع ازہر اور جامع حسینی میں نماز جمعه ادا کی تھی

ہیں - بعض فرانسیسی مستشرقین اپنے ساتھه لیگئے اور پیرس میں ترجمه کے ساتھه شائع کیا - سنه ۱۲۳۵ ھ مطابق سنه ۱۸۲۰ میں انتقال کیا -

(۴) شیخ محمد مہدی - یه اسوقت جامع ازہر کے شیخ تھے اصلاً قبطی تھے - بچپنے میں مسلمان ہوگئے اور ازہر میں تحصیل علوم کرکے علم و فضل کا درجه حاصل کرلیا - یہانتک که مشیخت کے درجه تک پہونچ گئے - یه بھی نپولین کے دیوان کے رکن تھے - انہوں نے ایک کتاب الف لیله کی روش پر تحفة المستیقظ لکھی تھی جسے فرانسیسی اپنے ساتھه لیگئے اور فرنچ ترجمه کے ساتھه پیرس میں چھاپ کر شائع کیا - انہوں نے سنه ۱۲۳۰ - مطابق ۱۸۱۵ ع میں انتقال کیا -

(۵) عبدالرحمن جبرتی - یه اس عہد کا سب سے بڑا مورخ ہے - " جبرت " حبش کے قریب ایک موضع کا نام ہے - اس کے مورث

مرادبک مملوک

جو مصر کے دفاع میں نپولین سے لڑا مگر ناکام رہا

اعلی زمین سے مصر آئے تھے - جب نپولین مصر آیا اور دیوان شوری مقرر کیا ' تو اس کے لیے ایک کاتب کی ضرورت ہوئی - اس کام پر اسی کا تقرر ہوا - اسطرح اسے موقعه مل گیا که بہت زیادہ قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعه کرے -

اس نے اپنے زمانه کے حوادث مصر پر ایک ضخیم کتاب عجائب الآثار لکھی ہے جو تاریخ جبرتی کے نام سے مشہور ہے - اسمیں پہلے ابن ایاس کی تاریخ مصر کی آخری تاریخ سے لیکر اپنے وقت تک کے مختصر حالات دئے ہیں تا که ابن ایاس کی تاریخ کے لیے یه تاریخ ذیل اور تتمه کا کام دے - پھر سنه ۱۱۴۲ ہجری سے لیکر سنه ۱۲۳۶ - تک کے تمام اہم حوادث مصر تاریخ وار روز نامچه کی طرح لکھے ہیں اور کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی ہے - غالباً سنه ۱۲۴۰ - مطابق سنه ۱۸۲۵ ع میں انتقال کیا -

افسوس ہے ' اس تاریخ کی قدر و عظمت سے مشرقی دنیا برابر غافل رہی - حالانکه یه اٹھارھویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل کے حوادث مصر کی سب سے زیادہ مستند تاریخ ہے - نپولین کا حملۂ مصر اور محمد علی خدیو اول کا ظہور ' تاریخ مشرق کے نہایت اہم واقعات ہیں - جبرتی نے اپنی چشم دید سرگزشت ایک روزنامچه کی طرح مرتب کر کے پیش کردی ہے -

(۶) سید اسماعیل خشاب - نپولین اپنے ساتھه عربی حروف اور مطبع بھی لے گیا تھا ' اور اس سے ایک سرکاری اخبار بھی جاری کیا تھا - اس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاری اعلانات

شیخ عبداللہ شرقاوی

صاحب تحفة الناظرین و رئیس دیوان مصر

ادبیات

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہی۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم وحکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہوچکی ہی حال ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح وسالم جثہ برآمد ہوا ہی۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتب" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بہنوئی تھا، اور سنہ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہان مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہی۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہی کہ اس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا پینا رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اس کے کفن میں بطور تعویزوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کردیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہوکر مردے میں ازسرنو روح پھونک دیتا ہی۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہی۔ اُن کا بھی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہی۔ صرف موت اُسے جدا کرتی ہے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا چیزیں قبر میں مہیا کردی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مُردے سے باقی رہتا ہی اور کبھی نہ کبھی اُس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہی۔

"آمی نوتب چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کردئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اُس کی بنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبود اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اُسے منسوخ کرکے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہی "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا۔ پس "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورہ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہی وہ بادشاہ اور ملکہ کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی روز مرہ کی زندگی کے مرقع ہیں۔ علماء مصریات کا خیال ہی کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اُس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اُسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے اشعار کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہوگیا ہی۔ یہ درحقیقت معبود اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف وستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر، انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہی۔ اس مصری شعر کے اندر موجودہ انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہی۔ ذیل میں اُس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہی تیرا ظہور افق آسمان میں!
اے رو پہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کردیتا ہی!
تو ہی خوبصورت ہی، عظیم ہی، روشن ہی، زمین پر بلند ہی!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے، جنھیں تو ہی نے بنایا ہی!
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہی!
ہاں، انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہی!
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دور ہی، بہت دور ہی!
مگر تو دور کہاں ہی؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہی؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہی
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہی!
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
منہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتی ہی!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
اُنکے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہی، مگر اُنھیں خبر نہیں!
شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ ڈسنا شروع کرتے ہیں!
کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟
کیا دنیا رعب سناٹے میں نہیں ہی؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محو خواب ہی!

دن اور انسان

یہ کیسی ہماہمی ہی؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہی؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہوگئی!
تو نے کائنات روشن کردی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پہ مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہی!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب نہا دھو کر آئے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اُٹھ گئے۔
ہاں، مشرق کی طرف، تیری ماجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہوئے!

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے کھلکھلانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اُڑ گئیں
پر اُٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرند اُڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہی!

دن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اُڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہوگئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر بچھ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہی نہ گھبراتا ہی
رحم مادر میں پڑا سوتا ہی!
تیرا دست شفقت اُس پر دھرا ہی!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی اور نور دیکھتا ہی!
تو اُس کا معصوم منہ کھول دیتا ہی!
تب وہ بولتا ہی!
پھر تو ہی اُس کی ضرورتیں پوری کرتا ہی
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہی!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اُس کے اندر بچہ!
یہ تیری ہی قدرت ہی!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہی۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی!۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!!

مطبوعات جديده

پان يورپين تحريک اور امن عالم

ايک جرمن مدبر کي تجويزيں

اسوقت جبکه جنيوا ميں اسلحه کي تخفيف و تحديد کے مسئله پر بحثيں هو رهي هيں' ايک نئي کتاب کے مضامين يقيناً دلچسپي کے ساتهه پڑهے جائينگے جو حال ميں شائع هوي هے' اور " پان يورپين تحريک " يعني وحدة اقوام يورپ کي تحريک کے ايک جرمن داعي کاونت رچرڈ کوڈنهو کيلرگي Richard Caudenhove Kalergi کے قلم سے نکلي هے -

اس کتاب ميں مصنف نے پہلے امن عالم کي ضرورت پر بہت موثر پيرايه ميں نظر ڈالي هے - پهر ثابت کيا هے که اسکا تنها ذريعه يهي هے که " يورپين طاقتوں کي روز افزوں هتيار بندي موقوف کردي جاے " ليکن " هتيار بندي " سے مقصود کيا هے ؟ صرف لوهے اور آگ کے هتيار ؟ مصنف اس سے انکار کرتا هے - وه کهتا هے " صرف لوهے کے هتياروں سے نهتا کردينا کچهه مفيد نه هوگا - يورپ کو اُس کے سياسي' اخلاقي' اور اقتصادي حربوں سے بهي نهتا کردينا چاهئے - اسکے بغير هتيار بندي کي مخالف تحريک بے فائده هے - جبتک بغض و حسد کے چهالے قوموں کے دلوں ميں موجود رهينگے' اُس وقت تک دنيا ميں امن و امان قائم نهيں هو سکتا "

اسکے بعد مصنف لکهتا هے : " يورپ کي سلامتي کي دو هي صورتيں ممکن هيں : مختلف قوموں کے ما بين عدل قائم هو جاے' اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے ليے سلطنتيں اپني قوت استعمال کرنے پر متفق هو جائيں "

آگے چلکر مصنف نے مختلف مغربي طاقتوں کي موجوده جنگ جويانه حالت پر نظر ڈالي هے :

" وارسليز کے معاهده نے جرمني کو نهتا کر دينے کا فيصله کرديا هے - ليکن يه کهاں کي عقلمندي هے که جرمني کو اُسکے مسلح پڑوسيوں کے درميان نهتا کرکے چهوڑ ديا جاے ؟ يورپ کے امن و امان کے کي بنيادي شرط يه هے که تمام سلطنتيں ايک ساتهه اور ايک هي قسم کا قدم اٹهائيں - يا تو سب مسلح هو جائيں' يا سب هتيار رکهديں - بعض کا هتيار بند رهنا اور بعض کا هتيار رکهدينا' امن کا نهيں جنگ کا موجب هے "

" يورپين سواحل کي سلامتي کي سب سے زياده آسان اور عملي صورت يه هے که برطانيا اپنے جنگي بيڑے کے ذريعه حفاظت کي ذمه داري لے لے - نه يه که هر سلطنت اپني بحري قوت بڑها کر جنگ کا ايک اور خطره پيدا کردے - اگر برطانيا اس پر راضي هو جاے که اپنا جنگي بيڑا يورپ کي ضرورتوں کيليے وقف کرديگي تو بلا شک دنيا کا امن و امان يقيني هو جايگا - ليکن برطانيا يه اُسي وقت منظور کر سکتي هے جب تمام دول يورپ طے کر ليں که اپني مجموعي بحري قوت' برطانيا کي بحري قوت سے کم کر دينگي "

" ترکي کو مستثنى کر دينے کے بعد روس هي ايک ايسي سلطنت هے جسکي سرحديں خشکي ميں يورپ سے ملتي هيں - روسي سرحديں بهت وسيع هيں اور بے شمار مشکلات کا سبب بني هوئي هيں - روس کا اپنے تمام پڑوسيوں سے جهگڑا هے - سب سے زياده اهم اُسکے سياسي اور اجتماعي جهگڑے هيں - پهر روس کي آبادي بهي بهت بڑي هے - جنگي طياريان بهي عظيم هيں - اس سے بهي زياده خطرناک بات يه هے که اُس کي اصلي غرض تمام دنيا ميں انقلاب پيدا کرنا هے - روسي مدبر حيرت انگيز مستعدي سے انقلاب کي تخم ريزي کر رهے هيں - جو شخص يه خيال کرتا هے که روس اپنے مقاصد کي اشاعت امن و آشتي سے کرني چاهتا هے' وه سخت فريب خورده هے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کي کاميابي کا ايک هي ذريعه سمجهتا هے "

" روس سے مفاهمت کي صرف يهي ايک صورت هے که يورپ اُس کي سرحدوں کا احترام کرے اور وه يورپ کي سرحدوں کا "

" يورپ کو کسي حال ميں بهي روس پر حمله کا اراده نهيں کرنا چاهيے - نه اُس کے اندروني معاملات ميں کسي قسم کي مداخلت کرني چاهيے "

" يورپ کي داخلي سلامتي اُس وقت تک نا ممکن هے جب تک اُس کے موجوده سياسي نظام ميں مکمل تبديلي نه هوجائے - يورپ کي حفاظت کے ليے کوئي نه کوئي نظام ضرور مرتب هونا چاهيے "

" يورپ سے اچانک هتيار رکها لينا نا ممکن هے - اِس معامله ميں پيش قدمي اُن سلطنتوں کو کرني چاهيے جو اِس کي زياده ضرورت محسوس کرتي هيں - جب يه سلطنتيں باهم ايک راے پر متفق هو جائيں گي' تو دوسري سلطنتيں بهي اُن کي پيروي پر مجبور هو جائيں گي - جنگي قوت کے اعتبار سے يورپ کي تو سلطنتيں زياده اهم هيں - اگر يه آپس ميں متحد الخيال هو جائيں تو تمام دول يورپ کو سر جهکا دينا پڑيگا جن کي تعداد اِس وقت ۲۵ - هے - مجلس اقوام يا دول عظمي ميں سے کسي ايک کو اِس مقصد کے ليے کانفرنس بلاني چاهيے - کانفرنس ميں حسب ذيل امور طے کرنے چاهئيں :

(۱) تمام دول يورپ پخته عهد کر ليں که اُن ميں سے کوئي کسي پر اعلان جنگ نه کرے گي -

(۲) هر باهمي نزاع مابين الاقوامي عدالت کے سامنے فيصله کے ليے پيش کيا جايگا -

(۳) غير يورپين حملوں کے مقابله ميں تمام يورپ متحد هو جائيگا -

(۴) اگر اس معاهده پر دستخط کرنے والي ايک سلطنت دوسري پر حمله کرے گي' تو تمام دول مل کر اُسے سزا ديں گي -

(۵) غير يورپين سلطنتوں سے دول يورپ نے جتنے معاهدے کر رکهے هيں' سب منسوخ کر دیے جائيں "

پوری قوت سے چلاتا ہی،
خالق کی ستائش کرتا ہی!
اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہی!

دُنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے معبود!
تیری جیسی قوت کس میں ہی؟
تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کئے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اُڑنے والی!
تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اُس کی جگہ پر بسایا!
اُس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!

اُسے دولت دی،
اُسپر موت لکھی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جُدا جُدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،
اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہی!

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اُسے جاری کیا،
سب نے اُس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینھ برساتا ہی،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہی!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہی!
تیری شعاعیں اُسپر پڑتی ہیں!
سبزہ لہلہا اُٹھتا ہی!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہی!
تجھی سے کائنات باقی ہی!

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہی) روایت کرتا ہی کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور اُن کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کرسکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر اُنکے قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ (علیہما السلام) کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ، حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک و خون سے آلودہ ہی! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہی! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہی! ہوا اُن پر خاک ڈال رہی ہی!" راوی کہتا ہی دوست دشمن کوئی نہ تھا جو اُنکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

(ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہی کہ حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اُسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اُٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہی کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہوگیا "خدا تیری آنکھوں کو رُلائے! واللہ اگر تو بڈھا ہوکر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہی۔ تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا اُنھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!"[1] (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہی مگر صحیح یہی ہی کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہی جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اُن کی کنیزیں اُنھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہی؟" اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر اُن کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اُس خدا کی ستائش جسنے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اُس خدا کے لئے جسنے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہی۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہی!" ابن زیاد نے کہا "تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "اُن کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور اُنھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اُس کے حضور سوال و جواب کرلوگے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اُس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہی۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہئے"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ اُنھوں نے کہا: "واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہوسکتا ہی تو ٹھنڈا ہوجائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہی! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہی۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہی!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہوکر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے اُن کا نام پوچھا۔ اُنھوں

[1] بعض روایتوں میں ہی کہ حضرت انس نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہی!" اسیر زین العابدین نے یہ آیت پڑھی "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ[1]!" اسیر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنہی میں سے ہی" پھر اسکے بعد ابن زیاد نے چاہا، انہیں بھی قتل کر ڈالے لیکن زینب بیقرار ہو کر چیخ اُٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہی اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہی تو مجھے اسی کے ساتھ مار ڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو اِن عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہی تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر اِن سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہی؟ واللہ مجھے یقین ہی کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہی۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جسنے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو فتحیاب کیا، امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا ...!" یہ سنکر عبد اللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہو گئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تو ہی نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر اُنھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہی جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہی؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں! حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حامیتوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے اُنھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالہ کر دیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہمنے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر، باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہمنے اُن سب کا قلع قمع کر دیا۔ اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تربتر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں، اُن کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گِدھوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہی یزید نے یہ سُنا تو اُس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور درگذر کر جاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر۔ کامل

[1] خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہی۔ کوئی بھی بغیر اس کی اذن کے مر نہیں سکتا۔

تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تأثر

یزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمن سے روایت ہی کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑھا:

یفلقن ہاما من رجال اعزۃ علینا وہم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسوں کے سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ در اصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محفز بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محفز بن ثعلبہ چلایا "میں امیر المومنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محفز کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی۔ پس خدا نے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑھی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور[1]" یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر[2]"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بُلا کر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہو رہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا بُرا کرے! اگر تم سے اُس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہی کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہم پر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سُرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑلی۔ وہ مجھ سے بڑی بھی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے پکار کر کہا "تو کمینہ ہی۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہی نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہی!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہی واللہ مجھے یہ حق حاصل ہی۔ اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں" زینب

[1] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہی۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہی۔ [2] جو مصیبت بھی آتی ہی تو تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہی۔ اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کر دیتا ہی۔

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

امریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کے افراط کا ردِ فعل۔ امریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی نسوانی مسرتیں ناپید ہوگئی ہیں!

امریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہے، تجارت، صنعت و حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہے کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہے کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہو جائے تو دنیوی زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر کیا امریکہ میں ..... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا امریکن مسرتِ حیات کی جستجو سے فارغ ہوگئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تأمل کے جواب دینا ہے کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہے۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہے۔ قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہو جاتا ہے۔ عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہے!

امریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے "امریکن عورت کی دماغی سیرۃ" پر نظر ڈالنی چاہئے۔

چند دن ہوئے مڈل ویسٹ میں ایک کمیٹی بٹھائی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنھوں نے تیس سال سے ۴۵ سال کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہے اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۹۳ صفحوں میں شائع کی ہے۔ تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ "امریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہے!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسبِ ذیل ہے:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہے کہ امریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہے تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہے۔ وہ اچھی طرح اُن علمی و صناعی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہے جن سے اُسے اپنا گھر چلانا ہے امریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہوگئی ہیں۔ بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے۔ تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن سے ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہے دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے۔ گھر میں روز کے مشکل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں۔ لیکن اِن کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہے۔ مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ عورت جلد اِن سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔

وہ سوچتی ہے "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہے اخبار پڑھنے لگتی ہے، پھر رسالے دیکھتی ہے۔ پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہے۔ مگر کب تک؟ تھک جاتی ہے۔ اب سوچتی ہے "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا۔ جمائیاں لیتی ہے۔ اونگھنے لگتی ہے۔ سو جاتی ہے۔ مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آ موجود ہوتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہے "میری شادی تو ہوگئی، مگر میری مسرت کہاں ہے؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے۔ شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہے؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہے! عورت سوچتی ہے "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت بھی تھی!؟" ممکن ہے کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہے؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہے۔ اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہے۔ ہفتہ کے ۶ دن تجارت میں منہمک رہتا ہے۔ گھر میں آتا ضرور ہے۔ مگر اس قدر متفکر، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ، کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاطفت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہے، دماغ دفتر میں۔ باتیں بیوی سے کرتا ہے، خیال حساب میں ہوتا ہے۔ بیوی ضبط کرتی ہے اور ضبط کرتی ہے۔ بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہے۔ لو اتوار بھی آ گیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا۔ آج اتوار ہے، وہ میدان میں "گولف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہے۔ ہفتہ کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہے۔ آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہے!" مگر اُس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر"، "تجارت" اور "صحت" کی چکی میں پڑ کر پس گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہے۔ مگر بالکل عبث۔ گھر میں تسلی نہیں ملی۔ دوسری جگہ کب مل سکتی ہے؟

علم حقائقِ اشیاء

امریکہ کی سب سے زیادہ قابلِ فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ مردانہ یونیورسٹیاں ہیں۔ لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں ملتی ہیں۔ یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہے۔ وہ کیا سیکھتی ہے؟ اعلیٰ دقیق علوم: فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ جو اُسکی جنسی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے۔ ایک دن میں نے ایک خوبصورت دوشیزہ سے سوال کیا "تم یہ علوم کیوں پڑھتی ہو؟" اُسنے فوراً جواب دیا "حقائقِ اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" لیکن اب "حقائقِ اشیاء" کا یہ قیمتی علم بلائے جان ہوگیا ہے!

امریکہ کے تمام جوان مرد اور عورتیں اسی حقائقِ اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ، محلِ بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، محنت، خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں۔ علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو! یہی سبب ہے کہ امریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ امریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہے، جسمیں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو۔ امریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہے۔ ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اٹھا "اُف، ناقابلِ تصور منطق لی ہے!" زندگی کے قدرتی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سرتاپا صناعی اور آلاتی زندگی ہے جسمیں امریکہ کا ہر فرد مبتلا ہوگیا ہے!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونیورسٹیوں کے کتب خانوں کی سیر کی۔ مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے تقریباً خالی ہیں۔ اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات غرضکہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ امریکن نوجوان زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رقیق جذبات اُن میں بہت کم رہ گئے ہیں۔ مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں روح اور قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارتِ فنی کا غلو

پھر امریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اور بھی ہے۔ مرد کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن کی ہوتی ہے تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر اُسکی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جسمیں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہے، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان باہم مختلف ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوعِ بحث نہیں پاتے۔ رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اُسوقت عورت کو محسوس ہوتا ہے کہ اُسنے جو تعلیم یونیورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ نکلی۔ وہ افسوس سے ہاتھ ملتی ہے۔ مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی!

قبل از وقت شادی

اِن مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مصیبت بھی پیدا کر دی ہے۔ نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں بتدریج دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہے۔ یہ کچھ بُرا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں، اور اس لئے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بنجاتی ہیں۔ مرد اور عورت دونوں عملی زندگی کی ازدواجی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں۔ گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورتِ حال سے جو پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، محتاجِ بیان نہیں۔ لیکن تعجب ہے امریکہ کے عقلاء اس کا سدِّباب نہیں کرتے بلکہ

نے کہا "ہرگز نہیں! خدا نے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلو" یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہو!" زینب نے بلا تامل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہو!" یزید چلایا "اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہو!" زینب بولیں "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہو۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہو۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہو!"

حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اِس پر یزید نے غضبناک آواز میں اُسے ڈانٹ بتائی "دور ہو، کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و اُمرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "اِن لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا "انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اِس حال میں دیکھ کر کرتے" حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا "اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اِس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہوگئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کردیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اِس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ ہند بنت عبد اللہ یزید کی بیوی نے منھ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا "امیر المومنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہو؟" یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی قتل کر ڈالا، خدا اُسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی!"

اِس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہو؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہو۔ اُنھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہو۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اِس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہو۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے نانا، میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدا کی، کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے "اللھم مالک الملک، توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شیئ قدیر" (ایضاً)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اِس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسین نے اُس سے کہا "اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہوگئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی" یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہو، اُس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا" چنانچہ جسنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اُس سے دوگنا تگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کم سن بچے عمرو کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا "تو اِس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اُسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہو!"

یزید کی "زود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُن کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کرلیتا حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اِس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اِس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جاکر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے اُن کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کر ڈالا۔ اُن کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کرلیتا۔ میں اُن کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہوچکا۔ دیکھو، مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا" بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کردیا۔ اِس شخص نے راستہ بھر اِن مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اُسے بھیجے اور کہا "یہ تمھاری نیکی کا بدلہ ہو۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہو کہ تمھیں دیں" اُس شخص نے زیور واپس کردیئے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟

کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو،

بعترتی وباہلی بعد مفتقدی منھم اُساریٰ ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ اُن میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد فلم ارہا کعہدہا یوم حلت

میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا مگر وہ کبھی ویسے نہ تھے جیسے اُس دن جب ان کی حرمت توڑی گئی!

فلا یبعد اللہ الدیار واہلہا وان اصبحت من اہلہا قد تخلت

خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!

وان قتیل الطف من آل ہاشم اذل رقاب المسلمین فذلت!

کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر ڈالیں!

وکانوا رجاء ثم صاروا رزیۃ فقد عظمت تلک الرزایا وجلت!

ان مقتولوں سے دنیا کی اُمیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کتنی سخت ہو!

الم تر ان الارض اضحت مریضۃ لفقد حسین والبلاد اقشعرت

کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہو اور دنیا کانپ رہی ہو؟

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ وانجمہا ناحت علیہ وصلت

آسمان بھی اُس کی جدائی پر روتا ہو۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیجتے ہیں!

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو ابھی یہ منزل دُور ہو۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اِس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کردیا ہو کہ عورتوں کو حق انتخاب بالفعل نہیں دیا جاسکتا ہے۔ یہ بنائی ہو کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہو۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اِس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کردیا ہو کہ "برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہو کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ٹرکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ٹرکی کے لئے ایک مبارزت ہو۔ انگورہ کا سربرآوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یوں اظہار خیال کرتا ہو:

"اگر یہ خبر صحیح ہو تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ٹرکی کی مخالفت پر بھی تُلا ہوا ہو۔ اگر اِس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہو کہ ٹرکی کو دھمکا کر روس سے الگ کرلے، تو ہم صاف لفظوں میں اسکی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانے گئے جب ٹرکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہوجایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھادیا ہو کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہو جو ہمیں ہر مشکل سے بچا سکتی ہو۔ روس سے ہماری دوستی، زندگی اور موت کا معاملہ ہو۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہو۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہو۔ ہم روس سے ہرگز علحدہ نہیں ہوسکتے"

ٹرکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہو کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کردیا ہو۔ وہ دیکھتا ہو روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہو، لہذا روسی افغانی دوستی، ہندوستان کے لئے خطرناک ہو۔ اور چونکہ اِس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہو اِس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہئے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے طیار ہو جانا چاہئے۔

یہ ہو برطانیہ کا نقطۂ نظر، اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہو۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ٹرکی کے معاملہ میں ہوچکی ہو۔ افغانستان، روس سے علحدہ نہیں ہوسکتا۔ اُسے خوب معلوم ہو کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہونچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہونچا رہا ہو۔

یہی باعث ہو کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے مدبر ماسکو اور انگورہ کا دورہ کررہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود خاں طرزی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے بتائی گئی ہو۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملت" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہو۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں "افغانستان کی دلی آرزو ہو کہ ٹرکی سے اُسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہوجائیں"

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۲

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہوچکی ہو کہ حضرۃ عمر اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اِس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کردیا تھا، اُس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اِس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اِس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہو۔

سوال یہ ہو کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہوسکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بظاہر اِس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آگئی، اور اُس پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ آخر اس کی علت کیا ہو؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی۔ نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن اِن تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہو، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہو، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہو جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اِس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہوگیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہوسکے اور اُنھوں بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ، دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہو۔ اِس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دَور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سرِ نو شروع ہوتا ہو، اور اِس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بُنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہو جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہو۔ چونکہ اِس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہو، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اِس لئے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہو۔ برونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہو، اور اِس درجہ کی لکھی ہو کہ آج بھی اِس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصا کرکے لکھتا ہو "قوموں کا طریقہ اِس بارے میں یہ رہا ہو کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیا کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادثِ عظیمۂ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں۔ اِن سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوئی ہو۔ بابلی سنہ کی بنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بُنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دَور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہوگئی تو حضرت سلیمان کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا، تو چونکہ اِس سے یہودیوں کے اجتماع و توطن کا نیا دَور شروع ہوتا تھا اِس لئے اِس کی یادآوری کے جذبے نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کرلی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہو جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہو۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جسکی فتحمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دَور شروع کردیا تھا۔ مسیحی

ایسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بوڑھوں میں یہ مقولہ عام ہے "نوجوانوں کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں کھیلیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرہ کی زندگی

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہے۔ بازاروں میں کپڑے کی اکثر بڑی دوکانوں پر جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی "یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دیجاتی ہے" جابجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ پڑھو گے "یہاں علم تدبیر منزل (خانہ داری) پر لیکچر مفت سنائے جاتے ہیں" یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ امریکن عورت بالکل بیکار نہیں رہتی وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہے، مگر برابر علمی و صنعتی ترقی کر رہی ہے۔ لیکن دراصل اسی ترقی نے اُسے مسرّت سے محروم بھی کر رکھا ہے:۔

آمریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب عموماً عورتوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں مردوں کو خرید فروخت کی مہلت نہیں۔ مرد روپیہ کمانا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اتنی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دس سال کے اندر منھ پر ملنے والے روغنوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے!

زنانہ کلب

آمریکہ کے زنانہ کلب، دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہے، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہے۔ عام دستور یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اُس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہے اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہے۔ شام کو پھر موٹر میں بیٹھتی ہے اور شوہر کو دفتر سے لے آتی ہے۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ زنانہ کلب مڈل ویسٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی دلچسپ اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا یہ عیب بھی بہت بڑا ہے کہ عورت سے غور و فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ اُنھیں ہضم نہیں کر سکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دن بھر کلب گھروں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمونوں پر لیکچر سنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں

(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر

(۳) موجودہ ادبیات اور خواق عادات

(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لیکچر سنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا مجھے کیا سُنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہو چکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہے۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن اُن عورتوں کا کیا حال ہوگا جن کی ساری زندگی اپنی کلب گھروں اور اُن کے لیکچروں میں گزرتی ہے؟

بچوں کی ماں

آمریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لئے مفت مشورے مہیا کریں۔ ان میں ہمیشہ لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماؤں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سوچیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ امریکہ میں جس طرح سب معاملات اصول و قواعد کے ماتحت رکھے گئے ہیں، اُسی طرح نسوانیت بھی علمی اصول پر منطبق کی جا رہی ہے۔ یہی حد سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور مرد و عورت کی جنسیت کی فطرۃ کا خاتمہ ہے!

دنیا میں آمریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ الھڑ نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کسی نہ کسی علم یا ہنر میں ماہر ہوتی ہے۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہے۔ امریکن عورت انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منظم اور سلیقہ مند ہوتی ہے۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہے۔ ہندوستان کی طرح امریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں بچوں کے لئے علحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوا ہے اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہے۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہے۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہے جو کلب گھروں میں سُنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہے!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرّت سے خالی ہوتی ہے، کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزونی نے اُس پر ازدواجی مسرّتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔ امریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب نالاں ہو رہی ہے چونکہ*

بریدِ شرق

مکتوبِ انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دولت۔ ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات۔ وزیر خارجیہ کی تصریحات ترکی پارلیمنٹ۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ برطانیہ کی سازش۔ ترکی اور افغانستان۔

شورائے دولت

"مجلس شورائے دولت" کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کر لیا ہے۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانون داں نصرت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہوگا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

مشہور ترکی ڈاکٹر حسن رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شایع کی ہے کہ اُنھوں نے آتشک کا حکمی علاج دریافت کر لیا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کی دوا کا صرف ایک انجکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہے تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیر خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیر خارجیہ نے اس ہفتہ اخباری نمایندوں کے سامنے حسب ذیل تصریحیں کی ہیں:

"اس وقت ٹرکی کے تعلقات متمدن دنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اس وقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ دنیا کا امن امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم حکومتوں کے درمیان پھوٹ ڈالکر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہے۔

"بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم اُنھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور اب تک بھی دوست ہے۔

"چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہے۔ ہم اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ ہمیں جو دلی تعلق ہے وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں!"

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مدت ختم ہو گئی۔ اب نئے انتخابات کا وقت ہے۔ قانون کی رُو سے اس مجلس کی عمر ۱ اپریل تک تھی۔ مگر اُس نے دو مہینے اور بڑھا لئے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ۱ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تمام ملک کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہے۔ لہذا آیندہ مجلس میں ہمیں تقریباً انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہیے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حق انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہے۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہی

اندر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، اُن میں سے ہر چیز موجود ہے، اور اُس کی موجودگی صرف اس لئے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈھے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالا مال کر دے۔ سورج روز آسمان پر چمکتا ہے۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں گرمجوشی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہے۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی اپنے مقصد اور حکمت سے باہر نہیں۔ یہ، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت اور بیحد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۱۴: ۳۴)	اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخشائشیں شمار کرنی چاہو

تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمھارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

تو توں کا خزانہ اور بخشائشوں اور ربوبیتوں کا فیضان عام ہے، اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہے، جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی اشیاء فائدہ اُٹھا سکتی اور اپنے حصہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آگئی ہے۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بمنزلۂ انفعال ہے۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جواد فیضان، حرکت میں نہیں آسکتا!

دہقان ایک بیج اُٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بار آور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دے۔ زمین مستعد ہے کہ اپنی آغوش اُس کے لئے وا کر دے؛ لیکن یہ تمام کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جبکہ خود اُسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار ہوگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور رکھ کر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتی ہے۔ اُسوقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشوونما پاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہے۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے، تو وہ وقت آجاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہے، اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُسوقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سرو قد کھڑا ہے، اور کارخانۂ فطرۃ کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لئے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہے یہ دراصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، دراصل یہ وہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دَور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دَور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بتدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنہوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بنگئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب کے ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا، کہ شکل و ہیئۃ کی تمام زیبائیاں اور خال و خط کی ساری دلاویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمھارے سامنے ہے: ثم انشاناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳: ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو۔ اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دَور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لے گی، دوسرے دَور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشوونما کے لئے داخل کا نشوونما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ یہ افراد و اشیا کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ اشیاء و افراد کی طرح "جماعت" بھی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی تخلیق، نشوونما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہ وہی قوانین ہیں، جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشوونما کے لئے اپنی بخشائشوں کے بادل زمین پر پھیلا دئے ہیں، ہر شئے زندگی دینے والی، ہر شئے پرورش کرنے والی، اور ہر شئے وجود و کمال تک پہنچانے والی ہے، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "اُمت" کے ظہور و نشوونما کے لئے بھی ہر طرح کی بخشائشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشائش فطرۃ اُس کے قدم اُٹھانے کی راہ تکتی ہے۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرۃ کا تمام سامان فیض صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قومی و مذہبی ماحول کی بخشائشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے، جبکہ خود اُس کے اندر اکتساب انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے۔ دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت، کوئی قوم، انسانوں کی کوئی ہیئت اجتماعیہ کشمکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے، تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے اُس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُس پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار اُن کے اندر ہی اندر نشوونما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے، اُسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "تزکیۂ اخلاق و نفس" سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر اِن میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشوونما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشوونما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہے۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کر لے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق، اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں اپنی رائے میں، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرۃ کی فضیلت کا معیار ہیں، اس طرح یکساں اور ایک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہے، سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہے اور سب کے

سَنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہو۔ یعنے اِس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہو۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پاگئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے۔ مگر اِن سب کی بُنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آجتک مستعمل ہو، بکرماجیتی سنہ ہو، اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہو۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہو۔ اِس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہو، تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرۃ عمر کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہو چکی ہیں، معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آنحضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہو کہ آپنے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے، یہ بات آپکے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اِس سے متفق ہو گئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہو کہ مبدء تاریخ کے بارے میں جب حسب معمول صحابہ نے مشورہ کیا تھا۔ مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اِسپر متفق ہو گئے کہ واقعہ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الہجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہو کہ اِس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بُنیاد ہو، اِس لئے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہو کوئی بات اِسمیں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اِسپر انشراح نہیں ہوتا تھا۔ متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلمیں بیٹھتی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی، کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اِسپر متفق ہو گئے۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہو گئی۔ معلوم کرنا چاہئے کہ واقعہ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جسنے حضرت علی کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنت رسالت کے محرم اسرار تھے، اِس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً اُتر آئی، اور اِس طرح تسلیم کرلی گئی، جیسے ایک مسلم اور طے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح، دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابہ کرام کے لئے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اُس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور اِس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی؛ اور پھر جمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی جیسا کہ خود اُنہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولٰئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ھذہ الامۃ: ابرھا قلوبًا، واعمقھا علمًا، واقلھا تکلفا، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اِس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اِس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اِس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہئے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کرلی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ صریح اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُس وقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُسنے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن اِن کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی؛ اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی طاقت و شوکت کی بنیاد اُسوقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کرلیا۔ اِن کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُسدن کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلاشبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُنکے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

مصیبت یہ ہو کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہو۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہو لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارہ و محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہو، لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابۂ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کرکے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہور، فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بُنیاد اُن واقعات میں نہیں ہو جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اِس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہو۔ ایک عہد، مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہو۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہو اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہو۔ اِس کی ابتدا غار حراء کے اعتکاف سے ہوتی ہو اور تکمیل غار ثور کے انزوا پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہو اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہو۔ اِس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دور، دوسرا دور تھا۔ کیونکہ اسی دور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سروسامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دور، دوسرا نہیں، پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہو کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہو گیا ہو، لیکن اُس کی روح پہلے ہی دور میں ڈھونڈھنی چاہئے!

پہلا دور تخم تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشو و نما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اولین بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہو!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشہ کے لئے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہو۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہو۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہو۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہو، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہو کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دوروں سے گزرے۔ پہلا دور "استعداد داخلی" کا ہو۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہو کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہو کہ

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي- اُس نے ملک کے سیاسي' علمي' ادبي' اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے' قریب ہے کہ مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنیت ظہور پذیر هوئي۔

الہلال اگرچہ ایک هفتہ وار مصور رسالہ تھا' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب' مذهب' سیاست' ادبیات' علوم و فنون' اور معلومات عامہ کے هوتے تھے- اور اُسکا هر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا- پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تھا' جس میں هاف ٹون بلاکوں کے اندراج کا انتظام کیا گیا' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں- اس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي' مذهبي' سیاسي' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید تھا- اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چار سو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا' هم نے کوشش کي کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں- هم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے هیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں' چونکہ جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ہے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي- هر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ   " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے- قیمت في پرچہ ۸ آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے

مینجر "البلاغ پریس"

اندر ایک ہی روح بول رہی ہے!

یہ موقعہ نہیں ہے کہ اطناب سے کام لیا جائے، ورنہ ضرورت تھی کہ اُن اخلاق و خصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح و تفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن و سنتہ نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان و مبانی کیا کیا ہیں؟

بہر حال اشیاء و افراد کی طرح جماعات و اقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہے۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج و ثمرات ہیں۔

پہلا دَور داخلی استعداد کا دَور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دَور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دَور تھا۔ اور اس لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دَور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دَور بلاشبہ دُنیا کی ظاہر بیں نگاہوں میں یہ دَور مصیبتوں کا دَور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن بہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو "جماعت" کے ذہن و اخلاق کے لئے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس و امر و احج کا امتحان گاہ تھیں۔ بدر کی فتحمند اسی کے اندر سبق لے رہے تھے۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمایشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس و اخلاق کے تزکیۂ و تربیت کا جو جہاد اس پہلے دَور میں ہو رہا تھا، اسے "جہاد کبیر" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدھم بہ جہاداً کبیرا (۲۵:۵۲)

بالاتفاق سورۂ فرقان کی ہے۔ کی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دَور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کی دماغی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال پیش آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام و اقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرۃ کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا، لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا و تکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح و اقبال کی بنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بنیاد کے نتائج و ثمرات تھے۔ یہ تمام . . . واقعات نکر سامنے آئے، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آگیا، تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا، کیونکہ انھیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور و عروج کا مبدء حقیقی

اسی واقعہ میں پوشیدہ ہے، اور اس لئے یہی واقعہ ہے جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہیے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہے جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی۔ تعبیر مدینہ کے ساتھ "فتح" کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہے لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیاں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہے، اور اسی فتح سے میدان جنگ جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہے، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہے۔ اُسوقت دنیوی جاہ و جلال کا نام و نشان نہیں ہوتا سیف و سنان کی ہیبت و جبروت کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سرتاسر غربت اور بے سر و سامانیاں اور عہد مصائب و محن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہے، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق و اطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے طیار ہو جاتی ہے جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش و خروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہے؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ہذہ الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ ۔۔۔ یذکر لو یلقی حبیباً مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ ۔۔۔ فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما اتانا واستقرت بہ النوی ۔۔۔ واصبح مسروراً بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم ۔۔۔ بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من حل مالنا ۔۔۔ وانفسنا عند الوغی والتآسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلہم ۔۔۔ جمیعاً، وان کان الحبیب مصافیا
ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ ۔۔۔ وان کتاب اللہ اصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح و تسخیر سے بڑھکر بھی اور کوئی فتح ہو سکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ دورِ ہجرۃ کے آلام و محن میں اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کر دی!

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے سر و سامانی و غربت کے اس عمل ہی میں فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا، فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا، وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ و کلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم (۹:۴۰)

غار کے دو ساتھیوں میں سے جب ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم و رنج نہ کرو یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے، اور اُسکی مشیت و حکمت ہمارے لئے فتح و نصرت کی راہ باز کرنے والی ہے پھر ایسا ہوا کہ خدا نے اپنی تسکین و طمانیت اُس پر اُتار دی اور فتح و نصرت کے ایسے لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بیں اور حقیقت نا آشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرتے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہو گئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ ۞

۞ یہ آیت سورۂ براۃ کی ہے، سورۂ براۃ بالاتفاق اُس وقت نازل ہوئی ہے جب اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل تک پہنچ چکی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کو فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی نشانی یاد دلایا جائے۔

فہرست

تصاویر

الهلال

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۸ — کلکتہ : جمعہ ٦ - صفر ١٣٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نهین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکهیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "مینیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جارہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دوسرے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(۲) روڈسیا کا انکشاف : سنه ۱۹۲۱ ع میں ایک سیاح کو جنوبی افریقه میں ایک کهوپڑي ملي - یه بهي پہلي کهوپڑي کي طرح ایک تیسري تشریحي حالت رکهتي هے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کي تحقیق میں یه غالباً ابتدائي قسم کے وحشي انسان کي کهوپڑي هے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کي ایک غار سے بهي ایک قیمتي کهوپڑي ملي هے جسکي نسبت دو مختلف رائیں قائم کي گئي هیں - ایک جماعت کا خیال هے ' یه گم شده حلقه کي خبر دیتي هے - دوسري جماعت کا خیال هے ' یه بندر هي کي کوئي زیاده اونچي قسم هے - وه کهتے هیں ' اس کهوپڑي میں پیشاني کا بیعد ابهار اور رخسار کي هڈیوں کي نوعیت ' گم شده حلقه کي نوعیت سے مختلف هے -

(۴) سب سے زیاده قیمتي انکشاف " وحشي انسان " کا انکشاف هے جسکے جسم کي هڈیاں اور سر کي کهوپڑیاں بکثرت جمع هوگئي هیں - اسکا جسم اور چهره بالکل موجوده انسانوں کا سا تها - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تهے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر هوتے هیں - بعض قدیم سیاحوں نے اسٹریلیا ' امریکه ' اور جزائر جنوب میں ایسے زنده انسان دیکهے بهي هیں -

(۵) آخري انکشاف ' پروفیسر ڈارٹ کا مشهور انکشاف هے جو سنه ۱۹۲۵ - میں هوا - پروفیسر موصوف کو ٹانگس میں ایک بالکل نئي قسم کي کهوپڑي ملي هے جو پچاس قدم سے زیاده زمین کے اندر مدفون تهي - یه کهوپڑي تمام پچهلے آثار سے کهیں زیاده گم شده حلقه کا اذعان پیدا کرتي هے - اسکے تمام حصے موجوده انسان کي کهوپڑي جیسے هیں - البته منهه کا نچلا حصه بهت زیاده باهر نکلا هوا هے ' اور یه بات علم وظائف اعضاء میں طے پاچکي هے که انساني چهرے کا نچلا حصه ابتدا میں ایسا هي ابهرا هوا تها - پهر به تدریج گهٹتے گهٹتے موجوده تناسب تک پهنچ گیا -

ٹانگس سے جو کهوپڑي ملي هے ' زندگي میں وه ایسا چهره رکهتي هوگي ' جیسا اس تصویر میں دکهلایا گیا هے -

ریڈیم

خزانۂ فطرة کا سب سے زیاده کمیاب جوهر !

حال میں اخبارات نے یه خبر شایع کي تهي که " ریڈیم کا بازار گرگیا هے اور ایک اونس ریڈیم کي قیمت ۳۳۰٬۰۰۰ ڈالر کي جگه اچانک ۲۵٬۰۰۰ ڈالر هوگئي هے - اس کمي کي وجه یه هے که بلجیم کانگو (افریقه) کے علاقه " کاٹنگا " میں ریڈیم کي ایک بهت بڑي مقدار نظر آئي هے - زیگوسلاویا کي تانبے کي بعض قدیم کانوں میں بهي ریڈیم پایا گیا هے - اگر یه تمام ریڈیم حاصل کر لیا گیا تو قیمت میں اور بهي کمي هوجائے گي "

لیکن اس خبر سے لوگوں کو غلط فهمي هوسکتي هے - ممکن هے کوئي خیال کر بیٹهے که جب ریڈیم کے بهاؤ میں اس طرح اتار چڑهاؤ هو رها هے تو هر دولت مند آدمي کیلیے اسکي زیاده سے زیاده مقدار خرید لینا ممکن هے - مثلاً امریکه کا هنري فورڈ جیسا کروڑ پتي اگر چاهے ' تو بآساني آده سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبائے ' اور بازار جاکر جب چاهے ریڈیم لے آئے -

لیکن یه صحیح نهیں هے - هنري فورڈ کي تمام دولت بهي آده سیر ریڈیم خرید نهیں سکتي - امریکا کے دوسرے قارون راکفلر اور مللو بهي اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس انگلستان ' بلکه سارے عالم کي سلطنتیں بهي اپنے جمله خزانے پیش کردیں ' جب بهي آده سیر ریڈیم حاصل نهیں کیا جاسکتا !

یه عجیب بات هے - مگر واقعه هے - کیوں ؟ اس لیے که گزشته اٹهائیس برس میں ' یعني جب سے ریڈیم دریافت هوا هے ' دنیا اس کي اتني مقدار حاصل هي نهیں کر سکي هے ' جسے ترازو میں آده سیر کے باٹ سے تول سکیں - اس وقت تک وه صرف آده پاؤ کي مقدار میں حاصل هو سکا هے !

جن خوش نصیبوں کے قبضه میں ریڈیم هے ' یا جنهیں اس کي ضرورت پڑتي هے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وه اس کے ایک ایک ذره کي قدر کرتے اور زیاده سے زیاده قیمت پر خریدنا چاهتے هیں - ریڈیم کي خرید و فروخت اونس کے حساب سے نهیں هوتي ' ٹن کے حساب کا تو وهم بهي نهیں کیا جا سکتا - کیونکه ریڈیم سونے سے بهي کهیں زیاده قیمتي هے - اس کي قیمت سونے سے ایک لاکهه گنا زیاده هے - ریڈیم کي خرید و فروخت رتیوں کے حساب سے هوتي هے - اس وقت تک ریڈیم کي سب سے بڑي مقدار جو ایک جگهه سے دوسري جگهه منتقل هوئي هے ' صرف دو گرام هے - اور معلوم هے که ایک گرام ' اونس کا تیسواں حصه هوتا هے - یه مقدار بهي فروخت نهیں هوئي هے بلکه حکومت زیگوسلاویا نے انگلستان کو علمي تحقیقات کے لیے عاریتاً دیدي هے -

اس کي کوئي امید نهیں که کانگو میں ریڈیم کي کان اس کي موجوده مقدار میں غیر معمولي اضافه کردے گي - خیال کیا جاتا هے که اس وقت اس کي جتني مقدار دنیا کے هاتهه میں موجود هے ' اس سے صرف ۲۵ گنا زیاده ریڈیم کانگو کي کان سے حاصل کیا جاسکتا هے - لیکن اس کا نکالنا بجائے خود ایک نهایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام هے - اس کان کي هر ۵۰۰ ٹن وزني چٹان میں سے زیاده سے زیاده ایک گرام ریڈیم نکلے گا ' وه بهي خالص نهیں بلکه " کلورل " اور دوسرے مواد سے ملا هوا - ان مواد سے اسے علحده کرنے

مذاکرہ علمیّہ

نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ہے ؟

انسان کا دماغ — گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ ذہنی حیوان ہے ' جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کی موجودہ شکل اور ہیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تھا - وہ انسان میں' جو سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہے ' اور ترقی یافتہ جانوروں میں ' جو ہیئت انسانی سے بہت زیادہ قرب رکھتے ہیں' درمیانی برزخ تھا -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال ہے کہ بندر کی ترقی یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا ' اس قسم کی مخلوق ہیں جنکی ظاہری ہیئت ' جسمانی بناوٹ ' تشریحی نظام ' اور اعضاء معنوی کے وظائف و خواص ' انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے ہیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں ہے کہ اُسکے بعد ہی انسان کا وجود آ جاے - ضروری ہے کہ درمیان میں کوئی ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رہی ہوں اور وہاں "جانور" کی سرحد ختم ہوئی ہو اور "انسان" کی حدود کا آغاز ہوا ہو - چونکہ علم الحیوانات کی موجودہ اور مدون معلومات میں کوئی ایسا مخلوق موجود نہیں ہے ' اِسلیے اُنھیں اِسکی جستجو ہوئی ' اور اِسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعنی گم شدہ حلقہ قرار پا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدی سے اس گم شدہ حلقہ کی جستجو میں ہیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے سلسلہ میں بارہا اس طرح کی چیزیں دستیاب ہوئیں کہ خیال ہوا ' گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا ہے ' لیکن پھر مطالعۂ و تفحص سے اس خیال کی تصدیق نہو سکی -

لیکن سنہ ١٩٢٠ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے ہو رہے ہیں' اور انھوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا ہے - اگرچہ ان میں بھی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے علمی وثوق کے ساتھ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاہم علماء حیوانات و تشریح کا خیال ہے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفی بخش ہیں ' اور بہت ممکن ہے کہ انکی بحث و فحص سے گم شدہ حلقہ کا مسئلہ حل ہو جاے -

حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یک جا کرکے اُن کی نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالی ہے - ہم اُس کا مختصر خلاصہ قارئین الہلال کی معلومات کے لیے درج کردیتے ہیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر وھائٹ ہے) لکھتا ہے :

" گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات ہوئے ہیں ' وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتی سرمایہ ہیں - علم کی احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ اظہار وثوق میں جلدی نہ کی جائے - لیکن اگر ایسا نہ ہوتا ' تو یہ انکشافات اپنی موجودہ حالت میں بھی اتنے واضح ہیں ' کہ کہا جا سکتا تھا ' گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا ہے -

اس وقت سب سے زیادہ قوی قرائن رکھنے والے آثار پانچ ہیں :

(١) انسان ھدل برگ : یہ ایک کھوپڑی ہے جو جرمنی کے مندرجۂ بالا مقام میں ملی تھی - تشریحی تحقیقات کے بعد ثابت ہوگیا ہے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کی کھوپڑی ہوسکتی ہے ' نہ کسی جانور کی - یہ ضرور ایک تیسری اور درمیانی قسم ہے -

وہ کھوپڑی جو ٹرونگس میں ملی ہے ' اور جسکی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ گم شدہ حلقہ کی کھوپڑی ہے

برخلاف اِسکے شعاع " بیٹا " اُس سے دس گنی زیادہ تیز ہے ' یعنی ہر سکنڈ میں ۰۰۰'۰۰'۲ میل کی سرعت رکھتی ہے - گویا آفتاب کے نور کی طرح تیز رفتار ہے - تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ شعاع جلد میں نصف انچ تک گہری اتر جاتی ہے' اور شیشہ' ایلومیئم' اور سیسے کی پتلی چادروں کو بھی توڑ کر ۱/۱۲- انچ گہرائی تک چلی جاتی ہے !

تیسری شعاع " گاما " شعاع ایکس (ایکس ریز) سے بہت مشابہ ہے - فرق صرف یہ ہے کہ اُسکی مثبت لہر X (ایکس) سے طول میں کم ہے - لیکن یہ شعاع نفوذ و سریان کی بہت بڑی قوت رکھتی ہے - سیسے کی بارہ انچ موٹی تختی کو بھی توڑ کر نکل جاتی ہے !

اِس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تحقیق یہ ہے کہ " شعاع الفا " پھوٹنے کے بعد نامعلوم طریقہ پر اپنے اندر دو منفی کہربائی لہریں جمع کر لیتی ہے' اور یہ لہریں بالاخر ہیلیم (Helium) کے ذرے بن جاتی ہیں - اِسکے معنی یہ ہوے کہ ریڈیم سے ہمیشہ ایک اور مادے کا فوارہ بھی چھوٹتا رہتا ہے - یہ مادہ ریڈیم سے مختلف ہے - اتنا مختلف' جتنا کوئی مادہ کسی دوسرے مادہ سے مختلف ہو سکتا ہے -

(سورج اور ریڈیم)

درحقیقت یہ عجیب بات ہے کہ خود ریڈیم کے اندر ہیلیم بالکل موجود نہیں ہے - تاہم کسی مخفی سبب سے اُسکے ذرے ریڈیم سے برابر بہتے رہتے ہیں !

یہی بات دیکھکر علماء کا خیال اِس سب سے زیادہ حیرت انگیز حقیقت کی طرف منتقل ہوا کہ کائنات کا قیام دراصل صرف کہرباء یا بجلی کی قوت پر ہے - اِسی سے کائنات کے اُس سب سے زیادہ مخفی اور عجیب راز کی تحقیقات کا دروازہ کھلا جسکا تصور بھی کبھی انسان نہیں کرسکتا تھا - یعنی آفتاب کی روشنی' حرارت' اور قوت کے سرچشمے کا انکشاف ہوا -

آفتاب میں ہیلیم کا وجود' زمین میں اُسکے وجود کی تحقیق سے پہلے ہی معلوم کر لیا گیا تھا - اسپکٹرسکوپ کے ذریعہ پتہ چل گیا تھا کہ آفتاب کے ہالے میں ہیلیم کی بہت بڑی مقدار موجود ہے - وہ عظیم الشان ہالہ جو سورج کے گرد حلقہ بنائے قائم ہے خلا میں لاکھوں میل تک اپنی آتشیں زبانیں پھیلائے ہوے ہے !

ریڈیم کا طلسم یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آفتاب کے آتشی ہالے میں ہیلیم کا وجود کیا اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خود آفتاب کے اندر بھی ریڈیم سے لبریز خزانے موجود ہیں ؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آفتاب کا تمام نور' حرارت' اور قوت' اِسی ریڈیم کا کرشمہ ہو؟

اگر ایک گرام ریڈیم سے اِتنی حرارت پیدا ہوتی ہے کہ ۳/۴ گھنٹہ میں ایک گرام یخ کو پگھلا کر کھولا دیتی ہے' تو آفتاب میں ریڈیم کا خزانہ کتنی سخت حرارت پیدا کرتا ہوگا ؟

اِس کا اندازہ کرنے کیلیے اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ آفتاب کا وزن :

۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰۱ - ٹن ہے -

یعنی زمین سے ۰۰۰'۳۲'۳ - گنا وزنی ہے - ظاہر ہے' اِتنے بڑے کرہ میں کتنا بڑا خزانہ ریڈیم کا موجود ہوگا جو آفتاب کی اِس محیر العقول روشنی' گرمی' اور قوت کا منبع ہے !

سائنس نے یہ بات دریافت کرلی ہے کہ آفتاب کی حرارت' اُسکے احتراق (جلنے) کا نتیجہ نہیں ہے - یہی حال ریڈیم کا بھی ہے - اُسکی حرارت' احتراق کی وجہ سے نہیں ہے - بلا شبہ کچھہ احتراق بھی ہوتا ہے مگر اِس قدر کم' کہ نہ ہونے کے برابر ہے - پھر یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کی قوی النفوذ شعاع " گاما " سورج کی شعاعوں سے بہت مشابہ ہے - پس کیا یہ ممکن نہیں کہ آفتاب کی یہ شعاعیں جو ہم تک ۰۰۰'۰۰'۳۰'۹ میل مسافت طے کرکے منظم شکل میں پہنچتی ہیں' دراصل ریڈیم کی " گاما " شعاعیں ہی ہوں؟ بہت ممکن ہے' کہ ایسا ہی ہو - دنیا بھر کے سائنس داں اِس وقت اِس اہم مسئلہ پر غور و بحث کر رہے ہیں -

ٹھیک اِسی معقول اور علمی طریقہ پر زمین کے اندرونی گرم مادوں' مثلاً آتش فشاں لاوا اور کھولتے اور گرم معدنی چشموں وغیرہ کا اصلی سبب بھی ریڈیم ہی قرار دیا جا رہا ہے - تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے - ممکن ہے چند سال بعد اِس باب میں علم کوئی قطعی رائے قائم کر سکے' اور وہ حقائق اچانک دنیا کے سامنے آجائیں' جو ابتک قدرت کے سربستہ راز سمجھے جاتے تھے -

پھر یہ بھی ایک عجیب بات ہے' جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا کہ ریڈیم اگرچہ مسلسل حرارت و قوت پیدا کرتا رہتا ہے' مگر خود اُسکے جوہر میں کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوتی - اِس کا اندازہ اِس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک گرام ریڈیم سال بھر میں ۰۰۰'۶۰'۱۱ - وزن حرارت پیدا کرتا ہے - یہ حرارت تقریباً تیرہ سیر منجمد برف کو پگھلا کر کھولا دے سکتی ہے - مگر اِس سے خود ریڈیم میں صرف ۱/۰۰'۵۰'۲ - کی کمی لاحق ہوتی ہے جو بہ منزلۂ عدم ہے - تاہم کمی ضرور ہے' اور ایک بہت بڑی مدت کے بعد وہ اِس بیش قیمت جوہر کو حقیر دھات کی شکل میں تبدیل کردے سکتی ہے - علماء کا خیال ہے' ریڈیم اپنی خصوصیات سے محروم ہونے کے بعد سیسہ ہو جاتا ہے - لیکن اس تبدیلی کے لیے کم سے کم ۳۴۶۰ - برس کا زمانہ گذرنا چاهیے - اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً جو ریڈیم زمین میں ۱۵۰۰ - برس قبل از مسیح سے موجود ہے' وہ ابتک ریڈیم ہی ہے - سیسہ نہیں ہوا ہے !

اِس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ریڈیم ایک بالکل مختلف مادے سے کیمیاوی طریق پر تبدیل ہوکر اپنی شکل میں آتا ہے - اِس تبدیلی کا تصور قدیم حکماء کو بھی ہوگیا تھا - وہ اپنی عقل کے زور سے خیال کرتے تھے کہ تمام دھاتیں سونے کی شکل میں تبدیل کی جا سکتی ہیں اور ان دھاتوں سے اکسیر حیات طیار ہو سکتی ہے -

ریڈیم کی تکوین' علماء کی نظر میں نہایت ہی حیرت انگیز معما ہے - تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کا مورث اعلی یا اصل یورانیم ہے - اِس یورانیم میں تین بڑی تبدیلیاں ہوتی ہیں - علماء نے اِن تبدیلیوں کے تین نام رکھے ہیں : یورانیم س ۱ - یورانیم س ۲ - یورانیم س ۳ - آخر الذکر تبدیلی کے بعد یورانیم' یونیم ہوجاتا ہے' پھر یولیم ترقی کرکے ریڈیم ہو جاتا ہے - ریڈیم میں تنزل ہوتا ہے تو وہ پہلے پولونیم ہوتا ہے' پھر سیسہ بن جاتا ہے - یورانیم اور سیسہ کے مابین اصلی ذرے ۱۶ - ہیں - پوری تبدیلی کے لیے کم از کم ۰۰۰'۰۰'۰۰'۶ سال درکار ہوتے ہیں -

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوي اجزاء درکار ھونگے - ۱٬۰۰۰ ٹن پتھر کا کوئلہ خرچ ھوگا - ۱۰٬۰۰۰ ٹن مقطر پانی لگے گا - ایک مہینہ تک ۱۵۰ - مزدور کام کریں گے - پانچ ھفتے ماھرین کیمیا کي ایک بڑي جماعت کو صرف کرنا ھونگے - پھر اِس کے بعد مزید چار مہینے اُسے کار آمد بنانے میں لگیں گے - اِن تمام کوششوں' محنتوں' اور کثیر مصارف کے بعد' شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ھو سکے - اگر کانگو کي پوري کان سے فایدہ اُٹھایا جائے' تو بھي زیادہ سے زیادہ نصف اونس ریڈیم ملنے کي امید ھے - اِس کے معني یہ ھوے کہ اِس تمام درد سري کے بعد ریڈیم کي موجودہ مقدار میں یعني تقریباً دو چھٹانک میں صرف تیس گرام کا اور اضافہ ھو جائیگا !

(ریڈیم کي نوعیت)

آخر ریڈیم ھے کیا چیز جس کي جستجو میں سارا عالم سرگرداں ھورھا ھے' اور جس کي مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ھیں ؟

ماھر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا " ریڈیم اگرچہ لوھے' تانبے' توتیے کي طرح ایک دھات ھے' مگر سب دھاتوں سے زیادہ وزني ھے' حتی کہ سیسے سے بھي زیادہ - سب دھاتوں سے زیادہ قیمتي ھے' حتی کہ سونے چاندي بلکہ لعل اور الماس سے بھي زیادہ - ریڈیم' نیچر کے خزانے کا سب سے زیادہ بیش قیمت جواھر ھے - یہي وہ پارس ھے جس کے عشق میں قدیم فلاسفہ اور حکماء دیوانے ھو رھے تھے' اور سمجھتے تھے' اس کے ذریعہ ھر دھات سونا بن جا سکتي ھے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - آپ بھي قصیدہ خواں پاؤگے - وہ کہے گا " یہي وہ اکسیر حیات ھے جس کي مدتوں سے تلاش تھي - یہ عنقریب دنیا کي جملہ بیماریوں کا تریاق بننے والا ھے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اُٹھے گا " یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ھے جو دنیا نے دیکھي ھے - یہ اِسي کے خواص کي برکت ھے کہ ذراتي ترکیب (ایٹم) کا نظریہ قائم ھوسکا ھے جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیگا "

عالم طبقات الارض (جیالوجي) سے مخاطب ھو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم' آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کي اندروني حرارت کا بہترین مفسر ھے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہے گا " ریڈیم' آفتاب اور ستاروں کے نور حرارت کا سر چشمہ اور اُن کي قوت کا راز ھے "

علم الحیاۃ (بیالوجي) کا ماھر تو یہانتک کہدیگا " شاید ریڈیم ھي زندگي کا اصلي منبع ھے "

علم ھندسہ کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کي کافي مقدار حاصل ھوجائے تو اِتني عظیم الشان قوت انسان کے قبضہ میں آجائے جس کا اسوقت تصور بھي مشکل ھے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ھو جائیں جنکے مقابلہ میں موجودہ آلات بالکل ھیچ ھیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کر سکینگے جن کا عشر عشیر بھي حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھي بالکل کایا پلٹ ھو جایگي - ابھي ریڈیم کي جتني قلیل مقدار موجود ھے' وھي بے شمار فوائد پہنچا رھي ھے - اُسکا ایک ادنی کرشمہ یہ ھے کہ اُس سے ایک ایسا روغن ایجاد ھوگیا ھے جو گھڑي کي سوئیاں' بحري اور ھوائي جہازوں کے آلات' اور برقي کنجیاں' اندھیري راتوں میں روشن رکھتا ھے - قیمتي جواھرات اُس سے طیار ھو جاتے ھیں - اگر کچھہ مدت کے لیے سفید (بے رنگ) یاقوت' ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے' تو ھمیشہ کے لیے زمرد بن جاتا ھے - نقلي اور مصنوعي نہیں - حقیقي' بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصہ کیا ھے؟ مختصر جواب یہ ھے کہ " شعاعي قوت " - شعاعي قوت کے کیا معني ھیں ؟ ٹھیک وھي جو اِن دو لفظوں سے سمجھے جاتے ھیں - یعني شعاعوں کي شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتي ھے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا انکشاف اِس طرح ھوا کہ سنہ ۱۸۹۵ ع میں مشہور فرنچ سائنس داں ھنري بکریل اپني علمي تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسي روشني کے تجربے کر رھا تھا - اچانک اُسنے دیکھا' ایک خاص عنصر " اورانیم " کے اجزاء فوٹو گرافي کي تختي پر تاریکي میں اثر ڈال رھے ھیں - حتی کہ اگر سیاہ کاغذ سے چھپا دیا جاے' جب بھي اُنکا اثر پہنچ جاتا ھے - اِس پر اُسے بڑي حیرت ھوئي مگر ریڈیم کي طرف رھنمائي نہ ھوسکي - البتہ علمي دنیا نے یہ تسلیم کر لیا کہ اورانیم میں شعاعي قوت موجود ھے' اور اُس سے کام لیا جانے لگا - چنانچہ اُسوقت سے شیشہ اور چیني کے ظروف رنگنے میں اکسائڈ اورانیم برابر استعمال ھونے لگا ھے -

اِسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون مادام کیوري نے اورانیم کے مخفي خواص کي پیروي میں تحقیقات شروع کي - اُسنے بہت جلد معلوم کر لیا کہ یہ شعاعي قوت والا مادہ' خود اورانیم نہیں ھے' بلکہ کوئي اور عنصر ھے اور اکسائڈ اورانیم سے ملا ھوا ھے - یہ دیکھکر اُسنے یہ مادہ تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اُسکي حیرت و مسرت بے حساب تھي - کیونکہ تحلیل کے بعد جو مادہ باقي رھگیا تھا' اُسکي شعاعي قوت برابر بڑھتي چلي جا رھي تھي - اِسکے بعد وہ الکٹرسکوپ کي مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کر لینے میں کامیاب ھوگئي - یہ عنصر اورانیم سے بھي ساٹھہ گنا زیادہ سخت تھا - فوراً اِس مادہ کے چند کیمیاوي خواص بھي دریافت ھوگئے - اُسنے بڑے فخر و مباھات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کر دیا' اور اپنے وطن کے نام پر اُسکا نام " پولونیم " رکھا - یہ " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کي طرف عملي قدم تھا - تین سال کي مزید تحقیقات کے بعد اِسي خاتون نے اعلان کیا کہ اکسائڈ اورانیم میں شعاعي قوت کا اصلي سرچشمہ اُسنے دریافت کر لیا ھے - اِسي سرچشمہ کا نام بالآخر " ریڈیم " پڑا - اور آھستہ آھستہ اُسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اسکے بعد سر ارنسٹ آرتھر فورڈ نے دریافت کیا کہ ریڈیم کي شعاعیں تین قسم کي ھیں - چنانچہ یوناني ابجد کے تین ابتدائي حرفوں پر اُنکے نام رکھے گئے - پہلي شعاع کا نام " الفا " دوسري کا " بیٹا " تیسري کا " گاما " -

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ھوا کہ پہلي شعاع " الفا " مثبت کہربائي لہروں کا مجموعہ ھے - وہ اِس قدر تیز رفتار ھے کہ ھر سکنڈ میں ۲۰٬۰۰۰ میل حرکت کرتي ھے - یعني توپ کے گولے سے بھي ۴۰٬۰۰۰ مرتبہ زیادہ تیز رفتار ھے - لیکن یہ شعاع' نفوذ و سریان کي زیادہ قوت نہیں رکھتي - شیشے کي نہایت رقیق تختي حائل کر کے اُسے روک دیا جا سکتا ھے -

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

" دنیا میں ہر شخص کا ایک کام ہوتا ہے - میرا کام یہی ہے کہ میں تلخ مگر مفید سچائی علی الاعلان ظاہر کردوں - جہانتک میری استطاعت میں تھا ، میں نے انسانیت ، شرافت ، اور روا داری کی دعوت دی ہے - اگر دنیا نے نہیں سنا ، تو یہ میرا قصور نہیں ہے - میں نے اپنے لیے ایک قاعدہ بنا لیا ہے - میں عالمگیر سچائیوں کا ساتھہ دونگا - میں کسی پر الزام نہیں لگاتا ، کسی کی تضحیک نہیں کرتا ، کسی معین شخص پر حملہ نہیں کرتا - میرا حملہ انسانوں پر ہے - میں کسی خاص فعل کو برا نہیں کہتا - میں شر کو برا کہتا ہوں " (روسو)

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جان جاک روسو

JEAN JACQUES ROUSSEU

یہ سلسلہ شروع کرتے ہوے گذشتہ نمبر میں ہم نے والٹیر کے مختصر حالات درج کیے تھے ، اور لکھا تھا کہ آیندہ نمبروں میں اسکے اجتماعی اصول و معتقدات پر ایک مقالہ شائع کیا جائیگا - پھر اس پر نقد و تبصرہ کیا جایگا - لیکن پھر ہمیں خیال ہوا کہ اس ترتیب کی جگہہ یہ ترتیب بہتر ہوگی کہ پہلے اِن تینوں ارکان انقلاب کے مختصر حالات و افکار شائع کر دیے جائیں - پھر اُنکے اصول و معتقدات کا خلاصہ دیدیا جاے - اس کے بعد یک دفعہ اُن پر نقد و تبصرہ کیا جاے - چنانچہ آج روسو پر ایک مختصر تحریر شائع کی جاتی ہے - یہ غالبا دو نمبروں میں ختم ہو جائیگی - اسکے بعد فرانسیسی انسایکلو پیڈیا اور اسکے مصنفین کے حالات و افکار پر نظر ڈالی جائیگی ، اور اسکی اشاعت کے بعد نقد و تبصرہ کا سلسلہ شروع ہوگا - حال میں ایک نہایت بیش قیمتی مجموعہ روسو کے تمام مکاتیبات کا بھی پیرس سے شائع ہو رہا ہے - تین جلدیں گذشتہ سال شائع ہو چکی تھیں - چوتھی جلد پچھلی ڈاک سے ہندوستان پہنچی ہے - یہ مجموعہ اسقدر دلچسپ اور گوناگوں معلومات سے لبریز ہے کہ ضرورت ہے ، کم از کم ایک دو تحریریں روسو کے مکاتیب پر بھی لکھی جائیں - اگر یہ لکھی جا سکیں تو یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہوگی -

انقلاب فرانس کے دماغی ارکان در اصل از منۂ وسطی (میڈل ایجز) کے کلیسائی اور شاہی استبداد کا رد عمل تھے - اسلیے ناگزیر تھا کہ پچھلے افراط کے مقابلہ میں ایک نئی تفریط پیدا ہو جاے - والٹیر ، روسو ، اور ڈیدرو ، ذہن و عمل کی اسی تفریط کی مخلوق ہیں - انکی ذہنی روح تعمیر سے نہیں بلکہ تخریب کے ہیجان سے پیدا ہوئی - وہ اثبات کے نہیں ، نفی کے واعظ تھے - مسیحی کلیسا کے جمود اور شاہی نظام کے استبداد نے " اثبات " اور " اعتقاد " کا حد درجہ غلو پیدا کردیا تھا ، اس نے اس رد فعل میں " نفی " اور " شک " کا غلو پیدا کردیا - یہ گویا قدرتی طور پر زمانے کی طبیعت کا قدرتی مقتضی تھا - بجاے " تعمیر " کی درستی کے اب نئی " تخریب " کی ضرورت تھی - انہوں نے کلیسائی او شاہی جمود کا بت توڑ دیا - لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے ، اس بت شکنی میں وہ خود بھی ایک نیا بت کدہ بنا گئے - اور اسکے لیے پھر دنیا کو ایک نئے بت شکن کا انتظار ہے !

بہر حال انقلاب فرانس کے معتقدات پر کہ جدید نقد و نظر ، اس سلسلہ کی اصلی چیز ہوگی - جو مولانا ابو الکلام کے قلم سے نکلی ہے ، اور آن کے قید خانہ کے مسودات میں سے ہے -

---

ایک مرتبہ ایک مجلس میں انگریزی تمدن کا غیر معمولی انسان اور انقلاب فرانس کا سب سے بہتر واقع نگار ، کارلائل موجود تھا - لوگ حکما کی خیالی نقشہ آرائیوں پر بحث کر رہے تھے - ایک شخص نے کہا " اجتماع و معاشرت کے انقلابات کے نقشے ایک دل خوش کن تخیل سے زیادہ نہیں ہیں " جونہی اس راے زنی کی بھنک کارلائل کے کانوں میں پڑی ، اُس نے مجمع کو مخاطب کرکے کہا :

" حضرات ! کچھہ عرصہ گزرا ، اس دنیا میں ایک شخص تھا - روسو - اس نے ایک کتاب لکھی تھی - جب یہ کتاب شائع ہوئی تو بہت سے آدمیوں نے اُس کی ہنسی اڑائی - لیکن جب اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ، تو اُس کی جلد باندھنے کے لیے اُنہی لوگوں کے جسم کا چمڑا استعمال کیا گیا تھا ، جنہوں نے اس کی ہنسی اڑائی تھی ! "

اگر ریڈیم بگڑکر سیسہ ھو جاتا ہے تو یہاں قدرتي طور پر سوال پیدا ھوتا ہے که کیا شروع ھي سے زمین مین ریڈیم کي بہت بڑي کمیت موجود تھي ؟ اور کیا تمام موجودہ سیسا اصل میں ریڈیم ھي تھا ؟ بہت ممکن ہے ایسا ھي ھو' اگر ایسا ھي ہے تو پھر زمین شروع میں اپني موجودہ حالت سے بالکل مختلف ھوگي- شروع میں زمین ایک ننہا سا آتشیں کرہ تھي یا خود آفتاب کا ایک چھوٹا سا جزو -

عام طور پر علماء کا یہي خیال ہے که زمین اصل میں ایک آتشي کرہ تھي اور آفتاب یا کسي دوسرے عظیم کرہ سے کٹ کر جدا ھوئي ہے - پہلے زندگي سے بالکل خالي تھي- پھر بتدریج سرد ھونے کے بعد زندگي کے تخم سے آباد ھوئي' اور ذي روح کا مسکن بن گئي - زندگي کے یه تخم ' ایتھر میں پڑے بہه رہے تھے - اگر واقعه یہي ہے تو سوال پیدا ھوتا ہے ' کیا یه ممکن نہیں که زندگي کے یه تخم اصل میں ریڈیم ھي کے گیس ھوں ؟ بہت ممکن ہے ایسا ھي ھو - کیونکه سائنس نے قطعي طور پر ثابت کر دیا ہے که شعاعي قوت کا زندگي کے حقیقي عناصر سے گہرا تعلق ہے - دلیل اسکي یه ہے که بعض بیج ریڈیم کي شعاعوں کے زیر اثر آتے ھي فوراً کونپلیں پیدا کر دیتے ھیں ' اور پھر غیر معمولي سرعت و قوت سے بڑھنے لگتے ھیں !

لیکن علماء کا پخته خیال ہے که ریڈیم کي' اس کي اصلي اور بے میل شکل میں زیادہ کمیت ' زمین کي سطح پر کبھي موجود نه تھي - یه اسلیے که اسکے کیمیاوي خواص اسے تقریباً نا ممکن ثابت کر رہے ھیں - وہ ھمیشه دوسرے مواد سے مرکب ملتا ہے - خالص ریڈیم کا حصول بہت ھي مشکل ہے - اگر حاصل ھو بھي جائے تو اسکا اصلي حالت میں محفوظ رکھنا اور بھي مشکل ھوگا - کیونکه وہ ھوا سے جلد متأثر ھو جاتا ہے - یہي وجہ ہے که ریڈیم کي عام تجارت اسکے مختلف مرکبات : برومائڈ ' کلورائڈ ' کاربونیٹ ' سلفیٹ ' کي شکل میں ھوتي ہے -

(طبي فوائد)

روشني کے روغنوں کے علاوہ ریڈیم سے طب میں بھي بڑے بڑے کام لیے جا رہے ھیں - طب میں اسکے استعمال کي طرف سب سے پہلے سنه ۱۹۰۱ - میں پیدر کوري نامي طبیب کو رھنمائي ھوئي - یه شخص ریڈیم کي دریافت کرنے والي میڈم کوري کا شوھر ہے - لیکن ریڈیم کے علاج کا اصلي موجد ھنري ڈومینیسي ہے - سنه ۱۹۰۶ - میں اسنے دریافت کیا که اگر سیسه کي تختي میں ریڈیم کي شعاعیں دو مرتبه چھان لي جائیں' تو وہ جسم کے ان ریشوں کو زائل کر دیتي ھیں جو سرطاني مادوں سے آلودہ ھوتے ھیں - مگر تندرست ریشوں پر ان کا کوئي برا اثر نہیں پڑتا -

اس وقت سے ریڈیم مختلف امراض کے علاج میں استعمال ھونے لگا - مثلاً سرطان ' طرح طرح کے ورم ' نقرس ' عصبي درد ' عرق النساء ' ریڑھه کا درد ' ذیابیطس ' خون کي کمي ' ھیضه ' ٹیفوڈ وغیرہ - خیال کیا جاتا ہے که ریڈیم ' ایکس ریز کے جلے ھوے زخم اچھے کر دیتا ہے - ٹیفوڈ ' ھیضه' اور بسھري کے جراثیم قتل کر ڈالتا ہے - معدے کو درست کرتا ہے - اشتہا پیدا کرتا ہے ' اور ان تمام کیمیاوي تبدیلیوں میں مساعد ھوتا ہے جو انساني جسم میں برابر جاري رھتي ھیں -

(ریڈیم کے مضر اثرات)

لیکن جہاں ریڈیم کے بے شمار فوائد ھیں ' اسکي مضرتیں بھي ھیں - مدت تک ریڈیم کے زیر اثر رھنا سخت نقصان کا موجب ھوتا ہے -

جو لوگ ریڈیم کے علاج میں مشغول رھتے ھیں ' وہ اپني حفاظت سیسے کي صدریاں پہنکر کرتے ھیں - تاھم انکي صحت کو آخر کار سخت نقصان پہنچتا ہے - ریڈیم کي شعاعیں براہ راست کوئي تکلیف نہیں پہنچاتیں - لیکن اھسته آھسته خون کے سفید اور سرخ ذرے بگاڑ دیتي ھیں - خون کا دباؤ ھلکا کر دیتي ھیں - اکثر خون میں کمي بھي پیدا ھو جاتي ہے - ناخن بد صورت اور انکے گرد کي کھال کھري اور موٹي ھو جاتي ہے - چہرہ اور ھاتھوں کي جلد میں بھي التہاب پیدا ھو جاتا ہے -

ریڈیم کي ابھي جتني مقدار حاصل ھوئي ہے ' وہ تمام مریضوں کے علاج کیلیے بالکل نا کافي ہے - تا ھم اسے نہایت ھوشیاري سے استعمال کیا گیا ہے ' اور ایسے طریقے ایجاد کیے گئے ھیں که اسکا نفع زیادہ سے زیادہ عام ھو سکے - ریڈیم کي شعاعي قوت کا گیس چھوٹي چھوٹي نلیوں میں اس طرح بند کیا گیا ہے ' که اس سے علاج میں کام لیا جا سکے- ھر نلي ۱۸ - ۲۰ - روپیه میں فروخت ھوتي ہے اور زیادہ سے زیادہ چار دن تک کام دیتي ہے - یه نلي بیمار کے جسم میں اسي طرح داخل کر دي جاتي ہے ' جس طرح انجکشن کي سوئي داخل کي جاتي ہے -

اس وقت کوئي شخص بھي پیشین گوئي نہیں کر سکتا که ریڈیم کے آئندہ فوائد اور کیا کیا دریافت ھونگے ؟ اور کن کن طریقوں پر اسے استعمال کیا جا سکے گا ؟ امید کي جاتي ہے که سائنس کوئي ایسا طریقه ایجاد کر سکے ' جس سے ریڈیم کے حصول میں آساني ھو جائے ' اور علماء طبقات الارض کا یه نظریه ایک دن صحیح ثابت ھو جائے که ھماري زمین کے شکم میں سرا سر ریڈیم ھي بھرا پڑا ہے - اگر کبھي یه نظریه صحیح ثابت ھو گیا تو کون اندازہ کر سکتا ہے که انسان کو کتني قوت ' کتني حرارت ' اور کسقدر روشني حاصل ھو جائيگي ؟

آخري عہد مصائب کي يادگار هيں - اُنميں سب سے بلند درجہ اُسکے " مکالمات " اور " اعترافات " کو حاصل هے - اِن سے بهي بڑهکر اُسکي وہ تحريريں هيں ' جو اُسنے پيرس کے اُسقف (لاٹ پادري) اور جنيوا کي حکومت کے جواب ميں لکهي تهيں -

(روسو اور کليسا کا معرکہ)

اِس جنگ ميں کون فتحمند رها : روسو يا اُسکے دشمن ؟

اِسکا جواب مدت هوئي خود زمانہ دے چکا هے ! زندگي ميں اُسکے ليے دنيا چار بالشت زمين کا گوشہ بهي مہيا نہ کر سکي ' ليکن اسکے مرنے کے بعد يورپ کا تمام بر اعظم اپنے ذهن و فکر کا صرف ايک هي حکمراں رکهتا تها ' اور وہ يہي معتوب عالم " روسو " تها !

ليکن آج همیں روسو کي زندگي پر تبصرہ کرنا نہيں هے - روسو کي زندگي پر تبصرہ رسائل کے مقالات ميں نہيں ' ضخيم کتابوں ميں هو سکتا هے - آج هم صرف اُسکي فکري اور قلمي معرکہ آرائيوں ميں سے ايک خاص معرکہ دکهانا چاهتے هيں - يہي اسکے قلم کے معرکے هيں جو تهوڑے عرصے کے اندر انقلاب فرانس کے خونيں معرکوں کي شکل ميں مبدل هو گئے - يہ معرکہ اُس ميں اور پيرس کے اُسقف کے درميان واقع هوا تها - بلکہ يوں کہنا چاهيے ' علم و عقل کے نئے ظہور اور مسيحي کليسا کے قديم جہل و جمود ميں هوا تها - هم اختصار پر مجبور هيں -

(اُسقف کا بيان)

اُسقف نے اپنا بيان اِس افسوس کے ساتهہ شروع کيا هے کہ فرانس ميں کفر اور الحاد پهيلتا جاتا هے - پهر يہ ثابت کيا هے کہ يہ صورت حال ' قرب قيامت کي علامت هے جيسا کہ پولس رسول نے پيشين گوئي کي هے - پهر اس مقدس مگر هولناک تمہيد کے بعد وہ روسو پر پے در پے حملے شروع کر ديتا هے :

" يہي وہ الحاد هے جسے ايک شخص (يعني روسو) نے اپني کتاب " اميل " Emilius ميں پيش کيا هے - اِس شخص نے گناہ ميں نشو و نما پائي هے - يہ ايک ايسي زبان بولتا هے جو فلاسفہ کي زبان هے - مگر وہ خود فلسفہ سے تہي دست هے - يہ ايک ايسا ذهن هے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے ٹهونس دیے گئے هيں - مگر وہ هنوز تاريک هے ' اور صرف اپني تاريکي هي پر قانع نہيں هے بلکہ دوسرے دلوں ميں بهي تاريکي اتار رها هے - يہ ايک ايسي طبيعت هے جو عجيب و غريب افکار کي دلدادہ اور مجہول راستوں کي شيفتہ هے - اِس ميں اخلاق کا افلاس اور فکر کي ثروت ' دونوں بيک وقت جمع هو گئي هيں - ايک طرف اُسے متقدمين کے اصول سے شغف هے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں کي ايجاد کا جنون هے - وہ خلوت پسند بهي هے اور شہرت پسند بهي - علم کي محبت کا بهي دعوی رکهتا هے اور علم کي عداوت کا بهي علم اٹهائے هے - انجيل کے کمال کا بهي اعتراف کرتا هے اور اُسے جڑ سے اکهاڑ پهينکنے کي بهي کوشش کرتا هے - فضيلت کي ايسي خوبصورت تصويريں اتارتا هے کہ بے اختيار تحسين و آفرين کا نعرہ بلند هو جاتا هے - مگر پهر فوراً هي فسق و فجور کے پهاوڑوں سے اپني بنائي هوئي شاندار عمارت گرا بهي ديتا هے - يہ نوع انساني کا معلم بنکر سامنے آيا هے ' مگر الحاد اور گمراهي کے سوا کچهہ نہيں رکهتا - يہ ضلالت کا امام هے - فساد کا مرشد هے - شيطان کا پيام بر هے - تاريکي کا رهبر هے - اور اس سے بهي کچهہ زيادہ هے - وہ اپني کتاب ميں انسان کو حيوان کے درجہ ميں رکهتا هے - ايک اور رسالہ ميں نفس پرستي کي تبليغ کرتا هے - پهر تربيت کي کتاب لکهتا هے - مگر سراسر الحاد کي دعوت ديتا هے ! "

آگے چلکر اُسقف نے روسو کي کتاب " تربيت " پر اعتراض کيے هيں اور اس پر زور ديا هے کہ يہ " دعوت الحاد " هے - يہ کتاب آج همارے هاتهوں ميں موجود هے - اسميں جس " الحاد " کي دعوت دي گئي هے وہ صرف يہ هے ' کہ وہ کہتا هے : " بچہ کي دماغي تربيت و تعليم ايسي هوني چاهيے کہ وہ خود اِس قابل هو جاے کہ دين حق کي معرفت پيدا کرسکے ' اور اسے تقليد و رسوم کي بنا پر نہيں بلکہ فہم و بصيرت کے ساتهہ منتخب کرے - هميں اس بات سے احتراز کرنا چاهيے کہ اُسے کوئي ايسي دماغي جکڑ بندي کي تعليم ديں جس سے اُس ميں دماغي بصيرت اور مجتہدانہ فکر کي قوت پيدا نہ هوسکے اور دل و دماغ کسي جابرانہ تاثير سے منفعل هو جائيں - هميں اس سے بهي احتراز کرنا چاهيے کہ اسکے دماغ ميں کوئي ايسي بات اُتارديں ' جسے وہ خود اپني عقل سے معلوم نہيں کر سکتا "

اِس پر اسقف نے اعتراض کرتے هوئے لکها هے : " هميں اِس نظريہ پر کوئي اعتراض نہيں هے - ليکن سوال يہ هے کہ کيا بچہ کو گمراہ هو جانے کيليے چهوڑ دينا چاهيے ؟ اگر ايسا نہيں کرنا چاهيے بلکہ اُسے هميشہ فطرة کي سچي راہ پر رکهنا چاهيے ' تو وہ سچا طريقہ کيا هے ؟ کتاب تربيت کا مولف بند بند لفظوں ميں الحاد کي طرف دعوت ديتا هے - ليکن هم فطرت کے سچے طريقے يعني مسيحيت کو پيش کرتے هيں - در حقيقت دين مسيحي فطرتي دين هے - فطرت هميشہ اِسي کي طرف رهنمائي کرتي هے - عقل انساني بجز انجيل کے راستہ کے کوئي دوسري راہ قبول هي نہيں کر سکتي - يہ اس ليے کہ انجيل کا دين ' فطرت اور عقل کا دين هے ! "

روسو اُسقف کي تمام تشريحات برداشت کر لے سکتا تها ' ليکن يقيناً اس بات کي برداشت اُسکي طاقت سے باهر هوگي کہ " مسيحيت فطرة کي سچائي هے " اور وہ " فطرة اور عقل کے دين کي طرف رهنمائي کرتي هے " ياد رکهنا چاهيے کہ يہ پر جوش اُسقف اور اسکے تمام هم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تهے اور اُسکي دعوت دے رهے تهے ' وہ " کليسا " اور " پوپ " کي " مسيحيت " تهي - نہ کہ مسيحيت کي پہلے عہد کي سادہ اور بے ميل مسيحيت - امريکن مصنف ڈريپر کے لفظوں ميں " اٹهارويں صدي کے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري هو جاتے ' اگر کليسا اور پوپ کي نمايندگي کي جگہ مسيحيت اور مذهب کي کوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سکتي "

در اصل ازمنۂ وسطی سے مسيحيت کا جو جہل پرور اور مستبد مزاج پيدا هو گيا تها ' اسکا قدرتي رد فعل والٹير اور روسو کا انکار اور کفر تها !

اسکے بعد اسقف کہتا هے " اگر دين مسيحي هي وہ سچا طريقہ هے جسکے سوا فطرت انساني کوئي دوسري راہ تصور هي نہيں کرسکتي - تو پهر روسو کا ديني تعليم و تربيت پر نکتہ چيني کرنا بجز اسکے کوئي معني نہيں رکهتا کہ وہ مخلوق کو هدايت سے هٹا کر ضلالت کي طرف بلا رها هے ! "

روسو نے کہا تها " هر بچہ جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان رکهتا هے ' ايک طرح کا بت پرست هے ' اور خدا کو انسان کي

یہ ہے یورپ کے اٹھارھویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت جان جاک روسو - اور یہ ہے اُس کی انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا ساحرانہ نفوذ ' جس کی طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشارہ کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھہ نہ تھا مگر روسو " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " روسو ھی انقلاب کا باپ تھا " بلاشبہ روسو انقلاب فرانس کا باپ تھا ' لیکن وہ اس سے بھی بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس ھی میں نہیں بلکہ اپنے پورے عہد کی عقلی و اجتماعی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا - اس کے مبادیات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط ' لیکن عملی دنیا کا فیصلہ یہی ہوا کہ وہ آنکھہ بند کرکے اُس کی رہنمائی پر چل پڑی' اور اُس کے سوا دوسروں کی رہنمائی قبول کرنے سے انکار کردیا - اٹھارھویں صدی سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کی حکومتوں میں ' ان کی سوسائٹی اور معاشرت میں ' اُن کے عقلی اعمال و عقائد میں ' ان کے علم و فن کے کار و بار میں ' ایک بہت بڑی زندہ حقیقت روسو اور روسو کے اصول و مبادی ھیں !

(مختصر حالات زندگی)

سنہ ۱۷۱۲ ع میں روسو جنیوا میں پیدا ہوا تھا - اُس کا باپ آیزک روسو ایک غریب آدمی تھا' مگر سست ' ناکارہ ' اور بد اخلاق - گھڑیوں کی مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر پیٹ پالتا - لیکن اُس کی ماں بہت ھی شریف عورت تھی - اُس کی شرم و حیا اور شریفانہ نسوانی جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا ہے - روسو میں اپنے ماں اور باپ' دونوں کے اخلاق جمع ہوگئے تھے - البتہ بعد میں اُس نے بہت کچھہ اصلاح کرلی تھی -

روسو کی ابتدائی تعلیم نہایت ناقص تھی - اُسے بچپن ھی سے افسانے اور خیالی قصے پڑھنے کا شوق ہوگیا تھا - لیکن اُس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے ھیں کہ یہ مطالعہ اُس کے عجیب ذھن کے لیے مضر نہیں بلکہ مفید ثابت ہوا -

روسو ابھی پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا تھا کہ اپنی روزی کمانے پر مجبور ہوگیا - اُس کے والد نے اُسے دستکاری کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی - کئی مقامات میں اُس نے نوکری کی مگر اپنی تنک مزاجی اور خاص قسم کی طبیعت کی وجہ سے کہیں جم نہ سکا - نہ وہ اپنے کسی آقا کو خوش کرسکتا تھا - نہ اُس کا کوئی آقا اُسے مطمئن کردینے کی قابلیت رکھتا تھا !

اپنی زندگی کا یہ زمانہ اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستی ہمیشہ اُس کی رفیق رھی - بے اطمینانی نے کبھی ساتھہ نہ چھوڑا - صحبت نہایت خراب تھی - سوسائٹی کا سب سے زیادہ بدترین طبقہ اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقی و شہرت کا پہلا موقعہ)

۳۹ - سال اِس طرح گزر گئے - اب تک وہ بالکل گم نام تھا - لیکن قدرت کی نظر عنایت اُس پر شروع ھی سے تھی - وہ اُسے اپنے مدرسۂ مصائب میں طیار کر رھی تھی -

سنہ ۱۷۴۹ ع میں اچانک اُس کے اقبال کا ستارا طلوع ہوا - فرانس کے ایک علمی مجمع (اکادیمی) نے ایک موضوع مقرر کیا ' اور اہل علم کو اُس پر بحث کی دعوت دی - مقابلہ سخت تھا - منتخب علماء میدان میں اتر پڑے تھے - تاہم روسو نے ہمت کی اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت ہوا - مجمع علمی نے اِس گمنام " عالم " کی قابلیت کا اعتراف کیا - اور اُسے مقابلہ کا انعام دیکر ہمت افزائی کی - اِس طرح دنیا نے پہلی مرتبہ سنا کہ روسو' فرانس میں ایک بڑا عالم ہے !

(حکومت اور کلیسا کا متحدہ حملہ)

اب روسو پر شہرت کا دروازہ کھل گیا - بڑی تیز گامی سے وہ آگے بڑھا ' اور تھوڑے ھی عرصہ کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کر لیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کی زندگی کی مصائب دور ہوگئیں ؟ نہیں ' اور زیادہ ہوگئیں - پہلے وہ صرف تنگ دستی کا شکار تھا ' اب وہ حکومت اور کلیسا کی دشمنی کا بھی شکار ہوگیا - جوں ھی اُس کی تصانیف سوشل کنٹریکٹ ' ھلواز ' اور امیل نامی شائع ہوئیں ' حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کردی ' اور انتقام لینے کیلیے اپنے تمام ھتیار سنبھال لیے !

(مصائب و محن اور خاتمہ)

" امیل " کے شائع ہوتےھی' ۹ جون سنہ ۱۷۶۲ ع میں حکومت فرانس نے روسو کی گرفتاری کا فرمان جاری کردیا - مجبوراً اُسے فرار ھی میں سلامتی نظر آئی - فرانس سے بھاگ کر جنیوا پہنچا مگر یہاں کی حکومت بھی اُس کے لیے فرانس سے بہتر ثابت نہ ہوئی - اُس نے بھی اس کی گرفتاری ضروری سمجھی - یہ حال دیکھکر اس نے ھالینڈ کا رخ کیا - مگر ھالینڈ بھی ایک ایسے شخص کے استقبال کے لیے طیار نہ تھا - اُس نے بھی دار و رسن سے استقبال کرنا چاھا - اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اٹلی میں پناہ لے - وہ اٹلی پہنچا - مگر اٹلی پوپ کا پایۂ تخت تھا - وہ اِس کے پہنچنے سے پہلے ھی اس کے کفر و انکار پر گرفتاری و قتل کا فتوی صادر کرچکا تھا - بے بس ہوکر وہاں سے بھی نکلا - اور انگلستان کی راہ لی - اُسے امید تھی کہ انگلستان کے ایک گوشہ میں پناہ حاصل کر سکیگا - لیکن افسوس ہے کہ وہ بھی بے رحم نکلا - اب اُس کی مصیبت کا جام چھلک گیا تھا -

اب یورپ میں اُسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی - جہاں چھپتا تھا - وھیں دشمن کا ھاتھہ دراز ہوجاتا تھا : ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم کے عالم میں مبتلا تھا - ابھی یہ مصیبت بڑھتی ھی جاتی تھی کہ ایک دوسری مصیبت بھی شروع ہوگئی - یعنی طرح طرح کے جسمانی امراض و آلام نے آگھیرا - آخر اِسی حالت میں ' کہ دنیا اپنی ساری وسعت کے ساتھہ اُس پر تنگ ہوچکی تھی ' سنہ ۱۷۷۸ ع میں انتقال کیا ' اور گوشۂ قبر میں پناہ لی !

اِن مصائب نے روسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وہ اِن سے مرعوب ہوگیا تھا ؟ کیا اپنے عقائد و افکار سے دست بردار ہوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناہ دشمن کے سامنے ھتیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً عیش کی زندگی بسر کرتا - مگر صرف زندگی ھی بسر کرتا - زندگی کی عظمت حاصل نہ کرسکتا - اپنی موت کے ساتھہ ھی مرجاتا - اُسکی ساری عظمت ' اُسکی دماغی قابلیتوں سے زیادہ ' اُسکے دل کی مضبوطی میں ہے - بلا شبہ وہ اپنا جسم کونے کونے میں چھپاتا پھرا ' مگر اُسکا قلم بے پناہ شمشیر بنکر ہمیشہ دشمن کا قلع قمع کرتا رہا - اُسکی بلیغ ترین کتابیں ' اِسی

معرکوں کے بعد اُنکی هیبت فرانسیسی فوجوں پر اِس قدر بیٹھه گئی تھی که اُنکا نام سنتے هي میدان سے بھاگ جاتی تھیں - پچھلے دو سال برابر دروزیوں کا پله بھاری رھا ' واقعات ثابت کر رہے تھے که فرانس کو بہت جلد سر جھکانا پڑیگا - بلکه حقیقت یه ھے که دو مرتبه فرانس نے اندر ھي اندر سر جھکا دینے کا فیصله بھی کر لیا تھا -

مگر افسوس ' نتیجه بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وهي طریقه اختیار کیا جو ایسے موقعه پر همیشه طاقتور حریف اختیار کیا کرتا ھے - اُس نے جنگ کو طول دینا شروع کر دیا - یه طوالت بے سر و سامان دروزیوں کیلیے نا قابل تحمل تھی - وہ دنیا کی اول درجه کی سلطنت کے مقابله میں تنہا تھے - خود انکے وطن کی دوسری جماعتیں بھی انکے ساتھه شریک نه تھیں - جنگ نے زراعت ' تجارت ' اور ہر طرح کے وسائل معیشت سے انھیں محروم کر دیا تھا - بہت دنوں تک جمے رہے - لیکن آخر کب تک قدرتی موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس ہوکر پھر جنگ پر آمادہ ہوگئے - اب پورا ملک پھر فرانس کے رحم پر ھے ' اُسوقت تک کیلیے ' که مجاهدین وطن تازہ دم هوکر کوئی دوسرا قدم اُٹھا سکیں -

یه واقعه تمام مشرق کیلیے ایک نیا تازیانۂ عبرت ھے - اِسنے ایک مرتبه پھر یه حقیقت ظاهر کردی که تمام دول یورپ کس طرح مشرق کے غلام بنانے اور غلام رکھنے پر متفق ہوگئی ہیں - اُنمیں باہم کتنی ہی عداوت و رقابت کیوں نه ہو ' مگر مشرقی قوموں کا سر کچلنے میں وہ اپنی تمام رقابتیں بھول جاتی ہیں - اِتنا ہی نہیں بلکه ایک دوسری کی امداد و اعانت کر دینے کا ارادہ ہو جاتی ہیں - شامی جہاد آزادی ' اِس کی تازہ مثال ہے - جہاد والے اچھی طرح جانتے ہیں که وہ فرانس نہیں ہے جسنے آج وطن پر سرفروشان شام کو نیچا دکھایا ہے - بلکه وہ برطانیا ہے جسکی اخلاقی و مادی امداد و اعانت نے فرانس کو فتحمند کیا ھے - فرانس تو اپنا پورا زور لگا کر تھک چکا تھا - وہ یہانتک دمشق کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا تھا - روز دروز آتے تھے اور پوری آزادی سے دمشق کی سڑکوں پر حملے کرتے تھے - حالانکه یہاں فرانس کا جنگی مرکز قائم تھا - لیکن یه اُس وقت کی بات ھے ' جب فرانس اِس جہاد کے مقابله میں اکیلا تھا - برطانیا کی اعانت اُسے حاصل نه تھی - یه واقعه ھے که اُس نے گبھرا کر دو مرتبه ارادہ کرلیا تھا که شامیوں کے مطالبات منظور کرلے ' اور اپنے ظالمانه مطامع سے باز آجاے -

برطانیه اِس معامله میں کیونکر شریک ہوا ؟ مختصر تفصیل اِس کی یه ھے که جب دروزیوں کو فرانس کے مقابله میں نمایاں کامیابیاں ہونے لگیں تو فلسطین ' شرق اردن ' اور عراق میں بھی اس کی صداے بازگشت بلند ہونے لگی - شرق اردن کے تیور سب سے زیادہ خراب تھے - بلکه جابجا شورش بھی شروع ہوگئی تھی - برطانیا نے دیکھا که اگر اِس علاقه میں آگ لگ گئی تو فلسطین اور عراق تک

اس کے شرارے پہنچ جائینگے ' اور پوری عربی قوم میں حرکت طلبی کی نئی سرگرمی پیدا ہوجائیگی - برطانیا نے خیال کیا ' یه تمام بے چینی صرف اِس وجه سے ھے که دروزیوں کی کامیابیوں نے عربوں کے دل بڑھادیے ہیں اور فرانس کی پیہم شکستوں سے خود برطانیا کا رعب و داب بھی بے اثر ہوتا جاتا ھے - وہ فرانس کی بیعت تھوڑنے کیلیے طیار ہوگئی - فلسطین کے برطانوی حکام نے علانیه فرانس کی طرف امداد کا ہاتھه بڑھایا ' اور اپنی جنگی قوت سے دروزیوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتی سے جغرافیائی اور جنگی حالات نے دروزیوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا دیا تھا - اُن پر تمام دروازے بند تھے - صرف شرق اردن کا دروازہ کھلا تھا - یہیں وہ پناہ لیتے تھے - یہیں تازہ دم ہوتے تھے - اور اسی راسته سے انھیں باہر کی مدد بھی مل جاتی تھی - برطانیا کے مخالف ہوتے ہی یه دروازہ بھی اُنپر بند ہوگیا - اتنا ہی نہیں بلکه انھیں سرحدوں پر پریشان بھی کیا جانے لگا - اب دروزیوں کو دو سلطنتوں سے یک وقت مقابله کرنا پڑا : فرانس اور برطانیا - یه بھی انھوں نے کیا - اور پورے بارہ مہینے تک میدان میں جمے رہے - مگر کبتک جمے رہتے ؟ سامان جنگ ختم ہوگیا - رسد بند ہوگئی - اب بجز بیٹھه جانے کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا - چنانچه اِس مقصد بے بس ہوکر بیٹھه جانے کا فیصله کرینا پڑا - انا لله و انا الیه راجعون !

نقشه تاریخ عرب و اسلام شریف حسین اور اُسکے بیٹوں کو اسکی معرفت ابھی تک کئی جلدی دیکھ پا که تمام عرب بلاد عربیه برباد ہوے - شام ' فلسطین ' شرق اردن ' عراق ' یه تمام ممالک برطانیا اور فرانس کے قبضه میں صرف اِسی خاندان کی حماقت اور طمع کی سے گئے - اِس شامی جہاد آزادی کی ناکامی میں بھی شریف حسین کے منجھلے لڑکے امیر عبدالله کا بہت بڑا حصه ھے - یه کے حمیت برطانیا کے تکڑوں پر شرق اردن میں پڑا ھے - اور برطانوی ملک گیری کی بنیادیں اپنی عزت فروشی سے مضبوط کر رہا ھے - اس نے دروز سے بڑی ہی بے دردی اور بے حمیتی کا سلوک کیا - وہ جب پناہ کی امیدیں لیکر اسکی سر زمین میں پہنچے ' تو اس نے انہیں فوراً نکل جانے کا حکم دیا - اُنھوں نے پہاڑوں اور ریگستانوں میں جاکر پناہ لی - مگر اسنے وہاں بھی اُنکا تعاقب کیا ' اور ایک ایک کرکے سب کو فرانس کے حواله کردیا !

اُنکی سب سے آخری جماعت ' علاقۂ ازرق میں پناہ گزیں تھی اسکی تعداد دو ہزار تھی - امیر عبدالله کو معلوم ہوا تو اُسنے وہاں ایک طاقتور فوج بھیجدی - جنگی قانون کا اعلان کردیا ' اور انھیں مجبور کردیا که اپنے آپ کو فرانس کے حواله کردیں - چنانچه تمام لوگوں نے مجبور ہوکر اپنے تئیں فرانس کے حواله کر دیا - حواله کرنے والوں میں خود خاندان اطرش کے لوگ بھی ہیں - مثلاً مصعب بک اطرش ' علی بک اطرش ' عبدالغفار اطرش وغیرهم -

شام کے پرانے دارالحکومت دمشق کا ایک منظر عام

صورت میں یقین کرتا ہے - عقل انسانی اِس عمر میں‘ خدا کا منزہ اور مطلق تصور کرہی نہیں سکتی !“

اسقف کا اِس پر اعتراض یہ ہے ”اگر بچہ بت‌پرست ہوتا تو کئی خداؤں کا قائل ہوتا - اگر اسکے تفکر میں تجسم ہوتا (یعنی خدا کو انسان کی صورت دیتا) تو پروردگار کا جسم بتاتا - حالانکہ مسیحی بچوں کا کبھی ایسا اعتقاد نہیں ہوتا - وہ صحیح معنوں میں موحد ہوتے ہیں - مولف (روسو) نے یہ کہکر در اصل مسیحیت کو بت پرستی قرار دیا ہے !“

روسو نے لکھا تھا ” میں جانتا ہوں کہ نظام عالم کو ایک قادر و حکیم ارادہ چلا رہا ہے - میں یہ دیکھتا یا محسوس کرتا ہوں‘ اور اسکی معرفت میری زندگی کیلیے ضروری ہے - لیکن یہ عالم کب سے اور کس طرح ہے ؟ اشیاء کی اصل ایک ہے یا متعدد ہیں ؟ انکی طبیعت کیا ہے ؟ یہ میں نہیں جانتا‘ اور نہ مجھے جاننے کی ضرورت ہے ... یہی باعث ہے کہ میں یہ حقیر مسائل نظر انداز کر جاتا ہوں - ممکن ہے یہ میری عقل کو مشغول کر لیں‘ مگر مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے - پھر یہ مسائل میری عقل سے بالا تر بھی ہیں ...“

اِس پر اسقف اعتراض کرتا ہے ” بے باک مصنف کا اِس قول سے کیا مقصود ہے ؟ وہ جانتا ہے کہ کائنات کا نظام ایک قادر و حکیم ارادہ کے ماتحت ہے - وہ اعتراف کرتا ہے کہ اِس حقیقت کا علم اسکے لیے ضروری ہے - لیکن باوجود اِسکے کہتا ہے‘ نہیں معلوم اشیاء کی اصل ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہے ؟ پھر دعوی کرتا ہے کہ مجھے اِس نقطہ کے معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - مصنف‘ دراصل خدا کی وحدانیت پر شک رکھتا ہے - اِس علم کے بعد کہ کائنات ایک قادر و حکیم ارادہ کے تصرف و اختیار میں ہے‘ کیا یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اشیاء کی اصل ایک ہے یا کئی ہیں ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ پہلی حقیقت کا علم ضروری ہو اور دوسری کی معرفت غیر ضروری قرار پائے ؟ کیا یہ صریح تناقض اور الحاد نہیں ہے ؟ وہ کہتا ہے میں خدا کی طبیعت و حقیقت سے بیخبر ہوں‘ لیکن ساتھ ہی یہ دعوی بھی کرتا ہے کہ یہ موجود حقیقی‘ علم‘ قدرت‘ ارادہ‘ اور حکمت رکھتا ہے ! اس سے تو معلوم ہوا کہ وحدانیت اسکے خیال میں ایک ”حقیر سا مسئلہ“ ہے‘ اور کسی طرح بھی اسکی عقل میں نہیں آسکتا - لیکن معلوم ہوتا ہے‘ متعدد خداؤں کا تصور اسکی عقل کے نزدیک معقول ہے - بھلا اِس حماقت سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے ؟“

روسو معجزات کو اس معنی میں تسلیم نہیں کرتا کہ وہ خارق عادت ہیں - معجزات کو تسلیم کرتے ہوئے اسنے لکھا ہے ” باللعجب ! ہمیشہ آدمیوں ہی کی گواہیاں ! آدمی‘ اپنے ہی جیسے آدمیوں سے سنے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے ہیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے آن گنت واسطے قائم ہوگئے ہیں !“

اس پر اسقف لکھتا ہے ” اگر آدمیوں کی گواہی معتبر نہیں ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں مؤلف نے اسپارٹا‘ ایتھنز‘ اور روم کو کیونکر جانا جنکی عظمت کا وہ ہمیشہ راگ گایا کرتا ہے ؟ اِن قدیم جمہوریتوں اور مؤلف کے مابین آدمیوں کے کتنے بہت سے واسطے موجود ہیں ؟ وہ اِن واسطوں پر شک نہیں کرتا - لیکن مسیحی معجزات کی روایت میں وہ کوئی واسطہ منظور کرنا نہیں چاہتا - در اصل اسکے اعتراض کی اصلی علت‘ الحاد ہے - وہ خدا ہی کو نہیں مانتا !“

عالم شرق و اسلام

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

دروزی جہاد آزادی کا خاتمہ

میں یہ مکتوب اِس حال میں لکھ رہا ہوں کہ ہاتھ میں رعشہ ہے‘ آنکھوں میں آنسو ہیں‘ دل میں حسرت و الم ہے - میں ہی نہیں‘ اِس وقت شام میں کون ہے جو خون کے آنسو نہیں رو رہا ہے ؟ دمشق کے آسمان پر اندھیرا چھا گیا ہے - اور شام کے مرغزار مایوسی کی خزاں سے مرجھا گئے ہیں - اسلیے کہ آزادی کی امیدیں ملتوی ہوگئیں - تین سال ہوئے شام کے ابطال وطن نے آزادی کا علم بلند کیا تھا - آج وہ علم گر گیا ہے - اِس لیے پورا ملک اور اسکی قومی غیرت‘ سرنگوں ہے !

ملک شام خصوصاً دمشق نے اپنی سرزمین پر تاریخ کے عظیم ترین واقعات مشاہدہ کیے ہیں - دروز کا جہاد آزادی بھی ایک ایسا ہی عظیم واقعہ ہے - مشرق کی تاریخ میں ہمیشہ یہ زریں حروف میں ثبت رہے گا - جبل دروز‘ جو اِس جہاد کا مرکز تھا‘ صرف پچاس ساٹھ ہزار کی آبادی رکھتا ہے - یہی آبادی‘ دروزیوں کی مرکزی آبادی ہے - اور یہی دروز ہیں جنھوں نے فرانس جیسی عظیم الشان سلطنت کے قدم‘ شام سے اکھاڑ دیے تھے ! ابتدائی

اسقف کا بیان بہت طویل ہے - اس مضمون میں اسکا پورا خلاصہ بھی ممکن نہیں - لیکن اسکا آخری اعتراض ضرور نقل کر دینا چاہیے - روسو نے بادشاہوں کے وجود پرستی سے حملہ کیا ہے - اسقف اسکے جواب میں لکھتا ہے :

” یہ بھی مؤلف کا الحاد ہی ہے جس سے متأثر ہوکر وہ بادشاہوں کے وجود پر نکتہ چینی کرتا ہے - بادشاہوں کو برباد کرکے وہ ایسے قواعد جاری کرنا چاہتا ہے‘ جنکا نتیجہ بجز بد امنی اور طوائف الملکی کے اور کچھ نہیں ہوگا - مصنف کے مذہب اور دین حق میں کتنا تضاد ہے ؟ مصنف بد اخلاقی اور بد امنی کی تعلیم دیتا ہے - لیکن دین حق حکومت الہی اور بادشاہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے - دین کا حکم یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے آقا کی فرمانبرداری کرے - دین کہتا ہے بادشاہی‘ خدا کی قوت ہے - اسکا پاک سایہ ہے - اور اسی نے زمین پر نازل کی ہے - جو اِس کا مخالف ہے‘ وہ خود خدا کا باغی ہے - اس پر خدا کی ابدی لعنت ہو !“

اس طرح اسقف نے اپنا رسالہ قرب قیامت کی ہولناکی سے شروع کرکے ” ابدی لعنت “ کی پیشکش پر ختم کر دیا ہے !

یہ روسو کے سب سے بڑے کلیسائی مناظر کا حملہ تھا - اب دیکھنا چاہیے‘ روسو نے اسکا دفاع کیونکر کیا ہے ؟ روسو کے سخت سے سخت نکتہ چیں بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسکا جواب اسکی مناظرانہ قوت بیانیہ کا بے نظیر ثبوت تھا -

ہم آیندہ اشاعت میں اسکا خلاصہ درج کرینگے -

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رض) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اُسنے اپنی فوج خاص کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبد اللہ!" دیر کے بعد اُنھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں،" اُنھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش جو تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کرکے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیرلیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبد اللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سُنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہی تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں"، فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے؟ حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُس وقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری اُمید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہمنے بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہوکر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کرکے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہوجائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا۔ نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید ابن عبد ربہ)

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبد اللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسکی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھے کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبد اللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اسی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الٰہی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے! الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبد اللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہو گئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے" لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے یہ قول انہیں یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ موت ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کرسکتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا اور میں

(سلطان پاشا اطرش)

لیکن جهاد آزادي کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے هتیار ڈالنے سے انکار کر دیا - دمشق میں اُنکے بعض دوستوں کے پاس میں نے اُنکا ایک تار پڑھا ہے - اُسمیں وہ لکھتے هیں :

" میں نے هتیار رکھنے سے انکار کر دیا ہے - کیونکہ مرد هتیار نہیں رکھا کرتے - میں صحراء کي طرف اپنے خاندان کے ساتھہ جا رہا هوں کیونکہ برطانوي حکام اور امیر عبداللہ نے مجھے علاقۂ ازرق میں رہنے نہیں دیا ! "

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم هوا ہے کہ انگریزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کہا تھا کہ " فلسطین چلے آئیں ' هم امن دینگے " اِس سے اُنکي غرض یہ تھي کہ فرانس پر دباؤ رکھنے اور اپني مطلب براریوں کے لیے اُنہیں نظر بند کرکے رکھہ چھوڑیں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر دیا :

" میں نے قسم کھائي ہے کہ کسي ایسے ملک میں هرگز نہیں رهونگا جس پر اجنبي علم لہراتا هو ! "

یہہ اُنکا قطعي جواب تھا !

پھر آخر سلطان پاشا کہاں پناہ لینگے ؟ یہ سوال تھا جو برطانوي ' فرانسیسي ' اور عربي حلقوں میں گشت لگا رہا تھا - مگر اسکا جواب بہت جلد مل گیا اور ایسا ملا کہ سب کو حیرت هوگئي - لوگوں کو اچانک معلوم هوا کہ سلطان پاشا اطرش اور اُنکے ۴۵ رفیق سلطان ابن سعود کے مہمان هوکر حجاز جا رہے هیں ' اور پانچ سو سے زیادہ دروزي جو ابتک مسلح هیں اور هتیار نہ رکھنے کا فیصلہ کر چکے هیں ' وہ بھي عنقریب اسي طرف روانہ هونے والے هیں -

لوگوں کو حیرت اِس وجہ سے هوئي کہ نجدي از حد متعصب مشہور هیں - اس صورت میں وہ دروزیوں کے سردار کا کیونکر استقبال کرسکتے هیں جو اسلام کے تمام فرقوں میں سب سے زیادہ عام اسلامي رسوم و عوائد سے دور هیں ؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سلطان ابن سعود نے ایک مرتبہ پھر اپني اور اپني قوم کي بے تعصبي اور عربي حمیت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کردیا - اُنہوں نے جونہي سنا کہ دروزي مجاهدین پر عرصۂ زمین تنگ ہے ' فوراً دعوت دي اور اپنے جوار حمایت میں پناہ دینے کا اعلان کردیا - اُن کے طرز عمل نے صرف یہي ثابت نہیں کردیا کہ وہ اپنے عقائد میں حد درجہ بے تعصب هیں ' حتی کہ دروز جیسے عقائد رکھنے والوں کو بھي اپنا مہمان بنالیتے هیں' بلکہ یہ بھي ثابت کردیا کہ وہ فرانس اور برطانیا ' دونوں سے بے خوف هیں اور اداء فرض اسلامي و عربي کي راہ میں ان کي کوئي پروا نہیں کرتے - میں یہ بات بھي آپ کے علم میں لاني چاهتا هوں کہ مجاهدین شام اور سلطان ابن سعود کے درمیان راہ و رسم پیدا کرنے کے لیے بعض هندوستاني زعماء نے جو سعي مشکور کي تھي ' اس کا یہاں هر شخص کو اعتراف ہے - یقیناً آپ کے لیے اس کي ضرورت نہ هوگي کہ مزید تشریح کي جائے -

سب سے زیادہ تعجب لوگوں کو اِس پر هوا کہ سلطان پاشا اطرش ' دومۃ الجندل میں قیام کریں گے - " دومۃ الجندل " کے لفظ میں عربي تاریخ و روایت کے جو جذبات پوشیدہ هیں ' ان سے آپ بے خبر نہ هونگے - جغرافیائي حیثت سے اس مقام کي جو اهمیت ہے ' وہ بھي آپسے پوشیدہ نہ هوگي - یہ وهي مقام ہے جسے آج کل " جوف " کہتے هیں - یہ نجد ' حجاز ' اور شرق اردن کي سرحدوں پر واقع ہے ' اور جنگي نقطۂ نظر سے تینوں ملکوں کے لیے اهم ترین مقام ہے - سلطان پاشا کا یہاں قیام یہ معني رکھتا ہے کہ وہ شام کي سیاست سے بالکل الگ نہیں هوگئے هیں' اور اُن کے دلوں کي امیدیں اب تک زندگي کي آرزوئیں رکھتي هیں !

(امن کے مظاهرے)

دروزیوں کے هتیار رکھدینے کے بعد هي هر طرف حکومت نے امن کے مظاهرے کرنا شروع کردیے هیں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگي چوکیاں تھیں ' سب اٹھا لي گئي هیں - فوجي قانون کي عدالت بھي اٹھہ گئي ہے - جنگي قوانین بھي امروز فردا میں اٹھا دیے جائینگے - حکومت کي طرف سے کئي نئي سڑکیں جاري کرنے کا اعلان هوا ہے - کئي نئي عمارتوں کي تعمیر بھي شروع هوگئي ہے - اِن تمام باتوں سے حکومت کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ اب ملک حالت امن میں ہے' اور اُس کي قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئي ہے -

هاں' ان کے جسموں پر تو غالب آگئي ہے' لیکن دلوں پر جو زخم لگ چکے هیں ' وہ ایسے نہیں هیں جو صدیوں سے پہلے مندمل هو سکیں !

(هائي کمشنر کي مہر سکوت)

اب تک هائي کمشنر موسیو پونسو ' بالکل خاموش تھے ' اور اپنا اندازکچھہ اس طرح کا بنا رکھا تھا ' گویا وہ ملک کو کچھہ دینے اور اُس کے مطالبات منظور کرنے والے هیں - مگر دروزیوں کے هتیار رکھتے هي اُن کي مہر سکوت بھي ٹوٹ گئي - اُنہوں نے ایک اخبار کے نامہ نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق کہ عجیب تصریح کي ہے :

" اخبارات مجھے ملامت کر رہے هیں کہ میں خاموش هوں - مجھسے بولنے کا اصرار کیوں ہے ؟ کیا یہ چاها جاتا ہے کہ میں کوئي ایسا وعدہ کرلوں جسے بعد میں پورا نہ کروں ؟ میں عمل پسند کرتا هوں - قول پسند نہیں کرتا "

اخبار کے نمائندے نے بہت اصرار سے پوچھا " آخر شام کے مطالبات کب منظور کیے جائینگے ؟ کچھہ تو کہیے ؟ " هائي کمشنر نے جواب دیا " آپ مجھسے یہ خواهش کیوں کرتے هیں کہ دو دن کے اندر آسمان طیار کردوں ؟ "

همیں اس جواب کي معقولیت سے انکار نہیں - دو دن کے اندر موسیو پونسو کا آسمان جبھي بن سکتا ہے ' جب بنانے والے نوک شمشیر سے بنا ڈالنے کا عزم کرلیں - اگر ایسا نہیں ہے تو یقیناً دو صدیاں بھي اس کے لیے کافي نہیں - شام نے مجبور هوکر تلوار اٹھائي اور اپنا آسمان سیاست تعمیر کرنا شروع کردیا ' مگر افسوس ہے کہ یہ مرحلہ پہلے قدم میں طے هونے والا نہ تھا - ان کي شمشیریں جن سے وہ آلۂ تعمیر کا کام لے رہے تھے ' ٹوٹ گئیں - اب دنیا کو انتظار کرنا چاهیے کہ یہ ٹوٹي هوئي شمشیریں پھر ڈھالي جائیں ' اور از سر نو شام کي قسمت کا آسمان تعمیر کیا جا سکے !

نہیں کہا جاسکتا یہ وقت کب آئیگا ؟ مگر یقین رکھیے اِس وقت کي آمد میں همیں کوئي شک نہیں ہے - اگر شام کي تمام آبادي سے قطع نظر بھي کرلي جائے ' جب بھي صرف دروزي قبائل هي کا گروہ ایک ایسا گروہ ہے جو اس طرح کي هزار نا کامیابیوں اور بربادیوں کے بعد بھي جنگ آزادي سے باز نہیں آسکتا - آج وہ تھک کر بیٹھہ گئے هیں ' تو کسي دوسرے دن اُٹھہ بھي سکتے هیں - اس سفر میں وقفۂ و سکون کے بغیر چارہ نہیں - یہ ضروري ہے کہ جونہي اُنہیں دوسرا موقعہ ملا ان میں سے هر متنفس کا سر اُس کي هتیلیوں پر آ جائیگا - اور وہ پھر دنیا کو اپنے جہاد آزادي سے متعجب کردیں گے !

لیکن ۱۹۲۵ء میں تعداد اموات ۹۵،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آتشک اور لیریا بھی بہت عام ہو اور بُری طرح مخلوق کو برباد کر رہا ہو۔

شراب

"میں شراب نوشی کے بارے میں آپ سے کچھ کہوں گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اٹالین شراب نوشی میں افراط کرنے لگے ہیں۔ پروفیسر مورتارا نے اپنی کتاب "اصول اقتصاد" میں لکھا ہو کہ اٹلی میں ۲۰ لاکھ ایکڑ زمین میں انگور کے باغ نصب ہیں۔ یعنی اٹلی کے انگوری باغوں کا رقبہ فرانس اور اسپین کے انگوری باغوں کے رقبے سے ۱۰ لاکھ ایکڑ زیادہ ہو۔ اور یہ معلوم ہو کہ دنیا میں سب سے زیادہ شراب انہی دو ملکوں میں بنتی ہو"۔

"لیکن یہ امر قابل اطمینان ہو کہ شراب خواری سے موتیں برابر کم ہوتی جاتی ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں ۱۸۶۴ موتیں ہوئی تھیں لیکن ۱۹۲۵ء میں گھٹ کر ۱۳۱۵ ہوگئیں۔ پہلے ملک میں ۱۸۷،۰۰۰ شراب خانے تھے۔ ہمنے ۲۵ ہزار بند کر دئیے۔ آئندہ ہم اور بھی بہت سے شرابخانے بند کرنے والے ہیں۔ ہم بڑی آسانی سے یہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم فیسشزم والے شرابیوں کے ووٹوں کے محتاج نہیں ہیں، جیسا کہ جمہوری عہد میں لوگ محتاج ہوا کرتے تھے۔ اب وہ عہد، ایک افسانہ بن چکا ہو"۔

آبادی

"ہمیں اُمید ہو کہ نا کتخدائی کے محصول سے حکومت کو سالانہ ۴ کرو سے ۵ کرو ر پونڈ تک آمدنی ہوگی۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں یہ محصول میں نے خزانہ بھرنے کے لئے لگایا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسکی کیا وجہ ہو؟ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔

"بعض "عقلمند" کہتے ہیں ہم بہت ہیں، ہماری آبادی بہت زیادہ ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہو کہ ہم بہت ہی کم ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، اور معنوی قوت کے حصول کے لئے قوم کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہئے۔ میں صاف لفظوں میں سوال کرتا ہوں کہ ۴۰ ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ کا ہوتا ہو) اٹالین، نوے ملین جرمن، اور دو سو ملین سلاویوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ مٹھی بھر اٹالین، ۴۰ ملین فرانسیسیوں اور ۹۰ ملین اُن کے مفتوحہ ممالک کی آبادی کے سامنے کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں؟ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴۶ ملین انگریزوں اور ساڑھے چار سو ملین اُن کی مفتوحہ آبادیوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہو؟ اگر اٹلی چاہتا ہو کہ آفتاب کے نیچے اپنی ہستی برقرار رکھے، تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آئندہ ۲۵ سال میں اُسے اپنی آبادی کم سے کم ۶ کرور تک پہونچا دینی چاہئے!"

"نسل کی کمی، قوموں کی تباہی کا سب سے پہلا سبب ہوتی ہو۔ روم کی تاریخ ہماری عبرت کے لئے کافی ہو۔ شہنشاہ آگسٹس کے عہد میں روم کی کیا حالت تھی؟ ظاہر میں تو بڑی شان و شوکت تھی، مگر باطن میں سلطنت، نمک کے پہاڑ کی طرح پگھل رہی تھی۔ رومن جمہوریت کی آخری صدی، یعنی جولیس سیزر کے وقت سے آگسٹس تک وہ زمانہ تھا جسمیں رومن ارباب حل و عقد روم کی نسل کی کمی سے لرزہ براندام تھے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ آگسٹس نے جبری نکاح کا قانون جاری کر دیا۔ مورخوں میں اختلاف ہو کہ یہ قانون مفید ہوا یا مُضر؟ میرے خیال میں قانون کی مثال دوا کی سی ہو۔ دوا وقت ہی پہ مفید ہو سکتی ہو۔ بے وقت استعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قانون بھی جب ضرورت کے وقت نافذ ہوتا ہو تو نفع پہونچاتا ہو، ورنہ بیکار یا نقصان رساں ثابت ہوتا ہو۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ قانون مفید ہوا یا مُضر، لیکن میرے خیال میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہو کہ قوموں کی قسمت، نسل کی کمی بیشی سے وابستہ ہو"

"تاریخ پر ایک نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ فرانس کس زمانہ میں دُنیا کا حاکم تھا؟ صرف اُس زمانہ میں، جبکہ اُس کے پاس خاص اپنے فرزندوں کی ایک جرار فوج موجود تھی۔ اُس زمانہ میں جبکہ ۴۰ ملین فرانسیسیوں کے مقابلہ میں صرف چند ملین جرمن اور چند ملین اسپینی تھے۔ مگر بعد میں فرانس کمزور ہو گیا، کیونکہ اُس کی نسل گھٹنے لگی۔ ۱۸۱۴ء سے اب تک فرانس کی آبادی میں صرف ۲۰ لاکھ کا اضافہ ہوا ہو، حالانکہ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی میں ۴۰ ملین اور اٹلی کی آبادی میں ۱۶ ملین کا اضافہ ہو چکا ہو"

"اسوقت یورپ کے بعض ملکوں میں شرح پیدائش یہ ہو:

سویڈن میں فی ہزار ۱۷
فرانس میں فی ہزار ۱۸
ناروے میں ۱۹
جرمنی میں ۲۰
ڈنمارک میں ۲۱
اٹلی میں ۳۹
بلغاریہ میں فی ہزار ۴۰

بلغاریہ سے زیادہ آبادی یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں بڑھ رہی ہو"

یہ تمام اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد مقرر نے کہا:

"پس اگر ہماری آبادی ترقی نہیں کرے گی، تو ہم ہرگز اپنی عظیم الشان سلطنت قائم نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ ہم عنقریب مفتوح و محکوم ہو جائیں گے۔ اب وقت آگیا ہو کہ حقائق کا اعلان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم ہمیشہ یوں ہی اوہام اور دل خوش کن مگر بے نتیجہ خیالات میں زندگی بسر کرتے رہیں گے"

انتظامی حالت

اس کے بعد مسولینی نے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ اسوقت حکومت کے ہاتھ میں ایک لاکھ کی تعداد میں پولیس موجود ہو اور وہ جدید ترین اسلحہ سے مسلح اور بہترین ذرائع نقل و حرکت کی مالک ہو۔ چنانچہ فی الحال اٹالین پولیس کے پاس ۴۷ نئی قسم کی موٹریں ۲۹۰ لاریاں، ۱۹۸ موٹر سائیکلیں، ۹۸ اسٹیمر اور ۱۲ ہزار بائیسکلیں ہیں۔

پھر اتنی کثیر مقدار میں پولیس رکھنے کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے مسولینی نے اعداد و شمار پیش کئے اور بتلایا کہ ملک میں جرائم کی کس قدر کثرت ہو؟ چنانچہ صرف ایک علاقہ "لوئتین" میں ایک سال کے اندر حسب ذیل بڑے بڑے جرم واقع ہوئے:

پولیس سے لڑائیاں ۱۷۱ مرتبہ۔
عمداً آگ لگانے کے واقعات ۲۷۸
قتل ۱۶۹
چوریاں ۲۰۸۲
لوٹ ۴۰۴

فیشیسٹ حکومت کے مقاصد

اٹالین ڈیکٹیٹر کی تقریر کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہو۔ اس لئے ہم اُس کا بڑا حصہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں:

"آپ سب اُن حالات سے باخبر ہیں جن میں میں نے وزارت داخلیہ کا قلمدان لیا تھا۔ نیز آپ کو ۱۳ نومبر کا وہ تاریخی دن بھی یاد ہو جسکی نظیر اس ملک میں مدتوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ساتھ ہی وہ معمولی واقعہ بھی آپکے ذہن میں ہوگا جو میرے قتل کے اقدام سے تعلق رکھتا ہو۔ ٹھیک اُسی تاریخی دن، میں نے میز پر سے ایک کاغذ اُٹھایا تھا اور پنسل سے اُس پر وہ نظام عمل لکھ دیا تھا جس پر ملک کی حکومت کو چلنا چاہئے۔ اُس نظام عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ فیشیسزم کے مخالف مٹا دئے جائیں۔ یہ نظام عمل پوری طرح کامیاب ہوا، اور آج اس سرزمین پر ہمارا کوئی مخالف باقی نہیں رہا ہو!

"بیرونی دنیا میں مشہور کر دیا گیا ہو کہ میں نے ۲ لاکھ سیاسیوں کو نظر بند کر رکھا ہو۔ یہ سفید جھوٹ ہو۔ حقیقت صرف اس قدر ہو کہ ہم نے ۱۴۰۵ سیاسیوں کو تنبیہ کی، ۱۹۰۹ کو ملامت کی، اور صرف ۶۹۸ کو جلا وطن کر دیا"!

قارئین الہلال شاید ان دو لفظوں "تنبیہ" اور "ملامت" کے موجودہ اٹالین معانی نہ سمجھے ہونگے۔ مسولینی کی لغت میں "تنبیہ" کے معنی یہ ہیں کہ مخالف کو زبردستی کسٹرائل (رینڈی کے تیل) کی ایک پوری بوتل پلا دینا۔ اور "ملامت" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پیٹ میں پٹرول کا ایک پورا ٹین اُتار دینا! یہ کسٹرائل اور پٹرول مسولینی کے بہت ہی خوفناک ہتیار ہیں۔ ان کے نام سے مخالف تھراتے ہیں۔ ادنیٰ سی مخالفت پر یہ عجیب و غریب مگر خوفناک سزائیں بے تامل دیدیجاتی ہیں!

اس کے بعد مقرر نے کہا

"بعض لوگ سمجھتے ہیں، سیاسی مجرموں کو جلد معافی ملنے والی ہو میں اس کی تغلیط کرتا ہوں۔ ۱۹۳۲ء سے پہلے معافی کا سوال پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہو یہ بہت سختی ہو۔ کیا یہ سختی ہو؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک قسم کا جلاب ہو اور اس سے مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو کہ وہ عناصر دُور کر دئیے جائیں جو ہماری ہیئت اجتماعیہ میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ کیا طبیب کا مریض کو مسہل دینا سختی ہو؟ میں نہیں سمجھتا دُنیا کا کوئی دانش مند انسان اس کا جواب اثبات میں دے سکتا ہو"

اٹالین انقلاب

"ہمارے انقلاب کو کون خونخوار قرار دے سکتا ہو؟ ہمارا انقلاب درحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ قدرتی انقلاب ہو۔ جو ہمیں سفاک کہتا ہو، وہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم سے رُو در رُو باتیں کرلے۔ کیا دنیا اس قدر جلد انقلاب فرانس کو بھول گئی؟ انقلاب فرانس، صحیح معنوں میں خونریز تھا۔ تقریباً ۲۰۰ آدمی روزانہ گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) کی نذر ہوتے تھے۔ یہ اُن ہزاروں مقتولوں کے علاوہ ہیں جنھیں قیدخانوں میں مارا گیا، آگ میں جلایا گیا، پانی میں غرق کیا گیا۔ صرف مرد ہی قتل نہیں کئے جاتے تھے بچے اور عورتیں بھی قتل ہوتی تھیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے یقیناً وہ کتاب پڑھی ہوگی جس کا نام "عہد ہولناکی میں مقتول عورتیں" ہو۔ اس کتاب میں لکھا ہو کہ دو ہزار عورتیں بے دردی سے مار ڈالی گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں صرف اس جرم میں ماری گئیں کہ اُنھوں نے صلیب کو بوسہ دیا تھا۔ اور انقلاب فرانس کے حکمران سمجھتے تھے، یہ مذہبی عقیدت، رجعت پسندی کی علامت ہو۔ فرانس کے انقلابیوں کا عقیدہ تھا کہ "انقلاب کی کامیابی کے لئے خونریزی ضروری ہو" پھر ہم پر کیوں ملامت کی بوچھاڑ ہو؟ ہم تو صرف اپنی "مدافعت" کر رہے ہیں۔ نہ کہ انقلاب فرانس کی طرح حملہ!"

"بعض لوگ کہتے ہیں، ہر مجلس (پارلیمنٹ) میں مخالف جماعتوں کا وجود ضروری ہو۔ میں حقارت کے ساتھ یہ اصول ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں کوئی مخالف جماعت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اٹلی میں فیشیسٹوں کے علاوہ کسی جماعت کے لئے گنجائش نہیں ہو۔ ہاں، میں نہ تو کوئی مخالف اخبار جاری ہونے دوں گا، نہ کسی مخالف جماعت کا قائم ہونا گوارا کروں گا۔ آج پورا اٹلی صرف ایک جماعت رکھتا ہو، اور وہ میری جماعت ہو!"

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں، مجھے حکومت کرنے کا شوق ہو۔ لیکن یہ غلط ہو۔ میرا سخت سے سخت دشمن بھی مجھے خود غرض اور حکومت کا بھوکا پیاسا نہیں بتا سکتا۔ میں حکومت کے سر پر صرف اس لئے ہوں

بریدِ فرنگ

اٹلی کے نئے اصولِ حکمرانی

مسولینی کی عجیب و غریب تقریر

موجودہ دُنیا میں جمہوریت کے رَدِّ عمل نے شخصیت اور شخصی استبداد کے جو مظاہر پیدا کر دئے ہیں، شاید ان میں سب سے زیادہ عجیب مظہر اٹلی کا مسولینی ہے۔ ضرورت ہے کہ دِقّتِ نظر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

پچھلے دنوں اٹلی کی مجلس (پارلیمنٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے مسولینی نے جو تقریر کی تھی، وہ اپنی نوعیت کی پہلی تقریر ہے جو کسی موجودہ زمانے کی مجلسِ حکومت کے سامنے کی گئی ہے۔ اسمیں مسولینی نے وہ تمام پارلیمنٹری روایات پس پشت ڈالدیں جن پر آجتک عمل درآمد چلا آتا تھا۔ یورپ نے یہ تقریر دہشت اور استغراب کے ساتھ سُنی، لیکن اپنے سیاسی حلقوں کے پیچ در پیچ معاملات کی وجہ سے نکتہ چینی کی جرأت نہ کرسکا۔ البتہ امریکہ کے اخبارات نے اسپر سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "مسولینی مجنون ہوگیا ہے"!

مسولینی مجنون ہو یا نہ ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاست کا دماغ کوئی مجنونانہ قدم ضرور اٹھانے والا ہے!

اس تقریر کا بہت مختصر خلاصہ ریوٹر ایجنسی نے ہندوستان کے اخبارات میں بھیجا تھا۔ اب یورپ کی تازہ ڈاک میں پوری تقریر آگئی ہے۔ ہم اُس کے بعض حصّوں کا ترجمہ شایع کرتے ہیں تاکہ قارئین الہلال یورپ کے موجودہ سیاسی مزاج کی ایک اہم حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسولینی نے مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس سے اعلان کرنا پڑتا ہے کہ آج میری تقریر مختصر نہیں ہوگی جیسی میری پچھلی تقریریں ہوا کی ہیں۔ آج مجھے بہت سے معاملات پر بحث کرنی ہے۔ آج میں اٹالین قوم کے سامنے اُسکی اصلی تصویر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آج میری تقریر میں بہت سے اعداد و شما بھی ہوں گے، اس لئے نہیں کہ اعداد و شمار، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اعداد و شما قوموں پر صحیح حکومت کرنے کے لئے ضروری ہیں، خصوصاً موجودہ زمانہ میں، جبکہ حکومتوں کے فرائض از حد پیچیدہ ہورہے ہیں۔

"بنابریں میری یہ تقریر بہت ضروری بھی ہوگی، اور شاید بہت تکلیف دہ بھی ثابت ہو۔ ضروری اس لئے کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کہوں گا۔ تکلیف دہ اس لئے کہ میں ایسی تصریحیں کروں گا جو شاید تلخ ہوں اور دنیا کے بعض مسلّم مبادیات کا خاتمہ کردیں البتہ وہ دلچسپ بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ میں اسمیں وہ خاص منطق استعمال کروں گا جو خود میں نے ایجاد کی ہے، جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے (قہقہہ)

"میں اپنی تقریر کے اس حصہ میں ہنسوں گا، ہنساؤں گا، اور فیسٹیزم کے داخلی اور خارجی دشمنوں پر طعنہ زنی کروں گا۔ میں یہ تو تسلیم نہیں کرتا کہ حکومت کے وزیر اعظم کو ہمیشہ غیر دلچسپ تقریر کرنی چاہئے اور اُس میں صرف پیچیدہ اور مغلق الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

"میری تقریر تین حصوں پر منقسم ہوگی:

(۱) نسل اور صحت کے لحاظ سے اٹالین قوم کی حالت

(۲) ملک کی انتظامی حالت

(۳) حکومت کی حکمت عملی کے نتائج حال و مستقبل میں۔

تندرستی

"ہر متمدن ملک میں تندرستی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہماری تندرستی فی الحال کیسی ہے؟ قوم کی جسمانی قوت بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ یہ سوال صرف ڈاکٹروں ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اسپر حکومت کو، بلکہ پورے ملک کو، نہیں، ملک کے ایک ایک فرد کو غور کرنا چاہئے۔"

اس کے بعد مقرر نے بتایا کہ گذشتہ ۴۰ برس کے اندر جلد موتی ہوجانے کی بیماری اٹلی میں سب سے زیادہ عام رہی، مگر اب حکومت کی کوششوں نے ملک کو اس سے نجات دیدی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ع میں پورے ملک میں اس بیماری کے صرف ۱۸۰ مریض باقی رہ گئے تھے۔

تپ دق کے متعلق وزیر اعظم نے بتایا کہ اسوقت بھی یہ مرض بہت عام ہے اور ترقی کررہا ہے۔ ۱۹۲۲ع میں اس سے ۵۲،۲۹۳ موتیں ہوئیں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲)

دونوں کے درمیان پڑگیا ہوں (الکامل جلد ۱) گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہے۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے!" (ابن سعد)

دَولت سے بیزاری

اسی حال میں اُنھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا "اسے لے لے"۔ آپکے بیٹے عبد اللہ کا زہد مشہور ہے۔ اُنھوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" عمروؓ نے کہا "اسمیں دولت ہے" عبد اللہ نے پھر انکار کیا۔ اسپر ہاتھ مل کر کہنے لگے "کاش اسمیں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں!" (الکامل ج ۱)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا تو اُنھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے، مٹھیاں کس لیں۔ اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے:

"الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہمنے عدول حکمی کی۔ الٰہی! تو نے منع کیا اور ہمنے نافرانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہوجاؤں گا!" (ابن سعد و الکامل) اسکے بعد ۳ مرتبہ "لا الہ الا اللہ" کہا اور جان بحق تسلیم ہوگئے! (ابن سعد)

گے؟" میں نے سوال کیا۔

سب لاجواب ہوکر میرا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا:

"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہو!"

"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیر داخلہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم وہاں چلے آنا جہاں میں جارہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔

اب میں سلطان وحیدالدین سے رخصت ہونے کے لئے قصر "یلدز" میں پہونچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ برطانی بیڑے لنگرانداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف تھے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں (ڈریڈ ناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں سمندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر سلطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کرلیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفیٰ! یہ دیکھتے ہو! میرا دل خون ہوتا ہو! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت کو پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہو! اُس کی زندگی اُنکی توپوں کے رحم پر ہو! تم اناطولیہ جارہے ہو۔ میری دعا ہو خدا تمھارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"

ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا "تمھارے کارنامے اب اس کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے کارنامے تاریخ کے حوالے ہوگئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھولجاؤ اور نئے کارنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"

اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جاکر اتحادیوں کے مخالف خیالات کا خاتمہ کرڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:

"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"

میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہوگئی۔ دونوں کی زبانوں پر بات ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟

قصر سے میں نہایت متأثر نکلا اور "شیشلی" میں اپنے مکان پہونچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے سازش کی ہو کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہوجائے تاکہ اُنکے جہاز بھی سفر کے لئے طیار ہوجائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کردیں!"

یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہوگیا کیونکہ اب ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی کپتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے سوال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہازرانی کے ماہر اسوقت جہاز کے کل پُرزے معائنہ کررہے ہیں۔ اُن کا حکم ہو، جبتک وہ اجازت نہ دیں جہاز نہ چلے"۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی سازش کی گئی ہو۔ میں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "ان ماہروں سے کہدو۔ فوراً جہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا لنگر اُٹھادو"

کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دُور آگے چلکر میں نے کپتان کو حقیقت حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا جہاز بہت پرانا اور سست رفتار ہو۔ جنگی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا"

میں نے کہا "کوئی پرواہ نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو، اگر جہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچاکے جاسکوں گا"

چنانچہ میری حسب ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچگیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان شروع ہوگیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل یہ ہو کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہرحال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پرجوش باشندوں کا شور تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی نقطوں سے توپوں کی سلامی داغی جارہی تھی!

"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں کو ملاقات کے لئے طلب کرلیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں پہنچے۔ یہاں شہر کے ۸۰۰ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے گرد مزرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء و اُمرار کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہوگیا تھا!

آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے تھے۔ اور مساویانہ رُوح میں اپنے رئیس حکومت سے مصافحہ کررہے تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہوگئی ہو لیکن سادگی اور حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیر عظمت پیدا کردی ہو!

یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا سپاس نامہ پیش ہوا۔ غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسب عادت بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ پورا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطہ سے آستانہ، اُسکے باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کررہا ہوں۔ سچ یہ ہو کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے ازحد متأثر ہوا ہوں جن کے ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہو۔ آپ میری جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے!۔

"آج پورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہو۔ اگر یہ صحیح ہو کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی جدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گذارے ہونگے؟"

"آستانہ، جو دو عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہو، ترکی وطن کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہو۔ تمام ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہو۔ ایک مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیرلیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہوگئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور اپنے پہلو میں خونچکاں دل لئے پھرتا تھا"

"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی شعاعیں پیدا کردیں۔ رات کب کی ختم ہوچکی ہو اور ہماری تاریخ کا نیا دن طلوع ہوچکا ہو!"

"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو میں نے ۸ سال پہلے اس حال میں چھوڑا تھا، کہ میرا دل زخموں سے چور تھا، اور ایک متنفس بھی مجھے خداحافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور قہقہۂ انبساط میرے سامنے ہو۔ اسکا حسن اب دوبالا ہوگیا ہو۔ میرا دل بھی مطمئن ہو، میں اسوقت اپنے آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔

"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کا عہد جدید، بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہو۔ ہماری قوم نے سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر کی ہو، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہو۔ ہمپر فرض ہو کہ پوری ہوشیاری اور پورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا مطالبہ کرتی ہو۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہو کہ مفید اور صحیح علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ جلد سے جلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے"

"میں آپسے اے عزیزان آستانہ! یہ کلمے اس محل میں کہہ رہا ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی شخصیت رہتی ہو جسے، دلیوں کی قوت حاصل ہو! آج یہ محل اُس شخص سے خالی ہو جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہو، جو سایہ نہیں بلکہ محسوس حقیقت ہو۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہو کہ میں بھی قوم کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں..."

اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کرکے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں فوجی قواعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔

خیال کیا جاتا ہو کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ افواہ بھی گشت کررہی ہو کہ صوفیا اور بلگراڈ بھی جائیں گے تاکہ بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہدنامے سرانجام دیں۔

کہ حکومت کو میری ضرورت ہے۔ اٹلی کا فیصلہ یہی ہے کہ موسولینی حکومت کرے۔ لہذا موسولینی برابر حکومت کرتا رہیگا!"

دُنیا کا امن

"حضرات! دُنیا کا امن ہنوز خطرے میں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ برلن میں الالکھ ۲۰ ہزار آدمیوں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ اُن کے جھنڈوں پر یہ عبارت کندہ تھی: "ٹرائیسٹ سے ریگا تک!" لہذا ابھی امن و امان کی گفتگو قبل از وقت ہے۔ ہمیں پوری مستعدی سے اپنی بری، بحری، اور ہوائی قوتوں کو ترقی دینی چاہیئے۔ ہمارے پاس کم سے کم ۵۰ لاکھ بری فوج ہر وقت طیار رہنی چاہیئے۔ میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہوائی قوت ہی کی ہے۔ ہمارا ہوائی بیڑا زیادہ سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہوائی جہازوں کو اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ اُن کی آواز، دُنیا کی تمام آوازوں کو دبا دے، اور اُن کے پر سُورج کی کرنیں زمین تک پہنچنے سے روک دیں۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک کا درمیانی زمانہ یورپ کی قسمت کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اُسوقت ہمارے پاس اتنی قوت ہونی چاہیئے کہ ہم دُنیا کو اپنی آواز سننے اور اپنے حقوق منوانے پر مجبور کر سکیں"....!

اس تقریر کا ایک قابل لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ امریکن اخبار اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عنقریب شاہ معزول ہو جائے گا اور اٹلی کے تخت شاہی پر بھی موسولینی ہی کے قدم چڑھتے نظر آئیں گے۔

تصحیح

الہلال نمبر ۳ – ۴ کے مذاکرۂ علمیہ میں ایک مضمون بہ عنوان "عمالیق" درج ہوا تھا۔ اسمیں درازی قد کے طبی اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی سر کی گلٹی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسمیں ایک غلطی ہو گئی ہے۔ براہ عنایت قارئین الہلال اس کی تصحیح کر لیں۔ انگریزی میں اس گلٹی کا نام Paraliad gland چھپ گیا ہے۔ حالانکہ صحیح نام Pituitary gland ہے۔ میں عبد الرحیم صاحب میڈیکل اسکول امرتسر کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اسپر توجہ دلائی۔ انگریزی کی غلطی کی وجہ سے اس کے ترجمہ میں بھی غلطی ہو گئی۔ چونکہ مضمون کے مسودہ ہی میں یہ غلطی ہو گئی تھی، اس لئے جب اُس کے لئے عربی اصطلاح دیکھی گئی تو قدرتی طور پر وہ لفظ اختیار کیا گیا جو Paraliad gland کے لئے ہے اور وہ "الغدۃ النکفیۃ" ہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ وہ گلٹی ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ "غدۃ النکفیۃ" بھی نہیں ہے۔ Pituitary gland کے لئے عربی تشریح میں دماغی اور نخاعی غدہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

ان دونوں گلٹیوں کے محل اور خواص میں فرق یہ ہے کہ "غدہ نکفیہ" کان اور کنپٹی کے درمیان ہوتی ہے، اور اس کا فعل یہ ہے کہ ایک خاص طرح کی رطوبت خارج کرتی ہے۔ لیکن غدۂ دماغی کا محل دوسرا ہے۔ وہ سر کے نیچے اور ناک کے عقب میں واقع ہے، اور اس کے خواص وہی ہیں جو مضمون مذکورہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ صاحب "توضیح فی اصول التشریح" نے (جو جدید فن تشریح میں لکھی گئی ہے) اس کے لئے صرف دماغی گلٹی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ابو الکلام)

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد۔ تاریخ کی یاد۔ غازی کی تقریر

غازی کی آمد

بالآخر غازی مصطفیٰ کمال پاشا، قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ کئی ہفتے سے پورا شہر استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح سُورج نکلا تو شہر عروس نو کی طرح آراستہ تھا۔ پہلے سے معلوم تھا کہ بندرگاہ "ازمیت" سے غازی، یخت (جہاز) "ارطغرل" پر بیٹھیں گے اور اُسی پر آستانہ پہنچیں گے۔ چنانچہ مقامی حکام اور شہر کے نمائندے پہلے ہی سے ازمیت کی طرف استقبال کو روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں کے سمندر میں جتنے بھی جہاز، اسٹیمر اور کشتیاں موجود تھیں، باشندوں سے لبریز ہو گئی تھیں، اور سب "جزائر امراء" کی طرف استقبال کے لئے روانہ تھیں۔ باقی جتنی مخلوق تھی، ساحلوں پر سمٹ آئی تھی۔ سویرے میں نے مکان کی بالائی منزل سے منہ نکالکر دیکھا، تو سمندر کے کنارے کنارے انسانی سروں کا ایک صحرا بے کنار نظر آتا تھا!

غازی کا یخت، جوں ہی "جزیرۃ الامراء" کے سامنے پہونچا، بیک وقت لاکھ منہ کھل گئے، اور اتنا بڑا نعرہ بلند ہوا، کہ سواحل ایشیا اور سواحل یورپ کے پہاڑ تک گونج اٹھے!

یہ منظر دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب سے ۸ سال پہلے کا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ زمانہ ترکی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریک زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگ عظیم نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا ڈالی تھیں، تمام شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خود پایۂ تخت پر اتحادیوں کا قبضہ تھا۔ اور سلطان اُنکے ہاتھ میں قیدی تھا۔ مجھے یاد آیا، اُس وقت اس شہر پر کیسا سناٹا چھایا ہوا تھا؟ موت کا سا سناٹا! تمام زبانیں گنگ تھیں۔ اتحادی بیڑے اپنی بے پناہ توپوں کے دہانے محل سلطانی کی طرف کئے صف آرا تھے، اور سلطان کا دل خوف سے تھرا رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی مصطفیٰ کمال جن کے سامنے آج لاکھوں نظریں فرش راہ ہو رہی ہیں، اب سے ۸ برس پہلے اسی قسطنطنیہ میں سر نیچا کئے، غمگین صورت بنائے، بازاروں میں جا رہے تھے، اور خود میں نے اپنی انھیں آنکھوں سے اُن کا پژمردہ چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اُسوقت بھی گمنام نہ تھے۔ دُرۂ دانیال کے ہیرو تھے۔ مگر جنگ، شکست پر ختم ہوئی تھی، اس لئے جنگ کے تمام ہیرو سرنگوں ہو رہے تھے۔ کوئی اُن کی بات تک نہ پوچھتا تھا، بلکہ اُن سے نفرت کیجاتی تھی، کیونکہ عام اعتقاد یہی تھا کہ ملک پر تمام مصیبتیں انہی کے ہاتھوں نازل ہوئی ہیں!

مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد نے تمام پچھلے ہولناک واقعات کی یاد دلوں میں تازہ کر دی۔ جنھیں معلوم ہے اُنھیں معلوم ہے، جنھیں معلوم نہیں، وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، ۸ سال پہلے غازی مصطفیٰ کمال قسطنطنیہ سے کیونکر گئے تھے؟ یقیناً یہ سوال اب تاریخ کا عنوان بن گیا ہے۔ ضروری ہے، ہم اُسپر چند کلمے کہیں۔ لیکن ہماری تشریح سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ خود غازی موصوف کی زبان سے یہ کہانی سنا دی جائے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا تھا:

اب سے ۸ برس پہلے!

"جب آستانہ میں اتحادیوں کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے، اور علانیہ زیادتیاں ہونے لگیں، تو میرے لئے یہاں قیام ناممکن ہو گیا۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اناطولیہ چلا جاؤں۔ وہاں ترکی قوم کو تمام حالات سے مطلع کروں، اور اگر ممکن ہو، تو اس راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دوں۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے بعض دوستوں کو آگاہ کیا۔ اُن کی سعی و اعانت سے مجھے کامیابی ہوئی۔ تقریب یہ ہوئی کہ علاقۂ صامسون اور اناطولیہ کے بعض حصوں میں اتحادیوں کے خلاف شورش پیدا ہونے لگی۔ داماد فرید پاشا وزیر اعظم ڈرے، کہیں یہ شورش خطرناک صورت اختیار نہ کرے۔ اُنھوں نے ایک ایسا شخص اناطولیہ بھیجنا چاہا جو ہر طرح کی بےچینی کا قلع قمع کر دے سکتا ہو۔ اُن کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور مجھے مشرقی صوبوں کا جنگی انسپکٹر مقرر کر دیا گیا۔ مگر اُن کے دل میں کچھ کھٹک ضرور تھی۔ وہ بار بار اپنا فیصلہ منسوخ کر دیتے تھے۔ خود وہی نہیں، وزیر جنگ کو بھی میرے انتخاب پر اعتراض تھا۔ حتیٰ کہ وزیر جنگ نے حکم پر دستخط ثبت کرنے سے انکار بھی کر دیا تھا۔ اُسنے کہا تھا میں مُہر کئے دیتا ہوں۔ اگر اس انتخاب سے کوئی خرابی پیدا ہوئی تو میں انگریزوں سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لوں گا کہ مجھے اس شخص کے انتخاب کا کوئی علم نہیں تھا۔ میری مُہر چوری سے لگا دی گئی ہے!"

لیکن بالآخر میری باضابطہ تقرری ہو گئی۔ ۱۶ رمئی ۱۹۱۹ء کو مجھے جہاز "باندرمہ" سے روانہ ہونا تھا۔ روانگی کے وقت میں وزیروں سے رخصت ہونے کے لئے باب عالی گیا۔ وزرا نہایت بدحواس ہو رہے تھے۔ وزیر داخلیہ نے دوڑ کر مجھ سے کہا:

"تم نے کچھ سنا؟ شرارت کی حد ہو گئی! یونانیوں نے سمرنا پر فوجیں اُتار دیں!"

وزیر بحریہ نے بھی یہی کہا۔ میں نے کہا:

"پھر اب کیا کرو گے؟"

"ہم احتجاج کرینگے" اُنھوں نے دیر تک سوچنے کے بعد افسردگی سے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تمھارے احتجاج سے یونانی سمرنا خالی کر دیں

یہ وہ علاقہ ہے جس میں قدرت اپنی تمام رعنائیوں اور نعمتوں کے ساتھ خود اُتر آئی ہے۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کرتا ہوں، میرے دوست موسیو ڈلکاسا برطانیہ سے گفت و شنید کر رہے ہیں کہ فرانس انگریزوں کے لئے مصر چھوڑدے، اور انگریز مراکش میں ہماری کوئی مخالفت نہ کریں"

"میرے دوستو! ایک لمحہ کے لئے دولت و ثروت کے اُن خزانوں کا تصور کرو جو مراکش میں تمہیں حاصل ہونگے۔ پوری سرزمین زرخیز ہے بیش قیمت کانوں سے لبریز ہے۔ تم وہاں کی کانیں کھودوگے۔ بےحساب غلہ پیدا کروگے۔ روئی اتنی حاصل ہوگی جس کا اسوقت تصور بھی نہیں کیا جاسکتا"

"کیا اس کے بعد بھی تم باہمی منافست میں مبتلا رہوگے؟ حالانکہ تم ہی دونوں گروہ اس نئی سرزمین کے مالک ہو۔ تم دونوں کو تمام فرانسیسیوں پر خاص امتیاز حاصل ہے۔ سب سے پہلے تم ہی نے اس سرزمین میں اسلام کا جھنڈا نیچا کیا۔ اسلام کے ملک پر مسیحیت کا سکہ بٹھا دیا، اور اسلام اور مسلمانوں سے واقفیت بہم پہونچائی۔ لہٰذا تم ہی افریقہ کے تمام اسلامی ملکوں کے مالک بنوگے۔ راس قابس سے بحر اٹلانٹک تک، اور بحر متوسط سے صحرا اعظم تک، تمام علاقے تمہارے ہی ہیں۔ پس باہم متحد ہوجاؤ، اور پھوٹ ڈالکر فرانس کی مجتمعہ قوت پارہ پارہ نہ کرو"

اس تقریر پر ہر طرف سے مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دونوں طرف سے حریف اُٹھے اور باہم مصافحہ کرنے لگے۔ شراب کے نئے جام بھرے گئے، اور مسرت کے نعروں میں خالی ہوگئے!

یہ واقعہ اور اس واقعہ کا پورا منظر اب تک میری آنکھوں میں ہے۔ اُس دن میں سمجھا کہ فرانس کی مشرقی حکمت عملی کیا ہے اور اُس کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارا ملکی اتحاد صرف اس بنیاد پر قائم ہے کہ اہل ملک کے لئے ہمیشہ مشرق میں نئے شکار مہیا کرتے رہیں ہماری سوسائٹی کے مختلف طبقوں کا باہمی اتحاد اس لئے نہیں ہے کہ انصاف میں وہ متفق ہیں۔ صرف اس لئے ہے کہ ظلم میں کوئی اختلاف نہیں!

اٹلی اور یمن

یمن پر اٹلی کا دانت مدت سے ہے لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اُس کا راستہ روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ اور اٹلی یمن کی طرف بے کھٹکے بڑھ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ پچھلے چند ماہ کے اندر اٹلی نے صنعا میں بہت اثر پیدا کرلیا۔ ایک زمانہ میں امام یحییٰ اٹلی کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تھے، مگر اب وہ اُس سے معاہدہ کر رہے ہیں، سامان جنگ لے رہے ہیں اور اپنی فوجکی تربیت کے لئے اٹالین افسروں کے طلبگار رہیں!

گزشتہ ہفتہ اِن "دوستانہ علائق" نے ایک نیا قدم اُٹھایا ہے۔ یمن کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اُس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ "یمنی وفد، یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کرے گا تاکہ یورپین تمدن کا مطالعہ کرے، پھر قسطنطنیہ اور انگورہ جائے گا" اس اعلان میں اٹلی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض اٹلی ہی ہے۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہے۔ امام یحییٰ کے منجھلے بیٹے "امیر محمد" اُس کے رئیس ہیں، اور سید عبد اللہ ابراہیم، سید عباس علی، قاضی علی عمری، قاضی راغب رکن ہیں۔ قاضی راغب، حکومت صنعا کے وزیر خارجہ ہیں اور یمن میں تنہا شخص ہیں جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے ہیں۔ اس وفد نے آتے ہی موسولینی اور شاہ اٹلی سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ہم نہیں چاہتے اپنے سوءظن کا اسے نشانہ بنائیں لیکن اٹلی کے نیم سرکاری اخبار "کوریرا دلی لاسیرا" کا ایک جملہ نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ جملہ اٹلی اور یمن کی دوستی کی بہترین شرح ہے: *

باب التفسیر

تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

صفات الٰہی کے انسانی تصور کی تکمیل

اور

اُس کا سلسلۂ ارتقا

الحمد للہ رب العالمین

قرآن حکیم نے انسان کو خدا کے اعتقاد و تصور کی دعوت دیتے ہوئے، سب سے پہلے جن صفات کا حسن و جمال بے نقاب کیا ہے، وہ تین صفتیں ہیں: ربوبیت، رحمت، عدالت!

الحمد للہ رب العالمین:	ساری تعریفیں، ہر قسم اور ہر
الرحمن، الرحیم،	طرح کی ثنائیں، حسن و جمال
مالک یوم الدین!	کی شیفتگی اور خوبیوں کمالوں
(فاتحہ)	کے اعتقاد کے ساتھ جو کچھ بھی

کہا جاسکتا ہے، وہ سب کچھ؛ اللہ کے لئے ہے! وہ اللہ، جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ جس کی ربوبیت کائنات ہستی کی ہر مخلوق کو اس کی زندگی اور بقا کا تمام سامان بخشتی، اور اُس کی پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہے! جو رحمت والا ہے، اور جس کی رحمت کی بخشائشیں تمام عالم خلقت کو اپنے نوال محبت سے مالامال کر رہی ہیں! جس کے قبضۂ و تصرف میں جزاؤ سزا اور مکافات کا دن ہے، اور جس کی عدالت نے ہر کام کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ کا قانون جاری و نافذ کر دیا ہے!

سورۂ فاتحہ قرآن کی ابتدا ہے، اور فاتحہ کی ابتدا تصور الٰہی کی اسی بنیادی جلوہ نمائی سے ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کے تصور و اعتقاد کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا نقشہ ہے۔ انہی تین صفتوں کے تفکر سے ہم قرآن کے تصور الٰہی کی معرفت حاصل کرسکتے ہیں۔

تصور الٰہی کا تدریجی ارتقا

دنیا کی ہر چیز کی طرح انسان کا فکر و عمل، اور انسانی فکر و عمل کی ہر بات کی طرح اُس کے روحانی تصورات نے بھی بہ تدریج پستی سے بلندی کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کی ہے۔ روحانی تصورات کی پہلی بنیاد ایک خالق کائنات ہستی کا تصور ہے۔ جس وقت سے انسان کی تاریخ روشنی میں آئی ہے، اُس کے اس تصور کی تاریخ بھی شروع ہوجاتی ہے۔ اگر پرانے سے پرانے عہد کے تصور سے لیکر، موجودہ ادیان عالم کے عہد تک کے تمام تصورات سامنے رکھے جائیں، اور یکے بعد دیگرے اُن کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آجائے گا کہ ایک تدریجی ارتقار کا سلسلہ ہے جو اشیاء و اجسام کے ارتقار کی طرح انسان کے تصور و اعتقاد میں بھی جاری ہے، اور جوں جوں انسان کی فکری اور معنوی استعداد ترقی کرتی جاتی ہے، اُس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ارتقا کے ہر سلسلے کی طرح اس سلسلہ کی بھی تکمیل کی آخری کڑی نمایاں ہوجاتی ہے!

فطرۃ کا ولولہ اور ذہن کا تصور!

لیکن یاد رہے کہ یہاں خدا کے تصور سے مقصود اُس کی صفات کا تصور ہے۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد نہیں ہے۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد ذہن و فکر کی پیداوار نہ تھی جو اُس کی استعدادی تبدیلیوں سے متأثر ہوتی۔ یہ اُس کی فطرۃ کی آواز تھی، جو خود اُس کے اندر سے اُٹھتی تھی، اور ایک بالاتر ہستی کے یقین کے جوش سے اُسے معمور کر دیتی تھی۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ تھا، اور فطری جذبات و میلان کی نوعیت ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں رہتی ہے، اس لئے انسان کا اعتقاد الٰہی بھی ہمیشہ یکساں رہا۔ اُس میں ذہن و فکر کے تغیرات مداخلت نہیں کرسکتے تھے۔

لیکن خدا کی ہستی کا تصور، اُس کی صفات کے تصور سے الگ نہیں ہوسکتا تھا۔ انسانی عقل ذات مجرد کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو گو اُس کی ذات کا تصور کرنا چاہے، لیکن تصور میں اُس کی صفتیں ہی آتی ہیں، اور صفتوں ہی کے جمع و تفرقہ سے ذات کے تصور کا نقشہ وجود میں آتا ہے۔ یہیں سے اس فطری جذبہ میں انسانی عقل کی مداخلت شروع ہوئی، اور یہی اُس کی درماندگیوں اور غلط اندیشیوں کی سب سے پہلی ابتدا ہے۔ فطرۃ کے جذبۂ یقین نے ایک بالاتر ہستی کے اعتراف

* "اٹلی کی یمن اور امام یمن سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہے۔ موسولینی نے یمن سے جو "حلف نامہ" کیا ہے، اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان برقرار رہے۔ اٹلی بحر احمر میں وسعت حاصل کرنے پر مجبور ہے، اس توسع کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اٹالین نوآبادی اریتریا کے تعلقات، عرب کی قوموں اور مشرقی افریقہ کے قبیلوں سے قائم ہوجائینگے!" (السیاسہ)

خواطر و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس ڈیلیزی کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہونگے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جسمیں فرانس کے تیس بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس ڈیلیزی نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہو۔ یہ اسوقت کی بات ہو جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفتر مستعمرات سے کر دیا جائے یا اسے قائم و جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ خاصا تسلط تو دونوں حالتوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنا میں پیرس کی ایک متقدر سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا انتظام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کئے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے ہو اور اُس کی سرگزشت جو الٰہ قلم کرتا ہو۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہو، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اُتنی وضاحت نہ ہو سکے۔ طرز بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہو:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں مجھے اُس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن نوحات" ہر ماہ ملک کے مدبروں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۱۵۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہاز راں کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینیٹ) کے سربرآوردہ ممبر، اور ماوراء البحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب معطر شیمپن انڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مار کر اُبھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، حد جنون تک پہنچ گیا۔ ہم بیچین تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندر پار کے تمام ملکوں پر لہراتا دیکھیں!

کھانے کے بعد رئیس مجلس مسیو اٹین نے اعلان کیا "ہم ایک اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہو کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کر دیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی سخت بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بددلی کے ساتھ ہمنے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اُٹھا اور تقریر شروع:

"ٹیونس، اب تک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹکٹوریٹ) ہو اس لئے قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہو۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہو۔ اُس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہو۔ اُس کا دستور حکومت الگ ہو۔ اُس کا جنگی خانہ مستقل ہو۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہو کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسری قسم کا۔ یہ صورت اُسوقت جائز ہو سکتی تھی جب فرانسیسی نوجوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کر لیا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہو۔ اب وقت آگیا ہو کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہو جائے۔"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہو گئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہو گیا:

"مجھے اس گمراہ کن تجویز سے قطعی اختلاف ہو" اُسنے شانے ہلا کر کہا، "فرانس نے بورڈو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہو کہ ٹیونس کے بائی (بادشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دول سے بھی کیا ہو۔ ظاہر ہو کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہو جائیگی اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا۔"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب و لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہو۔ دونوں تقریروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت اقوام کا فرض" اور اس قسم کے تمام پامال جملے آتے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تکان تالیاں بجانے لگتے!

اب گرم مباحثہ شروع ہو گیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کر دیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں تباہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو!" ایک تاجر جوش میں بیخود ہو کر چلّایا۔

"لیکن تم ڈاکو ہو! بے حیا بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریرو!" ایک تاجر نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کیوپوا تمھاری چوری، کھلا ہوا راز ہو۔ تم مارسیلز میں روسی گیہوں منگاتے ہو مگر چنگی سے بچنے کے لئے اُسے پہلے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اُٹھا سکو!"

"یہ کون گدھا بول رہا ہو؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جد امجد ہو!" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہو نہ تہذیب تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داری کا سوال ہو۔ الجزائر کے فرانسیسی اور اُنکے حمایتی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کر دینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھا کے پھول گئے ہو!" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمھیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہو گیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام نہ تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تن رہے تھے۔ خطرناک ارادوں نے ہر چہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "مسیو اٹین! مسیو اٹین!"

مسیو اٹین اپنی کرسی سے اُٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے سیاسی مدبر کی تصویر پھر رہی ہو۔ اُسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے ازحد مکار معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف منہ کر کے کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کر سکتے۔ آج سے بیس برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جسنے فرانس کو ٹیونس کی فتح پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اُس "نیم وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے ..."

جملہ حاضرین نے پرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رُخ کر کے کہا "تم بھی میری خیرخواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر بھی میرا وطن ہو۔ کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دلمیں باقی رہیگی"

بائیں رُخ سے پرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ دونوں فریق خوش ہو گئے اور اس فرانس کے سب سے بڑے مکار انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو حد درجہ موثر بنا کر کہا "جب میں تمھیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل سینہ میں بیٹھنے لگتا ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس بغیر ایک دوسرے پر حسد کئے ترقی کریں؟ میں آپسے اُمید کرتا ہوں کہ رقیبانہ خیالات دُور کر دیں۔ ذرا اپنی آنکھیں اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھئے!

"یہ دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمین آپکے سامنے موجود ہیں!

اُس میں حسن و جمال کے سوا کچھ نہیں ہو۔ لیکن تعمیر و ایجاب کا عمل بغیر تخریب و سلب کے انجام نہیں پا سکتا۔ ہر بناؤ کے لئے ایک بگاڑ اور ہر نظم کے لئے ایک برہمی ناگزیر ہو۔ اس لئے اُس کے جمال تعمیری دلاویزیوں پر تخریب کی ہولناکیوں کا پردہ پڑ گیا۔ بارش کا عمل زمین کے لئے پیام روح ہو۔ اُس کے ایک ایک قطرہ کے اندر نہیں معلوم زندگی کی کتنی تعمیریں اور وجود کی کتنی بخششیں پنہاں ہوتی ہیں؟

لیکن تعمیر حیات کا یہ پُرسکون عمل جبھی ظہور میں آسکتا ہو جب پہلے سلب تخریب کی ایک ہیبت انگیز ہولناکی پھیل جاتی ہو۔ بادل گرجنے لگتے ہیں۔ بجلی کڑکنے لگتی ہو۔ اضطراب و تصادم سے فضاءِ کائنات لرز اُٹھتی ہو۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہو، جیسے کوئی بڑی ہی سخت بربادی و خونناکی ظہور میں آنے والی ہو۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ حالت منقلب ہو جاتی ہو، اور اچانک دکھائی دیتا ہو کہ فطرۃ نے قہر و جلال کا جامہ اُتار کر رحمت و جمال کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ رعد و برق کی خوفناکیوں کی جگہ بارانِ رحمت کی رونقیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے جابجا قدرت الٰہی کی اس بظاہر قہرنمائی اور بہ باطن رحمت فرمائی کی طرف اشارات کئے ہیں:

ومن آیاتہ یریکم البرق خوفاً و طمعاً، وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتھا، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون! (۳۰ : ۲۳)	اور اُس کی حکمت و قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہو کہ بجلی کڑکتی ہو اور تمھارے اندر خوف اور امید، دونوں طرح کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں پھر

وہ آسمان سے پانی برساتا ہو اور زمین کو اُس کی موت کے بعد از سرِ نو زندگی بخش دیتا ہو۔ بلاشبہ اسمیں قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ مگر اُن کے لئے جو عقل رکھتے ہیں!

سورۂ بقرہ کی تمثیل میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہو: اوکصیب من السماء فیہ رعدٌ وبرق۔ تخریب کے عمل میں شورش اور ظہور ہو۔ اس لئے رعد و برق کی ہولناکی بارش کی حیات پرور دلاویزی سے زیادہ نمایاں اور بے پردہ ہوتی ہو۔ انسان کا ذہن طفولیت طبیعت حیوانی کے مقتضٰی کے مطابق بارش کی دلاویزی تو جلد نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن رعد و برق کی ہولناکی سے فوراً ڈر گیا تھا۔ بجلی کی کڑک میں اس کے لئے پہلے خوف تھا۔ طمع پیچھے تھی!

بہرحال زندگی اور فطرۃ کائنات کے مظاہر کی پہلی تاثیر خوف و دہشت ہی کی تاثیر تھی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا بھونچال، آسمان کی ژالہ باری۔ دریاؤں کا سیلاب، سمندروں کا تلاطم! ان سب میں اُس کی عقل کے لئے رعب اور ہیبت تھی، اور اسی ہیبت کے اندر وہ ایک غضبناک خدا کی ڈراؤنی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ بجلی کی کڑک اور ہلاکت سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بادلوں کی گرج پر شیفتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی آتش افشانی اور آسمان کی سنگ باری سے پیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُس کا ذہن و ادراک خدا کے صرف انھی کاموں سے آشنا ہوا تھا!

ایک اور قریبی سبب بھی اس تصور کا باعث ہوا۔ خود اُس کی زندگی بھی امن و راحت سے زیادہ اضطراب و ہلاکت سے دوچار تھی۔ وہ اپنی حقیقی اور فطری حیات بہشتی سے محروم ہو چکا تھا، اور اب زندگی اور آبادی کی ایک نئی تعمیر درپیش تھی۔ وہ کمزور اور نہتا تھا، اور زمین کی ہر چیز اُس کی دشمن تھی۔ دلدل کے مچھروں کے جھنڈ اُسکے چاروں طرف منڈلاتے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگتے تھے۔ طرح طرح کے بے پناہ درندوں کا پے درپے حملہ تھا۔ اُس کی زندگی سرتاسر جنگ اور کشمکش تھی۔ جس طرف دیکھتا تھا، ہلاکت ہی کا سامان نظر آتا تھا۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خالق کائنات کا تصور کرتے ہوئے اُس کا ذہن اُس کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف جاتا۔ وجود اور زندگی بخشنے والی صفتوں کی طرف نہ جاتا۔ وہ صرف صفاتِ سلبیہ کا تماشائی ہو سکتا تھا۔ ایجاب و تعمیر کی حقیقت شناسی ابھی اُس پر نہیں کھلی تھی!

تصور الٰہی کا یہ دَور سرتاسر قہر و غضب کے تصور کا دَور تھا۔ اس کی ابتدا ایک مبہم اور غیر معین خوف سے ہوئی اور پھر بہ تدریج ایک معین شکل و شباہت کی صورت اختیار کرلی۔ پھر اس صورت کی وضع و قطع میں ترقی شروع ہوئی اور ایک ناتراشیدہ حالت سے ایک کامل خال و خد تک پہنچ گئی۔ امریکہ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں عہد قدیم کے جو آثار ایسے ملے ہیں جن سے نوع انسانی کی ابتدائی پرستشوں کا پتہ چلتا ہو، اُن سے اس ابتدائی تصور کی کڑی طیار کی جا سکتی ہو۔ پرستش کی ناتراشیدہ، بے ڈھنگی، اور ناقص، مگر خوفناک صورتیں انسان کے عہد طفولیت کی یادگار ہیں۔ انسان کے دَور حجری (یعنی وہ زمانہ جب آلات و ظروف کے لئے صرف پتھر استعمال کیا جاتا تھا) کے آثار میں بھی اس تصور کا سراغ لگتا ہو۔ اس طرح کے بکثرت پتھر ملے ہیں جن پر انسان کے ابتدائی ذہن کی مصوری نے اپنے معبود کی صورت کا نقشہ کھینچنا چاہا تھا، اور کوشش کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہولناک صورت بنا دے۔ اُس میں عجیب طرح کا دھڑ ہو۔ غیر متعلق و مربوط چہرہ ہو، مختلف قسم کے خوفناک جانوروں کی صورت کے غیر متناسب اجزاء جمع کر دئے ہیں، اور مصوری کے نقص اور تصور کی ناتمامی نے ہیئت کی بدصورتی اور ہولناکی کا اثر اور زیادہ کر دیا ہو۔ خوفناک جانوروں کی پرستش بھی اسی عہد میں شروع ہوئی۔ سانپ، اژدہا، مگرمچھ، اور اسی طرح کے جانور جن پر انسان بہ آسانی قبضہ نہیں کر سکتا تھا، اُس کے تصور میں ایک طرح کی الوہیت پیدا کر لیتے تھے۔

اس دَور کے ابتدائی عہد سے جب انسان آگے بڑھا۔ تو خدا کے تصور میں زیادہ نظم و اسلوب پیدا ہوا۔ اب ایسی ایسی طاقتوں کا تصور کیا گیا جن کی الگ الگ صورتیں، الگ الگ دائرے، اور الگ الگ اعمال تھے۔ لیکن جہاں تک صفات کا تعلق ہو، سب قہر و غضب ہی کی صفات رکھتے تھے۔ ہندوستان، مصر، بابل، یونان، وغیرہ ممالک جہاں نوع انسان کو مختلف مرزبومی اسباب سے ترقی و تربیت کا زیادہ موقعہ ملا تھا، اس دَور میں نمایاں ہوتے ہیں، اور آثار قدیمہ ہمیں سراغ رسانی میں مدد دیتی ہیں۔ ان تمام ممالک میں علم الاصنام کی سب سے ابتدائی کڑیاں وہی ہیں، جو خالص قہر و غضب کی تصویرا تھیں۔ ہیروڈوٹس نے مصریوں کے جو حالات بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہو کہ اُن کا سب سے زیادہ قدیمی معبود ہورس تھا جو ہلاکت اور بربادی کی طاقت تھی۔ یونان کا علم الاصنام اپنی لطافت تخیل اور بلندی نوعیت کے لحاظ سے تمام دنیا کے اصنامی تخیلات پر فوقیت رکھتا ہو، لیکن اُن کے یہاں بھی غضب و قہر کے دیوتاؤں کے تصورات، باقی دیوتاؤں سے زیادہ قدیم تھے۔ آریس جو آگے چلکر جنگ کا خدا ہو گیا، دراصل غضب و انتقام کا خدا تھا۔ آذیس جسے آگے چلکر جہنم کی داروغگی ملی، شروع شروع میں ہلاکت اور انتقام کا دیوتا تھا۔ بابل اور آشور کے آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہو۔ بابل تصور الٰہی کے اُس عہد کا سب سے بڑا مرکز ہو، جو مظاہر فطرۃ کی پرستش کے سلسلے میں کواکب پرستی کا عہد تھا۔ لیکن یہاں بھی پرستش کی تمام ابتدائی صورتیں غضب و قہر ہی کی مظاہر تھیں۔ بابل کے آثارِ اصنام میں سب سے زیادہ قدیم اثر ایک عجیب مخلوق

[حاشیہ:] م جانور کا ہی۔ یہ ہلاکت اور انتقام کا معبود تھا۔ ہندوستان کی اصنام پرستی میں قہر و غضب کے دیوتاؤں کو جو قدامت حاصل ہی، وہ محتاج بیان نہیں۔

عالم مطبوعات و صحائف

پروفیسر ہیوار کی یادداشتِ کُتب

یورپ کے مستشرقین (اورنٹیلسٹ) نے قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کے جو مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، اُن میں ایک نہایت قیمتی طریقہ نوادر کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنے کا ہی۔

"یادداشتوں" سے مقصود یہ ہو کہ پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہیں اُن کا کوئی حصہ ہی، کہیں کوئی حصہ۔ کہیں ایک حصہ مسلّم ہو اور باقی ناقص ہو۔ کہیں دوسرا حصہ محفوظ اور پہلا حصہ ناقص ہو گیا ہو۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہو لیکن ضخامت پوری ہو۔ کسی کی ضخامت ناقص مگر کتابت اچھی ہو۔ اب اس منتشر اور مختلف الاوصاف ذخیرہ سے ایک مکمل نسخہ کیونکر فراہم کیا جائے؟ اس کا صرف یہی طریقہ ہو کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے، اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اگر ایک کتاب کی ۵ جلدیں ہیں اور دس جگہ ۱۰ نسخے موجود ہیں، تو بہت ممکن ہو کہ ایک جگہ جو جلد کم ہو، وہ دوسری جگہ موجود ہو، یا ایک جگہ کے نسخے میں جو ورق ناقص ہو گیا ہو، وہی دوسری جگہ کے نسخے میں صحیح و سالم مل جائے۔ مستشرقین یورپ نے متعدد اہم اور نادر کتابوں کے متعلق اس طرح کی معلومات فراہم کی ہیں اور انھیں یادداشت کی صورت میں قلمبند کر لیا ہو۔

یہ یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں ان سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہو کہ فلاں کتاب کا مکمل نسخہ دنیا کے فلاں فلاں کتب خانوں کے فلاں فلاں نسخوں، جلدوں، صفحوں، صفحوں کی سطروں، سطروں کے صحیح و سالم لفظوں کے باہم گر جمع ہو جانے سے وجود میں آ جا سکتا ہو!

یہ یادداشتیں مستشرقین یورپ کے ذوق علم اور محنت جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہیں۔ بعض حالتوں میں صرف ایک چھوٹی سی کتاب کے مکمل اور صحیح نسخہ کی معلومات جمع کرنے کے لئے تمام دنیا کا سفر کیا گیا ہو، اور ۵۰-۵۰-۶۰-۶۰ جگہوں کے نسخوں سے اُس کا ایک ایک ورق، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ، جمع کیا گیا ہو۔ ہمدانی کا جغرافیۂ عرب ۱۸۹۱ء میں پروفیسر ڈیوڈ مولیر Muller نے تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کر دیا۔ شائع کرنے سے پہلے جو یادداشت انھوں نے اور لیڈن یونیورسٹی کے دیگر مستشرقین نے مرتب کی تھی، وہ ہمارے پاس موجود ہو، اور اسے دیکھ کر ان پرستاران علم کی محنتوں کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہو۔ ہمدانی کے جغرافیہ کے سترہ نسخوں کا اُنھوں نے پتہ لگایا تھا جو کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی بھی نقص سے خالی نہ تھا۔ انھوں نے ان سب کے ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ پر نظر ڈالی، اور نسخوں اور انکے اوراق و سطور کے حوالوں کے ساتھ ایسی یادداشت مرتب کر لی جس سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہو کہ ان سترہ جگہوں سے ایک ایک ٹکڑہ چُن کر، کس طرح ایک صحیح و مکمل نسخہ مرتب کر لیا جا سکتا ہو۔

مثلاً یادداشت بتلاتی ہو کہ کتاب کے صفحہ ۴ کی سطر کا پہلا لفظ برلین کے نسخہ میں کرم خوردہ ہو لیکن روم کے نسخہ میں صحیح و سالم

کا ولولہ پیدا کیا، تو ذہن و فکر نے چاہا، اُس کا تصور کرے۔ لیکن جب تصور کیا، تو یہ اُس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ اُس کی صفات کا تصور تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے صفات الٰہی کے نقشے کھینچتا گیا، اور اپنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و معبود کی شکل و شباہت بھی بدلتا گیا۔ وہ ہر تبدیلی کے بعد ایک نئی صورت کا خدا اپنے سامنے دیکھتا، مگر نہیں سمجھتا کہ یہ صورت اُسکے خدا کی صورت نہیں ہے۔ خود اُسی کے ذہن و ادراک کی صورت ہے۔ خدا کی صورت ایک ہی تھی، لیکن اس کی نظر ہمیشہ یکساں نہ تھی۔ نظر و مشاہدہ میں جیسی جیسی تبدیلیاں ہوتی گئیں، منظور و مشہود بھی بدلتا گیا۔ اس راہ میں عقل انسانی کی پہلی اور بنیادی درماندگی یہی ہے:

اے بروں از وہم و قال و قیل من!
خاک بر فرق من و تمثیل من!

عقل انسانی کا ادراک محدود تھا۔ اُس کے تصور کے سامنے محسوسات کی دیوار کھینچ گئی تھی۔ وہ حواس کے دائرہ میں محصور اور حدود و امکان کی جبلی بندشوں میں اسیر تھا۔ وہ صرف محسوسات ہی کا تعقل کر سکتا تھا، اور اُنہی کی شکل و شباہت میں ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر اُس کے عقل و ادراک کی یہ جتنی بھی رسائی تھی، بہ یک دفعہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ نشوونما اور ارتقا کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی فطرۃ کے مجرد اور بے میل جذبہ سے ذہن و فکر کی صورت آرائیاں اور شباہت آفرینیاں ملیں، خدا کے تصور کی جگہ ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو گیا، جو خالق کا تصور نہ تھا۔ خود انسان کے ذہنی تصورات کی مخلوق تھا۔ وہ اپنے ادراک کے آئینہ میں خود اپنے چہرہ کا عکس دیکھتا، اور اُسی کو اپنا معبود سمجھ کر سربسجود ہو جاتا۔ اُس کا دل ہمیشہ خدا کی صورت دیکھنی چاہتا۔ مگر اُس کا دماغ ہمیشہ اپنی ہی صورت کی پرستش کرتا۔ مولانا نے ایک چرواہے کی حکایت میں جس کے لئے حضرت موسیٰ کا زمانہ فرض کیا گیا ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اے کہ اندر چشمۂ شور ست جات — تو چہ دانی شط و جیحوں و فرات؟
چوں قدم آمد، حدث گردد عبث — پس کجا داند قدیمی را حدث؟
چوں توہم میکنی تو نورِ ذات — ذات نبود، وصف اسما و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمد ست — حق نزائید ست او لم یولد ست!

بہر حال خدا کی ہستی کے اعتراف و یقین کے فطری جذبہ نے جب تصور کی شکل اختیار کی، تو یہ ذہن و فکر کا عمل تھا، اور ضروری تھا کہ اُس کی حالت اور استعداد کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسمیں بھی ترقی ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر آج انسان کے تمام الٰہی تصورات یکے بعد دیگرے سامنے لائے جائیں، تو وہ انسانی ذہن کے سلسلۂ ارتقا کی سب سے زیادہ واضح تاریخ ہوگی۔ وہ اگرچہ بظاہر خدا کے تصور کا ارتقا ہوگا، لیکن بہ باطن خود ذہن انسانی کے ارتقا کے تمام حلقے ایک ایک کر کے سامنے آجائیں گے۔ کانٹ کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ "ذہن انسانی کی استعداد فکر کا سب سے بڑا معیار، اُس کا تصور الٰہی ہے۔ جب کبھی اُسنے ایک نچلا درجہ چھوڑ کر بلند تر درجے پر قدم رکھا ہے، تو سب سے پہلے خدا ہی کی طرف نظر اُٹھائی ہے" اسی مطلب کی طرف اخوان الصفا کے مصنفوں نے زیادہ صاف لفظوں میں اشارہ کیا تھا: "انسان کی کسی جماعت اور اُس کے کسی عہد کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اُسکے تصور الٰہی پر نظر ڈال جائے۔ جس درجہ یہ تصور شائستہ اور بلند ہوگا، اُتنی ہی اُس جماعت اور اُس عہد کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی"! ہیگل نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہے: "تاریخ میں کسی قوم کی عقلی اور تمدنی استعداد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اُسنے اپنی پرستش کے لئے کیسا خدا منتخب کیا تھا؟"

انسانی ذہن و فکر کی اس درماندگی میں وحی و نبوت کی دستگیری ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ لیکن وہ اس راہ میں عقل انسانی کی اُسی حد تک رہنمائی کر سکتی تھی، جس حد تک اُس کی استعداد ساتھ دینے کے لئے طیار تھی۔ انبیائے کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات کا پیرایہ و اُسلوب بھی در اصل اُن کے زمان و مکان کی عقلی استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ مجمع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ اس لئے اُسی درجہ کا سبق دے سکتے تھے، جس درجہ کی فہم و تحمل کی استعداد مخاطبین میں پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس سلسلۂ ارتقا سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے نشوونما ترقی کی مختلف کڑیاں ہیں۔

تصور الٰہی کے دو بنیادی اصول

نوع انسانی کے تصور الٰہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو اگرچہ اُس کی نوعیت کی بے شمار صورتیں اور قسمیں سامنے آئیں گی، لیکن بڑی اور اصولی تقسیم دو بنیادی نوعیتوں کی بنا پر کی جا سکتی ہے:

(۱) تجسم اور تنزہ

(۲) صفات جلالیہ اور جمالیہ

ذہن انسانی نے جب فطرۃ کی آواز سنی اور خدا کا تصور کرنا چاہا، تو وہ بغیر شکل و شباہت کے اُس کا تصور نہ کر سکا۔ یہی تجسیم اور تمثیل کی بنیاد ہے۔ یعنے خدا کے لئے ایسی صفات تجویز کرنا جیسی صفات مخلوقات و موجودات کے ہم محسوس کر رہے ہیں۔

پھر چونکہ اُس کا ذہن و فکر عہد طفولیت میں تھا اور نشوونما ترقی کے لئے ایک طولانی عمر کا محتاج تھا، اس لئے اس شکل و شباہت کا نقشہ بھی زیادہ شائستہ اور بلند نہ کھینچ سکا۔ وہ در اصل اپنے ہی صفات کا عکس طیار کر رہا تھا، اُس کی صفات ابتدائی عہد کے ناقص اور ادنیٰ درجہ میں تھیں اس لئے ویسے ہی صفات سے اُسنے اپنے خدا کا خال و خد بھی آراستہ کیا!

یہ صفات ابتدا میں سرتاسر قہر و جلال کی صفات تھیں۔ پھر ان میں رحم و جلال کی بھی آمیزش ہوئی، لیکن غلبہ قہر و جلال ہی کو رہا۔ اُس کے تصور میں پہلے دہشت آئی۔ پھر اُمید نے ظہور کیا۔ وہ پہلے خدا سے صرف ڈرتا تھا۔ پھر اُمید کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ محبت بھی کرنے لگا!

چنانچہ اس سلسلہ کے ارتقائی تغیرات میں یہی دو باتیں سب سے زیادہ نمایاں اور بمنزلۂ اصل و معیار ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا تجسم اور قہر و جلال سے ہوتی ہے، اور تکمیل تنزہ اور رحمت و جمال پر۔ درمیان کی تمام کڑیاں، ارتقائی کڑیاں ہیں۔ جوں جوں انسان کی معنوی استعداد ترقی کرتی گئی، وہ تجسم سے تنزہ کی طرف اور صفات قہر و جلال سے رحمت و جمال کی طرف ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تکمیل کی آخری منزل نمودار ہو گئی۔

تجسم اور تنزہ پر دوسری جگہ مستقلاً بحث کی گئی ہے۔ یہاں اس کا ذکر تبعاً آگیا ہے۔ یہاں کا اصلی موضوع صرف صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے ارتقائی تغیرات ہیں۔

(یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں "ابتدا" اور "ابتدائی عہد" کے الفاظ سے نوع انسان کی حقیقی ابتدا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریحات کے مطابق نوع انسانی کی ابتدائی زندگی، اُس کی فطری اور بے آمیز زندگی تھی، اور چونکہ وہ فطرۃً حالت ہدایت میں پیدا کیا گیا ہے نہ کہ ضلالت میں، اس لئے اُس کے تمام عقائد و تصورات بھی اپنی فطری ہدایت پر قائم تھے۔ منحرف اور کج اندیش نہ تھے۔ لیکن اُس کے بعد مختلف اسباب سے وہ حالت باقی نہ رہی فطرۃ کی سادہ ہدایت کی جگہ اکتساب کی گمراہیاں پیدا ہو گئیں، اور بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں، کہ پہلی حالت بالکل منقلب ہو گئی۔ اسی عہد سے انسان کی معنوی زندگی کی ایک دوسری نشأۃ شروع ہوتی ہے، اور اُس کی "ابتدائی" زندگی اور "عہد طفولیت" سے اسی دوسرے عہد کی ابتدا مقصود ہے۔ شرح اس حقیقت کی اشارات میں ممکن نہیں اور یہ محل تفصیل نہیں)

دَورِ قہر و جلال

یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں انسان کا قدیم سے قدیم تصور الٰہی جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ سرتاسر خوف اور دہشت کا تصور ہے۔ رحم، محبت، اور جمال کا اسمیں کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ خدا کا تصور اُسکے لئے صرف ڈرنے کی چیز تھی۔ امید، اُنس، اور محبت کی چیز نہ تھی۔ وہ اُس کے قہر و غضب کی ہولناکیوں سے ڈرتا تھا، اس لئے اُس سے بچنے کے لئے اُس کی پرستش کرتا تھا۔

انسان کی پرستش خدا سے بچنے کے لئے تھی۔ خدا کی طرف بڑھنے اور اُس سے محبت کرنے کے لئے نہ تھی۔ وہ ایک ڈراؤنی اور ہولناک طاقت سے محبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ انسان خدا کی صفات کو کائنات عالم کے فطری مظاہر میں دیکھتا تھا۔ یہی مظاہر اُس کے تصور میں خدا کے اعمال کا تصور پیدا کرتے تھے۔ فطرۃ کائنات میں کون و فساد ہے۔ یعنے وہ کائنات کی زندگی اور بقا کے لئے بہ یک وقت بناؤ اور بگاڑ، دونوں کا عمل جاری رکھتی ہے۔ انسان نے جب اپنی ابتدائی عقل و ادراک سے مظاہر فطرۃ پر نظر ڈالی، تو اُس کی نظر فطرۃ کے بناؤ کا حسن نہ دیکھ سکی۔ اُسکے بگاڑ کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ فطرۃ کا جمال ایجاب و تعمیر سلب و تخریب کے نقاب میں پوشیدہ ہے۔ اُس تک پہنچنے کے لئے عقل و ادراک کی زیادہ تیز اور دور رس نگاہ کی ضرورت تھی۔ یہ ابھی اُسے میسر نہیں آئی تھی۔ پس صورت کائنات کا پہلا اثر جو اُس کے ذہن و ادراک کی نارسائی نے قبول کیا، جمال و رحمت کی دلاویزی نہ تھی۔ جلال و قہر کی ہولناکی تھی۔ اسی ہولناکی سے اُسنے خدا کی شکل و شباہت کا نقشہ بھی کھینچ لیا۔ قدرتی طور پر یہ نقشہ ڈراؤنا تھا۔ محبوب و دلاویز نہ تھا۔

اس عالم اثر و تاثر میں ہر چیز کی طرح ہر فعل بھی ایک قدرتی طبیعت اور مزاج رکھتا ہے۔ تخریب کے مزاج میں شورش اور ہولناکی ہے، اور تعمیر سرتاسر سکون اور خاموشی ہے۔ تعمیر جمع، نظم، ترتیب، اور ایجاب ہے۔ تخریب تفرقہ، برہمی، اضطراب، اور سلب و نفی ہے۔ جمع و نظم کی حالت ہی سکون ہے۔ اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی شورش و اضطراب کی حالت ہے۔ دیوار جب بنتی ہے تو کوئی ہولناکی محسوس نہیں ہوتی لیکن اُس کے گرنے میں دھماکا ہوتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر تخریب کا عمل تعمیر سے زیادہ نمایاں اور پُرشور ہے۔ تخریب کی ہیبت فوراً ڈرا دیتی ہے، لیکن تعمیر کی دلاویزی آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی ہے۔ تخریب کا دھماکا دور سے بھی سن لیا جا سکتا ہے، لیکن تعمیر کا خاموش عمل دیکھنے کے لئے نزدیک آنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانی طبیعت تعمیری اور ایجابی افعال سے اُنس پکڑنے میں دیر لگاتی ہے لیکن تخریبی اور سلبی افعال سے فوراً ڈر جاتی ہے۔ جانور ڈرتے زیادہ ہیں۔ اُنس کم پکڑتے ہیں۔ انسان کا بچہ بھی ابتدا میں ہر چیز سے سہمتا اور ڈرتا ہے۔ پھر جوں جوں اُس کی ذہنی استعداد بڑھتی جاتی ہے، ڈر کم ہوتا جاتا ہے اور موانست بڑھتی جاتی ہے۔

نوع انسانی کا اُسکے عہد طفولیت میں یہی حال تھا۔ کائنات فطرۃ فی الحقیقت سرتاسر وجود، تعمیر، اور ایجاب ہے، اور اس لئے

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ١٩١٩ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ذوق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اُسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصویروں کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ١٩١٨ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ١٠ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ١٠ روپیہ
" " " چہارم ١٠ روپیہ   " " " پنجم ١٠ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ٨ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ٨ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

منیجر "البلاغ پریس"

ہو۔ وہاں سے لے لیا جا سکتا ہو۔ روم کے نسخہ میں پانچویں سطر پڑھی نہیں جاتی لیکن سلوسٹرڈے ساسی کے نسخہ میں موجود ہو۔ وہاں سے لے لی جائے۔ اسی طرح پوری کتاب کا ایک ایک لفظ بذریعۂ یادداشت مرتب کر لیا ہو۔ ساتھ ہی تمام نسخوں کے چھوٹے چھوٹے لفظی اختلافات کے بھی حوالے دیدیئے ہیں۔ بعد کو یہ اختلافات کتاب کے ساتھ شائع کر دیئے گئے۔ ان کی ضخامت اصل کتاب سے بھی دوگنی ہو۔ ایک پوری جلد صرف فہرست اور اختلافات پر مشتمل ہو!

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یادداشت دو جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کے لئے بار بار دُنیا کا سفر کیا گیا تھا۔ اُس کی ایک ایک سطر، دس دس، بیس بیس جگہوں کے نسخوں کو باہمدگر ملانے کے بعد حاصل ہو سکی۔ بعد کو یہ کتاب چھپ گئی، لیکن اس کی یادداشت اب بھی علم و جستجو کا ایک قیمتی خزانہ ہو۔

یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا نتیجہ ہیں۔ انیسویں صدی کے مستشرقین میں پروفیسر رینوڈ Reinaud، اتین کاٹرمیر Etienne Quatremere، ڈیر تبرگ Fliegel، گستاؤ فلوگل Deren loung، فلایشر Fleischer، اور دی گویہ De Goeje، کی یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیک Theodar Nöldeke اور پروفیسر گولڈزیہر Goldziher کی یادداشتیں شائع ہو چکی ہیں اور نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔

حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوار Huart نے شائع کی ہو جو ہمیں گزشتہ مہینے پیرس سے وصول ہوئی ہو۔ اس یادداشت میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کئے ہیں بلکہ گذشتہ دور کے دو بہت بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان De Slane اور پروفیسر دیرن برگ Deren Laung کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے ہیں۔

پروفیسر دی۔ سلان کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے مشاہیر مستشرقین میں تھے۔ مقدمۂ ابن خلدون، تاریخ بربر ابن خلدون، اور ابن خلکان کا فرانسیسی ترجمہ اُنہی کے قلم کا رہین منت ہو۔ مقدمہ ابن خلدون کے ترجمہ و اشاعت کا کام در اصل ایٹین کواترمئر نے شروع کیا تھا۔ مگر تکمیل انہی کے قلم و سعی سے ہوئی۔ قومی کتب خانہ پیرس کے شرقی مخطوطات کی فہرست بھی انہی نے مرتب کی تھی۔

پروفیسر دیرن برگ کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یہ اسی نام کے مستشرق باپ کا مستشرق بیٹا ہو۔ سیبویہ کی الکتاب (جو کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی چھاپ چکی ہو) یورپ میں اسی کے اہتمام سے چھپی تھی۔ کتاب الفخری، دیوان نابغہ، کتاب الاعتبار ابن منقذ وغیرہ بھی اسی کی سعی و محنت سے مرتب و شائع ہوئی۔ بعد کو الفخری کی نقل مصر میں شرکت احیار کتب عربیہ نے بھی چھاپ دی۔

پروفیسر ہیوار موجودہ عہد کے مستند فرانسیسی مستشرق ہیں۔ یہ پہلے مصر کے فرانسیسی قنصل خانہ میں کاتب تھے۔ پھر ترقی کرتے کرتے قنصل جنرل ہوگئے۔ اب ایک عرصے سے پیرس کے مدرسۂ لغات حیۂ عالم کے معلم ہیں۔ اسلامی و عربی علوم و ادب پر ان کی مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عرب، تاریخ ادبیات عرب، تاریخ بغداد جدید، وغیرہ کتابیں مشہور و مقبول ہیں۔ ابو زید بلخی کی کتاب الخلیقہ انہی کے سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کای فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہو۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی، دونو زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہو۔ ہم آئندہ اس کے بعض اہم فوائد ہدیۂ قارئین کریں گے۔

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء

امام ابن قیم کی مصنفات کا بڑا ذخیرہ شائع ہو چکا ہو لیکن روز بروز نئی کتابیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ حافظ ابن رجب نے طبقات میں ان کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلم والعلماء" لکھا ہو اُب تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اب معلوم ہوا ہو کہ اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ جس پر اُن کے شاگرد فیروزآبادی (صاحب قاموس) کا دستخط ثبت ہو، دمشق میں نکل آیا ہو اور اسکی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہو۔

العبر فی اخبار البشر

الہلال نمبر ۲ میں ہم نے امام شمس الدین ذہبی، کی تاریخ کبیر کی نسبت اطلاع دی تھی۔ اب معلوم ہوا ہو کہ ان کی ایک دوسری تاریخ "العبر فی اخبار البشر" بھی زیر تصحیح و طباعت ہو۔

امام موصوف نے اپنے تذکرہ میں خود تصریح کی ہو کہ انھوں نے پہلے مطول و مبسوط تاریخ الاسلام (تاریخ کبیر) لکھی۔ پھر اس سے مختصر اور منتخب کر کے چار چھوٹی چھوٹی کتابیں الگ کر لیں:

(۱) الدول الاسلامیہ: یہ تاریخ کبیر کا اختصار ہو، اور بعض کتابتوں میں چار جلدیں ہیں بعض میں دو۔ اس کا سب سے زیادہ بہتر اور مکمل نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ کوپرلی میں ہو۔

(۲) طبقات الحفاظ: اسمیں صرف اُن حفاظ حدیث کے حالات لے لئے ہیں جن کے تراجم بسلسلۂ تاریخ، تاریخ کبیر میں آئے تھے۔ حافظ جلال الدین سیوطی کی طبقات اسی کا اختصار و تکملہ ہو۔ ۱۸۳۳ء میں پروفیسر وستنفیلڈ نے اسے تین جلدوں میں چھاپکر شائع کیا۔

(۳) طبقات القرار: اسمیں قرار کے تراجم تاریخ کبیر سے اخذ کر کے بہ ترتیب طبقات جمع کئے ہیں۔ اسکے نسخے پیرس کے قومی کتبخانہ اور قسطنطنیہ کے کتبخانہ کوپرلی اور ینی جامع میں موجود ہیں۔ متعدد علمار نے اس کے ذیل بھی لکھے تھے۔ حافظ سیوطی کا ذیل چھپ گیا ہو۔

(۴) العبر فی اخبار البشر یہ ایک مختصر تاریخ عام دو جلدوں میں ہو۔ اسمیں اور دول الاسلامیہ میں یہ فرق ہو کہ اُسکی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب ہو۔ اس کی ترتیب سنین کی ترتیب ہو۔ سنہ ہجری کی ابتدا سے لے کر سنہ ۷۴۰ھ کے تمام حوادث و وفیات اسمیں مل جاتے ہیں۔ ابن شماع (متوفی سنہ ۹۳۶ھ) نے اس کا ذیل لکھا تھا۔ اسکے نسخے برٹش میوزیم اور ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی آخری کتاب کے متعلق معلوم ہوا ہو کہ بعض اہل علم کی سعی سے قاہرہ میں چھپنا شروع ہو گئی ہو۔ عنقریب پہلی جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

فہرست

الہلال

۱ | ۹

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ — کلکتہ : جمعہ ۱۳ - صفر ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔

پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۶۱ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۵۶	اردو حروف کی حق مین	۱۸۲
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۱۰۵	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق ہون	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۷۸		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "مینیجر [illegible]" کے نام سے ہونی چاہئے - جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں ان کے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہئے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام [illegible] اور خوش خط [illegible] -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری [illegible] اطلاع [illegible] وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - [illegible] بعیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے - [illegible] اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجائے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دوسرے دفتری مواقع (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

نوجوان چونک اُتھا - اِدھر اُدھر گھبراهت سے دیکھنے لگا - سمجھا ' اُسکے هم مدرسه پکار رهے هیں - مگر وهاں کوئي انسان بھي نظر نه آیا -

" دیوکلس !" ــــ " دیوکلس !" نوجوان تمنائي نے نگاه اٹھا کر بت کو دیکھا - کیا دیکھتا هے که سچ مچ کو اُسکے هونت هل رهے هیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے هاتهه میں جنبش هوئي ..... دیوي نے اپنا هاتهه دیوکلس کے کندهے پر رکھه دیا ...... بجلي کي ایک طاقتور لهر اُسکے بدن میں دوڑ گئي - بید کي طرح تهر تهرانے لگا - خوف کي شدت سے اُسکے حواس معطل هوگئے ......

لیکن آواز ابتک آ رهي تهي " دیوکلس ! " " دیوکلس !"

" دیوکلس ! تونے مجهے پکارا - لے' میں آگئي - تیري مناجات میں نے سن لي - بول ' کیا مانگتا هے ؟"

دهشت سے نوجوان کي سانس رک گئي - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تها ' بیهوش هو جائے - جب کچهه عرصه کے بعد اُسکے هوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزده نظروں سے دیوي کو دیکھا :

" هاں مقدس دیوي !" اُسنے کانپتي هوئي آواز سے کہا " میں هي تیرے حضور زار نالي کر رها تها - مجهے " حقیقت " کي جستجو هے - میں " حقیقت " کو دیکھنا چاهتا هوں - میں اُسے بے نقاب دیکھنا چاهتا هوں ... "

" تو حقیقت کي کهوج میں هے !" دیوي نے اپني پر رعب آواز میں کہا " حقیقت خود یهي " وجود " هے - حقیقت کہاں نہیں هے ؟ لیکن هاں ' بے پرده ' بے نقاب حقیقت ' کبھي کوئي کائناتي نگاه نه دیکھه سکي - کسي نے اسکے دیکھنے کي جرأت بھي نہیں کي - بے نقاب حقیقت انسان کي حد نگاه سے باهر هے - تاهم اگر تیري یهي ضد هے تو سمجهه لے' تجهے بڑي قیمت ادا کرني پڑیگي ' ایسي بڑي ' جسکي شاید تجهے قدرت نہیں - تجهے دولت ' عظمت' حسن ــــ سب سے دست بردار هوجانا پڑیگا - تجهے زندگي کا بھي آرزومند نه هونا چاهیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑهکر کوئي دولت کائنات کي اولاد کو نہیں دي هے "

" میں اِن سب سے همیشه کیلیے بخوشي دست بردار هوتا هوں " دیوکلس نے خوش هوکر کہا " میں سورج بھي چهوڑنے پر طیار هوں "

دیوي نے اپنا سر جهکا لیا - هر طرف خاموشي پهیل گئي - درخت " زئس " کي اِس با عظمت لڑکي کي تعظیم میں جهک گئے !

دیوي نے پهر سر اٹهایا :

" بہتر " اُسنے آدمیوں کي طرح لفظوں میں کہا " تجهے حقیقت دکهائي جائیگي - لیکن ایک هي مرتبه میں تو اُسے نہیں دیکھه سکتا - میں هر سال ایک دفعه تجهے وهاں لیجایا کرونگي - تو اُسکے چهپانے والے پردوں میں سے ' هر مرتبه ' ایک پرده چاک کرسکے گا ... تو زندگي کے لباس میں رهے گا ' یہاںتک که حقیقت عریاں اپني آنکھوں سے دیکھه لے "

***

نوجوان کا چهره مسرت امید سے دمکنے لگا - وه خاموش رها که دیکھے اب دیوي کیا کرتي هے - اچانک وه حیرت سے دم بخود هوگیا - دیوي نے اپني سنگ مرمر کي چادر اتار دي - دیوکلس کي آنکهیں دختر زئس کے حسن و جلال سے چکا چوند هوگئیں - چشم زدن میں بت نور کا پتله بن گیا - ... اب اُس میں حرکت هوئي - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اٹها لیا - لامتناهي فضا میں پرواز شروع کردي - ایک نامعلوم خطه میں جا پهنچي - دیوکلس نے دیکھا ' ایک سر بفلک پهاڑ پر وه کهڑا هے ...

یہاں' پہاڑ پر' نوجوان نے کالي بدلیوں کے اندر ایک پر چهائیں سي دیکهي - جوش شناخت میں اُسکي روح اُسکے حلقه هاے چشم میں سمت آئي مگر وه اسکے خال و خط نه دیکھه سکا !

" یهي حقیقت هے " دیوي نے اپني انگلي سے اشاره کرکے کہا " یهي اپني دهندلي شعاعیں زمین پر ڈالتي هے اور فلسفي اور حکیم اُن میں نور حق کا سایه ڈهونڈهتے هیں - اگر یه شعاعیں نه هوتیں تو دنیا تاریک رات کي طرح اندهیري هوجاتي - انسان کي نگاه حقیقت کو اِنهي شعاعوں میں دیکھه سکتي هے - تم دیکھه رهے هو' وه کس قدر هلکي ' کیسي دهندلي شعاعیں هیں ؟ حقیقت بے حد روشن هے - اتني روشن که سورج کي روشني سے بھي تم اسکا قیاس نہیں کرسکتے - مگر وه اِن پردوں کے اندر چهپي هوئي هے - صرف اُسکا سایه هي نظر آسکتا هے - آگے بڑه : اور اُسکا ایک پرده چاک کرڈال"

دیوکلس نے دیوي کے حکم کي تعمیل کي -

هاتهه لگتے هي پرده سفید پرند بن گیا - تهوڑي دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پهر سیدها آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکھا - حقیقت کي شعاعیں پہلے سے زیاده صاف اور روشن هیں !

دیوي اُسے پهر زمین پر اُڑا لائي - وه اپني اکاڈیمي میں گیا ' اور دیوي اپنا مرمري جامه پهنکر پهر بت بن گئي !

***

دیوکلس نے دیوي سے اپنا وعده پورا کیا - آرام و راحت سے منهه موڑ لیا' خلوت میں بیٹها' اور غور و فکر میں یکقلم مستغرق هوگیا -

اب وه انسانوں کے کسي مجمع میں نظر نہیں آتا تها - ایتهنس کے تمام میلے اس سے خالي هوگئے تهے -

دوسرے سال اپنے مقرره وقت پر' وه پهر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تها - دیوي نے حرکت کي' اور پہلي مرتبه کي طرح اُسے غیر معلوم پہاڑ پر اُڑا لے گئي - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پرده چاک کردیا - اس مرتبه روشني اور بھي زیاده تیز هوگئي - پهر وه زمین پر واپس آگیا - اُسکي زهد و خلوت پسندي اب اور زیاده گہري هوگئي تهي -

***

اُسکے رفیق اِس تبدیلي پر متعجب تهے - اُنهوں نے اُسے بہت بہت پهسلایا ' مگر وه اپنے گوشهٔ انزوا سے باهر نه نکلا -

ایتهنس کي بعض حسین دوشیزه لڑکیوں سے اُسکي ملاقات تهي - ایک فتنه گر حسن اُس سے محبت بھي کرتي تهي - اُسکي یه حالت دیکهکر ایک دن اُسکے پاس گئي :

" دیوکلس ! کیا بات هے ؟" دوشیزه نے مسکرا کر کہا " تم مجهه سے بیزار کیوں هوگئے ؟ یه دیکهو ' میري آنکھیں ستاروں کي طرح چمکتي هیں - میرے بال شعاعوں سے بھي زیاده چمکیلے هیں - میرا جسم کیسا دلفریب هے ؟ میں نے تمهارے سوال محبت کا جواب دیا تها' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کي سائل هوں - مجهے دیکهو ' میري محبت کي تحقیر نه کرو - خود دیوتا بھي محبت سے انکار نہیں کرتے "

افسانہ

حقیقت کہاں ہی ؟

یونانی علم الاصنام کا ایک افسانۂ حکمت

قدیم یونان کے مرکز ایتھنس ' فلسفه کے گہوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ' رات کي خاموشي چھا گئي تھي -

رات نے اپني سیاہ قناتیں تان دیں - محو خواب شہر کي لمبي سانسوں کے سوا کوئي آواز سنائي نہیں دیتي - اتنے میں چاند نکل آیا - روپہلي چاندني کوہ و دشت پر پھیل گئي - مندروں کي سنہري برجیاں چمک اٹھیں - زیتون اور خرمے کے درخت بے ساختہ کھلکھلا اٹھے !

شہروں کي ملکه ایتھنس سو رهي ہے - دروازوں پر چوکیدار اونگھ رہے هیں - لیکن ' صرف ایک نوجوان ہے جو اب تک جاگ رها ہے !

دیوکلس حسن ' ذهانت ' دولت کے خزانوں کا مالک ہے - اکادیمي میں حکمت کا طالب علم ہے - اپنا پورا دن ' اور رات کے بھي بہت سے گھنٹے ' علم و حکمت کے پہلو میں گزارتا ہے - صحبت و معاشرت سے بیزار ہے - ایک پورے حکیم کي طرح پورا خلوت پسند ہے - تفکرات کے سمندر میں شب و روز غواصي ؛ بس یہي اس کا مشغله ہے -

ایتھنس ' یعني حکمت کي دیوي کا مرمري خوبصورت بت اکادیمي کے صحن میں نصب تھا - دیوکلس سب طالب علموں سے زیادہ ' حکمت کے اس خاموش مجسمه کے پاس جاتا اور همیشه اس کے تصور میں غرق رهتا - اس کي دل کي مناجاتوں کا قبله یہي تھا - اس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اِسي میں تھا - وہ اس کي دلفریب صورت پر غور کرتا - وہ اس کے جمال معني و حقیقت کي جستجو میں محو هوجاتا - وہ اس سے حکمت کي وحي اور علم کا پیام رباني طلب کرتا - وہ حکمت کي جستجو میں حکمت کے مجسمه کا عاشق تھا !

***

آج رات دیوکلس پھر دیوي کے سامنے دست بسته کھڑا ہے -

رات ڈھل گئي ' مگر وہ بے حس و حرکت کھڑا ہے - اچانک اس نے سر اٹھایا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - بوسوں پر بوسے لیے - آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظہر محبوب ! رحم ' رحم ' مجھے ایک نظر دیکھ لے ! ایک مرتبه کے لیے میري التجائیں سن لے ! "

وہ دیر تک آنکھوں کے آنسوؤں اور زبان کي دعاؤں سے مناجات کرتا رها - پھر اس نے نظر اٹھائي - چاند نے اپني شعاعیں جمع کرکے دیوي کے چہرے کي رعنائي بے حساب کردي تھي !

هوا چلتے چلتے رک گئي - پتوں کا شور تھم گیا - پہلے سے زیادہ سکون طاري هوگیا - نوجوان کا دل تنگ هوا - اس نے لمبي آہ بھري ' اور آہ کے ساتھ هي آنسوؤں کي لڑیاں رخساروں پر پھیل گئیں :

" مقدس دیوي ! " دیوکلس نے جوش سے چلا کر کہا " تیرے هي قدموں پر میرا سر دھرا ہے - تیري هي عبادت پر میري روح جھکي ہے - تو نے میرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر دیا - تو نے کمال کا لازوال شوق پیدا کردیا - تو نے حقیقت کي جستجو کي آگ سلگا دي - یہ آگ اب جلائے ڈالتي ہے - یا تو همیشه کے لیے اِسے ٹھنڈا کردے ' یا حقیقت کا جمال پنہاں ایک مرتبه دکھادے - هاں ' حقیقت ' مقدس ' عظیم حقیقت ' اِس مہیب کائنات کي حقیقت ' اس هولناک ازلیت و ابدیت کي حقیقت ' هر وجود کي روح ' مجرد حقیقت ' عریاں حقیقت - وہ حقیقت ' جس کي جستجو میں تمام فلاسفه سرگرداں رہے ' اور حکیموں کو بستر خواب پر کبھي نیند نه آئي - حکمت کي پاک دیوي ! حقیقت کا چہرہ میري آنکھوں کے سامنے بے نقاب کردے - میں اسے جاننا اور دیکھنا چاهتا هوں - میں اسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے دیکھنا چاهتا هوں - میں اس کي پرستش پر دل دے چکا هوں - میں اس کي راہ میں اپني زندگی اور زندگي کي تمام مسرتیں ' اپني دولت ' عزت ' حسن ' شباب ' صحبت ' سب کچھ قربان کردونگا "

دیوکلس نے یه کہا اور گردن اٹھا کر دیوي کا منھ دیکھا - وہ بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تھي - نوجوان نے اپني پیشاني پھر اس کے مرمري قدموں پر رکھدي اور گڑگڑانے لگا - اس کي روح ' اس کي آنکھیں ' اس کي زبان ' تینوں دیوي کے قدموں پر تھے - روح آتش شوق سے جل رهي تھي - آنکھیں جوشش عشق میں بہہ رهي تھیں - زبان ولولۂ مناجات سے وارفته تھي !

***

اچانک درختوں کے پتے هلے ' ڈالیوں میں جنبش هوئي ' نسیم کے جھونکے چلے - هوا میں ایک آواز گونجي : " دیوکلس ! " " دیوکلس ! "

مذاکرۂ علمیہ

زمین پر کائنات حیات کا آغاز

علم و نظر کي درماندگیاں

روئے زمین پر ذي روح مخلوقات بہت مدت سے موجود هیں - ماهرین طبقات الارض کا تخمینه دس کرور سال کا هے - بلا شبه یه تخمینه ظني هے - لیکن یه یقیني هے که بہت هي قدیم زمانوں سے زمین پر زندگي موجود هے - زمین کي زیاده سے زیاده گہري اور پراني پرتوں اور تہوں میں بھي زنده کائنات کے نشان ملے هیں -

(نظام شمسي)

زمین پر زندگي کا آغاز کب هوا اور کس طرح هوا ؟ اِس سوال سے پہلے یه بحث سامنے آتي هے که موجوده صورت اختیار کرنے سے پہلے خود زمین کي حالت کیا تھي اور اُس پر کتنے دور انقلاب کے گزر چکے هیں ؟

زمین ' نظام شمسي میں داخل هے - اِس نظام میں آفتاب مرکزي حیثیت رکھتا هے - اور سیاره (گردش کرنے والے ستارے) اُسکے گرد گھوم رهے هیں - یه ستارے سورج سے بہت دور هیں - مرکز سے جتني دوري بڑھتي هے ' اُتنا هي فاصله بھي زیاده هو جاتا هے - ذیل میں تخمیني فاصله ملاحظه هو :—

عطارد —	۱'۴۰'۰۰'۰۰۰	میل
زهره —	۲'۶۰'۰۰'۰۰۰	"
زمین —	۳'۷۰'۰۰'۰۰۰	"
مریخ —	۵'۶۰'۰۰'۰۰۰	"
مشتري —	۱۹'۲۰'۰۰'۰۰۰	"
زحل —	۵۵'۵۰'۰۰'۰۰۰	"
اورانوس —	۷۳'۰۰'۰۰'۰۰۰	"
نپچون —	۱'۱۵'۰۰'۰۰'۰۰۰	"

مریخ اور مشتري کے مابین ایک عظیم دائره موجود هے - اِس میں سو سے زیاده چھوٹے چھوٹے سیارات ' آفتاب کے گرد گردش کرتے هیں - اور اُس سے تقریباً دس کرور میل دور هیں -

هر بڑے ستارے کے ساتھه ایک یا کئي چاند هیں - اور اسکے گرد چکر لگاتے رهتے هیں - چنانچه زمین کے ساتھه ایک ' مشتري کے ساتھه چار ' زحل کے ساتھه دس ' اورانوس کے ساتھه چار ' اور نپچون کے ساتھه ایک هے -

آفتاب اپنے مرکز میں ره کر تمام کواکب کو اپني طرف جذب کرتا اور کھینچتا هے - یه تمام کواکب اور آفتاب مختلف قسم کي دھاتوں چٹانوں ' اور مشتعل گیسوں سے مرکب هیں - یه دھاتیں اُسي قسم کي هیں ' جیسي زمین میں هم دیکھتے هیں - آفتاب اِن تمام کواکب سے بہت بڑا هے - زمین کا قطر اسکے مقابله میں صرف ۱/۱۰۸ هے - زمین کا حجم آفتاب کے حجم کے سامنے صرف ۱/۱۲۸۰۰۰۰ هے - مشتري سب سے بڑے ستاروں میں هے - مگر اسکا قطر بھي آفتاب سے ۱/۱۵ کي نسبت رکھتا هے - فلکیوں نے تمام کواکب اور آفتاب کے وزن کا بھي تخمینه لگایا هے - انکے اندازه میں آفتاب اپنے تمام کواکب کے مجموعي وزن سے بھي سات سو گنا زیاده وزني هے - زمین تو اسکے مقابله میں بالکل هي بے حقیقت هے - وه زمین سے ۳۲۴۰۰۰ گنا زیاده وزني هے !

آسمان پر آفتاب کے علاوه اور نظام شمسي سے باهر ' بعض اور کرے بھي موجود هیں - ان میں سے بعض نظام شمسي سے بھي زیاده بڑے هیں - یه اثیر (ایتھر) اور گیسي مواد سے مرکب هیں - اور خود اپنے گرد گردش کرتے رهتے هیں -

اِس مشاهده کے بعد اگر هم نظام شمسي کو دیکھیں ' اس کے انداز پر غور کریں ' اور اپنے مرکزي آفتاب ' اور اسکے حلقه کے کواکب کي گردش پر نظر ڈالیں ' پھر اسکے بعد اثیر کے کروں پر غور کریں ' تو باهمي مشابهت کي وجه سے فوراً ذهن میں یه خیال پیدا هو جایگا که شاید آفتاب کي تاریخ اثیر هي سے وابسته هے -

اِس خیال کي تائید اِس امر واقع سے بھي هوتي هے که اگر هم کسي سیال ماده میں گردشي حرکت پیدا کردیں ' تو فوراً دیکھینگے که وه کئي حلقوں میں منقسم هوگیا هے - سب حلقے مرکز کے گرد گھوم رهے هیں اور خود هر حلقه اپنے اندر ایک گردشي حرکت رکھتا هے - یه حرکت بہت بڑي علمي اهمیت رکھتي هے - جیسا که ابھي معلوم هوگا -

(زمین میں حرارت)

اگر هم زمین کے اندر اُتریں (جیسا که کانوں میں یا کنویں کھودتے وقت دیکھا گیا هے) تو هر ۳۳ میٹر گہرائي میں حرارت ' سنٹي گریڈ کا ایک درجه بڑھتي جائیگي - اِس حساب سے ایک لاکھه کیلو میٹر نیچے ' حرارت کا درجه تقریباً تین هزار هوگا - معلوم هے که اتني حرارت جمله معدنیات کے پگھلا ڈالنے اور اکثر معلومه مرکبات کو گیس بنادینے کیلیے بالکل کافي هے - پھر همیں یه بھي معلوم هے که زمین کا نصف قطر تقریباً چھه هزار کیلومیٹر (۶۰'۰۰'۰۰۰ متر) هے - بنابریں زمین کے مرکزي حصه کا حجم ' جو مشتعل معدني مواد سے مرکب هے ' اُسکي اِس سطح یا چھلکے کے حجم سے بہت زیاده هے جسپر هم آباد هیں -

زمین کا مرکزي حصه سیال هے یا ٹھوس ؟ اِس بارے میں علماء میں اختلاف هے - بڑا گروه اُسے ٹھوس بتاتا هے ' کیونکه زمین کي

دیوکلس نے دوشیزہ پر ایک سرد نظر ڈالي اور کہا :

" محبت میرے دل سے اُسي طرح اڑ گئي ھے جس طرح دوسرا پردہ اڑ گیا تھا " اُسنے یہ کہا اور ایک طرف کو چلدیا !

دوشیزہ حیرت سے اُسے دیکھتي رھي - بھلا یہ رموز وہ کیونکر سمجھہ سکتي تھي ؟ اُسنے خیال کیا ' دیوکلس دیوانہ ھوگیا ھے -

***

ایک سال بعد دیوکلس نے تیسرا پردہ چاک کیا - اُسکي نظر اور بھي زیادہ تیز ھوگئي - اسکا نفس ناطقہ زیادہ شائستہ اور بلند مرتبت ھوگیا !

اب فلسفہ کے حلقوں سے بھي وہ الگ ھوگیا - اگر کبھي اتفاق سے وہ عوام کے سامنے بولتا تو لوگوں کے کان اُسکے لیے وقف ھو جاتے - انساني دلوں کے لیے اُسکي آواز میں ایک ایسي تاثیر تھي کہ یونان کے صحنہاے حکمت میں کسي بڑے سے بڑے حکیم کي آواز کو بھي نہ ملي ھوگي - پورے ایتھنس نے جمع ھوکر فیصلہ کردیا کہ دیوکلس ' استاد عظیم افلاطون اور دوسرے تمام حکیموں سے بازي لیگیا - اُس سے منتیں کي گئیں کہ فلسفہ کي امامت قبول کرلے مگر اسنے بے پروائي سے انکار کر دیا -

اسي زمانہ میں ایسا ھوا کہ ایتھنس پر دشمنوں نے حملہ کر دیا - دیوکلس وطن کي مدافعت میں پیش پیش تھا - بے نظیر شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ایتھنس کو فتح ھوئي - بہادروں کو فورم میں پھولوں کے تاج تقسیم کیے گیے - سب سے بڑا تاج دیوکلس کے واسطے طیار ھوا تھا - مگر عین وقت پر جب اُسے پکارا گیا ' تو وہ موجود نہ تھا !

***

برسوں پر برس گذرتے چلے گیے - ھر برس دیوکلس حقیقت کا ایک پردہ چاک کر آتا تھا - ابھي وہ جوان تھا مگر اسکا سر سفید ھو گیا - کمر جھک گئي - آنکھیں دھنس گئیں - قوي کمزور پڑ گیے - اِسپر بھي وہ خوش تھا ' کیونکہ وہ عنقریب " حقیقت " کا مشاھدہ کرنے والا تھا ' اُس حقیقت کا بے پردہ بے ' نقاب مشاھدہ ' جسے کبھي کسي بشر نے نہیں دیکھا !

***

آخر فیصلہ کي رات آگئی - آج " حقیقت " پر سے آخري پردہ بھي اُٹھہ جایگا - آج بے نقاب حقیقت اسکے سامنے ھوگي !

دیوي ' دیوکلس کو حسب عادت اڑا لے گئي - اور حسب معمول حقیقت ' کے سایہ کے سامنے کھڑا کر دیا :

" دیکھہ ' حقیقت کس قدر تاباں ھے ! پچھلے برسوں میں جتنے پردے تونے چاک کیے ' وہ اسکے چہرے کے پردے نہ تھے - تیري ھي غفلت کے پردے تھے جو تونے اپني آنکھوں پر ڈال لیے تھے - تونے ایک ایک کر کے تمام غفلتیں دور کردیں - آج آخري پردے کي باري ھے - اِسکے بعد تو رودررو حقیقت کا جلوہ دیکھہ لیگا - اگر تو اپنے کیے پر پشیمان ھے ' یا تیرے دل میں ذرا بھي خوف موجود ھے ' تو اب بھي وقت ھے - لوٹ جا ' اور باقي زندگي چین سے گزار "

دیوکلس ' جوش طلب سے دیوانہ ھوکر چلایا :

" اِسي منزل کي طلب میں تو میں نے ساري عمر گزار دي - اب میں " حقیقت " سے کس طرح منھہ موڑ سکتا ھوں ؟ میں آخري پردہ بھي چاک کردونگا - میں حقیقت کو ضرور بے نقاب دیکھونگا "

اُسنے یہ کہا اور آگے بڑھا - اُسکا دل دھڑکنے لگا - ھاتھہ کانپنے لگا وہ اپني بزدلي پر شرمندہ ھو رھا تھا مگر عمل کي ھیبت و دھشت سے بے بس تھا - اس نے دانت بھینچے ' آنکھیں بند کیں ' دل کڑا کے آگے بڑھا ' ھاتھہ بڑھایا ' اور آخري پردہ بھي کھینچ لیا ......

اُف ' ھولناکي !

پردہ ھٹتے ھي روشني غائب ھوگئي —— گھٹا ٹوپ اندھیري چھا گئي ... کچھہ بھي دکھائي نہیں دیتا تھا !

دیوکلس نے اتنے زور سے چیخ ماري کہ قریب تھا ' اسکا سینہ شق ھو جاے :

" حقیقت کہاں ھے ؟ حقیقت کہاں ھے ؟ اے دیوي ! حقیقت کہاں ھے ؟ مجھے تو کچھہ سجھائي نہیں دیتا - وہ ' جو آخري پردے کے پیچھے تھي ' کہاں چلي گئي ؟ ساري دنیا تاریک ھو رھي ھے ... "

" تیري آنکھیں پھوٹ گئیں ! " حکمت کي دیوي نے وقار سے کہا " اے کائنات کے بیٹے ' تیري آخري غفلت بھي اڑ گئي ! بے نقاب حقیقت کوئي بھي نہیں دیکھہ سکتا - اگر دیکھہ سکتا ھے تو اُسے پردوں ھي میں لپٹا دیکھہ سکتا ھے - کوئي دس پردوں کے اندر سے دیکھتا ھے - کوئي اِس سے کم میں دیکھتا ھے - کوئي اِس سے بھي زیادہ میں - مگر حقیقت عریاں کا مشاھدہ ناممکن ھے ... تونے دیکھنا چاھا ' تو تونے دیکھہ لیا کہ تو کیا دیکھہ سکتا ھے ! ... "

دیوکلس نے یہ سنا اور منھہ کے بھل زمین پر گر پڑا - اب اُسکے جسم میں روح موجود نہ تھي ... شاید " حقیقت " کي جستجو میں اُسنے دوسري دنیا کي راہ لي تھي ... "

الھلال

کا

یہ ۹ - واں نمبر ھی

لیکن

اسوقت تک ضرورت باقي ھے کہ توسیع اشاعت کي طرف آپ کو توجہ دلائي جاے -

اس میں شک نہیں کہ اصحاب ذوق نے جس طرح الھلال کا استقبال کیا ' شاید ھي اُسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ھے کہ پرچہ کي ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ھے ' اور قیمت اُسکے مقابلہ میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھاني چاھیے - یا اتني وسیع اشاعت ھوني چاھیے کہ اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي ھوجاے -

پیدا ہوتے ہیں ' اور ایک جان سے دوسرے وجود کي جان متولد ہوتي ہے - چنانچہ اس نے تجربہ کرکے دکھا دیا کہ انجیکشن کا قوام ' گوشت کا ست ' اور آلو جیسي ترکاریاں جو انکي مزعومہ پیدایش کا سب سے بہتر اور اصلح محل ہیں ' جب ہوا سے بالکل محفوظ کردي جاتي ہیں یا بہت اچھي طرح اُبالدي جاتي ہیں ' تو ان میں جراثیم کي پیدایش بالکل نہیں ہوتي - موجودہ علماء مادیئین کا خیال ہے کہ پاسٹیور نے اپنے تجارب سے مذہب تولد ذاتي کي دلیلیں کمزور کردي ہیں -

عہد آخر کے حکما میں ارنسٹ ہیگل ' مذہب تولد ذاتي کا سب سے بڑا عالم ہے - وہ کہتا ہے " اگر فی الحال تولد ذاتي کا وقوع ناممکن نظر آتا ہے تو اِس سے بطلان لازم نہیں آجاتا - کیونکہ جس زمانہ میں یہ واقع ہوا تھا ' اُس وقت سمندروں کا پاني ایک خاص طبعي حالت اور کیمیاوي خاصیت رکھتا تھا - حرارت کا درجہ ' نمک کي بوعیت ' اور پگھلے ہوئے گیسوں کي کیفیت کچھہ اور ہي طرحکي تھي - ایک محدود زمانہ تک یہي حالت رہي - پھر اُس کے بعد کبھي پیش نہیں آئي - لہذا تولد ذاتي کے اِس وقت محال نظر آنے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اُس عہد میں بھي محال تھا - اب زمین کي وہ حالت باقي نہیں رہي ہے جو اُس وقت تھي جب تولد ذاتي شروع ہوا تھا -

لیکن اس مذہب کے مخالف کہتے ہیں ' مشاہدہ اس خیال کي تصدیق نہیں کرتا - علماء علم الحیات نے سخت کوششیں کیں - طرح طرح کے تجربے کیے ' قسم قسم کے ما حول طیار کیے ' مختلف مواد میں کمي بیشي کي ' حرارت اور تمام معلوم شعاعوں کي روشني مہیا کي ' لیکن پھر بھي زندگي بے جان مواد سے پیدا نہ ہوسکي - وہ یہ بھي کہتے ہیں کہ زندگي کے آغاز کے وقت سمندروں کي حالت کیسي ہي خاص اور زندگي پیدا کرنے کے لیے صالح کیوں نہ ہو ' لیکن اس حالت سے بہتر نہیں ہوسکتي جو مختلف وسائل جمع کرکے علماء حیات نے اب مہیا کردي ہے - تاہم کوئي کامیابي نہیں ہوئي -

(مختلف نظریے)

پھر آخر زمین پر زندگي کا آغاز کیوں کر ہوا ؟ اوپر کي بحث سے یہ گتھي ذرا بھي نہ سلجھي -

ایک بہت بڑا ماہر علم الحیات کہتا ہے " زمین پر زندگي ننھے ننھے کیڑوں اور سوکھے جراثیم کي شکل میں آئي - مگر یہ اُن چھوٹے چھوٹے معدني ٹکڑوں کے ذریعہ پہنچي تھي جو دوسرے ستاروں سے ٹوٹ کر ہماري زمین پر گرے تے - اس وقت وہ اُس زندگي کے لیے مناسب ماحول رکھتي تھي " اِس عالم کا خیال ہے کہ کواکب میں زندگي ازل سے موجود ہے - اِنھي کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر دوسرے کواکب میں زندگي کے جراثیم پہنچاتے رہے ہیں -

مشہور عالم علم الحیات ہل ہمنز اور ٹامسن کي بھي یہي رائے ہے - پروفیسر ارمنیس نے یہ نظریہ اور زیادہ وضاحت و اضافہ کے ساتھہ بیان کیا ہے - وہ کہتا ہے " زندگي بھي اُسي طرح ازلي ہے جس طرح خود مادہ ازلي ہے - زندگي کے تخم یا جراثیم کواکب سے ہمیشہ جدا ہوتے رہتے ہیں - آفتاب کے نور میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ ان حقیر جراثیم کو پھیلاتا اور فضا میں بہاتا ہے - آفتاب کے نور کي یہ خاصیت مکسویل کے تجربوں سے یقیني طور پر ثابت ہوچکي ہے -

بنابریں فضا اِن جراثیم سے لبریز ہے - یہ جراثیم پاني اور ہوا سے محروم ہونے پر بھي زندہ رہتے ہیں - نیز بالائي فضا کي سخت سردي بھي برداشت کرلیتے ہیں - علماء کا خیال ہے کہ وہاں برودت صفر سے ۲۲۰ - درجہ نیچے ہے - یہ جراثیم ہر لمحہ بہت بڑي مقدار میں آسماني اجزاء کے ساتھہ ایک ستارہ سے دوسرے ستارے میں گرتے رہتے ہیں - آفتاب کي قوت دافعہ اس نقل و حرکت میں اُنہیں مدد دیتي ہے "

لیکن تولد ذاتي کا مذہب بھي اس وقت تک سپر انداز نہیں ہوا ہے - ارنسٹ ہیگل کے بعد بفلوگر نے اس کي از سر نو صدائیں بلند کیں - اُس کا نظریہ بھي ہیگل کے نظریہ سے مشابہ ہے - وہ کہتا ہے " قابل حیات مادۂ زلالیہ (Albumen) بلا کسي واسطے کے اُس وقت خود بخود موجود ہوگیا تھا جب زمین کے پاني میں زندگي قبول کرنے کي صلاحیت پیدا ہوگئي تھي - اِس مادہ کي تکوین ' سیانوجن (نٹروجن اور کاربون کا مرکب) آکسیجن ' اور دوسرے پگھلے ہوئے معدني مواد کے اتحاد کا نتیجہ تھي - جوں ہي اِن اشیاء کا باہم اجتماع ہوا ' قابل حیات مادۂ زلالیہ وجود میں آگیا - پھر تدریجي ترقي کے بعد ادنی جانداروں کي شکل میں تبدیل ہوگیا - یہي ابتدائي جاندار ' جملہ حیوانات و نباتات کي اصل ہیں " اِس عالم کا خیال ہے کہ شروع میں صرف ایک جاندار ے ظہور کیا تھا - پھر اُس سے دو جاندار پیدا ہوگئے - یہي دونوں جملہ ذي روح کائنات کے مورث اعلی ہیں - ایک سے نبات کا سلسلہ شروع ہوا - دوسرے سے حیوان کا -

سنہ ۱۸۸۰ - میں ایک عالم پریپر نے تمام علماء سے مختلف مذہب اختیار کیا - وہ کہتا ہے "عالم کون میں زندگي ازلي و قدیم ہے - زمین پر زندگي اسوقت بھي موجود تھي جب وہ ایک آتشي کرہ تھي" وہ یہ بھي تسلیم نہیں کرتا کہ جمادات سے زندگي کا آغاز ہوا - اُسکا دعوی ہے کہ خود جمادات کسي ازلي زندگي سے پیدا ہوے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ قول شاذ اور کمزور ہے - مشاہدے کے بھي خلاف ہے - ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ زندہ کائنات ایک خاص درجہ تک ہي حرارت برداشت کرسکتي ہیں - زیادہ سے زیادہ حرارت برداشت کرنے والے جراثیم کے تخم بھي سنٹي گریڈ کے ۱۲۰ - درجہ میں ۲۰ - منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے - ایسي حالت میں زندگي کا اسوقت موجود ہونا جب یہ کرہ ایک آتشي کرہ تھا ' کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے ؟

(وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

غرضکہ زندگي کي گتھي باوجود علم کي اس تمام جد و جہد کے ' ابتک سلجھہ نہیں سکي ہے - یہ ایک معما ہے جس کا حل عقل انساني کي دسترس سے باہر تھا اور اب تک باہر ہے - جس قدر بھي نظریے قائم کیے گئے ہیں ' اول تو وہ نظریہ سے زیادہ نہیں ' پھر ان میں بھي اس قدر فکر کا اضطراب اور راے کا اختلاف ہے کہ ظلمات بعضہا فوق بعض کے مصداق ہیں - اب سے تیرہ سو برس پہلے اس بارے میں ادعاء علم نے نہیں بلکہ زبان وحي نے ایک اعلان کیا تھا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربي دنیا آج بھي اس سے زیادہ کچھہ نہیں جانتي - اور اس لیے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا حکم بدستور عقل انساني پر حکمراں ہے !

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کي فضا اپنا بوجھ اُس پر ڈالے ہوئے ہے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش فشاں پہاڑ نظر آتے ہیں ایسے ہي پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بھي موجود تھے جو زمین کي عمر کا ابتدائي زمانہ تھا - اصطلاح طبقات الارض میں یہ دور " عہد ارضي " کہلاتا ہے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کي قطعي دلیل ہے کہ زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کرہ ہے - چونکہ جزء ہمیشہ کل کے ماتحت ہوتا ہے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین کي یہ پتلي پپڑي یا چھلکا بھي ایک زمانہ میں اپنے کل کي طرح مشتعل ہوگا - زمین اپني تاریخ کے کسي قدیم دور میں آتشي کرہ تھي -

چاند کو بھي اگر دوربین سے ہم دیکھیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ چاند پر بھي تقریباً ویسے ہي تاریخي انقلاب طاري ہوچکے ہیں جیسے زمین پر گزر چکے ہیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریہ)

اِس طرح کے مشاہدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانت اور اس کے بعد فرنچ ریاضي داں لاپلاس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ شروع میں پورا نظام شمسي نہایت ہي گرم گیس کا کتلہ تھا - یہ کتلہ کسي نا معلوم محرک کے ذریعہ خود اپنے گرد گھومنے لگا - اِس حرکت نے حلقے پیدا کیے - پھر ان کے مرکز میں کثافت و انجماد پیدا ہوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یہي مرکز آفتاب بن گیا - پھر گردشي حرکت کي وجہ سے اُن حلقوں کے اندر بھي حلقے پیدا ہوتے گئے - اِن ثانوي حلقوں میں سے ہر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کي کیفیت پیدا ہوئي اور ایک نیا کوکب ناري بن گیا - پھر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بھي کثافت و انجماد کا عمل شروع ہوا اور بتدریج ایک یا کئي چاند پیدا ہوگئے - مگر یہ بھي اُس وقت آتشین تھے - بتدریج ٹھنڈے ہوکر موجودہ شکل میں آئے ہیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخي عہد کے حلقے موجود ہیں - چنانچہ دوربین میں زحل کے گرد علاوہ اُس کے دس چاندوں کے ' تین تہیں رکھنے والا گیسي حلقہ بھي دکھائي دیتا ہے -

خاص زمین کے متعلق مذکورہ بالا علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وہ بتدریج ٹھنڈي ہونا شروع ہوئي ' یہانتک کہ اُس کي سطح جم گئي - جب زمین کي حرارت ٣٥٠ درجہ پر پہنچي تو اُس پر پارے کي موسلا دھار بارش ہوئي - جب حرارت اور کم ہوئي اور ١٠٠ درجہ پر آئي ' تو کھولتے ہوئے پاني کي بارش شروع ہوگئي - مگر چونکہ زمین اور اُس کي فضا کي حرارت ہنوز بہت زیادہ تھي ' اِس لیے پاني جمع نہ ہوسکا اور بھاپ بنکر اڑ گیا - پھر جب حرارت ١٠٠ درجہ سے بھي کم ہوگئي ' تو اُس وقت بارش کا پاني جمع ہوا اور سمندروں کي تکوین ہوئي - اُس زمانہ کے سمندروں کا رقبہ موجودہ سمندروں سے بہت زیادہ تھا - کیونکہ اُس وقت زمین کا داخلي حصہ بہ سبب شدت حرارت کے پاني سے خالي تھا - اور اُسکي موجودہ سلوٹیں وجود میں نہیں آئي تھیں جنھوں نے بعد میں پہاڑ اور سمندر کي گہرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یہ خیال محض نظریہ نہیں ہے بلکہ علماء طبقات الارض کا مشاہدہ ہے -

(کائنات حیات)

اب زندہ کائنات کي بحث سامنے آتي ہے - ظاہر ہے بہت شدید حرارت میں زندگي موجود نہیں ہوسکتي - اس لیے لازمي طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگي سے خالي تھي - یہ تسلیم کرنے کے معني یہ ہوئے کہ ہم یہ بھي تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر زندگي ہمیشہ سے موجود نہیں تھي - بعد میں اُسکا آغاز ہوا -

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندگي یا اولین ذي روح کائنات کا آغاز کن مواد سے ہوا ؟ کیا اُن جمے ہوے معدني مواد سے جو شدید حرارت کي وجہ سے اولین سمندروں میں پاني کي طرح بہہ رہے تھے ' اور گرمي کے کم ہونے پر جم گئے ؟ اگر یہ مان لیا جائے تو بحث ختم ہوجاتي ہے -

(دو مذہب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود ہیں کہ اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نہیں - اس کا فیصلہ اِس مسئلہ کے فیصلہ پر موقوف ہے کہ غیر ذي روح اشیا سے ذي روح اشیا پیدا ہوسکتي ہیں یا نہیں ؟ اس بارے میں جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہوسکتیں یا کم از کم نہیں ہوتي ہیں ' لیکن تولد ذاتي کے قائل اسکے خلاف ہیں -

مذہب جمہور کي بنیاد واضح ہے - وہ کہتے ہیں اس طرح کي کوئي تخلیق علمي طریقہ پر ثابت نہیں ہوئي ہے - ایک زمانہ میں عوام کا یہ خیال خواص میں بھي پھیلا ہوا تھا کہ بہت سے جانور مٹي ' پاني ' اور مختلف غیر ذي روح مواد سے پیدا ہو جاتے ہیں - مثلاً وہ سمجھتے تھے ' حشرات الارض مٹي اور پاني سے پیدا ہو جاتے ہیں - مکھیاں اور مچھر گندگي اور کیچڑ سے پیدا ہوکر اڑنے لگتے ہیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتھ ہي زمین سے اُٹھنے لگتے ہیں - یا پنیر اور اسي طرح کي چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے ہیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت ہوگیا کہ یہ تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نہیں ہوتے - بلکہ جاندار مخلوق ہي سے جان حاصل کرتے ہیں - ان سب کي پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکھیوں کے انڈے سے ہوتي ہے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکھے جاسکتے ہیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانہ میں بہت زور دیا جاتا تھا - مگر ثابت ہوگیا کہ وہ خاص قسم کي مکھي کے انڈوں سے پیدا ہوے ہیں ' اور اگر انکي حفاظت کي جائے تو وہ بڑے ہوکر مکھي کي شکل اختیار کرلیںگے - یہ بات سترھویں صدي کے وسط ہي میں پایۂ تحقیق تک پہنچ گئي تھي کہ مٹي وغیرہ سے جانداروں کي پیدایش کا خیال غلط ہے -

لیکن دوسرا مذہب اُن لوگوں کا ہے جو " تولد ذاتي " کے قائل ہیں - خوردبین کي ایجاد نے اِنھیں تقویت دي - اُنھوں نے اعلان کیا کہ ایک خاص طرح کے جاندار ' مردہ پتیوں کے رس جیسے سیال مادوں میں پیدا ہو جاتے ہیں - لیکن میلن اڈورز اور شوان وغیرہ علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وہ کہتے ہیں اگر ہم ان سیال مادوں کو آگ پر رکھکر کھولائیں اور اُن جراثیم سے آلودہ نہ ہونے دیں جو ہوا میں موجود ہیں ' تو ان میں کبھي یہ جاندار پیدا نہ ہونگے - یہ بھي در اصل ہوا کے جراثیم کي پیداوار ہیں -

مذہب " تولد ذاتي " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبیني کیڑوں) کي نسبت بھي دعوا کیا تھا کہ یہ اُن قابل حیات اور معدني مواد سے پیدا ہوتے ہیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود ہیں - لیکن پاسٹیور نے اسکي تغلیط کي - اس نے ثابت کیا کہ اس میں بھي وہي غلطي ہے جو بڑے جانوروں کي پیدایش کے سطحي معائنہ میں ہوئي تھي - یہ جراثیم بھي ہوا کے جراثیم سے

دارا شاہ ایران کے نقوش خط میخی میں جن سے اولن‌سن نے خط میخی کے پڑھنے کي کنجي معلوم کي -

رشید (مصر) کا مشہور پتھر جس سے شمپولین نے هیرو گلیفي خطوط کا راز حل کیا -

هوا ہے - خیال کیا جاتا ہے ' دسویں صدي میں یهه دفن هوگیا تها - اِسمیں تبتي ' چیني ' اور ترکي زبانوں کي ٥٠٠ فت مکعب تحریریں موجود هیں -

شمالي ایشیا اور جنوب روس میں ایک اسکیتھي بادشاہ کي قبر ملي ہے - یہ قبر دریائے ڈینیپر کے کنارے علاقه ملیتو پول کے قریب واقع ہے - اِس کي تاریخ چوتهي صدي قبل مسیح تک پهنچتي ہے - بادشاہ کے ساتهه اُس کي تلواریں ' کمانیں ' ذرع ' خود ' قسم قسم کے زیور ' طلائي کنگها ' اور دوسري بہت سي چیزیں دفن تهیں - اِتنا هي نهیں بلکه اِس سامان کے پهلو میں بادشاہ کا سائیس ' خادم خاص ' شمشیر بردار ' اور پانچ گهوڑے بهي مدفون ملے هیں -

آثار قدیمه کے انکشاف کا میدان ابهي بہت وسیع ہے - کیونکه ابهي مصر میں بکثرت ایسے قبرستان موجود هیں جنهیں هاتهه بهي نهیں لگایا گیا ہے - عرب ' چین ' اور وسط ایشیا میں تو اب تک کچهه کام هوا هي نهیں ہے - یمن میں بے شمار آثار ' بتوں کي شکل میں نمایاں هیں ' اِس وقت تک اِن کي تحقیق نهیں هوئي ہے - زمین کے اندر جو کچهه دفن ہے ' وہ اِس کے علاوہ ہے -

امید کي جاتي ہے که جس وقت آثار قدیمه کا علم ترقي کرجائیگا تو انسان کي تدریجي ترقي کي پوري تاریخ معلوم هوجائیگي -

ذیل کي فہرست سے معلوم هوگا که اِس وقت کن کن ملکوں میں آثار قدیمه کي تحقیقات هو رهي ہے اور کون کون جماعتیں یه کام کر رهي هیں :

(۱) امریکه کا عجائب خانۂ تاریخ طبیعي - اِسکي جماعتیں مکسیکو اور منگولیا میں کام کر رهي هیں - اِنکا موضوع بحث علم الحیوان ' طبقات الارض ' اور تنقیب ہے -

(۲) امریکن متروپولیت عجائب خانۂ فنون - اِسکي جانب سے قدیم مصري تمدن کي تحقیقات هو رهي ہے -

(۳) پنسلفانیا کي یونیورسٹي ' بابل ' فلسطین ' اور مصر میں تحقیقات کر رهي ہے -

(۴) هار فرڈ یونیورسٹي اور عجائب خانۂ فنون جمیله کي جماعتیں مصر میں ایتھوپیا کي شهنشاهي کے عہد کي تحقیقات میں مصروف هیں -

(۵) هارفرڈ یونیورسٹي ' هونڈوراس میں تحقیقات کر رهي ہے -

(۶) کارنیگي انسٹیٹیوٹ ' یوکاتن (امریکا) میں تحقیقات کر رها ہے -

(۷) امریکن سوسائٹي ایشیائے کوچک میں -

(۸) امریکن انڈین میوزیم ' میکسیکو اور کوہ اوزارک میں - اِس کا موضوع بحث امریکا کے سرخ فام انسانوں کي اصلیت معلوم کرنا ہے -

(۹) برٹش فرنچ امریکن کمیٹي - بیت المقدس میں -

(۱۰) کارنافون (کانت کمیٹي) مصر میں -

(۱۱) ولي و (برطانیا) کي کمیٹي - بابل اور اُور میں -

(۱۲) محکمۂ آثار قدیمه اور کونت پرورک - تیونس میں قرطاجنه کي تحقیقات کر رہے هیں -

(۱۳) سر جوزف ڈولین - قسطنطنیه میں عہد بیزنطیني کي تحقیقات کر رہے هیں -

توت آنخ آمون کا تابوت اور اُس کي نعش کا نظارہ

آثار عتیقه

علم الآثار

(Archaeology)

جدید علم الآثار کي بنا غالباً سب سے پہلے شمبولین نے ڈالي - اِسنے علاقه "رشید" (مصر) میں ایک سنگي لاٹ دیکھي - اِس لاٹ پر ایک هي تحریر تین قسم کے رسم الخط میں لکھي تھي : هیرو گلیفي (قدیم مصري کاهنوں کا خط)' دیموتیکي (قدیم مصري عوام کا خط)' خط قبطي (یه خط در اصل یوناني هے - مصر کے فرمانروا خاندان بطلیموس نے اِسے جاري کیا تها) در حقیقت یهي تحریر بعد میں علم الآثار کي بنیاد بن گئي - اُس سے هیروگلیفي اور دیموتیکي ' دونوں رسمُ الخط معلوم هو گئے - اِتنا هي نهیں بلکه قدیم مصري زبان بهي اسکے ذریعه مدون کرلي گئي -

آثار قدیمه کے انکشاف میں اتفاقات زمانه کو بہت دخل هوتا هے ' اگرچه صحیح ' قیاس و اندازه' سے بهي بڑي مدد ملتي هے -

مصر کي ایک سب سے زیاده محفوظ ممي

چنانچه یورپ کا ایک قدیم ترین اثر اِس طرح دریافت هوا که اسپین میں بعض آدمیوں نے محض اتفاق سے ایک غار میں جهانکا تو اُسکي دیواروں پر اُنهیں تصویریں نظر آئیں - یه تصویریں اُن حیوانات کي هیں جو اب روئے زمین پر موجود نهیں هیں - لیکن قدیم ترین زمانوں میں موجود تهے - دور حجري کے انسانوں نے یه تصویریں بنائي تهیں - ان سے ایک طرف یه معلوم هوگیا که اِس قسم کے حیوان ایک وقت میں موجود تهے' دوسري طرف یه پته چل گیا که انسان کي فني ترقي کے ابتدائي نمونے کیسے تهے ؟

اِسي طرح یونان کے ایک علاقه میں ایک مرتبه ریل گاڑي ٹوٹ گئي - بعض مسافر ٹہلتے هوئے اتفاق سے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے - وهاں اُنهیں ایک قدیم آبادي کے نشان ملے - تحقیقات سے ثابت هوا که یه آبادي' سن عیسوي سے ایک هزار برس پہلے یہاں قائم تهي -

اِسي طرح یونان میں ایک شخص کو اتفاق سے ٹوٹے هوئے ظرف کا ایک ٹکڑہ ملا - اِس پر یه پہیلي کنده تهي " دیو جانس فلسفي سے پوچھا گیا : وہ کون حبشي هے جو سفید روٹي کهاتا هے ؟ حکیم نے جواب دیا : وہ رات هے جو دن کو نگل لیتي هے "

آثار قدیمه کے انکشاف میں افواهوں اور افسانوں سے بهي بڑي مدد ملتي هے - چنانچه شہر تدمر کا پته اِسي طرح چلا که اُن اطراف کے بدوؤں میں ایک ٹیله کے متعلق مشہور تها که اسکے نیچے شہر تدمر مدفون هے -

اسي طرح شہر ٹراوڈہ کا پته اس طرح چلا که ایک جرمن لڑکا هومر کي الیڈ پڑھ رها تها - پڑهتے پڑهتے اُسے شوق هوا که اس عجیب مقام کي سیر کرے جسکي توصیف میں هومر نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لڑکے پر بڑي بڑي مصیبتیں پڑیں مگر یه شوق اُسکے دل سے نه گیا - علماء تاریخ کهتے تهے که ٹراوڈہ کا کوئي وجود نهیں هے ' محض هومر کا تخیل هے - لیکن نوجوان نے اُنکي بات نه سني اور ۳۵ سال کي عمر میں اُس مقام پر جا پہنچا جهاں ٹراوڈہ کي موجودگي بتائي گئي تهي - چند سال زمین کهودتا رها - یهانتک که ٹراوڈہ کے نشان مل گئے !

ایک دوسري نعش مکمل حالت میں

سب سے بڑا قدیم اثر جو اِس وقت تک دریافت هوا هے ' وہ مشہور اٹالین شہر " پامپي " هے - پہلي صدي عیسوي میں آتش فشاں پہاڑ نے اسے اپني راکهه سے ڈهک دیا تها - اب یه کهود کر نکال لیا گیا هے - اسکي سڑکوں پر ابتک گاڑي کے پہیوں کے نشان موجود هیں - دیواروں پر سرکاري اعلان چسپاں هیں - دکانیں بدستور موجود هیں - ایک شراب خانه میں مرمري میز اپني اصلي حالت پر رکها هوا هے - اسکے کنارے کثرت استعمال سے گهسے هوئے هیں - گهروں میں پاني کے نل لگے هوئے هیں - کمروں میں تصویریں آویزاں هیں - محلوں میں بدستور باغیچے اور چمن هیں - اگرچه سب تقریباً پهنهرا گئے هیں -

اسي طرح ٹیونس کے سمندر میں ایک کشتي ملي هے - یه دو هزار برس پہلے غرق هوئي تهي - اِس میں سنگ مرمر کے ۶۵ ستون رکهے گئے تهے -

مغربي چین میں ایک مدفون کتب خانه دستیاب

دنیا کي سب سے پراني کتاب طب : مسٹر اڈوین اسمتهه نے اس منقش پتهر پر طبي مسائل پڑهے جو مصر سے برآمد هوا تها - اس پر هیرٹیک حروف کنده هیں جو هیرو گلیفي خط کي ایک شاخ هے -

(پادریوں کا چنگل)

" مرمر کے اسنے جلادوں کے پنجه سے رهائي حاصل کي تهي - مگر رائے بدنصیبي ' فوراً فسیسوں کے چنگل نے آسے آ دبوچا ! میں یه اس لیے نہیں کہتا که مجے اِس پر کوئي تعجب ہے - لیکن بلا شبهه یه عجیب ہے که ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا اُسقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکه شریف النفس بهي ہے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک هوگیا ؟ حالانکه آسے ایسي دنائت سے بلند هونا چاهیے تها - ایک مذهبي پیشوا هونے کي حیثیت سے اُسکا فرض تها که مظلوم پر ترس کهائے ' نه یه که اُلٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربسته هو جائے - وہ مظلوم ' جو پہلے هي سے زمانه کے هاتهوں کچلا جاچکا ہے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیه بردار اِس ناکردہ گناہ کے مٹادالنے پر تل گئے هیں - وہ یقین کرتے هیں که هم آسے ضرور بالضرور مٹادینگے - حقیر سے حقیر واعظ اور ادنی سے ادنی مجاور بهي کوشش کر رہا ہے که اِس خود ساخته دشمن کے گلا گهونٹنے کا فخر صرف اُسي کو حاصل هو' اور اِسکے سر پر فیصله کن ضرب اُسي کے پاؤں کي ٹهوکر سے لگے !

(اُسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا ہے که اگر پیرس کي مجلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نه کیا هوتا ' تو آپکو میري کتاب سے بغض کم هوتا ؟ بلاشبه بعض لوگ یهي خیال ظاهر کرتے هیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے هرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکه یه خلاف واقعه ہے - اے میرے آقا ! مجھے بتاییے آپنے ایسے پہلے میرا رد کرنے کي زحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے منصب کے خلاف رساله شائع کیا ' میں نے دي لامبرت کے نام خطوط چهاپے ' کئي کتابیں لکهیں ' مگر آپکے قلم کو کبهي جنبش نه هوئي ! حالانکه میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود هیں ' جیسے کتاب التربیت میں ظاهر کیے گئے هیں - کیا آپنے میري یه کتابیں نہیں پڑهي تهیں ؟ حالانکه اگر نه پڑهي هوتیں تو آپنے اِس رد میں اُن پر بحث نه کرسکتے - کیا آپ کي یه خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نه تهي ؟ حالانکه بقول آپکے اِن کتابوں میں بهي الحاد کي دعوت دي گئي ہے - کیا یه حقیر مؤلف اُس وقت کم خطا کار تها ' اور اب زیادہ هوگیا ہے ؟ حالانکه آپ آسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے هیں - آخر کیا بات تهي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نه هلي ؟ یه وجه تو نه تهي که اُس وقت آپکے دشمن کم تهے ' اور میں بهي خالفوں سے گهرا هوا نه تها ؟ اُس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول هوچکي تهیں اور آپ عوام کے غصے سے ڈرتے تهے ؟ لیکن اب ' جبکه حالات میں تبدیلي پیدا هوئي - میرے دشمنوں نے ایکا کرکے مجهه پر یورش کردي ' مجھے ملحد اور باغي مشهور کیا ' حکومت نے بهي هتیار سنبهال لیے ' اور آپکے دشمنوں نے بهي کہنا شروع کردیا که پیشوائے اعظم هوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچهه نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے اُسکي حمایت کررهے هیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے آٹهے ' اور اپنے دشمنوں کا منهه بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف برانگیخته کیا ؟ اگر ایسا هي ہے تو بلاشبه میرے دماغ کو شدت تحیر سے سکته هو جانا چاهیے ! "

اِس تمہید کے بعد روسو ' اُسقف کے بیان کا رد شروع کرتا ہے -

(صفات الهي)

اُسقف نے لکها تها :

" روسو کہتا ہے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر هوں ' لیکن ساتهه هي یه دعوی بهي کرتا ہے که یه موجود حقیقي علم ' قدرت ' ارادہ ' اور حکمت رکهتا ہے !"

روسو جواب دیتا ہے : " خدا کي صفت ' علم ہے - لیکن اسکا علم کیا ہے ؟ انسان کا علم تو اُسکي قوت تفکر میں ہے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تامل کا محتاج نہیں - اُسکي تفکیر کے لیے نه تو مقدمات هیں ' نه نتائج هیں ' نه فرض و قیاسات هیں - اُسکا علم ازلي ہے - جو تها ' جو ہے ' جو هوگا ' سب اُس پر آشکارا ہے - تمام حقائق اُسکے سامنے ذرۂ ریگ سے بهي چهوٹے هیں - تمام دنیا اُسکي نظر میں قطرۂ آب سے بهي محدود ہے ' تمام اگلے پچهلے زمانے اُسکے نزدیک لمح بصر سے بهي مختصر هیں "

" باقي رهي قدرت الهي ' تو قدرت الهي کا یه حال ہے که انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت هوتي ہے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الهي خود اپني قوت سے عمل کرتي ہے - خدا قادر ہے ' کیونکه وہ ارادہ رکهتا ہے - اور اُسکا ارادہ هي اُسکي قدرت ہے !"

" خدا ' لاریب خیر ہے - انسان کا خیر یه ہے که اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر اُسکا وہ نظام ہے جس سے وہ کائنات کو سنبهالے اور تمام اجزاء کو باهم جوڑے هوئے ہے -

" خدا لاریب عادل ہے - عدل الهي بهي اُسکے خیر هي کا ایک نتیجه ہے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل ہے ' خدا کا عمل نہیں ہے - روح کا اضطراب ' جس کي وجه سے فلاسفه قدرت الهي کے منکر هوجاتے هیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیادہ واضح کرنے والا ہے - انسان کا عدل یه ہے که هر حقدار کو اُسکا حق دیدے - خدا کا عدل یه ہے که هر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے ! "

(حقیقت الهي)

" یهه صفات میں نے عقل کي منطق کي راہ سے معلوم کي هیں - لیکن میرے دماغ میں اُنکا مفهوم مرتب و مفصل نہیں ہے - میں اُنهیں تسلیم کرتا اور اُنپر اصرار کرتا هوں ' مگر اُنکي پوري حقیقت کا احاطه نہیں کر سکتا - عقل اِسکا احاطه کر هي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یه هوے که میں حقیقت سے لا علم هوں - اور اسلیے میري حیثیت یه نہیں ہے که میں جانتا هوں اور اصرار کرتا هوں - میں اپنے دل سے بے فائدہ کہتا هوں " یہي خدا ہے " میں بے فائدہ اُسکا شعور کرنا چاهتا هوں - میں بے فائدہ اپنے ذهن میں اُسکا تصور کرتا هوں - " بے فائدہ " اس لیے که اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بهي روشني نہیں پڑتي - میں هرگز معلوم نہیں کر سکتا ' خدا ایسا کیوں ہے ؟ اُس میں یه صفات کیونکر قائم و موجود هیں ؟

" میں اُسکي حقیقت جاننے کي جتني زیادہ کوشش کرتا هوں اُتني هي اُسکي حقیقت پوشیدہ هوتي جاتي ہے - میري یه عقل کي بے بسي مجهه میں اُسکا اعتقاد و ایمان اور بهي زیادہ مستحکم کر دیتي ہے - میں جس قدر اُس کا تصور کم کر سکتا هوں ' اُسي قدر اُس سے زیادہ وابسته هوتا اور اُتنا هي اُسکي عبادت پر جهکتا جاتا هوں - بالآخر اُس کے رو برو گر پڑتا هوں اور کہتا هوں " میرا وجود تجهي سے ہے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیادہ تجهه میں غور کرتا هوں تو اتنا هي زیادہ میرا نفس بلند هوتا جاتا ہے ' مگر تیري حقیقت برابر مجهه سے مستور هي رهتي ہے ! تجهه میں میرا فنا هو جانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامه ہے ! تیري عظمت نے میري عقل مبهوت کردي ہے ' مگر میري نا تواني کو بهي قوت سے بدل دیا ہے !"

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جـــان جـــاک روسو

أسقف کا جواب

(۲)

پچھلے نمبر میں قاریین الهلال پیرس کے أسقف إعظم کے اعتراضات روسو پر سن چکے هیں - آج روسو کا جواب پیش کیا جاتا هے - یه جواب پورے دو سو صفحے کي باریک حروف کي کتاب میں پھیلا هوا هے - اِس لیے اختصار کے سوا چارہ نه تها - تاهم اهم اور مفید پہلو ایک حد تک واضح کردیے گئے هیں -

(معذرت)

روسو نے اپنا جواب معذرت سے شروع کیا هے :

" اگر آپ صرف میري کتاب هي پر اعتراض کرتے تو میں هرگز آپ سے کوئي تعرض نه کرتا - آپکو چھوڑ دیتا که جتني چاهیں نکته چیني کرتے رهیں - لیکن آپنے صرف کتاب هي پر نہیں بلکه میري ذات پر بھي بحث کي هے - آپ کو دنیا میں جتني عزت اور قوت حاصل هے ' اُسی مناسبت سے آپ میں یه بات بھي هوني تھي که اُن تہمتوں سے بلند تر هوتے جن سے آپ نے مجھے آلودہ کرنا چاها هے "

(داستان مظلومي)

اِسکے بعد روسو نہایت بلاغت و مهارت سے اپنے قارئین کي همدردي حاصل کرني چاهتا هے - وہ اپني مسکیني و مظلومي ظاهر کرتا هے ' تمام یورپ کا اُسکے خلاف متحد هو جانا اور عرصهٔ زمین تنگ کر دینا یاد دلاتا هے ' پھر لکھتا هے :

" جنیوا کے غلام ' روسو کے هاتھه میں کوئي قوت نہیں که اُن ظالم اور سرکش ججوں سے جواب طلب کرسکے ' جنکے سامنے اُس پر تہمت لگائي گئي ' اور جنھوں نے اُسے طلب کیے بغیر اُسکے خلاف فیصله صادر کردیا هے - اِتنا هي نہیں بلکه اُسے قید کرنے کے بھي درپے هوگئے هیں - یه " غلام " اگر عدالت میں طلب کیا جاتا ' تو اپني برأت ظاهر کرنے ضرور حاضر هوتا ' مگر چونکه اُسے بلایا نہیں گیا ' اس لیے اُسے از خود حاضر هونے کي ضرورت بھي نه تھي - چنانچه وہ حاضر نہیں هوا - اس پر اُسکے خلاف جتني قوت جمع کي گئي - اُسنے قوت کے مقابله سے گریز کیا ' اور اس سرزمین سے بھاگ نکلا جہاں کمزوروں پر ظلم کیا جاتا هے ' بغیر جرم کے سزا دیدي جاتي هے ' اور بغیر جواب سنے بیڑیاں پہنا دي جاتي هیں "

" اُسنے مجبوراً اپنا محبوب خارت خانه چھوڑا - اُن دوستوں کي جدائي سهي جس سے بڑھ کر اُسکے لیے کوئي عیش نه تها - اپنا ناتواں جسم لیکر هزاروں امیدوں کے ساتھه سرزمین حریت میں پہنچا - آہ میرا وطن جنیوا ! میں نے تیري آزادي کے کیسے کیسے گیت گائے ؟ تیرے حسن و جمال کي کیسي کیسي تصویریں بنائیں ؟ دنیا میں تیرا نام کس درجه روشن کیا ؟ آہ ! میں کیا کہوں ؟ میرا دل سینے میں بیٹھا جاتا هے ' میرا هاتھه کانپ رها هے ' میرا قلم گرا پڑتا هے . . . لیکن مجھے خاموش هي رهنا چاهئے - مجھے جرم کا ذکر بھي نہیں کرنا چاهئے . . . کاش میں خفیه طور پر هي اپني ناقابل برداشت مصائب کہه سکتا ! کاش میں اپني دل کي گہرائي هي میں اپنے وطن کي شکایت کا خیال کر سکتا ! . . . . . "

" یه سب کچھه کیوں هے ؟ میں اسکا حقیقي سبب نہیں پوچھتا - میں صرف اِسکا قریبي موجب معلوم کرنا چاهتا هوں - مجھه پر الحاد کي تہمت لگانے کي جرأت کي گئي هے - مگر تہمت لگانے والے بالکل بھول گیے که جس کتاب پر انھیں اعتراض هے ' وہ سب کے هاتھوں میں موجود اور سب کي آنکھوں کے سامنے کھلي هوئي هے - مجھه پر تہمت لگانے والے افسوس سے هاتھه ملتے هیں: " کاش یه کتاب کسي طرح مفقود هوجائے تا که هم پیٹ بھرکے تہمتیں تراش کرسکیں ! " لیکن اُنکي یه امید کبھي پوري نہیں هوگي - کتاب اُنکي حسرت کے لیے همیشه باقي رهے گي ' اور آئندہ آنے والي نسلیں فیصله کرینگي - وہ اعلان کرینگي که یه تمام گناہ ' اُسکے مؤلف کي بد عملیاں نہیں هیں ' لیکن فضیلت کے ایک دوست کي ٹھوکریں هیں ! "

(ایک ملحد کا ذکر)

" میں معاصرین پر اظهار رائے نہیں کرونگا - میں کسي کو بھي نقصان پہنچانا نہیں چاهتا - لیکن کیا تم نے سپنوزا کا نام نہیں سنا ؟ اُسکے الحاد میں کسے شک هو سکتا هے ؟ وہ خود الحاد کا مدعي تها - علانیه الحاد کي تعلیم دیتا تها - مگر نه کوئي اُسکے اطمینان میں خلل ڈالتا تها - نه اُسکي کتابیں چھپنے سے روکي جاتي تھیں - اور نه هي تاجروں کو اُنکي اشاعت کي ممانعت کي گئي - وہ فرانس آیا تو اسکے لیے ایک پر جلال استقبال طیار تها - تمام ملکوں کے دروازے اُس پر کھلے تھے - وہ هر جگهه امن کي بلکه حکومتوں کي حمایت پاتا تها - پادشاہ اُسکا خیر مقدم کرتے تھے ' اور وعظ و درس کے ممبر اُسکے لیے نصب کراتے تھے - یه ملحد زندگي بھر مسرت و آرام بلکه عزت و احترام پاتا رها "

(عهد حکمت و انسانیت !)

" لیکن آج ' جبکه ببانگ دهل دعوي کیا جاتا هے که یه فلسفهٔ و حکمت اور انسانیت کا زمانه هے ' دنیا کا حال کیا هے ؟ یه هے که ایک شخص انساني محبت کے جذبه سے مجبور هوکر آتا هے ' اور پوري احتیاط و احترام سے اپنے بعض خیالات پیش کرتا هے - کیسے خیالات ؟ وہ خیالات جو اُس موجود اعظم کي عظمت نے اُسکے دماغ پر نازل کیے هیں - لیکن دین الهي و حقیقت کے اس حامي و ناصر کي زندگي تلخ کردي جاتي هے - یورپ بھر میں اُسے کہیں پناہ نہیں ملتي - اُسے خدا کا پیدا کیا هوا پاني پینے سے اور اُسکے اُگائے هوے درختوں کي لکڑي جلانے سے بھي روک دیا جاتا هے - وہ ذلیل و خوار پھرتا هے - جس گوشه میں جاکر پناہ ڈھونڈھتا هے ' وهیں سے نکالدیا جاتا هے - نه اُسکي غربت پر کسي کو ترس آتا هے - نه اُسکي بیماریوں پر کسي کا دل کڑھتا هے - شہر بدر سے شہر بدر مجرموں اور خوني سے خوني ڈاکوؤں کا بھي اِس بے دردي سے کبھي تعاقب نہیں کیا گیا هوگا ' جیسا اِس بیکس و مظلوم کا کیا گیا هے - اگر وہ ایک لمحه کیلیے بھي کسي حکومت کے رحم پر بھروسه کرلیتا ' تو آج یقیناً تاریک قید خانے میں پڑا سڑتا هوتا ' یا پھانسي کے تختے پر اُسکي لاش سوکھه رهي هوتي ! "

حکمت اور شعر کے منثورات

حکماؤ شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کي مخلوق پر اُس کا مہر ہے ـــ بيڈ شر

حسن بغير نزاکت کے ايسا ہے' جيسے بے نمک کھانا ـــ امرسن -

ارسطو سے پوچھا گيا " حسن کيا ہے ؟ " اُس نے جواب ديا " يه سوال اندھوں سے کرنا چاهيے " ـــ بيکن

حسن ' جہاں بھي هوتا ہے ' سراها جاتا ہے ـــ گوئٹے

حسن ' ايک جال ہے ' جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتي ہے ـــ ليگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اُس کي طرف سے اقرار ہے کہ اُس کے پاس حسن کے سوا کوئي چيز قابل فخر نہيں ـــ ميڈ مزيل دي لسپيناس

خوبصورت عورت آنکھ کے ليے جنت ہے ' قلب کے ليے دوزخ ہے ' جيب کے ليے ويراني ہے -

خوبصورت ' بد صورت سے اُسي طرح بچے ' جس طرح ذهين غبي سے بچتا ہے ـــ پوپ

تمهاري يهي کيا کم فتح‌مندي ہے کہ تم خوبصورت هو؟ ـــ هوگز

جب هم ميں اِس قدر صلاحيت پيدا هو جائيگي کہ هم خدا کے هر عمل ميں حسن و جمال محسوس کرنے لگيں گے' تو اُس وقت هم دعوى کرسکيں گے کہ هم اُس کي حقيقت سے واقف هو گئے هيں ـــ رسکن

حسن ' تمام نوع انساني کے ليے سعادت ہے - هر مخلوق اُس کے زير اثر آکر بھول جاتي ہے کہ وہ محدود ہے ـــ شيلر

حسن سے محروم عورت' زندگي کي نصف لذت سے محروم هوتي ہے ـــ مدام دي مونتارين

حسن بہت هي کم عمر چيز ہے ـــ دي لنکلو

اِس يقين سے زيادہ عورت کے ليے کسي بات کا يقين مشکل نہيں کہ وہ اپنے حسن سے محروم هوگئي ہے ـــ روشبراون

کبھي عورت خوبصورت هوتي ہے ' مگر اُس کا حسن اُس وقت تک نہيں کھلتا ' جب تک اُس کا دل محبت کے ليے نہيں کھل جاتا ـــ لا پرويير

حسن ' قدرت کا عورت کو سب سے پہلا عطيہ ہے ' اور يهي سب سے پہلے اُس سے چھن بھي جاتا ہے ـــ ميرہ -

عورت اپنے محبوب کي جدائي گوارا کرسکتي ہے مگر اپنے حسن کي جدائي گوارا نہيں کرسکتي ـــ روشبراون

مرد کو شادي کے معاملہ ميں اعلى حسن سے پرهيز کرنا چاهيے - کيونکہ حسن قبضہ ميں آتے هي گھٹ جاتا ہے' مگر اُس کي مصيبتيں زندگي بھر باقي رهتي هيں ـــ روسو

جس عورت ميں بجز حسن کے اور کوئي جوهر نہيں هوتا ' اُس کي مثال روغني روٹي کي سي ہے - يہ گرم اچھي معلوم هوتي ہے اور سرد هوتے هي اپنا سارا ذائقہ کھوديتي ہے ـــ سيجور

(عورت)

تمدن اچھي عورتوں کے اقتدار کا نام ہے ـــ امرسن

عورت کي شيريني گلاب کي طرح جلد ختم هو جاتي ہے ـــ گوئٹے

زندگي کي سب سے لذيذ شيريني ' بيوي کا اپنے شوهر کو مخلصانہ سلام ہے ـــ ولز

عورت کي انانيت اپنے اندر دو انانيتيں رکھتي ہے ـــ مدام دي استائل

خدا کي انسان پر سب سے قيمتي بخشش ' عورت ہے - کوبار

کاش ' عورت تنہا ميرا هي حصہ هوتي ! ـــ اريپڈس

عورت انسان اور فرشتہ کے بين بين ايک مخلوق ہے ـــ بلزاک

عورت اُس شخص کو حقير سمجھتي ہے جو اُس سے محبت نہيں کرتا ہے' مگر وہ خود اُس سے محبت نہيں کرتي ـــ ابلز بيتھ ' استودرت

***

انسان اپنے نفس کو اُسي وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ مصيبت ميں پڑتا ہے ـــ الفرد دي موسيه

شک ' هميشہ اميد کے پيچھے لگا رهتا ہے ـــ بلزاک -

ترقي لنگڑي چال چلتي ہے ـــ سانت بو

نا مکمل تعزيت سے رنج زيادہ هوجاتا ہے ـــ روسو

عظمت ' طمع ' فوج ' جنگي جهاز ' تاج ' تخت ! يہ انسان کے کھلونے هيں جب وہ بڑا هوجاتا ہے ـــ وکٹر هيوگو

ميري تمام مصائب کي علت يہ ہے کہ ميں لوگوں سے حسن ظن رکھتا تھا ـــ روسو

(ذهانت)

ذهانت کيا ہے ؟ يہ محض سمجھنے کي صلاحيت هي کا نام نہيں ہے - کيونکہ حيوان بھي سمجھ رکھتا ہے مگر هم اُسے ذهين نہيں کہہ سکتے - سپاهي اپني ڈيوٹي سمجھتا اور پوري کرتا ہے مگر ذهين نہيں کہلاتا - بندر کي ذهانت ' محض ايک بے نتيجہ عقلي اضطراب ہے - جو بچہ اپني حرکتوں سے تمہيں هنساتا ہے ' ذهين نہيں ہے - کيونکہ اُس ميں بندر کي جبلت آگئي ہے - جو عورت بہت سي اشياء کا علم رکھتي ہے ' ذهين نہيں ہے - کيونکہ معمولي باتيں اُس کے دماغ کو پراگندہ کر ڈالتي هيں - کيا حساب داں ذهين هوتا ہے ؟ شاعر کي نظر ميں حساب داں مالیخوليا کا مريض ہے ! کيا شاعر ذهين هوتا ہے ؟ رياضي داں شاعر کو سراسر بيوقوف سمجھتا ہے ! ماهر ماليات کي نظر ميں ناول نويس ' دو پاؤں کا احمق حيوان ہے ! جو آدمي ' دور از کار نظريے بناتا ہے ' کيا ذهين ہے ؟ کيا هميشہ خاموش رهنے والا ذهين ہے ؟ کيا اپني عينک کے شيشوں سے' سرد اور بے اثر نظروں سے تمہيں ديکھنے والا ذهين ہے ؟ نہيں !

ذهانت کي تعريف ناممکن ہے ـــ ا عنارتين

بریدِ فرنگ

روس کا نفس پرست شاہی راہب

راسپوٹین

خاندانِ زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ روس کے خاندانِ شاہی کی بربادی ہی۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام شاہزادے، تقریبًا پورا خاندان گولی مار کر قتل کرڈالا گیا! یہ واقعہ فرانس کے لوئی شانزدہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی دہشتناک ہی! روس کے خاندانِ شاہی کی بربادی اور انقلابِ سلطنت پر بکثرت کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث کی جاچکی ہی جو ان عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ ان اسباب میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہی، جو بیسویں صدی کی متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہی۔ یعنی روس کے حکمران اور اُس کی ملکہ کی مذہبی توہم پرستی، زود اعتقادی، اور علم و عقل سے محرومی ہی! یہ بات ثابت ہوچکی ہی کہ ان تمام تباہیوں کی اصلی علت ایک راہب تھا، جسکے دامِ تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔

مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوپوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں شائع ہوا ہی۔ اس سے اس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی پڑتی ہی۔ اس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام واقعات کا شاہدِ عینی تھا۔ صرف شاہدِ عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسپوٹین کا قاتل بھی وہی ہی۔

اس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پوری طرح رائے زنی نہیں کی تھی، کہ اس سلسلے کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہوگیا۔ یعنے یکایک دنیا کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی صوفیا کے قلم سے نکلی ہی اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہی۔ اس نئے بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کردیا، اور دنیا اس نئے انکشاف سے انگشت بدنداں ہوکر رہ گئی!

پچھلے دنوں ان دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں۔ خصوصًا پرنس کی بیان کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملکہ کے اصلی خطوط بھی شائع کردیئے ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہی۔ ہم پہلے پرنس کے روزنامچہ کی ایک پوری فصل درج کرتے ہیں، جس سے اس عجیب و غریب راہب کے حالات و اعمال پر پوری روشنی پڑے گی:

راسپوٹین کون تھا؟

راسپوٹین، جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی تھی، سائبریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ اپنے عہد کا مشہور قزاق تھا، راسپوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار کرلیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس نے بری طرح زد و کوب بھی کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے زخم کا نشان عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پرانی خانقاہ میں ہوا۔ یہ خانقاہ دراصل خطاکار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ راسپوٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی ہی۔ قزاقانہ طرزِ معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے کا خوگر بنادیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر ان راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے انجیل پڑھی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کردیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اس قزاق کو "ولی اللہ" سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اس کے زہد و تقشف اور مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متاثر ہوا۔ اپنے ساتھ پایۂ تخت لے گیا اور محل شاہی میں داخل کردیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکۂ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہوگئی۔ راسپوٹین نے بھی یہ بات محسوس کرلی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے آگے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے،

راہب نے بھی یہ بات محسوس کرلی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرہ عقیدت سے نکل جائے۔ چنانچہ ہرممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور دوشیزہ کو اپنے زیادہ سے زیادہ قریب کرتا جاتا تھا"

"مِس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات کے لئے دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس طرح پیغمبروں کے بارے میں کی جاتی ہو۔ لیکن مجھے اُس سے طبعًا نفرت تھی۔ اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے لبریز تھا۔ یہی وجہ ہو کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا احساس چھپانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب کا بوسہ لیا، حتیٰ کہ مِس م... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا بوسہ لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہو کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں) میں نے دیکھا کہ مِس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری طرح کام کر رہی ہو۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظر غائر ڈالی۔ درمیانہ قد تھا۔ مضبوط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ بالوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے زمانہ میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا اوورکوٹ اور بہت ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی کسانوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم وہ یقینًا نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا کرتے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ شان رکھتی تھیں یہ صرف اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ اُسے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی اُنھیں متجسسانہ نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن مِس م... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں وہ اُسے پُرہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لمحہ میری نفرت بڑھتی جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ ولیوں کے اس لباس میں ایک خبیث نفس ملفوف ہو۔

"چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور ناز دارانہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مِس م... کس قدر حسین ہو! کوشش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ رُوح سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہو۔ وہ تمھاری طرف بہت مائل ہو۔ مجھے یقین ہو، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی مسرت و سعادت پاؤگے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مِس م... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین تم سے از حد حسن ظن رکھتا ہو اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہو"

راہب اور زار کی والدہ

"اُسوقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روس کے شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہوگیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشامد میں لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔ ہم محسوس کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں روزِ بد دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا اور اس رُجال کے دُور کردینے پر زور دیا۔ خاندان شاہی کے چند اور لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر زارینہ کچھ اس طرح اس "مقدس مرشد" کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگ عظیم

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اٹھے کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہوسکتے ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے اعتنائی برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے خلاف منتیں التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا:

"میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی اجازت نہ دوں گی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹینرم" والوں کے ایک جلسہ کا مرقع حاصل کیا۔ اس مرقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ فسق و فجور کی حالت میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھدی۔ مگر زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔ تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل بنانے کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں"!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان بہت ہی دردناک ہو۔ لیکن یہ واقعہ ہو کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت، راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ دراصل، جرمن جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکارہ کی حقیقت سے واقف ہوگیا، اور محل شاہی سے اُس کی علحدگی پر زور دینے لگا مگر جوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے وقتًا فوقتًا لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرادینا چاہیے فلاں مقام ہمارے لئے مُضر ہو۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہیے۔ یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کردیتا، اور زار اُسکی فورًا تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رُخ کرتیں، دیکھتیں جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار کئے موجود ہو۔

بایں ہمہ زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور برکت سے فتح پائیں گے"!

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا بیان سُنئے۔ وصاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ اس لڑکی کا نام صوفیہ راسپوٹین، ہو۔ اب تک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں جمع کرکے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہو۔ اُس کے بیان نے یورپ کے اخبارات میں تہلکہ مچا دیا ہو۔ وہ لکھتی ہو:

عقیدت نہیں عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کرلی اور بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد سے کہا "میں، زار سے بیزار ہوگئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت سے وابستہ ہو۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے شادی کرلو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہو

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہو۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے روزنامچے میں موجود ہو، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں ہو۔ زارینہ، خود مجھ سے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی تھی، "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہوجاؤ گی!"

صوفیہ نے اپنے، روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہو۔ وہ لکھتی ہو

"جب میرا باپ قتل ہوگیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل (روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرت، ملکہ کی اُس سے بیحد و نہایت وابستگی اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہو۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہو کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی مذہبی عقیدت سے خالی تصور کرلیا جائے۔ اس دنیا میں مذہبی عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے ملجاتی ہے تو اُس کے عجائب و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہو کہ لوگ مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس سے مذہبی عقیدت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا پردہ پڑجاتا ہو۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہوجائے کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار تھی اور اسپر بھی اُسے اپنا مرشد اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔ جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہوجاتی ہو، تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہوسکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہو اور اب تک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہو۔

اوما ئے "مسیح ثانی" تعبیر کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہوجاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کرلیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ راسپوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کو از حد غلو تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اس دجّال کے حوالہ کر دیا تھا"

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہے جو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کردئے ہیں۔ اِن سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطورِ نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "بروٹوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بنا کر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہے:

"بروٹوف کو وزیر بنا دو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو، ورنہ وہ جری ہوجائیں گے اور برابر یونہی دباتے رہیں گے۔ وہ سمجھیں گے تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے صدر کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بروٹوف کو میری خاطر وزیر بنا دو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر، اور روس پر جان دیتا ہے۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہے "وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہوسکتی، جس کی حفاظت پر ولی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے ولی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اُس کی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے ولی کی یہی نصیحت ہے کہ بروٹوف وزیر بنا دیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تامل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے ولی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہے۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھا دیا ہے۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہے، پوری ہوجاتی ہے۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہے، اچھی ہوجاتی ہے۔ جسے بُرا کہدیتا ہے، وہ بُرا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہوجاتی ہیں، مگر ہمارے اِس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی...!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے:

"ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہے کہ ہر وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہو جائیں۔ وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دھوکا دیا ہے کہ اگر ڈوما توڑ دی جائے گی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھلا دھوکا ہے۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہے: اگر یہ لوگ رعایا سے جا کر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی اِن کا یقین نہ کرے گا۔ اِن کی اصلی قوت، اِن کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہے۔ لہذا ڈوما توڑ کر اِن شریروں کو منتشر کر دو"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:

"معاملہ خوب سوچ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہے... پیارے! میری دلی آرزو ہے کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کر رہے ہیں اور تم سے آکر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے اِن کی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہدیا ہے، وہی ٹھیک ہے۔ اُنکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہوسکتے ہیں..."

ایک اور خط میں حسب ذیل پرجوش الفاظ ملتے ہیں:

"یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ تم اتنے کمزور کیوں ہوگئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ اِن بدمعاشوں کو لات مار کر گرا دو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ہمت باندھو اور ڈوما کو توڑ دو۔ اِن تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کرکے سائبریا جلاوطن کردو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ مہلک ہوگی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہے جو میرا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہے؟

بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و ضمیر رکھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہے جو ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر مسیو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا: روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کر ڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہر سچے روسی کا بھی خیال ہے۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اِس سخت کلامی سے تکلیف ہوگی۔ مگر میں مجبور ہوگئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور ولی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں...!"

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر پورا زور دیا گیا ہے:

"میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ تمھیں دشمن کے سامنے اِس طرح سربلند دیکھوں، جس طرح شیر، لومڑیوں کے سامنے ہوتا ہے۔ تم اِن جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں جھکتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤگے تو یہ سب بزدل سر جھکا دینگے۔ یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسی میں ہے کہ اِس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو...!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اِس راہب کی زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُسوقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اِس "مذہب" کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ قوائے شہوانی، خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اِس بخشش کا شکریہ اِسی طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ اُن سے انسان دل کھولکر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں بخل نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اِس درجہ بے روک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کرسکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہوجاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بُت در آستیں دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہے:

"راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات ۱۹۰۹ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج... کی لڑکی مس م... روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے معصوم حسن و جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہوجاتا تھا۔ میرے بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقوی کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ ولی اللہ اور قدیس ہے

اختتام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا ہو۔ پرانا صدر دوبارہ صدر ہوسکتا ہو بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں کامیاب ہوجائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال میں بھی برخواست نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال کے بارہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند رہتی ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہو کہ جب چاہے اپنے آپکو منتشر کر دے۔ اس صورت میں انتخابات از سر نو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر مجلس کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت یا مجلس وکلا، (وزراء) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی بلا کسی کی دعوت یا حکم کے جمع بھی ہوجاتی ہو۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ جائے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی قانون جاری کرسکتی ہو نہ کوئی اور نئی کارروائی کرسکتی ہو۔ حالانکہ دیگر ملکوں میں طریقہ یہ ہو کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری کردیا کرتی ہو اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کرلیتی ہو۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہو جسپر مجلس وطنی کو کوئی اختیار نہیں ہو۔ وہ شعبہ دینیات کا ہو۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست اور دین کو بالکل الگ کردیا گیا ہو۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہو۔ اس شعبہ کے صدر کا رتبہ، وکیل یا وزیر کا رتبہ ہو۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہو۔ رئیس الوکلاء یا وزیر اعظم اُس سے جواب طلب کرسکتا ہو۔ اور وہی مجلس وطنی کو اس شعبہ کے حالات سے مطلع کرتا ہو۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہو اُس میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ہیں۔ مجلس وکلاء ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہو اور وہ براہ راست اُسپر بحث کرتی ہو۔

"محاکم استقلال"

ٹرکی کے "محاکم استقلال" کا نام تمام عالم میں مشہور ہوچکا ہو۔ یہ بھی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہو۔ محاکم استقلال سے مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع اختیارات کے ساتھ قائم کردی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالت کہی جاسکتی ہو۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہو۔ لیکن اُس کے فیصلہ کی تنفیذ بغیر مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہوسکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہوجاتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک حالت امن و سلامتی میں نہیں ہو۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اسمیں صرف ایک ہی پارٹی ہو اور وہ جمہوریت یا مصطفےٰ کمال پاشا کی پارٹی ہو مجلس وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۲۸۸ ہو۔ اسمیں کمالی پارٹی کے آدمی ۲۷۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۸ ممبر اس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہو اتنی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب میں کامیابی کے دن پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یکمشت ملتا ہو۔ ہر ممبر کو ۵ سو ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے ۵ سو انگریزی پونڈ الاؤنس ملتا ہو۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہو۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہو اور دو، اُس کے وزراء کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو سالانہ ۷ سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۹۲،۱۴۴ پونڈ ترکی تھا۔

"تورک اوجاغی"

"تورک اوجاغی" کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کررہا ہو۔ مگر کم آدمی اس کی حقیقت سے واقف ہیں "تورک اوجاغی" کے معنی ہیں ترکی وطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہو۔ ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ عام طور پر نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اسے عارضی طور پر کمزور کردیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُسنے قوت حاصل کرلی اور پچھلے جہاد آزادی میں ..... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہوگیا۔ اس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا..... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔

(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔

(۳) مُساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اس انجمن کا صدر دفتر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہوگیا ہو۔ ۱۹۲۶ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا تھا۔ اسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہوگئی ہو۔

اس انجمن کی ۲۷۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہو۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں سے ۷ رکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو پوری آزادی ہو کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنالے چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جد و جہد کرتی ہو۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُسنے اپنے ذمہ لے لی ہو۔ بعض میں عورتوں کی ترقی اس کا مقصد ہو۔

اس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہو۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور معزز ہو۔ اس کا نام نفیسہ خانم ہو۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہو۔

ٹرکی میں "خلق فرقہ سی" کے بعد سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہو اور بہت مفید کام کررہی ہو۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سفر آستانہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں۔ لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقعہ پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہو، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہو۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ ان میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہو۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ جو کچھ میں نے اس موقعہ پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بروسہ میں

پرسوں غازی ممدوح شہر بروسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی اسی دن رات کو واپس چلے گئے۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خاں وزیر خارجیہ افغانستان ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آمد کی غرض غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہوگئی اور ممدوح یورپ روانہ ہوگئے۔

سیاسی حلقوں میں اس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کرچکا ہوں، اسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کردیا ہو اور وہ برطانیہ کی تعدی سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی عظمت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کرلیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہوگیا تھا۔

پھر یہ بھی معلوم ہو کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھوڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُنکی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ ان میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی؟ اُس عہد میں یہ چیز اس قدر اہمیت رکھتی تھی کہ ہومر کو بھی اس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ ان کا نام "ہپڈروم" تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک "ہپڈروم" تھا اور از حد وسیع اور شاندار تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دُنیا بھر میں مشہور ہوگیا تھا اور دُور دُور سے سیاح اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ "ہپڈروم" ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا، جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہو، اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہو۔ حکومت عثمانیہ نے اس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کردیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہو۔ اسوقت تک جتنے آثار برآمد ہوچکے ہیں اور آئندہ جتنے نکلیں گے، وہ سب ترکی حکومت کی ملک ہونگے۔

بریدِ شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصہ سے بعض مشاہیر مصر نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہے تاکہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بکثرت تحریریں مصر کے اخبارات میں شایع ہو رہی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی "انگورہ" ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، ایک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں۔ معیشت بہت گراں ہے۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لئے ڈیڑھ پونڈ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہے کہ انگورہ بڑے شہروں سے دُور ہے اور ضروریات زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کیجا سکتیں۔

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر یہی گاؤں اپنا پایۂ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک مدبر بار بار دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اناطولیہ، اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سلاطین آل عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض برتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہوگئی۔ ترکی قومیت کی بربادی، خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اسی میں مرکوز ہیں، لہذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہے تاکہ یہیں سے نئی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دَوڑا دیں" علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ اب ہم یورپ کے اثر سے دُور رہنا چاہتے ہیں یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دُور اُفتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے۔

سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو پایۂ تخت کو شہر کی صورت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہے کہ "ہمارا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہے۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جمود سے تباہ ہو چکا ہے۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی، حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہئے"!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دُور رہنا اور شب و روز محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جبتک حکومت کا مرکز رہا، کبھی اس مستعدی سے کام نہیں ہوا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہے۔

لیکن یہ بات نہیں ہے کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی سابق حالت ہی میں چھوڑ دیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ اپنے وقت پر وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی پانچ سے زیادہ ۵۰ ہزار ہے۔

انگورہ کے مناظر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جس منظر نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب اُنھیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا میں سوچتا تھا "یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خونریز جنگیں سَر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سرِ نو بلند کر دیا! ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہے۔ وہ رعب و جلال ہے کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی فوج میں نہیں ملتی۔

مجلس وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلس وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ اوپر کے طبقہ میں صدر مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہے۔ ۲۵ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اسمیں ترکی قالینوں کا فرش ہے۔ صدر میں ڈیڑھ میٹر بلند چبوترہ ہے۔ چبوترے کے وسط میں صدر مجلس کی جگہ ہے۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس سے ذرا اور نیچے ایک اور چبوترہ ہے۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہے جسمیں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں، کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہے۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہے۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مذہب و مطلا نشست ہے جس کے لئے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ نشست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں، اسمیں بیٹھ کر جلسے کی کارروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے دائیں بائیں سفرار دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلس وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہے۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفویض اور جمہوری روح۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جن کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

موجودہ مجلس وطنی کا نام ترکی زبان میں "بویوک ملت مجلسی" ہے۔ یہ اُس مجلس قومی کی پیداوار ہے جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی۔ اسی نے قدیم نظام سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ راکتوبر ۱۹۲۳ء میں) اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ء) اسی نے دستور اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء) یہی وہ دستور اساسی ہے جسپر موجودہ مجلس وطنی قائم ہوئی ہے۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلس وطنی ہی کو حاصل ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی دستور حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہے۔ حالانکہ دُنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں: مجلس عوام اور مجلس خواص۔

ترکی مجلس وطنی کو دُنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تقسیم اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی باعث ہے کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں یعنی تشریعی (قانون سازی) تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہے، بلکہ سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجود ہی نہیں ہے، جس معنی میں دُنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ تنفیذی قوت، خود مجلس وطنی ہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے ذریعہ یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صدر جمہوریت یا صدر مجلس منتخب کرتا ہے اور معلوم ہے، صدر جمہوریت اور صدر مجلس دونوں کا انتخاب خود مجلس کرتی ہے۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ مجلس اُنھیں منظور کر لے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدر جمہوریت یا صدر مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزرار ہیں جنھیں ترکی اصطلاح میں "وکیل" کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجرار میں مجلس کے وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلار کی مجلس، حکومت کی مجلس کیبنیٹ ہے۔

اس صورت حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قانون اساسی کی رُو سے مجلس وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی جا سکتی اگر کبھی مجلس وکلار اور مجلس وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلس وطن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسکے استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہے۔ گویا عدالتیں بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلس وطنی کے محض "وکیل" ہیں۔

مجلس وطنی اور صدر جمہوریت

صدر جمہوریت ہی مجلس وطنی کا صدر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے مجلس کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا نائب صدارت کرتا ہے۔ صدر جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلس وکلار کا انتخاب وہی کرتا ہے (جس کی تصدیق کے لئے مجلس وطنی کی منظوری ضروری ہے) سفرار کے کاغذات وہی قبول کرتا ہے۔ مجلس وطنی کے جملہ قوانین اُسی کے نام سے شایع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سالانہ افتتاح کے موقعہ پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہے۔ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہے، مگر بہت محدود۔ لیکن جنگ و صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات سے بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلس وطنی کے ہیں۔ صدر جمہوریت، مجلس کے سامنے جوابدہ نہیں ہے۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت باز پُرس کر سکتی ہے جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدارت کی مدت ۴ سال ہے۔ یہی مدت، مجلس وطنی کی طبیعی عمر ہے۔ اس کے

ملت ترک کردي تھي - راہ حق سے کٹ گیا تھا - صالحین کے طور طریقہ سے دور ہوگیا تھا - تونے نیک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کرڈالي - تابعین کي جڑیں کاٹ کر اُن کا پاک درخت اکھاڑ پھینکا - افسوس تو نے خالق کي نافرماني میں مخلوق کي اطاعت کي - تو نے خون کي ندیاں بہادیں - جانیں لیں - آبروئیں برباد کیں - کبر و جبر کي روش اختیار کي - تونے نہ اپنا دین ھي بچایا ' نہ دنیا ھي پائي - تو نے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذلیل کیا - اُن کا گھر آباد کیا ' مگر اپنا گھر ویران کرلیا - آج تیرے لیے نہ نجات ھے نہ داد فریاد - کیونکہ تو آج کے دن اور اِس کے بعد سے غافل تھا - تو اِس امت کے لیے مصیبت اور قہر تھا - اللہ کا ہزار ہزار شکر کہ اُسنے تیري موت سے امت کو راحت بخشي' اور تجھے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجیب رحمت طلبي !)

راوي کہتا ھے - حجاج یہ سن کر مبہوت ہوگیا : دیر تک سناٹے میں رہا - پھر اُس نے ٹھنڈي سانس لي ' آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اُٹھاکر کہا :

" الٰہي ! مجھے بخش دے ! کیونکہ لوگ کہتے ھیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا ! " پھر یہ شعر پڑھا :

رب ان العباد قد أیأسوني   و رجائي لک الغداۃ عظیم !

الٰہي ! بندوں نے مجھے نا امید کرڈالا ' حالانکہ میں تجھہ سے بڑي ھي امید رکھتا ہوں !

یہ کہکر اُسنے آنکھیں بند کرلیں -

اسمیں شک نہیں ' رحمت الٰہي کي بے کنار وسعت دیکھتے ہوئے اُسکا یہ انداز طلب ایک عجیب تاثیر رکھتا ھے اور اِس باب میں بے نظیر مقولہ ھے - یہي وجہ ھے کہ جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا یہ قول بیان کیا گیا تو وہ چپ تو متعجب ہوے " کیا واقعي اُسنے یہ کہا ؟" کہا گیا " ہاں اُسنے ایسا ھي کہا ھے " فرمایا " تو شاید !" (یعني شاید اب بخشش ہو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طیار ہوچکے تھے - صرف آخري چار صفحے باقي تھا کہ ایک حادثہ کي وجہ سے خوشنویس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگہ جس خوشنویس سے کتابت کا انتظام کیا گیا ' وہ بھي بروقت کام نہ کر سکے - نتیجہ یہ نکلا کہ اُن تمام مضامین کي کتابت رہگئي جو آخري چار صفحہ میں دیے جاتے ھیں - ممکن تھا کہ یہ تمام حصہ کمپوز کراکے شامل کردیا جاتا ' لیکن اسکي وجہ سے ایک دن کي تاخیر ہوجاتي - چونکہ اب ہم سب سے زیادہ ضروري بات رسالہ کي بروقت اشاعت سمجھتے ھیں - اسلیے یہي مناسب نظر آیا کہ یہ نمبر ۳۲ صفحہ ھي کا شائع کردیا جاے ' مگر اشاعت میں تاخیر نہو - انشاء اللہ اسکي تلافي آیندہ اشاعت میں ہوجائیگي - اب خوشنویس کا بھي ایسا انتظام کرلیا گیا ھے کہ آیندہ رکاوٹ پیش نہ آے - منیجر

مراسلہ

لکھنو سے ایک انگریزي روزانہ کا اجراء

لیمیٹڈ کمپني

ہندوستان میں صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودہ کا جو اہم مرتبہ ھے وہ محتاج تشریح نہیں - مگر صوبۂ ھذا کے مسلمانوں کي انتہائي بد نصیبي ھے کہ اس زمانہ میں جب کہ اُن کو قدم قدم پر ایک حقیقي رہنما و ہمدرد وکیل کي ضرورت ھے ' اُن کے پاس ایک بھي روزانہ انگریزي اخبار نہیں ھے -

الہ آباد اور علیگڑہ سے دو انگریزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش ہوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض لیکر دنیا میں آیا تھا اور موخر الذکر اگرچہ اسلام کے تعلیمي مرکز سے جاري ہوا ' مگر اس میں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجہ غالب تھا کہ وہ ترقي نہ کر سکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت میں آئے تھے اُسي طرح رخصت ہوگئے - اِن کي موت نے افسوس ناک نتائج پیدا کردیے - یعني مسلمانوں کو اپنے روزانہ انگریزي اخبارات سے بد ظني پیدا ہوگئي - جس کے باعث معقول انگریزي روزانہ اخبار اب تک نہیں نکل سکا - چنانچہ اس وجہ سے اور کچھہ اس سبب سے کہ جناب آنریبل سید رضا علي صاحب پبلک سروس کمیشن کے ممبر ہوگئے تھے - انگریزي روزانہ اخبار کي وہ اسکیم جو وسط سنہ ۱۹۲۶ع میں لکھنو میں طیار ہوئي تھي عملي جامہ نہ پہن سکي - لیکن اس ایک برس کي مدت سیاسي نقطۂ نظر سے نہایت اہم ثابت ہوئي - اور موجودہ اور آنے والي پیچیدگیوں نے قوم کے رہنماؤں کو مجبور کیا کہ وہ آنریبل سر مہاراجہ صاحب بہادر محمودآباد کي سرکردگي میں معقول سرمایہ اور بہترین اسٹاف کے ساتھہ مسلمانوں کا انگریزي روزانہ اخبار لکھنؤ سے جاري کریں - یہ اسکیم نہایت شاندار ھے جو نہ صرف مسلمانوں کے ایک زبردست روزانہ انگریزي اخبار اور بہترین پریس کي حامل ہوگي ' بلکہ مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بھي معقول ذریعہ ثابت ہوگي -

ایک کمپني قائم کي گئي ھے جس کے ڈائرکٹر حسب ذیل ھیں :

سر مہاراجہ صاحب بہادر والي محمود آباد - سر سید علي امام صاحب بیرسٹرایٹ لا - پٹنہ - راجہ صاحب نانپارہ ضلع بہرائچ - آنریبل راجہ نواب علي خاں صاحب تعلقہ دار - ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوي محمد نسیم صاحب - بي - اے - ایڈوکیٹ لکھنؤ -

کمپني ہذا کي اسکیم نہایت تجربہ کار اور واقف کار اصحاب نے طیار کي ھے ' اور ایک اعلی درجہ کے پریس اور انگریزي اخبار کے اجراء کا مشورہ دیا ھے - پریس انگریزي اور اُردو ہر قسم کا بہترین کام کریگا - پریس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزمودہ کار ہاتھوں میں رہینگے - چنانچہ ایڈیٹوریل اور انتظامي خدمات کے لیے بہترین اشخاص منتخب کیے گئے ھیں - اور اسکیم میں کثیر منافع کا پہلو رکھا گیا ھے تاکہ جو لوگ کمپني کے حصص خریدیں اُن کو منافع کي شکل میں معقول مالي فائدہ پہونچتا رھے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگریزي اور اُردو میں چھپ رہے ھیں - حصوں کے خریداري کے فارم بھي طیار ھیں - مسٹر حسن عابد جعفري رکن بیرسٹرایٹ لا سے محمود آباد ھاؤس قیصر باغ لکھنو کے پتہ پر ملسکتے ھیں - اور اُنہي سے تمام مزید حالات بھي معلوم ہو سکتے ھیں -

خاکساران

آل نبي - محمد یعقوب - تصدق احمد خاں وغیرہ

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقاتِ وفات میں!

حجاج بن یوسف الثقفی

خلافت اموی کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست و قہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہوگیا ہے!

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جس نے اپنی بے پناہ تلوار اور بے روک سفاکی سے از سر نو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کردی۔

بنی امیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ تھا اور اُس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دور کردیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگا دیں، اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

عراق مدت سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بےچینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کر ڈالی۔ خود اُس عہد کے لوگوں کو اس پر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہوگئی؟ اُنھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا۔ مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کردیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے! کوفہ میں لاکھ عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سواروں کے ساتھ آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ، ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کردینا کافی ہوگا: أما والله، انی لاحمل الشر بحمله، وأحذوه بنعله، وأجزیه بمثله، وانی لاری ابصاراً طامحه، وأعناقاً متطاوله، ورؤساً قد اینعت وحان قطافها، وکانی انظر الی الدماء بین العمائم واللحی تترقرق! حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی، اُتنی ہی اُس کی زبان بھی بلیغ تھی۔ اُس کا یہ خطبہ خطیبانہ بلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اُٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہے، اور کٹائی کا وقت آگیا ہے! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کر دکھایا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اُسنے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار و ابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُڑا دیں۔

مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مُہریں لگا دیں، حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور حضرت عبد اللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے" اور "حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفاء و صلحاء، حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اُسنے فرمایا ہے "ولقد اخذناہم بالعذاب فما استکانوا لربہم وما یتضرعون"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سُنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مر گیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہیے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اُتار چکا تھا، خود اسمیں کیسے اُترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اُس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہوگئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھدی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے نا اُمیدی ہوگئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو" لوگ آئے تو اُسنے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اُسکی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اُس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اُس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اُسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا پھر یہ شعر اُس کی زبان پر جاری ہوگئے:

ان ذنبی وزن السموات والار … ض وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے اُمید ہے کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضاء فہو ظنی … ولئن مر بالکتاب عذابی

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھ پر کرے تو یہی میری امید ہے۔ لیکن اگر وہ عدل کرکے میرے عذاب کا حکم دے۔

لم یکن ذاک منہ ظلما … وہل یظلم رب یرجی لحسن مآب؟

تو یہ اُس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اُسنے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"امابعد، میں تمھاری بکریاں چرآتا تھا۔ ایک خیر خواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کر ڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے اُمید ہے کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہے!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقیت اللہ عنی راضیاً … فان شفاء النفس فیما ہنالک

اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مُراد پوری ہوگئی

فحسبی بقاء اللہ من کل میت … وحسبی حیاۃ اللہ من کل ہالک

سب مرجائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے! سب ہلاک ہو جائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے!

لقد ذاق ہذا الموت من کان قبلنا … ونحن نذوق الموت من بعد ذلک

ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی اُنکے بعد موت چکھیں گے!

فان مت فاذکرنی بذکر محبب … فقد کان جمانی رضاک سالکی

اگر میں مرجاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمھاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔

والا، ففی دبر الصلوٰۃ بدعوۃ … یلقی بہا المسجون فی نار مالک

یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہونچے۔

علیک سلام اللہ حیاً ومیتاً … ومن بعد ما تحیا عتیقا لمالک

تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، میرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تونے نہیں سُنا" حجاج نے خفا ہو کر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دُور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کرلے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثناء میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔ "حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!" حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت! اگر اُس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے اُنھیں بندوں پر رحم کھاتا ہے جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اُس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون و ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تونے اپنی

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۰ کلکته : جمعه ۲۰ - صفر ۱۳۴۶ هجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الہلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۸۳ مراسلات وصول ہوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۶۰	اردو حروف کی حق مین	۱۹۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۱۱۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۷۹	نستعلیق ہون	۴۳

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الہلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول . . بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے . . سوله روپیه
قیمت شش ماهي . . . سات روپیه
قیمت فی پرچه . . . پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

کسي موقعه پر بهي اُنهوں نے میري زبان سے کوئي ایسا لفظ سنا جو اُس سے مختلف تها' جسکا میں اپني کتابوں میں اعلان و اشتہار کرتا رها هوں ؟ وہ صاف صاف کہیں' اُنکي دلیلیں' اُنکي نکتہ چینیاں' اُنکا تمسخر' کبهي میرے عقیدے میں کوئي تزلزل پیدا کر سکا هے ؟ وہ بتائیں ' کبهي ' ایک لمحہ کیلیے' اُنهوں نے محسوس کیا کہ میں کوئي ایسا عقیدہ یا خیال رکهتا هوں جو علي الاعلان دنیا کے سامنے ظاهر نہیں کرتا ؟ هاں' میں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کو ایک ساتهہ دعوت دیتا هوں - دوستوں کو دوستي کا واسطہ دیتا هوں - دشمنوں کو دشمني کي قسم دیتا هوں - بے رو رعایت' بے خوف و خطر' مردانہ وار میدان میں آئیں' اور جو کچهہ بهي میري نسبت کہہ سکتے هوں' بے کهٹکے کہہ ڈالیں ! میں اپنے دوستوں اور دشمنوں' دونوں کي شرافت و دیانت پر بغیر کسي پس و پیش کے بهروسہ کرتا هوں - میں اپني پوري شرافت اُنکے سامنے رکهہ دیتا هوں - میں هرگز کسي سے بحث اور حجت نہیں کرونگا - جو کچهہ بهي وہ کہہ دینگے' بے چون و چرا تسلیم کر لونگا !"

(انبیاء کرام کي عظمت)

" میں اُن تمام انسانوں کي عزت کرتا هوں جنهوں نے مذاهب و ادیان قائم کیے هیں - وہ سب عظیم کمال اور اعلی فضائل کے مالک تهے - اُنکي عظمت و فضیلت همیشہ محترم و مسلم رهے گی - سب کا دعوی تها کہ وہ خدا کے پیغام بر هیں - ممکن هے وہ حقیقت میں پیغمبر هوں یا نہ هوں - سب لوگ کوئي ایک دعوی تسلیم نہیں کر لے سکتے - دلائل یکساں طور پر سب کي دسترس میں نہیں هیں - لیکن اگر وہ في الواقع پیغمبر نہ بهي هوں' جب بهي اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کذاب اور دجال هوں - کون کہہ سکتا هے کہ الاهیات میں مسلسل تفکر اور فضائل کا عمر ممتد عشق انساني روح کو کس حد تک پہنچا دے سکتا هے ؟ منطق کو کیا حق هے کہ مداخلت کرکے یہ معاملہ عامیانہ سطح پر لے آئے ؟ عمر منتہي بلندي پر پہنچنے کے بعد همارا سر چکرا جاتا هے' اور هماري نظریں اشیاء کو اُنکي حقیقي شکل میں دیکهنے سے قاصر هو جاتي هیں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لکها تها " یا للعجب ! همیشہ آدمیوں هي کي گواهیاں ! آدمی ' اپنے هي جیسے آدمیوں سے سنتے هیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے هیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هیں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض کیا تها " اگر آدمیوں کي گواهي معتبر نہیں تو هم پوچهتے هیں - مؤلف نے اسپارٹا ' ایتهنز' اور روم کو کیونکر جانا ... ؟ "

روسو جواب دیتا هے :

" اگر معاملہ اِس درجہ اهم نہ هوتا ' یا میں اے آقا ' آپکا اِس درجہ احترام نہ کرتا هوتا ' تو آپ دیکهتے ' آپ کے اِس طریق استدلال نے میرے لیے اپنے ناظرین کو هنسانے کي کیسي عمدہ فرصت مہیا کردي تهي - لیکن حاشا و کلا ! میں هرگز اُس لہجہ سے دست بردار نہیں هونگا جو اِس موضوع بحث کے لیے ضروري هے' اور اُس شخص کے مرتبہ کے لایق هے جس سے تخاطب کي عزت حاصل کرنے پر مجبور هوگیا هوں - میرے لیے اِس قدر کافي هے کہ آپ کي غلطي ظاهر کردوں "

" میں نہایت عاجزي سے جناب والا کو یاد دلاتا هوں - بے شک' یہ بالکل معقول هے کہ انساني معاملات انساني شہادتوں سے طے کیے جائیں ' کیونکہ اُن کے ثابت هونے کا اِس کے سوا کوئي طریقہ موجود نہیں - بلا شبہ میں نے اسپارٹا اور ایتهنز کو آدمیوں هي کي شہادتوں سے جانا - لیکن میں بہ ادب دریافت کرتا هوں کہ میرے اور خدا کے درمیان اِن واسطوں کي کیا ضرورت هے ؟ کیا ضرور هے کہ یہ واسطے مجهہ سے اتنے دور هوں کہ خود اُن کے جاننے کے لیے' مجهے اور بہت سے انساني واسطے تلاش کرنے پڑیں ؟ کیا یہ معقول هے کہ خدا ' جان جاک روسو سے گفتگو کرنے کے لیے همیشہ ایک موسی (علیہ السلام) کو ڈهونڈهتا پهرے ؟ "

" پهر یہ بهي نہیں بهولنا چاهیے کہ اسپارٹا پر ایمان لانا ضروري نہیں هے - اگر کوئي اُس پر ایمان نہ لائے تو لعنت کا مستحق نہیں هو جائیگا - اسپارٹا کے وجود پر شک کرنے کي وجہ سے هرگز کوئي دوزخ کا کندا نہیں بن جا سکتا - لیکن اگر ایک شخص دیني تعلیمات کي تصدیق نہیں کریگا تو اسکے لیے ابدي عذاب هے - جس بات کے نہ ماننے کي اتني بڑي سزا هو' ضروري هے کہ اسکے ماننے کے ذرائع و دلائل بهي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح هوں "

" کوئي بات بهي جو هماري چشم دید نہیں هے' بغیر معقول دلیل کے ثابت نہیں هو سکتي ؛ اور هر بڑي سے بڑي روایت بهي صدق و کذب کي محتمل هے ...... "

" اگر معجزات خود میں نے اپني آنکهوں سے دیکهے هوتے ' جب بهي میں اِس غیر معقول طریق ایمان سے انکار کر دیتا - سحر کي تصدیق میرے لیے اس سے کہیں آسان هے کہ خدا کے کلمہ کي غیر معقول طریقہ پر تصدیق کروں "

(موجودہ مسیحیت)

اِسکے بعد روسو موجودہ مسیحي دین پر اظہار خیال کرتا هے :

" اُسقفوں اور پادریوں نے مسیحیت کو اُسکي اصلي روح سے محروم کردیا هے - اب یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ ایک مومن فرائض و واجبات کہاں تک انجام دیتا هے ؟ اور نیکي میں اُسکي دوڑ کہاں تک هے ؟ سوال صرف یہ هوتا هے کہ وہ کس درجہ کے خرافات (جنہیں غلط طور پر " عقائد " کا نام دیدیا گیا هے) مانتا هے ؟ وہ کیتهولک هے یا پروٹسٹنٹ ؟ تم سے یہ کوئي نہیں پوچهیگا کہ خدا سے ڈرتے بهي هو یا نہیں ؟ لیکن هر کوئي اِس بات پر تمهاري جان لینے کیلیے طیار هوجائیگا کہ تم فلاں ولي کي کرامت کے قائل بهي هو یا نہیں ؟ دین اپني اصلي شکل میں صاف' سادہ' ستهرا تها - آہ ! اِن جبہ پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غیر مفہوم قیل و قال کا غیر مرتب مجموعہ بنا دیا هے - اگر تم اِس تمام ضلالت سے جو آج کل دین کے نام سے موسوم هے ' از سر تا پا آلودہ هو تو بس' تم مومن کامل هو - اب تمهیں کسي نیکي کي ضرورت باقي نہیں رهي - سیدهے آسمان کي بادشاهت (جنت) میں داخل هوجاؤگے !"

" انساني جماعت کو دین سے کیا فائدہ حاصل هو سکتا هے' جبکہ دین اتني پست سطح پر آجاے ؟ اس صورت میں دین کا مقصد کیا رہ جاتا هے ؟ صرف یہ کہ انسانوں میں بغض و عداوت کي تخم ریزي کرے ' اور خونریز میدانوں کا سامان بہم پہنچائے ! بلا شبہ جب دین اِس حالت میں آجاے تو اُسکے وجود سے اُسکا عدم کہیں زیادہ بہتر هے - همیں کوشش کرني چاهیے

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

أسقف کا جواب

(۳)

(وحدانیت یا تعدد ؟)

أسقف نے لکھا تہا " .. وحدانیت أسکے (روسو) خیال میں ایک حقیر مسئله هے اور کسي طرح بہي أسکي عقل میں نہیں آسکتا - لیکن متعدد خداؤں کا تصور أسکي عقل کے نزدیک معقول هے . . . "

روسو جواب دیتا هے :

" متعدد خداؤں کا کس نے ذکر کیا ؟ اے میرے آقا اسقف ! تجهه پر میرا صبر پڑے ! میں نے یه کب کہا ؟ بے شک تمہاري دلي آرزو یہي هوگي که میں إس درجه احمق هوتا ' اور إس طرح کي احمقانه گفتگو کرتا - لیکن اگر میں ایسا احمق هوتا تو تمہیں میرے " عالمانه رد " لکھنے کا یه فخر بہي حاصل نه هوتا ! "

" بلا شبه میں نہیں جانتا کائنات کیوں بني هے ' اور کیونکر بني هے ؟ میرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعي هیں ' وه بهي إس باب میں مجهه سے زیاده علم نہیں رکھتے - لیکن میں صاف دیکھتا هوں که إس تمام حرکت کا محرک ایک هي وجود هے - تمام کائنات ایک هي رخ رکھتي ' اور ایک هي قسم کے مقاصد پورے کر رهي هے - یه إس حقیقت کي روشن دلیل هے که کوئي ایک بلند تر اراده کارفرما هے ' اور کوئي ایک هي بالاتر قوت عمل پیدا هے - إس ارادے اور إس قوت کو میں ایک هي ذات سے منسوب کرتا هوں ' کیونکه وه دونوں باهم متفق هیں ' اور ان دونوں کو ایک هي ذات کا خاصه سمجھنا ' دو ذاتوں کي طرف منسوب کرنے سے زیاده معقول هے - تعدد ' صرف أسي وقت تسلیم کیا جاسکتا هے جب أسکا کوئي ثبوت موجود هو - لیکن کائنات میں کوئي إس قسم کا ثبوت موجود نہیں - یه خیال سراسر وهم هے که خیر کا خالق اور شر کا خالق ایک نہیں هوسکتا - جس چیز کو هم شر سمجھتے هیں ' وه علي الاطلاق شر هے هي نہیں - شر مطلق سے مجھے انکار هے - یه اعتباري شر بهي خیر سے برسر پیکار نہیں هے ' بلکه نظام عالم کي تکمیل میں خیر کا ممد و معاون هے "

(روسو کا عقیده)

إسکے بعد روسو اپني کتاب اور اپنے شخصي عقیدے کي طرف متوجه هوتا هے :

" اب میں وه سبب بیان کرتا هوں جس نے مجھے یه کتاب شائع کرنے پر مجبور کیا - إس تمام شور و غوغا کے باوجود بهي میں اس کتاب کو اپنے عہد کي بہترین کتاب یقین کرتا هوں - آگ کے شعلے ' حکومتوں کے فیصلے ' مذهبي پیشواؤں کے فتوے ' مجھے هرگز مرعوب نہیں کرسکتے ؛ وه میرے لب و لہجه میں هرگز کوئي تبدیلي پیدا نہیں کرسکتے - نه تو لاهوتي ' ایمان کي ریاکارانه تلقین کرکے مجھے جھوٹا بناسکتے هیں ' نه فلاسفه مجھے منافقت کا طعنه دیکر الحاد پر آماده کرسکتے هیں - میں برابر اپنے دین کا اعلان کرونگا ' کیونکه میں دین رکھتا هوں - میں ببانگ دهل أسے شہرت دونگا ' کیونکه مجهه میں اعلان و اشتہار کي شجاعت موجود هے - آه ! میں نے کتني تمنائیں کیں که سب لوگوں میں اتني هي شجاعت هوتي ! اگر سب میں اتني شجاعت هوتي ' تو انسانیت کو کتنا نفع پہنچتا ؟

(" حضرت مسیح کا شاگرد ")

" اے میرے آقا ! میں مسیحي هوں - میں اخلاص کے ساتهه انجیلی مذهب کا مسیحي هوں - هاں میں مسیحي هوں ' لیکن پادریوں کا شاگرد نہیں هوں ' بلکه خود مسیح (علیه السلام) کا شاگرد هوں - میرا استاد ' کتابوں کي عبارتوں پر بحث نہیں کرتا تها ' لیکن عمل پر نظر رکھتا اور عمل هي پر زور دیتا تها - أس نے همیں جس ایمان کي تلقین کي هے ' أس کے قواعد و اصول بہت زیاده اور پیچ در پیچ نہیں هیں - صرف گنتي کي چند موٹي موٹي باتیں هیں - لیکن أس نے جس نیکي کي تعلیم دي هے ' أس کي شاخیں بے شمار اور اسکي راهیں بے حساب هیں - أسنے همارے ایمان میں موشگافیاں نہیں کي هیں ' لیکن عمل صالح کي پورے شرح و بسط سے تفسیر کي هے - أس نے ایمان کیلیے صرف دو تین موٹي موٹي باتیں ضروري ٹھہرائي هیں ' لیکن عمل کي نیکي کیلیے کوئي گنتي نہیں بتائي هے ' کیونکه عملي نیکیاں أن گنت هیں - أس نے جہاں کہیں اخلاق کے نمونوں پر زور دیا هے ' وهاں ایمان سے زیاده أن کے اعمال بتائے هیں - أس نے اپني اور تمام نبیوں کي تعلیم کا لب لباب إس ایک جمله میں بیان کر دیا " اپنے بهائي سے محبت کرنا ' پورا دین هے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

إسکے بعد لکھتا هے :

" مجھے همیشه خلوت کي پر مسرت زندگي حاصل نہیں رهي - لوگوں سے ملنے جلنے پر بهي مجبور هوتا رها هوں - میري هر طبقه کے لوگوں سے ملاقات هے - میں نے مختلف سیاسي اور دیني جماعتوں کے لوگ دیکھے هیں - میں مومنوں سے بهي ملا هوں اور ملحدوں سے بهي - میں نے حکماء بهي دیکھے هیں ' جہلاء بهي - متعصب بهي دیکھے هیں ' غیر متعصب بهي - سنجیده بهي میري صحبت میں بیٹھے هیں ' اور مسخرے بهي - میرے دوست بهي بہت هیں اور دشمن بهي - میں دنیا میں تمام آدمیوں کو ' جنهوں نے مجھے کبهي دیکھا یا جانا هے ' گلا پهاڑ پهاڑ کر پکارتا اور دعوت دیتا هوں - وه سامنے آئیں ' اور میرے عقیدے کي بابت جو کچهه جانتے هوں ' برملا کہه ڈالیں ! وه جرأت سے بڑهیں ' اور بتائیں ' کبهي ' کسي حال میں بهي أنهوں نے میرے عقیدے میں کوئي تبدیلي دیکھي یا محسوس کي ؟ قہوه خانے کي صحبتوں ' کهانے کي میز کي نشستوں ' بے تکلفي کي ملاقاتوں ' سنجیده یا مذاح کي گفتگوؤں ' غرضکه کبهي

لومبرروز (Lombroso) جو اٹلي کا مشہور ماہر طبیعیات ہے اور جس نے باسٹیور کے بعد جراثیم کے علم کي تدوین کي ' نہ صرف اس کا معترف ہوا بلکہ اس موضوع پر ایک رسالہ بھي لکھکر شائع کیا - کیمیل فلا ماریاں (Camille Flammarian) انیسویں صدي کے علماء فلکییات میں نہایت سر برآوردہ عالم تھا - غالباً چار پانچ سال پہلے اُس کا انتقال ہوا ہے - یہ نہ صرف اِسکا معترف تھا بلکہ نہایت پر جوش معتقد تھا - اُسکي آخري دو کتابیں اسي موضوع پر ہیں اور یورپ کي تمام زبانوں میں شائع ہو چکي ہیں - پروفیسر ہکسلي ' ڈاکٹر لوئس ' سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' پروفسر زولنر ' ڈاکٹر ویبر ' ولیم لیو پولڈ وغیرہم ؛ جو انیسویں صدي کے دائرۂ علم و نظر کے مسلم ارکان تھے ' کم و بیش اس کا اعتراف کرچکے ہیں -

سر کونن ڈائل

امریکہ کے مشاہیر علم و نظر میں چارلس نارٹن اور ولیم ڈاسن جو شکاگو یونیورسٹي (امریکہ) میں علم النفس (سائکولوجي) کے استاد تھے ' اسکي تصدیق و حمایت میں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رہے - انگلستان کے عام مشاہیر سیاست و ادب میں مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹیڈ (سابق محرر ریویو آف ریویوز) کا نام بھي اسکے معتقدین کي فہرست میں مشہور ہو چکا ہے - مسٹر اسٹیڈ نے تو روحاني سوال و جواب کا ایک باقاعدہ دفتر کھول دیا تھا - اُنکے عالم ارواح کے دوستوں میں سب سے زیادہ مشہور دوست اسکاٹ لینڈ کي " مارگریٹ " تھي - اُنکا بیان تھا کہ وہ مارگریٹ کے ذریعہ عالم ارواح کي تمام ضروري شخصیتوں سے نامہ و پیام کر لیا کرتے ہیں !

موجودہ عہد کے مشاہیر اہل علم میں چارلس الیٹ ' ولیم جیمس ' جیمس ہیزلوب ' اور سر آلیور لاج Oliver Lodge خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہیں - چارلس الیٹ اور ولیم جیمس ہارورڈ یونیورسٹي (امریکہ) میں علم النفس کے استاد ہیں ' جیمس ہیزلوب کولمبیا یونیورسٹي (امریکہ) میں علوم عقلیہ کے مستند ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں ' اور سر آلیور لاج کي علمي شہرت محتاج بیان نہیں - یہ تمام علماء اس مذہب پر علمي تیقن کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اُسکي اشاعت و تبلیغ انکي تحریر و تقریر کا موضوع بحث ہے - سر آلیور لاج کا لڑکا پچھلي عالمگیر جنگ میں قتل ہوگیا تھا - اُن کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد ہي اُس کي روح نے اِنہیں مخاطب کیا ' اور اب بھي وہ جب چاہیں ' اُسے بلا سکتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے ہیں !

(سر کونن ڈائل)

لیکن موجودہ زمانے کے مغربي روحانیین میں شاید ہي کسي اہل قلم نے اس تبلیغي جوش و سرگرمي کے ساتھہ اس مذہب کا اعتقاد ظاہر کیا ہوگا ' جیسا کہ کچھہ عرصہ سے انگلستان کے مشہور فسانہ نویس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصیت میں ظاہر ہوا ہے - عالمگیر جنگ یورپ کے بعد سے لیکر اِس وقت تک ' بمشکل کوئي مہینہ ایسا گزرا ہے ' جس میں سر ڈائل کي کوئي نہ کوئي تحریر و تقریر اس موضوع پر شائع نہ ہوئي ہو - حال میں انگلستان کي انجمن روحانیین نے ایک نہایت دلچسپ مجموعہ بارہ مقالات کا شائع کیا ہے - اِن میں سے آٹھہ مقالات سر ڈائل کے لکھے ہوے ہیں - یہ کتاب پچھلي ڈاک سے ہمیں وصول ہوئي ہے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے -

موجودہ انگریزي علم ادب میں سر کونن ڈائل کا نام اُن کے مخصوص مذہب افسانہ نویسي کي وجہ سے اس قدر مشہور ہوچکا ہے کہ شاید ہي کوي افسانہ نویس اس قدر مشہور ہوا ہو - انہوں نے فن سراغ رساني کي افسانہ نویسي میں ایک نئے مذہب (اسکول) کي بنیاد ڈالي اور " شرلاک ہومز " کے نام سے اُس کے حیرت انگیز کارنامے قلمبند کیے - اُن کے قلم سے اگرچہ مختلف معاشرتي اور نفسیاتي مواضیع پر بہت سے افسانے نکل چکے ہیں ' لیکن انکي شہرت کي اصلي تاریخ شرلاک ہومز کے کارناموں ہي سے شروع ہوي - ان افسانوں کي مقبولیت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ شرلاک ہومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بیکر اسٹریٹ لندن میں دکھایا گیا تھا ' وہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دماغ میں ایک حقیقي شے کي طرح موثر ہو چکا ہے ' اور جب کبھي سیاحان عالم پہلي مرتبہ لندن جاتے ہیں تو یہ جاننے پر بھي کہ " شرلاک ہومز " محض ایک فرضي سراغ رساں سیرۃ (کیرکٹر) ہے ' اپني طبیعت کو اس جذبہ سے نہیں روک سکتے کہ ایک مرتبہ بیکر اسٹریٹ جاکر کسي ایسے مکان کي زیارت کرلیں جسکا نمبر دس ہو !

احمد رباض بے " عبد الحمید ثاني و دور سلطنتي " (یعني سلطان عبد الحمید ثاني اور اسکے عہد حکومت کي تاریخ) میں لکھتا ہے کہ سلطان موصوف شرلاک ہومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تھے کہ حکم تھا ' جونہي کوئي نیا افسانہ شائع ہو ' فوراً ترکي میں ترجمہ کرکے پیش کردیا جاے - ایک خاص شخص ادیب بے اس کام پر مامور تھا - آخري زار روس کي نسبت بھي بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا " مجھے کتابوں کي قسم میں سے کوئي چیز بھي دل پسند نہیں ہے - الا شرلاک ہومز "

یہي شرلاک ہومز کا مصنف اب دنیا میں عالم ارواح کا سب سے زیادہ پرجوش و سرگرم نقیب اور داعي ہے !

(سر کونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا ہم نے ابھي ذکر کیا ہے ' اسکے آٹھہ مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پیدایش و تکمیل کي مسلسل داستان ہیں - پہلے مقالہ میں اُس نے بتلایا ہے کہ کس

روح کا تمثل ایک سفید دھوین کي شکل میں جیسا کہ اس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

مطبوعات جدیدہ

کہ دین کو اِس پستی سے نکالیں - انسانیت کے ہم پر حقوق ہیں - یہی حقوق ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ دین کو خرافات سے پاک کرکے اصلی صورت میں پیش کردیں - تمہاری یہ سزائیں' دھمکیاں' پھانسیاں' اور آگ کے شعلے ہمیں ہرگز مرعوب نہیں کرسکتے "

(عہد جدید کی پیشین گوئی)

" جب لوگوں کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھیگا اور حقیقت نظر آئیگی تو بلاشک و شبہ وہ موجودہ دین کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دینگے - کیونکہ یہ حقیقی دین نہیں ہے - وہ سب سے پہلا کام یہ کرینگے کہ اِن خود غرض اور ریاکار پیشواؤں کے احترام سے انکار کردیں - وہ ان سے کہینگے : تم ہی نے ہمارا دین بگاڑا' اور تم ہی ہماری شقاوت کا سبب ہو جب وہ مبارک زمانہ آئیگا تو اُس کا سب سے زیادہ مبارک عمل یہی ہوگا "

(خاتمہ)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا ہے :

" اے اُسقفِ اعظم ! تم اور تمہارے گروہ کے لیے باتیں بنانا بہت آسان ہے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نہیں جانتے - تمہیں صرف وہی قانون معلوم ہیں جن سے غیروں کو جکڑتے ہو - خود اپنے نفس کے مقید کرنے والے قانون تمہاری کتاب میں نہیں لکھے گئے - تم صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہو کہ عدالت و انصاف سے بالاتر رہو' بلکہ انسانی عواطف و جذبات کا بھی اپنے تئیں پابند نہیں سمجھتے - تم کمزور پر تکبر سے ظلم کرتے ہو' اور تم سے کوئی باز پرس نہیں کرتا - لوگوں کی توہین تمہارے لیے ویسی ہی آسان ہے' جیسی انکے لئے تمہاری سنگ دلی سہل ہے - تم ہمیں اِس طرح روندتے ہو جس طرح خاک روندی جاتی ہے - تم کبھی ہمیں آگ میں جلاتے ہو' کبھی سولی پر چڑھاتے ہو' کبھی صرف توہین و تذلیل پر اکتفا کرلیتے ہو - تمہارے قہر و غضب کیلیے ضروری نہیں کہ ہم سے کوئی خطا بھی سرزد ہوئی ہو - اگر تمہاری مصلحت کا اقتضا یہی ہے تو پھر اثبات جرم کے لیے کسی بات کی ضرورت نہیں - اور ہمیں شکایت کرنے کی بھی اجازت نہیں - اگر ہم اِسکی جرأت کریں کہ اپنی براءت اور تمہاری غلطی ظاہر کریں' تو ہم گستاخی کے مجرم قرار دیے جاتے ہیں ! "

(اُسقف سے آخری خطاب)

" اے میرے آقا ! آپ نے مجھہ پر علانیہ طعن و تشنیع کی - بلکہ مجھے گالیاں بھی دے ڈالیں - اگر میری طرح آپ بھی کوئی معمولی آدمی ہوتے اور میں اپنی کتاب کے ساتھہ آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا' تو آپ دیکھہ لیتے کہ عدالت کا فیصلہ آپ کے حق میں اُتنا ہی سخت ہوتا' جتنا سخت یہ گناہ ہوا ہے - لیکن آپ ایک ایسی جماعت میں سے ہیں' جو منصف و عادل ہونے سے ہمیشہ کے لیے مستثنی کردی گئی ہے - رہا میں' تو میں ایک محض بے حقیقت آدمی ہوں - مجھے اتنا اور کہنے کی اجازت دیجیے کہ آپ دینی پیشوا ہیں - انجیل کے عالم ہیں - آپ کا فرض ہے کہ مخلوق کو اُس کے فرائض کی تعلیم دیں - لیکن یہ تعلیم خود اپنے نفس سے شروع ہونی چاہیے - آپ کو ایک لمحہ کے لیے سونچنا تھا کہ میرے معاملہ میں آپ کا فرض کیا تھا ؟ اور کہانتک تھا ؟ میں نے اپنا فرض ادا کردیا - اب کچھہ کہنے کو باقی نہیں رہا' اِس لیے چپ ہوجاتا ہوں ! "

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئین الہلال اس سے بے خبر نہ ہونگے کہ اُنیسویں صدی کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف مخصوص ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذہب امریکہ میں ظاہر ہوا تھا' وہ برابر نشوؤ نما پاتا رہا' اور اِس وقت یورپ اور امریکہ میں اُس کے معتقدوں کی ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے - اس جماعت میں ہر درجہ اور ہر طبقہ کے آدمی پائے جاتے ہیں - فلسفۂ و حکمت کے ماہر' علوم و فنون کے اساتذہ' علمی و صناعی انکشافات و اختراعات کے مشاہیر' ادب وکتابت کے مسلم ارکان' عام اہل قلم و نظر؛ کوئی حلقہ ایسا نہیں ہے جہانتک اس اعتقاد کے اثرات نہ پہونچ چکے ہوں - اسکے اصول و قواعد مدون ہوچکے ہیں' بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں' تحقیقات و تجارب کے با قاعدہ مجامع کام کر رہے ہیں' پچاس سے زیادہ اخبارات و رسائل صرف اسی موضوع پر پر شائع ہورہے ہیں' ایک مکمل مذہب علمی کی شکل میں قواعد و مبادیات مرتب ہوگئے ہیں' اور معاملہ نے اس حد تک اہمیت حاصل کرلی ہے کہ وقت کے بعض اکابر اہل علم نے اپنے درس و نظر کے لیے صرف یہی موضوع منتخب کر لیا ہے !

اُنیسویں صدی کے اواخر کے علماء میں سے پروفیسر رسل ویلز نے جو ناموس نشوؤ ارتقا کے اکتشاف میں ڈارون کا معاصر و شریک تھا' صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کیا تھا' اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبیر کیا تھا - پروفیسر ولیم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کیمیا تسلیم کیا گیا ہے' اور جس نے سب سے پہلے مادہ کے اشعاع کی حقیقت معلوم کی اور برق کے لیے وہ نیا آلہ ایجاد کیا جو اُسی کے نام سے مشہور ہے' کئی ماہ کی تحقیقات و امتحان کے بعد یہ راے قائم کی تھی کہ " مخاطبات ارواح کے مشاہدات نا قابل انکار ہیں " ڈاکٹر میرس (Muers) اور رچرڈ ہاڈسن کیمبرج یونیورسٹی میں علم النفس کے مسلم اساتذہ تھے - ان دونوں نے بھی بغیر کسی جھجھک کے اپنے اعتراف کا اعلان کردیا تھا - پروفیسر

اردو طباعت کا مسئله اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یه اس تصویر کا ایک خاص رخ تها جو سر کونن ڈائل اور اُن کے هم مشرب دیکهه رهے هیں ' لیکن اِس کا دوسرا رخ بهي هے ' اور اگر اُس پر نظر ڈالي جاے تو یه معامله اسقدر سهل و آسان نهیں رهتا که سر کونن ڈائل کي طرح کسي غیر آباد مکان میں بهوتوں اور روحوں کے " موٹي لاٹهي سے میز ٹهونکنے " کا شور سنکر فیصله کر دیا جاے !

جهانتک اس مذهب کے مخالفین و منکرین کا تعلق هے ' دور حاضر کی تین جماعتیں همارے سامنے آتي هیں :

(۱) عام علماء مادیئین جنهوں نے اس معامله کو اس درجه اهمیت هي نهیں دي که اس پر توجه کي جاے -

(۲) ایک بڑي تعداد اُن علماء مادیئین کي جنهوں نے اسپر بحث کي هے ' اور اس نتیجه پر پهنچے هیں که علمي اصول پر " اثبات " کے حد تک یه معامله نهیں پهنچا هے -

(۳) -بعض اهل علم جنهوں نے خصوصیت کے ساتهه اس مذهب کا مطالعه کیا اور عرصه تک تحقیقات میں مشغول رهے ' اور بالاخر اس نتیجه پر پهنچے که استحضار ارواح کا معامله اس سے زیاده اهمیت نهیں رکهتا که یا تو کمزور طبائع کا انفعالي تاثر هے ' یا خوش اعتقادي کا ذهني فریب ' یا چند ایسے شعبده گروں کي شعبده گري جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبه کي مدد سے زیاده بهتر اور محفوظ قسم کا شعبده دکهلا سکتے هیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروري هے که معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالي جاے - هم آینده کسي موقع پر شرح و بسط کے ساتهه اس موضوع پر اپنے مطالعۂ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات "الهلال" وي - پي - پارسل کے ذریعه طلب فرماتے هیں ' اُنهیں معلوم هونا چاهیے که وي - پي کا روپیه مني آرڈر کي طرح وقت پر وصول نهیں هوجاتا - اکثر دیر هوجاتي هے ' اور چونکه روپیه کي وصولي کے بعد هي خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا هے ' اسلیے اسوقت تک پرچه جاري نهیں هوتا جب تک روپیه وصول نه هو جاے - اگر اس وجه سے اجراء میں دیر هوجاتي هے تو اس میں دفتر کي مجبوري ظاهر هے - اس کا علاج یهي هے که قیمت بذریعه مني آرڈر بهیج دي جاے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلة

آپ نے ۲۹ جولائي کے " الهلال " میں پہلے صفحه پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا هے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائي هیں - اپني رائے آپ نے یه دي هے که جس ٹائپ میں الهلال چهپتا هے یعني جو ٹائپ صفحه ۳ سے استعمال کیا گیا هے وه اعلان مذکور کے ٹائپ سے بهتر هے - مجهے بهي اس سے اتفاق هے - لیکن اس ٹائپ میں بهي اصلاح اور ترمیم کي گنجایش اور ضرورت هے - یه مان کر که اردو کي لیے ٹائپ کي اشد ضرورت هے اس بارے میں اپني رائے عرض کرتا هوں -

سب سے اول ایک اصول کي بات بتانا ضروري هے - چونکه اب یه سوال اٹهایا گیا هے اسلیے نهایت ضروري هے که پنجاب اور یو - پي - کے تعلیمي محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کي نسبت مجهے زیاده واقفیت هے - یهاں تعلیمي اور سرکاري مطبوعات کي کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے هیں جن پر برسوں سے عمل هو رها هے -

بهتر تو یه هوتا که آپ اپنے اعلان کے ساتهه تمام حروف تهجي اور علامات وغیره کي ساري شکلیں جو آپ کے مجوزه ٹائپ میں هیں دیدیتے تاکه رائے دینے والوں کو آساني هوتي - خیر ' سردست جو کچهه میري سمجهه میں آیا عرض کیا جاتا هے -

" مد " کي علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سي فتحه کي علامت کي شکل میں پائي جاتي هے - جیسي صفحه ۳ کالم اول کي اخیر سطر میں " آخر " پر موجود هے - یه علامت زیاده واضح اور نستعلیق کے الف ممدوده کي سي هوني چاهیے - اعلان مذکور یعني صفحه اول میں جو علامت " آج " پر لگائي گئي هے کیوں نه اسي کو اختیار کیا جائے ؟ وه بهت صاف اور واضح هے -

تشدید کي علامت اس ٹائپ میں نهیں پائي جاتي - یه اضافه هوني چاهیے -

جزم کي علامت بهي اس ٹائپ میں نهیں پائي جاتي - یه بهي اضافه هوني چاهیے -

شین معجمه اس ٹائپ سے غایب معلوم هوتا هے - سین مهمله پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا هے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمه قاعده یه هے که صرف هائے مخلوط التلفظ دو چشمي لکهي جاتي هے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نهیں - اِس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے هم مشرب معلوم هوتے هیں جن سے شیخ مرحوم کو یه شکایت تهي :

هائے رے حسرت دیدار میري هائے کو بهي
لکهتے هیں هائے دو چشمي سے کتابت والے

هے کو کیوں هے لکها جائے ؟ یه ضرور هے که اس کلمه کو هائے هوز سے لکهیں تو نیچے ایک شوشه بڑهانا پڑیگا کیونکه یه حرف جب

طرح پہلے پہل اُسے مذهب مخاطبات ارواح کي طرف توجه هوي' اور کس طرح ایک جاحد منکر کي جگه وه مصدق معتقد بن گیا - دوسرے میں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بیان کیے هیں - تیسرے اور چوتھے میں منکرین کے وجوہ انکار پر بحث کي ھے - پانچویں سے لیکر آٹھویں مقاله تک کا موضوع عالم مادي و روحي کے علائق هیں اور اس ضمن میں اُن امکانات کي نہایت دلنشیں تصویر کھینچي ھے جو بیان کردہ علائق کي ترقي سے دنیا کي معنوي زندگي میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دینگے !

(سرکونن ڈائل کا بیان)

پہلے مقاله کا خلاصه حسب ذیل ھے :

" سنه ١٨٨٦ - سے پہلے مئیں جنوبي افریقه میں طبابت کرتا تھا - اُس وقت میرے عقائد کا یه حال تھا که اُن لوگوں پر هنستا تھا جو روح کے مصطلحه وجود پر یقین رکھتے هیں - میں خیال کرتا تھا که اِس سے زیادہ بے عقلي اور وهم پرستي کي اَور کوئي بات نہیں هوسکتي -

میں بھي آج کل کے تمام جدید تربیت یافتوں کي طرح سائنس پر ایمان رکھتا تھا - میرا مذهب' مذهب مادي تھا - میرا اعتقاد تھا که روح' بجز اسکے کچھه نہیں که جسم کے وظائف و ترکیب هي کا ایک نتیجه ھے' اور عقل کا مرکز دماغ میں ھے - میرا یقین تھا که دوائیں انساني طبیعت میں تبدیلي پیدا کر سکتي هیں - اور اُسے نیک اور بد بنادے سکتي هیں - اُس وقت کبھي میرے ذهن میں یه موٹي سي بات نہیں آئي که ایک ماهر موسیقي همیشه ماهر موسیقي هي رهیگا اگرچه اُسکي بانسري ٹوٹ جائے - زیادہ سے زیادہ یه هوگا که وہ اپنا هنر ظاهر نه کر سکے گا' لیکن اُسکا کمال اُس میں بدستور موجود رهیگا -

سب سے پہلے جس کتاب نے میرے خیالات میں تبدیلي پیدا کي اور مجھے الحاد و مادیت سے نکالا' وہ "میرز" کي کتاب "شخصیت انساني" ھے - یه کتاب اس لائق ھے که اُن کتابوں میں سے شمار کي جائے جنھوں نے انساني افکار کا بہاؤ ایک طرف سے دوسري طرف پھیر دیا ھے - مثلاً ڈارون کي کتاب اصلیت انواع اور بیکن کي کتاب منطق جدید -

اِس کتاب کے مطالعه کے بعد میں نے انتقال فکري کے تجربے شروع کیے - میرے ایک دوست مسٹر پال کو بھي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تھي - میں اُنکے پیچھے بیٹھه جاتا اور کاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجھے هر مرتبه یه دیکھکر حیرت هو جاتي تھي که وہ میرے بنائے هوئے نقشے بعینه اپنے کاغذ پر اتار لیتے تھے' حالانکه وہ میرا کاغذ نہیں دیکھتے تھے - پھر میں نے یه تجربه بھي کیا که وہ دوسرے مکان میں بیٹھا کریں - لیکن پھر بھي میں نے دیکھا وہ نقشوں کي بالکل صحیح نقل اتار لیتے تھے !

اُس وقت مجھے یقین هوا که عقل کو دماغ کا ویسا فعل سمجھنا صحیح نہیں هو سکتا جس طرح هم صفرہ کو جگر کا فعل سمجھتے هیں -

اِسکے بعد میں نے تھیاسوفي کا مطالعه شروع کیا - میں نے دیکھا که اِس تحریک کي علم بردار اور رهنما مدَم بلیوٹسکي ذهین مگر مکار عورت ھے - لیکن اِس دروغ گو عورت کي موجودگي سے اِس تحریک پو حرف نہیں آسکتا - یه ایک صحیح تحریک ھے - یه ضرور ترقي کریگي - مگر اُسي وقت' جب اسکے ارکان وہ چولا اتار دینگے جو اِس عورت نے اسے پہنا رکھا ھے' اور اِس تحریک کے حقیقي سر چشموں تک پہنچینگے جو مشرق کي سر زمین پر موجود هیں -

پھر میں نے وہ تمام کتابیں پڑھیں جو علماء عقلیات نے مذهب کے خلاف لکھي هیں - لیکن مجھے کوئي تشفي نہیں هوئي - کیونکه وہ کبھي ایجابي بات کہتے هي نہیں - اُنکے پاس جو کچھه ھے' سلبي اور انکاري ھے -

مدت تک دنیا کي دوسري مشغولیتوں اور مسلسل سفر میں رهنے کے بعد پھر مجھے اِس اهم موضوع کے لیے مہلت ملي - بتدریج مجھه میں یه خیال پیدا هونے لگا که هماري اس زندگي کے علاوہ کوئي اَور مخفي زندگي بھي ضرور موجود ھے' اور وہ شاید هماري زندگي سے زیادہ لطیف اور خوشگوار ھے -

سنه ١٨٩٢ یا سنه ٩٣ میں انجمن علوم نفسیه نے مجھے اور ڈاکٹر اسکاٹ اور مسٹر بوڈمر کو ایک مکان کي تحقیقات کیلیے بھیجا - اِس مکان کے متعلق مشہور تھا که اُس میں روحیں رهتي هیں اور شور و هنگامه برپا کیا کرتي هیں -

هم دو رات اِس مکان میں رهے - پہلي رات کوئي واقعه نہیں هوا - دوسري رات ڈاکٹر اسکاٹ مایوس هوکر چلے گئے - صرف میں اور مسٹر بوڈمر رہ گئے - هم نے هر طرح کے دھوکے سے بچنے کا پورا انتظام کرلیا تھا - زینه پر تار بچھا دیے تھے تاکه ادنی سي حرکت کا بھي همیں علم هو جائے -

ٹھیک آدھي رات کو هم نے اچانک سخت شور سنا - ایسا معلوم هوا' گویا کوئي میز کو موٹي لاٹھي سے پیٹ رها ھے - هم نے فوراً دروازہ کھولا اور باورچي خانه کے طرف دوڑ پڑے جہاں سے آواز آ رهي تھي - مگر همیں سخت حیرت هوئي - باورچي خانے کا دروازہ اور کھڑکیاں بالکل بند تھیں - زینه پر بچھے هوے تار بھي اپني جگهه سے نہیں هٹے تھے !

اِسکے بعد رات بھر هم نے کوئي آواز نہیں سني -

اِس واقعه کے چند سال بعد یه مکان جل گیا - اُسکا باغ کھودا گیا تو زمین سے دس برس کے ایک لڑکے کي هڈیاں نکلیں - یه رات کا شور درحقیقت اِسي لڑکے کي روح کا شور تھا - وہ اِسي گھر میں قتل هوا تھا اور اُسکي روح اس میں رهنے والوں کو پریشان کیا کرتي تھي -

اِس سلسله میں یه نظریه بہت سے لوگوں کے سامنے ھے که اگر کسي جوان آدمي کي زندگي کسي غیر طبیعي اچانک حادثه سے تلف هو جائے' تو اُسکي روح کي حیثیت موت کے بعد بھي باقي رهتي ھے اور عجیب عجیب صورتوں میں ظاهر هوتي ھے "

کانن ڈائل نے آخر میں لکھا ھے "اِس قسم کے بے شمار واقعات مشاهدہ کرنے کے بعد میں نے اِس علم کا وسیع مطالعه کیا - یہانتک که اب مجھے اِس پر پورا یقین هوگیا ھے - میرا اعتقاد ھے که روحوں سے گفتگو کي جاسکتي ھے"

اس کے بعد کے مقالات میں وہ تجربے اور مشاهدے به تفصیل بیان کیے هیں جو سالہا سال تک وہ " اپنے اذعان و تشفي کیلیے " جمع کرتا رها - پھر اُن اعتراضات اور شکوک کے جوابات دیے هیں جو اُن کے خیال میں منکرین مذهب استحضار کے " بنیادي " اعتراضات هیں -

آثار عتیقہ

چھپائي اور سیاهي وغیرہ مسالہ کا صرف لابدي طور پر کس میں زیادہ هوتا هے ؟ ٹائپ میں یا لیتھو میں ؟ یہ یاد رهے کہ اگر ٹائپ میں طباعت کا صرف لیتھو سے بہت زیادہ هوا تو کاتب جو ٹائپ کي رجہ سے بیکار هوگئے هونگے ' کتابت کي اُجرت کا نرخ گھٹا دیںگے ' اور اس طرح ٹائپ کي ترویج عام میں مُزاحم هونگے ' کیونکہ سب کاتب تو کمپوزیٹر بن جانے سے رهے -

آخر میں یہ عرض کرنا هے کہ میں نہیں سمجھا اعلان مذکور میں آپ نے عربي کے ساتھہ فارسي اور ترکي زبانوں کو بھي " سامي " کیسے قرار دیا ؟ یہ تو کوئي بات نہیں کہ اگر ان دونوں زبانوں کا املا دهنے سے بائیں کو چلتا هے اور عربي کا بھي یہي حال هے جو حقیقت میں سامي زبان هے ' تو یہ دونوں زبانیں بھي سامي بنائي جائیں - غالباً آپ عجلت میں فارسي اور ترکي زبانوں کو سامي کہہ گئے -

آپ کا مخلص

برج موهن دتا تریہ - کیفي دهلوي

الهلال :

یہ اور بعض دیگر مراسلات جو اس باب میں آئي هیں ' شائع کردي جاتي هیں - جناب کیفي نے اس معاملہ میں جو دلچسپي لي هے اور اپنے خیالات تفصیل سے ظاهر کیے هیں ' اسکے لیے هم اُن کے شکر گذار هیں - لیکن اس تجربہ سے معلوم هوتا هے کہ اردو ٹائپ کے اقسام ' اُس کي تاریخ ' اور اُس کي فني اور صناعي مشکلات اُن کے سامنے نہیں هیں - ضرورت هے کہ ایک مرتبہ بہ تفصیل یہ امور واضح کردیے جائیں - هم اِن مراسلات کي اشاعت کے بعد اس موضوع پر بہ تفصیل اپنے خیالات ظاهر کرینگے -

البتہ دو باتیں ایسي هیں جنھیں اسي وقت واضح کردینا ضروري هے - صاحب مراسلۃ لکھتے هیں " خود آپ نے اپني پسند اُس ٹائپ کي نسبت ظاهر کي هے جس میں رسالہ کمپوز هوتا هے " حالانکہ واقعہ یہ هے کہ اُس ٹائپ کي نسبت ظاهر کي هے جس میں پہلے صفحہ کا اعلان کمپوز هوا هے -

فارسي اور ترکي کے سامي نہ هونے کي نسبت اِنھوں نے جو کچھہ لکھا هے صحیح هے ' اور اُن کے متنبہ کرنے کے بعد عبارت پر نظر ڈالي گئي تو واقعي یہ غلطي موجود هے - دراصل مقصود یہ تھا کہ فارسي اور ترکي بھي سامي رسم الخط میں لکھي جاتي هیں - یہ مطلب نہ تھا کہ یہ زبانیں بھي سامي هیں -

سات عجائب عالم

جدید علم آثار و تنقیب کي روشني میں

ایک زمانے میں دنیا کي سب سے زیادہ عجیب اور مشہور چیزیں سات " عجائب عالم " سمجھي جاتي تھیں - قدیم دنیا کي کتب تواریخ میں ' سیاحت ناموں میں ' نظر و فکر کے عام مباحث میں ' بول چال کي ضرب المثلوں میں ؛ هر جگہ ان سات عجیب چیزوں کا ذکر برابر آتا هے :

(۱) اهرام مصر
(۲) بابل کے معلق باغ
(۳) اسکندریہ کا ساحلي منارہ
(۴) ڈائنا کا مندر
(۵) مسولوس کا مقبرہ
(۶) روڈس کا مجسمہ
(۷) مشتري کا مجسمہ

قدیم یوناني اور عبراني مورخوں کي زباني ان عجائب کي تفصیل دنیاے جدید کے تاریخي اوراق تک پہنچي هے - بعض قدیم آثار کے کتبوں میں بھي اِنکي طرف اشارات پائے گئے هیں - آخري عہد کے بعض حکماء یونان و اسکندریہ نے مشتري کے مجسمہ اور معبد کا ذکر ایسے موقعوں پر کیا هے ' جب اُنھیں عجائب و غرائب کیلیے کسي قریبي اور معروف تمثیل کي ضرورت هوي هے - مثلاً ایک حکیم ' افلاطون کي تعریف کرتے هوئے لکھتا هے :

" وہ انسان هونے پر بھي صرف ایک هي مرتبہ پیدا هوا ' جس طرح مشتري کا مجسمہ پتھر سے ایک هي مرتبہ '

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشہ لابد ہے- درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یہ ہوتا ہے کہ عربي کے املا میں چونکہ ہائے ہوز کا دوچشمي شکل میں استعمال بہت تہا بلکہ وہ ہمیشہ دوچشمي ہي لکھي جاتي ہے جبکہ وہ آخر کلمہ نہو' اسي کا اتباع اردو ٹائپ میں کیا گیا- اردو کے مروجہ قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام ہي غلط لکھا ہوا ہے - لوح کو تو جانے دیجئیے کیونکہ وہاں "الہلال" خط نسخ میں ہے اور اس لیے ہائے دو چشمي ہے - لیکن ہر صفحہ پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکہ اردو خط میں ہے - مگر یہاں بھي ہائے دوچشمي ہي استعمال کي گئي ہے- یہ قاعدۂ مذکور کے مطابق غلط ہے - آپ کے ٹائپ میں ہائے ہوز جہاں دو چشمي نہیں وہاں عجیب مروڑ والي شکل اختیار کرتي ہے- جیسے صفحہ ٣ کالم ٢ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکہ یہي ہائے ہوز اسي کالم میں مضمون "علم الاثار مصر" کي اول سطر میں "پہلے" کي شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھي گئي ہے - متشابہ موقعوں پر ہائے ہوز کو اس "پہلے" کي شکل میں ہي کیوں نہ لکھا جائے ؟

نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آتا ہے اوس میں نقطہ نہیں دیا گیا - یہ بالکل درست ہے- لیکن یہي نون غنہ جب کلمہ کے بیچ میں واقع ہو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے ہیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے ہي نہیں-

میں نہیں کہہ سکتا کہ کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے ٹائپ میں ہے کہ نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائي جاتي ہے - جیسے مضمون مذکور کي چوتھي اور پانچویں سطروں میں "رکھتے" اور "کردیتے" میں "ی" سے پہلے واقع ہوئي ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمہ اصول ہے کہ حروف کے امتزاج میں کوئي شوشہ فالتو نہیں ہوتا - مثلاً "بعدا" میں تین شوشے یا دندانے ہونگے - اگر آپ ایک اور دندانہ بڑھا دیں تو املا کي غلطي کے علاوہ قاري کو زحمت ہوگي- اسي مضمون کي گیارھویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانہ یا شوشہ ٹائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاہیے - اگر یہ کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکی اصلاح ہوني چاہیے -

کوئي وجہ نہیں کہ ہاے ہوز آخر کلمہ ' نسخ میں لکھي جائے ' جیسي کہ "آثار عتیقہ" میں لکھي ہے- "نہ" کي شکل آپ کے ٹائپ میں "نہ" ہے جو نستعلیق نہیں - یہ کیوں ؟

"یا" آخر کلمہ کي تین صورتیں ہوتي ہیں : یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے ٹائپ میں صرف دو موجود ہیں - یاے معروف گول لکھي گئي ہے - یہ ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبي ہیں - یہ ٹھیک نہیں - جب یا کي ایک اور شکل ہمارے پاس موجود ہے - یعني نصف دایرہ یا کٹي ہوئي ' تو کیوں نہ اُسے بھي استعمال کیا جائے ' تا کہ یاے مفتوح و یاے مجہول باہم متمیز ہو جائیں ؟

اردو ٹائپ چونکہ کہیں کہیں موجود ہے ' اس لیے ہمکو یہ موقع میسر ہے کہ اُس کي اصلاح و ترمیم کرکے اپنا ایک مکمل ہندوستاني قومي ٹائپ بنائیں جو لینھو کي جگہ لے - اور کیا پبلک اور کیا سررشتۂ تعلیم' دونوں اُسے قبول کرلیں - آپ کے ٹائپ میں "یا" آخر کلمہ کے نیچے بھي دو نقطے دیے جاتے ہیں - مگر آپ کے اخبار کے اسي نمبر کے اُس حصہ میں جو کاتب کا لکھا ہوا ہے ' ایسي "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یہ دو عملي کیا معني ؟ ان دو نقطوں کي ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کي سیاہي فضول کیوں خرچ ہو؟ جرمني کا اردو ٹائپ بھي اسي اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وہاں سے ٹائپ میں چھپ کر آیا ہے' اوس میں چند ایسي بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے ٹائپ میں نہیں ہیں - اس کتاب کا صفحہ ١٢١ ملاحظہ فرمائیں - اِس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رہیے اب ایسي جگہ چل کر جہاں کوئي نہو :
زباں کوئي نہو

"کوئي" کا لفظ چار جگہ تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگہ مصرعوں کے متن میں - پانچ جگہہ تو اس حرف کي شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگہ اُن سے نرالي شان میں لکھا گیا ہے :

"پڑیئي" گر بیمار تو کوئي نہو بیمار دار

سمجھہ میں نہیں آتا کہ ایک ہي لفظ اور ایک ہي تحریر اور ایک ہي معني میں دو شکلیں کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یہ بد عنوانی نہ ہوني چاہیے - اسي غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "ہم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں "س" اس انداز سے "خ" کے ساتھہ ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے ہیں - حروف کي ملاوٹ کا یہ طریق پسندیدہ نہیں -

اردو ٹائپ کي وکالت کرتے ہوئے مطمح نظر صرف یہي نہ ہونا چاہیے کہ ارباب صحافت کو کاتبوں کي ناز برداري سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک ہي خط میں چھپ جائیں - بلکہ آپ کا فرض ہے کہ اسے ایک قسم کا قومي ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجہ طرز املا پر کچھہ ترقي کریں - نہ یہ کہ اس کي ضروریات بھي پوري نہوں - مبتدیوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھي چھپیگا اور علما کي تصانیف عالیہ بھي - اس لیے یہ ایسا ہونا چاہیے کہ انشا کي تمام ضروریات اس سے پوري ہو جائیں ' اور یہ فن املا کا کماحقہ نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت ہو -

اور مولانا ! اس کا بھي خیال رکھیے کہ آج کل انساني مصروفیت کے ہر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو ٹائپ تجویز ہو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب ہونا چاہیے - یہ کیا ہوا کہ بچوں کے کنکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغذ پر چھاپ کر پیش کردیے - میں کوئي وجہ نہیں دیکھتا کہ ٹائپ وضع کرتے وقت خوبصورتي کا خون کیا جائے - کیا وجہ ہے کہ نستعلیق کي نقل نہ کي جائے ؟ کیوں اسے ازل جلول بنایا جائے ؟ آپ کے ٹائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے ہیں - کیوں نہ گول ہوں ؟ اخر اِس میں کون سي دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا ہوں کہ آپکے ٹائپ میں بڑي سرخیاں نسخ میں ہیں- یعني اردو ٹائپ کے ساتھہ ایک مطبع کو نسخ کا ٹائپ بھي رکھنا پڑیگا - یہ دو عملي بد عملي کا حکم رکھتي ہے- خفي و جلي کے کئي درجے قائم کرکے تمام و کمال ٹائپ نستعلیق میں ہونا چاہیے -

میں پھر عرض کرونگا کہ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ ٹائپ رایٹر کے "کي بورڈ" کي طرح آپ کے ٹائپ میں جو جو چیزیں ہیں' اُن سب کا نمونہ ایک صفحہ پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکہ پتہ چلے اس میں کیا کچھہ ہے اور کیا نہیں ہے -

ٹائپ سے متعلق ایک اقتصادي پہلو بھي ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعني یہ بھي دیکھنا ہے کہ کاغذ اور اس کے ساتھہ

کي تعمير کس زمانه ميں هوئي تهي ؟ چهٹي صدي قبل مسيح ميں يه مندر پهرگر پڑا. اور يونانيوں نے عوام سے روپيه جمع کرکے تيسري مرتبه تعمير کيا -

پانچويں صدي قبل مسيح ميں يوناني مورخ هيرودٹس نے يه عمارت ديکهي تهي - وه لکهتا هے :

" پورا مندر سنگ مرمر کا هے ' اور اُن قديم مندروں سے ' جن کي بنيادوں پر قائم هوا هے ' چارگنا زياده وسيع هے - چاروں طرف سنگ مرمر کے ستونوں کي قطاريں هيں ' اور هر زاويه ميں آٹهه آٹهه مزيد ستون هيں - هر ستون کي بيٹهک يوناني تصويروں سے آراسته کي گئي هے "

سنه ۳۵۶ ق م ميں مشهور ظالم بادشاه هيروسٹراٹس کو خيال هوا که کوئي ايسا کام کرجائے جس سے اُس کا نام تاريخ ميں يادگار رهے- اُس نے اس مندر کي عمارت يک قلم برباد کردي - کيونکه دنيا کي اِتني عجيب اور قيمتي عمارت کا برباد کرنے والا يقيناً تاريخ کے حافظه ميں فراموش نهيں هوسکتا - اُسي وقت سے يوناني زبان ميں يه ضرب المثل مشهور هوگئي هے " اگر شهرت کے ليے ڈائنا کا مندر بنا نهيں سکتے تو اسے برباد کرڈالو "

ليکن يونانيوں کو يه معبد اس درجه عزيز تها که وه اس کي عدم موجودگي برداشت نهيں کر سکتے تهے - انهوں نے پهر از سر نو تعمير شروع کي اور قومي سرمايه سے مصارف کا انتظام کيا - بيان کيا گيا هے که تمام ملک ميں اس کي تعمير کا جوش اس قدر پهيل گيا تها که عورتوں نے اپنے زيور تک چندے ميں ديديے تهے - اُسي زمانه ميں سکندر اعظم کا اس شهر ميں گزر هوا - اُس نے خواهش کي که اپنے جيب خاص سے پورا عبادت خانه بنوا کر ديوي کي نذر کردے - مگر شهر کے باشندوں نے يه ذلت گوارا نه کي ' اور سکندر کي ناراضي سے بچنے کے ليے يه حيله کرديا که " آپ خود بهي ديوتا هيں ' اور ايک ديوتا کے ليے دوسرے ديوتا کو نذر دينا جائز نهيں "

خيال کيا جاتا هے که سنه ۳۲۳ ق م ميں يه عمارت مکمل هوگئي تهي- يه ۴۲۵ فٹ لمبي تهي- سنگ مرمر کے ۱۲۷ - کهمبے تهے - اور هر کهمبا ۶۰ فٹ بلند تها - پورا عبادت خانه بڑي سليقه مندي سے آراسته کيا گيا تها - بڑے بڑے مصوروں نے تصويريں بنائي تهيں اور اس کے در و ديوار کي آرايش کے ليے بطور چڑهاوے کے پيش کي تهيں- ايک تصوير سکندر اعظم کي بهي تهي - وه اپنے گهوڑے پر سوار دکهايا گيا تها - کها جاتا هے که سکندر نے جب يه تصوير ديکهي تو ناپسند کي- ليکن جب قريب پهنچا تو اُس کا گهوڑا هنهنا اُٹها - اِس پر مصور نے طعنه زني کي راه سے کها : " حضور کا گهوڑا اپنے سوار سے کهيں بهتر فن کي شناخت رکهتا هے " يه قول يوناني زبان ميں ضرب المثل هوگيا تها - يوناني سے يورپ کي زبانوں ميں منتقل هوگيا -

اِسکے بعد سنه ۲۶۰ ع ميں يه مندر پهر برباد هوگيا - اس مرتبه اِسے عيسائيوں نے ڈهايا تها اور اُس پر گرجا بناديا تها - مگر يه گرجا بهي زياده عرصه تک قائم نه ره سکا - تهوڑے هي عرصه کے بعد بے نام و نشان هوگيا -

ڈائنا ' ايشيائي ديوي ارٹميس کي مورت هے - اشوريوں نے اسے امومةً يعني مامتا کے جذبات کا مظهر قرار ديا تها - يهي وجه هے که اسکے سينه پر بهت سے پستان دکهائے گئے تهے ' ليکن جب يونانيوں نے اسکي عبادت شروع کي تو اُسکي شکل بدل دي- اُنهوں نے اِسے ايک ذهين ' قوي ' اور جوان عورت کي صورت ميں طيار کيا تها -

(۲)

مقبرۂ موسولس

(The Tomb of Mausolus)

ايشيائے کوچک ميں بدرم نام ايک ساحلي شهر هے - يه عهد مسيحي سے پہلے ايران کے ماتحت تها - سمندر اور پهاڑ کے درميان واقع هونے کي وجه سے اُسکا جغرافيائي موقعه اِس قدر مستحکم هے که باوجود ماتحت هونے کے بهي وه عرصه تک اپني اندروني خود مختاري برقرار رکهه سکا - چوتهي صدي قبل مسيح ميں يهاں ايک پادشاه حکمراں تها - اُسکا نام " موسولوس " تها - اُسنے اپنا پايۂ تخت يهي شهر بدرم قرار ديا تها - اِس شهر کا نام اُس وقت هيلي کارنيسس (Halicarnasous) تها -

سنه ۳۵۳ ق - م - ميں اِسنے وفات پائي - اسکي ملکه ارٹي ميزيا (Artemisia) بهت غمگين هوئي اور کسي طرح بهي تسلي حاصل نه کر سکي- آخر اُس نے اِس طرح اپنا دل بهلانا چاها که اپنے شوهر (بادشاه) کي قبر پر ايک ايسا مقبره طيار کرے جيسا دنيا ميں کهيں موجود نه هو- يه ايک بيوي کے طرف سے اپنے شوهر کيليے وه يادگار محبت تهي' جو آگے چل کر ايک شوهر (شاهجهان اعظم) کے طرف سے اپني بيوي (تاج محل) کيليے قائم هونے والي تهي - دراصل يه مقبره " بيوي " کا " شوهر " پر ايک قرض محبت تها ' جسے سر زمين هند کے ايک وفا پرست " شوهر " شاهجهاں نے ادا کرديا !

چنانچه اُسنے ماهر يوناني معمار جمع کيے - اُنهيں بهت کچهه انعام و اکرام ديا ' اور مقبره بنوانا شروع کيا - ليکن ابهي دو برس بهي پورے نهيں گزرے تهے که فرط غم سے ملکه کا بهي انتقال هوگيا -

مقبره ابهي طيار نهيں هوا تها - معماروں نے باهم مشوره کيا که اب هميں کيا کرنا چاهيے ؟ بالاخر سب کي راے يهي قرار پائي که اس ملکه نے هم پر بڑے بڑے احسان کيے هيں - هميں چاهيے اُن کے شکريه ميں اُس کا نا تمام کام پورا کرديں - چنانچه اُنهوں نے کام جاري رکها ' يهانتک که تعمير ختم هوگئي ' اور ايک ايسا مقبره طيار هوگيا جيسا چشم فلک نے پہلے کبهي نهيں ديکها تها -

اب " موسولوس" يورپ کي تمام زبانوں ميں مقبره کيليے بولا جاتا هے- انگريزي لفظ " Mausoleum " اِسي " موسولوس" سے بنا هے-

مقبره ايک منزل کا تها - اِسي منزل ميں بادشاه کي قبر تهي - چهت پر سفيد سنگ مرمر کے ۳۶ سڈول ستون نصب کيے گئے تهے - اِن ستونوں پر مخروطي شکل کا باره منزلوں کا مناره تها - اِس پر بادشاه کي رتهه بنائي گئي تهي جسے چار اصيل گهوڑے کهينچ رهے تهے - عمارت کي پوري بلندي ۱۴۰ - فٹ تهي -

خود عمارت زياده بلند اور شاندار نه تهي - ليکن سبک اور نازک اِس قدر تهي که حيرت هوتي تهي - مخروطي مناره کي بنياديں جن ستونوں پر قائم تهيں ' وه اِس قدر پتلے تهے که دور سے بالکل نظر نهيں آتے تهے - شبه هوتا تها که عمارت هوا ميں معلق کهڑي هے !

مورخين کا خيال هے که يه مقبره بارهويں صدي عيسوي تک صحيح و سالم موجود تها - اِسي زمانے ميں صليبي فوجوں نے شهر بدرم پر قبضه کيا اور مقبره کے پتهر اکهاڑ کر اپنا قلعه بنانے لگے - پهر سنه ۱۵۲۲ ع ميں جب سلطان سليم نے اِس شهر پر حمله کيا ' تو صليبيوں نے مقبره کے باقي مانده ستون بهي اکهاڑ ليے -

میں اِن عجائب کا بھي ذکر تھا یا نہیں ؟ البتہ تاریخوں ' سفر ناموں' اور تقویم بلدان کي کتابوں میں فرداً فرداً اِن کا ذکر موجود ھے - خصوصاً بابل کے معلق باغوں ' اسکندریہ کے منارہ ' اور مصر کے اھرام (مخروطي مناروں) کا تو نہایت مفصل تذکرہ موجود ھے - ابن جریر طبري ' ابن حوقل' ادریسي ' مسعودي' ابوعبد اللہ البکري (صاحب المسالک و الممالک) ابوعبداللہ غرناطي (صاحب نخبة الاعجاب) ابن جبیر' ابوالفداء ' ابن اثیر ' بیروني ' عبداللطیف بغدادي ' یاقوت حموي ' قزویني ' مقریزي ؛ سب نے اِن کا ذکر کیا ھے - حموي ' بغدادي ' اور مقریزي کے مباحث اھرام مصر اور منارۂ اسکندریہ کے متعلق اس درجہ محققانہ ھیں ' کہ جن جن پہلوؤں پر انہوں نے روشني ڈال دي ھے ' اُن پر موجودہ زمانے کي اثري تحقیقات بھي کوئي اضافہ نہیں کرسکتي - حالانکہ مصري آثار کي جدید تحقیقات نے نئے نئے انکشافات کے انبار لگا دیے ھیں -

دنیا کي تمام عجیب اور مشہور چیزوں کي طرح اِن عمارتوں کي نسبت بھي عوام میں طرح طرح کے دور از عقل خرافات مشہور ھوگئے تھے ' اور عہد قبل از اسلام کے بعض مورخوں اور سیاحوں نے بھي انہیں قبول کر لیا تھا - لیکن محققین عرب نے پوري دقت نظر کے ساتھہ اُن روایات پر نظر ڈالي ' اور بعض کي مشاهدات کي بنا پر اور بعض کي علمي قواعد کي بنا پر تغلیط کي - یاقوت حموي ' بیروني ' عبد اللطیف بغدادي ' اور مقریزي ؛ اگرچہ تمام روایات نقل کردیتے ھیں ' لیکن جابجا اُن کي تغلیط بھي کرتے جاتے ھیں - حموي اور بغدادي نے منارۂ اسکندریہ کا مشاهدہ اور تخطیط کرکے جو کچھہ لکھا ھے ' اور جس طرح بے اصل روایتوں کي تکذیب کي ھے ' اس سے زیادہ تحقیق آج تک نہیں کي جا سکي -

یاقوت حموي اسکندریہ کے منارہ اور مصر کے عجائب کا ذکر کرتے ھوئے لکھتا ھے " وھذہ أخبار نقلناھا کما وجدناھا في کتب العلماء وھي بعیدة المسافة من العقل' لایؤمن بھا إلا من غلب علیه الجھل" یعني یہ تمام روایتیں ھم نے جس طرح علماء کي کتابوں میں پائیں' بجنسہ نقل کردیں' لیکن یہ عقل سے نہایت ھي بعید ھیں' اور انہیں کوئي نہیں مان سکتا' الا وہ شخص کہ اُس کي عقل پر جہل غالب آگیا ھو" آگے چل کر ایک دوسرے موقعہ پر لکھتا ھے " اما خبرالمنارة فقد رووا لھا اخباراً ھائلة و ادعوا لھا دعاوي عن الصدق عادلة " یعني منارہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں روایت کي گئي ھیں اور طرح طرح کے دعوے کیے گئے ھیں جو سچائي سے ھٹے ھوئے ھیں - پھر جہاں اپنے معائنہ کا ذکر کیا ھے ' وھاں لکھتا ھے " شاھدته في جماعة من العلماء وکل عاد منا متعجبا من تعرض الرواة " یعني میں نے علماء کي ایک جماعت کے ساتھہ منارہ کي سیر کي ' اور ھم میں سے ھر شخص جب مشاھدہ کے بعد لوٹا' تو وہ راویوں کے اوھام و ظنون پر متعجب تھا (معجم البلدان - ۱ : ۲۴۲) عبد اللطیف بغدادي اور مقریزي کي تصریحات بھي ایسي ھي ھیں - حموي نے منارہ کي تعمیري حالت دیکھکر جو اُس کے عہد تک باقي تھي ' اُس کي شکل و مساحت پر بھي غور کیا تھا اور اس کا نقشہ بنایا تھا - حموي کے بعد کے مصنفین مثلاً قزویني وغیرہ نے اُسي سے منارہ کا نقشہ نقل کیا ھے -

(جدید علم الآثار کي تحقیقات)

اب سے تقریباً ڈیڑھہ سو برس پہلے قدیم آثار کي تحقیقات و تنقیب کا دور شروع ھوا ' اور اس سلسلہ میں ان سات عجائب کي تحقیقات پر بھي جغرافي اور جمعیتي کوششیں مبذول ھوئیں - روڈس ' اسکندریہ ' اور اھرام کي تحقیقات اسقدر دشوار نہ تھي - کیونکہ مقامات معلوم تھے اور محل معین ؛ لیکن بقیہ عمارتوں کي تحقیقات کا کام بہت دشوار تھا - تاہم جستجو جاري رھي ' اور بالاخر تمام ضروري معلومات روشني میں آگئیں -

جہانتک ھمیں معلوم ھے ' اُردو میں ان قدیم عجائب کي جدید اثري تحقیقات پر اِس وقت تک کچھہ نہیں لکھا گیا ھے - ھم چاھتے ھیں ' مختصراً انکي تاریخ اور موجودہ اثري تحقیقات ایک دو مقالوں میں بیان کر دیں - یورپ کے اھل قلم ان عجائب کي تاریخ لکھتے وقت عموماً عربي عہد کي تاریخي و علمي تحقیقات نظر انداز کر جاتے ھیں - یا معلوم کرتے ھیں تو اکثر حالتوں میں ناقص اور غیر محققانہ ھوتي ھیں - اس سلسلۂ مقالات سے ایک مقصد یہ بھي ھے کہ جن جن عمارتوں کے متعلق عربي مورخین کي تصریحات موجود ھیں ' وہ اپنے اپنے موقعوں پر نمایاں ھو جائیں -

(۱)

ڈائنا کا مندر

The Temple of Diana

ایک قدیم مورخ کا قول ھے :

" میں نے بابل کے معلق باغ دیکھے - مشتري اور روڈس کے مجسمے دیکھے ' اھرام مصر اور موسولس کا عالیشان مقبرہ دیکھا ' لیکن جب میں نے ڈائنا کا سر بفلک مندر دیکھا تو تمام عجائب عالم میري نظر سے گر گئے "

قدیم مورخوں نے دنیا کي سات عجیب چیزوں میں سے کسي کے متعلق بھي اس قدر نہیں لکھا ھے ' جس قدر اِس مندر کے متعلق لکھا ھے - لیکن باوجود اِس کے یہ کیسي عجیب بات ھے کہ دنیا نے سب سے زیادہ یہي چیز فراموش کردي ؟ حتی کہ یہ بھي کسي کو یاد نہ رھا کہ یہ عمارت واقع کس جگہ تھي ؟

سب سے پہلے سنہ ۱۸۶۵ع میں ایک انگریز ڈاکٹر وڈ نامي نے شہر افسس میں اس کا پتہ لگایا - اِس کے بعد سنہ ۱۹۰۴ع میں برٹش میوزیم نے ایک اور شخص مسٹر ھوگارتھ کو مزید تحقیقات کے لیے بھیجا - اس شخص نے عرصہ تک تحقیقات جاري رکھي' اور اس کے بعد اپني تحقیقات کے نتائج شایع کیے - اس کا بیان ھے کہ یہ مندر تین پرانے مندروں کے کھنڈروں پر تعمیر ھوا تھا - مندر کي دیواروں کے نیچے تقریباً تین ھزار آثار پائے گئے - یہ مشرقي طرز کے ھیں ' اور اِس بات کي زندہ شہادت ھیں کہ یونان کي صنعتي ترقي دراصل مشرق ھي کي تقلید سے شروع ھوئي تھي -

قدیم یوناني شہر افسس جہاں یہ مندر واقع تھا ' اب بالکل برباد ھوگیا ھے - اُس کي جگہ اِس وقت ایک ترکي شہر ایاسو لوگ نامي آباد ھے اور ایشیاے کوچک میں واقع ھے -

مندر کي تاریخ سنہ ۷۰۰ قبل مسیح سے شروع ھوتي ھے - کیوں کہ اُس کي دیواروں میں بعض ایسي علامتیں موجود ھیں کہ خیال کیا جاتا ھے ' اُن کا تعلق اُسي زمانہ سے ھے -

سنہ ۶۶۰ ق م میں یورپ کي ایک وحشي قوم نے اِس علاقہ پر حملہ کیا اور یہ عمارت برباد کر ڈالي - اِس کے بعد پھر از سر نو تعمیر کیا گیا - مگر زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا - کیونکہ مسالہ خراب لگایا گیا تھا - یہ اب تک تحقیق نہیں ھوسکا کہ دوسري مرتبہ

شامی جہاد وطنی کا التوا

موجودہ عہد کی ایک قومی جد و جہد پر نظر تردید !

شہر دمشق کا ایک عمومی منظر

جس کی دو تہائی تاریخی رونق و عظمت فرانسیسی توپوں کی گولہ باری اور فوجی حکام کے قتل و غارت گری سے ہمیشہ کیلیے برباد ہوگئی !

سلطان پاشا اطرش اور دروزی مجاہدین کا معسکر سویداء میں

فرانس اعلان کرتا ہے کہ " اب ملک میں امن قائم ہوگیا ہے " مگر یہ " امن " کیونکر قائم ہوا ؟ اس طرح قائم ہوا کہ دمشق کے چاروں طرف اور خود شہر کے اندر ، بری تباہ کن مراکب کی صفوں سے ناکہ بندیاں کی گئیں ، اور اس طرح " امن " کے لیے امن عام کا اعلان کیا گیا !

مقالات

ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلی مجنون

ایک مصری اہل قلم کی نظری تحقیقات

بلاد اسلامیہ کے ادبی و علمی مباحث و افکار کی صدائیں بہت کم ہندوستان تک پہنچتی ہیں - اول تو یہاں ایسے علمی مجامع کا وجود ہی نہیں جو مشرقی و اسلامی ممالک کے علمی مجامع و محافل سے تعارف رکھتے ہوں - ثانیاً ' عربی کے ادبی و علمی مباحث کے ذوق سے نہ صرف نئی تعلیم یافتہ جماعتیں بلکہ قدیم جماعتیں بھی تقریباً محروم ہیں - اس لیے نہ تو ان وادیوں کی انہیں خبر ہے - نہ وہاں کی صداؤں کیلیے کوئی ذوق اور دلچسپی رکھتی ہیں -

ہم چاہتے ہیں گاہ گاہ الہلال کے صفحات پر وہاں کے بعض اہم عصری مباحث کے نمونے شایع کرتے رہیں -

کچھہ عرصہ سے مصر میں ادب و شعر عربی کی دو متقابل جماعتیں پیدا ہوگئی ہیں ' اور ان میں بحث و مناظرہ کا معرکہ گرم ہے - ایک جماعت متجددین مفرطین کی ہے جنہیں اردو اخبارات کی اصطلاح میں ادبی " انتہا پسند " (اکسٹریمسٹ یا ریڈیکل) کہنا چاہیے - دوسری جماعت ادبی محافظین کی ہے ' جنہیں سیاسی جماعتوں کی تقسیم میں قدامت پسند (کنسرویٹو) وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے - ادب و شعر کی ان دو انتہائی جانبوں نے افراط و تفریط کے عجیب عجیب زاویے پیدا کردیے ہیں - ان دونوں انتہائی جماعتوں کے درمیان بعض اصحاب اقتصاد و اعتدال بھی ہیں ' لیکن بہت کم - کیونکہ جماعت کا ذہنی مزاج فکر و عمل کے ہر گوشے میں ' اعتدال سے مالوف نہیں ہوتا - افراط و تفریط ہی کی طرف مائل رہتا ہے -

سیاست کی طرح ادب و شعر میں بھی ان دو مذہبوں کا ظہور ' ہر ملک کے علمی اور فکری عہد کے ذہنی خواص میں سے ہے - انیسویں صدی کے اوائل میں جب یورپ کی ادبیات کا آخری انقلاب ظہور میں آیا ' تو اس وقت بھی طریق مدرسیہ (Classic) اور طریق رومانیہ (Romantic) کے متبعین میں کشمکش پیدا ہوئی اور انتہائی اطراف نمایاں ہوگئے - البتہ یورپ کی زبانوں اور عربی زبان کی نوعیت میں یہ اصولی فرق ہے کہ اٹھارویں صدی میں جب رومانیہ طریقہ کے متجددین پیدا ہوئے تھے ' تو اس وقت یورپ کا مدرسی علم ادب کوئی ایسی ترقی یافتہ حالت نہیں رکھتا تھا کہ ہر گوشہ میں ترقی و توسع کا محتاج نہو - وہ زیادہ سے زیادہ دو صدیوں کی ابتدائی ادبی ترقی کا نتیجہ تھا جو حروب صلیبیہ کے بعد سے یورپ میں شروع ہوئی تھی - اور پھر جو کچھہ بھی تھا ' صرف ادب کی ایک خاص شاخ میں محدود تھا یعنی شعر قصصی اور قصص تمثیلیہ میں - لیکن عربی علم ادب کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - اس پر نشو و ترقی کی تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں - وہ تمدن و علوم کی تمام حالتیں اور اسالیب بیان و تعبیر افکار کے تمام دور طے کرچکی ہے - اس لیے اسکی عصری احتیاج بہت حد تک محدود ہے ' اور نئے نئے اسالیب و مذاہب کے اخذ و اختیار میں بہت زیادہ احتیاط و توسط کی ضرورت ہے - مغربی اسالیب بیان کی کورانہ تقلید اور ابداع و تجدد کے افراط و غلو کی جگہ چاہیے کہ مجتہدانہ نظر و اعتبار سے کام لیا جاے ' اور عربی ادب و شعر کی خصوصیات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتھہ قدیم راہوں میں نئی نئی راہوں کی داغ بیل ڈالی جاے -

بہر حال سیاست و معاشرت کی طرح ادب و شعر مین بھی دو متقابل جماعتیں پیدا ہوگئی ہیں - ادبی تجدد و انقلاب کی اس حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طہ حسین استاذ جامعۂ مصریہ ہے - ڈاکٹر موصوف کی شخصیت میں مصر کے موجودہ عہد کی ایک غیر معمولی ذہانت نمایاں ہوئی ہے - وہ پیدایشی نابینا ہے - اس کا دماغ حواس خمسہ میں سے ایک سب سے بڑے حاسۂ علم سے محروم تھا - لیکن باوجود اسکے اس نے جامع ازہر میں علوم عربیہ کی تحصیل کی اور یورپ کی متعدد زبانوں میں بھی درجۂ رسوخ و نظر حاصل کرلیا - وہ ابھی جامع ازہر میں مشغول تعلیم تھا کہ جامعۂ مصریہ اسکی حیرت انگیز ابوالعلائی ذہانت کی شہرت سے متاثر ہوئی اور اپنے صرف سے پیرس اور روم بھجوادیا تاکہ مغربی لغات و علوم کی تحصیل سے بھی فارغ ہوجاے - کئی سال وہاں بسر کرنے کے بعد جب قاہرہ واپس آیا تو اسی جامعہ میں استاذ (پروفیسر) مقرر ہوگیا -

پچھلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عہد مولدین کے شعراء پر ایک سلسلۂ مقالات شروع کیا تھا ' جس نے مصر کے ادبی حلقوں میں موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پیدا کردیے - ان مقالات میں وہ اوائل عہد بنو امیہ کے بعض شعراء غزلیئین کے وجود سے انکار کرتا ہے ' اور انکے وجود کو محض قصصی اور شعری وجود قرار دیتا ہے جیسا کہ بعض مستشرقین یورپ کا بھی خیال ہے - ہم آج ان مقالات کا ایک حصہ ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے ہیں - اس کا تعلق " لیلی مجنوں " کے مشہور قصہ سے ہے - یہ سوال کہ کیا فی الحقیقت قیس عامری اور لیلی کے معاشقہ کا قصہ حقیقی ہے ؟ پہلے بھی اٹھہ چکا ہے - چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں ان لوگوں کی رائیں نقل کی ہیں جنہیں ان شخصیتوں کی حقیقت میں شبہ تھا ' لیکن ہم خیال کرتے ہیں اس ادعا اور وثوق کے ساتھہ غالباً کبھی انکار نہیں کیا گیا جیسا انکار ڈاکٹر موصوف کو ہے -

ہم بالفعل اس باب میں اپنی راے ظاہر نہیں کرینگے کیونکہ اسکے لیے شرح و تفصیل کی ضرورت ہے - صرف ڈاکٹر موصوف اور ان کے ناقدین کے مباحث کا خلاصہ ہدیۂ قارئین کر دینگے - ڈاکٹر موصوف کی تحریر کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

اطراف دمشق کا ایک مسجد جو گولہ باري سے بالکل تباہ کردیا گیا - تباهي کے بعد فرانسیسي پہنچے هیں اور دیکھہ رهے هیں که مکانوں کے کھنڈروں اور مقتول لاشوں کے سوا کوئي زندہ چیز باقي نہیں هے !

حتى المحاريب تبكي وهي جامدة

حتى المنابر ترثي وهي عيدان !

دمشق کي ایک قدیم مسجد جسے فرانسیسي حکام نے منہدم کردیا اور انہدام کے بعد اب اس سے کمین گاہ کا کام لے رهے هیں !

دمشق کي مشہور اور تاریخي مسجد " جامع التکیه " کا داخلي منظر - جسے سلطان سلیم خاں نے تعمیر کیا تھا - فرانسیسیوں نے اس پر قبضه کر کے اسے فوجي اصطبل بنا دیا - عین محراب و ممبر کے پاس گھوڑے باندھے گئے !

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طه حسین

اب سے پہلے میں بہت سے ادیبوں کو ناراض کرچکا هوں - بشاربن مبرد پر اُنکي خلاف توقع میں نے نکته چیني کي تهی - افسوس ' آج پهر میں اُنهیں ناخوش کرنے پر مجبور هوں میں سچ کہتا هوں ' مجهے اُنکي ناخوشي میں کوئي لطف حاصل نہیں هوتا - لیکن کیا کروں - بحث ونقد کي دیانت مجهے اِس پر مجبور کرتي هے - جب سے میں نے عربي شاعري پر بحث شروع کی هے ' اهل ادب کي ملامت کا نشانه بن گیا هوں - وہ ناخوش هیں - کیونکه میں نے ابونواس اور حسین بن الضحاک کو بشار بن مبرد پر ترجیح دي تهي - آج اُنکي ناراضی اَور زیادہ هوجائیگي ' کیونکه میں متعدد شعراء کے وجود سے انکار کرونگا ' یا اُنکي شخصیت کي اهمیت گهٹاونگا - میں آج کہونگا که یه شاعر یا تو سرے سے موجود هي نه تهے - یا تهے ' مگر اپنے زمانه میں کوئي نمایاں شخصیت نہیں رکهتے تهے - بعد میں لوگوں نے اُنهیں بڑها دیا - اُنکي طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب کردیے جو اُنهوں نے کبهی نہیں کہے تهے -

میں جانتا هوں' بہت سے اهل ادب میرا طریق بحث پسند نہیں کرتے - وہ صرف اثبات اور ایجاب هي کا ذوق رکهتے هیں' اور هر وہ طریق بحث ناپسند کرتے هیں جو انکار یا شک پر ختم هو - اُنکے خیال میں وہ شخص محقق نہیں هے جو "مجنوں" کے وجود سے انکار کرے' یا اسمیں شک وشبه کا اظہار کرے - جو کوئی ایسي جرأت کرے ' وہ اُنکے نزدیک مجرم هے - کیونکه اُنکے خیال میں وہ عربي علم ادب کي عظمت گهٹانے والا هے - اُنکے نزدیک بڑا محقق وہ هے جو ادبي قصص و محاضرات کے هر وجود پر علمي ایمان رکهتا هو' اور هر افسانۂ شعري ' حقیقت کے لباس میں دیکهتا هو - کیونکه اُنکے خیال میں ایسا کرنے سے عربي عظمت بڑهتي اور عربي ادب کي خدمت هوتی هے ' اور اسلیے ایسا کرنے میں حقیقت کي پروا کرنا ضروري نہیں - آنکهیں بند کر لیني چاهئیں ' اور جہل و اعتراف کي وادیوں میں بڑهے چلنا چاهیے !

وہ علم وادب میں بهي وهي راہ اختیار کرني چاهتے هیں جو سیاست میں اختیار کي جاتي هے - صرف جذبات برانگیخته کرو اور مرحبا کے نعرے سنو ! بلا شبه اِس طرح تم اِن لوگوں کو خوش کردے سکتے هو - لیکن افسوس هے که اس طریقه میں اُن لوگوں کیلیے کوئي دعوت نہیں هوسکتي جو قوم ' ملک ' اور جماعت کي رضامندي دیکهنے سے پہلے علم ' حقیقت ' اور دیانت کے چشم و ابرو پر نظر رکهتے هیں !

(شعراء غزلیئین)

بد قسمتي یا خوش قسمتي سے میں نے علم اور ضمیر کي رضا مندي کو لوگوں کي تعریف وتحسین پر ترجیح دے رکهي هے - یهي سبب هے که آج میں بغیر کسي احتیاط اور پیش بندي کے اعلان کرتا هوں که شعراء کي وہ جماعت ' جسے میں " اهل غزل " کے نام سے پکارتا هوں ' عربي ادب کي تاریخ میں وہ درجه نہیں رکهتي تهي جو آج لوگوں نے اُسے دے رکها هے -

یه شعراء در اصل دو نمایاں قسموں میں بٹے هوئے هیں - دونوں کے متعلق میرے خاص خیالات هیں - ایک قسم " خیالي شعراء " (" شعري سیرتوں ") کي هے - اسمیں مجنوں ' قیس بن ذریح ' عروہ بن حزام ' جمیل بن معمر ' وغیرہ داخل هیں - دوسري قسم " حقیقي شعراء " کي هے - یه وہ لوگ هیں جو نه تو خیالي محبت کے قائل تهے - نه فکري مراتب عفت وتنزہ کے دلدادہ تهے - وہ هر ارضي انسان کي طرح زندگي اور اُسکي آلودگیوں سے آلودہ هوئے اور اپنے اشعار میں اُنکے راگ گاتے رهے - اِس جماعت کا سرگروہ " عمروبن ابي ربیعه " هے -

هاں' مجهے عمروبن ابي ربیعه کے تاریخي وجود سے انکار نہیں - میں یه بهي تسلیم کرتا هوں که جتنے اشعار اُسکي طرف منسوب هیں ' اکثر اُسي کے هیں' اور یه که اُسکي شخصیت اُس زمانه میں بهي تقریباً ویسي هي تهي ' جیسي اس زمانه میں هم تصور کرتے هیں - یهي حال کثیر اور عبیداله بن قیس الرقیات کا هے -

(قیس مجنوں)

لیکن مجهے قیس بن ملوح (مجنوں) کے بارے میں پورا شک هے - میں اُسے تاریخي شخص یقین نہیں کرتا - میں تسلیم نہیں کرتا که اس نام کا کوي شاعر موجود تها اور لوگ اُسے جانتے اور اُسکے منهه سے اشعار سنتے تهے - مجهے یه بهی یقین نہیں که جو اشعار اُسکي طرف منسوب هیں ' اُسي کے هیں - میں خیال کرتا هوں که قیس بن ملوح (مجنوں) من جمله اُن خیالي آدمیوں کے تها جنهیں جماعتیں اپنا کوئي خاص تخیل یا زندگي کا کوئي خاص اسلوب ظاهر کرنے کے لیے فرض کر لیا کرتي هیں (یعني افسانۂ و شعر کي ایک خیالي سیرة) میرے خیال میں قیس بن ملوح ایک خیالي شخص هے - شعر کے راویوں اور داستاں سراؤں نے اُسے شعري و عشقي ضرورتوں سے ایجاد کیا تها - تا که مجالس و محافل کي دلچسپیوں کا سامان کریں - یا وقت کي ایک ادبي و شعري ضرورت پوري کردیں -

یہاں پر میں اُن اصحاب کو مخاطب کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنهوں نے مجنوں کے سچے عشق اور رقیق جذبات کي ثنا خواني میں بے فائدہ کوشش کي هے - اگر وہ اس کي جگه یه بات دکهاتے که مجنون ' عہد اموي کے بعض خیالات وجذبات اور شعر و نثر کے خاص خاص اُسلوبوں کا رمز و مظهر هے ' تو اُنکي کوشش زیادہ مفید هوتي' اور اُموي دور کي ایک ایسي خصوصیت ظاهر هو جاتي جسے عہد عباسي نے شروع هوکر اپنے لہو و لعب اور جسماني عیش وعشرت کے سیلاب میں همیشه کے لیے غرق کردیا -

مجنوں پر ایمان رکهنے والوں کو سمجهه لینا چاهیے که یه قصه محض افسانه هے - صحیح تنقید هرگز اِس کا وجود تسلیم نہیں کر سکتي - اُس شخص کے بارے میں تم کیا فیصله کروگے - جسکے نام نسب ' قبیله ' اور واقعات میں اتفاق کي جگه سخت اختلاف هو ؟ اِس سے بهي بڑهه کر یه که راوي خود اُس کے وجود پر متفق نه هوں اور اُسکے حالات سخت مشتبه لہجه میں روایت کرتے هوں ؟

ایسے شخص کے بارے میں تمهاري رائے کیا هو سکتي هے جس کے واقعات ابو الفرج اصفهاني صرف اس وجه سے روایت کرنا چاهتا هے که اس کا موضوع اُسے مجبور کرتا هے ؟ پهر لطف یه که روایات کي صحت کي ذمه داری لینے سے اسے پوري طرح انکار هے - وہ پورا بوجهه اصلي راویوں کي گردن پر ڈال دیتا هے اور خود الگ هو جاتا هے راویوں کے متعلق همیں معلوم هے که وہ ' بجز رواۃ حدیث کے ' زیادہ محتاط نه تهے - اکثر مشتبه واقعات بهي بیان کر جاتے تهے - لیکن باوجود اپني اس بے احتیاطي کے وہ مجنوں کے بارے میں اختلاف رکهتے هیں اور اُسکے وجود سے انکار کرتے یا شک ظاهر کرتے هیں - نیز اُسکا نام ' نسب ' حلیه ' اور سوانح حیات بالاتفاق بیان نہیں کرسکتے - پس جب خود اصل راویوں کا یه حال هے ' تو کیا همارے لیے یه سمجهنا نا مناسب هوگا که مجنوں محض ایک افسانه هے ؟

ہے ' تو اِس کي بنياد غالباً اسي طرح اور اسي عہد ميں پڑي تھي -

اگر ايک طرف شاهي و تاجداري کي پيدايش اور اُس کي درجه به درجه ترقي سامنے رکھي جاے' اور دوسري طرف تصور الهي کي اس کڑي پر اور اُسکي تمام ارتقائي کڑيوں پر نظر ڈالي جاے ؛ تو به يک نظر واضح هوجايگا که دوسرا تصور ' ٹهيک ٹهيک پہلے کا عکس ہے ' اور دونوں نقشے ايک هي ذهني مبدء سے نکلے هيں - انسان نے ايک هي زمانه ميں اور ايک هي طرح کے ذهن و خيال سے حکومت و کبريائي کے دو تخت بنائے - ايک زمين پر آراسته کيا - دوسرا آسمانوں کي ملکوتي فضا ميں بچها ديا - ايک پر وہ اپنے ابناء جنس کو بٹھا کر اُن کے سامنے اطاعت و غلامي کا سر جهکاتا - دوسرے پر اپنے خدا کا جاه و جلال ديکهکر سر بسجود هو جاتا -

يه جو مختلف قوموں کے قديم الهي تصورات ميں هم ديکهتے هيں که چهوٹے اور بڑے خداؤں کي تقسيم کي گئي ' هر جگه کيليے محلي (مقامي) خداؤں اور آسماني سرپرستوں کا تخيل پيدا هوا - نذر' بهينٹ ' اور قرباني' کي پيش کش ضروري سمجهي گئي' تقرب الهي کے ليے وسائط و وسائل کے عقيده نے رواج پايا ' بڑے خدا تک پہنچنے کيليے چهوٹے خداؤں کي شفاعت ضروري تصور کي گئي ' معبودوں کے غضب و انتقام سے بچنے کيليے طرح طرح کے مادي اعمال استعمال ميں لائے جانے لگے ' خدا کي تمثيلي صورت کي نشست کيليے تخت يا تخت کے قسم کي کوئي چيز ضروري سمجهي گئي ' اُس کے سر کي آراسگي کيليے " تاج " بهي وضع کيا گيا ' اور اُس کي حکمراني کے انصرام اور مشوروں کيليے دربار اور دربار کے ارکان بهي پيدا هوگئے ؛ تو يه تمام باتيں في الحقيقت دنيا کي شاهي و حکمراني هي کا پرتو هيں -

دنيا ميں جس وقت سے شاهي و حکمراني کي بنياد پڑي ہے يه تمام باتيں اُس کے لوازم و خصائص ميں سے سمجهي جاتي هيں اور مفهوم حکومت کے بنيادي اجزاء هيں - طاقت اور اختيار کي سب سے بڑي بڑائي بادشاه کيليے هوتي ہے - ليکن پادشاه بذات خود تمام کار و بار حکومت انجام نہيں دے سکتا اور نه دينا پسند کرتا ہے - اُس کے ماتحت وزير و امير هوتے هيں ' اور وہ احکام شاهي کے مطابق تمام کام انجام ديتے هيں - اسي چيز نے تصور الهي ميں بڑے معبود اور چهوٹے معبودوں کا تخيل پيدا کيا - خيال کيا گيا که چهوٹے معبود بڑے معبود کے نيچے رهکر کائنات قدرت کے تمام کار و بار انجام ديتے هيں -

يهيں سے تصور الهي ميں " تقسيم عمل " کا تخيل بهي ترقي پذير هوا - حکومت اور انتظام کے هر صيغه کے ليے کوئي ايک امير اور وزير مقرر هوتا اور هر بستي اور شهر کے اوپر کوئي ايک حاکم با اختيار هوتا - پادشاه سب کے اوپر تها ' ليکن رعايا کا علاقه اپنے اپنے حاکموں سے تها - براه راست پادشاه سے نه تها - حاکموں اور وزيروں کو اختيار پادشاه هي سے ملتا ہے ' ليکن جب مل جاتا ہے ' تو وہ اپنے اپنے دائرۂ حکومت ميں خود مختار هوتے هيں - رعايا کا فرض هوتا ہے که اُنهي کے کہے پر چلے اور اپني ساري داد فرياد اُنهي کي چوکهٹوں پر لے جاے - اسي تقسيم عمل اور حکومت بالوسائط کا نقشه تصور الهي ميں بهي قائم هوا - اور پہلے کارخانۂ کائنات کے هر صيغه کے ليے الگ الگ خداؤں کي ' پهر زمين کے هر حصے اور آبادي کے ليے محلي خداؤں اور کارسازوں کي تقسيم عمل ميں آئي - يه بات که خدا تک براه راست کوئي نہيں پہونچ سکتا - هر انسان کي پہونچ صرف درميان کے وسيله هي تک هو سکتي ہے ' اور اُسي کے وسيله سے وہ معبود حقيقي تک پہونچ سکتا ہے ' ٹهيک ٹهيک يهي بات تهي که کوئي آدمي براه راست پادشاه تک نہيں پہونچ سکتا - هر شخص کي پہونچ صرف اپنے اپنے حاکموں اور وزيروں اميروں هي تک هو سکتي ہے - وہ چاهيں تو دربار شاهي تک بهي پہنچا ديں -

پادشاهوں تک عوام کا براه راست نه پہنچ سکنا ' شاهي عظمت و کبريائي کے تخيل کا نتيجه تها - بنياد اس خيال کي يه تهي که جو شخصيت جس قدر بهي عوام کي رسائي سے بلند هوگي ' اُتني هي عظيم اور مقدس هوگي - جوں جوں يه تخيل پادشاهوں کي شخصيت کے ساتهه ترقي کرتا گيا ' اور اُن تک پہنچنے کے ليے نئے نئے واسطے اور وسيلے بنتے گئے ' خدا کے تصور ميں بهي ايک منظم سلسلۂ وسائل کا تخيل پيدا هوتا گيا - اس تخيل کي انتها يه تهي که کوئي انسان معبود حقيقي سے واسطه پيدا هي نہيں کر سکتا - اُسکا علاقه جو کچهه بهي اور جيسا کچهه بهي ہے ' صرف وسائط سے ہے - يعني اُن کار فرما طاقتوں سے ہے جن کے سپرد تدبير عالم کا تمام کارخانه کر ديا گيا ہے - اسي طرح نذرانه' پيش کش ' قرباني ' بهي ٹهيک ٹهيک وهي بات ہے ' جو ايک طرف انساني پادشاهي و سروري کے ليے وجود ميں آئي ' دوسري طرف تصور الهي ميں بهي سرايت کر گئي -

علم مصريات Egyptiology سے مصر کے قديم الهي تصورات پر نهايت قيمتي روشني پڑتي ہے - اس سے معلوم هوتا ہے که مصريوں کے سب سے زياده قديم معبود وهي تهے جنهيں محلي يا جماعتي معبود کہنا چاهيے - حضرت مسيح (عليه السلام) سے تقريباً نو هزار برس پہلے تمام سر زمين مصر محلي معبودوں ميں منقسم تهي - اِس عهد کے ايک هزار برس بعد (يعني ۸۰۰۰ - قبل مسيح) مدس ايسے معبودوں کا تصور پيدا هوا جو محلي نه تهے - مثلاً " اوزي ريس " اور اُس کے تالوث کي پرستش شروع هوئي جو انسانيت کا ديوتا تسليم کيا جاتا تها - بعض کتبوں سے معلوم هوتا ہے که اس عهد کے بعد مشرق سے کواکب پرستي کا تخيل مصر پہنچا اور " رارب " (سورج کے ديوتا) کا عالمگير اقتدار تسليم کر ليا گيا - هيرودوٹس اگرچه اس عهد کے هزاروں برس بعد مصر پہنچا ہے ' ليکن اُس نے بهي يه پراني روايتيں معلوم کي هيں - وہ لکهتا ہے که " مصر کے قديم زمانے ميں هر هر بستي کيليے الگ الگ خدا تها - جب ايک آدمي اپنے گانوں سے نکل کر کسي دوسرے گانوں ميں جاتا تها ' تو جب تک وهاں رهتا ' اپنے گانوں کے خدا کي پرستش ترک کرديتا اور اُسي دوسرے گانوں کے خدا کي پوجا کرتا " کيونکه وہ لوگ يقين کرتے تهے که ايک مقام کا خدا صرف اپني هي حکومت ميں کارسازي کي قدرت رکهتا ہے - دوسرے مقام کے انتظامات ميں دست اندازي نہيں کر سکتا " !

مصر کي طرح هندوستان بهي تاريخ تمدن کي سب سے بڑي قدامت رکهتا ہے - يہاں بهي محلي اور قبائلي معبودوں کا تصور' اقتدار الوهيت کي درجه بدرجه تقسيم' کارخانۂ کائنات کے نظم کيليے تقسيم عمل ' اور اسي طرح کے تمام تخيلات ' اسي عهد کے نشؤ و نما کا پته ديتے هيں -

يونانيوں کے تصور نے تو کوہ المپس کے معبودوں کا ايک پورا دربار حکومت ترتيب ديديا تها جسکا مرقع آج تک در و ديوار کي آرايش کا کام دے رها ہے اور جسکے مناظر هومر کي زندۂ جاويد اليڈ ميں بار بار

باب التفسیر

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

انسانی تصور الہی کی تکمیل

اور

اس کا سلسلۂ ارتقا

(۲)

(دور قہر و جلال)

گذشتہ نمبر میں اس دور کي شرح و تفصیل کا صرف ابتدائي حصہ درج ھوسکا - جس مقام پر پچھلا مقالہ ختم ہوا ھے ' اسکے بعد مسودہ میں مزید شرح و تفصیل ھے - خلاصہ اس کا یہ ھے کہ علم الآثار اور قدیم اصنامی و مذہبی روایات و قصص سے معلوم ھوتا ھے کہ اِس ابتدائي دور میں تصور انسانی درجہ بدرجہ حسب ذیل منزلوں سے گزرا - یہ گویا اس سلسلۂ ارتقا کي پہلي اصولي کڑي کي فرعي کڑیاں تھیں :

(۱) ایک مجہول خوف ودہشت کا تصور -
(۲) ابتدائي تشخص و تعین -
(۳) مظاہر فطرت کي مہلک اور سلبي قوتوں کا تصور -
(۴) خوفناک اور مہلک جانوروں میں ما فوق الطبیعۃ طاقتوں کا تخیل -
(۵) غیر مرئي دیوتاؤں کا تصور -
(۶) دیوتاؤں کے تصور میں ترتیب و نظم کا ظہور -
(۷) کائنات فطرت کے اعمال و مظاہر میں تقسیم عمل کا تصور - یعني اس تصور کي ابتدا کہ ھر چیز کي تخلیق و نگراني کیلیے الگ الگ خدائي طاقتیں ھیں - آگے چلکر یہ تقسیم عام ھوگئي - لیکن اس دور میں صرف فطرۃ کے سلبي اور تخریبي افعال میں ھوئي تھي -

(صفات رحمت و جمال کي آمیزش)

ایک مدت تک ذھن انساني صرف صفات قہر و جلال ھي کا تماشائي رہا - خود اُسکا ذھني مزاج بھي ابھي رقیق و لطیف صفات کے نشوؤ بلوغ سے محروم تھا ' اسلیے وہ خدا کے تصور میں بھي اُن کا جلوہ نہیں دیکھہ سکتا تھا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد انسان کي مدني زندگي نے چند قدم آگے بڑھاے اور اجتماعي معیشت میں ترقي ھوي ' تو معیشت کے نظم ' روابط کے قیام ' علائق کي وسعت ' زندگي کے امن ' اور عقل و ادراک کے منجھہ جانے سے فکر و احساس کا دائرہ اُتنا تنگ نہیں رہا ' جس قدر پہلے تھا - اس لیے قدرتي طور پر اُسکے جذبات و امیال کي کیفیت میں بھي ترقي ھوي ' اور ابتدائي زندگي کي سختي اور نا تراشیدگي کي جگہ رقت و لطافت کے احساسات اُبھرنے لگے - اِس حالت کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ تصور الہي کے دائرہ میں بھي ایک نئي وسعت پیدا ھوگئي ' اور نئے نئے جذبات سے وہ آشنا ھونے لگا -

یہ تصور الہي کي دوسري اصولي کڑي ھے - اس منزل میں پہنچ کر انسان نے دیکھا کہ خدا کا چہرہ اگرچہ غضب و ھیبت کے خال و خد سے ھولناک ھے ' لیکن کبھي کبھي اس پر رحمت و جمال کا تبسم بھی طاری ھوجاتا ھے - یہ تبسم ابتدا میں بہت ھلکا تھا - جوں جوں انسان کے لطیف جذبات منجھتے گئے ' یہ تبسم جمال بھی زیادہ نمایاں اور دلاویز ھوتا گیا - یہانتک کہ انسان کے تصور الہي میں قہر و جلال کے ساتھہ ' رحمت و جمال کے تصور کا عنصر بھي شامل ھوگیا -

یہ رحمت و جمال کے دور کي ابتدا تھي - اس دور میں خدا کي ایجابي صفات کا تصور بالکل ابتدائي اور ناقص حالت میں شروع ھوتا ھے ' اور ایک خاص حد تک نشو و نما پاتا ھے - ابتدائي درجہ میں اسکا عنصر بہت خفیف ھوتا ھے - آگے چل کر زیادہ نمایاں ھوجاتا ھے - تاھم مجموعي حیثیت سے غلبہ قہر و جلال کي صفات ھي کا رھتا ھے -

(تجسم و تمثل کا دوسرا قدم)

اِس دوسرے دور میں تجسم و تمثل (یعني خدا کي صفات کو مخلوق کي صفات کي طرح تصور کرنے) نے بھي ایک بہت ھي سست قدم آگے کي طرف بڑھایا - تنزیہہ کي منزل ذھن انساني کیلیے بڑي مشکل اور بڑي ھي دور کي منزل تھي - اسلیے اس راہ میں اُسکے قدم تیز نہیں اٹھہ سکتے تھے - تاھم اُٹھتے تھے ' اور اھستہ اھستہ تمثل کي سطح بلند ھوتي جاتي تھي -

پہلے تمثل سرتا سر ادنی قسم کے حیواني صفات کا تھا - کیونکہ خود انساني صفات بھي اسي درجہ میں تھیں - پھر انسان کي معنوي ترقي کے ساتھہ ساتھہ تمثل کي نوعیت میں بھي ترقي ھوتي گئي ' اور اونچے درجہ کي حیواني صفات سے تصور آشنا ھوگیا - پھر اس میں بھي ترقي ھوئي - انساني اور ذاتي صفات و اعمال میں سے جو صفات و اعمال اونچے درجے کے انسان کي نظروں میں آ سکتے تھے ' اُن سے خدا کا تصور آراستہ کیا جانے لگا -

(الوھیت اور شاھیت)

مثلاً جب اجتماعي معیشت کي ترقي و وسعت سے حکومتوں اور حکمرانوں کا ظہور ھوا ' اور طاقتور انسانوں نے کمزور افراد کو مسخر کرکے اپني شاھي و ممالکي کي عظمت و سطوت پیدا کرلي ' تو ذھن انساني کے سامنے طاقت اور اقتدار کا ایک نیا پر شکوہ نمونہ آگیا - اسلیے قدرتي طور پر وہ خدا کے تصور میں بھي ایک طرح کي شاھي و حکمراني کا جاہ و جلال دیکھنے لگا ' اور ساز و سامان حکومت کے وہ تمام اجزاء اُس میں بھي پیدا ھوگئے ' جو دنیا کے پادشاھوں اور انکے درباروں میں پیدا ھوگئے تھے - یہ جو آگے چلکر خدا کے عالمگیر تصور میں ایک شہنشاہ اور اُسکے دربار حکومت کے تمام لوازم کا تخیل سرایت کرگیا - حتی کہ آج خدا کا نام سنتے ھي ھمارے تصور میں ایک بڑے پادشاہ کے تخت عظمت و جلال کا نقشہ پیدا ھوجا

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اماموین کی ان نادر و اعلیٰ درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے، جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ، مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد، ذریعہ معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمی، اسلامی، سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے۔ اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانہ، نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوئے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ — " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

همارے سامنے آتے هیں - اس دربار میں زفس یا زیوس Zeus (مشتري) عصاء شاهي هاتهه میں لیکر تخت ریاست پر متمکن هوتا - هیرا اُسکي بیوي ملکه کي طرح اُسکے بالیں جانب بیٹهتي - دونوں طرف تخت کے نیچے بقیه معبود اور دیوتا بیٹهتے ' اور هیبیا Hebe (زفس کي بیٹي اور شباب کي دیوي) ساقي گري کا فرض انجام دیتي - هومر الیڈ کي چوتهي نظم شروع کرتے هوے کهتا هے : " دیوتاؤں نے زفس کے گرد مجلس شوریٰ آراسته کي - سنهري ایوان میں سب جمع هوئے - هیبیا نے عیش و نشاط کے جاموں کو گردش دي " الخ !

هندوستان اور یونان ' دونوں نے اپنے معبودوں کیلیے سر بفلک پہاڑ کي پراسرار چوٹیاں منتخب کي تهیں- هندوستان میں هماله کي برف آلود چوٹیاں دیوتاؤں کا مسکن اور دربار بنیں - یونانیوں کے پاس هماله جیسا پہاڑ نه تها ' لیکن اِلمپس کي ابر آلود چوٹیاں کافي بلند تهیں - اُنهوں نے خیال کیا ' ابر کے پر اسرار اور هیبت انگیز پرده کے پیچهے اُن کے معبودوں کا دربار جاه و جلال آراسته هے !

دیوتاؤں کیلیے طرح طرح کي سواریوں کا تخیل ' هندوستان ' یونان ' اور مصر کے مقدس رتهه ' آشور اور بابل کے تخت رواں ' ایران کا عجیب الخلقت مرکب ؛ سب اسي تخیل کے برگ و بار هیں - هندوستان ' مصر ' یونان ؛ تینوں نے معبودوں کي سواري کے جلوس اور تزک و احتشام کے سامان ویسے هي آراسته کیے تهے ' جیسے پادشاهوں کي سواریاں اُن وقتوں میں نکلا کرتي تهیں - علم و تاریخ کي خوش قسمتي سے اُن عهدوں کي شاهیت اور الوهیت : دونوں کے نقشے همارے سامنے آگیے هیں !

پادشاهت اور اُلوهیت کے اسي تماثل کا نتیجه تها که دونوں میں ایک عجیب طرح کا مخفي لزوم و علاقه پیدا هوگیا - یعني دونوں باهمدگر ایک دوسرے کے تخیل سے اِسطرح متاثر و منفعل هونے لگے که ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ' اور دوسرے کے اثر سے پهلا متاثر هوتا - کیونکه دو قریب قریب اور متماثل تخیل به یک وقت نشوؤ نما پانے لگے تهے - اگر ایک طرف شاهي و سروري کے اعتقاد نے خدا کے تخیل میں اپنا ساز وَ سامان حکومت پیدا کر دیا ' تو دوسري طرف خدا کے تصور کي شان الوهیت و تقدیس ' شاهي و سروري میں بهي پیدا هوگئي ' اور اس طرح ذهن انساني کے لیے دو هم شکل چیزوں میں حد امتیاز قائم کرنا دشوار هوگیا -

یهیں سے انساني پادشاهت میں شان اُلوهیت و کبریائي کے اعتقاد کي بنیاد پڑي- هندوستان ' مصر ' دو آبۂ دجله ؤ فرات ' اور ایران ' قدیم تمدن کے چار بنیادي مقامات هیں ' لیکن ان چاروں جگهوں کي تاریخ میں شاهي و سروري کے تاج کے گرد ' اُلوهیت و سماویت کا مقدس هاله نظر آ رها هے - هندوستان اور مصر میں پادشاه کا منصب ایک آسماني منصب تسلیم کیا گیا - اُن کے خاندان ' نسب ' پیدایش ' نشو و نما ' موت ' اور هر طرح کے معاملات میں غیر انساني قسم کے اسرار و رموز کي تقدیس پیدا هوگئي - وه خود بهي ایک دیوتا هوگئے ' خدا کا مظهر ' اوتار ' اور پهر زیاده هلکے لفظوں میں خدا کا سایه تسلیم کیے گئے ' اور " مشبه " اور " مشبه به " کا امتیاز اس طرح اُٹهه گیا که اب اس کا فیصله دشوار هو گیا هے که ان دونوں چیزوں میں " مشبه " کون تها اور " مشبه به " کسے قرار دینا چاهیے ؟

یه جو تمام قدیم قوموں میں اُنکي پادشاهتوں کي ابتدا دیوتاؤں سے تسلیم کي گئي هے ' یا پادشاهوں کا سلسلۂ نسب اجرام سماویه سے ملا دیا گیا هے ' یا پادشاهت کي ابتدا آغاز خلقت کے کسي ایسے عهد سے هوتي هے جب دیوتاؤں اور آسماني طاقتوں کے ما وراء طبیعت کارنامے انجام پا رهے تهے ؛ تو یه بهي اِسي صورت حال کا قدرتي نتیجه هے - قدیم مصریوں کا عام اعتقاد تها که تخت مصر پر پهلا دور دیوتاؤں کي براه راست حکومت کا گزرا هے - دوسرا دور ایسے انسانوں کي حکومت کا تها جن میں پوري نهیں آدهي دیوتائي تهي - بیس هزار برس جب ان دونوں دوروں پر گزر چکے ' تب انسانوں کا دور حکومت شروع هوا - هندوستان میں بهي چندر بنسی اور سورج بنسي خاندانوں کا تخیل قائم هوا ' جنکا سلسلۂ نسب چاند اور سورج پر جا کر ختم هوتا هے - آشوریوں اور بابلیوں کا بهي یهي خیال تها - وه کهتے تهے ' پادشاهت کا سب سے پهلا سلسله سورج دیوتا سے شروع هوا هے -

انساني پرستش کے تخیل نے بهي اسي دور میں نشوؤنما پائي - تمام ایسے انسان جو عام سطح سے کوئي بلند طاقت حاصل کر لیتے تهے ' به آساني دیوتاؤں کا درجه حاصل کر لیتے - عجب نهیں اِس کي ابتدا اِسي الوهیت اور پادشاهت کے تشابه سے هوئي هو -

مظاهر فطرة کي پرستش کے سلسله میں اجرام سماوي کي پرستش بهي اسي دور میں شروع هوئي ' اور انساني تخیل نے به تدریج اپنے ماحول سے متاثر هوکر اُن کي جسماني شکل و شباهت وضع کر لي - غالباً کواکب کي مختلف جسماني صورتیں سب سے پہلے دو آبۂ دجلۂ و فرات میں پیدا هوئي هیں - اُس کے بعد مصر اور یونان میں کواکبي اصنام کي پرستش کا ظهور هوا ' اور اُن کي اِلهي روایات نشوؤ نما پانے لگیں - پهر ایک مدت کے بعد جب علم هئیة کي ابتدائي معلومات سے انسان آشنا هوا ' تو کواکب پرستي کے تخیل میں زیاده نظم و اسلوب پیدا هو گیا ' اور ذهن و فکر کي رقت و لطافت ترقي کرنے لگي -

---

مختارات

شرم اور خاموشي ' عورت کا بهترین زیور هے -- اریپڈس

تهوڑي فرقت محبت کو بڑهاتي ' اور زیاده فرقت محبت کو قتل کر ڈالتي هے — میرابو

عورت کے محبت بهرے دل سے زیاده بڑي چیز دنیا میں کوئي نهیں — لوتهر

عورت اس لیے پیدا کي گئي هے که مرد کو مانوس کرے — والٹیر

مرد کو خدا سے همیشه دعا کرني چاهیے که عورت اُس کي حقیقت نه جاننے پائے — تهیکرے

اَدم سب سے زیاده خوش نصیب انسان تها - کیونکه اُس کي ساس نه تهي — پارفیه

(اتفاق سے ایک شعري خطاب)

" اتفاق ' آه تم کیا جانو اتفاق کیا هے ؟ اتفاق ایک سفید کبوتر هے جو اپني چونچ میں زیتون کي شاخ لیے هوئے' نااتفاقي کے طوفان سے نجات دینے کي خوش خبري سنا رها هے !

اتفاق چهچهاتي هوئي ایک بلبل هے اور اپنے شیریں راگوں سے غمزده دلوں میں طرب پیدا کر رهي هے !

اتفاق ' خوبصورت عندلیب هے - آسمان میں اڑتي چلي جاتي هے ' اور وهاں سے نسیم جنت بن کر واپس آتي هے !

اتفاق ' آسماني فرشته هے جو اپنے نوراني پر بهادر روحوں پر پهیلا دیتا هے ! "

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۱ — کلکته : جمعه ۲۷ . صفر ۱۳۴٦ هجری — نمبر ۱۱

Calcutta : Friday, 26, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦٥٧ مراسلات وصول ھوی ھین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۸٤	اردو حروف کی حق مین	۲۱۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۱۲۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۸٦	نستعلیق ھون	٥٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح و [illegible] کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ [illegible] بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

مقالات

ليلى مجنون

از ڈاکٹر طاهه حسين

(۲)

قيس کے بارے ميں عام راوي تو صرف اختلاف بيان هي پر قانع هيں ليکن ثقه راويوں کو انکار يا شک ميں تامل نہيں ہے - ميں تمام اقوال پيش کرکے تحرير کو طول دينا نہيں چاهتا - آغاني کي پہلي اور دوسري جلد ميں کافي ذخيره موجود هے ' اور بآساني ديکھا جا سکتا هے -

بعض راويوں کا انکار تو اس درجه تک بڑھ گيا تھا که وه کہتے تھے :

" بني عامر (مجنوں کے قبيله) کے دل اس قدر ٹھوس هيں که ان ميں اِتني زياده محبت هو هي نہيں سکتي - هاں بے عقل باشندگان يمن سے يه بعيد نہيں - ليکن بني نزار اِس سے کوسوں دور هيں "

ايک اور راوي تصريح کرتا هے :

" ميں قبيلۂ عامر کے ايک ايک خاندان ميں پھرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کيا - مگر کسي نے بھي اُس کي واقفيت کا اظہار نہيں کيا - بلکه سخت انکار کيا "

ايک دوسرے راوي کا بيان هے :

" ميں نے بني عامر کے ايک بدوي سے مجنوں کا حال پوچھا - اُس نے بہت سے عامري مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قيس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رها "

پھر اُن راويوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوي هيں - وه خود آپس ميں سخت اختلاف رکھتے هيں ' حتى که اُس کے نام تک پر متفق نہيں - کوئي قيس بتاتا هے - کوئي مهدي کہتا هے - کوئي اقرع قرار ديتا هے - کوئي بحتري پر زور ديتا هے - پھر اُس کے حسب و نسب کے بارے ميں اختلاف شروع هوجاتا هے - پھر خود اُس کا جنون بھي سب تسليم نہيں کرتے - کوئي کہتا هے ' وه بالکل ديوانه تھا - کوئي اُسے عاقل گردانتا هے - اصمعي کا قول هے " وه مجنون نہيں تھا - صرف ابو حيه نميري کي طرح تھوڑي سي سنک تھي " اِس کے بعد يه بحث شروع هوتي هے ' آخر وه مجنوں کيسے مشہور هوا ؟ بعض کہتے هيں " وه پہلے هي سے ديوانه تھا " بعض اِس کے خلاف هيں اور يه وجه بيان کرتے هيں که " اُس نے ايک شعر ميں اپنے آپ کو مجنوں کہا تھا - اِس ليے اُس کا يه لقب پڑگيا جيسا که بہت سے شعراء کا حال هے - مثلاً نابغه " اختلاف ابھي ختم نہيں هوتا ' بلکه جنون کے سبب تک پہنچتا هے - کچھه لوگ کہتے هيں " محبت نے اُسے ديوانه بنا ديا تھا " بعض کہتے هيں " در اصل اُس نے اپنے ايک شعر ميں خدا کي مشيئت پر اعتراض کيا تھا ' اس ليے خدا نے اُس پر اپنا قہر نازل کيا ' اور ديوانه هوگيا "

وه شعر يه هے : (اور کيا بے نظير شعر هے !)

قضاها لغيرى و ابتلاني بحبها
فهلا بشيئ غير ليلى ابتلانيا ؟

(خدا نے ميري محبوبه کو تو دوسرے کے ليے کرديا - ليکن مجھے اُس کي محبت ميں مبتلا کرديا - کيا يه نہيں هو سکتا تھا که ليلى کے سوا مجھے کسي دوسري مصيبت ميں مبتلا کر ديا جاتا ؟)

بعض راوي اِس کا رد کرتے هيں - اُن کا بيان هے که خدا کا قہر جنون کي شکل ميں نہيں بلکه برص کي شکل ميں اُترا تھا - غرضکه جتنے منهه اُتني هي باتيں هيں - ايسي صورت ميں کون يقين کرسکتا هے که مجنوں جيسا کوئي مشہور شخص دنيا ميں کبھي موجود تھا ؟

بلا شبه يه اعتراض پيدا هوتا هے که اگر مجنوں موجود نه تھا تو يه پورا قصه کہاں سے آگيا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راويوں نے ديديا هے - ابن کلبي لکھتا هے :

" بني اميه کا ايک نوجوان اپني چچيري بہن پر عاشق هوگيا تھا - جوش عشق ميں اُس نے اشعار کہے - پھر ڈرا ' مبادا راز کھل جائے اور طرفين کي رسوائي هو - لہذا اُس نے اس راز داري کے ليے مجنوں کا نام اختراع کرليا اور اپنے اشعار اُس کي طرف منسوب کرديے "

پھر هم يه بھي جانتے هيں که اُس زمانه ميں شعر و ادب کے ايسے راوي موجود تھے جنکا کام محض لوگوں کا دل بہلانا اور گرمي صحبت کے ليے داستانسرائي کرني تھي - وه اشعار و حکايات بنانے تھے اور بصره ' کوفه ' بغداد وغيره بڑے بڑے شہروں ميں پھيلا ديتے تھے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نويس لندن اور پيرس ميں طرح طرح کے افسانے مشہور کرديا کرتے هيں - يه معمولي لوگ نه تھے - اِن ميں ايسے لوگ بھي داخل تھے جنھيں آج کل نقه راوي يقين کيا جاتا هے - اِنھوں نے اشعار و حوادث گڑھنے ميں غير معمولي مہارت حاصل کي تھي - وه صاحب علم و فکر تھے - اس ليے اُس زمانه ميں بھي عوام اُنھيں صادق و معتبر سمجھتے تھے اور ان کي روايت بغير شک و شبه کے قبول کر ليتے تھے - اس طرح کے راويوں ميں سے دو راويوں کے نام ميں يہاں پيش کرونگا - " حماد راويه " اور " خلف احمر " اِن دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعي واقعات و اشعار بنائے هيں - يه دونوں عربي زبان کے ماهر اور بدوي فضائل سے بھي بہتر عربيت کے اسرار و دقائق جاننے والے تھے - دونوں اپنے دين ميں متهم اور لہو و لعب کے دلداده تھے - بعض هم عصر شعراء انکے سربک حال هوئے تھے - اسليے ان کے راز جانتے تھے اور انکي صداقت ميں شبه کرتے تھے -

يه حال صرف رواة ادب و شعر هي کا نہيں هے - اهل علم جانتے هيں که انساب ' سير ' اور فتوح و غزوات کے بہت سے راوي بھي ايسے هي تھے - سيرت ابن هشام اٹھاکر ديکھو - اس ميں ايک بڑا ذخيره اشعار کا پاؤگے - ليکن خود ابن هشام روايت کے بعد تصريح کرتا جاتا هے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصيدہ سے انکار کرتے هيں "

کے باپ نے قیس کو اپني لڑکي دینے سے انکار کردیا - سبب یہ بتایا کہ قیس اُس کي لڑکي پر عاشق ہے اور عشق طشت از بام ہوچکا ہے - بعینہ یہي واقعہ ہم دوسرے عشقیہ قصوں میں بھي پاتے ہیں - یہ گویا اُس عہد کے عشقیہ قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تھا - راویوں کا بیان یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھي کہ وہ عاشق سے لڑکي کا بیاہ نہیں کرتے تھے - میں نہیں جانتا یہ بیان صحیح ہے یا غلط ؟ عرب جاهلیة کا دستور تو اِس کے برعکس تھا - گمان غالب یہ ہے کہ راویوں نے یہ دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا ہے تا کہ عشقیہ قصوں میں عشاق کي محرومیوں کي ایک معقول وجہ ہاتھہ آجاے -

یہ واقعہ بھي کچھہ کم مضحکہ انگیز نہیں کہ خلیفۂ وقت نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر قیس ' پردہ میں بیٹھنے کے بعد بھي لیلی سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعہ کي طرح یہ واقعہ بھي اکثر عشقیہ قصوں میں دھرایا گیا ہے - ہم بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئي کام باقي نہیں رہا تھا کہ بدوي عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانہ مداخلت کرتے رہیں ؟ کبھي اُنکے قتل کا حکم دیں - کبھي اُنہیں معاف کردیں ؟ آخر وہ کون سي شرعي بنیاد تھي جس کي بنا پر وہ اِس قسم کے احکام صادر کرتے تھے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانہ عشق اتنا بڑا جرم ہے کہ اُس کي تعزیر قتل ہے ؟

اِسي طرح یہ واقعہ بھي ایک پر لطف ایجاد ہے کہ قیس جنون عشق میں وحشي ہوگیا تھا - اِیسا وحشي کہ اُس کا جنگل کے سوا کہیں جي نہیں لگتا تھا - ہرنوں سے موانست ہوگئي تھي - اور شب و روز کا ساتھہ تھا - داستان گو کي مبالغہ پسندي کے لیے اِتنا کافي نہ تھا - وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے ' اور ہمیں بتلاتا ہے کہ ایک دن وہ (راوي) قیس کي جستجو میں اُس درخت تک پہنچ گیا جسکے نیچے قیس ہرنوں کے ساتھہ بسیرا لیتا تھا - اور اِس طرح پہنچا کہ نہ تو قیس کو اُسکي خبر ہوئي ' نہ اُسکے رفیق و مونس ہرنوں کو - پہلے یہ سراغ رساں راوي چپکے سے درخت پر چڑہ جاتا ہے ' پھر اُترتا ہے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا ہے - ہرن آواز سنتے ہي بھاگ گئے - قریب تھا کہ قیس بھي چل دے - مگر راوي نے فوراً لیلي کا نام لے لیا - علي بابا کے " سم سم " کي طرح " لیلي " کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمي اثر دکھایا اور قیس کي وحشت دور ہوگئي - اب وہ آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پھر اچانک ایک نازک بدن ہرني نظر آگئي اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازہ ہوگیا !

یہ سب راویوں کا تخیل و تصنع ہے - ہم اِسے ہرگز واقعہ نہیں سمجھہ سکتے - یہ مبالغہ کي ایک خاص قسم ہے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز ہوجاتے ہیں تو بے سروپا باتیں شروع کر دیتے ہیں - اکثر قدیم عشقیہ قصوں میں یہي چیز نظر آتي ہے - دنیا کي سب سے پراني قصصي نظم الیڈ کا بھي یہي حال ہے - یوناني شعر و ادب کے مغربي نقادوں نے اِسي اسلوب پر الیڈ کي بھي تنقید کي ہے - اُسکے غیر معقول رکیک ' اور مبالغہ آمیز اشعار ' کم زور شعراء کا الحاقي کلام قرار دیا ہے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماہر شاعروں کا تخیل بتایا ہے - (یعنے اُن مغربي نقادوں نے جنہوں نے ہومر کے حقیقي وجود سے انکار کیا ہے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتھہ بہت رعایت کي جائے اور اُسے محض خیالي شخص نہ قرار دیا جائے ' جب بھي اُسکے مشکوک و مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں ہوسکتا - بلا شبہ بحث کا خاتمہ شک و انکار پر ناپسندیدہ ہے - لیکن ہمیں علم و حقیقت کي خاطر کبھي کبھي اِس پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے -

ہمارے سامنے متعدد عشقیہ عربي قصے موجود ہیں - یہ قصے کئي باتوں میں باہم مشترک ہیں اور کئي باتوں میں مختلف ہیں - مثلاً یہ چیز سب میں یکساں طور پر موجود ہے کہ ان تمام قصوں کے ابطال عشق (ہیروز) بدوي ہیں - سب کي محبت یکساں طور پر انتہائي قسم کي ہے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑي بڑي تکلیفیں دیں - سب کي محبت پاک تھي - سب نے تقریباً ایک ہي طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک ہي درجہ کے ہیں - سب کے واقعات ' مصائب ' طرز عمل ' اور خلفاء و حکام کي مداخلت کي نوعیت بھي یکساں ہے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں ہے ' اُن کے قبائل میں ہے ' یا اُس ماحول میں جس میں انہوں نے پرورش پائي تھي -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنى) میں شک کرنے کے بعد ہمیں اُن کي جگہ دوسرے اشخاص یا دوسري چیزیں قائم کرني چاہئیں ' ورنہ بحث بے نتیجہ ہوگي - نفي و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر ہے - میري رائے میں قیس بن ملوح ' قیس بن ذریح ' جمیل بن معمر ' اور عروہ بن حزام کي جگہ صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود ہے - یعني عہد مولدین کے قصص عشقیہ کا فن اور مذہب (اسکول) میرا یقین ہے کہ یہ فن ' عہد اموي میں ظاہر ہوچکا تھا ' یا کم سے کم اُس کي نمایاں بنیادیں پڑچکي تھیں - آہستہ آہستہ اِس میں ترتیب و ترقي ہوئي ' یہاں تک کہ ایک مستقل فن بن کر موجودہ زمانہ کي عشقیہ قصہ نویسي کے قریب قریب پہنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجھے اس کي کوئي پروا نہیں کہ قیس بن ملوح کي شخصیت تاریخي ہے یا غیر تاریخي ؟ میرے سامنے چند عشقیہ قصے موجود ہیں : قصۂ قیس بن ملوح ' قصۂ قیس بن ذریح ' قصۂ جمیل بن معمر ... وغیرہ - اب میري بحث کا موضوع یہ قصے ہیں جنہیں متمدن تخیل نے پیدا کیا ہے ' نہ کہ خود عشاق - مجھے وہ اشخاص تلاش کرنے چاہئیں جنہوں نے یہ قصے بنائے - نہ کہ وہ عشاق جن کے حالات یہ قصے بیان کرتے ہیں - مجھے قصہ نویسوں کي اختراعي قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کي مہارت فني سے بحث کرني ہے - مجھے اُس ادبي فن پر غور کرنا چاہیے جو ادب و علوم کي دوسري شاخوں کي طرح اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تھا ' اور اسلامي تمدن کے گہوارہ میں پیدا ہوگیا -

بلا شبہ میں جانتا ہوں ' اِس بحث کي راہ میں سخت موانع در پیش ہیں - یہي ایک مانع کیا کم ہے کہ ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں - تاہم ہمیں چاہیے کہ ادب عربي کي خصوصیات و کمالات کي تحقیق و کشف کے لیے اِس دشوار گزار وادي میں قدم اٹھائیں ' اور اِن قصوں کا ادبي تجزیۂ و تعلیل کرکے اُن کا عیب و ہنر الگ الگ دکھادیں - ہمیں چاہیے کہ عہد اموي کے اُن ادبي ' اخلاقي ' سیاسي ' اجتماعي ' اسباب کا سراغ لگائیں جنہوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پہل زمین طیار کي ' اور پھر ان اسباب کي بھي جستجو کریں جنسے عہد عباسي میں یہ تمام عمارتیں منہدم ہوگئیں -

اصل یہ ہے کہ عرب ' روم ' ایران ' اور یونان ؛ باهم بہت حد تک مشابہ هیں - رومیوں نے یونان پر جنگي فتح حاصل کي تھي مگر یونان نے رومیوں پر ادبي فتح پا لي - یہي حال عربوں کا هوا - اُنھوں نے ایران کو اپنے قومي جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایراني ادب و ذهنیت سے مغلوب هوگیے - اس ادبي فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے هیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یہ کیا کہ روم اور عرب کے تمدن پر دست درازي کي اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یہي صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بھي پیش آئي ہے -

ان وجوہ کي بنا پر همیں پورا حق ہے کہ اپنے ثقہ راویوں کي روایت پر بھي شبہ کریں - اور جب وہ مجنوں جیسے قصہ میں اس قدر باهم مختلف هوں تو اور بھي زیادہ شک و احتیاط کریں -

همارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقہ اور بھي ہے - لیکن وہ محض ایک فني طریقہ ہے - تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا - مجنوں کے اشعار میں هم اِس طریقہ سے کام لے سکتے هیں - شعر همیں خود بتادے گا کہ یا تو وہ بتکلف بنایا گیا ہے ' اس لیے محبت کا سچا جذبہ پیش نہیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام ہے اور راویوں نے سہواً یا عمداً اُسے مجنوں کي طرف منسوب کر دیا ہے -

جاحظ نے بالکل ٹھیک کہا ہے :

" کوئي شعر نہیں جس میں لیلی کا ذکر هو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کي طرف منسوب نہ کر دیا هو - اور کوئي شعر نہیں جس میں لبنی کا ذکر هو اور قیس بن ذریح کے سر تھوپ نہ دیا گیا هو - یہ واقعہ ہے کہ مجنوں کي طرف بہت سے شعر منسوب کر دیے گئے هیں ' حالانکہ خود مجنوں کو اُنسے کوئي تعلق نہیں - یہ شعر اُن شاعروں کے هیں جو نہ تو مجنوں تھے ' اور نہ محبت نے اُنکا وہ حال کر دیا تھا جو مجنوں کا تھا "

شاعر کي تحقیق کس طریقہ پر کرني چاهیے ؟ خود شاعر کي شخصیت سب سے پہلي چیز ہے - یہ اس لیے کہ شاعر اپنے شعر میں اپني شخصیت ضرور رکھتا ہے - اگر شاعر ' کامل ہے تو اُسکا دیوان اُسکي نفسیت اور جذبات کا آئینہ اور اُسکي پوري شخصیت کا مظہر هوتا ہے - اُس کي مختلف نظموں میں ایک هي روح ' ایک هي نفسیت ' ایک هي قوت کار فرما نظر آئیگي - بلا شبہ تمام اشعار یکساں نہ هونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمي بیشي هوگي - لیکن شاعر کي شخصیت سب میں نمایاں هوگي ' اور وحدت شعري اِس درجہ واضح هوگي کہ ذوق سلیم فوراً فیصلہ کر دیگا کہ یہ شعر فلاں کا ہے یا یہ شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر ہے - همارے خیال میں یہ طریق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل ہے - خصوصاً شعر غنائي (گانے کے اشعار) میں اُسکي اهمیت غیر معمولي ہے - کیونکہ شعر کي یہ صنف ' نفس کا شفاف آئینہ اور جذبات کا سچا مظہر هوتا ہے -

اِس اصول کي بنا پر کیا هم مجنوں کے اشعار میں اُس کي کوئي نمایاں شخصیت دیکھہ سکتے هیں ؟ میرا دعوی ہے کہ نہیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرني نہیں چاهتا - میري تحقیقات کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ مجنوں کي طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے هیں ' وہ:

(۱) یا تو مشہور شعراء کے هیں اور راویوں نے غلطي سے مجنوں کي طرف منسوب کر دیے هیں -

(۲) یا مجہول شعراء کے هیں اور لیلی کا ذکر دیکھکر لوگوں نے مجنوں کے سمجھہ لیے هیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجھہ کر بنائے هیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپني گرم بازاري کے لیے گڑھے هیں اور مجنوں کے سر تھوپ دیے هیں -

میں نے بڑي کوشش کي ' مگر ان اشعار میں کسي مشترک شخصیت کي روح نہ دیکھہ سکا -

مجنوں کے بارے میں اپني رائے ایک اور طریقہ سے بھي هم ثابت کر سکتے هیں - وہ یہ کہ راوي اُس تعلق کي نوعیت بیان کرنے میں بھي بہت مختلف هیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلی کے درمیان تھا -

بعض کہتے هیں لیلی مجنوں میں بچپنے هي سے تعارف هوگیا تھا - دونوں بکریاں چرایا کرتے تھے - آهستہ آهستہ دل کو تعلق هوا - یہاں تک کہ بچپنے کے اُنس نے جواني میں عشق کي صورت اختیار کرلي - جوان هونے پر لیلی قیس سے چھپا دي گئي تھي - اِس صدمہ نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یہ قصہ تسلیم نہیں کرتے - اُن کا دعوی ہے کہ دونوں میں بچپن سے تعارف نہیں هوا - بلکہ اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات هوگئي - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکھیں - سلام کیا - اُنھوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹھا لیا - قیس سواري سے اُترا - امرء القیس کي طرح اپني اونٹني ذبح کرڈالي اور گوشت بھون بھون کر اُنھیں کھلانے لگا - یہاں تک کہ شام هوگئي - شام کو ایک اور نوجوان وارد هوا - سب لڑکیاں قیس کو چھوڑ کر اُس کي هو رهیں - اِس پر قیس خفا هوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کہے - دوسرے دن صبح پھر اُدھر گیا تو لڑکیاں موجود نہ تھیں - صرف لیلی موجود تھي - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کي طرح پھر اپني اونٹني ذبح کي اور محبت کا اظہار کیا - ابتدا میں لیلی نے بے رخي دکھائي - قیس بہت غمگین هوا - لیکن پھر لیلی کو ترس آگیا - اپني محبت کا بھي اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بھي تسلیم نہیں کرتے - وہ کہتے هیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلدادہ تھا - لیلی ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزہ تھي - قبیلہ کے نوجوان اُس کے هاں بیٹھتے اُٹھتے تھے - قیس نے سنا تو وہ بھي آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار هوگیا !

اِسي قسم کي اور روایتیں بھي هیں - اِنسے صاف معلوم هوتا ہے کہ لیلی کي شخصیت بھي قیس سے کچھہ کم ما بہ النزاع نہیں ہے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والي لڑکي بنایا ہے - دوسري میں بدوي دوشیزہ ' جو نوجوانوں کو روکتي اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتي ہے - تیسري میں اُس وضع کي ایک مہذب اور نستعلیق خاتون ' جیسي بڑے بڑے اسلامي شہروں میں هوا کرتي تھیں - کیا صرف یہي ایک اختلاف ' لیلی کي شخصیت مشتبہ کر دینے کے لیے کافي نہیں ہے ' جیسا کہ پہلا اختلاف مجنوں کي شخصیت پوري طرح مشکوک کر دیتا ہے ؟

مجنوں کے قصہ میں اور بھي اندروني شہادتیں ایسي موجود هیں جو میري رائے کي تائید کرتي هیں - مثلاً یہ روایت کہ لیلی

صحبت اور معاشرت بھي اکتسابي تعلیم و تربیت کا سب سے بڑا ذریعہ هے' بلکہ بسا اوقات درس و تدریس کي باقاعدہ تعلیم سے بھي کہیں زیادہ موثر هوتي هے - لیکن جہاں تک اُسکي زندگي کے حالات روشني میں آئے هیں' کوئي قرینہ اِس کا موجود نہیں کہ اُسے مشرق و ایشیا کي عام مقلدانہ و رسمي سطح سے کوئي بلند درجہ کي صحبت ملي هو -

سیر و سیاحت بھي ذهن کي نشو و ترقي کا بہت بڑا ذریعہ هے' لیکن اُس نے اپني ابتدائي زندگي میں هندوستان اور حجاز کے سوا اَور کسي مقام کا سفر نہیں کیا تھا - ظاهر هے کہ ان دونوں مقامات میں کوئي سر چشمہ ایسا موجود نہ تھا جس سے ایک مجتہدانہ فکر و نظر کي پیدایش هو سکے - انیسویں صدي کے اوائل میں اِن مقامات کا تعلیمي تنزل منتہاء کمال تک پہنچ چکا تھا -

قسطنطنیہ میں بار دوم : سنہ ۱۸۹۲

سب سے زیادہ یہ کہ اُس نے جتني بھي اور جیسي کچھہ بھي تعلیم حاصل کي تھي' وہ وهي تعلیم تھي جو بجاے خود مسلمانوں کے ذهني تنزل کي پیداوار هے اور کئي صدیوں سے اسلامي دنیا کے دماغي تنزل کا سب سے بڑا سبب بن گئي هے - اس تعلیم سے ذهن و فکر کي تمام قوتیں پژمردہ هو جا سکتي هیں' لیکن آزادانہ نشوؤ نما نہیں پا سکتیں -

بااین همہ وہ سنہ ۱۸۷۰ - میں جب کہ اُس کي عمر بہ مشکل تیس برس کي هوگي' یکایک قاهرہ میں نمایاں هوتا هے' اور صرف چالیس دن کے قیام سے اس عظیم مشرقي دار الحکومت کے تمام علمي حلقوں کو اپني طرف متوجہ کر لیتا هے - حتی کہ اُس کي " عجیب اور نئي قسم کي علمي قابلیتوں " کي شہرت دار الخلافۃ قسطنطنیہ تک پہنچتي هے' اور اس کي تمام اصلاحي اور انقلابي قوتیں نمایاں هوجاتي هیں !

وہ ادب عربي کا ایک عجمي متعلم تھا جس نے بعید ترین عجمي ممالک میں عجمي اساتذہ سے ناقص اور گمراہ قسم کي ادبي تعلیم حاصل کي تھي - لیکن وہ عربي زبان کے سب سے بڑے مرکز' قاهرہ میں سب سے پہلے صحیح و صالح فن عربیۃ کا درس دیتا هے اور عربي کتابت و تحریر کا ایک نیا دور پیدا کر دیتا هے - آج مصر و شام کے تمام مشاهیر اهل قلم اعتراف کرتے هیں کہ "کتابت عربیہ میں هم سب اسي عجمي کے عیال هیں" موجودہ عہد میں عربي کا سب سے بہتر کاتب' شیخ محمد عبدہ تھا' اور وہ اسي کا شاگرد تھا !

ایران میں بار دوم : سنہ ۱۸۹۰

اُس نے علوم حکمیہ کي جسقدر بھي تعلیم حاصل کي تھي' وہ وهي موجودہ مدارس عربیہ کے متون و شروح کي عقیم و کج اندیش تعلیم تھي' لیکن وہ ذهین و مستعد طلبا کي ایک جماعت منتخب کرکے علوم حکمیہ کا درس و املاء شروع کردیتا هے' اور قدیم معقولات کي وہ تمام گتھیاں ایک ایک کرکے واضح کرتا هے جنکے اعتقاد و جمود نے صدیوں سے مشرقي دنیا کا ذهني ارتقا معطل کردیا هے !

مذهب اور علم' دونوں میں اُسکي مصلحانہ ذهنیت نمایاں هوتي هے' اور کسي گوشہ میں بھي اُسکے قدم وقت کي مقلدانہ سطح سے مس نہیں هوتے - سیاست میں وہ سر تاپا انقلاب کي دعوت هوتا هے' اور جہاں کہیں جاتا هے' چند دنوں کے اندر مستعد اور صالح طبیعتیں چن کر انقلاب و تجدد کي روح پھونک دیتا هے - اُس نے بہ یک وقت مصر' ایران' اور عراق ؛ تینوں مقامات میں اصلاح و انقلاب کي تخم ریزي کر دي !

وہ اپنے اولین قیام مصر سے تقریباً بارہ برس بعد پہلي مرتبہ یورپ کا سفر کرتا هے' اور پیرس میں وقت کے سب سے بڑے فلسفي اور علم و دین کي نام نہاد نزاع میں سب سے بڑے حریف دین و مذهب' پروفیسر رینان سے ملتا هے - وہ پہلي هي ملاقات میں اِس " عجیب الاطوار مشرقي فیلسوف " سے اس درجہ متاثر هوتا هے کہ اخبار طان میں سید موصوف کے ایک مقالہ کا رد کرتے هوے لکھتا هے :

" میں نے اسکے شخصیت میں ابن سینا اور ابن رشد کي روح دیکھي " جیسا کہ اوپر گزر چکا هے - یاد رهے کہ انسان کي قابلیت کیسي هي کیوں نہ هو' لیکن مخاطب کے تاثر کے لیے وہ بہت کچھہ قوت بیانیہ اور فصاحت تکلم کا محتاج هوتا هے - جس وقت سید جمال الدین رینان سے پیرس میں اور لارڈ سالسبري سے لندن میں ملا هے' اُس وقت اسکي فرانسیسي زبان کي تعلیم کي تاریخ صرف اتني تھي کہ اثناء قیام مصر میں ایک شخص سے لاطیني الف بے قلمي لکھوا لي تھي' اور پھر کچھہ عرصہ کے بعد ایک کتاب خرید لي تھي جو عربي میں فرانسیسي کي ابتدائي تعلیم کیلیے لکھي گئي تھي - کوئي ثبوت موجود نہیں کہ اُس نے کسي انسان سے باقاعدہ فرانسیسي زبان کي

قسطنطنیہ میں : سنہ ۱۸۷۰

پیرس میں : سنہ ۱۸۸۳

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

قائدین فکر

سید جمال الدین اسد آبادی

" تقریباً دو ماہ گزرے ہیں کہ ایک شخص سید جمال الدین نامی سے میری ملاقات ہوئی - اس شخص کی شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وہ ایسا ہے جو بہت کم شخصیتیں مجھہ پر ڈال سکی ہیں - یہ اثر بہت قوی اور گہرا تھا ' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مجھے خیال ہوا ' سوربون یونیورسٹی کے خطبات کا موضوع یہ قرار دوں کہ " اسلام اور اُس کا علم سے علاقہ " سید جمال الدین کی ذہنیت ایک ایسی ذہنیت ہے جو رسمی اسلام کے موثرات کی پوری طرح مقاومت کرسکتی ہے - میں جب اِس شخص سے باتیں کر رہا تھا ' تو اُس کے افکار کی آزادی ' طبیعت کی فضیلت ' اور اظہار حقیقت کی جرأت دیکھکر مجھے خیال ہوا ' میں اِس وقت اُن مشاہیر عالم میں سے کسی ایک کو مخاطب کر رہا ہوں جو دنیا کے گزشتہ علمی زمانوں میں گزر چکے ہیں اور جن سے تاریخ کے ذریعہ ہم نے واقفیت حاصل کی ہے - مثلا گویا ابن سینا ' ابن رشد ' یا اُن حکماء عظام میں سے کسی حکیم کو اپنے سامنے دیکھہ رہا تھا جنھوں نے فکر انسانی کو جہل و اوہام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کی پانچ صدیوں تک اپنی شجاعانہ جد وجہد جاری رکھی تھی " ! (فیلسوف رینان)

بغیر کسی تامل کے کہا جا سکتا ہے کہ مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کی صف میں اُس کی شخصیت کئی اعتبار سے اپنا سہیم و شریک نہیں رکھتی !

۳۰ - برس کی عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنہ ۱۸۶۹

وہ ایک گمنام اور مجہول ماحول میں پیدا ہوا - ایسے مجہول ماحول میں کہ آج تک یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم نہ ہوسکی کہ وہ فی الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعدآباد کا جو ہرات کے قریب اور افغانستان میں واقع ہے ' یا اسدآباد کا جو ہمدان کے قریب اور ایران میں واقع ہے ؟

اُس کے وطن کی طرح اُس کی ابتدائی زندگی کے حالات پر بھی ظن و تخمین کے پردے پڑے ہوئے ہیں تاہم یہ قطعی ہے کہ تعلیم و تربیت کا اسے کوئی موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسی اعتبار سے بھی ممتاز اور قابل ذکر ہو - انیسویں صدی کے کامل تنزل یافتہ افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیہ کی جیسی کچھہ تعلیم دیا کرتے تھے ' زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کی تھی ' وہ وہی تھی - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کی ' وہ بھی یقیناً معمولی درجہ کے تھے - اُن میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی علمی شخصیت قابل ذکر ہو -

(سید جمال الدین)

انیسویں صدی کی تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کی جس قدر شخصیتیں پیدا کی ہیں ' اُن میں کوئی شخصیت بھی وقت کی عام پیداوار سے - اس قدر مختلف اور اپنی طبعی ذہانت اور غیر اکتسابی قوتوں میں غیر معمولی نہیں ہے ' جس قدر سید جمال الدین کی شخصیت ہے -

کلکتہ میں : سنہ ۱۸۷۹

دنیا کے نئے تمدنی انقلاب اور نئے علوم سے آشنا ہونے کا بھی اُسے کوئی خاص موقع حاصل نہیں ہوا تھا - اُس کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر افغانستان میں بسر ہوا ' یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ' اور یہ دونوں مقامات اُس وقت مغربی تمدن و علوم کی تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہیں رکھتے تھے -

بصرہ میں بہ لباس عربی سنہ ۱۸۸۹

اِس منارہ کي تعمیر سے غرض یہ تھي کہ جہازوں کو کھاڑیوں اور چٹانوں سے ھوشیار کیا جائے اور بندرگاہ کا سیدھا راستہ دکھا دیا جائے - اِس وقت مختلف مقامات مین کئي اور منارہ بھي موجود ھیں - مثلاً " منارۂ اوستیا " لیکن اِن مناروں سے بعض خطرے بھي پیدا ھوگیے ھیں - کیونکہ اُنکي روشني دور سے ستارہ کي طرح معلوم ھوتي ھے اور جہازوں کو راستہ بھلا دیتي ھے "

مورخ نے منارہ کا خرچ ۸۰۰ وزن بتایا ھے - اِسکے معني یہ ھوئے کہ تقریباً ۱۵ - لاکھ روپے صرف ھوئے تھے - منارہ کي عظمت کے مقابلہ میں یہ رقم بہت کم معلوم ھوتي ھے -

منارہ کا بنانے والا سوسٹراتس سکندر اعظم کے مشہور معمار ڈیمکراتیس کا بیٹا تھا - اِسنے اپنا نام منارہ پراِن لفظوں میں کندہ کیا تھا :

" کنیڈوس کے باشندے سوسٹراتس ولد ڈیمکراتیس کي طرف سے نجات دینے والے دیوتاؤں کو ھدیہ ' تاکہ وہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو نجات بخشیں "

جن سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے تیرھویں صدي عیسوي میں یہ منارہ دیکھا تھا ' اُنکا بیان ھے کہ یہ ٦۰۰ فٹ یعني سو قد آدم بلند تھا - عمارت کي وضع بابلي تھي - کئي منزلیں اوپر نیچے تھیں - ھر منزل اپنے نیچے کي منزل سے چھوٹي اور اوپر کي منزل سے بڑي تھي - زیریں دو منزلیں مربع تھیں اور اوپر کي دو مستدیر تھیں - ھر منزل میں ایک بڑا روشن دان تھا - بنیادیں سنگلاخ تھیں اور چونے کي جگہ سیسہ کي جڑائي کي گئي تھي تا کہ سمندر کي موجیں نقصان نہ پہنچا سکیں - پوري عمارت سنگ مرمر کي تھي - چوٹي پر ایک بہت بڑا تنور تھا - اس میں شب روز آگ جلا کرتي تھي - رات کو اُس سے روشني حاصل ھوتي اور دن کو دھواں نکلتا رھتا -

کہا جاتا ھے کہ منارہ کے اندر تین سو کمرے تھے اور انمیں فوجي پہرا رھتا تھا -

بعض قدیم راویوں نے بیان کیا ھے کہ مینار کي زمین پر شیشہ جڑا تھا اور چوٹي پر ایک عظیم الشان آئینہ لگا تھا جسے حرکت دے سکتے تھے اور اُسکے ذریعہ آفتاب کي شعاعیں جمع کرکے سو میل کي مسافت پر جہاز جلا دیے جاتے تھے - لیکن یہ محض بے بنیاد باتیں ھیں - البتہ یہ ممکن ھے کہ معمار نے کوئي معدني آئینہ اِس غرض سے لگا دیا ھو کہ روشني میں اضافہ ھو جائے -

فتح مصر کے بعد عربوں نے ایک مدت تک اِس منارہ کي حفاظت کي اور اُس سے کام لیتے رھے - لیکن ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلیے ایک مکار آدمي دمشق بھیجا اور اُس نے یہ کہکر خلیفہ کو دھوکا دیا کہ اِس منارہ کے نیچے بہت بڑا خزانہ مدفون ھے - خلیفہ نے لالچ میں آکر کھودنے کا حکم دیدیا - لیکن ابھي صرف آدھي عمارت منہدم ھوي تھي کہ ولید متنبہ ھوگیا اور اُس نے خیال کیا ایسي قیمتي اور مفید عمارت کا ڈھانا سخت غلطي ھے - اس نے انہدام کے روکنے کا حکم دیا اور از سر نو تعمیر کي کوشش کي - لیکن اب اگلي سي تعمیر دشوار تھي - کئي باکمال معماروں نے کوشش کي لیکن کامیاب نہ ھوئے - یہانتک کہ اُسکي چوٹي کا آئینہ زمین پر گرگیا اور پاش پاش ھوگیا - اِسکے بعد نصف عمارت باقي رھگئي تھي - باشندوں نے اُسے مسجد بنا لیا تھا - لیکن سنہ ۱۳۷۵ ع میں زلزلہ آیا اور پورا منارہ سمندر میں جا گرا - کہا جاتا ھے کہ قلعہ قائد بک کے قریب ابتک سمندر کي تہہ میں منارہ کے پتھر چمکتے دکھائي دیتے ھیں -

(٤)

مشتري کا مجسمہ

The Statue of Jupiter

" جوپیٹر " رومانیوں کا مشہور دیوتا ھے - بعینہ یہي دیوتا ' یونان میں " زئس " (Zeus) کے نام سے پوجا جاتا تھا - بلا استثنا تمام قدیم مورخوں نے اِس بت کا ذکر کیا ھے جسے ایتھنز میں " فیڈیاس " نے بنایا تھا - سب اِسے بالاتفاق دنیا کے سات عجائب میں شمار کرتے ھیں - موجودہ دنیا اُس کے نام و نشان سے بالکل خالي ھے - صرف چند سکے دستیاب ھوئے ھیں جن پر اُسکي شکل کا ٹھپا ھے ' اور شہر ایتھنز میں اُسکي بنیادیں اور بیٹھک کا نچلا حصہ بر آمد ھوا ھے -

جرمن ماھرین آثار عتیقہ کي تحقیقات کا نتیجہ یہ ھے کہ " زئس " کا بت خانہ مستطیل تھا - اُسکے دونوں کناروں پر چھہ چھہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تھے - اندر کا ایوان ۹۵ فٹ لانبا اور ۴۳ فٹ چوڑا تھا ' اور ستونوں کي دو قطاریں کھڑي کرکے تین حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا - " زئس " کا بت درمیاني حصہ میں ایک کنارے پر نصب تھا - بت اصل میں چوبي تھا مگر اُس پر ھاتھي دانت اور سونا جڑا ھوا تھا - ھاتھي دانت جسم کو ظاھر کرتا تھا اور سونا لباس کو -

قدیم مورخ بوسینیا کي تصریح کے مطابق ' بت ایک تخت پر بیٹھا تھا - اُسکے سر پر زیتون کي پتے والي شاخ کا تاج تھا - دھنے ھاتھہ میں فتح کا نشان تھا جو ھاتھي دانت اور سونے سے بني ھوي عورت کي شکل میں تھا - بائیں ھاتھہ میں عصا تھا ' جس پر مختلف قیمتي معدنیات کي پچے کاري تھي - عصا پر جھکا ھوا ایک گدہ تھا - بت کا جوتا اور تمام لباس ' سونے کا تھا - تخت سونے ' آبنوس ' ھاتھي دانت ' اور جواھرات سے بنایا گیا تھا اور اُس پر بکثرت دلفریب تصویریں منقش تھیں !

ایک روماني شہنشاہ ھارڈین کے ایک سکے میں اِس بت کي تصویر پائي گئي ھے اور اُس سے مورخ موصوف کے قول کي پوري تصدیق ھوتي ھے - فرق صرف اس قدر ھے کہ عصا بر بیان کردہ گدہ موجود نہیں ھے -

بت کي تعمیر کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ھے کہ جب اُسکا سر بنانے کا وقت آیا تو لوگوں نے فیڈیاس سے پوچھا " سر کي وضع کیسي رکھوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب دیا " میں ھومر کے اِس قول کي پیروي کرونگا : ابن قرونس گویا ھوا - اپني سیاہ ابروؤں والا سر عجب سے ھلایا - بالوں کے گچھے اُسکے لازوال سر پر ھل رھے تھے ! "

بت کي تصویر ایک اور سکہ پر بھي ملي ھے - اِسمیں سر کے بال لانبے ھیں ' اور گردن پر پڑے ھیں - داڑھي بھي گھني اور لمبي ھے اور اُس پر دونوں طرف سے مونچھیں پھیلي ھوئي ھیں -

خیال کیا جاتا ھے کہ ایتھنز میں اِس بت کي تعمیر سنہ ۴۵۰ ق م میں ھوئي تھي -

(عرب مورخین)

ھم آئیندہ نمبر میں بقیہ عجائب کا ذکر کرکے بتلائینگے کہ عرب مورخین کي تصریحات کیا ھیں ؟

آثار عتیقه

تعلیم حاصل کي هو ' لیکن یه واقعه هے که وه فرانسیسي زبان میں بهتر سے بهتر تحریر و تقریر کر سکتا تها - ترکي ' روسي ' اور انگریزي بهي اسي طرح اُس نے سیکهه لي تهي -

مشهور هے که جب پیرس میں روسي سفیر نے اُس سے ملنا چاها ' تو اُس نے ملاقات کي تاریخ ایسي مقرر کرائي جو دو هفته بعد آنے والي تهي - اُس کے بعد وه ایک کتب فروش کے یهاں گیا اور اُس سے کہا " مجهے فرانسیسي میں روسي زبان سکهانے والي کتاب چاهیے - میں خرید لونگا - بشرطیکه تم اس کا بهي انتظام کردو که آج سے ایک هفته بعد کوئي روسي زبان بولنے والا آدمي مجهه سے ملاقات کرسکے " کتب فروش نے کتاب بهي دي ' اور ایک ایسے شخص کا انتظام بهي کردیا جو اُسي کے یهاں ملازم تها - جمال الدین نے ایک هفته تک بطور خود کتاب دیکهي ' پهر آٹهویں دن سے چودهویں دن تک روز ایک گهنٹه روسي سے باتیں کرتا رها - اور پندرهویں دن وه طیار هوگیا تها که روسي سفیر سے بغیر کسي مترجم کي وساطت کے ملاقات کرے !

(سید کے سوانح حیات)

اگر سید جمال الدین کي زندگي میں لوگ اُس کے حالات سے واقف نه هوسکے تو یه چنداں عجیب بات نهیں هے - دنیانے همیشه اپنے اکابر و اعاظم سے اُن کي زندگي میں غفلت برتي هے ' اور جب تک وه دنیا سے رخصت نهیں هوگئے هیں ' اُن کے حقوق کا اعتراف نهیں کیا هے - خصوصاً مصلحین و مجددین اُمم کے لیے تو زندگي میں تغافل اور موت کے بعد تعظیم و احترام ' اس دنیا کا ایک عام اور غیر متغیر قانون هے - لیکن یه صورت حال کس درجه عجیب اور تاسف انگیز هے که اُس کي وفات پر پورے تیس برس گزر چکے هیں ' اور وه تمام مشرقي ممالک بیدار هو چکے هیں جهاں اُس نے اصلاح و انقلاب کي ابتدائي تخم ریزي کي تهي ' تاهم اُس کي زندگي بدستور تاریخ کي روشني سے محروم هے ' اور اُس سے زیاده مشرق کچهه نهیں جانتا ' جتنا یورپ کے بعض محب شرق اهل قلم نے بتلا دیا هے !

افسوس اس جهل و غفلت پر! هم صرف اپنے قدماء کي شناخت هي کے لیے یورپ کے محتاج نهیں هیں - بلکه اپنے عهد کے اهل فضل و کمال کیلیے بهي اس کے محتاج هیں - جب تک وه انگلي سے اشاره کر کے نه بتلادے ' هم خود اپني قوم اور عهد کے بڑے بڑے انسانوں کو بهي نهیں پهچان سکتے !

هندوستان میں تو الهلال کي اشاعت سے پہلے ' غالباً لوگ سید جمال الدین کے نام سے بهي آشنا نه تهے - سنه ۱۸۷۹ع میں جب وه حیدرآباد اور کلکته میں مقیم تها ' تو هندوستاني مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص یعني مرحوم عبدالغفور شهباز تها ' جسے اسکے فضل و کمال کي تهوڑي سي شناخت نصیب هوي تهي ' اور اُس کے چند فارسي مقالات کا اُردو ترجمه شائع کیا تها !

حال میں برلن سے ایک رساله سید جمال الدین کے اعمال حیات پر شائع هوا هے - اُسکے مطالعه سے خیالات میں بے اختیار جنبش پیدا هوگئي - خیال هوا که پورے شرح و تفصیل کے ساتهه مشرق جدید کے اس قائد فکر کے سوانح حیات پر نظر ڈالني چاهیے - متفرق لفظوں اور متعدد تصویروں کا یه مرقع جو آج شائع هو رها هے ' اسي سلسلهٔ مضامین کي تمهیدي قسط هے -

سات عجائب عالم

(۳)

اسکندریه کا مناره

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سکندر اعظم نے مصر فتح کرنے کے بعد هي شهر اسکندریه آباد کیا تها - پچاس سال کے اندر اِس شهر نے پوري ترقي حاصل کرلي ' اور بحر متوسط کي سب سے بڑي بندرگاه بن گیا - سکندر کے بعد اُسکے جانشین مصر میں علم دوست تهے - اُنهوں نے اسکندریه کو اور رونق دي اور علم و حکمت کا مرکز بنا دیا - سنه ۲۸۵ ق م میں بطلیموس اول حاکم هوا - اُسنے شهر کي روز افزوں تجارتي ترقي دیکهکر خیال کیا که رات کے وقت جهاز راني کي سهولت کیلیے ایک مناره تعمیر کردینا چاهیے - چنانچه اسکندریه کے قریب جزیرهٔ فیروس میں ده مناره طیار کیا گیا اور فیروس کے نام سے مشهور هوگیا -

مورخین میں اختلاف هے که اصل میں یه نام جزیره کا تها یا مناره کا ؟ بهر حال یه واقعه هے که اِسکے بعد جهاز راني کیلیے روشني کے جتنے بهي مناره تعمیر هوئے ' اُنمیں سے اکثر " فیروس " هي کے نام سے پکارے گئے - بلکه لاتیني ' اِطالي ' اسپیني ' اور قدیم انگریزي زبان میں تو اِس لفظ کے معني هی مناره روشني کے هوگئے - فرانسیسي میں ابتک اس معني میں " فار " کا لفظ مستعمل هے -

خیال کیا جاتا هے که مصري روشني کے مناروں سے واقف تهے ' اور بهت سے مناره بنا چکے تهے - مگر بطلیموس کا یه مناره اپني بلندي اور ساخت کي وجه سے بهت ممتاز اور مشهور هوگیا -

مشهور روماني مورخ پلیني نے (جو سنه ۷۹ ع میں آتش فشاں پهاڑ ویزوف کے پهٹنے سے هلاک هوا) اسکندریه کا شهر اور یه مناره دیکها تها - وه لکهتا هے :

"اسکندریه کي ایک شهرهٔ آفاق عمارت ' وه برج هے جسے شاه مصر نے جزیرهٔ فیر میں تعمیر کیا هے - یه جزیره ' اسکندریه کے راسته میں واقع هے - برج کي تعمیر میں ۸۰۰ وزن خرچ هوئے تهے - بطلیموس کي عظمت اور فراخ دلي کي یه شهادت کافي هے که اُسنے برج کے معمار سوستراتس کو اجازت دیدي تهي که اِس حیرت انگیز عمارت میں اپنا نام کنده کرکے بقاء دوام حاصل کرلے !

خوار بچه چهوڑ گیا - جب بچه جوان هوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک هوا اور تمهارے ملک پر توٹ پڑا - اس نے بے حساب مخلوق قتل کي - جب غصه ٹهنڈا هوا تو اس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل تمهاري وضع هے ! " راوي کا اِس قصه سے مقصود یه تها که همارى وضع ذلت کي وضع هے ' اور اُنهي کے ایک بادشاه نے همیں اُس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا هے ! میں نے یه افسانه سن کر ان کے بادشاه کا شکریه ادا کیا که معامله اِتنے هي پر ختم هوگیا اور اُس " فاتح " نے همیں هندو بننے اور هندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نهیں کیا !

(۴) مسلمانوں کا حمله ــــ منافرت کي بڑي وجه ' هندوستان پر مسلمانوں کا حمله هے یمین الدوله سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنهیں بهت هي سخت نقصان پهنچایا - اُن کي آبادیاں برباد هوگیئں - اُنهیں منتشر و پراگنده کردیا گیا - اُن کي صرف سلطنت هي نهیں گئي ' بلکه مفتوحه علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بهي مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن هوگئے ' جهاں تک رسائي مشکل هے - مثلاً کشمیر اور بانارسي (بنارس) وغیره - (بنارس کو دور اس لیے کہا هے که یه پنجاب اور وسط هند سے دور ' مشرق کي طرف هٹا هوا هے)

یهي دیني اور سیاسي اسباب هیں جن کي بنا پر هندؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا هوگئي هے -

(۵) پهر اُنکے اخلاق میں ایک اَور بات بهي راسخ هوگئي هے اور کسي طرح نکل نهیں سکتي - یه اُن کے انتهائي علمي و ذهني تنزل کا نتیجه هے - وه یقین کرتے هیں که دنیا صرف اُنهي کي دنیا هے - انسان صرف اُنهي کي سرزمین پر موجود هیں - بادشاه صرف اُنهي کے بادشاه هیں - دین صرف اُنهي کا دین هے - اور علم صرف اُنهي کا علم هے - یهي وجه هے که نهایت مغرور اور بر خود غلط هوگئے هیں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا هے تو مخاطب کو جاهل خیال کرتے اور اُسکي تصدیق پر هرگز آماده نهیں هوتے هیں - حالانکه اگر وه سیر و سیاحت کے عادي هوتے اور اپنے پهاڑي حدود طے کرکے غیر قوموں سے ملتے ' تو یه جاهلانه و طفلانه خیال اُنمیں پیدا نه هوتا -

لیکن یاد رهے که اُن کے پیش رؤں کا یه حال نه تها - اُنکا مشهور فاضل " براهمهر " برهمنوں کي تعظیم کے بیان میں کهتا هے " جب یونانیوں نے باوجود ناپاک هونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکی بهي تعظیم واجب هوگئي - اُن کا درجه بهي برهمن کا درجه هوگیا " !

خود میري حالت یه هوئي که مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي ته کرتا رها - کیونکه میں اُنکي زبان اور اُنکے طریقوں سے بے خبر تها - لیکن جب کچهه اُن کي زبان میں دخل پیدا هوگیا تو میں اُنهیں اپنے یهاں کے علوم کي بنا پر اشیاء کي علتوں اور حساب و ریاضي کے براهین سمجهانے لگا - اسپر وه سخت متعجب هوئے اور استفاده میں باهم پیش قدمي کرنے لگے - بڑي حیرت سے پوچهتے تهے : " هندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکها هے ؟ کن کن سے فائده اٹهایا هے ؟ " کیونکه اُنکے خیال میں علم ' هندوستان کے سوا کهیں هے هي نهیں - جب میں نے اُن سے کها که میں پهلي مرتبه اُن سے ملا هوں اور جو کچهه کهه رها هوں ' یه دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم هیں ' تو وه اَور زیاده متعجب هوے ' اور بعضوں نے تو مجهے جادوگر سمجهنا شروع کردیا "

قدیم یونانی ادب کا ایک نمونه

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسي ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میري سهیلي کي شادي)

راستے میں ابتک گلاب کے پهول بکهرے پڑے هیں - شمعیں بهي ٹمٹما رهي هیں ... ...

یه میري سهیلي " ملیسا " کي شادي کي رات کا واقعه هے - میں اپني ماں کے ساتهه گهر لوٹي - اس وقت میرے سر میں خیالات کا هجوم تها :

" آج میري سهیلي کو جو بات نصیب هوئي هے ' کل مجهے بهي نصیب هوگي " میں خیال کرنے لگي " میں بهي ایسے هي شاندار جلوس میں نکلوں گي - میري رتهه بهي پهولوں سے لدي هوگي ' زیتون کي شاخیں اُسپر سایه کیے هونگي ' بانسریاں بجتي هونگي ' اور میري سهیلیوں کي میٹهي آوازیں سریلي بانسریوں میں مل جائنگي - میں بهي ایک دن اپنے بر کے پهلو میں " ملیسا " کي طرح نگاهیں نیچي کیے بیٹهونگي - مجهپر وه عجیب راز کهل جائینگے جو یه موقعه اپنے دامن میں چهپائے هوئے هے ... اسکے بعد ؟ ...... یه که میں اپنے بچوں کو اپني دوده بهري چهاتیوں سے لگاؤں گي -

(راز)

... دوسرے دن میں اپني سهیلي سے ملنے گئي - آنکهیں ملتے هي دونوں کے رخسار سرخ هوگئے - وه مجهے اپنے کمرے میں لے گئي اب هم بالکل اکیلے تهے - مجهے اس سے بهت سي باتیں کهني تهیں - مگر اُسکي صورت دیکهتے هي کچهه یاد نه رها !

میري سهیلي جیسي همیشه سے تهي ' ویسي هي اب بهي هے - کوئي فرق اس میں نظر نهیں آیا - لیکن یه عجیب بات هے که میں اُس سے کچهه مرعوب سي تهي - میں اُس سے آنکهه نهیں ملا سکتي تهي -

اچانک میرا ڈر دور هوگیا - میں اُسکے زانو پر بیٹهه گئي - اُسکے کان میں سب باتیں کهدیں - اُس نے بهي اپنا سر میرے سر پر رکهدیا اور پورا راز کهه ڈالا !

(بانسري)

" لیکاسي " نے خوبصورت بانسري مجهے هدیه دي - وه مجهے بانسري بجانا سکهانے لگا ......

تاریخ و عبر

هندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے هندوستان کي ذهني اور معاشرتي حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاهدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کي کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیروني کي شهرۂ آفاق کتاب "کتاب الهند" یا "تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل او مرذولة" سنہ ۱۸۸۷ میں شائع هوچکي هے - بیروني پانچویں صدي هجري کا مشهور حکیم اور محقق هے - گیارهویں صدي مسیحي کے اوائل یعني اب سے نو سو برس پہلے اس نے هندوستان کي سیاحت کي تهي - یہ زمانہ سلطان محمود غزنوي کي فتوحات کا تها - محمد بن القاسم کي فتح سندہ کے بعد یہ پہلا موقعہ تها کہ مسلمان بہ حیثیت جماعت اندرون هند میں بڑهے - مسلمان ' یہاں کے باشندوں سے نا واقف تهے ' اور هندو ' مسلمانوں سے نا آشنا - بیروني ' هندوستان میں بطور سیاح کے داخل هوا - سنسکرت زبان حاصل کي - هندو علماء کي صحبت میں بیٹها - هندو علوم کي تحصیل کي - اُنکے حالات سے واقف هوا - اور پهر غزني میں بیٹهکر اپني یہ جلیل القدر کتاب مرتب کي - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصلہ هے کہ اُس عہد کے هندوستان پر اس سے بہتر اور محققانہ بیان کسي مصنف کا موجود نہیں - یہ کتاب همارے سامنے نو صدي پہلے کا هندوستان پیش کرتي هے - اِس میں زیادہ تر بحث هندو فلسفہ ' الهیات ' نجوم ' ریاضي وغیرہ علوم سے کي هے - لیکن ضمناً اُس وقت کي معاشرتي حالت پر بهي بہت کچهہ روشني پڑتي هے - ذیل میں هم اُسکے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتے هیں - اِن سے قارئین الهلال اندازہ کر سکینگے کہ قدیم هندوستان کي معاشرتي ذهنیت کا کیا حال تها ' اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع هوا هے ؟ غالباً کسي ملک کے ذهني اور معاشرتي جمود و تصلب کي اس سے بہتر مثال دنیا میں موجود نہیں -

(هندوستان کے سمجهنے میں دشواریاں)

بیروني نے اپني کتاب کے مقدمہ میں وہ دشواریاں بیان کي هیں جو غیر قوموں کو هندوستان کے سمجهنے میں پیش آتي تهیں - وہ لکهتا هے :

" هندوستاني هم سے اُن تمام باتوں میں مختلف هیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعہ هوا کرتي هیں - مثلاً :

(۱) زبان — اگرچہ سب قوموں کي زبانیں الگ الگ اور مختلف هیں لیکن هندوستان کي زبان (سنسکرت) عربي کي طرح بہت هي وسیع و دقیق هے - اجنبي کے لیے اُسکي تحصیل ' عربي سے بدرجہا زیادہ دشوار هے - اِس زبان میں ایک هي چیز کے بہت سے نام اور ایک هي لفظ کے بہت سے معني پیدا هوتے هیں - اُنکا احاطۂ و ادراک اِس قدر مشکل هے کہ اسماء و مسمیات کي تمیز بجز خاص ذهانت و قابلیت رکهنے والوں کے ' عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن هے - هندو اپني زبان کي اِس پیچیدگي پر اُسي طرح ناز کرتے هیں جس طرح بعض دوسري قومیں کرتي هیں ' حالانکہ وہ درحقیقت زبان کا عیب هے - نہ کہ خوبي -

هندوستان کي زبان کي دو قسمیں هیں : عامي اور فصیح — عامي ' عوام اور بازاریوں کے استعمال کے لیے هے - فصیح ' علم و ادب اور مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یہ اپنے اشتقاق ' تصریف ' نحو کے دقائق ' اور بلاغت کي باریکیوں کي وجہ سے اِس قدر مغلق هے ' کہ ماهر علماء کے سوا اس سے کوئي فائدہ نہیں اٹها سکتا -

پهر یہ زبان ایسے حروف سے مرکب هے جنمیں سے بعض حروف عربي اور فارسي حروف سے کوئي مشابهت نہیں رکهتے - بلکہ یوں کہنا چاهئے کہ هماري زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کي قدرت هي نہیں رکهتے - یهي باعث هے کہ عربي خط میں انکي تحریر نا ممکن هے ' اگرچہ نقطوں ' علامتوں ' اور اعراب سے انهیں کتنا هي مقید کردیا جائے -

پهر بعض حروف مستعمل هیں ' بعض متروک - ساتهہ هي نقل و صحت کا بهي اُن کے هاں زیادہ اهتمام نہیں هے - نتیجہ یہ هے کہ کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد هو جاتي هے ' اور اُس کي زبان ایک نئي زبان بن جاتي هے - عوام کیا خواص بهي اُسے سمجهہ نہیں سکتے - خود میرا تجربہ هے کہ میں نے اُنهی کے منهہ سے کوئي لفظ سنا ' پهر مزید تاکید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دهرایا ' تو میں نے دیکها ' خود اُن کے لیے اُس کا دوبارہ سمجهنا دشوار هو گیا تها !

ایک اور خصوصیت یہ هے کہ بعض دوسري عجمي زبانوں کي طرح ان کي زبان میں بهي دو تین ساکن حرف ایک ساتهہ جمع هو جاتے هیں ' اور اکثر الفاظ میں ابتدا بہ سکون هے - هماري زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کي عادي نہیں - یهي سبب هے کہ ان کے اکثر الفاظ هم آساني سے بول نہیں سکتے -

(۲) دیني اختلاف — باشندگان هند هم سے دین میں بهي کلي اختلاف رکهتے هیں - نہ اُن کا کوئي عقیدہ همارے لیے قابل تسلیم هے ' نہ همارا کوئي عقیدہ اُن کے لیے قابل قبول - وہ آپس میں بهي مذهبي اختلافات رکهتے هیں - مگر یہ اختلافات فرعي هیں - دوسري قوموں سے اُن کا اختلاف اصولي هے - وہ سب قوموں کو " ملیچ " (ملیچهہ) یعني ناپاک کے لقب سے پکارتے هیں اور اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجهتے هیں - حتی کہ اُس پاني اور آگ کو بهي نا پاک سمجهتے هیں جو کسي غیر باشندۂ هند کے استعمال میں آگئي هو !

پهر اُن کے خیال میں یہ نجاست اِس درجہ شدید هے کہ پاکي کي کوئي صورت بهي ممکن نہیں - یہ کسي حال میں بهي جائز نہیں کہ غیر هندو ' اگرچہ هندو مذهب کا کتنا هي قائل هوجائے ' اُن میں داخل هوسکے ' یا جو آدمي اُن کے دین سے ایک مرتبہ نکل گیا هے ' وہ پهر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتي نتیجہ یہ هے کہ وہ تمام دنیا سے بالکل الگ هوگئے هیں - کوئي بندهن بهي همیں اور اُنهیں جوڑنے والا موجود نہیں -

(۳) رسوم و عادات — یہ مغایرت اِس درجہ شدید هے کہ وہ اپنے بچوں کو هم سے ' همارے لباس سے ' هماري وضع قطع سے ڈرایا کرتے هیں - حتی کہ همیں شیطنت کي طرف منسوب کرتے هیں - هم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ هے کہ خود میں نے اپنے کانوں سے اُنهیں کہتے سنا " تمهاري سر زمین کے ایک بادشاہ نے آکر همارا ایک بادشاہ مار ڈالا تها - مقتول اپنے پیچهے ایک شیر

میرے دل میں اُس وقت کوئی عجیب اور نا معلوم اثر پیدا ہو رہا تھا۔ لیکاسی نے بانسری میرے ہاتھ سے نرمی کے ساتھ لے لی اور بہت ہی دھیمی آواز میں ایک راگ سنایا۔ میرا دل زور سے دھڑکنے لگا - ......

ہمارے پاس کہنے کو کوئی بات نہ تھی - ہم باری باری بانسری بجا کر دل بہلاتے رہے -

ہم بالکل بے خودی کے عالم میں تھے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب ہم چونکے - رات قریب آ پہنچی -

مجھے بہت دیر ہوگئی ہے - لیکن میں اپنی ماں کو یقین دلانے کی کوشش کرونگی کہ میں اِس وقت تک اپنی کھوئی ہوئی پیتی ڈھونڈھ رہی تھی !

(جھونپڑا)

میرا چھوٹا سا جھونپڑا ' جہاں ہمارا نرم بستر رکھا ہے ؛ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے - وہ مجھے اس لیے پسند ہے کہ ہم نے اسی میں اپنی سب سے اچھی راتیں بسر کی ہیں !

ہمارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بنا ہے - وہ بھی مجھے بہت محبوب ہے ' کیونکہ وہ ہم دونوں کو جمع کرتا ہے !

میں کبھی کبھی بہت غمگین ہو جاتی ہوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں ہوتی ہوں ؛ تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہوں - مجھپر ایک طرح کی غشی سی طاری ہو جاتی ہے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پانی اُبل کر برف آلود پہاڑوں کی چوٹیاں چھپالے "

" جب انسان ' سمندر کی موجوں پر گیہوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "

" جب سورج کی روشنی ' تاریکی ہو جائے "

" جب چاند گر کر چور چور ہو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بھی روا ہوگا کہ تجھسے منہہ موڑلوں ' اور تجھے بھی حق ہوگا کہ مجھے بالکل بھلا دے ! اے بلیٹس ! اے میری محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتی ہے اور اندھیرا پھیل جاتا ہے ' تو میں خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل جاتی ہوں - ہرے بھرے میدانوں میں پہنچتی ہوں - میرا شوہر وہاں بے خبر پڑا سوتا ہے -

کبھی میں گھنٹوں کھڑی اُسے دیکھتی رہتی ہوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنہا دیکھکر خوش ہوتی ہوں - پھر میں اپنا منہ اُسکے منہ سے قریب کرتی ہوں - کیوں ؟ اسلیے کہ اُسکی سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کی چمکیلی آنکھوں کے سوا ہمیں کوئی نہیں دیکھتا !

صبح ہو جاتی ہے -

" اِتنی جلدی روشنی لوٹ آئی ! " میں اپنے دل سے کہتی ہوں کس جگہ روشنی نہیں پہنچ سکتی ؟ کس غار میں سورج کی شعاع کبھی دکھائی نہیں دیتی ؟ مجھے اُسکی تلاش ہے - تاکہ ہمارا استغراق محبت کبھی ختم نہ ہو - ہمیشہ کیلیے ! سورج کی کرنیں ہمیں پریشان کرنے نہ پائیں -

اقتباسات

ترازکی اور بد مستی

کون ہے جس نے مشہور روسی رہنما اور لینن کے بعد سب سے زیادہ حیرت انگیز روسی انسان " ترازکی " کا نام نہیں سنا ؟ یہ شخص جس نے اپنی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا لوہا دشمن تک سے منوا لیا ہے ' انقلاب روس سے پہلے امریکہ میں ایک معمولی درجہ کا بے وقعت اخبار نویس تھا اور شہر بوسٹن میں غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا - اُسی زمانہ کا یہ واقعہ اب اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ ایک دن ترازکی کو شہر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا کہ وہ سڑکوں پر بدمست پھر رہا تھا - چنانچہ ۲۴ گھنٹہ قید میں رکھا گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تھا کہ اُسکا یہی قیدی عنقریب دنیا کے مشہور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسہ)

(ہنسی)

مشہور فرانسیسی مصنف زیبلے کہتا ہے :

" ہنسی ' انسان کا ایک امتیازی وصف ہے "

یہ قول بالکل صحیح ہے - بہت سے قدیم فلاسفہ بھی یہی کہہ چکے ہیں - ہنسی اور مسکراہٹ ' دو الگ الگ چیزیں ہیں - ہنسی کی بھی کئی قسمیں ہیں: گونجنے والی ہنسی ' خشک ہنسی ' کھوکھلی ہنسی ...

ہنسی کا خاصہ انسان میں بے فائدہ نہیں ہے - ہنسی میں بہت سے جسمانی فوائد ہیں - دل کھولکر ہنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس ہوتا ہے - کیونکہ جس طرح دوڑنے کے بعد پھیپھڑونکی ہوا صاف ہو جاتی ہے ' اُسی طرح ہنسنے کے بعد اسکی حالت ہوتی ہے - پھر ہنسی کا اعضاء ہضم یعنی معدہ وجگر وغیرہ پر بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے - پیٹ بھرکے کھانے کے بعد ہنسی غیر معمولی سرعت سے کھانا ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے - اسی لئے دسترخوان پر ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرنا مستحسن ہے ' اور اسی لیے تنہا بیٹھہ کر کھانا ناپسند کیا جاتا ہے ' کیونکہ اس کا نتیجہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان ضعف معدہ یا دائمی قبض میں مبتلا ہو جاتا ہے - لقمہ منہہ میں لیکر ہنسنا نہیں چاہیے ' ورنہ آلات تنفس میں لقمہ کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشہ ہے - اگر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے تو پیٹھہ پر زور سے گھونسا نہیں مارنا چاہیے ' کیونکہ یہ سخت خطرناک ہے -

ہنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید ہے - جب انسان ہر خوشی کے موقعہ پر ہنسنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اُسے ہر مرتبہ ہنسنے میں خوشی حاصل ہونے لگتی ہے - البتہ بلا وجہ ہنسنا حماقت ہے -

لیکن آخر ہم ہنستے کیوں ہیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو ہنساتی ہیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں ہنسانیں - اس کا جواب مشکل ہے !

(سنڈے ریویو)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲؍ (منیجر الہلال کلکتہ)

انگلستان پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ	
فرانس	"	۳۸۴۴	"	"
اٹلی	"	۱۹۳۲	"	"
بلجیم	"	۴۳۷	"	"
روس	"	۱۳۲	"	"
پولینڈ	"	۱۵۳	"	"
جوگوسلاویا	"	۱۰۶	"	"

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت امریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت، الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہے۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دَور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کردیا ہے، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کرسکا، اور عامتہ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر اب امریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کررہا ہے اور روز بروز اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کررہی ہیں۔

امریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ امریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۱۸ مہینے دَورہ کرکے اپنا مفصل بیان شائع کردیا ہے۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہے۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کرچکی ہے۔ نیز امریکی جنگی بیڑہ کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کرلیا ہے۔ امریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبہ نیویارک کی روچسٹر یونیورسٹی ہے۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کرلی ہے اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کردی ہے۔ اس شاخ کا نام عجیب ہے" ملعون ارواح والوں کی انجمن" اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کرلیا ہے۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہے "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہے" فیلاڈلفیا کی ایک انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہے۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک انجمن "دائرہ کفار" کہلاتی ہے۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہے، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ" ہے!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہے:

۱- عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔
۲- آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔
۳- جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔
۴- دین، طبیعت سے ماوراء امور کی پرستش کا نام ہے، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہئے۔
۵- کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱- تمام گرجوں پر بلا کسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہئے۔
۲- سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔
۳- مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔
۴- تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔
۵- ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کردئے جائیں۔
۶- توراۃ و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔
۷- اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔
۸- وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کردئے جائیں جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہے۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔
۹- امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کردی جائے "خدا پر میرا توکل ہے"

اخبار ورلڈ کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوپوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو الحاد قبول کرچکی ہے مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اس کی تبلیغ و اشاعت کررہی ہے"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہے اور موجودہ متمدن روح کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہے خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھودیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہوجائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کرسکتا (موجودہ توراۃ کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہے) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کررہا ہے۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کرکے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۵۰ فیصدی علماء عصر ملحد ہیں، یا کم از کم لا ادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "واگا بونڈ" نام شائع ہوتا ہے یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان افکار ہے۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہے۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہے، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ایک زمانہ میں "زفس" کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوپیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہوجاتے تھے۔ لیکن آج دنیا ان ناموں پر ہنستی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ دُور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھوکر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہے۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں۔ چنانچہ پنسلوینیا کی انجمن کی صدر مس کرسٹین واکر ہے۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہے۔ تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہے۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہے۔ اس کا نام کوئن رسلو ہے۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہے۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہے۔ اس کا قول ہے "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، ضرور ہے کہ اُس کے عقلی قوا میں خلل ہو!"

امریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کررہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہے کہ قالین بافی کی صنعت ٹرکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی وہ جب جلا وطن کردئے گئے، یہ صنعت بھی ٹرکی سے یونان میں چلی گئی ہے۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہے) جنگ سے پہلے ۲۹۰۸ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۲۰،۵۲۰ ترک، اور ۲،۷۵۰ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً ۸ گنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں ہے جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہے کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی سنہ ۱۹۲۶ء میں ۳۰۵،۱۱ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰،۹۴۰ ترک کاریگر کام کررہے ہیں جنگ سے پہلے ۶۸۰،۹۰۹ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۹۲۴،۴۰۸،۱۱ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ٹرکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کرلی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مختار نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ٹرکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کررہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کردی ہے، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی موقوف کردی جائیں کیونکہ وہ انصاف نہیں کرسکتیں۔ [illegible]

برید فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علیحدگی

۲ دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی ایسے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ آمریکہ کے پانچویں صدر جیمس مونرو نے آمریکہ کی مجلس حکومت (سینٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسنے عظیم الشان سیاسی نتائج پیدا کئے۔ اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "آمریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی بیرونی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے" مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دُنیا پیدا کرلے۔

چونکہ ولایات متحدہ آمریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہے، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے آمریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہے اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء میں جب فرانس اور مکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر عملاً مداخلت کی۔ مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہموطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علیحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر آمریکہ میں سخت اختلاف آرا پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ولسن اور انکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب آمریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے آمریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ آمریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر آمریکہ کب تک دُنیا کے سیاست سے علیحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کبتک اُسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، آمریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہے، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصہ تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں،

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدہ آمریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے۔ دُنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے آمریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن آمریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت از روئے قانون حاصل ہوجاتی ہے۔

دُنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح امریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن اِن مددگاروں کو مجلس حکومت (سینٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر آمریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہے۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر اِن اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت آمریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس آمریکہ میں گذارے ہوں اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف آمریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہے۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کر سکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہے اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہے۔

ولایات متحدہ

جمہوریہ آمریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہے ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں انکا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہے لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہے جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہے مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب از سر نو ہوا کرتا ہے اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہے۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہے۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

آمریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ آمریکہ، دول یورپ کو آمریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہے!

(۱) جزیرۂ کوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہے لیکن عملاً آمریکہ ہی کی اُس پر حکومت ہے۔ اس جزیرہ کی آبادی ۲۹،۰۰،۰۰۰ ہے

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہے مگر آبادی ۵۵،۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹو ریکو۔ اس کی آبادی ۱۲،۳۰،۰۰۰ ہے، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہے۔

(۴) جزائر ہاوائی۔ آبادی ۲۵۵،۰۰۰۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہے۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہے۔ آبادی ایک کرور ہے۔

امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے آمریکہ کا درجہ کیا ہے:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں آمریکہ کا رقبہ

۷،۸۰ ملین کیلومیٹر مربع — فی ہزار ۵۴

دنیا کی مجموعی آبادی میں آمریکہ کی آبادی

۱۰۵ ملین آبادی — فی ہزار ۶۹

دنیا کی مجموعی پیداوار میں آمریکہ کی پیداوار

پیداوار	فیصدی
جوار	۸۳
گیہوں	۲۷
روئی	۶۴
کوئلہ	۴۵
پٹرول	۶۲
لوہا	۶۰
سونا	۲۰
چاندی	۲۰

آمریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے حسب ذیل ہیں

اگر ہم مرجائینگے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہیگا - کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہے؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الا لیتنی لم اغن فی الملک ساعۃ ولم اک فی اللذات اعشی النواظر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ لیالی حتی زار ضنک المقابر

کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قاصد خط لئے دوڑتا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا

ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہے؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہے۔

فمادت الارض او کادت تمید بنا کان اغبر من ارکانہا انقلعا

قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہے

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ کانا جمیعا فظلا یسریان معا

ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔

لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا

جو گر رہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ لو قارع الناس عن احلامہم قرعا

مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب - طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا - پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے - جسے چاہتا ہے، دیتا ہے - جسے چاہتا ہے محروم کردیتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے - لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا - جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا - معاویہ اپنے پیش رووں سے کمتر اور بعد والوں سے بہتر تھا - میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرونگا - اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہے! اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہے اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا - میں اُس کے بعد برسر حکومت آیا ہوں - نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں - جلد بازی نہ کرو - اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہے، بدل ڈالتا ہے - اگر پسند کرتا ہے تو آسان کردیتا ہے"

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال - ٹرکی میں اشاعت اسلام - ۲۳ جولائی کی عید - ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟ - غازی مصطفےٰ کمال کا سفر آدرنہ - درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہے - ایک ضروری مسئلہ یہ بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کردیا جائے -

چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں - ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے - یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہے، جو اس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہے - دوسری تجویز یہ ہے کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں تحتی ریلوے جاری ہو - مبصرین کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہے - ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہے - مگر وہ ناکافی ہے - خیال کیا جاتا ہے کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا - جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہو جائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ٹرکی بالکل متصل ہو جائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہو جائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادھر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے - پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا - حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا بجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا - اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا - ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اُسے کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا -

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں - اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہے کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہے اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہے -

یہاں کے اخبارات کا بیان ہے کہ نو مسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے -

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی - یہ عید در اصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہے جبکہ قوم نے عبد الحمید کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) پر مجبور کیا تھا - یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا - اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہے، اس لئے ترکی قوم اب تک اُسے ایک قومی، وطنی عید کی طرح مناتی ہے -

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہے - اتنی ناقص کہ دو آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے - ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجایش ہے مگر وہ ناقص نہیں ہے - اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲۰ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

(آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ہی ترقی یافتہ موسیقی تھی - ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے - اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں - یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ - کے مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ، سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا - الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی - جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر رؤوف بکتابک نے اپنی تقریر سے کیا - اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہے لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں فنی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، سن سانس کا قول پیش کرتا ہوں - اس اُستاد نے لکھا ہے "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہے!"

اس کے بعد ۱۲۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکرابولی سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہو عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب ہی وہ اُس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارا لخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگادو۔ سَر میں تیل ڈالو"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کردو۔ مجھے بٹھادو۔ میرے پیچھے تکئے لگادو"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے "کون کہتا ہو خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریہم — انی لریب الدہر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں انھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

دوران علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا آہ دنیا! اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کرچکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دَوڑے، اور اُس کے سب مزے لوٹے مگر ہمنے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بوڑھا بنادیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہو؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہو؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہو۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھادو۔ چنانچہ بٹھادئیے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہو جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُسوقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟

پھر چلا کر روئے اور دعا کی:

"اے رب! سخت دل، گنہگار، بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ انہیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب — وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمھارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دَر بدر ٹھوکریں، کھانے سے بے پرواہ کردیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قباع کی مدح میں کہے تھے:

اذامات، مات الجود وانقطع الندی — من الناس الامن قلیل مصرد

تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا — من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹا دئیے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں ہرگز نہیں، امیر المومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارہا — الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہو تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو پاس دیکھ کر کہا:

"اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہو، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہو۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہو"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی اَبتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات موت کی حالت شروع ہوچکی تھی اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھے:

لوعاش حی علی الدنیا لعاش اما — م الناس لا عاجز ولا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہی، نہ کمزور ہو۔

الحول القلب والاریب ولن — یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہو۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہو۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کُرتا دیکھا، وہ مونڈھے پر سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کُرتا پہنا دوں؟" میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان! ضرور" چنانچہ آپنے کرتا عنایت کردیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہو۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھالئے تھے۔ وہ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھ، جب مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا بچھا کر مجھے اُسپر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہو تو وہ یہی ہو"

(استیعاب۔ عقد الفرید)

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فہل من خالد اما ہلکنا — وہل بالموت یا للناس عار

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر ہر محلے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان، جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہے کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہے کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہو جائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کر سکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کر لیتی ہے۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہو سکتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

سُلطان کی دوسری تقریر

سُلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

”حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہے ”وامرہم شوریٰ بینہم“ میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہو کر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی امانت رکھ دی ہے۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل و حمیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم نے شہر کے رؤسا و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کر لیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھا کر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہے۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہے۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علحدہ مجلس بنا دی ہے جس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہو سکتی ہے۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کر چکی ہے، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہے۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین عمدہ سڑکوں کا اجراء، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، ڈاک اور تار کے صیغہ کی اصلاح۔ اس محکمہ نے وہ تمام طیاریاں مکمل کر لی ہیں جو بین الاقوامی ڈاکخانوں کے ضمن میں شامل ہونے کے بعد اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ آپکو اس پر غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہے۔ حکومت چاہتی ہے تعلیم تمام ملک میں عام ہو جائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت، مطوفوں کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم“

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہے:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کرے گی۔ ان میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلجایا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہو سکتا ہے۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور نہر زبیدہ کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی و مالی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو ۱۰۰ پونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقع ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں ان کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہو جائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲/۳ ثلث اصوات (ووٹس) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہو سکتی ہے۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہے کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہو جائے، تو اُسے متنبہ کرے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے اور مجلس اُسے رد کر دے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کرے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہے کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سُلطان سے رجوع کرے جس پر ایک ماہ گزر چکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔

(۲) شیخ احمد سبحی۔

(۳) شیخ صالح شطا۔

(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔

(۵) شیخ محمد بن یحیٰی بن عقیل۔

(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔

(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔

(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمۂ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا تاکہ سلطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال ان دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کر دے۔ اُسنے انکار کیا۔ اس پر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹے کے لئے قید کر دیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے ان دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کر دیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لے لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ سُنکر کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کر دیئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف و قانون کام کرے گا، یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسے سرکاری خدمت سے بلا توقف الگ کر دیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو فوراً برطرف کر دیا اور [illegible] سرکاری خدمت سے [illegible] کر دیا۔

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کرلینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

شہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کرلی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطنیہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کردی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط وکتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، کارداں، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے اور جہاں تک ہماری معلومات ہیں، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہوگئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جاسکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئے، یا ظلمت کے احاطۂ وسیع فتح مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت وطاقت کا ظہور ہے جسنے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کردیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہوگئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاءِ حکومت میں کاردانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریباً ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آگئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھاسکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور دیر تک قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت وحالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کرسکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون وادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہوچکے ہیں، یہ یقیناً ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریر

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیاد" میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کرکے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد سے) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت واخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں ایگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دوری اور بے تعلقی، خود غرضوں کے لئے میدان کشادہ کردیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پاجاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خود غرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کردے سکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہوسکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کردے سکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف وتقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خود غرض لوگ حکام کو دہوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہوجائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت واختلاط قائم ہوجائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دوری، نفس وجسم کے لئے آرام وراحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کررہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لمحہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمھارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ نتائج وثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے۔ بنا بریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر وصلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو۔"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کردئیے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دئیے تھے۔"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنادی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمام تر ذمہ داری اس مجلس کے کاندہوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دے گی۔

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس از حد اہم اور باشندوں کے لئے غایت درجہ ضروری ومفید ہے اس لئے

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات مزید کہدینی چاہئے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہے۔ شریعتِ حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ اس کے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ۴ دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہے" حاکم نے سوال کیا "اُس بوری میں کیا ہے؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اُس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اسمیں قہوہ ہے" حاکم نے پوچھا "تونے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی لاٹھی سے دباکر" امیر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگادو۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اسنے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہے، لیکن اسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اُس میں کیا ہے؟ اسے اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دار الحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہے۔ اس کا نام "قصر مارد" ہے۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت وخاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے، پیداوار کافی ہے اور باشندے طبیعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبد اللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امرکن سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے ہیں کہ اسی قسم کے حیلوں سے انھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمائے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آتشر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہے اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پائے تخت ریاض میں پٹرول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال دے سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہے۔ سلطان کی دلی آرزو ہے کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں کیونکہ وہ یورپین کمپنیوں، تاجروں اور "علمی محققوں" کی آمد ورفت سے ڈرتے ہیں۔

خواطر وسوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وہائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک ناگہانی خسارہ نے اُسے دیوالیہ کردیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کرلی لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھکر اپنی میز پر رکھدی تھی

"میں اسوقت ابدیت وخلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہوسکتا ہے!

***

میرے فنا پذیر عقیدے میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ر اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

***

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جسپر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا رأس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۲۲۵ کروڑ روپیہ) تک پہنچگیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۵۰،۰۰۰ پونڈ نفع کمایا تھا۔ ان حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

***

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل ودماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے؟ " "وقت گزرچکا ہے جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

***

"گھوڑدوڑ کے ایک دور میں میں نے ۱۰۰،۰۰۰ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے لاکھ اور غربت کا ایک شلنگ، دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ میں لندن سے ڈیل تک کی ۱۵ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے منچسٹر پہنچادیا کرے!

***

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہے۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

***

"زندگی کے متعلق میرا نرم سے نرم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہے جو طمع، شہوت، اور حماقت کے مہیب آتشین الاؤں پر پک رہی ہے۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہوچکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث، فاجرانہ، پرشور عناصر نے لی ہے۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہے کہ بالشویزم کے سوا کوئی دوسری قوت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

***

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا! پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع وہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہے۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حسّاس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں!

***

"اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُسپر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ جلسے کرتا ہے، لہو ولعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دَم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادھر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدھر دُنیا کی نظریں بھی پھر گئیں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ حسرت اور ندامت، صرف یہ دو مکروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اُسکے پہلو میں

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہے۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرز معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اس سفر کا آغاز، شرق اردن کے پائے تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہو گیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھانس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہے۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہے۔ میں نے پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پائے تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہے۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کر دئیے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کر دئیے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک قافلہ بھی ریاض جا رہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہو گیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۰ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اِس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور نجد کو شرق اردن سے جدا کرتا ہے۔ یہ جبل الدروز سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہے۔ اس کی آبادی ۵۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہے۔ یہاں نمک بھی بنتا ہے، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہے۔ محصول، زکوۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہے۔ زکوۃ کا نصاب یہ ہے کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر ۷ مجیدی، ہر ۱۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۲ آنہ کا ہوتا ہے) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربار عام کی جگہ ہے) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلہ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اس گاؤں سے ۱۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پشمی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اس قدر مشہور ہے کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہے۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہہ دینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہے کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کر دی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہو چکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُستروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہو گیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہے۔ بہت قیمت پر بکتا ہے۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دہوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہے "مردوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہے!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہے۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی، صحرائی بدو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اس طرز عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے بھائی بھائی بنا دیا ہے!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہے اور پھر عبد العزیز بن سعود کی"۔ اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اس کا نام "حنظلہ" ہے۔ یہ دراصل وسط صحرا میں ریگ کی جگہ مٹی کا ٹیلہ ہے۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہے کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہے کہ اس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہے کہ قوم لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جا کر دیکھیں جہاں عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ صدیوں سے اس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلاف توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اس کے منظر میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کر دیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبد اللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سُنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدئے اور بذات خود بھی قصبہ کے پھاٹک پر آکر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہے۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھال کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہے۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہے۔ نجد کی مشہور عبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہے۔ اس کے صحرا میں شترمرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شترمرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ گوشت

مطبوعات الهــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي نصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد ارهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا ھے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهــلال بك ایــجنسي

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تھیں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نهیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں - پچھلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں - که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه ، الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه ھے -

منیجر "البــلاغ پریس"

رہ جاتے ہیں!

⁂

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس معیار نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سو جانے پر فریفتہ نہیں ہو سکتا!

⁂

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اُٹھانے دو۔ آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"اُف! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے: "بابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے بڑھ رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!......

لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہو جائیں؟

⁂

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑ گیا۔ ....اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں............میں نے قمار میں اپنی پوری دنیا کھو دی۔ مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے!

......"

⁂

"میری بیوی، میرے عزیز بچو! میرے وہ تمام دوستو جو اسوقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اس سے زیادہ نہ سمجھو جسقدر وہ فی الحقیقت ہے!............................

".................................

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بوناپارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے شاید جدید دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اس قدر زیر بحث نہ رہی ہو۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں اُلٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولوالعزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اور اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہو گئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں، اُس پر قاتلانہ حملے صرف دو ہی ہوئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہیں سمجھنے چاہئیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھینی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کر سکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک مجرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی "متمدن" دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے کہ اس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کر دینا چاہا، اگرچہ اُن میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ر جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُسوقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخر الذکر کا نام "لوی وولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں مدد کے لئے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اس شخص کی شادی ملتوی ہو گئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

غرضکہ اِن اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے زد و کوب کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اُسنے کہا، "اگر مادر وطن کے اس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں یہ مہم انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دوں گا!"

چنانچہ وہ اس ارادہ سے فوراً روانہ ہو گیا، اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدان جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پوچھ رہے تھے وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو پسپا کر دیا ہے۔ لوئی وولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین ہمیں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات یا کل صبح شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدان جنگ کا نقشہ مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بیچین ہو"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کرونگا!"

وولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی، اور شارع عام پر ایک خالی مکان میں چھپکر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بیچینی سے کھڑکی میں بیٹھا نپولین کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں اُسے دور سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد کا سوار سر پر ممتاز ٹوپی پہنے آ رہا تھا۔ وولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے۔ بندوق درست کر کے چھتیائی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قریب تھا کہ بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین چند گز کے فاصلہ پر آ گیا تو فیر کرنا چاہا۔ لیکن عین اُسوقت اچانک، پیچھے سے ایک ہاتھ بڑھا اور اس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔

نپولین کو اس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام گاہ میں پہونچا اور محکمۂ جاسوسی کے افسر اعلیٰ کو بلا کر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا؟"

"ہاں حضور والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال اب تک معلوم ہو چکا ہے"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت کا ہے۔ میرے ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا ہے جو حضور پر گولی چلانے والا تھا"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سُنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلامی سے بچانے کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا بدلہ مجھے یہ دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ موجود تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا۔ اُس کے دہنی طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ بائیں جانب جنرل برتیہ۔ نپولین نے اپنی آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جما دیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلوم کیا طلسمی قوت تھی کہ مجرم تاب لا سکا۔ منہ کے بل گر کر چلایا: "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھے اس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتا دئے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اسمیں میرا قصور کیا ہے؟ اگر دول یورپ مجھے مٹانا چاہتی ہیں اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہو جائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ برتیہ! کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کر دیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و خرمی کا متمنی ہوں!"

وولف خلاف توقع یہ برتاؤ دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ ولی عہد بویریا نے*

* نپولین سے کہا: "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابل عزت ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شاہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک مختصر سا فرض ادا کیا ہے۔ بجز عفو و کرم بادشاہوں کا معمولی فرض ہو جاتا ہے!"

الهلال

جلد ۱

۱۲

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

۳۰۶

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱۲ — کلکته : جمعه ۵ . ربیع الاول ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی ، طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۸۶۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین ۱۱۳ — اردو حروف کی حق مین ۳۴۰

موجوده مشترك طباعة کی حق مین ۱۹۶ — حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون ۶۸

پتهر کی چهپائی کی حق مین ۱۴۴

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح و بیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا بتفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	- -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	- -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرنے کے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(٦)

بابل كے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل ' قديم دنيا كا مشهور ترين شهر هے - بهت سي قوموں اور سلطنتوں نے اُسے باري باري فتح كيا اور اپني عظمت و شوكت كا مركز قرار ديا - مشهور هے كه اِس كا اولين بادشاه نمرود اور اُس كا خاندان تها - اِس كي اولاد ميں سب سے زياده شهرت " اُرر " خامس كو حاصل هوئي - اِس كا نام اور بعض حالات اُن اينٹوں پر مسماري خط ميں كنده ملے هيں' جو حال ميں زمين سے نكالي گئي هيں -

خاندان نمرود كے بعد ايک دوسري سلطنت كا قبضه هوا - تاريخ ميں اِس كا نام ايراني سلطنت هے - دو سو پچيس سال اُس نے حكومت كي - اس كے بعد ۲۲۲۵ ق م ميں ايک اور سلطنت قائم هوئي - اِس كا نام " ايلامي " هے - اِسي كے ايک بادشاه " كودرلا اومر " سے حضرت ابراهيم عليه السلام نے مقابله كيا تها اور فتحياب هوئے تهے -

تقريباً سنه ۲۰۰۰ ق م ميں اِس پر كلدانيوں نے قبضه كيا اور ساڑهے چار صدي تک حكومت كرتے رهے - پهر اِس كے بعد مصريوں كا غلبه هوا اور سنه ۱۳۱۴ ق م تک حكمران رهے - اشوريوں نے مصريوں كو شكست دے كر اپني حكومت قائم كي - يهاں تک كه سنه ٥۳۸ ق م ميں كورش شاه ايران نے اُن كي سلطنت كا خاتمه كر ديا اس وقت سے ايرانيوں كا دور شروع هوتا هے -

سات عجائب عالم ميں سے ڈائنا كے مندر كا بقايا

پهاڑ كے نيچے جو كهنڈر نظر آرها هے' يهي اس مندر كا بقايا هے - اوپر تركوں كا قلعه هے

بابل اور نينوى ميں هميشه رقابت چلي جاتي تهي - ايک دوسرے كي بربادي پر تلے رهتے تهے - سنه ۷٤٥ ق م ميں اهل نينوى نے بابل فتح كرليا تها - ليكن سنه ٦۰٦ ق م ميں بابليوں نے ايرانيوں كي مدد سے اُنهيں نكال باهر كيا - پهر خود نينوى پر حمله كيا اور اُسے اِس طرح مٹا ديا كه اُس كا نشان تک باقي نه رها - ابهي حال ميں بڑي تحقيقات كے بعد پته چلا هے كه يه قديم شهر كس جگه واقع تها ' كيسا عظيم الشان تها ؟ اور كس بے دردي سے برباد كرديا گيا ؟

نينوى كي بربادي كے بعد هي بخت نصر ظاهر هوا - بابل كے معلق باغ اِسي نے بنائے تهے - اُن سے مقصود صرف يه تها كه اپني بيوي كي خوش نودي اور تفريح كا سامان كرے -

يوناني مورخ هيرودوٹس نے لكها هے كه بخت نصر نے اراده كيا ' بابل كو از سر نو اِس طرح بنائے كه دنيا ' نينوى كي شان و شوكت بهول جائے - چنانچه نينوى كے قيديوں اور معماروں سے يه نيا شهر طيار كرايا گيا - خود هيرودوٹس نے اپني سياحت كے دوران ميں بابل كي بهي سير كي تهي ' چنانچه اُس كے حالات اپني تاريخ ميں لكهے هيں - اُس كے بيان سے معلوم هوتا هے كه بابل ' زمين كے مربع ٹكڑے پر قائم تها - بيچ ميں دريائے فرات نے بهه كر اُس كے دو حصے كرديے تهے - هر حصه ١٥ ميل لانبا تها - يعني پورا شهر تيس ميل كے وسيع رقبه ميں پهيلا هوا تها - چاروں طرف شهر پناه تهي - ۳٥۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹي تهي - اِس ميں پيتل كے سو پهاٹک تهے - پهاٹكوں كے ستون اور چهتيں بهي پيتل كي تهيں -

شهر ميں سب سے زياده شاندار' عجيب ' اور دلچسپ چيز يه " معلق باغ " تهے جو اُس وقت سے اب تک پوري دنيا كے ليے اعجوبه بنے هوئے هيں - يه باغ پتهر كي عمارتوں پر ايک ايسے علاقه ميں نصب كيے گئے تهے ' جهاں پتهر كمياب هونے كي وجه سے نادر اور قيمتي چيز سمجها جاتا تها - بادشاه عبادت خانوں ميں بطور نذرانه كے پتهر پيش كرتے تهے' اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں ميں بڑے اهتمام سے منتقل كيے جاتے تهے - دجله اور فرات كي وادي ميں آج تک پتهر كي بڑي قلت هے -

ليكن كيا يه باغ واقعي معلق تهے ؟ اس بارے ميں ايک سخت غلط فهمي پهيلي هوئي هے - حال كے بعض مورخين بهي اِس غلطي سے نه بچ سكے - در اصل انكا معلق هونا محض ايک نظري اور مجازي وصف تها - ور نه وه معلق نه تهے - قديم يوناني اور روماني مورخوں نے انكے ليے جو لفظ استعمال كيا هے اُسكے معني " معلق " نهيں بلكه منزل در منزل باغ كے هيں - يه باغ پتهر كے كئي منزله چبوتروں پر لگائے گئے تهے - هر اوپر كا چبوتره نيچے كے چبوتره سے عرض ميں چهوٹا تها - اِس طرح تمام چبوترے بلند هوتے هوتے ۳٥۰ فٹ تک پهنچ گئے تهے - هر چبوتره پر اتني مٹي جمع كي گئي تهي جتني درختوں كي پرورش كيليے ضروري تهي - پاني اوپر چڑها كر بالائي منزل پر تالاب بنايا گيا تها ' نيچے سے اُس ميں جمع كر ديا جاتا تها - اور اُسي سے پورے باغ كي آب پاشي هوتي تهي - هر چبوتره كي زمين يا چهت بانس سے پاٹ دي گئي تهي - اُسكے اوپر سيسه پگهلا كر پهيلا ديا تها - يه احتياط اِس ليے كي گئي تهي كه ديواروں اور بنيادوں تک نمي نه پهنچ سكے اور باغ هميشه برقرار رهيں - هر طبقے يا چبوترے كے نيچے بڑے بڑے ايوان تهے اور بابل و نينوى كے بهترين سامان آرايش سے آراسته تهے - هر دو طبقوں كے ما بين وسيع زينے بنے هوئے تهے - جنسے بادشاه ' ملكه ' اور درباري ايک ساتهه اوپر نيچے آجا سكتے تهے -

باغوں ميں قسم قسم كے پهولوں ' پهلوں ' اور ميوں كے خوشنما درخت لگے تهے - موسم بهار ميں عجيب كيفيت هوتي تهي - هرے بهرے درختوں كے پتے پوري عمارت چهپا ليتے تهے - ايسا معلوم هوتا تها كه واقعي باغ هوا ميں معلق كهڑے هيں - خوشبو اِس قدر هوتي تهي كه تمام شهر معطر هو جاتا تها - خيال هوتا تها كه جنت آنكهوں كے سامنے پهيلي هوئي هے - بابل كي گرمي ديكهتے هوئے يه باغ

آثار عتیقه

سات عجائب عالم

(٥)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزیرۂ روڈس (بحر متوسط) میں یہ عظیم‌الشان اور شہرۂ آفاق بت قائم تھا - لیکن اب اُسکا کوئي نشان باقي نہیں ہے - عہد مسیحي سے سو برس پہلے هي وہ برباد هوچکا تھا - مرکب دھات کا یہ بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوھا بکتا ہے !

مشہور رومانی مورخ پلینی نے پہلي صدي عیسوي میں جزیرۂ روڈس کي سیر کي تھي - وہ لکھتا ہے :

" ہر چیز سے زیادہ حیرت انگیز آفتاب کا وہ عظیم‌الشان بت تھا جو اِس جزیرہ میں نصب تھا - اِسے کیرس لنڈسي نے بنایا تھا - یہ ستر گز (رومانی) بلند تھا - ٦٥ سال قائم رھنے کے بعد زلزلہ سے گر پڑا - وہ ابتک بدستور زمیں پر پڑا ہے اور دیکھنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت ہے ! کم آدمي ایسے نکلینگے جو بت کے ھاتھہ کا انگوٹھا اپنے دونوں ھاتھہ پھیلا کر بھي قبضہ میں لاسکیں - بت کي انگلیاں اتني بڑي هیں کہ شاید هي اِتنے بڑے مجسمے کہیں موجود هوں - پنڈلیاں اِتني موٹي هیں کہ اُنکے اندر لمبي گہري سرنگیں معلوم هوتي هیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم‌الشان سنگي ستون تھے تاکہ پاؤں بت کے جسم کا بوجھہ سنبھال سکیں "

یہ بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تھا - یہ دیوتا اِس جزیرہ کا معبود اور محافظ سمجھا جاتا تھا - کیرس بت تراش نے بارہ برس کي محنت سے اِسے طیار کیا تھا - لیکن سنہ ۲۲۴ ق م میں زلزلہ نے اسے گرا دیا -

اِس بت کي عظمت و شہرت اِس قدر عام هوگئي تھي کہ باھر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادۃ قصے مشہور هوگئے تھے - عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ وہ جزیرہ کي خلیج پر اِس طرح کھڑا ہے کہ اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر ہے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یہ خلاف واقعہ ہے - دراصل یہ بت ایک برھنہ آدمی کي شکل پیش کرتا تھا اور وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑے کھڑا تھا - رومن مورخ پلیني نے اُسکي بلندي کي نسبت جو کچھہ کہا ہے ' اُسکي کسي دوسرے مورخ نے تغلیط نہیں کی ہے - اُسکے حساب سے بت کي بلندي ١٥٠ فٹ تھی !

پورا بت مرکب دھات کا تھا - ٹانگیں پتھر کي تھیں ' اور مرکب دھات کي چادروں سے ڈھکي هوئي تھیں - پیروں سے سر تک ایک اندروني زینہ بنا تھا - بعض مورخین کا بیان ہے کہ اِس زینہ سے چڑھ کر روز رات کو بت کي آنکھوں میں آگ جلائي جاتي تھی تاکہ اُس کي روشني سے جہازوں کي رھنمائي ھو -

کہا جاتا ہے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا کہ اُس سے ایک سخت فني غلطي هوگئي ہے - اِس غلطي کي اصلاح نا ممکن تھي - لہذا اُس نے خودکشي کرلي - لیکن اُسکي غلطي بعد میں کسي کو بھي نظر نہیں آئي - یونان اور پوري دنیا بیک زبان اُس کي صناعي کا اعتراف کر رھي ہے -

روڈس باوجود اپني قدیم بدحالي کے اُس زمانہ میں بہت دولت مند هوگیا تھا - معدني مصنوعات میں اس نے بڑي شہرت حاصل کي تھي - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسلہ قائم تھا - یونانیوں نے اُس کي دولت مندي دیکھکر اُس پر قبضہ کرلیا اور وھاں ایک عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کي - شہر کي رونق بھي اس درجہ بڑھگئي کہ ایتھنز کا مقابلہ کرتا تھا - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کیا - اُن کے بعد شاہ موسولوس نے غلبہ حاصل کیا - یہ وھي بادشاہ ہے جس کي قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار ھوتي تھي اور ابھي ابھي ھم اُس کے تذکرہ سے فارغ ھوئے هیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حملہ کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم نے چھینا - سکندر کي وفات کے بعد اُس نے پھر اپني آزادي حاصل کرلي اور خود مختار هوگیا - یہي زمانہ اُس کا سنہري زمانہ سمجھا جاتا ہے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کي اصلي منڈیاں دو هي تھیں : اسکندریہ اور روڈس -

اِس بت کي تاریخ یہ ہے کہ مصر کے ایک بطلیموس پادشاہ نے (یعني اُس خاندان شاھي کے پادشاہ نے جو بطلیموس کے لقب سے ملقب تھے) اپنے بھائي سے جنگ کي تھي - روڈس کے باشندوں نے بطلیموس کي مدد کي اور فتح دلائي - اِس پر اُس کے بھائي نے جزیرہ سے انتقام لینا چاھا اور ایک فوج گران جہازوں میں لاکر محاصرہ کرلیا - فوج کي تعداد اِتني زیادہ تھي کہ جزیرہ کي پوري آبادي اُس سے کم تھي - اھل روڈس زبردست دشمن دیکھکر گھبرا گئے - مگر بہادر تھے - مقابلہ کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تھا - اُس نے اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپني فوج بھیج دي - اس طرح روڈس اپني حفاظت میں کامیاب هوگیا -

اسي نجات کي یادگار میں اھل روڈس نے یہ بت بنایا تھا ' اور اپنے دیوتا اپالو کو نذر دي تھي - بت کے بنانے میں جتنا کانسہ لگا ' وہ سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا -

عربوں کي فتح کے زمانہ تک اِس بت کے کھنڈر موجود تھے - یونانی مورخوں کا بیان ہے کہ اُنھوں نے یہ کھنڈر ایک یہودي کے ھاتھہ فروخت کر ڈالے - یہودي نے اس سے نو سو اونٹ کانسہ حاصل کیا -

باب التفسير

تفسير سورۂ فاتحه کا ايک صفحه

تصور الهی کی تکميل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۳)

(شاهيت اور الوهيت کے تشابه کے نتائج)

شاهيت اور الوهيت کے اس لزوم و تشابه نے انسان کے تصور الهي پر جوگهرا اور دور رس اثر ڈالا هے ' اُس کا اندازه سرسري مطالعه سے نهيں هو سکتا - ضروري هے که تصور الهي کے ايک ايک جزء اور ايک ايک عنصر پر نظر ڈالي جاے ' اور اُسکي امتزاجي اور خميري حالت کي تعليل کي جاے - اس سلسله ميں حسب ذيل نقاط خصوصيت کے ساتهه قابل غور هيں :

(۱) انسان کی معيشت کي تاريخ ميں نظم و حکومت کي ابتدا جمهوريت کے عنصر سے هوئي هے ' نه که شاهيت و مالکيت کے عنصر سے -

يهاں لفظ " جمهوريت " سے مقصود جمهوري نظام حکومت نهيں هے' بلکه جمهوريت کي وه ساده اور عنصري حالت مراد هے جب کسي ايک شخص کو مالکانه و حاکمانه اقتدار حاصل نه تها - ايک سے زياده آدمي مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر ليا کرتے تهے - نه بات که کسي خاص فرد کو مالکيت و فرماں روائي کا اختيار حاصل نهو که جو چاهے حکم دے اور جس طرح چاهے اپنے ماتحتوں کے معاملات معيشت کا فيصله کرے ' بلکه مساويانه طريقه پر لوگ مل جل کر اپني ضروريات نظم و اجتماع کا انتظام کريں ' جمهوريت کا اصلي عنصر هے ' اور يهي عنصري حالت يهاں مقصود هے -

شخصي مالکيت اور شاهيت انساني اجتماع کي ايک غير طبيعي حالت هے جو اُس وقت پيدا هوي ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوري سے فائده اٹها کر انهيں اپنا مطيع و منقاد بنانا شروع کرديا اور رفته رفته يه بات تسليم کر لي گئي که زياده طاقتور فرد کو کم طاقتور افراد سے غلامي و چاکري کرانے کا حق حاصل هے - پهر جوں جوں تمدن و شهريت ميں ترقي هوتي گئي ' مالکانه قبضۂ و تصرف بهی زياده خوش اُسلوب اور منظم هوتا گيا ' يهانتک که شاهيت و حکمراني کا نظام پيدا هوگيا -

يه بات که انساني اجتماع کي تاريخ ميں غير شخصيت و شاهيت ' شخصيت و شاهيت پر مقدم هے ' تاريخ کي روشني ميں صاف نظر آ جاتي هے - هم دنيا کے تمدني عهد سے جس قدر پيچهے هٹتے جائينگے ' شاهيت اور شخصيت کا نظام مفقود هونا جايگا ' اور مشترک جماعتي نظم اپني ابتدائي اور ساده حالت ميں کار فرما نظر آيگا - دنيا کي جس قدر بهي غير متمدن اور وحشي قوميں تاريخ کے علم ميں آئی هيں' ان ميں ايک قوم بهي ايسي نهيں هے جس ميں شخصي شاهيت کا نظام پايا گيا هو - امريکه ' افريقه ' اسٹريليا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرين لينڈ کي غير متمدن آباديان شخصي مالکيت و سروري سے اُسي طرح نا آشنا پائي گئيں ' جس طرح سکه کے استعمال سے نا واقف تهيں - عرب جس وقت تک بدويانه زندگي ميں رها ' شخصي حاکميت سے آشنا نه هوسکا - تاريخ کي روشنی ميں جو ترتيب نظام حکومت کي واضح هوتي هے ' وه يه هے که انسان اپني صحرائي اور انفرادي معشيت ميں کسي نظم کا محتاج نه تها - جب قبائل کي زندگي شروع هوئي تو خود بخود ايک ايسا ساده اور بسيط نظم پيدا هو گيا ' جيسا آج کل بهي ديهاتي پنچايتوں ميں ديکها جاسکتا هے - بستي کے بڑے بوڑهے کسي درخت کے سايه ميں بيٹهه گئے اور تمام جهگڑے اور قصے چکا دیے - اس طريق کار سے رفته رفته قبائل کي سرداري کا منصب پيدا هوگيا انهي سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زير کرنا اور غلام بنا کر رکهنا شروع کر ديا ' اور اسي سے شخصي مالکيت کي بنياد پڑگئي -

شخصي مالکيت اور شاهيت کي بنياد قاهرانه قوی کے استعمال اور جبر و تعدي کي هولناکيوں سے پڑي تهي - يه سرتاسر انسان کے سلبي اور تخريبي صفات تهے - ايجابي و تعميري نه تهے - البته آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کي بهي گنجايش نکل آئي - ليکن چونکه شاهيت کا مايۂ خمير هيبت و قهر تها ' اس ليے غلبه هميشه اسي قسم کے صفات کا رها - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجه بڑه نه سکے که شاهي قهر و جلال کي هيبت و سطوت ميں خلل انداز هوسکتے - نتيجه يه نکلا که اول دن سے شاهيت کا تصور سرتاسر هيبت و قهر کا تصور هوگيا - يه بات انسان کے تخيل ميں جم گئي که جس قدر ايک پادشاه زياده پر هيبت اور قهرمان هوگا ' اُتني هي اُس کي شاهيت زياده مقتدر اور مسلم هوگي !

ضروري تها که شاهيت کے اس تصور سے انسان کا تصور الهي بهي متاثر هوتا ' کيوں که دونوں ميں مماثلت کي نسبت پيدا هوچکي تهي - چنانچه هم ديکهتے هيں که اس دوسرے دور ميں يه مماثلت بهي صفات قهر و جلال کے استغراق کا ايک قوي باعث هوگئي اور انسان کا تصور رحمت و جمال کي طرف تيز قدم نه اُٹها سکا - ٹهيک ٹهيک شاهيت و مالکيت کے تصور کي طرح ' خدا کے تصور ميں بهي تمام قاهرانه اور جابرانه اوصاف نماياں هيں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاهيت کے تصور ميں مغلوب اور کمزور هے ' اُسي طرح اُلوهيت کے تصور ميں بهي زياده نهيں اُبهر سکتا - پهر جوں جوں شاهيت کے مزاج و اوصاف ميں رقت و لطيف جذبات کا عنصر بڑهنے لگتا هے ' تصور الهي ميں بهی اس جانب ترقي هونے لگتي هے - شاهيت کا ابتدائي اور عالمگير تصور يه تها که وه ايک ايسا وجود هے جس سے هميشه ڈرتے اور لرزتے رهنا چاهيے - اُس کا غضب بے پناه ' اور اس کي هولناکي لا علاج هے - وه ايک ادنی سي لغزش پر قتل کرڈالتا اور ايک ذرا سي خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا هے - البته

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یهي باعث هے که اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار هوا اور سارے جهان میں شهرت هوا کي طرح پهیل گئي -

لیکن زمانه کے بے رحم هاتهوں نے یه دلفریب باغ بهي نه چهوڑے - بابل کي جنت برباد هوگئي اور شهر بهي تهه و بالا هوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یه بهي معلوم نه تها که یه باغ واقع کهاں پر تھے ؟ سنه ۱۹۰۳ ع میں زمین کهودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے هیں جس پر باغ نصب تھے - اِن باغوں کا باني بخت نصر (بنوکدنزر) وهي بخت نصر هے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یهودیوں کو قید کر لیا تها -

---

(۷)

اهرام مصر

(The Pyramids of Egypt)

دنیا کے سات عجائب میں صرف اهرام مصري هیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانه کا مقابله کر رهے هیں - مصر میں متعدد اهرام هیں - مگر اُن میں سب سے زیاده مشهور اور عجائب عالم میں شمار هونے والا هرم "هرم کبیر" کے نام سے مشهور هے - یه قاهره کي موجوده آبادي سے ۶۸ کیلو میٹر فاصله پر جنوب میں واقع هے - اس میں ابتک کوئي اهم تغیر نهیں هوا هے - صرف اوپر کا پلاسٹر اُتر گیا هے اور چوٹي پر سے کچهه حصه ٹوٹ گیا هے -

یه هرم اب سے چهه هزار سال پہلے تعمیر هوا تها - مصر کي چوتهي سلطنت میں ایک بادشاه نے اِسے بنایا - ساٹهه برس اِس نے حکومت کي تهي - مصري زبان میں اِسکا نام " خوفو " تها - یوناني اُسے " خیوپس " کهتے تھے - قدیم مصري هرم کو " یاخیت خوفو " کے نام سے پکارتے تھے - اِسکے معني هیں " خوفو کا مقبره " دراصل یه عمارت بادشاه نے اِسي غرض سے بنائي تهي که مرنے کے بعد اس میں دفن هو - هرم کے مصري نام هي سے اسکا مقصد واضح هو جاتا هے - اِس سے بهي بڑه کر یه که خود هرم کے اندر تابوت بهي ملا هے اور اِس بات کي قطعي شهادت هے که اصل میں یه مقبره هي تها -

هرم کا دروازه شمال کي طرف هے - اِس دروازه سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل هوتے هیں - راسته ایک تهه خانے تک لیجاتا هے - خیال کیا جاتا هے که یهي تهه خانه قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تها - کیونکه اسي میں تابوت رکها هے - مگر خود بادشاه کي لاش اُس میں نهیں ملي - نهیں کها جاسکتا بادشاه اُس میں کیوں دفن نهیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یه بهي معلوم نهیں هوا که اُسکي اصلي قبر هے کهاں ؟ بعض مورخین کا خیال هے که بادشاه نے اِس مقبره کے بنانے میں رعایا پر بهت ظلم کیا تها - اِس لیے ناراض

(اسکندریه کا شهرهٔ آفاق مناره)

یه تصویر اُن تصریحات کي بنا پر بنائي گئي هے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کي زباني معلوم هوئي هیں -

هوکر مصریوں نے اُسکي لاش اس میں دفن نه هونے دي - لیکن اِس کے ایک کمره میں بادشاه کا نام سرخ روشنائي سے لکها هوا پایا گیا هے - خیال کیا جاتا هے که مزدوروں نے پتهر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے هي لکهدیا تها - اگر یه نام موجود نه هوتا تو دنیا هرگز نه جان سکتي که یه عمارت کس شخص نے بنائي تهي -

بادشاه کا تابوت سنگ سرخ کا هے - ساڑھے سات فٹ لانبا ' تین فٹ چار انچ چوڑا ' اور تین فٹ چار انچ اونچا هے -

بادشاه کے کمرے کے اوپر پانچ چهوٹے کمرے اور هیں - خیال کیا جاتا هے که یه اِس غرض سے بنائے گئے تھے که شاهي کمره پر سے عمارت کا بوجهه هلکا هو جائے - ملکه کا کمره بادشاه کے کمرے کے نیچے هے اور اصلي راسته سے ایک گلي اُسکي طرف جاتي هے -

قدیم زمانوں سے یه بات مشهور چلي آتي تهي که هرم کے اندر ایک بهت بڑا خزانه موجود هے - مگر کبهي کسي کو اُسکے کهودنے کي جرأت نهیں هوئي - خلیفه مامون الرشید نے البته کهدوانا شروع کیا تها ' مگر بعد میں معلوم هوگیا که خزانه کي افواهیں بے بنیاد هیں -

یوناني سیاح هیرودوٹس نے هرم کي سیر کي تهي اور اپني کتاب میں اُس کا حال لکها هے -

شروع میں هرم پر چکنا پلاسٹر لگا هوا تها - کوئي اُس پر چڑه نهیں سکتا تها - مگر اب یه پلاسٹر اُتر گیا هے اور اُسکي چوٹي پر پهنچنا ممکن هے -

اِس هرم کي بلندي ۴۸۱ فٹ هے - شمالي جانب سے ۶۱۲ اور باقي تین طرف سے ٹهیک ۷۵۵ فٹ ۰۷ انچ لانبا هے - یه اس بات کي شهادت هے که قدیم مصریوں نے علم هندسه میں بڑي ترقي حاصل کي تهي -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجه اِسي هرم کو حاصل هے -

(مورخین عرب کي تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یه مختصر بیان تها جو ختم هوگیا - هم نے بابل ' منارهٔ اسکندریه ' اور اهرام کے حالات میں صرف وهي امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبني هیں ' اور وه تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمه کي جاچکي هیں - اب اس کے بعد همیں تفصیل کے ساتهه وه تحقیقات بیان کرني هے جو قدیم عرب مورخین نے کي تهي ' خصوصاً بابل ' اسکندریه ' اور اهرام مصر کي نسبت اُن کي تصریحات تاریخ کا نهایت قیمتي اور قابل غور موضوع بحث هے -

مصریوں نے " تہوت " اور " هرمس " میں (اور هرمس Hermes یونانیوں کا بھي معبود تھا) علم و حکمت کے تمام ابتدائي سرچشمے دیکھے (۱) بابل نے جو علم هئیة کے کشف و ترقي کا سب سے پہلا سرچشمہ ہے ' آسمان کے ارواح الوهیت میں سورج کا قہر اور مریخ کي خون آشام تلوار دیکھي تھي - اب زهرہ کي مسکراهت اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجیدہ صورت کا بھي تماشائي هوگیا - یونان کي فکري لطافت اور وسعت تخیل نے اس میں اور زیادہ نظم و اسلوب پیدا کیا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پیداوار ' مال ودولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوہ فرما هوگئے ' اور اُنکي چوکھٹیں صفات جمالیه کے حاجت مندوں کا قبلۂ عبادت بن گئیں - مصر ' هندوستان ' اور یونان میں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پہنچ چکي تھي ' اسلیے ان دیوتاؤں کا تخیل زیادہ تر اجرام سماویه هي کے تعبدانه مشاهدہ میں پیدا هوا -

ایران جو دنیائے قدیم کے ادیان و ملل میں اپني بعض خصوصیات کے لحاظ سے غیر معمولي امتیاز رکھتا ہے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انہماک کے ' اصنامي پرستش کے تخیل سے همیشه گریز کیا ؛ اس بارے میں ایک بالکل مختلف نوعیت کا تخیل قائم کرتا ہے ' اور ثنویت کے ذریعه صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا ہے - یعنے اس اعتقاد کا نقشه آراسته کرتا ہے که خالق حقیقي کے ماتحت دو کارساز قوتیں کارفرما هیں : قوت خیر اور قوت شر - یعني " یزداں " اور " اهرمن " تمام ایجابي اور جمالي صفات یزداں کے حصے میں آئي هیں ' اور تمام سلبي اور قہري صفات اهرمن کے حصے میں - یزداں کي تعمیري صفت بنانا چاهتي ہے - اهرمن کي تخریبي صفت بگاڑنا چاهتي ہے - گویا کون و فساد کي کشاکش اپني منتہاء ازلیت میں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي ہے -

غرضکه اس دور کے آخري عہد میں به حیثیت مجموعي ذهن انساني نے ایک ایسي مزاجي استعداد پیدا کر لي تھي که وہ صفات سلبیه کے ساتھ صفات ایجابیه کا بھي بالاستقلال تصور کر سکتا تھا - البته غلبه اب بھي صفات سلبیه هي کے تصور کا تھا - تصور الهي کے اس بنیادي نقطه میں که عبادت کي اصل خدا کے غضب و قہر سے بچنا ہے ' نه که اُسے چاهنا اور اُس سے نزدیک هونا ' کوي تبدیلي نہیں هوي تھي - پس گو اس عہد میں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظارہ کرنے لگا ' لیکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قہر و غضب کے خوف هي کا تھا - جمال و رحمت کي شیفتگي کا نه تھا - اس منزل تک پہنچنے کیلیے اُسے ابھي کئي ارتقائي منزلیں طے کرني تھیں -

مذهبي اعمال میں تمام تر دارومدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تھا - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا دیوتا کیوں نہو ' لیکن بغیر قتل و هلاکت کي بهینت کے خوش نہیں هو سکتا تھا - مذهبي اور معبدي رسوم کي کارفرما جماعتیں (یعني مندروں کے پجاریوں ' معلموں ' رهنماؤں کی جماعتیں) صدیوں سے ایک طاقتور نظام کي شکل میں قائم هو چکي تھیں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زیادہ ضروري عنصر بن گیا تھا - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قیام نے بھي انسان کے دیني عقائد کي تاریخ میں بہت بڑا حصه لیا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم رہ سکتا تھا ' ان میں سب سے زیادہ موثر چیز یہي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگیزي تھي - اس لیے یه جماعتیں قدرتي طور پر آسماني قہر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تھیں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اُٹھانے کي مہلت هي نہیں ملتي تھي - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور یونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعه کیا ہے ' وہ اندازہ کر سکینگے که اُس عہد کے دهشت انگیز دیني موثرات میں یه چیز کس درجه قوي و فعال رهي ہے ؟

اس دور کے اِس آخري عہد میں پہنچکر همارے لیے ممکن هو جاتا ہے که سنین و ایام کے موجودہ حسابات سے اِس کا زمانه متعین کر سکیں - یه تقریباً سنه ۱۷۰۰ قبل مسیح (ع) کا زمانه ہے - اِس عہد کے کچھه عرصے بعد سامي دعوت کے قیام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا ہے -

(سامي دعوت کا ظہور)

" سامي دعوت " سے مقصود تورات کي دعوت ہے - تورات کے ظہور کا زمانه تقریباً (تقریباً اس لیے که ایام و سنین کے صحیح تعین میں متعدد تاریخي اور هئیتي اختلافات حائل هیں) ۱۶۴۵ - قبل مسیح ہے - تورات کے عبراني سنین کي جو تقویم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي ہے ' بعینه وهي ہے جو ابو ریحان بیروني وغیرہ عرب محققین زیج و تقاویم نے مرتب کي تھي - اس سے ثابت هوتا ہے که بنو اسرائیل کا مصر سے خروج مندرجۂ صدر سنه میں هوا تھا - اسلیے تقریباً یہي زمانه حضرة موسی (علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام) کے ظہور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانه ہے -

(۱) هرمس کے بارے میں بعض مورخین کو سخت غلط فہمي هوئي ہے ' اور اُنکي تقلید سے زمانۂ حال کے بعض مستشرقین یورپ بھي غلط فہمي میں مبتلا هوگئے - چونکه یونان اور مصریوں کے عقیدے میں هرمس علم و حکمت کا دیوتا تھا ' اسلیے متاخرین حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اُسکي طرف منسوب کردي تھي ' اور بعض کتابوں میں علوم کا تذکرہ اس طرح شروع کیا گیا تھا ' گویا هرمس کا الہام رباني بیان کر رها ہے - جب اِن کتابوں کا عہد عباسیه میں ترجمه هوا تو بعض لوگوں کو یه غلط فہمي هوگئي که هرمس یونان و مصر کے حکما میں سے کوئي حکیم ہے - پھر کوشش کي گئي که اُس کا زمانه متعین کیا جائے - بعضوں نے اُسکا زمانه ایسا متعین کیا جو حضرت ادریس علیه السلام کا زمانه تھا - اس سے یه خیال پیدا هوا که هرمس اور ادریس ایک هي شخصیت کے دو نام هیں - بعضوں نے کہا که تورات میں جس " اخنوخ " کا ذکر آیا ہے ' وهي یونانیوں کے یہاں هرمس کے نام سے مشہور ہے - بعضوں نے دیکھا که هرمس کا تذکرہ مختلف زمانوں میں پایا جاتا ہے - اِس لیے انھوں نے تطبیق کي یه صورت نکالي که تین هرمس فرض کرلیے : کبیر ' درمیاني ' صغیر - حالانکه سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نہیں - وہ محض ایک خیالي شخصیت ہے - جیسي شخصیت هندوستان میں نظم و حکمت کے لیے بیاس جي کي فرض کرلي گئي ہے - ابن الندیم نے فہرست میں (صفحه ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدین قفطي نے تاریخ الحکماء میں (صفحه ۳۴۶) اور ابن ابی اُصیبعه نے عیون الانباء میں (جلد ۱ - صفحه ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچھه لکھا ہے ' وہ اسي غلط فہمي کا نتیجه ہے - هرمس حکیم کے نام سے جو کتابیں عربي میں ترجمه هوئیں ' زیادہ تر قدیم فن کیمیا اور احکام نجوم کي کتابیں هیں - رمل کے ابتدائي خطوط بھي اُسي کے طرف منسوب هیں - البته بیروني اور حموي کي بعض تصریحات سے معلوم هوتا ہے که فن هئیة و زیج میں بھي اس کے بعض رسائل ترجمه کیے گئے تھے - عجیب بات یه ہے که دنیا کي سات اقلیموں والي تقسیم جو ایران کے " هفت کشور " سے لي گئي تھي ' محمد بن ابراهیم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي ہے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحه ۲۶)

گاہ گاہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت رحم و کرم پر آجاتی ہے ' اور وہ بخش بھی دیتا ہے اور مالا مال بھی کردیتا ہے - بعینہ یہی تصور خدا کا بھی تھا - اور اسلیے خدا کی صفات رحمت و جمال کی نسبت جو کچھہ بھی سمجھا جاتا تھا ' وہ اس سے زیادہ نہ تھا ' جیسا ایک پر ہیبت بادشاہ کی نسبت سمجھا جاسکتا ہے -

(۲) صفات الہی کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پہلو یہ ہے کہ خدا کے افعال کیلیے کوئی مقصد و غایت ہونی چاہیے یا نہیں؟ اس لحاظ سے افعال الہی کی دو ہی نوعیتیں ہوسکتی ہیں - ایک یہ کہ اسکے تمام افعال بغیر کسی غایت اور حکمت کے ہیں - ایک یہ کہ اسکا ہر فعل کسی مقصد اور حکمت پر مبنی ہے - شاہیت اور الوہیت کے تشابہ کا اثر تصور الہی کے اس گوشہ پر بھی پڑا - انسان ہزاروں برس تک خدا کے افعال بھی اسی رنگ روپ میں دیکھتا رہا ' جسمیں اپنے چاندی سونے کے تخت پر بیٹھنے والوں کو دیکھتا تھا - وہ " قدرت " کے ساتھہ " حکمت " جمع نہیں کرسکا - اسکا خیال یہ تھا کہ حکمت اور مقصد کی رعایت دلیل عجز ہے - یہ عام انسانوں کیلیے ضروری ہے جو اپنے حاکموں اور پادشاہوں کے سامنے جوابدہ ہیں ' لیکن ایک پادشاہ جو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ' حکمت و غایت کی رعایت سے ما وراء ہے - ایک پادشاہ جسقدر زیادہ طاقتور اور زیادہ اونچے قسم کا ہوگا ' اتنے ہی اسکے اعمال زیادہ مطلق العنان ' زیادہ بے ترتیب ' زیادہ بے مصلحت ' زیادہ بے معنی ہونگے - وہ بغیر کسی سبب و موجب کے ہزاروں آدمی قتل کر ڈالیگا - بغیر کسی مصلحت کے عمارتیں ڈھا دیگا ' بغیر کسی ضرورت کے نئی عمارتیں کھڑی کر دیگا - ہوسکتا ہے کہ محض اتنی سی بات دیکھنے کیلیے کہ رات کی تاریکی میں آتشزدگی کا تماشہ کیسا ہوتا ہے ؟ وہ ایک پورا آباد شہر جلا ڈالے !

یہ جو ہندوستان ' مصر ' یونان ' وغیرہ قدیم متمدن ممالک کی دیومالی کہانیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ دیوتاؤں کے جسقدر بھی اعمال دکھلائے ہیں ' وہ سب اسی نوعیت کے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے ' جیسے چند انسان ہر طرح کی طاقت اور اختیار پاکر بے قابو ہوگئے ہیں اور طاقت اور اختیار سے کھیلنے لگتے ہیں - محض اسلیے کہ وہ طاقت رکھتے ہیں ' اپنی اپنی طاقتیں لہو و لعب کی طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے ہیں ' اور انکی اس کھیل کود سے کائنات ہستی کے ہزاروں کارخانے بننے بگڑنے لگتے ہیں ' تو اس چیز کے اندر وہی شاہی و مالکی مزاج کام کر رہا ہے - پادشاہوں کی زندگی ایسی ہی تھی ' اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بھی اُسی کا عکس نمایاں ہوگیا -

تصور الہی کے اس دور کے بعد اگرچہ تصور کے تمام اجزاء میں ترقی ہوگئی تھی ' لیکن چونکہ شاہیت اور الوہیت کا تشابہ راسخ ہوچکا تھا ' اسلیے ترقی کی ہر منزل میں شاہیت ہی کی قسم کا تصور قائم ہوتا رہا - اُس سے الگ نہ ہوسکا -

(۳) یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام قدیم اقوام کے الہی تصورات میں ' باوجودیکہ وہ تمدن و شایستگی کے بڑے بڑے درجے طے کر چکی تھیں ؛ ادنی درجہ کے حیوانی اور بہیمی انعال کے تخیلات سے کسی طرح کا اجتناب نہیں پایا جاتا ' تو اس میں بھی بہت حد تک اسی تشابہ کو دخل ہے - بلا شبہ ان تخیلات کی بنیاد جمیعت بشریہ کے عہد طفولیت میں پڑی تھی جبکہ ذہن انسانی بالکل ناتراشیدہ حالت میں تھا ' لیکن عہد تمدن میں کیوں یہ تخیلات بالکل متروک نہیں ہوگئے ؟ اس کی علت یہی ہے کہ شاہیت اور الوہیت کے تشابہ نے یہ اعتقاد پیدا کردیا تھا کہ شاہیت و خداوندیت کیلیے اس قسم کی زندگی نقائص کا موجب نہیں ہے ' بڑائی اور غیر مسئولیت کا نتیجہ ہے - چونکہ خدا کے تصور میں بھی شاہیت کی مماثلت کارگر ہوچکی تھی ' اسلیے اس میں یہی یہی شان پیدا کردی گئی -

(۴) حکومت بالوسائط ' یعنے خالق حقیقی سے کائنات ہستی کا تعلق براہ راست نہیں ہے - درمیان میں وسائل و وسائط ہیں - خدا انہی کے ذریعہ تمام کارخانۂ وجود چلا رہا ہے ' اسی تشابہ کا ایک نہایت گہرا اور دور رس نتیجہ ہے -

(۵) تصور الہی کا یہ قدیم اور راسخ اعتقاد کہ بخشش معاصی کیلیے جسم انسانی کی تعذیب ضروری ہے ' بغیر اسکے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں ہوسکتی ' اسی تشابہ کے برگ و بار میں سے ہے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تھے ' اور جب تک سزا واقع نہیں ہوجاتی تھی ' اُن کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا - یہی بات خدا کے تصور میں بھی پیدا ہوگئی - انسان نے دیکھا کہ اُسکی جسمانی عقوبت ' اُسکے شاہی مالکوں کا غضب ٹھنڈا کر دیتی ہے ' اسلیے اُس نے خیال کیا کہ اُس کے آسمانی خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بھی ضروری ہے کہ طرح طرح کی جسمانی عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قربانی کی شکل میں یہی چیز قتل نفس تک پہنچ گئی - انسان اپنے ہم جنس کو ' اپنی اولاد کو ' خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الہی کیلیے قتل کرنے لگا -

(۶) خدا کے تصور کا ایک نہایت اہم پہلو اُس کی معبودیت کا اعتقاد ہے - یعنی یہ کہ اُس کی عبادت کرنی چاہیے - لیکن عبادت کیوں کرنی چاہیے ؟ اِس کا صحیح جواب ذہن انسانی کی نارسا استعداد معلوم نہ کرسکی - خدا کا تصور کرتے ہوئے اس نے صرف اُس کی صفات قہر و جلال ہی کا نظارہ کیا تھا ' اس لیے عبادت کی بنیاد خوف و دہشت کے جذبات سے پڑی تھی ' نہ کہ محبت و عبودیت سے - اُس نے خدا کو ایک خوفناک ہستی کی شکل میں دیکھا تھا ' اس لیے اُس کے غضب سے بچنے کے لیے اُس کی خوشامد کرنی چاہتا تھا - شاہیت و اُلوہیت کے تشابہ سے یہ تخیل اور زیادہ راسخ و محکم ہوگیا - مطلق العنان اور قہرمان شاہیت بھی ہر انسان سے غلامی و چاکری کراتی تھی ' اور لوگ اپنے دل کی خوشنودی سے نہیں بلکہ سزا کے خوف سے اُن کی خدمت و اطاعت کرتے تھے - نیز اُن کے ہیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تھے - خدا کی معبودیت کی بھی ٹھیک ٹھیک یہی نوعیت تھی - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کی چاکری کرتا تھا ' تاکہ اُن کے ظلم و قہر سے بچے ' اُسی طرح وہ اپنے آسمان نشین کارسازوں کی بھی بندگی کرتا ' تاکہ اُن کے غضب و جلال کا نشانہ نہ بنے - جس طرح وہ اپنے پادشاہوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تھا تاکہ وہ خوش ہوکر مہربان ہوجائیں ' اسی طرح وہ اپنے خداؤں کے لیے بھی طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکہ وہ مہربان ہوکر اُس کی التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتہاء بلوغ)

اس دور کی منتہاء ترقی یہ تھی کہ بہ تدریج صفات رحمت و جمال کا عنصر ' جو ابتدا میں بہت ہی دھیما تھا ' اس درجہ اُبھر آیا کہ صفات سلبیہ کی طرح صفات ایجابیہ کا بھی بالاستقلال تصور قائم ہوگیا - ہندوستان اور مصر میں علم ' محبت ' دولت ' نسل ' اور رزق کے بھی دیوتا اُسی طرح پیدا ہوگئے ' جس طرح ہلاکت اور بربادی کے بے شمار دیوتا موجود تھے - ہندوستان کی سرسوتی ' لکشمی ' اور درگا وغیرہ کی مورتیاں آج تک ہمارے سامنے سے گذرتی ہیں -

مقالات

مقرر یا سیاسی ؟

(سیاست سے پہلے تربیت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

همارے هاں " سیاست " سب سے آسان تر کام هے ' کیونکه کسي اصول اور قاعده کا عام اس کیلیے ضروري نهیں - لوهاري ' نجاري ' جلد بندي ' نعل بندي ' حتی که حجامت بهي سیاست سے مشکل هے ' کیونکه یه تمام پیشے اپنے مقرره اصول اور قواعد رکهتے هیں ' جنکے جانے بغیر کوئي آدمي انهیں اختیار نهیں کر سکتا - لیکن " سیاست " کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - جس لمحه چاهو " سیاسي " هونے کا اعلان کردے سکتے هو ' اور سیاست کے نام سے جو بکواس بهي چاهو بلا تامل کر سکتے هو - کوئي تم پر اعتراض کي جرأت نهیں کرسکتا ' کیونکه همارے هاں سیاست کسي اصول اور قاعده پر مبني نهیں هے -

لیکن جو قومیں " سیاست " جانتي هیں ' اُنکے نزدیک یه چیز بهت مشکل هے - اُنکے یہاں اِسکے لیے کچهه اصول و قواعد هیں ' جن میں کمال حاصل کیے بغیر کوئي آدمي سیاسي نهیں هو سکتا - اُنکے نزدیک سیاست کي شرطوں میں سے اولین شرط ' اخلاق هے اور آخري شرط ' کلام یا تقریر هے - اُنکے یہاں سیاسي ایک خاموش ' پر فکر ' اور کارکن هستي هے - اُسکي آواز بازاروں هیں سني نهیں جاتي - مجلسیں اُسکي لفاظی سے نا آشنا هوتي هیں - وه خاموش دریا کی طرح ' بغیر کسي شور و غل کے کام کرتا هے - اُنکے یہاں سیاسي زیاده بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپني شهرت کا ڈنکا بجانے والے کو نهیں کهتے - بلا شبه اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتهه سیاسي ' قوت خطابت کا بهي مالک هے ' تو سونے پر سهاگا سمجها جاتا هے - لیکن برک ' برایٹ ' اور گلیڈسٹون کي شهرت صرف اُنکي خطابت کي وجه سے نه تهي - وه پہلے سیاسي تهے - پهر خطیب اور مقرر -

بهت سے بڑے بڑے سیاسي ایسے گذرے هیں جنکي تقریریں مجلسوں میں نهیں گونجتي تهیں - لیکن اُنکے خاموش کام دنیا کو هلا ڈالتے تهے - اِن سیاسیوں کي فصاحت کا یه حال تها که جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کهڑے هوتے تهے ' تو بهت سے ارکان اُٹهکر سگریٹ نوشي کیلیے چلے جاتے تهے - اور جو بیٹهے رهتے تهے ' انمیں سے بهي اکثر اونگهه کر خراٹے لینے لگتے تهے - لیکن با وجود اِسکے اُنکے عمل ابتک زنده هیں - دنیا کي تاریخ میں اُنکے نام جلي حرفوں میں لکهے هیں - بر خلاف اسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کي طرح گرجتے تهے ' مرتے هي گمنام هوگیے !

ڈیوک ولنگٹن مقرر نه تها ' بلکه اپني کم سخني کي وجه سے " خاموش " کے لقب سے مشهور هوگیا تها - تا هم " آهني " کهلاتا تها ' کیونکه اُسنے جنگ میں نپولین جیسے فاتح کو تباه کیا اور حالت امن میں محض اپني اخلاقي قوت سے اپنے تمام مخالف زیر کرلیے - کوئي نهیں کهه سکتا که خاموش ولنگٹن کا مرتبه مقرر گلیڈسٹون سے کم تها -

هم قوت خطابت کي اهمیت گهٹانی نهیں چاهتے - هم تسلیم کرتے هیں که یه قوت خدا کي نعمتوں میں سے ایک بڑي نعمت اور قوموں کي اجتماعي زندگی میں ایک ضروري عامل هے - لیکن هم اپني قوم کا یه اعتقاد غلط ثابت کرنا چاهتے هیں که " تقریر هي سب کچهه هے " جس کي تقریر موثر هوتي هے ' اُسے سب کچهه سمجها جاتا هے ' اور جس کي تقریر کمزور هوتي هے ' اُسے کچهه نهیں سمجها جاتا - حالانکه ایک کم علم ' بہترین مقرر هوسکتا هے اور علامهٔ دوراں ' تقریر کے میدان میں ایک قدم بهي نهیں چل سکتا -

تهوڑے دن هوئے ' مسٹر بالڈون موجوده وزیر اعظم انگلستان نے ایک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کی تهي - یه تقریر همارے موضوع سے متعلق هے ' اور اِس لائق هے که عوام اُسے پڑهیں اور فائده اُٹهائیں - اُنهوں نے نهایت عمده طور پر ثابت کیا هے که افراد اور قوموں کي سیاسي زندگي میں تربیت کتني ضروري چیز هے ؟

وزیر اعظم نے کها " تربیت کا سب سے بڑا ثمره یه هے که وه عقل کو تصنع اور ریا سے پاک کرتي اور حقائق اشیا دیکهنے کا موقعه بهم پهنچاتي هے - علم همیں بالکل صحیح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا هے - آزاد ملکوں میں اگر کسي شخص کو شک و شبه کي نظر سے دیکهنا ضروري هے ' تو وه لچهے دار تقریریں کرنے والا شخص هے - یعني وه شخص جو نیم تعلیم یافته بهیڑ کو اپني لساني سے مسحور کردیتا اور گمراهي کو خوشنما بنا کر عام کرتا هے - آزادي کے هر زمانه میں سب سے بڑا خطره ' یهي گمراه مقرر رهے هیں - اِس وقت بهي هیں ' اور آئنده بهي رهینگے - هماري موجوده آزادي مقدس هے - همیں یقین هے که آزادي همارے ملک کے لیے ایک نعمت عظمی هے - هم کسي طرح بهي گوارا نهیں کرسکتے که ساقط اخلاق کے فصیح البیان مقرر اپني زبانوں کے زهر سے اُسے مسموم کرڈالیں "

" بچپن میں خوشنما لفظوں اور بلیغ جملوں پر میں عاشق تها - لیکن اٹهاره برس کي عمر میں پهنچکر میں نے " فروڈ " کا یه قول پڑها " فن خطابت (تقریر) علمي بدکاري هے " اُس دن سے میرا عشق ' نفرت سے بدل گیا اور فصاحت و بلاغت پر سے میرا بهروسه اُٹهه گیا "

" وزیر اعظم هونے کے بعد میں نے سنا که جماعت کي ایک معزز خاتون نے ' جس سے مجهے تعارف کي عزت حاصل نهیں ' اپنے

مذاکرۂ علمیّہ

لاسلکی کا راز

لاسلکي (بے تار کي تار برقي) کی دنیا میں بہت سے ایسے راز هیں جنهیں علم ابتک حل نہیں کر سکا ھے -

***

مثلاً یه که لاسلکي لہریں ' روشنی سے زیادہ اندھیرے میں تیز چلتي هیں - لاسلکي سے خفیف سي بهي واقفیت رکھنے والے جانتے هیں که دن سے زیادہ رات میں اُس کي آواز بلند هوتي ھے - غروب کے بعد لاسلکي لہروں کي رفتار تقریباً دوني هو جاتي ھے -

علماء اِس مسئله کے قطعي حل سے ابتک عاجز هیں - بہترین توجیهه جو کی گئي ھے یه ھے که نور اور حرارت کا لاسلکي لہروں سے گہرا علاقه ھے - کیونکه یه دونوں چیزیں اُن موجوں سے پیدا هوتي هیں جو اثیر (ایتھر) میں نہایت هي غیر معمولي سرعت سے بہتي هیں - اِن موجوں اور خود اثیر کي موجوں میں بڑا فرق یه ھے که اول الذکر ' آخر الذکر سے بہت چھوٹي هوتي هیں -

ظاهر ھے که سطح زمین سے جو اثیر محیط ھے ' وہ دن میں نور و حرارت کي اُن موجوں سے لبریز هوتا ھے جو سورج سے منفصل هوتي هیں - یه موجیں ' اثیر کي موجوں میں سخت اضطراب پیدا کر دیتي هیں - اِسکا نتیجه یه هوتا ھے که آواز میں بهي اضطراب پیدا هو جاتا ھے - کیونکه وہ اثیر هي کے ذریعه منتقل هوتي هیں -

یه صرف دن هي میں هوتا ھے ' جبکه نور و حرارت کي موجیں اثیر میں موجود هوتي هیں - رات کو چونکه اثیر اُنسے خالي هوتا ھے ' اِس لئے اُسکي موجوں میں اضطراب پیدا نہیں هوتا ' اور چونکه اُسکي موجوں میں اضطراب پیدا نہیں هوتا ' اس لیے آواز بهي صاف اور بلند سنائي دیتي ھے -

***

لاسلکي کا یه راز بهي عجیب ھے که اُسکي موجیں همیشه قوسي خط پر چلتي هیں - گویا زمین کي قوسي سطح کے مطابق اپنا راسته بناتي هیں - لیکن نور و حرارت کي موجوں کا یه حال نہیں ھے - وہ خط مستقیم پر بہتي هیں - ثبوت یه ھے که مثلاً ایک منارہ تمہیں تیس میل کي مسافت پر سے دکھائي نہیں دیتا - اسکي دو وجہیں هیں : ایک یه که زمین گول ھے اور اُسکي سطح قوسي شکل کی ھے ' لہذا دور کي بلندیاں افق میں چھپ جاتي هیں - دوسري وجه یه ھے که نور کي شعاعیں خط مستقیم پر پھیلتي هیں اور افق میں چھپي هوئي بلندیاں ظاهر نہیں کرسکتیں - بر خلاف اسکے لاسلکي موجیں پورے نصف کرۂ ارضي تک پھیلائي جاسکتي هیں ' کیونکه وہ زمین کي سطح کے مطابق چلتي هیں -

اِس کي تعلیل علماء کے ایک گروہ نے یه کي ھے که لاسلکي لہروں کي رفتار ' اُس غبار کے ذرات یا ائیز کي وجه سے قوسي هو جاتي ھے جو کرۂ ارضي کي فضا میں منتشر اور اُس سے محیط ھے - اُنکا خیال ھے که یه لہریں جب لاسلکي آلہ سے نکلتي هیں تو ایک عظیم قوت کے ساتھه بلند هونا شروع هوتي هیں ' یہانتک که زمین سے محیط غباري طبقه تک پہنچ جاتي هیں - پھر وهاں سے لوٹتي هیں اور اُسی طرح زمین پر منعکس هوتي هیں ' جس طرح آئینه سے نور منعکس هوتا ھے - یه عمل برابر جاري رهتا ھے - گویا یه لہریں فضا میں پراگندہ هونے کے لیے بھاگتي هیں مگر غباري ذرے اُنهیں واپس کردیتے هیں !

لیکن علماء کا ایک دوسرا گروہ اثیر کے وجود هي سے منکر ھے - اُسکا دعوی یه ھے که جن لہروں کو هم لا سلکي کہتے هیں ' وہ فضا میں نہیں بلند هوتیں - زمین هي پر بہتي هیں -

***

یه لا سلکي راز بهي کچھه کم حیرت انگیز نہیں که بعض علاقوں میں قوي سے قوي لا سلکي آواز بهي ظاهر نہیں هوتي - یا بہت هي دهیمي سني جاتي ھے - یه علاقے اِس فن کي اصطلاح میں " خاموش علاقے " یا " موت کے علاقے " کہلاتے هیں - ایک امریکي عالم لاسلکي کا بیان ھے که وہ ایک مرتبه لاسلکي آله لیکر شمال کي سمت روانه هوا تا که اِس علم پر تقریریں کرے - لیکن وہ جوں جوں شمال کي طرف بڑھتا گیا ' اُسکا آله بهي کمزور پڑتا گیا - اُسے خیال هوا که شاید آله میں کوئي خرابي پیدا هوگئي ھے - چنانچه نیا آله خرید لیا - مگر اُسکي آواز بهي دهیمي هوتي چلي گئي - یہانتک که ایک ایسے شہر میں پہنچا ' جہاں آله سے مطلقاً کوئي آواز سنائي نہیں دیتي تهي - وہ سخت متعجب هوا اور کوئي سبب سمجهه نه سکا - مگر برابر سفر کرتا رها ' یہانتک که آله سے آواز پیدا هونا اور بڑھنا شروع هوگئي - بعد میں اُسے معلوم هوا که آله میں کوئي خرابي واقع نہیں هوئي تهي ' بلکه " موت کے علاقے " نے اُسے معطل کر دیا تها -

***

یه ' اور اِسي طرح کے بعض اور لاسلکي معمے هیں جنهیں علم ابتک پوری طرح حل نہیں کرسکا ھے - ممکن ھے که یه معمے حل هو جائیں ' لیکن علم انساني کے معمے اور کائنات هستي کے راز کبهي حل نه هوسکیں گے - انسان دس معمے سلجهاتا ھے ' تو سو نئے معمے اُس کے اضطراب عجز کے لیے پیدا هو جاتے هیں - انسان کے لیے اب سے هزاروں برس پیشتر بهي علم کے معمے تهے ' اب بهي معمے هیں ' اور شاید آینده بهي همیشه معمے باقي رهینگے :

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا -

تھے - چند ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کي وطن فروشي اور سلطان عبد الحمید کي مذبذب اور متزلزل حکمت عملي کي کمزوري سے " تل الکبیر " کے معرکہ کے بعد انگریزي فوج مصر میں داخل ہوگئي ' تو عربي پاشا اور محمود باردوي پر مقدمہ چلایا گیا ' اور شیخ محمد عبدہ بھي ان کے ساتھہ گرفتار کرلیے گئے - اِن کا جرم یہ بتلایا گیا تھا کہ آنھوں نے وقائع مصریہ میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں تحریک کي حمایت کي گئي تھي - غالباً سعد زغلول بھي اُن کے تعلق کي وجہ سے مبتلاے محن ہوے لیکن بعد کو رہا کردیے گئے - کیونکہ فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحریک میں کوئي حصہ نہ تھا -

اسي زمانہ میں اِنہیں نئي تعلیم کا شوق ہوا - پہلے فرانسیسي زبان کي تحصیل کي - پھر قانون کا مطالعہ کیا - اور سنہ ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردي - اُن کي غیر معمولي ذہانت اور طبعي استعداد کے ثبوت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ھے کہ جب انھوں نے مصر کي اعلی عدالتوں میں وکالت کرني چاھي ' تو سرکاري محکمہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا - کیونکہ نہ تو اُنھوں نے با قاعدہ سرکاري مدارس میں تعلیم حاصل کي تھي ' نہ یورپ کے مدارس قانون کي کوئي سند رکھتے تھے - لیکن انھوں نے اپنے استحقاق و اھلیت پر اصرار کیا ' اور کہا " اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اھلیت پر ھے نہ کہ سند کے ایک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جاے - اگر میں یورپ کے سند یافتہ محامیوں سے (مصر میں قانون کے بیرسٹر کو محامي کہتے ھیں) بہتر ثابت ھوں تو میري درخواست منظور کي جاے " یہ واقعہ ھے کہ امتحان لیا گیا ' اور اُن کي قانوني استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھي پوري اُتري !

انکي غیر معمولي استعداد نے بہت جلد ترقي مناصب کي راہ اُن پر کھول دي - پہلے بعض قانوني مناصب پر مامور ہوے - پھر سنہ ۱۹۰۶ میں اس درجہ شہرت حاصل کرلي کہ وزیر تعلیم ہوگئے -

اسي زمانہ میں مصري مجلس تشریع (لیجسلیٹو اسمبلي) کے نظام میں وسعت ہوئي ' اور نئے نئے طریقہ رائج ہوے - یہ ہر موقعہ پر سرکاري مناصب کیلیے ایک اول درجہ کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انھیں اپنا رئیس منتخب کیا ' جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سیاسي مسلک)

سعد زغلول کي تعلیمي اور سیاسي ' دونوں زندگیوں کي ابتدا شیخ محمد عبدہ کي تعلیم و تاثیر سے ہوي تھي ' اسلیے وہ اپني زندگي کے آخري سالوں تک (یعني سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ التواء جنگ کے بعد انھوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کیا ھے) اُسي مسلک پر گامزن رھے جو واقعۂ عربي کے بعد خود شیخ محمد عبدہ نے اختیار کر لیا تھا - ھمیشہ اُنکا شمار شیخ کي جماعت کے مخصوص افراد میں رہا - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کي فیض صحبت نے پیدا کیا تھا ' نمایاں اور ممتاز تھے -

شیخ محمد عبدہ مرحوم کا یہ حال تھا کہ وہ فطرۃ کي بہترین دماغي بخششیں لیکر پیدا ہوئے ' لیکن جامع ازھر کي تعلیمي فضا سے کوئي بلند تر تعلیمي فضا حاصل نہ کرسکے - اسي اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاھرہ پہنچے ' اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطري جوھر اُبھر آئے -

سید موصوف کي دعوت اگرچہ تعلیمي اور دیني اصلاح پر مشتمل تھي ' لیکن اُس کا محوري مرکز سیاسي انقلاب تھا ' کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اسلام کي دیني روح ' سیاسي روح سے الگ نہیں ھے - انھوں نے مصر میں بھي انقلابي دعوت کي تخم ریزي کي - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کي مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگي سے تباہ ہورہا تھا - اغیار و اجانب کي مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رہے تھے ' طالبین اصلاح کي تمام امیدیں ولي عہد مصر توفیق پاشا سے وابستہ تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائي حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ' کہ پہلے خود قاھرہ کے فري میسن لاج میں داخل ہوئے ' پھر کوشش کرکے توفیق کو بھي اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرا لیا ' اور اس طرح فري میسن کا مخفي اور محفوظ جماعتي دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحي خیالات سے پوري طرح متاثر ہوا ' اور عہد و اثق کیا کہ با اقتدار ہوتے ہي اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوري طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد وہ خدیو مصر ہوا ' اور سید جمال الدین اُن عہود و مواثیق کے ایفا کے طالب ہوئے ' تو پہلے تو لیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا ' اور کوشش کي کہ جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

سید جمال الدین یہ حالت دیکھکر نہایت متاثر ہوے - اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کي نجات کي راہ میں حائل ہوں ' اُنھیں راہ سے ھٹا دینا جرم نہیں ھے بلکہ انسانیت کي خدمت ھے - چنانچہ اُنھوں نے توفیق پاشا کے قتل کي کوششیں شروع کر دیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعہ کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کیا ھے کہ توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار ہوگئے تھے - توفیق پاشا قاھرہ سے اسکندریہ جا رہا تھا ' یہ پستول لیکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آیا تو

فقدناه ، والامال ترجو حياته
وفى الليلة الظلماء يفتقد البدر !

فقید الشرق ' احمد سعد زغلول

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہہ سکتے ہو؟ مجھے شک ہے ' یہ خاتون " مہذب " کے معني پوري طرح سمجھتی ہے - لیکن یہ یقیني ہے کہ اُس کے نزدیک تہذیب کوئي ایسي چیز ضرور ہے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف ہونا چاهیے - اور بلا شبہ یہ بہت عمدہ خیال ہے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل ہے جو کبھي ختم نہیں ہوتا - مدرسہ میں میرا چال چلن بے داغ تھا ' لیکن میں تمھارے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے طالب علمي کا زمانہ بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجھے ہوش آیا ' اُس دن سے میں برابر اپني کمي پوري کرنے میں کوشاں ہوں - میں تم سے سچ کہتا ہوں - دنیا میں کوئي مسرت بھي اُس مسرت کا مقابلہ نہیں کر سکتي جو علم حاصل کرنے میں حاصل ہوتي ہے - میں آج بھي طالب علم ہوں ' اور سو برس کي عمر حاصل کرنے کے بعد بھي طالب علم رہونگا - اپنے موجودہ منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یہ ہوگا کہ پوري مستعدي سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" ہم سب جانتے ہیں کہ کوئي قوم بھي قدرت کي طرف سے متمدن بنا کر نہیں بھیجي گئي ہے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کي ہے - تمدن کي راہ مشکلات سے لبریز ہے - تمدن ' تنزل کے خطرہ سے محفوظ نہیں ہے - سینکڑوں قومیں جو کبھي متمدن تھیں ' اپني غفلت کي وجہہ سے وحشي ہوگئیں - ہمیں اپني موجودہ تہذیب پر گھمنڈ نہیں کرنا چاهئے - یہ تہذیب جو ہم نے خون پاني ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کي ہے ' ذرا سي غفلت اور غرور سے تنزل اور پستي سے بدل جا سکتي ہے - محض مادي ترقي اور مادي علم ' تمدن نہیں ہے - تمدن اِس سے بڑھکر کوئي اَور چیز ہے - انسانیت کا سب سے زیادہ خطرناک زمانہ وہ ہے جبکہ علم تیزي سے آگے بڑہ رہا ہو ' اور اپنے ساتھہ مادي ترقي ' مادي علم ' اور مادي سامان آسائش عام کر رہا ہو - لوگ بلا محنت کے کہا رہے ہوں ' بے خطر مادي لذتوں سے متمتع ہو رہے ہوں ' اور معنوي ترقي اور روحي اصلاح و تہذیب سے غافل ہوں - میں ڈرتا ہوں ' ہمارا موجودہ زمانہ وهي خطرناک زمانہ نہ ہو ' اور ہماري موجودہ تہذیب کيَ کشتي مادي خواهشوں کي چٹانوں سے ٹکراکر غرق نہ ہوجائے "

" تعلیم و تربیت کي اس سے زیادہ کوئي غرض نہیں کہ لوگوں کو اشیاء کي اصلي حقیقت معلوم ہو - ہر چیز کو ویسا ہي دیکھیں ' جیسي وہ ہے ' اور اُسي درجہ میں رکھیں جس درجہ میں اُسے ہونا چاهیے - یہ غرض صرف اُنھیں معلموں کے ذریعہ حاصل ہوسکتي ہے جو خود بے غرض ہیں - حق کي تعلیم صرف اس لیے دیتے ہیں کہ وہ حق ہے - حق کو پوري سچائي ' صفائي ' اور دیانت سے ظاہر کرتے ہیں - خود غرض معلم ' سیاسي اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوي مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' ہرگز حق کے معلم نہیں ہو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں ' اور ان دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کي حفاظت و حمایت ہر محب وطن کا اولین فرض ہے - ہمیں انکي جڑ کاٹ ڈالني چاهیے اور قوم کو اُن کے شر سے ہمیشہ کے لیے نجات دیدیني چاهیے "

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کي آخري حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد علی کفه جواهر یختار منها الجیاد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کي ایک ایسي شخصیت روپوش ہوگئي جس میں قوم کي سیاسي قیادت و رهنمائي کي نہایت طاقتور روح نمایاں ہوي تھي - اُس کي رهنمایانہ زندگي کي تاریخ کوي طول طویل تاریخ نہیں ہے - اُس نے اپني طویل زندگي کے صرف آخري چند سال قوم کي سیاسي رهنمائي میں صرف کیے ' لیکن اِس قلیل وقت کا یہ استعمال ایسا بر وقت اور اس درجہ صحیح و طاقتور تھا ' کہ تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کھول دیے ' اور مصر کے قومي رهنما کے لیے اکابر و مشاهیر عالم کي صف میں جگہ طیار کردي - یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھا ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق ہمیشہ منتظر رہتے ہیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنہ ولادت ۱۸۶۰ع ہے - ان کي طفولیت کے زمانے میں نئي تعلیم کے مدارس نے اس درجہ فروغ نہیں پایا تھا کہ لوگوں کو ان کي طرف توجہ ہوتي - اُن سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکھتے ہوں ' صرف ایک ہي جگہ تھي ' اور وہ جامع ازہر کي درس گاہ تھي - چنانچہ علوم عربیہ و اسلامیہ کي متوسط درجہ تک تعلیم انھوں نے اور ان کے چھوٹے بھائي فتحي بے نے جامع ازہر هي میں حاصل کي -

ان کي عمر ابھي بیس برس کي بھي نہیں ہوئي تھي کہ قاہرہ میں سید جمال الدین کي علمي مجالس کي شہرت پھیلي - یہ سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تھا ' اور شیخ محمد عبدہ ان کے نہایت سرگرم شاگرد ہوچکے تھے - سعد زغلول بھي انکي مجالس درس میں پہنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبدہ سے اُن کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم ہوگیا - اسي رشتہ نے ان کي اُس تعلیمي ذهنیت میں جو جامع ازہر کے تعلیمي جمود سے پیدا ہوئي تھي ' ایک انقلابي حالت پیدا کردي ' اور نظر و فکر کي نئي نئي راهیں کھلنے لگیں - اُن کي وہ غیر معمولي قوت خطابت و فصاحت جس کي وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز رہے ' دراصل شیخ محمد عبدہ هي کي صحبت و تلمذ کا نتیجہ تھي -

عربي پاشا کي فوجي تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کي سیاسي تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجہ تھي ' جب سنہ ۱۸۸۲ میں نمودار ہوئي ' تو شیخ محمد عبدہ حکومت مصر کے سرکاري گزٹ " الوقائع المصریہ " کے محرر اور مطبوعات مصریہ کے مدیر تھے ' اور غالباً سعد زغلول بھي انکے ساتھہ اسي دفتر میں کام کرتے

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبد اللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد فرید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شائع کی ہے اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور مزاجی حالت پر مشرح بحث کی ہے۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں۔ اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہے۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمہ کے بعد درج کیا جاتا ہے:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید ۱۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال ہارون الرشید کی تخت نشینی کا ہے۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے عمر میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہے۔ لہذا وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہے۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموؤں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں کی گردنیں اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا امین ہی ہارون کا جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں تھا) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ امین کے لئے ولیعہدی کی بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل تھا، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج دیکر خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال کیا، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھے گا، تو اُس کا رسوخ سب سے زیادہ ہوجائے گا۔ چنانچہ اُسنے اپنی تمام قوتیں اس کے لئے وقف کردیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو ملالیا، اور محمد الامین کی ولی عہدی کا اعلان کردیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے بیعت کرلی۔ اُس عہد کا شاعر سَلم کہتا ہے:

قد بایع الثقلان فی مهد الهدیٰ ۔ لمحمد بن زبیدة ابنة جعفرا

نمیری کہتا ہے:

ببیعة لولی العهد احکمها
بالنصح منه وبالاشفاق والحدب
قد وكد الفضل عقداً لا انتقاض له
لمصطفى من بنی العباس منتجب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ اُسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کرچکے تھے۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کرلے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین باضابطہ ولی عہد مقرر ہوگیا۔ ابان اللاحقی کہتا ہے:

غرست امیر المؤمنین علی الرشد ۔ برأی ہدی فالحمد لله ذی الحمد

باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بہ آسانی ولی عہد قرار پاگیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں نطری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہے اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں ہے، تاہم ہمیں بیہقی کا شکر گزار ہونا چاہئے جسنے اپنی کتاب المحاسن و المساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہے۔ ان نامکمل روایتوں سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ امین کو استخارہ کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو و لعب کا دلدادہ تھا؟ کیوں پُرسکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

* * *

تمھیں معلوم ہے کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے آتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا، "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہوجائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خدا اسے سفاک نہ بنائے"۔ اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم، احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا"۔ اب ہمیں سننا چاہئے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہے؟

احمر کی روایت ہے:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا حتیٰ کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کردی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہئے۔ اسپر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ بلند ہوچکا ہے۔ اُس کی شہرت عام ہوگئی ہے۔ امیر المومنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل رہجائے۔ کیونکہ حکومت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اسپر خادمہ نے آکر مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہے مگر وہ ماں ہے اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بےچین ہوجاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسمیں ایک دَرپردہ راز بھی ہے۔ اگر کہو تو بیان کردوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُسنے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھسے اپنا یہ خواب بیان کیا ہے کہ جس رات امین کا حمل میں نے محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں۔ ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف، تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا"، تیسری نے کہا "بادشاہ، بُرے چلن والا، بہت ضائع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا"۔ زبیدہ کہتی ہے میں خوف زدہ ہوکر بیدار ہوگئی۔ پھر حمل میں کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تر و تازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہے گا۔ جلد فنا ہوجائے گا" دوسری نے کہا "بیوقوف، بُرا، تباہی کی طرف دوڑے گا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اس کی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہے" زبیدہ کہتی ہے۔ میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہے۔ یہ واقعہ بیان کرکے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دُور کرسکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہوجائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہوگیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسنے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہے اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کرلیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاک الله مغفرة
لا یجمع الدهر بین السخل والذیب
السخل غرّ وهم الذیب غفلته
والذیب یعلم ما بالسخل من طیب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کہیں جلیل نہ ہو۔ اسے محل سے نکال دو"، چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسّی آدمی ہمیشہ اس کی [illegible] کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے یہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ امین کی نشو و نما کیسی خراب ہوئی تھی [illegible] اثر ڈالا [illegible] اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

انھوں نے محسوس کیا کہ یہ کام اس قدر آسان نہیں ھے جس قدر اُنھوں نے ذمہ داري لیتے ھوئے خیال کیا تھا - ان کا دل مضطرب ھوکر رھگیا اور حملہ نہ کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور ھوئے اور هندوستان چلے آئے -

عربي پاشا کے حادثہ میں شیخ محمد عبدہ کو بھي جلا وطني کي سزا دي گئي تھي ' لیکن چھ سات سال کے بعد جب انھوں نے مصر آنا چاھا تو حکومت نے اجازت دیدي ' اور واپسي کے تھوڑے ھي عرصہ بعد افتاء کے عہدہ پر مامور ھوگئے - اسي عہد سے مصر میں ان کي دیني و تعلیمي اصلاحات کا اصلي دور شروع ھوتا ھے -

لیکن ابتدائي سیاسي زندگي کي نا کامیوں کا جو رد فعل اُن کے اندر پیدا ھوگیا تھا ' ضروري تھا کہ اس کے اثرات ان کے فکري مزاج میں بھي سرایت کرجاتے - چنانچہ وہ مدۃ العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحدہ ھوگئے - اس سے بھي زیادہ یہ کہ مصر میں انگریزي قبضہ کے فوائد کا اعتراف کرلیا ' اور پوري زندگي نام نہاد اعتدال سے بھي زیادہ محتاط سیاسي عقائد میں بسر کردي - انھوں نے اپنے مشہور مقالہ " الاسلام و النصرانیہ " میں سیاست سے اور اُن تمام باتوں سے جو سیاست سے ادنی تعلق بھي رکھتي ھوں ' حتی کہ سیاست کے لغوي مادہ سے بھي ' جو " تعوذ " کیا ھے ' وہ اُن کي فکري حالت کا مظہر ھے -

انھوں نے متعدد مرتبہ اپنے اس مسلک کي تشریح بھي کي تھي - اُنکا خیال یہ تھا کہ انگریزي قبضہ کي وجہ سے اگرچہ مصر کے سیاسي استقلال کو نقصان پہنچا ھے ' لیکن ساتھہ ھي تعبیر و تقریر کي آزادي اور تعلیمي و اقتصادي ترقي کے فوائد بھي حاصل ھوے ھیں - ملک کا فرض ھے کہ پہلے اس مہلت سے فائدہ اٹھاکر اپني تعلیمي اور دیني حالت درست کرلے - پھر سیاسي استقلال کے لیے ساعي ھو - اُنکا جو سیاسي لائحہ مسٹر بلنٹ نے " مصر کي مخفي تاریخ " میں شائع کیا ھے ' وہ تعجب انگیز حد تک ابھي سیاسي قناعت پسندي ظاھر کرتا ھے - سنہ ۱۹۰۱ع میں انکا خیال تھا کہ مصر کے لیے بڑي سے بڑي چیز جو ھوسکتي ھے ' وہ صرف یہ ھے کہ ایک اچھي قسم کي مجلس تشریع (لیجیسلیٹو اسمبلي) اُسے دیدي جاے جسکي ایک بڑي تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل ھو - وہ اس لائحہ میں انگریزي قبضہ کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتے -

بہر حال شیخ محمد عبدہ کا سیاسي مسلک اس نوعیت کا تھا ' اور چونکہ سعد زغلول بھي انھي کے تلمیذ اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے سیاسي عقائد میں اس سطح سے بلند نہ ھوسکے - سنہ ۱۹۱۷ تک اُنکي تمام زندگي سرکاري مناصب میں گزري ' اور آزاد قومي تحریکات کے خلاف وہ رہے ھي ایک سرگرم سرکاري عہدہ دار رھے ' جیسے مصر کے دفتري اقتدار کے تمام دیگر افراد تھے - سنہ ۱۸۹۹ میں جب مرحوم مصطفی کامل پاشا نے حزب الوطني کي بنیاد ڈالي ' تو یہ بھي اسکے رہے ھي مخالف تھے ' جیسے مصر کے سرکاري حلقہ کے تمام افراد (بہ استثناء خدیو عباس ' کیونکہ وہ مخفي طور پر مصطفی کامل کا سر پرست تھا) مخالف تھے - سنہ ۱۹۰۵ میں جب سید علي یوسف مالک المؤید نے " حزب الامۃ " قائم کي ' تو اس کے اندر بھي سعد زغلول اور ان کے ساتھیوں ھي کا ھاتھہ کام کر رھا تھا - مقصود یہ تھا کہ حزب الوطني کو شکست ھو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور اُن کي جگہ مرحوم فرید بے حزب الوطني کے رئیس منتخب ھوے ' تو جن لوگوں نے ان کي مساعي کي تخریب میں سرکاري وسائل سے کام لیا ' اُن میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد باشا کي بھي تھي - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کي جگہ حزب الوطني کے لیے " العلم " جاري کیا ' تو جس شخص نے سب سے زیادہ اپنے وسائل کار ان کي مخالفت میں خرچ کیے ' حتی کہ ان کي گرفتاري کے احکام بھي صادر ھوگئے ' وہ سعد باشا زغلول ھي تھے !

اس سلسلہ میں سنہ ۱۸۹۰ سے لیکر سنہ ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وہ بے شمار ھیں ' اور ایک مقالہ میں اُن کا استقصاء ممکن نہیں - مصر کي سیاسي حالت نے ایک ایسي نوعیت پیدا کرلي تھي کہ اُس میں دو مذھبوں کے سوا عملاً تیسرے مذھب کي گنجایش ھي نہ تھي - یا تو انگریزي قبضۂ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملني چاھیے ' یا اسے جاري رھنا چاھیے - یہي دو اصولي اعتقاد " حزب الوطني " اور " حزب الاحتلال " کي شکل میں ظاھر ھوے - حزب الاحتلال کے داعي یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تھے ' اور حزب الوطني کي صدائیں مصطفی کامل مرحوم کي زبان سے بلند ھوي تھیں - چونکہ قبضۂ مصر کي صریح موافقت مصري طبائع پر بالطبع گراں گزرتي تھي ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاھر کرنے سے جھجکتے تھے ' اور اس قسم کي پردہ پوش توجیہیں کرنے لگتے تھے جیسي ھمیشہ ان حالات میں ضعفاء ھمت اور بیچارگان عزم نے کي ھیں - مثلاً " تدریجي اصلاحات " کا مغالطہ ' " مصالح وقت " کا حیلہ ' " تعلیمي استعداد کي تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسي طرح کے حیلے و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یہ ھے کہ ان تمام لوگوں کي ذھنیت حزب الاحتلال ھي کي ذھنیت تھي ' کیونکہ بیروني قبضہ کي موجودگي میں صرف دوھي سیاسي عقیدے کسي ملک کے لیے ھوسکتے ھیں : یا تو قبضہ رھنا چاھیے ' یا اُسے فوراً ختم ھو جانا چاھیے - ان دونوں کے درمیان تیسري راہ ممکن نہیں ! و یریدون أن یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنہ ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بہر حال سعد پاشا کي پوري زندگي جس عالم میں بسر ھوي تھي ' اُس سے قومي و وطني جہاد استقلال کا عالم متصل نہ تھا - فاصلہ پر تھا - لیکن سنہ ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رھنماے صادق کي ضرورت ھوي ' تو قدرت الهي نے اِس کا غیر متوقع سامان کردیا اور اچانک سعد پاشا کي طاقتور شخصیت نمایاں ھوگئي - انھوں نے ایک ھي جست میں وہ پورا فاصلہ طے کرلیا جو اُن کے پنجاہ سالہ دور حیات اور مصر کي تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تھا !

حقیقت یہ ھے کہ اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کي تمام زندگي حکومت کے بڑے بڑے ذمہ دارانہ مناصب میں گزر چکي تھي ' اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک ھوچکے تھے ' اس موقعہ پر مصر کا علم استقلال نہ اُٹھاتا ' تو یہ تحریک اس قدر طاقت و اھمیت حاصل نہ کرسکتي ' جو اُس نے چند ماہ کے اندر حاصل کرلي تھي !

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورگی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، "درہ کانہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سرخ، سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور نائو نوش میں مشغول تھا ــــ سمرقندی شاعروں نے اس درہ کو "پرواز گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ــــ اس لچپ مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ــــ درہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ــــ ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، اِن قناتوں اور چھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ــــ اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمین طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ــــ خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ــــ وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اس پر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ــــ اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں، دیکھ سکتی تھیں ــــ اُن سے زہر کی سی سردی اور خنکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف...... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ــــ تیمور کے قریب، اُس کے عزیز و اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ــــ سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرانی" ــــ اپنے کیف معنوی میں مخمور نظر آتا تھا!

یہ وہی کرانی ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خرید و گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زریں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہوکر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپکی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ــــ کسقدر دہشت انگیز!! ــــ کسدرجہ ہولناک!!! ــــ اور کرانی کی یہ بیخوف گفتگو!! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ــــ اس بزم نوشانوش کے مترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ــــ جس طرح بادلوں سے بجلی کوندجاتی ہے ــــ "یلدیرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ــــ!

یہ آواز ــــ ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سنائی دی!!

تیمور کے انتقام جو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہوجانے کے سبب سے تمام دنیا اور دنیا والوں کے خلاف، غیظ و غضب سے لبریز ہوگیا تھا ــــ یہ آواز ایک آشناسی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی" یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ــــ شہنشاہ کو جواب ملا" یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرمانروائے بحروبر کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ــــ عورت خیمہ میں داخل ہوئی ــــ برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیر ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ــــ بغیر کسی کپکپاہٹ کے جو ایسے باجاہ و جلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنی نتیجہ تھا ــــ اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلائے اور بیباکانہ ــــ خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ــــ میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سن لے، امیر! تو جو کچھ بھی ہے اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ــــ آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ــــ تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئے گا، جب تک تو میری فریاد کو ــــ میری داد کو نہیں پہونچیگا۔"

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا " اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی " میں سن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ!"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سالرمو کی رہنے والی ہوں ــــ تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سنا ہوگا کیونکہ وہ دور ہے ــــ یہاں سے بہت ہی دور!...... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ــــ اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ــــ اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ــــ " میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ــــ"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!...... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑلے گئے، آج چار سال! ــــ آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ــــ امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کرلیا تھا اور تونے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ــــ ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے"!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے " یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرانی نے کہا " ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح"!

تیمور نے دریافت کیا " بڑھیا تو کس طرح اس قدر دور دراز راستوں سے اس جگہ آپہنچی؟ تونے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی"؟

آہ، ماں کی محبت!! ــــ!! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے! دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہوسکے! انسان کے تمام کامل صفات و حسنات ــــ سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پلتے ہیں ــــ!! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

بادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہے۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اور ذاتی تقویٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اِس کا پورا موقعہ ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح مامون کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسر حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اِس تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا دلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشیں ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف، اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے اور عبد اللہ المامون کی بیعت حاصل کر لینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کر دیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہو گئے تھے سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہے:

الا یا مزمن المثوی بطوس ۔ غریباً ما یفادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا ۔ تحمل منهم شؤم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیه ۔ وفی "بدر" فیالک من جلیس!
وما "العصمی" "بشار" لدیه ۔ اذا ذکروا بذی سهم خسیس
وما "حسن الصغیر" اخس حالا ۔ لدیه عند مخترق الکؤوس
لهم من عمره شطر و شطر ۔ یعاقر فیه شرب الخندریس
وما للغانیات لدیه حظ ۔ سوی التقطیب بالوجه العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما ۔ فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس ۔ لعز علی المقیم بدار طوس

عبد اللہ المامون

عبد اللہ المامون ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہے۔ ہارون اِس مبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اِس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہے۔

مامون نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثار ذہانت و نجابت اُس پر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولوالعزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

مامون میں یہ تمام صفات موجود تھیں، اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ مگر باایں ہمہ ولی عہد نہ ہو سکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ، کا اثر خلیفہ پر مامون کی ماں سے بہت زیادہ تھا پھر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحییٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کر دیا تھا۔ اُسنے طوعاً یا کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کر لیا۔

مورخین نے مامون کی نجابت کے بہت سے قصے لکھے ہیں خود اُس کا معلم ابو محمد یزیدی روایت کرتا ہے:

"میں مامون کا معلم تھا۔ ایک دن قصر خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سست ہو گیا ہے۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سستی کا الزام خادموں کو دیتا ہے۔ جب وہ گئے تو سختی سے پیش آیا۔ چنانچہ جب شاہزادہ بیگر روبرو پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحییٰ وزیر آرہا ہے۔ مامون نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو" میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ مامون نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو مامون نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پورا کر دو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کر دینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے ابو محمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہے۔ بھلا وزیر کیا چیز ہے! جو ہم تمھیں پریشان کرتا تھا وہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کر دو!"

بچپن ہی میں مامون غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہے۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ مامون کی کیوں تعریف کرتا ہے؟ خلیفہ نے کہا اِس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جاکر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہو کر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہو کر جواب دیا "تجھے مالامال کر دوں گا" مامون کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اُس دن کیا کروں گا جب امیر المومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہے کہ ہم سب اُن پر قربان ہو جائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہو گئی۔

بچپن ہی سے مامون کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہے اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہے چنانچہ شاہی آداب رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اِس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلئی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سو گئے؟" مامون نے غضبناک ہو کر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہے!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اسے محل سے نکال دیں خلیفہ نے سُنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل ینبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

انہی اعلیٰ صفات نے مامون کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلاء و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کر دیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ مامون جماعت کا آدمی اور امت کا قائد ہے۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوت خطابت بھی ہے۔ قدرت نے مامون کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخش دی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب مامون، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحاء کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبہ لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن مامون نے مسجد میں سُنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اِس دلیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سُنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کر سکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہے۔ ابو محمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لقد امیر المومنین کرامتہ ۔ علیہ بہا شکر الالہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم
بہ افضلہ اذ قام وہو خطیب
ولما راہ الناس من کل جانب
بابصارہم، والعود منہ صلیب
راہم یقول: انصتوا الجبالہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

مامون کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے مامون سے خائف تھا، اور مامون کے لئے امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا، امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولوالعزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آرہا تھا کہ مامون، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہے، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کر ڈال سکتا ہے۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ مامون کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اِس خطرہ کے سدباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ ۱۸۶ھ ہجری میں اُنھیں اور اُنکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید، مامون کو زیادہ چاہتا تھا۔ اِس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار، اور مال و دولت، مامون کے نام وصیت کر دی۔

پھر مامون کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ مامون کے آدمی بھی اگرچہ خود غرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اسی میں ہے کہ مامون کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ ان لوگوں کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی النسل تھے۔ اور معلوم ہے کہ مامون کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اِس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

مامون کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی راز ہے۔ مامون، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہے کہ ایک شخص نے مامون سے بار بار کہا "امیر المومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں" مامون نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کر دیا۔ سنو، قبیلۂ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اِس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر اُنھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) رہا یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے محبت کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کے موعود بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو وہ اُس وقت سے اپنے خدا پر خفا ہے جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا ہے"

مامون کا یہ جواب بڑی حد تک درست ہے۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت میں بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے مامون کو شیعہ کیوں قرار دیا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول، شیعیت کے لئے موزوں تھا۔

٭ اور مامون نے اُسی کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔

عالم مطبوعات وصحائف

دنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہوچکی ہے کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کین بیرا میں ایک نیا دارالحکومت تعمیر کررہی ہے۔ اب ملبورن کے "السٹریٹیڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کردی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب ومنظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہے، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کردی گئی ہے۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے ہر قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں اُن کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہیے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصہ سے زائد رقبہ، باغ وچمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں دسکنی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہے کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، سرو قدان چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آراء ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہے جو دارالحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کرکے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہے، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہوجائے، اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ اس کے پیچ وخم اور نشیب فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کردیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہے!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقہ تزئین وآرائش زمین کا ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہے۔ اُس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دوڑا دی گئی ہے۔ دور سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہے!

اس شہر کے حسن وجمال کو زمین کے اُس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہے جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہے۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح ہائے مسطح کی بلندی ہے۔ اور اس لئے آب وہوا کافی خنک اور خوشگوار ہے۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اس سطح مسطح کو نیو ساؤتھ ویلز کے صوبے سے الگ کردیا ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہے، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دارالحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہے جو انگورہ میں زیر تعمیر ہے۔ اس ماہر فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہے، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہے

اس دارالحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہے، وہ عارضی ہے۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن انھیں خیال کرنا چاہیے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دارالحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہوسکتا ہے! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہے، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہے "کین برا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہے جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہوچکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ فوقیت حاصل ہوگئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہوچکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہے، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کین برا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہوچکا ہے، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہے۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جس وقت ہم انسان کی مادی سعی وجستجو کی یہ داستان شوکت وسطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہوگیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہے، اُتنی ہی اُسکی روح ومعنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ ودرخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال وخط دلفریب بنجا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمال روح کے لئے آرایش بہم نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہے؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن وسکون۔ اُسکی معنوی سعادت ومسرت۔ اُس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دنیا اور دنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی واہتمام ہے؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم دیرکار ہے؟ دنیا کی قومیں باہمدگر رشک وحسد سے مضطرب ہورہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ لیکن روح ودل کی رفعت وسعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہے، نہ کسی کے دماغ میں طلب۔ آسٹریلیا نے نئے کین برا کا اور ترکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنالیا۔ لیکن افسوس، کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح ودل کے سکون وقرار کے ایک نئے دارالحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال وتصرف پر نہیں مگر اُس کے اسی استغراق وپرستش پر بار بار ملامت کی ہے کہ: یعلمون ظاہراً من الحیوٰۃ الدنیا وہم عن الاٰخرۃ ہم غافلون! (۳۰: ۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

کام لینے اور انھیں متأثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہے کہ جماعتی ذہنیت کو متأثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متأثر ومغلوب ہوجائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متأثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ پرپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کردی ہے جس کے دھارے پر پڑ کر چون وچرا جنگ کی طرف دوڑے چلے جارہے ہیں اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہے۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے، تاکہ افراد اس ذہنیت سے متأثر ہوکر اُس کے حامی اور طرفدار بنجائیں جو جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو "پروپگنڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہے۔

نہیں ـــــ اور شاعر اور سپاہی ـــ کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا ـــــ!

مظلوم عورت نے کہا " تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!"

شاعر کرمانی بولا " ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئیے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں ـــــ ارسطو، فردوسی، اور ـــ اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ ـــ عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ ـــ سکندر، ہومر اور بہرام گور ـــــ یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا - پھر سر اُٹھا کر ـــــ اسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہوجائیں، جو شخص ڈہونڈھکر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا ـــــ" پھر اُسنے آہ بھر کر کہا ـــ میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ ـــــ چونکہ وہ ماں ہے! ـــ ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھوجانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے ـــ ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا رُوح وجد میں آگئی - اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کرلئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟
زمانہ کے اہل ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدان تیرہ سنور رہا ہے!
حریم ہستی مہک رہا ہے!
وہ چیز جو آفتاب نصف النہار اُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھی ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟؟
فضائے شگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مُسکراتے ہوئے ستارا
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب زا ہے!
میں جانتا ہوں کہ اُس کا اک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دل شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہر زا ہے!
لب تکلم کا معجزہ ہے!
کرشمہ آرائی ہائے احساس حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمۂ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!
مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ ـــ آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبتدا ہے!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہے!
وہ نغمہ ـــ وہ کائنات کا ـــ کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیارے سے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی - لاہور

اقتباس و تراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کردیا ہے کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں - تمدن کی تاریخ در اصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں -

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے - افراد اگر رد جدیدہ کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جدوجہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہے جس سے وہ مجبور ہیں - اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے - لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہوجاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیتہً متاثر ہوجاتی ہے - طبیعتیں بے خود ہوجاتی ہیں - قدامت کا عشق دُور ہوجاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہوجاتی ہے - اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مُدت میں جست کرکے وہ اُن مراحل کو طے کر ڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی -

اُن غیر معمولی مُوثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے - گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے - یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی - لیکن باوجود اُن تمام مصائب و آلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اُس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہئیے جو اس جنگ نے معاشرت و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کردی ہے - پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعات کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جدوجہد سے بھی طے نہ ہوتے - ان تیز انقلابات و تغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے حتی کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دَوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا - انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریبًا منقطع کرلئے ہیں - اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دُور کردیا ہے، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کردی ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہوگئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بیچین ہے - یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہے -

اس ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہے - اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - آج یہ لفظ ہر کہہ و مہ کی زبان پر ہے - حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا - لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہوجاتا تھا - وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پر اسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے - اس کے لُغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں - اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ سنہ ۱۶۲۲ء میں روم کے پوپ گرگوریس پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا - اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے - کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں - ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا - یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہوگئی اور دَوران جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سُنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے - اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے - تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے - یہی نہیں بلکہ مُضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے -

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، جماعتی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں، جماعت کے ماحول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہوجاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کردیا ہے کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے - پس افراد سے

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہی، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہی۔ فرینک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہی" یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہوجائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہی" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہی لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بری طرح سے نقشہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رخ بتاتے ہیں جو تقریباً ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہی۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ر جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہوگئے تھے نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۵۵ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہی کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہی کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہی کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہوسکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کرلینا چاہیے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں جو کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹنٹ کے عہدے پر تھا، اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہی" ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا آئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہی۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہی لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لاکر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہی" ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے جس کی رو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہی کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہوجائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی"

کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہی کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ دبجائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کرسکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجۂ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ "شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کرکے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے۔ میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کرکے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کردیا تاکہ جاں کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں" جب کاٹن نے یہ درد انگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہی۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کتنا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھے،

ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہی" ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کرکے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے کر دیکھ رہے تھے"۔ رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہی۔ بلکہ وہ کہتا ہی" میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہی" یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سور کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے منہ میں سور کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہوگئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ر جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۰ر اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بناکر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ہتیار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کردے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلاکر واپس آرہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے ماردیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہوگئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہوکر باغی نہ ہوجاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہی" اسنے بہت سے قیدیوں کو گرجا صاف کرنے پر مامور کیا لیکن چونکہ یہ کام انکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کردیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہوگئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی"!

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہی" میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریزی افسر جو دہلی کے محاصرے میں موجود تھا، لکھتا ہی" دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ کر رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں" ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہی، تباہ کردیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں انھیں مسمار کردیا جائے اور باشندے قتل کردئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دیدی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہی: اس لئے اس پر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کردیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہوجائے تو اسے پھانسی دیدی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکایا جائے"

بیگم اودہ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا" کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کرسکتے ہیں"۔

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخرکار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فیلڈ) نے تو ابتدا ہی سے اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب و جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا" مجھے یقین ہی کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لینگی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہی۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا" لوگ انتقام پر تلے ہوئے ہیں، اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے اتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہیے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہوجاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح چالیس پچاس ہزار آدمی قتل کردئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا" لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہیے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہی"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کرسکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانحعمری میں لکھتا ہی" میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہی لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی وہ جسے چاہے قتل کرے یا جس

مطبوعاتِ جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

حال میں ایک کتاب امریکہ سے شایع ہوئی ہے جس کا نام

The other side of medal

ہے۔ یعنی "تصویر کا دوسرا رُخ" اس کا مصنف ایک مشہور اہلِ قلم ایڈورڈ ٹامسن ہے۔ اُسنے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ غدر ۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں یا حکومت کے رُعب ہیبت کے مظاہرے کے لئے جو خونریزیاں جائز رکھی گئی تھیں اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کر کے یکجا کر دیئے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی دنیا کے سامنے آجائے۔

غدر ۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دُنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرزِ عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ تفضؔ دہلی میں ۵۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بدقسمت بہادر شاہ مرحوم کی پیہم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے اُنھیں قتل کر ڈالا۔ غالباً ۵ سے لے کر ۱۱ تک (کیونکہ روایات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۵ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جاں بخشی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن یقیناً حد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔ مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے نوکروں نے جو حملے کئے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلاشبہ اخلاق و انسانیت اُنکے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کریگی۔

یہ ۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہلِ قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں! لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق و انسانیت کا مرقع ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دُنیا کی اُن حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقعہ پر اپنی اخلاقی سیرت (کرکٹر) کے مظاہرہ کا موقعہ ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتحیاب ہو کر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتلِ عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہ و بالا کر دیگئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اب تک مورخانہ نظر و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑی تھی۔ اس نئی کتاب میں مسٹر ٹامسن نے سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دیئے جائیں۔ مصنف کیلئے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرتا۔ اُسکے پاس حکومت ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعہ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر طرفدار نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بحیثیت مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہو جاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے تمام دورِ حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آگئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسنِ انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزورِ شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتلِ عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوہرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جاتے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں! ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انھیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے ناآشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک غدر ۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر شہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھایا ہے۔

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملالئے تھے۔ اسواسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔ اینسن (ansen) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے کہ "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سوٴر کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی۔"

یہ کارتوس جو انھیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سوٴر اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور مشتبر اس لئے کہ انھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے ایسے سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب اُنھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی جس طریقے سے یہ حکم سُنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالتِ زار پر ترس آرہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے بآوازِ بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جائے۔ لیکن کسی نے پروا نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کر سکتے تھے؟ ناچار اُنھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء) ایک رسالہ اور دو پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھولکر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلا دئیے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۶ جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے "اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اسمیں حصہ لیا تھا، لیکن اُن دیگر کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہوگئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے اِن کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو بیشک وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اسوجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آیندہ)

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغتہ تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہوگئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

نا اُمیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے نا امید نہیں ہوسکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہوسکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

اَبنائے وطن کو نصیحت

اَبنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کرے کیونکہ سعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے - یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے - یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہمیں مسخر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے "آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دل میں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دل میں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلّانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہے۔ جو ہاتھ بھی آزادی لائے، میں سب سے پہلے اُسکا بوسہ لوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دُور بھی کرنا چاہے تو دُور نہیں کرسکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

شریر قوت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب بےشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہئے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دُنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائیگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ہر ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہے!

مطبوعات الهـــلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماموں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

۱۹۲۷

الهلال

جلد ۱

نمبر ۱۳

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۳ — کلکتہ : جمعہ ۱۲ - ربیع الاول ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نهین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔

پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی ۔ ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۰۱۲ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱٤	نستعلیق هون	۸٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جارہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک بالکل سفید مرغي اور ایک بالکل سیاہ مرغ لو ' اور اُن کي نسل کا تجربہ کرو - اب ایسا ہوگا کہ اِن دونوں کے اِتحاد تناسلي سے جو بچے پیدا ہونگے ' وہ نہ تو بالکل سیاہ رنگ کے ہونگے ' نہ بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے ہونگے - یہ اِس نسل کا پہلا طبقہ ہوا - اِس مخلوط رنگ کي مرغیوں کي نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقہ نسل کا پیدا ہوگا ' اُس کي حالت یہ ہوگي کہ اُن میں ۲۵ - في صدي مرغیاں بالکل سیاہ ہونگي ' ۲۵ - في صدي بالکل سفید ' اور ۵۰ في صدي مخلوط رنگت کي - گویا دوسرے طبقہ میں اُن کے مورث اعلى کي کامل رنگت ۲۵ - في صدي میں نمایاں ہوي ' مگر ۵۰ - في صدي میں مورث ثاني و اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رہا - اب اِس دوسرے طبقہ سے تیسرا طبقہ پیدا کرو - اِس تیسرے طبقہ کا حال یہ ہوگا کہ سفید سے سفید بچے پیدا ہونگے - سیاہ سے سیاہ پیدا ہونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وہي تناسب نمایاں ہوجائیگا ' جو دوسرے طبقہ میں تھا - یعني اُسکي نسل میں ۲۵ - في صدي سیاہ اور ۲۵ - في صدي سفید ہونگے - باقي ۵۰ - في صدي اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے ہونگے !

پھر اِن ۵۰ - في صدي مخلوط رنگ والوں کي نسل جب اور آگے بڑھیگي ' تو اُس میں بھي یہ تناسب برابر قائم رہیگا - یعني ہمیشہ نصف تعداد مخلوط رنگت کي ہوگي اور ۲۵ - في صدي سفید ' اور ۲۵ - في صدي سیاہ ہوگي -

لیکن تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلى کي کامل رنگت متوارث ہوگئي تھي ' اُن کي نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم ہو جائیگي - سفید سے ہمیشہ سفید بچے پیدا ہونگے ' اور سیاہ سے ہمیشہ سیاہ -

قانون توارث کا ایک عملي مشاہدہ

مرغیوں کي نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلى کا سفید اور سیاہ رنگ ایک خاص عددي تناسب کے ساتھہ متوارث ہوتا ہے - مورث اعلى سفید اور سیاہ رنگ کے ہیں - نسل کے پہلے طبقہ میں مخلوط رنگ کا مرغ پیدا ہوا ہے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقہ پیدا ہوا ہے ' اس میں ۲۵ - فیصدي سفید ' ۲۵ - في صدي سیاہ ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط رنگت کے ہیں - پھر تیسرے طبقہ میں سفید سے سفید اور سیاہ سے سیاہ پیدا ہوتا ہے ' مگر مخلوط کي نسل میں وہي عددي تناسب قائم ہے -

اِس سے معلوم ہوا کہ :

(۱) قانون توارث میں مورث اعلى کے دو مختلف جسماني خواص ' پہلے طبقہ میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے ہیں جو ملا جلا مزاج ہوتا ہے - یعني اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے ہوکر مخلوط ہوجاتے ہیں -

(۲) اِس پہلے نسلي طبقہ نے جو مخلوط مزاج کرلیا ہے ' وہ نسل کي آئیندہ افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا ہے ' اور اپني نسل میں برابر قائم رہتا ہے ' لیکن ساتھہ ہي یہ عجیب بات بھي ہے کہ دوسرے طبقہ میں نصف تعداد ہمیشہ ایسے افراد کي پیدا ہوتي ہے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کي جگہ مورث اعلى کے انفرادي خواص الگ الگ نمایاں ہوجاتے ہیں - اِس نصف تعداد میں آدھي تعداد ایک قسم کے خاصہ کي اور آدھي ایک قسم کے خاصہ کي ہوتي ہے - اِس طرح دو مختلف جسماني خواص کے ماں باپ دوسرے طبقہ کي نسل میں بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے ہیں !

(۳) نسل کے تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر مورث اعلى کے خواص انفرادي اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں ہوجاتے ہیں ' ان کي نسل میں آیندہ اِن اجدادي خواص کا اختلاط و امتزاج نہیں ہوتا ' بلکہ اجدادي خواص کي جو ایک قسم اُن میں نمایاں ہوئي ہے ' وہ مستقلاً قائم ہو جاتي ہے ' اور اپني نسل میں متوارث ہونے لگتي ہے -

(۴) لیکن دوسرے طبقہ میں جو نصف تعداد ایسي پیدا ہوتي ہے ' جس میں اجدادي خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں ہوتے ہیں ' اُن میں قانون توارث کا یہ عددي تناسب برابر قائم رہتا اور آگے کي طرف بڑھتا ہے - یعني اُن کي نسل میں وہي ۲۵ - ۲۵ - في صدي الگ الگ آبائي خواص ظاہر ہوتے ہیں ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط و ممزوج رہتے ہیں -

(۵) ماں باپ کے الگ الگ جسماني خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا ہو جاتي ہے ' وہ ہمیشہ اپني نسل میں اِس طرح متوارث ہوتي ہے کہ نصف تعداد مخلوط قسم کي ہوگي ' اور نصف مورث اعلى کے الگ الگ خواص کي -

(انسان میں قانون توارث)

ٹھیک یہي حالت انساني وراثت میں بھي پیش آتي ہے - اگر کوئي خالص سفید رنگ کا انسان حبشي عورت سے شادي کولے تو اُسکي نسل ضرور سانولے رنگ کي ہوگي - پھر اگر کسي طرح خود اُسکي اولاد میں باہم دگر تناسل وتوالد شروع ہو جائے ' تو مرغیوں کي طرح اِس نسل میں بھي ۲۵ - فیصدي اولاد خالص سفید رنگ کی ہوگي ' ۲۵ فیصدي خالص سیاہ رنگ کي ' اور ۵۰ فیصدي سانولي -

جسماني خواص کے توارث کي یہ نوعیت ' معنوي خواص کے توارث کي طرف رہنمائي کرتي ہے ' اور یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا اِسي طرح انسان کے ذہني و معنوي خواص و اوصاف میں بھي توارث کا سلسلہ قائم ہے ؟ اور اگر قائم ہے تو کیا اُس کا قانون بھي ایسا ہي ہے ' اور ایسا ہي عددي تناسب رکھتا ہے ' جیسا جسماني خواص کے توارث میں ہے ؟ ان سوالات کا جواب بہت زیادہ تفصیل وبحث کا محتاج ہے - اِس لیے سردست ہم اِنہیں نہیں چھیڑتے -

مذاکرہ علمیّہ

قانون توارث جسمانی و معنوی

(منڈل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کي جسماني و معنوي زندگي میں قانون توارث کا مسئلہ ' اُن اهم ترین مسائل میں سے ہے جنهوں نے قدیم زمانے سے علماء کو اپني طرف متوجه رکها ہے - طبیعي علوم کي ترقي کے بعد گزشته صدي میں اِس مسئله نے اور بهي زیادہ اهمیت حاصل کرلي اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کي - بہت سے نظریے قائم هوے - بہت سے مذاهب ترتیب دیے گئے - لیکن اِس سلسله میں سب سے زیادہ شہرت و اهمیت اُس نظریه کو حاصل ہے ' جو اپنے موجد ' ڈاکٹر منڈل کي طرف منسوب ہے اور " ناموس منڈل " کہلاتا ہے - ذیل میں هم اِس نظریه کي مختصر تشریح کرتے هیں -

(منڈل)

سنه ۱۸۲۲ میں دو شخص ایسے پیدا هوئے ' جنهوں نے اپني پوري زندگي وراثت کے اثرات و نتائج کي بحث و تحقیق میں صرف کردي : اِن میں سے ایک انگلستان میں پیدا هوا - اسکا نام گلٹن ہے - اور اسکی کتاب " عظمت کي وراثت " بہت مشہور هو چکي ہے - دوسرا منڈل ہے - یه هنگرین نسل کا تها - سیلیشیا میں پیدا هوا - اسکي ابتدائي تربیت دیني تعلیمات کي تهي - رهبانوں کي جماعت میں داخل کر دیا گیا تها - لیکن ۲۹ سال کي عمر میں رهبانیت ترک کردي اور وائنا کے دار العلوم میں داخل هوکر طبیعي علوم کی تحصیل شروع کردي - تعلیم ختم کرکے وہ برون میں اُستاد مقرر هوگیا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت ' کي تحقیق میں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات میں محصور تهے -

ڈاکٹر منڈل

اپني تحقیق کے دوران میں بالاخر وہ ایک عجیب معامله پر پهنچا - اُسنے دیکها ' یه عجیب معامله ' وراثت میں همیشه پیش آتا ہے ' اور کبهي اُس میں خلل نہیں پڑتا - یه وہ وقت تها جب اُس کے تجارب ' عالم حیوان تک وسیع هو چکے تهے - اُس نے شهد کي مکهیوں کے بهي پچاس چهتے بنائے تهے - اور مختلف قسم کي مکهیاں باهمدیگر جمع کرکے اُنکي نسل کے جسماني اور معنوئي خواص کا تجربه کرتا تها لیکن مکهیوں کے متعلق اُسکي تحقیقات کے جمله اوراق ضائع هوگیے - سنه ۱۸۶۶ میں اُس کا ایک چهوٹا سا رساله شایع هوا تها جس میں یه نظریه پیش کیا گیا ہے - یه رساله بهي گم نام هوگیا - یہانتک که سنه ۱۹۰۰ میں علماء مغرب کي نظریں اُس پر دوبارہ پڑیں ' اور وسیع پیمانه پر اُسکي اشاعت کي گئي - آج حیوانات کي پرورش کرنے والوں میں کوئي شخص بهي ایسا موجود نہیں جو منڈل اور اُس کے نظریه سے ناواقف هو یا اُس سے مستفید نه هو رها هو -

(ناموس منڈل)

منڈل کا نظریه ' تین وراثتي اصلوں پر قائم ہے :

(۱) پهلي اصل کا خلاصه یه ہے که فرد کي بعض صفات ' (عام اِس سے که وہ فرد ' حیوان هو یا نبات) اُسکي آیندہ نسلوں مین مفقود نہیں هو جاتین بلکه برابر باقي رهتي هیں ' اور عرصه تک بغیر کسي کمي کے ظاهر هوتي رهتي هیں - اِسکي مثال یه ہے که بعض انساني خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے هوتے هیں ' اور طویل زمانوں تک اُن کي نسلوں میں بدستور قائم رهتے هیں - چنانچه بعض خاندانوں میں زائد انگلیاں ' یا کٹا هوا هونٹهه ' یا چندهي آنکهیں ' یا سفید بالوں کا گچها ' غرضکه مختلف قسم کي جسماني خصوصیتیں همیشه موجود رهتي هیں اور اُن کے افراد میں وقتاً فوقتاً پوري طرح ظاهر هوتي رهتي هیں -

(۲) دوسري اصل کا خلاصه یه ہے که بعض صفتیں ایسي هوتي هیں جنکا ظهور مسلسل نہیں هوتا - تهوڑے تهوڑے وقفه کے بعد ظاهر هوتي هیں ' مگر برابر ظاهر هوتي رهتي هیں - یعني پہلے ایک مدت تک نمایاں رهتي هیں - پهر غائب هوجاتي هیں - پهر لوٹ آتي هیں - پهر غائب هوجاتي هیں - صرف تجربه هی سے معلوم هوسکتا ہے که کون صفت پهلي قسم کي ہے ؟ کون صفت دوسري قسم کي ہے ؟ اِسکي مثال یه ہے که جب بے سینگ کے حیوانات کا سینگ والے حیوان میں اتحاد تناسلي هوتا ہے ' تو اُنکي نسل بے سینگ کی پیدا هوتي ہے - لیکن جب یهي نسل آگے بڑهتي ہے تو اُسکي اولاد میں ایک خاص تناسب سے بعض افراد سینگ والے پیدا هوتے هیں - بعض بے سینگ کے -

برخلاف اِسکے جب کیس والے مرغ کا اتحاد بے کیس مرغي سے هوتا ہے تو نسل ' کیس والي پیدا هوتي ہے - لیکن پهر آگے چل کر بعض کے کیس هو جاتا ہے - بعض کے نہیں هوتا - مگر یه معامله همیشه ایک هي تناسب سے پیش آتا ہے -

(۳) تیسري اصل ' اُس تناسب کا تعین اور انضباط ہے جو اِس توارث و تناسل میں کار فرما ہے - تشریح اُسکي حسب ذیل ہے :

کردي - قوم نے اِس نئي شہنشاهي کا اُسي جوش و خروش سے استقبال کیا ' جس جوش و خروش سے قدیم شہنشاهي کا خاتمه کیا تھا اور حریت و آزادي کے علم بلند کیے تھے - ایک شخصیت کے خلاف عظیم الشان جهاد اِس پر جاکے ختم هوگیا که دوسري شخصیت قائم هوگئي - کیا اِس سے بھي زیاده غیر معقول نتیجه کسي تحریک کا نکل سکتا هے ؟ لیکن نہیں ' یه نتیجه بالکل معقول تھا - اِجتماعي اصول و قوانین کے بالکل مطابق تھا -

موسولیني ' اٹلي کا ڈکٹیٹر

یه کیسے ؟ یه اس طرح که انساني جماعتیں کتني هي شورش اور بیچیني کا اظہار کریں ' نظام حکومت کي کتني هي مخالف نظر آئیں ' مگر وه اپني اجتماعي افتاد طبع سے مجبور هوکر در پرده یهي خواهش رکھتي هیں که کوئي نه کوئي زبردست نظام قائم هو ' جو هر قسم کي بیچیني کا قلع قمع کردے اور امن و امان هر طرف پھیلا دے - یهي سبب هے که جوں هي کوئي نئي شخصیت نمودار هوتي هے اور قوم محسوس کرتي هے که وه شخصیت ' امن بحال کرسکتي هے ' تو بے اختیار اُس کے سامنے سر جھکا دیتي هے اور حریت و آزادي کي اپني تمام خواهشیں نا دانسته فراموش کر بیٹھتي هے - دنیا کي تمام تاریخي شورشیں همیں یهي بتاتي هیں - فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے بھي همیں یهي دکھایا هے - ایک محقق نے کیا هي خوب بتایا هے "فرانس کي "تیسري انقلابي کمیٹي" کے ممبروں میں سے عهد بونا پارٹي (نپولین) میں ایک نے بادشاهي قبول کر لي - پندره نے "کونٹ" کا لقب اختیار کیا - سات نے مجلس اُمراء کي شرکت منظور کي - اور چھه وزیر بن گئے " یهي وه لوگ تھے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور علم بردار تھے -

لینن ' روس کا ڈکٹیٹر ' جو اب مر چکا هے

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب هم تاریخ کي اِس عالمگیر جنگ کے بعد والے موجوده انقلاب کو بخوبي سمجھه سکتے هیں - ایک مدت سے یورپ میں مختلف قسم کے خیالات اور نظریے پھیل رهے تھے - اِن خیالات اور نظریوں نے بتدریج دماغوں میں هیجان پیدا کیا - اِس هیجان نے اجتماعي ' سیاسي ' اور اقتصادي پیچیدگیاں پیدا کیں - اِن پیچیدگیوں نے جنگ عمومي کي آگ بھڑکائي - اور جنگ نے مذکورۂ بالا اجتماعي کلیه کي بنا پر لینن اور موسولیني اور مصطفی کمال جیسي آهني شخصیتیں پیدا کردیں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار هوئي هے ' وه هرگز تعجب انگیز نہیں بلکه مستحکم و مضبوط اجتماعي قوانین کا قدرتي نتیجه هے - یهي هونا چاهیے تھا جو هوا ' یهي همیشه هوا کیا هے اور شاید همیشه یهي هوا کرے گا -

(انقلابات کے باني)

یہاں یه سوال بھي قابل غور هے که انقلابات کے باني کون هوتے هیں : افراد یا جماعتیں ؟ کارلائل اور بہت سے محققین کي رائے هے که زبردست شخصیتوں کے افراد هي انقلابات پیدا کراتے اور اجتماعي نظام کي کایا پلٹ کر دیتے هیں - لیکن علم اجتماع کے دوسرے بہت سے علماء ' افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار دیتے هیں - وه کہتے هیں قوموں کے دماغ میں انقلاب کي مخفي لہریں پہلے پیدا هوتي هیں ' پھر وهي چند افراد میں مجسم هوکر رونما هوتي هیں اور سوسائٹي پر انقلاب طاري هو جاتا هے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نہیں هوتے ' بلکه انقلابي لہروں کا مظہر هوتے هیں - زیاده صاف لفظوں میں یوں کہو که جماعتي اثرات ' افراد کو طیار کرکے انقلاب کراتے هیں -

لیکن صحیح یه هے که انقلاب کا موجب نه تنہا جماعتیں هوتي هیں ' نه صرف افراد - بلکه دونوں ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک نئي فضا طیار کرنے میں مدد دیتے هیں - یه یقیني هے که اگر خاص قسم کے اجتماعي حالات و موثرات موجود نه هوتے تو لینن ' موسولیني ' مصطفی کمال جیسے افراد اُبھر نہیں سکتے تھے - کیونکه یه افراد مدت سے موجود تھے مگر اُسي وقت رونما هوے جب حالات نے اُن کي مساعدت کي - لیکن ساتھه هي یه بھي یقیني هے که اگر یه افراد اپني غیر معمولي قوتیں کام میں نه لاتے تو اُن کے مساعد حالات بھي پیدا نہیں هو سکتے تھے اور انقلابات بھي طاري نہیں هو سکتے تھے - اِس سے ثابت هوتا هے که انقلاب میں افراد اور جماعتیں دونوں برابر کي حصه دار هوتي هیں ' تنہا کوئي ایک سوسائٹي میں تبدیلي پیدا نہیں کرسکتا -

(انقلابي روح اور قومیں)

یه بھي ایک ثابت حقیقت هے که تمام قومیں انقلاب کي یکساں صلاحیت نہیں رکھتیں - تاریخ بتاتي هے که فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رهنے والي اکثر قومیں انقلاب کي زیاده صلاحیت رکھتي هیں - آب و هوا اور دوسرے اسباب نے اُنھیں دوسري قوموں سے زیاده حساس ' جلد متاثر هونیوالا ' اور خیالي بنا دیا هے - وه نئے نظرے جلد

پرائمو ڈي ریوا ' اسپین کا ڈکٹیٹر

مقالات

عهد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصي مطلق العناني

دنيا کي موجوده سياست پر ايک سر سري نظر

جنگ عظيم کے بعد پوري دنيا ' خاص کر يورپ اور بالخصوص اُن ممالک نے عجيب پلٹا کهايا هے جو ميدان جنگ ميں يه کهکر اُترے تهے که استبداد و ظلم متّانا چاهتے هيں - پهلے اِن ممالک ميں جو بهي نظام حکومة قائم تها وه جنگ کے بعد قائم نه رها اور علانيه يا در پرده اُس ميں بڑي تبديلي هوگئي هے - لوگ سمجهتے تهے اِس جنگ کے بعد دنيا ميں جمهوريت اور کامل حريت کا دور دوره هو جائيگا اور آزادي کا ايک ايسا نظام جاري و ساري هو جائيگا جس کے عشق ميں اِنسانيت هميشه سے سرگرداں هے

ليکن نتيجه بالکل بر عکس نکلا - جمهوريت و دستوريت کي جگهه شخصيت و استبداد نے لے لي - اِس وقت کرهٔ ارضي کے اکثر ممالک ميں شخصي حکومتيں قائم هوگئي هيں - فرق صرف اِس قدر هے که پهلے بادشاهوں کي شخصيتيں زريں تختوں پر جلوه گر نظر آتي تهيں اور اب :عام افراد: يا فوجي افسر حکومت کي کرسيوں پر نظر آتے هيں -

غازي مصطفى كمال پاشا

روس ميں خاندان رومانوف اور زار کي جگهه بالشويک ڈيکٹيٹروں (مطلق العنان حکام) نے لے لي هے - لينن نے جس طور پر حکومة کي ' وه بهي زار هي جيسي حکومت تهي - يعني شخصيت ' مطلق العناني اور استبداد - يه بات دوسري هے که زار کي شخصيت نے ملک کو تباه کيا اور لينن کي شخصيت نے اُسے زنده اور خوش حال کرديا - دنيا کی تاريخ ميں لينن جيسے مطلق العنان حاکم کي کوئي مثال نهيں ملتي جس نے اپنے غير متناهي اختيارات اِس طرح عوام اور مظلوموں کي بهلائي ميں صرف کيے هوں -

يهي حال اٹلي کا هے - اگرچه پارليمنٹ اور دستوري پادشاه (يعني محدود اختيارات رکهنے والا) بدستور موجود هے ليکن حکومة ايک فرد واحد ' موسوليني کے آهني هاتهوں ميں هے - يه شخص پهلے انقلاب پسند اور اشتراکيت کا حامي تها ' پهر جنگ کے بعد ظلم پسند بن کر اٹلي پر حاوي هوگيا اور مستبد سے مستبد بادشاهوں کي طرح استبداد و قهر کي حکومت قائم کردي - اِس نے صاف اعلان کرديا هے " اِس وقت اٹلي کو ايک ايسے زبردست حاکم کي ضرورت هے جو هر بے چيني کو کچل کر فنا کرسکے " يهي صورت اسپين ' ترکي ' يونان ' اور اب چين ميں پيش آرهی هے - اِن تمام ملکوں ميں شخصيتيں بر سر حکومت آگئي هيں اور مفيد يا مضر نتائج پيدا کررهي هيں - يهي نهيں بلکه خود فرانس اور انگلستان ميں بهي شخصيت کي طرف ميلان بڑه رها هے - فرانس ميں تو ايک سال پهلے اخبارات تک ميں يه چرچا شروع هوگيا تها که موجوده اقتصادي اور سياسي گتهيوں کے سلجهانے ميں جمهوري نظام حکومة ناکامياب ثابت هوا هے - لهذا روس وغيره ممالک کي طرح يهاں بهی " ڈيکٹيٹر شپ " يعني شخصي استبداد قائم هو جانا چاهيے - انگلستان ميں گو اب تک اِس قسم کا خيال با ضابطه ظاهر نهيں کيا گيا ' ليکن عملاً ملک اِسي طرف جارها هے - موجوده کنسر وٹيو وزارت بهي درحقيقت ايک قسم کي ڈيکٹيٹر شپ هي هے اور اُس کے رجعی (قدامت پسند) هونے ميں تو کوئي کلام نهيں -

(تاريخ کا سبق)

آخر يه صورت کيوں پيش آئي ؟ اِس انقلاب کي علت کيا هے ؟ تاريخ همں کيا سبق ديتي هے ؟ جواب ظاهر هے اور تاريخ عالم پر ايک سرسري نظر ڈالنے سے صاف معلوم هو جاتا هے - تاريخ شاهد هے که جب کبهي سوسائٹي کے نظام ميں برهمي پيدا هوتي هے اور دماغي بے ترتيبي اور اختلال ' عام هوکر شورشوں اور بغاوتوں کا دروازه کهول ديتا هے ' تو هميشه يهي نتيجه هوتا هے جو جنگ کے بعد آج هم دنيا ميں اپني آنکهوں سے ديکهه رهے هيں - يعني مضبوط ارادے کے افراد برسر اقتدار آکر اپني شخصيتيں نماياں کرتے هيں اور نظام حکومت اپني مرضي کے مطابق استوار کرديتے هيں -

انقلاب فرانس ' اِس دعوی کي سب سے بڑي اور صاف دليل هے - کيسے جوش و خروش سے قوم بغاوت کے لئے اٹهي ؟ حريت ' مساوات ' اخوت کا راگ کيسي بلند آهنگي سے الاپا ؟ کيسے کيسے اصول و مبادي کا اعلان کيا گيا ؟ ليکن نتيجه کيا نکلا ؟ يهي نه که آندهي کي طرح حريت و مساوات کي هوائيں آئيں اور نکل گئيں پهر جو فضا ميں سکون پيدا هوا تو گرد وغبار کے اندر سے مستبد شخصيتيں حکومت کي بے نيام آبدار تلواريں لئے نمودار تهيں ! اِن شخصيتوں ميں سب سے آخري مگر سب سے زبردست شخصيت نپولين بونا پارٹ کي تهي - اس عجيب انسان نے يهي نهيں کيا که بغاوت اور انقلاب کا قلع قمع کرديا بلکه ساتهه ساتهه اپني شهنشاهي بهي قائم

اور علم میں ہوا ہے جو لاہوتی پیشواؤں کا مبتدع دین ہے اور ناقص و خام مدعیان علم کا کج اندیش علم ہے ' تو ہم بڑی آسانی سے نہ صرف پچھلی تاریخ کے تمام حوادث کی تعلیل کر سکینگے ' بلکہ مستقبل کے واقعات پر بھی روشنی ڈال سکینگے -

(۲)

انسانی جماعتیں شعور رکھتی ہیں مگر فکر نہیں رکھتیں - بلکہ کہا گیا ہے کہ جماعت کی شعوری ترقی کا پیمانہ ' اسکا وہ فرد ہے جو سب سے زیادہ کمزور فکر ' سب سے زیادہ مضطرب شعور ' رکھتا ہے - جماعت جس طرح محض شعور رکھتی ہے ' اسی طرح سراسر جمود سے بھی لبریز ہوتی ہے - اور یہ کہ اسکا یہ جمود ترقی کے گوناگوں میدانوں میں اسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروری ہے -

سالہا سال سے علماء اجتماع رٹی کہہ رہے ہیں جو گستاؤ لیباں کا نظریہ ہے - لیکن کبھی ان کے ذہن میں یہ حقیقت نہیں آئی کہ جماعت ' ایک جامد مخلوق ہے - تغییر و تجدید بہت دیر میں میں قبول کرتی ہے - اس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز عالم کارل پیرسن کا قول ملا ہے - وہ کہتا ہے :

" ڈارون اور اسپنسر کی تصانیف میں بڑا فرق یہ ہے کہ اسپنسر کی کتابیں باوجود اپنی تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگی - برخلاف اس کے ڈارون کی کتابیں باقی رہینگی - کیونکہ ان میں بے نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود ہے - ان کتابوں نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے ایسے اصول و مبادی پیش کر دیے ' جنھوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز ہمارے اخلاقی مطمح نظر کو بھی اونچا کرنا اور ہمارے سامنے میدان زیادہ وسیع کرنا شروع کردیا ہے - بلا شبہ ان اصول و مبادی کا اثر بہت سست رفتار ہے ' لیکن یہ سست رفتاری ہمیں نا امید نہ کرے - سب سے قوی مؤثر ' جو ہمارے اجتماعی بقاء کی عمارت محفوظ رکھتا ہے ' وہ رہی صفت ہے جسے ہم سب سے زیادہ مکروہ رکھتے ہیں - یعنی قدامت اور جمود کی صفت - اسی قدر نہیں بلکہ وہ دہشت ناک مخالفانہ صدائیں جو ہر جدید فکر کے خلاف جماعت کی طرف سے بلند ہوجاتی ہے ' ہماری اجتماعی زندگی کی حفاظت کے لیے قوی ترین مؤثر ہیں - جماعت کا یہ جمود اس کے جسم کی محافظت کرتا ہے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نہیں دیتا - نیز صالح کو غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا ہے "

عالم مادی اور جماعات انسانی کی تکوین میں بہت بڑی مشابہت موجود ہے - دونوں میں ایسے عناصر موجود ہیں جو ان کے نظام و توازن کی حفاظت کرتے ہیں - چنانچہ جس طرح جوہر فرد (ایٹم) میں دو متضاد کہربائی لہریں : ایجابی اور سلبی جاری ہوتی ہیں ' یا جس طرح تمام مادی دقائق میں جذب و دفع کی دو مخالف قوتیں جمع ہوتی ہیں ' ٹھیک اسی طرح اجتماع انسانی میں تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر ہوتے ہیں - زندگی کے لیے موت لازمی ہوتی ہے اور موت کے لیے بعث (دوبارہ زندگی) ضروری ہوتا ہے - اس طریقہ پر غور کرنے سے ہم سمجھہ سکتے ہیں کہ جماعت کی سلبی صفات جنھیں ہم نا پسند کرتے ہیں ' در حقیقت اس کے بقاء کے لیے ناگزیر ہیں .

اس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھہ سمجھنے کے لیے کوئی نرم مادہ لے لو اور اس پر دباؤ ڈالو ' تم دیکھوگے کہ دباؤ کے ساتھہ ہی اس کی شکل بدل جائیگی - پھر دوبارہ اسے دباؤ ' فوراً دوسری شکل اختیار کرلےگا - اس طرح ہر دباؤ پر وہ ایک نئی صورت میں تبدیل ہوتا جائیگا - پس اگر انسانی جماعت کی طبیعت بھی اسی مادے کی طرح نرم ہوتی ' اور اس میں جمود و قدامت پرستی کی ٹھوس صفتیں نہ ہوتیں ' تو ظاہر ہے ' کیسی طوائف الملوکی اور انتشار پیدا ہوجاتا ؟ روز روز اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتیں ' اور نظام انسانی تہہ و بالا ہوکر رہ جاتا -

تمام عملی فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذہب دیکھو ' کلبی ' ابی کوری ' رواقی ' مشائی ' وغیرہم کے مذاہب پر نظر ڈالو - اس کے بعد غور کرو کہ اگر اجتماع انسانی کا مزاج نرم مادے کی طرح ہر وقت تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ' تو ان بے شمار اور متضاد مذاہب کی موجودگی میں اس کا کیا حال ہوجاتا ؟ یقیناً اس کا سارا نظام علم و فکر زیر و زبر ہوجاتا اور کوئی وسطی و اصلاح راہ پیدا نہ ہوتی -

یہی حال سیاست ' دین ' زبان اور ان تمام امور کا ہے جن پر تمدن کے ستون قائم ہیں -

پس اب یہ واضح ہوگیا کہ تقدم و ارتقاء ایک ایجابی قوت ہے ' جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبی قوت یعنی جمود کی صفت مدد دیتی اور آگے بڑھاتی ہے - اگر اجتماع انسانی ایک مادی دقیقہ ہوتا تو اسکے جواہر باہم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف نظر آتے - کیونکہ یہ متضاد عمل ' اس کی ہستی قائم رکھنے کیلیے ضروری ہے - ٹھیک اسی طرح تقدم و جمود کی متضاد صفتیں بھی اجتماع انسانی کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمی ہیں -

بنابریں ہمیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نہیں سمجھنا چاہیے - انکا جمود بھی بقاء و حیات کیلیے اسی طرح ضروری ہے ' جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروری ہے - جامدین ' اجتماع انسانی کیلیے ایک سلبی قوت ہیں ' جو جماعت کی رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رہتے ہیں -

(۳)

ہربرٹ اسپنسر نے اپنی کتاب " مبادی معاشرت و اجتماع " ما بعد الالیات کے تطور کی بحث سے شروع کی ہے - وہ کہتا ہے تطور کی تین قسمیں ہیں : (۱) تطور غیر عضوی اور اسکا تعلق آسمان و زمین اور سیاروں کی بنا سے ہے - (۲) تطور عضوی اور اسکا تعلق طبیعی ظواہر سے ہے جنھیں ہم طبیعت حیہ اور مختلف درجوں کے نبات و حیوان کی ترکیب میں مشاہدہ کرتے ہیں - پھر وہ مظاہر ذہنی (سائیکا لوجی) جو ان صور حیہ کا خاصہ ہیں جو ترقی کی اس حد کو پہنچ گئی ہیں جہاں طبیعت تطور نے انھیں ان مظاہر کا اہل بنا دیا ہے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد العضویات - یہ فی الحقیقت حالت اجتماعی کا سن بلوغ اور جماعت کے افراد میں تقسیم عمل ہے -

اگر ہم اس اصول کی تحلیل کریں اور اپنے موضوع سے تطبیق دیں ' تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ تطور مابعد الالیات ' نشوء کا وہ آخری درجہ ہے جس تک حیوانی جماعتوں کی ترقی پہنچی ہے - انسان بھی اس سب میں حیوان کا شریک ہے بلکہ مابعد الالیات میں اس زیادہ سے زیادہ ترقی تک پہنچ گیا ہے جہاں تک حیوان سے پہنچنا ممکن ہے - اگر یہی ہے تو پھر انسان کو باقی مخلوق پر کیا امتیاز حاصل ہے ؟ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد العقلنت سے ایک ایسی قوت حاصل کرتا ہے جسکے ذریعہ اپنی عقل کو اپنے مجموع کی بھلائی میں لگاتا ہے !

قبول کر لیتیں اور اُن پر عمل کرنے میں تیزي سے پیش قدمي کرتي هیں - لهذا وہ زیادہ انقلاب پسند هیں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگریزي) قومیں' زیادہ عملي هیں - محض نظریوں سے متاثر نہیں هوتیں - اُن کے جذبات اور دماغي رجحان زیادہ پائدار هیں - وہ انقلاب کي طرف کم مائل هوتي هیں - جرمن قوموں کا بھي یہي حال ہے' مگر ان میں احساس کسي قدر زیادہ ہے -

روس' روحاني و نظري خیالات کي طرف سب سے زیادہ مائل هیں - کمزور عقل اور کمزور ارادہ رکھتے هیں - اِسي لیے هر انقلابي دعوت کو لبیک کہنے کے لیے طیار رهتے هیں - اِس خصوصیت میں اگر اُن پر کوئي سبقت لے گیا ہے تو وہ یہودي هیں - یہ قوم باغیانہ دماغ رکھتي ہے اور هر جگہ بغاوت کي تخم ریزي کرتي ہے - ایک محقق نے بتلایا ہے " اجتماعي نظامات پر سب سے زیادہ نکتہ چیں اور بغاوت کي سرگرم دعوت دینے والي کتابیں زیادہ تر یہودیوں هي کے قلم سے نکلي هیں - حتی کہ موجودہ سوشیلزم یا بالشویزم بھي ایک یہودي هي کي ایجاد ہے - اِس کا نام کارل مارکس تھا - اور اِس مذهب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لینن' ٹراسکي وغیرہ سب یہودي النسل هیں - یہودیوں کے اِس خاصے کے دو سبب هیں : اول یہ کہ وہ سامي نسل هیں- اور معلوم ہے کہ سامي نسل فطرتاً خیالیات و نظریات کي دلدادہ هوتي ہے - دوسرے یہ کہ مخصوص اجتماعي حالات نے یہودیوں کا دماغ باغیانہ کر دیا ہے - دنیا میں شاید سب سے زیادہ مصیبتیں اِسي قوم نے برداشت کي هیں اور یہ اِسي کا نتیجہ ہے کہ اُسمیں بغاوت و انقلاب کي روح قائم هوگئي ہے -

پھر یہ بات بھي خاص طور پر یاد رکھنے کي ہے کہ جو قومیں جمود و تقلید کي زیادہ دلدادہ هوتي هیں اور حالات کي تدریجي تبدیلي کے ساتھہ اپنے تئیں بدلتي نہیں رهتیں بلکہ اپنے جمود پر اڑي رهتي هیں' وہ اگرچہ دیر میں انقلابي روح سے متاثر هوتي هیں مگر جب ایک دفعہ هو جاتي هیں تو پھر اُنهي میں سب سے بڑا انفجار بھي هوتا ہے اور اچانک اُن کي سوسائٹي درهم برهم هوجاتي ہے - اِس اصل کي بنا پر پیشین گوئي کي جاسکتي ہے کہ هندوستان میں جب کبھي انقلاب هوگا تو نہایت هي هولناک هوگا اور پوري موجودہ سوسائٹي کو درهم برهم کر ڈالے گا - کیونکہ یہ ملک سخت جمود کي حالت میں رها ہے اور تدریجي ترقي سے برابر انکار کرتا رها ہے - هندوستان میں جب انقلاب آئے گا تو دنیا بھر کے انقلابات سے زیادہ موثر ثابت هوگا اور شاید سوسائٹي کي موجودہ کوئي چیز بھي باقي نہ چھوڑے گا - عادات و اطوار' رسم و رواج' خیالات و افکار غرضکہ کوئي شے بھي اُس کي ضرب سے نہ بچے گي - اگر ایسے هولناک انقلاب سے بچنا هو تو اُسکي صرف یہي ایک تدبیر ہے کہ ابھي سے ملک کو تدریجي ترقي پر لگایا جائے - جوں جوں حالات بدلیں' ملک میں بھي تبدیلي پیدا کي جائے - ورنہ موجودہ جمود اور ٹھراؤ' آیندہ قیامت کا پیش خیمہ بننے والا معلوم هوتا ہے -

علم اور دین

کیا فی الحقیقت علم اور دین دو متحارب فریق هیں ؟

رہ رہ کر شور اُٹھتا ہے کہ دین اور علم میں نزاع قائم ہے' اور یہ کہ علم اور دین' دونوں کي فطرت میں اِس عداوت و تنافر کي بنیادیں مخفي هیں - بلا شبہ یہ دعوی ایک مدت سے زبان زد خاص و عام ہے - مزید برآں تاریخ سے بھي اِسکي شہادت ملتي ہے - صرف تاریخ هي نہیں' خود همارا مشاهدہ بھي اِسکي تائید کرتا ہے - لیکن بایں همہ ابتک کوئي قطعي ثبوت اِس دعوے کي صحت کا نہیں ملا - تاریخي واقعات اور همارے مشاهدے کتنے هي کثیر هوں' تاهم یقیني طور پر ثابت نہیں کرسکتے کہ دین اور علم کے طبائع فی الحقیقت باهم متضاد هیں -

موجودہ تمدني حالات پر ایک سر سري نظر' اس دعوے کے مشکوک کر دینے کے لیے کافي ہے - موجودہ عہد میں مادي علم کا دھارا اتني شدت و قوت سے بہہ رها ہے' جس کي نظیر کسي پچھلے زمانے میں نہیں مل سکتي - لیکن با وجود اس کے ٹھیک علم کے پہلو بہ پہلو' هم دیني روح کو بھي پوري مضبوطي سے قائم پاتے هیں - کسي عہد میں بھي دیني روح انساني قلوب میں بہ حثیت عمومي اس سے زیادہ راسخ نہیں هوگي' جتني اِس وقت ہے - بے شک هم تسلیم کرتے هیں کہ دنیا پر ایسے تمدني دور گزرے هیں جن میں وقتي طور دین کا دبدبہ گھٹ گیا اور مادیت کے غوغا پر اُسکا نعرہ غالب نہ آسکا' لیکن ساتھہ هي همیں یہ بھي تسلیم کرنا چاهیے کہ خارج میں دین کي آواز کتني هي پست کیوں نہ هوگئي هو' روح کے اندر اُسکي بنیادیں همیشہ یکساں طور پر استوار رهي هیں- انسانیت کي پوري تاریخ میں ایک لمحہ بھي ایسا بتایا نہیں جا سکتا' جس میں دیني یقین و ایمان کے ستون متزلزل هوگئے هوں -

اگر واقعي دین اور علم میں معرکہ برپا هوتا تو ابتک مدت کا فیصلہ بھي هو چکا هوتا - ۲۵ - صدیوں سے یہ دونوں نام نہاد حریف پہلو بہ پہلو چل رہے هیں - مگر ابتک دنیا نے اُنکا کوئي فیصلہ کن معرکہ نہیں دیکھا - کیا یہ طویل و عریض مدت بھي فیصلہ کے لیے کافي نہ تھي ؟

لیکن فیصلہ هوتا کیونکر؟ دونوں میں اگر فی الحقیقت کوئي نزاع هوتي تو اُس کا فیصلہ بھي وقوع میں آتا - یہاں سرے سے جنگ هي نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے لیے فکر انساني میں بالکل الگ الگ میدان رکھتے هیں - یہي سبب ہے کہ دونوں ابدي اپني جگھہ پر باقي و قائم هیں - دونوں کا کہیں بھي حقیقي تصادم نہیں هوتا - دونوں فکر انساني کے دو علحدہ علحدہ مظہر هیں -

لیکن اگر حقیقت یہ ہے تو پھر اُس طویل اور خونیں تاریخ کي هم کیا توجیہہ کریں جبکہ دیني پیشواؤں نے علم کا گلا گھونٹنے کي کوششیں کیں ؟ نیز اُس مبارزت طلبي کي کیا تاویل کریں جو اصحاب علم کي طرف سے اِس وقت تک دین کو دي جا رهي ہے ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر هم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ دین جو طبیعت انساني کا ثمرہ ہے' اور وہ علم جو عقل انساني کا نتیجہ ہے' دونوں میں کبھي تصادم نہیں هوا' جو تصادم هوا ہے وہ سراسر اُس دین

" میرے خیال میں سرکاري وکیل کي منطق یه خواهش تو نه رکھتي هوگي (قہقه)

" اِس مسئله کے صاف کردینے کے بعد اب میں اصلي موضوع پر متوجه هوتا هوں -

" جج اور جیوري ! اُس ضابطۂ قانون میں ' جسے هم " قدیم یوروپین ضابطۂ قانون " کہه سکتے هیں ' ایک ایسا قانون موجود هے جس کي منسوخي پر گزشته سو برس سے تمام فلاسفه ' مفکرین ' اور حقیقي سیاست داں زور دے رهے هیں - سب کا بیک زبان مطالبه رها هے که " مقدس تعزیرات " سے یه قانون همیشه کے لیے نکال دیا جائے -

" اِس قانون کے متعلق بکاریا نے کہا تھا " یه بے دین قانون هے " فرانکلین کہا کرتا تھا " یه خوفناک قانون هے " لیکن همیں معلوم هے اِن دونوں پر کبھي توهین قانون کا مقدمه نہیں چلایا گیا -

" اِسي قانون کے بارے میں لوئي فلپ نے (جس کا نام میں اُس احترام کے بغیر نہیں لے سکتا جو پیري اور بد نصیبي کے لیے اور هر اُس شخص کے لیے ضروري هے جو اِس قانون کي قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا هو) کہا تھا " زندگي بھر میں اس سے نفرت کرتا رها هوں " اِسي قانون پر مسیو جیزو اور مسیو دي بروگلي نے سختي سے نکته چیني کي تھی -

" یهي وہ قانون هے جسے هماري پارلیمنٹ نے اب سے بیس برس پہلے تسلیم کیا هے - یعني اکتوبر سنه ۱۸۳۰ ع میں - حالانکه ٹھیک اِسي زمانه میں ایک نیم وحشي امریکن پارلیمنٹ نے اِسے ملک کے ضابطۂ قوانین سے خارج کردیا تھا -

" یهي وہ قانون هے جسے تین سال هوئے فرنکفورٹ کانگریس نے منسوخ کیا - اور اِسي کو چند سال هوئے انجمن جمهوریت رومان نے باطل کردیے جانے کا فیصله کیا هے -

" یهي قانون هے جسے هماري مقنن مجلس نے سنه ۱۸۴۸ ع میں بڑے پس و پیش کے بعد منظور کیا تھا - یهي وہ قانون هے جو اِس وقت جب که میں تقریر کر رها هوں اُن دو تجویزوں کے رحم پر زنده هے جو اُس کے خلاف هماري مقنن مجلس میں پیش هیں -

" یهي وہ قانون هے جسے ٹسکانیا اور روس ' دونوں ٹھکرا چکے هیں ' اور اب وقت آگیا هے که فرانس بھي اُسے نفرت سے ٹھکرا دے -

" یهي وہ قانون هے جس کے سامنے سے انساني ضمیر نفرت و کراهت کے ساتھه بھاگتا هے -

" وہ قانون کیا هے ؟

" قتل !

" اور اے حضرات ! یهي وہ قانون هے جس نے آج یه مقدمه پیدا کیا هے - یهي همارا حقیقي دشمن هے - ممکن هے سرکاري وکیل کو غصه آجائے - لیکن میں یه کہے بغیر نہیں رہ سکتا که اُس کے پیچھے بھي یهي قانون چھپا کھڑا هے (قہقه)

" مجھے اعتراف هے که مسیو لیوں فوشو کي طرح گزشته بیس برس سے میں بھي یقین کرتا تھا که " اب گلوٹین ' عام میدانوں میں ظاهر نہیں هوگي - لیکن مجھے یه بھي یقین تھا که اب گلوٹین ' قانوني نقاب اوڑھتي جاتي هے - اب اُس کی حیثیت پہلے سے بہتر هوگئی هے - اب اُس نے میدان چھوڑ دیا هے ' جهاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع هوتي هے - اب وہ سڑکوں کا هجوم پسند نہیں کرتي - اب اُس کا تماشه دل پسند نہیں رها - اب وہ تماشه تاریکي میں دکھاتي هے - " سان جاک " کے قید خانے میں - خالي جگه میں - لوگوں کي نظروں سے دور - میں اِس پر مطمئن هوا - میں نے اُسے اپنا منهه چھپاتے دیکھا ' اور اِس شرم و حیا پر مبارک باد دي - لیکن اے حضرات ! یه میري غلطي تھي - کیوں که اُس نے بہت جلد اِس عارضي حیا کا پرده چاک کرڈالا اور انتہائي بے شرمي کے ساتھه باهر نکل آئی !

" سان جاک کا قید خانه یقیناً اِس ملکۂ قتل (یعنی گلوٹیں) کے لیے توهین آمیز هے - لهذا اب همیں طیار هو جانا چاهیے که جلد اُسے پھر عام میدانوں میں سورج کے نیچے دیکھینگے - جلادوں کي قطاریں اُس کے سامنے کھڑي هونگي - مسلح پولیس اور فوج اُس کے اعزاز میں دست بسته هوگي - بہت ممکن هے اُس کا تخت خونیں ' اُسي بلدیه (کارپوریشن) کے روشن دانوں کے نیچے بچھایا جائے ' جس کي کھڑکیوں میں کھڑے هوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروري کو اُسے چلا چلا کر گالیاں دي تھیں -

" اب گلوٹیں پھر طیاري کر رهی هے - اُس نے سوچنا شروع کردیا هے که مضطرب هیئت اجتماعیه کو اپنے استقرار کے لیے ' پھر تمام پچھلي روایات کي طرف لوٹ جانا چاهیے - چونکه وہ خود بھي ایک قدیم رسم هے ' اس لیے اُسے بھي از سر نو آگے بڑھنا چاهیے - وہ تمام مصلحین کے خلاف احتجاج بلند کررهي هے ' کیونکه اُنھوں نے انتہائي گستاخي کے ساتھه اعلان کیا تھا که سر کاٹنے کا آله اُس مجمع کا نشان نہیں هوسکتا ' جس کي کتاب ' انجیل هے !

" وہ اِن مصلحین پر سخت خفا هے - کیونکه محسوس کرتي هے که اِن خیالي آدمیوں کے سامنے ' جو نظام اطاعت نہیں جانتے ' وہ بے وقعت هوتي هے (قہقه) وہ چاهتي هے دنیا بھر اُسکی عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظیم سے جھک جائے اگر ایسا نہیں هے تو وہ خفا هو جائیگي ' اپني توهین پر شور مچائیگي ' عدالت میں دعوی کریگي ' اور معارضه طلب کریگي " (قہقه)

جج ـــ مقرر کے بیان پر استحسان یا مذمت کا اظہار قطعي طور پر ممنوع هے - اِس موقعه پر قہقه نہایت نا مناسب هے -

وکٹر هیگو (تقریر جاري رکھتے هوے) " یه ملکۂ معظمه (گلوٹین) خون کي مالک هے - لیکن وہ اِتنے هي نہیں سمجھتي - وہ جرمانے اور قیدخانے کي بھي حاکم بننا چاهتي هے -

" محترم عدالت ! جس دن میرے سامنے وہ پروانه پیش کیا گیا جو میرے لڑکے کے نام آیا تھا - یعني اِس مقدمه کا سمن ' (آج کل هم کتنے عجائبات دیکھه رهے هیں اور همیں عجائبات دیکھنے کا کس قدر عادي هونا چاهئے ؟) مجھے اعتراف کرنا چاهئے که وہ پروانه دیکھکر میري حیرت کی کوئي حد نه رهی - میں نے تعجب سے کہا - کیا ؟ ... تو کیا اب هم اِس حد تک پہنچ گئے هیں ؟ کیا اب هم اِس وجه سے مجرم قرار پائینگے که عقل ' ضمیر ' آزادي خیال ' اور قانون طبیعت کے حامي هیں ؟ کیا اب هم سے صرف مادي احترام کافي سمجھا نہیں جاتا (جس سے همیں کبھی انکار نہیں هوا ' جو هم پر واجب هے ' اور جسے هم فعلاً پیش بھی کر رهے هیں) بلکه اب هم سے مطالبه کیا جا رها هے که معنوي احترام بھي اِن سزؤں کیلیے پیش کریں جو انساني ضمیر کو پاش پاش کر رهي هیں - جنھیں دیکھکر هر عقلمند کا رنگ فق هو جاتا هے - جنسے دین نفرت کر رها هے ؟ وہ سزائیں جو سنگ دلي سے بھي بڑھ کر ایک برائي هیں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکي تلافي محال هے - جو بالکل اندھي هیں - وہ سزائیں جو انساني خون سے تربتر هیں - جو دین سے بالکل دور هیں - وہ جب مجرم کے سر پر نازل هوتي هیں تو شبه هوتا هے که انسانیت اِس عالم میں موجود نہیں هے - جب بے گناہ پر پڑتي هیں تو خود خدا کے وجود میں شک پیدا هو جاتا هے ...

کیا قانون کی نکتہ چینی، قانون کی توہین ھے ؟

تاریخ قوانین مدینہ کا ایک صفحہ

وکٹر ھیگو کی تقریر اپنے لڑکے کی حمایت میں

(۱)

سنہ ۱۸۵۱ کا واقعہ ھے کہ فرانس میں ایک مجرم کو قتل کی سزا دی جا رھی تھی - مجرم نے گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) پر چڑھنے سے انکار کیا ' شور مچایا ' واویلا کیا ' نوحہ و بکا کیا ' سخت جسمانی مزاحمت کی ' مگر اُسکی کوی سعی کارگر نہیں ھوی - عدالت فیصلہ کر چکی تھی - جلادوں نے بے دست و پا کرکے اُسے گلوٹین پر چڑھایا اور قتل کردیا گیا -

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب وکٹر ھیگو کے لڑکے چارلس ھیگو نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ' تو بے اختیار ھوگیا اور قتل کی سزا کے خلاف اخبار L, Evenement میں ایک مضمون شائع کیا - حکومت کی نظر سے یہ مضمون گزرا تو کاتب پر قانون کی توھین کا مقدمہ دائر کیا ' کیونکہ اِس مضمون میں براہ راست قانون کی اِس نوعیت پر حملہ کیا گیا تھا -

اِس واقعہ نے فرانس میں سخت ھلچل ڈال دی - بیک وقت دو بحثیں پیدا ھوگئیں : سزائے قتل کی اخلاقی حیثیت اور قانون کی " نکتہ چینی " اور قانون کی " توھین " میں فرق - اِنھی دونوں اھم بحثوں پر وکٹر ھیگو نے ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۱ کو عدالت میں ایک بہت ھی بلیغ اور پُر زور تقریر کی - اِس موضوع پر یہ تقریر بے نظیر سمجھی جاتی ھے - اِس میں فرانس کے شاعر نے قوت واستدلال اور قوت خطابت دونوں کا بہترین مظاھرہ کیا ھے -

اِس تقریر کی قانونی اور ادبی ' دونوں حیثیتیں ایسی ھیں کہ ضروری ھے ' اردو علم ادب اس سے خالی نہ رھے - ھم نے حتی الوسع لفظی ترجمہ کیا ھے -

(وکٹر ھیگو کی تقریر)

" سرکاری وکیل کے ابتدائی الفاظ سننے کے بعد میں نے یقین کرلیا تھا کہ وہ الزام سے دست بردار ھو جائیگا - لیکن میرا یہ یقین ' محض بے بنیاد وھم ثابت ھوا اور بہت جلد دور ھوگیا - سرکاری وکیل نے متعدد کوششیں کیں (جو سب کی سب نا کام رھیں) کہ موضوع کو محدود و محصور کردے - لیکن موضوع کی طبیعت نے اُسے تفصیل پر مجبور کر دیا - نتیجہ یہ ھوا کہ تمام پہلو روشنی میں آگئے ' اور وکیل کی خلاف مرضی معاملہ نے اپنی پوری اھمیت حاصل کرلی - لیکن مجھے اِس نتیجہ پر کوئی شکایت نہیں ھے -

" میں اب بلا کسی تمہید کے فوراً الزام کا مقابلہ کرتا ھوں -

" لیکن سب سے پہلے ھمیں ایک بنیاد پر متفق ھو جانا چاھیے - کیونکہ مشہور مقولہ ھے " موضوع کی عمدہ تعریف ' عمدہ بحث پیدا کرتی ھے " پس ھمیں سب سے پہلے یہ طے کر لینا چاھیے کہ " قانون کی حرمت " کے معنی کیا ھیں ؟ یہ اس لیے کہ آج کی بحث کی بنیاد یہی مسئلہ ھے -

" نا ممکن ھے اِس جملہ کے معنے یہ ھوں کہ قانون کی حرمت کے بہانے سے قانون پر نکتہ چینی روک دی جائے - اِس جملہ کے معنی اس سے زیادہ کچھہ نہیں ھو سکتے کہ قانون کی تنفیذ کا احترام کیا جائے اور بس - یہ جملہ ' نکتہ چینی کی پوری آزادی دیتا ھے ' سخت سے سخت نکتہ چینی کی بھی ' بلکہ مذمت کی بھی - صرف ایک قانون ھی کی نہیں بلکہ خود ملک کے دستور (کانسٹی ٹیوشن) کی بھی جو سب سے اعلی قانون ھوتا ھے -

" یہ جملہ ھمیں پوری آزادی دیتا ھے کہ تشریعی قوت (قانون ساز قوت) کو کسی " خطرناک " قانون کی منسوخی پر آمادہ کریں - اِسی قدر نہیں بلکہ یہ ھمیں اجازت دیتا ھے کہ قانون کی راہ میں ھر قسم کی اخلاقی اور معنوی دشواریاں حائل کریں - بلا شبہ وہ ھمیں مادی دشواریاں پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتا -

" قانون نفذ ھونے دو ' اگرچہ کتنا ھی خراب ' کتنا ھی ظالمانہ ' کتنا ھی وحشیانہ ھو - اپنے دل و دماغ کے سامنے اُسکی شکایت کرو - مقنن سے شکوہ کرو - مگر خود قانون کو روکو نہیں - اُسے جاری ھونے دو - بیانگ دھل کہو کہ وہ خراب ھے - ظالمانہ ھے - وحشیانہ ھے - لیکن اُسکی راہ روک کر کھڑے نہ ھو -

" ھم نکتہ چینی کرینگے - مذمت کرینگے - مگر بغاوت نہیں کرینگے - یہی وہ حقیقی معنی ھیں ' یہی وہ وحید معنی ھیں " قانون کے احترام " کے ' اگر یہ نہیں تو اے حضرات ذرا غور تو کیجیے -

" قانون سازی کا مشکل عمل دو قسموں پر منقسم ھوتا ھے : مقنن اور اخبارات - اگر میری تشریح قبول نہ کی جائے تو اِسکا نتیجہ اسکے سوا کچھہ نہیں ھو سکتا کہ دوسری قسم معدوم ھو جائیگی - کیونکہ اخبارات کا فرض ھے کہ قوانین پر نکتہ چینی کرکے مقنن کو قانون سازی میں مدد دیں ' وہ مدد جس کے بغیر کوئی قانون مکمل نہیں ھو سکتا - جب یہ قسم معدوم ھو جائیگی تو قدرتی طور پر پہلی قسم ' یعنی مقنن کا وجود بھی بیکار ھو جائیگا - یعنی ھماری پارلیمنٹ معطل ھو کر رہ جائیگی اور اُس کے لیے اِس کے سوا کوئی کام باقی نہ رھے گا کہ ھمیشہ کے لیے بند ھو جائے -

---

فرد اور جماعت کبھی متفق نہیں ھوتے - وہ ھمیشہ دو متضاد وجود ھیں - دونوں کی طبیعت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ھے - دلیل یہ ھے کہ ایک ھی زمانہ میں رھنے والے افراد کی عظیم تعداد کبھی بھی جماعت کے تطور اور اُسکے مظاھر پر متنبہ نہیں ھوتی اور نہ اس تطور کو بھلائی اور امن کی طرف لانے کی کوشش کرتی ھے - فرد جماعت کے تطور سے خود بھی تطور حاصل کرتا ھے - لیکن اُسکے وقوع کی اُسے ھرگز کوئی خبر نہیں ھوتی - پھر خود جماعت بھی اپنے تطور کا کوئی احساس نہیں کرتی ' یہانتک کہ امتداد زمانہ ' جماعت کے تدریجی تطور کو نمایاں کر دیتا ھے اور آئندہ نسلیں اُسے محسوس کرتی اور دیکھتی ھیں -

فرد کا جماعت کے شعور کے ماتحت آجانا اُسے اپنی مستقل عقلیت سے دور کر دیتا ھے - جماعتی شعور کا دھارا اُسے جدھر چاھتا ھے ' بہا لیجاتا ھے : شر کی طرف یا خیر کی طرف - جماعتی شعور اور انفرادی عقلیت کی جنگ نے پوری انسانی تاریخ بنائی ھے - تمام جنگی حوادث ' اجتماعی انقلابات اور مختلف مدنیتوں کے قیام میں ھمیں ھر جگہہ یہی حقیقت نمایاں نظر آتی ھے - یہی روح ' انسانیت کی گردن پکڑے ھمیشہ کھینچتی ھوئی دکھائی دیتی ھے -

مگر اِن کوششوں کے باوجود بھي شہر عکاء صلیبیوں کے قبضه میں باقي رھا ' اور اُن تمام نقصانوں کي تلافي کرتا رھا جو اُنھیں اپنے مشرقي مقبوضات سے محرومي کي وجه سے پہنچے تھے - یه دیکھکر ملک اشرف بن قلاؤوں نے چاھا ' یه مقام بھي اُن سے واپس لے لیا جاے - چنانچه اُس نے حمله کیا اور سنه ۱۲۹۱ ع میں کامیاب ھو گیا -

عکا کے واقعه کے بعد مشرق کي فتح کے دروازے ایک مرتبه پھر مغرب پر بند ھوگئے - لیکن وہ نا امید نه ھوا ' اور روم کے پاپا اور یورپ کے پادشاہ برابر حمله کي طیاریاں کرتے رھے - چنانچه چارلس ھشتم شاہ فرانس نے عزم مصمم کرلیا تھا که اپنے جنگي بیڑوں کي قوت سے فلسطین اور مقامات مقدسه پر قبضه کرلے - لیکن تجارتي مفاد نے اُس وقت جنگي کارروائیاں کرنے کي اجازت نہیں دي - اور مشرق و مغرب کا تصادم ھوتے ھوتے رک گیا -

عکا کي فتح کے بعد مشرقي تجارت کي باگیں مصر کے ھاتھه آگئي - اب بحر متوسط کي تجارت پیشه قوموں کیلیے اِسکے سوا کوئي چارہ نه تھا که اسکندریه ' دمیاط ' اور بیروت کے بازاروں کا طواف کریں - چنانچه وینس اور جنیوا وغیرہ کے تاجر اِن بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کیونکه مشرق کي مصنوعات او ھندوستان کي پیداوار حاصل کرنے کا اور کوئي دوسرا راسته اُنکے سامنے موجود نه تھا - اُس زمانے میں ھندوستان کے گرم مسالے یورپ میں از حد مقبول تھے اور غذا کا لازمي جزؤ بن گئے تھے - یه مسالے بھي مصر ھي کے راستے یورپ کو حاصل ھوتے تھے -

اِس تجارتي مرکزیت نے مصر کو دولت و ثروت کا بھي مرکز بنا دیا - بادشاہ اور باشندے مالا مال ھوگئے تھے - تمام یورپ میں قاھرہ " قاھرۂ عظمی " کے نام سے پکارا جاتا تھا !

(راس امید کي دریافت)

تقریباً دو سو برس تک یھي حالت رھي - یہانتک که سنه ۹۲۲ھ (۱۵۱۶ع) میں مصر اپني آزادي سے محروم ھو گیا - اُسکي تجارتي مرکزیت کو شاید اب بھي کوئي نقصان نه پہنچتا لیکن مصیبت یه ھوئي که اُسي زمانے میں پرتگالیوں نے " راس امید " دریافت کرلي اور اس طرح مصر کي سیاسي اور تجارتي ' دونوں اھمیتیں ختم ھوگئیں -

راس امید ' اتفاقیه طور پر دریافت نہیں ھوا بلکه ضرورت نے اُسکي طرف رھنمائي کي تھي - یوں کہنا چاھئے که ھندوستان کي تجارت اُس کا باعث ھوئي - حقیقت یه ھے که قدیم زمانے سے ھندوستان ' دنیا کي سیاست میں زبردست موثر رھا ھے - اسکي فتح کے لیے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا ھوئے اور بے شمار ملکوں کي آزادیاں پامال ھوئیں - یھي نہیں بلکه نئي دنیا یعني امریکا کا اکتشاف بھي اِسي ھندوستان کي طمع و شوق میں ھوا -

عکا سے محروم ھوجانے کے بعد یورپ نے دیکھا که مشرق اور ھندوستان کي تجارت کیلیے اب وہ یک قلم مصر کے رحم پر ھے ' اور بلا وجه مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا ھے - چنانچه عقلاء یورپ نے غور کرنا شروع کیا که ھندوستان تک پہنچنے کي کوئي ایسي راہ نکلے جسمیں مصر کا توسط نه ھو - اِس مشکل کے دو حل اُنکے سامنے آئے : ایک یه که بحر اٹلانٹک میں مغرب کي طرف سیدھے چلے جائیں ' یہانتک که ھندوستان کے ساحل پر پہنچ جائیں - دوسرے یه که افریقا کا چکر لگا کر ھندوستان پہنچیں -

یه دونوں نظریے ' پہلے جنیوا میں پھر لشبونه (پرتگال) میں مشہور ھوئے - لشبونه سے یه خیال اسپین پہنچا اور یه دونوں ملک اُس پر سنجیدگي سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کي مہم)

پہلا نظریه یعني بحر اٹلانٹک میں غرباً سفر ' سب سے پہلے جنیوا کے ایک باشندے کولمبس نے پیش کیا - میں کہتا ھوں " سب سے پہلے " حالانکه اِس سے میري مراد " اھل یورپ میں سب سے پہلے " ھے - کیونکه یه ایک تاریخي حقیقت ھے که کولمبس سے بہت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اِس پر غور کرچکے تھے - صرف غور ھي نہیں بلکه اُسے عمل میں بھي لا چکے تھے ' اگرچه کامیاب نه ھوسکے -

میرا فرض ھے که یه تاریخي حقیقت ' جس پر انسان اور زمانے کي ناانصافیوں نے پردے ڈال رکھے ھیں ' روشني میں لے آؤں -

علماء یورپ ھمیں بتاتے ھیں که سب سے پہلے کولمبس کو خیال پیدا ھوا که بحر اٹلانٹک میں غرباً چلنے سے ھندوستان تک پہنچ سکتے ھیں - چنانچه یه خیال لے کر وہ لشبونه گیا اور جان ثاني شاہ پرتگال کے سامنے پیش کیا - لیکن یه بادشاہ بد نصیب تھا اُس نے کولمبس کي بات نه ماني بلکه اُسے مجنوں قرار دیا - کولمبس خفا ھوکر اسپین چلا گیا اور فردیننڈ اور ملکۂ ایزابلا کے سامنے اپنا نظریه پیش کیا - نتیجه یه نکلا که وہ نئي دنیا تک پہنچ گیا جس کا نام اُس وقت لوگوں نے " مغربي ھند " (Indes Occiden Tales) (۱) رکھا تھا کیونکه کولمبس کا ارادہ ' ھندوستان پہنچنے کا تھا - اِسي کي تلاش میں امریکه نکل آیا - اِسي لیے اُسے ھندوستان ھي سے تعبیر کیا گیا -

لیکن جب که کولمبس ' لشبونه میں یه خیال لیے ھوئے بحر اٹلانٹک کي متلاطم موجوں پر امید کي نظریں ڈال رھا تھا ' تو کیا اُس کے دل میں یه خیال بھي گزرا تھا که اِسي لشبونه میں کھڑے ھوکر عرب ٹھیک اِسي مقصد بلکه اِس سے بھي بڑے مقصد سے سمندر پر نظریں ڈال چکے ھیں ؟

کیا کولمبس کو یه خبر پہنچي تھي که اِسي لشبونه کے مسلمانوں نے اُس سے بہت پہلے ارادہ کیا تھا که بحر ظلمات میں تحقیقات کے لیے در آئیں ؟

کولمبس کو شاید معلوم نه ھوا ھو ' لیکن یه واقعه تاریخ کے صفحات پر ثبت ھے - لشبونه کے اُن مسلمانوں میں سے جو " مغررین " کے لقب سے مشہور ھیں ' آٹھه عم زاد بھائیوں نے کمر ھمت چست کي - جہاز طیار کیے - کئي مہینے کا کھانا پاني جمع کیا ' اور اُس ھوا کے آغاز پر جو اُنھیں مغرب کے کناروں تک لیجا سکتي تھي ' بحر ظلمات میں روانه ھوگئے - اُن کے سفر کا حال شریف ادریسي نے اپني کتاب " نزھة المشتاق في اختراق الافاق " میں لکھا ھے - اھل لشبونه اپنے اِن " مجنونوں " کو بھولے نہیں بلکه اُن کي یادگار باقي رکھنے کے لیے اپنے شہر کے ایک محله کا نام " درب المغررین " رکھدیا -

(۱) گیارھویں صدي ھجري کے عرب مصنفین کي کتابوں میں بھي امریکا کا نام (الھنود المغربیة) لکھا ھے - دیکھو مقدمه " کتاب العز و المنافع للمجاھدین بالبارود و المدافع " جو مصر کے سلطاني کتب خانے میں محفوظ ھے -

" لیکن نہیں ! نہیں ! هرگز نہیں ! هم ابهي اِس حد تک نہیں پہنچے هیں ... میں نے کہا مجھے پروانه دیکهکر سخت حیرت هوئي (آپ عنقریب جان لینگے میري حیرت کس درجه عظیم تهي) کیونکه میں نے خیال کیا ' اگر اِس " جرم " کا کوئي حقیقی مجرم هے ' تو وہ میرا بیٹا نہیں ' خود میں هوں -

" میں اِس وقت عدالت کے سامنے پوري صفائي سے اعلان کرتا هوں که اِس جرم کا حقیقي مجرم میں هوں ' میں ! کیونکه گزشته ۲۵ سال سے میں هي اِن سزاؤں کے خلاف هر ممکن ذریعه سے جنگ کر رها هوں -

" میں تصریح کرتا هوں که گزشته ۲۵ سال سے میں نے هر طریقه سے " انساني زندگي کي حرمت " بچانے کي کوشش کي هے - یعني وهي جرم کرتا رها هوں جو اِس وقت میرے لڑکے پر عائد کیا جا رها هے - میں نے یه جرم اپنے لڑکے سے بہت پہلے شروع کیا تها ' اور اِس سے کہیں زیادہ سخت طریقه پر اُسکا ارتکاب کرتا رها هوں - مہربان سرکاري وکیل ! دیکهو ' میں خود اپنے خلاف گواهي دے رها هوں - میں اقبالي مجرم هوں - حلفیه اقبال کرتا هوں - میں نے هر موقعه پر یه جرم کیا هے - بار بار کیا هے - اصرار کے ساتهه کیا هے - همیشه کرنے کا عزم رکها هے - یه عزم اِس وقت بهي میرے قلب میں موجود - بلکه اِس وقت بهي میں اِس جرم سے آلودہ هو رها هوں - خود عدالت کے سامنے آلودہ هو رها هوں !

" هاں ... میں خود اپني زبان سے بغیر کسي جبر و اکراہ کے اپنے جرم کا اعلان کرتا هوں - میں اعلان کرتا هوں که میں زندگي بهر اُن تمام قوانین کي بیخ کني کرتا رها هوں جو وحشیانه هیں - میں همیشه اِس بوڑھے قانون کا دشمن رها هوں جو کہتا هے " آنکهه کے بدلے آنکهه اور دانت کے بدلے دانت " محترم جج اور جیوري ! میں آپکے سامنے قسم کها کر کہتا هوں که آئندہ بهي زندگي بهر ایسے تمام قوانین سے جنگ کرتا رهونگا - میں ایک مصنف کي حیثیت سے عمر بهر اپنے قلم سے اُنکي مخالفت کرونگا ' اور ایک مقنن کي حیثیت سے اپني آواز همیشه اُنکے برخلاف بلند رکهونگا -

" اے حضرات ! میں اعلان کرتا هوں (یه کہکر مقرر نے حضرت مسیح علیه السلام کي تصویر کے طرف اپنے دونوں هاتهه پهیلا دیے جو عدالت کے کمرے میں آویزاں تهي) اِس ذات کے سامنے جو اِسي قانون قتل کي قربان گاہ پر بهینٹ چڑهائي گئي ' جسکے سامنے اِس وقت هم کهڑے هیں - یه مقدس تصویر همیں اِس وقت دیکهه رهي هے - میں اِس مقدس " قرباني " کے سامنے قسم کے ساتهه یه اعلان کرتا هوں - یه وہ هستي تهي جسنے انسانیت کي ابدي تعلیم کي خاطر ' اپنے تئیں جلادوں کے حواله کر دیا - انساني قانون نے اُسے سولي پر لٹکایا ' حالانکه اُسکا وجود خود " قانون الهي " تها -

" هاں میں اِسي تصویر کے روبرو بار بار کہتا هوں که میرے لڑکے نے جو کچهه لکها ' وہ صرف اِس وجه سے لکها که میں نے بچپن هي سے اُسے اِسکي تلقین کي تهي ... کیونکه وہ جب سے میرا جسماني لڑکا هے ' اُسي وقت سے میرا روحاني فرزند بهي هے - کیونکه وہ کوشش کرتا هے که اپنے باپ کي راہ پر چلے - لیکن بیٹے کا باپ کے طریقے پر چلنا بهي ایک عظیم جرم هے - واقعي یه جرم میرے لیے سخت حیرت انگیز هے !

" حضرات ! میں اعتراف کرتا هوں که یه الزام واقعي میرے لیے شدید تعجب کا موجب هے ...... "

تاریخ و عبر

هندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

امریکا اور راس امید کے اکتشافات

واسکو ڈي گاما نے ایک عرب کے ذریعه کامیابي حاصل کي

مشہور مصری کاتب و محقق احمد زکي پاشا نے اپنے ایک سلسلۂ مضامین میں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشني ڈالي هے ' وہ نہایت اهم اور دلچسپ هے - انکي بحث خلاصه حسب ذیل هے :

" صلیبي جنگوں نے بہت سي مغربي قوموں کے مقبوضات ' شام میں پیدا کر دیے تهے - ایشیا کے دروازوں پر اِن مقبوضات سے یورپ کو بہت فوائد حاصل هوئے - تمام مشرق کي مصنوعات حاصل کرنے اور هندوستان سے تجارت بڑهانے کے بہترین موقع میسر آگئے صلیبیوں نے کبهي کبهي اِتني قوت بهي پیدا کرلي تهي که خود دمشق اور قاهرہ سے خراج وصول کیا کرتے تهے - (۱) انهوں نے کرک پر قبضه کر کے حجاز کے راسته پر تسلط حاصل کرلیا تها - عقبه اور طور پر بهي قبضه جمانے کي کوشش میں تهے ' اور قریب تها که پورے بحر احمر پر چها جائیں - (۲)

لیکن مشرق قریب کے سلاطین ' عین وقت پر بیدار هوگئے - اُن میں باهم سخت حسد و منافست تهي - تاهم مشترک خطرے کے سامنے متفق هوگئے ' اور اسدالدین ' نورالدین ' صلاح الدین ' نجم الدین ' ملکۂ شجرۃ الدر ' ملک الظاهر بیبرس ' منصور قلاؤن ' کي یادگار کوششوں نے مصر اور شام کي سر زمینیں یورپین حمله آوروں سے پاک کردیں -

(۱) دیکهو ابن فضل الله کي مسالک الابصار

(۲) ابن فضل الله نے اپني کتاب " التعریف بالمصطلح الشریف " میں لکها هے که اهل فرنگ نے کرک میں بحري بیڑے طیار کیے اور اُنهیں لیکر بحر قلزم میں پہنچے ، تاکه حجاز پر حمله آور هوں اور اپنے دل کا بخار نکالیں - لیکن ایوبي اور عادلي همتوں نے اُنهیں پست کرڈالا - صلاح الدین ایوبي نے اُنکے بہت سے آدمي گرفتار کرلیے اور منٰی بهیجدیے تاکه جمرۃ العقبه پر اُسي طرح ذبح کرڈالے جائیں جس طرح قرباني کے جانور ذبح کیے جاتے هیں - چنانچه ایسا هي کیا گیا - (منه)

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ الہلال)

"جوف" سے "حائل" تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے راستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں پر چڑھتے تھے کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند پگڈنڈیوں پر چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگمگا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔

اس سفر میں پہلے ۷ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں "جبہ" نام ایک آبادی ملی۔ یہاں کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ "لہذا"، انھوں نے کہا "ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان بناتے"

نویں دن ہم "قنا" میں پہنچ گئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔ حتی کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور تھے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں "ام جلبان" ہے اور اس کی آبادی صرف ۸۰ گھر ہیں۔ مکانوں کے گرد خرمے کے چند درخت ہیں۔ یہاں کے باشندے حرف قاف کا تلفظ "گاف" کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن "حائل" ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے عم زاد بھائی امیر عبدالعزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔

ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی وسیع ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے ۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریباً ۱۵ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا یہی چاول ہے۔ قسم قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بدمزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں سُن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ جسے یہ لوگ "شوشی" کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود حاکم، امیر عبدالعزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دار الحکومت میں مدعو کیا اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قیدخانہ دیکھنے گیا۔ مجھے یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قیدخانے میں پہنچکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا "قیدی کہاں ہیں؟" سپاہیوں نے جواب دیا "جب مجرم ہی نہیں ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!" اسوقت مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی احکام شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجدیوں سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہے۔ حائل جیسی وسیع آبادی کے قیدخانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا، یقیناً اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں "فیشی" کے معدنی چشمے کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا نمک پگھلا دیتا ہے۔ گردے کے جملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کر دیتا ہے۔ اس چشمے کا نام "ام السلاح" ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں اور سب شیریں اور عمدہ ہیں۔ آب و ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے خوب توانا تندرست ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔ یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی۔ پھر کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیر نگیں آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، در اصل قبیلۂ "شمر" کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ صحرا میں بود و باش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری بن گیا، اور حائل میں آباد ہو گیا۔

حائل میں "اخوان" بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں "حبان" کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت و قوت حاصل ہے۔ حائل، احساء، اور حجاز کی فتوحات انہی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور بہادری کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر ان کا نام رعب و ہیبت طاری کر دیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔ دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج ان میں سے ہر شخص شریعت کے تمام عملی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر شروع کر دیا۔ اب منزل مقصود، بریدہ تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی "مدوہ" کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور دُور تک سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد نظر فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہر چند تلاش ہوئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا گیا تو اُسنے کہا "میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی میں اُسے لا سکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا جاؤں" اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی زیادہ یقین ہو گیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: کہفہ، جوآرہ، قتال، اور شعر۔

کولمبس کو بیشک یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ امریکا تک پہنچ گیا - لیکن کس طرح پہنچا ؟ کیا اُس کے وہم میں بھی یہ بات موجود تھی کہ بحر ظلمات کے دامنوں میں ایک اور دنیا بھی چھپی ہوئی ہے ؟ اِس کا کوئی ثبوت موجود نہیں - وہ تو ہندوستان کے ارادے سے نکلا تھا اور محض اتفاق سے امریکا پہنچ گیا - لیکن لشبونہ کے مسلمان تو اِسی دنیا کی تحقیق کے لیے نکلے تھے - اُنھیں ہندوستان کی فکر نہ تھی - نہ تجارت و دولت کی طمع تھی - اُن کے سامنے صرف جغرافیائی تحقیقات تھی - ظاہر ہے کہ کولمبس اور اُن کے نقطۂ نظر میں کتنا اختلاف تھا اور دونوں میں کون زیادہ تحسین علم کا مستحق ہے ؟

یہی نہیں بلکہ کولمبس سے ڈیڑھ سو برس پہلے ہی مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تھا - ملک الناصر محمد بن قلاؤن کے عہد میں ایک عالم ' قاہرہ میں موجود تھے - اِن کا نام ابو الثناء محمود بن ابی القاسم الاصفہانی تھا - ابن فضل اللہ العمری اپنی کتاب " مسالک الابصار فی ممالک الامصار " (جلد ۱ صفحہ ۳۱) میں اِن کا یہ قول لکھتے ہیں :

" میں اِسے بعید نہیں سمجھتا کہ زمین کے اِس رخ پر پانی کے ہٹ جانے کی وجہ سے جو خشکی نمودار ہوگئی ہے ' ویسی ہی خشکی زمین کے دوسرے رخ پر بھی موجود ہو - چونکہ یہ مستبعد نہیں ہے ' اِس لیے یہ بھی مستبعد نہیں کہ اُس طرف کی خشکی پر بھی ویسے ہی حیوان و نباتات موجود ہوں ' جیسے ہماری اِس زمین میں موجود ہیں ' یا وہ کسی اور جنس و نوع کے ہوں "

(واسکو ڈی گاما اور راس امید)

ہندوستان تک پہنچنے کے پہلے نظریہ نے امریکا کو ظاہر کیا - اب دوسرا نظریہ ہمارے سامنے آتا ہے - اِس سے مقصود یہ تھا کہ بحر اٹلانٹک میں افریقہ کے گرد گھوم کر ہندوستان کی راہ نکالی جائے -

یہ خیال سب سے پہلے جنوا میں رہنے والے دو بھائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویڈینو Vadino کو ہوا - وہ اس مہم پر روانہ بھی ہوگئے مگر کامیاب نہ ہوے اور غرق ہوگئے -

لیکن یہ خیال برابر زندہ رہا اور ہمتیں بڑھاتا رہا - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑی تجارتی بیداری موجود تھی - پرتگالی ' ہمت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تھے - پرتگال کی نازک اندام عورتوں کا بھی اِس حرکت میں بڑا حصہ تھا - اُنھوں نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ اُنھی لوگوں سے شادی کرینگی جو افریقا کے ساحلوں پر اپنی شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجہ یہ ہوا کہ پرتگالی نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بہت سی بندرگاہوں کے مالک بن گئے - اِن مہموں میں عربوں اور یہودیوں نے اُنکی بڑی مدد کی - یہ لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے - اِنھوں نے پرتگالی بادشاہوں خصوصاً شاہ ہنری کو (جو ملاح کے لقب سے مشہور تھا) اپنی قیمتی معلومات سے آگاہ کیا ' اور اِس طرح افریقا کی تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رہنما بنے - یہی عرب اور یہودی تھے جنھوں نے پرتگال کو گینیا کی سونے کی کانوں سے آگاہ کیا تھا - غرضکہ سنہ ۱۴۱۳ سے سنہ ۱۴۸۶ تک پرتگالی اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پھیلاتے رہے ' یہانتک کہ سنہ ۱۴۸۶ میں پرتگالی امیر البحر جنوبی افریقا کے آخری نقطہ تک پہنچ گیا - یہی وہ مقام ہے جس کا ذکر قطب الدین نہروالی نے اپنی کتاب " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " میں اِس طرح کیا ہے " یہ جگہ ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع ہے - اس کے ایک جانب پہاڑ ہے اور دوسری جانب بحر ظلمات ہے - یہاں سمندر سخت طوفانی حالت میں رہتا ہے - کشتیاں ٹک نہیں سکتیں - ٹوٹ جاتی ہیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام " راس طوفان " رکھا تھا - لیکن جان ثانی شاہ پرتگال نے اِس کا نام " راس امید " رکھدیا - کیونکہ اِس کی دریافت نے براہ راست ہندوستان تک پہنچنے کی امید پیدا کردی تھی -

لیکن یہ امید جان کی زندگی میں پوری نہیں ہوئی - اس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثانی تخت نشین ہوا - اِسنے واسکو ڈی گاما کو سنہ ۱۴۹۷ میں اِس مہم پر روانہ کیا تا کہ ہندوستان کی راہ دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفرہ میں پہنچا - پھر ممباسہ آیا ' پھر ملندہ میں وارد ہوا - یہیں اِسکی ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا کہ " برق یمانی " میں مذکور ہے) " ایک بحری آدمی سے ہوئی - اسکا نام احمد بن ماجد تھا - اِسی نے نشہ کی حالت میں واسکو ڈی گاما کو ہندوستان کا سیدھا راستہ بتا دیا - اور اس کے بعد بحر ہند میں پرتگالیوں کی کثرت ہوگئی " لیکن خود پرتگالی مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئی ذکر نہیں کرتے - البتہ ایک ایسے آدمی کا وجود ضرور تسلیم کرتے ہیں جو واسکو ڈی گاما کا شریک سفر ہوگیا تھا - اور اُسکا نام وہ " معلم کنہ " Malem Cana بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان پہنچ کر گجرات میں فوت ہوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکھا ہے -

بعض پرتگالی مورخ کسی ایسے شخص کا وجود تسلیم نہیں کرتے - اُنکا بیان ہے کہ سلطان ملندہ نے واسکو کے ساتھ اپنے ملک سے دو آدمی کر دیے تھے جو بحر ہند سے بخوبی واقف تھے -

بہر حال یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ راس امید کی دریافت میں عربوں کا بھی حصہ ہے اور راس امید سے ہندوستان تک پہنچنے میں تو سراسر عربوں ہی نے رہنمائی کی تھی -

---

مختارات

(اخبار نویسی)

سلطان عبدالحمید نے معزول ہونے کے بعد کہا " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک ہی قید خانہ میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں ہر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز ہونا چاہیے " (روزولٹ - امریکا)

" اخبار نویس کی صورت دیکھ کر شیطانوں کا باوا ' ابلیس ' بھی کانپ جاتا ہے " (ولیم سٹیڈ)

" کیڑے مکوڑوں میں سے اخبار نویس بھی ہے " (ملکۂ اسپین)

" اے قلم تو نہایت خوبصورت ہے لیکن میری سلطنت میں تو شیطان سے بھی بدتر ثابت ہوا ہے " (آخری زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاہ " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کہا " تمھیں نے مجھے برباد کیا ہے "

جمہوریہ وینزولا (امریکا) کے صدر " کاسترو " کا قول ہے : " اگر جہنم کا پھاٹک بھی میں کھلا دیکھوں تو اُتنا نہ ڈرونگا جتنا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا ہوں "

عنوان شرف ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں بھی کچھ گڑبڑ ہی۔ لیکن مجھے یقین ہو وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہو، کہ وہ بھی منحرف ہوجائیں۔ تاکہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس مذہب کی ضرب المثل نرم مزاجی اور حلم و بخشش کا سخت مدّاح تھا، لیکن آپنے بھی ایسے ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہاڈسن کو ایک چٹھی لکھی یہ وہ شخص تھا، جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا تھا۔ انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا، جسنے ہاڈسن کے اس فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہو:

"میرے پیارے ہاڈسن۔

میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کرلیا اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے بھی قتل کروگے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ منتقل ہو جانے کے قابل نہ تھا۔ منٹگمری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو مفصلہ ذیل خط لکھا ہو "مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود اپنی زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا، ۲۶ پلٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ پھر رہے ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کرکے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد میں قتل کرچکے ہو، اب ہمیں اپنی نوجوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں۔"

ایک کے بدلے ۵۰۰

اس مجروح قیدی اور ۴۱ آدمیوں کو لاہور بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ بے دریغ قتل کردیئے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہو کہ کمان افسر کے قتل کے بعد دو دن کے اندر، اس کے بدلے ۵۰۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہو۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کرکے پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہو۔ جہاں سیکڑوں ہندوستانی قتل کرکے پھینک دیئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہو "ایک افسر نے جو رینالڈ کی فوج کے ساتھ مقرر تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا تھا، دو دن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی۔ مقتولین میں وہ لوگ تھے جو پلٹن کو اس کی راہ میں مل جاتے تھے ۱۲۔ آدمیوں کو محض اس وجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب پلٹن کوچ کر رہی تھی تو ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! جو گاؤں راہ میں آتا تھا، جلا دیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ افسوسناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ اگر ہندوستانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ہم لوگ شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے کی کوشش کی اور رینالڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات خالی کرکے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد و نوش کا سامان ملنے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی دیہات بالکل ویران ہوجاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ اُنھیں علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی اُنھیں پھانسی ضرور دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہو "انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ انکے ملازم بھی جو عام طور پر غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے رحمی سے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہو کہ پھر بھی انکی وفاداری اور نمک حلالی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیس جو ہماری نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے سسک رہے تھے مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دہلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے مہلک ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ وہ علانیہ کہتے تھے "تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کردیا جائے" یہ وہ ملازم تھے۔ جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ونسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہو کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہو:

"مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہوگیا ہو۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کر رہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلا تمیز قتل کر رہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط و کتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں صبح ہو کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے "ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا"!

واقعات قبل از حادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ انھیں گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اُسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتادو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ در گروہ گرفتار کرکے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کر دیئے جاتے تھے!

دہلی ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کوپلینڈ بیان کرتی ہو کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے چار پانچسو آدمی بے دریغ کر ڈالے۔ گورے سپاہی ان خوفناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انہی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مٹکاف صاحب کے حوالے کردوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا مٹکاف سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ "جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہو، وہ اسے قتل کر دیتا ہو"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کر دیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دیئے جاتے تھے۔ انگریز نہایت بڑی متانت سے پاس بیٹھ کر یہ مناظر دیکھا کرتے۔!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپورٹ لکھی تھی۔ ذیل میں اُس کا اقتباس دیا جاتا ہو:-

اس زمانہ میں لوگ بلا امتیاز پھانسی دیئے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلا دیئے گئے۔ ان خوفناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہوگئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑ گیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشت کاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جارہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں ہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہو"

مجدٹی لکھتا ہو "گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دئے گئے۔ اُسوقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی کہ آیا قیدی سپاہی ہو یا اودھ کا کسان ہو؟ صرف اتنی بات کافی تھی کہ مجرم سیاہ ہو۔"

آرٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہو "جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی فصیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۴۰، ۴۰۔ ۵۰۔ ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے باشندے تھے۔ انہیں کامل اُمید تھی کہ اُنھیں معاف کر دیا جائے گا، لیکن وہ سخت مایوس ہوئے"

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہو "بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور عمر کی وجہ سے کانپتے تھے، گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی شہر کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے"

یہی مصنف بیان کرتا ہو کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے"

مسٹر آرٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو لکھتا ہو "کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۴۴ مقتول عورتیں دیکھیں جن کے گلے انکے شوہروں نے کاٹ ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی تھیں۔ ہم نے ایک آدمی

آخرالذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے وہ حکومت کو محصول ادا کئے بغیر نمک نکالتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن مبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُسنے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ، ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پر مغز اور شیریں ہوتی ہے لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن، دولت مند، چست و چالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کردئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہو گئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ مصر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہو گیا ہے حتیٰ کہ میں نے اُنھیں خفیہ تنباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تنباکو کا نام نجد میں "تیتن" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کر کے ہم نے "ریاض" کا رُخ کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق وادی اور طریق مستوی۔ آخرالذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح حجاز کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آرہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "ابو شیحہ" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ الّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہو گئی۔ دُنیا ٹڈی سے پناہ مانگتی ہے۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کر کے رکھ لیتے ہیں اور دُور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ مصر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: شجرہ، برہ، درعیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد، حجاز فتح کر کے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا، گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کروا دیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی*

* مجلس میں بے تکلف آ سکتا ہوں۔ نیز اپنے افسروں کو حکم دیا کہ سلطنت کی تاریخ و ترتیب میں میری ہر طرح مدد کریں۔

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جو اِن دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "فساد پنجاب" میں لکھتا ہے۔ "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کر کے اپنے کمان افسر کو قتل کیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دئے گئے"!

۱۳ مئی کو ۲۸۰۰ ہندوستانی سپاہیوں سے احتیاطاً اسلحے لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک اِن پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ اس اثنا میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کر دیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کر دیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ اِن میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولہ باری سے مارے گئے تھے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے اُن کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں اِن سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اِن میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو انھوں نے قتل کر دیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کر کے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کر کے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کر لئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں بند کیا گیا۔ دوسرے روز سکھ پٹنے لے آئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے اُنھیں رخصت دے دی گئی تاکہ امرتسر میں جاکر عید الضحیٰ منائیں۔ عید الضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک کنواں مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری باہر لاکر گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بوڑھا آدمی بے ہوش ہو گیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے قیدی مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۲۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرمی اور سانس بند ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اُسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس حادثہ کی تمام تر ذمہ داری کوپر پر عائد ہوتی ہے۔ جسنے تن تنہا سکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اسمیں شک نہیں۔ کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اِن باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی اِدھر اُدھر منڈلا رہے ہیں اُنھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے"۔ لارنس ۲ اگست ۵۷ء لاہور

لارنس کے بعد منٹگمری[1] پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعہ کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ و حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ تمھارے واسطے

[1] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سر جان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

صاحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمائیں، میری بے ادبی معاف فرمائی جائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہوگئے ہونگے اُس کا آپ اندازہ فرمالیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہو اور اس کے احکام کا یہی حال ہو تو پھر وہ تعلیمات شبہہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہو، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہو کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بنیاد بات پر اکھٹے ہوجائیں اور اس زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا رَدّ نہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ ,, رنگیلا رسول ،، پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اُس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہوگیا۔ دُنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دُنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہو، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے تلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہو لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہو لیکن میں نے کہا اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو جاسکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو باتیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ کچھ عجیب طرح کی مذہبی مینٹلٹی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہو کہ تمام لیڈروں اور مولانا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہو، فتوی جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہو کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بڑائی کی بات نہیں ہو کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زبان دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اس پر فخر ہو تو یہ ایسا فخر نہیں ہو جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دُنیا میں طاقت ملی ہو اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہو اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہو۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہئے تھا کہ اُس نے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہو، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہو۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہو اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہو۔ اُس نے ہر گوشہ کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہو۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہو۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہوسکتا ہو کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں۔

آپ یقین فرمائیے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولانا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کرلیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندوستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہو۔ اگر بانیٔ اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندوؤں، پارسیوں، بدھسٹوں، کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہئے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہو، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ ورتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہو، انھوں نے تبلایا ہو کہ کتاب سارم سلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہو۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہرحال جمعیت العلما کے فتوے اور مولانا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہو کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہو۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہو اُسے بازاری گالیاں دی جائیں۔ اور ملعون، کتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جائیں جیسے مولانا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لیا جاسکتا ہو جو اُس نے بانیٔ اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہو؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہو۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش و خروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہو حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے آئے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندوؤں نے اس طرح شور مچایا ہو نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو مینٹلٹی ثابت ہوتی ہو وہ قابل تحسین نہیں ہو۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہو کہ ہندوؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھی جو اس ایجی ٹیشن کی وجہ سے چند صاحبوں نے جمع کی ہیں، اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں ہندوؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہو جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہو۔ یہ کتابیں بیس بیس تیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی ہندوؤں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کردیئے جائیں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوادوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہو۔ جو مولوی عبداللہ صاحب نے لکھی ہو جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اس میں ایک نظم ہو جس کا ٹیپ یہ ہو:

کہو یہ کون دھرم ہو؟

اس میں ہندوؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہو کہ کوئی مہذب آدمی اُسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہو کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہو تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور و غل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہو کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کردیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہئے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہو کہ اسوقت ملک کی جو عام حالت ہورہی ہو اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش و خروش کا جو حال ہورہا ہو اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا یہ خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کرسکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دُور کردیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہورہی ہو۔ میں چاہتا ہوں صاف صاف معلوم ہوجائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کردیتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہو کہ جو شخص حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کردینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہو کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑادے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہو کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کردینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا ہو؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہو کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہو؟ (دیکھو صفحہ کالم اول)

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہو؟ اُسنے کہا انکے خاوندوں نے اسواسطے قتل کردیا ہو کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کردیا تھا۔ اس شہر نے نادر شاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جبدن دہلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑ رہے تھے، شہر سے نکلکر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس ہو کہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہو، یہ واقعات قطعاً نظر انداز کردئیے ہیں۔ اسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب فوج کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہو۔ لیکن یہی تاریخ نادر شاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہو۔ حالانکہ نادر شاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا نادر شاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے، اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ آپ ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کہ صورت حال کیا تھی۔

سرجارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہو۔ "یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، اُنھیں قتل کرنے سے انکار کردیا تھا، یہ ظالمانہ فعل ناناکے ۵ بدمعاش ہمراہیوں میں سے ایک کنجرے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہو کہ مسز جیمز یا مسز جینگز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہو۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہانِ فانی سے کوچ کرگئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہو، تو ہمیں یہ بھول نجانا چاہیے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل وسلب کی شہرت سنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہو رہا تھا"

اِن دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کر رکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر اُنھیں قتل کردیا، سرجارج کیمبل اِن تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں،

(مترجمۂ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)

مراسلہ

ایک جواب طلب مراسلہ

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہو جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط وکتابت کی تھی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق وحقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہو، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے تھا چونکہ خط وکتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پاسکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھیریں۔ وہ آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہوچکی ہو، اور آزادی فکر کے ساتھ مسائل کے مطالعہ کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا وہ تہائی اضطراب دُور ہوچکا ہو۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں گوہٹی کانگرس کے موقعہ پر پھر کلکتہ آئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہو۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں درج کیا جاتا۔ میں حسب معمول اسکا جواب اُنھیں بھیج دیتا، لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہو، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تاثرات کا پتہ چلتا ہو، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہوگیا کہ یہ خط الہلال میں درج کردیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کردیا جاتا ہو، لیکن جواب آیندہ ہفتہ لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کرلینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مہلت نہیں ہو۔ (ابوالکلام)

میں نے ادہر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کرچکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک چھٹکارا نہ ہوسکا اور شاید کچھ دنوں اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں اب بھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اٹھا رکھتا، لیکن اس طرف ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کردی ہو اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہو کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا اس لئے مجبوراً یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب، یا اسے چھوڑ کر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کردیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کردیں۔

جناب پر ایک مدت سے میرے دل کا حال پوری طرح روشن ہو۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہو کر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتاً فوقتاً جو مدد ملی ہو، اس کے لئے مدة العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹادیئے، اور میرے دل کو جو بڑا ان مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہوگیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصاً مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کردی وہ ایسی ہو کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق پرستی سے بالکل محروم نہ ہوگیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

. . . .

آپ کو معلوم ہو کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کررہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے گا۔ ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہو کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہو، تو صرف یہی نہیں کہ نہیں ملتی بلکہ برخلاف اُس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا گیا اور جو جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور مولنا

کو ٹرکی کے خلاف اُکسا رہی ہیں۔ یہ اخبار، اجنبیوں کے پروردہ ہیں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی ٹکر ہے۔ لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں۔ بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں۔ چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد عام زندی خاں نے اخبارات کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

" اخبار آزاد ہیں، جو چاہیں لکھیں۔ ایرانی اخبارات کی طرح ترکی اخبار بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لب لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکتیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہے"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہے۔ اُسنے کہا " دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دوامی ہے۔ دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمربستہ ہیں۔ کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کر سکتا"

اُمید کی جاتی ہے، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہو جائے گی۔

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ پاشا کے سفر آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہو جائے گا۔ مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے۔ اُسنے لکھا ہے:

" جب ہم نے ارادہ کیا کہ ٹرکی کی از سر نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہئے۔ ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا۔ وہ ضرورت اب تک موجود ہے۔ جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں، اُسوقت تک انگورہ ہی کو پایۂ تخت رہنا چاہئے لہٰذا اس کی تبدیلی کا سوال، اسوقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا"

مکتوب شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

ادہر دو تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا۔ کیونکہ حالات میں کوئی قابل ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہر سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی۔ ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں۔ اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہے۔ اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصہ ضرور قبول کرلے گی۔ خصوصاً اب جبکہ دروز کے مجاہدین نے ہتیار ڈال دیئے ہیں، حکومت بھی نرم ہو جائے گی اور باشندوں کی ضرور اشک شوئی کر دے گی۔

لیکن ان غریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آہی گیا جب اُنھیں حقیقت عریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا۔ مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں کمزوریاں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ دروزی جہاد ختم ہو جانے سے حکومت کی ہمت بلند ہو گئی۔ اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست جو وہ شام کے بارے میں طے کر چکی ہے، ظاہر کر دی۔ ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے:

" ہائی کمشنر کو اپنے قیام پیرس کے دوران میں بارہا موقع ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملات خارجیہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورت حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کردیں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں۔

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بار بار تبادلۂ خیال کیا۔ حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کر دیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بنیادیں حسب ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جس پر چل کر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے" اور یہ اندرونی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا۔ اس لئے فرانس مجلس اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا۔ یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدت دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرق قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صف اول میں پہونچا دیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہے، ان جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہے۔

ان جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہے۔ حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہے اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہے کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کر دی ہے، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں۔

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانون اساسی۔

یہ سیاست، جسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کر چکے ہیں اور جسے حکومت فرانس اور مجلس اقوام نے منظور کر لیا ہے، ضرور ہے کہ ملک کے قانون اساسی میں قائم رکھی جائے۔ ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے۔

لیکن یاد رہے کہ قانون اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں۔ انہی حکومتوں کو حق ہے کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے لئے باہم معاہدے طے کریں۔ حکمبردار سلطنت، انہیں ہر ممکن مدد دے گی اور انکے مابین حکم کی حیثیت سے کام کرے گی۔

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس مقصد کے لئے بھی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی۔

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہو گیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہے جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہے۔

ملک کی ترقی کے لئے امن امان کی موجودگی ضروری ہے۔ بدامنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ اُلٹے نقصان یقینی ہے۔"

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہے؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھیگا۔

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہے کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بے چارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔ نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے۔

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہو چکی ہے، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہے۔ فرانس ابھی اس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ جبل دروز کی علیحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا۔

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ جن دروز سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جا رہا ہے، وہ ملک میں نہایت ہر دل عزیز تھے۔ مثلاً عبد الغفار پاشا اطرش، امیر حسن، نجم پاشا حلبی، شیخ محمد الہجری، حمزہ درویش وغیرہم۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے۔ بلکہ انکے خونیں جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدت سیاسی قائم ہو۔

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہو گئی۔ عام رائے نے معلوم کر لیا کہ یہ چیز بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پچھلے ہفتہ ہائی کمشنر، دمشق آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا نفس ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا۔ یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا۔ اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کر دیا۔

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کر دیا ہے

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہو رہی ہے۔ داماد احمد نامی بک، دمشق کی عارضی حکومت کا صدر ہے۔ اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ شام کے تخت شاہی پر عنقریب متمکن ہوگا۔ اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہے اور بری طرح خادمان قوم کو ستا رہا ہے۔ حال کا واقعہ یہ ہے کہ اسنے اخبار الجوائب کے ایڈیٹر شدیاق آفندی کو دمشق سے نکل

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہ مصر کا سفر انگلستان - ترکی قرضے کا تصفیہ - ٹرکی اور ایران - ترکی پایۂ تخت

شاہ مصر کا سفر انگلستان

ترکی اخبارات، شاہ مصر کے سفر انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام شرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"شاہ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا یکن نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلہ مصر، جو ۴۵ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہئے، وہ آئندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا، اُس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اس مقصد کے لئے اُسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اُس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر بھرا لقمہ کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر، اکّال الامم ہے۔ بہت سی قوموں نے اُسے ہضم کرنا چاہا، مگر جس نے بھی اُسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر، اپنی آزادی پر مُصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تُلا ہوا ہے"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اُس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دئے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اُس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔ یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اُس کی آمدنی یہ بارگراں اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدۂ سیورے کے بعد معاہدۂ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سُلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی رد و قدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ٹرکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذ کے سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ٹرکی کا تمام قدیم قرضہ ان تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ٹرکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ٹرکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۱۷،۶۱،۸۴،۶۹۲ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رُو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ملک	رقم	
ٹرکی	۸،۴۵،۰۹۷،۴۹۵	لیرہ
یونان	۱،۱۰،۵۴،۷۵۳	”
شام	۱،۰۸،۸۸،۴۵۹	”
تبریہ	۵۴،۳۵،۵۷۹	”
عراق	۵،۲۰،۷۱،۷۸۹	”
فلسطین	۳۲،۸۴،۴۲۹	”
بلغاریہ	۱۷،۷۶،۳۵۴	”
البانیہ	۱۶،۳۳،۲۳۳	”
حجاز	۱۴،۹۹،۵۱۸	”
یمن	۱۱،۸۲،۱۰۴	”
شرق اردن	۷،۳۳،۶۱۰	”
اٹلی	۲،۰۳،۲۰۰	”
نجد	۱،۲۹،۱۵۰	لیرہ
عسیر	۲۶،۱۳۸	”
موصل	۱۵،۰۰،۳۵۳	”
معان	۱،۲۸،۷۲۸	”

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں: سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ٹرکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ٹرکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آگئے، جنھوں نے طرفین میں سوء ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحدی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اُسنے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پاکر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دن سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اُس سے فائدہ اُٹھا کر اُسنے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اُسنے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پُر امن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اُس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی۔ چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اُسنے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم مجرمانہ زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریبی آبادیوں میں غارتگری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ٹرکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ اُنھیں کون ہتھیار تقسیم کرتا ہے؟ اُنکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمربستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے

"سرحد کے ترک افسر ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی روشن خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ٹرکی، بڑھیا ٹرکی ہی کی لڑکی ہے۔ بڑھیا ٹرکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ٹرکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آرہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے"

اسی لب لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں وقیع اخبار موجود نہیں ہیں۔ اُن کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ ضرور اجنبی انگلیاں ان اخبارو

بقیہ مضمون صـ۱۷

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اُسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپنے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے ....

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں آمریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی آمریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کر لیا ہو۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہو۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہو اور ہر جگہ اسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہو کہ امریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہو۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی مکدر کرنے والا ہو۔ لہذا اُسے بدل ڈالنا چاہئے۔

آمریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہو جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہو۔ یعنی مرد و عورت، عقد کر کے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اُس کی منشا یہ ہو کہ شادی کے دو دور یا درجے کر دئے جائیں: ایک تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہو کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر اُنھیں تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ عقد، اُن کی زندگی کو پُرمسرت نہیں بنا سکتا تو اُنھیں حق ہوگا کہ فوراً جُدا ہو جائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ باہم خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کر دیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہو۔ یہ ایک عدالت کا جج ہی اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہو۔ اسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہو۔ خود اُس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہو کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل نہ پیدا ہونے دیں گے۔ بارہ مہینے یک جا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ اُن کی طبیعتیں باہم متفق ہو سکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کر دیں ورنہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلایا ہو کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہو۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو اُن تمام مصائب سے نجات پا جائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابل رشک بنا دے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہو کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو اُنھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہو گئے تو اُن کی درخواست منظور کر لی جائے گی، ورنہ اُنھیں جبراً جُدا کر دیا جائے گا۔

یہ ہو تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہو۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہو۔ مگر مذہبی پیشوا اور اُنکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہو جائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہو جائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھنا چاہئے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہو؟

آمریکہ کی دولت

ولایات متحدہ آمریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں اُتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھلا رکھا ہو۔ اسنے اسی معاملہ پر بحث کی ہو۔

وہ لکھتا ہو:

"جس کے پاس تین چار کرور ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت آمریکہ میں "دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑپتی، اب آمریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف "تارونوں" کا ہوتا ہو۔ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شایع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہو کہ آمریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر یعنی ۲۰ کرور پونڈ سے بھی زیادہ ہو۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہو کہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، اُن کی تعداد ۲۰۷ ہو۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہو۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہو کہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے آمریکہ پر کھل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے آمریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
دو ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک " "	۲۹
۴ ملین تک " " "	۱۵
۵ ملین تک " " "	۹
۵ ملین سے زیادہ " " "	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ، ناقص ہو۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہو۔ سرکاری روداد میں اِن کے نام شائع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور اُن کا بیٹا، مسٹر ملن آمریکی وزیر مال، اُن کا بھائی، مسٹر ہوٹینی، مسٹر وینڈربلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہو کہ امریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہو کہ امیروں کی دولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہو کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہو، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہو کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر سے زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشہ سے معلوم ہوتا ہو کہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کئے:

اُجرت اور تنخواہ پانے والوں سے:	۴۴،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے:	۹۷،۰۰۰،۰۰۰ "
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے:	۱۸،۵۰۰،۰۰۰ "
سودخوار مہاجنوں سے:	۴۸،۵۰۰،۰۰۰ "

آمریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل علمائے اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہو جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کی رائے میں آمریکہ کی دولت کسی پائیدار بُنیاد پر قائم نہیں ہو۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آمریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہو۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہو کہ ملک کی دولت کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد و شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بہا جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورۃ الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلی طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کلماتِ مرحوم سعد پاشا زغلول

جلا وطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دی!

اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پہ نقش کرلیا!

اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جُڑ گئے!

اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے!

اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہ ہدایت دکھادی!

اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیہ کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیہ کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اوّلین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لَوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہمپر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بد اخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بد اخلاقی پر ہے، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اُس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

"ڈپلوما"

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہئے نہ کہ اپنے ہاتھ کے "ڈپلوما" پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جد وجہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لکھنؤ میں چھپی ہے۔

قیمت بارہ آنے۔ منیجر الہلال کلکتہ

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱
نمبر ۱٤

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۴ — کلکتہ : جمعہ ۱۹ ۔ ربیع الاول ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۱۲۰ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین ۱۹۷	اردو حروف کی حق مین ۲۹۹
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین ۳۰۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق ہون ۱۰۵
پتھر کی چھپائی کی حق مین ۲۱۵	

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس بارے مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس بارے مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی ارڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مراسلہ (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

یہ بات نہیں ہے کہ انگلستان کی نیش زنی کے مقابلہ میں فرانس خالی بیٹھا شکوے شکایت ہی کر رہا ہو - اِس سیاسی جنگ میں وہ بھی اپنی تمام قوت و قابلیت صرف کر رہا ہے - بلاشبہ اِس وقت یورپ میں اُسے بڑی حد تک شکست اٹھانی پڑی ہے - لیکن اُسنے اِس شکست کا بدلہ انگلستان سے مشرق قریب و بعید میں لے لیا ہے - ترکی کی طرفداری کرکے اُس نے برطانیا کو سخت نقصان پہنچایا ہے - اور اب چین میں بھی برطانیا سے مختلف روش اختیار کرکے اُسے ایسی زک دی ہے کہ مدتوں نہ بھولے گا -

مسیو بریاں وزیر خارجیہ نے حال ہی میں مسئلۂ چین پر ایک طویل تقریر کی ہے - اُن کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں :

" چین کا مسئلہ اِس وقت دنیا کا سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بری طرح بد حواس کر ڈالا ہے - مگر اِس بارے میں فرانس نے ایک بالکل صاف اور ٹھوس مسلک قرار دے لیا ہے - وہ مسلک یہ ہے کہ ہم چینی انقلاب کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرینگے - چینی قوم پرست اچھی طرح دیکھ چکے ہیں کہ فرانس اُن کا کیسا قدردان اور مداح ہے - یہی وجہ ہے کہ فرانس کے جملہ حقوق چین میں بالکل محفوظ ہیں - حالانکہ " بعض " دوسری سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے لیے فوجیں بھیجنا پڑی ہیں - ہم چین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری طرف سے اُس کے لیے نہ تو جنگ کا خطرہ ہے ' نہ ہم اُس کی راہ میں کوئی روڑا اٹکانا چاہتے ہیں "

(فرانس میں شاہی)

اِس وقت فرانس میں سخت اندرونی خلفشار موجود ہے - قوم تین بڑے گروہوں میں بٹ گئی ہے - ایک جماعت موجودہ جمہوری نظام کی حامی ہے اور یہی سب سے بڑی جماعت ہے - دوسری جماعت اشتراکیوں کی ہے - وہ چاہتی ہے اشتراکی نظام قائم ہو جائے - تیسری شاہ پسند ہے اور شاہی کا اُلٹا ہوا تخت پھر از سرنو بچھانا چاہتی ہے -

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئی زمانہ بھی فرانس پر ایسا نہیں گذرا کہ شاہ پسند جماعت موجود نہ رہی ہو - ڈیوک دی اورلیان کا خاندان برابر تخت شاہی کا دعوے دار رہا - آجکل شاہ پسندوں میں پھر حرکت پیدا ہوئی ہے اور اُنھوں نے بڑی سرگرمی سے اپنی دعایۃ شروع کردی ہے - گزشتہ ہفتہ کونت دی بلوا نے اخبارات میں ایک پر زور مضمون شایع کیا ہے اور اُس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بالشویک خطرے کے استیصال اور یورپ کی تمام مشکلات کے حل کی حقیقی صورت یہی ہے کہ فرانس کی موجودہ جمہوریت توڑ دی جائے اور شاہی حکومت قائم ہو - کونت نے تخت شاہی کیلیے ڈیوک دی گیز کا نام بھی پیش کیا ہے جو قدیم خاندان شاہی کا ایک بڑا رکن اور فی الحال بادشاہی کا دعویدار ہے -

(عورتوں کی فوجی بھرتی)

فرانسیسی حکومت بہت بڑے پیمانہ پر جنگی طیاریاں کر رہی ہے - حال میں اُسنے ایک مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے - اِس سے مقصود فرانسیسی عورتوں کو فوجی خدمت پر مجبور کرنا ہے - اِس تجویز نے تمام ملک میں بیچینی پیدا کردی ہے - عورتوں میں ناراضی عام ہے اور مردوں کی بھی بہت سی انجمنیں برہمی کا اظہار کر رہی ہیں -

عورتوں کی انجمن نے اِس تجویز پر دو اہم اعتراض کیے ہیں : ایک یہ کہ اِس معاملہ پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نہیں لی گئی - دوسرے یہ کہ فرانسیسی عورت ابتک اپنے سیاسی حقوق سے محروم ہے - چنانچہ اُسے مجلس حکومت ' بلدیہ ' اور مجلس ضلع وغیرہ نمائیندہ مجلسوں میں انتخاب کا حق نہیں دیا گیا ہے -

عورتوں کی مشہور زعیم میڈم میزم نے اخبارات میں احتجاجی مضمون شایع کیا ہے - وہ لکھتی ہے :

فرانسیسی عورت ' وطن مقدس کی خدمت سے جی نہیں چراتی - لیکن جبکہ اُسے مردوں کے برابر حقوق دینے سے انکار کیا جاتا ہے تو اُس پر مردوں سے زیادہ بوجھہ ڈالنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ؟ فرانسیسی عورت اگر آور کوئی خدمت انجام نہ بھی دے ' جب بھی اُسکی یہ خدمت کیا کم ہے کہ وہ وطن کے لیے مجاہد پیدا کرتی ہے ؟ اُسکی یہی ایک خدمت اور اِس خدمت کی شدید تکلیفیں اُسے مردوں کے ہم پلہ کر دیتی ہیں - پھر فوجی خدمت کا ایک نیا بوجھہ اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب میں کیوں اضافہ کیا جاتا ہے ؟"

نیز یہی خاتون لکھتی ہے :

" عورتوں سے فوجی خدمت لیکر حکومت فرانس ' ملک کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتی ہے - اِس وقت جبکہ تمام سلطنتیں جنگی طیاریاں کم کرنے پر غور کر رہی ہیں ' ہماری حکومت ایک نئی طیاری کا اضافہ کرنے پر تلی ہوئی ہے - حکومت کی یہ تجویز لندن اور ہیگ کے معاہدوں کے بالکل خلاف ہے - ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارا ملک فوجی چھاؤنی بن جائے "

(عورتوں کے سیاسی حقوق)

حکومت فرانس کی اِس تجویز نے عورتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایک نیا ولولہ پیدا کردیا ہے - اُنھوں نے باضابطہ کوشش شروع کردی ہے - تمام سیاسی پارٹیوں سے اُنھوں نے درخواست کی ہے کہ حق انتخاب ہمیں بھی دیا جائے ' ورنہ ہم تمام ملک میں شورش برپا کر دینگے -

فرانس کی عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کی حالت سے ہے - وہ کہتی ہیں ' دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عورتوں کو حق انتخاب حاصل ہو گیا ہے - پھر ایک اکیلے فرانس کی عورتیں اُس سے کیوں محروم ہیں ؟ حالانکہ سب سے پہلے فرانس ہی نے جمہوریت کا علم بلند کیا تھا -

عورتوں کی یہ حجت قوی ہے - کیونکہ واقعی اکثر متمدن ملکوں میں عورتوں کو انتخاب میں شرکت کا حق حاصل ہو گیا ہے - چنانچہ ڈنمارک میں یہ حق سنہ ۱۹۱۵ع میں حاصل ہوا - روس میں سنہ ۱۹۱۷ - میں - پولینڈ ' یوکرین ' استھونیا ' لتھونیا ' ایرلینڈ اور برطانیا میں سنہ ۱۹۱۸ - میں - برطانوی قانون کے الفاظ یہ ہیں " تمام سیاسی حقوق ہر اُس عورت کو حاصل ہیں جو تیس سال کی عمر رکھتی ہے ' شادی شدہ ہے ' یا اپنے نام سے کرایۂ مکان ادا کرتی ہے ' یا یونیورسٹی کی سند رکھتی ہے " سویڈن ' ناروے ' آسٹریا ' زیکوسلاویا ' ہنگری ' اور جرمنی کی عورتوں کو یہ حق سنہ ۱۹۱۹ - میں حاصل ہوا - اهل بلجیم ' ٹرنسوال ' آسٹریلیا ' نیوزی لینڈ ' اور ولایات متحدہ امریکا کو سنہ ۱۹۰۰ع میں -

ظاہر ہے اِس صورت میں فرانس کی عورتیں اپنی محرومی پر کیونکر صبر کر سکتی ہیں ؟

بریدِ فرنگ

مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس کي کشمکش - فرانس میں شاهي دعاية - عورتوں کیلیے جبري فوجي خدمت - عورتوں کے سیاسي حقوق

(الهلال کے مقاله نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

اِدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هیں - انگلستان دیکھتا هے که جرمني کي تباهي کے بعد اُسکے اصلي اور زبردست دشمن دو هیں : روس اور فرانس - روس اُسکي ملک گیري کا دشمن هے ' اور فرانس دنیا کے هر خطه میں اُسکي ملک گیري کا شریک بننا چاهتا هے - یهي وجه هے که انگلستان نے بیک وقت دو سیاسي میدان جنگ قائم کردیے هیں - ایک میں روس سے نبرد آزمائي کر رها هے - دوسرے میں فرانس سے -

فرانس کو زک دینے کے لیے انگلستان نے یه تدبیر کي هے که اُسے یورپ میں اُسکے تمام دوستوں اور حامیوں سے محروم کر دیا هے - اِس وقت فرانس بالکل بے یار و مدد گار هے - انگلستان کي یه قدیم حکمت عملي هے که وه حریف کے مقابله میں بذات خود بهت کم آتا هے - دور سے دوسروں کو شه دیتا اور نئے نئے دشمن اپنے حریف کے سامنے کھڑے کرتا رهتا هے - اِس وقت بهي اُسکا یهي طرز عمل هے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمني سے رکھا - اب اُس کي تباهي کے بعد اتّلي کو کھڑا کر دیا هے - فیشیسزم نے اتّلي کو دیوانه بنا دیا هے اور وه ناعاقبت اندیشانه انگلستان کا چیلا بن گیا هے -

اتّلي پر افسوں پھونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانیا ' بلغاریا ' یونان ' اسپین ' لیتھونیا ' استھونیا ' اور فنلینڈ کو بهي ملا لیا - صرف پولینڈ ابتک فرانس کے زیر اثر تها مگر آج کل سر آسٹن چمبرلین اُسے بهي مسحور کر رهے هیں ' اور با خبر لوگوں کو یقین هے که امروز فردا میں پولینڈ بهي انگریزي جال میں پھنس جائیگا -

اِس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا هے - فرانسیسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان کو گالیاں دے رهے هیں - اُنهیں صاف نظر آ رها هے که بحر متوسط میں انگلستان اُن کي قوت کس طرح مفلوج کر رها هے اور اتّلي کو آگے بڑھاکر اُنکي قومي هستي کے لیے سخت خطرے پیدا کر دیے هیں -

اخبار " طان " نے اِس هفته ایک افتتاحیه شایع کیا هے اور اُس میں انگلستان پر بهت لے دے کي هے - وه لکھتا هے :

" برطانیا یقین کرتا هے که اِس وقت دنیا کے امن اور جنگ ' دونوں کي کنجیاں اُسي اکیلے کے هاتھه میں هیں - اُس نے خفیه معاهدوں کي قدیم سنت پھر زنده کي هے اور پورے یورپ میں سازشوں کا جال پھیلا دیا هے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اتّلي پر هے - اتّلي کي رضامندي وه هر قیمت پر خرید رها هے - لیکن یه قیمت وه اپني جیب سے ادا نهیں کرتا ' بلکه دوسروں کي جیب پر سودا کرتا هے - سان ریمو کانفرنس سے پہلے هي انگلستان نے اتّلي کو ایشیائے کوچک کا ایک وسیع علاقه رشوت میں پیش کیا تها - لیکن ترکي کي قوت نے اتّلي کے حوصلے پست کردیے - پھر جنیوا کانفرنس سے پہلے اُس نے اتّلي کو فرانس کے برابر بحري قوت رکھنے کا حق دے دیا - پھر لنڈن کانفرنس سے پہلے اتّلي کو ٹیورل کا معاوضه اور تجارتي مراعات دیکر اپنا کرلیا تها - سنه ١٩٢٤ - کے ختم هونے سے پہلے هي گوبلینڈ کا علاقه اتّلي کو دیدیا گیا - اکتوبر سنه ١٩٢٥ - میں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس میں اتّلي کو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي - ٥ دسمبر سنه ٢٥ - کو اتالین طرابلس میں کفره اور جغبوب ' سنوسیوں کے متبرک شهر بهي شامل کردیے گئے - ابھي پورا مهینه بهي گزرنے نه پایا تها که ٢٩ دسمبر کو افریقا اور ایشیا میں اتالین مطالبات پر " دوستانه غور " کیا گیا - اِس کے ایک مهینه بعد ٢٧ - جنوري سنه ٢٦ کو اتّلي کے جنگي قرضه میں سے ایک بهت بڑي رقم معاف کردي گئي - ١٦ ابریل سنه ٢٦ کو اتالین علاقه اریٹرا اور بهي زیاده وسیع کر دیا گیا اور حبش کي بابت میں اتّلي کا ساجھا بهي تسلیم کرلیا گیا - پھر ٧ - اگست میں اتّلي اور اسپین کے ما بین معاهده کرایا گیا اور انگریزي مدبروں نے اعلان کیا که یه معاهده بحر متوسط میں سیاسي توازن کي بهترین ضمانت اور فرانس کي گردن دبانے کا عمده ذریعه هے - پھر ٢٠ دسمبر سنه ٢٦ کو جب که اتّلي اور فرانس کے تعلقات نهایت کشیده تھے ' جرمني اور اتّلي میں معاهده پر دستخط ثبت کرا دیے گئے - یه معاهده در حقیقت هجومي دفاعي معاهده هے اور اِس نے فرانس کي سلامتي کے لیے شدید خطره پیدا کر دیا هے - اِسکے ایک مهینه بعد ٢٠ - جنوري سنه ٢٧ - کو بحر احمر کے عربي سواحل کي تقسیم هوئي اور اتّلي نے جو کچھه مانگا ' انگلستان نے بخوشي دیدیا "

" اتّلي کي یه خوشامد ' محض موسولیني کي سیاه آنکھوں کے لیے نهیں هے - در اصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسي طرح سوار کرنے کي فکر میں هے ' جس طرح اب سے پہلے جرمني کو مدتوں سوار رکھه چکا هے - انگلستان نے یورپ کي تقریباً تمام چھوٹي بڑي سلطنتوں کو پھسلا کر اپنے هاتھه میں لے لیا فرانس کو چھوت بنا کر الگ کردیا هے ... "

اِس ایک اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات کي موجوده نوعیت معلوم کرلي جاسکتي هے اور اندازه هو سکتا هے که اِس وقت یورپ کي سیاست کس طرف جا رهي هے ؟

" یہ تمام مقنن ' یہ تمام فلاسفہ ' یہ تمام شرفاء ' جنہوں نے اِس طرح کی باتیں کہیں ' کیا قانون کی توہین کرنے والے تھے؟ وہ قانون جو ہمیشہ وقتی اور مقامی ہوتا ہے؟ میں نہیں جانتا ' سرکاری وکیل کا جواب کیا ہوگا ؟ ممکن ہے وہ کہے " ہاں توہین کرنے والے تھے " لیکن میں ؟ تو میں یہی کہونگا کہ یہ لوگ ' بازگشت تھے اُس قانون کی ' جس سے بڑا کوئی قانون کبھی موجود نہیں ہوا ' یعنی " انسانی ضمیر " کی بازگشت - کیا اِن لوگوں نے اپنے وقت کی عدالت کو بے حرمت کیا ' وہ عدالت جو تغیر پذیر اور غیر معصوم ہے ؟ ہرگز نہیں - وہ تو ابدی عدالت کے طلب گار تھے !

" حضرات ! قانون کی نکتہ چینی کا حق ' سخت سے سخت نکتہ چینی کا حق ' خصوصاً تعزیری قوانین کی نکتہ چینی کا حق ' وہ قوانین جو ہمارے اخلاق میں وحشت کی تخم ریزی کرتے ہیں ' ہمارا مقدس فرض ہے - اِصلاح کے فرض کے پہلو میں یہ فرض ایک نور ہے جو ہمیں صراط مستقیم دکھاتا ہے - یہ حق جس طرح مقنن کو حاصل ہے ' اُسی طرح انشاء پرداز کو بھی حاصل ہے - یہ حق ازلی اور ابدی ہے - آپ اِس کا ضرور اعتراف کرینگے اور ملزموں کو یقیناً بری کر دینگے -

" لیکن سرکاری وکیل کہتا ہے (اور یہ اُسکی دوسری دلیل ہے) کہ اخبار کی نکتہ چینی ' ضرورت سے زیادہ تھی - سخت تھی - لیکن اے حضرات ! ذرا قریب سے معاملے پر نظر ڈالیے - ذرا اِس نام نہاد جرم کو غور سے دیکھیے ! اخبار کا یہ ہولناک گناہ روز روشن میں دیکھیے !

" کیا ؟ ... ایک شخص ... اُسے موت کا فتوی سنا دیا گیا ... بدنصیب آدمی ! ... ایک دن نور کے تڑکے اُسے میدان عام میں کھینچ لے گئے ... گلوتین ... مہیب گلوتین ' اُسنے اپنی آنکھوں سے قائم دیکھی ... پھر؟ ... اُس کے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت کرنی چاہی ... اُس نے مرنے سے اِنکار کیا ... آہ ! یا الہی ! میں خوب جانتا ہوں - مجھسے فوراً کہا جائیگا " وہ قاتل تھا " لیکن ٹھہرو ... سنو ' سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹھالیا - اُس کے دونوں ہاتھ بندھے تھے - اُس کے دونوں پاؤں بھی بندھے تھے - لیکن اُس نے جد و جہد کی - اُس نے اپنے دونوں بندھے ہوئے پاؤں ' گلوتین میں ڈال دیے - پھنسا دیے - اُسنے گلوتین کے خلاف ' خود گلوتین کو استعمال کیا - جد و جہد جاری رہی - قوم نے یہ منظر مشاہدہ کیا تو اُس پر خوف چھا گیا - جلادوں نے سخت محنت کی - ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا - اُنکی جد و جہد وحشیانہ تھی ' سنگ دلانہ تھی - اُن کی پیشانی عرق آلود اور شرم سے تاریک ہو رہی تھی - اُن کا رنگ فق ہو رہا تھا - وہ تھکن سے ہانپ رہے تھے - مایوس تھے - میں نہیں کہہ سکتا ' کس خوفناک خیال نے اُنہیں مایوس کر دیا تھا ؟

بے شک قوت قانون کے ہاتھ رہنی چاہیے - یہ مسلم ہے - یہ اصل الاصول ہے - لیکن ؟ لیکن یہ کہ بد نصیب قیدی ' گلوتین سے لپٹ گیا تھا - رو رو کر معافی کی التجائیں کر رہا تھا - مگر؟ مگر یہ کہ اُس کے کپڑے اتار ڈالے گئے - اُس کا جسم ننگا کر دیا گیا - اُس کے شانوں پر سے خون کے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس کی جد و جہد جاری رہی - آخر پون گھنٹے کے بعد - ہاں پون گھنٹے کے بعد (یہاں پر سرکاری وکیل نے ہاتھ کے اشارے سے وقت کی تحدید کو غلط بتایا - وکٹر ہیگو نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا :) سرکاری وکیل ہم سے لمحوں کا حساب مانگتا ہے - پون گھنٹہ نہ سہی ٣٥ - منٹ - جناب ٣٥ منٹ - اب تو آپ کو کوئی شکایت باقی نہیں؟ ہاں ' ٣٥ منٹ کی خوفناک کشمکش کے بعد ... اُس منظر سے ' جس کا کوئی نام نہیں ... اُس عذاب سے — تمام آدمیوں کا عذاب — آپ اچھی طرح سنتے ہیں ؟ ... پوری قوم کے عذاب سے - گلوتین کے عذاب سے - اِس وحشیانہ عذاب سے ' جس کی مدت ' پوری ایک صدی سے بھی زیادہ طویل ہوگئی تھی ' بد قسمت قیدی کو رہائی دی گئی اور وہ قید خانے پہنچا دیا گیا - اُس وقت قوم نے اطمینان کی سانس لی - اُس وقت قوم نے — اُس قوم نے جس کے پاس اب تک انسانیت کا کچھ بقایا ہے — اُس قوم نے جو رحم دل ہے ' کیونکہ وہ محسوس کرتی ہے کہ وہ خودمختار اور حاکم ہے — ہاں اُس قوم نے خیال کیا کہ قیدی کی گلو خلاصی ہوگئی -

" لیکن نہیں ' گلو خلاصی ؟ ہرگز نہیں ! بلا شبہ گلوتین کو اُس وقت شکست ہوئی - لیکن وہ بدستور سر بلند کھڑی رہی !

اُسی وقت نہیں ' وہ ہر روز سر بلند کھڑی ہے - تمام انسانوں کی آنکھوں کے سامنے ' اُن کی مرضی کے خلاف ' کھڑی ہے !

" پھر کیا ہوا ؟ شام کو جلاد ' قیدی پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسیوں اور زنجیروں سے اس طرح باندھا کہ ایک بے حس و حرکت لاش بن گیا - اندھیرے میں اُسے میدان میں لوٹا لائے - وہ اب بھی چلاتا تھا - روتا تھا - خدا کو پکارتا تھا - اپنے ماں باپ کو پکارتا تھا - زندگی کی دعائیں مانگتا تھا - مگر؟ مگر اُس کا منہ بند کر دیا گیا - اُسے گلوتین پر چڑھا دیا گیا - آہ ... اِس کے بعد ؟ ایک خونچکاں سر ' زمین پر پڑا تھا ! اُس وقت انسانیت ' فرط تأثر سے تھرا اٹھی - قوم کے بدن میں رعشہ پڑ گیا - کیونکہ قانون کے نام پر کبھی کوئی قتل ' اِس قتل سے زیادہ مکروہ اور کمینہ نہیں ہوا تھا - اُس وقت ہر انسان نے عمیق تأثر کے ساتھ محسوس کیا کہ وحشت و بربریت نے انسانیت کی پوری توہین اور نیکی کی پوری تذلیل کی ہے !

" عین اُس وقت ایک مرد خدا ' ایک نوجوان ' اپنے دل کی گہرائیوں سے چلا اٹھا - یہ چیخ اُس کی روح کی چیخ تھی - شفقت کی چیخ ' رنج و الم کی چیخ ' رعب و ہیبت کی چیخ - وہ چیخ جو انسانیت نے بے چین ہوکر بلند کی تھی - لیکن یہ چیخ تمہاری نظر میں جرم ہے ' اور تم اُس پر سزا دینے کی طیاریاں کر رہے ہو !

" یہ تمام واقعات سنکر ' یہ تمام جاں گسل تفصیلات سن کر اے حضرات ! آپ بادب گلوتین سے کہینگے " تو حق پر ہے " اور تیوری چڑھا کر رحم سے ' مقدس رحم سے کہینگے " تو مجرم ہے " !

" لیکن نہیں اے حضرات ! یہ نا ممکن ہے - میں کہتا ہوں نا ممکن ہے -

" محترم سرکاری وکیل ! میں بغیر کسی تلخی کے کہتا ہوں کہ تم کسی حق کی مدافعت نہیں کر رہے ہو - تم غلطی پر ہو - تم مدنیت کی روح سے برسر پیکار ہو - تم ترقی کے اخلاق سے دست بگریباں ہو - قلب انسانی تمہارا دشمن ہے - ضمیر انسانی تمہارا حریف ہے - وہ تمام اصول و مبادی تمہارے مقابلے میں صف بستہ ہیں جن کے سایہ میں ساٹھ برس سے فرانس ترقی کر رہا ہے - جنہوں نے دنیا کو وحشت سے نکال کر متمدن دنیا بنا دیا ہے - ان تمام اصول و مبادی کا لب لباب اور نچوڑ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی حرمت غیر تعلیم یافتہ طبقہ پر برادرانہ شفقت - مذہب

مقالات

قانون کی تنقید اور قانون کی توھین

تاریخ قوانین مدنیۃ کا ایک صفحہ

وکٹر ھیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یہ ایک منحوس قانون ھے یہ قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا ھے جو ادب و حیا سے بالکل خالي ھیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منھہ چھپا لیتي ھے - خطرناک مناظر ! وحشیانہ مناظر! یہ قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاھتا ھے - اُس کي قربانیاں کتني ھي کم ھوں ' مگر حد سے زیادہ خوفناک ھوتي ھیں! اُس کے نتائج کتنے ھي ھولناک ھوں ' مگر وہ انسانوں کو نکتہ چیني کي اجازت دینا نہیں چاھتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکتہ چیني کي جرأت کرتا ھے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توھین " خیال کي جاتي ھے - اور وہ عدالت کے اندر مجرموں کے کٹھرے میں کھڑا کیا جاتا ھے !

" پھر اِس کے بعد ؟ جرمانہ ! اِس کے بعد ؟ قید خانہ !

" اگر یہي ھے تو آئیے ' ھم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رھي - آئیے ' اب ھم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب ھم متمدن قوم باقي نہیں رھے .

" ھاں اب ھمارے لیے یہي اولی ھے کہ اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبھي فرانس نامي کوئي ملک موجود تھا ' تو اب وہ موجود نہیں رھا - تم نے فرانس کو بدل ڈالا ھے - بلا شبہ فرانس ' شاہ پسند نہیں ھے - لیکن میں دعوے سے کہتا ھوں کہ وہ جمہوري بھي نہیں ھے - اب وہ اِن دونوں کے سوا کچھہ اور ھوگیا ھے ! (قہقہہ)

جج — میں دوبارہ تنبیہ پر مجبور ھوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا ھوں ' ورنہ ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر ھیگو — (تقریر جاري رکھتے ھوئے) آئیے ھم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تھے ' اور وھي " قانون " تھے ... بہت خوب - لیکن مجھے یہ کہنے دیجیے کہ جو ھولناک سزائیں یہ محاکم تفتیش دیا کرتے تھے ' اُن سزاؤں کا احترام قانون کا احترام نہیں تھا - ایک زمانہ میں ھاتھہ کاٹنا قانون تھا ' لیکن ھاتھہ کٹنے کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانہ میں آگ سے داغنا ' قانون تھا ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبھي قانون نہ تھي - اب ج ھمارے زمانے میں گلوٹین ' قانون ھے ... بہت خوب ... میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا ھوں کہ اگرچہ آج گلوٹین قانون ھے ' مگر خود گلوٹین کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي اور نہ اس وقت کي جا رھي ھے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یہ کیونکر؟ میں ابھي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا ھوں -

" میں کہتا ھوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بھي نفرت و کراھیت کے اُسي گڑھے میں پھینک دینا چاھتے ھیں ' جس میں اب سے پہلے " ساري جہان کي تحسین و آفریں کے غلغلہ کے ساتھہ ' آگ سے داغنے ' ھاتھہ کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الاباد تک کے لیے پھینک چکے ھیں -

" باشندے چاھتے ھیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے ھوئے منحوس قانون کي لاش اٹھا پھینکیں - کیونکہ یہ عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رھا ھے .... آہ ... جلاد کا منحوس چہرہ .... !

" چونکہ ھم یہ انساني فرض ادا کرنا چاھتے ھیں اِس لیے ھم پر شورش پھیلانے کا الزام لگایا جاتا ھے -

" ھاں بے شک ھم نہایت خطرناک لوگ ھیں - حد سے زیادہ خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے کہ ھم گلوٹین کي منسوخي چاھتے ھیں ... ! اس سے بھي بڑھ کر کوئي جرم دنیا میں موجود ھے ؟

اخبار .... اِل کے محرر پر الزام ھے کہ اُسنے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تھوڑي دیر کے لیے ھم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ ھو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھہ اُس قانون کے سامنے کھڑے ھوں جو ھر قانون کي بنیاد ھے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو ھر سینے میں محفوظ ھے !

جب " سرون " نے ' جو اپنے عہد میں سرکاري وکیل تھا ' یہ کہا تھا کہ " ھمارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کھولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے ھیں " تو کیا اُس نے یہ کہہ کر قانون کي توھین کي تھي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تھا " ... اِن ججوں کا ذکر نہ کرو - اِن میں سے آدھے بندر ھیں اور آدھے چیتے " (قہقہہ) تو کیا اُس نے قانون کي توھین کي تھي ؟

" جب " رویر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں گلا پھاڑ کر کہا تھا " اگر تم یہ قانون بنائے ھو تو میں قسم کھا کر کہتا ھوں کہ میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یہ کہہ کر اُس نے قانون کي توھین کي تھي ؟

پوري کرنے میں کامل آزادي حاصل هوني چاهیے - کسي کو بهي اسکي راه میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں هے - یه آزادي در حقیقت مذهب استقلال فردي یا مذهب عقد اجتماعي (سوشل کنٹریکٹ) کے ماننے والوں کي آزادي هے - اِن لوگوں کا دعوی هے که حکومت کے وجود سے پہلے افراد کو کامل آزادي میسر تهي - پهر اُنهوں نے حاکم اعلی کو اپني آزادي کا کچهه حصه اِس شرط پر دیدیا که وه اِس کے معارضه میں اُنکے حقوق کي حفاظت و حمایت کرے - یه خیال در اصل سترهویں اور اٹهارویں صدي کے بادشاهوں کے قهر و استبداد کي وجه سے پیدا هوا - سیاست اُس زمانه کے علماء نے کہا " حاکم کي قوت و اختیار ' ذاتي و طبیعي نہیں هے بلکه رعایا کي بخشي هوئي هے "

غور و بحث کے بعد ظاهر هوجاتا هے که یه آزادي صرف اُسي شخص کو حاصل هوسکتي هے جس کے متعلق فرض کرلیا جائے که اُسے ایسي غیر محدود قوت و قدرت حاصل هوگئي هے جس کے ذریعه وه اپني هر خواهش بے روک ٹوک پوري کرسکتا هے - اِس آزادي کے دلداده کہتے هیں که هر فرد کو حق هے که اپني تمام خواهشیں جس وقت اور جس طرح چاهے پوري کرلے - اِس آزادي کا تصور ایسي حالت میں هرگز نہیں هوسکتا جب که ایک هي غرض کے حصول کے لیے متعدد افراد کهڑے هوں - هر شخص اُسے صرف اپنے هي لئے لینا چاهے - ظاهر هے ' ایسي صورت میں یه خیالي آزادي قائم نہیں رہ سکتي - ضرور تصادم هوگا - زیاده طاقتور غالب آئیگا - کمزور مغلوب و محروم رهینگے ' اور اُن کي آزادي سلب هوجائیگي -

(مشروط آزادي)

فرد کو زیاده سے زیاده اِتني آزادي مل سکتي هے که وه اپنے تمام افعال میں آزاد هو جب تک که دوسروں کي آزادي اُس کي آزادي کي وجه سے خطرے میں نه پڑے - فرانس کے انقلابیوں نے بهي اپنے سنه ۱۸۷۹ ع کے اعلان میں آزادي کي یہي تعریف کي تهي : " آزادي ایک قوت هے جس سے انسان اپني هر خواهش پوري کرسکتا هے بشرطیکه اُس کي خواهش دوسروں کے لیے نقصان ده نه هو " هربرٹ اسپنسر نے بهي آزادي کي تعریف یه کي هے " هر شخص آزاد هے ' جو چاهے کرے ' بشرطیکه اپنے فعل سے دوسروں کي آزادي پر دست درازي نه کرے "

یه جائز آزادي هے اور حکومت کے ساتهه جمع هوسکتي هے - بلکه بغیر حکومت کے اُسکا وجود مشکل هے - یه آزادي اُسي وقت ممکن هے جب که اُس کي پشت پناهي پر ایک حاکمانه نظام موجود هو - اِس آزادي کي اولین شرط یه هے که دوسروں کي آزادي اور حقوق پر دست درازي نه هونے پائے - لهذا ایک بالا تر قوت کا وجود لازمي هے جو هر فرد کے حقوق معین کردے ' اُن کي حفاظت و حمایت کي ذمه دار بن جائے ' اور هر قسم کي زیادتي روک سکے - پس جائز شخصي آزادي ' نظام حکومت هي کے ذریعه پائي جا سکتي هے - اِس آزادي کو سیاسی اصطلاح میں " شهري آزادي " کے نام سے پکارتے هیں -

اِس تفصیل سے ظاهر هو جاتا هے که حکومت کا اهم ترین فرض ' شخصي آزادي کي ضمانت هے - لیکن اِس بارے میں بهي علماء سیاست کا اختلاف هے - ایک گروه کا خیال هے که حکومت کا فرض صرف اِسي قدر هے که افراد کي شخصي آزادي کي دور سے حفاظت کرے مگر خود اُس میں دخل نه دے - چنانچه وه حکومت کے لیے جائز نہیں سمجهتے که افراد کے ذاتي معاملات میں کسي قسم کي بهي مداخلت کرے - اُنکے خیال میں افراد کو اپنے بچوں کي تعلیم پر مجبور کرنا ' زراعت کے خاص طریقے جاري کرنے ' کارخانوں کے لیے قواعد قرار دینا ' مزدوري کي شرح مقرر کرنا ؛ یه ' اور اِس قسم کے دوسرے کام ' حکومت کے لیے ناروا هیں - وه کہتے هیں حکومت کو صرف وه کام کرنے چاهئیں جن سے افراد کي شخصي آزادي محفوظ رهے - مثلاً آبے فوج مرتب کرنا ' قلعے بنانا ' اور جنگي بیڑے طیار کرنے چاهئیں ' تاکه دوسري قومیں ملک کي آزادي پر حمله نه کرسکیں - اِسي طرح پولیس اور دیواني اور فوجداري عدالتیں وغیره رکهنا بهي جائز هے تاکه افراد کے حقوق محفوظ رهیں - اِس کے مقابله میں ایک دوسرا گروه حکومت پر کوئي پابندي عاید نہیں کرتا - اُس کے خیال میں حکومت کو وه تمام کام کرنے چاهئیں جنسے افراد یا جماعت کي بهلائي متصور هو -

(وطني اور آئیني آزادي)

علم سیاست میں " استقلال فردي " اور " مشروط آزادي " کے علاوه ایک قسم " وطني آزادي " کي بهي هے - اِس سے مقصود قوم کي خود مختاري هے - جب کوئي قوم اپني خود مختاري حاصل کرلیتي هے تو کہا جاتا هے ' اُسنے " وطني آزادي " پالي -

آزادي کي ایک چوتهي قسم بهي هے اور اُسے سیاست کي اصطلاح میں " دستوري آزادي " کہتے هیں - اِس سے مقصود یه هے که قوم پر ایک ایسي حکومت قائم هو جسے خود قوم هي نے منتخب کیا هو ' اور وه قوم کے سامنے ذمه دار اور جوابده هو ' جیسي که ولایات متحده امریکا ' فرانس ' اور انگلستان وغیره کي حکومتیں هیں -

(سلطنت اور حکومت)

یہاں یه جاننا بهي مناسب هے که سلطنت (اسٹیٹ) اور حکومت (گورنمنٹ) میں کیا فرق هے ؟ سلطنت سے مقصود یه هے که کسي محدود خطه میں انساني افراد کي کوئي جماعت آباد هو اور اُس پر کوئي حکمراں قوت موجود هو ' عام اِس سے که حکمراں قوت اکثریت کے هاتهه میں هو ' یا اقلیت کے هاتهه میں ' یا فرد واحد کے هاتهه میں - یه قوت باقي تمام لوگوں پر غالب و حاوي هو - لهذا سلطنت کے موجود هونے کے لیے دو چیزیں ضروري هیں : حکم اور اطاعت - جهاں کہیں حکم کرنے والي قوت اور اطاعت کرنے والي جماعت موجود هو ' کہا جائیگا که سلطنت موجود هے - یا یوں سمجهو که سلطنت ' حاکم اور محکوم کے مجموعه کا نام هے - رهي حکومت تو وه اُس شخص یا جماعت کا نام هے جسکے هاتهه میں حکمراں قوت هوتي هے -

اِس تفصیل سے واضح هوگیا که " مشروط آزادي " (اور یہي شهري آزادي هے) کي حفاظت کا ذمه حکومت کے سر هے - لیکن اگر حکومت کسي مستبد اور ظالم شخص کے هاتهه میں هوگي تو وه اپني مرضي کے مطابق افراد کي آزادي اور حقوق پر دست درازي کر سکتا هے - دستوري حکومتوں میں استبداد کا اِتنا خطره نہیں هے - لیکن اُن میں بهي شخصي آزادي کي ضمانت یکساں نہیں هوتي - اِس ضمانت کا تعلق براه راست ' دستور حکومت سے هوتا هے - جن ملکوں کا دستور حکومت زیاده مستحکم هوتا اور مشکل سے بدلا جا سکتا هے ' وهاں شخصي آزادي سب سے زیاده محفوظ رهتي هے - یه اِس لیے که اگر دستور حکومت آساني سے بدلا جاسکتا هے تو شخصي آزادي پر بهي آساني کے ساتهه دست درازي کي جا سکتي هے -

مطبوعات جديدة

شخصي آزادي

مختلف سياسي مذاهب کي نظر ميں

حال ميں مندرجهٔ صدر موضوع " الحرية الشخصيه " پر ايک نهايت مفيد اور دلچسپ مجموعهٔ مقالات مصر ميں شائع هوا هے جس کے مقاله نگاروں نے کوشش کي هے که اس باب ميں جس قدر مختلف نقطه هاے نظر اور سياسي مذاهب موجود هيں ' انهيں صحت بيان کے ساتهه واضح کر ديا جاے - " شخصي آزادي " کے باب ميں اگرچه ' بے شمار افکار و آراء موجود هيں ' ليکن اهم اور اصولي مذاهب تين هيں :

(۱) " مذهب تقئيد علی الاطلاق " يعني وه مذهب جو کامل شاهيت اور شاهي استبداد کے اعتراف کا نتيجه هے ' اور جو کهتا هے که کسي فرد واحد کو اپنے مالکوں اور آقاؤں کے خلاف مطالبهٔ آزادي کا حق هي نهيں هے -

(۲) " مذهب استقلال مقيد و مشروط " جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک کي هئيت اجتماعيه کا مذهب هے ' جو دستوري يا جمهوري حکومت کے طريقوں پر عامل هوچکے هيں - اس مذهب کے معتقدين شخصي آزادي کا مطالبه هر فرد کا فطري حق قرار ديتے هيں ' مگر ساتهه هي جماعت ' قوم ' اور نظم کے مشترک مقاصد کي بالا تري بهي تسليم کرتے هيں - ان کے اعتقاد ميں هر فرد کو آزاد هونا چاهيے ' ليکن اسي حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم اور حاکمانه نظام کا مزاج موافقت کرے -

(۳) " مذهب استقلال فردي علي الاطلاق " جو فرد کے حقوق آزادي کو اصل قرار ديکر هيئت اجتماعيه کا تمام نظام اُس کے مطابق رکهنا چاهتا هے - اس کے معتقدين اُن تمام قيود اور شرائط کے اعتراف سے انکار کرتے هيں جو کسي حال ميں بهي فرد کي انفرادي آزادي کے خلاف هوں -

پهلا مذهب يکقلم متروک و مهجور سمجها جاتا تها ' ليکن اٹلي کے فيشي سيزم نے پهر اُسے زنده کر ديا هے -

هم اس مجموعه سے پہلے ايک مقاله دوسرے مذهب کي تائيد ميں (جو وقت کا عام اور معمول به مذهب هے) حذف و اضافه کے بعد نقل کرتے هيں - اُس کے بعد تيسرے مذهب کے مربد افکار و مباحث نقل کرينگے تاکه قارئين الهـــلال اس اهم موضوع کے تمام اطراف پر نظر ڈال سکيں -

---

شخصي آزادي کے معنے کيا هيں ؟ لوگوں کو اس کے شرح و بيان ميں سخت ٹهوکريں لگي هيں - شخصي آزادي کا مفهوم عام طور پر يه سمجهه ليا گيا هے که هر فرد اپني هر طلب بے روک ٹوک پوري کرسکے - اِس غلط فهمي کا بڑا سبب ' حکام کا طرز عمل هے - مطلق العناني اور ذاتي مفاد کے مقابلے ميں رعايا کے فوائد سے بے پروائي ' انهوں نے اپنا شعار بنا ليا - اِس غلو کا نتيجه يه نکلا که محکوموں ميں بهي غلو پيدا هوگيا - انتهائي استبداد کے مقابلے ميں انتهائي آزادي کا مطالبه شروع هوا - اور اِس طرح شخصي آزادي کا صحيح مفهوم بدل گيا -

اِس غلو نے بالآخر يه اصول پيدا کيا که " حکومت اور آزادي يک جا جمع نهيں هو سکتي " اِس اصول کے ماننے والوں کا استدلال يه هے که حکومت سے مقصود ملک ميں ايسے حاکم اعلی کا وجود هے ' جسکي اطاعت تمام افراد کے ليے ضروري هو - وه قانون بنائے ' قانون کي پابندي پر مجبور کرے ' مخالفوں کو سزائيں دے ' محصول لگائے ' رعايا کي مرضي کے خلاف اعلان جنگ کردے ' اور قتل و خونريزي کا بازار گرم هوجائے - وه کهتے هيں ' اِس صورت ميں کسي فرد کي بهي شخصي آزادي محفوظ نهيں ره سکتي -

(مذهب استقلال فردي)

اِس اصول کے قائل هر قسم کي حکومت کے خلاف هيں - اُنکے خيال ميں حکومت کي موجودگي افراد کو اُنکي کامل آزادي سے محروم کر ديتي هے - وه کهتے هيں ' هر فرد کو اپني خواهشيں

اصلاح جو مذهب انتقام کي جگه قائم هوگيا هے - تمهارے دشمن هر وه چيز هے جو عقل کو روشني بخشتي هے - هر وه چيز جو روح کو ابهارتي هے : يعني دين اور فلسفه - ايک طرف سے (حضرت) مسيح (عليه السلام) اور دوسري طرف سے والٹير !

" حضرات ! اب ميں اپنا بيان ختم کرنا چاهتا هوں - اے ميرے فرزند ! ميري آنکهه کے نور ! ميرے جگر کے ٹکڑے ! هاں اے ميري جان ! ميں تجهي کو مخاطب کرتا هوں - تجهي کو جو مجرموں کے کٹهرے ميں کهڑا هے ! آج تو شرافت و عزت کي ايک عظيم منزل طے کر رها هے - خدا نے تجهے محبت کي نظر سے ديکها اور اِس لائق بنايا که تو حق کيليے جنگ کرے - مقدس حق کے ليے غم کهائے - تو آج اُس منزل ميں قدم رکهه رها هے ' جو همارے زمانے ميں حقيقي

مردانگي کي منزل هے - يعني عدل و انصاف کيليے جنگ - حقيقت کيليے جنگ - عظيم بن جا ! بلند هوجا ! تو کيا هے ؟ عقل انساني اور حقيقي جمهوريت کا ايک معمولي سپاهي ! تو آج اُس جگه بيٹها هے جس پر تجهسے پہلے " برانجيه " بيٹهه چکا هے - تو " لامرنيه " کي کرسي پر بيٹها هے - اپنے عقائد ميں کمزور نه هو - يه تجهسے ميرے آخري لفظ هيں - يه ميري وصيت هے ' بشرطيکه تجهے وصيت کي ضرورت هو - غور کر ' تو اِس وقت " لزارک " کي جگه بيٹها هے - آه ميري مسرت ! ميرے لڑکے کو کيسي عزت ملي هے ! ...

" ميں کهه چکا ... "

آثار علمیہ

صحیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ

(مجدد الدین فیروز آبادی اور دولۃ رسولیہ)

انسان کی طرح کتابوں کی بھی زندگی ہے - جس طرح انسان پر پیدائش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و ھجرۃ ' اور عروج و زوال کے حوادث و ایام گزرتے ھیں ' تھیک اسی طرح کے حوادث و ایام سے فکر انسانی کی اِن کاغذی مخلوقات کی تاریخ بھی مرتب ھوتی ہے - ایک شخص دنیا کے کسی خاص حصے میں پیدا ھوتا ہے ' لیکن سیلاب حوادث اچانک اُسے دنیا کے ایک دور دراز حصے میں پہنچا دیتے ھیں جسکا اُسے کبھی وھم و گمان بھی نہ ھوا ھوگا - یہی حال دنیا کی مشہور و معروف کتابوں اور اُن کے تاریخی نسخوں کا بھی ہے - سینکڑوں ھزاروں کتابیں اور اُن کے نسخے آج دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ھیں - اگر اُن کی تاریخی حیات پر نظر ڈالی جائے ' تو انقلاب و حوادث عالم کی ایک عجیب و غریب داستان نمایاں ھوجایگی - نہیں معلوم انتقال اور تغیر کی کیسی کیسی منزلوں سے گزرنے کے بعد ' وہ اپنے مولد و منشاء کی جگہ ' اِن مقامات میں آج پناہ گزیں ھو سکے ھیں - بہت ممکن ہے کہ ایک کتاب اب سے ایک ھزار برس پہلے دنیا کے کسی ایک گوشہ میں پیدا ھوئی ھو ' اور آج دس صدیوں کے اُن انقلابات و تغیرات کے بعد جن سے بے شمار ملکوں اور قوموں کی موت و حیات اور عروج و زوال کی داستانیں وابستہ ھیں ' دنیا کے ایک دوسرے انتہائی گوشہ میں پہنچ گئی ھو !

(ایک نسخہ کی سوانح حیات)

شیخ ابو اسماعیل ازدی نے دوسری صدی ھجری کے وسط میں فتوح الشام کی روایات جمع کیں - صاحب ابن عباد نے چوتھی صدی ھجری میں اپنے خزانۂ کتب کے لیے اُس کا نسخہ ابن فارس امام لغۃ و عربیۃ کی زیر نگرانی و تصحیح لکھوایا - پانچویں صدی میں یہ نسخہ نہیں معلوم حوادث و تغیرات کی کتنی منزلیں طے کرکے غزنی پہنچا ' اور سلاطین غزنویہ کی مواھیر اُس پر ثبت ھوئیں - پھر غزنی سے نکل کر دشت غربت و مہاجرت کی نئی نئی منزلیں طے کیں ' اور تمام بلاد ایران و عراق طے کرکے مصر جا پہنچا ' چنانچہ ساتویں صدی کے اواخر میں شیخ ابو یعلی مصری کا دستخط اُس پر ثبت ھوا ' اور نصف صدی تک اسی سر زمین میں مقیم رھا - پھر اُس کے بعد یہی نسخہ یمن پہنچتا ہے ' اور کتب خانۂ شاھی کی مہر اس پر ثبت ھوتی ہے - نیز بعض سلاطین یمن اسی نسخے پر اِسکی قرأت و درس کی اجازت اپنے شیوخ سے لیتے ھیں - پھر یمن سے یہ نسخہ نکلتا ہے ' اور کالی کٹ (مالا بار) پہنچتا ہے ' مگر وھاں کی آب و ھوا راس نہیں آتی ' اور تھوڑے ھی عرصہ کے بعد دکن پہنچکر سلاطین عادل شاھی کا مہمان ھوتا ہے - یہاں عرصہ تک مقیم رھتا ہے ' لیکن اُس کے بعد پھر طرح طرح کے تغیرات و حوادث پیش آتے ھیں - یہانتک کہ بالاخر یہ نسخہ سنہ ۱۷۹۹ - میں ایک فرانسیسی کے ھاتھہ لگتا ہے اور اب پیرس کے قومی کتب خانے میں محفوظ ہے !

کتاب عراق میں پیدا ھوئی ' رے میں لکھی گئی ' غزنی میں مقیم ھوئی ' غزنی سے مصر پہنچی ' مصر سے یمن ' یمن سے مالا بار ' مالا بار سے بیجا پور ' بیجا پور سے پانڈی چری ' پانڈی چری سے ایشیا اور یورپ کے تمام بری اور بحری فاصلے طے کرکے پیرس دار الحکومت فرانس میں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

(ھندوستان کا گذشتہ دور علم)

اِس سلسلہ میں ھندوستان کا پچھلا دور علم خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - یہ ملک عربی و اسلامی تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعید و مہجور تھا - دمشق ' بغداد ' قاھرہ ' اندلس ' خوارزم ' شیراز ' رے ' اصفہان ' یمن ' وغیرہ ممالک ' عربی و اسلامی تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رھے ' لیکن ھندوستان ان میں سے کسی ملک سے بھی متصل اور قریب نہ تھا - تاھم ھندوستان میں وقتاً فوقتاً علوم عربیۂ و اسلامیہ کے جیسے جیسے عظیم الشان ذخیرے جمع ھوے ' اور عربی علوم کے اصولی نسخوں اور امہات نقل و کتابت کا جیسا قیمتی سرمایہ فراھم ھوا ' وہ کسی طرح بھی اسلامی تمدن کے مرکزی مقامات سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا ' اور ھندوستان کے امراء و علماء کی علمی قدر دانیوں اور علمی مساعی کی حیرت انگیز شہادت بہم پہنچاتا ہے - گذشتہ نو صدیوں کے اندر بے شمار ملکی انقلابات پیش آے - ھر انقلاب میں علم و تمدن کا پچھلا ذخیرہ برباد ھوا ' اور نئے ذخیروں کی از سر نو بنیادیں پڑیں - خصوصاً سترھویں صدی کے اوائل سے لیکر غدر سنہ ۵۷ ع کی انقلابی بربادیوں تک کا زمانہ تو علمی ذخائر کی تباھیوں کا ایک مسلسل دور تھا - بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ جونپور ' مالوہ ' دکن ' دھلی ' آگرہ ' لکھنؤ ' اور مرشداباد میں نو سو برس کے اسلامی تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کیے تھے ' اُن کا دو تہائی حصہ یکقلم برباد ھوگیا ' اور ایک تہائی حصہ جو باقی رھا ' اُس کا بھی بڑا حصہ منتشر ھوکر یا تو یورپ پہنچ گیا ' یا گمنام اور مجہول گوشوں میں نا پید ھوگیا - با ایں ھمہ آج بھی ھندوستان کی فراھم شدہ کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر یا ملک سے باھر لگ سکتا ہے ' اُس سے ھم اسکی عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتھہ اندازہ لگا سکتے ھیں - عربی و اسلامی علوم و فنون کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جس کی امہات کتب کے اصولی نسخے (یعنی وہ نسخے جو یا تو مصنف کے ھاتھہ کے لکھے ھوے تھے ' یا آئمۂ فن کے درس و مطالعہ میں رہ چکے تھے اور اسلیے نقل لینے کے لیے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے ' یا اسی طرح کی کوئی اور اھمیت رکھتے تھے) ھندوستان نہ پہنچے ھوں ' اور نہ صرف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں ' بلکہ ایک ایک قصبہ اور قریہ کے اندر اُن کی بڑی تعداد موجود نہ ھو - قران مجید ' صحاح ستہ ' معاجم و مسانید ' تفاسیر و شروح ' امہات اصول و فقہ ' تاریخ و علوم کے وہ نسخے جو سلسل علم کے آئمۂ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

سب سے زیادہ مشکل تبدیلي امریکا کے دستور حکومت کي ہے - اِس تبدیلي کے لیے ضروري ہے کہ ملک کي دو ثلث آبادي کي منظوري لي جائے - یعني مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کي رضامندي ضروري ہے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کي تبدیلی اِتني مشکل نہیں ہے - وہاں پارلیمینٹ کو اختیار ہے، جب چاہے، تھوڑي سي اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجود نظام حکومت سے زیادہ بہتر اور شخصي آزادي کے لیے زیادہ ضمانت رکھنے والا سمجھا جاتا ہے - یہي وجہ ہے کہ اُس ملک میں جتني شہري آزادي موجود ہے، اُتني روئے زمین پر کسي دوسرے ملک میں موجود نہیں - البتہ روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنٰی ہے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پرکس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاهیے ؟ اِس کے سمجھنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروري ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے ؟

" مذهب استقلال فردي " کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ سلطنت یا قوم میں فرد، مستقل مرکزي حیثیت رکھتا ہے، اور یہ کہ تمام افراد نے باهم معاهدہ کرکے اپنے تئیں اِس شرط پر حاکم کے حوالہ کردیا ہے کہ وہ اُن کي شخصي آزادي کي حفاظت کرے اور دوسرے افراد کي دست درازیاں روکے - لہذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اِسي دائرے میں محدود ہے - یعني زیادتي کا روکنا - اٹھارویں صدي کے علماء سیاست میں اِس مذهب نے بہت مقبولیت حاصل کي تھي، مگر بعد میں عملاً متروک ہوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باهمي تعلق ایک مضبوط طبیعي تعلق ہے - یہ تعلق ویسا هي ہے، جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے - جس طرح هاتھ جسم سے کٹ کر باقي نہیں رہ سکتا، اُسي طرح فرد، سلطنت یا قوم سے علحدہ ہوکر زندہ نہیں رہ سکتا - اِس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت اُس وقت سے موجود ہے، جب سے انسان کي جماعتي زندگي کا آغاز ہوا ہے - شروع میں جب انسان ابتدائي وحشت کي حالت میں تھا، تو اُس وقت سلطنت بھي بالکل ابتدائي حالت میں تھي - اُس زمانہ میں قبیلہ هي سلطنت تھي - کیونکہ سلطنت کي یہ تعریف کہ " حاکم اور محکوم موجود ہوں " قبیلے پر بھي صادق آتي تھي غرضکہ اِس گروہ کا مذهب یہ ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہو سکتي - اِس مذهب کا نام " مذهب عضوي " ہے - اِس مذهب کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کي طرح لگا تار نموء ہوتا رہتا ہے - یہي دائمي نموء، نظام اجتماعي کي ترقي کا باعث حقیقي ہے -

اِس تمثیل سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلطنت ہر اعتبار سے زندہ جسم کے مشابہ ہے - کیونکہ سلطنت کا نموء، اضطراري اور غیر اختیاري نہیں ہے - یعني اُس کي ترقي میں افراد کے ارادے کو دخل ہے - افراد هي اپنے ارادے سے اُسے ترقي دیتے اور آگے بڑھاتے هیں - برخلاف اِس کے حیواني و نباتي اجسام کے نموء میں اختیار و ارادہ دخل نہیں رکھتا - وہ اضطراري و طبعي طور پر موجود ہوتا اور برابر جاري رہتا ہے -

اِس مذهب نے مذهب " استقلال فردي " کو کافي نقصان پہنچایا ہے - کیونکہ آخر الذکر، فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کي ترقي و تقدم روکتا ہے - برخلاف اِس کے دوسرا مذهب، افراد اور سلطنت کو ایک هي جسم قرار دیتا ہے اور اِس طرح اُسے نفع پہنچاتا ہے - اِس مذهب کي رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصي نقصان گوارا کر لینا چاهئے - جیسا کہ هاتھ، سر یا دل کي حفاظت کے لئے اپنا وجود خطرہ میں ڈال دیتا ہے -

اگر افراد اِس مذهب پر ایمان لے آئیں، تو حاکم کے اُن تمام قوانین کي بخوشي اطاعت کرینگے، جن سے اگرچہ شخصي طور پر اُنھیں نقصان پہنچ سکتا ہے مگر وہ جماعت کے لئے مفید هیں - کیونکہ وہ سمجھینگے کہ قانون، عام فائدہ کے لئے ہے، نہ کہ شخصي فائدہ کے لئے، اور یہ کہ عام مصلحت کے مقابلے میں شخصي مصلحت فنا ہو جاني چاهئے -

لیکن اگر مذهب " استقلال فردي " تسلیم کرلیا جائے تو اِس کا لازمي نتیجہ یہ ہوگا کہ حاکمانہ قوت کا احترام جاتا رہے گا اور سلطنت کي ترقي رک جائیگي - پھر جب سلطنت کمزور ہو جائیگي تو لازمي طور پر فرد بھي کمزور ہو جائیگا - کمزور سلطنتوں کي یہي حالت دنیا مشاهدہ کر رهي ہے - وہ نہ تو خود خوش نصیب هیں، نہ اُن میں افراد هي کو خوش نصیبي میسر ہے - موجودہ علماء سیاست کا خیال ہے کہ تاریخ کے تجربے اور روز مرہ کے مشاهدے همیں مجبور کرتے هیں کہ " مذهب عضوي " قبول کریں اور دنیا میں اُس کي اشاعت کریں -

یہ نا ممکن ہے کہ دنیا میں کوئي جماعت ایسي موجود ہو سکے جسکي بنیاد مذهب استقلال فردي پر ہو - جماعتوں کي کامیابي و ترقي کے لیے لازمي ہے کہ اُسکے تمام افراد، مذهب عضوي کے ماننے والے ہوں، مجموع میں جذب ہوجائیں، اور عموم کي مصلحت کے سامنے اپني شخصیت بھول جائیں - یہي ایک طریقہ ہے جس سے انساني جماعتیں (سیاسي ہوں یا اجتماعي) ترقي کر سکتي هیں - کوئي انساني جماعت، انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زندہ نہیں رہ سکتي - کیونکہ یہ نا ممکن ہے کہ تمام افراد کے اغراض اور خواهشیں بالکل متفق و متحد ہو جائیں - یہي باعث ہے کہ جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادي، مذهب انانیت یا استقلال فردي کے طرف عام میلان پیدا کر رهي ہے، وہاں کوئي بھي مشترک عمل کامیاب نہیں ہوتا - کتني هي انجمنیں قائم ہوتي هیں، شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکھایا جاتا ہے، لیکن پھر بہت جلد کارکنوں میں پھوٹ پڑ جاتي ہے اور پوري تحریک ختم ہو جاتي ہے -

مشرق اِس بیماري کا بري طرح شکار ہوا ہے - اُسکي وطنیت و قومیت فنا ہو گئي ہے، عام مصالح ضائع ہو گئے هیں، اور جماعتي تحریکوں کي کامیابي کي بہت کم مثالیں نظر آتي هیں - مشرق کو یہ مہلک مرض درحقیقت مستبد بادشاهوں کي وجہ سے لاحق ہوا - یہ بادشاہ صدیوں تک مشرقي قوموں پر مسلط رہے هیں، اور اپنے ذاتي اغراض کے لیے جماعتي مصالح برباد کرتے آئے هیں - نتیجہ یہ ہوا کہ نسلوں کے تجربہ و مشاهدہ کے بعد مشرقي اقوام کے دلوں میں یہ بات جم گئي کہ قومي وحدت بیکار ہے، اور مصلحت عام کے لیے سعي لا حاصل ہے - ہوتے ہوتے اب اُنکي حالت یہ ہو گئي ہے کہ وطنیت، قومیت، عام مصلحت، جماعت، وغیرہ الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئي کشش پیدا هي نہیں ہوتي -

(یمن کے سلاطین رسولي)

یمن کے خاندان رسولي کا تذکرہ علم تاریخوں میں بہت کم ملتا ہے ' اس لیے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہیں - اس نسخہ کي تاریخ حیات کي توضیح کے لیے ضروري ہے کہ مختصراً اس کا ذکر کر دیا جاے -

یمن میں ساتویں صدي هجري کے اوائل سے لیکر تقریباً نویں صدي کے درمیاني عہد تک ایک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رهي هے جو " رسولي " کے لقب سے مشہور تها - یه لوگ اصلاً ترکمان تھے ' اور ترکمانوں کے قبیلہ " میںجک " سے تعلق رکھتے تھے ' لیکن جب اتفاقات وقت نے یمن جیسے خالص عربي ملک کا حکمران بنا دیا ' تو ضرورت هوئي که کسي نه کسي طرح اپنا سلسلهٔ نسب عرب سلاطین و امراء سے ملادیں - چنانچہ ظاهر کیا گیا که اُن کے مورث اعلی جبله بن ایہم غساني کي نسل سے هیں جو حضرۃ عمر (رضي الله عنه) کے زمانے میں مسلمان هوکر پهر مسیحي هو گیا تها ' اور قسطنطنیه چلا گیا تها - الحاق نسب کي صورت یه اختیار کي گئي که جبلہ عرصہ تک روم میں مقیم رها - اُس نے اگرچہ مسیحي مذهب اختیار کرلیا تها ' لیکن اس کا قلب مطمئن نه تها - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصیت کي که بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک میں جائیں اور مسلمان هوکر زندگي بسر کریں - وہ ترکمانوں کے قبائل میں آکر مقیم هوگئے - اور اس طرح ان کي عربیت ' ترکمانیت سے مبدل هوگئي !

اس خاندان کا پہلا فرد جو تاریخ میں نمایاں هوتا هے ' محمد بن هارون بن یوحي رستم هے - خلفاء عباسیه کے زمانے میں یه عراق آیا اور تهوڑے عرصه کے اندر عزت و قبولیت حاصل کرلي - اُس زمانے میں حکومت بغداد کو ایک سفیر و رسول کي ضرورت تهي جو مصر و شام میں احکام خلافت کا مبلغ هو - خلیفه نے محمد بن هارون کا اس غرض سے انتخاب کیا ' اور اس طرح یه خاندان پہلے عراق سے شام میں ' اور پهر شام سے مصر میں منتقل هوگیا - بغداد کي سفارت و وکالت کي بنا پر محمد بن هارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تها - یه تلقب اس قدر مشہور هوا که آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر میں جب ایوبیوں کي حکومت قائم هوي ' تو یمن اُس وقت مصر کے زیر اثر تها - انهوں نے وهاں کي ولایت کیلیے توران شاہ بن ایوب کو بهیجا ' اور اسکے ساتهه خاندان رسولي کو بهي روانه کر دیا ' کیونکه مصر میں انکي موجودگي سیاسي مصالح کے خلاف تهي - عرصه تک یه خاندان یمن میں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رها - لیکن ساتویں صدي کے اوائل میں جب ملک ظاهر بیبرس مصر میں حکمران هوا ' تو یمن میں ایسے تغیرات و حوادث پیش آئے که اِس خاندان کو اِمارت سے نکل کر ریاست و فرمانروائي کي تخت نشیني کا موقعه ملگیا ' اور کچهه عرصه کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بهي اس کا استقلال تسلیم کرلیا - اس خاندان کا پہلا حکمران ملک المنصور نور الدین عمر بن علي بن رسول تها - یه سنه ٦۲۸ - میں مسند نشین هوا ' اور سنه ٦٤٧ ھ میں اپنے غلاموں کے هاتهوں قتل هوا - یمن کے علاوہ حجاز و حرمین کي حراست و خدمت بهي مصر سے نکل کر اسي حکمران خاندان کے قبضه میں آ گئي تهي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلهٔ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعیل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تها ' جسکا اس نسخه کي تحریر میں ذکر هے ' اور جس کے کتب خانه سے یه نسخه نکل کر کسي طرح هندوستان پہنچ گیا هے -

*ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنه ۷۷۸ - ھ میں مسند نشین هوا ' اور سنه ۸۰۳ - ھ میں انتقال کیا - شیخ شرف الدین بن ابي بکر المقري نے مرثیه لکها تها ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کیے هیں :

هو الدهر كرت بالخطوب كتائبه
و غصت بانياب حداد نوائبه

تمام مورخین بالاتفاق شہادت دیتے هیں که اس خاندان کے تمام سلاطین اهل علم و فضل تھے ' اور علم و فضل کي قدر شناسي میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھے - اس خاندان کا پہلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نیابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حیثیت حاصل کرلي ' سلطان نورالدین تها - الخزرجي صاحب عقود اللؤلؤیه (جس کا ذکر آگے آتا هے) لکھتا هے که اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغولیت یه تهي که اطراف عالم سے اهل علم و فضل کو یمن و حجاز میں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکه معظمه ' تعز ' عدن ' زبید ' وادي سهام ' اور تهامه کے ایک ایک قصبه میں اُس نے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کیں - مکه معظمه کا مدرسه اُس عهد کے تمام مدارس حجاز پر فوقیت رکهتا تها - زبید میں تین مدرسے الگ الگ تعمیر کیے - مدرسهٔ شافعیه ' مدرسهٔ حنفیه ' اور دارالحدیث - اِن سب کے لیے اوقاف و معاصل تھے جن سے مدرسین و طلباء کو وظائف دیے جاتے تھے - (جلد اول : ۸٤) ملک المظفر جو اس سلسله کا دوسرا فرمانروا هے ' وہ نه صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تها ' بلکه خود بهي صاحب علم و فضل تها - تفسیر ' حدیث ' اور طب میں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کیا هے - الخزرجي لکھتا هے که حدیث کي تمام امہات کتب اس نے اپنے قلم سے لکهي تهیں - ان کي تعداد و ضخامت دیکهکر تعجب هوتا هے که حکومت کي آلودگیوں کے ساتهه علم و کتابت کے لیے اِتنا وقت کیونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا یه حال تها که امام فخرالدین رازي کي تفسیر کبیر جب اُس کي نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنهٔ محسوس هوے - اُس وقت قاهره میں تاج الدین بن بنت الاعز قاضي القضاۃ تھے - اُنهیں لکها که تفسیر کے مصحح نسخے بهیج دیں - اُنهوں نے چار نسخے بهیجے - لیکن ان سب کا بهي وهي حال تها - اس پر خیال هوا که خود مصنف کے قلم کا لکها هوا مسودہ دیکهنا چاهیے - چنانچه ایک سفارت یمن سے هرات بهیجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکها هوا اصلي نسخه بصرف کثیر حاصل کیا - خود سلطان موصوف کي یه عبارت خزرجي نے نقل کي هے " میں نے جب یه اصلي نسخه دیکها تو میري کاوش دور هوگئي ' کیونکه اس میں وہ تمام مقامات ساده چهوڑ دیے گئے تھے ' اِس سے معلوم هوتا هے که مصنف کا ارادہ نظر ثاني کا تها جو پورا نه هوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اهل نظر نے تفسیر کا بالاستیعاب مطالعه کیا هے ' وہ سلطان موصوف کي صحت نظر و رائے کي تصدیق کرینگے -

خوارزم ' بلاد فارس ' اور مغرب و اندلس میں لکھے تھے یا انکي تصیحیح کي تهي ' نه صرف دهلي و آگرہ کے شاهي کتب خانوں میں بلکه جونپور اور اودھ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمي کے لکھے ہوے مصاحف ' رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححه قرآن ' حفاظ حدیث کے لکھے ہوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ' حافظ ابن صلاح اور نو وي جیسے اکابر حدیث کے دستخطي صحیحین ' حافظ ابو الحجاج مزي اور امام ذهبي کي مصححه صحاح ستة ' حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کي خود نوشته مصنفات ' آگرہ اور دهلي میں اسي طرح ملتی تھیں ' جس طرح بغداد اور قاهرہ میں مل سکتي تھیں!

(پانچ نسخے)

هندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بھي اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقي هیں - حیرت هوتي هے که علم و فن کے اُن ذخائر کي کثرت و عظمت کا کیا حال هوگا ' جو اتني بربادیوں کے بعد بھي بے نام و نشان نه هو سکے ؟

هم چاهتے هیں' اس سلسله میں بعض تاریخي نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کي تاریخ پیش نظر هے - یه وہ نسخے هیں جن میں سے کسي کي زندگي پانچ صدیون سے کم نہیں هے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے هیں :

(۱) جامع صحیح بخاري کا نسخۂ رسولي مصححۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروز آبادي صاحب قاموس و سفر السعادۃ -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمه - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاهرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدین الابیوردي (المتوفي سنه ... ھ) مصححه ' مصنف جس ... قاضي الفاضل یعنے قاضي عبدالرحیم بن علي وزیر سلطان صلاح الدین ایوبي کا دستخط ثبت هے -

(۴) تاریخ مکه ابوالفرج عبدالرحمن بن علي الجوزي - مصححه شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزي -

(۵) مقامات حریري کا نسخه غرناطه جو امیر ناصر الدین عسقلاني (المتوفي سنه ۷۳۳ ھ) کے کتب خانه میں داخل هوا - پھر سنه ۹۷۰ میں دکن پہنچا ' اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامي نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاري نسخۂ رسولي)

آج هم صحیح بخاري کے نسخۂ رسولي کے آخري صفحه کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے هیں - یه نسخه مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دهلي کے کتب خانه میں موجود هے - اس نسخه کي تاریخي نوعیت حسب ذیل هے :

(۱) اصل نسخه بغداد میں لکھا گیا هے اور وهاں درس و املاء میں رہ چکا هے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ' اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکي تصحیح کي اور جابجا بین السطور اور حواشي میں اختلاف رواۃ و نسخ کي نسبت فوائد و منہیات کا اضافه کیا -

(۳) شام سے یه نسخه غالباً مصر پہنچا ' اور خاندان رسولي کے امراء مقیمین قاهرہ کے هاتھه لگا - جب وہ یمن پر قابض هوے تو اُن کے ساتھه یمن پہنچکر شاهي کتب خانه میں داخل هوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادي صاحب قاموس ' یمن پہنچے ' اور سلطان ملک الاشرف رسولي نے اُن سے صحیح بخاري کي اجازت حاصل کرني چاهي ' تو اسي نسخه پر درس و املاء کا سلسله جاري هوا ' اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کي سطور تحریر کردیں -

چنانچه کتاب کے آخر میں شیخ مجددالدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم هے :

" ...... سماعاً علي لجمیع الصحیح مولانا و مولینا و خلیفة الله في عصرنا ' السلطان بن السلطان بن السلطان ' المالک الملک الاشرف ' ممهد الدنیا و الدین ' اسماعیل بن العباس بن علي بن داؤد ' خلد الله سلطانه ' و شید بعدله قواعد الدین و ارکانه ؛ في بضع و ثلثین مجلساً من شهر رمضان ' سوي المجلسین الاخرین في شوال ' من عام تسعة و تسعین و سبعمائة ' و اجزت روایته و روایة سائر ما یجوز لي و عني روایته بشرطه - قاله و کتبه الملتجي الی حرم الله تعالی محمد بن ابي محمد بن محمد بن ابراهیم الفیروزابادي تجاوز الله عنه ' و صلی الله علی سیدنا محمد و اله و اصحابه و سلم "

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی داعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعہ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ تاریخ امم اسلامیہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے، جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کرکے کتاب کے متعدد اہم مقامات زیادہ مبسوط اور جامع کردیئے ہیں، اور زیر بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہئے جس قدر اس کتاب میں نظر آرہی ہے۔ تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقام عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کردینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مزید کاوش اور نظر کی راہ باز ہوتی ہے۔

عباس بن عبدالمطلب

عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور مدبر تھے۔ جاہلیت میں ابوسفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص آخری حد تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ یہ خلافت عثمانی میں (سنہ ۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے۔ ہجرت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔ آپنے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی۔ حضرت عمر، اُن کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے اُنھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے۔ اور باوجود کم سنی کے اُن سے فتویٰ لیتے تھے۔ حضرت عثمان نے اُنھیں سنہ ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کی خلافت میں وہ اُنکے دست راست اور قوت بازو تھے۔ بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی اُنھیں ملی تھی۔ امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہوکر طائف میں مقیم ہوگئے اور وہیں سنہ ۶۸ھ میں انتقال کیا۔

علی بن عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، اُنکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے۔ یہ عین اُس دن پیدا ہوئے جس دن امیرالمومنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اسی مناسبت سے ان کا نام، علی رکھا گیا۔ یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی حوصلہ تھے۔ کہا جاتا ہے، اُس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قریشی موجود نہ تھا۔ اُن کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے۔ بنی امیہ نے انھیں مدینہ اور دمشق کے راستہ پر ایک گاؤں "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا۔

یہ وہیں رہے اور اُن کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی۔ سنہ ۱۱۷ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

محمد بن علی

علی بن عبداللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ وہ ابراہیم، ابوالعباس السفاح، اور ابوجعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا۔ اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبداللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کرکے اُنھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کرلی؟

آنحضرۃ (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اُس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں۔ بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہوگیا۔

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنو ہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی۔ اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے۔ یہ اگرچہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ مسن تھے، مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا۔

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور اُن کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے ازسرنو سر اُٹھایا، حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرکے اُنکے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا۔ اُنھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ اُن میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو۔

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کردی جائے۔ اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے۔ تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی۔ اُن کی بُرائیاں مشہور کی جانے لگیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے وُلاۃ و حکام بدنام ہوگئے اور عام شکایات پیدا ہوگئیں۔ اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے۔ حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے حد درجہ احتیاط نے اس صورت حال کے لئے بہت ہمت افزا فضا پیدا کردی تھی۔ اُنھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بن کر دارالخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضرت عثمان نے غایت درجہ نرمی دکھائی۔ اُن کی تمام شکایتیں تسلیم کرلیں، اور مطالبات منظور کرلئے۔ اسپر بظاہر سب نے رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا۔ مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستہ سے واپس لوٹا۔ اُس کے پاس ایک خط تھا جسپر حضرت عثمان کی مُہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کرڈالا جائے"۔ بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا۔ لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھاکر کہا کہ نہ تو اُنھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ بلوائیوں نے یقین کرلیا۔ مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اُس کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اسپر اُنھوں نے اُن کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر اُس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت اُس وقت تک قطعاً نا آشنا تھی یعنی حضرت عثمان قتل کرڈالے گئے۔ یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دُنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی۔ آپنے پس و پیش کے بعد قبول کرلیا۔ لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا۔ رشتہ نظم و ملت بکھر چکا تھا۔ سرکشی و طغیان کا مادہ سر اُٹھا چکا تھا۔ نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا۔ مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوگئے۔

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا مگر اُنھوں نے انتہائی دانشمندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کردینا چاہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور اُن کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں۔ اُنھوں نے امیر معاویہ سے صلح کرلی، اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ سنہ ۵۰ھ میں آپنے انتقال کیا۔ امیر معاویہ نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

اسي خاندان کا تیسرا حکمران الملک المؤید تھا جس کي نسبت خزرجي نے تصریح کي ھے کہ اسکي تصنیف مختصر کتاب الجمھرہ علماء عصر میں مقبول و مشہور ھے -

ملک الاشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمہ حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر کامنہ میں درج کیا ھے - وہ لکھتے ھیں علم و فضل کا قدر شناس تھا اور خود بھي تمام علوم عربیہ و دینیہ میں درجۂ رسوخ و نظر رکھتا تھا - اسکي مصنفات میں سے یمن کي دو تاریخیں ' تاریخ ابن خلکان کا مختصر ' اور فن انساب میں بغیۃ ذوي الھمم اس درجہ کي کتابیں تھیں ' جنکي اھمیت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کیا تھا -

خود ملک الاشرف کا (جسکے کتب خانہ کا یہ نسخہ ھے اور جس نے اِس پر فیروز آبادي سے سند حدیث لي) یہ حال تھا کہ مصر' حجاز' شام' عراق' اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکي قدر شناسیوں نے کھینچ بلایا تھا - اس نے بھي اپنے پیشروؤں کي طرح بلاد یمن و حجاز میں متعدد عظیم الشان عمارتیں درس و ترویج علم کیلیے تعمیر کیں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کیلیے وقف کر دیے - وہ خود بھي صاحب علم و فضل تھا اور علوم لغۃ و ادب اور فقہ و حدیث کا ھمیشہ اشتغال رکھتا تھا - اُس کي علمي قدر دانیوں کا اندازہ کرنے کے لیے صرف وھي معاملات کفایت کرتے ھیں جو اس میں اور فیروز آبادي میں پیش آتے رھے - عربي لغۃ کي سب سے زیادہ مقبول و متداول کتاب القاموس اُسي کي قدر دانیوں نے فیروز آبادي سے لکھوائي تھي - چنانچہ قاموس کے دیباچہ میں مصنف اس خاندان کے مدح کرتے ھوئے لکھتا ھے :

مولي ملوک الارض ' من في وجھہ
مقبـاس نور ' أیمـا مقبـاس

(مجدد الدین فیروز آبادي)

مجدد الدین فیروز آبادي اُن اکابر علم مین سے تھے جنھیں سلاطین وقت کي فیاضیوں نے صف علم کي طرح صف اِمارت میں بھي ممتاز کردیا تھا - اُن کا سنہ ولادت ۷۲۹ ھ - ھے اور تاریخ وفات ۲۰ شوال سنہ ۸۱۷ - ھ کازرون میں پیدا ھوے ' شیراز میں ابتدائي تعلیم حاصل کي - اور عراق اور مصر و شام کے آئمۂ علوم سے تکمیل کي - اُن کے اساتذہ مین وقت کے تمام آئمۂ علوم مثلاً شیخ تقي الدین سبکي ' ابن مظفر النابلسي ' حافظ علائي ' ابن نباتہ ' عزالدین ابن جماعۃ وغیرھم کے نام نظر آتے ھیں - امام ابن قیم بھي اُن کے اساتذہ میں ھیں - یہ اُنھي کے فیض تلمذ کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ اُن کي ابتدائي نشو ؤ نما فقہاء شافعیہ کے زیر اثر ھوئي ' لیکن تقلید کي بندشوں سے آزاد ھوگئے ' اور اصحاب تحقیق و اجتہاد کا ذوق و مشرب پیدا ھوگیا - چنانچہ ان کي کتاب سفر السعادۃ اور الاسعاد في رتبۃ الاجتہاد میں اِس ذوق کي جھلک صاف نمایاں ھے - اُس عہد کے سلاطین میں کوئي پادشاہ ایسا نہیں ھے جس نے اُن کي قدر داني نہ کي ھو - شاہ منصور بن شجاع صاحب تبریز' ملک الاشرف صاحب یمن' بایزید یلدرم ' تیمور صاحب قران ' احمد بن اویس صاحب بغداد ' ناصر الدین محمد شاہ دھلي ؛ اِن سب کے درباروں میں وہ پہنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال ھوے - سنہ ۷۹۶ ھ میں ھندوستان سے واپس جاتے ھوے سواحل یمن میں اُترے اور ملک الاشرف سلطان یمن سے ملاقات ھوئي - وہ ان کے فضل و کمال کا غلغلہ پہلے ھي سن چکا تھا - یہ موقعہ غنیمت تصور کیا ' اور یمن کي اقامت پر اصرار کیا - اُس زمانے میں یمن کے قاضي القضاۃ جمال الدین الریمي شارح التنبیہ کا انتقال ھوگیا تھا اور منصب خالي تھا یہ اس منصب پر مامور ھوے اور بیس سال تک یمن کے قاضي القضاۃ رھے -

(نسخہ کي تاریخي توثیق)

خوش قسمتي سے یمن کے خاندان رسولي کي ایک مستقل تاریخ شائع ھوگئي ھے - یہ شیخ علي بن الحسن الخزرجي کي العقود اللؤلؤیہ في تاریخ الدولۃ الرسولیہ ھے جسے دو دو جلدوں میں گب میموریل فنڈ کے امینوں نے قاھرہ میں چھپوا کر شائع کیا ھے - اس کا اصلي نسخہ یمن سے عہد عالمگیري میں ' ھندوستان آیا تھا ' اور معتمد خاں عالمگیري کے کتب خانے میں داخل ھوا تھا - وھاں سے نکلا اور محمد شاہ کے عہد میں اسکے وزیر قمر الدین خاں مدت کے قبضہ میں آیا - قمر الدین خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن ھسٹنگز کے پاس پہنچا - اُس نے انڈیا آفس کے کتب خانے کي نذر کردیا -

اس تاریخ میں سلاطین رسولیہ کے عہد کے واقعات روزنامچہ کي طرح تاریخ وار درج ھیں - میں نے اس خیال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالي، کہ شاید اس نسخہ کے درس و املاء کي طرف کوئي اشارہ مل جاے - میرا قیاس صحیح نکلا - فیروز آبادي نے صحیح بخاري کے درس و املاء کي جن مجالس کا اپني عبارت مین ذکر کیا ھے ' ٹھیک اُنھي تاریخوں میں اُسکا ذکر خزرجي نے بھي کیا ھے -

سنۃ ۷۹۹ کے واقعات میں لکھتا ھے :

" ۲۴ رمضان کو یمن میں امام فقیہ علامۃ القاضي الاجل مجد الدین محمد بن یعقوب الشیرازي پہنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کیا - چار ھزار درھم بطور رقم ضیافت کے پہلے ھي دن مرحمت فرماے - اس سے پہلے چار ھزار درھم عدن بھیجے گئے تھے تاکہ عدن سے زبید تک کے مصارف سفر میں مدد دیں - شیخ موصوف علوم حدیث ' نحو' لغۃ ' تاریخ ' اور فقہ میں درجۂ مشیخت رکھتے ھیں - انکي مصنفات میں سے بخاري کي شرح ھے جو نہایت مشرح اور مفید ھے " (جلد ۲ : ۲۶۵)

پھر سنہ ۷۹۷ ھ - کے وقائع میں لکھتا ھے کہ ۶ ' ذي الحجہ کو شیخ مجد الدین قاضي القضاۃ مقرر کیے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے میں شائع ھوا - (صفحہ ۲۷۸)

سنہ ۷۹۹ - ھ کے وقائع میں لکھتا ھے :

" و في شھر رمضان من ھذہ السنۃ سمع السلطان صحیح البخاري من حدیث رسول اللہ صلعم علی القاضي مجد الدین یومئذ و کان ذا سند عال من طرق شتی " (صفحہ ۲۸۶)

اس تصریح سے عبارت مندرجۂ نسخہ کي پوري توثیق ھوگئي - معلوم ھوگیا کہ سلطان ملک الاشرف نے فیروز آبادي سے صحیح بخاري کي سند و اجازت حاصل کي تھي ' اور رمضان میں املاء و سماع کا سلسلہ جاري رھا تھا - جو نسخہ زیر درس و املاء رھا ' اور جس پر سند دي گئي ' وہ یھي نسخہ ھے - نہیں معلوم اس نسخہ پر ایام و حوادث کے ایلیے کیسے تغیرات گزر چکے ھیں ؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم

(۳۰ : ۸)

سیاحان عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اُس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پرانے شرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کر دیئے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزرعہ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اِس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کر رکھے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہو جائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی کمتبوں سے زیادہ نہیں۔ اِن میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کر کے دُنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت اِن میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۱۰ مسجدیں ہیں۔ اِن میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اِس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر ممبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن، نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کر لیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد پادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخوردانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں عام لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچے کی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسروں اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اُس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبد العزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کر لیتا ہے۔ عمر، ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا زرکش جبہ پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن عموماً، بغل میں دابے رہتے ہیں تاکہ تیز چل سکیں

پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کر دیئے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنا دی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہوگئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل اللہ المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اِس بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین، اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کر دیں ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتی کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھائے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتی کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اِس جلیل القدر صحرائی پادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحرا ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جس نے اُنھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کر دیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علحدہ علحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہو جائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اِس کے اسی صحرائی

سپرد کی۔ یہ ولی عہدی کی پہلی بدعت ہو جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن بری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پر بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعۂ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں متمکن ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبداللہ ابن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر، اور عراق زیرنگیں ہو گئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبداللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہے۔

اُسی زمانہ میں ایک خودغرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعوی کیا اور امام مہدی، یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معمر محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہوسکا۔ عبداللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرار اُس کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کر ڈالا۔ مختار مغلوب ہوگیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کرلی لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنھی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مجبوری کی بیعت قرار دیا حتیٰ کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہوگئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہے:

وسبطٌ لا یذوق الموت حتیٰ یقود الخیل یقدمها اللواءُ

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ اُنھیں زندہ بتاکر اُنھی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں محصور ہو۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچتا ہو، کیونکہ واقعۂ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہو جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضروری ہو اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہو۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ انہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حمیمہ نامی مقام میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہو کہ

ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبداللہ کے یہاں حمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبداللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُسوقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبداللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہوگئی اور "زیدی" کہلائی جو آجتک موجود ہو۔

خلافت کے لئے عملی جدوجہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبداللہ بن عباس کے طرفدار ہو گئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحییٰ کے۔

علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ، اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کرلیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبدالمطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں اچانک منتقل نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہو۔ چنانچہ انھوں نے جلدبازی سے پرہیز کیا، اور سکون وصبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑجاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کردیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہوجاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانشمندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا صدر مقام تھا لہٰذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہوسکتے تھے:

ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہو کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہوجائے۔ عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قرشی قبائل کی منافست سے متاثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہوسکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو، جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کردیا گیا تھا۔ لہٰذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو، تاکہ اُنھیں قومی عزت و عروج حاصل کرنے کا نیا موقعہ مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہو کہ جب محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہو۔ بصرہ، عثمانی ہو اور امن و امان کا قائل ہو۔ وہ کہتا ہو قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہو، وحشی بدوؤں اور نصاریٰ کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہو۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہو۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہو۔ لیکن ہاں خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، توانا شجاعت ہو۔ سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں پراگندہ نہیں کیا ہو، فساد نے اُنھیں بگاڑا نہیں ہو۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہو، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں، میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہو"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبداللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دئیے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبداللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا نقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسی بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسی بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابوداؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

اِن کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ اِن کا کام یہ تھا کہ اِن بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے اِن سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلۂ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہو جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابوالعباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

برید شرق

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہے۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالی صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحۂ بکا بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجمامیز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغاز مرض

۱۵ اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب [illegible] ہوا اور یہ معمولی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام مسجد وصیف میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ [illegible] آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطباء [illegible] [illegible] گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن [illegible] حملہ کیا۔ ۸ بجے رات کو وہ اپنی سیلا [illegible] دیکھتے رہے [illegible]۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے [illegible] [illegible] کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند [illegible]۔ [illegible] دن یعنی ۲۳ اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائر روح پرواز [illegible]۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے دو ایک عزیز، [illegible] بھانجے فتح اللہ پاشا برکات بھی بستر مرگ کے پاس موجود تھے۔ [illegible] کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر کر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالات دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنا میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن اُنھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو۔ تمھارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے۔ لیکن اگر تم چاہو تو انھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو۔"

مگر یہ وقت نصیحت سُننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب و جوار کے لوگوں نے سُنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہوا!

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دُنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے۔ مصر [illegible] ان دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے [illegible] نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر انھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال تک [illegible]۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی بیوی کو باضابطہ سپرد کر دی تھی۔ ظاہر ہے ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ ادھر کئی [illegible] سے یہ معزز خاتون بیمار ہے۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کر دی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کر کے کی تھی۔

مجلس وزراء

اطلاع پاتے ہی مجلس وزراء کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دئے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزراء اور سفراء دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امراء، وزراء، سفراء، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علماء، کاہن، ربّی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں موجود تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب مُنہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں۔ مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر اُنھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزراء اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اُٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہے۔ معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رُو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے" ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کر دیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے [illegible] انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طے کر لیا تھا۔ اُنکی اصرار تھی کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی خواہش سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے۔" مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا، "لا اِلٰہ الا اللہ ——— البقاء للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحمک یا سعد!" عورتیں چلائیں "فلتحی ذکری سعد!"

بادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کر دی ہو۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہو۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دار السلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے ۲ دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہو۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشہ گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہو جو نہ دولت سے محبت کرتا ہو نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہو"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہو سکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہو گئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پا جائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہو۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی۔ از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہو گئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احسار، کویت، اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہو۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کر لی ہو اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہو۔ اس لئے کہا جا سکتا ہو کہ یہ تجارتی شہر ہو نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آ بیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہو۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا۔ میرے خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہو کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبد العزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کر کے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہو۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہو۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امرا سے ملاقات ہوتی ہو۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر اَبہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں، نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہو کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہو۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہو۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہو۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اسمیں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبد اللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کر رہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہو، حالانکہ سید عبد اللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبد اللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہو"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبد اللہ بن عائد نے۔

اس مجلس سے اُٹھ کر سلطان اپنے والد "عبد الرحمن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ ان کی عمر اب نوّے سال کے قریب ہو مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہو کر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہو۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہو۔ اس کی شرافت و سخاوت دور دور مشہور ہو۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشار کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہو۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کر دی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلۂ اطاویہ اور سلطان بن مجاد شیخ قبیلۂ عتیبہ، سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے ہیں ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال موسم حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہو گیا تھا۔ اُسمیں فیصل الدرویش کی شکایت ہو کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہو۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کر رہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن مجاد کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہو گئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہو کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہو کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شریعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھدی گئی ہو موت کا ایک وقت مقرر ہو۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی لہذا اُسے موت سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈھنی چاہئے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزاؤ سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہو کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہو جانا، شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر انھیں اس درجہ یقین ہو کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہو۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہو، تو بیک زبان نعرہ مارتے ہیں "داخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنۃ!" (اے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہو گیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنۃ" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہو تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں اُن کا قول ہو "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہو، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مر کر سرمدی زندگی حاصل کر لو!" میدان سے بھاگنا اُنکے خیال میں ایسا عیب ہو کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہو کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کر دیتی ہو اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہو۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت عرب میں اس قدر مشہور ہو گئی ہو کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا ثبوت ہو۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہو گئی تھی کہ بے لڑے ہتیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احسار اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہو کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہو اُسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہو۔ کہتے ہیں مُردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آخرت میں بعض جو درجے ملے گا وہی اصلی درجہ ہو ہمیں انکے لئے اسی کی دعا کرنی چاہئے۔

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُس میں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے سنہ ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہو کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ ان کپڑوں میں ایک سُرخ جبہ بھی ہو جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہو۔ اس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دُنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آرہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ ان دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہو اور اس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہو۔ اگر میں ان تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چٹھی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہو کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہو؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہو؟

ٹائمس آف لنڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہو کہ تاریخ اُنھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز زندہ روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا کمل نمونہ تھے زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاق عادت شجاعت انتہائے صراحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے انھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آج تک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور اُس کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہو کہ مشرقی رہنما مغربی رہناؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں، لیکن سعد زغلول، اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں، جو ۷۰ سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی ... برطانیہ نے زغلول کو جلا وطن کیا تھا۔ لیکن اس عظیم انسان کے دل میں اس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہو جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پُورے حوصلے سے اُن کا جواب دے سکتا ہو۔ کوئی شخص بھی اس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا ....!"

ڈیلی نیوز لکھتا ہو:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و بسالت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علم بردار ہو!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دل میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا"

منچسٹر گارڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہو کہ اُسے ۳ مرتبہ جلا وطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملا لیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہناؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی"

یہ انگلستان کے سب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اس سے بہت زیادہ لکھا ہو۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہو۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہو: سعد پاشا، مصر کے اسوقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں گزرا۔ وہ دُنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے ..."

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہو "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علم بردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا..."

اخبار "دیبا" لکھتا ہو "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی..."

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہو۔ آیندہ ہفتے انشاء اللہ میں دکھاؤں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہو؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے قارئین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ سنہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

"۵ اکتوبر سنہ ۱۸۸۰ کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۲ آنہ کا ہوتا ہو) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم، خوش اطوار ہو۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہو"

یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہو۔ اُسوقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری سنہ ۱۸۸۲ کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہو گئی۔

۳ مئی سنہ ۱۸۸۲ کو "سعد آفندی زغلول" کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۶ ستمبر سنہ ۱۸۸۲ کو "جیزہ" کی کمشنری میں محافظ دفتر کا غذات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ جون سنہ ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے

یکم فروری سنہ ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۵ پونڈ ہو گئی۔

یکم جنوری سنہ ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ اپریل سنہ ۱۸۹۹ء میں اُنھیں پہلا سرکاری تمغہ ملا۔

۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء میں اُنھیں تمغۂ عالیشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہو گئی۔

۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

۱۲ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔

۲۳ فروری سنہ ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۰ جون سنہ ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۳ اگست سنہ ۱۹۲۷ء میں فوت ہو گئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے ملحق کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اس ہفتہ کا کام ختم کرکے ان کی ازسرِنو تعمیر شروع کر دی جاتی ہو۔ ہم پوری کوشش کرینگے کہ آیندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اس صورت میں آیندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر سیزنک پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہو سکا ہو۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہو کہ اسوقت تک مولانا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہو جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہو۔ اُن حضرات کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہو کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جبتک وقت تک مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی ازسرِنو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہونگے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکال لیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہو کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اس کے لئے کافی وقت نکال لیں گے۔

منیجر

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑھنا شروع کردیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج و پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۸ بجے جنازہ روانہ ہوگیا جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا۔ اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علحدہ علحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارکن تھے۔ چھاپے خانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر.....

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں،...... بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہے: اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ افتاں و خیزاں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال اور صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ہلتے تھے اور باہم ہم آغوش ہوجاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُر اثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کررہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہے، اور وہ آزادی خواہ مصری قوم ہے۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۹ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ ادا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح و زاری کر رہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رُکا۔ ۷ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ ان میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہے۔ دُنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا۔ ایسا ماتم تھا کہ دل ہلے جاتے تھے۔ ۶ معزز آدمی بیہوش ہوکر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پُورے معنی میں نشانِ غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد مر گیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہے! یہ ایسی مصیبت ہے جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا۔ سعد باشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمدللہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہوچکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہیگی۔ ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مرجائینگے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہیگی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر "بیت الامہ" (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہے جس میں سعد باشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہے کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہوچکا ہے، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا: وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنادی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کر ڈالیں۔ رکاوٹیں دُور کردیں اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کردی۔ اپنی بے مثل شجاعت سے ناممکن کو ممکن بنادیا!!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستور العمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑھائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی......

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ اللہ تھا۔ ہدایت کا نور تھا عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا....

"محترم خاتون! اس وقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہے، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہے، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہے کامل آزادی کے حصول کی جد و جہد جاری رکھیں گے اور پُورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کردی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہے جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی....."

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلا کر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہوجائیے۔ وہ کہتی ہیں آپ کی تقریر سے میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ آپ کی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں۔ میری زبان اُس کے اظہار سے قطعاً عاجز ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ آپ سب کے سلامت رکھے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ ہانم زوجہ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوار خداوندی میں پہنچ چکا ہے، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمھاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا سپہ سالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمھاری مصیبت ہے۔ اُس کا ماتم خود تمھارا ماتم ہے۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اسی لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمھاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کرلو۔ ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہے اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہے!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مرگیا، مگر الحمدللہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہے۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہیگی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہے جو بے روک ہوتی ہے، ایسی ہمت لاتا ہے جو لامتناہی ہوتی ہے۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہے تو وہ حق یہی ہے کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کردیں۔ مصر کو یاد رکھیں مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا مبدا و منتہا ہے۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے۔ بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا۔ یہ اس لئے کہ سعد جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، در اصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہے جس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ یعنی آزادی، یعنی خود مختاری۔ اسی پر ہم جینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمھاری طرف دیکھ رہا ہے، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمھیں پکار رہا ہے، تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تم نے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو، بے شک سعد مرگیا، مگر مصر زندہ رہے! بے شک قوم کا رہنما مرگیا، مگر قوم زندہ ہے! قومی آرزوؤں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑھ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر اُٹھا لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کردی تھی، ہمیں آئندہ بھی راہ راست دکھائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کرے گا......"

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک بلند مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو حالت خطابت میں ظاہر کرینگے۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی عمارت بنادی

ادبیات

اِنَّ مِنَ البیانِ لَسِحراً!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہے۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہے۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ اِن سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

"ہمہ تن خشوع ہوکر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سرخ رُو کر دیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کر کے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں آرام، اور ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے مُنہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کر دیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سروں میں حکمت اُتاری، جسموں میں نظام قائم کر دیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہے"

علمارِ دین

"میں علمار اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکر گزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہوکر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کر دی۔ تمام اختلافات دُور کر دیئے، اور ثابت کر دیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض وسمار کی عبادت سے ہے۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیار نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیار نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہوگئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ تم سب کا فخر ہے۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہے۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جُدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین پکارے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہے۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقار سے کہیں بلند ہے"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہے۔ یہ علم جو اس مبارک اتحاد کا نشان ہے، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ علم میرے ہاتھ میں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہئے اور وہ مصری قوم ہے"

وکالت

وکلار کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا:

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے اِن خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہے لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اِس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار کیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اسوقت ہے۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہوگیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رُکن بھی اُسمیں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اُسوقت خود وکلار کو بھی اپنی عزتِ نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اس پیشہ میں در آیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سُنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دَولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کر سکوں۔

"یہ اُسوقت کی بات ہے جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تو اُس کی ذراسی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کر دیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کر رہا تھا۔ سرکاری وکیل نے کہا آج پیشی ملتوی کر دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا، مقدمہ کا التوار ناروا ہے، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلاسبب رکھنا ناجائز ہے۔ حاکم خفا ہوگیا۔ "فوراً اپنے الفاظ واپس لو"، حاکم نے کہا۔ "عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورتِ حال کا مقابلہ کیا۔

"اسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہوگیا اور حکام، وکلار کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتلائے۔ اُسنے یہ مطالبہ ہمیں بتایا ہے کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے رودلو طلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہئے کہ خاموشی سے ہماری کوششیں دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہے کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہو جانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دَولت بھی ضبط کر لو۔ ہم اس سب پر صبر کرلیں گے، مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دست بردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہے"

قومی وَحدت

"قوم اسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہے، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہے، جس کا شعور ایک ہے، جس کی آرزو ایک ہے۔ ہماری قوم کی اسوقت آرزو کیا ہے؟ کامل خود مختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اُس میں نہ فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ پوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہے نہ "فلاحیں" (کسانوں) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہو سکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہو سکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہے پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ہے تو وہ ایک ہی فرقہ ہے۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہے ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کر لیا ہے۔ یہ معانقہ، صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا دُنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہے۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔ م

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس نے ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع لئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں نیز جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چہارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ر (منیجر الہلال کلکتہ)

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

نمبر ١٥

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ — کلکته : جمعه ۳ . ربیع الثانی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۴۹
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق هون	۱۱۷

ان مین بیی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- - سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - - سات روپیه
قیمت في پرچه	- - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں أنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھہ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھہ کر سخت ہو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کردونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ہی کہیں) مچھلی میں کبریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غائب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح و سالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا خاتمہ کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورائڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کر لیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوئے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جائے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھہ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز ــــ دماغ ــــ تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلة المخ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

مذاکرہ علمیّہ

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمی تجربہ)

قارئین الہلال ڈاکٹر وورونوف کے نام سے واقف ہوچکے ہیں - اس ڈاکٹر نے شباب کی واپسی کے لیے جو طریقہ ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسی پچھلی اشاعت میں درج ہوچکا ہے - آج ہم اُس کا ایک اور تجربہ - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریہ - پیش کرتے ہیں - یہ نظریہ بلاشبہ عجیب ہے - اتنا عجیب کہ بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطی سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حوالہ دیتا ہے -

جدید نظریہ یہ ہے کہ صرف بوڑھے ہی جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکہ ایک نئی انسانی نسل بھی پیدا کی جا سکتی ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمی و دماغی قویٰ میں کہیں زیادہ برتر ہوگی - ڈاکٹر وورونوف اِس ایندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یہ دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کی اصطلاح ہے - اُس کا دعویٰ ہے کہ اِس نسل کا ہر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونہ ہوگا ' بہت طویل العمر ہوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا !

اعادۂ شباب کا معاملہ ' اب نظریے کی حد سے نکل کر علمی حقائق کی صف میں جگہ پا چکا ہے - علم ' اُس کی راہ میں بہت سی مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک وشبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھہ چکے ہیں - عنقریب اِنسانی تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کی تخلیق ابھی تک ایک نظریہ ہی ہے ' اگرچہ ڈاکٹر وورونوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریہ کی تکمیل میں بھی وہ بندر کی گلٹیوں سے کام لینا چاہتا ہے -

تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر وورونوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمی وعقلی قویٰ کے آدمیوں میں ایک تیسری گلٹی کا اضافہ کر دیا جائے ' تو اُن کی نسل ضرور برتر ہوگی - اب تک وہ مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں آٹھہ برس کے ایک لڑکے پر تجربہ شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کی اولاد حیرت انگیز عقلی و جسمی قویٰ کی مالک ہوگی -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائی دیتا ہے - یہی انسان اور اُس کی نسل ابد الآباد تک دنیا پر حکومت کرے گی - یہ نسل ایک ایسی قہرمان عقل و جسم کی مالک ہوگی کہ تمام مخلوقات اُس کی قوت قاہرہ کے سامنے جھک جائینگی ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یہ کچھہ زیادہ نتیجہ خیز عمل نہ تھا - اِس سے انسانی عمر میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ہونگے - یہ تجربے صرف بوڑھوں ہی پر نہیں ہونگے - اب میری توجہ کا مرکز کم عمر بچے ہونگے - وہ بچے جنکی عمر آٹھہ اور دس برس کی ہے - بندر کی گلٹی ہی یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گی ' اور انہیں ایک نیا آدمی بنا دے گی - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولی ذہانت اور جسمانی قوت رکھتے ہیں - یہ بچے اور ان کی نسل ' مستقبل میں یقیناً نہایت عظیم ہوگی - اِس مقصد میں سب سے بڑی مشکل یہ درپیش ہے کہ ترقی یافتہ بندروں (شمپازی اور اورنگ اوٹنگ) کی کافی تعداد موجود نہیں ہے - اگر ہر آدمی کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انسانی کی کایا پلٹ جائے - لیکن یہ مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کی افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریہ)

ھندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا ہوگا - حالانکہ وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسی وسیع معلومات رکھنے والے آدمی دنیا میں بہت کم ہیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماہر ہے - چنانچہ سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائی ' موجد ' موسیقی داں ' شاعر ' ریاضی ' فلکی ' سب ہی کچھہ ہے - غیر معمولی دماغی قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسمانی قوت بھی رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یہ عجیب ڈاکٹر ' وورنوف اور اُسکے تمام ہم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز ہیں - جوانی واپس لانے کا جو طریقہ اُنھوں نے ایجاد کیا ہے ' غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضی ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر ہوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعویٰ ہے کہ وہ بوڑھوں کو بغیر کسی گلٹی کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کی عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کی پابندی ضروری ہے جو اُس کے خیال میں درازی عمر کی ضروری شرطیں ہیں - پھر انجیکشن کے ذریعہ وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یہ مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئی علم و تجربہ حاصل نہیں ہوا -

وفات کا پته چل گیا - وه شاهي محل میں گهس پڑي اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کي آمد تک تخت پر بٹها دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکهه چهوڑے تهے تاکه وه وفادار اور اطاعت شعار رهیں - معامله یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه فوج سازش سے بهي واقف هوگئي اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کي زندگي کے هولناک تاریک دن شروع هوتے هیں - قاصد هوا کي طرح اڑ کر بایزید کے پاس پهنچا - ولي عهد گویا پهلے هي سے طیار بیٹها تها - فوراً روانه هوگیا اور نهایت سرعت سے پایهٔ تخت میں داخل هوا - لیکن قصر شاهي میں فوج نے داخل هونے نهیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپني وفاداري کي قیمت لیني چاهي - بایزید ڈرپوک تها - فوراً خزانے کا منهه کهول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یهي بخشش فوج کا مطالبه اور قرضه بن گئي اور سلطنت کے لیے بهت مضر ثابت هوئي -

بایزید تخت نشین هوگیا اور اپنے بهائي جم پر قابو حاصل کرنے کي تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تها - باپ کي وفات اُس وقت معلوم هوئي جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین هوچکا تها !

سخت متحیر هوا که کیا کرے ؟ یه ظاهر تها که صدر اعظم کے بعد پایهٔ تخت میں اُس کے حامیوں کي کوئي جماعت باقي نهیں رهي هے - علماء اُس کے سخت خلاف هیں اور عام راے اُنهي کے زیر اثر هے - اب اُسے اپنے سامنے دو هي راهیں نظر آتي تهیں : بهائي کي اطاعت' یا جنگ - پهلي صورت کي طرف اُس کا رجحان تها' مگر دو باتوں سے ڈرتا تها : ایک یه که کلیشیا کي حکومت اُس کے هاتهه سے چهین لي جائیگي - دوسرے یه که بایزید اُسے قتل کي کوشش کریگا - کیونکه ترک سلاطین کا یه عام دستور تها که اپنے بهائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تهے - اگرچه وه کتنے هي مطیع و وفادار هوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپني کامیابي کي قوي امید تهي - کلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تهے - اُس نے خیال کیا' بایزید بزدل اور پست همت هے - هرگز مقابله نه کر سکے گا -

(٥)

چنانچه وه فوراً کمر بسته هوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسه کي طرف بڑها - بروسه' قسطنطنیه کي کنجي هے - اُسے یقین تها' بایزید کي طیاري سے پهلے هي وه بروسه پر قابض هوجائے گا - مگر بایزید بهي غافل نه تها - مقابله کي طیاري کرچکا تها - جم کے متحرک هوتے هي اُس نے بهي ایاز پاشا کي قیادت میں ایک فوج روانه کردي' اور خود بهي ایشیائي ساحل پر جنگي کاروائي کرنے کیلیے آ موجود هوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسه کے سامنے پهنچیں - شهر والوں نے اپني بربادي کے خوف سے دونوں پر شهر کے دروازے بند کردیے - باهر هي باهر فیصله کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم هوا اور پهلے هي معرکه میں بایزید کي فوج بهاگ نکلي - جم' مظفر و منصور شهر میں داخل هوا اور اپني سابق عیاشي پهر شروع کردي - اب اُسے کامل یقین تها که پایهٔ تخت کا مالک هوجائے گا -

لیکن یه اُس کي سخت غلط تهي - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کي سپه سالاري میں بهیجي - مگنیا سے ایک دوسري فوج اُس کي کمک پر چل دي' اور دونوں نے مل کر جم پر حمله کردیا - عیش پسند شاهزادے کے سپه سالار' نصوح نے دشمن کي قوت دیکهي تو درهٔ ازواد کي طرف پسپا هوگیا - خود جم کو بهي بروسه خالي کرنا پڑا - صرف سترہ دن کي حکومت اُس کي قسمت میں لکهي تهي !

بایزید نے صرف اپني جنگي قوت هي پر بهروسه نهیں سازش کا جال بهي پهیلا دیا - بڑي بڑي رشوتیں دے کر جم کے بهت سے آدمي ملا لیے - حتی که اُس کا وزیر یعقوب بهي خیانت پر آماده هوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو ینی شهر چلنے کا مشوره دیا - یهاں بایزید کي ایک بڑي فوج موجود تهي - فوراً جم پر ٹوٹ پڑي - اب بهي پله شاهزادے هي کا بهاري تها - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپه سالار نصوح نے دغا کي اور فوج کا ایک بڑا حصه لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راه فرار اختیار کرنے کے سوا کوئي چاره باقي نهیں رها تها -

لیکن ابهي ایک امید باقي تهي - سلجوق خاتون' سلطان محمد فاتح کي پهوپهي' دونوں بهائیوں میں صلح کي کوشش کر رهي تهي - خود جم نے اُسے بروسه سے بهیجا تها - تجویز یه تهي که سلطنت تقسیم هوجائے - یوروپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بهت کچهه سمجهایا - بهائي کے حقوق یاد دلائے' مگر کامیابي نه هوئي - بایزید نے صاف کهدیا " بادشاهوں میں رشته نهیں هوتا "

سلطان محمد فاتح
جبکه وه قسطنطنیه کے سقوط کے بعد شهر میں داخل هوا

جم' شکست کها کر بهاگا - راسته میں خود اُسي کے سپاهیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمي کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شهر میں اِس طرح پهنچا که تن پر ایک کپڑا بهی نه تها اور سردي سے اُس کا تمام بدن کانپ رها تها - اگر ایک شخص رحم کها کے اُسے اپنا گرم کوٹ نه دے دیتا تو یقیناً ٹهٹهر کر مر جاتا !

شکست کے ایک هفته بعد وه قونیه پهنچا - یهاں اپني ماں اور بیوي سے ملاقات هوئي - اِنهیں لے کر شام روانه هوا' اور شام سے ۲۸ جون سنه ۱۴۸۲ع کو مصر پهنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائي نے شهر کے باهر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مهمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مهینے آرام

افسانـہ

ترکی تاریخ کا ایک مجهول صفحه

(شاهزاده چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاهزاده " چم " کا نام سنا هوگا - عام طور پر مورخین نے بهی اِس کا ذکر نہیں کیا ہے - نتیجه یه ہے که یه نام بالکل اجنبی معلوم هوتا ہے - حالانکه اِس کا واقعه ترکی تاریخ میں ایک نهایت هی غم ناک فاجعه (ٹریجڈی) ہے - اور اِس وقت بهی مشرقی دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس ہے - آج هم قارئین الہلال سے اِس تاریخی شخصیت کا تعارف کراتے هیں -

(۱)

چم ـــ یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " ـــ ایک بد نصیب مشرقی شاهزاده ہے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کی - زمانے نے بے وفائی کی - حسرت و غم نے اُسکا پیچها کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیه کا یه منجهلا لڑکا تها - اُس میں جسمانی قوت ' ذهانت ' حسن ' خوش مزاجی ' رقیق احساس ' شجاعت ' جمله اوصاف جمع هوگئے تهے - پیدائشی شاعر تها - ترکی شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود هیں ' اور اُس کی ذهنی بلندی اور شاعرانه تخیل کا بهترین ثبوت هیں -

اُس کا آغاز نهایت امید افزا تها - گمان هوتا تها که قدرت اُس پر پوری طرح مهربان ہے - ابهی اُس کی عمر دس برس هی کی تهی که اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کی قابلیت کا معترف هوگیا اور صوبۂ قسطمونی کا حاکم مقرر کردیا - یہاں شعراء و ادباء کی ایک بڑی جماعت موجود تهی - کم سن شاهزادے نے اُنهیں باریاب کیا ' تعلقات بڑهائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتهه شعر و ادب کا با قاعده مطالعه کیا - تهوڑی هی مدت میں اپنے استادوں سے بهی بازی لے گیا - اُسی زمانے میں ایک فارسی قصے " خورشید و جمشید " کا ترکی شعر میں ترجمه کیا اور اپنے والد کے نام هدیه کیا - محمد فاتح بهت خوش هوا - بیٹے سے زیاده مهربان هوگیا اور صوبۂ کلیشیا کی حکومت سپرد کردی - اُس وقت چم کی عمر صرف اٹهاره سال کی تهی ' مگر وه پخته کار حکمراں بن چکا تها -

کلیشیا میں اُس نے اپنی انتظامی قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یه صوبه پہلے سلجوقیوں کی ایک ریاست تها - آل عثمان نے اُسے فتح تو کرلیا تها ؛ مگر پوری طرح قابو نہیں پاسکے تهے - همیشه بدامنی اور شورش برپا رهتی تهی - سابق سلجوقی حکمراں بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رهتے تهے - مصر کے چرکس بادشاه اور ایران کے شہنشاه اُن کی امداد کرتے تهے - اُس وقت ترکی سلطنت میں اِس صوبے سے زیاده مشکل حکومت کسی صوبے کی نه تهی - والیوں پر والی آتے تهے اور ناکام لوٹ جاتے تهے -

لیکن چم نے آتے هی اپنی بے نظیر همت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمه کردیا - هولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گهس جاتا تها - دست بدست لڑائیاں لڑتا تها - بڑے بڑے شه زوروں سے نبرد آزما هوتا اور همیشه غالب رهتا - تهوڑے هی دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چها گیا - چم کا نام دل دهلا دیتا تها - باشندے ڈر سے اُس کا نام نہیں لیتے تهے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تهے !

(۲)

پانچ برس تک نهایت بیدار مغزی سے حکومت کرتا رها - هر طرف امن و امان قائم هوچکا تها - کوئی پیچیده گی بهی باقی نہیں رهی تهی - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلی پیدا کی ' اور اِسی تبدیلی سے اُس کی بد نصیبی کا آغاز هوا -

حکومت کی ذمه داریوں سے غافل هوگیا - عیش و عشرت کی بساط بچها دی - نفس پرستی کا دروازه کهول دیا - اُس کا محل بوالهوسی کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبه بن گیا -

اب تک وه پوری قوم کا محبوب تها - کوئی نه تها جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نه خیال کرتا هو - ملک بهر کی یہی راے تهی که آئنده سلطان وهی هوگا - لیکن اِس نئی تبدیلی نے اُس کی شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا - دو جماعتیں قائم هوگئیں : ایک اب بهی اُس کی مؤید تهی - پورے یورپ کے مقابلے کی قوت اُسی میں دیکهتی تهی - یه جماعت وزیر اعظم محمد نشانی باشا کی تهی - دوسری جماعت فسق و فجور کی وجه سے اُس کی سخت مخالفت تهی - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجهتی تهی - اِس جماعت کا سرگروه ' شیخ الاسلام تها -

چم کا حریف ' بایزید تها - یه اُس کا بڑا بهائی اور ترکی دستور حکومت کی رو سے اپنے باپ کا وارث تها - سلطان محمد کی زندگی میں دونوں حریف دور دور رهے - لیکن اُس کی وفات کے بعد تصادم ضروری تها -

چم ' عقلمند ' بهادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشی کی وجه سے غفلت کا شکار هوگیا تها - بایزید ' بے قوف ' بزدل ' پست همت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تها - بایزید اپنے بهائی کی قابلیتوں سے واقف تها ' اِس لیے بهت بیدار رهتا تها -

(۳)

اپنے باپ کی وفات کے وقت دونوں بهائی پایۂ تخت ' قسطنطنیه سے دور تهے - چم کلیشیا میں تها اور بایزید آماسیا کا حاکم تها - وزیر اعظم محمد نشانی باشا چونکه چم کا طرفدار تها ' اس لیے اُس نے سلطان کی موت فوج سے مخفی رکهی - کیونکه فوج تمام تر ترکی علماء کے زیر اثر تهی - اُس نے پہلے ایک خفیه قاصد چم کے پاس بهیجا که فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض هو جاؤ - نیز وه تدبیریں بهی لکهدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تها - کئی دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بهیجا اور تخت نشینی کی دعوت دی -

دونو قاصد روانه هوگئے - مگر چم بد قسمت تها - اُس کا قاصد پہنچ نه سکا - کوتاهیه کا حاکم سنان باشا ' بایزید کا طرفدار تها - وه حقیقت سے واقف هوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسری مصیبت یه پڑی که پایۂ تخت کی فوج کو سلطان کی

کا غم کہا رهي هيں - مگر پوپ نے منظور نہيں کيا - اُس نے کہا "يورپ کے بادشاہ ' ترکي پر چڑهائي کرنے کي طياري کر رهے هيں تاکہ تمہيں تخت نشين کرديں" ساتهه هي اُس نے بہت اصرار کيا کہ مسيحي دين اختيار کرليے تاکہ "دنيا کے ساتهه آخرت کي عزت بهي حاصل هوجائے"

چم ' پکا مسلمان تها - پوپ کي يہ دعوت حقارت سے رد کردي - اُس نے سختي سے کہا "اگر تمام دنيا کي بادشاهي مل جاے ' تو بهي ميں اپنا دين فروخت نہيں کرونگا" اِتنا هي نہيں بلکہ غيور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جهکانے يا اُس کے هاتهه کو بوسہ دينے سے بهي انکار کر ديا ' جيسا کہ شاهان يورپ کا دستور تها - اُس نے کہا "ميں مسلمان هوں - پوپ کے سامنے نہ تو جهک سکتا هوں ' نہ اُس کا هاتهه چوم سکتا هوں !"

پوپ نے اُسے ويٹيکان ميں نظر بند کرديا اور دول يورپ کو ترکي پر حملہ کي ترغيب دينے لگا - مگر اُس وقت بهي يورپ ميں باهم دگر سخت منافست تهي - آپس ميں کوئي سمجهوتا نہ هوسکا - اِسي اثناء ميں پوپ نے انتقال کيا اور مشہور ظالم کارڈنيل ' اسکندر اُس کا جانشين هوا - اِس نے اُس عظيم رقم پر قناعت نہيں کي جو چم کو قيد ميں رکهنے کے صلہ ميں بايزيد سے سالانہ وصول کيا کرتا تها - بلکہ ايک بہت بڑي رشوت لے کر اُس کے قتل پر آمادہ هوگيا -

(۱۱)

اُسي زمانہ ميں (ستمبر سنہ ۱۴۹۴ع) چارلس هشتم شاہ فرانس نے روم کا محاصرہ کرليا ' اور صلح کي ايک شرط يہ بهي قرار دي کہ چم اُس کے حوالہ کر دياجائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائدہ اٹهانا چاها - اُس زمانے ميں يورپ کے روحاني رهنما آلات و وسائل قتل کے بهي سب سے بڑے ماهر تهے - پوپ کے پاس ايک ايسا زهر موجود تها جو اگر ايک تندرست آدمي کو کهلا ديا جائے ' تو ايک خاص مدت تک اُس کي تندرستي پر کوئي اثر نہيں پڑتا تها - ليکن اُس مدت کے بعد آهستہ آهستہ اُسکي تاثير کام کرنے لگتي تهي ' اور بہ تدريج مريض کا خاتمہ کر ديتي تهي - پوپ نے يہي زهر چم کو کهلا ديا ' اور اِسکي اطلاع بايزيد کو ديکر اُس سے مطلوبہ رقم حاصل کرلي - پهر زندہ و سالم چم ' چارلس کے حوالہ کرديا ' اور اُس سے بهي صلح کرلي !

چم ' شاہ فرانس کے قبضہ ميں آگيا - چارلس نے اُسے ترکي پر فوج کشي کے ليے آمادہ کرنا شروع کيا - مگر اب وہ سمجهه چکا تها کہ يورپ اُس کي طرفداري نہيں کر رها هے - اُس کي آڑ ميں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباہ کرني چاهتا هے - چنانچہ اُس نے قطعي طور پر انکار کرديا - بادشاہ نے ناراض هوکر قيد کرديا - مگر اب اُس کي دائمي رهائي کا وقت بهي آ پہنچا تها - پولس رسول کے جانشين پوپ کا زهر اُس کے جسم ميں سرايت کرچکا تها - وہ ابهي نابولي هي ميں تها کہ ۲۴ - فروري سنہ ۱۴۹۵ع ميں انتہائي حسرت و يأس کے ساتهه اِس دنيا سے هميشہ کے ليے رخصت هوگيا !

اُسکے آخري الفاظ يہ تهے :

"خدايا ! اگر دشمنان دين مجهسے مسلمانوں کے خلاف کام لينا چاهتے هيں ' تو مجهے جلد موت ديدے ' اور اُن کا مقصد پورا نہ هونے دے !"

مختارات

حب ذات کس ميں زيادہ هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟

(ايک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجهے يہ ظاهر کردينا چاهيے کہ دنيا کي ترقي کے ليے جس طرح ايثار کرنے والے ضروري هيں ' اُسي طرح حب ذات رکهنے والے بهي ضروري هيں - اگر ايک آدمي بهي حب ذات رکهنے والا باقي نہ رهے ' تو ايثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرينگے ؟ وہ ضرور دل ميں گهٹ گهٹ کر مر جائنگے - کيونکہ اُن کے ليے ايثار کي نيکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعہ موجود نہ هوگا - ليکن چونکہ يہ دونوں خصلتيں رکهنے والے دنيا ميں تقريباً مساوي تعداد ميں موجود هيں ' اور هميشہ موجود رهينگے ' اِس ليے اِس صورت حال کے پيش آنے کا کوئي خطرہ نہيں هے -

اب سوال يہ پيدا هوتا هے کہ حب ذات کس ميں زيادہ هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟ ميرے خيال ميں جواب صرف ايک هي هو سکتا هے ' اور وہ يہ هے کہ مجموعي طور پر جنس نسواني ميں يہ خصلت زيادہ پائي جاتي هے - عورتيں علی العموم حب ذات کي بيماري ميں مبتلا هيں - هر عورت اپني طبيعت پر تهوڑا سا غور کرکے يہ حقيقت معلوم کرلے سکتي هے - برخلاف اِسکے مردوں ميں ايثار کا مادہ بہت هوتا هے - عورتيں خود غور کريں کہ اُنکے آرام و آسائش کے ليے مرد کتني تکليفيں اٹهاتے هيں ؟ همارے ليے دروازے کهولتے هيں - هماري گري هوئي چيزيں اٹها ديتے هيں - ريل اور ٹريم وغيرہ سواريوں ميں همارے ليے اپني جگہ خالي کر ديتے هيں - همارے سر پر چهتري لگا کے چلتے هيں - غرضکہ اٹهنے بيٹهنے ' کهانے ' پينے ' هر چيز ميں همارے ليے ايثار کرتے هيں - خود تکليف اٹهاتے هيں اور هميں آرام ديتے هيں !

حقيقت يہ هے کہ عورت ' مرد کي اِس خصلت سے بہت خوش هوتي هے - اِسے اُسکي مردانگي کي علامت سمجهتي هے - اسي طرح مرد بهي عورت کي حب ذات پسند کرتا هے - بلکہ اگر هم عورتوں ميں حب ذات نہ هوتي ' تو مرد هم سے سخت نفرت کرنے لگتے - يہي حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ! وہ ادائيں هيں جو هميں مرد کي نظر ميں معزز و محبوب بنائے هوئے هيں -

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا - وہاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئی - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - انہوں نے شاہزادے کو از سر نو قسمت آزمائی کا مشورہ دیا اور اپنی عقیدت و خدمت پیش کی - انہی میں قاسم بک حاکم کلیشیا بھی تھا -

(٦)

چم نے پھر کمر ہمت چست کی - حلب پہنچا - وہاں بایزید کے کئی باغی سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - انہیں ساتھہ لے کر کلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد کلیشیا کو خود مختاری بخش دے گا -

چم نے ایک بڑی فوج جمع کرلی اور قونیہ کے طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھہ روانہ ہوا - اُس کی فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگی آدمی تھا - کدیک احمد پاشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے ہی چم کی فوج تہہ بالا کر ڈالی -

چم ' پھر بھاگا اور کلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگیا - بایزید نے ایک وفد بھیج کر خواہش کی کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگی اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کی حکومت بخش دی جاے - بایزید نے انکار کیا "ایک سلطنت میں دو ساجھی جمع نہیں ہوسکتے" اُس کا صاف جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھی شروع کردیا - چم کے لیے اب وسیع دنیا تنگ ہوگئی - اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈھے ' مگر قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہاں کے بادشاہوں کی مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(۷)

شاہزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلی - قسطنطنیہ کی فتح کا واقعہ ابھی تازہ ہی تھا - یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے - قوی امید تھی کہ وہ سلطنت عثمانیہ کی تباہی کے خیال سے اِس باہمی خانہ جنگی میں شرکت منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و استیلاء کا موقعہ بہم پہنچائینگے -

چم نے جزیرۂ روڈس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبی مجاہدین "سینٹ جان کے سواروں" کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلیٰ نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاہزادے کی حمایت قبول کرلی - آنے کی دعوت دی اور اپنا جنگی بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

۲۳ - جولائی سنہ ۱۴۸۲ - کو چم کا روڈس میں شاہانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکی ضیافتیں شروع ہوئیں - بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کی حکومت کو دائمی صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا - ساتھہ ہی بہت سے امتیازات بھی پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں چم کی حوالگی کی درخواست کی - جزیرہ کی حکومت بہت خوش ہوئی - اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں - مگر چم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان ہے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کی حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملہ طے کرلیا - دوسری طرف چم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کی زندگی خطرے میں ہے - بایزید نے اسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں - لہذا مصلحت یہی ہے کہ فرانس چلا جائے -

(۸)

بد نصیب شاہزادہ راضی ہوگیا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع میں جزیرے سے روانہ ہوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے - وہاں آزاد شاہانہ زندگی بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کی حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا -

شاہزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند آیا - اُس کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت اختیار کرنی چاہتا تھا مگر تخت شاہی کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کی درخواست کی - لیکن حکومت روڈس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور شاہزادے کو فروری سنہ ۱۴۸۳ ع میں نیس سے دوسری جگہ لے گئے - اب اُسے کہیں جمنے نہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے اور سختی سے نگرانی کرتے تھے -

چم کو یقین ہوگیا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھا رہے ہیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے - ایک فرانس کو ' دوسرا ہنگری کو - مگر اُس کے میزبان روڈس کے حاکموں کو خبر مل گئی اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن تنہا قید کردیا -

(۹)

اب چم کی زندگی میں پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے - قلعہ ساسناک کا مالک ایک ڈیوک تھا - اُس کی لڑکی ولینیا ہیلانا حسن و جمال میں یکتا تھی - شاہزادے نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا - دوشیزہ کو بھی اُس سے محبت ہوگئی - محبت نے مرد میدان چم کی طبیعت بالکل بدل ڈالی - جنگ و جدل سے نفرت ہوگئی - حکومت کا شوق زائل ہوگیا - خاموش زندگی کی طلب پیدا ہوئی - اُس نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کی درخواست کی - مگر سنگ دل بھائی کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھہ کر اُس کی ہمت اور بھی بڑھگئی - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ چم کو فوراً اپنی حدود سے خارج کردے -

جزیرۂ روڈس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھہ سے جاتا ہے - فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ ہوگئے - پوپ اینو سین ہشتم سے ایک بہت بڑی قیمت لے کر ' ۱۳- مارچ سنہ ۱۴۸۹- کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(۱۰)

چم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات ہوئی - چم نے اپنی مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کی کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکی ماں اور بیوی مدتوں سے جدائی

کر دیا ہے - اس تصویر میں علامۂ موصوف جس لباس میں دکھائے گئے ھیں ' ساتویں اور آٹھویں صدي هجري میں مسلمانان مغرب (مراکش و تیونس) کا عام لباس تھا - اور مصر و شام میں بھي اسي وضع کا عمامه استعمال کیا جاتا تھا - علامۂ موصوف کا آخري عہد مصر میں بسر ہوا ہے - بہت ممکن ہے ' یه تصویر اصلي اور مستند ہو -

(علم الا جتماع)

پہلے یه علم ' علماء و مفکرین کے ایک نہایت تنگ دائرے میں محصور تھا ' مگر اب وہ ایک ضروري موضوع بن گیا ہے اور سب کے لیے اُس کي تحصیل لازمي ہوگئي ہے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت میں ایسا مضبوط رشته ہے که عملاً لازم و ملزوم بن گئے ھیں - ناممکن ہے که ان میں سے ایک مفقود ہو اور دوسرا موجود ہو سکے - روز بروز ثابت ہوتا جاتا ہے که عام اجتماع اور علم افراد ' دونوں باهم دگر وابسته ھیں - ان میں تفریق ناممکن ہے ' اور یه ' که تمام فلسفي اور اخلاقي مسائل ؛ اجتماعي مسائل میں داخل ھیں -

فرد اپني صفتیں اور خصلتیں ' اپني قوم و جنس سے ورثه میں پاتا ہے - یہي معني ھیں " جماعت " کے - علم جماعت (یا اجتماع) مادي اور معنوي حیات کے علم سنن و نوامیس سے بحث کرتا ہے - نیز اُس کا تعلق علم الحیاۃ سے بھي گہرا ہے - کیونکه کہا جا سکتا ہے که جمله کائنات اپنے آغاز کے وقت ایک ھي عظیم جماعت تھیں - یه اس لیے که وہ شروع میں غیر مرئي جوھر فرد (ایٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعه تھیں - بنا بریں علم اجتماع ' جمله علوم کا مجموعه اور خلاصه ہے -

(قوم کا نظام اُسکي استعداد و ضرورت کے مطابق ہوتا ہے)

اِس علم کے اساتذہ کي رائے ہے که ھر قوم کا سیاسي و اجتماعي نظام دوسري قوموں سے نمایاں طور پر مختلف ہوتا ہے - ھر قوم کا نظام ' اُس کي ذھني و تمدني حالت کا ترجمان ہوتا ہے - اِس نظام کي اھمیت اور خوبي همیشه اعتباري ہوتي ہے - جماعتوں کے نشو و ارتقاء میں سیاسی نظامات ' سبب و عامل ہونے سے کہیں زیادہ خود مقصد و عمل ہوتے ھیں -

قوم کي مخصوص سیاسي تنظیم ' صرف اُس کي موجودہ زندگي ھي کي میزان نہیں ہوتي ' بلکه اُن تمام انتظامي دوروں کا بھي پته دیتي ہے جو اُس پر گزشته زمانوں میں گزر چکے ھیں - کسي انسان کو بھي یه قدرت حاصل نہیں که ملک میں کوئي ایسا نظام جاري کردے جو نظري طور پر سب سے بہتر اور ترقي یافته معلوم ہو - تاریخ بتاتي ہے که غیر فاني قوانین قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس لیے کامیابي حاصل کي تھي که اُنھوں نے پہلے قوم کي ضروریات معلوم کرلي تھیں ' پھر اِن ضروریات کے مطابق قانون بنائے تھے - سولن نے کیا ھي خوب کہا ہے " میں نے ایتھنز کے باشندوں کے لیے ایسا قانون طیار نہیں کیا ہے جو عقلاً سب سے افضل ہے - بلکه ایسا قانون بنایا ہے جو اُن کي استعداد اور ضرورت کے موافق ہے "

تمدن کي تاریخ یه حقیقت پوري طرح ثابت کر رھي ہے که ھر قوم کا نظام ' اُس کي ضرورت کا مظہر ہوتا ہے - ہم دیکھتے ھیں که اُن قوموں کے نظام تقریباً یکساں ہوتے ھیں جو ترقي کي مساوي سطح پر پہنچ گئي ھیں - پوري تاریخ میں کوئي ایک مثال بھي ایسي موجود نہیں که کسي قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذریعه بدلا جاسکا ہو - بلا شبه یه صورت کبھي فتوحات اور انقلابات کے بعد پیدا ہو جاتي ہے - مگر تبدیلی محض ظاهري اور لفظي ہوتي ہے - حقیقت و واقعه پر اُس کا کوئي اثر نہیں پڑتا - اِس کي بہت سي مثالیں موجود ھیں - جزیرۂ کارسیکا مدت سے فرانس جیسي متمدن حکومت کے ماتحت ہے ' مگر آج تک اِس جزیرہ کي وحشت دور نه کي جا سکي - یہي حال آئر لینڈ کا ہے - صدیوں تک ساتھ رہنے پر بھي وہ انگلستان سے منزلوں دور ہے - حقیقت یہي ہے که قوموں کي طبیعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل ہوتا ہے - نظام کي تبدیلي اُسي وقت ممکن ہے جب قوم کے دماغ میں بھي تبدیلي پیدا ہو جائے -

(اچانک ترقي ناممکن ہے)

مقننوں کي قدرت سے باهر ہے که اپنے دل سے کوئی ضابطۂ قانون ایجاد کرکے قوم کو اُس پر چلادیں - بڑي بڑي بغاوتوں اور عظیم فاتحوں نے اگر اِس طرح کي جرأت کبھي کي ' تو اُنکي زبردستي زیادہ مدت تک قائم نه رہ سکي اور قدیم حالت پھر لوٹ آئي - اِس کي مثال یه ہے که اگر حیوان کو کسي ایسي بات پر مجبور کیا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف ہے ' تو وہ اُسي وقت تک اُسے کرتا رهیگا ' جب تک دباؤ موجود ہے - لیکن دباؤ هٹتے ھي فوراً اُسے چھوڑ دے گا - اِس سے ثابت ہوتا ہے که قوموں کے نظام ' اُنکي ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظہر ہوتے ھیں - اور یه که اُن کي تبدیلي ' قوم کي ذهنیت کي تبدیلي کے بعد ھي ممکن ہے - قوموں کي ذهنیت ' فوراً تبدیل نہیں ہو سکتي - به تدریج اور آهستگي سے بدلتي ہے -

سیاسي و اجتماعي نظام کے نشوء و تکوین کا باعث وھي ہوتا ہے جو خود کائنات کي تکوین کا باعث ہے - یہي وجه ہے که اچانک تبدیلي محال ہے - یه ایک اٹل اجتماعي قانون ہے که نمایاں تبدیلي ' اُن بہت سي مخفي تبدیلیوں کا نتیجه ہوتي ہے جو صدیوں تک جاري رہتي ھیں - ہم تبدیلي کا احساس اُس وقت کرتے ھیں جب وضعي قوانین آکر همیں بتانے لگتے ھیں - ہم خیال کرتے ھیں تبدیلي اِنھي قوانین کا نتیجه ہے - حالانکه یه تبدیلي ایک طویل و مسلسل حرکت و عمل کا نتیجه ہوتي ہے -

حقیقي مقننوں کا فرض صرف یه ہے که قوم کي راسخ عادتوں اور خصلتوں کي تائید کریں ' مگر صرف اُنھي کي جو مفید ہوں - مضر کي مضرت کم کرنے اور بتدریج دفع کرنے کي کوشش کرتے رہیں -

بسا اوقات قوم کے سمجھنے کے لیے اُسکي تاریخ سے کہیں زیادہ اُس کے ضابطۂ قانون کا مطالعه ضروري ہوتا ہے - کیونکه ضابطۂ قانون همیں بالکل صحیح طور پر بتا دیتا ہے که قوم کي اجتماعي حالت اور ضروریات مختلف زمانوں میں کیا کیا تھیں ' اور اُن میں بتدریج کیا کیا تبدیلیاں ہوئي ھیں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء همیشه تدریجي ھي ہوتا ہے - جب تاریخ همیں کسي قوم کي بابت بتلائے که وہ ترقي یافته تمدن کي مالک تھي ' تو همیں فوراً سمجھ لینا چاهیے که اُس کا یه تمدن ' ایک طویل ماضي کا نتیجه ہے - اگرچه یه ماضي همارے لیے کتنا ھي مجہول کیوں نه ہو - کیونکه یه بالکل ظاهر ہے که زبان اور ادب (لٹریچر) کا وجود اچانک نہیں ہوجاسکتا - خود اُن کا وجود ھي اِس بات کي قطعي دلیل ہے که وہ ایک قدیم ماضی رکھتے ھیں - موجودہ مغربي تہذیب کي مثال اِس حقیقت کے فہم کے لیے بالکل کافي ہے - یورپ اپني موجودہ تمدني سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر ھي

مقالات

علم الاجتمـــاع

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ہے جس کا موضوع بحث انسان کي اجتماعي زندگي ہے - انسان کي اجتماعي زندگي کي پيدايش ' اُس کي نشو و نما ' اُس کے طبعي احوال و تاثرات ' اُس کي مزاجي کيفييات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطريق استقراء اس طرح استقصا کرنا ؛ کہ اس بارے ميں اصول و کليات مرتب ہو جائيں ؛ علم الاجتماع کا دائرۂ نظر و بحث ہے - تاريخ علوم ميں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ايک مدون علم کے ترتيب ديے ' وہ علامۂ ابن خلدون ہيں - اُن کا مقدمۂ تاريخ اس علم کي عديم النظير کتاب ہے -

علامۂ ابن خلدون کے بعد صديوں تک اِس علم ميں کوئی اضافہ نہيں ہوا - گذشتہ صدي ميں جب موسيو کا ترمير نے مقدمہ کا فرانسيسي ترجمہ شائع کيا تو علماء مغرب کو اِس طرف توجہ ہوئي - رفتہ رفتہ يہ مبحث وقت کا سب سے زيادہ اہم اور دقيق موضوع نظر بن گيا - بلاشبہ فرانسيسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاريخ کي طرف متوجہ ہو چکے تھے ' اور تاريخ کي نئي فلسفيانہ ترتيب کي بنياديں پڑ چکي تھيں - نيز اصول قوانين و نظامات حکومت پر بھي مونٹوسکيو اور بنتيھم جيسے مفکرين کي کتابيں شائع ہو چکي تھيں - ليکن اِن مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مواد نہيں کہا جا سکتا - يہ واقعہ ہے کہ ترجمۂ ابن خلدون کي اشاعت سے پہلے يہ علم بہ حيثيت ايک مستقل علم کے ' يورپ ميں زير بحث نہ تھا - جس قدر کتابيں بھي اس علم پر لکھي گئي ہيں ' سب کي سب گذشتہ صدي کے اواخر ميں مرتب ہوئي ہيں ' اور يقيناً اُن کا اولين سر چشمہ مقدمۂ ابن خلدون ہي ہے - موجودہ زمانہ ميں ڈاکٹر ليباں کي مصنفات سب سے زيادہ وقيع سمجھي گئي ہيں - اُس نے نہ صرف اس موضوع پر ہي کتابيں لکھيں ' بلکہ وہ کام بھي انجام ديا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کيا تھا مگر پورا نہ کرسکا - يعني متعدد اقوام کي تاريخيں بھي اسي علم کے اصول و کليات کے ماتحت ترتيب ديديں -

ذيل ميں ہم ايک مختصر مگر وقيع رسالہ کا ترجمہ درج کرتے ہيں جو ترکي ميں ڈاکٹر احمد شعيب بک نے سنہ ۱۹۱۰ ع ميں انقلاب عثماني کے بعد لکھا تھا ' اور بلاد اسلاميہ کے اہل علم ميں نہايت مقبول ہوا تھا - ڈاکٹر موصوف قسطنطنيہ کے مدرسہ حقوق (قانون) ميں استاذ تھے ' اور اُن گنتي کے اصحاب علم و نظر ميں سے تھے ' جنھيں ترکي کے نئے عہد تعليم و ترقي کا ماحصل سمجھنا چاھئے - سنہ ۱۹۰۸ ع ميں جب دستوري انقلاب ہوا ' تو انھوں نے مرحوم جاويد بے اور احمد رضا بے کے ساتھہ شريک ہوکر ايک نہايت وقيع ماہوار رسالہ " مجلۂ علوم اقتصاديہ و اجتماعيہ " جاري کيا تھا - ترکي کے تمام مشاہير اہل قلم کي رائے ہے کہ اس سے بہتر علمي رسالہ ترکي زبان ميں شائع نہيں ہوا - يہ رسالہ اسي مجلہ ميں بہ دفعات شائع ہوا تھا - پھر مطابع ثروت مدون نے کتاب کي شکل ميں مرتب کرکے چھاپ ديا -

اِس موضوع ميں يہ مقالہ مختصر ہے ' مگر وسعت نظر و فکر کے ساتھہ لکھا گيا ہے - ہم اِس کا ترجمہ شائع کر ديتے ہيں تاکہ اُردو ميں ايک ترک مفکر کي بہترين کتاب منتقل ہو جائے - البتہ يہ ظاہر کر دينا ضروري ہے کہ مصنف نے مقالہ کي تمہيد ميں فطرۃ انساني کے خير و شر پر جو اظہار رائے کيا ہے ' اور اِسے روسو کا مذہب قرار ديکر اسکي يک قلم تغليط کر دي ہے ' ہم اسے مصنف کي لغزش نظر سمجھتے ہيں اور اس سے متفق نہيں ہيں - مقالہ کا ترجمہ مکمل ہو جائے تو بطور استدراک و تعليق اس مسئلہ پر مختصراً اپني رائے ظاہر کر دينگے - اس مقام کے علاوہ بعض ديگر مقامات بھي مزيد نظر و کاوش کے مستحق ہيں ' اور انکي طرف بھي خاتمہ ميں اشارہ کر ديا جائيگا -

اِس مقالہ کے ساتھہ ہم علامۂ ابن خلدون کي تصوير بھي شائع کر ديتے ہيں - يہ ايک قديم قلمي مرقع کا عکس ہے جو دمشق کے ايک قديم کتب خانہ ميں محفوظ تھا اور اب وہاں کے مجمع علمي (عربي اکاڈيمي) نے اپنے عجائب خانہ کے آثار عتيقہ ميں داخل

عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفي ۸۰۸ ھ
جس نے سب سے پہلے علم الاجتماع مدون کيا

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.
By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفه هرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے هفته وار ادبي ضمیمه میں مندرجه بالا کتاب پر ان الفاظ مین تنقید کي هے :

" اگرچه فلسطین کي آبادي ساتهه لاکهه سے زیاده هے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۶۵ - فرقوں کے اشخاص موجود هیں ' پهر بهي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بهي وهاں نظر نہیں آیا ' اور اسکے لیے اُنهیں شام جانا پڑا - یه وهي فرقه هے جو جنگ صلیبي کے زمانه میں بہت مشهور هوگیا تها - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نہایت دلچسپ طریقه سے بیان کئے هیں - شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف هونگے که یه وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تهے ' اور کس طرح اسکے کہنے پر هر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آماده هو جاتے تهے - حتی که دوسروں کا قتل یا خود کشي بهي ان کے لیے کوئي اهمیت نہیں رکهتي تهي -

اِس اسماعیلي فرقه نے اگرچه اپني تمام رسمیں ترک کر دي هیں - پهر بهي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاه لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پهولوں کے تاج رکهنے کي رسم اب تک رائج هے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اِس فرقه کے نہایت دلچسپ حالات لکهے هیں - باخبر مصنف همکو ایک اور فرقه کا بهي پته دیتا هے جو سمرتین کہلاتے هیں - اُن کا خانداني مذهبي پیشوا نابلس میں رهتا هے اور سالانه کوه گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا هے جو کتاب الخروج میں درج هے - اِس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بهي تذکره هے ' جنکا کام قیمتي چهتریاں لیجانا اور دوسروں کي چهتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا هے - اِسکے علاوه یہاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات هیں ' اور جنکي وجه سے اکثر خانه جنگیاں رونما هوتي رهتي هیں ' نہایت وضاحت سے بیان کیے گئے هیں "

" اگرچه فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اِسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بهي شریک هیں ' کہیں زیاده هے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابله میں تین هیں - اسي طرح تعداد میں وه یہودیوں سے بهي زیاده هیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتهه ترکوں کے اوس برتاؤ کي بهي مثالیں دي هیں ' جو وه اپنے عیسائي اور یہودي رعایا کے ساتهه کرتے تهے - چنانچه اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي هیں جنکے ذریعه ارمنیوں ' پادریوں ' اور یہودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تهي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجوده طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنه کرکے اول الذکر کو ترجیح دي هے -

هم اس پر اتنا اضافه کرنا چاهتے هیں که مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقه کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا هے ' وه اگرچه اسماعیلیه هي کي ایک شاخ هے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي هے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقه سے بہت کچهه مختلف هیں -

---

بیگم فهمي کا عجیب مطالبه

(قاتله کا مقتول شوهر کي جائداد پر دعوی !)

قارئین الهلال کو یاد هوگا که اب سے تقریباً دو سال پہلے لندن کے ایک هوٹل میں بیگم فهمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت هے) اپنے شوهر فهمي بے مصري کو گولي کا نشانه بنایا تها - لندن میں اوس پر مقدمه چلایا گیا ' لیکن وه چهوٹ گئي ' اور اب وهي قاتله اپنے مقتول شوهر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي هے !

اور اُس کي هلاکت پر تلي هوئي تهي - یہي سبب هے که همارے اجداد کو پہلي فکر یہي هوئي که حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچه وه اِس کا سامان مہیا کرنے میں مشغول هوگئے -

هر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق هوتا هے جو اُسکے وجود کا باعث هوتي هیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تهي :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب -

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت -

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یه تها که حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِسی طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' که جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ ره سکے - لیکن اس کے معني یه نہیں هیں ' جیسا که روسو کہتا هے ' که جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع هوے اور بحث و مباحثه کے بعد باهم عہد و پیمان کر لیا ' بلکه صورت یه هوئي هوگي که جماعت کے سب سے زیاده عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا هوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹها هوگا - پهر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رهنمائي کي هوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل هے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بهي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا هے - مدتوں انسان نے اِنهي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا که قتل ' خونریزي ' نهب و سلب ' جماعت اور افراد ؛ دونوں کے لئے مضر هیں - انسان مجبور هوا که اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیاده پر امن اور آرام ده زندگي اختیار کرے -

یہي تجربه یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد هے -

پهنچا هے - یه سراسر جنون هے که کوئي قوم ترقي کے بلند درجه تک اچانک پهنچ جانے کا خیال کرے -

(سلطنت کي تکوین اور روسو کا نظریه)

جوزیف دومستر اور بونلڈ نے سلطنت (اسٹیٹ) کي تکوین کا جو نظریه قائم کیا تها ' وہ اب اِس حد تک شکست هوچکا هے که اس کے بطلان کے لیے کسي بحث کي ضرورت باقي نهیں رهي - اِسي طرح " اصحاب جمهوریة " (جن کا سر گروہ روسو هے) کے نظریے بهي غلط ثابت هوچکے هیں -

مذهب جمهوریة ' سولهویں صدي کے اواخر میں اپنے پورے عروج کو پهنچ گیا تها - هنري سوم کے قتل کے بعد پروٹسنٹنٹ فرقه نے اِس مذهب سے هٹنا شروع کیا - سترهویں صدي میں هوبس اور گوربیو نے ظاهر هوکر اِس مذهب کي از سر نو حمایت شروع کي - لیکن وہ اِس نتیجه کي کوئي توجیه نه کرسکے که اِس مذهب کے تسلیم کر لینے کے بعد یا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا هے ' یا جماعت کا -

آخر میں روسو نے آکر یه تمام نظریے اپني کتاب " عقد اجتماعي " میں جمع کردیے - روسو کي رائے هے که انساني افراد اپني طبیعي خود مختاري سے اس بنا پر دست بردار هوے هیں که اُنهیں اِس کے معارضه میں امن و اطمینان ملے - چنانچه اُنهوں نے باهم معاهدہ کرلیا که انفرادي زندگي کے بجاے جماعتي زندگي بسر کرینگے - اِس معاهدے نے اُن میں اجتماعي اخلاق کي ایک خاص طبیعت پیدا کردي -

روسو کا خیال هے که فرد فطرتاً نیک هوتا هے - رذالت و شر ' جماعت سے پیدا هوتا هے - افراد فطري طور پر عدل و انصاف کے دلدادہ ' خیر اور نیکي کے پرستار ' اور نظام کي اطاعت کي طرف راغب هوتے هیں - وہ همیشه نیک اور خوش نصیب هوتے ' اگر جماعت کي برائیاں اُنهیں لگ نه جاتیں -

حریت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ! یه " عقد اجتماعي " کي بنیادي دفعات هیں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بیان " حقوق انساني " میں بهي کیا هے -

روسو کے زمانه میں یه نظریه بهت مقبول تها که انسان فطرتاً نیک اور عاقل هے - اُس کا هر عمل حتیٰ که هر حرکت کسي نه کسي معقول سبب پر مبني هوتي هے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفه یهي خیال رکهتے تهے - حتیٰ که ارکان سلطنت کا بهي اِسي پر ایمان تها - چنانچه تورگو نے تربیت پر ایک رساله لکهکر بادشاہ کو دیا اور دعوي کیا که " اِس پر عمل کرکے فرانس کي حالت ایسي هو جائیگي که ابهي یقین نهیں کي جا سکتي " نیر کها کرتا تها " انساني اخلاق کي فضیلت پر ایمان رکهنا فرض هے "

جرمني میں بهي کانت اور ریختي نے اِس مذهب کا علم بلند کیا تها - لیکن اُن کے رد کے لیے بڑے بڑے فلاسفه اُٹه کهڑے هوئے - هیگل ' استراوس ' اسٹوارٹ مل ' اسپنسر ' آوگست کونت ' تین ' رینان وغیرهم نے اپني اپني جگه اُس کي دهجیاں اڑادیں -

خود اشتراکیوں نے بهي یه مذهب قبول نهیں کیا اور اِسے منطقي مغالطه قرار دیا - زومر مالن کهتا هے " عقد اجتماعي کا نظریه ' محض ایک وهم هے "

اقتدار قومي کا نظریه بهي اب تک محض ایک دعوي هي دعوي هے - عمل میں آج تک اُس کا کبهي ظهور نهیں هوا - تاریخ نے بهي اُس کي کوئي مثال پیش نهیں کي - بنابریں اُسے بهي ایک خیالي و وهمي نظریه هي کهه سکتے هیں -

(فطرة انساني)

پهر یه بهي واقعه هے که عقل و حکمت انسان کي فطري صفت نهیں هے ' بلکه سخت جد و جهد کے بعد کسب کي جاتي هے - یه صفت ' اگر اِسے صفت کهنا صحیح هو ' اب تک غیر دائمي حالت توازن مین هے - علم وظائف الاعضاء (فیزیوا لوجي) اور علم النفس (سائیکو لوجي) بتاتے هے که " انسان فطري طور پر اُتنا هي مریض هے ' جتنا مجنون هے - همارے اعضاء کي سلامتي اور عقل کي درستگي ' سرا سر اتفاقات کا نتیجه هے - دماغ کا عمل بهي همیشه مضطرب هوتا هے - منطقي قیاسات اور اعلیٰ خیالات ' صرف ایک محدود روشن خیال جماعت سے مخصوص هوتے هیں - انسان کے ارادے پر اصلي حکمراني ' اُس کے عقل و دماغ کو نهیں بلکه جسماني ترکیب ' مادي ضرورت ' حیواني طبیعت ' قوت خیال ' حرص و طمع ' اور شخصي اغراض وغیرہ خصلتوں کو حاصل هے "

همارا یه خیال که انسان فطرتاً نیکي ' خیر ' حلم ' اور اجتماعي مصلحت کو ؛ بدي ' شر ' غصه ' اور شخصي مصلحت پر ترجیح دینے کي طبیعت رکهتا هے ' درحقیقت اپنے آپ کو سخت دهوکا دینا هے - کیونکه وحشت وظلم کي جو صفات هم نے اپنے اجداد سے ورثه میں پائي هیں ' اب تک همارے ذهن و دماغ میں پوري طرح راسخ هیں - انساني دماغ کي ساخت هي کچهه اِس وضع کي هے که انسان همیشه اپنے خیالات واوهام کا بندہ رهے - شدید هیجان ' شک و شبه ' جذبات ' سادہ لوحي ' خود غرضي ' یه انسان کي امتیازي خصوصیات و صفات هوگئي هیں -

یه حقائق پیش نظر رکهنے کے بعد ' هم بآساني فیصله کر دے سکتے هیں که انساني فطرة کے متعلق روسو کا نظریه سرا سر وهم و خیال هے - اور اُس کے هم مشربوں کو حقیقت سے کوئي تعلق نهیں -

(سلطنت کي تکوین میں اقلیم کا اثر)

سلطنت کي تکوین میں اقلیم کے اثرات کو بهت دخل هوتا هے - سیاسي و اجتماعي نظامات ' اقلیم کي تبدیلي سے بدل جایا کرتے هیں - اِس کي مثال یه هے که جو قومیں میدانوں اور سبزہ زاروں میں بود و باش رکهتي هیں ' اُن کي اقلیم کا اقتضاء هي یه هوتا هے که بدوي زندگي بسر کریں - ان کي مرکزي حکومت میں ابوي اقتدار کا رنگ غالب هوتا هے اور استبداد کمزور هوتا هے - یه قومیں همیشه فتوحات و حکمراني کي دلدادہ هوتي هیں - برخلاف اِن کے وہ قومیں جو جنگلوں میں شکار پر زندگي بسر کرتي هیں ' اپني مرکزي حکومت میں استبداد غالب رکهتي هیں اور ابوي شفقت کمزور هوجاتي هے - اِن میں جهالت نمایاں هوتي هے - وسعت نظر مفقود هوتي هے ' اولوالعزمي اور بلند همتي ناپید نظر آتي هے ' فتح و استیلاء کا جذبه مردہ هوجاتا هے ' همیشه تنگ دائرے هي میں زندگي بسر کرتي رهتي هیں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قدیم ترین حکومتوں کے ظهور کي تاریخ همیں بتاتي هے که انسانوں کا اجتماع اور باهمي اشتراک عمل ' صرف ضرورت هي کي وجه سے پیدا هوا تها - وہ ابتدائي ضرورت ' دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تهي - اُن مجهول زمانوں میں هر چیز انسان کے لیے خطرناک تهي '

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرا کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچ سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور لقمے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "بزار" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈال کر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں کچی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لئے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات بہت محدود ہے۔ ۴۰، ۵۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے۔ نجدی عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر مرنا نہیں جانتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لئے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور، وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا تجویز کرنے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی جہالت پر ہنسا اور کہنے لگا۔ اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری داپسی تک وہ اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی تھی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر آپریشن جراحی کرنا ضروری ہے۔ اس پر بدو ہنسنے لگا۔ "واللہ" اُس نے کہا "میں جنت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سُنکر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو بہی نہیں کہ ستاروں کی رہنمائی میں صحرا کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سُن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرا کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دیئے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دور کی آواز سنتے اور بہت دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرا کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسار یا سنہ حجاز سے مقصود، ان دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُنکے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ تائے مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س، م" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب بسم اللہ کہنا ہوتا ہو تو کہتے ہیں "سم" کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہو تو کہتے ہیں "سم" اگر کسی کو پکارو تو فوراً جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سُن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مصر، داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی، اسلام کی، دو اسلامی قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اور ان دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمۂ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے انھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔

لیکن اس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں، رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے ان کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ ان کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلا کر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزت(؟) ابنتی" (قسم اس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت (؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبد العزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کروں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرا کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرا کی زندگی نے اُنھیں ایسا ہی بنا دیا ہے وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفراءِ دول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جانثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ کم پر قناعت کر لیتی ہے۔ شریفیوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

اس سلسلہ میں اخبار پیپل لندن کے نامہ نگار نے اوس سے ملاقات کی تھی - اس ملاقات کے حالات یہ ھیں - نامہ نگار لکھتا ھے :

" یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ وہ مجھے نہ پہچان سکی - اور واقعۃ تو یہ ھے کہ میں خود بھی مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تھا کہ حسین لباس میں یہ ملبوس حسینہ وھی پریشان سفید روح ھے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکھا تھا - آج اوس کے رنگین ' روشن ' ترو تازہ چہرہ ' اور باوقار حرکات میں کہیں بھی اون خطروں اور اندیشوں کا پتہ نہ تھا جنھوں نے اسے اپنے شہزادہ شوھر کے قتل پر مجبور کردیا تھا "

" تمام دنیا کی طرح میں نے بھی سنا تھا کہ مرحوم فہمی بے کی جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان ھے ' اوسکی دو بہنوں اور چچا کو مل گئی ھے - اسکا یہ فیصلہ کہ اب وہ خود قاھرہ جاکر یہ دعوی ازسر نو پیش کریگی ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تھی "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آمادہ کیا ھے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وہ کہتے ھیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نہ کروں ' سماعت نہیں ھو سکتی - اسلیے میرے پاس قاھرہ جانے کے سوا اور چارہ کار کیا ھے ؟ "

" لیکن مجھے یاد تھا کہ اس سے پہلے تین مرتبہ بیگم فہمی نے قاھرہ جانے سے انکار کردیا تھا ' اور اسکے وجوہ میں ایک وجہ یہ بھی بتلائی گئی تھی کہ وہ خائف ھے - میں نے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ ھنسی اور پھر مسکراتے ھوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسی سے نہیں ڈرتی - مصری میرے دوست ھیں - شریف ھیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا ھٹا کر بتایا کہ اُس کا ھاتھہ زخمی تھا ' اس لیے وہ قاھرہ جانے کے قابل نہ تھی - اُس نے یقین دلایا کہ اب وہ پہلے اسپین جائیگی ' وھاں سے سیدھا مصر پہنچیگی - یہ کہتے ھوے اُس نے ایک خاص انداز سے اپنا ھاتھہ اٹھایا ' اور اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب روشنی پیدا ھوگئی - قاھرہ کا مصری انصاف اُس کے لیے کوئی خوفناک چیز نہیں ھے - جو قاضی اِن آنکھوں سے متاثر ھوے بغیر رھیگا ' اُس کے متعلق سمجھہ لینا چاھئے کہ اُس کے سینہ میں دل کی جگہ یقیناً پتھر کا ٹکڑا ھوگا - اس رعنائی کے باوجود بیگم فہمی تین شادیاں کر چکی ھے ' اور اُس کی ایک ھفدہ سالہ لڑکی بھی موجود ھے ! "

" بیگم فہمی کو اس بات کا یقین ھے کہ وہ قاھرہ میں اپنا مقدمہ جیت لے گی - اُس نے مجھے بتایا کہ حال ھی میں اُس نے ایک مقدمہ جیتا ھے - وہ مقدمہ ایک ڈریس کیس (صندوق آرائش) کے متعلق تھا جس کی قیمت ۴ ھزار پونڈ ھے - یہ بکس اُن دو بکسوں میں سے تھا جو شادی سے کچھہ دن قبل شہزادہ فہمی بے کے لیے بنائے گئے تھے - ایک سیاہ کچھوے کی کھال کا اُس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اُس کی منسوبہ کے لیے - حادثہ قتل کے بعد فہمی بے کی بہن نے اس بکس کے لیے مقدمہ دائر کیا - بیگم فہمی اس کے لیے لڑی اور بالآخر کامیاب ھوگئی - اُس نے کہا " یہ مقدمہ اِس لیے نہ تھا کہ وہ بکس بہت قیمتی تھا ' بلکہ یہ اصول کا سوال تھا - اُس نے یہ بکس مجھے دیا تھا - اور میرے لیے ضروری تھا کہ میں اُسے حاصل کروں " آپ کو یہ سن کر متعجب نہ ھونا چاھیے کہ بیگم فہمی نے اپنی چوتھی شادی کا خیال ترک نہیں کیا ھے ' اگرچہ اس میں عجلت نہیں ھے "

ڈاک کی تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کی بین الاقوامی مجلس کا ایک اجلاس حال میں بہ مقام ھالینڈ منعقد ھوا تھا - اس سلسلہ میں ڈاک کے موجودہ طریقہ کی تاریخ بھی بیان کی گئی جس کا خلاصہ حسب ذیل ھے :

" قدیم زمانہ میں خطوط کی آمد و رفت کے مختلف طریقے تھے - ڈاک کا محکمہ زیادہ تر بادشاھوں کی خدمت کیلیے تھا - بادشاہ اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عہدہ داروں اور دوستوں کو بھیجا کرتے تھے - محکمۂ ڈاک یہ تھا کہ کچھہ لوگ خطوط لیکر گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ سواریوں پر سفر کیا کرتے تھے -

مصریوں نے اپنی ترقی کے زمانہ میں ڈاک کا باقاعدہ انتظام کیا - مصریوں سے یہ چیز رومانیوں نے لی - شہنشاہ آگسٹس کے زمانہ میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز ھوا -

ساتویں صدی عیسوی میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکہ یہ زمانہ فرانس میں سخت بد امنی کا زمانہ تھا ' اس لیے یہ انتظام کامیاب نہ ھوا اور جلد موقوف ھوگیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمہ از سر نو قائم کیا تاکہ اسکی وسیع سلطنت میں مواصلات کی آسانی ھو - مگر زیادہ عرصہ وہ بھی قایم نہ رہ سکا -

آخر سنہ ۱۴۶۴ع میں لوی چاردھم نے اسکا پھر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوری ھوشیاری اور مضبوطی سے قائم کر دیا - سولھویں صدی میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پھیل گیا تھا ' اور ھر شخص کو حق حاصل ھوگیا تھا کہ جب چاھے ' اپنے خطوط ڈاک کے ذریعہ بھیج دے - سنہ ۱۶۲۷ع میں خط نویسی کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنہ ۱۶۲۹ - سے منی آرڈر بھی ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنہ ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد ھوئے - لیکن تھوڑی مدت بعد اُنکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ اُنھیں بھول گئے - سنہ ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاری اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجہ نہیں کی گئی - سنہ ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکی ضرورت محسوس کی - اسکے بعد باقی سلطنتوں نے بھی انکی تقلید کی - ذیل کے نقشہ سے معلوم ھوگا کہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاری ھوئے ھیں :

انگلستان	—	سنہ ۱۸۳۹
بلجیم	۳ نومبر	سنہ ۱۸۴۷
فرانس	۱ جنوری	سنہ ۱۸۴۸
اسپین	۲ مارچ	سنہ ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴ اپریل	سنہ ۱۸۴۹
پروشیا	۱ جنوری	سنہ ۱۸۵۰
آسٹریا	۱ ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵ ایضاً	ایضاً
اٹلی	۱ ایضاً	سنہ ۱۸۵۱
ھالینڈ	۱ ایضاً	سنہ ۱۸۵۲
ناروے	۱ ایضاً	سنہ ۱۸۵۵
یونان	— اکتوبر	سنہ ۱۸۶۱
ٹرکی	۳ مئی	سنہ ۱۸۶۶
مصر	۱۵ دسمبر	سنہ ۱۸۶۶

لکھا۔ محمد کا جواب حسبِ ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت بخشی! ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبداللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں وہ جس قدر تشدد اُن پر کر سکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ والی (گورنر) ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم و جور کیا۔ چنانچہ ۱۱۸ھ ہجری میں اُسنے خراسان کے تقریباً تمام داعی گرفتار کر لئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے قید کر دیئے۔

شیعی دعوت کے نقباء و دائمہ: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہو کر چلایا:

"اے فُسّاق! کیا خدا نے فرمایا نہیں ہے کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف کیا۔ البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

لو بغیر الماء حلقی شرق — کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار کھلوا رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت مخالف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہے"

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور انھیں رہا کر دیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُسوقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی تھی؟ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے اطمینان کی سانس لی۔

اس کے بعد عالم اسلامی میں دو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں نے شیعوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کر دی اور اُن کے دشمن کی تباہی کا سبب بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دور نہ کی جا سکی۔ باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان نے کھولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبدالملک کے خلاف سر اُٹھایا، اُسے فسق و فجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے اُس کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہو گیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے چنانچہ مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُس پر متمکن ہونے کی جد و جہد شروع کر دی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا اُسنے دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہو گیا۔ مگر اُس کی کامیابی نے فتنہ و فساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اِس خانہ جنگی کے مہلک نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلاء خوب سمجھتے تھے کہ یہ بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے:

انی اعیذکم باللہ من فتن — مثل الجبال تسامی ثم تندفع

لا تبقرن بایدیکم بطونکم — فثم لا حسرۃ تغنی ولا ندم

مگر جب ایک مرتبہ فتنہ و فساد پھیل جاتا ہے تو آسانی سے دور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافست میں ترقی۔ معلوم ہے عرب دو بڑی قسموں پر بنٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست و سیادت، یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کر دیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ و فساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امراء و حکام نے یہ عصبیت از سر نو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پوری قوت سے زندہ ہو گئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مُضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، افکار و آراء کا اختلاف نہ تھا۔ اس نے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطان غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مُضر کے گھر گرا دیئے۔ اسی پر ایک مضری عورت کہتی ہے:

لا بارک اللہ فی انثیٰ و غدیہا — تزوجت مضریاً آخر الدہر

اسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابومسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے بر سر دعوت آتے ہی ایک اولو العزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آگیا۔ اس کا نام ابومسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشو و نما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے ۱۲۵ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہو گیا۔

اس کے بشرے ہی سے عزم و حزم اور غیر معمولی ذہانت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہو چکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم کٹے مرتے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دور بیں نظریں ابومسلم پر پڑیں۔ فوراً معلوم کر لیا کہ اس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کر دیا، اور وہاں کے شیعوں کو حکم بھیجا کہ ابومسلم کی پوری پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہے۔

ابراہیم بن محمد نے ابومسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبدالرحمٰن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہے لہذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغاباز لوگ ہیں۔ قبائل مُضر؛ آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شبہ ہو جائے تو فوراً قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے داعی اکبر) سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آپڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابومسلم ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت از حد زبوں ہو رہی تھی۔ اُسنے پوری عقل و دانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر "امام" (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا "واپس جاؤ اور کام شروع کر دو" نیز امام نے ایک علم بھی بھیجا۔ اس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دورِ عمل

ابومسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہر طرف پھیلا دیئے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہو گئے۔ یہ رمضان ۱۲۹ھ کا واقعہ ہے۔

۲۵ رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُسوقت ابومسلم یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہو گیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابومسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کرے۔ بنو امیہ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ وہ خطبہ و اذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابومسلم نے اپنی فوج کو پُر تکلف دعوت کھلائی۔

اس کے بعد ابومسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابومسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولو العزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس میں ابومسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کر سکتی تھی:

ابومسلم کا خط یہ تھا:

"اما بعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہے: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفورا، استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابومسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہو کر قید ہو گیا۔ ابومسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہو جانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہو جاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس پلٹ جاؤ، مگر اس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑو گے اور ہماری نسبت دروغ بیانی نہ کروگے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ وہی بیان کروگے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

کا جس ہمت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا، وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہے"

"حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں" سلطان نے فوراً جواب دیا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کر دیا۔ اُسنے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ مگر شریف حجاز کی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہمنے بارہا نتائج بد سے ڈرایا! مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کر دیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ "فوج" سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدو قوم سمجھئے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"ہم نے فوج کشی تو کر دی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیام امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہے۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جا رہے ہیں۔

"ہم خوب جانتے تھے کہ اہل حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہے۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی، جیسی ہم نے نجدیوں میں کر دی ہے، ناممکن سی نظر آتی تھی۔

"مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر دے سکتا ہے۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پروا نہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیرپا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

"ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ ہی کرنے پائے تھے کہ اُن کے اہل الحل والعقد نے جمع ہو کر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کر لیں اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی کی حکومت قائم کر دیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کر لی"

"حجاز کے نظام حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"حکومت حجاز کا بنیادی نظام علی حالہٖ قائم ہے" سلطان نے جواب دیا "ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی حتیٰ کہ ہم نے وہ سابق عہدے دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھا دئے ہیں اور اُن کی جگہ احکام شریعت قائم کر دئے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہے، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مُضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اسوقت سرزمین حجاز میں پُورا پُورا امن قائم ہو چکا ہے اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کر دیا گیا ہے"

"اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتح حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ "بعض سلطنتوں" سے آپکی مراد کون سلطنتیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

"آپ جانتے ہیں کہ اکثر دول یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اس طرح کی جرأت نہیں کی ہے۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُسنے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہو"

"خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟ کیا آپ منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اس اہم مسئلہ میں اظہار خیال مناسب نہیں سمجھتا" سلطان نے مسکرا کر کہا "بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آداب مجلس کا اقتضا یہ ہے کہ میں آپکے سامنے *

* کوئی اظہار خیال نہ کروں۔ مسئلۂ خلافت، تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے۔ جب تک تمام مسلمانوں کی موتمر اس پر غور نہ کرے، محض ایک منصب کی بابت کوئی رائے ظاہر کرنا غیر ممکن ہے"

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد اُمیہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و داعی محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دَوروں پر منقسم ہے:

پہلا دَور پُرامن دعوت کا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابو مسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۷ سال تک یہ دَور قائم رہا۔ دوسرا دَور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دَور ہے۔ اسے دَور عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

دَور اوّل

(سنہ ۱۰۰ھ سے سنہ ۱۲۷ ہجری تک)

اس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دَورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز سنہ ۱۰۲ھ میں کھلا، قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والی خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا "یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں"

سعید نے اُنھیں فوراً طلب کیا:

"تم کون ہو؟" اُسنے سوال کیا۔

"سوداگر" اُنھوں نے جواب دیا۔

"یہ تمھاری نسبت کیسی شکایت ہے؟" حاکم نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم" اُن کا صاف جواب تھا۔

"تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟" والی نے پوچھا۔

"ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائیں گے؟" اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے آکر ضمانت کر لی۔

"ہم اِنھیں خوب جانتے ہیں" اُنھوں نے کہا "ہم ان کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں"

حاکم نے مطمئن ہو کر اُنھیں چھوڑ دیا۔

سنہ ۱۰۵ھ میں اس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ہامان نامی ایک امیر کبیر اُس میں شامل ہو گیا اور اپنی تمام دولت اس پر وقف کر دی۔ اُسی اثنا میں کوفہ کا داعی اوّل میسرہ فوت ہو گیا۔ محمد بن علی نے نہایت دُور اندیشی سے اس مرکز کے لئے ابن ہامان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعان بنی ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا۔ سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اس گروہ کی خبر دی۔ چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انہی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ہامان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

بریدِ شرق

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم مشرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور تعلیم گاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس تک ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کر کے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی غیور طبیعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہو گئی۔ اُنھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہو گئی خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہو گئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد ان کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمہ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی ”آئندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے“ واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اوڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر عام پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

”ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدہ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علماء قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ”حمایۃ“ (پروٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہدنامہ ہے جس میں ایجاب و قبول، بنیادی شرط ہے۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی، اور نہ قیامت تک کبھی پیش آ سکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود ”حمایۃ“ کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی“

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سیاسی جد و جہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و قہر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کارروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلاٹین نے فیلڈ مارشل جنرل ایلن بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

”جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں حصہ [illegible] کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ انھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ [illegible] کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا“

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

”فیلڈ مارشل ایلن بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

”چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

”لہذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہے، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے!“

گرفتاری اور جلا وطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے دس ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلا وطنی سے واپس آ کر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے ہم اُنھی کی زبان سے

بقیہ مضمون صفحہ ۱۲

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبداللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ جس سے مروان کو یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ ابان نے عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبداللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبداللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دارالخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں ”بوصیر“ میں جا کر چھپ گیا۔

عبداللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابو العباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کرے اور خود آگے نہ بڑھے چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲ہجری میں پیش آیا تھا۔

بزید نے کہا "انھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہے کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اس حال میں دیکھا کہ پابندی اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذاں دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عنقریب کامیاب ہوجائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کرکے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنہی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اس واقعہ کے بعد ابوسلم کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔ اب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ سفیذنج میں گنجائش باقی نہ رہی مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہوگیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کرآئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبیتیں یا جماعتیں قائم ہوگئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابوسلم نے اس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے ان سب کو لڑا دیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہوگئی حتیٰ کہ ۱۳۰ھ میں مرو پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑ رہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: ودخل المدینة علی حین غفلة من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلان، ہذا من شیعتہ وہذا من عدوہ!

مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابوسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کردیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رے فتح کیا۔ رے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہوگیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسی اثنا میں قحطبہ شیعی سپہ سالار کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور پیشقدمی کرتا ہوا محرم ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی۔ حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیر قنی کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابوسلمة الخلال نے اپنا لشکر حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی امیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کرآئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے رہنماؤں کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

راز اس طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہوگیا جو اُسنے ابوسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقا کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کرکے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرلے اور دار الخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابوالعباس کے حق میں امامت کی وصیت کردی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حران کے قید خانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہوگیا۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرا دی گئی تھی؟ بہر حال یہ یقینی ہے کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابوسلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمد" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ابوسلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کرلیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؑ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو باقی دونوں خط ضایع کردے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابوسلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہے"

"آپ خط تو پڑھیے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگا کر جلا دیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہوکر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس دوڑے آئے:

"یہ ابوسلمہ کا خط ہے" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہے"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابوسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہے؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہے؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہوسکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟"

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کر رہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہے کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑ دو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملے گی تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہے"

اس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کردیا۔

آخر میں قاصد عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اس اثنا میں ابوسلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے نکلکر کوفہ پہنچے۔ ابوالعباس کو ابوسلمہ کی نظر بندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابوسلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابوالعباس اُس سے کدر ہوگیا تھا

ابوالعباس کا خطبہ

۱۳ ربیع الاول روز جمعہ کو ابوالعباس نے جامع مسجد میں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر کیا۔ خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم و جور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں بھلائی پہنچ چکی ہے، اُس سے تم پر کبھی بُرائی نہ آئے گی (یعنی اہل بیت نبوی!) اور جس راہ سے بُرائی آچکی ہے، اُس راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (یعنی بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی ہے۔ تم اے اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو۔ تم وہ ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارے دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سو سو درہم کا اضافہ کردیا ہے۔ تم طیار رہو جاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں ..."

ابوالعباس، "سفاح" کے لقب سے اسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے مُنہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابوالعباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کرسکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہوگیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت جور و ستم نے زبوں کردی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کرکے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی امیہ نے تمھیں ہلاک کر ڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کرلئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہوگئے اور تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے نام پر، رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے ..

.... اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے اس منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ دوسرا امیر المومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابوالعباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گا، یہاں تک کہ اُسے عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کردیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت اپنے چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کُن کارروائی کا وقت آگیا تھا۔ خود خلیفہ مروان بن محمد کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدہر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر حران سے موصل پہنچ گیا۔ ابوالعباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت ہی سخت جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا پورا لشکر تباہ کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲ھ کا ہے۔

مروان بھاگ کر حران میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان بن یزید

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاوّل کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں اور داعی لا الہ الا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن مظاہر عظمت کا تخیل صد درجہ متباین ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُس پر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُس پر ایمان رکھتے ہیں، دل و دماغ کے ساتھ اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈھی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی صنعت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اُس نے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُس نے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے منہ پھیر لیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

وراودتہ الجبال الشم من ذہب　　عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب اور دل عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکماء، اور موجدین کی عظمتوں سے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ دنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو اُنھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

⁂

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیے، اگرچہ دنیا انھی مظاہر پر مری مٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہو، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد، اٹل اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الٰہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۸)

منہمک ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کر کے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸-۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔

سکیں۔ انھوں نے کہا:

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں انگریزی قوت نے حق پرستی کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور دروں میں بندوقیں اٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کر دئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کر لینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور اطمینان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اسے روک دیا گیا۔ صلیب احمر کی ایک بھدی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی مظاہرہ میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔ ان کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی۔ مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا اظہار کرنا چاہا اور کر دیا۔"

ہندوستان کو شرم آنی چاہیے!

مرحوم کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپکے تمام غیور قارئین اسے شرمناک خیال کریں گے۔ مصر کا یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کر کے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو برا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

"مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے راستے سے جو بالکل غیر آباد تھا۔ حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اس نے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسروں نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمہ کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے ڈالتی تھیں۔ میں اس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں مصر میں صرف ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقائے مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۴ ستمبر سے ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری۔ دنیا بھر سے الگ کر دئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی . . . . لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار گئیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلا دیتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور نہایت کیسی نبیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط انھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۸ دسمبر ۱۹۲۱ء

"عزیزتی!

"تمھارا ۲۷ دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے سردست تمھارے سفر کے التوا کو پسند کیا۔ مجھے اس وطنی شعور پر فخر ہے جس نے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبداللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ مہذب و مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی، اچھی ہے۔ کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہرحال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمد للہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری امیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ والسلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ نجی کی صحبتوں میں بھی یہ شخصیت آدمی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت ان پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر ان میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ ان کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ ان کا یہ قول بہت مشہور ہے جو انھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا ان پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کے لئے آواز بلند کی۔ یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے۔ سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی ناامید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ ان کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ انھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہو کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی ان کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، ان کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہذا انھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان پڑھی اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب مہارت رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ ظرافت و بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

ان کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح ۶ بجے بیدار ہوتے تھے غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ میں

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں طبع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۲ (مینیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بگ بن ٹائم پیس جرمن میڈ
	گارنٹی سال	گارنٹی ۳ سال
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی ... قیمت ...	مکل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت ...	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پہننے کا مضبوط ٹائم کا سچا
... سات روپیہ آٹھ آنہ ... محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس ...	صرف پانچ روپے آٹھ آنے ... محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس ...	بے حد سستا قیمت ... روپے محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس ...

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں ہیں اسکے بعد ہم نہیں کے ذمہ دار ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے بھی قیمت مندرجہ بالا لیجائیگی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ ملنے کا امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۳ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ ”شیفر“

کا

”لائف ٹائم“ قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دوکان سے قلم لیں تو آپکو ”شیفر“ کا

”لائف ٹائم“

لینا

چاہیئے!

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، اِن میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مِل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لاالہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لاالہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دُنیا کے تمام زخرفات و تمتعات ہیچ تھے!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہٰذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہٰذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہٰذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دَوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جسپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اِس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں — تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دُنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزو مند جنگ نہیں زندگی کی کارفرما جنگ!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمہ لاالہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے — حالانکہ وہ باطل نہیں ہے — تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریئے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے — حالانکہ وہ حق ہے — تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اِس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امراء، فقراء سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دِن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام مدعیانِ علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پرجلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں ہوگا صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارسازِ فطرۃ کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہوگی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں یہ تمام چیزیں۔ کُہر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نُور کے دیکھتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکونِ موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا، اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لاالہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بندھن ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کرے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لاالہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بیانگ دہل دہرا دے گا "لاالہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لاالہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اِس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہٰذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہٰذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک ربّ ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اِس لئے کلمۂ لاالہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی "اشہدُ انّ محمداً رسول اللہ!"

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایۃ"

"انگریز کہتے ہیں' تم ہماری غلامی میں نہیں، ہماری حمایۃ (پروٹیکٹوریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اِس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار ہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اِسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُسنے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا:

"بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سُن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزانِ من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پُورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو۔ تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، تحریک کا نبض ہو۔

"میں پُورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار بنوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُرامید ہے۔ جس کی اُمیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پُوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پُورا کرنا یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہے۔ ہمارے لئے جُرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہے"

جلاوطنی

"زغلول جلا وطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادی کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلا وطن کر دینا چاہیئے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اِس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں لیکن میں مجنون نہیں ہوں! کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (قہقہہ)

مطبوعات الهــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه " سلسلۂ تراجم " بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب " زاد المعاد " کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ " وسیله " کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول " توحید " کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت ' اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تے - اور اُسکا هر باب اپني مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که سنه ١٩١٨ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں " البــلاغ پریس " کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور ان جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ١٠ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ١٠ روپیه

" " چہارم ١٠ روپیه   " " پنجم ١٠ روپیه

جلد " البــلاغ " (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر " البــلاغ پریس "

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱٦

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at the Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الکریم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱٦ — کلکتہ : جمعہ ۱۰ ۔ ربیع الثانی ۱۳٤٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 7, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اِس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ۱۳۰۱ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۷۵
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۳۷٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۲۸	نستعلیق ھون	۱۲۷

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس بارى مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس بارى مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاھوں پر رعایا کي کوئي نگراني نہیں ھوتي - لیکن تجارتي حکومتوں میں تجار و اعیان ' حاکم کي نگراني کرتے ھیں ' اور حاکم ' تجار و اعیان کي نگراني کرتا ھے ' کیونکہ پوري قوم اِس ممتاز طبقہ کے مظالم کا نشانہ بن سکتي ھے -

(حکومتوں کي تشکیل میں مذھبي پیشواؤں کا دخل)

ایک تیسري قوت بھي ھے جو حکومتوں کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي ھے - وہ قوت کاھنوں اور مذھبي پیشواؤں کي ھے - قدیم زمانے میں دیني پیشواؤں کو غیر معمولي اھمیت و طاقت حاصل تھي - مصریوں اور یہودیوں میں اِن کا اقتدار بے روک تھا - یہ اِنھي کاھنوں کي قوت تھي جس نے مخلوق سے فرعون کي پرستش کرائي اور رومولس اور ریموس (۱) کو جنگ کے دیوتا کي اولاد تسلیم کرا دیا - چین کے شہنشاھوں کے متعلق بھي ایسا ھي اعتقاد تھا - سیام کے بادشاہ تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے یاد کیے جاتے ھیں -

غرضکہ سیاسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتیجہ ھوتي ھے - کمزور ھمیشہ طاقتوروں کا لقمہ ھوتے ھیں - قوت صرف مادي ھي نہیں ھوتي - دیني ' اخلاقي ' اور فکري بھي ھوتي ھے - بلکہ کبھي کبھي اقتصادي بھي ھوتي ھے - مارکس کا قول ھے کہ اقتصادي قوت ھي سیاسي قوت میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتي ھے - اُس کي یہ رائے ھر حال میں صحیح نہیں ھے ' اگرچہ اقتصادي قوت ' سیاسي نظامات کي تاریخ میں بہت مؤثر رھي ھے -

(سیاسي حکومت ' اور باھمي تعاون کي تاثیر اُمت کي تکوین میں)

سیاسي حکومت کا ظہور ' ایک اجتماعي حادثہ ھے - یہ حادثہ ھمیشہ ایک ھي قسم کا ھوتا ھے - جماعتیں اپني قلت و کثرت میں کتني ھي متباین ھوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع میں کوئي تباین پیدا نہیں ھوتا -

انسان ' باھم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے ھیں - صرف اسي تعاون کے ذریعہ ھم اپني ضرورتیں پوري کرسکتے ھیں - انسانوں کي ضرورتیں اور قابلیتیں مختلف اور متفاوت ھیں - اِسي صورت حال نے اُنھیں مجبور کر دیا ھے کہ تقسیم عمل کے اصول پر باھمي تعاون سے کام لیں -

ھمارے اجداد کي اجتماعي روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنھوں نے دور توحش سے دور بداوت میں قدم رکھا - جغرافیائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور ھوکر بہت سے قبیلے متحد ھوگئے - اُن کے اتحاد نے ایک نیا مجموعہ پیدا کردیا - اِسي مجموعہ کا نام بعد کو " اُمت " یا " قوم " ھوا - پھر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طریقہ رائج ھوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ ھوگیا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر دیے گئے - پھر صنعت و حرفت کے وسیع پیمانے پر ظہور نے سرے سے یہ غلامي بھي موقوف کردي -

اِسي تدریجي ارتقاء نے قومیتیں پیدا کیں ' اور قبائلي سرداروں کو شاھي تختوں پر بٹھا دیا - پہلے زمانے میں پادشاہ کا اولین کام یہ تھا کہ فوج کي سپہ سالاري کرے - مصریوں ' اشوریوں ' اور یورپین قوموں کي تاریخ ایسي مثالوں سے لبریز ھے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي رائے میں جماعت ' ایک حقیقي زندگي رکھتي ھے - اُن کا خیال ھے کہ جماعتي ذھن و وجدان ' فردي ذھن و وجدان سے علحدہ وجود رکھتا ھے - قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا بھي نظریہ یہي تھا کہ جماعت ' ایک عظیم زندہ وجود ھے - گویا وہ سینکڑوں سروں کا حیوان ھے - ھمارے زمانے میں بھي متعدد علماء نے یہي کہا ھے - چنانچہ وومس وغیرہ کہتے ھیں کہ جماعتیں ' اپني مستقل زندگی رکھتي ھیں - وہ جسم حي کي مثال پیش کرتے ھیں - وہ کہتے ھیں علماء فیزیو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقہ فیصلہ ھے کہ اجسام حیہ کي اساسي طبیعت یہ ھے کہ ھر عضو اپني جگہ پر ایک خاص عمل انجام دیتا ھے جس سے مجموعي جسم کي زندگي بر قرار رھتي ھے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پھولوں وغیرہ سے مرکب ھوتا ھے - اِن میں سے ھر چیز اپني جگہ پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے لیے کام کرتي ھے -

اعضاء کا یہ تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار دیا جا سکتا ھے :

(۱) مختلف اعضاء میں وظائف کي تقسیم و تحدید -

(۲) وہ غرض و غایت ' جس کے لیے بطریق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے ھیں -

یہ دونوں اصلیں ' تمام انساني و حیواني جماعتوں میں پائي جاتي ھیں - یہ اِس لیے کہ اگر اعضاء جسم میں وظائف کي تقسیم نہ ھو ' تو اُس جسم میں سرے سے وصف عضویت ھي موجود نہیں ھو سکتا - مثلاً اگر ھم ایک ریگ کا ٹیلہ دیکھیں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابہ ھوں ' اور سب ایک ھي عمل انجام دے رھے ھوں ' تو ھمیں فیصلہ کر دینا پڑیگا کہ اِس ٹیلے کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم نہیں ھے - یعني اُس میں خود عضویت کا وجود ھي نہیں ھے - یہي حال انساني جماعت کا ھے - جس انساني گروہ کا ھر فرد اپني علحدہ زندگي بسر کرتا اور جماعت کے لیے کوئي کام نہیں کرتا ھے ' ھمیں کہنا چاھیے کہ وہ گروہ سرے سے جماعت ھي نہیں ھے ' بلکہ دور وحشت میں پڑا ھوا ھے -

(وظائف کي تقسیم)

جسم میں عضویت کا آغاز اُسي وقت سے ھوتا ھے جب اُس کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم ھو جاتي ھے - یہي حال انسانوں کا ھے جب اُن میں تقسیم عمل نافذ ھو جاتي ھے - بعض کھیتي پر لگ جاتے ھیں - بعض کپڑا بننے لگتے ھیں - بعض مکان بنانے لگتے ھیں ...... اِس حالت میں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " ھو جاتا ھے -

میلن کي رائے ھے کہ عالم اقتصاد میں تقسیم عمل ' عالم فیزیو لوجي (وظائف الاعضاء) میں تقسیم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابہ ھے - یہ تقسیم ھي جسم حي کي خصوصیت پیدا کرتي ھے - اور یہي تقسیم " جماعت " کو موجود کرتي ھے -

اِس کي مثال یہ ھے کہ زندہ جسم میں معدہ ' نہ تو دل کا فرض انجام دیتا ھے ' نہ دل معدے کا - گزشتہ تفصیل سے واضح ھوچکا ھے کہ زندگي پیدا کرنے میں تقسیم وظائف ' تعاون ھي کي بنیاد پر قائم ھوتي ہے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے لیے خود عمل نہیں کرتا ' بلکہ اُس کي غذا معدہ مہیا کرتا ھے ' اور قلب یہ غذا اُس تک پہنچاتا ھے - یہي حال جماعت کا ھے -

---

(۱) رومولس اور ریموس ' مندر وستا کي راھبہ " ریا سیلویا " کے توأم لڑکے تھے ' اور زنا سے پیدا ھوئے تھے - مگر راھبہ نے دعوی کیا کہ وہ جنگ کے دیوتا مریخ کي اولاد ھیں - رومولس ' روم کا باني ھے -

مقالات

علم الاجتمــاع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ شکار اور جنگ میں وھي شخص اُس کا سردار ھونا چاھیے ' جو اسلحہ کے استعمال میں مشاق اور جسماني قوت میں اصلح ھو - یہ حال صرف انساني جماعتوں ھي کا نہیں ھے - چڑیاں بھي جب ایک اقلیم سے دوسري اقلیم کو جاتي ھیں ' تو اپني سرداري اور پیش قدمي کے لیے اپنا سب سے زیادہ قوي اور تیز نظر فرد منتخب کرتي ھیں - ھمیشہ دیکھا جاتا ھے کہ چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچھے اڑتے ھوئے جاتے ھیں !

اپني تکوین کے آغاز میں سلطنت کي بھي یھي صورت ھوئي - افریقہ ' اسٹریلیا ' اور نیوزي لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود ھیں جو یہ اجتماعي نظام پیش کر رھے ھیں - بعض قبائل ایسے بھي ھیں جن کا سردار دائمي نہیں ھوتا ' عارضي طور پر منتخب کر لیا جاتا ھے - چنانچہ قبائل تسمان کا یھي حال ھے - اُن کا جب کوئي خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا ھے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا ھے - لیکن اِس ضرورت کے ختم ھوتے ھي سردار کي سرداري بھي ختم ھو جاتي ھے ' اور وہ باقي افراد کي طرح ایک فرد عام ھو جاتا ھے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور ھیں ' اُن میں فرد کا کوئي اقتدار نہیں ھوتا - چنانچہ قبائل ودجي میں کوئي بھي سردار نہیں ھے - تمام افراد بالکل مساویانہ زندگي بسر کرتے ھیں -

یھي حال قبائل اسکیمو کا ھے - اِن کي تعداد اگرچہ بہت زیادہ ھے ' مگر آج تک اُن میں کوئي سردار نہیں ھے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یورپین جہاز پہنچے ' تو اُنھیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ھوئي کہ بحري سپاھي اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت تے ھیں !

(حکومتوں کي تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائي حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ ھي نہ تھي - لیکن جو حکومتیں جنگي ضرورت سے قائم ھوتي ھیں ' وہ فرد ھي کے ماتحت ھوتي ھیں - ابتدائي جنگوں کے تجارب نے انساني جماعتوں کو یقین دلا دیا کہ نظام و ترتیب کي قوت ' کثرت تعداد کي قوت سے کہیں زیادہ مؤثر ھوتي ھے - بہت سي جماعتیں محض اِس لیے برباد ھو گئیں کہ اُن میں کوئي نظام موجود نہ تھا - انتشار و فوضویت عام تھي - چنانچہ بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگي اختیار کرنے پر مجبور ھو گئے -

جملہ مستبد حکومتوں کي پیدائش ' جنگ ھي سے ھوئي ھے - شخصي حکمراني کا باعث ' جنگ سے بڑہ کر کوئي چیز نہیں ھوسکتي -

چنانچہ قرون اولی میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگي خطرہ پیش آیا ' تو قہري حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم ھوگئي - لیکن اُس کے دفع ھوتے ھي مینسناٹس ' جو اِس حکومت کا حاکم تھا ' اپنے کھیت میں ھل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسي بہت سي مثالیں موجود ھیں کہ زیادہ سے زیادہ حریت پسند قوموں میں بھي جنگوں نے ایسے آدمي پیدا کردیے ' جو شروع میں حامي حریت معلوم ھوتے تھے مگر جنگي ضرورتوں نے اُنھیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگي قومیں ــــ اپنے جغرافیائي موقعہ کے لحاظ سے ــــ استبدادي طرز حکومت ھي پر برقرار رھیں - اسي طرح تمام وسیع ممالک ' جن پر دشمنوں کے حملے ھوتے رھے یا جن میں اندروني شورشیں زیادہ برپا ھوتي رھیں ' اُن کي حکومتیں لازمي طور پر استبدادي رھي ھیں - برخلاف اِن کے چھوٹے چھوٹے اور چہار طرف پہاڑوں سے محفوظ ملکوں کي حکومتیں جمہوري ھوا کرتي ھیں - چنانچہ قدیم زمانے میں یونان اور موجودہ زمانے میں سوئٹزر لینڈ اُن ممالک کي مثال ھیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا ھیں - لیکن قوم ترکمان ــــ بدویت کي حالت میں ــــ شخصي استبداد کي طرف مائل رھي ھے -

(حکومتوں کي تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت ' اگرچہ براہ راست حکومتوں کي تکوین کا باعث نہیں ھے ' لیکن جنگ کے بعد وہ بھي اُن کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي ھے - کیونکہ صناعت ' دولتمندي کا اولین سبب ھے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب ھے -

ابتدائي انسان نے جوں ھي آلات کو ترقي دي ' مختلف قسم کي صنعتیں ظاھر ھونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولي محنت کے ذریعہ اِتني پیداوار مہیا کرلي جو اُن کي ضرورت سے زیادہ تھي - چنانچہ اُس کي فروخت اور مبادلہ سے اُنھیں کافي دولت حاصل ھوگئي - اِس دولت سے اُنھوں نے دوسروں سے زیادہ رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بہت جلد ضرورت محسوس ھوئي کہ حریص و طماع غریبوں سے اپني دولت محفوظ رکھنے کي تدابیر اختیار کریں - چنانچہ اُنھوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کي بنیاد رکھي اور اُسکي خاص شکل تجویز کي -

اِس قسم کي حکومتیں ' جو صناعوں اور تاجروں کے ھاتھوں ظاھر ھوئیں ' قدرتي طور پر اُن حکومتوں اِسے مختلف مزاج رکھتي تھیں ' جنھیں جنگوں نے پیدا کیا تھا - کیونکہ اول الذکر میں کامل شخصي اقتدار قائم نہیں ھو سکتا تھا - صناعوں اور تاجروں کي جماعت کو بھي رسوخ حاصل تھا - اِس قسم کي حکومتوں کي مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنک کي حکومتیں تھیں - یہ حکومتیں جنگي حکومتوں سے بہت سي باتوں میں مختلف ھوتي ھیں -

آثار عتیقہ

ایک قدیم مرقع

خلیفہ هارون الرشید اور فرانسیسی سفارت

عرصہ ہوا ' زمانۂ حال کے مشہور مصری مصنف جرجی زیدان موسس الہلال قاہرہ نے اپنی سیاحت یورپ کی یاد داشتیں شائع کرتے ہوے لکھا تھا " سوربن یونیورسٹی میں ایک قدیم مرقع میری نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسی سفارت کا خلیفہ هارون الرشید کے دربار میں ورود دکھلایا گیا ہے جو شارلیمین اول نے بغداد بھیجی تھی ' اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وہ عجیب و غریب گھڑی ارسال کی تھی جس کا تمام یورپ میں عرصہ تک شہرہ رہا "

جرجی زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تھا - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بر تو گدیلوں سے بنائی گئی ہے ' بیٹھا ہے - سر پر ہنود کی وضع کی قلنسوہ ہے اور اس پر عمامہ بندھا ہے - [illegible] غلام عقب میں کھڑے ہیں ' اور فرانسیسی سفارت کے ارکان زمین بوس ہو رہے ہیں -

مجھے اس مرقع سے بہت دلچسپی ہوی لیکن اِسکی تاریخ قدامت کی کوئی تصریح نہیں کی گئی تھی - میں نے خیال کیا ' بہت ممکن ہے زمانۂ حال کے کسی مصور نے واقعۂ سفارت کے تخیل کو مرقع کی صورت دیدی ہو ' یا کسی تاریخی کتاب کی تزئین کے لیے طیار کیا گیا ہو - میں چاہتا تھا ' اس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکہ مجھے اپنی ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام [illegible] کی ضرورت تھی -

گذشتہ سال ایک تقریب سے مجھے [illegible] کہ موسیو بلوشر سے خط و کتابت کروں - یہ فرانس کے مشہور فارسی داں متسشرق ہیں اور کچھ عرصہ سے پیرس کے قومی کتب خانہ کے فارسی حصہ کی از سر نو تحقیقات کر رہے ہیں - میں نے اس مرقع کی نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تھا :

" جس مرقع کا آپ نے ذکر کیا ہے (یعنی سوربن یونیورسٹی کا) وہ اصل نہیں ہے - اصلی مرقع کی نقل ہے - اصلی مرقع اس کتب خانہ میں (نیشنل لائبریری پیرس) میں محفوظ ہے - یہ مشکل ہے کہ اس کی صحیح تاریخ معین کی جا سکے ' لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ سولہویں صدی میں یہ مرقع موجود تھا - کیونکہ سنہ ۱۵۸۹ - میں جب ہینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا ہے ' تو اس میں یہ مرقع بھی درج کیا گیا تھا - مرقع کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی تھی " بغداد کے خلیفہ کے دربار میں شارلیمین کی سفارت — اِس مرقع کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تھا " مرقع کا جو نسخہ بطور اصل کے اسوقت محفوظ ہے ' غالباً وہ بھی اصل نہیں ہے - کسی دوسرے نسخہ کی نقل ہے - کیونکہ اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے ہیں ' اور اُن رنگوں کا استعمال سولہویں صدی کے بعد شروع ہوا ہے — * * * * * * * * * سولہویں اور سترہویں صدی میں یہ مرقع منجملہ اُن تصاویر کے تھا ' جن سے فرانس کے شاہی قصر آراستہ کیے جاتے تھے - قصر ٹویلری کے لیے یہ مرقع ایوان استقبال کی اُن تصویروں کی قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تھا ' جو اسکی دھنی اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جتنی ترتیب دی گئی تھیں - میں اگرچہ یہ کہنے کے لیے کافی تاریخی تصریحات نہیں پاتا کہ یہ مرقع اصلی ہے ' تاہم اس کی تاریخی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا - کم از کم یہ بات بالکل صاف ہے کہ خود شارلیمین کے عہد کا ہو یا نہ ہو ' لیکن سولہویں صدی سے پیشتر کا رائج و مشہور مرقع ضرور ہے * * * ایک دوسرے واقعہ سے بھی اس مرقع کی تاریخی حیثیت کی تصدیق ہوتی ہے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسی سفیروں کے ساتھ اپنے خاص سفراء بھی بھیجے تھے ' اور ان کے ذریعہ بیت المقدس کی طلائی کنجیاں اور بہت سے قیمتی تحائف روانہ کیے تھے - انہی تحائف میں وہ اپنے عہد کی عجیب و غریب گھڑی بھی تھی جس کا ذکر اُس عہد کے مورخ اے جی نارٹ Eginhart نے

ضروري ہے کہ اُس میں بھي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمہ داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یہ ہوتي ہے کہ مجموع یعني جماعت ' قائم و محفوظ رہے - ہر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطہ اور غایت ہوتا ہے - چنانچہ مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار ہوتا ہے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم ہوتا ہے - اِسي طرح جماعت کا ہر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار ہوجاتا ہے -

یہ اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکھتے ہیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعہ میں ایسے ہي دائرے بناتے چلے جاتے ہیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیہ کي بحث میں بتایا ہے کہ جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے ہیں :
نظام ہضمي ' مجموعہ عصبي ' نظام تنفس -

یہي حال سلطنت کا ہے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مہیا کرتا ہے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبھالتا ہے - تیسرا فریق — اور وہ درمیاني فریق ہے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے تاکہ باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یہ عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بہت مشابہ ہے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء ہیں اور اُن اعضاء ثلاثہ کے قائم مقام ہیں جو حیاۃ حیواني قائم رکھتے ہیں -

یہاں پر ایک سوال قابل لحاظ ہے - ہمیں اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے - " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد ہي موجود ہوجاتي ہے ؟ — گھڑي کا آلہ یا جہاز کا آلہ ' کائنات حیہ کے مشابہ ہے - چنانچہ وہ بھي دوسرے اجسام حیہ کي طرح مختلف اعضاء سے مرکب ہے - اِس کے اعضاء میں بھي تقسیم عمل ہے اور اپنے اعمال کي انجام دہي میں تعاون رکھتے ہیں - یہ آلات ' زندہ اجسام سے اِس قدر مشابہ ہیں کہ وحشي انسان اُنہیں سچ مچ زندہ وجود ہي سمجھہ لیتے ہیں - اگر یہي بات ہے تو پھر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي رہ جاتا ہے ؟ "

اِس سوال کا جواب لابنتس نے یہ دیا ہے کہ " لکڑي یا لوہے کا مصنوعي آلہ ' في نفسہ کوئي عضویت نہیں رکھتا - برخلاف اس کے ہر زندہ وجود عضویت اور مستقل زندگي رکھتا ہے - ہر عالم حي ' ہزاروں زندہ عوالم کا مجموعہ ہے "

وبر خوف اور کلوڈ برناڈ نے ثابت کیا ہے کہ ہر حیوان اپنے سے بہت زیادہ چھوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب ہوتا ہے - ہمارے جسموں کے اندر بہت سي ذي روح کائنات موجود ہیں - اِن میں سے ہر ایک مستقل زندگي رکھتي ہے - اِن کائنات کي زندگي ہمارے ہي خون سے ہے - یہ کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواہشیں ' امراض ' اور حرکات رکھتي ہیں - اگر ہم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بھي اُس کا ہر ٹکڑا زندہ رہے گا - بلاشبہ ترقي یافتہ حیوانوں کي یہ حالت نہیں ہے - لیکن ان حیوانات کے بھي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زندہ رہتے ہیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑھنا اس بات کي دلیل ہے کہ اِن میں زندگي موجود رہتي ہے - اِسي طرح یہ بھي واقعہ ہے کہ کئي چوہوں کي دمیں اگر ایک چوہے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بھي زندگي پیدا ہو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' ہیئت اجتماعیہ کي بنانے والي ہے - پوري ہیئت اجتماعیہ ' عورت کے قبضۂ اختیار میں ہے - سب کچھہ اُسي کي مدد سے اور اُسي کیلیے ہوتا ہے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم ہے - وہ عورت ہي ہے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیدہ آداب ' اور رقیق احساس سکھاتي ہے عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکھتي ہے - عورت ہي کے ذریعہ مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب ہے - عورت کے قریب ہونے ہي سے ہم محسوس کرتے ہیں کہ جذبات کا طوفان اور ایمان کا دھارا اِتنا زبردست ہے کہ اُسے روکا نہیں جا سکتا ' اور یہ ' کہ انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نہیں چل رہا ہے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشہور ہے کہ علماء و فضلاء خشک مزاج ہوتے ہیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجہ سے خشک دماغ ہو جاتے ہیں - یہ چیز اِس قدر مشہور ہوئي کہ علم اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بہت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکہ علم اور بشاشت میں ہرگز کوئي تضاد نہیں ہے - زیادہ سے زیادہ ہنس مکھہ آدمي بھي بڑے سے بڑا عالم ہوسکتا ہے - اِس کي سب سے زیادہ نمایاں مثال جاپان میں موجود ہے - یہاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج ہوتے ہیں - حال میں مشہور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تھا - وہاں کے لوگ اُس کي ہنسي اور خوش طبعي دیکھکر متعجب ہوئے -

بادشاهون کو هدیه

بادشاہوں کے لیے ایک مصیبت ہدیے بھي ہیں جو اُنہیں بہت بڑي مقدار میں ہمیشہ پہنچتے رہتے ہیں ایڈورڈ ہفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چھڑیوں سے لبریز بطور ہدیہ کے آیا کرتے تھے - وہ ہدیے بہت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاہم بعض نادر چیزیں لے بھي لیتے تھے - چنانچہ ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بھر وزن کا ایک آلو بھیجا تھا - اُسے بادشاہ نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاہزادي کا ممي کیا ہوا ہاتھہ بھي منظور کرلیا تھا ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تھے !

یہي حال سابق قیصر جرمني کا تھا - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پہاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتھر کاٹ کر ہدیہ بھیجا تھا - اسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑھیا کا سو مارک کا نوٹ بھي منظور کرلیا تھا - اِس عورت نے دربان کے ہاتھہ شہنشاہ کو ایک لفافہ بھیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوہ ایک خط تھا : " کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظہ کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکھا - یہ سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بنیائن خرید لیجیے "

ہوتا، تو بہت ممکن تھا، اصلاح و تجدد کی راہیں باز ہو جاتیں۔ لیکن عبدالعزیز کے مجنونانہ استبداد نے جسکے ساتھ شخصی حکمرانی کے تمام عیش پرستانہ عناصر فساد بھی جمع ہوگئے تھے، اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے۔ خزانہ بالکل خالی تھا۔ یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے۔ مالیات کے بہترین وسائل مکفول ہوگئے تھے۔ روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمہ باغیچہ تک اپنی مخفی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا۔ روسی سفیر جنرل اگناتیف کا اقتدار روز بروز بڑھ رہا تھا، اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسی کے مشوروں پر کار بند تھا۔ سلطان کا تمام وقت محل کی عیش پرستیوں میں صرف ہوتا۔ بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابی کا موقعہ نہیں ملتا۔ شخصی حکومتوں کا قدرتی مزاج ہی شخصی انانیت اور مستبدانہ قہر رہا ہے۔ پھر اگر خصوصیت کے ساتھ اسکا کوئی حکمران "مستبد" ہو جائے، تو ظاہر ہے، اسکا استبداد کس درجہ لا علاج اور بے پناہ ہوگا؟ تمام ترک اہل قلم متفق ہیں کہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھی زیادہ مستبد تھا۔ کوئی بات بھی اسے اسدرجہ طیش و غضب میں نہیں لاتی تھی جس قدر اس بات کا تصور، کہ دنیا کی کوئی مخلوق اسے "مشورہ" دینا چاہتی ہے، یا نصیحت کرنے کی جرأت رکھتی ہے۔ ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئی ایسی جرأت کر بیٹھے، انہیں فوراً اسکی سزا بھگتنی پڑی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کارخانۂ سلطنت روز بروز درہم برہم ہو رہا تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر ہونے لگے تھے۔ یہ حالت جاری تھی، مگر ہر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا۔ کوئی صدا نہ تھی جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا ہوتی!

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالآخر جنبش ہوئی، اور دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت الی الحق کی بے خوف صدا بلند ہوئی۔ یہ مصطفی فاضل کی صدا تھی۔ وہ صداے حق، جسے نہ تو سلطان عبدالعزیز کی سطوت و جبروت روک سکی، نہ امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے!

تاریخ میں یہ صداء اصلاح "لائحۂ اصلاحیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبدالعزیز کے نام لکھا گیا تھا۔ مصطفی فاضل نے یہ مکتوب سنہ ۱۸۶۷ میں لکھا، اور بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا۔ لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ہوا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رہگئے۔ دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ بالکل ایک نئی قسم کی جسارت تھی۔ ایسی جسارت جسکی مصطفی رشید، فواد پاشا، اور عالی پاشا جیسے مصلحین بھی جرأت نہیں کرسکتے تھے!

سلطان عبدالعزیز نے یہ لائحہ پڑھا، اور وہی نتیجہ نکلا جو متوقع تھا۔ مصطفی فاضل کو قسطنطنیہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم ہوگیا۔ مصطفی فاضل کے اسی قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کی سب سے پہلی بنیاد پڑی۔ قسطنطنیہ کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے، اور مصطفی فاضل کی امداد و سرپرستی میں متحدہ زندگی بسر کرنے لگے۔ اس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنہوں نے نہ صرف دولۃ عثمانیہ کیلیے سیاسی انقلاب کی تخم ریزی کی، بلکہ ترکی علم ادب و کتابت میں بھی دور جدید کی بنیاد ڈالی، اسی عہد کی پیداوار ہیں۔ نامق کمال بے، ضیا پاشا ادیب، سعد اللہ پاشا، ابوالضیا توفیق، وغیرہم کی نشو و نما اسی دور میں ہوئی۔

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صلہ صرف مہاجرت ہی کی صورت میں نہیں ملا، بلکہ اسکی تمام ترکی جائداد بھی ضبط کرلی گئی۔ اگر فرانسیسی حکومت درمیان نہ پڑتی تو شاید مصری جائداد سے بھی محروم ہو جاتا۔

مصطفی فاضل کا لائحہ تاریخ شرق جدید کا ایک اہم واقعہ ہے۔ جس جرأت و صراحت کے ساتھ وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا ہے، اور استبداد و شخصیت کی جگہ آزادی و شوری کی دعوت دی گئی ہے، اس کی کوئی دوسری نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتی۔ ہم چاہتے ہیں یہ پورا لائحہ اردو میں منتقل ہو جائے، کیونکہ یہ تاریخ شرق جدید کی ایک قیمتی دستاویز ہے۔

(مسئلہ اصلاح اور ایک اصل مہم)

یہ موقعہ تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ نا گزیر ہے۔ دولۃ عثمانیہ میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کی جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں، وہ اگرچہ اس اعتبار سے قابل احترام ہیں کہ استبداد و فساد کے مقابلہ میں حریت و اصلاح کی طلبگار تھیں، لیکن ساتھ ہی یہ واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انکی بنیاد میں یورپ کی عامیانہ تقلید و محاکات کے سوا کوئی مجتہدانہ بصیرت موجود نہ تھی۔

صدیوں سے اسلام کی حقیقی دینی روح مفقود ہو چکی تھی۔ اسلام کے حقیقی سرچشمۂ شرع و تعلیم کی جگہ طرح طرح کے انسانی ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے، اور اجتہاد و نظر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں استوار ہوگئی تھیں۔ ضرورت تھی کہ ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا ہوتے، جو سب سے پہلے امت کے دینی مزاج کی درستگی کی کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانہ مزاج بھی درست نہیں ہو سکتا تھا۔ اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمی و صناعی فوائد کے اخذ و اختیار کی راہ خود بخود کھل جاتی۔ البتہ بصیرت و اعتبار کے ساتھ کھلتی۔ تقلید و کورچشمی کے ساتھ نہ کھلتی۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ دولۃ عثمانیہ میں ایسے علماء نا پید تھے اور ہمیشہ نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت ہوں۔ امراء و حکام جہل و اوہام کی تاریکی میں گم تھے۔ اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنہیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا ہونے کا موقعہ مل گیا۔ یہ اپنی کسی بصیرت و روشنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقلید کی راہ سے استبداد و جہل کی مضرتوں پر مطلع ہوے، اور اصلاح و انقلاب کی سعی شروع کردی۔ سعی صحیح تھی، بر وقت تھی، لیکن ساعی بصیرت و نظر سے محروم تھے۔ مرض کا احساس غلط نہ تھا، لیکن نہ تو تشخیص کامل تھی، نہ علاج ہی صحیح تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس راہ میں جس قدر قدم بھی اٹھے، وہ اگرچہ اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نہ تھے، لیکن مجتہدانہ بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئی صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نہ کر سکے، اور شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے۔

بہر حال بحث و نظر کا یہ مقام دوسرا ہے۔ اس کے فہم و ذوق کے لیے دوسری قسم کی صحبتیں مطلوب ہیں۔ یہاں جو حقیقت قلم بند کرنی ہے یہ ہے، کہ گذشتہ صدی کے مشرقی مصلحین کی تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیہ کے بانی و داعی ہونے کا شرف حاصل ہے، اور اسکا یادگار کارنامہ "لائحۂ اصلاحیہ" ہے:

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

مصطفی فاضل باشا

اور لائحۂ اصلاحیہ

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامہ)

انیسویں صدی کے وسط میں دولۃ عثمانیہ کی سیاسی و اجتماعی اصلاحات کی جو حرکت شروع ہوئی تھی ' عام طور پر اسکی ابتدائی تخم ریزی مرحوم مدحت پاشا کی طرف منسوب کی گئی ہے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعی اول نہ تھا - اسے منظم و وسیع کرنے والا تھا - ترکی اصلاح و تجدید کی اصلی تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع ہوتی ہے - فی الحقیقت نوجوان ترکوں کی اجتماعی حرکت کا حقیقی موسس وہی تھا -

(اصلاح کی ابتدائی فضا)

عثمانی دارالخلافۃ میں جس شخص نے یورپ کے تمدنی انقلاب کا چلے پہل مطالعہ کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تھا - امراء دولۃ میں یہی پہلا شخص ہے جسنے یورپ کی زبانوں سے واقفیت حاصل کی - اسکی نشوونما سلطان محمود مصلح کے عہد میں ہوی تھی - سنہ ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال ہوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشین ہوا ' تو یہ لندن میں عثمانی سفیر تھا - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقی دی اور وزارت خارجیہ پر مامور کردیا - یہ اسی شخص کی سعی کا نتیجہ تھا کہ اسی سال کے ۱۰ جون میں دولۃ عثمانیہ کی تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخی فرمان صادر ہوا جو "خط گل خانہ" کے نام سے مشہور ہے - اسکا نام "گل خانہ" اسلیے ہوا کہ سراے "توب قپو" کے چمنستان (گل خانہ) میں اس کا اعلان ہوا تھا - اس اعلان میں دولۃ کے قانونی اور منظم ہونے کا یقین دلایا گیا تھا - نیز مسلم اور ذمی کے حقوق کے مساوی ہونے ' اور ہر طرح کے غیر قانونی امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تھا -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عہد وزارت میں تعلیمی و معاشرتی اصلاحات کی جو روح پیدا کی تھی ' اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافتہ افراد کی پیدا ہوگئی - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو ہوے : عالی پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقی کی ' اور اپنے عہد کے مشاہیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عہد کے تمام اجراات اصلاحیہ کی باعث و کارفرما شخصیتیں یہی تھیں - معاہدۂ پیریس (۳۰ مارچ سنہ ۱۸۴۶) میں دولۃ عثمانیہ کو جو کامیابی ہوی ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلی نے روس کے برخلاف ساتھہ دیا ' وہ بہت کچھہ انہی دونوں کی مساعی کا نتیجہ تھا - معاہدۂ پیرس کے بعد ہی تاریخ اصلاح عثمانی کا دوسرا فرمان شائع ہوا تھا جو "خط شریف" کے نام سے پکارا جاتا ہے - اس میں "خط گل خانہ" کی مزید تائید کی گئی تھی ' اور تمام رعایا کی آزادی حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تھا - یہ بھی تمام تر فواد اور عالی ہی کی مساعی کا نتیجہ تھا -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالی پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردی ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو ہونے والا تھا - یہ مصطفی فاضل پاشا کی شخصیت تھی ' جس نے اس نئی فضا کو نشوونما دی ' اور "نوجوان" ترکوں کی جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکھدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا کہ اپنے عظیم اعمال اور عظیم قربانی سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئی عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علی بانی خاندان خدیویۂ مصر کا پوتا اور ابراہیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تھا - سنہ ۱۸۳۰ع میں پیدا ہوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کی - مصر میں محمد علی کے زمانے سے مغربی علوم و السنہ کی اہمیت کا احساس عام ہو چلا تھا ' اور خاندان خدیوی کے تمام افراد فرانسیسی زبان کی تعلیم حاصل کرنے لگے تھے - مصطفی فاضل کو بھی اسکا موقعہ ملا - اس طرح مغربی علوم و تمدن کے فہم و مطالعہ کا دروازہ اس پر کھل گیا - ابھی سلطان عبدالمجید ہی کا زمانہ تھا کہ وہ قسطنطنیہ آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین ہوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر ہوگیا - پھر کچھہ دنوں کے بعد جب مالییات کی وزارت کی جگہ خالی ہوی ' تو حکومت کی نظر انتخاب اسی پر پڑی -

(لائحہ اصلاحیہ)

یہ وہ وقت تھا ' جبکہ دولۃ عثمانیہ کی زوال پذیر ہستی کی حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کی آخری مہلت درپیش تھی ' اور قریب تھا کہ ہمیشہ کیلیے اسکی شش صد سالہ عظمت و جلال کی دیواریں سرنگوں ہوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئی اصلاحات کی بنیاد رکھی - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاہا - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بھی اس سلسلۂ اصلاح کی تیسری کڑی

کیا ہے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا ہی مرقع فرانس میں موجود ہے جیسا یہ زیر بحث مرقع ہے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکھایا گیا ہے اور عرب سفیر اس حالت میں نمایاں ہیں کہ اپنے تحائف پیش کررہے ہیں - اس سے صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کی تصویریں بہ یک وقت طیار کی گئی تھیں - اور عجب نہیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کی گئی ہوں - یہ دوسرا مرقع پیرس کی مشہور عمارت پنتھیوں Pantheon کی دیواروں پر اس وقت تک موجود ہے - یہاں شارلیمین کے عہد کے مختلف مرقع دکھائے گئے ہیں ' من جملہ ان کے عربی سفارت کا استقبال بھی ہے "

اس مرقع کی نقل ہدیۂ قارئین ہے -

بلاشبه ' مضبوط اخلاق هي اِس وجود میں تنها ایک قوت نهیں هے - کیونکه یهاں جرائم کي بهي جرار فوجیں کهڑي هیں ' اور گناهوں کے تخت بهي بچهے هیں - لیکن یه یقیني هے که مضبوط اُخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور هے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نهیں هوسکتي - جب وه کسي قوم کا ساتهه چهوڑ دیتا هے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بهي گر پڑتي هے - اُس کا یه خاصه عجیب هے که جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت هوتي هے ' اُس کا دائره بهي وسیع و عظیم هوتا جاتا هے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانه سے کمزور هو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا هونے لگتي هیں -

اعلیٰ حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواه ' انتهائي رنج و ملال سے دیکهه رهے هیں که قوم کي شهامت ' زائل هو رهي هے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم هوتي جاتي هے - یه اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي ره سکتي هیں ' اگرچه کتني هي راسخ هوں ' جبکه مسیحي رعایا کے ساتهه مسلمان بهي گونا گوں ذلتوں کا نشانه بنے هوئے هیں اور هر قسم کي دنائت کے گهونت اُنهیں زبردستي پلائے جارهے هیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رهي هے - یه حکام وه هیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار هیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم که وه شاهي احکام قوم میں جاري کرتے هیں یا اپني هوا و هوس سے کام لیتے هیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالی هے - نتیجه یه هے که آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب ده نهیں هیں - اِس کے معنے یه هیں که خود حضور کے عرش معلیٰ کے رو برو بهي ذمه دار اور جواب ده نهیں هیں ' کیونکه کوئي شخص بهي اُن کي شکایت عتبات عالیه تک پهنچانے کي قدرت نهیں رکهتا ' اور چونکه اُن کے جرائم ذات شاهانه کے علم میں نهیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بهي نهیں هو سکتي - لهذا وه بالکل نڈر هوگئے هیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک هیں - هر قسم کي برائیاں کهلے بندهوں کر رهے هیں - باشندے دو گروهوں پر منقسم هوگئے هیں : ظالم حاکم ' کوئي نهیں جو اُن کا هاتهه پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نهیں جو اُس پر ترس کهائے - حاکم ' جس کا دعوی هے که اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت هے ' لهذا بے روک اور بے قید هے - وه اِس قوت کي گهمنڈ میں جمله معائب و نقائص سے آلوده هوتا هے - محکوم ' جس کا کام یه ره گیا هے که ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنهوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑها دیے هیں - اگر کبهي کسي کے منه سے فریاد کي چیخ بلند هو جاتي هے تو یه حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے هیں - لهذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑ گئي هے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي هے ' مگر خوف سے چپ هے - ظلم کے هاتهه اُس کا گلا دابے هوئے هیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نهیں که ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا هے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن هے - یقیناً هم وطن سے بے حد محبت کرتے هیں - حب الوطني ' هماري همتیں بلند کرتي هے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بهي هم پر آسان کر دیتي هے - هم بهادر سپاهي هیں ' موت سے نهیں ڈرتے - هم میں وقار هے اور همارے اسلاف سے همیں میراث میں ملا هے - همارا امتیازي وصف ' صمیم اخلاص هے - یهي اخلاص همیں آماده کرتا هے که مسرات کو جمله محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یه صفات حمیده هم میں زیاده مدت تک باقي رهینگي ؟ کیا هم خیر و شر کے اِس تصادم کا همیشه یونهي مقابله کرتے رهینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یه اخلاق هم سے رخصت هو جائینگے ' اُسي دن هماري موت بهي نازل هو جائیگي - هم کسي کو بهي اپنا حامي و مددگار نه پائینگے -

کاش هماري مصیبت ' صرف همارے معنوي انحطاط هي پر ختم هو جاتي اور اِس جهل عمیم اور فساد عظیم تک نه پهنچتي جو همارے تمام عقلي قوی تباه کر رها هے -

میرے آقا ! جب همارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بهي نه تهي - لیکن وه ذوق سلیم رکهتے تهے - یه ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تها ' جیسا که تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصه هے - وه علم نهیں رکهتے تهے ' مگر عقل کے مالک تهے - وه عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراهت رکهتي هے - وه اُن لوگوں سے بالکل مختلف تهے جو همارے هراول دیکهتے هي بهاگ کهڑے هوئے تهے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایه مفلوج هوجاتي هیں ' جس میں انفرادي همت کے لیے کوئي گنجائش نهیں هوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیاده استبداد سے متاثر هوتے هیں - کیونکه یه استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نهیں کهاتا - هم ترکوں میں وه شرمناک قابلیت ذرا بهي موجود نهیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تهي - اُن کي حالت یه تهي که عقل و فطنت رکهتے تهے مگر نه ذلت سے گریز کرتے تهے نه مطلق العنان حکومت سے نفرت رکهتے تهے - هم بالکل ساده دل پیدا هوئے تهے - همارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تهي - لیکن جب همارے خیالات هم سے چهین لیے گئے تو هم مخبوط الحواس هوگئے - عقل کي نعمت سے محروم هوگئے - اگر یهي حالت جاري رهي تو ایک دن آئیگا جب هم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نه رهے گي - کوئي ایک آدمي بهي ایسا نه ملیگا جو انتظام سنبهال سکے -

حضور والا ! هم اب ایک ایسے زمانے میں هیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي هے ' جس کی عقل بڑي اور علم زیاده هو - یهي باعث هے که تمام یورپ میں علم کا غلغله بلند هے اور تمام قوتیں اُس پر صرف هو رهي هیں - کوئي حکومت بهي اِس کے فکر و اهتمام سے خالي نهیں هے - سوئٹزر لینڈ میں ایک آدمي بهي اَن پڑه دکهائي نهیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹهي بهر امرا حکومت کرتے تهے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار هوتے جاتے هیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں هو رهي هیں - مجهے یقین هے که پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي هے که وه مغلوب سے علم میں زیاده تهي - کیا همارے لیے روا هے که اپنے عقلي انحطاط پر قانع رهیں ' حالانکه همارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تهک کوششیں کر رها هے ؟

میں اِس خیال سے پناه مانگتا هوں که اعلیٰ حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وه محل کس کام کے جنهیں مکین نه ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائده جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفی فاضل کا لائحہ)

اعلی حضرت !

کلمۂ حق بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہنچنا* بہت مشکل ہے - درباری اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے ہیں - بادشاہ فرمانروائی کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کی لذتوں میں غرق، راہ صواب سے غافل ہو جاتے ہیں -

وہ خیال کرتے ہیں کہ قومیں اپنے ہی کرتوت سے پریشانی میں پڑتی ہیں - اور اپنی ہی غفلت سے پستی میں گرتی ہیں - سلطنتیں جب برباد ہوتی ہیں، تو قضاء و قدر کے بے روک ہاتھوں ہی سے برباد ہوتی ہیں -

واقعات کو دور دور دیکھنے اور اوہام کو اوہام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ہی اخلاص اور بڑی ہی جرأت کی ضرورت ہے - پادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ اخلاص و جرأت کی ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا - خود اعلی حضرت سلطان اِس کے شاہد ہیں - وہ لوگ بھی اِس سے ناواقف نہیں جو میری جلا وطنی کا سبب ہوے ہیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلی حضرت کی ذات شاہانہ سے اپنی عقیدت ثابت کرتا اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود ــــ اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا ــــ کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمی ہوں جس نے اعلی حضرت کے سامنے شاہی حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کی جرأت کی ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلی حضرت اور سلطنت عثمانیہ کی خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلی حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگی ہے، اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگی ہے، اُسی نے مجھہ میں یہ قوت پیدا کردی ہے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ہمیں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں پیش آ رہے ہیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ہمت دلاتا ہے کہ اُن مصائب کی تشریح کروں - کوئی ایک بھی مخفی نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاہر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ہمیں شفا بخش سکتا ہے، بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کی مسیحی رعایا کی جانب سے جس سرکشی کا برابر اظہار ہوتا رہتا ہے، وہ یقیناً، ہمارے اجنبی دشمنوں کی شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اِس امر کی بھی دلیل ہے کہ اعلی حضرت کی حکومت کا برتاؤ اپنی تمام رعایا کے ساتھہ کوئی عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھی تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ، ظلم کے سوا کچھہ نہیں ہے - جہل، اُس سے پھیلتا ہے، فقر و فاقہ اور شر و فساد کی اُس سے پیدائش ہوتی ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحی رعایا ہی ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - مسلمان، جن کی حمایت پر کوئی یورپین سلطنت نہیں، مسیحیوں سے زیادہ ظلم اٹھا رہے ہیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ہیں - وہ ابتک محض اِس لیے صبر کیے بیٹھے ہیں کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادی ہیں - نفس بلند رکھتے ہیں - اُن کی یہ صفات، یورپین تخیل سے بہت بلند ہیں - اِس لیے یورپ والے اُنہیں سمجھہ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان، اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کی نسل ہیں جو فرمانروائی کے تخت پر جلوہ گر ہوچکے ہیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص، قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں ہوا - لیکن اعلی حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے - مصیبت آخری حد تک پہنچ چکی ہے - آلم نے اُن کا جسم کھا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کی اب اُن میں قدرت باقی نہیں رہی - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا، یاس و نا اُمیدی کا شکار ہوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ہوگیا ہے - آپ یقیناً اُس سے متنفر ہیں، اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے عظماء و اکابر بھی اُس سے بیزار ہیں - لیکن وہ مجموعی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ ہے - حتی کہ خود اعلی حضرت بھی، جنکی قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے، شاید اُسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کی خبر سمع مبارک تک پہنچتی ہی نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگی تباہ کر رہا ہے - اُس کی شخصیت گرا رہا ہے، اُس کے فضائل برباد کر رہا ہے -

میرے آقا ! آپ کی رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ہیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ہیں کہ یہ امت ــــ جو ہماری عزت و فخر ہے ــــ کس طرح نسل کی کمی اور ہجرت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور و کم تعداد ہوتی چلی جا رہی ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ہوں - ممکن ہے اِس میں ہمارے فوجی نظام کو بھی کچھہ دخل ہو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہم مغلوب قوموں کے مشابہہ ہوتے جاتے ہیں - روز بروز ہماری معنویت کمزور ہو رہی ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ہوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! ہمارے اسلاف نے چار صدی پہلے مشرق کی روشن شہنشاہت تہہ و بالا کر ڈالی، عروس البلاد اور ملکۂ جہاں، قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے، اور وہ فتح عظیم حاصل کی جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کی جاتی ہے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ہی نہ تھی - اُن کی وہ اولو العزمی اور بہادری، درحقیقت، اُن کی معنویت ہی کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کی اطاعت، خوش دلی سے کرتے تھے، نہ کہ خوف اور مجبوری سے - یہی وجہ تھی کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکی - عقل پر اندھی تابعداری غالب نہ آسکی - اُنکی خود داری برابر باقی رہی - استقلال ذاتی نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کی روح، عزت نفس کی روح سے مل گئی تھی - دونوں روحیں، مضبوط اخلاق کی بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالی جسے استبداد کی رذیلتیں گھن کی طرح لگ گئی تھیں، اور ظلم و جور نے اُس کی تمام چولیں ہلا ڈالی تھیں -

ملين ڈالر بھي جمع كر سكوں گا - اُس وقت ميرے پيش نظر صرف يه خيال تھا كه كسي طرح دنيا كا ايك كامياب آدمي بن جاؤں -

ميرے پيش نظر كاميابي كيا تھي ؟ اُس كا معيار كيا تھا ؟ ميں بتا نہيں سكتا - كيونكه كوئي مفصل خيال ذهن ميں موجود نه تھا - كاميابي كا محض ايك مبہم سا تصور تھا - ميں نے يہي تصور اپنا مطمح نظر قرار دے ليا اور كوشش شروع كردي - مجھے خود تعجب هوا كه تھوڑي هي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع هونے لگي تھي اور ابتك جمع هوتي چلي جاتي هے !

مجھے آج تك اپني غربت اور تنگ دستي ياد هے - ميں بہت كم عمر تھا - طرح طرح كے ولولے اور امنگيں دل كو گدگداتي تھيں ' مگر ميں اپني كوئي خواهش بھي پوري نہيں كر سكتا تھا - مجھے پيٹ بھر كر روٹي بھي نہيں ملتي تھي - ميں دربدر كام تلاش كرتا پھرتا ' اور كہيں بھي كام نہيں ملتا - سخت جد وجہد كے بعد بالآخر ايك كام ملا - ايك بحري حوض ميں نوكري مل گئي - هفته وار سوله شلنگ تنخواه مقرر هوگئي - ميں بہت خوش هوا - مگر فوراً هي ميري خوشي رنج سے بدل گئي - كيونكه اِس كمپني كے منيجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا كر نہايت خشكي سے كہا " يه تنخواه تمہيں ملے گي ' اگرچه تم اِس كے كسي طرح بھي اهل نہيں هو !"

ميں نے كوئي جواب نہيں ديا - ميرے دل ميں سخت غم و غصه تھا - ميں نے عزم كرليا كه كچھه هي هو جائے ' ميں اپني حالت ضرور درست كركے چھوڑونگا - چنانچه ميں نے كوشش شروع كردي ' اور چند هي سال بعد يہي مسٹر گوبس مجبور هوئے كه مجھے اپني عظيم كمپني كا شريك بنا ليں !

مجھه سے لوگ پوچھا كرتے هيں " آدمي كروڑ پتي كيسے بن جاسكتا هے ؟ " ميرا جواب هميشه يه هوتا هے كه دولت جمع كرنے كا كوئي خاص قاعده نہيں هے - اِس كا مدار صرف دو باتوں پر هے : ذهانت اور قسمت - اگر انسان كو اِن دونوں ميں سے كافي حصه ملا هے ' تو بلا شبه وه بہت زياده دولت جمع كرلے سكتا هے -

بہت سے معمولي ذهانت كے لوگ هميشه " زمانه " كو ملامت كيا كرتے هيں كه اُن كا ساتھه نہيں ديتا - وه كہتے هيں " اگر هميں ايك موقعه بھي ميسر آجائے تو هم فوراً دولتمند بن جائيں " ليكن يه اُن كي غلطي هے - قصور زمانے كا نہيں خود اُن كا هے - اُن كي ذهانت و قابليت كا هے - اعلى ذهانت كے لوگ هاتھه پر هاتھه ركھه كر موقعه كا انتظار نہيں كيا كرتے - وه خود موقعه پيدا كرتے هيں اور اُس سے فائده اُٹھاتے هيں -

ميں نوجوانوں كو هميشه نصيحت كرتا رهتا هوں كه اپني تمام قوتيں اور كوششيں ايك هي طرف متوجه ركھيں - كيونكه بغير اِس كے دولت حاصل نہيں هو سكتي - مختلف كام شروع كركے كوششيں پراگنده كر دينے سے اكثر ناكامي كي مصيبت پيش آجايا كرتي هے - هميشه ايك مركز بنانا چاهيے ' اور اُسي پر تمام قوتيں صرف كرديني چاهيں - بلا شبه ميں بھي اُن لوگوں ميں هوں جو بيك وقت بہت سي تجارتيں پھيلائے هوئے هيں - ليكن يه ميں نے اب كيا هے جبكه ايك بڑے سرمايه كا مالك بن چكا هوں - شروع شروع ميں نے كبھي يه جرأت نہيں كي كه بہت سے كام لے كر بيٹھه جاؤں -

محنت اور چستي كو بھي كاميابي ميں بہت بڑا دخل هے - شروع ميں ميرا دستور يه تھا كه صبح سات بجے سے اپنے كام پر پہنچ جاتا تھا اور گياره بجے رات سے پہلے واپس نہيں آتا تھا - ميں جانتا هوں كه آج كل كے نوجوان اِتني محنت نہيں كرسكينگے - ليكن اگر وه اُتني محنت بھي كريں ' جتني وه آساني سے كرسكتے هيں ' تو كوئي وجه نہيں كه كامياب نه هو جائيں -

ميرے خيال ميں منضبط محنت سے زياده لذيذ كوئي چيز بھي نہيں هے - ميں دنيا كے ايك بہترين جہاز كا مالك هوں - بہترين بادباني كشتي بھي ميرے پاس هے - ميں نے شكار بھي بہت كھيلا هے - عيش و آرام كے جمله سامانوں سے بھي متمتع هوا هوں - مگر ميں سچ كہتا هوں - مجھے كسي بات ميں بھي اُتني لذت حاصل نہيں هوئي ' جتني اپني روز كي محنت ميں حاصل هوتي هے - ميں سمجھتا هوں ' ميري كاميابي كا سب سے بڑا راز ميري اِسي محنت ميں هے -

بريد شرق

مكتوب قسطنطنيه

(الہلال كے مقاله نگار مقيم قسطنطنيه كے قلم سے)

غازي مصطفى كمال پاشا كا پيغام - مجلس وطني كا انتخاب - وزراء آستانه ميں - غازي كے خلاف سازش -

(غازي مصطفى كمال كا پيغام)

مجلس وطني كے انتخاب كے سلسله ميں غازي مصطفى كمال پاشا نے تركي قوم كے نام ايك پيغام شايع كيا هے - يه تحرير خود موصوف نے اپنے قلم سے لكھي هے - اس ليے نہايت پر زور اور بليغ هے - اِس ميں اُنھوں نے جنگ آزادي كے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقه سي " كي كارگزارياں ياد دلائي هيں اور پھر قوم سے اپني جماعت كے انتخاب كي درخواست كي هے - وه لكھتے هيں :

" آج موقعه هے كه هم گزشته چارسال كے اندر اپنے عظيم اصلاحي و تعميري جہاد پر نظر ڈاليں اور اطمينان كے ساتھه وه كاميابياں ديكھيں جو هم نے حاصل كي هيں - همارا ملك ايك ايسي مہيب جنگ سے جس كي نظير تاريخ ميں نہيں ملتي ' فتحمند نكلا تھا - اُسے اُن مساعي و اعمال كي سخت ضرورت تھي جنسے قوميں زنده رهتي هيں - يه پہلا موقعه نه تھا كه تركي قوم نے فتح و نصرت ديكھي تھي - تركي قوم كي پوري تاريخ فتوحات سے لبريز هے - ليكن چونكه پہلے تركي قوم ميدان جنگ سے باهر كوئي كوشش نہيں كرتي تھي ' اس ليے اپني فتح سے كوئي فائده بھي نہيں اُٹھا سكتي تھي - بلكه بتدريج اُسكي فتح ' شكست بن جاتي تھي - جو فتحمندي بر قرار نہيں ركھي جاتي ' اُس كے نتائج بسا اوقات

بریدِ فرنگ

آزادی ' قوموں کے لیے اولین مربی ہے - آزادی ہی تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتی ہے - کوئی مربی بھی آزادی کا قائم مقام نہیں ہوسکتا - کوئی مربی بھی آزادی کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کی تحقیر کرتی ہیں ' کیونکہ علم اُنہیں کچھہ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اُسی وقت علم کی طرف راغب ہوتی ہیں ' جب اُنہیں اپنے حقوق کی جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتی ہیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں - ہو جاہل اور غلام قوم ' بزدل ہوتی ہے یا خائن -

اعلی حضرت! اِس وقت ہماری مصیبت صرف یہی نہیں ہے کہ ہم معنوی کمزوری اور عقلی فساد میں مبتلا ہیں - ہماری مصیبت اِس سے بھی بڑی ہے - ہم ہر جگہ ایک جبار و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے ہیں - وہ بے رحم دشمن ' ہمارا افلاس ہے - حضور نے کتنی مرتبہ اپنے خزانے خالی دیکھے ؟ کتنی مرتبہ تنخواہیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے ؟ آپ کا رحیم قلب یہ سونچ کر ہمیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کی تنخواہیں بہت حقیر ہیں ؟ یہ اِس لیے کہ حضور جانتے ہیں ' مشرقی عہدہ دار جب تنخواہ کافی نہیں پاتے ' تو رشوت خوار ہو جاتے ہیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالی ہونے پر ہمیں اتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کی غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاری خزانہ محض اِس لیے خالی رہتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کی حکمتوں میں صرف اعلی حضرت ہی کی حکومت ایسی ہے جو اِتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کی سلطنت نہایت عظیم ' وسیع ' اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اِتنا قلیل خراج بھی ادا نہیں کر سکتی ! لیکن ہمارا یہ تعجب باقی نہیں رہتا جب ہم دیکھتے ہیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ ' ایک بد ترین طریقہ ہے - ہماری قوم ' بہت ہی کم کام کرتی ہے - وہ ہر ہنر سے جاہل ہے - یہی وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی - حالانکہ دوسرے ملکوں کی رعایا ہم سے بہت زیادہ خراج بخوشی ادا کر دیتی ہے -

اعلی حضرت کی سلطنت میں ہر چیز کو زوال آگیا ہے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئی چیز بھی تباہی سے نہ بچی - ہم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے ہیں اور اپنے فقر و فاقہ کے مشاہدہ پر قانع ہیں - فقر کی ہیبتناک صورت ہمارے سامنے ہے - ہم اُس کی دہشت سے ہمت و جرأت کا کوئی کام کر ہی نہیں سکتے -

بد نصیب کروڑ پتی

(کیا دولت ' حسرت کا سبب ہے ؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے ؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند ' خوش نصیب ہیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتی ' انتہاء درجہ بد نصیبی کی زندگی بسر کر رہے ہیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج ہیں جنھیں مسرت و سعادت کی زندگی حاصل ہے !

حال میں مسٹر چارلس ولنت نے جو ایک مشہور امریکن کروڑ پتی ہیں ' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اِس لائق ہے کہ مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے ہیں :

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئی لازمی شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت ' در حقیقت خود اُس شخص پر موقوف ہوتی ہے جو اُس کا متمنی ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان ہیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھی جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگی بسر کر رہے ہیں !

مجرد دولت سے اُسی شخص کو مسرت حاصل ہو سکتی ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھی جمع ہو جائے -

دولت سے وہی شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اُس کا جمع کرنا ہی نہیں جانتا ' بلکہ خرچ کرنا بھی جانتا ہے - میرے خیال میں وہی دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے ہیں جو اپنی دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے ہیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے ہیں " اگر ہمیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو ہم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگی بسر کریں " لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اِتنی دولت جمع ہوجانے کے بعد بھی وہ خوشی محسوس نہیں کرینگے ' الا یہ کہ وہ یہ بھی سیکھہ لیں کہ اپنی دولت کس طرح خرچ کرنی چاہیے ؟

جب میں نے دولت جمع کرنی شروع کی ' تو ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتی بن جاونگا - میرے خواب میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی تھی کہ ایک

"تمھارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابھی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا "تمھارے یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے وہ کہا کرتا ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ مر کر وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دے گا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کرے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے"

وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا —— موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اُٹھا لیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھکر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھا دیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی، اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گرگئی تھیں۔ لوٹتے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھاگئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا ہر طرف سناٹا تھا، حتیٰ کہ ساحل پر اُڑنے والی چڑیاں بھی اس پُرجلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے نگاہیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصور نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں۔ تنہا ہیں —— اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تاثر سے سُرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دور ہے۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھاگئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اُٹھالئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہئے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت ہوچکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ اپنا دُکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں دیکھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلاسبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی —— نہ تمھیں، نہ کسی اور انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف اسی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصور سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصور نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤ گی"

"کون جانتا ہے؟" موریلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "مجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھاکر کہتا ہوں، جس شخص کو بھی مجھپر ترجیح دو گی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کرسکتا! برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" موریلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کرچکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہوجاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھپر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رُک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تمپر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں مسیحیت پر مرجاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اُڑائیں؟"

"جو جی چاہو کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہو تو مار ڈالو!" اُسنے پورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہئے۔ ابھی چلنا چاہئے۔ فوراً چلنا چاہئے" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی "تو بوڑھے معتو کی بھی کچھ خبر ہے؟"

موریلا نے اپنے نازک مونڈھے ہلاکر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلاکر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہے میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کردیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہُش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی اماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہے؟ کوئی انسان بھی تیرا رُواں میلا نہیں کرسکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبرگیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تاثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہے۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیرخواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سوزنتو ہی میں رہ جاتا۔ ایسا شوہر ملنا مشکل ہے"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر تقریع کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہے۔ ایک لحظہ کے لئے سونچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنیوالی ہے۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رَد کردیتی ہے؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہے" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہوکر اُس کا جملہ دُہرایا "مجھ سے بیان نہیں کروگی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہے تیرا خیرخواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلاکر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دُنیا سے بالکل بےخبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زندگی کا موقعہ کھودینے پر افسوس کروگی۔ معلوم ہوتا ہے، خدا نے رحم کھاکر اس شخص کو تمھارے گھر پر بھیجا تھا"

موریلا نے شرائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دُور اُفق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کردیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت آہستگی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلّا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بُلالیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہو؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دیکر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہے"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بےرحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کردیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہے! میں اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیتی تھی اور پڑرہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا۔ غریب بیہوش ہوکر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگاکر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اُس کے منہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بَلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہے، یہ بھی بیمار ہوگئی ہے۔ اُسے غم کھائے جاتا ہے۔ اگر مرگئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہے"

پادری سناٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کردو!" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کردو، جس طرح تمھاری ماں نے معاف کردیا ہے۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کردو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلادیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کرسکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا منہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بےبس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کرسکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کرونگی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مسکراکر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دنیا میں ایسی خوش نصیب بی بیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مرجانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہے۔ اگر محبت، زبان گونگی کرڈالتی ہے، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہے، تو میں ہرگز ہرگز کبھی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بےمعنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ معتو بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہے، اور پھر عین اسی وقت اپنی بےخطا بیوی کو مار کے ادھ موا بھی کر دے سکتا ہے۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے"

موریلا اب بالکل چپ ہوگئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آگئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اُٹھالیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں اپنی گٹھڑی اُٹھالی۔ دوسرے میں ننھی رکابی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہوکر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤگی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہے" اُس نے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے ــ میرے لئے برابر ہے"

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انٹونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھاکر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہوگئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جمادی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جارہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے موریلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو۔ موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی انٹونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہے اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہوگئے وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ باربار اُٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے ہی موسم بدل گیا تو وہ جلد واپسی پر مجبور ہوگی۔

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بُثینہ سے مشہور عالم ہے۔ ابوسہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابوسہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُسنے کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بُثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بُثینہ کی طرف میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مر جاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمھارا ہے۔ صرف میرے کپڑوں کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بُثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وماکنی بجمیل	وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آپہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہو گیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری	نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بثینۃ فاندبی بعویل	وابکی خلیلک دون کل خلیل

بُثینہ! اٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پوری کر دی۔ جمیل نے ۸۲ھ (۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا الگ الگ ہو جاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کر دیئے جاؤگے"

۸۳ھ (۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسوے نہ بہانا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا مجھے میرے گڑھے میں ڈالکر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پرواہی سے موت دیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا "خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں لہذا مجھے معاف کر دے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُسنے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی	فی رؤس الجبال ارعی الوعولا!

ابو حازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمد للہ۔ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

۸۶ھ (۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کُند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاح کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

۸۴ھ (۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند المات	بام جریر واغیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

۹۰ھ (۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لحظہ دھڑکا لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچے اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

۹۶ھ (۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی اُمیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر	والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ	ولیس یرجم الا ما لہ ثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصروف الدہر عیرنا	ہل حارب الدہر الا من لہ خطر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہدو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہو جاتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

اما تری البحر تعلو فوقہ جیف	وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا	ونالنا من تجنی بؤسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا	ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابوجعفر منصور

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا اُس وقت ابوجعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایۂ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر ترا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کر دیئے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ ان کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پورا نہ کر سکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

۱۵۸ھ (۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابو عبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جا رہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے روبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پوری

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپ نے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمان اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے حتی الوسع بھلائی چاہی ہے۔ غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں۔ پھر پوچھا، انھوں نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر انہی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہنۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعاء یوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھ دے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمہ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل ۔۔۔ والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اڑنے سے پہلے مجھے آ کر بچا لو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابو عبدالرحمن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمھارے پاس مسافر کے زاد راہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کُل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ ایک صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اُس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زاد راہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہو گا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۹ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہو گا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کر سکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی انھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۹ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھا لے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہے گا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۴ھ (۶۸۶ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اٹھایا نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اُٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی اُمیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۴)

کو اٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ تھامے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" موریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے۔ بڑی طاقت و مہارت سے پیر رہی تھی۔ اُس نے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

مضلون تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی گر عجمیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہو۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المؤمنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متأثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ ازحد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہو۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہوجائے، مگر اُس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہو۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کردی گئی ہو یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہو کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ اِن میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیسہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہو!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر لکھ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہو۔ " اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولاغربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہو " فاسجدوا للہ واعبدوا"

دیواروں پر جا بجا "اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمار گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہو کہ اُس میں آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہو۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش یورپ مدت سے کر رہا ہو مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُسوقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اِس غرض سے بنائے گئے تھے کہ اِن میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُسوقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کرلیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بروقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہوگئے اور طے کرلیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔

اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کردیا۔ اُنھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کرکے یہ کاروائی کرسکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اِس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کردینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہو اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہو کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہو۔

افسوس ہو، اس خط میں آپنے اپنے جو تأثرات ظاہر کئے ہیں، وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہو۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات اِن دونوں کا عددی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہو کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سررشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جارہا ہو اور افسوس ہو کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہو کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہو تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہو کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہو، اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہوگئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہو، تو پھر آپ "دوسرے مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہو، یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہوسکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہو اور ایک چیز اُسکے پیروؤں کا فہم و عمل ہو۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہو، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جاسکتی ہو، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہوگئی ہو (اور کم از کم میرا تأثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہو) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہو کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہوجائے تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہو، آپکی جستجو ختم ہوجائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہو کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپکو یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کررہی ہو۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہو کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہو، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہو جسکے پیروؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں۔ مذہب کو چھوڑئیے۔ دنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اِس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہوسکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے اجزاء و ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متأثر ہوچکے ہیں، کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہوسکتا ہو؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مُشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہل قلم استاذ رسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صُوفیہ

سیاحان عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہو کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری ومعنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کرلیتی ہو، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے وسٹمنسٹر، پیرس کے پانتھیوں، رمیتس کے کینسے، ایتھنز کے کرپول، اقصر کے معبد کرنک، اسوان کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہو۔ میں نے جلیل القدر توتا خن آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہو، وہ مقبرہ جس کے اکتشاف نے دُنیا بھر کے اعصاب ہلادیئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہیگا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہو۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدلیسۂ صوفیہ، جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہو، عرف وعادت کے اعتبار سے، ایک مستقبل معبد بننے کی مستحق نہیں ہو۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹنیان نے شہیدۂ قدلیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی پادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنادیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہو۔ ابتک یہ پُورا کنیسا ہو۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہو۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدنظر رکھی گئی ہو، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کررہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہو۔ ان میں آب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی اب تک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہو۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی، مگر پُوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہو کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہو جہاں سے وہ سب دیکھتی ہو، مگر اُسے ہم سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہو کہ اُس کی محراب - حالانکہ وہ کنیسا تھی - بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہو کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤگے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدہر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کروگے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت اب تک بالکل کنیسے ہی کی ہو۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سرپیش کرتی ہو، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہو جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہو۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہو۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہو۔ ترک فاتحوں نے اُس کا اُفقی خط مٹادیا ہو۔ لیکن طولی خط آجتک ویسا ہی موجود ہو جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہو کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشرِ عشیر بھی تصوّر نہ کرسکیں گے مختصر یہ ہو کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہو جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہو۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہو۔ تقریباً ۳۲۶ ستونوں پر قائم ہو۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہوجائے۔ یہ تالاب، ایک سُرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملادیا گیا ہو اور آسانی سے آمدورفت ممکن ہو۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہوکر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا ازحد شوق تھا کہ ٹرکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہو۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہزار ہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہو ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہو بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہو ۵۰ ہزار ہوں تعداد کا صحیح اندازہ کون کرسکتا ہو؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہو، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہو۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کرلیا ہو۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہو، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہو اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکالکر پہن لیتا ہو۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سُر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھمادیں۔ بلند کنارا پیچھے کردیا اور لپٹ کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۶ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولاالٰہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہوگیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ،

(بقیہ مضمون صد۱)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آجائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہو"

۱۸۲ھ (۷۹۸ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقی لہ　　فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مرگیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہوگئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔

انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعاً فرق الدہر بیننا　　الی الامد الاقصیٰ فمن یأمن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جُدا کردیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کرسکتا ہو؟

۱۸۶ھ (۸۰۲ء) میں وفات پائی۔

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں، اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پُجاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زباں دراز مناظروں اور مذہبی بحث و منظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں، بلکہ مان لینے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی کد ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب مل جائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت ان دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب معرفت کا استغراق باقی رہجاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمرہی کا بھی فیصلہ کر لیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دُنیا کے پرستاران مذاہب میں ننانوے فی صدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہیے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بےنفس متلاشی کی رُوح آپکے اندر پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہو جائیگا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم باعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دُنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتداد زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یک قلم منقلب ہو گئی ہے، اُنکے پیروؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کر سکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیروؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتہً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یک قلم مفقود ہو جاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے اس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جا سکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ ان دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آ جائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہو گئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہو جانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جا سکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ لے سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دَور جو جمعیت بشری کی دائمی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزر گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی روح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیروؤں کی عملی ذہنیت نے بہ حیثیت مجموعی ایک دوسرے جسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جا سکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہو جا سکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جا سکتی اور پرکھی جا سکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتداد زمانہ کے مؤثرات و عوامل سے متاثر ہو چکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہو گئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کر لے سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تامل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ دُنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروان مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی ترجمانوں سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یک قلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہو جائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دُنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہو جا سکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کر لے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُسپر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہو جائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کر دے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تأثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہیے۔

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

أسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرهٔ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اُس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البـلاغ پریس"

۱۹۲۷

جلد ۱

نمبر ۱۷

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الكريم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۷ — کلکتہ : جمعہ ۱۷ . ربیع الثانی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی . ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس بارہ مین اس وقت تك ۱۴۰۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۴۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق هون	۱۴۰
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۴۰		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس بارہ مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آیندہ اس بارہ مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "مینیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نمبر خریداري ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلات (مثلاً رسید زر ' اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاھے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کی جگہ کسی دوسری سمت سے نکلنا کوئی دنیا کا محسوس واقعہ نہ تھا جو لوگوں کے علم میں ہوتا اور حضرت ابراھیم اُسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے - نمرود کہہ سکتا تھا کہ اچھا اگر یہی دلیل ھے تو تمہارا پروردگار پورب کی جگہ پچھم سے ایک مرتبہ نکال دکھائے - اِس پر حضرت ابراھیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاھتے کہ نظام شمسی کا پورا کارخانہ درھم برھم کرکے سورج دوسری سمت سے نکلتا ہوا دکھا دے ؟

(۵) علاوہ بریں جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پہلی دلیل سے رجوع کرکے دوسری دلیل پیش کی ' تو ضروری تھا کہ یہ پہلے سے زیادہ واضح و اقطع ہوتی - اُن کی پہلی دلیل یہ تھی کہ موت و حیات کی باگ اللہ ھی کے ھاتھہ ھے - دوسری یہ کہ اجرام سماوی اُسی کے حکم و مشیت سے کام کرتے ھیں - ظاھر ھے کہ دوسری دلیل پہلی سے زیادہ وزنی نہیں کہی جا سکتی - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیہی معاملہ خصم کو ساکت نہ کر سکا ' تو اجرام سماوی کا معاملہ کیا مفید اثبات ہو سکتا ھے ؟

میں نے بڑے ھی شوق سے حضرت امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھی تھی - کیونکہ وہ قران مجید کے مقامات کو عقلی مباحث سے صاف کرنا چاھتے ھیں - مگر میں عرض نہیں کر سکتا کہ مجھے کس قدر مایوسی ہوئی ؟ لطف یہ ھے کہ انہوں نے پوری تفصیل کے ساتھہ یہ تمام شبہات خود ھی لکھے ھیں ' لیکن جواب کا جو کچھہ حال ھے ' اس کا اندازہ اِس سے کر لیجیے کہ اُس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل کو اور زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا پاتا ہوں -

پہلے شبہ پر انہوں نے بالکل توجہ نہیں کی ھے - دوسرے شبہ کے دو جواب دیے ھیں - ایک یہ کہ ایک دلیل چھوڑ کر دوسری دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز ھے - اس میں کوئی حرج نہیں ' کیونکہ دوسری دلیل پہلی دلیل سے اوضح ھے - اِسے عام مفسرین کی طرف منسوب کرتے ھیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا ھے - وہ یہ ھے کہ " یہ ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کا اختیار کرنا نہ تھا - بلکہ ایک ھی دلیل کی مزید وضاحت کرنی تھی : و ھوانا نری حدوث اشیاء لا یقدر الخلق علی احداثها ' له امثالة ' منها الاحیاء و الاماتة ' و منها السحاب و الرعد والبرق ' و منها حرکات الافلاک و الکواکب ' و المستدل لا یجوز له أن ینتقل من دلیل علی دلیل آخر ' لکن اذا ذکر لایضاح کلام مثالا ' فله أن ینتقل من ذلک المثال الی مثال آخر ' فکان ما فعله ابراهیم من باب ما یکون الدلیل و احداً ' إلا انه یقع الانتقال عند ایضاحه من مثال الی مثال آخر - و هذ الوجه احسن و الیق بکلام اهل التحقیق "
اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ھیں : " لما احتج ابراهیم بالاحیاء و الاماتة ' اورد الخصم علیه سوالا لا یلیق بالعقلاء ' و ھو انک اذا دعیت الاحیاء و الاماتة لا بواسطة ' فذلک لا تجد الی اثباته سبیلا ' و ان دعیت حصولها بواسطة حرکات الافلاک ' فنظیره او ما یقرب منه حاصل للبشر - فاجاب ابراهیم بان الاحیاء و الاماتة و ان حصلا بواسطة حرکات الافلاک ' لکن تلک الحرکات حصلت من اللہ تعالی و ذلک لا یقدح فی کون الاحیاء و الاماتة من اللہ ' بخلاف الخلق فانه لا قدرة لهم علی تحریکات الافلاک " خلاصہ اِس تقریر کا یہ ھے کہ پہلی دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یہ تھا کہ اُس نے کہا ' خدا کی صفت جلانے اور مارنے کی کیسی ھے ؟ وہ بلا واسطہ جلاتا اور مارتا ھے ' یا افلاک کی حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعہ ؟ اگر پہلی بات ھے تو اُس کا اثبات ممکن نہیں - اور اگر دوسری بات ھے تو یہ انسان کو بھی حاصل ھے - یعنی وسائط کے ذریعہ موت و حیات وجود میں آسکتی ھے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطہ سے زندہ انسان پیدا ہو سکتا ھے ' اور قتل کے ذریعہ ہلاک کیا جا سکتا ھے - اس کے جواب میں حضرت ابراھیم نے اپنی دلیل کی مزید وضاحت کی اور فرمایا کہ احیاء اور امات اگرچہ افلاک کی حرکات کے واسطہ سے ظہور میں آتی ھے ' لیکن افلاک کی حرکت بھی تو خدا ھی کے حکم و مشیت سے ھے - اُس کے سوا کون ھے جو انہیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئی دوسرا افلاک کو متحرک نہیں کر سکتا ' تو ثابت ہو گیا کہ احیاء اور امات بھی نہیں کر سکتا -

میں حیران ہوں کہ اس امام جلیل القدر کی اس تقریر کی نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبہ دور ہوا ھے یا اور زیادہ مضبوط ہو گیا ھے ؟ اول تو یہ فرض کرنا کہ نمرود کا مطلب اعتراض سے واسطہ اور بغیر واسطہ کا جھگڑا تھا ' کہاں سے ثابت ہوتا ھے ؟ قران مجید میں تو صرف اتنا ھی ھے کہ " انا احی و امیت " پھر یہ کہنا کہ یہ دوسری دلیل کی مزید توضیح ھے ' نئی دلیل نہیں ھے ' کسی طرح بھی سمجھہ میں نہیں آتا - افلاک کی حرکت کو بھلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یہ استدلال پہلی دلیل کے ساتھہ مربوط ہو سکتا ھے ؟ پہلی دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کی صفت سے تھا - دوسری میں سورج کے طلوع و غروب کی جہت سے - اس میں اور موت و حیات کی طاقت و تصرف میں کوئی علاقہ نہیں - تعجب ھے کہ کیونکر امام موصوف ایسی کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذھب قرار دیتے ھیں اور وثوق کے ساتھہ قرار دیتے ھیں -

پھر مفسرین کا یہ عام مذھب بھی کہ دوسری دلیل پہلی سے اوضح ھے ' تشفی پیدا کرنے سے قاصر ھے - صاف بات تو یہی معلوم ہوتی ھے کہ پہلی دلیل ھی زیادہ واضح اور قطعی تھی -

تیسرے شبہ کا جواب امام موصوف نے یہ دیا ھے کہ نمرود دوسری دلیل کا معارضہ نہیں کر سکا - اسلیے کہ ہو سکتا ھے ' خدا نے اُس وقت، اُس کے حواس مختل کر دیے ہوں - وہ اس قابل ھی نہ رہا ہو کہ اعتراض کرے - سوال یہ ھے کہ اگر معترض اور مشکک کو اسی طرح حواس باختہ کرکے چپ کرا دینا تھا ' تو پھر اس مناظرہ کی ضرورت ھی کیا تھی ؟ پہلے ھی سے مخبوط الحواس بنا دیا ہوتا تا کہ وہ اعتراض ھی نہ کر سکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالی کی سنت یہی ھے کہ جو معترضین انبیاء کرام سے معارضہ کرتے ھیں' ان کے حواس سلب کر لیا کرتا ھے ' تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ھے کہ انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نہیں ہوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے ھیں - کیا ایسے جوابوں سے قران مجید کے معارف روشنی میں آسکتے ھیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے ھیں کہ " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابلہ میں پیش کی جائے ' اور اُس پر وہ نا فہمی سے اعتراض کر دے ' تو مستدل کا فرض ھے کہ اُس کے اعتراض کی خامی ظاھر کر دے اور بغیر اس کے آگے نہ بڑھے ' اور جب ایک معمولی مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروری ھے ' تو ظاھر ھے کہ ایک نبی اولوالعزم کے لیے کیوں ضروری نہو جس کا مناظرہ تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادی صداقت کے پیش کیا جا رہا ھے ؟ " تاھم وہ اس قوت کے ساتھہ اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئی کمزور سے کمزور جواب بھی نہیں دیتے ' اور صرف یہ کہکر چپ ہو جاتے ھیں کہ " محققین کی تفسیر پر شبہات وارد

باب التفسير

حضرت ابراهيم اور ايك بادشاه كا مكالمه

كريمه "الم تر الى الذى حاج ابراهيم" كى تفسير

ايک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

جيسا كه جناب كو معلوم هے' ميں گذشته سال سے ايک سلسلۂ رسائل كي ترتيب ميں مشغول هوں جن كا مقصد يه هے كه قران مجيد كے مطالب حكيمانه ايک ايسے نئے اسلوب سے بيان كيے جائيں كه آج كل كي مذهب سے برگشته طبيعتيں اُن سے تشفي حاصل كرسكيں - ايک همدرد ملت رئيس دكن نے اُنكے انگريزي زبان ميں ساتهه ساتهه ترجمه كرانے كا بهي انتظام كر ديا هے' اور اُميد هے كه چند ماه كے اندر اُنكي اشاعت كا سلسله شروع هو جايگا * * * * اِس سلسله ميں قرآن مجيد كے متعدد مقامات هيں جو ايک عرصه سے ميرے سامنے هيں - ليكن حقيقت حال يه هے كه جيسا تشفي بخش حل اُنكا هونا چاهيے' اِس وقت تک نهيں هوسكا هے' اور جب تک خود اپني طبيعت مطمئن نه هوجائے' دوسروں كے سامنے قدم اُٹهانا ديانت تحرير كے خلاف سمجهتا هوں - يه عرض كرنا ضروري نهيں كه قران مجيد كے فهم و مطالعه كا جسقدر بهي خاكسار ذوق پيدا كرسكا هے' وه سب جناب هي كے طفيل هے' اور جناب هي كي تحريرات كے شغف كا نتيجه هے - اِسليے اِن مشكلات ميں بهي جناب هي سے دستگيري كي اُميد هے - اگرچه وه مقامات ايک سے زياده هيں' مگر سر دست ميں جرأت نهيں كرسكتا كه جناب كا زياده وقت لوں - صرف ايک مقام كي نسبت اپنا اِطمينان چاهتا هوں جسكے خاطر خواه حل نه هونے كي وجه سے خاكسار كي زير ترتيب كتاب كا كام رک گيا هے -

سورۂ بقره ميں حضرت ابراهيم عليه السلام اور ايک پادشاه كے مناظره كا ذكر هے جسكي نسبت همارے مفسرين كا بيان هے كه وه نمرود تها : الم تر الي الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتاه الله الملک ' اذ قال ابراهيم ربي الذي يحي و يميت ' قال انا اُحي و اُميت ' قال ابراهيم فان الله ياتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب ' فبهت الذي كفر ' و الله لا يهدي القوم الظالمين - مضمون اِس آيت كا يه هے كه حضرت ابراهيم سے نمرود نے خدا كے باب ميں حجت كي - اسپر اُنهوں نے فرمايا كه ميرا پروردگار وه هے جو جلاتا هے اور مارتا هے - يعني زندگي اور موت اُسي كے قبضۂ و تصرف ميں هے - اگر كوئي دوسري هستي خدائي كي مدعي هے' تو اُسے چاهيے كه يه قوت و تصرف اپنے اندر ثابت كرے - نمرود نے اِسكے جواب ميں كها - اگر يهي وصف خدائي كا هے تو يه مجهه ميں بهي هے - ميں بهي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهيم نے يه سنكر فرمايا كه خدا پورب سے سورج نكالتا هے - تو پچهم سے نكال دے - اِس پر نمرود مبهوت هوكر رهگيا -

يه دراصل حضرت ابراهيم عليه السلام اور نمرود كا مناظره هے جسميں نمرود كي حيثيت خدائي كے مدعي كي هے اور حضرت ابراهيم اسكے زعم باطل كا بطلان ثابت كرنا چاهتے هيں - اب اس آيۃ كي تفسير ميں چند درچند مشكلات حائل هيں :

(۱) اول يه كه جب نمرود خدا هونے كا مدعي تها' تو ظاهر هے كه دليل پيش كرنا اسكے ذمه تها - نه كه حضرت ابراهيم كے ذمے جنكي حيثيت منكر كي تهي - ليكن يهاں حضرت ابراهيم اس سے كوئي دليل نهيں مانگتے- بلكه خود اپنے پروردگار كي پروردگاري كي دليل پيش كرديتے هيں كه " الذي يحي و يميت " اور وه اس سے معارضه كرنے لگتا هے -

(۲) پهر جب اُنهوں نے ايک ايسي دليل بيان فرمادي تهي جس سے بڑهكر واضح اور قاطع دليل نهيں هوسكتي' تو چاهيے تها كه نمرود كے جاهلانه اور طفلانه معارضه كي قلعي كهول ديتے - كيونكه وه اپنے جهل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دينے كا وه مطلب سمجهه هي نه سكا تها جو موٹي سے موٹي انساني عقل كو بهي سمجهه لينا چاهيے - وه بول اُٹها كه يه بات تو مجهے بهي حاصل هے - ضروري تها كه حضرت ابراهيم فرماتے' موت اور حيات بخشنے سے مطلب يه هے كه جس طرح وه اَن ديكهي ذات تمام جانداروں كو نيستي سے هستي بخشتي هے' اور پهر ايک خاص وقت پر فنا كرديتي هے' اسي طرح تو بهي ايک چهوٹا سے چهوٹا كيڑا بنا ديكهه - ليكن آپ يه نهيں كهتے' بلكه فوراً اس دليل كو چهوڑ كر ايک دوسري دليل پيش كرديتے هيں - يعني سورج كو اسكي معمولي سمت كي جگه دوسري سمت سے نكالدينے كي فرمايش كرتے هيں - اس سے لازم آتا هے كه گويا آپنے اپني پهلي دليل كي كمزوري مان لي - اور (نعوذ بالله) نمرود كے معارضه سے لاچار هوگئے - اسليے اسے چهوڑ كر نئي دليل كا سهارا ليا - ايک معمولي مناظر كيليے بهي يه بات دليل عجز هے' چه جائيكه ايک جليل القدر پيغمبر كيليے -

(۳) پهر دوسري دليل جو پيش كي گئي' اُس پر بهي شبهات وارد هوتے هيں - قران مجيد ناطق هے كه پهلي دليل سے نهيں مگر دوسري دليل سے نمرود لا جواب هو كر رهگيا - مگر اعتراض هوسكتا هے كه جس شخص كي شوخ چشمي كا يه حال تها كه موت و حيات كے وصف الهي تک كا بيان اُسے چپ نه كرا سكا' وه اِس دوسري دليل سے كس طرح لا جواب هوگيا ؟ اگر كها جاے' اس ليے كه وه پچهم كي طرف سے سورج نكالنے پر قادر نه تها' تو جواب يه هے كه وه موت و حيات بخشنے پر بهي تو قادر نه تها ؟ جس طرح اس بات كا ايک غلط مطلب ٹهرا كر اُس نے معارضه كر ديا تها اور حضرت ابراهيم ترک دليل پر مجبور هوگئے تهے' اسي طرح اِس كا بهي كر دے سكتا تها - كهديتا ميں بهي ايسا كر سكتا هوں -

(۴) علاوه بريں دليل كے معنے يه هيں كه وه ايسي بات هوتي هے كه اس كے اثبات سے مدعا كا ثبوت متحقق هو جاتا هے - ليكن حضرت ابراهيم كي دوسري دليل ايسي معلوم نهيں هوتي - اُس كا اثبات اس مقدمه كے اثبات پر موقوف هے كه " خدا وهي هوسكتا هے

یہ اجتماعی قانون نہایت عجیب ہے - کیونکہ بظاہر ایک قسم کا تناقض رکھتا ہے - ایک طرف کہتا ہے ' تغیر و تبدل ضروری ہے - نئی چیز لو اور پرانی چیزیں چھوڑ دو - دوسری طرف یہ بھی کہے جاتا ہے کہ پرانی چیزیں یک لخت فنا نہ ہونے دو - اپنے پچھلی مقومات و خصوصیات باقی رکھو - اپنی قومی خصوصیات مٹا کر کوئی قوم ' قوم نہیں رہ سکتی - لیکن فی نفسہ اس میں تناقض نہیں ہے - دونوں باتیں اپنی جگہ ٹھیک ہیں - نئی چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام نئی چیزیں اختیار کر لی جائیں جو قومی مزاج و مصالح کے موافق ہوں - خصوصیات کے باقی رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام بنیادی چیزیں قائم رکھی جائیں جو قومی مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکھنے کیلیے ضروری ہیں - یعنی رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سر رشتہ ہاتھہ سے نہ دیا جاے -

بلا شبہ اس قانون کی تطبیق میں اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ہے - چند ہی قومیں اصلاح میں اپنا دماغی توازن قائم رکھہ سکی ہیں - یا تو یہ ہوا ہے کہ اپنی تمام قدیم عادات و روایات پر اڑ گئیں ' اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے انکار کردیا - یا یہ ہوا کہ فوراً تبدیل و انقلاب پر اتر آئیں ' اور اپنی کوئی بھی قدیم خصوصیت باقی نہ رکھی - پہلی صورت تفریط کی ہے - دوسری صورت افراط کی ہے - اور نجات و ترقی توسط و اقتصاد میں ہے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کی قابلیت کے معنی اس کے سوا کچھہ نہیں ہیں کہ عالم خارجی کی اطاعت کی جائے - قدیم زمانے میں ہر جگہ لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تھا - اسی لیے تبدل کی ضرورت بھی کمزور تھی - اس کی قابلیت آہستہ آہستہ پیدا ہوتی تھی - حتی کہ بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک ہی حالت پر قائم رہیں اور تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ کی - ان کا تعلق ہمیشہ ایسی قوموں سے رہا ' جو انہی کی طرح وحشی یا نیم وحشی تھیں - ان کے سامنے کوئی بہتر نمونہ تہذیب و تمدن کا موجود نہ تھا - اس لیے ترقی کی رغبت بھی پیدا نہ ہوئی ' اور جمود و تقلید کی طبیعت برابر باقی رہی -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت کی طرف سے مجبور کی جاتی ہیں کہ اپنی زندگی اور زندگی کی بنیادیں محفوظ رکھیں - یہی باعث ہے کہ ان قوموں میں فرد کا معاملہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا تھا - بلکہ اس زمانے میں فرد کے لیے جائز ہی نہ تھا کہ مستقل زندگی بسر کرے - وہ قومیں اسے بالکل قدرتی بات خیال کرتی تھیں کہ عام مصلحت کے لیے افراد اپنی ہستی قربان کر دیں - اس وقت شخصی آزادی ' کسی کے واہمہ میں بھی نہ تھی -

بعض نظری آدمیوں نے آزادی کی اعلی مثال یونانی جمہوریتوں میں بتائی ہے - حالانکہ ان جمہوریتوں میں افراد کو مطلق آزادی حاصل نہ تھی - وہ ایسے نظامات کی پابندیوں میں جکڑے ہوے تھے جنھیں آج متمدن دنیا میں کوئی آدمی بھی برداشت نہیں کر سکتا - ان جمہوریتوں میں افراد کو اتنی آزادی بھی حاصل نہ تھی کہ اپنی مرضی سے کوئی دینی عقیدہ رکھیں ' یا اپنی اولاد کی بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یہ حالت تھی کہ افراد کو اپنے گھروں میں کھانا پکانے اور کھانے کی بھی اجازت نہ تھی - وہ مجبور تھے کہ عام دستر خوانوں ہی پر بیٹھہ کر کھانا کھائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعی مجرم سمجھے جاتے تھے - چنانچہ پوری قوم سقراط کے خلاف کھڑی ہوگئی ' اور اس وقت تک چین نہ لیا ' جب تک اس مصلح کی جان نہ لے لی !

بلا شبہ اس قسم کے سخت نظامات ان ملکوں کے لیے ضروری ہیں ' جو ہمیشہ دشمن کے حملوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تھا کہ اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا ہے - ایک طرف وہ تجدد و اصلاح کے حامی تھے ' دوسری طرف اپنی خصوصیات کی حفاظت بھی کرتے تھے - یہ وصف ان میں اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ فتوحات نے ان کے تعلقات دوسری قوموں سے قائم کردیے تھے - یہ تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تھے ' اور وہ نظامات کی تبدیلی پر مجبور ہوجاتے تھے - رومانیوں کا سنہرا زمانہ وہی تھا جب وہ اس مرکز توازن پر قائم تھے - لیکن جب سے انہوں نے افراط و تفریط شروع کی ' روز بروز گرنے اور تباہ ہونے لگے -

(انگریزوں کی کامیابی کا راز)

موجودہ زمانے میں علمی انکشافات ' جدید صنائع کے ظہور ' اور مواصلات کی سہولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا ہے ' کہ ہر لمحہ عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا ہوتے رہتے ہیں - اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ مرکز توازن تقریباً مجہول ہو گیا ہے ' اور اس کی تلاش از حد مشکل ہوگئی ہے - یہی سبب ہے کہ موجودہ دنیا میں ہر طرف شورشیں اور انقلابات برپا ہو رہے ہیں - کوئی نظام بھی پائداری حاصل کرنے نہیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں ہی کی قوم یورپ کی ایک ایسی قوم ہے جس نے رومانیوں کی طرح مرکز توازن معلوم کر لیا ہے - وہ ایک طرف اصلاح و تجدد کی حامی ہے - دوسری طرف اپنے قومی مقومات بھی برقرار رکھے ہوئے ہے - ان میں جمود و تقلید نہیں ہے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول ہیں ' مگر پوری تدریج اور دانشمندی کے ساتھہ قدم بڑھاتے ہیں - انگلستان کی آزادی نہ تو کرامویل کے ہاتھوں قائم ہوئی ہے ' نہ جمہوریت پسندوں کی لائی ہوئی ہے - وہ انگریزی تاریخ کی پیداوار ہے (۱) - یہ تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رہا ہے ' درحقیقت اسی توازن فکر و عمل کا نتیجہ ہے -

(۱) جب خاندان استورات کے پادشاہ چارلس اول کا استبداد بہت بڑھ گیا ' تو انگریز امریکا کی طرف ہجرت کرنے لگے - حتی کہ انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالی ہوگئے - ظالم بادشاہ یہ دیکھہ کر گھبرایا اور ہجرت کی ممانعت کردی - جس دن ممانعت کا اعلان ہوا ' دریائے ٹیمس میں مہاجرین کے کئی جہاز روانگی کے لیے طیار تھے - انہی میں کرامویل بھی تھا - اب باشندوں نے دیکھا کہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کی راہ بغاوت کے سوا کوئی نہیں ہوسکتی - چنانچہ بغاوت شروع ہوگئی - کرامویل اس باغی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا - بغاوت کامیاب ہوئی - جمہوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمہوریت کا صدر منتخب ہوا - اس وقت اس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تھا - مگر بعد میں خود یہ بھی مستبد ہوگیا - آخر سنہ ۱۶۴۹ع میں قوم نے اس کی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا -

مقالات

نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئی دلیل بیان کی جائے ' خواہ نئی مثال ' ضروری ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کی خامی واضح کردی جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کی تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسی طرح اس تفسیر پر بھی وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " مذ حققین " کی تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئی روشنی ڈالی ہوگی - چنانچہ میں نے بمبئی سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصری کی تفسیر منگوا کر دیکھی ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھی وہی امام رازی والی تفسیر بجنسہ پائی - ان شبہات کا کوئی جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوری ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعانی شیخ آلوسی بھی خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر ان سب میں بھی یا تو وہی تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدی ہیں جنھیں امام رازی نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسی طرح کی کاوش ہی نہیں کی گئی ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازی جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصری جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ہی کی چوکھٹ باقی رہگئی - لاریب صرف جناب ہی کی ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قران کی ' وہ تمام مشکلات حل کردے سکتی ہے جن تک دوسروں کی نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکی ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیری کا طالب ہے - اور امید قوی رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھ سے میرے حیدراباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ہند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کی تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائی ہے - میں نے بڑے ہی شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعی اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وہی تفسیر کبیر کی پوری بحث اردو میں نقل کردی گئی ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الهلال :

آپ نے استفسار میں اس قدر تشریح و تفصیل کی ہے کہ اسی نے آج کی اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتماع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کی تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھی ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کی صفت عضویۃ ' افراد کی عضویت سے الگ وجود رکھتی ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھی نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ہی یہ یقینی ہے کہ تمام طبیعی کائنات کی طرح عالم اجتماع کے بھی خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتی ہے ' وہ تمام اجزاء باہم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ہی باقی تمام اجزاء بھی فوراً متأثر ہو جاتے ہیں -

اس اجتماعی قانون کی بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کی طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کی بیماری کے علاج میں باقی اعضاء سے غافل ہو جائیں ' اور پہلی بیماری سے بھی بدتر بیماریوں کی پیدایش کا سبب بن جائیں -

علم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادی کا حامی ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضی و حال سے بہتر ہو جاے - دوسری طرف وہ ماضی و قدیم کی بھی حفاظت چاہتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضی ' اپنے مقومات ' اور اپنی خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' اُنھیں بچائیں ' اور باقی رکھیں - ورنہ اُن کی قومیت درہم برہم ہو جائیگی ' اور اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے - مشاہدہ کی بھی یہی هدایت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعنی وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کی حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے اصلی ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کی قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

مذاکرہ علمیہ

جب حکومت کي شکل حالات ' ماحول ' اور قومي آرزوں کے خلاف هوتي هے ' اور اُس کي تبديلي کے ليے قوم کے سامنے کوئي قانوني راہ باز نهيں هوتي ' تو يه وقت انقلاب و بغاوت کے ظهور کا وقت هوتا هے - لهذا ضروري هے که ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کر دي جائے ' ورنه قوم کو يه حق حاصل هو جائيگا که فوري تبديلي کے ليے اپنا قدرتي حق استعمال کرے اور بغاوت پيدا هوجاے -

اسپين ميں باشندگان هالينڈ کي بغاوت (سنه ۹۶۲ ھ) خاندان اسٹورٹ پر انگريزوں کا خروج ' نپولين بونا پارٹ پر جرمني کی بغاوت ' آسٹريا پر اٹالين قوموں کي بغاوت - يه تمام بغاوتيں تاريخ کي نظر ميں ' صحيح ' جائز ' اور قانوني بغاوتيں تهيں -

(انقلاب کي طبيعت اور حکومت کے فرائض) سی ، ر ، ن

بغاوت عموماً آتش فشاں پهاڑ کے انفجار يا آندهي کے طوفان کے مشابه هوتي هے - شروع شروع ميں اُس کا خيال چند افراد کے اندر پيدا هوتا هے - پهر آهسته آهسته تمام قوم ميں پهيل جاتا هے - بغاوت کا خيال تبديلي کے احساس سے پيدا هوتا هے - جب تبديلي ظاهر نهيں هوتي تو حکومت کي طرف سے عام بد دلي پيدا هوجاتي هے - يه بد دلي مخفي غصه کي صورت اختيار کر ليتي هے - جب حالت اِس درجه تک پهنچ جاتي هے تو قوم هر لمحه مشتعل هو جانے کے ليے طيار هو جاتي هے - اُس وقت معمولي سے معمولي بات بهي عام بغاوت کا سبب بن جاسکتي هے -

لهذا حکام کا فرض هے که ايسي حالت پيدا هونے سے پہلے هي اصلاح نافذ کرديں - ليکن اگر بر وقت نه کرسکيں ' تو پهر اُن کے ليے بهترين طريقه يه هے که اِس بغاوت و انقلاب ميں شامل هوجائيں ' يعني اُسے اپنے هاتهه ميں لے ليں ' تاکه اُس کي مضرتيں کم سے کم هوجائيں -

اعتذار

افسوس هے که شهر کي عام تعطيل کي وجه سے اس هفته بهي مطلوبه تصاوير طيار نه هوسکيں اور هميں تصوير کے بغير پرچه شائع کرنا پڑا - تصاوير کے نه مل سکنے کي اطلاع ملنے پر وہ تمام مضامين بهي ترک کردينے پڑے جن کا تعلق تصاوير سے تها - اس صورت حال کا صحيح علاج يهي هے که جلد از جلد تصاوير کي طياري کا مستقل انتظام کرليا جاے - آينده پرچوں ميں هم اس کمي کي پوري تلافي کرديںگے -

منيجر

عالم سماوی

کيا ستارے زندگي سے محروم هيں ؟

هم تاروں بهري رات ميں نظر اُٹهاتے هيں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے هيں - يه ستارے درحقيقت ويسے هي کرے هيں ' جيسا ايک کرہ خود هماري زمين هے - اِن ستاروں مين بهت سے ستارے هماري زمين سے بهي بهت زيادہ بڑے اور بهت زيادہ عمر کے هيں - بعض هماري زمين سے چهوٹے اور اُس سے کم عمر رکهتے هيں - يه تمام ستارے بهي ويسے هي ايک نظام سے وابسته هيں ' جيسا همارا نظام شمسي هے - اِن ميں بهي آفتاب هيں اور اپنے گرد بهت سے کواکب اور سيارے رکهتے هيں -

مدت سے علماء فلک ميں سخت اختلاف هے که يه ستارے بهي هماري زمين کي طرح زندہ موجودات سے آباد هيں يا نهيں ؟ ايک گروہ پهلي رائے کا قائل هے - دوسرا دوسري راے کا -

پہلے گروہ کي دليل يه هے که زندگي کے ليے جن شرطوں کي ضرورت هے ' وہ زمين کے علاوہ اِن ستاروں ميں موجود نهيں هيں - ليکن اُس کا يه دعوى کئي وجوہ سے نا قابل تسليم هے - پهلي بات تو يه هے که اِن شرطوں کي عدم موجودگي کا ثبوت کيا هے ؟ کون دعوى کر سکتا هے که هوا ' پاني ' نور ' حرارت ' وغيرہ لوازم زندگي سے يه ستارے بالکل خالي هيں ؟ بلا شبه اب تک اِن کے وجود کي بهي کوئي دليل همارے علم ميں نهيں آئي - ليکن بهت ممکن هے که يه چيزيں وهاں موجود هوں اور هماري تحقيقات ميں ابهي نه آئي هوں - حال هي ميں انساني علم نے معلوم کر ليا هے که بعض ستاروں ميں اکسيجن موجود هے ' جو زندگي قائم رکهنے والي هوا کا اصلي جزء هے -

پهر يه دعوى بهي بالکل بے دليل هے که زندگي کي جو شرطيں هميں معلوم هيں ' اُن کے بغير زندگي کا وجود ممکن نهيں - بلا شبه هماري زمين پر زندگي اِن شرطوں کے بغير نا ممکن هے - ليکن يه کيا ضروري هے که دوسرے ستاروں کي طبيعت بهي بالکل ويسے هي هو جيسي هماري زمين کي هے ؟ يه بهي ضروري نهيں که زندگي کا ظهور اُن ستاروں ميں بهي ويسا هي هو ' جيسا اِس زمين ميں هے - بهت ممکن هے اُن ستاروں ميں زندگي کي شکليں بالکل مختلف هوں - اجسام کي ساخت جدا هو ' اعضاء و عضلات دوسري وضع کے هوں - زندگي کے لوازم مختلف هوں - ستاروں کي کائنات پر ايک هي اعتبار سے قياس کرنا اور اُن پر يکساں حکم لگانا ' صحيح نهيں هوسکتا -

إس تفصیل سے واضح هو جاتا ہے کہ هر قوم کے اخلاق و عادات ایسے هونے چاهئیں کہ آساني سے بدل نه سکیں - لیکن ساتھه هی اُن میں اِتني لچک بهي لازمي هے که بتدریج تبدیلي قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسي قوموں کي نعشوں سے لبریز هے جو یه راز معلوم نه کر سکنے کي وجه سے هلاک هو گئیں -

(ترقي انقلاب سے بہتر هے)

اجتماع کا یه ناموس بهي همیشه پیش نظر رهنا چاهیے که تدریجي ترقي کي راه ' اچانک انقلاب سے بہتر اور محفوظ هوتي هے - لیکن کبهي کبهي ایسے حالات بهي پیدا هو جاتے هیں که انقلاب ضروري هو جاتا هے - اس کي مثال یه هے که بعض جسماني امراض کا بہترین علاج یہي هوتا هے که فوراً سخت بخار چڑه آئے - بخار کي شدت ' وه امراض دور کر دیتي هے - قومیں بهي کبهي کبهي ایسے هي امراض میں مبتلا هو جاتي هیں ' اور اُن کا علاج یہي هوتا هے که فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکه ایسي حالت میں اگر تدریجي اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانه سے تمام قومي جسم پر حاوي هو جائیگا ' اور پهر اُس کا علاج مشکل هو جائیگا - چنانچه جہاں تک کسي ایسی قوم کي ترقي کا تعلق هے ' جو کسي دوسري غاصب قوم کے ماتحت آ گئي هو ' انقلاب کے بغیر چاره نہیں - کیونکه اس صورت میں کسي قدرتي حالت کي اصلاح و ترقي کا سوال در پیش نہیں هوتا ' بلکه ایک غیر قدرتي اور ناجائز قبضهٔ و غصب کا خاتمه مطلوب هوتا هے -

بهر حال ماهرین سیاست کا فرض هے که زمانے کي روح ' اُس کے پهیلنے سے پہلے هي معلوم کرلیں ' اور حکومت کي شکل میں ایسي تبدیلیاں کرتے رهیں جن پر عام رائے مطمئن هوسکے - ورنه نتیجه نہایت هي مہلک هوگا -

(نوجوان اور بوڑهے)

اِس سلسله میں یه حقیقت بهي قابل ذکر هے که سن رسیده افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامي هوتے هیں - اِس میں اُن کا کوئي قصور نہیں هے که قابل ملامت هوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت هوچکا هے که بوڑهے اجسام میں اعصاب کمزور پڑ جاتے هیں ' اسلیے عادات کي مقاومت کي قوت باقي نہیں رهتي - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط هوتے هیں اور اسلیے عادات کي مخالفت آساني سے کرسکتے هیں -

(خیالات کا عروج و هبوط)

زمانے کي روح همیشه موجود رهتي هے - هر زمانے میں بدلتي رهتي هے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچهه نہیں هیں که زمانے کي مختلف روحوں کے مظهر هیں - جدید خیالات و افکار کي مثال بالکل ستاروں کي سي هے - وه کبهي افق پر بلند هوتے هیں ' کبهي بالکل چهپ جاتے هیں - اسي طرح کبهي ایک قسم کے خیالات کو عروج هوتا هے ' کبهي دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص هیں ' بہت ممکن هے که کل مکروه و متروک هو جائیں - صلیبي جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں هلچل ڈال دي تهي ' آج دنیا اُن سے نفرت کرتي اور اُن پر حقارت سے مسکراتي هے -

زمانه بہت سي قوتوں کو پراگنده کرکے فنا کر ڈالتا هے ' اور بہت سي نئي قوتیں پیدا کردیتا هے جو کسي کے وهم و گمان میں بهي نہیں هوتیں - دنیا کي بہت سي پراني آرزوئیں آج مٹ چکي هیں اور اُن کي جگه بالکل نئي امنگوں نے لے لي هے -

(زمانه کي روح)

زمانے کي روح کبهي ایک نقطه و مرکز پر قائم نہیں رهتي - وه بحر زخار کي موجوں کي طرح هر طرف پهیلتي اور ظاهر هوتي رهتي هے - وه هوا کي طرح هر مقام پر پہنچتي اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتي رهتي هے -

زمانے کي روح هی درحقیقت قوموں میں زندگي اور حرکت پیدا کرتي هے - زمانے کي روح ایک پر اسرار اَن دیکهي مخلوق هے - کوئي اُسے دیکهه نہیں سکتا ' مگر وه سب میں داخل هوتي اور اپنا عمل انجام دیتي رهتي هے !

زمانے کي روح خاص طور پر بڑي بڑي انساني جماعتوں میں جنبش پیدا کردیتي هے - بڑے بڑے شہروں میں قوت سے ظاهر هوتي هے - قصبوں اور دیهاتوں میں اُس کا اثر کمزور هوا کرتا هے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض هے که سب سے پہلے زمانے کي روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلي کریں - ایسے نظام جاري کریں جو اِس روح کے مطابق هوں - ورنه نتیجه ' ناکامي و هلاکت کے سوا کچهه نه هوگا -

حکام وقت کا فرض هے که اپنے زمانے کي روح سے غفلت نه برتیں - یه روح کوئي خیالي بات نہیں هے ' بلکه حقیقي وجود رکهتي هے - قوموں کے حکام اور رهنماؤں کي ذمه داري بہت هي عظیم هوتي هے - اُن کا کام بالکل جہاز کے ناخدا کا سا هے ' جو ایک لمحه کے لیے بهي هوا اور موسم کي طرف سے غافل نہیں هوسکتا - اُس کي نظریں ' جہاز کے چپه چپه پر هوتي هیں - کیونکه ایک ننها سا سوراخ بهي پورے جہاز کي غرقابي کا باعث هو جا سکتا هے -

اِس تمام بحث کا خلاصه یه هے که زمانے اور حالات کي تبدیلي کے ساتهه ساتهه اجتماعي و سیاسي نظامات میں بهي تبدیلي لازمي هے - ایسا کرنے سے ترقي و سعادت کي راهیں کهلتي هیں - اور اِس کي مخالفت سے تباهي و بربادي نازل هوتي هے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسي وقت جایز هوتا هے ' جب عام رائے اور قوم کي امیدوں کے موافق هو - ایسے انقلاب میں پوري قوم کے جذبات مشتعل هو جاتے هیں - انقلاب — کسي قسم کا بهي هو — بنیادي تبدیلي کا ثبوت هوتا هے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائره طبیعي طور پر وسیع هوتا هے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلي اچانک واقع هوتي هے - انقلاب درحقیقت ' اجتماعي انتقام هے - ایک غیر طبیعي حرکت هے - خونریزي اور مصائب و آلام اُس سے پیدا هوتے هیں -

انقلاب ' ایک مصیبت هے - ملک پر یه مصیبت اُسي وقت نازل هوتي هے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نہیں هوتي - فساد اجتماعي جسم میں پهیل جاتا هے ' اور قومي مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا هے - اصلاح کي تاخیر کا ایک سبب یه بهي هوتا هے که اُس کي راه میں کوئي رکاوٹ پڑ جاتي هے - وه اپني طبیعي حد کو پہنچنے نہیں پاتي - نتیجه یه هوتا هے که دبي هوئی اجتماعي روح اچانک اُبل پڑتي هے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتهه اُٹها پهینکتي هے - پس انقلاب ' کوئي اجتماعي قانون نہیں هے - هاں اُسے اجتماعي حادثه کهه سکتے هیں -

تاریخ و عبــر

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدی میں مسیحیت کو خیالات کی ایک بڑی خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانہ جنگی کی وجہ ' بت پرستی تھی - بیزنطینی شہنشاہیت میں یہ نزاع آخری حد تک پہنچ گئی تھی -

ابتدائی عہد کے عیسائی بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کی تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکہ یہ بت پرستی تھی - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتی ہے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابلہ کرنا پڑا تھا ' یونانی بت پرستی کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتی طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاہتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحی دعاۃ اِن بت پرستوں پر ہنستے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ لوگ خود اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو سجدہ کرتے ہیں - لیکن بت پرستی سے یہ بیزاری تثلیث اور تجسم کو روک نہ سکی - بلکہ اس سے بحث و جدال ہی نے درحقیقت بت پرستی اور تصویر پرستی مسیحی کنیسا میں پیدا کردی !

(بت پرستی کی ابتدا)

یہ چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذہب عیسائیوں کے ذریعہ آئی تھی ' وہ بھی حضرت مسیح کے بت یا تصویر کی پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکہ بت پرستی سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کی تصویروں کی تعظیم و تکریم شروع کردی - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کی تصویروں کی یونانی عزت کیا کرتے تھے - اِن کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحی علماء نے تساہل برتا ' اور یہ خیال کرکے کہ یہ لوگ اِن چیزوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ صرف تعظیم کرتے ہیں ' ان پر کوئی تشدد نہیں کیا - اس طرح یہ تعظیم بغیر کسی روک کے جاری ہوگئی -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کی صورت اختیار کرلی - یہانتک کہ تیسری صدی میں قسطنطین نے مسیحی کنیسے میں با ضابطہ طور پر یہ نئی مسیحی عبادت داخل کردی - مسیحی علماء نے اُس وقت بھی کوئی مخالفت نہیں کی - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستی کی اب جڑیں تک اُ[illegible]ڑ چکی ہیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئی اندیشہ نہیں ہے -

چنانچہ نئی پرستش کا آغاز ہوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کی تعظیم سے شروع ہوئی - پھر شہیدوں اور ولیوں کی قبور کی تعظیم و تکریم شروع ہوگئی - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگی جانے لگیں - بالآخر ان کی مورتیں ظاہر ہوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگی ہے ' تو کوئی وجہ نہیں کہ مورتوں میں اُن سے بھی زیادہ بزرگی اور برکت نہ ہو؟ بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے ہیں ' کیوں نہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھی بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کی جائے ' حالانکہ وہ بادشاہوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق ہیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستی مسیحی کنیسے میں داخل ہوگئی - شروع شروع میں کنیسا کی دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کی گئی تھیں کہ " ان کے معائنہ سے عبرت و موعظت حاصل ہوگی " لیکن آگے چلکر ان کی حیثیت ایک نا گزیر دینی شعار اور ربانی عبادت کی ہوگئی - مخلص عیسائی بتوں اور تصویروں کے لیے اُسی طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھہ اور بھی کئی مشرکانہ رسمیں مسیحی کنیسا میں داخل ہوگئیں - چنانچہ چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں ہی سے لی گئی ہیں -

سچے عیسائیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اعتراض کیا - مگر اُن کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے ہزاروں معجزے مشہور ہو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار ہونے کے لیے طیار نہ تھے -

شروع شروع میں روح القدس کی تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائی جاتی تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہما السلام) اور فرشتوں کی تصویریں بالکل صاف اور خالص انسانی قالب میں ہوا کرتی تھیں -

(چھٹی صدی مسیحی)

ابھی چھٹی صدی ختم نہیں ہوئی تھی ' کہ یہ مشرکانہ عبادت کنیسا کی ایک شرعی عبادت بن چکی تھی - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراستہ تھے ' حتی کہ خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھی اُن سے لبریز ہو چکا تھا - اب یہ حالت تھی کہ مسیحی مؤمنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروری سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگی کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدی کے اوائل میں تصویر پرستی اور بت پرستی ' مسیحی عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکی تھی - اِسی زمانے میں بعض یونانی علماء ظاہر ہوئے ' اور اِسے کنیسا کی بت پرستی قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھی اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتی تھیں ' بلکہ بعینہ وہی معانی اُن کے پیش نظر تھے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمہارے پیش نظر ہیں - لیکن اِس پر بھی خدا کی شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ہے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کی غفلت کے بعد مسیحی علماء میں یہ بیداری صرف اِس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطینی کنیسے کے مرکز پر اُسکی تیز نظریں پڑ رہی تھیں - اسلام کی تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور ہیں - ابتدائی تصادم کے زمانے ہی میں مسیحیوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے ہیں - اُنھوں نے اسلامی مسجدیں بھی دیکھی تھیں جو ہر قسم کی تصویروں اور مورتوں سے خالی تھیں -

مسیحیوں کی ایک جماعت اسلامی اثرات سے متأثر ہوگئی اور توراۃ کی تعلیم کی طرف از سر نو دعوت دینے لگی جو تصویر پرستی اور بت پرستی کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیتی ہے -

دوسرے گروہ کا بیان بڑي حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے همارى زمين کیا ہے ؟ اِس لا متناهي فضا میں بہنے والے لکھو کھا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے - زمین کو ظاهري اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئي امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم هي سب سے بڑا ہے ' نہ عمر هي سب سے زیادہ ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگي موجود هو' اور باقي تمام کرے ' جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم هیں ' زندگي سے بالکل خالي سمجھے جائیں ؟

هم مشاهدہ کرتے هیں کہ یہ تمام ستارے بھي ویسے هي ایک دقیق نظام سے وابستہ هیں ' جیسا نظام هماري زمین کو اپنے دامن میں لیے هوئے ہے - وہ بھي نہایت انتظام کے ساتھہ اپنے افلاک میں گردش کرتے هیں - اُن کي رفتار میں بھي ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمي کبھي پیدا نہیں هوتي - پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپني اِس قدر توجہ صرف کر رهي ہے ' بغیر کسي زندگي کے موجود هوں ' اور اِس کے سوا کوئي غرض و غایت نہ رکھتے هوں کہ هماري دلچسپي اور نظر فریبي کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کي کیا حکمت هو سکتي ہے کہ یہ ننھا سا ذرہ ' یعني زمین ' تو آباد هو ' اور باقي تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بھي بدتر هوں ؟ حالانکہ وہ بھي زمین هي کي طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم هیں -

بے شمار علمي قرائن اِس نظریے کي تائید کر رہے هیں کہ همارے تمام نظام شمسي کے کواکب کي اصلیت ایک هي ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کي تکوین ' سدیم هي کے مادہ سے هوئي ہے - وہ بتدریج سدیمي کرہ سے جدا هو کر مستقل وجود بنے هیں - اِسي طرح تمام کیمیاوي و فلکي دلائل کا رجحان بھي اِسي نظریے کي طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسي بلکہ جملہ عوالم فلکي ' اِسي سدیم سے بنے هیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک هي ہے - سب ایک هي مادے کي مختلف شکلیں هیں - سب کا مادہ کیمیاوي ذروں سے مرکب ہے - ان میں هر ذرہ اپنے اندر دو کہربائي لہریں ایجابي اور سلبي رکھتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور هماري زمین ' ایک هي اصل رکھتي هیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ صرف ایک همارے کرے هي میں زندگي هو اور باقي تمام کرے ' مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بھي کرلیا جائے کہ زمین کے سوا کسي دوسرے ستارے میں زندگي نہیں ہے ' تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک جب سورج اپني حرارت برابر کھو رہا ہے ' اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت هوکر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگي سے محروم هو جائیگي - ایسي حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا هونگے ؟ کیا یہ بھي همارے نظام شمسي کے ساتھہ تباہ هو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتي کے چند کواکب کے سوا باقي تمام ستارے همارے نظام شمسي سے باهر هیں اور همارے آفتاب کي موت و حیات کا اُن پر کوئي اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں هونگے ' تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ' سنسان ' اور بے جان هیں ؟

تمام عقلي و نقلي علوم اور دیني روایات بھي ثابت کر رهي هیں کہ جملہ کائنات ' ایک هي اصل سے ظاهر هوئي هیں اور ایک هي قسم کے طبیعي ناموس کے ماتحت برقرار هیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئي خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسي پر زندگي هو اور باقي تمام عوالم بے نور اور زندگي سے محروم هوں - زمین پر زندگي کے جو لوازم هیں ' ضروري نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بھي لوازم هوں - ناموس انتخاب طبیعي بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کرلیتي هیں - اُن کي شکل بھي بدل جاتي ہے - مزاج بھي مختلف هو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنٹي گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئي ذي روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم هوا ہے کہ بعض جراثیم کھولتے هوئے پاني میں بھي زندہ رهجاتے هیں - اِسي طرح بعض جراثیم برف میں بھي مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کي کوئي وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھي اُس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے ' جو ماحول هماري زندگي کے منافي ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگي کا قوام هماري زمین کي زندگي کے قوام سے مختلف هو - مثلاً آکسیجن همارے لیے ضروري ہے ' مگر دوسرے ستاروں کي مخلوقات کے لیے ضروري نہ هو - ظاهر ہے کہ ستاروں کے جاندار هم سے مختلف هونگے ' کیونکہ اُن کا ماحول هم سے بالکل مختلف ہے - همارے اُن کے درمیان مابہ الاشتراک صرف روح هي هو سکتي ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئي شکل رکھتي ہے ' نہ مادے کے تابع ہے - خود اپني اِسي زمین پر هم دیکھتے هیں کہ لاکھوں مخلوقات اپني جسماني ترکیب اور ضروریات زندگي میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکھتي هیں - تاهم سب زندہ هیں ' اور سب میں ایک هي روح کار فرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ' تو ظاهر ہے ' دوسرے ستاروں کي مخلوق هم سے کیوں مختلف نہو ؟

چونکہ هماري زمین ' سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ' اس لیے ممکن ہے ' دوسرے ستاروں میں زندگي زیادہ قدیم اور بہت ترقي یافتہ هو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کي مخلوق اِس درجہ ترقي کر گئي هو کہ هم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکھتي هو - هم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف هو - هم سے کہیں زیادہ اُس کي ایجادیں محیر العقول هوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود هوں کہ قریب کے دوسرے ستاروں تک بھي پہنچ سکتے هوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کرچکي هوں - ممکن ہے اُن کے جسم همارے هي جیسے هوں - ممکن ہے هم سے بالکل مختلف هوں - بہت ممکن ہے وہ هم سے زیادہ حواس رکھتے هوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم هوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الهلال کے ابتدائي نمبروں کا شوق ظاهر کرتے هیں ' اور خریدار هوتے هوے لکھتے هیں کہ تمام پچھلے پرچے بھیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائي نمبر اب دفتر میں موجود نہیں هیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور ہے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعی و سیاسی تغیرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنه ۷۰۰ ھ (۱۳۰۰ ع) سے سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) تک

آل عثمان کی سلطنت اُس زمانه میں ظاهر هوئی' جب صلیبی جنگوں کی خونریزی سے مشرق قریب کی سرزمین سرخ هو رهی تهی اور مسیحی تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تها - اس وقت کی آب و هوا کا یه قدرتی اثر تها که سلطان عثمان اور اُن کی اولو العزم اولاد میں دینی جهاد کا جذبه پیدا هوا' اور وه مسیحی ممالک کی فتوحات پر کمر بسته هوگئے - یه یورپ کے صلیبی حمله کا قدرتی رد عمل تها -

اُس وقت ایشیائے کوچک کے اطراف و جوانب بروسه' ازمید' ازنیق' طرابزون' میں بیزنطینی سلطنت (قسطنطنیه) کے باج گزار امرا حکمران تهے - آل عثمان نے اپنے جهاد اور ملک گیری کا آغاز آنهی سے کیا' اور یکے بعد دیگرے مطیع یا مغلوب کرتے گئے - ان سے فارغ هوکر دردانیال کے آگے بڑهے' اور بلغاریا' سرویا' اور بیزنطینی سلطنت کو زیر و زبر کرنے کے بعد مسیحیت کی راج دهانی " روم " کو گهور نے لگے - یه صلیبی لڑائیوں کے جوابی حمله هی کا جذبه تها' جس نے سلاطین آل عثمان کو یک قلم یورپ کی طرف متوجه کر دیا تها' اور ایشیا سے بڑی حد تک غافل رهے تهے - صرف سلطان سلیم یاوز (خونریز) نے ایشیا کی طرف توجه کی' مگر اِس کی ایشیائی فتوحات میں ایک اور هی جذبه کار فرما تها - وه عرش خلافت پر جلوه گر هونے کا متمنی تها' جس میں آسے پوری طرح کامیابی هوگئی -

یورپ صلیبی جنگوں سے بالکل خسته هو چکا تها - مسلسل شکستوں نے اُس کی شجاعت و همت پر کاری ضربیں لگائی تهیں - فرقه وارانه حسد و منافست نے اُس کے تمام قوی معطل کر دیے تهے - ان حالات کا لازمی نتیجه تها که دول یورپ نے ترکی سیلاب کے مقابله کا کوئی خیال نهیں کیا' اور قسطنطنیه اور مشرقی یورپ کی مسیحی ریاستوں اور قوموں کو مغلوب هوجانے دیا - لیکن جب ترکوں نے بلقان سے بهی قدم آگے بڑهایا' اور هنگری پر ترکتازیاں شروع کردیں' تو یورپ کی آنکهیں کهلیں - مذهب کے نام پر متعدد محاذ قائم کیے گئے' اور ترکوں کے روکنے کی کوشش شروع هوئی - مگر کامیابی حاصل نه کرسکے -

یہانتک که سلطان سلیمان قانونی کی وفات کے بعد خود ترکوں میں کمزوری پیدا هوگئی - سلطان مراد ثالث کے عهد میں یه کمزوری ظاهر هوئی' سلطان احمد اول کے زمانه میں اُس نے ترقی پائی' اور سلطان محمد رابع کے دور میں بلوغ و کمال تک پهنچ گئی - ترک جس قدر کمزور هوتے گئے' یورپ کا مسیحی اتحاد بهی اُسی قدر ٹوٹتا گیا - یہانتک که صرف روس اور آسٹریا ترکوں کے مقابله میں ره گئے' اور آنهیں یورپ سے نکالنے کی کوشش کرتے رهے -

اِس طرح ترکی شهنشاهیت نے اپنی عمر کا اکثر حصه پے در پے جنگوں میں گزار دیا - ابتدائی جنگیں حمله آورانه تهیں' بعد میں مدافعانه هوگئیں - لیکن اس تمام مدت میں ترکی سلطنت ایک مذهبی سلطنت رهی - اس کا تمام داخلی نظام شریعت کے احکام پر مبنی تها - علماء و فقهاء کو غیر معمولی اقتدار حاصل تها - مفتیوں کے فتوے عزل و نصب اور نظم و نسق کے لیے جاری هوتے رهتے - چونکه عثمانی حکومت کی نشو و نما هی اُس وقت هوئی تهی' جب که اسلام کے دینی علم و عمل کی روح پژمرده هونا شروع هوگئی تهی' اور دینی نظر و بصیرت اور اجتهاد فکر کی جگه تقلید و جمود کی بنیادیں قائم هوچکی تهیں' اس لیے مذهبی احکام و نظام کی کوئی بهتر روح پیدا نه هوسکی - جن علماء کے هاتهه میں نظم و نسق کے احکام تهے' ان کا علم تمام تر فقه حنفی کی چند متداول متون و شروح تک جو متاخرین کی ترتیب دی هوئی تهیں' محدود تها' ان سے باهر نه تو کوئی نظر رکهتے تهے' اور نه ایسی فضاء تهی که بلند نظری پیدا هوسکتی -

اس صورت حال کا لازمی نتیجه یه نکلا که اسلام کی پچهلی حکومتوں کی طرح' عثمانی حکومت میں نظم و اداره کی کوئی موافق روح پیدا نه هوسکی - دائرهٔ حکومت تمام بر اعظم یورپ اور مشرق میں پهیل گیا تها - مختلف مذاهب' مختلف نسلیں' مختلف تمدن' اور مختلف جماعتی مزاج رفتهٔ حکومت میں جمع هوگئے تهے' حکومت کے لیے اتنے مختلف عناصر پر کامیاب حکومت قائم رکهنی آسان نه تها - ترک همیشه سے ایک جنگی قوم تهے - اب ان کے زیر نگیں یورپ اور مشرق کی تمام متمدن آبادیاں آگئی تهیں - ضرورت تهی که انتظام حکومت کی ایک طاقتور روح پیدا کی جاتی - یه روح ضرور پیدا هوتی' اگر علوم دینیه کی حقیقی روح باقی رهتی' اور تقلید و تنگ نظری نے فقهاء کے دماغ عقیم نه کردیے هوتے - لیکن افسوس که حالت دوسری تهی - نتیجه یه نکلا که روز بروز حکومت کا انتظامی مزاج معتدل هونے لگا - حتی که یورپ کے مورخین کو یه کهنے کا موقع مل گیا که " اسلام کے احکام کی روح هی حاکمانه انتظام (اڈمنسٹریشن) کے خلاف هے " حالانکه اسلام کی روح مخالف نهیں هے - مسلمانوں کا دماغی تنزل مخالف هے -

(دور اصلاح)

سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) سے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ ع) تک

اِدهر ترکی مدافعانه جنگوں میں مصروف تهی - روس اور آسٹریا کے حملوں کا مقابله کر رهی تهی - اُدهر یورپ میں ایک نئی تهذیب پهیل رهی تهی' جدید تمدن زندگی اور ترقی کے نئے نئے دروازے کهول رها تها' اور اقوام یورپ تیزی سے آگے بڑه رهی تهیں - ایک طرف کامل وقفه تها' دوسری طرف پوری حرکت و سرعت تهی - نتیجه یه نکلا که یورپ بهت آگے بڑه گیا' اور ترکی جهاں تهی' رهیں کی رهیں ره گئی' بلکه مسلسل دفاعی جنگوں نے اُسکی چولیں هلا ڈالیں -

اِس کے بعد پهر بت پرستی کے خلاف کوئی با ضابطه مسیحی دعوت پیدا نهیں هوئی - یہانتک که صلیبی لڑائیوں کے بعد اسلامی توحید کی تعلیم یورپ کے قلب تک پهنچی' اور مشهور مسیحی مصلح لوتهر کا ظهور هوا -

(لیون کی اصلاح)

اسی زمانے میں لیون سوم قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا - اِس شہنشاہ نے اشور کے پہاڑوں میں نشو و نما پائی تھی - ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم تھا - تاہم عقل سلیم رکھتا تھا - یہودیوں اور عربوں کی صحبت میں بیٹھ چکا تھا ' اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کی تعظیم و عبادت سے متنفر تھا -

یہ تخت نشین ہوا ' اور نہایت تدبر سے اپنے ارادے مخفی رکھے - یہانتک کہ جب پوری طرح اقتدار حاصل ہو گیا تو دینی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا - اِس نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی اور یہ فتوی صادر کرایا کہ کنیسوں اور مقدس ہیکلوں سے تصویریں اور مورتیں ہٹا کر کسی ایسی بلند جگہ منتقل کردی جائیں جہاں مشرکانہ رسمیں انجام نہ دی جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کی پرستش ' انکی تعظیم ' اور کنیسوں میں موجودگی ' سب ناجائز قرار دیدی - اُس نے صرف اِتنے ھی پر بس نہیں کیا ' بلکہ قسطنطنیہ کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالی بھی کر دیا - چنانچہ حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیہما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردی گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اور بھی زیادہ سختی برتی - سنہ ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک دینی مجلس منعقد کی - اِس میں ۳۳۸ پیسوا جمع ہوئے - اِس لحاظ سے یہ مجلس بہت ھی بڑی مجلس تھی - مگر اس میں صرف بیزنطینی کنیسے ھی کے علماء شریک ہوئے تھے - روم ' اسکندریہ ' بیت المقدس ' اور انطاکیہ کے نمائندے شامل نہیں تھے - بادشاہ نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستی کا مسئلہ پیش کیا - متفقہ فیصلہ ہوا کہ یہ عبادت ' مسیحی تعلیمات کی رو سے قطعاً حرام ہے - اور پرستش کی تصویریں ' مجسمے ' اور آثار مسیحی عبادت گاہوں سے خارج کردینے چاہئیں - اس مجلس نے صلیب کو بھی اپنے فتوے میں مستثنی نہیں کیا ' اُسے بھی تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹہرایا - مزید برآں خود فن مصوری کو بھی نا جائز بتایا - اس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ جو شخص صلیب بنائے ' یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ' اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ' اگرچہ وہ خود علماء کی جماعت ھی میں سے کیوں نہ ہو -

سنہ ۷۶۶ ع میں اِس فیصلہ کو اور بھی زیادہ تشدد کے ساتھ جاری کیا گیا - صلیب رکھنا ' ولیوں کے لیے نماز پڑھنا ' تصویروں کی تعظیم کرنا ' یہ سب باتیں جرم قرار پائیں ' اور مخالفوں کے لیے تازیانہ کی سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے ' زبان کاٹنے ' اور سولی پر چڑھانے تک کی سزائیں تجویز کی گئیں -

(بت پرستی کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایرینی کے عہد میں پھر انقلاب ہوا - یہ ملکہ بت پرستی کی حامی تھی ' کیونکہ وہ نسلاً یونانی تھی اور عورت تھی - یہ اِس حیثیت سے تخت نشین ہوئی تھی کہ اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کی ولی اور سر پرست رہیگی - اِس نے برسر اقتدار آتے ھی ایقونی کنیسا (یعنی بت پرستی کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنہ ۷۸۷ع میں بہ مقام نیس ایک دینی مجلس منعقد کی - اِس میں ۸۶۷ پادری جمع ہوئے تھے - یورپ کے نمائندے بھی شریک تھے - بالاتفاق یہ فتوی صادر کیا گیا کہ مقدس تصویروں اور بتوں کی عبادت مسیحیت میں جائز ہے - اتنا ھی نہیں بلکہ شرعاً مستحسن ہے - دلیل میں اسلاف کی بہت سی جھوٹی روایتیں پیش کی گئی تھیں - مزید براں قسطنطنیہ کی سابق دینی مجلس کی تکفیر بھی کی گئی تھی - اُس کے فیصلہ پر عمل کرنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا !

(دوسری اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصلہ پر عمل ہوتا رہا - یہاں تک کہ تیوفلس بیزنطینہ کا بادشاہ ہوا - یہ بت پرستی کا دشمن تھا - سنہ ۸۳۳ ع میں اِس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوی حاصل کیا اور بت پرستی حرام قرار دلائی - اِس نے صرف تصویریں اور بت ھی نہیں مٹائے ' بلکہ کنیسوں میں مسیحی بزرگوں کے ناموں کے ساتھ " مقدس " کا لفظ بھی مٹا ڈالا - مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دی گئیں - بہت سے خلاف ورزی کرنے والے پادریوں کی پیشانیاں آگ سے داغ دی گئیں - غرضکہ اِس رسم کے خلاف سخت جہاد جاری ہوگیا -

اُسی زمانے میں ایک مسیحی عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوی کے نام سے پکارا ہے) مشرقی رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر ہوا - یہ شہنشاہ کا استاد تھا اور بت پرستی کا سخت مخالف ' مگر اسکی طبیعت بہت کمزور تھی - اِس نے شاہی احکام کی تنفیذ میں تساہل کیا - نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھگئے اور وہ علانیہ احکام شاہی کی خلاف ورزی پر آمادہ ہوگئے - شہنشاہ نے یہ حالت دیکھی تو سخت برہم ہوا - پہلے سے بھی زیادہ تشدد پر اتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستی کا تیسرا دور)

شہنشاہ کے انتقال پر اُس کی ملکہ تخت نشین ہوئی - یہ اپنے شوہر کے خلاف عقیدہ رکھتی تھی - اُس نے بت پرستی پھر رائج کرنی چاھی مگر اُس کی راہ میں سب سے بڑی روک یہی یوحنا نحوی تھا - یہ شخص دونوں جماعتوں کی نظر میں مبغوض تھا - بت پرستی کے مخالف ' اُسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے - حامی دشمن خیال کرتے تھے - اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ طبیعی علوم اور فلسفہ کا عالم تھا - یہ چیز اُس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تھی - اِس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا - چنانچہ اُسے معزول کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں - اُس پر یہ تہمت لگائی گئی کہ جادوگر ہے - یہ تہمت اُس کی معزولی کے لیے کافی تھی - چنانچہ اُسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا - مگر مخالفوں کو اِس سے سیری نہیں ہوئی - تھوڑے ھی دنوں کے بعد اُس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ایک ولی کی تصویر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ھیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملی اور توراۃ کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ " کے بموجب اُس کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں !

اب ملکہ کے لیے میدان صاف تھا - اُس نے سنہ ۸۴۲ع میں ایک اور دینی مجلس قسطنطنیہ میں منعقد کی اور از سر نو بت پرستی کا فتوی صادر کرادیا - تمام مخالف ' کافر قرار دیے گئے ' اور بت پرستی مسیحیت کی بنیادی عبادت تسلیم کرلی گئی - ۱۹ فروری سنہ ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں - یونانی کنیسا اب تک یہ دن ایک عظیم دینی تہوار کے طور پر مناتا ہے -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنےٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جس میں یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رُک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اُٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح علمی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر روا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اُٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہو سکتی ہے۔ جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق، عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جیسا کہ اعلیٰ حضرت بھی جانتے ہیں ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و فلاکت میں پڑا تھا۔ لائق سے لائق وزیر برسر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر و فاقہ نے اُنھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہو گیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اُس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اُسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے تمام جسمانی و معنوی قویٰ معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اُس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اُس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اُس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اُٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اُس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شائع کئے گئے؟ مگر کچھ [illegible] ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہذا اب ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم [illegible] اور یہ اہم معروضہ عرش [illegible] بہ انتہائی تعظیم و احترام [illegible] پیش کریں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑئیے اور اُس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھائیے اور اُسے اختلال و بدنظمی سے نکال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اُسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اُس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ "غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے۔"

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اُس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اُس کی عظمت سلب کر لیتا ہے دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے اُن کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھرئے۔ اے میری اُمت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اُس کی عزت کے خلاف یا اُس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اُتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں، اور یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے ان کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے اُن کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے یہ اور بھی زیادہ بُرا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلام کی سلطنت کو بچا لیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اُس کا حاضر، حسرتناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا، کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں ہمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال و توہم کی اسمیں گنجائش نہیں آپکے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر فساد کی آگ، بجھا سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفتوحین کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اُتار سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ طاعون کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن دُور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور، بےکس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں رہا جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے خلاف ہوگئی ہے۔ [illegible] میں وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے منہ پھیرتی

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کي وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے دیکھتے تھے - صرف توپ خانه اور طبابت کي چند اصلاحات منظور کي گئي تھیں - باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تھا - مشهور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاریخ میں ترکوں کا ذهني جمود دکھایا هے - وہ لکھتا هے که " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفی ثالث کے زمانه میں یورپ کي سیاحت کي تھي - واپس آکر سلطان کے ایک مقرب خاص یوسف آفندي سے بیان کیا که دول یورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بہت متوجه هیں - جا بجا قرنطینے قائم کیے گئے هیں - سلطنت عثمانیه کو بھي یہي کرنا چاهیے - لائق مصاحب نے یه سنکر پیشاني پر بل ڈال لیے اور کہا " میں تمہیں ابتک عقلمند سمجھتا تھا ' مگر تم سخت احمق نکلے ' تم اِتنا بھي نہیں سمجھه سکتے که یورپ کے لوگ همارے ملک میں صرف بیماریوں کے ڈر سے نہیں آتے - اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دینگے تو ظاهر هے ' یه روک اُٹھه جائیگي ' اور یورپین هماري سر زمین پر چیونٹي کي طرح پھیل جائینگے - پھر هم اُنهیں کیسے قابو میں رکھه سکینگے ؟ "

یه بات نہیں هے که ترکي میں کسي کو بھي اصلاح کا خیال نه تھا - خود سلطان مصطفی ثالث اور سلیم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تھے - مگر بالکل مجبور تھے - اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تھي - ینگ چري فوجوں کو حد سے زیادہ اقتدار حاصل هوگیا تھا ' سلطان اُنکے هاتھه میں کھلونا تھا - یه فوجیں سخت جاهل اور گنوار تھیں - کسي طرح کي اصلاح دیکھنا نہیں چاهتي تھیں - عام رعایا سرکاري علماء کے هاتھوں میں تھي ' اور معلوم هے که علماء دولت هر زمانه میں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هیں - اصلاح کي هر صدا اِن علماء سوء کے مذهب میں کفر و الحاد کي صدا تھي - وہ ایک لمحه کیلیے بھي گوارا نہیں کر سکتے تھے که علم کي ایک شعاع بھي ترکي کے آسمان پر چمکے -

سب سے پہلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي توفیق ملي - یه سلطان بڑا هي اولوالعزم تھا - اُس نے ینگ چري فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کردیا - اس کا اثر یه هوا که اُس کي هیبت دلوں پر چھا گئي ' اور علماء دولت بھي باوجود اپني تمام سرکشیوں کے لرزنے لگے - اِس سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کھول دیے اور فوج کا نظام بالکل جدید کر دیا - عام ترکي لباس بھي ترک کر دیا گیا - اور خود سلطان نے نیا فوجي لباس پہنکر اس کي ابتدا کردي - مگر افسوس هے که اب بہت دیر هوچکي تھي - یورپ ترو تازہ هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گیا تھا ' اور هرگز نہیں چاهتا تھا که یه پرانا حریف از سر نو طاقت حاصل کرلے - چنانچه ترکي کي ماتحت عیسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي ' اُن کي حمایت و حفاظت کے لیے مداخلت کا مطالبه کیا گیا ' اور بین الاقوامي سیاست میں " مسئلهٔ مشرق " کے نام سے ایک جدید لفظ کا اضافه هوگیا ' جس سے مقصود صرف یه تھا که ترکي کا خاتمه کر دیا جاے -

یه تاریخي واقعه هے که سلطان محمود اور اُن کے بعد سلطان عبد المجید نے اصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششیں کیں ' شیخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو میں دورہ کرکے مسلمانوں کو سمجھانا شروع کیا که اصلاحات شریعت کے خلاف نہیں هیں ' اور انهیں نفرت و وحشت کي نظر سے نہیں دیکھنا چاهئے - اس طرح تمدني اصلاحات کی راہ میں کوئی بھي اندروني رکاوٹ باقي نہیں رهي تھي - لیکن خود یورپ ' جو همیشه اصلاحات کے لیے غل مچایا کرتا تھا ' سد راہ هوا - لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کرادیا گیا ' اور ترکي کے مدبرین اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بھي مہلت نہیں دي گئي - اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گیا -

---

زنجي تحریک حریت

کچھه عرصه سے افریقا کے زنجیوں میں آزادي کي تحریک پھیل رهي هے - اِس کا مرکز جمہوریه " لیبریا " میں هے - مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کیا هے که نصف صدي کے اندر اندر افریقا کے سیاہ آدمي اِس قابل هو جائیں گے که اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگیں ' اور پورے افریقا کي متحدہ جمہوریت قائم کرلیں - صدر نے کام کي موجودہ مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کہا هے : هم في الحال تقریر و تحریر کے ذریعه پروپگنڈا نہیں کرسکتے - کیونکه باشندوں میں تعلیم مفقود هے - لیکن همارے پاس ایک معقول ذریعه موجود هے ' اور وہ " ڈھول " هے - هم ڈھول پر اپني دعوت ایک قبیله سے دوسرے قبیله تک پہنچادیتے هیں ' اور باشندے اُسے قبول کرتے جاتے هیں -

(پارلیمنٹري گالیاں)

پارلیمنٹوں میں همیشه تعلیم یافته آدمي بیٹھتے هیں - با ایں همه اُن کي گالیوں کا ایک نمونه ملاحظه هو :

سرویا کي پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے ایک مقرر کو مخاطب کرکے کہا : " چرس پینے والے ! مردہ کھوپڑیوں کے سوداگر ! حرب ت کے قاتل ! " جرمن پارلیمنٹ میں ایک ممبر نے دوسرے سے کہا : " تو سڑا هوا سور هے ! تو کیڑے پڑا هوا جسم هے ! تو دیوانوں کا بادشاہ هے ! "

" تو بوئر یهودي هے ! تو قانون کا تاجر هے ! تو آئرلینڈ کي شکاري کي رسي هے ! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا چیتھڑا هے ! " یه انگریزي پارلیمنٹ میں ایک ممبر کا بیان تھا !

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصرِ یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصرِ یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصرِ یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل ہے جس میں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا پھاٹک بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہوجاتے ہیں۔ انہیں طے کرکے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں۔

اُس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اُٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کردینے کے لئے کافی تھیں۔ اُسوقت بڑے بڑے حکام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ سکتا ہے!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس کے زمانے میں اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحید الدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کردیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبدالحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا پڑا۔

آخری خلیفہ، سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہوگئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام خلق کے لئے کھول دئیے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دے دیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت پر نہ پڑے۔ اُسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار [illegible] نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ [illegible] ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کردیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولتمند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہورہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکانِ حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ اُنھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظرانداز کردئیے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز [illegible]!!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۳۷،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اُس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریبًا ۱۷ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو یہی شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدہ کی شرطیں پوری نہیں کر رہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس ملعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہو رہی ہے؟ بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زبردستی اور ارکانِ حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کردیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکزِ تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اُس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن، پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

الحمدللہ کہ ۱۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُسنے فیصلہ کرلیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کردے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمار خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

„کھیل ختم ہوگیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!“

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۳۰،۷۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمار خانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۴۰،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کردئیے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

„حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں ملعب قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو۔ لیکن ایلیمیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمار خانہ بنا دیا جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کرسکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کرلیا کہ معاہدہ منسوخ کردے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے“

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہوگئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہوگئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

„میرے عزیز برادرانِ وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کردیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی گزشتہ خدمات بہ نظرِ استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُس نے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے“

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس ایک ہی جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلنا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہوجائیں اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہو۔

یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیتِ ملت" کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

„دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف مذہبی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر جماعت برسرِ اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں“

„بلاشبہ حالتِ امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہوجاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدد میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں دوسرا

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرماکر پیرس، لندن، اور روم کے اخبار پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوجائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کرکے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں "یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کرسکتی۔ اس کا زوال یقینی ہے ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہوجانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کردینی چاہئے لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی بہتر و بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کردیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فنا میں گرا رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مرچکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کرکے دکھا دیں کہ نہیں مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جسپر زمانے نے یورش کی ہے۔ اُسکی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قوی کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہوگیا ہے۔ میں اعلیٰحضرت کے روبرو عرض کرچکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہوگئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت و حرفت برباد ہوگئی تھی۔ کس قدر اُس کی ثروت کمزور ہوگئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہوجایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہورہا تھا، حتیٰ کہ اُس وقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر و شکر کرے اور ایک حقیر چپراسی کے غصہ سے بھی بچ نکلے!" اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب و دبدبہ باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہوگئی تھیں۔ حواس گم ہوگئے تھے ہر روز ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دولوں کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُسنے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کرلی۔ چند ہی سال میں اس کی تمام برباد قوتیں واپس آگئیں۔ حتیٰ کہ اُس کی فوجوں نے پورے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اس وجہ سے کہ اُسنے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صحیح پروردہ نظام قائم کردیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُسوقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اُٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اُٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اٹالین قوم کا بادشاہ ہوجائے۔ وہ بادشاہ ہوگیا! کیونکر؟ اُسے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستور حکومت بخش دیا۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہوگئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، دلوں کی فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں [illegible]

عقلوں پر قابض ہوگیا۔ مرتے وقت اُسنے جسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانویل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبہ سے تین گنا زیادہ ہوگا" دُنیانے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کرسکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ یا پرشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدان جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کرچکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کردینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کردینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کردیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہوگئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کرلیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھنا اور تمدن و شائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہوسکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کررہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کردی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہوگئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کردینا چاہئے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہئے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہئے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور جسکا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہوجاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کردیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس پیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، ٹیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سرویہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ اُنھیں بلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کردے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہوجائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے روبرو رعیت کی عرضداشتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی دے دوں گا"، اے میرے آقا آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کرکے اپنی رعایا کو محنتی، اولوالعزم، اور زندہ بنا سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکرگزار ہوگی۔ ظلم اُٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہوجائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہوجائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کرلے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتھیلیوں پر سر لے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہوجائے گی، اور اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجالائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی، اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن و سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کردوں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطیے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اُس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلاوطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہوجائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! اب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے، جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہورہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم شہامت کا وصف عطا فرمایا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت و شکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس دعوت میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اُسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمار تاریخ کے بلند ناموں کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفےٰ فاضل ۱۸۶۶ء

خط و کتابت

میں

اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

مینجر

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خط کے جواب میں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہو کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہو اُن کی اصلیت کیا ہو اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طریقِ نظر صحیح نہیں ہو۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اس وجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دوسرے مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہو۔ "دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہو یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جنگ و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب و تحقیق ہو، کیوں راہِ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متاثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بہ حیثیت ایک طالبِ حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپکے علم میں ہونی چاہئے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروانِ مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہوگئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہو، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہو جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید معائنہ اور تجربہ ہو۔ تجربہ شک و شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم و یقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہیے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہو ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوئے حقیقت اور معرفتِ صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہو جس کی اب سے تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوعِ انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہو۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیرؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہو۔ مذاہب کے پیرؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔ سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لئے بظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروانِ مذہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بہ یک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے اِن دونوں طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہو، جس قدر بھی اختلاف ہو، جسقدر بھی دعووں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہو، پیروانِ مذہب کے فہم و عمل میں ہو۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہو۔ اگر پیروانِ مذہب کا یہ انحراف دور ہو جائے جو حق نہیں ہو، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہ جائے گی جو صرف حق ہو، اور چونکہ وہ حق ہو، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہو۔ نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذاہبِ عالم کا "مشترک حق"، دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہو، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراطِ مستقیم" سے تعبیر کیا ہو:

قولوا اٰمنا باللّٰہ وما انزل الینا، وما انزل الی ابراہیم واسماعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربہم، لا نفرق بین احد منہم، ونحن لہ مسلمون! فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اہتدوا، و ان تولوا، فانما ہم فی شقاق، فسیکفیکہم اللّٰہ، وہو السمیع العلیم! (۲:۱۳۷)

سچائی کی راہ یہ ہو کہ کہو: ہم اللّٰہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لے آئے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو۔ نیز اُن تمام مذہبی صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئی ہیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور ان کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغامِ حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں اور مذہبی صداقت کے سارے معلّموں کو خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ ملا ہو، اُس سب پر ہمارا ایمان ہو۔ ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروانِ مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوعِ انسانی پر کھول دی، جس پر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہو۔ وہ وقت اب دور نہیں ہو جب عالمِ انسانیت مذاہبِ عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہو کہ جمعیتِ انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہو کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب، اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امۃ واحدۃ، فبعث اللّٰہ النبیین مبشرین و منذرین، وانزل معہم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیہ، وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات بغیاً بینہم، فہدی اللّٰہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ، واللّٰہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم! (۲:۲۰۹)

دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی ہو۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے پھر ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے عمل کی بشارت دیتے تھے اور بدکرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیمِ حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمراہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہو، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔ افسوس ہو کہ نسلِ انسانی اس پر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دینِ حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ اِن تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف، دینِ حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللّٰہ نے اپنے فضل و رحمت سے اس کا دروازہ اہلِ ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہو ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہو!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہو۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تاثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہو، اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

"لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہو۔ سعد نے مر کر لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسّم تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو گئیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، آج بھی باقی ہو، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی زبان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہو!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کامل خود مختاری اور صحیح آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۲۰ برس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہ ہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیان اصلاح اپنے مقاصد کا بیانگ دُہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُن میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مرگئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بُناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزآن کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں پر ۱۵۰۔ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر اُن کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہوگئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہوگیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلا وطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا سلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا بتقابہ میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہوگئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں، مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "نفللوخان" میں جا کر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اور اُن کے وزرا اور اہل ملک وسط میں انگورہ روانہ ہو گے تو مذکورہ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا دیجائیگی۔

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس بہر سادے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہوگیا۔ اس سلسلے میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاکف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت مالغت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں اُنھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہوگئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینۂ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پرتکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بےچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے۔ ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہو رہی ہے۔ اب وقت ہے اُسے گرادو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نااتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ باشا برکات سے بہتر کوئی شخص نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکے ساتھ جہاد ملی میں بےشمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعریفیں کرکے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہئے۔ وفد کی جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اعتدال پسند نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا نامنظور کر دیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانشمندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ باشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سر خم کرنے کو طیار رہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ر ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی باشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مرگئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مرگئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے خائف تھے مسرت سے اُچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھ اور در آئے۔ لیکن قدیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ علم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی۔ آزادی کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفی نحاس ہے!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفےٰ نحاس باشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہو گئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہے:

"ابناء وطن! عظیم القدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہوئی اور سعد زغلول کا انتقال ہوگیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے روئے لیکن رحمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے، جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مرگیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و الم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اُس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مرگئیں۔

بصائر و حکم

عالمِ انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی ابراہیم موصلی، قولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا۔ جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

مَلَّ واللہ طبیبی　　من مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اکتا گیا ہے

سوف اُنعیٰ عن قریب　　لعدوٍّ وحبیب!

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم ملّ منہ اقربوہٗ　　واسلمہ المداوی والحمیم

بیمار، جس سے اُس کے رشتہ دار اکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست اُسے چھوڑ چکے ہیں۔

۱۸۸ھ (۸۰۴ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو گئی کہ عباس بن الاحنف اُس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اُس وقت اُن کی زبان پر یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ　　مفرداً یبکی علیٰ شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دُور! تنہا تو اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جدّ النحیب بہ　　زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اُس کا گریہ بڑھتا ہے، اُس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہو گئے۔ درخت پر ایک چڑیا چلائی۔ عباس نے اُس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفؤاد شجیً　　ہاتف یبکی علیٰ فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکیٰ　　کلنا یبکی علیٰ سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اُسی کا اُسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر انھوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

۱۹۲ھ (مطابق ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہو گئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہو گیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہٖ ودوائہٖ　　لایستطیع دفاع کروہ اتیٰ

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اُس کے آ جانے کے بعد دُور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی　　قد کان یبریٔ مثلہ فی ما مضیٰ؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اُسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی والمداویٰ والذی　　جلب الدواء وباعہٗ ومن اشتریٰ

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا، سب مر جائیں گے!

جب موت کا یقین ہو گیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مر جانے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اُتر رہا ہوں میں تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ ان میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اُسے گمراہی سے روک دینا اور اُس کا عہد توڑ دینا"

۱۹۳ھ (۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابونواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے راوی شعر اور شاعر، ابونواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے:

دبّ فیّ الفناء سفلاً وعلوا　　واراني اموت عضواً فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی　　وتذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا　　نقصتنی بمرّہا بی جزوا

ہر گھڑی جو مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علیٰ لیال وایام　　تملیتہن لعباً ولہوا

اُن دنوں اور راتوں پر میرا افسوس، جنھیں میں نے لہو و لعب میں گزار دیا!

قد اسأنا کل الاسارۃ فاللہم　　صفحاً عنا وغفراً وعفوا

ہم نے سراسر بُرائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلّا اُٹھا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں۔ کوئی حمایتی نہیں۔"

گرفتار ہو جانے پر اُس نے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمھارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلادوں سے کہا:

"تمھارا بُرا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون کرنے میں خدا سے ڈرو!"

۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے" کہنے لگے:

"جب میں مر جاؤں تو میرا یہ کُرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا سے اُسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

۲۰۰ھ (۸۱۶ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا "آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟"

کہنے لگے "کیا تمھارے خیال میں خالق کے حضور جانا، جس سے مجھے بڑی ہی اُمید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(۲۰۹ھ - ۸۲۵ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱۱

ہیں تو اس کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ قدم اُٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵ برس سے ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر ان ۵ برسوں کے وہ تمام بیانات اور مباحث جمع کر لئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و اعمال کی نسبت بیان کئے ہیں، اور پھر اُن پر انصاف اور صداقت شعاری کے ساتھ نظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے زیادہ مقدار اُن باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت نہ اختیار کرتیں اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا سا بھی لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک اختیار کیا، اور جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنہیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولنا صاحبان" نے اور جمعیت العلمائے نے فتویٰ جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مار ڈالنا چاہئے"

میں آپکی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کردیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہئے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری چیز میں وہی اصولی غلطی کام کررہی ہے جسپر پچھلی سطور میں بحث کرچکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُس ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندوؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعے سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دُور کرسکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دُور ہوجاسکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلمار نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں، "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ اِن تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں۔ لیکن اُنھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہوجائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجئے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کردینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علمار بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علمار نہیں ہیں بسلمان جماعتوں کے عام سر برآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتویٰ کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلمار مذہبی حیثیت سے "فتویٰ" دے سکتی ہے لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلمار نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں۔ غور کیجئے، اس ایک معاملہ میں کیے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیاجاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کردینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُسپر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتویٰ" کی گنجایش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیرمیں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کرسکتی ہے حکومت کرسکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اِس درجہ مجنوں یا احمق ہوجائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اُسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہوگئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کردے کہ فلاں آدمی کو قتل کرڈالنا چاہئے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلمار کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علمار کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دُنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جسپر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اُسے منظور کرکے شائع کردیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُسنے ایک تجویز منظور کی، اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیتہ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کرکے اُس کا اعلان کردیا۔ وہ جمعیت العلمار کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلما کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجایش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً جمعیت العلمار کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہئے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلمار کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہوگئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُسوقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کرکے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کردینا چاہئے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہئے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجایش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدّباب کرے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کرے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، تحتہ کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہوجائے۔ یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ بلاشبہ اسپر بحث کی جاسکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کرلینگے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے لیکن بحیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تأثرات قبول کررہے ہیں، یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے، اُسے تسلیم کرکے رائے قائم کریں۔ انصاف کیجئے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلمار نے ایک تجویز منظور کرکے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کردینا چاہئے"؟ اسوقت دُنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں ثبت نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا بامحل اُن کا ذکر بھی کردیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً اپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہئے" لیکن آپ یقین کیجئے کہ نہ تو جمعیت العلمار کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہوسکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہوجائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جاسکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کرڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آمارکی جائز نہیں ہوسکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دیدے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہوسکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہوجائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور کج اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرتے

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی۔ اور یہ زخم......"

موریلا، انٹونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے چپ ہوگئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا،" انٹونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہئے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن موریلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اس وقت اُس کی تلافی نہیں کرسکتی — ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے۔ لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصور جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آج تک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے — نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سُوت کات کات کے ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں، میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب لوٹا دی۔ "لیلو" موریلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب رکھ لی ہے"

"مجھے تکلیف نہ دو" انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" موریلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انٹونیو جھنجلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں" موریلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انٹونیو نے جوش سے کہا "اگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کر لو۔ تم پورے بار سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اٹھانا، تاکہ مجھے اپنی اس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اُس نے اپنا رومال اٹھا کر ٹوکری میں ڈالا، صلیب بھی اسی میں گرا دی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹونیو نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رخساروں پر بہہ رہے تھے!

"الٰہی!" انٹونیو چلایا "موریلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہوگئیں؟ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لوٹنا چاہئے"

یہ کہہ کر موریلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہوگئی۔ انٹونیو نے اُس کی سسکیاں سنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اٹھ کر پاس پہنچے، وہ خود دوڑ کر آئی اور اُس پر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کرسکتی" اُس نے آنسوؤں کے ساتھ ملاح کو زور سے پکڑ کر کہا "میں برداشت نہیں کرسکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مارو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دور نہ کرو......"

روتی ہوئی لڑکی کو انٹونیو نے فوراً اٹھا لیا۔ وہ بھی چپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انٹونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موریلا! اگر یہ تم صرف تسلی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" موریلا مضبوط آواز میں کہا "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اسی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

موریلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہوگئی۔ انٹونیو، کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موریلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کرکے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کرسکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کرسکتا تھا کہ خدا اس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موریلا کو، انٹونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کرسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!

رہنمایانِ ملک و ملت کا متفقہ اعلان

اخبار الجمعیۃ کی خدمات کا اعتراف

آج ہر شخص پر یہ بات روشن کی طرح ظاہر ہوگئی ہے کہ قوموں کی مذہبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اقتصادی ترقی میں قومی اخبارات کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو لوگ دنیا کے روزانہ انقلاب اور قوموں کے عروج و انحطاط کے حالات سے بے خبر ہیں وہ زندگی کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کرسکتے۔ اسی طرح قومی اخباروں میں سے جو اخبار کہ قوم کی فلاح و بہبودی کی جگہ اپنے مالی فائدے کو مد نظر رکھتے ہیں وہ بجائے قوم کی اصلاح کرنے کے اس کی تباہی و بربادی کے باعث بنجاتے ہیں۔

اخبار الجمعیۃ دہلی جو تین سال سے جمعیۃ علماء ہند دہلی کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اُن پرچوں اور حقیقت شناس راست باز اخباروں میں سے ہے جنھوں نے حقیقی طور پر مذہب و وطن کی سچی خدمت کی ہے اور ہر موقع پر نہایت دیانت اور جرأت کے ساتھ حق رہنمائی ادا کیا ہے۔ اپنے مالی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کرکے قوم کے خالص فائدے کا خیال رکھا اور طرفۃ العین کے لئے بھی جادۂ حق سے انحراف نہیں کیا۔ الجمعیۃ بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ قوم کا کوئی فرد اسکی رہنمائی سے بے بہرہ نہ رہتا اور مسلمانوں کے گھر گھر میں یہ اخبار پڑھا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسکی کما حقہ قدر نہ کی اور اس ۳ سال کے عرصہ میں اس کی اتنی اشاعت بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مصارف سے ہی بے فکر ہو جاتا۔ ہم تمام مسلمانانِ مذہب و وطن کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس معزز و مؤقر اخبار کے زریں مضامین سے فائدہ اٹھائیں اور کوشش کریں کہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا کوئی گھر اس اخبار سے خالی نہ رہے بالخصوص معاونین جمعیۃ سے پوری اُمید رکھتے ہیں کہ ہر خریدار کم از کم دو جدید خریدار مہیا کر دینے کی کوشش کرکے اپنے مذہبی اور وطنی فریضہ کو ادا کرے گا۔ اخبار الجمعیۃ کی امداد درحقیقت مذہب وطن اور قوم کی امداد ہے اور ہر معاون تمام مسلمانوں اور مذہب وطن کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ (صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند) (سیٹھ حاجی) عبداللہ ہارون (ایم ایل اے صدر جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولانا) حبیب الرحمٰن (صاحب صدر خلافت کمیٹی لدھیانہ) (مولانا ظفر علیخاں (صاحب۔ اڈیٹر زمیندار لاہور) (مولانا احمد سعید (صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند) (جناب) قریشی (صاحب اڈیٹر تنظیم۔ آنریری اسسٹنٹ سکرٹری آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر) (مولانا سید) سلیمان (صاحب ندوی۔ اڈیٹر معارف اعظم گڈھ) (مولانا ابو المعارف) محمد عرفان (صاحب ناظم مالیات جمعیۃ علماء ہند و ناظم جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولوی سر) رحیم بخش (صاحب سابق وزیر اعظم ریاست بھاولپور کے سی ایس آئی۔ ایم ایل سی) (مولانا سید) عطاء اللہ شاہ (صاحب بخاری) (مولانا ثناء اللہ (صاحب اڈیٹر اہلحدیث امرتسر) (مولانا) عبد الماجد (صاحب دریا بادی اڈیٹر سچ و صدر خلافت کمیٹی اودھ) (ڈاکٹر) سیف الدین (صاحب کچلو امرتسر) (مولانا سید) غلام بھیک (صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ) (مولانا) غلام رسول (صاحب مہر اڈیٹر انقلاب لاہور) (سید) جالب (صاحب دہلوی اڈیٹر ہمدم لکھنؤ) (ڈاکٹر سر) محمد اقبال (صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور) بدر الحسن (صاحب ہلالی اڈیٹر مدینہ بجنور) (حضرت مولانا) حسین احمد (صاحب جانشین حضرت شیخ الہندؒ) (مولانا) شبیر احمد (صاحب عثمانی دیوبند) (مولانا حبیب الرحمٰن (صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند) (مولانا) عبد الحلیم (صدیقی لکھنؤ) (مولانا ابو المحاسن محمد سجاد (صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار) (مولانا) مرتضیٰ حسن (صاحب دیوبند) (سر صاحبزادہ) عبد القیوم (ایم ایل اے) (دیوان سید) آل رسول (صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) (مولانا پیر) محمد ضیاء الدین (صاحب سجادہ نشین سیال شریف پنجاب) (مولانا سید مناظر احسن (صاحب گیلانی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) (مسٹر) شعیب قریشی۔

(اخبار الجمعیۃ کے لئے تمام درخواستیں منیجر الجمعیۃ۔ دہلی کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ قیمت سالانہ ۸ ششماہی ۴ ممالک غیر سے ۱۰ روپیہ۔ نمونہ مفت):

افسانہ

غضب ناک محبوبہ

L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونیو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ وہ بُت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جمائے اس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہے!

آخر کار اُس کے حواس درست ہوئے۔ اُس نے ڈانڈ اُٹھائی اور پوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہے۔

مورِیلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونیو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر گئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ مورِیلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کر سکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہے کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

مورِیلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہے" انٹونیو نے پھر کہا "ابھی پورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہو جائے گا؟ اگر تمھیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

مورِیلا نے سامنے نگاہ کر کے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دیئے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونیو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کر دی۔ مورِیلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک مورِیلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے فوراً انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو"، مورِیلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا انٹونیو نے مورِیلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کر دیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مورِیلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی، اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہم کچھ اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

سورج ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ مورِیلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونیو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہے!"

"کچھ نہیں" انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہو جائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ، میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونیو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہے۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہے۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" مورِیلا نے کہا، جو اب تک کھڑی بڑھیا کی باتیں سُن رہی تھی۔

خدا حافظ!" انٹونیو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

مورِیلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہے۔ بہت پریشان ہے۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کنواری کے سر پرستاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہوچکا ہے!

اُس نے خیال کیا؟ آج دن ختم نہ ہوگا۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہو رہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ مورِیلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہے؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی ہوگیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہئے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال واپس کر دوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہوگیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے چاندنی کی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

مورِیلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر سے رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھ دی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونیو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیج دینے والا تھا"

"رومال نہیں" مورِیلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں دیر سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہو کر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہے۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اس کا مستحق ہوں۔ تم ایسے وقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انھیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہئے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" مورِیلا نے غصے اور ہمدردی کے ملے جلے لہجہ میں کہا "میں تمھارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونیو نے تأثر کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی"

یہ کہہ کر مورِیلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُس کی قدرت سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، مسیح!"

نہیں معمولی سا ورم ہے۔ کل تک اُتر جائے گا،" انٹونیو نے بے پروائی سے کہا۔

مورِیلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں لوٹ نہیں سکتے"

"اونھ، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے رنج سے کہا۔

مورِیلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ مورِیلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہوگئی۔

"مورِیلا! شکریہ!" انٹونیو نے آرام پا کر کہا "اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہے کہ میرا دن والا قصور معاف کر دو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز نہیں تمھارا کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنو گی......"

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہئے" مورِیلا نے جلدی سے کہا

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرۂ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسي

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوگئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اِس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

نيز جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۸

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۸ — کلکتہ : جمعہ ۲٤ ـ ربیع الثانی ۱۳٤٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٤۹۲ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۱۷	اردو حروف کی حق مین	٤۱۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٤٦٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۵۰	نستعلیق ھون	۱۵۱

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ

ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ

قیمت شش ماہي - - - سات روپیہ

قیمت فی پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جارہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

صرف لوتھر اور میلان ھي نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نہیں کي ' بلکه پروٹسٹنٹ کنیسا کے اور بہت سے اقطاب بھي سخت مخالف رہے - چنانچه کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین " میں کوپر نیکوس اور اس کے هم خیالوں پر بڑي سختي سے حمله کیا هے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا هے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نہیں کرتے - وہ زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا هے " وہ کون هے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا هے ؟ "

کالون کے جانشین ' ٹریٹن کي بھي یہي رائے تھي - کپلر اور نیوٹن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کردیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کردیے ' تب بھي ٹریٹن اپني لاهوتي کتاب شایع کرنے سے باز نہیں رها ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاها که آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گھومتے هیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت هے !

تاریخ انگلستان میں بھي اِس لاهوتي جد و جهد کي بہت مثالیں ملتي هیں - هچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " میں ' ڈاکٹر سمرئیل بیک نے " مقدس فلسفه " میں ' هورن ' اسقف هورسلے ' اور وربس وغیرهم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتھه مقاومت کي هے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح هوکر اُس پر ٹوٹ پڑے هیں - یہي حال ڈاکٹر جان اوین کا هے ' جو پیورٹینین مذهب کا ایک بڑا قطب مانا جاتا هے - اُس نے انتہائي دیدہ دلیري سے اعلان کردیا که " کوپر نیکوس کا نظریه ' سراسر وهم و خیال هے - کیونکه نصوص وحي کے برخلاف هے " مشہور جان ویسلے بھي اِس گروہ سے باهر نہیں هے - اُس کا صاف اعلان تھا " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے هیں "

سولھویں صدي کے وسط میں شہر ویٹنبرگ میں (جو پروٹسٹنٹ مذهب کا مرکز تھا) دو عالم رتي کوس اور رینالڈ رهتے تھے - اُنھوں نے کوپرنیکوس کے مذهب کي تحقیقات کي تھي ' اور اُسے حق سمجھتے تھے - لیکن انھیں اجازت نہیں دي گئي که اپنے طالب علموں پر اپنا یه اعتقاد ظاهر کریں - رتي کوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹي سے استعفا دیدیا ' تاکه آزادي کے ساتھه اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یه نه کرسکا - اُسے مجبور هونا پڑا که قدیم مذهب کي حمایت کرتا رہے - اُسے حکم دیا گیا تھا که اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذهب کا کوئي ذکر نه کرے - اگر کبھي اِشارہ کرنا پڑے تو پھر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بھي تکفیر سے محفوظ نه رہ سکا ' اور بالاخر ذلت کے ساتھه یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگه ایک نیا استاد مقرر هوا تھا - اِس معلم نے اپني پہلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تھي : " کوپرنیکوس کا نظریه ' بدیہي طور پر غلط هے - خلاف عقل هے - هرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نہیں کرنا چاهیے ! "

پروٹسٹنٹ لاهوتیوں نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه تعلیم گاهوں میں بھي ایسي کتابیں داخل کردیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعه تھیں - چنانچه کاهن هنسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکھي تھي اور ثابت کیا تھا که کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف هیں " خواہ ریاضي کے قواعد اور دور بین کے مشاهدات کا کتنا هي دعوی کیوں نه کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبھي تسلیم نہیں کرنا چاهیے " !

یه علم دشمني صرف قرون مظلمه هي کا خاصه نه تھي - جدید پروٹسٹنٹیت کو بھي وراثت میں ملي تھي - چنانچه اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بہت سے استاذ اِس جرم پر خارج کردیے گئے تھے ' که وہ جدید علم هیئت پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلیے ملحد تھے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاهوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتھولک کلیسا کي هدایت سے کئي کتابیں لکھي گئي تھیں ' تاکه کوپر نیکوس کي " گمراهي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچه سیبیرمونٹي اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے هوے لکھتا هے :

" جو حیوانات حرکت کرتے هیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات هوتے هیں - لیکن چونکه زمین نه تو اعضاء رکھتي هے ' نه عضلات ' اس لیے وہ حرکت نہیں کرسکتي - وہ فرشتے هیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیرہ کو حرکت دیتے رهتے هیں - اگر بفرض محال تسلیم بھي کرلیا جائے که زمین متحرک هے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري هوگا که اُس کے مرکز میں ایک فرشته هو - حالانکه معلوم هے که فرشتے زمین کے اندر نہیں رهتے - وهاں تو صرف شیطان کا بسیرا هے - اگر کہا جاے که شیطان زمین کو متحرک رکھتا هے ' تو یه نا قابل تسلیم هے - کیونکه شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہیں " !

کاش اس مسیحي علامه کو معلوم هوتا که اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش هے ' تو وہ فرشته موجود هے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " هے !

پولاک اپني کتاب " کوپر نیکوس کے رد " میں اِس طرح گہر افشاني کرتا هے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود هے که زمین ساکن هے اور سورج چاند گردش میں هیں - اگر کبھي هم دیکھیں که سورج چاند متحرک نہیں هیں ' تو کتاب مقدس کي رو سے همیں ماننا پڑیگا که یه تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا هوئي هے - اس کے خلاف جتنے خیالات هیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاهیے ' کیونکه اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي هے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف هے "

پھر عقلي دلائل اور مشاهدے سے بھي استدلال کرتا هے :

" اگر تسلیم کرلیا جائے که زمین حرکت کرتي هے تو پھر مشاهدات کي توجیه کیا کي جاسکتي هے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پھینکا جاے ' تو وہ اپني جگه واپس آجاتا - حالانکه تیر بہت دور جاکر گرنا چاهیے - کیونکه نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رهي هے - اگر في الواقع زمین متحرک هوتي تو زمین کا پورا کارخانه درهم برهم هو جاتا "

اسکے بعد لکھتا هے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک هونا ' خود زمین کي طبیعت کے بھي خلاف هے - کیونکه زمین صرف ٹھوس

مقالات

علم اور کلیسا کا معرکہ

کلیسائی جہل و جمود کے بعض تاریخی حقائق

گزشتہ تین صدیوں سے دین اور علم کی معرکہ آرائی کا غلغلہ بلند ہے - لیکن فی الحقیقت یہ معرکہ دین اور علم میں نہیں ہے - دینی جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں ہے - اگر یہ دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے ہٹ جائیں ' تو پھر صرف علم اور دین باقی رھجائینگے ' اور دنیا دیکھہ لیگی کہ ان میں کوئی نزاع نہیں ہے !

یورپ میں جب نئی علمی ترقیات نے نشو و نما پائی ' تو دین ' مسیحی کلیسا کی شکل میں موجود تھا - علمی حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود و تعصب سے ہوا ' اور اس نے معرکۂ علم و دین کی صورت اختیار کرلی -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں کیبی نے اس معرکہ آرائی کی داستانیں لکھیں ' اور " علم " کی فتح مندیوں اور " دین " کی ہزیمتوں کا غلغلہ ہر طرف بلند ہوگیا - حالانکہ اس فرضی معرکہ آرائی میں اُنھوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا ہے ' وہ دین نہ تھا ' دینی جماعتوں کا ایک خاص نظام تھا جو کلیسا کے نام سے قائم ہوگیا ہے - اگر وہ " دین " کی جگہ " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یہ پورا رزم نامہ اپنی جگہ صحیح ہوجاتا ' اور ہمیں علم کی فتح مندیوں اور کلیسا کی ہزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا - جان ڈکنسن اور پروفیسر وھائٹ نے ڈریپر اور کیلی کی یہ غلط اندیشی دور کرنی چاہی ' لیکن اُن کی صدائیں زیادہ بلند اور مقبول نہ ہوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدی کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کی ذمہ داری رومن کیتھولک کنیسے پر ڈالدی ہے اور اُسی کو علم کی دشمنی اور علماء کی تعذیب کا مجرم قرار دیا ہے - گویا اِس کنیسے کے سوا کسی دوسرے مسیحی کنیسے نے علم کی کوئی مقاومت نہیں کی - لیکن یہ صحیح نہیں ہے - یہ تاریخی حقیقت ہے کہ روشن خیالی اور تسامح علمی میں سب سے زیادہ مشہور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بھی عقلی تنگ نظری اور علم دشمنی میں رومن کنیسے سے پیچھے نہیں رہا - لوتھر کے جانشینوں نے بھی علم دشمنی میں ویسی ہی مجاھدانہ روح پیدا کرلی تھی ' جیسی صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تھی -

گیلیلو نے جب کوپر نیکوس کے نظریے کی حقانیت ثابت کردی ' اور دور بین کے ذریعہ چاند میں پہاڑ ' سورج میں دھبے ' اور عطارد کے اقمار دکھا دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنون ہوگیا - دینی عدالت کو حکم دیا گیا کہ اِس " ملحد " کو گمراھی سے روکا جائے اور کنیسا کی اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برھان سے نہیں — جس سے کنیسا تہی دست تھا — لوہے اور آگ سے ' جس کی کنیسے کے پاس کوئی کمی نہ تھی !

لیکن کیا لوتھر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تھے ؟ کیا اُنھوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراھی کے پھیلانے میں کوئی کمی کی ؟ اِس کا جواب ہم خود لوتھر کی زبان سے سن سکتے ہیں - کوپر نیکوس کا رد کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :

" لوگ ایک مجنون نجومی کی بکواس پر کان دھرتے ہیں - حالانکہ وہ ثابت کرنا چاھتا ہے کہ زمین گردش کرتی ہے ' نہ کہ آسمان - واقعہ یہ ہے کہ لیاقت اور دانائی میں شہرت حاصل کرنے کا ہر خواہش مند انسان کوئی نہ کوئی نیا نظریہ پھیلانے کی کوشش کرتا ہے - وہ مدعی ہوتا ہے کہ اُس کا نظریہ سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ یقینی ہے - یہ آسیب زدہ انسان آج اٹھا ہے کہ علم ہئیت کے تمام قواعد و اصول تہہ و بالا کر ڈالے - حالانکہ کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ یوشع نبی نے سورج سے کہا ' ٹھہر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکہ وہ خود ہی ٹھہری ہوئی ہے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان کا لہجہ اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتھر سے نرم ہے - لیکن وہ بھی اپنی کتاب میں (جو کوپر نیکوس کی وفات کے چھہ برس بعد شایع ہوئی ہے) لکھتا ہے :

" ہماری آنکھیں مشاھدہ کرتی ہیں کہ آسمان ہر چوبیس گھنٹے میں گھوم جاتے ہیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشہور کرنا شروع کردیا ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے نہ کہ فلک ثانی اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کی علانیہ اشاعت اور اُن کے ذریعہ مخلوق کی تضلیل ' بلند ہمتی اور دیانت داری کے قطعی خلاف ہے - کیونکہ یہ لوگوں کے لیے مکروہ نتائج پیدا کرنے والا نمونہ بن جائیگا - جو کوئی بھی نیکی کا طالب ہے ' اُسے حق سے روگردانی نہیں کرنی چاھئے - وہ حق ' جو خداوند خدا نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے ' اور جسکے سوا سب کچھہ باطل ہے "

اس کے بعد یہی مسیحی مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حوالہ دے کر دعوی کرتا ہے " ان سے پوری وضاحت کے ساتھہ ثابت ہوجاتا ہے کہ زمین ٹھہری ہوئی ہے اور سورج اُس کے گرد گھومتا ہے " اِتنا ہی نہیں بلکہ اپنے بیان کے اثبات میں وہ عقلی دلائل بھی پیش کرتا ہے ' اور پھر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ " زمین اُسی حالت میں ایک جگہ قائم رہسکتی ہے جبکہ وہ اِس کائنات کے وسط میں ہو " پھر اُسے غصہ آجاتا ہے - وہ غضب ناک ہوکر کہتا ہے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دینی چاھئیں جو کوپر نیکوس کی تعلیم کی اشاعت کرتے ہیں " !

سمجهنے - میں نے خیال کیا' اپنے گاؤں کے لیے کوئي ایسي زبان ایجاد کرني چاهئے' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم هو- اسپرنٹو' اِسي خیال کا نتیجه هے "

یه کام آسان نه تها - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کي تقریباً تمام زبانیں سیکهني پڑیں - سب کي صرف و نحو میں مهارت حاصل کي' اور ایک بالکل نئي زبان اور نیا قاعده بنانا پڑا - سنه ١٨٨٥ ع میں اُس نے اپني تعلیم ختم کي تهي اور طبابت کا پیشه اختیار کرلیا تها - تاهم اُس کي تمام تر توجه اِس نئي زبان کي تکمیل و اشاعت هي پر صرف هوتي رهي - سنه ١٨٨٧ ع میں اُس نے اِس زبان کي پهلي کتاب شائع کي - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تها -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابي هوئي - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تهے - کوئي اُس کي مدد پر کهڑا نهیں هوتا تها - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا' اور اِس زبان کي ترقي کے لیے پیرس میں ایک انجمن "Esperantistes Pacifiques De Paris" کے نام سے قائم هوگئي -

سب سے پہلے سنه ١٨٧٨ میں دنیا نے یه نئي زبان سني - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسه میں اس زبان کي ایک نظم سنائي - اس کے ابتدائي بند مع ترجمه حسب ذیل هیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La;mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پهیلانے لگا

Per de flugiloj de facila vento

هلکي هوا کے بازوں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگه سے دوسري جگه اڑنے دو !

اسپرانٹو' اِس قدر آسان زبان هے که اُس کے تمام قواعد ایک گهنٹه کے اندر معلوم کر لیے جاسکتے هیں - اُس کے الفاظ کي تعداد صرف دو هزار هے - چند هفتے کي مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبي کي جا سکتي هے - اُس کے تمام الفاظ یوناني' لاطیني' جرمن' روسي' فرانسیسي' اور انگریزي زبانوں سے ماخوذ هیں - اُس میں صرف ٢٣ حرف هیں - u, s, j, h, g, c دو حرفوں کے قائم مقام هوتے هیں - کوئي ساکن حرف نهیں هے - جو حرف لکها جاتا هے' تلفظ بهي کیا جاتا هے - شاذ افعال بهي نهیں هیں - معرفه کا صرف ایک حرف هے اور وه La هے -

الفاظ کي قسمیں اُن کے اواخر سے پهچاني جاتي هیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کي علامت هے - Patra (ابوي) میں a نعت یا نسبت کي علامت هے - Patre میں e ظرف کي علامت هے - Palri میں i فعل کي علامت هے -

حروف علت' a, e. u, o, جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے هیں' تو وه لفظ یا تو صفت هوجاتا هے یا ظرف' فعل' اور اسم -

فعل کي تصریف یوں هوتي هے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا هوں	mi Amas
میں نے محبت کي	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تها	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانٹو زبان میں مسیحي نماز کي دعا کا ترجمه یه هے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے همارے باپ تو جو آسمان میں هے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے' تیري بادشاهي آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau, sur la tero.

تیري مرضي جیسي آسمان پر پوري هوتي هے' زمین پر بهي هو !

Panon mian ciu tagan donu almi hodiau.

هماري روز کي روٹي آج همیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

همارے قرض همیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح هم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا هے !

Ni Konduku nin en tenton.

همیں آزمائش میں نه پڑنے دے !

Sed liberigu nin de la mallona.

بلکه برائي سے بچا !

Amen!

آمین !

بریدِ فرنگ

اور سرد هي نہیں هے ' بلکه اپنے عناصر میں برودت کے خواص بهي رکهتي هے - معلوم هے که برودت حرکت کو روکتي' هے - بلکه اُسے فنا کر ڈالتي هے - هم حیوانات میں دیکهتے هیں که ٹهنڈے پڑ جانے کے ساتهه هي اُن کي حرکت بهي موقوف هو جاتي هے - لہذا زمین کا متحرک هونا قطعاً محال هے "

" کتاب مقدس کي صریح نصوص سے ثابت هے که آسمان زمین کے اوپر حرکت کر رهے هیں' اور چونکه مدور حرکت کے لیے ضروري هے که اُسکا کوئي مرکز قائم هو' لہذا تسلیم کر لینا پڑیگا که زمین نظامِ کائنات کے وسط میں ثابت و قائم هے "

یه کیتهولک کلیسا کے خیالات تهے - مگر پروٹسٹنٹ کلیسا بهي اس سے کچهه کم عقل مند نه تها - لوتهر کے پیرو بهي کتاب مقدس کي تفسیروں اور لوتهر کے اقوال کے اندهے مقلد تهے - کالولیس باوجود اپنے وسیع علم و نظر کے' لوتهر کا اس درجه مقلد تها که اُس نے بهي اِس علمي حقیقت کے تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا - زمین کي حرکت کے خلاف اُس کي سب سے بڑي دلیل یه تهي :

" کتاب مقدس میں لکها هے - خدا نے خرقیا نبي سے کہا " دیکهه میں آفتاب کے ڈهلے هوئے سایه کے درجوں میں سے جو دهوپ گهڑي میں معلوم کیے جاتے هیں' دس درجے پهرا کے چڑها لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں میں ڈهل گیا تها ' اُن سے دس درجے پهر چڑه گیا (اشعیاء - باب ۳۸) "

انگلستان کے مشہور لاهوتي عالمِ ڈاکٹر اسمتهه نے اعلان کر دیا تها :

" شاهي علمي انجمن ' ملحدوں کي انجمن هے اور دین کے خلاف کوشش کر رهي هے "

جان اوین کا اعلان هے :

" نیوٹن کا نظریه کبهي صحیح علمي بنیاد پر قائم نہیں هوا - وه سراسر اوهام و خرافات هے - اور کتاب مقدس کي صریح نصوص کے مخالفت هونے کي وجه سے ناقابل اعتنا هے "

جان ریزي کا مقوله مشہور هے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چیز هے ' تو انجیل کي کوئي بات بهي صحیح نہیں هے "

یه تهي مسیحي کلیسا کي ذهنیت جس نے علم کے مقابله کا اعلان کیا تها ' اور یقیناً اُس کے لیے اس میدان مبارزت میں دائمي اور هلاکت انگیز شکست کے سوا کچهه نه تها - کسي انسان کو بهي جو حقیقت اور صداقت کا احساس رکهتا هے' اس شکست پر متاسف نہیں هونا چاهئے -

دنیا کی مشترک اور عام زبان

کیا تمام دنیا میں ایک مشترک زبان رائج هو سکتي هے ؟

اسپرنٹو

گذشته مہینے میلان (اٹلي) میں یورپ کي نئي مشترک زبان " اسپرنٹو " کے حامیوں کا سالانه اجتماع منعقد هوا تها جو کئي سال سے هر سال منعقد هوا کرتا هے - تازه ڈاک میں اس اجتماع کي بعض دلچسپ تفصیلات آئي هیں - چونکه هندوستان میں اس وقت تک اس نئي زبان کي نسبت بہت کم لکها گیا هے ' اس لیے هم بعض مضامین کا خلاصه درج کر دیتے هیں :

موجوده علمي ترقیوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مواصلات کي سہولت نے دنیا کے تمام براعظموں کو باهم دگر ملا دیا هے - اِس زمانے میں کوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق کرکے زنده نہیں ره سکتي -

لیکن اِتنے قرب و مواصلت پر بهي دنیا کي قومیں اِس وقت تک ایک دوسرے سے دور هي هیں - اُن میں باهمي تعارف کے ذرائع بہت کم پیدا هوے هیں - اِس صورت حال کي بڑي ذمه داري' قوموں کي علحده علحده زبانوں پر هے - هر قوم اپني مخصوص زبان رکهتي هے - دوسري قوم کي زبان سے نا واقف هے - اگر واقف هونا بهي چاهے تو بہت مشکل هے که بہت سي زبانیں هر شخص سیکهه سکے - اِس لیے عالمگیر تعارف و اجتماع کي کوئي صورت نکل نہیں سکتي -

یه حالت دیکهکر مدت سے بعض عقلاء مغرب کا خیال هے که دنیا بهر کے لیے کوئي سہل اور مختصر زبان پیدا کي جاے - " اسپرنٹو " ایک ایسي هي نو ساخته زبان کا نام هے جو پچهلي صدي کے اواخر میں ایجاد کي گئي هے -

اسپرنٹو کا موجد ایک روسي ڈاکٹر زمینهوف نامي هے - یه صوبهٔ کرودنو کے ایک چهوٹے سے گاؤں بیسلٹوک کا رهنے والا هے -

اِس زبان کي ایجاد کا خیال اُسے اُس وقت پیدا هوا ' جبکه اُس کي عمر صرف دس باره برس کي تهي - اُس نے یه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بیان کي هے :

" میرے گاؤں میں روسیوں ' یہودیوں ' پولشوں ' جرمنوں کي مخلوط آبادي تهي - میں روز سڑکوں پر لڑائي جهگڑے کے واقعات دیکها کرتا تها - تحقیقات سے معلوم هوا که یه جهگڑے زیاده تر اِس لیے پیدا هوجاتے هیں که باشندے ایک دوسرے کي زبان نہیں

میں داعي بهیجے گئے - حجاز ریلوے بنائي گئي - غرض که ایک ایسي فضا پیدا کردي گئي ' جس نے مسلمانان عالم میں " خلیفۂ اسلام " کي شهرت عام کردي - اِس صورت حال نے سلطان کے هاتهه میں بظاهر ایک ایسي قوت دیدي تهي ' جس سے وہ دول یورپ کو اپنے عالمگیر اسلامي اثر کا یقین دلانا چاهتا تها -

اِس میں شک نہیں که سلطان عبد الحمید کي اِس حکمت عملي نے ایک سطحي شان و شوکت اور نام و نمود ضرور پیدا کردي تهي - دنیا کي سطح بیں نگاهیں دیکهتي تهیں که سلطنت عثماني کي بین الاسلامي مقبولیت کا دائرہ وسیع هو رها هے - لیکن فی الحقیقت یه جو کچهه بهي تها ' محض ایک بالائي نمایش تهي - تهه میں کوئي صحیح اور حقیقي عملي روح نه تهي - جہاں تک خلافت آل عثمان کي بین الاسلامي مقبولیت کا تعلق هے ' تیس برس کے پورے حمیدي دور میں کوئي کوشش ایسي نهیں کي گئي جس کا منشا یه هو که دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے صحیح بنیاد پر روابط قائم کیے جائیں ' اور اُن میں اور مرکز خلافت میں معنوي اور اخلاقي معاونت کا رشته پیدا هو - ایسے دماغ قصر سلطاني میں موجود هي نه تهے جو ان مهمات کے فهم و عمل کي استعداد رکهتے هوں - اس باب میں جو کچهه بهي هوا ' وہ اس سے زیادہ نه تها که دو چار خود غرض اور خداع عرب ' صوفیت اور تقدس کے بهیس میں قصر سلطاني تک پهنچ گئے ' اور سلطان کي توهم پرستي سے فائدہ اٹها کر اُس پر حاوي هو گئے - شیخ ابو الهدی رفاعي ' شیخ ظافر مدني ' فضل الله مالا باري وغیرهم ' اسي قسم کي شخصیتیں تهیں - وہ نه تو اسلامي ممالک میں کوئي اثر و رسوخ رکهتي تهیں ' نه اس طرح کے کاموں کے فهم و عمل کي اُن میں صلاحیت تهي - اگر انهوں نے اس قسم کا کوئي کام انجام دیا بهي ' تو وہ صرف یه تها که عراق اور شام میں ایسے لوگوں کي ایک جماعت پیدا کردي ' جو بیش قرار وظائف لیکر سلطان کي مدح و ثنا میں سرگرم رها کرتے تهے ' اور تهوڑے تهوڑے عرصه کے بعد سلطان کي اطاعت و انقیاد کے وجوب پر کوئي کتاب شائع هو جایا کرتي تهي - سب سے بڑا کام اس جماعت کا اور اس کے هم مشربوں کا یه تها ' که جاسوسي اور مخفي خبر رساني کا ایک بالا تر محکمه بن گئے تهے -

سلطان عبد العزیز

شب و روز فرضي خطروں کے گڑهنے اور پهر ان کے انسداد کے لیے بڑي بڑي رقموں کے وصول کرنے میں سر گرم رهتے - اسلامي خلافت ' بین الاسلامي مرکزیت ' دیني شوکت و جبروت ' اور روحاني پیشوائي و سلطاني کا یه تمام طلسم ' صرف ان بنیادوں پر قائم تها ' که قصر یلدز کي داخلي حکومت ترک افسروں کي جگه حبشي اور حجازي خواجه سراؤں کے هاتهه میں چلي گئي تهي ' سلطان کا خاص باڈي گارڈ عرب سواروں کا تها ' افریقه اور هندوستان کے بعض سیاحوں کو جو گاہ گاہ قسطنطنیه آجاتے تهے ' " نشان مجیدي " کے تمغے مل جاتے تهے ' تعلیم و ترقي کي تمام راهیں یه کهکر بند کردي گئي تهیں که " اسلامي مقاصد " کے خلاف هیں ' اصلاح نظام حکومت کو الحاد اور زندقه سے تعبیر کیا جاتا تها ' تمام اصلاح طلب مسلمانوں کا شمار " مرتدین " میں تها ' اور سب سے بڑهکر یه که هر هفته شیخ ابو الهدی وغیرہ مشائخ یلدز کے خواب میں دنیا کے تمام پیغمبر اور اولیا آکر سلطان عبد الحمید کے لیے الهي برکتوں اور غیبي نصرتوں کي بشارتیں پهنچا دیا کرتے تهے !

سلطان عبد الحمید نے اگر صرف وہ قوت هي منظم کردي هوتي جو خلافت اسلامي کي بین الاسلامي مقبولیت سے پیدا هو رهي تهي ' تو فی الحقیقت یه اُسکے تمام جبر و استبداد کا کفارہ هوتا ' اور دولۃ عثمانیه کے لیے مغربي طاقتوں کے غلبۂ و تسلط کا خطرہ همیشه کے لیے دور هو جاتا ' لیکن وہ تو اسلام اور اسلامي خلافت کو محض اپنے شخصي استبداد کے حفظ و بقا کا آله بنانا چاهتا تها - اوهام و خرافات کے سوا کوئي حقیقي عمل اُس کے سامنے نهیں تها - چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں نے بار بار عرضیاں کیں اور وفود پر وفود بهیجے که انکي دیني هدایت و تعلیم کا انتظام کیا جائے ' لیکن کچهه نهیں کیا گیا - افریقه کے مسلمانوں کے وفود چار سال تک قسطنطنیه میں پڑے رهے تا که انهیں مرکز خلافت اپني اخلاقي سر پرستي میں لیلے ' لیکن کوئي سنوائي نهیں هوئي - مصر اور مراکش کي سر پرستي خود اپنے هاتهوں ضائع کر ڈالي - یمن اور نجد کے قبائل محض اس لیے سرکش و مخالف رهے ' که ترک والیوں کے مظالم سے اُنهیں کبهي نجات نهیں ملتي تهي -

مصطفی فاضل پاشا
جس نے سلطان عبد العزیز کے نام لائحۂ اصلاحیه بهیجا تها -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیہ

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بین الاسلامي ترکي)

سنہ ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷٦ ع) سے سنہ ۱۳۴٦ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال یہ تھي کہ سلطان عبدالحمید ثاني ترک مصلحین کي سعي و تدبیر سے تخت نشین هوئے - مدحت پاشا اور اُس کے ساتھي اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد کي جگہ

سلطان محمود مصلح

متوفي سنہ ۱۸۳۹

عبد الحمید کو اس لیے تخت نشین کیا تھا ' کہ وہ محسوس کرتے تھے ' سلطنت اور قوم کي سب سے بڑي ضرورت اصلاح اور دستور ھے ' اور اُس کے لیے اِس نوجوان شہزادہ کا سلطان هونا مفید هوگا -

عبد الحمید تخت نشین هوا - اصلاحات کا مزید اعلان کیا گیا - عثماني سلطنت " شخصي " کي جگہ " دستوري " قرار پا گئي ' اور عثماني پارلیمنٹ کے قیام کا فرمان نافذ هوگیا -

اگر یہ صورت حال جاري رهتي ' تو با وجود دول یورپ کي پے هم مقاومتوں اور جنگ پلیونا کے شدید نقصانات کے ' دولۃ عثمانیہ کي نئي نشو و نما شروع هو جاتي - لیکن افسوس ھے کہ بہت جلد سلطان کے مزاج نے پلٹا کھایا ' اصلاح پسند عنصر کي جگہ قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں کا اقتدار قائم هوگیا ' اور اصلاح و تغیر کي تمام امیدیں جو سلطان محمود مصلح کے زمانے سے نشؤ و نما پانے لگي تھیں ' سنہ ۱۸۸۰ میں ختم هوگئیں !

جس سال سلطان عبد الحمید تخت نشین هوا اور عثماني دستور کا اعلان کیا گیا ' اُسي سال جاپان کے نظام حکومت میں بھي

سلطان عبد المجید

جسنے اصلاحات کو مزید رونق اور ترقي دي

اصلاح هوي تھي اور دستوري حکومت کا اعلان کیا گیا تھا - جاپان تیس سال کے اندر مشرق کي سب سے بڑي طاقتور حکومت بن گیا ' لیکن عثماني حکومت نے اُسي تیس سال کے اندر اپني رهي سهي طاقت بھي فنا کردي - جاپان نے دستوري حکومت قائم رکھي تھي ' سلطان عبد الحمید نے چھہ ماہ کے بعد اس کا خاتمہ کر دیا تھا !

اصلاحات کا خاتمہ کر دینے کے بعد سلطان نے ایک نئي حکمت عملي ایجاد کي - یہ حکمت عملي ترکي اور ترکي سے باھر " بین الاسلامي حکمت عملي " یا " اتحاد اسلامي " کے نام سے پکاري جاتي تھي - اس کا منشا یہ بیان کیا گیا تھا کہ " یہ تمام مسلمانان عالم کي معنوي اور اخلاقي اعانت مرکز خلافت کے ساتھہ وابستہ کر دیگي "

چنانچہ مدتوں کا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند کیا گیا - علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروہ دارالخلافۃ میں جمع هوگیا - ابو الهدی رفاعي اور شیخ ظافر وغیرہ مشائخ نمایاں هوے ' عربي عنصر سے از سر نو رشتۂ ارتباط قائم کیا گیا - عزت پاشا عابد وغیرہ سر بر آوردہ عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهي بڑي بڑي تنخواهوں پر باڈي گارڈ میں داخل کیے گئے ' عربي متمالک

قدیم ترکي فوج کا ایک منظر

ینگ چري سپاهي جو اصلاح کي راہ میں سب سے بڑي روک تھے

أنهوں نے تاريخ کا سبق بهلا ديا ' اور سادہ لوحي سے يقين کر ليا کہ اِن نئے اصول پر چلنے سے يورپ اور سلطنت کے مسيحي عناصر مطمئن هو جائينگے ' اور أنکا ملک خوشحال اور ترقي يافتہ هوجائيگا - يهي حسن ظن ' أنکي سب سے بڑي غلطي تهي - چنانچہ فوراً داخلي اور خارجي مشکلات نمودار هوگئيں - آسٹريا نے بوسينيا هرزي گونيا پر قبضہ کر ليا - يونان کريٹ پر قابض هوگيا - اٹلي نے طرابلس الغرب پر هاتهہ صاف کيا - البانيا کٹ کر الگ هوگيا ' بلقاني رياستوں نے يورپ کے اکثر ترکي مقبوضات هضم کر ليے - ملک کے اندر غير ترکي عناصر نے سر کشي شروع کردي - صرف غير مسلم جماعتوں هي ميں نهيں ' بلکہ مسلمانوں ميں بهي نئي نئي انجمنيں قائم هوگئيں - خود دارالخلافۃ ميں مسلمانوں کي متعدد مخالفانہ انجمنيں بن گئي تهيں - مثلاً انجمن " إخاء عربي " " عربي کلب " ' " چرکس انجمن " " کردي انجمن " " الباني انجمن " وغيرہ وغيرہ - اِن انجمنوں کے ظهور کا لازمي نتيجہ يہ تها کہ اِن اسلامي عناصر اور ترکي عنصر ميں نفرت و عداوت پيدا هوگئي - يہ صورت حال ديکهکر خود ترکوں ميں سلطنت کي حکمت عملي کے متعلق اختلاف رونما هوگيا - ايک گروہ نے از سر نو حميدي سياست زندہ کرني چاهي - ايک گروہ نے " تورانيت " کا نعرہ بلند کيا - آخري گروہ کا تعصب يهانتک بڑہ گيا تها کہ أسکے ترجمان اخبار " اقدام " نے تجويز پيش کردي کہ ترکي زبان سے تمام عربي الفاظ خارج کر دينے چاهييں !

عرض عبوديت !

سلطان عبد الحميد کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رهے هيں !

ليکن پيهم مصائب نے زمام حکومت معتدل گروہ کے هاتهہ ميں ديدي - " انجمن ائتلاف " نے حکومت سنبهال لي - سلطان عبد الحميد کا شاگرد کامل پاشا وزير اعظم هوا ' کامل پاشا ايک طرف يورپ کو مطمئن کرنے لگا ' دوسري طرف ترکي کے مختلف عناصر کے سر پر بهي هاتهہ پهيرنے لگا - اب چونکہ " بلقاني مسئلہ " کے بعد " عربي مسئلہ " کے نام سے ايک نئي الجهن پيدا هوگئي تهي ' اور فرانس أس سے فائدہ اٹهانا چاهتا تها ' اس ليے کامل پاشا نے پيش بندي کرکے ١٣٢٩ ع ميں والي بيروت ادهم بک کو حکم ديديا کہ صوبۂ شام کي کونسل سے مطلوبہ اصلاحات کے بارے ميں گفتگو کرکے رپورٹ طيار کرے - اِس پيش بندي نے ترکي کو بهت فائدہ پهنچايا - کيونکہ جب فرانس نے سرکاري طور پر شام ميں اصلاحات جاري کرنے کا مطالبہ کيا ' تو کامل پاشا نے اِس جواب سے أسکا منہ بند کر ديا " هم پهلے هي سے اِس فکر ميں هيں "

اِدهر يہ سياسي بازي گرمي هو رهي تهي ' أدهر انجمن اتحاد و ترقي گهات لگائے بيٹهي تهي - چنانچہ موقعہ پاتے هي أسنے وزارت الٹ دي ' اور محمود شوکت پاشا وزير اعظم قرار پائے - انهوں نے آتے هي شامي کونسل کو غير قانوني قرار ديديا ' اور والي کو خفيہ اشارہ کرديا کہ تحريک کو أبهرنے نہ دے - والي نے پوري سختي ظاهر کي ' حتى کہ جنگي قانون بهي جاري کرديا ' مگر اِس پر بهي شامي انجمن نے اپنا سالانہ جلسہ کرهي ديا - اِس جلسہ ميں ٨٢ نمائندے شريک هوئے تهے - أنهوں نے اصلاحات کا لائحہ منظور کر ليا - جب حکومت نے اور بهي زيادہ تشدد کيا ' تو شاميوں نے اپني مؤتمر پيرس ميں منعقد کي - اب انجمن اتحاد و ترقي پريشان هوئي - کيونکہ ايک طرف أسکي حريف " انجمن ائتلاف و ترقي " بر سر مخالفت تهي ' دوسري طرف عربي مسئلہ بين الاقوامي شکل اختيار کرتا جاتا تها - ايک عجيب اتفاق يہ هوا کہ عربي مؤتمر ' محمود شوکت پاشا کے قتل کے تيسرے دن منعقد هوئي ' جس سے حکومت اور بهي زيادہ متاثر هوئي ' اور پرنس سعيد حليم پاشا وزير اعظم صلح و آشتي کي حکمت عملي اختيار کرنے پر مجبور هوگئے - چنانچہ أنهوں نے اپنا ايک نمائندہ پيرس بهيجا ' اور عرب رهنماؤں سے گفت و شنيد کے بعد مطلوبہ اصلاحي لائحہ کا بڑا حصہ منظور کر ليا -

شاميوں کي کاميابي ديکهکر عراقيوں کے خون ميں بهي گرمي پيدا هوئي ' اور طالب بک نقيب کي سر براهي ميں عراق نے اصلاحات کا مطالبہ شروع کر ديا - ليکن اب نوجوان ترک سنبهل گئے تهے - أنهوں نے جاويد پاشا کو

سلطان عبد الحميد کے دور حکومت کا خاتمہ

يہ أس موقعہ کا مرقع هے جب قوم کا وفد پيام عزل پهنچا رها هے !

اصل یه هے که سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامي اور خلافت دیني کا مظاهره اس لیے نہیں کیا تها که في الحقیقت اس باب میں کوئي روشني اس کے سامنے موجود تهي ' اور وه کسي تعمیري جذبه سے اِس طرف قدم بڑهانا چاهتا تها ' بلکه یه تمام باتیں محض ایک طرح کے منفي اور تخریبي جذبه سے پیدا هوئي تهیں - مقصود یه تها که اِس کے ذریعه اصلاح طلب تحریک کي نشو و نما کا خاتمه کردیا جائے ' اور اُس کي طرف سے عثماني رعایا کے قلوب غافل هوجائیں - یہي وجه هے که یه باتیں صرف اِسي حد تک کام میں لائي جاتي تهیں ' جس حد تک ترکي مصلحین کي مخالفت میں سود مند هوسکتي تهیں - حقیقت اور عملیت کي کوئي روح موجود نه تهي - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامي اور مرکزیت خلافت کي تقویت کا واقعي طلب گار هوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادي اور شیخ محمد عبده سے بڑهکر اِس کے لیے کون داعي اور عامل هو سکتے تهے؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپني تمام طاقتیں عبدالحمید کے هاتهوں میں دیدیني چاهیں ' لیکن ان کے ساتهه جو سلوک هوا ' دنیا کو معلوم هے - پہلے کو موت کا زهر آلوده جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطاني کي چوکهٹ تک باریابي نصیب هي نه هوئي !

بہر حال سلطان عبدالحمید کا دور' دولة عثمانیه کے زوال طاقت کا آخري عهد تها - سلطان کو مدحت پاشا کي جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه سلطان مصلح کي اصلاح کي تکمیل کریگا ' اور دولة عثمانیه کو استبدادي حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگي - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتهه دیا - ترکي پارلیمنٹ قائم کردي گئي - لیکن پهر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آ گئے - پارلیمنٹ معطل کردي گئي - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهیوں کو فرضي الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گهونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تہه و بالا هوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کي جگه " مابین همایوني " یعني قصر سلطاني نے براه راست حکومت شروع هوگئي - اس حکومت کا نه تو کوئي اصول تها ' نه قاعده - نه بجٹ بنتا تها ' نه مالیات کا کوئي تخمینه تها - خواجه سراؤں کے افسر " بہرام آغا " کے هاتهه میں سب کچهه تها - وه سلطان کے احکام باب عالي کے وزراء تک پہنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اس بنا پر هلاک کر دیے گئے ' که اُن پر اصلاح پسندي و انقلاب کا شبه تها ' کوئي ذریعه نہیں که انکي صحیح تعداد معلوم کي جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم هوا تها که صرف چهه ماه کے اندر یعني مارچ سنه ۱۸۹۸ سے ستمبر سنه ۱۸۹۸ تک تین سو اسي آدمي گرفتار کئے گیے تهے !

مدحت پاشا
شہید راه حریت و دستور !

لیکن نه تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچهلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیاده طاقتور تها ' نه اس کي خاطر خدا کے قوانین حق و عدالت معطل هو جا سکتے تهے - بالاخر نوجوان ترکوں کي پنجاه ساله مساعي بار آور هوئیں ' اور عین اُس وقت جب که سلطان کے وهم و گمان میں بهي کسي طرح کا خدشه نه تها ' مناستر اور سلانیک میں انقلاب کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بہت کوشش کي که کسي طرح اس ناگهاني طاقت کا مقابله کرسکے مگر نه کرسکا - اور عثماني دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

یه دستور سلطان کي ذات خاص کا مخالف نه تها - لیکن سلطان کي مستبد روح اُس سے موافق نه هو سکي - بالاخر نو ماه کے بعد تصادم هوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپني مشہور عالم تیس هزار فوج کے ساتهه قسطنطنیه پہنچکر قصر یلدز کا محاصره کر لیا - تین دن کے محاصره کے بعد عثماني پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل هوے ' اور قوم کا پیغام پہنچا دیا که " آپ معزول کیے گئے ' اور شہزاده محمد رشاد تخت نشین هو رهے هیں " قصر یلدز کے اس مشہور قہرمان نے اُسوقت لرزتے هوے یه التجا کي تهي " میں اپني زندگي کیلیے تمهیں خدا کا واسطه دیتا هوں " ! یه اب اپني زندگي کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطه دیتا تها - اُن انسانوں کو' جنهوں نے اپني مظلوم اور بیکس زندگي کیلیے سیکڑوں مرتبه اُسے خدا کے واسطے دیے تهے ' لیکن ایک لمحه کیلیے بهي اُسکے دل میں خدا کے خوف نے جگه نہین پاي تهي !

تاریخ مشرق کا یه عبرت انگیز انقلاب جولائي سنه ۱۹۰۸ ع میں واقع هوا تها -

(اتحادي ترکي)

جمعیة اتحاد و ترقي کا دور
سنه ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنه ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقي نے بر سر اقتدار آتے هي " وطنیت " " حریت " " اخوت " اور " مساوات " کي بنیادوں پر عثماني سلطنت کو استوار کرنا چاها - نوجوان ترک ' بڑے هي ذهین ' چست ' اور مخلص تهے - لیکن مدبر اور تجربه کار نه تهے -

سلطان عبد الحمید
چالیس سال کي عمر میں

آثار عتیقہ

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیونکے خواب گراں کے بعد اب شہر رقیم یاپیٹرا پھر بیدار ہو رہا ہے - قدس اور لندن کی آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ حال میں اس قدیم شہر کے کھنڈروں میں قیمتی پتھروں اور پرانے طلائی زیورات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بدوی عربوں کے ہاتھہ لگا ہے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شدہ شہر ہے - سالہا سال سے غیر آباد پڑا تھا - کبھی کبھی صحرا گرد بدوی جنکو شاداب نخلستانوں اور سر سبز چرا گاہوں کی تلاش اِدھر اُدھر آوارہ رکھتی ہے ' تمدن قدیم کی اس یادگار کو آدمی کی صورت دکھا دیتے تھے !

(الف لیلہ کا طلسم)

ایک مرتبہ ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کھنڈروں میں گھوم رہا تھا - ناگاہ اوسکا پانوں ایک پتھر پر پڑ گیا - قبل اسکے کہ وہ اس بات کا اندازہ کر سکے کہ کیا ہونے والا ہے ' پتھر نیچے کو کھسکا ' زمین دھنسی ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تھا - پتھر بدستور اپنی جگہ پر آگیا ' اور راہ بند ہوگئی !

اب بدوی نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ' نکلکر باہر آنے کا کوی راستہ نظر نہیں آتا تھا -

غریب عرب ایک عرصہ تک ادھر اُدھر ٹٹولتا رہا - تاریکی بلا کی تھی - محض اس خوف سے کہ کہیں کسی دوسری نامعلوم مصیبت سے دو چار نہ ہونا پڑے ' اوسنے ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جہد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کی تاریکی کو ایک پہاڑی سوراخ سے نکلنی والے دھندلی روشنی ایک حد تک کم کر رہی تھی - روشنی کا سہارا پا کر اس محصور بلا نے ادھر اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا - کیا دیکھتا ہے کہ ایک گوشے میں قیمتی جواہرات اور طلائی اشیا کا ڈھیر پڑا ہے - یہ خزانہ غالباً طائر اور صیدان کے بحری قزاقوں نے ازمنہ مظلمہ میں جمع کیا ہوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا ہوا ' اس تمام ماحول کو عالم رؤیا سمجھہ رہا تھا - بالاخر اوسنے چند جواہر ریزے اپنے عمامہ میں رکھہ لیے ' اور باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا کہ روشنی جس سوراخ سے آ رہی ہے ' اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا خیال ٹھیک تھا - روشنی کے نیچے ایک سنگی زینہ موجود تھا - بہ مشکل سوراخ تک پہنچ سکا - وہاں پتھر کے کئی ٹکڑے ایک دوسرے پر پڑے تھے - زور کرنے سے ایک پتھر ہٹ گیا اور یہ باہر نکل آیا -

یہ جواہرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماہرین آثار اِنہیں توراۃ سے بھی زیادہ پرانا بتاتے ہیں -

بیان کیا جاتا ہے کہ پیٹرا کا یہ کنز مخفی لارڈ کارناروان کے دریافت کردہ وادی الملوک (مصر) کے خزائن سے بھی کہیں زیادہ بیش قیمت ہے - عجائب خانہ لندن کا ایک وفد اس گم شدہ شہر کی تحقیقات کیلیے جا رہا ہے -

(جغرافیائی محل)

یہ مقام ساحل بحر قلزم سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے - نقشہ کے دیکھنے سے بحر قلزم کا بالائی حصہ دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم ہوگا - اس کے شمال میں جزیرہ نماء سینا ہے جسکی شکل مثلث نما ہے - سینا کا جنوبی نوکدار کنارہ بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا ہے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کی وہ شاخ ہے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم ہے - آج کل یہ تجارت عالم کی شاہراہ عظیم ہے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وہ حصہ ہے جو خلیج عقبہ کے نام سے پکارا جاتا ہے - یہ جگہ اب متروک ہوگئی ہے - جہاز بہت کم آتے جاتے ہیں - ایک طرف سینا کی ننگی پہاڑیاں ہیں - دوسری طرف خلیج عقبہ کے پہاڑوں اور صحراء عرب کا ناپیدا کنار سلسلہ ہے - اس خلیج کے ساحل پر کوئی بندر گاہ نہیں ہے - قصبہ عقبہ کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقی تمام حصہ غیر آباد اور پتھریلا ہے - بحر شمالی و بحر جنوبی کے دور دراز سواحل کو چھوڑ کر جہاں بمشکل ذی روح وجود کا پتہ چلتا ہے ' دنیا کا کوئی ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نہیں ہے !

لیکن پرانے زمانہ میں خلیج عقبہ کی اہمیت ہمارے زمانہ کے خلیج سوئز سے کہیں زیادہ تھی - تین ہزار سال قبل یہاں حضرت سلیمان کے بحری مراکب ہندوستان کی اشیاء تجارت بار کیے ہوئے ہر وقت لنگر انداز رہتے تھے - جب تک ہندی و ایرانی تجارتی قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رہے ' یہ ملک تمدن عالم کا مرکز رہا - جب شاہراہ تجارت یہاں سے دوسری جانب منتقل ہوگئی ' اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راستہ دریافت کر لیا گیا ' تو یہ ساحل رفتہ رفتہ غیر آباد ہوگیا - صلیبی لڑائیوں کے زمانہ میں مسیحی مجاہدین نے اس نواح میں کچھہ بیداری پیدا کردی تھی ' مگر سلطان صلاح الدین کی تیغ جہاد نے یہ حصۂ عالم بھی صلیبیوں پر تنگ کردیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انسانی آبادی سے ہمیشہ خالی رہے -

جنگ عظیم کے زمانہ میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپنی افواج کا عقبی مستقر بنایا تھا - ہر ہفتہ انگریزی جنگی جہاز اور دخانی کشتیاں سامان حرب سے لدی ہوئی ساحل پر آتی تھیں - سنہ ۱۹۱۷ ع اور سنہ ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نہایت پابندی سے قائم رہا ' اور ایک

بہرام آغا خواجہ سرا
جو تمام وزرا پر حکومت کرتا تھا

عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا - اس نے آتے ھي عراقي تحریک کا خاتمہ کردیا - ساتھہ ھي بکرسامي بک کو بیروت کي گورنري پر مقرر کیا ' جو اپنے تدبر اور سخت گیري میں بہت شہرت رکھتا تھا ' اِس نے کچھہ ایسے پیترے بدلے ' کہ شامي تحریک بھي سرد پڑگئي ' اور پیرس کي موءتمر میں جو کچھہ طے پایا تھا ' اُسکا اکثر حصہ کالعدم ھوگیا !

اب جنگ عمومي کي خوفناک گھٹائیں فضا میں پھیل رھي تھیں - وہ مصیبت سر پر آگئي تھي جسکا تصور بھي کبھي انساني دماغ نے نہیں کیا تھا -

---

جنگ عمومي کے بعد

سنہ ۱۳۳۲ ھ (۱۹۱۴) ء سے سنہ ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵) تک

دستوري نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقي کو ناکامي ھوئي - اِس تلخ تجربہ کے بعد اِس انجمن کے ارکان میں آیندہ طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا ھوا - اکثریت " تورانی تحریک " پھیلانے کے حق میں تھی ' اور اقلیت " اتحاد اسلامي " کے فکر کو عملي جامہ پہنانا چاھتي تھي - یہ اختلاف ابھي ختم نہیں ھوا تھا کہ عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ' اور اکثریت کو اقلیت کي رائے کے سامنے جھک جانا پڑا - اب بجز اِس کے کوئي چارہ کار نہ تھا کہ تمام اسلامي عناصر ' خصوصاً عربوں کي تائید اسلام کے نام پر حاصل کي جائے -

چنانچہ انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیرہ کو شام بھیجا کہ عربوں کے اسلامي جذبات بیدار کریں - پھر جمال پاشا نے جو شام کے جنگی حاکم تھے ' عربوں کي مدارات شروع کي اور عربي تحریک سے اپني گہري دل چسپي اور ھمدردي کا اظہار کیا - فرانسیسي قنصل خانہ سے جو کاغذات دستیاب ھوئے تھے ' اُن سے اُنھیں صاف معلوم ھوگیا تھا کہ بہت سے سر بر آوردہ شامي ' ترکي کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے ھیں - مگر اُنھوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشي کي - البتہ عیسائیوں سے پوري باز پرس کي گئي -

جمال پاشا نے صرف شام ھي میں نہیں بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں دیني جہاد کا غلغلہ بلند کر دیا - کربلا ' نجف ' بغداد کے علماء کي دیني حمیت جوش میں آگئي - شریف مکہ ' سلطان ابن سعود ' ابن رشید ' امام یمن ' تمام اُمراء عرب کو جہاد کي دعوت دي گئي -

حسین رامي پاشا
محکمۂ جاسوسي کا سرغنہ

لیکن نوجوان ترکوں نے بہت جلد دیکھہ لیا کہ مسلمانوں اور عربوں میں اُن کي دعوت کوئي گرم جوشي پیدا نہ کرسکي - بلکہ جنسي و نسلي اور مقامي مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بھي اُن پر غالب رھا - وہ سلطنت عثمانیہ اور خلافۃ اسلامیہ کي حمایت و نصرت پر آمادہ نہ ھوسکے - ھندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزي اور فرانسیسي جھنڈے کے تلے جمع ھوکر آے ' اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

اِس نامرادي کا نتیجہ یہ ھوا کہ تورانی تحریک کے حمایتیوں کو پھر زور حاصل ھوگیا - ناچار انجمن اتحاد و ترقي کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

عربوں کي ناعاقبت اندیشي نے اور زیادہ ترکوں کو مایوس کردیا تھا - شام کے چند خود غرض اور برخود غلط افراد طیار ھوگئے کہ اس نازک وقت سے فائدہ اُٹھائیں اور دول متحدہ کا ساتھہ دیکر " عربي امارت " کي بنیادیں قائم کردیں - بہت ممکن تھا کہ اِن لوگوں کے انقلابي افکار عامۃ الناس میں مقبول نہ ھوتے ' لیکن اُسي موقعہ پر حجاز میں برطانوي سازشیں کامیاب ھوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حملہ کي طیاریاں کررھا تھا ' اور تمام ساز و سامان مکمل ھوچکا تھا ' اچانک اُس نے دیکھا کہ شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کي بغاوت نے اس کي تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا ھے !

غازي مصطفی کمال پاشا

افسانہ

روحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان ٹبرو دیچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سُنایا:

سنہ ۱۸۵۲ کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ وحشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس سے گزرتا، ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سُنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہوگئی۔ آج ہی توبہ کرلے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ اُسوقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گرا پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا "اگر اِس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہے تو بس آج ہی رات میرا خاتمہ ہے! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ کریں گی، یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی ....."

میں نے دیا سلائی جلائی۔

"ہیں!" میں گلا پھاڑ کر بے خودی سے چلّایا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ سر سے پاؤں تک تمام بدن کانپ رہا تھا۔ شاید ظلم گردش میں پہنچکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کرلی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو! اسوقت بھی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب لگی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آج تک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرایش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور کھڑا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک مکمل تابوت! اس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کامدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟ ...."

اچانک مجھے خیال آیا "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ موت کا تحفہ میرے لئے مہیا کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لائے؟ ......"

پھر میرے پراگندہ دماغ میں ایک اور خیال آیا:

"ممکن ہے یہ کارروائی اُسی روح کی ہو جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہوگئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اُوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہوگیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئے" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہوجاؤں گا"

مگر اس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست ردسٹوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کنیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے مُنہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہوجائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہوگیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطان روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبالیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہوگیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی کر کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں .... آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہوگئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہوچکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال دُہراتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست، گوڈسا روف یاد آگیا۔ اس نے

عارضي چهل پهل پيدا هوگئي - ليکن جنگ کے خاتمه کے بعد يه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور يه حصه پهر شهر خموشاں بن گيا -

خليج عقبه کے دهانه سے ايک پہاڑي اور ريگستاني سلسله شروع هوتا هے جو اندرون ملک ميں دور تک چلا جاتا هے - پيٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - ميل کي مسافت پر واقع هيں - پهاڑوں کے درميان اس شهر کا محل وقوع هے - بدو رهنما کے بغير ان آثار تک سياح کي پهونچ مشکل هے - پيٹرا سے شمال کو ۲۰ ميل کے فاصله پر وادي بحر ميت هے - سيدهے هاتهه يعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عريض ريگستان هے - سامنے ارض ادوم يا ادوميا کے پهاڑونکا وه سلسله هے ' جو باب الرقيم يا پيٹرا کا پهاٹک کهلاتا هے - اس سلسله کو قطع کيے بغير پيٹرا تک پهونچنا محال هے - دوسري جانب پهاڑي مگر ڈهالو راسته هے - اس پر سے هوکر نيچے اترتے هيں - چند گهنٹے کے پهاڑي اور پيچ در پيچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا هے - سفيد ريت کے ٹيلونکے ختم هونيکے بعد ايک تنگ دره ملتا هے - يه بلند پهاڑي ديوار کا دروازه هے - يهاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - ميل سے کم هوکر صرف ' ۱۲ - فيٹ رهجاتي هے - دره کي ديواريں هزارها فيٹ اونچي هيں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هيں - اس شق کي راه سے [illegible] کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ افتاں و خيزاں راه طے کيا کرتے هيں - پتهرونپر چاروں طرف چهپکلياں لپٹي هوئي هيں - هر هر قدم پر تنگنائے زياده وحشتناک هوتي جاتي هے - راسته ميں ايک پهاڑي شگاف ملتا هے جس سے شفاف پاني کا [illegible] موجزن هے - عرب کهتے هيں ' يهي وه جگه هے جهاں حضرت موسى عليه السلام نے عصا مارکر اپنے پياسے همراهيونکے لئے پاني کے چشمے جاري کر ديے تهے - يه وادي وادي موسى کے نام سے موسوم هے - وادي اسقدر تنگ هے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي ديواريں بخوبي چهوي جاسکتي هيں - اکثر جگه ارد گرد کي پهاڑياں بلند هوکر چهت کا کام ديتي هيں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهيں ديتا - سورج کي شعاع بهي يهانتک نهيں پهونچتي -

(يوناني مندر)

ايک گهنٹه کي مسافت کے بعد سياح ايک تيز گهاؤ سے گذرتا هے - اب نظر کے سامنے ايسا دلفريب اور حيرت خيز منظر آجاتا هے جو ايک عرصه تک کيليے از خود رفتگي کي کيفيت طاري کر ديتا هے - يوناني طرز کا ايک نفيس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا هے - اوسکا دلفريب حسن اور دلکشا طرز ' حد درجه متاثر کرنيوالا هے - عهد کهن کے صناعوں نے پهاڑوں سے کاٹ کاٹ کر يه خوبصورت عمارت تعمير کي تهي -

ادومي پهاڑونسے يه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام ليا گيا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزين هے ' اور ريشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي هے -

دنيا کا کوئي اور پهاٹک ' دنياء قديم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زياده اثر ڈالنے والا نهيں هے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سيکري بهي اسکا مقابله نهيں کرسکتا - روماني و يوناني مخلوط فن تعمير کے طرز پر يه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پهاڑي سے طيار کيا گيا تها - اسکا عهد تعمير روماني شهنشاه هڈرين کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا هے - اهل عرب ميں اس مندر کا نام الخزينه مشهور هے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ايک ديو پيکر صراحي نما ظرف هے - عرب کهتے هيں که يه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمايه کا مخزن هے - شروع سے اسے توڑنے کي کوششيں کي گئيں مگر کاميابي نهيں هوي - کرنيل لارنس کے ساتهيوں نے بهي هزاروں گولياں چلائيں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زياده اثر نه هوا - نهيں معلوم کس ديوي يا ديوتا کي يهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنيل لارنس کي راے ميں مصري ديوي " ايسيس " کي پرستش هوتي هوگي - کيونکه هيڈرين کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اسي ديوي کے سامنے سر بسجود تهے -

يهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بيضاوي نشيب ميں واقع هے - سطح سمندر سے ۹۰ هزار فيٹ اونچے محدب حصه سے شروع هوتا هے - وادي کي بلندي صرف ايک هزار فيٹ رهجاتي هے - اس نشيب ميں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هيں - يه تمام عمارتيں پهاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهيں !

پيٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اس سياح کو جو مشرقي ديوار عبور کرنيکي جرات کرتا هے ' اپني جانب مائل کرليتي هيں - سورج کي کرنيں ارد گرد کي پهاڑيوں کو قوس قزح بنا ديتي هيں - انکي چمک بلوچستان کي ارغواني پهاڑيوں سے بهي کهيں زياده دلکش هے - پهاڑيونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهريں نکلتي رهتي هيں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاريکي چها جانے سے پہلے ' ايسا معلوم هوتا هے ' گويا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجيں امنڈ رهي هيں !

محمد يحيى - ايم - اے - ايل - ايل - بي
وکيل بدايوں

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ ولکنگھم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز ہائی نس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

"مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختار کے کاغذات کی صحت سے مطمئن ہوکر، ہز ہائی نس امیر فیصل بن عبدالعزیز اور سر گلبرٹ ولکنگھم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اقرار کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم حسن تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل سے سعی کرینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دیں جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل رہے گی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہوجائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کردیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوجائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کرلیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہوچکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سدباب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ جلد سے جلد یہ معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آجائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہے گا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۶ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے سے اعلان نہ کرے گا کہ وہ معاہدہ باطل کردینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہے گا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا، جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کردے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہوگیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلم بند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا۔"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کرلی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہوگئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کرلی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہوگئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے، اور جواب تک حجاز میں، اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جابجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آگیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شایع ہوگئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرانے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رو سے بہت سے مشرقی ممالک جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کردیئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہوجائے اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہوجائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہوجائے گا جو اُس پر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کردیئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ حصے پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُس نے اصل اعتراض تسلیم کرلیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کردی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا، لیکن اُس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے ازحد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کرلے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور ابن اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک مرتبہ پھر مجبور ہوگیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کرلے جو اُس کی پرانی آرزوؤں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کرلی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے اُنھیں عرب کا ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کرسکتا عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کردیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھولے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر منڈلائیں اور تیسری طرف خلیج فارسی کے نیم برطانی علاقوں پر حملہ آور ہوجائیں عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارسی کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں [illegible] قریب، نجدی دعوت قبول کرچکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ اُن ممالک میں قیامت برپا کردے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھائے یہ تمام بلائیں اپنے سر نازل کرلے لہٰذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کرکے لاچار کردیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کررہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کررہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کرلیا تھا کہ اگر اُس نے اس موقعہ پر ذرا سی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس اُس پر بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کردیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہوسکے۔ برطانیہ اسوقت روس سے ازحد خائف ہے۔ اُس کا یہ ارادہ معلوم کرکے بالکل بدحواس ہوگیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کردی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہوجائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آجائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اسوقت حجاز میں اجرا در پیش ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا، کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے اِدھر اُدھر دَوڑ رہا ہو۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہو۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دَوڑو! دَوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ کو ٹکرایا۔

"سارون! سارون! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست سارون ہی تھا۔

زینے پر دُھندلی روشنی تھی۔ سارون نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجب قسم کی وحشت ظاہر کر رہی تھیں!

"سارُن!" میں پھر چلایا۔

"ریکیموف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی "ریکیموف! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑگئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہے؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمھاری حالت کیا ہو رہی ہے؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا "ذرا دَم لینے دو۔ آہ میں اِس وقت تم سے مِلکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرات ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنتیں! اُس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کردی ہیں؟ کیا تم یقین کروگے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا..... اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہے!"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگزشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بُزدل نہیں ہوں۔ لیکن اِس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہو جائیگا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کردئے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہے......"

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہ بیک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اِس لئے ایک دوسرے کو مُکّے مارنے لگے تاکہ معلوم کرلیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" سارون نے کہا "ہم مُکّے کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم وخیال نہیں ہے۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آکے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہئے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگا کر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید ریشمیں چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جابجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کرلے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پُورے جسم سے کانپ رہا تھا "دیکھنا چاہیے معلوم کیا ہے؟ تابوت خالی ہے، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہے؟"

بڑے پیش وپس کے بعد سارون نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست سارون!

"تمھیں معلوم ہے ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہے۔ مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہے کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہے۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہے (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہے) اب ہمارے لئے فقر وفاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ہمارے خاندان نے مشورے کے بعد طے کیا ہے کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات نکالے جاسکتے ہیں، نکال دئے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیج دیا ہے۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتہ سے زیادہ تمھیں اسکی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکر گزار ہوں گے"

تمھارا مخلص "ایوان گودین"

(۹)

اِس واقعہ کے بعد تین مہینے تک میں اپنے اعصاب کا علاج کرتا رہا۔ اب تک یہ حالت ہے کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دروازے پر خوف سے رُک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آجایا کرتا ہے۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدّہ کے قلم سے)

معاہدہ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اِس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت وشنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی واقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے اِس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دُنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھکر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہے۔

دراصل ۱۹۱۵ء کا معاہدہ جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اِس لئے مجبور ہوکر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کرلیا تھا لیکن جنگ کے چندہی سال بعد وہ اِس سے بے پروا ہوگئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کرلئے۔ اِسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کردی، اور برطانیہ کے پروردۂ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کردیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہوچکا تھا، اور اِس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اِس کے لئے گذشتہ ماہ مئی ۱۹۲۷ء گفت وشنید شروع ہوگئی اور اب ۲۲ رستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہوگیا ہے۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آیرلینڈ، برطانی مقبوضات ماوراء البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز ونجد وملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہے کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اِس غرض کے

سینہ میں چھپالے، اور وقتِ مناسب کی منتظر رہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۲۰ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرون شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جسمیں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا۔"

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرائی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیج دیا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ہولناک رات آگئی جو مرحوم اور اُس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیج دیے گئے تھے۔ لیکن اُن کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ اپنے معتمد دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک نہ پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فخری نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آگیا تھا۔ اُسنے اس مسودہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے ۱۹۰۸ء میں شائع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشت حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانۂ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی ۱۹۰۸ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعر ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اُسوقت ان اوراق کا مصنف ملک ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۵ سال اس راہ میں بسر کر دئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اُسوقت لکھے تھے، جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا، اور شقی و جانی پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُس پر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد پادشاہ اور اُس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکام ہر آن اُس کے انفاس حیات کم کرنے کے پیچھے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اُسوقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش ملکیت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے انھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انہی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب ۱۳۰۱ ہجری کو رات کے ۸ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کرینگے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر ۱۲۳۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ ودین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اُسنے اُس رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلباء کو ایک علحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اُسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا، اُس دن سے "شفیق" کی جگہ "مدحت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ لونجہ کے قاضی مقرر ہو گئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ لونجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب ۱۲۵۴ھ میں حکومت نے "مدرسۂ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

۱۲۵۷ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اُس کی عملی زندگی، اس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفاتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن ۱۲۵۸ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ قسطمونی میں گیا۔ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُس پر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے جنگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانہ حکومت کے ۲۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۲۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منچیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی اناطول میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفےٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بُنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولوالعزم شخصیت نمودار ہو، جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشوونما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفےٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہو سکی۔ مصطفےٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور "لائحہ اصلاحیہ" پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلاوطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشوونما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہوگئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بار آور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُر فریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دیئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ترکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری ایلیٹ (انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ) نے ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی ذاتی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے، جہاں تک مشرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُسوقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُسوقت دنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقت حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایتہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیل ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا، جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمال حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ترکی اور ترکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خریدلی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدحت سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پرجوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یورپ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایتہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری ایلیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشاف حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ ان خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیر زادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ریاست کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت اثر و رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ ان سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہونچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیجدیئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری نا تمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمال حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور سنہ ۱۹۰۶ء میں پیرس سے شائع کی پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی اڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقت حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دیئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۲۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مسخر نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

سنہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوش صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت اپنے

بریدِ فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی۔ قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کرچکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر فوراً واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کردیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کررہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہوجاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کردی۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہوجائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہوجائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہوجائے گا۔

دراصل قیصر ولہلم نے اُسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کردیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہوگئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزتِ نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اُس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہوگئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کیلئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کررہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیتہً دُور ہوچکی ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہوگئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کررہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اُسے معزول کردیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزار دئے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کرلی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دُور کردیا ہے۔ اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کردیا:

"میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اُس نے خود ذلت اُٹھانا گوارا کرلیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہوجاتیں کیونکہ اُس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کرکے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کردیا تھا"

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کردیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دُور کردیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اوڑھ لی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کرلیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرادی۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کردیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کردی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کردیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ دریا سکسونی میں بالشویک خیالات مقبول ہوگئے ہیں اور وہاں عنقریب سوویٹ حکومت قائم ہوجانے والی ہے) صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہورہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروفِ عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دُنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دُور کردے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دُنیا کی عام رائے اب قیصر کی اُتنی مخالف نہیں ہے جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام "شعبۂ خارجیہ" ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دُول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، اِلّا یہ کہ مسٹر لائیڈ جارج پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی امید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام "انجمن مظاہرات" ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ پورے جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کررہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کرچکی ہے۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہوچکے ہیں

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اُس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہوگئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہوچکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹرسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے کوشش ہورہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کردیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہے کہ اسوقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

وطن کردیں۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا سلطان نے اُسے صوبہ بروسہ کا حاکم مقرر کرکے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہوجائے حسین عونی بیمار تھا۔ مگر سلطان نے اُسے جبراً بھجوا دیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ مدت بعد حسین عونی پاشا بروسہ سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ عام رائے سلطان کے معزول کردینے پر مصر ہے۔ اُسنے اس بارے میں بعض سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی۔

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ سالاری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرا دینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات رومیلی کا حاکم بنا کر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والی امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ نکل آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کر دیئے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہو چکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو عدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کر لیا، اور سنہ ۱۲۷۱ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۲ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کر لیا۔ ۲۰ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قیدخانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دیئے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہو گئی جو بلقان کی اس پیچیدگی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے آ‌محمد پاشا بھی معزول ہو چکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلا لیا۔ مدحت آفندی نے رومیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا۔ حکومت نے اسے تشکر کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہو سکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہو گیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سودمند نہیں ہو سکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس معمول حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہو گیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دار الحکومت سے غیر حاضر ہو گیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا، اپنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کر دیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہو گیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہو گیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں، محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کر لیا کہ "مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہو گیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کر ڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کر دی اور ثابت کیا، کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے عہدیداروں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کرلی، اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کر دیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہو کر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کر دیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہو گئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کر دی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبد المجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرا دیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہو گیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہو چکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہو چکے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۴ھ میں یورپ روانہ ہو گیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ٹرکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہو چکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہو گئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہو گیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کر لی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

سنہ ۱۲۷۵ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہو چکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہو گئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبد المجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبۂ نیش کی حکومت سپرد کر دی جائے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۷ھ میں مدحت آفندی اُس صوبہ کا والی مقرر ہو گیا۔ اور سلطان عبد المجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبد العزیز

سلطان عبد العزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت از حد زبوں ہو گئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہو گئیں، اور یورپ نے متحد ہو کر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کر رہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہو گئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کر رہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا۔ نہ کسی کی نصیحت سنتا تھا، نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ یورپ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کر دیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزی گوینا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہو گئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے، ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ: "باغیوں نے تمھارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کر ڈالے"۔ طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کر دیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقع ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کر کے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کر دیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کر دیئے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلیٰ کا رکن مقرر ہو گیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کر دیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانہ سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کر لیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کر دیا کہ دار السلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کے قتل کی عام طیاریاں کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے سو مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیئے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کر دی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کر دیا، اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بازاروں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہو سکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کر دینے سے عام رائے مطمئن ہو جائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو جلا

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رح نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی؛

"دنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ منہ سے لگا ہے۔ نہیں علم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارکباد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے؛

"اے وہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی بادشاہی جا رہی ہے! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے!"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المؤمنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" اس پر روح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنی 'مخارق' آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے منہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

۲۲۱ھ (۸۳۵ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی تفاقرہم ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا؛

"اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"میں شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد بادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اٹھ گیا چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا؛

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۸ھ۔ ۸۶۲ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سن ہو گیا ہو حتی کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حساس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد ہونے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے؛

اترجو ان تکون وانت شیخ کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبتک نفسک لیس ثوب دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولہواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی وخذ صفوہا ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تامن الدہر الذی قد امنتہ فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا دیکھو اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع عدوا ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع فشردتہم غربا ومزقتہم شرقا!

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، اُنھیں پراگندہ کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزا ورفعۃ وصارت رقاب الخلق اجمع لی رقا،

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما، فاخمد جمرتی فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا القی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھ، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد لذی ملک منہا، ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیا لیت شعری بعد موتی ما القی الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہوچکا ہو، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہو؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شائع کی ہو۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاوطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہوجائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہوجائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہوجائینگے۔ بہت سی سلطنتیں ناپید ہوجائیں گی۔ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہو۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہو۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفار کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر سلطنت نے مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کرلئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پُوری طرح طیار ثابت ہوں" یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہو مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہو جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں میں نے پُوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہو۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہوگئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہوگیا ہو!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی قوموں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہو۔ سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آیندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفرا اور دول کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہو کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوابازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کردی ہو ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈ برگ نے اپنی حیرت انگیز جرات سے ثابت کردیا ہو کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہو۔ آیندہ جنگ ایسے ہوا باز پیدا کرے گی جو سمندر کی موجوں پر رہیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کردیں گے کہ سمندر پار ہو کر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زیپلن نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زیپلن وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہوجائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہوسکتی ہو۔ اگر اعلیٰ حضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کردے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کردے سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا! لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمھیں اُن قوموں کے نام بھی بتلادے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلاوطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھاکر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سلگا رہی ہیں!"

"آیندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صُور پھُنکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قومیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سوگنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کرے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہو، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پُوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہوجائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسوں کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہو۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہو۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتح یاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمہ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُودادیں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہوجایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اسوقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہو۔ خاص طور پر روس کا محکمہ جاسوسی سب سے زیادہ منظم ہو۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہو۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو۔ حالانکہ اگر اِن سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوششیں بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہوسکتی ہیں اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن و سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دُنیا سے الگ کردیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء

معاہدہ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کرچکے ہیں جس میں معاہدہ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہو کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہوسکے، ضمیمہ میں اُنکے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہو، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کردئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۷ء موصول ہوا ہو۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہ موجود ہو جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کردی ہو جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہو جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہو۔

پہلا خط سر گلبرٹ کلیٹن کا (مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۲۷ء) ہو جسمیں وہ لکھتا ہو: "آپکی تجویز ہو کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑہا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دور کردی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہوسکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑہانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہو کہ میں آپ کو اطمینان دلادوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھادی گئی ہو، اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہو۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ مئی کو لکھا گیا، "آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ" جزیرۃ العرب میں اسلحہ جنگ کی خرید اور انکا درود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہو" شکریہ ادا کیا جاتا ہو"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہو۔ حکومت حجاز معترض تھی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاُردن کی حدود طول بلدہ ۳۸ شرقی اور عرض بلدہ ۲۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ اسپر ۱۸۔ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مُصر ہو۔ چونکہ بحالت موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہو، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کردیا جائے، اور آئندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلہ اسلحہ کا تعلق ہو

تو تھا، برطانی حکومت اسپر آمادہ نہ ہوئی کہ معاہدہ میں صاف صاف اپنا موقف ظاہر کردے۔۔ رہ جہان تک عقبہ و معان کا تعلق ہو، موجودہ صورت حال جاری رہیگی۔ برطانیہ نے اس بارے میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا ہو جس سے ثابت ہو کہ وہ اس مسئلہ کو کم از کم زیر بحث تسلیم کرتا ہو۔ البتہ حکومت حجاز ☆

نے آئندہ کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہو اور اپنا حق اعتراض محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

مطبوعات الهـــلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

أسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بهترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هولیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدللہ یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

قیمت ۱۲ر (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگواکر

استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۹

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBAIRI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

~~MAULANA ABUL KALAM AZAD.~~

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ ۱ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ ھجری | نمبر ۱۹

Calcutta : Friday, 28, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۸۰ مراسلات وصول ہوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۲۵	اردو حروف کی حق مین	۴۲۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۵۱۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۶۱	نستعلیق ہون	۱۵۱۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الہلال

الهلال

ہر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جدید ترکي)

سنه ۱۳۴۲ ھ (۱۹۲۳ع) سے ابتک

مصطفی کمال پاشا نے نئي قومي حرکت کا علم بلند کیا ' اور عثماني شہنشاهي کے کھنڈروں پر جدید ترکي سلطنت کي بنیادیں تعمیر کردیں !

ترکوں کو خاص اپنے آبائي وطن پر یونان کي غاصبانہ حکومت سے سخت اذیت هوئي تهي - وہ کسي طرح بهي یه ذلت برداشت نہیں کر سکتے تھے - وہ منتظر تھے کہ کوئي مرد میدان اُٹھے ' اور یه اُسکے زیر علم قومي جہاد شروع کر دیں - ضرورت نے مصطفی کمال پاشا کو پیدا کر دیا ' اور ترکي قوم نے پوري خود فروشي کے ساتھ اُس کا ساتھ دیا -

اُس وقت قسطنطنیه پر دول اِتحاد کا قبضه تها - سلطان اُنکے هاتھ میں کٹھ پتلي سے زیاده وقعت نہیں رکھتا تها - جوں هي دول متحده نے اناطولیه میں بےچیني دیکھي ' سلطان سے ایک فرمان شائع کرا دیا جس میں مصطفی کمال اور اُسکے تمام ساتھي باغي اور مستحق قتل قرار دیے گئے تھے - یه پہلا موقعه تها که ترکوں کو [illegible] عثمان کے خلاف بغاوت کا خیال پیدا هوا ' اور اُنھوں نے اِس خاندان سے همیشه کیلیے پیچها چھڑا لینے کا عزم کرلیا -

سنه ۱۹۲۰ - میں اناطولیه کي مجلس قومي نے منظم فوج طیار کرنے کا فیصله کیا - اُس وقت تک لوگ کمالیوں کي مجاهدانه جرأت پر هنستے تھے - یہانتک که سنه ۱۹۲۱ - میں " آریں نو " کے معرکه میں عصمت پاشا نے عظیم الشان فتح حاصل کي - اب دنیا کي نظریں مجلس قومي کي طرف اُٹھ گئیں - اُسے عزت کي نگاھوں سے دیکھا جانے لگا - وہ ترکي قوم کي نمائنده تسلیم کرلي گئي !

شروع میں مصطفی کمال پاشا شخصي ترفع و ظہور سے تنفر ظاهر کرتے رهے - وہ کہا کرتے تھے ' مَیں یه مهم ختم کر کے کسي دیہات میں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگي بسر کرونگا - لیکن جوں جوں کامیابي یقیني هوتي گئي ' اُن کے خیالات میں بهي نمایاں تغیرات هوتے گئے - یہانتک که صاف کہنا شروع کردیا " مجلس قومي کي حکومت ' سلطنت آل عثمان کے کھنڈروں پر قائم کي گئي هے " اِس [illegible] اُنھوں نے اپني نیت کا [illegible] اظہار کر دیا تها که اب وہ آل عثمان کي حکومت نہیں چاهتے - پهر فروري سنه ۱۹۲۳ع میں سمرنا کي اقتصادي مؤتمر میں اِس سے بهي زیاده صاف الفاظ اختیار کیے گئے " اِن سلاطین نے ملک کي تمام دولت اپني عیاشیوں میں برباد کر ڈالي - قوم کو فقیر اور قلاش کرکے چھوڑ دیا ! "

اُنھوں نے یہي نہیں کیا که انگوره کو حکومت کا مرکز قرار دیا اور خود مجلس کے صدر منتخب هو گئے ' بلکه مجلس میں اپني هي جماعت کو اکثریت بهي دلائي - اب اُنکے اختیارات بے روک تھے - اُنھوں نے فوراً آل عثمان کي حکومت ختم کرکے جمہوریت کا آخري اعلان کر دیا ' اور خود جمہوریت کے پہلے صدر منتخب هو گئے !

کمالي اصلاح کي راہ میں " خلافت " ایک روک سمجهي جاتي تهي - چنانچه اُسے بهي انھوں نے هٹا دیا - پهر قوانین سلطنت کي بهي ترمیم و تنسیخ کي - ملک کي اجتماعي زندگي کي هر شاخ میں بهي انقلاب عظیم پیدا کردیا - اب وہ ایک ایسے راسته پر چل رهے هیں جو اُنکے نزدیک بہترین راسته هے - مستقبل فیصله کریگا که یه راسته صحیح هے یا غلط ؟ لیکن اس میں شک نہیں که جہانتک ملک کے اجتماعي اور معاشرتي انقلاب اور یورپ کي مقلدانه روح کا تعلق هے ' اِن کي راہ اعتدال و صواب کي راہ نہیں هے -

سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک !

(۱) محمود شوکت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقي کي دستوري حرکت کے فوجي مظہر تھے - جنھوں نے سنه ۱۹۰۸ میں بغیر کسي کشت و خون کے سلطان عبد الحمید مرحوم کو معزول کردیا -

(۲) غازي مصطفی کمال پاشا جو ترکوں کي جمہوري تحریک کے باني و زعیم هیں - انھوں نے سنه ۲۴ - میں نه صرف عثماني خلیفه بلکه عثماني خلافت کا منصب هي ختم کردیا -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۳)

تورانی دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ع) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸) تک

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اسے سنا - مگر زیادہ مانوس نه هوئي - کیونکه اِس برق کے پھونکنے والے اگرچه

طلعت بے

اتحاد و ترقي کا سر برآوردہ رکن

نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور ان پر ترکوں کو پورا بھروسه نه تھا - وہ بارها دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عهد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھه رهے تھے - ان میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغاییف بک تھے -

لیکن چونکه یه نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذهنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد توحش دور هوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع هونے لگے - وزارت داخلیه ' مشیخة اسلامیه ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منه اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یهي نهیں بلکه تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف هوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں -

جاوید بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشته سال انگورہ میں پھانسي دي گئی -

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگانے کیلیے مبلغین اور دعاۃ بھیجے گئے - غرضکه ایک نئي حرکت پیدا هوگئي - جرمني نے بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي ' اِس تحریک کا خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ساعي هوگئي -

تھوڑي هي مدت بعد بظاهر کامیابي کے آثار نظر آنے لگے - اُسي زمانه میں روس کا انقلاب ظهور میں آیا اور بالشویک حکومت قائم هوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توراني دعوت کو بڑي گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچه سنه ۱۹۱۷ کي توراني موتمر میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوام کے یکجا هوئے ' اور بڑے جوش و خروش سے " اتحاد توراني " کے راگ گائے گئے -

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں شکست اُٹھاني پڑي - ایسي شکست ' که قریب تھا ' ترکي حکومت کا همیشه کیلیے خاتمه هو جائے - سنه ۱۹۱۹ - میں دول اتحاد دارالخلافه پر قابض هوگئیں ' اور وہ وقت آگیا که یا تو کوئي عجیب اور غیر معمولي قوت پیدا هوکر ترکي حکومت کیلیے نیا سامان حیات بهم پهنچا دے ؛ یا چھه سو برس کي یه تاریخ عظمت و جلال همیشه کیلیے ختم هو جاے !

جمال پاشا

جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچهه عرصه کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع ہوگیا - اهل اسیریا نے رفته رفته ان کے ممالک چهین لیے - ادومیا بهي باجگذار بن گیا - اهل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے هاتهوں شکست ملي ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسماعیل کے ۲۲ - لڑکے تھے - " نابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بهائیوں کي اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پهیل گئیں - بنو نابت کو نبطي یا بنو نبایوط بهي کهتے هیں - نبطیوں نے نهایت ترقي کي - ابتداء ان کا پیشه صحرائي قزاقي تها - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشي ' شیشه سازي ' ظروف سازي ' پارچه بافي ' میں ان کا کوئي ثاني نه تها -

انباط کي سلطنت بهت وسیع تهي - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پهیلے هوئے تھے - پیٹرا یا رقیم ان کا دارالسلطنت تها - ادومي و نبطي عهد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تها - پیٹرا کے عروج کے وقت وادي موسیٰ دنیا کي مشهور ترین شاهراه تهي - کاروانوں کے گهنٹوں کي غیر منقطع جهنکار اور پے در پے قافلوں کے شور و هنگاموں نے اهل روما کو بهي متحیر کردیا تها - انباط کا آخري بادشاه حارث رابع تها - یه بادشاه حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ (علیهما السلام) کا هم عصر تها - اس نے یهودیوں کے بادشاه هیروڈوٹس قاتل حضرت یحییٰ پر فوج کشي کي ' اور میدان جنگ میں هزیمت دي - پولوس حواري اسي حارث کے یہاں قید تها ' اور جیل خانه سے کسي نه کسي طرح فرار هوگیا تها - حارث کے بعد کوئي طاقتور حکمران پیدا نهیں هوا - دولت انباط اهل روما کي نا قابل تسخیر قوت کي تاب مقاومت نه لا سکي ' اور همیشه کے لیے اپني آزادي کهو بیٹهي -

عهد نامه عتیق میں " سلاع " کے نام سے اس شهر کا تذکره هے - عبراني زبان میں سلاع کے معني پهاڑي کے هیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردي تهي ' تو یه شهر بهت زمانه سے آباد تها ' اور پرانا شهر کهلاتا تها - بعض روایات میں آیا هے که بنو اسرائیل نے صحرا نوردي سے تنگ آکر اهل پیٹرا سے پناه کي درخواست کي تهي ' لیکن انهوں نے اپنے دروازه ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسي لیے انبیاء بني اسرائیل نے اهل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کي تهیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصري تمدن کے زیر نگیں رها - مصریوں سے اهل پیٹرا کے تجارتي تعلقات جاري رهتے تھے - ادوم کے بادشاهان قدیم کي شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں هوتي تهیں - فن سنگ تراشي میں پیٹرا نے مصر سے بهت کچهه سیکها تها - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کي تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شهروں میں پیٹرا مضبوط ترین شهر سمجها جاتا تها - سکندر اعظم نے بهي اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بهیجي تهي ' لیکن پهاڑي دیوار عبور نه کرسکي - اگرچه یوناني تلوار پیٹرا کو فتح نه کرسکي ' لیکن یوناني تمدن نے اسے مفتوح کرلیا - یوناني علوم و فنون یهاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشه گاهوں ' عریض معابد ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کي هوئي عیش و عشرت نے ' اسے سیاحان وقت کا کعبه سفر بنا دیا تها - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکهتے تھے - تجارتي لحاظ سے یه نبطي شهر دنیاء قدیم کا قرطاجنه تها - یا وسطي یورپ کا برلن -

حریص اهل روما پر پیٹرا کي شهرت نهایت شاق گزرتي تهي - بالاخر انهوں نے ایک طاقتور بحري بیڑے کي مدد سے سنه ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالي فتح کرلیے - اب یه حصۂ ملک " اربیا پیٹرا " کے نام سے روماني سلاطین کا ایک صوبه بن گیا تها - روماني عهد حکومت میں بهي پیٹرا عرصه دراز تک عرب ' فارس ' هند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کي کارواني تجارت کا مرکز رها - لیکن بعد کو شاهراه تجارت کي تبدیلي اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقاله مولوي محمد یحییٰ صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزي رسائل سے اخذ کر کے لکها هے ' جو بعض جزئي ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسله میں چند امور کي وضاحت ضروري هے :

(۱) پیٹرا کے یه آثار مقامي عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشهور هیں - گذشته صدي کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسي نام سے اسکي تحقیقات کي هے - سنه ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابه " کي نسبت حکومت مصر اور دولة عثمانیه میں نزاع هوئي تهي ' اور ایک مشترک ترکي مصري کمشین تحقیقات کے لیے متعین هوا تها ' تو اسوقت بهي " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا هوئے تھے -

" الدیر "

(۲) تورات میں بهي " رقیم " کا ذکر موجود هے -

(۳) قرآن حکیم نے سورۂ کهف میں جهاں " اصحاب کهف " کا ذکر کیا هے ' وهاں " الرقیم " کا لفظ بهي آیا هے : ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۸ : ۱۸) کهف کے لفظ کے معني واضح تھے که غار کے هیں ' مگر " الرقیم " کے مفهوم کے تعین میں اختلاف هوا - عربي میں رقیم کے معني ایسي چیز کے هیں جو لکهي هوئي هو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا که رقیم سے مقصود یه هے که اصحاب کهف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اس غار پر جس میں اصحاب کهف کي نعشیں تهیں ' کوئي کتبه لکهکر لگا دیا هوگا - چنانچه امام بخاري نے حضرت عبد الله ابن عباس کا ایک قول به روایت سعید بن جبیر نقل کیا هے که اصحاب کهف کا حال ایک پترے پر کهود کر نصب کر دیا گیا تها - اسي لیے " رقیم " کے لقب سے مشهور هوگئے -

(۴) عجب نهیں اس خیال کا باعث وه عام شهرت هو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے هي واقعه کي نسبت موجود تهي - قدیم لاطیني تحریرات میں ایک ایسي تحریر

آثار عتیقہ

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الـکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۲)

(قربان گاہ)

پہاڑیوں سے تراشي ہوئي سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل ہے ' پیٹرا کي چوٹیوں تک پہونچا دیتي ہیں- انمیں سے اکثر سیڑھیاں عہد عتیق کي اون مرتفع قربا نگاہوں سے گزرتي ہیں جہاں ہزارہا سال پہلے اہل پیٹرا اپنے مراسم مذہبي بجا لاتے تھے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک ہزار فیٹ کي بلندي پر واقع ہیں- ایک زینہ اوس مندر تک پہنچتا ہے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم ہے - اسکي ڈیڑہ سو فیٹ اونچي گلابي رنگ ایک پہاڑ سے تراش کر بنائي گئي ہے - اسکي چوٹي پر بھي ایک صراحي نما ظرف ہے - عرب اسے بھي جواہرات کا مخزن کہتے ہیں - دوسرا زینہ جبل قرباني کا راستہ ہے - یہ پہاڑي بالکل علحدہ ہے - اس پر سے پوري وادي کا منظر نظر آجاتا ہے - اسکے بالائي حصہ میں دو قربان گاہیں ہیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تھي - دوسري میں اون جانوروںکا خون جمع ہوتا تھا جو قربان کیے جاتے تھے - قربان گاہ کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار ہیں - پہاڑ کے عقب میں ایک دوسري مرتفع چوٹي ہے جسپر ایک صلیبي نائٹ کے قلعہ کے بعض آثار نظر آتے ہیں - مگر اس نائٹ کا نام معلوم نہیں -

قربان گاہ

(مدفن حضرت ہارون)

یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ایک سیاہ پہاڑ کا عکس سا معلوم ہوتا ہے - اسکي چوٹي پر ایک سفید گنبد تعمیر ہے - ریگستاني سورج کي کرنیں اسے اور زیادہ چمکدار بنادیتي ہیں - اہل عرب کا قول ہے کہ یہي جگہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا مولد و مدفن ہے - اس سفید گنبد میں ایک چھوٹي سي مسجد اور چھوٹا سا مقبرہ بھي ہے - یہ پہاڑي جبل حور کے نام سے پکاري جاتي ہے - اس وادي خاموش میں ہر جگہ مندروں اور محلوں کي کثرت ہے -

(اثري تحقیقات)

ایک صدي کا عرصہ ہوا ' اسکاٹ لینڈ کے مشہور سیاح عرب ' جان برکاٹ نے اس شہر کا معائنہ کیا تھا - سنہ ۱۸۴۶ میں ہلینا مارٹینا نامي ایک سیاح عورت نے بھي یہ کھنڈر دیکھے تھے - دو یا تین سال ہوئے ' دو جرمن ماہرین آثار نے بھي چند مساحت دانوں کي معیت میں اس وادي کي تحقیقات کي تھي ' اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تھے -

(تاریخي حالات)

اگر توراۃ کے موجودہ نسخے پر اعتماد کیا جاے ' تو " رقیم " کي ابتدائي تاریخ حسب ذیل ہے :

قطورا حضرت ابراہیم کي تیسري بیوي تھیں - اون کے بطن سے مدین پیدا ہوا - مدین کي اولاد پھلي پھولي ' اور اتني بڑھي ' کہ بالآخر ایک قوم بن گئي - بنو مدین ' سنہ ۱۷۰۰ قبل مسیح میں پانچ قبائلي شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تھے - ایک بادشاہ کا نام رقیم تھا - پہلي صدي قبل مسیح کا اسرائیلي مورخ یوسیفس لکھتا ہے کہ اسي مدیانی بادشاہ نے رقیم آباد کیا تھا - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکھا تھا - یوناني زبان میں پیٹرا پتھر کو کہتے ہیں - غالباً اس شہر کا سنگستاني ماحول اس نام کیلیے محرک ہوا ہوگا -

مدیاني قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط ہوگئے - حضرت ابراہیم کي زوجہ اولی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے تھے - حضرت اسحاق کے دو لڑکے ہوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انھیں ادوم کي نسل سے تھے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصہ تک رقیم پر حکمراني کي - آخري ادومي بادشاہ ہدار کے زمانہ میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکہ آرائیاں ہوئیں - شاول (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے ہزیمتیں دیں - بالآخر نویں صدي قبل مسیح میں اموصیا بادشاہ یہود نے رقیم فتح کرلیا -

میں زور سے چلا اٹھی " نہیں ' نہیں ' میں مرد ہونا نہیں چاہتی ! "

" اب یہ زنانہ کپڑے اتار دو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ہاتھہ رکھکر کہا " اب ہمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - آج کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچی ایڑی کا جوتا نہ پہننا ! اب تم ہماری طرح مرد ہوگئی ہو " !

میری مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی - مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھی باقی تھا !

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگی " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں — ؟ اُف ! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتہائی حسرت و یاس سے لڑکھڑاتی آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رہی — ہماری شادی ناممکن ہے ! — "

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ہاتھہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگی سے تمام واقعہ سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصہ سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ؟ " میں نے جیب سے طبی سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہ گیا - ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے - بار بار اُس پر ایک غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی - ہم دونوں اپنی پچھلی محبت پر غور کرتے تھے ' اپنے وعدے یاد کرتے تھے ' مستقبل کا خیال کرتے تھے ' اور یہ سب کچھہ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا - ایسی غمناکی (ٹریجڈی) دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوئی ہوگی !

میں اگرچہ اب مرد ہو چکی تھی ' لیکن اپنے منگیتر کی محبت میرے دل میں بالکل اُتنی ہی اور ویسی ہی تھی ' جتنی اور جیسی عورت ہونے کی حالت میں ہوسکتی ہے - میری حسرت بے حساب تھی - میں خیال کر رہی تھی کہ میرا عاشق اگر چاہے تو کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی بنا لے سکتا ہے ' لیکن میں کتنا ہی چاہوں ' اب کسی مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی !

" کچھہ پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہوگیا - " اگر تم مرد ہوگئی ہو تو کوئی پروا نہیں - میں تم سے اب بھی محبت کرونگا - اگر تم میری بیوی نہیں بن سکتی ' تو دوست تو بن سکتی ہو؟ میں تم سے ایسی محبت کرونگا ' جیسی محبت اِس آسمان کے نیچے کسی نے بھی اپنے دوست سے نہیں کی ہوگی ! میں زندگی بھر تمہارے نام پر کنوارا رہونگا ! "

پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا - لیکن کیسا مصافحہ ؟ مردانہ مصافحہ !

جب میں نے پہلی مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے ' تو بے اختیار دل بھر آیا ' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - آئینہ میں جب میں نے اپنی صورت دیکھی ' تو رنج و غم کی شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے - آج میں بازاروں میں اپنی سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتی ہوں - ہر عورت کے نسوانی وجود کا منظر میری آنکھوں کے لیے غم ناک ہے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے !

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھہ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھہ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے ' اب مجھہ سے کہتے ہیں ' آؤ ہمارے ساتھہ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکہ تم بھی ہماری ہی طرح مرد ہوگئے ہو! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکی ہوں ' مگر اب تک میرے جذبات نسوانی ہی ہیں - میں ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتی ہوں - وہ مجھے اپنی رقیب معلوم ہوتی ہے !

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو پہلے سے مختلف پاتی ہوں - اب زندگی میرے لیے ویسی رحیم و شفیق نہیں رہی جیسی پہلے تھی - اب خود مجھے دوسروں کی حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں - حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میری حمایت کرنے کی فکر میں رہتے تھے - مجھے اپنی تزئین و آرائش کے سوا کوئی فکر نہ تھی - اب مجھے اپنے ساتھہ تھیٹر جانے والی عورتوں کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں ' حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے - لیکن ساتھہ ہی مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میری آزادی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے - اب میں اپنی زندگی کی مالک ہوں - آزادی سے جہاں چاہوں جاسکتی ہوں ' اور جتنی دیر چاہوں ' گھر سے باہر رہ سکتی ہوں -

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ' دونوں مجھہ سے نفرت کرینگے - میری یہ جنسی تبدیلی کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی - مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا - دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں - مرد اس لیے کہ مرد ہوگئی ہوں اور اُن کی صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کی طرح حصہ لینے لگی ہوں - عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنہی کی طرح عورت تھی میری طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگی ہیں اور مجھہ سے محبت کی طالب ہیں - لیکن عورتوں کی یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتی - کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے - مگر میرا احساس ہنوز یہی ہے کہ میں عورت ہوں !

جونہی اخبارات نے میری اِس " بد نصیبی " کی خبر شائع کی ' یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں - جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھہ سے شادی کرنے کے لیے طیار ہیں - مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھہ سے شادی کیوں چاہتی ہیں ؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا " ہم تم سے اس لیے شادی پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں ' اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبی واقف ہو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتی ہو "

لیکن میں کسی عورت سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی - میں نے قسم کھا لی ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسی کی طرح میں بھی عمر بھر بغیر شادی کے رہوں گی !

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میری یہ تبدیلی نہایت ہی حیرت انگیز ہے - جرمنی کی ایک یونیورسٹی مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رہی ہے کہ موت کے بعد اپنی نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میری جسمانی ساخت کا معائنہ کرسکے - ہر طرف سے لوگ مجھے لکھہ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑی دولت جمع کرلونگی - ایک سینما کمپنی کی بھی درخواست آئی ہے - وہ میری تصویریں لیکر تماشا گاہوں میں دکھانا چاہتی ہے - لیکن میں اِس قسم کی کوئی بات بھی منظور نہیں کرونگی - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاہتی ! "

بريد فرنگ

اِس وقت تک موجود هے - خيال کيا جاتا هے که پانچويں صدي مسيحي ميں انطاکيه کے ايک بطريق نے يه تحرير لکهي تهي - اس ميں سات آدميوں اور اُن کے ايک وفادار کتے کراتيمري نامي کا (جسے عربي ميں قطمير کرليا گيا هے) قصه بيان کيا گيا هے -

(۴) ليکن اگر " رقيم " سے مقصود وهي شهر هے ' جس کا ذکر عهد عتيق اور يوسيفس کي تاريخ ميں هے ' تو " رقيم " عبراني لفظ هے نه که عربي ' اور اس ليے عربي ماده کي اس کے ليے جستجو سود مند نهيں - عبراني ميں يه لفظ " راقيم " تها - عربي ميں " رقيم " هوگيا -

(۵) عرب شعراء جاهلية کے کلام ميں جس طرح کهف کا ذکر پايا جاتا هے ' رقيم کا بهي ذکر موجود هے - اميه بن ابي الصلت کهتا هے :

وليس بها الا الرقيم مجاوراً
وصيدهم ' والقوم في الکهف همد

اس سے معلوم هوتا هے که اسلام سے پہلے عرب جاهليت کے لوگ " الرقيم " سے واقف تهے ' اور اصحاب کهف کے قصه کي بهي شهرت تهي - البته تمام پرانے واقعات کي طرح يه واقعه بهي بهت کچهه معرف هوگيا تها ' اور طرح طرح کي کهانياں مشهور هوگئي تهيں - قرآن حکيم نے اصلي واقعه آشکارا کرديا -

(۶) بلاشبه اغلب يهي هے که " الرقيم " سے مقصود يهي شهر هو - الرقيم عرب ميں يا عرب سے بالکل متصل واقع تها - قرب کي وجه سے وهاں کے حالات قدرتي طور پر اهل عرب کے علم ميں آتے رهتے تهے - اگر عام مفسرين اور مورخين کا يه خيال تسليم کرليا جائے ' که اس واقعه کا تعلق ايشيائے کوچک کے رومي شهر ايفي سس (افسوس) سے تها ' تو قدرتي طور پر يه اعتراض وارد هوتا هے که عرب جاهليت ميں ايک رومي شهر کا واقعه جو يوناني زبان ميں لکها گيا تها ' کيونکر مشهور هوگيا ؟

(۷) مفسرين ميں بهي ايک جماعت اسي طرف گئي هے - چنانچه امام ابن جرير اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کيے هيں -

(۸) مضمون ميں ايک پهاڑي چشمه کا ذکر هے جسکي نسبت عربوں ميں مشهور هے که حضرت موسى عليه السلام والا چشمه هے - يه شهرت بے اصل نهيں معلوم هوتي -

حضرت موسى عليه السلام جب بنو اسرائيل کے قبائل ساتهه ليکر مصر سے نکلے ' تو فلسطين تک پهنچتے پهنچتے دو واقعات پهاڑي چشموں کے بهنے کے پيش آئے - پهلا واقعه وادي سينا ميں پيش آيا تها ' جس کا ذکر سفر خروج کي فصل ۱۷ - ميں هے - دوسرا واقعه وه هے جو ادوميوں کے ملک کے قريب ايک ايسے موقعه پر پيش آيا تها جهاں سے " جبل هور " قريب تها - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰ - ميں هے - يقيناً يه دوسرا واقعه شهر رقيم هي سے تعلق رکهتا هے ' اور اسي ليئے اسکا نام وادي موسي مشهور هو گيا هے -

(۹) تورات ميں جس پهاڑ کا ذکر " جبل هور " کے نام سے کيا گيا هے (جو عبراني لفظ هے) وهي آج کل " جبل حور " کے نام سے عربوں ميں مشهور هوگيا هے - يه خيال که يهاں حضرت هارون عليه السلام دفن هوے تهے ' غلط نهيں هے - تورات سے پوري طرح اِس کي تصديق هوتي هے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - ميں حضرت هارون کي وفات کا ذکر موجود هے - اُس سے معلوم هوتا هے که ٹهيک اسي جغرافيائي محل ميں ' جبل هور کي بلنديوں پر ' حضرت هارون نے وفات پائي تهي - اسلامي عهد ميں بهي يه مقام اس حيثيت سے مشهور تها - چنانچه غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانه ميں وهاں ايک مسجد تعمير کي گئي تهي - مسجد اسوقت تک موجود هے -

اب مين مرد هون !

ايک عورت کے خيالات مرد هو جانے کے بعد !

اِٹلي ميں رينا ٹيگرا زيانا نامي ايک اٹهاره سال کي دوشيزه لڑکي تهي - اچانک اُس کے اعضاء ميں تبديلي شروع هوئي - اب وه پورے معني ميں مرد هوگئي هے - چنانچه ڈاکٹروں نے اُسے مرد هونے کي سند ديدي هے !

پچهلے دنوں ريوٹر ايجنسي نے يه خبر تمام دنيا ميں مشتهر کردي تهي - اب اسکي مزيد تفصيلات اِنگلستان کے اخبارات ميں آگئي هيں :

يه حيرت انگيز واقعه گزشته ماه اگست ميں پيش آيا - اِس سابق دوشيزه اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات ميں ايک مضمون شايع کيا هے - اِس مضمون ميں وه مرد هو جانے کے بعد اپنے تاثرات بيان کرتا هے - چونکه وه ابتک اپنے جذبات ميں نسوانيت کا تاثر ظاهر کرتا هے ' اسليے بهتر هے که هم بهي اُس کا ذکر ضمير مونث کے ساتهه کريں - وه لکهتي هے :

" بچپن هي سے ميرے دل ميں يه تمنا موجود تهي که کاش ميں مرد هوتي ' تاکه مردوں کي سي آزاد زندگي بسر کر سکتي - ليکن اب جبکه قدرت نے ميرے لڑکپن کي يه طفلانه آرزو پوري کر کے دنيا کا سب سے بڑا عجيب واقعه دکها ديا هے ' ميري خواهش بالکل برعکس هوگئي هے - کاش ميں دوباره عورت هو جاتي !

مسلسل تين هفتے اطباء کي ايک بڑي مجلس ' ميرا طبي معائنه کرتي رهي - بالاخر متفقه طور پر اُس نے فيصله صادر کر ديا که ميں عورت نهيں رهي - مرد هوگئي هوں - ناظرين اندازه کر سکتے هيں که يه عجيب فتوى سن کر ميري حيرت کا کيا حال هوا هوگا ؟ ميں مبهوت هوکر ره گئي - پهر ميں پهوٹ پهوٹ کر رونے لگي - ميں نے اپنا منهه دونوں هاتهوں سے چهپا ليا - ميري هچکي بندهه گئي -

مذاکرۂ علمیّہ

کے بالائي حصه پر پهنچنا اور اُس ایوان میں داخل هوتا جس میں بادشاه' ولي عهد' اور ارکان سلطنت بڑے جاه و جلال سے بیٹھے هوتے تھے - شاهي استقبال کے بعد سفیر اپني تحریر اسناد سناتا تھا اسکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاه کے حضور اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یه جلسه بہت دیر تک رهتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع هو جاتي تھي - بعض سفیر اِس قدر بھڑکیلي اور بھاري وردیاں پہنے هوے تھے که اُنکے بوجھه سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور هوتے تھے که دستر خوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جاکر اپنا لباس بدل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپني سرکاري وردي پہن لیتا اور ولي عهد اور وزراء وغیره سے ملاقات کرتا - یه ملاقتیں بھي اتني لمبي هوتي تھیں که سفیر تھک جاتا تھا' اور کھانے کے کمرے میں دوباره جاکر کچھه کھا پي لیتا تھا -

لیکن اب یه طریقے موقوف هوگئے هیں - آج کل یورپ میں یه دستور هے که نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت خانه جاتا هے - سفیر اور اُس کا عمله سرکاري وردیاں پہنے اُس کا استقبال کرتے هیں - چند منٹ بعد سرکاري گاڑیاں اور باڈي گارڈ پہنچ جاتا هے' اور سفیر صدر جمہوریت یا پادشاه کي ملاقات کے لیے محل کو روانه هو جاتا هے - سفیر کے پہنچنے پر جنگي موسیقي کے ذریعه اُسے سلامي دي جاتي هے - جس ملک کا سفیر هوتا هے' پہلے اُسي ملک کا گانا گایا جاتا هے - پھر فوجي گیت بجایا جاتا هے - موسیقي سے فارغ هوکر سفیر اور اُس کے ساتھي گاڑیوں پر سے اترتے هیں - زینوں سیڑھي پر دو فوجي افسر استقبال کرتے هیں اور سفیر کو مع اُس کے همراهیوں کے استقبال کے کمرے میں لیجاتے هیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا بادشاه اور ارکان حکومت هوتے هیں' دوسري طرف سفیر اور اُس کے ساتھي - دونوں کے بیچ میں حاجب اور مترجم کھڑے هو جاتے هیں - حاجب سفیر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا هے - پھر سفیر اپنے اسناد پیش کرتا اور لکھي هوئي تقریر پڑھ کر سناتا هے - صدر جمہوریت یا پادشاه جوابي تقریر کرتا هے - پھر رسمي گفتگو هوتي هے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جاتا هے اور مصافحه پر تقریب ختم هوجاتي هے -

علوم مادیه کی ترقی

اور

علماء کے حوصلے

عقل انساني کس حد تک ترقي کرتي چلي جائیگي ؟ مادي علم کي تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گی ؟ علماء کے حوصلے کیا هیں ؟

علم کي موجوده حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یه سوال هر شخص کے ذهن میں پیدا هوجاتا هے - لیکن جواب بہت مشکل هے - اجمالي طور پر یه کہا جاسکتا هے که علم' کائنات فطرت کے جمله مادي و روحاني راز معلوم کرلینا چاهتا هے - اگرچه وه اِس وقت تک صرف چند گوشوں هي پر سے پرده اُٹھا سکا هے - في الحال علماء کے سامنے اهم ترین مسائل حسب ذیل هیں :

(۱) شباب کي تجدید
(۲) زندگي کي زیاده سے زیاده تطویل
(۳) حسب مرضي نسل کي تولید
(۴) زندگي کي تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگي کا اعاده

علم اور علماء کے یه حوصلے' کچھه نئے نہیں هیں - قدیم ترین زمانوں سے یه مسائل زیر بحث هیں - البته پہلے دنیا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتي تھي اور اُن پر هنستي تھي - لیکن اب نه کوئي هنستا هے' نه جنون سمجھتا هے - بلکه سب حیرت کے ساتھه زیاده سے زیاده حیرت انگیز علمي انکشاف دیکھنے کے منتظر رهتے هیں - کیونکه گزشته ۱۵ برس میں علم نے زیاده سے زیاده ناممکن باتیں ممکن کر دکھائي هیں -

ڈاکٹر وورو نوف نے اب بکثرت عملي تجارب سے ثابت کردیا هے که شباب کي کامل تجدید' وهم و خیال نہیں هے جیسا که پہلے سمجھا جاتا تھا' بلکه واقعه و مشاهده هے - اِس ڈاکٹر نے ازکار رفته بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا هے - وه اب تک زنده هیں اور صحیح معنوں میں جوان هوگئے هیں -

حال هي میں یه علمي انکشاف بھي هوا هے که ایک مرے هوے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک پوٹاس' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند هي لمحے بعد' دل میں زندگي کے آثار ظاهر هوگئے - وه زنده دل کی طرح حرکت کرنے لگا - کئي گھنٹے تک زنده رها - حالانکه کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا !

قلب کو زنده کردینے کا یه پہلا تجربه نہیں هے - اس قسم کے بے شمار تجربے هوچکے هیں - یه عمل مدت سے جاري هے که موت

مطبوعات جديدة

سفيرون كا استقبال

حال ميں ايک دلچسپ کتاب جرمني ميں شايع هوي هے : " ازمنۂ وسطى كے شاهي مراسم " اسكے بعض حصوں كا ترجمه مصري معاصر المقتطف نے شائع كيا هے - ذيل كا ٹكڑہ اُسي سے ماخوذ هے :

قديم زمانه ميں سفراء كے استقبال و ملاقات كے لئے دربار بڑي شان و شوكت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے ميں بهت زياده اهتمام كا اظهار كرتے تھے - موجوده زمانه ميں اگرچه وه پراني شان و شوكت باقي نهيں رهي ' تاهم سفراء كي ملاقات و استقبال كے معين اصول و قواعد موجود هيں ' جن كي پابندي ضروري سمجهي جاتي هے - اِن اصول و قواعد كو بين الاقوامي زبان ميں " پروٹوكول " كے نام سے موسوم كيا جاتا هے -

(عربي سفرا)

عربي عهد حكومت ميں سفراء كو غير معمولي اهميت حاصل تهي - موجوده زمانه كي طرح اُس وقت بهي سفير دو قسم كے هوتے تھے : عارضي اور دائمي - عارضي سفيروں كا كام كسي خاص پيغام كا پهنچانا يا كوئي خاص مهم انجام دينا هوتا تها - دائمي سفيروں كو دوسري سلطنتوں ميں هميشه حاضر رهنا پڑتا تها -

صاحب نهاية الارب كي تصريح كے مطابق عربوں نے سفير كے ليے يه شرطيں قرار دي تهيں : " خوبصورت هو - اُس كا نام خوشگوار هو - متدين اور پارسا هو - مخلص ' امين ' اور نيک طينت هو - حاضر جواب هو - معامله فهم هو - خوشامد كا عادي نه هو - رشوت قبول نه كرے - ڈرپوک نه هو ... "

عرب خلفاء بيروني سفيروں كي بڑي خاطر مدارات كرتے تھے - فاطمي عهد حكومت ميں سفيروں كے قيام كے ليے ايک نهايت هي شاندار محل مخصوص تها ' اور خلفاء كا حكم تها كه اُن كي زياده سے زياده عزت كي جائے -

استقبال كا طريقه يه تها كه اگر سفير سپه سالار كي قسم سے هوتا ' تو اُس كے پهنچتے هي خليفه ملاقات كرتا اور پيغام سنتا تها ... اگر فوجي آدمي نه هوتا ' تو ملاقات سے پہلے تين دن تک مهمان خانه ميں ركها جاتا تها - اِس اثنا ميں كوئي شخص بهي اُس سے نهيں مل سكتا تها - چوتھے دن خليفه كا دربار آراسته كيا جاتا - جنگي افسر رعب و داب سے صفيں باندھ كر كهڑے هو جاتے - بادشاه اپني پوري شان و شوكت سے تخت سلطنت پر جلوه گر هوتا - اركان حكومت اپنے اپنے رتبه كے مطابق بيٹھتے - جب سب انتظام مكمل هو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفير كو ليے دربار ميں داخل هوتا - جوں هي خليفه كا چهره دكهائي ديتا ' سفير فرش زمين كو بوسه ديتا - پهر ادب كے ساتھ آهسته آهسته وسط دربار ميں پهنچتا ' اور وهاں سے مجرا ادا كرنے كے بعد اُس مقام پر پهنچايا جاتا ' جهاں خليفه سے هم كلامي كر سكتا تها - اُس مقام پر پهنچكر سفير كهڑا رهتا - اس كے گرد شاهي حاجب اور مترجم دست بسته كهڑے هوتے - خليفه جب گفتگو كي اجازت ديتا ' تو سفير مجرا ادا كركے اپنے بادشاه كا سلام پهنچاتا - خليفه اُس بادشاه كے درجه كے مطابق سلام كا جواب ديتا - پهر سفير اپني جيب سے بادشاه كا خط نكال كر اپني آنكهوں اور سر پر ركهتا اور خليفه كے حضور پيش كرديتا - اگر خليفه كو اُس بادشاه كي عزت افزائي منظور هوتي ' تو كهڑے هو كر اُس كا خط اٹھاتا تها - پهر وزيروں كو خط كے كهولنے اور پڑھنے كا حكم ديتا تها - تهوڑي دير معمولي سلام كلام كے بعد سفير كو بيٹهنے كي اجازت ملتي - وه آداب بجا لاكر اپني جگه بيٹھ جاتا - دربار كے بعد سفير مهمان خانه بهيج ديا جاتا تها - نجي كي ملاقاتيں بعد ميں هوتي تهيں -

(فرانس كے شاهي رسوم)

فرانس ميں جب شاهي قائم تهي ' تو سفيروں سے ملاقات كا طريقه يه تها كه پيرس ميں چند روز قيام كرنے كے بعد وه وزير تشريفات سے ملاقات كرتا تها - وزير اُسے بتاتا تها كه بادشاه كس دن ملاقات كريگا - ملاقات سے تين دن پہلے شاندار شاهي گاڑياں سفير كي قيام گاه پر پهنچتي تهيں ' اور اُسے مع اُس كے مصاحبوں كے سفيروں كي مهماني كے خاص محل ميں ليجاتي تهيں - يهاں وه بادشاه كا مهمان هوتا تها - يه محل نهايت آراسته هوتا تها اور مهمان كي تواضع ميں غير معمولي فياضي سے كام ليا جاتا تها - روزانه دعوتيں هوتي تهيں ' اور سفير كے خوش كرنے كي پوري كوشش كي جاتي تهي -

سفير جتنے زياده دور ملک كا هوتا تها ' اُتني هي زياده اُس كي خاطر مدارات كي جاتي تهي - مورخين كا بيان هے كه تركي سفير كے صرف كهانے پر شاه فرانس روزانه ۵۰۰ اشرفي خرچ كرتا تها - سنه ۱۶۹۹ع ميں جب سلطنت مراكش كا سفير آيا ' تو بريست كے قيام كے دوران ميں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پيرس كے قيام ميں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف كيے گيے - شهر بريست سے پايۂ تخت تک سفر ميں ۳۸۰۰ پونڈ صرف هوے تھے - يعني كل ۴۴۵۰۰ پونڈ يا ۶۶۷۵۰۰ روپيه خرچ كيے گيے تھے !

اُس زمانه ميں دستور تها كه سفير كے دستر خوان كے تماشه كيليے پيرس كے عمائدين بلائے جاتے تھے - اُنكي موجودگي ميں سفير كو كهانا كهلايا جاتا تها - بادشاه سے ملاقات كے دن سفير ايک دوسرے محل ميں منتقل كيا جاتا - يهاں كچھ دير ٹهرنے كے بعد شاهي سوارياں اُسے لينے آتي تهيں ' اور اُسكا جلوس ديكهنے كيليے پيرس كي سڑكوں پر تماشائيوں كا هجوم هو جاتا تها -

ورسلز كے شاهي محل تک پهنچنے ميں كامل تين گهنٹے لگتے تھے - محل كے پهاٹک اور بيروني ميدان ميں سفير كو صف بسته فوجيں نظر آتي تهيں - اِنسے گزر كر وه سيڑھيوں پر چڑھتا هوا محل

اُس وقت سردي ناقابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑھ جائیگي - جب خط استوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جایگي -

ظاهر هے که فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي هے - یه بخار پاني برساتا هے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا هے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بهي نہیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وه بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکه اُس وقت زمین پر زنده رهنا مشکل هوجائے گا - یہانتک که جب سورج کي آخري شعاعیں بهي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریه)

ڈاکٹر منڈلسن جرمني کا مشهور محقق هے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاذ هے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریه پیش کیا هے -

وه کہتا هے که قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آله نہیں هے بلکه دوسرے درجه کي چیز هے - زندگي کي اصلي بنیاد ' قلب پر نہیں ' بلکه جسم کي اُن خلایا پر هے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یه هے که بہت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زنده رهتے هیں - حالانکه اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پہنچا نہیں سکتا - نیز ایک ثبوت یه بهي هے که بہت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مرده سمجهه کر دفن کردیے جاتے هیں ' حالانکه وه دراصل زنده هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا ' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکه ایسا نہیں هوتا -

(ایک عجیب مخلوق)

آسٹرین اخباروں نے یه عجیب خبر شایع کي هے که ایراني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یه بندر سے بہت مشابه تها - والدین نے اُس کا نام الکزنڈر رکھا - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑھتي گئي ' بندر سے مشابہت بهي بڑھتي گئي - حتی که اب جوان هونے پر وه بالکل بندر هوگیا هے - صرف صورت و شکل هي میں نہیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بهي بندر هے - وه آدمیوں کي طرح رهنا پسند نہیں کرتا - بول بهي نہیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچھلتا کودتا هے - پچھلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کردیا تها - کیونکه آدمیوں کو تکلیف پہنچانے لگا تها - ایک دن اتفاق سے چھوٹ گیا اور سڑک پر پہنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجهه کر ڈر گئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتهه برداپست لے گئي هے - ڈاکٹر متعجب هیں که کیا رائے قائم کریں ؟ وه آدمي نہیں هے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا هے ؟ یہاں قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نہیں کي جاسکتي - کیونکه ڈاروین کے متبعین بهي یه نہیں کہتے که انسان بندر سے پیدا هوا هے - بلکه یه کہتے هیں که بندر اور انسان ایک هي مورث اعلی کي اولاد هیں -

(کیا کهانے کي ضرورت باقي نہیں رهے گي ؟)

علماء کي رائے هے که وٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر هے - اِسي پر زندگي کا دار و مدار هے - وٹامین کي بہت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکھدیا گیا هے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان هے که ایک جرمن کیمیائي کو وٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي هے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینه کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وه لکھتا هے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوی صحیح هے که اُس نے وٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کرلي هے ' تو اس کے معني یه هیں که هم عنقریب جمله میوؤں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچھلي کے تیل وغیره غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نہیں رهے گا - انسان کي غذا ' وٹامین کي ٹکیاں هونگي ' اور بهتر سے بهتر خوراک کا کام دینگي -

" اتنا هي نہیں بلکه پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجوده ترکیب میں بهي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نہیں رهیگي - ایک زمانه ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معده بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل هے - پہلے بیري بیري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پھر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکته میں عام شکایت هے - اب اگرچه بخار اُتر چکا هے ' مگر اُس کي وجه سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي هے - یہي وجه هے که آل انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بهي وه حصه نه لے سکے ' بجز ورکنگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنهي کے مکان میں منعقد هورهے هیں -

جن حضرات کے خطوط اِس دو هفته کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وه جواب نه ملنے کي وجه سے پریشان خاطر هونگے - براه عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکه مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وه به اطمینان خطوط کا جواب لکھوا سکیں -

منیجر

طاري هونے کے بعد سينه چير ڈالتے هيں اور خاص طريقوں سے دل کو ملنا شروع کر ديتے هيں - تهوڑي دير ميں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتهه هي تمام جسم ميں زندگي واپس آجاتي هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانۂ سينٹ تهامس ميں ايک عورت مسز اڈيلڈ ايک خطرناک عمل جراحي ميں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سينه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندرہ منٹ بعد عورت بالکل زنده هوگئي تهي - البته بيهوش رهي ' اور تيس گهنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پهر مر گئي -

اِس سے بهي زياده عجيب تجربه علماء نے يه کر دکهايا هے که جانداروں نے سر کاٹ کر ايک دوسرے کے جسم ميں لگا ديے هيں اور وہ زنده رهے هيں ! چنانچه پچهلے دنوں لندن ميں علماء کے ايک جم غفير کے سامنے ايک ڈاکٹر نے بهت سے جهينگروں کے سر کاٹ ديے - پهر ايک کا سر دوسرے ميں جوڑ ديا - حاضرين يه ديکهه کر حيرت زده رہ گئے که چند لمحے بعد تمام جهينگر اپنے نئے سروں کے ساتهه کودنے لگے تهے ! تجربه يهيں پر ختم نهيں هوگيا بلکه کچهه مدت بعد جهينگروں ميں جنسي تبديلي بهي ظاهر هوئي - يعني جن ميں ماده کے سر لگائے گئے تهے ' وہ ماده هوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

يه شعبده نه تها - ايک علمي تجربه تها - علماء کي نظر ميں اِس تجربے کي بهت اهميت هے - کيونکه اُن کے خيال ميں يه تجربه حسب مرضي نسل پيدا کرنے کا دروازه کهول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر يا ماده اولاد پيدا کر سکے گا -

اِسي سلسله ميں يه علمي تحقيق بهي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر ليا هے که اگر مچهر کي پرورش سرد مقام ميں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پيدا هوتي هے - برخلاف اس کے گرم جگه ميں رکهنے اور زياده خوراک دينے سے اولاد زياده تر ماده پيدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقيقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں ميں مرد زياده پيدا هوتے هيں ' اور امن و راحت کے دوران ميں عورتيں زياده هو جاتي هيں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نهايت کوشش کررهے هيں که مادي و دماغي ' هر اعتبار سے انسان کي آئنده نسليں زياده ترقي يافته پيدا کريں - ڈاکٹر شٹناخ اور ورو نوف وغيره علماء کي کوششوں سے يه اميد پيدا هوگئي هے که اِس مقصد ميں ضرور کامياب هو جائينگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هوجائيگا - اور پهر بهت جلد يه صورت پيدا هوجائيگي که انسان ڈيڑه سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کر سکے گا -

ليکن اِن تمام حيرت انگيز کاميابيوں کے باوجود علم معترف هے که وہ ابهي تک اپنے عهد طفوليت هي ميں هے ' اور قدرت الهي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابهي اُس کا سوواں حصه بهي انسان نے حاصل نهيں کيا هے !

(جب سورج بجهه جائيگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فيصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کيونکه اُس کي حرارت ميں لگاتار کمي واقع هورهي هے - ايک دن ايسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائيگي - وہ بجهه جائيگا - بالکل ٹهنڈا پڑجائيگا - اُس وقت همارا يه کرۂ زمين اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاريک هوجائينگے - غذائي مادے کم هوکر بالکل ناپيد هوجائينگے - مهلک وبائيں پهيل جائينگي - انسان ' حيوان ' نباتات ' کوئي ذي روح ' بهي باقي نهيں رهيگا - کيونکه زمين ' زندگي پيدا کرنے اور قائم رکهنے کي صلاحيت سے قطعي طور پر محروم هو جائيگي !

علماء کے خيال ميں يه نتيجه لازمي هے - دنيا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - ليکن يه بربادي کب هوگي ؟ کيا هم يا هماري قريبي نسليں يه هولناک نتيجه ديکهه سکيں گی ؟

نهيں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتايا هے که ابهي آفتاب ميں اِتني قوت موجود هے ' که وہ کم سے کم ۱۰٬۰۰۰٬۰۰۰٬۰۰۰٬۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زنده رکهه سکتي هے !

ليکن آفتاب اچانک نهيں بجهه جائيگا - بتدريج بجهے گا - کيونکه وہ بتدريج اپني قوت و حرارت کهو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دهر نهيٹ کے مقياس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خيال هے که جب يه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي ' تو کرۂ ارضي کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نيچے گر جائيگي - ظاهر هے که اِس صورت ميں کوئي انسان بهي خط عرضي کے درجه ۶۰ سے اوپر زنده نهيں رہ سکے گا ' (بجز سکنڈناويا کے جهاں سمندر کا وہ دهارا موجود هے جسے " خليج کا دهارا " کهتے هيں اور جو اِتني حرارت باقي رکهے گا که زندگي بر قرار رهے) الا يه که جنوب سے غذا مهيا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خيال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائيگي ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائينگے -

اُنهيں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگيں برپا هونگي - کيونکه آدمي زياده هونگے ' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالينگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بهي اطمينان نصيب نه هوگا - کيونکه سورج برابر ٹهنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائيگي ' اور زندگي کے ليے انسانوں ميں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتهه آفتاب کي روشني بهي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدريج آسمان کا نيلا رنگ بدل کر تيز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بهي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعيں حسب ذيل ترتيب سے زائل هو جائينگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعيں
(۲) بنفشي شعاعيں
(۳) نيلي شعاعيں
(۴) اودي شعاعيں
(۵) سبز شعاعيں
(۶) زرد شعاعيں
(۷) نارنجي شعاعيں
(۸) سرخ شعاعيں

جب آفتاب کا نور بهت کم هوجائے گا ' تو اُس کي شعاعيں سراسر سرخ هوجائينگي - پهاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ يا زرد دکهائي دے گي !

عالم مطبوعات و صحائف

روح

ساٹھ اطبّاء عصر کے مباحث

حال میں آمریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کئے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

۶۰ مشہور طبیبوں نے ان دونوں سوالوں کے جوابات دئیے ہیں۔ سب نے بالاتفاق تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اُسنے اپنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رُفقاء علم کا فیصلہ ہے

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں۔ روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اِس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہیئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں اِن سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے اس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعاً عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اُسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اس لئے ہم اُس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ روسی مفکر سیسرو کا یہ قول مجھے از حد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی افلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشوو ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے غامض علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار راز اب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار، جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصور نہیں کرسکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے ابتک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کابٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ میرا وجدان مجھے اس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کرسکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ بہرحال میں بقاء روح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے آمریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بنا پر بقاء روح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈارون کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کرسکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہو۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشوو ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس مرئی و مادی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانشمندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقاء روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلا سبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کرسکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہوسکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹانزنڈ نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کالوج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اس مادی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لامتناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کائل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہیگی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں۔ کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کرسکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کرسکتا مگر مجھے اُس پر کامل یقین ہے۔ روح، مادی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرہ و یاد آوري کي مستحق ہے

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکي نسبت یورپ کي تازہ ڈاک میں بعض نئي تفصیلات آئي ہیں - معلوم ہوا ہے کہ فرانس کے ایک دار اشاعت نے انسے فرمایش کي تھي کہ وہ خود اپنے قلم سے اپني سوانح عمري قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلي اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسي اور عربي ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رہے ہیں -

پیرس کي مسجد اور عربي چمنستان کا مصور نمونہ ' جسکي تکمیل کیلیے اس ہفتہ سلطان مصر نے ایک لاکھ فرانک دیا ہے

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے، وہ نئے ہی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستورِ اساسی کا جو مسودہ میں نے طیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور وہ اُس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ "سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے" اُسنے پُورے یقین کے ساتھ اپنے اِس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اُس کا اعلان کردیگا۔ ہم خدامِ سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیار دولت کا جو خواب خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور اُمت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے ٹکڑے اُڑا دئے، تو روس نے چند نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمی کے سفیروں کا اجتماع ہوا اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اِس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ اِن تجویزوں کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اِس صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کر کے نئے بنک نوٹ جاری کر دئے۔

دستورِ اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستورِ اساسی کا مسودہ ایک مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر پُوری بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے اِس اعلان کا پُر جوش استقبال کیا۔ پُوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اِس اثناء میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جراٴت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پُورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہے تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دُوَل یورپ ہمارا انکار سُن کر بہت برہم ہوئیں، اور اپنے اپنے سفراء واپس بلا لئے۔ اِس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت و شنید شروع کر دی۔ اُنھیں نرم گرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔ ساتھ ہی دستورِ اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس (پارلیمنٹ) کے لئے انتخابات شروع کر دئے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اِس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت اِن داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہونچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا ہوں مجھے یورپ چلا جانا چاہئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اِس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار جدّ و جہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آگیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکونگا۔ مگر فوراً اِس خیال سے دل و جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضائع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آکر کہا کہ دستورِ اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رُو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کر دیں، جسے پولیس کا افسر اعلی سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سُنا "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اِس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا سعید پاشا نے کہا "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا "سلطان کے سلام کا شکریہ! مگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں اِن محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُسوقت میں تباہی روک نہ سکونگا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بےچینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستورِ اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اُس پر زور دے رہا تھا۔ یہ بےچینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے اِسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلاوطن کیا ہے!

اُس وقت تک ترک اِس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افترا پردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اِس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر یورپ کے اخبارات حقیقت حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے صحیح خبر شائع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اِس لئے اُن پر عتاب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سُنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پُوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات اور ساقط معززوں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر حملے شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا۔ کل تک

یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھ کو شیطان قرار دینے لگے! اُسوقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "و اذا اراد اللہ بقوم سوءاً فلا مرد لہ و ما لہم من دونہ من وال"

روس کا اعلان جنگ

میری جلاوطنی کی خبر سینٹ پیٹرزبرگ (دار الحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کر لے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اِس پر روس نے اعلان جنگ کر دیا، اور دریائے طونہ کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کر ڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شائع کرنا سردست ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے لئے اب اِس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اِس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور ردیف پاشا کو معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اِس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ اِن کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُسوقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضاکاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی شخصی مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضاکار فوجیں منتشر کر دی گئیں نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اِس پر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار، سلطنت کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پُوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آگیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُسوقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھے سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دُوَل یورپ سے گفت و شنید کا کوئی حق نہ تھا تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بےچین ہو گیا اور میں نے جد و جہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن، تمام مراکز میں پھرا۔ اِس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزراء سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر از حد افسوس ہے۔ میں اُسوقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اِس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اِس اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری خدمات کا اثر، سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھے بےگناہ مگر انتہائی "رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ وہ دستور پڑھا ہوا کا وظیفہ

تاریخ شرقِ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہیدِ حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے باہم طے کیا کہ ۱۹ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی، اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشائے راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکا کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں (مدحت پاشا) اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، ازحد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بےچینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی۔ حسین عونی پاشا اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اُسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علَم اونچے کر دئے لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اُسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ نادر روس نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو اُن کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دئے گئے، لیکن اُن کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہٰذا اُنھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول پادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔"

معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دست خاص سے مبارکباد کا خط لکھا، اور محل طوپ قپو سے "فرعیہ" میں منتقل کر دئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بےخود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن اُنھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ اُن کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع اُنھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع ازحد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کر رہا تھا۔ نئے سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت بُرا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب اُنھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سُنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن اُن میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو اُن کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے۔ حتیٰ کہ سفرائے دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک رات میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزرائے سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا اے ڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اسنے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا، حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور اُن کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے اُنھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اُسنے تعاقب کیا۔ جنرل خادم احمد آغا اُس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اُسنے ۵ آدمی اور قتل کر دئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اُسنے اُنھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہونچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بےنظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کے فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورشیں

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ مانٹی نگرو، سرویا، بلغاریا، اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے عزم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائیوں میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی معزولی

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصول حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جا بجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھو لیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور بحرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جا رہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ لہذا اُن کے لئے تجربہ کار خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۴۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شایع کیا گیا ہے۔ اور وہ بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹکر بطور خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جا سکے گی الایہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلی۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی روداد میں مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شایع کیا ہے۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعۂ حمیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعوی پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہو سکتی۔ الایہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق ارا یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً باز پرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتوی صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کر سکیں، تو اُنھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی کی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت بیس دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شایع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابو حسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن) باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبد الغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد اللہ بن حسن (صدر)

(۲) شیخ محمد العلی الترکی (کاتب)

(۳) شیخ علی المالکی (رکن)

(۴) شیخ محمد الباقر (")

(۵) شیخ سعید ابو الخیر (")

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف، ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد رہے گی۔

(۳) ارکان کے لئے، لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) ان مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی غمی میں خلاف شرع رسموں میں باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دست گیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے نہ کہ اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ ان مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد الرحمن الشناق (صدر)

(۲) " عمر نقیہ (رکن)

(۳) " محمد لوز کیتی (")

(۴) " محمد شیروانی (")

(۵) " اسعد مشفع (")

(۶) " عبد اللہ بن عمار (")

(۷) " عبید اللہ بن مطلق (")

(۸) " سلیمان الصنیع (")

(۹) " محمد الخضری (")

(۱۰) " محمد عبد الرحمن العقل (")

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ٹرکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ "انعام" دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۱۲۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ در اصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دئیے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہوگئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سر نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دار الخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلا وطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی بادشاہی کا اعلان کر دوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیج دیا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُس وقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی مگر دار الخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبد الحمید بالکل کھُل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دور ہو چکا تھا۔ سلطان عبد الحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا اُنھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

*

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہوگئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدباب پر کمربستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش و الاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دئیے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔

درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا تھا۔ داد خواہوں کو سخت پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دئیے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ اِن کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام مکمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبد الحمید نے مرحوم عبد العزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبد العزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، ردیف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلا وطن کر دئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبد العزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آجتک شائع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آ کر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے"۔ مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبد العزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا!

میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۴ اپریل کو جبکہ میں سمرنا کے دار الحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت سلطانی پلٹنوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیج دیا گیا۔

لا تنہ عن خلق وتاتی مثلہ عار علیک اذا فعلت عظیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب پہلا فرض یہی ہو کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہو۔ دین میں سے نہیں ہو۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دئیے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہو کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہو۔ ہمارا دین، اسلام ہو۔ ہماری کتاب قرآن ہو۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہو: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے، مگر خدا نے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے! مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اُس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں آئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اُس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہو: ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کر دی ہو۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے"

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہو؛ بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہو تمھاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری سنو، کیونکہ میں تمھیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہو کہ احکام حکومت پر عمل کریں جو حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہو۔ اگر ہم اللہ اور اُس کے رسول کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدا نخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو نہ اطاعت کرو!"

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین، آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتیہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کر دوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہو۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اُسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کر کے لیجائے۔

یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہو جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔

جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا۔ کیا دیکھتا ہو کہ وہ چارپائی پر پڑا ہو۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہو؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی شکلیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: "تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: "بہت کم"

"نام؟"

"فرڈریک سٹابس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہو؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہو؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہو!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ برائی کی ہو؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہو؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کر کے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کروگے۔ اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں کورویزار کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہو؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہو" نوجوان نے خوش ہو کر نپولین سے کہا:

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو اُنھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہی۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوجاتے ہیں۔ ظاہر ہی کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح ناانصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب کی مقید نہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت وجماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیادیں حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور اُنھی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء وقضاۃ کا ملنا مشکل ہی جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کردیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کردیئے ہیں۔

متعدد مصری وشامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کرلی ہی۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہی کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جارہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پُرانی سڑک کی مرمت ہورہی ہی۔ اس راستے میں جابجا دُور دُور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کردی ہی۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جارہا ہی۔ آیندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہی۔ اس پر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہی۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۲ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہی۔ طائف کی آب وہوا نہایت عمدہ ہی۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہی۔ مگر ابتک اُس کی آبادی وترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایۂ تخت ہی۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہی، تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جاکر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہی۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہوگئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین امور اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہی۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کردی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہی کہ بیت اللہ کی رونق وعظمت پُوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہی کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کرکے منہدم کردیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہی صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہوجاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہی کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور اُن پر ۸ میٹر لمبا شامیانہ نصب کردیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۵ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہی۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہی اور پُوری طرح صفائی بھی نہیں ہوسکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہی کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کردیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آگئی ہی۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ اَدا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی اَدا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہی۔ اِن میں کمی کردی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کردیئے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہی یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہی۔ وجہ یہ ہی کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہی۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) کمبرزنگی تعداد بہت زیادہ ہی۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کل ۲۸ دَروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ اِن لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہی کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہی نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دَربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کرسکتا ہی۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی۔ وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہی کہ کھلا ہوا ہی۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہی۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوون اُسی میں گرتی رہتی ہی۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر اُنھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہی۔ ان تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کُل عمق ۴۲ میٹر ہی۔ ۳۲ میٹر میں پانی ہی، باقی دس میٹر اُس کی دیوار ہی۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہی، حتی کہ پُورا شہر اس سے سیراب ہوسکتا ہی۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلا دیئے جائیں اور اُن میں پانی جاری کردیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جسوقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جارہے ہیں۔ وادی نعمان، شہداء، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہوچکا ہی۔ لیکن صرف ان کنوؤں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہوجاتا بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہی۔ چنانچہ طے کیا گیا ہی کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کردینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہی۔ لہذا اُس کی حفاظت وترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہی۔ یہ نہر جابجا سے کھلی ہوئی ہی۔ حتی کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ میٹر تک کھلی ہی۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہی۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مرجائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہی کہ لوگ اُسمیں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہی۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائے گی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ اور جدہ کے مابین حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کرسکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس نئے انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دُور ہوجائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہی:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمۂ حق کا اعلان ہی۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہی۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ، کلمۂ حق کے اظہار حکام، ورعایا کی نصیحت وہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑہنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے تحت ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا، اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہی کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول وبیان کافی نہیں ہی۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی "اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم؟" عربی شاعر کہتا ہے:

احرارِ اسلام

اوائل عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُرجوش خطبوں اور رجزیہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہو گئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کر لی ہو۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دَورِ حریت ختم ہو چکا تھا، اور امیر معاویہؓ کی وایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کر چکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کر دیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ   یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین ورہطہ   واقصد لہند وابنہا بہوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کر دے۔

ان الامام اخو النبی محمد   علم الہدیٰ ومنارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقہ الحتوف وسر امام لوائہ   قدماً بابیض صارم وسنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی"، سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہو نہ جھوٹ بولکر معذرت کر سکتا ہو۔ وہ میں ہی تھی"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباعِ حق کی وجہ سے"، سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!"، امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہو"

"سچ ہو" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جا سکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہو:

وان صخراً لتأتم الہداۃ بہ   کانہ علم فی راسہ نار

صخر وہ ہو جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہو جس کی چوٹی پر آگ روشن ہو!

"سچ ہو۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا"، امیر نے تصدیق کی: "اچھا، کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو"، سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت پر جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں، جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہو، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں۔ ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہو (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کر دو اور ہمارے شکریہ کے مستحق بنو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہو!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کر لیا ہو کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیج دوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ   قبر، فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہو، اور عدل اُسمیں مدفون پڑا ہو۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا   فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جُڑ گیا ہو!

"یہ کون ہو؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہو۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا"، اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُسپر لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءہم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتیٰ یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آ چکی ہو۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہو۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہو اُسے محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کر دیا۔)

"میں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُسپر اُنھوں نے نہ تو کوئی مُہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہو" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دُور ہو گی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کر دیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہو یا میری پوری قوم کے لئے"؟ سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہو" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود لاثانی

تحفہ

تار کا کافی پتہ — **ماء اللحم دو آتشہ** بنسخہ خاص — ہمدرد دہلی

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہی۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سرِ نو جان کا ڈالنا اسکی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزا سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرماکر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچائی کے اظہار کا کوئی موقع ہی نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتادے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہو مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بنظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل دید گولڈن رسٹ واچ	ریلوے رگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم ٹائم پیس جرمن میڈ
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما شینی یا المونیم چاندی کی چین قیمت مع اسٹراپ سات روپیہ آٹھ آنہ (۷؍۸) محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	مکمل سلور کیس، خوبصورت، مضبوط، ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت مع چین پانچ روپے آٹھ آنے (۵؍۸) محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت، چال کا اچھا، پرزوں کا مضبوط، ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا، قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہو اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم قیمتیں کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہو۔ ان سے پوری قیمت مندرجہ چارج کیجائیگی! اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس۔ اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۔۔۔ مقام دہلی

قال الحواریون

نحن انصار اللہ

علمائے دیوبند کا واحد ترجمان

اخبار

الانصار

ہفتہ وار

سائز ۲۰×۳۰

مقام اشاعت دار العلوم دیوبند

عنقریب ایک حقیقی اسلامی دعوت کا

پیغام

لیکر دار العلوم دیوبند سے یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو شایع ہوگا۔ امید ہو کہ متوسلین دار العلوم اور مسلمانان ہند پوری گرمجوشی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرینگے۔ سالانہ قیمت ۸؍، ششماہی قیمت ۴؍، ممالک غیر سے سالانہ ۵؍ ششماہی ۸؍

مہذب **اشتہارات** رعایتی اجرت کے ساتھ لئے جائیں گے اور ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جائیگا۔

خط و کتابت و ترسیل زر بنام ناظم الانصار دار العلوم دیوبند ہونی چاہیے۔

المعلن۔ احقر حبیب الرحمٰن ناظم دار العلوم دیوبند (یوپی)

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

سیفی علوم کے بیش بہا جواھر ریزي

اس سلسلہ میں ہم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ھے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ھندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے:

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد ازھائي روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ھیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے ھیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمي ' اسلامي ' سہ ماھي رسالہ ھے جس کے خریدار کو ھم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اھم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے- اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ھوے حالات درج کیے جاتے ھیں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال ھي وہ رسالہ ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ایک ھفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاھتا تھا ' اِس لئے اُس کا ھر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اُس کے ھر نمبر میں مختلف ابواب ' مذھب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ھوتے تھے - اور اُسکا ھر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ھوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ھفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ھوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذھبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ھیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ھوسکتا ھے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ھیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' ھم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ھیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ھو انھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ھوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ھوگي ھیں - ھم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے ھیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي ایک بہت ھي محدود تعداد مرتب ھوسکي ھے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل ھوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - ھر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ھوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ھر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ھیں جن میں سے ھر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ھے - قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البلاغ پریس"

١٩٢٧

جلد ١

الہلال

نمبر ٢٠

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR: MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۰ — کلکتہ : جمعہ ۸ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف اکی چھپائی اختیار کی جای .

پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۵۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین ۲۳۵ — اردو حروف کی حق مین ۴۲۸

موجودہ مشترك طباعة کی حق مین ۵۵٤ — حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق هون ۱۵۰

پتھر کی چھپائی کی حق مین ۲۷۳

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج ۱۰ سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ

ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ

قیمت شش ماہي - - - سات روپیہ

قیمت في پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے ہي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني ارڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اُس نے مذهبي انبساط ' بهادرانه جوش ' اور متوسط طبقے کي بلند خيالي ' خود بيں تخمينۂ و شمار کے آب سرد میں غرق کردهي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لين دين کي ايک جنس بنا ديا - اور تمام بيش قيمت آزاديوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کی صرف ايک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض اُسنے کمزوروں کے اُس قديم خود غرضانه استعمال کي جگه جسپر مذهب و سياست کي دلفريبيوں کا نقاب پڑا هوا تها ' ايک نيا برهنه ' وحشيانه ' بے شرم ' اور کهرا خود غرضانه استعمال ايجاد کر ديا -

سرمايه دار طبقے نے اُن تمام پيشوں کي خوبياں ملياميٹ کرديں جو پہلے عزت کي نظر سے ديکهے جاتے تهے - اُسنے ڈاکٹر ' وکيل ' پروهت ' شاعر ' فلسفي ' غرضکه سب کو محض ايک اجرتي مزدور بنا کے چهوڑ ديا !

سرمايه دار طبقه نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بهي نکال پهينکے ' اور اُنکي جگه ايک خالص مالي لين دين کا رشته قائم کر ديا !

سرمايه دار طبقه نے بتا ديا که وحشيانه اظهار طاقت ' جسے قرون وسطی کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تهے ' کامل سہُولت کے ساتهه انکے عهد ميں کس درجه کاميابي حاصل کر سکتا هے -

يه طبقه ' سب سے پہلا طبقه تها جسنے ثابت کر دکهايا که انسان کي سرگرمي کيا کچهه کر سکتي هے - اسنے مصري اهرام ' رومن نهروں ' اور گوتهک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پيدا کئے ' اور قديم هجرتوں اور مذهبي جهادوں سے بالکل مختلف قسم کي مهميں جاري کيں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولين شرط يه تهي که پيداوار کے اگلے طريقے برقرار رهيں - ليکن سرمايه دار طبقه کي زندگي ناممکن هے جب تک که آلات پيداوار ' طريق پيداوار ' اور تمام اجتماعي رشتوں ميں برابر انقلاب نه هوتا رهے - چنانچه طريق پيداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام کي پيهم برهمي ' دائمي بے چيني ' اور کبهي نه ختم هونے والي بے اطميناني ' يهي وه چيزيں هيں جو سرمايه دار عهد کو تمام ديگر زمانوں سے امتياز ديتي هيں -

تمام جچے تلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرر و محترم عقائد و خيالات کے فنا کردیے گئے هيں اور ان کي جگه جو رشتے اور خيالات رائج کئے گیے هيں قبل اس کے که چمکيں ' پرانے هوچکے هيں - جو کچهه بهي ٹهوس اور مقبول تها ' مٹ چکا هے - جو کچهه بهي مقدس تها ' ناپاک کرديا گيا هے - اور اب انجام کار انسان مجبور هوگيا هے که اپنے حالات زندگي اور حقيقي معاشرتي تعلقات ' کهلي آنکهوں سے ديکهے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمايه داروں کو اپني پيداوار کے ليے ايک برابر بڑهتے رهنے والے بازار کي ضرورت ' ديوانه کيے هوئے هے - انهيں هر جگه اپنا آشيانه بنانا ' هر مقام پر ڈيره ڈالنا ' چپه چپه سے ناتا جوڑنا ضروري هے -

سرمايه دار طبقه نے عالمگير بازار غصب کرکے تمام ممالک کي درآمد و برآمد قومي اور ملکي قيود سے آزاد کردي هے - رجعت پسندوں کي اميدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نيچے سے اُس کي بنيادیں نکال کر پهينک دي هيں - قديم اور مروج صنعتيں برباد کي جا چکي هيں ' اور جو باقي هيں برابر برباد کي جارهي هيں - ان کي جگه نئي صنعتيں رائج کي جارهي هيں که جن کا رواج تمام مهذب اقوام کے ليے ايک نهايت هي اهم اور قابل غور مسئله هے ' کيونکه اِن صنعتوں کي حالت يه هے که صرف يه اپنے هي ملک کي خام پيداوار استعمال ميں نهيں لاتيں ' بلکه دور دراز علاقوں کي بهي خام پيداوار چاهتي هيں ' نيز انکي کثرت کي وجه سے اُن کي کهپت صرف انکے هي علاقے ميں نهيں بلکه دنيا کے گوشه گوشه ميں هوني چاهيے -

پراني ضروريات کي جگه جو ملکي پيداوار سے رفع هوجاتي تهيں . نئي ضروريات پيدا هوگئي هيں جو اپنے رفع هونے کے ليے دور دراز ممالک کی پيداوار کا بهي مطالبه کرتي هيں -

يه حال صرف مادي پيداوار هي کا نهيں ' بلکه ذهني پيداوار کا بهي هے - ايک قوم کي دماغی پيداوار ' تمام قوموں کي عام مِلکيت بن گئي هے - محدود تخيل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي هے ' اور قومي و مقامي ادبيات سے ايک عالمگير ارضي علم ادب پيدا هو رها هے -

سرمايه دار طبقه ' آلات پيداوار کي تيز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانيوں کے ذريعه وحشي سے وحشي اقوام کو بهي تهذيب کي طرف کهينچ رها هے - سامان تجارت کي ارزاني هي وه بهاري توپ هے جس کے زور سے نهايت سرکش قوموں کو بهي اطاعت پر مجبور کرديا گيا هے - تمام اقوام کو موت کي دهمکي دي جارهي هے که سرمايه دارانه طريق پيداوار اختيار کرليں ' اور نام نهاد تهذيب قبول کرکے مهذب بن جائيں -

سرمايه دار طبقه نے ديهات کو شهر کا تابع بنا ديا هے - بکثرت نئے شهر پيدا کردیے هيں - ديهات کے مقابله ميں قصبات کي آبادي ميں حيرت انگيز اضافه هوگيا هے - اور اس طرح دنيا کي بهت بڑي آبادي کو ديهاتي زندگي کي سادگيوں سے محروم کرديا هے -

اُس نے جس طرح ديهات کو شهر کا محتاج بنايا هے ' ٹهيک اُسي طرح وحشي اور نيم وحشي ممالک کو مهذب ممالک کا دست نگر بهي بنا ديا هے - کاشتکار قوموں کو سرمايه داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا ديا هے -

سرمايه دار طبقه ذرائع پيدوار ' ملکيت ' اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا هے - اُس نے آبادي گنجان کردي هے - ذرائع پيداوار ميں مرکزيت پيدا کردي هے - اور ملکيت کو سميٹ کر صرف چند هاتهوں کے اندر محدود کرديا هے -

اِس صورتِ حال کا لازمي نتيجه ' سياسي مرکزيت تهي جو سرمايه دار طبقه کے هاتهوں وجود ميں آچکي هے ' آزاد اور نيم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانين ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تهے ' کهينچ تان کے ايک قوم بنا دي گئي هيں ' ايسي قوم جس کي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ايک هيں -

سرمايه دار طبقه نے اپنے صد ساله جماعتي عهد حکومت ميں ايسي عظيم الشان بار آور قوتيں پيدا کردي هيں جنهيں تمام پچهلي نسليں بهي پيدا نه کرسکي تهيں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضه کيا ' علم آلات اور کيميا کا صنعت و زراعت ميں استعمال کيا ' دخاني جهاز ' ريلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کيے ' زراعت کے ليے تمام براعظموں کي صفائي کي ' درياؤں کي نهر بندي کي ' اور زمين کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بهلا کسي

مطبوعات جدیدہ

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات "کمیونیزم" کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ہے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ہوچکي ہیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونسٹ رہنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین ہیں ' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کردي ہے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت ہو گئي ہے ' اور ہر ملک کیلیے ضروري ہو گیا ہے کہ نہ صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکہ علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعہ کرے ' اور نقد و بصیرت کے ساتھہ صحیح راے قائم کرے - جہانتک ہمیں معلوم ہے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں ہوئي ہے جس میں صحت کے ساتھہ اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذہب کي حقیقت واضح کي گئي ہو - یہ نیا مجموعہ دیکھکر ہمیں خیال ہوا کہ کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع ہیں - ہم ان مقالات میں سے ایک مقالہ الہلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے ہیں - اس کے مطالعہ سے نہ صرف اس مذہب کے اصول و عقائد بلکہ اسکے ظہور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح ہوجائیگي -

یہ واضح رہے کہ اس مقالہ اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یہ ہے کہ وقت کي ضروري معلومات اردو خواں طبقہ کے لیے مہیا ہوجائے - یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں کہ وہ یک قلم مقبول اور پسندیدہ خیالات ہیں - ہمارے خیال میں "کمیونیزم" موجودہ تمدن کي سرمایہ دارانہ بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ہے ' اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایہ داري افراط کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچ چکي ہے ' اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطہ کا ظہور ہے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں ہوسکتي ' وہ ہمیشہ درمیان کي راہ ہوتي ہے !

---

(۱)

(سرمایہ دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ہے -

آزاد اور غلام ' شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے اور بنجارے ' مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم ' ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہے ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رہے جو کبھي علانیہ تھي اور کبھي خفیہ ' مگر جسکا خاتمہ ہمیشہ یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ہوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً ہر جگہ سوسائٹي مختلف درجوں اور گروہوں میں بٹي ہوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي ہوئي نظر آتي ہے - قدیم روم میں ہم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے ہیں - قرون وسطی میں جاگیردار ' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشہ ' اور خدمتگار دکھائي دیتے ہیں - صرف یہي نہیں بلکہ اِنمیں سے ہر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ہے -

موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ہوئي ہے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہیں کیں ' بلکہ پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ' ظلم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ہیں -

البتہ ہمارے موجودہ سرمایہ دار عہد نے یہ امتیاز ضرور حاصل کیا ہے کہ اُس نے جماعتي اختلاف محدود کر دیے ہیں ' اور تمام سوسائٹي سمیت کے دو بڑي حریف جماعتوں : "سرمایہ دار" اور "مزدور" میں تقسیم کردي ہے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي نمائندوں کي ابتدا ہوئي ' اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایہ دار طبقہ کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکہ کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ہوئے سرمایہ دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکہ کے استعمار ' مستعمرانہ تجارت ' نیز ذرائع تبادلہ اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ' جہاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانہ نظام وہ بڑھتي ہوئي ضرورتیں پوري نہیں کر سکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھہ پیدا ہوگئي تھیں - نتیجہ یہ ہوا کہ دست کاري کے نظام نے اُسکي جگہ لے لي ' تجارتي مکھیے معزول ہوگئے ' متوسط صنعتي طبقہ اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم ہوگئي -

سرمایہ دار طبقہ نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیر دارانہ ' بزرگانہ ' مذہبي ' اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے "فطري سرداروں" سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشتہ کے سوا کوئي رشتہ باہمي روابط کا باقي نہ چھوڑا جسے برہنہ خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشتہ کہتے ہیں -

ادنی اور متوسط طبقه ' چهوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پيشه ' زميندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوري پيشه طبقه ميں جذب هو رهے هيں - کچهه تو اس وجه سے که أنکا معمولي سرمايه موجوده صنائع کيليے ناکافي هے اور بڑے بڑے سرمايه داروں کے مقابله ميں بيکار هوجاتا هے ' اور کچهه اس وجه سے که أنکے خاص پيشوں کو پيداوار کے نئے ذرائع نے ظاهر هوکر بے قدر کر ديا هے - اس طرح مزدوروں کا يه طبقه صرف مزدوروں هي سے نهيں بلکه آبادي کے هر حصه سے مرکب هے -

(۲)

مزدوري پيشه طبقه مختلف تدريجي مرحلوں سے گزر کر اِس درجه تک پهنچا هے - سرمايه دار کے بر خلاف أسکي جد و جهد أسکي پيدائش کے وقت هي سے شروع هوگئي هے -

سب سے پہلے يه جد و جهد ايک فرد واحد مزدور کي جد و جهد کي حيثيت سے شروع هوئي ' پهر کسي ايک کارخانه کے مزدوروں کي جد وجهد بني ' پهر کسي خاص نواح کے تمام هم پيشه مزدوروں کي جد و جهد کي صورت ميں تبديل هوگئي ' جسکا مقصد سرمايه داروں سے جنگ کرنا تها جو ان سب کو براه راست تباه کر رها تها -

اِس منزل ميں مزدور ' سرمايه دارانه طريق پيداوار پر نهيں بلکه خود آلات پيداوار پر حمله کرتے تهے - بيروني مال برباد کر ڈالتے تهے ' مشينيں توڑ پهوڑ ڈالتے تهے ' کارخانوں ميں آگ لگا ديتے تهے ' اور کوشش کرتے تهے که طاقت کے زور سے اپني وه حيثيت پهر قائم کرديں جو قرون وسطى ميں ضائع هوچکي تهي - ليکن باوجود متحده مقصد رکهنے کے ' اِس منزل ميں ' مزدور ايک غير متحد بهيڑ کي شکل رکهتے تهے جو تمام دنيا ميں پهيلي هوئي تهي ' اور جسکے اندر باهمي مقابله کے جذبه نے پهوٹ ڈال دي تهي -

اِس دور ميں مزدور جب منظم هونے کيليے متحد هوئے ' تو يه أنکے اپنے اتحاد کا نهيں ' بلکه سرمايه دار طبقه کے اتحاد کا نتيجه تها - وه اپنے سياسي مقاصد کے حصول کيليے مجبور هو جاتا تها که مزدوروں ميں ايک نئي حرکت پيدا کردے -

اِس منزل ميں مزدور براه راست اپنے دشمنوں سے نهيں لڑتے تهے ' بلکه ان کي جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے هوتي تهي ' يعني مطلق العنان شاهي سے ' زميندارون سے ' غير صنعتي اور چهوٹے چهوٹے سرمايه داروں سے -

اس طرح مزدوروں کي يه پوري تاريخي تحريک ' سرمايه دار طبقه هي کے هاتهوں ميں رهي هے ' اور تمام کاميابياں جو آسے حاصل هوئي هيں ' سرمايه داروں هي کي کاميابياں هيں -

صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه مزدوري پيشه طبقه کي کميت ميں صرف افراد هي کا اضافه نهيں هوا ' بلکه بڑي بڑي جماعتيں بهي اس ميں شامل هوتي گئيں اور ابتک هو رهي هيں -

اس کي طاقت روز بروز بڑھ رهي هے اور وه اپني طاقت کي افزوني برابر محسوس کر رها هے -

جوں جوں مشينري ' صنعت کے امتيازات مٹاتي جاتي هے اور أجرت هر جگه کم سے کم کرتي جاتي هے ' اسي قدر مزدوروں کے نوائد اور حالات زندگي ميں بهي يکسانيت پيدا هو رهي هے -

سرمايه دار طبقه ميں مقابله کي روح جس قدر ترقي کرتي جاتي هے اور تجارتي مشکلات جسقدر بڑهتي جاتي هيں ' اسي قدر مزدوروں کي اجرت ميں اتار چڑهاؤ زياده هوتا جاتا هے - مشينري کي مسلسل اور تيز ترقي مزدوروں کي روزي کو برابر غير محفوظ بنا رهي هے ' اور انفرادي مزدور اور انفرادي سرمايه دار کا شخصي تصادم ' جماعتي تصادم کي صورت اختيار کرتا جاتا هے - ايک طرف مزدور ' سرمايه داروں کے خلاف متحد هورهے هيں - دوسري طرف سرمايه دار شرح اجرت برقرار رکهنے کے ليے مزدوروں کے برخلاف جتها بندي کر رهے هيں - انهوں نے اپنے تئيں مستقل انجمنوں کي صورت ميں منظم کرليا هے ' تاکه اچانک تصادم کے ليے پہلے سے طيار رهيں - کهيں کهيں يه باهمي لڑائي بغاوت کي صورت ميں بهي پهوٹ چکي هے -

کبهي کبهي مزدوروں کو فتح حاصل هوجاتي هے ' مگر محض تهوڑي مدت کے ليے - اس سے هميں گهبرانا نهيں چاهيے - کيونکه ان کي جد و جهد کا اصلي ثمره فوري کاميابي نهيں بلکه أن کے بڑهتے هوئے اتحاد ميں هے - اِس اتحاد کو موجوده ذرائع آمد و رفت سے جو موجوده صنعت کي ايجاد هيں ' بهت مدد مل رهي هے - مختلف ممالک کے مزدور باهم دگر مل رهے هيں ' اور اِس طرح وه کام انجام پا رها هے جس کي ازحد ضرورت تهي - وه اتحاد جس کے حصول ميں قرون وسطى کے شهريوں کو اپني خراب سڑکوں کي وجه سے صديان لگ جاتيں ' موجوده مزدوروں کو ريلوے کے ذريعه چند سالوں کے اندر حاصل هوگيا هے -

مزدوروں کي جماعتي اور سياسي تنظيم خود أن کے باهمي مقابله کي وجه سے هميشه رک رک جايا کي هے ' ليکن هر مرتبه زياده قوت ' زياده استقلال ' اور زياده استحکام کے ساتهه أبهري هے - سرمايه داروں کي باهمي پهوٹ سے أسے کافي فائده پهنچا هے ' اور وه هر موقعه پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانوني اعتراف پر مجبور هوگئے هيں -

قديم سوسائٹي ميں جماعتوں کا باهمي تصادم ' مختلف طريقوں سے مزدوري پيشه طبقه کو بڑها رها هے - خود سرمايه دار بهي مجبوراً اسکي ترقي کا باعث هوئے هيں - وه اپنے تئيں ايک مسلسل حالت جنگ ميں پاتے هيں - ايک طرف خانداني إمارت هے ' دوسري طرف خود سرمايه داروں کي وه جماعتيں هيں جنکے مفاد صنعتي ترقي کے منافي هيں - تيسري طرف بيروني ممالک کے سرمايه دار هيں جو هر وقت ٹوٹ پڑنے کيليے طيار هيں - غرضکه سرمايه داروں کو هر طرف لڑنا اور هر ايک سے نبرد آزمائي کرني پڑتي هے - ظاهر هے ' وه تن تنها اتنے دشمنوں کا مقابله نهيں کر سکتے ' اور مجبور هوتے هيں که مزدوروں سے اعانت کي اپيل کريں - اِس طرح وه خود هي مزدوروں کو سياسي اکهاڑه ميں کهينچ لاتے هيں ' اور أن کيليے اجتماعي تعليم کے عناصر مهيا کرديتے هيں - وه خود هي مزدوروں کے هاتهه ميں وه هتيار ديديتے هيں جو خود أن کے خلاف استعمال کيے جائينگے !

صرف يهي نهيں بلکه صنعت کي ترقي نے حکمراں طبقه کے تمام حصوں کو بهي عجلت اور گهبراهت کے ساتهه مزدوري پيشه طبقه کي طرف دهکيلنا شروع کر ديا هے ' يا کم از کم انکي زندگي خطره ميں ڈالدي هے - يهي وجه هے که يه حکمراں جماعت مزدوري پيشه طبقه کيليے ترقي کے بے شمار پرزے مهيا کر رهي هے -

بھیلی نسل کو یہ وہم بھی گزرا تھا کہ اجتماعی محنت کی گود میں ایسی بار آور قوتیں پڑی سو رہی ہیں ؟

گزشتہ بیان میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جن کی بنیادوں پر سرمایہ دار طبقہ نے اپنی عمارت کھڑی کی ہے ' اگرچہ جاگیرداری کے عہد میں پیدا ہوئے تھے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکی بلکہ اُلٹے اُنکے گرداب میں پڑکر تباہ ہوگئی ' کیونکہ یہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جب اپنی ترقی کی ایک خاص منزل پر پہنچ گئے ' تو وہ حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائٹی پیدا کرتے اور تبادلہ کرتے تھے ' یعنی کاشتکاری و دستکاری کا جاگیر دارانہ نظام ' ترقی یافتہ قوتوں کے سامنے ٹھہر نہ سکے - وہ پیداوار کو سہارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجھل بیڑیاں بن گئے ' جن کا توڑ ڈالنا ضروری تھا - چنانچہ اُنکی جگہ آزاد مقابلے اور سرمایہ دار طبقہ کی اقتصادی و سیاسی حکومت نے لے لی -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعادہ پھر شروع کیا ہے ' جو کچھ جاگیر داروں پر گزرا ہے ' وہی اب سرمایہ داروں کو درپیش ہے -

سرمایہ دارانہ حالات ' پیداوار ' تبادلہ ' سرمایہ دارانہ املاکی رشتے ' غرضکہ پوری موجودہ سرمایہ دار سوسائٹی جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے ہیں ' سخت مصائب میں مبتلا ہے - اسکی مثال اُس جادوگر کی سی ہے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا ہے مگر اُنپر قابو نہیں رکھہ سکتا -

بہت زمانہ تک صنعت و تجارت کی تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کی موجودہ حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کی عام تاریخ رہی ہے - اس سلسلہ میں اُن تجارتی مشکلات کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا جو وقتاً فوقتاً پوری سرمایہ دار سوسائٹی کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کر دیا کرتی ہیں -

لیکن باوجود اِن ہولناک خطروں کے ایک عام اجتماعی وبا پھیلی ہوئی ہے جسکا نام " زائد پیداوار " ہے اور جو پچھلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم ہوتی -

اِس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ سوسائٹی اپنے تئیں اچانک ایک عارضی وحشیانہ حالت میں مبتلا پاتی ہے - قحط اور بربادی کی ایک عالمگیر جنگ برپا ہو جاتی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ صنعت و تجارت اور زندگی کے تمام ذرائع تباہ ہو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے کہ تہذیب بہت زیادہ ہوگئی ہے ' ذرائع زندگی بہت زیادہ ہوگئے ہیں ' صنعت بہت زیادہ ہوگئی ہے ' تجارت بہت زیادہ ہوگئی ہے !

اِن خطرات کا مقابلہ سرمایہ دار کیونکر کرتے ہیں ؟ اِس طرح کہ ایک طرف تو بہت سی بار آور قوتیں بجبر برباد کر ڈالتے ہیں ' دوسری طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے ہیں - اِسکے معنی یہ ہیں کہ وہ اور بھی زیادہ وسیع اور زیادہ برباد کن مشکلات کیلیے راستہ ہموار کر رہے ہیں اور ساتھہ ساتھہ وہ ذرائع بھی مٹاتے جاتے ہیں جنسے یہ مشکلات رفع کی جاسکتی تھیں -

غرضکہ وہ ہتیار جنسے سرمایہ داروں نے جاگیرداری پر فتح حاصل کی تھی ' اب خود انہیں پر اُلٹ پڑے ہیں -

لیکن سرمایہ داروں نے صرف یہ مہلک ہتیار ہی نہیں گڑھے ہیں ' بلکہ وہ لوگ بھی پیدا کردیے ہیں جو یہ ہتیار استعمال کرینگے - وہ کون ہیں ؟ موجودہ مزدور !

جس تناسب سے سرمایہ اور سرمایہ داروں نے ترقی کی ہے ' اِسی تناسب سے مزدوروں نے بھی ترقی کی ہے - اِس طبقہ کی زندگی اُسی وقت تک ہے جبتک اُسے کام ملتا رہے ' اور کام اُسی وقت تک ملتا ہے جبتک وہ سرمایہ کو بڑھاتا رہے - یہ مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں ' تجارت کی دوسری چیزوں کی طرح ایک جنس ہوگئے ہیں اور مقابلہ کے ہیر پھیر اور نرخ کے چڑھاؤ اُتار سے ہمیشہ مصیبت جھیلتے رہتے ہیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کی تقسیم کے باعث اپنی انفرادی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئی خاص کشش نہیں رکھتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمہ بنا دیا گیا ہے ' جس سے نہایت آسان کام کی خواہش کی جاتی ہے - جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب اُسکی قیمت گھٹ کر بس اِتنی ہی رہ گئی ہے کہ مزدور بمشکل اُس سے اپنی قوت لایموت کا سامان کرسکتا ہے -

اب ایک مصنوعی برتن اور مزدور ' دونوں ہم درجہ چیزیں ہوگئی ہیں جنکی قیمت اُنکی لاگت کے حساب سے ہوتی ہے - یہی سبب ہے کہ جوں جوں محنت سستی ہوتی جاتی ہے ' مزدوری بھی گھٹ رہی ہے - پھر تماشہ یہ ہے کہ جسقدر کام کی تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑھتا جاتا ہے ' اِسی قدر کام کا بوجھہ بھی بڑھ رہا ہے ' یا تو کام کے گھنٹے بڑھا دیے جاتے ہیں ' یا زیادہ کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا ہے ' یا مشین کی رفتار میں اضافہ کر دیا جاتا ہے ' (وغیرہ وغیرہ)

موجودہ صنعت نے نیک آقا کی چھوٹی سی دکان کو صنعتی سرمایہ دار کے بڑے کارخانہ کی صورت میں بدل دیا ہے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بھرے ہوئے ہیں جن کی تنظیم سپاہیوں کی طرح کی جاتی ہے ' اور جو سپاہیوں ہی کی طرح چھوٹے بڑے افسروں کی ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجہ میں جکڑ دیے گئے ہیں - وہ نہ صرف سرمایہ دار طبقے اور سرمایہ دار حکومت کے غلام ہوتے ہیں ' بلکہ انہیں شب و روز ہر سرمایہ دار صناع کی بھی غلامی کرنی پڑتی ہے -

جسقدر کھلے الفاظ میں یہ خود سر حکومت اعلان کرتی جاتی ہے کہ خود غرضی اور منفعت شخصی اس کا مقصد ہے ' اُسی قدر وہ حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف دہ ہوتی جاتی ہے !

دستی مشقت میں قوت اور چستی کی ضرورت جتنی کم ہوتی جاتی ہے ' یعنی موجودہ صنعت جس قدر زیادہ ترقی کرتی جاتی ہے ' اُسی قدر مردانہ محنت کی جگہ زنانہ محنت کو دی جارہی ہے - مزدوری پیشہ طبقہ کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئی معاشرتی اہمیت نہیں رکھتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے ہوگئے ہیں جن کی قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے -

جوں ہی مزدور کو اپنے سرمایہ دار آقا سے مزدوری ملتی ہے ' فوراً دوسری سرمایہ دار جماعتیں اُس پر ٹوٹ پڑتی ہیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساھوکار ' غرضکہ سب کے سب اُس کے لوٹنے کھسوٹنے کو آ موجود ہوتے ہیں -

عظمت کا باب اِسي وقت سے شروع هوتا هے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' معققانه روح ' اور عزم و همت کي قوت ظاهر هوتي هے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بهي سیکهني پڑتي هیں - فارسي زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً هندوستان میں ٹهیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پرلو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تهي !

غرضکه ابن بطوطه اپنے مشرقي سفر پر روانه هوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا راستے کے جمله حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پهر دجله و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل هوا ' اور شیراز و اصفہان وغیرہ کی سیر کي - لیکن وہ آگے نہیں بڑها بلکه لوٹ کر پهر دجله و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کی حالت نہایت زبوں تهي - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافه ویران هوگیا تها ' ابن بطوطه یہاں بہت متأثر نظر آتا هے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظهار کرتا هے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کي یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع هوجاتي هے - نہیں معلوم کیوں ' وہ پهر بغداد اور بغداد سے مکه پہنچ جاتا هے - وہ هم سے صرف اِس قدر کہتا هے که دوسري مرتبه مکه معظمه اِس حال میں پہنچا که سخت بیمار تها - چنانچه کامل ایک سال جوار بیت الله میں مقیم رهتا هے - اِس طویل اقامت کے بعد پهر اُس میں نیا جوش پیدا هوتا هے اور پہلے سے بهي زیادہ طویل سفر پر روانه هوجاتا هے -

چنانچه وہ یمن پہنچتا هے - پهر سومال جاتا هے - پهر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کی سیر کرتا هوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا هے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا هے - مگر ٹهہرتا نہیں اور صحراء طے کرکے دوبارہ مکه معظمه میں وارد هوتا هے - یہاں ملک الناصر شاہ مصر سے اُس کي ملاقات هوتي هے

حج کے بعد پهر سفر شروع کرتا هے اور اِس مرتبه بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد زنج ' صعید مصر کی سیاحت کرتا هوا قاهرہ پہنچتا هے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکه شام چلا جاتا هے اور ساحل لاذقیه سے جہاز پر بیٹهه کے سنه ۷۳۳ ھ (سنه ۱۳۳۳ ع) میں ساحل اناطولیه پر قدم رکهتا هے -

(اناطولیه)

اُس وقت اناطولیه میں سلجوقی امراء و سلاطین کا دور پورا تها - لیکن آل عثمان کا ستارہ عروج حاصل کررها تها آهسته آهسته سلجوقی امراء اُس کے سامنے هتهیار رکهتے جاتے تهے - سلطنت عثمانیه کے بانی اول عثمان نے بازنطینی شہنشاهی میں ابهي دور تک هاتھ پهیلا دیے تهے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایۂ تخت بروسه ... بطوطه کے زمانے میں سلطان اُرخان بن عثمان کی حکومت

اُرخان کے علاوہ سلجوقی امراء میں سب سے زیادہ ... آزبک خاں شاہ شمال تها - یه شہنشاہ قسطنطنیه کا داماد ... ابن بطوطه یه ملک دیکهه کر بہت متعجب هوا - کیونکه ... اِسلام کو غلبه حاصل هوچکا تها مگر نو مسلموں کے عادات ... عجیب طرح کے تهے - اِبن بطوطه نے پورے ملک کي سیاحت کي هے اور بڑی تفصیل سے جمله حالات بیان کیے هیں - یه عجیب بات هے که هر ملک میں وہ قصر شاهي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تها - یہاں کے بهي تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں

(قسطنطنیه)

اناطولیه سے وہ قسطنطنیه کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکه " خاتون بیلون " بهي اپنے باپ شہنشاہ قسطنطنیه کي ملاقات کو جا رهي تهي - اِبن بطوطه اِسي شاهي قافله میں داخل هوگیا اور سنه ۷۳۳ ھ - سنه ۱۳۳۳ ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیزنطیني پایۂ تخت میں داخل هوا -

سیاح خود اپني زبان سے یه واقعه اِس طرح بیان کرتا هے :

" هم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمی میں داخل هوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رهے تهے که در و دیوار تک گونج اُٹهے تهے - هم قصر شاهي کے پہلے پهاٹک پر پہنچے - وهاں سو سنتري اپنے سپه سالار کے ساتهه کهڑے تهے اور آپس میں کهه رهے تهے " سراکنون ' سراکنون " جس کے معني هیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام هے - شاید اِبن بطوطه نے یهي لفظ سنا هوگا)

پهر وہ شہنشاہ سے اپني ملاقات کا حال لکهتا هے :

" چوتهے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل هندي میرے پاس بهیجا - وہ مجهے قصر شاهي میں لے گیا - هم چار پهاٹکوں سے گزرے - هر پهاٹک میں مسلح سپاهي موجود تهے - پانچویں پهاٹک پر غلام مجهے چهوڑ کر چلا گیا - پهر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنهوں نے میري تلاشي لي که کوئي چهري تو چهپي هوئي نہیں هے - افسر نے بتایا که یہاں کا دستور ایسا هي هے - جو شخص بهي بادشاہ سے ملنا چاهتا هے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي هے - پهر پهاٹک کهولا گیا - میں اندر داخل هوا - چار ادمیوں نے مجهے گهیر لیا - دو مجهے آگے سے پکڑے تهے ' دو پیچهے تهے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراسته تهیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تهیں - بیچ میں فوارہ تها - دونوں جانب سپاهي صف بسته کهڑے تهے اور بالکل خاموش تهے - وسط میں تین اور آدمي کهڑے تهے - اِنهوں نے مجهے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کر لے چلے - انمیں ایک یہودي تها - یہودي نے مجهه سے عربي میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان هوں " پهر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاہ مع اپني ملکه کے تخت شاهی پر جلوہ افروز تها - داهني طرف چهه آدمي کهڑے تهے بائیں طرف چار آدمي تهے - سب هتهیار بند تهے - بادشاہ کے قریب پہنچنے سے پہلے مجهه سے کہا گیا که تهوڑي دیر بیٹهه کر حواس درست کرلو - پهر میں تخت شاهي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - بادشاہ نے بیٹهنے کا اشارہ کیا - مگر میں بیٹها نہیں - بادشاہ نے مجهه سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچها - مقدس چٹان ' مهد مسیح ' بیت لحم ' شہر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پهر دمشق ' مصر عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچهے - میں نے هر سوال کا جواب دیا - یہودي ترجمه کرتا جاتا تها - شاید شہنشاہ کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچه اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکهو - پهر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراسته گهوڑا اور چهتر بهي عنایت کیا ' جو شاهي امان کي علامت هے "

اِس شہنشاہ کا نام اِبن بطوطه نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکها هے - ممکن هے یه اُن کے مسیحي نام هوں - ورنه

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آ ملا تھا ' اسی طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آ رہا ہے ' خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اِس تاریخی تحریک کا نظری علم حاصل ہوگیا ہے -

تمام جماعتیں جو فی الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ہیں ' انمیں صرف مزدوری پیشہ جماعت ہی ایک حقیقی انقلابی جماعت ہے - باقی تمام دوسری جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سڑتی اور گلتی چلی جاتی ہیں - اور یہ کچھہ عجیب نہیں ' کیونکہ مزدوری پیشہ طبقہ ہی صنعت و حرفت کی خاص اور براہ راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقہ ' چھوٹے چھوٹے دستکار ' معمولی دکاندار ' زراعت پیشہ زمیندار ' تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپنی حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہی نہیں بلکہ رجعت پسند بھی ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کی کوشش کر رہی ہیں - اگر وہ کبھی انقلابی ہو بھی گئیں ' تو صرف اس خوف سے ہونگی کہ مبادا مزدوری پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دی جائیں -

گزشتہ سوسائٹی کے معاشرتی حالات اب مزدوروں کے معاشرتی حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوری پیشہ طبقہ بغیر کسی ملکیت کے ہے ' اسکے اپنے بیوی بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خاندانی رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجودہ صنعتی محنت اور سرمایہ داری نے انگلینڈ ' فرانس ' امریکہ ' اور جرمنی میں مزدوروں کے تمام قومی اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون ' اخلاق ' مذہب ' تتلیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انہیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اپنی حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹی کو اپنے ہی طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھی اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹی کی بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ سے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کردیں - خود مزدوروں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسکی انہیں حفاظت کرنی ضروری ہو - انہیں شخصی ملکیت کی تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کردنی چاہئیں -

تمام پچھلی تاریخی تحریکیں یا تو آبادی کی اقلیت کی تحریکیں تھیں یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کی تحریک بالکل دوسری ہی نوعیت کی ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کی ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوری پیشہ طبقہ ' موجودہ سوسائٹی کی سب سے نچلی پرت ہے - وہ اس وقت تک نہیں اُٹھہ سکتا ہے ' جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جن سے حاکمانہ سوسائٹی مرکب ہے ' پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومی بنیادوں پر نہیں ہے ' لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکی جد و جہد ضرور قومی ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو قدرتی طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایہ داروں سے نمٹ لینا چاہئے

ابن بطوط کی سیاحت

(ایشیائی تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصری اہل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپنی ایشیائی سیاحت ختم کی ' طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا (۷۰۳ ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدی ہجری کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کی بھی ہے -

ابن بطوطہ کی طفولیت اور ابتدائی تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دینی علوم میں پوری طرح مہارت حاصل کرلی تھی - ہم اُن اسباب سے بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ۲۲ سال کی عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسی ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کی مادی طیاری کافی نہ تھی - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصی کے بڑے بڑے شہر : تلمسان ' الجزائر ' بجایہ ' قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطنی کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے کہ جب تیونس میں اُسے کسی نے اجنبیت کی وجہ سے سلام نہ کیا " تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاری ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا ! "

حاجیوں کے قافلہ کے ساتھہ وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ ' اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسری طور پر دیکھہ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کی طرح شہر اور اُس کے آثار کی تحقیقات شروع کردی - یہاں سے فارغ ہوکر قاہرہ پہنچا پایۂ تخت کی عمارتیں ' مسجدیں ' ہرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کی - اِسی قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء ' امراء ' حتی کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاوؤن کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کی راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامی اور مسیحی مقامات مقدسہ کی سیر کی - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس نے حج کی نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسی زمانے میں اُسے مشرقی دنیا کی سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ہی سخت تھا - اب تک اُسے کوئی ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ بے خوف و خطر روانہ ہوجاتا ہے - درحقیقت ابن بطوطہ کی سیاحت اور

بریدِ فرنگ

ہوائی سفر کا ایک نیا تجربہ !

سائنٹفک امریکن کي آخري اشاعت نے امریکه کے ایک نئے فضائي تجربه کي روئداد شایع کي ہے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے ہیں ؟ یه واقعه اس حقیقت کي ایک تازه مثال ہے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحري تنگ نائے پر بجلي کے تاروں کا سلسله قائم ہے - یه تار معمولي کھمبوں پر نصب ہیں - جس طرح کے کھمبے ہر جگه تار کا سلسله قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں - پچھلے دنوں بجلي کے کارخانه کے بعض افسروں نے اراده کیا که اگر تار کا تمام سلسله رنگ دیا جاے تو حفاظت اور پائداري کے لیے بہتر ہوگا - لیکن مشکل یه پیش آئي که موجوده نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر ہو ؟ تار کا بڑا حصه تنگ نائے کے اوپر سے گزرا ہے ' اور نہایت بلندي پر واقع ہے - کوئي کشتي ' کوئي جہاز ' کوئي سواري ' اس غرض کے لیے کام نہیں دے سکتي تھي - بالآخر انہوں نے غور کرنا شروع کیا که خاص اس غرض کے لیے کوئي نیا ذریعه پیدا کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ تھوڑي سي کاوش کے بعد وه ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعه پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے - نوعیت کے اعتبار سے یه نہایت سہل اور ساده قسم کي چیز ہے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائي تجربه کا دروازه کھول رہي ہے - اس تجربه سے ثابت ہوگیا که اگر ضرورت پیش آجاے ' تو ایسي فضائي سواري استعمال کي جا سکتي ہے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ایک نقطه سے دوسرے نقطه تک بغیر کسي خطرے کے سوار کو پہنچا دے !

تصویر میں یه سواري تار پر چلتي ہوئي نظر آرہي ہے - دوسري تصویر میں وه ابتدائي نقطه دکھلایا گیا ہے جہاں سے روانگي شروع ہوئي ہے ' اور پہلي میں درمیاني حالت دکھلائي ہے - یه ایک پتلا سا تختہ ہے جس میں ہاتھ سے چلانے کي چرخي لگي ہے ' اور چھوٹے چھوٹے پہیوں سے تار پر دوڑ رہا ہے - سائنٹفک امریکن کا نامه نگار کہتا ہے " دو آدمي اس آله پر سوار ہوے اور بغیر کسي حادثه کے تار پر سفر کرتے ہوے چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت ہوگیا که تار پر معلق چلنے والي ٹرینوں کي تجویز پوري طرح کامیاب ہو سکتي ہے - نیز اگر ضرورت پیش آجاے ' تو دنیا کي بڑي بڑي ابنائیں معلق سواریوں کے ذریعه به آساني زمین سے ملا دي جا سکتي ہیں -

معلوم ہے کہ اُس عہد کے قیصر کا نام اندرو نیکوس ثالث تھا اور اُسکا باپ اندرونیکو ثاني تھا -

اُس زمانے میں قسطنطنیہ اپني سابق عظمت سے بہت کچھہ محروم ہوچکا تھا - سو برس پہلے صلیبي مجاہدوں نے اُسے فتح کیا اور بہت کچھہ برباد کرکے چلے گئے - تاہم اب بھي وہ عروس البلاد تھا - اِبن بطوطہ نے پوري تدقیق سے اُس کا حال لکھا ہے - ایک جگہ کہتا ہے :

" یہ شہر بہت ہي عظیم الشان ہے - دو حصوں میں منقسم ہے - وسط میں ایک بہت زیادہ مد و جزر رکھنے والا دریا موجزن ہے - (یعني قرن الذھب) اِس دریا کا نام " ابسمي " ہے - شہر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " ہے اور دریا کے مشرقي کنارے پر آباد ہے - اِسي میں قصر شاہي اور امراء کے محل ہیں - یہ حصہ بہت آباد ہے - بازار پر رونق ہیں - سڑکیں کشادہ اور پختہ ہیں - شہر ایک پہاڑ پر آباد ہے جو نو میل تک سمندر میں پھیلتا چلا گیا ہے - اُس کي چوٹي پر ایک چھوٹا سا قلعہ اور شاہي محل ہے - ایک دیوار اِس پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہے اور سمندر کي طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن ہے - اِسي حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا ہے - شہر کے دوسرے حصے کا نام " غلطہ " ہے - وہ دریا کے مغربي کنارے پر ہے - اِس حصے میں فرنگي نصاری رہتے ہیں - چنانچہ جنیوا ' وینس ' روم ' فرانس ... کے باشندے موجود ہیں "

عرب سیاح نے بڑي تفصیل سے قسطنطنیہ کے گرجوں اور خانقاہوں کا حال لکھا ہے - خاص شاہي اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتھہ اِن تمام مقامات کي سیر کي تھي -

قسطنطنیہ میں چند ہفتے مقیم رہا - یوناني تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پھر وہ دوبارہ اناطولیا طے کرکے ترکستان کي طرف بڑھا اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یہ صوبہ مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تھا - یہاں سے بخارا پہنچا - شہر تاتاري حملہ سے برباد ہوچکا تھا - عرب سیاح نے حضرت امام بخاري جامع حدیث کي قبر کي زیارت کي - پھر بلوچستان ہوتا ہوا ہندوستان میں داخل ہوا ' اور سنہ ۷۳۴ ھ میں پنجاب پہنچ گیا -

ابن بطوطہ کا سفر ہندوستان بہت طویل تھا - اُس نے اس براعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتی کہ سیلون تک پہنچا - ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاہ سے بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا - یہاں وہ کئي سال رہا اور منصب قضاء پر مامور ہوگیا - نیز کئي سیاسي سفارتوں پر بھي گیا ' اور بادشاہ کي بہت سي خدمات بجا لایا -

ہندوستان کے حالات ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں - ہندوؤں کے رسم و رواج ' عبادات ' عادات پر بحث کي ہے - ہندوستان میں ایک مرتبہ اُسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا - اُس کے کاغذات بھي لے گئے تھے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف ہے - کیونکہ اُن میں اُس کے سفر کي یاد داشتیں بھي تھیں -

ہندوستان سے وہ جاوا اور سماترا گیا - پھر شمال کي طرف روانہ ہوا - وہ ہم سے کہتا ہے کہ یہ سفر چین کا تھا - مگر تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیني ہندوستان اور جنوبي چین سے آگے نہیں بڑھا - شمال میں اُس کا سفر بہت ہي محدود تھا - چین سے پھر جاوہ کے طرف لوٹا - جاوہ سے ہندوستان آیا - پھر فارس ' عراق ' شام ' مصر ہوتا ہوا تیونس پہنچا - تیونس سے جہاز پر بیٹھا ' اور سنہ ۷۵۳ ھ میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد وطن واپس ہوا !

لیکن اپنے وطن طنجہ میں اُس کا قدم زیادہ دن تک نہیں جما - اندلس کي سیاحت پر روانہ ہوگیا - اُس وقت یہ اسلامي سلطنت سمٹ کر غرناطہ کے علاقہ میں محصور ہوگئي تھي - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصري کا زمانہ تھا - ابن بطوطہ نے وہاں کے علماء و فقہاء سے ملاقاتیں کیں ' قدیم آثار دیکھے ' پھر مراکش واپس آ گیا -

مگر یہ واپسي بھي عارضي تھي - تھوڑے ہي عرصہ بعد صحراء اعظم کي راہ سے سوڈان کے سفر پر روانہ ہوگیا - لیکن یہ اُس کا آخري سفر تھا - سلطان ابو عنان شاہ مراکش مزید سفر سے مانع ہوا اور اپني مصاحبت پر اصرار کیا - یہ واقعہ سنہ ۷۵۵ ھ کا ہے - ابن بطوطہ نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کي - ۲۲ برس کي عمر میں سیاحت شروع کي اور ۵۵ - برس کي عمر میں ختم کي -

ابن بطوطہ سلطان مراکش کا درباري بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بہت مسرور ہوتا تھا - بعض لوگ ابن بطوطہ کي صداقت میں اُسي طرح شبہ کرتے تھے ' جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے ہم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تھا - ابن بطوطہ کو ابناء زمانہ کي اِس بے قدري پر بہت افسوس تھا - ایک جگہ وہ نہایت رنجیدہ ہوکر لکھتا ہے " خدا جانتا ہے میرے بیانات صحیح ہیں - خدا کي گواہي میرے لیے کافي ہے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپني تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کي ' تو ابن بطوطہ اور اُس کي سیاحت کا قصہ تازہ تھا - وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

" سلطان ابو عنان کے عہد میں طنجہ کا ایک شخص ابن بطوطہ نام مراکش میں آیا - یہ مشرق میں سیاحت کرچکا تھا - عراق ' یمن ہندوستان وغیرہ ممالک میں پھرا تھا - شاہ ہند کے پایۂ تخت دھلي میں بھي گیا تھا ' اور سلطان محمد شاہ کا مقرب ہوگیا تھا ' حتی کہ عہدۂ قضا پر بھي مامور ہوگیا - سفر سے واپسي کے بعد اُسنے سلطان ابو عنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وہ اپنے عجیب عجیب مشاہدے بیان کیا کرتا تھا - حتی کہ بہت سے لوگ اُسے جھوٹا سمجھنے لگے تھے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے میں گفتگو کي اور بتایا کہ لوگ کس طرح اُس کي تکذیب کر رہے ہیں - وزیر نے مجھے جواب دیا " تمھیں اُن سلطنتوں کے حالات کا انکار نہیں کرنا چاھیے جن سے ناواقف ہو "

اِبن بطوطہ کو مارکو پولو پر کئي حیثیتوں سے امتیاز حاصل ہے - آخر الذکر نے براعظم ایشیا کا صرف وسطي حصہ دیکھا تھا - لیکن اِبن بطوطہ کي سیاحت بہت طویل تھي - ایشیا کے علاوہ افریقہ کے بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیہ اور اُندلس کي بھي اُس نے سیر کي تھي - پھر اُس کے مشاہدات بہت زیادہ محققانہ تھے - اُس کا سفرنامہ اُس عہد کے ایشیا اور افریقہ کي تاریخ اور جغرافیہ میں بہت زیادہ اھمیت رکھتا ہے - اُس کا اِسلوب بیان بھي زیادہ شگفتہ ' مکمل ' اور علمي ہے -

صلیب اور خون

(بیوریا میں ایک پر اسرار عورت!)

یورپ کي عقل پرستي اور مشرق کي توهم پرستي کا غلغله صدیوں سے بلند هے - مشرقي ممالک میں عام طور پر یه خیال پیدا کردیا گیا هے که هر طرح کي توهم پرستي اور غیر معقول خوش اعتقادي صرف مشرقي اقوام هي میں پائي جاتي هے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ ان تمام امراض سے محفوظ هیں! لیکن واقعه یه هے که سنه ۱۹۲۷ کے یورپ میں بهي هزاروں لاکهوں انسان ایسے موجود هیں، جنکي مذهبي توهم پرستیاں کسي طرح بهي مشرقي اقوام کي خوش اعتقادیوں سے کم نهیں هیں!

یورپ کي پچهلي ڈاک کے اخبارات سے معلوم هوتا هے که بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کي لڑکي تهریسا نیومین نامي کي نسبت هزاروں لاکهوں انسانوں کا اعتقاد هے که وه ایک مسیحي معجزه کے اعلان کے لیے بهیجي گئي هے - دور دور سے لوگ اس کي زیارت کے لیے آتے هیں، اور یقین کرتے هیں که اس کي زیارت سے اور اس کا دامن چهو لینے سے هر طرح کي بیماریوں سے نجات مل جاتي هے!

یه "مسیحي معجزه" کیا هے؟

تهریسا بے هوشي کي حالت میں

بیان کیا جاتا هے که تهوڑے تهوڑے وقفه کے بعد یه لڑکي بے هوش هو جایا کرتي هے - اور بے هوشي کي حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑجاتے هیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بهي جاري هو جاتا هے - جب هوش میں واپس آتي هے، تو صلیبي نشان معدوم هو جاتے هیں، اور خون کا بهنا بهي بند هو جاتا هے - اخبارات کا بیان هے که نه صرف علاقه کے پادریوں نے بلکه سرکاري افسروں نے بهي بے هوشي کي حالت میں اس لڑکي کا معائنه کیا هے، اور سب متفقه طور پر تصدیق کرتے هیں که صلیب کے نشان جسم پر نمایاں هو جاتے هیں - عجب نهیں یه لڑکي هسٹریا یعني اختناق الرحم کي کسي غیر معروف قسم میں مبتلا هو -

بائیں جانب تهریسا هے - دهني جانب ایک راهبه هے جو اسے گرجا لے جا رهي هے!

بالشویک روس کی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھہ رہی ہے !

ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ' خبر آئی تھی کہ حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسی کے جرم پر گرفتار کیا ہے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کی سزا دی گئی - یہ مرقع اسی مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے - اور گرافک لندن کے نامہ نگار نے موسکو سے بھیجا ہے -

روسی تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومی میلہ کی تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمہ " سرمایہ داری " کا طیار کیا تھا جو ایک موٹر کار پر نصب تھا اور تمام قصبوں اور قریوں میں اسکی نمایش کی گئی تھی - یہ مجسمہ کرہ کا ایک ڈھانچا ہے ' جسکے اوپر ایک انسان بیٹھا ہوا ہے - کرہ سے مقصود تمام دنیا ہے ' اور انسان سے مقصود " سرمایہ داری " کی طاقت ہے - گویا سرمایہ داری نے تمام کرۂ ارضی اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے !

" سرمایہ داری " کی ہمہ گیری و عالم انگنی کی مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی

یہ دو تصویریں " لا سلکی عکاسی " کے تجارب کا آخری تجربہ پیش کرتی ہیں - " لا سلکی عکاسی " سے مقصود وہ نیا انکشاف ہے جس کے ذریعہ دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلی جا سکتی ہے - امریکہ میں اس کا تجربہ نہایت تیزی سے ترقی کر رہا ہے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابی کے ساتھہ لی گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کی تصویر ہے جو تصویر لینے کے مقام سے کئی میل کے فاصلہ پر تھی - تصویر نمبر ۲ بھی ایک ایسی ہی تصویر ہے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے - یہ تجربہ جب پوری طرح کامیاب ہو جایگا ' تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعہ دنیا کے ہر حصہ کی صدائیں سن لی جا سکتی ہیں ' اسی طرح ہر منظر اور وجود کی تصویر بھی بہ آسانی کھینچ لی جائیگی !

(۱)

(۲)

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قید خانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

"آج بچّوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمھارے خطوں کے جواب بھیجدیئے تھے۔ معلوم ہوتا ہو نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استامبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علیحدہ علیحدہ حجروں میں قید کردیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہو سلطان عبد العزیز نے خودکشی نہیں کی ہو۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشتراک سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے اُنھیں قتل کرایا ہو۔ اور یہ کہ خود میں خیر اللہ آفندی، اور رشدی پاشا بھی اس قاتلانہ سازش میں شریک ہیں پھر کہا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد مصطفےٰ جزائری، سلطان العزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہو کیونکہ یہ تینوں شخص، عبد العزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبد العزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کیے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کرلینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہو۔ مگر چونکہ سلطان عبد الحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ اس لئے عدالت نے ۱۱۔ آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدردانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قید خانے بھیجدیئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر تیسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور حفل تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہونچا کہ سلطان کو میری اس مصیبت کا نہایت قلق ہو۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہوگئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہو کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہو کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ ترو ڈس یا عکا کو جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کردیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا حتی کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کُرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دھوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دنیا سے مجھے نفرت ہوگئی ہو اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عز الدین" پر سوار کردیئے گئے کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جا رہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتارے گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہو۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہونچا۔ ہمارے کمرے پاخانوں کے قریب تھے بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہوگئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہو مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کردیئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قید خانہ میں علیحدہ علیحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کردیئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہو کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہونچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم جلا وطن ہیں۔ اندیشہ ہو بھاگ جائیں گے۔ پوری سختی سے نگرانی ہونی چاہیے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشن دانوں کو بھی بند کرادیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دی گئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کرسکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہوگئی ہو یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچّے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہو، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہو۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہو۔ اگر یہی جرم ہو، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم و الم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہو لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہو۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کرچکا ہوں۔ اس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہو؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کرلوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہو خدا نے یہ اُسی کا سامان کردیا ہو!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کردوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کرلیا ہو۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ و من یؤمن باللہ یہد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہو۔ مجھے اس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہو۔ اپنے رب پر متوکل ہوگیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کردیا ہو۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہو، تو وہ تمھاری اور بچّوں کی جدائی کا ہو۔ خداوند جل و علا سے دعا ہو ہم سب کو پھر جمع کردے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ میں نے تمباکو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ زرد رنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کر رہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ دریہ خانم کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے مینجر کے پاس چھوڑ آیا تھا ان میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کردی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تا کہ اُسے یاد دہانی کردوں"

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنيا ميں جغرافيائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان كي موجوده حيثيت كيا هے ؟

(۱)

(هندوستان كا رقبه)

ملک	رقبه ايكڑ كے حساب سے
هندوستان	۱‘۱۶‘۲۹‘۱۹‘۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲‘۰۷‘۲۵‘۰۰۰
يورپ	۲‘۴۰‘۰۰‘۰۰‘۰۰۰
جزائر برطانيا	۷‘۷۱‘۵۲‘۰۰۰
ولايات متحدۂ امريكا	۱‘۹۰‘۳۲‘۶۹‘۰۰۰
استريليا	۱‘۹۰‘۳۶‘۶۴‘۰۰۰
كينڈا	۲‘۳۹‘۷۰‘۸۲‘۰۰۰
جرمني	۱۳‘۳۵‘۹۴‘۰۰۰
فرانس	۱۳‘۰۸‘۵۴‘۰۰۰
چين	۲‘۵۰‘۴۷‘۲۸‘۰۰۰
جاپان	۱۶‘۶۸‘۷۲‘۰۰۰

هندوستان ' جرمن شهنشاهي سے ۷ - گنا زياده بڑا هے -

هندوستان ' جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زياده بڑا هے -

هندوستان ' جزائر برطانيا سے ۱۵ - گنا زياده بڑا هے -

هندوستان ' بر اعظم يورپ كے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان ميں ۷‘۰۰‘۰۰۰ ديهات هيں -

هندوستان ميں ۶۷۷ ديسي رياستيں هيں -

برطانوي هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں يا تحصيلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ' تهانوں پر منقسم هے - هر ضلع كا اوسط رقبه ۴‘۵۰۰ مربع ميل هے -

هندوستان كي دس ميں نو حصه آبادي ديهاتوں ميں رهتي هے -

هندوستان ميں ۷ لاكهه ديهات هيں - اس كے معنے يه هيں كه اگر كوئي آدمي هر قريه ميں صرف ايک دن ٹهرے ' تو پورے هندوستان كے دورے كے ليے ۱‘۹۲۷ سال دركار هونگے -

هندوستان ميں ايک لاكهه سے زياده آبادي ركهنے والے ۳۱ شهر هيں -

(هندوستان كي آبادي)

كل دنيا	۱‘۶۹‘۶۵‘۰۸‘۰۰۰
كل هندوستان	۳۱‘۹۳‘۶۱‘۰۰۰
برطاني هندوستان	۲۴‘۷۰‘۰۰‘۰۰۰
جزائر برطانيا	۴‘۲۹‘۱۹‘۷۰۰
جاپان	۶‘۱۰‘۸۱‘۹۵۴
جرمني	۵‘۱۸‘۷۰‘۷۳۲
فرانس	۳‘۹۲‘۰۹‘۵۱۸
اٹلي	۴‘۲۱‘۱۵‘۶۰۶
سوويٹ روس	۱۳‘۲۰‘۰۰‘۴۱۳
چين	۴۳‘۶۰‘۹۴‘۹۵۳
ولايات متحدۂ امريكه	۱۱‘۲۷‘۸۶‘۰۰۰

هندوستان كي آبادي ' دنيا كي مجموعي آبادي كا پانچواں حصه هے -

هندوستان كي آبادي ولايات متحده كي آبادي سے ۳ گني زياده هے -

هندوستان كي آبادي فرانس كي آبادي سے ۸ گنا زياده هے -

صرف مدراس اور ميسور كي آبادي ' جاپان كے برابر هے -

صرف بمبئي كي آبادي ' اسپين اور پرتگال كي مجموعي آبادي سے زياده هے -

هندوستان ميں هر مربع ميل كي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ ميں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ' تو پورے هندوستان كي آبادي ديكهنے كے ليے ۳۰ برس كا زمانه دركار هوگا !

(دنيا كي آبادي رنگ كے اعتبار سے)

(كل دنيا كي آبادي : ۱‘۶۹‘۶۵‘۰۸‘۰۰۰)

سفيد فام	۹۳‘۶۰‘۰۰‘۰۰۰
زرد فام	۵۱‘۷۴‘۸۸‘۰۰۰
سياه فام	۲۴‘۳۰۶۰‘۰۰۰

(سفيد فام)

هندوستاني	۲۴‘۵۰‘۰۰‘۰۰۰
ٹيوٹانک	۴۶‘۶۷‘۰۰‘۰۰۰
سلاوي	۱۷‘۶۰‘۰۰‘۰۰۰
لاطيني	۱۷‘۲۰‘۵۰‘۰۰۰
يوناني	۹۵‘۰۰‘۰۰۰
باسكس	۴‘۰۰‘۰۰۰
افغان	۷۵‘۰۰‘۰۰۰
ايراني	۱‘۰۰‘۰۰‘۰۰۰
عرب اور بربر	۲‘۴۰‘۰۰‘۰۰۰
يهودي	۲‘۵۰‘۰۰‘۰۰۰
قبطي	۸‘۵۰‘۰۰۰
ديگر اقوام	۹۰‘۰۰‘۰۰۰

(زرد فام)

چيني	۳۲‘۳۰‘۰۰‘۰۰۰
جاپاني	۵‘۶۵‘۰۰‘۰۰۰
كورين	۱‘۷۰‘۰۰‘۰۰۰
ترک	۱‘۲۰‘۰۰‘۰۰۰
امريكن ديسي ' اهل ملايا ' اور فليپائن	۴‘۰۰‘۰۰‘۰۰۰
منگولي	۳۰‘۰۰‘۰۰۰
كرغيز وغيره	۱‘۰۰‘۰۰‘۰۰۰
ماگائر	۹۵‘۰۰‘۰۰۰
فنس	۳۵‘۰۰‘۰۰۰
اسكيمو اور سائبيرين	۱۰‘۰۵‘۰۰۰
سيامي	۸۵‘۰۰‘۰۰۰
برمي	۷۸‘۹۰‘۰۰۰
تبتي	۶۵‘۰۰‘۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شایع کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ تعجب یہ ہو کہ فرانس کے اخبار "طان" تک کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُسنے بذریعۂ تار آستانہ کے اخبارون سے دریافت کیا۔ اس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہوگیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہو؟

طائف - ۲۳ر صفر ۱۳۰۱ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"..... قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہوجائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصور بھی کوئی نہیں کرسکتا۔ صرف ذات الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال ضروری ہو:

لا یغرن امرأ عیشہ کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہو۔ بلکہ ایک پل ہو جس پر سے انسان گزر جاتا ہو۔ زندگی کی حرص و طمع، لاحاصل ہو۔ ان مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کردیتا ہو۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہو۔ ان میں اکثر قیدخانوں ہی میں مرے۔ امام ابوحنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہو۔

میری حالت اسوقت یہ ہو کہ ہر لحظہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہو۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیس میں ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۶۰ سے زیادہ ہوگئی ہو۔ اب مجھے ہر لحظۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہئے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہئے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں آپ کا مجموعۂ رسائل بھی ہو۔ اس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہو لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کرسکتا، لہذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجئے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہو۔ میں یہاں دور سے بھی آپکے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ، جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعۂ ہدایت دیجئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجئے۔ میں بےصبری سے آپکے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قیدخانۂ طائف - ۱۹ شوال ۱۳۰۱ھ

(۸)

نفیسہ خانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا پہلو میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہو اور وہ بھی نومشق ہو۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والی مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آرہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کرڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کردیا اور ہمارے نوکر بھی علیحدہ کردئیے گئے۔ میں بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک افسر نے آکر حکم پہونچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہو۔ لہذا بازار سے کوئی چیز نہ خرید و" تمھارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ قیدخانہ کے برتنوں میں کھاؤ۔ (؟) کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑینگے! پھر اُسنے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمد للہ میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دئیے تھے، ورنہ ..... انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور دو برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ انھیں بھی نکال دیا گیا۔ اسوقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہو کہ ہم جلد سے جلد مرجائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھاکر ضرور ہلاک ہوجائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جارہی ہو کیونکہ حکومت کو شبہ ہو کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب سے میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہو، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کررہے ہیں۔

اس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہوگئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہو۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہوگیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیجدیا تھا تاکہ آستانہ پہونچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن آنے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہو۔ اس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہونچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اب مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہو۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بے کار ہو۔ روپیہ اس لئے بیکار ہو کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دُھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھوکر پہننا ہیں۔ اس حالت میں پُرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہو وہ صرف شوربا ہو۔ ایک ظرف میں ۸ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہو اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہو۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مررہے ہیں۔ بہت ناتوان ہوگئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہو۔ دیکھنا چاہئے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہو۔"

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ر جمادی الاخر ۱۳۰۱ھ

(۹)

نفیسہ خانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہو۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہوچکا ہو اور سخت تکلیفیں دی جارہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ ہمیں زہر دینے کی کوشش کررہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جو اب میرے ہی ساتھ قید ہی) کی وفاداری اور بیداری کی وجہ سے ابتک اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ۲ دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر اُسکے ہٹتے ہی اُس میں زہر ڈال دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اعتراف کرلیا ہو کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آرہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔ چنانچہ عثمان پاشا والی مکہ نے محمد بک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجدیا ہو اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہو۔ ظاہر ہو ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ موت یقینی ہو۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے اُمید ہو یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مررہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہو کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ لے جائے اور تمھارا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ خانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ر رجب ۱۳۰۱ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کرکے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیجدینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کرینگے۔ میں ہر لمحہ خداوند تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مرجاؤں تو فقراء پر ۱۰ پونڈ خیرات کردینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا تو سمرنا سے روپیہ طلب کرلینا۔ فوراً آجائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعا کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہو۔ بلا ضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہوگئی ہو۔ والسلام

(۲)

"رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہے۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اسمیں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میرا محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ انھیں کپڑے بھی بنانے ہیں ہمیں قیدخانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ ان حالات کی بنا پر ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقا میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں انھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں ہم پر فرض ہے کہ اُن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند، غریبوں کی دست گیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہذا فوراً ۵۰ پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کریں گے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار۔"

مدحت

قلعہ طائف کا قیدخانہ

۲۵ر اگست ۱۹۱۸ء

(۳)

"... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبدالمطلب) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں مطمئن سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ۸ توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قیدخانے میں قیدی بنے چلے آ رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اس شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُس پر ڈال دی جسمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بڈھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

مدحت

(۴)

"گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمتگار ہم سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ حال میں آستانے سے عمر بک نام ایک شخص خاص اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو پوری کر دے۔ اس شخص کی عمر زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہے یا مزید مقبولیت اس ذریعہ سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائے گی۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی اور خیرالعا آفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے "تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہو گے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جا سکتے۔ ان کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کر سکو" چنانچہ اُسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلا کر کہا "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہو جائیں۔"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اسپر اُنھیں بڑی سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اس طرح دین اور دنیا، دونوں اُسے حاصل ہو جائینگے!

ہم ۲۷ برس سے یہاں ہیں مگر آجتک قلعہ کا پھاٹک تک دیکھ نہ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک اجنبی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کر دیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اس دنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفس میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے، تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہو چکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر آ چکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کر دے۔ اگر تمھیں کوئی سفیر مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قیدخانہ طائف ۵ محرم ۱۳۳۷ھ

(۵)

والیٔ حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپنے رسالدار تحسین بک کے نام جو خط لکھا ہے، اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہتیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہے تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ یہ ظاہر آپ کو یقین ہے کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہے۔ لہذا میں مجبور ہوتا ہوں کہ حقیقت ظاہر کر دوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض، ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلے بندھوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کر دیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

اجانب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہو گئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کر کے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کر سکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ ادہر اُدہر جا سکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کر دیئے گئے ہیں، اور ایک قفس میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ نئی تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہماری عزیزوں سے خط و کتابت بھی موقوف کر دی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں صوبہ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ مجھے قید کر کے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سنتا تھا، مگر اُنھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں۔

اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور اب تم ہماری زبانیں بند کر دو گے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہمپر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ تم ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہو سکتے۔ لیکن میں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دارالحکومت میں مجھ سے کی تھی تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ ان صفات کے مطابق ہے؟

قیدخانہ طائف، صفر ۱۳۳۷ھ

(۶)

نعیمہ خانم کے نام

"... پچھلے دنوں مشہور کر دیا گیا کہ میں ہندستان یا یورپ بھاگ گ

سراسر بنگال اور کرناٹک کے غارت شدہ خزانوں کی لوٹ سے شروع ہوئی جنگ پلاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی
(ڈیگبی)

تین کروڑ انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کرلی گئی تھی ... قدیم زمانوں میں معمولی مظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کردیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت ہلنے والی نہ تھی یہ حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔
(لارڈ کلایو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالامال خزانے، کروروں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لندن اُسی طرح بھیجدی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدیے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ ضرور کروروں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اُسوقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔ (بروکس آڈم)

جب میں ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر نہ صرف دولت میں بےشمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کردی (برک)

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہے ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستورالعمل سے مہیا ہوئی ہے ایسا دستورالعمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہے نہ کسی زمانہ میں۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت ۱۷۶۴ء)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعوی کیا جاسکتا ہے کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جاچکا تھا۔ (میجر وینگیٹ)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۲۰ کرور روپیہ دے چکا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۱۳ کرور روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہے۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بےشمار نفیروں کو روٹی مل رہی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور بااثر بنا رہا ہے۔ تمام اعلی خیالات، مسیحی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کرکے، ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے۔ انگریز بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار رہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اڑنے نہیں دیں گے!
(میجر وینگیٹ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہے کرۂ زمین پر ہمیں ویسا ہی اہم بالشان جزیرہ بنادیا ہے جیسا جاپان کو اُس کے جزائر نے ہم اتنی بڑی سلطنت ہوگئے ہیں جتنی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکرگزار رہنا چاہیے۔

(سر جارج برڈوڈ)

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہئے۔
(لارڈ سالسبری ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے مالابار کی مخلوق فنا ہوگئی اور ملک برباد کرڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اُس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کرڈالا ہے۔
(فرانسس براؤن: سلیکٹ کمیٹی رپورٹ ۱۸۷۱ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کردیتا ہے۔ ملک سے زیادہ اُس کے عام باشندے اُداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ اُنکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کے لئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔
(سر فریڈرک ٹریویس ۱۹۲۰ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہے؟ اب وہ اُس مطمئن اور خوش و خرم قوم کی نمائندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں۔ شکستہ روح، پست دماغ، خستہ حال غریب رعیت کی ایک ہی آرزو رہ گئی ہے کہ آئندہ فصل پکنے تک وہ بھوکوں نہ مرجائے۔ (دی مٹری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہورہی ہے کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہے۔ عیش و عشرت تو در کنار، ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کی شکم پری کرسکتا ہے"
(لارڈ لارنس ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑھانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ برطانوی قساوت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول لگاکر ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ (مسٹر شور)

---

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ روپیہ بھر وزن کی [illegible] سے بھی زیادہ لمبا سوت طیار کرسکتی ہیں۔
[illegible]

وہ انگریزی حملہ ہی تھا جسنے جولاہوں کو ہلاک کردیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کردیا۔ اُسنے اس ملک میں اپنا سوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سوت غائب ہوگیا۔ یہ ملک جو روئی کا مرکز تھا، بدیشی سوت کا دست نگر ہوگیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۶ء تک ہندوستان میں انگریزی سوت کی درآمد ایک سے شروع ہوکر ۵۲۰۰ گنا ہوگئی! (کارل مارکس: برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہے۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہے۔ ہم وہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں: باوجود موجودہ زمانہ کی تمام نعافلیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک مادی بنیاد پر قائم ہے جسے ان لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کریں؛ تم ہمارا مال خریدو۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑدیں تو اس سے نہ صرف ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہونچےگا بلکہ لنکاشائر کے ایک کرور ۲۰ لاکھ آدمی بھوکوں مرجائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہوجائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہے"! بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (مسٹر وہائٹ ۱۸۴۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد ۰۰،۰۰،۰۰،۴۰ من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ ۱۸۸۰ء)

۱۸۴۲ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرعی ملک تھا۔ (بنگال کی تحقیقات ۱۸۲۴ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگادیا ہے کہ اُنکے اور اُنکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔
(سر ڈبلو۔ ہنٹر ۱۸۷۵ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دو نئی مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا نقدان اور بارش کی کمی۔
(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کرڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سرچشمہ ہیں جنگل، اوس پیدا کرتے ہیں اور موسم کا اُتار چڑھاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہے جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ (")

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۳)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے، پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۳۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔

(" ")

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہاں نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈوڈ)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان ابتک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے نام نہاد "وحشی" پرانے حکمران رعایا کی منفعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے اُس زمانہ میں پوری یورپین جنگی قوت قائم ہوسکتی تھی۔ (مٹری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر سے مقابلہ کرسکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جملہ سامان آسانی مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ ہوگا" سنہ ۱۵۰۲ء (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو جھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اُس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کرکے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔"
(پائٹر ولڈ ویل سنہ ۱۶۲۳ء)

"بادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں انگا[ر] خانۂ چین ہورہے تھے۔ محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُسمیں صرف کی گئی تھی۔ عظیم تخت شاہی، جو "کوہ نور" ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور دو عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں ... اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اُس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گینی)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی ہمیشہ پُرمنفعت تجارت تھی۔ بسیطِ زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات و کمالیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا۔ مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے وہ سب کچھ مہیا کر دیا تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لا متناہی خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے" (کلائیو کے خطوط سنہ ۱۷۵۹ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۹۴-۱۶۸۰) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (جے ٹیلر)

"شہر ڈھاکہ میں ۵۲ بازار اور ۵۳ سڑکیں تھیں" (")

"شہر مرشد آباد اس قدر وسیع اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کرسکتے ہیں"
(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلائیو کی شہادت سنہ ۱۷۶۶ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لانبی، تین سو میل چوڑی اور دنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے۔ جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑھ کروڑ جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے یہی نہیں بلکہ اس سے دوگنی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے" (ڈاؤ سنہ ۱۷۸۱ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تصدیق کرینگے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی۔ تجار اور امراء دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (سنہ ۱۷۵۷ء)

"پبلک کو ہر طرح پریشان کرکے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اُجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلاوطن یا برباد کر دیا گیا تھا۔"
(ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال سنہ ۱۸۱۰ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہوجاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی ... اس صورت حال سے موجودہ زمانہ کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی نظامت ہمارے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہوگئے ہیں؟" (دیو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سر جان میکوم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جسمیں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔

....

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی الجھن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

....

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا .... (ایکسپینشن آف انگلینڈ۔ پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہوجائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہوجائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُسپر فاتحانہ حکمرانی نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہوجائیں گے۔" (")

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی سنہ ۱۷۶۰ء میں پڑی تھی۔
(مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی نمائندہ مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی برتری

احرار اسلام

عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا "تو نے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیرالمؤمنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہوگیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آباء و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا اس پر خدا نے تمھاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمھیں ذلیل و خوار کیا۔ حق، حق داروں تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفرمندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا جنت ہے۔ تمھاری انتہا دوزخ ہے!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے، بے اختیار پکار اُٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص حسب نسب رکھتا ہے نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جا چکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ حکم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہے۔"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے، حالانکہ تیری ماں اُحد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی۔

نحن جزیناکم بیوم بدر   والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلے رکھتی ہے۔

ماکان عن عتبۃ لی من صبر   ابی و عمی و اخی و صہری

عتبہ (ہندہ کا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ، چچا، بھائی، خسر انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری   شفیت نفسی و قضیت نذری

(اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کر دی۔

فشکر وحشی علیّ عمری   حتی تغیب أعظمی فی قبری

"وحشی" کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یابنت رقاع عظیم الکفر   خزیت فی بدر و غیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر   بالہاشمیین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری   حمزۃ لیثی و علیّ صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہؓ، میرا شیر ہے اور علیؓ میرا باز ہے۔

ہتک وحشی حجاب الستر   فاللبغایا بعدہا من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمھارا برا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا اور یہ باتیں سنوائیں"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس بند کرو"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کروں گی"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمھاری خاطر ہمیشہ مدنظر ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا:

"بھلا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے"

"سچ ہے" اروی نے فوراً جواب دیا "علی امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کرکے بیان کر دیئے ہیں۔ مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ مگر افسوس تمھاری لڑائی نے اُنھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے [illegible] اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا [illegible] ہے!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھے:

ألا یا عین ویحک اسعدینا   الا وابکی امیرالمؤمنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیرالمؤمنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا   وفارسہا و من رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

و من لبس النعال او احتذاہا   و من قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین   رأیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہے جو سب دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا   و حسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا   بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے اُنھیں ۶ ہزار دینار دیدیئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا۔ وہ ہر طرح تمھاری مدد کریگا"

ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پرانے ہندوستانی بادشاہوں کی رعایا پروری کی خوب نقل آتاری ہے۔ یہ بھی کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس نقالی میں وہ اپنے پیش رَو۔ تاتاری حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (بہ)

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل وحرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل وحرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ اُنھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہازرانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مدمقابل ہوجاتے اور وہ نفع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طرق مواصلات اور نقل وحرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سدراہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود اُنکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے اُنھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں طیار کرنے میں غفلت کی۔ (سر آرتھر کاٹن: بلوبک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستان کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر بٹیلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے حد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارا جس قدر کم ہوگا مویشی اُسی قدر کمزور ہونگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچیگا (سر چارلس الیٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقا کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے! میں بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈربرن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گائے باہر جاتی ہے۔
(بلو بک ۱۸۸۴ء)

۱۸۸۲ء میں تمام بیرونی دنیا سے انگلستان کو ۲۹،۸۶،۵۶،۷۰۰ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱۱،۸۶،۲۳،۱۷۰ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی ۱۸۸۳ء)

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	″ ″	۶۵ ″
دال مسور:	″ ″	۵۵ ″
دال ارہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
موم پھلی:	″ ″	۵۵ ″

(سرکاری اعداد وشمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں دل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ، میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔
(ایچ، ڈبلو، بیلو سنیٹری کمشنر پنجاب کا خط ۱۸۹۱ء)

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (″ ″)

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

زمانہ	چاول	(گیہوں)	سرسوں کا تیل
۱۷۳۸ء	۲ من ۳۰ سیر	۲ من ۲۰ سیر	۱۲ سیر
۱۷۵۰ء	۲ من ۱۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	۱۰ سیر
۱۷۵۸ء	۱ من ۲۰ سیر	۱ من ۳۵ سیر	۸½ سیر
۱۷۸۲ء	۱ من ۵ سیر	۱ من ۵ سیر	۷ سیر
۱۸۲۵ء	۳۰ سیر	۳۲ سیر	۶ سیر
۱۸۵۵ء	۱۵ سیر	۱۸ سیر	۵ سیر
۱۸۸۰ء	۱۲ سیر	۱۱ سیر	۴½ سیر

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے اسی غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے
(لفٹنٹ میکارین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۴ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا پکاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہونچتی۔ (″)

گزشتہ ۵۵ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (″)

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اوس کی کمی نہیں۔ کیونکہ خراب سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کے لئے کروڑہا ہندوستانی کسان جدوجہد کررہے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی کوشش اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی وبا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات بحساب فی منٹ

ہر منٹ میں	۲۳	جوان
″ ″	۴	بچے
″ ″	۲	دق میں
″ ″	۰	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	″ ″
۲۰۰	مائیں	″ ″

(سرکاری امداد وشمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔
(ڈاکٹر مین لی پیچ)

شرح آمدنی

آمریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ۔
فرانس	″	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	″	۶ ″ ۹ ″
جاپان	″	۴ ″ ۱۱ ″
ہندوستان	″	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت ۱۸۹۰ء)

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اُسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سر ڈی، ہملٹن)

"لڑاؤ اور حکومت کرو"، کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہیے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔
(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ "ایشیاٹک جنرل" ۱۸۲۱ء)

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائے گا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم ابتک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ اُنکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔
(سر ایل، اسمتھ ۱۸۳۱ء)

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ مندر سومنات کا پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ بنابریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں۔
(لارڈ ایلنبرو ۱۸۴۳ء)

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوء و ارتقاء کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشوء ارتقاء پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے ازسرنو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریبًا تیس چالیس علمارفن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہار خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کردیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بہ یک نظر معلوم ہوجائے گا کہ بحالت موجودہ ڈاروِن کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کردیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے:-

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوء انسانی کی تاریخ، عالم وجود میں آئی۔ آج میرا موضوع بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈاروِن نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈاروِن کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوالئے۔ تقریبًا ۶۹ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اڑایا تھا کہ انسان ادنیٰ مخلوقات سے ترقی کرکے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر ٹامس ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اسقدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی اُمید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشوء ارتقاء کا مضحکہ اڑاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہے) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اسپر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کردیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور توراۃ کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیان توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کر رہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دُنیا نے تسلیم کرلیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شایع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے، اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انتھروپوئیڈ" ہے۔

اصل انسان

یہ کہنا غیرضروری ہے کہ اُس عہد کی عقل انسانی یہ نظریہ (نظریۂ نشوء) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈاروِن کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کردینگے۔

نظریۂ نشوء انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈاروِن کا دُنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیرمعمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈاروِن اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کر رہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کردیا۔ ڈاروِن نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کردی تھی۔ کامل ۲۷ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلان جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اڑا ہوا تھا۔ ڈاروِن نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شایع کی۔ یہ اُس کا فیصلہ کُن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہوکر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈاروِن کے قدم ایسے گڑ گئے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے آج ۵۶ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہوچکے ہیں مگر ڈاروِن اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و راسخ ہے۔ اور ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاروِن کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھکر برابر جانچتے رہے۔ اُنھوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھودکر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علمار کی تحقیقات، عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جبکہ زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈاروِن کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر اوجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام "پتھکانتھروپس" یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ مویر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوء انسانی پر ڈاروِن کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسل انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوچکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشوء ارتقاء اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈاروِن سمجھتا تھا۔ پہلے علماء خیال کرتے تھے کہ ارتقاء، کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقاء، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف موثرات کے تحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقاء کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہوچکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضار میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کرکے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضار ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہوجاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی:

ڈاروِن کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹڈون (یعنی ڈاروِن کی قیامگاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک پتھرائی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر وڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علمار کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دونوں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ اُنہیں معلوم ہوجاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہجاتے ہیں۔ ارتقاء کی یہ بے ضابطگی بندر نما انسان میں زیادہ واضح پائی جاتی ہے۔ مثلًا اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی سی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انکشاف

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس قدیم ترین عہد میں انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ میں تھی۔

مطبوعات الهلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت - کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں مشہور آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' دریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں۔

التحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوئي هیں - هم اِس اعلان کے دریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

۱۹۲۷

جلد ۲۱

الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۱ | کلکتہ : جمعہ ۱۵ - جمادی الاولی ۱۳۴۶ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الهلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۰	اردو حروف کی حق مین	۴۳۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق ھون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۳۳۸۹۸۴۸

مسلمان بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۹۳

(صوبوں میں بیوائیں)

صوبه	تعداد
مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئي	۱۶۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
یو پي	۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۲۷۳۹
بهار اوڑیسه	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطانوي هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) میں

صوبه	دیوانے مرد	دیوانے عورتیں	بہرے گونگے مرد	بہرے گونگے عورتیں	اندھے مرد	اندھے عورتیں	کوڑھي مرد	کوڑھي عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۳۳۰	۱۸۳۹۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۹۵۰۲	۴۳۳۰	۱۹۹۹۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
یو پي	۴۸۴۷	۳۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۹۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۹۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۵۲۸۸	۹۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بهار اوڑیسه	۳۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۳۳	۷۲۳۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي پي	۳۰۸۵	۱۲۱۸	۷۹۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۳۱۸۷	۱۵۹۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۲۷۴۷	۲۴۵۹	۲۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطانوي هندوستان میں	۳۴۹۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۹۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۶	۶۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بیواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي				۱۵۱۳۹
۵ برس سے	۱۰	برس تک کي		۱۰۲۲۹۳
۱۰	»	۱۵	»	۲۷۹۱۲۴
۱۵	»	۲۰	»	۵۱۷۸۹۸
۲۰	»	۲۵	»	۹۶۶۹۱۷
۲۵	»	۳۰	»	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰	»	۳۵	»	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	»	۴۰	»	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

	آبادي	سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۵ میں
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۱۲٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۲٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۶٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنه ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ع)

(سال)

انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجودہ حیثیت کیا ہے ؟

(۲)

(برطاني شہنشاهي کي قومیں)

(مجموعي آبادي ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستاني	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسي	۱۰۰۰۰۰
یہودی	۱۰۸۴۰۰۰
دوسري قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یوروپین)

برطاني ' فرانسیسي ' کنیڈیي ' بوئر ' وغیرہ	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سیاہ فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستاني	۶۱۵۰۰۰۰
پاپونس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسي	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایر وغیرہ	۹۵۵۶۰۰۰
برمي	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چیني	۲۳۰۸۰۰۰
تبتي	۳۰۰۰۰۰
موئر	۵۳۰۰۰
دیسي امریکن	۱۵۶۰۰۰

(دنیا کي آبادي هر مربع میل کے حساب سے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمني	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحدۂ امریکا	۳۱

(هندوستان کي آبادي مذهب کے اعتبار سے)

	سنہ ۱۹۰۱ میں	سنہ ۱۹۱۱ میں	سنہ ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهہ	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهہ	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسي	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائي	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یہودي	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کي آبادي جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستاني صوبوں کي آبادي	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئي	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یوپي	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بہار اوڑیسہ	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۳۸۳۲۳
صوبۂ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبہ سرحدي	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کي آبادي زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستاني	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالي	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹي	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابي	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستاني	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناري	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتي	۹۵۵۱۹۹۲
برمي	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولي جاتی هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهہ آدمیوں سے زیادہ کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنہ ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

هو سکتي جبتک که مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي میں مهارت حاصل نه کریں - چنانچه سنه ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنٹس پنجم کي زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد هوئي ' اور اُس نے فیصله کیا که فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپین کے علمي مرکزوں میں ' عربي ' عبراني ' اور سریاني ' زبانوں کي باضابطه تعلیم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسۂ طب)

اِس سے پہلے مونپلیه (فرانس) میں ایک طبي مدرسه سنه ۱۲۲۰ع میں قائم هوچکا تھا - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تھا - عربي زبان کي باقاعده تعلیم هوتي تھي تاکه طبي و عقلي علوم کي تحصیل کامل طور پر هو سکے - سنه ۱۳٦۱ع میں وسطی یورپ کي پہلي یونیورسٹي کراکو (پولینڈ) میں قائم هوئي - اِس کے چارسال بعد وائنا کي یونیورسٹي وجود میں آئي -

(اسلامي فلسفه اور مسیحي کلیسا)

اِس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاهوں کي کثرت هوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعلیم بہت عام هوگئي - مگر اب پادریوں کي جماعت عربي سے خوف کھانے لگي تھي - ابن رشد ' ابن سینا ' رازي ' ابن زهر ' وغیره حکماء اسلام کي تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تھیں - اِس لیے وه طالب علموں کو بڑي سختي سے اِن تصانیف کے درس و مطالعه سے روکتے تھے -

(اٹلي میں عربي زبان کي مقبولیت)

لیکن پادریوں کي یه مخالفت زیاده کار آمد نہیں هوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي هي کرتا گیا - چنانچه اُسي زمانے میں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اِس قدر دلداده هوگئے تھے که اُسے اپني تحریر و تقریر کي زبان قرار دیدینا چاهتے تھے - اُن کے محلوں میں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نہیں جاتي تھي - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا هجوم رهتا تھا -

(شاه سسلي اور شریف ادریسي)

اِن امراء میں راجرؔ دوم شاه سسلي بہت زیاده مشہور هے - یہي وه پادشاه هے جسے شریف ادریسي نے چاندي کا کره نذر کیا تھا - اِس میں زمین کے پہاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکھائي گئي تھیں - نیز اِسي کے نام پر ادریسي نے اپني مشہور کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کي تھي - ادریسي نے اِس پادشاه کي بہت تعریف لکھي هے ' اور اُسے روم کے بادشاه سے زیاده عادل اور نیک بتایا هے -

صفدي نے " الوافي بالوفیات " میں لکھا هے که " پادشاه نے ادریسي کو طلب کرکے کہا تھا - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاهتا هوں نه که صرف کتابوں میں لکھے هوئے حالات - چنانچه ادریسي کے مشوره سے بادشاه نے عقلمند آدمي دنیا کے مختلف ممالک کے مشاهدے کے لیے بھیجے - هر ایک کے ساتھ ایک مصور بھي کردیا تھا ' تاکه هر جگه کي تصویریں اور نقشے طیار کرتے جائیں - یه تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسي کے پاس جمع هوتے رهے ' یہاں تک که بادشاه کي آرزو پوري هوگئي " نیز صفدي نے لکھا هے که بادشاه ' ادریسي کي ازحد تعظیم و تکریم کرتا تھا - حتي که اُسے اجازت دے رکھي تھي که وه اپني سواري هي پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود پادشاه کے ساتھ تخت پر بیٹھے !

(سب سے پہلا مطبوعه قرآن)

اِسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطین کو بھي عربي زبان سے بہت محبت تھي - فرڈریک دوم (جو چھٹي صلیبي کا سپه سالار تھا) عربي میں پوري طرح ماهر تھا - اِسي قدر نہیں بلکه مطبع کي ایجاد کے بعد هي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بھي شروع کردي - بحر ادریاٹک پر پہلا مطبع شہر وانو میں قائم هوا (سنه ۱۹۲۴) یه مطبع خاندان منڈیسیس نے قائم کیا تھا - اِس میں قران مجید اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابیں چھاپي گئي تھیں -

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقریباً تمام بڑي بڑي تعلیم گاهوں میں اُس وقت عرب اساتذه درس دیتے تھے - واقعه یه هے که یورپ میں سب سے پہلے اٹلي هي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائده اُٹھایا - لاطیني زبان میں بہت سي عربي کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیره کے عربي ترجمے اور شرحیں ترجمه هوئیں - گرونڈو کریمونا نامي ایک اٹالین نے ستر سے زیاده علمي کتابیں عربي سے لاطیني میں منتقل کي تھیں - اصل عربي کتابیں اب مفقود هیں - مگر یه ترجمے موجود هیں -

(پادریوں کا مدرسه)

سنه ۱۵۸۴ع میں پوپ گیریگوري سیزدهم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسه قائم کیا - اِس مدرسه نے عربي زبان کي بہت خدمت کي - اِس کے تعلیم یافته لوگوں میں جبل لبنان کے تین نوجوان ' جبرائیل صیهوني ' ابراهیم حلاقاني ' سمعان سمعاني بھي تھے - اُنھوں نے بہت سي عربي کتابیں ' لاطیني میں ترجمه کیں -

(اسپین اور پرتگال)

یه عجیب بات هے که اسپین اور پرتگال نے عربي زبان سے بہت کم دلچسپي لي - حالانکه اسپین میں کامل آٹھ سو برس تک عربي تمدن قائم رهچکا تھا - عربي عہد میں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تھي - خود اسپیني امراء بھي عربي سیکھنے اور بولنے کو باعث فخر سمجھتے تھے - مگر پھر بھي اسپینیوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نہیں هوا - مسیحي اسپین میں پہلا عربي مدرسه طلیطله میں قائم هوا - یه گیارهویں صدي مسیحي کے

سلوسٹر دي ساسي
جس نے جدید مشرقیات کي بنیاد رکھي

ایڈین کاترمییر
جسنے مقدمه ابن خلدون شائع کیا

مقالات

مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اهل یورپ کے علائق)

عربوں کا اهل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع هوتا هے ' جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومی مقبوضات پر فاتحانه اقدام کیا تها - اسپین اور پرتگال کی فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پہنچا دیا - پهر جب دوسری ' تیسری ' اور چوتهی صدی هجری میں بنو امیه نے اپنی خلافت اندلس میں قائم کرلی ' تو یورپ سے تعلقات اور بهی زیاده هوگیے - تیسری صدی میں جزیرهٔ سسلی کی فتح اور جنوبی اٹلی میں عربی اثر نے یه تعلقات اور زیاده وسیع کر دیے -

اس کے بعد صلیبی جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نهایت سخت هوگیا - اهل یورپ مشرق کا تمدن ' اخلاق ' اور علوم دیکهه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتهه ' تمدنی ' علمی ' اخلاقی فوائد بهی بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبی مجاهدین نے عربی زبان کی باقاعده تحصیل کی - اُن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربی زبان اور عربی تمدن کے دل سے حامی هوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمی اثر)

یورپ میں عربی زبان اور تمدن کی مقبولیت کا آغاز اس سے پہلے هوچکا تها - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامی اسپین میں آتے تهے اور مسلمان اساتذه سے تعلیم حاصل کرتے تهے - خود پوپ سلوسٹر دوم ' جو سنه ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پہنچا ' عربوں کا شاگرد تها - اس نے قرطبه اور اشبیلیه میں مسلمان علماء سے ریاضی ' هیئت ' اور جغرافیه کی تعلیم حاصل کی تهی - اسی طرح شاه لیون اور استوریا نے بهی قرطبه میں علم طب حاصل کیا تها -

والٹیر کا بیان هے که قدیم زمانے میں تمام یورپین پادشاه ' عرب اور اُن کے شاگرد یہودی اطباء اپنے درباروں میں رکهتے تهے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسی ممالک کے بکثرت مسیحی باشندے بهی عربی زبان کی تحصیل کرتے تهے ' تاکه عربی سلطنت میں ملازمت حاصل کرسکیں یا عربی ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحی تبلیغ اور عربی زبان)

چودهویں صدی کے اوائل میں عربی زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمی پیدا هوگئی - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رهبانیت کا ایک نیا نظام جاری کیا تاکه ایشیا ' افریقا ' اسپین ' اور سسلی کے غیر مسیحی باشندوں میں مسیحیت کی تبلیغ کی جائے - لیکن تجربے سے معلوم هوگیا که اس مقصد میں کامیابی نہیں

(برطانی هندوستان میں شرح پیدائش و موت سنه ۱۹۲۴ ع)

صوبه	آبادی	تناسب پیدائش	مجموعی تعداد پیدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعی تعداد اموات	بخار سے	هیضه سے	چیچک سے	تنفس کی بیماریوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۶۰۶	۳۴٫۹	۱۴٬۳۰٬۸۵۸	۲۴٫۵	۱۷۹٫۰۲	۱۰٬۰۶٬۰۴۳	۳٬۲۴٬۲۵۶	۵۱٬۹۷۱	۱۸٬۸۱۰	۶۴٬۷۸۲
بمبئی	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵٫۶	۶٬۷۹٬۳۲۱	۲۷٫۶۳	۱۹۰٫۳۶	۵٬۲۹٬۵۷۶	۲٬۱۴٬۵۶۳	۸٬۲۳۶	۱۱٬۱۵۲	۲۸٬۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹٫۵	۱۳٬۷۰٬۱۱۴	۲۵٫۹	۱۸۳٫۹	۱۲٬۰۳٬۲۴۱	۹٬۱۲٬۴۰۳	۴۸٬۵۱۴	۵٬۵۶۷	۲۶٬۶۴۹
یو ' پی	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴٫۷۲	۱۵٬۷۳٬۸۱۰	۲۸٫۲۹	۱۹۱٫۶۰	۱۲٬۸۳٬۸۷۲	۹٬۴۷٬۸۰۷	۶۷٬۰۰۰	۲٬۷۲۴	۲۷٬۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰٫۱	۸٬۲۱٬۶۸۵	۴۳٫۴۳	۲۱۲٫۴۹	۸٬۹۱٬۰۲۶	۴٬۵۲٬۱۸۷	۳٬۳۵۱	۴٬۰۴۰	۵۴٬۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷٫۴۰	۲٬۹۳٬۵۸۵	۲۱٫۵۱	۱۹۷٫۵۲	۲٬۳۳٬۱۶۴	۷۵٬۲۸۸	۸٬۰۸۳	۲٬۵۰۱	۱۱٬۰۹۸
بهار اڑیسه	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵٫۷	۱۲٬۱۴٬۱۴۶	۲۹٫۱	۱۵۸٫۲۰	۹٬۸۹٬۷۶۳	۱٬۱۰٬۶۳۵	۷۷٬۴۸۰	۶٬۹۳۲	۶٬۹۰۶
سی ' پی	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴٫۱۸	۳٬۱۴٬۶۶۸	۳۲٫۵۹	۲۳۴٫۵۰	۴٬۵۳٬۳۶۲	۲٬۴۰٬۹۴۴	۹٬۷۰۴	۹۷۸	۳۷٬۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۲	۳۱٫۰۴	۲٬۱۲٬۷۵۵	۲۷٫۳۰	۱۸۴٫۳۲	۱٬۸۷٬۱۲۷	۱٬۱۳٬۱۹۸	۱۹٬۱۸۲	۱٬۶۴۷	۶٬۷۰۸
کل برطانی هند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱٫۴۴	۸۳٬۱۷٬۴۰۳	۲۸٫۴۹	۱۸۸٫۳۳	۶۸٬۷۹٬۲۸۶	۴۰٬۰۷٬۶۶۲	۲٬۹۳٬۷۰۷	۵۵٬۳۸۰	۳٬۳۳٬۶۳۶

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تعمیر ' جیسا کہ بیان ہوا ' ظالم اور مظلوم جماعتوں کی باہمی دشمنی کی بنیادوں پر ہوئی تھی - لیکن کسی جماعت پر ظلم جاری رکھنے کیلیے کم سے کم یہ ضروری ہے کہ اُسے اُن حالات کی ضمانت دیدی جائے ' جو اُسکا غلامانہ وجود برقرار رکھہ سکیں - قدیم سوسائٹی میں یہ بات حاصل تھی ' چنانچہ لگانی اسامیوں نے جاگیرداری کے عہد ہی میں نیابی مجالس کی ممبری کا حق حاصل کر لیا تھا - لیکن موجودہ سرمایہ دار عہد میں مزدوروں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے - وہ صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ بڑھنے اور اونچا ہونے کی جگہ اپنے معاشرتی حالات کے بھنور میں اور بھی زیادہ غرق ہوتے چلے جاتے ہیں - حتی کہ شبینہ تک کو محتاج ہوگئے ہیں - انکی محتاجی کہیں ختم نہیں ہوتی ' بلکہ آبادی اور دولت کی ترقی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھہ بڑھ رہی ہے !

پس یہ بات صاف ہے کہ اب سرمایہ دار نہ تو سوسائٹی کے اندر اپنی حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں ' اور نہ اپنے جماعتی معاشرتی نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کر سکتے ہیں - اب وہ حکومت کرنے کے قابل ہی نہ رہے :- وہ اپنے غلاموں کو انکے غلامانہ وجود کی بھی ضمانت نہیں دے سکتے اب سوسائٹی ہرگز سرمایہ دار طبقہ کے ماتحت نہیں رہ سکتی - کیونکہ اسکا وجود سوسائٹی کیلیے مفید نہیں رہا -

سرمایہ دار طبقہ اور سرمایہ دار حکومت کی بنیاد اُجرتی محنت پر ہے ' اور اُجرتی محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باہمی مقابلہ پر ہے - صنعت کی ترقی ' جسکا خود ساختہ اور نا قابل مقابلہ ایجنٹ سرمایہ دار ہے ' مزدوروں کی باہمی پھوٹ کو ایک انقلابی اتحاد سے بدل رہی ہے ' اور وہ انجمنوں کی صورت میں ظہور پذیر ہو رہا ہے -

لہذا موجودہ صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ سرمایہ دار طبقہ کی وہ بنیاد بھی کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رہی ہے جسپر اسکی پیداوار اور تصرف کا نظام قائم ہے - وہ اسکی پیداوار ہی ہے جو اب سب سے زیادہ اسکی دشمنی پر تل گئی ہے اور اسکی لاش کیلیے قبر کھود رہی ہے - سرمایہ داروں کا زوال اور مزدوروں کی فتح دو برابر درجہ کی اٹل چیزیں ہوگئی ہیں -

(٤)

جب جب معاشرتی حالات میں کوئی تاریخی تبدیلی ہوئی ہے ' تو تمام املاکی رشتوں میں بھی مسلسل تاریخی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایہ دارانہ ملکیت کی حمایت میں جاگیر دارانہ ملکیت منسوخ کردی تھی -

کمیونزم کی امتیازی خصوصیت عام ملکیت کی منسوخی نہیں ہے ' بلکہ صرف سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی ہے - موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ایک انتہائی اور کامل ظہور ہے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا ' جو سراسر جماعتی نزاع اور باہمی تخریب پر مبنی ہے -

کمیونسٹ اپنے نظریہ کو صرف ایک جملہ میں بیان کر سکتے ہیں - " سرمایہ دارانہ نوع کی ملکیت کی منسوخی "

ہم کمیونسٹوں کو ملامت کی جاتی ہے کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کر دینی چاہتے ہیں جو محنت سے حاصل کی گئی ہے ' اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا ہے کہ شخصی آزادی ' جماعتی جد جہد اور قومی خود مختاری کی بنیاد ہے -

" بڑی دشواری سے حاصل کی ہوئی ' خود کمائی ہوئی ' خود جمع کی ہوئی ملکیت ! " کیا اِس قول سے تمہارا مقصود چھوٹے چھوٹے سوداگروں اور کسانوں کی ملکیت ہے جو سرمایہ دارانہ ملکیت کا ہیولی پیش کرتی ہے ؟ ہمیں اسکے منسوخ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - صنعت کی ترقی نے خود ہی اُسے منسوخ کردیا ہے اور برابر کر رہی ہے -

یا تمہارا مقصود موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ہے ؟

کیا اجرتی محنت ' یعنی مزدور کی محنت خود مزدور کیلیے کوئی ملکیت پیدا کرتی ہے ؟ ہرگز نہیں - وہ تو صرف " سرمایہ " پیدا کرتی ہے - یعنی " ملکیت " پیدا کرتی ہے جو اجرتی محنت سے فائدہ اٹھاتی ہے ' اور صرف اسی حالت میں بڑھ سکتی ہے جبکہ اجرتی محنت کی نئی نکاس برابر ہوتی رہے - ملکیت اپنی موجودہ شکل میں سرمایہ اور اجرتی محنت کی باہمی نزاع پر قائم ہے - آؤ ہم اِس نزاع کے دونوں پہلوؤں کی جانچ کرلیں !

سرمایہ داری فی نفسہ کوئی شخصی پیداوار نہیں ہے ' بلکہ سراسر اجتماعی حیثیت رکھتی ہے - کیونکہ سوسائٹی کے بے شمار ارکان کے متحدہ عمل سے وجود میں آتی ہے -

اسی طرح سرمایہ بھی شخصی نہیں ہے ' بلکہ ایک اجتماعی طاقت کا نام ہے -

لہذا جب سرمایہ ' عام ملکیت کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے ' یعنی سوسائٹی کے تمام ارکان کی ملک بنا دیا جاتا ہے ' تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ شخصی ملکیت عام ملکیت بنا دی گئی - کیونکہ یہاں شخصی ملکیت کا وجود ہی نہیں تھا - البتہ جو چیز بدلی جاتی ہے ' وہ ملکیت کی صرف معاشرتی حیثیت ہے - یعنی ملکیت سوسائٹی میں اپنی انفرادی طاقت کھو دیتی ہے -

اب ہم اجرتی محنت کا مسئلہ لیتے ہیں :

اجرتی محنت کی اوسط شرح کم سے کم ہے - یعنی مزدور کو اتنی رقم ملتی ہے ' جس سے وہ بمشکل اپنی زندگی قائم رکھہ سکتا ہے - پس اس طرح مزدور اپنی محنت سے جتنی اجرت حاصل کرتا ہے ' وہ اتنی کم ہوتی ہے ' جس سے اسکی نہایت سادہ زندگی کی ضمانت ہو سکتی ہے - ہم کسی طرح بھی محنت کی پیداوار کا یہ شخصی استعمال منسوخ کرنا نہیں چاہتے - ایسا استعمال جو انسانی زندگی کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر ہے - البتہ ہم اِس استعمال کی وہ افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دینی چاہتے ہیں جسکی وجہ سے مزدور صرف سرمایہ بڑھانے کیلیے زندہ رہتے ہیں ' اور صرف اتنے عرصہ تک زندہ رہتے ہیں ' جبتک حکمران طبقہ کے مفاد کو انکی ضرورت رہتی ہے -

سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں ہمیشہ ماضی ' حال پر حکومت کرتا ہے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹی میں حال ' ماضی پر حکمراں ہوتا ہے - سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں سرمایہ ' آزاد اور مستقل

اوائل کا واقعہ ہے - پھر سنہ ۱۲۵۴ ع میں اشبیلیہ میں ایک عربی لاطینی تعلیم گاہ بھی جاری ہوگئی' مگر کوئی خاص ترقی نہ ہو سکی -

(عربی کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرھویں صدی یا چودھویں صدی سے یورپین قوموں نے عربی کتابیں مشرقی ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لویس نہم شاہ فرانس نے سب سے پہلے عربی کتب خانے قائم کرنے کی رسم جاری کی - یہ خیال اُسے اِس طرح پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں بعض یورپین نے دیکھا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے ھیں' جن میں بیٹھکر وہ بہ اوقات فرصت کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ھیں - لویس نہم نے یہ سنا تو اُس نے خود بھی اپنے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا - یہ واقعہ تیرھویں صدی کا ہے - اِس کے بعد لویس چہاردھم نے ایک آسٹرین عالم کو مشرقی ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا کہ اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِس طرح انیسویں صدی کے وسط ھی میں یورپ میں عربی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھ پچاس ہزار قلمی کتابیں کتب خانوں میں داخل ہوگئی تھیں -

(یورپ میں عربی کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربی کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شہروں میں موجود ھیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے ھیں :

لینن گراڈ' برلن' پیرس' لندن' لیپزیک' مونیخ' وائنا' لیڈن' آکسفورڈ' ایڈنبرا' ڈبلن' کیمبرج' نیویارک' شیکاگو' کلیفورنیا وغیرہ -

ہر کتب خانے میں مرتب و منضبط فہرستیں موجود ھیں - ہر کتاب پر مفصل تقریظ لکھی گئی ہے - بعض فہرستیں عام ھیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون کتاب کس کس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یہ کتب خانے برابر ترقی کر رہے ھیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولی جد و جہد اور صرف کثیر سے جمع کی جاتی ھیں -

(عربی کی باقاعدہ تدریس)

یورپ کو دینی تعصبات سے جب نجات ملی اور اُس کی جگہ ملک گیری کی ھوس نے لیلی' تو عربوں اور دوسری مشرقی قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کی عام طور پر ضرورت محسوس ہونے لگی - چنانچہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کی صورت اختیار کرلی' اور اُسکی باضابطہ تعلیم و تدریس ہونے لگی -

سب سے پہلے سنہ ۱۷۵۳ ع میں آسٹریا نے مشرقی زبانوں کا ایک مدرسہ قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دی جاتی تھی - سنہ ۱۷۹۵ع میں فرانس نے اِسی مقصد سے ایک تعلیم گاہ جاری کی - سنہ ۱۸۸۷ع میں جرمنی نے اِس کی تقلید کی - اس کے بعد روس' انگلستان' اور اٹلی نے بھی ادھر توجہ کی - لیکن یہ واقعہ ہے کہ سولھویں صدی سے یورپ کی ہر یونیورسٹی میں' خصوصاً انگلستان' جرمنی' اور ہالینڈ کی درس گاھوں میں عربی زبان داخل نصاب ہوچکی تھی -

بروژی
جسنے قاموس کا تکملہ مرتب کیا

ہرڈوبک ڈیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربی ادب و تاریخ کی شائع کیں

(ائمۂ مستشرقین)

یورپ کو مشرقی زبانوں سے جو شغف رہا ہے' اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے' جنھوں نے اپنی پوری زندگی ان علوم کے لیے وقف کردی ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقی زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن لوڈلف مشرق و مغرب کی ۲۵ زبانوں کا عالم تھا - سلوسٹر دی ساسی فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماہر تھا - یہی حال سوئٹزرلینڈ کے والی برسمی اور جرمن محدق ہومل کا تھا - ڈچ عالم ڈوزلی سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازی کرتا تھا' گویا اُس کی مادری زبانیں ھیں - یہی حال ھنگرین پروفیسر ویمبری کا تھا - وہ ھنگرین' ترکی' عبرانی' اور لاطینی زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربی کے مدارس قائم کرنے ھی پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ مشرقی زبانوں کی بحث و تحقیق کے لیے علمی انجمنیں بھی قائم کیں - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۸ع میں ہالینڈ نے بٹاویا (جاوا) میں اِس قسم کی انجمن قائم کی تھی - پھر سنہ ۱۷۸۴ع میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں قائم ہوئی - سنہ ۱۸۰۵ میں ایک ایسی ھی انجمن بمبئی میں بنائی گئی -

پیرس کی انجمن سب سے زیادہ اہم ہے - یہ سنہ ۱۸۲۲ ع میں قائم ہوئی - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشہور ترین مستشرق اور عربی زبان کا فاضل' سلوسٹر دی ساسی تھا - اسی سے جرمن' ڈچ' سواڈش' اور اٹالین مستشرقین نے استفادہ کیا - درحقیقت انیسویں صدی میں عربی زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یہی شخص تھا اس نے عربی کی تحصیل علماء یورپ کے لیے نہایت آسان کردی -

جی - براؤن
مشہور انگریز مستشرق

برید فرنگ

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباء كي حيراني

طاهر بے جو زمین میں زندہ مدفون هوجاتا هے !

قارئین الهلال کو یاد هوگا کہ گزشتہ سال ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے یہ خبر شائع کي تهي کہ " طاهر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي هے- بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا هے ' اور ان کے بے لاگ هونے کي شهادت دي هے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں هے - گریفک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکهہ کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا هے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بهي شائع کي هیں - مقالہ نگار لکهتا هے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکهنے میں آئي هے - یہ میانہ قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑهي سیاہ هے' یورپي مغربي نفاست کے ساتهہ ملبوس رهتا هے - اس کے مطمئن چهرے سے ظاهر هوتا هے کہ اس جوان نے بهت دنوں سے اپنے دل کي صفائي کا راز جان لیا هے - یہ پر اسرار شخص مشهور درویش طاهر بے هے" جس نے گذشتہ ڈهائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا هے -

طاهر بے

یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنجہ میں پیدا هوا - اسکي پیدائش کے وقت هي اسکي ماں کا انتقال هوگیا تها - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکهدیا گیا ' اور اس طرح ابتدا هي سے فقیري کي آب و هوا میں نشو و نما پائي - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑهکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے آبا ؤ اجداد کا پر اسرار علم حاصل نهیں کر لیا ' لوگوں کو اس کے کمالات کي کوئي خبر نهیں هوئي - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یہ تها کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکہ ' اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شهروں میں طاهر بے نے صرف ڈاکٹروں هي کو نهیں بلکہ عامۃ الناس کو بهي عجیب عجیب اعمال دکهلائے هیں جنکي کوئي علمي توجیہ ابتک نهیں کي جا سکي -

پہلے پهل جولائي سنہ ۱۹۲۵ ءمیں یہ پیرس میں وارد هوا - وہ چند ماہ اٹلي میں بهي گزار چکا تها - روم ' نیپلس ' پیلرمو ' فلورنس ' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماهرین کو دکهلائے تهے - کئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کار ناموں سے لبریز رهے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عملہ کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاهرے کیے - خود مسولیني نے بهي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تها - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بهي اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بهي جو اُن دنوں پیلرمو میں مقیم تهے ' اس کے اعمال دیکهنے کي خواهش ظاهر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاهدہ کیا تها جهاں پیرس کے مشهور اخبارات کے نمایندے بهي بلائے گئے تهے - یہ واقعہ هے کہ فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکهکر حیرت زدہ هوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کي کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازي سے پاک هیں " لنڈن کے ایک بڑے تهیٹر میں بهي جهاں کي ایک کرسي بهي خالي نهیں رهي تهي ' اسکے کمالات دیکهے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمي بیهوش هوگئے تهے' اسلیے اسکا عام مظاهرہ بند کردیا گیا ؟

خود طاهر بے کا بیان یہ هے کہ " میرے کام میں کوئي شعبدہ نهیں هے - میں اپنے اسرار ظاهر کر دینے کے لیے راضي هوں ' مگر میرا دعوی هے کہ سواے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یہ کمالات حاصل نهیں کر سکتا "

وہ کهتا هے " فقیروں کي روحاني قوت بهت مضبوط هوا کرتي هے - اُنکي تعلیم تین مهینے کي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

شخصیت رکھتا ہے - لیکن زندہ انسان محکوم ہوتے ہیں اور اپنی شخصیت سے محروم رہتے ہیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کی منسوخی کو انفرادی شخصیت اور آزادی کی منسوخی بتاتے ہیں ' بلاشبہ اِس سے انکی مراد سرمایہ دارانہ شخصیت ' سرمایہ دارانہ خود مختاری ' اور سرمایہ دارانہ آزادی کی منسوخی ہے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادی کے معنی " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ہیں -

لیکن اگر خود تجارت ہی مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقی رہتی ہے ؟ ہمارے سرمایہ دار جس طرح دوسری آزادیوں کے متعلق بے معنی ڈینگ مارا کرتے ہیں ' اسی طرح آزاد تجارت کے متعلق بھی انکی ڈینگ بالکل بے معنی ہے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھ اُسکا موازانہ کیا جاتا ہے ' تو اسکے کچھ معنی ہوتے ہیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے ' تو وہ ایک بالکل بے معنی چیز رہ جاتی ہے -

تم خوف زدہ ہو رہے ہو کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو ' تمہاری موجودہ سوسائٹی میں ۹/۱۰ حصہ آبادی کی ملکیت پہلے ہی سے منسوخ ہوچکی ہے ' اور اب سوسائٹی کی بقاء کے لیے ناگریز ہے کہ یہ باقی ایک حصہ کی ملکیت بھی جلد سے جلد ختم ہوجائے - تم ہمیں ملکیت کے اُس طرز کی منسوخی پر ملامت کرتے ہو ' جس کے وجود کی اولین شرط ہی یہ ہے کہ سوسائٹی کی بہت بڑی اکثریت بلا کسی ملکیت کے باقی رہے ؟

سچ یہ ہے کہ تم ہمیں اس لیے ملامت کررہے ہو کہ ہم تمہاری سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کردینی چاہتے ہیں - بے شک ہمارا یہی ارادہ ہے !

جس لمحہ سے محنت کی تبدیلی ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کی صورت میں نہ ہوسکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسی اجتماعی طاقت کی صورت میں بدلی نہ جا سکے جو اجارہ داری کے لائق ہو ' جس لمحہ سے شخصی ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا نا ممکن ہوجائے ؛ اُسی لمحہ سے تمھیں واویلا کرنے کا حق ہے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا چاہتے ہیں - لیکن اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر تم گویا اعتراف کرتے ہو کہ " فرد " سے تمہاری مراد صرف " سرمایہ دار " ہے - یعنی صاحب جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاہئے !

کمیونزم کسی کو بھی اس کی اجتماعی پیداوار میں تصرف کی طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کردینا چاہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کی محنت پر قابو حاصل کرتے ہیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شخصی ملکیت کی منسوخی کے ساتھ ہی ہر قسم کی جد و جہد بھی موقوف ہوجائیگی ' اور سوسائٹی پر ایک عام اُداسی اور کاہلی چھا جائیگی -

لیکن اگر حقیقت حال ایسی ہوتی تو سرمایہ دار سوسائٹی سستی کی وجہ سے ابتک کب کی برباد ہوچکی ہوتی - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ہیں ' وہ کچھ بھی نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ' وہ کچھ بھی محنت نہیں کرتے -

دراصل تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ہے کہ جب سرمایہ باقی نہ رہے گا تو اجرتی محنت بھی موقوف ہو جائیگی ' اور اس طرح سرمایہ داری کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ہیں ' وہی اس کی دماغی پیداوار اور اس کے استعمال پر بھی کیے گئے ہیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کی ملکیت کا معدوم ہو جانا ' خود پیداوار کی معدومی ہے ' اُسی طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کی بربادی پوری تہذیب کی بربادی ہے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھ ماتم کر رہے ہیں ' کیا ہے ؟ وہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ہے ' جو بے جان مشین کی طرح محنت کرنے کی طرف لے جاتا ہے !

تمھیں اُس وقت تک ہم سے بحث کرنے کا حق نہیں ہے جبتک تم اپنی سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کی بنا پر اعتراض کرتے ہو - کیونکہ تمہارے یہ اصول بھی محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ہی کے انڈے بچے ہیں - عدل کیا ہے ؟ صرف تمہاری جماعت کی خواہش کا نام ہے جسے قانون بنا دیا گیا ہے ' اور جسے تمہاری جماعتی زندگی کے مادی حالات نے گڑھلیا ہے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کی طرح تم بھی اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ہوے ہو کہ اپنے معاشرتی اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کی صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئی نکتہ چینی سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ہو ' اس کے تسلیم کرنے کی جرأت سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کی منسوخی !" زیادہ سے زیادہ جمہوریت پسند بھی کمیونسٹوں کی اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ہو جاتے ہیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعنی سرمایہ دارانہ خاندان کی بنیاد کس چیز پر ہے ؟ سرمایہ پر اور شخصی ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپنی پوری ترقی یافتہ شکل میں بھی خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ہی کے لیے ہے ؟ اور کیا یہ بھی صحیح نہیں کہ اپنی ترقی و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کی خاندانی زندگی کی عام بربادی کی ضرورت ہے ؟

تم ہمیں ملامت کرتے ہو کہ ہم اولاد کا خود غرضانہ استعمال روکنا چاہتے ہیں - ہم اس جرم کا اقبال کرتے ہیں !

تم کہتے ہو کہ ہم خانگی تعلیم کی جگہ معاشرتی تعلیم عام کرکے نہایت ہی پاک خاندانی رشتے بھی برباد کر ڈالنا چاہتے ہیں - لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بری ہو ؟ کیا تمہاری تعلیم کو بھی تمہاری سوسائٹی نے مقید نہیں کر رکھا ہے ؟ کیا موجودہ تعلیمی نظام میں سوسائٹی بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رہی ہے ؟ کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں میں تعلیم مقید نہیں ہو چکی ہے ؟ تعلیم میں سوسائٹی کی مداخلت کچھ کمیونسٹوں ہی کی ایجاد نہیں ہے - وہ تو پہلے سے ہی موجود ہے - کمیونسٹ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اِس مداخلت کی نوعیت بدل دیں ' اور تعلیم کو حکمران طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

باب التفسير

حجة ابراهيمي

آيۂ کريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

قرآن حکيم کا اُسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير کا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الکلام)

الهلال نمبر (١٥) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب کا جو استفسار آيۂ مندرجۂ عنوان کي نسبت شائع ہوا تھا ' اُس کا جواب حسب ذيل ہے :

(١) قرآن حکيم کے مطالعۂ و تدبر ميں آپ کو جو مشکلات پيش آرهي هيں ' وہ اُس وقت تک پيش آتي رهينگي ' جب تک که اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نہيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب کا نہيں ہے - مختصراً يوں سمجهيے که صدر اول کے بعد سے قرآن حکيم کے فہم و تدبر کي راهيں دو هوگئي هيں - ايک " قرآني " ہے - دوسري " غير قرآني " قرآن کے فہم و تدبر کے ليے غير قرآني طريقه کيونکر هو سکتا ہے ؟ ممکن ہے اس پر آپ کو تعجب هو - اس ميں شک نہيں يه معامله فکر انساني کے عجائب تصرفات ميں سے ہے - مگر ايسے تصرفات اس کثرت سے هوچکے هيں که انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي همیں متعجب نہيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن کے مطالعۂ و فہم کا وہ طريقه ہے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر کے اثرات کو اُس ميں دخل نه تها - عربي لغة کے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال کے بے تکلف اور ساده محاورات ' صدر اول کا بے لاگ ذوق و فہم ' اور انبياء کرام کا فطري اور غير صناعي اُسلوب بيان ' اس طريقه کي خصوصيات تهيں - سلف امت کا طريق تفسير يہي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وہ تمام طريقے هيں جو قرآن سے نہيں بلکه معصرين قرآن کے ذوق و فکر سے پيدا هوے - يه علوم وضعيه کي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن کے اقتباس ' اور عجمي اقوام کے اختلاط کا قدرتي نتيجه تها - مفسرين کے هر گروہ نے قرآن کے مطالب اُسي شکل و نوعيت ميں ديکهے ' جيسي شکل و نوعيت کي فکري حالت اُن کے اندر پيدا هوگئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي که قرآن کے الفاظ ' تراکيب ' اُسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حکم ! سب نے ايک دوسري هي طرح کي نوعيت پيدا کرلي - قرآن کي تعليم و بيان کي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية کي سادگي پر تهي - علوم و فنون کي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية کے تعمق اور کاوش پر ہے - نتيجه يه نکلا که جوں جوں وضعية کا انهماک بڑهتا گيا ' فطرية کے فہم و ذوق کي استعداد کم هوتي گئي - يهانتک که وہ زمانه آ گيا ' جب لوگوں کے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث کے عادي هوگئے ' که کسي اهم اور عظيم بات کو اُس کي ساده اور سهل صورت ميں ديکهه هي نہيں سکتے تهے - ذهن کي کاوش پسندي جو علوم وضعيه کے اشتغال کا لازمي نتيجه ہے ' آسان اور سهل مطالب کي طرف متوجه هي نہيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي کو پيش نہيں آئي ' بلکه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي کو پيش آچکي ہے ' اور منجمله اُن اسباب کے ہے جو هميشه کتب و اديان کي تحريف کا باعث هوتے رہے هيں - يہي وجه ہے که داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير کيا ' اور فرمايا که هلاکت کي راهوں ميں سے ايک راہ يه بهي ہے جيسا که متعدد موقوفات ميں وارد ہے - يه موقعه تشريح کا نہيں - اگر آپ دقت نظر سے کام لينگے تو ان چند جملوں کے اندر اصول تفسير کي ايک اصل عظيم آپ کے سامنے آ جائيگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلکه علم و نظر کے بے شمار گوشوں ميں آپکي رهنمائي کر سکتي ہے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر کاوش پسند هوتا گيا ہے ' اُتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا ہے -

بهر حال يه دوسرا " غير قراني " طريقه اُن تمام طريقوں پر مشتمل ہے جو صدر اول کے بعد پيدا هوے - متکلمين مفسرين کا طريق تفسير کم و بيش يہي ہے - کوئي اس طريقه ميں ايک خاص حد تک گيا ہے ' کوئي بہت زياده دور تک - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راہ کے شهسوار هيں - ان کے بعد اکثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته اُنهي کا نقش قدم اختيار کرليا - قاضي ابن رشد کي کشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس کي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متکلمين سے پہلے لکهي گئي هيں - اُن کے مطالعه سے هم معلوم کر لے سکتے هيں که متکلمين اشاعرہ ' فلاسفۂ اسلام اور معتزله سے کتنا هي انکار کرتے هوں ' ليکن وہ خود بهي اسي طريقه کي پيداوار تهے - بهتر قسم کي نہيں - ناقص اور کمزور قسم کي پيداوار -

ايک سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه کي مقبوليت کا باعث هوئي ' متاخرين کا يه خيال تها که وقت کي علمي ضرورتوں کيليے سلف کا طريقه سود مند نہيں ہے - يه بات ضرب المثل کي طرح اُن کي زبانوں پر جاري هو گئي تهي که "سلف کا طريقه ايمان کيليے بهتر ہے مگر استدلال کيليے مفيد نہيں " حالانکه اگر ايمان کو جهل سے نہيں بلکه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين کے ليے سود مند هوگا ' وہ استدلال و برهان کيليے کيوں غير مفيد هو ؟ جهانتک نام نهاد علمي ضروريات کا تعلق ہے ' واقعه يه ہے که متاخرين کے طريقه سے بڑهکر کمزور اور نا مراد طريقه کوئي نہيں هو سکتا - وہ " استدلال " کو فنون وضعيه کے " منطقي استدلال " سے باهر نہيں ديکهه سکے ' اور وجدان و طبيعت کي حقيقي شهادتوں سے آنکهيں بند کرليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لکها ہے که " امام رازي رحمة الله عليه کا طريقه موجوده زمانے ميں سود مند نہيں " ليکن ميں کهتا هوں اس تقيد کي کيا ضرورت ہے ؟ يه طريقه تو کسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - کيا يه طريقه اُس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لکهي ہے ؟ اس کا حال خود اُنهي

اُسکا دعوی ہے کہ اُنہیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نہیں ہوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کي سي حالت طاري کر دے سکتے ہیں - سانس روک لیتے ہیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے ہیں - اپني زندگي اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے ہیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے ہیں "

" زِندگي کا ابدي معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کي عمیق غار میں اترتے ہیں - جس طرح غواص سمندر کي تہ تک پہنچ جاتا ہے - ان کي جسماني موت ' غفلت اور نسیان کي نیند کو ایک ایسي حد تک پہونچا دیتي ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کي تفریق شروع ہوجاتي ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ ہونا چاہتي ہے "

طاہر بے اپنے ابتدائي اعمال کي نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کي خواہش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ ہوتا ہے - اُس پر ایک سکتہ کي سي حالت طاري ہو جاتي ہے - اُس کے کان ' ناک ' اور منہ روئي سے بند کردیے جاتے ہیں - اُس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اُسے بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے - جب وقت پورا ہوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاہر بے کا سکتہ ختم ہوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا ہو جاتا ہے - طاہر بے کے بیان کے مطابق رنگ کي یہ تبدیلي اس لیے واقع ہوتي ہے کہ جتني دیر تک وہ تابوت کے اندر رہتا ہے ' دوران خون بند ہوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کي حالت طاري نہ کروں تو ہوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھي مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کي سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کي تھي - کیونکہ زندگي کي قدر و منزلت جو دیني طور پر ضروري سمجھي گئي تھي ' کسي انسان کیلیے سزائے موت جائز نہیں رکھتي تھي - مجرم صرف عارضي طور پر دفن کرکے پھر باہر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسي سزا متواتر دي جائے اور مجموعي سزا کا وقفہ ایک سال ہوجائے ' تو مجرم کي عمر طبیعي دو سال گھٹ جاتي تھي ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کي حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کي قوت کم ہوجاتي تھي -

لیکن انہیں ساحروں کا یہ مقولہ بھي ہے کہ اگر یہ ذرا چھوٹي چھوٹي خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید ہوتي ہے -

ایک مزید انکشاف طاہر بے کے تجربوں کیلیے باقي ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹي کے اندر مدفون ہوجاتا ہے تو دماغ کي نشوونما تیزي سے بڑھنا شروع ہو جاتي ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وہاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رہیگا جنکا مجموعي وقفہ تین سال تک کا ہوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آہستہ آہستہ متغیر ہو جایگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقي کر جائے گا !

طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رہا ہے

طاہر کي عمر تیس سال کي ہے مگر علمي تجربوں کیلیے وہ اپني زندگي کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقي نہیں رہیگا - جواني گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسماني سکون و جمود کي حالت برداشت نہیں کر سکتا -

طاہر بے کے اعمال موجودہ انساني فہم و ادراک سے بالاتر ہیں - وہ ایک ایسي راہ کا سالک ہے جسکا مغربي دماغ ادراک نہیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوہے کي سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باہر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزي سے خون کي دھار بہنے لگتي ہے - اور جب تماشائي یقین کر چکتے ہیں کہ واقعي خون ہي ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپني نبض کي رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوہے کي نوکدار کیلیں جڑي ہوئي ہوتي ہیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوہے کے بھاري ہتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپني اصلي حالت میں واپس آ جاتا ہے !

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا کوئي نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمي عمل سے مسحور کردیے جاتے ہیں ' اور انہیں وہي نظر آتا ہے جو عامل چاہتا ہے !

گذشتہ سال لندن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاہر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا کہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اُسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انہیں غش آگیا - وہ بہ مشکل اس لایق ہوئے کہ واپس آکر اُسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھ سکیں - انہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتي علوم سے واقف ہوتے ' اور اُنہیں معلوم ہوتا کہ حبس نفس کی مشق علم وظائف اعضا (فزیا لوجي) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتي ہے ' تو وہ طاہر بے کے اِن اعمال پر متعجب نہ ہوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوہاب شعراني نے قاہرہ میں خود اپني آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکي صحیح تعلیل نہ کر سکے -

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قیدخانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

" مدحت پاشا اور اُن کے رفقا، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہوگیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تاربرقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا " اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے مُنہ سے یہ بات سُنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈر بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا " طائف کی فوج مرتب کرنے اور عربوں کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا "

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے حسب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کمانڈر نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈر نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈر سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈر فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

" دارالخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علٰحدہ کردئیے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی "

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈر کو بہت سخت سُست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کردئیے گئے۔ کمانڈر نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جارہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کردیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے!

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے " جو کچھ یہ لوگ کرسکتے ہیں، کرگزریں۔ ہم بحمداللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دُور ہوچکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کرسکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے! " وہ حیرت انگیز طور اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کمانڈر بکر آفندی نے کہا وہ " رابغ " کو کہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سُنے اور چغلی کھاکر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا " میری تقریر سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

" کہنا عبدالحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیرخواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کرسکتے ہو۔ سرورؔی آفندی نے ہمیں سزا دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہوکر اُسے " قاضی عسکر " کا عہدہ دیا مگر اب سرورؔی آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلا وطنی کی زندگی بسر کررہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کررہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو۔ قرآن پڑھو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ و اعدلہ عذاباً عظیماً " (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

" دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا "

اسپر بکر آفندی نے کہا:

" جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ سے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کرسکوں گا! "

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا " سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کردئیے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں "

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہوگئی۔ تقریباً شفا حاصل ہوگئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا۔ یہ بیبی مستوری سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہوگیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کرلیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہوگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سبنے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہوگئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

سے پوچھه لینا چاهیے - اُن سے بہتر اُن کی نا رسائیوں کیلیے کوئی شاهد نہیں هو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائی اور درمیانی عہد کی کوہ کندنیوں میں سے هیں - آخری عہد کی مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں ھے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے هیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیہ و المناهج الفلسفیہ ' فما رأیتها تشفی غلیلاً ' و لا تروی غلیلاً ' و رأیت اقرب الطرق ' طریقة القرآن - أقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ' و أقرأ فی النفی : لیس کمثله شیء - و من جرب مثل تجربتی' عرف مثل معرفتی "

یعنی میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں پر غور کیا ' لیکن معلوم هوا کہ مشکلات راہ کیلیے کچھه سودمند نہیں هیں - سب سے بہتر طریقہ قرآن هی کا طریقہ ھے !

فن المحبت ما ادق بیانه
متحیر فیه امام الرازی !

اِمام صاحب کا یہ اعتراف بعینہ وهی اعتراف ھے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کی زبانوں پر بهی طاری هوچکا ھے - یہ مذهبی مباحث کی راہ سے اِس کوچہ میں آئے تھے' اسلیے الاهییات کی اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رھے هیں - لیکن لامارک ' هیگل ' اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کی جستجو میں نکلے تھے ' اسلیے وہ اِن مصطلحات کی جگہ دوسری طرح کے الفاظ استعمال کرتے هیں ' لیکن اعتراف عجز کی ایک هی طرح کی روح دونوں کے اندر بول رهی ھے - لامارک کے اس قول میں کہ " همارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں ھے کہ جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں کہ " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں هم اِسکے سوا کچھه نہیں کہہ سکتے کہ هم کچھه نہیں جانتے " اور اِمام رازی کے اس اعتراف میں کیا فرق ھے کہ :

نهایـــة إقدام العقـــول عقال
و اکثر سعی العالمیـــن ضــلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیه قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کی تفسیر خالص قرآنی طریقہ پر نہیں کی جائیگی ' مشکلات راہ حل نہیں هوسکتیں -

(۲) ایک اهم اور بنیادی کام اِس باب میں یہ ھے کہ قرآن حکیم کے الفاظ ' تراکیب ' اور اُسلوب بیان کو تمام وضعی اور خارجی عوارض سے پاک کر کے اُنکی اصلی صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہی یہ اصلیت نمایاں هوگئی ' تمام اشکال خود بخود دور هو جائینگے -

قرآن حکیم عربی زبان میں نازل هوا - اُسکے الفاظ عربی زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنهی معانی کیلیے استعمال کیے گیے تھے ' جن معانی کیلیے عربی لغت میں مستعمل تھے - قران نے خود جابجا اپنے عربی زبان میں هونے ' نہایت کھلے اور دلنشین هونے ' اور مطالب کے سہل اور زود فہم هونے کا ذکر کیا ھے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا کہ " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر به المتقین " هم نے قرآن تمہاری زبان میں سہل کردیا تا کہ متقی طبیعتوں کیلیے اس میں هدایت کی بشارت هو - ظاهر ھے کہ قرآن کا یہ عظیم اور ابتدائی وصف باقی نہیں رهتا ' اگر ایک لمحہ کیلیے بهی یہ فرض کر لیا جاے کہ اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معانی کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم بهی رکھتے تھے جو عرب جاهلیت کی لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکہ مسلمانوں کا ذوق خارجی اثرات سے متاثر نہیں هوا تها ' اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوی معانی میں قائم رھے - بلاشبہ اُس عہد میں بهی هر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تها ' الفاظ قرآنی کے مجازات سے واقف تها - لیکن یہ زبان اور بول چال کے ویسے هی صاف اور سادہ مجازات تھے ' جو دنیا کی هر زبان میں هوتے هیں ' اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبهی کسی اهل زبان کو کسی فلسفیانہ فن بلاغت و بیان کی ضرورت نہیں هوتی - حضرت عبد الله ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیه یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ' تو بغیر اسکے کہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں سے آشنا هوں اور ید و علو کے نفی و اثبات کی بحثوں میں اُلجھیں ' اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھه لیتے تھے جو هر غیر متکلف عربی داں سمجھه لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیلہ کی (یعنے اُن علوم و فنون کی جو باهر سے عربی زبان میں منتقل هوے) اشاعت هوی ' اور وضعی علوم کی اصطلاحات اور نظری مباحث کی منطقی تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا هوگیا ' تو ایک بڑی جماعت اُن لوگوں کی پیدا هوگئی جنهوں نے قرآن کو اهستہ اهستہ منطقی و فلسفی جامہ پہنانا شروع کر دیا ' اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربی لغت سے هٹ کر منطقی تعریفات و حدود کی نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک کہ کچھه عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وهی معانی سمجھے جانے لگے ' جو علوم وضعیہ میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یہ تبدیلی الفاظ اور مطالب' دونوں میں هوئی - مطالب میں بنیادی چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال ھے - ایک عظیم اور اصولی غلطی متاخرین سے یہ هوئی کہ وہ قرآن کے فطری اور وجدانی اُسلوب بیان کی اهمیت معلوم نہ کرسکے - یونانی فلسفہ کے اشتغال نے اُن میں منطقی استدلال کا ذوق پیدا کردیا تها - انهوں نے کوشش کی کہ جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئی بیان ھے' اُسے کھینچ تان کر منطقی استدلال کی شکل دیدیں -

حالانکہ انبیاء کرام کے علوم کی راہ وضعی و منطقی طریق استدلال کی راہ سے بالکل مختلف ھے - انبیاؑ کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکہ قلوب سے هوتا ھے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکہ عامة الناس کے لیے هدایت و سعادت کی راهیں کھول دینے کے لیے آتے هیں - اُن کا مقصود یہ نہیں هوتا کہ اشیاء کی حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے هیں کہ اعمال اور ان کے نتائج کی حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپنی تعلیم و هدایت میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے ' جسے کسی طرح کی بهی مشابہت منطقی طریق بحث و استدلال سے هو - اُن کا طریقہ سیدھا سادھا فطری طریقہ هوتا ھے ' جسکے لیے نہ تو انسان کے بنائے هوئے علوم و فنون کی تحصیل ضروری هوتی ھے ' نہ پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے هیں ' اور نہ کسی طرح کی ذهنی کاوش اور نظری سلوک کی قید هوتی ھے - هر انسان اپنے وجدان کی قدرتی استعداد اور طبعیت بشری کے فطری طلب و داعیہ سے اُسے سنتے هی قبول کر لے سکتا ھے ' اور ایک فلسفی و حکیم سے لیکر ایک بادیہ نشیں دهقان تک ' هر درجہ ' هر طبقہ ' اور هر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا ھے !

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے جو عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سُنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے۔ جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھدئے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھُس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرا اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہوگئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کئے گئے۔ بہت سے جلا وطن کئے گئے کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہوگئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہوگئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چپ سنّاٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہوگئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے جس وقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھتی اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آرہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی بیازی بک کی روداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اندفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور موسی کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۳،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہوگئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فرخی خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم انھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴،۰۱۶،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۱۰۸،۰۰۰ یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہوگیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ اُبتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بُلا کر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں ہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کمانڈر کو دیا کرتا ہے۔ لیکن جسنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کسا‌ؤ سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جا کر کمانڈر کو خبر کردو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کمانڈر ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سُنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سُن چکے تھے کہ کمانڈر اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا "اِن لوگوں نے دودھ تو کھا لیا ہوگا؟ کیا مر گئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کمانڈر کے پاس بھیجا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کر دیا۔ اور کہا "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کر دیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگا دی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ زہر ملا دیا گیا ہے۔ بعد میں مش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست دقے میں مبتلا ہو گئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہو گئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملا دیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اُسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۱ مارچ ۱۸۸۴ء کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لیکر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۵۰ سپاہی داخل کر دئے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کیا کہا: "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلا دو تو تمہیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائیگا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہو گیا ہے۔ اُسے ۰۰ ۶ پونڈ انعام دیا جائیگا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کر ڈالیگا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سُنا دیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑ گئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ ابھی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لاکر بھر دی اور محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بُلا کر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ ایک ہفتہ ہوا تم زہر لے گئے اور مجلًا وعدہ کیا، مگر آجتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کر کے سو گئے تو ہم سے بُرا کوئی نہ ہوگا"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہو رہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

"آپ لوگ جُدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مش آغا ایک افسر نے آکر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کمانڈر نے آکر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سندر کا پانی بھی نہیں دھو سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں، بالکل جھوٹی ہیں اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جُرم کی رات

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کر ڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کمانڈر، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کر دی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کر دئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگا کر پکڑ لے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کر دئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کر دیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ ناجی پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سو رہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہے۔ نہ کہ ارتکاب جرم؟"

لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہو گئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھا کر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے تھے آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا: وہ زور سے چلائے "امان الامراء" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر الدین آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھا لے گئے۔ رات ہی کو علی بک بروسہ لی کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کر دیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگا دئیے گئے۔ ایک پر لکھا تھا "مدحت پاشا ۲۶ مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۲ مئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کر رہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہو جاتی ہے۔ سونچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھونٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہو کر پھر تندرست ہو گیا۔ ہماری وجہ سے کئی معصوم یہاں قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر الدین آفندی کو ۳۰ پونڈ دئیے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیر الدین آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کر دی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مر گئے لیکن دُنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہو گئی۔

سلطان عبد الحمید، اِن دونوں شہیدانِ وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کر کے روانہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کیلئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کر دیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس واقعۂ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز، مرض فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دُنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا!

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہو۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیادی افعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہوچکا ہو کہ کیمیادی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور دونوں خون اپنی کیمیادی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشو ونما پاتا ہو، ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشو ونما حاصل کرتا ہو۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضا بھی موجود ہیں اور نظریہ نشو و ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہو، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہو۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہو۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہو؟

دماغ انسانی کا نشو و نما

بندر کے دماغ میں کوئی جزو ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزو انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزاء اور اُن کی ترکیب موجود ہو، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہو۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہو۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہو۔ بلاشبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہو۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزاء میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہو۔

ڈارون نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہو نہ کہ نوعیت میں۔ ڈارون کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہوگیا ہو کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہو، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہو۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہوچکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کرسکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کرسکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کرسکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہو اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہو کہ عہد میوسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہو۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ باز کی؟ سردست ان سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں ؏

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلین کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہو، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجیڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہو جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کردینے کی کوشش کی جاتی ہو۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہو، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہو کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہو، بلکہ مقصود یہ ہو کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہو، اور مندرجۂ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہو۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمائش ہو جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ ایلین اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوّے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہو۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہو۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہو جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جارہی ہو، بہت ممکن ہو کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہو!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں ابتک اسپر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کے مخلوق کی عادت ہو کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہو میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کردیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہوگئی۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کرسکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمھارے سامنے انسان کی ایسی خلیق پیش کر رہا ہو جن کا ظاہر ہنسانے والا ہو، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رولانے والا ہو، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمھارے سامنے موجود ہے۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اُور مرتبہ کے مناسب ہو۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہو۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہو جو متوسط طبقہ تو نہیں ہو مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہو۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلین موجود ہو۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہو۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہو۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہو مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہوجاتا ہو۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہو۔ پھر بیک وقت اس رشک ماہ کا اُستاد، مُربّی، اور عاشق بنجاتا ہو۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہوجاتی ہو۔ پیرس کی ایک تھیٹر کی کمپنی اُس کی خدمات قبول کرلیتی ہو۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہو۔ ماں اُسے بڑے ہی تأثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہو اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہو۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہو۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کمسن پھرتیلی خادمہ کو سناتی ہو۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

کی ایک کان ملی ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

۱۹۱۳ء سے اب تک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
۱۹۱۳ء	۱۴۲
۱۹۲۲ء	۵۱۴
۱۹۲۳ء	۵۰۸
۱۹۲۴ء	۳۰۳۰
۱۹۲۵ء	۶۲۶
۱۹۲۶ء	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
۱۹۲۱ء	۱۲۱۹	۷۵۳
۱۹۲۵ء	۱۷۵۴	۹۵۳
۱۹۲۶ء	۲۴۰۴	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد ۴۰ ملین فرنک تھی۔ ۱۹۲۶ء میں ۷۱۲ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہے۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہے جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی قیمت ۱۹۲۶ء میں ۱۰،۲۵،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۹ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۴۶ ہزار فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہے۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۶۴ ملین قرضہ تھا۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں ایک نیا قرضہ اس کے سر منڈھ دیا۔ اب اس کی تعداد ۸۴۷ ملین فرنک ہوگئی ہے۔ حکومتِ مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہے۔ ۱۹۲۲ء میں حکومت کی آمدنی ۳۴۰،۴۲،۷۶،۲۶ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ ۱۹۲۶ء میں آمدنی ۷۷۲،۱۵،۶۹،۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸،۴۰،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۲۵۵،۱ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے لائن دو قسم کی ہے: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہے اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہے:

خط	درازی
دار بیضا سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ "
قنطرہ سے وزان تک	۱۵۸ "

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

۱۔ طنجہ۔ فاس لائن۔ یہ ایک فرانسیسی اسپینی کمپنی کی ملکیت ہے۔ ۲۔ اس کی درازی ۳۰۶ کیلومیٹر ہے۔

قنیطرہ۔ رباط لائن۔ یہ دار بیضا اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ۔ فاس ریلوے سے ملجاتی ہے۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۱ء	۱۲۶
۱۹۱۲ء " ۱۹۱۳ء	۵۹۸
۱۹۱۵ء " ۱۹۱۹ء	۱۴۱۰
۱۹۲۰ء	۴۹۰۸
۱۹۲۱ء	۴۷۸۲
۱۹۲۲ء	۴۳۶۱
۱۹۲۳ء	۳۹۲۵
۱۹۲۴ء	۲۲۲۸
۱۹۲۵ء	۹۰۴۲
۱۹۲۶ء	۱۲۰۵۶

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہے۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہے کہ صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کر کے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملا دی جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہو گیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحرا کا تمام غیر آباد حصہ آباد حصہ ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی خط بن جا

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مشکلات

نظریۂ ارتقاء کے محقق کی راہ میں اب تک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جبکہ زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کرلی ہے۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہے۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں ممکن ہے یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈھائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہے اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر پلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسان کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہے ان کے جسم کے صرف وہی اجزاء مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے۔ یعنی دانت اور جبڑے۔ ان دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر کا انکار نہ کرسکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہے کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہے جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل انتھروپوئیڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہے۔ بنا بریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہے۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے اب تک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہے۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اس کے افراد سے معلوم کرنے کے

شدید حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ فاسق عاشق اس شوہر کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہے!

عاشق رخصت ہوتا ہے۔ الین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہے۔ گفتگو جاری ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے یکایک اچانک کہہ دیتا ہے کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ خوف سے کانپنے لگتی ہے مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہے "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہے!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہے۔ دراصل اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہے۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہے کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کو ٹرہ کرکٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سُست کہنے لگتی ہے۔ اسپر شوہر کا جام صبر بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہے۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی۔ محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہے "میری دیّوسی دیکھے گی!" عورت لرزہ بر اندام ہے۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہے۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہے۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہے۔ غیرت سے انتقام پر تلا ہوا ہے۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہے۔ معافی کا ارادہ کرتی ہے۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہے۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اسپر ٹوٹ پڑنے کو ہے۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہے، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہے "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا!" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہے۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہے!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اسپر چلی جانا" مگر اب موٹر کہاں؟ الین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی دیّوسی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہے، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ الین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

الین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی۔ یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیوں کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ - ۲۴۱ ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسّنی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آ گیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہے۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پرانس کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑ عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ اُنھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازمین کا معرکہ، جو ۲۱۷ ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کان" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔

مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثنا میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار سپیون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ، یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اُسنے ۱۸۳ ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ - ۱۴۶ ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجہ کی لڑائی سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے جو آجتک تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور یہ دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہے۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل ہے کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہے۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک
بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے معروف ہیں گر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تأثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا ناپسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگتی۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا الین دولتمند مدّاحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفار راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو مگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹھکیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دوڑی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں عوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا میجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آ موجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے چائے خانہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہو کہ ا[illegible] کی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوجاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پُرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہوجاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جابجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ الین بھی اپنی آرائش میں معروف ہو۔ تھیٹر کے میجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آیندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آگئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہوجائے کم سن خادمہ شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفہ کے بعد انقلاب حال شروع ہوجاتا ہو۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنہیں بمشکل پہچان سکتے ہیں۔ دولت و ثروت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئے ہیں۔ اب غربت کی بیکسی کہیں نظر نہیں آتی۔ الین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا مسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ شب و روز ہن برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا ادھیڑ عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو۔ نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو۔ آواز میں بھی بڑا تغیر ہوگیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں رہی۔ اب پھرتیلی اور چست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار! سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ الین کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں الین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے میجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ الین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں کھیلتے ہیں، مذاح کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ الین کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہوجاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہوگیا ہو جسمیں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری تھی کہ الین کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ الین اپنے دولتمند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ الین اور اُس کے دوست میں گفتگو ہو رہی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہوجاتا ہو کہ الین کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آگیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدّ راہ ہوجاتا ہو! یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر الین اسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی مذاح کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہوگئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ پس و پیش کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "الین کا شوہر" کہتے ہیں۔ اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دُور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُسمیں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہوجاتا ہو، وہ سوچتا ہو کل الین جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی! شبہ اور بھی قوی ہوجاتا ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا۔ شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن الین چالاک ہو۔ شوہر عاشق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک دفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم الین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں معروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہوگیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اس طرح حاصل ہوا کہ الین اور اُس کے احباب تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا۔ اُسنے احباب کے ساتھ الین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہو۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ الین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سُنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن الین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے؛ میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سُنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوجاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماءاللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے، ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماءاللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماءاللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماءاللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماءاللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماءاللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۱۳ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ: منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی۔

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

ڈو رولے تولہ سونا

رنگ دیکھ لو — گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر نگیں چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۱۱۲ لاہور

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ ستار روپیہ ترواٹہ

دفتر معالج برص نمبر ۵ در بھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۱۹۱۳ء سے در بھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عا) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ در بھنگہ (بہار)

اشتہار کے لئے

ہم بحری تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیر اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہی۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہی۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہی اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہی۔ لہذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہوگیا ہی کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے عملاً دو مرتبہ اُس پر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آرہا ہوں۔ اپنی ان دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور، اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہی۔ لازمی ہی کہ قرطاجنہ کو بالکل پائمال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کر لی اور کسی جائز سبب کی جستجو شروع کر دی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتیار، روم کے حوالہ کر دیئے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہوگیا ہی۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دُور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور طیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہی اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالامال رکھا۔ لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کر سکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ ناممکن ہی۔ ہم مر جائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور و غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کر لیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن سخت جدّ و جہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا

لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہوگئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہوگئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگا دی۔ کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہی تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں ابتک فتح شمار کی جاتی ہی کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربار خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہی"؟ امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہی" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہی؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہی" امیر نے کہا "کیا میرے جیسے شخص کے لئے روا ہی کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہوگئی۔

"اہلاً و مرحباً!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہی؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہی؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہی جو غیب کا علم رکھتا ہی"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہی کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر مر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہی۔ دن کے بعد رات ہی" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہی" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہی؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہی" امیر نے کہا "واللہ میں نے سُنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہی۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہی جسمیں نہ کوئی کسی کی سنتا ہی نہ کسی کو دیکھتا ہی۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہی۔ جو ہدایت کا طالب ہی، ہم سے ہدایت لے، جو یقین چاہتا ہی ہم سے یقین لے۔ حق گم ہو چکا تھا، مگر اب مل گیا ہی۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہی۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہی۔ حق، باطل پر غالب ہی۔ کوئی جلد بازی کرکے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہی، مردوں کا رنگ، خون ہی، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہی۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر جمے رہو! پیچھے قدم نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کرکے کہا "تم ہر خون میں علی کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کر دے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہی" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہی کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دیدی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسلہ میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے، جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد اڑھائي روپیہ، مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد، ذریعہ معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمي، اسلامي، سہ ماهي رسالہ ہے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو، عربي، فارسي، انگریزي، اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ہے - اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانہ، نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے بازخوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اُردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ایک هفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اُردو صحافت کي، مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا، اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب، مذهب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب، اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اُردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تھا، جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي، مذهبي، سیاسي، اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا، هم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے هیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں، چونکہ جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ — " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فر

ریلوے اسٹیشنوں کے بُ

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جبکہ رانچی میں نظر بند تھے - موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بلدہ آنے (۱۲)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب تر

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

نگوا کر

ال کیجیے

١٩٢٧

جلد ١

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ _ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ — کلکته : جمعه ۲۲ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 18. November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۶۵۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۲	اردو حروف کی حق مین	۴۴۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۶۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۸	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے اوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلہ (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تھا " اُس وقت دنیا میں کوئی دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسی پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے ' جیسی خواب میں بھی کسی انسان نے نہ دیکھی ہوگی ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کی نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اِس دوشیزہ کی یاد محو کردی اور اُسے اپنی ایک ہم وطن لڑکی سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ہی سے مستبد تھا - اُس نے اپنی معشوقہ کو سختی سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسی کو بھی مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکی کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہوگئی ' اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زہر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادھیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادھیڑ عورت " میڈیم پرمون " سے محبت ہوگئی ' اور اس قدر بڑھی کہ ایک لمحہ بھی اُس کی جدائی گوارا نہ تھی - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادی کرلینے کی درخواست کی - عورت نے اِس خواہش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاہتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوی ہونے کے بجائے میں تمھاری ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزری اور قطع تعلق کرلیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کی عادت تھی کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا ' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتی تھی ' تو بے اعتنائی سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈیم ولسکا " پولینڈ کی ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافی ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاہا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کی بہت کوشش کی ' مگر وہ برابر بیزار رہی - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا " تو دیکھہ لیگی - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ ' یہ میرے ہاتھہ میں گھڑی ہے ' جس طرح میں یہ گھڑی چور چور کیے ڈالتا ہوں ' اُسی طرح پولینڈ کا ملک بھی پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑی زور سے دیوار پر ماردی - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑی -

لیکن چند دنوں کے بعد ہی نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھی اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ہیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائی مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاری " کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کی دو لڑکیاں تھیں - بڑی کا نام " جولیا " تھا - چھوٹی کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائی نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپنی معشوقہ سے سیر ہوگیا ' اور بھائی کی معشوقہ پر قبضہ جمانا چاہا - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے ' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمھاری معشوقہ دونوں غیر مستقل مزاج ہیں - لیکن مجھہ میں اور میری معشوقہ میں استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم تم مبادلہ کرلیں تا کہ تمھارا نقص جولیا پورا کردے ' اور میں ڈیزیرا کی کمی پوری کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائی کی معشوقہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسی کو بھی مخالفت کی جرات نہ ہوئی !

لیکن تھوڑے ہی زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کی راہیں اُس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا ' اور اُس کی منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھی خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کی طبیعت کچھہ ایسی بیچین واقع ہوئی تھی کہ ایک ہی حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کی ابتدائی سیڑھیوں پر تھا ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کی تلوار واپس مانگی - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونٹ الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں پھانسی دیدی گئی تھی - نپولین بچہ کی جرات و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کی درخواست منظور کرلی - دوسرے دن اُس کی ماں شکریہ ادا کرنے آئی - یہی جوزیفائن تھی - نپولین پہلی ہی نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے جھونپڑے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعی بہت خوبصورت تھی ' ساتھہ ہی عقلمند بھی تھی - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کی چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ہے - چونکہ اسراف کی وجہ سے سابق شوہر کی تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکی تھی ' اِس لیے اس نے بھی اس نئی دعوت عشق کا پوری سرگرمی سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کی آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کی شادی ہوگئی - دلہن کی عمر دولہا سے سات سال زیادہ تھی ' مگر نکاحنامہ میں اُس کی عمر ۲۹ - برس لکھی گئی اور نپولین کی ۲۶ برس !

شادی کے دو دن بعد نپولین کو اٹلی کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھی ' مگر جوزیفائن کی یاد ہر وقت تازہ رہتی تھی - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا ' اور اپنی حالت سے اُسے آگاہ کرتا رہتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر ہاتھہ رکھتا ہوں ' تم اُس میں موجود ملتی ہو جس سے مجھے بڑی تسکین ہوتی ہے - اِس دنیا میں اگر کوئی غم ہے تو صرف تمھاری فرقت کا "

جوزیفائن کی تصویر ہر وقت اُس کے پاس رہتی تھی - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا ' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے ہاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کی طرف سے

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکی اخلاقی زندگی

(انساني عظمت ، اور اخلاقي نامرادیي)

میدان جنگ اور حجلۂ ھوس !

انسان ذهن و جسم کي کتني ہي عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کي ادنی سے ادنی پاکیزگي بھي حاصل نہیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحاني هدایت کي روشني سے محروم ہے !

انسان کے لیے یہ سہل ہے کہ تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کي تمام سلطنتیں تہہ و بالا کرڈالي تهیں - انسان کے لیے یہ بھي دشوار نہیں کہ ذهن و فکر کي ایسي بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک دوسروں کے قدم نہ پہنچ سکے هوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کي فتح مندیاں لا زوال هوچکي هیں ' اور دنیا منطق ' ریاضي ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کي پس رو ہے - انسان کي اولو العزمي ان بلندیوں پر بھي نہیں رکتي - کچھہ مشکل نہیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کي موجوں کي هنسي اڑائے ' پہاڑوں کي صفیں چیر ڈالے - لیکن هاں ' یہ مشکل ہے ' بہت هي مشکل ہے ' کہ وہ اخلاق اور روحاني پاکیزگي کي راہ میں اپني کسي ایک خواهش نفس کا بھي مقابلہ کرسکے - اس کي ساري اولو العزمي ' اور کوہ همتي جو دنیا کي ساري رکاوٹوں کا تن تنہا مقابلہ کرسکتي ہے ' هوائے نفس کي ایک ادنی سي رکاوٹ بھي اپني راہ سے هٹا دینے پر قادر نہیں هوتي - سکندر تمام دنیا کي تسخیر کي محنت سے نہیں تھکا ' لیکن بابل کي ایک عورت جب اس کے سامنے آئي ' تو اپني خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگیا - سنیکا نے تمام نوع انساني کو اخلاق اور اخلاقي سعادت کي دعوت دي ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کي منکوحہ عورت سے باز نہ رکھہ سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بھي دنیا گن چکي ہے ' اور یونان کي ایک قدیم ضرب المثل همیں بتلاتي ہے " بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نہیں بن سکتے " !

في الحقیقت انساني زندگي کي یہي اخلاقي اور عملي نامرادي ہے ' جو الہامي هدایت کي کسي بالاتر قوت کي ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتي ہے - انسان اپنے ذهن و جسم کي قوتوں سے سب کچھہ کرلے سکتا ہے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بھي اپنے آپ کو نیک نہیں بنا سکتا - اگر انساني زندگي کي سعادت کیلیے اُس عملي صداقت کي کچھہ بھي ضرورت ہے جسے نیکي کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ' تو ناگزیر ہے کہ علم انساني سطح سے کوئي بلند تر ذریعہ ارشاد و هدایت کا هو - مذهب اور الہام اسي ذریعہ هدایت کا نام ہے -

(نپولین اعظم)

اٹھارهویں صدي میں نپولین بونا پارٹ کا ظہور بھي انساني اولوالعزمي کا ایک عظیم ظہور تھا - شاید هي یورپ کے کسي انسان کي نسبت دنیا نے اسقدر کہا اور سنا هو ' جسقدر اِس غیر معمولي انسان کي عجیب و غریب دماغي قوتوں کي نسبت کہہ سن چکي ہے - تاهم انساني عظمت کي اخلاقي نامرادي کا یہ کیسا عبرت انگیز منظر ہے کہ یہي نپولین جب میدان جنگ سے باهر اپنے گھر کي محفوظ زندگي میں دیکھا جاتا ہے ' تو اِس میں اتني قدرت بھي نظر نہیں آتي کہ نہایت ادنی درجے کي اخلاقي کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکھے !

حال میں جرمني کے ایک اهل قلم گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکي دوست عورتیں " لکھي ہے ' اور اُس میں مستند تاریخي ذرائع سے وہ تمام شہادتیں جمع کردي هیں جو نپولین کي عاشقانہ بو الہوسیوں سے تعلق رکھتي هیں - اِس کتاب کا انگریزي ترجمہ بھي شائع هوگیا ہے ' اور دو تین هفتہ سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث ہے - هم اُس کي بعض تاریخي داستانیں قارئین الہلال کي عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے هیں -

(سولہ برس کي عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کي طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ " محبت کاهل آدمي کا دل بہلاوا ہے " ممکن ہے ' نپولین نے یہ اُس وقت کہا هو ' جب وہ پاک دامن تھا - لیکن بعد میں — اگر مخالف مورخین کي روایت تسلیم کرلي جائے تو — اُس نے اِس قول کي بنا پر حسن و هوس کي زندگي سے اجتناب نہیں کیا ' وہ همیشہ کسي نہ کسي حسینہ سے وابستہ رها -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کي سڑکوں پر پھٹے پرانے کپڑے پہنے پھرا کرتا تھا - نہ تو اُس کي هیئت سے کسي کو دولتمندي کا شبہ هوسکتا تھا ' نہ اُس میں ظاهري حسن و جمال هي کچھہ ایسا غیر معمولي تھا کہ کسي کو اپني طرف متوجہ کرلے - تاهم یہ واقعہ ہے کہ اُس زمانہ میں بھي بکثرت عورتیں اُس پر عاشق هوگئي تھیں - کیونکہ في الواقع اُس میں کوئي ایسي نامعلوم کشش موجود تھي ' جو دلوں کو لبھا لیتي تھي - ممکن ہے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غرور چہرہ کي عجیب اداسي اُس کے دیکھنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتي هو -

کہا جاتا ہے کہ نپولین سولہ برس کي عمر میں جب والنسا میں رهتا تھا ' تو وهاں کي بہت سي حسین عورتیں اُس پر فریفتہ هو گئي تھیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسي سے دلچسپي نہیں هوئي - اس دوشیزہ کا نام " کارولین کولومبیا " تھا - وہ نہایت نازک اندام اور خوبصورت تھي - ایک مرتبہ خود نپولین نے اِس لڑکي کے

باب التفسیر

حجۃ ابراهیمی

آیۂ کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراهیم " کی تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طرق استدلال

تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۲)

(۴) انبیاء کرام (علیہم السلام) حکماء کے وضعی طریق استدلال کی جگہ فطری طریق تلقین کیوں اختیار کرتے ہیں ؟ میں اسکی تشریح یہاں نہیں کرونگا ' کیونکہ اول تو یہ تحریر تشریح کی متحمل نہیں ' ثانیاً آیۂ زیر بحث میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسکی تشریح آگے آئیگی - البتہ ترتیب بیان کیلیے مختصر لفظوں میں یوں سمجھیے کہ :

اولاً ' انبیاء کرام کی تعلیم کا مقصود بحث و نظر نہیں ہوتا ' ایمان و یقین ہوتا ہے - ایمان و یقین کیلیے وضعی علوم کا طریق استدلال کسی حال میں بھی سود مند نہیں - انبیاء کرام کے تمام احکام کا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر ہے جسے قرآن حکیم نے عالم " غیب " سے تعبیر کیا ہے - عالم " غیب " کے معاملات خلاف عقل نہیں ہیں مگر ما وراء عقل ضرور ہیں ' اسلیے انکا علم نظری استدلال کے ذریعہ نہیں بلکہ صرف وجدانی شہادت کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے - وہ وجدانی شہادت جو فطرۃ انسانی میں ودیعت کردی گئی ہے اور جسکا اذعان قدرتی طور پر ہر انسان کے اندر موجود ہے - پس انبیاء کرام کا طریق ارشاد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کے وجدان سے خطاب کرتے ہیں ' نہ کہ مجرد ذہن و ادراک سے -

---

بیوی کے پاس لیجائے - لیکن جب ڈاکٹر ملکہ کے پاس پہنچا ' تو اسے ایک کانے عہدہ دار سے تعشق کرتے پایا - ملکہ نے نپولین کا پیغام سن کر کہا " میں نے اسکی محبت کبھی اپنے دل میں محسوس نہیں کی - اگرچہ میں یہ ہمیشہ یاد رکھنے پر مجبور ہوں کہ وہ میرے لڑکے کا باپ ہے "

مذکورۂ بالا عورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتوں سے نپولین کو محبت ہوئی یا انہوں نے اس سے محبت کی - انمیں سب سے اہم اور قابل ذکر تین عورتیں ہیں - میڈیم پولین ' میڈیم ڈی استائل ' اور مسز اوبل - ہم انکے واقعات بالاختصار بیان کرینگے -

ثانیاً ' ایک اصل عظیم اس باب میں یہ ہے کہ انبیاء کرام کا طریق تعلیم " مقدمات " کا طریقہ نہیں ہوتا - " براہ راست " تلقین کا طریقہ ہوتا ہے -

عام بول چال میں اس کا مطلب یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی بات کے ثابت کرنے اور منوا دینے کے طریقے دو ہیں - ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے مخاطب سے چند ایسی باتیں منوالی جائیں جو گو اصل مدعا نہیں ہیں ' لیکن ان تسلیم کرلینے کے بعد مدعا کا تسلیم کرلینا ضروری ہوجائیگا - یہ طریقہ " مقدمات " کا طریقہ ہے - دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو بات مخاطب کے دل میں اتارنی ہو ' وہ ایسی شکل و نوعیت میں بیان کردی جائے ' کہ بغیر کسی دوسری بات کے سہارے کے ' خود بخود دل نشین ہوجائے - اس بات کے سمجھنے مان لینے ' اور شک و انکار سے محفوظ ہوجانے کیلیے کسی دوسری بات کے سونچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہ ہو - یہ طریقہ " براہ راست " تلقین کا ہے - کیونکہ اس طریقہ میں اثبات مدعا کیلیے جو کچھہ کہا جاتا ہے ' مقدمات کا محتاج نہیں ہوتا - پہلا طریقہ علوم وضعیہ اور نظار کا ہے - دوسرا طریقہ طریق فطری اور انبیاء کرام کا ہے -

انبیاء کرام اگر اپنی تعلیم میں مقدمات کا طریقہ اختیار کرتے ' تو ظاہر ہے کہ ان کا خطاب عام نوع بشر سے نہیں ہوسکتا تھا - کیونکہ بجز چند افراد کے جنہوں نے علوم وضعیہ کے طریقہ پر مقدمات کے بحث و نظر کی استعداد پیدا کرلی ہو ' عامۃ الناس نہ تو ان کی تعلیم سمجھہ سکتے ' نہ ایمان کے لیے مکلف ہوسکتے - انبیاء کے لیے ضروری ہوتا کہ وہ ایمان کی براہ راست دعوت دینے کی جگہ پہلے مدرسوں میں وضعی علوم کی تعلیم دیتے پھرتے ' پھر تعلیم کے بعد مقدمات ترتیب دیکر اثبات مدعا کی شکلیں بناتے ' پھر ان مقدمات میں سے ایک ایک مقدمہ پر لڑتے جھگڑتے - پھر جب مخاطب ان مقدمات کے جال میں الجھہ جاتا ' تو اسے بے بس کرکے اقرار کرا لیتے - یہ طریقہ حکماء کی بحث و نظر کا ہے - " دعوت " کا نہیں ہے - اور انبیاء کرام " داعی " ہوتے ہیں - " مناظر " اور " نظار " نہیں ہوتے !

ثالثاً ' مقدمات کا طریقہ جیسا کچھہ بھی ہو ' یقین نہیں پیدا کرسکتا ' عجز پیدا کردیتا ہے ' اور دونوں میں فرق ہے - انبیاء اپنے مخاطبین میں یقین پیدا کرنا چاہتے ہیں - بحث میں عاجز کرکے چپ کرا دینا نہیں چاہتے - مقدمات کا طریقہ پیچ در پیچ اور چند در چند نظری مسلمات پر مبنی ہوتا ہے - اگر مخاطب اس پیچ و خم کا شاطر نہیں ہے ' تو بہت جلد لاجواب ہوکر چپ ہوجائیگا - یہ " چپ ہوجانا " نہ کہ " مطمئن ہوجانا " طریق مقدمات میں مناظر کی فتح سمجھی جاتی ہے - لیکن انبیاء کرام زبان نہیں ' دل جیتنا چاہتے ہیں ' اور زبان کے بے بس ہوجانے سے دل میں یقین نہیں پیدا ہوجاتا - تم ایک تیز زبان آدمی سے گفتگو میں جیتی نہیں لیجا سکتے ' اس لیے ہار مان لیتے ہو ' مگر اس سے دل کا اعتقاد تو نہیں پیدا ہوجائیگا ؟

رابعاً ' مقدمات کے طریقہ کا تمام دارومدار وضعی علوم کے نظری مسلمات پر ہوتا ہے ' اور یہ مسلمات نہ تو ہر حال میں حقیقی ہیں ' نہ ہر زمانے کی علمی استعداد یکساں طور پر ان کا اعتراف کرسکتی ہے - بہت ممکن ہے کہ کل تک جو بات عام طور پر مانی جاتی تھی ' آج اتنی کمزور ہوجائے کہ لوگ اس کی

بالکل نا امید هو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمهارے پر هوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آجاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پروا نه تھی - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑی عزت حاصل هوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند هفته کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاها - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتی رهی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا که فوراً چلی آؤ - اِس مرتبه اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا که میں سفر نہیں کر سکتی کیونکه حمل سے هوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی هی خوشی هوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکه تم بیمار تھیں - سچ ہے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے ... کاش ایک هی دن کیلیے میں تمهارے پہلو میں هوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے هوش اڑا دیے هیں - کاش میں اُسے لکھه سکتا - اُس کی محبت جنون کے درجه تک پہنچ گئی ہے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواسته اگر وہ مرگئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نہیں رهے گا ! "

لیکن چند هی دن بعد نپولین کو معلوم هوگیا که جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھی ہے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رهی ہے - اب اُسکے غصه کی کوئی حد نه تھی - اُسنے فوراً تلخ لہجه میں خط لکھا ' اور حکم دیا که بلا کسی عذر کے روانه هوجائے - جوزیفائن بادل ناخواسته روانه هوگئی - میلان میں نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند هی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکه فوج ایک خطرہ میں پھنس گئی تھی - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمهارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رهی تھی - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ' تاکه مرنے سے پہلے هم کہه سکیں که هم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے هیں " مورخ میسن کا بیان ہے که نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا هوتا تھا ' گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا ہے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوهر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبه افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتیٰ که کہا جاتا ہے ' نپولین کی فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمی کوئی نه تھا - جوزیفائن دیکھتے هی فریفته هو گئی - یا تو فوج میں رهنے سے بیزار تھی ' یا اب فوج سے جدا هونا گوارا نہیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی هوئی ' تعلقات بڑھے ' اور اِتنے بڑھے ' که خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصه هوا مگر ضبط سے کام لیا - البته اِتنا ضرور کیا که اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا که آئندہ احکام کا منتظر رهے - اپنے شوهر کی اِس کارروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمه هوا - مگر مجبور تھی - کچھه کر نہیں سکتی تھی - وہ اپنی پھوپھی کو ایک خط میں لکھتی ہے " زندگی سے اُکتاگئی هوں - موت کی تمنائیں کر رهی هوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ هوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے هی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ هونا پڑا - وہ مصر کی مہم پر روانه هوگیا ' اور بیوی سے وعدہ لے لیا که جنگ ختم هوتے هی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وہ مالٹا هی پہنچا تھا که اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ' اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر هر دلعزیز هوگیا تھا که اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رها تھا - مگر خود اُسے کچھه پروا نه تھی - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم هوگئی - کہا جاتا ہے که اِسی زمانه میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا هوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی که نپولین شاید کبھی واپس نه آئیگا ' یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک هوگئی تھی - مگر اچانک اُسے خبر ملی که اُسکا شوهر مصر سے آگیا ہے ' اور عنقریب پیرس پہنچنے والا ہے - بہت خوفزدہ اور پریشان هوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی هوگئی تھی - حیران تھی شوهر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانه هوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راسته اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام هوکر سرعت سے لوٹی ' اور سیدھی محل کی طرف روانه هوگئی - مورخ میسن کا بیان ہے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑی دستکیں دیتی رهی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نہیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھی سپه سالار نے مطلقاً پروا نه کی - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ' مگر دروازہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - نا اُمید هوکر واپس جانے والی تھی که اُسکی ایک سہیلی اُسکے دونوں بچوں ارجین اور هورتانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپنی ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھه فرنک قرضه بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھه رهی - جب وہ تخت نشین هوا ' تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاهی کی عزت و عظمت کے ساتھه زندگی بسر کرتی رهی - یہانتک که نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر هوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھه ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچه طلاق دیدی گئی ' اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشہور ہے که آسٹرین بیوی کو اپنے شوهر سے ذرا بھی محبت نه تھی - بلکه سخت نفرت کرتی تھی جیسا که ابھی بیان هوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ هیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی که موت کے بعد اُسکا دل شیشه میں رکھکر اُسکی

فانما يسرناه بلسانک لعلهم يتذکرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل علی عبده آيات بينات ليخرجکم من الظلمات الی النور (۵۷ : ۹) قرانا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانک لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزيل رب العالمين - نزل به الروح الامين - علی قلبک لتکون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل وما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اُسکي تعليم بالکل کهلي هوئي اور اسکا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اُتر جانے والا هے - سچائي اس ميں کهول دي گئي هے - حقيقت کے ليے اُس ميں کوئي نقاب نهيں - اُس کا بيان يکقلم سيدها سادها هے - کسي طرح کي تيڑهه اور پيچيدگي اُس ميں راه نهيں پا سکتي - اُسکے سمجهنے بوجهنے کيليے صرف اس بات کي ضرورت هے که دل لگنے والا اور کان سننے والا هو - اُسے صرف سن لينا هي اُسے پا لينا هے ' اور اُسے ديکهه لينے سے انکار نه کرنا ' اسکي شيفتگي اور عشق کا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه کهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذکر " هوں ' " تبياناً لکل شيء " هوں ' " تذکره " هوں ' " هدي و رحمه " هوں ؛ اور يه ظاهر هے که جو بات وعظ هو ' تذکير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل کے روگوں کي شفا هو ' وه منطقي شکلوں کا اُلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں کا کارخانه نهيں هو سکتي !

(۷) ضرورت هے که مختصراً اس معامله کي توضيح کے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متکلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا کا اختيار کيا تها ' اُس ميں سب سے زياده اُن کا اعتماد حدوث عالم کے اثبات پر تها - يعنے عالم قديم (مصطلحۂ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم کے ليے سب سے زياده قوي استدلال حرکت اور تغير کا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شکل رٹي تهي : " العالم متغير ' و کل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونکه متکلمين کے دماغ ميں اثبات مدعا کي يهي شکليں بسي هوئي تهيں ' اسليے اُنهوں نے قرآن کے استدلالات کو بهي کهينچ تان کر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حکيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (علی نبينا و عليه الصلوة والسلام) کي ايک " حجة " کا ذکر کيا هے ' اُسي طرح سورۂ انعام ميں ايک دوسري " حجة " کا بهي ذکر کيا هے : و تلک حجتنا اتيناها ابراهيم علی قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حکيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " کيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم کے مشاهدۂ " ملکوت السماوات والارض " کے واردات کا ذکر هے : فلما جن عليه الليل ' رای کوکبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديکها ' اور جب اُن ميں سے هر کوکب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونکه اس معامله کو قرآن نے " حجة " کے لفظ سے تعبير کيا تها ' اور جيسا که آگے چل کر معلوم هوگا ' متکلمين نے " حجة " مستعملۂ قرآن کو وهي حجة قرار دے ليا تها جو اُن کي مصطلحۂ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت کي تفسير کرتے هوے اپنے منطقي استدلال کي شکل يهاں بهي چپکا دي - مطلب يه قرار ديا که حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حرکت و تغير سے استدلال کيا هے - يعني اُن کي حجة بهي يهي تهي که " العالم متغير و کل متغير حادث " انهوں نے کواکب کے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال کيا هے که اُن ميں حرکت هے - حرکت تغير کو کهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سکتا ! اس تفسير پر همارے متکلمين کو اس درجه وثوق بلکه فخر هے که حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث کو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حکيم رباني جس نے اس حکمت سے مخلوق کو آشنا کيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهی اِس سے قطع نظر کيجئے که اِس استدلال کي کمزوريوں کا کيا حال هے ' اور اسکا صغری اور کبری هي کونسا قطعي اور مسلم هے که نتيجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه کيجئے که اِس طرح کا استدلال انبياء کرام کي طرف منسوب کرنا طريق دعوت نبوت سے کس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور کيجئے که لغت و عربيت کے لحاظ سے اِس تفسير کا کيا حال هے ؟ آيت کريمه ميں کوکب ' چاند ' اور سورج کا ذکر هے ' اور تينوں کيليے " افل " کا لفظ آيا هے - متکلمين کي يه تفسير " افول " کے معني حرکت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه ديے جائيں ' اُن کے گڑهے هوے استدلال کي ديوار کهڑي نهيں هو سکتي ' ليکن جزم و قطع کے ساتهه کها جاسکتا هے که عربي لغت ميں کسي ايسے " افول " کا وجود هي نهيں جو حرکت و تغير کے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اُسکے معني تو کسي چيز کے چهپ جانے اور غائب هو جانے کے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس کے سوا کوئي معني اس لفظ کے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت کا صاف مطلب يه هے که جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے کها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں کو دوست نهيں رکهتا - يهاں حرکت و تغير کي مصيبت کهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے که " حرکت " سے بهي انکا مقصود حرکت لغوي نهيں هے - بلکه حرکت مصطلحۂ فلسفه هے - يعنے وه حرکت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال کو کهتے هيں ' خواه مکان ميں هو يا زمان ميں ' اور کم ميں هو يا کيفيت ميں - مثلاً درخت کا نمؤ بهي حرکت هے ' اور يه حرکت في الکم هے ' اور کسي رنگ کا تغير بهي حرکت هے ' اور يه حرکت في الکيف هے - ظاهر هے که اگر " افول " کے مفهوم ميں کسي نه طرح کهينچ تان کر حرکت کي دلالة پيدا بهی کرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه کيسا صريح اتهام هوگا که حرکت کا يه فلسفيانه مفهوم اُن کے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متکلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے که حضرت ابراهيم عليه السلام کا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه کواکب کو صانع کائنات نهيں سمجهتے تهے که اُنکے ليے اِس مزعومه استدلال کي ضرورت هوتي - اُن لوگوں کا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج کي نسبت وهي تها ' جو دنيا کي تمام مشرک عقول کا اپنے اپنے ديوتاؤں کي نسبت رهچکا هے اور اب تک هے - يعنے يه ايسي روحاني اور ملکوتي هستياں هيں جنهيں دنيا کي تدبير و

هنسي اڑائيں - ايمان كي بنياد ايسي متغير اور متلون بنياد پر نہيں هوسكتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقه ' اور هر زمانه كے ليے ايک يكساں حقيقت هے - يه محل تفصيل كا نہيں ' ورنه مثالوں سے يه بات بالكل واضح هو جاتي - همارے حكماء اور متكلمين نے حدوث عالم اور اثبات صانع كے كتنے هي استدلال ترتيب ديے تهے ' جن كي بنياد اُس وقت كے مذاهب فلسفه كے نظري مسلمات پر ركهي گئي تهي ' ليكن آج هم كسي پڑهے لكهے آدمي كے سامنے اُنهيں دهرانے كي جرأت نہيں كرسكتے !

(۵) صرف يہي نہيں كه قرآن كا يه طريقه نہيں هے ' بلكه اُس نے واضح طور پر اس طريقه كي مذمت كي هے ' اور اسے بهي اُنهي طريقوں ميں سے قرار ديا هے جو اُس كے نزديک " جدل " كے طريقے هيں ' اور جو طريق " دعوت " و " هدايت " كے ساتهه جمع نہيں هو سكتے - يه طريقه جهگڑنے اور لفظوں اور باتوں كے پيچ ميں مخاطب كو كس دينے كے ليے ضرور مفيد هے - مگر اذعان و يقين كيليے كه طريق دعوت و هدايت كا مقصد وحيد هے ' كچهه مفيد نہيں - بلاشبه اس طريق كا عامل ايک علمي قسم كا جهگڑالو آدمي بن جاتا هے ' ليكن مرشد اور هادي نہيں بن سكتا - اس كي طبيعت كبهي اِس طرف نہيں جاتي كه سچائي اور حق معلوم كرے - وہ اس كا عادي هو جاتا هے كه اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑهے هوے مقدموں ' اور منوائي هوي اصطلاحوں سے كسي نه كسي طرح مخاطب كو لاجواب كردے - رفته رفته خود اُسكا قلب بهي حقيقت سے نا آشنا اور اُسي قسم كي باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگريزي ميں " ٹكنيكل " قسم كي باتيں كهتے هيں (لفظ صناعي اسكا پورا مفهوم ادا كرنے كيليے كافي نہيں ' الا يه كه اختيار كرليا جاے) اگر وہ ايک مخاطب كو جو حق كي جستجو اور يقين كي راہ ميں اُس سے نزاع كر رها هے ' صرف ايک لفظ كي غلطي ' يا كسي اصطلاحي قاعده كي نا آشنائي ' يا ترتيب مقدمات كے پيچ و خم كے الجهاؤ سے شرمنده كردے [illegible] تو وہ اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجهتا هے ' اور اسے " مناظره " ميں هرا دينے " سے تعبير كريگا - [illegible] نہيں سوچے گا كه اِس نام نہاد فتح و شكست سے حقيقت اور سچائي كا فيصله كيونكر هوگيا ؟ يه زياده سے زياده مناظرہ كي جدت هے - ليكن حقيقت كا فيصله تو نہيں هے ؟ اگر وہ اِس مصنوعانه كم انديشي كي مدهوشي سے افاقه پائے ' اور خود اپنے دل كي گهرائيوں كا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے كه جس بات كے منوانے كيليے وہ ايک عالم كو چپ كراتا پهرتا هے ' خود اُسي كے دل كو اُسپر قرار نہيں هے - قرآن و سنت پر تدبر كرنے سے معلوم هوتا هے كه يه ' اور اِس طرح كے تمام طريقے ' نه صرف حصول مقصد كيليے سود مند نہيں هيں ' بلكه هدايت و يقين كي راهوں سے دور كر دينے والے هيں - قرآن ان تمام طريقوں كو " خصومت " اور " جدل " يعني لڑنے جهگڑنے كي راہ قرار ديتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعيت كے اعتراضات اور تشكيكات نقل كي هيں - پهر بتلايا هے كه يه حق و هدايت كي راہ نہيں هے ' خصومت اور جهگڑنے كي روش هے - سورۂ ياسين ميں منكرين كا يه استفهام تشكيكي نقل كرنے كے بعد كه " و يقولون متى هذ الوعد ان كنتم صادقين ؟ " فرمايا " ما ينظرون الا صيحة واحدة ' تاخذهم و هم يخصمون ! " " خصومت " كا لفظ يہاں اِسي حقيقت كي طرف اشارہ هے - سورۂ زخرف ميں منكرين كا يه انداز سخن نقل كيا هے كه " ولما ضرب ابن مريم مثلاً ' اذا قومك منه يصدون - و قالوا : الهتنا خير أم هو ؟ " اِسكے بعد كہا " ما ضربوا لك الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " يعنے منكروں كي يه فكري حالت كه وہ بات كي حقيقت پر غور كرنے كي جگه فرضي اور تخميني صورتيں پيدا كركے كچهه بحثني كرني چاهتے هيں ' راستي و حق پرستي كا طريقه نہيں هے - " جدل " كا ڈهنگ هے -

چنانچه يہي وجه هے كه قرآن حكيم نے دعوت الى الحق كا طريقه واضح كرتے هوے كہا : ادع الى سبيل ربک بالحكمة و الموعظة الحسنة ' و جادلهم بالتى هى احسن (۱۶ : ۱۲۶) اِس آيت ميں بالترتيب تين طريقوں كا ذكر كيا هے : حكمت - موعظۂ حسنه - اور جدل - ليكن جدل كو " بالتي هي احسن " كے ساتهه مقيد كر ديا هے - يعني ايسا جدل جو اچهے طريقه پر كيا جاے - اِس سے معلوم هوا كه قرآن كے نزديک " جدل " حكمت و موعظت كي طرح محمود و مطلوب نہيں هے ' الا يه كه " بالتي هي احسن " هو -

جس آيت كي نسبت آپنے استفسار كيا هے ' دراصل وہ اِسي حقيقت كا ايک بہترين نمونه پيش كرتي هے - وہ واضح كرتي هے كه انبياء كا طريق دعوت و هدايت كا هے - جدل كا نہيں هے - اور تشريح اسكي آگے آئيگي -

(۶) ليكن افسوس هے كه متكلمين كا منطقي ذوق طريق قرآني كي اهميت و حقيقت معلوم نه كرسكا - اُنهوں نے قرآن كو بهي وهي منطقي جامه پہنا دينا چاها ' جو خود انهوں نے علم و نظر كے هر گوشے ميں پہن ليا تها - چونكه يه طريقه قرآن كيليے ايک مصنوعي طريقه تها ' اسليے قدم قدم پر طرح طرح كي مشكلات پيش آئيں - [illegible] ساتهه نہيں ديتي تهي ' عربي اسلوب بيان قطعاً مخالف تها - سياق و سباق كا مقتضا كچهه اور هي كہتا تها - سب سے بڑهكر يه كه قرآن كا علم نظم [illegible] اِس طريق كے ساتهه چل نہيں سكتا تها - تاهم وہ اپني [illegible] برابر بڑهتے هي گئے ' اور كسي [illegible] كارخانۂ استدلال [illegible] قرآن كي مشكلات حل نہيں هوئيں [illegible] پيدا هوگئے كه مشكلات قرآن كي [illegible] پيدا كي هوئي مشكليں هيں - [illegible] كي زبان ' اُس كے اسلوب ' اور اُس كے [illegible] كر ايک دوسري طرح كي شكل دي جائيگي ' [illegible] نہيں رهيگي ' مشكلات كا ايک معما هي بن جائيگي !

ياد ركهنا چاهيے كه قرآن كے ساتهه هم دو هي طرح كا سلوك كرسكتے هيں - يا تو اس كي سچائي تسليم كريں - يا انكار كرديں - اگر هم اس كي سچائي تسليم كرتے هيں تو ضروري هے كه وہ تمام اوصاف بهي تسليم كرليں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بيان كيے هيں - اِن اوصاف ميں سب سے پہلا اور بنيادي وصف يه هے كه وہ هر اعتبار سے سہل هے - كسي اعتبار سے بهي مشكل نہيں - بس قرآن سب كچهه هو سكتا هے مگر مشكل اور پيچيده نہيں هو سكتا - كوئي تفسير ' كوئي تاويل ' كوئي ايسي بات جس سے اُس كي كوئي ايک سورت ' كوئي ايک ركوع ' كوئي ايک آيت ' بلكه اُس كا كوئي ايک لفظ بهي مشكل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن كے ليے سچي تفسير اور سچي بات نہيں هو سكتي - يقيناً وہ سچي نہيں هوسكتي - اس ليے كه قرآن جيسے سہل هونا چاهيے بار بار كہتا هے : ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر (۵۴ : ۱۷)

مقالات

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایه دار عورتوں کي عمومیت بهي رواج دوگے "

ایک هي طرح کے سر میں تمام سرمایه دار یه راگ آلاپ رهے هیں !

چونکه سرمایه دار اپني بیوي کو بهي پیداوار کا ایک آله تصور کرتا هے ' اس لیے جب کبهي سنتا هے که آلات پیداوار عام ملکیت هوجانے والے هیں ' تو قدرتي طور پر خیال کرتا هے که عورتوں پر بهي اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبهي یه خیال نهیں گزرتا که کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر هے که عورت پیداوار کا محض ایک آله نه سمجهي جائے - وه عورتوں کي موجوده حیثیت بدل دیني چاهتے هیں -

همارے سرمایه داروں کے اس عیارانه خوف سے زیاده کوئي چیز مضحکه انگیز نهیں جس کي وه اس باطل دعوی میں نمائش کر رهے هیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کي کیا ضرورت هے جب که ان کي یه صورت حال تقریباً همیشه موجود رهي هے اور آج بهي موجود هے !

همارے سرمایه دار بزرگ کیا کر رهے هیں ؟ اپنے مزدوروں کي عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضهٔ و تصرف میں رکهنے سے سیر نه هوکر نیز باضابطه عصمت فروشي پر بهي قانع نه هوکر ' وه اب آپس میں ایک دوسرے کي بیویوں سے علانیه تعلقات پیدا کر رهے هیں ' اور یه تعلقات سرمایه دار سوسائٹي کي بهترین معاشرتي دلچسپي هیں !

خود سرمایه دارانه شادي بهي در حقیقت عورتوں کي عمومیت هي هے - کمیونسٹوں کو زیاده سے زیاده الزام یه دیا جاسکتا هے که وه عورتوں کي موجوده ریاکارانه اور خفیه عمومیت ختم کر دیني چاهتے هیں - ظاهر هے که پیداوار کے موجوده نظام کي منسوخي کے ساتهه اُس کا نتیجه یعني عورتوں کي عمومیت بهي معدوم هو جائیگي ' اور اُس وقت عام عصمت فروشي کا بازار بهي گرم نهیں هو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یه الزام بهي لگایا جاتا هے که وه وطني و قومي روح فنا کردیني چاهتے هیں -

مزدوروں کي نه تو کوئي قوم هے نه وطن - پس جو چیز اُنهیں ملي هي نهیں ' چهیني بهي نهیں جاسکتي !

مزدوروں کو پہلے سیاسي طاقت حاصل کرني چاهیے پهر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاهیے - یه کام بذات خود ایک قومي کام هے ' اگرچه سرمایه دار اُسے کچهه نه سمجهیں -

جوں جوں سرمایه دار ترقي کرتے جاتے هیں ' آزاد تجارت پهیلتي جاتي هے ' عالمگیر بازار کهلتے جاتے هیں ' صنعتي پیداوار میں اضافه هوتا جاتا هے ' قومي اختلافات بهي کم هوتے جاتے هیں ' اور حالات زندگي میں همرنگي و یکسانیت بڑهتي جاتي هے -

مزدوروں کي فتحمندي ان اختلافات کو اور زیاده کم کردیگي ' کیونکه ان کي تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مهذب ممالک کا متحده عمل اولین شرط هے -

افراد کے باهمي خود غرضانه استعمال میں جس قدر کمي هوتي جائیگي ' اسي قدر قوموں کا باهمي خود غرضانه استعمال بهي کم هوتا جائیگا -

جوں جوں فرقه بندیاں معدوم هوتي جائینگي ' قوموں کي باهمي دشمني بهي مٹتي جائیگي -

رهے باقي الزام جو کمیونزم پر مذهبي ' فلسفي ' اور نظري نقطهٔ نظر سے لگائے گئے هیں ' تو وه اس قدر پوچ هیں که کسي سنجیده بحث کے محتاج نهیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجهنے کے لیے کسي گهري بصیرت کي ضرورت هے که مادي حالات زندگي اور اجتماعي نظام کي تبدیلي کے ساتهه انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی که ضمیر و وجدان تک بدل جاتا هے ؟

خیالات کي تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتي هے که دماغي پیداوار ' مادي پیداوار کے ساتهه همیشه بدل جاتي هے ؟ هر عهد کے حکمراں خیالات همیشه وهي رهے هیں ' جو اس کے حکمراں طبقه کے تهے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے هیں جو سوسائٹي میں انقلاب پیدا کردیا کرتے هیں ' تو یه حقیقت صاف ظاهر هو جاتي هے که پراني سوسائٹي کے اندر هي نئي سوسائٹي کے عناصر کي تکوین پوشیده تهي ' اور یه که قدیم خیالات کے انحلال کے ساتهه هي قدیم اجتماعي رشتے بهي پراگنده هوجاتے هیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کي آخري گهڑیوں سے گزر رهي تهي ' تو قدیم مذاهب بهي ایڑیاں رگڑ رهے تهے - یهاں تک که مسیحیت نے ظاهر هوکر انهیں نگل لیا - اسي طرح جب اٹهارهویں صدي میں مسیحي خیالات کي جگه عقلیت نے لے لي ' تو جاگیردار سوسائٹي نے اُس وقت کے انقلابي سرمایه داروں سے فیصله کن لڑائي لڑي - پهر مذهبي آزادي اور وجداني آزادي کے خیالات نے علم کي عملداري اور آزاد مقابله کا اصول ظاهر کردیا -

تصرف میں دخل ہے ' اور اسلیے اِنکی پرستش ضروري ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے هي نه تھے ' تو اُنکے محدث و مخارق ہونے کے دلائل پر حضرت ابراهیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجۃ ایتنا ها ابراهیم علی قومه " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئي ایسي بات آئي تھي ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ہونے کا بطلان ثابت ہوتا ' کیونکه اُنکے هم وطنوں کي اصلي گمراهي یہي تھي -

یه محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنه یہي ایک تفسیر اِس حقیقت کي توضیح کیلیے کافي تھي که متکلمین کے طریقه نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو بر تو پردے ڈالدیے هیں' اور اُنکي ذهنیت معارف قرآنیه کي روح سے کس درجه مختلف بلکه متضاد ہے - في الحقیقت قرآن حکیم کا یه مقام من جمله اهم ترین دلائل قرآنیه کے ہے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معني منطقي استدلال کا جامه پہنا کر اُس کي ساري دلاویزي اور خوبي غارت کردي ہے' جو کسي طرح بھي اُس پر راست نہیں آتا - لطف یه ہے که یه استدلال حضرت ابراهیم کي طرف اِس جوش و سرگرمي کے ساتھه منسوب کیا جاتا ہے ' گویا انکے لیے ابراهیم خلیل کي جگه اِمام الحرمین یا اِمام رازي بن جانا کوئي بڑي هي فضیلت کي بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کي جگه اِمام الحرمین اور اِمام رازي اسلیے کہا که جو بات حضرت ابراهیم کي طرف منسوب کي گئي ہے ' وہ اِتنا وزن بھی نہیں رکھتي ' جسقدر عامۂ حکماء کي عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام اِبن تیمیه نے سچ کہا ہے که " متکلمین نے طریق قرآني اسلیے ترک کیا ' تاکه فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھه چل سکیں ' مگر افسوس که یه بھي نه کرسکے - اِنکي خام خالیوں سے تو پھر حکماء کي باتیں غنیمت هیں "

یا مثلاً ' قرآن حکیم نے الله تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ہوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معني اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ہوا ہے ' اسکے سوا کچھه نہیں هیں که یه صفت ' تعدد کي نفي کرتي ہے - یعني وہ ایک ہے ' اکیلا ہے ' اسکا کوئي شریک نہیں - کوئي عرب یا عربي داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسي مفہوم کا تخیل هي نہیں کر سکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانه معاني اور التزامات پیدا کر لیے ' اور بلا تکلف اُنہی معاني میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے هیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نه ہو سکے ' پس معلوم ہوا که وہ جسم نہیں ہے ' کیونکه اجسام قابل انقسام هیں - همیں بھي اِسکا شوق نہیں که خدا کي جسمیت ثابت کي جاے ' لیکن یه قطعي ہے که قرآن نے عربي کا لفظ " احد " اس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ' اور نه اس انقسام و عدم انقسام کي دقیقه سنجیوں سے اسے کوئي تعلق ہے -

یا مثلاً ' عربي کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلي معني کسي چیز کے نصب ہونے کے تھے - مصور صورت بنا دیتا ہے ' اس لیے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشي - اي انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لها بشراً سویا " یعني آدمي کي شکل میں نمایاں ہوا - پھر اسي نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھي ہونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعني اُس جیسي ہے - تاج محل کے مثل کوئي عمارت نہیں - یعني اُس جیسي کوئي عمارت نہیں - قرآن نے بھي جا بجا مثل کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانه مصطلحات رائج ہوگئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھه ہونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقي اطلاق پیدا کرکے اُسے مماثلة في الجوهر ' مماثلة فی الکیفیة ' مماثلة فی الکمیة ' مماثلة فی القدر و المساحة ؛ وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھي وهي استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثله شي " میں " مثل " کو وهي " مثل " مصطلحه قرار دیتے هیں ' اور اسپر اپني تمام فلسفه آرائیوں کي عمارت اُستوار کرتے هیں - وہ کہتے هیں - تمام اجسام متماثل هیں ' اور جسم وہ ہے جو جواهر فرد سے مرکب ہو ' یا جسکي طرف اِشارہ کیا جاسکے ' اور جسکي مقدار ہو ' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثله شی " تو اِس سے اُن تمام جسمي (مصطلحه فلسفه) مماثلتوں کي نفي ہوگئي جو جواهر میں یا اعراض میں ہو سکتي هیں - فلو کان جسماً لکان له مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفي ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئي شے نہیں' لیکن سوال یه ہے که " لیس کمثله شي " میں قرآن نے عربي کا جو لفظ استعمال کیا ہے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے' وہ کیا تھا ؟ کیا وہ بھي مثلیت مصطلحۂ فلسفه تھي ؟ حاشا و کلا - عربي میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنہي سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ' جن معنوں میں هم آجکل اُردو میں بولا کرتے هیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئي عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یه مطلب نہیں ہوتا که وہ مماثلة في الجوهر یا مماثلة فی الکمیة ' یا مماثلة فی الکیفیة ' یا مماثلة فی القدر و المساحة ' یا مماثلة فی اي معني اصطلاحي فلسفي کي نفي کر رہا ہے - بلکه یه مطلب ہوتا ہے که ایسي خوشنمائي رکھنے والي کوئي دوسري عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھي ٹھیک ٹھیک اِسي سادہ اور لغوي معني میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یه فلسفیانه دقیقه سنجیاں یہاں کہاں سے آگئیں ؟

یا مثلا ' عربي کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معني لغت اور زبان میں طول عہد کے هیں ' اور اِسي نسبت سے وہ همیشگي کے معنوں میں بھي بولا جاتا ہے - لیکن یه همیشگي ایسي هي ہوتي ہے جیسے بول چال میں هم کہتے هیں " یه آدمي همیشه کلکته هي میں رهیگا " اس سے یه مقصود نہیں ہوتا که وہ ابد تک رهیگا اور مستقبل میں کوئي وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکته میں موجود نہو' بلکه یه مطلب ہوتا ہے که وہ یہیں ٹھہرا ہوا ہے اور عرصه تک یہیں ٹھہریگا - قرآن نے بھي جا بجا اسي معني میں یه لفظ استعمال کیا ہے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانه بحثیں پیدا ہوگئیں ' تو " خلود " کے معني ایسي همیشگي کے ہوگئے جسکي کوئي نہایت نه ہو -

یا مثلاً ' عربي میں لفظ " قدیم " کے وهي معني هیں ' جو اردو میں " پرانے " کے هیں " یه مکان بہت قدیم ہے " یعني بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانه مباحث میں " قدم " و " حدوث " کي خاص مصطلحات اختیار کیں ' اور اسلیے " قدیم " کي بھی ایک خاص منطقي تعریف بن گئي - اب کتاب و سنة کا مستعمله " قدیم " بھي اسي معني میں لیا جانے لگا !

بريد فرنگ

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رساله نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیه کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا هے - مقاله نگار حال میں قسطنطنیه اور قاهره کے سفر سے واپس آیا هے - وه لکھتا هے :

" سنه ۱۹۲۷ کي جو فکري لهر قاهره اور قسطنطنیه کي عورتوں کے دماغوں میں دوڑ رهي هے ' آسے میں لفظوں میں منتقل کردینا چاهتا هوں "

مقاله نگار کے تاثرات کا خلاصه حسب ذیل هے :

(۱) ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشؤ و نما اگرچه گذشته صدي کے اواخر سے شروع هوگئي تهي ' مگر وه ایک خاص حد سے آگے نه بڑهسکي - سنه ۱۹۰۰ تک قسطنطنیه اور قاهره میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یه سمجها جاتا تها که وه فرانسیسی زبان سے واقف هیں ' مغربي روش کا لباس مشرقي احتیاط کے ساتھه پسند کرتي هیں ' اور ان میں اهل قلم خواتین کي بهي ایک معدود تعداد پیدا هوگئي هے "

(۲) لیکن موجوده صدي کے آغاز سے صورت حال میں [illegible] سب سے زیاده اهم ابتدائي [illegible] - ترک اور مصري خواتین کا یورپ کے آزادانه سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچه سنه ۱۹۰۵ سے لیکر سنه ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیاده خواتین یورپ کے بڑے بڑے شهروں میں دیکھي گئیں - ان میں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتین کي تهي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آئي تهیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بهي بعض خواتین تهیں -

جدید مصري خاتون
بیگم زغلول اپنے معمولی لباس میں

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت هو رها هے !

(۳) سنه ۱۹۰۸ع میں جب ٹرکي میں ' انقلاب دستوري هوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسري هي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم هوگیا - اُس وقت تک دار الخلافه میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تهے ' اور جتنے بهي تهے ' زیاده تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے هوئے تهے - لیکن اب یکایک زنانه کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافه هوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانه کلب قائم کیے - پهر عام تحریک شروع هوگئي ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم هوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بهي متجاوز تهي - اُسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بهي علانیه حصه لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بهي پیدا هوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچهے خطیبوں اور اهل قلم کي تهي - چهره کا نقاب بهي تمام تعلیم یافته خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البته باهر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پہن لیا جاتا تها جس سے نه صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چهپ جاتي تهي ' بلکه سر کے بال بهي پوشیده رهتے تهے - صرف نصف پیشاني سے لیکر ٹهڈي تک چهره کهلا رهتا تها -

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذہبی ' اخلاقی ' فلسفی ' سیاسی ' اور قانونی خیالات تاریخی ترقی کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ' مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھی مذہب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کی حقیقت کبھی نہیں بدلی ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقی رہیں - مزید براں کچھہ اٹل سچائیاں بھی ہیں ؟ جو تمام اجتماعی نظاموں میں ہمیشہ قائم رہی ہیں اور اُن میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئی بنیادوں پر قائم کرنے کی جگہ اُنہیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ہے ' اور یہ ایک ایسی بات ہے جو تمام تاریخی ترقیوں کے بالکل مخالف ہے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تاریخ ' جماعتی نزاع کی تاریخ ہے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتی نزاع نے کوئی شکل بھی اختیار کی ہو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹی کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ہے لہذا کچھہ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعی ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ہے کہ اِس اجتماعی ضمیر کی تبدیلی اسی وقت ممکن ہے جب جماعتی نزاع پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ہے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتی رشتوں کا ایک براہ راست طبعی انفجار ! لہذا کچھہ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقی میں تمام روایتی نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کی پروا نہیں کرنی چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ مزدوری پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقہ کی حیثیت حاصل کرلے - یعنی حقیقی جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور ' سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لیںے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپنی سیاسی طاقت استعمال کرینگے ' یعنی پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہی حکمراں طبقہ ہونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کی مجموعی مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھی اقتصادی حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروری ہو جائینگے - اِس سے مقصود وہی ذرائع ہیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتی طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقی یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ہے :

(۱) زمین کی ملکیت کی منسوخی اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاری اور برابر بڑھنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کی منسوخی -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کی ضبطی -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کی مرکزیت ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومی بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داری کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کی حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومی کارخانوں اور آلات پیداوار کی توسیع ' اور بنجر زمینوں کی ایک عام اجتماعی خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتی فوجوں کی تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعی اور صنعتی محنت کی آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کی باہمی تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقی میں جماعتی اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کی بڑی اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگی ' تو عام اجتماعی طاقت اپنی سیاسی حیثیت کھو دیگی - سیاسی طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ہے تا کہ دوسری جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتی طور پر وہ موجودہ جماعتی نزاعات اور خود جماعتوں کو بھی برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپنی جماعتی حکمرانی کی حیثیت بھی مٹا دینگے -

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں!

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال در اصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہے۔ (برلس ۱۸۲۴ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہے جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہے۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔

(ہیرو ڈوٹس ۴۵۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ہندوستان اور بابل کے مابین ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری ممیا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہے کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہے کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہے ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجی تیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹرسی)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی برسوں (یعنی قبل مسیح ۲۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہے۔

(کیپر صفحہ ۳۰۶)

نینی مسیح سے ۲۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہے۔ (جیمس ملز)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکو پولو ۱۲۹۸ء)

۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کردیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کرلیا جائے گا، یا واپس کردیا جائے گا"

(سر جارج بڈوڈ)

"مسٹی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ ۱۷۶۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑگئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے ۱۷۰۰ء اور ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پاگیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بننے، رنگوں کے بنانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور ہر قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہے۔

(پروفیسر ویبر)

۱۷۸۸ء سے ۱۸۰۳ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ عین اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی برآمد خانی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے باعث روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگادی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہوگیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہوگیا۔ (پروفیسر تیبرا)

۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "مانچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہوجاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگادیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچالیتا۔ مدافعت کا یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کئے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ (ہسٹری آف انڈیا از "مل")

۱۷۸۲ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف، گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱۷ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہے جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈین کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورۂ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہے کہ جنگل بارٹی کے سات سَو نُوربافوں نے اپنا پیشہ اور گھربار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔

(بولٹ کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نوربافان جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کردیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کرکے قیمت ضبط کرلیتے۔ ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ ریشم تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آبادی میں کوئی گھر منتخب کرلیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے بیپاریوں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جسکی رو سے اُنھیں عین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ عہدنامہ پر دستخط کے لئے غریب کاریگر کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی

سنه ۱۹۲۱ ميں قسطنطنيه کي مسلمان عورتوں کا مظاهره

سب سے زیادہ اهم تبديلي يه هوئي که مسلمان خواتين نے سرکاري دفاتر ميں کام کرنا شروع کرديا جس کي کوئي سابق مثال موجود نه تهي - ٹيلي فون اور ٹيلي گراف کے اکثر مراکز ميں عورتيں هي عورتيں نظر آنے لگيں - دفاتر ميں ٹائپسٹ عورتيں بهي پيدا هوگئيں - اس صورت حال نے مشرقي ممالک ميں بهي اس اسلوب حيات سے عورت کو آشنا کرديا ' جو اس وقت تک صرف يورپ اور امريکه هي کي مضطرب آباديوں ميں محدود تها -

(۴) ترکي کي اس تبديلي نے قاهره پر بهي اثر ڈالا جهاں مغربيت کهيں زياده قوت و وسعت کے ساتهه نشو و نما پا رهي تهي - سنه ۱۹۰۱ - ميں جب قاسم امين بک نے مسلمان عورتوں کي معاشرتي زندگي ميں اصلاح کي ضرورت محسوس کي تهي ' اور پرده کے خلاف اپني مشهور کتابيں شائع کي تهيں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچيس مسلمان عورتيں ايسي نکل سکتي تهيں جو بغير نقاب کے گهر سے باهر نکلنا گوارا کرتيں ' ليکن اب ايک بڑي تعداد ايسي عورتوں کي پيدا هوگئي ' جو بغير کسي جهجهک کے کهلے منه باهر نکلنے لگي تهيں ' اور انهوں نے پوري طرح مغربي لباس اختيار کرليا تها - سنه ۱۹۱۲ - ميں جب ميں قاهره گيا تها ' تو مجهے يه ديکهکر تعجب هوا تها که نئے تعليم يافته طبقه کي عورتيں تمام قديم رسوم و عوائد ترک کرچکي هيں ' اور بعض خال خال گهرانوں کے قديم مصري زندگي کا نظاره کهيں دکهائي نهيں ديتا - بعض گهرانوں کي خواتين سڑکوں پر بالکل کهلے ڈلے نکلنے سے پرهيز کرتي تهيں ' ليکن اپنے گهر ميں انهيں اس سے انکار نه تها که ايک يورپين خاتون کي طرح مهمانوں کي پذيرائي کريں ' اور ان کي صحبتوں ميں اپنے شوهروں اور عزيزوں کے ساتهه شريک هوں -

(۵) جنگ کے بعد دنيا ميں جو تعجب انگيز تغيرات هوے هيں ' شايد ان ميں کوئي چيز بهي اس درجه موثر اور قابل غور نهيں هے ' جسقدر مشرقي عورت کي کامل مغربيت هے - اب هميں وه تمام پر اسرار اور قصه نما تذکرے بهلا دينے چاهئيں ' جو کسي زمانے ميں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں کي داستانوں ميں هماري تعجب آميز دلچسپي کا ذريعه هوا کرتے تهے ' اور هر مغربي سياح جو مشرق کا قصد کرتا تها ' سمجهتا تها که وه اپنے آپ کو الف ليله کي شاهراهوں ميں سرگردان پاےگا - اب مشرق کي ساري چيزوں کي طرح مشرق کي عورت بهي تقريباً نابود هوگئي هے - وه وقت دور نهيں هے جب اس کا سراغ ڈهونڈهنے کيليے مورخين کو کتابوں کے صفحے الٹنے پڑيںگے - اب ترکي ' قسطنطنيه اور قاهره هي ميں نهيں ' بلکه دمشق اور شام ميں بهي "مشرقي عورت" بغير ڈهونڈهے نهيں ملتي - گذشته سال ميں نے بيروت ميں بهت کوشش کي که کسي ايسے امير گهرانے کا سراغ لگاؤں جهاں مجهے کامل مشرقي زندگي نظر آے - کچهه عرصه کے بعد ايک دوست نے رهنمائي کي ' اور ميں ايک گهرانے ميں مدعو کيا گيا - يه گهرانا بيروت کے ايک قديم امير خاندان کا گهرانا تها - اسکے ارکان مغربيت کے دلدادوں ميں " قدامت پرستي " کيليے بدنام هيں - يه مخالفانه شهرت سنکر مجهے بڑي خوشي هوئي تهي ' ميں نے خيال کيا تها که بيسويں صدي ميں کم از کم ايک مرتبه " الف ليله " کے عالم ميں واپس جا سکونگا - ليکن آپ ميري مايوسي کا اندازه کر سکتے هيں ' جو اس وقت مجهپر طاري هوئي ' جب ميں نے اس " قدامت پرست " گهرانے ميں اپنے آپکو ايک کامل قسم کے فرانسيسي ايوان ملاقات کے صوفے پر پايا ' اور صاحب مکان نے يه کهکر اپني دوازده ساله لڑکي کي تقريب کي که " يه ميڈ موزيل ...... هيں ! "

يه بيروت کا قدامت پرست گهرانا هے ! بعد کو مجهے معلوم هوا که اس گهرانے کي ساري قدامت پرستي اس سے زياده نهيں هے که اس کي مسن عورتيں مغربي لباس نهيں پهنتيں ' اگرچه اپني لڑکيوں کے ليے اسي کو پسند کرتي هيں !

مقاله نگار نے آخر ميں افسوس کيا هے که مشرق نے مغرب کي تقليد کے شوق ميں اسکي بالکل پروا نه کي که مغربي معاشرت کي بے اعتداليوں سے اپني نگهداشت کرے - وه کهتا هے " بلا شبه مشرقي عورت کو مغرب سے بهت کچهه حاصل کرنا تها ' ليکن ساتهه هي اپني قديم زندگي کي بهت سي قيمتي چيزيں محفوظ بهي رکهني تهيں جن کے نقدان پر آج مغرب افسوس کر رها هے "

مصطفيه ميں خواتين کے ايک خيراتي بازار کا افتتاح

(ب) ہندستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندستانی ہونے کے بجائے انگریز ہو جائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہو گئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ھ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہو سکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کر لیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کرلو۔ قوم پر بھی حکومت کر سکو گے۔ (لواسٹ ڈومینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جا سکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کر لیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہو کر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند رُوداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوارِ جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحرِ اسود کے ساحل سمسون پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعرِ مذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوارِ جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہو گئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہو گئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہو جائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقۂ پونتوس کو آزاد کر دے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبانِ انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبانِ انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی اَبتری، آخری حد سے بھی تجاوز کر چکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کر سکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے: "انگلستان کی سرپرستی قبول کر لی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کر لی جائے۔ یا خود اندرونِ ملک میں متعدد حکومتیں قائم کر دی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی۔ میرے ماتحت پہلے تین ڈویژن تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کر دی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اناتولیا اور ارضِ روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہوئے۔ علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کر کے کہا کہ بابِ عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کر دیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہو گیا تاکہ آزادی سے جد و جہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارضِ روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہو گئی۔ میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ تاریخ ثابت کر چکی ہے کہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ کامل مستقل مزاج، اور چست سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔ یہیں صاف طور پر یہ بات طے پا گئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کر سکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہو جانا چاہئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہئے۔ کپتان رؤف بک، جنرل، اَفت پاشا، خالدہ ادیب خانم [illegible] اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے [illegible] مجلس [illegible] درخواست کی کہ بہر دست یہ مسئلہ ملتوی کر دیا جائے۔ میری درخواست منظور کر لی گئی۔

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوا لیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا۔ اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنہیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کردیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے .... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں .... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کردینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۰۰ء کی کمرشل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مار نے نوربافوں کی نسل معدوم کردی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہوگئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے ... جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے! (جیمس ٹیلر)

مسٹر بردکل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنابریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کردی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو ازسرِ نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں۔ پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہوجائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور مانچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے۔"

مسٹر بردکل ہرسٹ:

آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہوسکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی ہی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہیئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کرڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے۔"

مسٹر بردکل ہرسٹ:

۱۸۳۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس وقت بحالی کا سوال درپیش نہیں ہے جو واقع ہوچکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہوگئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب ہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"

(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱	۵۳۴۴۹۵ "	۱۰۱۳۸۷۲۶ "
۱۸۲۸	۴۲۲۵۰۴ "	۴۲۸۸۲۲۰۷۷ "
۱۸۳۵	۳۰۶۰۸۶ "	۶۱۷۷۷۲۷۷ "

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۵	"	۸۰۰۰۰۰ "
۱۸۳۰	"	۴۰۵۰۰۰۰ "

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۴)

ڈاکٹر اور نے ۱۸۳۶ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کرسکتی" (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہوگیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (")

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۴۹۷۸۳ من تک پہنچ گئی۔ ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہوگئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کرکے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔ (جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آجاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔" (ڈاکٹر سی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے الیف ٹلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہوجاتی ہے تو یقین کرلینا چاہیئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کریگی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کرڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سمیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔ (ہندوستان میں "کیری" کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کردگے۔ تم نے اُن کا ملک لُوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہموطنوں کو برباد اور ذلیل کردیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کرڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!

(سر تھامس ٹریٹن ۱۲ر مارچ ۱۸۱۱ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہیئے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہیئے جو رنگ اور خون میں ہندوستان ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں! (تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں
(الف) انگریزی تعلیم کی روح ہمارے تبعنہ کے لئے مفید ہوگی

کئے۔ ٹرکی میں جو اعلان شایع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۱ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا "میں نے اُنھیں سمرنا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قارا بکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سیواس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی۔"

اس کے بعد غازی نے وہ رُودادیں پڑھیں جو مشہور خائن سعید ملا، انگریز راہب فرد کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک عَلَم کے نیچے جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک وہم اور جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کر سکے۔"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہو جائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی۔"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحید الدین نے ہماری ضد پر فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شایع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، ادا بازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد ادمغر، سیوہ رک، الیغین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور "محاکم استقلال" مرتب کر دیئے گئے

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بار آور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کرلیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کر دینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہوگئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کریں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آگئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کرلیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدۂ کومرو کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکی سرحدیں وہی ہوگئیں جو ۱۸۷۶ء میں تھیں اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہوگیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کرلیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہوگئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کر کے ماسکو کی سفارت پر بھیج دیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہوگئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ بر سر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این آدنی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد یونانیوں نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کر دیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بر وقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہہ دیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ٹرکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کر دیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کر دیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ مگر دملو پینار میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہوگئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اُس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہوگئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ، بنائے جائیں عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار رہیں اور خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں۔"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہوگئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۱۴ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آکر رکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کرلیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کرلی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کر دیئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی، اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جس نے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کرلیا۔ ترکی کی کامل خود مختاری تسلیم کرلی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہوگیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنہی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا جو ازحد نامبارک

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ شرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کردے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کر دے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کردیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کردیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اسمیں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کرسکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کردیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہوجائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جد و جہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اعتراضات، اختلافات، سوءظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دوران میں علی نواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کرے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تار برقی کے آلہ پر ۸ گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کردیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کرکے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کردیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدیئے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کرلی اور سلطانی حکومت کے شر سے انھیں باخبر کردیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کردینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتی کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متاثر کردیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کردی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہوجائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کردے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کردیئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کرسکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کرسکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہوجائے گی۔ لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مرگئی!"

اس کے بعد غازی نے رؤف پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں بولو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کردیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے اماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کردی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح اورابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کردیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کرلیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کرلیا۔ نیز یہ طے پاگیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کردیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کردیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہوجائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کردیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کرسکوں مگر اُسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کرسکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

عالم مطبوعات وصحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربر آوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جینوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمی نے اپنی دلچسپی اور خودغرضی کے لئے بنائی ہو۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کررہی ہیں مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہو اور اُن کی کھال کھینچکر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہوسکتی تھی اگر دول عظمی اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہو۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہوچکی ہو۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہوگئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کردیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے ہلکڑ مچا دی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ "دول عظمی نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کردی ہو۔ وہ تمام اضطراب اور بےچینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کررہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا عَلم ہالینڈ بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ سنہ ۱۹۲۶ء والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہو۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دُوَل عظمی نے اختیار کرلیا ہو جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کرسکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲،۹۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہو جتنی سنہ ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۳۰،۱۴،۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی سنہ ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہو۔

حالانکہ معلوم ہو جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی، اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہو۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور ازیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمی: برطانیہ، امرکیہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کرسکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہو اور یورپ میں ابھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امرکیہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہو اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہو۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہو۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہو، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہو!

نظریہ یہ ہو کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہو۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ رُوح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوجاتی ہو۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی بسا اوقات ایسا ہوتا ہو کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہو اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کرجاتی ہو۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہو تو آدمی مجنون ہوجاتا ہو۔ پس جنون کی علت یہ ہو کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کرگئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہو:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے [illegible] ثابت ہوگیا ہو کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہو۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہو کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہو اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہوکر اُنھیں مجنون بنادیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہو یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہو۔ بعض جسموں سے اس مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہو، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کرجاتی ہیں اور وہ حد درجہ جنون میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہو میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہو!"

رُوح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں۔ لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہو۔ کہتا ہو کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہو کہ بّری حیوانات اپنی طبعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کردیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہو کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریے قائم لئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہو، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہو۔ ہوئیل مچھلی کو مستثنیٰ کرکے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہو بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

حیوان	عمر
کچھوا	۳۰۰ برس
طوطا	۳۰۰ 〃
کوّا	۳۰۰ 〃
بَط	۳۰۰ 〃
ہاتھی	۲۰۰ 〃
شکرا	۱۶۲ 〃
گدھ	۱۰۴ 〃
شترمرغ	۸۰ 〃
بُوم	۶۰ 〃
بگلا	۶۰ 〃
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰ 〃
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰ 〃
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰ 〃
جنگلی سور،	۳۰ 〃
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵ 〃
گدیا	۲۰ 〃
ہرن	۱۶ 〃
کتا اور بھیڑیا،	۱۵ 〃
لومڑی	۱۰ 〃
چوہا	۳ 〃

اور فتح سے ناامید تھی۔ حالانکہ ایسا ہم کافی طاقتور تھے۔ سنہ ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمر بستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کر دیئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ر اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کر ڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور اڈرنہ سے دست بردار ہو جائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہو گیا!

دو عملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دو عملی کا خاتمہ کر دوں چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت، غصب کر لی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کر رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہر حال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی“

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کر دیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کر دیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہو کر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ٹرکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحید الدین، منصب خلافت سے ہٹا دیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۱۸ر نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دَورہ شروع کیا۔ عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشتکاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

”شاہ پسندوں کی تحریک“

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء و حیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی تھیں منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں“

موجودہ دَورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی:

”۲۰ر اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کر دینا پڑا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی اُمور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہٰذا میں نے از سر نو انتخابات کا فیصلہ کر دیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

”میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کر دیئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہو جائے گا!“

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا ”ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!“ علی فواد پاشا نے کہا ”میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے“

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا ابھی یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہٰذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی مشکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کر دی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا ”خلیفہ رسول اللہ عبدالمجید بن عبدالعزیز خاں“ اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کر لیا تو رافت پاشا نے اسے ”لطف الٰہی“ قرار دیا!“

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں۔ اس عورت کا نام ”جولیٹ لیبان“ ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مر چکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کر لی، دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مر گئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

”میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہو گیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کر سکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتیٰ کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ نہیں موسم، رویرا کے ساحلوں پر گزار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے“

”تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟“ نامہ نگار نے سوال کیا۔

”ہاں میں جانتی ہوں“ نازنین نے جواب دیا ”لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پُرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!“

تھوڑے وقفہ کے بعد اُسنے اتنا اور اضافہ کیا:

”جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں، وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟“

عبدالمجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توأم ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ بلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توأم ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ ۱۷،۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کر لیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱۲۸،۵۳۰ میل ہے۔

مطبوعات جامعہ

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اُردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہے۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمہ تعلیم صوبہ متوسط برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہے:-

(۱) حصہ اوّل سیرۃ الرسول ؐ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ عہ (۳) حصہ سوم خلافت بنی اُمیہ عہ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ عہ (۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عہ

دیوان غالب اُردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہے۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہے دیوان مکمل ہے جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد، اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سُرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:- مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

تاریخ فلسفۂ اسلام ... دی بوئر مصنف کو براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیم و ناظم اُردو اکادمی جامعہ ملیہ قیمت (عہ)

برہان۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اُردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عہ)

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۶	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۶	۳۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۲	۳۳٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۳۷۲	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۶٫۱۵
الٰہ آباد	۱۴۵۹۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۶۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۲۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۳۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۵۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶٫۲۱	۴۳٫۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۳۶٫۲۳	۲۹٫۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۳۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶٫۶۰	۳۶٫۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲٫۹۷	۳۴٫۹۰
ناگپور	۱۱۲۴۵۳	۱۰۶۴۴۲	۱۲۷۷۳۴	۴۰٫۰۲	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۶	۳۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۴ء)

عمر ۲۰—۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴
بمبئی	۱۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۱۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۳۳۳۰	۲۷۳۲۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۲۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۶۴۸۷۶
سی پی	۲۸۳۶۴	۲۹۷۷۳	۵۸۳۳۷
آسام	۲۰۳۴۷	۲۳۱۵۲	۴۳۴۹۹
کل برطانی ہند	۶۰۰۸۹۳	۶۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۳۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	″
فرانس	۱۲۹۲	″
اٹلی	۵۴۰	″
جاپان	۱۱۸۰	″
ہندوستان	۳۰	″

فی کس روزانہ آمدنی

امریکہ	[illegible]
برطانیہ	[illegible]
فرانس	[illegible]
اٹلی	[illegible]
جاپان	[illegible]
ہندوستان	ار

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۳و۱۴ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۲-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۲۰و۲۱	۲۲۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۳-۰-۰	۱۳۵-۰-۰	۴-۸-۰
سنہ ۲۲و۲۳	۲۶۱-۶-۰	۱۵۶-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
سنہ ۲۴و۲۵	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۶۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

	ہندوستان	جزائر برطانیہ
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱٫۸	۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۳	۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۳	۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶	۵٫۶
بیچ کی نوکریاں	۱٫۵	۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵	...
کان کن	۱٫۱۷	۶٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۶۸۸۶۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

ان تمام صحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے - کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے - اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران،
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے چهه آنے

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش سلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه سوا روپیه

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبدات پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازہ معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـــجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency, "

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں ' مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

۱۹۲۷

الهلال

نمبر ۲۳

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنه

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ ـ جمادی الاولی ۱۳۴٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس بارہ مین اس وقت تك ۱۷۴۲ مراسلات وصول ہوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۴۵۲
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	٦۸۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق ہون	۱٦۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس بارہ مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس بارہ مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں بهیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جاتے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکھا ہے کہ احمد پاشا نے اپنی دوستی کا حق اِس طرح ادا کیا کہ مصری امیر کو زہر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائی)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئی مصیبت دیکھی - مجبوراً مصر بھاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشہور خاندان بکری کے سجادہ نشین شیخ السادات کی خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسی پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شہر کے باہر کھڑے تھے - سید بکری بھی موجود تھے - وہ نپولین کی سواری کے لیے ایک گھوڑا بھی لے گئے تھے - گھوڑے کی لگام ' رستم کے ہاتھہ میں تھی - نپولین نے گھوڑا شکریہ کے ساتھہ قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کی فرمائش کی - سید بکری نے دو غلام حاضر کر دیے - انہی غلاموں میں ایک رستم تھا - نپولین نے اپنی خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائی دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخلہ)

فرانس کی واپسی میں رستم بھی نپولین کے ساتھہ تھا - راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا - البتہ ایک دن نپولین کے ساتھیوں نے سنانے کیلیے کہدیا کہ " جنرل تمہیں اِس لیے ساتھہ لیے جاتا ہے ' تاکہ پیرس کے جلسے میں تمہاری بھینٹ چڑھائے " سادہ لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت ہنسا - اور وہ تمام رقم اُسے بخش دی ' جو دوران سفر میں اپنے ساتھیوں سے جوئے میں جیتی تھی !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چھوڑ دیا - ہر طرف لوگوں کی نظریں اُس پر پڑتی تھیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقی اطوار اور چرکسی چشم و ابرو اُنکے لیے نئی قسم کی چیز تھی - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وہ پیرس روانہ ہوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کی مرصع تلوار اور چھہ ہزار فرنک کی تھیلی بھی چھین لی -

جوزیفائن ' نپولین کی بیوی ' رستم کو دیکھہ کر بہت خوش ہوئی اور اپنی خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کیں - کہا گیا کہ جوزیفائن غلام پر عاشق ہے - اِسی قدر نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ نپولین رستم کو محض اِسی نیت سے لایا تھا ' تاکہ جوزیفائن کیلیے دلچسپی کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کی نگرانی اور رشک سے آزاد ہو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچھہ ہی سبب ہو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظہور نے نپولین کی عظمت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا - رستم اپنے بیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتھہ ساتھہ پھرا کرتا تھا اور پیرس کی مخلوق اُسے دیکھہ کر متحیر رہجاتی تھی !

قنصل مقرر ہونے کے بعد نپولین اُس محل میں اٹھہ گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تھا - رات کو اُس کے خاص کمرے کی نگہبانی رستم ہی کے ذمے تھی - وہ رات بھر دروازے پر پڑا رہتا تھا ' اور کسی کو اندر جانے نہیں دیتا تھا -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم ہوا کہ نپولین کے ساتھہ ایک عورت موجود ہے - وہ غصے میں بھری ہوئی اٹھی اور کمرے میں گھس پڑنا چاہا - مگر رستم دروازے پر سو رہا تھا - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تھے کہ جوزیفائن ڈر گئی - شمع ہاتھہ سے گر پڑی ' اور بدحواس اُلٹے پاؤں بھاگی !

دن کے وقت رستم کے فرائض یہ تھے کہ صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تھا - نپولین نہایت تنک مزاج تھا - بار بار چلا اٹھتا تھا " گدھے ! آئینہ سیدھا کر - خوش قسمتی سے تیرا آقا مصری نہیں ہے ورنہ گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نہلاتا تھا - پھر اُس کے ساتھہ دفتر جاتا تھا اور ایک لمحہ کیلیے بھی جدا نہیں ہوتا تھا -

شیخ خلیل بکری نقیب السادات مصر
جس کے ذریعہ نپولین کو رستم ملا

کلیپر کہتا ہے :

" نپولین نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی - لیکن وہ اپنی فیاضی سے دوسروں کی محبت خرید لیا کرتا تھا - ہمیشہ جوئے میں اپنی تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبہ پانچ دن کے اندر تین ہزار فرنک رستم کو مل گئے - اِسی تقرب کی وجہ سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تھے - صرف خادم ہی نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمی بھی جلتے تھے - اُن کا خیال تھا - رستم کی یہ تمام قدردانی صرف اِس لیے ہے کہ وہ اُس کے دشمنوں کو خفیہ قتل کر ڈالتا ہے -

رستم نپولین کے ساتھہ سایہ کی طرح لگا رہتا تھا - حتی کہ فوج کی قواعد کے وقت بھی آقا کے گھوڑے کے پہلو میں اُس کا عربی گھوڑا نمایاں نظر آتا تھا - گھوڑے پر چیتے کی کھال کا زین ہوتا تھا - زین پر سونے کا کام تھا - خود رستم کا لباس ' ریشم کا کارچوبی ہوتا - دور دور تک اُس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی - وہ اِس قدر شاندار ہوتا تھا کہ رستم ' عرب بادشاہ معلوم ہوتا تھا ' اور نپولین اُس کا فرنگی سپہ سالار - تھیٹر میں بھی وہ نپولین کے پہلو میں بیٹھتا تھا - تمام نظریں غلام کی شان و شوکت کے تماشہ میں محو ہوجاتی تھیں ! "

جب کبھی وہ راستے میں تنہا ہوتا ' مخلوق ہجوم کرکے ساتھہ ہوجاتی - مسرت کے نعرے بلند ہونے لگتے - اپنے فاتح آقا کی طرح یہ غلام بھی اپنی عظمت و غرور میں مدہوش رہتا تھا - وہ بالکل پروا نہ کرتا کہ لوگ اُس کی تعریف میں نعرے لگا رہے ہیں ' یا تضحیک کر رہے ہیں !

مطبوعات جدیدہ

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الہلال کے گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک جرمن اہل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشہور گوشہ ھاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي ھے - ابھي اس کتاب کي بہت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي ھیں ' لیکن ہم چاھتے ھیں ' مجلس کے تبدیل ذائقہ کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصہ پر قارئین الہلال کو توجہ دلائیں - یہ حصہ بھي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچھلي داستانوں سے کمتر نہیں ھے - اِس میں نپولین کي درباري زندگي کي ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے اُنکي تقریب ہوگي - یہ شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب ھستي کا درجہ رکھتي تھي - حالانکہ اُسکي ابتدائي زندگي اس طرح شروع ہوئي تھي کہ وہ مصر کا ایک چرکسي غلام تھا !

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکھا ھے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تھي کہ آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکھے ھیں - جرمن مصنف ہمیں بتلاتا ھے کہ یہ کتاب اسکے پیش نظر ھے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشتہ صدي کے اوائل میں روئے زمین پر ایک طوفاني آندھي آئي - اُس نے بادشاہوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یہ ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سربسجود ہوگیا تھا - اِس مہیب آقا کے ساتھہ ھمیشہ ایک عجیب و غریب غلام بھي دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الہیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کوفان سنہ ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ہوا - اُس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ہوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نہیں چھوڑا - وہ نہ تو شاعر ہوا ' نہ مصور - اُس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکریٹری مینول نے اپنے روز نامچے میں لکھا ھے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اُسے تاجر بھي بتایا ھے - اُس کے چار اولاد تھي - انمیں ایک رستم تھا - سنہ ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھہ رہا "

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکھا ھے کہ وہ اپني ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہي محبت اُس کي تمام مصائب کا سبب ہوئي - باپ نے اُسے گھر سے نکال دیا اور وہ آوارہ گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اُسي زمانے میں وہاں کے اُمراء میں خانہ جنگي شروع ہوگئي - رستم اس جنگ میں قید ہوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعہ میں بند رہا - پھر وہاں سے بھاگا تا کہ اپني ماں کي کفالت کرے - اب وہ اپنے شوہر سے علحدہ ہوگئي تھي اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ لے کر کسي طرف چلي گئي تھي - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پتہ لگالیا اور اُس کے ساتھہ رہنے لگا - کچھہ عرصہ کے بعد اُس نے ارادہ کیا کہ کسي شہر میں جاکر آباد ہو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھہ لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافلہ گرفتار ہوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اُس کے شوہر کو گھر میں اِس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار ہوئي - اُس نے مصر کے ایک امیر کے ھاتھہ بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھہ مکۂ معظمہ لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ہولے - مگر ابھي راہ ھي میں تھے کہ معلوم ہوا ' نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا ھے - امیر نے فیصلہ کیا کہ مصر نہ جائے اور اپنے دوست احمد پاشا جزار والي

رستم بن رضا

اُس نے کہا " تمھارا فرض هے که اِس نازک وقت میں اپنے مہربان آقا کا ساتھہ نه چھوڑو" نپولین کو امید نہیں تھي که رستم لوٹیگا - مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ موجود تھا - اُس نے اپنے بلا اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا دل اُسکي طرف سے صاف هوگیا -

اِسي اثنا میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب هوکر زهر کھا لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اُسکي جان بچالي - ایک دن اُس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیه سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا تمھیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حواله کر دیا - تاکه وہ خود کشي کرلے -

اِس واقعه کو رستم نے حیله بنایا ' اور نپولین سے همیشه کے لیے علحدہ هوگیا - جلا وطن هوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کي بابت سوال کیا - اور جب اُس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور پر بہت رنجیدہ هوا -

رستم کي بے وفائي اِسي پر ختم نہیں هوگئي ' بلکه وہ دو مرتبه انگلستان بھي گیا - وهاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاهي خلعت پہنکر جایا کرتا تھا - انگریزوں کے هاتھه اُس نے اپنے آقا کي بہت سي یادگاریں بھي بیچ ڈالیں - اِنھي میں سونے کا ایک ٹکڑہ بھي تھا - اِس پر لکھا تھا " نپولین کي یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے "

۷ - دسمبر سنه ۱۸۴۵ع کو اُس کا انتقال هوا - اُس کي قبر ابتک پیرس میں موجود هے ' اور اُس پر یه عبارت کندہ هے :
" یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رها هے "

اُس کي زندگي هي میں اُس کے دونوں لڑکے مرچکے تھے - صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رهي - لڑکي کي شادي ایک فرانسیسي تاجر سے هوگئي تھي -

بابُ التفسیر

حجة ابراهیمي

آیهٔ کریمه " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقه

(از مولانا ابو الکلام)

(۳)

افسوس هے که محل اِس کا متحمل نہیں که مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنه آپ دیکھتے که تفسیر قرآن کا کوئي گوشه بھي ایسا نہیں هے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نه هو چکا هو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نه پڑ گئے هوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفهاني کي مفردات هي اُٹھا کر دیکھه لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشهٔ عام هے ' تو آپ کو معلوم هو جائیگا که نه صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي هے ' بلکه اُسکے تمام الفاظ کے لیے بھي ایک نیا فلسفیانه قاموس ترتیب دیدیا گیا هے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " هونے پر ناز تھا ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بنکے رهگئي هے !

(آیۃ زیر تدبر)

اب جب که یه تمهیدي مطالب ایک حد تک واضح هوگئے هیں ' آیۃ زیر تدبر کي تفسیر نہایت سہل هے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور هو جائینگي - البته تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بھي ضروري هے :

(۱) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراهیم علیه السلام اور اُن کے عهد کے ایک انسان کا مکالمه نقل کیا هے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجه سے تمام مشکلیں پیدا هوگئي هیں ' یه هے که مکالمه کي نوعیت هي غلط سمجھه لي گئي هے - آیت میں " حاج " کا لفظ آتا هے : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه - یعني کیا تمھیں اُس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراهیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تھي ؟ چونکه مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا هوا تھا ' اور انبیاء کرام کے حجج و براهین فطریه کو بھي وهي جامه پہنانا چاهتے تھے ' اس لیے انھوں نے اس مکالمه کو " مناظرہ " مصطلحهٔ منطق قرار دیدیا ' اور پھر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و اداب اُس پر

(رستمی فیشن)

پیرس کی نازنینوں کے لیے رستم ایک متحرک فتنہ بن گیا تھا - وہ اُن کی نظر میں مشرقی حسن و جمال کا ایک پر اسرار پیکر تھا - یہاں تک کہ اُس کے لباس کی بھی نقل اتاری جانے لگی - پیرس کا سب سے زیادہ مقبول فیشن " رستمی فیشن " ہوگیا - خود جوزیفائن اِس لباس پر فخر کرتی تھی - فرانس سے نکل کر یہ فیشن جرمنی پہنچا ' اور لویزا ملکۂ پروشیا تک نے اختیار کرلیا - عورتوں کی طرح مرد بھی اس کی تقلید کرنے لگے تھے - یہ بیماری ایسی عام ہوئی کہ خود نپولین بھی مبتلا ہوگیا - اُس نے بھی رستم کا سا لباس اپنے لیے بنوایا تھا اور بڑے بڑے جلسوں میں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماہر مصوروں نے رستم کی تصویریں اُتاریں - اخبارات و رسائل نے خاص اہتمام سے شائع کیں - پورے یورپ میں اُس کی شہرت عام ہوگئی -

جب نپولین کی تاج پوشی قریب آئی ' تو اُس نے درباری درزی کو حکم دیا کہ رستم کے لیے بیش قیمت خلعت طیار کرے - یہ خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات ہزار تین سو فرنک خرچ ہوے تھے - جوتے کی قیمت ایک سو بیس فرنک تھی - یہ رقم اُس زمانے میں ایک شاہی لباس ہی پر خرچ ہوسکتی تھی !

تاج پوشی کے جلوس میں رستم اپنے خاص لباس میں ملبوس شہنشاہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھی اپنے گھوڑے پر ایک شہنشاہ معلوم ہوتا تھا - ہر طرف اُس کے اعزز میں تالیوں کا شور بلند تھا !

(منتہاء عروج)

رستم نے اپنی زندگی کے بہترین ایام شہنشاہ نپولین کے زیر سایہ بسر کیے - دربار میں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولین جب کوئی شہر فتح کرتا تھا تو شاہی گاڑی میں مالک کے پیچھے رستم ہی بیٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رُکن اعظم خیال کرتے تھے - بہت سے لوگ اس کی خوشامدیں کرتے ' تا کہ اس کے ذریعہ نپولین کی خوشنودی حاصل کرلیں !

جب نپولین پیرس میں ہوتا تو رستم کو دو گھنٹے تفریح کی اجازت ملتی - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جایا کرتا جن کے یہاں خوبصورت عورتیں ہوتیں - لیکن میدان جنگ میں اُسے ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی - کیونکہ اُس کے فرائض ہر لمحہ اُسے شہنشاہ کے ساتھہ رہنے پر مجبور کرتے تھے - وہی اس کے لیے کھانے کا بھی انتظام کرتا تھا -

نپولین کے کھانے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا - بسا اوقات وہ کھائے بغیر ہی سو جاتا - ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نپولین آدھی رات کو اپنے بستر پر گیا اور کھانا طلب نہ کیا - رستم نے خیال کیا ' اب وہ کھانا نہیں کھائیگا - اس نے بھنی ہوئی مرغی خوشی خوشی کھانا شروع کردی - لیکن ابھی آدھی مرغی بھی کھانے نہیں پایا تھا کہ نپولین نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرایا ' مگر اب کر ہی کیا سکتا تھا ؟ وہی بچی ہوئی مرغی لیکر حاضر ہوگیا - نپولین دیر تک مرغی دیکھتا رہا - پھر غلام پر غضبناک نظریں ڈالیں اور کہا " میں نہیں جانتا تھا کہ بعض مرغیوں کا صرف ایک ہی بازو اور ایک ہی ٹانگ ہوتی ہے - مجھے کبھی اِس بات کا وہم بھی نہیں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑیگا ! "

رستم ڈر گیا - رنگ فق ہوگیا - کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگا " مہربان آقا ! میں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھی میں نے کھا لیا ! " نپولین چپ ہوگیا ' اور مرغی کھالی ' صبح اُس نے ایک سپہ سالار کو بعض احکام دینے کیلیے طلب کیا - رستم بھی سامنے کھڑا تھا - نپولین نے سپہ سالار سے کہا " تم نے کچھہ سنا ؟ کل رات میں نے آقائے رستم کا پس ماندہ کھایا تھا ! ملعون ! ادھر آ - میں تیرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرنا ! " یہ کہکر نپولین زور سے ہنس پڑا -

(شادی)

رستم ' اپنے آقا کو روز پیرس کی عورتوں سے اپنے عشقیہ معرکوں کی داستانیں سنایا کرتا تھا - نپولین کو ان واقعات سے بڑی دلچسپی ہوتی تھی اور وہ غلام کی ہمت افزائی کیا کرتا تھا - آخر رستم کا یہ شوق رنگ لایا - اور وہ ایک عورت پر عاشق ہوگیا - اُس نے شہنشاہ سے شادی کی درخواست کی - نپولین نے پوچھا " وہ کچھہ مالدار بھی ہے ؟ " رستم نے جواب دیا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا ہوں ' مجھے مال کی کیوں فکر ہو ؟ " نپولین کو یہ جواب پسند آیا اور شادی کی اجازت دیدی -

یکم فروری سنہ ۱۸۰۶ع میں الکزنڈرائن دووبل سے رستم کی شادی ہوئی - خود شہنشاہ جلسہ میں شریک ہوا ' اور تمام خرچ اپنی جیب خاص سے ادا کیا - شادی کے ایک برس بعد لڑکا پیدا ہوا - رستم نے اُس کا نام ایشیل رکھا - نپولین کو یہ بچہ بہت پیارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھیلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا ' تو اُس کی دونوں مٹھیوں میں اشرفیاں ہوتی تھیں !

نپولین کو رستم اِس قدر عزیز تھا کہ سفر اٹلی کے موقعہ پر جب وہ بیمار ہوگیا تو نپولین نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نہ کرنا - میں جلد واپس آؤنگا - میری بیوی تمھاری خبر لیگی - "

خود رستم نے اپنی یاد داشت میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع میں نپولین نے اُس کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں کی تھی - ایک دن اتفاق سے یاد آگیا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر دیے - تھوڑی ہی مدت بعد یہ رقم دوگنی کردی گئی - یعنی ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نیز ۲۴۰۰ فرنک شکار میں بادشاہ کی بندوق اٹھانے کیلیے ' اور ۹۰۰ فرنک دائمی انعام کے طور پر بھی ملتے تھے - اسکے علاوہ کھیل میں جسقدر روپیہ نپولین جیتتا تھا ' سب اسے دیدیتا تھا - عیدوں اور جشنوں کے موقعہ پر بھی بہت کچھہ دیتا تھا - چنانچہ ۲۰۰۰ فرنک سنہ ۱۸۰۸ع میں دیے - ۳۰۰۰ سنہ ۱۸۱۰ میں دیے - ۴۰۰۰ سنہ ۱۸۱۱ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۳ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۴ع میں دیے - پھر معزولی سے پہلے ایک مرتبہ یکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کیے !

(رستم کا خاتمہ)

لیکن افسوس ہے کہ مصیبت کے وقت رستم بے وفا ثابت ہوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھیر لیا !

۶ - اپریل سنہ ۱۸۱۴ میں نپولین کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا تھا - وہ جب جزیرۂ البا کی طرف روانہ ہونے لگا ' تو رستم ' بلا اجازت اپنی بیوی سے مشورہ کرنے چلا گیا - بیوی شریف تھی -

.مجیب کے فرائض هیں - جو مدعي هو' اسے دلیل پیش کرني چاهیے - جو منکر هو' اسے توڑ کرنا چاهیے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم هے - یعنے مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هیں - امام رازي نے جب اسے مناظره قرار دیا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے میں ڈهال کر دکها دي جائے - بات اس سانچے میں ڈهلتي نهیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا هوگئي هیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکهتے هیں :

" یه در اصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظره هے ' جس میں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهیم اس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں "

یه جو آپ نے " در اصل مناظره هے " کهدیا' بس یهي تمام فساد کي جڑ هے - " مناظره هے ' تو حضرت ابراهیم کي حیثیت ایک مناظر کي هے - اگر وه مناظر هیں ' تو چاهئے که ان قواعد کلام سے سرمو تجاوز نه کریں جو فن مناظره کے ساخته پرداخته هیں - یا مثلاً رشیدیه میں درج هیں - اور چاهیے که بد بخت نمرود بهي انهي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغیره میں پڑه چکے هیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یهي هیں ' اور آپ بهي انهي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هیں - سوال یه هے که حضرت ابراهیم " مناظر " مصطلحهٔ قوم کیوں هوں ؟ اور اگر وه مناظر هوں ' تو کیوں ان تمام گڑهے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضیعه کي تدوین کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکهے هیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود هے که حضرت ابراهیم کو بهي ان قواعد کلام کي پابندي کرني چاهیے جو مناظره رشیدیه میں هم رٹ چکے هیں ' یا جنهیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکها هے ؟ " مناظر کے لیے یه جائز نهیں " اور " مستدل کے لیے یه ضروري هے " سوال یه هے که کیوں جائز نهیں ؟ کیوں ضروري هے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبیاؤ رسل پابند هوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نه هو که سرمو ان سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت هے که قرآن عربي زبان میں اترتا هے - تمام فصحاء قریش اس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هیں ' لیکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرین بحث کرتے هیں که سیبویه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وه ٹهیک هے یا نهیں ؟ چار هزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدایت کا دروازه کهولتا هے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگه یقین و ایمان کي راه دکهلادیتا هے' لیکن پانچویں صدي هجري میں امام رازي آ کر بحث کرتے هیں که منطقي طریق مناظره کے مطابق یه مکالمه صحیح هے یا نهیں ؟ اور پهر چودهویں صدي میں آپ آتے هیں اور کهتے هیں که مشکلات حل نهیں هوتیں - مشکلات حل هوں تو کیسے هوں جب صدیوں سے مشکلات هي کو بلاوا دے دے کر سمیٹا گیا هے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت اور صناعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم هوگئي هے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یهاں الجهاؤ پیدا کر رهي هے ' حضرت ابراهیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت هے - مفسرین سے ایک سخت تسامح قرآن حکیم کے ان مقامات کي تفسیر میں هوا هے ' جهاں بابل کے اس پادشاه کا (جسے نمرود کهتے هیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچهه بهي اس کا نام هو) ذکر کیا گیا هے - قرآن حکیم نے ان کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا هے ' جن سے معلوم هوتا هے که وه اس خدا کے اقرار سے منکر تهے جسکي دعوت حضرت ابراهیم اور حضرت موسی علیهما السلام نے انکے سامنے پیش کي تهي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعوی رکهتے تهے - چونکه مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نه تهیں ' اسلیے وه صحت کے ساتهه اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نه کر سکے - یه خیال پیدا هوگیا که یه دونوں پادشاه اپني خدائی کے اس معني میں مدعي تهے که وهي صانع کائنات هیں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یهي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي هے اور اسلیے حضرت ابراهیم اور حضرت موسی (علیهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پهلو سے دیکهے جاتے هیں - چونکه یه بات حقیقت حال کے خلاف هے ' اسلیے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے الجهاؤ پیدا هوگئے هیں - واقعه یه هے که نه صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر ' بلکه خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کها جاسکتا هے که دنیا میں آج تک کسي انسان نے بهي اس معني میں خدا هونے کا دعوی نهیں کیا هے که وهي صانع کائنات هے - ایسا دعوی کرنا ' بلکه ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف هے که کوئي انساني هستي اسکي جرأت هي نهیں کرسکتي -

تحریر اندازه سے زیاده بڑهتي چلي جاتي هے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نهیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجهنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹهوکریں کهائي هیں ' من جمله ان کے ایک عالمگیر گمراهي شاهیت و الوهیت کا تشابه هے - یعنے شاهیت کے اختیارات نے بهي ما فوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کرلي تهي - جب کبهي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے پادشاه بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وه دیوتاؤں کا انساني مظهر هے ' بلکه خود بهي دیوتا هے - پهر جب شاهیت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجها جانے لگا - رفته رفته اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیده کي نوعیت پیدا کر لي که پادشاه انسان نهیں هے - انسانیت سے بلند تر هستي هے - اسکي طاقت بهي الهي طاقت ' اور اسکا حکم بهي حکم خداوندي هے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بیان کیا هے ' انکي اور ان کے قوم کي گمراهي یهي تهي - وه اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تهے - اس لیے نهیں که ان دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعوی کیا تها ' بلکه اس لیے که وه پادشاه تهے ' اور پاشاه کیلیے ایسا هي اعتقاد پیدا هو گیا تها -

ثانیاً ' اس سے یه بات بهي واضح هوگئي که مفسرین کا یه سمجهنا که فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تهے ' صحیح نهیں هے - جس طرح کي خدائي کے یه مدعي تهے ' اس طرح کي خدائي کا اعتقاد اس عهد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کیلیے وه چکا هے - هندوستان میں بهي پادشاه کے لیے ایسا هي اعتقاد موجود تها - حتی که ان کا سلسلهٔ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تها - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بهي

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نہ ہوسکے تو لا یعني اور دور از کار توجیہیں
کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کي تفسیر
میں سب سے پہلي بات جو کہتے ہیں ' یہي ہے کہ " و القصۃ
الاولی مناظرۃ ابراهیم صلی اللہ علیہ وسلم مع ملک زمانہ "
(جلد ۲ : ۳۱۷) جونہي اُنہوں نے اس معاملہ کو " مناظرہ " کے
لفظ سے تعبیر کیا ' حقیقت سے الگ ہوگئے ' اور پہلا قدم هي اُلٹا پڑگیا۔
اب جس قدر آگے بڑھتے جاتے ہیں ' حقیقت سے زیادہ دور ہوتے جاتے
ہیں ' اور یکے بعد دیگرے اُلجھاؤ پر اُلجھاؤ پڑتے جاتے ہیں - اُنہوں
نے اپني عادت کے مطابق " المسئلۃ الاولی " اور " المسئلۃ الثانیہ "
اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسلہ یہاں بھي پوري
قوت اور وضاحت کے ساتھہ جاري رکھا ہے ' لیکن جب جواب کا موقعہ
آیا ہے ' تو پانچ پانچ اور چھہ چھہ وجوہ اشکال بیان کرنے کے بعد ایک
شافي جواب بھي نہیں دے سکتے' اور ایک ایسے طریقہ سے جو پڑھنے والے
کو حیرت و ارتیاب میں غرق کردیتا ہے ' رخصت ہو جاتے ہیں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرین پیدا ہوئے ' سب نے اس
مکالمہ پر اسي حیثیت سے نظر ڈالي - البتہ حافظ عماد الدین ابن
کثیر جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے ہیں ' اس
سے مستثنی ہیں - وہ سلف کے طریق تفسیر سے آشنا ہوچکے تھے '
اس لیے ان موشگافیوں میں نہیں پڑے - بلکہ صاف صاف کہدیا
" وھذا التنزیل علي ھذا المعني احسن مما ذکرہ کثیر من المنطقیین "
(حاشیہ فتح البیان جلد ۲ : ۱۵۶) یعني یہ مطلب اس سے کہیں زیادہ
بہتر ہے جو بہت سے منطقیوں نے قرار دیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ
منطقیوں کے طریقہ سے الگ رهکر بھي وہ پوري طرح اُن کي لغزشوں
سے محفوظ نہ رهسکے - یعني اس اُلجھاؤ سے وہ بھي نہ نکل سکے جو
حضرت ابراهیم کے ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل اختیار کرنے
کے معاملہ میں پڑگیا تھا -

یہ بات معلوم کرنے کیلیے کہ متاخرین کي پیدا کي هوي
مشکلات سے متقدمین کس طرح محفوظ تھے ' امام ابن جریر طبري
کي تفسیر پر نظر ڈالیے جو محدثین کے صاف اور سادہ طریق پر
روایات جمع کر دیتے ہیں - انہوں نے سرے سے یہ فتنہ انگیز لفظ
" مناظرہ " استعمال هي نہیں کیا ہے - وہ " حاج ابراهیم في ربہ "
کا ترجمہ " الذي خاصم ابراهیم في ربہ " کرتے ہیں ' جو في الحقیقت
اس محل کیلیے خود قرآن کا بتلایا ہوا لفظ ہے ' اور پھر سیدھا سادھا
مطلب بیان کرکے خاموش هو جاتے ہیں -

یہ واضح رہے کہ ہمیں یہاں مناظرہ کے لغوي اطلاق سے اختلاف
نہیں ہے ' بلکہ اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف ہے - وضعي
علوم کي اصطلاح میں " مناظرہ " ایک خاص فن ہے جسمیں مباحثہ کے
اصول و آداب وضع کیے گیے ہیں ' اور اس کا مقصود اِسکات خصم
ہے - یعني جھگڑنے والے کو چپ کرا دینا - نہ یہ کہ اسکے شکوک دور کردینا -
نہ صرف یہ کہ انبیاء کرام کا طریق بیان یہ نہیں ہوتا ' بلکہ قرآن بتلاتا
ہے کہ کسي طالب حق کا بھي طریقہ یہ نہیں ہونا چاهیے - کیونکہ
یہ طلب حق اور علم حقیقت کي راہ نہیں ہے - " جدل " اور
" خصومت " کي راہ ہے - اب غور کیجیے - یہ کیسي مصیبت
ہے کہ جس طریق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹھہراتا ہے - اسي کو
ہمارے مفسرین متفلسفین محمود و مطلوب قرار دیتے ہیں ' اور
قرآن کے تمام دلائل اور انبیاء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو
اُسي شکل و صورت میں آراستہ کرنا چاهتے ہیں ' اور پھر ذهن کي
اس کجي اور فکر کے اِس مرض کو علم و معرفت کي ایک ایسي

عظمت سمجھتے ہیں ' جسے ابراهیم خلیل علیہ الصلوۃ و السلام کے
منہ سے نکلوا دینا ' انکي بزرگي کي بڑي هي دلیل اور اُنکے مرتبۂ
نبوت و خلت کي بڑي هي خوبروئی ہے !

اس سے بھي بڑھکر اعجب العجائب معاملہ یہ ہے کہ قرآن
حکیم اس مقام پر جس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے ' وہ یہي ہے کہ
انبیاء کرام کا طریق دعوت ' " هدایت " کا طریقہ هوتا ہے - " جدل "
و " خصومت " کا نہیں ہوتا - چنانچہ حضرت خلیل نے با وجود
اسکے کہ ایک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تھا ' سر رشتۂ هدایت
هاتھہ سے نہ چھوڑا ' اور مجادلانہ نزاع کي جگہ طریق هدایت نے
اُسے اعتراف حق پر مجبور کر دیا - لیکن متکلمین ہیں کہ عین اسي
مقام کو مجادلانہ انداز استدلال کی شکل دے رہے ہیں ' اور بڑي
کوہ کندنیوں اور کاہ براوردنیوں کے بعد ثابت کردینا چاهتے ہیں کہ
اصل حقیقت یہ نہیں ہے - بالکل اس سے اُلٹي ہے - یعني طریق '
طریق جدل اور مناظرہ ہے - نہ کہ ارشاد الی الحق اور هدایت
الی المقصود !

تفسیر کبیر کا یہ پورا مقام پڑھ جاییے - معلوم هوتا ہے' حضرت خلیل
اور نمرود کا مکالمہ منطقیوں کي ایک اچھي خاصي مجلس مناظرہ
ہے - ایک طرف نمرود بیٹھا ہے ' اور ایک پختہ کار فلسفي کي طرح
شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا ہے - دوسري طرف حضرت
ابراهیم ہیں ' اور امام رازي اور قاضي عضد کے علم کلام کا ایک ایک
لفظ نوک زبان رکھتے ہیں - نمرود ایک سوال کرتا ہے - یہ اُس کا
جواب دیتے ہیں - وہ اِن کے جواب کا توڑ کرتا ہے ' اور نئے مقدموں
میں اُلجھانا چاهتا ہے - یہ ایک شاطر مناظر کي طرح فوراً پینترا
بدلتے ہیں ' اور اُنہي مقدمات کے داؤ سے اُسے گرا دینا چاهتے ہیں -
وہ سبب اور واسطہ کے طرف رخ کرتا ہے - یہ حرکت افلاک کا پیچ
کس دیتے ہیں - سبحان اللہ ! حضرت ابراهیم علیہ السلام کي
دعوت نبوت نہ ہوئي - میر زاهد اور سیالکوٹي کا مباحثہ هوگیا !
حاشا و کلا کہ انبیاء کرام جو تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے
لیے آتے ہیں ' یہ مجادلانہ انداز سخن اور مخاصمانہ طریق مخاطبت
رکھتے ہوں - اگر ایک لمحہ کے لیے بھي یہ طریق تفسیر تسلیم کر لیا
جاے تو ساتھہ هي یہ بھي تسلیم کر لینا پڑیگا کہ دنیا کے سارے نبیوں
اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي یہ تھي کہ وہ منطقي اور متکلم
ہوں - لیکن اگر یہي معیار نبوت ہے " تو دنیا کا سب سے بڑا نبي
ارسطو تھا جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنیا کو
آشنا کیا ' نہ کہ ابراهیم خلیل اور محمد بن عبد اللہ علیهما الصلوۃ
و السلام ' جن کا لکھنے پڑھنے کے طریقے سے آشنا ہونا بھي ثابت
نہیں !

(۲) اب غور کیجیے - اس مکالمہ کو " مناظرہ " قرار دیکر
کس طرح انہوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حوالہ کر دیا ہے ؟ اگر یہ
" مناظرہ " ہے ' اور حضرت ابراهیم کي بڑي فضیلت یہي ہے کہ
مناظرین کي طرح مخاطب کو سخن پروري میں ہرا دیں ' تو
ضروري ہے کہ مناظرہ کے جو اصول و آداب وضع کیے گئے ہیں ' اُنہیں
کسي نہ کسي طرح اس مکالمہ پر منطبق کیا جاے - مصیبت یہ ہے
وہ منطق نہیں هوتے - کیونکہ سرے سے یہ مناظرہ مصطلحۂ قوم تھا هي
نہیں - نتیجہ یہ ہے کہ مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر
نہیں آتا - فن مناظرۂ وضعیہ کے لحاظ سے پہلي چیز فریقین کي
حیثیت کا تعین ہے - یعنے اُن میں سے کون مدعي ہے کون منکر -
کون مثبت ہے ' کون منفي - پھر مستدل کے واجبات ہیں ' اور

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر کا جدید ذخیرہ

فراعنۂ مصر کے عظیم ہیکل

رعمسیس ثانی اور اسکی لڑکی کا مجسمہ ' جسکے محل میں حضرت موسی علیہ السلام پیدا ہوے تھے !

گذشتہ دس سال کے اندر علم الآثار مصر میں جدید انکشافات کا جو اضافہ ہوا ہے ' وہ نہایت قیمتی ہے ' اور علماء آثار کا خیال ہے ' اس سے مصری اثریات میں تحقیق و نظر کا ایک نیا دور شروع ہو جائیگا ہے - وادی الملوک اور الاقصر کے دو مقبروں کا حال نہایت تفصیل کے ساتھہ دنیا کے علم میں آچکا ہے ' لیکن ان مقبروں کے علاوہ اور بھی بے شمار نئی نئی چیزیں ہیں جو تاریخ مصر کے بعض اہم زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں ' اور اسلیے علماء آثار ان کے درس و مطالعہ میں مشغول ہیں -

آج ہم قارئین الہلال کی دلچسپی کے لیے ان میں سے بعض اہم آثار کا مرقع شائع کرتے ہیں -

سب سے پہلے آپ کی نظر دو چھوٹی چھوٹی تصویروں پر پڑیگی ' جن میں سے ایک پر منقش تصویریں ہیں - دوسری میں ایک شکستہ مجسمہ نظر آ رہا ہے - پہلی تصویر ابیدوس مندر کی ایک دیوار کا مرقع ہے جس میں فرعون " ستی " اول اپنے معبود کے سامنے کھڑا ہے ' اور اسے نذر پیش کر رہا ہے - مرقع میں فرعون کی صورت اور وضع اتنی نزاکت اور خوبی کے ساتھہ کندہ کی گئی ہے کہ مصر کے تمام حجری مرقعوں میں صرف چند تصویریں ہی اس کا مقابلہ کرسکتی ہیں - اس مرقع میں ہمارے سامنے چار ہزار برس پہلے کا ایک انسان اپنی اصلی صورت و وضع میں کھڑا ہے !

دوسرا مرقع مصری دیوتا " ممنن " کا بت ہے - اس کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس میں سے الہی نغموں کے ترانے بلند ہوتے تھے - اب یہ بالکل ٹوٹی پھوٹی حالت میں برامد ہوا ہے - لیکن علم کی خوش قسمتی سے اس کے کتبے محفوظ ہیں ' اور پوری طرح پڑھے جا سکتے ہیں -

ان کے بعد آپ دو بڑی تصویریں اوپر تلے دیکھہ رہے ہیں - پہلی تصویر ابیدوس مندر کی ایک دیوار پر کندہ ہے - اس میں مصریوں کے دو دیوتا دکھائے گئے ہیں - ہورس اور اوسائرس - ہورس ہر طرح کی اچھائیوں کا معبود تھا - اوسائرس سورج دیوتا تھا - مصری یقین کرتے تھے کہ سورج دیوتا کی بہن اور لڑکی " آئی سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر ہمیشہ کیلیے دریاے نیل کو شیریں اور مقدس بنا دیا ہے !

دوسرا مرقع ایک عظیم مجسمہ کا نہایت قیمتی ٹکڑا ہے جو الاقصر سے بر آمد ہوا ہے - نقوش کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل فرعون رعمسس دوم کا مجسمہ تھا - تصویر میں صرف کمر سے لیکر پانوں تک کا حصہ نمایاں ہے - پانوں کے پیچھے ایک عورت کا چھوٹا سا مجسمہ ہے جو کھڑی ہے - یہ رعمسس کی لڑکی ہے - رعمسس دوم وہی فرعون ہے ' جس کے محل میں حضرت موسی علیہ السلام کی پیدایش ہوئی تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ یہی لڑکی محل شاہی کی وہ عورت ہے ' جس نے دریا سے حضرت موسی کو نکالا تھا !

اسکي شہادت ديتي ہے - بنو اسرائيل نے جب فلسطين اور شام پر قبضہ کيا تو جو قوميں وہاں آباد تھيں ' اُن کا بھي اپنے پادشاہوں کي نسبت ايسا ھي خيال تھا - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسي عليہ السلام کي مصري زندگي کے جو واقعات بيان کيے ھيں ' اُن کا تعلق بھي ايک پادشاہ سے نہيں ہے - دو پادشاہوں سے ہے جو يکے بعد ديگرے تخت نشين ہوئے تھے - ايک فرعون وہ ہے جس کے محل ميں حضرت موسي پيدا ہوئے - دوسرا وہ ہے جو اُن کا تعاقب کرتا ہوا خليج سوئز ميں غرق ہوا - اگر فرعون کے ادعاء الوہيت سے مقصود يہ ہوتا کہ وہ کسي ايک انسان کا شخصي ادعا تھا ' تو ظاہر ہے ' بغير کسي امتياز کے دونوں کي نسبت ايک ھي طرح کي ادعائي ذہنيت قرآن کيوں ظاہر کرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي ليے اُن کے ناموں کي جگہ اُن کا عام لقب " فرعون " استعمال کيا - کيوں کہ کسي ايک پادشاہ کا تمرد و طغيان دکھلانا مقصود نہيں تھا - تمام فراعنہ کا طغيان دکھلانا مقصود تھا -

بہر حال قرآن حکيم نے اِن دونوں پادشاہوں کا ذکر اس ليے کيا ہے کہ انساني گمراھي کي ايک خاص حالت کا نمونہ دکھلا دے - اس نوع کي گمراھي کے ليے يہ کامل قسم کے نمونے تھے - اس ليے انھي کو بطور مثال کے چن ليا گيا -

باقي رہے فرعونوں کے وہ متکبرانہ اور مدعيانہ اقوال جو قرآن حکيم نے نقل کيے ھيں ' تو اُن ميں ايک جملہ بھي ايسا نہيں ہے جس کا مطلب يہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو خدا بمعني صانع کائنات سمجھتے تھے - چونکہ مفسرين نے يہي مطلب ٹھہرا ليا تھا ' اس ليے ان کي نظر آيات کے صاف صاف مطلب کے طرف نہيں گئي - دوسري راہوں ميں پہنچ گئے - ليکن يہ محل تفصيل کا نہيں ہے -

ثالثاً ' آيت زير تدبر ميں جس پادشاہ کا ذکر کيا گيا ہے ' اُس کي شخصيت بھي صحيح طور پر متعين نہيں کي گئي - عام طور پر مشہور ہے کہ وہ نمرود تھا - ليکن بابل اور نينوا کے آثار قديمہ سے جس قدر معلومات فراہم ہوچکي ھيں ' اُن سے اس خيال کي تصديق نہيں ہوتي - " نمرود " سے مقصود وہ پادشاہ ہے ' جس کے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حکمراني کي تھي - اس خاندان کا سب سے زيادہ مشہور شخص " اُور " پنجم تھا جس کے سوانح حيات کي منقش اينٹيں جرمن وفد کي کوششوں سے سنہ ۱۹۰۴ع ميں برامد ہوئي ھيں - اِن اينٹوں کي عبارت سے جو خط مسماري ميں کندہ ھيں ' معلوم ہوتا ہے کہ نمرود اور اُسکے خاندان کا زمانہ دو ہزار سات سو برس قبل مسيح تھا - اگر تورات کے سنين تسليم کرليے جائيں ' تو حضرت ابراھيم عليہ السلام کا زمانہ دو ہزار تين سو برس قبل مسيح کا زمانہ ہے - ظاہر ہے کہ اِس حساب سے حضرت ابراھيم کا ظہور نمرود سے کئي سو برس بعد ہوا ہے - اُن کے زمانہ ميں نہ صرف نمرود کي ' بلکہ اُس کے خاندان کي بھي حکومت باقي نہيں رھي تھي -

خاندان نمرود کے دو سو برس بعد بابل ميں ايک نيا سلسلۂ شاھي قائم ہوا جسے " ايلامي " خاندان سے تعبير کيا جاتا ہے - اس خاندان کا ايک پادشاہ دو ہزار تين سو برس قبل مسيح بابل ميں حکمراں تھا جس کا نام " کادرلا ادمر " تھا - غالباً يہي بادشاہ حضرت ابراھيم کا معاصر تھا ' اور اسي سے اُن کا يہ مکالمہ ہوا ہے - بابل کے آثار ميں اس پادشاہ کي تصويريں اور بعض فرامين کي اينٹيں بھي ملي ھيں - اِن کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہايت خود سر اور جبار تھا - اُس کي نسبت يقين کيا جاتا تھا کہ آسماني ديوتاؤں کا قہر و جبروت اُس کے اندر مجسم ہوگيا ہے -

يہ اوصاف ٹھيک ٹھيک اُس متکبرانہ انداز سخن کے مطابق ھيں ' جو اس مکالمہ سے ظاہر ہوتا ہے -

ايسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عربوں ميں شاھان روم ' قيصر ' شاھان ايران کسری ' اور شاھان مصر فرعون کہے جاتے تھے ' اسي طرح بابل کے پادشاہوں کے ليے " نمرود " کا لفظ بطور لقب کے مشہور ہوگيا تھا - يہ تلقب بے اصل بھي نہ تھا ' کيونکہ جس طرح روم ميں سيزر اور ايران ميں خسرو پادشاہوں کا نام رہچکا تھا ' اُسي طرح بابل کے پہلے فرمانروا کا نام نمرود تھا - پس ابتدا ميں جب لوگوں نے يہ کہا ہوگا کہ مکالمہ نمرود سے ہوا ' تو اُن کا مقصد يہ ہوگا کہ بابل کے ايک پادشاہ سے ہوا - يہ مطلب نہ ہوگا کہ نمرود نامي انسان سے ہوا تھا -

رابعاً ' يوناني مورخوں کے بيانات اور علم الآثار کي تحقيقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اھل بابل کواکب پرست تھے - اسي کواکب پرستي نے اُنھيں علم ھئيت کے علمي مباديات سے آشنا کيا تھا - اُن کا اعتقاد تھا کہ اجرام سماويہ کائنات کي ايسي ملکوتي ھستياں ھيں ' جنھيں تدبير و تصرف عالم کي تمام قوتيں حاصل ھيں - دنيا ميں جو کچھ ہوتا ہے ' اُنھي کے عمل و تصرف سے ہوتا ہے - اِن ميں سات ستارے بڑے ديوتا ھيں ' اور سورج ان سب ميں بڑا ہے - آج کل علم نجوم کے نام سے جو خرافات دنيا ميں پھيلے ہوئے ھيں ' يہ ھندوستان اور بابل ھي کي کواکب پرستي کا بقايا ھيں - اپنے پادشاہوں کي نسبت اُن کا بھي يہي اعتقاد تھا ' جو اُس عہد کي تمام قوموں کا رہچکا ہے - يعني وہ سورج ديوتا کے زندہ مظہر سمجھے جاتے تھے - ان کي تقديس بھي اُسي طرح کي جاتي تھي ' جيسي تمام ديوتاؤں کي کي جاتي تھي -

(۳) مکالمہ کے آخر ميں ہے : " فبہت الذي کفر " يعني جب حضرت ابراھيم نے دوسري دليل پيش کي تو مجادل کچھ نہ کہہ سکا - ھکا بکا ہوکر رہگيا - مفسرين نے اس مکالمہ کو منطقي مناظرہ بنا ديا تھا - مناظرہ اور جدل کا ما حصل يہ ہے کہ مخاطب کو لا جواب کر ديا جاے - اس ليے انھوں نے " فبہت الذي کفر " کا مطلب يہ قرار ديا کہ حضرت ابراھيم کي دوسري دليل کے جواب ميں وہ کوئي بات نہ بنا سکا - اس ليے مبہوت ہو کر رہگيا - اس ميں کوئي شبہ نہيں کہ حضرت ابراھيم کي بات کا وہ کوئي جواب نہيں دے سکا تھا - اور شوخ چشمي اور کج بحثي کي جگہ اُس پر حيرانگي کي حالت طاري ہوگئي تھي ' ليکن يہ حيراني محض اس بات کا نتيجہ نہ تھي کہ وہ سخن پروري ميں لا جواب ہوگيا تھا - کيونکہ ابھي تفصيل کے ساتھ آپ سن چکے ھيں کہ انبياء کرام کي مخاطبت بات ميں لا جواب کر دينے کے ليے نہيں ہوتي - يقين و ايمان کے ليے ہوتي ہے - پس اُس کے مبہوت ہو جانے کا سبب يہ تھا کہ حضرت ابراھيم کي دوسري بات اُس کے دل ميں اُتر گئي - پہلي بات پر تو اُس نے مجادلانہ کج بحثي کرکے جواب ديديا تھا - کيونکہ اپنے جہل و ضلالت کي وجہ سے اُسکي حقيقت سمجھہ نہ سکا تھا - ليکن دوسري بات اُسکي فکري اور اعتقادي استعداد کے مطابق کچھہ ايسي دل کو لگتي ہوئي تھي ' کہ سنتے ھي متاثر ہوگيا ' اور تير نشانہ پر لگ گيا - نتيجہ يہ نکلا کہ مبہوت ہو کر رہگيا - يعني وہ سچائي جسے اپني کور چشمي کي وجہ سے ابتک نہيں ديکھہ سکا تھا ' اب يکايک اُس کے سامنے چمک اُٹھي ' اور با وجود کمال تمرد اور ضلالت کے اُس ميں جھٹلانے اور شوخ چشمي سے کج بحثي کرنے کي جرأت باقي نہ رھي !

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگہم کے بشپ کا کفر اور زندقہ !

تھوڑا عرصہ گزرا ہے، لندن سے ریوٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشہور کردی تھی کہ برمنگہم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ہوئے ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے، جس نے یورپ کے تمام کلیسائی حلقوں میں ہلچل ڈالدی ہے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا ہے کہ پیدایش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنی تورات کی کتاب پیدایش کا بیان) قابل ترمیم ہے، اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذہبی تاویلوں کے ذریعہ تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعنی تسلیم کرلیں کہ تورات کی کتاب پیدایش کا بیان ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعہ کی خبر مشتہر ہوئی - یہی بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررہا تھا تو اچانک ایک واقعہ نے تمام مجلس میں اضطراب پھیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا اٹھی "یہ بدعت و زندقہ کا معلم ہے" لوگوں نے جب اُس طرف نظر اٹھائی، تو معلوم ہوا، پادری کینن ویبسٹر غیظ و غضب کی شدت سے بے قابو ہوکر کھڑا ہوگیا ہے، اور واعظ کے کفر و زندقہ کا اعلان کر رہا ہے - اس پر غضب طریقہ سے مجلس کو اپنی طرف متوجہ کرکے اُس نے بشپ پر لعن و طعن کی بوچھاڑ شروع کردی، اور پھر یہ کہکر کہ "ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں" اپنی جماعت کے ساتھہ گرجے سے رخصت ہوگیا !

پادری کینن ویبسٹر بشپ کے زندقہ کا اعلان کرکے سینٹ پال سے واپس جا رہا ہے !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معاملہ کی تمام تفصیلات آگئی ہیں - در اصل یہ معاملہ بھی اُسی سلسلۂ بحث کی ایک کڑی ہے جو سر آرتھر کیتھہ کی تقریر (مندرجۂ الہلال) سے تمام یورپ اور امریکہ میں چھڑ گیا ہے - بشپ آف برمنگہم کا نام ڈاکٹر بارنس ہے - اُس نے اسی تقریر کا حوالہ دیکر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے - معاملہ کا اہم اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ اعتراف برطانی کلیسا کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص کی زبان سے ہوا ہے - اُس نے بڑی دلیری کے ساتھہ وہ خیال علانیہ ظاہر کردیا، جو آج ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت ہے !

یقیناً قارئین الہلال خواہشمند ہونگے کہ بشپ کی تقریر سے واقفیت حاصل کریں - ہم اختصار کے ساتھہ اُس کا خلاصہ درج کردیتے ہیں -

بشپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا :

"اِس عہد کے انسانوں سے میں کیا کہوں ؟ کیا یہ کہوں کہ قدیم عقیدہ ہی پر اُستوار رہو ؟ ہرگز نہیں - میں اُن سے جو کچھہ کہہ سکتا ہوں، وہ اِس کے سوا کچھہ نہیں ہے کہ حق کی تلاش کرو - خوش ہو، کیونکہ تم ایک ایسی صدی کی مخلوق ہو، جو اپنی علمی ترقیوں کی وجہ سے تاریخ کی سب سے زیادہ عظیم الشان صدی ہے - میں اُن سے کہتا ہوں، جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کی تعظیم کرو - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اِس تمام علمی ترقی کے پیچھے ہم برابر ایک کثیف پردہ پڑا دیکھتے ہیں - یہ پردہ، زندگی کے تمام بنیادی مسائل کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے، اور ہماری نظروں کو اُن کی حقیقت معلوم کرنے سے روک رہا ہے - تم پر فرض ہے کہ اِن مسائل سے قریب تر ہو - تمہارا قلب ایمان سے لبریز ہو جائے - تمہاری رہبر، عقل ہو، نہ کہ خوش اعتقادی - اگر تم ایسا کروگے، تو تمہارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف ہوگا جن میں سے ایک نے مغرورانہ انکار کی اور دوسری نے جاہلانہ خوش اعتقادی کی غلطی کی ہے !"

"سر آرتھر کیتھہ کے خطبہ کے بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ مذہب نشوء و ارتقاء کے مقابلہ میں ہمارا مسلک کیا ہونا چاہیے ؟ کیا ہم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چھپا دیں ؟ میں تم سے آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اِس روشن زمانے کی مخلوق ہو کر حقائق سے تجاہل نہیں برت سکتے !"

"کیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ لوگوں کی عقلوں میں شک پیدا کردیں، حالانکہ یہاں شک کا کوئی موقعہ ہی نہیں ؟ کیا یہ مناسب ہے کہ مسیحی عقائد کی تاریخ محض اس لیے بدل دی جائے کہ ڈاروین کا مذہب نیا نہیں ہے، پرانا مذہب ہے ؟ یا یہ مناسب ہے کہ جدید حقائق تسلیم کرتے ہوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کرلیں، اور تسلیم کرلیں کہ مسیحی عقائد کی بعض تقلیدی آراء قابل تبدیل ہیں ؟"

"میرے خیال میں آخری تجویز بہتر اور مناسب ہے - آؤ، ہم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا ہی خیر مقدم کریں، جیسا کہ وہ علمی حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکھہ رہے ہیں - تمام اہل علم متفق ہیں کہ انسان نے بندر کی ایک قسم سے ترقی کی ہے ممکن ہے، انسان کی یہ ترقی دس لاکھہ برس پہلے شروع ہوئی ہو - تمام حیوانی اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقی کی ہے، لیکن انسان کی حقیقی ترقی اُس کے دماغ اور فکری مرکزوں میں واقع ہوئی ہے - اسی لیے وہ اپنے ہم جنس حیوانوں پر بازی لیگیا - بندر کی دوسری قسموں نے اور قسم کی ترقی کی - چنانچہ

برید فرنگ

یورپ کا ایک نیا نقشه

تجارت کي حفاظت اور آزادي کا حصار

مطالب کے بیان و تفهیم کا ایک مؤثر ذریعه

بحث طلب مطالب پر تقریر کرتے هوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کي جدولوں یا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام لیا کرتے تھے - پھر میجک لینٹرن استعمال کیا جانے لگا - ایسے مطالب جن کے فهم میں تصاویر کا معائنه مدد دیتا تھا ، فانوس کي تصویروں کے ذریعه ذهن نشین کیے جاتے تھے - حال میں سینما کي ایجاد نے بھي ایک زیاده مؤثر اور اصلیت نما ذریعه بهم پهنچا دیا هے - امریکه میں بحث و تقریر کے بے شمار کلب ، سینما کا اُسي طرح استعمال کرتے هیں ، جس طرح عام طور پر میجک لنٹرن استعمال کیا جاتا هے -

لیکن جو طریقه حال میں سر آرتھر کلاید ماریسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقریر کرتے هوئے تمثیل مطالب کے لیے اختیار کیا تھا ، وه ان تمام طریقوں سے جدا گانه قسم کا هے ، اور چونکه نهایت آسان اور ساده قسم کا هے ، اس لیے نهایت درجه پسند کیا گیا هے - اُن کي تقریر کا موضوع یه تھا که تجارت کي آزادي اور بندش کے لحاظ سے اِس وقت یورپ کي مختلف قوموں کا حال کیا هے ؟ اور کس طرح یهي چیز آینده ایک بین الاقوامي جنگ کا دروازه کھول دینے والي هے ؟ اس حقیقت کي وضاحت کے لیے انهوں نے یورپ کا ایک نقشه اس طرح کا طیار کرایا ، که سرحد کے خطوط کي جگه حصار کي دیواریں کھڑي کر دي گئیں ، اور تمام یورپ ٹیڑھي سیدھي چار دیواریوں کا مجموعه بن گیا - نقشه کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي ، تو معلوم هوا ، جو حقیقت ایک بهت بڑي کتاب لکھکر بھي واضح نهیں کي جاسکتي تھي ، اب وه صرف اس نقشه پر ایک نگاه ڈال لینے سے سامنے آجاتي هے - جنیوا کے پچھلے اجلاس کے موقعه پر یه نقشه حاضرین کے معائنه کے لیے ایک نمایاں موقعه پر رکھدیا گیا تھا -

اِس نقشه کا عکس آپکے سامنے هے - اگر یورپ کا نقشه آپکے کمرے میں آویزاں هے ، تو پہلے اُس پر ایک نظر ڈال لیجیے - پھر اِسے دیکھیے - یه ٹھیک وهي نقشه هے - فرق صرف اسقدر هے که اُس میں حدود کي وضاحت کیلیے لکیریں کھینچ دي گئي هیں - اِس میں لکیروں کي جگه دیواریں کھڑي هیں - یه دیواریں کیا هیں ؟ تجارت کي حفاظت کي دیواریں هیں جنھوں نے هر قوم کو دوسري قوم کا دائمي رقیب بنا دیا هے - فوجي اور ملکي حفاظت کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے ، تو یهي دیواریں متقابل دشمنوں اور حریفوں کو ایک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رهي هیں - یه دیواریں کب تک قائم رهینگي ؟ سر آرتھر کهتے هیں " انهیں توڑ دو " لیکن اگر انسان اِسکے لیے آماده نه هوا ، تو عجب نهیں ، قدرت کي خانه بر اندازیاں خود هي انهیں توڑ کر تمام یورپ کو ایک کھلي زمین کي شکل میں منقلب کر دیں !

خریداران الهلال

توجه فرمائیں

جن جن حضرات سے چھه ماه کي قیمت وصول هوئي تھي ، اُن کا حساب الهلال نمبر (۲۴) پر ختم هو جایگا - یعنے آئینده نمبر سے بعد کے نمبر پر - اگر وه آئینده بھي الهلال کا مطالعه جاري رکھنا چاهتے هیں ، تو دفتر نهایت شکر گزار هوگا اگر وي - پي کي درخواست کي جگه وه بذریعه مني آرڈر قیمت روانه کر دیں - وي - پي کي رقم وصول هونے میں بهت تاخیر هوتي هے ، اور اسلیے پرچه کے مسلسل اجراء میں خلل واقع هو جاتا هے - اگر وه ایک هفته کے اندر قیمت بذریعه مني آرڈر بھیج دیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُنکي جدید خریداري کا اندراج هو جائے ، اور پرچه کي ترسیل بغیر کسي انقطاع کے جاري رهے -

یه کهنا ضروري نهیں که نئي شش ماهي جلد سے الهلال کا نیا دور حیات شروع هوگا ، اور وه اس حالت سے بالکل مختلف هوگا ، جس حالت میں اس وقت تک نکلتا رها هے -

منیجر

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مورّخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہو کہ ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اُسی پر پورا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاط" پر اُتار دی گئی جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ انوِل کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اُس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اُس نے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اُس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

انوِل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادوں کو مورخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا جس کے ذریعہ اُس نے ۶۶۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ [illegible] تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا وہی استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارھویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعہ سے اس کی حقیقت معلوم کر لی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلے میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اس اسلحہ کو قدیم یونانی طریقہ سے زیادہ مکمل اور دُور رس بنا دیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اُترے

یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اُسوقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اُسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کی جا سکی اور صلیبیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کر دیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ وہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مورخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک اُنھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کر دیا۔ آقائے نامدار والٹر دو کیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اسوقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں [illegible] رہیں گے تو جل کر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابد الآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہو جائے گی۔ لہذا اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے گھٹنوں کے بل جھک کر رہیں اور اُس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے۔"

چنانچہ [illegible] دانشمندانہ رائے پر عمل [illegible] آگ کی پہلی بارش ہوئی [illegible] برج میں [illegible] تو ہم نے خداوند کے حضور سجدہ کیا [illegible] زاری کرنے لگے۔ [illegible] والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی [illegible] عظیم [illegible] سیدھی نکلتی ہے۔ [illegible] اُس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اُس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی [illegible] درندہ ہوا میں اُڑا چلا آتا ہے۔ روشنی اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی [illegible] آتا ہے۔ مسلمانوں نے پھر

یہ آگ اُس رات تین مرتبہ بڑے بڑے آلوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے آلوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آ رہی ہے تو اپنے فرش سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہو جاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچا لے!" مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آ کر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اُس برج کے قریب آ کر گری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہو جائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی تعداد میں آگ پھینکنا شروع کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا میں آگ کا دریا ہم پر اُمڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھا دی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کر دی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کر دیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ اُنھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کر دیئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو اُن سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پُل کے قریب بھی منجنیقیں لگا دیں۔ پُل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی آدمی نہ پُل کے قریب جا سکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اُسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے اپنے جہازوں سے منگا دیں تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے، اور نہر کو عبور کیا جا سکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اُسوقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو۔ [illegible] شکست کا غم اُس سے دور ہو جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ [illegible] برج اُس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کر دیں اور بیک وقت سب کے دہانے کھول دیئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہو گئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کر دی اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہو گیا!"

اسی طرح یہ مورخ بڑی تفصیل کے ساتھ [illegible] بھی اس یونانی آگ کا ذکر کرتا ہے [illegible] مطابق [illegible] آگ [illegible] مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی [illegible] بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مصر اور شام میں مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی۔ پھر دوسری اسلامی [illegible] نے بھی اسے معلوم کر لیا۔ چنانچہ طولس اور [illegible]

بتدریج شمپانزی ' گوریلا ' اورانگ ' اور اوتان کی قسموں نے ظہور کیا - یہ تمام بندر انسان کے قریبی عم زاد ھیں - علماء اِس ترقی کی جزئیات میں کتنا ھی مختلف ھوں ' لیکن کوئی دو مستند عالـم بھی اِس معاملہ میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انسان نے بندر ھی سے ترقی کی ھے - اور یہ ' کہ یہ ترقی ایک مسلم و ثابت حقیقت ھے - ڈاروین کا مذھب پچاس برس سے موجود ھے اور پوری طرح صحیح ثابت ھو چکا ھے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت ھو چکا ھے کہ شر اور برائی کا میلان انسان کی طبیعت میں فطری ھے ' اور یہ اُس نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا ھے - یہ بالکل یقینی ھے کہ انسان ' ایک حیوان ھی ھو ' اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقی کرکے خالص حیوانیت سے اِس درجہ تک پہنچ گیا ھو - وہ کوئی دیوتا نہ تھا ' جو طہارت و تقوی کے لباس میں ملبوس ' آسمان سے زمین پر اتر پڑا ھو - انسان کی روحی ترقی ھی نے اُسے باقی تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا ھے "

" ھمیں ھمیشہ حق کی جستجو میں لگے رھنا چاھیے - جب کبھی کسی حقیقت پر سے پردہ اُٹھے ' تو قدیم سے قدیم تقلیدی خیال کے بھی ترک کر دینے میں ھمارے اندر کوئی پس و پیش نہیں ھونا چاھیے ' اور نہ اس تبدیلی پر کسی طرح کا رنج محسوس کرنا چاھیے "

جب کبھی کوئی حقیقت ظاھر ھوتی ھے ' تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اُٹھتے ھیں : " ایمان خطرے میں پڑ گیا ھے ! "

" لیکن میرا تاریخی مطالعہ مجھے بتاتا ھے کہ ایمان صرف اُس وقت خطرے میں ھوتا ھے ' جب عقل قید کر دی جاتی ھے ' اور دماغ پر مہر لگا دی جاتی ھے - بعض لوگ کہتے ھیں " ھمیں مسیحی حقائق کو اُسی طرح محفوظ رکھنا چاھیے ' جس طرح ھمارے عقائد چلے آتے ھیں " لیکن میں من گھڑت حقائق کے وجود سے اپنی لا علمی کا صریح اعلان کرتا ھوں - بعض لوگ کہتے ھیں " جدید خیالات کفر و الحاد ھیں " لیکن میں کہتا ھوں " آج کا کفر ممکن ھے ' کل کا ایک راسخ دینی عقیدہ بن جائے ! "

" تمام وہ مسیحی جو تقلیدی بندشوں سے آزاد ھیں ' [illegible] ھیں نہ مذھب نشوو و ارتقاء اور حقیقی مسیحی تعلیم میں [illegible] نزاع نہیں ھے - کیونکہ خدا اپنی قدرت تدریجی ترقی میں بھی [illegible] طرح ظاھر کر سکتا ھے ' جس طرح دوسری [illegible] "

یہ پہلا موقعہ نہیں ھے کہ اِس موضوع پر اس [illegible] [illegible] ھے - اب سے [illegible] [illegible] خیالات [illegible] [illegible] اُس زمانے میں امریکہ کے پروفیسر [illegible] پر اس [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] کے [illegible] ممنوع [illegible] ھے ' [illegible] مذھب ھے - [illegible] کی حقیقت [illegible] نہایت [illegible] ھوں کہ [illegible] جماعت [illegible] علم کی اشاعت [illegible] - [illegible] مسیحی ھونے [illegible]

ے ھر ایسی تحریک کو انتہائی رنج و غم سے دیکھتا ھوں ' جو مسیحی دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتی ھے "

" بے شمار دلائل سے ثابت ھو چکا ھے ' اور متمدن دنیا میں ھر مستند عالم اس کا اعتراف کر رھا ھے ' کہ انسان نے ایک ایسی مخلوق سے ترقی کی جو بندر سے مشابہ تھی ' انگلستان میں ھر روشن خیال مسیحی کا اعتقاد یہی ھے - یہاں کے تمام مشاھیر لاھوتی علماء بھی اِسی راے کو خیال صحیح سمجھتے ھیں - یہ اعتراف مسیحیت کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دے گا - کیونکہ یہ اُس روحانی اساس کو جو ھم مسیح سے اخذ کرتے ھیں ' اس درجہ معقول بنا دیتا ھے کہ کوئی بھی اُس سے انکار نہیں کر سکتا "

" ھم کتنا ھی انکار و مغالطہ کام میں لائیں ' مگر مسیح کی تعلیمات سے جو عہد جدید میں موجود ھیں ' ھرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد قدیم کی کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح ھے - لوگ یہ بھول گئے کہ کتاب مقدس روحی حقائق کا خزانہ ھے ' نہ کہ تعلیم و تدریس کی کوئی علمی کتاب ھے - لوگ یہ مسیحی عقیدہ بھی بالکل بھول گئے کہ " روح القدس برابر لوگوں کی عقلیں وسیع کرتی رھیگی تا کہ وہ حق تک پہنچ سکیں " یہ لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے ھیں ' کیونکہ سمجھتے ھیں ' حق کے اعتراف سے مسیحی عقیدہ کمزور ھو جائے گا - مگر یہ اُن کی غلطی ھے - علم کی اِس مقاومت کا نتیجہ اِس کے سوا اور کچھہ نہیں ھو سکتا کہ ھزار ھا طالب علم ' مسیحیت کے دائرے سے یہ یقین کرتے ھوے نکل جائیں کہ مسیحیت کی بنیاد سراسر جہل و خرافات پر ھے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ' خیر مشترک ھے (نارمن انجل)

اشتراکیت کی سب سے [illegible] تعریف یہ ھے کہ وہ سوسائٹی کے مادی اقتصادی قوی کو منظم کر کے انسانی قوتوں کے ماتحت [illegible] ([illegible])

اشتراکیت [illegible] [illegible] نہیں ھے کہ انسان کیلیے ایک نیا عالمگیر [illegible] ([illegible])

اشتراکیت [illegible] کی عملی صورت ھے - ([illegible])

عملی اشتراکیت [illegible] ھے - یعنی عالمگیر انسانی تعاون [illegible] کی ماتحت ([illegible])

اشتراکیت [illegible] ھے جسے اینگ دنیا کی [illegible] کے نہیں [illegible]

اشتراکیت [illegible] پر منظم کر دیگی ' کہ [illegible] محسوس [illegible] سے پوری نوع انسانی کی خدمت کر رھا ھے [illegible]

اشتراکیت [illegible] نظام جمہوری کے ساتھہ [illegible] اور سرمایہ [illegible] (برٹرنڈ رسل)

	درآمد
مجموعی درآمد:	"

تفصیل

ریلوے کا سامان ×	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف	۶۵۲۹۳۰۰۰
سوت	۷۱۳۴۲۷۰۰۰
ریشم	۲۳۶۵۴۰۰۰
خام ریشم	۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر	۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۴۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزا، رنگ اور سمیات وغیرہ	۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی	۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ	۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان	۵۱۲۷۰۰۰
صابن	۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو	۲۲۶۱۸۰۰۰
دیاسلائی	۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب	۳۵۴۸۷۰۰۰

مجموعی برآمد: برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ	۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت	۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام	۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے	۲۲۰۴۰۰۰۰۰
خام چمڑا	۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا	۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج	۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس	۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ	۳۱۹۰۱۰۰۰
کیمیاوی اجزا، سمیات اور دوائیں	۳۵۱۲۰۰۰
ابرک وغیرہ	۵۸۶۴۰۰۰۰

دُنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰/۳	۱۵/۶	~~۱۱۱/۹~~ ۷۵.۹
کوبا	۷۳/۱	۴۰/۷	۱۱۳/۸
برازیل	۶۸/۶	۴۸/۶	۱۱۷/۲
ڈنمارک	۵۸/۷	۱۷/۱	~~[illegible]~~ ۷۵.۸
سوئیڈن	۶۸/۰	۶۸/۷	۱۳۶/۷
آسٹریا	۴۲/۶	۶۶/۳	۱۰۹/۹
زیکوسلادیا	۹۱/۶	۶۴/۷	۱۵۶/۳
اسپین	۵۰/۸	۱۰۶/۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶/۲	۸۲/۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷/۰	۴۶/۶	۱۴۳/۶
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹/۳	۶۵/۸	~~[illegible]~~
اسٹریلیا	۱۲۷/۸	۱۰۳/۱	۲۳۰/۹
روس	۸/۶	۲۹/۳	۳۷/۹
بلجیم	۱۰۵/۰	۱۵۷/۲	۲۶۲/۲
ارجنٹائن	۱۲۴/۷	۱۳۹/۴	۲۶۴/۱
اٹلی	۱۰۳/۸	۱۷۰/۶	۲۷۴/۴
ہالینڈ	۱۰۵/۴	۱۶۹/۲	۲۸۱/۶
چین	۱۲۲/۸	۱۷۷/۲	۳۰۰/۰
کنیڈا	۱۹۸/۲	۱۷۰/۸	۳۶۹/۰
جاپان	۱۷۹/۵	۲۰۷/۳	۳۸۶/۸
جرمنی	۱۹۴/۳	۳۰۳/۵	۴۹۷/۸
فرانس	۳۷۷/۹	۴۷۳/۵	~~[illegible]~~ ۸۵۱.۴
ولایات متحدہ امریکہ	۸۶۶/۰	۸۲۸/۰	۱۶۹۴/۰
برطانیہ	۸۲۳/۲	۱۰۰۳/۱	۱۸۲۶/۳
ہندوستان	۱۸۰/۹	۱۵۷/۴	۳۳۸/۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈو چائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۶۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۴۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یوپی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اڑیسہ	۱۴۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۹۷۰۰۰
سی پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۳۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	"
بنگال	۶۲	"

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۷ کرور من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۹۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۶۱۴۶۹۸	۲۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۴۳۸۴	......
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۶۵	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۶۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۶۹۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۴۳۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۲۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۴۹۹۱۷۶۷۱	۱۴۷۲۵۶۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۳۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۳۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۲۳۹	۹۸۶۷۳۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۷۵۳

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی، سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۲۷۵۲۵	۳۰۰۶۶۴
مدراس	۱۶۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۶۸۷۶
بمبئی	۶۲۱۰	۱۶۰۹	۲۵۰۶۵۷۵۴	۵۹۸۰۴۶۰
بنگال	۲۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۳۴۵۶۲۲	۸۰۵۷۲۲۷
یوپی	۴۳۳۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۹۴۶۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۴۵۴۳۱۲
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۶۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۲۵	۵۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۲۳۵۴	۲۰۱۹	۱۰۵۵۸۶۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۳۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کورگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۶۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱ و ۲۲	سنہ ۲۲ و ۲۳	سنہ ۲۳ و ۲۴	سنہ ۲۴ و ۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۴۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۲۳۴۵۷۲۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۸۴
میزان	۶۳۴۳۷۸۴۸	۶۸۲۴۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴ و ۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ: ۳۱۳۶۰۰۵۱۷۵ - روپیہ

انگلستان سے لیا گیا: ۳۴۱۰۴۰۴۳۰ - پاؤنڈ

میزان کل: ۸۲۵۱۹۱۴۶۲۴ - روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰ - روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۲ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۲۳۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی ”	۵۳۷۵۰۰۰۰
کوئلہ	۲۲۳۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات	۲۴۴۳۶۱۱۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جورول صوی کی آواز ہے۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب ہانم نے اعتراض کیا ہے اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہے جو گویا برطانیہ کی آواز ہے۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ اُنھوں نے ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ٹرکی اپنی سرحدوں میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہے، جس سے آرمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہے"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہے کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شایع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہے۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شایع کر دیا ہے، جو بعینہ وہی ہے جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہے جو اُنھوں نے ۷ار نومبر ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہے "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب ہانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہے "میں ہرگز امریکن حمایہ کی موید نہیں تھی جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہے۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ امریکن جگر داری کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہے۔ لندن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہے، محض اُنہی کی ہمت و تدبیر سے ہوا ہے!" لیکن ساتھ ہی ان لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہے:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہے۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، مدلل کہا ہے۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر طرف سے اُن کے پاس پیغام آ رہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد، خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کر دے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شایع کر دیا ہے۔

ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہے:

"خلق فرقہ سی" کیا ہے؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہے۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہے کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہے۔ یہی باعث ہے کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہے اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہے"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہے تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجرا اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم اُس کا عدالتی مسلک ہے۔ وہ چاہتی ہے جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آ جائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات! اُس کا خارجی مسلک ہے"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہے کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے۔ ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہے۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ر اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سُنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہے کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کرور ۴۰ لاکھ ہے۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۹ لاکھ ۵۰ ہزار ہے۔

میں ایک صحافی کی طرح نقل و روایت کا فرض انجام دیتا ہوں نقد و بحث میرا کام نہیں ہے۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ لکھنے میں تأمل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس پر متفق نہیں ہے۔ بیرونی دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہو گی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہے۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکہ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور وزیر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں تھوڑی بہت سیاسی اصلاحات جو ڈیوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امرا کو اسی نے قتل اور جلاوطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی۔ تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسری طرف جرمن دفتر جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجدیتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ بلکہ کیوں اُس کے احکام سے سرمُو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شائع کر کے دُنیا کو بتلایا ہے کہ: "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہے، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہے، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہے۔ یہ پرنس یوسوپوف ہے۔ اسی

بریدِ شرق

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ - مسئلۂ خلافت - خطبہ کا عام اثر - جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک - ترکی کی نئی مردم شماری -

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کردیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہوگئی۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلاً بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور اُنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکریٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرزِ عمل کے ذریعہ غازی مصطفےٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی قوم کے سامنے پیش کردے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کردیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہوجاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں اُنھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کردی اُنھوں نے کہا کہ اُن کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے اُنھیں جسقدر بھی مکانات اور آراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کردی ہے، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"لوزان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہوگئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہوچکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیر اعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت، انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مُصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہیے۔

لہذا اب ضروری ہوگیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ ہی کردیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ راکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہوگئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہوگیا، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کردی گئی عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سنا مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی دعایتہ وسیع پیمانہ پر شروع کردی۔ اس جماعت کے سرگروہ، رؤف بک، رفعت پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہیے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کررہے ہیں۔ ان لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہیے لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہوگیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہوگا، لہذا میں سمجھ گیا اور یقین کرلیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آگیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کردیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہوگئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کرلوں مگر میں نے ان لفظوں میں انکار کردیا:

"دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ ان اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرادیں۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کردیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہوچکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کردی یہ کہنا ضروری نہیں کہ ان سازشوں میں بھی کیے بعد دیگرے ناکام ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی:

"نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کر اور ابد الآباد تک جمہوریت برقرار رکھ!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر اُنھوں نے کہا:

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہوسکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے، تاکہ تجھے اُس سے محروم کردیں۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہوجائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی پس و پیش نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات از حد نازک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کرچکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جاچکے ہوں، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہوچکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمین چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آکھڑی ہو۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگاتار جان دیتی رہے۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ کہیں باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو اے حضرات! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے ابتک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کردی:

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز بروسہ، طرابزون، ارضروم، آنطالیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے "خلق فرقہ سی"، (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبّر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہے:

"قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف وحالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گر نہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہے لیکن واقعہ ہے کہ اس عالم ترقی میں ہی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہوگئے ہیں، اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دُور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑے گا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہے۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہے اور آبادی بھی دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی ہے۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں ۴۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی، صرف اُتنی آبادی کی قوت پر قائم ہے، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہے!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہے۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دُور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبّروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم اور ہجرت کے عملی نظام پر غور کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کر دی جائے کہ نہ کہیں زیادہ ازدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہے کہ برطانی مدبّروں کو اسمیں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہہ و بالا کر ڈالے گی!

یہ کس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہے:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں یکقلم صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یکقلم زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف دیہات خالی ہوگئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہے، جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہو جائیں گے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت وحرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ترقی عارضی ہے، اور مستقبل قریب میں اپنی طبیعی حالت پر آجانے والی ہے۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہو جائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر دونوں کی طاقت سے باہر ہو جائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہوسکی۔ صنعت وحرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہے، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دُور ہو جائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ممالک کی ملک گیری میں سب سے زیادہ چست و چالاک ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز ہو رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں کیونکہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کر کے شہروں میں پہنچ گئی ہے اور صنعت پیشہ بن گئی ہے۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے۔ آبادی شہروں میں جمع ہوگئی ہے۔ چنانچہ صرف دو شہروں، یعنی ملبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہے، جو پورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہے حالانکہ معلوم ہے، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہے کہ برطانیہ اتنے آدمی کہاں سے لائے گا جو ان وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب برطانیہ کے پاس سردست کوئی نہیں ہے!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی، سب سے پہلے برطانی ہونی چاہیے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ نمایاں اور غالب رہنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ورنہ وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہو جائے گی۔

آخری برٹش امپیریل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا

"میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ان مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہے!"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہے۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ برطانی شہنشاہی میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالت اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہوگئی ہے، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہے۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہیے۔ ورنہ ظاہر ہے کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کرلی گئی ہے کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہے، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اسی بات پر موقوف ہے کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہو جائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصوں میں مناسب طور پر تقسیم کر دئے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بنیاد ہے، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبّر اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہے کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ محیط اٹلانٹک کی طرح محیط پیسفک بھی صنعت وحرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکز سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کر جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خام پیداوار حاصل کر سکیں اور بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہونچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ اس وقت بھی پیش آ رہا ہے۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں، اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہو جائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے لئے خالی کر دینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے، اور دنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غفلت و غرور ہے۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں ڈالتے خصوصاً امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہے، اور قریب ہے کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

ان حالات کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو چکا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح، جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہوگئی ہیں"

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہے۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی، ادبی... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی رونق و مقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہے۔ میرے دوست یہ سنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی، ۲۷۵،۰۰۰ روپیہ ہے۔ اور اس کا دسواں حصہ خالص بچت ہے!

میرے دوستوں کا تعجب اس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ، امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہے۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ ولایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ ہے۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخباروں کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہے؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہے۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزانہ اخبار ہیں اور ۲۸۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ ان کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کروڑ ہے۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ شائع ہوتا ہے!

اس ترقی کا اصلی راز یہ ہے کہ جاپان میں تعلیم عام ہوگئی ہے۔ اعدا

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و عبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ " وہ قتل کر دیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ " راسپوٹین قتل کر دیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہے۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ اسمیں وہ اعتراف کرتا ہے کہ " راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہے:

" میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبور ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کر ڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کر کے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ باہم گر تعلقات بڑھانے میں صرف کر ڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پُوری طرح مجھ پر بھروسہ ہو گیا، اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا"

اس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

" گیارہ بجے رات کو سیر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں۔ ان میں دستم قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز قسم قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے..."

" میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اسمیں ۶ کیک تھے۔ ڈاکٹر لازورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر" سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دئیے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہے کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہے۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کر لی تھیں"

" جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہے کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیا لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کر دیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رُعب طاری کر دیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص ولی اللہ ہے، اور زہر سے واقف ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہیں خوف سے نیچے کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھا لیا " تمھاری خاطر سے!" اور بلا تامل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہے۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنسکر باتیں کر رہا ہے!"

" پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے کھڑا ہو گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مر جائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کر دئیے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

" ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کر دیا " باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہئیے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا " خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو مُردہ پڑا ہوگا!"

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہو گیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کر دیا"

" پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹا لیں اور صلیب پر جما دیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مر گیا!"

" میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہو گئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا"

" راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جا کر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہو گئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا!"

" وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا"

" اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مر چکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تأثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہے، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہو جایا کرتی ہے۔ دراصل خوف و دہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُسوقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہو چکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جسقدر قاب اُٹھا کر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھایا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہو جایا کرتی ہے

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہے کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلیین کو ملاطہ (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ دیوی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویرس نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

اشتہار

کے لئے

وشمار سے ثابت ہوتا ہو کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۱ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی، اور اعلی تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۴ ہزار ہو۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۵ لاکھ سے زیادہ رہتی ہو۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہو۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سنہ ۱۹۲۵ کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہو کہ جاپان میں مختلف علوم و فنون پر ۸۲۰۸۰ کتابیں شایع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی، اور چین سے ۵۰ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہوگئیں جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلان کتابوں ہی کے شایع ہوتے ہیں، اور اُنہی سے زیادہ اُجرت حاصل ہوتی ہو۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہو۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۲ لاکھ ہو اور آخر الذکر کی ۸ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی" دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہو۔ میرے خیال میں دُنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لنڈن کا "ڈیلی میل"، اور پیرس کے "جرنل" اور "پتی پاریزان" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵ لاکھ سے ۱۱ لاکھ تک ہو!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانچی" کمپنی کی ملکیت ہو، اور ۸ بڑے صفحوں میں نکلتا ہو۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہو کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہو۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُرامن جنگ جاری ہو۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہو۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

سنہ ۱۹۲۴ میں اخبار "مانچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کر دیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ۵ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اس پر اخبار "اوساکا اساہی" نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا ٹوکیو اور سندائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کر دیا!

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہو کہ تمام بڑے بڑے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شایع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شایع کرتا ہو۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہو کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں وہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانچی" کمپنی نے سنہ ۱۹۲۳ کے جاپانی زلزلے کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۴ ہزار پونڈ خرچ کئے تھے۔ اسی طرح سنہ ۱۹۲۶ میں جب مشہور ہوا کہ شہنشاہ جاپان، حالت نزع میں ہو، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ وہ فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کر کے شایع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہو کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہو، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی، یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہو۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہو جائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں"

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

تازہ ڈاک کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہو:

"ہنسی کیا ہو؟

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنّجی حالت ہو جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہو۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہو کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر مُنہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھُل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہو۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہو جاتا ہو۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہو، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہو۔ پھر تشنّجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہو۔ انسان بے خود ہو کر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہو، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہو۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہو۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہو، لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کر لے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہو۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہو۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہو۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کر دی جاتی ہو۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گدگدی کا اثر اس امر کی علامت ہو کہ جسم، زندہ اور حساس ہو۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہو جاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہو جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہو۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی، انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہو۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہو۔ علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہو کہ ہنسی صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں ہو، جیسا کہ قدماء خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اپنی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنس کر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی، درحقیقت چہرہ، آنکھوں اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک دعوت ہو!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں وہ خاص حالات میں اپنا مُنہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہو۔ اُسکا بیان ہو کہ لنڈن کے زندہ عجائب خانے میں اُسنے متعدد شپانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہو۔ بندر پروفیسر موصوف سے جان پہچان رکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہو کہ اُسنے بہت سے بندروں کو بغل میں اسی طرح گدگدایا، جس طرح آدمی آدمی کو گدگداتا ہو۔ اس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہو۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہو کہ کتّے بھی ہنستے ہیں لیکن، کتّوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف مُنہ کھُلتا ہو اور دانت نکل آتے ہیں۔

مدبرین انگلستان کے بعض اقوال

ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کر دیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی سنہ ۱۸۴۸)

"لڑاؤ اور حکومت کرو"، قدیم رومن مقولہ ہو اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے ... مجھے یقین ہو کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہو جائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب رکھیں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ ممکن ہو میں اس باب میں اپنا یقین پوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی سنہ ۱۸۵۰ء)

ہماری بہترین حکمت علی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو سنہ ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلاف پوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو"، ہماری حکومت کا حکومت کا اصل الاصول ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک سنہ ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کر دیا گیا۔

(ہنٹر سنہ ۱۸۶۸ء)

۱۹۲۷

الهلال

نمبر ۲٤ — جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲٤ — کلکته : جمعه ٦ . جمادی الثانی ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 2, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٨٤٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق هون	۱٦۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئی چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسی جہاز " شاسور " نامی پر سوار ہوگیا - اس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کی جگہ کچھہ عجیب پیچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اس نے کپتان سے پوچھا ' تو اس نے کہا " انگریزی بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اس سے بچ کر چلنا ضروری ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزی بیڑہ میں قید تھا - انگریزی جنگی جہاز " لیون " نے فرانسیسی جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(۵)

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپنی رفیق حیات کی جدائی کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسری طرف اپنی سرکاری مہم کی ناکامی کا داغ تھا - وہ انگریزی جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑی مصیبت یہ تھی کہ اب ایک بڑی مدت تک کے لیے وہ آزادی سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگی قیدی تھا - اسلیے اس کی رہائی صرف دو ہی صورتوں میں ہوسکتی تھی - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگی قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اس کی کوٹھری کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنٹ تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اس کی صورت دیکھتے ہی خیال کیا کہ غالباً یہ اس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سؤالات کریگا - جو سرکاری مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاری کے وقت ہی اس سے لیلی گئی تھی - سب سے زیادہ مقدم اسے اسی مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آگئے - بہر حال خواہ کچھہ ہی کیوں نہ ہو ' میں ان کم بختوں کے سوالات کا کوئی جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہوگیا ' جب اس نے دیکھا کہ جان بارنٹ نے وہی مراسلت جیب سے نکالی ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سربہ مہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کی بالکل کوشش نہیں کی - اس کی تمام مہریں اپنی اصلی حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمھیں واپس دیدی جاتی ہے - اسے لیلو - شاہی حکم کی رو سے اب تم آزاد ہو - تمہیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کردیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اس درجہ خلاف تھی ' کہ کئی لمحہ تک فوریس باور نہ کرسکا - آخر اس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعی یہی مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اتار دیا جائیگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاری بیوی بونا پارٹ کی آغوش میں ہے ! "

(۶)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کی پوری سرگزشت انگریزی جاسوس نے معلوم کرلی تھی - اسکندریہ اور دمیاط میں اس کے آدمی موجود تھے ' اور الفی بک مملوک کی اعانت سے تمام مصر کی خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنٹ کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اس کی بیوی کے ساتھہ بے غل وغش عیش کرے ' تو اس نے انگریزی بیڑہ کے افسروں کو اس کی اطلاع دیدی - جب فرانسیسی جہاز کی گرفتاری کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہی ہے - وہ اسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اس طرح وہ نپولین کے دلی مقصد کی تکمیل کر دیتے - انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اسے مصر واپس کر دیا جائے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جائے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اس طرح اس بلا سے انہیں نجات مل جائیگی -

(۷)

ادھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہی اس کی بیوی نپولین کے قبضہ میں آگئی اور شب و روز ساتھہ رہنے لگی - نپولین کا اب اس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئی ' اور سپاہی میڈم کو " ہماری مشرق کی ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھی چند ہفتے بھی اس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزی جہاز نے نہ صرف اسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزی جاسوس نے تمام ضروری معلومات بھی بہم پہنچا دیں - اسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اسکی بیوی کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹہاٹھہ سے رہتی ہے -

وہ سیدھا اس مکان کی طرف چلا - واقعی اسکی بیوی قیمتی لباس میں ملبوس موجود تھی - شوہر کو اس طرح اچانک دیکھہ کر ڈر گئی ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑی -

اسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ انکی تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کی درخواست پیش کرکے اپنی بیوی سے علحدگی کرلی تھی - دوسری یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنٹ کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستی نہ تھی جو اس آسانی سے قتل کر ڈالی جاتی - ابھی اسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکی اخلاقی زندگی

(انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی)

میدان جنگ اور حجلۂ عرس !

(میدم پولین سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق ہوا تھا -

گیرٹرڈ اریتز Gertrüde Aretez جسکی جدید الشیوع کتاب کا ذکر ان صفحات پر ہو چکا ہے ' میدم پولین کی نسبت لکھتا ہے :

اس معاملہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۹ - مئی ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کی فتح کیلیے روانہ ہوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بہت زیادہ خائف تھا ' اور انکی آنکھ بچا کر نکل جانا چاهتا تھا - یعنی انگریزی امیر البحر نلسن ' اور انگریزی جاسوس جان بارنگ -

اِس سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کی رفاقت ممنوع قرار دیدی تھی - جن عورتوں کو چلنے اجازت دیگئی تھی ' ان میں خود اسکی داشتہ میدم وردیا بھی تھی جسے وہ اٹلی سے اپنے ساتھ لایا تھا -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامی ایک فوجی افسر تھا - اسنے حال ہی میں شادی کی تھی - اسکا دل اپنی بیوی کی جدائی پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا تھا - مگر مشکل یہ تھی کہ عورتوں کو ساتھ لیجانے کی ممانعت تھی - آخر اسنے یہ ترکیب نکالی کہ بیوی کو سپاهی کی وردی پہنا کر اپنے ساتھ لے لیا تا کہ دونوں بے روک ٹوک ساتھ رہ سکیں !

اس وقت کے اکثر مورخین کا بیان ہے کہ ماہ اگست میں نپولین نے قاہرہ کے باہر ایک جلسہ کیا تھا ' جس میں اسکا پورا جنگی اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تھیں - اِسی جلسہ کے موقعہ پر نپولین نے میدان میں اپنی فوج کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار دیکھا - سپاهیوں میں ایک شخص غایت درجہ خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تھا - نپولین نے جنرل برتیہ کو حکم دیا کہ اِس شخص کا پتہ لگائے - اسی دن شام کو جنرل نے یہ عجیب خبر سنائی کہ " وہ سپاهی مرد نہیں ہے - عورت ہے - اور بائیسویں رسالہ کے ایک افسر کی بیوی ہے "

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور انکی عورتیں مدعو کی گئی تھیں - خصوصاً میدم فوریس بھی خصوصیت کے ساتھ بلائی گئی تھی !

(۳)

چنانچہ دعوت کا جلسہ منعقد ہوا - میدم بغیر اپنے شوہر کے بلائی گئی تھی - اس کے شوہر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پھر ڈرا ' اور اجازت دیدی - چنانچہ تمام مہمان جمع ہوگئے - حسب معمول نپولین بر امد ہوا - سب تعظیماً کھڑے ہوگئے - وہ لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میدم فوریس اور متعدد ممتاز سپہ سالار کھڑے تھے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا ' اور ایک پیالی چائے نوش کرلینے کی درخواست کی - درخواست منظور ہوئی ' اور نپولین بیٹھ گیا - میدم بالکل اسکے مقابل کھڑی تھی -

میدم فوریس نے دیکھا ' سپہ سالار اُسے پر معنی نظروں سے دیکھ رہا ہے - وہ بہت کم عمر تھی - شرما گئی - نپولین اسکی حالت کا بغور مطالعہ کرتا رہا - مگر بالکل خاموش رہا - چائے جلدی سے پی لی ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسہ سے اٹھ گیا -

مہمانوں نے رات کا کھانا کھایا ' اور کافی پینے لگے - میدم فوریس جس میز پر تھی ' اس کے ایک طرف جنرل ڈی بوی بیٹھا تھا - دوسری طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافی کی بھری ہوئی پیالی جان بوجھ کر اس طرح میدم فوریس پر گرا دی ' کہ سب نے اسے اتفاقی حادثہ سمجھا - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپنی غفلت پر بڑی فصاحت سے ندامت کا اظہار کیا - فوراً کافی کا دھبہ پانی سے دھلوایا گیا جس سے میدم کا لباس اور زیادہ بھیگ گیا - اِس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیے مکان کی بالائی منزل پر چلی جائیے " میدم چلی گئی - وہاں نپولین منتظر بیٹھا تھا !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میدم کے شوہر فوریس کو حکم ملا کہ جنرل برتیہ سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑی بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " دوست ! تم بڑے ہی خوش نصیب ہو - کیونکہ فرانس جا رہے ہو - سپہ سالار تمہیں ایک خفیہ مہم پر پیرس بھیج رہا ہے - ایک گھنٹہ کے اندر روانہ ہو جاؤ - یہ لو ' اسکندریہ کے سپہ سالار کے نام حکم ہے کہ تمہارے سفر کیلیے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا دے "

فوریس بد حواس ہوگیا - حیران تھا ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگی سے جنرل کا شکریہ ادا کیا اور کہا " اگر مجھے فوراً ہی روانہ ہو جانا ہے تو میں اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاؤنگا "

جنرل نے غصہ سے کہا " بیوی ! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتھ اپنی بیوی کو لیجا سکتے ہو ؟ خصوصاً جب کہ راستہ میں انگریزی بیڑہ موجود ہے اور تمہیں قید کر لے سکتا ہے ؟ "

چراغ رہا ہو ہزاروں بحثیں ۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر نو سو ننانوے باتیں کہکر چھوڑ دینی پڑیں ' اور ہزارویں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو انہیں ایسا کرنے میں بھی کبھی تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھل جاے اور حقیقت اور سچائی کی جھلک دیکھہ لے !

(طبیب اور داعی)

افسوس ' قرآن کہاں لیجانا چاھتا تھا ' اور دنیا نے اسے سر پر رکھکر کدھر کا رخ کیا ! ھمارے مفسرین متکلمین ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ھوگئے کہ انہیں دوسری راھوں کی خبر ھی نہ رھی - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقی ھی نہیں ھوتے - طبیب اور معالج بھی ھوتے ھیں - طبیب کا فرض کیا ھوتا ھے ؟ کیا یہ ھوتا ھے کہ مریض سے اس کی جہالت اور نا دانی کی ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' ھزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ھے ' تو اس کی ساری قابلیت صرف اسی ایک نقطہ میں مرکوز رھیگی کہ کسی طرح مریض کو شفا حاصل ھوجاے ' اور کسی طرح موت کی جگہ زندگی کا دروازہ اس پر کھل جاے - بسا اوقات ایسا ھوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ھوگی - لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ھے ' بہتر معدہ خلق نہیں کردے سکتا - بہت ممکن ھے ' مریض کا معدہ اتنا قوی نہ ھو کہ اس درجہ کی مقوی غذا کا متحمل ھوسکے - جونہی طبیب کو معلوم ھوگا کہ میری تجویز کی ھوئی غذا اسے پچ نہیں سکتی ' وہ فوراً اسے ترک کر دیگا ' اور دوسری غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسری غذا بھی مریض ھضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسری غذا تجویز کردے - بلکہ ھوسکتا ھے ' چوتھی اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا ھضم نہ ھوسکنے کی شکایت کرتا رھیگا ' طبیب غذا بدلتا رھیگا - وہ کبھی یہ نہیں کریگا کہ ایک ھی غذا تجویز کرکے اس پر اڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض ھضم کرسکے یا نہ کرسکے ! یہ رھی لقمے اسکے حلق میں ٹھونستا رھے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ھوگا ' نوع انسانی کا سب سے زیادہ جاھل فرد اور سب سے بڑا قاتل ھوگا !

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسی عمل سے مشابہت پیدا کی جا سکتی ھے ' تو وہ حکماء کی حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں ھے - اطباء کا معالجہ ھے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاھتا ھے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاھتے ھیں - ان کا سلوک بھی اپنے مریضوں کے ساتھہ ھمیشہ ویسا ھی ھوتا ھے - جیسا ایک طبیب کا ھونا چاھیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاھتے - اسے تندرست کرنا چاھتے ھیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کی ایک دماغی غذا مریض کے سامنے رکھتے ھیں - غذا ھر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ھوتی ھے - لیکن انہیں معلوم ھوجاتا ھے کہ جہل و ضلالت نے مریض کی فکری حالت اس درجہ خراب کردی ھے ' کہ یہ غذا اس کا دماغ ھضم نہیں کرسکتا - یعنے اس کی سمجھہ کی کجی اور دل کی گمراھی ساتھہ نہیں دیتی - جونہی انہیں اس حالت کا احساس ھوتا ھے ' ایک طبیب حاذق کی طرح فوراً غذا بدل دیتے ھیں ' اور کوئی دوسری غذا جو اس کا معدۂ فکر ھضم کرسکے ' سامنے رکھدیتے ھیں - انہیں اس بات کی بالکل پروا نہیں ھوتی کہ پہلی غذا کیوں بدلنی پڑی ؟ اس لیے کہ مقصود کسی خاص غذا کا کھلادینا نہیں ھے ' بلکہ ایسی غذا کا کھلانا ھے جو مریض ٹھیک طور پر ھضم کر سکے - ھضم کی استعداد کے لحاظ سے ھر مریض کی حالت یکساں نہیں ھوتی - ایک مریض کے لیے دودھہ سے زیادہ زود ھضم غذا کوئی نہ ھوگی - لیکن یہی دودھہ دوسرے مریض کے لیے ناقابل ھضم ھوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا ھے - وھی حال دماغ کے لیے فکر کا ھے - ذھن و فکر کا ایک بیمار ایسا ھوگا جو ایک خاص طرح کی دانائی قبول کرلے سکتا ھے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وھی بات ناقابل فہم و تاثر ھوگی - انبیاء کرام علم و یقین کی بہتر سے بہتر دانائی رکھتے ھیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودھہ کے بہتر غذا ھونے پر کون حرف لا سکتا ھے ؟ لیکن اس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ھے [illegible] دودھہ جیسی [illegible] اور زود ھضم غذا بھی ھضم نہیں کرسکتا ؟

یہی معنی ھیں اس آیت کریمہ کہ : انك لا تهدى من احببت ، و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ! (۲۸ : ۵٦) حالانکہ انبیاء کرام کے ھادی ھونے پر خود قرآن بار بار شہادت [illegible] دے چکا ھے کہ : و انك لتهدى الى صراط مستقيم ! (۴۲ : ۵۲) تو مطلب یہی ھے کہ پہلی قسم کی آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کی نفی ھے ' اور دوسری میں استعداد رکھنے والوں پر سچائی کی راہ کھولدینے کا اثبات ھے -

(بابل کا طبیب حق)

کئی ھزار برس گزرے ' اس بیمارستان ھستی میں ایک طبیب حق ابراھیم خلیل بھی تھے - ان کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاھی کے گھمنڈ کا روگی ' اور جہل و طغیان کی بیماریوں سے بد حال تھا - انھوں نے اس کے سامنے علم و بصیرت کی ایک غذا رکھی : " ربی الذی یحیی و یمیت " میرا تو اس پروردگار پر ایمان ھے جس کے قبضۂ و تصرف میں ھماری موت و حیات ھے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھی جو شک اور انکار کے کسی مریض کے لیے ھوسکتی ھے - لیکن مریض اپنے معدہ کی صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتنی ھلکی اور سادہ غذا بھی ھضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ھیجان میں بول اٹھا " انا احی و امیت " اگر تمھارے پروردگار کی یہی صفت ھے تو یہ بات تو مجھے بھی حاصل ھے - لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ اختیار میں ھے - جسے چاھوں ھلاک کر ڈالوں - جسے چاھوں ' زندگی بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراھیم کو معلوم ھوگیا کہ غذا گو بہتر تھی ' لیکن مریض کے معدے میں اتنی بھی صلاحیت نہیں کہ اسے ھضم کر سکے - انھوں نے فوراً پہلی تاب مثالی ' اور ایک دوسری غذا پیش کردی : " فان الله یاتی بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب ! " اچھا ' اگر ایسا ھی ھے ' تو دیکھو ' یہ سورج ھمارے سروں پر چمک رھا ھے - یہ ھر روز پورب سے نکلتا ھے اور پچھم کی طرف ڈوب جاتا ھے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ ! یہ غذا ٹھیک اسکے معدہ کی استعداد کے مطابق تھی - حلق سے اتری ' اور ھضم ھوگئی : " فبهت الذی كفر " اب اس میں کچھ بحثنے کا دم خم نہ رھا - دم بخود ھوکر رھگیا !

خدا را غور کیجیے - بات کتنی صاف اور دلاویز تھی ' اور مفسرین نے اسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھہ دھندا بنا دیا ھے ؟ اگر حضرت ابراھیم کا طریق بیان مجادلانہ ھوتا - ھدایت کا نہ ھوتا - تو وہ اپنی پہلی بات ھی پر مخاصم سے الجھہ پڑتے '

باب التفسیر

حجة ابراهیمی

ایۂ کریمه " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقه

(از مولانا ابو الکلام)

(٤)

(ایۂ زیر تدبر کي تفسیر)

اب آیت زیر تدبر پر غور کیجیے :

الم تر الى الذى حاج ابراهیم فى ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهیم : ربى الذى یحیي و یمیت ـ قال : انا احى و امیت ـ قال ابراهیم : فان الله یاتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذى کفر ، و الله لا یهدى القوم الظالمین ! (۲ : ۲٦۰)	اے پیغمبر ! کیا تمہیں اس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے محض اس وجه سے که خدا نے اسے پادشاهت دے رکهي تهي ' جهل و غرور میں سرشار هوکر ابراهیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں حجت کي ؟ جب ابراهیم نے کہا : میرا پروردگار وہ ہے جو زنده کرتا ہے اور مارتا ہے - تو اس نے کہا ' یه تو میں بهي کر سکتا هوں - میں جسے چاهوں ' ماردوں - جسے چاهوں زندگي بخش دوں -

اِس پر ابراهیم نے کہا : اچها ' اگر ایسا هي ہے تو خدا همیشه سورج کو مشرق سے نکالتا ہے - تم مغرب سے نکال دکهاؤ ! یه سنکر وہ هکا بکا رهگیا - اور الله کا قانون یه ہے که ظلم کرنے والوں پر هدایت کي راہ کبهي نہیں کهلتي !

(۱) سب سے بڑا الجهاؤ جو اس آیت کي تفسیر میں پڑگیا ہے ' وہ حضرت ابراهیم کا انداز سخن ہے - جب مخاطب نے ایک ایسي بات کے جواب میں جو اثبات مدعا کیلیے قطعي / اور نہایت درجه واضح تهي ' جهل و غرور سے ایک نہایت لغو بات کهدي ' تو حضرت ابراهیم نے نه تو اپني بات کي مزید تشریح کي ' نه مخاطب کو اس کے جهل و نا فهمي پر متنبه کیا ' بلکه فوراً پہلي بات چهوڑکر ایک دوسري بات کهدي - " فان الله یأتي با لشمس - الخ " مفسرین نے طرح طرح کي توجیهیں کي هیں ' مگر سر رشتۂ تفسیر میں کچهه ایسی گرہ پڑگئي ہے که کوئي ناخن تاویل بهي اسے نہیں کهول سکتا - بڑي تحقیق کي بات جو حضرت امام رازي نے ڈهونڈهه نکالي ہے ' یه ہے که یه دو مختلف دلیلیں نہیں تهیں - ایک هي دلیل کي مختلف مثالیں تهیں - لیکن اول تو دونوں دلیلوں میں ربط و مناسبت پیدا کرنے کے لیے سبب و واسطه اور حرکت افلاک کي بحثیں پیدا کي گئي هیں ' اور وہ اس قدر دور ازکار اور بے معني هیں که انهیں تسلیم کرلینا قرآن کو قرآن کي جگه کوئي دوسري چیز بنا دینا ہے - ثانیاً ' خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض کي زباني همیں سنا چکے هیں که رجوع خواہ دلیل سے کیا جائے خواہ مثال سے ' لیکن مستدل کے لیے ضروري ہے که معارض کے جواب کي غلطي ظاهر کردے ' ورنه اس کا عجز ثابت هوجایگا - پس اگر دلیل کو مثال بنانے کي یه ساري مصیبت گوارا بهي کرلي جائے ' جب بهي بات بنتي نہیں - اعتراض جوں کا توں باقي رهجاتا ہے -

اصل یه ہے که یه ساري مصیبت اسي لیے پیش آئي ہے که اس مکالمه کو منطقي " مناظره " قرار دیدیا گیا ہے - مناظره کا مقصود انکشاف حق نہیں هوتا - إسکات خصم هوتا ہے - اس لیے مناظر کا فرض هوتا ہے که ایک بات پیش کرکے اس پر اس طرح جم جائے ' که خواہ زمین و آسمان اپني جگه سے ٹل جائیں ' لیکن وہ اپني جگه سے نه هلے - اگر مخاطب کي سمجهه ساتهه نہیں دیتي ' تو هزار مرتبه نه دے - اس کي بلا سے - وہ اس کا جهل ثابت کردیگا ' اور مخاطب کا جهل ثابت کرکے اسے ذلیل اور لا جواب بنا دینا هي اس کي بڑي سے بڑي جیت ہے - باقي رهي یه بات که جو بات مخاطب کے ذهن نشین کرني تهي ' وہ اس کے دل میں اتر سکي یا نہیں ؟ تو مناظر کو نه تو اِس کي پروا هوتي ہے ' نه فن مناظره کا یه مقصود ہے - مناظر صرف یه چاهتا ہے که مخاطب کو میدان سخن میں هرا دے - یه مقصود جس طرح بهي حاصل هوجائے ' اس کي جیت ہے - همارے متکلمین کي نظر میں چونکه انبیاء کرام کي بهي سب سے بڑي فضیلت یہي تهی که وہ مناظر اور منطقي هوں ' اس لیے اِسي اعتبار سے اس مکالمه پر بهی نظر ڈالتے هیں ' اور قدرتي طور پر چاهتے هیں که ایک شاطر مناظر کي طرح حضرت ابراهیم بهی اپني بات پر اڑ جاتے ' اور خواہ اُن کا مخاطب سمجهه سکتا یا نه سمجهه سکتا ' یه اسي پر لڑتے جهگڑتے رهتے - اگر اس نے جهل و غرور سے ایک لغو بات کهدي تهي ' تو چاهیے تها که یه اس کی لغویت اور جهالت پر ایک لمبي چوڑي تقریر فرماتے - پهر اگر وہ اس کے جواب میں بهي کوئي بکواس کر دیتا - تو یه اس کے جواب الجواب میں آستینیں چڑها لیتے - یہاں تک که صرف اپني دلیل کي شرح و توضیح اور رد و جواب هي میں تمام کردیتے !

لیکن همارے مفسرین بهول گئے - انهیں یاد نہیں رها که ابراهیم خلیل ' داعي حق تهے - مناظر و مجادل نه تهے - اور اِسي ایک بنیادي فرق نے انکي راہ مناظره و مجادله کي ساري راهوں سے الگ کردي تهي - انکا کام یه نه تها که کسي خاص دلیل پر از جائیں ' یا مخاطب کے إظهار جهل و عجز کا کوئي موقعه هاتهه سے نه دیں - ان کا کام یه تها که برگشته دلوں کو سچائي کي راہ دکهلا دیں - وہ دلیلوں کے تحفظ کیلیے بلکه حق اور ایمان کي حفاظت کیلیے لڑتے تهے - اِس مکالمه میں تو حضرت ابراهیم نے صرف اِتنا هي کیا که ایک بات چهوڑ کر دوسري بات کهدي ' اور اِسي پر همارے مفسرین

مقالات

هدایت یهي هے که جن لوگوں نے ظلم و طغیان کي راه اختیار کرلي هے ' اُن پر هدایت و سعادت کي راه نهیں کهلتي !

(منطقي شبهات)

(۴) همارے مفسرین کو صرف اسي کي فکر نهیں هے که حضرت ابراهیم کو منطقي اور مناظر ثابت کر دکهائیں ' بلکه وه نمرود کے لیے بهي بهت متفکر هیں - اُن کي کوشش یه هے که اُس کي کوئي بات بهي فلسفیانه دقیقه سنجي سے خالي نه جائے - چنانچه اُس کے اس قول کي توجیه میں که " انا احي و امیت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي کاوشیں کي هیں ' اور بالاخر اِسے واسطه اور سبب کے جهگڑوں میں لے گئے هیں - لیکن اب آپ سمجهه گئے هونگے که یه تمام کاوشیں قطعاً دور از کار اور بے معني هیں - قرآن حکیم اس جاهل متمرد کا جهل و غرور دکهلا رها هے - همارے متکلمین کي طرح اُسے فیلسوف ثابت کرنا نهیں چاهتا - یه تمام توجیهیں بهي که اُس نے ایک واجب القتل قیدي کو چهوڑ دیا تها اور ایک کو قتل کردیا تها ' قطعاً غیر ضروري اور مکالمه کي حقیقت سے دور لیجانے والي هیں - " انا احي و امیت " کا صاف مطلب وهي هے جو ایک مغرور اور بر خود غلط پادشاه کا همیشه ایسے متکبرانه دعوؤں سے هوا کرتا هے -

(۵) اب آپ نے سمجهه لیا هوگا که جس قدر شبهات پیدا هوئے تهے ' في الحقیقت اُن میں سے کسي شبه کي بهي یهاں گنجایش نهیں - بڑے شبهات امام صاحب کے اور آپ کے پیدا کیے هوئے یه تهے که نمرود اگر مدعي تها تو دلیل اُسے پیش کرني تهي ' نه که حضرت خلیل کو ' اور جب حضرت خلیل نے ایک دلیل پیش کردي تو اُس سے رجوع کیوں کیا ؟ لیکن یه تمام شبهات غیر متعلق هوجاتے هیں جب واضح هوجاتا هے که نه تو یه مناظره مصطلحهٔ فن تها ' نه مخاصم کي حیثیت مدعي کي تهي ' اور نه انبیاء کرام مناظرانه طریقه سے رد و کد کرتے هیں - باقي رها یه شبه که جب مخاصم نے پهلي بات کے جواب میں ایک جاهلانه دعوی کردیا تها ' تو دوسري بات کے جواب میں بهي کوئي نه کوئي بات کهدے سکتا تها ' تو اس شبه کي بهي اب کوئي گنجایش نهیں رهي - یه شبه اس لیے پیدا هوا تها که " فبهت الذي کفر " کے معني مناظره میں لا جواب هوجانے کے سمجهے گئے تهے - لیکن جب واضح هوگیا که " بهت " سے یهاں مقصود بات بنانے میں لا جواب هوجانا نهیں هے ' بلکه ایک سچي بات سے متاثر هو کر هکا بکا رهجانا هے ' تو ظاهر هے ' یه شبه کیوں وارد هو ؟ جب ایک حقیقت جس کے جهٹلانے اور نه دیکهنے کي وه کوشش کر رها تها ' اس کے سامنے بے نقاب هوگئي ؛ تو اُس میں کچه بحث کا دم خم باقي نه رها - لاچار اور دم بخود هوکر رهگیا -

---

جدید مذهب روحی

تاریخ ظهور ' موافقین و مخالفین ' اور نقد و تبصره

تقریباً تین ماه گزرے ' مطبوعات جدیده کے سلسله میں ایک کتاب کا ذکر ان صفحات پر کیا گیا تها ' جس میں سر کونن ڈائیل کے بعض مضامین یورپ کے جدید مذهب روحي کي تائید میں شائع هوئے تهے - اس تحریر کے آخر میں هم نے وعده کیا تها که آینده اس موضوع پر تفصیل کے ساتهه نظر ڈالینگے -

اس تحریر کي اشاعت کے بعد ' قارئین الهلال میں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غیر معمولي دلچسپي ظاهر کي ' اور بار بار اصرار کیا که اس بارے میں تفصیل کے ساتهه بحث کي جاے - آج هم چاهتے هیں ' ایک سلسلهٔ مقالات اس موضوع پر شروع کریں - اس سلسله میں حسب ذیل امور یکے بعد دیگرے بحث و بیان میں آئینگے :

(۱) جدید مذهب روحي کے ظهور و اشاعت کي مختصر تاریخ
(۲) موافق اور مخالف علماء کے آراء
(۳) بعض مشهور اور علمي نوعیت کے تجارب اور عملیات
(۴) موافقین و مخالفین کي رائیوں کا موازنه اور تبصره

(ظهور و اشاعت کي تاریخ)

سنه ۱۸۵۶ - میں نیو یارک امریکه کے ایک گاؤں هیڈس ویل نامي میں ایک عجیب واقعه پیش آیا - جان فاکس نامي ایک شخص کا خاندان هر روز اپنے گهر میں ایک خاص قسم کي کهٹ کهٹ سنا کرتا تها - ایک دن مسز فاکس نے جرأت کرکے اس آواز کو مخاطب کیا :

" کیا تم کوئي روح هو ؟ "

پهر اُس سے طے کیا که جواب میں اثبات کي علامت ایک خاص طرح کا کهٹکا هے ' اور نفي کي علامت ایک خاص طرح کا - چنانچه سوال و جواب هوتے رهے ' اور عورت کو معلوم هوگیا که آواز واقعي ایک روح کي هے جو اِسي گهر میں رهتي هے - پڑوسیوں نے ایک آدمي اِس مکان میں قتل کرکے دفن کردیا تها اور اُس کا مال لوٹ لیا تها - یه اُسي کي روح هے -

عورت نے فوراً پولیس کو خبر پهنچالي - حکام نے آکر اُسي طریقے پر روح کا بیان اپنے کانوں سے سنا - پهر وه مقام کهودا گیا جهاں روح نے لاش مدفون بتائي تهي - لاش مل گئي ' اور بالاخر قاتلوں کا پته بهي چل گیا !

وہ کہتے ' میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ہی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھہ سکا ہے ' تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراہیم کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں ' جب بھی انہیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کی تفسیر)

(٣) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھہ لیجیے

" اُن اتاہ اللہ الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کر دی - جس انسان نے حضرت ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی ' قرآن واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسی چیز تھی جس نے اُسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعووں سے باز نہیں آیا ؟ " اُن اتاہ اللہ الملک "! - یہ سب کچھہ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اور حکومت کے فانی اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور برخود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاہ اللہ الملک " پس معلوم ہوا ' یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراہیم فی ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراہیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمھارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو ' اور مجھہ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سر زنش کرنے کی جرأت کرتے ہو ؟ حضرت ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربی ' الذی یحیی و یمیت " - تمھارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراہیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسی سیدھی سادی بات کہدی تھی ' جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کردی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھہ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کر دینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراہیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احی و امیت " واہ ' یہ تمھارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراہیم نے کیا بات کہی تھی ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراہیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھہ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی ' لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کر سکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان اللہ یاتی بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہوگئی ' اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی ' لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی ' کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ہی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ اوقع فی النفس تھی ' کہ حقیقت کی طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا - اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ہی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا ' اور مغرب ہی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ہمیشہ سے ' ایساہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران ' دنیا کا کوئی شہنشاہ ' دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہوگئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا : " فبہت الذی کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و اللہ لا یہدی القوم الظالمین " خدا کا قانون

پھر جب یہی عالم رائل سوسائٹی کا صدر منتخب ہوا ' تو اس نے اپنی صدارتی تقریر میں اِس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا :

" میں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذہب کی تحقیق کی ہے - بہت سی نئی معلومات بھی حاصل کی ہیں - میں عنقریب ایک نئی کتاب شایع کرنے والا ہوں "

اِس مذہب کے ابتدائی ماننے والوں میں ایک جلیل القدر نام الفرڈ رسل ویلس کا بھی ہے - یہی وہ مشہور عالم ہے جس نے ٹھیک اُسی زمانہ میں مذہب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کیا تھا ' جبکہ ڈاروین کو اُس کا سراغ ملا تھا - اِس نے اِس مذہب کے بارے میں دو مستند کتابیں " دور جدید کے معجزات " اور " مذہب روحی کی مدافعت " کے نام سے شایع کیں - اول الذکر کتاب میں لکھتا ہے :

" میں سراسر ملحد تھا - اپنے مادی مذہب کے سوا کسی بات پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا - میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِس عالم میں مادہ اور اس کی قوت کے سوا کوئی روحانی زندگی بھی موجود ہے - لیکن میں نے بے شمار تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا کہ اِس جدید مذہب کی تصدیق کروں - ...... یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں روح کے وجود کا قائل نہ تھا - بہت مدت کے بعد مجھے ماں لینا پڑا کہ یہ امور واقعی روح ہی کے ذریعہ واقع ہوتے ہیں ' کیونکہ اُن کی کوئی دوسری تعلیل ممکن ہی نہیں ہے "

مشاہیر علماء میں ایک اٹالین عالم لومبروزو Lombroso ہے - یہ علم الجرائیم کا بانی ہے - پہلے یہ اِس مذہب کا سخت مخالف تھا اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار دیتا تھا - لیکن تحقیقات اور ذاتی تجربہ کے بعد اُس کا پر جوش حامی بن گیا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکیات فلا مریون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈیمی کے پروفیسر چارلس ریشیے کے ساتھہ ملکر اِس مذہب کا طویل مطالعہ کیا اور اپنی تحقیقات کے نتائج ایک کتاب کی صورت میں شائع کیے - اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتا ہے :

" اپنی خاص علمی تربیت اور نفسی میلان کی بنا پر میں مذہب روحی کا سب سے بڑا دشمن تھا - مجھے یہ بات بالکل بدیہی معلوم ہوتی تھی کہ ہر قوت مادہ ہی کا ایک خاصہ ہے ' اور ہر فکر ' دماغ ہی کا ایک فعل ہے - اس کے سوا میں کچھہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا - میں اِس مذہب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا - لیکن حق و حقیقت پر میری فریفتگی بالآخر میرے میلان نفس پر غالب آگئی - مسلسل تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اب مجھے اس پر پورا یقین ہے "

اِن کے بعد پروفیسر ہاڈسن ' پروفیسر میرس (کیمبرج) سٹنٹون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغیرہ انگریز علماء اور مدبروں نے بھی اِس کی تحقیقات کی ' اور اعتراف پر مجبور ہو گئے -

اِسی طرح فرانسیسی علماء میں قابل ذکر چارلس ریشیے کیمیل فلا مریون ' ڈاکٹر مکسویل ' پییر گانیہ ' پیر دورو ' پاراتوک وغیرہ ہیں - جرمنی اور امریکا کے بہت سے اقطاب علم بھی اِس کے معتقد ہو چکے ہیں - اُن کے نام اور مباحث آیندہ اپنے محل میں آئینگے -

مشہور فرانسیسی عالم فلسفہ ' جان وینو نے سنہ ۱۸۹۵ع میں کہا تھا :

" یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام علماء فریب اور تدلیس کے ذریعہ ' اوہام و خرافات کی برباد شدہ حکمرانی پھر قائم کر دینی چاہتے ہیں - اِس خیال کی بھی گنجائش نہیں کہ یہ لوگ بالکل سادہ لوح ہیں ' اور اپنی حماقت کی وجہ سے اِن امور پر یقین لے آئے ہیں ' کیونکہ علمی تجارب میں ان اکابر علم کی دقت نظر معلوم و مسلم ہے "

علم نفسیات کا مشہور ماہر پیر جانی اپنی کتاب میں جو اِسی موضوع پر ہے ' لکھتا ہے :

" مذہب روحی ' ہر اعتبار سے دقیق مطالعہ اور اصولی بحث کا مستحق ہے - اِس میں شک اور تضحیک کی بالکل گنجائش نہیں ہے - ہمیشہ فریب ' فریب ' پکارتے رہنا بھی صحیح نہیں ہے - کیونکہ یہ تحریک جس نے یورپ میں اپنے بے شمار مراکز قائم کرلیے ہیں اور عقلاء و علماء کا ایک جم غفیر اُس کا علم بردار بن گیا ہے ' سراسر دھوکا اور فریب نہیں ہوسکتی - ضرورت ہے کہ منکرین ایمانداری کے ساتھہ اُس کا مطالعہ کریں "

پروفیسر چارلس ریشیے (رکن فرانسیسی اکاڈیمی اور مدرس طبی یونیورسٹی) اپنے ایک مقالہ میں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ میں شایع ہوا ہے ' لکھتا ہے :

" یہ ناممکن ہے کہ انگلستان ' امریکا ' فرانس ' جرمنی ' اِٹلی کے یہ تمام علماء و فلاسفہ فریب خوردہ ہوں - منکرین ' روحی مذہب پر جتنے بھی اعتراض کرتے ہیں ' سب کے سب اِن علماء کے پیش نظر تھے - فریب سے بچنے کے لیے بھی یہ پوری احتیاط برتتے تھے - میں ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ تمام عقلاء سراسر وہم و مکر کا شکار ہوگئے ہوں "

مشہور فرانسیسی عالم گبریل دولاں اپنی کتاب میں جو محاضرات ارواح پر لکھی ہے ' لکھتا ہے :

" جب رابرٹ ہیر ' موابس ' اور ادمون کے درجہ کے لوگ امریکا میں ' اور کروکس ' ویلاس ' لواج ' انگلستان میں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس میں ' فیشنر ' زولنر ' جرمنی میں ' کسی بات کی صحت پر زور دیں ' تو ہم یہ تسلیم کرلینے پر مجبور ہو جائینگے کہ یہ بات ضرور کوئی علمی حقیقت ہے ' اور ہر لحاظ سے بحث و نظر کی مستحق ہے - مذہب روحی کا بھی یہی حال ہے - یہ علماء اُس کے معتقد ہیں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دینا ' عقلمندی سے بعید ہے "

یہ عجیب بات ہے کہ اِس مذہب کے تقریباً تمام ماننے والے مشاہیر علماء ' شروع شروع میں اِس کے سخت مخالف تھے ' اور اِس کی تحقیق پر محض اِس لیے مستعد ہوئے تھے کہ روحانیات کا فریب طلسم توڑ کر ضعیف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائیں ' مگر تحقیقات کے بعد اُن کی رائے بدل گئی ' اور خود معترف و مصدق ہوگئے !

روح کا ابتدائی ظہور
جیسا کہ استحضار ارواح کے معتقدین کا خیال ہے

اِس واقعہ کے بعد روح کی بے قراری دور ہوگئی' لیکن مسٹر جان فاکس کی دونوں لڑکیوں کے پاس وہ برابر آتی جاتی رہی - یہاں تک کہ یہ لڑکیاں اُس سے از حد مانوس ہوگئیں - پھر اُس کے ساتھہ کئی دوسری روحیں بھی آنے لگیں' اور بات چیت کا طریقہ بھی زیادہ صاف اور معین ہوگیا - صورت یہ ہوئی کہ ایک بہن حروف ابجد ایک ایک کرکے پڑھتی جاتی تھی' اور ہر حرف پر روح ایک یا دو مرتبہ کھٹکھٹا دیتی تھی - اِس طرح تمام حروف کی علامتیں طے پاگئیں' اور گفتگو آسانی سے سمجھی جانے لگی -

ایک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کی کہ وہ ایک اعلان عام کے ذریعہ نیویارک کے کسی بڑے ایوان میں لوگوں کو جمع کریں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پیش کردیں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کیا - وہ ڈرتی تھیں' لوگ اُنھیں جادوگر خیال کرینگے - لیکن روح نے اصرار کیا " میں انسانوں کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ روح کبھی فنا نہیں ہوتی - محض اِسی غرض سے میں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کی یہ سخت تکلیف برداشت کی ہے - اب اگر تم میری درخواست منظور نہیں کروگی' تو تم سے قطع تعلق کرلونگی " بہنوں نے اب بھی انکار کیا - اِس پر روح نے اپنی آمد و رفت موقوف کردی !

دونوں بہنیں روح کی ناراضگی سے نہایت غمگین ہوئیں - کیونکہ وہ اُس سے حد درجہ مانوس ہوچکی تھیں - مجبوراً اُنھیں روح کا کہنا ماننا پڑا' مگر اِس شرط پر کہ پہلے وہ تھوڑے آدمیوں کے روبرو یہ بات پیش کرینگی - پھر بتدریج عام مجمعوں کے سامنے ظاہر ہونگی - روح نے یہ شرط منظور کرلی' اور دونوں بہنوں نے نج کے مکانوں میں خاص خاص علماء کے سامنے یہ حیرت انگیز امور ظاہر کرنا شروع کردیے - پھر بتدریج جرأت پاکر عام اجتماعوں میں بھی تقریریں کیں - لوگوں نے یہ تمام امور دیکھے' اور ہر طرح کی احتیاطیں کی گئیں' مگر کسی فریب کا پتہ نہ لگا سکے - تھوڑی ہی مدت میں یہ خبریں تمام ملک میں مشہور ہوگئیں' اور ہر جگہ اُن کا چرچا ہونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امریکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معاملہ کی تحقیقات کا خیال پیدا ہوا - اُس نے علمی طور پر ہر پہلو سے جانچ کی - لیکن بالاخر اُس کی صحت پر ایمان لے آیا' اور اپنی تحقیقات کے نتائج اخبارات میں شائع کردیے - اِس تحریر کے شائع ہوتے ہی تمام امریکہ میں ہلچل پڑگئی - اخبارات نے بری طرح اُس پر لے دے شروع کردی - بالاخر وہ مجبور ہوا کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہوجائے اور آزادی کے ساتھہ اُس حقیقت کی مزید تحقیق و تجربہ میں مشغول ہوجائے - چنانچہ اُس کی سعی و ہمت سے اِس نئے مذہب کو بہت شہرت حاصل ہوگئی -

اُس کے بعد پروفیسر مابس' جو امریکن اکادیمی میں علم کیمیا کے ماہر تھے' اِس جانب متوجہ ہوئے - اُنھوں نے بھی اس کی تصدیق کی' اور اپنے نتائج بحث پوری جرأت سے شایع کردیے -

اِن کے بعد پروفیسر روبرٹ ہیر اِس میدان میں آئے - طویل بحث و نظر کے بعد یہ بھی اس کے قائل ہوگئے - اور ایک نفیس کتاب " نفسی ظواہر پر مباحث " کے نام سے شایع کی -

اِن تحریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام بحث شروع ہوگئی - امریکا میں کوئی عالم بھی ایسا نہ تھا جس نے موافقت یا مخالفت میں کچھہ نہ کچھہ نہ لکھا ہو -

امریکا سے یہ مذہب انگلستان پہنچا - یہاں سب سے پہلے مشہور کیمیاوی ولیم کروکس نے اُس پر نظر ڈالی - بعض انگریز وسیطوں کے ذریعہ خود بھی تجربے کیے - بالاخر اس کی صداقت کا معترف ہوگیا' اور ایک کتاب بھی اسکی تائید میں لکھکر شایع کی - اِس کتاب کا نام بھی " نفسی ظواہر پر مباحث " تھا - اِس میں وہ ایک مقام پر لکھتا ہے :

" چونکہ میں اِن واقعات کی پوری طرح تحقیق کرچکا ہوں' اِس لیے یہ میری سخت اخلاقی بزدلی ہوگی اگر اپنی شہادت محض اِس خوف سے مخفی رکھوں' کہ لوگ اُس کا مضحکہ اڑائیں گے - یہ وہ لوگ ہیں جو اِس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتے - اُن کے پاس کوئی یقین اور برہان نہیں ہے - لیکن میں نے اِس معاملے کی پوری طرح تحقیق کرلی ہے' اور اُس کی حقانیت پر پختہ یقین رکھتا ہوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جیسا کہ اِس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

بریدِ فرنگ

حجاز اور سمرقند!

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلی ڈاک کے انگریزی رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ ہیں - ممکن ہے ' بعض نگاہوں کیلیے عبرت انگیز بھی ہوں !

ایک مصور رسالہ نے دو تصویریں بالمقابل شائع کی ہیں ' اور اُن کے لیے یہ سرخی تجویز کی ہے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی تصویر ہے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے ہیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ہے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دی ہیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف ہوں - حتی کہ باشندگان حجاز کے لیے داڑھی منڈانا بھی حکماً روک دیا ہے -

دوسری طرف ترکستان کے مشہور تاریخی شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے - یہ اجتماع مردوں کا نہ تھا - خانہ نشین عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کی صورت میں اس لیے " بازار سرائے " میں جمع ہوا تھا ' تاکہ " آیندہ کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعہ کی اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ہوچکی ہے ' لیکن اب تفصیلات بھی یورپ کے اخبارات میں آگئی ہیں -

قارئین الہلال کی دلچسپی کیلیے دونوں تصویریں نقل کردی جاتی ہیں - پہلی تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کی ہے - دوسرے مرقع میں سمرقند کی خواتین کا ہجوم نمایاں ہے ' جو ایک جلوس کی صورت میں بازاروں سے گزر رہا ہے -

میڈونا کیلیے ہندوستانی نمونہ

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب ایسٹین Jacob Epstein کچھ عرصہ سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمہ طیار کرنے میں مشغول تھا جسکی شہرت نے نہ صرف بر اعظم یورپ کی بلکہ امریکہ کے ماہرین فن کی بھی توجہ اور دلچسپی حاصل کرلی تھی -

رفتہ رفتہ یہ شہرت یہاں تک بڑھی کہ ابھی صناع اپنے کام سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ امریکہ کے قدر شناسان فن نے مجسمہ اپنی سرزمین کے لیے حاصل کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمہ لیکر نیو یارک جا رہے ہیں ' تاکہ وہاں پہلی مرتبہ اس کی نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئی پرچہ ایسا نہیں ہے جس نے اس معاملہ سے اپنی دلچسپی ظاہر نہ کی ہو -

معاملہ کا نہایت دلچسپ پہلو یہ ہے کہ صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے کیلیے ایک ہندوستانی خاتون اور اس کے دہ سالہ بچے کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ اس یونانی دیوی اور مسیحیت کی " مقدس کنواری " کا یہ پہلا مجسمہ ہے ' جسکے خال و خط میں ہندوستانی چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ہے - یہ آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ہے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکہ کے ماہرین فن نے ایک طول طویل سلسلۂ نزاع جاری کردیا ہے - اُمید کی جاتی ہے کہ نیو یارک کی نمایش کے بعد یہ نزاع اور زیادہ وسعت اور اہمیت پیدا کرلیگی !

آثار عتیقہ

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجري کي عجيب و غريب اشياء

حال ميں فرانس کي ايک جديد اثري دريافت نے علماء آثار کي غير معمولي توجه حاصل کرلي ھے -

فرانس کے وسطي حصہ ميں ايک غير معروف قريہ گلوزل Glozel نامي واقع ھے - يہاں ايک کاشتکار اپني زمين کا ايک حصہ کسي ضرورت سے کھدوا رہا تھا - يکايک اس طرح کي علامتيں نماياں ہوئيں ' جيسے يہاں کبھي پتھر کي ديواريں رہ چکي ہوں - زيادہ کھودنے سے ايک ايسي راہ پيدا ہوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دہانے سے مشابہہ تھي !

جب يہ خبر مشہور ہوئي تو حکام نے موقعہ پر پہنچکر تحقيقـات کي - کھدائي کا کام جاري رکھا گيا ' اور غار ميں اتـر کر اس کي اندروني ساخت اور حالت کا پتہ لگايا گيا - مختصر يہ کہ معلوم ہوگيا ' يہ حصہ کسي قديم زمانہ کي انساني يادگاروں کا ذخيرہ ھے جسے انقلابات زمانہ نے زير زمين دفن کرديا - يہاں نہ صرف پتھر کي ديواروں کے آثار ملے ' بلکہ تاريخي اشياء کا ايک عجيب و غريب مجموعہ بھی برآمد ہوا - يہ پتھر کي بني ہوئي بےشمار چيزيں ہيں جن ميں سے کچھہ تو اوزار ہيں جن کي نوعيت اچھي طرح سمجھہ ميں آجاتي ھے ' ليکن بڑي تعداد اس قسم کي چيزوں کي ھے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصليت کا پتہ لگانا دشوار ھے - بعض مدور ہيں - بعض مربع ہيں - بعض پر اس طرح کے نقوش ہيں کہ معلوم ہوتا ھے ' شايد ان کے ذريعہ کسي عجيب الہئيت انسان يا حيوان کے سر کا نقشہ دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ايسے ہيں جنھيں کسي خاص وضع و ھئيت کي شکل نہيں دي گئي ھے ' مگر ان پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ہيں -

يہ تمام چيزيں بعض محققين علم الآثار کے سامنے پيش ہوئيں اور انھوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعہ شروع کرديا -

علماء آثار ميں سے ايک گروہ کي رائے ميں يہ چيزيں قبل از تاريخ عہد کي ہيں - يعني دس سے تيرہ ہزار برس پيشتر تک کي پراني ہيں - وہ اسے نيوليتھک (Neolithic) عہد کا بقايا قرار ديتے ہيں - يعني ابتدائي انسان کے حجري عہد کا ' جب کہ وہ اپني ضروريات زندگي کے ليے صرف پتھر ھي استعمال کرنا جانتا تھا -

ليکن ايک دوسرا گروہ انھيں اس قدر اھميت نہيں ديتا - وہ کہتا ھے ' يہ زيادہ سے زيادہ سولہ سترہ سو برس کي پراني چيزيں ہيں جب سر زمين گال پر روميوں کا قبضہ ہوا تھا - وہ اپني اس رائے کے ثبوت ميں دو چيزوں سے استدلال کرتا ھے - پتھر کي بني ہوئي عجيب الھئيت مورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلي اور ايشائے کوچک سے بکثرت رومي عہد کي ايسي ھي عجيب الھئيت مورتيں نکل چکي ہيں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا ھے کہ يہ رومي ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان مورتوں کے ذريعہ اپنے سحري عمليات انجام ديا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ہيں ' فينيقي خط کے ہيں ' اور ظاہر ھے کہ يہ خطوط صرف روميوں ھي کے ذريعہ فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشياء ميں مچھلي کے شکار کي ايک بنسي بھي نکلي ھے جو ہرن کي ھـڈي کي بني ہوئي ھے - اس سے بھي دوسرے گروہ کے خيال کي تصديق ہوتي ھے -

گلوزل کے آثار کا ايک حصہ ' جسميں منقش پتھر دکھائے گئے ہيں -

ليکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے ان بے شمار آلات سے ھے ' جن کي نوعيت ان کے حجري عہد سے تعلق رکھنے کا پوري طرح يقين دلاتي ھے -

حال ميں ايک مشہور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کيميلے جولياں نے ان آثار کي نسبت اپني تحقيقات کا خلاصہ شائع کيا ھے - يہ تحقيقات ايک حد تک دونوں جماعتوں کے ليے تشفي بخش ہوسکتي ھے - ڈاکٹر موصوف کا خيال ھے کہ دونوں رائيں اپني اپني جگہ صحيح ہيں - اس ليے کہ دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشياء ھي پر مبني ھے - پہلا گروہ حجري آلات و اسلحہ کي نوعيت اور قدامت سے استدلال کرتا ھے - دوسرا ان مورتيوں اور نقوش سے جو بلا شبہ رومي ساحروں کے آلات سحر ہيں - ليکن کيا يہ ممکن نہيں کہ قديم زمانے کے کسي حادثہ نے يہ دونوں قسم کي چيزيں اس محل ميں يک جا کردي ہوں ؟ حجري آلات و اسلحہ عہد حجري ھي کا بقايا ہوں ' اور مورتياں اور نقوش رومي عہد کي ہوں ؟

بہر حال ہمارے لیے فنون لطیفہ کی اس سنجیدہ نزاع میں تو کوئی دلچسپی نہیں ہے' البتہ یہ سوال یقیناً دلچسپی سے خالی نہیں کہ " مقدس کنواری " کے اس نئے مجسمہ کے لیے جس ہندوستانی خاتون کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا گیا ہے' وہ کون ہے؟ رسالہ اسفیر ایک مرقع شائع کرتے ہوئے ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ ایک ہندو خاتون مقیم انگلستان ہے جس کا نام سنیتا Sunita ہے ' اور اس کے دہ سالہ لڑکے کا نام " انور " ہے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے تو " سنیتا " کے ساتھہ " انور " کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعہ ہے' اور یقیناً قارئین الہلال کے لیے یہ کوئی ناپسندیدگی کی بات نہ ہوگی ' اگر وہ ان دونوں صورتوں کا نظارہ کر سکیں - ہم اسفیر کا مرقع بجنسہ نقل کر دیتے ہیں - یہ اس مرقع کی تصویر ہے جب صناع امریکہ کے لیے روانہ ہو رہا ہے' اور اسفیر کے لفظوں میں " ہندوستانی لیڈی اور اس کا لڑکا انور " اس کے ساتھہ کھڑے ہیں -

جیکب اپستین ' سنیتا ' اور انور

ایک اسرائیلی فرقہ کا رہنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظہور کا انتظار کر رہا ہے !

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتی جس کا نام " ہوس داؤد " ہے !

موجودہ زمانہ میں یہ بات کس درجہ عجیب سمجھی جائیگی کہ انسانوں کی ایک جماعت کرۂ ارضی کی تمام خشکیوں سے الگ ہوکر دریا میں آباد ہوجانا چاہتی ہے - کیونکہ " قدیم طوفان نوح کی طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کی بربادی کے لیے عنقریب ظہور میں آنے والا ہے ! "

بات کتنی ہی عجیب سمجھی جائے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں ایک جماعت ایسی موجود ہے' اور وہ نہایت خوف و اضطراب کے ساتھہ اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رہی ہے !

یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے - اس نے اپنا یہ ہولناک اعتقاد عہد عتیق کی بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا ہے - انگلستان میں اس فرقہ کی کافی تعداد موجود ہے - اس فرقہ کے سردار نے حال میں ایک نئی کشتی بھی طیار کرائی ہے جس کا نام " ہاؤس اف ڈیوڈ " یعنے " بیت داؤد " ہے - یہ کشتی آجکل دریاے ٹیمس میں موجود ہے - یہ فرقہ یقین کرتا ہے کہ آنے والے طوفان میں محفوظ رہنے کے لیے نئی دنیا کے ترقی یافتہ جہاز اس قدر مفید ثابت نہیں ہونگے ' جسقدر قدیم وضع کی یہ کشتی مفید ہوگی - کیونکہ یہ " ان تفصیلات کے ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کی گئی ہے' جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی نسبت عہد عتیق میں موجود ہیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے ہے ' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقہ کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اہتمام دیکھہ رہے ہیں !

الهلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک کی ۔

جو حضرات فروخت کرنا چاہیں دفتر الہلال کو اطلاع دیں -

منیجر

دُنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	۱۹۱۳ء میں		۱۹۲۲ء میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰	ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰	ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰	"	۲۶۰۰۰۰	"
مصر	۶۸۰۰۰۰	"	۳۲۰۰۰۰	"
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۱۴۰۰۰۰	"	۴۱۶۰۰۰۰	"
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰	"	۲۱۰۰۰۰	"
میکسیکو	۹۰۰۰۰	"	۱۵۰۰۰۰	"

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یو، پی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھنے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بُننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	۰۰۰	۱۲
پنجاب	۱۲۰	۰۰۰
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	۰۰۰
حیدرآباد	۱۴۷	۰۰۰
بڑودہ	۸۳	۰۰۰

ہندوستان میں روئی کی درآمد برآمد

درآمد

سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	"

برآمد

خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	"
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	"

دنیا کی ۱/۴ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

افسانہ

خطِ استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خطِ استوا تک پہنچگئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان بھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض بَردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) بیحد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف موسم اور آب ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بَرّی و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اُس دلدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھکر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیرانداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصور بھی نہیں کر سکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جد و جہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خطِ استوا کے ایک بیرونی علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کر کے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کر دیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کر لئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ ان میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عدوی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ ان دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عدوی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اُس کا خاندان خطِ استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے ان دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتی کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے سنہ ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۴۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یو، پی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی، پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۱۴۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰	۲۶۱۰۰۰۰
آسٹریلیا	۱۴۷۰۰	۰۰۰۰
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یو، پی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۷۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی، پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۲۱۴۹۸	۲۳۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یو، پی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار اور اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
سنہ [illegible]	۵۱ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
سنہ ۲۴ء	۲۱۱۳۳ 〃	۵۴۴۷۰۰۰ 〃	۷۲۹۰۰۸ 〃	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ 〃

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳ء	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۹۷۳۱۰۰۰	۹۴۴۹۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
سنہ ۲۴ء	۳۴۰۱۰۹۹۳۵	۳۳۳۹۲۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۶۴۸۳۰۰۰

دنیا میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۳۴۳۰۰۰

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں کہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینہ منورہ گئی ہے۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں مجلس نے مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سر برآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے۔ جتنی بُرائیاں دکھائی دیں گی، دُور کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہے، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرادینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دل میں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہے، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہوگئی ہے۔ اگر تم اب بھی خاموش رہوگے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کروگے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پہ تاسف کرنا۔"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبدالعزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔

نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سُنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنجائیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں شقاق سے بچیں۔ قیل قال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمھاری دست گیری کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے۔"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو اُنھوں نے حاکم مدینہ کے نائب کے لئے لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:

"امن امان قائم کرنے میں پُوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہے تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہے اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہے کہ شعائر دین قائم کرو، اوامر الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ انھیں اپنے پاس بُلاکر نصیحت کرو۔ اگر اس پر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دُور سے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہے۔

عسیر کے لئے طبی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہے، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبی وفد بھیجا جارہا ہے تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے۔ ڈاکٹر خیری قبانی اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمۂ حفظان صحت کے مہتمم تھے۔

عدل وامان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا۔ لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ کا ایک صراف جدہ سے آرہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضایع ہوگئی؟ اچانک اُس کے ...

عالم مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے؟

آمریکہ سے یورپ تک ڈو گھنٹے میں!

آمریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہورہا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور آمریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہے، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ آمریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف ڈو گھنٹے میں طے کرلی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے عملی جدوجہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی استاد ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہے۔

حال میں پروفیسر ماکس ویلیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہے) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہے۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہے۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہے۔"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہئے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے۔"

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگادئیے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا۔"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہے کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچادیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑا دیتی ہے۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

ایک اور پروفیسر برتھویل کا خیال ہے۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۵ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۵۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ½ ۹ ٹن سے زیادہ نہ ہو تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۸ گھنٹے میں طے کرسکتا ہے۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، درجہ ۸۰ کے زاویہ پر، ہوا میں پھینکا جائے، تو، اسکنڈ کے

کئی چشمدید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دئیے ہیں جن کا بیان ہو کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور اِن میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہو گئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن بہار سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہو۔ اِس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہو۔ اِس لئے اس کی یاد اِن دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہو۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہو تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اُٹھتے ہیں" مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہو اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہو جاتی ہو۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کرکے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہو:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۴؍جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکہ بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا ماردیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۶۸ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دئے اور اُنھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کوون نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، اِن قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶؍تاریخ کو پہنچگیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن وامان ہو گیا ہو اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اُڑا دیا جائے گا۔ ۱۷؍جنوری کو کمشنر نے کوون کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرپور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کوون نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اُڑا دئیے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کوون نے اِس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اِس گروہ کو بھی توپ سے اُڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق بازپرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اِسوقت اِن ۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور اِس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرادیا" ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اُسنے آتے ہی کوون پر حملہ کرکے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کر دیا۔ فارستھ (کمشنر) نے کوون کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیدیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں اِن قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اِسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہو اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کوون۔ جو کچھ آپنے کیا ہو۔ بہت اچھا کیا ہو۔ میں نے آپ کا طرزِ عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا" چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اُسنے بھی انہیں سزائے مَوت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو اِن واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کوون کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کوون برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کر دیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ برُوک وائسرائے ہوئے تو فارستھ نے اِس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بناکر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کوون اور فارستھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا وحشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہو۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے اِن دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یاد ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہو۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارستھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہو، "چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کوون کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ اِن باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں اِن قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرا دیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کر دی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہو میں اِسوقت اِس جنگ کے واقعات دُہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہو۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہو گئی۔ تو کوینگری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کوینگری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھاکر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کرلیا۔ بعدازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کرکے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہو کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگگیر گر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہو۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جُرم کا یقین نہ ہو جائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہو کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے بُرے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲؍اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہو۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہو۔ یعنی اگر میں اُن کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ اِن ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت تھی"

ہاورڈ ہنین جو اخبار پانیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہو۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہو۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہو، اُنھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہو گیا ہو"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں ابتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہو۔ یہی وجہ ہو کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہو۔

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ «ہمدرد، دہلی»

ماء اللحم دو آتشہ

برتحفہ‌ہائی

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو، وہ ظاہر ہو۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا نو کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلّم ہو کہ ماء اللحم مقوی اعضاء ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر مغفور ابن رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتادے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو علاوہ چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی۔"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو — گھس کر آزما لو

دو روپے تولہ سونا

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خاص کیمیکل کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑدئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہوجائے ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے مبلغ سات روپئے (عہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۱۴۷ لاہور

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ ساڑھے پانچ روپیہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۱۹۲۷ء سے دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (ہے)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

فیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ماہوار کے عمل کے لئے ۲۰ کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروز پور پنجاب

جمعیۃ علمائے ہند کے اخبار الجمعیۃ

کا

حبیب نمبر

رجب میں شایع ہوگا

مشتہرین اور ایجنٹوں کے لئے نادر موقع

بیس اخباروں میں علیحدہ علیحدہ۔ بیس اشتہار دینا اور

کے

حبیب نمبر

میں ایک دفعہ ایک اشتہار دے دینا برابر ہو۔ تمام مشتہر

شروع دسمبر میں موصول ہوجانے چاہئیں۔ ایجنٹوں کو چاہئے

دفتر سے فوراً خط و کتابت شروع کردیں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہوجائے گی۔ ۲۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۵ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہوجائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ½ ۱ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے:

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے جو ہر سکنڈ میں ۱۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُس وقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علماء یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہوجائے گا یعنی جل جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کرلی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہوا!

جرمن ہوا باز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید رکھتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہوکر گزرتا ہے تو رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علیحدہ علیحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوجاتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ قوس قزح [illegible] دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ [illegible] ہوگئے ہیں، رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان میں سے بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں، بعض بنفشی کے اوپر۔ سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں [illegible] آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن بطور حرارت محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزاء میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹو گراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہوجاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماوراء بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متاثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متاثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہوجائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بیرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متاثر کردیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے۔

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں شہرت پاچکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے۔

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہوجاتی ہیں اور اُسی طرح نمایاں ہوتی ہیں جس طرح چراغ یا لیمپ [illegible] روشنی نکلتی ہے [illegible] سُرخ شعاعیں [illegible]

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر [illegible] ایجاد کا امتحان کیا تھا [illegible] ثابت ہوئی [illegible] حقوق [illegible]

زلزلے سے پہلے اُسکا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ [illegible] زلزلے میں [illegible]

[illegible]

حال میں علماء طبقات الارض [illegible] عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد [illegible] ہوسکیگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نکلا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ کجی تدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہوجاتی ہے۔ کجی آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہوجایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہوجائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہوجائے"!

گزشتہ ماہ شہر رگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اماسمد ابھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سوناکاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُس نے ۱۷۹۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر ایچیدیتو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینو گراف" ہے۔ یہ ویسا ہی آلہ ہے جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہوجاتی ہے۔

صناعی آفتاب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مدت سے [illegible] کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجے [illegible] لیکن اس وقت کام شروع [illegible] سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہیے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہوجائے کہ یورپ کی مشہور درس گاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسی

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه أئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع لئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیدے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے کي جو سب سے پہلے پهونچیں کي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

نمبر ٢٥

قیمت ٥ - انہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ہوتے ہیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin–W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ہے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
(القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ — کلکتہ : جمعہ ۱۳ . جمادی الثانیہ ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی .

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی . ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارىين الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۲۰۲۱ مراسلات وصول ہوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۳۲۰	نستعلیق ہون	۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی. اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی. آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الہلال

الهلال

ھر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ھوتا ھے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ھندوستان سے باھر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماھي - - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ھوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ھونا چاھیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ھوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ھے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ھفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رھے ھیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ھفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ھے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا متناهي اور سراسر مجہول عالم پر سرسري نظر سے زيادہ وقعت نہيں رکھتے "

سر اوليور لاج اپني کتاب " روح انساني کي ابديت " ميں لکھتا هے :

" بہت سے عجيب و غريب حوادث کي صحت ثابت هوچکي هے - يه حوادث هر قوم اور هر زمانے ميں پيش آتے رهے هيں - ممکن هے ان کا بڑا حصه اوهام و خواطر پر محمول کرکے رد کر ديا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دينا ناممکن هے - موجودہ علمي ترقي کي روشني ميں کوئي دعوى نہيں کر سکتا که انساني روح کے تمام اعمال و خواص سے هم واقف هوچکے هيں ' يا انساني روح کا علم هم نے اِس درجه منضبط اور آسان کر ديا هے که هرکس و ناکس اُسے سمجهه لے - ليکن عجيب بات يه هے که بعض لوگ ايسا هي يقين رکھتے هيں - وہ هر روز بغير کسي اظہار حيرت کے علم الحيات ' کيميا ' اور علم الالات کے زيادہ سے زيادہ محير العقول اکتشافات پر ايمان لاتے رهتے هيں ' اور کبهي يه نہيں کہتے که هم قدرت کے تمام رازوں سے واقف هو گئے اور اب کوئي نيا اکتشاف قبول نہيں کرينگے - ليکن مذهب روحي کا نام آتے هي ان ميں انکار اور تعدي کا جوش پيدا هوجاتا هے - وہ بغير کسي تامل کے مدعيانه انکار کر بيٹھتے هيں ! يه يقيناً ايک سادہ لوح ايمان هے - يه اِس بات کي دليل هے که لوگ بلا دليل عقيدہ قائم کرنے کي کتني زيادہ استعداد رکھتے هيں ؟ ليکن ياد رهے ' اُن کا يه دعوى ' سراسر اساس علم کے خلاف هے - وہ صرف اُسي حال ميں کيا جا سکتا هے جبکه اپنے مخالف دلائل و براهين سے بلا کسي بحث کے اعراض کر ليا جائے "

پروفيسر سدگوک صدر " انجمن مباحث نفسيه " اپنے سنه ۱۸۸۲ کے خطبهٔ صدارت ميں کہتا هے :

" اب يه سخت فضيحت کي بات هوگي که اِن روحي حوادث کي صحت ميں جهگڑا کيا جائے جن کي تصديق بڑے بڑے مسلم علماء کرچکے هيں - يه شرم کي بات هے که مذهب روحي کے خلاف علمي دنيا اپنے احمقانه انکار پر مصر رهے ... اب سے تيس برس پہلے لوگ خيال کرتے تهے که مسمريزم اور متحرک ميزوں کا اعتقاد ' عملي تہذيب کے نقص و فقدان کا کافي ثبوت هے - ليکن جب مشہور حکماء نے يکے بعد ديگرے اپنے تجارب و مشاهدات کي بنا پر اِن امور کي تصديق کردي ' تو منکروں نے اپنا انکار جاري رکھنے کيليے نئے وجوہ کي تلاش ميں مضحکه انگيز مہارت کا ثبوت پيش کيا - اِنهوں نے کہنا شروع کر ديا که يه علماء ' علماء نہيں هيں ' بلکه دجال هيں - يا صرف علم کي بعض شاخوں ميں دخل رکھتے هيں - لہذا اُن کي شہادت معتبر نہيں - پهر جب اسکے بعد ايسا هوا که ايسے ايسے لوگوں نے شہادت دي ' جن کي فضيلت عالمگير طور پر مسلم هے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کرديا ' اور اِسے ايک افسوسناک واقعه قرار ديا ! "

اِس مجمل بيان سے اندازہ هوگيا هوگا که مذهب روحي نے اِس قليل مدت ميں کتني ترقي حاصل کرلي هے - پروفيسر رسل ويلس اپني کتاب " عصر جديد کے معجزات " ميں کہتے هيں که اِس مذهب کے معتقد صرف يورپ ميں اِس وقت دو کرور سے بهي زيادہ آدمي هيں !

آخری مملوک سلطان مصر

ساڑهے چار سو برس پہلے ايک مغربي سياح مشرق ميں

ايک سياح کي چشم ديد شہادت اور اهم تاريخي فوائد

يورپ ميں چهاپه خانے کي صنعت کا رواج چودهويں صدي مسيحي سے شروع هوا هے - چودهويں صدي سے ليکر سترهويں صدي کے وسط تک مطبوعات کي رفتار بہت سست رهي - تاهم اِس ابتدائي زمانے ميں بهي ايک کافي تعداد ايسي کتابوں کي شائع هوتي رهي هے ' جو علمي اور تاريخي حيثيت سے موجودہ زمانے ميں بهي اپني قدر و قيمت رکھتي هيں -

جنيوا کي ايک علمي انجمن کچهه عرصه سے اس قسم کي قديم اور ناپيد مطبوعات کا سراغ لگا رهي هے - اس سلسله ميں کئي نادر اور قيمتي چيزيں گوشهٔ گمنامي سے نکل چکي هيں - ازانجمله مشرقي ممالک کے سفر نامے هيں جو چودهويں اور پندرهويں صدي مسيحي ميں لکھے گئے تهے ' اور جن ميں مشرقي ممالک کے امراؤ سلاطين اور وهاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ايسي چشم ديد تفصيلات موجود هيں ' جو کسي دوسرے ذريعه سے حاصل نہيں هو سکتيں - آج هم ان ميں سے ايک خاص سفر نامه کا مختصراً ذکر کرنا چاهتے هيں -

يه سفرنامه کئي اعتبار سے مخصوص تاريخي اهميت رکھتا هے - سنه ۱۵۱۱ ع ميں وينس کي جمہوري حکومت نے (جو اُس وقت يورپ کي ايک طاقتور حکومت تهي) ايک سفارتي وفد مصر بهيجا تها جس کا رئيس اُس عهد کا مشہور مدبر ڈومينکو ٹريويزان تها - يه سفارت مصر پہنچي ' سلطان مصر کے دربار ميں باریاب هوئي ' اور ايک کافي عرصه کے قيام کے بعد وينس واپس گئي - سفارت کا سکريٹري وينس کا ايک امير جاکر باگاني نامي تها - اِس شخص نے واپسي کے بعد اپنے سفر کي ياد داشتيں سفرنامه کي صورت ميں مرتب کرليں ' اور وہ تمام قلمي تصاوير بهي شامل کرديں جو سلاطين و امراء مصر کي اُس نے طيار کي تهيں - سفر نامه کچهه عرصه تک وينس کے سرکاري کتب خانه ميں محفوظ رها - پهر سنه ۱۵۳۵ ع ميں سفارت کے سفر سے تقريباً بائيس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاري مطبع ميں چهپوا کر شائع کرديا - اس مطبوعه نسخه کے ساتهه وہ تمام تصاوير بهي چهاپي گئي تهيں جو اصل نسخه ميں محفوظ تهيں -

(سفرنامه کي اهميت)

يه سفر نامه في الحقيقت ايک نہايت قيمتي تاريخي شہادت هے - يه اب سے ساڑهے چار سو برس پيشتر کي ايک اسلامي حکومت کے اُن چشم ديد حالات کا ذخيرہ هے جن کا علم کسي دوسرے ذريعه سے حاصل نہيں کيا جا سکتا - مورخ اور سياح ميں يہي فرق هے ' اور اسي ليے مورخ کي کتاب سے کہيں زيادہ ايک مستند سفرنامه کا بيان قيمتي هوتا هے - مورخ کي نظر جزئيات پر نہيں جاتي - وہ صرف علمي ترتيب بيان کے ساتهه بڑے بڑے واقعات جمع کرديتا هے - ليکن سياح زير سياحت شهر کے ايک ايک کوچه کي سير کرتا هے ' اور ايک ايک جزئي معامله ميں دلچسپي ليتا هے - وہ بسا اوقات بہت سي ايسي جزئيات بيان کرديتا هے ' جن سے

مقالات

جدید مذهب روحی

تاریخ ظہور - موافقین و مخالفین - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یہ دعوت پہنچی ' تو علماء میں سخت بیچینی پیدا ہوگئی - وہ ڈرے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوہام کی جس سلطنت کا اُنھوں نے خاتمہ کردیا تھا ' وہ اب پھر نئے ہتیاروں سے مسلح ہوکر علم کے مقابلے میں آرہی ہے - لہذا اُنھوں نے چاہا ' قدم جمنے سے پہلے ہی اِس کا خاتمہ کردیں - چنانچہ بے شمار علماء نے رائل سوسائٹی سے درخواست کی کہ اِس مذہب کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلی ' اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کی ایک منتخب مجلس قائم کردی - اِس مجلس میں رسل ویلس ' ولیم کروکس ' تندل ' لارڈ اویری ' اور ہکسلے جیسے ' ائمۂ علم و حکمت بھی شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس تحقیقات کرتی رہی - چالیس جلسے منعقد کیے ' اور ایک ضخیم کتاب میں اُنکی روداد شایع کی - یہ روداد دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے - اِس کی ذیل کی عبارت قابل غور ہے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکہ مخفی آلات کے ذریعہ فریب دہانے کا احتمال باقی نہ رہے - نیز اُن وسیطوں سے بھی کام نہیں لیا جو پیشہ ور وسیط سمجھے جاتے ہیں - خود ارکان ہی میں سے ایک شخص وسیط بنایا تھا گیا - یہ شخص سوسائٹی میں بہت عزت و احترام رکھتا ہے - اپنی ایمانداری اور اخلاق میں غیر مشتبہ ہے - مال و دولت کی بھی اسے کوئی طمع نہیں - کیونکہ خود مالدار ہے - ہم نے وہ تمام احتیاطیں بھی برتلیں ' جو ہمارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروری تھیں - بار بار تجربے اور مشاہدے کیے اِس روداد میں ہم نے صرف اُنھیں مشاہدات کا ذکر کیا ہے جو حواس کے ذریعہ واقع ہوئے ' اور جن کی صحت پر ہمیں کامل یقین ہے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یہ سب کے سب اِس مذہب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل یقین رکھتے تھے کہ یہ عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجہ ہیں یا وہم کا ' اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسی غیر معمولی حرکت پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس طرح کی حرکات ظہور میں آجاتی ہیں - یہ حد سے زیادہ منکر اُس وقت تک قائل نہ ہوئے ' جبتک کہ بکثرت مشاہدات اُنھوں نے اِس طرح نہ دیکھہ لیئے ' کہ کسی قسم کا شک و شبہ وارد نہیں ہوسکتا تھا - بالاخر اُنھیں تسلیم کرلینا پڑا کہ جو کچھہ اُنھوں نے بار بار دیکھا ہے ' وہ حقیقت ہے ' اور اُس کی صحت میں کلام کی گنجائش نہیں ... "

اِسی قدر نہیں بلکہ سنہ ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم ہوئی - اِس کا نام " انجمن مباحث نفسیہ " رکھا گیا - اِس کا مقصد یہ تھا کہ مذہب روحی کو رسمی علم سے قریب تر کیا جائے اور علمی اصول پر اُسے اس طرح مرتب کردیا جائے کہ لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اِس انجمن میں انگلستان ' امریکا ' اور فرانس کے مشاہیر علماء و فلاسفہ داخل ہیں - اِس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کرچکی ہے -

نمونہ کے طور پر اِس انجمن کے بعض ارکان کی چند تحریروں کا ترجمہ دیا جاتا ہے - اِس سے معلوم ہوگا کہ اُن کا طریق بحث کیا ہے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی) جو اس انجمن کا ممتاز رکن ہے ' لکھتا ہے :

" سنہ ۱۸۷۳ع میں جبکہ مذہب مادی ہمارے ملک کی عقلوں پر پوری طرح حاوی ہوچکا تھا ' کیمبرج میں احباب کی ایک مجلس منعقد ہوئی ' اور طے کیا گیا کہ مذہب روحی ' جس پر اِس قدر بحث و نزاع جاری ہے ' ہماری توجہ و تدقیق کا مستحق ہے - میری رائے تھی کہ اِس مذہب کی بحث میں نہ تو اساطیر اولین کی ورق گردانی مفید ہوسکتی ہے ' نہ معتقدین کی روایات کی تحقیق ' اور نہ منکرین کی تضحیک و انکار ہی کار آمد ہے - اس کی بحث و تحقیق کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم خود تجربے کریں ' اور اپنی آنکھوں کے مشاہدات پر بھروسہ رکھیں - اگر عالم روحانی واقعی کوئی اصلیت رکھتا ہے ' تو تمام دوسری حقیقتوں کی طرح اُس کا ثبوت بھی تجربۂ و مشاہدہ پر مبنی ہونا چاہیے - چنانچہ اِسی اصول پر ہماری اِس انجمن نے اپنی بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری کر دیا "

اِس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

" میں اِس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یہ سوال ہے جو ہر علمی بحث کے وقت ہر ایمان دار آدمی کے سامنے ہونا چاہئے - مذہب روحی کی بحث میں اِس کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے - مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ میرا علم اور میری معلومات جو یقینی نہیں ہیں ' بلکہ مرجح یا غیر مرجح ہیں ' کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر ہیں - اُن میں کوئی بھی علمی یا منطقی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر میں اپنے مشاہدات کی تردید کردوں - خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ دیکھتا ہوں ' یہ تمام مشاہدات ' دوسرے یقینی مشاہدات و اصول سے کوئی تناقض نہیں رکھتے - علمی دلائل و براہین کا دائرہ کتنا ہی وسیع اور یقینی ہو ' مگر پھر بھی تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جیسا کہ خود اس سفر نامہ میں جا بجا یہی نام استعمال کیا گیا ہے -

مصر اور یورپ کے تعلقات کی یہ ابتدائی تاریخ بیان کر دینے کے بعد ہم اُن واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بیان کیے ہیں -

سنہ ۱۵۰۵ - ع میں کئی سال کی پادشاہ گردی کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصوہ غوری تخت نشین ہوا - اِس پادشاہ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ایسے حوادث پیش آئے ' کہ یورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع ہوگئے -

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے ' اُس زمانے میں مصر ' ہندوستان اور یورپ کی تجارت کی درمیانی کڑی تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازران ہندوستانی مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وہاں سے وینس ' جنیوا ' اور فرانس کے تاجر بیش قرار قیمتیں دیکر اپنے اپنے ملکوں کیلیے حاصل کرلیتے تھے - خود مصری حکومت کے بھی بے شمار جہاز تھے - یہ سوئز سے لیکر کالی کٹ اور چٹاگاوں تک سفر کرتے رہتے - سنہ ۱۵۰۳ ع میں ایسا ہوا کہ واسکو ڈی گاما کا بیڑہ بحر ہند میں پہنچ چکا تھا - مصری جہازوں سے اس کی مڈ بھیڑ ہوگئی - یہ جہاز ہندوستان سے مال تجارت سوئز لیجا رہے تھے - پرتگالی بیڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ' ادمی گرفتار کرلیے ' اور جہاز ڈبو دیے -

یہ خبر جب سلطان غوری کو پہنچی تو قدرتی طور پر نہایت برہم ہوا - اُس نے ارادہ کیا کہ تمام یورپین تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - لیکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " اُس غیر معمولی عقل و بصیرت سے کام لیکر جو مشرق کے اس عظیم الشان پادشاہ کے حصے میں آئی ہے ' اُس نے اس کار روائی میں جلدی نہیں کی ' اور خیال کیا کہ پہلے اصلاح حال کی کوشش کرلی جاے " چنانچہ اس نے ایک سفیر یورپ روانہ کیا تا کہ اٹلی ' فرانس ' اور جنیوا ' جائے ' اور ان ملکوں کی حکومتوں کو حکومت [illegible] کی ان زیادتیوں پر توجہ دلائے - یہ مصری سفیر بیت المقدس مسیحی خانقاہوں کا رئیس اعظم تھا - سفیر پہلے وینیس گیا - وینیس نے اس کے استقبال کے لیے ایسے انتظامات کیے ' [illegible] پادشاہوں کے استقبال کے کیے جاتے ہیں - پھر جمہوریت [illegible] ممبر جمع ہوئے ' اور سفیر کے پیام پر غور کیا - سفیر کا پیام [illegible] " اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کی تلافی نہ کی ' مصری جہازوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے [illegible] کرلیا ہے کہ بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیگا ' اور تمام یورپین تاجر اپنی مملکت سے نکال دیگا " حکومت جمہوریہ نے مصر کی شکایت کے حق بجانب ہونے کا اعتراف کیا ' لیکن چونکہ اُسے پرتگال پر [illegible] اقتدار حاصل نہ تھا ' اس لیے سفیر کو پوپ جولیس دوم کے پاس جانے کا مشورہ دیا ' اور اپنے سفرا بھی ساتھ کردیے - پوپ نے سفیر سے مل کر جب تمام حالات معلوم کیے ' تو بہت خائف ہوا - وہ سلطان مصر کی ناراضی کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ایک تہدیدی مراسلت روانہ کی - اسکے بعد مصر کا سفیر اسپین اور فرانس ہوتا ہوا مصر واپس آ گیا -

لیکن ابھی مصری سفارت یورپ سے واپس پہنچی ہی تھی کہ اچانک بعض حوادث ایسے پیش آگئے ' جنکی وجہ سے سلطان کا غیظ و غضب پھر یورپ کے برخلاف بھڑک اُٹھا ' اور اصلاح حال کی وہ تمام کوششیں ضائع گئیں ' جو مصری سفارت کے ذریعہ انجام پائی تھیں - اِن حوادث میں سب سے زیادہ اہم حوادث چار ہیں ' جنھیں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگالیوں کی دوبارہ تعدی تھی جو مصری جہازوں پر کی گئی - یہ جہاز کالی کٹ سے سوئز واپس جارہے تھے -

دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ جزیرۂ روڈس کے نائٹوں کا ایک بیڑہ اسکندریہ کے قریب پہنچ گیا - اُنہوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کر دیا جو مراکش کے حاجی واپس لیجا رہے تھے -

اِسی اثنا میں ایک تیسرا واقعہ بھی پیش آ گیا - مصر اور ترکوں میں مخالفت جاری تھی - سلطان مصر کو معلوم ہوا کہ کمال پاشا فوجی سامان و اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اناطول سے قسطنطنیہ لے جانے والا ہے - اس نے اپنے تیس جہاز گیلی پولی کی طرف روانہ کر دیے ' تاکہ اِس ذخیرہ پر قبضہ کر لیں - اتفاق سے روڈس کے بحری نائٹوں کے ایک بیڑہ سے اُنکا مقابلہ ہوگیا - مقابلہ میں مصری جہازوں کو شکست ہوئی ' اور کئی جہاز بالکل تباہ ہوگئے -

چوتھے حادثہ کی نوعیت ان تمام حوادث سے مختلف قسم کی تھی ' لیکن سلطان کی طبیعت پر اُس کا سب سے زیادہ اثر ہوا - عراق کے بعض سرحدی اضلاع میں مصری حاکم نے ایک یونانی کو مشتبہ حالات [illegible] اور گرفتار کرلیا - گرفتاری کے بعد تلاشی لی گئی ' [illegible] کے کپڑوں میں سے ایک مخفی کاغذ نکلا - یہ شاہ [illegible] صفوی کا خط تھا ' جو ٹامس کونٹرین قنصل وینیس متعینۂ [illegible] کے نام لکھا گیا تھا - حاکم نے یونانی قاصد مع خط کے [illegible] بھیجوا دیا - جب سلطان نے یہ خط پڑھا ' تو اسے معلوم ہوگیا حکومت ایران ' یورپ کی حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش [illegible] رہی ہے ' اور وینیس میں اور ایران میں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاری ہے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو یورپین حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کردیا ' کہ اُس نے حکم دیا - بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیا جائے ' تمام یورپین قنصل اور تاجر گرفتار کرلیے جائیں ' اور آئندہ کوئی فرنگی حدود مملکت میں قدم نہ رکھے - اُس نے بیت المقدس اور شام کی مسیحی خانقاہوں کے تمام راہبوں کی گرفتاری کا بھی

تاریخي مسائل کي عظیم کلیات طیار کرلي جاسکتي هیں - هندوستان کے عہد تغلق کي متعدد تاریخین خود اُسي عہد میں یا اس کے بعد لکھي گئي هیں ' لیکن ابن بطوطه کي زباني همیں جیسي چلتي پھرتي تصویر اُس عہد کی نظر آجاتي ھے ' وہ برني اور فرشته کے صفحات پر نظر نہیں آسکتي !

(سفرنامه کا عہد)

اِس کے علاوہ اُس عہد کي مخصوص اهمیت نے بھي اس سفر نامه کي قدر و قیمت بڑھا دي ھے - یه وہ وقت تھا ' جب في الحقیقت دنیا آنے والے انقلاب کے لیے پہلي کروٹ بدل رهي تھي - مشرق کا دور اقبال رو به تنزل تھا ' اور یورپ کا عہد عروج طلوع هو رها تھا - اسپین میں اسلامي عہد تمدن کا آخري نقش قدم بھي مٹ چکا تھا ' اور غرناطه میں مسلمانوں کا قتل عام هو رها تھا - یورپ اور مشرق بعید کي راہ تجارت بھي ایک نئے انقلاب کي طیاریاں کر رهي تھي ' اور پرتگالیوں کے بیڑے هندوستان کي بحري راہ دریافت کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک روانه هو رهے تھے - ٹھیک ٹھیک یهي زمانه تاریخ تجارت عالم کا وہ عظیم الاثر زمانه ھے ' جب واسکو ڈي گاما نے ایک عرب معلم کے ذریعه راس امید عبور کرکے سواحل مالابار کا رخ کیا تھا ' اور اس ایک واقعه نے تمام دنیا کي سیاسي اور اقتصادي عظمت کي تاریخ پلٹ دي تھي !

(سفارت کا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت کے مقاصد شرح و بسط سے بیان کیے هیں - مختصر لفظوں میں اُن کي توضیح همارے لیے بھي ضروري ھے - کیونکه اس سے وقت کے بعض اهم تاریخي حالات پر روشني پڑیگي -

لیکن قبل اسکے که مصنف کے بیان کردہ اسباب پر متوجه هوں ' اُس عہد کے اُن سیاسي و تجارتي تعلقات کي مختصر تاریخ بیان کردینا ضروري ھے جو یورپ اور مصر میں قائم تھے -

صلیبي لڑائیوں کا سلسله تیرهویں صدي مسیحي تک جاري رها - یورپ کا آخري صلیبي حمله وہ تھا ' جو فرانس کے لوئس نہم نے مصر پر کیا تھا - اس کا خاتمه منصورہ کي لڑائي پر هوا جس میں توران شاہ نے لوئس کو گرفتار کر لیا - اسکے بعد سلطان بیبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خلیل ' یکے بعد دیگرے تخت مصر کے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں کے بعد سنه ۱۲۹۰ میں تمام بلاد شام سے صلیبي خارج کر دیے گئے - آخري جائے پناہ جو انکے هاتھه باقي رهگئي تھي ' عکا کا ساحلي شہر تھا - اسي کو انھوں نے اپني مشرقي تجارت کا برزخي محل قرار دیا تھا - لیکن یه بھي سنه مذکور میں انکے هاتھه سے نکل گیا - اسکے بعد کچھه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات میں مشغول رها - لیکن سنه ۱۳۴۰ - میں جب ملک الناصر کي حکومت استوار هوئي ' تو اُس نے محسوس کیا که یورپ کے صلیبي ولولے اس وقت تک فرو نہیں هو گئے هیں - وہ رهکر اس طرح کے واقعات ظہور میں آتے رهتے هیں جن سے اُنکي معاندانه سرگرمیوں کا پته چلتا ھے - چنانچه اس نے حکم دیا که شام اور مصر سے تمام یورپین تاجر اور یورپین حکومتوں کے وکلاء چلے جائیں - اس سال کے بعد سے یورپ اور مصر کے تمام علائق منقطع هو گئے -

یهي وہ صورت حال ھے جس نے یورپ کے دو مختلف تجارتي حلقوں میں یه خیال پیدا کر دیا تھا که قدیم عرب جغرافیه نویسوں اور ملاحوں کے اشارات کے مطابق مشرق بعید کا براہ راست بحري راسته ڈھونڈھ نکالیں اور مصر کے محتاج نه رهیں - چنانچه کولمبس نے بحر اطلانطک میں غرب رویه جا کر ' مشرق کي جہت سے هندوستان پہنچنا چاها ' اور پرتگالي بیڑوں نے افریقه کے گرد طواف کرتے هوے بحر هند کا نقطۂ اتصال دریافت کرنا چاها - کولمبس هندوستان کي جگه امریکه پہنچ گیا - لیکن برتام دیاز نے سنه ۱۴۸٦ - میں راس امید کا سراغ پا لیا - پھر سنه ۱۴۹۷ - میں واسکو ڈي گاما اسے عبور کر کے مالا بار پہنچ گیا !

بهر حال تقریباً نصف صدي تک مصر اور یورپ کے علائق (بلکه کہنا چاهیے مشرق اور یورپ کے علائق کیونکه تمام مشرق اور یورپ کے تجارتي علائق مصر هي کے ذریعه تھے) منقطع رهے - یه صورت حال یورپ کیلیے ناقابل برداشت تھي - اُسکے تمام بازار بے رونق هو گئے - بڑي بڑي منڈیاں بند هو گئیں - یورپ اُس وقت تجارت اور مصنوعات میں مشرق کا اسي طرح محتاج تھا - جس طرح آج مشرق یورپ کا محتاج ھے - بے شمار روز مرہ کي ضرورتوں کي مصنوعات تھیں ' جو مشرق هي سے جاتي تھیں اور یورپ کے هر امیر و غریب گھر میں برتي جاتي تھیں - اب انقطاع تجارت سے ایک عالمگیر تجارتي قحط کي مصیبت پیدا هوگئي - یه صورت حال دیکھکر یورپ کي تمام بڑي بڑي حکومتیں مجبور هوئیں که کبھي نه کسي طرح مصر کا بند دروازہ پھر کھلوایا جائے - ان حکومتوں میں سب سے پیش پیش وینس کي جمهوریت تھي - یه اُسوقت یورپ کي بحري تجارت کا سب سے بڑا طاقتور مرکز تھي - حکومت وینس نے پے در پے سفارتیں بھجوائیں - عثماني اور صفوي حکومتوں کو درمیان ڈالا ' قیمتي تحائف سے لبریز جہاز پر جہاز بھیجے ' پوپ کي طرف سے بھي پیام امن و صلح بھجوایا گیا - یورپ کي تجارت کے کھل جانے میں مصر و شام کے وطني تاجروں کا بھي عظیم الشان نفع تھا ' اِسلیے اُنھوں نے بھي کوششیں کیں - غرضکه ایک مدت کی سعي اور تدبیر کے بعد مصر اور یورپ کے تجارتي اور دوستانه تعلقات پھر از سر نو قائم هو گئے -

یهي زمانه ھے جب مصر دنیا کا سب سے بڑا تجارتي مرکز بن گیا تھا - هندوستان اور یورپ کي تجارتي کڑي یہیں آکر ملتي تھي - اُس کے باشندوں کي خوشحالي اور تاجروں کي شاهانه دولت کے افسانے جنیوا اور وینس کے بازاروں میں قصوں کي طرح سنائے جاتے تھے - یورپ میں عام طور پر قاهرہ کا نام " قاهرہ عظیم " تھا - یعني

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اِس کي کوئي تفصیل تاریخ میں نہیں ملتي - قدرتي طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کي حفاظت اور اپنے تجارتي مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھي یورپ کي کوئي قوم شرارت کرتي تھي ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کي دھمکي دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اُس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آتھہ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیت کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جارہے تھے ' کیا کارروائي کي ؟

إس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندي کا وہ زہرہ گداز تاریخي مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اِسي زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقري نے تصریح کي ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکي نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دي تھیں :

لکل شئی اذا ما تم نقصـــان
فـلا یغـر بطیب العیش انسـان
أصابها العین فی الاسلام فارتزأت
حتی خلت منه أقطار و بلدان
علی دیار من الاسلام خالیـــة
قد اقفرت و لها بالـکـفر عمران
حیث المساجد قد صارت کنائس ما
فیهـن الا نواقیس و صلبـان
بالامس کانـوا ملوکا فی منازلهم
والیوم فی بلاد الـکـفـر عبدان
فلو تراهم حیاری لا دلیل لهم
علیهـم فی ثـیاب الذل ألوان
لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

یدہ کے آخر میں یہ اشعار في الحقیقت مسلمانان عالم کے نام لوموں کا پیام الغیاث تھا :

یا راکبـین عتاق الخیـل ضامـرة
کانهـا فی مجـال السبـق عقبـان
و حاملین سیوف الهنـد مرهقـة
کأنهـا فی ظلام النقـع نیـران
و راتعین وراء البحـر فی دعـة
لهـم باوطانهـم عـز و سـلطان
أعندکم نبـاء من اهل اندلس ؟
فقد سری بحدیث القـوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و هم
قتلی و أسری فما یهتـز انسان

ما ذا التقاطع فی الاسلام بینکم
و انـتـم یا عبـاد الله اخـوان
الا نفوس أبیـات لها همـم ؟
أما علی الخیـر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندي تلواروں کي چمک دمک سے اُنکے ہاتھہ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اُپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائي کي پر عیش زندگي بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامي میں ایک صدا بھي انکي حمایت میں بلند نہ ہوئي !

بہر حال جہانتک مصري حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسي تفصیلات روشني میں آجاتي ہیں ' جو اس وقت تک تاریکي میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتي فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کي تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوري کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سر زمین صرف مسیحیوں ہي کیلیے مخصوص ہوگئي تھي - یہ حالت دیکھکر مراکش ' تیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کي خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکي مدد کي جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوري نے اُن کا بہت اچھي طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوري دلچسپي ظاہر کي - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپني مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کار روائي کے نتائج پر نظر ڈالي ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندي کے خلاف ہوگا - اسي اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھي امراء مراکش کي کوششوں پر مطلع ہوگئي - شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئي کہ اُمراء مراکش مصر کو اپني اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھي نوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کي اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دي پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کي آمد کي باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دي ' اور درخواست کي کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداري مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کي اطلاع ملي ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشي وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتي طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دي کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھي اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداري نہیں بھیجا -

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " انھوں نے خزائن بیت المقدس کی بڑی مقدار دیکر اپنی جانیں بچا لیں "

اس واقعہ نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈی گاما نے اگرچہ ھندوستان کا براہ راست بحری راستہ معلوم کرلیا تھا' لیکن ابھی اس راہ سے ھندوستانی مال کی آمد و رفت شروع نہیں ہوئی تھی ' اور یورپا کی مشرقی تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونھی مصر کا دروازہ بند ہوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اُس پر بند ہوگیا ہے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کی تمام تجارتی منڈیاں بند ہوگئیں ' اور یورپ میں مشرقی مصنوعات کا پھر قحط شروع ہوگیا -

یہ حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کی حکومتیں مجبور ہوئیں کہ کسی نہ کسی طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانہ تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یہ سفارت (جس کی سیاحت مصر کی روئداد اس سفر نامہ میں قلمبند کی گئی ہے) اسی مقصد سے روانہ کی گئی تھی - قریب قریب اسی زمانے میں فرانس کی سفارت بھی روانہ ہوئی - سفر نامہ میں جا بجا فرانسیسی سفارت کے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ہے ' اگرچہ انداز بیان مخالفانہ جذبات سے خالی نہیں ہے - فرانسیسی سفارت شویلیر کونت اندری کی زیر ریاست بھیجی گئی تھی -

وینیس کی یہ سفارت ۲۳ - جنوری سنہ ١٥١٢ع - کو وینیس سے روانہ ہوئی ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتی ہوئی ' ۲۰ - مئی سنہ مذکور کو اسکندریہ پہنچی -

(سفرنامہ کے تاریخی فوائد)

سفر نامہ اُس عہد کی ملکی اور معاشرتی حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملؤ ہے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - ہم مختصراً بعض اہم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوری اور وزراء کی تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ہے کہ اُسے مصوری میں کافی دخل تھا - اس کا ثبوت اُن تصاویر سے ملتا ہے جو اُس نے سفر نامہ کے ساتھہ شامل کی ھیں - ہم ان میں سے دو تصویروں کی نقل اس تحریر کے ساتھہ شائع کرتے ھیں - پہلی تصویر سلطان قانصوہ غوری کی ہے - دوسری اس کے وزراء کی ہے - مصنف لکھتا ہے " میں نے سلطان سے اُس کی اور اُس کے درباریوں کی تصویر کھینچنے کی اجازت حاصل کرلی تھی "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کی جو وضع و ھئیت نظر آرھی ہے ' یہ اُس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھی - سلاطین و امراء عثمانیہ کا لباس اور عمامہ بھی تقریباً ایسا ھی تھا - یہ عمامہ جو اسقدر بلند اور عریض ہوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور ھلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا ' کہ کوئی غیر معمولی وزن سر پر محسوس نہیں ہوتا تھا - ھندوستان میں یہ بات دلچسپی کے ساتھہ معلوم کی جائیگی کہ اکثر حالتوں میں یہ کپڑا ھندوستانی ساخت کا ہوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری جسکی تصویر آپکے سامنے ہے ' دراصل مصر کے چرکسی مملوکوں کا آخری فرمانروا ہے - سنہ ۹۲۲- ہجری مطابق ١٥١٦- ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حملہ کیا ' تو تخت مصر پر یہی سلطان متمکن تھا - یہ " مرج دابق " کے معرکہ میں پوری شجاعت اور پامردی کے ساتھہ لڑا ' لیکن بالاخر شکست کھائی ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گرکر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائی نے کچھہ عرصہ تک لڑائی جاری رکھی ' لیکن مصر کی آخری لڑائی میں اس نے بھی شکست کھائی ' اور ھمیشہ کیلیے چرکسی مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم ہوگیا -

سلطان غوری سنہ ۹۰۶- ہجری مطابق ١٥٠١- ع میں تخت نشین ہوا تھا - اس حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رہا

سفرنامہ کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولی اوصاف شاھانہ کی بہت تعریف کی ہے ' اور اسے " حزم راے اور دقت نظر" میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ہے - مصر کے عام مورخین بھی اُس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے ھیں -

(سقوط غرناطۂ اور مصر)

من جملہ تاریخی فوائد کے ایک نہایت اہم اور عبرت انگیز واقعہ اُس سفارت کا ہے ' جو غرناطہ اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجی تھی ' اور جسکی تفصیلات سے مصر کی تمام تاریخیں خاموش ھیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخری اخراج سنہ ١٤٩١- ع میں ہوا ہے - یہی سنہ ہے جب تمام اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ہوکر ابو عبد اللہ نے غرناطہ فرڈنینڈ کے حوالہ کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم ہوتے رہے ' جنکی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخری حکم سنہ ١٥٠٩ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زی مینس اور فرڈینینڈ ڈی ٹالاویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامی تمدن و آبادی کا آخری نقش بھی مٹا دیا تھا - یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک وھی زمانہ ہے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قائیبائی کے بعد پادشاہ گردی شروع ہوگئی ہے ' اور کئی سال کی طوائف الملوکی کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوری کو تخت نشین کیا ہے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالی ذکر ہم پڑھچکے تھے - ایک یہ کہ جب سلطان ابو عبد اللہ ' فرڈیننڈ کے مقابلہ سے عاجز ہوگیا ' تو اُس نے دو سال کیلیے عارضی صلح کرلی ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کی طرف سفارتیں روانہ کیں تاکہ اُنھیں مسلمانان اندلس کی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھہ سلطان عثمانی اور سلطان مصر سے اعانت کی توقع تھی - لیکن دو سال کی مدت گزر گئی ' اور کسی نے بھی انکی خبر نہیں لی - دوسرا واقعہ سقوط غرناطہ کے بعد کا ہے - جب ابو عبد اللہ کی جلا وطنی کے بعد اسپین کی حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کی آزادی و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع ہوگیا ' تو یہ حالت دیکھکر مراکش اور تیونس کے سلاطین مضطرب ہوگئے - انھوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور اُنھیں مسلمانان اندلس کی بے بسی اور مظلومیت پر توجہ دلائی - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و اُمراء سے مرکب تھی ' قاھرہ بھیجی گئی تھی - یہ سلطان قانصوہ غوری ھی کا زمانہ تھا - تاریخ کے صفحات ھمیں بتلاتے ھیں کہ سفارت قاھرہ پہنچی ' اور

بريد فرنگ

روسی انقلاب کی جوبلی

(دسويں سالگره کا جشن)

قارئين الهلال کو اخبارات کے ذريعه معلوم هو چکا هے که گذشته اکتوبر ميں روس کي سوويت حکومت نے آخري انقلاب روس کي دسويں سالگره منائي تهي، اور اس تقريب کو " کميونيزم کي ده ساله جوبلي " سے تعبير کيا تها - اس تقريب ميں شرکت کيليے بعض هندوستاني رهنماؤں کو بهي دعوت دي گئي تهي ' ليکن اُن ميں سے کوئي شخص بهي نه جا سکا - وقت کي کمي ' حالات کي ناموافقت ' اور زياده تر هندوستاني حکومت کے پروانهٔ راهداري دينے کے اشتباه سے کسي شخص نے قصد هي نهيں کيا -

اب يورپ کي پچهلي ڈاک کے اخبارات ميں اس تقريب کي نهايت دلچسپ اور موثر تفصيلات آ گئي هيں - معلوم هوتا هے که موسکو کا يه اجتماع دنيا کے عظيم الشان اجتماعات ميں سے تها - نه صرف تمام روسي صوبوں سے ' بلکه دنيا کے دور دراز حصوں سے بهي نمايندوں کي بے شمار تعداد شريک هوئي تهي - وسط ايشيا کي تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تهے - قفقاز اور ارمينيا نے علاوه اسميں حصه ليا تها - ايران سے بهي ايک وفد گيا تها - چين اور جاپان کے بهي نمايندے موجود تهے -

تقريب کے رسوم و اعمال نهايت طول طويل تهے جو کئي دن تک متصل جاري هے - سب سے زياده اهم اور عظيم اجتماع بين الاقوامي جلوس کا تها جس سے جوبلي کي تقريب کا افتتاح هوا - اس جلوس کي عظمت کا اندازه صرف اس بات سے کيا جا سکتا هے که اسکے شرکاء کي تعداد دس لاکهه آدميوں سے بهي زياده تهي ' اور بيس گهنٹه سے زياده وقت اسکے گذرنے ميں لگ گيا تها - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شريک هوے تهے ' انهوں نے پورا ايک دن اور ايک رات سڑکوں پر بسر کر دي - جلوس کا ايک سرا شهر کے ايک کناره سے شروع هوا تها ' اور دوسرا سرا کئي چکر کها کر دوسرے سرے پر ختم هوا تها !

اس موقعه پر يه بات ياد رهے که موسکو کي آبادي عرض کي جگه زياده تر طول هي ميں واقع هوئي هے - وه دنيا کے اُن شهروں ميں سے ايک هے جو سب سے زياده لنبے واقع هوئے هيں -

جلوس کے بعد سوويت کي بين الاقوامي مرکزي

لیکن ساتھہ ھي صاف لفظوں میں انکار بھي نہیں کیا - جب کبھي قنصل کي جانب سے عرضداشت پہنچي ' کسي نہ کسي طرح ٹالدیا گیا " ۔

" لیکن کچھہ عرصہ کے بعد سلطان نے محسوس کیا کہ علماء و امراء کا مشورہ مصالح حکومت کے مطابق نہیں ھے - یہ مصلحت کے خلاف ھوگا کہ حالات نے جو موقعہ یورپین حکومتوں سے مطلب براري کا پیدا کردیا ھے ' اُسے ضائع کردیا جائے - چنانچہ اُس نے اسپیني سفیر کے لیے پروانۂ راھداري بھیجوا دیا - وہ اسکندریہ سے چل کر ۱۶ - جنوري سنہ ۱۵۰۲ع - کو قاھرہ پہنچا - قاھرہ میں سرکاري ترجمان اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا - حسب معمول شاھي مہمانسرائے میں اُتارا گیا - اور ایک ھفتہ کے بعد دربار شاھي میں پیش ھوا "

" اس موقعہ پر اس عظیم الشان مشرقي فرمانروا نے جو طرز عمل اختیار کیا ؛ وہ اُس کي سیاسي مہارت اور شاھانہ حکمت عملي کا بہترین نمونہ ھے - وہ علماء و اعیان سلطنت کو اپنا مخالف بنا لینا پسند نہین کرتا تھا ' جو قدرتي طور پر مسلمانان اسپین سے ھمدردي رکھتے تھے اور اُن کي حمایت و اعانت کے دل سے خواھشمند تھے - دوسري طرف اس کے لیے بھي طیار نہ تھا کہ ایک دور دراز ملک کے مسلمانوں کے لیے، خواہ مخواہ جنگ و خونریزي کے خطرات میں مبتلا ھو' اور اپنے مصالح و فوائد کو نقصان پہنچائے - پس اُس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ' جس سے ایک طرف علماء و امراء سلطنت کو بھي شکایت کا موقعہ نہیں ملا - دوسري طرف یورپ سے بھي اچھے تعلقات قائم ھوگئے - اُس نے اسپیني سفیر کو پہلي مرتبہ بر سر دربار بلوایا - اس موقعہ پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تھے - جب اُس نے اپنے پادشاہ کا سلام عرض کیا ' تو سلطان نے نہایت غضب ناک لہجہ میں اُس کا سلام قبول کرنے سے انکار کردیا ' اور کہا ' میں ایسے پادشاہ کا سلام نہیں سن سکتا جس نے مسلمانوں کے ساتھہ ظالمانہ سلوک کیا ھے اور جس کي حکومت میں اِس وقت تک مسلمانوں کا خون بہایا جا رھا ھے - لیکن پھر دو دن بعد پوشیدہ محل میں بلا کر دوبارہ ملاقات کي ' اور اس ملاقات میں نہ صرف پادشاہ اسپین کا سلام پوري بشاشت و مرحمت کے ساتھہ قبول کرلیا ' بلکہ اُس کے جواب میں اپني جانب سے بھي دوستانہ تعلقات کا پوري طرح یقین دلایا - اس کے بعد سفیر اور سلطان میں اور بھي کئي پوشیدہ ملاقاتیں ھوئیں - بالاخر اس سفارت کا جو مقصد تھا وہ حاصل ھوگیا - یعنے سلطان نے اسپین سے دوستانہ معاھدہ کرلیا ' اور کچھہ عرصہ کے بعد تمام یورپ سے بھي از سر نو معاھدات کي تجدید ھوگئي - مراکش کا وفد کئي سال تک قاھرہ میں پڑا رھا - آخر مایوس ھوکر واپس چلا گیا "

اس بیان پر کسي اظہار رائے اور بحث کي ضرورت نہیں ھے - جو معاھدہ اسپین اور سلطان غوري میں اس سفارت کے ذریعہ ھوا تھا ' اور سفارت نے جو تحریر سرکاري طور پر سلطان کے سامنے پیش کي تھي ' اس کا اصلي نسخہ اِس وقت تک اسپین کے شاھي کتب خانہ واقع اسکوریال میں موجود ھے -

مذاکرۂ علمیہ

قدماء کی مفقود صنعتیں

یہ مسلم ھے کہ قدیم قومیں بہت سی ایسي صنعتوں سے واقف تھیں جو اب مفقود ھو چکي ھیں - حال میں امریکہ کے ایک محقق علوم قدیمہ نے ایک مقالہ میں اُن پر نہایت دلچسپ بحث کي ھے - وہ لکھتا ھے :

بعض قدیم مصري قبروں میں قرمزي رنگ کا نہایت شفاف شیشہ پایا گیا ھے - علماء عصر حیران تھے کہ یہ کیونکر بنایا جاتا تھا ؟ بیان کیا جاتا ھے کہ پندرھویں صدي میں چینیوں کو اِس صنعت کا طریقہ معلوم تھا - خوش قسمتي سے اب سر ھربرٹ جیکسن نے اِسے معلوم کرلیا ھے ' اور لندن کي رائل سوسائٹي کے سامنے پیش کرکے اُس کي تصدیق بھي حاصل کرلي ھے -

یوناني اب سے دو ھزار برس پہلے بہتر کي اون سے ایک خاص قسم کا تیل بناتے تھے - یونان کي بربادي کے بعد یہ صنعت مفقود ھوگئي - یہاں تک کہ انیسویں صدي کے علماء اس کا کچھہ پتہ نہ لگا سکے - یہ روغن " لانولین " کے نام سے مشہور ھے -

روم کے معمار ایک ایسا روغن جانتے تھے' جو دیوار پر لگاتے ھي فوراً خشک ھوجاتا تھا - صدیوں تک مفقود رھنے کے بعد یہ راز سنہ ۱۹۰۸ع میں ایک انگریز رنگساز نے از سر نو معلوم کرلیا -

روم کے صناع ایک ایسا شیشہ بھي بناتے تھے جو لچکدار ھوتا تھا - سنہ ۱۹۱۲ ع میں فلورنس کے ایک باشندے نے اِس شیشے کا ذکر کیا ھے - وہ لکھتا ھے " شہنشاہ تیبرس کے عہد میں روم والوں نے ایک لچکدار شیشہ ایجاد کیا تھا - مگر اب یہ راز گم ھوچکا ھے - اگر یہ ھمیں معلوم ھوجائے ' تو شیشہ کي قیمت ' چاندي سونے سے بھي زیادہ ھو جائیگي "

لیکن عین اُسي زمانے میں جبکہ فلورنس کا باشندہ یہ سطور لکھہ رھا تھا ' ایران میں یہ صنعت موجود تھي - چنانچہ سنہ ۱۶۱۰ ع میں شاہ ایران نے فلیپ سوم شاہ اسپین کو لچکدار شیشے کے چھہ جام بھیجے تھے - یہ جام کسي طرح بھي ٹوٹ نہیں سکتے تھے !

یہ راز صنعت بالاخر گم ھوگیا - یہانتک کہ کئي صدي کے بعد اب پچھلے سال ایک اسٹرین عالم نے اسے دوبارہ معلوم کر لیا ھے - اِس شیشے کا خاصہ یہ ھے کہ شیشے کي طرح شفاف ھوتا ھے ' مگر لچک اِتني زیادہ ھوتي ھے کہ ایک پورا قاب انگلي پر رکھہ دو تہہ کرلے سکتے ھیں ! قاب تہہ کر لینے کے بعد گیند کي طرح گول ھو جاتا ھے - یہ گیند اگر زمین پر زور سے مارا جاے تو ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس طرح اچھلتا ھے ' جیسے ربڑ کا گیند اچھلتا ھے -

خیال کیا جاتا ھے کہ موجودہ دنیا اس صنعت سے بہت فائدہ اٹھائیگي - اس سے موٹریں بنائي جائینگي ' اور اُنکے ٹوٹ جانے کا خطرہ دور ھو جائے گا -

اسي طرح قدیم زمانے میں تانبے کے اُسترے بنائے جاتے تھے جو لوھے کے اُستروں سے زیادہ اچھا کام دیتے تھے - مدتوں کے بعد اب معلوم ھوا ھے کہ امریکا کے ایک قیدي نے یہ صنعت زندہ کرلي ھے - اُسے قید سے رھا کر دیا گیا ھے تاکہ اسے مکمل کر لے -

سنه ۱۹۱۳ - میں ترک خواتین کي ایک انجمن کا اجلاس

سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوري انقلاب هوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بهي ایسي نهیں تهي جسے قسطنطنیه کي سڑکوں پر بغیر یشمک (هلکے نقاب) کے نکلنے کي جرأت هو - لیکن پانچ سال کے اندر هي اندر یه حالت هوگئي که فی صدي پچهتر نوجوان لڑکیاں ایسي تهیں جنهوں نے یشمک کي جگه ایک ایسا بالائي لباس اختیار کرلیا تها جو اُن کے چهره کے کناروں کو ڈهانپ لیتا تها ' اور درمیاني حصه بالکل کهلا رهتا تها - چند سالوں تک یه وضع نهایت مقبول رهي - بڑے بڑے پاشاؤں کے گهرانے میں بهي اسي وضع کا لباس ڈرائینگ روم کي ملاقاتوں کے لیے پهنا جاتا تها - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع هوئي ' تو بهت سي نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکي تهیں - ایک بڑي تعداد ایسي لڑکیوں کي موجود تهي جس نے اسے ترک کردیا تها - وہ اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچهي طرح ڈهانپ لیتیں ' لیکن چهره ٹهڈي کے پاس پوشیده نهیں کیا جاتا - وہ پوري طرح کهلا رهتا تها "

" جهاں تک عام لباس کا تعلق هے ' ترکي کي شهري عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کي عورتیں ایک عرصه سے یورپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکي تهیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسي عورتیں زیاده نه تهیں ' جنهوں نے کامل طور پر یورپین لباس اختیار کر لیا هو - عموماً اس طرح کا لباس پهنا جاتا تها ' جو یورپین لباس هونے پر بهي بعض مشرقي قسم کي خصوصیات رکهتا تها - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت هونے لگیں - یهاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گهرانوں میں نئي نسل کی لڑکیوں نے کامل فرانسیسي لباس اختیار کرلیا - ترکي زبان میں بهي لباس اور فیشن کے ترکي رسائل اسي طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے هیں - دارالحکومت سے باهر بهي تمام بڑے بڑے شهروں میں کامل قسم کا یورپین لباس رائج هوگیا - گذشته سال مجهے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم هے ' بتلایا تها که سمرنا کے ترک گهرانوں میں پیرس کے تازه ترین زنانه فیشن سے ویسي هي دلچسپي لي جاتي تهي ' جیسي دلچسپي یورپ کے کسي شهر میں لي جاسکتي هے - فرق صرف اتنا تها که پیرس کا جو فیشن ایک هفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یهاں پهنچ جاتا تها ' اُسے سمرنا تک پهنچتے پهنچتے کئي هفتے لگ جاتے تهے ! "

" تاهم یه ساري تبدیلیاں گهر کي چار دیواري کے اندر هي هوتي رهیں - یه ممکن نه تها که کوئي ترک عورت گهر سے باهر بهي اسي لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وہ گهر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتي تهي - باهر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بهت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تها ' جسے کمر کے پاس پیٹي سے کس لیا جاتا تها ' اور وہ همارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کي سي هیئت پیدا کرلیتا تها - فرغل پهن لینے کے بعد نه صرف جسم هي کامل طور پر چهپ جاتا تها ' بلکه لباس کي تمام آرائش بهي پوشیده هو جاتي تهي - امیر هو یا غریب ' جوان هو یا بوڑهي ' تعلیم یافته هو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گهر سے باهر هر ترک عورت ایک هي طرح کے لباس میں نظر آئیگي - سنه ۱۹۱۲ - میں جب نوجوان

غازي مصطفی کمال پاشا اور اُنکي سابق بیوي لطیفه هانم

مجلس کا اجلاس شروع ہوا - ممکن نہ تھا کہ کوئي عمارت اتنے بڑے اجتماع کي گنجایش رکھتي - اس لیے ایک کھلے میدان میں منعقد ہوا - اجتماع کئي ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تھا ' اور ہر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمہ رکھا گیا تھا - لینین کا ایک بہت بڑا مجسمہ میدان کے دروازہ پر بھي نصب کیا گیا تھا ' جو روس کے ایک بہت بڑے صناع نے سنہ ۱۹۲۴ میں بنایا تھا - یہ ایک بہت بڑے قطر کا کرۂ ارضي ہے ' اور اس کے قطبي حصہ پر لینین کھڑا ہے - مجسمہ کي یہ صورت اس رمز کي طرف اشارہ کرتي ہے کہ کمیونزم کي دعوت تمام کرۂ ارضي کي سرمایہ پرستي پر غالب آگئي ہے !

ہم نے صفحات الہلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا ہے - پہلا مرقع اس موقعہ کا ہے جب سوویت کے اعلی حکام جلوس میں شریک ہونے کي طیاري کر رہے ہیں - بائیں جانب سیاہ استر خاني ٹوپي اوڑھے ہوئے صدر سوویت کھڑا ہے جسے آج کل تمام یورپ "کمیونزم کے زار" سے تعبیر کرتا ہے - اس کے ساتھہ جدید کمیونسٹ فوج کي وردي پہنے ہوئے ' سوویت ارکان حکومت ہیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصہ ہے - اس میں زیادہ تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے ہیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکھیں تو مسٹر سکلت والا کا چہرہ صاف دکھائي دے رہا ہے -

---

ترکی کی نسوانی تحریکات

الہلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجۂ صدر سے ہم ایک فرانسیسي اہل قلم کے مقالات کا خلاصہ درج کر چکے ہیں - اب اس سلسلۂ مقالات کي تیسري قسط بھي شائع ہوگئي ہے - اس میں زیادہ تر ترکي کي موجودہ نسواني تحریکات اور اُنکے مقاصد پر نظر ڈالي ہے -

بلاد اسلامیہ کے جدید معاشرتي تغیرات کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین مشرق و مغرب کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کي معتدل اور حقیقي نوعیت پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں - عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مضمون نگار کوئي خاص نقطۂ خیال رکھتا ہے ' اور اسي کے مطابق صورت حال کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہے - مثلاً جب کبھي موجودہ عہد کا کوئي یوروپین سیاح ترکي اور مصر کي سیر کریگا ' اور وہاں کي جدید معاشرتي تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکہ پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطۂ خیال قائم کر چکا ہے ' اسلیے تغیر و اصلاح کي ہر حرکت کو اسي روشني میں دیکھیگا ' اور مجموعي حیثیت سے ایک ایسي تصویر طیار کر دیگا ' گویا ترکي اور مصر کي جدید جماعتوں نے بہ یک دفعہ ارادہ کر لیا ہے کہ مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار ہو جائیں !

دوسري طرف بعض مسلمان اہل قلم ہیں ' جو ہندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کي رعایت کرني چاہتے ہیں - اسلیے پسند نہیں کرتے کہ نئي تحریکات کي حد سے بڑھي ہوئي آزادانہ صورت اُنکے سامنے عریاں ہو - وہ ہمیشہ ان تحریکات کے متعلق ایسي مبہم اور گول مول باتیں کہہ جاتے ہیں ' جن سے صورت حال مشتبہ ہو جاتي ہے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکي اور مصر کي جدید تحریکات کي نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' صداقت سے یک قلم خالي ہے -

جدید ترکي نسبت کئي سال سے ایسا ہي ہو رہا ہے - ایک طرف وہ بیانات ہیں جو دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ جدید ترکي اپنے آپکو مسلمان کہنے کے لیے بھي طیار نہیں - دوسري طرف وہ خوش عقیدہ مسلمان ہیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑھکر خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکي کے نئي معاشرتي انقلاب کي نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' محض یوروپین نامہ نگاروں کا سیاسي پروپگنڈا ہے - حقیقت سے اسے کوئي لگاؤ نہیں -

اس فرانسیسي مقالہ نگار کي یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اس نے اپنے تاثرات کو کافي حد تک اس طرح کي بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھا ہے ' اور کوشش کي ہے کہ بلاد اسلامیہ کي موجودہ انقلابي ذہنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتھہ مطالعہ کیا جائے -

ہم اس مقالہ کا مختصر خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں ' تا کہ مسلمانان ہند جدید ترکی کے فکري تغیرات صحت کے ساتھہ معلوم کرسکیں -

مقالہ نگار لکھتا ہے :

"گذشتہ دس سال کے اندر ترکي کي معاشرتي زندگي میں جو انقلاب رونما ہوا ہے ' اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں نوجوان ترک عورت کي نئي تاریخ حیات پر نظر ڈالني چاہئے -

جدید ترکي خواتین
سنہ ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

تاریخ و عبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے داعیوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانکاہ اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کر سکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جرنیل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کر دیئے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی۔ جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ اُن کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کر رہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سینکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ قریبا ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہو گئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہو گیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت دی تھی، اس سے اُسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کر سکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کی ہمت افزائی کی۔ اس موقعہ پر بھی انگریزوں نے ہندوستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کر دی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئی لیکن اسے بھی مصلحتہً ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھکر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کر دی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کر لی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جرنیل ڈائر کے واسطے ۲۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فوراً ایک معمولی بات پر مشتعل ہو جایا کرینگے جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہو کر قتل عام کر دیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اُگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت و ہمت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی ہوں گی۔ میں بچپن میں نکلسن کا نہایت مداح تھا۔ میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آ سکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپا دی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دُنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے، سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تندخو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اُسنے لارنس کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک، اور ہڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت و سنجیدگی کے ساتھ درج کر دی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنا لیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا"

مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کر رکھی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کر دی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کر گئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کر دیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کر ڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کر دیئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی سی تعریف کر دیتے ہیں۔ مثلاً جھانسی کی رانی کے متعلق تقریباً سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیو روز نے (جسنے رانی موصوفہ کو شکست دی تھی) ایک دفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی اسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے"

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا ' اور غریب خاندانوں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور ٹیلی فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ' تو اُس وقت بھی اُنہیں اس بات کی جرأت نہیں ہوئی تھی ' کہ یورپین عورتوں کی طرح اپنے آرائشی لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کی بے شمار عورتیں ہیں ' جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتی ہیں ' اور اپنی بالوں کی آرایش اور لباس کی دیکھہ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسی خادمائیں رکھتی ہیں ' تاہم وہ بھی جب گھر سے باہر نکلتی ہیں ' تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسی لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتی ہیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ہوتا ' جب تک کہ وہ گھر کی چاردیواری کے اندر واپس نہ آ جائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومی تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے ' اور جو اب نہایت تیزی کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کی معاشرتی ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنہوں نے تغیر و انقلاب کی بہت بڑی مسافت طے کرلی ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کی نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپنی آزاد خیالی اور ذہنی استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقی عورتوں سے بالکل مختلف قسم کی ذہنیت رکھتی تھی ' تاہم اُس میں موجودہ عہد کی وہ بے خوف روح نہیں پائی جاتی تھی جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوری طرح آزاد ہو چکی ہے - اُس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقی تھا ' جس کے اندر روح قدامت کی ایک دھندلی سی تصویر نظر آ جاتی تھی - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کی ترقی یافتہ ترک عورت کامل معنوں ' میں آزاد خیال ہے - اُس کا تذبذب مٹ چکا ہے - اُس میں اضطراب فکر کی جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ہوگیا ہے - وہ وقت کی روح سے لبریز ہے ' اور صرف مستقبل ہی کی طرف نگاہ رکھتی ہے - بلا شبہہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ہی میں محدود ہے - متوسط طبقہ کی عورتیں عموماً پچھلی حالت ہی میں باقی ہیں - لیکن اگر ترکی کی موجودہ حکمران جماعت کو فوری زوال پیش نہ آگیا ' تو یہ بات یقینی ہے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکی میں پھیل جائیگی "

" اب نو جوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھی ترک کرتی جاتی ہیں " جو باہر نکلنے کیلیے اُنکی لازمی پوشش تھی - اسکی جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ہے جو گھر اور گھر سے باہر ' دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ہے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ہوئی تھی کہ ارکان حکومت کی بیویاں بغیر فرغل پہنے ہوئے باہر نکلتی تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کی گیلریوں میں بیٹھی نظر آتی تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے ' اور اعلی طبقہ کی کوئی ترک عورت ایسی نہیں ہے جو قدیم فرغل استعمال کرتی ہو "

جنگ سے پہلے ایک زمانہ اسکول کی ترک لڑکیاں

خالدہ ادیب خانم
عہد حاضر کی مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے

"کیا سکھ وفادار ہیں؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالباً یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہو جائے۔ تو بلا شبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کر سکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جا سکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فچٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کر دئیے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی انھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کر دئیے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہئے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکقلم تبدیل کر دیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کر دی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اٹھا کر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اُگلا جاتا ہے۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا حادثہ بالکل بھول جانا چاہئے جس طرح کہ ہم ستر موپلہ قیدیوں کا ریل گاڑی میں دم گھٹ کر مر جانے کے واقعہ فوراً بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہئے جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کر چکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانی ہماری زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سرچارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کرو گے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رستے دکھائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرلے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جا رہی ہے۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ دہکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رومیش دت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کر دینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقیناً طیار ہو جائے۔

(مترجمہ چودھری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفے کمال پاشا کا از سر نو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ٹرکی کی آبادی۔ ٹرکی اور امرکیہ۔ ترکی میزانیہ۔

غازی کا از سر نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا از سر نو افتتاح ہو گیا غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے۔ عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہے۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کر کے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے، جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں، اس منصب کے لئے منتخب کر لیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفے کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دئیے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے انھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ انھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کر دوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو انکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہو جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں ان تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کما حقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کر دی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کر دوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوششیں پورے اطمینان سے پسند کرتی ہے۔ میری مسلسل کوشش رہے گی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمتیں انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور عقلمندی پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کر دی ہے، قوم کی امیدوں اور آرزوں کے بالکل

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوگئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کردی گئی تھیں۔ قیاس کیا جاسکتا ہو کہ رانی نے یہ خونریزی پسند نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہوگیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہو کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اسنے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک افسانہ بن گیا ہو۔ بعض شعرانے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہو کہ وہ ۱۸۶۴ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا۔ له کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستان بھی کسی قدر دل ہلادینے والی ہونگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلاتمیز قتل کر ڈالنا، کسقدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہوکر بر سر پیکار ہوجاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبہ کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ انھی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچاکر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہو حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہوگئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہو:

"۱۰ دن کے اندر اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہوگیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کردیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا لیکن کمال کی بات یہ ہو کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بسا اوقات نقصان پہنچا تھا"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کرسکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انھی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہوگیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہوگئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہوگئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہوگیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر و زبر کردیئے۔ جھانسی اور کانپور کے حوادث تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہوجاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہو، اور ان کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہو۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہوجاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہنچا ہو، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہو کہ سب سے زیادہ شور واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ بایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہو۔ مجھے ڈر ہو کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سد راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہو اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہو۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہو تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہو کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کردیں تو بہت سے انگریز اسے بنظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انھی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہو"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات یہ ہو کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو صحت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن و امان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ و پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا بہم پہونچنا تقریباً ناممکن تھا۔ حقیقت یہ ہو کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل علحدہ ہو۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہو۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں بسر کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کلی اعتماد ہوتا ہو وہ اپنی برادری سے علحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہو، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا خونی آدمی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہوسکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہو کہ عورتیں دہشتناک افعال سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:- تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہوگئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اٹھاکر گھر تک پہونچادے لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گذار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادھر ادھر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اس کی زخمی ٹانگ سیدھی کردی۔ وہاں ایک بارہ ۱۲ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہو۔ کہ غدر کے تاثرات دو نسلوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہو کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہوجاتا ہو کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہو، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہو"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاست داں ہو۔

له دراصل شہزادہ فیروز کابل کے راستے قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ [illegible]ء میں جب مولنا ابوالکلام کے والد قسطنطنیہ گئے تو وہاں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ سلطان نے بیش قرار وظیفہ مقرر کردیا تھا (الہلال)

برطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۱۹۲۵ء)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو، پی	پنجاب	سی، پی	بہار اور اڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر لڑکے	۱۶۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۰۶۲	۳۵۸۲۵۸	۲۴۶۲۵۶	۷۹۷۴۶۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۶۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۲	۱۹۱۱۶	۶۶۶۸۱	۱۱۹۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۶۶۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۱۳	۳۳۷۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۶۷	۱۵۶۱۹	۲۰۹۶۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں ۲۵-۱۹۲۴ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجنیری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی ٹل اسکول	دیسی ٹل اسکول	ابتدائی مدارس	تعلیم فی ہزار آبادی کا اوسط
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	....
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۶۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	.....
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۶۷۷	....
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶/۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷/۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۹	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹/۵
یو، پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۹۸۵	۱۸۷۹۴	۶/۴
بہار، اڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۲۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵/۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴/۸
سی، پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴/۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵/۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۳	۴۱۶۸	۲۳/۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی ۲۵-۱۹۲۴ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۷۱۳۸۵۴۸	۳۴۰۹۷۴۴	۱۲۲۴۴۹۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۳۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۴۷۱۶۵	۱۲۴۸۰۶۳	۳۹۱۸۷۱۳	۶۰۱۳۹۶۹	۴۳۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۳۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو، پی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۹۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۴۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۲۱۵۹۳	۲۲۴۰۵۲۹۹
برما	۹۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۱	۶۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۸	۱۳۵۵۱۰۵۳
سی، پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۴۹۸۰۵۹	۷۶۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار اور اڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۱۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۶۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۳۲۷	۱۲۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۲۶۲۳۴۶	۴۴۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۴	۴۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۶۸۶۳۱۸۲	۳۴۷۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ - انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے اُنکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب لایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: "۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۱۵ مارچ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہئے۔ (۳) طلبا اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب، بی، اے، مدیر "سچ" لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ۔ مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اُمید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلبا اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

"ناظم انجمن اتحاد"

مطابق ہے۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو، ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی و خارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب سے ہماری دوستی ہے۔ امن و امان کی کوششیں ہم سے ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم، امن و سلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا:

"عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی و سعادت کے اسباب کی تحقیق و بحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

"عزیزان وطن! میرا اس دَور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن و سکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کردوں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحۂ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم و حزم کے ساتھ قوم کی بہتری، اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کردے گا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈکٹیٹر شپ کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفٰے کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں ہوگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزین چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفٰے کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ٹرکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب استانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اُڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سنادیا۔ عنقریب اس کا اجراء ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۱ء تک کے اعداد و شمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۴۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	"	۵۵۵۷۴۴۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۲۲۷۵۳۰۰۰	"
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کانسا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۴۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۶۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۶۴۴۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۱۴۲۰۷۰۰	"
یاقوت و زمرد	۲۵۴۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شورہ	۳۷۳۰۰۰	"	۵۴۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۴۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار ۱۹۲۳ء میں: ۵۳۰۶۲۹ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرنسوال	۲۸۴۰۹۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
اسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینڈا	۳۶۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار ۱۹۲۲ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۲۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۴۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۶
فلیپائن	۷۰٫۵	۶۱
فرانس	۹۶٫۵	۹۴

ٹرکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد و شمار اب شایع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی، ۱۳۶۰۰۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت و اطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سر نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُس نے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بناکر انگورہ بھیجدیا ہے۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۹۱۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۶۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے تاآنکہ آخری سوال یہ کیا "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہوجائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد پاشا کے گھر خفیہ جلسے ہورہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو آگاہ کردیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کردیں یہ ۱۱ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا یہی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کردیا اور ۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد پاشا، علی شعراوی باشا، اور عبدالعزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعوی لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ انھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چین بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کردیا کہ اپنی حکومت سے گفت شنید کرکے جواب دونگا۔

مصری وفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے انھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد پاشا، مجلس تشریع کے سکرٹیری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور انھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد پاشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کرلیں چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شایع کیا کہ اس وفد کو آزادی کی جد وجہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد پاشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی: وزیر اعظم نے ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے از سر نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کرچکی ہے!

۳ر دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کرلی اور وفد نے اپنی جدّوجہد شروع کردی۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے، اس جذبے نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پالیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہوچکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہوجانا چاہیے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہوسکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں"!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نامنصفانہ تھا، حمایت (پروٹکٹوریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کردی مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے روبرو اس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوگئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کرلے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزوئیں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرات کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۷ر فروری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی مسٹر بیرون نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کردی ہے مصر سے کبھو رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہوگئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جاسکے"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کردیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۶ر مارچ ۱۹۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کردیا "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلاوطنی

اس واقعہ کے دوہی دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، حمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کردیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہوگئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کرڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کرسکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور انھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلاوطن کردیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ النبی مصر پہنچے، اور انھوں نے یقین کرلیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ، ۷ر اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلاوطن قومی نمائندوں کو آزاد کردیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسپر قانع نہیں ہوسکتی تھی چنانچہ ۱۱۔ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعوی پیش کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد پاشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہوگئے۔ سعد پاشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلاوطنی تو ختم ہوگئی۔ مگر اُس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہمپر قوم کی جانب سے عائد ہوگئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دول اتحادی کے مدبر صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہمپر بند کر دیئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شایع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں ان الفاظ سے دول متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دیئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہوگیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کردیا۔ اسپر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے۔ برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہوجانا پڑا۔ اُسنے پھر فریب دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس دلچسپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی اُسے

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہی، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دَور کا افتتاح ہی۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریت فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہو کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہی۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جا کر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

پادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہو کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہی، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریباً ۵۰ برس سے اُس کے چنگل میں ہی، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہی، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہی۔ مصری قوم پُوری طرح بیدار ہو گئی ہی اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہی۔

مسٹر میکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُسوقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہی۔ معلوم ہوتا ہی، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہی۔ لیکن حالات اُمید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہی:

"ہز اکسلینسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہی۔ اُمید ہی اس گفت و شنید نے ہمیں اُس صحیح بنیاد تک پہونچا دیا ہوگا جس پر مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہی، جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے۔"

دوسرا بیان خود مصر کا ہی۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہی:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہ ہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہدنامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیں تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پُوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہو کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا، جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پا سکا، تو یقیناً یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکر ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہو، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبّار سے اپنی آزادی تسلیم کرا سکتی ہو۔ مگر ہندوستان، جو ایک پورے براعظم کا درجہ رکھتا ہی، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہی، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہی!

ہندوستان کو دہوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن انگلستان سے آ رہا ہی۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہی۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہی۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہی۔ دیکھنا چاہئے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ بَرا ہوتا ہی؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہی۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہی کہ "ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہی تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہی کہ مصطفےٰ نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفےٰ پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنے جماعت وفد میں بھی اور قومی پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفےٰ نحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ یہی تاریخ ہی جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہی۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفےٰ نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہی۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہی۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہی:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا دے سکتا ہی اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہی۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہی۔ ایسا قوت کی یہ کوششیں کسی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیّت الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح مشہد میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ راسخ ہوتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صُور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحاد کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پُورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑہے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُسوقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہی۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی، جن کی شخصیت مسلّم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں، جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُسوقت مجلس تشریع (لیجسلیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رُکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رُکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہو

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام بحث کی تکمیل

(از مولانا ابوالکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کر دینی چاہئے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو گو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیج دیا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے؟

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور سر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کر دینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست کے کسی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہے کہ "اسلام کا قانون یہ ہے" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے" تو قدرتی طور پر اُن تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیرؤں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اُسی طرح تعزیر و سیاست کے بھی یہ احکام دیدیئے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سنتا ہے کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے" تو وہ خیال کرتا ہے، اسلام نے اپنے پیرؤں کو حکم دیدیا ہے کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات منہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھ دیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصور بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہے۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیرؤں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں۔ وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہے۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہے کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہے، نوع کا قتل ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاھا، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیرا منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵ : ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر ان دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کر ڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلاشبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جا سکتا ہے کہ ترغیب دی ہے، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب! (۲ : ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہے، لیکن فی الحقیقت اسی میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہے!

قرآن بتلاتا ہے کہ یہ ناگزیر صورتیں تین ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کر سکتا جس کا نام انسان ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہے، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہرحال تعزیری احکام قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہے؟ بلاشبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہاء اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور انھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُن کے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہے، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہے:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعۂ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بنا کر نافذ کر دیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہو سکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کر لی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کر دیئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جا سکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔

پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک مکمل ذخیرہ مدون ہو گیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے براہ راست احکام نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہے، اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ پہلے قسم کے احکام اس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں بےشمار کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہو گئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد اُمت کے لئے نہیں ہوتے۔ یعنے نماز روزہ کے احکام کی طرح ان کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ انھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پُوری قوم متحد و متفق ہو، اور بیک زبان "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہو!

ملنرکمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پچکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے" کمیشن مایوس ہوکر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لندن میں دعوت دینی پڑی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہوگیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہو۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہو۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی روداد میں تسلیم کرلیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی ملی حرکت ہو، اور یہ کہ وفد مصری، پُورے ملک کا صحیح نمائندہ ہو۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دوسری فتح

جد و جہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کردیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ ہو!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نااتفاقی نے حالت بدلدی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہوسکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نااتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کرلئے گئے ظلم و قہر کا ازسرنو دَور دَورہ شروع ہوگیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لندن گیا تھا، اُسی زمانے میں، برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کرلی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جاکر اپنی روداد شائع کردی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلۂ مصر کا ایک ہی حل ہو۔ اور وہ یہ ہو کہ مصر کی کامل خودمختاری تسلیم کرلی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت نفع پہونچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے، حقیقت حال سے واقف ہوگئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا نوویشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا نوویشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۸ء میں شایع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اردو کتابت و طباعت کا بہترین نظر فریب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم ادب اور خصوصًا ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہو استدعا کی جاتی ہو کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور جملہ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مُشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہو۔ وہ آفتاب سے ...... ۴۸۳ میل دُور ہو۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مُشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کردی ہیں۔ وہ کہتا ہو، مُشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہو کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہو؛ بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہو کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہو۔

مشتری کا فلک ۲۷۱۷۰۰ میل کے دائرے میں ہو۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہو۔ اپنے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہوجاتی ہو۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہو۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مُشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مُشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہو۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ۴ بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دُوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقعہ دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مُشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فلکی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریبًا متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہو، کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے انھیں جذب کرلیا، یہاں تک کہ اب قریب ہو کہ انھیں بالکل جذب کرجائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دُوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رُتبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتًا فوقتًا ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہوجاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جاسکی۔ علمار کا خیال ہو کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہو۔ یہ بھی عجیب بات ہو کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بُعد سے سیاہ ہونا شروع ... اتنی ہی بلندی پر رہے گی، جتنی بلندی پر ہمیشہ سے چلی آتی ہو!

ہوتا ہو۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہو۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہو کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہو۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ ابر، آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہو۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہو کہ اُس کا پُورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزا بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دُوری پر ہو، بہت ہی عظیم ہو۔ علمار کا خیال ہو کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہو۔

انسان کا مستقبل

سر فلیپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہو۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شایع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کرکے سخت خطروں میں پڑگیا ہو۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کرکے مسخر کرلے، یا خود مغلوب ہوکر برباد ہوجائے حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علمار نے تجویز پیش کی ہو کہ قدرت سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کردیا جائے یعنی التوار جنگ ہوجائے، تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لاسکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہوکر رہ جائے گا اور فتح تباہ کُن شکست بنجائے گی"

"لیکن یقین نہیں کہ دُنیا اس تجویز پر عمل کرسکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب روکنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزاہا برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہوگیا ہو۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہو"

"اب انسان کی کوشش یہ ہو کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جسپر ابتک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہو کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہو کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکیف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہو، چنانچہ اب وہ چاہتا ہو کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے"

"انسان نے اب معلوم کرلیا ہو کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سراسر اُن غدد یا گلٹیوں سے وابستہ ہو، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں اگر مادہ کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادہ بنا دیا ہو، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دیجائیں جن کی وجہ سے ذی روح نر ہوا کرتا ہو، تو فورًا جنسیت بدلجائے گی یعنی مادہ، نر بنجائے گی اسی طرح نر کو مادہ بنا دیا جاسکتا ہو۔ اب معلوم ہوچکا ہو کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہو، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہوجاتا ہو۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کردی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہوجاسکتا ہو۔ اب قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہو کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں یہی حال

حقوق سے محروم ہوگئی!

لیکن اسلام نے مذہب اور اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا۔ اُسنے مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کردی، جس کا اُسوقت تک دُنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۵۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب ملت کے لوگ آباد تھے، اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کرسکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے، اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بُت پرستی کے اقتراف سے تو انکار کردیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضا و رغبت مسلمان ہوگئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کرسکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بہ حیثیت شہری ہونے کے اُنھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اُنھیں "ذمّی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمّہ لیا تھا۔ اصل اس بارے میں وہ طرز عمل ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُن پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہار نے اُنھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد میثاق کے ذمّہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اُنھیں پُوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادتگاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ سنکھ بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ لا یغیّر ما کانوا علیہ۔

(۲) اُنھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: لا یفتنوا عن دینہم)

(۳) ان کی جان مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ انہیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔

(۵) اُنھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح، ہوگی اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار، اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے قرار دئے گئے ہیں ان سے عُشر بھی نہیں لیا جائے گا۔

(۹) وہ فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہ اُن معاہدات کا خلاصہ ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو ۱۰ھ ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پُورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی و حقوق کی وہ تمام باتیں پُوری صراحت کے ساتھ تسلیم کرلی گئیں، جو آزاد باشندگی شہر کے لئے اُس عہد میں ہوسکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجایش نہ تھی۔ مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُسکا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لئے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمّہ لیا ہے" ذمیّوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔

آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جارہا ہے کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو اس لئے مار ڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہے، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش اِن معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہے جسنے اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں، جب دُنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تحمل بھی نہیں کرسکتی تھی، اس قانون کا اعلان کیا تھا کہ من کان لہ ذمّتنا، فدمہ کدمنا، ودیتہ کدیتنا" (سلہ) ایک غیر مسلم ذمّی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہے جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خوں بہا بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمیّوں کا قتل اس لئے جائز رکھا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھ کر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہوسکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں، بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کردیا تھا۔

بہرحال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ اُسکے عہد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیدیو) نے ان لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہے "اسلام نے ذمیّوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیدیئے تھے۔ یعنے وہ بادشاہ نہیں ہوسکتے تھے۔"

ان تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کرلینا چاہیے۔ اسلامی حکومت قدرتی طور پر اُن سے اس سلوک کی توقع رکھتی تھی:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصوّر کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رواداری کا برتاؤ کریں گے۔ جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لحہ کے لئے بھی کوئی شخص ان توقعات کو بے اعتدالانہ قرار دے سکتا ہے؟ چھٹی صدی مسیحی کی دُنیا میں جب اسلام نے ان حقوق کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دُنیا میں کون قوم اور مذہب ہے جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہے؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمّی اور اُن کا ذمّہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہوجائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ فقہار کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس پر بھی اُنھیں قتل نہیں کرنا چاہئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہیے جس سے اس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدّباب ہوجائے۔ امام ابو حنیفہ اور فقہار شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ گذشتہ ۶ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انکا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُسنے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سبّ و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جاسکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا "شرعاً میں یہی سزا تجویز کرسکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دیجئے" سلطان خاموش ہوگیا!

لیکن فقہار کی دوسری جماعت اس طرف گئی کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہے۔ اُن کی نظر اس طرف گئی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیّوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیئے ہیں۔ [illegible] ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے۔ اس طرز عمل کے بدلے وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ [illegible] مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں۔ اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر ایسی ذمیّوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے منہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے۔ اسے قتل کردینا چاہیے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہے، اس سے واضح ہوگیا ہوگا کہ

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسلام کا کوئی براہ راست منصوص قانون نہیں ہے، بلکہ تعزیر و سیاست کا ایک فرعی حکم

سلہ حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک فیصلہ نقل کیا ہے جو اُنھوں نے اپنے زمانہ خلافت میں صادر کیا تھا، اور مسلمان قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابلِ عمل ہوسکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انہیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکام قضا پر (جسے آج کل کے اُردو اخباروں کی زبان میں عدالتی کارروائی" کہنا چاہیے) اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی اُس عہد میں دُنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظم سیاست یہ ہے کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہے جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عدالت کے سوا کوئی نہیں جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے، اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہے۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکم عدالت کو کارروائی کرنی چاہیے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہے، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہے کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہے، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کر دی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہے لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رُو رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھے!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کرلیا جاسکتا ہے کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہیے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہے کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر یا [illegible] ہے کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا [illegible] جائز رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً قتل کی سزا جو انتہائی سزا ہے؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے وہی قوانین سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمّی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا تو یقیناً وہ اُسی طرح قتل عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دُنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہے۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا "اسلامی قانون" ہونا وہ نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہے، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کردیتی ہے، اس لئے چاہیے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہے کہ انھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہائے اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالت موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہوسکتا ہے؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تامل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی۔ صلاح کار اور مصالح وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی آداب حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہے کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو ائمۂ سلف کی نسبت جابجا منقول ہے کہ بعض دقیقہ سنجانِ فقہ کی ایسی کاوشیں ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کر کے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہے؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالہ دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظم شرع یہ ہے کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہے، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہے، وہ وقت کا حکم نہیں ہے۔ پس جب ایک بات موجود حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنائے کار قرار دینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں کے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورت حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ اسلامی حکومت ہو، اُسنے غیر مسلموں کی حفاظت جان و مال کا ذمّہ لیا ہو، اور ذمیّوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کرسکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورت حال باقی ہی نہیں ہے۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے۔ نہ شرعی ذمّہ ہے۔ اور نہ ذمّی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہیے اور کس میں نہیں دینی چاہیے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمّہ لیا تھا، اور اُنھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کر دیئے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمّہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانین و عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدّی پر اتر آئیں تو اُنھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہے، اور نہ غیر مسلموں کا ذمّہ باقی رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام قوانین یک قلم غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمّہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انہیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر پکارنا کس قدر بے معنی بات ہے؟ ایسی ہی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت غیروں کی نظروں میں مشتبہ ہوگئی ہے۔ اور اُس کی صاف اور روشن تعلیم پر طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑ گئے ہیں۔

اصل سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے متعلق جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہے، اُس کا جواب بغیر کسی تامل کے یہ ہے کہ نہ تو اسلام کا یہ قانون ہے اور نہ کوئی ایسا قانون اسلام کا قانون ہوسکتا ہے۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہے کہ قطعاً نہیں، اور تفصیل اسکی اوپر گزر چکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک بالکل دوسری قسم کی صورت ہے، اور وہ بلا شبہ فقہ اسلامی کے قوانین میں موجود ہے۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمّی (غیر مسلم باشندہ) اپنے مذہب کے مجنونانہ تعصّب کی وجہ سے، یا مسلمانوں کے بغض و عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا رویّہ اختیار کرلے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سب و شتم کرنے لگے۔ یعنی گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بدزبانی کرنے لگے جو صریح سب و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس طرز عمل کے بعد اُس کا ذمّہ و عہد باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جس باہمی سلوک کے معاہدہ پر ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی دی تھی، اور اُس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، وہ خود اُسی کی طرف سے شکست ہوگیا، اس لئے اُسے قتل کرنا چاہیے۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمّہ شکست نہیں ہوتا۔ اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس سے اس کا سدّباب ہوجائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام شافعی کی (کتاب الاُم میں) ہے۔ دوسری رائے حضرت امام ابوحنیفہ کی ہے اور حنبلیہ و شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

جو فقہاء اس طرف گئے کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیے، اُنھوں نے جن حالات میں اور جن وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر اُسے سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُس وقت تک نہیں ہوسکے گی، جبتک کہ یہ بات واضح نہ ہوجائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمّہ" اور "ذمّی" سے مقصود کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب و اعتقاد کا اختلاف انسانی قتل و خونریزی کا سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حکومت کا اقتدار حاصل کرکے دوسرے مذہب کے پیرؤں کے ساتھ انصاف کرسکتی ہو۔ جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کرلیتے تھے، وہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ رومیوں کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی گئی ہے، لیکن اُس کا بھی یہ حال تھا کہ جبتک وہ اپنے قدیم مذہب پر قائم رہی، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے امن نہ تھا۔ جب مسیحی مذہب قبول کرلیا، تو تمام غیر مسیحی رعایا زندگی اور معیشت کے

ہو جسمیں خود فقہاء کی رائیوں میں اختلاف ہوا - ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہو - دوسری کو اس سے اختلاف ہو - پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہئے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہو کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہو۔ بہت سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سب" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔ "سب" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) پھر جو کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہو کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دُور کی مناسبت بھی نہیں، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورت حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہو کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہو۔ لُبا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہو ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جا سکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانون وقت کا فرض ہو کہ اس قسم کی دلآزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دلآزاری میں امتیاز کرے، لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز کی بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجیے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کردیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کردیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی، اور "تحفظ ناموس رسول" کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے "ناموس رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آسکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کو اس درجہ خلاف ہو کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہو؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعیٔ اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ جس طرح ہمیشہ بُری زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہو جسمیں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہو، تو چاہئے کہ اُس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بدزبانی ہو، وہ بحکم "کالائے بد بریش خاوند" اُنہی کے لئے چھوڑ دینی چاہئے۔

اعلان - ۱

قارئین الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی ششماہی جلد ختم ہوجاوے گی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید وسعت کی گنجایش ہو۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کردی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کر لیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی ششماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جا رہا ہو۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی - پی کی درخواست کی ہو، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی ششماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ ششماہی اختتام و آغاز ہوتا رہے گا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو ۶ کو واقع ہوگا، نئی ششماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقعہ مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی ششماہی سے الہلال کے ترتیب مضامین اور حسن طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ ادہر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہو، اُمید ہو کہ قارئین الہلال نے محسوس کر لی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہو، جسکی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُنکی چھپائی بھی خاص طریق طباعت اختیار کر لینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہو گئی ہو۔ اُمید ہو کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید رونق و اہتمام پیدا کردیگی۔ "مینجر الہلال"

اعلان - ۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہو کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورت حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کئی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں، صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم اٹھا کر پھر رک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گزار ہوں، جو زیادہ تر میرے خاص مضامین کے شوق میں الہلال کی ورق گردانی کرتے تھے، تاہم اُنھوں نے رشتۂ انتظار ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ اگر میرے خاص مضامین کی قلت نہ رہی ہوتی تو بہ حیثیت مجموعی الہلال کے مضامین کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہو، وہ اس کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُن دوستوں نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑی بہت مہلت ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کردیا، اور اب اُمید ہو کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے ساتھ جاری رکھ سکوں گا۔ افسوس ہو کہ وقت کے حالات و مسائل کے متعلق بے شمار ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو نہ لکھی جا سکیں۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی میں نہ ہو سکا، اس کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند الفاظ الہلال کی موجودہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کی قیمت بارہ روپیہ سالانہ اور ساتھ روپیہ ششماہی تھی۔ ۱۹۱۶ء میں البلاغ نکلا، تو اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھی گئی۔ لیکن دونوں حالتوں میں جو عظیم فرق ہو چکا ہو، وہ شاید بہت کم لوگوں نے محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اس کی تشریح کردوں۔

۱۹۱۴ء میں (یعنی جنگ سے پہلے) چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح تمام چیزوں کی قیمت دوگنی سہ گنی ہو گئی ہیں، سامان طباعت کی بھی ہو گئی ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت ۶ ہزار روپیہ تھی۔ اب بارہ ہزار ہو۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی۔ اب اُسی کاغذ کی سات روپیہ ہو۔ روشنائی جو اُسوقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آتی ہو۔ اُسوقت سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصویروں کے بلاک اُسوقت ۴ اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی اُجرت آٹھ آنہ سے بھی زیادہ ہو۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُجرت اُسوقت ۴ - ۵ روپیہ جزء سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی اُجرت بھی اچھے خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہو۔ ایسی حالت میں بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ الہلال کی جو قیمت ۱۹۱۴ء میں قرار دی گئی تھی، وہ ۱۹۲۷ء میں کیونکر موزوں ہو سکتی ہو؟ بیجا نہ تھا اگر اب بارہ روپیہ کی جگہ ۲۴ روپیہ قیمت رکھی جاتی لیکن مناسب معلوم نہ ہوا کہ سابق قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اسوقت کسی اُردو رسالہ کی نہ ہوگی، اب تک اُس کے مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہو سکی!

یہ بھی یاد رہے کہ ۱۹۱۴ء میں اس کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی۔ اور اب کم از کم ۲۴ - ۲۸ ہو۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ وہ ۱۲ روپیہ سالانہ یا ۵ فی پرچہ قیمت دیکر الہلال کے ساتھ کوئی فیاضانہ سلوک کر رہے ہیں، تو اُمید ہو کہ اپنے اس خیال میں نظر ثانی کرنے سے انکار نہ فرمائیں گے!

ابوالکلام

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف انسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بک ایـــجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چار سو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع لئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک دخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اس قیمتي دخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے -

منیجر "البــلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدگی ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی [illegible] رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی [illegible] رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی [illegible] کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ [illegible] مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بلا جلد آنے [illegible]

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے قریب تر دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.